زندگی
میرے دنوں میں

پروفیسر ڈاکٹر پیر سید نصیر الدولہ

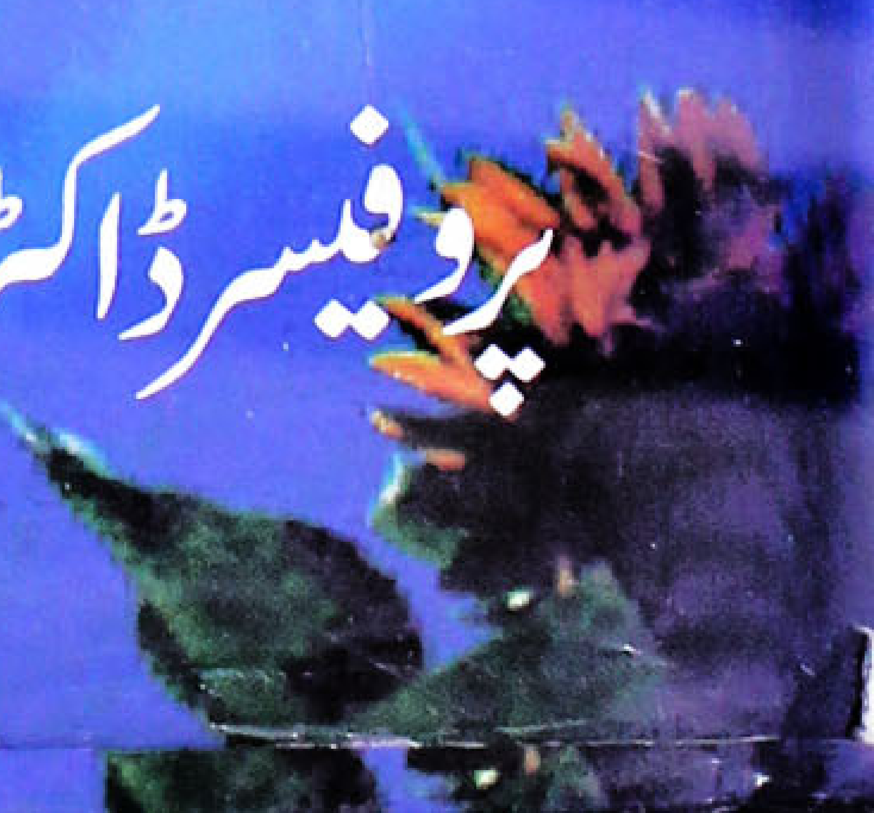

Marfat.com

51165

زندگی میرے دِنوں میں

پروفیسر ڈاکٹر پیر نصیر الدولہ

غازیہ پبلشرز، مکان نمبر B-13 / 968-A
شادولہ روڈ، گجرات 50700، P.O Box 111
پاکستان
Line Tel: +92 [0] 433 608609 - Cellular: 0333 - 8401149
Email: pir_nasir@hotmail.com

Marfat.com

اشاعت اول مئی 2004

Format Designers & Printers, Lahore

Copyright @ 2002 by Pir Nasir

All rights reserved. No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means, electronic, mechanical, photocopying, recording, or otherwise, without the prior permission in writing from Ghazia Publishers

ISBN 969 - 8268 - 05 - 7

Pages 1208, PKR 1499

Printed in Pakistan

Marfat.com

انتساب

ان حسرتوں کے نام
جن کو پایہ تکمیل تک پہنچنے کی دوڑ میں
زندہ و تابندہ ہوں

Marfat.com

ترتیب

ابتدائیہ

تبصروں کا مجموعہ

منشی صاحب	34
آغا محمد یحییٰ خاں	35
ڈاکٹر نصیر الدین بقائی مرحوم	37
جنرل ڈاکٹر جمیل اے بیگ	37
ڈاکٹر حبیب اشرف صدیقی	38
ڈاکٹر حامد خاں	38
ڈاکٹر خورشید احمد بخشی	39
ڈاکٹر دبیر خاں	39
ڈاکٹر ریاض علی شاہ	40
ڈاکٹر زین العابدین	41
ڈاکٹر سعید اختر	41
ڈاکٹر شیام ماتھر	42
ڈاکٹر صادق حسین نقوی	42
ڈاکٹر صدیقی	42
ڈاکٹر عبدالرشید میمن	42
ڈاکٹر عبدالرؤف شوری	43
ڈاکٹر علی خان	43
ڈاکٹر فضل ماجد	44
ڈاکٹر کرم علی شاہ	44
ڈاکٹر کے ایس پچونک	47
Dr. Karishna Shrestha	47

Marfat.com

ڈاکٹر ماجد یاسین 47
ڈاکٹر محمد حسن 47
ڈاکٹر محمد سرور سیٹھی 48
ڈاکٹر محمد عبدالقیوم 50
ڈاکٹر مظفر احمد 50
ڈاکٹر یعقوب احمد 50
رائے زاہد حسین جرال ایڈووکیٹ 50
Luis Hamana Salazar 52
Luis Jeronimo de Lacoste 53
اعجاز شاہ 53
بریگیڈیئر حامد محمود قریشی 54
صوفی کامل شاہ صاحب 55
جی جی مان 56
حمید پہلوان عرف ''حمیدا'' 57
عبدالحمید رشی 57
عبدالقیوم 57
محمد اسلم پرویز 58
میاں محمود اختر ایم 58
نجیب اختر سیٹھی 59

کہاں گیا میرا بچپن

راقم الحروف کی پیدائش اور بچپن 62
آزاد بند حلوہ 64
احساس جرم اور جان کی بازی 65
اور ''چڑیل'' پکڑی گئی 65
اونٹ کی کینہ پروری 68
ایسی بے احتیاطی! (دوائی بجائے مٹی کا تیل) 69
اللہ دتہ سے ''بلے شاہ'' 70

لالہ کیدار ناتھ، رئیس اعظم گجرات

اگر بھگوان نے مجھ سے منشی کا عہدہ چھین لیا تو! 77
پچاس کی بجائے 100 روپے کے لئے 77
ذہنی وقت کا آزالہ 78
''کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی'' 78
رسول پاک ﷺ کی نسبت 79

Marfat.com

کرامات کا وقت گزر گیا	79
اعلیٰ سے اختلاف پر اتفاق	80
بندریں مصروفیات	81
پروفیسر وزیر حسین	82
تلاوت قرآن پاک کی بجائے دعائے جنازہ	83
ہیڈ اپور	84
جو ورثی شعور رکھتے ہیں!	87
... علیے پچھ والا پچے پچ چڑھ جاندا	
عاشق کی مداح چینڈا ہو ندا ہے"	89
چودھری صاحب شاید ٹھیک کہتے ہوں!	92
حسابی "گپل" (Mathematical rigmarole!)	93
خان صاحب اور ان کی بندوق	94
"خدا" دور سے کمال ہو!	95
خوشیاں دوبالا ہو گئیں	97
اتنی بھی نہیں	99
خوف خدا کی حقیقت ہے!	102
"مندان ساز"	103
ڈاکیا (Postman)!	104
ڈاکٹر Skinner	105
ڈاکٹر صاحب کا طریق کار	107
زمانہ جنگ میں اشتہارات	107
سائیں "ترن تارن" (نقش دین)	108
سائیں رحمن صاحب	110
سائیں کا انوکھا کردار	111
شطرنج اور شکار	112
عذر لنگ	114
فرشتے کا شکار	114
کتے پالنے کا شوقین	115
کر سے دل بجھے سے ہو لی	116
"آہ"	117
اُمتی کی "آہ"	118
"قدرت کا پاس نہ بچے کی بات کی"	119
ہسٹیریا (Hysteria) یا آسیب!	120
جھولان	121

Marfat.com

بھنگ اور پلا 121

جنونِ گشت کہاں سے کہاں نہیں لایا

کشمیر کی تاریخ 123
خلائی وسعتیں Cosmic dimensions 130
خلائی مخلوقات سے رابطہ 130
Ezekiel کی کتاب 134
Extra-terrestrials Search 136
Our Place in the Universe 139
Bermuda Triangles(Blackholes) in the Universe 141
Nebulae 144
Dark Matter 145
New Milky Way 145
Primordial Soup Came from Abroad 145
New Planets 146
The Planet that Vanished 148
Asteroids 149

کشمیر کے قدیم سیاح

Jesuit Xavier 151
Dr. Bernier 152
Father Desideri 153
George Forster 153
William Moorcroft 154
Victor Javquemont 157
Joseph Wolf 157
Th. G. Vigne 157
Dr. John Henderson 157
Baron Charles Huegel 161
اشتیاقِ سفر اور شریکِ سفر 161
وادیٔ کشمیر کی سیر کا آغاز 163
وہ شنکر آچاریہ (تختِ سلیمان) 168
جھیل ڈل (Dal Lake) 173
تیرتے ہوئے باغ 174
کاشتہ زمین کی چوری 175

Marfat.com

فلم ڈائریکٹر کی شان و شوکت!	256
ادھار چکانے کا طریقہ	257
سیاست	258
پیر حاکم شاہ صاحب	258
شاعرانہ خیالات اشعار کیسے ہوتے ہیں!	260
میں نے ایک گھوڑے کا دانت ہی نکلوا دیا	262
گھوڑے نے پیٹ ہی پھونک مار دی!	263
حریت کی نشانی ہے	267
ہونٹوں پر "Residue"!	268
پچھلی سیٹ سے نکل گیا!	268
"پیسے والا ان کا خیال رکھیے"	268
اجارہ	269
Toothpicks	270
گجرات سے کراچی کا سفر انگلینڈ روانگی سے کئی سال پہلے	271
مکان کی بیٹھک کی طرح کا!	281
شیخ واحد امرایا	281
پیر بدر پیر کس شیخ نے بیٹوں کو قتل کروا دیا تھا	282
یہ شیخ نے خود قتل کروا دیا تھا"	284
بوڑھی ماں کا غم	285
ڈاکٹر شفیع صاحب	286
Sir آپ کہاں رہتے ہیں؟	289

"جو بھی گذری کمال گذری ہے"

گجرات سے اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان روانگی

گجرات سے کراچی بذریعہ ریل گاڑی!	291
کراچی میں قیام	296
بدقسمت چھپکلی	298
ناشتے کا مسئلہ حل ہو گیا	300
Sea sickness	302
Port Said	303
Southampton	304
Southampton سے Brimingham بذریعہ ریل گاڑی	306
Birmingham ریلوے اسٹیشن سے میزبان کے گھر	307

Marfat.com

310	British Council
311	زاہدہ کا انوکھا دستور
313	Encounter of another type
314	بے چارہ خاوند
316	وہ گھر چھوڑنا ہی چاہتی تھی
317	Bathroom سے Living-room تک پانی
320	Pub
323	Nat King Cole
325	مرغوں کی تو ٹانگیں ہی نہ تھیں!
328	Paterson Mrs.
332	گھوڑی کی اڑان
335	عدالت
336	اور Grewal کی شادی ہوگئی
336	دھند (Fog)
339	اخلاقی پستی اور بلندی
342	چہل قدمی
342	Flu
343	محرم اور لینڈ لیڈی کی بیہوشی!
344	کیا پولیس اسٹیشن ایسے بھی ہوتے ہیں؟
346	Sowing or sewing machine
348	عینک لڑکی پر کیسے منتقل ہوئی!
348	لک (Asphalt) پٹنے والا انجن
349	سوٹ سکڑ گیا!
351	انوکھا خط انوکھے خطوط!
354	John "ہینڈ اینڈ برین ڈاف اونڈ ہالے"
354	کھانسی کی آواز تو آتی ہے مگر تھوکتے نہیں!
355	نجم صاحب عرف عاجز
357	پڑے پیچھے پڑے پیچھے
358	برف سے پھسلا، بچے نے دیکھ لیا
360	مزے دار سینڈوچ!
360	Milkman
361	باتھ روم میں Hurricane lantern
362	Public baths
366	Zebra crossing

Marfat.com

368 Gentleman please
368 نام تھا راج
369 کریم صاحب
371 Onions and arthritis
373 ورما صاحب
375 Alex
384 پھونک مارنے کا عمل
386 منزل مل ہی گئی
390 "Water, water everywhere, not a drop to drink"

منزل کو پا چکے بھی نہ قدم مطمئن ہوئے
کس درجہ بیکلی مرے عزم سفر میں تھی
شکیل بدایونی

بحری جہاز Queen Elizabeth کے ذریعے U.K سے U.S.A روانگی
391 شطرنج
394 ''جوئی''
396 Chrystelle
405 M.D.
408 Esmeralda

USA

413 Wayne State University hostel
414 Harbor Bar
418 جاپانی
420 ''اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ملے''
421 پیشہ ورانہ رقابت (Professional Jealousy)
426 معالج خود مریض!
427 Insomniac
428 Delirium tremens
431 American efficiency
431 محبت کے مارے
432 خاتون کار ڈرائیوروں سے نفرت
433 Los Angeles

Integerrimum period (درمیانی وقفہ)

Marfat.com

En La Ruta Del Sol (سورج کے راستے پر)
440 نئی زندگی کا آغاز
440 Helipad
441 دھوئیں کا آلارم
441 نسلی امتیاز
441 John John
442 Streaker
444 دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک جانور!
445 Negro
446 Locked out
446 غیر قانونی تارکین وطن
447 Air sickness
450 "ہندوستان کی ریاست Baroda کا مہاراجہ!"

Venezuela

452 Canaries پرندے
454 ساحل سمندر پر مکان اور چور
457 پتھروں کی بارش
459 حرواٹ
461 چھوٹی سی دنیا
463 High tension cable
468 مشکوک کاریں
473 پاکستان کے "Dentists"
477 Andy
483 Mercedes-Benz شعلوں کی لپیٹ میں
487 کاروں کے اور بھی حادثات
494 Bodyguards
499 Mannequin
502 Garcia
507 بجلی کا بل غائب
509 Compaito
517 پالتو جانور
526 امر سنگھ
530 کاروں کی شناخت
532 ماہی گیروں کی بستی

Marfat.com

اسے کہتے ہیں پولیس آفیسر 653
ادھار سگریٹ 654
ریل کے ٹکٹ دو، مسافر ایک! 655
دیانتدار پاکستانی 656
تھیلہ کرلو! 656
کاریوں نہیں خریدتے! 657
پاسپورٹ آخر مل ہی گیا 658
شریف بابا! 659
کیا تم بھی مسلمان ہوگئے ہو؟ 659
مرزا کی سائیکل اور دو کلو چاول 660
آپ کے ساتھ بھی ایسا کبھی ہوا ہے؟ 662
اشارہ درست تھا 664
انقلاب ایران سے پہلے (مرحوم کی باتیں) 665
Circumcision 668
ہم پری 671
دھمکی کی تردید کا مذاق 673
راتوں رات عمارت مسمار کر دی 673
قول و فعل میں تضاد 674
مبالغہ آمیزی 675
حق وفاداری 676
Courtesy 676
شباب کا عالم 677
غار 678
غائب 678
باپ 679
نہیں ہے تو میری ہی منزل نہیں ہے
جنوں کی تو منزل بہر گام ہے 680
چاول تھے کہ مال ہے! 682
کرانی چور 683
Highway robbers 684
سیدھی سادی خاتون 685
کیا رشوت کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے 686
خواہش کی تکمیل 687
بابا یا با! 689

Marfat.com

توبہ	690
Inidigenous communication	691
موذن کے بغیر آذان!	691
بھلا کر تو بھلے ہے	691
"Lengua es enamigo de uno" (ہسپانوی میں زبان آدمی کی دشمن ہے)	693
مظلوم کی بددعا	694
گندم کی گولیاں	697
آسمان سے آگ	700
رسی کا تناؤ	701
خیالات کے پر	701
Piniata	702
مائی صاحبہ	705
دو آنسو	706
شراب کی بوتل	712
در تیرے سے آیا خالی میں اکھیت توڑا	
اپنے فضل کرم تھیں مولا پر مدا کوڑا	713
تیرہ کا پیالہ	714
Premonition	715
کیمیا گری	716
یاروں کا یار	716
طنزیہ مسکراہٹ	717
روایتی شکریہ سے گریز	718
گلو بھائی	719
جاسوس	720
ہاتھوں میں ایک	720

ڈاکٹر اور حکیموں کی باتیں

ناکام عشق	724
باپ کا انتقام	725
ویٹنگ ارزانہ	728
فیس نہیں صرف دعا	731
عہد رفتہ کے طبیب	732
حکیم عبدالرحیم نبیل صاحب	732
عرق "رچنا"	734
احسان مند	735

Marfat.com

نیم حکیم کی تشخیص 735

بواسیر کا موثر علاج 737

قدیمی تریاق مجربات 737

شراب سے علاج 738

دمے کا علاج 738

اللہ کے نیک بندے

درویش کا حکم 740

درویش کی پیشین گوئی 741

زندہ پیر 742

نیک فطرت قاتل 742

ملنگ کی حرکت 743

انسان اور بیری کا درخت 745

بیوی کا بیان 745

مثالی سردار 747

بابا سائیں شاہ بخش شاہ قلندر بیلی 747

کچہری والی سرکار 749

حضرت داتا گنج بخش ہجویری 750

حسن کی تکمیل 751

صوفی صاحب 753

حضرت بازدستان 755

ماں کی دعا 756

خدا ترسی 756

قبر میں تازہ گلاب 758

بے ہوش عالم دین 759

کرامت 759

معجزہ 760

موثر تعویذات 760

سانپ کا زہر اتارنے کا عمل 761

پیشین گوئی 761

تنگدستی سے نجات کا وظیفہ 762

بیمار صحت یاب کرنے کی دعا 762

انسان کی اصلیت 763

عجیب و غریب واقعات

مائی روپاں 764

Marfat.com

بھٹکی روح 765
تدریس جنات 766
جن کا جنون 766
آسیب کی دہشت 767
آسیبی خوشبو 767
بنگالی مسجد 768
جشن جنات میں شمولیت 773
جنات کا تحفہ 774
جنات کی شرارت 774
جن یا کتا 775
نواب صاحب 775
اور سرداری نے شادی رچالی 776
سر کٹا انسان 777
سو افراد والا 778
شکاری شکار ہو گیا 779
اندر کا خوف 779
گھنگروؤں والی بلا 781
بھوت! 782
عجیب موت 783
پراسرار قبر 783
چورن 784
ڈھول کا پول 784
شیطانی تعویذ 785
قبر سے شعلے 786

حیوانات، پرندے، حشرات

خوفناک اژدھا 787
بچے کا سفید راز 788
کتے نے جان بچادی 789
تیز آندھی کی سی ہوا 790
پالتو اژدھا 790
سانپ خانہ میں بندا 791
سانپ کا غصہ 792
سانپوں کا شہزادہ 792
جان لیوا شرارتیں 793

Marfat.com

مقام حیرت	794
مکافات عمل کا شکار	794
گندے انڈے کا کاروبار	794
شیر دل شکاری!	795
چوری چکاری	796
سچے کا خواب میں ملنا	796
آئینے سے خود سے ------	798
سچی وفاداری	798
مغربی طرز معاشرت	800
اولاد سے کا تحفہ	801
قتل کا دکھ	802
والد اور بچے سے کبھی کا۔	807
بیوی کا دکھ	808
نشہ بازی	810
کس سے پیچھے ہیں	813
بھروسے پوچھیں	813
اپنے چھوٹوں سے محبت کا صلہ	816
بے بسی	816
انسان اور پتھر کا روحانی رابطہ!	817

نیرنگی جہان

خوش بختی	819
تحفہ	822
دیکھے بھیا!	825
مجھے بھی ساتھ لے چلو	825
چاند کی چاندنی میں بچوں کا نہانا	826
نام	826
پرانی حویلی	827
دیدار کا چپ	827
پیر شاہ سید معروف	828
قافلے والے بابو	829
اولاد کی خاطر	829
لندن کی طرح ہم شکل لڑکیاں	830
مسانی کلاں	831
بھولا	831

Marfat.com

سیاہ کار	832
چڑیل	832
خاموش جشن	833
لڑکی تو نہر کے اس طرف تھی	833
عامل اور بزرگ	834
باغ نواب	838

شمالی علاقہ جات

گلگت	840
وادی کاغان	843

ہندوستان کا سفر

نئی دہلی	848
ایران کا سفر	863

منفرد ہستیاں

میر حضرات	884
پیر محمد علی صاحب	888
سائیں فضل کریم	890
غلام احمد بیلی	891
بھوت پیش صاحب	893
چوہدری محمد صادق صاحب	896
انتہا	896
عزت علی شاہ صاحب	897
ولی صاحب	900
منہاج صاحب	903
سکندر شاہ	905
پیر فضل حسین فضل گجراتی	906
میجر سید حسن محمود صاحب	910
پیر فیروز شاہ صاحب	912
ساقی کا جادو	913

روشن قندیل

میرے بھائی انور زیدی	915
ڈاکٹر عبدالحمید بٹ صاحب	920
انور کی وینزویلا روانگی	921
وینزویلا میں زلزلہ	925

Marfat.com

926	پیر صاحب کی مصری علماء کے وفد سے گفتگو
927	حافظ پیر سید گلاب شاہ صاحب
928	حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب
929	بہن بھائی کا ستر سال بعد ملاپ!

داستان گو

931	مصطفےٰ ماں
933	جب پچھتا آئے تو
834	جھولا
938	بھائی چارہ
940	عورت کی بیماری
941	اٹل فیصلہ
942	اجازت
943	مولوی عبدالمجید ملک
945	تحفہ
949	ملک صاحب
950	تماشائی
951	آذان
952	نفس کا جہاد
957	نکاح سے فرار
958	میدان پر قحط
958	اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر
960	پہنچ
960	اور بیٹی کو رخصت کی
964	ماں باپ کی پیار
965	شیخ شاہ مدنی کو خراج عقیدت
967	کن مسلمانوں سے نفرت
974	Jahangir
975	خدمت
978	نماز قضا نہ کرنا
979	وہ پچھلی رات
980	ماں کی خدمت
981	اسلوب

Marfat.com

Delivery on train	982
احسان کا بدلہ	982
ختنے	983
امام صاحب	984
مہاتما کرشن مورتی	985
جل کاؤس	986
ذہین چور	994
راجہ اشوک	996
ایک شخص بنام پیارے محمد	1001
قصہ ایک پاکباز عورت کا	1005
جمشید نسیم شیرازی	1011
خلیفہ عبدالرحمن کے قاتلوں کا انجام	1014
چین کا مرشد	1017
ابراہیم شمس	1022
کامرنگار	1023

Marfat.com

''دنیا نے تجربات و حوادث کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے وہ لوٹا رہا ہوں میں''

Marfat.com

☆ابتدائیہ☆

میں نے اپنی زندگی میں U.K، U.S.A اور Latin America سمیت دنیا کے زیادہ حصوں میں تیس سال سے زیادہ پاکستان کے مشاہدات کے بعد یہ محسوس کیا کہ ہر شخص ایک داستان کو جو نہیں کہی جا سکی اپنے اندر لیے پھرتا ہے تو وہ پیچیدہ الجھنوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نظر انداز کی گئی گزشتہ زندگی کے غلط طریقے سے سوچے گئے وقت کو کوئی شخص ایک بہانے سے واپس حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ یہ پڑھ کر بہت حیران ہوں گے کہ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ روز مرہ معاملات کی طرف توجہ دی جائے تو وقت سے متعلق مصروفیت میں وقت ضائع نہیں ہوتا بلکہ تحقیقی مصروفیت کو چھوڑ کر میں نے تمام کی ایک انسان کی تلاش کے پیچھے صرف اور صرف محنت کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی خاص مقصد کے بغیر وقت گزر جاتا ہے جب کہ انسان جب وقت کی قدر نہیں کرتا تو وہ بہت سی باتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ پڑھنے میں وقت گزر جاتا ہے تو اس کو کسی دوسرے کام میں استعمال نہیں کیا جا سکتا اور جو وقت دوسری مصروفیت میں خرچ کرتے ہیں اس میں پڑھنے کے لیے وقت کم ہو جاتا ہے۔ یہ اس کے مطابق وقت کا انتظام ایک اہم بات ہے جس کے مثبت اثرات ہر شخص پر ثابت ہوتے ہیں۔

یہ کہنا بجا ہو سکتا ہے کہ ہر ایک انسان میں لکھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ میں نے ایک تیس سال تک اپنے مقصد پر توجہ دی اور انتہائی مشکل مرحلے میں اس کام کو انجام دیا۔ میں نے بہت سی مشکلات کا سامنا کیا اور بہت سی رکاوٹیں پیش آئیں (جن کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے)۔ میں نے اپنی زندگی کے تجربات کو بیان کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب بہت سے لوگوں کے لیے مفید ثابت ہو گی۔ ان سے بات چیت کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے محنت کرتے ہیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو انہیں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔

مجھے زندگی میں دوستوں اور احباب سے بہت محبت ملی ہے۔ 1994ء سے 1997ء کے درمیان تک کا عرصہ میری زندگی کا مشکل ترین دور تھا جس میں میرے دوست احباب نے میرا بہت ساتھ دیا۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میری والدہ کی صحت خراب ہونے کی وجہ سے مجھے بہت تکلیف ہوئی اور ان کی دیکھ بھال کی ذمہ داری مجھ پر تھی۔ (Alzheimer's) کی بیماری کی وجہ سے 1996ء کے آخر میں ان کی حالت بہت خراب ہو گئی اور میں ان کی خدمت میں مصروف رہا۔

Marfat.com

[illegible] سے پوچھتی "کیا آپ یہ کھانا پسند کریں گے؟"

[illegible] دوست [illegible] کی بات ہی نہیں [illegible] ریسٹورنٹ میں رہتے کیا کرتے" باقی کوئی بدیشی کھانا ہوجیسا [illegible] و بیش [illegible] Pasticho اور Pizza کی فرمائش کرتے بچوں کی فرمائش اپنے ڈرائیور اسلم کے ساتھ اسلام آباد کے [illegible] "Covered market" سے فرمائش کا سامان چھانٹ کے منگوا خرید لاتی۔ جب فرمائش کی تیاری کرنے کی نوبت تک [illegible] آرام [illegible] ادیب بیٹھے [illegible] ملازمہ کے علاوہ میرے پاس کوئی دوسرا فرد [illegible] تھی [illegible] اور [illegible] دوست احباب کی خاطر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتی۔

[illegible] کھانے کے بعد جس دستر خوان میں پھیلتی [illegible] کھانے کے بعد انگلیوں میں آنکھیں ڈالے باتیں کرتے ہوئے [illegible] ایک دفعہ فرمائش اس عادت سے اتنی تنگ پڑی کہ اس نے کچھ مختلف رنگوں [illegible] napkins [illegible] دوست احباب ایک ایک تھما دیا اور ساتھ تاکید کرتا "حضرت صاحب دستر خوان اور [illegible] صاف کیجیئے۔"

[illegible] oriental [illegible] تھے ایک oriental اور occidental [illegible] oriental [illegible] دوست occidental [illegible] بطور [illegible] (occidental) [illegible] استعمال کرتے ہیں"

[illegible] commode [illegible] کے ساتھ [illegible] ہیں چشمہ اس طرف [illegible] دونوں پاؤں موڑ کر بیٹھے کیونکہ وہ اس سے [illegible]

[illegible] ایک خوش خط شخص [illegible] اس کے علاوہ [illegible] محفل [illegible] احباب میں سے [illegible] اندازہ [illegible] حضرات سے اس [illegible] روزانہ [illegible] احباب میں میں اپنی بیوی [illegible] دوست [illegible] صاحب [illegible] بعد دو [illegible] وقت [illegible] بدتمیزی [illegible] ناواقف تھے۔ کوئی تین [illegible] سے بعد [illegible] ہے کر رکھتے تھا۔

[illegible] Wills King Size [illegible] سگریٹوں کے پیکٹ [illegible] مشکل [illegible] صاحب [illegible] حضرت صاحب ایک عذر پیش کرتے [illegible] صاحب [illegible]

ایک [illegible] صاحب کی خدمات [illegible] کے بعد خوش [illegible] پندرہ [illegible] صاحب [illegible] واپس کرتے

Marfat.com

لہذا ان سے بھی چھٹکارا حاصل کیا گیا۔

ایک صاحب جنہوں نے ذمہ داری کا حق نبھا دیا وہ تھے ڈاکٹر منیر احمد تھے۔ وہ اردو کا علم رکھنے والے [illegible] وغیرہ کا کوئی سوال نہ تھا۔ محض دوستی کی بنا پر اور میری مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے خدمات پیش کیں۔ [illegible] سوار اپنے گاؤں سے فرصت لیکر آجاتے اور جب تک ضرورت ہوتی تو [illegible] میری رہائش گاہ پر [illegible] رہتے [illegible] صاحب فوج سے ریٹائر [illegible] چوہدری سے اچھے تعلقات اور ڈاکٹر منیر صاحب و [illegible] صاحب کی [illegible] کی وفات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بھی میری مدد کرنا شروع کر دی [illegible] 1998 میں ملازمت سے [illegible] راولپنڈی جانا پڑا اور میں بھی ان کی خدمت سے محروم ہو گیا۔

بعض دفعہ غیر متوقع طور پر امید کی کرن نظر آتی۔ ڈاکٹر منیر صاحب کے جانے سے ایک [illegible] ایک صاحب [illegible] نگار جو کہ [illegible] میں مقیم تھے انہوں نے اس کام کا ذمہ لیا۔ نگار صاحب ایک منجھے ہوئے شاعر اور ادیب ہیں [illegible] کچہری میں [illegible] کا شکار ہو کر رہ گئے۔ پہلے تو یہ فیصلہ کیا گیا کہ کچہری بند ہونے کے بعد وہ آیا کریں [illegible] کرنے پر ایک تھکے [illegible] روپے جھٹ سے چوری کر لئے گئے۔ [illegible] پوچھنے پر [illegible] روپے تو نہ ملے [illegible] اور جانے کا راستہ بھی [illegible] روپے [illegible]۔

ایک حضرت کام کرنے والے [illegible] ہوتے [illegible] میں رہا کر [illegible] کام کے سلسلے [illegible] شروع کر دیئے۔ [illegible] بھی جاتے۔ چپے وغیرہ اور صاف [illegible] غریب خانے پر ہی ہوتا۔

نگار صاحب کے آنے سے پہلے میں ایک چارپائی [illegible] مہمان خانے میں بچھا [illegible] نگار صاحب کی عجیب عادت تھی جونہی وہ کمرے میں داخل ہوتے تو ان کا [illegible] مہمان خانے میں [illegible] ہوتے تھے اور وہ [illegible] کر دیتے [illegible] کرنا ہوتا۔ میں [illegible] درمیان [illegible] کی آف کر دیتا [illegible] درمیان والے [illegible] پھر ان کی سمجھ میں [illegible] ایک [illegible] بعد [illegible] میں [illegible] بہت سے [illegible] صاحب کی ایک اور عادت بھی [illegible] اپنی چارپائی [illegible] پانی کا [illegible] میں ایک ٹھنڈے پانی کی بوتل اور ایک گلاس چارپائی کے ساتھ [illegible] رکھ دیا کرتا۔

نگار صاحب اپنے کام میں مصروف ہوتے اور میں قریب ہی بیٹھا [illegible] شعرا کی عادت کے مطابق وہ [illegible] مجھے اپنے اشعار سنانا شروع کر دیتے۔ جب تک میں [illegible] اپنی شاعری کا پیچھا نہ چھوڑتے۔

[illegible] کے ساتھ ایک ٹھنڈے پانی کی بوتل اور [illegible] بوتل [illegible] پانی کی عادت [illegible] چائے پینے کا کوئی زیادہ شوق تھا اور میں [illegible] کا شوقین [illegible] کے ساتھ چائے شروع کر دی۔ [illegible] مہمان خانے کا [illegible] صاحب کو کافی پیش کر دیتا۔ [illegible] روز میں نگار صاحب سے پوچھتا [illegible] کیا وہ کافی [illegible] ضروری تھی؟ [illegible] ان کا جواب ہمیشہ ہاں میں ہی ہوتا۔

[illegible] کام کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اپنی اولاد [illegible] اپنے ساتھ [illegible] میں رکھنا چاہتے۔ [illegible] انکار کر دیا [illegible] کا پڑھانا پڑھانے کی ذمہ داری آن پڑی۔ [illegible] پہلے [illegible] آ جاتا [illegible]

Marfat.com

جاتے۔ ایک دن نظر صاحب نے شکایت کی کہ دو چپاتیاں جو وہ کھانے کے عادی ہیں زیادہ موٹی ہونی چاہئیں۔ میں نے کہا ''آپ نے مجھے کئی بار کہا ہے کہ کھانے کی مقدار اور روائی مناسب ہے۔ خیر کوئی بات نہیں آج سے آپ کے لئے چار چپاتیاں ہوا کریں گی'' ''نہیں مجھے دو چپاتیاں ہی چاہئیں مگر موٹی'' جواب ملا۔

نظر صاحب نے پندرہ جون 1998ء سے کام شروع کیا۔ مگر ان کی عادات سے عاجز آ کر میں نے انہیں 6 مارچ 1999ء کو رخصت کر دیا۔ بہر حال کتاب کا بیشتر حصہ مکمل ہو چکا تھا۔ جو واقعات رہ گئے وہ میں نے اپنی شکستہ لکھائی میں تحریر کیے۔ جب نظر صاحب کے لکھے ہوئے کام پر نظر ثانی کی تو نہ صرف زبان کی بلکہ حقائق کی بھی بہت سی غلطیاں رہ گئی تھیں۔

زندگی کے یہ واقعات جو ان صفحوں میں ہیں میری سوانح حیات کا ایک حصہ ہے جو میری دوسری کتابوں Nasir, P. 1985. *Faceless Enemy. A True Story of Injustice*. Exposition Press of Florida. Fort Lauderdale. USA. 207 PP. اور کسی حد تک Nasir, P. 1996 جدید کرامت نامہ۔ یعنی قلندر کی داستان حیات۔ ناشر: رشید اللہ روڈ گجرات۔ صفحات 288 میں درج ہیں۔

زندگی کے یہ حالات جو اس کتاب میں ہیں میرے ذاتی مشاہدات، دوست احباب اور عزیز و اقارب جن کی تصدیق پر شک نہیں کیا جا سکتا، کے بیان کردہ واقعات پر مبنی ہے۔ کئی ایک واقعات کو شامل نہیں کیا گیا کیونکہ بیان کنندگان مشکوک تھے۔ کئی بار چیک کیا گیا کہ اس کتاب میں درج شدہ واقعات صحیح ہیں اور شائع تو نہیں ہوئے۔ اگر چند ایک شائع بھی ہوئے ہوں تو ان کی اشاعت کے متعلق راقم واقف نہیں اور اس سلسلہ میں پیشگی معذرت۔ کوشش کی گئی ہے کہ واقعات chronological order میں ہوں لیکن تسلسل قائم رکھنے کے لئے چند ایک واقعات دوسرے ابواب سے تعلق رکھتے ہوئے اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بھی احتیاط کی گئی ہے کہ اکثر کے نام ظاہر نہ ہوں۔ انہیں اصل حالت میں ہی تحریر کیا جائے تاکہ پڑھنے والوں کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔

راقم نے جب ہوش سنبھالا تو گجرات کے مشرقی محلہ Australasia Bank کے بالمقابل ایک بڑی حویلی میں پنجابی نندن خاندان آباد تھا۔ ریلوے روڈ گجرات ریلوے سٹیشن سے نکلتے ہی مشرق کی جانب پہلے موڑ میں دکانیں چھوڑ کر جانب یہ حویلی اب بھی موجود ہے مگر اصل حالت میں نہیں۔ وہاں نندن خاندان کی کافی کاروباری دوکانیں بھی ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ موجودہ امام بارگاہ حسینیہ جو تقسیم ہند سے قبل آریہ سماج کی عمارت ہوا کرتی، کو شیعہ مہاجرین بشمول پیر رشید اللہ مرحوم کی کوششوں سے امام بارگاہ کی غرض سے الاٹ کر دیا گیا تھا۔ آجکل امام بارگاہ حسینیہ کہا جاتا ہے۔ اسی عمارت سے ملحق جانب شمال محلہ روڈ پر نیا پوسٹ آفس کے سامنے نندن خاندان کی ایک اور حویلی ہوا کرتی جو کسی حد تک اب بھی محفوظ ہے۔ جیسا کہ کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا آبائی مکان اندرون کالری دروازہ محلہ قانون گویاں میں واقع تھا مگر راقم اس سے بے خبر ہے۔

Huegel کی کتاب تقسیم ہند سے قبل Kings' Library, Town hall گجرات میں ہوا کرتی اور راقم نے اس کتاب کو کئی بار پڑھا۔ ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد راقم 1990 میں وینزویلا سے گجرات واپس لوٹا اور اپنی یادداشتوں پر کام شروع کیا۔ تو حیرانی کی بات ہے کہ یہ کتاب اس وقت بھی لائبریری میں موجود تھی۔ میرے سامنے Librarian صاحب نے یہ کتاب ایک ''علم دوست'' صاحب کو دی اور وعدہ کیا کہ لوٹانے کے بعد مجھے Issue کر دی جائے گی۔ لیکن ہوا یوں کہ علم دوست حضرت نے کتاب پر قبضہ جما لیا۔ میں نے لائبریری کے کئی چکر لگائے مگر کتاب مل نہ سکی۔ اسی ضمن میں، میں نے ڈان اخبار کے ایڈیٹر کو اس عنوان سے خط لکھا "From slaughterhouse to library" جو چودہ اکتوبر 1995 میں شائع ہوا۔

بات یہ تھی اس طرح کہ جس librarian نے چارج سنبھالا وہ ذبح خانے میں کام کیا کرتا۔ جب میں نے مذکورہ کتاب کے متعلق پوچھا تو کہا ''میں تو ذبح خانے سے یہاں آیا ہوں مجھے لائبریری کے کام کے متعلق کیا خبر'' حیرانگی کی بات ہے کئی سال بعد یہ کتاب کسی طریقے سے میرے ایک دوست کی لائبریری میں پہنچ گئی۔

چونکہ زیر نظر کتاب میں پیر صاحب کا ذکر بار بار کیا گیا ہے تاکہ کوئی شبہ نہ رہے۔ پیر صاحب سے مراد حضرت حکیم پیر رشید اللہ ہیں جو کہ راقم کے ماموں اور سسر بھی تھے انہی کے متعلق راقم نے جدید کرامت نامہ، ایک مرد قلندر کی داستان حیات لکھی۔

Marfat.com

شخصیت کی سمت سے واقفیت پا رہی ہوں واقعہ یہ نہیں ہے یہ تو اس کا حساب ہے جو پچاس اور ساٹھ کی دہائی تھی۔

یہ پرانا ہسپانوی کہاوت ہے یوں بیان ہوتا ہے۔ پچیس سال کی عمر میں آدمی اونٹ کی طرح، پچاس سال میں بندر (serpent) کی طرح، ساٹھ سال میں کتے کی طرح، ستر سال کی عمر میں بندر (ape) اور اسی سال کی عمر میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس سے راقم مندرجہ ذیل باتیں اخذ کرتا ہے۔ قارئین اپنے خیالات کو پیش نظر رکھیں

چالیس سال کی عمر میں آدمی اونٹ کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے جیسے بچے جوان ہوتے ہیں ویسے ویسے اونٹ کی طرح بوجھ اٹھاتا ہے اسی طرح بیٹے جوانی کی چوٹی طاقت اور محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں آدمی پہنچتا ہے زیادہ سے زیادہ محنت اور مشقت کرتا ہے جس سے اس کے ثمرات آئندہ زندگی میں کام آتے ہیں۔

پچاس برس کی عمر کو serpent سے تشبیہ دی گئی ہے۔ serpent سانپ کو کہتے ہیں ... کے مطابق اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ یہ چوکنا رہتا ہے اور خطرے میں جلدی سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیتا ہے۔ انسان بھی اس عمر میں دنیاداری اور حوادث زمانہ سے بچنے کے لیے ... ذمہ داریوں کو جانچ پرکھ کر ... اور خود کو محفوظ بھی رکھتا ہے۔

ساٹھ سال کی عمر میں آدمی خود کو گھر کا محافظ سمجھتا ہے۔ چونکہ اس عمر میں آدمی اپنے کام سے ... کل وقتی محافظ بن جاتا ہے اور ... گھر کی حفاظت کرتا ہے ... ہونے دیتا اور اگر کوئی شخص گھر میں ... ساتھ ہوتا ہے ... بچوں کی طرف اپنے خاندان کی طرف دیکھتا ہے تو یہ سوچتا ہے

"I am the monarch of all survey"

اسی طرح ... بھی ... آدمی ... بوڑھا ... کی ... حفاظت بھی بخوبی کرتا ہے۔

ستر سال کی عمر میں انسان ... جوان ہونے اور ... بچوں ... ہوتا ہے ... اور ... خاندان ... ہوتا اور جب بھی خاندان میں آتا ہے تو ... بزرگ کی حیثیت سے ... خطرات سے بھی خاندان کو ... محفوظ بھی رکھتا ہے۔

اسی سال کی عمر تک ... شادی ... پہنچتا ہے ... کچھ بھی نہیں رہتا ... معاملات میں دخل ... بوڑھا ... ہوتی ہیں ... آپ ... معاملات میں دخل ... کوئی ... نہیں رہتا۔

اب آپ ... کتاب ... اور ساتھ ہی ساتھ ... اپنے اسباب کی زندگی ... آئندہ ... ساتھ ساتھ انسانی مزاج میں فرق!

Tempora mutantur, et nos mutamur in illis (times change, and we change with them) -Emperor Lothar

کسی بھی کتاب کا انڈکس تیار کرتے وقت حروف ابجد کو مد نظر رکھا جاتا ہے لیکن زیر نظر کتاب میں واقعات ... کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ یعنی ... کتاب ... Source book ... واقعات ... ان واقعات کو حروف ابجد سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس ترتیب کا ایک ... فائدہ ... یہ واقعات ... چند ایک واقعات جنہیں مخصوص فائل میں شامل نہیں کیا جا سکا ہے وہ اسی فائل میں درج ہیں جہاں پر واقعات پیش

... سے مشہور ... شاہ معروف وغیرہ کو اللہ کے نیک بندوں کی فائل میں ہونا چاہیے تھا مگر یہ واقعات خوشاب کی تاریخ کے ... ان سے بڑا اس مقام پر بہتر سمجھا گیا۔

اس کتاب کے مسودہ ... اور پھر تکمیل تک پہنچانے کے لیے شاہد گلزار (مسز شاہد) کی کاوش کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ باوجود ... کے ... گیا ہے یہ ہو سکتا ہے چند ایک غلطیاں رہ گئی ہوں خاص طور پر جن کا تعلق مختلف ناموں سے ہے جن کے لیے راقم معذرت خواہ ہے۔

... تمام ... محترم ... حضرات کا تہہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے کئی متعلقہ کتب سے استفادہ ... فراہم کیا۔

Marfat.com

ستاروں کا جھرمٹ

[illegible]

اعظمی صاحب

[illegible]

[illegible] صاحب رشید احمد ندوی کہاں پیدا ہوئے؟"

[illegible] اعظم گڑھ میں۔"

"ہاں تو اعظمی صاحب شفقت تنویر کہاں پیدا ہوئے؟"

[illegible] اعظم گڑھ میں ہی پیدا ہوئے تھے۔"

[illegible] میں پیدا ہوئے۔"

[illegible] میں پیدا ہوئے۔"

[illegible]

Marfat.com

لندن شہر سے دور ... بعد شام ... بیٹھ کر ... جایا کرتے۔ یونیورسٹی بار ... میں ایک اتنی صاف ستھری [illegible] پتی ... میں ... ایک ... میں بھی اپنے ... جن میں ... صاحب بھی شامل تھے۔ ... [illegible] ... کی دونوں جانب جمع ... ہوئی ... [illegible]

... صاحب نے ... ہاتھ ... [illegible] (brackets) میں ... [illegible]

آغا محمد تجاد خان

آغا ... [illegible] ... صدیقی ... اسلام ... [illegible] ... تعلقات ... استوار ہو گئے۔ آغا تجاد ... [illegible] ... چھوٹے بھائی آغا فاروق خان جو PTCL ... [illegible] ... D E ... [illegible] ... PTCL ... contract پر ... چھوٹے بھائی آغا ... [illegible] ... D E ... [illegible] ... آغا ... خان ... انگلینڈ میں ... [illegible] ... صدیقی ... [illegible] ... Chateau Royal ... honorary manager ... [illegible] ... PIA میں ... صدیقی ... [illegible] ... PIA میں ... اسلام آباد میں ... [illegible]

... صدیقی ... آغا تجاد ... آغا ... خان ... [illegible] ... 1982 میں لندن ... آصف ... ملاقات ہوئی ... ایران ... [illegible] ... مراسم استوار ہو گئے۔ چند سال ہوئے جب ... آصف ... [illegible] ... ملاقات ... [illegible]

... 6 مارچ 2004 کی ... آغا تجاد ... بھائی ... [illegible] ... صدیقی ... قدرت ... [illegible] ... (NAB) کی تفتیش کے دوران ... [illegible] ... صدیقی ... بھائی ... [illegible] ... چلیں ... [illegible] ... بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ... آغا ... ملاقات ہوئی ... آغا صاحب ... [illegible] ... محفوظ ... [illegible] ... آغا صاحب سے ... ملاقات ہوئی ... [illegible] ... 7 30 ... [illegible] ... آغا صاحب ... [illegible]

Marfat.com

دروازے پر آن پہنچے اور آغا صاحب نے ہی دروازہ کھولا۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا لہٰذا آغا صاحب ان کا بڑا بیٹا اور ایک پوتا ان کے ہمراہ چونیہ ہاؤس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر تھوڑی دیر کے بعد آغا صاحب کی بیگم سے بھائی ریاض اور جنید صاحب بھی وہاں پہنچے۔

جنید میرا بھائی انور اور راقم ڈرائیور کی بات سن کر بہت پریشان ہو گئے ... وقت ... رات کا ... تک کی بات کی ... تک نہیں اور نہ ہی آغا صاحب کا ... دکھائی دیا جس کا ... سے جنید کے ساتھ ملاقات نہ ہوئی تھی اور انور نے تو 32 سال سے ... جنید کے قریبی دوستوں میں سے ہے۔ جب جنید ... دوستی کے سامنے چھوٹا یا بڑا عہدہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ... چند قدموں کے فاصلے پر تھا لہٰذا ... حاضر ہوتے تھے تو ... ڈرائیور ... نے اطلاع دی کہ سعید بٹ صاحب بھی آ گئے ہیں۔ ہم ... اندر بلانے ... کوئی چوبیس گھنٹے ... اداروں میں ... کوئی پتہ نہ تھا۔ مختلف قسم کی قیاس آرائیاں زوروں پر تھیں۔ کوئی ایک ہفتے کے بعد ... PTCL کی ... میں ... کی۔

واقعات ... کے مطابق جب آغا صاحب ... دوران ... شکایت محسوس ہوئی (وہ ہائی بلڈ پریشر اور معدے کی پرانی تکلیف کے باعث دن میں کئی بار ادویات استعمال کرتے تھے) ... انہوں نے کوئی دوائی ... کے مطابق چونکہ آغا صاحب ... بعد اپنے contract کی میعاد ... تھے اور فاؤنڈیشن میں زیادہ سے زیادہ دو سال تک contract پر رہ سکتے ہیں ... آغا صاحب اپنے ... contract کی تجدید کروا رہے تھے اور اب ... کوئی ... فاؤنڈیشن میں ... آغا صاحب ... 5 ... دروازے ... آغا صاحب کو ... کافی دیر کے بعد پتہ چلا کہ آغا صاحب ... کوئی ... اور ... میں لے جایا گیا۔ ... کی رات ... کوئی ... نہیں ہوئی۔

جنازہ قریب ہی ... کی نماز کے بعد ... مسجد کے سامنے ... سعید بٹ ... اپنے ڈرائیور ... کے ساتھ ... جنید میرا بھائی انور ... میاں صاحب کے قبرستان کی طرف چل دیئے ... جب میاں صاحب قبرستان ... پہنچے ... پتہ چلا کہ آپ تمام رات قبرستان میں ... کوئی ... جنازے ... قبرستان کے اندر ... کی ... لہٰذا ... جاتے ہیں۔

آغا صاحب ... دوستوں میں ... کی ... میں ... شرکت کرنا اپنا فرض اولین سمجھا کرتے تھے۔

Dawn 8 مارچ 2004 کی ... PTCL ... آغا محمد سجاد ... کی نیب کی حفاظت میں موت واقع ہوئی ... PTCL کے ملازم ... سات بجے ... corruption کے الزام میں نیب ... جہاں انہیں دل کا دورہ پڑا اور ہسپتال میں لے جاتے ہوئے راستے میں ہی ... تشدد کی وجہ سے واقع ہوئی۔

Marfat.com

8 مارچ بروز سوموار مرحوم کی رسمِ قل کا ختم ان کی رہائش گاہ پر ہی تھی۔ میرے بھائی انور نے آ کر بتایا کہ مرحوم کا چھوٹا بھائی ڈاکٹر آصف بھی بڑا غمزدہ تھے۔ پتہ چلا کہ نیب سے وابستہ میں Director Investigation Monitoring, NAB headquarters, Air Commodore Zafar Iqbal Mir اور ایک مجسٹریٹ صاحب نے بھی شمولیت کی۔ معلوم ہوا کہ جب آغا صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو تفتیش شروع ہونے سے پہلے ہی دل کا دورہ پڑ گیا۔ ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر انہیں ہسپتال پہنچانے کے لئے کمرے میں گئے۔ ہسپتال پہنچ کر ڈاکٹر آصف نے تفتیش کے بارے میں سوال کیا۔ جس کا جواب دیا گیا کہ وہ جو بات ایک گھنٹے کے دوران ہوئی وہ ریکارڈ پر ہے۔ اس کے بعد آغا صاحب کو راولپنڈی ہسپتال لے جایا گیا مگر راستے ہی میں دم توڑ دیا۔

Dawn (16 مارچ 2004 صفحہ 3) کی خبر کے مطابق آغا صاحب کے وکلا نے عدالت کو بتایا کہ انہیں دل کی تکلیف اور ہائی بلڈ پریشر کی شکایت تھی۔ اس کے باوجود NAB راولپنڈی نے گرفتاری کی غرض سے آغا صاحب کو بلایا۔ چونکہ وہ NAB کی حراست میں تھے 6 مارچ 2004 کو 6 بجے شام گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا گیا اور انہیں اپنے ساتھ NAB بلڈنگ میں لے گئے۔ جب آغا صاحب کو اس کا علم ہوا تو ان کے بیٹے آغا حسن خان کی اطلاع پر ڈاکٹر وہاں پہنچے مگر انہیں اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔ چنانچہ وہ باہر ہی انتظار کرتے رہے جبکہ آغا صاحب بلڈنگ کے اندر جا چکے تھے اور آغا صاحب کو 200 فٹ کے فاصلے پر بلڈنگ تک پیدل جانا پڑا۔ راستے میں انہوں نے سانس لینے میں دشواری اور سینے میں درد کی شکایت کی۔ بلڈنگ تک پہنچتے پہنچتے ان کی حالت بگڑ گئی جس کے بعد وہ اپنی حالت میں آ گئے۔ اس کے بعد انہیں ہسپتال لے جایا گیا جہاں ان کا بلڈ پریشر 130/90 اور نبض ایک منٹ میں 80 تھی۔ انہیں کچھ دیر بعد انہوں نے سینے میں شدید تکلیف کا اظہار کیا۔ فوری طور پر ہسپتال پہنچانے کی کوشش کی گئی لیکن 10 9 منٹ بعد ہی ان کی وفات ہو گئی۔ ہسپتال میں Mortuary equipment کی سہولت موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کی میت کو دوسرے ہسپتال منتقل کیا گیا۔

ڈاکٹر ظہیر الدین بقائی مرحوم

کراچی کے مشہور بقائی خاندان کے چشم و چراغ اور کراچی یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ بعد میں Zoology کے پروفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ یہ میرے بڑے بھائی کے دوست تھے۔ بقائی کی عادت تھی کہ Lodge میں تاش کھیلتے وقت ...ایک خاص میز پر بیٹھ کر کھیلا کرتے اور جیتتے۔ ایک دن بقائی صاحب چپ چاپ پڑے رہے تھے۔ ہم تو خوب ہنسے۔ اس کے بعد جب کبھی وہ تاش کھیلنے بیٹھتے تو وہ شرط کرتے اور پہلے یہ فقرہ کہتے: "A fatman sat on mat"

کرنل ڈاکٹر جلیل اے بیگ

جلیل صاحب مجھ سے چند سال چھوٹے ہیں اور اسلامیہ کالج کے دوستوں میں سے ہیں۔ عنایت منزل گوالمنڈی میں رہا کرتے تھے۔ میں نے بھی ان کا گھر دیکھا ہے۔ چند سال ہوئے جب میں ریٹائر ہو گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی گجرات میں ملازمت ہے۔ اسلامیہ کالج کے دوستوں کا دوست گجرات کے مشہور پہلوان خاندان کا چشم و چراغ اشرف پہلوان الحت ... تھا۔ کئی سال پہلے ایک بدمعاش نے چھرے سے وار کر کے اسے زخمی کر دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی (چھرے سے) زخم کی جگہ ... میں cancerous کی شکایت ہوئی۔ سخت بیماری کا موسم تھا اشرف کو میرے آنے کا پتہ چلا تو ملنے کے لئے بے تاب تھا۔ ... ڈاکٹر جلیل لاہور C M H میں خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ باوجود ... رات وہیں چلا جانے میں رضامند ہو گئے۔ چند ایک کاروں کا بندوبست

Marfat.com

ہوا اور لاہور مصری شاہ میں میاں اشرف کے داماد طارق وحید بٹ کے ہاں ٹھہرے۔

دوسرے روز صبح جب C M H پہنچے تو ڈاکٹر جمیل صاحب سے عجیب انداز سے ملاقات ہوئی۔ ڈاکٹر جمیل مغرب کی طرف پشت کر کے میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور میں مشرقی دروازے سے ان کے دفتر داخل ہوا۔ میز کے مشرقی جانب سے ان کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ جمیل نے اشرف سے واقف ہوتے تو جھات ڈاکٹر کے پرنسپل ہونے کا ذکر کیا۔ منہ میں pipe دبا کر پوچھا ہم سے اور پھر Chester کا ذکر کیا۔ جمیل نے پوچھا "جھات کے ایک چودھری صاحب ہوا کرتے تھے نہایت زندہ دل، لاہور میڈیکل کالج میں پڑھا کرتے اور عنایت منزل واقع مندی میں رہتے تھے"

"ڈاکٹر صاحب چودھری صاحب کوئی اشفاق تو نہیں ہوں"

"ہاں ہم ضرور ملا کرتے تھے"

میں نے کہا "تب تو آپ مجھے بھول گئے"

"ہاں بالکل یاد ہے"

پھر کئی برسوں کے بعد میڈیکل کالج کی activites کے متعلق اور ماضی کی باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے جمیل صاحب کو بتایا کہ اشرف ڈاکٹر کالج کے مشہور athletes میں سے تھے۔ ڈاکٹر جمیل سے VIP کے ہوٹل سے ان کے بعد میں جب بھی لاہور جاتا ملاقات ہوتی رہتی۔ جب میں ریٹائر ہو کر پاکستان لوٹا تو جمیل کی صحت اچھی نہیں تھی۔ میں ایک دفعہ ان کی Alzheimer's کی بیماری کے سبب میں ان کے گھر گیا، بہت دکھ ہوا۔ ان کی بیٹی آج کل لاہور میں private practice کرتی ہیں۔

ڈاکٹر حبیب اشرف صدیقی

ڈاکٹر اشرف صدیقی سے میرے تعلقات اس وقت قائم ہوئے جب ڈاکٹر حبیب پنجاب یونیورسٹی میں تھے۔ میں Sabbatical leave پر پنجاب یونیورسٹی میں Digenetic Trematode Parasites پر کام کرنے گیا۔ ڈاکٹر حبیب نے پانچ سال قبل اس فیلڈ میں پی ایچ ڈی کی تھی۔ ڈاکٹر حبیب کی رہائش گاہ تمام کی تمام پڑھنے لکھنے والوں کے لیے کھلی تھی۔ حبیب کی بیگم میری بیوی سے قریبی تعلقات رکھتی تھیں اور اب تک قائم ہیں۔ جب ہم پاکستان جاتے تو لاہور میں حبیب کے ہاں ٹھہرتے۔

حبیب نے Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد State University of New York, Brooklyn, USA سے میڈیکل کالج میں پڑھایا اور بعد میں اعلیٰ ملازمت ملی۔ حبیب کی تحقیق کا موضوع اپنی فیلڈ سے متعلق سائنسدانوں میں ایک اعلیٰ مقام حاصل کر چکا ہے۔

ایک بار جب ڈاکٹر حبیب کی بیٹی کی شادی Caracas سے ایک پڑھے لکھے شخص سے ہوئی تو حبیب ڈاکٹر کے ساتھ شہر Cumana جو دارالحکومت سے مشرق کی طرف ہے، جانا ہوا۔ یہ ایک خوبصورت شہر ہے۔ چند دنوں کے بعد ہم دونوں میاں بیوی Caracas سے واپس آئے۔ پاکستان واپس ہم دونوں حبیب کے ہاں نیویارک میں ٹھہرا کرتے۔

ڈاکٹر حامد خاں بھٹی

بچپن کے ساتھی سے ریٹائر ہونے کے بعد انہیں ان کے موضوع پر کچھ کیا کرتے۔ ہمیشہ اعلیٰ شعور اور پڑھائی میں رہے۔ ایک اچھا کراچی میں مشہور کیا۔ M. Sc کے دوران طالب علم اور کراچی یونیورسٹی کا ... سے تعلق ...

میں کافی وقت لگ جاتا تھا۔ انہیں ٹرین سے گھر جانے کیلئے ڈاکٹر صاحب بہت پریشان ہوئے لہذا میں نے مشورہ دیا کہ میرے ایک جاننے والے ریلوے ہیڈ کوارٹرز میں کی ملازمت میں منتقل ہو جائے گا۔ اس غرض کے لئے میں لالہ رشید کے پاس ریلوے ہیڈ کوارٹرز گیا۔ لالہ رشید، لالہ عبدالوحید اور عبدالحمید کے بھائی تھے جن سے ہمارے گھریلو تعلقات ابھی تک استوار ہیں۔ بھٹی صاحب نوٹس تیار کرنے میں بہت ماہر تھے۔ ہم لوگوں نے ان کا نام "King of the notes" رکھ دیا۔ اس کے علاوہ H. K. Bhatty کے نام سے بھی پکارے جاتے لیکن یاروں نے "ہٹ دھرم بھٹی" تجویز کر دیا۔

ڈاکٹر خورشید احمد بھٹی

بھٹی ڈاکٹر خورشید کی شادی میں ... انگلینڈ یونیورسٹی میں Ph. D کر رہے تھے۔ بعد میں PCSIR سے ہو کر ... پاکستان واپس آئے ... PCSIR سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد High Noon Laboratories کمپنی میں Consultant کے عہدے پر فائز ہوئے۔

ڈاکٹر ولی خان

یہ ... کافی پرانے دوست ہیں۔ جب میں انگلینڈ میں برمنگھم یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے گیا ... تو ان کی ملاقات میرے پرانے دوست ولی خان سے لندن میں ہوئی۔ ولی خان ان دنوں London School of Hygiene and Tropical Medicine میں Parasitology کے مضمون میں Ph.D کر رہے تھے۔ ... Piccadilly Circus Underground Station کے سامنے ... ایک فاسٹ فوڈ کارنر تھا (جو بعد میں Wimpy کے نام سے جانا جانے لگا) ... ہم لوگ اوپر والی منزل پر ایک ٹیبل پر جا بیٹھے ... میں نے ولی خان سے کہا "ذرا باہر تو دیکھو برفباری ہو رہی ہے ... "

"ڈاکٹر صاحب یہ بات ... آئس کریم کھا رہے ہیں ہم بھی آئس کریم آزماتے ہیں۔"

"ولی خان ... دانت پہلے سے ہی خراب ہیں ٹھنڈی آئس کریم سے ... جوان ... دانت نہیں ہیں۔" میں نے مشورہ دیا۔

"دانت تو تمہارے بھی ٹھیک نہیں۔" جواب ملا۔

"میرے دانت تو ... تم نے دیکھا نہیں کل رات pub میں جب میں نے دانتوں سے beer کی بوتل ... کھول دی ... اور میں دانتوں سے beer کی بوتلوں کے ڈھکن ... "

"اچھا بات ہے ... میں تو آئس کریم ہی کھاؤں گا۔"

لہذا میں نے ولی خان کیلئے ایک آئس کریم کا کپ اور اپنے لئے بلیک کافی بغیر شکر اور ملک کا آرڈر دے دیا۔ ولی خان نے ... آئس کریم ... چمچ ... دانتوں ... ایک کافی کا کپ ... میں نے ... کافی کا کپ میرے ہاتھ میں تھما دیا ... اوپر والی منزل پر ... ولی خان میری کافی پی رہا تھا ... آئس کریم نظر نہ آئی۔

"ولی خان ... Mr. Brave تمہاری آئس کریم کا کیا ہوا؟"

Marfat.com

"دفعہ کر دی میں نے اسے dustbin میں پھینک دیا ہے۔"

ڈاکٹر ولیر خاں چودھری عرصہ پنجاب یونیورسٹی میں زوالوجی ڈیپارٹمنٹ سے منسلک رہے۔ جب میں 1982 میں دوبارہ چیئرمین پنجاب یونیورسٹی میں Sabbatical leave پر آیا تو انہوں نے میرے رہنے کیلئے پنجاب یونیورسٹی کے ٹیچرز کی نئی کالونی میں S.T.C (Students Teachers Centre) میں رہائش کا بندوبست بھی کیا۔ بعد ازاں ولیر خان وقتاً فوقتاً یونیورسٹی اسلام آباد میں وائس چانسلر کے عہدہ پر متعین کیا گیا۔ چند سال ہوئے ڈاکٹر ولیر خان کا اسلام آباد میں Cardiac bypass ہوا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لاہور ماڈل ٹاؤن میں اپنی رہائش گاہ پر فارغ وقت بسر کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ملنے جاتا ہوں تو خون کے آنسو روتا ہے اتنا اونچا لمبا شخص بیماریوں کا شکار ہو کر انسانی جسم کی wear and tear کا شکار ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض علی شاہ

ان سے میرے تعلقات انگلینڈ میں قائم ہوئے جب میں برمنگھم میں Ph. D کے حصول کے لئے مصروف تحقیق تھا۔ میں Ph. D. کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد واپس لوٹے تو کراچی میں PCSIR (Pakistan Council of Scientific and Industrial Research) کے Research Officer مقرر ہوئے۔ یہ انقلاب میں ... معلوم ہو گیا ہے چند فقروں کے لئے پاکستان لوٹا تو شاہ صاحب سے کراچی میں ملاقات ہوئی۔ 1982 میں دوبارہ پاکستان آیا تو ان کے بیٹے کی شادی میں شرکت کا موقع ملا۔ شاہ صاحب نے اس دور میں جب ابھی Ph. D کی ڈگری کی بہت قدر تھی کئی students کے لئے پاکستان میں تحقیق کی راہ ہموار کی۔ شاہ صاحب PCSIR کے ڈائریکٹر کے عہدے پر ترقی نہ ہوئی۔ جب میں ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان واپس لوٹا تو اپنی فرصت میں شاہ صاحب سے ملنا چاہا۔ خطوط بھیجے جو undelivered واپس آ گئے۔ معلوم نہیں تھا کہ ان کی کوٹھی میں کون رہتا ہے۔ شاہ صاحب کا کسی کو علم نہیں تھا۔ ان کی رہائش گاہ پر ... PCSIR کے اخراجات سے بھی پتہ دریافت کرنا چاہا مگر نہ ملا۔

اچانک ماہ رمضان 2002 کے آخری عشرے میں ایک روز ڈاکٹر صاحب اسلام آباد سے واپس اپنے گھر آتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ میری پرانی رہائش گاہ پر گئے تو پتہ چلا کہ میں تو یہاں سے اپنی بیوی کے ساتھ ... شاہ صاحب نے ان کا پتہ حاصل کیا اور مجھے ایک ... میری رہائش گاہ کا پتہ دیا ... شاہ صاحب کا فون آیا ... شاہ صاحب نے اپنے موبائل سے مجھے ٹیلیفون کیا ... بیٹی زوالوجی ڈیپارٹمنٹ ... پنجاب یونیورسٹی ... Cardiac bypass ہو چکا ہے۔

ان سے مل کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی ... شاہ صاحب ... PCSIR کے ڈائریکٹر جنرل ہونے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ آجکل پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کے وائس پریذیڈنٹ اور ... یونیورسٹی کے ساتھ بھی ہیں۔

شاہ صاحب کی مصروفیات ایسی ہیں کہ ... اپنی ذاتی ... چند ایک بار انہوں نے ٹیلیفون پر مجھے مجبور کیا کہ میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کا آنریری ممبر بننا چاہتے ہیں ... اسلام آباد جا کر ... ان کی بیماری کی وجہ سے ... حاضر نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اس شام کا وقت شروع ہونا ہوتا تھا۔ اس سے قبل میں اپنے دوست رئیس کی شادی کی lab میں چائے بنانے اور اپنی "معرکہ آرائیوں" کی بات کرنے چلا جاتا تھا چونکہ ان کی بیگم بھی ان کے ہمراہ تھیں لہذا دو راتیں کھانا ادھر ہی کھایا کرتے۔ مجھے انگریزی بولنے کا شوق تھا اور انگلینڈ میں تو یہ شوق اور بھی بڑھ گیا تھا۔ ایک شام خورشید احمد بھٹی جو کہ شاہ صاحب کی لیبارٹری میں ہی ریسرچ کر رہے تھے چائے پینے آئے ہوئے تھے۔ بھٹی صاحب نے مجھے بسکٹ کی پیش کش کی تو میں نے جھٹ بولا یونانی میں پسندہ کھانا میں کھا چکا تھا تو میں نے کہا "No thanks. I am satiated" لفظ satiated پر بھٹی صاحب نے بہت غصے کا اظہار کیا یہ لفظ یونانی کی کتابوں سے یاد کیا تھا۔

یہ دن تھے کہ Asian flu کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کو بھی پتہ چلا کہ یہ ٹیلیفون پر تھوڑی دیر بعد وہ پاکستان چلے گئے۔ لیکن میں تو Asian flu سے بچ گئے۔

ڈاکٹر زین العابدین

B Sc کرنے کے بعد میں نے M Sc کے لیے Botany میں admission لیا۔ میں نے Zoology میں کام کیا۔ ان دنوں یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اور U.K میں زیر تعلیم تھے۔ بعد میں Kew Gardens لندن میں گئے جہاں Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے Thesis لکھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ پنجاب یونیورسٹی میں Botany کے شعبہ میں پڑھاتے رہے۔ ان کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملیں۔

Kew Gardens دنیا کی بہترین باغات میں سے ایک ہے۔ اس کو UNO نے World Heritage Site قرار دیا ہے۔ یہ 132-hectare پر پھیلا ہوا دنیا کا سب سے بڑا اور مشہور باغ ہے۔ اس میں 40 سے زیادہ عمارات ہیں جن میں Orangery، Temperate House، Palm House اور Pagoda شامل ہیں۔ اس کے علاوہ monuments جیسے Queen Charlotte's Cottage اور Kew Palace بھی ہیں۔ پچھلے سال اس باغ میں 2003 سے دنیا کا سب سے بڑا پھول *Amorphophallus titanum* جسے دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہیں۔ یہ پھول refuse اور بدبو کی وجہ سے مشہور ہے۔

ڈاکٹر سعید اختر

سعید اختر سے میری ملاقات ہوئی جب میں Students Teachers Center میں پنجاب یونیورسٹی میں ہوتا تھا۔ اس وقت سے میں ڈاکٹر کے ساتھ ایک کمرے میں رہتا تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے کہ میں Zoology ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ لیا تھا۔ یہ شام کو جب کام ختم ہوتا تو مل کر وقت گزارتے۔ ڈاکٹر سعید اختر اور راقم شرکت کیا کرتے۔ شام کو کھانا بھی وہیں ہوتا۔ ڈاکٹر سعید اختر امریکہ چلے گئے۔ کئی سال بعد جب میں امریکہ گیا تو ان کی ملازمت کے بارے میں پتہ چلا۔ Brooklyn کے علاقے میں رہتے تھے جہاں Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد Down State University of New York (SUNY) میں پڑھا رہے تھے۔ ڈاکٹر سعید اختر اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ میں نے ان سے رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ جب ان کے گھر گیا تو JFK ایئرپورٹ سے ہو کر ان سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں میں نے سعید سے پوچھا آخر پروگرام کے ختم ہونے سے پہلے

Marfat.com

ہی کیوں واپس جا رہے ہو؟"

"یہاں سب دیکھ لیا بہت ہے۔" جواب ملا۔

15 اپریل 2004 کو سعید اختر پنجاب یونیورسٹی Zoology ڈیپارٹمنٹ چیئرمین کے عہدے سے ریٹائر ہو رہے ہیں۔ گجرات سے لاہور جاتے ہوئے پران سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر شیام ماتھر

ماتھر بھی میری طرح Universidad de Oriente (UDO), Cumana، وینزویلا کی ... ڈیپارٹمنٹ میں جہاں ریسرچ کام کیا کرتا وہاں پروفیسر تھے۔ ماتھر کی بیوی کا نام Alka اور وہ M.A انگلش ہے۔ ان کے دو بیٹے جو میاں بیوی ... سے USA میں ملازمت کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ماتھر وینزویلا UDO میں ملازمت اختیار کرنے سے پہلے ... Alka کو Spanish زبان پر عبور نہیں تھا۔ ایک شام ہم نے دونوں میاں بیوی کو ... دعوت دی تو Alka نے ... انداز میں ... کہ مجھے ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ airports، hotels اور restaurants میں ... دروازے پر bano لکھا ہوتا ہے مگر یہ تو مسلمانوں میں عورتوں کا نام ہے۔"

ہم تو سب ہنس ہنس کر ... اور میں نے وضاحت کی۔

"یہ لفظ bano نہیں بلکہ *baño* ہے یعنی Spanish میں ایک letter ... ہے جس کو ... کی آواز سے پڑھتے ہیں۔ n پر accent ہے۔ ... نہیں ... "

ڈاکٹر صادق حسین نقوی

یہ ڈاکٹر ... ہیں۔ ... صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی ... کی ... سے شادی ... ہوئے ... زیادہ عرصہ ... تھے ... ملازمت کے سلسلے میں ... DHO کے عہدہ پر فائز ... ریٹائرڈ ... ہیں۔ ... سے ... ہمارے ... میں بھی ...

ڈاکٹر صدیقی

پرانا دوست ... کی ... Ph. D ... کرتے تھے۔ بعد میں ... Canadian حکومت کے Agriculture ... Ottawa میں ... Ph. D ... ساتھ ... Ottawa میں ... کے بعد ... کی بات ... دونوں میاں بیوی ... تھے۔

ڈاکٹر عبدالرشید میر

... S.D.O کے عہدے ... M. Sc کے دوران ... ملاقات ... ہوتی ...

عبدالقیوم کے ساتھ لیبارٹری سے اندر تک ان میں ہمارے شریک ہوا کرتے۔ اسی طرح عنایت منزل، گوالمنڈی اور ہوٹلوں وغیرہ میں تفریح کے دوران بھی پیش پیش ہوا کرتے۔ England سے Nottingham سے Entomology میں Ph. D. کرنے کے بعد واپس پاکستان لوٹے تو نائیجیریا کو آزادی ملنے کے بعد ہوائی جہاز میں اسلام آباد سے کراچی سفر کر رہے تھے۔ ان کی سیٹ کے ساتھ نائیجیریا کا ایک باشندہ بھی ہم سفر تھا۔ باتوں باتوں میں پتہ چلا کہ وہ نائیجیریا (اس ملک کو 1960 میں برطانیہ سے آزادی ملی۔) سے پاکستان پیشہ ور لوگوں کو contract کرنے کے لیے delegate بن کے آیا ہوا ہے۔ اس کا ایک فرد ہے۔ میر صاحب نے نائیجیریا جانے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے فوراً ہی میر صاحب کا biodata منگوا لیا۔ چند ماہ بعد میر صاحب کو نائیجیریا سے Kaduna میں Entomologist کی نوکری مل گئی۔ یہ واقعہ میر صاحب نے مجھے کئی سال بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو سنایا۔ شیخ صاحب بھی Lagos نائیجیریا میں بھی کے محکمے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ یہ دونوں صاحب پاکستان میں ملے۔ باتوں باتوں میں میر صاحب نے شیخ صاحب کا نام لیا تو شیخ صاحب نے فوراً ہی کہا کہ میر صاحب سے ان کی ملاقات ہو چکی ہے۔ جب نائیجیریا کو پہچان آیا تو شیخ کی طرح وہ بھی پاکستان لوٹ آئے۔

Hanging Gardens, Clifton Karachi میں ایک فلیٹ خرید لیا۔ میں بھی ریٹائر ہونے کے بعد واپس آیا۔ Email پر بیشتر رابطہ رہتا ہے۔ انہوں نے کراچی میں Consultancy کھول رکھی تھی۔ میر صاحب نے مجھے اپنی شادی پر بلایا۔ ان کی اپنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے چند ماہ ہوئے۔ دو سال ہوئے راہی ملک عدم روانہ ہوگئے۔

ڈاکٹر عبدالرؤف شعوری

شعوری صاحب سے ملاقات اس وقت استوار ہوئی جب وہ 22 سال پہلے ڈاکٹر عبدالرؤف کے دور میں پنجاب یونیورسٹی سے Sabatical leave پر ریسرچ کرنے کے لیے آیا ہوا تھا۔ آج کل پاکستان اکیڈمی آف سائنسز کے Meritorious Professor اور Zoological Society of Pakistan کے صدر ہیں۔ School of Biological Sciences میں ریسرچ اور theses کی نگرانی کرنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت سے ملاقات جاری ہے۔ شعوری صاحب کی زندگی کا ایک خاص پہلو ان کے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے۔ میں نے پچھلے 22 سالوں میں جب بھی ملا ہوں، ہمیشہ زندہ دل اور خوش مزاج پایا ہے۔

ڈاکٹر علی خان

ڈاکٹر علی خان فزکس میں Ph. D ہیں۔ وہ بھی کرشن اور ماتھ کے ڈیپارٹمنٹ میں ہی پروفیسر تھے۔ چند سال ہوئے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ان سے نہایت قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ جیسا کہ میں نے وینزویلا میں کوئی اور دوست نہیں بنائی۔ وہ Trinidad and Tobago سے ریٹائر تھے۔ Cumana میں میری طرح وہ بھی اپنی ذاتی رہائش گاہ Quinta میں رہتے ہیں۔ ان کی بیٹی Jasmine کے نام پر ہے۔ Spanish زبان میں quinta کے معنی کوٹھی یا بنگلہ کے ہیں۔ Jasmine کے نام سے Latin America میں اپنی کوٹھی کو کوئی نام دے دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ میری بیٹی Ghazia Porzana کی نسبت سے میرے گھر کا نام Quinta Porzana ہے۔ وینزویلا میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ علی خان کی ایک خاص عادت ہے۔ ان کی بیوی Terry ہے۔ Paraguay کی رہنے والی ہے۔ وہ علی خان کو فارغ نہیں دیکھ سکتی۔ علی خان اور میرے گھر کے درمیان یونیورسٹی کے قریب یونیورسٹی کے پروفیسروں کی رہائش گاہ ایک پہاڑی Cerro del Medio پر آمنے سامنے ہیں۔ ایک روز ہم باہر بیٹھے تھے۔ میری بیوی میرا انتظار کر رہی تھی اور ہم اپنے مکان کے porch سے دیکھ رہے تھے کہ علی خان اور Terry آمنے سامنے Garden chairs پر بیٹھے ہوئے تھے تو علی خان نے بلند آواز میں کہا:

"Terry why are you sitting? do something!"

Marfat.com

ڈاکٹر فضل ماجد

ڈاکٹر فضل ماجد بھی میرے کئی دوسرے دوستوں کی طرح گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانے کے دوست ہیں۔ فضل ماجد نے آسٹریلیا سے Genetics میں Ph. D. کی ڈگری حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں اس مضمون کے پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے نیو کیمپس کے Estate Officer بھی رہے ہیں۔ اس کی مروت نے اپنے ماتحتوں کی جہاں تک بھی ہو سکی مدد کی۔ [illegible] سر اٹھانا اس کا شیوہ رہا ہے۔ جب ڈاکٹر [illegible] خان قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں وائس چانسلر تھے تو پنجاب یونیورسٹی سے فضل ماجد کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ مگر فضل ماجد کا دل لاہور میں اٹکا ہوا تھا اور واپس لوٹ آیا۔ ڈاکٹر [illegible] کا بھی اسلام آباد میں Cardiac bypass ہوا مگر آپریشن پوری طرح کامیاب نہ رہا۔ [illegible] آپریشن کی [illegible] ہیں۔ [illegible] سگریٹ نوشی سے رغبت ہوا کرتے۔ پچھلے دنوں علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں رہائش پذیر ہونے کے بعد [illegible] میں رہ رہے ہیں اگرچہ ریٹائر ہو چکے ہیں لیکن اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے پنجاب یونیورسٹی [illegible] میں [illegible] پڑھاتے ہیں۔

جب میں پنجاب یونیورسٹی میں Sabbatical leave کے دوران [illegible] Students [illegible] Teachers Center پنجاب یونیورسٹی کے برعکس [illegible] اس پر رہا کرتا تو رات [illegible] اور تاش وغیرہ کھیلنے کی محفلیں جما کرتیں اور شام کا کھانا وہیں کھایا کرتے۔ اس محفل میں ڈاکٹر [illegible] خان [illegible] پنجاب یونیورسٹی Zoology ڈیپارٹمنٹ کے چیئرمین بھی شریک ہوا کرتے۔

ڈاکٹر کرم علی شاہ

میرے عزیز دوست مراتب علی شاہ کے بڑے بھائی ڈاکٹر کرم علی شاہ تھے۔ جنرل ایوب کے دور میں [illegible] سول Paramedic کی تعلیم [illegible] جہاں سے صرف ایک ہی دفعہ [illegible] کی خدمات [illegible] کرم علی شاہ [illegible] ایک دوست ڈاکٹر [illegible] نے بھی وہاں سے کورس کیا۔ کافی عرصہ تک ڈاکٹر کرم علی شاہ [illegible] میں [illegible] عجیب و غریب شخصیت اونچا لمبا قد، گفتار سے غازی [illegible] لوگ ان کی باتیں سننے کے لیے بیٹھے رہا کرتے۔ [illegible] پروفیشن کے [illegible] حقیقت کی ضرورت ہوتی جو کرم علی شاہ کیا کرتے۔ خود اپنے ہاتھوں سے [illegible] ایک صندوقچی ہوا کرتی ہوتی [illegible] جو وقت بے وقت [illegible] صندوقچی میں [illegible] موجود رہیں۔۔۔۔۔۔!

پولیس کے محکمے میں کرم علی شاہ کی واقفیت دور دراز تک تھی۔ ایک دفعہ میرے دوست [illegible] سے لاہور واپس پہنچیں تو [illegible] اور شاہ کے حوالے سے کرم علی سے [illegible] میرے پاس [illegible] میں [illegible] ہوں اور میرا [illegible] میں ہی رہ گیا ہے۔ کرم علی شاہ نے اپنا [illegible] نہیں روک سکی تو پولیس والے کرم علی شاہ کا رعب مانا کرتے۔

میں جب ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان لوٹا تو کرم علی شاہ سے ملنے گیا [illegible] شاہ صاحب [illegible] گئے [illegible] ہیں۔ ان دنوں میں مصطفےٰ آباد قصور کے قریب اپنے ہمزلف [illegible] ملنے گئے [illegible] تھا۔ میرے پاس [illegible] تھا جو کہ اب بھی ہے۔ لاہور آتے تھے تو [illegible] صاحب میں نے [illegible] خواہش ہے کہ صرف ایک بار اپنا اس شوق کو پورا کروں۔

میں نے جواب دیا: "بچے کا روپ [illegible] کی طرف لے چلو۔"

"شاہ جی صاحب مجھے [illegible] لگتا ہے [illegible] ہو گئے۔"

"جیسے میں چاہتا ہوں ویسا [illegible] ہو [illegible] نہیں [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

Marfat.com

میں نے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ہسپانوی زبان میں لکھا "Malditicion millon de veces esposa de hermano major" (بڑے بھائی کی بیوی کی طرف سے لاکھوں بار لعنت) اور اسے تعویذ کی شکل میں لپیٹ کر [illegible] ایک اور چھوٹا سا [illegible] تھا اس کے پیچھے باندھ دیا۔

رمزی علی شاہ نے کچھ مبہم آواز میں گفتگو شروع کر دی۔ کچھ دیر بعد وہ خاموش ہو گئے اور [illegible] آئے جن میں [illegible] بھی شامل تھی۔ وہ چپ کیے گئے [illegible] چپ بیٹھے رہے۔ انہوں نے [illegible] ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد ایک بھائی اٹھ کر گیا اور ایک [illegible] کے ساتھ [illegible] لے آیا۔ [illegible] پیچھے سے بعد رمزی شاہ نے داستان چھیڑ دی "پیر صاحب پتہ کریں کہ ہمارا کاروبار دن بدن زوال پذیر ہو رہا ہے۔"

"اچھا پتہ کرتا ہوں۔"

میں نے آنکھیں بند کر کے چند منٹ بیٹھے پھر بڑبڑانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ذرا اونچی آواز میں ہسپانوی زبان میں کچھ ایسی باتیں جو ان کی سمجھ سے باہر تھیں لیکن موثر ثابت ہوئیں۔ "اس گھر میں کوئی تعویذ ہے جو تمہارے کاروبار کے زوال کا سبب بن گیا ہے۔ کاروبار کب سے زوال شروع ہے؟"

"زیادہ عرصہ نہیں جب سے شادی ہوئی ہے۔" چھوٹے نے یہ انکشاف کیا۔ کس کی شادی۔

رمزی شاہ نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ بڑے بھائی کی شادی ہونے کے بعد سے۔

"اچھا تم دونوں میں سے کوئی ایک تعویذ تلاش کرنا شروع کرے لیکن اسے کھولنا نہیں سیدھا میرے پاس لے آنا۔ یاد رہے تعویذ ہمیشہ کسی چھپی جگہ پایا جاتا ہے۔"

دونوں بھائی گھر بھر میں [illegible] میں بھی تو میں نے پیچھے [illegible] اس طرح ہاتھ ملتے رہے۔ آخر ایک بھائی نے [illegible] کے پیچھے پڑے ہوئے [illegible] سے تعویذ برآمد کر لیا۔ میں نے یہ ہاتھ [illegible] کر کے [illegible] لیا ہے۔

"سیدھا میرے پاس لے آؤ اور میری گود میں رکھ دو۔"

میں نے تعویذ گود میں رکھ کر اپنی آنکھیں بند کیں اور ایسے لگا جیسے پڑھ رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد [illegible] کو [illegible] کہ میں نے ہی لکھا ہوا تھا۔ رمزی شاہ نے [illegible] بے چینی ہو رہی تھی [illegible] ہے۔

"تمہارے بھائیوں کی شادی نہیں ہوئی صرف بڑے بھائی کی شادی ہوئی ہے اور اس کی بیوی نے یہ تعویذ [illegible] والے سے [illegible] کروایا تھا کہ کاروبار پر اثر پڑے۔" [illegible] میں نے تعویذ پڑھا ہوا [illegible] نہیں [illegible] کہ اسے پڑھ کر تم دونوں [illegible] بڑے بھائی کی [illegible] کی [illegible]

[illegible]

تمام گھر والے حیرت میں ڈوب گئے اور میرے [illegible] شروع کر دی۔ [illegible]

[illegible] چلی گئیں۔

وہ تعویذ میں نے جیب میں ڈال لیا [illegible] کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ رمزی شاہ [illegible]

[illegible] میں چھپے [illegible]

کوئی ایک ہفتہ میں رمزی شاہ [illegible] شاہ صاحب نے اپنے ہفتے میں [illegible] بھائی بھائی کی

[illegible] رمزی شاہ [illegible] گفتگو شروع کر دی اور [illegible] پیر صاحب کی کیا بات ہے۔ جب سے وہ تعویذ [illegible]

[illegible] کاروبار [illegible] کے ہیں۔ بعد ازاں [illegible] میں [illegible] اتفاق ہوا [illegible]

[illegible] آتا ہوں۔

[illegible] رمزی علی شاہ عجیب عادت کے مالک تھے۔ [illegible]

ہوتا ہی نہ تھا۔

Marfat.com

ایک دفعہ بہت دیر سے کوئی آدھی رات کے قریب اپنے ڈرائیور کے ساتھ واپس مصطفےٰ آباد جا رہا تھا تو موجودہ کلمہ چوک کے قریب پولیس والوں نے روک لیا۔ اس دور میں ناکہ بندی کا عام رواج تھا۔ جیسا کہ پولیس والوں کی عادت ہوتی ہے انہوں نے شارٹو ... بات چیت کی تو ڈرائیور نے ... کام لیتے ہوئے کہا: ''آپ کو پتہ نہیں وہ جو پیر صاحب کار میں بیٹھے ہوئے ہیں کرم علی شاہ صاحب کے ... دوست ہیں۔'' ... ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ پیر صاحب سے پوچھنے کی ... پوچھیں۔''

... جب ہم پاگل خانے والے کرم علی شاہ کے دفتر میں گئے تو میں نے صبح اخبار میں پڑھا تھا کہ پاگل خانے میں ... افسران پر ... جب ان کے دفتر میں محفل عروج پر تھی تو پاگل خانے کے ملازمین نے ایک جلوس ... کرم علی شاہ کے دفتر کے سامنے ... کرتے ہوئے ... نعرے لگانے شروع کر دیئے ''ڈپٹی ... ہائے ہائے'' اور ساتھ ساتھ وہ اپنے سینے پیٹ رہے تھے۔ کرم علی شاہ بھی ... ان کے جلوس میں شامل ہو گیا اور اس نے بھی سینہ کوبی شروع کر دی اور ساتھ ہی وہی ... ''ڈپٹی ... ہائے ہائے۔''

یہ تھے ... کرم علی شاہ۔

... چونگ

... Oceanographic Institute ... قریبی دوستوں میں سے اور ... یونیورسٹی کی ... میں تحقیق کرتے۔ نہایت مذہبی آدمی ... اپنا ایک چرچ بنا رکھا ہے ... اتوار اور دوسرے تہواروں پر عیسائیوں ... sermon ... Padre Chung (فادر چونگ) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کی بیوی ... Khoumman ... قریبی دوستوں میں سے ہے اور اس نے ... مختلف قسم کے کیک بنانے سکھائے۔ ایک موقع پر ... Khoumcha ... ناشتہ اور کھانے پکانے کا بندوبست میری رہائش گاہ میں آ کر کیا ... رابطہ جاری ... ڈاکٹر صاحب آجکل ریٹائر اور لاطینی امریکہ میں اپنے مذہب کی تبلیغ میں ... Shirk ... Ghuana، شمالی امریکہ میں ملازمت کر رہے ہیں۔

Dr. Karishna Shrestha

... UDO ... Cerro Colorado ... Cumana شہر میں جہاں راقم پروفیسر تھا۔ کیمسٹری ... میں پروفیسر ... ان کی بیوی کا نام Tripura ... ہمارے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ کوئی ... سال سے USA میں ملازمت ... Tripura سے کئی قسم کے meatless ... بنانے سیکھے ... بیٹے ہیں۔

... ماجد ...

Commonwealth Institute of Biological Control, Trinidad and Tobago

Port of Spain میں ... ڈائریکٹر ... تھے اور ... گورنمنٹ کالج کے دنوں کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ ... قابل ... انتقال فرما گئے۔

ڈاکٹر محمد حسن

UDO میں میرے ساتھ ڈاکٹر محمد حسن بھی کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر تھے۔ یہ بنگلادیش کے رہنے والے اور آج کل ... ہیں۔ ... نہایت ہی قریبی دوستوں میں سے ... ای میل کے ذریعے رابطہ قائم ہے۔ ان کی بیگم فوزیہ میری بیوی

Marfat.com

کی قریبی دوستوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر محسن نہایت شریف آدمی تھے۔ سیاسی جھگڑوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ وہاں کے عام رواج کے مطابق اکثر پارٹیاں دیتے رہتے ہیں۔ جب الیکشن کا وقت قریب آئے تو یہ اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے کہ وہ کس پارٹی کو ووٹ دیں گے۔ دوستی کا یہ عالم ہے کہ ہر پارٹی والے ان کو اپنا ہی سمجھتے ہیں اور ان سے ملاقات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد سرور سیٹھی

سرور سیٹھی راقم کے اسلامیہ کالج لاہور کے دوستوں میں سے تھے۔ M.B.B.S کے بعد کی تعلیم انہوں نے انگلینڈ سے حاصل کی۔ مرحوم آبادی رہائش گجرات سے تھا جو ایک قصبہ میں واقع تھی۔ ان کی شادی گجرات کے معروف شخص ملک دین محمد مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جب میں برمنگھم میں Ph.D کی ڈگری حاصل کر رہا تھا تو ایک دو دفعہ ڈاکٹر سیٹھی مجھے لندن میں ملتے رہتے تھے۔ جہاں وہ پوسٹ گریجویٹ کورس کر رہے تھے۔ وہ یہاں سے پاکستان چلے گئے۔ بعد میں کئی سال تک ہمارا کوئی رابطہ نہ رہا تاہم ان کی خیریت دوستوں سے معلوم ہوتی رہی۔

ریٹائر ہونے کے بعد جب میں بیوی بچوں سمیت ڈاکٹر صادق حسین قریشی سے ملنے نیویارک گیا تو ہم اس وقت ملے۔ ڈاکٹر صادق صاحب نیویارک میں میڈیکل آفیسر تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر سرور سیٹھی کے ہسپتال (SZH) کا ذکر کیا۔ میں ان سے ملاقات کے لئے چلا گیا۔ یہ ملاقات بھی عجیب تھی۔ تقدیرات کے تحت میں مل گئے تھے۔ گجرات کا ذکر آیا تو میں نے گجرات کے فیصل ہوٹل میں ٹھہرنے کا ذکر کیا۔ میں نے بتایا کہ میں ان دنوں چوہدری محمد حسین کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک بار گجرات سے واپس آتے ہوئے میں نے ڈاکٹر سیٹھی کے ہسپتال کا رخ کیا۔ ریسپشن سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سرور سیٹھی کا دفتر کس طرف ہے۔ ریسپشن سے نکل کر میں ان کے کمرے کی طرف چل پڑا۔ Carlos Gardel (ضمیمہ 1) کی تصویر دیوار پر آویزاں تھی۔ میں ان کے کمرے کے باہر رک گیا۔ ریسپشن کے دروازے پر کوئی جواب نہ ملا۔ میں خود ہی اندر داخل ہو گیا۔ ایک خاتون نے پوچھا "کس سے ملنا ہے؟" میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب سے۔" اس نے بتایا کہ وہ اندر ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب دوپہر کو مریض دیکھتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں؟" ریسپشن والی خاتون نے پوچھا۔ ڈاکٹر سرور سیٹھی کا دفتر ساتھ والے کمرے میں تھا۔

"جو لوگ ملنے آتے ہیں وہ پہلے ڈاکٹر صاحب کی سیکرٹری سے appointment لیتے ہیں۔"

میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب سے میرا پرانا تعلق ہے۔"

"appointment کے بغیر ملاقات ممکن نہیں۔"

"ڈاکٹر صاحب آپ کو جانتے ہیں؟"

اتنے میں ایک صاحب شاید ڈاکٹر صاحب کے دفتر سے نکلے اور دروازے سے باہر جانے لگے۔

"کس سے ملنا ہے؟" یہ انداز پوچھنے کا تھا۔

"صرف سیٹھی سے۔" میں نے جواب دیا۔

"ذرا ٹھہریے۔ ڈاکٹر محمد سرور سیٹھی صاحب سے؟"

اب مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے بلند آواز سے انگریزی زبان میں کہا: "Listen Miss whatever your name is. I am going to bump right into his room. You understand."

میں دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اندر سے سیٹھی نے میری آواز سن لی اور دروازہ کھول کر باہر آتے ہی مجھ سے لپٹ گئے۔

Marfat.com

یہ چند ایک مہذب انداز میں سنا گئیں اور ہٹ گئیں!

"اگر آپ نے ہم تک آنا ہی ہوتی ہے تو میں معاف کر دیتا ہوں۔ اندر آکے چپ کر کے بیٹھ جائیں اک دو منٹ وچ وہ چلا ہو جائے گا۔"

"نہیں میں یہاں ہی انتظار کرتا ہوں۔" میں نے کہا۔

بیگم صاحب اور دوسرے صاحب نے مجھے فوراً اندر کی پیشی کی۔ بیگم صاحب غصہ کر فرمانے لگیں "آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ صاحب سے آپ کا پرانا مراسم ہیں؟"

"بیگم صاحب آپ نے موقع ہی کب دیا؟"

"میں کوئی بیگم صاحب وغیرہ نہیں ہوں صرف سیکرٹری ہوں۔ کیا پینا پسند کریں گے؟"

"ہاں جب تک میں ہوں گا چائے پیتا رہوں گا ... پاس ہی بیٹھا رہوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد میں ... فارغ ہو گیا اور مجھے بلاتے ہوئے دفتر کے اندر لے گیا۔ کافی دیر تک گپ شپ ہوتی رہی۔ شام ہونے سے پہلے ہی میں نے معذرت کی کیونکہ دیر ہو رہی تھی اور میری بیوی فرح بھی پریشان ہو رہی ہوں گی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد شہر ... سے ملاقات ہوا کرتی ہیں۔ ... نے فرح اور مجھے ایک خاص دن دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا اور ملکے تک چھوڑنے آیا۔

اس دوران میں اپنے ... کے ساتھ ... کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جو ہسپتال کے قریب میں مشرق کی طرف ... سے ملاقات ہوئی تو میں نے ... کہ میں آپ کے والد ماجد کو تقسیم ہند سے قبل جانتا ہوں کیونکہ وہ ... بیگم ... شہید ... کی محفلوں میں شامل ہوا کرتے اور کئی بار علامہ عنایت اللہ خان المشرقی بھی رونق ... کرتے۔

"میں تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔" بیگم صاحبہ نے جواب دیا۔

میں نے بیگم صاحبہ کی توجہ اس بات کی طرف بھی دلائی کہ گجرات میں ... صاحب کے دیوان خانہ پر بھی تقسیم ہند سے قبل ... المشرقی کی ... والد مرحوم نے ماہ رمضان میں سحری اور افطاری کے وقت ... چائے ... ... صاحب کی رہائش گاہ کی طرف مسجد کی چھت سے چلے جاتے تھے۔ پھر میں نے بیگم صاحبہ سے ان کی ... کی عادات کی بابت سے متعلق پوچھا تو کہنے لگیں:

"آپ سے مجھے ... سے چھوٹے ... تک جو کچھ ... لیتے ... کرتے رہتے ہیں اس زمانے میں ... پیسے ... اگر خرچ کیلئے ملتے تو چند ایک پیسے اللہ پاک کیلئے گلی میں ڈال دیتے۔"

... کے بعد کافی دیر تک ماضی سے متعلق گفت و شنید ہوتی رہی بعد میں ... سے اکثر ملاقاتیں ہوئیں۔ کیونکہ وہ ... کی ... ہسپتال میں ... ایک ... آباد گجرات میں رہائش پذیر ہے ... کے ایک بیٹے ... "For Eyes" ... Boulevard میں عینکوں کی ایک ہائی کلاس دکان ... ہے۔ ... تو وقت ملنے پر ... سے ... کو ٹیلیفون کر کے بلوا لیا کرتا۔ اس نے کئی بار مجھے لاہور رات بسر کرنے کیلئے ... میری بیوی کی بیماری ہے۔

پچھلے ... کی طبیعت اچانک خراب ہوئی اور وہ علاج معالجے کیلئے لندن چلا گیا۔ میں ... پہنچ گیا ... ٹیلیفون پر ... سے لندن بات ہوئی وہ ہسپتال میں تھا۔ کینسر بہت پھیل چکا تھا مگر اس کی زندہ دلی بدستور قائم تھی۔ میں نے ... مراحل سے ... جواب بھی ... مگر اس کا یہی جواب تھا کہ اب تو منزل آخری ہے چند دنوں کے بعد ملاقات ... ہو جائے۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد عبدالقیوم

میرے M.Sc میں گورنمنٹ کالج لاہور کے دوستوں میں سے ہیں۔ قیوم کو Physiognomy، Palmistry اور Parapsychology کے شعبوں میں عملی پیشہ ورانہ عبور حاصل تھا۔ لہذا پڑھائی کے دوران ہی انارکلی میں نیلا گنبد کی طرف سے داخل ہوتے ہی دائیں طرف کوئی دس دکانیں چھوڑ کر ایک دکان کی اوپر والی منزل پر اپنے فن سے متعلق دفتر بنا رکھا تھا۔ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد Agricultural University فیصل آباد میں ملازمت اختیار کر لی۔ چند ایک بار میرے فیصل آباد گیا مگر ملاقات نہ ہوئی۔ ہاں البتہ مجید احمد فاروقی اور رشید تمیم صاحب کے ہمراہ فیصل آباد میں ان سے ملاقات ہوئی کیونکہ رشید صاحب کو بھی Parapsychology سے دلچسپی ہے۔ وہ قیوم سے میں کالج کے زمانہ میں جانتا تھا ملاقات ہوتی رہتی ہوئی نہایت سنجیدہ صورت۔ خوش کی ایک بحث بھی نہ تھی۔ کالج کے زمانہ میں جو وقت گزرا اب وہ پہلی جیسی زندہ دلی کی رونق نہ ملی مگر دوبارہ ملنے کوئی چوہدری کا مشورہ پنجاب یونیورسٹی Zoology Dept لائبریری لاہور سے پتہ چلتا رہتا ہے کہ بیمار قیوم آ کر ملتا ہے اور نعت خوانی کا شوقین بھی ہے۔ فیصل آباد نوکری کے دوران قیوم کو tetanus کی شکایت ہوئی اس کے علاج کے باوجود کوئی خوش نصیب شاذونادر ہی بچ سکتا ہے۔ قیوم انہی خوش نصیبوں میں سے ایک ہے۔ اب ...کسی بھی قیمت پر مجھ سے ملتے نہیں۔

ڈاکٹر مظفر احمد

راقم جب M. Sc کا سٹوڈنٹ تھا تو ڈاکٹر صاحب حال ہی میں امریکہ سے Ph. D. کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد واپس آئے۔ genetics اور evolution پڑھایا کرتے تھے۔ کلاس روم میں Drosophila melanogaster (Fruit fly) کے chromosomes پر ریسرچ کا زیادہ تر رجحان تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان مضمونوں کی توجہ کی طرف دلائی۔ نہایت خوش لباس مگر سنجیدہ۔ ڈاکٹر صاحب اندر کا راز پاتے ہوئے کلاس سے پیچھے رہ گیا کرتے لہذا ان مضمونوں کو بھی درس میں شامل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اب تو ان کا راز کے متعلق کسی کو پتہ ہی نہیں۔ ڈاکٹر صاحب واحد شخص ہیں جنہیں ریٹائر ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی نے Professor Emeritus کے اعزاز سے نوازا ہے۔ 85 برس عمر ہونے کے باوجود ہمیشہ فخر کی بات ہے کہ ابھی بھی باقاعدگی سے پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس میں درس و تدریس کا عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر یعقوب احمد

ڈاکٹر یعقوب احمد گورنمنٹ پنجاب کے فشری ڈیپارٹمنٹ کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ انہیں بھی Cardiac bypass کے مرحلے سے گزرنا پڑا۔ ریٹائر ہونے کے بعد پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس کے زوالوجی ڈیپارٹمنٹ میں پارٹ ٹائم پڑھاتے ہیں۔ اور ایک consultancy بھی کھول رکھی ہے۔ میرے M. Sc کرنے کے دوران مجھ سے جونیئر تھے۔

رائے زاہد حسین کھرال ایڈووکیٹ

راقم کی زندگی کا زیادہ حصہ تعلیم و تدریس اور تحقیق میں گزرا جس سے زندگی کے حقیقی مسائل پیدا ہونے کا موقع نہیں ملا۔ پاکستان کے حالات تو آپ کو معلوم تھا اور یہ خارج از امکان ہے کہ کم و بیش ہر شخص بعد اپنے ملک کی مٹی کی کشش اور عزیز و اقارب کی محبت سے انسان مجبور ہو کر واپسی کے سفر کا ارادہ کرتا ہے۔ خواہ بعد میں پچھتانا ہی کیوں نہ پڑے۔ بات سے گزرنا پڑے تو ہر صورت میں واپس آنے پر جائیداد پر قبضہ کی بحالی خرید و فروخت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کچہری سے لے کر وکیل تک ایک ایسی کلاس میں پہنچنا ہوتا ہے جس کا سبق استاد و مدرسہ اور ان کے اصول دیتے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی اس مدرسہ میں ایک استاد سے واسطہ پڑا جس کا نام رائے زاہد حسین کھرال ایڈووکیٹ تھا۔ زاہد حسین 1 مئی 1946 کو پیدا ہوئے۔ دیوانی قانون کے جانے مانے محقق ہیں۔ سارا ... تاریخ

Marfat.com

سے شغف اور سیاست کا دلدادہ انسان جلد ہی وکیل سے ایک دوست بن گیا۔ ملاقاتیں ہوئیں۔ تاریخ، اقوام کے مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوتا۔

زاہد نے اپنی ذاتی لائبریری میں سے تاریخ کے موضوعات پر بڑی خوبصورت اور مستند کتب کا ایک خاصا ذخیرہ اکٹھا کر رکھا تھا۔ پنجاب کی تاریخ سے عموماً اور تاریخ کشمیر پر بالخصوص عبور تھا۔ اس حوالے سے وہ اپنے خاندانی پس منظر سے بخوبی واقف تھا۔ اس کے والد راجہ ... حسین جرال 1934 میں کشمیر قانون ساز اسمبلی کے ممبر بنے اور 1947 تک اس عہدے پر بڑے وقار سے رہے۔ ... اس موقع سے ... اور ... حکمران کشمیر کے عظیم سردار تھے۔ زاہد کے والد صاحب اصول پسند ... آزادی پاکستان کے شیدائی، بوقت آزادی اپنی جاگیر، عہدہ اور جائداد سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر آئے اور اپنا قیام اسلام آباد (...) میں کیا۔ ... اپنی زندگی انتہائی سادگی اور عبادت الٰہی میں گزارتے ہوئے اپنی اولاد کو اصول اسلام کے تحت زندگی گزارنے کا حق دیا۔ 17 مئی 1974 کو وفات پا گئے۔

زاہد کی شخصیت اپنے خاندان سے بالکل الگ تھی۔ وکالت کے ساتھ ساتھ سیاست سے منسلک رہے۔ اپنے علاقے کے لوگوں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ ... اپنی قسمت کی مجبوری اور ... روزگار نے اپنی زندگی کی گاڑی کو بڑی تیزی سے چلا رکھا تھا۔ ... میں ... راجہ ... حسین جرال مرحوم کی خاندانی روایات کا وارث بننا چاہتا۔ وہ ایک ... آدمی تھا۔ اپنے حسب و نسب ... اپنے خاندان کی ... روایت ... کا خواب ... مقصد حیات تھا۔ ... کا قریب ... مقصد تھا۔ ... کشمیر ... ہوئی۔ ... گاڑی نے زیادہ ... شروع کر دیا۔ ... کا ... ملنا ... دیواریں چھوتے ہوئیں۔ اپنے دوست احباب ... شوق سے زیر ... تصویریں اور باتوں ... اس کے ہمراز مخلص دوست عارف علی میر ایڈووکیٹ سے ... پیش ... ہوتی ... سیاست میں کردار ادا کرنے کی بات ہوتی ... کا تذکرہ ہوتا ... سے ... بات ہوتی ... اپنی ... بن جائے۔"

یہ ... قدرت چال رہا ... سے ... انسان میں ... ہے۔ اس فانی انسان کے پروگرام ... حقیقت ... کی چند ... میں پہنچی ہیں وہ راجہ زاہد کی تھی ... اپنے والد راجہ اور خاندان کی عزت و تکریم کی بحالی کے ... رہتی۔

ایک روز راجہ زاہد ... بہاولدین تاریخ کے سلسلے میں ایک موکل کی کار میں جانے کا ارادہ کیا۔ زاہد کے ... نے بڑا ... میں چلا جاتا ہوں آپ نہ جائیں۔ لیکن تقدیر کو یہ منظور تھا۔ راجہ زاہد موکل کے ساتھ چل نکلا۔ منڈی بہاؤالدین سے قریب ایک ... کی کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اور راجہ زاہد بری طرح زخمی حالت میں گجرات عزیز بھٹی شہید ہسپتال پہنچایا گیا اور میر عارف چونکہ ... دوستوں میں سے تھے فوراً ہی پہنچ گئے۔ سر پر شدید چوٹ آنے کی وجہ سے ڈاکٹروں نے ... لاہور لے جانے کی ... میر عارف اور ان کے دیگر اہل و عیال انہیں لاہور لے گئے۔ زاہد کے ... ہسپتال میں ... خاندان سے ... بدل گئے، قدریں بدل گئیں، مرحوم کی امنگوں کو بدل دیا گیا۔ وہ مکان جو اس کا مقصد حیات تھا ... اور اس کے خاندان نے ان ... اور رشتہ داروں سے دور لاہور میں رہنا اور مستقل قیام رکھنا اپنی ترقی اور ... میں ... ایک ... چنا۔ یہ باتیں تو ... ہیں ... قریب سے ہی دکھائی دیتی ہیں۔ زاہد کے جانے کا ... اور ... ہوا اس کو الفاظ میں لکھنا ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ خاندان کی تو بات ہی الگ ہے ... دوست عارف علی میر ... کا اندازہ ... لگا سکتا ہے۔ جب بھی دفتر میں جانے کا ... تا تو انہیں صوفی کامل ... (مرحوم) ... علاوہ ... چند روشن ہوتے۔ بار بار زاہد کو بلایا جاتا کہ آج ... خدا کے لئے ... بھی ادھر ہیں یہ موکل بھی ادھر ہیں ... سے ... زاہد کا یہی پیغام ملتا "میں آ رہا ہوں" یہی الفاظ کہتے کہتے وہ جدا ہو گیا ابھی تک ... ہے۔ ... دوستوں ... عادت ہوتی ہے جو رشتہ دار تو adjust ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

"پھر ایک دن اس بزم سے اٹھ جائیں گے سب لوگ
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے"

اس طرح راجہ زاہد 21 فروری 2003 کو ہم سب دوستوں کو چھوڑ کر اپنے اصل مالک حقیقی کی طرف کوچ کر گئے۔ ان کا جنازہ اسلام گڑھ چالیس پور ... میں رات کے وقت پڑھایا گیا جس میں راقم نے بھی شرکت کی۔

ایک دفعہ اعجاز راجہ زاہد اور راقم مظفر آباد آزاد کشمیر چند دنوں کے لیے راقم کی دعوت میں اکٹھے ہوئے ... ساتھ ... تھے (یار احباب میں بیٹھے ہوئے اکثر کہا کرتے ... میرے نام ... سے پہلے لفظ "ان شاء اللہ" ...) کے ہو کشمیر سے ... میر پور چالیس پور ... میں آباد ہوئے اور آزاد کشمیر ... MPA ہوسٹل میں رہنے کا موقع ملا ... کشمیر ... جب ... راستے یہ پہلا موقع تھا کہ مجھے کشمیر ... میں ... کا اتفاق ہوا۔ ... کشمیر کے ... حکومت میں ... مظفر آباد ... ایک ... رات ہوسٹل کی چھت پر بیٹھے تو ... بجتے ہوئے دریا ... کا نظارہ آنکھوں ... وساطت سے جیپ میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا تو جہاں ... ایک ... دن رہنے کے بعد واپس ... آئے۔ اسی طرح راجہ زاہد اعجاز اور راقم ... ایک ... میں دوسری جانے کا اتفاق ہوا۔

چار سال بعد جب میرے بھائی اور ... بیٹے ... شادی ... واپس ... کے ساتھ دوبارہ مظفر آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ اس دفعہ بھی اسی ہوسٹل میں ٹھہرے ... PIA مظفر آباد کے دفتر کا انچارج تھا۔

Luis Hamana Salazar

میرے دوستوں میں سے ... کا تعلق ایک broken family سے ... ان کے ... میں ... اور ... بھی شامل تھیں۔ اکثر اوقات weekends پر ... کے ... میں سے ... دعوت دیتا۔ میری بیوی ... Luis Hamana Salazar سے ... وہ ... محروم ہو چکا تھا کیونکہ اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی تھی۔

چند دوستوں نے مجھے بتایا ہے کہ Luis Hamana Salazar ... ایک *Bruja* (ضمیمہ 2) کے پاس جاتا ہے ... میں ... جادوگرنی ... میں رات کے وقت ... نکلتے ہوئے ... ان کی ... پاؤں ... ملاقات ہوئی ...

میرے ایک اور دوست Simon Guevara نے ... میرے ... "Luis Hamana ایک جادوگرنی کے پاس جاتا ہے ... میں ... *Al Cabala* (ضمیمہ 3) کی طرف روانہ ہوا ... Cumanagoto ... قریب سے ... Caracas کی طرف جاتی ہے ... طرف واقع ہے۔ اس سے تھوڑا آگے ... کی طرف جاتی ہوئی ایک پگڈنڈی پر روانہ ہو گئے ... عجیب و غریب ... جانوروں کی آوازیں ... مشن پر مستقل مزاجی سے رواں دواں تھے۔

Marfat.com

تقریباً آدھے گھنٹے کی چڑھائی کے بعد Simon نے ایک جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا جہاں سے ہلکی سی روشنی نظر آ رہی تھی ہم تیزی سے چلتے ہوئے اس جھونپڑی کے قریب پہنچے۔ اس کا چھت ٹین کا تھا اور دیواریں پختہ نہ تھیں۔ ٹوٹے پھوٹے دروازے کے ایک سوراخ سے دیکھا تو واقعی موم بتی ایک کونے میں جل رہی تھی۔ Luis Hamana مذکورہ بالا حالت میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا اور یہ صورت حال شاید ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا بال کھلے ہوئے اور ہاتھ میں کوئی چیز پکڑے بلند آواز سے کوئی منتر پڑھ رہی تھی۔ اس کے بعد ہم واپس ہو لیے تو دیکھا کہ دوسری طرف تھوڑی سی چڑھائی میں Luis Hamana کی کار کھڑی تھی۔ میں نے Simon سے کہا کہ اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ کیونکہ وینزویلا دوسرے لاطینی ملکوں کی طرح غیر معمولی طور پر ایک سیاسی ملک ہے وابستہ ہونے کے بعد Luis Hamana کو سیاست سے منسلک ہوتے ہی اعلیٰ قسم کی سول ملازمتیں ملیں۔ جب راقم ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان واپس آیا تو Isla de Margarita جو وینزویلا کا ایک صوبہ ہے۔ جہاں وہ گورنر کے عہدے پر فائز ہو گیا۔

Luis Jeronimo de Lacoste

وینزویلا میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد Plan Kudo (ضمیمہ 4) کے تحت ماسٹر ڈگری حاصل کرنے والوں کو سیاست سے منسلک ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کی سیاسی پارٹی برسر اقتدار تھی میرے ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ مقرر ہو گیا۔

ایک روز اس نے مجھے اپنے دفتر سے فون کیا کہ میں اس کی کوئی ضروری بات سنوں لیکن میں نے انکار کر دیا کہ میں بڑا مصروف ہوں تم خود میرے کمرے میں آ جاؤ۔ لہٰذا وہ آن پہنچا اور کہنے لگا "یہ دیکھو میں نے ایک ضروری خط انگریزی زبان میں Kansas University بھیجنا ہے۔ ذرا اسے پڑھ کے دیکھو۔"

میں نے خط پڑھ کر جواب دیا "تم اس بات کی کیا فکر کرتے ہو؟"

اس نے مسکرا کر کہا "دیکھو Hermano (بھائی) میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور یہ تمہاری انگلش مجھ سے بہتر ہے پڑھ کر بھیج دو۔"

میں نے ضروری پوائنٹ نوٹ کر لیے اور سیکرٹری سے ٹائپ کروا کر اس سے کہا۔ de Lacoste کے پاس لے جاؤ۔ وہ چلی گئی بعد اس نے پھر فون کیا کہ میں اس کے پاس جاؤں تو چند ایک باتیں اسے سمجھا دوں۔ لہٰذا میں چلا گیا دیکھا کہ بڑے آرام سے executive کرسی پر بیٹھا ہوا پاؤں میز پر رکھے سگار پی رہا ہے "میرے بھائی ذرا اسے پڑھ کر مجھے تھوڑا بہت Spanish میں سمجھا دو۔ جب میں نے اسے خط پڑھ کر سمجھایا تو اس نے انگلش میں جو جواب دیا اس کی داد دینی پڑتی ہے۔ میں بات کرتے ہوئے اپنا چشمہ اتار رہا تھا:

"Ghood. Very ghood" (یعنی good کا تلفظ ملاحظہ فرمائیے!)

چونکہ سیاست کی بات آ جاتی ہے۔ میں بھی اس کی سیاسی پارٹی *Accion Democratica* کا سرگرم رکن تھا۔ الیکشن ہوا تو وہ یونیورسٹی کے Rector کی سیٹ کا امیدوار منتخب ہو گیا۔ چار سال بعد پھر الیکشن ہوا تو Academic Vice-rector منتخب ہوا۔ دوبارہ چار سال بعد الیکشن آنے پر وہ Rector کی پوسٹ کا امیدوار بھی منتخب نہ ہو سکا۔

اعجاز شاہ

میرے مرحوم دوست افتخار احمد کا اسٹور Australasia Bank کے شمال مشرق سرکلر روڈ گجرات کے قریب واقع تھا۔ جہاں پر دوائیں، سپورٹس، وغیرہ کے علاوہ اور بھی اشیا موجود تھیں۔ شام کے وقت ہم دوست احباب جن میں نثار جان مرحوم صلاح الدین آصف عرف "آچی" مرحوم، لالہ عبدالوحید مرحوم، قدیر خان درانی، مجید احمد فاروقی، حامد شاہ (پولیس کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے بعد حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں) اور اعجاز شاہ مرحوم اس سٹور پر محفل سجایا کرتے۔ اعجاز شاہ گجرات کی نامور شخصیت شیخ شاہ مرحوم کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان سے کئی سال بعد میری برمنگھم میں ملاقات ہوئی اس سال میں وینزویلا سے براستہ

Marfat.com

انگلینڈ واپس پاکستان چھٹیوں پہ آیا ہوا تھا۔ وہ مجھے ایک pub میں لے گیا جہاں وہ ہر شام بیٹھا کرتا تھا۔ جونہی ہم اندر داخل ہوئے تو اس نے pub میں جتنے لوگ موجود تھے، سب کے لیے drink کا آرڈر دیا اور بل کی ادائیگی اپنی جیب سے کی۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ یہ اعجاز شاہ کا معمول ہے۔ یہ تھی اعجاز شاہ کی فراخدلی۔ چند سالوں کے بعد مجھے خبر ملی کہ اعجاز شاہ کا انگلینڈ میں انتقال ہو گیا۔

بریگیڈیئر خالد محمود قریشی

میرا بچپن کا دوست اور گارڈن کالج (راولپنڈی) میں ہمارے ساتھ تھا۔ اب اسلام آباد میں رہتا ہے۔ یوں تو اس کا تعلق سگنل کور سے ہے اور signals سے ہر وقت ساتھ رہا ہے لیکن competent computer literate بھی ہے۔ جب ہم چھوٹے تھے تو تقسیم ہند سے قبل کا واقعہ ہے۔ گجرات کے مشہور چوہدری اسد اللہ صاحب گجرات مسلم لیگ کے پریذیڈنٹ تھے۔ گجرات کے ٹاؤن ہال Town Hall میں منعقدہ تقریب میں پاکستان کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ منعقدہ جلسہ میں خالد اور راقم نے اس وقت مسلم لیگ کا اجتماع میں حصہ لیا۔ خالد گجرات میں نواب وقت سے اسد اللہ صاحب کے بھانجے تھے اور میرے بچپن کے دوست شاہ مرزا (جان) کی وجہ سے اچھے مراسم تھے۔ میں تقریب میں بیٹھا تھا اور وہی صاحب کرسی صدارت پر تشریف فرما تھے۔ وہیں عبدالرحمن خادم مرحوم جو اس کاروائی کے سیکرٹری تھے۔ یاد ہے کہ اس موقع پر ثاقب زیروی اپنی مشہور نظم مسلم لیگ کے ترانے کی شکل میں نہایت ترنم سے پڑھ رہے تھے۔ نظم کے منتخب اشعار یہ تھے:

"بربت کے نغمے اف توبہ — افسوس کہ ان سے دور ہوں میں"

ثاقب نے جب نظم ختم کی تو مجمع خوش ہو اٹھا۔

خالد بھی کونے میں ہی بیٹھا تھا۔ جب جلسہ ختم ہوا تو خالد نے کہا

"پوچھو (راقم کو بچپن میں اسی نام سے دوست احباب پکارا کرتے) حاجی صاحب کو بتاؤ کوئی بات ہو تو اس کی"

"پھر خالد اس حاجی صاحب کو ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا"

اس نے مجبور کیا تو میں نے بڑھ کر کہا

"چوہدری صاحب کو نواب وقت سے اسد اللہ خان کوئی پوچھ رہا ہے"

حاجی صاحب سوچ میں پڑ گئے اور فرمایا

"اسد اللہ صاحب کو!"

قائد اعظم زندہ باد، پاکستان زندہ باد کے نعروں کے ساتھ پاکستان کا"

میں نے محسوس کیا کہ حاجی صاحب کی باتوں سے پلنگ پر میرا اپنا طرف سے ایک دلچسپ وقت تھا۔ جب بچپن اور لڑکپن کا دور گزر گیا تو مجھے بھی دیکھ کر حاجی صاحب والد صاحب کے دوستوں میں سے تھے، بیٹے کی طرح شفقت فرماتے۔ چند سالوں کے بعد ایک کام کے سلسلے میں حاجی صاحب کو ملنے گیا اور خالد بھی ساتھ تھا۔ حاجی صاحب دیوان خانہ میں کرسی پر بیٹھے تھے۔ دیوان خانہ کے جانب مشرق چوہدری صاحب کا دفتر ہے۔ خالد کا کمرہ بھی چھوٹا تھا۔ میں نے گجرات جانب سے (موجودہ پرانا شہر) کی طرف دیکھا۔ وہاں صاحب دفتر میں غلام احمد پال، راجہ غیاث (ایڈووکیٹ)، چوہدری فیض (سابقہ ایم این اے) صدارت پر بیٹھے تھے۔ شاہ مرزا، عبدالرزاق اور دیگر احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اندر داخل ہوتے ہی پہچان لیا کہ حاجی صاحب کی طرف کا معمولی اشارہ کرتے ہوئے کہا "چوہدری صاحب آپ کا بیٹا ابھی میں آ گیا ہے۔"

"اچھا ذرا پڑھ کے سنا!" انہوں نے قہقہہ لگاتے ہوئے فرمایا۔

جب میں نے پڑھا تو فرمانے لگے "ماشاء اللہ میں خوش ہوں کہ تمہارا بیٹا بن گیا ہوں۔"

بیشتر اس کے کہ غلام احمد پال اور دوسرے لوگ مذاق وغیرہ شروع کرتے، میں اٹھا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ شاہ مرزا نے

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible] بات [illegible] کی [illegible] پ [illegible] بات [illegible] تجھ [illegible] پچھلی [illegible]

صوفی [illegible] شاہ [illegible] صاحب

[illegible] صوفی صاحب [illegible] زیادہ [illegible] درمیانہ قد [illegible] شوقین [illegible] تھے [illegible] صوفی [illegible] بات [illegible] تھے [illegible] صوفی صاحب [illegible] زیادہ [illegible] صاف انداز [illegible] کوشش میں [illegible] رہتے۔

[illegible] صوفی صاحب [illegible] پڑھ [illegible] لیے [illegible] صوفی صاحب [illegible] بات [illegible] تعلق کی بات [illegible] میں [illegible] صاحب [illegible] صوفی صاحب [illegible] صوفی صاحب [illegible] ایمانداری [illegible] اور وقت کی پابندی سے صوفی صاحب [illegible] صوفی صاحب [illegible] کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔

[illegible] صوفی صاحب [illegible] کی والدہ صاحبہ [illegible] صوفی صاحب [illegible]

صوفی صاحب [illegible] تعلقات بھی استوار تھے [illegible] صوفی صاحب [illegible] صوفی [illegible] پکارا جاتا ہے۔

[illegible] صوفی صاحب [illegible] دوستوں میں [illegible] صوفی صاحب [illegible]

"[illegible] دوستوں [illegible] ہیں"

"صوفی صاحب [illegible] بات [illegible] صوفی کے نام سے جانتے ہیں"

"[illegible] بات [illegible] ہوں"

"[illegible] نام [illegible] ہیں [illegible]"

[illegible] صوفی صاحب [illegible] صوفی صاحب [illegible] زیادہ [illegible] تھے۔

[illegible] شاہد [illegible] شاہد [illegible] پکارتے ہیں (یہ نام بھی صوفی صاحب کی طرح [illegible]) صوفی صاحب [illegible] شادی [illegible] شاہد اپنی بیٹی [illegible] صوفی صاحب [illegible] صوفی صاحب [illegible] میں اپنی شادی [illegible] شاہد [illegible] آپ [illegible] میں کئی دفعہ [illegible]۔

Marfat.com

وفات سے چار دن قبل صوفی صاحب حسب عادت مسز شاہد کے دفتر تشریف لے گئے اور ان سے کہا "دعوت پہ آئیے نا
کہ نہیں؟" اگر نہیں تو مجھے صاف جواب کیوں نہیں دیتے آخر اتنا عرصہ ٹال رہے ہیں" ناراضی کے لہجے میں کہتے ہوئے وہ تشریف لے گئے
جب مسز شاہد نے چھوٹے بیٹے سے پوچھا اصل میں بات یوں تھی کہ کئی سال سے صوفی صاحب نے مسز شاہد کی بیٹی اور داماد کو
دعوت دے رکھی تھی کہ ان کے ہاں میں دعوت کھانے چلے آئیں۔ قسمت سے خیال نہ رہا اور پھر وقت نہ رہا اور یوں دعوت
تشنۂ تکمیل ہی رہی اور صوفی صاحب انہیں داغ مفارقت دے گئے۔

صوفی صاحب ہائی بلڈ پریشر اور شوگر جیسے موذی مرض میں مبتلا تھے مگر دواؤں کی سختی سے پابندی نہیں کرتے تھے
ادویات کے استعمال میں نہایت ہی کوتاہی برتتے۔ یہ عام معمول تھا چند دن ہوئے بلڈ پریشر 280/110 تھا اور صوفی صاحب اپنی روزانہ
کی تقریب میں شامل ہوئے ہی چلے گئے۔ ایک دفعہ میں نے صوفی صاحب سے پوچھا "آج شوگر لیول کتنی ہے؟" جواب
ملاحظہ کیجئے "شوگر بہت اچھی ہے 325 تک" میں نے حیرانگی سے پوچھا "کیا کوئی دوائی لیتے ہیں؟"
"ابھی تک ایک آدھ گولی کھا لیتا ہوں۔"

کوئی مہینہ بھر ہوا تھا صوفی صاحب کو سانس کی تکلیف ہوئی۔ ایمرجنسی میں داخل رہے اسپتال میں
انکوائری اور انجیکشن وغیرہ کے دوران حالت بہتر ہو گئے اور ان کے بعد واپس گھر آ گئے۔ چند دنوں بعد میں نے دریافت
کیا "صوفی صاحب آپ تو ہمیں داغ مفارقت دے چکے تھے" فرمانے لگے "ہاں اب تو میں ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق
ابھی تک bed کی چھٹی نہیں کی اور وقت ہی۔"

جماعت کے مشہور اور قدیم رفیق میر صاحب جن کی عمر اب 80 سال کے قریب ہے، بتاتے ہیں کہ
یہ واقعہ ہے کہ صوفی صاحب کے بچپن کے بے تکلف دوستوں میں سے ہیں۔ 16 مئی 2003 کی رات
رات صوفی صاحب کی طبیعت بگڑنے لگی لہٰذا رفیق میر صاحب ٹیلیفون پر اطلاع ملتے ہی پہنچے اور ان کی تیمارداری میں رہے
میر صاحب نے نزع کے وقت صوفی صاحب سے پوچھا
"صوفی صاحب آپ کی آخری خواہش کیا ہے؟"
"میرے جنازے کے بعد یہ اعلان ہو کہ صوفی کا کوئی قرض یا مطالبہ کسی کے ذمے نہیں ہے۔"
رفیق صاحب نے مشورہ دیا کہ میرے ذہن میں سب کچھ ہے۔ صوفی صاحب کہنے لگے "آپ کو معلوم ہے
مجھے کوئی اولاد نہیں اور پھر میرا سب کچھ یہیں سے بھیجا جائے"۔ یہ باتیں کرتے کرتے صوفی صاحب نے چند گھنٹوں میں دم توڑ دیا۔
17 مئی 2003 کو 10 بجے صوفی صاحب کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں جماعت کے سینکڑوں
لوگوں اور احباب نے شرکت کی۔

"آنکھوں میں نمی ہے کہ دوست کے غم پہ
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دے گئے"

صوفی صاحب بچپن سے آخری ایام تک سخت محنت اور سخت جان آدمی تھے۔ ان کے دل میں جو لگن
تھی وہ دوستوں سے ملنے کی تھی۔ پرانے زمانے کی یادیں تازہ کرتے تھے۔ چند ماہ قبل ان کی ٹانگ میں ہڈی ٹوٹ گئی
تو بہت کمزور ہو گئے لیکن پھر بھی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ کئی مہینے بعد وہ اپنے کام کرنے کے قابل ہو
تھے۔

بی بی مان

راقم کے قریبی دوستوں میں سے ایک بی بی مان صاحب ہیں جن کا نام تو دراصل کچھ اور ہے مگر بی بی مان کے نام
سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ موصوف کی تمام تر زندگی محنت اور جدوجہد میں گزری۔ گویا ایک بڑی حد تک ان کی زندگی ایک مثال ہے

Marfat.com

ہیں۔ ہماری رہائش گاہ پر شام کے بعد محفل میں حسب معمول شرکت فرماتے ہیں۔ ان کی زندگی کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مجرد زندگی سے خوش و خرم ہیں (معصب شادی کے قائل ------) یعنی فطرت انسانی کے برعکس شادی خانہ آبادی سے اجتناب فرمایا اور اپنے چھوٹے بھائی کی [illegible] اور دیکھتے ہیں۔ نہایت رقیق القلب۔ موصوف نہ صرف ایک چلتے پھرتے "انسائیکلوپیڈیا" بلکہ علمی، ادبی کتب پڑھنے کے شوقین ہیں۔ [illegible] شعر گوئی میں بھی ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ قرآن پاک، احادیث کے مطالعہ سے بھی دیرینہ شغف ہے۔ علمی ادبی اور ملکی شخصیات سے جان پہچان اور واقفیت سے تذکرہ پر [illegible] تین پشتوں سے سلسلہ نسب جوڑتے ہیں۔ بے پناہ معلومات کے حامل ہیں۔ اپنے شہر کی معروف شخصیات سمیت ملتان، لاہور اور بہاولپور کے معروف خاندانوں سے بھی بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔ چونکہ [illegible] ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہیں انسانیت کے پرستار اور خدمت گزار ہیں۔ ساتھ ساتھ کھانے اور خاص طور پر چائے کے دلدادہ ہیں۔ [illegible] بھی چائے کی دعوت دے تو قبول کرنے سے نہیں ہچکچاتے۔ جب تک ملازمت کرتے رہے [illegible] کی ایک چھوٹی [illegible] بھی [illegible]۔

حمید پہلوان عرف "حمیدا"

گجرات میں اپنے وقت کے [illegible] پہلوانوں میں سے تھے۔ [illegible] شہر میں اس کا طوطی بولتا تھا [illegible] ہوتا۔ شہدولہ [illegible] کے سامنے ایک [illegible] میدان ہوا کرتا تھا جو گجرات کے رئیس "اعظم" [illegible] کہا جاتا کی ملکیت تھی۔ وہاں پر حمیدا اپنے [illegible] کرتا اور [illegible] کی ملکیتی [illegible] بھی تھی۔ حمیدا [illegible] پہلوانوں کی طرح سواریوں کی تلاش میں سرگرداں نہ [illegible]۔ [illegible] میں تعلیم حاصل کرنے اور بیرون ملک جانے سے پہلے جب میں گجرات میں ہوتا تو اپنے [illegible] سے [illegible] پیدل [illegible] پنجاب کی طرف [illegible] جایا کرتے۔ تاہم اس کے بیٹے کی [illegible] تاریک [illegible] جب بڑے بیٹے میں [illegible] کے [illegible] یہ [illegible] جو اس زمانے میں ایک معقول رقم تھی۔ [illegible] اوقات [illegible] [illegible] تھا۔ [illegible] سے کوئی سواری پسند نہ آئی تو جھوٹ بول دیتا "میں تو پہلے سے ہی بک ہوں" اب بھی زندہ [illegible] [illegible] پر [illegible] اثرات چھوڑ دیے ہیں مگر بقول شخصے "تندرستی ہزار نعمت ہے" عمارت عظیم تھی۔"

عبدالحمید رشی

[illegible] سے مشہور صنعت کار خاندان سے تعلق اور ان سے واقفیت میرے اسلامیہ کالج لاہور کے زمانے میں ہوئی۔ [illegible] عبدالحمید کا ان بعد میں رشی صاحب ایم اے کے طالب علم تھے۔ تاہم چھوٹے صاحب سے ان کے خاندان سے دیرینہ تعلقات ہونے کی وجہ سے دوستی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ بیرون ملک جانے کے دوران ایک دفعہ جب میں واپس لوٹا تو اتفاق [illegible] ([illegible]) کے سامنے کار سے اترتے ہوئے ملاقات ہوئی۔ چند ایک بار جاپور [illegible] تلاش کرنے کی کوشش کی مگر پتہ چلا کہ [illegible] کا کاروبار کرتے ہیں لیکن آج تک ان کا ایڈریس معلوم نہیں ہو سکا۔ رشی صاحب کے چھوٹے بھائی عبداللطیف رشی [illegible] سے [illegible] تھے تاہم ان سے مراسم استوار نہ ہو سکے۔ مزاج کا فرق! لطیف صاحب ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد Hawaii امریکہ چلے گئے۔ سنا تھا کہ وہاں ہی شادی کر رکھی ہے اور کبھی پاکستان آتے ہیں۔

عبدالقیوم

[illegible] لاہور پڑھائی کے دوران [illegible] فضل ماجد اور راقم کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ نہایت شریف [illegible] سے [illegible] زیادہ تھی۔ C. S. P. سلیکٹ ہونے کے بعد ترقی کرتے ہوئے جنرل ضیاء کے دور میں آئی جی پولیس کے عہدہ تک جا پہنچے۔ لاہور [illegible] ہاؤس [illegible] کے سامنے ان کا دفتر تھا جب ملنے گیا تو دفتر کے تینوں اطراف کتب [illegible] تلاش کی۔ میرے ذہن میں bookworm کا لفظ انہی کے لئے تجویز ہوا۔ جب آئی جی کے عہدے پر فائز تھے تو

Marfat.com

وحدت روڈ، لاہور ایک فلیٹ خرید لیا۔ فلیٹ کیا خریدا قبضہ گروپ نے اپنا عمل دکھایا اور قابض ہو گیا۔ یہ اگلی کی بات ہے۔ اتنی بڑا عہدہ لیکن فلیٹ کا قبضہ نہ چھڑوا سکے۔ یہ ہے شرافت کی انتہا یا قبضہ گروپ کی "اوپر تک" رسائی۔ ریٹائر ہونے کے بعد جوہر ٹاؤن لاہور رہائش پذیر ہیں۔

محمد اسلم پرویز

میرے اسلامیہ کالج کے دوستوں میں سے تھا اور میری طرح ریواز ہاسٹل میں ہی رہا کرتا۔ جہلم کا رہنے والا، لاغر، پتلا دبلا، بہت ہی کمزور، کم گو اور ذرا سی میں کنجوس مگر پھر بھی میرے یار دوست احباب میں سے تھا۔ چھٹیوں کے دوران کئی دفعہ میں اور ڈاکٹر (غلام محی الدین راٹھور) اسے ملنے جہلم جایا کرتے۔ اسے شاعری کا بہت شوق تھا۔ مگر شاعری ایسی کہ وہ غزل پڑھتے پڑھتے درمیان میں سے fold ہو جاتے۔ ایک روز ریواز ہاسٹل کے میس میں شعر و شاعری کی باتیں چل نکلیں تو پرویز نے کہا کہ جہلم میں بہت سے شعراء ہیں لیکن میرے علاوہ پانچ شعراء تو نہایت اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔ دوسرے نے کہا "اچھا پرویز کوئی اپنا شعر تو سناؤ"۔ شعر ملاحظہ ہو

"ایک دن میں جا رہا تھا شہر کو
دراصل میں جا رہا تھا شہر کو"

میرے دوست "رشید" نے سنتے ہی کہا یہ کس قسم کی شاعری ہے پیار محبوب وغیرہ وغیرہ کوئی بات ہی نہیں۔ میں بھی شاعر ہوں میرا پنجابی شعر سنو

"الف اوس ویلے دا میں ہاں عاشق جدوں پنجاب بڑے دا ماں دے سا ہو
چڑھدے ماجھے نال جیہیاں دے سر تے جھانوں پیچ پچھاں دے سا ہو
اوجیوں جیس کی اوی دل میرا جوں پیک چنگ کی زلفاں تے دل دے سا ہو
تے جدوں اساں وصال دی گل چھیڑی ساتوں نال اشاریاں دے سا ہو"

قارئین کو محظوظ کرنے کیلئے رشید کے چند ایک اور شعر

"باجی نہ ماہیا جوڑا نہ ماہیا جھلی کس بہانہ روواں
روح تیری دی جدوں تقدیر بدلی روح تیری تے تارتار روواں"

*****

"اج ای زمانے توں ہٹ ہو گئے
کس کس دے ہانگے دے ترے ہو گئے
وانگ کھونڈے سانیاں دے پچھے ہو گئے
۔۔۔ انہاں دی ماں نوں دینا
او پچھے تے اج ای ہٹ ہو گئے"

میں نے رشید سے کہا یہ شعر تو کسی اور شاعر جالندھری کا ہے اور تم نے اسے اپنے نام "رشید" سے منسوب کر دیا ہے۔
"چلو توں ایہہ صاحب عام آدمی ہیں۔ دراصل اے شعر میرا ای اے"
اسی طرح میں یہ بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ پرویز کے اشعار بھی اسی کے ہوں گے یا نہیں۔
عرصہ ہوا راہی ملک عدم کو روانہ ہو چکے ہیں۔

میاں محمود اختر اسیر

چوہدری سوار خاندان کے اس چشم و چراغ نے میاں نور الدین کے ہاں 16 دسمبر 1928 کو گجرات میں آنکھ کھولی۔ نہ

Marfat.com

[illegible] وفق بخش۔ میاں صاحب خاندانی اعزاز کے طور پر سابقہ اور اپنے تخلص کے طور پر لاحقہ بن گیا۔ آپ نے پبلک ہائی سکول سے میٹرک اور زمیندارہ کالج گجرات سے ایف اے کیا۔ آپ اپنے تعارف میں لکھتے ہیں۔ ''ناز و نعم میں پرورش پانے کی وجہ سے مزاج میں [illegible] حصول تعلیم کی طرف سے [illegible] نہ ہوئی۔ والد کی ملازمت لاہور میں تھی جہاں وہ [illegible] کارپوریشن میں انسپکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ اس لیے لاہور چلا گیا اور اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہو گیا۔ لیکن بدقسمتی سے والد صاحب کی وفات سے دل اچاٹ ہو گیا اور [illegible] ساتھیوں کے ساتھ دلی چلا گیا۔ [illegible] امپیریل [illegible] کی ملازمت کا تھا جو اس وقت کے حالات کے باعث [illegible] جاری کی جو بوجہ فسادات چھوڑ کر [illegible] واپس آ گیا اور فوراً ہی آزاد کشمیر مسلم [illegible] میں شامل ہو گیا [illegible] 1949 میں آرڈیننس [illegible] میں [illegible] ہو گیا۔ پاکستان میں خدمات کی انجام دہی کے [illegible] پاکستان آرمی کی [illegible]''

[illegible] شعر و شاعری سے ناطہ جوڑا [illegible] 1956 میں [illegible] فضل حسین فضل گجراتی کی شاگردی اختیار کی۔ پنجابی شاعری میں [illegible] فضل کی شاگردی میں آپ پنجابی شعر [illegible] لیکن چونکہ زیادہ [illegible] 1978 میں جب ریٹائرمنٹ پر [illegible] مشغول رہے لیکن قلم کی مشقت بھی جاری رہی۔ اردو پنجابی دونوں [illegible] خدمت خلق [illegible] قوم کے نام محبت کا پیغام دیتے ہیں۔ [illegible] (شعری مجموعہ) [illegible] (شعری مجموعہ) [illegible] یاد دیکھنے میں [illegible] جہاں استاد بڑے غلام علی خان صاحب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

[illegible]

[illegible] دوستوں میں سے ہیں [illegible] اونچی اور [illegible] نیشنل بینک میں نوکری کی [illegible] کے عہدے [illegible] دوران [illegible] ملازمت سے سبکدوش ہو گئے ہیں [illegible] شاعری [illegible] کر دیتے ہیں۔ [illegible] سیاست دان اور یورپ تک واقفیت ہے۔

[illegible] سے میرا رابطہ بالکل منقطع ہو گیا۔ ریٹائر ہو کر گجرات لوٹنے کے بعد [illegible] منہ میں [illegible] idiosyncrasy [illegible] نیشنل بینک آف پاکستان کی [illegible] برانچ میں [illegible] سے پوچھا'' کہ میں [illegible] صاحب کون ہیں؟ [illegible] قریب کی رہائش پذیر [illegible] یادیں تازہ ہوئیں۔ دن رات کی محفلیں [illegible] رہتی ہیں۔

[illegible] 2001 سے قبل [illegible] اپنے [illegible] شام کا [illegible] شروع کرتے اور آپس میں [illegible] داخل ہو جاتے اور ہم لوگوں کے [illegible] سے لطف اندوز ہوتے۔

Marfat.com

چند ایک حضرات تو نوٹ بھی بنیاد کرتے جاتے۔ قوالی ختم ہونے والے کے ساتھ [illegible] باقاعدہ نوٹ [illegible] میں شامل [illegible] ولی کی محفل ولی ایک گھنٹہ تک جاری رہا کرتی۔ بعد میں شام کا کھانا اور پھر اگلی جمعرات تک اسی تاریخ اور [illegible]

ایک روز مہمان خانے کے شمال کی طرف آرہے اور پرانی قبر کی کھدائی کی جانب سے طرف بیٹھے [illegible] قوالی سے [illegible] ہوئے دیکھ رہی تھی۔ عمر اس کی بیماری کی وجہ سے [illegible] چھتری اس کو چکر آ رہا تھا۔ [illegible] ہو رہا ہے۔ [illegible] نہایت دکھ پہنچا۔ میں تو خوشی کی تھیں [illegible] مریض کی بیماری بالکل ٹھیک ہو گئی تھیں۔ [illegible] قوالی [illegible] مرروزانہ کھانا کھانے کا سلسلہ جاری رہا۔

کسی وقت بھی ہو یاد رکھنا کھانے کے بعد وہاں بھی چار پائی پر [illegible] ایک شام [illegible] کھانا نہیں کھایا تھا تو نجیب اختر شمال کی طرف آخری چار پائی پر دراز ہو گیا اور بالکل [illegible] کی اگلی نجیب کی طبیعت خراب ہے تو اس کے پاس سے چلیں۔"

نجیب نے فوراً ہی جواب دیا "میں تو کھانا کھانے کے بعد ہی چلوں گا"

دراصل نجیب [illegible] کی درد سے تنگ آیا ہوا تھا۔ [illegible] کھانا کھانے پر [illegible] انداز [illegible] [illegible] ہوتے ہیں اور [illegible] طرف [illegible] ہے۔ میں نے [illegible] نجیب نے کھانا کھایا اور [illegible] [illegible]

دوسرے روز جب [illegible] نجیب [illegible] میں شمولیت کے لئے آیا تو میں نے پوچھا "تمہیں تو [illegible] میں [illegible] تھا [illegible] میں کھانے کی [illegible] ہے۔" اس نے نہایت معقول جواب دیا "تو [illegible] [illegible] [illegible] ثابت ہو سکا ہے۔" یہ جواب تھا "تو [illegible] پر [illegible] [illegible] ہوتے ہیں کسی قسم کا [illegible] آرہا ہے۔"

[illegible] درگاہ کے احاطے کے قریب ایک [illegible] رات [illegible] جب [illegible] [illegible] پڑے کی چادر سے چھپے ہوئے [illegible] جب [illegible] نجیب" [illegible] [illegible] بتایا گیا کہ (32) چھپے ہوئے ہیں۔

اس [illegible] میں ایک اور واقعہ بھی [illegible] جون 2001 سے [illegible] میں [illegible] فروری 2002 کے [illegible] پہنچ [illegible] [illegible] میں [illegible] جب سے میں اس [illegible] میں [illegible] ہیں اور یہ سوال کرتے ہیں "وجہ کیا ہے؟" اس [illegible] کھانا خود [illegible] [illegible] ایک [illegible] ہوتے ہیں۔ اس کے بعد [illegible] قریب [illegible] ہیں۔ اس [illegible] [illegible] خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ "اس وقت یہ [illegible] چلے آتے ہو؟" اس نے جواب دیا [illegible] [illegible] میں اپنا [illegible] خراب [illegible] [illegible] میں نے سوچا کہ [illegible] پہنچ [illegible] اس کو [illegible] [illegible] تھا [illegible] وقت [illegible] میں نے [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] [illegible] میں [illegible] تک [illegible] تو وہ [illegible] نے جواب دیا۔

تین منٹ [illegible] میں اپنی [illegible] سے [illegible] [illegible] اور [illegible] میں [illegible] [illegible] [illegible] کے [illegible] سے [illegible] [illegible] [illegible]"

Marfat.com

میرے تمام دوستوں کو بھی ملاتا۔ بعد میں پیر صاحب نے محمد دین کو تاکید کی ہوئی تھی کہ نسیم جتنے پیسے خرچ کرے۔ تم چاول والے کو دے دینا تمہیں اب سے محمد دین صاحب کو بیچو جو کچھ طلب کیا کرتا۔ ان دنوں سکول سے اتوار کے روز چھٹی ہوا کرتی۔ کبھی کبھار میں چچا محمد دین سے کہتا کہ فلاں اتوار کو فلاں جگہ سے بہت اچھا دیگ کا پلاؤ لیتے آئیں تو وہ چاول چھ بجے دیوان خانہ میں لے آتے۔ لہذا میں دیگر دوستوں کے ساتھ چاول کھایا کرتا تھا۔ محمد دین میرے لئے پرچی پر لکھ کر دیتا۔ پیر صاحب کی طرف سے ہدایات تھیں کہ کسی اپنے پاس رقم رکھو اور نسیم کی فرمائش پوری کرتے رہو۔ یہ جب جب اس کے ساتھ ساتھ رہنا۔

یہ ان دنوں drill سکھانے کے قصہ سے جب اس کے پڑوس میں میرے ایک سکول کے دوست شریف اور ممتاز اعراف رہتے تھے ہم تینوں دوست مل کے بنٹے کھیلنے میں مشغول ہوتے۔ چچا محمد دین ہمارے سر پر ہوتے۔ وہ وقتی طور پر تو چپ ہو جاتے لیکن چھٹی کے بعد مجھ سے کہتے میرے بیٹے پیچھے ہٹ کر بات تو سنو! پیر صاحب آپ کو بنٹے کھیلنے کا اتنا ہی شوق ہے تو یہ دوستوں کو یہیں بلایا کریں۔"

"دل میں شوق تو نہیں" میں نے جواب دیا۔

غالباً چچی سے پوچھیں بعد میں پتہ چلا کہ ایک دن محمد دین نے جا کر پیر صاحب کو بتایا کہ نسیم کو بنٹے کھیلنے کا بھی شوق ہے مجھے اس بات کا تب علم ہوا جب محمد دین ایک روز مجھے سکول چھٹی کے وقت گھر سے لایا ہوا کھانا کھلا رہا تھا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد وہ مجھے لے گئے۔ ایک دستر خوان (پوٹلے) میں باندھ لئے۔ مجھے ساتھ لے کر مسلم بازار کی طرف روانہ ہو گیا وہاں مشہور شیخ نبی بخش کی دکان سے ... تیار کروائی ہوئی تھی (ضمیمہ 5) وہاں سے محمد دین نے رنگا رنگ کے بنٹے بوری اور جتنے بھی لئے پھر سب کچھ ایک دستر خوان میں باندھے اور کہا "بڑے پیر صاحب فرماتے تھے۔ بیٹا نسیم سے کہہ دینا کہ سکول سے چھٹی کے بعد چھٹی کے دن اپنے دوستوں کو دیوان خانہ میں بنٹے کھیلنے بلا لیا کرے۔"

"یہ تمام بنٹے تو صرف میرے لئے ہیں ان کے پاس اتنے بنٹے کہاں؟" میں نے کہا

چچا محمد دین نے جواب دیا "بڑے پیر صاحب کا حکم ہے" پھر بنٹے نسیم لے لیا کرے اور باقی دوسرے دوستوں میں بانٹ دے۔"

"اس میں سے دل بنٹے جیتے ہوئے ہار گیا۔ تو پھر بنٹے کہاں سے آئیں گے؟" میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

چچا محمد دین نے میرے ہاتھ پیار سے دبایا اور کہا "یہ سب کے سب بنٹے میرے پاس رہیں گے۔ جب کسی کے پاس بنٹے ختم ہوں گے تو میں سے دے دیا کروں گا۔"

"پھر وہ جیتے ہوئے بنٹے گھر لے جائیں گے" میں نے معصومیت سے کہا۔ اس پر محمد دین نے وضاحت کر دی کہ پیر صاحب نے کہا ہے کہ نسیم کے دوست بھی میرے بیٹے ہیں جیت کر گھر لے جائیں بڑی خوشی سے۔ میں اور خرید لاؤں گا

اس زمانے میں رفع حاجت کے لئے باہر کھیتوں میں جانا پڑتا تھا البتہ مستورات کے لئے گھر کی بالائی منزل پر ایک لیٹرین ہوا کرتی تھی جو روز صاف کی جاتی۔ ہمارے دیوان خانہ سے جانب شمال مشرق دور دور تک آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ میں کھیتوں میں جب جاتا تو چچا محمد دین باہر ہی ٹھہرا رہتا۔ میں گرمیوں کے موسم میں باہر کنوئیں پر نہانے کے لئے جاتا تو چچا محمد دین صابن تولیہ لے کر کنوئیں کے قریب ہی پاس ٹھہرا رہتا اور جب مجھ پر پتنگ بازی کا بھوت سوار ہوا تو چچا محمد دین مشہور "بوٹے گڈیوں والے" سے ڈور اور رنگ برنگی پتنگیں خرید لاتا۔ پھر مجھے پتنگ اڑانا سکھایا۔ جب میں قدرے بڑا ہو گیا تو پیر صاحب بولے کہ دیوان خانہ میں ہی بلا لیا کرتے۔

اپنی ماں کے علاوہ اگر میں نے کسی دوسری عورت کی گود دیکھی تو وہ مائی برکت بی بی تھی۔ برکت بی بی تھوڑی بہت پڑھی لکھی تھیں۔ شروعات سے A B C تو انہوں نے مجھے دیوان خانہ میں ہی پڑھا دئیے۔ البتہ حساب وغیرہ میں میں کند ذہن واقع ہوا اب بھی ہوں۔ برکت بی بی گڑیاں بنایا کرتی کھلونے ... میں رکھا کرتی۔ "بیٹا نسیم اس روپ میں کتنے کھلونے یا گڑیاں ہیں اور دوسرے میں کتنے؟"

میری حالت بہت ہی خراب تھی۔ برکت بی بی ... کی تختی پر کاپی لگا کر خشک کرتیں پھر کاٹنے سے قلم کو تراش کر دیتی تھیں

Marfat.com

روشنائی" کی سیاہی جو کہ ایک مٹی کی دوات میں تھی، میں ڈبو کر میرا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تختی پر لکھا کرتی تھیں۔ جب میں برکت بی بی کو دیکھ کر تختی لکھا کرتا تو وہ میرا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیتیں۔ اس دوران ان کی آنکھوں سے آنسو تختی پر ٹپکتے تو میں انہیں معصومیت سے پوچھتا "کیا آپ بیمار ہیں" "نہیں ابھی ابا جی (پیر صاحب) سے دوائی لے کر آتی ہوں"
"نہیں یونہی آنسو نکل آتے ہیں"

مگر میں ان کی دوا سے آنچل کر ابا جی کے پاس جاتا اور انہیں ساتھ لے آتا۔ وہ برکت بی بی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے اور خود بھی آبدیدہ ہو کر چلے جاتے۔ اس کے بعد وہ برکت بی بی کو دیکھ کر بیٹھتا۔

مجھے بعد میں پتہ چلا کہ برکت بی بی یوں رویا کرتی تھیں۔ اسلئے کہ ان سے میری اصلی ماں کا [illegible] قسم کا تشدد ان پر اپنے سسرال کے گھر ہوا اور میں اصل باپ ہوتے ہوئے بھی بغیر باپ کے تھا۔ باپ بھی کوئی معمولی آدمی نہیں تھے۔ بلند صاحب حیثیت جاگیردار۔ ان کی ساری دولت میرے چچازاد بھائی بیٹوں اور بیٹیوں کے کام آئی اور اب بھی آ رہی ہے۔ میرے چچازاد بھائی اب بھی میرے حصے کی جاگیر اور اراضی بیچ کر کھا رہے ہیں۔ یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ شہاب الدین احمد، اعجاز احمد اور تصدق حسین میرے تین چچازاد بھائی تھے اور تینوں ملک عدم روانہ ہو چکے ہیں۔ ان کا سوتیلا بھائی نیاز حسین ابھی تک زندہ ہے۔ شہاب الدین نہایت شریف شخص اور بے ضرر انسان تھا۔ اس کے چار بیٹے ضیاء الدولہ، ذکاء الدولہ، [illegible] اور [illegible] زندہ موجود ہیں۔ ذکاء الدولہ میری جائیداد والوں میں سے ہے اور اس کے وقت میں بھی میرا ساتھ دیتے رہے ہیں۔ یہ چاروں بھائی اور ان کے والد صاحب خاص طور پر مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ یہی کہتے ہیں "تایا جی آپ کے حصے کی زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے"۔ ضیاء الدولہ یہ کہتا ہوا چلا جاتا ہے۔ مگر اعجاز حسین ابھی تک زندہ اور اس سے مقدمے بازی چل رہی ہے۔ دیکھئے کب تک چلتی ہے۔

اللہ کی قدرت دیکھئے جو دادی مجھے اپنے نزدیک پھٹکنے بھی نہ دیتی جب وہ مرنے والی تھیں۔ (چوہدری) پیر صاحب کی بیوی جو میرے والد کے شریف سگے ہوتے تھے۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ ان دنوں لاہور میں زیر تعلیم تھا۔ اتفاق سے ان دنوں کی یہ بات ہے کہ میری دادی فوت ہو گئی ہے۔ میرے والد دیوان خانہ پیر صاحب کے دیوان خانے کے [illegible] میں رکھی تھی۔ میں نے ضیاء الدولہ سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ پیر صاحب نے مجھے [illegible] جیسے کوئی بات نہیں۔ ضیاء الدولہ پر موجود نہیں لہٰذا میں ہی جا بیٹھا۔

بعد میں محمد دین کی شادی پیر صاحب نے اس کے گاؤں میں ہی کرا دی اور وہ اکثر اوقات اپنی بیوی کے ساتھ میرے پاس ملنے آیا کرتا۔ مجھے شفقت کے انداز میں ملتا جیسے کوئی باپ اپنے بچھڑے ہوئے لخت جگر سے ملتا ہے۔

قریباً تین سال ہوئے برکت بی بی جنہوں نے مجھے ماں کا پیار نصیب کیا وہ بھی اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں۔ جب بھی مجھے ملتیں تو یہی کہتیں "بیٹا یہ میری اور تمہاری ماں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ تم یہاں تک پہنچ گئے ہو" برکت کی [illegible] میری یادوں میں ہے۔

آزار بند کھولو

گجرات میں ایک "پیر صاحب" ہوا کرتے تھے اب وہ کافی عرصہ ہوا وصال ہو چکے ہیں۔ ان کی بڑی شہرت تھی اور اب بھی ہے مگر اس حد تک نہیں جب وہ بقید حیات تھے۔ عورتوں سے انہیں خاص طور پر رغبت تھی بالخصوص بے اولاد عورتوں سے۔

اس کا طریقہ واردات یہ ہوتا تھا۔ وہ ایک حجرے میں بیٹھا کرتے تھے۔ دروازے پر ایک "چک" لگی ہوتی اور دروازے کے باہر بیٹھک میں حاجت مند بیٹھے اپنی باری کا انتظار کرتے اور اپنی باری آنے پر اندر چلے جاتے۔ یہ قصہ اس سے ایک مرید نے سنایا جس کو بعد میں اس کے گاؤں کے لوگوں پر نفرت ہوئی۔ اس مرید خاص کو بار بار "پیر صاحب" اپنے ملازم خاص کے طور پر استعمال کرتے۔

"پیر صاحب" ہمیشہ اپنے بستر پر دراز رہتے اور کسی حد تک قابل رشک تھی۔ ایک دیوار کے ساتھ ہی منسلک تھی کہ ازار بند (ناڑے) کو ڈھیلا کر رکھتے۔ جب کوئی بے اولاد عورت اپنی باری پر اندر جاتی تو بستر پر دراز پیر صاحب اکثر بے اولادی کا مداوا ان الفاظ میں کرتے
"آزار بند کھولو"

Marfat.com

کوئی غیرت مند برا محسوس کرتی اور اپنا آزاد بند نہ کھولتی تو پیر صاحب غصہ میں فرماتے:
''تو بے شرم اور عورت ہیں تو تمہیں دیوار پر لگے ہوئے آزاد بندوں میں سے ایک کو کھولنے کیلئے کہا تھا مگر تم نے الٹ سمجھا''
اگر وہ عورت اپنی شلوار کا آزاد بند کھول دیتی تو پیر صاحب اپنی درندگی پر اتر آتے اور اس عورت کی عصمت سے کھیلنے میں مصروف ہو جاتے۔

احساس جرم اور جان کی بازی!

جب ملکی حکومت انگریز کے ہاتھوں میں رہی تو قانون کی بالادستی اظہر من الشمس تھی۔ ہر محکمہ وضع شدہ قوانین و ضوابط کی پابندی و فرض شناسی کا اہتمام کرتا اور متعلقہ افسران بھی اپنی کارکردگی کیلئے کمربستہ رہتے۔ کسی معمولی یا غیر معمولی واقعہ کا سدباب فوری طور پر کرنے کی ترغیب دیتے۔ مثال کے طور پر بعد یہ جرات کوئی کر سکتے جہاں اشیائے خوردنی میں ملاوٹ، اوزان اور تول میں کمی بیشی کے تحت کسی پیشہ ور ملازمین انسپکٹر اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ چھاپہ مارنے کے رجحان پر کاربند تھے۔

علاوہ ازیں دودھ میں پانی کی ملاوٹ کی جانچ پڑتال کیلئے ایک مخصوص آلہ جسے lactometer کہتے ہیں استعمال میں لایا جاتا۔ اگر دودھ پر شک ہوتا کہ اس میں پانی کی ملاوٹ موجود ہے تو یہ آلہ استعمال کر کے اسے جرمانہ یا سزا یا دونوں کیے جاتے۔ کوئی ناجائز کی جانچ یہ ہوا کہ موجودہ دور میں ان ہی کے ہاتھوں میں لائے جانے کا عمل مشکل ہو گیا اور اس آلہ کو طاق نسیاں میں رکھ دیا گیا ہے۔

ایک دن شریف دودھ فروش نے دودھ کڑاہی میں ڈال کر ابالنے کیلئے چولہے پر رکھا ہی تھا کہ اسی اثنا میں شاہدولہ پولیس چوکی کی طرف سے پیدل اور سائیکل پر ایک انسپکٹر آتا دکھائی دیا اور ایک بانس کا ٹکڑا جو اٹھا رکھا تھا اس کے اوپر بالائی کی تہ میں سوراخ کر کے دودھ پینا شروع کر دیا۔ جیسے جیسے انسپکٹر بعد ازاں نزدیک آتا جاتا شریف دودھ پینے کی رفتار اسی تناسب سے بڑھاتا چلا گیا۔ دودھ گرم تھا بہر حال تقریباً اسی وقت جب انسپکٹر دکان پر پہنچا۔ شریف تمام دودھ پی چکا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے اڈے (دکان) پر تڑپتے تڑپتے بے ہوش ہو گیا۔ بازار میں موجود عوام الناس اس کے ارد گرد حلقہ بگوش ہو گئے۔ انسپکٹر دودھ کی چیکنگ کی بجائے شریف کی جان بچانے میں لگ گئے۔ کیونکہ اس عمل یعنی حرکت کا محرک انسپکٹر ہی تھا جس کے خوف سے بہت زیادہ مقدار میں شریف دودھ پینے پر مجبور ہوا۔ انسپکٹر نے جان بچانے کی ذمہ داری قبول کرلی اور علاج معالجہ میں دیانتداری سے تعاون کیا۔

اور ''چڑیل'' پکڑی گئی

راقم الحروف کی رہائش (دیوان خانہ) کے قریب شاہدولہ روڈ پر ''شریف'' دودھ فروش کی دکان ہوا کرتی جو بعد میں سودے کا دبا ہونے سے چل چلی ہو گیا اور اس کا چودھری شریف بنانے لگا۔ ناجائز ذرائع سے دولت کمانے والے کی موت اس قدر عبرت ناک ہوئی کہ بعد ازاں پولیس کی رہائش کے قریب جیسے ہی انجام کی وجہ سے کوئی بھی پھٹکنے کی جرات نہ کرتا۔ شہر کے نواحی دیہات مثلاً غازی کھوکھر، دھنالہ وغیرہ کے اکثر زمیندار شریف دودھ فروش کے ہاتھ دودھ بیچنے آیا کرتے۔ راقم اپنے دیگر دوستوں کے ہمراہ وہاں شام کو حسب معمول دودھ پینے اور گپ شپ کرنے کے لئے بیٹھتا۔

ایک شام ایک دودھ فروش غازی کھوکھر سے دودھ لیکر آیا اور شریف سے کہا کہ مجھے جلدی ہے لہذا میرا حساب کتاب کر کے فارغ کرو۔ شریف نے کہا ''ایسی جلدی بھی کیا ہے میں فارغ ہولوں تو تمہارا حساب بیباق کر دیتا ہوں۔'' زمیندار نے اصرار کیا اور بتایا کہ میں اندھیرا ہونے سے پہلے شاہ جہانگیر کے متصل برساتی نالہ پار کر جانا چاہتا ہوں کیونکہ رات کے وقت نالے میں ''چڑیل'' کا ڈر ہے۔ مجھے بچپن ہی سے چڑیلوں اور بھوتوں سے کوئی خوف نہ تھا۔ میں اکثر اوقات شفیق و مہربان بستی کے پیر صاحب کے دست شفقت میں پروان چڑھا اور ذکر کے سائے سے آفتاب ہونے کی سعادت حاصل ہوئی کی زبانی سن رکھا تھا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور اہل بیت پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو اسے ایسی چیزیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ چنانچہ میں نے دوستوں سے کہا ''چلیں اور اس چڑیل کو قابو کریں۔'' پہلے تو دوستوں نے صاف انکار کردیا کہ یہ کھیل نہایت خطرناک ہے لیکن بالآخر میں نے انہیں

Marfat.com

قائل کر دیا۔

ہمارے دیوان خانے کے پچھواڑے دور تک آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ صرف ہندوؤں کی مرگھٹیاں واقع تھیں اور مرگھٹیوں کی جانب مشرق چار پانچ پیپل کے بہت بڑے اور پرانے درخت استادہ تھے۔ ان درختوں کی دائیں جانب ایک پہاڑی تھی کی سمت چوکی واقع تھی جہاں شام کی تاریکی میں نہایت خوفناک منظر دکھائی دیتا۔

"میں" (عابد حسین) "زاہد" اور میں اسد کا نام لے کر چڑیل وقابو کرنے کی غرض سے چل پڑے۔ ابھی مرگھٹیوں کی حدود میں پہنچے ہی تھے کہ زاہد نے مجھ سے پیچھے چھوٹ گئے اور نہایت گھبراہٹ محسوس کرنے لگا اور آگے بڑھتے سے واقعی انکار کر دیا کہ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو گیا تو والد بخت ناراض ہوں گے۔ ہم دونوں نے اسے دلاسہ دیا کہ ہمارے پیچھے رہنا لیکن اب ساتھ نہ چھوڑو۔ اسی ادھیڑ بن میں باتیں کرتے ہم چوکی تک پہنچ گئے۔ چوکیدار نے ایک چھوٹے سے مرگھٹ میں آگ روشن کر رکھی تھی اور خود بھی چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ ہوا تیز چل رہی تھی اور درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ سے ماحول خوفناک صورت کی سے مزید خوفناک ہو گیا ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی پیپل کے درختوں پر جن بھوت بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے چوکیدار سے پوچھا کہ شاید تمہیں کی ان میں چڑیل رہتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟" اس نے بتایا کہ یہاں اس چڑیل نے بڑی دہشت پھیلا رکھی ہے اور دن کے اندر غاری ہوجاتی ہے۔ رات کو مگر چونکہ اس کا ... ہے وہ پیپل سے شہر تک لے جاتی ہے۔ وہاں تک اس چڑیل کی آمد و رفت ہے اس کے بعد دریافت کیا کہ کیا وہ چڑیل کسی کی ہے یا نہیں۔ آخر وہ کس کی ہے؟ قدرت کتنی ہے؟" اس نے جواب دیا کہ یہاں کچھ کی دو ... نے بتایا ہے کہ اس کی قدرت بہت ہے اور کسی کو ... ہے اور ان کا پتا اس چڑیل سے پڑتا ہے۔ لیکن یہ ... کرنے میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔

میں نے اندازہ لگایا کہ یہ کوئی چڑیل وغیرہ نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ چڑیل کا قد قد آدمی کو چھوتا ہوا ... ہے ... اور ... کے پاؤں کو چھوتے ہیں۔ ہم ان باتوں میں ... کر چوکیدار سے پوچھا "تمہیں کس نے ... اور ... یہ باتیں ... دریافت کرتے ہو؟" میں نے ... جواب دیا کہ ہم نے وہ چڑیل چڑیل ہے۔ اس نے بتایا کہ یہ ... چڑیل آ ... کا پتہ کیسے ... اور قد چھوڑ کر ... کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ہم نے چوکیدار سے ... چپ ... تاکہ ہمیں تو صدمہ ہے ... ہم نے چڑیل سے ... ہاتھ ... ہیں۔ ہم چڑیل ... میں سے ... ہیں ... کرنے کے بعد جب ... ہم ... ہمیں پہچان لیا کہ ... زادہ کی ... ہیں۔ ... ہمیں ... سے ... ہمیں ... سے ... دھوکہ کا ... ہاتھ ڈال کر ... جو ... تو بہت بڑے زمیندار اس چڑیل ... کو صدمہ ... ہیں ... اس کی ... شاباش ... کی بات ... اور اپنے ... ظرف ... لیکن ... فیصلہ ... تھا اور اس ... سے کامیاب ... اپنے ... کے ... خدا ... ہو ... کرتے جانا۔ چنانچہ اس نے ... اپنی ... پڑھ دی۔

چلتے وقت زاہد کو صدمہ پہنچا اور ... ہمارے ... ہیں ... پیچھے ... ہم دونوں آگے اور زاہد پیچھے چند قدم چلتے ہوئے ایک قبرستان تک پہنچ گئے جہاں سے ایک ... جاتا اور دوسرا ... کی طرف جس پر ہم نے روانہ ہوتا تھا۔ ابھی قبرستان میں ہی چند قدم چلے ہوں گے کہ ... ہمیں ... محسوس ہوا جیسے ... کی ... جو ... ہمارے سامنے ... جب ... نے ... ہو ... ہم دونوں ... اور زاہد ... ہم ... نے ... "... ہے" اور ... سے ... ہمیں ... کہ ... اس ... چڑیل ... واپس ... جا ... ہے۔

قبرستان عبور کرتے تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ دائیں جانب سے چند ... کی ... سے ایک ... نظر آیا ... ہماری طرف آیا اور ہم سے تھوڑے فاصلہ پر آ کر ... ہے۔ ... خاندانی ... تھے ہم ... کی ... تک ... پہنچے۔ چونکہ ان ... کا ... شور ... کرنے کا ... ہے۔ ہم ... کے ... تاکہ ... کا ... سے ... اس کی ...

Marfat.com

ہمارا تجربہ اس کے [illegible] چڑیل چڑیل کی صدائیں [illegible] میں [illegible] سے پوچھ [illegible] وہ چھت پر چڑھ جاتے ہوئے [illegible] آتے تھی اور [illegible] ایک چھت [illegible] پر بیٹھی [illegible] ہے [illegible] اپنے [illegible]۔

کافی عرصہ بعد جب میں نے اس قسم کے مسائل کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس کیفیت کی حامل عورتیں nymphomaniac کہلاتی ہیں اور یہ ایک جنسی (sex) کمی سے زیادتی ہوتی ہیں۔ اس مرض nymphomania کہتے ہیں۔ ایسی [illegible] اوقات جنسی [illegible] پورا کرنے کے لیے ایک عجیب سے [illegible] ہیں اور چڑیل بننا [illegible] ہیں۔

اس واقعے کے چند روز بعد [illegible] پوچھا کہ [illegible] والوں کو چڑیل [illegible] اس [illegible] چڑیل اب چھت [illegible] ہے۔

اونٹ کی کینہ پروری

بچپن میں اونٹ کی کینہ پروری کے متعلق بہت کچھ سنا تھا لیکن اس بات پر یقین نہ آتا [illegible] کینہ پروری ہوسکتی ہے۔ [illegible] بہت سی باتیں ہوتی ہیں [illegible] صاحب سے [illegible] اور [illegible] رشید الدین صاحب [illegible] کے [illegible] تجارت [illegible] کرتے [illegible] تجارت چھوڑنے [illegible] ایک [illegible] صاحب نے پوچھا [illegible] بھی ہوئی جو اس [illegible]۔"

"میرا [illegible] اونٹ [illegible] میں [illegible] ہوتے [illegible] ایک اونٹ [illegible] اونٹ ایک شخص [illegible] جب [illegible] چند [illegible] اس کے [illegible] اپنے [illegible] ہیں کہ [illegible] اونٹ [illegible] میں [illegible] ہیں [illegible] جاتی ہے۔

[illegible] میں [illegible] بہت [illegible] ہیں [illegible] اونٹ [illegible] میں [illegible] اونٹ نے [illegible] چند [illegible] میں [illegible] اونٹ [illegible] اونٹ نے [illegible] اپنے [illegible] صورت میں [illegible] اونٹ نہایت [illegible] کینہ پرور جانور ہے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے جو [illegible] سال بعد سنا گیا۔

[illegible] تجارت کا ایک [illegible] میں [illegible] ایک دفعہ [illegible] (انعام سے قریب) [illegible] میں ایک آدمی [illegible] ایک [illegible] میں اندر [illegible] اس [illegible] کی طرف [illegible] ایک [illegible] دریافت کیا۔

"[illegible] آپ [illegible] کی طرف سے [illegible]

ان کے جسم کا حصہ بالکل ٹھیک ہو سکتا ہے۔ آپ بیتی ان ہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

"میں نے ذریعہ معاش اور روزگار کے طور پر اونٹ پال رکھے تھے۔ ایک دن ایک اونٹ کو میں نے مارا پیٹا۔ چند دنوں کے بعد جب میں نے ساتھی اونٹ سے اس کی شرارت دیکھی تو میں نے دوبارہ اس کی مرمت کی۔ اب مجھے بالکل احساس یا علم نہ تھا کہ اس اونٹ نے میرے خلاف کینہ پال رکھا ہے۔ میں اب ہمیشہ اپنی چھڑی سے اونٹوں کو ہانکا کرتا۔ چراگاہ میں مصروف عمل تھے، باقی کے اونٹ چر رہے تھے اور میں ان کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس اونٹ کو میں نے پانی کی طرف ہانکا تو وہ سب اونٹوں سے ذرا فاصلے پر چر رہا تھا۔ جونہی میں اس کی طرف بڑھا تو مجھے دیکھتے ہی میری طرف بڑھتا ہوا آیا جیسے وہ مجھے مار ڈالنے کے درپے ہو۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگنے لگا مگر اونٹ تیزی سے میرے قریب آ رہا تھا۔ اتفاق سے مجھے ایک کھڈا نظر آیا۔ میں اپنی چھڑی سمیت کھڈے میں گھس گیا اور اونٹ کھڈے میں داخل نہ ہو سکنے کی وجہ سے قریب کھڑا رہا اور اپنا منہ کھڈے کے منہ پر رکھ دیا۔

اس نے بڑی کوشش کی کہ کھڈے میں داخل ہو سکے مگر ناکام رہا۔ البتہ اس نے اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ مجھے خوف سے پسینے آنے لگے میں سوچ رہا تھا کہ اب یہ اونٹ یہاں سے نہیں ٹلے گا۔ تو میں کھڈے میں سمٹا رہا۔ جونہی اونٹ تو کئی کئی روز تک بھوکے پیاسے کھڑے رہتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس طرح تو میں بھوک پیاس سے مر جاؤں گا۔ میں کھڈے کے اندر تو تھا مگر یہ ہوتے ہیں اس کے منہ کی اور اس کے منہ کی بو سے ... میں نے ایک چھڑی سے اس کے منہ پر ماری جس سے اس کے منہ کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا مگر وہ پیچھے نہ ہٹا۔ اس کے بعد میں نے کچھ ہمت کی اور کھڈے کے اندر سے ... اس نے میری چھڑی کی نوک سے زمین پر مارتے ہوئے اپنے کھڈے کے منہ کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ... اونٹ کے منہ پر تھوک ماری۔ یہ زخم کے اثر سے اونٹ چوٹ کھا کر واپس چلا گیا۔

"میں نے کھڈے سے باہر نکل کر دیکھا تو اونٹ اپنی جگہ کھڑا تھا جس میں چھڑی کی چوٹ ہوئی تھی اور کاٹنے کی وجہ سے پھوڑا بن گیا۔ اس کے ... میرے جسم کا حصہ متاثر ہو گیا۔ اس کے بعد سے وہ حصہ بالکل نارمل تھا۔ جب میں ... دیکھتا ہوں تو آج تک مجھے درد ہے۔ اس حصے کی جلن نے بے چین کر رکھا ہے اور میری عیادت کو آنے والوں میں سے ایک ... ڈاکٹر نے بتایا کہ اونٹ کے منہ کا زہر جو چھڑی کے راستے زہر تمہارے جسم میں سرایت کر گیا ہے ... بعد میں چند ہفتے ... تو یہ تمام جسم کا حصہ ... مفلوج ہو گیا۔ اب مجھے تکلیف تو کوئی نہیں ہوتی مگر جسم بے حس ہو چکا ہے۔ ... اب مجھے اسی حالت میں نجانے کب تک زندہ رہنا ہے۔"

یہ امر باعث حیرت ہے کہ کیا کوئی ایک organic چیز سے زہر ایک inorganc چیز کے ذریعے organic جسم میں سرایت کر سکتا ہے؟

ایسی بے احتیاطی! (دوائی بجائے مٹی کا تیل)

ایک واقعہ ہے بچپن کا دوست "زاہد" یہ کہتا ہے کہ اس کے دادا جان نے فوراً ہی کہا کہ حکیم سید محمد شاہ مرحوم جو مطب کرتے تھے حضرت شاہ والا صاحب کے قریب تھا، سے "زاہد" نے پیٹ درد کی دوا لا کر تھوڑی ہی دیر میں ایک بوتل میں دوا لا کر دادا کی چارپائی کے نیچے رکھ دی۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب اس علاقہ میں بجلی نہ ہوتی اور عام طور پر عوام الناس مٹی کے تیل سے "لالٹین" (Hurricane lantern) جلایا کرتے۔ اتفاق سے اسی مریض کی چارپائی کے نیچے مٹی کے تیل سے تھوڑی سی بھری بوتل موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد والدہ نے اندر سے آواز دی کہ بیٹا زاہد تم بھول نہ جانا دوائی بوتل چارپائی کے نیچے رکھی ہوئی ہے پی لینا۔

زاہد نے چارپائی کے نیچے سے ہاتھ بڑھا کر بوتل ہاتھ میں لی غٹ غٹ پی گیا والدہ صاحبہ کے استفسار پر بتایا کہ دوائی پی لی ہے! زاہد نے بتایا "دوا تو پی لی ہے مگر اس کا ذائقہ عجیب قسم کا تھا" کسی وجہ سے یہ اسی متاثر رہا ہے۔" اس کے دادا جان جو کہ حقہ پی رہے تھے

موجود تھے۔ انہوں نے گھبرا کر آواز دی۔ "بیٹی دیکھنا کہیں اس نے دوائی کی بجائے تیل والے گلاس کی بوتل کا تیل ہی منہ کو لگا لیا ہو" یہ سنتے ہی والدہ سرعت سے آئیں اور دیکھا کہ واقعی تیل کی بوتل برخوردار چڑھا گیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد ہی زاہد کو قے اور جلاب شروع ہو گئے۔ والد صاحب نے اس بے احتیاطی پر خوب سرزنش کی اور نوکر سے کہا کہ وہ فوراً حکیم صاحب کو بلا لائے۔ حکیم صاحب نے ملاحظہ کیا اور دوائی دی۔ دوا لینے سے بجائے تمام رات جلاب اور قے کا سلسلہ جاری رہا البتہ صبح تک افاقہ ہو گیا۔

اس روز حسب معمول ہم سب یار دوست ہمارے دیوان خانہ میں پیپل کے درخت سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے تو زاہد نے اپنی طبیعت کی وحشت سے محسوس کیا۔ بالآخر میں اٹھا اور زاہد سے اس پر بات کرتے ہوئے کہا۔ یہ کیا صورت ہے ضعیف اور سرسوں کے پھول جیسا زرد رنگ نظر آ رہا تھا ہم نے پوچھا "کل تک تو تم اچھے بھلے تھے۔ رات ہی رات میں تمہیں کیا ہو گیا؟" ہمارے اصرار کے بعد اس نے سربستہ راز افشا کر دیا کہ وہ غلطی سے دوائی کی بجائے گلاس کا تیل پی گیا تھا اور تاکید کی "کسی کو مت بتانا ورنہ وہ میرا مذاق اڑائیں گے۔ تم تو میرے دوست ہو اس لئے تم سے کچھ نہ چھپایا۔"

تو قارئین کرام! دیکھتے ہیں کہ ہم یہ راز کسی کو نہیں بتا رہے۔

اللہ دتہ سے "بلے شاہ"

چوہدری حیدر شاہ گجرات کے زندہ دل لوگوں میں سرفہرست اور چوہدری رشید احمد ... کے ... جانے جاتے تھے۔ ... چھوٹے بڑے لالہ حیدر کے نام سے یاد کیا کرتے۔ نوجوانی کے عالم ہی سے آپ کے والد چوہدری فضل حسین شاہ المعروف ... اپنے بیٹے حیدر شاہ کو صوم و صلوٰۃ کا پابند بنانے کی کوشش کیا کرتے لیکن حیدر شاہ کو شعر و شاعری اور ... سے زیادہ شغف تھا۔ ... حروف و نحو کی یاد ... مطابق ان کی شہرہ آفاق کتاب ... شعر و شاعری کا ... بھی نہیں کرتی۔ موصوف کے شعر و مزاح کے ... ایک ... سے ... لوگوں سے بے نیاز دوست احباب سے مل بیٹھنا، شعر و شاعری ... مذاق ... ان کا مشغلہ ہوا کرتا تھا۔

ماہ رمضان کی بات ہے۔ لالہ حیدر شاہ ... صاحب کی مسجد میں اپنے ... ادا کرتے ... پیش امام ... بیٹھے ... سے ... کی پرات (بڑے برتن) ... مولوی صاحب پیش کی ... آپ نے ... کی ... نمازیوں میں تقسیم کرنے کی غرض سے ... کو پیچھے رکھ ... نماز کے وقت امام مسجد نے ... کرانے ... برتن والے ... دائیں جانب رکھ دیا۔ اسی جانب مسجد کا ایک چھوٹا دروازہ ... کی جانب ... امام صاحب ... لالہ حیدر شاہ پیچھے ... تھے ... کی پرات نہایت چابکدستی سے ... اندر ... دروازے سے ... نمازی ... نمازیوں نے ... تو دیکھا امام صاحب کی غائب ہیں ... کی۔

پیش امام صاحب کی تلاش میں مقتدین ... کی تلاش ... بعد میں ... نمازیوں کا ... تھا شاید پیش امام صاحب کا ... اور ... سے ... میں چھپا گئے ہیں ... لالہ حیدر ... کی پرات ... مولوی صاحب ... میں ... تیری ... کی پرات ... مولوی صاحب ... اس سے بڑا ... نہیں تھا!

لالہ حیدر اور ... ماریں ... افطاری ... پیش امام صاحب اپنے ... اور ... چیزیں روزے داروں میں تقسیم کر دیتے۔ اس عمل ... اتفاق ... پیش امام صاحب ... اچھی چیزیں ... سے ... گئی ہیں۔

ایک صاحب جن کا نام اللہ دتہ تھا (بعد میں بلے شاہ کے نام سے گجرات میں مشہور ہوئے) ... تعلق رکھتے

Marfat.com

حضرت شہید ... صاحب سے ... مانتے والی تھی میں شہرت پذیر ہوا۔ حضرت پیر رشید الدولہ کے عقیدت مندوں میں سے ... کی زندگی ... میں ... درزی ... میں ... کے بعد واپس اپنے محلے ... شاہد ... ان زمانے کے ... (درزی) ...

[illegible]

Marfat.com

status

Marfat.com

اب وہ میراثیوں والا حیدر نے جو تھا، وہ اب رخصتی ممکن تھی تاکہ دلہن والوں کے گھر کا وہی دروازہ جو لالہ حیدر کے اہل خانہ استعمال میں رہتے تھے اب ان کی باری آئی تو "مولوی صاحب" جو صرف شکل سے "مولوی" دکھائی دے رہے تھے اور حقیقتاً لالہ حیدر کے ساتھی تھے، نے یہ فریضہ نہایت مہارت سے سرانجام دیا۔

جب رخصتی کا وقت آیا تو ۲۰ افراد پر مشتمل براتیوں اور دیگر لوگوں نے نہایت سرعت سے دیگوں کا صفایا کر دیا۔ ہم چند دوستوں اور چند رشتہ دار خواتین کو کہا گیا کہ آپ اندر جائیں اور دلہن کے والدین سے اجازت لے کر دلہن کو باہر لے آئیں۔ ڈولی میں بٹھائیں۔ لالہ حیدر (مرحوم) جیسے ہی آپ جاتے ہیں پیچھے سے ہانپتا ہوا فوراً آکر رکشے سے ڈولی میں بیٹھ گیا۔ قصہ دراصل یہ تھی کہ وقت شام کے بعد رکھا گیا۔ کچھ دیر تک دلہن کی ماں نے باہر نہ آنے دیا تب پنچوں کی جانب سے ... پیغام لانے والا پہنچا تھا۔ جب دلہن اندر جانے لگی تو وہاں سب کی کانوں میں خبر پہنچ گئی کہ دلہن کے باپ نے کہا ہے کہ یہ رشتہ ہم نے شرم سے کیا اور پیچھے ہٹ جاؤ۔ دلہن تمہارے گھر ہی پہنچی ہے۔ اب سب کو پتہ چل گیا ہے۔ جب لالہ حیدر دلہن کو اندر لے گئے اور وہاں سے غائب ہو گئے۔ "ذرا گل اور بردباری سے کام لو، اس کے ساتھ سب کا بیاہ ہو جانا ہے، وہ اب ہماری ہے۔ تم ذرا سا رک جاؤ۔ دروازے کے اندر سے کنڈی چڑھا لینا۔"

اس کے بعد کا قصہ یہ تھا کہ لالہ حیدر نے دلہن کے دروازے پر زوردار دستک دے رکھی تھی۔ لالہ حیدر کی اہلیہ نے پوچھا "کون کون ہے، کیا بات ہے؟"

"ہم ہیں، تمہاری بہو کو لے آئے ہیں۔ حیدر یہاں ہے؟"

دلہن بولی "سب آ گئے؟ یہ تم سے کس نے کہا؟ تمہیں اس بات کا پتہ ہے؟" لالہ حیدر نے موصوف کو بھی ساتھ لے رکھا تھا۔

"بات تو یہ ہے، پریشان مت ہو، تم کچھ بتا دو؟" لالہ حیدر نے اپنی عادت سے دریافت فرمایا۔

"حیدر یہ تو تمہاری بیوی ہے، اس کی عزت اب تمہاری عزت ہے۔ دوسرے شریک تو یہ میں خود بھی یار دوستوں کو منع کر دوں گا۔"

"صاف صاف بات کرو، کیا ہوا ہے؟"

"میں جب اس کے قریب گیا تو اس نے چیختے ہوئے اتنی زوردار تھپڑ رسید کیا کہ میں پشت کے بل دیوار سے جا لگا۔ اس کے بعد وہ گھونگٹ اٹھا کر کھڑی ہو گئی اور برا بھلا کہتے ہوئے مزید دو چار تھپڑ جڑ دیں اور بھاگ گئی۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟ تمہیں کچھ نہیں ہوا؟"

"مجھے تو اس نے اتنے زور سے تھپڑ مارے کہ میرا سر چکرا گیا اور میں اٹھنے کے قابل ہی نہ رہا۔ پڑا رہا ہوں۔"

"تم تو ڈرپوک ہو، یہ اب زبان بند رکھنے میں ہی عافیت اور عزت ہے۔ ابھی تو صبح ہونی ہے۔ پہلے ہاتھ منہ دھو کر ناشتہ کر لیں، بعد میں اس سے پوچھیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ مجھ سے ملنے آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لالہ حیدر کے شریف والی مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر صحن میں سے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ ہی بیٹھتے ہیں۔ وہاں کوئی سامان وغیرہ موجود نہیں اور دروازے کی چٹخنی بھی غائب ہے۔ اس دوران میں انہوں نے چپ چاپ اور دیکھا کہ وہاں جس شخص کی انگوٹھی میں نے نکاح کے وقت پہنائی تھی وہ بھی ساتھ لے گئی ہے۔ اب سب سے اس کا پتہ چلانا ہے۔ پولیس کو رپورٹ کریں۔"

"تمہاری عزت داری کی بات ہے، اس کے بعد کوئی پرسان حال نہیں ہو گا۔ پولیس کے پاس جائیں اور بیان کریں کہ ہماری عزت لٹ گئی۔ یہ کوئی بات نہیں۔ ذرا صبر کرو، ان شاء اللہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ دو تین دن بعد پتہ چلے گا کہ تمہاری بیوی کہاں ہے۔ تم خاموش رہو، کسی سے اس بارے میں بات نہ کرنا۔ تمہارے سامنے بچہ ہے۔ تمہارے پیچھے کوئی شخص چھوڑ گیا ہے تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں۔ بدنامی کا ڈر ہے، قابل ہی نہیں ہو۔ صبح ہوتے ہی سامان اٹھا کر لے گئی ہو، پتہ لگا لیں گے۔ لیکن جو وقت تو اس میں ضائع ہو گیا۔ ایک بات تو بتاؤ، اس نے تمہیں مارا کیوں اور بھاگ جانے کی اصل وجہ کیا تھی؟ تم نے کوئی کمزوری تو نہیں دکھائی۔"

Marfat.com

"وہ بستر پر بڑے آرام سے لیٹ رہی تھی۔ حق بات یہ ہے کہ وہ نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ میں اپنی [illegible] چال سے [illegible] اس کے قریب ہوا تو اس نے بےچارگی سے تکتے ہوئے [illegible] یہ بیامیری ہی تو قسمت کی بات تھی۔ ایک تو [illegible] اور اس پر [illegible] اس نے شور شرابا شروع کر دیا۔ پیچھے ضائع ہونے کا تو کوئی [illegible] لیکن قربان جاؤں آپ یاروں پر، وقت کا حق ادا کر دیا۔"

لال حیدر نے دوستی کا حق ادا کیا اور اسے اللہ دتا سے "بچہ شاہ" بنا دیا۔

یوں تو مرد قلندر کی نگاہ سے ریگستان میں گلزار کھلتے اور خزاں رسیدہ درختوں پر پھول اور پتے نمودار ہو جاتے ہیں لیکن یہ [illegible] میں نہ آیا۔ ایک عام انسان کی محفل کے اثر سے ایک [illegible] اللہ دتا سے "بچہ شاہ" بن جائے۔ شادی کی واردات سے [illegible] لال حیدر پر تنزل ہونے کی بجائے مزید مستحکم ہو گیا۔ اب وہ دنیا و مافیہا سے قطع نظر لال حیدر کی [illegible] زینت محفل کے خطاب سے نوازا جانے لگا۔ جب کبھی ان کی طبیعت ناساز ہوتی تو لال حیدر اور [illegible] ایک [illegible] کی [illegible] عقیدت پر [illegible] بیٹھ جاتے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان تمام [illegible] اپنی مقبولیت اور پذیرائی خیال کرتے اور [illegible] میں خوشی و فخر محسوس کرتے۔ اس طرح [illegible] دلچسپ عنوان بنتے چلے گئے۔

اس زمانے میں سب سے بڑی [illegible] اس شہر میں بزرگوں کے مزارات پر عرس اور میلے پر جانا تھا۔ [illegible] جب عرس یا میلہ پر ایک روز کی [illegible] میں جاتے تو اللہ دتا کے [illegible] میں [illegible] [illegible] مزار پر جاتے۔ ایک دفعہ اولیاء کے [illegible] میلہ پر گئے اور [illegible] انداز میں [illegible] [illegible] وہاں چند [illegible] نے پوچھا کہ یہ کون [illegible] ہیں؟" لال حیدر نے برجستہ جواب دیا کہ "آپ [illegible] بہت پہنچے ہوئے ولی اللہ اور درویش [illegible] ہیں۔ ان کا نام نامی بچہ شاہ ہے۔" اس [illegible] [illegible] شاہ کا [illegible] لیکن [illegible] بڑی [illegible] [illegible] [illegible] ملتا [illegible] بچہ شاہ کے نام سے [illegible] ہیں۔ [illegible] لال حیدر [illegible] [illegible] جوق در جوق اپنی اغراض و مقاصد کے [illegible] ہونے لگے۔ [illegible] بچہ شاہ [illegible] کی [illegible] درمیان پہنچتے ہیں۔

لال حیدر کو [illegible] خیال آیا کہ کیوں نہ بچہ شاہ کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دولت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جب اس پر [illegible] لال حیدر نے بچہ شاہ [illegible] خوشی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] میں بچہ شاہ [illegible] ایک راز کی بات بتاؤں کہ میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔ لال حیدر نے کہا "آپ اس جہان فانی پر [illegible] لے آئے؟"

"[illegible] میں نے [illegible] کی ملازمت [illegible] اور [illegible] پیدائش [illegible] کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مجھے یاد نہیں کہ وہ [illegible] تھا۔"

[illegible] ایک جمعرات قوال [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بچہ شاہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قوالی کی اور چند چاول اور [illegible] [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] قوالوں [illegible] [illegible] بچہ شاہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] مسجد کے پاس سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] عقیدت سے بچہ شاہ [illegible]

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

اپنے نفس امارہ کو مارنے کیلئے چلے جاتے ہیں۔" الٰہ دیو نے بلے شاہ کو مخاصمانہ انداز میں سمجھایا۔ "[illegible]"

"میں کوئی idiot نہیں مجھے سب پتہ ہے۔ فاقے کرنے کی میں نے یہ تو حاصل کیا ہے، یہی نہیں بلکہ [illegible] بہت سے درویشوں کی وجہ سے اپنے دکھ درد اور مصائب سے چھٹکارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کئی نہیں تو کل رات سے میں نے فاقہ شروع کر رکھا ہے۔"

اس پر میاں خان نے نصیحت آموز پیش کش کی "[illegible] (جیسے کہ ایک آدھ سال کا بچہ) [illegible] مجھے یقین ہے کہ وہ [illegible] مقصود تک لے جائے گا۔ بڑا [illegible] آرام سے چلے گا۔"

"میں نے زندگی میں بڑے جانوروں کی سواریاں کی ہیں۔ انگریزی کی ملازمت سے [illegible] ہاتھیوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر کی ہے۔ گدھے کی سواری کا موقع نہیں ملا۔ اب کے پہنچنے کی جلدی [illegible] پڑتا ہے۔"

"[illegible] بیوقوفی کی باتیں کرتے ہیں۔ دستور کے مطابق سوار کے ہاتھ میں اس سواری کی [illegible] چھڑی ہونی چاہیے جس پر وہ سوار ہو یہ اصول کی بات ہے۔ آپ کے شایان شان نہیں کہ ایک دفعہ بیٹھ [illegible] سیدھا اور [illegible] سواری کی [illegible] سواری نہیں [illegible] سے ہاتھ میں [illegible]

بلے شاہ صاحب کی سمجھ میں بات آگئی۔ چنانچہ [illegible] ہاتھوں میں [illegible] سواری [illegible] شروع کر دیا جس پر [illegible] بلے شاہ [illegible] میں [illegible] کی وجہ سے [illegible] الٰہ دیو [illegible] میاں خان جس نے [illegible] پیٹھ پر سواری کی [illegible] پیش کش کی [illegible] شروع کر دی۔ [illegible] اپنے پیچھے [illegible] کی وجہ سے [illegible] سے [illegible] کرتے تھے۔ [illegible] تھے۔ [illegible] قریب پہنچنے تو [illegible] تھے۔

اب بلے شاہ [illegible] عقیدت مندوں سے جو میں [illegible] بلے شاہ اور پیچھے پیچھے عقیدت مند [illegible] عقیدت [illegible] بلے شاہ صاحب [illegible] کرتے ہیں [illegible] بلے شاہ [illegible]

پھر [illegible] بعد بلے شاہ نے [illegible] سے متعلق تیاری کرنے کی [illegible] (نفس) میاں خان سے [illegible] پہنچ [illegible] میاں خان [illegible] عقیدت [illegible] ہے۔"

اس پر الٰہ دیو نے نہایت [illegible] میں [illegible] زندگی میں [illegible] جو [illegible] کر دیا جائے تو [illegible] بلند [illegible] قدر و منزلت [illegible] ہیں۔"

تین چار سال تک تو [illegible] میں نے [illegible] پہنچ [illegible] پتہ چلا کہ بلے شاہ [illegible] وفات پا چکے ہیں لیکن ان کی قبر کا سراغ ملنا مشکل ہے۔

Marfat.com

لالہ بیدار ناتھ، رئیس اعظم گجرات
اگر بھگوان نے مجھ سے منشی کا عہدہ چھین لیا تو!

لالہ بیدار ناتھ کے گھر میں روایتی طور پر بہت مہمانوں کا میلہ لگا رہتا۔ ایک روز ایک عورت بھی حاجتمندوں کی لائن میں آن کھڑی ہوئی اور باری آنے پر لالہ جی کے منشی رام پرشاد نے حسب دستور اسے پچھ دان کر دی۔

لالہ جی بھی کمرے میں بیٹھے رہتے اور ہر کوئی آنے جانے والا ان کی نظر میں ہوتا۔

دوسرے روز وہی عورت پھر لائن میں آن کھڑی ہوئی منشی نے پہچان کر کہا "ماتا جی! آپ کو شاید پتہ نہیں ہفتے میں ایک ہی بار دان دیا جاتا ہے۔ اب آپ اگلے ہفتے آئیں۔"

یہ بات لالہ جی تک پہنچ گئی۔ ... صاحب خدا جانے یہ منشی کون ہے۔ اگر منشی اپنے موقف پر ڈٹ گیا جب تو ... میں ہی منشی تو ... بھگوان نے مجھے منشی مقرر کیا ہوا ہے (مطلب بھگوان سے) اور ... اس غریب ... ہوں تو ... لائن میں ... گجرات کا مالک رہتا ہوں لہٰذا اس عورت کی ضرورت پوری کر دو۔"

... لالہ جی کے انتقال کے بعد آپ کی حویلی میں لڑکیوں کا کالج ہے جہاں لڑکیاں زیر تعلیم ہیں اور لالہ جی کی رفاہ عامہ کی روایت جاری و ساری ہے۔

پچاس کی بجائے ۵۰۰ روپے دے دیے

گجرات شہر میں ... لالہ بیدار ناتھ ہوا کرتے۔ سخاوت کے دوران ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائیوں کے لئے دروازہ کھلا رہتا ... مساوی طور پر ... خیال کرتے۔ کسی کو نا امید نہ لوٹاتے۔ انہوں نے ایک عالیشان کنواں ... گجرات کے ... لالہ بیدار ناتھ کا چوک کہا جاتا ہے جس کا موجودہ نام "فوارہ چوک" ہے۔ ... عالیشان ... کی ... فوارہ چوک کہلاتا ہے۔ یہ ... مذہب سے ... لالہ جی اپنے مذہب سے ... مشہور ... آریہ ...

(... 6) ... اس میں ... مسلمان ... مذہبی ... ہندوؤں سے ... لالہ جی ... گجرات ... لالہ جی نے باقاعدہ ... قبول کر لیا ... موقع فراہم ہو گیا۔

کئی دفعہ ایک مولوی صاحب لالہ جی کے پاس مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ لینے حاضر ہوئے۔ لالہ جی نے پوچھا "کتنی رقم درکار ہے؟"

"یہی کوئی پچاس روپے دے دیں۔"

لالہ جی ہمیشہ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر اپنے منشی رام پرشاد کے پاس بھجواتے تا کہ سائل کی غرض پوری ہو سکے ... لالہ جی قلم ... میں ... رقم درکار ہوتی تھی ... رقعہ ... پچاس روپے دے دو ... لالہ جی نے پچاس کا ... تو قلم ... قلم ... جھٹکا دیا تو نادانستگی میں پچاس کے ہندسے کے آگے ایک اور نقطہ لگ گیا۔ مولوی صاحب وہ پرچی لے کر منشی کے پاس گئے تو اس نے ۵۰۰ روپے دے دیے اور ایک چھوٹی ... مولوی صاحب ... مولوی صاحب اپنے گاؤں سے ایک گدھے پر سوار آئے تھے ... اتفاق ... گدھے ... روپوں سے بھری بوری گدھے پر رکھی اور واپس گاؤں آ گئے۔

Marfat.com

حسبِ معمول جب رات کو حکیم جی نے الٰہ دین سے حساب کتاب کا تقاضا کیا تو الٰہ دین کو یاد آیا کہ انہوں نے تو صرف پچاس روپے مسجد کی تعمیر کے لیے لئے تھے لیکن پانچ صد روپے دان کر دیئے تھے۔ حکیم جی یہ جان کر حیران ہوئے اور ثبوت میں پرچی نکال کر انہیں پیش کی۔ جب الٰہ دین نے غور سے دیکھا تو ایک بڑا نقطہ پچاس کے ہندسے کے آگے نظر آیا تو احساس ہوا کہ غلطی دراصل خود پر قلم چلنے سے چھینٹا پچاس کو پانچ صد بنا گیا ہے۔ الٰہ دین نے حکیم پرشاد سے زبانی اس غلطی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم نے غور سے پڑھا نہیں، یہی کہ نقطہ اور چھینٹے میں فرق نہیں سمجھتے۔ یہ نقطہ ارادتاً نہیں ڈالا گیا۔ وہ بھی اس کا ازالہ کرنا چاہتے تھے کہ ایک گاؤں کی مسجد پر ۵۰۰ روپے جیسی خطیر رقم کیوں خرچ کر دی گئی ہے۔

حکیم پرشاد کو جلد ہی اپنی سوچ میں غلطی کا احساس ہوا اور رات بھر اس بے چینی اور بے قراری کی وجہ سے سو نہ سکے۔ صبح ہوتے ہی حکیم جی نے ایک ہرکارہ مولوی صاحب کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ رقم دینے میں غلطی ہوئی ہے لہٰذا رقم آپ مہربانی کر کے پاس واپس لے آئیں۔

مولوی صاحب نے ابھی پوری رقم خرچ نہیں کی تھی۔ بلکہ ابتدائی رقم تو الٰہ دین یا رانا جو خدمت میں حاضر ہوئے تھے نے رقم کی واپسی کی درخواست کی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس آپ کا ہرکارہ آیا تھا آپ حکم کریں میں رقم واپس کر دیتا ہوں۔ روپے کی پوری رقم الٰہ دین کے قدموں میں ڈال دی۔ الٰہ دین حیران ہو گئے میں نے کوئی ہرکارہ نہیں بھیجا۔ یقین نہیں آیا کہ حکیم پرشاد نے ہی ہرکارہ بھیجا ہوگا جو بعد میں پرشاد صاحب کا بتایا اور حقیقت واضح ہوئی۔

الٰہ یار رانا تھے بھی کمال کے آدمی تھے۔ تھوڑی دیر سوچ کر مسکراتے ہوئے مولوی صاحب سے کہنے لگے کہ آپ تو دیکھ رہے ہیں کہ میں اب تک تکلیف دینے کی معافی چاہتا ہوں اور پرشاد جی کو دیا ہوا بھی پانچ صد روپے مسجد کے لیے پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو زحمت نہ اٹھانی پڑی۔ مولوی صاحب نے مخاطب ہوتے کہا آپ نے تو صرف پچاس روپے مانگے تھے اب آپ پانچ صد روپے دے رہے ہیں تاکہ گاؤں میں ایک نہایت شاندار مسجد اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جا سکے۔

ذہنی اذیت کا ازالہ

الٰہ یار رانا تھے کے دو ذاتی درزی ہوا کرتے جن میں سے ایک نام محمد اور تھا دوسرا چوہدری شاہ جہان تھے دونوں حضرات الٰہ دین پر یقین رکھتے تھے۔

ایک دفعہ الٰہ دین نے محمد درزی کو ایک سوٹ استری کرنے کے لیے دیا۔ چند دنوں بعد الٰہ دین نے جب سوٹ استری کرنے کا کہا تو اس دوران سوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالنے پر پتہ چلا کہ کاغذ کا ٹکڑا ہے جو نکال کر دیکھا کہ دوران پڑا رہا ہے۔

دوسرے روز وہ سوٹ استری کر کے الٰہ دین کے پاس لے کر آیا تو جب چند دنوں سے بعد الٰہ دین نے دیکھا تو محمد نے نہایت شرمساری سے عرض کی ”مہاراج میں نے سوٹ استری کرتے وقت جیب سے نوٹ کا ٹکڑا پڑا ہوا پایا تھا اگر آپ پوچھتا ہوں کہ میں اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوں اور مجھے کافی ذہنی اذیت ہوئی ہے۔“

الٰہ دین نے کہا ”محمد تم فکر مت کرو۔“

”مہاراج آپ بڑی رقم ہے میں اس قابل نہیں۔“

”اور مجھے یہ جو تمہیں ذہنی اذیت ہوئی ہے میں اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی“

الٰہ یار رانا تھے ایک پرانے مسلمان استاد جو سکول میں آپ کو پڑھایا کرتے تھے ان کی بیٹی کی شادی کی تاریخ مقرر تھی۔ استاد صاحب کی مالی حالت نا گفتہ بہ اور لڑکی کے ہونے والے سسرال بھی اس صورت حال سے خوب آگاہ تھے۔ الٰہ دین واقف تھے

مریدوں نے جو حال بیان کیا وہ فرمانے لگیں: آپ ہمارے گھر کی مالی حیثیت سے بخوبی واقف تھے۔

بارات کی آمد سے ایک روز قبل اعلیٰ حضرت کو اپنے استاد کی بیٹی کی شادی کا پتہ چلا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت اپنے استاد کی بیٹی کی شادی کا سارا انتظام کرنے کے بعد استاد صاحب کے گھر گئے اور فرمانے لگے: "استاد جی! آپ کی بیٹی میری ہمشیرہ کی شادی ہے مجھے بڑا افسوس ہے آپ نے مجھے خبر تک نہ ہونے دی۔"

استاد محترم نے جواب دیا: "میں نے باوجود دلی خواہش کے آپ سے دست سوال دراز نہیں کیا اور اپنی تمام تر سفید پوشی میں بیٹی کی شادی کا سامان کر لیا۔ جو کچھ بھی میسر تھا اس پر قناعت کی۔ آپ تشریف لائے ہیں میرے لئے یہی کافی ہے۔ میں تو آپ کا واسطے مدعو کرنا چاہتا تھا کہ آپ" (یہاں لہجہ جوش اور زبان خاموش تھی)۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے جو تحفے پیش کئے وہ ضرورت کی ہر چیز میں بہت بڑھ کر تھے۔ بارات کی خاطر مدارات پیش کی گئی اور شادی کے بعد بارات کی واپسی پر سسرال والے حیرت زدہ رہ گئے۔

رسول پاک ﷺ کی نسبت

اعلیٰ حضرت جمعرات کو خیرات کیا کرتے تھے۔ خیرات وصول کرنے والوں میں اکثریت مسلمانوں کی ہوتی۔ یہ خیرات مانگنے والوں کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق ایک آنہ سے ایک روپیہ تک دی جاتی۔ اس زمانے میں ایک آنہ کی بھی بڑی قدر تھی اور روپیہ تو چاندی کا ہوا کرتا تھا۔

ایک دن اعلیٰ حضرت اپنے مکان سے باہر تشریف لائے اور خیرات کی تقسیم کا حکم دے دیا۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ ۲۵، ۲۰ سال کا ایک نوجوان جو لوگوں میں سے آگے بڑھ رہا تھا بات چیت ہو گئی اور اس نے ہجوم میں اپنی شرمندگی محسوس کی۔ اعلیٰ حضرت نے نوجوان کو پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا مانگنے والوں میں تم بھی شامل ہو۔ اس نے کہا: "نبی ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوں۔" اس کے پاس ایک تہمد تھا جو وہ لپیٹے ہوئے تھا اور ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت نے فرمایا: "نبی پاک ﷺ کے اس نوجوان کی چادر پرانی ہو چکی ہے۔" اپنی اوڑھی ہوئی چادر اتار کر اسے دے دی اور ایک بار پھر کہا کہ ایک کلہاڑی دو اور ایک رسی خرید کر لاؤ۔ جب وہ نوجوان یہ چیزیں خرید لایا تو آپ نے اپنے دست مبارک سے کلہاڑی میں دستہ ڈالا اور دستے کی لمبائی جو کم تھی وہ بھی معلوم کی۔ پھر فرمایا: "یہ بات ثابت ہے کہ ایک دن اس کے بعد فرمایا: جاؤ تم نوجوان ہو محنت کرو۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچو اور ایک ہفتہ کے بعد مجھے اپنے حالات سے آگاہ کرو۔"

وہ نوجوان ایک ہفتہ کے بعد واپس آیا اور حاضر خدمت ہوا تو اس نے ایک نئی چادر اوڑھ رکھی تھی اور ہاتھ میں کچھ رقم کا ایک حصہ تھا۔ وہ بہت خوش تھا اور نہایت ادب سے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی شفقت سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہوں۔ مجھے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں۔"

اعلیٰ حضرت نے اس سے بہت خوش ہو کر انتہائی شفقت فرمائی اور کہا: "جاؤ اپنی روزی کا روبار کرو۔ اللہ تعالیٰ برکت دے گا۔ مانگنے والوں میں بیٹھنا مجھے شرم آتی ہے۔"

یہ تھے اعلیٰ حضرت کی شان اور قلندری۔

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں

اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

(میر تقی میر)

کافر ما تا و ذنح کردہ اللہ

اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ ایک سال ماہ محرم میں پیٹ کی طرف سے جو بات ہاتھی کے مزار پر جانے والے درویشوں کا ایک مجمع دیکھتا۔ ایک دن اور پرانی بات ہے کہ ...

Marfat.com

[illegible]

ایک مسلمان نوجوان [illegible] آپ کے کلینک میں وارد ہوا [illegible] ان میں ایک نہایت خوبصورت امریکی [illegible]

[illegible]

"پندرہ روز ہوئے ہیں [illegible]" لیڈی نے جواب دیا۔

[illegible]

"میں تمہاری بات سمجھی نہیں" لیڈی نے حیرت سے کہا۔

[illegible]

غلطی کے اعتراف پر استعفیٰ

[illegible] 1931ء کا واقعہ ہے۔ [illegible]

ہم نے ... قریب ایک گاؤں شیطانیاں (موجودہ رحمانیہ) ہے۔ کورز کمیٹی کے تمام ممبران (کونسلرز) جن میں ابا جان بھی شامل تھے، یہ معزز ین شہر گجرات سے ہم راہ موقع دیکھنے کی غرض سے نالہ پر جا پہنچے۔ ابا جی پر کونسلرز نے سوال داغ دیا "بابا جی اس گاؤں کا نام شیطانیاں کیوں ہے؟" اس گاؤں کا ترجمہ انگریزی میں بتانے پر اس نے نہایت حقارت کا اظہار کیا اور پوچھا "اس گاؤں کا اب تک نام تبدیل کیوں نہیں کیا گیا؟ مسلمانوں کی کتاب قرآن مجید میں یہ نام نہایت ناپسندیدہ سمجھا گیا ہے اور آج تک یہ برداشت کیا جاتا رہا ہے؟" یہ ممکن ہے کہ جب گاؤں کے باشندوں سے پوچھتے ہوں گے کہ بھائی کہاں کے رہنے والے ہو تو یہ شرمندگی محسوس کرتے ہوں گے کہ ہم شیطانیاں کے رہنے والے ہیں"

... نے بابا جی کی بات تھوڑی دیر سوچا۔ اس کے بعد اپنی غفلت اور ... کا اعتراف کیا اور ... کے آپ ... مشورے سے متفق ہوتے ہوئے ... پیش کر دیا کیونکہ ابا جی کی نظر میں یہ اچھائی تو ہیں تھی۔

بندریا کی ... وفات

... مرحوم ... باشندے ... شیخ والے دروازہ گجرات کے متوسط درمیانوں والے ... ہے تھے ... ایک بندریا بھی ہوتی تھی۔ یہ باتیں کی ... میں ایک بندریا کو دیوان خانے ... ہوتا ہے ... دیوار پر چڑھ جاتی اور کوئی خط وغیرہ ... نام کا ہوتا تو حسب معمول بندریا وہ چرا لیتی اور ... اپنے ... ہاتھ ... پیر صاحب کے پاس بھاگتی ہوئی لے آتی۔ ... خط ... بندریا بھی اسی طریقے سے ... ہی پہنچ ... کرتی۔ جب اخبار والا اخبار دینے ... آتا ... تو اخبار ... کا ... عمل بھی اسی انداز میں انجام دیتی جیسے ... کیا کرتی۔

... شیخ ... پر سوار ہو کر بیٹھ جاتی۔ میں بازار میں چلتا جا رہا ہوتا ہوں ... اپنے ہاتھ سے کچھ ... بھی ... اور کبھی ... میں ... کرتی۔ جب ... تو ... پھر ... شانے پر آجاتی۔ بندریا کی ان حرکات پر کوئی ... ہوتا ... آپ نے بندریا کو ... خوب ... ہوا ہے۔ ... اس سے ... بانٹ لیتا۔ ... کی عادت تو ہوتی ہی ہے"

... بندریا ... بندروں سے ... کوئی ... نہیں ... چونکہ یہ ... نہیں ... طرف ... ہوتے ہیں۔ پیر صاحب نے مجھے ... بندر ... کرتے ہوئے ... تو وہ بھی ... اپنی ... ہوتے ہیں ... کرتے ہوئے اس طرف بھاگتے۔ اپنی ... پر ... تک ... دیتے اور اس ... غیر معمولی واقعے ... نشاندہی کرتے۔

ایک دفعہ ... بخار ... پر لیٹا رہا اور ... ہوتا چلا گیا۔ پیر صاحب کی تفتیش کے مطابق یہ ... بندریا ... کی چھاتی پر آ کر بیٹھ گئی اور میرے ہاتھ سے ... کی کوشش ... میں ... پر ... آ گئی ... مجھ میں اتنی ہمت بھی نہ تھی ... میں ... ہاتھ سے ... (...) آتی اور بندریا ... پیر صاحب نے ... کی دوائی "معجون مبارک" ... میں ... ہوتا چلا گیا۔

جب بندریا جوان ہونے لگی تو heat-up ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں قدرتی تبدیلی آنا شروع ہوگئی۔ ... اپنے ... یہاں تک کہ ان پر ... ہو ... کوشش کرتی اور اپنی پسندیدہ ... ایک ... الدین ... مرحوم نے بندریا کو ... کسی بری حرکت کی وجہ سے ... دیا تو فضل (فضل

Marfat.com

الی) جو دیوان خانہ میں ہی بچپن سے پلا اور پروان چڑھا تھا۔ اس پر بمشکل قابو پایا۔ ازاں بعد مرحوم چچا صاحب جو شکار کے بہت شوقین تھے، کو بلایا گیا جو اسے اپنے ساتھ لے گئے اور بعد میں اس وحشی کو جنگل میں چھوڑ آئے۔

پروفیسر وزیر حسین

پروفیسر وزیر حسین کو گھر کی صفائی ستھرائی میں کمال ضبط تھا اور وہ بالخصوص گھر کے صحن یا کمرے کے اندر بکھرے تنکوں کو اٹھا کر [illegible] میں مصروف رہتے حتیٰ کہ چھوٹے بچوں کو پیسے دے کر گلی میں بکھرے تنکے اکٹھے کرنے کی ترغیب دیا کرتے۔ جب یہ سامان اپنی مخصوص جگہ پر نہ پاکر اختلاج جیسی کیفیت سے دوچار ہو جاتے اور عموماً مشتعل ہو کر توڑ پھوڑ سے بھی نہ چوکتے۔ بعینہٖ وہ سگریٹ نوشی سے بھی جنون کی حد تک نفرت کا اظہار کرتے۔ گھر میں آنے والے مہمان جو تمباکو اور سگریٹ نوشی وغیرہ کے عادی ہوتے انہیں اس بدعت سے اجتناب کا مشورہ دیتے۔

ایک دن سرِ شام ان کا ایک نہایت ہی قریبی دوست ان سے ملنے چلا آیا جو اس زمانے کے مشہور برانڈ قینچی مارکہ سگریٹ پینے کا بے حد عادی تھا۔ پروفیسر صاحب نے کہا "اندر داخل نہ ہونا۔ دروازے کے قریب باہر ہی کھڑے رہنا میں ابھی آتا ہوں۔" لہٰذا پروفیسر صاحب اس دوست کی اس سگریٹ نوشی کی عادت کے خیال سے ایک قریبی سگریٹ فروش کی دکان پر گئے اور مخصوص برانڈ (قینچی سگریٹ) کی ڈبیہ خرید لائے۔ دروازے پر کھڑے اس دوست کے ہاتھ میں تھما کر کہا کہ یہاں سے دور جا کر یہ سگریٹ پی کر آؤ پھر اندر داخل ہونے کی کوشش کرنا۔ اس برانڈ کی قیمت اس زمانے میں چھ پیسے تھی۔ وہ دوست بھی پروفیسر صاحب کی عادت سے واقف تھا لہٰذا باہر چلا گیا اور سگریٹ نوشی کے بعد واپس آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ پروفیسر نے تلاشی لی کہ اس کے پاس سگریٹ تو نہیں اور اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ پچھلے کمرے میں ایک ریشمی رضائی، تلائی اور چارپائی کا بندوبست کر دیا اور تاکید کی کہ رات سگریٹ نہ پینا کیونکہ تم بخوبی جانتے ہو کہ مجھے سگریٹ نوشی سے شدید نفرت ہے۔

صبح اٹھ کر جب پروفیسر صاحب ناشتہ لیکر مہمان دوست کے کمرے میں گئے تو بستر سے سگریٹ کی مخصوص بدبو آ رہی تھی کیونکہ سگریٹ پینے کے عادی لوگ رات سونے سے پہلے سگریٹ نہ پئیں تو نیند نہیں آتی۔ جناب کے سر پر سگریٹ کی بدبو نے جنون چڑھا دیا لہٰذا جب مہمان دوست نے ناشتے کے بعد جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو پروفیسر صاحب از خود [illegible] پہنچ گئے اور بیوی کو ہدایت کی کہ بستر بھی گلی میں تانگے میں رکھو کیونکہ بستر سے سگریٹ کی ناگوار بدبو آ رہی ہے۔ [illegible] یہ بستر بھی چلا جائے۔ مہمان نے احتجاج کیا کہ میں بستر اپنے گھر سے نہیں لایا تھا لہٰذا یہ بستر میں ساتھ لے جانے [illegible] مہمان کی حیثیت سے میزبان کا بستر اٹھا لے جانا کسی طور پر جائز نہیں۔ پروفیسر کی بیوی نے بھی بستر دینے سے [illegible] انہوں نے شدید غصہ کی حالت میں بیوی کو بستر تانگے میں رکھنے کی ترغیب دی اور ناچار بیوی کو میاں کی بات ماننا پڑی۔ مہمان دوست کا احتجاج بھی کارگر ثابت نہ ہوا اور اسے بستر لے کر ہی جانا پڑا۔

مہمان کے ساتھ بستر بھی چلا گیا تو مگر پروفیسر صاحب کی بیوی نے جھگڑا کھڑا کر دیا اور شوہر سے کہا "یہ کوئی عقل کی بات نہیں مگر آپ نے میری plush (ریشمی کپڑا) کی رضائی جو بڑے شوق سے تیار کی تھی اسے کیوں دے دی؟"

انسانی خواہشات بھی انسان کی خصوصیات کا عجیب پہلو ہیں۔ پروفیسر صاحب جن کو اپنے فن میں کمال [illegible] کی مرغوب غذا صرف چنے کی دال۔ جب بھی بیوی نے پوچھا کہ آج گھر میں کیا پکایا جائے تو انہوں نے ہمیشہ چنے کی دال پکانے کی ترغیب دی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بیوی نے تواتر ۱۳ تیرہ دنوں تک ان سے پوچھا کہ کیا پکایا جائے تو موصوف نے یہی چنے کی دال کا تقاضہ کیا چودھویں دن پوچھا تو پھر جواب دیا "چنے کی دال پکاؤ"۔ بیوی احتجاجاً چلا اٹھی اور ناراضی کے عالم میں اپنے میکے [illegible]
چند دنوں کے بعد جناب اپنی بیگم کو منانے سسرال پہنچ گئے اور پوچھا "آخر تم مجھ سے ناراض ہو کر کیوں چلی آئی ہو؟"

اس نے جواب دیا "میں اس چنے کی دال سے جس قدر نفرت کرتی ہوں آپ کو اسی قدر پسندیدہ خوراک ہے لہٰذا میرا اور آپ کا نباہ مشکل ہے۔ آپ تشریف لے جائیں، کسی چنے کی دال پکانے والی عورت کو تلاش کریں اور اس سے شادی کر لیں۔ [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] پروفیسر صاحب کی وفات تک [illegible]

تلاوت قرآن پاک کی بجائے دعائے جنازہ

[illegible]

[illegible]

[illegible] 1994 [illegible] (arches) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میرا پور

1949 [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

(80.000)

7

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] 1968 [illegible] Cumana [illegible] Universidad de

Oriente [illegible] Parasitology [illegible]

[illegible] periods [illegible]

[illegible] Cumana [illegible] 1515 [illegible]

[illegible] Cumana [illegible]

[illegible] Avenida Universidad [illegible]

[illegible] San Luis [illegible]

[illegible] Quinta Guaiguiri [illegible]

1970 [illegible] Porzana [illegible] Quinta

Porzana [illegible] Quinta [illegible] Spanish [illegible]

Marfat.com

جاتی اب تو لوگ دکانوں والوں کے نام سے ہی پہچانتے ہیں۔

Quinta Guaiquiri کا خوبصورت لان Caribbean سمندر کی طرف تھا جس کی وجہ سے اس لان کے بیرونی منظر میں کشش پیدا ہو جاتی۔ میرے دوست احباب اکثر یہاں آتے اور گھنٹوں خوش گپیوں اور تبادلہ خیالات میں مصروف رہتے۔ لان کا ماحول اور اس میں لیٹنے والی ایزی چیئرز (آرام کرسیاں) ہمارے لئے تفریح طبع کے وافر مواقع پیدا کر دیتیں۔ خوش گپیوں اور دوسری گفتگو کے ساتھ احباب کی تواضع گرم چائے اور ٹھنڈے مشروبات سے جاری رہتی۔ یہ ایک آزادانہ اور بے تکلفانہ ماحول تھا جو ہم سب کی تھکن بدلی اور ذہنی تکان دور کرنے میں مددگار ثابت ہوتا۔

میرے ایک پالتو کتے کا نام چارلی تھا۔ وہ بڑی بے تکلفی سے ہمارے درمیان آ کر بیٹھ جاتا تھا۔ ہمارے ایک پسندیدہ مشروب کا وہ چھوٹا پیالہ اس کی خواہش اور طلب کو دیکھتے ہوئے میں نے عادت بنائی تھی تب سے یہ تھا کہ اس کے لئے علیحدہ گلاس کا بندوبست ہو جاتا اور اس کے ... اس کا اہتمام کیا گیا۔ ایک روز ہم سب دوست باہم تبادلہ خیالات میں مصروف تھے۔ چارلی بھی ہمارے درمیان اپنی پسند کے مشروب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے اتنے میں حسب معمول سگار جلایا۔ جلتی ہوئی ماچس کی تیلی میری انگلیوں سے پھسل کر اس کے سر پر گری۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور بھاگ کر لان کے دوسرے کنارے تک چلا گیا۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ دوسرے روز اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب چارلی میرے بلانے پر بھی میرے پاس نہ آیا۔ وہ شاید مجھ سے خفا تھا۔ شروع میں تو یہ سمجھ نہ پایا تھا کہ یہ اس حرکت پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا لیکن بعد کے طرز عمل نے ثابت کر دیا کہ یہ اس کا شعوری طرز عمل تھا۔ ہوتا یہ کہ میں جب بھی سگار سلگاتا تو وہ بھاگ کر دور ہو جاتا۔ پھر ایسا بھی ہوا کہ اس کی احتیاط کا دائرہ اس سے بھی بڑھ گیا اور وہ ... ماچس کی تیلیوں کو دیکھتے ہی وہاں سے بھاگ جاتا۔ اس واقعے نے مجھے اپنی (حافظ صاحب) کی وہ بات یاد دلائی کہ جانور بھی شعور رکھتے ہیں اور وہ تکلیف دینے والی چیز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ اس اشرف المخلوقات کے بارے میں ... میں نے غور کیا تو جواب ملا کہ انسان میں خدا تعالیٰ نے بھول جانے کی ایک صفت بھی رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنا شعور اور احساس بھول جاتا ہے۔

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ راقم کے ساتھ کئی سال بعد پاکستان میں بھی پیش آیا جو کچھ اس طرح سے ہے۔ جب الٰہی کالونی ... میں رہ رہا تھا تو میرے پاس کوئی چھ ماہ کی دو کتیاں تھیں جو صبح سے شام تک درختوں کے ساتھ بندھی رہتیں۔ ان میں سے ایک کا نام Sherry اور دوسری کا نام Brandy تھا۔ موخر الذکر 22 سے 23 اپریل یعنی کوئی دو دن تک بیمار رہی۔ ... چھوڑ دیا ... کوئی پانی پیتی اور ان میں ... کوئی ... منہ ماری رہتی۔

23 اپریل 2003 کے دن میں ... گوشت کے دو بڑے بڑے ہڈیوں والے ٹکڑے لے آیا۔ Sherry نے فوراً کھانا شروع کر دیا لیکن Brandy ٹکڑے کو منہ میں دبائے ادھر ادھر کسی جگہ کی تلاش میں تھی۔ آخر کار اس نے شمالی درختوں کی کیاری میں گوشت کے ٹکڑے کو دبا دیا۔ تیسرے دن Brandy کی صحت ہوئی۔ اس نے اسی جگہ سے گوشت کے ٹکڑے کو نکالا اور کھانا شروع کر دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح ایک جانور ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہے۔ میری زندگی میں یہ تیسرا واقعہ ہے کہ کتا بھی کس حد تک شعور کا حامل ہے!

"عالم علم پڑھ دا اے پٹ چڑھ جاندا
عاشق دی مدا ہما پینڈا ہوندا اے"

21 اگست 1995 کی بات ہے۔ راقم اپنے دیرینہ دوست ڈاکٹر ابراہیم کے کلینک 596 شادمان کالونی لاہور میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ 10 31 کا وقت تھا۔ ٹیلیفون کرنے پر پتہ چلا ڈاکٹر صاحب 11 بجے تشریف لائیں گے۔ میں اپنی بیوی کی علالت کے سلسلے میں مشورہ کرنے کی غرض سے انتظار کے کٹھن لمحات سے دوچار تھا۔ معاً ذہن کی سکرین پر پیر صاحب کی ذات گرامی سے

Marfat.com

متعلق ایک واقعہ روشن ہو گیا، جو حاضر خدمت ہے۔

تقسیم ہند سے چند سال پہلے کی بات ہے۔ بلند شہر میں خاکساروں کا کیمپ لگا ہوا تھا۔ پیر صاحب سالار ہند کی حیثیت سے شمولیت کرنے والے تھے۔ آپ کے خالہ زاد بھائی شبیر حسین شاہ، ... کی رہائش پر پیر صاحب سے ملاقات ... چند روز ... پر چند دیگر خاکسار سائیکل سواروں کے ہمراہ بلند شہر شمولیت کی سعادت سے سرشار رواں ہوئے۔ ... شوق ... دہلی ... سے بلند شہر تک سفر۔۔۔ طویل مسافت اور سائیکل پر سوار!

معراج دین، میاں شریف، حکیم اللہ، رؤف خاں، میر عبدالغنی (جالندھر ... والے) احمد ... اور چند دیگر خاکسار، پیر سید رشید الدولہ صاحب کی سرکردگی میں بذریعہ ریل گاڑی ادارہ عالیہ ہند ... پہنچ ... بعد ازاں بلند شہر روانہ ہوئے۔

اس دور میں پنڈت پنت (U.P) یوپی وزیر اعلیٰ یا ہوم منسٹر تعینات تھے۔ خاکساروں پر پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ خاکساروں کو بلند شہر کی جیل ہوئی جبکہ چند ایک سالار بھی گرفتار کر لئے گئے تاہم پیر صاحب گرفتاری سے بچ گئے۔

صبح دم سیر کیلئے حسب معمول پیر صاحب شہر سے باہر خراماں خراماں کھیتوں کی جانب چلے جا رہے تھے تو دیکھا کہ ایک بڑے درخت کے سائے میں بچھی دری پر ایک ہندو نوجوان لڑکی لیٹی ہوئی ہے اور لڑکی کے ماتا پتا اور دیگر ... پریشان حال حلقہ بگوش ہیں۔

پیر سید رشید الدولہ صاحب خاکی وردی کی بجائے سفید شلوار اور قمیض میں ملبوس سر پر پگڑی خاص انداز میں باندھے ... نورانی چہرہ و چال ڈھال سے پروقار دانشور شخصیت دکھائی دے رہے تھے۔ جونہی درخت کے نزدیک سے گزرے ... لڑکی کا باپ تھا نہایت انکساری اور عاجزانہ انداز میں فریادی ہوا۔

"مہاراج آپ بزرگ شخص ہیں اور آپ کے حلیہ سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان بھی ہیں۔ میری بیٹی ... حق سے کوئی ... کر چکے ... حکیموں، جوتشیوں وغیرہ سے تو علاج کروا دیکھا ہے۔ ... صاحب سے فریادی تھے۔ "مہاراج ہماری بچی کی موت کے منہ میں پہنچ چکی ہے آپ ہی ... کر دیجئے۔"

پیر صاحب کچھ سوچ ... تھے جب لڑکی کو غور سے دیکھا تو بیماری ... صاحب سے ... کی ... کے پاس ... کوئی تعویز ... تھی۔ ہندو ... (...) ... ہوں ... میں ... سکتا ہوں مگر دوائی تیار کرنا ... میں نہیں ... ہوں۔ ... (بند) ... میں جو ... دیکھ رہے ہیں ... آپ ... کو ... ہوں تاکہ آپ کی بچی کا ... اور دوسری ضروریات فراہم کی جا سکیں۔"

پیر صاحب نے اپنے ... کے ساتھ ایک ... میں اپنی خاکی وردی ... رکھی ہوئی تھیں۔ ... مناسب جگہ تلاش کرنے پر ایک کھنڈر میں بیٹھ اور ... کی زیر زمین ... گئے۔

ادھر ... نے ایک ملازم ... کے ... میں ... بلا ... صاحب ... ساتھ ... کھیتوں سے ایک چارپائی اٹھا ... اور خود بازار سے چند ایک ... خرید ... میں شامل ... جس ... ایک ... کی بھی ضرورت تھی۔

کچھ دیر بعد انصاری صاحب بھی آ گئے۔ ... انصاری صاحب بھی پیر صاحب کے پاس چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ پیر صاحب نے ... کی ... سے چند اشیاء منگوانے کیلئے ایک کاغذ پر لکھا ... نے اپنے ملازم کو بازار سے لانے کیلئے روانہ کیا۔ انصاری صاحب پیر صاحب کو پہچاننے کی کوشش میں ... تھے تو ... یہ بزرگ یہاں سے گزر رہے تھے ... نے ہماری بچی کی ... جو ... ہیں ... خود بھی شہر کے راستہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ انصاری صاحب کوئی بات کرنے لگے تو پیر صاحب ... ایک طرف ... لے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] moderate [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

معلومات سے آگاہی ہوئی مگر چین کا دورتھا یار دوستوں نے اشارہ دیا اور میں نے عقل سے کام لیا ... ایک تابعداری کرنا تھا۔

چودھری صاحب شاید ٹھیک ہی کہتے ہوں!

چودھری صاحب کے دیوان خانے کے پچھواڑے میں ایک نیم آباد وسیع رقبہ اراضی واقع تھا جس کی ... بڑے بڑے قدیم درخت ایستادہ ہوا کرتے۔ ایک پختہ قبرستان ... چار دیواری تھی۔ چار دیواری کی بابت ... سے متصل ایک چھوٹی سی ٹیکری واقع تھی جہاں چودھری صاحب پیار سے آتے ہوئے چند مریضوں کا ... leprosy ... بتاتے ... کا علاج کیا کرتے (مریضوں کے علاج کا واقعہ ایک مستند ...) ... دیوار کے مغرب میں چند گزوں کے فاصلہ پر ایک مستطیل بند چار دیواری تھی ... کی چھوٹی چھوٹی ... کی چھت ... درمیان میں ایک ... قبرستان جس میں ایک بزرگ کی پختہ قبر بنی ہوئی تھی اور قبر کے سرہانے کی جانب ایک بڑا ... کا درخت تھا ... 1996ء ... قبرستان ... اب ... قبرستان کی ... قبضہ ... قدامت ... قبرستان کا ... ہو گیا۔

... چودھری صاحب کے دیوان خانہ ... جہاں ... اراضی پر ... دلی ... تھے۔

... چودھری ... صاحب ... دوستوں میں سے تھے ... چودھری صاحب ... اوقات ... ملاقات ... چودھری صاحب ... چودھری صاحب ... دیوان خانہ میں ... کرتے۔

... چودھری صاحب ... اوقات ... دیوان خانہ میں ...

... چودھری صاحب ... چودھری صاحب ... دیوان خانہ میں ... چودھری صاحب ... چودھری صاحب ... چودھری صاحب ... چودھری صاحب ... تھے۔

ایک شام دیوان خانہ کے شمال مشرق میں چوہدری صاحب چارپائی پر گاؤ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے اور جانب شمال مذکورہ برآمدہ پچھلی طرف منہ میں "دارو" لیتے تھے۔ نگاہ کی تو لیاقت کی خیال سے آواز دی "رشیدالدولہ ذرا ادھر آنا"

"چوہدری صاحب ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے آپ کا حقہ تازہ کر کے دیا ہے اب کیا حکم ہے؟" پیر صاحب نے دور سے ہی جواب دیا۔

"ایتھے تھلے تو ں ہوئی مدرے میں تیرے نال ضروری گل کرناں چاہناں ہاں"

چنانچہ پیر صاحب انکساری سے چوہدری صاحب کی چارپائی کی پائنتی بیٹھ گئے۔

"رشیدالدولہ میں تیری گل رن اکاں تو رناں سن، ایہہ تیری حمق جیہا، ایہہ شاملات اے، ایہدے تے قبضہ کر لے"

پیر صاحب کو چوہدری صاحب کی یہ بات سن کر غصے کے آثار چہرے پر نمایاں ہو گئے مگر زبان سے تلخ ترش کلمات غصہ میں کرنے کی بجائے انتہائی خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔ ازاں بعد چوہدری صاحب تمام گاؤں والوں سے مخاطب ہوئے "رشیدالدولہ دی گل میں سمجھا اے بے ایس قبضہ نال ایتھے ولی ہو ر اوسے کاں"

دوسرے دن چوہدری صاحب نماز سے جاگنے سے پہلے جا چکے تھے اور پیر صاحب حسب معمول دیوان خانہ میں تشریف لا رہے تھے۔ میں نے پوچھا "ابا جی (پیر صاحب) چوہدری صاحب ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔ ہمارے اس میں مال مویشی باندھتے ہیں"

یہ سن کر آپ نے حقہ ہاتھ میں سے چھوڑ دیا اور قرآن پاک سے آیات کا حوالہ دے کر فرمانے لگے "بیٹا! کسی دوسرے کا حق غصب کرنا ناجائز ہے۔" اور اس طرح کی دیگر باتیں بھی ہیں جو میری اوائل عمر کی نسبت سے یاد رہ گئیں۔

اس واقعہ کے بعد چوہدری صاحب دیوان خانہ میں تشریف لاتے رہے اور حسب معمول پیر صاحب ان کی خدمت گزاری میں مصروف رہے لیکن چوہدری صاحب نے متعدد مہینوں بعد محسوس کیا کہ پیر صاحب کو آپ کا مشورہ ناگوار گزرا تھا۔ ایک روز پیر صاحب سے کہنے لگے "رشیدالدولہ میں نے صرف مشورہ دیا تھا۔ تو نے برا منا لیا ہے"

"چوہدری صاحب! میں آئندہ بھی خدمت گزاری میں کمی نہ کروں گا۔ پہلے کی طرح خدمت بجا لاتا رہوں گا مگر مہربانی کر کے آئندہ ایسا مشورہ نہ دیں۔" پیر صاحب نے سنجیدہ انداز میں چوہدری صاحب کے گوش گزار کر دیا۔ وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا لیکن چوہدری صاحب کا دیوان خانہ میں بتدریج آنا جانا کم ہوتا چلا گیا اور یہ آمد و رفت کی خلیج بڑھتی رہی اب تک بھی حائل ہی ہے۔

پیر صاحب کی وفات کے بعد جو پیدا شدہ تھی جو دو مرلے پیر زادگان فراغت کرتے رہے۔ ایک دفعہ پیر صاحب کے ماموں زاد بھائی نے شاملات کی ... آپ ... چاہا مگر پیر صاحب نے وہ رقم تمام دوست احباب کی موجودگی میں اس کے منہ پر دے ماری۔ یہ وہی "ارادہ" تھا جو پیر صاحب نے دو مرلے (۱۵۰) پیر زادگان سے قیمتاً خرید کر "انجمن امامیہ" کے لیے وقف فرما دیا تھا تاہم قبضہ انجمن کے سپرد نہ کیا۔

حسابی "گھپلا" (Mathematical rigmarole!)

گجرات شہر سے شمال مشرق کی جانب جلالپور جٹاں کے نام سے واقع ایک قصبہ جو اب ایک شہر کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ تقسیم ہند سے قبل یہ قصبہ صرف ہاتھ کی کھڈیوں پر تیار شدہ کپڑے، دھسے، لنگیاں، خطائیاں، لکڑی کی "چکلیاں" کے لئے تمام ہندوستان میں مشہور تھا بعد ازاں شہرت کی وجہ آنکھوں کے علاج کے لئے Missionary ہسپتال بھی ہوا کرتا تھا۔

قصبہ سے نکلتے ہی دائیں جانب ایک برساتی نالہ کے قریب جس پر ایک پل تعمیر ہو چکا ہے۔ ہندوؤں کی تکیوں کی بڑی عمارتیں واقع تھیں اور پیالیاں "تان سین" (ضمیمہ 8) کے نام سے سارے ہندوستان میں مشہور تھیں۔

اس زمانے میں دوسروں سے باقاعدہ ناپ ہوا کرتے۔ مثلاً اگر کوئی بس گجرات سے چلی اور راستے میں اگر بھرنے والا بیٹھے سے چپ ... تو ... ایک مسلمان جس کا ایک بازو کٹا ہوا تھا غالباً اندرون کا کوئی دروازہ

Marfat.com

جرات کرنے والا تھا۔ وہ گجرات سے لاہور جانے والی بس میں بیٹھتا اور تین تین ٹکیاں سوئیوں میں فروخت کیا کرتا اور یہ آواز لگاتا:

"اے بھائی ایہہ ٹکیاں نزلہ زکام مٹ کے دے لیے ہن کی نہیں اگا سانپ آ رہیا ہے میں او تے اج بنا ایں ایہہ تاں تین دیاں ٹکیاں، جنہاں دے دانیاں تے ٹھنڈ مشیناں دی مدد نال چڑھی ہوئی اے۔ آ وازے سے لے سد سے اور آنے ہیں سے حرتے دوائی دیاں بارہ ٹکیاں۔" سادہ لوح مسافر اس بات پر خوش ہو جاتے کہ یہ ٹکیاں بیچنے والا تو بڑا ہی بیوقوف ہے۔ "آنے" کی جگہ اور "دوائی" کی بارہ۔ اس طرح وہ آنے کے حساب سے چھ پیسے کی بارہ کی جگہ سے ساری ٹکیاں بک جاتیں۔

اصل بات یہ تھی کہ وہ سادہ لوح دیہاتیوں کی نفسیات سے واقف تھا اور ان لوگوں کو سب کو چھوڑ سے ان کی جیب کا پیسہ بچتا۔ اسے بھی بخوبی معلوم تھا کہ دوائی کی بارہ ٹکیاں دینا ہے کا مطلب ہے کہ آنے سے اتنی کی دیں سے اور ایک آنے کی جگہ بیوقوف سمجھتے ہوئے کئی "آنوں" کی ٹکیاں خرید لیتے۔

خان صاحب اور اُن کی بندوق

شہر گجرات میں ایک معمر ریٹائرڈ خان صاحب رہائش پذیر تھے۔ حسب عادت ہمیشہ اپنے مکان کی ڈیوڑھی میں آرام کرسی پر براجمان رہتے۔ ان کے صاحبزادے فرضی نام اکرم ایک دور اور دوست میوہ منڈی کا آڑھتی ذوالحسنین اور اکرم ... دوست تھے۔ خان صاحب کی بیٹی کی شادی خانہ آبادی کی تقریب میں شمولیت کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ ہم جب ... کی ایک معروف شخصیت الحاج عبدالوحید بٹ تھے جو خاندان سے تھے جو صاحب کے ہمراہ تھے جو استواری سے بہت قریب آئے ہیں۔ چند احباب اور الحاج عبدالوحید کے ہمراہ بستر الگ کرسیوں پر الحاج عبدالوحید کے مکان سے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔

جیسے عموماً ایسے مواقع پر ہوتا ہے استاد چینی (کالرز جانے میں یہ طولیٰ رکھتا) پنجابی لہجے سے ... (اکرم میری والدہ صاحبہ کو میوزک کی تعلیم دیا کرتا) نے کی دھنیں بجائیں مگر چھوٹی عمر ... اور شادی کی تقریب ... دی۔ کسی نے بڑے رازدارانہ انداز میں میرے کان میں کہا:

"یہ بندوق اور دونالی قسم کے لوگ ہیں جن سے یہ لوگ کبھی ... شادی بیاہ ... میں خوشی نہیں ... کوئی بھی قدردان سامنے نہیں آیا اور کسی نے دادی ... کی ہے۔ کوئی مال پانی دیا۔"

"استاد جی! ان کے رنگ و ڈھنگ سے ... کوئی بات نہیں جب آج ... فائر کا زمانہ ہے۔ آپ کوئی فائر کا گانا گا بجائیں!" میں نے ترغیب دی۔

"کونسا فائر کا گانا بجاؤں؟"

"ان دنوں فلم جہاں کا ایک گانا خاصا مقبول زبان زد عام تھا۔" میں نے وہ گانا گانے کی ترغیب دی۔ استاد چینی نے گانا شروع کیا۔ ابھی وہ پہلا مصرعہ بھی ختم نہ کر پایا تھا کہ خان صاحب وہ گانا سن کر چونک اٹھے:

"آندھیاں غم کی یوں چلیں باغ اجڑ کے رہ گیا"

تھوڑی دیر بعد ہی خان صاحب کی رجعت پر وحشت طاری ہو گئی۔ "اکرم ہماری بندوق لاؤ"۔ اکرم جلدی سے گیا اور بندوق لا کر ہاتھ میں تھما دی۔ خان صاحب نے فوراً فائر داغ دیا اور مشتعل انداز میں چیخے: "ہمارا باغ اجڑ گیا ہے" ... کی ہمت نہیں تھی کہ ان کے سامنے آ کر پوچھے۔ "کس چیز کا" ... استاد کا لائٹ بھی خود چینی ... خان صاحب کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ بڑی مشکل سے ان کو سمجھایا گیا۔ سبھی لوگ اپنی جان بچانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔

دوسرے دن استاد چینی دیوان خانہ میں حسب معمول آن پہنچا "حضور ... " ... کا بدلہ لیا ہے۔ سامعین نے الحمدللہ کہا ... خان صاحب نے اپنا کوٹ ... شامل ... واپس دیا ہو۔"

اسی ضمن میں خان صاحب کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔ ان کا ایک بوڑھا ملازم احمد دین مویشی چرایا کرتا۔ جس کی ایک

Marfat.com

... کی ڈیوٹی تھی ... پر ... بند کا چرا باندھا ہوتا اور بابا احمد دین کا صرف اتنا ہی کام تھا کہ مویشی صبح سویرے گھر سے لے جاتا اور ... صاحب سے بڑے قریب ہی خان صاحب کی زمین پر مال مویشی چراتا اور سہ پہر کو واپس لے آتا۔

... بیٹھک ... میں اور خان صاحب کی بیٹھک میں خوش گپیوں میں مصروف رہتے تھے کہ اچانک خان صاحب کی ... برداشت ... نہیں چھوڑا ہے۔

"احمد دین ہماری بھینس لے جاتے (بھینس کا شیر دان) ویہڑا؟ بہت خون نکل رہا ہے؟"

"... میں بھینس اور ... مویشی واپس ... تو ایک ... نے بھینس پر حملہ کیا اور ... "

"احمد دین ... سے پوچھتے ہو؟"

"جی ہاں"

خان صاحب نے ... آواز میں ... آواز دی ... بندوق ... تو ... بیٹے نے فوراً ... بندوق ... خان صاحب سے ہاتھ میں ... بیٹھا ... اور ... احمد دین ... پیچھے ... میں ... جب ... احمد دین صاحب کی مسجد کے قریب پہنچے تو خان صاحب نے ... بندوق ... میں ... ہوئے تھے ... سامنے ... تو ... سے ... پہنچ گئے۔

... احمد دین ... کی شکایت ... ایک ... کے ... بندوق ... صاحب سے ... قریب ... احمد دین ... میں ... خان صاحب نے پوچھا ... خان صاحب ... احمد دین ... واقعی ... تھی؟"

"... احمد دین نے اطمینان ... اور ... شیر کے انداز میں ... بیٹھے ... تھے۔"

... خان صاحب نے ... شیر ... سامنے ... خان صاحب نے ... نہایت ... آواز میں ... شاہ صاحب ... معتقدین پر مشتمل ... خان صاحب کے ہاتھ سے بندوق ... میں نے اپنے حواس ... صاحب ... اللہ ... نہیں جانتے ... ہے؟"

... خدا ... ہماری جان بچی۔

"خدا" کو دل سے نکال دو!

1938 میں ... صاحب ... واقعہ پیش آیا جو انہوں نے ... سید رشید الدولہ ... میں ... ہے۔

Marfat.com

میاں صاحب کی عمر کوئی 24 سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ باقاعدہ ورزش کرنے کی وجہ سے نہایت تنومند اور خوبصورت جسم کے مالک۔ یہاں تک کہ جنگل میں بسا اوقات لوگ ان سے [illegible] خوف محسوس کرتے۔ [illegible] پرندے اور [illegible] ان سے [illegible] سے مانوس ہو چکے تھے۔ میاں صاحب اور ان کا ایک دوست [illegible] بسا اوقات ایک [illegible] ورزش [illegible] کرتے ہوئے [illegible] اس قدر [illegible] تھے [illegible] جنگل میں [illegible] نظر آنے [illegible] پرندوں کی [illegible] تو یہ ورزش [illegible] دیتے۔ [illegible] بھی [illegible] اپنی پشت پر [illegible] اور [illegible] غذا [illegible] کرتے۔ [illegible] جیسے [illegible] ورزش [illegible] ایک دن [illegible] اپنے [illegible] میں [illegible] نہایت [illegible] اپنی [illegible] غذا [illegible] ایک [illegible] غذا [illegible] cone [illegible] زمین پر [illegible]

"[illegible]"

[illegible] غذا [illegible] کہ [illegible] آپ [illegible] بند [illegible] اچھا [illegible] آپ [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] بات [illegible] ورزش [illegible] میں [illegible] غذا [illegible] آپ [illegible]

[illegible] ایک دوست [illegible] ایک [illegible] (نمبر 9) [illegible] آپ [illegible] نہایت تنومند اور خوبصورت [illegible] ورزش [illegible]

[illegible]

جب یہ دونوں دوست [illegible] خدا [illegible] plural [illegible] plural [illegible] خدا [illegible] حضرت محمد ﷺ [illegible] ایمان [illegible]

[illegible]

جب دونوں دوست [illegible] اقبال کا یہ شعر [illegible]

[illegible]

[illegible] حقیقت میں [illegible]

خوشیاں دوبالا ہو گئیں

جب میں ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان لوٹا تو اسی سال سے "انجمن بہبودیٔ مریضاں گجرات" کے سربراہ میاں عبدالرشید چاولہ سے دوبارہ ملنے کا موقع ملا۔ میاں صاحب کے بڑے بھائی میاں اشرف پکا نوالہ مرحوم راقم کے ساتھ لاہور اسلامیہ کالج پڑھا کرتے تھے اور ان سے گہری دوستی تھی۔ ان سے ایک اور بھائی میاں منیر پکا نوالہ مرحوم نے مجھے اپنے دیوان خانہ "صابری کٹیا" پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ یہ اس دور کی بات ہے جب میرے بیرون ملک رہنے کے دوران میرے چچازاد بھائیوں نے میری جگہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ میں ریٹائرمنٹ سے پہلے تقریباً ہر سال اکیلے یا اپنی بیوی کے ساتھ آیا کرتا تو دوسرے احباب کے علاوہ میاں منیر پکا نوالہ اور میاں رشید صاحب سے بھی ملاقات ہوا کرتی۔ ذرا صابری کٹیا کی داستان ملاحظہ ہو۔

میرے والد پیر نذیر محمد کا دیوان خانہ جس کا نام صابری کٹیا رکھ دیا گیا۔ گجرات میں شاہدولہ روڈ پر پیر رشید الدولہ مرحوم کے دیوان خانے سے تقریباً نصف سمت جنوب کی طرف واقع تھا۔ بر سر سڑک بڑا گیٹ اور گیٹ میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب باتھ روم اور دائیں جانب ایک بیٹھک، جنوب میں ایک وسیع احاطہ اس احاطے کے اختتام پر شرقاً غرباً ایک برآمدہ اور برآمدے کے جنوب میں چھوٹے صحن میں ایک بڑا دالان بھی شامل تھا۔ میرے والد کی تمام عمر موسیقی اور ناچ کی محفلیں منعقد کرنے میں ضائع ہوگئی۔ صابری کٹیا کے جنوب میں اونچا دالان تک پہنچی ہوئی تھی۔ مہینے میں ایک دو بار قوالی اور مجرے وغیرہ کا انتظام ہوتا جس کے تمام اخراجات میرے والد برداشت کرتے۔

میرے دیار غیر میں ملازمت کے دوران مجھے یہ پیغام موصول ہوا کہ حضرت نذیر الدولہ وفات پا گئے ہیں لیکن میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے نہ آ سکا۔ یہ بھی ایک سال بعد لوٹا کیونکہ اس سال کی چھٹیوں میں سے پہلی چھٹیوں میں گجرات کا چکر لگا چکا تھا۔

صابری کٹیا پر میرے چچازاد بھائی اعجاز حسین المعروف بجی اور اس کے یاروں احباب نے قبضہ کر لیا۔ بڑی کوشش کی کہ صلح صفائی سے معاملہ رفع دفع ہو جائے لیکن وہ نہ مانے کیونکہ میں اس کا حق دار تھا لہٰذا بجی ٹس سے مس نہ ہوا اور دھمکیوں پر اتر آیا اور زیادتی کی انتہا دیکھیے میرے گھر پر بانی قبرستان ہونے کے باوجود میرے والد کو دیوان خانہ میں ہی دفن دیا تا کہ پیری مریدی کا ڈھونگ رچایا جائے۔ میں نے اپنے مخلص دوستوں لالہ عبدالوحید مرحوم، میاں منیر پکا نوالہ مرحوم، ڈاکٹر اعجاز مرحوم، میجر حسن بیگ مرحوم اور فصیح شمیم سے مشورہ کیا۔ ان دنوں میں میاں منیر کا کرایہ پہ کاروبار اور ڈویژن تھانے کے بالمقابل واقع تھا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ صبح اوبار اور عرضی نویس ساتھ لے کر جائیں صابری کٹیا پر قبضہ کر لیں گے۔ میجر حسن بیگ کے پاس پوشیدہ ریوالور اور اسی طرح میاں منیر کے پاس بھی تھا۔ رشید الدولہ صاحب واحد شخص تھے جنہوں نے مدد کی اور انہوں نے اپنے دیوان خانے کے شمال کی طرف سڑک کے کنارے واقع دو دکانوں کے درمیان سے چھت کا ایک تہائی حصہ بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا، وہاں ایک ریٹائرڈ فوجی دوست کو ڈبل بیرل گن دے کر بٹھا دیا جو کہ صابری کٹیا کے مین گیٹ اور صحن کی طرف خیال رکھے تاکہ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ ہو تو فائر کرنے سے گریز نہ کرے۔

سردی کا موسم تھا۔ تقریباً دس بجے صبح ابھی تک تھوڑی تھوڑی دھند تھی۔ راقم درمیان میں میرے دائیں ہاتھ میجر حسن بیگ بائیں ہاتھ ڈاکٹر اعجاز اس کے پیچھے میاں منیر پکا نوالہ اور میجر حسن کے پیچھے لالہ حمید اور فصیح تھے۔ میجر صاحب اونچے لمبے قد کے مالک اور میں سوچ رہا تھا کہ کوئی نیا مسئلہ کھڑا نہ ہو جائے۔ میجر صاحب نے مجھے یقین دلایا کہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں کوئی حملہ وغیرہ ہوا تو سب سے پہلے میں سینہ سپر ہو جاؤں گا۔ چلتے ہوئے شاہدولہ دروازے کے قریب پہنچے ابھی شاہدولہ روڈ پر چند گز چلے ہی ہوں گے تو بجی شور مچاتا ہوا "خون کی نہریں بہہ جائیں گی" ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ ہم گیٹ کے سامنے پہنچے لوہار کو تالہ توڑنے کیلئے کہا۔ اندر داخل ہوئے تو چارپائیوں پر چھ سات پورے بدمعاش حضرات موجود پائے۔ میجر صاحب نے ایک دو کو تھپڑ رسید کئے تو تمام کے تمام چھت پر چڑھ گئے اور اس پار ہو گئے۔ دیوان خانے سے ملحقہ چند دکانیں تھیں۔ عرضی نویس سے کرایہ نامہ لکھوایا اور اس طرح دیوان خانے کا قبضہ حاصل کر کے اپنے تالے لگا دیئے۔

میں نے تو واپس جانا تھا کیونکہ صرف 45 دن کی چھٹی تھی۔ اب سوال تھا صابری کٹیا میں کس کو رکھا جائے لہٰذا

Marfat.com

فیصلہ یہ ہوا کہ پیر صاحب (پیر رشید الدولہ صاحب) اپنے کسی قابلِ اعتبار آدمی کو وہاں پر رہنے کی اجازت دے دیں۔ میں واپس وطن آ گیا۔ چند مہینوں بعد مجھے پیر صاحب سے خط موصول ہوا کہ انھوں نے کچھ بدمعاشی شروع کر دی اور وہ بے دخل ہو گئے ہیں۔ اگلے سال میں پھر واپس لوٹا اور دوبارہ قبضہ حاصل کیا جس میں اتفاقی واقعہ پیش آیا کہ قبضہ گروپ و شاہد [illegible] میں ہوا [illegible] نے خوب چھترول کی۔ میں پھر واپس لوٹ آیا۔ یہ کوئی بات نہ تھی کہ یہ دو قابض ہوتے ہیں۔ اگلے سال پھر وہی طرزِ عمل [illegible] نے یوسف [illegible] کا ذکر کتاب میں ہے، یہ جو چکا ہے، دیوان خانہ کی حفاظت سونپ دی۔ ایک لمبے عرصے کے بعد [illegible] بھی قبضہ گروپ نے نکال دیا ہے۔ اس سال ہم میاں بیوی دونوں اکٹھے پاکستان واپس لوٹے۔ فیصلہ یہ کیا کہ اتنی [illegible] کی قیمت نہیں جتنے میرے اخراجات وطن ولایت سے پاکستان آنے پر اٹھ جاتے ہیں اور یہ سب ختم ہو چکا ہے۔

آخرکار میں نے سہ دری [illegible] کو مہر [illegible] فروخت کر دیا [illegible] جو [illegible] اس کے ساتھ متصل تھی۔

دونوں بیٹھکیاں شروع کر دیں کہ جس نے باپ دادا کی جائیداد کو اونے پونے داموں میں فروخت کر دی۔ [illegible] ہو گیا تھا کہ میں [illegible] ہو چکا تھا اور اب تک اس خاندان کا [illegible] کرتا ہوں [illegible]۔

میاں رشید صاحب جو مشیر [illegible] گجرات سے اپنی [illegible] چلانے کے لئے مالی امداد حاصل کرتے ہیں۔ [illegible] ایک [illegible] ہے کہ وہ یک مشت مالی مدد پسند نہیں کرتے۔ اس امداد کی وجہ سے غریب [illegible] شہید [illegible] گجرات سے [illegible] تقریباً ایک سال سے زچہ بچہ کا وارڈ بھی ان کی زیرِ نگرانی ہے۔ ابتدا میں [illegible] ہیں اور میں [illegible] امداد [illegible] محسوس کرتا ہوں کہ جو لوگ ادویات وغیرہ کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ان کو بھی مفت ادویات مہیا کی جاتی ہیں۔

میاں صاحب کے ساتھ ایک اور صاحب قاضی محمد اشرف بھی اس کار خیر میں شریک ہیں۔ چند سال ہوئے [illegible] ہیڈ کلرک کے عہدے پر فائز رہنے کے بعد 1995 میں ریٹائر ہوئے۔ کوئی ایک مہینہ ہوا قاضی صاحب اور میاں صاحب [illegible] کے متعلق تشریف لائے تو پتہ چلا کہ قاضی صاحب اور ان کے خاندان کے ساتھ پیر صاحب کے مراسم تھے۔ قاضی صاحب [illegible] ہوئے اور پیر صاحب کے متعلق ایک اپنا ذاتی واقعہ بتایا جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیشِ خدمت ہے۔

قاضی صاحب 1962 میں [illegible] محکمے میں سینئر کلرک کے عہدے پر گجرات میں تعینات تھے۔ ان کی والدہ [illegible] پیر رشید الدولہ صاحب کے دیوان خانہ میں آیا کرتے اور جب کوئی بیمار ہوتا تو پیر صاحب کی علاج معالجہ کرتے۔ [illegible] ایک دفعہ قاضی صاحب کی والدہ پیر صاحب کے پاس تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ میرے بیٹے محمد اشرف کی شادی کے [illegible] مالی حالت اچھی نہیں کہ ہم شادی کی دھوم دھام برداشت کر سکیں۔ [illegible] پیر صاحب نے [illegible] بیٹے کا خیال [illegible] سے [illegible] میں تو [illegible] چاہیے [illegible] (کام کرنے والوں) کے [illegible] پڑھوائے۔ محمد اشرف کے [illegible] طرف چل دیئے۔ ان کی والدہ [illegible] کی [illegible] بساط سے بڑھ کر یہ پیر صاحب سے جانتے ان کی خوشیوں دوبالا ہوئیں۔

قاضی محمد اشرف صاحب جب ملتے تو شام کو گجرات اپنے گھر آیا کرتے۔ ان کی پیر صاحب سے [illegible] جب ملاقات ہوئی تو پیر صاحب نے پوچھا [illegible] پیر صاحب نے [illegible] ملاقات نہیں [illegible] اب پیر صاحب سے ملاقات نہیں ہو پاتی تھی جب انھوں نے وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ پیر صاحب نے [illegible] ان کے بعد [illegible] نہیں ملی۔

چونکہ قاضی صاحب جوان ہوئے کہ پیر صاحب سے اتنے اچھے مراسم تھے وہ انہیں اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے ہیں [illegible] یہ حولی [illegible] پیر صاحب سے دیوان خانہ تشریف لے گئے [illegible] یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ [illegible] میں پیر صاحب شام کے قریب [illegible] کا باب [illegible] خود شہید [illegible] برف میں [illegible] حاضرین موجود ہوتے [illegible] کیا کرتے۔ قاضی صاحب اس وقت پر پہنچے [illegible] پہنچنے کے بعد پیر صاحب نے [illegible]

Marfat.com

میں نے "آپ کی بچی کو کوئی دوائی وغیرہ نہیں دی۔" قاضی صاحب نے پوچھا "کوئی خاص وجہ ہے؟"

"نہیں کوئی وجہ نہیں بچی بالکل صحت یاب ہے اب اسے دوائی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔"

یہ تھا اس دور کے طبیبوں کا طرز علاج!

پیر صاحب کے احباب میں سے جو لوگ گورنمنٹ کے ملازم تھے۔ انہیں "بابو جی" کے نام سے پکارا کرتے۔ قاضی صاحب نے آج 6 جنوری 2002 ایک واقعہ سنایا کہ "مصطفیٰ موچی خانسر کا بیٹا محمد عظیم 1963 میں فوت ہوا تو پیر صاحب چند احباب کے ساتھ جن میں ہم بھی شامل تھے۔ دارالاحباب شاہ قبرستان سرگودھا روڈ پر تدفین کیلئے تشریف لے گئے۔ پیر صاحب نے قبروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "بابو جی!"

"کیا ہے بدنام کس کس کو عدم کے رہنے والوں کو
ہزاروں بستیاں بستی ہیں پھر ویرانہ ہوتا ہے"

اعتماد و تحسین

دیوان خانے پر قبضہ کرنے کے بعد جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں کہ میجر حسن بیگ کو میں نے اپنی جائیداد کا مختار نامہ دے دیا۔ وہ پیر صاحب کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ میجر صاحب کی شادی پیر صاحب اور استاد غلام رسول سپرنگ والے نے کوئی 50 سال پہلے مجید، عبدالحمید، رشید اور حمیدہ کی ہمشیرہ سے کرائی۔ جس کی وجہ سے میجر صاحب سے گہرے تعلقات استوار ہو گئے جو اب تک جاری و ساری ہیں۔ میرے لئے بڑا مسئلہ تھا کہ ہر سال مجھے ولایت سے واپس آنا پڑتا کیونکہ میرے چچازاد میری جائیداد پر قابض ہونے بیٹھے ہوئے تھے۔

گو کہ ولایت میں اطلاع ملی کہ میری زمین کا ایکڑ میجر صاحب نے 80.000 روپے میں بیچ دیا ہے مگر کاغذات کی ہیرا پھیری سے 40.000 روپے جمع کرائے گئے۔ اگلے سال میں تو واپس نہ آ سکا مگر جب میری بیوی واپس پاکستان آئی تو میں نے اسے کہا کہ میجر صاحب سے 40.000 روپے وصول کر لینا۔ بیگم کے واپس لوٹنے پر پتہ چلا کہ میجر صاحب ٹال مٹول کر رہے ہیں۔ میں نے چند ایک خطوط بھی لکھے مگر بے فائدہ۔ پانچ چھ سال اسی طرح گزر گئے جب بھی ہم پاکستان لوٹتے تو میجر صاحب عذر لنگ پیش کرتے۔ ان کے بڑے صاحبزادے ہمایوں نے بھی میجر صاحب سے کئی بار کہا کہ مطلوبہ رقم واپس کر دیں لیکن بے سود۔

ایک دفعہ میں ولایت سے چھٹیوں کے دوران پاکستان آیا تو پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنے عزیز دوست ڈاکٹر دلیر خان سے ملا جو اردو ڈیپارٹمنٹ کا چیئرمین تھا۔ اس سے اس مسئلے کے متعلق مشورہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر کام حق ہے تو ہو جائے گا۔

"وہ کیسے؟"

"ہمارا پرانا دوست عبدالقیوم آئی جی پولیس کے عہدے پر فائز اور رابرٹ ہاؤس مجسٹریٹ کے سامنے اس کا دفتر ہے۔ شاید کام بن جائے کیونکہ تم جانتے ہو قیوم شروع سے ہی نہایت شریف اور دیانتدار ہے۔ تمہارے پاس کاغذات وغیرہ ہیں کہ نہیں۔"

"ہاں رجسٹری ہے تو سہی مگر حیرت ہے۔ رجسٹری میں تو صرف 40.000 روپے ہی لکھے ہیں مگر میجر صاحب نے زمین 80.000 روپے میں فروخت کی ہے۔"

"قیوم کے گھر جاتے ہوئے جو پچھلی رجسٹری پر لکھا ہے وہی ملے گا۔ گھر سے رجسٹری لے آؤ اور اسے دفتر جا ملو۔"

"میرے پاس چھٹیوں کے صرف پندرہ دن باقی ہیں۔ کیا خیال ہے کام ہو جائے گا کیونکہ میجر صاحب چھچھا لاکی سے کام لے رہے ہیں۔"

"جس دن قیوم کے پاس جاؤ گے اسی دن معاملہ حل ہو جائے گا۔ میں یہ دعوے سے کہہ سکتا ہوں آخر تم بھی تو میری طرح اس کے دوست ہو۔"

اسی دن میں گھر لوٹا تو تین دن کے بعد رجسٹری لے کر دلیر خان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے میرے ساتھ جانے سے

Marfat.com

معذرت پیش کی کیونکہ تھوڑی دیر بعد اُس کی کلاس تھی لہٰذا اپنے ڈرائیور میرے ساتھ کار بھی دے کر بھیج دیا۔ جب ہم بارڈر پہنچے تو ڈرائیور نے رکتے ہوئے پوچھا۔ میں نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ واپس چلا جائے کیونکہ پتہ نہیں تھا کہ دیر ہو جائے۔

گرمی کا موسم تھا۔ سر پر ہیٹ، منہ میں سگار، ایک ہاتھ میں بیگ اور پتلون کی جیب میں بٹوہ، بالکل صاحب لگ رہا تھا۔ جب barrier کے قریب پہنچا تو متعین سپاہیوں سے قیوم سے ملنے کے لیے کہا۔ انہوں نے مجھے بڑی سختی سے منع کیا کہ صاحب سے نہیں مل سکتے۔ میں نے سوچا کہ غلام قوموں کی ذہنیت کی عکاسی ظاہر کر رہی ہے کیونکہ میں پنجابی میں گفتگو کر رہا تھا۔ جب میں نے انگلش اور سپینش میں بڑے زور سے بولنا شروع کیا تو اسی اثنا میں درختوں کے سائے میں بیٹھا ہوا آفیسر دوڑتا ہوا آیا۔

''Sir کیا بات ہے؟''

''بات کیا ہے۔ میں اپنے دوست قیوم آفریدی سے ملنا چاہتا ہوں مگر آپ کے سپاہی ہیں کہ مجھے barrier سے گزرنے ہی نہیں دیتے۔''

بس کیا تھا۔ غیر ملکی زبان نے کام کر دکھایا اور اس آفیسر نے سپاہیوں کو خوب ڈانٹ پلائی کہ جاؤ صاحب کو دروازے تک پہنچا دو۔

دو سپاہی اور میں تھوڑی دور چلنے کے بعد سیدھا سامنے اس کے دفتر تک پہنچ گئے۔ دروازے پر چق لگی ہوئی تھی اور ایک محافظ ڈیوٹی پر مامور تھا۔ میں نے اسے کہا ''صاحب سے کہو کہ تمہارا دوست ڈاکٹر چیمہ ملنا چاہتا ہے۔''

محافظ نے اندر جا کر پیغام دیا ہی تھا کہ قیوم نے مجھے میری آواز سے پہچان لیا اور کرسی سے ہی آواز دی۔ ''آئیے چیمہ صاحب میں ذرا فائلوں میں اُلجھا ہوا ہوں۔''

جب میں اندر داخل ہوا تو اس نے ٹیبل کے دوسری طرف سے اٹھ کر مصافحہ کیا اور ٹیبل کے اس طرف کرسی پر مجھے بٹھایا۔ کمرے کی دیواروں میں لگے شیلف پر تینوں اطراف کتابیں ہی کتابیں، میز پر فائلوں کے ڈھیر تھے اور دو مختلف رنگوں کے پیچھے رنگ کے ربن بندھے ہوئے تھے اور خود وہ ایک موٹی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھا اور ساتھ ساتھ مجھ سے کہتا رہا کہ چائے یا دونوں طرح کافی ہو جائے۔ میں نے ہاں میں ہاں ملا دی۔

اس نے چپراسی کو آرڈر دیا۔ تھوڑی دیر بعد کافی کے کپ، گرم پانی، چینی اور بسکٹ ایک ٹرے میں سجا کر قیوم کے میز پر رکھ دیے۔ کافی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں اور اس نے مجھے آگاہ کیا کہ اسے پتہ چلتا رہتا تھا کہ تم اتنے سالوں سے یہاں ہو۔ جب فائل سے فارغ ہوا تو میرے آنے کا مقصد پوچھا۔ میں نے اسے فہمائش کی کہ ایک مجید صاحب جن کو میں نے مقدمہ میں رکھا تھا انہوں نے زمین کا ایک ٹکڑا 80.000 میں فروخت کیا مگر کاغذات میں صرف 40.000 درج کروائے۔

''کوئی دستاویزی ثبوت ہے؟''

''رجسٹرار نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر رکھا تھا کہ قیوم کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جو پالیسی کے خلاف ہو لہٰذا رجسٹری کی تصدیق شدہ کاپی'' اور میں نے رجسٹری اس کے سامنے رکھ دی۔

رجسٹری پڑھنے کے بعد کہا کہ واقعی لکھے ہوئے تو 40.000 ہزار ہی ہیں اور یہ مجید صاحب آپ کو مل جائیں گے۔

''کب مل جائیں گے؟ میرے ریٹائر ہونے میں بہت تھوڑے دن باقی ہیں۔''

''آج نہیں تو کل۔ ہاں تو مجید صاحب رہتے کہاں ہیں؟ تمہارے جیسے شخص سے ایسی بے ایمانی۔''

''گجرات میں اور وکالت بھی کرتے ہیں۔ شاید اسی لیے کسی قانونی سہارے سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان رکھی ہے۔''

''وکالت وغیرہ کی کوئی پرواہ نہیں چیمہ صاحب آپ کا کیس سمجھو ایک سپاٹ پڑتی ہے'' اور ساتھ ہی پاس بیٹھے ہوئے ایک آفیسر کو گجرات کے سپرنٹنڈنٹ پولیس راجہ فراست علی سے رابطہ کرنے کے لیے کہا۔

پتہ چلا کہ راجہ صاحب تو کریانوالہ دورے پر گئے ہوئے ہیں کل لوٹیں گے۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوا کہ چیمہ صاحب کب جا رہے ہیں؟

Marfat.com

"آن ڈیوٹی" میں نے جواب دیا۔

ٹی آفیسر سے دوبارہ رابطہ کرنے پر پتہ چلا کہ راجہ صاحب کو تاکید کر دی گئی کہ چیف صاحب کسی کام کی غرض سے ملنے آ رہے ہیں۔

وقفہ کے بعد قیوم نے پوچھا کہ سید تم چھٹی پر جا رہے ہو یا میں اور؟

"میں پہلے دیر خان کے پاس جاؤں گا اور پھر جاؤں گا۔"

گاڑی پر مجھے پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس چھوڑ آیا۔ دیر خان کو تمام واقعے کے متعلق آگاہ کیا اور میں اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں پہنچ گیا۔

جب ہم پہنچے تو راجہ فراست صاحب سے ملنے گئے۔ راجہ صاحب کی سوانح عمری سے معلوم ہوا کہ راجہ صاحب کو اطلاع کرو چیف صاحب ملنے آئے ہیں۔ اس نے فوراً اندر جا کے بتایا۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو راجہ صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مجھ سے ہاتھ ملایا اور میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھے۔ دیر خان پیچھے کھڑے ہو گئے۔ مجھ سے پوچھے بغیر چائے وغیرہ منگوائی۔

چائے کے بعد میری آمد کی وجہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے سب سے پہلے حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:
"آپ چیف صاحب سے پہلے حیثیت ہے، قابلیت، اقتدار اور سفارش وغیرہ کی پرواہ کرنے والے آفیسر نہیں ہیں۔"

"... تو ... ہیں۔"

واقعے کی وضاحت بیان کرتے ہوئے میں نے رسید کی کاپی پیش کر دی۔ انہوں نے رسید کی فوٹو کاپی پڑھا تو پوچھا کہ آپ کو اس کی ... ہے؟

"مجھے ... بات ... کرتے ہیں۔ انہوں نے میرے سے پچیس ہزار روپے لئے ہیں جو کہ اس رسید میں لکھے ہیں ... ادا نہیں کئے۔"

راجہ صاحب نے stick زور سے میز پر مارا۔ ایک صاحب اندر تشریف لائے۔ انہیں کہا کہ فوراً محمد حسن بیگ کو بلا کر لائیں۔ تھوڑی دیر بعد بیگ صاحب تشریف لائے اور دست بستہ میری کرسی کے پیچھے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

"Sir یہ بات ہے؟"

"یہ چیف صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان سے پچیس ہزار روپے لئے ہیں۔ آخر دیتے کیوں نہیں؟"

"... ..."

"... سال گزرنے کے بعد بھی نہیں ... مجھے یہ رقم آج شام تک چاہیے۔" راجہ صاحب نے کہا۔

ان دنوں ... خیال ... کرتے ہوئے ... جو آفیسر کسی پر ناجائز دباؤ ڈالے تو اس کی شکایت ... صاحب سے کی جائے ... صاحب ... تھا ...

"... کیا ...؟"

"..." راجہ صاحب نے زور دے کر کہا۔

"... آپ چیف صاحب سے شکایت کروں گا کہ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔"

"شکایت ... شکایت تو تب کرو گے جب یہاں سے باہر جانے کے قابل رہو گے۔ میں تمہاری ٹانگیں ... آج شام چھ بجے تک پچیس ہزار روپے میری کوٹھی میں پہنچ جانے چاہئیں۔ پتہ ہے نا میری کوٹھی کہاں واقع ہے۔"

Marfat.com

میجر صاحب کے جانے کے بعد میں نے راجہ صاحب سے بات کی کہ بہت چالاک آدمی ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ شخص رقم لے کر آ جائے گا۔

"میرا نام بھی راجہ فراست علی خاں ہے۔ ضرور لے کر آئے گا۔"

میں بھی راجہ صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے بعد واپس چلا آیا اور پھر صاحب وقت مقررہ کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ پانچ بجے تک راجہ صاحب کی کوٹھی پر رقم لے کر میجر صاحب پہنچ جائیں گے۔

کوئی ساڑھے پانچ بجے کے قریب میں راجہ صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ باہر لان میں دو پیڈسٹل فین چل رہے تھے اور ایک آرام کرسی پڑی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک گول میز پر پڑے ہوئے کاغذات کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔ میں نے کال بیل بجا کر راجہ صاحب کو اطلاع کروائی کہ ہم آ گئے ہیں۔ میں ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد راجہ صاحب بھی تشریف لے آئے۔

چھ بجنے میں کوئی دس منٹ پر میں نے راجہ صاحب سے بے چینی کا اظہار کیا کیونکہ میجر صاحب ابھی تک نہیں آئے تھے۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ ابھی چھ نہیں بجے وہ ضرور آئے گا۔"

چھ بجنے میں ابھی چند منٹ باقی تھے تو میجر صاحب تشریف لے آئے۔ راجہ صاحب نے انہیں کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔

"صرف پوچھا تم رقم لے آئے ہو؟"

"جی صرف 30.000 روپے ہیں باقی میں کل دے دوں گا۔"

"مجھے باقی کے روپے بھی آج اور اسی وقت چاہئیں ورنہ تو......"

"مجھے بینک پر جانا پڑے گا (جب میجر صاحب کی جیب پر پڑی تھی) جہاں سے میں باقی رقم بھی لے آتا ہوں۔"

"نہیں آپ کہیں نہیں جائیں گے۔ میرے آدمی بھی آپ کے ساتھ جا رہے ہیں۔" چنانچہ راجہ صاحب نے دو سپاہی میجر صاحب کے ساتھ بھیج دیئے۔ میں تو بیٹھا چپ چاپ سب کچھ دیکھتا رہا اور راجہ صاحب کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں دی جا رہی تھی۔ کوئی ایک گھنٹے سے زیادہ وقت گزرا ہوگا کہ میجر صاحب اور دو سپاہی آن پہنچے۔

اس طرح میں نے 40.000 روپے وصول کئے اور باقی رقم معاف کر دی۔ میجر صاحب نے اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے شادی رچائی اور زندگی عیش و عشرت میں گزار رہا تھا۔ جب اس کا کوئی چارہ نہ رہا تو میں نے اس کی بیوی سے پرانے تعلقات ہونے کی وجہ سے ان کی مدد کی۔ میں نے ان کی بیوی کی رقم دلوا دی تو وہ مجھے ایک کے بعد دوسرے مقدمے کا معاوضہ دینے کو تیار ہو گئیں۔ اس پر میں نے انکار کیا تھا کہ میں نے انہوں نے مجھے پہلے ہی 40.000 روپے دیئے تھے۔ اگر فکر نہ کریں آپ کی رقم مل جائے گی۔ وہ رقم ملنی تھی مل گئی۔

خوف شفا بن سکتا ہے!

انسانی دماغ نہایت پیچیدہ اور غیر معمولی کارکردگی کا حامل جسمانی حصہ ہے۔ دماغ پر تحقیق کرنے والے سائنسدان اور ماہرین اس کے مختلف پہلوؤں پر غور و فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسانی دماغ میں لاتعداد صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی بیشتر بیماریاں اس کی سوچ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ زیر نظر واقعہ کا تعلق بھی دماغی صحت اور ذہنی کیفیت سے ہے۔ کسی خوشی یا غم کا تعلق دماغ سے ہے اور اسی طرح خوف اور امید کا تعلق بھی دماغی محسوسات سے ہے۔ جب سائنسدان اس حقیقت سے واقف ہو گئے کہ بہت سی بیماریوں کا تعلق دماغی صحت سے ہے تو انہوں نے کئی اہم انکشافات کیے۔ اس واقعہ پر بھی غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ دماغ کس طرح کام کرتا ہے۔ راقم کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

جب میں ساتویں یا آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا تو ایک دن اچانک میرا پیشاب بند ہو گیا۔ ہمارے علاقے میں حضرت سید شیدا صاحب اپنے دور کے نامور اور اعلیٰ مقام کے حاذق ترین طبیب اور حکیم تھے۔ انہوں نے نسخہ دیا اور کہا کہ یہ مرض معالجہ کے بغیر ٹھیک ہو جائے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ ان کی تجویز کردہ دوا سے کوئی فرق نہ پڑا۔ مجھے بڑی تکلیف تھی۔ دو دن گزر گئے تو ڈاکٹر کو بلایا گیا۔

Marfat.com

گھنٹہ گھر کے نیچے موجود فوارہ چوک شرقی جانب سڑک کے کنارے واقع تھا اور آجکل عرف عام میں پرانا ہسپتال کے نام سے معروف ہے۔ میرے اس ہسپتال میں ایک کمرہ بک کرایا گیا جہاں مجھے مریضوں کے مخصوص پلنگ پر ڈال دیا گیا۔ تکلیف شدت اختیار کر چکی تھی اور میں درد کی وجہ سے چیخ و پکار میں مصروف تھا۔ ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور اچھی طرح سے معائنہ کر کے چلے گئے ازاں بعد ایک نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ انتہائی سیاہ فام عورت تھی مجھے اس کا چہرہ نہایت خوفناک دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک نسبتاً بڑی سرنج اور بڑے سائز کی نالی دیکھ کر میں زیادہ گھبرا گیا اور خوف زدہ ہو گیا۔

میں نے سن رکھا تھا کہ ہسپتالوں میں آپریشن بھی ہوتے ہیں اور پیشاب کے رک جانے پر پیٹ کاٹ کر پیشاب آور نالی بھی لگائی جاتی ہے۔ میرے چند بزرگ اور ان کے دوست احباب بھی میرے bed کے قریب تھے اور اس ایمرجنسی پر نہایت پریشان تھے۔ نرس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا "اس لڑکے کا پیشاب بند ہوا ہے؟" میں اس کالی بھجنگ، چہرے میں شیطان صورت، نہایت لمبی چوڑی، تقریباً چھ فٹ کے قریب قد، سفید یونیفارم اور سر پر سفید headcover کی وجہ سے مجھے انتہائی ڈراؤنی دکھائی دے رہی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ شاید میری موت آن پہنچی ہے۔ میں اس قدر سہما گیا اور خوف زدہ ہو چکا تھا کہ میرا پیشاب خطا ہو گیا اور اس نے اس کو دیکھ کر فوراً اپنے آلات سمیٹ لیے۔ یعنی خوف نے میرا علاج کر دیا۔ آپ اندازہ کریں آج تک جبکہ میری عمر اس وقت 73 برس کی ہو چکی ہے مجھے کبھی پیشاب کی تکلیف میں مبتلا نہیں ہونا پڑا۔ دوا سے تو شفا ملتی ہی ہے لیکن اس تجربہ سے ظاہر ہوا کہ خوف بھی درد کا علاج کرتا ہے۔

"دندان ساز"

ضمیمہ نمبر 10 قبل گجرات شہر کے قدیم حضرات بخوبی واقف ہیں کہ کچہری روڈ گجرات کے دو رویہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شیشم کے درخت تھے جن کی حفاظت پر باقاعدہ دو روڈ قلی تعین ہوا کرتا۔ انہی گھنے درختوں کے سائے میں "دندان ساز" ٹیل کا ٹے سے بنی ایک معمولی سی میز کے پیچھے بیٹھے رہتے اور اپنے سامنے بورڈ (بغیر درد کے دانت نکلوایئے) اور مختلف سائز کی مصنوعی بتیسیاں اور دانتوں کی ڈبیاں مختلف و منظم انداز میں سجا کر رکھتے جس "دندان ساز" کے سامنے زیادہ اوپر نیچے دانتوں کی ڈھیری موجود ہوتی اس سے سب سے ماہر "دندان ساز" کہا جاتا اور زیادہ تر لوگ اسی "استاد" کی طرف رجوع کرتے۔

ایک دیہاتی دانت درد سے نڈھال منہ پر ہاتھ رکھے اپنی شدت سے بلبلاتا ہوا تھوڑی تھوڑی دیر بعد "ہائے ہائے" کرتا ہوا سستانے کی غرض سے ایک ماہر "دندان ساز" کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ "ماہر" نے نہایت متانت سے دلاسہ دیا اور حوصلہ مندی سے کہا "تم تو بے فکر ہو جاؤ تم بہت اچھے وقت پر پہنچ گئے ہو۔ آرام سے بتاؤ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

اس پر دیہاتی نے اپنا سوجا ہوا منہ کھولا اور ایک دانت پر شہادت کی انگلی احتیاط سے رکھتا ہوا بولا کہ میرے اس دانت میں سخت درد ہے۔ (ضمیمہ 10) چنانچہ "ماہر" نے اپنا ہتھیار سنبھالا جسے عرف عام میں "جموڑ" کہتے ہیں اور اللہ کا نام لیکر دیہاتی کے منہ میں ڈال دیا۔ ابھی وہ درد کی شدت سے بلبلا ہی رہا تھا کہ ماہر نے اپنا کام کر دکھایا اور دانت اسکی ہتھیلی پر رکھ دیا دانت کا نکلنا تھا کہ بیچارے دیہاتی کے منہ سے خون کا فوارہ نکل پڑا۔ خون کی زیادتی سے ماہر کو تشویش لاحق ہوئی۔ کہیں یہ پولیس کیس نہ بن جائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں کیونکہ انگریز کا دور حکومت اور قانون کی بالادستی کا دور دورہ تھا۔ دیہاتی کے منہ سے خون رکنے کا کوئی سدباب نہ پا کر ماہر نے اپنی پیشہ ورانہ مہارت اور معاملہ فہمی سے کام لیا۔ بالآخر کوشش بسیار سے خون بند کیا گیا۔ دیہاتی کو حوصلہ مندی کی تلقین کی اور فخریہ انداز سے کہا تمہارا دانت اتنا خراب تھا کہ تم سخت مصیبت اٹھانی پڑی دیکھو کتنا خون نکلا ہے۔ تمہاری خوش قسمتی اور ہماری مہارت کے سبب سے خون بہنے پر قابو پایا گیا ہے۔ اب دیہاتی ذرا سنبھلا اور ہتھیلی پر موجود دانت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بالکل صاف ستھرا ہے۔ کوئی کیڑا وغیرہ نہیں لگا ہوا۔ اس نے فوراً منہ میں سے کیڑے والے دانت کو شہادت کی انگلی سے ٹٹولا تو وہ اپنی جگہ پر قائم پایا "ڈاکٹر صاحب یہ تو میرا صحیح والا دانت نکال دیا ہے کیڑے والا دانت تو اپنی جگہ پر ہے۔" ماہر دندان ساز کڑک کر بولا "تم دیہاتی لوگ نہایت بیوقوف ہوتے ہو" آج ثابت ہو گیا ہے

Marfat.com

او بیوقوف! ذرا عقل دی گل سُن تے غور کر۔ (بیوقوف ذرا عقل کی بات سنو اور غور کرو) میں کوئی اناڑی نئیں۔ ایہہ میرا کوئی پہلا کم نئیں۔ میرا اس عمر وچ سر چٹا ہو گیا اے۔ ایہہ دنداں دیاں ڈھیریاں اس گل دا ثبوت نیں کہ میں ٹھیک ٹھیک دند کڈھدا ریہا واں۔" (میں کوئی اناڑی نہیں یہ میرا پہلا کام نہیں ہے۔ اس کام میں میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ یہ دانتوں کی ڈھیریاں اس بات کا ثبوت ہے کہ میں نے ٹھیک دانت نکال کر دکھا دیا ہے) ویسے ماہر کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا مگر نہایت ڈھٹائی اور ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے دلیل پیش کی۔

"سُن اوئے جھلیا۔ جیہڑا دند کڈھن تے تیری تسلی آتے رہیا اے۔ ایہہ اس دند دے نال دا سی جیہڑا دند خراب اے۔ اک عقل دی گل ہور سُن۔ جدوں تیری تکلیف تھوڑے دناں تک ٹھیک ہو جاوے تے فیر میرے کول آ جاویں تے او دوجی کڈھا لویں۔ میں اوہدی کوئی محنت نئیں لواں گا۔ توں وی کی یاد کریں گا۔" (ارے پاگل جو دانت نکال کر میں نے تیرے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ اس دانت کے اوپر تھا جو درد والا دانت تھا۔ ایک عقل کی بات اور بھی سن لو جب تمہاری تکلیف تھوڑی کم ہو جائے تو پھر سیدھے میرے پاس چلے آنا۔ میں دوسرا دانت بھی نکال دوں گا اور اس کام کی اجرت نہ لوں گا۔ تم بھی کیا یاد کرو گے) اور دانت اسی تیزی سے اٹھا کر اپنے سامنے پڑی ڈھیری پر رکھ دیا۔

مندرجہ ذیل واقعہ میرے بچپن کی داستان میں بھی شامل کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔

کلانوالہ گجرات کے قریبی گاؤں کے ایک صاحب گجرات شہر کے کسی دفتر میں بطور کلرک کام کیا کرتے۔ جنوری 1994 میں میرے ایک دوست نوید اختر شاہ (مرحوم) جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے کے پاس اپنے والد کے ہمراہ دانت لگوانے پہنچ گئے۔ چنانچہ حسب منشا ایک مصنوعی دانت لگے ہوئے دانت کی جگہ فٹ کر دیا گیا۔ کام اتنی صفائی سے کیا گیا کہ پتہ نہ چلتا دانت مصنوعی ہے یا قدرتی۔

کچھ عرصے بعد نوید نے اپنا کلینک کھولا ہی تھا کہ وہی کلرک صاحب نہایت بے چینی سے کلینک کے سامنے چکر لگا رہے تھے۔ جب نوید آیا تو پہلی فرصت میں کسی نے پوچھا "جناب کیا کام ہے؟"

"میں سائیکل پر سوار دفتر جانے کے لیے نکلا۔ ابھی گلی کا موڑ بھی نہ مڑا تھا کہ مجھے زبردست چھینک آئی اور میرا دانت منہ سے نکل کر کہیں جا گرا۔ میں نے دانت ڈھونڈنے کی بڑی کوشش کی مگر سائیکل کا پہیہ اس کے اوپر سے گزر گیا اور دانت ٹوٹ گیا ہے۔ یہ دیکھیں میری ہتھیلی پر موجود ہے۔ مجھے دفتر سے کافی دیر ہو چکی ہے۔ مہربانی کر کے جلدی سے لگا دیں۔"

"اتنی جلدی تو اس کی مرمت مشکل ہے۔ دفتر سے واپسی پر تشریف لائیں لگا دوں گا۔"

"ڈاکٹر صاحب کیا غضب ڈھا رہے ہیں۔ یہ میرا سامنے والا دانت ہے اور دفتر میں کسی کو علم نہیں کہ یہ نقلی ہے۔ سب میرے دفتر کے ساتھی مجھے پوپلا کہہ کر پکاریں گے۔ میری ساری عزت خاک میں مل جائے گی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ مذاق بن جائے گا جگ ہنسائی ہوگی اور شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میری بیوی کو بھی آج تک پتہ نہیں چلا۔"

"اس میں تو دیر لگے گی۔ کم از کم تین چار گھنٹے لگ جائیں گے۔ دفتر جا کر آپ منہ بند رکھیں اور بات نہ کریں تو کسی کو علم نہ ہوگا۔"

"اچھا میں دفتر جا رہا ہوں۔ میرے آنے تک کام مکمل ہو جانا چاہیے۔ میں گھر بغیر دانت کے واپس نہیں جاؤں گا۔" چنانچہ وہ صاحب تاکید کرتے ہوئے دفتر کی راہ پر چل دیئے ابھی آدھ گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ وہ صاحب دوبارہ کلینک وارد ہوئے۔

"بھائی میں نے سوچا کہ اسی میں میری عزت ہے کہ دفتر سے آج چھٹی کر لوں لہذا آپ کے پاس ہی بیٹھا ہوں اور یہاں سے باہر نہیں جاؤں گا جب تک آپ میرا دانت نہیں لگا دیتے۔"

ڈاکیا (Postman)!

ایک طویل قامت ادھیڑ عمر کے پچاس پچپن سالہ تقسیم ہند کے زمانے سے قبل ہمیشہ مروجہ قانون کے مطابق خاکی وردی میں ملبوس سر پر خاکی پگڑی سجائے، تیز تیز قدم اٹھاتے گھر گھر اپنے مخصوص علاقہ کڑی شاہدولہ، گجرات میں چٹھیاں، منی آرڈر اور پارسل وغیرہ

Marfat.com

نہایت احتیاط اور ذمہ داری سے تقسیم کیا کرتے۔ پابندی کا عالم یہ کہ ان کو دیکھ کر عام طور پر لوگ اپنی جیبی گھڑیوں کا وقت درست کرتے تھے۔ ان کی دروازے پر دستک کا بھی مخصوص انداز تھا جس سے اہل خانہ کو نہ صرف ان کی آمد کا پتہ چلتا، بلکہ اوقات کا بھی یقینی اندازہ ہو جاتا۔

اپنی ذمہ داری، فرض شناسی اور اوقات کار کا لحاظ فرمایئے کہ منی آرڈر یا پارسل تو درکنار عام خطوط بھی احتیاط کے ساتھ گھر میں ہی پہنچاتے۔ اگر گھر میں کسی کی چٹھی دوسرا وصول کرنا چاہے اور وہ چٹھی یا کارڈ کی وصولی کا تقاضا کرتا تو صاف انکاری ہو جاتے اور خطوط وغیرہ بغیر دیئے ہی تکرار کرتے۔ اس اتفاق کا بھی یار لوگوں نے مذاق بنایا۔ راستے میں چٹھی رساں کو دیکھتے ہی جان بوجھ کر آوازے کسے جاتے۔ "چاچا جی سادی چٹھی" اس مخلصانہ اور مسخرانہ آمیز طرز تکلم کا کچھ عرصہ بعد احساس ہوا کہ میری ذمہ داری کا مذاق اڑایا جاتا ہے جس پر شکوہ ہوتے مگر ازاں بعد ان چوٹوں کا کوئی ایسا شوق کر دیا کہ اطراف سے یہی آواز آتی "سادی چٹھی" اور نوبت جواب آنے تک یہ ان کی چڑ بن گئی مگر احتیاط اور احساس ذمہ داری میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔

یہ معمول ہم نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں ایسا ڈوبا ہوا تھا کہ آندھی چلے یا طوفان اٹھے، شدید سردی، گرمی سے بے نیاز کسی موسم کی شدت سے بے خبر رواں دواں رہتا۔ یہ تھے وہ زمانے جنہیں ہم انگریزوں کی غلامی کا دور کہتے ہیں!

ڈاکٹر سکنر (Skinner)

امرتسر شہر سے جانب شمال مشرق ایک قدیمی قصبہ جالندھر جہاں عرصہ دراز سے ہوتے ہیں ... کے راہبوں کا آنکھوں کے ... ہسپتال ... آنکھوں کی مرض ... موجودہ صورت حال ہسپتال منہدم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ... آنکھوں کے علاج معالجے ... ہندوستان کے دور دراز علاقہ جات سے آنکھوں کے علاج معالجے ... آنکھوں کے آپریشن جیسے سندی حیثیت رکھتا۔ علاوہ ازیں دیگر امراض کے علاج معالجے بھی ... ہوتا تھا۔ یہاں ایک مشہور ڈاکٹر Skinner کی زیر نگرانی احسن کارکردگی کا مثالی نمونہ تھا۔ چند سال پہلے جب راقم لندن میں مقیم تھا تو ... سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سکنر صاحب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس ... کے ... ہیں ... سے ... ملاقات ہو جاتی ہے لیکن دو سال ہوئے وہ وفات پا چکے ہیں۔ سعید صاحب خود اور ان کے ... صاحب ... آج ... کا بہت اچھا ان کا پاکستان میں ٹی وی پر پروگرام دکھایا جاتا ہے اور وہ ... غلام علی سے ... اور پسندیدہ شاعروں میں سے ہیں چنانچہ جب بھی غلام علی صاحب لندن جاتے ہیں تو وہ ان سے ملاقات کرتے ہیں۔

... واقعے کے ... میں بخار میں مبتلا ہو گیا۔ بعد میں انکشاف ہوا کہ مجھے میعادی بخار (تپ محرقہ) کا عارضہ لاحق ہو گیا ہے ... صاحب مجھے ... میں جالندھر ہسپتال جناب ڈاکٹر سکنر کے پاس لے گئے۔ ان کے دفتر تک ... ڈاکٹر صاحب ... سے خوف زدہ ہوتے ہیں، میں ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر ڈر گیا۔ انہوں نے مجھے قریب ... اپنی ... میری طرف ... شفیق مسکراہٹ کیساتھ میرے سر پر بایاں ہاتھ رکھ کر کہا "بیٹا اپنی زبان باہر نکالو" میں نے ... اپنا منہ سختی سے بند کر لیا ... صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی کوشش بسیار نے مجھے زبان باہر نکالنے پر آمادہ کیا۔ میں تھوڑی سی زبان کی نوک باہر کرتا ہچکچاتا اس سے کہ ڈاکٹر صاحب میری زبان کا معائنہ کرتے میں پھرتی سے اپنی زبان ... اندر کھینچ لیتا اور منہ سختی سے بند کر لیتا۔ کچھ دیر تک اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا جس اپنی زبان کی نوک بمشکل نمایاں کرتا۔ ... اندر ... کھینچ لیتا۔

ڈاکٹر ... بعد خوش دلی کے انداز میں گویا ہوئے "اچھا چیچا صاحب ہمارے بزرگ قابل احترام ہیں اور بیٹے کو ... (تندرست) بھی کرنا ضروری امر ہے" چنانچہ انہوں نے اپنے سامنے والی میز کی دراز میں سے ایک سنہری رنگ کی زنجیر نکالی۔ ... سے ایک ... کا رنگ کا ایک عجیب و غریب نوعیت کا اوزار نصب تھا۔ ڈاکٹر نے اپنا بایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور معا اٹھ

Marfat.com

کھڑے ہو گئے۔ دائیں ہاتھ میں وہ عجیب قسم کا اوزار ہاتھ پشت پر تھے گویا مکمل مجھ سے پوشیدہ رکھا جا رہا تھا۔ خوفزدہ ہونے کی بجائے مجھے شرارت سوجھی اور دل میں ٹھان لی کہ میں اپنی زبان کی نوک دکھا کر فوراً اندر کر لوں گا۔ دیکھتا ہوں وہ کیسے میری زبان کیسے پکڑتے ہیں مگر ان کی فراست کے بھی کیا کہنے۔ جونہی میں نے منہ کھولا اور تھوڑی سی نوک زبان کی جھلک دکھائی۔ انہوں نے کمال مہارت عملی سے زبان اندر کرنے کا موقع نہ دیا بلکہ اس دلچسپ اوزار سے زبان قابو کر لی اور زبان پیچھے کھینچتے [illegible] گرفت میں لے لیا۔ اب جونہی میں اپنی زبان اندر کرنے کی کوشش کرتا اوزار کی گرفت مضبوط ہوتی جاتی تھی۔ لہٰذا [illegible] صاحب نے زنجیر ملے اور غیر محسوس طور پر کھینچتے ہوئے کہا "اب زبان کو کیسے اندر کرو گے؟"

زبان کا معائنہ کرنے کے بعد حکیم صاحب مخاطب ہوئے اور بتایا "بچے کی زبان بتاتی ہے کہ [illegible] typhoid ہو گیا ہے۔" انہوں نے معائنے کے بعد اوزار کی گرفت سے زبان کو چھٹکارا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے [illegible] چھوٹی بوتلوں میں اور پڑیوں میں دیں [illegible] تین دن [illegible] آنے کی ہدایت [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] خدا تعالیٰ کی ذات [illegible] محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔ سات دن دوائی استعمال کرنے کے بعد [illegible] ہو گیا۔

ایک دفعہ والدہ صاحبہ کی چھاتی breast میں کوئی problem ہو گئی۔ ان کو antibiotics کی [illegible] ڈاکٹر صاحب وجاہت پور [illegible] ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ انہوں نے کئی antibiotics کا [illegible] (جن [illegible] میں دستیاب ہونا ممکن تھی۔ اس دور میں ہوائی جہازوں [illegible] Beirut سے [illegible] American ہسپتال سے میسر ہو سکتی تھی۔ اس [illegible] سے antibiotic منگوائی گئی [illegible] والدہ صاحبہ وقت درد اور چھاتی کی swelling بتدریج ہوتی جا رہی تھی [illegible] بعد ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب leeches (جن کو اردو زبان میں (جونکیں) کہا جاتا ہے [illegible]
"ڈاکٹر صاحب کہاں سے ملتی ہیں؟"

"جراحت بازار [illegible] میں (مرحوم) [illegible] اور [illegible] سے [illegible] ہیں۔"

حکیم صاحب نے اپنے [illegible] جونکیں موجود تھیں۔ [illegible] عورت نے [illegible] مہارت سے والدہ صاحبہ کی چھاتی پر [illegible] جونکیں چوس کر پھول جاتی تھیں تو از خود [illegible] اس عمل سے خون کا اخراج [illegible] تکلیف سے خاطر خواہ افاقہ ہو گیا اور صحت یاب ہو گئیں۔ اس وقت تو مجھے پتہ نہ تھا مگر بعد میں معلوم ہوا [illegible] ایک enzyme نکالتی ہیں جو جسم میں inject کرتی ہے جس سے خون coagulate نہیں ہوتا۔ [illegible] خون قدرتی طور پر زخمی جگہ پر coagulate ہو جاتا ہے۔

والدہ صاحبہ کی علالت کے دوران جراحت میں ایک معروف ڈاکٹر شیخ صاحب [illegible] (کس [illegible]) سے علاج معالجہ کروانا [illegible] شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب [illegible] capsules میں Howard کی Quinine [illegible] کے دوران معلوم ہوا [illegible] حکیم صاحب (حاجی [illegible] جراحت [illegible]) [illegible] ڈاکٹر صاحب نے ایک [illegible] سے معلوم ہوا Peritonitis ہو گیا ہے۔ infection [illegible] والدہ صاحبہ کا پیٹ بڑھتا جا رہا تھا [illegible] حالت میں آپریشن [illegible] نے پوچھا ڈاکٹر صاحب [illegible]

"[illegible] تمام [illegible] معاملات [illegible] والدہ صاحبہ [illegible] روزی جہان فانی سے رحلت کر گئیں۔

یہ بھی عرض کرتا چلوں 1954 میں ڈاکٹر [illegible] صاحبہ [illegible] میں [illegible]

Marfat.com

صاحب جو 1954 میں زمیندارہ کالج کے نان میڈیکل کے سٹوڈنٹ تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر سلزر کی بیگم کے متعلق ایک واقعہ سنایا جو پیش خدمت ہے۔

ایک روز ڈاکٹر صاحب نے بازار سے نئے جوتے خریدے۔ جب وہ نئے جوتے پہنے ہوئے واپس کالج لوٹیں تو دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی کی وجہ سے سخت تکلیف دے رہا تھا۔ اس نے چپڑاسی سے کہا کہ جس دکان سے میں جوتے لائی ہوں، اس دکان پر جوتا لے جاؤ اور اس سے کہو یہ جوتا مجھے تکلیف دیتا ہے وہاں سے اتنا چمڑا اور کھلوا لاؤ۔ یہ بات تمام کالج میں پھیل گئی۔ غلام سرور کالج کے پرنسپل ہوا کرتے تھے انہوں نے کہا "میڈم خود ہی چلی جائیں جوتے کا چمڑا کھلوانے کی بجائے ضرورت ہے دوسرا جوتا تبدیل کر کے لے آئیں۔"

میڈم نے یہ خوب جواب دیا "جوتے اتنے قیمتی نہیں، میرے بازار جانے سے طلباء کا قیمتی وقت ضائع ہو جائے گا۔"

Clash of civilizations کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے!

ڈاکٹر صاحب کا طریق کار

کالج کے ہوسٹل میں ڈاکٹر سلزر درخت کے نیچے مریضوں کا معائنہ کرتے جہاں صرف ایک لکڑی کی معمولی میز ایک طرف کرسی ہوتی، بائیں جانب مریض کے بیٹھنے کے لیے سٹول اور میز پر چند ایک instruments نسخہ جات لکھنے کی ایک چھوٹی سی ڈائری ہوتی۔ shorts پہنے ہوتے اس کے علاوہ ننگے بدن کانوں میں stethoscope پاؤں میں سفید بانس کے جوتے اور سفید جرابیں۔ راقم کو بھی سفید جرابیں پہننے کا شوق ڈاکٹر صاحب کی تقلید میں ہوا۔ سردی ہو یا گرمی راقم گھٹنوں تک کی سفید جرابیں ہی پہنتا ہے۔

صبح نو بجے سے پہلے مریضوں کی قطار لگ جاتی۔ ڈاکٹر صاحب کا ملازم قطار کے ایک سرے کے قریب کھڑا ہو جاتا اور ایک ایک مریض کو ڈاکٹر صاحب کی طرف بھیجتا۔ ڈاکٹر صاحب مریض کا معائنہ کرتے اور نسخہ لکھ دیتے تو ہسپتال سے دوائی لے لیتا۔ تقریباً ہر مریض کا معائنہ ایک منٹ میں کرتے۔ سادہ طریق کار سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا گیا۔ تعجب ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو پنجابی زبان پر عبور حاصل تھا اور دیہات میں مقبول شخصیت واقع ہوئے۔ ایک روز ڈاکٹر صاحب کے دیگر انگریز مہمان آئے اور انہوں نے حقہ اور تمباکو خریدنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ (ضمیمہ 11) ڈاکٹر سلزر صاحب اپنے مہمانوں کو لئے ایک نیکر پہنے اور سر پر Sola-hat رکھے گجرات شہر میں وارد ہوئے۔

ایک وقت تھا گجرات کی بازار (ضمیمہ 12) حقہ تمباکو بیچنے میں مشہور اور بازار کے دورویہ اسی نوعیت کی دکانیں دعوت نظارہ دیتی تھیں۔ جب یہ صاحبان اس بازار میں (حقہ اور تمباکو) خریدنے کیلئے مصروف سرگرم گھوم رہے تھے تو بعض بازاری منچلوں نے حیرت سے دیکھنا شروع کر دیا۔ دیکھو انگریزوں کو حقہ تمباکو کے لئے آئے ہیں حالانکہ ڈاکٹر کو تو "L" کا بھی پتہ نہیں ایک منچلے نے طنزاً فقرہ کسا۔ اس پر ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے ان لڑکوں کی طرف دیکھا اور کہا "ہم کو پتہ ہے "L" کیا ہے؟" لڑکے اس انکشاف پر شرمندہ ہوتے ہوئے کہ گورا پنجابی زبان جانتا ہے اور حیرانی کے انداز میں رفو چکر ہو گئے۔

تہذیب اجازت نہیں دیتی کہ میں "L" کی تشریح کروں۔ آپ بخوبی سمجھ گئے ہونگے۔

زمانہ بہترین استاد ہے

قبل از تقسیم ہند جی ٹی روڈ پر کھاریاں سے لاہور جاتے ہوئے اس شہر کے قریب بائیں ہاتھ کی طرف ایک سکول ہوا کرتا۔ (جو اب بھی ہے) اپنے باغات اور بلڈنگ کی خوبصورتی، نظم و ضبط اور تعلیمی معیار کے لحاظ سے قابل رشک تھا۔ اس وقت کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے سکول کی بیرونی دیوار جو کہ جی ٹی روڈ کی طرف تھی۔ یہ محاورہ جلی حروف میں لکھ دیا:

"زمانہ بہترین استاد ہے۔ دنیا بہترین کتاب ہے۔"

اس وقت کے وزیر تعلیم پنجاب (متحدہ پنجاب) سر عبدالقادر کہیں جاتے ہوئے وہاں سے گذرے اور آپ کی نظر دیوار پر

Marfat.com

لکھے ہوئے فقرے پر پڑی تو آپ تحریر کے خالق کو خراجِ تحسین پیش کیے بغیر آگے نہ بڑھ سکے۔ اور شیخ صاحب نے پچھلے [illegible] ماسٹر کو یاد کیا اور اُن کے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی جس میں حمید ماسٹر صاحب و عربی سندھی اور [illegible] گیا۔

کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اس غلامی کے دور کی خوبیوں کو یاد کروں ؟

اب ہم آزاد ہیں۔ مادر پدر آزاد۔ سکول اب بھی وہیں موجود ہے۔ کوئی ندوی حمید ماسٹر صاحب بھی موجود [illegible]۔ مجھے تو سکول دیکھ کر رونا آتا ہے۔ آپ بھی اگر وہاں سے گذریں تو انصاف کریں اور میری نوحہ خوانی میں شریک ہوں۔

سائیں ”ترن تارن“ (فضل دین صاحب)

سائیں ترن تارن جن کا اصل نام فضل دین تھا جب کسی انگریز کے پاس خانساماں کی نوکری سے [illegible] واپس آتے تو مکمل انگریزی لباس میں ملبوس رہتے۔ سر پر Sola hat (Pith-hat) اور ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی رکھتے تھے۔ گفتگو بھی انگریزی اور اردو زبان میں کیا کرتے۔ سائیں ترن تارن حافظ صاحب (چچا صاحب کے بھائی) [illegible] کے قریبی دوستوں میں سے تھے جب بھی دیوان خانہ میں تشریف لاتے تو انگریزی کھانوں کی بات کرتے [illegible] chops اور condiments وغیرہ کا ذکر کرتے اور خوب چٹخارے لیتے۔ آپ بھی [illegible] (چچی کی [illegible]) [illegible] بھی [illegible] کا ذائقہ محسوس کرتے۔ lamb cutlet جیسی [illegible] تھی۔

فضل دین صاحب کو رنگ سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ [illegible] پہاڑی [illegible] آپ کے تین بیٹے بھی جوان تھے بڑے بیٹے کا نام [illegible] بہت خوبصورت جوان تھا۔ [illegible] Agriculture Department میں Assistant Director اور [illegible] رہتا اور دوچھوٹے بیٹے [illegible] بھی جماعت میں پڑھا کرتے۔ فضل دین نے اپنے بیٹوں کی [illegible] ان دونوں [illegible] جماعت میں تھے شادی میں [illegible] 1940 کی بات ہے۔

فضل دین صاحب کی دوستی ایک [illegible] جناب سید [illegible] National Bank of Pakistan کی Circular Road سے [illegible] فضل دین [illegible] سے بھی [illegible] ہوئی۔

فضل دین صاحب [illegible] جماعت میں [illegible] کے پاس بھی بیٹھتے [illegible] میں [illegible] کیا کرتے۔ [illegible] تھے [illegible] معمول کے [illegible] تو محمد بخش صاحب چوہدری [illegible] بڑی دلچسپی کی وجہ سے [illegible] بیٹھے۔ فضل دین نے کوئی قرآن پاک کی آیت پڑھی اور ترجمہ [illegible] محمد بخش صاحب نے [illegible] کی آیت پڑھ کر اس کی تشریح کی تو فضل دین نے پوچھا ”اس کے بعد کیا ہوا؟“

”میں ابھی اپنے مرشد کے پاس سے چھوٹا ہوا ہوں [illegible]“ محمد بخش صاحب [illegible]

محمد بخش صاحب کے مرشد کا نام شیخ غلام محی الدین تھا اور وہ جالندھر میں رہتے تھے۔ [illegible] قادر شاہ تھے جن کا مزار بھی جالندھر میں موجود ہے۔ شیخ غلام محی الدین صاحب [illegible] اشعار کے قائل بھی تھے۔ 1947 میں یہ [illegible] آزادی ہند سے پہلے [illegible] تشریف لے گئے۔ انہوں نے اپنی [illegible] یہ [illegible] فیصلہ [illegible] Tribune [illegible] top [illegible] آپ سب سے بلند پایہ [illegible] ہیں۔) شیخ صاحب کی [illegible] زبان میں شائع ہوئی۔ (ضمیمہ 13)

Marfat.com

ایک دن محمد بخش صاحب اور فضل دین شیخ غلام محی الدین صاحب کے پاس جالپور جٹاں پہنچ گئے۔ تخلیہ میں شیخ صاحب اور فضل دین سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ شام کو محمد بخش اور فضل دین واپس گجرات پہنچ گئے۔

اب فضل دین نے اپنی آبائی مکان چھوڑ کر ایک چھوٹی سی حویلی جو زمیندارہ بنک کے عقب میں تھی غیر آباد زمینوں میں [illegible] بھی اپنے آبائی مکان بھی آباد کرتے۔ فضل دین نے یہ ایک کوٹھی تعمیر کرائی جس کا نام اپنی بیوی زینب کے نام کی مناسبت سے زینب پورہ رکھا گیا۔ اس حویلی میں چند دنوں کی سوچ بچار کے بعد فضل دین نے ایک رات محمد بخش کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ محمد بخش نے دروازہ کھولا تو آپ اندر داخل ہوئے اور کہنے لگے "مجھے وہ نور نظر آیا جس نے میری کایا پلٹ دی۔" مگر محمد بخش سے بات [illegible] پتہ چلا۔ فضل دین رات سے اندھیرے میں یہ شخص ہوا۔ اس دن کے بعد فضل دین صاحب کی دنیا ہی بدل گئی۔ [illegible] گئے اور [illegible] سے نام سے پکارے جانے لگے۔

یہ فضل دین وہ [illegible] ایک [illegible] جناب حکیم عبداللہ نے تجویز فرمایا کیونکہ زینب پورہ محلہ میں ایک ہی کوٹھی [illegible] میں صاحب [illegible] آبادی تھی۔ جب سیلاب آتا تو یہ کوٹھی [illegible] چھت تک پانی میں [illegible] فضل دین تو [illegible] اپنی والدہ صاحبہ سے بے پناہ محبت تھی۔ والدہ محترمہ تھیں اور بینائی سے محروم ہو گئیں۔ فضل دین [illegible] بیٹے اور گجرات شہر میں گھومنے آتے اور [illegible]

[illegible] دیکھو وہ [illegible]

فضل دین کی بیٹی [illegible] نہایت خوبصورت تھی اس کی شادی ننگا بادی گجرات میں ہوئی مگر وہ مر گئی۔ بچہ [illegible] شادی کی۔ جب سائیں [illegible] صاحب زینب پورہ میں سکونت کرتے تو [illegible] (چندارہ) وہ وقت ہوتا لوگ چندا وغیرہ لینے بیٹے آتے تو سائیں صاحب [illegible] غلام رسول سے کہا "(چوہدری غلام رسول صاحب جنہیں لوگ "لالہ" غلام رسول بھی پکارتے۔ [illegible])

سائیں [illegible] صاحب ایک [illegible] کو ہمیشہ استعمال کرتے۔ سردی کے موسم میں بھی اپنے [illegible] اور سفید ریشمی داڑھی۔ پاؤں میں چپل اور اس حالت میں [illegible] گئے۔

[illegible] سائیں صاحب کے پاؤں میں چپل تھی حافظ صاحب نے پوچھا

"فضل دین [illegible] کی چپل کہاں گئی؟"

[illegible] ایک ہی چپل پہنے گھر واپس لوٹے تو بیگم صاحبہ نے خوب لعن طعن کی اور [illegible] میں نے اتنی قیمتی چپل خرید کر دی تھی۔ یہ اس کی قدر [illegible]

سائیں صاحب نے فرمایا "جھگڑنے کی کوئی بات نہیں ایک ہی پاؤں کی چپل سے گزارہ کر لوں گا"

جب [illegible] سائیں صاحب کی والدہ اور ان کی بیگم کے درمیان جھگڑا اٹھ کھڑا ہوتا جب سائیں صاحب [illegible] آتے تو ایک طرف اپنی والدہ محترمہ کو بٹھا دیتے اور دوسری طرف اپنی بیگم صاحبہ کو اور دونوں سے [illegible] پوچھتے اور پوچھا "[illegible] ہاں بی والدہ [illegible] کی غلطی ہے؟"

"[illegible] کی ہوئی ہے۔"

"[illegible] بیگم صاحبہ [illegible] ہے؟"

"[illegible] بیگم صاحبہ فرماتیں۔

"[illegible] غلطی [illegible] معاف کر دیں۔" آخر میں یہ فیصلہ سنا دیتے۔

سائیں [illegible] نہایت [illegible] ہوئے تو اپنے بڑے بیٹے کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں ہی وفات پائی

Marfat.com

سائیں رحیم خاں صاحب

حضرت پیر رشید اللہ والے ماموں زاد بھائی پیر غلام محی الدین گجرات کے مشہور [illegible] تھے۔ [illegible] اسلامیہ ہائی سکول اور [illegible] مسلم ہائی سکول میں اس عہدہ پر فائز رہے۔ ملازمت کے سلسلے میں آبادان (ایران) گئے ہوئے تھے۔ [illegible] جنگ عظیم شروع ہوئی۔ [illegible] خط و کتابت کا سلسلہ اپنے والدین سے گجرات میں جاری [illegible] جنگ میں شدت [illegible] خط و کتابت کی ترسیل کا وقفہ بتدریج بڑھتا رہا۔ ایک ایسا وقت بھی آیا کہ خط و کتابت کا سلسلہ بند ہو گیا [illegible] عافیت کی کوئی خبر نہ ملی۔ اس وجہ سے ان کی والدہ صاحبہ کو نہایت پریشانی کا سامنا ہوا۔ ایسے میں انہیں [illegible] سوجھی۔ چنانچہ انہوں نے سائیں رحیم خاں صاحب سے مشورہ کرنے [illegible] کا ارادہ کیا [illegible] اور میرے ساتھ سائیں صاحب کے آستانے پر چلو۔ میں نے [illegible] اور بزرگ خاتون کے ساتھ [illegible] میں ایک [illegible] پہنچ گئے۔ بزرگ خاتون [illegible] ہوئے تھیں۔ سائیں صاحب پر [illegible] وقت ایک جذب [illegible] کی کیفیت [illegible] اور عقیدت مند [illegible] کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو چیز [illegible] دیتے ہیں۔ ان [illegible] میں بھی [illegible] بے مثال محبت [illegible] سائیں صاحب کی خدمت میں [illegible] نامساعد حالات میں جدائی کے صدمے [illegible] ہیں۔ [illegible]

[illegible] سائیں صاحب کی مجلس میں قدم رکھا تو [illegible] وقت [illegible] بیٹھے ہوئے تھے۔ [illegible] اور [illegible] دیکھتے ہوئے [illegible] بیٹھے [illegible] قدموں میں رکھ دیں۔ سائیں صاحب [illegible] انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ [illegible]

یقین جانیے [illegible] سائیں صاحب کا ایک بیان [illegible] معروف [illegible] میں پیدا [illegible] سائیں صاحب [illegible]

[illegible] میں شاہ زمان [illegible] صاحب [illegible] گجرات میں رہائش پذیر تھے۔ اس علاقے میں [illegible] سائیں رحیم خاں صاحب کے عقیدت مند [illegible] اور بزرگ [illegible] سائیں رحیم خاں کے معتقدات میں سے تھے۔ [illegible] گجرات میں رہائش پذیر ہیں۔ [illegible] ہوں۔

یہ واقعہ شاہ زمان نے 2 مارچ 1994 میں [illegible] ہوا۔ [illegible] شاہ زمان [illegible] ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے بعد [illegible] عقیدت [illegible] میں [illegible] سائیں رحیم خاں صاحب [illegible] کرتے تھے۔

ایک دن سائیں صاحب [illegible] بہت [illegible] تھے۔ [illegible] نذرانہ پیش [illegible] عافیت [illegible] عقیدت مند [illegible] نہایت اطمینان سے بیٹھے رہے۔ دفعتاً سائیں صاحب نے شاہ زمان [illegible] صاحب [illegible] [illegible] انہوں نے [illegible] میں [illegible]

Marfat.com

نوید مسرت سے سرفراز کیا۔

خدا کی قدرت دیکھئے پہلے ان کا پوتا شاہ زمان بٹ پیدا ہوا پھر یکے بعد دیگرے دو اور اُن کے بھائی تولد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں۔ قلم دوات سے مراد تھی کہ پڑھنے لکھنے والے بچے پیدا ہوں گے اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ وہاں چوہدری فقیروں سے عقیدت کا سلسلہ بھی رواں دواں ہے۔ بٹ صاحب کا ایک بھائی جو بڑا ہے (جسے ہم راشد "پیارے شاہ" کے نام سے جانتا اور پتہ نہیں اس کا اصل نام کیا ہے؟) کو شروع سے ہی فقیروں سے تو انتہا درجے کی عقیدت ہے۔

شاہ زمان بٹ روزگار کے سلسلے میں خلیج گئے ہوئے تھے اور گھر کی تمام ذمہ داری اُن کی والدہ کی زیرِ نگرانی تھی۔ اس کے علاوہ پیارا شاہ بھی ہر معاملے میں حتی الوسع ہاتھ بٹاتا اور گھر کی ذمہ داریوں کو پورا کیا کرتا۔ ہوا یوں کہ شاہ زمان بٹ کا منجھلا بیٹا جس کی عمر اس وقت ڈیڑھ تین سال کے لگ بھگ تھی۔ گھر سے گلی میں نکلتا اور وہاں سے بازار پہنچ کر جدھر منہ آتا اُدھر نکل کھڑا ہوتا۔ اس کی اس عادت نے والدہ اور دادی کو پریشانی کے گرداب میں پھنسا دیا۔ "پیارا" تھا کہ وہ بھی گھر سے اکثر اوقات غائب رہتا جس سے پریشانی میں اضافہ ہو جاتا۔ ایک دن شاہ زمان بٹ کی والدہ اسی پریشانی میں آزردہ خاطر تھیں کہ پیارا گھر وارد ہو گیا۔ اس پر جہاں والدہ صاحبہ نے پیارے کو برا بھلا کہا وہاں اسے تلاش کرنے کی بھی ہدایت کی۔ چنانچہ پیارے نے والدہ صاحبہ کو تسلی دی کہ آپ فکر نہ کریں، نہ صرف بچہ مل جائے گا بلکہ ایسا "ہماڑا" کر دوں گا کہ وہ آئندہ بھی بازار کا رخ نہیں کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا بچہ گلی کی نکڑ تک آتا مگر بازار کا رخ نہ کرتا۔

ایک روایت کے مطابق سائیں رحیم خان صاحب نسلاً پٹھان اور انگریزوں کے دورِ حکومت میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے لیکن کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنا اعلیٰ منصب کی ملازمت ترک کی اور درویشی اختیار کر کے گجرات تشریف لے آئے۔ یہ بھی شنید ہے کہ ان دنوں یہاں حضرت سائیں کرم الٰہی المعروف کانوانوالی سرکار رہتے تھے۔ ان کی درویشی کی شہرت عروج پکڑی اور قرب و جوار میں پھیلنے لگی تو انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ سائیں رحیم خان صاحب پر چھائی جذب و مستی کی کیفیت طاری ہوئی۔ انہیں اپنے ماحول کی کوئی خبر نہ رہی۔ اس جذب و مستی کے عالم میں ہر وقت تیز تیز قدموں سے چلنا اور "رحیم خان قُل، رحیم خان چل" کا ورد کرتے رہنا معمول بنا لیا۔ مجھے مہر فضل حسین۔۔۔ جو پہلے تانگہ چلاتے پھر انہوں نے زندگی کے آخری ایام تک شیر فروشی کی دوکان بازار گجرات میں رکھی۔۔۔ نے بتایا "ایک دن سائیں رحیم خان صاحب اپنی روایت کے مطابق تیز تیز گشت کر رہے تھے اور وہی مخصوص جملہ زبان پر (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) یہ دلخراش خبر سن کر کہ سائیں کرم الٰہی المعروف کانوانوالی سرکار وصال فرما گئے ہیں۔ رحیم خان صاحب فوراً اس دکان میں داخل ہوئے اور صدمہ سے نڈھال کونے میں تخت پوش پر بیٹھ گئے اور چپ سادھ لی وہ ایسے بیٹھے کہ پھر دوبارہ اٹھ نہ سکے یہاں تک کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔" یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ "بابا نونہ" سائیں رحیم خان کے ایسے عقیدت مند ہوئے کہ انہوں نے پرانی کے قدموں میں امان پائی۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے عرض کرتا چلوں کہ جیسے ہی انہوں نے تخت پوش پر نشست جمائی تو عقیدت مندوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ ایک مردِ قلندر کی بادشاہی کا دور ختم ہوا تو دوسرے مردِ حق کا دور شروع ہو گیا۔

پانچ سال کے بعد سائیں رحیم خان کے بڑے بھائی امان اللہ خان بابے نونہ کی دوکان پر تشریف لائے اور برادر صغیر کو جو مقام میں ان سے بہت بلند تھے۔ اپنے کندھوں پر اٹھا کر محلہ تریننہ کے ایک ٹبے پر (جہاں اُن کا مزار شریف ہے) ایک بیٹھک میں نہایت عزت و تکریم کے ساتھ ایک لکڑی کی چوکی پر بٹھا دیا۔

سائیں کانوانوالی سرکار

وہ بھی زمانہ تھا جب شب و روز ہوتے جب انسان چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی خوش ہو جایا کرتا اور یہ چھوٹی باتیں کبھی کسی کی دل آزاری کا موجب بھی نہ بنتیں بلکہ ہر کسی کو ان کے لئے خوشیوں کا پیغام لاتیں۔ ان باتوں کیلئے کچھ مخصوص رسومات و روایات تھیں جن سے انسانی خوشی کے ساتھ ساتھ بارگاہِ الٰہی میں ایک پوشیدہ التجا ہوا کرتی۔ مثلاً موسم گرما میں جب کبھی توقع کے مطابق بارش نہ ہوتی

Marfat.com

تو عام طور سے کسی بزرگ مرد یا عورت پر نہ صرف گھر سے باہر بلکہ بعض اوقات گھر کے اندر بھی انجان پر بالٹیوں سے پانی ڈالا جاتا۔ اس سے وہ بزرگ برہم ہو کر گالی گلوچ اور سخت کلامی پہ اتر آتا اور پانی ڈالنے والا خوشی سے قہقہہ لگاتا بھاگ جاتا۔ بیان کرتے ہیں کہ بزرگ کا اتنی بے عزتی کرتے وقت اس کی سخت طبیعت کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ پانی ڈالنے والے کی بے عزتی کرے اور تھیلا ان سے پیچھے بھاگے۔ خدا کی قدرت دیکھئے۔ ادھر اس پانی ڈالنے کے عمل پر گالیوں کا سلسلہ شروع ہوا ادھر صاف مطلع سے کالی گھٹائیں امڈ آتیں اور ایسے ٹوٹ کر برستیں جیسے پھر کبھی بارش نہ ہوگی۔

ایک دفعہ ایسے ہی گرمیوں کے موسم میں بارش وقت پر نہ ہونے کی وجہ سے ایک طرف فصلیں مرجھا رہی تھیں تو دوسری طرف گرمی سے تمام جاندار جاں بلب اور رسم و روایت کے مطابق آس پاس کے دیہاتوں کی عورتیں اکٹھی ہو کر جناب سائیں کرمانی المعروف کانوانوالی سرکار پر پانی ڈالنے اور اپنے من کی مراد حاصل کرنے آگئیں۔ آپ ہمیشہ اپنے پاس مرغ کا (کاٹ) رکھا کرتے۔ جب انہوں نے چند عورتوں کو سر پر پانی کے گھڑے اٹھائے اور ہنستے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا تو انہوں نے گھڑے کو مرغ سے اپنے ارد گرد لکیر کھینچی اور خواتین کو مخاطب کر کے فرمایا "جہاں کھڑی ہو وہاں سے نہ ہلنا۔ مجھے پتہ ہے تمہارا یہاں آنے کا مقصد کیا ہے؟" اس پر ایک بزرگ خاتون نے عرض کیا "سائیں جی! اس دفعہ ابھی تک بارش نہیں ہوئی آپ پر پانی ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری بھی سن لے گا اور ہم پر رحمت کی بارش نازل کرے گا۔"

"تم میں سے جس کسی نے صرف ایک ہی کا منہ دیکھا ہے۔ (اس سے مراد تھی صرف اپنا خاوند) وہ پیش آگے بڑھ کر پانی ڈالے۔ پھر دیکھو میرے مولا کے رنگ۔" سائیں صاحب نے فرمایا۔

ان عورتوں میں سے بس ایک عورت آگے بڑھی اور اس نے ان پر پانی ڈالنے کی رسم پوری کی۔ سائیں صاحب ہنس دیے اور عورتوں نے بھی قہقہہ لگایا۔ سائیں جی نے آسمان کی طرف دیکھا اور اپنے مولا کی رنگ میں بات اللہ میاں hotline پر اپنے پروردگار سے بارش کیلئے عرض کی۔

خواتین نے اپنی ریت نبھائی اور چلتی بنیں۔ کہتے ہیں عورتیں ابھی رستے میں ہی تھیں کہ بارش نے گھیر لیا۔

اب کون ہے جسے انکار کی جرات ہے کہ بزرگوں کی دعا میں رنگ نہیں لاتیں؟ یہ روایات معاشرے کا حصہ ہوتی ہیں جن کی بنیاد حقائق پر مبنی ہوتی ہے۔

شطرنج اور شکار

راقم بچپن سے ہی شطرنج chess کھیلنے کا بہت شوقین تھا۔ استاد غلام رسول سپونوالے کے ڈیرے کے ساتھ جہاں آج کل مشہور چوک واقع ہے وہاں پر ایک تالاب ہوا کرتا اور اس تالاب کے جنوب میں ایک کھلی جگہ جہاں جلسے ہوا کرتے تھے۔ تالاب کا پانی بھی استعمال ہوتا رہا۔ یہ جگہ جلسوں میں استعمال ہوتی۔ سید عطا اللہ شاہ بخاری نے تحریک احرار کے عروج کے دور میں تقسیم ہند سے قبل اپنی مشہور تقریر اسی جگہ پر کی تھی۔ چشتی بادشاہ کے مزار کے شرق میں تالاب کے کچھ حصہ پر مٹی ڈال کر زمین برابر کر کے پلاٹ کاٹے گئے اور جنوب شرق میں ایک چھوٹی سی ڈال دی گئی جو کہ استاد غلام رسول سپونوالے کا ڈیرہ ہوا کرتا تھا۔ پیر اکثر اوقات اپنے دیوان خانہ میں chess کی خوب محافل جمایا کرتے۔ اس کھیل کے متعدد ساتھیوں میں سے ایک ہمارے دور کے رشتہ داروں میں سے پیر صابر شاہ بھی ہوتے۔ وہ بھی شطرنج کے شوقین اور انہوں نے ہر طرح کی پیش بندی کے لیے قریب سائیکل رکھی ہوتی تھی۔

ایک دفعہ گرمیوں کا موسم تھا۔ اکمل مرحوم، پیر صابر شاہ اور میں جو شطرنج کی بازی ہارجاتا اٹھ جاتے اور بیٹھتے۔ میں پیر صابر شاہ سے شطرنج کی بازی میں مشغول تھا کہ اسی اثنا میں ایک بزرگ صورت سفید ریش سائیکل سے اترے "پیر شاہ جی اٹھئے میرے بال بچے جو ناتے بڑی شدت کی پڑ رہی ہے اور جلدی میں ہوں ذرا پیچھا کرا دیں۔" پیر شاہ جی اپنے کھیل میں مشغول تھے کوئی جواب نہ دیا بلکہ نظر انداز کر دیا جیسے سنا ہی نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد پھر بزرگ نے دوبارہ وہی فقرہ دہرایا اور اپنے معتقد کا پیر توجہ مرکوز کرانے پہنچ گئے۔

[illegible] میں نے [illegible] سے شادی۔ [illegible] نے پھر متوجہ کرانے کی کوشش کی جس پر شاہ جی نے جھنجھلا کر مشتعل انداز میں کہا:
''[illegible] دی شادی ہوئی اے۔ تینوں پنچھ دی پئی ہوئی اے۔'' ناچار وہ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

اسی طرح ایک چچا ''ڈوش'' ہوا کرتے تھے جن کی بیٹھک صابر شاہ کی دوکان کے قریب تھی۔ پیر صابر شاہ، اجمل اور میں [illegible] چچا ڈوش عمر میں ہم دونوں سے بہت بڑے تھے اکثر اوقات اکٹھے شطرنج کھیلا کرتے۔ چچا ڈوش کی بیٹھک ترجیحاً استعمال میں [illegible] ان کی عادت تھی [illegible] بازی ہارنے کے قریب ہوتی جو کہ حسب معمول ہار جاتے۔ کوئی نہ کوئی ''جھمل'' ڈال دیتے۔ مثلاً [illegible] نہیں تھی تم نے [illegible] ''یہ بڑی استادی [illegible] یا بدتمیزی سے [illegible] رکھتے وقت بازو سے دوسرے [illegible] اکثر اوقات [illegible] اور ہم پر الزام تراشی کی بوچھاڑ کر دیتے کہ تم سب کے سب یقیناً بے ایمان [illegible] بدتمیزی [illegible] شرم نہیں آتی۔ میں صاف ستھرا کھیل پسند کرتا ہوں اور تم بے ایمانی کرتے [illegible] اکثر اوقات [illegible] میں کوئی مہرہ محفوظ [illegible] پیچھے [illegible]

چچا ڈوش [illegible] انہوں نے اپنی بیٹھک میں ایک بار مونیم رکھا ہوا تھا۔ شطرنج کھیلنے کے بعد [illegible] منظوم [illegible] ترنم میں [illegible] انداز میں شروعات میں ''آبا [illegible] میں [illegible] اور پھر [illegible] اس طرح شروع کرتے [illegible] کے نام سے [illegible] ایک [illegible] کرتے تھے۔

[illegible] دیوان [illegible] رسول شاہ کا دیوان خانہ تھا۔ وہ نسبتاً چھوٹے [illegible] تھے۔ [illegible] کی شادی [illegible] صاحب سے ہوئی۔ پیر [illegible] رسول شاہ کافی عرصے وفات پا چکے ہیں جب بھی شطرنج کھیلنے کے دوران [illegible] آ گئی۔''

ایک [illegible] چچا ڈوش اور [illegible] حیات [illegible] اندھیرے [illegible] خانی پر [illegible] کا شکار کرنے گئے چونکہ ابھی اندھیرا ہی تھا۔ [illegible] جاتا تب جا کر ہوتی [illegible] اندھیرے [illegible] کی غرض سے [illegible] کھیتوں میں [illegible]

ایک [illegible] وقت [illegible] دونوں شکاریوں کی بینائی بھی قدرے کم ہی تھی۔ ادھر ادھر کھیتوں میں گھومنے [illegible] چچا ڈوش نے [illegible] صاحب [illegible] کھیتوں میں [illegible] نظر آ رہا ہے۔'' ڈاکٹر صاحب نے اپنی عینک [illegible] نہایت [illegible] بندوق سے فائر داغ دیا۔ ادھر بندوق کے گھوڑے (ٹریگر) [illegible] دوسری طرف پانی میں [illegible] کی آواز کے ساتھ ساتھ ''ہائے مر گیا، ہائے مر گیا'' کی [illegible] کی آواز آئی۔ چچا ڈوش اور ڈاکٹر صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدقسمت بوڑھا سفید پوش [illegible] پانی میں [illegible] ڈاکٹر حیات صاحب نے شور مچا دیا کہ جلدی سے کوئی چارپائی لاؤ۔ [illegible] کھیتوں [illegible] اور صورت حال کے پیش نظر چارپائی لے آئے۔

[illegible] اپنے [illegible] ہوا تھا اور اندھیرے میں سفید پوش کی [illegible] ڈاکٹر صاحب [illegible] فوراً [illegible] ڈاکٹر صاحب [illegible] چارپائی پر [illegible] اپنے کلینک (گھر) علاج معالجہ کے لئے لے آئے۔ گاؤں والوں [illegible] ڈاکٹر صاحب کے اثر و رسوخ کے [illegible] اور اس [illegible] ڈاکٹر صاحب کے گھر میں نہایت راحت نصیب ہوئی۔ تندرست ہونے [illegible] آرام اچھی خوراک بلا مشقت قسمت میں لکھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب کا گھر چھوڑنے کو جی [illegible] صاحب [illegible] کا پختہ ارادہ کر لیا۔

Marfat.com

عذر لنگ

حضرت شاہ ولی اللہ کی اولاد میں ایک بزرگ حکیم [illegible] شاہ نواب حسن تھے جن کے تین جوان بیٹے [illegible] شاہ محمد شاہ [illegible] شاہ [illegible] حکیم [illegible] شاہ صاحب پیری مریدی کے علاوہ زمینداری بھی کیا کرتے۔ ایک دن اپنے چھوٹے بیٹے [illegible] شاہ [illegible] کل [illegible] کھیتوں پر کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری ٹانگ پر پھوڑا نکلا ہوا ہے اور [illegible] ٹانگ [illegible] ایک [illegible] وہ چلنے کی صورت میں معذور تھی۔ اس پر انہوں نے پٹی باندھ رکھی تھی۔ دوسرے دن جب [illegible] شاہ [illegible] تھی۔ اس نے جلدی میں [illegible] والد صاحب [illegible] داخل ہو [illegible] اور [illegible] میں دوسری ٹانگ پر [illegible] ٹانگ پر [illegible] جلدی جلدی پٹی باندھ دی۔ جب والد صاحب اپنے بیٹے کی تیمارداری کے لیے آئے تو دیکھا [illegible] پھوڑا [illegible] ٹانگ پر [illegible] اب دائیں ٹانگ پر کیسے چلا گیا؟ انہیں شک ہوا تو غصہ میں آ کر کہا [illegible] پھوڑا دوسری ٹانگ پر کیسے [illegible] [illegible]

"ابا جی! بیماری کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر بھی جا سکتی ہے۔"

والد صاحب کا شک اب یقین میں بدل گیا۔ انہوں نے اس کی ٹانگ سے [illegible] میں [illegible] بیٹے نے [illegible] [illegible] مت [illegible] مجھے بڑی درد ہو رہی ہے۔" مگر والد صاحب نے [illegible] بندھی ہوئی تھی۔ اس زمانے کے [illegible] سادہ اور [illegible] بھی [illegible] کرتے تھے۔

فاختہ کا شکار

راقم کے چچا [illegible] صاحب جنہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ [illegible] [illegible] پہاڑی [illegible] جنہیں میں نے بچپن [illegible] وقت [illegible] جب آپ [illegible] جاتے [illegible] ملاقات [illegible] وقت میں [illegible] [illegible] کا صاحب [illegible] عادت [illegible] [illegible] [illegible] (wildmeat) [illegible] ہے۔"

"میں نے اس کا مطلب [illegible]"

تو اس پر انہوں نے [illegible] بیوقوف [illegible] پرندوں کا گوشت [illegible] فاختہ [illegible] میں تمہیں دو تین دن بعد ساتھ لے چلوں گا۔"

ایک دن [illegible] میں انہوں نے مجھے [illegible] جب میں وہاں پہنچا تو [illegible] [illegible] ایک [illegible] بندوق [illegible] میں نے زندگی میں [illegible] بندوق [illegible] کھیتوں میں [illegible] [illegible] [illegible] بندوق [illegible] فاختہ [illegible] نہایت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ایک درخت پر [illegible] فاختہ [illegible] بیٹھی ہوئی تھی۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بندوق [illegible] [illegible]

قریب ہی تھی۔ وہاں سے ایک چارپائی اٹھا لائے۔ بچہ [illegible] بندوق سے ٹکٹکی [illegible] آ گیا اور جب مضبوطی سے ٹکٹکی کے ساتھ [illegible] چند سپاہیوں نے چارپائی پکڑا دیا اور چارپائی اٹھا کر شکاری وہاں سے واپس آ گئے۔

یہ بندوق توڑے والی تھی۔ [illegible] میں بارود ڈال کر ایک [illegible] سے ٹھونک دیا جاتا تھا اور بندوق داغ کرنے کے بعد [illegible] پھر تھوڑی دیر میں [illegible] ہوتی ہے۔ جب فائر کیا گیا تو [illegible] کی وجہ سے وہ پیچھے کی طرف گرا اور بندوق سے ٹکٹکی کی وجہ سے [illegible] درخت کی [illegible] میں پھنسی ہوئی تھی اس کے [illegible] میں پھنسا ہوا تھا۔ قریب جا کر دیکھنے پر انکشاف ہوا [illegible] میں موجود تھی [illegible] کوشش [illegible] درخت کے تنے سے نکالنے میں کامیابی سے [illegible] درخت سے [illegible] چارپائی پر بندوق اور [illegible] شکاری [illegible] واپس آ گئے۔

[illegible] قدر [illegible] ٹکٹکی [illegible] طرف رخ کرنے [illegible] بندوق [illegible] نکال دیں اور [illegible] وجہ سے شکار کرنے میں دقت [illegible] ہوتی ہے۔

"آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا"

[illegible] قتل

[illegible] (پیر [illegible]) اور [illegible] فوج میں ملازمت [illegible] کے بعد [illegible] سے [illegible] ان [illegible] پاکستان کے [illegible] خلاف دونوں میں حصہ لیا اور دونوں جنگوں میں [illegible] اسلام آباد میں اور [illegible] میں [illegible] تھے۔ [illegible] دوست [illegible] تھے۔ "زاہد" [illegible] (ضمیمہ 14) [illegible] ایک [illegible] ضروری ہے۔ ہم دونوں [illegible] (ع) [illegible] "زاہد [illegible] اندازہ [illegible] پیچھے [illegible] ایک [illegible] دونوں میں سے ایک [illegible] زاہد [illegible] چنانچہ [illegible] مضبوطی کا اندازہ [illegible] زاہد نے [illegible] صاحب [illegible] آپ نے [illegible] "زاہد [illegible] محسوس [illegible] وقت [illegible] شام ہونے [illegible] زاہد [illegible] مصیبت میں [illegible] اس نے جواب دیا" [illegible] ہے۔"

[illegible] دیوان خانہ [illegible] جانب [illegible] زاہد [illegible] (تہمد) [illegible]

Marfat.com

میں نے بھی کہا میں بھی تہبند نہیں کھولوں گا۔ زاہد کو ہم دونوں پر غصہ آ گیا۔ زاہد کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ تم بڑے بہادر بنتے ہو تم اپنا تہبند اتارو اور یہ بہادری کا کام کر دکھاؤ" چنانچہ میں نے اس کی بات مان لی۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ایک طرف سے ریلوے لائن ہمارے گھر سے ملتی تھی، یہ بات تھی کہ ان کا ہمیشہ جب بند ہوتا تو وہاں سے دور جہاں تک اس کی گاڑی جاتی ہے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ زاہد نے تہبند کے سرے میں بل ڈالا۔ میں نے فوراً اپنا تہبند کھولا اور اسے پکڑا دیا۔ انہوں نے جلدی سے گاڑی کے ہک (ﷺ) سے کھول دی۔ تہبند کی تہہ میں ہماری گاڑی کا رکنا بالکل نہ تھا بلکہ وہ تہبند سے لٹکا ہوا تھا۔ ایک طرف زاہد نے بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور دوسرے سرے پر صاحب بیٹھے تھے کہ پہیہ لگا ہوا تھا اور تمام مجبوری سے ہوا لپیٹ کر چلا رہا تھا۔ زاہد نے اس پوزیشن میں پیر نذر شاہ سے ہو کر دوسری طرف دوڑ لگائی اور ہم پیچھے دوڑ کر عافیت سے پہنچ گئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب ہم لوگ غلام قادر کے ڈیرے تک لے کر آئے تو وہاں پر دیر سے میں تہبند کو ... اپنی وہ ۔۔ رات اندھیری تھی، یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ انہوں نے یہ محسوس کیا تھا کہ پیر نذر شاہ صاحب کے ڈیرے پر ایک بڑا ... اس کا نام راقم کو یاد نہیں ہے جس وقت زاہد سے پوچھا تو زاہد نے اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور یہی بات کہی ہوئے تک تھے تو یہاں سے ہو گئے۔

تب ہم طرف غلام قادر کے ڈیرے پر گئے تو وہاں موجود پیر نذر شاہ صاحب کا پتہ لگا تو ان کے پاس جا کر ان سے ... کے حالات کو بتایا۔ پیر نذر شاہ صاحب نے ... کی کوشش کر رہے تھے ... سوچ رہے ہیں ... تو وہیں غلام قادر کے ڈیرے پر پہنچ گئے تب ہم نے دوبارہ اس کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے بعد ... وہ دوبارہ پکڑ لیں۔ اس کے بعد ہم رات کو چند دنوں تک ہم دونوں سے بول چال بند کر دی۔

کرے کوئی بھرے کوئی

پیر زاہد حسین کے تمام دوست احباب "زاہدا" یا "زاہد" کہہ کر مخاطب کرتے اور راقم بھی یوں ہی کہتا تھا۔ پیر صاحب کے شوق سے دیوان خانے کے صحن میں ہر وقت ذرا تیز ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ... کی تخریب کاری کے ایک مرے پر چھوٹی اور شرارت بھی کرتا تھا جس کی پاداش میں شیشہ کا تاوان دینا پڑتا تھا۔

... پیر رسول شاہ (پیر فیض رسول کے والد گرامی) دیوان خانے میں تشریف فرما تھے۔ پیر رسول شاہ صاحب اپنے برآمدے میں دو تکیہ لگائے چارپائی پر ... طرف پاؤں کئے ہوئے آرام کر رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ کی ... شرارت کی۔ پیر رسول شاہ ہمیشہ ... (ان کا انتقال 20 فروری 2001 کو ہوا) ... اس موسم میں دوستوں کی نشست اور خوب ... کرتے۔ زاہد بھی ... پیر رسول شاہ ... بہت ... زاہد نے اپنی ... پیر صاحب کی آنکھوں پر شیشے کی ... پیر صاحب ... شیشوں سے ... ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ یہ ... کی شرارت ہے ... کی جان بخشی ... نہیں تھے۔ ... میں نے "زاہد" کو ... پیر صاحب کی ... آفت تھی۔ پیر صاحب ... کر کے ... نقل ... ہے۔

پیر رسول شاہ ... ہو کر ... تھے۔ مختلف ترکیبیں سوچنا شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد لیٹے ہی لیٹے چارپائی سے ... کر ... لی۔

... "زاہد" ... ہمارے پاس آئیں ... کیا ... بیٹھے ہوئے تھے ... انتظار کر رہے تھے ... نہیں ... کوئی ... اپنے دیوان خانے ... ہو گئے ... شادی ... ہے۔

Marfat.com

[illegible] صاحب دیوان خانہ میں داخل ہوا تو انہوں نے اسے آواز دی "بیٹا امتیاز! [illegible] کر دور لے گیا ہے ذرا [illegible] شاہ صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے جھپٹ کر اس کا بازو ایک ہاتھ سے پکڑ لیا [illegible] دوسرے ہاتھ سے [illegible] کی مرمت شروع کر دی [illegible] کے دوران کہتے جا رہے تھے [illegible] اپنی صفائی میں چھوٹے چھوٹے [illegible] انداز چل گیا تھا اور [illegible] بعد جب [illegible] اور [illegible] سید [illegible] ہمارے پاس [illegible] سمجھ سکتے تھے۔ آج کے شرافت کا [illegible] ہاتھ میں ابھی تک آئینہ موجود ہے [illegible] ہیں "بہت بدنام ہوا"

۵

[illegible] (اصل نام محمد صدیق [illegible]) [illegible] matinee show [illegible] پریشان ہوئے [illegible] صاحب [illegible] تھے چونکہ [illegible] کے وارث ہیں۔ [illegible] شہر میں تلاش کرنے کے لئے ہر طرف آدمی روانہ کر دیئے۔ [illegible] ایک آدمی نے مجھے پہچان لیا اور کہا کہ جلدی چلو تمہارے گھر والے بڑے پریشان ہیں۔ [illegible] تلاش کیا جا رہا ہے۔

میں نے [illegible] ہاتھ پاؤں پھول گئے [illegible] میں نے جواب دیا "[illegible]" [illegible] ہوئے البتہ گھر والوں [illegible] ایک [illegible] نے مجھ پر [illegible] کرتے ہوئے [illegible] صرف ایک [illegible] خالی بوری ڈال رکھی تھی۔ [illegible] ہدایت کی کہ مجھے [illegible] گھوڑے پر [illegible] میں نے [illegible] ذرا تیز کرو [illegible] شروع ہو گیا۔

[illegible] دیوان خانہ کے قریب پہنچے تو [illegible] میری والدہ ماجدہ [illegible] اور چچا صاحب [illegible] چچا صاحب نے [illegible] گھوڑے سے [illegible] میری مرمت (پٹائی) [illegible] اور میری پٹائی شروع ہوئی۔ چچا صاحب مجھے مار پیٹ [illegible] تمہاری والدہ [illegible] میری نانی صاحبہ نے میری جان چھڑائی [illegible] آئندہ نہیں کرے گا۔

میں [illegible] میں مصروف تھے۔ جب میں نے [illegible] شروع کر دیا [illegible] مزید [illegible] بالآخر [illegible] بیٹا تمہیں تو علم ہے تمہارے کتنے دشمن شہر میں موجود ہیں۔ جہاں جاؤ

Marfat.com

پوچھ کر چلو تمہیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ میری عادت کہ میں نے چھ روز شروع کر دیا اور ساتھ ہی گھر والے بھی دعا میں مصروف ہو گئے۔ میں نے یہ سلسلہ تین [illegible] شروع کر دیا۔ جو بھی گھر والے [illegible] اندر آتے میں چھ روز شروع کر دیتا اور انہیں روزانہ پانی پر دم کر کے دیتا اب میرے گھر والوں کی صحت بالکل ٹھیک ہے اور بیٹا بھی ٹھیک ہو گیا۔

ایک نئی مصیبت آن پڑی۔ اچانک میرے [illegible] کی پیٹھ پر [illegible] ہو گئی۔ [illegible] صاحب نے [illegible] ہر ماہ [illegible] کی کمر پر [illegible] [illegible] کہ علاج [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ایک پتھر میں [illegible] چند دنوں میں اس مرض سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے

[illegible]

[illegible]

اس واقعہ کے بعد مجھے [illegible] کی نوبت نہ آئی اور اب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مستری کی ''[illegible]''

[illegible] محلے میں ایک مستری صاحب [illegible]

[illegible] جب مستری [illegible]

مستری [illegible]

مستری نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

اس پر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مجھے یقین [illegible] مستری صاحب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مستری [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

Marfat.com

کی بھینسوں کے حوض بنانے کی غرض سے بھیجا۔ تو مستری صاحب فوری طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک نوکر جو بھینسوں کی دیکھ بھال پر مامور تھا، سے پوچھا "بھینسیں کہاں ہیں؟" نوکر نے جواب دیا "بھینسیں چھت پر موجود ہیں" چنانچہ مستری صاحب چھت پر گئے اور دیکھا کہ واقعی دو بھینسیں بندھی ہوئی تھیں۔ چھت پر بڑی اچھی حوض بنا کر نیچے اتر آئے۔ نوکر اپنے دیگر کاموں میں مصروف رہا اور اس نے مستری سے نہیں پوچھا کہ مستری کیا حوض بنا رہا ہے؟ چونکہ اس نے یہ خیال کیا کہ حکیم صاحب کی ہدایت کے مطابق حوض بنائی جا رہی ہے۔

اس کے بعد جب [illegible] مستری صاحب نے گھر کے اندر نہایت اطمینان سے کہا "میں اپنا کام نہایت احسن طریقے سے [illegible]" انہوں نے معذرت کے انداز سے فرمایا "کل آنا، چونکہ [illegible] تمہارے متعلق [illegible] ابھی [illegible] کل صبح آ جانا اور مزدوری لے جانا۔"

دوسرے دن حکیم صاحب جب دوبارہ پہنچے تو کہا "حوض کہاں بنائی ہے؟" [illegible] بھینسوں کے حوض کی غرض سے مستری کو بھیجا تھا [illegible] بیٹھ کر [illegible] تو یہاں حوض کی [illegible]

[illegible] حکیم صاحب گئے تو حوض نہیں بنا ہوا پایا اور دونوں چھت پر بھینسیں کھڑی تھیں۔

[illegible] چھت پر [illegible] اور پانی [illegible] حکیم صاحب [illegible] معلوم بھینسیں [illegible] پر [illegible] حکیم صاحب کا موڈ بدل گیا اور [illegible] نہایت [illegible]

[illegible] پانی [illegible] اور پھر چھت پر [illegible] اور [illegible] جہاں بھینسیں پڑی تھیں۔ [illegible] بھینسوں کا چھت پر چڑھنا مشکل [illegible] بھینس [illegible] چھت پر [illegible] بھینسوں [illegible] اور بھینس [illegible] حوض [illegible] اس [illegible] نہایت خوبصورتی سے بنا ہوا تھا۔"

"نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری"

[illegible] نصر اللہ [illegible] فرید الدین الدولہ عرف "چینا" نہایت عزیز اور بے تکلف دوست ہیں۔ چینا [illegible] بچپن سے ہی دونوں کا پیار محبت سے پروان چڑھے اور [illegible] 1945ء [illegible] ایک رات کا واقعہ ہے [illegible] حکیم صاحب نے بیان [illegible] Enterobius vermicularis [illegible] چنے [illegible] میری بیوی (فرخ جمشید جس سے راقم کی ابھی [illegible]) [illegible] چھوٹے [illegible] کرتے ہیں۔"

[illegible] فرخ جمشید [illegible] دو بیٹے اور دو بیٹیاں شادی شدہ ہیں۔ دو بیٹے اور بیٹی لندن میں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کوئی تین سال ہوئے خالدہ خانم [illegible] سب لوگ آپ کی خدمت [illegible] انہوں نے ہمیشہ پرہیز کو بالکل نظر انداز کر دیا [illegible] آج کل وہ لندن میں اپنے چھوٹے بیٹے اسد محمود کے پاس رہ

[illegible]

ہسٹیریا (Hysteria) یا آسیب!

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

"مجھے ملاقات کے لئے جماعت آنے سے قبل ... تین ماہ بعد وہی لڑکی اپنے خاوند اور والدین کے ہمراہ جماعت آئی اور ایک مٹھائی کی ٹوکری میرے قدموں میں رکھ کر کہا کہ آپ کی جماعت تشریف آوری کے بعد ہم نے جلدی لڑکی کی شادی کر دی اور اس طرح ہماری بچی بالکل تندرست ہو گئی۔ نہیں ہم نے دوبارہ تعویذ کی (پھکی) کی ضرورت محسوس نہ ہوئی البتہ آپ بتائیں کہ ہماری دوسری لڑکی کو بھی دورے پڑتے ہیں تو ... مرشد ... کوئی بات کر دیں تو یہ دونوں بھی تندرست ہو جائیں۔ میں نے کہا ... واللہ ... [illegible] ... بیاہی بیٹیوں کی شادی فوراً کر دی جائے۔"

بھوالن !

ہمارے شہر ... میں ایک مشہور و معروف فوارہ ... ہوا کرتا تھا جس کو سب لوگ "... فوارہ" کے نام سے جانتے پہچانتے ... [illegible] ... ایک فوارہ ... چپہ ... [illegible] ... فوارہ ... گرد ... جمع ... [illegible] ... ایک دوسرے ... [illegible] ... نیچے ... [illegible] ... بیچتے تھے۔ ساتھ ہی چھوٹی بڑی چھپیاں بھی پیش کرتے۔

یہ فوارہ ... [illegible] ... ہمارے شہر میں ایک تالاب ہوا کرتا ہے۔ ایک تالاب ... [illegible] ... جانب شمال مغرب واقع تھا جہاں ہندو باشندے پوجا پاٹ کیا کرتے تھے ... [illegible] ... ساتھ اور ... [illegible] ... واقع ہے جہاں ... [illegible] ... ہوتے ہیں۔

... [illegible] ... (چوڑی مار) ... چنانچہ جب وہ ایسا کرتے تو ... [illegible] ... ہاتھ سے چھوڑ ... ہو جاتے ... ہندو لوگ اس کو ... [illegible] ... پکارتے تھے۔

پتنگ اور چڑیا

حضرت ... [illegible] ... شاہ ... فیروز شاہ ... میاں ... حسین افضل اور ... دیوان خانہ کے برآمدے میں ... (پتنگ) ... [illegible] ... ایک روز ... چند قدردان بھی ... [illegible] ... چڑیا ... افضل نے بقدر ضرورت ... قدردان ... [illegible] ... آیات (پتنگ) میں تھیں۔

... [illegible] ... ایک قدردان نے ... ایک چڑیا ... پکڑا اور پتنگ کے ... [illegible] ... تیار کرنے ... چپ ... بادام ... خوشی ... [illegible] ... نہایت ... شاق ... بعد کافی دیر تک ... رہے۔ ... بعد ... آیات (پتنگ) ... [illegible] ... فیروز شاہ ... [illegible] ... پتنگ ... چڑیا ... صورت میں دیوان خانہ ... [illegible] ... حضرت ... شاہ ... [illegible] ... انداز میں ... فیروز شاہ ... [illegible] ... قرآن و حدیث ... ہاتھ میں پکڑے ... [illegible] ... پتنگ ... پتنگ پر سخت شاق ... علاوہ ... کی یہ پتنگ

Marfat.com

پاک ہے یا پلید ہوتی ہے؟"

حضرت پیر سید رشید والدولہ زیب سجادہ نے فرمایا: "فیروز شاہ جی! آپ بھنگ میں ... ہے بھنگ زیادہ پیتے ... ہیں ... جاری فرمائیں۔"

لہذا اجازت پاکر اپنے حصے کی بھنگ پی کر فیروز شاہ جی نے دوسرے ساتھیوں کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ ... تو ... سے ... آخر ہم بھی تو کتورے ہی ہیں۔"

اس پر فضل نے پوچھا: "فیروز شاہ جی! ہم کیسے کتورے ہو سکتے ہیں؟ ہم تو انسان ہیں۔"

فیروز شاہ نے فلسفیانہ انداز میں فرمایا: "قول و فعل کے لحاظ سے ہم بھی تو کتورے ہی ہیں۔"

پیر فیروز شاہ بھنگ رگڑتے وقت اکثر گنگنایا کرتے:

"بھنگ سبز رنگ دل تنگ نہ باشد
دوست بیابان جہاں بھنگ نہ باشد"

Marfat.com

جنونِ گشت کہاں سے کہاں نہیں لایا"

Marfat.com

قدیم کے بعد پہلے افغانوں نے تباہ و برباد کیا جو کچھ باقی بچا وہ سکھوں کی دست برد اور غارت گری کی بھینٹ چڑھ گیا۔

پیشتر اس کے آگے بڑھیں ہندوؤں اور مسلمانوں کی خصوصیت واضح کرنا قرین قیاس ہے۔ ہندو [illegible] متعصب واقع ہوا ہے مگر انسانی فطرت کے دو مختلف تاریک پہلو اور روشن پہلو نظر انداز نہیں کیے جا سکتے [illegible] پر قابو پانے کی کافی صلاحیتیں ہیں۔ ضرورت سے زیادہ قوت برداشت [illegible] اور آبائی جائیداد کا خیال اور محسن کا احترام کرتے ہیں۔ ایک ہندو [illegible] مذہب اختیار [illegible] انحراف اور [illegible] جائیداد [illegible] مذہب تبدیل کرنے پر مجبور [illegible] اپنے [illegible] اولیت اور وقت کی نزاکت [illegible] اختیار کیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس مسلمان [illegible] پرواہ فضول خرچ [illegible] وقتی [illegible] ایک [illegible] موجود ہیں [illegible] مثال آپ ہیں [illegible] مسلمان اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

مسلمانوں سے پہلے کشمیر پر [illegible] راج ترنگنی (Raja Taringini) اور [illegible] Asiatic Researches [illegible] متعلق 1027 A.D (417 A.H) تک [illegible] 1412 A.D (814 A.H) [illegible] (881 A.H) [illegible] 1586 A.D (994 A.H) تک ہے۔

[illegible] Chasas [illegible] (Persia) [illegible] Kas [illegible] Kas [illegible]

[illegible] Kas [illegible] (light) [illegible] (mara) [illegible]

Humboldt (ضمیمہ 15) [illegible] Kasyapamar [illegible] Kasyapa [illegible] Kasyapa [illegible]

Kasyapa یا Kashaf [illegible] Kasyapa [illegible] Siva یا Shiva [illegible] Matta [illegible] (trident) [illegible]

[illegible] Kasyapa [illegible] Kasyapur [illegible] Kashapur [illegible]

Huegel (1845) [illegible] (Kasha) [illegible] Kasha mar [illegible] (ضمیمہ 16) [illegible]

Marfat.com

[illegible] روایت سے متعلق جھیل کا اخراج Kasheb ایک دیو (Deo) یا Genie نے کیا تھا اس نے یہاں
[illegible] Solomon (سلیمان) سے منسوب [illegible] Vigne (ایک سیاح) کے مطابق لفظ کشمیر Kashmir
[illegible] Vigne [illegible] Kasyapa سے [illegible] Vigne
[illegible] (اس دور میں مسلمانوں میں شاہ صاحب ایک معتبر اور صاحب
[illegible] Kasyapa [illegible] کہتے ہیں۔

[illegible] Raja Taringini (17 [illegible] کشپ (Kushup) ایک [illegible]
[illegible] جھیل کا پانی [illegible]

[illegible] (Little Tibet) [illegible] (Kacheyul) اور [illegible]
[illegible] (Ka[illegible]) [illegible] (Kashir) کہتے ہیں۔

[illegible] "Kalap" [illegible]
[illegible] (Satisar) [illegible] ایک Jalodbho [illegible]
[illegible] Neel [illegible] R[illegible]
[illegible] Branam [illegible]
[illegible] Naubandhan [illegible] Karamsars
[illegible] Kas[illegible] [illegible]

[illegible] Vishnu نے اپنے [illegible]
[illegible] Ba[illegible] [illegible] Baramula [illegible] جھیل کے پانی کا اخراج [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] Pushachun (پشاچن) کے درمیان [illegible]
[illegible] وادی چھوڑ دیتے۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

[illegible]
[illegible] ... میدان میں بستی اپنی آبادی ... [illegible]

[illegible] Vishnu [illegible] Balbahadur [illegible] Baramula [illegible] Grand Canyon [illegible] Arizona [illegible] Colorado [illegible] Grand Canyon [illegible] Grand Canyon [illegible] 29 [illegible] (18 [illegible]) [illegible] 1500 [illegible] (5000 [illegible]) [illegible] Grand Canyon [illegible] Canyon [illegible] Grand National Park [illegible] Grand Canyon [illegible] 1500-2700 [illegible] (5000-9000 [illegible]) [illegible]

Colorado [illegible] Canyon [illegible] Canyon [illegible] Colorado [illegible] Grand Canyon [illegible] Colorado [illegible] Canyon [illegible] sediment [illegible] origin [illegible]

[illegible] Colorado [illegible] Grand Canyon [illegible]
[illegible] origin [illegible] 541 B C [illegible] Koshime [illegible] (Mur) [illegible]

[illegible] (18 [illegible])
[illegible] (227 [illegible] 1982 [illegible]) [illegible]

Marfat.com

[illegible] خدا کے حکم سے اس علاقہ کا پانی کہ سارا پانی میں ڈوبا ہوا تھا خشک ہو گیا اور اس زاہد و عابد نے [illegible] میں قیام کیا اس کے نام پر یہ علاقہ کشمیر بنا یا یوں کہ سنسکرت میں پہاڑ کو میر کہتے ہیں اس طرح کاشمیر کے معنی [illegible] پہاڑوں کے بیچ میں الف و راکر کشمیر بنے۔ اہل ہند بالعموم کاشیر یا کشیر کہتے ہیں بعض کے نزدیک اس خطہ میں [illegible] بعض مورخ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان اپنے تخت پر وہاں اس خطہ میں [illegible] کشمیر نام کے دیو کو حکم دیا تھا کہ بارہ مولا کے مقام پر پہاڑ کو کاٹ کر اس علاقے کا سارا پانی خارج کر دیا [illegible] کشمیر کی وادی شمال سے جنوب تک تقریباً سو میل اور شرق سے مغرب کوئی تیس میل ہے۔

قادیانی [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] ایرانی زبان میں "مانند" کو کہتے ہیں اور "کشمیر" کے معنی ہیں "(Syria) [illegible] ہیں۔ [illegible] بعد قادیانی کہتے ہیں جب بنی اسرائیل کے بارہ گمشدہ قبائل (ضمیمہ 18 A) میں [illegible] تو انہوں نے اس ملک کو [illegible] "مانند" [illegible] "کشمیر" [illegible] کہتے ہیں۔

قادیانیوں نے یہ بات اس لئے [illegible] بنی اسرائیل کا وجود کشمیر میں ثابت کر کے حضرت عیسیٰ کی یہاں موجودگی کا جواز [illegible] وفات [illegible] یہاں ایک قبر کا ثبوت دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود قرار دیا جا سکے۔

1994 میں Enoch Powell (سابق برطانوی سیاستدان جو کسی زمانے میں برطانیہ میں کئی فسادات [illegible] کے خیال میں حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے کی [illegible] 82 سالہ Powell نے ایک نئی عالمانہ تحقیق (Biblical) کتاب میں منکشف کیا تھا۔ [illegible] (classics) میں [illegible] 1960 کے عشرے میں ایک [illegible] برطانیہ میں خون کے دریا بہا دیئے۔ برطانوی اخبارات میں Powell (ضمیمہ 19) کی کتاب سے چیدہ اقتباسات شائع ہوئے جن میں Powell عیسائیوں کے بنیادی عقیدے کہ حضرت عیسیٰ کو Romans نے صلیب پر چڑھایا، challenge کرتا ہے۔

Saint Mathew کے Gospel (ضمیمہ 20) کے قدیم یونانی تراجم سے تحقیق کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت عیسیٰ [illegible] یقین کی حد تک خیال ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کے ساتھی یہودیوں نے حضرت عیسیٰ پر [illegible] حضرت عیسیٰ [illegible] اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے کی داستان [illegible] مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے اور صلیب کا نشان عیسائی عبادت گزاروں کے لئے ان کی پہچان۔

[illegible] 17 اگست 1994 (بروز بدھ) Powell کے اس موقف کو کہ حضرت عیسیٰ کے صلیب پر چڑھائے جانے [illegible] قدیم Gospel کی تحریر میں ازاں بعد اضافہ کیا گیا، پر شدید حیرت کا اظہار کیا اور Powell [illegible] قدیم عیسائیوں کو اس بات پر کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ کو واقعی صلیب پر چڑھایا گیا۔ Prof Henry Chadwick جو قدیم عیسائی مذہب کے محققین میں سے اور برطانیہ کے [illegible] اس بات [illegible] یقین [illegible] کہ حضرت عیسیٰ کو ہی [illegible] صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔

ایک برطانوی اخبار نے تو Enoch کو "Enoch the eccentric" (ضمیمہ 21) قرار دیا یعنی [illegible] پیشے میں [illegible] متنازعہ باتیں [illegible] ایک نئی متنازعہ تحقیق ہے۔ جب 17 اگست 1994 کو Reuters [illegible] Powell سے ان کی نئی کتاب "The Evolution of Gospel" کے متعلق پوچھا گیا اس نے مذہبی [illegible] میں ایک بیان [illegible] تو اس نے جواب دیا "میں اس پر کوئی رائے نہیں دیتا جب تک یہ کتاب شائع نہ ہو [illegible] یہ کتاب منظر عام پر آنے والی ہے۔" Yale University Press USA [illegible] نے یہ کتاب شائع کی [illegible] نمائندے بڑی ناراضگی کا اظہار کیا "کیونکہ اخباری نمائندوں نے اس [illegible]

Marfat.com

[illegible] خلاف ورزی کی جس کے تحت 21 ستمبر 1954 سے پہلے جب کتاب منظر عام پر آئی تھی [illegible]
[illegible] کتاب سے مواد سے متعلق [illegible] bases [illegible]
[illegible] verbs سے endings اور footnotes [illegible]
Powell [illegible] Gospels [illegible]
[illegible] Gospels [illegible]
[illegible] Powell [illegible]
[illegible] 1968 [illegible] Romans [illegible]
[illegible] Tiber River [illegible] conservative [illegible]
[illegible]

[illegible] Mar and [illegible] Daniken [illegible]
[illegible] Extra terrestrials [illegible]
(خلائی مخلوق) [illegible] Theory [illegible] 1978 [illegible] Daniken [illegible]
[illegible] cosmos [illegible]
[illegible] genetic mutation [illegible]
(hominoid) [illegible]
cosmos [illegible]
[illegible] physical [illegible]

[illegible] 1970 [illegible] Missouri [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] Coventry (23 [illegible]
[illegible]

[illegible] Sheriff [illegible]
[illegible] Sheriff [illegible]

Marfat.com

[illegible] میں پہنچتے رہتے [illegible] بالآخر انہوں نے اس بچے کو مردہ حالت میں درخت کی ایک شاخ (ٹہنی) سے لٹکتے ہوئے پایا۔ تمام [illegible] بھی شامل تھے۔ بچے کے جنازے میں شمولیت کی مگر ضمیر کی لعن ملامت سے بچ نہ پائے۔ جب [illegible] تو اس حیثیت سے [illegible] اس کی قبر کے اوپر اچھلتے کودتے دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ کئی بات [illegible] مشکل ترین اور دشوار ترین ہے جبکہ کوئی شخص [illegible] تو بچ جاتا ہے مگر اس کو مرتے نہیں پڑھ سکتا۔

[illegible] کا آغاز کرتے ہیں۔ یعنی کہ جینیٹک کی وجہ سے نہیں پڑھتے سائنس دان ایک خیال پیش کرتے ہیں۔ [illegible] کسی غرض سے تجربات شروع کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ مطلوبہ نتائج مختلف تجربات سے حاصل [illegible] ہوتے ہیں ([illegible] تجربات [illegible] نتائج پاتے ہیں) یا مطلوبہ نتائج کی بجائے کوئی دیگر اختراعات کا سلسلہ چل [illegible] جاتا ہے۔

[illegible] ثبوت [illegible] شواہد سے متعلق بات کرتے ہیں تو ان کی حیثیت قانونی ہونا ضروری امر ہے اور ان امور [illegible] ثبوت [illegible] قانونی ثبوت بدلتے رہتے ہیں۔ یہ اس ملک کے رسم و رواج پر منحصر ہیں جس [illegible] ایک پارٹی جس حق پر یقین رکھتی ہے ان کا ثبوت پیش کرے [illegible] پارٹی اپنے دعویٰ کے حق میں ثبوت فراہم کرتی جبکہ مخالف پارٹی ان پر اعتراض کرتی ہے۔ اس لئے [illegible] اپنا حق ثابت کرنے کیلئے شواہد پیش کرنے چاہئیں۔ اسی طرح مخالف پارٹی کو اپنے [illegible] ثابت کرنے کیلئے ثبوت فراہم کرنے [illegible] مگر بات یہ ہے کہ شواہد ہمیشہ مسلمہ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات شواہد [illegible] ہوتے ہیں۔

[illegible] قوانین کے چند نمونے پیش خدمت ہیں جن سے راقم الحروف کا سامنا ہوا اور یہ [illegible] میں جج کو "Judge" یا "Juez" کہتے ہیں اور عدالتوں کو "Cortes" یا "Tribunales" کہا جاتا ہے۔ مقدمات کو "Demandas" کہا جاتا ہے۔ یہ تمام [illegible] کی زبان Spanish سے [illegible] فیصلہ کو "Fallo" کہتے ہیں۔ راقم Cumana شہر میں ایک مشہور وکیل (ضمیمہ 24) Domingo Villaba [illegible] مقدمات میں [illegible] کارروائی کا طریقہ عمل [illegible] عدالت میں [illegible] سیکرٹری کے سامنے [illegible] (دعویٰ) بیان کرتا جو سیکرٹری [illegible] قلمبند کرتا جاتا ہے۔ خواہ اس قانونی کارروائی میں تین چار [illegible] مدعی اپنا بیان جاری رکھتا [illegible] سلسلہ جاری رکھتی ہے۔ اس کے بعد پورے کا پورا [illegible] تاکہ جو بھی موقف اختیار کیا گیا ہے [illegible] سے ضبط کر لیں [illegible] اور مناسب سمجھا جائے تو ایک [illegible] جب [illegible] کی [illegible] پیش [illegible] ہو جائے تو [illegible] کے بعد [illegible] مدعی کی قانونی [illegible] کا [illegible] ہو۔ اسی طرح مدعا علیہ کو [illegible] کیا جاتا ہے کہ مدعی کا دعویٰ [illegible] اس نوعیت کا دعویٰ تمہارے خلاف دائر کیا ہے تم بھی جوابی طریقہ عمل سے کارروائی کو آگے چلاتے [illegible] مدعا علیہ [illegible] جواب دعویٰ پیش کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ راقم نے اپنے وکیل (مذکورہ بالا) کو اپنے موقف سے مطلع [illegible] مقدمہ [illegible] اب نہ تو مدعی اور نہ ہی مدعا علیہ دوبارہ عدالت میں جانے کی ضرورت ہے۔ تمام [illegible] مدعی اور مدعا علیہ [illegible] اور [illegible] جج صاحب کو اپنے اپنے موقف سے آگاہ کرنے کے مجاز ہیں [illegible] اپنے [illegible] ہر صورت میں [illegible] پر اطلاع دینے کا پابند ہوتا ہے۔ تمام [illegible] زیادہ نہیں ہوتی ہیں۔

[illegible] Daniken [illegible] ثبوت کی casualty وضاحت کرنے کیلئے پیش کیا جاتا ہے جس کا مطلب [illegible] vice-versa نتیجے سے پیچھے جاتے ہوئے کسی خاص واقعہ کے محرک

Marfat.com

ذہن بدلے جا سکتے ہیں

تک پہنچ جاتے۔ علاوہ ازیں یہ کہ اشیاء مثلاً چاقو، چھری، پارچات وغیرہ وہ شواہد اور مادی ثبوت ہیں جو پیش کیے جا سکتے ہیں مگر ان واقعاتی زاویوں کو دیکھنا چاہیے جیسے auxiliary facts ہیں۔ ان کی اہمیت مندرجہ ذیل پہلوؤں سے ہے۔ شناخت اور ثبوت کے طور پر پیش کی گئی کسی چیز کی غیر متبادل شدہ حالت (ضمیمہ 25) وہ شواہد جو ثبوت کے طور پر پیش کیے گئے ہوں ان کی معقولیت، مرقومہ عبارت اور ماہر کا بیان technical ہو۔۔۔۔

ضمیمہ کی ترتیب میں چونکہ خلائی مخلوق کی آمد کا ذکر کیا گیا ہے اس لیے cosmic dimensions کی تفصیل بھی ضروری ہے جسے مندرجہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

Cosmic dimensions خلائی وسعتیں

پیشتر اس کے کہ آگے چلیں۔ cosmic اور chaotic وسعت سے متعلق تھوڑا فرق بیان ہو جائے ... وسعت تو چھوٹی سی بھی ہو سکتی ہے یہ خلائی نہیں ہے جسے ہم chaotic وسعت سے منسوب کرتے ہیں مگر جب ہم cosmic وسعت کا بیان کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ... کی وجہ سے ... ایک نظام ہے۔

Professor Frank Drake نے جو ... ionosphere (ضمیمہ 26) ... Arecibo کے مقام پر Puerto Rico (ضمیمہ 27) کے ... director ہیں۔ انہوں نے 1976 میں ... خلائی تہذیب سے radio پیغامات اس وقت بھی زمین پر پہنچ رہے ہیں۔

ایک astronomer ... Stuart Bowyer ... University of California میں ... 12 ... 1993 میں Bowyer نے ... خلائی ... 30 Trillion ... monitor ... 164 ... شناخت نہیں کی جا سکی ... کی طرف سے آئے ہوں!

Ames Research Centre US Atomic Energy Commission Iowa. Biotechnical Centre کے ... Dr John Billingham کہتے ہیں ... جو ہمارے کرۂ ارض سے ... ہیں ... خلائی ... تہذیب ... ہماری تہذیب سے ... جیسے ... آگے ہیں۔

موجودہ زمانے میں حقیقت ہے کہ ... 200 millard = (GB) 1000million = یعنی billion (USA) [(GB) or 120 = (USA) 90 million millions = billion or thousand millions ... (Cosmic) milliard ... ہیں ... Frank Drake ... Carl Sagan ... (Galactic system) میں ہیں۔

خلائی مخلوقات سے رابطہ

ہم کرۂ ارض کے رہنے والوں جیسے خلائی مخلوقات (Extra-terrestrials) سے رابطہ قائم کرنے کے ... طریقے ہیں۔ ان تفصیلات میں جانے کے لیے ایک علیحدہ کتاب ... مندرجہ ذیل ہیں

Marfat.com

(1 ستاروں اور سیاروں کے درمیان بغیر کسی رکاوٹ کے سفر کر کے رابطہ قائم کرنا۔
(2 interstellar خلاء میں انسانوں کے بغیر تحقیقی سیارے بھیجنا۔
(3 ریڈیو رابطہ (Interstellar radio contact)

ہماری زمین کی فضا میں پہلی اکتوبر 1976 تک 8529 اشیاء موجود تھیں۔ ان اشیاء میں 794 satellites تھے جن میں سے 54 probes (انسان کے بغیر چلنے والے تحقیقی سیارے) اور باقی space rubbish (خلائی گند) rockets اور satellites کے ٹکڑے، اور امریکی خلا باز Edward White کا دستانہ جو اس نے خلا میں چلتے وقت کھو دیا تھا۔

قدیم زمانے کی ایک اور یادگار ریاست Bolivia میں ایک چھوٹا سا گاؤں Samiapata ہے، اور 150 کلومیٹر Santa Cruz سے دور ہے۔ Samiapata سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک عجیب و غریب پہاڑی بنام El Fuerte ایک جنگل میں ہے جو کہ قدیم ہے۔ ماہرین El Fuerte کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔ یہ ماہرین مختلف قسم کے خیالات پیش کرتے ہیں جو کہ کوئی ثبوت نہیں رکھتے، وہ محض قیاس ہیں۔ ان خیالات کے متعلق بحث صرف اپنا اور قارئین کے وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

El Fuerte پہنچیں تو سامنے جنگل میں ایک پہاڑی آتی ہے اور دو گہری نالیاں نظر آتی ہیں جو کہ پہاڑی کے اوپر کی طرف جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ پہاڑی کے اوپر plateau پر مختلف سائزوں کے چھوٹے چھوٹے تالاب جو کہ پہاڑی rock کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں۔ ان کے اندر سے پانی نکالنے کا basin بنا ہوا ہے، گہری ہوئی نالیاں اور چھوٹے چھوٹے مینار۔ یہ تمام اشکال کچھ ایسے لگتے ہیں جیسے کہ یہ پہلے سے بنے ہوئے ہیں، اور تمام ڈھانچے کسی ایک آدمی کا کام سمجھے جائیں تو کچھ بات سمجھ میں آتی ہے۔ panthers اور jaguars کے نقش بنے ہیں، ان نالیوں کے آغاز پر بنے ہوئے ہیں۔ یہ نالیاں اس طرف کی ہوئی ہیں جیسے کہ یہ کسی چیز کو اتارنے کے لئے بنائی گئی ہوں۔ گہری متناسب نالیاں (grooves) launching ramps سے مختلف نہیں ہیں۔ EL Fuerte کی طرح کی چیزیں Bolivia کے جنگل میں موجود ہیں۔ EL Fuerte Samiapata میں سب سے اونچی پہاڑی اپنے نشانوں پر قدیم راز لئے کھڑی ہے۔ یہ راز کب فاش ہوں گے؟

قدیم زمانے کی ایک اور یادگار Peru کے Nazca میدان میں Andes پہاڑوں کے دامن میں (جس طرح کہ ایشیا میں ہمالیہ پہاڑوں کا سلسلہ ہے) زمین پر کوئی ایک کلومیٹر تک سیدھی لائنیں بنی ہوئی ہیں جب ہم فضائی نظارہ ہوائی جہاز سے کریں تو یہ لائنیں کسی landing ground سے مشابہت رکھتی نظر آتی ہیں جو کہ ہوائی اڈوں کا network ہو۔ کئی ہزار سال سے پہچانا گیا تھا اور operational base کے طور پر استعمال میں لائی جاتی تھیں۔

ان لائنوں کی دریافت کے بعد ماہرین نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ astronomical calendar تھیں۔ اگرچہ اس وضاحت سے کئی شبہات پیدا ہوتے ہیں مثلاً ایک سوال تو عام آدمی بھی کرنا چاہتا ہے۔ Peru کے باشندوں والی کلنڈر کے لئے ان کو صرف اس پر صرف نہایت کی بلندی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ سائنس اس قسم کے practical سوالات کی پرواہ نہیں کرتی۔ جب کسی چیز کو کسی طور پر پیش کیا جائے سائنس کا تعلق یہاں ہی ختم ہو جاتا ہے۔ بہرحال Nazca کے میدان کی ان لکیروں کو سمجھنے کی کوششیں ابھی تک جاری ہیں astronomical calendar کے طور پر ان کی یہ تشریح Daniken کی تھیوری کی ضد ہے۔ Daniken نے TV پر جرمن یونیورسٹی Tubingen کا تعلق Barthel پروفیسر سے ماہرین کی اس بات کو قبول کیا کہ Nazca کی لائنیں astronomical calendar ہیں۔

ان لائنوں کی تشریحات میں اضافہ کرتے ہوئے courses اور Nazca کی lines کے coordinates کو کمپیوٹر میں feed کیا گیا تو کمپیوٹر نے کسی ایک دفعہ بھی ان کی نتیجہ پر نہیں پہنچا۔ Lines کا تعلق نیچے سے اوپر یا اوپر سے نیچے ہے اور Calendar theory غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ واقعی یہ Nazca کی lines دیوتاؤں کے خلائی جہازوں کی landing ground تھیں مگر وہ کسی قیاس آرائیاں صرف قیاسات کی حد تک محدود ہیں اور ثابت کرنے کیلئے کوئی ثبوت نہیں۔

Marfat.com

پروفیسر بارتھل کی کتاب [Barthel 1976 Archaeo-Astronomy in Pre-columbian. London] واضح طور پر calendar theory کو رد کرتی ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ Nazca-geometrical lines کی لائنوں سے کسی قسم کا کوئی کیلنڈر نہیں بنایا جا سکتا۔ نتیجے کے طور پر یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ Nazca کی لائنیں extra-terrestrials کی landing ground تھیں۔ یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ Incas (Peru کی قدیم تہذیب) سے پہلے یہاں ہوائی غبارے اور یہ lines ان غباروں کے اترنے کی جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں … غباروں کے اترنے کے لیے کوئی خاص landing strips رہ گئیں ہیں۔

ترکی ایڈمرل Piri Reis نے 1513 میں دنیا کے نقشے بنائے جن نقشوں میں Columbus سے پہلے شمالی و جنوبی امریکہ اور Antarctic کے ساحل دکھائے گئے ہیں جو کہ برف کی تہوں کے نیچے چھپی ہوئی تھیں … 1957 Geophysical Year میں echo-sounding کے ذریعے دریافت کی گئیں … کا مشاہدہ کرنے والی satellite اور ultra modern مشینیں Piri Reis کے پاس کہاں سے آئیں؟

اس سوال کا جواب دینا ممکن نہیں کہ کس طرح مختلف دریافت شدہ ادوار سے … مشینوں کی 230 قسمیں … Samarangana Sutradhara میں شامل کی گئیں۔ Daniken کا خیال ہے کہ … مشینوں … کوئی بھی شخص Book of Enoch کا مصنف نہیں جس نے … Ezekiel خلائی جہازوں کا ملاحظہ کرتے … Book of Enoch اور Ezekiel میں Ezekiel کے نہایت مفصل بیانات ہیں۔ Nasa (ناسا امریکہ کا خلائی تحقیقی مرکز) کے ایک انجینئر [Blumrich. J. 1974.] نے اپنی کتاب [The Spaceships of Ezekiel . Bantam Books] میں Ezekiel کے خلائی جہازوں کو دوبارہ بنایا ہے۔

انجیل مقدس میں Ezekiel راہب نے ایک خلائی جہاز کی تفصیل بیان کی ہے۔ خلائی سفر … Ezekiel کو ایک عبادت گاہ کے قریب اتارا گیا۔ یہ پتہ نہیں کہ Ezekiel خود سفر کر رہا تھا یا … سے مختلف خلائی … کی مانند تھے … خلائی جہازوں میں سے … تفصیلات پیش کی ہیں۔

ہماری جلاوطنی کے پچیسویں سال کے شروع میں مہینے کے دسویں دن، چودھویں سال کے بعد جب شہر فتح ہو گیا … اسی دن خداوند کا دست قدرت مجھ پر تھا اور وہ مجھے لے گیا۔ وہ مجھے خدا کی رویا میں اسرائیل کے ملک میں لے گیا اور مجھے ایک بلند پہاڑ پر … جس پر جنوب کی طرف گویا ایک شہر کی عمارت تھی۔ اور وہ مجھے وہاں لایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک آدمی ہے جس کی صورت پیتل کی سی تھی … جس کے ہاتھ میں … پیمائش کا سرکنڈا تھا اور وہ … کھڑا تھا۔ اور اس آدمی نے مجھے کہا، اے آدم زاد اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن اور جو کچھ میں تجھے دکھاؤں اس سب پر دل لگا کیونکہ تو اس غرض سے یہاں لایا گیا ہے کہ میں تجھے دکھاؤں۔

Ezekiel نے جس عمارت کی تفصیل بیان کی ہے … وہ عبادت گاہ کے چاروں طرف … بیان کرتا ہے … قطعی نشاندہی کرتا ہے جن پر دروازے واقع ہیں۔ ایک چھوٹی ندی کا بھی حوالہ دیتا ہے جو عبادت گاہ کی ایک طرف سے گزرتی ہے اور وہ آخر وادی میں بہتے ہوئے ایک بڑے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ بیان کرنے والا … اس عبادت گاہ … کرتا ہے کہ وہ ایک بلند پہاڑ پر لایا گیا تھا۔

Ezekiel راہب نے پہاڑ کی کوئی تحقیق نہیں کی اور کوئی نام نہیں دیا۔ لہٰذا اب یہ شہر کے قریب … نہیں ہو سکتا … یقیناً وہ تو نہیں جو ان کا اور یروشلم کے قریب اونچے پہاڑ … یہ چند چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں بھی موجود نہیں جن سے وہ خوبی … مذکورہ بالا عبادت گاہ کسی طور پر بھی یہودیوں کی عبادت گاہ (Jewish Temple) نہیں ہو سکتی کیونکہ Ezekiel … عبادت گاہ جو یروشلم میں واقع ہے میں High priest (بڑا راہب) کے فرائض انجام دیا کرتا تھا، سے تعلق رکھتی ہے۔ اس سے پہلے … اس کے بارے میں وہ بڑا تجسس اور اس کا وہ مفصل ذکر کرتا ہے۔ خلائی مخلوق راہب کو جہاز اتارنے میں … اور وہ کون سی عبادت گاہ ہے جو کہ Ezekiel کے بیان کردہ تفصیلات سے مشابہت رکھتی ہے؟

Marfat.com

Daniken (1978) یہ سوالات اپنے آپ سے کرتا رہا۔ وہ کسی آثار قدیمہ سے متعلق ضخیم کتاب یعنی لائبریری میں غرق رہنے میں مصروف رہتا کہ کہیں اسے وہ چار دروازوں والی عبادت گاہ جس کے قریب سے ایک ندی ابھرتی ہے اور وادی میں ایک دریا کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس عبادت گاہ کے قریب کوئی فلک بوس پہاڑ واقع ہو جس کے چار دروازے ہوں کی سمتیں ہی سے ملی ہوں۔ عبادت گاہ کے سامنے ایک forecourt اور برابر فاصلے پر متوازی ستون بھی ہوں۔

کیا یہ کوئی امریکہ میں Inca (Peru کی قدیم تہذیب) کی عبادت گاہ ہو سکتی ہے؟

نہیں! ان عبادت گاہوں میں سے کسی کے بھی چار دروازے، ستون اور forecourt نہیں ہیں۔

کیا Ezekiel امریکہ کے بارے میں کہہ رہا ہے جب وہ عبادت گاہوں کا ذکر کرتا ہے؟

نہیں! مصر کے قریب کوئی بلند پہاڑ نہیں۔

کیا وہ کسی ایسی عبادت گاہ کا ذکر کر رہا ہے جو شمالی امریکہ میں واقع ہے؟

کیا جب Ezekiel کسی ایسی عبادت گاہ کا ذکر نہیں کر رہا جو Babylon (ضمیمہ 28) یا Persia میں ہو؟

ان علاقوں میں بھی کوئی بلند پہاڑ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ Ezekiel، Babylon کی عبادت گاہ سے ناواقف تھا بنانے والوں سے بھی کافی واقف رہا۔

Daniken کئی برس تک ان وادیوں میں اس مخصوص عبادت گاہ کی تلاش شروع کرنے لگا۔ ایک دن اسے اپنی mail میں ایک reader کا خط ملا جس کا نام Karl Maier تھا۔ خط کا مفہوم کچھ یوں تھا۔ سرینگر وادی کشمیر میں کئی عبادت گاہیں ہیں جن کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں سے ایک کا نام "Jewish Temple" ہے۔ اس عبادت گاہ کے چار دروازے، ایک forecourt اور ... کشمیر کے Jewish Temple میں کوئی چیز موجود ہے۔

اس طرح ایک دوسرے reader نے اپنے خط میں ایک عبادت گاہ کا جو کہ سرینگر سے تیس کلومیٹر کے فاصلے پر Marand کے قریب واقع ہے کا ذکر کیا تھا۔ اس زمین کی ... مطالعہ سے یہ ظاہر ہوا کہ اس عبادت گاہ کے دامن سے ایک ندی نکلتی ہے یہ ندی وادی کشمیر میں دریا کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے جس کی background میں بلند پہاڑوں (ہمالیہ) کا سلسلہ ہے۔ کیا واقعی یہ وہ مقام تو نہیں جس کا Ezekiel ذکر کر رہا تھا؟

مارتنڈ میں Jewish Temple جس کو "Temple of the Sun" بھی کہا جاتا ہے اور یہ وادی کشمیر میں سب سے بڑی عبادت گاہ ہے ... کہتے ہیں۔ چونکہ مذہبی ہندوؤں نے اس عبادت گاہ کو اپنی عبادت کے لیے تعمیر کیا لہذا آج کل وہاں صرف تین ہی دروازے ہیں لیکن جب Daniken یہاں 1976 میں وارد ہوا تو اس نے forecourt کے مرکزی بڑے دروازے کے باقیات دیکھیں اور اندر کی طرف مقدس جگہ دیکھی۔ کھنڈرات کے قریب ایک ندی تھی اور ہمالیہ کی چوٹیوں کا سلسلہ چمک رہا تھا۔

جب Ezekiel وہاں لایا گیا تو خلائی جہاز یقیناً اس forecourt میں اترا ہو گا جیسا کہ مقدس جرمن انجیل میں لکھا ہے "بعد میں وہ مجھے دروازے کی طرف لے آیا جو کہ مشرق کی جانب تھا اور اسرائیل کے خدا کی شان مشرق سے نمودار ہوئی۔ اس کے آنے کی آواز دریاؤں بہتے ہوئے ندی نالوں کی ترنم آمیز صورت میں تھی۔ زمین اس کی شان و شوکت سے درخشاں تھی۔ جیسا کہ میں نے دیکھی تھی جب میں نے دریائے Chebar کے نزدیک دیکھی اور میں منہ کے بل گر گیا۔ خدا کی شان عبادت گاہ میں دروازے سے اوپر سے داخل ہوئی جو کہ مشرق سمت میں واقع تھا۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلائی جہاز عبادت گاہ کے اندر داخل ہوا۔ کیا وہاں کچھ باقیات موجود تھیں؟

... دن تک Daniken اور اس کے ساتھی پیمائشی آلات Portable electronic monitor for measuring radiation لیے گھومتے پھرتے رہے مگر باقیات کا کوئی سراغ نہ ملا۔ انہوں نے اس جگہ کا کونا کونا چھان مارا۔ اچانک ایک انتہائی ... خطے سے جو کہ مرکزی دروازے سے نمودار ہو رہا تھا ان کی پیمائشی آلات کی سوئیاں دیوانہ وار متحرک ہو گئیں۔ ناہموار پہاڑ ... تیز آوازیں آنے لگیں ... چند منٹوں ... Daniken اپنا پیمائشی آلہ لے کر نقطہ آغاز پر پہنچ گیا اور وہی

Marfat.com

phenomenon میں اس نقطے پر ظہور پذیر ہوا تابکاری شعاعیں 1 50 انچ چوڑے علاقے میں تھیں۔ تابکاری شعاعیں کتنے بڑے علاقے میں تھیں؟ آہستہ آہستہ وہ دائیں جانب سے ہوتے ہوئے بائیں طرف سے ہوتے ہوئے ظرف دائرہ ہوا ہوئی چکر لگانے کی حالت میں۔ ساعت سے گرا میں لیکن بے قاعدہ ہوتیں اور بعض دفعہ تو بالکل معدوم اور ایسے محسوس ہوتا جیسے پوری طاقت سے ۔۔۔ نے آنے والی تابکاری لہروں کی مقدار وہ ایک سیکنڈ کے چار سویں حصے تک مکمل پایا تھا اس سے وقفی تاحال فرق نہ پڑا۔ اس کے بعد اور دوسری دفعہ پیدا ہونے کی گولی سمیل کے نقطہ اختتام پر رک گئی۔

یہ سب پتھر پیدا ہو رہا تھا؟

یہ وہ گول uranium کی کان seam سے اوپر سے گزر رہے تھے جو بہت بھاری واقع ہے؟

یہ radioactive ore اس زمین میں تھی جس سے اوپر سے وہ گزر رہے تھے؟

یہ سورج کی تابکاری تھی جو آسمان سے پہاڑ کی بلندی پر صاف ہو جاتی ہیں trick کر رہی تھی؟

ان تمام شبہات کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

عبادت گاہ کے کھنڈرات کے محراب (sanctuary) میں ایک بہت بھاری مربع پتھر موجود تھا جو ایک میز کی طرح کا ہے جیسا کہ ایک concrete کے block والے سوراخ میں زمین پر ہوا لگا ہوا ہے۔ 2 80 فٹ کی اور اس کی بلندی کی پیمائش کی جو ساختی عمارت کی بلندی کا خیال ہے زمین میں نیچے بہت دفن ہوا تھا۔ کیا یہ پتھر عبادت کی جگہ سے اوپر بنتا ہے سے زیادہ گہرا ہے نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ہے سے مراد زمین کی وسعت کی۔

دوسری جانب آثار قدیمہ کے ماہر پروفیسر Hassnain اور Kohl، Daniken، Parhspur سے سے۔
ریفرنس ہے قریب واقع ہے۔ وہاں انہوں نے تین مختلف عبادت گاہیں دیکھیں جن میں اس قسم کے بھاری پتھر نصب تھے۔ انہوں نے Marand میں دیکھے۔

یہ ان پتھروں میں کوئی مربوط راز پنہاں تھا؟

دوبارہ Ezekiel کی کتاب نے Daniken کو وجہ اس کا حوالہ دیا۔

Ezekiel کی کتاب کے مطابق اسے قوت نے تھا تھا۔ اور اس نے بہا کے سامنے جیسے کو ہم نے ۔۔۔ تیسری ۔۔۔ نہیں دیکھی اور بعد سے پہلے کے شور والی جگہ میں بیٹھے ۔۔۔ سے تھا۔ پانچ ۔۔۔ میں ۔۔۔

یہ قدیم عبادت گاہ کے محراب کے اندر بھی وہ پتھر موجود تھے۔ ابتداً ان پتھروں ۔۔۔ کی بنیاد ۔۔۔ میں کہ یہ ۔۔۔ مخلوق نے کوئی چیز ان پتھروں کے بارے میں چھوڑی جو کہ اب تک ۔۔۔ صدیوں سے ۔۔۔ کر رہی ہے؟

ہم ان کے متعلق کچھ نہیں جانتے اور ہم وثوق سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ تابکاری کی ۔۔۔ Marand اور Parhaspur میں یہ دونوں کا تعلق ہو گا۔ لیکن کسی ۔۔۔ میں سے کسی ایک پتھر کو اس سے ۔۔۔ کہ تابکاری ۔۔۔ معلوم ہو سکے۔

Ezekiel کی کتاب

ایک پرانا صحیفہ (Old Testament) جس کا تعلق پیغمبروں کی صدیوں سے اور کئی حساس آیات پر مبنی ہے۔ اس کا مصنف صرف ایک ہی ہے۔ بہت سے علماء اس بات سے متفق ہیں۔ ۔۔۔ کا ۔۔۔ جدید ۔۔۔ یہ تمام اس میں کوئی شک نہیں یہ کتاب ۔۔۔ Ezekiel نے خود لکھی تھی۔ Ezekiel ۔۔۔ میں ۔۔۔ سے قیدی بادشاہ Jehoiachin (B.C597) سے ساتھ Babylon میں جلاوطن کیا گیا۔ ۔۔۔ پیشین گوئیاں ۔۔۔ شروع کرتا ہے۔ اس کی سب سے پہلی پیشین گوئی پانچویں سال میں ہوئی (B.C 592) اور آخری پیشین گوئی ۔۔۔ کتاب میں ۔۔۔

Marfat.com

ہے۔ 27 سال میں تھی۔

شروع کی پیشین گوئیوں میں Ezekiel نے اسرائیل والوں کے گناہوں کی وجہ سے لعنت ملامت کی۔ ان کے ان اقدام کی وجہ سے یروشلم کی مکمل تباہی لازم قرار دیتا ہے۔ وہ ان خودساختہ پیغمبروں کی پرجوش انداز میں مذمت کرتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یروشلم تباہ نہیں ہوگا۔ ان کی وجہ سے خوش فہمی میں مبتلا ہو کر ایسے مصنوعی پیغمبروں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ Ezekiel کی اس پیشین گوئی کے تھوڑی دیر بعد جب کہ یہ واقعی یروشلم تباہ ہو گیا ہے۔ 586 B C میں Ezekiel کی پیشین گوئیوں کی طرز بدل گئی اور وہ غیر اسرائیلی اقوام کے خلاف ہو گئیں جنہوں نے اسرائیل کی تباہی پر خوشیاں منائی تھیں اور اسرائیل ان شہروں Tyre, Edom, Moab, Ammon اور مصر کے زوال کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اب وہ دوبارہ اسرائیل کی طرف راغب ہوتا، امید دلاتا اور تسلی دیتا ہے۔ ساتھ ایک نئی بادشاہت اور ایک نئی عبادت گاہ کا تصور دیتا ہے۔ یہ Ezekiel کی خطابت کا ہی اثر تھا کہ یہودی ایک مذہب اور پیغمبر کی تعلیمات پر چلے۔ اس نے مذہبی رسومات پر زور دیا مگر اخلاقی اقدار کو بھی ساتھ ... کی بنیاد بنایا۔

Ezekiel نے فلسفے میں نئی بات یہ کی کہ انفرادی ذمہ داری جو اجتماعی ذمہ داری کے خیال سے بالکل برعکس تھی اور Pentateuchal concept سے متعلق ... آنے والی نسلوں کو دی جاتی تھی۔ اس کے بھی خلاف ہے۔ دراصل یہ تصور بھی ... مذہبی ... Ezekiel کی کتاب کو مذہبی قانون میں شامل کیا گیا۔ Ezekiel کی کتاب کی ادبی، تاریخی اور مذہبی اہمیت ہے۔ یہ کتاب بیشتر نثر کی صورت میں ہے باقی منظوم۔ البتہ یہ زبان اور خیال کے لحاظ سے نہایت پراثر بلاغت کی شکل و شبیہ ... کتاب کو ... Apocalypse اور ادب پر بڑی چھاپ تھی۔

Ezekiel کی کتاب کا ... Ezra کی کتاب پر بھی ... یہ پرانا صحیفہ جس کا تعلق Hagiographa سے ہے۔ یہ Hebrew Scriptures کی 12 کتابیں جو کہ law اور prompts کے ضمن میں نہیں آتیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ Ezra کی کتاب اور Nehemiah کی کتاب دونوں کی مضمون بندی ایک جیسی تھی جو ایک ہی تھیں۔ یہ بات ... کہ ... یہ کتابیں ... صحیفہ کا حصہ chronicles میں Ezra کی کتاب اور Nehemiah کی کتاب شامل تھیں۔ Ezra کی کتاب کا بیشتر حصہ عبرانی زبان (Hebrew) میں لکھا گیا لیکن اس کے چند حصے Aramaic میں لکھے گئے ہیں (ضمیمہ 29)

مشاہدات ... یہ ہے کہ چوتھی صدی B.C کے وسط سے تیسری صدی B C کے وسط تک کے ہیں۔ Ezra ایک کتاب اور ایک تھی۔ Ezra کی کتاب کے مصنف نے یہ کتاب کئی ذرائع سے مواد حاصل کر کے لکھی اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے ... Ezra کی اپنی یادداشتیں اور عبارت کا حصہ ... یہ کتاب وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں Babylon ... 534 B C میں واپس یروشلم آتے ہیں۔ یہ واپسی قبرص (Cyprus) کے معاہدے کے تحت ہوئی۔ یہ یہودیوں کی ... عبادت گاہ کی تعمیر کرنے سے متعلق ہے اور ان کے دشمنوں جنہوں نے ان کے راستے میں مشکلات کھڑی کیں ... عبادت گاہ کی تعمیر اور اس سے وقف کرنے سے متعلق بیان کرتی ہے۔ c. 516 B C میں چھ سالہ بلاغت کی درمیانی ... Ezra کی رہنمائی ظاہر کرتی ہے۔ جب Ezra c 458 B C میں یروشلم پہنچا تو یہ ... اپنی بیویوں سے ناطہ ختم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

Ezra کی کتاب ... تاریخی لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہیں بالخصوص ان جلا وطنوں کی فہرست جو Babylonia سے واپس یروشلم پہنچے۔ اس کتاب میں جو شاہی احکام درج کئے گئے ہیں ان کی صداقت کو کئی دانشوروں نے شک کی نظر سے دیکھا اور ان میں ... کا خیال ہے ... یہ بالکل سچے ہیں مگر ان کو یہودیت کا رنگ دیا گیا ہے۔

Ezra کی کتاب اور Nehemiah کے صحیفے "I" اور "II" Esdras میں لیا گیا۔ یہودی راہبوں کی روایت میں مستحکم مقام رکھتا ہے۔ Ezra کو Mosaic law کی تجدید کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ اس سے کئی مذہبی اداروں کی بنیادیں منسوب ہیں۔

Marfat.com

Extra-terrestrials search

Due to the lack of funds. USA Congress is withholding money to search for the extra-terrestrials but some of America's wealthiest entreprenurs have donated US$ 4.4 million to project using radio telescopes to observe 1.000 of the closest stars that most resemble the Sun trying to detect signals from the bodies that might exist in planet and might be orbiting such stars

The project begun by NASA 92 and intended to run a decade was cancelled by Congress last october with government support. seheduled to run out in march

Nearly all research in astronomy. in USA. has been supported by the fedral government. though universities have increasingly had to look to private contributions to finance the construction of new telescope The W H Keck Foundation. Los Angeles is spending US$ 160 million for the construction of two new large telescopes in Hawaii

Officials of the SETI(Search for extra-terrestrials intelligence) Institute in Mountain View California said that the donations amounted to more than half of the $ 7 3 million thus needed to keep search going through the middle of 1995 The money would be used to improve the highly sensitive detection electronics and instal them in 1995 for observation at a large radio telescope in Australia

"The Private support reaffirms the importance of SETI" said Dr Frank Drake the institute's president and astronomer at the University of California Santa Cruz. USA "I look forward to a day perhapas not far off. when we hear the first evidence proving we are not alone in the universe."

No such signals have been detected so far In the project's first months astronomers picked up some intriguing radio emissions that did not apear to have natural origin. but upon further analysis they were traced to known phenomena or radio range from earth source

The donors. who came to rescue are: William R. Hewlett and David Packard. Hewlett Packard Corporation. Gordon Moore. Co-founder and Chairman Intel Corporation: Paul Allen. Co-founder Microsoft Corporation. as well as the founder of Asymetrix Corporation and the owner of the

Marfat.com

Portland Trailblazers Basketball team. and another person who would remain anonymous. NASA already spent 60 million dollars on the project The US Congress orignaly approved a 10-year effort. but brought the project to a halt by rejecting NASA's request for $12.3 million for this year's expenses

For next months. said Dr. Jill C. Tarter. project manager the search will be concentrated on specific stars on the southern sky. as observed from the 210-foot Parkes radio antenna near Canberra. Australia By then the 1000-foot radio telescope in Arecibo. Puerto Rico. should be ready for use again after extensive upgrading.

To reflect its apparent rise from the ashes the surviving project has been named Phoenix But only half of the originaly planned search has survived the cancellation A parallel all-sky survey systematicaly looking for possible signals indicating intelligent life had been started by the Jet Propulsion Laboratory. Pasadena. California It has been halted with no immediate plans for resumption.

Apart form studying the space conventionaly from Earth. efforts are in progress to study space from the deep sea Hoping to capture ghost like neutrino particles that reveal hidden features of black holes. galactic cores and other cosmic enigmas. astro-phahysicists have begun installing a pair of peculiar " telescopes " -one at the bottom of the Pacific Ocean and the other under a half mile of ice at the South Pole

Unlike. conventional telescopes that gather and analyse visible light are radio waves. the new telescopes will look for neutrino particles-tiny pockets of energy with neither electric charges nor measurable mass-which although ubiquitous. are so elusive that they remained undetacted until 40 years ago.

Neutrino astronomy has developed in recent years. and has developed powerful neutrino detectors for exploring the workings of super nova stellar explosions and other cosmic phenomena But unlike earlier neutrino detectors, the new telescopes will look for ultra-high-enrgy neutrions of a type that may shed light on the mysterious power sources of galaxies

Last week. that is. second week of December 1993 after some 20 years of design engineering, planning and setbacks a research coaltion called " Dumand " an acronym for Deep Underwater Muon and Neutrino

Marfat.com

Detector, lowered the first " string " of sensors in its neutrino telescope to the Pacific Ocean floor 15,750 feet deep 18 miles west of Keyhole Point on the Island of Hawaii

Using a research ship on loan from the University of Washington, the Dumand group not only anchored the lower end of its 1,431-foot-long sensor string to the ocean floor but laid a fragile and enormously complex communications and power cable from the instrument's base to the group's shore station

At the same time, another research coalition, called Amanda, for Antarctic Muon and neutrino detector Array has begun squirting boiling water in to the South Polar ice sheet (which is nearly 3 miles thick) to melt a deep hole to accommodate the first detector string in its own telescope

Although it was midsummer at the South Pole, the air temperature was usually below zero and the cold had caused endless technical problems for the Amanda crew which is based in a primative canvas hut some distance from the permanent US South Pole Station.

In building conventional telescopes, scientists seek sites as high above the earth's obstructing atmosphere as possible-on mountaintop or even in space (like Hubble telescope) but the requirement of a neutrino telescope is just the opposite. A neutrino telescope is designd to "look" right through the earth and its backside, pointing towards the sky, must be shielded by as much matter as possible, in the form of ice, water or rock, to block out cosmic rays and other interference

Neutrinos, unlike the photon particles that make up visible light, radio waves, X-rays and Gamma rays, can penetrate anything, -the entire earth or even the entire universe. Since the neutrinos also pass unhindered through scientific instruments, they are almost immposible to detact

But when a burst of neutrinos contaning many trillions of particles passes through the earth, a few very unlucky neutrinos may collide with atoms of matter and these collisions spawn high-speed muon particles. If the muons happend to race through some transparent material like water or deep polar ice, they emit tine flashes of blue light that can be measured by sensitive photo detectors

Many astronomers believe that neutrino telescopes will eventually fill in

Marfat.com

some of the biggest gaps in astronomical knowledge. and that neutrino astronomy today is at about the same stage of development as radio-astronomy a half century ago.

And now this news. Astronomers said on september 1. 1994 New York, that they had found the first example in our galaxy of matter that appears to be doing the immposible by going faster than light

The blob of matter was really going at about 92% of the speed of light. Researchers say that is still a record for the galaxy. The faster than light illusion has been spotted several times before outside the Milky Way galaxy But since the new example is closer than previous once. further study might help scientists confirm their understanding of the illusion. researchers said

The discovery was reported in Thursday's issue of the Journal *Nature* by Felix Mirabel, Saclay Centre for studies in Gif-Sur-Y-vatte France and Luis Rodriguez. National Autonomus University Mexico City USA and the National Radio Astronomy Observatory. Socorro. New Mexico USA They did the work at the New Mexico Observatory

They observed two blobs of matter blasting away in opposite directions from an object that appears to be a black hole are an ultra-dense neutron star. One of those blobs appeared to be moving 25% faster than the speed of light. which is 299.270 kms per second. But it was an illusion caused by the blob's very high speed and its moving closer to earth while angling well away from a direct path to Earth

The object launching the blob is about 40.000 light-years away in the direction of the constellation Aquila (Aguila. or eagle). A light year is the distance light travels in one year. about 9.5 trillion kms

The fast blobs is the fastest moving bulky matter ever detected in the galaxy. said Galen Gisler. an astro-physicist. Los Alamos National Laboratory. New Mexico. USA.

Our Place in the Universe

Astronomy is considered to be among the oldest sciences. It has a fantastic capability of capturing the imagination of people of all ages

We can start exploring the universe by asking one of the most fandamental questions: " Where are we located ? "

Marfat.com

Until recently, this question was purely in the domain of philosophy rather than of science Greek philosophers had positioned Earth at the center or the universe Everything revolved around the Earth.

This thought of being at the center of everything was so comforting that no body seriously challenged it until the sixteen century when Copernicus brought human eye to the ground by removing Earth from its all-important place to an absoluetly insignificant spot. consequently giving rise to a religious storm in the West. Now, we know that we are just an insignificant drop in the vast cosmic ocean.

Earth home to more than 5 billion humans. is the third planet in our Solar System Our Solar System consists of eight other planets (Search is on for the tenth planet. Planet X) along with some asteroids. and comets.

Our Sun is a star A star. by defination. is a body that generates its energy through fusion procesess at its center. Earth is located about 150 million kms from the Sun The distance between Sun and Pluto. the farthest planet of the Solar System. is 6 billions km However. all these distances seem to be small when compared with the distance to the nearest star. Proxima Centauri which is about 40 million kms.

Owing to the huge astronomical distances astronomers have introduced a unit of distance called "Light-Year" It is the distance that the light traveling at a speed of 1 86000 miles per second. covers in one year and is equal to approximately 9 5 trillion km. On this scale the distance of Proxima Centauri is 4 3 light-year

One direct consequence of this huge distance is that if. say for example Proxima Centauri explodes today. we will find out about this change only after 4 3 years. as this news will take this time to reach us.

The Sun is located in a galaxy called " Milky Way " A galaxy is a huge collection of stars Milky Way consists of aproximatly 400 billion stars with Sun being just one of them Our Solar System resides in an unspectaular place located on the out skirts of our galaxy The distance from the Sun to the center of the galaxy is " just " 30.000 light years.

But the enormity of the universe dose not stop here. Milky Way is a part of a cluster of galaxies called the " Local Group " Local Group consists of approxymatly 20 galaxies The nearest spiral (Milky Way) galaxy is called

Marfat.com

Andromeda and is located at a distance of 2 million light years

Clusters of galaxies congregate in superclusters. the largest of celestial formations and consists of approximately 400 billion stars with our Sun being one of them. Home Planet Earth is the third of the nine planet circulating around the Sun.

Austronomers have come to realise that there are more than a 100 billion galaxies in the universe and each galaxy containing approximatly a 100 billion stars. According to Carl Sagan the total number of stars in the universe is greater than all the grains of sand on all beaches of the planet Earth

Local Group is part of a Supercluster called "Local Supercluster" Virgo the closest rich cluster of our "Local Group" is located some 50 million light years away near the center of our Local Super Clusters in the universe

Local Supercluster consists of several clusters of galaxies including "Local Group." which is a cluster of about 20 galaxies. Our galaxy Milky Way is a part of "Local Group" of the planet earth

The farthest object of the univese. discovered so far lies at a staggering distance of 14 billion light years. The light which we are receiving from that object started off its jurney when there was no Earth. not even the Milky Way galaxy. We don't even know weather that object exists today or not. because we will have to wait another 14 billion years for that information to reach us.

Scientific discoveries of the last few hundred years have removed Earth from the center of the universe to an insignificant place on the outskirts of a spiral galaxy. Milky Way. However. there is one thing special about the Earth. It is the only planet. as for as we know. that has intelligent life forms

Bermuda Triangles(Blackholes)in the Universe

(Where every thing is sucked in to disappear. never to be retrieved. even the light.)

The best magicians are found in space. In fact. anyone can make things disappear in outer space one only has to take the object to the edge of the blackhole and the rest is taken care of. Of course. it is always a problem to retrieve the object. No one knows where they end up. and no one will ever

Marfat.com

visit to find it out

A blackhole is a region in space where the escape velocity is greater than the speed of light. Therefore, even light can not escape the gravitational field of blackhole

The idea of blackhole was suggested in 1796 by a French astronomer, Piere Laplace. However, the modren blackhole concept was given by a German physicist, Karl Schwarzchild, 1916. According to him, if a lump of matter is compressed within a spacific radius (known as the Schwarzchild radius), escape velocity exceeds the speed of light. All bodies have their specific Schwarzchild radii according to their masses.

Some astronomers doubt that these object exist. Many astronomers, however, do belive in blackholes and describe them in various ways. One astronomer described a blackhole as an object which dug a hole, jumped in and then puled the hole in after itself!

A blackhole is formed by the collapse of a massive star such as a "red giant," which has run out of its nuclear fuel.

A red giant is about a hundred times as massive as the sun, with a luminosity about a thousend times greater than the sun's. It has a surface temperature of about 3000 K. Its immense force of gravity is controled by the pressure exerted toward the out side by nuclear activity taking place on its surface. However, when it runs out of nuclear fuel and nuclear activity is reduced, its own force of gravity causes it to shrink to a much smaller and denser form called a "white dwarf."

A white dwarf has less than thousandth the luminosity of the sun. A typical white dwarf has about one hundreth the diametre of the sun and is comparable in size to the Earth.

As the star continues to shrink and density builds up towards 10 kg per centimetre cube, nagatively charged electrons and positievly charged protons continue to form electrically neutral neutrons.

Atomic nuclei dissolve in to neutrons and protons which combine with electrons to add yet more neutrons to the "neutron area." Eventually, the collapse is halted by the pressure exerted by degenerating neutrons. The resultant body is a "neutron star," typically about 10 km in radius. A cubic centimetre of neutrone star if brought to Earth, would weigh between a 100

Marfat.com

million and a billion tonnes.

A neutron star has the bizarre structure of an atmosphere squeezed by gravity to a thickness of one centimetre. This probably lies on the top of a crystalline layer about 1 km thik, which in turn lies on top of a neutron fluid interior. The more massive neutron stars may also have a small solid central core.

If the collapsing star from which the neutron star was formed had a mass of more than to (or five) solar masses, then the gravitational force of the neutron star formed will overwhelm neutron degeneracy pressure and the body continus to shrink. Thereafter gravity overwhelms all other forces and the body collapses to a point of infinite density called a "Singularity". However, before turning into a singularity, it passes its Schwarzchild radius and disapears from view.

A blackhole is the region in space around the singularity, with a radius equal to the Schwarzchild radius, within which gravity is so powerful that nothing can move outwards. Matter can fall in and be sucked down to the central singularity, but nothing can get out. The term blackhole is entirely appropriate as it is a hole in the sense that no light, radiation or matter can get out. The boundary of a blackhole is called the "event horizon," because no means exist by which information about the events occurring within it can be communicated to the universe outside.

The Schwarzchild radius Rs (in kilometers) for a mas M can be calculated by the simple formula Rs = 3 M / Mo, where Mo denotes the mass of the sun. Schwarzchild radius for the sun is 3 Km and that for the Earth 1 cm, and there is no neutral process in the present day univers that can compress either of these bodies sufficiently to form a blackhole.

Since stars rotate, it is reasonable to expect blackholes form from collapsing stars to rotate rapidly. Outside the event horizon of a rotating blackhole is a reagon called the "ergosphere," within which nothing can avoid being dragged around in the direction of the blackhole's rotation. In principle it is possible for particles to enter the ergosphere and, if they are fast enough, escape again with more energy than they had originally. It has been speculated that the ergosphere of a blackhole could be used as an energy source.

Marfat.com

How do you locate an object which sucks in even light. thus making itself totaly invisible Well. if a blackhole is a member of a close binary system(that is two stellar objects placed close to one another and one of them being a blackhole) matter draged in from the companion star falls in to circulating acceleration disk (the ergosphere). Friction in the disk causes matter to spiral in towards the even horizon. and the high temperature generated by the falling in matter results in the emission of X-rays from the inner part of the disk These X-rays can be spotted and are clues to blackholes. In December 1972 scientists designated Cygnus X-1 the first probable blackhole using information from the X-ray satellite UHURU

Where do black holes disappear ?

Where do they lead ?

Some theorists maintain that when a massiv star collapses to form a blackhole it not only disapears from all possible observations: it actually leaves our univers to appear elsewhere-and perhapes "elsewhen." i e at another epoch of time Some cosmologists theorise that "quasars." the enormously brilliant stellar objectives which appear to be billions of light years away are actually "white holes." or stars that have left another universe to show up suddenly in ours. Along with these possibilities goes the notion of "superspace." a kind of space that permeates or is in contact with all universes and where time has no meaning-there is no before or after. only never ending present

This may seem like a bizarre concept but one has to understand that laws of physics which are applicable to Earth may not be applicable to all parts of the universe The time may come when the inhabitants of Earth learn to use apertures into superspace as gateways to other universes or as shortcuts to distant parts of our own We may find that other civilizations have been doing it for millions or billions of years

Nebulae

Nebula is a bright. cloud-like mass made up of stars. is dust and gases It is visible in the night sky. its plural is nebulae

Nebula is a name originally given to all kinds of misty objects in the sky The exact nature of these objects could not be discoverd with the

Marfat.com

telescopes of the early astronomers. Today we know that some nebulae are distant galaxies (a very large group of stars is a galaxy) others are star clusters. Some are clouds of dust and / or gas within our own galaxy

The gaseous nebulae are found in two main forms. bright and dark The bright once are clouds of hot gases. mostly hydrogen The best known example is the constellation of Orion (the Hunter) surrounding the middle star of the three. It is said to represent Orion's sword It can just be seen by the naked eye on a clear night as a faintly misty patch

Dark Matter

On 11 Aug 1994 a group of US astronomers reported finding what could be dark matter. a key missing component of the universe in a distant galaxy

Physicists have been searching for years for evidence that dark matter exists. Theories say it is diffrent from normal. or baryonic matter that makes up the atoms and molecules of everything familiar to humans and its existanc is necessary to explain the behavior of the universe

New Milky Way

In September 1994 astronomers measuring the motion of about a million galaxies. including the earth's own Milky Way say they are drifting in a slightly different direction than the rest of the expanding universe. The theory held by most astronomers is that the universe is expanding at a steady rate. with all galaxies moving away from each other in a smooth motion that is interrupted only on a minor scale by gravity from neighbouring galaxies. But R. Lauer. Kitt Peak National Observatory near Tuscon and Marc Postman, the Space Telescope Science Institute. Baltimore said they found that galactic clusters in one huge swatch of sky are drifting slightly off the course taken by other galaxies elsewhere

Primordial Soup Came from Abroad

In Feb 1992. according to a new analysis from palnetary scientists it was found that the ingredients of the primordial soup from which life first arose on Earth are at least as likely to have come from space as to have

Marfat.com

formed here

In the classical mode, the early organic compounds that enriched the waters of then lifeless Earth were formed by the action of heat, lightning and ultraviolet sunlight from simpler compounds already present such as water, methane and ammonia. Experiments have shown that if a bottle of these ingredients is bombarded with any of these energy sources, they combine to form more complex organic compounds, including even amino acids, the building blocks of proteins.

More recently scintists have realized that organic compounds, including amino acids, also arrived on Earth by falling from space in meteorites that crash to be ground and in interplanetary dust that simply settles softly.

In a recent issue of *Nature*, planetry scintists Christopher Chyba and Carl Sagan, both at Cornell University, estimate just how much organic matter might have fallen to Earth and how it compares with what would have formed here to begin with.

The amounts are comparable to hundreds of thousands of tons or millions of tons of carbon compound reaching Earth from space every year during the period leading up to 3.8 billion years ago, when life is thought to have arisen. The oceans, they say, would have been "a dilute soup of organic matter."

The earliest fossils of microscopic life date from 3.5 billion years ago, but certain chemical compounds thought to be the product of living organisms have been found in deposits 3.8 billion years old. That is about the same time that the Earth emerged from heavy bombardment by the leftover debris from its accretion, which began 4.5 billion years ago.

If all the estimates are right, it means that life emerged as soon as the bombardment did dawn.

New Planets

In *nature*, the prestigious scintific magazine, in November 1992, there was a report about the discovery of two planets revolving around a newly-found star, raising a prospect that planetary systems may be common outside the Earth's solar system.

Marfat.com

It marks only the second time a planet has been observed outside the nine in the system dominated by the Sun

July 1992. a team of British scientists discoverd the first new planet revolving around a type of star called pulsar that was ten times the mass of Earth.

The two newly detected planets. reported by Alex Wolszczan Arecibo Observatory. Puerto Rico and Dale Frail. National Radio Astronomy Observatory. New Mixco. are both about three times the size of the Earth and revolve around a pulsar first discoverd in Feb 1990

The astronomers said the pulsar. dubbed PSR 1257-12 may have been a third planet orbiting further away. based on unexplained wobbles in the star's light emissions.

Stars are far too bright to allow observation of any nearby orbiting bodies simply by using a telescope. no matter how powerful

Pulsars however. first detected in 1967. offer a unique opportunity to determine if any planets circle them because they emit light in regular pulsating bursts.

The British team that made the first planet discovery in 1991 learned of its existence when they noticed that the star's pulses were interrupted at regular intervals by what could only be another body orbiting it

Wolszczan and Frail used the same technique to discover their two planets. finding that the two planets orbit the pulsar in 66 6 days and 98.2 days respectively They said the pulse timing method could easily be used to detect planetary masses smaller than the moon

Dozens of pulsars have been discoverd to date and Wolszczan and Frail said their finding "raises the tantalising possibility that a non-negligible fraction of (pulsars) may be orbited by planet-like bodies."

Astronomers had long dismissed the possibility that any pulsars would have companion planets because it was widely believed these stars are the dying remnants of a supernova explosion that would have destroyed anything nearby Astronomer said the two separate Planetary discoveries throw doubt on the supernova theory and sugest that planet may be common around stars of all kind

Marfat.com

The Planet that vanished

In Jan 1992 red-faced astronomers at Britain's Jodrell Bank radio telescope have been forced to make a humiliating admition Their much lauded "discovery" of the first planet to be detected outside our solar system has turned out to be a figment of their calculations In the latest issue of *Nature* the British *Science* journal they reveal that they have failed properly to take into account the movement of the Earth around the Sun when doing their sums When they re-did their calculations the planet promptly "disappeared" from their equations "At least we hadn't got round to giving it a name" said one of the team Dr Matthew Bailes

Dr Bailes and his colleagues Prof Andrew Lyne caused a sensation in 1991 when they revealed that they have found a planet circulating round a tiny extremely dense spinning star called a pulsar They did not actually see the planet but inferred its existence from cyclic variations in the arrival times of pulses from pulsar PSR 1829-10

A planet ten time the size of Earth which was revolving round PSR 1829-10 must be responsible they said It was an announcment that caused a sensation in astronomical circles-for apart from revealing the existence of a planet round another star their discovery threw several established scientific theories in to turmoil

In particular scientists could not understand how a planet could possibly exist near a pulsar a type of star left over when a much larger stellar body explodes in a blast known as supernova

No planet should have survived such a cataclysm said astronomes All sorts of ideas were then put forward to explain the existence of PSR 1829-10's planet Perhapes a near by star had pulled a piece of the pulsar and this had a formed the planet Or may be it had captured the planet from an other star

However all this enguished theorising has now been shown to be a waste of time As the two astronomers reveal in their letter to *Nature* they failed properly to take account of the movment of the Earth round the Sun They had assumed a nearly circular orbit in their calculations But when they used a more accurate more elliptical orbit they found this quite adequately explaind the variations in signals from PSR 1829-10

Marfat.com

In other words. the movment of the Earth sweeping towards to pulsar. and then away from it. as it revolves round the Sun. is quite sufficient to explain all the variations in signals from PSR 1829-10 The planet is an illusion. in other words

Asteroids

Asteroids are small planets revolving round the sun's elliptical orbits Asteroids were first discoverd at the beginning of the last century On Jan 1. 1801 a Sicilian. Guiseppe Piazzi. discoverd a small "planet with a diameter of around 1000 km situated about 420 km from the sun He named it after Ceres. the ancient Roman Goddess of corn (In Greek mythology Demeter.)

It was sighted exactly where scientists had expected to find it between Mars and Jupiter. according to Titius Bodus' (Bode's) Law measuring the relationship between planetary distances from the sun It soon became clear that Ceres was not the only object in Orbit between Mars and Jupiter Improvements in the methods and instruments of astronomical observation were followed by new discoveries in the field. so that today we know about ruoghly 5.000 of these small planets Even so the size of all of them put together is barely twice that of Ceres alone

The asteroids travel around the sun in a variety of orbits with the majority including Gaspra and Ida situated in the main belt between Mars and Jupiter

There are. however. around 100 very small asteroids which as a result of Jupitar's strong gravitational pull. overlap the Earth's orbit or come near to it

The group of so-called Apollo-Amor-Aten asteroids worries researchers. because the course on which it is set conjures upon the dangers of a collision with the Earth. something which has in the past happend several times

Pieces of the sky. in the form of tiny asteroids fall on Earth everyday More worrisome are biger asteroids In 1908. an asteroid or comet fragment about 150 feet in diameter blew up over Siberia. wiping out nearly 400 sqare miles of forest (see elsewhere in this book)

Marfat.com

Until recently, no one had any idea how many such threats are out there. But now instruments can detect extremely faint bodies, such as the 25-foot asteroid that whizzed past a scant 100,000 miles from Earth in Jan 1990. A collision with reletively diminutive hunk, Australian astronomer Duncan Steel estimates in a issue of *Nature* Dec 1991, would produce an explosion equivalent to 40,000 tons of TNT.

Soviet scientists estimate that 150-footers may strike the planet as frequently as once a century. And data from the Spacewatch program at Arizona's Kitt Peak indicate that 30-300-foot Near Earth Objects may be much more plentiful than previously thought. So much more common Steel Argues, that they may pose a greater hazard than the more remote possibility of getting hit by a half-mile-wide object. The principal risk to mankind, Steel contends, would be if a comet broke up anywhere near Earth's orbital path. Debris, he writes, could produce multiple impacts occurring in episodes lasting for a century or so.

The asteroids are regarded as an important key to our understanding of how our planetry system came in to being and how it developed. They are deemed to be the only remains of countless tiny bodies out of which the planets themselves once formed.

Before they could accumulate into planets, they thought to have been thrown off course by Jupiter's gravity which is supposed to have led to their shattering rather than their melting.

About 15% of the asetroids consist of iron and magnesium silicates. Others contain iron and nickel without silicate, while some others are thought to be uniquely made up of rare minerals.

Just one single, large asteroid made up of iron and nickel, Prof. Gerhard Neukum, German Aerospace Research Establishment, estimates, could cover the Earth's needs of these elements for many years, assuming that the problems of gaining access to them and transport difficulties could be solved.

Space travel experienced a new premiere, when the German-US space probe Galileo passed with in 1600 km of an asteroid in Oct 1991 on its journey towards Jupiter.

It thus became the first spacecraft to come so close to an asteroid. Scientists expect to find out new information about the size, shape and

Marfat.com

make-up of the asteroid known under the name of Gaspara

The Galileo probe, launched in Oct 1989 from the Atlantis space shuttle, has already passed the Earth and Venus on its voyage through the solar system

At the start of December next year, it will use the Earth's gravity to launch itself directly at Jupiter. There, towards the end of 1995, it will embark upon a two-year research voyage through that planet's massive domain and its four moons.

Apart from its galactic date with Gaspara, Galileo came up against another asteroid, Ida, in Aug 1993

Dr. Rainer Killingers, German Agency for Space affairs, says the vessel has taken long-range photoghraphs of Gaspara which show the asteroid as tiny points of light with which to keep the probe on course

The asteroid, which is some 20 to 30 km in size, orbits the sun every three years and four months at an average distance of 330 million km. Its composition depends in places on the presence of certain kinds of [illegible] compounds

کشمیر کے قدیم سیاح

(1) Dr. Bernier. 1663
(2) George Forster. 1786
(3) Moorcroft, Guthre & Trebeck. 1823
(4) Victor Jacqemount. 1831
(5) Joseph Wolf. 1832
(6) Baron Charles Huegel 1835
(7) Th. G. Vigne. 1835
(8) Dr. John Henderson 1835

ان آٹھ میں سے Bernier، Huegel اور تیسرا سیاح Vigne اپنے ملک میں خیر و عافیت سے واپس پہنچے۔ Vigne کے ہمراہ Dr. Henderson لداخ کے راستے وادی کشمیر میں داخل ہوا۔

Jesuit Xavier: کشمیر کے متعلق جو پہلی معلومات یورپ پہنچی وہ پرتگال کے باشندوں کے ذریعے تھی جن کے مذہبی رہنماؤں نے انہیں وادی کشمیر کے باشندوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی ترغیب دی۔ ہم اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور پرتگال کا بادشاہ راجہ پورس کی مدد کے لئے اس وقت نہ پہنچا جب سکندر اعظم نے پورس کی راجدھانی پر حملہ کیا۔ یونانی مورخ ایک ملک کا ذکر کرتے ہیں جسے وہ Kaspapyrus یا Kaspatyrus کہتے ہیں۔ بطلیموس نے Kasperia کہا ہے جو کہ کشمیر ہو سکتا ہے۔ ان میں سے کسی کی تحقیق کہاں تک

Marfat.com

کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ یورپین جیسے کشمیر کا علم نا معلوم تھا۔ پرتگال سے آنے والوں نے وادی کشمیر میں سب سے پہلے قدم رکھے۔ Jesuit Xavier، Society of Jesus سے ایک رکن (ضمیمہ 30) تھا۔ یہ Navares کا رہنے والا اور اچھے خاندان کا چشم و چراغ اور جس سے تعلق بتایا جاتا ہے۔ وہ سب سے پہلا یورپ کا باشندہ تھا جس کو اتنی مشکلات کا سامنا کر کے اتنے دور دراز علاقے کشمیر میں پہنچا۔

ایک اور راہب Francis Xavier (ضمیمہ 31) نے 1572 میں Jesuit Xavier سے ملاقات کی ... اکبر اعظم کے دربار میں حاضر ہوئی تھی۔ Jesuit Xavier سے پہلے Father Rudolf Aquaviva بھی دربار میں حاضر ہوا تھا۔ ایک دوسرا راہب جو Benedict Goez تھا جو Azores کا رہنے والا تھا، وہ ان کے ہمراہ بعد میں شہنشاہ کے ساتھ وادی کشمیر گیا۔

Dr. Bernier: دوسرا یورپین جس نے کشمیر کے بارے میں معلومات بہم پہنچائیں وہ Dr. Bernier تھا۔ وہ دوسرے سیاحوں سے مختلف تھے۔ دوسرے پیشہ ور سیاحوں کا نسب العین عیسائیت کی تبلیغ تھا۔ Dr. Bernier کا مقصد ایک فلسفی کی طرح دنیا کی سیاحت کرنے کا زیادہ تر مقصد حاصل کرنا تھا۔ وہ ایک جوان اور پر کشش ... سے ... کرنے والے تھے۔ یہ دوسرے سیاحوں کی طرح مذہب میں مشغول کرنے کی خدمت کرتے تھے ... سے مجبور ... نے ... فرانس کے 29 سال کی عمر 1654 میں چھوڑا۔ (Voltaire نے ... Angers میں 1625 میں پیدا ہوا) اور وہ شام، فلسطین اور مصر میں سیاحت کرتے ہوئے 1657 میں ... شاہجہان کے عہد میں ہندوستان (ضمیمہ 31 A) کی بندرگاہ پر پہنچا۔ ... اس وقت تخت کی جنگ ... جاری تھی ... ان میں سے اورنگ زیب قسمت کا دھنی تھا ... Dr. Bernier نے مغل سلطنت ... کی ... دانشمند خان کی ملازمت اختیار کی ... اورنگ زیب عالمگیر کے دربار میں ... 300 روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ 1665 میں Dr. Bernier شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر اور دانشمند خان کے ساتھ کشمیر گیا ... وادی کشمیر ... بیگم ... شاہجہان ... کشمیر ... دیکھنے ... شاہی دربار ... اور مغل شہنشاہوں کے ... وادی کشمیر کے ... بیان کیا ہے۔

Dr. Bernier کا ... دانشمند خان ... Dr. Bernier نے ... میں ... Dr. Bernier کی Speculative philosophy ... ایک ... کا ... معلومات کا ... Dr. Bernier ... کی سیاحت ... Dr. Bernier نے ... یورپین ... میں ...

بارہ سال ہندوستان میں رہنے کے بعد ... اپنے آبائی وطن فرانس چلا گیا ... 1670 میں شائع ہوئی ... Ninon de l'Enclos کے ... Racine، Boileau، St Evremond اور بادشاہ Luis XIV سے ...

کے ساتھ ملتے جلتے نہیں۔ اس نے اس ماحول میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کر لیا جہاں وہ خوبصورت فلاسفر کے نام سے جانا جاتا۔ آخر کار Dr. Bernier اپنے ارد گرد کے corruption کو برداشت نہ کر سکا اور جلد ہی 1688 میں انتقال کر گیا۔ Dr. Bernier نے پریذیڈنٹ du Harlay پر سخت تنقید کی جس کی وجہ سے اسے بہت اذیت برداشت کرنا پڑی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی فلاسفی Gassendi کی Epicurean philosohy پر مشتمل ایک کتاب جو اس نے اپنی بڑی غلطی کو ڈھانپنے کے لیے مرتب کی تھی۔

یورپ کے طور پر Dr. Bernier یقیناً ایک خاص مقام کا حقدار اور یہ مقام ان لوگوں کو ملتا ہے جو ہمت و ذہانت کے ساتھ شامل رہتے ہیں ان کی محنت سے پیچھے والی نسل کے لیے نئی منصوبے نہیں ہوتے بلکہ ان کے پاس سچائی اور علم حاصل کرنے کے لیے باعث [illegible] ہے۔ [illegible] Dr. Bernier سے زیادہ حقائق چند مورخ ہندوستان کے [illegible] کے متعلق نہیں جانتے۔ (ضمیمہ 32)

Jesuit:Father Desideri ایک جیسوٹ تھے اور یورپ کا باشندہ جو کشمیر کی سیاحت کیلئے آیا۔ دراصل اس کا مقصد اپنے مشن پر تبت پہنچنا تھا۔ [illegible] کشمیر 1714 میں آمد ہوئی اسے مجبوراً چھ مہینے گزارنے کیلئے وادی کشمیر میں رکنا پڑا۔ اس کے مشاہدات کشمیر کے متعلق [illegible] (تبت کا ادب و ثقافت) میں 1716 سے درج کیے گئے لیکن ان کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں۔

George Forster: چوتھا سیاح جس نے وادی کشمیر کی سیاحت کی اس کا نام George Forster تھا۔ وہ 1783 میں وادی کشمیر آیا۔ [illegible] مدراس کی پریذیڈنسی میں سول سروس کا ملازم تھا۔ وہ بنگال، لکھنؤ، ہردوار، Nadaun اور کشمیر کے راستے سے ہوتا ہوا کابل، Caspian اور Saint Petersburg کے راستے اپنے ملک واپس پہنچا۔ یہ بڑی دشوار گزار مہم تھی۔ اس زمانے کی بات ہے جب شمالی ہندوستان اور وسطی ایشیا میں بڑے جاگیرداروں اور لٹیروں کا راج تھا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئی تھیں۔ یہ اپنی مرضی اور سہولت سے ایک دوسرے سے خائف تھیں۔ کشمیر ایک مدت سے دہلی کے تحت تھا۔ [illegible] احمد شاہ ابدالی نے اسے 1754 میں فتح کر لیا اور اسے افغانستان کی مملکت میں مدغم کر دیا۔

[illegible] احمد شاہ ابدالی نادر شاہ کے [illegible] سے وابستہ تھا۔ حکومت کرنے کے طور طریقے اس نے [illegible] سے سیکھے۔ 1793 میں جب نادر شاہ نے [illegible] کی چھوٹی مسجد کی [illegible] دیکھی تو اس نے اپنے [illegible] میں احمد شاہ [illegible] ہندوستان کی تمام ریاستوں سے میں سلوک روا رکھا [illegible] مٹی کا برتن چاول پکانے کیلئے [illegible] احمد شاہ ابدالی نے اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف ہندوستان [illegible] کشمیر کے نادر شاہ نے لوٹ کھسوٹ سے [illegible] کو بھی معاف نہ کیا۔

Forster نے کشمیر کی وادی میں قدم رکھا تو احمد شاہ کا بیٹا تیمور شاہ آٹھ دس سال سے حکمران اور اپنے باپ کی فتوحات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ صرف اس وقت تک سکون میں رہا جب تک اس کے شمال اور مغرب کے بے قرار ہمسائیوں نے [illegible] ایک [illegible] آزاد [illegible] کشمیر پر حکمران ہوا اسی دور میں Forster نے اذیت رسانی سے بچنے کے لیے [illegible] کی کوشش کی تھی اسلئے وہ اپنی شناخت چھپانے پر مجبور ہو گیا۔

کشمیر میں مختصر قیام کے دوران اسے مسلسل یہ خطرہ لاحق رہا کہ کہیں اس کی اصلیت کا بھید کھل نہ جائے اس لئے وہ اپنے قیام کا [illegible] مختصر رپورٹ [illegible] ایک رحم دل اور سادہ لوح انسان کی تحریر میں دلچسپی سے خالی نہیں [illegible] اپنی محنت [illegible] دلکش انداز میں پیش کرنے کے ڈھنگ سے خوب آشنا ہے۔

Marfat.com

William Moorcroft: پانچواں سیاح۔ 55 سال کی عمر میں William Moorcroft نے اپنے طویل اور خطرناک ترین سفروں میں سے ایک سفر کا آغاز کیا تھا۔ آج کل کے سٹینڈرڈ کے مطابق عمر رسیدہ آدمی ہونے کے باوجود اس نے غیر معمولی ہمت اور حوصلہ کا مظاہرہ کیا۔

Keay نے 1994 میں Moorcroft کے سفر کی داستان بیان کی ہے اور اپنی کتاب کا عنوان رکھا ہے "Adversity is great, but the human spirt is greater." اس کتاب کو پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ اس میں ان سیاحوں کی تفصیلات ہیں جنہوں نے 1820-1875 کے دوران ہندوستان اور اندرونی ایشیا کی سیاحت کی۔ اس کتاب کو سمجھنے کے لیے جغرافیائی حالات سے متعلق کچھ تھوڑی سی باتیں جاننا ضروری ہیں۔ جب ہم جنوب سے شمال کی طرف سفر کرتے ہیں تو پہلے میدانی علاقے سے گزرتے ہوئے پہلے ہم ہمالیہ پہاڑوں کا سلسلہ نظر آتا ہے اور اس کے بعد ... کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر بلند Karakoram کے سلسلہ کے پہاڑ جن میں دنیا کی چند بلند ترین چوٹیاں ہیں ... سے تعلق رکھتی ہیں۔ چین اور ہندوستان کی حد کے درمیان Kun Lun کا سلسلہ ... قدرتی سرحد ہے۔

Kun Lun سے مغرب کی طرف Pamirs کا سلسلہ جس کی آب و ہوا Siberia سے ملتی جلتی ہے ... Roof of the World یعنی دنیا کی چھت کہا جاتا ہے، ہندوکش تک Oxus وادی میں محدود ہے۔ یہ تمام سلسلے ... Karakoram کے جنوب میں واقع اور ان بلند پہاڑوں کے ... خوقند اور سمرقند واقع ہیں جہاں ... ایک چیز دستیاب ہے۔

جتنے موضوعات پر William Moorcroft نے سیاحت کی اس کا ہم ذکر کرتے ہیں۔ Moorcraft کی 10 000 صفحات پر مشتمل تحریریں لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔

Moorcroft کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1808 میں Royal Veterinary College میں ... کی حیثیت سے تعینات کیا اور جب ... کے عہدے پر ... کمپنی کے فارم کا ... جب ... پہنچا تو اسے کمپنی کے فارموں میں اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی ضرورت پڑی تاکہ ان سے Breeding stock ... (ضمیمہ 33) اور ... اچھی نسل کے گھوڑے ... نے مرزا ... اور تبت پہنچا ... 1812 میں ... Manasarowar اور Rakas Tal ... پہنچا ... Breeding stock کے گھوڑے ... تبت ... ہندوؤں ... شمال مغرب ... Moorcroft کا ... 1819 میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے اجازت لی ... گھوڑے تلاش کرنے ...

Keay نے Moorcroft کے سفر کی تمام داستان بیان کی ہے ... Moorcroft اور ... پنجاب پہنچ گیا ... مہاراجہ رنجیت سنگھ ... Moorcroft نے پنجاب کے ... hypochondriac (ضمیمہ 34) ... Nauch girls ... Moorcroft ... Kulu Valley پہنچا ... Rohtang ... Lahul Valley ... 1820 میں Leh (لداخ کا دارالخلافہ) پہنچ گئے۔ Moorcroft ... Kulu ...

Marfat.com

لداخ میں دو تین سال گزار کر 1823 میں واپسی کا سفر کرتے ہوئے وادی کشمیر آن پہنچا جہاں اس نے مزید دس مہینے گزارے۔
اس کے بعد Victor Jacquemont (جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا) جو کشمیر میں داخل ہونے والا دوسرا یورپین سیاح تھا
یہ معلوم ہوتا ہے۔ Moorcroft کا اصل پیشہ گھوڑوں کی صحت کا تھا اور اس کے دوست اس بات پر تعجب کرتے ہیں۔
Moorcroft سے کشمیر کے متعلق معلومات حاصل نہیں ہوئیں تو پتہ چلا کہ اس نے رنگ رلیاں منانے کی وجہ سے۔
کشمیر میں Moorcroft نے کشمیر کے متعلق لکھا ہے:

"If a woman can make the worst wilderness dear. think. think what a heaven she can make the Cashmere."

کشمیر سے روانگی کے بعد وہ پشاور پہنچا اور پھر وہاں سے کابل گیا اس کے بعد وہ بخارا پہنچا۔ Kunduz میں اس کا بیٹا ... ... اور پھر وہ بیمار ہو گیا اور بخارا میں اس کا انتقال ہو گیا۔ ... 1825 میں انہوں نے بخارا سے واپسی ... Moorcroft اور ... افغانستان میں مارے گئے ... Keay کی کتاب ... Alexander Gardiner اور Sir Alexander Burnes کی ... کے متعلق واقعات بیان کی ہیں۔

اس کتاب کے علاوہ ایک اور کتاب ہے جس کا نام "The Karakorams and the Kun Lun" ہے جس میں Thomas Thomson، H. H. Godwin-Austen، T. G. Montgomerie، Sir T. Douglas، Dr. George Henderson، George Hyward، Robert Shaw، Forsyth اور Andrew Dalgeish کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کے اندر انیسویں صدی میں مغربی سیاحوں کی ... K-I اور K-II کی پہاڑی چوٹیوں کے متعلق معلومات شامل ہیں۔
... Huegel (1845) کے مطابق ... سال کا عرصہ ... ۔
Forster کے بعد Moorcroft نے ہندوستان میں قدم رکھا ... اس کے ... بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں ... ہندوستان ... کشمیر سے شال خریدنے کے لیے ایک بڑی رقم خرچ کی ... انگریز سوداگروں کے سامنے یہ ایک بڑا سوال تھا کہ شالوں کو کشمیر ... انگلینڈ میں ... ممکن نہیں کہ ... انگلینڈ میں درآمد کے شال بافی کی صنعت سے کس قدر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے!

Moorcroft ایک ہی بہت زیادہ ... اس بات پر ... اور تجارت کا سفر کرنے کی کوشش ... ان دونوں علاقوں کے متعلق معلومات محدود تھیں اور ان کے متعلق کئی کہانیاں تھیں۔ ... جغرافیائی معلومات کے لحاظ سے ... اس میں کوئی شک نہیں ... انگلینڈ ... 1820 میں Moorcroft نے ... ایک بڑے stud کا انچارج تھا ... ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی ... اخراجات کے لیے ... ایسٹ انڈیا کمپنی ... Moorcroft کی ... کمپنی نے ... اجازت دی کہ وہ اپنی ذمہ داری اور اپنے اخراجات پر یہ سفر کر سکتا ہے۔

Marfat.com

[illegible] Trebeck [illegible] Guthrie [illegible] Moorcroft [illegible]
[illegible] Moorcroft [illegible]
[illegible]

[illegible] Huegel [illegible] Moorcroft [illegible] Moorcroft [illegible]

[illegible] Moorcroft [illegible] Naubuk-Pansal [illegible] Moorcroft [illegible]

[illegible] Moorcroft [illegible] Andkhoo [illegible]

[illegible] Moorcroft [illegible] Moorcroft [illegible] Moorcroft [illegible] Huegel [illegible] Trebeck [illegible] Guthrie [illegible] Moorcroft [illegible]

[illegible] Moorcroft [illegible] Moorcroft [illegible] Moorcroft [illegible]

Marfat.com

پتہ چل گیا کہ یہ سب اندیشے محض خدشات اور الزامات بے بنیاد تھے۔

مارچ 1835 میں Fraser جو کہ اسسٹنٹ ریذیڈنٹ تھا کسی وجہ سے کرایہ کے ایک قاتل جس کے پیچھے شمس الدین خان فیروز پور کے نواب کا ہاتھ تھا مارا گیا۔ جب Fraser کے کاغذات وغیرہ دیکھے گئے تو Moorcroft کے سفر نامے کے دستاویزات اس کے بیگ میں نظر انداز حالت میں پڑی ہوئی پائی گئیں اور پہلی دفعہ منظر عام پر آئیں۔ ان میں کیا تحریر تھا اس کا پتہ معلوم نہیں لیکن یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ Moorcroft نے کشمیر میں سکھ اور انگریز قیام کے دوران سے متعلق بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔

Victor Jacquemont: جس کو *Jardin des Plantes* (عجائب نباتات) کی طرف سے اس مہم پر روانہ کیا گیا تھا۔ ہندوستان سے پنجاب کا سفر کر کے کشمیر آیا تھا۔ Gen Allard فرانسیسی جو کہ رنجیت سنگھ کی افواج میں جرنیل کے عہدے پر فائز تھے۔ Jacquemont کو رنجیت سنگھ کے دربار میں متعارف کیا گیا تھا۔ اس نے رنجیت سنگھ کا مشورہ قبول کر لیا اور کشمیر گیا ... نباتات کی ... اس کی بہت سی تحریریں تھیں مگر اس کے سفر نامے میں سے کوئی قابل ذکر بات نہیں ملی۔

Joseph Wolf: ایک مشنری تھا

جو کہ ... یہ کس قسم کی مشنری تھا؟

... Papist (پوپ کے ماننے والے) جس نے روم میں مذہب تبدیل کیا اور اب Protestant ... ہو گیا تھا اور انگلینڈ سے چرچ کے لئے خدمت کرتے ہوئے جاتے ہیں کہ اس کا مشن حضرت عیسیٰ کی طرف سے ... ہندوستان میں چھوڑا ہے۔ اس مشن کی تکمیل اور دیگر خطرناک مہمات سفروں کے اخراجات مذہبی لوگوں نے پورے کئے۔

... جب تک وہ ان لوگوں میں ہوتا جن کا عقیدہ اس کے اپنے عقیدے سے مطابقت ... تک پہنچی تو جب وہ کسی اور عقیدے کے ... عقیدت سے متعلق جوش و خروش سے تقریریں کرتا جو لوگ وسطی ایشیا اور ہندوستان ... نہایت اہم معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ ان علاقوں سے ... جس میں وہ ہمیشہ اپنے آپ کو "(1) ... "Lord the Saviour" کے طور پر ...

Th. G. Vigne: جب Huegel کشمیر میں سری نگر کے قریب ڈل اور باغ کے مقام پر قیام پذیر ہوا جہاں وہ اٹھارہ نومبر 1835 کو پہنچا تو Mr Vigne کو پہلے سے ہی اس باغ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ Vigne نے کوئی تین مہینوں میں سفر کر کے سری نگر کی ... 1835 کو Huegel نے اپنے خیمے ڈل اور باغ میں لگائے تو Vigne تخت سلیمان پر ... Vigne اور Henderson (جس کا بعد میں ذکر کیا جائے گا) Huegel کے مہمان کے طور پر ... ساتھ رہے۔

Vigne ایک Naturalist (فطرت پسند) تھا اس نے قدرتی مناظر کو دیکھ کر کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا ... Huegel کے ساتھ سری نگر، بارہ مولا، مظفر آباد، حسن ابدال، راولپنڈی تک گیا۔

Dr. John Henderson: Huegel ڈل اور باغ سری نگر اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص نے اس سے کسی ملاقات کی آمد ...

Marfat.com

کی اطلاع دی۔ ملاقات کے لیے [illegible] ایک عجیب و غریب شخصیت [illegible] کے پیچھے [illegible] چہرہ [illegible] اور بڑی بڑی آنکھیں [illegible] پھٹے پرانے [illegible] Vigne [illegible]

Huegel نے حیرت سے پوچھا "Who on earth are you ?"

"آپ نے یقیناً Dr Henderson کے متعلق سنا ہو گا!"

اس نے جواب دیا "ہاں" اور Henederson سے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ [illegible] اجازت دی [illegible] ضرورت ہو تو وہ خوشی سے مہیا کر دے گا۔

Dr Henderson کی شخصیت پہلے ہی ہندوستان میں بہت مشہور تھی [illegible] پیشے میں ملازم [illegible] ہندوستان [illegible] leave of absence [illegible]

[illegible] Huegel [illegible] Henderson [illegible] Zorawar Singh [illegible] Henderson [illegible] Henderson [illegible] Moorcroft [illegible] Henderson [illegible] Henderson [illegible] Moorcroft [illegible]

[illegible] Henderson [illegible] Zorawar Singh [illegible] Henderson [illegible] Zorawar Singh [illegible] (مشکوک) [illegible]

[illegible] Henderson [illegible] Zorawar Singh [illegible]

نے شملہ سے براستہ لداخ سفر کیا۔ راجہ نے Henderson کو سفر جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ وہ بغیر کسی دقت کے سرینگر کے راستے (کشمیر 35) کشمیر میں داخل ہوا جہاں وہ Huegel کے پاس پہنچا۔ اس طرح تین یورپین سیاح جن میں سے دو کشمیر میں تھے ایک ہی وقت میں مختلف اطراف سے داخل ہوئے۔

Henderson نے مدد کی تاکہ اپنے سفر کے دوران کھو نہ جانے کے ڈر سے آہستہ آہستہ اپنا تمام سامان ساتھی اور گھوڑے وغیرہ سب چھوڑ دیا۔ کشمیر میں پہنچ کر یہ فقیر کی طرح داخل ہوا تاکہ جب پکڑا جائے تو شاہ کے حوالے نہ کیا جائے۔ وہ چھوڑ دیا جائے۔ Henderson اس وقت کشمیر میں بیمار پڑ گیا تھا۔ ان حالات میں تو کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ وہ اپنا راستہ بھی بھول گیا۔ Henderson اور Vigne کے ساتھ Huegel نے مدد کی جب وہ پڑاؤ کرتے تھے۔ (یہ سب 18 ویں صدی کی Huegel کے گرد کی بات ہے) تو اس نے بڑے تعجب سے کہا۔

وہ چینی تحریر بھی تھی اس وقت Huegel نے چینی اشیاء میں چینی تحریر دیکھی۔ بہرحال اس وقت ایک ترجمان کی موجودگی میں Henderson نے چینی کی ایک ایسی ملاقات کی جس سے طویل عرصہ تک ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی یہ تذکرہ رہتا رہا۔

اس نے بتایا کہ Huegel، Henderson سے Gilpo یا لداخ کے بادشاہ کی خصوصیت پوچھ رہا تھا۔ Henderson اس چینی کی باتیں سمجھ نہیں سکا۔ بہت سی چینی اشیاء اس تحریر میں ڈال رہا تھا۔ پیٹ میں سوچ کر آنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد میں تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ چینی زبان سے پنجاب کی تاریخ کی بات ہو رہی ہے۔ جب پتہ چلا تو حیرت ہوئی۔ چینی اور کشمیری زبانوں میں کچھ اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ سب (چینی) پڑھ رہا تھا Huegel وغیرہ کا اتفاق ہوا۔ بعد میں Henderson نے مدد سے چینی کے الفاظ کا ترجمہ کیا۔ Henderson تو پہنچ گیا لیکن بہت سی باتیں تحریر میں رہ گئیں۔ ان کو سمجھنا مشکل تھا اور تعریف کرنے والا کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ وہ پنجابی تھا۔ ایک عجیب بات تھی۔ اس نے بتایا کہ ان کی پالیسی کیا ہے۔ مختلف علاقوں سے کچھ چیزیں ملیں۔ Huegel نے اس کے بدلے میں کچھ چیزیں اس کے پاس بھیجیں (جو کہ Huegel نے بعد میں چھین لیں) جس کی وجہ سے اس کو پریشانی ہوئی۔ اس نے خوشی قبول کر لی۔

اس کے بعد 1835 میں Henderson کا ایک ملازم لداخ سے آیا اور بتایا کہ اس نے تمام سفر Naubak میں کیا۔ Henderson نے اس ملازم کو اپنے ملازم کی حیثیت سے ساتھ کشمیر میں داخل ہونے دیا۔ اپنی خدمت کے بدلے وہ پیچھے رہ گیا اور صرف دو چیزیں پڑاؤ کرتے رہے۔ بعد میں Huegel نے اپنی ملازمت میں رکھ لیا۔

Henderson نے اب ارادہ کیا کہ وہ ہندوستان واپس جائے۔ اگرچہ Huegel نے اس کو منع کیا تھا۔ Huegel نے اسے بتایا کہ ایک چیز ہندوستان اور ایشیا کی طرف لے جانے کی ضرورت ہے۔ Huegel نے چند دن اس کے ساتھ گزارے۔ وہ ساتھ ساتھ رہے۔ Henderson، Vigne اور Huegel نے طے کیا کہ وہ جون 1835 میں کشمیر سے روانہ ہوں گے۔ Henderson اپنی راہ سے Vigne اور Huegel اپنے اپنے راستوں سے لاہور گئے۔

Henderson نے خدمت کے لیے اپنے ساتھیوں کو اس کے ساتھ بھیجا۔ Henderson کا سامان بھی اس علاقے میں رہ گیا اور اس سے ملاقات کرتے رہے۔

Marfat.com

اور کئی دفعہ تو ان کی بیوہ لیڈی کی حد یہاں تک پہنچی کہ رنجیت سنگھ ان کو ... بیٹے اپنی ساری قوت استعمال کرتے۔ Henderson دوسرے سے خدمت کا روپیہ کا انتظام کرنا پڑا۔

بروز بدھ 2 دسمبر 1835ء بمقام وزیر Henderson اپنے سفر پر روانہ ہو گیا لیکن Vigne اور Huegel نے سرینگر میں ہی قیام کیا۔

بروز بدھ سولہ دسمبر 1835ء Huegel اور ایک فقیر نے خط بھیجا۔ Henderson نے ... صاحب Vigne اور Huegel مظفر آباد پہنچے تھے۔ ان کی Henderson فقیر اور Huegel سے ملاقات ہوئی۔ مظفر آباد سے ... میں ملی تھی کہ اس فقیر نے Henderson کو مظفر آباد میں ... کے مقدمے ... Derband ... ایک راستے سے ... Vergund سے (Derbund) Derband ... راستے میں ... Huegel نے درخواست کی ... فقیر کا ... calomel ... بعد میں ... استعمال ... مظفر آباد میں Huegel کی ... ضرورت ... calomel ... calomel ... (آپ خود ہی اندازہ ... Huegel ... فقیر ... pistachionuts ... بعد میں Henderson کی ...

بمقام 22 جنوری 1836ء Vigne اور Huegel ... پہنچے ... Henderson ... 23 جنوری 1836ء ... Huegel ... Henderson ... Henderson ... Vigne ... Henderson اور Huegel ...

... Henderson ... مظفر آباد ... Derbund ... Derbund ... مظفر آباد ... Huegel نے ... Ghari ...

مہاراجہ رنجیت سنگھ ... Huegel سے ... فقیر ... Henderson سے متعلق دریافت ... ایک فقیر ... اجازت ... پنجاب میں ... Huegel نے فقیر ... Henderson ... رنجیت سنگھ ... اجازت ... رنجیت ... Henderson ... مہاراجہ رنجیت سنگھ ... Henderson ...

Marfat.com

کی اور سفارت پر ایک قسم کا شبہ ہوا اور تاثر ملا کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی انگریزوں سے دوستی محض دکھاوا ہے۔ مزید یہ کہ پہلی Henderson پر تقدم چاہتے تھے کہ اس نے بغیر اجازت کے دریائے ستلج کیوں عبور کیا۔ Huegel نے فقیر صاحب سے یہ بھی کہا کہ مہاراجہ کی خدمت میں عرض کر دیں Henderson کو یہاں سے نکالا جائے کہ وہ کمپنی سے اجازت کے بغیر پھر رہا ہے۔ رنجیت سنگھ نے پہلے ہی حکم دے رکھا تھا کہ جونہی Henderson دریائے ستلج کے بائیں کنارے پر پہنچے گا تو کمپنی اسے گرفتار کر لے گی لہٰذا فقیر صاحب Huegel سے وضاحت حاصل کر کے مہاراجہ کی خدمت میں واپس پہنچ گیا۔

ایک ہفتہ بعد فقیر صاحب واپس Huegel کے پاس آیا اور مہاراجہ کی طرف سے روایتی تحفے خوش آمدید کہتے ہوئے دیے۔ فقیر صاحب ہاتھی پر سوار، Henderson اور Huegel شاہی سواری پر بیٹھ کر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار پہنچے۔ Vigne

Baron Charles Huegel: جرمن یورپین سیاح Baron Charles Huegel نے 1835ء وادی کشمیر میں قدم رکھا اور کئی ماہ رہنے کے بعد 18 نومبر 1835ء کو یہ کشمیر پہنچا۔ اس نے ایک سو پچاس خدمت گاروں کے ساتھ اپنا سفر کشمیر کی طرف ہندوستان سے شروع کیا۔ وہ ان تمام سب سے زیادہ مفصل اور جامع ہے۔ یہ Huegel تھا جس نے سب سے پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ دریائے سندھ کا دریائے جہلم بارہ مولا کے قریب سے تعلق پر ایک دور سے میں مدغم نہیں ہوتے۔ ایک بڑی ندی کا جو کہ شمالی کشمیر (36) میں بہتی ہے "Siund" اور جہلم سے ملتی ہے ان سے جہلم پر واقع ہے۔ دریائے Siund دراصل ایک دریا کا ہی حصہ ہے یہ چھوٹی ندی ہے جسے Huegel چھوٹے سندھ کا نام دیتا ہے۔ یہ نام سندھ کشمیریوں میں اتنا ہی غیر معروف ہے جیسا کہ ندی۔ کشمیر میں اندس کا اب جو نام ہے اور شمالی ہندوستان میں Nilab۔

چھوٹا سندھ یا "Little Indus" جسے کئی مورخین نے دریائے اندس کے بڑے منبعوں سے ایک منبع قرار دیا ہے۔ کئی مورخین نے اس چھوٹے سندھ کو دو شاخوں میں تقسیم کیا۔ اس کی ایک شاخ کشمیر میں بہتی جس کی وجہ Siund اور Sind دونوں میں ہم آہنگی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ سب سے بڑی کشتی رانی والا دریا ہے جہلم جو وادی کشمیر میں بہتا دریائے سندھ کی ایک شاخ سمجھا گیا۔ دریائے Siund اور جہلم دونوں مل کر تقریباً 90 درجے کے زاویے پر ملتے ہیں۔

بارہ مولا وادی کشمیر کی مغربی حد تصور کیا جاتا ہے وہاں سے ایک راستہ کوہالہ پل کی طرف پکھلی وادی کے ذریعے جاتا ہے۔ Huegel کا خیال ہے کہ یہ راستہ بارہ مولا سے اوڑی (URI) اور پونچھ سے ہوتی ہوئی راجوری سے جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مغل شہنشاہ اس راستے بھی پنجاب سے وادی کشمیر میں داخل ہوتے رہے ہوں۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ مظفر آباد وادی کشمیر کی سطح سے کوئی تین ہزار فٹ نیچے ہے۔ 1835ء میں اس کی آبادی 2100 نفوس پر مشتمل تھی جن میں سے 700 ہندو اونچی ذات کے اور باقی مسلمان۔ اس کا نام مسافر آباد ہے جو بعد میں مظفر آباد ہو گیا۔ مسلمانوں سے پہلے یہاں کے لوگ ہندو تھے۔ اس کا قدیم نام ہندو شکری (Hindu Shikri) تھا۔ مسلمانوں نے دونوں ناموں کو چھوڑ کر اس کا جدید نام مظفر آباد رکھا۔ یہ اپنی قدیم شان کھو بیٹھا۔ 10 جنوری 1836ء کو جب Huegel جہلم شہر کے قریب دریائے جہلم کے کنارے پہنچا تو دریا کے کنارے پر بڑے بڑے اونچے درخت Phoenix farinosa اور ان کی اونچی شاخوں سے درخت سے پیار تھی۔ Acacia (کیکر) کے اس قسم کے درخت جو اس نے مصر میں دیکھے یہاں بھی پائے جاتے تھے۔ اس زمانے میں دریائے جہلم پر کوئی پل نہ تھا اور لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر جہلم شہر سے اس پار جاتے۔ اور نگ آباد پہنچا کرتے۔ سات جنوری 1836ء Huegel گجرات پہنچا۔

اشتیاقِ سفر اور شریکِ سفر

راقم کے والد صاحب مرحوم کے زمانے میں شیخ احمد دین صاحب جو جالندھر کے رہنے والے تھے۔ جالندھر اس دور میں ایک معروف قصبہ تھا۔ تاریخی حدیوں پر پیر رشد و ہدایت کے اولیاء اور مشائخ وغیرہ کی وجہ سے ہندوستان میں دور دور تک مشہور ہو گیا۔ اس شہرت کی وجہ یہ تھی کہ یہاں آنکھوں کی بیماریوں کے علاج معالجہ کا بہترین انتظام تھا اور مریض شفایاب ہو کر جاتے۔

Marfat.com

ہسپتال اب تک موجود لیکن تقسیم ہند کے بعد علاج معالجہ دیگر اداروں کی طرح نااہلی اور غفلت کا شکار ہو چکا ہے۔ مندرجہ بالا قصبہ گجرات سے 13 کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب شمال واقع ہے۔

شیخ صاحب میرے قابل احترام ماموں جان پیر صاحب جنہیں میں اباجی کہا کرتا ہے نہ صرف قریبی دوستوں میں سے بلکہ خاکسار تحریک کے سرگرم رکن بھی تھے۔ شیخ صاحب کی اندرون خانہ تک رسائی تھی۔ پیر صاحب سے ملنے کیلئے اکثر اوقات گجرات تشریف آوری پر دیوان خانہ میں شب بسری کیلئے قیام پذیر ہوتے۔ احتراماً شیخ صاحب وہیں چارپائی بچھا کرتا۔ وہ موسم گرما میں کشمیر کی سیر کو تقریباً دو ماہ کیلئے جایا کرتے۔ کشمیر کے سفر پر روانگی سے قبل اور واپسی پر کشمیر سے متعلق نہایت دلچسپ قصے سنایا کرتے۔ بالخصوص کشمیر کے دلکش قدرتی مناظر اعلیٰ درجے کے پھلوں اور نہایت سستی رہائش کے تذکرے سے مجھے بھی شدت سے کشمیر کی دلفریب وادیوں میں گزارنے کا اشتیاق جنون کی حد تک ہو گیا۔

شیخ احمد دین کے علاوہ ان کے صاحبزادے شیخ ریاض احمد صاحب جو بقید حیات ہیں۔ میر عبدالغنی خاکسار تحریک کے سرگرم رکن اور پیر صاحب کے قریبی دوست تھے اور جلالپور جٹاں کی نہ صرف نامور شخصیت بلکہ ان کے نام سے چوک میر عبدالغنی بھی تعمیر ہو چکا ہے۔ میر بدر دین مرحوم بھی جلالپور جٹاں کے رہائشی جبکہ چوہدری احمد خان صاحب ونائی قائم کے رہنے والے ابھی زندہ و سلامت اور مجھے حال ہی میں دیوان خانہ پر کئی بار ملنے چلے گئے یہ بھی پیر صاحب کے احباب میں سے تھے۔ علاوہ ازیں کی تحریک کی ماندگی میں پیش پیش رہے۔ چوہدری صاحب کے ایک دوست جن کا نام وقتی طور پر کھو چکا ہے بہت شورش کشمیری کرتے (شورش کاشمیری نہیں) آفتاب احمد قریشی (مشہور حکیم محمد حسن قریشی کے سب سے بڑے صاحبزادے) جو راقم [illegible] زمانے کا دوست تھا۔ گجرات کے معروف صنعت کار غلام نبی جن کا کتھ جات بنانے کا کارخانہ تھا کے صاحبزادے شیخ [illegible] خان صاحب کے نام سے پکارا جاتا۔ گجرات کے سلطان میر جو میرے ساتھ کشمیر کی سیر کو جانے کا اتفاق ہوا۔ سلطان میر کا چھوٹا بھائی گلزار میر میرے ساتھ ہائی سکول میں پڑھتا رہا۔ عرصہ ہوا ملک عدم کو سدھار چکا ہے۔ سلطان میر انگلینڈ چلا گیا اور آجکل وہیں رہائش پذیر ہے۔

ایک مرتبہ راقم اکیلا ہی کشمیر کی سیر کو چل نکلا اور پہلگام کے مقام پر بیمار پڑ گیا تو میری والدہ محترمہ پیر صاحب کی [illegible] دوست حکیم اللہ دتہ اور یحییٰ پیر (پیر صاحب کے اکلوتے صاحبزادے) جو تقریباً میرے ہم عمر تھے پہلگام میں وارد ہوئے۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اوائل میں پنجاب گورنمنٹ سیاحوں کو جموں اور کشمیر جانے کیلئے "Passes" جاری کرتی مگر 1873ء میں یہ سلسلہ موقوف کر دیا گیا اور اسی سال یورپ کے باشندوں کیلئے چار راستے کشمیر جانے کیلئے مختص کر دیئے گئے جو مندرجہ ذیل مسافت سے رو بہ عمل طے شدہ تھے۔

(1)۔ گجرات سے ہوتے ہوئے بھمبر اور راجوری سے پیر پنجال۔ (ڈوگری زبان میں پیر کا مطلب پہاڑ کی چوٹی۔ [illegible] pansal کا کشمیری زبان میں بھی یہی مطلب ہے) کے اوپر سے یہ راستہ جون کے مہینے میں کھلتا اور برف باری کی وجہ سے نومبر کی شروعات میں ہی بند ہو جاتا۔ یہ مغل شہنشاہوں کا شاہی راستہ تھا۔ پیر پنجال سے اتارنے کے بعد شوپیاں یا چھوپیاں اور سرینگر تک پہنچ جاتا۔

(2)۔ مری سے ہوتا ہوا براستہ کوہالہ، چکوٹی، اوڑی (اوری) Uran Buach، بارہ مولا سرینگر یہ راستہ سہل ترین تھا اور اپریل میں کھلتا۔

(3)۔ مری سے چھتر اور پھر بارہ مولا سرینگر۔

(4)۔ پشاور براہ مظفر آباد، علائی، بارہ مولا، سرینگر۔

پرکاش ٹنڈن کے پردادا کے بھائی نے 1811ء میں ٹنڈن کی پیدائش سے پورے سو سال پہلے اس سفر پر کشمیر جانے کیلئے پیدل سفر کیا ہو گا جو کہ گجرات سے پیر پنجال کے دروں تک جاتی۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق ٹنڈن کے پردادا کا بھائی کشمیر سے سیب لایا ہو گا اور اپنی پگڑی میں بھی ایک سیب رکھا ہو گا۔ اپنی خیریت واپسی پر ان سیبوں سے آتے تھے اور چار [illegible]

Marfat.com

شہزادے کے طور پر اپنے رشتہ داروں میں بانٹے ہوں گے۔ مغلوں کے زمانے کی یہ سڑک گجرات سے شروع ہو کر بھمبر اور "مظفر پور" (ضمیمہ 37) سے ہوتی ہوئی سری نگر نکل جاتی۔ یہ سڑک اب بھی موجود ہے جو کہ پونچھ کے راستے سے ہوتی ہوئی سری نگر جانے والی مین روڈ سے جا ملتی ہے۔ یہاں تک تو مانا جا سکتا ہے کہ بھمبر تک واقعی یہ سڑک ہو مگر اس سے آگے سڑک نہیں پیدل مسافروں کیلئے پہاڑوں کی بلندی کے دامن میں بل کھاتی ہوئی راہ گذر ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں "راولپنڈی سے کشمیر جانے والی سڑک کے بننے سے پہلے یہی پرانی سڑک ہی استعمال ہوتی۔ گجرات کے ریلوے سٹیشن سے سری نگر تک تانگے چلتے اور تقریباً دو ہفتوں میں سری نگر پہنچتے" بھمبر سے آگے اب بھی یہ مقامات میں نہیں گنے گئے یا موزہ روں وغیرہ دیکھئے کوئی سڑک ہو جو کہ مظفر آباد سے سری نگر جانے والی سڑک سے جا ملے۔

1873 میں اس کا کرایہ ایک روپیہ 16 سے 32 یہ آنا ایک روپے کے ڈیڑھ من جو اور ایک روپے کی بارہ روٹیاں ملتی تھیں۔

یہ جو ملاقات چلوں تقسیم ہند سے قبل گجرات Town Hall میں King's library ہوا کرتی۔ جہاں طالب علموں سے لے کر شہر کے معززین حضرات اخباروں، رسالوں اور نایاب tomes سے مستفید ہوا کرتے۔ جہاں پر میں Huegel کی کتاب BC 1845 Travels in Kashmir and the Punjab اکثر پڑھا کرتا اور شیخ صاحب سے کشمیر کی سیر کے متعلق ان کے سوال میرا اشتیاق وادی کشمیر کی سیاحت کے متعلق شوق بڑھتا چلا گیا۔ 1990 میں Venezuela سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اپنے memoirs پر کام شروع کیا تو مجھے مذکورہ کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی جب میں نے librarian سے اس کتاب کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے "کونسی کتاب؟ یہ کتاب تو شروع ہی سے اس library میں نہیں" حالانکہ چند روز قبل یہ کتاب میں دوست شہزادہ صاحب نے مجھے یہ کتاب library واپس لوٹانے کے لئے دی تھی۔

"حضرت صاحب تھوڑے دنوں کی بات ہے میں یہی کتاب آپکو واپس لوٹانے آیا تھا۔" میں نے ذرا تلخی سے کہا۔ "دیکھئے یہ وہی کتاب ہے" ایک "معزز دوست" صاحب نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی جو librarian صاحب سے باتیں کر رہے تھے۔ librarian صاحب نے وعدہ کیا کہ چند دنوں تک کتاب آپکو مل جائے گی اور مجھ سے 100 روپے membership فیس لے کر رسید دے دی۔ اس کے بعد میں نے کئی چکر لگائے مگر کتاب نہ ملنی تھی نہ ملی۔

اس ضمن میں Dawn, Oct 4, 95 میں یہ ایک خط شائع ہوا "From slaughterhouse to library" بات چیت یوں تھی۔ میرے library کے چکر لگانے کے دوران مذکورہ بالا librarian صاحب کی تبدیلی ہوئی۔ نئے librarian سے کتاب کا ذکر کیا تو اس نے نہایت سادگی اور صاف گوئی سے جواب دیا "میں تو چند روز ہوئے ٹاؤن ہال کے Slaughter house سے تبدیل ہو کر یہاں آیا ہوں۔ میرا کتابوں سے کیا واسطہ میں تو کئی عرصے سے Slaughter house میں کام کر رہا تھا۔"

Huegel کی وہی کتاب کی طرح پتے سے Al-Mir Trust Library, Mir Street, Bhimber Road میں شیخ کی اور مجھے دوبارہ اس کتاب سے استفادہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔

وادی کشمیر کی سیر کا آغاز

1942 میں راقم الحروف ساتویں جماعت کا طالب علم تھا چند دنوں سے سکول میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو چکی تھیں اسی اثناء میں شیخ صاحب (احمد دین) کشمیر کی سیر کے ارادے سے گجرات ہمارے خانہ میں تشریف لائے تو میں نے چچا صاحب سے کشمیر جانے کیلئے اجازت مانگی۔ آپ نے نہ صرف اس وقت اجازت مرحمت فرما دی بلکہ مجھے ایک سو روپیہ اور شیخ صاحب کو دو صد روپیہ کشمیر کی سیر کے زاد راہ اور دیگر اخراجات کیلئے تفویض فرما دیئے۔ اس طرح میں چھٹیاں گزارنے کیلئے 1942ء سے لیکر 1946ء تک کشمیر کے دلکش مناظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اب کی بار شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک holdall لائے جسمیں انکا بستر اور پارچات

Marfat.com

وغیرہ بندھے ہوئے تھے۔ holdall اس دور میں عام طور پر سیاحت کے دوران استعمال میں لایا جاتا۔ یہ خاکی رنگ کے canvas کا folding carrier ہوا کرتا۔ سوٹ کیسوں کا لمبے سفر کیلئے کوئی رواج نہ تھا۔ میری والدہ محترمہ نے ایک ہینڈ بیگ میں دو جوڑے، مفلر، چند رومال، ٹوتھ پیسٹ اور برش بھی رکھ دیئے۔ ایک holdall میں دو کمبل، گرم چادر، سرہانے اور تکئے وغیرہ بھی حفظ ماتقدم کے طور پر رکھے۔ میں نے علامہ اقبال کی مشہور مجلد کتاب بانگ درا جس پر ایک دبیز کاغذ کا cover چڑھا رکھا تھا، ساتھ رکھی اور اس کور میں نے چھ ہری نوٹ بھی رکھ دیئے۔ اس کے علاوہ باقی نقدی روپوں اٹھنیوں چونیوں کی صورت میں اپنے کرتے (قمیض) کی جیب میں ڈال لی۔ میں نے اپنی شادمانی کے ہجوم میں ایک دن پہلے ہی مکمل تیاری کر لی۔

یہ سوموار کی صبح تھی شیخ صاحب نے رات دیوان خانہ میں ہی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں خوشی سے اٹھ کر باہر نکلا تو حمید پہلوان (اصل نام تو عبدالحمید تھا مگر حمید پہلوان کے نام سے پکارا جاتا تھا) سے ذرا پرے پہ وارد ہو گیا ہو۔ شاید وہ چوک کے ساتھ ایک کھلے میدان میں واقع تھا۔ یہ تمام جگہ گجرات کے رئیس "کالی کرار" کی ملکیت تھی۔ حمید پہلوان اپنے زمانے کا مشہور پہلوان تھا جس کا بہت حیرت ہے جو گجرات میں شوقیہ ایک "Topclass" تانگے گھوڑے کیلئے مشہور تھا۔ عام پیشہ ورانہ کوچوان کی طرح تانگہ دن میں نہ چلاتا بلکہ خود سواریاں اسے اطلاع کر دیتیں اور وہ وضعداری سے تانگہ مطلوبہ وقت اور جگہ پر لے آتا۔

"پہلوان جی! کل رات اسٹیشن پر جانا ہے۔" میں نے کہا۔

"کس وقت؟" پہلوان جی نے پوچھا۔ اس پر میں وفور اشتیاق سے بھاگتا ہوا اندر دیوان میں گیا اور پوچھا "شیخ صاحب کس وقت روانگی ہے؟"

"فرنٹیئر میل کے وقت۔" شیخ صاحب نے نہایت شفقت سے روانگی کا اظہار فرمایا۔ بہر حال میں نے حمید پہلوان کو بتایا اور اب میں آرام سے چلتا ہوا واپس لوٹا۔ ابھی دیوان خانہ میں پہنچا ہی تھا کہ رحمہ (خانگی ملازمہ) نے کہا "بے بی جی! (میری والدہ صاحبہ) اندر "زنان خانہ" میں یاد فرما رہی ہیں لہذا میں "بے بی جی" کے پاس مؤدبانہ حاضر ہو گیا۔ آپ نے ذرا غصہ میں فرمایا "یہ تم نے تیاری شروع کر رکھی ہے؟"

"صبح کشمیر جانا ہے۔" میں نے معصومیت سے حقیقت بتادی۔

"تمہاری مت ماری ہوئی ہے آج سوموار کا دن اور کل منگلوار ہے۔" انہوں نے متوجہ کیا۔

"تو کیا ہوا سوموار کے بعد منگل کا دن ہی ہوتا ہے۔" میں نے بچگانہ کیفیت میں عرض کی۔

"منگل تیرا سر، پتہ نہیں منگل بدھ کو جنوب میں پہاڑ کی طرف بڑی آفت بارکا سفر نہیں جاتے پرسوں چلے جانا بدھ سے کی اور دن چلے جانا خصوصاً منگل وار کا نہیں جاتے۔" بے بی جی نے قطعی لہجہ میں حکم صادر فرمادیا جس کی حکم عدولی کی سکت نہ تھی لہذا میری امیدوں پر اوس پڑ گئی آپ کا حکم ماننے والا میں ہوتا تھا۔ چونکہ آپ نہایت سخت مزاج کی حامل تھیں۔

بے بی جی سے روٹھا ہوا اپنی والدہ محترمہ کے پاس بالائی منزل پر گیا اور فریادی ہوا کہ میری والدہ صاحبہ (جنہیں تمام بہن بھائی بچپن والے اور انہیں Auntie کہا کرتے۔ میں بھی معصومیت سے آنٹی جی کہتا) نے ممتا بھرے لہجے میں دلاسا دیا اور سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ بے بی جی کی مرضی کے خلاف کسی کوئی جسارت قابل قبول نہیں لہذا بدھ کے روز چلے جانا۔ اب حمید پہلوان کو اطلاع کرنا مطلوب تھی یعنی میرا مشکوک چہرہ تھا۔ ان حوالوں کی سخت ضرورت تھی البتہ رحمہ نے اس کو بدھ کی رات کوئی گیارہ بجے تک تانگہ لانے کا کہہ دیا۔ نہایت بے چینی کے عالم میں باقی کا وقت گزارا۔ البتہ ان لمحات میں شیخ صاحب سے کشمیر کی داستان سنتا رہا۔ بدھ کی رات کو کشمیر کے لئے اشتیاق کی وجہ سے نیند سے بیدار ہو کر رات نہایت بے تابی سے گزاری۔ اپنا handbag، holdall اور ضروری سامان تانگے تک پہنچانا تھا۔ تمام سامان رکھا۔ پھر بھی کئی بار ایک حد سے زیادہ بے تابی اور بے قراری سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا۔ شیخ صاحب کی چارپائی دیوان خانہ کے جانب شمال بچھی تھی۔ رات گیارہ بجے سے تھوڑا پہلے ہی حمید پہلوان اپنا تانگہ لیے دیوان خانہ کے سامنے آ وارد ہو گیا۔ بے بی جی، میری والدہ صاحبہ، چچا صاحب دیوان خانہ کے دوسرے حصے سے باہر آ گئے۔ میں نے اندر جا کر بے بی جی اور والدہ صاحبہ کو سلام کیا اور ان سے پیار اور دعاؤں سے مستفید ہوا۔

Marfat.com

روانگی پر چچا صاحب نے شفقت آمیز انداز میں میرا اور شیخ صاحب کا holdall اٹھا کر تانگہ پر رکھا۔ شیخ صاحب کا سامان تانگے کے اگلے حصہ میں اور میرا پیچھے۔ میں چھلانگ لگا کر حمید پہلوان کے ساتھ سیٹ پر براجمان ہو گیا جبکہ شیخ صاحب پچھلی سیٹ پر اور چچا صاحب کو آداب کرنے کیلئے میں تانگہ سے نیچے اتر آیا۔

''میاں اپنا خیال رکھنا، شیخ صاحب کی اجازت کے بغیر ادھر ادھر مت چلے جانا'' چچا صاحب نے نہایت شفیق لہجہ میں نصیحت سے نوازا۔ ازاں بعد شیخ صاحب سے مصافحہ کے دوران میرا خیال رکھنے کیلئے ترغیب دی اور پندرہ منٹ کی مسافت سے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ شیخ صاحب نے حمید پہلوان کو کرایہ کی مد میں کچھ دینا چاہا مگر حمید پہلوان نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ چچا صاحب میرے سے ناراض ہوں گے۔ اسی اثنا میں قلی بھاگتے ہوئے آ گئے تو شیخ صاحب نے دو قلیوں کو سامان اٹھانے کیلئے کہا اور خود Interclass کی ٹکٹ لے آئے۔ نہایت مستعدی سے قلیوں نے پلیٹ فارم پر سامان رکھا اور فرنٹیر میل (ضمیمہ 38) جو رات کے 11.50 اور 12.00 بجے رات کے درمیان روانہ ہوا کرتی اور صبح 06.00 کے قریب راولپنڈی پہنچ جاتی۔ ریل گاڑی آنے پر قلیوں نے انٹر کے ڈبہ میں سامان رکھا جس پر شیخ صاحب نے قلیوں کو اجرت دیدی۔

راولپنڈی کی طرف ریل گاڑی میں یہ میرا پہلا سفر تھا۔ ویسے لاہور شالیمار کا میلہ دیکھنے کیلئے میں ریل گاڑی میں چچا احمد دین صاحب کے ساتھ چند ایک بار جا چکا تھا۔ مجھے لاہور کے مشہور میاں امیر الدین صاحب کی حویلی میں رہنے کا اتفاق ہوتا جو پرانی لاہور کے علاقہ میں واقع ہے جہاں مستی دروازہ سے اندر داخل ہو کر ہیرا منڈی سے گزر کر آخر میں مذکورہ حویلی موجود ہے۔ میاں امیر الدین صاحب سے چچا صاحب کے گہرے مراسم تھے اور آپ کا بیٹا صلاح الدین جس کا واپڈا ہاؤس کے basment میں ''Saloo's'' نام کا restaurant ہے چچا صاحب سے علاج معالجہ کی غرض سے ملتا جلتا رہا۔

میں ریل میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر کھڑکی سے ادھر ادھر جھانکتا رہا اور باہر کے نظارہ سے محظوظ ہونے کو ترجیح دی۔ صبح صبح ریل گاڑی راولپنڈی ریلوے اسٹیشن پہنچ گئی۔ شیخ صاحب نے پلیٹ فارم پر موجود قلیوں کو سامان اٹھانے کا اشارہ دیا۔ ابتدائی مری جانے کیلئے بس (ضمیمہ 39) بس کے اڈے پہنچ گئے جو قریب ہی واقع تھا۔ خوش قسمتی سے فرنٹ سیٹ اور ایک پچھلی سیٹ خالی تھیں جو شیخ صاحب نے ٹکٹ لے لئے۔ کرایہ فی کس ایک ٹکٹ کی قیمت سات روپے تھی۔ میں چھلانگ لگا کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اپنا bag میں نے اپنے پاؤں کے نیچے رکھا، پچھلی طرف سیٹ کے نیچے رکھ دیں مگر بٹوہ جسمیں میری رقم تھی اپنے ہاتھ میں ہی رکھی۔ جبکہ شیخ صاحب Upper class کی دائیں جانب window seat پر بیٹھ گئے۔ کلینر نے ہمارے holdalls اوپر چھت پر رکھ دیئے جہاں دیگر مسافروں کا سامان پڑا تھا۔ مجھے بے چینی ہو رہی تھی کہ نجانے گاڑی کب چلے گی جبکہ گاڑی کی روانگی کا وقت سات بجے کا تھا۔ میں نے driver سے پوچھا کہ گاڑی کب چلے گی؟ جس پر ڈرائیور نے بتایا کہ بس اب full ہو گئی ہے آٹھ بجے روانہ ہو جائیگی۔ کلینر نے چھت پر پڑے ہوئے سامان پر ترپال ڈالی اور ایک رسے کی مدد سے ترپال کو بس کی sides پر نصب hooks سے باندھ دیا۔ پھر ڈرائیور نے کلینر کو آواز دی اور دفتر سے voucher لے کر آ گیا۔ کلینر نے انجن کے اگلے حصہ میں handle ڈال کر تین بار گھمایا اور بس start ہو گئی۔ اب کلینر پیچھے اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا اور مسافروں کو چیک کیا کہ کوئی مسافر باہر تو نہیں۔ ازاں بعد اس کا پچھلا دروازہ بند کیا ساتھ ہی whistle دی جس کا مطلب تھا کہ سب ٹھیک ہے اور ڈرائیور نے بس چلا دی۔

ڈرائیور اور کلینر دونوں سکھ تھے۔ یاد رہے کہ اس دور میں سکھ ڈرائیور کو ترجیح دی جاتی۔ بس مری روڈ کی جانب چل دی اور کمپنی باغ (موجودہ لیاقت باغ) نالہ Leh کراس کرنے کے بعد بس بائیں ہاتھ روک دی۔ ڈرائیور نے کلینر کو خبردار کیا کہ وہ ٹائروں وغیرہ اور spare کو چیک کرے۔ اصولی طور پر چاہیئے تو یہ تھا کہ بس اڈہ پر ہی اچھی طرح سے چلنے سے پہلے چیک کر لی جاتی مگر اس نے ایسا کیوں کیا مجھے پتہ نہیں۔

مری روڈ پر آج کے لحاظ سے نسبتاً بہت کم ٹریفک ہوا کرتی۔ موجودہ اسلام آباد (ضمیمہ 39 A) جیسی آبادی کے کوئی آثار تک نہ تھے البتہ ایک فیض آباد ویران علاقہ سے گزرتی تھی البتہ سڑک کے دونوں اطراف پر شیشم کے درخت استادہ تھے۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا تو ایک ہوائی جہاز سے parachutists اتر رہے تھے۔ یہ میری زندگی میں پہلا موقع تھا۔ میں نے قبل ازیں

Marfat.com

parachutists کو دیکھنے کی بجائے سنا اور کتابوں میں پڑھا ضرور تھا۔ ایک parachutist کا گاڑی سے تھوڑی دور زمین پر اترنا اور زمین پر پاؤں جمانے کے فوراً بعد اس نے parachute سنبھالا۔ پھر ایک اور ہوائی جہاز تھوڑی دور آیا تو میں نے دیکھا۔ parachutists چھلانگیں لگا رہے ہیں تاہم ان کا parachute جہاز سے چھلانگ لگانے کے تھوڑی دیر بعد کھلتا۔ یہ میرے لئے حیران کن واقعہ تھا میرے خیال میں جب چھلانگ لگائی جاتی تو parachute پہلے ہی سے کھلا ہوتا ہے۔

اب کوہ مری کی چڑھائی شروع ہوئی ہر طرف بڑے بڑے چیڑ کے درخت ایستادہ تھے۔ تھوڑا چلے تھے کہ ڈرائیور نے بس ایک طرف روک دی۔ خود بھی ڈرائیور نیچے اترا اور کلینر بھی آ گیا۔ انجن کا bonnet کھولا اور کلینر نے جا کر radiator کا ڈھکن اٹھایا تاکہ پانی ڈالا جا سکے۔ ساتھ ہی چشمہ واقع تھا جو کہ آج بھی موجود ہے۔ کلینر پہلے سے ہی بس میں سے ایک بالٹی اٹھا کر لے گیا چشمے سے بالٹی میں پانی بھرا اور کلینر نے radiator کے ڈھکن پر آہستگی سے پانی ڈالا پھر ایک کپڑا لے کر ڈھکن سے تھوڑا تھوڑا کر آہستہ آہستہ ڈھکن کو ڈھیلا کیا اور خوب بھاپ نکلی پھر radiator میں پانی ڈالا ڈھکن بند کیا۔ اس کے بعد کلینر اپنی سیٹ پر چلا گیا اور ڈرائیور نے بس چلا دی۔ چڑھائی بتدریج بڑھ رہی تھی اور گاڑی Sunnybank آ کر رک گئی۔ یہاں سے ایک سڑک بائیں جانب مری کو اور سیدھی کشمیر کی طرف۔ یہاں پہنچ کر ڈرائیور نے مسافروں کو کہا کہ وہ نیچے اترنا چاہیں تو ضرور اتریں تاہم گاڑی کچھ دیر رکی رہے گی کیونکہ انجن گرم ہونے کی بنا پر چند منٹ ٹھہرنا لازمی ہے لہذا ہم تمام مسافر گاڑی سے نیچے اتر آئے۔ کلینر نے انجن کا bonnet اوپر اٹھایا دو بار دو ڈنڈے چیک کئے۔ سب ہوا تو ٹھیک ہے۔ ڈرائیور نے بھی چند ایک پرزہ جات کو چیک کیا خاص طور پر گاڑی کے poles کو۔ پھر کلینر نے radiator کا ڈھکن نہایت احتیاط سے کھولا اس دفعہ بہت زیادہ مقدار میں پانی ڈالنے کی ضرورت محسوس کی گئی یعنی چڑھائی کی وجہ سے انجن گرم ہو چکا تھا پھر ڈرائیور نے تمام مسافروں کو گاڑی میں بیٹھنے کی ترغیب دی اور کلینر نے مسافروں کو چیک کیا۔ اس کے بعد سیٹی بجائی ڈرائیور نے اسے غصے کی حالت میں غفلت کا احساس دلایا اور کہا کہ handle تو لے آؤ۔ handle لا کر گاڑی سٹارٹ کر دی اور سفر پر رواں دواں ہوئے۔

تھوڑی چڑھائی کے بعد اترائی شروع ہوئی تو ڈرائیور نے انجن بند کر دیا تاکہ پٹرول فضول خرچ نہ ہو۔ اترائی بتدریج بڑھ رہی تھی بس پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ سڑک پر چکر کاٹتے ہوئے کوہالہ کے پل تک پہنچ گئی۔ یہ پل دریائے جہلم پر واقع ہے۔ اس پل سے پہلے دریائے جہلم کے مشرقی کنارے کی جانب مہاراجہ جموں و کشمیر کی حد تھی جبکہ مغربی کنارے کی طرف کا حصہ جہاں ہماری بس کھڑی ہوئی تھی ہندوستان کی تحویل میں تھا۔ ہماری بس سے آگے ایک اور بس کھڑی تھی اور وہ بھی نندو چک کی تھی جو راولپنڈی سے سات بجے صبح روانہ ہوئی مگر Sunnybank پہنچ کر اس میں کچھ خرابی ہوئی جس کی وجہ سے ہماری بس کے پہنچنے سے پہلے سے رکی ہوئی تھی۔ اس بس کا ڈرائیور پٹھان تھا مجھے یاد ہے۔ چونکہ اس بس کا وقت ہماری بس سے پہلے کا تھا لہذا یہ بس چل دی پھر پل کے درمیان میں بس رک گئی۔ پل کے ایک طرف انگریز راج کا سپاہی اور دوسری طرف مہاراجہ کی ریاست کا۔ انہوں نے ہماری بس کے کاغذات وغیرہ دیکھے اور بس کا نمبر نوٹ کر لیا۔ ہماری بس جب پہنچی تو ڈرائیور نے چیک کاغذات وغیرہ دکھائے اور اسی طرح ہماری بس کا نمبر بھی لکھ لیا۔

کوہالہ کا پل کراس کرنے کے بعد بس بائیں جانب مڑی۔ سڑک کے بائیں جانب دریائے جہلم اور دائیں جانب پہاڑ کا سلسلہ جہاں ہر طرف بڑے بڑے سرسبز درخت ایستادہ تھے۔ سڑک خوب maintained کی ہوئی اور دونوں جانب چند ایک میلوں کے فاصلے پر مہاراجہ کے maintenance crew سڑک کی دیکھ بھال کے دوران دائیں جانب پہاڑ سے landslide سے گرے ہوئے پتھروں کو ہٹا رہے تھے۔ چند برس پہلے راقم کو مظفر آباد جانے کا اتفاق ہوا۔ سڑک کی ابتر حالت اور deforestation کو دیکھ کر رونا آتا ہے۔ کوہالہ کے پل سے کوئی ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد ڈرائیور نے بائیں ہاتھ شاید بنی ہوئی سڑک جس کا حصہ نیچے بچتے ہوئے دریائے جہلم کے کنارے سے تین اوپر تھا بس کھڑی کر دی۔ دائیں ہاتھ مہاراجہ کا ایک well-maintained ریسٹ ہاؤس جہاں سے پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔ ملازم تھے یہاں بس کھڑی کرنے کی اجازت نہیں تھی البتہ ڈرائیور نے مسافروں کو دس پندرہ منٹ کیلئے بس سے باہر نکلنے کی ترغیب دی تاکہ قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوں (اب ریسٹ ہاؤس کا وجود مشکوک ہے) لہذا بس دوبارہ رواں دواں ہوئی۔ تھوڑے فاصلے پر بس ایک tunnel میں سے گزری۔ آگے

Marfat.com

tunnels بنا دیے گئے ہیں۔ یعنی آنے اور جانے والی بسوں کیلئے۔ بس بدستور رواں دواں رہی۔

بائیں ہاتھ دو میل (ضمیمہ 40) کا پل ہے۔ دو میل سے دریائے جہلم سڑک سے بتدریج دور ہوتا اور سڑک فلک بوس پہاڑوں کے دامن کے ساتھ ساتھ بل کھاتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ بعض موڑ اتنے acute ہیں کہ جب بس موڑ کے ایک سرے پر ہو تو موڑ کا دوسرا کنارہ بالکل قریب نظر آتا ہے۔ موڑ کی مسافت تقریباً دو میل کی ہوتی ہے۔ سفر کے دوران ایک مقام "اوڑی" آ گیا جہاں کچھ دیر کے لیے بس رکی اور مسافر [illegible] دھوپ وغیرہ سے بیٹھ گئے۔ وہاں چند ایک نام نہاد ہوٹل واقع تھے۔ ایک لکڑی کی چھت کی [illegible] چائے کا چولہا اور ایک [illegible] چند ایک لکڑی کی ٹوٹی پھوٹی کرسیاں اور ایک دو لکڑی کے بے ڈھنگے میز۔ جہاں بیٹھ کر ہم سب اور میں نے [illegible] اس دوران دوسری طرف سے ایک دوسری بس بھی آن کھڑی ہوئی۔ اس بس کے ڈرائیور بھی [illegible] تھے۔

اوڑی کا فی وسیع رقبہ پر پھیلا ہوا دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر "بارہ مولا" سے جنوب مغرب میں 23 میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں سے ایک سڑک بائیں ہاتھ کی دیگر مقام کو جاتی ہے۔ اوڑی سے قدرے چڑھائی شروع ہو جاتی۔ ہر طرف بلند و بالا [illegible] پہاڑ [illegible] اوڑی کے درمیان میں ایک پٹھان فارم کی طرح واقع ہے۔ دریائے جہلم اس کی جانب شمال رواں دواں اور شوریدہ سری سے بہہ رہا ہے [illegible] پانی کا شور کافی فاصلے سے سنائی دیتا۔ اوڑی شہر تا [illegible] باقی ندیاں بھی دریائے جہلم میں [illegible] ہیں۔ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر واقع ایک چھوٹا سا قلعہ اور اس کے نیچے ایک رسوں کی مدد سے چلنے والا [illegible] بائیں کنارے سے آن ملتا ہے۔ ایک سڑک پونچھ سے پیر پنجال کے درے کے ساتھ ساتھ ہوتی ہوئی اوڑی (ضمیمہ 41) سے مقام پر آتی ہے۔

گرمی سے radiator میں پانی کی مقدار کم ہو گئی تو handle مارا اور بس رواں دواں ہوگئی تقریباً ساڑھے چار بجے ہم [illegible] کے مقام پر Naranmul کہتے ہیں " پہنچی۔ یہاں بس تقریباً بیس منٹ رکی رہی کیونکہ ڈرائیور بس سے اتر کر [illegible] کا غذات وغیرہ چیک کروانے کی غرض سے مصروف رہا۔

بارہ مولا تک راستے کے دونوں طرف واقع جہاں دریائے جہلم کشمیر کی وادی سے نکلتا ہے۔ گردونواح کے پہاڑ تقریباً خشک [illegible] ہیں جہاں بارش کا سامان بہت ہے۔ یہاں دریائے جہلم کی چوڑائی کوئی 150 گز۔ دریا کی روانی کی خاموشی ستا [illegible] تند و تیز اور پرشور مقام ہے۔ بس بہت [illegible] اور اس میں کسی قسم کی کشتی رانی ناممکن تھی کہ دریا جب Oin کے مقام پر پہنچتا شہر کے شرقی کونے پر ایک پل واقع ہو۔ 146 گز لمبا اور 16 فٹ چوڑا ہے۔ اس قسم کے کئی پختہ پل سرینگر میں دریائے جہلم پر واقع ہیں۔ [illegible] راستے سے سرینگر بارہ مولا سے تقریباً 31 میل مشرق میں واقع ہے۔ مگر پانی کے راستے کی مسافت قریباً تین [illegible] ہیں کے ذریعے جو وقت [illegible] Noru کے راستے کوئی چھ گھنٹے یا کچھ کم میں طے ہو جاتا ہے۔ بذریعہ سڑک بارہ مولا سے [illegible] کوئی 135 میل کے فاصلہ پر مغل بادشاہوں کے زمانے میں یہ سفر 9 marches میں طے ہوا کرتا یعنی ایک مارچ تقریباً 13.9 میل کے برابر۔ بارہ مولا سے Gulmarg کوئی پندرہ میل دور ہے۔ گلمرگ سے Suran [illegible] اور پونچھ کو جانے والی سڑک تک کوئی 55 میل کا فاصلہ ہے۔

دریائے جہلم کے علاوہ بارہ مولا میں کئی کنوئیں بھی موجود ہیں جن کی گہرائی غیر معمولی۔ اس دریا کے بائیں کنارے قلعہ کے مشرق کی جانب ایک بڑا باغ ہے جو poplar کے درختوں میں گھرا ہوا جہاں پر سیاحت کے کیمپ وغیرہ نصب کیے جاتے ہیں کیونکہ یہاں ایک بارہ دری بھی موجود ہے۔ بارہ مولا وادی کشمیر کی مغربی سمت کی حد بندی پر واقع اور دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر پل سے [illegible] (جس کا [illegible] ہے) سڑک جو پونچھ جاتی، وہاں چھوٹا سا قلعہ واقع ہے۔ اس مقام پر دریائے جہلم کی کیفیت بدل جاتی [illegible] ایک پرسکون ندی سے بہت چوڑے اور تیز رفتار دریا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ دریائے fall میں بارہ مولا کے مقام پر بہت شدت [illegible] دریا اور اس کی [illegible] ندیوں کا مشترکہ پانی ہے۔ یہ اس امر کی دلیل کہ دریا کے قدرتی نکاس میں کافی عرصے کے دوران قدیم زمانہ میں یہ تیز روانی بہت معمولی ہوں! کشمیری باشندے دریا کے اس fall کو اور تیزی کو Solomon سے موسوم کرتے ہیں۔

Marfat.com

بارہ مولا سے سرینگر تک سڑک تقریباً بالکل سیدھی اور سڑک کے دو رویہ روشوں پر فلک بوس چنار کے درخت چھت کی صورت میں جڑے استادہ ہیں۔

ہم جب سری نگر میں میران کدل کے پل کو عبور کرنے کے بعد اڈہ تک پہنچے تو گھڑی ساڑھے آٹھ بجے رات کا وقت بتا رہی تھی۔ خنکی کی وجہ سے میں نے bag سے سویٹر نکال کر پہن لیا۔ دو قلیوں نے ہمارا سامان اٹھایا۔ سڑک کو عبور کیا تو سامنے ہی تانگوں سے ہوتے ہوئے "کشمیر ہوٹل" میں جہاں پہلے بھی شیخ صاحب قیام پذیر ہوا کرتے تھے پہنچ گئے۔ یہ ہوٹل گجرانوالہ کا ایک کشمیری کا جو کئی سال سے یہ ہوٹل چلا رہا تھا۔ شیخ صاحب نے علیک سلیک کے بعد خالی کمرے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ ہمارے اپنے مہمان ہیں اگر کمرہ خالی نہ بھی ہو تو خالی کروا دوں گا۔ مالک ہوٹل کی رہنمائی کے مطابق سیڑھیاں چڑھ کر بالائی منزل تک گئے۔ ایک کمرہ میں ہمارا مختص تھا۔ دونوں طرف شیشے جڑی کھڑکیاں تھیں جو 45 کے angle پر سامنے سے ملی ہوئی تھیں۔ کمرہ بھی تکونی شکل کا ہو گیا تھا۔ جہاں یہ سیڑھیاں ختم ہو رہی تھیں بائیں ہاتھ کی جانب نہانے دھونے کے لئے کمرہ اور "toilet" واقع تھے۔ تکونی کمرے کی لکڑی کی دیوار بنی ہوئی تھی جس کی ایک طرف چھت سے کپڑے hang کرنے کے لئے موٹے موٹے کیل لگے تھے۔ شیخ صاحب نے تکون کی دائیں دیوار کے ساتھ لگا ہوا بستر سنبھال لیا جبکہ میں نے تکون کی بائیں دیوار والا۔

تقریباً بارہ گھنٹے کے متواتر سفر سے تھک گئے تھے۔ کھانے پینے سے بھی بے نیاز تھے لہٰذا شیخ صاحب نے جلدی سونے کی ترغیب دی اور صبح اٹھ کر سری نگر کی سیر کا پروگرام مرتب فرمایا۔ رات بھر خاموش مکمل فوج جو شاید ہماری ہی منتظر تھی نے سونے نہ دیا۔ پوری رات ہمارا خون چوسنے کے لئے پر جوش انداز میں کوشاں تھی۔ میں تو پریشان ہو کے رہ گیا جبکہ شیخ صاحب کی صحت بھی متاثر تھی۔ چونکہ شیخ صاحب کے کھٹملوں کی موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا اسلئے ہوٹل انتظامیہ کی رضائیاں، تلائیاں اٹھا کر ہم نے بستر ایک دوسرے کونے میں رکھ دیں اور اپنے holdalls سے کمبل اور تکیے بھی نکال لئے۔

صبح جب ناشتہ کرنے گئے تو ہوٹل کے مالک نے شیخ صاحب سے معذرت چاہی کہ کل کرسی پر پائیوں کی چولوں میں کم پڑی دوائی بھول گیا تھا۔ آپ کو کھٹملوں نے پریشان تو ضرور کیا ہوگا۔ کھٹمل دن کو چولوں کے سوراخوں میں چھپ جاتے اور رات کو سونے والوں کی شامت آ جاتی ہے۔

کوہ شنکر آچاریہ (تخت سلیمان)

شیخ صاحب کے متعلق تو میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ سرینگر میں میری خوشی اور کھٹملوں نے مجھے ایک پل سونے نہ دیا۔ میں بے چین تھا کہ کب سورج طلوع ہوگا اور سرینگر کی سیر ممکن ہوگی۔ ابھی شیخ صاحب سوئے ہوئے تھے تو میں بیتابی سے کھڑکی کھول کر دیکھا تو فاصلہ پر مجھے جنوب مشرق کی طرف ایک پہاڑی دعوت نظارہ دے رہی تھی جس پر میں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے اس پہاڑی پر چڑھ جاؤں گا جو "تخت سلیمان" کے نام سے موسوم ہے۔

شیخ صاحب کو چونکہ خوابیدہ حالت سے اٹھانا مناسب نہ تھا اور نیند میں خلل ہونے کی ستائش سے اجتناب کرنا چاہتا تھا۔ ایک کاغذ کے پرزے پر نوٹ لکھ کر شیخ صاحب کے بستر کے پاس پڑے ہوئے ایک بوسیدہ میز پر رکھ دیا جو یوں تھا "میں تخت سلیمان دیکھنے جا رہا ہوں جلدی واپس لوٹ آؤں گا۔ آپ چونکہ سفر کی تھکان سے گہری نیند میں تھے لہٰذا خلل انداز ہونا مناسب نہ سمجھا۔"

پیچھے آ کر سامنے کمرہ میں جب کھٹملوں کو دوا چھڑکتے ہوئے الہ دین سا دوست اور کریم کی قہوہ بغیر چینی چکھنا جب ناشتہ کے طور پر استعمال میں لایا اور بہر حال ساتھ سے تخت سلیمان کے متعلق کی صاحب ہو تلفظ ورت محسوس کی جو عجیب و غریب اردو زبان بولتا تھا، مثلاً مذکر، مونث اور مونث مذکر طرز تخاطب سے نواز رہا تھا اس نے کہا۔

"Nedou's Hotel کا سڑک کی ساتھ ساتھ چلتی سیدھی Drogshuh سے اوپر جاتی۔"

میں نے بل پر دستخط کر دیئے اور بہر حال سے کلرک کی میز پر رکھتے ہوئے رخصت چاہی۔ موسم خوشگوار تھا۔

تھوڑی دور پیدل چلنے کے بعد جب Nedou's Hotel کی سڑک شروع ہوئی تو میں نے ایک راہ گیر صاحب سے

Marfat.com

پوچھا جو typical کشمیری لباس میں ملبوس تھے۔ انہوں نے مجھے قدرے بہتر اردو زبان میں سمجھایا کہ تخت سلیمان پر چڑھنے کے دو راستے مختص ہیں۔ نسبتاً زیادہ آسان راستہ مغرب کی طرف ہے۔ یہ راستہ ایک گاؤں Drogjun کی طرف (اس سمت اشارہ کرتے ہوئے) سے کوئی 100 گز ڈل جھیل کے flood-gate سے شروع ہوتا ہے جو مہاراجہ گلاب سنگھ نے اپنے مرنے سے تھوڑی دیر پہلے تعمیر کرایا تھا۔ یہ کافی چوڑے پتھروں کی سیڑھیاں ہیں جو کہ اوپر تک جاتی ہیں۔

"اوپر تک جانے میں کتنی دیر لگتی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"قریباً آدھ گھنٹہ اور پہاڑی گھوڑوں کیلئے بھی یہی راستہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔" اس نے بتایا۔

"اور دوسرا راستہ؟" میں نے پھر جاننا چاہا۔

"وہ مشرق کی طرف ہے جو کہ چٹانوں کے ساتھ ساتھ پر پیچ راستہ یعنی سیدھا نہیں۔ یہ صرف پیدل چلنے والوں کیلئے مختص ہے۔" میں نے شکریہ ادا کیا اور چل پڑا۔

چونکہ مجھے پہاڑ پر چڑھنے کا شوق تھا لہذا میں نے مشرقی راستہ ہی اختیار کیا۔ ان دنوں آتش جوان تھا، چھلانگیں لگاتے ہوئے میں نے چڑھائی شروع کی۔ کچھ چڑھائی تو تھوڑا فاصلہ طے کیا کہ مشکلیں شروع ہوگئیں تاہم ہانپتے ہوئے اوپر تک پہنچنے کی سعی سے مضبوط ارادہ ... یہاں تک کہ ایک ساتھی بزرگ "رام رام" کا ورد کرتے نیچے کی طرف آرہے ہیں، کہنے لگے:

"بابو جی! میں اس راستے کی طرح چوٹی پر پہنچنا کٹھن ضرور ہے مگر چوٹی پر سے پھسلنا بہت آسان۔ دیکھو میں بڑے آرام سے نیچے کی طرف آ رہا ہوں۔"

اس وقت تو بات میری سمجھ میں نہ آئی مگر جونہی سفر زندگی کے شعوری وادی میں قدم رکھا تو پتہ چلا کہ کامیابی اور دولت کا حصول بڑی مشکل سے ہوتا ہے تاہم فرش سے پل بھر میں انسان ناکامیوں کی گہری کھائی میں ایسا گرتا کہ پھر سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔

بالآخر میں تخت سلیمان تک پہنچ ہی گیا۔ شاید یہ ہندوؤں کا کوئی متبرک تہوار تھا کیونکہ سینکڑوں کی تعداد میں ہندو دیویاں بن سنور کر موجود تھیں۔ بوڑھے، جوان مرد اور بچے بھی تخت سلیمان کے درشن کرنے یا پوجا پاٹ کیلئے آرہے تھے۔ بہرحال خوب رونق تھی۔ میں تھوڑی دیر سستانے کیلئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور جھیل ڈل کے دلفریب نظارے سے لطف اندوز ہونے لگا تاہم علاقہ میں آبادی کا منظر بھی نہایت دلکش پایا۔ قریب ہی اونچی نیچی سطح پر پتھر سے بنے مکانات دل کو نہایت بھلے دکھائی دے رہے تھے۔ بے اختیار مکانات کا جائزہ لینے چل دیا۔ ایک مکان دو منزلہ مکانوں کا طرز تعمیر شہروں جیسی نہ تھی بلکہ ایک دوسرے کے اوپر چھوٹے چھوٹے کمرے بنا دیئے گئے۔ نچلے کمرے میں داخل ہونے کا دروازہ steps سے اوپر کھلا ہوا تھا جبکہ بالائی منزل کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے کھڑکیوں سے اندر جھانک کر دیکھا تو ورطہ حیرت میں گم ہو گیا کہ کمرے کے اندر ایک بچھے قالین پر کتابوں کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا، بجز ایک دیوار کے ساتھ چند ایک چوغہ جات آویزاں تھے اور ایک کونے میں کانگڑی (ضمیمہ 42) کل کائنات۔ حیران کن صورت حال یہ تھی کہ کوئی ذی روح شخص کمرے میں موجود نہ پایا۔ عجیب لاپرواہی، بے نیازی اور انتہائی سادہ زندگی کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ اس کمرے کی تھوڑی اوپر والی سطح پر ایک اور مکان جس کے دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ نچلی سطح کے دیگر مکانات بھی موجود تھے جہاں چند لوگ ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔ جب واپس پرچڑھائی کی طرف لوٹ رہا تھا تو ایک عمر رسیدہ اور نحیف و نزار بزرگ ہاتھ میں تسبیح، سر پر متقی لوگوں کی کشمیری ٹوپی، کالے رنگ کا چوغہ اور پاؤں میں رسیوں سے بنی ہوئی چپل پہنے ایک چھڑی کے سہارے تخت سلیمان کی طرف سے نیچے بستی کی طرف آرہے تھے۔ مجھے خیال آیا ممکن ہے اسی بزرگ کا ہی مذکورہ بالا مکان ہوگا۔ میں نے علیک سلیک کے بعد پوچھا "حضرت صاحب وہ مکان کس کا ہے؟" میں نے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں کتابوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ عجیب بات ہے دروازہ کھلا ہے مگر مکان میں کوئی موجود نہیں۔

"بابو جی! یہ بہت بڑے خدا رسیدہ عالم دین ہیں۔ کسی کام سے تھوڑی دیر کیلئے باہر گئے ہوں گے جب گھر میں موجود ہوں تو کسی سے نہیں ملتے۔ تخت سلیمان کے قریب جو مسجد ہے وہاں اپنے عقیدت مندوں میں دینی مسائل سے متعلق خطاب کرتے ہیں ابتدائی زمانے میں شیخ عبداللہ صاحب ان کے پاس آیا جایا کرتے مگر گذشتہ دو برس سے یہ سلسلہ بھی موقوف کر رکھا ہے اور اب کسی سے بھی

Marfat.com

منا پسند نہیں فرماتے۔"

"مگر دروازے کھلے کیوں چھوڑ رکھے ہیں؟" میں نے حیران کن تجسس سے دوسرا سوال داغ دیا۔

"بابو جی! آپ فرمایا کرتے ہیں۔ جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو دروازہ بند کر لیتا ہوں تاکہ کوئی سوالی پریشانی میں تنگ نہ ہو جب گھر سے باہر چلا جاتا ہوں تو دروازہ کھلا چھوڑ دیتا ہوں کیونکہ گھر میں رکھا ہی کیا ہے جو چوری چکاری کا اندیشہ ہو۔ ان کی درویشانہ شخصیت سے تقریباً تمام مری نگر میں رہنے والے لوگ بخوبی واقف ہیں جو اکثر اوقات بعد مسجد حضرت جی صاحب میں پیش کرتے ہیں۔"

میں اب شنکراچاریہ کے مندر کے قریب پہنچ چکا تھا جہاں عقیدت مندوں کا ہجوم تھا جن میں کافی مسلمان بھی موجود تھے جیسا کہ ان کے لباس اور بول چال سے ظاہر تھا۔ شنکراچاریہ کے مندر سے تھوڑے فاصلے پر الگ تھلگ ایک سادھو آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا ساکت اور خاموش جیسے یہ بھی کوئی پتھر کی مورتی ہو۔ قریب انگنت لوگ حلقہ بنائے کھڑے تھے۔ [illegible] "برائے نام" کپڑا پہنا ہوا، بالوں کی جٹاؤں (لٹ بال) اور ایک لنگوٹی کے سوا تن پر کچھ نہ تھا۔ داڑھی اور مونچھیں اس قدر دراز کہ منہ تک دیکھنا انتہائی دشوار گزار۔ ہندو مرد و عورتیں دست بستہ پرنام کرتے مگر جواب نہ دیتا۔ [illegible] کے قریب پڑے ہوئے تھے جو کم از کم ایک ہفتے کے باسی معلوم ہوتے۔ کافی مقدار میں [illegible] اور [illegible] پڑے ہوئے تھے۔ تازہ [illegible] بھی اچھی خاصی مقدار میں موجود تھی۔ بہرحال یہ معلوم نہ تھا کہ کب سے سادھو یہاں بیٹھا ہوا ہے [illegible] پوچھا تو [illegible] نہیں؟

سہ پہر کا وقت ہو چکا تھا۔ یہاں سے کشمیر کا منظر نہایت دیدہ زیب، دلکش اور دلفریب دکھائی دیا۔ [illegible] شیشے کی مانند چمکیلی ہوئی۔ واپسی پر میں نہایت آہستگی اور آسانی سے مغربی راستے سے نیچے اترا جہاں [illegible] تخت سلیمان کی طرف رواں دواں تھے۔ چند ایک محترم حضرات اور عمر رسیدہ عورتیں پہاڑی گھوڑوں پر سوار اوپر کی طرف جا رہے تھے۔

تقریباً تین بجے میں ہوٹل میں واپس پہنچا تو شیخ صاحب کھانے کے کمرے میں نواب دین صاحب اور [illegible] کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ نواب دین صاحب کے خاص کمرے کے قریب سے واقفیت کی بدولت شیخ صاحب سے تعلقات تھے۔ شیخ صاحب نے مجھے شفقت آمیز غصے سے ڈانٹ پلائی اور تاکید کی "بیٹا! تمہیں [illegible] کھانا کھانے کے بعد ہم اس مکان اور [illegible] میں مشغول ہو گئے۔

وہ شنکراچاریہ (تخت سلیمان) کو مسلمان کوہ سلیمان بھی کہتے ہیں اور کشمیری مسلمانوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب حضرت سلیمان کشمیر کی سیاحت کو تشریف لائے تو ان کا ہوائی تخت اسی پہاڑ پر اترا تھا۔ کشمیری ہندو اسے "وشنکر چاریہ" کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں ہندوؤں کے مذہب کا ایک آچاریہ (مبلغ) شنکراچاریہ جب کشمیر میں وارد ہوا تو اس نے اسی جگہ پر قیام کیا اس پہاڑ کا ایک دیگر نام "گوپادری" بھی مشہور ہے۔ کشمیر کی قدیم کتاب "راج ترنگنی" اور ہندوؤں کی مذہبی کتاب "پران" میں اس کا نام گوپادری لکھا ہوا ہے تاہم پچھلے دو نام بعد میں تجویز ہوئے۔ کشمیر کے دونوں فرقے یعنی ہندو اور مسلمان اس پہاڑ کو متبرک مانتے ہیں۔ تخت سلیمان ایک چٹان یا پہاڑی قریباً ایک میل سے زیادہ فاصلے پر شہر سری نگر سے جنوب مشرق کی طرف دریائے جہلم کے دائیں کنارے اور جھیل ڈل کے درمیان واقع ہے۔ یہ Zebanwan پہاڑ کے جنوبی حصے کی [illegible] پہاڑیوں سے [illegible] ہے جس کا ایک نشیب سے جدا ہے۔ یہ پہاڑی سطح سمندر سے چھ ہزار دو سو تریسٹھ فٹ اونچی ہے اور وادی میں کی زمین سے ایک ہزار فٹ بلند۔ یہاں سے سرینگر صاف دکھائی دیتا ہے گویا مقابل ایک پہاڑی "ہاری پربت" کے دامن تک پھیلا ہوا ہے۔

ہندو مذہب کے پیروکار تخت سلیمان کو شنکراچاریہ (Sankara Char یا Shankaratsari) کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کارہندو پروہت تھا اور Siva کا اوتار جو کئی صدیاں گزشتہ پہلے زندہ تھا اور اب اس نے اپنی رہائش کے لیے اس پہاڑی کو اختیار کر رکھی ہے۔ یہ بھی اس کا نام دو بادشاہوں Sankara اور Chacra سے اخذ کیا گیا ہے۔ جنہوں نے کشمیر میں 953 سے 956 تک حکمرانی کی۔ عبادت گاہ جو کہ تخت سلیمان کی چوٹی پر واقع ہے کشمیر میں سب سے پرانی سمجھی جاتی ہے۔ اس عبادت گاہ کو یہ مندر

Marfat.com

تعمیر کورایا Gopaditya جو کہ Gonerdya خاندان سے تعلق رکھتا تھا نے 370 B.C میں تعمیر کرائی مگر بعد کے محقق اس بات پر متفق ہیں کہ یہ پہلی مذہبی عمارت تخت سلیمان پر Jaloka جو کہ راجہ اشوک کا بیٹا تھا اس نے 200 B.C میں تعمیر کرائی لیکن اب اس کا یہاں کوئی نشان نہیں ملتا۔ اس مندر کو بعد میں راجہ Gopaditya (238 سے 253 A.D) نے دوبارہ تعمیر کیا اور Mahadeva جس کا لقب Jyeshtesvara ہے کے نام موقوف کر دیا۔

مندر کے اندر ایک چبوترہ پتھر کا ہے جس پر ایک کالے پتھر کا Lingam کھڑا ہے اور اس کے ارد گرد ایک سانپ کو کندہ (carve) کیا گیا ہے۔ دو ستونوں میں سے پچھلے ستون پر بائیں طرف ایک تحریر Persian میں لکھی ہوئی ہے کہ یہ بت حاجی ہشتی (Haji Hushti) نامی ایک معمار نے 54 سال سمت (Samat) یعنی ہندوؤں کے دور یا 1870 سال پہلے بنایا تھا۔ اس کا مذہب کیا ہے۔ یہ Lingam کوئی 1870 سال پہلے بنایا گیا اور اسی ستون کی پشت پر بائیں طرف ایک عبارت تحریر ہے کہ "جس نے یہ بت بنایا وہ خواجہ رکن کا بیٹا تھا اور سال میں..........؟" اس سے آگے کی تحریر نہیں پڑھی جاتی۔

تخت سلیمان سے کشمیر کی وادی کا خوبصورت اور دلکش منظر دعوت نظارہ دے رہا ہے۔ جب چڑھائی چڑھ رہے ہوں تو سب سے پہلے جو عمارت نظر آتی ہے وہ ایک ہندوؤں کی عبادت گاہ ہے جسے بعد میں ایک مسجد کی شکل دے دی گئی۔ وہاں ایک فارسی زبان کی تحریر ہے جو یہاں کی تاریخ اور اہمیت سے متعلق زیادہ معلومات فراہم نہیں کرتی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ Soloman اس کا بانی تھا اور یہ قدیم عمارت کی تحریر زمین میں دفن ہے۔

اس پہاڑی پر تخت سلیمان واقع ہے وہ تبت کی پہاڑیوں کے سلسلے سے علیحدہ ہے۔ یہاں سے وادی کشمیر کا منظر نہایت ہی دلفریب نظر آتا ہے۔ نیچے جھیل ڈل دور تک شیشے کی طرح چمکتی ہے اور اس میں تبت کی پہاڑیوں اور شہر کشمیر کا عکس جلوہ فگن ہے۔

تخت سلیمان کی پہاڑی سے نیچے ایک flood-gate موجود ہے جسے Drogshuh کہتے ہیں۔ یہ جھیل ڈل کا واحد نکاس ہے جو دریائے جہلم سے بڑھ کر Zand میں رکھتا ہے۔ یہ ایک راہداری جس کے اطراف پر پتھر نصب ہیں اور دریا و جھیل سے متصل ہے۔ جھیل میں جانے کا یہ آسان راستہ ہے کیونکہ اگر شہر سے اوپر کی طرف جائیں تو دو میل کا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ قدیم زمانے میں یہ flood-gate شہر سے نزدیک واقع تھی تاہم بعد میں اسے موجودہ مقام پر لایا گیا کیونکہ جھیل کا پانی نہایت سرعت سے نکلتا تھا۔ تخت سلیمان سے نیچے چند فٹ پر ایک تالاب ہے جس کے وسط میں ایک چھوٹی مگر مکمل بدھوؤں کی عبادت گاہ جو Pandritan کے نام سے مشہور ہے۔ اس عبادت گاہ تک صرف کشتیوں میں بیٹھ کر ہی جایا جا سکتا ہے۔ اس عبادت گاہ کے ارد گرد تالاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی گہرائی کے متعلق کسی کو بھی معلوم نہیں البتہ اس تالاب کا قطر کوئی 600 فٹ اور مندر (عبادت گاہ) 25 فٹ مربع جگہ اس جگہ سے میدانی علاقہ شروع ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ ایک اور جگہ بنام تخت سلیمان جو کہ پہاڑی سلسلہ سلیمان میں سب سے اونچی چوٹی پر واقع ہے جس کی بلندی سطح سمندر سے 3382 میٹر اور اس پہاڑی کی رسائی بلوچستان یا صوبہ سرحد کے راستے بھی ہو سکتی ہے۔ ثبوت کو مد نظر رکھتے ہوئے سب سے آسان راستہ ڈیرہ غازی خان ہے۔ اسے یہودیوں کے پیغمبر حضرت سلیمان کے نام سے منسوب کیا جاتا۔ پہاڑی سلسلہ دامان کا ایک حصہ جو کوئی 120 کلومیٹر لمبا ڈیرہ غازی خان اور ڈیرہ اسماعیل خان کے درمیان واقع ہے۔ دامان کے رہائشیوں کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان نے اپنی جادوئی طاقت سے ان شرارتی جنات کو جنہوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کیا اس پہاڑی میں بند کر دیا۔ یہ شرارتی جنات تمام سال اس پہاڑی میں بند رہتے ہیں ماسوائے صفر کے مہینے کے جو کہ اسلامی کلنڈر کا دوسرا مہینہ ہے جب انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس مہینے میں رات ہونے پر مائیں اپنے بچوں کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتیں تاکہ ان جنات کا برا سایہ نہ پڑے۔

یہاں تو برف باری کے موسم میں نومبر سے لیکر مارچ تک تخت سلیمان تک پہنچنا نہایت دشوار ہے۔ تخت سلیمان پر جانوروں کی قربانی ایک ضروری امر سمجھا جاتا ہے۔ مقامی لوگوں کا خیال ہے کہ بے اولاد عورتیں جب تخت سلیمان پر پہنچ کر دعا مانگتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مراد پوری کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہ سلیمان پہاڑیوں کے سلسلے کا نام حضرت سلیمان کی وجہ سے ہے جو کہ ایک دفعہ یہاں تشریف لائے تھے۔

Marfat.com

چھوڑ کر تاریخ سرینگر کے متعلق بتاتا چلوں۔ 6 A. D کے شروع میں راجہ Pravara Sena II نے موجودہ شہر (سرینگر) کو تعمیر کرایا لیکن مشہور چینی زائر Hwen Thsang (631 A. D) نے کشمیر آنے پر اور اس سے تین صدیوں بعد بھی ایک قدیم دارالخلافہ بنام سرینگر بھی اسی جگہ پر واقع تھا جسے Pandra Than کہتے ہیں۔ ابتدا 960 A. D میں موجودہ شہر کو مستقل دارالخلافہ بنا دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ داستانی (1888-1935) Thomas Edward Lawrence جو "Lawrence of Arabia" کے نام سے مشہور ہے اس کی شادی لاہور کے Nedou خاندان کی Harry Nedou کی بیٹی سے ہوئی لیکن بعد میں طلاق ہو گئی۔ مسعود (2001) کے مطابق یہ محض افسانوی ہے کیونکہ وہ اپنی homosexuality سے توجہ دوسری طرف مبذول کروانا چاہتا تھا۔ لارنس 1919 میں لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر فائز ہوا اور Colonial Minister Winston Churchill کے عرب امور کا مشیر متعین ہوا۔ فرضی نام "T. E. Shaw" کے تحت 1927 سے لے کر 1928 تک RAFB (رائل ایئر فورس بیس) ڈرگ روڈ کراچی میں پوسٹنگ ہوئی۔ اس عرصے کے دوران وہ کراچی میں زیادہ تر لائبریری میں ہی مصروف رہا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ افغانستان کے بادشاہ کو تخت سے برطرف کرنے میں اس کا ہاتھ تھا۔ یہ ممکن ہے کیونکہ تاریخ میں تھا کہ جب امان اللہ خان افغانستان کا حکمران تھا تو 1928 میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ امان اللہ خان نے حکومت میں نئی تبدیلیاں کیں، عورتوں کو برقع پہننے سے منع کر دیا اور تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ بات قبائل کے مذہبی رہنماؤں کو ناگوار گزری۔ ایک تاجک folk hero بنام بچہ سقہ "ماشکی کا بیٹا" نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ امان اللہ خان چودہ جنوری 1929 کو اپنے بڑے بھائی عنایت اللہ کے حق میں تخت سے سبکدوش ہو گیا لیکن بچہ سقہ نے اپنے آپ کو افغانستان کا امیر ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ امان اللہ نے اٹلی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی اور 1960 میں Zurich، Switzerland کے مقام پر وفات پا گیا۔

لارنس کو 1935 کے شروع میں نوکری سے رخصت شروع کر دیا گیا اور چند ماہ بعد وہ اپنے موٹر سائیکل کے ایکسیڈنٹ میں مارا گیا۔ Nedou خاندان کا پس منظر یہ ہے کہ لاہور اور سری نگر میں اٹھارویں صدی کے شروع سے ہوٹلوں کا کاروبار تھا۔ Nedou ہوٹل لاہور میں موجودہ واپڈا ہاؤس کے قریب تھا اور اس کا مالک رائے بہادر میلا رام جس نے اس ہوٹل کو بعد میں Nedou کو بیچ دیا۔ جس کے بیٹے Harry نے اسلام قبول کر لیا اور ایک کشمیری گوالن میر جان سے شادی کر لی۔ میر جان سے Harry کی بیٹی کا نام اکبر جہاں تھا۔ اکبر جہاں کی شادی اکتوبر 1933 میں شیخ عبداللہ "شیر کشمیر" (ضمیمہ 43) سے ہوئی لیکن شادی سے پہلے اکبر جہاں کی کسی اور شخص سے شادی کی اور بعد میں طلاق ہوئی۔ وہ مختلف روایت ہے کہ لارنس تھا۔ شیخ عبدالشکور لاہور کے ... سے تعلق رکھتے تھے۔ اکبر جہاں نے Murree Convent میں تعلیم حاصل کی اور اس کی پہلی شادی ایک خوبصورت نوجوان افغان سے ہوئی جو کہ مشہور تھا لیکن چونکہ وہ دونوں عرب ... کرتے ... پہلی جنگ عظیم ... سے چند سال پہلے امرتسر میں پائی جاتی ... شروع میں ... وہ اکبر جہاں کے ... Harry Nedou ... شخصیات سے واقف تھی ... کشمیر کا وزیر وزارت تھا۔ بہر حال ان دونوں کی شادی ہوئی اور انہوں نے لاہور میں ... شیخ صاحب ... سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے اکبر جہاں کو ... طلاق ... اکبر جہاں اپنے خاندان کے پاس ... اور چند سال بعد شیخ عبداللہ سے شادی ہوئی۔ ... شیخ عبداللہ ... کتاب ... میں اکبر جہاں کی پہلی شادی کا ذکر تک نہیں کیا۔ شیخ عبداللہ اور اکبر جہاں کا ... اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ اکبر جہاں واقعی طلاق یافتہ تھی لیکن اس کے پہلے خاوند کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ ... لاہور میں ابھی بھی اسی شک میں ہیں کہ اکبر جہاں کا پہلا خاوند خوبصورت Lawrence of Arabia ہی تھا۔ ... میں اپنے آرٹیکل کو ختم کرتا ہے:

"True or false, myths are sometime more powerfull than history."

Marfat.com

جھیل ڈل (Dal Lake)

جھیل ڈل شہر سری نگر کے شمال مشرق میں دریائے جہلم کے دائیں کنارے واقع ہے۔ ڈل کو کشمیری زبان میں جھیل جبکہ تبتی زبان میں [illegible] کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہ ایک وسیع میدان بنام Vitalamarg تھا۔ ایک ہندو راجہ نے جھیل میں تبدیل کروایا تھا۔ اس کی لمبائی شمالاً جنوباً پانچ سے چھ میل اور شرقاً غرباً چوڑائی دو سے تین میل ہے۔ اس کے مشرقی کنارے کی طرف پربت پہاڑ ابھرتے ہیں۔ جھیل کی گہرائی سات سے دس فٹ تک تاہم ایک مقام پر 26 فٹ تک بھی چلی گئی ہے۔ جھیل کا پانی صاف شفاف اور اس کی تہہ کئی پودوں سے ڈھکی ہوئی تھی، پانی ہمیشہ صاف دکھائی دیتی ہے (ضمیمہ 44)

ایک ندی بنام Arrah اس جھیل کی سب سے بڑی معاون ہے۔ جھیل کے شمالی حصہ میں ایک گہری اور لمبی کھاڑی ہے Tel-Bul یعنی تیل کا دریا کہتے ہیں۔ سے آ رہی ہے۔ جھیل میں کئی چشمے بھی ہیں اور اس کے مشرقی کنارے پر ایک flood-gate ہے جسے Drogjun (sluice gate) کہتے ہیں۔ ایک راہداری Tsont-i-kol کی وساطت سے جھیل کا پانی دریائے جہلم سے آ ملتا ہے۔ یہ flood-gate اور embankment (پشتہ) جو کہ سری نگر شہر کی طرف جاتی ہے، کی تعمیرات میں Pravara Sena نے سنہ 59 A D میں تعمیر کرایا تھا۔ اس پرانے flood-gate کے کھنڈرات اب بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ موجودہ flood-gate مغلوں نے تعمیر کرایا اور بہت پہلے سے یہ معقول چل رہا ہے۔

Drogjun سے تھوڑے سے فاصلے پر نہر میں ایک ستون جس کے ذریعے سے پانی کی سطح کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب جھیل سے پانی کی سطح معمول پر ہوتی ہے دریائے جہلم کے پانی کی سطح سے زیادہ بلند ہوتی تو flood-gate کھلے رہتے ہیں جب دریا بڑھ جاتا ہے تو وہ خودبخود بند ہو جاتے ہیں۔ اس طریقے سے جھیل کا پانی overflow نہیں ہوتا اور اردگرد کے علاقے زیر آب نہیں آتے۔

جھیل کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا یا سب سے چھوٹا حصہ جنوب میں واقع Gagribul یا Gogribol ہے۔ Bud Dal سے یہ تنگ خشکی کے خطے سے جدا ہے۔ Bud Dal یا بڑی جھیل میں مشرق کی طرف ایک جزیرہ Sona Lank ہے۔ جھیل کے شمالی حصہ کو Astaw Hol کہتے ہیں۔ یہ پانی کی سب سے بڑی سطح اور اس کے وسط میں Rupa Lank یا جزیرہ Chunar واقع ہے۔ اس کے شمال میں Tel-Bul نالہ ہے۔ ڈل جھیل کو ایک تنگ اور پانی کی تہہ سے اونچے causeway کے ذریعے Sutta یا Sut-i-Chodri کہتے ہیں، سے عبور کیا جا سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے اسے ایک امیر ہندو پنڈت نے تعمیر کیا تھا۔ یہ causeway پل Naidyar کے قریب Karaliyar میں واقع کے سرے سے شروع ہوتا ہے۔ جھیل کی شمال مشرقی سمت میں ایک گاؤں Ishi Bori نشاط باغ کے شمال میں واقع اور جنوب میں ختم ہو جاتا ہے۔ یہ causeway کوئی ساڑھے تین میل لمبا اور دس فٹ چوڑا ہے۔ اس دوران 9 پل ہیں جن میں سے دو پتھروں کے اور سات لکڑی کے۔ جب راقم نے اسے 1945 میں اور 1946 میں دیکھا تو یہ خستہ حالت میں تھا۔

چار چنار: جھیل ڈل کا سب سے زیادہ دلفریب حصہ ہے۔ نشاط باغ سے کوئی ڈیڑھ میل دور اور جھیل ڈل کے اس حصے کے درمیان میں چار چنار کا جزیرہ جو کہ پانی کی سطح سے ابھرا ہوا ہے۔ یہ مغل شہنشاہوں کے دور حکومت کی اعلیٰ ہنرمندی کی دلالت کرتا ہے۔ جزیرے کے چاروں کونوں میں ایک چنار کا درخت ہونے کی وجہ سے Char Chunar کے نام سے مشہور ہے۔ دو چنار ان چار چناروں میں سے اب بھی باقی ہوتے تھے۔ اس جزیرے کے وسط میں ایک عمارت اور ایک ویران باغ۔ اس عمارت کا ایک ہی ہال ہے جہاں سے جھیل کا منظر نہایت ہی خوبصورت و دیدہ زیب نظر آتا ہے۔ مجھے پتہ چلا کہ ایک چنار کے درخت کے نیچے ایک water wheel ہوا کرتا تھا جو کہ بڑی درست حالت میں اور خراب نہ ہونے والی مضبوط Himalayan cedar، نہایت قیمتی دیار کی (deodar) لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ یہاں سے عمارت کے حوض پر پانی پہنچایا جاتا۔ اس جزیرے پر انگنت بطخیں جو water-caltrop کی جڑیں کھا رہی تھیں۔

Marfat.com

موسم گرما میں امیر سیاحوں سے وادی پُر رونق ہو جاتی ہے تو جھیل ڈل کے دونوں بڑے حصوں میں houseboats یعنی کہ تیرتے ہوئے بنگلے نظر آتے ہیں جن کی دو، دو تین، تین منزلیں ہوتی ہیں۔ متوسط طبقہ کے سیاح جن houseboats میں رہائش رکھتے ہیں آرام دہ ضرور ہوتے ہیں مگر نسبتاً کم۔ عام لوگ جھیل ڈل کی سیر خاص طور پر شکاروں (خاص قسم کی کشتیاں) میں کرتے ہیں۔

جھیل ڈل کے ایک حصہ میں سلطان زین العابدین "بڈشاہ" کا تعمیر کردہ ایک خوبصورت جزیرہ ہے جسے "سونا لنک" کہتے ہیں۔ یہ خوشنما جزیرہ سلطان نے جھیل ڈل میں مٹی ڈلوا کر تیار کرایا تھا۔ کشمیر کی تاریخی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلطان کو جھیل ڈل میں محل بنوانے کا خیال آیا تو اس نے کشتیوں کے ذریعہ یہاں مٹی ڈلوانی شروع کی۔ متواتر کئی ماہ تک مزدور کشتیاں بھر بھر کر یہاں مٹی ڈالتے رہے مگر زمین کی سطح پانی کی سطح تک بلند نہ ہو سکی۔ بالآخر سلطان کے حکم سے پانچ ہزار کشتیاں مٹی کی بھروا کر یہاں ڈلوادی گئیں تب جا کر یہاں ایک قطعہ زمین نمودار ہوا تو سلطان زین العابدین نے اس قطعہ اراضی پر ایک خوبصورت محل تعمیر کرایا۔ اس خوشنما جزیرے میں محل کے جو کھنڈرات ملتے ہیں ان کے تراشیدہ پتھروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محل اپنے زمانے میں فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہوگا مگر اب ان کھنڈرات پر تاریخ کا دھندلکا طاری ہو کر رہ گیا ہے۔

جھیل ڈل کے دوسرے حصہ میں سلطان حسین شاہ چک نے اپنے دور حکومت میں اسی طرح کا ایک دوسرا جزیرہ بنوا کر ایک محل تعمیر کرایا مگر جب کشمیر پر افغان قابض ہوئے تو ایک افغان گورنر جس کا نام جوان شیر تھا اس نے اس محل کے کھنڈرات صاف کرا کر اپنے لئے سات منزلہ عمارت تعمیر کرائی اور کافی عرصہ تک یہاں عیش و عشرت کی بساط بچھی رہی مگر اب اس سات منزلہ عمارت کی صرف بنیادیں ہی رہ گئی ہیں۔ جھیل ڈل کا منظر طلوع آفتاب کے وقت نہایت دلپذیر ہوتا ہے کیونکہ سرینگر کے پورے شہر کا عکس جھیل ڈل کے پانی میں منعکس ہو جاتا ہے۔

جھیل ڈل کے کنارے پانی پر تیرنے والے چھوٹے چھوٹے کھیتوں نے جو دل آویزی کا سامان کر رکھا ہے اس کی تعریف الفاظ میں لانی دسترس سے باہر ہے۔ ان کھیتوں میں متوطن کشتی بان جنہیں کشمیری زبان میں "ہانجی" کہتے ہیں طرح طرح کی سبزیوں کی کاشت کرتے ہیں۔ جب ان تیرنے والے کھیتوں میں "کرم" یا "ساگ" وغیرہ کے پتے بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کا عکس جھیل ڈل کے پانی میں بالکل اسطرح نظر آتا ہے جیسے پانی کی سطح پر سبزیاں رقص کناں ہوں مگر یہ تمام فرحت بخش اور روح پرور منظر موسم گرما کے مرہون منت ہیں کیونکہ موسم سرما میں جب جھیل سخت سردی سے جم جاتی ہے تو جھیل کے قریب نہیں جایا جا سکتا۔

تیرتے ہوئے باغ

یہ باغ جھیل ڈل سرینگر میں عام ہیں۔ یہاں کافی مقدار میں خربوزے اور کھیرے کی فصل ہوتی ہے۔ ان تیرتے ہوئے جزیروں کو بنانے کیلئے جھیل میں مناسب جگہ تلاش کی جاتی ہے جہاں پانی کم گہرا ہو مگر آبی پودے زیادہ ہوں۔ ان آبی پودوں کو جھیل سے پانی کی سطح سے دو فٹ نیچے کاٹ کر ان کو آپس میں اسطرح جوڑ دیا جاتا ہے کہ جس جگہ وہ اُگے ہوئے ہوں اس جگہ میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو۔ پھر ان کو پانی کی سطح کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے اور جھیل کی تہہ سے لائی ہوئی مٹی کی ایک تہہ بچھا دی جاتی ہے۔ اس طرح سے بنائی ہوئی گھاس پھوس کی چٹائیوں پر آبی پودوں سے خود رو گھاس کے ڈھیر دو فٹ قطر اور دو فٹ اونچے ایک دوسرے کے قریب لگا دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک ڈھیر کی چوٹی پر گڑھا سا بنا کر تازہ مٹی ڈال دیتے ہیں۔ ہر ایک گڑھے میں کھیرے کی تین یا خربوزے کی ایک بیل لگا دی جاتی ہے۔ پھر کسی دیکھ بھال کی ضرورت نہیں رہتی کہ فصل پک کر تیار ہو کیونکہ یہ ہمیشہ نہایت اعلیٰ اور بہتات میں ہوتی ہے۔

تیرتے ہوئے باغات کو عام طور پر جھیل کے اس مقام سے آبی پودوں کی تیرتی ہوئی بیت سے کاٹ لیا جاتا ہے۔ اس طرح سے خود رو ڈھیروں کا طوفانی ہواؤں کی تندی سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ تیرتے ہوئے باغ کوئی دو گز چوڑے اور لمبائی میں مختلف سائز کے ہوتے ہیں۔ ہر باغ کو willow کی کسی مضبوط شاخ سے باندھ کے تختے میں سوراخ کر کے جھیل کی تہہ میں گاڑ دیا جاتا ہے۔ اسطرح باغ پانی کی سطح پر ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا ہے۔ جو خربوزے اسطرح سے کاشت کئے جاتے ہیں وہ نہایت اعلیٰ قسم کے ہوتے ہیں یہ پھل ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں اور پانی سے بھرے ہوئے لگتے ہیں کہ جو یہ پھل کھائے صحت مند ہو جاتا ہے۔ یہ حیثیت موسم گرما سے

Marfat.com

شروع ہو کر ڈولی سارے تین مہینے تک پھل دیتا رہتا ہے۔ کھیتی بان کہتے ہیں کہ ہر پودے سے تیس خربوزے اترتے ہیں اور ایک سیزن میں ہر خربوزے کا وزن 90 سے لے کر 100 تک!

کاشتہ زمین کی چوری

میں نے بچپن میں نصابی کتابوں میں پڑھا تھا کہ کشمیر میں باغات کے کھیتوں کی چوری بھی ہوتی ہے۔ اس دور میں یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی۔ ایک روز چوہدری احمد خان شورش اور راقم جب شالیمار باغ کے قریب کرایہ کے مکان میں قیام پذیر تھے تو فیصلہ ہوا کہ جھیل ڈل کی ایک دن کی سیر ہاؤس بوٹ کی بجائے شکارے میں بیٹھ کر کریں گے۔

ایک مانجھی دلاور شاہ بھی اس بستی میں رہتا جہاں ہم رہائش پذیر تھے۔ اسے ایک شام کو صبح شکارا لانے کیلئے کہا۔ دلاور شاہ اور تین دوسرے ساتھی سورج طلوع ہونے سے قریب اپنا شکارا لے آئے۔ ابھی تھوڑی دور ڈل جھیل میں نشاط باغ کے پچھواڑے پر ہوں گے تو دلاور شاہ نے پیچھے سے آواز دی۔

"بابوجی! ادھر دیکھتی"۔

دیکھتے کیا ہیں کہ جنوب مغرب کی طرف تین کشتیاں ہیں پانی کو کھینچی چلی جا رہی ہیں۔ جوں جوں شکارا قریب ہوتا گیا تو حیرت انگیز مشاہدہ ہوا کہ تین رسے جزیرے پر کسی ٹھوس سہارے سے بندھے ہوئے ہیں اور جزیرہ کھینچا چلا جا رہا ہے جب زیادہ قریب ہوئے تو دلاور شاہ نے کشمیری زبان میں کسی مانجھی سے آواز دی۔ معاً دلاور شاہ نے شکارے کا رخ دوسری طرف کر لیا اور با آواز بلند rhythms سے ساتھی گیت گاتے ہوئے ہم آگے بڑھ گئے۔ دلاور شاہ نے بعد میں تفصیل بیان کی "یہ لوگ زمین چور ہوتے۔ بابوجی یہ بہت کرتے ہیں"۔ یہ تھا میرا زمین چوری کا مشاہدہ جس کے متعلق بچپن میں پڑھا تھا مگر اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

کنول (Lotus)

جھیل ڈل کی سطح پر کنول (*Nelumbium speciosum*) یا "پام پوش" بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس پھولوں کے خوشنما پھول ہیں بڑے بڑے پتے اور پھول کا گلابی یا سفید رنگ ہے۔ جبکہ اس کے ڈنٹھل کھانے کے لئے استعمال میں لانے کے علاوہ خزاں کے موسم میں جب کنول کے پتے مرجھانا شروع ہو جاتے ہیں تو پودا پک جاتا ہے اگر ان کو پانی میں اس حد تک اُبالیں کہ نرم ہو جائیں تو بڑے مزیدار اور غذائیت سے بھرپور اور اس کے دانے پکے کھائے جائیں تو یہ سوغات کے مترادف ہوتے ہیں۔ اس کے پتوں کی بہتات سے ڈل جھیل کی سطح قالین کی طرح ڈھکی ہوتی ہے اور ان پر آبی پرندے ڈوبنے کے ڈر کے بغیر دوڑتے ہیں۔

ایک غیر معمولی پودا (*Annesleya horrida*) عام زبان میں Juwur جھیل کی کئی جگہوں پر عام پایا جاتا ہے۔ lotus کے پتوں کی طرح اس کے بڑے بڑے پتے اور پانی کی سطح پر پتوں کے اوپر تیز سخت کانٹوں جیسے spiculas ہیں۔ اس کے علاوہ اس جھیل میں سفید lily کے اور til کے پودے بھی ہیں۔ شاندار lily جھیل ڈل کو اور دوسرے حصے کے پتوں کی طرح اپنے پتوں اور پوست کی طرح سرخ رنگ کے پھولوں سے جو کہ اگست اور ستمبر میں کھلتے ہیں سجاتا ہے جبکہ سنگھاڑا (horned popy یا waternut) بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ جھیل میں کئی قسم کے آبی پرندے موجود ہیں مگر بطخوں کو قریب کے پہاڑوں پر رہنے والے باز آ کر دبوچ لیتے ہیں۔ جھیل ڈل کا بیشتر حصہ *Nelumbium* سے ڈھکا ہوا تھا اور میں نے پہلی دفعہ اس کے بیج کو چکھا۔ بیج جب کچا ہو تو hazelnut کی طرح ذائقہ رکھتا ہے مگر جب پک جائے تو بڑی مشکل سے کھایا جا سکتا ہے۔ یہ کنول کا پودا اپنے شاہانہ پھول کی وجہ سے مصر میں بہت مقبول ہوا (مصر میں بھی یہ پودا پایا جاتا ہے)۔ کشمیر کے متعلق کتابوں میں اور عمارات کی دیواروں پر تصویریں بنی ہوتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عیش و عشرت کے رسیا لوگوں سے بھری ہوئی کشتیاں ان پھولوں کے درمیان میں سے گزرتی تھیں اور یہ پھول جھیل کی سطح پر بڑے پر وقار تھے۔ انہیں اسطرح اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہندو دیومالا کا بھی کوئی تعلق ہو گا۔ باوجود اس کے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پودے کو اسطرح خوراک کیلئے کھایا جاتا تھا جیسے کہ ہم مٹر اور لوبیا (beans) کو اگاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ کنول

Marfat.com

Nymthaea caerule کی طرح کا چھوٹا پھول نہیں بلکہ بڑے ہوئے اور ٹھہرے پانی میں اگتا ہے لیکن عموماً تالابوں، جوہڑوں اور جھیلوں وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے مصر میں بہت ملتا ہے۔ وہاں عام طور پر اس پانی میں اگتا ہے جس کا اتنا بہاؤ نہیں ہوتا۔ ہندو اس پھول کو نہایت متبرک خیال کرتے ہیں۔ دریائے جہلم کے کنارے اشنان کے دوران عقیدت کے طور پر ان پھولوں کی پتیاں دریا میں پھینک دیتے ہیں۔

سری نگر میں کوئی دو مہینے قیام کے دوران جھیل ڈل، نیم شاہی چشمہ، نشاط باغ، شالامار باغ اور سری نگر کے مختلف علاقوں کی سیر کرنے کے بعد فرانسیسی، امری سیب اور ناشپاتی کی چند پیٹیاں لے کر اسی راستے سے شیخ صاحب اور راقم واپس ہوئے جس راستے سے کشمیر جانے کا سفر کیا تھا۔

پہلگام

وادی کشمیر کی دلکش سیرگاہ پہلگام مشہور سری نگر سے 65 میل دور جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس کی بلندی سطح سمندر سے 6000 فٹ اونچی اور وادی لدر (Lidar) کے شمال کی طرف دو ندیوں کے سنگم پر ہے۔ ایک ندی شمال اور دوسری شمال مشرق کی جانب سے آتی ہے۔ مشرق کی طرف سے آنے والی ندی پنج ترنی (Panjtarni) پہاڑوں کی طرف سے شروع ہوتی جہاں Gratinura کے نام سے پکاری جاتی۔ پھر جنوب جنوب ایک بلند وادی سے گزرتی ہوئی جھیل ششناگ (Shisha Nag) میں شامل ہو جاتی ہے۔ یہ جھیل ایک دوسری چھوٹی جھیل Zamti Nag سے منسلک ہے جبکہ اس جھیل کا پانی ایک بڑے چشمہ کا مرہون منت ہے۔ یہ خاص قسم کا سفید زردی مائل پانی ہے۔ ششناگ سے دوبارہ نکلنے کے بعد یہ ندی مغرب کی طرف بہتی اور شمال سے آنے والی ندی Gwashbrari یا Kolahoi پہاڑ سے نکلتی ہے۔ پھر ایک اور ندی جو کہ Tar Sar اور Chauda Sar جھیل سے آتی اور اس میں آن ملتی ہے۔ یہ دونوں ندیاں شمال اور شمال مشرق سے آنے والی پہلگام کے جنوب میں ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔ اس سنگم سے جو دریا بنتا ہے اس کا نام دریائے لدر (Lidar) یا زرد (Yellow) دریا ہے۔ یہ نام Zamti Nag کے پانی کی مشابہت کی وجہ سے ہے۔ یہ دریا پہلگام سے جنوب مغرب کی طرف بہتا جہاں وادی لدر سے گزرتا ہوا کئی شاخوں میں تقسیم ہوجاتا اور اسلام آباد کے قریب پہنچ کر اس کی تیزی میں بتدریج کمی ہوتی جاتی ہے۔ اسلام آباد کے شمال میں دریائے جہلم میں آملتا ہے۔

وادی لدر وادی کشمیر کے جنوب مشرق کی طرف سے شروع ہوتی اور اس میں سے دریائے لدر گزرتا ہے۔ اسلام آباد کے نزدیک سے شمال کی طرف پہلگام تک پھیلی ہوئی اور درمیان کا فاصلہ کوئی 22 میل ہوگا۔ وادی کا نچلا حصہ کشادہ ہے مگر اس کا بالائی حصہ پہلگام کے قریب صرف چند سو گز رہ جاتا ہے۔ اس وادی کے دونوں طرف فلک بوس پہاڑ ہیں جو درختوں سے گھرے ہیں۔ وادی کے درمیان سے ایک سڑک رواں جو دریائے لدر کے بائیں کنارے کے ساتھ پہلگام تک پہنچتی ہے۔ وادی کے بالائی حصہ پر تہہ در تہہ برف جمی رہتی ہے۔ برفانی پہاڑوں کے ساتھ ساتھ جو چیڑ کے درخت ہیں ان میں کئی چشمے اور جھرنے کا نظارہ ملتا ہے۔ ان میں بے شمار جڑی بوٹیاں پائے جانے کے ساتھ ساتھ خودرو پھولوں کا دلپذیر منظر ہوتا ہے جن کو دیکھنے سے جنت کا گمان ہوتا ہے۔ پہلگام سے وادی لدر دو حصوں میں منقسم پائی گئی۔ ایک حصہ شمال مغرب وادی سندھ کی طرف مڑ جاتا ہے۔ پیدل چلتے ہوئے Lidarwat ندی کے کنارے کنارے وادی سندھ تک رسائی ممکن ہے تاہم راستہ نہایت کٹھن اور دشوار گزار ہے۔ دوسرا حصہ شمال مشرق کی طرف جھیل "Shisha Nag" اور مقدس غار امرناتھ کی طرف جاتا ہے۔

امیر اور متمول سیاح جب کشمیر آیا کرتے تو سری نگر میں چند دن گزارنے کے بعد مضافات کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ گلمرگ، پہلگام وغیرہ زیادہ تر سیاحوں کا رخ پہلگام کی طرف ہی ہوا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پہلگام سے واقف تھے۔ وہاں میں ایک چھوٹا بازار واقع تھا جہاں ضروریات کی چیزیں سری نگر سے یہاں تک پہنچتی تھیں لہذا امیر کی دلچسپی تقریباً وادی پہلگام میں تھی۔ بازار میں انواع و اقسام کی دکانات واقع تھیں اور سیاحوں کیلئے ایک دفتر جہاں سے گندم، چاول مناسب داموں پر خریدنے کیلئے سیاحوں کو permit ملتے۔ اس دفتر

Marfat.com

سے کشمیری ملازم بھی بہت کم اجرت ماہانہ پر دستیاب تھے جن ملازمین کی باقاعدہ رجسٹریشن تھی اور مہاراجہ کی حکومت اسکی ذمہ دار ہوتی کہ اچھے character کے لوگ ہوں گے۔ چوری، بدمعاشی کی جرات نہ کر سکتے کیونکہ ابھی نہایت کڑی تجویز کردی گئی اور پھر کون جانے کب انکی حوالات سے مقدمہ مجسٹریٹ کے سامنے ہونے کی باری آئے۔

شہر کے جنوب مغرب کی طرف بازار سے قریباً تین میل دور دریائے لدھر بہتا۔ بازار کے شمال مشرق میں کئی plateau تھے جہاں پر سیاح چیڑ کے درختوں کے درمیان خیمہ نصب کرنے کو ترجیح دیتے۔ یہ خیمے دو قسم کے ہوا کرتے تھے۔ ایک تو اعلیٰ فوجی افسروں کے استعمال میں آنے والے tents کی طرح اور دوسری چھولداریاں جو کہ خیمہ سے چند قدموں کے فاصلے پر نصب ہوتیں جہاں ملازم اور سامان خورد و نوش رکھا جاتا۔ یہ دونوں قسم کی ہوٹیں معمولی کرایہ پر tourist ہوٹلوں سے دستیاب تھیں۔ اسی محکمہ کے ملازمین کرایہ پر ہی پسندیدہ جگہ پر خیمہ نصب کر دیتے۔

ایک دفعہ میں نے پہلگام میں plateau پر tent لگایا ہوا تھا جو کہ شہر میں جنوب کی طرف سے داخل ہونے کے بعد مشرق کی طرف کوئی 30 فٹ کی اونچائی پر پہلا plateau تھا۔ یہ tent کے جنوب کی طرف کوئی 3 میل کے فاصلے پر ایک نالہ بہتا جو مشرق میں ایک بلند پہاڑ جس پر Tulian جھیل واقع ہے سے شروع ہوتا اور plateau کی slope سے مغرب کی طرف بہتے ہوئے شرقی کنارے پر ایک ندی میں شامل ہو جاتا۔

دلکش رستہ چھوٹی سی پہلگام ایک وادی میں واقع ہے جس کی تین جوانب فلک بوس پہاڑ استادہ ہیں۔ جانب جنوب سے ایک سڑک اس وادی میں داخل ہوتی ہے۔ وادی میں داخل ہونے تک جب کوئی نہ پہنچ جائے تو یوں ہی معلوم ہوتا کہ جنوب میں پہاڑوں سے راستہ بند ہو چکا۔ وادی سے دونوں طرف بلند پہاڑ اور راستہ بمشکل سڑک کی چوڑائی کے برابر ہے۔

اختر رضوانی

رات ایک دفعہ پہلگام کے بازار میں شیخ صاحب کی snack bar سے چائے وغیرہ پی کر واپس آیا جہاں سے پہلگام کا بازار شروع ہوتا ہے وہاں سے بائیں ہاتھ کی طرف بجلی گھر دو کانیں چھوڑ کر سیالکوٹ کے رہنے والے شیخ صاحب جو کئی سالوں سے گرمیوں کے موسم میں یہاں اپنا کاروبار کیا کرتے ان کی ایک snack bar تھی۔ جہاں کبھی کبھار کھانا وغیرہ بھی مہیا کیا جاتا۔ اکثر لوگ وہاں بیٹھ کر شعر و شاعری اور گپیں بازی کرتے۔ وہاں مجھے ایک دفعہ ہندو شاعر ملا جو دراز قد اور کھدر کے لباس میں ملبوس، ٹوپی پہنے اور کھدر کی چادر کو تہہ کرکے بائیں کندھے پر رکھتا۔ اختر رضوانی کے نام سے معروف تھا۔ شراب نوشی سے بلانوشی کی حد تک شغف رکھتا۔ مجھے آج تک اس کا ایک قطعہ یاد ہے:

"چہرہ آب میں پھولوں نے کنول میں دیکھا
میں نے تو اسے چھوٹے سے تل میں دیکھا
وہ درد جسے درد وطن کہتے ہیں
مزدور کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھا"

قریباً تین ہفتوں کے بعد اختر رضوانی صاحب snack bar کے پچھواڑے مردہ پائے گئے۔ آدھا دھڑ کنارے پر اور آدھا دریا کے پانی میں جبکہ قریب ہی White Horse شراب کی بوتل تقریباً خالی پڑی ہوئی تھی۔ snack bar میں مختلف قیاس آرائیاں ہوتی رہیں مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس نے اتنی زیادہ شراب خودکشی کے لئے پی یا وہ اتنا ہی شراب کا رسیا تھا۔

بھکاری

پہلگام کے دامن کو دو مختلف levels پر خیمہ جات نصب تھے۔ میں ان میں سے گزر کر اپنے خیمہ میں پہنچا جو بالکل پہاڑ کے دامن میں واقع تھا اس کے پچھواڑے سے راستہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع Tulian جھیل کو جاتا۔ میرے خیمہ کے عین بائیں طرف

Marfat.com

ایک ندی اس پہاڑ سے اتر کر بہتی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بھکاری میرے خیمے کے سامنے کھڑا نہایت پرسوز آواز میں گا رہا ہے۔ عجیب سماں بندھا رہا ہے۔ میں نے اپنے ملازم کو جو ساتھ کی چھولداری میں موجود تھا آواز دی کہ اس بھکاری کو کچھ خیرات وغیرہ دے کر رخصت کر دینا کیونکہ مجھے اس بات کا تجربہ ہے کہ ایک دفعہ ایسا ہو تو پھر بھکاریوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

پہلگام، گلمرگ، اچھابل اور سونمرگ وغیرہ میں جو سیاح قیام پذیر ہوتے ہیں وہ خیموں میں ہی رہتے ہیں۔ فوجی افسران جب کیمپوں پر جاتے ہیں تو وہ بھی اسی طرز کے خیموں کو استعمال میں لایا کرتے ہیں۔ ان کے batmen بھی ساتھ کی چھولداریوں میں رہتے ہیں۔ بعض سیاح بھی ان دنوں بڑے تھوڑے کرایہ پر ہفتہ وار یا ماہانہ کرایہ پر ایجنسیوں سے tents اور چھولداریاں لے لیتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ملازم بھی ایجنسیوں سے مل جاتے۔ البتہ سیاحوں کے لئے راشن کا انتظام ہو جاتا۔ ایک روپیہ سات سیر آٹا جبکہ ایک روپے میں آٹھ سیر چاول دستیاب ہوا کرتے۔ سیاحت کے بعد بچا ہوا راشن کا سامان ملازمین رکھ لیتے اور خوش ہو جاتے کیونکہ ایسی سہولتیں یعنی سستا راشن وغیرہ صرف سیاحوں کے لئے ہوتی تھیں وہاں کے رہائشیوں کو تو مہنگے داموں ملتی تھیں۔

وہ بھکاری وہیں ڈٹ کر کھڑا رہا جس سے میں نے یہ تاثر لیا کہ وہ وہاں سے جانے والا نہیں اور میں نے اس کو کچھ پیسے دے دیئے یہاں تک کہ وہ رات بھی وہیں گزار دیتا تاہم میں اپنے خیمے میں داخل ہوا اور دروازے کا پردہ کھینچ دیا۔ بدقسمتی سے رات کے وقت وہ گیس لیمپ جو شوق سے ساتھ لایا تھا ٹوٹ گیا۔ اس بھکاری کے گیتوں کی بازگشت یا اس کا وہ گیت جو رات کی تاریکی میں ایک عجیب طرز سے نالاں اور دردناک تھا میری سماعت میں پھر ابھر آتی ہے جب تک میں سے یہ داستان لکھ رہا ہوں۔

جس جگہ پر یہ خیمہ نصب تھا وہاں اکثریت امیر ہندوؤں کے خیموں اور ملازمین کی چھولداریوں کی تھی۔ کچھ مرد اور عورتیں پیر صاحب کے نام سے جانے جاتے تھے چونکہ میرا تعلق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے خانوادے سے تھا اس لئے مجھ سے نہایت عقیدت سے ملتے تھے اس لئے میں کوئی کام وغیرہ کرنا چاہتا تو بھی مجھے خوشی ہوتی کہ یہ بھکاری یہاں آتا تھا اور مجھے یہ احساس ہوا کہ خیرات دینے کی عادت اور دوسروں کو مجھ سے توقعات وابستہ ہیں۔

کوئی ایک ہفتہ گزرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ واقعی میرے خیمے کے سامنے آ کر گانا گاتا ہے۔ اس کی آواز جتنی مرتبہ وہ گاتا سنائی دیتی اب یہ طرز عمل میرے لئے ناقابل برداشت ہو گیا۔ میرے ملازم نے اس بھکاری سے بات کی تھی۔ اس نے اس نابکار کو دور رہنے کی تلقین کی مگر وہ تھا کہ واپس لوٹ آتا۔ ایک روز میں زمین پر بیٹھا رہا اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک سوراخ سے دیکھ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تین مرد اور پانچ عورتیں وہاں جمع ہو گئے اور وہ تینوں مرد بھی پیر صاحب پکار کر دیکھنے لگے۔ بے نیازیت کا ثبوت دیتے ہوئے میں مصروف رہا۔ میں اپنے خیمے پر توجہ دیتا رہا اور خیمے کا پردہ ہٹا کر باہر نکلا۔ مشتعل انداز میں ایک روپیہ اس بھکاری کے منہ پر دے مارا اس دور میں چاندی کا ایک روپیہ بہت ہوا کرتا تھا۔ (ضمیمہ 1-44) میرے روپیہ خیرات میں پھینکنے کے عمل سے یہ ہجوم چھٹ گیا۔ ان کی توقعات پوری ہو گئیں۔ اس سے یہ بات عیاں ہوئی کہ وہ خیرات لینے آتے تھے حالانکہ میرے پیر صاحب ہونے کی بات اور بھی ہے اب تو میں نے روپیہ پھینکا وہ بھکاری روپیہ اٹھا کر چلا گیا اور کبھی واپس نہیں آیا۔

ایک روز دن کے دو بجے کے قریب جب میں ناشتہ کر رہا تھا تو ایک سر سے پیر تک جلا ہوا شخص جس کا جسم برہنہ تھا دونوں پیروں سے ننگا صرف لنگوٹ باندھے ہوئے تھا۔ لمبی داڑھی اور سر کے بال تھے۔ اس نے پھاڑ کھانے کے انداز سے ادھر ادھر دیکھا، میرے خیمے میں داخل ہوا اور اندر کرسی پر براجمان ہو گیا۔ اس نے روٹی اٹھائی اور کھانا شروع کر دیا۔ میں اس سے ڈر گیا اور کسی کو آواز دینا چاہتا تھا مگر اس نے اشارے سے مجھے منع کر دیا اور کھانا کھا کر باہر نکل گیا۔

بندر

میرے خیمے کے جنوب کی طرف کافی تعداد میں جنگلی بندر ادھر ادھر چھلانگیں لگانے میں مصروف اور ان میں سے ایک

Marfat.com

دوسرے کی جوئیں نکالا کرتے تھے جیسا کہ ان کا معمول ہے۔ عموماً یہ بندر انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں کیونکہ ہندوؤں کے نزدیک یہ متبرک مخلوق ہے۔ لہٰذا ریاستی قوانین کے مطابق بندروں کو مارنا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

آج مجھے باہر بیٹھے بیٹھے اکتاہٹ ہونے لگی تو میں اپنے رنجیدہ دل کو باہر لے آیا۔ ہمارے قریبی خیمے کے ہندو سیاح کا ہندو ملازم مدن موہن ہوا کرتا تھا۔ شام کے وقت ساتھیوں اور فقیروں پر مشتمل داستانیں سنایا کرتا جس سے تاثر ملتا کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ گندے اور چوری چکاری کے مستقل عادی ہوتے ہیں۔ ہمارے قریبی دوسرے خیموں میں ہندو سیاحوں اور دوسرے مذہب کے سیاحوں میں کوئی امتیاز نہ تھا وہ آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ تمام ہندوؤں کو ہندو ملازم رکھنے کی عادت تھی البتہ بریلی کا ایک مسلمان خاندان بھی خیمہ زن تھا جس نے ایک ہندو نوکر رکھا ہوا تھا مسلمان راجہ پر خدمت پیش کرتے ہوئے تھے مگر اسے راجہ کے نام سے پکارا جاتا۔

مدن موہن نے ایک داستان سنائی "گذشتہ پانچ سال کی بات ہے۔ ایک صاحب بابو کشن موہن جو کہ ساٹھ سالہ ہندو تھے کسی پہاڑی بستی کی پچیس سال کی جوان اور نہایت خوبصورت عورت تھی جہاں آپ کا خیمہ نصب ہے تقریباً اسی جگہ پر خیمہ لگائے ہوئے تھے ہندو دن ہی جب میں نے ان کی چھوٹی بستی کی پتنی میں گھرا روزمرہ کا معمول تھا۔"

بات میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ پتنی اتنی کم سن تھی اور پتی عمر میں بہت زیادہ!

"جی مہاراج! آپ سمجھ گئے ہوں گے؟"

"ہاں میں سمجھ گیا تو مدن موہن نے کھل کر اپنا مخصوص حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا

"کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

بات یہ ہے کہ پہلی بار جب کسی سے دوران گفتگو کرنا چاہا تو ہچکچاہٹ محسوس کرکے چپ سادھ لی حالانکہ یہ سیاحت کے دوران پہلا موقع نہ تھا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں جو ملازم رکھنے کی ترغیب دیا کرتا تھا اور کسی اور کے پاس ملازمت کی خاطر بیٹھا رہتا، وہ میں ملازم نہیں تھا تو مجھے یہ بات کھٹکتی تھی کہ وہ ہر دن کسی پروفیسری کی خدمت گزاری کے لئے آن دھمکتا وہ بے تکلف ملازم کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس نے خدمت کا تجربہ کیا ہے میں محسوس کرتے ہوئے اپنے سر کو جھٹکا اور گویا ہوا

"جی مہاراج! پچھلی دوپہر کا وقت ہوا کرتی جب ہم میں اس قدر فرق ہو، جی مہاراج سمجھ گئی نا!"

میں نے بیٹی مناسب سمجھا کہ پچھلی بات کرنے سے گریز کرتے ہوئے اس کا جواب اور کہا

"کوئی بات پچھلے سے مجھ میں آ گئی ہے، کیا ہوا؟"

"یہ ساتھ والے پڑوسی ساتھیوں جیسی تنگ دستی نہیں بلکہ صاف ستھرے گیروے کپڑے پہنے اس ندی کے کنارے تک سیر کی غرض سے جاتا اور بند آواز سے ساتھ نہایت مدھم سے ترنم میں بھجن گایا کرتا۔ مجھے قدرے مشکوک عنصر کی صورت نظر آیا کیونکہ ایک تو میں نے پہچان لیا کہ سے جو منتر پڑھتا تو وہ اشنان درست طریقے سے نہیں کر رہا تھا۔ مجھے اس کے انوکھے طرز عمل پر شک گزرا اگر میں نے غور سے کام لیا۔"

"کس طریقے سے اشنان کرتی؟"

"جی مہاراج! ایک ہاتھ میں ندی اور دوسرے ہاتھ سے تھوڑا سا پانی چہرے پر چھینٹے کے ساتھ ساتھ رام کا جاپ۔"

"تو ٹھیک ہے نا!"

"نہیں جی۔"

"پھر کس طریقے سے اشنان کر رہا تھا؟" میں نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

"اپنے بازوؤں (بازو سے لے کر انگلیوں) کو اوپر کہنیوں تک چڑھا کر اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ ندی سے پانی منہ پر چھینٹا دیتا اور کلیاں بھی کرتا۔"

"کس اشنان (ہندوؤں کا نہانا) میں منہ ہاتھ دھونا۔"

"جی مہاراج! میں تو مورکھ ہوں آپ ٹھیک کہتے ہیں۔"

Marfat.com

"پھر کیا ہوا؟" میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

"بس جب (غضب) ہو گیا جی۔ پنڈت دیوی اس سے عشق کرتا۔"

"کیا دوسرے لوگوں کو اس کی خبر نہ ہوئی؟" میں نے بات کو آگے بڑھایا۔

"جی جی مہاراج آپ کیا بات کرتی یہاں سب دیکھتے ہوتی۔ دیکھو جی ابھی کی دو دن کا چرچہ (خبر) تھا دوسرے دن جو مسافر لوگ پہنچے جی امیر لوگ ہوتی یہاں یہ کو آتی اور خوب مزے (مزے) لے لے کر ہوتی۔"

"مگر ہمارے جی تو سب سے پہلے جاتی۔" آج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

"رتن مگر ہوا کیا؟" میں نے دلچسپی سے پھر کریدا۔

"ایک روز (روز) وہ سادھو جی کا اب (غائب) اور بابو من موہن بہت اتنی ر (انتظار) کرتی رہی۔ پنڈت جی تو کے اب (غائب) تمام تیمہ (خیمہ) والے صاحب کو خبر (خبر) لگ گیا کہ پنڈت دیوی کا اب (غائب) ہو گیا ہے۔ جب پیچھے پتہ تب پنڈت جی واپس نہ آیا تو تھانے میں رپٹ درج کرا دیا گیا۔"

"بے چارہ بابو موہن۔" میں نے منافقانہ حیرانگی سے اس ناخوشگوار سانحہ کا اظہار کیا۔

"ہاں (ہاں) بے چارہ بابو جی۔ وہ تو عشق (خوش) کہ پنڈت گیا۔"

"وہ رتن۔ رپوٹ کیوں درج کرائی؟" میں نے پوچھا۔

"وہ اس لئے کہ بابو موہن کے باجو تیمہ (یعنی خیمہ) والے بابو شیش لال نے مجبور کیا تمام مسافروں والوں کا خبر (خبر) ہو گی کہ معاملہ گھمبیر (خیر) ہوگی اور بابو من موہن پنڈت دیوی سے بہت دکھی ہوئی۔"

"چلو اچھا ہوا بے چارے بابو من موہن کی جان خلاصی ہوئی۔" میں نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہہ دیا۔

"نہیں جی جی مہاراج ابو من تو ایک دیوتا ہوتی بہت دکھی بات ہے۔ بابو جی تو بدنام ہوئی۔"

"پھر کیا ہوا پنڈت کی کا پتہ نہیں؟"

"بابو من تو دوسرے دن ہی پہلگام سے رخصت ہوئی اور ہم (خود) میں نے ہی تیمہ دیرہ (خیمہ ڈیرہ) واپس کرایا تو ایک واپس ہی تھا۔"

"مگر رتن آخر ہوا کیا؟" میں نے ہولی اضطراب سے پوچھا۔

"کئی مہینوں کے بعد راز (راز) کھلا کہ پنڈت کا کسی سادھو سے معاملہ تھا۔ اتھوا سادھو تو مسلمان تھی اور بابو من موہن کی بیوی تھی اس سادھو نے پنڈت دیوی سے بات چیت کرتا تھا۔ کی ترکیب سے اس نے پنڈت کو تیمہ کے پیچھے سے وہاں سے کا اب (غائب) کر کے کا اور بابو من موہن والے کا خبر (خبر) بھی نہ تھا کہ وہ مسلمان سادھو اس کا پیچھا کرتی۔"

"پھر وہ پکڑے گئے یا نہیں؟"

"پتہ نام (معلوم) نہیں۔" جی جی مہاراج۔

میں نے امرناتھ سے متعلق سن رکھا تھا لہٰذا میں نے امرناتھ جانے کی تیاری کی۔ قریبی خیمہ سے پرشوں کو بھی اندر تھا اپنے خیمہ اور چوکیداری کی نگرانی کیلئے رتن پر خوش دلی سے رضامند ہو گئے۔ میرے ارادے کی پیچیدگی سمجھ کر نے کا پتہ چوری چکاری کا کوئی احتمال نہ تھا کیونکہ مہاراجہ کے قانون بہت سخت تھے اور شاید ہی کوئی ایسی مذموم حرکت کرنے کی جسارت کا مرتکب ہوتا۔ اگر اس قبیح کوشش کے دوران گرفتار کر لیا جاتا تو بقیہ عمر جیل میں مرجاتا کیونکہ کون جانے کب کس جرم کا ہاتھ کاٹ دیا جائے میں نے جایا جائیگا۔

امرناتھ

امرناتھ 16442 فٹ سمندر سے بلند اور اس کی برفانی چوٹیاں بھی شامل کر لی جائیں تو یہ بلندی 17301 فٹ ہو۔

Marfat.com

پاتی ہے۔ یہ بلند پہاڑی سلسلہ وادی کشمیر کے شمال مشرقی کونے میں دریائے سندھ یا Suind کے منبع کے قریب واقع ہے۔ اسی پہاڑ میں ایک غار ہے جس میں ہر سال میلہ منعقد ہوتا ہے اور ہندوستان کے گوشے گوشے سے لاکھوں کی تعداد میں ہندو یاتریوں کا جم غفیر جوق در جوق اس پہاڑ کی طرف امڈا چلا آتا ہے۔ ان میں اکثر یاتری طویل مسافت کی صعوبتوں اور شدید سردی سے نبرد آزما ہوتے ہوئے راستے میں ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس مشہور غار پر ہندوستان کی عبادت بڑا اہتمام سے ہوتی ہے یہ صرف وادی کشمیر کے ہندوؤں یاتری بلکہ ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے ہندوؤں کے تمام فرقے کے لوگوں کا یاترا جیسے ہجوم پرجوش انداز میں لگتا ہے۔ اس غار کا دہانہ ایک کشادہ شگاف کی صورت میں ہے جو امرناتھ سے شمال کی طرف ایک گہری اور تنگ وادی میں واقع ہے۔ یہ وادی سیدھی اونچی عمودی پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے اس میں ایک ندی جو پہاڑ کے بالائی حصے سے ایک بڑے گلیشیر سے نکلتی ہے۔ غار کا منہ تقریباً دو تین سو فٹ ندی سے اوپر ہے اس کی بائیں جانب کی چٹانیں فٹ ... غار کی اندرونی اونچائی 10 سے تیس فٹ تک ہے اور پانی کے بڑے قطرے مسلسل غار کی چھت سے ٹپکتے رہتے ہیں۔ غار کا اندرونی حصہ نہایت تاریک ہے جس میں برف کے دو شفاف بلاک پڑے ہوتے ہیں ... قطرے پانی کے جمنے سے بن جاتے ہیں جنہیں یاتری چڑھاوے چڑھاتے ہوئے ... اور پھول ... کی صورت میں ... ہیں۔ غار کے ... میں پتھر ... کا ایک جیسا تشکیل دیا گیا اور پتھر کے گرے ادھر ادھر ... ہیں۔ ... مہینے میں اس کی تاریخ چاند کے حساب سے مقرر کی جاتی ہے۔ 1870ء میں یہ تاریخ 11 اگست تھی۔

یاترا کی ابتدا سے متعلق ... روایت ہے کہ موت کا فرشتہ خداؤں اور دیوتاؤں کے پاس پہنچا ... وہ ... نہایت پریشان ہوئے ... Swami Shivji کی بارگاہ میں ("Lord Siva or Shiva" ... ہیں) کے پاس پہنچے۔ Shiva ... اور روشن چہرے سے ظاہر ہوا اور ان سے پوچھا کہ ... پریشانی کی وجہ کیا ہے؟ ... دیوتاؤں نے بتایا کہ موت کے فرشتے کی ان سے دشمنی ہوئی ہے وہ اس کی بے پناہ طاقت سے خوف زدہ ہیں۔ Siva نے ... بالی ... اپنے سر کی ... پانی اور ... جس سے ان کو موت کے فرشتے کے خوف سے نجات حاصل ہوئی۔ اس کے بعد Siva اپنی جگہ ... دیوتاؤں نے دوبارہ Siva سے ملنا چاہا مگر وہ مل نہ سکا۔ انہیں اس بات کا ... دیوتاؤں نے ... باتھ جوڑے اور نہایت رقت انگیز لہجے میں التجا کی کہ Lord Siva دوبارہ ظاہر ہو ... زیارت کا ... "Lingakar" کا نام دیا گیا اشنان کرنے اور پوجا پاٹ کرنے کے بعد ... میں ... طرف روانہ ہوتے ہوئے بائیں ہاتھ کی جانب ... چڑھائی چڑھتے ہوئے ایک ... چندن واری پہنچ جاتے ہیں۔

چندن واری ایک پڑاؤ Astan Marg کے دامن میں واقع جہاں Zolajpat اور Lidar ندیاں آپس میں ملتی ہیں چندن واری ... سے ... مشرق میں ... پہاڑی رستے پر جو امرناتھ کی طرف جاتا ہے جہاں سے امرناتھ کی طرف ... ایک ... Astan Marg کے اوپر سے گزرتا ہے۔ چندن واری ... امرناتھ جاتے ہوئے ... ایک ... پڑاؤ جہاں ... ہے۔ اس کے بعد راستہ اگرچہ ... کے زائرین کی آمد و رفت سے ... نشان ... چندن واری سے دوسری ... عمودی چڑھائی جس کے بعد زائرین ایک ... وادی پہاڑیوں کی چوٹیوں کے درمیان پہنچ جاتے ہیں۔ یہ چوٹیاں وادی کے دونوں جانب کوئی ایک ہزار فٹ وادی کی ... ہیں ... وادی ... واقع ہے جہاں ... ختم ہو جاتے ہیں (ضمیمہ 45)

زائرین جھیل ... اشنان کرنے کے بعد ... میدان میں جھیل کی جانب شمال کی طرف ... کے بعد ... میں پہاڑی ... شمال مشرق کی طرف ایک ... Sachkah کو عبور کرتے ہوئے امرناتھ ... ہیں۔ بعد میں ... ندیوں پر مشتمل ... وادی میں اترتے اور رات کو پہاڑ کے دامن میں جو کہ امرناتھ ... شب بسری کرتے ... دن ... بوڑھے اور جوان مرد و عورتیں نہایت پرجوش انداز میں آخری مرحلہ ...

Marfat.com

مشکل ترین چڑھائی چڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک خوشنما تالاب میں زائرین کی بل کھاتی ہوئی قطار یہاں آ جاتی ہے تو یہ چڑھائی چڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اب پہاڑ کے ابھار سے بتدریج تنگ وادی ہو وہ امرناتھ ہے۔ اس میں واقع ہے جس کی تہہ میں ایک ندی Amar Veyut میں داخل ہو کر اشنان کرتے ہیں۔ آدمی اپنے تمام لباس اتار کر برہنہ ہو کر غار میں یا تو بھوج پتر کے بنے ہوئے چپل ہاتھ سے بنے ہوں کو پہنتے ہیں، جسم کا کچھ حصہ ڈھانپ کر داخل ہوتے ہیں۔ عورتیں اس پر قناعت کرتی ہیں کہ وہ اپنے تمام کپڑے اتار کر زیورات وغیرہ اتار دیتی ہیں اور اپنے جسم کو ایک لمبی چادر یا کمبل سے ڈھانپ لیتی ہیں۔ جب زائرین غار پر پہنچتے ہیں تو عورتیں گھنٹیاں بجاتے ہوئے ہاتھوں سے تالی بجاتی ہیں اور Shiva دیوتا کو پکارتے ہیں۔ تمام زائرین گڑگڑا کر پرارتھنا کرتے ہوئے جھک کر یہ دعا مانگتے ہیں۔ ''آ، اپنا درشن دیجئے'' (Show yourself to us)۔

غار میں اکثر اوقات جنگلی کبوتر پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز سے ابھرتے ہیں اور یہ کبوتر وہاں پالتو قسم کے ہوتے ہیں جن کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ وہ یقین کرتے ہیں کہ ان کبوتروں میں سے کوئی ایک جوڑا Siva کی طرف سے ہے۔ اگر کسی وقت غار میں کوئی کبوتر موجود نہ ہو تو زائرین رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس بات پر یقین نہیں کیا جاتا۔ اگر ایک بھی کبوتر دیومالائی ہے تو وہ بھی غار میں اپنے گھونسلے میں ہے۔ زائرین یہ سمجھتے ہیں کہ وہاں سے برکتیں حاصل کر کے ہی کبوتروں کی طرح اپنی نیکی سے استفادہ کرتے ہوئے جو اس یاترا کے موقع پر دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ وہ اپنے موقع پر کئی قسم کی رسمیں ادا کرتے ہیں فرض یہ ہے کہ یہ جو ان کی قربانی ہے۔ یاترا کے وقت غار میں بے پناہ خوشی اور دیوتاؤں کی تعداد میں ایک اضافہ ہوتا ہے جو شخص کی کوشش میں ان جگہوں کا طواف اختیار کیا جاتا ہے۔ نیچے کی طرف سے یاتری جب باہر آتے ہیں تو ندی کا پانی لے کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یاتری کی حرمت قائم رہتی ہے اور غار میں داخل ہونے کے وقت اپنے جسم کو پانی سے صاف کرتے ہیں اور جھولی کو پھیلا کر دعا کرتے ہیں۔ اس کے بعد فوراً ہی واپس جانا ہوتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹی پر یہ دیکھ کر دھیان رکھا جاتا ہے وہاں سے برف گرتے ہی وہاں سے واپس جانے کی تیاری کرتے ہیں۔ Amar Veyut ندی کی وادی سے ہوتے ہوئے واپس پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں یہ ندی Panjtarni ندی سے ملتی ہے۔ یہاں سے وہ پہاڑ کی طرف سے واپس لوٹتے ہیں۔ جہاں وہ اپنا آخری اشنان کرتے ہیں۔

امرناتھ غار کی طرف جانے والے زائرین اس راستے کو عبور کرتے ہیں جو کہ Sachkack پہاڑ پر 15000 فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور یہ وادی کے شمال مشرق میں ہے۔ وادی ایک پہاڑ اور دو ہمالیائی پہاڑ کے شمال مغرب میں ہے۔ وہ راستہ ہے جس سے ہو کر گزرتے ہیں۔ Zanin سے نیچے اترتے ہوئے پہلگام پہنچ جاتے ہیں۔ وہ امرناتھ سے پہلگام تک واپس آتے ہیں۔ گھنٹوں کا سفر طے کرنے اور اشنان کرنے کے بعد یاتری پہلے پہل بلندی سے اتار کر آتی ہے۔ امرناتھ غار سے متعلق عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں۔ یاتری غار میں داخل ہوتے ہیں وہ جب سے اس کا تقدس مانا گیا ہے زائرین غار میں جمع ہوتے ہیں۔ امرناتھ کا مطلب ہے۔ ''لافانی مالک'' امر ناتھ کا لفظ اس کا مطلب ہندو Principal Hindu divinites. lords and masters chiefs to Vishnu and Karishna and to Siva (Shiva) بنتی ہے۔ امرناتھ کو ہندو دیوتاؤں میں سے بڑا مقدس دیوتا مانا جاتا ہے۔ خاص طور پر وشنو، کرشنا اور شیو جی کو شیوا کہتے ہیں۔ اس جگہ پر شیو جی کی یاترا کی جاتی ہے۔ ان کی پوجا کرتے ہیں۔ امرناتھ پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔ یہاں سے ان کی پوجا کی جاتی ہے اور یہاں پر یاترا ہوتی رہتی ہیں۔

اس وقت راستہ پہلگام سے ghunt (گھنٹ) پہاڑ تک (پہاڑی تک) پہنچا ہوا اور امرناتھ غار تک جاتا ہے۔ یہ راستہ پہلے پہاڑ کی بلندی پر بہتا ہوا پانی کا سفر تھا۔ پہلگام سے جب پہلی بار یاتری پہنچے تو وہ اس سفر میں یاتریوں کی تعداد میں یہاں پر قیام کیا۔ جہاں ندی اور دریا ملتے ہیں یہاں بارش کی تیزی کی وجہ سے پانی بہت تیز ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ قدرتی طور سے پہاڑی علاقہ ہے اور 1800 سے زائد یہاں آتے ہوتے ہیں اور وہ جو سب پہلے یہاں آئے وہ بھی پہنچے۔ یہ چٹان کی اوٹ میں جا پہنچے۔ ایک German سیاح جو اس کی ہمت افزائی کرتا ہے ہاتھ پکڑ کر پہنچے تھے وہاں بہت ہی بارش ہونے لگی تو پوجا ہو رہی تھی۔ مگر چند بندروں نے انہیں پریشان کرنا شروع کر دیا۔ بندروں کے اس عجیب بندر نہایت عجیب اور قابل احترام مخلوق ہے۔ ان بندروں کو مارنا بری بات ہے اندازہ میں ذات پات کا خوف ہے اس بندروں سے زائرین کا سامنا ہوتا ہے اور بندر بہت عجیب اور طرح طرح کے دکھائی دیتے ہیں۔

Marfat.com

ہندو یہ دیکھ کر شاد ہوتے ہیں۔ میں بندروں کو ایک چھڑی سے دھتکارتا رہا جس پر جرمن سیاح نے انگریزی زبان کا استعمال کرتے ہوئے نہایت شائستہ انداز میں انکشاف کیا کہ ایسا مت کرو یہاں ارد گرد کثیر تعداد میں سادھو سنت موجود ہیں اگر انہوں نے دیکھ لیا تو یہ عمل ان کی دل آزاری اور ناراضگی کا موجب بنے گا۔ اس ضمن میں جرمن سیاح نے راقم کو ایک دلچسپ کہانی سنائی جو اس نے اپنے ملک میں پڑھی۔ یہ کہانی Dr Bernier سے متعلق تھی۔

"Bernier ایک فرانسیسی ڈاکٹر تھا جس نے ہندوستان میں بارہ برس گزارے اور اورنگ زیب عالمگیر کے ذاتی ملازم ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اس نے اپنے ملک فرانس کو 29 سال کی عمر میں 1654A.D میں چھوڑا۔ 1657 A.D شاہجہان کے دور حکومت میں ہندوستان پہنچا یہ وہ وقت تھا جب شہنشاہ شاہجہان کے چاروں بیٹے تخت دہلی کی تاجپوشی کے زعم میں آپس میں دست و گریبان ہو رہے تھے۔ ان جنگوں میں اورنگ زیب نے کامیابی سے ہمکنار ہو کر عالمگیر کا لقب اختیار کیا اور تخت دہلی پر رونق افروز ہوا۔ Bernier دہلی پہنچا جہاں وہ عالم مغلیہ دربار کے دانش مند خان کا ذاتی معالج مقرر ہو گیا لہذا Bernier کی ماہانہ تنخواہ تین سو روپے [illegible] وقت مقرر ہوئی۔ 1665 میں وہ شہنشاہ اور دانشمند خان کے ہمراہ کشمیر گیا تاکہ شہنشاہ کی بگڑتی ہوئی صحت بحال ہو سکے۔ Bernier وہ یورپ کا پہلا شخص تھا جو کشمیر کی سیاحت کو گیا۔ اس سے پہلے سکندر اعظم کے عہد میں ایک یونانی راہب سب سے پہلے یورپین سیاح کی حیثیت سے کشمیر گیا تھا۔۔۔۔"

[illegible] ہندوؤں سے متعلق باتیں کر رہا تھا جبکہ میں بندروں کے متعلق کچھ سننے کیلئے بیتاب تھا۔ میں نے [illegible] اس نے اپنی سیاحت کے بارے میں داستان شروع کر دی تاہم میری بے چینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی بیوی [illegible] (راقم) بندروں سے متعلق جاننا چاہتے ہیں وہ سناؤ۔

"کشمیر میں [illegible] ایک بڑے بندر نے حملہ کر دیا جس نے اس کے کمرے کے مطابق وہاں تنگ کرنے [illegible] انہوں نے ان بندروں کو مار دیا۔ لوگ ان کے اس فعل پر دھمکیاں دیتے ہوئے حملہ آور [illegible] کی حفاظت کیلئے مورچہ [illegible] حالات اتنے سنگین ہو گئے کہ ان کی کوٹھی کا گھیراؤ [illegible] مشتعل ہجوم نے [illegible] کر ہاتھی پر سوار کرا دیا اب یہاں برداشت کہ ان [illegible] ہاتھی کو دریا کے تمام میں ڈال دیتا چاہا اور مہاوت وا [illegible] پر تھا لہذا دیکھتے دیکھتے ہاتھی مہاوت اور وہ دو افراد طغیانی [illegible]"

ایک روز [illegible] میں [illegible] راقم کے مطابق چندن واڑی پر کیا جہاں چند ایک عجیب و غریب سادھوؤں سے ملاقات ہوئی [illegible] اور ایک نے کئی کئی منکوں کی مالا میں گلے میں ڈال رکھی تھیں۔ [illegible] اپنے [illegible] کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سارے سادھو [illegible] ہیں۔ تمام [illegible] جھوٹ اور [illegible] ہتھ لات پت اور حقیقی معنوں میں بھکاری دکھائی دے رہے تھے۔

[illegible] حاجت کیلئے راستے سے چند قدم نیچے کی طرف کو ہوا تو ایک سادھو بھی میرے پیچھے پیچھے [illegible] مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے مجھے آواز دی ہو تاہم میں نے کوئی توجہ نہ دی مگر چند قدم مزید نیچے کی طرف [illegible] میں [illegible] تب میں چلا آ رہا ہے جبکہ مجھے حوائج ضروریہ کی قلت تھی اچانک میں رکا تو میں نے [illegible] سے پوچھا "مہاراج کیا چاہتے ہو؟"

[illegible] ہندی میں [illegible] اس نے جواب دیا کہ وہ ہندوستان کی فوج میں ایک نائیک (Corparal) تھا اور اس نے [illegible] اپنی [illegible] میں سے [illegible] پیش نظر آیا تاکہ وہ ایک سادھو کی حیثیت سے ہندوؤں کے متبرک تیرتھوں یعنی [illegible] (تخت سلیمان) وغیرہ کا [illegible] رہا ہے۔ میں اس کے اس طرز عمل یعنی پاپ بخشوانے کے طریق کار پر [illegible]

Marfat.com

حیرت میں رہ گیا اور پوچھا "میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟" اس نے جواب دیا "وہ بھی اسی طرف جا رہا ہے جس طرف آپ جا رہے ہو۔" اس کا خیال تھا کہ شاید وہ کوئی مخصوص مقام تھا جہاں میں جا رہا تھا!

جھیل شیشہ ناگ یا شیش ناگ

یہ ایک چھوٹی جھیل Dachinepara کے شمال مشرق کی طرف ایک تنگ وادی میں [illegible] پہاڑوں جن کی چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی ہیں، میں واقع ہے۔ شیش ناگ کوئی ایک میل لمبی اور نصف میل چوڑی ایک [illegible] جھیل Zamti Nag (یا Zampti) سے متصل ہے۔ Zamti Nag میں ایک بڑے گلیشیئر [illegible] پانی گرتا ہے۔ دریائے لدر کے خاص رنگ کا پانی اس جھیل کے مخصوص رنگ سے [illegible] (اس جھیل [illegible] میں بھی [illegible]) گلیشیئر سے نکلتی ہوئی ایک ندی Grati Nura شیش ناگ کے شمال مشرق [illegible] ندی کے [illegible] راستہ [illegible] ندی کے [illegible] پانی [illegible] سرسبز و شاداب [illegible] ہے۔

Tulian Lake

[illegible]

[illegible] Tulian [illegible] Bairagi [illegible]

[illegible]

پر سوائی چڑھنے کے بعد پہاڑ کی چوٹی تک رسائی ممکن ہے جہاں اس کے پیچھے جھیل واقع ہے۔ میرا دوست آفتاب قریشی تو فربہ جسم کا مالک تھا جبکہ میں بھی تو پیٹ والا مگر تندرست جسم کے مالک تھے۔

دوسرے دن آج نے زاد راہ کافی تعداد میں انڈے ابالے۔ تین موٹی موٹی میٹھی گھی کی روٹیاں پکائیں۔ چند سیب اور خربوزے ایک تھیلے میں ڈال لئے اور چڑھائی چڑھتے پینے کے پانی کے پیش نظر دو بوتلیں بھی لے لیں۔ ساتھ ایک چاقو بھی رکھ لیا۔ یہ چاقو نہ تو کسی وقت کے مشہور برانڈ رامپوری یا وزیرآبادی قسم کا تھا نہ ہی کوئی عام گھریلو نوعیت کا چاقو بلکہ ایک لمبا سا بلیڈ جو ایک چھوٹے ہینڈل سے جڑا ہوا تھا۔ لہذا ہم معمول سے تھوڑا پہلے ہی جاگ اٹھے اور Tulian Lake کی طرف چل نکلے جو اس ندی کا منبع تصور کی جاتی ہے۔ ساتھ دو چشمے تھے ان چشموں سے ایک چھوٹی سی ندی متصل ہو کر اس Tulian Lake سے پیچھے آتی ہے۔ Tulian Lake پر جانے کے لئے کوئی مخصوص راستہ نہ تھا مگر بقول آج کے یہ ندی Tulian Lake سے نکلتی ہے۔ میں نے آج سے پوچھا

"کیا تمہیں پہلے کبھی Tulian Lake پر جانے کا اتفاق ہوا ہے؟"

"نہیں میں تو کبھی نہیں گیا مگر کئی مقامی لوگ اور سیاح وہاں جا چکے ہیں" آج نے اپنے مخصوص طرز تکلم سے کہا۔

"یہ کہ ... سیاح ... سے ... سکتے ہیں ... وہاں ... ہوتا ہے ... سے مطلوبہ مقام تک ... بلندی ... وقت درکار ہے؟"

"... season میں مقامی ... وہاں جاتے ہیں۔"

"... ہم ... وہاں جا چکے ہو؟"

"... گزشتہ سالوں میں کافی تھی۔"

... ندی کی ... دراصل آج نے ... رکھا تھا کہ وہاں اس نام کی ایک ... محدود معلومات کا حامل تھا۔ جو ندی کی ... سے ... جھیل ... پہاڑ کی بلندی سے آ رہی تھی لہذا اس ندی کا منبع پہاڑ کی چوٹی پر چشمہ یا جھیل ہی ہے ... میں پیچھے میرا دوست اور میں ... راستہ کوئی نہ تھا لہذا ندی ... پتھر ... تھے۔ پہاڑ پر چھوٹی چھوٹی گھاس کی جھاڑیاں ... (بلند پہاڑوں ... بلندی کے بعد ... نہیں ہوتے)۔ ... عام پہاڑوں کی ڈھلوانوں کے برعکس چڑھائی ... نظر آتا تھا ... پتھر ... ندی کے کنارے ... بڑھتے چلے جا رہے تھے ... الارض ... پتھروں پر ... ہوتے آہستہ آہستہ ... چڑھائی ... (دوزخ) محسوس کر رہے تھے۔ میرا دوست آفتاب ... چند قدم چل کر سستانے بیٹھ جاتا ایسے معلوم ہوتا گویا اس مسافت ... پہاڑ کی چوٹی تک رسائی کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی میں نے آج سے پوچھا

"... کتنا اور چلنا ہے؟"

"... تھوڑا سا فاصلہ باقی رہ گیا ہے۔"

... میں ... آفتاب کی ... اور دل رکھنے کے لیے آج سے کافی ... پوچھ لیتا۔ ... مسافت طے کرنے کے بعد جس ندی کے کنارے ہم چل رہے تھے اس کے منبع پر پہنچ گئے۔ اس کا پانی پہاڑ میں ... تھا۔ یہی تو ندی کا منبع یہاں ہم ... بیٹھ گئے۔ ... پیا اور تھوڑی دیر سستانے لگے۔

... ہم ... رہے تھے ... فوقتاً اوپر سے ... کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ جیسے بھاری بھرکم پتھر یا برف کے تودے پانی میں گر رہے ہوں۔ چند ایک پتھر تو ہمارے ... لڑھکتے ہوئے پہاڑ کے دامن کی طرف نیچے جا رہے تھے۔ مجھے اس

Marfat.com

بات کا یقین ہو گیا کہ جھیل نزدیک ہی کہیں موجود ہے۔ تھوڑی مزید دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچے تو شیخ صاحب مجھے اپنے دوست پیٹرس آیا کہ وہ اپنے موبائل پر ... سے بات کر رہا تھا۔ مگر دیکھئے اس نے ہمت نہ ہاری۔ اب جو ہم نے دیکھا کہ وہ ... تو اس نے آواز دی "شیخ صاحب جی! Tulian Lake"۔ ہم اپنے راستے سے تھوڑا دائیں جانب چلے تو تھوڑی ہی چڑھائی کے بعد دیکھا دوسری طرف ڈھلوان تھی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ہمارے نیچے نیلے رنگ کی جھیل تھی جس کی سطح پر چند ایک برف کے ٹکڑے تیرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ جھیل کے ارد گرد کے پہاڑ بھی برف سے ڈھکے ہوئے اور برف کے تودے جھیل میں تیر رہے ہیں۔ ہم تھوڑی دیر پہاڑی کی چوٹی سے ... مگر کہ جھیل کے کنارے جا کر تھکن اتارنے، ستانے اور لطف اندوز ہونے بیٹھ گئے۔ ہمارے پاؤں کے نیچے جھیل کا پانی ... نیچے ڈھلوان میں ہوگا۔

جب ہم چڑھائی چڑھ رہے تھے تو جھیل پر پہنچنے کے بعد بھی ہماری سانسوں میں رکاوٹ تھی۔ ہم ... میں نے پڑھ رکھا تھا کہ اگر بلندی بہت زیادہ ہو تو ... کمی محسوس ہونے کی وجہ سے ایسی دشواری پیش آتی ہے۔ ... جھیل کی سطح پر ... جیسے پانی کی سطح پر برف کے بڑے بڑے ٹکڑے ... تھے اور ارد گرد کے پہاڑوں کی چوٹیوں نے ... بلندی ہوئی تھی۔ اب ہم ایک اونچے ... کے آخر میں ... برف کے تودوں والی چوٹیوں سے ... ان کے پانی میں جھلملاتا ہوا ... دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے کہ ہم نے راستے میں پتھر توڑتے دیکھے ... ان ... کی وجہ سے بڑے بڑے پتھر کھسک کر لڑھکتے ہوئے نیچے ... کی راہ لیتے ہیں ... سے ... راستہ ... کرتے ہیں۔

ہماری ... نے چڑھائی کی اور جھیل ... میں دشواری کا بھی سامنا تھا۔ ... ڈھلوان کا سفر تھا۔ اپنے خیمے تک پہنچنے میں ... ہی تھے ... Tulian Lake ... کی بلندی ... آفتاب ... اور سفید رنگ کی ... بلندی پر پہنچ ہوں؟"

"شیخ صاحب جی! ... بلندی سے کچھ تھوڑی اونچی ہے۔"

... snack bar ... پہنچے۔ آفتاب ... شیخ صاحب ... ایک ... (جس کا بھی ... میں ... ہے) ... Tulian Lake ... تک ... وہاں تک ... راستہ ... چڑھائی کی ... دشوار ... ہے۔ ... کی بلندی ... پر ... ہوں۔"

... Tulian Lake ... Tulian ... کا نام ... سے منسوب ... جھیل کا نام ... جھیل کی ... کرتا۔

راقم کو بخار

ایک دفعہ میں نے پہلگام میں tent نصب کر رکھا تھا جو شہر میں جنوب کی طرف سے داخل ہونے کے بعد شمال کی طرف ... 300 فٹ کی بلندی پر plateau پر تھا۔ ... tent ... کی جانب جنوب میں ... فٹ ... مشرق میں ایک بلند پہاڑ جس پر Tulian Lake واقع ہے۔ وہاں سے ... plateau ... کی ... سے ...

Marfat.com

طرف دائیں سے مشرقی کنارے پر ایک ندی میں شامل ہو جاتا۔ میرے خیمے کے نزدیک ایک ادھیڑ عمر کی بڑھیا اسی عمر کا شخص اور ایک نوجوان خوبصورت لڑکی رہائش پذیر تھے۔ ان کے رہن سہن سے مجھے یقین ہو جاتا کہ یہ ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ کوئی ملازم کی علیحدہ جھونپڑی نہ تھی۔ بڑھیا بازار سے خود ہی سودا سلف لے آتی اور خیمے کے باہر چشمے کے کنارے درختوں کے نیچے پتھروں پر کھانا تیار کرتی۔

اکثر راتوں کو ان کے خیمے میں لڑائی جھگڑے کی کرخت آوازیں سنتا۔ ایک ادھیڑ عمر کا ہندو جو شکل وصورت اور لباس سے پڑھا لکھا نظر آتا شراب کی بوتل ہاتھ میں پکڑے خیمے میں داخل ہو جاتا جبکہ بوڑھا اور بڑھیا کچھ دیر کے بعد خیمے سے باہر نکل کر ادھر ادھر ٹہلنے چلے جاتے یا قریب پتھروں پر ٹہلتے اور بیٹھ جایا کرتے۔ ان کے خیمے سے چند قدم کے فاصلے پر ایک اور ہندو خاندان کے بھی دو خیمے نصب تھے جس وقت نووارد خیمے میں چلا جاتا اسی طرح وہ نوجوان خوبصورت لڑکی کے ساتھ کوئی رات گئے تک رنگ رلیاں مناتے اور اس کے بعد وہ عیاش شرابی جھومتا جھومتا چلا جاتا۔

مجھے کئی دنوں سے بخار نے پریشان کیا ہوا تھا کبھی بخار اتر جاتا تو پھر اسی میں مبتلا ہو جاتا لہٰذا ایک صبح میں نے بازار میں ہی ایک snack bar کے 200 گز کے فاصلہ پر ایک ہندو ڈاکٹر کی دوکان دیکھی جو hobby کے طور پر homeopathic پریکٹس کرتے تھے۔ میں نے کئی دن سے علاج کروایا مگر افاقہ ہوتا نظر نہ آ رہا تھا۔

یہ ڈاکٹر کون تھے جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ آپ نے ایک دن مجھے کہا:

"ڈاکٹر صاحب کو نہیں جانتے وہ شرابی اس خیمے میں جاتا ہے وہ اسی کا ایک مشہور ڈاکٹر ہوتا اور لڑکی سے عشق ومحبت کی ... بہت پیتا تھا۔ وہ بہت شرابی ہوتا وہ ڈاکٹر صاحب جی کو پتا چلے یا تو شراب ... یہ بات اُن ... ہوتی۔ خدا معلوم (معصوم) لڑکی ورغلائی جاتی اس ڈاکٹر صاحب جی کا یہ صاحب جی ان سے ... پہلے ہوتی ... ڈاکٹر صاحب جی سے لڑکی کے متعلق مشورہ کرتی۔"

... ایک وقت مجھے ان سے پوچھنے کا موقع ملا وہ اپنے خیمے کے باہر چشمے کے کنارے شراب کی بوتل زمین پر رکھے ہاتھ میں ... Reader's Digest کے ... سفید رنگ کی نوادرات کی ہوئی کوٹ پتلون پہنے ہوئے تھے۔ ... انگریزی بولنے کا شوق رکھتے ہوئے تھے۔ یہ دور تھا ان دنوں میں لوگوں میں انگریزی بولنے کا ... انگریزی زبان میں بات کرنا باعث فخر سمجھتے اور میں اسلامیہ کالج لاہور سے پڑھا ہوا تھا ... انگریزی کے مشکل الفاظ استعمال کرنے میں پیش پیش تھا۔ سکول کے دنوں میں تو انگریزی کے بغیر بات نہیں کرتے تھے۔

"Good afternoon doctor" سے میں نے آغاز کیا تو وہ ورطۂ حیرت میں رہ گیا کہ ایک دبلا پتلا ... بیگ ... (ضمیمہ 46) اوپر سے منڈا ہوا (لنڈا کرائی ہوئی) ایک اجنبی سے نہایت پراعتماد لہجے میں ... خوش ہو کر ... اور مہذب انداز میں کرسی سے اٹھے۔ خود ایک قریبی پتھر پر بیٹھ کر اپنے پاؤں چشمے کے پانی میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"Gentleman have a seat . please"

کہنے لگے "Care for a drink ?"

"No doctor thanks. I am suffering from fever for last several days"

جب میں نے ان سے ... ہیں کہ آپ کون تھے ... پتہ نہ چلا کہ یہ ... انگریزی پوچھنے کے باوجود ... ان سے ... پتہ چلا کہ وہ کیونکہ انہوں نے ... شلوار قمیض اور سر پر دراوڑی ہوئی تھی)۔

انہوں نے مجھ سے میرے حالات کی پوچھ گچھ شروع کی۔ ... پیٹ میں درد، بخار کس وقت اور کب سر درد یا بخار سے ... دوا دی اور کہا مجھے روزانہ ملتے رہیں۔

Marfat.com

"Very dirty tongue, seems to be a case of typhoid."

ان دنوں میں آجکل جیسے antibiotics نہ ہوا کرتیں اس نے مجھے مشورہ دیا کہ تمہیں کسی ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے۔ ایک شناسا ڈاکٹر جو کوئی فیس وغیرہ نہیں لیگا اور ہسپتال کے اخراجات بھی نہیں دینا پڑیں گے۔ ویسے تو مجھے کوئی بھی شک تھا کہ مجھے ٹائیفائیڈ یا معیادی بخار کا عارضہ لاحق ہے۔ میں نے اسے فیس کے بارے میں پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"Not at all, it has been my pleasure to be of any service to a promising youngman like you."

میں اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے ساتھی کے ساتھ اپنے خیمہ میں پہنچا اور اسی وقت اسے تار کے ذریعے ایک تار (ریڈیو) فوراً بھیجنے کی اطلاع اپنے حالات سے متعلق ہدایات دیں۔

چند دنوں کے بعد مجھے جوابی تار ملا کہ پیر صاحب میری والدہ ماجدہ اور بھائی جان ... ایک دوست حکیم اللہ ... پہنچ جائیں گے فلاں دن اور وقت پہ وہ تمہارے پاس ہوں گے۔

''پتلی چمڑی'' (Thin-skinned)

بچپن سے ہی میری عادت ہے کہ میں قریباً دو ہفتوں میں ایک بار حجامت کے لئے ''حجام'' کو بلایا کرتا ہوں۔ ایک ... سفید ریش حجام جو کہ اپنا ... (ریٹائرڈ) ہو چکے تھے tents کے چکر لگایا کرتا اور ضرورت مندوں کی حجامت کرتا تھا۔ ویسے تو وہ ... روزمرہ چکر کا ... تین ہفتوں سے میں نے اس کی مخصوص آواز کی ... صاحب جب ہمارے tent کے قریب سے گزریں تو میری حجامت کروانے کی خواہش کا اظہار کرنا۔

ایک روز کوئی دس بجے دن کے وقت میں ... تاش ... ایک ... کرسی پر بیٹھا ... کام میں مشغول تھا کہ حجام صاحب آ گئے۔

''حضرت صاحب میری حجامت کر دیں'' میں نے ... کہا۔

''بہت اچھا۔ آپ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اس طرح حجامت نہیں ہوتی۔ آپ زمین پر بیٹھ جائیے''

میں کرسی سے اٹھ کر ایک ... پر بیٹھ گیا ... ایک ... ... کے پیچھے ... ایک ... رکھ دیا ... اس نے جب ... اور اپنے مخصوص ... سے ... میں ... ہاتھوں ... ... جانچ پڑتال ... جائزہ لیا اور اپنے ہاتھوں ... پر ... گرم پانی لینے گیا۔

''حضرت صاحب ... ؟'' میں نے احتیاطاً پوچھا۔

''ہاں جی! کیا بات کرتے ہو ... میری ... میں اپنے کام ... ... ہی موجود ہیں ... بیٹھے ہیں اور ... میں نے آپ ... ... کی ... ہے۔''

تھوڑی دیر میں ... گرم پانی لے آیا۔ حجام صاحب نے ... ... کی ... پیٹ ... دیا ... نہایت ... انداز میں کیا۔

''ہاں جی میں نے ... ... کے پیچھے تھوڑی ... ... ہیں۔''

اس نے ... ... خوب ... ... نہایت ... ... ایسا محسوس ہوا جیسے میری جلد ... ... نہایت ... ... انداز میں ... ... میں نے ... شدت سے ایک دو مرتبہ ''اف'' کیا۔

''ہاں جی ... ہو جانے کی کوئی بات نہیں۔''

Marfat.com

جب وہ میری کھوپڑی سے ماتھے تک پہنچا تو میں شیشے میں دیکھتا رہا ہوں کہ چند ایک خون کے قطرے گر رہے ہیں۔
”حجام صاحب یہ کیا؟ مجھے لہولہان کر رہے ہو“

”بابو جی میرا اس میں کیا قصور، آپ خود ہی ”پتلی چمڑی“ (thin-skinned) ہیں اور پھر بخار بھی اس کی وجہ ہے“

خیر جیسے ہی میری حجامت ختم ہوئی اور حجام صاحب کو تین آنے اجرت کے طور پر دیئے۔ دل میں کہا کہ یہ حجام ہے کہ قصاب۔ کئی ایک ہفتے بعد میرے سر کے زخم مندمل ہوئے۔

میں اپنی کمی بیشی کی بجائے ملیریا سے زیر علاج رہا تھا کہ اس دوران میری والدہ ماجدہ، چچا صاحب، چچی جی اور کریم اللہ پہلگام مشن سے واپس ... والدہ صاحبہ کو اس بات کی ... مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میں بیمار تھا تو مجھے معیاری بخار ہو گیا اور چچا صاحب نے میری والدہ کو ... ”خشوف مبارک“ تھی جس کا استعمال شروع کروا دیا تھا۔ 9 دنوں کے بعد میں روبصحت ہو گیا تھا۔ ”خشوف مبارک“ کے ہاتھ ... چند دنوں کے علاج معالجہ سے میرا بخار اتر گیا لیکن اب صرف نقاہت باقی تھی۔ پہلگام سے ہم دونوں نے ... 31 مئی پہلگام میں رہے۔ ایک روز صبح 9 بجے بس میں بیٹھ کر اسلام آباد (اننت ناگ) پہنچے۔

اسلام آباد (Anatnag, Anantnag)

اسلام آباد یا اننت ناگ Anatnag کہتے ہیں سرینگر کے علاوہ وادی کشمیر کا دوسرا بڑا شہر ہے جو کہ سرینگر سے ... میل کے فاصلے پر دریائے جہلم کے دائیں کنارے سے کوئی ایک میل پر ”Arpat“ دریا Hairbal ki Gali سے نکلتا ہے جو جنوب مغرب سے بہتا ہوا بائیں کنارے پر بہتا ہے اور دریائے ... شامل کرنے کے بعد اسلام آباد کے قریب دریائے جہلم میں آ کر گرتا ہے۔ ... Bring یا Brari Bal سے نکلتا اور دریائے Arpat سے اسلام آباد کے مغرب میں مل جاتا ہے۔ دریائے Sandran جو کہ Nand Marg سے نکلتا ہے اسلام آباد کے مغرب میں Bring اور Arpat سے مشترکہ ملتا ہے۔ ... Arpat, Bring اور Sandran دریاؤں کا ... جہلم ہے۔ دریائے لدر اور دریائے جہلم کے ... اسلام آباد ایک خوبصورت ہموار زمین سے مغرب کی طرف اور اس کے کنارے پر ایک چھوٹی پہاڑی جہاں سے شہر نظر آتا ہے ... سطح سمندر سے 5896 فٹ اور اسلام آباد کی سطح سے 356 فٹ بلند ہے۔ اس کے دامن سے اننت ناگ کا مشہور چشمہ ... Sulik Nag ایک چشمہ جس کا رنگ گندھک کی وجہ سے نیلگوں زرد ہے۔

یہاں ... چشمے ... اس چشمے کے اردگرد کی عمارت میں پہنچنے سے پہلے گندھک سے ... بعد میں گندھک ... اس چشمے کے اردگرد عمارت اور نہانے کی عمارت ... اس بات کی غمازی کرتے ہیں ... مغل شہنشاہوں ... دور دراز علاقہ سے نہانے کے لئے آتے ہیں۔ راقم نے بھی اپنا underwear پہن کر ... پانی عام درجہ حرارت سے گرم، پیلا (زرد) اور بھاپ نکلتی ہوئی ... شہر میں کوئی پندرہ کے قریب مساجد واقع ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد Rishi Malu کی ... شہنشاہ ... کشمیر پر پہلے حملہ آور ہونے کے وقت شکست ہوئی۔

اسلام آباد ... دریائے جہلم میں کشتی رانی شروع ہو جاتی ہے جہاں دریا کی روانی پرسکون ہے۔ دریائے جہلم سے کشتی میں ... اننت ناگ (اسلام آباد) چشمہ کی چار دیواری سے مغرب کی طرف بڑے شاندار چنار کے درخت ... ہیں اور کئی چھوٹی بارہ دریاں چشمے کے حوض کے کنارے پر بنی ہوئی ہیں۔ جن میں چشمہ کا پانی رواں دواں رہتا ہے۔ اننت ناگ کا چشمہ ایک ... پتھر کی تہہ (base) سے نکلتا ہے۔

1600 B C میں راجہ اشوک نے اننت ناگ کو اپنا دارالخلافہ قرار دیا اور تعمیر کرایا۔ راجہ نارا جو کہ اشوک کے بعد برسر اقتدار

Marfat.com

بادشاہ تھا۔ ایک دن حسب معمول دریائے جہلم میں نہانے کے لیے جا رہا تھا تو راستے میں اسے چند ایک برہمن ملے جنہوں نے فریاد کی اور اس سے التجا کی۔ راجہ نارا نے ان سے وعدہ کیا کہ جو چیز بھی آپ چاہیں گے مل جائے گی مگر یہ ہے کہ دریا میں نہانے تک انتظار کریں۔ نہانے کے دوران یہ عمر کرنے کے لیے برہمنوں نے کہا کہ دریا وہی اس کے قریب لے آئیں جس سے تالاب وہاں بن جائے۔ یہ منظور تھا کہ دریائے جہلم راجہ نارا کے قدموں میں جہاں وہ کھڑا تھا بہہ نکلا مگر راجہ نارا برہمنوں کی اس شرط سے متاثر نہ ہوا اور خود دریا سے باہر جا کر نہانے کی ضد کی جب وہ خود ہی کنارے دریا کی طرف جا رہا تھا تو برہمنوں نے اسے بددعا دی اور شیو دیوتا نے اسے ایک ناگ میں تبدیل کر دیا۔ اب بھی وہ یہیں کشمیر میں ناگ کی صورت میں نظر آتا ہے۔ جو اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے وہ برہمنوں کی خواہشات کا احترام کریں!

اس ڈھلوان پر جہاں سے چشمہ نکلتا ہے ایک مندر تعمیر کر دیا گیا۔ چشمہ کا پانی وافر مقدار میں بہتا ہوا ایک بڑے حوض میں جمع اور بعد میں دو چھوٹے چھوٹے ذخیروں سے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔ حوض میں trout (ضمیمہ 47) مچھلیاں بھی بہت ہیں جو مقدس خیال کی جاتی ہیں جن کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پانی کی سطح پر مچھلیوں کے سروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ جگہ مندر سے بڑے حوض کی طرف جاتی ہیں وہاں بہت سے لوگ عبادت کے لیے آتے ہیں۔ یہ مندر Arya بادشاہ کے زمانے میں تعمیر کیا گیا جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت حکمران تھا۔ Arya کا اس وقت نام Sahasra Lingam یا Thousand Lingam تھا۔

حاجی محی الدین کے مطابق اننت ناگ جو کشمیر کے دوسرے بادشاہ Kasa Lingam نے 3700 B C میں تعمیر کرایا تھا۔ پندرھویں صدی میں اننت ناگ کے نام کو اسلام آباد کے نام میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ Anti-Diluvian City سے منسوب ہے عقیدہ کا شہر یا City of Faith

راقم جب پہلی مرتبہ اسلام آباد میں تھا تو بڑے بڑے قدیم چنار کے درختوں کے سائے میں جا کر بیٹھتا تھا۔ پرانے تعمیر شدہ چبوتروں سے ایک گروہ کے پنڈت بیٹھے ہوئے پائے گئے اور ان کے سامنے بڑے بڑے رجسٹر تھے جن کی جلدیں (ضمیمہ 48) سرخ روائتی رنگ کے کپڑے کی ہوئی تھیں۔ ان پنڈتوں کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اگر گجرات، پنجاب، گجرات وغیرہ یا کسی دوسرے شہر سے یہاں آئے تو ان پنڈتوں میں سے کوئی ایک اس کو اپنے شہر کے کسی واقف کار کا نام بتا دیتا ہے جس نے کشمیر کا دورہ کیا ہو۔ وہ جب اسلام آباد میں چند منٹوں کے لیے کسی پنڈت سے ملتا ہو۔ پنڈت اپنی کئی صدیوں کی ورق گردانی کر کے اس کی دادا پردادا کا نسب تک بتا دیتے ہیں کیونکہ وہ اسلام آباد میں جہلم کے ساتھ ہر شخص کے وائف درج کرتے۔

ایک دفعہ 1944ء میں پہلگام جا رہا تھا کہ گزرتے ہوئے اسلام آباد میں کار کی سروس اور ٹھنڈے پانی کی خاطر رک گئے تو پنڈت بیٹھے ہیں انہیں اپنا نام بتایا جو یہاں سے آپ کی دوست ہیں یہ گجرات کے یہاں آئے ہوں کا نام اور پتہ بتا کر اس سے واقف ہوں۔ میں نے ان سے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک پنڈت کے پاس گیا۔ اپنا نام اور وطن ضلع گجرات کا پتہ بتایا تو پنڈت نے گجرات کے صفحے کی ورق گردانی کی اور پوچھا

"یہ گجرات پنجاب ہے یا گجرات کاٹھیاواڑ؟" اس پر میں نے جواب دیا "یہ گجرات پنجاب ہے۔" تو اس نے دوسرے ایک پنڈت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"وہ صاحب گجرات پنجاب کے لوگوں کی پوتھیاں رکھتے ہیں جو میرے پاس تو صرف کاٹھیاواڑ کے بارے میں ہیں۔ آپ ان سے رجوع کریں۔" میں اس پنڈت کے پاس جا پہنچا اور اپنے نانا صاحب کا نام پتہ بتایا تو پنڈت نے پوچھا کیا

"مشرقی محلہ والے وہیں تشریف لائے تھے؟"

میں نے اس پنڈت سے کہا "وہ جب کشمیر آئے اور یہیں اسلام آباد میں آئے بھی تھے یا نہیں مجھے معلوم نہیں ہے لیکن وہ کشمیر کی سیر و تفریح کے لیے گئے تھے۔ ہاں پنڈت صاحب وہی آئے ہوں گے اور ان کے بیٹے حکیم رشید احمد صاحب اور فضل دین احمد صاحب اپنے والد کی وفات کے بعد کئی بار کشمیر آئے اور وہ اپنے والد صاحب کی طرح یہاں سے راستے سے گزرتے تھے۔"

اس کے پاس پوتھیوں کے ذخیرے سے ہوتے تھے۔ اس نے چند ایک پوتھیوں کی ورق گردانی کی اور پھر اپنے بیٹے کو کہا کہ

Marfat.com

ہم نے پچھلی پوتھیاں الماری سے نکلوائیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ ڈھائی تین پوتھیاں جو نسبتاً نہایت بوسیدہ حالت میں تھیں، لے آئے۔ ان میں سے دو پوتھیوں میں کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں مگر تیسری پوتھی میں نصف نانا جان حافظ گلاب شاہ صاحب کا بیان ہے اور ان سے متعلق بھی اندراج مل گیا۔ میں نے نانا جان اور دیگر کے اندراج کی تاریخوں کو کاغذ پر محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد وہ کام ختم ہو گیا۔ میں نے خوش ہو کر پنڈت جی کی خدمت میں معقول عوضانہ پیش کیا اور یہی عوضانہ ان کا ذریعہ معاش ہے۔

میں نے اپنا نام بھی درج کرا دیا۔ (میرا اندراج 23 جون 1944 تھا)

پنڈت جی سے متعلق باتیں کرتے ہوئے مجھے ان پنڈت نے بتایا کہ یورپ کے ایک سیاح Bernier جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں، اورنگزیب کے عہد میں کشمیر میں تھا۔ اس نے سب سے پہلے پہاڑیوں میں ایک چشمہ دریافت کیا جو Mattan سے 3/2 میل کے فاصلے پر تھا۔ Mattan اسلام آباد سے تھوڑے فاصلے پر واقع ہے اور یہ چشمہ زمین میں جذب ہو گیا تھا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے کہ اس چشمہ کا پانی وادی کشمیر میں کس جگہ زمین سے نکلتا ہوگا، اس نے اپنے کئی آدمی مختلف چشموں پر بٹھا دیے اور ... Mattan کے چشمہ میں نمودار ہوئے۔

ہم نے پنڈت جی سے رخصت لی چونکہ واپسی پر سواریوں کا انتظار لازمی امر تھا۔ جب ہم بس سے اترے تو پنڈتوں کی تلاش میں ایک معمر پنڈت سے ملاقات ہوئی جس نے پوچھا ... بیٹوں نے اپنی شجرہ نسب کے ریکارڈ کا دھندا سنبھال لیا ہے۔ ایک جوان پنڈت نے چند ایک منٹ کے اندر میرا اندراج ڈھونڈ نکالا۔ ہم تمام نے اپنے نام درج کرائے ... مقدر میں ہو!

... ملاقات کے بعد ہماری بس چشمہ ویری ناگ کے لئے روانہ ہو گئی۔

پنڈت ... سے ملاقات ... یہ پتہ چلا کہ ہر خاندان کے شجرہ نسب وہ دو اڑھائی مقدس کتابوں پر محفوظ کرتے ... ایک "پنڈا" ہوا کرتا۔ پانڈوؤں کا پیشہ موروثی اور باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتا ... جب کسی کی وفات ہوتی ... خاندان میں سے کوئی ... ہوا کرتا ... میں ... خاندان جو پنجاب میں تھا کا پورا ریکارڈ رکھا جاتا ... پیدائش، وفات، شادی اور خاندان کی ... متعلق دوسرے اہم واقعات وہ پنڈا درج کر دیتا۔

جب ... گجرات کا ... ایک پنڈا ... خاندان کا شجرہ ... والد، چچاؤں اور بڑے بھائیوں سے مل چکا تھا۔ جب ان میں سے کوئی ... پنڈا ... کچھ رقم مل جاتی۔ ان پنڈوؤں کا تجارتی سرمایہ ... زبانی یاد ... پنڈوؤں کے بزرگوں کی طرح بچپن ہی سے ان کی تربیت کی جاتی ... ان کا حافظہ ... تیز ہو جاتا۔

... جہاں مہابھارت کی جنگ ہوئی تھی اور کشمیر میں Mattan کے مقام پر بھی ان کے ... Mattan ایک پرانا قصبہ ضلع اننت ناگ کے شمال مشرق کی طرف واقع ہے ... Mattan یا Bawan کہلاتا ہے ... پانڈوؤں یا پنڈتوں کا ذکر راقم ... کر چکا ہے وہ اننت ناگ میں ... Mattan میں ہوں اور ... اننت ناگ ... منتقل ہو گئے ہوں۔

... 1928 میں ... 18 سال کی عمر میں ... جہاں ان کے والد ... انجینئر تھے۔ انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل ... کراچی سے کوئی بحری جہاز سیدھا انگلینڈ نہ جایا کرتا بلکہ مسافر ڈاک بردار ... (موجودہ ممبئی) سے انگلینڈ چلے جاتے ... اس سال میں پہلا پنجابی انگلینڈ سے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کی ڈگری حاصل

Marfat.com

کر کے واپس لوٹا لہذا اندرن نے بھی یہیں تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ لندن میں ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ یہیں واپس لوٹا جہاں اس کا چھوٹا بھائی رہا کرتا تھا۔ اس کا بڑا بھائی بھارت میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ جون 1947 میں جب کشمیر کا ... ہوا تو اندرن خاندان اپنی حویلی جہاں سے دوست تھے اور چند ایک مسلح افراد ایک فوجی ٹرک میں بیٹھ کر ہندوستان کی جانب ... میں شریک ہو گئے۔ یہ بات سراسر غلط ہے کہ اندرن تقسیم ہند کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی دھمکیوں کی تاب نہ لا کر ہندوستان روانہ ہو گیا۔

چشمہ ویری ناگ یا ورناگ (Vernag)

یہ مشہور چشمہ اور اسی نام کا گاؤں ایک پہاڑ کے دامن سے نکلتے ہوئے چشمے کے مغربی کنارے پر ... وادی کے جنوب میں واقع ہے۔ ... اس کا فاصلہ ... میل اور اسلام آباد سے جنوب مشرق میں ... اس رقبے میں وادی کشمیر کی درمیانی ... اس حد تک اونچی ہے۔ یہاں سے تمام کشمیری وادی کا منظر ... دریائے جہلم سے ... Wular جھیل سے اس پار تک ... پہاڑیوں کی حد نظر آتی ہے۔ ... یہ چشمہ ایک ... بہشت جیسی ... اور پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ یہ دریائے جہلم کے منبع میں ... جہانگیر بادشاہ اپنی کتاب "تزک جہانگیری" (ضمیمہ 49) میں یوں رقمطراز ہے: "دریائے Bhat (جہلم) کا منبع ... چشمہ ہے جو Tir Nag کہلاتا ہے جس کو ہندوستانی زبان میں سانپ کو کہا جاتا ہے۔ شاید یہاں کثیر تعداد میں سانپ پائے جاتے ہوں۔ ... شہنشاہ ... اپنی زندگی میں ... اس چشمے پر دو دفعہ آیا ہوں۔ کشمیر شہر سے ... میں ... پر واقع اور بہشت جیسا ... وادی میں ... ہیں۔"

یہ پانی کا ذخیرہ ... وسعت میں ... فٹ ... اطراف میں ... شہنشاہ جہانگیر نے 1619 and 1632 A D کے دوران ... فارسی زبان ... چشمے ... ہیں۔ ... Vigne کے مطابق چشمے میں ... "یہ چشمہ جنت کے چشموں سے ... اور اس کی اندرونی دیوار پر ... جہانگیر ... تک ..."

اس تاریخ ... یہ یوں ہے۔ "Palace of the fountain of Vernag" (...)
... 1029 A H کی تاریخ ... Vernag ... 1029 ... اس کا ... 130 ... (alcoves) ... ایک 12 فٹ چوڑی ... کی عمارت کی بنیادیں ... slabs ... pavilion ...

چشمے کا پانی بہت ... اس میں ... کا ایک ... پانی کی ... (تزک جہانگیری صفحہ 96)۔ ... چشمے کا پانی ... چاروں اطراف پتھر نصب ... ایک محراب میں ... نیچے ... یہ پانی ... کا ... فٹ چوڑا ... بنیادیں ... ہیں

Marfat.com

کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان پر سلطان و نور جہاں بیٹھے ہوں گے بنے ہوئے تھے۔ اس راہداری سے نکلنے کے بعد پانی دو ندیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک ندی زمین سے نیچے سے ہو کر دو جگہوں پر فواروں کی طرح سر اٹھاتی اور پھر دوسری ندی سے مل جاتی ہے۔ اس طرح ایک چشمہ کے ندی کی پوری شکل اختیار کر لیتی ہے جو بالآخر دریائے Sandran میں گرتی۔ چشمہ ورناگ کا پانی پینے سے پیاس بجھتی ہیں۔

ورناگ کے چشمہ پر ہندو بھی جاتے تھے۔ یہ کشمیر کا پرانا قدیم نام ہے۔ یہ نام جب ملکہ نور جہاں نے اپنا محل تعمیر کیا اس کے بعد سے پڑا۔ مجھے چشمہ ورناگ دیکھنے کا دو دفعہ اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ شیخ احمد دین صاحب کے ساتھ اور دوسری دفعہ جب میں پیدل یاتری کے ساتھ جاتے ہوئے گئے تھے۔ ہشت پہلو چشمہ کی راہداری کے جانب شمال ایک مندر جس میں ہندوؤں کا Shivling, Lingam رکھا ہوا تھا۔ وہاں ایک بچاری سے میں نے اس چشمہ کی وجہ تسمیہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جہانگیر سے پہلے یہ چشمہ ایک دلدلی علاقہ میں چھپا ہوا تھا اور شہنشاہ جہانگیر نے اسے موجودہ ہشت پہلو شکل دی۔ شہنشاہ جہانگیر کی وفات کے بعد تک جہانگیر کی بیگم نور جہاں نے اس کا کام مکمل کرایا۔

مجھے کشمیر کی سیاحت سب سے زیادہ پسند تھی اور صرف کشمیر کے پاس رہ جانے کا میں سوچتا رہتا تھا۔ میں نے پہلے اس چشمے کے بارے میں یہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔

چشمہ ورناگ سے تقریباً سات میل اس کی راہداری کے باہر ایک طرف سے جو پتھر کا ایک ٹکڑا اس طرف جاتی ہے۔ یہ تمام پانی ساتھ کی بستی سے ہو کر گزرتے ہیں۔ یہ علاقے "ورناگ" اور "کوکرناگ" وغیرہ کے علاقہ جات بھی متصل ہیں۔

ہم تینوں یعنی میں، والد صاحب، چچا صاحب اور کریم اللہ جس کے ذریعہ اسلام آباد سے ہوتے ہوئے چشمہ ورناگ پہنچے۔ چشمہ سے تھوڑی دور جانب مغرب چند ایک مکانات واقع تھے جہاں ہم نے ایک مکان کرایہ پر حاصل کر لیا۔ اس مکان میں دو کمرے تھے اور ایک بیٹھک جس میں صرف ایک چارپائی بچھائی جا سکتی اور جن میں جہاں پتھروں کے دو چولہوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس کا کرایہ صرف 67 روپے۔

پہلی رات میرے والد صاحب اور میں ایک کمرے میں، دوسرے میں میرے ماموں زاد چچا اور فیملی دوست کریم اللہ صاحب اور چچا صاحب نے بیٹھک میں چارپائی رات بسر کرنے کے لئے بچھائی۔ جوں جوں رات بھیگتی گئی جنگل کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور ہم نے اس رات کمرے میں سونا بہتر سمجھا لہٰذا ہم کمل حالت میں ہی ہم تمام لوگ چارپائیاں اٹھا کے باہر چناروں کے نیچے لے آئے۔ چونکہ میں ہمیشہ سے کھلے میں سونے کا عادی ہوں اس لئے میں نے چارپائی تھوڑے فاصلے پر بچھائی مگر تھوڑی دیر میں مالک مکان ہمارے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا "صاحب جی آپ بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ درختوں کے نیچے نہیں سوئیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ علاقہ بھالوؤں کا علاقہ ہے۔ ایک سیاح کئی لوگوں سے تنگ آ گیا اور باہر سو گیا مگر ایک ریچھ حملہ کر کے اس کی گردن چبا گیا اور لے گیا۔ دوسری بات یہ کہ جب پانی اور نمک کے ساتھ ریچھ سے بیچنے والی ریچھ بچارے سیاح کو زمین پر گھسیٹ کر لے گیا۔ ریچھ کو مارنا مشکل ہوتا ہے۔ بچارے سیاح بہت زخمی ہوئی اور تھوڑی دیر میں مر جاتی۔"

چچا صاحب اور کریم اللہ ہنستے ہوئے کہنے لگے "ہمیں ریچھ سے مرنا منظور ہے مگر جنگل کے مچھروں سے سخت گرمی میں نہیں رہ سکتے اب تو ہم چارپائیاں اندر نہیں لے جا سکتے۔"

اس پر مالک مکان نے پاس اور کوئی چارہ نہ رہا تو تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا "صاحب جی! میں آپ کو لکڑیاں لا کر دیتا ہوں مگر پہلے بتا دیتا ہوں کہ تو لکڑیاں جلا کر سوئی۔ ریچھ آگ سے اور دھوئیں سے بھاگتا ہے مگر لکڑیوں کی قیمت آپ کو دینا پڑے گی۔"

کریم اللہ غصے میں کہنے لگا "چل اپنا کام کر۔ یہاں سے پیسے لینے بیٹھا آیا ہے۔ یہ لکڑیاں میں تمہارے منہ پر ماروں گا۔"

چچا صاحب نے اس نا روا طرز عمل پر کریم اللہ کی سرزنش کی اور تین روپے لکڑیوں کا عوضانہ مالک مکان کو دیے۔ حالانکہ جو لکڑیاں ہم نے اس رات جلائیں ان کی قیمت سے کہیں زیادہ عوضانہ تھا۔

عید قریب آ رہی تھی اور پھر سرینگر میں بھی کوئی ایک ہفتہ قیام کرنا مقصود تھا۔ جوں جوں عید قریب آتی جا رہی تھی۔ کشمیر

Marfat.com

[illegible] seats [illegible] 22 [illegible]

سری نگر، Drogjun کے قریب رہائش

[illegible] portions [illegible] Drogjun sluice-gate [illegible] flood-gate [illegible]

flood-gate [illegible] flood-gate [illegible]

[illegible] holdalls [illegible] flood-gate [illegible] shuttlecock [illegible]

[illegible] railing [illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] toilet [illegible]

[illegible]

[illegible]

Gagribal [illegible] Gagribal [illegible] poplar [illegible] Drogjun [illegible] Gagribal [illegible] Gagribal [illegible] shade [illegible]

[illegible] "Secundus Westend" [illegible] 8 45 [illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible] Passing Show [illegible]

[illegible] heart attack [illegible] 15 [illegible] 1989 [illegible]

[illegible] encourage [illegible]

[illegible] Drogjun [illegible]

[illegible] bookshelves [illegible]

[illegible] Bij-Behara [illegible]

[illegible] Bij-Behara [illegible] (50 [illegible])

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

(nickname)

[illegible]

Marfat.com

[illegible] Drogjun [illegible]

[illegible]

[illegible] rhythm [illegible]

[illegible]

[illegible] Aunt [illegible]

[illegible] Aunt [illegible]

[illegible] Aunt [illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

ابھی گفتگو ہو رہی تھی کہ جب کسی پر مشکل آن پڑتی یا کوئی شخص بیمار ہو جاتا ہے تو یہ اللہ کی طرف سے امتحان ہے [illegible]
تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں امتحان لیتا ہے اللہ تو محبت اور پیار [illegible] انعام ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے [illegible] میں تخلیق کیا [illegible]
تکالیف ہمارے خود ساختہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ہمیشہ فضل و کرم اور رحمت ہے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا امتحان ضرور لیتا ہے
جب حق و باطل کی جنگ ہو اور اسلام کی وحدانیت پر کوئی حرف آئے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

جب حق و باطل میں جنگ کا وقت آتا ہے تو قربانی دینے والے اپنے خون سے یہ باب رقم کرتے ہیں۔

[illegible] آفتاب [illegible] رنگین ہے
[illegible] شہادت [illegible] خون سے [illegible] ہے

مسجد حضرت بل (حضرت رسول پاک ﷺ کا بال) یہ مسجد جھیل ڈل کے کنارے [illegible] باغ [illegible] نشاط [illegible] 1634 A.D / 1044 A.H میں ایک بزرگ سید عبداللہ کی کوشش سے موئے مبارک ﷺ ہندوستان لائے [illegible] [illegible] بعد [illegible] مسجد [illegible] حضرت بل [illegible] [illegible] بعد نماز جمعہ [illegible] موئے مبارک کا دیدار [illegible]

[illegible] وقت [illegible] تعداد میں مسلمان [illegible] حضور ﷺ [illegible] صورت [illegible] موئے مبارک [illegible] زیارت [illegible] [illegible] خوش [illegible] کرتے ہیں [illegible] ایک [illegible] تعداد [illegible] [illegible] [illegible]

حضرت بل کی مسجد [illegible] [illegible] حضرت بل [illegible] موئے مبارک کی زیارت [illegible] [illegible] شامل ہوتے ہیں۔

جب [illegible] حضرت بل میں نماز جمعہ [illegible] [illegible] خطیب [illegible] ہے۔

سرینگر سے براستہ بانہال، جموں اور گجرات روانگی

[illegible] سات بجے [illegible] (ضمیمہ 50 A) [illegible] سرینگر [illegible] [illegible] اطراف [illegible] نہیں ہیں۔

Marfat.com

[illegible] Aunti [illegible] holdalls [illegible]

[illegible] 8 [illegible] 18 [illegible]

[illegible] 73 [illegible] 2500 [illegible] (2832) [illegible] 9290 [illegible]

[illegible] friction [illegible] Mohu [illegible] 6 [illegible] Wumu [illegible]

[illegible] (5) [illegible]

[illegible] TB [illegible] 120 [illegible] 20 [illegible] (52) [illegible] Santorum [illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] 30 میل (48 کلومیٹر) [illegible] 27 میل (42 کلومیٹر) [illegible]

[illegible] mainline [illegible] 9 میل (14 کلومیٹر) [illegible]

[illegible]

شاہی چشمہ

[illegible] Drogjun [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] teens [illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible]

Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible]

[illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible]

[illegible] (hooks) [illegible] terminus [illegible]

[illegible] high tensions [illegible]

Marfat.com

[illegible] category [illegible]
[illegible] square [illegible]
[illegible]
[illegible] level [illegible] steps [illegible]
[illegible] (cane) [illegible] square [illegible]
[illegible]
"Hooks" [illegible] hooks [illegible]
[illegible] benches [illegible]
[illegible] benches [illegible] material [illegible]
[illegible] steps [illegible] benches [illegible] cover [illegible] center [illegible]

[illegible] bench [illegible]
[illegible] bench [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] necklace [illegible]
[illegible] necklace [illegible]
[illegible]

[illegible]

Marfat.com

خاتون نے ان سے پوچھا "آپ لوگ یہاں کیا پڑھ رہے ہیں؟"

"شاطر [illegible] کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے" یوسف کی ماں نے جواب دیا "اور کوئی ایک مہینہ [illegible] رہا ہے۔"

پھر وہ خاتون مجھ سے مخاطب ہوئیں "کیا آپ بھی ان کے ساتھ ہیں؟"

"نہیں جی! میں ان کے ساتھ نہیں، میں گجرات کا رہنے والا ہوں۔"

"میں ایک خاندان کو جانتی ہوں جن کا گجرات میں textile کا کاروبار ہے اور وہ [illegible] Bombay [illegible] ملاقات کرنے آئے ہیں۔" اس خاتون نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

مجھ میں [illegible] میں نے ہنستے ہوئے [illegible] سے جواب دیا۔

"نہیں جی! میں گجرات پنجاب کا رہنے والا ہوں، گجرات کاٹھیاواڑ [illegible] ہوتے ہیں۔"

"Good boy good knowledge of geography." exclaimed the young lady "you are quite promising for your age. keep it up You are going to be a great man in your life."

جب وہ انگلش میں مخاطب ہوئی تو مجھے اندر ہی اندر انگلش بولنے کی خواہش تڑپ گئی۔ میں نے [illegible] سے اپنی انگریزی پر ناز کرتے ہوئے جواب دیا۔

"Thank you I do not think I will be a great man I am very poor in mathematics and physics. but my knowledge of English is 'good.' Allama Inayatullah Khan al-Mashrqi is a great man. a famous mathematician."

[illegible] اس بات سے [illegible] تذکرہ کر کے انہیں پریشان سا کر دیا۔

"Never mind you are going to be a great man."

جوان خاتون نے یہ [illegible] کہتے ہوئے [illegible] اس کے بعد اس جوان خاتون نے [illegible] سے پوچھا

"اگر آپ چاہیں تو [illegible] کے قریب [illegible] بیٹھ کر [illegible] میں [illegible] ہیں۔" [illegible]

بڑی خوشی سے [illegible] تو یوسف نے [illegible] انداز میں [illegible] جواب دیا

"میں تو [illegible] کے [illegible] ہوں گا۔"

اس پر جوان خاتون نے اپنی [illegible] زبان میں [illegible] "ہاں" [illegible]

"کیا تم [illegible] ہو؟" وہ جوان خاتون مجھ سے مخاطب ہوئی۔

"[illegible] صاحب [illegible] شیخ" اس نے [illegible] جواب [illegible] خاتون نے [illegible]

"شیخ عبداللہ"

"نہیں جی! شیخ عبداللہ [illegible] یہ [illegible] ایک دوست شیخ احمد [illegible] قریب رہا کرتے ہیں۔" میں نے [illegible] کیا [illegible]

کیا [illegible] ہمارے [illegible] میں [illegible] انہوں نے [illegible] شفقت آمیز [illegible] رہائش کی ترغیب دی۔

"یہ [illegible] نے مجھے [illegible] سے ہدایت فرمائی ہے کہ میں [illegible] شیخ صاحب کی اجازت کے بغیر [illegible]

Marfat.com

[illegible] 475 روپے [illegible] ادا کر دیئے۔ میں نے نہایت تشکرانہ انداز میں جواب دیا [illegible] وقت چھوڑ سکتے ہیں۔" جوان خاتون نے پذیرائی کے انداز میں کہا۔

"میں آپ کا شکریہ [illegible] کرتے ہوئے آیا تھا اور اب اسی طرح واپس جاؤں گا۔"

"[illegible] نہیں [illegible]" اس جوان خاتون نے ذرا [illegible] انداز میں کہا۔

[illegible] خاندان میں سے تھے [illegible] Bombay [illegible] Bomray [illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible] fold [illegible] شاہانہ انداز میں [illegible] Tum Tum [illegible] 500 [illegible]

[illegible] Tum Tum [illegible] Tum Tum [illegible] شیخ صاحب [illegible]

"[illegible] ایک مسلمان [illegible]"

شیخ صاحب [illegible] چوہدری [illegible] صاحب [illegible] ہیں۔

Sport's car دریائے جہلم میں

[illegible] راولپنڈی [illegible] Upper class [illegible]

[illegible] Sport's car [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] retrovisor [illegible] windscreen [illegible]

[illegible]

[illegible] Upper class [illegible]

[illegible] whistle [illegible]

[illegible] whistle [illegible]

[illegible]

[illegible] whistle [illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

نے افسوس سے کہا، "لگتا ہے انہیں وہم ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں مسلمان یہاں ہندو کیوں نہیں ہو سکتے۔"

یہ سردار صاحب کی کوئی اپنی ہی logic تھی۔ چونکہ میری سیٹ بائیں جانب اور کھڑکی دریا کی جانب تھی اس لئے باہر کی ہر بات پہلے میں ہی دیکھتا جا رہا تھا۔ اچانک میری نگاہ تھوڑی دور ٹوٹی ہوئی embankment پر ٹھہری اور قریب ہی پتھر ... ہوئے ... پر ... میں نے فوراً کہا، "سردار جی!"

"مندر آپ نے کدھر دیکھ لیا ہے۔"

سردار جی نے اس ٹوٹی ہوئی embankment کے سامنے گاڑی روکی اور تمام مسافروں سے نیچے اتر کر دریا کی طرف نیچے دیکھنے کو کہا۔ دریا کی سطح سڑک سے بمشکل نظر آ رہی تھی ... ہر ... میں ... پانی تھا ... ہوئے ... تھے سوائے اس کے کہ embankment کے ... میں ... جیسے ... ہوئے پتھروں سے بنی ہوئی تھی۔

ایک نوجوان مسافر اور سردار جی دونوں ... طرف تھوڑا نیچے اترے۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز ... دونوں نے کہا "پانی کی سطح پر تھوڑا سا تیل نظر آیا اور ایک بوتل بھی بہتی ہوئی دکھائی دی ہے۔"

سردار جی واپس آ کر گہری سوچ میں گم ہو گئے تھے چونکہ شراب کی بوتل میں ہوا تھی ... سب ... بوتل ... کی ... مسافروں کے دل پر اس واقعہ کا اثر ہوا۔ سردار جی بہت ... نظر آ رہے تھے۔ ... شراب کی ... آدمی بوتل سیٹ کے نیچے سے نکال اور دائیں جانب پہاڑ کے ساتھ پورے زور ... انداز میں ... ہوئے ... کہنے لگے، "آپ نے فیصلہ کر لیا ہے (شراب نہ پینے کا) ... ہو ... کے ... "

تمام مسافر گاڑی میں سوار ہو چکے تو سردار جی نے کہا، "اوئے (ایک ...) ... سواریاں ... ہیں۔"

ایک نے منہ سے سیٹی بجائی اور سردار جی نے گاڑی چلاتے ہوئے کہا،

"آپ لوگ ... ڈالے ہیں۔ پر ... سواریاں کی ... ہو ..."

... شام ... بجے کے قریب ہم سری نگر ... پہنچے۔ ... صرف ... پہنچ ... روانہ ہوئے۔ ٹیکسی نے میرا holdall ... کی چھت کے اوپر ... ٹیکسی پر مسافر ... ان ... چھت ... سے نیچے پھینک رہا تھا۔ میں نے اپنا travel bag تھامے ... پر ... تھا ... ہاتھ میں ... تھا ... نواب دین صاحب سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے ... مجھے ... پہچان ... کے ذریعے روزی کماتے ہیں۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نہایت اشتیاق سے پوچھا "... پہنچ گئے ..."

"... ہوٹل کے مالک شیخ صاحب ... ساتھ ... سری نگر ... تعلق ..."

نواب دین صاحب نے کہا، "دونوں سے بڑھ کر شیخ صاحب (غلام نبی صاحب ...) ... ہیں ... صاحب بھی اسی ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چند روز ... ہیں ..."

... شیخ صاحب تو T B کے مریض ... بلندی پر ... ہیں ...

نواب دین صاحب نے ... ایک ... سے ... مجھے ... پہلی ... ہوئی تھی ... ایک مسلمان ... صلی اللہ علیہ وسلم ... تھے۔ چند ایک ... اور ... ساتھ ... ہندو وقت ... ہوتے ہیں۔

نواب دین صاحب نے ... میرا holdall ... ہوٹل ... (ہوٹل ... ہوا تھا) ہوٹل پہنچے۔ جہاں شیخ صاحب مجھے نہایت گرمجوشی اور تپاک سے ملے اور ...

"خوب اتفاق ہے ... ایک ... houseboat ...

یہ سب کچھ تو سن کر ایک اور گھر بھی خالی ہونے والے ہیں اور وہ لوگ تحصیل کولی ناگ کی طرف جا رہے ہیں۔"

"شیخ صاحب وہ تو تراگی ہیں اور میں انہیں بخوبی جانتا ہوں۔ کیا وہ ابھی اپنے گھر میں ہی موجود ہیں؟"

"نہیں وہ ابھی کل ہی طرف گئے تھے۔ آتے ہی ہوں گے" شیخ صاحب نے بتایا۔

"شیخ صاحب اگر گھر خالی نہ ہوتا تو پھر؟"

"پھر اسے میں اپنے پاس ہی ٹھہرا لیتا۔"

"مہربانی شیخ صاحب۔"

وہ میرے نہ رشتے دار تھے۔ نہ کوئی رشتہ داری تھی نہ کوئی ایسی گہری دوستی تھی۔ صرف تین دفعہ پہلے میں ان کے ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ یہ آخری دفعہ بھی ایسے ہی ملاقات ہو گئی۔ جب سے میں واپس پاکستان لوٹ کر گیا ہوں تو ہمیں ایسی بے لوث شفقت اور محبت نصیب نہیں ہوئی۔

غلام نبی صاحب تو واپس چلے گئے البتہ شیخ صاحب نے بالائی منزل پر پچھلی طرف سے دوسرے کمرے میں اپنے ملازم سے میرا سامان اٹھوا کر رکھ دیا۔ کمرے میں تین چارپائیاں تھیں میں نے اپنا سامان کھولا ایک بستر جو مجھے گرم ملبوس والا محسوس ہوا وہ کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیا اپنے holddall سے تلائی ایک تکیہ اور دو چادریں نکال کر بستر پر رکھ دیئے۔ ملازم ابھی گیا ہی تھا کہ دروازے پر دستک محسوس کرتے ہوئے دروازہ کھولا تو بشیر صاحب اور خان صاحب کھڑے تھے۔ میں نے انہیں اندر آنے کی ترغیب دی۔ وہ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ خان صاحب تو میرے ساتھ ہی پاؤں لٹکا کر بستر پر بیٹھ گئے اور بشیر صاحب سامنے کی چارپائی پر۔ انہوں نے مجھے اپنے پروگرام سے متعلق آگاہ کیا تو میں نے کہا

"ٹھیک ہے کل ناشتے کے بعد کوئی جلدی کی پروا نہیں ہے۔"

"آپ یہی بات ٹھیک کہتے ہیں" بشیر صاحب نے جواب دیا۔

میں نے ان کی اس میں ہاں میں ہاں ملائی۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ لوگ اپنے کمرے میں چلے گئے اور دوسرے دن صبح ناشتہ پر ملنا طے ہوا۔ رات کو میں کافی دیر تک سوچتا رہا کہ کل صبح کے وقت چند ایک حملوں نے میری نیند اڑا دی۔ یہاں رات کے وقت سردی اور پریشانی رہی۔ یہ شاید کسی قسم کا تعلق ہے چارپائی کی چولوں میں دن کے وقت کھٹمل چھپے رہتے ہیں اور رات کو خون چوسنے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ صبح جب میں سو کر اٹھا تو عادی ہوں ان کا نے جھاڑا تو سورج کی کرنیں دروازے پر پہنچ چکی تھیں۔ کوئی نو بجے کے قریب وہ لوگ ناشتہ سے فارغ ہو گئے جبکہ میں نے ناشتہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ جب یوں ہی بیٹھے تھے تو میں نے ہوٹل میں ناشتہ کیا۔ ہوٹل کا دروازہ جانب شمال سڑک پر کھلتا وہاں سے ہم تینوں ہوٹل کے سامنے سے نکلے اور سڑک کو جو کسی پل پر آ گئے جو سیدھی میدان کی طرف جاتی ہے اور vehicles کی بھی سرینگر میں داخل ہوتی یہی سڑک ہے۔

پل پر سے ہو کر دریائے جہلم جنوب سے شمال کی جانب بہہ رہا تھا جس میں کئی قسم کی کشتیاں نظر آئیں جن کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

کشمیری کشتیاں

کشمیر کے دریاؤں اور جھیلوں میں جو کشتیاں استعمال ہوتی ہیں ان کی کئی قسمیں ہیں لیکن تمام deodar کی لکڑی سے اور اکثر سرینگر میں تیار کی جاتی ہیں۔ ان کشتیوں کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

Bhats یہ سب سے بڑی کشتیاں ہوتی ہیں جو کہ صرف غلہ اور سوداگری وغیرہ کا سامان ادھر ادھر کرنے کیلئے استعمال ہوتی ہیں۔ ان میں سے چند کشتیوں کا سائز بہت بڑا اور draught اتنا زیادہ کہ سال میں کوئی چار مہینے جب دریاؤں اور جھیلوں میں اتنا پانی نہیں ہوتا تو یہ

Marfat.com

کشتیاں استعمال میں نہیں لائی جا سکتیں۔ ان کا چھت ... وغیرہ کا ... درمیان میں پیچھے کی جانب ہوتا ہے۔

Dungas: مسافروں کے روزمرہ استعمال کی کشتیاں جن کا فرش ہموار اور عام طور پر 15 فٹ لمبی، 6 فٹ چوڑی اور ... فٹ گہری جس کے اوپر آدھے سے زیادہ چٹائی کی چھت ہوتی ہے۔ یہ چٹائی کی چھت ساڑھے پانچ فٹ اونچی ہوتی ہے اطراف میں ... جن کو اپنی مرضی کے مطابق نیچے کھینچا جا سکتا ہے تاکہ پردہ ... دھوپ یا بارش سے بچا جا سکے۔
عام طور پر چار ماجھی (مانجھی) کشتی بان جن میں عورتیں اور مرد بھی شامل ہوتے ہیں جو اپنے خاندان کے ساتھ کشتی کے پچھلے حصے میں رہتے ہیں۔ دریا کے بہاؤ کی طرف جاتے ہوئے ... سے چپو چلاتے ہیں ... کے خلاف کنارے پر رسی کی مدد سے اسے کھینچ کر چلاتے ہیں۔ مجھے اس کے کرایہ کے متعلق ... نہیں ... معلوم ہے کہ اس صدی کے شروع کی دہائیوں میں 18 روپے ... ایک مہینے کے charges وصول کرتے ... کے مطابق کرایہ طے کر لیا جاتا۔ 1946ء کے موسم گرما میں جب میں کشمیر میں تھا تو ان کا کرایہ ایک مہینے کا -/250 روپے سے 400 روپے تک تھا۔

Khuch: بہت بڑی کشتی اور اس پر کوئی چھت وغیرہ نہیں ہوتا۔ یہ سامان کی نقل و حرکت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

Larilao: یہ حکومت کی barge جس میں ماجھی کشتی کے آگے اور پچھلے حصے میں بیٹھتے ہیں۔ درمیان کا حصہ ... سے ڈھکا ہوتا ہے تاکہ مسافر بیٹھ سکیں۔ اگرچہ کشمیر میں بادبانوں والی کشتیاں نہیں ہوتیں مگر میں نے ... water-skating کرتے دیکھا ہے۔

Houseboats: یہ ایک قسم کے دو یا تین منزلہ luxury کشتی ہوتے ہیں ... یہ بہت بڑے ہوتے ہیں ... چھوٹی کشتیوں کی مدد سے ... tugs کی مدد سے ... مختلف مقامات پر لے جاتے ہیں ... استعمال کیا جاتا ہے۔

شکارا (Wherry): یہ کشتی ... کی ہوتی ہے جیسے Dunga۔ عام طور پر 32 فٹ لمبی ... ایک فٹ ... گہری ہوتی ہے ... استعمال کی جاتی ہے ... ہوتے ہیں ... چلاتے ہیں ... (trip) کے مطابق کیا جاتا ہے۔ یہ luxury ... کشتیاں ہیں ... مختلف ... ایک ... حصہ میں بیٹھے ہیں جن کے اوپر کوئی چھت وغیرہ نہیں ہوتی ... چھت ... ہوتا اور اس کے ... اطراف میں پردے لگے ہوتے ہیں۔
وہ حصہ جہاں ماجھی اور اس کے ... بیٹھتے ہیں ... کشتی کی چھت تک ایک پردے ... ہوتی ہے ... پچھلے حصے ... نہیں ... ہے۔
عام طور پر ... ماجھی ... ایک ... (ماجھی) ... کشتی کی رفتار میں اسی تناسب سے تیزی ... ہوتی جاتی ہے ... تاہم مجھے ... کا اتفاق نہیں ہوا۔

Marfat.com

Tsatawar: یہ سب سے چھوٹی ہلکی ترین اور تیز رو کشتی ہوتی ہے جو کشمیر کی جھیلوں میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ اس قدر ہلکی پھلکی اور چھوٹی ہے کہ اس پر طوفانوں یا تند ہواؤں سے ڈوبنے کا احتمال نہیں ہوتا۔ یہ طوفانوں کی طغیانی شدت جو کہ جھیل وولر اور دیگر جھیلوں میں نہایت شدید ہوتی ہے ان میں بھی رواں دواں رہتی ہے۔ اس میں زیادہ سے زیادہ ایک یا دو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں کشمیر کی مختلف کشتیوں کو باقاعدہ رجسٹر کیا گیا ان کی تعداد 8900 تھی۔

سری نگر

شہر سری نگر سطح سمندر سے تقریباً 5,250 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اس کا origin "Surya" یا "سورج" کا شہر یا یہ لفظ "Sri" یا "Shri" سے ہے۔ Vishnu کی بیوی Lakshmi کا لقب ہے جسے "دولت کی فراوانی" سے منسوب کیا جاتا ہے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں "خوش قسمت شہر" کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال قرین قیاس یہ ہے کہ "سری نگر" ہندی میں "نگر" کے معنی "شہر" کے ہیں ... "سری نگر" قدرتی خوبصورت جنت کے حسین مناظر سے "سری نگر" کا لفظ اخذ کیا گیا۔

سری نگر شہر ایک تنگ سی سرک پر قائم کیا گیا ہے جو کہ شمالاً جنوباً پھیلا ہوا اور دریائے جہلم سے دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ... دریائے جہلم کے کنارے شہر سری نگر کی سڑکیں ہیں۔ دریائے جہلم شہر میں بل کھاتا ہوا ... شہر میں کئی نہریں اور آبی راستے ہیں۔ ... پہاڑی پر ایک قلعہ جو شہر کے شمال مشرق کونے میں واقع ہے ... ایک پہاڑی جسے "تخت سلیمان" کہتے ہیں۔

سری نگر شہر دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر تین میل تک محیط ہے۔ شہر کا زیادہ حصہ دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر ... اور چوڑائی ایک میل سے زیادہ ہے۔

سری نگر کو مشرق کا Venice (Italy کا ایک شہر) بھی کہتے ہیں کیونکہ یہاں بھی Venice کی طرح شہر میں ہر طرف ... دریاؤں اور نہروں کے پانی سے اندر رسائی ہوتی ہے جس طرح Venice میں آمد و رفت کے لیے خاص قسم کی کشتیاں gondolas کہتے ہیں اسی طرح سری نگر میں ان خاص قسم کی کشتیوں کو "شکارا" کہا جاتا ہے اور کچھ روایتی کشتیاں بھی ہیں۔ یہ فرق ہے کہ سری نگر میں تازہ اور میٹھا پانی دریاؤں اور نہروں میں بہتا ہے مگر Venice میں سمندری پانی کی نہریں ہیں۔

یہ مصنف جب ارجنٹائن میں مقیم تھا تو ایک ہوٹل Alta Gracia تک رسائی کے لیے gondola کا استعمال ... تھی ... ہوٹل کی gondola سے reception تک ... کشتی کا راستہ ... تھا۔ gondola چلانے والوں کو اسپینش زبان میں "Gondoleros" کہتے ہیں جو پل شہر سری نگر میں دریائے جہلم پر واقع ہیں ان کا material ایک ہی قسم کا ہے اور ان کی تعمیر بھی ایک جیسی ہے۔ ان پلوں کی تعمیرات کو روایتی طور پر کشمیر کے آزاد مسلمان حکمرانوں سے منسوب کیا جاتا ہے جن کا عہد حکومت 1326 سے 1587 A D تک تھا۔ ان پلوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

امیرا کدل یا امیر کدل اور بعض اوقات اسے امیراں کدل بھی کہتے ہیں

بڈشاہ کدل

حبہ کدل

زینہ کدل

فتح کدل (Haili)

نائید کدل (Naya)

صفا کدل (Suffa)

امیرا کدل جو امیر خان نے تعمیر کرایا جو کہ کابل کے حکمران تیمور شاہ کا کشمیر میں گورنر تھا۔ یہ پل ایک دفعہ طوفان آنے کی وجہ

Marfat.com

سے بہہ گیا جو میاں خلص نے دوبارہ تعمیر کرایا۔

حبہ کدل اور زینہ کدل کے دونوں اطراف میں دکانیں واقع تھیں۔ زینہ کدل ایک تاریخی اور قدیم پل تھا جو بادشاہ زین العابدین نے اپنے عرصہ حیات میں تعمیر کرایا۔

شاہ نعمت اللہ کی زیارت، جو صوفی کدل کے پیچھے ہے۔ وہاں ایک پتھر پر اس پل کی تعمیر کا سال 1664 A D کندہ ہے اور یہ پل سیف خان نے تعمیر کرایا۔

اسی طرح سرینگر شہر کی مختلف نہروں پر بھی کئی پل ہیں۔ ہم تینوں (بشیر صاحب، خان صاحب اور راقم) دریا کے کنارے کنارے چلتے جامع مسجد تک پہنچ گئے۔ یہ مسجد شہر کی جانب شمال دریائے جہلم کے دائیں کنارے سے اس دریا کے ... اور ... پربت کے درمیان واقع ہے۔ اس مسجد میں ستونوں کی دو قطاریں ہیں اور ان ستونوں کی کل تعداد 392 ہے۔ جو پتھر کی ... بنیادوں پر ... ہیں۔ ہر ایک ستون دیودار کے ایک ہی تنے کا ہے جس کی اونچائی کوئی 30 فٹ ہے۔ ان ستونوں کی بنیادوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک زمانے میں وہ پتھر کے steps تھے جو تخت سلیمان کی سیڑھیاں اکھاڑ کر بعد میں یہاں لائے گئے۔ مگر یہ قابل یقین بات نہیں۔

شاہ ہمدان مسجد دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر فتح کدل اور تیسرے پل کے بیچ کی جانب واقع ہے۔ یہ مسجد ... دیودار کی لکڑی سے بنی ہوئی ہے اور اس کا گنبد بھی لکڑی کا بنا ہوا ہے جس پر پیتل کا cover چڑھا ہوا ہے۔ کشمیر میں ... مسجد ... اس کی بنیاد پر ... کی۔ نامور شخصیت سید علی ہمدانی نے کشمیر میں شہاب الدین کے عہد حکومت 1360-1386 A D میں تشریف آوری پر ایک ... کا ... بنیاد رکھی۔ مسلمانوں کی روایات کے مطابق سید علی ہمدانی کی داستان کچھ یوں ہے:

تیمور لنگ ایک رات جب بھیس بدل کر اپنی سلطنت کے دارالحکومت سمرقند میں گشت کر رہا تھا، اس دوران اس نے ایک ... سنی جو کہ ایک بوڑھے آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تنگدستی اور فاقہ کشی کے متعلق ہو رہی تھی۔ تیمور لنگ نے اپنے ... سے ... چھین ... اور ... کی طرف پھینک کر ... ہونے سے پہلے غائب ہو گیا۔ ایک نامعلوم ... اس بوڑھے ... سے سونے کی زنجیر ... حاصل کی۔ ... خاطر خواہ جواب نہ ملنے پر ان پر چوری کا الزام عائد کر دیا گیا۔ ... معاملہ بادشاہ وقت (تیمور لنگ) کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے نہایت دانشمندانہ فیصلہ کیا ... سونے کی زنجیر کا ... ہوتا ... سونے کی اس جیسی ایک اور زنجیر موجود ہو ... تیمور لنگ نے اپنے پاس سے ایک دوسری سونے کی زنجیر ... میں الزام لگانے والے ... سے داغ دینے کا حکم صادر کر دیا۔ جب ... کے حکم ... دیا گیا اور اس پر ... تیمور نے ... معمول ... سادات میں سے ہونے ... رسول پاک ﷺ سے ... والوں ... موت کا حکم صادر کر دیا۔ اس حکم کی تعمیل سے ... ایک ... جن کا نام ... سید علی شاہ ہمدان ... رسول اکرم ﷺ سے ... تیمور لنگ پر ... الزام لگایا اور ... فوراً ... میں ... رہ ... ہوا۔

ہمدان حکمت ربی اور معرفت ... سے ہوا میں اڑتا کشمیر میں اس مقام پر جہاں ہمدان مسجد واقع ہے آن پہنچا ... ایک ہندو ... پہلے سے موجود تھا ... ہندو پجاری نے ... شاہ ہمدان سے ... کہا:

"... آسمان سے ... اتر ... واقعی یقین ... پہنچے ... مان لوں۔"

یہ پجاری ... بتوں کی پوجا کرتا ... میں سے اس نے ایک بت ... کی طرف ... شاہ ہمدان نے ایک ... اس بت کی طرف اس زور سے پھینکا ... بت زمین پر ... تو شاہ ہمدان نے پجاری سے پوچھا: "... بت ... آسمانوں پر ... پکار ... ہو؟"

پجاری نے جواب دیا: "... کرنے کی ... ہے۔"

شاہ ہمدان نے متاثر ہو کر اس پجاری کو اسلام کے قابل سمجھا اور اس پجاری کو دین اسلام سے ... چند ... ہندوؤں نے پجاری ... اسلام قبول کر لیا اور ... برہمنوں نے ... سے ... جو پجاری مسلمان ہوا اس ... کا نام ... دیا اور اس کی موت کے بعد ... سے ... عبادت ... جانے لگا۔

مسجد کی عمارت نہایت عمدہ اور ارفع واقع ہے اس کا بالائی حصہ فلک بوس چناروں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس مسجد کی ایک slab پر تحریر ہے جس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ علی ہمدان مسجد جامع کی تشکیل شدہ نے 1471 A. D میں سلطان حسین بادشاہ کے دور میں تعمیر کی گئی۔

Bulbul Lankar

Bulbul Lankar ایک چھوٹی سی سیدھی سادی سی عمارت جو کہ دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر پہلی کدل پل پانچویں پل سے تقریباً 200 گز نیچے کی طرف واقع ہے۔ روایت ہے کہ کشمیر میں سب سے پہلی مسجد تھی اور اس میں بلبل شاہ کی راکھ موجود ہے۔ جب روایت ہے بلبل شاہ نے سب سے پہلے وادی کشمیر میں اسلام پھیلایا۔

شہر سرینگر میں عمارات آثار قدیمہ کی غیر موجودگی اس وجہ سے ہے کہ مسلمان فاتحین نے سرینگر کو ہندوؤں کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے ... شمس ... پیش نظر تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یہ تباہی پندرھویں صدی کے پہلے چند سالوں میں سکندر جو کہ پانچ پشتوں سے حکمران تھا نے پوری طرح پہنچائی آپ بت شکن کہلانے میں فخر محسوس کرتے۔ واقعتاً آج تک سکندر بت شکن کے نام سے ہی یاد کیا جاتا ہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ انہوں نے کشمیر میں تمام مندر مسمار کر دیئے ہیں لیکن ان کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ وادی کشمیر کے بہت سے حصوں میں تا حال ہندوؤں کے پرانے مندر موجود ہیں۔

شاید شہر سرینگر میں قدیمی عمارت بادشاہ زین العابدین بادشاہ کی زیارت ہو کہ زینہ کدل یا چوتھے پل کے نیچے کی طرف واقع ہے۔ زین العابدین 1422 A. D تک کشمیری مسلمان حکمرانوں میں سے آٹھویں پشت تھی یہ زیارت شاید اس جگہ پر واقع ہے جہاں ہندوؤں کا ایک قدیمی مندر تھا۔

سیر کرتے کرتے ہم تقریباً 9 بجے رات واپس ہوٹل پہنچے۔

جیسا کہ پہلے بھی کتاب ہذا میں تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ بلال ازکیہ ... بشیر صاحب کے والد غلام نبی صاحب گجرات کے معروف ... سے ہندوستان میں مشہور تاجر تھے۔ ہمارے دیوان خانہ کی جانب جنوب اس نالے کے دائیں کنارے آپ ... شاہ ... ہاؤس بوٹ پر قیام ... تقریباً 200 گز کے فاصلے پر ان کا کارخانہ واقع تھا جس کی بالائی منزل غلام نبی صاحب نے رہائش کے لئے رکھی تھی۔ ان کے کارخانے کا ایک منشی جو خان صاحب کے نام سے جانے پہچانے جاتے نہایت ہی ... شفیق نیک اور شائستہ ... عادت ... زندہ دار تھے۔

جھیل کاؤں ناگ (قاضی ناگ)

گجرات سے روانگی سے قبل بشیر صاحب کو تپ دق کا موذی مرض لاحق تھا۔ اس مہلک عارضہ میں گھوڑا گلی سینی ٹوریم میں بھی دو ماہ تک زیر علاج رہے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جھیل کاؤں ناگ کی صحت بخش آب و ہوا میں صحت یاب ہونے کا امکان ہے۔ اس جھیل کا پانی بھی دودھ کی طرح ... بے حد شفاف ہے۔ نہ صرف صاف شفاف بلکہ متبرک لوگوں کی روایت کے مطابق "جھیل کاؤں ناگ" کا پانی متبرک اور مقدس ہے جس سے شفایابی بھی ممکن ہے۔

ہم نے دو خیمے اور ایک چھولداری جھیل کے کنارے لگائی۔ ایک خیمہ میں راقم دوسرے میں بشیر صاحب اور خان صاحب اور ایک چھولداری میں ہمارا ملازم اور ... خان قیام پذیر تھے۔ اس جھیل کو مسلمان "قاضی ناگ" اور ہندو کاؤں ناگ کہتے ہیں جو 15524 فٹ بلندی پر کاؤں ناگ پہاڑ کے دامن میں ایک میل طویل اور نصف میل چوڑے قطعہ میں واقع ہے جس کے چاروں جانب سے برف ... کا ... پھیلا ہوا ہے۔ اس صحت بخش مقام کی آب و ہوا اس قدر جادوئی اثر رکھتی ہے کہ تپ دق کا مریض یہاں آ کر قیام کرے تو چند ایک دنوں میں صحت یاب ہو جاتا ہے" اور اس کے پانی کو مقدس سمجھنا شفایابی کی دلالت کرتا ہے۔ واقعتاً میرے دوست بشیر کی صحت اس جھیل کا پانی پینے اور آب و ہوا کی وجہ سے اس قدر سنبھل گئی کہ پتہ ہی نہ چلتا کہ وہ کبھی اس مہلک مرض میں مبتلا رہا ہو۔

Marfat.com

یہاں میں اپنی ایک مخصوص عادت کا تذکرہ بھی کرتا چلوں کہ میں ویسے تو ایک ہی قسم کا آدمی ہوں لیکن بچپن سے ایک عادت میں جنون کی حد تک رہی۔ جب بھی کشمیر کی سیر کا ارادہ ہوتا ایک انگریزی کی ڈکشنری، چند ایک شعر و شاعری کی کتابیں اور خاص طور پر ڈاکٹر علامہ اقبال کی بانگ درا ضرور ہمراہ رکھتا۔ اس بانگ درا کو میں نے جلد کرایا ہوا تھا۔ یہ جلد جس صاحب سے ایک خاص دوست قریشی صاحب جو کہ گجرات شہر کے قریبی گاؤں "گرگی" کے رہنے والے تھے، سے کروائی ہوئی تھی۔ قریشی صاحب اس وقت کے مشہور جلد ساز اور علم دوست شخصیت کے طور پر جانے پہچانے جاتے تھے۔ میں نے بانگ درا کی جلد سازی سے اوپر ایک خاص قسم کے موٹے کاغذ کا cover چڑھایا ہوا تھا جو خصوصی cover کہلواتے تھے اور جس میں اپنی نقدی رکھتا اور کسی کو بھی شک تک نہ ہوتا۔ میں نے بھاری رقومات کے کرنسی نوٹ انہیں پوشیدہ کر رکھے ہیں۔

بشیر صاحب اور خان صاحب نے اس کتاب سے افادیت کی وجہ سے جب کشمیر کی وادی جموں پہنچے سے پہلے ایک کشتی رہائش ... کی بات ... کا ارادہ ... کیا۔ آخر میں تین میں دنوں تک قیام پذیر ہونے کے بعد ... کیونکہ انہیں گھر houseboat میں رہنے کا اتفاق نہ ہوا تھا میں چاہتا تھا کہ اس دفعہ چند دن houseboat میں ... جائیں لہٰذا دو ہفتے کے بعد میں نے ان سے اجازت چاہی۔

houseboat میں رہائش

چند دنوں میں بعد ازاں میں نے بشیر صاحب اور خان صاحب سے اجازت لی اور پھر میں واپس اپنے ہوٹل آ گیا۔ ہوٹل کے مالک شیخ صاحب نے فرمایا "بیٹے ہوٹل تو آپ کا ہے طور پر بہت ہے مگر گزشتہ دنوں سے یہ کہہ رہے تھے ... جو پوچھتے رہتے تھے۔ انہوں نے تین مہینوں کے لیے ایک houseboat میں اس مدت کے قریب کرایہ پر رہنے کی مگر انہیں کی مجبوری سے آج واپس جانا پڑا۔"

"شیخ صاحب houseboat کا کرایہ کتنا ہوتا ہوگا؟" میں نے خوشی کا اظہار کیا۔ شیخ صاحب اندر چلے گئے فرمانے لگے "houseboat کا کرایہ عام طور پر تو زیادہ ہوتا ہے لیکن یہ ایک دو دنوں کی بات نہیں بلکہ مہینوں اور کافی عرصہ پر ہے season کے ختم ہونے سے یہ سب کرایہ کم ہو جاتا ہے آپ چاہیں تو ... سے پانچ سو روپے ماہوار کرایہ ہی پندرہ دن تک آپ houseboat کا کرایہ کچھ بھی نہیں دینا پڑے گا۔"

"شیخ صاحب آپ کا شکریہ میں ایسا کروں گا۔"

"میاں ایسی شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ تو کوئی خرچ نہیں ہوا پندرہ دن کے بعد کوئی کرایہ پر لے گا تب تک season بھی تو ختم ہو جائے گا۔"

"آپ کی اور کرایہ پر دے سکتے ہیں؟" میں نے ان کی خیر سے پوچھا۔

"اسے تو ساتھ ہوں کہ بیٹے تم شاید پہلی دفعہ خاندان میں سے ہو اور میں تمہارے والد سے عقیدت رکھتا ہوں میں نے ان سے" انہوں نے تلاش کی تھی پر پڑوسی اور فون نہ کیے۔

"پھر بچی تو یہ وقت ہوتے ہیں جو مجھ سے ملتے ہیں وہاں آپ کو فوری طور پر جانا نہیں ہوگا۔"

"houseboat میں جانے کا کیا بندوبست ہوتا ہے؟"

"وہاں پر بڑی خدمت بھی ہوتی ہے کہ ایک تیرتا ہوا گھر سمجھیں۔ کسی چیز کی بھی ضرورت ہو تو ان کے ملازم سے کہیں تو دے دیں گے۔ اس کی بات نہ کریں۔ انشاء اللہ آپ کو آرام ملے گا میں ہوٹل میں آپ کی کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔" شیخ صاحب نے کہا اور پھر "بہت بہت شکریہ شیخ صاحب۔"

میں نے شام کے بعد کا وقت اور پھر چلا گیا۔ شیخ صاحب نے ان سے پہلے ہی تمام انتظام کر رکھا تھا ایک خاص ملازم نے سارا سامان اٹھوا کر houseboat میں پہنچا دیا اور میں بھی ان کا مہمان ہو گیا (جو کہ houseboat کا ملازم تھا) ...

Marfat.com

سے یہ بات شیخ صاحب نے بتائی ہے۔

ہوٹل سے جنوب والی سڑک سے ہوتے ہوئے بائیں ہاتھ ایک شاداب گلی سے گزر کر ہم دریائے جہلم کے شمال مشرقی کنارے پہنچے۔ کنارے کے ساتھ ساتھ اور دوسرے کنارے پر بھی دور دور تک کئی houseboat موجود تھے۔ تھوڑی دیر پیدل مغرب کی سمت چلتے ہوئے ملازم نے میرا سامان ایک لکڑی کے تختے کے ساتھ رکھ دیا جو کہ houseboat تک رسائی کا راستہ تھی۔ ملازم کی آواز پر ایک کشمیری باشندہ جس نے مخصوص کشمیری ٹوپی اور لمبا چوغہ پہن رکھا تھا۔ houseboat سے نکل کر تختے پر سے ہوتا ہوا آیا۔ اپنی مقامی زبان میں ملازم نے میرا سامان اندر لے جانے کی ترغیب دی۔ اس پر میں نے ملازم کو پیسے دیے اور وہ ملازم واپس چلا گیا۔ جو houseboat سے نیچے اترا اس کا نام شیر خان اور وہ houseboat کا مالک نہیں بلکہ ملازم تھا۔ جس کا مالک ایک ہندو پنڈت رام دیال تھا جس کے متعدد houseboat تھے۔ شیر خان houseboat کے پیچھے ایک کمرے میں رہتا تھا اور باورچی وغیرہ کا کام بھی وہی کرتا۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ مسلمان بیچارے ملازم اور باورچی ہیں جبکہ ہندو پنڈت مالک ہیں جو houseboat میں رہتے ہیں۔ اکثر اوقات ان کی پوری فیملی ہوتی ہے جو سردیوں میں جموں چلی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنے گھر کے علاوہ دوسری رہائش گاہ کے طور پر رہ رہے ہیں۔

یہ houseboat کشمیر میں پائے جاتے ہیں۔ اس houseboat کا نام Kishtwar تھا۔ houseboat کا کمرہ بہت ہی آرام دہ تھا۔ اس houseboat کی لمبائی قریباً اسّی فٹ تھی۔ houseboat میں داخل ہونے کے لیے ایک چھوٹا دروازہ تھا جس کے راستے سے میں داخل ہوا جبکہ دوسرا دروازہ مغرب کی سمت میں پیچھے کی طرف تھا۔ سامنے living-room میں پہنچا تو یہ مستطیل نوعیت کا اور اس کی تینوں طرف شیشے کی کھڑکیاں تھیں جن سے دریا کا منظر بہت ہی خوبصورت نظر آتا تھا۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا اور درمیان میں دونوں اطراف دو صوفے تھے۔ ان کے درمیان میں ایک میز تھی جس پر ایک گلدان رکھا ہوا تھا۔ زمین پر قالین اور درمیان میں سفید رنگ کے کشن رکھے گئے۔ مشرق اور جنوب مغرب کی کھڑکیوں کے ساتھ ایک لمبا صوفہ جس پر تین آدمی با آسانی بیٹھ سکتے تھے۔ ایک single صوفہ تھا۔ ان صوفوں کی پشت پر ہاتھ کی کڑھائی کی ہوئی تھی۔ سرخ رنگ کے کپڑے سے بنے ہوئے تھے۔ ایک مستطیل میز جس کی top پر لکڑی کی کندہ کاری والی کھڑکیوں کے ساتھ والی کرسیاں تھیں۔ یہ صوفے مشرقی کھڑکیوں کے ساتھ تھے۔ bulky نیلے رنگ کے غلاف والے گاؤ تکیے رکھے گئے تھے۔ کھڑکیوں کا نچلا حصہ فرش تک جاتا تھا۔ دو فٹ اونچی لکڑی کی دیوار تھی۔ کمرے کے سامنے کی کھڑکیوں میں مغرب کی جانب بھی صاف نظر آتا تھا۔ کمرے کے مشرق میں لکڑی کا partition اور بائیں ہاتھ کی جانب ایک چھوٹی راہداری سے جنوب مشرق کی دیوار میں شیشے جڑے ہوئے کھڑکیوں پر مشتمل اور living-room کے پیچھے ایک راہداری تھی۔ راہداری سے تین کمروں تک جانے کا راستہ تھا۔ راہداری کے درمیان میں ایک دروازہ تھا جس پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ جن کے پیچھے پردے سے اندر داخل ہو کر بائیں ہاتھ کی جانب لکڑی کا partition تھا جس کے درمیان میں دروازہ تھا۔ کمرے کے بائیں ہاتھ کی طرف کھانے کا کمرہ تھا۔ شمال مشرق کی دیوار میں شیشے کی کھڑکیاں اور ان پر نیلے رنگ کا پردہ تھا۔ جنوب مغرب کی دیوار پر لکڑی کی الماریاں تھیں۔ کمرے کے درمیان میں مستطیل اعلیٰ قسم کی میز تھی اور اردگرد چھ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور فرش پر اسی طرح کا قالین بچھا ہوا تھا جیسا living-room میں تھا۔

باورچی خانہ میں بیٹھ کر کھانے کا کمرہ بہت ہی rustic قسم کا فرش اور تین فٹ تک دیواروں پر بھی لوہے کی چادریں۔ کھانا پکانے کا بندوبست تھا۔ دیواروں پر برتنوں کے لیے چوبی تختے لگے ہوئے تھے۔ دائیں ہاتھ کی جانب دو بڑے چولہے تھے اور ساتھ ہی پکانے کے برتن تھے۔ جنوب مغرب کی دیوار میں ایک الماری کے اندر مصالحہ جات وغیرہ کا سامان رکھا ہوا تھا۔ کچن کی شمال مشرقی دیوار میں درمیان سے دائیں طرف ایک دروازہ جو کہ اندر کی طرف کھلتا۔ اس دروازے

Marfat.com

بالمقابل راہداری کے بائیں ہاتھ bathroom cum toilet تھی جہاں ایک گرم پانی کی ٹینکی تھی جس سے ایک پائپ کے ذریعے پانی نکال کر نہایا جا سکتا۔ شیر خان حسب ضرورت پانی گرم کرنے کیلئے ہر وقت موجود رہتا۔ نچلی منزل میں جہاں چار بانس سے سیڑھیاں اوپر کو جاتی تھیں اس کی بائیں جانب دروازہ شیر خان کے کمرے میں کھلتا۔

اوپر والی منزل پر سیڑھیوں کی راہداری جنوب کی طرف اور دائیں ہاتھ دروازہ bedroom میں، ایک دوسرا دروازہ دائیں ہاتھ مغرب میں کھلتا۔ دونوں bedrooms کی دائیں ہاتھ کی دیوار جانب شیشے کی کھڑکیاں تھیں جو کہ فرش سے چھت تک دیوار پر نصب تھیں۔ دونوں کمروں کی بائیں ہاتھ کی دیواروں پر دو shelf اور hooks کپڑے لٹکانے کیلئے تھے۔ دوسرے کمرے کی مغربی دیوار لکڑی کی تھی۔ دونوں کمروں میں دو چارپائیاں بچھائی جا سکتی تھیں اور ہر ایک کمرے میں تین بستر بمشکل سو سکتے۔

سیڑھیوں والی راہداری سیدھی مغرب میں ایک کھلی جگہ پر کھلتی جس کے اوپر چھت تو تھی مگر تینوں طرف دیواریں نہ تھیں۔ چھت کے دونوں پہلوؤں پر تین قسم کی لکڑی کے poles سے سہارا دیا گیا جس پر پالش کی ہوئی تھی اور پالش نہ ہونے سے یہ نہایت smooth تھی۔

پہلے ونیو دیکھنے کی جگہ سے متعلق میں نے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ bathroom میں اس houseboat کی آگے والی دوسری منزل کے اوپر رسیاں باندھ کر کپڑے سکھائے جاتے ہیں۔ poles پر hooks اور چند رسیاں بھی لٹک رہی تھیں۔ اسی کھلی جگہ پر تین beach chairs مختلف رنگوں کی رکھی گئی تھیں۔

گندہ پانی جھیل میں چلا جاتا۔ شیر خان نے بتایا کہ یہ دوسرے لوگ بھی ایسے ہی کرتے ہیں۔ اس کو ٹینکی سے نکال کر جھیل میں بہاتے۔ دن کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے چلتا اور کچھ لوگ شکارے پر بیٹھ کر جاتے اور جھیل کی سیر کرتے۔ چند منٹ پر چاند نکلتا ہوا تھا۔ میں نے شیر خان کو دیکھتے ہی کہا دریا کے کنارے پر houseboats کی جو قطار تھی اس میں کئی خواتین کنارے پر چلتے ہوئے ساتھ رسیاں باندھ کر کپڑے سکھا رہی تھیں۔ شیر خان نے کہا یہاں دو مہینے یہاں رہتے ہوئے 9 دن ہوگئے ہیں۔ انہیں تاحال شیر خان نے بتایا کہ houseboats ایک جگہ سے دوسری جگہ tow کر کے لے جائے جاتے ہیں۔ houseboat کے قریب پہنچتے ہی ہاؤس بوٹ میں ایک نوجوان جوڑا بیٹھا ہوا تھا۔ German میاں بیوی Klaus اور ان کی بیوی French Marielu بہت ملنسار تھے۔ وہ Heidelberg یونیورسٹی کے languages کے پروفیسر تھے۔ ان کی بیوی ایک جرمن بیٹی کو bilingual بنا رہی تھی۔ دونوں میاں بیوی کی بات چیت سے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ وہ مجھے اپنے ہاؤس بوٹ میں مدعو کرتے۔ پنجاب کے رسم و رواج اور folk گیتوں کے متعلق پوچھتے۔ میں اکثر اوقات انہیں اپنے پنجابی ساز، ڈھولک اور ڈھول وغیرہ کے بارے میں بتاتا اور پنجابی لوک گیت سناتا۔ وہ بھی اپنی جرمنی سے متعلق معلومات فراہم کرتے۔ بالخصوص ڈھول سے متعلق سمجھنے میں مجھے کافی وقت پیش آئی۔ ہمیں ان کے ہاؤس بوٹ سے کافی فاصلہ تھا مگر ہم ملتے رہتے۔ اس وقت ہاتھ میں sticks لے کر ڈھول بجاتے اور مجھے سکھانے کی کوشش میں لگا رہا۔ بعد میں ان کی تصاویر بھی بنائیں جو آج بھی میرے پاس ہیں۔ انہوں نے مجھے سانپ کے متعلق سمجھایا کہ وہ بہرے ہوتے ہیں اور ان کے کان نہیں ہوتے۔ سانپ (Cobra) سے متعلق ان کو بہت شوق تھا۔ ایک دن اس کا جوڑا ان کے پاس آیا۔ سانپ کو جب بین بجائی جاتی ہے تو سانپ کے کان نہیں ہوتے۔ اس کی بیوی نے مجھے سمجھایا کہ آواز کی vibration سے سانپ کو آواز کی سمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سانپ مست نہیں ہوتا بلکہ آواز کی سمت میں حرکت کرتا ہے۔

گوہر ملک

جولائی 1946 کے آخری دنوں میں ہم تینوں نے واپس جانے کی تیاری کی اور واپسی کے لیے ٹیکسی سے روانہ ہوئے۔

Marfat.com

پہنچیں پھر برف سے ڈھکی وادی کی ڈھلوان سے آگے بڑھ کر اس کی چڑھائی شروع ہوتی ہے تو برفباری تخ بستہ طوفانی ہواؤں کے تھپیڑے بھی بتدریج بڑھتے جاتے ہیں۔ نیم مسیحی یہ تو نہیں کہ یہ مقدس تھے اس پہاڑی پر چڑھتے مگر ہندو اس پہاڑ کو مقدس تیرتھ قرار دیتے ہیں۔ موسم بہار کے آغاز میں یہاں میلہ لگتا ہے جس میں ہندوستان کے کونے کونے سے یاتری ہندو مرد، عورتیں اور بچے شامل ہوتے آتے ہیں۔ پہاڑ پر چڑھائی کے دوران جان لیوا مصائب و مشکلات سے دوچار ہونے کے باوجود شوق کا عالم یہ ہوتا کہ برف باری کی شدت اور طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔

ان دونوں نے اپنے پیچھے پیٹھ پر rucksacks باندھ رکھے تھے لیکن ان کے پاس اور کوئی فالتو rucksack نہ تھا ہو سکے اس لیے انہوں نے traveler's bag تھما دیا۔ پہاڑ کے دامن سے تھوڑی دور تک تو ہم پیدل چلے پھر تین ghunts (تصویر 53) کرائے پر لے لیے۔ جوں جوں ہم جانب شمال چڑھتے جا رہے تھے۔ بتدریج برفانی ہوائیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ ان گھوڑوں کو واپس کر دیا کیونکہ پیدل چلنے والی تنگ راہ اور پہاڑوں کی چڑھائی پر کام ناممکن ہو گئے۔

نیم مسیحی یہ کہ ہم ہندو یاتری نہ تھے تھوڑے ہی فاصلے پر موسم بہار زور پکڑ رہا تھا اور اسی دوران دور دراز سے یاتری دیوی سے ملنے آتے۔ وہاں سے چند روز بعد ہم نے ایک رات پہاڑ کے دامن میں کشمیریوں کے گھر گزاری۔ خلاف توقع انہوں نے خوش دلی سے اور بات ہم سے صبح تک کر رہی تھیں۔ جہاں ان کی مہمان نوازی اچھی تھی وہاں ان کے گھر میں کھٹملوں نے ہماری رات دو بھر کر دی۔ Marielu کی نازک جلد بہت جلد ہی جل گئی ہندوستانی بھی اپنے عروج پر تھی۔

ہم کئی دن سے رات بسر کرنے کے لیے کوئی ٹھکانہ ڈھونڈ رہے تھے۔ اس رات ہم نے ایک ہوٹل میں گزاری۔ ہوٹل بہت پرانا اور گندا تھا۔ ہوٹل کا مالک ایک بوڑھا ہندو تھا جو پوجا پاٹ میں مصروف تھا۔ اب مجھے یاد نہیں کہ اس نے ہم سے کتنی رقم لی البتہ ہوٹل میں کھٹملوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ چڑھائی کے دوران سردی کی شدت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ Marielu ایک دن سے مسلسل کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ دراصل دو ہفتے قبل Switzerland میں ski کرتے ہوئے اس کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے قاصر تھی۔ Klaus نے اس کو سہارا دیا اور یوں وہ ہمارے ساتھ چلتی رہی۔ بہر حال واپسی کے دوران Klaus مختلف ممالک کی سیاحت کے قصے سناتا رہا۔ مجھے بھی اشتیاق ہوا کہ میں بھی ایک دن اجنبی ممالک کی سیاحت سے لطف اندوز ہوں گی۔ خاص طور پر اس نے مشہور جرمن سیاح Humboldt کا ذکر کیا جس نے وینزویلا کے مشرقی حصے میں ایک غار بنام Guacharos (تصویر 54) دریافت کی۔

خدا کی قدرت دیکھئے جب راقم الحروف وینزویلا میں service کے دوران قیام پذیر تھی تو ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار اپنی بیوی بچوں اور دوستوں کے ساتھ جانے کا موقع ملا اور picnic منائی۔ یہ غار Cumaná شہر جہاں ہم رہ رہے تھے وہاں سے کوئی 185 کلومیٹر جنوب مشرق پہاڑوں پر Caripe گاؤں کے قریب واقع ہے۔

مجھے ایک foreign دلچسپ ٹیکسی ملی اور ہم تینوں بجائے کسی دوسری جگہ houseboat لے جاتے۔ انہیں سے houseboat میں ہم نے قیام کا فیصلہ کر لیا۔

Klaus کو قدیم تہذیب و تمدن کا کھوج لگانے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ شہر سری نگر میں رواں دواں کئی نہریں ہیں جن پر چل قدمی کرتے ہیں خاص طور پر شہر کے پرانے کاروباری حصہ میں ہم کئی روز تک صبح نکل جاتے اور شام گئے واپس تھکے ہارے لوٹتے۔ میں شام کے اوقات میں ہاؤس بوٹ میں بیٹھی باتیں کرتا رہتا اور وہ ہندوستان کی بود و باش سے متعلق معلومات کی تلاش میں رہتے جس سے میں زیادہ تر اوقات دل برداشتہ ہو جاتا لہٰذا اس کی بیوی اسے سرزنش کی حد تک روک ٹوک کرتی۔ دراصل ہم دونوں کے درمیان قدر مشترک تھی جو مستقل طور پر ساتھ رہنے کی وجہ بنی ہوئی تھی۔ میں دل ہی دل میں خوش تھی کہ میں بھی دور دراز ممالک کی سیاحت سے لطف اندوز ہوں گا۔ اپنے ارادے سے مقصود کو پا لینا یقینی امر ہے بالآخر میں سیاحت کے خوابوں کی تعبیرات سے مستفید ہو گیا۔

Marfat.com

اگست کے مہینے میں سری نگر شہر کے ہر طرف پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے چرچے ہو رہے تھے۔ ہندوؤں نے تو یقین کے پیشِ نظر کشمیر چھوڑنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر شیر خان نے مجھ سے ایک دن پوچھا

"بابو جی آپ گجرات سے آئی!"

"ہاں! مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"بابو جی! مجھے تو پتہ نہیں ہے کہ آپ پنجاب سے آئی مگر گجرات کدھر ہوتی؟"

"امرتسر کا نام سنا ہے؟"

"سنا ہے جی۔"

"امرتسر کا تعلق بھی پنجاب سے ہے مگر وہاں سکھ اکثریت میں ہیں لیکن یہ شہر گجرات امرتسر سے دور مغرب میں ہے اور مسلمان تعداد میں زیادہ ہیں، واقع ہے۔" میں نے واضح طور پر شیر خان کو آگاہ کیا۔ پھر میں نے پوچھا "تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟"

"جی بابو جی بہت بڑا شہر ہوگی۔"

"وہاں بھی زیادہ تر مسلمان ہی آباد ہیں۔ ہمارے گجرات مغرب کی طرف 72 میل کے فاصلے پر ہے۔"

"آپ کے شہر تو بابو جی کوئی خطرہ نہ ہوگی۔"

"یہ سب کچھ تمہیں کیسے معلوم ہے شیر خان؟"

"کچھ پتا نہیں سنتی ہیں۔ ایک خان کہہ رہا تھا کہ تعلق ہوگی پاکستان بن کے رہتی۔" اس نے تشویش ناک لہجے میں کہا اور کہا "بابو جی! میری تو خواہش ہے کہ تیاری کر لوں، ہم یہاں بہت تنگ ہیں۔"

میرے شب و روز سیر و تفریح میں اور کھاتے پیتے آرام سے گزر رہے تھے۔ جس ہاؤس بوٹ میں ہم تھے، وہاں کے مالک شیخ صاحب کے پاس پہنچ گیا اور ان کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا۔

"جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہوٹل کی بکنگ پہلے سے "book" کرا لی تھی مگر ہندوؤں کی ہوٹلوں پر اجارہ داری تھی۔ "Upper class" میں تھی اور "Lower class" میں تو ہندو مسلمان دونوں کا ایک ہی حال ہے۔"

"مجھے یہاں کا ماحول چھوڑنا پڑے تو میرے لیے یہ دکھ کی بات ہے لیکن حالات کو دیکھتے ہوئے میں یہاں کی چند چیزیں خریدنا چاہتا ہوں۔"

"یہاں پر دکان والوں کے کاروبار کا دارومدار ہندوؤں پر ہے۔ تقریباً ہوٹل وغیرہ ہندوؤں کی ملکیت ہیں اور جو "Nedou's" ہوٹل میں قیام پذیر ہیں جہاں مسلمان بہت کم جاتے ہیں۔" شیخ صاحب نے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

"شیخ صاحب میں ہوں کہ ان حالات میں جانا چاہتا ہوں اور یہ چیزیں لے جانا چاہتا ہوں، ان چیزوں کو رکھنے سے خراب ہونے کا احتمال ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ شام کو مجھ سے دریافت کرنا۔"

شام دریافت پر پتہ چلا کہ پرسوں یعنی 13 اگست کو ایک ٹرین لاہور جائے گی۔ Upper class میں باتھ روم کے ساتھ ... بہت ہی آرام دہ ہوتی ہے، وقت پر باتھ روم ... دائیں ہاتھ ... سے شمال اور پھر مغرب کی طرف جاتی ہے۔

دوسرے دن میں نے شیخ صاحب کا شکریہ ادا کیا ... چیزیں ... ایک تھیلی خریدی ... خراب ہونے کا اندیشہ تھا ... 100 روپیہ ... نہایت اصرار کے بعد صرف پچاس روپے ادا کیے۔

"بابو جی! اچھا آپ چلے ہی جائیں تو ہوگی بہتر۔ میں اپنی ملازمت چھوڑ دوں گا۔"

Marfat.com

شیر خان کا شیر کشمیر شیخ عبداللہ کی جماعت National Coference یا Muslim Coference سے تعلق تھا
میں نے پوچھنا مناسب نہ سمجھا مگر اتنا ضرور کہا کہ مجھے سات بجے تک بس سٹاپ پر پہنچنا ہے۔

''بی بی جی! آپ ابھی فکر نہ کریں۔ میں خود سامان اٹھا کر لے جاؤں گا مگر شیخ کی بات نہ کریں۔''

سامان تو میں نے رات ہی باندھ رکھا تھا جبکہ پھلوں کی پیٹیاں شیخ صاحب کے ہوٹل میں تھیں کیونکہ بس کا اڈہ ہوٹل سے قریب ہی تھا۔ کوئی چھ بجے کے قریب شیر خان نے میرا سامان وہاں پہنچا دیا۔ میں نے شیر خان کا شکریہ ادا کیا اور پنڈی تک سامان سیٹ پر رکھا۔ سیٹ کا کرایہ 7 روپے 12 آنے مقرر تھا۔ شیخ صاحب کے ہوٹل پہنچی آپ نے وہ [illegible] پیٹیاں [illegible] ساتھ دیا اور [illegible] فرمانے لگے:

''بیٹی! [illegible] سال میں یہاں [illegible] اور پھر شیخ عبداللہ کا پیچھا کیا جاتا ہے۔'' میں نے ان [illegible] مختلف باتیں کرنے کی ترغیب دی۔

[illegible] دوران کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا البتہ Upper class [illegible] کی بات چیت زیر بحث رہی مگر اس کے برعکس ہر جگہ میں [illegible] پاکستان میں [illegible] ہوتے تھے۔

کوئی چھ بجے کے قریب راولپنڈی بس اڈہ پہنچی۔ میں نے تین مزدور وہاں سے لئے اور راولپنڈی کے ریلوے سٹیشن [illegible] اوقات سے متعلق کچھ معلومات تو ہو چکی تھیں مگر اس قدر معلوم تھا کہ ایک fast [illegible] قریب جہلم پہنچ جاتی ہے۔ اس دور میں جہلم کی آبادی بہت کم تھی اور ہمارے دیوان خانہ سے [illegible] ریلوے سٹیشن سے [illegible] whistle [illegible]

میں نے [illegible] کوئی 9 بجے سٹیشن سے روانہ ہوئی اور کوئی ایک بجے رات جہلم سٹیشن پہنچی۔ ریلوے سٹیشن جہلم سے [illegible] کرایہ [illegible] طے ہونے کے بعد دیوان خانہ تک خیر و عافیت پہنچ گئی۔ [illegible] کی آواز [illegible] سے جب صبح [illegible] اہل خانہ خاص طور پر خواتین صبح سویرے اٹھیں تو ''پھلوں کی خوشبو'' سے پتہ چل [illegible]

[illegible] نہریں

[illegible] ایک [illegible] نہریں [illegible] Tsont-i-kol [illegible] کے ذریعے مستعمل ہیں۔

Huegel نے لکھا ہے کہ جب وہ [illegible] Mar نہر کے کنارے قیام پذیر تھا تو پانی کے راستے [illegible] سے [illegible] نہر کے کنارے [illegible] بذریعہ کشتی یہ فاصلہ چند سو گز ہی ہے۔

Huegel نے اپنے سفر نامے میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا۔ جب وہ [illegible] کی طرف جا رہا تھا تو سخت گرمی تھی [illegible] وقت پیاس کی وجہ [illegible] تک پہنچے جہاں ایک فقیر رہا کرتا۔ اس فقیر نے Huegel کے سواریوں کو جتنا پانی بھی پینا چاہا پلایا۔ پھر Huegel نے خود بھی پانی پینا چاہا تو فقیر خوشی سے ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا لے کر اس کے قریب پہنچا اور اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ تب Huegel کو احساس ہوا کہ وہ فقیر کافی عمر کا ہے۔ Huegel نے اس سے پوچھا:

"How old are you ?"

"92."

"How long have you been living at this spring?"

"Since I grew to manhood"

Marfat.com

"And why do you remain here?"

"Why !" repeated the old man and added "see you not that I refresh the weary traveller with water, and send him strenghthened on his way ?"

"But he would find it without you," replied Huegel.

"When the sand in this lonely spot chokes the spring, who would find the water-then ? By serving the poor I serve God."

"But these same poor feed you (give money for supplying water), otherwise you could not exist."

"He who has abundant gives to the needy if he values his own happiness. I am the rich man here: for the water is mine, and many a great man travelling this way is bounteous to me, in order that I may live untill another comes. Truely there are such good men in this world for many are the years that I have lived without quitting this spring."

فقیر کی باتیں سن کر Huegel نے اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل میں کیا ہے۔

"Poor man! Knowing only small valley, how narrow and confined must God's beautiful creation appear to him! To him a tree must be a forest, a hill a division of the world, the spring his ocean, and yet, he would not give all his knowledge, every wordly advantage, in exchange for this peacefull mind, this conscientious assurance that he commands everything that constitutes happiness."

Tsont-i-kol یا "سیبوں کا درخت" نہر دریائے جہلم کے دائیں کنارے سے نکلتی ہے ... flood-gate ... جب جھیل کا پانی دریائے جہلم ... flood-gates ... overflow ... Gao kadal ... اس کا پانی نہایت شفاف ہے ... geese ... نظر آتی ہے۔

یہ نہر ... دریائے جہلم کے ... Drogjun یا water-gate (...) ... Tsont-i-kol ... Drogjun ... Poplar-Avenue ... دریائے جہلم ... Sonwar ... Poplar-Avenue کے آخری ... ایک پل ہے۔

Rainawari رینہ واری

یہ نہر ایک پانی کا ذخیرہ ... ڈل جھیل کے مغربی ... میں واقع ہے۔ اس سے ...

Marfat.com

سے منسوب جن میں سے اس نہر کی شاخیں نکلتی ہیں مثلاً Dal Kotwal, Kraliyar وغیرہ وغیرہ۔

نہر Mar

نہر Mar (نقشہ 55) Naopura kadal سے جو کہ جھیل ڈل کے جنوب مغرب کے کنارے پر واقع ہے، سے نکلتی اور اس کی مختلف شاخیں جو شہر کے بیشتر حصوں سے گزرتی ہیں۔

نہر Kuthi-i-Kol

دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر شیر گڑھی کے شمال کی طرف سے نکلتی اور مغرب کی طرف دیوان کرپا رام باغ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ تھوڑی دور تک جا کر قریب ہی دو شاخوں میں منقسم ہے۔ مغربی شاخ Dudh Ganga دریا سے جا ملتی اور یہ دریا دریائے جہلم میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ شاخ دوسری شاخ یعنی کہ Main Kuth-i-kol سے گہری اور چھوٹی ہے۔ main Kuth-i-kol کی شاخ جو کہ شمال کی طرف بہہ رہی ہے پھر مغرب کا رخ کرتی ہوئی بالآخر دریائے جہلم میں Suffa kada دریائے جہلم کے آخری پل کے قریب آ ملتی ہے۔

یہ شہر کی جانی ہوئی نہریں تصور کی جاتی ہیں۔ اگر ان کی ٹھیک طرح سے دیکھ بھال کی جائے اور ان میں پانی رواں رہے تو یہ شہر کی صفائی اور صحت عامہ کے لیے بڑی کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

کشتیاں ان نہروں میں سے دریائے جہلم میں شامل ہوتا ہے۔ عبور کرنے کی بجائے آمدورفت کے لیے قدیم زمانے میں ایک نہر صوبہ کی Sopur کو شہر سے منسلک کرتی ہے۔

نہر Noru

شادی پورہ سے پیچھے دریائے جہلم کے مغربی کنارے سے یہ نہر نکلتی ہوئی جنوب مغرب کی طرف بہتی اور دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جن میں سے چھوٹی شاخ کدل سے ہوتی ہوئی سیدھی Patan اور Palhallan کی سمت جبکہ دوسری شاخ دائیں طرف مڑ جاتی ہیں اور جنوبی حصہ سے جا ملتی ہے۔ جب پانی کی سطح نسبتاً بلند ہو تو یہ چھوٹا راستہ کشتی بان سرینگر اور بارہمولہ کے درمیان سفر کرنے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔

نشاط باغ (Garden of bliss)

جہانگیر بادشاہ نے نشاط باغ اپنی کشمیر کی پہلی سیاحت کے بعد تعمیر کروایا۔ یہ باغ جھیل ڈل کے Ropelang کے ساتھ جھیل ڈل کا ایک اور حصہ Astawhol کے جنوب مشرق میں میرا کدل پل سے 7 میل دور شاہی چشمہ کے قریب واقع ہے۔ شاہجہان نامہ (صفحہ 231) کے مطابق "نواب آصف خان نے ترتیب دیا۔ یہ بہشت منظر باغ جس کے کئی طبقے اوپر نیچے ہیں جھیل ڈل کے کنارے ناہموار زمین پر لگایا گیا۔ اس میں دامن کوہ کے قریب ایک دلفریب نشیمن اور باغ کے درمیان سے نہر گزرتی ہے جس میں ایک آبشار اور بہت سے فوارے چلتے ہیں۔"

یہ گاؤں کا نام Ishaburi یا Ishabar نشاط باغ کے اس causeway کے نزدیک واقع ہے جو کہ جھیل کو cross کرتا ہے۔ گاؤں کے قریب ایک چشمہ ہے "گپت گنگا" کہتے ہیں یہاں ہندوؤں کا اپریل کے مہینہ میں ایک بڑا تہوار منایا جاتا ہے۔

نشاط باغ چشمہ Vernag کی طرح کا باغ ہے یہ باغ بارہ خوشنما اور پرفضا طبقات پر مشتمل اور اس باغ میں جھیل کے کنارے کے قریب داخل ہونے کے لیے ایک خوشنما terrace فرش راہ ہے۔ اس صدر دروازے سے گزر کر سنگ مرمر کے چبوترے سے خوشنما باغ کے پہلے تختہ پر نظر پڑتی ہے۔ اس طبقہ کے وسط میں گزرنے کا راستہ جس کے دونوں طرف سنگ مرمر

Marfat.com

کے حوضوں میں فوارے لگائے گئے اور درمیان میں ایک بڑا حوض تشکیل دیا گیا۔ نشاط باغ کے اس تختے کی طرزِ تعمیر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دیدہ زیب حصہ شاہانہ تقریبات کیلئے بنایا گیا کیونکہ یہاں کی روشوں کے درمیان نہایت وسیع اور شاداب سبزہ و شاداب حصوں سے خوشنما تختے ہیں۔ پہلے تختہ کا وسطی راستہ طے کرنے کے بعد آگے ایک اور دروازہ جس میں داخلے پر پہلا تختہ نظر آتا ہے جو سنگ مرمر سے بنے زینے کے ذریعے گزرنے پر باغ کا دوسرا تختہ دعوتِ نظارہ دے رہا ہے جو کہ پہلے تختے سے شاداب نہیں ہے بے حد خوبصورت، خوشنما اور نہایت دلکش واقع ہوا ہے۔ یہ تختہ امراء وزراء اور خاص خاص شخصیتوں کی محافل کیلئے مختص ہے جس کے چاروں طرف فوارے لگائے گئے اور درمیان میں ایک وسیع حوض بنایا گیا جو فنِ تعمیر کے کمال کا ایک اعلیٰ اور بے مثال نمونہ ہے۔ اس حسین ترین تختے کے وسط میں ایک نہایت خوبصورت بارہ دری موجود ہے۔

اس تختے کے بعد حوض کی روش سے ذرا آگے چند قدم پر زینے طے کر کے باغ کا تیسرا تختہ شروع ہوتا ہے یہ پہلے سے زیادہ تک چلا جاتا ہے اور آخری حصہ میں محل کے جو کھنڈرات ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہی باغ کا یہ تختہ خاص طور سے اہل حرم بیگمات اور معزز خواتین کیلئے نہایت نفاست سے تعمیر کیا گیا۔ یہاں صرف شاہی خاندان کے لوگ ہی قدم رکھ سکتے تھے۔ اس آخری تختہ میں جو فوارے نصب کئے گئے ان کا پانی ایک آبشار کی صورت میں دوسرے تختے میں گرتا اور یہاں سے شاہ نہروں کے ذریعہ پہلے تختے میں آ جاتا۔ نشاط باغ کا پانی ندی Arrah سے آتا اور باغ کے سب سے اونچے یعنی چوتھے تختے میں داخل ہو کر دوسرے تختوں پر آبشار کی شکل میں گرتا ہے۔ یہ آبشاریں پتھر کی بنی ہوئی slabs سے بنائی گئیں اور مختلف قسم کے نقش و نگار سے مرصع ہیں تاکہ پانی دیدہ زیب اور دلکش نظارے پیش کرے۔ ان آبشاروں کی اونچائی 12 سے 18 فٹ ہے۔

اس باغ میں ہر طرف poplar، چنار اور کئی چھتنار درخت دعوتِ نظارہ دے رہے ہیں۔ راقم جب چوہدری احمد دین اور شیخ احمد دین کے ساتھ ایک دفعہ کشمیر گیا اور نشاط باغ کے قریب ایک مکان کرایہ پر لیا تو صبح کی سیر کیلئے اکثر باغ میں چلے جاتے یہاں چھتنار درختوں سے تازہ پھل اتار کر کھانے پر کوئی پابندی نہ تھی اور ایک خاص مشغلے سے لطف اندوز ہوتے۔ درختوں سے سیب اور ناشپاتیاں اتار کر فواروں کے اوپر رکھ دیتے اور فواروں کی تیز دھار ان پھلوں کو اوپر لے جاتی اور اکثر اوقات دور دور پر پھینک آتی۔ ہم اس منظر سے لطف اندوز ہوتے رہتے۔

اس باغ کی شکستہ اور بوسیدہ چار دیواری جس کا تمام حسن اور دلکشی حوادثِ زمانہ کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے۔ [illegible] نوحہ کناں اور ویرانی کی داستان سنا رہی ہے۔ نشاط باغ میں خودرو پھول اپنا جوبن دکھاتے ہیں یہاں سے قدرتی نظاروں سے شعر و شاعری پر بے حد خوش الحان پرندے نغمہ سرا ہوتے ہیں۔ صبح و شام اور [illegible] رنگ بہ رنگ قطار اپنی مستی میں دیکھتے ہیں۔ شام کے وقت شبنم کے موتیوں سے مزین گھاس پر ننگے پاؤں چلنے سے پر لطف چہل قدمی کا احساس راحت بخش ہوتا ہے۔

گزشتہ صدی اور موجودہ صدی کے اوائل کے کئی مورخین نے اس باغ کے دس تختے بیان کئے جن میں سے باقی تختے نسبتاً زیادہ اونچے اور بہ سہولت اچھی روش تک ایک دوسرے سے بتدریج اوپر کی طرف واقع ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ آبشاروں کی اونچائی 12 سے 18 فٹ۔ یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ وہی تختے ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے چوتھا تختہ جو سب سے اونچا اس میں محل کے کھنڈرات ہیں۔ Arrah ندی کا پانی یہاں سے باغ میں داخل ہوتا ہے۔ اب جو سات تختے باقی بچے ہیں وہ شاید بڑے تختوں کے مختلف چھوٹے تختوں کو شمار میں لا کر دس تختے بنائے گئے ہیں۔

شالامار باغ (Shalimar)

شالامار باغ جسے پنجابی لوگ کئی دفعہ لاہور کے شالامار باغ کی طرح شالیمار بھی کہتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق جب [illegible] لاہور میں زیر تعمیر تھا تو مغل دور کی شالامار کی ایک انڈین فلم بھی بنی جس میں شالی ایک ہیروئین کا نام تھا جو اپنے محبوب کے [illegible] ماری گئی تو اس کے نام پر محبوب نے اس کی یاد میں یہ باغ یادگار کے طور پر تشکیل دیا اور اس کا نام شالیمار رکھا جو اس کے بعد بگڑ کر شالامار بن گیا۔

Marfat.com

یہ باغ شالا مار باغ سے دو میل اور سری نگر سے 9 میل دور جھیل ڈل کے کنارے واقع ہے۔ 1420 A. D میں شہنشاہ جہانگیر نے کشمیر کی سیاحت کے دوران اس کے ایک حصے کی تعمیر کروائی جب یہ حصہ پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اسے "فرحت بخش" کے نام سے موسوم کیا گیا چنانچہ اس کی تاریخ "فرحت بخش" ہی نکلتی ہے۔ یعنی 1030 A. H (1621 A. D)۔

بعض مورخین کے حوالے سے جن دنوں شہنشاہ جہانگیر نے یہ باغ تعمیر کرایا ان دنوں شاہجہان ولی عہد سلطنت شہزادگی کے زمانے میں تھے۔ دراصل اس باغ کی مکمل تعمیر شاہجہان کی نگرانی میں ہی ہوئی۔ جہانگیر کے بعد شاہجہان تخت نشین ہوا تو اس نے ظفر خان صوبیدار کشمیر کی نگرانی میں اس باغ سے شمالی ڈھلوان کی طرف وسعت دی اور ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کروا کر اس کا نام "فیض بخش" تجویز کیا۔ دامن کوہ سے جھیل کے کنارے تک پھیلا ہوا ہے۔ کشمیر میں یہ شالامار باغ دو حصوں اور چار تختوں پر مشتمل اور اس کی لمبائی چوڑائی یوں ہے۔ 200 گز اور باغ کی لمبائی 270 گز چوڑا ہے۔

اس باغ کے اس حصہ کو شاہجہان نے اپنے عہد حکومت میں تعمیر کرایا یہ حصہ صرف شاہی بیگمات کے لئے مختص تھا۔ اس کا چبوترہ 65 مربع فٹ اور اس کی چھت 20 فٹ تک بلند ہے۔ اس حصہ میں جس قدر پتھر استعمال میں لایا گیا اس کی تراش خراش نہایت عمدہ اور نفیس ہے۔ عمارت کی چھت میں بھی کشمیری ہنرمندوں نے نقش نگاری کی ہے اس کی زیبائش میں سرمو فرق نہیں آیا۔ باغ کے وسط میں تالاب کی لمبائی اور چوڑائی 51 مربع فٹ اور گہرائی تین فٹ ہے۔ اس کے چاروں طرف 150 فوارے اور تالاب نہایت خوبصورت تراشیدہ پتھروں سے تیار کیا گیا ہے۔ اس باغ کی عمارت سیاہ ستونوں پر منحصر ہوئی ہے۔ جو اس صفائی اور نفاست سے تراشے گئے کہ عقل انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ باغ کے تین حصے میں نہریں رواں ہیں جن میں فوارے لگے ہوئے ہیں۔ دوسرے مواقع پر رات جیسے کہ نشاط باغ میں فانوس ... جب رات کو چراغ روشن کرتے تو یہ منظر بھی اپنی مثال سے لطف اندوز ہوتا۔

باغ کے بلند و بالا درختوں کے ساتھ ساتھ دو رویہ قطار چنار کے درختوں کی استادہ ہے۔ کہتے ہیں کہ موسم خزاں میں چناروں کا رنگ لال ہو جاتا ہے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ان چناروں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں۔ باغ کی چار دیواری کے اندر ساتھ ساتھ ... درخت تھے ... کے بعد رفتہ رفتہ زرد پتوں پر مرجھائے ہوئے اور حزن و ملال کے آنسو بہاتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس باغ کا پانی Arrah ندی کی ایک شاخ سے آتا ہے جو پہاڑ کے پچھواڑے سے باغ میں وارد ہوتی۔ یہ ندی باغ کے ... اور آخری تختے کے وسط میں داخل ہوتی ہوئی بتدریج نہایت خوبصورت آبشاروں کی صورت میں مختلف تختوں پر گرتی ہے ... بیچ میں کئی فوارے لگے ہوئے ہیں باغ کو سیراب کرنے کے بعد یہ ندی جھیل ڈل میں داخل ہو کر اس میں مدغم ہو جاتی ہے۔

شاہی عمارت کا بلند ... باغ کے حصہ تین فٹ اونچے پلیٹ فارم پر بنا ہے اس کی چھت ہموار ہے جو کشمیری طرز میں Tuscan (Inverted "V" کی شکل کی) چھت کی طرز تعمیر پر ہو گئی اب یہ خشک گھاس (thatch) سے ڈھکا ہوا ہے بند اس کی اصل شکل ... یہ 20 فٹ بلند اور ہر طرف سے سیاہ سنگ مرمر کے منقش ستونوں پر کھڑا ہے۔ یہ ستون قسم کے پہلو دار (polygonal) شکل کے ہیں۔ ان میں متوازی گہریاں (grooves) ہیں۔ عمارت کی نسبت دوسری عمارات سے مشابہت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عمارت کا material کسی ہندو مندر سے لوٹ کر لایا گیا ہو!

Bernier کے سیاحت نامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگزیب عالمگیر کے دور حکومت میں یہ ستون وغیرہ ... Awantipur سے لائے گئے ہوں گے۔ کافی ستونوں کی شکلیں بگڑ چکی ہیں ... (میں نے بھی وہاں تحقیق کی) Bernier نے کافی عرصہ اس باغ میں عیش و نشاط کی محفلیں منعقد کیں۔

شاہجہان نامہ (صفحہ 230) پر شاہجہان نے یوں تحریر کیا ہے "دامن کوہ سے جھیل ڈل کے کنارے تک پھیلا ہے۔ دو ہزار ایک ... درختوں کی قطار میں 31 گز چوڑی ایک سیدھی روش آتی جو باغ کے مختلف حصوں کے درمیان سے گزرتی ہے فرح بخش اور فیض بخش کا ایک میں اس کی لمبائی 32 گز خواص پورہ میں 112 گز اور بیرونی خیابان میں 1319 گز ہے۔ اس روش سے

Marfat.com

بیچوں بیچ ایک نہر پوری شان سے جاری ہے۔ اس میں بڑے فاصلے سے دو دو ماربل کے دالان والے نقشے دار پلی تنا ہم چنار کے درخت اور کیاریوں کو سیراب کرتا جھیل ڈل میں جا گرتا ہے۔ روش کے دونوں طرف دو دو گز کے فاصلے پر سفیدے اور چنار کے درخت لگے ہیں۔ باغ کے وسط میں ایک خوش نما (صفحہ 231) نشیمن اور عمارتیں بنی ہیں جو نشیمن کے سامنے 30 گز مربع حوض بھی آبشار اور فواروں کو دیکھ کر طبیعت وجد میں آتی ہے۔ حوضوں میں آبشاری چادر بہور کے صاف و شفاف تختوں پر سے گزر کر نیچے گرتی ہے۔ ان حوضوں بادشاہ کے حکم پر فرح بخش سے پہاڑ کی جانب ایک اور باغ فیض بخش کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے وسط میں ایک شاہ نشین تیار ہوا اس کے سامنے 40 گز مربع حوض جس کے چاروں طرف اونچے نگین دروازے ہیں۔"

کئی سال پہلے میرا بھائی انور اور راقم چھٹیاں گزارنے کیلئے وینزویلا سے VIASA کی فلائیٹ سے نیویارک کی JFK ائیرپورٹ پر پہنچے وہاں سے ہم نے Pan Am کی فلائیٹ کے ذریعے کراچی پہنچنا تھا۔ ہم دونوں بھائی لاؤنج میں بیٹھے اپنی فلائیٹ کی کال کا انتظار کر رہے تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک سردار صاحب سر پر پگڑی مغربی لباس میں ملبوس اور ان کے ہمراہ ایک اور صاحب بغیر پگڑی کے اسی طرح مغربی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے پر اور کوٹ، چشمہ لگائے ہاتھ میں ایک بھاری بریف کیس لیے بار بار کرسیوں کے سامنے ادھر ادھر چکر لگا رہے ہیں جب ہمارے سامنے سے گزرتے تو وہ صاحب جو بغیر پگڑی کے تھے چند لمحے رک کر میری طرف غور سے دیکھتے۔ میں نے تو کوئی توجہ نہ دی مگر میرے بھائی انور نے کہا "بھائی جان یہ صاحب شاید آپ کو پہچانتے ہیں اور پہچاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔" بات آئی گئی ہوگئی۔

آخر ہماری پرواز کی روانگی کا اعلان ہوا اور دوسرے مسافروں کی طرح ہم بھی سوار ہو گئے۔ جہاز نے اڑنے کے کوئی گھنٹہ گزرا تھا کہ یہ ہوگا تو ہماری سیٹوں سے تھوڑا آگے والی سیٹوں سے وہی بغیر پگڑی کے صاحب جہاز کی aisle سے گزرتے ہوئے پیچھے کی طرف lavatories کی طرف چلے گئے جونہی واپس لوٹے تو ہماری row کے سامنے ٹھہر گئے اور میری طرف بڑے غور سے دیکھا۔ میں فوراً ہی پہچان گیا یہ تو میرا انگلینڈ کے زمانے کا جگری دوست چارلی ہے۔ میرا اس سے ساتھ تھا انگلینڈ سے بعد میں یہ تو یونیورسٹی میں Ph D کی ڈگری حاصل کرنے امریکہ روانہ ہوا اور بعد میں اس نے سوئٹزرلینڈ میں Ph D کی ڈگری لی ہوتی تھی۔ میں بھی اپنی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ہم دونوں lavatories کی طرف باتیں کرنے چلے گئے اور وہ ہم ایک گھنٹہ وقت وہاں اپنے حالات کے متعلق باتیں کرتے ہوئے گزارا اور پرانی یادوں سے خوب دل بہلایا۔

جہاز لندن کی Heathrow ائیرپورٹ پر کافی گھنٹے رکنا تھا۔ میرا بھائی انور چارلی میں اور اس کے دوست اکٹھے ہو گئے ان کا نام Buchanan تھا خوش گپی سے لطف اندوز ہوئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ جہاز نے دوبارہ ٹیک آف کیا اور جب cruising رفتار اختیار کی تو میں نے ائیر ہوسٹس سے چاروں سیٹوں کے بیچ ہماری نشستیں ساتھ کرنے کا مشورہ تاکہ مسافر ٹھیک طرح سے بیٹھ جائیں اور وہ چیک کرکے ہمیں چار سیٹیں اکٹھی ایک ہی row میں مہیا کرنے کی کوشش کرے گی۔ جس کے بعد اس نے ہمیں چار سیٹیں ساتھ ساتھ aisle والی سیٹ پر میں میرے بائیں ہاتھ کی طرف چارلی اس کے ساتھ انور اور جب جہاز کے درمیانی حصے والی rows میں پیچھے کی طرف بیٹھے۔ خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ پرانی یادیں تازہ ہوئیں امریکی کھانے اور شراب نوشی چھوڑ دی کرنے کی وجہ سے بلند آواز میں گانا گانے اور مختلف قسم کے لطیفے سنا سنا کر ہنسے جا رہے تھے۔ اس حد تک کہ کئی مسافروں نے ائیر ہوسٹس سے شکایت بھی کی اور اس نے ہمیں منع بھی کیا مگر ہم تو اپنے رنگ میں مست بے پرواہی سے بغیر کسی کا خیال کیے وقت گزارنے والے حالات۔ جب جہاز نے کراچی لینڈ کیا تو ہم دونوں بھائی جہاز سے نیچے اترے تو آگے جانے والے مسافروں نے کہا ساتھ پیر بعد میں چارلی نے کہا جی پہنچ گئے خوش گپیاں کرتے رہے۔ جدا ہونے سے پہلے ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم فلاں تاریخ واہگہ بارڈر پر ملیں گے اور وہ اپنے باپ کی کار کی سیٹ میں واہگہ بارڈر پر لینے آئے گا۔

چارلی Louisiana کی یونیورسٹی Baton Rouge میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد پنجاب کے عہدے پر فائز Charlie ایک بڑے امیر اور سیاسی لیڈر ہو کر بھی صوبہ پنجاب کے اعلیٰ منصب پر فائز رہا ہے۔

Marfat.com

ہم دونوں بھائی تو کراچی ہوائی جہاز سے اتر گئے مگر چوہدری اسلم کا دوست اور دوسرے مسافروں کو جہاز ہی میں روک لیا گیا کیونکہ جہاز نے نیویارک سٹاپ کرتے ہوئے آگے سفر کرنا تھا۔ چوہدری اور اس کے ساتھی نے نیویارک اتر کر وہاں سے بذریعہ کار چاندنی کا دھندہ کرنا تھا۔ یہ ہم سے بھائی انور اور راقم نے اگلے روز PIA کی flight سے لاہور کیلئے عازم سفر ہوئے۔ بعد میں پاکستان سے ذریعے حالات پتہ چلا چوہدری نے ہندوستان میں 27 دن اور ہم دونوں بھائیوں نے پاکستان میں 43 دن قیام کیا تھا۔

ایئر پورٹ سے ہم سیدھے فارغ ہو کر ہم نے ٹیکسی کی اور اسے کانٹینینٹل ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم نے Caracas سے کی بکنگ میں ہم بہت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ ہمارے پاس تھے ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر کے مطابق کرایہ چارج کیا یا اپنی مرضی سے لیے کا ہمیں علم نہیں۔ ایک ہم ہوٹل کی انتظار پر تھے۔ ہمارے پاس Roathmans سگریٹوں کے دو بنڈل اور بیگ میں تھیں سگریٹ کی ڈبیاں تھیں۔ ہمارے ایک حالات سے دوست پیتے تھے جیسے ہم سے بھائی انور کی عادت سے ہم سے پاس میں ہی تھیں یہ پیکٹ ٹیکسی ڈرائیور پاس تھا زیادہ تو نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ سگریٹ لو دے کا مگر ہمارے پاس سے ہی تو اس نے بڑی عاجزی کی بات ہوا دوسرے روز سکیورٹی نے ہمیں انہیں سگریٹوں کی پندرہ ڈبیاں وہاں ہیں جو کہ ٹیکسی کے پاس سے پکڑی گئیں۔ یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ سکیورٹی کی پوچھ تاچھ ہوئی تھی کہ ٹیکسی ڈرائیور ایسا کیوں کہہ رہا تھا لیکن ٹیکسی تو یہ منزل دیا یا دیا گیا تھا کہ سگریٹ لوٹا دیں تو!

میں نے سکیورٹی کے ہم سے بنک کا پتہ پوچھا تو اس کا جواب تھا "مجھے افسوس ہے کہ آپ کو پتہ نہیں ہم سے ملک سے باہر جانا ہے یہ ہمیں کوئی ہوٹل میں اس وقت کوئی مسئلہ ہے"۔ افسر نے اپنے پاسپورٹ میں رکھ کر ٹیکسی والا کچھ رقم مانگی ہے سے پاسپورٹ اس سے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا "حضرت صاحب ذرا پاسپورٹ پر مہر تو لگا دیں" ہوتے ہی پاسپورٹ ہمارے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا۔ اس نے ایک رجسٹر کے اوراق واپس پلٹ کر تے ہوئے مشکوک کی طرح دیکھا، "ٹھیک ہے" بولی، تو اس نے کچھ سے اندراج کیا اور چھوڑ دیا تھا۔ رشوت کے انداز ملاحظہ ہوں!

کی منزل بھی کیا ہم نے PIA کی فلائٹ سے کراچی سے لاہور پہنچنا تھا۔ ٹیکسی کی اور ایئر پورٹ کا رخ کیا۔ PIA کے ایک کاؤنٹر پر جب حاضر ہوئے تو کلرک صاحب فرمانے لگے "آپ کی تو reservation ہی نہیں" ہم نے Caracas سے سفر سے قبل reservation کرائی ہوئی تھی۔ reconfirmation بھی کرا رکھی تھی جہاز کی روانگی کا وقت قریب آ رہا تھا ہم پریشان اور کاؤنٹر پر مسافروں کا ہجوم۔ میں چپ تھا کہ پرواز کی ہدایت میں Pan Am کے دفتر گیا اور یہ معاملہ گوش گزار کیا تو وہاں کے کلرک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں ایسا ہوتا رہتا ہے مسافروں سے یہ جاتا ہے کہ PIA کے جہاز سے سفر کرتے ہوں" وہ صاحب میرے ساتھ ہو لئے اور PIA کے کاؤنٹر پر جا کر okey کروا دیئے۔

motto کا PIA "Great people to fly with"!

جب ہم لاہور ایئر پورٹ پہنچے تو وہاں سے ایک ٹیکسی کروائی اور لاہور حالات جب پہنچے اس کے اور وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ایک نہایت عمدہ دوست الحمید اور پیر صاحب تھے۔ اتفاق سے ایک ہی حالات پیش آ رہی تھی۔ الحمید نے ہمیں اپنے پاس ٹھہرنے پر زور دیا۔ الحمید نے خدا سے دعا کی کہ ہمارے لئے کچھ کرے جن سے ہمارے گہرے تعلقات ہیں۔ ایک پوری بس جس کے ڈرائیور ایک مشہور شخص میں صاحب "تھے ہمارے لئے پیش کر کے حالات ٹھیک کی جس میں صرف ساتھ میں صاحب ڈرائیور اور ایک کنڈیکٹر تھے (میں ڈرائیور صاحب کا معتقد تھا)۔

یاد رہے پہلے اور بعد ازاں بھی جب میں پاکستان آیا کرتا تو گاڑی بدلی ایسا ہی معاملہ سفر تھا۔ میں پیر صاحب کو حالات میں کبھی اطلاع نہ دیتا اور چوہدری کی طرف آ جاتا تھا۔

یہ پروگرام بنتے ہی ہم رات کے تین آ کر یہاں پہنچے ہم دو ہاتھ میں بریف کیس اور Samsonite کا کالے رنگ کا سوٹ کیس ساتھ میں ہماری ایک سوٹ کیس کی پہلی بار کی چیکنگ اور تلاشی ہوتی ہو، پہلے تو فرنٹ سیٹ پر پڑا سامان ہوا مگر جونہی کہ کونسلوں سے تاکی

Marfat.com

میں ٹریفک کے ڈر سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا یا جیسے ہی جاتی اور کے آگے پہنچ ... وہ
لباس میں ملبوس تھا ایک ہاتھ میں نیلے رنگ کا Samsonite اور دوسرے ہاتھ میں ... سیٹ ... کے
مطابق یہ نہیں کہ وہ سنجیدہ قسم کا آدمی ہے بلکہ ... اور ... کی جان ہے ... ٹیلیفون کی ... نے ...
پنجاب ... سے ... پر گجرات ... ٹیلیفون کر دیا جو کہ شاہدولہ روڈ پر ... دیوان خانہ ... صاحب کے
دوست اور ... کے درخت کے قریب ہو گا دیوان خانے کی شاہدولہ ... گجرات والی ... قریب ... سے ...
نہایت بیقراری سے کر رہے تھے۔ فوراً ... کے ... خوش ہوئے ... ہماری گجرات آمد۔

کوئی ایک ہفتے کے بعد ... مجھے خط ... کہ میں ... ہو ... پہنچ ... وہ ... اپنی کار میں چوہدری ... جائے گا۔ میں نے ... کے ذریعے تصدیق کر دی۔

اتفاق کی بات ہے ہمارا ایک common دوست ... زرین خان ... athelete ... اس طرح اسے پتہ چلا کہ میں گجرات میں ہوں ... مجھے ملنے آ گیا۔ زرین خان بھی ہمارے ... ساتھ ... تھے ... اس نے ... ایک امیر خاندان کی انگریز لڑکی سے شادی کر لی تھی اور اس لڑکی کے باپ کی Kingston Jamaica میں ... ہیں۔ وہ ... چھٹیاں گزارنے ... آیا ہوا تھا۔ میں نے اسے چوہدری ... کے ساتھ ... اور وہ بھی ... رضامند ہو گیا۔

مقررہ دن وہ ... گجرات آن پہنچا اور ... میں ... چوہدری ... زرین خان کا اور میرا ... بھی برٹش تھا لہٰذا ہمیں ہندوستان کے ویزے کی ضرورت نہ تھی جب ... پہنچے ... کارروائی میں مصروف تھے ... limousine ... بے صبری سے منتظر تھے۔ زرین خان ... خوشی دوگنی ہوئی ... ایک ... میں ... ساتھ ... ساری رات ... چوہدری ... زرین خان ... دیکھ ... گزاری اور ... صاحب ... (تصویر 56)۔

تالاب کے مغربی دروازے کی ... طرف مختلف منازل کی ... عمارات ہیں ... نہانے کے بعد ... کوئی نہ کوئی تحفہ خاص طور پر پھول یا پھل ... پیش کرتا ہے ... romantic ... کرتا ہے ... شام میں اس مندر کا ... بعد میں اس پر سونے کی چادر چڑھا دی گئی اور اس کا نام ... ٹیمپل پڑ گیا۔ مندر میں ... سنگ مرمر کا ... اور سونے کا ایک دروازہ مندر میں ... ہے۔ مندر کے ... vestibules بنے ہوئے ہیں۔ چھت منقش ستونوں پر ... صاحب کی حد میں داخل ہونے سے پہلے ... رنگ کے ... پڑا ... ایک ... میں ... پڑ گیا ... کا نام۔

ہم نے تالاب کے دروازے سے ... اترے جہاں ایک چبوترے ... ننگے پاؤں چلتے ہوئے ... مندر میں داخل ہوئے تو ... مندر کی اندرونی دیوار پر مینا کاری ... خوبصورت ... نہایت قیمتی ... کی قالین بچھا ہوا ... عقیدت ... بیٹھے تھے ... Chaori bardar ... کوئی ... ایک ... ہاتھ ... قیمتی ... ہوئی ... یہ رسم جاری و ساری ہے ... مکمل خاموشی کا عالم ... سامنے ... ہوئے ... پڑھتے جاتے اور اوراق ... ایک چھوٹے ... بعد ...

Marfat.com

تھے کہ وقت مقررہ پر ہم حضرت بل سے ہوتے ہوئے ڈل دروازے کے قریب سے ایک طرف ہو گئے۔ کوروکی کے جانے کے بعد بار موسم
میلہ اور ایک مندر کے پیچھے ساز کے ساتھ موسیقی کا پروگرام شروع ہوا جو کہ پنجابی اور کشمیری میں تھی۔ انہوں نے ایسا سماں باندھا جیسے کہ ہمارے
یہاں کے قوال تماشائیوں کا مجمع کر دیتے ہیں۔ ہم نے واپس آ کر اپنے تین نمبر دیے اور اس کو پیدا کرنے والوں کے انعام دیتے ہوتے
تھیں انہیں انعام دیے۔ چوہدری نے اسے پچیس روپے دیے۔

چیف وارڈن بنگلہ (نمبر 56 A) جو کہ ہمارے ہاؤس بوٹ کے قریب ہی واقع ہے جس کے اندر ایک دیوار کھڑی کر دی گئی اور اس
میں بڑی ملی جلی ہیں جس سے بیچ اندر دیکھتے ہیں۔ باغ کے ساتھ مکانوں کی دیواروں اور خیمہ آباد مندر پر ڈالی گئی ہیں
کیونکہ اب کچھ باقی تھے۔ اب چیف وارڈن ایک اچھی طرح سے بنا یا سنوارا ہوا باغ ہے۔

اس کے بعد چوہدری صاحب روانہ ہوئے اور اپنے دوست کے والدین کے ہاں رہائش کا وقت ٹھہرے اور چند روز بیٹے کشمیر
آئے ... Louisiana State University جہاں وہ حیثیت پروفیسر متعین تھے سے واپس آئے تھے۔ بیٹے
... کشمیر کی قریب وادیوں سے متعلق ان کے بہت ...
... شوق پیدا ہوا ... کشمیر کی سیر کا اتفاق نہ ہوا تھا لہذا ہم دو ... روز کی چھٹی اور
... Nedou's ہوٹل میں ایک کمرہ بک کرایا ...
... ہم چوہدری اور ... تھے۔ میں
... شاہی چشمہ، نشاط باغ اور شالامار باغ قابل دید ہیں۔

جب ہم شالامار باغ میں داخل ہوئے تو وہاں کسی انڈین فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ پہلے تو صرف ایک ہی dialogues
... dialogues کی shooting سے فارغ ہوا تو ہیروئین ...
... Dimple ... ایک ہوٹل میں ...
... گانا گایا۔

"یہ ہے خوش نشاط باغ ...
... "

... کی بوتل ... پتہ نہیں کیسی تھی مگر وہاں
... میں ... نے اپنی نام
... Jerry" nickname ... انگلینڈ میں مجھے بلاتے اور میرے دوست نے بھی
Charlie" nickname ... راجہ ... خان ...
... اور ... نے میرے نام سے
... ہیں۔

... مجھے بتایا ... "شالامار" باغ کے پیچھے واقع ہے ...
... ایک بہت بڑا ... "جھیل ڈل" ... شالامار باغ کی طرف جاتی ہے
جب پانی ... جھیل سے پانی overflow کرنے سے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے flood-gate ...
... پانی overflow نہ کر سکے۔

... واپس ... اور ... چوہدری ... چوہدری کے ہاں ہی گزاری۔ دوسرے روز چوہدری اور ...
... روانہ ہوئے ... اور آبدیدہ ... چوہدری کو الوداع کہا۔ ...
... سے واپس جہلم لوٹا۔

نسیم باغ

شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر نے پہلی دفعہ جب کشمیر میں فاتح کی حیثیت سے قدم رکھا تو یہاں قدرتی مناظر سے متاثر ہو کر شاندار عمارات تعمیر کرانے کا حکم صادر کیا۔ پھر جھیل ڈل کے کنارے ... کی طرف اس نے چنے ایک پرشکوہ باغ کی بنیاد رکھی۔ جس وقت جھیل ڈل کے کنارے باغ کی تعمیر شروع ہوئی تو جہانگیر کی شہزادگی کا زمانہ تھا۔ جب ولی عہد سلطنت نے ... شہنشاہ کی صورت میں اس باغ کو دیکھا تو اسے "جنت الدنیا" کا لقب دیا۔ جہانگیر کے عہد شباب میں واقعی یہ باغ "جنت الدنیا" کا درجہ رکھتا ہو گا مگر اب وقت میں اس "جنت الدنیا" کا منظر نہایت عبرت ناک ہے اور یہیں ختم ہے۔ اب یہ جہاں نوجوان چنے ... سرسبز ہوتے تھے شباب کے مرحلے سے گزر کر شام زندگی کے دھندلکوں میں پیش قدمی کر رہے ہیں۔ اس باغ کی دیواریں اب بے ترتیب پتھروں کے ایک ڈھیر کی شکل میں بدل چکی ہیں۔ چاروں اطراف قطار در قطار اور شمشاد کے درخت اپنی ... بوسیدہ ہو چکے ہیں اور چنار کے بوڑھے پیڑوں کے پاس بہار رفتہ کے غم میں بھی شعلہ نوائی کی گرمی سے جل کر بولنے کی ہمت باقی نہیں رہی۔

حضوری باغ

مہاراجہ کے محل کے مغرب کی جانب ایک سڑک کے کنارے یہ باغ واقع ہے۔ ... ایک ... اس کا بیرونی حصہ تراشیدہ پتھروں کی چار دیواری میں محصور کیا گیا ہے۔

دوسرے باغوں کی طرح اس میں بھی چنار کے بڑے بڑے درخت چاروں طرف استادہ ہیں۔ بوقت غروب آفتاب سے وقت حضوری باغ میں خاصی رونق ہوتی ہے۔ شعر و ادب سے شغف رکھنے والے شعر و شاعری کی محفلیں برپا کرتے ہیں۔ ... بیٹھے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ باغ بھی مغلوں کی یادگار ہے مگر اس پر کوئی کتبہ وغیرہ نہیں کہ شناخت ہو سکے۔ ... گمان غالب ہے کہ یہ باغ شاہجہان کے کسی وزیر نے تعمیر کرایا ہوگا۔

سورن باغ

سورن باغ کو ... نے تعمیر کرایا ... کشمیر میں سب سے پہلے ... سورن باغ کا ... جگہ پر واقع ہے جہاں مشہور شہر Pari Hasapur تھا۔ جس کے متعلق ... روایت مشہور ہیں۔ یہ شہر مشہور راجہ Lalitaditya (714-750 A. D) نے تعمیر کرایا تھا۔

... Prayaga میں Suind (سندھ) اور ... Suind ... Matra Serma ... Lalitaditya ... اس جگہ پانی کی ریت ... اہمیت ... پانی ... اشنان ... روایت کے مطابق ... پانی میں ... پانی میں ... بت ... (Prayaga) الہ آباد میں جہاں دریا ... ملتے ہیں۔

سنبل (Sumbal) گاؤں

سنبل کا قدیم نام Jayapura ... Lalitaditya کے پوتے Jayapida نے تعمیر کرایا ... قدیم آثار معدوم ہو چکے ہیں۔ Raja Taringini کے مطابق ...

Marfat.com

جو تجویز کیا گیا Sridwaravati اس کا نام اور ایک قلعہ تعمیر کیا جھیل میں ایک نزدیک شہر کے جنوب میں ہے تو
بار جب اس قلعہ کو تعمیر کیا گیا اور جب اختتام کو پہنچا تو ایک دفعہ زمین پر گرا ... کہ اس کی جگہ یہ دوبارہ تعمیر کیا گیا مگر اس
میں vox populi (ضمیمہ 57) Voxdei (لاطینی زبان میں خدائی آواز) سے زیادہ طاقتور تھی۔ مورخین کے مطابق اس وقت
Abhyantara Kotta کہا جاتا ہے ان کی کتاب میں 1200 سال کے بعد تک کے اندر والی قلعہ
Antar Kot کے نام سے مشہور ہوئے ابھی ایک صدی بھی نہ گزری تھی یہ قلعہ واقع تھا اس کا نام مغرب میں
Sankara Varmma (883-901 A D) نے تو ڑ پھوڑ دیا اور اس جگہ کا تعمیری سامان اس نے ایک نیا
Sankarapura بنانے کے لیے Pattan یا Pass کے نام سے پکارتے ہیں استعمال میں آیا یہ
شہر ایک خوبصورت شہر ہے مقام پر ہے دو پہاڑ ہیں مندروں کے کھنڈر اور دیگر عمارات کے
Buz Nara کے نام سے Narapur کا ایک بڑا مندر ہے اس شہر کا نام روایت ہے کہ یہ ہیں
منسوب کیا جاتا ہے۔

Buz Nara کے وقت میں ایک خوبصورت شہر تھا اور یہ شہر ایک خوبصورت جھیل کے ساتھ دریائے جہلم کے
Chandrabaha تھی اس کے ایک نام تھا جس کا حسن ... بیان میں ... جو
Karakota بادشاہ نے اپنی بیٹی نیلا بانو کو اس کے عقد میں دے دیا اور سب سے بڑی خوشی اس
Buz Nara کے دربار میں ... شفاف پانی کے اندر ... بادشاہ
... نیلا بانو ... بادشاہ ... نیلا بانو کو حاصل کرنے میں
... زمین کے ساتھ ... اور ... جیسے کہ
Karakota ... اس کا ... جھیل ...
Buz Nara بادشاہ ... جھیل میں ... اور ... ایک
Karakota ... بادشاہ ... نیلا بانو ... اس نے ... قدر
... بادشاہ ... طوفان میں ... کی طرح ... گئے۔

Karakota ... Romanya نے ... پہاڑوں کے ...
... شہر ... جہلم میں ... خوبصورت ...
Karakota کو اپنے فعل پر ندامت محسوس ہوئی اور یہ ملک اپنی بیٹی (نیلا بانو) اور اس کے
Chandrabaha ... میں تبدیل کر دیا ... Karakota نے جھیل ...
Manas Bal اور Jamatri Saras ... جو ... جھیل ... ہے
Amantri کہتے ہیں ... جھیلوں سے ... کرتا ہے۔

پامپور

... پامپور ... زیر نظر کتاب کے کسی دیگر حصہ میں "وادی ... "
... زعفران کی کاشت سے متعلق ... پامپور بھی زعفران کے لیے مشہور ہے لہٰذا اس شہر کا حوالہ پیش نظر رکھنا از بس
ضروری سمجھتا ہوں۔

پامپور زعفران Saffron (Crocus sativus) کے لیے مشہور ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر جو کہ دریائے جہلم کے
دائیں کنارے ... سے جنوب مشرق میں ... آٹھ میل کے فاصلہ پر اور تقریباً سات گھنٹے کی مسافت جبکہ براستہ خشکی
... میں ... Padmapura یا Padampur کا بگڑا ہوا نام تصور کیا جاتا ہے اور یہ شہر ...

Marfat.com

Vrihaspati کے دورِ حکومت میں اس کے ماموں Padma (804-816 A. D) نے آباد کیا تھا۔ اس شہر میں ایک مندر Pamaswami کے لقب سے Mahadeva سے منسوب کیا گیا۔

ایک روایت کے مطابق پامپور قدیم بادشاہ Padmadat نے تعمیر کروایا اور اسی کے نام سے Padampur کہا جاتا ہے۔ اس شہر کا نام Padma (Lotus) اور Pur (city) سے اخذ کیا جاتا ہے۔ اس شہر میں Chacra Verma کے دورِ حکومت میں (956 A. D) ایک بہت بڑی جنگ بھی ہوئی۔ پامپور میں ایک باغ مسجد اور چند مشہور جگہیں واقع ہیں جو ... کی زیارتیں اور قبریں ہیں جن میں سب سے مشہور ایک درویش (فقیر) کی جو Nand ... کے نام سے مشہور ہے ... واقع ہے جس میں کئی درخت اور ... کے لیے ... ایک چشمہ ... اور اس کے قریب ... ایک Lingam اور کئی قدیم پتھر ملتے ہیں۔ شہر ... کے ... قریب ایک ہندو مندر کے کھنڈرات ملتے ہیں۔ یہاں Shoka Baba کا مزار بھی ہے۔

شہر کا گردونواح زرخیز اور خوبصورت ہے۔ یہاں سے شہر کی وادی کا نظارہ نہایت دلفریب ہے۔ شہر کے قریب ... Wudar Sona Krund (Golden Basket) کہا جاتا ہے جہاں زعفران کی کاشت کی جاتی ہے۔ ... Mazet کہا ... رنگ کی تیاری کے لیے استعمال میں لاتے ہیں۔ ... اس کے ... [illegible] ... Tsot کہتے ہیں۔

زعفران Saffron (*Crocus sativus*): زعفران دراصل ایک پودے کے پھول ہیں جو میدانوں میں کاشت کیا جاتا ہے۔ زعفران (Kong) اپنے پھولوں کے زردی مائل رنگ کی وجہ سے ... کشمیر کی معیشت میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ہندو پنڈت ... مذہبی طور پر زعفران کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔

جس زمین میں زعفران اگتا ہے اس میں ... اور ... کی وجہ سے ... میدانوں میں ... bulb (گٹھی) ... زمین کی تیاری اور زعفران ... کے لیے ... میں اس فصل کو ... پھول کا ... ایک ... ہیں۔ زمین ... زعفران کی اچھی فصل کے لیے ... زمین ... کی ... اس فصل کے لیے ... زعفران کے پھول ... اور ... ہو جاتی ہے ... پھول چننے کے بعد ... ہیں جن کو ... اور ... کو ... پیدا ہوتے ہیں۔

زعفران کے پھول ... میں ... رنگ ... کے بعد ... کاشت ... زعفران ... ہیں اور ... کی کاشت ... ہوتے ہیں اور زعفران ... استعمال کیے جاتے ہیں ... جاتی ہیں ... زعفران ... کر دیا جاتا ہے۔

8 سال سے 12 سال زمین استعمال کرنے کے بعد زعفران کی کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ ... 8 سال ... زمین ... کاشت کے قابل ... زمین ... فصل ... زعفران کا ... کے ساتھ ... کی کاشت کیا جاتا ہے ... کی تیاری ... کیا جاتا ہے۔

... اپنے باپ کے ساتھ پھول چننے کے موسم میں یہاں آیا ... زعفران کے پھولوں ... تک پہنچا ... کی ... اور جب پھول توڑے جاتے ... کاشت ... میں ...

میں اگرچہ چیٹ شراب کے نشہ میں مخمور تھا پھر بھی میں اس سے متاثر ہوا۔ میں نے ان بے حس کشمیری کاشتکاروں سے پوچھا جو کہ وہاں چاول چن رہے تھے کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟ اس پر انہوں نے عرض کیا "ہمیں تو زندگی بھر کبھی سر درد نہیں ہوا۔"

بارہمولا (Baramula یا Baramulah)

جی نیگ (تاریخ جموں کشمیر کی داستان) مرتبہ مصنف رام پوری، 1967 صفحہ 382) کے مطابق barah کا مطلب ہندی زبان میں "سور" اور mula (کشمیری زبان میں کد کہا جاتا ہے) سے مراد جگہ یعنی کہ "سوروں کی جگہ"۔ سور ایک ہندو اوتار ہے۔ بعد میں بگڑ کر Baramulah بن گیا۔

پشاور کی شاہراہ سے بائیں پر واقع جہاں سے دریائے جہلم کشمیر کی وادی سے نکلتا ہے۔ مسلمان اسے عام طور پر Waramu کہتے ہیں۔ اس کے کھنڈرات سے پیار ... پر شکوہ ... اور بے رونق ہیں۔ بارہمولا وادی کشمیر کی مغرب کی حد اور یہاں دریائے جہلم کی چوڑائی کوئی 150 گز ہے۔ دریا کی روانی کی خاموشی اس مقام پر ایک پل کی جگہ پر ختم ہو کر چند میل آگے تند و تیز شور کرتی ہے۔ ... Oin کے مقام پر پہنچ جاتے۔

بارہمولا کے مقام پر دریا کا شدید ترین بہاؤ معاون ندیوں کے مقابلے پانی کی وجہ سے زبردست طغیانی کا موجب بنتا ہے ... قدرتی ... کے دوران قدیم زمانے میں یہ تیز روی بہت مشہور ہوئی۔ کشمیر کے ... Solomon ... کہتے ہیں۔ شہر کے مشرقی جانب ایک پل جو کہ 146 ... چوڑا ہے ... پل دریائے جہلم پر بنے ہیں۔

... سے بارہمولا ... تقریباً 31 میل مغرب میں واقع ہے۔ جب راقم قبل از تقسیم ہند کشمیر کی سیاحت ... کتاب میں غلط حوالہ دیا گیا ہے۔ ... پانی کے راستے میں ... Noru ... راستے ... چھ گھنٹے میں طے ہو جاتے۔ بارہمولا میں دریائے جہلم کے بائیں ... ایک چھوٹا سا قلعہ واقع ہے۔ بارہمولا سے سڑک کے ذریعے ... مغل شہنشاہوں کے زمانے میں Marches 9 تک ... میں ایک مارچ 13 9 ... بارہمولا اور ... سے ... بارہمولا سے کوئی پندرہ میل دور ... ہیں۔ Suran سے ... 9 مارچوں میں پہنچا جا سکتا ہے۔

دریائے جہلم کے ... بارہمولا میں کئی خوبصورت ... موجود ہیں جن کا ... ہے۔ دریا کے بائیں کنارے پر ایک ... مشرق ایک ... poplar کے درختوں سے ... اور سیاح حضرات یہاں خیمہ زن ہونا پسند کرتے ہیں جہاں ایک ... موجود ہے۔

جن کا دانت کیسے گرا؟ کشمیر کی سیاحت سے واپسی پر ایبٹ آباد واپسی کے موقع پر چوہدری احمد خاں شورش اور راقم بس میں سرینگر سے راولپنڈی جا رہے تھے ... ایبٹ آباد کے راستے جب بارہمولا میں بس کی خرابی کے باعث چند گھنٹے رکے تو وقت بیتنے ہم تینوں ... چوہدری صاحب نے ایک برہمن سے بارہمولا کے متعلق کوئی قابل ذکر داستان سنانے کا تقاضہ کیا تو اس نے ... ایک غیر معمولی بڑے دانت کے حوالے سے جو ... اس کے قبضہ میں تھا ... کہ یہ دانت ایک "جن" کا ہے ... کی داستان کچھ یوں ہے۔

"جب Kasyapa جھیل Satiser کے قریب مقیم تھا تو یہ جھیل اس زمانے میں تمام وادی کشمیر پر محیط تھی۔ ایک دن Kasyapa ... پوجا پاٹ میں مگن تھا تو ایک جن نے اس کی پوجا پاٹ میں مخل ہونے کی کوشش کی۔ اس دخل اندازی پر Kasyapa نے اس جن کو ... جگہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ بجائے اس کے کہ جن اس مقام سے ...

Marfat.com

اور منتقل ہو جاتا اس نے Kasyapa کی چڑی کو تیج لیا اس پر Kasyapa نے مشتعل انداز میں اس کے منہ پر ... کردیا۔ کاری ضرب کی وجہ سے اس جن کا مذکورہ دانت منہ سے نکل کر گر گیا۔ جن چیخ چیخ کر ... یہ دانت ایک مندر میں محفوظ کر لیا گیا۔ ہزاروں زائرین عرصہ دراز سے اس دانت کے درشن کرنے آتے ہیں ... چڑھاتے ہیں تو وہ مندر قریب ہی ہے۔ چونکہ سفر کے دوران غیر معمولی تاخیر سے خدشہ لاحق تھا کہ ہوا اس کی خرابی ... ہو جانے پر آمد و رفت ... تاہم چوہدری صاحب نے سفر کے دوران ہی ایک مسلمان عمر رسیدہ بزرگ سے دانت کے متعلق جاننا چاہا تو اس بزرگ نے کہا کہ یہ ...

''یہ سب جھوٹ من گھڑت کہانی ہے۔ دراصل یہ کسی ہاتھی کا ہوا ہے جس کے دانت کی ... روایت ایک مدت سے لوگوں میں یونہی برحق چلی آ رہی ہے۔''

جس واقعی تیر ... کی تھی اور راجپوت روایتی ... مسافروں ... سے تھے ... ندی کو دیکھتے ہوا تھا لہذا کروایا ... (ضمیمہ 58) کے پل پر سے ہوتے ہوئے ... پہنچے اور رات ... دوسرے دن بذریعہ ... (ایبٹ آباد سے ... 10 میل یا 16 کلومیٹر) ... ریل ... mainline کاری کے ذریعے ... تک رسائی پر چوہدری صاحب اور شرکاء اپنے سامان کے ساتھ ... کے بعد میں نے اپنا سفر جاری رکھا اور ... اسٹیشن سے اپنے دیوان خانہ بذریعہ ... گئے۔

... سے چھوٹی gauge (5 2 فٹ) کی ریلوے لائن کے ذریعے ... 30 میل (48 کلومیٹر) ... Taxla پہنچے۔ ... Hawellian سے Taxla تک صرف چھوٹی gauge کی ریلوے لائن ... Hawellian میں ... Taxla میں Archeology کے ... Taxla سے Hawellian ... Dam کے ... استعمال میں ... Hawellian سے Taxla تک ... اب صرف ... کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

اوڑی سیکٹر (URI)

... کا ... دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر ... 23 میل (36 کلومیٹر) ... پر واقع ہے۔ Domel اور مری کی طرف جاتی ہے۔ یہاں سے ... قصبہ ... طرف ... پہاڑیوں ... کے درمیان ایک خوشنما ... صورت میں ... واقع ... سے ... ہے۔ دریائے جہلم ... کی طرف ... نہایت شدید ... ایک نہایت ... ہوتی ... شہر ... سے ... دیتا ہے۔ ... دریائے جہلم ... ایک چھوٹا سا ... (suspension) ... دریائے جہلم ... سے مظفر آباد ... جاتی ہے۔

مظفر آباد ... سطح سمندر سے 2250 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اسلام آباد سے ... تک فاصلہ 138 ... 60 کلومیٹر پر واقع ہے۔ مظفر آباد کے شمال میں ... اور ... جنوب اور مشرق میں ... آباد ... مغرب میں ... 70 ... 187 کلومیٹر ... سے مظفر آباد ... 126 کلومیٹر ... کشمیر ... بڑا شہر ... ہے۔ مظفر آباد ... ایک ... 1662 میں ... 1947 میں جب جموں اور کشمیر ... آزاد ... تو مظفر آباد ... ایک پہاڑی کی چوٹی پر تاریخی قلعہ Plate ... مظفر آباد سے 16 کلومیٹر ... 4500 فٹ کی بلندی پر ... 45 ... فٹ ... 9 ... فٹ کی بلندی ... کا مزار ... شہر سے ... کلومیٹر ... فاصلے پر واقع ... ہے۔

Marfat.com

اری سے اوپر ایک پرانے پتھر کے پل کے نشانات دریا کے اوپر نظر آتے ہیں۔ ایک سڑک پونچھ سے پیر پنجال کے درے سے ہو کر گزرتی ہوئی اری کے مقام پر آن ملتی ہے۔ اری کا ضلع پہلے ایک راجہ کی راجدھانی میں شامل تھا اور سکھوں کے کشمیر فتح کرنے کے بعد دو بھائی غلام علی خان اور فقیر خان اور ان کا چچا زاد بھائی سربلند خان اری کے دعویدار تھے۔ سکھ فوج کے وارد ہونے کے وقت دونوں بھائی راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ البتہ مظفر خان سربلند خان کا بیٹا جو اس وقت بوڑھا آدمی تھا ایک فوجی دستے کو جو کہ گلاب سنگھ کی زیر کمان تھا اس کا چچا زاد بیٹا تھا لہٰذا غلام علی خان کو پکڑنے میں بھی سکھوں کا میاب ہو گیا پناہ گاہ علی خان کو پہاڑ پر قیدی کی صورت میں لاہور بھیج دیا گیا جہاں وہ اس کا بھائی رہا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد اری وہاں کے بعد مظفر خان کی غداری کی وجہ سے رعیت کو نے اسے راجہ بنا دیا۔ اس کی سالانہ تنخواہ چار ہزار روپیہ مقرر ہوئی اس وقت مقرر کی کشمیر سے رعیت کو تین ہزار روپیہ اپنے تصرف میں رکھ لیے۔

مظفر خان کے تین بیٹے محمد خان، نواب خان اور جوہر خان تھے۔ موخر الذکر دو بیٹے ایک ہی ماں کے بطن سے تھے جس نے مظفر خان کو اپنے ان دونوں بیٹوں پر خصوصی شفقت دینے اور عطا محمد کو پس پشت ڈالنے کی ترغیب دی لہٰذا عطا محمد نے جذبۂ انتقام سے زیر شیخ امام الدین سے ساز باز شروع کر دی تاکہ اپنے باپ اور بھائیوں کو دور رکھ کر گدی پر قبضہ کر لے۔ اگرچہ شومئی قسمت سے اس کا بستہ راز سازش بے نقاب ہو گیا اور بجائے اس کے مظفر خان کی شیخ امام الدین کے حلقے میں شامل ہو گیا۔

دریائے جہلم (Vitasta. Behat. Jhelam. Jelam. Jehlum. Hydapses)

دریائے جہلم وادی کشمیر سے تمام پانی کا نکاس کرتا اور اس کی principal معاون ندیوں کو بند و ثقہ کے کہتے ہیں۔ سکندر اعظم کے زمانے تک دریائے جہلم کو سنسکرت زبان میں Vitasta کہا جاتا تھا۔ اس کے دور حکومت میں یونانی زبان میں Hydaspes کے نام سے پکارا جانے لگا۔ موجودہ زبان میں دریائے جہلم کو ایک شہر جہلم جو کہ اس کے مغربی کنارے پر پنجاب (پاکستان) میں واقع ہے سے منسوب کرتے ہیں۔ دریائے جہلم کا اصل منبع چشمہ Vernag یا Verinag ہے اور اسی نام کا ایک گاؤں بھی اس کے قریب ہے۔ یہ چشمہ Banihal کی چوٹی سے دو تین میل اور اسلام آباد (کشمیر) سے جنوب مشرق کی طرف 17 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

دریائے جہلم ایک گاؤں Kanabal کے قریب اسلام آباد سے شمال مغرب کی طرف اپنی تنگ شکل اختیار کرتا اور یہاں پر اسے تین معاون ندیاں ملتی ہیں۔ ان میں سے ایک Arpat جو کہ شمال مشرق سے جبکہ دوسری دو ندیاں Bring اور Sandran جنوب مشرق سے آتی ہیں۔

Arpat دریا Hairibal-ki-gali سے نکل کر جنوب مغرب کی سمت میں بہتا اور اس کے بائیں کنارے پر ایک بڑی ندی شیش ناگ کے قریب ملتی ہے۔ اس پر تین پل جن میں سب سے بڑا پل اسلام آباد کے جنوب میں ویری ناگ کی طرف جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ دریائے Bring، Brari Bal (وادی کشمیر کے جنوب مشرق میں) کے دامن سے نکلتا اور Tansan ندی کے نام سے یہ شمال مغرب کی سمت ایک گاؤں Wyl کی طرف بہتا ہے۔ Wyl تک اس دریا کو عام طور پر پیدل عبور کیا جا سکتا ہے۔ Wyl کے مقام پر ایک اور بڑی ندی وادی Nowbug سے نکل کر اس سے آن ملتی ہے۔ مزید مغرب کی طرف رخ موڑتے ہوئے اس کے پانی میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کا اضافہ کرنے والے چشمے Kukur Nag سے جو ایک گاؤں Hillar کے قریب ملتے ہیں۔ آخر کار دریائے Bring، Arpat دریائے سے اسلام آباد کے مغرب میں جا ملتا ہے۔

دریائے Bring پر بہت مدد kadal (کشمیری زبان میں پل) Urigam گاؤں کے قریب ایک دوسرے گاؤں Sof کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اسلام آباد سے دو تین میل شمال کی طرف دریائے جہلم میں دریائے Lidar شامل ہو جاتا ہے۔ دریائے Lidar شیش ناگ سے اور شمالی برفانی چوٹیوں سے نکلتا ہے۔ اس دریا کے پانی کی خصوصیت دریائے جہلم سے قدرے مختلف ہے۔ Bij Behara سے چند میل شمال کی طرف اس میں دو دریاؤں Veshau اور Rembiara کا مشترکہ پانی آن ملتا

Marfat.com

ہے۔ یہ دونوں دریا Pansal پہاڑیوں سے نکلتے ہیں۔ Veshau کا منبع ایک چشمہ Konsa Nag اور Rembiara Nandan Sar اور Bagh Sar جھیلوں سے نکلتا ہے۔

سری نگر کے مقام پر دریائے جہلم میں Dudh Ganga ندی آن ملتی ہے۔ Pansal پہاڑیوں سے نکلتی ہے۔ اس کے نیچے ذرا آگے Shadipur کے مقام پر اس کے دائیں کنارے دریائے Suind (سندھ ناگ) شمال مشرق میں سے آکر ملتا ہے جو سب سے بڑا معاون ہے۔ ان بڑے معاونین کے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی ندیاں اور پہاڑی نالے بھی آن ملتے ہیں۔ دریائے جہلم کا پانی Dal، Anchar اور Manasbal جھیلوں سے بھی متصل ہے۔ دریائے Suind کے ملنے کے بعد جہلم دریا شمال مغرب کی طرف بہتا ہوا جھیل Wular میں گرتا ہے اور پھر اس جھیل سے نکل کر بارہمولا کی طرف بہتا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ دریائے Pohru کا ملاپ ہوتا ہے جو کشمیر کی وادی کا شمالی حصہ ہے۔

دریائے جہلم کے منبع ویری ناگ کے چشمہ سے بارہمولا تک اس کی لمبائی 150 میل (240 کلومیٹر) ہے۔ بارہمولا سے مظفر آباد 100 میل (160 کلومیٹر)، مظفر آباد سے جہلم شہر 150 میل (240 کلومیٹر)۔ اسلام آباد سے بارہمولا تک دریا میں کشتیاں وغیرہ چلتی رہتی ہیں۔ سوائے چند مقامات کے دریائے جہلم میں کشتیوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ 120 میل کی مسافت میں 400 فٹ نیچے گرتا ہے یعنی 3.33 فٹ فی میل اور دریا کی چوڑائی 120 فٹ اور زیادہ سے زیادہ گہرائی 3 سے 12 فٹ ہے۔ اسلام آباد کے مقام پر Bij Behara کے نیچے دریا کا پانی نہایت ہی شفاف اور دریا کی تہہ صاف نظر آتی ہے۔ Pampur کے مقام پر پانی کی تہہ نظر نہیں آتی۔ بارہمولا سے آگے دریا کی چوڑائی 30 فٹ سے بھی کم ہو جاتی ہے اور پانی کی رفتار میں تیزی آجاتی ہے۔

بارہمولا سے مظفر آباد تک دریائے جہلم تنگ وادی اور اونچے پہاڑوں کے درمیان میں بہتا ہے۔ اس کے بعد دریا کا بہاؤ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے۔ مظفر آباد کے مقام پر دریائے کنہار بھی آن ملتا ہے۔ دریائے کشن گنگا بھی جہلم میں آن ملتا ہے۔ مظفر آباد سے جہلم شہر تک دریا جنوب کی طرف بہتا ہے۔ دریائے Kunara یا Nainsuk کے معاون Nainsuk اور Dangali سے آکر ملتے ہیں۔ Dangali کے مقام پر Punchtoi دریا بھی آکر ملتا ہے۔

دریائے جہلم، جنوب اور مشرق کے درمیان دریائے چناب سے ملتا ہے۔ جہلم شہر سے لے کر اس ملاپ تک دریا کی لمبائی 240 میل (384 کلومیٹر) ہے۔ Vernag سے لے کر اس ملاپ تک دریائے جہلم کی لمبائی 640 میل (1024 کلومیٹر) ہے (ضمیمہ 58 A)۔

دریائے چناب (Chandra-Bhaga, Sandabal, Akesines, Acesines, Chiunanun)

دریائے چناب دو بڑے معاون ندیوں Chandra اور Bhaga کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہے۔ Chandra-Bhaga کہلاتا ہے۔ یہ دونوں پہاڑی ندیاں جب ملتی ہیں تو اس نام سے جانا جاتا ہے۔ Ptolemy نے اس دریا کو Sandabal کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یونانی تاریخ دان اسے Acesines یا Akesines کے نام سے پکارتے ہیں جو اسی نام کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ Forster نے اپنی تحقیقی کتاب میں اسے Chiunaun کہا ہے اور Vigne نے اسے چناب کہا ہے۔ یہ نام (Chand-ab) پانی کے نام سے منسوب کرتے ہیں یا Chin-ab سے یعنی چین کا پانی کہتے ہیں۔ یہ دونوں نام چین سے ملحق ہونے کی وجہ سے نکلے۔

Chandra اور Bhaga دونوں ندیاں Bara Lacha کی سطح سے نکلتی ہیں جو سطح سمندر سے 16500

کی بلندی ہے۔ یہ دونوں ندیاں دریا Tandi کے مقام پر آپس میں مل جاتی ہیں۔ Tandi سے دریائے چناب شمال مغرب کی جانب Kishtwar کی طرف بہتا ہے۔ Tandi سے Kishtwar کا فاصلہ 115 میل (184 کلومیٹر) ہے۔ Kishtwar کے مقام پر یہ دریا ایک تنگ گھاٹی میں سے گزرتا ہے جس کی چوڑائی 25 فٹ ہے۔ اس مقام سے ذرا پہلے ایک دوسرا دریا Maru Wardwan اس میں شامل ہوتا ہے۔ Kishtwar سے پانچ میل شمال کی طرف دریائے چناب جنوب کی جانب 20 میل (32 کلومیٹر) کے فاصلے پر پہنچ کر اچانک مغرب کا راستہ اختیار کرتا ہوا اس سمت بہت زیادہ دور چلا جاتا ہے۔ Riassi کے شمال کی طرف چند میلوں تک یہ تنگ ہے۔ Riassi کے مقام پر دریا بہت چوڑا اور پانی کا بہاؤ بہت زیادہ ہے جہاں اس کی چوڑائی قریباً 200 فٹ ہے۔ یہاں یہ پہاڑیوں سے نکل کر میدان میں داخل ہوتا ہے اور Aknur تک جنوب مغربی سمت رخ موڑ لیتا ہے۔ Kishtwar سے Aknur کا فاصلہ قریباً 150 میل (240 کلومیٹر) ہے۔ Aknur سے دریائے چناب میں کشتیاں وغیرہ چلائی جاتی ہیں۔ Bara Lacha سے Aknur تک دریائے چناب کی لمبائی 380 میل (608 کلومیٹر) ہے۔ Aknur سے Mithankot تک جنوب مغرب کی سمت میں اس کی لمبائی 570 میل (912 کلومیٹر) ہے اور اس کی تمام لمبائی منبع سے لے کر جہاں یہ پنجاب کے میدانی علاقے میں دریائے Indus سے ملتا ہے تک 950 میل (1520 کلومیٹر) ہے۔

چناب دریا اپنے راستے میں کشمیر کے علاقہ Kishtwar، Badrawar اور جموں میں کئی ندیوں کو اپنے آپ میں شامل کرتا ہے۔ ان میں سے اکثر ندیاں جنوب مشرق کی جانب سے آتی ہیں اور دریا کے دائیں کنارے پر Chamba اور Kishtwar کی ندیاں ہیں جن کے نام Oonıar اور Chendi ہیں۔ دریا کے بائیں کنارے پر Butna اور Aknor کے درمیان Golden Nar اور Lour Knol ندیاں ہیں جبکہ دریا کے دائیں کنارے پر Bichlari اور Ans ہیں۔ Kishtwar سے مشرق کی طرف والی ایک ندی جو دریائے چناب سے بائیں کنارے سے آ کر ملتی ہے۔ Kishtwar اور Riassi کے درمیان ندی Karney Gad اور Kar Gad کا پانی بھی دریا میں گرتا ہے اسی طرح دریائے Neru، 'Baggi' اور Pinkta بھی اس میں گرتے ہیں۔ Riassi اور Jammu کی مغربی حد کے درمیان دریائے Tawi آ کر ملتا ہے۔

Atul کے پاس Golabgarh fort کے درمیان Butna دریا کے ملنے سے پہلے دریائے چناب پر رسیوں کا ایک suspension پل ہوا کرتا تھا جہاں پیدل لوگ پل عبور کرتے تھے اسی طرح مختلف جگہوں پر اس قسم کے کئی اور پل بھی ہیں۔

دریائے Tawi، Tohi یا Tauhi نام سے دو دریا ہیں ایک جموں کے صوبہ اور دوسرا کشمیر میں۔ یہ دونوں دریا دریائے چناب سے آ کر ملتے ہیں۔ جموں والا Tawi ان بلند پہاڑیوں سے نکلتا ہے جو کہ اس صوبہ کی شمال مشرقی حد اور Badarwar سے علیحدہ کرتی ہیں جو Sudh-Mahdev (جموں سے قریباً 32 میل دور شمال کی طرف) کے اوپر واقع ہے۔ جموں سے Tawi کا فاصلہ بیچ میں 10 سے 20 میل کے فاصلے پر دریائے چناب سے ملتا اور یہ سیالکوٹ سے 6 میل دور ہے۔ راجہ گلاب سنگھ کی پہاڑی سے اس میں جموں Tawi کے کنارے واقع ہے۔

دوسرا Tawi یا Rattan Pansal کے قریب سے نکلتا ہے اور آگے جا کر Rajori کے پہاڑی سلسلے سے نکلتا ہوا مشرق کی طرف دریائے چناب میں شامل ہو جاتا ہے۔ کئی مورخین بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ سکندر اعظم نے اس جگہ پر جو کہ دریائے توی اور چناب کے سنگم کے درمیان ہے وہاں اپنا پڑاؤ ڈالا تھا۔

دریائے سندھ

دریائے Sutlej اور دریائے Beas کے اتصال کے بعد Ghara کہتے اور ان دونوں دریاؤں کا پانی مشترکہ دریائے Indus (سندھ یا اٹک بھی) میں جا گرتا ہے۔ قدیم سنسکرت جس زبان میں مہابھارت لکھی گئی دریائے اٹک کو Sindho کہتے یونانی مورخین اور یونانیوں نے اس نام کو Indus میں تبدیل کر دیا۔ اس علاقہ کے رہنے والے لوگوں کو Indians یا Indoos یا Hindoos کہا گیا۔ یہ دریا Indus کے نام سے پکارا جانے لگا بہر حال اس علاقہ کے لوگ اس دریا کو سب سے مقبول

Marfat.com

معروف نام Sindh سے ہی پکارتے ہیں۔ مشہور زمانہ دریا Indus یا سندھ کا اصلی نام Singh-khadad اور اس نام سے لداخ کے رہنے والے اس دریا کو جانتے ہیں۔ Sindh-khadad کا مطلب "شیر کا منہ" ہے۔ اس شمالی ترین علاقے کے رہنے والے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دریا لداخ ہی میں کہیں سے نکلتا ہے۔ اس کی لمبائی 1500 میل (2400 کلومیٹر) ہے۔

سکردو میں یہ دریا بلند ننگا پربت پہاڑ کے نزدیک سے گزرتا ہوا ایک طرف یہ دریا بہتا ہے متصل ہو کر دریائے شیوک کا پانی دوسری طرف سے آتا اور جنوب مغرب دریائے سندھ دریائے گلگت سے مل جاتا ہے۔ گلگت سے بعد دریائے سندھ NWFP کے علاقہ کوہستان میں داخل ہو کر کوہستان اور اس کی پہاڑیوں کے نیچے کی طرف بہتا ہوا ہزارہ کے علاقہ جات اور ... چٹانوں کے پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ Thakot سے Neela Chang سے تک پر Tarbela Dam واقع ہے جو پاکستان میں Hydro-Power کے منصوبوں میں سے سب سے بڑا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ خداوند کریم نے دریائے سندھ کی ... قوت کاشت ہے جس کے صحیح استعمال سے نہ صرف پاکستان کو بلکہ تمام ایشیا کو بجلی مہیا کی جا سکتی ہے۔

دریائے سندھ کے متعلق ایک دلچسپ روایت پیش خدمت ہے Shadipur (کشمیر 59) دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر سرینگر سے کوئی 12 میل (19.2 کلومیٹر) شمال مغرب میں واقع ہے۔ شہر میں ایک باغ ہے Dab Bagh (ہندوؤں کا مقدس باغ) کہتے ہیں۔ Shadipur ایک چھوٹی ندی جس کا نام Siund اور دریائے جہلم کے سنگم پر واقع ہے۔ قدیم مورخین نے Siund کو دریائے Indus کے منبعوں میں سے ایک بڑا منبع تھا اور Siund کی وضاحت میں ... Siund اور Sind کے ناموں کی مطابقت تھی۔ یہ نہ صرف سب سے بڑی غلطی ہے بلکہ تمام فضول خیال تھا۔

کشمیر کی قدیم تاریخ میں یہ لکھا گیا ہے کہ Sujjya جس کی پیدائش اور زندگی ایک معجزہ ہے سے 880 B C ... دریائے Siund کو دریائے جہلم کے ساتھ ملاپ اس راستے کے بدلنے سے پہلے دریائے ... مندر کے ساتھ بلندی کی طرف کر دیا گیا تھا کہ Vainya Swamy Parihasapur اور Phalpur شہروں سے ... Siund اور دریائے جہلم کا ملاپ 90 کے زاویہ پر ہونے کی وجہ سے اس داستان کی تصدیق کرتا ہے۔ سنگم پر ایک چھوٹا ... پر ایک Budh عبادت گاہ ہے۔

Marfat.com

بیتے ہوئے دن کچھ ایسے ہیں
تنہائی جنھیں دہراتی ہے

وزیرآباد میں ہندو مسلم فسادات (تنازعہ امام مسجد)

1947ء کی [illegible] میں [illegible] فسادات اور خون کی ہولی نے [illegible] اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا مغربی پنجاب [illegible] وزیرآباد [illegible] تک امن و امان تھا۔ اس تباہی کے سمندر میں [illegible] کا جزیرہ بھی اس کی زد میں آ گیا۔ قصہ [illegible]

[illegible] نے [illegible] فسادات کے پیش نظر [illegible] کی چھٹیوں کے مقررہ وقت سے پہلے ہی بند کر دیا [illegible] A W D [illegible] راقم کے ساتھ [illegible] میں زیر تعلیم اور [illegible] A W D [illegible] وزیرآباد کے [illegible] راقم کی خوشدلی [illegible] کی وجہ سے اپنے گھر میں [illegible] بڑا اشتیاق تھا [illegible] گجرات حضرت شاہ دولہ دریائی (ہمارے [illegible]) [illegible] راقم کو مجبور کیا [illegible] والدہ صاحبہ [illegible] گجرات پنجاب [illegible] وزیرآباد پہنچ گئے۔ گجرات پنجاب [illegible] وزیرآباد میں [illegible] آج کل تک [illegible] رونق افروز ہیں [illegible] جنہیں تمام لوگ بے تکلفی سے [illegible] کے نام سے جانتے ہیں۔

A W D [illegible] راقم [illegible] پیدل چلتے ہوئے [illegible] پہنچے [illegible] کے دروازے پر [illegible] ایک پلنگ پر سفید [illegible] راقم [illegible] بیٹھے [illegible] A W D [illegible]

[illegible]

[illegible] مسجد [illegible] اور مسجد میں [illegible] پیچھے [illegible] کو عافیت [illegible] پیچھے [illegible] معروف [illegible] نہیں!

[illegible] راقم [illegible] پہنچے [illegible] کی حد تک [illegible] راقم پریشانی کے عالم میں نمازیوں کو [illegible] شروع کر دیا [illegible] یہ وہ زمانہ تھا جب ہر طرف سکھوں کے [illegible]

Marfat.com

دہشت پھیلی ہوئی تھی بالخصوص ہر کسی کو اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔ میں تو خیر بچہ سا ہی رہا تھا مگر ابو مجھے بھی بہت پیچھے چھوڑ گئے۔ ہم دانت سکھوں نے حملے کا منصوبہ بنایا۔ کسی کی چھاپہ ماری کی تو کسی کی ریکی وغیرہ کر رکھا تھا۔ لوگ خرید و فروخت میں مصروف تھے اور وہ دکاندار سودا سلف کی رقم لینا اور چیز خریدار کو دینا بھول گئے۔ کوئی شرارت سے اب میں ہر طرف کی ... اوپر کی چوکی میں بہ چند ایک فالودہ فروش کی دکان سے پیالہ لے کر ہاتھ کر کے بیٹھتے ہوئے آدمی سے ملا ہے بندوق تان کر میں ... فالودہ بیچنے والے کا ہاتھ معطل ہو گیا۔ عجیب افسردگی کا عالم ہمارے چہروں پر نہیں سنبھل رہی تھی۔ یہ قیامت کا منظر تھا۔ ہر طرف شور ... "سکھ آ گئے، سکھ آ گئے۔ فسادی گلی میں قتل و غارت کے بعد ادھر ہی آ رہے ہیں۔ فسادی گلی کی نالیوں میں خون ہے۔ ہر ... فائرنگ ... آ رہی ہوتی ہے۔" القصہ ہر شخص جدھر منہ سمایا بھاگ نکلا۔ راقم چپکے سے بازار سے نکل کر جان بچا کر ... اور عافیت اسی میں خیال کی کہ عبدالحمید صاحب کے پاس تھوڑی دیر آرام کر لوں مگر وہاں بھی قتل و غارت ... سے متعلق خوفناک تذکرہ داستان سن رہا تھا۔

عبدالحمید اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ راقم کی بدحواسی سے پریشان ہو گئے تو پوچھنے لگے "پوچھو سے اتنے خراب حالات میں تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ کیا اور کوئی بڑا آدمی تمہارے ساتھ بھی ہے یا نہیں؟"

"نہیں میں ایک دوست کے ہمراہ آیا تھا اور اس افراتفری میں بچھڑ گیا۔"

عبدالحمید نے تسلی دیتے ہوئے کہا "جب تک میں زندہ ہوں کوئی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا" اور پھر انہوں نے مجھے جرات دی دوسرے دن A W D کی بس ... معمول کے مطابق ... یا اور زور زور سے کہا "ہمارے شہر کا ... جو ... والے بھی ہو۔ میں نے فوراً جواب دیا یہ کیا ہو سکتا ہے۔ ہم حال مجھے تو کوئی ... ہوا ہے؟"

"ہونا کیا تھا میں بڑے خصوع خشوع سے نماز پڑھ رہا تھا کہ مسجد میں ... نے اچانک ... نمازیں ... کانپ رہی اور تم جانتے ہو میں ... برداشت نہیں کر سکتا۔ چوٹ تو ... سے ... بارش کی چند بوندیں ... ہیں۔" (راقم کی شرارت کی ایک عجیب کیفیت ہے کہ جیسے ... پر بارش کے چند قطرے پڑ جائیں تو مجھے ... جاتا ہے۔)

"آپ نے کہا کہ مسجد کے اندر کس صف میں کھڑے تھے؟"

"اگلی صف اور بالکل امام کے پیچھے۔"

"او ہو اچھا تو ابھی ... ہو گئی تھی وہ مولوی صاحب کی ... تھی ... bend ہو گئی تھی وہ جب وہ سجدے میں جاتے ہیں تو وہ اس کو پیچھے کی طرف نکال کر سیدھی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ... محلہ بخوبی واقف ہیں اور تم نے ... کر دیا ہے۔"

"او ہو یار مجھے معلوم نہیں تھا اب کیا ہو سکتا ہے؟"

سکھ آ گئے، سکھ آ گئے!

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان 1947 کی جنگ ... بے شمار ... ہم ... ایک ... نے شمار افراد ... زندہ ہیں۔ جب ہندو پاک کی فوجوں میں تصادم کا احتمال ہوتا ہے ... کی فوج ... میں ... جنگ ... ہوتی ہے ... سکھوں سے ہی ... ہے۔

... تحصیل کی ... بستی ... ایک رات ... پہنچی ... ہوا تھا ... شہر ... میں ... کی طرف ... آتے ہیں ... اسلحہ ... اعلان کی ... آدھی رات کے قریب ... کر ... سکھوں ... نے ... بدعنوان ... پر ... جوانوں ... پاس اسلحہ تھا وغیرہ ... تیار ... کے پاس اسلحہ تھا ... بندوق وغیرہ

وہی درست نہ تھی۔ بہر حال جب اس گنبو والے شخص نے جھوٹی قسمیں کھائیں کہ سکھوں کی ہوائی فوج بہت زیادہ تعداد میں ریتلی نالے میں اتر رہی ہے تو ان پرجوش جوانوں کی خون ریزی کی پیاس بڑھ گئی۔ جوان حرکت میں آچکے تھے کسی کے ہاتھ میں کلہاڑی آئی تو کسی نے چارپائی کے پائے سے لاٹھی کا کام لیا۔ جوان والوں کی توثیق ہوئی تو اس نے ان کی لیڈری ریتلی نالے کا رخ کیا۔ کسی کے پاس تلوار تھی تو کسی کے پاس برچھی تھی۔ غرضیکہ 25-30 جوانوں کی فوج ہوائی حملے کا جواب دینے بالکل تیار تھی گو ان کے جو میں "Trianed" اور منظم فوج والی کوئی بات نہ تھی مگر جوش و خروش سے حرکت میں آچکی تھی۔ پرجوش انداز میں نعرہ زن ریتلی نالے کی طرف رواں دواں ہوگئی۔ ہوائی جہازوں سے اترنے کی تو اس سے یہ فرق پڑتا ہے جہاں اس معتبر شخص نے قسمیں کھائی تھیں کہ سکھوں کی چھاتہ بردار فوج ہوائی جہاز سے اتر رہی ہے۔

چونکہ اندھیری رات میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اور ہماری "فوج" راستے سے ناواقف اور بندوق نہ ہونے سے ڈری ہوئی تھی اور قتل و غارت کا خوف بھی سوار تھا۔ ایک جوان کو تھوڑے فاصلے پر کسی انسان کا سایہ نظر آیا۔ دشمن کو پتہ نہ چل جائے نہایت احتیاط سے چھپتا چھپاتا ہماری فوج کا جوان اس سائے کے قریب پہنچ گیا اور اندازہ لگا کر بھرپور وار کیا۔ دشمن وہیں ڈھیر ہو گیا (برچھی) کا بھرپور وار کیا۔ بے ساختہ زور دار چیخ بلند ہوئی۔ جوان کے حملہ آور ہونے کا دوسرے ساتھیوں کو بھی علم ہو گیا۔ پرجوش فوج کے جوانوں نے نہایت جذباتی انداز میں حملہ "سکھ" پر کر دیا تو ہر ایک سکھ مارنے پر تلا ہوا تھا۔ بے دردی سے ان جوانوں نے حملہ کیا۔ دشمن یعنی "سکھ" کے قریب جا کر دیکھا تو سکھ دیکھنے کا شوق زور پکڑ گیا۔ یہ تو گاؤں کا ایک بوڑھا چوکیدار تھا جو بیت الخلا کی غرض سے ریت پر تڑپ رہا تھا۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ برچھی چوکیدار کو لگی اور اس کی موت واقع ہو گئی۔ باہمی صلاح مشورے کے تحت نزدیکی گاؤں سے چارپائی منگوائی گئی اور اس بوڑھے کو اٹھا کر ہسپتال لے گئے مگر ہسپتال والوں نے بتایا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ ان کی جان تو نہیں بچی لیکن یوں ہسپتال میں چھوڑ آئے مگر اس ہلاکت سے ساری "فوج" پر سکتہ طاری ہو گیا اور "سکھ آگئے سکھ آگئے" کا شور لوگوں کی زبانوں میں تیزی کا باعث بن گیا۔ لوگ گھروں سے بے خوف ہو کر نکل آئے، کہیں کلہاڑیاں، کہیں برچھیاں لیے رواں دواں تھے۔ کہیں نہ کہیں سے قریبی گاؤں میں قتل و غارت کی خبریں آ رہی تھیں۔ سکھوں سے ہم ہر روز نئے بچ رہے تھے۔ اسی طرح دوسرے محلے کے ایک جوان نے اطلاع دی کہ دریا کے پار ایک گاؤں میں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔

حالات میں تشویش ناک ہو چکی تھی۔ رمضان شریف کی آخری رات والے چاند نکلے چھوٹے بڑے دوڑ کر چھت پر گئے کہ عید کا چاند دیکھیں ۔ کسی طرح چیل کی طرح قریبی گاؤں میں سکھوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ایک افراتفری کا عالم تھا۔ شور واویلا، چیخ و پکار سے گلے بند ہو گئے۔ کسی بندوق کی آواز بلند ہوئی۔ چونکہ عید ہے تو خوشی میں پٹاخے چھوڑے جا رہے ہیں اور اس خوشی میں گولہ باری اور فائرنگ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مسلمانوں کو یہ بات نہیں معلوم کہ عید کی خوشیاں گولہ باری کی نذر ہو گئیں۔ بچوں کو تو پتہ نہیں چلتا کہ عید پر سویاں کھا لیں گے مگر بڑوں کی یہ فکر تھی کہ ہمیں آرام سے عید کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتے۔ ہمیں ہر وقت ہوشیار رہنا ہے۔ سکھوں کی قتل و غارت گری میں صرف رہنا چاہتے تاکہ پیارے پاکستان کو بچایا جا سکے۔

"چودھری (چھٹے) بیری کے باغ"

شہر کے دل حضوری باغ لاہور وہ جگہ ہے جو کہ شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے گردوارے کے درمیان میں واقع ہے۔ میں مشرف ہوتے ہی میں عام طور پر اندرون لاہور سے لوگ شرکت کیا کرتے۔

1946ء میں جب میں اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں زیر تعلیم تھا تو گرمیوں کے موسم کی چھٹیاں کشمیر میں گزارنے کے بعد چند دوستوں نے اپنے دیوان کی نذر جات کے اور Rivaz ہوٹل لاہور پہنچ گیا۔ چند دنوں کے بعد یار و احباب نے تجویز پیش کی کہ شام کو ہم حضوری باغ مشاعرہ سننے جائیں۔ گرمیوں کا موسم تھا ہم سہ پہر کے قریب وہاں پہنچ گئے۔ یہ زمانہ تھا مسلمان،

Marfat.com

ہندو مت کے مطابق دیویوں میں مختلف جنموں پر ذاتوں سے نیچے نیچے [illegible] شاعر کا [illegible] ہوتی [illegible] پر
کامیابی کی اور جدید شاعر کا ترجمہ تحت اللفظ میں پیش کرتا۔

جس گروپ میں ہم نے شمولیت کی وہ [illegible] رنجیت سنگھ [illegible] کی طرف [illegible] پیچھے [illegible] تو میں بھول گیا ہوں مگر اس نے اپنے کلام [illegible] غریب انداز کے ساتھ پنجابی میں پیش کیا [illegible] باقی شعرا [illegible] تھی۔

"[illegible] شہریوں کے ہندوستان سے [illegible]"
(یعنی اپنے [illegible] وطنوں میں رہتے ہیں [illegible]) [illegible] خوب داد [illegible] رہے تھے۔

[illegible] ازدواجی تعلقات [illegible] میں [illegible] اپنے [illegible] کے [illegible] قدموں میں ہوا کرتی تھی۔ [illegible] آزاد ہو اور [illegible] قدموں سے [illegible]

آپ [illegible] ایک واقعہ [illegible] کہ [illegible] میں [illegible] ہو [illegible] ہندوستانی [illegible] کی [illegible] پیٹ [illegible] زندگی [illegible] بیوی [illegible]

3 جولائی 1995ء میں اپنے ایک [illegible] سے [illegible] کی [illegible] کے بعد [illegible] ان کے [illegible] باتیں [illegible]

[illegible] شاعر [illegible] کے بعد [illegible] تقسیم ہند سے قبل [illegible] متعلق [illegible]

"[illegible] مشاعرے ہوتے ہیں۔ [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] ایک [illegible] صدیقی مرحوم [illegible] خوب [illegible] انداز [illegible]"

[illegible] باتوں باتوں میں [illegible] صاحب [illegible] شاعر [illegible] [illegible] جتنے [illegible] زیادہ [illegible] اپنے [illegible] صاحب [illegible] پوچھا [illegible] ہے؟"

[illegible] ایک [illegible] جواب دیا [illegible] layer [illegible] [illegible] بعد [illegible]

[illegible] متعلق [illegible] میں [illegible]

اشرف پگانوالہ مرحوم

[illegible] اور [illegible] سے [illegible] [illegible] ایک [illegible] بہت [illegible] سے [illegible] شکل و صورت سے [illegible] فنی [illegible] نہایت خوش الحان آواز میں [illegible] زمانے میں [illegible] اشعار [illegible] مشہور فنی [illegible] [illegible] ہوتی تھی

Marfat.com

"دکھی ہوں تیری یاد کے ہی سہارا
آ جاؤ کہ چمکے میری قسمت کا ستارا"

میں نے یہ گانا پاپولر گلوکار کی آواز میں سنا ہے اور میں تمہید باندھ رہا ہوں۔ یہ محنت ضروری ہے۔ ایک شام میں اپنے دوست شہزاد اشرف چوہدری کے ساتھ مبارک مسجد کے قریب ہوٹل کے سامنے چائے پی رہا تھا۔ وہ گانا سن رہا تھا اور میں اسے ترجمہ کر کے بتا رہا تھا۔ اشرف نے کہا "یہ گانا بہت اچھا ہے۔" میں نے اسے بتایا کہ میں ہمیشہ سے اسی گانے کو پسند کرتا ہوں۔

اشرف نے جواب دیا "جی صاحب مجھے بھی یہ گانا بہت پسند ہے۔" پھر اپنا واقعہ سنانے لگا اور کہنے لگا کہ ایک دن میں بس میں بیٹھا تھا اور 42 نمبر بس چل رہی تھی۔ بس ڈرائیور بڑا خوش مزاج تھا۔

یہ بات ہے 1946 کا واقعہ ہے۔ اشرف چوہدری اور راقم جماعت نہم کی چھٹیوں پر آئے ہوئے تھے۔ جنوری میں جب چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں تو ہم جماعت کے ساتھ بس میں سوار ہوئے۔ اس وقت کے قانون کے مطابق کالج آفس سے ٹکٹ لے کر passes بس میں دکھانے ہوتے تھے۔ پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ میں اور اشرف پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ جب بس stops پر رکی تو کئی مسافر راستے میں اتر گئے تو cleaner نے دروازہ کھول کر کہا کہ اندر آ جاؤ، پچھلی سیٹ کی طرف سے ہو کر آئے۔

اشرف نے کہا کہ میں پیچھے بیٹھا ہوں۔ میں نے کہا سیدھے ہو کر بیٹھو، جماعت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ ایک بوڑھی عورت ہاتھ میں تھیلا لیے آئی اور ایک پیچھے کی طرف بیٹھ گئی۔ اس نے cleaner کو آواز دی "سواریاں پوری ہو گئی ہیں؟"

"جی پوری ہیں" cleaner نے full کا جواب دیا۔

بڑھیا پریشان ہو کر کہنے لگی "بیٹا میں کہاں بیٹھوں؟" بس چل پڑی۔ بڑی بی بولی "ذرا آہستہ چلاؤ" اور شور مچانا شروع کر دیا۔

"ہو جانا، میری جان نکل جائے گی۔"

پھر ڈرائیور نے کہا کہ بس تیز چلا رہا ہوں۔ ڈرائیور نے bus کی speed کم کر دی اور بوڑھی عورت نے کہا کہ "میں پیچھے بیٹھی ہوں، ذرا آہستہ چلاؤ۔"

ڈرائیور نے cleaner سے کہا "بڑی بی کا خیال رکھو۔"

جب بس پہنچی تو اشرف نے ڈرائیور سے کہا جب بس رکی تو اشرف نے کہا کہ "ڈرائیور صاحب آپ بہت اچھے ہیں۔"

بڑھیا بولی "میرا بیٹا تم بہت اچھے ہو، میں غریب آدمی ہوں، میری پوتی کی شادی ہے۔ میرے پاس پیسے نہیں ہیں، میں کیا کروں۔"

اشرف نے جیب سے ایک روپیہ نکال کر change کے طور پر دے دیا۔ بڑھیا نے دعا دی۔ اشرف چوہدری نے کہا کہ ڈرائیور نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔ اشرف بضد رہا۔

Pickpocket (جیب تراش)

یہ اس زمانے کی بات ہے جب جماعت پنجاب کی اپنے عروج پر تھی۔ اس دور میں وقت گزارنے کا ایک ذریعہ سینما تھا۔ قریب ہی ایک سینما تھا جس کا نام تھا۔ افراد کے علاوہ "چکی دیا" underground

سے بھی بڑے گہرے تعلقات تھے۔ یہ حضرات بے شمار زمینوں اور جائیداد کے مالک تھے اور بڑے دبدبے والے تھے۔ اس خاندان کے چوہدری صاحب سے بڑے گہرے مراسم تھے اور ان کی جاگیر داری تھی۔ لطیف کا چھوٹا بھائی بڑا دلیر تھا۔ بدمعاش کے نام سے مشہور تھا بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے وقت نکالتا تھا۔ پورے شہر میں عزت تھی اور لوگ آج تک ان کے نام کا احترام کرتے ہیں اور ان کی بات مانتے ہیں۔ کے قریب ہمیشہ دوست بیٹھتے تھے اور ہوٹلوں میں معروف "عرب ہوٹل" کے Railway Road پر پہنچے تھے۔ کھانا پینا کرتے تھے۔ پولیس والے بھی چائے پینے آتے تھے۔ Flemming روڈ اور منڈی کے چوک سے گزرتے ہوئے وہاں ایک چوک پر کھڑے ہو کر چائے پیتے۔

جب کبھی لطیف بیٹھے ہوتے تو ایک پولیس والا آ کر پوچھتا کہ کیا بات ہے۔ Braganza ہوٹل میں لطیف صاحب کے پاس بیٹھے تھے۔ لطیف صاحب نے کہا میں دو مرتبہ گئے ہوئے تھے جہاں وہ ان کے دوست بن گئے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کرتے۔ چنانچہ لطیف صاحب کے بیٹے کے عرب ہوٹل والے پولیس افسران لطیف کی مدد میں مصروف تھے۔

لطیف نے پہلے تو میری بات پر کان نہ دھرا۔ پھر جب میں نے کہا "کوئی بات نہیں ہوئی (چوہدری صاحب) جب وہ لطیف کی پرواہ نہیں کرتے تو آپ کو کیا پرواہ ہے۔"

اس پر لطیف نے کان کھڑے کیے اور مجھ سے ایک پولیس افسر کے بارے میں پوچھا:

"کیسا آدمی ہے؟"

"عرب ہوٹل اور منڈی کے چوک سے گزرتے ہوئے Flemming Road کی طرف جاتا ہے۔ یہ جیب اس علاقے میں نہیں رہتا۔"

لطیف نے ہنس کر کہا اور ہماری طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا کہ یہ جو عرب ہوٹل میں بیٹھا ہے یہ خود کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔

"خود کو بہت بڑا سمجھتا ہے؟" میں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں یہ پولیس والا ہے اور بڑا آدمی ہو گیا ہے۔" لطیف نے کہا۔

دوسرے دن پہلے پہر لطیف نے عرب ہوٹل میں بیٹھے باتوں باتوں میں ذکر کیا۔ ایک شخص آیا (جس کے بارے میں وہ کہتے تھے کہ وہ ایک اچھا آدمی ہے) اور بہت دیر تک بیٹھا رہا۔ ہوٹل کے منیجر Manager سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں۔

اس پر منیجر نے کہا "یہ پولیس کی طرف سے آئے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد وہ چلا گیا۔ پھر ہم نے اس کے بارے میں بات کی اور پتہ چلا کہ وہ underworld کی دنیا کا بادشاہ ہے اور لوگ اس سے ڈرتے ہیں۔

عزت دی روٹی!

تقسیم ہند سے قبل اور بعد میں 1948 کے دوران جب راقم لاہور میں تھا تو شام کے وقت ایک ہوٹل میں محفل جمتی جس میں میرے قریبی دوست غلام محی الدین عرف دینا، افضل اور دوسرے ساتھی (قصور والے) بیٹھتے۔ ان سے پوچھا کہ سوال کون سی ذات ہے؟

"یہ لوگ کس ذات سے ہیں؟" ایک نے فوراً جواب دیا۔

"یہ اس سے اچھی ذات والے ہیں جن کا تعلق رحمت سے ہے۔ ان کا کھانا اور روٹی عزت کی ہوتی ہے اور یہ دوسروں سے مانگتے نہیں۔"

Marfat.com

ہے کہ ... پڑھ ... (...) تک ... تھی کہ ... وقت ... نونوں کا ... ہے نہیں۔"

ان حضرات کے علاوہ جو ... سے متعلق ... میں ... تھے ان میں عبدالواحد ... خان ... مشہور ... اقبال، امتیاز ... میں ... آفتاب قرشی ... شاہ ... ہوتے ... آفتاب قرشی کے ... اسلامیہ کالج کے ... ہوسٹل میں رہا ... عرب ہوٹل میں ... آتے ہوتے۔

آفتاب قرشی کے ... بھائی ... قرشی نے ... پاکستان بننے کے بعد ایک رسالہ ... کی اشاعت شروع کی ... [illegible] ... قرشی ... ان ادیبات میں قرشی کا ... جوش ... اور ... [illegible]

... عرب ہوٹل میں ... وقت ... سے ... مذاق میں ... ایک صاحب ... [illegible] ... باتیں ... ان صاحب سے پوچھو ... [illegible] ... ہیں؟"

... عرب ہوٹل ... چند منٹوں کے بعد ... [illegible] ... ہیں ... [illegible]

... عرب ہوٹل ... شہرت ... [illegible] ... اور چند ایک ... سے ... عرب ہوٹل ... متعلق ... مشہور ... پاکستان ... [illegible]

... *Lahore, a Memoir* نے Vanguard books, Lahore نے 1989 میں شائع کی ... ادب ... نے اپنی کتاب "تنقیات" میں عرب ہوٹل سے متعلق مندرجہ ذیل ... ہے:

... چپ ... [illegible]
عرب ہوٹل اور ... [illegible]
... [illegible]
... ہیں ... [illegible]

... سے ... صاحب ... چند ایک اشعار ملاحظہ فرمائیں:

... ہوٹل ہے ... ہے ساتھ
چپ چپ چپ ہے چوباروں میں
بھری ہیں ان سے ... جو ظلم کا ہیں
... سے واہ واہ ہے چوباروں میں
پنجابیوں کی ہیں یہی مہمان نوازیاں
... ہے ... ہے چوباروں میں

چند ایک ... عرب ہوٹل میں بیٹھنے ... سب سے ممتاز ... ہوٹل میں ... جو انارکلی میں قطب الدین ایبک کے مزار ... انارکلی ... میں واقع تھے۔ اس دور میں قطب الدین ایبک کی قبر ایک تنگ جگہ میں چھپی ہوئی

Marfat.com

[illegible] متعلق [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

\-----------

[illegible]

[illegible] sceneries [illegible] tripod [illegible] focus [illegible] Ready [illegible] ready [illegible]

[illegible] cockpit [illegible] ready [illegible] pilot [illegible]

[illegible] pose [illegible] focus [illegible]

[illegible] ready [illegible] pose [illegible] ght [illegible] plate [illegible] ready [illegible]

[illegible]

[illegible] atheletes [illegible] credit [illegible]

Marfat.com

منتقل ہونے پر بھی مشن ادارے سے وابستہ رہے۔

ایسے تو مولانا صاحب راولپنڈی اور مری سے تعلق رکھتے تھے جو اس زمانے میں اعلیٰ تعلیمی ادارے تصور ہوتے تھے۔ گو زمیندارہ خاندان سے تعلق تھا لیکن آپ کی والدہ نواب زادہ سے منسوب ہونے کے باوجود وقت کی نوکری پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تعلیم کے بعد ادارے سے منسلک ہو کر سماجی خدمت کو ترجیح دی۔ اس وقت کے مسلمانوں میں زمیندارہ نظام کا رواج تھا۔ 1946 میں زمیندارہ نظام کے خاتمے کی تحریک چلی جس کے بعد حالات بدل گئے۔ ایک آخری نشست میں پندرہ افراد موجود تھے اور مسلمانوں کی حالت پر بحث ہوئی۔ اس بحث میں ہر ایک نے اپنی رائے دی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "قدم بڑھاؤ" اور whistle کی آواز کے ساتھ سب نے چلنا شروع کیا۔

"یہ قافلہ چلتا رہے یہ ہی ہمارا مشن ہے"

یہ تحریک آہستہ آہستہ ایک بڑی تحریک بن گئی اور مسلمانوں کی جدوجہد رنگ لائی۔ چند مخالفین اور ایک دو افراد کے علاوہ سب نے ساتھ دیا۔ اس کے بعد ہجرت کے دوران مسافروں کی خدمت کی اور راستے میں قافلوں کی حفاظت کی۔ ان کی خدمات کو سب نے سراہا اور یہ آج بھی یاد کی جاتی ہیں۔

ہجرت کی رات

حکیم صاحب بتاتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ ہم رات کو ریلوے اسٹیشن پہنچے تو وہاں بہت رش تھا۔ اس کے بعد ہم ایک جگہ رکے جہاں سے Pilot ایک جہاز پر پاکستان لے جانے والا تھا۔ ریڈیو پر پاکستان کے قیام کا اعلان ہوا تو سب خوش ہو گئے۔ رات کو 7:45 سے 8 بجے تک ریڈیو پر خبریں نشر ہوتی تھیں۔ 1947 کو رات 12 بجے ریڈیو پاکستان سے نشر کی گئی۔ 7 بجے شام کے بعد ریڈیو پر خبریں سنتے تھے اور یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور سب نے خوشی سے نعرے لگائے۔

یہ بات حکیم صاحب نے بتائی کہ بعد میں ہم لوگ جہاز کے ذریعے پہنچے۔ جہاز میں سامان رکھنے کی جگہ نہیں تھی اس لئے بہت سا سامان چھوڑنا پڑا اور سب کو اپنی جان کی فکر تھی۔

ایک دن وہاں ایک بزرگ نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ آپ کا سامان کہاں ہے؟ حکیم صاحب نے جواب دیا کہ سامان جہاز میں نہیں آ سکا۔

حکیم صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "آپ کو یقین ہے کہ آپ کا جہاز پہنچ جائے گا؟" حکیم صاحب نے جواب دیا "میں ہمیشہ اللہ پر یقین رکھتا ہوں۔"

Marfat.com

حاجی صاحب تین چار دنوں بعد چلے گئے ان دنوں ہوائی جہاز سے سفر کا امکان نہ تھا لہذا حاجی صاحب نے بذریعہ [illegible] کلکتہ کا واپسی سفر کیا اور ڈیڑھ مہینے کے بعد حسب معمول محفل میں موجود لوگوں کو حکیم صاحب نے بتایا کہ ایک خط [illegible] صاحب کلکتہ والے تاجر نے بھیجا۔ اس خط میں لکھا ہوا تھا کہ حکیم صاحب میں نے عرض کیا تھا [illegible] سمندری طوفان میں [illegible] تو جہاز کا پتا [illegible] جہاز [illegible] کی تصدیق ہوئی ہے۔

"ماڈو شیخ"

[illegible]

[illegible] bowl [illegible]

شوق کی کوئی انتہا نہیں۔

استاد امام الدین صاحب
"[illegible] طرح مصرع"

[illegible] BBC لندن [illegible]

[illegible] Malik Seeds Store [illegible] Agricultural products [illegible] Circular Road [illegible]

[illegible] London [illegible]

[illegible]

ایک M.A خاتون (یہ [illegible]) [illegible] تک دستیاب ہے۔ [illegible] کتاب شائع [illegible]
[illegible] شعر بھی اور اس طرح یہ اشعار استاد صاحب سے منسوب ہو جاتے [illegible]
[illegible] اشعار کا تعلق استاد امام دین کے انداز سے دور تک کا بھی نہیں۔

[illegible] Quality Store [illegible] Australasia
Bank [illegible] (صلاح الدین) [illegible] والد مرحوم [illegible]
Nizam Furnishing House [illegible] اوقات
[illegible] اشعار [illegible] شغل [illegible]

[illegible] گجرات شہر میں سب سے پہلے [illegible]
[illegible] اللہ دتہ [illegible]
P W D B & R میں ملازمت [illegible] بعد 1978 میں [illegible]
[illegible] 1942 یا 1943 میں [illegible]
[illegible]

[illegible] دوستوں میں سے تھے [illegible]
[illegible] اللہ دتہ [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت اللہ [illegible] استاد صاحب [illegible]
[illegible]

[illegible] استاد صاحب [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
1947 [illegible]
[illegible] military [illegible] sirens Curfew Order [illegible]
[illegible]

Marfat.com

[illegible] siren [illegible] siren [illegible] stools [illegible]

ایک شام [illegible]

[illegible]

[illegible] 1962 [illegible] 1951 [illegible] 3 [illegible] 1951 [illegible] 1962 [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

... رہا ... آدمی ہے
یہ دنیا ہے ... کھیل و تماشا
اس میں ... ادا آدمی ہے

...

... مبارک ہو خدمت ...
... تماشائی
... پڑی ہے
[illegible]
... شام ... رہا ہے
[illegible]

Partition کے بعد ہندوستان سے refugees ... پاکستان آ رہے تھے۔ ... [illegible] ... wheels ... axle ... [illegible] (61)

G T Road ... [illegible] ... G T Road ... refugees ... [illegible] ... G T Road ... [illegible]

... wheels کی lubrication ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

اللہ دتہ صاحب نے پوچھا "استاد جی ایہہ تہاڈی تخلیق اے؟"

"[illegible] (ضمیمہ 62) [illegible]

"Level اور Plane کا فرق"

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] vocabulary [illegible]

"Level اور Plane کا فرق"

[illegible]

[illegible] plane اور level [illegible]

[illegible] plane اور level [illegible]

Marfat.com

[illegible] plane [illegible] level [illegible]

[illegible]

[illegible] plane [illegible] level [illegible]

[illegible] 23 [illegible] 1994 [illegible] plane [illegible] level [illegible] plane [illegible] level [illegible]

[illegible]

[illegible] 1947 [illegible] (63 [illegible]) [illegible] shuttlecock [illegible]

[illegible]

Marfat.com

"مگر آپ رونا بند نہیں کریں گی تو چلو [illegible] میں نے ہنسی دی۔"

[illegible] والد صاحب [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] شادی [illegible] خوبصورت [illegible]

[illegible] شادی کی رات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] Traveling talkie [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں جتنے درخت کی چھاؤں میں بچھی چارپائی پر چپ چاپ بیٹھ گئے ہیں اور کوئی سی بات کا تقاضا کرنے سے بے نیاز ہیں لہذا روایتی انداز میں میں نے پوچھا

''کیا پینے سے پینا ہے لے آؤں؟'' مگر وہاں سکتہ کی حالت میں زبان پر تالے لگائے ابا جی خاموش بیٹھے ہیں حالانکہ شدید گرمیوں میں سفر کو چند قدم چل کر ہی پانی پینے کی شدت سے طلب محسوس ہوتی ہے۔ جب مزید استفسار پر بھی خاموشی طاری رہی تو دل کو تشویش لاحق ہوئی۔ خدانخواستہ وہ پہلے سفر کے دوران کوئی جن بھوت آسیب وغیرہ کا تو اثر انداز نہیں ہو گئے اور خاموش بزرگ سے ہی جی سے حقہ نوش ہونے لگے یہاں تک کہ پہر تک مکمل خاموشی غالب رہی جس پر گھبراہٹ کے عالم میں رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ سب بچے بھی سہمے ہوئے چارپائی کے پاس چپ چاپ بیٹھے رہے۔

دوپہر میں گریہ زاری اور بین والی آواز سن کے گاؤں کی سوگوار لڑکیاں دوڑی چلی آئیں اور گاؤں کی عورتیں روایتی انداز میں روتی ہوئیں دور دور سے تعزیت کے لیے جوق در جوق آنے لگیں۔ صحن میں عورتوں کا ہجوم تھا جو سینہ کوبی اور آہ و زاری میں مصروف ہو گیا جبکہ ابا جی چارپائی پر چپ چاپ براجمان ہیں اور یہ سلسلہ عصر تک جاری و ساری رہا۔ دونوں سے یہاں تک کہ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ کفن دفن اور تدفین کے مراحل میں مصروف ہو گئے اسی اثنا میں دوسرے گاؤں سے ایک صاحب آئے اور پوچھا کہ کون فوت ہو گیا ہے؟ چونکہ گھر کا سربراہ بھی تو یہی چارپائی پر خاموش بیٹھا ہوا تھا ہم نے ان کی طرف اشارہ کیا تو وہ ابا جی سے مخاطب ہوئے کہ کیا بات ہے؟ جس پر وہ مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں بولے

''بیٹا! اب تم لوگوں نے مجھے جیتے جی مار دیا۔'' (چونکہ میں نے کہا تھا کہ چھوٹی چپ رہو بڑی مل جائے گی) بیٹے! اب تم لوگوں کی سوگواری مل گئی ہے۔'' اس پر سب کی ہنسی قہقہہ زن ہو گیا اور ان کی سادگی پر بے اختیار رو تے ہنستے رہے۔

کاسوں کی بارش!

جب تک میں نے Rivaz ہوسٹل میں رہائش اختیار کی ہوئی تھی مگر اس زمانے میں لاہور کی مشہور رہائش گاہ ''عنایت منزل'' میں بھی میرے احباب اور میں بھی اپنے رہنے کا بھی بندوبست کیا ہوتا۔ رہائشیوں کی اکثریت تنہا رہنے والوں کی تھی۔ مثلاً ... محمد ... خان ... وغیرہ زیادہ تر کلرک بادشاہ تھے۔

عنایت منزل ایک square عمارت تھی۔ چاروں طرف گراؤنڈ فلور پر چھوٹے چھوٹے کمرے۔ مین گیٹ جو مشرق کی طرف بازار میں کھلتا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ تھا۔ گیٹ سے داخل ہونے کے بعد دائیں ہاتھ کی طرف سیڑھیاں اوپر چھت پر مشرق کی طرف جانے کا واحد ذریعہ تھیں۔ بائیں ہاتھ بھی ویسی ہی سیڑھیاں اور چھت پر مشرق کی طرف کمرے۔ ان چاروں کمروں کا آپس میں کوئی تعلق نہ تھا کیونکہ پوری کے اوپر چھت حائل تھی۔ یہ چھت اور چاروں کمروں کی چھت ایک ہی لیول پر تھی چھت پر ایک کوئی چھوٹی سیڑھی استعمال ہوتی۔ چھت کے مشرق، شمال اور جنوب کی دیواروں پر تین غسل خانے تھے۔ ایک بڑا ... oriental type نہایت ہی گندا ... غسل کے لیے غسل خانوں میں پانی بھرا جاتا۔ کھانا وغیرہ نوکر کمروں میں ہی لے آتے۔

ایک باورچی اور ایک نوجوان ملازم جس کا نام بھی ... تھا جب میرے دوست ... کو آواز دی جاتی تو بہت confusion ہوتی۔ ... ایک ... اپنے کمروں کی چھت کے اوپر ... میں سونے کے لیے میں نے تین چار چارپائیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کسی کا پایا نہیں تو کسی کا ... اور نیچے اینٹیں رکھ کر کام چلایا جاتا چونکہ ... میں اور بارش میں وہاں ہی پڑی رہتیں لہٰذا ان کی بری حالت تھی۔

Marfat.com

عنایت منزل، Lodge کی جانب تالے کی سے ملتی درمیان میں چھوٹی سی چار دیواری تھی جہاں گیس سے جلنے والے چولہے اونچی تھی، اندر چولہے بچھے ہوئے تھے جو کہ جدید طرز کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے کے لیے بھی استعمال کیے جاتے۔

میں نے کمروں میں بھی چولہے بچھے ہوئے تھے اور لحاف اور رضائیوں کے بجائے یہاں کمبل ہی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ بازار سے خریدے گئے تین چار کمبل تھے جو نیلے اور brown رنگ کے تھے۔ بچپن میں ہی ان سے خاص لگاؤ رہا ہے۔ لندن کا موسم ایسا ہوتا ہے کہ شام میں ان کا رنگ نیلا اور سب رنگ کی شناخت میں بھی کمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کئی رنگ کے تکیوں پر بچھے گئے اور یہ بھی بازار سے خریدے گئے تھے۔ تکیوں کا ہونا ضروری بھی ہے کہ سردی کی شدت سے بچا جا سکے۔ دو صفائی وغیرہ کا بھی خاص خیال رکھنا ہوتا تھا۔

دونوں کمروں میں ایک ہی قسم کی ترتیب تھی، رنگ نہایت ہی خوبصورت تھا اور کھڑکیوں کی سمت بھی ایک ہی تھی۔ یہ پتہ چلا کہ کمرے کا اصل رنگ یہی تھا، دونوں کمرے ساتھ تھے، ان کے دروازے علیحدہ علیحدہ تھے۔ دونوں کمروں کے شمال کی جانب ایک ایک کھڑکی تھی جن میں بازار بھی نظر آتا تھا، چونکہ کمرے اوپر والی منزل پر تھے، یہاں سے تمام بازار نظر آتا تھا۔ ہم نے ایک table fan بھی رکھا جو گرمی کے موسم میں کام آتا۔ ان دونوں کمروں کا کرایہ 34 روپے ہفتہ تھا۔

میں Rivaz ہوٹل سے روزانہ آتا جاتا رہا، Lodge کا ہر حصہ دیکھا۔ ہم نے دیکھا کہ لوگ یہاں رہتے ہیں، جہاں سے اچھی رہائش کا انتظام ہو۔ شام کو (آٹھ بجے) اور کھانے کا وقت ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ یہ لوگ بہت ہی خوش رہتے ہیں۔ ہر طرف روشنی ہوتی ہے اور flash لائٹس بھی لگی ہوتی ہیں۔ لوگ گرمیوں میں بھی ٹھنڈک کا انتظام کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک لمبا بازار ہے، جو شام کو بھی بہت مصروف رہتا ہے۔ Lodge Mess میں کھانا بنتا ہے، جہاں سب لوگ مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے جاتے ہیں۔

لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ Lodge میں رات کو ٹھنڈ ہوتی ہے، چنانچہ گیس کے چولہے جلائے جاتے ہیں۔ چھت سے روشنی آتی ہے، اور unbreakable glass کی چھت کے نیچے بیٹھ کر بارش کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بھی چھت پر چڑھ کر اس کا نظارہ کیا۔

فلم و ادا کی شان و شوکت!

یہ ایک دوست فضل حسین کی فلم کا assistant تھا جو ان دنوں میں مشہور تھا۔ فلم "1952" میں supporting کردار کیا، جو اس سال کی مشہور فلم تھی۔ اس کے بعد "1953" میں بھی ایک فلم میں کام کیا۔

حسین صاحب روزانہ آتے تھے اور شام کو چھت پر بیٹھ کر باتیں ہوتی تھیں۔ Lodge میں ان کا ایک کمرہ تھا جہاں وہ رہتے تھے۔ وہ بہت ملنسار تھے، جب میں چھت پر ہوتا تو وہ بھی آ جاتے اور ہم باتیں کرتے۔

میں نے فضل حسین کو بتایا کہ یہاں کے لوگ بہت اچھے ہیں، بازار میں ہر طرف چہل پہل رہتی ہے۔

Marfat.com

"لیکن یہ وقت ہے اور پرانا حساب بھی چکتا ہے وہاں کیوں نہ چلیں۔"

"نہیں مجھے ہوئے ہیں میں نے اس کا ... 100 روپے کا ادھار ابھی تک نہیں چکایا۔" اس نے جواب دیا۔

اسی طرح چند مہینوں میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ عنایت منزل کے اردگرد جتنی چائے، پان، سگریٹ، حلوائی کی دکانیں تھیں ان سب کے ... تمام راستے اس کے لیے بند ہو چکے تھے۔

میں نے ہنس کے کہا "فقیر صاحب تمہارے تو تمام راستے بند ہو گئے۔ اب تو تمہیں عنایت منزل کے پچھلی طرف سے ... آنا پڑے گا۔"

[illegible]

... عنایت منزل وہ Lodge ہے جہاں چند ایک طالبعلموں کے علاوہ مختلف شعبوں کے ملازمین بھی رہا کرتے۔ Lodge میں ... flash کھیلتے۔ Lodge میں ... سے داخل ہوتے ہی بائیں ہاتھ ... کی دکان ہوا کرتی ... سب میں ڈال دیا کرتے جو کہ میں ایک دو دفعہ کے بعد جب ... سے مخصوص رقم ... "تمہارے دوست سب سوتے ہیں۔"

میں نے ... ایک ہی جواب ... "یاراں نال بہاراں" اور آج تک اسی ڈگر پہ چل رہا ہوں۔

... کبھی وقت ملتا تو میں بھی flash کی گیم میں شامل ہو جاتا لیکن ہمیشہ ہی ہارا کرتا۔ ایک روز Lady ... Jack ... blind ہوئی تو میں ہی جیتا تو جب بھی میں جیتا ساتھ ہی ...

"... (... ... ...) ..."

"... صاحب جی ... پیچھے ... "

"... ... ... "

"... صاحب جی ... ... ہوتے تھے۔

"... 76 ... 2 ..."

"... ..."

... blind پر blind ... ایک ہاتھ میں ... سب سے بڑا پتہ Jack ہی تھا میں نے ... دینے ... آواز دی

"... (... ...) ... سب ... کر کے ... "

... ... کی طرف تھی۔

"79 روپے صاحب جی۔"

جب میں نے ... تو اس سے پوچھا "کوئی اور بھی ادھار ہے ای ؟"

"نہیں ... صاحب جی۔"

"... ... ... نال ... ..."

... ... "... flash کے pool میں سے رقم نکل رہی ہے۔"

"... ... ... blind میں۔"

... ... نہیں ہو رہا ہے۔"

"... ... ... تم لوگوں ... ... کہ ... ..."

"... ... ... کی طرف ... " ... نے ... دکھایا۔

... ... انہوں نے ... جب بھی میں کھیل میں شامل ہونا چاہتا تو ... ...

میں پرانی حرکت نہیں کروں گا مگر پھر بھی جب بھی میں جیتا ہوں کہ مرحوم تو تسلی ختم ہونے کے بعد اس پر چلا ہوں۔

سیاست

نام تو تھا محمد افضل گیلانی لیکن یار لوگ انہیں گیلانی کے نام سے ہی پکارتے۔ وہ گجرات کے ایک نامور اور دلکش شخصیت نواب زادہ گیلانی صاحب کا فرزند تھا۔ گیلانی صاحب کا گجرات میں بڑے وسیع پیمانے پر مٹی کے برتنوں کا کاروبار تھا جس کا تجارت سے شہرہ برادری کا کسی زمانے میں ہوا کرتا۔ غلام محی الدین عرف "دینا" تھے وہ بڑے مشہور و معروف پہلوان کا بھی خاندان کا بیٹا اور میں اکثر کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں۔ رہتے ہوئے ہمارے پروگرام کے لئے اور سیاسی ساتھیوں سے تعلقات بنانے شروع کر دیئے۔ میں تو اس سلسلے میں ان سے پہلے ہی منسلک تھا اور اب تک علامہ مشرقی کا ہی نام لیوا ہوں۔ گیلانی کے والد صاحب اور والدہ صاحبہ گجرات شہر میں معروف ہستیوں سے تھے لیکن گیلانی نے حسین شہید سہروردی صاحب کی شخصیت سے متاثر ہو کر عوامی لیگ کا ممبر بنانا شروع کر دیا۔ یوں گیلانی بھی وہ گجرات کے عوامی لیگ کے لیڈروں میں شمار ہونے لگا۔

ایک دفعہ گیلانی صاحب کو خبر ہوئی کہ والد صاحب کی ضروری کام کے سلسلے میں شہر سے باہر دو تین دن کے لیے جا رہے ہیں۔ اسی دوران سہروردی صاحب بھی کسی تقریب کے سلسلے میں گجرات چند دنوں کے لیے تشریف لے رہے تھے۔ گیلانی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور شاہ سہروردی صاحب اور چند اراکین کو اپنے گھر گجرات میں مدعو کر لیا چنانچہ میں اور "دینا" بھی شمولیت کے لیے گجرات کی طرف سے پہنچے اور مطابق دعوت عروج پر تھی۔ پیچھے کیا دیکھتے ہیں کہ بڑے گیلانی صاحب اچانک کسی نامعلوم مجبوری کی وجہ سے واپس آ گئے اور دیکھتے ہیں کہ گھر کے باہر شامیانے لگے ہوئے ہیں۔ کئی قسم کے رنگ برنگے پھر رہے ہیں اور لوگ ہیں کہ ہر طرف سے آ رہے ہیں۔

پوچھنے پر سب کچھ بتا دیا گیا۔ سوچنے کے لئے کوئی ایسا پروگرام تو نہ تھا اور ابھی تو میری خیر خواہی میں لگے ہیں!!

اسی اثناء میں ملازموں کو خبر ہوئی اور انہوں نے آ کر بتایا کہ چھوٹے گیلانی صاحب نے سہروردی صاحب کو دعوت دے رکھی ہے اور گیلانی صاحب پوری میں شمولیت کا بڑے لگن کی چوٹ سے اعلان کر رہے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ بڑے گیلانی صاحب آگ بگولہ ہو گئے اور ساری زندگی کی محنت اور خدمت جو انہوں نے مسلم لیگ کی کی تھی یاد کرتے ہوئے خوب گرجے برسے۔ یہ تو بڑے گیلانی صاحب جو تھے سو تھے۔ چھوٹے کی ضد اور پروگرام کے بڑھنے سے اور اپنے بیٹے کو جوان سے منع بھی کیا کہ شادی کر لی ہے، میں نے بھی اسی میں عافیت سمجھی کہ یہاں سے بچ نکلیں، چونکہ ہم گیلانی کی اپنی عزت کی خاطر بڑے گیلانی صاحب سے کچھ نہ کہہ سکے۔ پہلے کی بڑے عہدہ مرتبے اور ان کا آنا جانا بھی ہمارے تعلق پر اثر انداز تھا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ بڑے گیلانی صاحب نے خود سے آگے بڑھ کر گیلانی کی ان معزز مہمانوں کے ساتھ کی ہوئی درشت زبانی کا بعد میں ازالہ کیا!

پیر حاکم شاہ صاحب

پیر سید حاکم شاہ صاحب راقم الحروف کی برادری میں سے ہیں، مرحوم قدیم خاندانی وجاہت، پیری مریدی اور خدمت خلق کی روایات کی بنا پر معروف کار پرچم شخصیت کے مالک تھے (جن کے فرزند ارجمند محمد حسین شاہ صاحب راقم کے عزیز اور بچپن کے دوست) کا پورا خاندان باقاعدگی اور محبت سے ان کے پاس رہا کرتا۔ جناب حاکم شاہ صاحب کی service کا زیادہ حصہ پیر آباد میں فرمانروائی کی حیثیت سے پولیس میں بطور ایس پی گزرا۔

ایک دفعہ شادی کی رات میں مدعا علیہ کا ایک قیمتی اور زیور جس کے متعلق بڑی ہمدردی پیدا ہو چکی تھی، خوبی صاحب نے اس کی تفتیش کی اور پڑتال کی لیکن سب بے سود۔ حاکم شاہ صاحب نے ملزم سے قابل اعتبار ملازم تھے چنانچہ انہیں رہا کر دیا گیا اور کسی مشکوک سے متعلق تفتیش اور حکم صادر کیا گیا کہ بہم طور پر زیور برآمد ہونا چاہیے۔

گھر کے زنان خانے میں ملازمین بھی اندرون خانہ آمد و رفت تھی ان سے بازپرس کی لیکن شرافت تھی کہ اس کی حد خواجہ سراؤں کی باری آئی اور وہاں بھی ناکامی سے تھیں پت۔ پھر قابل اعتبار لونڈیوں سے بھی دریافت کیا گیا لیکن کچھ بات نہ بنی۔

سب ملازمین کی رہائش کا بیرونی حصہ سے اندر آیا جاتا تھا، کی تلاشی بھی لی گئی مگر چوری کی خاطر خواہ پیش رفت نہ ہو سکی۔

پیر حسام شاہ صاحب کی پریشانی بڑھتی گئی کہ ہار زمین نگل گئی یا آسمان اٹھا لے گیا۔ پیر حسام شاہ صاحب ایک نہایت مشفق اور بیدار مغز پیشہ ور پولیس آفیسر تھے۔ ہر طرف سے ناکامی کی صورت میں نظام صاحب کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

"مجھے اجازت دی جائے کہ شاہی بیگمات اور شہزادیوں کو بھی شامل تفتیش کیا جائے۔ میں تجربے کی بنا پر یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہار محل کے اندر ہے۔ حتیٰ کہ میں معافی کا خواستگار ہوں مگر آپ کی بیگمات اور شہزادیوں کے درمیان ہی کہیں موجود ہے۔"

نظام صاحب نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد مسکراہٹ کے دوران اجازت مرحمت فرمائی اور ساتھ تاکید کر دی کہ تفتیش کے دوران شاہی روایات و آداب کا خیال رکھا جائے۔

پیر صاحب نے نرالی حکمت عملی سے کار برآمد کرنے کی سوچ اپنائی۔ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ لہذا شہزادیوں اور بیگمات کو یکجا ہونے کی ترغیب دی اور اپنا خاندانی پس منظر بتایا: "میں حضرت شاہ دولہ دریائی گجراتی پنجابی کی اولاد میں سے ہوں۔ جہاں زندہ دلی کا ساتھ چھوڑا ہے اور بزرگوں کی دعا سے بتا سکتا ہوں کہ آپ میں سے یہ غلطی کس سے سرزد ہوئی ہے۔" لہذا آپ سب پر اثر ہوا اور شخصیت سے زیادہ بیگمات اور شہزادیوں میں سرگوشیاں پھیل گئی اور دلوں میں کراماتی تذکرے موجزن ہوئے۔

شاہ صاحب باہر تشریف لے آئے کہ محل کے نقش و نگار ایسے بھی تھے جہاں عام طور پر آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی ہر کمرے کے ساتھ ایک دوسرے سے متصل ہوں اور ان کی درمیانی دیوار میں دروازہ کی صورت ایک سے دوسرے کمرے میں جانے کا راستہ ہو۔ چنانچہ ایک دن ان کمروں میں وظیفہ کرتے رہے اور تاکید کر دی کہ کوئی فرد اندر آئے تو دروازے کے پاس سے بھی نہ گزرے۔ وظیفہ میں مشغول ہونے سے قبل اس کا عمل کے دوران ایک کمرے کے درمیان زمین میں ایک کھونٹا (کلہ) گاڑ دیا اس عمل کی خواتین بیگمات اور شہزادیوں کو بلایا اور کہا "آپ پچھلے کمرے میں جائیں اور باری باری سے وہاں جو کلہ گڑا ہوا ہے اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر ایک دفعہ درود شریف پڑھیں بعد ازاں دوسرے کمرے میں مجھ سے ملتی جائیں۔ خدا کے فضل سے اور بزرگوں کی دعا سے جس نے ہار چوری کیا ہو گا وہ اپنا ہاتھ کوشش بسیار کے باوجود کلے سے چھڑا نہ سکے گا۔"

اب بیگمات باری باری پیر صاحب کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر گزرتی رہیں اور پیر صاحب باتوں ہی باتوں میں ہاتھ سونگھ لیتے تھے۔ چند ہی بیگمات اس عمل سے گزری ہوں گی کہ ایک شہزادی اپنی باری پر کمرے سے ہو کر آئی جس کے چہرے پہ شرم سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ پیر صاحب نے اپنے شک کو ذرا شک و یقین میں تبدیل کرنے کیلئے اس کا ہاتھ ذرا غور سے سونگھا تو انہیں مطلوبہ بو نہ آئی جس سے ان کا شک یقین میں بدل گیا۔ پر یقین لہجہ میں کہا "شہزادی ہار تمہارے پاس ہے، چپکے سے مجھے دیدو۔ کسی کو خبر نہ ہوگی۔"

اس نے روتے ہوئے قبول کرتے ہوئے ان کے پاؤں چھوئے اور اعتراف کر لیا:

"ہار یہ ہے پیر جی میری عزت کا خیال رکھیں۔ میں ہار آپ کو دیتی ہوں۔"

پیر جی نے ہار لے جا کر نظام صاحب کو دیا دستور سب مستورات کو اس عمل سے گزارا گیا مگر یہ پتہ نہ چلنے دیا کہ چور کون تھا تاکہ چور کی عزت محفوظ رہے۔

پیر صاحب کو بار گوں علمی کیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پیر صاحب نہ تو ولی تھے اور کرامات کا ذکر بھی محض نفسیاتی حربے سے عمل میں لایا گیا۔ جب پیر صاحب نے کلے پر چینک لگا رکھی تھی اور یقینی امر تھا کہ چور کلے کو ہاتھ لگانے سے گریزاں ہوگا۔ مبادا پکڑا نہ جاؤں۔ چنانچہ وہ شہزادی کلہ کو ہاتھ لگائے بغیر ادھر ادھر گھوم پھر کر واپس آ گئی۔ چونکہ ہاتھوں سے چینک کی بو نہیں آ رہی تھی لہذا چوری کی مرتکب ٹھہری اور یہ طریقہ عمل کرامات کا کرشمہ ثابت ہوا۔

پیر حسام شاہ صاحب نے پچیس برس تک حیدر آباد ریاست میں بھی پولیس کے محکمہ میں ملازمت بطریق احسن اور وضعداری سے گزاری۔ ملازمت کے دوران حیدر آباد فیملی لیتا تھا کہ ہر کام استوار رہے یہاں تک کہ بلا تامل اندرون خانہ آیا جایا کرتے اور ملازمت سے سبکدوشی کے بعد تقسیم ہند سے کئی سال قبل اپنی آبائی رہائش گاہ گجرات تشریف لے آئے۔ اپنے آبائی مکان محلہ شاہدولہ میں اہل و عیال کے ساتھ فراغت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان دنوں شاہدولہ روڈ گجرات میں حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کا دیوان

Marfat.com

خانہ اور حکیم عبدالرحیم جمیل صاحب کا مطب علمی ادبی محافل کے لئے برگزیدہ جگہیں تھیں اور دانشور حضرات کی آماجگاہ بنے رہتی تھیں۔ بالخصوص حضرت پیر رشید الدولہ کے دیوان خانہ پر خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کے علاوہ بڑی بڑی شخصیات رونق افروز ہوتیں۔ اس کے برعکس پیر سید حسام شاہ صاحب زندہ دل اور محفل کا رنگ جمانے والی شخصیت تھے۔ جمیل صاحب کی محفل کے "دولہے" ہوا کرتے۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو نواب افتخار حسین ممدوٹ جو کہ پیر حسام شاہ صاحب کی ممدوٹ ریاست میں ملازمت کے دوران ان کے دست شفقت سے پروان چڑھے تھے۔ پنجاب پاکستان کے پہلے وزیراعلیٰ منتخب ہوئے۔ پیر حسام شاہ صاحب اکثر اوقات نواب صاحب کی خاندانی وجاہت اور عظمت کا تذکرہ فرمایا کرتے۔

ایک دفعہ وزیراعلیٰ نواب افتخار حسین ممدوٹ گجرات میں سردار ابو صاحب کے ہاں اپنے خاندانی مراسم کی بنا پر تشریف لے گئے تو حکیم جمیل صاحب نے کہا "پیر صاحب تعلقات کی بات بہت دور کی ہے دیکھتے ہیں کہ آپ کی پہچان کتنی ہے۔ چلیں آج ذرا میرے ساتھ سردار ابو صاحب کے ہاں" سردار ابو صاحب افغانستان کے سردار محمد شریف کے قریبی اور درانی خاندان میں بہت بڑے زمیندار تھے۔ پیر صاحب، حکیم جمیل صاحب اور دیگر چند احباب کے ہمراہ سردار ابو صاحب کی حویلی میں جہاں تقریب کا انتظام تھا، جا پہنچے۔ جونہی نواب ممدوٹ صاحب کی نظر پیر حسام شاہ صاحب پر پڑی نواب صاحب والہانہ عقیدت پذیرائی کے انداز میں کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر بغلگیر ہو کر بار بار پوچھتے رہے کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو "حکم کریں"۔ وزیراعلیٰ اور یہ حکم کریں!

کیسا عجیب اور حیرت انگیز منظر تھا کہ ایک طرف وزیراعلیٰ کی انکساری اور دوسری طرف وہ شخص ایک ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس جن کو نواب افتخار حسین ممدوٹ وزیراعلیٰ صاحب نے کمرے میں دیکھا تھا۔ نہایت مخلصانہ انداز میں پذیرائی کی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ بار بار خدمتگاری کے حوالے سے پوچھتے رہے کہ دعاؤں سے مستفید فرمادیں۔

قارئین یہ تھے اس زمانے کے امرا اور خاندانی نواب اپنے دیرینہ تعلقات کو دلپذیر انداز میں نبھانا جانتے تھے۔ موجودہ دور کے نوابوں اور امرا کا رویہ اور طرز معاشرت سے آپ بخوبی آگاہ ہیں۔

شاعرانہ خیالات اکثر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں!

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور اس وقت کے مشہور عرب ہوٹل کے سامنے واقع تھا، جو بعد میں دو شاخوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک تو یہی اور دوسری شاخ سول لائنز گورنمنٹ کالج نیو ہوسٹل کے پیچھے۔ اس زمانے میں Dr O H Malik کالج کے پرنسپل تھے۔ انہوں نے ایک chauffeur رکھا ہوا تھا جو کار چلانے کے علاوہ کئی دوسری خدمات بھی سرانجام دیتا۔ تقسیم ہند کے بعد انڈونیشیا میں پاکستان کے پہلے سفیر مقرر ہوئے۔

Dr O.H Malik کے بعد جب Dr. M. D Taseer کا دور آیا تو شعر و شاعری کی محفلیں بھی شروع ہو گئیں۔ ڈاکٹر تاثیر صاحب طالب علموں کو اکثر picnic پر لے جایا کرتے۔ راوی کا کنارہ، کامران کی بارہ دری، جہانگیر کا مقبرہ اور شالیمار باغ ان کے مخصوص ٹھکانے تھے۔ ان مواقع پر تاثیر صاحب شاعر طلباء سے خصوصی فرمائش کرتے، ان کا کلام سنتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ کافی بار اپنے کلام سے بھی نوازتے۔ شاعر طلباء سے میری مراد وہ نئے نئے شاعر ہیں جو میری طرح سے شعر کہتے تھے۔ دوستوں کے خیال میں، میں بڑا اچھا شاعر تھا۔ دراصل مجھے استاد شاعروں کے ہزاروں کی تعداد میں شعر ازبر تھے اور تک بندی بھی کر لیا کرتا جس سے محفل کا سماں بندھ جاتا۔

غالباً اپریل کا مہینہ تھا۔ ڈاکٹر تاثیر صاحب ہم لوگوں کو picnic کیلئے جہانگیر کے مقبرہ پر لے گئے۔ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد ایک وسیع سبزہ زار میں جا بیٹھے۔ ڈاکٹر صاحب خود lawn کی دیوار پر ٹانگیں لٹکا کے بیٹھ گئے۔ شعرا حضرات کو دعوت سخن دی گئی۔ طلبا شاعر باری باری ڈاکٹر تاثیر صاحب کے پاس جاتے، اپنا اپنا "چربہ" کلام سناتے۔ مجھے یقین تھا کہ مجھے بھی ڈاکٹر صاحب کوئی کلام سنانے کیلئے کہیں گے۔ میرے قریب ہی ایک دوست بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے کاغذ کا ٹکڑا لے کر بیٹھے بیٹھے

Marfat.com

چند شعر پڑھ چکا تھا۔ کاغذ کا پرزہ تو نہ ملا لیکن اس کی جیب میں "تارا مارکہ" سگریٹوں کی ایک ڈبی تھی جس میں چند ہی سگریٹ باقی تھے اور اپنی [illegible] ہونے والے [illegible] ٹین والا اک خالی ڈبیہ کھولا جس میں گتے کے اندرونی سفید کاغذ کے اندر سگریٹ چھپے ہوئے تھے۔ اس کاغذ پر ایک "چوندی چوندی" غزل [illegible] اور پھر ڈبیہ بند کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے طالب علم شاعر [illegible] کرتے تھے۔ محفل میں ایک [illegible] ہو گیا۔

"[illegible] صاحب [illegible] سے [illegible] شروع ہوئے۔ ان الفاظ سے میری خود اعتمادی میں مزید اضافہ ہوا اور میں بڑے [illegible] سے اپنی غزل سنانے بیٹھا۔ حسب روایت ڈاکٹر صاحب کے پاس جا کر میں نے جو وہی خالی سگریٹوں کی ڈبیا دی تو وہ حیران ہو گئے کہ سگریٹ تو [illegible] صاحب پی چکے ہیں یہ ماجرا کیا ہے؟ میں نے بڑے سلیقے سے ڈبیا کھولا اور اس کی تحت اللفظ [illegible] اپنی غزل کے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔ دو شعر یوں تھے:

"[illegible] میں لکھے ہوئے رنگوں کے پیام آتے ہیں
کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
اے داور محشر میرا نامہ اعمال نہ دیکھ
اس میں چند پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

----- ---- -----
" ----- ---- -----

[illegible] سامعین [illegible] مکرر مکرر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ میں نے اس شور و غل میں اپنی غزل مکمل کی تو ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے "برخوردار یہ غزل تو جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے۔ کمال کی غزل ہے۔"

"Sir! اچھے شعر [illegible] اچھی غزلیں جانی پہچانی لگتی ہیں۔"

دراصل یہ غزل [illegible] صاحب کی تھی۔ میں نے کمال چابکدستی سے ان کے تخلص کی جگہ اپنا تخلص fit کر دیا تھا۔ [illegible] بڑے ہی [illegible] تھے۔ انہوں نے جانتے ہوئے بھی کہ یہ کسی کی غزل ہے۔ مجھے تنبیہ نہیں [illegible] حوصلہ افزائی کی۔

اس واقعے کو [illegible] کئی سال بعد جب میں ریٹائر ہو کر گجرات واپس آیا تو Dawn کے "Books & Authors" سیکشن [illegible] 9 جون 2000 صفحہ 8 پر ن م راشد صاحب کے متعلق یوں لکھا تھا۔ ایک دفعہ کالج میں ایک شعری مقابلے [illegible]۔ راشد صاحب صدارت کر رہے تھے۔ ایک طالب علم نے نظم اپنی بنا کر سنائی اور مقابلے میں اول انعام کا مستحق ہوا۔ جب اس نے انعام لینے کے لیے راشد صاحب سے ہاتھ ملایا تو راشد صاحب نے ان لفظوں میں مخاطب کر کے کہا "حضرات آپ نے جس نظم کو اول قرار دیا ہے وہ اتفاق سے میری نظم ہے۔ آپ نے جو میری عزت افزائی کی ہے۔ اس کے لیے میں آپ کا ممنون ہوں۔"

اسی ضمن میں میرے دوست شاہد [illegible] نے اپنے کالج کے زمانے کا ایک واقعہ سنایا۔ جب وہ گورنمنٹ [illegible] کالج جہلم میں 1960-1961 میں پڑھا کرتے تھے تو ان دنوں کالج میں اکثر مشاعرے منعقد ہوتے کیونکہ ایک تو کالج کے پرنسپل ڈاکٹر [illegible] شاعر اور [illegible] جناب مصطفیٰ زیدی جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں لہذا ایسی محافل کا انعقاد کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ اسی قسم کے ایک مشاعرے کی صدارت جناب مصطفیٰ زیدی صاحب کر رہے تھے۔ ایک لڑکا اپنے آپ کو ہندوستان کے مشہور شاعر "میراجی" کا بھتیجا بتاتا۔ میراجی [illegible] کے رہنے والے تھے جن کا اصل نام [illegible] تھا اور ہندوستان میں آزاد نظم کے موجد ہیں۔ اسے بھی مشاعرے میں اپنا کلام سنانے کی دعوت دی گئی۔

جب اس لڑکے نے اپنی غزل کہی تو مصطفیٰ زیدی صاحب نے کرسی صدارت سے اٹھ کر کہا:

"لیجئے حضرات صاحب یہ غزل تو فلاں شاعر کی ہے اور اس کے فلاں دیوان کے فلاں صفحہ پر درج ہے۔"

اس لڑکے نے ذرا بھی شرمندگی محسوس نہ کی۔ اور کہا "تو پھر ایک غزل اور پیش کرتا ہوں"

Marfat.com

جب دوسری غزل ختم ہونے کے بعد dais سے اتر رہا تھا تو ڈاکٹر صفدر صاحب اٹھے اور کہا

"برخوردار یہ غزل تو میں نے فلاں دیوان فلاں صفحہ پر لکھی ہوئی پڑھی ہے۔"

"اچھا" اب اس لڑکے نے بڑی ڈھٹائی سے کہا

"ایک اور غزل سننے کی اجازت چاہوں گا" ڈاکٹر صاحب صدر نے مسکراتے ہوئے قبول کی۔

تیسری غزل کے اختتام پر ابھی شاعر صاحب تخت پر ہی تھے کہ کسی نے پنڈال میں سے آواز دی

"یہ غزل تو فلاں شاعر کی ہے۔"

اب شاعر صاحب کی قوت برداشت جواب دے گئی اور نہایت غصہ سے چلا اٹھے

"یہ غزل تو میرے والد صاحب نے رات کو لکھی ہے تم کس شاعر کا ذکر کرتے ہو؟"

پھر کیا تھا۔ تمام پنڈال زعفران زار بن گیا۔

سادگی ایک گھوڑے کا دانت ہی نکلوا دیا

موسم سرما کی تعطیلات کے موقع پر پنجاب اور اقصائے ملک سے طلبہ آتے جب ہوسٹل سے رخصت ہوتے تو تمام پیچیدہ ریاضی کو اپنے آبائی قصبہ چھوڑ آیا اور میں اپنے دیوان خانے میں بیٹھ کر سیر کرتا۔ ان بچوں سے زیادہ محبت رکھتا ہوں جو ہونہار ہوں۔ میں اپنے گھر کے بچوں کو چاہتا ہوں۔ جب ملاقات ہوتی تو بہت پیار کرتا ہوں۔ دوست دینے کی ملاقات کرتا ہوں۔ چونکہ گاؤں والے آمدورفت کا ایک دوسرے سے جدا رہنا پسند کرتے ہیں وہ ساری فضا میں کھو گیا۔ اس دور میں گھوڑے بیچے جاتے تھے۔ گھوڑے خرید کر ہیں چلتے تھے یا سائیکل کے ذریعے آمدورفت تھی۔ جب ہم جماعت ملتے تو سب سے پہلے گھوڑے پر چل پڑے۔

قدرت کے اصول ہیں کہ انسانی فطرت کے غیر متغیر ہونے کے باوجود مزاج بڑے مختلف ہوتے ہیں۔ کسی میں کچھ صفات زیادہ ہوتی ہیں اور کسی میں کچھ۔ گھوڑ سواری کا شوق تھا اور خاص طور پر عمدہ نسل کے گھوڑے رکھنے کا۔ اس زمانے میں تانگہ، گھوڑا، پیدل اور سواری کے لیے گھوڑا ہی تھا اور اکثر آدمی گھوڑے پال رکھتے تھے۔ گھوڑوں کی بڑی قدر تھی اور اچھے گھوڑے کی قیمت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ عمدہ نسل کے گھوڑوں کی بڑی عزت ہوتی ہے۔

ابھی شہر سے باہر نکلے ہی تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ چھوٹے گھوڑے کا جبڑا سوجا ہوا ہے اور بار بار منہ کو ایک طرف جھٹکتا ہے۔ ایک دو میل ہی چلے تھے کہ گھوڑے کا منہ ایک طرف کو بڑھا ہوا ہے۔ دیہاتی چوہدری کہنے لگے گھوڑے کی پہچان تو کرتا ہوں۔ گھوڑے کی بے چینی کو دیکھ کر برداشت نہ ہوا اور سوال کیا

"چوہدری صاحب یہ چھوٹے گھوڑے کو کیوں بیچ رہے ہو؟ اس میں کیا عیب ہے۔"

"چوہدری صاحب! یہ بات تو آپ کو معلوم ہے کہ میں چھوٹے گھوڑے پر سواری کرتا ہوں۔ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ آپ ہی بتائیں۔"

میں نے سوچا کہ بچپن میں مجھے علم ہوا کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ

"گھوڑے کا ایک طرف سے ایک دانت نکلوا دو"

"مجھے یقین تھا کہ آپ ہی کوئی نہ کوئی ترکیب ضرور نکالیں گے۔ کیا بڑی اچھی بات ہے کہ دانت نکلوا دیا جائے۔ کیا یہ ٹھیک رہے گا؟"

چوہدری صاحب نے فیصلہ سنا دیا "ہاں جلد سے جلد۔"

چوہدری جی چند دنوں میں گھوڑے کی گھوڑی ثابت ہوا۔

Marfat.com

"کون سے یا نیچے کا دانت؟"

"درمیان والے دانتوں میں سے ایک" گویا مکمل رہنمائی کر دی گئی۔

میں نے مناسب سمجھا کہ چپ رہوں اور اس "لاعلم" کے "صاحب علم" ہونے کا تماشہ دیکھتا رہوں۔ اسی اثناء میں سواریاں پوری ہو گئیں اور جب تانگے نے چلنا شروع کیا تو کوچوان نے پھر سوال داغ دیا:

"پھر بھی اگر تھوڑا سا بائیں جانب کو منہ موڑنا شروع کر دے تو پھر؟"

"پھر دائیں جانب سے اوپر والے ایک جبڑے سے درمیان والا ایک دانت نکلوا دینا۔"

جب کچہری کے قریب پہنچے تو کوچوان نے پھر سوال کر دیا: "اگر تھوڑا دوبارہ بائیں جانب منہ موڑنا شروع کر دے تو؟"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی آرام ہو جائے گا۔" قطعی لہجہ میں کوچوان کو حتمی فیصلہ سنا دیا گیا۔

جب اڈے پر پہنچ کر تانگے سے اترنے لگے تو کوچوان نے شیخ صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ میں نے جراحت کا ایک اور چکر اس لیے لگانا ہے کہ میرے گھوڑے کا دانت نکلوانے کا بندوبست ضروری ہے اور پریشانی کے عالم میں متفکرانہ لہجے میں مزید رہنمائی کے لیے پوچھا:

"کیوں جی! گھوڑے کا دانت نکلتے وقت خون بہنا شروع ہو گیا تو؟"

"کوچوان صاحب! خون تو آدمی کے دانت نکلنے سے بھی نکلتا ہے۔ اگر تھوڑا بہت نکل بھی آئے تو بہر حال اگر تھوڑی سی دوائی لگا دینا، فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

میں خاموشی سے شیخ صاحب کو ایک باوقار شخصیت کے روپ میں دیکھ چکے تھے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے کہ کوچوان اور پھر ہمارے پاس پہنچ گیا اور اپنا لباس درست کرتے ہوئے پوچھا:

"کیوں جی! میں گھوڑے کا دانت نکلوا کہاں سے؟"

شیخ صاحب نے چہرے پر چپ سادھ لی۔ ہم تھوڑی دیر سے مخاطب ہوئے اور ہنسنے لگے۔

"شیخ صاحب! آپ تو حکیم ہیں آپ فرما دیں کہ جو مناسب رکھا یا ڈاکٹر سے جراحت کی جائے۔"

شیخ صاحب بہت مشہور تھے اور از راہ مذاق نہیں کر رہے تھے بلکہ اپنی لیاقت اور "سیانف" کا مظاہرہ کر رہے تھے کیونکہ تمام وہ حکیم صاحب ہونے کے ارادے کے مدعی ہونے کے باعث کوچوان کے قابو آ گئے لہٰذا اہم ترین بات سے پہلے میں نے چٹکی بڑھاتے ہوئے بعد ہی "کوچوان صاحب بدایوں کے ہسپتال پہنچ جاؤ (ضمیمہ 64)" وہاں گھوڑوں کے دانت نکالے جاتے ہیں۔ کسی قسم کا خطرہ نہیں۔"

"ہاں جی صاحب! بولی گوالمنڈی کے قریب ایک بڑا ہسپتال ہے۔ میں کل ہی وہاں جا کر پتہ کروں گا" کوچوان نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

پتہ نہیں کہ اس نے واقعی گھوڑے کے دانت نکلوائے یا نہیں کیونکہ اس کے بعد اس کوچوان کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

گھوڑے نے پہلے ہی پھونک مار دی!

شیخ اصغر انصاری جراحت کی مشہور و معروف شخصیت تھے۔ خوش پوش، خوش اخلاق اور خوش اطوار، لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے۔ فن سے خصوصی دلچسپی رکھتے۔ طبلہ، ہارمونیم اور ستار پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ موسیقی میں مہارت کا پیشہ نے قدم قدم پر ساتھ دیا۔ تعلقات عام طور پر استوار، ایک ادنیٰ کلرک سے لے کر صدر مملکت تک رسائی تھی۔ خوش قسمت شخصیت واقع ہوئے اور ہر کام لینا انہی کا کمال تھا۔ انہوں نے کئی سال بعد جب Murree سے Pindi Point پر واقع ہوٹل کا کاروبار چھوڑا تو اس کے بعد جی ٹی روڈ وزیر آباد ریلوے پھاٹک کے قریب ایک ہوٹل کھول لیا۔ صدر مملکت ایوب خان صاحب نے خصوصی ہدایات دیں کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی تمام بسیں وہاں ضرور رکیں تا کہ مسافر حضرات شیخ صاحب کے ہوٹل میں ٹھہریں۔

Marfat.com

اسی ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ تقسیم ہند سے قبل راقم جب بھی سیاحت کے لیے کشمیر جاتا تو شیخ صاحب کے Amilia Hotel ریلوے اسٹیشن راولپنڈی میں ٹھہرتا۔ قریب ہی Nanda بس اڈا تھا جہاں سے Nanda کی بسوں پر کشمیر کے لیے سفر کا آغاز کرتا۔

والد مرحوم کے ماموں زاد بھائی مرتضیٰ جیلانی ایم اے ملک شیخ صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ انہی کی وساطت سے ہی راقم کے تعلقات شیخ صاحب سے استوار ہوئے اور یہ تعلقات دوستی کی حد تک ہو گئے حالانکہ وہ عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے۔ ایک موقع پر مرتضیٰ جیلانی اور شیخ صاحب اکٹھے بمبئی گئے جہاں سورن لتا اور نذیر (مشہور فلمی اداکار) سے ان کی واقفیت ہوئی۔ ازاں بعد سورن لتا اور نذیر صاحب کی شادی ہوئی۔ اسی واسطے سے مرتضیٰ جیلانی صاحب کو فلمیں بنانے کا شوق پیدا ہو گیا۔

تقسیم ہند کے بعد جب سورن لتا اور نذیر صاحب لاہور آ گئے تو مرتضیٰ جیلانی نے چند ایک فلمیں بنائیں جن میں ان کا ... اس وقت کی مروجہ فلم سازی سے بہت بلند تھا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کی فلمیں عوامی مقبولیت حاصل نہ کر سکیں۔

شیخ اعجاز احمد اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ہر قسم کے ادب کی باتیں سننے کے مشتاق رہتے۔ رات میں ... آٹھ بجے وقت وہ شیخ صاحب کے دیوان خانہ یا کشمیر ہوٹل کے صحن میں گفتگو کرتے بیٹھے رہتے۔ گفتگو کرتے تو ... خوش ہو کر ... نہایت دلچسپی اور اشتیاق سے سنتے۔ داستان گوئی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ... race ... میں منعقد ہوتی تو انہیں اس موقع پر خصوصی ... کرتے۔ خود بھی اچھی ... اور انہیں اچھی تربیت سے نوازتے۔ عمر کے آخری حصے میں انہیں ... کی وجہ سے ذہنی کیفیت اور صحت متاثر ہوئیں۔ غالب نے شاید ایسے ہی موقع پر شعر کہا تھا

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

سگریٹ نوشی کے بہت شوقین تھے۔ آخری عمر میں اکثر محفل میں کوئی انہیں سگریٹ پیش کرتا تو کہتے

"مجھے کیا ہے ... " اس قدر ... کی بات تو یہ ہے کہ ... شاید ... ذہنی کیفیت ...

راقم تقسیم ہند کے بعد ہمیشہ گرمیوں کی چھٹیاں کشمیر میں ہی گزارتا۔ پاکستان کے مرحوم ... معمول رہا کہ گرمیوں کی چھٹیاں مری میں شیخ صاحب کے Royal Hotel میں گزارتا۔ 1951 میں مری سے ... سوچا ... ہو کر ... عبدالحمید ... حیثیت سے ... عبدالحمید نے ... ایک ... atheletic ... سے ... کی ... حیثیت سے ... پہنچا ... (ضمیمہ 65) میں ... عبدالحمید ... عبدالمجید ... اطلاع ... جب ... عبدالحمید ... دیوان خانے میں ... (شوق) ... تھے اور دوسرے لوگوں کی خدمتداری کے پیش نظر رکھا جاتا۔

اس روز ... دیوان خانہ میں ... پہنچ ... floor ... stretch ... side ... 9 بجے ... وقت ...

ے ہوا۔ موسم خنکی خنکی ہوا چل رہی تھی۔ گذشتہ رات خوب بارش بھی ہوئی تھی۔ روڈ (موجودہ گودھارا روڈ) پر ریلوے اسٹیشن کا چوک تک یہاں سے وہاں تک شیشم کے درخت لگے ہوئے تھے۔ اس پس منظر میں گھوڑے کی دوڑ سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اب تو cross ہو گئے ہیں۔ ان درختوں پر محکمانہ طور پر نمبر لگے ہوتے۔ درخت کی bark کو کاٹ کر ایک square بنا دیا جاتا اور اس پر نمبر لکھ دیا جاتا۔ محکمہ جات کے افسر باقاعدہ ان درختوں کی دیکھ بھال پر مامور ہوتے۔ بغیر اجازت درخت کاٹنے پر سخت سزا ملتی جب کبھی کسی وجہ سے درخت کاٹا جاتا تو اس کی جگہ دوسرا درخت لگا دیا جاتا۔

جب میں ہوٹل پہنچا تو حسن اتفاق سے میرا ایک پرانا دوست "دینا" نظر آیا جس نے اُدھر ایک واقعہ ایک رات سنایا۔ "میں نے پوچھا "(مہاتما بدھ) کی "Offer" کی۔ میں چونکہ کچھ وقت کا عادی نہ تھا اور صبح سے ناشتہ کرنے کا بھی انتظار کر رہا تھا۔ پہلے تو میں نے معذرت کی مگر اس نے ایک نہ سنی۔ میرا خیال تھا کہ وہ میرے ساتھ گپ شپ کرے گا لیکن جونہی میں نے قریب سے دیکھا تو پتا چلا کہ وہ ایک "پہلوان" تھا اور "اکھاڑے" کا پورا انچارج تھا۔ لہٰذا میں نے ڈیرے سے پہلوان کو رخصت کیا اور چائے پی کر ان سے اجازت لے کر ہوٹل آ گیا۔

"مولوی صاحب چند دنوں سے تو اس کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ تو ویسے بھی ان کے پہلوان اسی طرح کی باتیں کرتے ہوں گے۔ (مولوی صاحب نے بتایا کہ اس کی بڑی یادیں ہیں۔ جب آپ کا دوست یہ کہتا تو پہلوان بھی چپ نہ رہتا اور بڑی بڑی کشتی لڑی گئی تھی) اور یہ پہلوان خیر خیریت سے مختلف مقامات پر جاتے رہے۔

"دینا" چند روز کا مہمان رہا۔ اور اسی قدر سے طویل قصہ بیان کیا (ریٹائرڈ فوجی ڈرائیور) کی داستان تھی جس کا ذکر آگے آئے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ ایک اچھا اور سچا دوست تھا۔ شہر میں واقع ایک تالاب کے کنارے پر ہم چند دوست مل کر گپ شپ کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی وہیں تاش کھیلتے۔ رات ہونے پر قوالوں کی محفل سجتی تھی۔

میں نے زندگی میں پہلی بار اس قدر دلکش اور زبردست انداز میں قوالی سنی۔ خوب مزہ آیا۔ وہاں ہر صورت میں قدرے مختلف تھی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے علاوہ یہاں بہت سے قوال موجود تھے۔ سازندے بھی تھے۔ "طبلہ" اور "ہارمونیم" کا استعمال ہوتا تھا۔ اس میں ہاتھوں کی انگلیوں سے (ٹھیکہ 66) لگتے ہوئے اور ساتھ میں ہاتھوں کی انگلیوں سے ان ٹھیکوں کو ملاتے اور بڑے بڑے پیچ اور بول ادا کرتے تو بیٹھنے والے جھوم اٹھتے تھے۔ قوالی کے آغاز میں قوال ایک اونچی جگہ تخت پوش پر براجمان اور شائقین زمین پر بچھی صفوں (چٹائیوں) پر بیٹھے ہوتے۔ قوالی کے شوقین لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ اور قوالیوں میں سے صرف ایک شعر ذرا دیکھئے اور پیش خدمت ہے۔

"ہیں مختلف حالتیں جو شراب
جو کل عالمِ جاں میں ہو پیدا ہو گیا"

سامعین نے خوب داد دی اور بہت سے لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر قوالوں کے آگے ناچنے لگے۔

دوسرے دن دینا اور میں ایک تانگہ پر مقامات دیکھنے روانہ ہوئے۔ دینا اور میں تانگے کی اگلی سیٹ پر کوچوان کے ساتھ بیٹھے اور پچھلی سیٹ پر ایک آدمی اور اس کا ایک جوان لڑکا بیٹھا۔ جب تانگہ چلا تو گھوڑا بہت کمزور اور لاغر تھا اور اس کے چلنے میں دشواری اور سستی کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ کوچوان بار بار "شوشو" کی آواز سے گھوڑے کو چابک مار کر چلا رہا تھا۔ میں نے اس کوچوان کو منع کیا کہ مت مارو۔ بیچارے بے زبان پر ظلم ہے تو اس نے کہا میں برداشت نہیں کر سکتا ایسی ترغیب دے کہ تم کسی دوسرے تانگے پر چلے جاؤ۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا تھا کہ گھوڑے کے چلنے میں تکلیف ہے جس کا اظہار وہ بار بار "پھوں پھوں" کی آواز نکال کر رہا تھا۔ گھوڑے کی مخصوص خصلت ہی ایسی تھی یا وہ بیمار تھا اور اس لیے کمزوری کی وجہ سے سست رفتار تھا۔ اس دوران میں نے کوچوان سے پوچھا:

"گھوڑے کو کیا بیماری ہے؟"

"جی صاحب! اس کی چھاتی خراب ہو گئی ہے (چونکہ یہ مجھے پیر صاحب کہہ کر مخاطب کر رہا تھا) سانس تنگ ہو جاتی ہے اور مرض بڑھ گیا ہے۔" کوچوان نے گھبرا کر جواب دیا۔

"اسے کسی ڈاکٹر کو دکھایا ہے؟" میں نے پوچھا۔

Marfat.com

''کوئی دو مہینے ہو گئے ہیں۔''

''آپ واری تجاوزے آپ سیانے نے دوا دی ہے پر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تو کوئی دوا اور بتا دیں۔''

میں گہری سوچ میں غلطاں ہو گیا۔ اس نے پھر پوچھا۔ آخر بیٹے نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا

''چچا ابو! اسے نہ بتائیں، ڈر کر لگا۔''

''خوشیو! وڑے وں صندوق اٹھوا دے۔ وقت'' میں نے مشورہ دیا۔

''او ہو مسئلہ اس کا؟'' خوشیے نے پوچھا۔

میں پھر سوچ میں غلطاں ہو گیا۔ بالآخر کہا ''ایسا حال نہ ہو، تھوڑی سی سواری تکلیف دہ صندوق پڑا ہے۔''

''چچا! کوئی مسئلہ کل نہ ہو۔ مسئلہ اس گھوڑے کا ہے جو اب چلتا نہیں'' بیٹے نے مداخلت کی۔

میں پھر سوچ میں پڑ گیا۔ بالآخر تھوڑی دیر بعد کہا ''آپ لوگ ایک بات کریں، کل کوئی ایسا حل نکالیں کہ ایک جوان گھوڑے کو صندوق تک لے جائیں، وقت دور ہے، روز تھوڑی تھوڑی سواری کرتے رہیں، اس طرح اس کی سواری گھوڑے سے نکل جائے گی۔''

''چچا صاحب! کل ہی سے اس بات پر عمل کرتے ہیں، ایسا کوئی ہی سوچ سکتا ہے'' نوجوان نے میری تجویز پسند کرنے کا اظہار کیا۔

جس پر بیٹے نے کہا ''ابو! خوشیے نے تجویز پر عمل کیا ہے۔ کئی دن سے گھوڑے پر تھوڑی سواری کی ہے۔''

''بالکل جی (بیٹے کو مخاطب کر کے ...) ایسے چچا صاحب ہوں ... چھوٹی بند رہنے کی وجہ سے سواری ٹھیک ہو گئی ہے اور سواری اچھی ہو گیا ہے۔''

''میں فیصلہ کرتا ہوں، بیچ دی کل نہیں۔''

''بالکل بیٹا! ایسے چچا صاحب بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔''

اس کے بعد ہم دوست جماعت خانے کے اوپر اپنے دوست کے ہاں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ میں نے پوچھا ''جب چلنے لگے تو میں نے کہا

''خوشیے! میں اس نے ... میں پتہ کرنا ہے ۔''

''کوئی بات نہیں رشید! اللہ صاحب نے ... جو ... میں نے چاہا ... صاحب کا ... ہے'' اس نے جواب دیا۔

چند روز بعد جماعت میں قیام کے بعد واپس آ گیا اور پھر بہت سی چھٹیوں کے بعد میں ... جب ... ہوا تو میں نے ... سے پوچھا ''خوشیے نے ... بتاتے ہوئے ... کی ہے یا نہیں؟''

''اس سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی۔''

دوسری ... چھٹیوں میں ہم لوگ پھر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے جماعت سے تو ... اپنے گھر اور بیٹا اوپر ... تو ... وہ اپنے گھر چلا گیا۔ میں اوپر تھوڑی دیر ... میں ... سے ملاقات نہ ہو پائی۔

ایک دن جماعت خانے کے اوپر بیٹھے دھوپ سینک رہے تھے تو دیکھا ... ایک شخص ایک دن (...) آ رہے تھے۔ ... ہونے لگی ... پر نظر پڑی ... قریب ... میں ... میں نے ... کی ترغیب دی مگر وہ ... اور دور ... جگہ پر بیٹھ گیا ... میری داہنی جانب ... وہ شخص ... رہا تھا۔

''حضرت صاحب آپ ... ہیں؟ ... مجھے'' میں نے ... یا۔

اس پر اس شخص نے اپنے منہ پر ... اور کہا ''میں خوشیا ہوں ... آپ ... خدمت ... ہیں۔''

Marfat.com

پتہ چلیا اے تسیں اتھے آئے ہوئے او۔"

"اوئے تیرا تے ٹیکہ وی لا سی، ہو گیا ای؟"

"کی دساں میرا تے ولی چار مہینے ہو گئے نے ٹیکہ لوایاں اے۔"

"اوہ پھر کی ہویا؟"

"ہونا کی سی تھوڑے دن نسوار پیندیاں تھوڑے نے میرے توں پہلاں ای چھوک مار دتی تے ساری نسوار میرے اندر چلی گئی۔ ایس دن توں میرا انج ٹیکہ اصل ہو گیا اے۔"

"او تسیں ہن کی کرنا ای میں نوں؟" غلام احمد پال نے پوچھا۔

پھر میں نے تمام ماجرا ان کو سنا دیا۔ اس کے بعد خوشیے کو تانگہ پر بٹھا کر چیمہ صاحب کے مطب میں لے آیا۔ میں نے صاف صاف بتا دیا کہ بیماری اس کی تکلیف کا ذمہ دار میں خود ہوں اور مزید بتایا کہ خوشیے کے اندر نسوار چلی گئی ہے۔ چیمہ صاحب نے [illegible] میں وثوق سے چیکنگ بہت تا۔ چیمہ صاحب نے خوشیے کو 15 دنوں جیسے خوراک دوائی جو پندرہ یوں [illegible] انشاء اللہ پندرہ دن میں ٹھیک ہو جائے البتہ پندرہ دنوں بعد اطلاع دینا۔"

چنانچہ خوشیا چلا گیا اور میں بھی چھٹیوں کے بعد واپس لاہور پہنچ گیا۔ کچھ عرصہ بعد "دینے" نے مجھے بتایا کہ اس نے وہ خوراک [illegible] اب خوشیا ٹھیک ٹھاک ہے۔

سگریٹ کی خالی ڈبیہ

1949 کے جون کا مہینہ اور ہم سب آچھی کی بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آچھی کا مکان گجرات سرکلر روڈ کے دائیں ہاتھ بازار [illegible] سے کوئی 100 گز جنوب میں [illegible]۔ بیٹھک کے دروازے کے سامنے ایک صحن جہاں [illegible] ایک کا درخت لگا ہوا تھا۔ صحن کی [illegible] جنوب مشرق میں اور اس کی مغربی دیوار ایک مکان سے متصل تھی۔ صحن میں ایک دوسرا دروازہ بھی تھا جو بیٹھک کے دروازے سے مغرب میں تھا۔ بیٹھک کی جنوب مشرقی دیوار اور صحن کی مشرقی دیوار کے درمیان چند ایک شیپ تھے جن پر [illegible] صحن تک [illegible] ہوتی۔ [illegible] بلند بانگ [illegible] ہوتی تھی اور ہم سب بیٹھک میں بیٹھے flash کھیل رہے تھے۔ [illegible] بعد [illegible] ہوتی۔ [illegible] صحن کی [illegible] میں بیٹھتے ہیں۔ [illegible] بعد دوست احباب flash کے کھیل [illegible] ہوتے اور [illegible] صحن میں کرسیاں بچھا کر بیٹھیں چنانچہ آچھی اس کرسی پر بیٹھا جس کی پشت بیٹھک کے دروازے کی طرف تھی اور میں اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا دیگر دوست بھی کرسیوں پر براجمان ہو گئے۔

[illegible] تھے ہمارا دوست اعجاز شاہ موجود نہیں تھا۔ (ضمیمہ 67) اعجاز شاہ سگریٹ کثرت سے پینے کا عادی [illegible] عادت کی مجبوری کی وجہ سے سگریٹ دوسروں سے مانگ کر پینا پسند کرتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ سگریٹ خرید کر پینے کا [illegible] نہیں تھا بلکہ دوست احباب سے سگریٹ مانگ کر پینے میں لطف محسوس کرتا کیونکہ ہم اسے اس عادت پر طعن کیا کرتے۔ [illegible] اور اس کو نیت کی اور باتوں کا بھی اسے نشانہ بناتے۔ اتنے میں اعجاز شاہ سائیکل پر سوار آن پہنچا۔ آچھی نے Three Castles کی ڈبیہ سے سگریٹ نکال کر ڈبیہ بیٹھک کے دروازے سے اندر پھینک دی۔ اعجاز شاہ نے حسب عادت اس سے سگریٹ مانگ لیا۔ "میں نے تمہارے سامنے خالی ڈبیہ پھینک دی ہے۔" آچھی نے جواب دیا۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے فرمائش کی کہ سگریٹ مانگا۔ میرا ہنسی کے مارے برا حال تھا۔ آچھی بھی زیر لب مسکرا رہا تھا۔ تمام دوست اعجاز شاہ سے پوچھ رہے تھے "اس بات پر اتنا ہنس رہے ہو؟" بالآخر میں نے جواب دیا:

"تم بڑے بیوقوف ہو اگر سگریٹوں کی ڈبیہ خالی ہوتی تو آچھی ڈبیہ اندر پھینکنے کی بجائے باہر کیوں نہ پھینکتا۔"

اعجاز شاہ فوراً اٹھا اور اندر سے ہوئی سگریٹوں کی ڈبیہ اٹھالی جو کہ سگریٹوں سے بھری ہوئی تھی۔

"اچھا تو یہ بات ہے میرے والی سگریٹ منہ سے پیوں گا۔" سگریٹ اپنی جیب میں ڈالتا ہوا آچھی سے مخاطب ہوا۔

Marfat.com

ہونٹوں پر "Residue"!

آسمان پر بادل محیط، شدید سردی کی لہر اور قدرے تیز ہوائیں چل رہی تھیں۔ ایسے لگتا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑے گا۔ سہ پہر کا وقت، ہم چھ سات دوست احباب آصف کی بیٹھک میں بیٹھے تاش کھیلنے اور خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور وقت گزرنے کا احساس ہی نہ رہا۔ ہم سب شدید بارش کی وجہ سے کافی لیٹ ہو گئے۔ بارش کے دوران ہمارا باہر نکلنا دشوار، جبکہ بھوک سے نڈھال ہو رہے تھے۔ آصف مہمان نواز دوست تو تھے لیکن اتنے مہمانوں کے کھانے کا خاطر خواہ بندوبست کرنا، پھر ملازم اس وقت تو بالکل ناممکن تھا چنانچہ آصف نے بہانہ بنایا کہ اس کے پیٹ میں مروڑ پڑ رہے ہیں اگر آپ سب لوگ اجازت دیں تو میں اوپر bathroom سے ہو آؤں۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور آ گیا۔

دراصل صورت حال یہ تھی کہ وہ بھوک کے ہاتھوں بے بس ہو گیا تھا۔ جب اس نے باتھ روم میں ضرورت سے زیادہ دیر لگا دی تو راقم نے دوستوں سے کہا "بیوقوفو! وہ تو اوپر کھانا کھا رہا ہے اور ہم سب بھوک سے نڈھال ہو رہے ہیں"۔ یہ سن کر دوستوں کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔

کافی دیر کے بعد وہ نیچے ہمارے پاس واپس آیا تو اس کے ہونٹوں کے گوشوں پر کھانا، سالن وغیرہ کی باقیات لگی ہوئی تھیں۔ میں نے رومال پیش کرتے ہوئے کہا "ذرا ہونٹوں سے biological necessity کے residues صاف کر لو!"

شاہجہان نے حیرت سے پوچھا "واہ آصف! تم تو bathroom میں گئے تھے مگر تمہارے ہونٹوں پر سالن کیسے لگ گیا؟"

آصف مان گیا کہنے لگا کہ اسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی دراصل کھانا کھانے کے بہانے ہی اوپر باتھ روم میں گیا تھا کیونکہ سب دوستوں کے لیے اس وقت کھانا مہیا نہ ہو سکتا تھا۔

پہیہ بس سے آگے نکل گیا!

راقم کے ایک دوست کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر گجرات پنجاب کی پرانی بارات وزیرآباد جا رہی تھی۔ اس زمانے میں ایسی بسیں استعمال میں آتی تھیں جن کی پچھلی طرف ٹائروں کی بجائے دونوں طرف دو پہیے لگے ہوتے تھے۔ ہم دوست احباب بھی پچھلی دفعہ اسی بس میں سفر کیا جبکہ میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا۔ جب بس گجرات سے چلی تو [illegible] دوران سفر اچانک ایک پہیہ گاڑی سے آگے سڑک پر دوڑتا جا رہا ہے۔ معاً مجھے ایک جھٹکا محسوس ہوا۔ پہلے تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ شاید میری غلط فہمی ہو۔ پھر میں نے شور مچا کر سب کو بتایا کہ [illegible] مجھ سے پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا اور توجہ دلائی کہ دیکھو یہ پہیہ گاڑی سے آگے رواں دواں ہے یہ کہاں سے آ گیا؟ اتنی دیر میں دیکھا کہ ڈرائیور بس کو کنٹرول کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہے۔ بالآخر اس نے بڑی مہارت سے بس کو سڑک کے ایک کنارے پر کھڑی کر دی۔

بس سے باہر نکل کر دیکھا تو پتہ چلا کہ ہماری بس کا ہی پچھلا ایک پہیہ کھل کر نکل گیا تھا [illegible] جو بس سے آگے رواں دواں پہنچ کر واپس آ گیا۔

ڈرائیور نے اس غفلت پر معافی مانگتے ہوئے [illegible] نے غفلت کر کے سب مسافروں کی جانیں خطرے میں ڈال دیں۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ چلنے سے پہلے گاڑی چیک کرنے میں غفلت برتی اور پہیہ ڈھیلا رہ گیا۔ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بڑے حادثے سے بچا لیا اور سب مسافروں کو نئی زندگی نصیب ہوئی۔

"پردے داراں دا ذرا خیال رکھیے"

راقم اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ اپنے عزیز القدر دوست [illegible] سے ملاقات کرنے گیا [illegible] شاہانہ [illegible] میں جبکہ ایک اور [illegible] جانب ایک تالاب کی طرف۔ شمال میں تین [illegible] اور [illegible]

Marfat.com

سامنے ایک طویل برآمدہ۔ صحن کی شرقی غربی دیواریں نسبتاً اونچی اور جنوبی دیوار میں ایک بڑا دروازہ نصب جبکہ دروازے اور برآمدہ
کے درمیان کشادہ صحن تھا۔

برآمدے میں چارپائی پر بیٹھی والدہ صاحبہ میری والدہ صاحبہ، پائنتی کی طرف ایک "توڑا" پڑا رہتا اور چارپائی کے تکیے کی طرف ایک کرسی پڑی رہتی تھی۔ چارپائی کے بالمقابل ایک لکڑی کا میز جس پر پینے کے پانی کے گھڑے اور گلاس موجود تھے۔

شیخ صاحب ایک خاص شخصیت کے اس زمانے میں ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ یوں تو بلا جھجک ملنے والے ایک دوسرے سے ملاقات کیے بغیر ہی گھر میں داخل ہو جاتے مگر جب کوئی خاتون شہر سے آتی تو یہ معمولی تکلف برتا جاتا۔ لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ وہ پردہ کرتی ہوں گی۔ ہوا یہ کہ چوہدری تک بلا اجازت مکان کے اندر آ جایا کرتے۔ ہم لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ اتنی دیر میں ایک چوہدری صاحب جو دروازے سے مشرق سے مغرب کی طرف جنوب والی دیوار کے ساتھ گزرتا دکھائی دیا۔ اونچی دیوار ہونے کی وجہ سے صرف برآمدے سے نیچے جاتے۔ وہ اتفاق سے اس کے "پردہ دار" آئے ہوئے ہیں دروازے کے اندر آ گیا اور نہایت خوش اخلاقی سے یوں کہا:

"پردہ کرو ... آتا ہے جی"

وہ فوراً اس کرسی والے چوہدری کی طرف اپنا رخ کر کے مسکراتے ہوئے آواز لگائی

"آپ کے والد صاحب رہتے ہیں؟ ... ہوئے ... کوئی ... جی"

چوہدری نے دروازے سے کھڑے ہو کر کہا: "بہاؤ دین آیا تے ماں والے۔ چھوا کے ای چل گئیے"

سہرا

ہمارے ایک دوست ... میں ایک دوست اقبال کی شادی پر شمولیت کے لئے اٹک ہو گئے۔ ہم دونوں مہمان خصوصی تھے۔ ... تھا کہ ... پہنچے ہوئے تھے ... بارات نے اٹک سے قریب ہی منگ روڈ پر جانا تھا۔ ہم دونوں ... ہوئے ... تھے ہم دولہا میاں کے قریب قریب ہی رہے۔ تو نکاح کے بعد جب دولہا میاں بیٹھے تو دونوں ... پیچھے ... پر بیٹھے ... دوستوں کا ایک ہجوم تھا۔

ایک صاحب نے ... ہوئے ... پر چڑھ کر دولہا اور اس کے لواحقین کے سامنے کھڑے ہو کر سہرا پڑھنا شروع کیا۔ اس ... پنجابی زبان میں بات کرتے ہوں ... تو ... ایک شاعر نہیں مگر پورے شعر ... ہوا کرتا۔ یہ صاحب جو سہرا پڑھ رہے تھے ... کی ادائیگی اور ... سہرے کا ... تو ... تھے۔ دوست نے مجھ سے کہا "چوہدری ... پڑھیو ... میں ... سہرا ... " ... چلا ... پر چڑھ گیا اور ہاتھ سے سہرا پڑھنے والے کو ہٹا کر سہرا تحت اللفظ میں اور ہاتھ سے اشارے سے دولہا میاں کو مخاطب کرتے ہوئے یوں شروع کیا

"کھچے ... شانی ... چن دی گاہ ... دی گل گل
سوہنی ... اجڑو ... نوشہ دے سہرے دی لڑی لڑی
سہرے والیا عمر دراز ہووی ساڈی زندگی چھوں کے ... جاناں
تے ... ہوندیاں پروردگار جانے ... گل ... جاناں"

... ہاتھ سے اشارے ... الفاظ کی بندش اور بار بار دہرانے سے سٹیج پر موجود لوگوں پر جادو ... کہ ... ہاتھ سے پیسے ... اور ... کا مال دیکھتے دیکھتے ... کرائی طرز پر دوسری جیب میں ڈال ... میں ... پر ... اس کی جیب میں سے رقم ... کر ... سہرا پڑھنے والے کو ... دیا اس سہرا گو سے مخاطب ہوا "تو ... سب ... ایں چل ... "

قارئین کی خوش دلی کے لیے میرے دوست دینے کے چند ایک اور اشعار حاضر خدمت ہیں:

Marfat.com

"الف اوس ویلے دا میں ہاں عاشق جدوں پانی برسات دا ساوا ہو
چڑھدے بدلاں نال ہیلیاں دے، سر نے سینوں نوں چپ اچھالدے ساوہ
اوہ سینوں نیں سی اوہی دل میرا اجھن پٹ پٹ زہریں تے مارے ساوہ
جدوں اساں وصال دی گل کیتی ساڈوں نال اشاریاں نالدے ساوہ"

Toothpicks

ایک روز برکھا رُت کی برسات میں حسبِ معمول آفس کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نواب زادہ مرحوم علی (ضمیمہ 68) ہماری چنڈال چوکڑی میں کبھی کبھی شرکت فرمایا کرتے، ابھی موجود تھے۔ قدیر خان درانی نے مشورہ دیا کہ موسم نہایت خوشگوار ہے کیوں نہ نواب زادہ صاحب کے گاؤں شیرانوالہ میں چند دن گزاریں۔ نوابزادہ رضامند ہو گئے۔

شاہ جہان نے جرات جنجوعہ کی اوقات سے ویگن کا بندوبست کیا اور دوسرے دن دوست احباب شیرانوالہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ویگن آفس کے سامنے سے ہی روانہ ہوئی۔ جب شیرانوالہ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ برساتی نالہ اتنی تیزی سے بہہ رہا تھا کہ راستہ بند ہو گیا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد جب نالے کا پانی اترا، ڈرائیور نے احتیاط سے آہستہ آہستہ گاڑی چلائی اور ویگن تیرتی ہوئی دوسرے کنارے کی طرف چل پڑی۔ ہم لوگ ویگن میں گاڑی چلنے سے پہلے ہی احتیاطی طور پر نیچے اتر چکے تھے اور پیدل چل کر دوسرے کنارے کی طرف چلنا شروع کر دیا جبکہ ویگن چند قدم چلنے کے بعد ریت میں پھنس گئی۔ بمشکل دھکے دے کر ویگن دوسرے کنارے تک پہنچائی اور پھر ویگن میں بیٹھ گئے۔ سڑک کیا تھی، ایک پگڈنڈی جو بارش سے muddy ہو چکی تھی۔ ابھی ویگن میں بیٹھتے اور کبھی پیدل چلنا شروع کر دیتے۔ سامنے آنکھوں کو پیدل بنا دیا گیا اور شیرانوالہ تک پہنچتے پہنچتے آخر کار شیرانوالہ تک رسائی ہوئی جہاں ایک بڑا سا کھلا میدان واقع تھا جس میں "بڑ" کے درخت لگے ہوئے تھے۔ نوابزادہ صاحب نے اپنے مزارعین کو چارپائیاں لگانے کی ہدایت کی اور تھوڑی ہی دیر میں بڑی بڑی "موڑھے" سے بنی ہوئی چارپائیاں آ گئیں۔

ہم وہاں آ کے پہنچے۔ مسجد کے غسل خانوں میں نہائے دھوئے۔ اس کے بعد تھکاوٹ کی وجہ سے چند دوست تو چارپائیوں پر لیٹ گئے جبکہ چند ایک بیٹھے رہے۔ شاہ مرزا اور راقم میدہ چارپائی پر بیٹھے اور ہوا کے ساتھ بوندوں کا شربت پیا۔ چند دیر بعد نوابزادہ صاحب نے کھانے کا بندوبست کرنے چلے گئے۔ ہم سب بھوک سے بے حال ہو رہے تھے مگر کھانا ابھی تک نہ آیا تھا۔ تھک کر شام ہو گئی۔ نوابزادہ صاحب کے مزارعین ہمیں خدمتگاری کے خیال سے "حقی چائے" پینے کا کہتے رہے، مگر ہم لوگوں نے انکار کر دیا۔

ایک دو مرتبہ نوابزادہ صاحب ہماری حوصلہ افزائی کرنے کے لئے تشریف لائے اور تسلی دیتے رہے کہ کھانا ابھی تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔ بالآخر کھانا آ گیا۔ کتنی تو چاندنی رات مگر چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔

شاہ مرزا چارپائی کے سرہانے کی طرف اور میں پائنتی والی طرف بیٹھا۔ ملازم نے کھانا چننے کے دوران ایک پلیٹ میرے سامنے اور دوسری پلیٹ شاہ مرزا کے سامنے رکھ دی۔ چھوٹی ہی دستر خوان میں چنی ہوئی تھیں۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے صاف نظر نہ آ رہا تھا۔ اتفاق سے میرے سامنے رکھی ہوئی مرغ کی پلیٹ چٹنی کی تھی۔ کھانے کے دوران نوابزادہ صاحب دوسری چارپائی پر قدیر خان کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا ختم ہونے کے بعد گپ شپ ہونے لگی۔

"مجھے ایک toothpick چاہیے۔" شاہ مرزا نے مجھ سے کہا۔

"یار تم کس بات کی toothpick کی بات کرتے ہو۔ تمہارے دانت تو مضبوط ہیں، تم ابھی بوڑھے نہیں ہوئے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہیں پتہ ہے دانتوں میں ہڈی کے گوشت کی بوٹی "پھنس گئی ہے۔" اتنے میں جو ملازم خالی برتن اٹھانے آیا تو شاہ مرزا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور معذرت کی کہ "میں پہلے تو بھول ہی گیا کہ یہ حضور والا مرغ اور ماش کی دال الگ الگ پلیٹوں میں ہیں۔"

دراصل کھانے کی صورت حال یہ تھی کہ اس طرح شاہ مرزا کو صرف دال کی پلیٹ کھانے کو ملی اور میں نے بھی اس کو دہ

کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ میرے سامنے مرغ کی پلیٹ ہے۔

شاہ نے شرارتاً با آواز بلند toothpick کا تقاضا کیا تا کہ دوسرے احباب کو خبر ہو جائے کہ اس نے مرغ نہیں صرف دال کھائی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے وہاں دو راتیں بسر کیں اور دن رات مرغ ہی کھاتے رہے۔ ہمارا دوسرے دن ہی واپس ہونے کا ارادہ تھا مگر اسی دوران میں برسات کی وجہ سے کچھ سیلاب آ گیا لہذا تیسرے روز ویگن کو دھکیلتے ہوئے ڈلی کے کنارے پہنچ گئے۔ تھوڑا پانی اس میں بہہ رہا تھا۔ اللہ کا نام لیکر ویگن کو وہاں سے کسی نہ کسی طرح ندی سے نکالا اور گجرات بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

گجرات سے کراچی کا سفر ، انگلینڈ روانگی سے کئی سال پہلے

تقسیم ہند کے بعد لوگ جوق در جوق کراچی پہنچنا شروع ہو گئے۔ بعض کاروباری غرض سے، بعض محض سیر و تفریح کیلئے۔ دیکھا دیکھی مجھ کو بھی کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چونکہ قبل از تقسیم ہند گرمیوں کی چھٹیاں میں کشمیر جانے کے لئے مختص کر چکا تھا تاہم 1948 میں گرمیوں کی چھٹیاں خلاف معمول کراچی گزارنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ابھی چھٹیاں ہونے میں ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ لاہور سے گجرات آ کر اداسیاں حلقہ بگوش ہو گئیں۔ میں نجانے کیوں محسوس کرنے لگا۔ ایک دن مجھے نہایت شفیق ہستی محترمی چچا صاحب نے پوچھا "نسیم کیا بات ہے۔ کھوئے کھوئے سے کیوں رہتے ہو؟"

"ابا جی تو ملک کراچی جا رہے ہیں اور میرا بھی وہیں جانے کو جی چاہتا ہے۔"

جب ہم باتیں کر رہے تھے تو اسی اثنا میں مستری فضل کریم صاحب جو کہ چچا صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے تشریف فرما تھے۔ فوراً بولے "میرا داماد حیدر آباد میں رہتا ہے لہذا رہائش کی دقت پیش نہ آئیگی وہاں سے کراچی قریب ہی ہے۔ ہم گاڑی میں بیٹھ کر صبح کراچی چلے جایا کرنا اور شام کو واپس حیدر آباد آ جانا۔"

"بات تو معقول ہے مگر میاں میں نہیں کہہ سکتا انہیں جانے دوں گا" چچا صاحب نے فرمایا۔

"ابا جی میں اتنی دور دراز ریاست کشمیر جا سکتا ہوں تو کراچی کیوں نہیں؟ بس آپ کی اجازت چاہئے۔"

"میاں تم بڑے ضدی ہو چونکہ ابھی ابھی پاکستان معرض وجود میں آیا ہے مہاجرین آ رہے ہیں ایسے میں تمہارا سفر کرنا تشویشناک ہے۔"

"تو آپ بھی ساتھ چلیں" میں نے دلیل پیش کی۔

"میاں میں کس طرح کئی روز دواخانے سے غیر حاضر ہو سکتا ہوں!"

جب میں نے جواب نفی میں سنا تو اٹھ کر اندر زنان خانے میں اپنی نانی صاحبہ کے پاس پہنچ گیا۔ انہیں اپنے ارادے اور ابا جی کے انکار سے متعلق آگاہ کیا۔

"ہوں۔۔۔ رشید الدولہ کو کیا ہو گیا۔ آنے دے دواخانے سے۔ جا ذرا اسے بلا کے تو لا میں اسے درست کرتی ہوں" غصہ میں حسب دستور فرمایا۔

میری والدہ صاحبہ نے مجھے ڈانٹ پلانے کی کوشش کی لیکن بے جی کے سامنے کسی کی کیا چل سکتی تھی۔ میں دواخانے میں واپس پہنچا اور کہا "ابا جی بے جی آپ کو بلا رہی ہیں۔"

ابا جی فوراً سمجھ گئے۔ شفقت سے مسکراتے ہوئے فرمایا "تم بڑے شیطان ہو۔ والدہ صاحبہ سے شکایت کر دی۔"

"ابا جی جلدی چلیں آپ کو بلا رہی ہیں شاید انہیں کوئی اور کام ہو گا" میں نے شرارت سے جواب دیا۔ اب ابا جی کی کیا مجال تھی کہ والدہ صاحبہ کی حکم عدولی کرتے۔ چل تو دیئے تاہم فرمانے لگے، "میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ کل ہی مستری فضل کریم صاحب اور تم دونوں کراچی کیلئے روانہ ہو جاؤ گے۔ پہلے بے جی کے پاس تو چلیں مگر آگے آگے تم چلو۔"

میں جب زنان خانے کے دروازے تک پہنچا تو بے جی دروازے پر موجود تھیں۔

"آ گیا ہے۔ بڑا حکیم بنا پھرتا ہے۔ میرے پوتے واسطے دکان کیوں نہیں بند کر سکتا۔"

Marfat.com

جونہی اباجی دروازے کے قریب پہنچے تو فوراً کہا "بس جی اب میں انکار کرتا ہوں۔ ہم کل جا رہے ہیں۔"

"ہون آیا ایں نا سدھی راہ تے۔"

ہم دونوں دواخانہ میں واپس پہنچے تو تھوڑی دیر میں اباجی کے ایک قریبی دوست حکیم اللہ صاحب بھی آن پہنچے جو Loco Workshop میں ملازم تھے۔ چچا صاحب نے انہیں سیکنڈ کلاس میں سیٹیں بک کرانے کی ہدایت کی۔ ہم دونوں کی چھٹی پر آئے ہوئے تھے۔

"چچا صاحب! سوموار کو میں لاہور جاؤں گا اور اسی دن سیٹیں book کرا دوں گا۔"

مگر میں ایک ضدی انسان واقع ہوا ہوں۔ فوراً کہا "اباجی! جانا کل ہی ہے۔ Inter میں چلے جاتے ہیں۔"

"نسیم آجکل گاڑیوں میں بہت رش ہے ایک دو دن کی تو بات ہے۔" حکیم اللہ نے مشورہ دیا۔

"نہیں جی! کل ہی جانا ہے" آخر انہیں میری بات ماننی پڑی۔

میں نے رات کے وقت حمید سے ڈیرے پر اگلے دن 2 بجے دن ریلوے اسٹیشن جانے کے لیے کہا تو اس نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے تانگے کو 2 بجے کی بجائے دیوان خانہ پر ساڑھے ایک بجے کے قریب پہنچا دے گا۔ چچا صاحب اور میں ایک بجے سے پہلے ہی تیار ہو کر چوکی پر چپت وغیرہ رکھ کر دیوان خانہ میں بیٹھے ہی تھے کہ تانگہ آگیا۔ میں نے اباجی کو آگے بیٹھنے کی ترغیب دی تو مسکراتے ہوئے فرمایا "بیٹے نسیم! نوجوان ہمیشہ نمائش پسند واقع ہوئے ہیں لہذا تم ہی آگے بیٹھو!"

جب شاہدولہ چوک کے قریب پہنچے تو میں نے حمید سے واسلامیہ سکول کے چوک کی طرف جانے کے لیے کہا جہاں مستری فضل کریم صاحب نے ہمارا وہیں انتظار کرنا تھا۔ مستری صاحب حسب وعدہ موجود تھے۔ وہ بھی اباجی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ واپس مڑنے کی بجائے ہم سرکلر روڈ سے گزرتے ہوئے ایک دم Majestic Cinema کے سامنے سے گزرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ اباجی نے حمید کو کرایہ دینا چاہا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔

"چچا صاحب آپ سے کرایہ لینے کی جسارت کیسے کر سکتا ہوں آپ میرے بڑے بھائیوں خاص طور پر حکیم حمید اللہ کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔"

چچا صاحب نے چند آنے اس کے ہاتھ میں رقم تھمانے کی کوشش کی مگر اس نے انکار کر دیا۔ اباجی نے مجھے Inter کا ٹکٹ لینے کے لیے رقم دی جو میں نے سیدھے جیب میں ڈال دیے۔

ریلوے اسٹیشن سے باہر جہاں تانگوں کا اڈہ ہوا کرتا وہاں سے ٹکٹ گھر دائیں ہاتھ کی طرف تھا۔ میں نے ... تین قلی آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ چچا صاحب کا سامان ... ہوتے ہیں اور مستری صاحب کا ایک ... (نمبر 69) ... نے تینوں کو ان کی اجرت دی تو ہم سامان ایک ہی نے اٹھایا۔ قلی نے سامان پلیٹ فارم پر اس جگہ ... Inter کا ڈبہ انجن کی طرف ہوتا تھا۔ قلیوں کو بخوبی علم ہوتا کہ پلیٹ فارم پر جب گاڑی رکتی ہے تو ... ہوتے ہیں جبکہ Inter کے عام طور پر دو ہی ڈبے مخصوص ہوتے۔ ایک ٹرین کے پچھلے حصہ پر اور دوسرا اگلے حصہ کی طرف ... درمیان میں بھی ایک ڈبہ ہوتا۔

پلیٹ فارم پر ہجوم تھا۔ میں اس صورت حال سے پریشان ہو گیا کہ اس قدر ہجوم! جہاں قلی نے پلیٹ فارم پر ہمارا سامان رکھا وہاں دیگر مسافروں کا سامان بھی موجود تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ جن لوگوں نے Inter کا ٹکٹ خریدا یہ سامان بھی انہی مسافروں کا ہوگا۔ میں نے قلی سے پوچھا "پچھلے والے Interclass کے ڈبے میں بیٹھے ہیں اس کے سامنے سامان کیوں نہیں رکھ دیتے؟ یہاں تو اور بھی مسافر ہیں۔"

"جناب وہاں تو اس سے بھی زیادہ rush ہوگا کیونکہ وہ ڈبہ تو ریلوے اسٹیشن کے داخلے پر کھڑا ہوتا ہے۔"

قلیوں کا ایک اصول تھا کہ خواہ ڈبے میں کتنی ہی رش کیوں نہ ہو بہر صورت مسافروں کا سامان مطلوبہ ٹرین کے ڈبے میں داخل ہو کر رکھ دیتے اور اپنی اجرت بعد میں لیتے۔ یہ زمانہ تھا قلی ایک آنہ میں سرخ وردیوں میں ملبوس نیچے ہوتے اور ان کی اجرت مقرر تھی۔

Marfat.com

گاڑی پلیٹ فارم پر آ کر رکی تو عجیب اتفاق کہ Inter کلاس والا ڈبہ عین ہمارے سامنے آ کر رک گیا۔ قلی نے نہایت مستعدی سے گاڑی سے اترنے والوں کا بھی انتظار نہ کیا اور ہمارا سامان ڈبے کے اندر ایک اوپر والی berth پر رکھ دیا۔ ہم تینوں اس کے پیچھے ہی اندر داخل ہوئے۔ ڈبہ کچھ زیادہ بھرا ہوا تھا۔ قلی پیچھے اترنے لگا تو چچی نے کچھ رقم میرے ہاتھ میں دی کہ اسے دے دو۔ وقتی طور پر ہمیں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی، دیگر مسافروں کی طرح کھڑا رہنا پڑا۔ گاڑی چلنے پر ابا جی نے فرمایا: "بیٹا اس قدر لمبا سفر اور اس طرح کھڑے رہنا، ہماری تو کوئی بات نہیں مگر تمہیں بہت تکلیف کا سامنا درپیش ہو گا۔ لاہور پہنچ کر کوشش کریں گے کیونکہ وہاں دوسری ٹرین پکڑنی ہے۔ شاید Second class میں سیٹیں دستیاب ہو جائیں۔ حکیم اللہ کی بات مان لی ہوتی تو یہ پریشانی نہ ہوتی۔"

گاڑی جب وزیرآباد اسٹیشن پر رکی (یہ ایک junction ہے اور junctions پر گاڑی دوسرے stations کی نسبت زیادہ دیر رکتی ہے) تو ایک Ticket-checker گاڑی دوبارہ چلنے سے چند منٹ پہلے ڈبے میں داخل ہوا۔ چچا صاحب کو دیکھتے ہی مسکرایا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ ابا جی نے حالات سے آگاہ کیا۔ Ticket-checker گجرات کے قریب کسی گاؤں سے تعلق رکھتا تھا۔ جب کبھی چوہدری صاحب گجرات تشریف لاتے تو چچا صاحب کے دیوان خانہ میں ہی ٹھہرتے۔

"چچا صاحب، وزیرآباد پہنچ کر میں آپ لوگوں کو guard کے ڈبے میں بٹھا دوں گا۔ Guard بھی خاص گجرات کا ہے اور آپ کو جانتا بھی ہوگا۔" Ticket-checker نے بتایا۔

"شکریہ اعظم صاحب (Ticket-checker کا نام) تمہاری بڑی مہربانی۔ لاہور تک تو سفر کر ہی لیں گے مگر وہاں پہنچ کر تین Second class کے ٹکٹ بنوا دینا۔ اگر ممکن ہو سکے تو Second class کی berth دلوا دینا۔"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں، تیزی سے گاڑی بند ہوتی جا رہی ہے۔ ابھی آزادی کو دو سال بھی نہیں گزرے اور ہم لوگوں نے قانون کی دھجیاں اڑانی شروع کر دی ہیں۔"

"وہ کیسے چچی جی؟" میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"بیٹا یہ اعظم صاحب اپنا کام کر رہے ہیں۔ لاہور پہنچ کر کوئی وقت میسر ہو تو وہاں دریافت کر لینا۔" ابا جی نے مداخلت کی۔

ہمارے tickets تو اس نے check نہ کیے البتہ دوسرے مسافروں پر نظر دوڑائی۔ اس زمانے کے Ticket-checkers نہایت مردم شناس ہوا کرتے تھے۔ انہیں باقاعدہ اس کی training دی جاتی تھی۔ مسافروں کے چہروں اور حرکات و سکنات سے اندازہ کر لیتے کہ ان کے پاس ٹکٹ ہیں یا نہیں۔ ورنہ اتنے رش میں ایک ایک کا ٹکٹ چیک کرنا کس کے بس کی بات تھی۔ جب Ticket-checker ہم سے باتیں کر رہا تھا تو شمال کی جانب کھڑکی کے قریب دو نوجوان جو پہلے ہماری طرف دیکھ رہے تھے، جونہی اس نے ہم سے فارغ ہو کر ان کی طرف نظر دوڑائی تو ان دونوں نوجوانوں نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ بھیڑ میں سے ہوتا ہوا وہ سیدھا ان کے پاس پہنچا۔ اتفاق سے وہ بغیر ٹکٹ تھے اور تقریباً میرے ہی ہم عمر ہوں گے۔

"کس جگہ سے گاڑی میں سوار ہوئے ہو؟"

"جی لالہ موسیٰ سے۔"

"اور جا کہاں رہے ہو؟"

"جی لاہور۔"

اس زمانے میں یہ ٹکٹ چیکر پر منحصر ہوتا کہ وہ بغیر ٹکٹ کے سفر کرنے والوں کی باتوں پر یقین کر لیتا ورنہ جہاں سے گاڑی روانہ ہوتی وہاں سے لے کر مسافر کی منزل مقصود تک یا گاڑی کا سفر اختتام پذیر ہونے تک کا ٹکٹ چارج کرنے کا مجاز تھا اور رقم بطور جرمانہ وصول کر لیتا۔

یہ گاڑی راولپنڈی سے چلی تھی اور لاہور اس کا آخری اسٹیشن تھا۔ اعظم صاحب نے ان دونوں نوجوانوں سے کہا:

"میں یہ یقین کر لوں کہ تم دونوں واقعی لالہ موسیٰ سے گاڑی میں سوار ہوئے، البتہ لاہور تک جانے کو مان سکتا ہوں کیونکہ گاڑی کا آخری اسٹیشن وہی ہے۔"

Marfat.com

وہ دونوں قسمیں دینے پر اتر آئے جتنی زیادہ وہ قسمیں دیتے اتنا ہی اعظم صاحب کو یقین ہو گیا کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ اکثر باور کیا جاتا ہے کہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہوتا ہے۔ اعظم صاحب نے دونوں کا راولپنڈی سے لاہور تک کا ٹکٹ کاٹ دیا۔ ان بیچاروں نے جب اپنی پونجی جمع کی تو ٹکٹوں کی رقم دینے کے بعد بمشکل ان کے پاس چند آنے بچتے۔ انہوں نے دوبارہ قسمیں کھانی شروع کیں۔ اتنے میں اباجی نے مجھے (اب یاد نہیں 16 یا 17 روپے جرمانے کے ساتھ بنتے) روپے دیئے اور میں جیب میں رکھتا ہوا اعظم صاحب کے پاس گیا اور کہا، ''اباجی نے مجھے ان دونوں کیلئے مطلوبہ روپے دیئے ہیں۔ یہ لے لیجئے۔''

اعظم صاحب ٹکٹوں کی رسید کاٹ چکے تھے اب کوئی اور چارہ نہ تھا۔ انہوں نے بے ٹکٹوں سے رقم لے لی۔ دوبارہ اعظم صاحب اباجی کے پاس آئے اور کہنے لگے، ''کتنی شرم کی بات ہے میں نے آپ سے رقم لے لی۔ اگر آپ پہلے ہی مجھے آواز دیتے تو میں رسید ہی نہ کاٹتا۔ ویسے تو یہ لوگ رحم کے قابل نہیں ہوتے۔ گھر سے نکل کھڑے ہوئے کہ چلو لاہور چلیں گے۔ خیر وہ آئندہ یاد رکھیں گے۔ لاہور پہنچ کر میرا Second class کے Waiting room کے سامنے انتظار کیجئے گا۔''

اس زمانے میں Waiting room کے اندر داخلے کیلئے مسافروں کے ٹکٹوں کو بھی چیک کیا جاتا تھا۔ کوئی غیر شخص اندر نہ آنے پائے۔ ہم نے گاڑی سے اتر کر ابھی چند منٹ ہی انتظار کیا ہوگا کہ اعظم صاحب تشریف لے آئے اور فوراً ہی ہم چاروں Second class کے Waiting room میں آ کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ گرمی کا موسم تھا اعظم صاحب نے بیرے سے چار دودھ سوڈا لانے کو کہا اور ہمارے Interclass کے ٹکٹ لے کر باہر تشریف لے گئے۔ کوئی آدھ گھنٹہ گزرا تو بیرہ چار گلاسوں میں دودھ سوڈا لے آیا اور میز پر رکھ دیا۔ اس کمرے میں تین خواتین پہلے سے موجود تھیں۔ ہمارے بعد ایک اور گروپ بھی آ گیا۔ میں سوڈا پینے لگا تو اباجی نے فرمایا، ''بیٹا نصیر! اتنی بھی جلدی کیا ہے۔ اعظم صاحب کو آ لینے دو۔''

''اعظم صاحب پتہ نہیں کب آئیں گے؟'' میں نے بے صبری سے بڑبڑاتے ہوئے ٹھنڈا دودھ سوڈا پینا شروع کر دیا۔

مسافروں میں سے ایک لڑکا اور لڑکی جن کی عمر یں یا تقریباً 8 یا 9 سال سے زیادہ نہ ہوگی۔ اپنی ماں کو بار بار دودھ سوڈے والے گلاسوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہے تھے، ''امی! ہم نے دودھ سوڈا لینا ہے۔''

''تمہارے اباجی ذرا بازار تک گئے ہیں صبر کرو جب آئیں گے تو ایک ایک نہیں تین تین گلاس لے کر دوں گی۔''

بچے تو آخر بچے ہی ہوتے ہیں۔ خاص طور پر لڑکا متواتر ضد کئے جا رہا تھا اور ماں اس قدر تنگ آ گئی کہ اسے پیٹنا شروع کر دیا۔ چچا صاحب سے نہ رہا گیا۔ فوراً اٹھے اور اپنا گلاس لے کر جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ مستری صاحب نے کہا،

''میں آپ کا اور اپنا گلاس ان بچوں کو دے آتا ہوں۔ آپ تکلیف نہ کریں۔''

مگر اباجی دونوں glass لے کر بچوں کی والدہ کے پاس گئے اور کہا، ''بی بی! لو بچوں کو پلا دو۔''

ابھی چچا صاحب گلاس ان کی ماں کے ہاتھوں میں تھمانے ہی والے تھے کہ لڑکے نے بے صبری سے اباجی کے ہاتھ سے گلاس اچک لیا جبکہ تھوڑا سا دودھ سوڈا ضائع بھی ہو گیا۔

''میرا بیٹا بڑا شیطان ہے۔ بھائی صاحب آپکی بڑی مہربانی۔''

تھوڑی دیر بعد اعظم صاحب ایک گارڈ کو ساتھ لئے ہوئے آ گئے۔ اباجی سے تعارف کرایا اور Inter کے ٹکٹ ان کے پاس پہلے ہی تھے۔ 60 روپے اور چھ پیسے ایک ٹکٹ کے اور Second class کے تین vouchers دیئے۔

اس دور میں جب reservation ہوا کرتی تو صرف رات کو اپنے سونے کیلئے berth استعمال کرتے۔ دن کو دوسرے مسافروں کو بھی reserve شدہ berth پر بیٹھنے کا حق فائق ہوتا۔ اعظم صاحب نے اباجی اور مستری صاحب کے ہاتھوں میں گلاس نہ پا کر اس کے متعلق پوچھا تو میں نے حقیقت بیان کر دی۔ اعظم صاحب کو نجانے کیا سوجھی۔ انہوں نے بھی اپنا گلاس گارڈ کو پیش کر دیا۔ گارڈ نے بہت نہ نہ کی مگر اعظم صاحب نے ان کو پینے پر مجبور کر دیا۔

کچھ دیر بعد کراچی جانے والی سندھ ایکسپریس یا 2 Dn پلیٹ فارم پر لگی جس کی روانگی رات کو آٹھ بجے اور کراچی arrival دوسرے دن 10 بجے شام، کراچی سے روانگی 10 بجے شام اور لاہور arrival 5 بجے شام۔ جونکہ ہمارے Waiting

اعظم صاحب نے Second class کے ڈبے میں ایک room ... تو پہلے ہی پہنچ چکا تھا البتہ ... آرڈر ... سے باہر واقع تھا
conductor سے ہماری seats کے نمبروں کے متعلق پوچھا تو اس نے اگلے ڈبوں کی طرف جانے کے لیے کہا۔ وہاں بھی ایک ڈبے
کے سامنے ایک condctor مستعدی سے کھڑا تھا۔ اس نے ہماری seats کے نمبر دیکھ کر کہا: "آپ کی berths اس ڈبے میں ہیں۔
دو berths اوپر نیچے۔ ایک berth نیچے۔" اعظم صاحب نے ہمارے سامان کے متعلق قلی کو پہلے سے بتا رکھا تھا جس کا نمبر مجھے ابھی
تک یاد ہے۔ نمبر 109 تھا۔ اس نے ہمارا سامان اوپر والے berth پر رکھ دیا۔ ابا جی نے اس قلی کو اجرت دینے کی بڑی کوشش کی
مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا اعظم صاحب نے اس کی اجرت پہلے ہی ادا کر دی ہوئی ہے۔ اعظم صاحب نے ابا جی سے اجازت چاہی تو
ابا جی نے کہا: "اعظم صاحب! آپ نے بہت تکلیف کی۔ آپ کی بہت بہت نوازش۔"
"چودھری صاحب! یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ انسان ہوں۔ آپ کے کسی کام تو آیا۔"

گاڑی کی روانگی سے پہلے dining car کا ایک بیرا داخل ہوا اور اس نے مسافروں سے دوپہر کے کھانے کے order لیے۔ اس ڈبے میں تین بیچ اور تین berths اوپر تھے۔ یہ house full کا منظر پیش کر رہا تھا۔ چھ مسافر اوپر نیچے ہم تینوں کی berths پر بیٹھے تھے۔ train کی دائیں جانب کھڑکیوں کے ساتھ واقع تھی۔

"menu کیا ہے؟" میں نے بیرے سے پوچھا۔
وہ بولا: "مٹن کے علاوہ ... متعدد ڈشوں کے نام گنوائے۔
... گوشت، چاول، روٹی، سلاد، فروٹ اور پینے کے لیے پانی۔ بعد میں بیرے کو فی الحال میں نے آرڈر دیا۔
"Sir کوئی بات نہیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔" اس نے منت زبان میں کہا۔
"کوئی بات نہیں۔ کوئی ... " میں نے چند دوسری بہت سی باتیں کہیں۔ ...
... مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔

ان دنوں trains میں corridor نہیں ہوتے تھے اور ہوتے بھی تو شاید dining car سے ملحق First یا Second class ہوتے۔ ... کسی بڑے سٹیشن پر گاڑی رکتی تو پلیٹ فارم سے ہوتے ہوئے مسافروں کے ڈبوں میں کھانے کی trays لے جاتے۔ ان دنوں میں بہت زیادہ sugar استعمال میں لایا کرتا۔ جب بڑا ہو کر Pak Tea House یا Chinese Lunch Home میں دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں بیٹھ جاتے تو کوئی دوست پوچھتا: "چودھری صاحب کتنی sugar?"

میں کہا کرتا: "Two and a half spoons and a few grains please"
یہ سن کر سب ہنس پڑتے: "آخر چودھری صاحب چائے پینے کا توازن خوب جانتے ہیں۔"
اس سے پہلے کہ بعد ابا جی نے مجھے تھوڑی سی ڈانٹ پلائی تو میں نے جواب دیا: "ابا جی! آپ کو معلوم ہے۔ میں ہمیشہ
... اور آپ بھی میری ... لوگ مجھ پر بھی مذاق کرتے ہیں مگر میں تو پروا نہیں کرتا۔"
... صاحب نے ہنستے ہوئے کہا: "چودھری صاحب! آپ کے لاڈ پیار نے بیٹے کو ایسا بنا دیا ہے۔"
مجھے یاد آ گیا کہ ... میں نے لاہور پلیٹ فارم سے Reader's Digest اور Civil & Military Gazette خرید لیے تھے۔ ... اخبار پڑھتا اور کبھی Digest کی ورق گردانی کرتا۔ Digest میں Hiroshima کی تباہی کے متعلق ایک مضمون پڑھ رہا تھا۔ Frank Sinatra کے متعلق ایک اور article کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ ... صاحب ... مطالعے سے بہت دلدادہ تھے۔ ... اپنے ساتھ ... کتابیں ساتھ لے آئے۔ پہلے تو آپ نے کوئی ... کی کتاب ... یونیورسٹی ... تصنیف شدہ تھی ... پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

... میں ... صاحب اور ... صاحب ... بہت ... کے عادی اور دونوں گوشت خوری کے بھی قدردان تھے۔ انہوں نے چاول اور مسور کی دال کا ایک آرڈر دے دیا۔ خانیوال کا سٹیشن تھا تو بیرے وہ trays لے کر

Marfat.com

آن پہنچی وہ جب صاحب کے قریب trays رکھنے لگا تو انہوں نے میرے پاس trays رکھنے کی ترغیب دی۔ کھانا کافی مقدار میں تھا میں نے خوب سیر ہو کر کھایا تاہم پچھتانا بھی پڑا۔ دراصل مجھے بعد میں پتہ چلا کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمی پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ دوسرے بیرے دیگر مسافروں کو attend کر رہے تھے۔ تمام لوگوں نے کھانا کھانے کے بعد trays اٹھا کر پیچھے رکھ دیں۔ گاڑی چھک چھک کرتی رواں دواں تھی۔ شام ہو گئی۔ مجھے یاد نہیں کہ کونسا سٹیشن تھا جہاں گاڑی رکی اور وہاں بیرہ آن پہنچا۔ 15 روپے فی کس کھانوں کا بل وصول کیا۔ بابا جی نے اسے دو روپے ٹپ دے دی۔ اس نے شام کے کھانے کے متعلق پوچھا [illegible]۔ اب گاڑی کے ڈبے میں مسافر بیٹھ [illegible] ہو گئے۔ چھ berth اور 9 مسافر۔

میں اسی berth پر سونا چاہتا جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر بابا جی نے کہا "بیٹا اوپر والے berth پر [illegible] جاؤ یاد رہے اپنی عادت و معمول جانا" (کیونکہ میں ہمیشہ موسمیات سے بے نیاز ہو کر سونے کا عادی ہوں) آپ نے کہتے ہوئے تکیہ دیا۔ لہذا میں اپنی سیٹ کی اوپر والی برتھ پر سامان سے تکیہ نکال کر دراز ہو گیا۔ دوسرے مسافر [illegible] شریف آدمی نے پہلے ہی [illegible] رکھ دیا۔ مجھے نیند آ گئی۔ میں نے اپنی کلائی والی گھڑی کی جانب دیکھا تو بارہ بجے رات کا وقت تھا۔ ایک ادھیڑ عمر کا مسافر دوسرے berth پر [illegible] بابا جی کی طرف تھا۔ [illegible] میں نے اسے پیار سے [illegible]

"یہ [illegible] ہے۔ یہ برتھ ہم نے بک کروا رکھی ہے۔"

"بیٹا اپنے آپ پر قابو رکھو" بابا جی نے کہا۔

دوسرا مسافر برتھ سے اترنے ہی والا تھا کہ بابا جی نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا "حضرت صاحب آپ اطمینان سے یہیں آرام کیجئے۔"

اب میں 8 مسافر اور چھ berths ریزرو تھے۔ ان چھ دوسرے مسافروں کو رات کے وقت berths کی ضرورت تھی جہاں مسافر کی کوئی reservation نہ تھی۔ اب مجھے حد درجہ [illegible] سوچ رہا تھا بابا جی اور مستری فضل کریم صاحب [illegible] تین دوسرے مسافر [illegible] ایک نے طنز مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا

"بابا جی ہمارے اوپر والی berth ریزرو ہے۔ ہمارے [illegible] چند روپے"

میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ وہ اوپر آ کر لیٹ گیا۔ اب نیچے 5 مسافر اور تین berths جب نیچے ایک [illegible] وہاں بھی ایک مسافر لیٹ گیا اور اس نے دوسرے مسافروں کو اٹھا دیا۔

بابا جی کی عادت تھی۔ جب بھی سفر کرتے تو اپنا کام [illegible] ساتھ رکھتے [illegible] مسافروں سے [illegible] قرآن پاک کی آیات [illegible] ﷺ [illegible]

بابا جی [illegible] مستری صاحب [illegible] مستری صاحب [illegible]

[illegible] مولوی صاحب (کیونکہ اس کی داڑھی نمایاں تھی [illegible]) آپ اپنی [illegible] berth ہم نے ریزرو کرائی ہوئی ہے [illegible] بعد میں [illegible] آپ سے [illegible]

ابھی اس نامعقول مسافر [illegible] بابا جی نے [illegible] اخلاقیات پر [illegible] اخلاقیات پر لیکچر جاری تھا تو اطاعت [illegible]

Marfat.com

متاثر ہوا کہ مولوی صاحب نہ صرف اٹھ گئے بلکہ نہایت انکساری اور لجاجت سے مستری صاحب سے معذرت خواہ ہوئے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جہاں پہلے مولوی صاحب کو اٹھایا گیا وہاں ہی بیٹھے ہوئے مسافر نے مولوی صاحب کو جگہ دے دی۔ میں تو اوپر جا کر لیٹ گیا مگر آپ مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے کہ مسافروں کی نیندیں اڑ گئیں۔

گاڑی اپنے وقت کے مطابق حیدرآباد اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ ان تمام مسافروں نے پہلے نہایت سعادت مندی سے اباجی کو اترنے کی ترغیب دی اور ان کے بعد خود اترے۔ میں نے ایک قلی کو اشارہ کیا جس نے ہمارا سامان اٹھایا اور پلیٹ فارم سے باہر آ کر ایک تانگہ پر رکھ دیا۔ مجھے اب یاد نہیں کہ اباجی نے قلی کو کتنی اجرت دی بہرحال وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

جب ہم مستری صاحب کے مکان پر پہنچے تو وہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کہ پیر صاحب بھی ہمراہ ہیں۔ ہمیں دو دن حیدرآباد میں رکنے ہوئے گزر گئے تو اباجی کو خیال آیا کہ اپنے ایک دیرینہ خاکسار دوست قاضی اکبر صاحب سے ملاقات ہو جائے لہٰذا مستری صاحب، اباجی اور راقم ان کے دولت کدہ پر پہنچ گئے۔ قاضی اکبر صاحب حیدرآباد کی ایک برگزیدہ اور مشہور شخصیت واقع ہوئے ہیں۔ اباجی کو دیکھ کر فوراً آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور رقت انگیز لہجہ میں گویا ہوئے۔

"اے میں (ضمیمہ 70)! میں خواب تو نہیں دیکھ رہا"

چائے وغیرہ کی تواضع کے بعد مستری فضل کریم صاحب، اباجی اور قاضی اکبر صاحب نے دیگر خاکساروں سے رابطہ کیا۔ شام تک قریب قریب خاکساروں کا اجتماع ظہور پذیر ہونے پر قاضی اکبر صاحب نے تمام حاضرین کو ایک صف میں کھڑا ہونے کی ترغیب دی تاکہ اباجی کو باقاعدہ سلامی دی جائے۔

اپنی گھریلو مجبوریوں اور علامہ مشرقی صاحب سے کچھ اختلافات کی بناء پر خاکسار تحریک سے عملاً علیحدگی اختیار کر چکے تھے۔ بات دراصل یہ تھی کہ اباجی سالار منصب تھے اور منتظروں کے لیے دور دراز علاقہ جات میں جانا لازمی امر تھا جبکہ گھریلو حالات متقاضی تھے کہ ماسوائے اباجی کے گھر میں ذمہ دار شخصیت خاندانی فرائض سرانجام دینے کیلئے خلاء کا احساس دامنگیر تھا حالانکہ نوکروں چاکروں کی کثرت تھی مگر وہ خاندانی فرائض تو سرانجام نہ دے سکتے تھے۔

علامہ مشرقی صاحب نے کشمیر میں منتظر کیلئے حکم دیا تاہم اباجی نے علامہ صاحب کی توجہ گھریلو خاندانی امور کی جانب مبذول کرائی۔ ادھر میری نانی صاحبہ اباجی کا گھر سے ہفتوں غائب رہنا پسند نہ فرماتیں اور اباجی والدہ صاحبہ کی حکم عدولی کی جسارت سے قاصر تھے جبکہ ہمارے شریک ہمیں خاندانی زک پہنچانے پر تلے ہوئے تھے۔ علامہ صاحب بھی سخت طبیعت کے حامل تھے، جہاں باہمی رفاقت اور جید صحیح واقع ہوئے وہاں اصول کی بات ہوتی تو اپنے موقف پر ڈٹ جاتے۔ میں نے ایک دفعہ اباجی سے پوچھا کہ آپ تو اطاعت امیر کی تلقین فرمایا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بیٹے نصیر جس اطاعت کی میں بات کرتا ہوں وہ تمہاری سمجھ میں ابھی نہیں آ سکتی۔ اطاعت میرے حکم پر قبر کے دہانے تک ضرور جاؤ مگر یہ ضروری نہیں کہ اس دور میں اندھی، بہری، گونگی اطاعت پر قبر میں کود جاؤ اور پھر والدہ ماجدہ کی حکم عدولی کسی طور پر بھی مناسب خیال نہیں کرونگا۔ نہایت رقت آمیز منظر تھا۔ قاضی اکبر صاحب اور دیگر خاکساروں نے اباجی سے عرض کیا "جس طرح آپ نے ہمیں خاکسار بننے کی سعادت سے نوازا اور اپنے دست مبارک سے ہمارے بازوؤں پر اخوت کے نشان چسپاں کئے۔ اپنے ہی ہاتھوں سے اتار دیں۔"

قاضی اکبر صاحب نے پھر اباجی کو احساس دلایا "ایک عرصے کے بعد اتنے بڑے اجتماع کا موقع ملا جس میں آپ کی شمولیت بھی فرما رہے ہیں۔ میرے ذہن میں سوال ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کس مقصد کے لئے کیا ہے؟ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔"

تمام خاکساران قاضی اکبر صاحب کی حویلی کے وسیع دالان میں نیم گول دائرے میں حلقہ بگوش سرسبز گھاس پر بیٹھ گئے۔ مستری فضل کریم اور میں بھی ایک طرف بیٹھ گئے۔ اباجی کا طرز تخاطب پرجوش، وجدانی اور موثر لہجہ پر مبنی تھا، فرمایا:

"اس سوال کا تعلق بیان سے زیادہ روحانیت سے ہے۔ انسان تمام جانداروں سے ارفع و اعلیٰ مخلوق، گویا انسان حکمران ہے۔ اس کیلئے governor انسان کے جسم کی بناوٹ، سیدھا posture، اپنی سوچ کی قوت اور اس کے اظہار کی وجہ اخلاقی بالادستی، انسان کی بالادستی کا ثبوت اور اسے اعلیٰ ترین مخلوق بناتے ہیں۔ نہ صرف انسان کے پاس اپنے آپ کو preserve کرنے

کی صلاحیت بلکہ زندہ رہنے کی خواہش بھی ہے اور وہ اپنے مادی اور دفاعی حالات کو بہتر بنانے میں کوشاں بھی رہتا ہے۔

''اس صورت حال کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے دنیا بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کی۔ دنیا پیدا کرنے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ اگر ہم انسان اور اللہ تعالیٰ کے درجہ پر غور کریں۔ خالق اور مخلوق اور پھر انسان کی حیثیت۔ یہ بھی یاد رکھیں باوجود اس کے کہ انسان کائنات میں اعلیٰ ترین مخلوق ہے پھر بھی کتنا بے بس ہے۔ آئیں ایمانداری سے سوچیں کہ ہمارے لئے یہ کیسے ممکن ہے اتنی وسیع کائنات میں ہم اللہ تعالیٰ کا دنیا پیدا کرنے کا مقصد سمجھ سکیں۔ ہم تو ابھی تک اس تمام سیارے کے متعلق مکمل طور پر نہیں جانتے۔ ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں۔ مکمل طور پر دوسرے جانداروں اور پودوں کی کتنی قسمیں ہیں اور پھر اتنی وسیع کائنات میں جو کہ ابھی تک تحقیق جاری ہے۔ زمین تو ایک معمولی سیارہ ہے نہ صرف قاضی صاحب کو بلکہ ہر ایک محقق انسان کو تعجب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انسان کو پیدا کرنے اور دوسرے تمام جانداروں کو پیدا کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ جب انسان جس کے ذرائع محدود ہیں کوئی کام بغیر مقصد اور حساب کے نہیں کرتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق جس نے انسان کو پیدا کیا اسے بغیر کسی مقصد کے پیدا کرے؟ تخلیق بغیر کسی مقصد کے فضول کی کہانی لگتی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی بڑھائی کیلئے پیدا کیا؟ کیا اللہ کو اپنی تعریف کی ضرورت ہے؟ بالکل نہیں۔ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں جس اللہ کو کسی چیز کی ضرورت ہے وہ اللہ نہیں A God in need is not a God indeed اللہ ضرورت سے بالاتر ہے۔۔۔''

چونکہ نوجوانی کا دور ایسے طرز فکر سے ناآشنا ہوتا ہے۔ شعوری پختگی سے عاری لہٰذا بوریت محسوس کرنے پر اس روحانی محفل سے کنارہ کش ہو گیا اور گھر کے باہر گھومنے کو ترجیح دی البتہ واپسی پر کئی حضرات کو ملے بیت پر الوداع کہہ کر نکل رہے اور میں اندر داخل ہو رہا تھا۔ چند ایک خاکسار موجود تھے بالآخر وہ بھی چلے گئے۔

قاضی صاحب، ابا جی، مستری صاحب اور مجھے اندر کمرے میں لے گئے جو دیکھنے میں ایسے لگتا جیسے لائبریری کا دفتر ہو۔ دیوار کے ساتھ الماریاں جن میں شیشے کے دروازے نصب تھے۔ shelfs پر مختلف قسم کی ادبیات دینی کتابیں موجود تھیں۔ اب شام ہو رہی تھی قاضی صاحب نے کھانے کی دعوت دی۔ قاضی صاحب ابا جی سے پوچھنے لگے کہ چوہدری صاحب آپ بتا رہے تھے بیٹے نے کراچی کی سیر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور آپ کی آمد کا مقصد بھی یہی ہے۔

ابا جی قاضی صاحب کو میری عادات سے متعلق بتا رہے تھے کہ برخوردار سیر و تفریح کا بہت شوقین ہے۔ 1947ء سے پہلے کشمیر، پنجاب، چترال تک سیر و سیاحت کے سلسلے میں جا چکا ہے۔ ازاں بعد ابا جی نے قاضی صاحب سے کراچی میں رہائش پذیر اپنے چند خاکسار دوستوں کے پتہ جات دریافت کئے۔ قاضی صاحب نے چند ایک اور دوستوں کے ایڈریس بتا کر ایک کاغذ پر لکھ کر دئیے البتہ خاص طور پر یہ بتایا کہ چوہدری صاحب میرے الطاف حسین جو ان دنوں کراچی میں "Dawn" اخبار کے ایڈیٹر تھے سے اچھے مراسم ہیں تاہم میں برخوردار کے حوالے سے الطاف صاحب کی طرف رقعہ لکھ دیتا ہوں۔ آپ بیٹے کے ساتھ کسی قسم کی زحمت سے دو چار ہونے کی بجائے وہ ان کی سیر و تفریح کا بندوبست طریق احسن کر دیں گے۔

تھوڑی دیر بعد قاضی صاحب معذرت کے ساتھ اندر تشریف لے گئے البتہ واپس آکر ہمیں ایک دوسرے کمرے میں لے گئے جہاں فرنیچر کی بجائے فرش پر قالین بچھا ہوا تھا جس پر ایک نرم سفید رنگ کا دستر خوان بچھا کر تکیے وغیرہ رکھ دئیے گئے تھے۔ ہمارے کھانے پینے کا اہتمام کیا گیا۔ ایک بڑے دیگچے سے اشتہا انگیز بھاپ اٹھ رہی تھی۔ دو ملازمین چھوٹی چھوٹی ٹرالیوں میں کھانے پینے کا سامان لا رہے تھے۔ دستر خوان پر تمام لوگ بیٹھ گئے اور قاضی صاحب ایک خاص قسم کے کھانے کی تفصیلات بیان کر رہے تھے۔ مہمانوں کی پلیٹوں میں کھانا ڈالتے جاتے۔ یہ خاص طریقے سے پکائی گئی مچھلی جو واقعی نہایت لذیذ تھی چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں مسالے کے ساتھ پکائی گئی تھی۔ میں نے تو روٹی سے کنارہ کش ہوتے ہوئے صرف مچھلی کھانے پر اکتفا کیا۔ بالخصوص ایسی مچھلی پاکستان بننے سے پہلے یا بعد آج تک میں نے نہ کھائی۔ غالباً یہ سمندری خاص قسم کی مچھلی جو مختلف ترکیب سے پکائی گئی تھی۔ کئی سال بعد جب میں چین گیا جہاں Staple food سمندری مچھلی ہے۔ وہاں کئی قسم کی مچھلیاں نہایت لذیذ اور انوکھے انداز میں پکائی ہوئی کھائی تھیں۔ ایک خاص سمندری مچھلی جسے Mero کہتے ہیں، میری بیوی خاص طریقے سے پکایا کرتی۔

Marfat.com

قاضی صاحب مزید کھانے پر اصرار کرتے رہے تاہم ابا جی اور مستری صاحب نے معمول کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہی کھایا بہت میں تو صد چند نہ کیا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو قاضی صاحب نے برآمدے میں ہمارے ہاتھ دھلوائے اور اپنے شانے پر رکھا تولیہ پیش کیا۔ اس کے بعد قاضی صاحب سے اجازت کے خواستگار ہوئے جس پر انہوں نے ہمیں الوداعیہ انداز میں دروازے پر خدا حافظ کہا۔ وہاں سے ہم پیدل چلتے ہوئے قریباً آدھے گھنٹے میں واپس گھر لوٹے۔

اگلے دن ایک دوست جبار خان جس کا پتہ قاضی صاحب نے لکھ کر دیا وہ بھی بندر روڈ پر رہائش پذیر تھے جن کا پتہ کا ... ہم ان سے ملنے گئے۔ اس کے بعد گاڑی پر بیٹھ کر ہم تینوں کراچی پہنچ گئے۔ وہاں سے بذریعہ ... شہر کے معروف تجارتی مرکز ... تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔

وہاں پہنچے ... عمارت جس کے ... بڑے خوبصورت کمان کی شکل میں واقع تھے۔ وہاں ... جبار خان ابا جی کو دیکھتے ہی دکان سے اٹھ کر ہمارے استقبال کو آئے ... اس کے بعد ... دوسری منزل پر لے جا کر بٹھا دیا۔ بعد میں دکان میں بیٹھ گئے۔ خان صاحب ... چائے اور ... (ضمیمہ 71) کے متعلق گفتگو کے بعد ... خان نے بتایا کہ اندرون پاکستان سے لوگ ادھر ادھر آ رہے ہیں ... میں نے بیتابی سے خان صاحب سے پوچھا:

"... دیکھنے کی جگہیں کون سی ہیں؟"

"... Hawkes Bay، Clifton اور Manora تم دیکھ ... ہے ... دیکھنے کا حق ہے۔"

... دوسری منزل پر ایک بڑے کمرے میں ... بچھا ہوا تھا اور گاؤ تکیے موجود تھے ... کھڑکی ... جانب مغرب ... ٹھنڈی ہوا ... میں نے بیتابی سے پوچھا:

"خان صاحب Dawn اخبار کا دفتر کس طرف ہے؟" پیشتر اس کے کہ خان صاحب جواب دیتے ابا جی نے فرمایا:

"بیٹے ... خان صاحب نے ہدایت تمہاری سیر و تفریح کا بندوبست ہو جائے گا۔"

"ابا جی آپ ... میں Dawn اور Civil Military and Gazette پڑھنے کا عادی ہوں اور ... آپ سے پوچھ کر ... اخبارات آتے ہیں ... آپ مذاق سے کہتے ہیں ... حضرت صاحب ... سے ... میں ... سے ملنے جانا چاہتا ہوں ... میں نے بیتابی سے اجازت چاہی۔

"میں اس وقت میں ... لوگ بہت مصروف ہوتے ہیں" خان صاحب نے کہا "... قاضی صاحب کا رقعہ موجود ہے ... انتظار کرنا پڑا تو کر لونگا۔ ویسے بھی خود ... mood میں ہوں۔"

... بجے کے وقت تک جبار خان صاحب نے مجھے پتہ دیا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ خبردار رہنا ... کراچی ... ٹریفک ... میں نکل کھڑا ہوا۔

tram ... میں نے پہلی دفعہ ... دیکھا ... ایک چھوٹا سا لکڑی کا ڈبہ تھا جس کے آگے ایک ... اونٹ ... اور کوچوان ... اونٹ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ عجیب منظر تھا ... اس قدر ... اونٹ ... traffic سے ... ہوئی۔

جب میں Dawn کے دفتر پہنچا ... I.I. Chundrigar ... پر ہوا کرتا تو ایسا محسوس ہوا جیسے ... Dawn ... اخبارات میں ... پیچھے ... دفاتر میں آتے ہیں۔ خاص طور پر شام کے وقت

لہذا مجھے نہایت مایوسی کا سامنا ہوا تاہم میں بھی ایک ضدی شخص واقع ہوا بغیر ملاقات کے واپس نہ جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ [illegible] ڈان کے دفتر میں ہمارے ایک دوست محبوب صاحب کام کیا کرتے تھے جہاں وقت گزاری کیلئے پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے الطاف حسین صاحب کو ٹیلیفون کیا تو کہا گیا کہ [illegible] اطلاع دے دی گئی ہے کہ [illegible] شام تک واپس آجاؤ چونکہ دفتر میں لوگ دوپہر کے بعد آتے ہیں اور میں وقت گزاری کیلئے matinee show دیکھوں گا۔

محبوب صاحب نے تاج محل کے دفتر میں [illegible] کو [illegible] ایک فلم [illegible] میں ملی شانتا رام کی فلم "شکنتلا" دکھائی جا رہی تھی جس کا ڈائریکٹر وی شانتا رام، موسیقی وسنت دیسائی، شانتا رام کی بیوی [illegible] ہیروئن اور شانتا رام وغیرہ نے کام کیا دیکھنے چلا گیا۔ فلم تین بجے بعد دوپہر شروع ہوئی اور [illegible] بجے ختم ہوئی۔ میں رکشہ میں بیٹھ کر Dawn کے دفتر چلا گیا۔ الطاف حسین صاحب سے ملنے ان کے دفتر کی طرف گیا تو ایک آدمی نے دفتر کے سامنے مجھے روک لیا اور پوچھا "برخوردار تمہاری ملاقات الطاف صاحب سے طے ہے؟"

"نہیں، البتہ مہربانی کر کے یہ رقعہ اندر پہنچا دیں۔"

اس نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور ایک چپراسی کے ہاتھ میں رقعہ دے دیا۔ کوئی 20 منٹ انتظار کے بعد ایک آدمی نے آکر کہا "الطاف صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

ایک بڑی میز کے پیچھے الطاف حسین صاحب چند کاغذات میں مشغول [illegible] جب میں کمرے میں اندر داخل ہوا تو مجھے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور پوچھا "برخوردار کہاں سے آئے ہو؟"

"[illegible] لاہور میں زیر تعلیم ہوں۔ آپ کا Dawn بڑی دلچسپی سے باقاعدہ پڑھتا ہوں۔ [illegible] leading article با کمال ہوتا ہے۔"

"کراچی میں کیسے آنا ہوا؟"

"[illegible] کراچی آتے تھے۔ میں نے سوچا میں بھی کراچی دیکھ لوں۔"

"تو مجھ سے [illegible] کیا چاہتے ہو؟"

"جی میں تو [illegible] چاہتا تھا [illegible] ہاتھوں میں سے ہیں۔"

"اچھا [illegible]"

میں [illegible] جواب [illegible] دیا [illegible] ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اور الطاف حسین صاحب بہت مصروف ہو گئے [illegible] میں چلا گیا۔ میں نے [illegible] سے ملنے اور [illegible] حاصل کرنے کا اشتیاق تھا۔

واپس [illegible] کے شوقین [illegible] اور [illegible] صاحب سے [illegible]۔

[illegible] کراچی میں [illegible] صاحب [illegible] صاحب [illegible] ملتے رہتے [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] صاحب کے ایک ملازم کے ساتھ [illegible] شام تک [illegible] تاریخی مقامات [illegible] بھی کراچی [illegible] کیا کرتے تھے [illegible] خواہش تھی کہ کراچی میں [illegible] سمندری سفر کروں۔ (ضمیمہ 72) واپسی پر [illegible] صاحب نے [illegible] ہوئے Sindh Express (ضمیمہ 73) میں ہماری Second class کی سیٹیں book [illegible] 10 بجے رات کراچی سے روانہ ہوئی۔ گاڑی [illegible] berths [illegible] تھے [illegible] رات [illegible] دوسرے دن [illegible] بجے رات لاہور پہنچے۔ جب لاہور اسٹیشن پر پہنچے تو ایک [illegible] صاحب [illegible] صاف کرنا چاہا میں نے [illegible] میں پیچھے [illegible] تھا [illegible] لاہور کی [illegible]

Marfat.com

ہوئے اور اس جیب تراش سے وہ پتھر لے لیا اور لعنت ملامت کی اور کہا "بیٹا ایسی مذموم حرکت سے باز رہنا چاہیے۔"

ہمارے ٹکٹ Second class کے ہونے کے باوجود ہم Interclass میں ہی بیٹھ گئے اور گجرات آن پہنچے۔

گجرات سے تانگہ پر بیٹھے مستری صاحب کو پچھلی چوک میں اتارا۔ ابا جی نے آپ کو سوہن حلوہ کا ایک ڈبہ دیا (ضمیمہ 74) اس کے بعد ہم اپنے دیوان خانہ میں پہنچ گئے۔

ماں کی مامتا کی طرح!

چودھری رشید اللہ صاحب کی دختر نیک اختر مسمات فرخ جمشید جس سے راقم اب ازدواجی زندگی میں منسلک ہے۔ نو عمری کے زمانے میں ابا جی کے چچا صاحب کے دیوان خانہ میں رہائش پذیر تھے۔ راقم کی والدہ صاحبہ جنہیں تمام لوگ Auntie کہہ کر پکارتے۔ انہیں فرخ سے جنون کی حد تک محبت تھی اور فرخ بھی انہیں اپنی ماں سے زیادہ چاہتی۔ والدہ صاحبہ نے فرخ کو بیاہ شادیوں کے موقع پر گیت گانے سے منع کیا اور محرم میں بجائے خوشی کے گیت کے مجالس اہل بیت میں نوحہ خوانی، مصائب کا بیان کرنا اور ماتم اہل بیت کی تعلیم دی۔ جب کبھی مجلس عزا ہوتی تو فرخ اپنی Auntie کے ساتھ پیشہ ور ذاکرہ خواتین سے کہیں زیادہ اثر انگیز اور نہایت درد ناک انداز میں مصائب بیان کرتی جس سے حاضرین کو گریہ و زاری سے ہمکنار کر دیتی۔ جب میری والدہ صاحبہ فوت ہوئیں تو فرخ اس قدر صدمہ سے نڈھال ہو کر زار و قطار رویا اور بیہوش ہو گئی۔ ان کی وفات کے بعد جب کبھی فرخ خواتین کی مجلس عزا میں جاتی تو Auntie کی یاد سے بے اختیار گریہ کناں ہو جاتی اور مجلس پڑھنے کی تاب نہ لا سکتی۔ وہ خواتین جو کہ ان دونوں کے مثالی پیار و الفت سے آشنا تھیں پیار کرتیں اور دلاسہ دیتیں مگر جن خواتین کو اس بات کا علم نہیں تھا وہ یہ کہتیں "بیچاری کی ماں جو فوت ہوئی ہے" حالانکہ حقیقت میں یہ انکی دادی کی بہن کی بیٹی تھی۔ فرخ کی اصلی ماں کافی عرصہ زندہ رہیں اور 1964 میں میری شادی کے قریباً ایک سال بعد وفات پا گئیں۔

بشیر کو اغوا کر لیا!

راقم کے ایک دوست بشیر سے بے تکلف دوستی کے ہم ہمراز تھے۔ بشیر راجہ بنگلہ سرائے عالمگیر کی نہر کے کنارے واقع ہے میں بحیثیت SDO تعینات تھا۔ تقسیم ہند کے بعد میرا دوست نثار جان اور میں گرمیوں کے موسم میں مری جا رہے تھے۔ دوران سفر رات کوئی 11 بجے کے قریب جب ہم راجہ بنگلہ کے قریب پہنچے تو ہمیں شرارت سوجھی کہ کیوں نہ بشیر کو بھی ساتھ لیتے جائیں۔

نثار مرزا اور میں بشیر کے بنگلے میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ بشیر صاحب کوٹھی کے lawn میں گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہیں اور دوسرے نوکر چاکر وہاں کہیں قریب سو رہے ہیں۔ ہم نے اپنے چہروں کو ڈاکوؤں، چوروں کے انداز میں چادروں سے ڈھانپ لیا تاکہ ہماری شناخت نہ ہو سکے اور اپنی آواز بھی تبدیل کر لی۔ ایک چادر نما چیز بشیر کے منہ پر ڈال دیا اور اس کو نہایت خاموشی سے اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ میں نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر چادر کو مزید مضبوط کر لیا اور بدلی ہوئی آواز میں تحکمانہ اور دھمکی آمیز لہجے میں خبردار کیا "ہلنے کی کوشش کی تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریائے جہلم میں بہا دیں گے۔"

نثار مرزا نے کار کی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنا شروع کر دی جب گوجر خان کے قرب و جوار تک پہنچے تو میں نے اناڑی پن سے اصلی آواز میں نثار مرزا سے کہا "یہ صاحب نارووال کے امیر ترین شیخ برادری میں سے ہیں اور ان کے بھائی کی گجرات میں ایک مل بھی ہے اور اس سے خاطر خواہ تاوان ملنے کی توقع ہے۔"

بشیر نے میری آواز پہچان لی اور کہا "بڑا تیرا بیڑہ غرق۔ میں تو بس اب قریب المرگ تھا یہ تم نے کیا کیا۔"

بہر حال ہم تینوں ہنستے کھیلتے مری پہنچ گئے۔ اپنے گجرات کے عزیز بزرگ دوست شیخ اصغر وارثی کے Royal Hotel Pindi Point میں حسب معمول قیام کیا اور شیخ صاحب کو بشیر کے لئے ارجنٹ طور پر دو، تین شلوار قمیض بنوانے کے لئے کہا۔ بشیر نے محکمہ ٹیلیگراف کے ذریعہ ایک ہفتہ کی چھٹی کی درخواست دی۔ بشیر تو واپس آ گیا مگر ہم کوئی ڈیڑھ مہینہ کے قریب وہیں پر قیام پذیر رہے۔

Marfat.com

چور باورچی!

بشیر صاحب نے لاہور ہوٹل، میکلوڈ روڈ، پر دو کمرے اور ایک باورچی خانہ دوسری منزل میں کرایہ پر لے رکھے تھے۔ اکثر راقم بھی اس کے پاس جا کر ٹھہرا کرتا۔ اس کا باورچی جو مخصوص خدوخال کے ساتھ ترچھی ٹوپی، کندھوں پر روایتی رومال (پرنا) اور واسکٹ پہنے رکھتا، بشیر کے والد صاحب نے خاص طور پر نارووال سے بھیجا ہوا تھا۔ شکل و شباہت سے نہایت شریف آدمی نظر آتا۔ ایماندار، مخلص اور اپنے کام میں ماہر لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے وہ شخص ایک آنکھ نہ بھاتا، چونکہ وہ ضرورت سے زیادہ مؤدب اور تابعدار تھا۔ بات کرتے وقت ہاں میں ہاں ملانے میں پیش پیش ہوتا۔ میں نے بشیر کو مشورہ دیا: "اس کا خیال رکھنا، یہ تمہیں کوئی دھوکہ نہ دے جائے۔"

مگر بشیر نے میری بات پر توجہ نہ دی اور اسے بھی چابی دے رکھی تھی۔ کمروں کی چابیاں بشیر، باورچی اور میرے پاس رہتیں۔ ہوٹل کی انتظامیہ کے آدمی کو دخل در معقولات کی اجازت نہ تھی۔

وقت گزرتا گیا اور دھیرے دھیرے سامان میں سے چھوٹی موٹی چیزیں غائب ہونے لگیں مثلاً کبھی Parkar کا قیمتی قلم تو کبھی کوئی قیمتی گھڑی غائب۔ یہاں تک کہ اس کے صندوق میں سے ریشمی رومال، طلائی انگوٹھیاں، بٹن اور نقدی وغیرہ چوری ہونا شروع ہو گئیں۔ ایک روز بشیر نے مجھ سے بات کی تو میں نے اسے یاد دلایا کہ یہ کام تمہارا باورچی کر رہا ہے مگر اس نے میری بات نہ مانی اور کہنے لگا:

"اب یا تو تم چور ہو یا میں چونکہ چابیاں ہم تینوں کے پاس ہیں۔"

میں نے اس کی رضامندی کے بغیر چور کو پکڑنے کا بیڑہ اٹھایا۔ ان دنوں لاہور ہوٹل کے سامنے پولیس کا تھانہ تھا جس میں گجرات کا رہائشی میرا ایک دوست الطاف تھانیدار لگا ہوا تھا۔ آجکل وہ S.P کے عہدے سے retirement کے بعد لاہور میں رہائش پذیر ہے۔ میں بشیر کو لے کر تھانے چلا گیا۔ تھانیدار نے ہمیں بڑی عزت و تکریم سے بٹھایا۔ آنے کا مقصد پوچھا۔ ہم نے صورت حال سے آگاہ کیا جس پر اس نے دو سپاہیوں کو بھیجا کہ جا کر باورچی کو پکڑ لائیں۔ اس کی عیاری دیدنی تھی۔ اس نے آتے ہی مصنوعی حیرانگی سے پوچھا: "چوہدری صاحب، صاحب جی آپ یہاں کیسے؟"

اس کی قطع کلامی کرتے ہوئے تھانیدار نے باورچی کو مخاطب کر کے کہا:

"مولوی صاحب! غلطی سے چیزیں ادھر ادھر ہو گئی ہیں تو کوئی بات نہیں جتنی چیزیں لی ہیں واپس کر دو۔"

"حضور! واللہ قسم میں نمازی پرہیزگار آدمی ہوں۔ میری پاک دامنی کی گواہی تو بشیر صاحب کے والد صاحب بھی دیں گے۔"

اب بشیر صاحب گویا ہوئے: "تھانیدار صاحب! ان کو چھوڑ دیں جو میرا نقصان ہونا تھا ہو گیا۔"

"باورچی بھی چور نہیں، میں بھی چور نہیں، اب بشیر تمہیں چور ہو!" میں نے تھانیدار سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "بشیر کو حراست میں بند کر دو اب یہی چور رہ گیا ہے۔"

تھانیدار نے مجھے اور بشیر کو جانے کو کہا اور تاکید کی کہ دو دن بعد آنا۔

تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ یہ باورچی عادی مجرم ہے۔ یہ تو بڑی بڑی چوریوں میں پولیس کو مطلوب ہے۔ اور وہ چوری کا سامان فلیمنگ روڈ، ایک چھوٹی سی دکان پر رکھتا جبکہ مذکورہ دکاندار بھی اس کا ساتھی ہے۔ تھوڑا بہت سامان مل گیا اور بقایا کوئی تین ہفتوں کے بعد میرے دوست تھانیدار نے بتایا کہ یہ نارووال کی چوریوں کا اقبال جرم بھی کر چکا ہے۔

میرے دوست بشیر کی سادگی دیکھئے کہ پھر بھی اس کے مجرم ہونے کا یقین نہ آیا۔ لیکن ایک بات میں نے تھانیدار سے کہہ دی کہ بشیر کا اور میرا نام رپورٹ میں نہیں آنا چاہئے۔ اس کے بعد پولیس نے اس "پرہیزگار چور" سے کیا سلوک کیا مجھے کوئی علم نہیں۔

کئی سالوں بعد جب میں Venezuela میں نوکری کے سلسلے میں تھا تو جہاں میرے علم اور مشاہدے میں اضافہ ہوا وہاں اس بات نے میرے علم کو تقویت دی کہ جو شخص ضرورت سے زیادہ شریف نظر آنے کی کوشش کرے اور تھوڑا بہت اختلاف نہ کرے، ہر وقت ہاں میں ہاں ملائے وہ واقعی خطرناک ہوتا ہے۔ بغاوت تو انسانی سرشت میں آفرینش سے ہی پیوست ہوتی ہے۔ کیسے ایک انسان ہر وقت دوسرے کی ہاں میں ہاں ملاتا رہے اپنی ذاتی رائے نہ دے۔ اس سلسلے میں آپ کو ایک ثبوت پیش کرتا ہوں۔

Marfat.com

دوسری جنگ عظیم سے بعد ایک Nazi بنام Eichmann، Nazi پارٹی کا اہم رکن تھا اور اسے یہودیوں کی Final Solution کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔

Eichmann نے Concentration camps میں لاکھوں یہودیوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ Nazi Germany کی شکست کے بعد وہ بھاگ کر Argentine چلا گیا جہاں اس نے اپنا نام بدل کر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ معمولی زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔ اس کی ایک خاص عادت تھی کہ وہ ایک مخصوص ہوٹل میں ایک خاص میز پر بیٹھ کر ہمیشہ ایک ہی قسم کا کھانا کھایا کرتا۔ یہی عادت اس کی گرفتاری کا موجب بنی۔ کئی سالوں کی تلاش کے بعد اسرائیلی ایجنٹوں نے اسے وہاں سے اغوا کیا اور Tel Aviv لا کر اس پر مقدمہ چلایا۔ وہاں لوگ اس کی صورت دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ایسے معصوم صورت، حلیم طبع اور شریف النفس آدمی نے لاکھوں انسانوں کی موت کا ذمہ دار کیسے ہو سکتا ہے۔ اسرائیلی حکومت نے psychiatrists کا panel بٹھایا تاکہ اس کی جانچ پڑتال کی جا سکے جو اس نتیجے پر پہنچے کہ اس شخص میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں۔

- چکنی چپڑی باتیں کرنا (gradually tapered)۔
- ہر ایک کی عزت کرتا ہے۔
- ہر ایک سے شفقت سے پیش آتا ہے۔
- عورت سے زیادہ ادب کا اظہار۔
- کوئی بات پوچھیں تو جواب دے ورنہ خاموش۔
- کسی قسم کی تشویش کا شکار نہیں ہے۔

ایسے لوگ عام زندگی میں بے ضرر اور شکل و صورت سے معصوم نظر آتے ہیں وہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے خواہ اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور بیوی بچوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔"

اس شخصیت میں [illegible] سے متعلق ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ ہمارے لڑکپن کا زمانہ تھا۔ گجرات شہر کا ایک انگریز کلیم صاحب [illegible] Judicial [illegible] ہم لوگ باشعور نہیں تھے۔ بڑوں کی باتوں کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتے تھے [illegible] چنانچہ ایک دن گرمیوں میں ہم کچہری جا پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ [illegible] (جب کبھی [illegible] بے احتیاطی کی وجہ سے [illegible]) کے قریب ایک نلکے سے ٹھنڈے پانی کا [illegible] بڑی مقدار میں پانی نکل رہا تھا ہم نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے پانی کی آبشار [illegible] گرمیوں کے موسم میں اس قدر ٹھنڈا پانی ایک نعمت تھی۔

اس کے بعد [illegible] ایک بہت بڑے درخت کے نیچے جو کہ اب بھی موجود ہے۔ کلیم صاحب [illegible] sneakers ایک لکڑی کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے لکڑی کا میز جس پر Sola hat اور ایک [illegible] پاس ہی موجود ہے۔ اس کے علاوہ چند فائلیں میز کی دائیں طرف قلم اور دوات [illegible] Honorary Magistrate بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ تھوڑی دور [illegible] کے بعد [illegible] سے ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ایک تھانیدار جس نے ایک مجرم کو ہتھکڑی پہنا رکھی تھی اور ہتھکڑی کی زنجیر کا دوسرا سرا اپنی پیٹی کے ساتھ باندھ رکھا تھا [illegible] آن پہنچا۔ آتے ہی تینوں نے salute کیا اور مجرم کو تھوڑی [illegible] کلیم صاحب کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک فائل کو پڑھنے کے بعد کہا، "تھانیدار صاحب چور کی ہتھکڑی [illegible]" چنانچہ تھانیدار صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ کلیم صاحب مجرم سے مخاطب ہوئے:

"چوری [illegible] ثابت [illegible]"

چور [illegible] اور اس نے [illegible] میں [illegible] کلیم صاحب نے دوبارہ اپنا فقرہ دہرایا مگر چور تو کانپ رہے تھے اور

Marfat.com

کرسی پر بیٹھنے سے گریز کیا تو سیٹھ چراغ نے اسے غلیظ گالی دے کر اونچی آواز میں کہا: "اوئے! صاحب بہادر کا حکم کیوں نہیں مانتے۔"

ان کے لہجہ کا اثر تھا کہ چور صاحب کرسی پر بیٹھ گئے۔

سلیم صاحب نے سیٹھ چراغ کو مخاطب کرتے ہوئے حیرت سے کہا:

"انگریزی مجسٹریٹ صاحب اس نے آپ کی بات فوراً ہی مان لیا۔"

"صاحب چور تو میری ہی زبان سمجھتے ہیں۔"

سلیم صاحب اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور فائل کو مزید غور سے دیکھنا شروع کیا اور پوچھا

"تو کیا صاحب چوری کا جرم کیا ہے؟"

"Sir! اس نے تو کیا آدھا من دال ایک دکان سے چوری کی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، اتنا وزن اٹھا کر چور کیسے بھاگ گیا؟"

"جناب عالی! ہم ان چوروں کو خوب سمجھتے ہیں۔"

چور نے رونا شروع کر دیا اور چیختے ہوئے کہا:

"صاحب جی! میں نے تھوڑی سی دال چوری کی تھی پکڑے جانے کے ڈر سے۔"

"چور! تو آپ نے دال کیوں چوری کیا؟"

"میں چار دن سے بیماری سے مزدوری کرنے والے ہاتھ میں کوئی مزدوری نہیں ملتی میں دال چوری کرنے پر مجبور ہوا کیونکہ میرے بچے بھوکے تھے۔"

جب چور نے معصومیت سے یہ بات بتائی تو سلیم صاحب نے نہایت شفقت سے فرمایا: "اچھا آج سے آپ دال نہیں بیچیں گے بلکہ چوری نہیں کرو گے۔ ہمارے پاس مال پہلے موجود ہے جس کی ہدایت پر آپ کام کرو گے اور یہ کام شفٹ میں 5 دن ہوں گے کھانے ہو گا۔ روزانہ آپ کو گھر لے جا کر آئندہ آپ چوری نہیں کرو گے۔"

تو ظاہر ہے یہ ان دونوں کا انصاف جنہیں ہم کافر کہتے ہیں اور انسانیت کو جنہیں کہ چور کی چوری کا سبب بتایا ہے عدالت میں کرسی پر بیٹھے ہیں۔

"یہ ہے انسانیت کی عظمت اور انصاف"

"دس شیریں نوں قتل فرہاد کیتا
یاں شیریں خود قاتل فرہاد دی اے"

شاعر نے پنجابی زبان میں اس شعر میں نہیں پیش کیا کہ جب تیشوں نے کیا "پہاڑ کاٹ" شیریں کے عشق میں فرہاد نے جھوٹی خبر کی بنا پر فرہاد کو کیا کہ شیریں وفات پا گئی ہے۔ اس نے یہ سنتے ہی تیشہ اپنے سر پر مار کر اپنی جان دے دی۔ تو انہوں نے فرہاد کو شیریں کے مرنے کی خبر سنائی تو وہ برداشت نہ کر سکا اور تیشہ اپنے سر پر مار کر جان دے دی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کون کس کا قاتل ہوا؟ شیریں کو فرہاد نے مار دیا یا فرہاد کو شیریں نے۔ کون کس کی بات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گیا؟

اس طرح معصوم حسین ہانی پر جو قیامت ٹوٹی اس نے بھی اردو ادب کے عظیم افسانہ نگار سعادت حسن منٹو کی یاد دلا دی۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ حامد جلال جو سعادت حسن منٹو کے بھانجے ہیں "منٹو ماموں کی موت" کے عنوان سے نقوش اپریل 1961 میں صفحہ 483 پر رقمطراز ہیں:

"درحقیقت ماموں مرحوم کی زندگی کی دو خواہشات تھیں ایک خواہش تو یہ تھی کہ ان کا انجام مرنے سے ایک دن پہلے انہوں نے اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ریسٹورنٹ میں کیا کہ وہ اپنے بھانجے حامد جلال کے ساتھ حنیف کی شادی ... سے آج بیٹھے ہیں

Marfat.com

ہے اور میری خواہش اس مظلوم عورت حسین بی بی کی موت پر افسانہ لکھنے کی تھی جس کی بے یار و مددگار برہنہ لاش گجرات میں اب سڑک پر پائی گئی۔

''اخبارات میں اشاعت پذیر اطلاعات کے مطابق اس عورت اور اس کی ننھی منی بچی کو گجرات پنجاب بس کے اڈے سے اغوا کیا گیا اور نصف درجن کے قریب درندہ صفت ہوس پرستوں نے وحشیانہ خواہشات کی تکمیل کی اور جب وہ شدید سردی کی لہر کے دوران ان کے چنگل سے نکل کر بھاگ نکلی تو جسم پر لباس کی ایک تار تک نہ تھی لہذا ان مظلوم ماں بیٹی نے منجمد کر دینے والی سردی میں بے بسی سے دم توڑ دیا۔

''اس سانحے سے ماموں جان (سعادت حسن منٹو) بے حد متاثر ہوئے۔ اسی روز شام کے وقت گجرات سے کچھ لوگ ان سے ملنے آئے اور انہوں نے مذکورہ واردات کی مزید تفصیلات بتائیں جو حساس طبع انسان کے احساسات کو مجروح کرنے کی حد تک ثابت ہوئیں جس پر غم غلط کرنے کے لئے معمول سے زیادہ شراب نوشی میں زیادتی مرحوم کی موت کا موجب بنی۔ اس طرح ایک عظیم افسانہ نگار اس کی تخلیق پر قلم اٹھانے سے قبل ہی حسین بی بی اور معصوم بچی کی بھی جان لے لی۔

کتابوں کی دکان

راقم 18 ستمبر 1995 کی شام وطن واپس آنے کے بعد Islamabad Ambassador Hotel کی لابی میں بیٹھا Time میگزین کا مطالعہ کر رہا تھا چونکہ رات کا کھانا کھانے کے بعد میری بیگم اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص جو ہوٹل میں کھانا کھا چکا تھا لابی میں موجود دیگر آدمیوں کے ساتھ ہوتے ہوئے میرے پاس سے گزر کر بالائی منزل پر جانے لگا۔ اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ ٹھٹک گیا اور وہ مجھے شناسائی کی حیثیت سے دیکھنے لگا۔ میں نے بھی اس کے زاویہ نگاہ کو محسوس کیا کہ صورت جانی پہچانی تھی۔ وہ بتدریج سیڑھیوں پر سے بالائی منزل تک چلا گیا مگر نظریں مجھ پر ہی جمی رہیں۔ کچھ دیر بعد ہی واپس لوٹ کر میرے نزدیک صوفے پر بیٹھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''معاف کرنا میں نے کہیں آپ کو دیکھا ہے۔''

''ممکن ہے کیونکہ میری شباہت عام لوگوں سے ذرا مختلف ہے۔''

''آپ کس شہر میں پڑھا کرتے تھے؟'' مذکورہ شخص نے جاننا چاہا۔

''میں نے گجرات سے میٹرک پاس کرنے کے بعد لاہور اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لیا۔''

میرے اتنے کہنے پر وہ صوفے سے اٹھا نہایت گرمجوشی اور وارفتگی سے مجھ سے بغلگیر ہوتے ہوئے پوچھا:

''آپ کا نام راجہ نسیم ہے نا؟''

''جی ہاں!'' میں نے خوش آئند حیرت سے جواب دیا۔

''میرا نام سلیم ہے۔''

خوب! چوہدری سلیم جو شیخوپورہ کے نزدیک کسی گاؤں کا رہنے والا اور Rivaz Hostel میں مقیم تھا اگرچہ وہ میرے حلقہ احباب میں سے نہ تھا پھر بھی ہم یار دوست جب اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ میں شام کو بیٹھتے تو اپنے ایک دیگر ساتھی کے ہمراہ ہمارے قریب آ کر بیٹھ جاتا اور ہماری گپ شپ سے محظوظ ہوا کرتا۔ میرا طرز کلام استفہامیہ نوعیت کا تھا۔

ہم اپنے اپنے careers سے متعلق باتیں کرتے رہے اور باتوں باتوں میں اس نے مجھ سے کہا:

''تین دن پہلے کی بات ہے۔ میں اپنے بیٹے کیلئے Pickthal والے انگلش کے ترجمہ والا قرآن مجید لینے کیلئے فیروز سنز کی دکان پر گیا مختلف کتابوں کو دیکھ رہا تھا تو میری نظر ایک کتاب Saltanat پر ٹھہر گئی جس کے cover پر کسی صاحب کی تصویر چھپی ہوئی تھی میں نے پہلی نظر میں ہی پہچان لی وہی سفید لباس، پر نور چہرہ۔ جب میں نے مصنف کا نام پڑھا تو آپ کا نام تحریر شدہ تھا بے اختیار وہ کتاب میں نے خرید لی۔''

چوہدری سلیم نے عہد رفتہ کا ایک واقعہ یاد دلایا جو کچھ یوں تھا کہ حسب معمول ایک شام جب ہم اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں

Marfat.com

موجود تھے تو پیر صاحب (جیسا کہ اکثر ہوا کرتا تھا) گجرات سے تشریف لائے اور نہایت شفقت آمیز لہجہ میں فرمایا:
"بیٹا نصیر میں تمہیں اور تمہارے دوستوں کو کباب کھلانے کے لیے آیا ہوں۔"

جب میرے دوست اور میں اٹھ کر پیر صاحب کے ساتھ چلنے لگے تو چوہدری نسیم اور اس کا ساتھی بیٹھے رہے۔ یہ دونوں میرے دوستوں میں سے فی الوقت نہ تھے۔ پیر صاحب نے ان سے بھی ساتھ جانے کو کہا۔ گوالمنڈی کی ایک دکان جو کبابوں کے لیے مشہور تھی وہاں ہم جانے کے لیے سب پیدل چل دیے خوب جی بھر کر کباب کھائے تاہم پیر صاحب نے خود چکھے تک نہ تھے۔ کبابوں سے انصاف کر چکنے کے بعد انہوں نے مجھے کچھ پیسے دیئے۔

ازاں بعد جب واپس گجرات جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو چوہدری نسیم اور اس کے دوست سے بالخصوص شفقت کا اظہار کیا۔ معاً مجھے تاکید کی کہ بیٹا نصیر آئندہ ایسی بد اخلاقی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ نسیم بھی کسی کی آنکھ کا تارا ہے۔ پھر پیر صاحب اور ہم چلتے چلتے برانڈرتھ روڈ تک گئے۔ پیر صاحب تو سیدھے ریلوے سٹیشن پہنچ گئے اور ہم ایک گلی سے ہوتے ہوئے مبارک مسجد کے پچھواڑے کے راستے ہوسٹل پہنچ گئے۔ اس دن سے چوہدری نسیم بھی ہمارے حلقہ احباب میں شامل ہو گیا۔ بعد میں گجرات بھی متعدد بار ہمارے دیوان خانہ میں آ کر رہا۔

نسیم نے پیر صاحب کے متعلق پوچھا کہ آیا وہ اب بھی تمہارے ساتھ ہیں؟ جس پر میں نے جواب دیا کہ وہ تو اب فوت ہو چکے ہیں یہ سن کر نسیم کی آنکھوں میں نہ صرف آنسو آ گئے بلکہ رونا شروع کر دیا۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں۔

اس نے بتایا کہ اب وہ برمنگھم میں Speedwell Road (جہاں میں تعلیم کے دوران رہا کرتا تھا) پر مقیم ہے۔ اس کے دو بچے ہیں آجکل وہ اپنے بیٹوں کے رشتے کے لیے پاکستان آیا ہوا ہے اور مجھے تاکید کی "صبح مجھے ہر حال میں متعارف کروانا کیونکہ پرسوں میں نے واپس چلے جانا ہے" ہم بغلگیر ہوئے اور خدا حافظ کہہ کر اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

اس رات مجھے ایک بجے بارہ منٹ پر سخت بخار ہو گیا اور سورج طلوع ہوتے ہی ہم گجرات کے لیے روانہ ہو گئے۔ بخار اس قدر شدید تھا کہ میں تمام راستہ کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹا رہا مگر میں نسیم کے لیے reception desk پر ایک پیغام چھوڑ آیا۔

Speedwell روڈ جس کا ذکر نسیم نے کیا میری اس روڈ سے بڑی یادیں وابستہ ہیں۔ وہاں راقم کا ایک دوست نوید خواجہ مقیم تھا (ضمیمہ 75) اسے یہ وہم ہو گیا کہ وہ بتدریج گنجا ہو رہا ہے جب بھی نوید زمان اور میں weekend پر اس سے ملنے جاتے تو وہ heater کے پاس بیٹھ مختلف ترکیبیں اور بال اگانے کے lotions وغیرہ لگاتا رہتا۔ دوست احباب اسے کہتے کہ یہ lotions وغیرہ کسی کام کے نہیں ہیں۔ فضول پیسے ضائع کر رہے ہو مگر وہ کہتا کہ ان میں کوئی نہ کوئی نسخہ کارگر ہو گا۔ اس کی عادت تھی کہ تمام سر پر لوشن کی مالش کرنے کی بجائے صرف دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو لوشن لگا کر سر کے ایک طرف سے دوسری طرف پھیرتا رہتا۔ کچھ عرصے بعد یوں ہوا کہ سر کے بال تو اُگے نہ تھے مگر دو انگلیاں سر پر نمایاں ہو گئیں۔

ڈاکٹر شریف صاحب

ڈاکٹر شریف صاحب dedicated پروفیسر تھے جن کی زندگی کا مقصد صرف کام اور طالب علموں کی تربیت کرنا تھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب راقم گورنمنٹ کالج لاہور میں M. Sc کی ڈگری کے حصول کے لیے زیر تعلیم تھا۔ Zoology کی laboratory گورنمنٹ کالج کے بالمقابل Physics کی laboratory کے شمال میں واقع تھی۔

انارکلی میں Bible Society کے قریب بالمقابل ایک "کینٹین" ہوا کرتی تھی جو ہم یاروں دوستوں کی خاص طور پر اظہر الدین بھٹی، ڈاکٹر وکیل خاں، عبد القیوم اور ڈاکٹر ماجد یاسین، ڈاکٹر عبد الرشید میر کی مخصوص بیٹھک ہوتی۔ یہاں پر کٹے کباب، نان روٹی، چھولے وغیرہ نہایت سستے داموں مگر اعلیٰ کوالٹی کے ملتے اور مزے کی بات یہ کہ یہاں ہمارا ادھار بھی چلتا۔ خاص طور پر ٹیسٹ میچ کے دنوں میں کینٹین پر ہم لوگ گھنٹوں بیٹھتے اور commentary سنا کرتے۔ ان دنوں ٹیلیویژن کی سہولت میسر نہ تھی۔

راقم ڈاکٹر شریف صاحب کا favourite طالب علم تھا۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک تکیہ کلام تھا "What happened is

Marfat.com

this Pir Sahib ?" جو کلاس کے دوران بار بار استعمال کرتے اور اگر میں کلاس میں موجود ہوں یا نہیں انہیں اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ مجھے کلاس میں ہی موجود خیال کرتے اور اپنا تکیہ کلام بار بار دہراتے رہتے۔ چند ایک دفعہ تو یوں ہوا کہ میں نے عین کلاس کے دوران کوئی شرارت کی تو ڈاکٹر صاحب میرے پیچھے بھاگ اٹھے۔

ایک دن جب ڈاکٹر صاحب کلاس لے رہے تھے تو میں دبے پاؤں کلاس سے نکل کر کیفے ٹیریا میں جا بیٹھا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے اپنا تکیہ کلام دہرایا تو انہیں ایک دم یہ خیال آیا کہ پیر صاحب تو کلاس میں موجود ہی نہیں۔ انہوں نے مولوی صاحب جو ایک باریش بزرگ اور ڈاکٹر صاحب کے خدمت گار تھے، کو مجھے تلاش کرنے کے لیے بھیجا۔ مولوی صاحب کو پتہ تھا کہ راقم کہاں جاتے ہیں چنانچہ مولوی صاحب نے کیفے ٹیریا کا رخ کیا اور مجھے مخاطب کر کے کہا:

"ڈاکٹر صاحب بڑے ناراض ہو رہے ہیں اور مجھے جناب کو بلانے کے لیے خاص طور پر بھیجا ہے۔"

اب میرے پاس سوائے کلاس میں حاضری کے کوئی متبادل راستہ نہ تھا لہٰذا مولوی صاحب کے ساتھ چلتا ہوا کلاس روم میں آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے راقم کو تھوڑی سی ڈانٹ پلائی اور مخصوص تکیہ کلام دہراتے ہوئے مخاطب ہوئے:

"پیر صاحب Peritrophic membrane (ضمیمہ 76) کے topic سے متعلق تمہیں کیا معلوم نہیں ہونا چاہیے؟"

ڈاکٹر صاحب ایسے سوال پوچھنے کا کوئی چانس ضائع نہ کرتے تو یہ بھی سنتے جاتے کہ ڈاکٹر صاحب خود کس کس دن کے وقت بڑی بڑی کتابیں پڑھتے ہیں (ضمیمہ 77) اس وقت اپنی کوٹھی میں جو گورنمنٹ کالج کی لیبارٹری کے مشرق کی طرف واقع تھی، میں بالکل ... ایک دفعہ مجھے شرارت سے زیادہ ہی سوجھی۔ لیبارٹری میں آ کر میں نے یاروں دوستوں کو مذاقاً کہہ دیا:

"ڈاکٹر صاحب کو پتہ نہیں کہ میرے خاندان سے کیسے تعلقات ہیں!"

کسی بدبخت نے ڈاکٹر صاحب کے کان بھر دیئے کہ پیر صاحب کا بدمعاشوں کے ساتھ بھرپور تعلق ہے۔ تین چار دنوں کے بعد ہم lab میں ریسرچ کر رہے تھے کوئی چار بجے کے قریب وہی مولوی صاحب آئے اور ڈاکٹر صاحب کا پیغام دیا کہ دفتر میں یاد فرماتے ہیں۔ تمام یار دوستوں نے غیرت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پر نظریں گاڑ دیں کہ پیر صاحب کو آج تنبیہی ڈانٹ پڑنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کیوں بلایا ہے تو دل ہی دل میں "چل تو جا، تو آئی بلا کو ٹال تو" کا ورد کرتا ہوا ڈاکٹر صاحب کے کمرے کے نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب میز کے پیچھے اپنی کرسی پر براجمان تھے۔ راقم کو دیکھ کر اندر آنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی دروازے کو اندر سے bolt کرنے کے لیے بھی کہا۔ میں سہم گیا اور میز کے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

"اپنے پیچھے والی الماری کھولو۔"

راقم نے حکم بجا لایا۔ پھر کرسی پر بیٹھے ہوئے مجھے اشارہ دیا "وہ کتاب نکالو!"

جونہی میں نے اپنے اندازے کے مطابق ایک کتاب کو ہاتھ لگایا "یہ نہیں وہ کتاب نکالو۔"

ڈاکٹر صاحب کا چہرہ تنا ہوا تھا کہ مطلوبہ کتاب کا نام پوچھنے کی جسارت بھی نہ کر پا رہا تھا بہرحال میں نے حکم بجا لاتے ہوئے جب کتاب کو ہاتھ لگایا تو فرمایا "یہ نہیں۔"

متذبذب کیفیت کے زیر اثر جب سب سے نچلے shelf سے اوپر والے shelf میں کتاب کو ہاتھ لگایا تو کہنے لگے:

"تیسرے shelf کی تیسری کتاب نکالو۔"

راقم نے جونہی کتاب اٹھائی دیکھا کہ اس کتاب کے پیچھے پستول پڑا ہوا تھا۔

"نہیں نہیں اس کتاب کو وہیں رکھ دو اور میرے پاس آؤ۔"

میں جب ڈاکٹر صاحب کے پاس جا کر ادب میں جانب ٹھہر گیا۔ ڈاکٹر صاحب غصے سے منہ میں بڑبڑاتے رہے لیکن پھر کچھ غم کو زائل کرتے ہوئے کہنے لگے: "جاؤ اپنا کام دھیان سے کیا کرو۔"

جب میں نے دوستوں کو lab میں جا کر یہ سارا ماجرا سنایا تو ایک دوست محمد عبدالقیوم نے کہا کہ مجھے بھی ایک دفعہ ان حالات سے گزرنا پڑا۔ ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھ بدمعاشی وغیرہ نہیں چل سکتی۔

Marfat.com

اس قسم کے mentor اب کہاں ملتے ہیں۔

''اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر''

ڈاکٹر صاحب کے دل میں students کی فلاح پیش نظر تھی۔ وہ صرف یہی چاہتے تھے کہ یہ سب ہونہار disciplined، well trained and hard working ہوں۔ آپ کی دی ہوئی تربیت کی رمق ابھی تک سب میں پائی جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو ''Camel'' سگریٹ پینے کا بڑا شوق تھا اور کبھی کبھار اپنے students کے ساتھ انگریزی فلم بھی دیکھنے چلے جایا کرتے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب، ظہیر الدین ہاشمی اور میں رائل سینما مال روڈ پر اس زمانے کی مشہور انگریزی فلم High Noon دیکھنے گئے۔ میں اپنا [illegible] کی دائیں طرف، درمیان میں ڈاکٹر صاحب اور ہاشمی بائیں طرف۔ [illegible] صاحب نے ہی دی۔

اس فلم میں Gary Cooper اپنے دور کا لاجواب ایکٹر تھا اور Jane Russell اس دور کی sex queen تھی۔ [illegible] جب بھی کوئی ایسا ویسا ''scene'' آتا تو ڈاکٹر صاحب اپنا چہرہ نیچے کر لیتے اور غصے میں [illegible] Interval سے پہلے ہی ڈاکٹر صاحب ہمیں باہر لے آئے حالانکہ دل ہی دل میں ہاشمی اور میں ساری فلم دیکھنے کے خواہش مند تھے۔

پہلے ڈاکٹر صاحب ہمیں چوہدری کے قریب رہا کرتے۔ اب ڈاکٹر صاحب lab کی مشرق میں [illegible] کی کوٹھی میں [illegible] جب ہم resrarch میں مصروف ہوتے تو ڈاکٹر صاحب یہ چاہتے تھے کہ students کا [illegible] وقت ضائع نہ ہو۔ انہیں اتنی research کرنی پڑتی کہ رات گئے تک ہم lab میں ہی رہتے۔ lab میں آتے جاتے [illegible] دوسرے ذریعے یا پہنچتے۔

ایک شام کے قریب آپ کے ملازم نے lab میں آ کر کہا کہ پیر صاحب اور ہاشمی کو ڈاکٹر صاحب اپنی رہائش گاہ پر بلا رہے ہیں۔ ہمیں ذرا تعجب ہوا کہ [illegible] ڈانٹ کی پالیسی ہو گی۔ ڈانٹ پلانے کا مقصد یہ نہیں ہوا research [illegible] جب ہم living-room میں داخل ہوئے تو ہمیں گراموفون سے ایک مشہور فلمی گیت (تقریباً 78) [illegible] سنائی دیا [illegible]

''میری گلی [illegible] جب چاندا''

'' --- --- ---

جب ڈاکٹر صاحب ہمیں ''ڈانٹ پلا'' رہے تھے تو ہم نے دیکھا کہ یہ ساتھ والے کمرے میں [illegible] صاحب کا [illegible] گراموفون پر یہ ریکارڈ چل رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے پیچھے [illegible] lab میں واپس آئے۔ [illegible] بعد میں انہوں نے اپنے بیٹے کی [illegible] بعد میں [illegible] [illegible] [illegible] ڈاکٹر [illegible] [illegible]

ڈاکٹر صاحب اکثر اپنے سر پر Sola hat (Pith hat) رکھتے تھے۔ ایک دن کلاس میں بیٹھے [illegible] ہاتھ میں pointer پکڑے ہوئے [illegible] کھڑے ہوئے تھے۔

'' What happened is this Pir Sahib. I have headache ''

''Sir! آپ نے سر سے ہیٹ نہیں اتارا شاید اسی وجہ سے درد ہو رہا ہے'' راقم نے عرض کیا۔

''ہاں'' اور فوراً ہیٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب اتنے مخلص تھے کہ اکثر کہا کرتے جب مجھے [illegible] خداوندی سے [illegible] اس وقت بھی Duty پر

Marfat.com

ہی ہو نہال خدا کا کرنا دیکھئے ان کی آرزو پوری ہوئی اور ایسا ہی ہوا۔ مغربی پاکستان سے آپ مشرقی پاکستان میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز تھے تو موت نے آپ کو فرائض انجام دیتے ہی آن لیا۔

ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی کے قریب رہائش پذیر تھے تو آپ کی اہلیہ محترمہ بیمار پڑ گئیں مگر آپ نے ایک دن بھی فرائض کو پورے کرنے سے وقت کی سے مرتب نہ ہونے دیا۔ آپ کی اہلیہ کا مرض اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ قریب المرگ ہو گئیں۔ ڈاکٹر صاحب حسب معمول دفتر پہنچ کر کلاس لینے پہنچ گئے۔ ابھی کلاس لینا شروع کی ہی تھی کہ آپ کے ملازم نے آپ کو زندگی کے ساتھی کی موت کی خبر سنائی۔ ہم سب نے بھی سنا مگر ڈاکٹر صاحب تھے کہ کلاس آرام سے دیتے رہے اور کلاس کا پورا وقت ختم ہونے کے بعد ہی اپنے دفتر گئے نائب قاصد کو بلایا اور گھر تشریف لے گئے۔ ہم سب نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

اب کہاں وہ لوگ جو اپنے فرائض کو انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی کو برداشت نہیں کرتے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ یہ ان لوگوں کی محنت کا ثمر ہے کہ ان کے student جہاں بھی گئے اپنا مقام پیدا کیا اور دوسروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ہم lab میں رات گئے تک research کرتے اور ڈاکٹر صاحب ساتھ ہی کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ ہم نے یوں کیا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کے شیشوں پر lab کی اندر کی طرف کاغذ چسپاں کر دیئے۔ چار یا پانچ بجے بعد ہمیں یقین ہو جاتا کہ ڈاکٹر صاحب کے ذات پانے کا وقت گزر گیا ہے۔ نہ ہی lab میں آئیں گے اور نہ ہی اپنی کوٹھی پر بلائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب تھے۔ lab کے دروازے پر knock کر کے چند لمحوں کیلئے ہمیں سے آ ہی جاتے اور ہمارا کام چیک کرتے۔ جونہی ڈاکٹر صاحب جاتے ہم دروازے کو اندر سے bolt کر لیتے اور flash کھیلنا شروع کر دیتے۔

نہ جانے کس طرح ڈاکٹر صاحب کو شک ہو گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اب ہم لوگوں کو چوکنا رہنا پڑتا جونہی lab کے دروازے پر دستک ہوتی ہم تاش کے پتوں کو جلدی میں بند کر کے ڈیسک کے دراز میں کہیں چھپا دیتے۔ ہمیں خبر تک نہ ہوئی اور ڈاکٹر صاحب نے کسی طرح دروازے کے شیشوں پر جو کاغذ لگے ہوئے تھے ان پر ہلکا سا سوراخ کر لیا۔

ایک دفعہ جب ہم لوگ تاش کھیلنے میں مصروف تھے تو ہمارا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے باہر سے سوراخ میں سے دیکھ لیا اور دروازے پر دستک دی قیوم نے دروازہ کھولا مگر ڈاکٹر صاحب کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے میں نے تاش کے پتے چھپا دیئے اب ڈاکٹر صاحب کو یہ پتہ نہیں تھا کہ تاش کس student کی میز کے دراز میں ہے۔

اس دن ہم نے مچھر کے salivary glands کی microscope slides تیار کی ہوئی تھیں اور ہر کوئی اپنی microscope کی مدد سے اپنی اپنی slide کو دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی عادت تھی کہ وہ ایک student کے پاس آتے اور student اٹھ کھڑا ہو جاتا۔ ڈاکٹر صاحب اس کے سٹول پر بیٹھ کر اس کی microscope کی مدد سے slide دیکھتے۔ ڈاکٹر صاحب حسب معمول students کی سلائیڈ دیکھتے گئے اور اس دفعہ ساتھ drawer بھی کھولتے رہے۔ جب میری باری آئی میں بھی کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے میری سلائیڈ کو دیکھا اور میرے میز کے drawer کو بھی کھولا وہاں مطلوبہ "شے" تاش کی ڈبیہ پڑی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے تاش کی ڈبیہ کو اٹھایا اور ڈبیہ کو ادھر سے ادھر دیکھا۔ پھر تاش کو وہاں ہی رکھ کر drawer کو بند کر دیا اور آرام سے چلے گئے۔ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو واقعی پتہ تھا اس میں تاش کے پتے ہیں اور ہم lab میں تاش بھی کھیلا کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر پتہ تھا تو وہ کتنے عظیم انسان کہ اس کے متعلق کبھی ہم سے ذکر نہ کیا اگرچہ ہم اس کے بعد بھی باقاعدگی سے فلیش کھیلتے رہے۔ ایسے استاد اور ایسے کردار اب کتابوں میں ہی ملتے ہیں۔ راقم کو یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ ان کے شاگرد جس مقام پر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان کے جوتوں کے طفیل ہیں۔

Sir سلائیڈ کہاں رکھوں؟

1952 گورنمنٹ کالج لاہور میں جب راقم M.Sc. میں زیر تعلیم تھا تو انگلینڈ کی چند ایک یونیورسٹیوں سے Ph.D کیلئے

Marfat.com

خط و کتابت شروع کر دی۔ بہر حال M.Sc. میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد میرا admission تو 1955 میں کامیابی سے Birmingham یونیورسٹی میں ہو گیا لہذا وقت گزاری کیلئے میں نے اپنے پروفیسر ڈاکٹر شریف صاحب سے بات کی تو انہوں نے مجھے Zoology کی کلاس کے پریکٹیکل کا demonstrator مقرر کر دیا۔ تنخواہ صرف 150 روپے ماہانہ تھی۔ demonstrators کے In-charge ڈاکٹر حکیم صاحب متعین ہوا کرتے تھے جن سے بعد میں میری ملاقات انگلینڈ میں ہوئی جہاں وہ بھی Ph. D کی ڈگری کے حصول کیلئے گئے ہوئے تھے۔

ایک روز practical کی کلاس میں طالب علم مجھے microscopes کی مدد سے اپنی اپنی slides دیکھ رہے تھے۔ میں سب desks کی قطاروں میں گھوم گھوم کر slides دیکھ رہا تھا۔ ایک خاتون کی سیٹ کے قریب پہنچا تو اس نے کہا

"Sir، میں slide کہاں رکھوں، نیچے یا اوپر؟" دراصل اس کا مطلب تھا کہ slide کو desk پر رکھے یا microscope کی stage پر۔

"میں اب شریف آدمی ہو گیا ہوں جہاں مرضی ہے رکھ دو۔"

یہ نوجوانی بھی کیا سر مستیوں کا دور تھا اور تب بغیر سوچے سمجھے شعوری جذبوں کی آنچ سے جو منہ میں آتا کہہ دیا کرتی۔ کیسا گل افشانیوں کا زمانہ تھا اب تو انسان میں عہد رفتہ کی یاد ہی عجیب سی ہے۔ سوچتا ہوں کہ واقعی وہ خاتون یہ سوال کرتی تو میں بھی ویسا ہی ذو معنی جواب دے سکتا تھا۔

ایک اور موقع پر practical کی کلاس میں Scoliadon (مچھلی) کی cranial nerves کو expose کرنے کی dissection ہو رہی تھی جیسا کہ demonstrator کی duty ہوتی کہ کلاس میں گھومتے رہیں اور سب کو دیکھیں اگر کوئی دقت پیش آئے تو مدد کریں۔ میں شائق desk والی قطار میں students کی دیکھ بھال کر رہا تھا تو ایک لڑکی نے nerves کو dissect کرتے ہوئے ایک nerve کی طرف scalepal سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

"Sir، یہ nerve یہاں سے کہاں تک جاتی ہے؟"

میں نے nerve کو تھوڑے سے jaw کی طرف trace کر کے چھوڑ دیا۔

"Sir، آگے کہاں تک جاتی ہے؟"

"مجھے جتنی تنخواہ ملتی ہے اس کے مطابق تو آپ کو بتا دیا اگر زیادہ پوچھنا ہے تو حکیم صاحب سے پوچھیں وہ زیادہ تنخواہ لیتے ہیں۔" میں مسکراتے ہوئے آگے چل پڑا۔

Marfat.com

جو بھی گذری کمال گذری ہے"

گجرات سے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان روانگی

گجرات سے کراچی بذریعہ ریل گاڑی

پوزیشن لے کر 1954ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے M.Sc Zoology کی ڈگری نمایاں اعزاز سے حاصل کی۔ اس زمانے میں خواجہ ناظم الدین پاکستان کے وزیر اعظم تھے جنہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے سینٹ ہال میں منعقدہ ایک پروقار تقریب میں مجھے میڈل اور تعریفی سند پیش کی۔

زندگی کے … کے دوران اس قسم کی کامیابیوں سے ہمکنار ہونا حسن اتفاق کا بہت بڑا انعام اور عطیہ ہیں۔ کامیابی سے بہت سے طالب علم … میں … ہوتے ہیں … اس سے … اور ایک مہمیز ثابت ہوا ہے روشن مستقبل کے خوشنما … سے … زندگی کے … میں … کامیابیوں کے حصول کا خوگر بنانے میں مدد و معاون ثابت ہوئی ہے۔

یہ میری خوش قسمتی کہ قدرت کا مہربان مجھے اپنے خاندان کی ایک بلند شخصیت کے ممتاز دانشور، حکیم اور صاحب عزت و تکریم شخصیت چچا رشید اللہ صاحب کی خصوصی توجہ، شفقت، محبت اور سرپرستی حاصل رہی۔ چچا صاحب مرحوم و مغفور بے اولاد تھے اور … ان کے … زمانے میں میری پرورش ہوئی۔ چچا صاحب کی دلی خواہش تھی کہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کروں … پڑھو … تمہارے ساتھ ہیں میں نہیں چاہتا کہ تم زندگی کے کسی موڑ پر … پنجاب یونیورسٹی جیسی عالمی شہرت … کی حامل درسگاہ سے … تعلیمی … میں اضافہ ہوا۔ چچا صاحب … سے … تھے لہٰذا انہوں نے مجھے انگلینڈ میں مزید تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ یہ ان کی شفقت کا … تھا کہ میں نے انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

ان دنوں پنجاب یونیورسٹی کے عقب جانب مشرق ایک چھوٹا سا کمرہ ہوا کرتا تھا اور صرف ایک ہی آدمی in-charge تھا جو … بیرون ملک تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے guide کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے پہلے ہی چند universities کے UK میں adress دیئے ہوئے تھے۔ چونکہ میں Parasitology میں Ph. D کرنا چاہتا تھا لہٰذا میں نے اس موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے … خط و کتابت شروع کر دی تھی۔ 1955ء کے session کے لئے University of Birmingham میں … Admission کا … research … معیار پر پوری اتری … M.Sc میں داخلہ دیا جائے گا … Ph. D کے لئے اجازت مل جائے گی۔ Birmingham پہنچ کر چند ہی مہینوں میں میری محنت شاقہ کی کارکردگی سے … Ph. D کرنے کا اشارہ مل گیا۔ یہ خط … ثابت ہوا اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چند دنوں میں ہی میں نے برطانیہ جانے کی تیاریاں مکمل کر لیں۔

اس زمانے میں ہوائی جہاز سے سفر کا تصور کم تھا اور سمندری جہاز میں سیٹ بک کرانے میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہوا۔ … میں اپنے "style" سے سفر کرنا چاہتا تھا۔ خواہش تھی کہ … یا twin-beds کے Stateroom میں First class

Marfat.com

کی سیٹ ملے گی۔ اس سلسلہ میں کئی ایک چند دوستوں اور چوہدری رشید اللہ والا صاحب سے متعدد ملاقاتیں کیں اور تعاقد ایوں سے کئی مرتبہ ملاقاتیں کی لیکن شومئی قسمت سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ ناکامیاں ہی کامیابیوں کا موجب بنتی ہیں۔

ہمارے دیوان خانہ میں میرے پروفیسر ڈاکٹر شریف صاحب کا کمرہ ڈاکٹر افضل ... جماعت کی میں بھی سے گئے ہیں اور S D O بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے ان سے ذکر کیا تو انہوں نے فوراً ہی کہا کہ یہ بات ہے ... کے پاس ... شیخ عظمت اللہ کا ایڈریس ہے انہیں کراچی خط لکھ دیتے ہیں۔ میں نے 30 جون 1955 کو حضرت ... Anchor Lines کی جہازوں کی ٹکٹ کا دفتر ... Caledonia ... 6 ... روانہ ہو رہا ہے۔ کراچی سیٹ ... confirmation سے ... Birmingham یونیورسٹی میں ... session ... بعد ... کراچی پہنچا ... شیخ صاحب ... (6 Dn) ... ٹرین پر ... لاہور سے 07:45 ... 08:55 ... کراچی ... کراچی پہنچ کر شیخ صاحب ... مشرف ہوئے۔

شیخ صاحب نے ملاقات کی خوشی سے ... پرجوش انداز میں دوست احباب ... مجھے اپنے حلقہ احباب میں متعارف کرایا اور ... رات ... کا سلسلہ ...

کراچی کے تمام بڑے ہوٹلوں میں میرے اعزاز میں پر تکلف ... دعوتیں ... شیخ محمد ... مرحوم کے ... صدر ... ہوٹلوں سے ... کراچی کے صاحب ثروت ... شیخ صاحب نے اپنے دوست احباب میں سے ادیب اور شعراء دوستوں کو میرے اعزاز میں مدعو کیا ان احباب میں سب سے ... افسانہ نگار، شعراء کرام ... ابراہیم جلیس ... صدیقی ... حمید ... راغب مراد آبادی ... وغیرہ سے میرا ... پرجوش انداز میں تعارف کرایا۔ ... ذہن میں روشن ... ہے۔

شیخ صاحب کی ایک خوبی ... دوست احباب ... شیخ صاحب ... محفل ... اوقات ... شیخ صاحب کی ... ادبی ... ہیں۔ ... اپنے دوستوں سے ... شیخ صاحب ... ملازمت سے متعلق ... افرادی ... محفل میں ... ہیں۔

... شیخ صاحب ... حاصل ہیں جو حضرت علامہ عنایت اللہ خان المشرقی سے ... شرف ملاقات سے نوازے ... شیخ صاحب ... ولی ... علامہ صاحب ... ایمانی ... فرمایا۔

"اسلام ... غالب ... "

بات تو راقم ... شیخ صاحب ... S S Caledonia میں seat کی confirmation ... تاب سے یاد ... شیخ صاحب نے ... سے نوازے ... ہیں

ابھی کراچی کی خوب سیر کرانی ہے ہم نے فیصلہ کر لیا ہوا ہے۔ سیٹ کے لئے فکرمند ہونے کی قطعی ضرورت نہیں آپ اسی جہاز میں لندن جائیں گے۔ ابھی بہت دن ہیں ... مہینہ پڑا ہے اس سے یہ فائدہ پہنچے گا کہ آپ حضرت ارشاد ربانی کی محافل سے استفادہ کرتے رہیں۔ زندگی میں انسان کو ایسے مواقع میسر نہیں ہوتے۔

مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ کراچی آئے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا ہے۔ کراچی میں رنگ رلیاں پیر صاحب کے حکم کے برعکس ہو رہی تھیں تو میں نے مخاطب احباب سے واپس گجرات جانے کا ارادہ کر لیا۔ میرے اچانک اس اعلان سے دوست احباب اور بالخصوص شیخ صاحب کی ناراضی کا احتمال تھا مگر میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ بہرحال میرے گجرات میں واپس جانے کے بارے میں شیخ صاحب نے بذریعہ تار 20 جولائی 1955ء پیر صاحب کو یہ پیغام دیا: "نسیم جمعرات کے روز خیبر میل سے گجرات پہنچ رہے ہیں اور جہاز پر ان کی سیٹ کا بندوبست ہو چکا ہے۔" (ضمیمہ 79)

گجرات پہنچنے پر کراچی میں زیادہ دن قیام کے باعث قبلہ پیر صاحب ناراض ہوئے مگر جب میں نے اپنے میزبان شیخ صاحب کی تعریف کی تو وہ مطمئن ہو گئے۔ شیخ صاحب سے ملاقات کا تاثر انمٹ نقوش چھوڑ گیا جبکہ اصل مسئلہ جہاز کی سیٹ کا تھا۔ میں نے شیخ صاحب کو ان کی مہمان نوازی اور کراچی میں سیر و تفریح کے متعلق شکریے کا خط لکھا اور اس بات کی تاکید کی کہ جہاز پر میری سیٹ کا بندوبست ... کیونکہ جہاز کراچی سے 6 اگست کو انگلینڈ روانہ ہونے والا ہے۔

25 جولائی کو شیخ صاحب نے مجھے یہ پیغام بھیجا کہ فوراً سیٹ کی ادائیگی کے لئے سات سو نوے روپے بھیج دیں۔ 25 جولائی 1955ء کو کراچی سے شیخ صاحب کا تار موصول ہوا جس میں میری جہاز کی سیٹ کے متعلق خوشخبری دی گئی۔ ... میری ... کی ... سب احباب کا شکریہ ادا کیا اور گجرات میں تین دن قیام کے دوران عزیز و اقارب اور دوست احباب کی ... میں لندن جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اور اپنی کراچی آنے کی اطلاع شیخ صاحب کو ... چنانچہ میرے ایک قریبی دوست ... حمید نے دو بسوں کا انتظام کر دیا تاکہ میرے تمام رشتہ دار، دوست احباب اور متعلقین مجھے ... اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے جا سکیں۔ لاہور سے کراچی کا سفر بذریعہ ٹرین ہی طے کرنا تھا۔ ان دنوں کراچی ... مشرقی و مغربی پاکستان کا دارالحکومت تھا جس کی آبادی میں پاکستان بننے سے کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

مجھے اپنے ساتھ ... سفر کرنے کی عادت تھی لہٰذا میں نے لاہور سے کراچی سندھ ایکسپریس پر second کلاس میں سیٹ ... 60 روپے 5 آنے تھی۔ لاہور سے یہ ٹرین رات کو آٹھ بجے چلتی اور دوسرے دن 10:00 بجے رات کو کراچی پہنچ جاتی۔ پلیٹ فارم پر ... نے میرا سامان بڑے سلیقے سے میری سیٹ کے نیچے رکھا۔ اس کمپارٹمنٹ میں پہلے سے جو مسافر موجود تھے ان میں سے دو خواتین اور تین مرد ... نشست و برخاست سے ان کا اعلیٰ خاندان سے تعلق واضح تھا۔ بہرحال وہ پنجابی تھے۔ ان دنوں میں ... چونتیس سال ... میری عمر ہوں ... حسب عادت میں نے ... کی ہوئی تھی اور ... مجھے لاہور ریلوے اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے ... موجود تھے ... انجن نے وسل دی اور گاڑی نے آہستہ آہستہ پلیٹ فارم چھوڑنا شروع کیا تو میں کمپارٹمنٹ کے دروازہ میں آ کھڑا ہوا۔ ... آنسوؤں کو بہ ضبط و تحمل اپنے دل میں لئے ہوئے اپنے عزیز و اقارب کو نہایت مغموم انداز سے ہاتھ ہلا کے الوداع کہہ رہا تھا اور جب وہ سب میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

جب اپنوں سے بچھڑنے کا بوجھ دل سے قدرے کم ہوا تو میں نے اپنی سیٹ پر اپنا سامان، تکیہ اور towel، dressinggown، toothbrush اپنے attache case سے نکال کر سلیقے سے berth پر رکھ لیے۔ قریباً دو گھنٹے تک ... فیملی آپس میں محو گفتگو رہی اور کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ ان کی گفتگو میں میرا تذکرہ بھی شامل ہے۔

dinner کے وقت خوش لباس ... پر ایک waiter، خاص قسم کی سفید پگڑی جس پر سرخ پٹی اور اس پر تلے کا کام مزین تھا، پہنے ہوئے اور بے داغ سفید وردی میں کمپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔ وہ سیدھا اندر کو فیملی کی طرف گیا اور مجھے بھی اس فیملی کا فرد خیال کرتے ہوئے ... نظر انداز کیا جیسے وہاں کوئی اور موجود ہی نہیں۔ اس فیملی سے کھانے کا آرڈر لے کر وہ corridor میں جانے ہی والا تھا کہ میں نے اونچی آواز میں پکارا: "کیا تم اندھے ہو یا پاگل ہو؟ تمہارا دماغ خراب ہے، تمہارا نام کیا ہے؟ میں تمہاری شکایت

Marfat.com

تمہارے boss سے کروں گا۔ کیوں مجھے نظرانداز کر رہے ہو؟"

یہ تمام تر کلمات مشتعل لہجے کے ساتھ انگلش زبان میں کہے جا رہے تھے اور وہ فیملی اس دھماکہ خیز لہجے سے چونک اٹھی۔ وہ معصوم صورت بچہ بغیر ہچکچاہٹ کے دبنگ لہجے میں اپنا مدعا اور غصہ کا اظہار کر رہا تھا۔

میں نے دیکھا waiter کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ نہایت مستعدی سے میری طرف دوڑا اور مودبانہ عرض کی۔

"Sir آپ کھانے کے لیے کیا پسند فرمائیں گے؟" اور menu میرے ہاتھ میں مودبانہ انداز سے تھما دیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ میں dining car میں جا کر کھانا کھاؤں گا" وہ نہایت عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہوئے معافی کا خواستگار ہوا اور الٹے قدموں پیچھے سے میرے کمپارٹمنٹ سے باہر corridor میں چلا گیا۔

درحقیقت میں اس کے ناروا سلوک سے غصہ کی حالت میں غیظ و غضب کی آگ میں جل رہا تھا اور نوجوانی میں عزت نفس مجروح ہونے کا احساس اور پھر مذکورہ فیملی کی موجودگی میں بالخصوص اس فیملی کی ایک نوجوان خوبصورت دوشیزہ جو بڑی دیر سے "محبت" کے دلفریب اور شرمیلے محبوبانہ انداز سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میری آتش غیظ و غضب کی وجہ کا نیا اور بڑا سبب ناقابل برداشت تھا۔ یہ بڑی سوچ کی کہ میں کوئی پسماندہ فیملی سے ہوں۔

گاڑی پوری رفتار سے رواں دواں تھی تو مجھے احساس ہوا کہ وہ مہوش مجھ میں "دلچسپی" لے رہی ہے یعنی جب وہ پہلے سے تب بھی میری طرف محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس سے مجھے نہایت فخر و انبساط کا احساس ہوا۔ نہ صرف اس کی نظر میں میری توقیر بڑھ گئی بلکہ مذکورہ فیملی کے تمام افراد پر گہرا تاثر قائم ہوا۔ میں نے Time گزرنے کی خاطر بے نیازی سے ٹہلتے corridor سے ہوتا ہوا dining car کی طرف روانہ ہوا۔ dining car کی آرائش سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا گیا۔ Air conditioned تھا۔ آرام دہ کرسیاں، اعلیٰ قسم کے ریشمی پردے، فرش پر ایرانی قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہر table کے گرد چار کرسیاں اور tables دیوار کے دونوں طرف تھے۔ ان کے درمیان kitchen تک صاف شفاف corridor سے dining car کی دیدہ زیب اور مزین دلکش فضا دوسرے compartments سے الگ تھلگ تھی۔ waiters نہایت مستعدی، مودبانہ انداز میں ٹیبل پر سروس مہیا کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔ چند tables فیملیز کے لیے مختص کر دیئے گئے جنہیں سبز رنگ کے پردوں سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ میں نے dining car میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تقریباً تمام میزوں پر کھانے والے موجود تھے ماسوا ایک میز پر ایک انگریز براجمان تھا۔

میں نے معذرت کے ساتھ English میں پوچھا "Sir کیا دوسری تین کرسیاں خالی ہیں؟"

"ہاں خالی ہیں" انگریز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

میں نے اس کے سامنے کھڑکی کی سیٹ والی کرسی سنبھالی تاکہ landscape سے محظوظ ہوسکوں۔ میز پر menu موجود تھا۔ میں نے بغور مختلف اقسام کے کھانوں کا جائزہ لیا اور روزمرہ کے دیسی کھانوں سے اجتناب کرتے ہوئے مغربی کھانوں کو ترجیح دی۔ بالآخر میری نظر T-bone steak، Fried chips اور Bread slice پر جا کر ٹھہر گئی۔ مجھے احساس ہوا کہ جب سے waiter میرے order کا منتظر تھا۔ میں نے اپنی چوائس بتائی اور مزید تاکید کرتے ہوئے کہا

"کھانے کے بعد green tea with lemon لازمی ہو۔"

جونہی وہ order لے کر پیچھے ہٹا تو دوسرے waiter نے میرے سامنے والے انگریز کے سامنے کھانا پیش کیا۔ مرغ کا سالن گرم دھواں اور اشتہا انگیز خوشبو نے سارے ماحول کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ میرا خیال تھا کہ مصالحہ جات بھی اتنے ہی گرم ہوں گے۔ جب اس نے کھانا شروع کیا تو آنکھوں اور ناک سے پانی بہہ نکلا۔ وہ رومال سے آنکھیں اور ناک پونچھتے ہوئے مجھ سے مخاطب ہوا "آپ مجھے معاف کریں کھانا ذرا گرم ہے اور مصالحے بھی نہایت تیز ہیں مجھے بہت پسند ہیں۔" اس دوران وہ مجھ سے پوچھتا جا رہا تھا "میں ہندوپاک میں کافی عرصے رہا ہوں اور چٹ پٹے اور مصالحہ دار کھانوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"Sir معاف کریں۔ میں چند یادوں کی مخل اندازی کا مرتکب ہو رہا ہوں کیا آپ گورنمنٹ آف پاکستان کے ملازم ہیں

یہ کوئی پروفیشن بنا ہیں؟"

"جی! معذرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پاکستان کی Finance ministry میں Consultant ہوں اور آج کل رخصت پر یہاں آیا ہوا ہوں۔"

اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں کون ہوں اور کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ یہ خالص انگریزی تمدن کا مظاہرہ تھا۔ میں نے از خود بتایا کہ میں انگلینڈ کی مختصر سیر کے لئے جا رہا ہوں۔

"بہت اچھا خیال ہے۔ پاکستان کو تو آپ جیسے ہونہار نوجوانوں کی ضرورت ہے۔"

میں سمجھ رہا تھا کہ شاید وہ مجھے اپنا کوئی پتہ بتائے گا کہ میں UK جا کر کبھی اس سے مل سکوں مگر اس نے اس سلسلہ میں کوئی بات نہ کی میں نے بھی چپ سادھ لی۔

جب ہم کھانا کھا چکے تو waiter نے بل پیش کیا تو میں نے جیب سے پیسے نکالنے چاہے مگر اس نے بڑی پھرتی سے بل لے کر اس کی ادائیگی کر دی۔ جب ہم اٹھنے لگے تو اس نے waiter کو tip بھی دی۔ ہم نے ایک دوسرے کو "Good bye" کہا اور اپنے کمپارٹمنٹ میں واپس آ گیا۔

موسم کافی خوشگوار تھا۔ رات کے ساڑھے دس بج چکے تھے۔ باہر اندھیرا تھا۔ میں کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا اور ریت کے ٹیلوں کا نظارہ کرتا رہا۔ ریل گاڑی کی آواز سن کر مجھے نیند آنے لگی تو میں نے sleepinggown لیا اور bathroom میں جا کر کپڑے تبدیل کئے۔ میں gown سے مطمئن نہیں تھا کیونکہ بچپن سے مجھے claustrophobia کی شکایت ہے۔ جب میں تنگ جگہ میں ہوتا ہوں تو مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہوتی ہے اور چین نہیں ملتا۔ میں اپنی اس نفسیاتی کیفیت کی وجہ سے مسافروں سے معذرت کر کے اپنی berth پر لیٹ گیا۔ جب کبھی میں سفر کرتا ہوں تو ہمیشہ اوپر کی برتھ پر سوتا ہوں اور آج تک اس عادت سے چھٹکارا نہیں ملا۔ بہرحال نیند آ گئی اور میں رات بھر خوب سویا۔ میں نے کئی خواب دیکھے۔ جب میری نیند سے بیدار ہوا تو گاڑی کسی اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔ چند لمحوں کے بعد گاڑی پھر چل پڑی۔ چند پرندے اور ریت کے ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ بچپن سے میری عادت ہے کہ میں رات کو جلدی سو جاتا ہوں اور صبح سویرے اٹھ جاتا ہوں۔ biological clock کے مطابق میرا جسم خود بخود جاگ جاتا ہے۔ میں 12 بجے سے پہلے سو گیا اور صبح 6 بج کر 27 منٹ پر میری آنکھ کھلی۔ میں نے اپنے کمپارٹمنٹ کے مسافروں کو دیکھا جو ابھی سو رہے تھے۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا اور شیو کی۔ غسل کرنے کے بعد کپڑے تبدیل کئے اور shirt-trousers پہن کر dining car کی جانب چل دیا۔ وہاں پانچ افراد بیٹھے چائے نوش کر رہے تھے۔ میں نے بھی breakfast منگوایا جو تین منٹ میں آ گیا۔ toasts، انڈے، مکھن اور بلیک کافی پر مشتمل تھا۔

دوسرے دن تقریباً 10.00 بجے رات کا عمل ہوا اور گاڑی کراچی کے مضافات میں داخل ہو گئی۔ میں کمپارٹمنٹ میں واپس آ گیا۔ دوسرے مسافر بھی اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف تھے۔ میں نے اپنا سامان اٹھایا اور کمپارٹمنٹ کے دروازے سے باہر جھانکا۔ ایک طرف کے دروازے تھے۔ ایک بائیں طرف اور ایک دائیں طرف۔ مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ پلیٹ فارم کس طرف کے دروازے کی سمت ہوگا۔ میں نے دروازے کے شیشے سے باہر جھانکا تو دیکھتا کیا ہوں کہ پلیٹ فارم تو دوسری طرف ہے۔ لہٰذا اپنا سامان دوسرے دروازے کے قریب رکھ دیا۔ کراچی کا terminal تھا۔ جلدی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ گاڑی پلیٹ فارم پر رکی تو میں نے بیگ اٹھایا۔ جونہی میں نے پلیٹ فارم پر قدم رکھا ایک عجیب سی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی جیسے مجھے خدا حافظ کہہ رہی ہو۔

"اب نظر ملا کے دیکھنے والے
یہ نیا حادثہ کچھ نہیں ہوتا
ایسی راتیں تو پھر بھی آتی ہیں
ایسی برسات پھر نہیں ہوتی"

Marfat.com

میں نے بھی مسافر ''مشتاق'' کی طرح ان کے اشاروں کنایوں میں خدا حافظ کہا۔

پاکستان ریلوے سے متعلق یہ عرض کرتا چلوں کہ برصغیر ہند میں سب سے پہلی ریلوے لائن کراچی اور کوٹری کے درمیان بچھائی گئی اور اس کا افتتاح 13 مئی 1861 میں ہوا۔ 1925 میں Stockton-Darlington Railway نے [illegible] کراچی [illegible] کا مظاہرہ کیا۔ تقسیم ہند کے وقت North Western Railway (NWR) کے کل route mileage 5048 تھے جو پاکستان کے حصے میں آئے۔ 1954 میں ریلوے لائن Mardan-Charsadda section تک بچھائی گئی اور اسی سال 25 اگست میں افتتاح ہوا۔ اس کے علاوہ جیکب آباد اور کشمور کے درمیان چھوٹی gauge (2.5 فٹ) لائن جو 1956 میں 5.5 فٹ سے تبدیل کر دی گئی۔ اس کے علاوہ دوسری اہم ترقی [illegible] کی گئی [illegible] routes کو double اور electrified کیا گیا۔ Lahore-Khanewal [illegible] section اور NWR کا Lahore-Peshawar Section 1980 [illegible] پشاور تک پہنچا۔ راولپنڈی تک ریلوے کی آمد اور اس کا افتتاح 1883 میں ہوا۔

کراچی میں قیام

میں جب کراچی اسٹیشن پر ریل گاڑی سے اترا تو platform پر [illegible] شیخ صاحب اپنے [illegible] دوست احباب کے ساتھ میں نہایت پر جوش طریقے سے استقبال کیا اور [illegible] میں [illegible] گئے [illegible] کی رہائش گاہ [illegible] انہوں نے [illegible] گورنمنٹ میں Ministry of Finance کے Secretary (بعد میں State Bank of Pakistan کے [illegible] عہدہ پر فائز رہے ہیں) [illegible] تعلقات [illegible] اپنی خاندانی [illegible] ہونے کے باعث [illegible] Kaikbad [illegible] کی رہائش گاہ [illegible] کی۔

شیخ صاحب [illegible] اس وقت [illegible] کراچی میں [illegible] صاحب کے [illegible] قیام [illegible] تعلق [illegible] فرمائے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (1981 [illegible])

Marfat.com

مولینا کا تکیہ کلام "ازیں سبب" تھا اور اپنی تحریر وتقریر کے اندر برجستگی میں استعمال کیا کرتے۔ اس ضمن میں عرض کرتا چلوں شیخ عظمت اللہ صاحب جن کا تخلص فرماتے ہیں میرے بچپن کے دوست، ساتھی اور "یار غار" چلے آرہے ہیں۔ گجرات کے ہی علمی ادبی مذہبی خاندان "شیخ" قانون گویاں سے تعلق رکھتے۔ شیخ صاحب شہر بھر میں علمی ادبی شخصیات، ادبی مجالس میں علم وادب کی ضیاء پاشیوں اور علمی افشانیوں میں پیش پیش تھے۔

شیخ صاحب گجرات کے بعد شملہ اور دہلی میں زیر تعلیم رہے۔ ازاں بعد مسلم یونیورسٹی "علی گڑھ" میں داخل ہوئے۔ مسلم لیگ 1945ء کے الیکشن کے دوران علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی طرف سے "قائد وفد" کی حیثیت سے دلپذیر اشعار اور تقاریر سے عوام کو ان دنوں زمانے کے ساتھ ساتھ "مسلم لیگ کا پراپیگنڈہ" کرنے میں پیش پیش رہے۔ بالآخر صوبہ "سرحد" کے ریفرنڈم میں بھی حصہ لیا۔ جس پر صوبہ "سرحد" بھی پاکستان میں شامل ہو گیا۔ اس دور کے اخبارات میں انکی سرگرمیاں جلی حروف اور نہایت درخشندہ چہرے میں اشاعت پذیر ہوتی رہیں۔ علمی ادبی گھرانے کے پروردہ شیخ عظمت اللہ کے بڑے بھائی شیخ کرامت اللہ صاحب جنہوں نے سب سے پہلے گجرات کی تاریخ "آئینہ گجرات" کے نام سے مرتب فرمائی ہے جو مولینا کے خاص شیدائیوں میں سے تھے۔ مولینا کے انتقال کے بعد کرامت اللہ آل پاکستان بزم ظفر علی خان مرحوم کے سیکرٹری بھی متعین رہے۔ مولینا مرحوم نے ویسے تو آپکی تعریف و توصیف میں مختلف مواقع پر کئی اشعار کہے تاہم یہ شعر قابل ذکر ہے۔

"گجرات کی رونق ہیں حبیب اور کرامت
اسلام کے دریا کے یہ دو موتی ہیں نایاب"

حبیب اللہ مرحوم شیخ صاحب کے چچا محترم تھے۔ شیخ صاحب کے دوسرے بڑے بھائی شیخ رحمت اللہ مرحوم اپنے وقت کے بہت نامور "حساب دان" گزرے ہیں۔ انہوں نے حساب کی تاریخ کا ناممکن عقدہ حل کر کے تمام دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ ان کی وفات پر مولینا ظفر علی خان مرحوم نے خاص طور پر ان کے اجتہاد اور "حساب دانی" کی خدمات کی بڑی تعریف فرمائی۔

شیخ صاحب کے تیسرے بھائی شیخ قدرت اللہ جو شاد تخلص فرماتے۔ شملہ اور دہلی میں کئی علمی ادبی انجمنوں کے روح رواں تھے۔ ان میں سے ایک کا نام "بزم سخن" جس کے زیر اہتمام شملہ و دہلی میں آل انڈیا مشاعرہ میں ہندوستان کے نامور شعراء کرام حضرات حصہ لیتے۔ بالخصوص "ظفر علی مرحوم" جو کہ ہندوستان میں بڑے مشاعروں کی صدارت کیلئے مشہور تھے شملہ میں انہوں نے "بزم سخن شملہ" کے ایک مشاعرہ میں قدرت اللہ شاد صاحب کی علمی ادبی خدمات کی بڑی تعریف فرمائی اور یہاں تک توصیفی کلمات کے دوران واضح کیا کہ جس وقت میں قدرت اللہ شاد جیسے ذی فہم نوجوان شاعر ہوں اور "اردو ادب" کی اس طرح خدمت کریں وہاں اردو ادب کو بھی زوال نہیں آسکتا۔

پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد قدرت اللہ مرحوم راولپنڈی میں قیام پذیر رہے اور قیام کے دوران وہاں اردو ادب کی خدمات جاری وساری رکھیں۔ وہاں پر آل پاکستان اردو لیگ قائم کی جس کے ذریعہ "اردو ادب" کا نام بہت روشن کیا۔

قدرت شاد غزل گوئی میں بھی بڑا کمال رکھتے تھے۔ مولانا ظفر علی خان کے رنگ میں سیاسی نوعیت کی نظمیں بھی برجستہ کہتے جو کہ اکثر اخبارات میں شائع ہوتیں۔ آپ نے یکہ وتنہا "اردو ادب" کی قابل ستائش خدمات انجام دیں۔ صد حیف! مرحوم عالم شباب میں ہی رحلت فرما گئے تاہم ان کی یاد میں ملک بھر کے کئی مقامات پر یوم وفات قدرت شاد منایا گیا جس میں ملک کی ادبی، سیاسی شخصیات نے پیغامات ارسال فرمائے۔

اس ضمن میں فقط مولینا ظفر علی خان صاحب کا پیغام ملاحظہ فرمائیے جو ہفت روزہ "سوشلسٹ" کراچی، بروز اتوار 24 اگست 1952ء صفحہ نمبر 2 پر اشاعت پذیر ہوا۔

"مولانا ظفر علی خاں۔ زندہ دلان پنجاب گجرات میں قدیم خاندان "قانون گویاں" علم و فضل کے اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ اس لئے جب میں نے اس خاندان کے ایک جواں سال اور روشن خیال رکن شیخ قدرت اللہ شاد کے انتقال پر ملال کی خبر سنی جو ایک اچھے پایہ کے شاعر تھے اور جن کا کلام ملک کے سیاسی حلقوں میں ذوق وشوق سے پڑھا جاتا تو مجھے قدرتی طور پر رنج

Marfat.com

محسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں ایسے ادیب اور شاعر کی موت کو جس کا کلام ملت کی بیداری اور ترقی کا محرک قرار دیا جاتا ہے۔ ایک قومی حادثہ میں مرحوم کے بھائی شیخ کرامت اللہ صاحب اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے دلی ہمدردی ہے۔ خداوند کریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔''

شیخ عظمت اللہ صاحب کے پاکستان تحریک میں حصہ لینے کے سلسلہ میں ایک اور معروف شخصیت کا بھی ذکر ضروری ہے۔ چوہدری محمد حسن صاحب امرتسر کی سیاسی شخصیات میں سے ایک تھے جنہوں نے ملکی فسادات کے دوران امرتسر اور ملحقہ دیہات میں باقاعدہ مسلمانوں میں اسلحہ تقسیم کیا۔ یہ نڈر اور بے باک شخصیت اسلحہ لینے کے سلسلہ میں علی گڑھ بھی پہنچے جہاں ان کا بیٹا ... میں زیر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ صاحب کا ہم جماعت دوست تھا۔ ان دونوں نے مل کر محمد حسن صاحب کی مدد کی۔ بعد میں محمد حسن صاحب کا بڑا بیٹا جمیل حسین ائیر فورس کمانڈر کے عہدے سے ریٹائر ہوا۔ اس اسلحہ کے سلسلے میں شیخ صاحب کے ایک اور دوست آفتاب احمد نے بھی بھرپور مدد کی جو کہ پاکستان بننے کے بعد فوج میں بریگیڈیئر اور آخر میں Overseas National Construction Company کے Managing Director ہو کر ریٹائر ہوئے۔

بدقسمت مچھلی

آخر کار وہ دن آ ہی گیا جس کا مجھے بیتابی سے انتظار تھا۔ شیخ عظمت اللہ صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ ہمیں خدا حافظ کہنے آئے ہوئے تھے۔ اس نے ہماری کئی photos اتاریں جو کہ بعد میں میری انگلینڈ روانگی کے ساتھ اخبارات میں شائع ہوئیں۔ ان عزیز ترین دوستوں کے ہجوم میں بندرگاہ تک رسائی ہوئی اور پھر اس berth پر جہاں Greek Shipping Company, Anchor Lines کا S.S Caledonia جہاز لنگر انداز تھا۔ berth پر لوگوں نے ہجوم کی شکل اختیار کی ہوئی تھی کیونکہ ان کا کوئی فرد جہاز پر جا رہا ہے۔ Kaikbad صاحب نے اپنا خاص آدمی ممتاز حسین صاحب کی وجہ سے وہاں بھیجا ہوا تھا تاکہ کوئی دقت نہ ہو۔ جہاز پر سوار ہونے کے تھوڑی دیر بعد مسافر deck پر پہنچ گئے تاکہ اپنے احباب کو ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہیں اور آنے والے مسافروں کو دیکھ سکوں شاید میرا کوئی شناسا ہو۔ یہ دیکھ کر میں حیرت میں رہ گیا کہ وہی خوبصورت لڑکی ایک بوڑھی خاتون کے ساتھ جو کہ ٹرین میں میری ہمسفر تھیں gangplank سے جہاز کے deck پر آ رہی ہیں۔ باقی تین مرد ساتھی جو کمپارٹمنٹ میں ان کے ساتھ تھے اب موجود نہیں تھے۔ مجھے خیال گزرا کہ اس خاندان کے یہ دو افراد شاید بعد میں آئیں گے اور جہاز پر سوار ہوں گے۔

تمام مسافر اور جہاز کے ملازمین ڈیک پر آ چکے تھے اور gangplank کو آہستہ آہستہ جہاز پر کھینچا جا رہا تھا۔ معلوم نہیں کہ اس لڑکی نے بھی مجھے دیکھا یا نہیں کیونکہ deck پر بہت ہجوم تھا۔ مسافر ادھر ادھر بے تابی سے چل پھر رہے تھے۔ میں نے سوچا سفر خوشگوار ماحول میں گزر جائے گا۔ جلد یا دیر ملاقات ہو ہی جائے گی۔

جہاز نے لنگر اٹھایا اور آہستہ آہستہ berth سے کھسکنا شروع کر دیا۔ خواتین اور دوست اپنے احباب کو ہاتھ ہلا ہلا کر خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ میں بھی کافی دیر تک شیخ صاحب کو ہاتھ ہلاتا رہا۔ قریباً 21 دن کے بعد جہاز نے Southampton میں لنگر انداز ہونا تھا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھے دیگر مسافروں کی بھیڑ میں ملا اٹھائے گھومتا رہا۔ کراچی شہر کی روشنیاں مدھم ہوتی جا رہی تھیں۔ آخر کراچی کی تمام روشنیاں آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں ماسوائے ان جہازوں کی روشنیوں کے جو کراچی کی بندرگاہ کی طرف جا رہے تھے۔

جہاز کا steward ایک خاص قسم کی گھنٹی بجاتے ہوئے رات کے کھانے کے وقت کا اشارہ دے رہا تھا۔ میں نے مسافروں کی حرکات و سکنات سے اندازہ لگایا کہ dining hall اگلی طرف واقع ہے اور مسافر جہاز کی دائیں اور بائیں قطاروں میں جا رہے ہیں۔ میں بائیں ہاتھ والی قطار میں کھڑا ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد dining hall میں داخل ہوا۔

dining hall نہایت شاندار اور دیدہ زیب اور بڑے قرینے سے سجا ہوا تھا۔ waiters سب سفید وردی پہنے ہوئے جن میں سے کچھ کے سینوں پر عجیب و غریب medals جن کے بازوؤں پر arm bands تھے جنہوں نے ان کی وردی کو زینت بنایا ہوا تھا۔ ان پگڑیوں پر کئی رنگ کے سرخ اور نیلے رنگ کے bands لگے ہوئے تھے جو کہ ان کی خوبصورتی ...

Marfat.com

میں مزید اضافہ کر رہی تھیں۔ جدھر نگاہ جاتی تھی، پھیلے ہوئے غباروں اور رنگوں کی قوس قزح کی دھنک رنگ نمائش سے dining hall مزین تھا۔ ایک stewart نے بڑے مؤدبانہ انداز سے میرے stateroom کے نمبر کے تناسب سے مجھے ایک میز پر بٹھا دیا۔ اس میز پر بیٹھے حضرات میں ایک بوڑھا Turk عرب اپنے روایتی لباس اور شال اور چوغے میں ملبوس ہاتھ میں تسبیح لیے، ایک French اور ایک Englishman تھے۔ بڑی عمر کے ... میں ان سب سے عمر میں نسبتاً چھوٹا تھا مگر میں نے جرأت رندانہ کے انداز میں ان کا تعارف انگلش زبان میں کروایا۔ Englishman سے ... سب نے ہنس کر ٹال دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حضرات English زبان سے نابلد ہیں۔ صورت حال عجیب ہو گئی

"زبان یار من ترکی
و من ترکی نمی دانم"

... ایک پادری تھے۔ بڑا مہذب با اخلاق اور ... میری قومیت ... ایک دن میں تین دفعہ ... lunch کے وقت ... کیونکہ میں ایک ... مزاج آدمی واقع ہوا ہوں جو یہاں ... برداشت نہ کر سکا۔

میں نے ... table پر ... dining hall کی دیوار کے ساتھ ... table ... میری ... تھیں!

serve کرنے ... waiters بڑی مستعدی سے ... کر رہے تھے۔ میں نے قریب سے ... waiter سے میں نے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی میز بدل سکتا ہوں؟ ... communication کی problem ہے۔ waiter نے مجھے purser کے پاس ... purser نے ... اپنے ہاتھ میں تھامے ... میری point out کی ... purser ... آخر کار میز پر ... Good evening" ... table ... عرض کیا ... آپ انگلش زبان بول اور سمجھ سکتے ہیں تو معاف کیجئے آپ ... purser" ... مخاطب ہوا۔

"Most welcome" ... میں آرام سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں ... اپنا تعارف کرانے کی ... ایک دفعہ جسارت کی ... اسلامی تہذیب کے مطابق ... German Consulate" ... ایک آدمی نے کہا ... Cultural attache ... انگلینڈ جا رہا ہوں۔ مجھ وہاں سے U.S.A ... خواتین ... میرے ساتھ ... Medicine پڑھتے اور ساتھ ... Birmingham ... import / export کا کامیاب ...

Marfat.com

business سے۔ وہ تقسیم ہند سے بہت پہلے انڈیا سے آ کر انگلینڈ میں مقیم ہو گیا۔ [illegible]
اس کی چھوٹی بہن پہلی دفعہ انگلینڈ جا رہی تھی۔

میں نے menu غور سے پڑھا، مچھلی اور French fries کا آرڈر دیا۔ [illegible] tables سے ایک آدھ dish اور گلاس وغیرہ سے [illegible] آوازیں آ رہی تھیں۔ [illegible] خواتین جن میں ایک شادی شدہ خاتون اور ایک [illegible] nervous [illegible] دونوں خواتین کی چھپی چھپی ہنسی اور طنز [illegible] پر چلا رہی تھیں۔ [illegible] اندر ہی اندر دل فگار اور جگر سوختہ ہو رہا تھا۔ مجھے محسوس ہوا [illegible] مچھلی پر knife اور fork سے [illegible] دوران میری نگاہ اس فتنہ ساز پر [illegible] میری طرف دیکھ رہی ہوتی اور جب میں دیکھتا تو وہ [illegible] میری حالت دیدنی تھی [illegible] بے قراری، بے چینی [illegible] میں نے مچھلی [illegible] fork [illegible] waiter [illegible]

[illegible] porthole [illegible] مچھلی [illegible] میں تیر رہی ہوتی [illegible]

[illegible] napkin [illegible]

[illegible] knife اور fork [illegible]

[illegible] knife اور fork [illegible]

[illegible]

[illegible] Good night [illegible]

ناشتے کا مسئلہ حل ہو گیا

[illegible] ...ries and [illegible] regulations [illegible] breakfast، lunch، dinner [illegible] miss [illegible] service [illegible] snack [illegible] snack [illegible] snack [illegible] sandwiches [illegible] counter [illegible] snack [illegible]

Marfat.com

کی چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہوں یہ عادت میری نشہ کی حد تک ہے۔ میں بلند بانگ لہجہ میں ناشتہ کے لئے اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ناشتہ منگوا لیا۔

خدمت گار نے purser کو بلایا تو اس سے میں نے کہا: "اگر میرے order کے charges زیادہ ہیں تو میں انکی ادائیگی کے لئے تیار ہوں۔ میرے لئے معمول کا ناشتہ چھوڑنا ایک عذاب سے کم نہیں۔ یہ میری physiological necessity ہے اور مجھے ہر حال میں اس کو پورا کرنا ہے۔"

purser نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "آپ مطمئن رہیں، میں بندوبست کرنے کے بعد فوراً واپس لوٹتا ہوں۔"

میرے لئے یہ امر بڑا مناسب تھا۔ انتظامیہ کا فرض ہے کہ وہ مسافر کی ذاتی ضروریات کا خیال رکھے۔

تھوڑی دیر بعد purser ہنستا ہوا واپس لوٹا جبکہ اس کے پیچھے ایک waiter بھی تھا جس نے میرا آرڈر لیا۔

"ایک بات سمجھ لیجئے! یہ پہلا موقع نہیں کہ میں نے ناشتہ کا وقت miss کر دیا۔ ممکن ہے کہ جب تک میں اس سفر میں ہوں آپ کو ایسی صورتحال پیش آئے۔" میں purser سے مخاطب ہوا۔

"کوئی بات نہیں، جہاز پر ایک عادی شرابی صبح اٹھتے ہی Scotch کے دو peg طلب کرتا ہے اور اس کی اجازت مل چکی ہے۔ جب کبھی آپ ناشتہ کا وقت miss کریں تو مجھے مطلع کر دیا کریں۔" اس نے جواب دیا۔

میں سوچوں پر چھا گیا کہ میری انفرادیت نمایاں ہوئی جو چیز میری گرفت میں تھی۔ snack بار میں Europeans شربت پی رہے تھے۔ وہ میری اس ادا پر انگشت بدنداں رہ گئے لیکن اے کاش وہ دو خواتین اور جرمن سفارت کار بھی وہاں موجود ہوتے۔ آرام سے ناشتہ کرنے کے بعد sundeck پر چلا گیا۔ sundeck جہاز کے اوپر والے حصہ کو کہا جاتا ہے جہاں دن کے وقت آرام کرسیاں بچھی رہتی ہیں جہاں موجود آرام طلب لوگ مطالعہ اور سمندر کا نظارہ کرتے ہیں۔ کئی منچلے میری طرح کے خوبصورت عورتوں کو بھوکی نظروں سے دیکھ کر انہیں سینکتے اور ذہنی عیاشی میں ٹھنڈی آہیں بھرتے ہیں۔

یہ سچ ہے میں دیر سے اٹھا مگر ناشتہ مل گیا۔ کچھ دیر بعد جہاز کے پچھلے حصہ میں railing کے سہارے کھڑا ہو کر Europeans کو beer پی کر بدمستیاں کرتے دیکھتا رہا جبکہ lunch کو ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا۔ وقت گزاری کے لئے میں جہاز کی لائبریری میں چلا گیا چند ایک رسالے پڑھے اور صوفہ پر بیٹھ کر مطالعہ کرنے لگا اور ساتھ ساتھ promenade deck کا نظارہ بھی کرتا رہا۔ اچانک کسی نے میرے شانے پر پیچھے سے ہاتھ رکھ دیا۔ مڑ کر دیکھتا ہوں تو وہی دونوں بہنیں کھڑی تھیں اور انہوں نے دلنشیں انداز میں ہنستے ہوئے کہا: "ہم بڑی حیران ہوئیں کہ آپ اور نہ ہی وہ جرمن ناشتہ کے لئے dining hall میں نہیں آئے۔ آپ کے بغیر ناشتہ کرنے کا کوئی لطف نہ تھا۔"

میں اتنا اداس ہوا اور بڑی ہمت کر کے stateroom سے دیر کے ساتھ باہر نکلا۔ میں ابھی تک تخریب کی کیفیت میں تھا جو اس دن پہلی بار نے اور تمہارے مزاحیہ کلمات سے ظہور پذیر ہوئی۔ بہر حال خدا کا شکر ہے اب میں normal ہوں۔" دونوں بہنیں برقعہ میں نہیں بلکہ اپنے مخصوص پاکستانی لباس شلوار قمیض میں ملبوس تھیں۔ اب یہ فریب نظر تھا یا واقعی چھوٹی بہن قدرت کا حسین شاہکار تھی۔ وہ نہایت خوبصورت اور اس کی آنکھوں میں ستاروں کی چمک، شیریں لبوں پر پھولوں جیسی حسین اور دلکش مسکراہٹ۔ یہ مجنوں کی طرح لرزتی کانپتی، نیچی نظریں کیے ہوئے انگ انگ سے جوانی پھوٹ رہی تھی۔ بلاشبہ یہی وہ ہستیاں تھیں جنہوں نے مجھے نئی زندگی کی سرشاریوں، شادمانیوں سے روشناس کرایا اور ان سے ملنے کی آرزو میرے اعصاب پر چھائی رہی۔ بڑی بہن 35 یا 36 سالہ خاتون نہایت متناسب جسمانی اعضاء کی حامل تھی۔ انہوں نے مجھے sundeck پر چلنے کی دعوت دی۔ مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے وہ میری کمی محسوس کر رہی ہوں!

جوں جوں دن گزرتے گئے جہاز کی پرشور رونقیں کم ہونے لگیں جیسے آسمان پر سحری کے وقت ایک ایک ستارہ نظروں سے معدوم ہوتا رہتا ہے۔ یہی صورتحال dining hall کی بھی تھی۔ ایسا لگتا جیسے جہاز کے مسافر غائب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ یہ سچ تھا جرمن سفارت کار بھی ناشتہ کرنے نہ آیا اور اسی طرح مسافر dining hall، swimming pool کے کنارے

Marfat.com

recreation hall اور لائبریری وغیرہ سے غائب ہوتے رہتے تو یہ جہاز ghost ship معلوم ہوتا۔ اپنے تجسس سے مجبور ہو کر میں نے ایک seahand سے پوچھا کہ جہاز پر بیٹھے سے گم ہونے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے ؟

"جناب یہ سارا کھیل sea sickness کا ہے۔"

جن کو اس سے واسطہ نہیں پڑا وہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ sea sickness کیا چیز ہے۔ یہ جہاز سے ناآشنا مسافروں کی وہ کیفیت ہے جو آہستہ آہستہ مگر مستقل طور پر ان کے اوپر چھا جاتی اور کھانا پینا تو درکنار بستر سے اٹھنے سے بھی آدمی عاجز ہو جاتا ہے۔ یہ خلل جو کہ جہاز کے سمندر میں ڈولنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، مسافروں کو اس قدر متاثر کرتا ہے کہ زندہ رہنے کی خواہش سے مر جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ جونہی مسافر اٹھنے لگے تو سر چکرانا اور اس کا جی متلانا شروع کر دیتا ہے۔ میں نے کہیں پڑھا تھا Houdini نامور Escape artist ایک دفعہ بحری جہاز میں سفر کے دوران اس قدر sea sickness سے پریشان ہوا کہ وہ اس کیفیت سے تنگ آ کر سمندر میں چھلانگ لگا کر مر جانا بہتر سمجھتا تھا۔

Sea sickness

ایک رات سمندر معمول سے کچھ زیادہ ہی rough تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ promenade deck کل صبح ضرور کسی ہسپتال کے وارڈ کا منظر پیش کرے گا۔ میں ناشتے کے وقت dining hall میں جہاز کے ہچکولوں کے ساتھ ہچکولے کھاتا ہوا داخل ہوا۔ وہاں ناشتہ کرنے والوں کی موجودگی اس قدر کم تھی کہ ایسا دکھائی دے رہا تھا جیسے رات تمام مسافر سمندر میں کود گئے ہیں یا کوئی آسمانی بلا انہیں اٹھا کر لے گئی ہے۔

میں نے ناشتہ ختم کیا۔ وہ خواتین کہیں نظر نہ آئیں۔ جرمن سفارت کار تو پہلے ہی غائب تھے۔ ان خواتین کا sea sickness کا شکار ہونا یقینی تھا۔ میرے لئے اگرچہ ان دو باپردہ خواتین کا پتہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ یہ کام میں چٹکیوں میں Purser سے کروا سکتا تھا لیکن میری خاندانی وجاہت اور مذہبی تقدس آڑے آ گیا۔ نہ تو میرا ان سے کوئی خونی رشتہ تھا نہ کوئی قربت مگر میرے احساس پر ایک لطیف سا تعلق چھایا ہوا تھا۔ اب میں نے سوچا کیوں نہ لائبریری کی تنہائی میں چند لمحے خیالات اور تصورات کو یکجا مرکوز کر لیا جائے۔ جب وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی ایک عجیب ویرانی کا منظر تھا۔ بیمار مسافروں کے وہاں کوئی ذی روح موجود نہ پایا البتہ تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرے قریب آ کر میرے سامنے صوفہ پر بیٹھ گیا اور بیٹھتے ہی اپنا تعارف کراتے ہوئے گویا ہوا "میرا تعلق ہندوستان سے ہے۔ میں Textile Engineering کی اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں Manchester یونیورسٹی جا رہا ہوں۔" (ضمیمہ 80) میں ان دنوں میں sea sickness کا شکار ہو جاتے۔ میں sea sickness سے بے نیاز ہونے کے لئے کئی کئی چھوٹی دوریاں پیدل اور سائیکل چلاتا رہا ہوں۔

اس طرح اسے مجھ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی۔ میں بھی کب چوکنے والا تھا۔ کہا

"sea sickness سے بچنے کیلئے آپ نے بھی کیا نرالا طریقہ ایجاد کیا ہے ؟"

بات تو وہ شغل کی چوٹ کر گیا اور میں نے بھی ہنسی میں ٹال دی۔ بحمد اللہ اس کے بعد میں نے اسے جہاز سے اترنے تک کہیں نہ پایا البتہ جس دن جہاز Berth2-Southampton پر آ کر لنگر انداز ہوا تو وہ اپنے قدموں سے چل کر نہیں بلکہ stewards کے سہارے مرجھائے منہ کے ساتھ بمشکل قدم گھسیٹتے ہوئے جہاز کے gangplank کی طرف رواں دواں ہوئے۔

جہاز کی پہلی Port of call عدن تھی۔ پورٹ آف کال اس بندرگاہ کو کہتے ہیں جہاں دوران سفر بحری جہاز لنگر انداز ہوتا ہے۔ جہاز سے چند ایک کشتی کے مسافر کشتی پر سوار ہوئے اور عدن کی بندرگاہ کو روانہ ہو گئے۔ ان مسافروں میں سے کچھ تو تفریح اور کچھ خرید و فروخت کے لئے گئے جبکہ میں نے جہاز پر رہنا ہی مناسب سمجھا۔ یوں تو میں پرسکون اور سمندر بھی خاموش مگر اندر ہی اندر سے مذکورہ خواتین کو دیکھنے کے لئے بے چین۔ سمندر کا سکوت بھی میرا اس سلسلہ میں ممد تھا شاید کہیں deck پر نظر آ جائیں۔

Marfat.com

مسافر عدن سے واپس آئے تو چند گھنٹوں کے بعد جہاز نے لنگر اٹھایا اور پھر ایک دفعہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ وہ دو خواتین کہیں نظر نہ آئیں۔ میں نہ جانے کیوں وہ میرے اعصاب پر سوار ہو چکی تھیں۔ سوچتا رہا کہ مجھے ان کی خیریت کا کس طرح پتہ چلے؟ Red Sea عام طور پر ایک خاموش سمندر واقع ہوا ہے۔ اس لحاظ سے سفر بڑا سہانا تھا۔ دوسری صبح جب میں breakfast کرنے کے لئے dining hall گیا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ دونوں وہاں پہلے سے ہی موجود تھیں۔ پوچھے بغیر میں چپ نہ رہ سکا۔ چھوٹی بہن کہنے لگی "پیچھے کی ساون کی بدلی کی طرح برس پڑی" "کیا ہوا ہے؟" We were sick like a dog اور ابھی تک طبیعت بحال نہیں ہوئی کیونکہ ہم کشتی کے جھولے سے ہی آ جاتے ہیں"

میں نے بھی اپنے مسئلوں سے برداشت کیا اور عرض کی "میں واقعی بڑا شرمندہ ہوں۔ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ آپ sea sickness کا شکار ہو گئی ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ بخوبی واقف ہیں میں کس طرح دو اجنبی خواتین کی تنہائیوں میں مخل ہو سکتا ہوں جب تک وہ مجھے جانتی ہی نہیں ہیں"

"یہ کس قدر نیک ہے کوئی معقول جواب نہیں" بڑی خاتون نے کہا "اس وقت ہم لوگ گھر کی پابندیوں اور مذہبی رکاوٹوں سے دور ہیں آپ اب ہم سب کی بات کریں۔ میرا نام زاہدہ اور میری چھوٹی بہن کا نام شاہدہ ہے۔ مجھے امید ہے باقی سفر میں ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیتے رہیں گے۔"

اس سے مجھے کوئی تقویت ملی کہ ان خواتین سے اس طرح میل جول رہا تو مجھے home sickness سے نجات مل جائے گی جو sea sickness کی نسبت سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔

Port Said

چند دن کی مسافت کے بعد ہمارا جہاز Red Sea Straits کے پانیوں میں سے گزر رہا تھا جو Horn of Africa سے منسلک ہیں۔ Suez Canal کے Red Sea کی طرف والے کنارے پر مصر کا شہر Suez اور دوسرے کنارے پر Mediterranean کی طرف مصر کی بندرگاہ Port Said واقع ہے۔ اب ہمارے جہاز کو Suez Canal عبور کرنے کے لیے کئی جہازوں کی قطار پہلے سے موجود تھی اس قطار میں شامل ہونا تھا۔ اس وقت Suez Canal اتنی چوڑی نہ ہونے کی وجہ سے One way traffic ہوا کرتی اور جہازوں کو Suez کے درمیان Ismailia نامی بندرگاہ پر رکنا پڑتا اور پھر اپنی باری کا انتظار کرتے۔

جہاز جب Port Said پہنچا تو آدھی رات سے ذرا پہلے کا وقت تھا۔ جہاز کے P.A.S (Public Address System) سے اعلان کیا گیا کہ جو مسافر Port Said کی سیر کے لیے جانا چاہتے ہیں وہ اپنے documents ساتھ رکھیں کیونکہ جہاز دو بجے تک یہیں رکے گا۔ مسافروں کی اکثریت نے اپنے بستروں میں رہنا مناسب خیال کیا مگر بعض میرے جیسے من چلے بڑی بیتابی سے کپتان کی اجازت کے منتظر تھے تاکہ جہاز سے اتر کر مصری کشتیوں سے استفادہ کریں۔ میں بھی Europeans کے گروپ میں شامل ہو گیا جو Middle East کی بندرگاہوں اور شہروں سے بخوبی واقف تھے۔ جونہی ہم دیگر مسافروں کے ہمراہ Port Said کے checkpoint سے باہر نکلے تو کئی عرب جوان اور بوڑھے جو اپنے عربی لباس میں ملبوس ہاتھوں میں تسبیحوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی اشیا کی نمائش کے لئے اس طرح مسافروں پر ٹوٹ پڑے جیسے بھوکے چیتے اپنے شکار پر جھپٹ پڑتے ہیں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب 1955 میں کرنل جمال عبدالناصر مصر کا وزیر اعظم تھا (ضمیمہ 81) بادشاہ فاروق کے عہد میں corruption زندگی کے ہر شعبہ میں رچ بس گئی ہوئی اور بے حیائی اپنے عروج پر تھی۔ یہ کاروبار پولیس سے چھپ کر نہیں بلکہ اس کی زیر نگرانی ہوتا۔ ایسے ہی لوگ جو جہاز سے آدھی رات کو اترے زیادہ تر کوئی نیک مقاصد نہ تھے بلکہ رنگ رلیوں سے لطف اندوز ہونا مقصود تھا۔ یہ عرب ممالک خصوصاً مصر میں کوئی عجیب بات نہ تھی۔

Marfat.com

ہمارا ring leader ایک ایسا جوان جس نے اس سے قبل Beirut میں کئی سال گزارے تھے، عربوں کی عادات سے کافی وابستگی تھی۔ اسے عربی زبان کی چاشنی بھی تھی اور اپنا مدعا بیان کرنے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ اس نے ہمیں مشورہ دیا کہ اکٹھے رہو ورنہ عربوں کی لوٹ کھسوٹ اور دھوکہ دہی سے بچ نہ سکو گے۔ یہاں کی ایک ایک چیز کا دام مقرر ہے۔ جہاں کہیں نے کسی ایسے مسافر کو نظر آنے پر صرف غلط نظر پھینکتے ہیں تو یہ جہاں سے مارکیٹ سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں۔ Port Said پر لنگر انداز ہونے کے وقت وہاں ایک business میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس عمر کے بچے دن رات کا کوئی پہر بھی ہو کاروبار کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی زبان کے علاوہ بھی کئی زبانوں پر عبور رکھتے ہیں اور اپنا مطلب اچھی طرح بیان کرتے ہیں مثلاً Greek، Turkish، Italian، English، France، German وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے ring leader نے موقع کی نزاکت کے پیش نظر ہر بار کہا کہ 12، 13 سال کے بچے ... اپنے کاروبار کی طرف چل پڑے ... ہم بھی وقتی طور پر ... قدم پر چلتے ہوئے ... دروازے پر کھڑے ... ring leader نے ... مغربی طرز کے ... silken ... کے دروازے پر ... اور ... سے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔

تمام مسافر جب جہاز پر واپس آ گئے تو ضروری checking کے بعد جہاز نے لنگر اٹھایا اور ... Mediterranean سمندر میں داخل ہو گئے۔ یہ سمندر پرسکون تھا اور ... محسوس نہ ہوئی۔

جہاز Rock of Gibraltar سے گزرا اور English Channel میں داخل ہونے سے قبل Bay of Biscay میں پہنچا تو سمندر ایک دفعہ پھر نہایت rough ہو گیا۔ جہاز نے اتنے ہچکولے کھائے کہ محسوس ہوتا تھا ... ایک دن میں آخرکار اپنی منزل Southampton میں جا کر لنگر انداز ہو گیا (ضمیمہ 82)۔

Southampton

انگلینڈ میں پہنچ کر یونیورسٹی میں میرے supervisor نے ... کی زیرِ نگرانی میں نے پی ایچ ڈی کی thesis کے لئے research کرنی تھی ... ۔ وہیں یونیورسٹی میں ... ۔ ہم ... محسوس نہیں کرو گے۔

جہاز کے تمام مسافر deck پر کھڑے بڑی بیتابی سے نیچے اترنے کے لئے انتظار کر رہے تھے۔ جیسے ہی jetty پر ... کے قریب پہنچے تو railing کے اوپر سے ہاتھ ہلانے میں مصروف ہو گئے۔ میں بھی railing کے ...

ہمیں تو نظر آ رہا تھا۔ اسی اثناء میں زاہدہ اور شاہدہ deck پر ہجوم کو چیر کر میری طرف آئیں۔ دونوں نہایت بے چین تھیں کیونکہ زاہدہ کو نیچے berth پر ہجوم میں اپنا خاوند نظر نہ آ رہا تھا۔ میں نے انہیں تسلی دی جہاز ابھی تو berth پر لنگر انداز ہو رہا ہے اور لینے والوں کا اس قدر ہجوم کہ وہ کہیں پیچھے ہو تو اس کا miss ہو سکتا ہے۔ بالآخر جہاز berth پر کلون سے لنگر انداز ہوا gangplank کو نیچے کر دیا گیا اور P A S پر اترنے سے پہلے کپتان کی طرف سے ہدایت دی گئیں۔ مسافروں کا وزنی سامان متعلقہ شناخت کے مطابق bulk crane سے اتارا جاتا رہا۔ زاہدہ اور شاہدہ کا hand bag اس قدر وزنی کہ وہ آسانی سے اٹھا نہ سکتی تھیں۔ باوجودیکہ میرے ذاتی hand bag تھے میں نے ان کی تکلیف کا احساس کرتے ہوئے انہیں اپنی خدمات پیش کیں جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیں۔ ہم سب [illegible] gangplank سے نیچے اتر کر dockyard پر آ گئے۔ زاہدہ نے اپنے خاوند کی تلاش شروع کر دی اور ہر لحظہ اس کی تشویش بڑھتی جا رہی تھی کیونکہ وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں نے زاہدہ کو مشورہ دیا "آپ کا خاوند تو نظر نہیں آ رہا لہذا اس وقت آپ کو اپنے سامان کو شناخت کرنے کیلئے اولین ترجیح دینی چاہیے [illegible] berth پر [illegible] سے ذرا ہٹ کر بیٹھ جائیں۔ آپ ان کی مخصوص نشانی بتائیں ہم سب تلاش کریں گے تو آسانی سے مل جائیں گے۔" ہم سب نے جلدی سے اپنا اپنا سامان ڈھیر میں سے تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ان دونوں بہنوں کا سامان تو مل گیا مگر میں [illegible] سامان [illegible] ڈھیر میں نہیں تھا۔ مجھے اس سے تھوڑی پریشانی تو ضرور ہوئی۔ اسی اثناء میں crane سے [illegible] berth پر [illegible] میں اس ڈھیر کی طرف ہو لیا اور اپنا سامان مل گیا۔

dockyard پر U K کے مختلف علاقوں میں جانے والی trains کھڑی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک ٹرین Birmingham جا رہی [illegible] میرے اخلاق نے انہیں یوں بے یار و مددگار چھوڑنے کی اجازت نہ دی۔ میں نے [illegible] خدمات حاصل کیں تاکہ وہ ان کا سامان Birmingham والی ٹرین کے پلیٹ فارم کی طرف لے چلیں۔ انہوں نے [illegible] انہوں نے تعمیل کی۔ جونہی میں ریلوے booking office کی طرف روانہ ہونے لگا تو دیکھا [illegible] ہانپتے ہوئے [illegible] نے زاہدہ کے شانہ پر پیچھے سے ہاتھ رکھا اور وہ زخمی شیرنی کی طرح اچھل کر [illegible] "تمہیں جہاز کے آنے کی کافی دیر پہلے خبر مل چکی ہوگی لیکن تم مجھے dockyard پر receive کرنے نہیں آئے۔ تمہیں اپنی کوتاہی پر شرمندگی محسوس ہونی چاہیے۔ اس غفلت کو معاف کرنے کیلئے مجھے ایک وقت درکار ہے بہرحال گھر پہنچنے [illegible] جب تم ایسی حرکات کے مرتکب ہوئے ہو تو اکثر اپنے شرابی ہونے کا حوالہ دیتے ہو لیکن میں دیکھ رہی ہوں آج تم نے شراب نہیں پی رکھی [illegible] واقعی تم نے مجھے ذلیل کیا ہے جب میں نے تمہیں dockyard پر نہ پایا تو مجھے جتنی کوفت اور ذہنی [illegible] ہوا تمہارے جیسے بے حس انسان کو اس کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔ تمہارے پاس احساس کی بجائے صرف دولت ہی ہے [illegible] اچھی قیمت ادا کر چکے ہو۔ مجھے نفرت ہے تم سے اور تمہاری دولت سے۔" اس نے اسے ایک خارش زدہ [illegible] پیچھے ہٹا دیا۔

[illegible] مجھے معذرت سننے کی تکلیف گوارا کریں گی! راستے میں Southampton کی طرف آتے ہوئے [illegible] خراب ہو گئی میں نے ڈرائیور کو وہیں چھوڑا۔ اتفاق سے ایک ٹیکسی گزری اور اس پر بیٹھ کر میں یہاں پہنچا۔ میری بات کا [illegible] یقین [illegible] اس میں میری کوئی غلطی یا کوتاہی نہیں۔ یہ train کے ٹکٹ ہیں،" اس نے لرزیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"یقیناً تم اپنی غفلتوں کی صفائی میں بہانہ تراشی کے ماہر ہو۔ یہ کوئی پہلا موقع تو نہیں جو تمہاری اس مذموم حرکات کو اتفاقیہ فعل قرار دیا جائے۔ تمہاری گذشتہ غفلتوں کا شمار کرنے کا یہ موقع مناسب نہیں" زاہدہ نے غصے میں پھنکارتے ہوئے جواب دیا "ہم میں جا میں تمہارے ٹکٹ، ہمارا یہ دوست ٹکٹ لے آئیگا اور ہمارے ہاں ہی مہمان کی حیثیت سے جبتک وہ چاہے ٹھہرے گا۔"

بیچارے بوڑھے خاوند نے ایک لفظ تک بھی نہیں کہا تو یہ تھا زاہدہ کے بوڑھے خاوند کا حدود اربعہ، مجھے اس کی حالت پر بڑا رحم آیا۔ ہم ٹرین کے [illegible] میں داخل ہوئے اگرچہ میرا بوڑھے شخص سے ذاتی طور پر تعارف نہ کرایا گیا۔ زاہدہ اور شاہدہ دونوں [illegible] ایک سیٹ [illegible] بوڑھا شخص اور میں ان کے بالمقابل سیٹ پر اسطرح بیٹھے کہ ہمارے چہرے آمنے سامنے اور کبھی کبھار ہمارے پاؤں

Marfat.com

بھی ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے۔

اکثر British trains کے First اور Second کلاس کمپارٹمنٹ چھوٹے چھوٹے cabins کی طرح پارٹیشن کے ذریعے تقسیم ہوا کرتے اور ہر کیبن ایک راہداری میں کھلتا۔ یہ راہداری دوسرے کمپارٹمنٹ سے جا ملتی اس طرح ٹرین کے ایک سرے سے چل کر دوسرے سرے تک پہنچا جا سکتا۔

Brimingham سے Southampton بذریعہ ریل گاڑی

گاڑی رواں دواں تھی مگر کسی نے کوئی بات نہ کی البتہ شاہدہ کے لبوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ موجزن تھی۔ اس کے برعکس زاہدہ کے چہرے سے یوں معلوم ہوتا جیسے ابھی اس کے غصے میں کمی واقع نہیں ہوئی اور مزید جلنے کی سنانے کو بیتاب ہے۔

زاہدہ، شاہدہ دونوں پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ یہ زاہدہ کا ملک سے باہر جانے کا نہ تو پہلا اتفاق اور نہ ہی وہ کسی انجانی جگہ پر settle ہونے چلی جا رہی تھی۔ اس کا Brimingham میں ایک عالیشان مکان جہاں وہ رہتی تھی کہ ان سے ہم کی ہمدردی میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ زاہدہ نے اس چھوٹی سی بات پر اس قدر شدید غصہ کا اظہار کیوں کیا؟ اور وہ بھی ایک بے معنی سے بیٹے۔ وقتی طور پر انسان غصے سے لال پیلا ہو کر اپنے آپ پر قابو جلد ہی بحال کر لیتا ہے۔ بظاہر تو کوئی ایسی بات نظر نہ آئی کہ وہاں میں کچھ ایسا ہو رہا تھا جو اس غصے کا موجب بنا۔

میں نے سکوت توڑنے کی appeal کی اور اپنے آپ کو ساتھ بیٹھے ہوئے زاہدہ کے خاوند سے متعارف کرایا۔ اس نے ہنستے ہوئے دایاں ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا اور میں نے بھی ایسا کیا۔ بیچارے خاوند صاحب کا ہاتھ پسینہ میں بھیگا ہوا تھا۔ ان کی بے رخی اور پھر غیروں کے سامنے یہ رد عمل قدرتی عمل تھا۔ نہ تو اس بوڑھے آدمی نے گفتگو آگے بڑھایا اور نہ ہی زاہدہ اور شاہدہ نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ سننے کی سکت سے محروم میں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ کیوں نہ باہر کھڑکی کی طرف جھانکتے landscape سے لطف اندوز ہوا جائے۔

یہ کیسی جوڑی تھی جس میں پھنس گیا۔ ایک خوش پوش بوڑھا امیر آدمی جو ایک ایسی خوبصورت عورت سے رشتہ ازدواج میں منسلک تھا جو عمر میں اس سے کہیں کم تھی۔ برداشت کی حد تک صابر، اپنی بیوی کی ذلت آمیز جھڑکیوں کو چپ چاپ سنتے ... "جورو کا غلام" شاید نہ بھی ہو؟ کیونکہ ایسے ویسے زہر بجھے جملوں کے تحت اس بے جوڑ شادی کا شاخسانہ تھے۔

یہ اس زمانے میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی آجکل بھی ہے کہ غربت کے مارے والدین اپنی بیٹیوں کی شادی عمر میں کہیں بڑے ہوئے عمر رسیدہ امیر آدمیوں سے کر دیتے۔ اسی طرح کی خوبصورت لڑکیاں جو غریب گھرانوں میں پیدا ہوتیں ان کے ماں باپ یا سب جہیز کے لیے مقروض ہونے پر مجبور ہوتے کہ قرض کو چکانے کے ذرائع نہ ہونے کی بنا پر تمام عمر خدمت میں رہتے اور مقروض خاندان تباہی و بربادی کی علامت بن جاتے ہیں۔ پاکستان کے tribal areas کے متعلق مشہور ہے کہ وہ لوگ اپنی بیٹیوں کی بولی لگاتے ہیں جو زیادہ قیمت دے اسی کو بیٹی کا ہاتھ تھما دیتے جیسے پالتو جانور بیچ رہے ہوں جس کے گھر میں وہ چار لڑکیاں پیدا ہوں وہ قسمت کی دیوی کو اپنے اوپر مہربان سمجھتا ہے۔ کئی گھرانوں میں تو بچوں کی پیدائش پر ہی ایک دوسرے سے شادی منسوب ہو جاتی ہے۔

میرے ذہن میں اس حیرانی کن بات نے گردش کی کہ شاید زاہدہ کے والدین اس بات سے واقف ہوں کہ بیٹی کی ازدواجی زندگی کی ناؤ گرداب میں ہے۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ان کے درمیان ناہمواری کب سے چلی آ رہی ہوں اور زاہدہ کی حکمرانی کس طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔

زاہدہ کا چہرہ ابھی تک سرخ جو شدید غصہ کی علامت تھا۔ اس کے برعکس شاہدہ کے لبوں پر پرکشش مسکراہٹ اور چہرہ وش دلی کی ایسی عکاسی کر رہے تھے کہ اس متنازعیت سے چھٹکارا ناممکن اور اس کی حرکاری سے نظریں ہٹانا کفران نعمت تھا۔ بوڑھا غریب عاجزی، تابعداری کا مجسمہ اپنے حال میں مست ہو سکتا ہے کہ ذلت آمیز روایات سے کئی سالوں سے آشنا ہو۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد زاہدہ نے خاموشی کا قفل توڑ دیا اور اپنے پاؤں سے خاوند کا پاؤں ہلاتے ہوئے میری طرف اشارہ

Marfat.com

کرتے ہوئے کہا۔ "یہ رہ جائے گا ہمارے پاس والے ہمارے duplex کے خالی حصہ میں رہیگا کیونکہ یہاں سے سیدھی یونیورسٹی کو جاتی ہے
تا کہ مدرفت میں کوئی وقت نہ ہو۔ اس نے اپنا مدعا پہلے ہی بتا دیا اور تمہیں یہ بھی پتہ چل گیا ہوگا کہ وہ کس غرض سے انگلینڈ آیا ہے۔"
"میں نے سوچا کہ تم نے اسے اپنے ساتھ mansion میں رہنے کیلئے کہا ہوگا۔" اس بوڑھے نے نہایت عاجزانہ لہجے
میں کہا۔

"نہیں مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ہمارے ہی گھر میں حصہ دار بنا میں لوں شاہد ہی ایک شاہد کافی ہے۔"

اس کی یہ بات سن کر پاپا اپنے رنگ بدل رہی تھی۔ ایک وقت میں شفقت کی دیوی دوسرے لمحے غصہ اور نفرت کی تصویر
میں تو اس کو سمجھ نہ پایا۔ جب ہم اس کی تعزیرا اپنے ساتھ میں رکھنا پسند نہ کیا۔ اس نے مجھے سے کچھ نہ جواب رکھ دیا تھا میں نے مشورہ
دیا کہ میں اپنی رہائش کیلئے کوئی دیگر تلاش کروں کیونکہ landladies کے پاس رہنے کا عام رسم و رواج ہوا کرتا اور آج بھی
ہے۔ ان کے ہاں رہائش کا کرایہ دینا ہی مناسب ہوتا ہے لیکن اسے اپنے اخراجات کی ادائیگی ضروری ہے۔ جس کا مطلب
ہے Paying guest۔ میں اس کا خرچ برداشت کر سکتا ہوں۔ چیک کی مد سے پاس کوئی دو ہزار پونڈ کے لگ بھگ رقم علاوہ ازیں
تھے جس سے کام چلانا پڑا۔

"تم ابھی بہت سے کہاں میں نے کہا ہے۔" زاہد نے ہنستے ہوئے ہدایت کی۔

"یہ تمہاری مہمان نوازی کا انداز ہے" میرا جواب تھا۔

"تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے جو تم اپنی مرضی سے لیتے ہو ایک دوستی کی پیشکش ہے۔" اسی اثنا میں شاہد کمرے
میں داخل ہوئی۔ "والدہ کا خیال تھا کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میری بہن کی دلی خواہش ہے کہ تم
ہمارے duplex میں رہو کیونکہ وہ جگہ تمہارے لئے آسان ہے اور یہ Wolverhampton کے قریب آتے ہیں۔
یہ جگہ یہاں سے Stone's throw away ہے۔"

شاہد کی مداخلت پر کچھ tense سا ماحول پیدا ہو گیا۔ زاہد تنگ آ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ میں نے تمام
صورتحال سے زاہد کی بیوی سے بات کی۔ خوشی ہمیشہ سے مقدم رہی ہے۔ سب سے زیادہ خوش ہونے کے بعد پاکستان کے حالات سے گزار کر
پیدا ہونے والی خوشی کا موقع تھا۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ ان کی بیماری Alzheimer's کی بیماری کا شکار ہو چکی ہے۔
ہے۔ انہیں Labile hypertension کا مرض ہے۔ اس کا بلڈ پریشر ادویات کے استعمال سے کنٹرول ہو جاتا
ہے۔ پاکستان کے cardiologists کے علاج کے باوجود مسئلہ حل نہیں ہوا تھا۔
secondary ہو جاتا ہے age-related یا essential hypertension کا بلڈ پریشر
hypertension سے مختلف ہے۔ اس کی وجہ cholestrol اور triglycerides کی زیادتی ہے۔

زاہد کی والدہ کی شخصیت میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں۔ اپنے پہلو بدلتے ہوئے اسی کوشش میں مصروف رہی کہ وہ اپنے پاؤں پر زاہد
سے پہلے کھڑی ہو۔ انہوں نے اپنی محبت کے اظہار کو بھی شرف قبولیت بخشی۔

گاڑی آہستہ ہوئی اور لوگوں نے اپنے اپنے hand bags سنبھالنے شروع کر دیئے۔ بوڑھا آدمی اٹھا، چھڑی کا سہارا
لیا، اپنے Bowler hat کو درست کیا اور زاہد سے چند ایک بیگ لینے کی ناکام کوشش کی جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں میں نے
زاہد اور شاہد کو کافی سامان اٹھا لیا۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آ کر رک گئی۔ ہم گاڑی سے نیچے اترے سب سے پہلے زاہد، شاہد،
بوڑھا آدمی اور میں۔ ہم نے دو porters کی خدمات حاصل کیں جنہوں نے ہمارے سامان کو ٹرالیوں پر بار کیا اور ہم پارکنگ کی طرف
روانہ ہو گئے۔

Birmingham ریلوے سٹیشن سے میزبان کے گھر

میں نے زاہد سے پوچھا کیا میں سیدھا چلا جاؤں یا پھر تمہارے ساتھ تمہاری mansion میں؟

Marfat.com

"عزیزہ! duplex کی چابی maid کے پاس ہو گی۔ ہفتے میں ایک دفعہ duplex کی صفائی کی جاتی ہے۔ اس وقت وہ بہت مصروف ہو گی۔ bedrooms اور living-room وغیرہ ٹھیک ٹھاک کرنے میں ... چیزوں کو قرینے سے رکھنے کی صلاحیت سے قاصر ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے "When the cat is away, the rats play" آخر کار صرف میں ہی ہوں جو اس بڑی رہائش کی دیکھ بھال کرتی ہوں اور میرا ہی حکم چلتا ہے۔ تم ہمارے ساتھ اس cab میں آ رہے ہو۔ دوسری cab ہمارے سامان اور اس آدمی کے لئے ہے۔" اس نے اپنے خاوند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت دیتے ہوئے اپنے گھر کا پتہ Greenfield Road No. 14, Green Park بتایا۔

ریلوے اسٹیشن سے cab جب بڑی شاہراہ Main street سے گزری جہاں خرید و فروخت کرنے والوں کا ایک ہجوم تھا۔ زاہدہ نے ڈرائیور کو بائیں ہاتھ جانے کو کہا۔ جب ہم ایک corner پر ایک سفید building کے قریب پہنچے تو اس نے ڈرائیور کو ... آہستہ کرنے کی ترغیب دی اور مجھے زاہدہ نے ایک building کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آگاہ کیا۔

"یہ عمارت Overseas British Council کی ہے ... یہ Centre ماسوائے چھٹی کے دن کے پورا ہفتہ رات دس بجے تک کھلا رہتا ہے۔ ایک ایسی جگہ جہاں ... اور لڑکیاں آپس میں میل جول کر سکتے ہیں لیکن مقامی طلباء اور طالبات کو اس کی اجازت نہیں۔"

قریباً آدھ گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم شہر کے قریبی مضافات میں داخل ہوئے جہاں تراشیدہ خوشنما lawns ... دو رویہ ... میں بنائے ہوئے تھے۔ sidewalks بڑے اچھے طریقے سے maintained ... boulevard کے دونوں طرف قطار در قطار اونچے سرسبز درخت لگے ہوئے تھے اور تقریباً ہر block کے بعد ایک exit ... تھی۔

پیشتر اس کے کہ زاہدہ ... ڈرائیور نے ایک entrance کے پاس ... cab روکی ... راستے میں دوسری cab بھی آن پہنچی۔ زاہدہ cab سے باہر نکلی۔ اسی دوران ایک نوجوان maid ... تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی اندر سے باہر گیٹ کی طرف آئی اور آداب بجا لائی۔ چند ... اور ... خوش اخلاقی اور خوشی کا اظہار کیا۔ maid کی مدد سے ہم نے سامان اٹھا کر ... drivers ... معمولی tips ... "Thank you" کہتے ہوئے چلتے بنے۔

زاہدہ اندر داخل ہوتے ہی living-room کے ایک آرام دہ صوفہ پر ... maid اور خاوند پر ہدایات کی بوچھاڑ جاری رکھی اور پہلی فرصت میں فوراً چائے کا ایک cup تیار کرنے کو کہا۔ تھوڑے سے توقف کے بعد ... نے سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

"آج رات کھانے کے لئے کیا ہے اور شاہدہ کے لئے ... مناسب رہے گا؟ شاہدہ ... bedroom ... بالکونی کے قریب ہے اور مجھے ابھی hot shower چاہئے۔ ہمارا اپنا دوست ... ساتھ والے bedroom میں ٹھہرایا جائے جو کہ اس کے لئے آرام دہ ثابت ہو گا۔ مجھے ہر طرف یہ اخبارات بکھرے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہیں؟ مجھے میری mail ابھی دکھائی جائے۔ میرے husband کے مطابق Bentley تو راستے میں خراب ہو گئی تھی اور میرا خیال ہے Volvo ابھی ... میں ہو گی۔ شاہدہ کے admission forms کا انتظام ہونا چاہئے اور ہمارے ... دوست ... یہاں کی ہمارے پاس ... ہاں! کوئی خط تو نہیں آیا؟" اسی طرح سوالات کا لامتناہی سلسلہ جاری و ساری رہا۔

"ہاں میڈم! میں نے تمام پیغامات نوٹ کر لئے ہوئے ہیں mail حاضر ہے۔" maid نے جواب دیا۔

"نہیں ابھی نہیں۔ یہ ہمارا دوست Gur Grewal (صفحہ 83) سے ملنے تو نہیں آیا؟"

"ہاں وہ ایک دفعہ آیا تھا آج کل وہ Edinburgh اپنے بھائی کے ساتھ چھٹیاں گزار رہا ہے۔ کوئی ایک ہفتہ بعد یونیورسٹی کھلنے پر آ جائیگا۔"

"ہمارے نئے دوست کے لئے اچھی چیزیں لاؤ۔" زاہدہ نے کہا جو متواتر باتیں کرتی جا رہی تھی۔

Marfat.com

یا خدا! یہ کس قسم کی عورت ہے جو انتھک زبان چلا رہی اور ہر سوال کا جواب فوری طور پر چاہتی ہے۔ میں تو ایسے ماحول کا عادی نہیں۔ میرے لئے تو یہ بڑی اعصاب شکن صورت حال ہے۔ احساس کمتری کا احساس مجھ پر چھا گیا حالانکہ اس کے برعکس پاکستان میں اپنے دوستوں پر حاوی تھا اور میرا ہی سکہ چلتا۔ اس دبنگ عورت کے سامنے میں تو دم بھی نہ مار سکونگا بہر حال میں دو چار دن میں اپنے لئے کوئی آزاد اور اچھی جگہ تلاش کرلوں گا۔ شاہدہ اور بیچارہ خاوند اس کے سامنے بھیگی بلی بنتے ہیں تو بنتے رہیں۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا۔

maid نے مجھے میرا bedroom دکھایا۔ maid جرمن نژاد تھی اور اس کا نام Ingrid تھا۔ اس نے میرا ہلکا سامان رکھ دیا جبکہ میں نے اپنا بھاری سامان اٹھا کر اندر کمرے میں لے گیا۔

ground floor پر دو اور first floor پر تین bedrooms واقع تھے۔ ground floor والے کمروں کا ایک ہی مشترکہ bathroom تھا اسی طرح first floor پر master bedroom اور اس کے ملحقہ bedroom کا ایک ہی bathroom تھا۔ تیسرے bedroom میں صرف ایک sink لگا ہوا تھا۔ البتہ بڑی ground floor پر جس میں wall to wall قالین بچھا ہوا تھا دیواروں پر زیادہ تر تصاویر انگریزی شاعری کے فن پارے اور ناولوں پر مبنی تھیں۔ کچھ شہ پارے نادر اردو زبان میں بھی فریم کر کے ترتیب سے لگائے گئے تھے۔ ہر طرف جدید furniture سے آراستہ اور آٹھ آدمیوں کے بیٹھنے کے بڑے سائز کا dining room۔ اس قدر شاہدہ اور بیوی نے بڑی نفاست سے آراستہ کر رکھا تھا۔ گھر میں کوئی بچہ، بچوں کا کھلونا اور بچوں کا کمرہ نظر نہ آیا بہر حال وقتی طور پر اس نازک سوال سے میں نے اجتناب کیا۔

میں صبح سویرے اٹھ کر حسب معمول تیار ہو کر وقت سے پہلے بستر چھوڑ کر کسی کا انتظار کئے بغیر kitchen کا رخ کیا جہاں Ingrid پہلے سے ناشتے کی تیاری میں مصروف تھی۔

"Good morning، Ingrid مجھے ناشتے میں دو عدد صرف تین منٹ ابلے ہوئے انڈے، ایک مگ بلیک کافی اور toast مع butter چاہیئں۔"

"Yes sir" Ingrid نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں پرسکون انداز سے dining hall میں table کی جنوبی طرف بائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھ کر ناشتہ کر رہا تھا جب شاہدہ نائٹ gown پہنے ہوئے داخل ہوئی اور پوچھا "رات آرام سے سوئے یا نہیں؟"

"ہاں، بڑے مزے سے سویا۔"

"اگر کسی وقت اور کچھ بھی چاہیے تو تم ہم میں سے کسی کو بھی کہہ سکتے ہو یا self help"

"شکریہ، میں ایسا ہی کروں گا۔"

شاہدہ table کے شرقی طرف head chair پر بیٹھ گئی۔ شاید اس کی مخصوص جگہ تھی اور Ingrid نے ناشتے کیلئے separate پلیٹ، toasts، butter، مختلف قسم کے jams اس کے سامنے table پر رکھ دیئے۔

میں نے موقع کی مناسبت سے بات بڑھائی اور duplex میں shift ہونے کیلئے پوچھ لیا۔

"نہیں جناب! اس کا ذکر رہنے دیں۔ یہ تو قصہ کب کا ختم ہو چکا آپ یقین جانیئے، سچ کہتی ہوں یہاں اس گھر میں ہمارے ساتھ جب تک چاہیں رہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہنا مناسب سمجھتی ہوں، شاہدہ نے مجھے اعتماد میں لیتے ہوئے ایک بات کہی ہے۔ وہ تمہارے لئے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتی ہے۔ دیکھئے اب اس موضوع پر زیادہ گفتگو سے گریز کیا جانا چاہیئے۔ جلد ہی Grewal بھی آ جائیگا اگرچہ یونیورسٹی کے قریب اسکی اپنی رہائش ہے مگر وہ اکثر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا ہے۔ جب تک ہمارے پاس رہو گے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔"

تین دن کے بعد یونیورسٹی کھل رہی تھی لہذا campus میں جانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کیوں نہ اس وقت سے فائدہ اٹھاؤں اور City Centre (انگلینڈ میں شہر کا مرکزی علاقہ اور امریکہ میں Downtown۔ اس کے علاوہ

Marfat.com

Uptwon اور Midtown بھی ہیں) دیکھا۔ اور اگر ہو سکے تو چیزیں خرید و فروخت بھی کر لی جائے۔ خاص طور پر fall سے پہلے مناسب suits دیکھے جائیں۔ اس کے علاوہ British Council میں registration بھی تو کروانی ہے۔

یہ بات زاہدہ سے پوچھنا پڑی۔ میں نے ابھی بس نمبر بھی نہیں دیکھا تھا کہ City Centre سے جب پوچھا تو Boulevard ہمارے گھر کے سامنے ہی واقع تھا۔ مخالف سمت میں ایک shopping centre جس کا نام Sally Oak ہے کی طرف جاتا۔ اسی علاقہ میں ایک جگہ Edgbaston جہاں Birmingham University کا ایک Campus اور Edgbaston میں ہی کرکٹ کے Test Match کھیلے جاتے ہیں۔ اس جگہ یونیورسٹی سے قریب ایک جھیل ہے جسے Edgbaston Lake کہتے ہیں۔ بعد میں یہاں سے میں اپنی research کے لئے snails پکڑا کرتا تھا۔ Lake کے کنارے تفریح کے لئے ایک راستہ بنا ہوا ہے جس میں سے گزرتے ہیں اسے Lovers' Lane کہتے ہیں اور دوسری طرف Boulevard سیدھا Birmingham City Centre کو جاتا ہے۔

British Council

میں یونیورسٹی جانے کے بجائے باہر نکل کر main gate کے قریب پہنچا تو شاہدہ بھاگتی ہوئی آئی اور کہنے لگی ابھی میں نے سنا تو British Council میں رجسٹریشن کروانی ہے۔ جناب کو کچھ خیال تھا لہٰذا میرا انتظار تو کر لیا ہوتا۔

"ایسا انتظار اس گھر میں تو ہوا بھی زاہدہ سے پوچھ کر چلتی ہے۔ کیا معلوم زاہدہ تمہیں اجازت دیتی نہ دیتی۔"

"ایسی بھی کیا مجبوری، میری بھی تو کوئی مرضی ہے۔"

شاہدہ میرے ساتھ ساتھ بائیں ہاتھ چلنے لگی۔ ہم دونوں نے Boulevard کو عبور کیا اور قریب ہی footpath پر شہر کے Centre کی طرف جانے والی buses کا stop واقع تھا۔ اسی stop پر Country buses بھی رکتی ہیں۔ چند منٹ انتظار کیا کہ ہماری مطلوبہ بس آ گئی۔ اخلاقاً میں نے شاہدہ کو بس میں داخل ہونے دیا بعد میں خود داخل ہوا۔ یہ Double-decker بس تھی اور بس کی سیٹیں house full کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ تین افراد بس کے aisle میں کھڑے تھے۔ ایک انگریز نے اخلاقاً شاہدہ کو اپنی seat پیش کر دی۔ یہ درست ہے یہ عرض کرنا مناسب ہوگا کہ بس اور ٹرین میں اور Underground میں seats خالی نہ ہوں تو خواتین اور بزرگ مردوں کو بیٹھنے کے لئے مسافر احتراماً اپنی سیٹ پیش کر دیا کرتے ہیں۔ جب conductor نے ہماری جانب رجوع کیا تو شاہدہ نے مجھے موقع دیئے بغیر "Please two to town" کہہ کر ٹکٹ وصول کئے اور قریب سے ہی کسی نے بتایا کہ ہم change نہیں۔ یہاں ہم دونوں نے شہر کے Centre کی Main Street پر بس چھوڑ دی۔

میں نے دیکھا کہ unwritten قواعد و ضوابط کے پیش نظر خواتین مردوں کے بائیں ہاتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ مختلف مخالف سمت سے آنے والے footpath پر سڑک کی طرف چونکہ سڑک کی طرف خطرہ ہوتا ہے لہٰذا خطرے کی جگہ خود مرد رہتے ہیں اور دوسری جانب محفوظ جگہ پر خواتین۔ لہٰذا ان کی تقلید میں ہم بھی چل دیئے۔

کافی دیر تک ادھر ادھر window shopping کرتے رہے۔ پاکستان میں ... تک اب Electric shaver دستیاب ہے۔ میں نے ایک دکان پر Remington کا Electric shaver دیکھا۔ ہم دونوں دکان میں داخل ہوئے۔ میں نے shaver خریدنا چاہا۔ دکاندار نے ایک اور Sunbeam کا بھی shaver دکھایا لیکن میں نے Remington کے متعلق پاکستان میں پہلے ہی پڑھ رکھا تھا اس لئے میں نے Remington ہی خریدنا چاہا۔ قیمت 9 pounds اور کچھ pence تھی۔ میں نے اپنے Traveller's check پر دستخط کر کے دینے ہی والا تھا کہ شاہدہ نے ادائیگی کی۔ salesman نے بہت ... instructions بتائیں کہ shaving سے پہلے ... اگر چہرہ moist ہے تو pre-shaving-sticks موجود ہیں وہ بھی خرید لیں۔ باقی instructions box کے اندر ایک leaflet میں مل جائیں گی۔ میں نے shaver کا box تھام لیا اور دکان سے باہر نکل آئے۔

Marfat.com

"شاہدہ تم یہاں نہیں آنا چاہتی تھیں۔ میں تمہیں لانا چاہتا تھا تم نے زیادتی کی ہے۔"
"یہ تمہاری بھی زیادتی ہے جب shave کیا کرو گے تو مزہ آیا کرے گا۔"
"وہ تو یہ بھی آیا کرے گی۔"

تھوڑی دور چلتے چلتے ہمیں Woolworth کا ایک Depatmental Store نظر آیا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا restaurant تھا۔ چونکہ کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے شاہدہ کو کھانے کی دعوت دی۔ ہم دونوں نے fish and chips کھائے۔ شاہدہ نے تو کھانے کے بعد چائے پی لیکن میں نے coffee۔ جب بل دینے کا وقت آیا تو یہاں بھی شاہدہ نے بل ادا کر دیا۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ تمہاری آخری جسارت ہے۔ ورنہ مجھ کو برا لگتا ہے۔

restaurant سے باہر نکلے تو تھوڑے فاصلے پر British Council میں داخل ہو گئے۔ desk پر موجود صاحب کی nameplate پر Mr Erickson لکھا ہوا تھا۔ رجسٹریشن فارم طلب کرنے پر اس نے دو فارم ہمارے حوالے کر دیئے۔ ہم دونوں نے forms کو desk کے ساتھ کھڑے ہو کر ہی fill up کر دیا۔ forms پر passport کی specification، نام، پیدائش، ملازمت، وطن اور یہاں کا address اور اگر معلوم ہو تو وہ بھی درج کرنا تھا۔ اس طرح ہم دونوں کی registration ہو گئی اور باقاعدہ member بن گئے۔

British Council کا Overseas Students Centre بھی کہا جاتا ہے۔ وہی لوگ member بن سکتے ہیں جو باہر سے پڑھنے آتے ہیں۔ اپنے guests کو بھی رجسٹر پر دستخط کر کے اندر لے جایا جا سکتا ہے۔ Mr. Erickson نے ہمیں یہ ہدایت کی کہ اپنا handbag وغیرہ اوپر lounge میں لے جانے کی اجازت نہیں۔ یہاں اگر handbag رکھ دیں تو جب چاہیں واپس لے جا سکتے ہیں۔ پھر اس نے ہمیں عمارت دکھانے کا کہا مگر میں نے جواب دیا کہ آپ تکلیف نہ کریں ہم خود ہی دیکھ لیں گے۔ اس نے بتایا کہ اوپر سیڑھیاں چڑھتے ہی بائیں ایک دفتر ہے جس کی In-charge Miss Angelique ہے۔ وہ landladies کے پاس رہائش کا بندوبست بھی کرتی ہے۔ ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

desk کی دائیں جانب سیڑھیاں ہوتی تھیں۔ جب سیڑھیوں پر چڑھ کر دیکھا تو بائیں ہاتھ Miss Angelique کا کمرہ اور دائیں جانب ایک cardroom جس کے ساتھ ہی bathroom۔ چار سیڑھیاں اوپر چڑھتے پر دائیں جانب شیشہ دار کمرہ۔ جو visitors کے استعمال کے لیے مختص تھا۔ کمرے میں brown رنگ کا carpet بچھا ہوا۔ بائیں جانب کی دیوار میں ایک بڑا gas heater (تقریباً 84) لگا ہوا جس کے قریب تین single صوفے رکھے ہوئے تھے۔ اس کمرے کی بائیں جانب دیوار کی جگہ ایک شیشہ لگا تھا جس سے باہر صاف دکھائی دیتا۔ مختلف جگہوں پر Easy chairs اور کم اونچے Round-tables۔ ایک طرف rack میں مختلف ممالک کے magazines اور اخبارات رکھ دیئے گئے تھے۔ جب ہم اس کمرے میں گئے تو چند ایک German، ایرانی، پاکستانی اور عرب students بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم دونوں بھی ایک Round-table پر شیشے والی دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کسی سے جان پہچان نہ تھی اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی۔ عجیب اتفاق تھا کہ عرب عربی، جرمن جرمنی اور پاکستانی اردو اور پنجابی زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ ہم کافی دیر بیٹھے اپنے خاندانوں کے متعلق باتیں کرتے رہے اور بیچ بیچ اخبارات و رسائل کا بھی مطالعہ کیا۔ جب باہر نکلے تو پانچ بج رہے تھے۔ گھر آنے سے پہلے پھر ہم نے اپنے آپ کو شہر سے آشنا کرنے کی غرض سے گھومنا شروع کر دیا۔ بالآخر بس پکڑ لوٹنے کے لیے سوار ہوئے۔

زاہدہ کا انوکھا دستور

ولی آج صبح سات بجے شاہدہ اور راقم گھر واپس لوٹے زاہدہ غصے کی حالت میں ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔ ہمیں دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئی اور غصے سے چیخنے چلانے لگی۔

Marfat.com

"یہ بات ٹھیک نہیں، یہاں ایسا نہیں چلے گا۔ تمہیں احساس تک نہیں ہمارے ہاں وقت کی کیا قدر ہے۔ اگر تم نے یہ بے پروائی کی حرکت کی تو مجھے تم دونوں کے لئے کسی ایسی landlady کا انتخاب کرنا پڑے گا جو اپنے سخت رویے کے لئے مشہور ہو اور تمہیں وقت کی قدر چند دنوں میں سکھا دے۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پابندیٔ وقت ہی کامیابی کی چابی ہے۔" مثال دیتے ہوئے اس نے کہا "یہاں اگر دکاندار وقت پر دکان ہی نہیں کھولتا تو اس کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔ گھڑی رک جاتی ہے اگر اسے وقت پر چابی نہ دی جائے۔ تمہیں دیر ہو جائے تو کار تمہارا انتظار نہیں کرتی۔ تنظیم، ترتیب اور وقت کی پابندی یہ ہیں وہ تین چیزیں جن پر چل کر کامیابی حاصل کی جاتی ہے۔ کیا تمہیں اپنا ماموں یاد ہے (اس کا اشارہ شاہدہ کی طرف تھا) بہت امیر آدمی تھا۔ اپنے دفتر کی اوقات کار میں تو غفلت برتتے ہی تھے، کئی کئی ماہ تک وہ اپنے ضروری کاغذات دیکھنے بیٹھے دیر سے پہنچتا۔ بار بار فرصت جانے کی زحمت ہی نہ کی اور تم جانتی ہو اس کا انجام کیا ہوا؟ سلطنت تباہ ہو گئی اور اب وہ ایک معمولی سی آمدنی پر گزر اوقات کرنے پر مجبور ہے۔" اس نے مزید کہا "میں چند سال پہلے ... جہاں تک تمہارے دوست کا تعلق ہے" اس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"میں اس کی ذاتی پسند و ناپسند کی خاطر اپنے گھر کی روایات کا پابند کر سکتی ہوں۔ وہ تو چند دنوں کا مہمان ہے پھر اسے کوئی اور جگہ تلاش کرنا پڑے گی لہٰذا اس سے میری زیادہ توقعات وابستہ نہیں اور تم تو میرا ان کی مہمانی ہی ... چلنے کی مجاز ہوں میرا خیال ہے اب کافی ہو گیا ہے تم نے یقیناً سبق سیکھ لیا ہو گا۔"

شاہدہ آبدیدہ ہو گئی۔ میں غصے کی حالت میں spring کی طرح اچھلا اور اچانک بولا:

"یہاں دنیا ختم نہیں ہو گئی میں تو ابھی چند دن ہی سے اجنبی دیس میں نو وارد ہوں۔ یہاں جو کچھ میرے ساتھ گزری ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ جیسی مہذب خاتون نے کھانے سے ذرا دیر ہونے پر قیامت کی منظر کشی کر دی اور آسمان سر پر اٹھا لیا۔ یہ بات بچہ بالا ہے۔ یہ اب میری برداشت سے باہر ہے۔ میں ایک آزاد منش انسان ہوں۔ میرے لئے رہائش کا بندوبست کوئی مشکل کام نہیں۔ آپ اپنا غصہ مجھ پر نہیں نکال سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ قسمت کے کھیل نے کئی دولت کی ہے جبکہ میں ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور کسی کے ناجائز احکامات کا عادی نہیں۔ اگرچہ آپ کے ذاتی اور گھریلو معاملات نے زندگی اجیرن بنا دی ہے تو کسی اور کو scapegoat کیوں ٹھہراتے ہیں۔ یہ تو صرف بیچاری شاہدہ ہی ہے جو ٹھیک سے لیکن مجھے نہ کہیے۔ 'No madam' آپ کی مہربانی۔ فرصت میں ہی یہاں سے جا رہا ہوں۔ آپ چاہیں تو ابھی اور اسی وقت بھی جا سکتا ہوں۔ یہاں سے ایک ٹیلیفون پر بھی ... سے باسانی cab کو بلایا جا سکتا ہے۔ میں تو اس گھر کا ٹیلیفون استعمال کرنے پر بھی توہین محسوس کرتا ہوں۔" شکریہ ادا کرنے کی رخصت لے اپنے کمرے میں اپنا سامان سمیٹنے بیٹھ گیا۔ البتہ شاہدہ بھیگی آنکھوں سے میرے پیچھے آئی اور نہایت بے بسی سے بولی

"مہربانی کرو اور میری خاطر کم از کم آج کی رات یہیں رک جاؤ۔" شاہدہ کی اس بات نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔

یوں تو زاہدہ نے کوئی پروا نہ کی مگر پریشانی کے عالم میں living-room میں ٹہلتی رہی۔ ساتھ ہی وہ کچھ بڑبڑاتی جاتی اور بیچ بیچ میں چیختی رہی۔ "اللہ معاف کرے یہ کیسی عورت ہے۔ مجھے تو ان کا بولنا بھی ہول دلاتا ہے۔" مجھے اپنے ... رکھنے کی کوئی خاص وجہ دکھائی نہ دی۔ دیکھا تو تکلیف تو صرف زاہدہ کو تھی۔ مجھے تو نہیں۔ میں نے Ingrid کو cheese sandwiches لے کر بیٹھتے پایا۔ اس نے نہایت محبت سے کھانا چاہا تھا لیکن مجھے اس وقت اس کی حاجت نہ تھی۔

Ingrid سے گفتگو کے بعد کیا sandwiches سے آگئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے بہر طور اس گھر کو چھوڑ دینا ہے۔ اگلی صبح میں اپنا سامان British Council میں رکھ کر ... سے کہہ دیا تھا کہ ... بہتر جگہ تلاش ہو جائے۔ میں نے اپنے دوست ارشد کو فون کیا جو شادی شدہ تھا اور ... میں بند کمرے میں شوق سے بیٹھتا اور پڑھتا۔ اس نے tablelamp کا on بٹن دبایا۔ زاہدہ نے ... شروع کر دیا کہ اس عورت کو دولت نے ... اور وہ دوسروں سے غلاموں جیسا سلوک کرتی ہے۔ شاہدہ ... بھی نہیں کرتی۔ اب مجھے احساس ہوا کہ وہ ... بڑے ... کی مالک ہے لیکن ... Gibraltar ... ایسے حالات میں ... یہ بات ہے کہ ...

چنانچہ یہ طرح کے مخبوط الحواس کا حامل ہے۔

اسی طرح مختلف قیاسات کے حصار میں کروٹیں بدلتا رہا اور یہ نیا وسوسہ سر اٹھاتا رہا لیکن کسی کا بھی میرے پاس خاطر خواہ جواب نہ تھا۔ مسلسل سوچ بچار اور پریشانی نے آخرکار مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ زاہدہ کی ان تمام حرکات اُس کی جسمانی اور جنسیاتی تشنگی کے شاخسانے کے پس منظر پر مبنی خیال کیا۔ ورنہ جانے کے وقت تھوڑی دیر سے پہنچنے پر اتنا بڑا ہنگامہ چہ معنی دارد؟ اور ہاں! میرے اس نتیجہ کی تصدیق بعد میں اس وقت Grewal کی آمد و رفت نے کر دی۔ اب مزید سوچ بچار کی گنجائش نہیں۔ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں "حسن" کی وجہ سے اکثر عورتوں کو hysteria نوعیت کے دورے پڑتے ہیں جبکہ اکثر صاحبان اور حکماء حضرات اس کیفیت سے پریشان نہیں ہوتے اور نہ ہی کوئی خاص علاج تجویز کرتے ہیں۔ مشورہ دیتے ہیں تو ازدواجی زندگی سے منسلک ہونے کا۔ quacks وغیرہ اسے "جنات یا آسیب" کی حرکت بتاتے ہیں۔

Encounter of another type

تمام دن خوشگوار دھوپ سے لطف روز افروز رہی البتہ شام اپنے ساتھ گھنگھور گھٹا میں نجانے کہاں سے کہاں سے آئی اور بارش برسنے کا امکان نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد window-panes پر بارش کے قطرات گرنے سے جلترنگ کی آواز سنائی دینے لگی۔

اب نیم شب کا عمل تھا۔ میرے خیالات ادھر ادھر بھٹکنے سے گریزاں تھے۔ یکسوئی نے مجھے نیند کی دہلیز تک پہنچا دیا مگر Rudyard Kipling کی کتاب *Kim* کے ایک عجیب اور متجسس باب نے table lamp روشن رکھنے پر مجبور کر دیا۔ اچانک دروازے کا ہینڈل گھومنے کا اور اس احساس نے چونکا دیا۔ میں نے جلدی سے bed شیٹ اپنے اوپر اوڑھ لی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ زاہدہ کمرے میں داخل ہو کر دروازے کو bolt up کر رہی ہے۔ ایک لمحے بیتے تو میں اتنا حیران ہوا کہ کوئی حرکت نہ کر سکا۔ میری حالت چوہے کی سی تھی جیسے میں اچانک ٹھنڈے پانی میں گر گیا ہوں۔ اس کی غیر متوقع موجودگی کے احساس سے میں کانپ گیا لیکن فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا اور تکیہ سے سر اٹھا کر bed کے head-rest سے ٹیک لگا لی۔ احتراماً اسے صوفہ پر بیٹھنے کی ترغیب دی جو کہ table lamp کے میرے ساتھ پڑا ہوا تھا لیکن اس نے bed پر بیٹھنے کو ترجیح دی اور rug پر پاؤں رگڑنے لگی۔

آدھی رات کے وقت تنہائی اور عورت کے لطیف جسم کی خوشبو نے لمحہ میں مجھے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ وہ ایک باریک سفید رنگ کی See-through negligee میں ملبوس تھی۔ ایک سفید ریشمی ڈوری بے احتیاطی سے اپنی کمر پر باندھی ہوئی تھی اور اس نے bra کا رنگ سرخ پہنا تھا۔ اس کے سانس لینے سے چھاتیوں کا اتار چڑھاؤ صاف طور پر عیاں تھا۔ ویسے تو وہ میری نگاہوں سے ساتھ اپنی پشت کا رخ کیے ہوئے تھی جبکہ اس نے اپنا دایاں ہاتھ میرے پیٹ کے اوپر بستر کے اس طرف رکھا اور سرگوشی کے انداز میں بولی "میری بے وقت مداخلت نے disturb تو نہیں کیا؟ ہم بالکل اکیلے ہیں۔ تم اور میں۔ میں نے اس طوفانی موسم میں بڑی تنہائی محسوس کی۔ ایسے میں کسی کی محبت اور پیار کی پیاس محسوس ہوتی ہے لیکن جیسے کہ Shakespeare نے Richard III میں لکھا ہے "دنیا میں کوئی نہیں جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور اگر میں مر بھی جاؤں تو کوئی مجھ پر رحم نہیں کرے گا۔" مگر یہ سوچتے ہوئے کہ تمہیں بھی حرارت انگیز جسم کی تپش کی ضرورت ہو گی تو تمہاری تنہائی میں آ گئی۔"

جذبات کی شدت میں جلتے ہوئے اب یہ میری خواہش تھی کہ جلد ہی اسے اپنے بازوؤں کی گرفت میں لیکر۔۔۔ مگر مجھ میں پہل کرنے کی ہمت نہ تھی۔ ویسے بھی اس کی لاابالی طبیعت کا منظر دیکھ چکا تھا اور ڈر تھا کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں۔

ماحول کی دیدہ دلیری کی داد دینی پڑتی ہے، بعد آٹھ دن ملاقات کو ہونے اور نوبت "ایں جا رسید"۔ لیکن جیسا کہ Petronius Albeiter کا مقولہ ہے "Beauty & wisdom are seldon found together" (خوبصورتی اور عقلمندی بہت کم یکجا پائے گئے ہیں۔)

وہ تمام قواعد و ضوابط سے آزاد ہو گئی۔ اس نے میرے اوپر والی bedsheet کو اٹھا کر دور پھینک دیا اور میں ابھی سنبھلنے

Marfat.com

بھی نہ پایا کہ وہ حسب خواہش تلاطم خیز جذبات میں سب کچھ کر گزری۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود میں ابھی تک اپنے فیصلہ پر قائم تھا۔ صبح مجھے یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے اور یونیورسٹی کے قریب کوئی جگہ دیکھوں گا۔

صبح دم جب میں breakfast کیلئے کچن میں داخل ہوا تو یہ کوئی صبح کا چھ بجے کا وقت تھا۔ تمام اہل خانہ ابھی سوئے ہوئے تھے۔ میں نے کچن سے دو انڈے لئے انہیں تین منٹ boil کیا۔ عین اسی وقت Ingrid بھی آ گئی اور میرا ناشتہ تیار کرنے لگی۔ Ingrid کی حرکات و سکنات سے اس کے اچھے خاندان کی دلالت ہو رہی تھی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ British قوانین کے مطابق European لڑکیاں U.K میں یا تو انگلش پڑھنے یا اسے پالش کرنے کیلئے جاتی ہیں جس کیلئے انہیں کسی فیملی کے ساتھ رہنا پڑتا ہے جو کام کاج میں ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اس خدمت کے صلے میں اپنی خوراک اور جیب خرچ سے مستفید ہوتی ہیں اور رات وہ کسی ادارے سے language کورس بھی کرتی ہیں۔ Ingrid نے میرا ناشتہ میز پر لگا دیا اور میں نے ناشتہ لینے میں کوئی جلدی نہ کی ابھی تک گھر کا کوئی فرد نیند سے بیدار نہ ہوا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد میری ایک جرمن لڑکی سے دوستی ہوئی جس کا نام بھی اتفاق سے Ingrid ہی تھا۔ جب ہم سینما وغیرہ دیکھنے کیلئے restaurant میں جاتے تو وہ اپنا بل خود ادا کرتی اور کہتی۔ "We are not going to get married. why should you pay for me ?"

میری دوست Ingrid نے مجھے ایک نصیحت کی جو اب بڑھاپے میں میرے کام آ رہی ہے:

"Always save that much money. which you can easily forget about. There is no sense you save pounds 20 out of pounds 40. which you get per month. and the very next day you withdraw that saving from the bank."

1928 میں پرکاش ٹنڈن (جس کی کتاب کا کشمیر کے حوالے سے ذکر کیا جا چکا ہے) میری طرح گجرات پنجاب کا رہائشی جب لندن میں چارٹرڈ اکاؤنٹینسی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا تو پندرہ پاؤنڈ ماہانہ اور کچھ سال بعد کچھ اضافی رقم ملتی تھی۔ 1955 میں ستائیس سال کے بعد راقم کیلئے چالیس پاؤنڈ ماہانہ کافی ہوا کرتے۔

بے چارہ خاوند

ناشتے کے بعد میں living-room میں گیا ریڈیو on کیا کہ باہر main gate پر دستک کی آواز محسوس ہوئی۔ newsboy نے دروازے کے سوراخ میں سے جو خاص اسی مقصد کیلئے رکھا گیا تھا، کچھ اخبارات ڈال دیئے۔ کافی ضخیم اخبارات تھے۔ London Times, Daily Mail, Daily Express وغیرہ وغیرہ۔ میں نے Times اخبار کا انتخاب کیا۔ میں کافی زیادہ ضخیم اخبار واقع ہوا۔ پہلے چند صفحات اشتہارات پر مشتمل تھے۔ sports، بعد میں اموات وغیرہ اور خبریں اندر کے صفحات پر جیسے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ میں قریباً ایک گھنٹہ اخبارات کی ورق گردانی کرتا رہا جبکہ زاہد کا خاوند بڑے سلیقے سے بال سنوارے کمرے میں داخل ہوا اور good morning کے بعد سب سے پہلے یہ سوال کیا:

"کیا تم رات کو آرام سے سوئے؟ بڑا خراب موسم تھا۔"

"ہاں یہ میرا England کے غیر یقینی موسم کے متعلق پہلا مشاہدہ تھا۔ کبھی شاندار دھوپ اور رات کو سرد موسم"۔ میں نے جواب دیا۔

"کیا تم چارٹرڈ ہو؟"

"ہاں! یہ نہیں کہ مجھے یہاں کوئی بہت مسئلہ نہیں بنا۔ میں آپ کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی مناسب خیال نہیں کرتا۔"

"چھوڑو بھی میری طرف دیکھو۔ میں اس ماحول کا کئی سالوں سے عادی ہو گیا ہوں۔ زاہدہ کا چڑچڑا پن ذاتی نوعیت کا مشتعل کرنے کی حد تک دکھ پہنچانے والی، بدزبانی، عام انسان کی قوت برداشت سے زیادہ۔ ان معاملات کا عادی ہو گیا ہوں۔ اس

Marfat.com

سب باتوں کی میرے لئے کوئی اہمیت نہیں میری خاموشی سے اس کا غصہ فزوں تر ہوتا ہے۔ شہر سے رہوالے اپنا ہی گھر سمجھو۔ جلد ہی Grewal آنے والا ہے۔ وہ یونیورسٹی میں تمہارا ہر طرح کا خیال رکھے گا۔ قریباً دو سالوں سے Electrical Engineering پڑھ رہا ہے اور computer سے متعلق کئی science میں بھی مہارت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک landlady کے پاس ٹھہرا ہوا ہے مگر منظور پور وہیں اس کا اپنا گھر ہے۔ میں شاہدہ کے گھر سے ساتھ ہی رات گزارتا ہے۔ اس کا باپ مشرقی پنجاب میں بہت بڑا آدمی ہے جیسا کہ تم جانتے ہو یہ وہ علاقہ جہاں سکھوں کی اکثریت ہے۔ اس کا مذہب کم سے کم حصے بھی بال منڈوانے کی اجازت نہیں دیتا مگر وہ مذہب کی بہت سی بندشوں کو توڑ چکا۔ بہت اچھا انسان ہے۔ اس کے خاندان والوں نے ایک trust قائم کیا اس کی مدد سے تم ہر چھوٹی واضح تعلیم پیسے بغیر ان سب کچھ جاتا ہے۔ یہ عجیب دنیا ہے اپنے دیس میں تو پاکستانی اور ہندوستانی ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑتے ہیں مگر یہاں نہایت امن و شانتی سے رہتے ہیں۔ نوجوان جانے کا ارادہ ترک کر دو یقین کرو زاہدہ کے علاوہ کوئی نہیں رہے گا۔ میں تو مرجھا رہوں، روزمرہ کا شادے بنے چکے۔"

یہ شریف آدمی تو اپنے دل سے کئی پیاری بند کرنے کا ارادہ نہ رکھتا تھا۔ میں نے ہی مداخلت کی جسارت کر ڈالی اور کہا

"آپ کی مہربانی کا شکریہ! میں نے اپنا ارادہ ابھی تک نہیں بدلا اگر میں یہاں سے چلا بھی جاؤں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ لوگوں سے ملنے جلنے بھی نہیں آؤں گا۔"

ہماری گفتگو ابھی جاری تھی کہ کوئی اوپر دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹا رہا تھا۔ مجھے مکمل یقین ہے کہ زاہدہ شاہدہ دو دن کی کوشش کر رہی ہے مگر وہ شریف آدمی بڑبڑایا "اور کون ہو سکتا ہے!"

رات اس قدر خوشگوار گزرنے کے بعد صبح کی ابتدا جو اتنے بھونڈے انداز میں ہوئی اور ان کی جانے کس عجیب رنگ میں گزرے گا۔ یہ صورت ہماری وقت ہوئی۔ اس کا یہ رویہ تو میرے اعصاب کو پاش پاش کر دیا۔ میں دوسروں کی لغزشوں کا خمیازہ بھگتنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

"Ingrid! یہ ہمارا مہمان جا رہا ہے؟ جو میرے لئے ناشتہ تیار کرو۔ ہاں! مجھے Enos salt بھی چاہیے" زاہدہ پرتعیش لہجے میں چلائی۔

"میرا مہمان تو اپنا ناشتہ پہلے ہی کر چکا ہے اب وہ master کے ساتھ living-room میں گپ شپ لگا رہا ہے۔"

"یہ بدتمیزی کی انتہا ہے۔ اسے میرا اور شاہدہ کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ Ingrid جیسے تم جانتی ہو اس گھر میں کھانے کی پابندی بہت ضروری ہے۔ خیر اس دفعہ تو کوئی بات نہیں۔ وہ اس گھر کا عادی ہو جائے گا" زاہدہ کی سیڑھیوں سے آواز آئی۔

شریف آدمی نے اپنی مسکراہٹ کو دباتے ہوئے ہاتھوں میں پکڑے اخبار کے اوپر جھانک کر میری طرف دیکھا۔ اب زاہدہ اور شاہدہ dining room میں ناشتہ کر رہی تھیں۔

"Ingrid کیسی طوفانی رات گزری ماسوائے بادلوں کی گھن گرج کے اور کوئی آواز کان میں نہ پڑ رہی تھی۔" زاہدہ نے تبصرہ کیا۔

"یقیناً بہت ہی طوفانی! کئی مہینوں سے ہم نے ایسا طوفان نہیں دیکھا" Ingrid نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد زاہدہ اور شاہدہ دونوں کافی پینے living-room میں آ گئیں اور زاہدہ نے فقرہ کسا:

"شریف آدمی یہ ہیں؟ بیچارے اکیلے تنہا!"

"کوئی تنہائی نہیں بس ذرا دلچسپ گفتگو کر رہے تھے" میں نے ذرا طنزاً کہا۔

"تم سے آج ملنے چلے ہیں ورنہ ابھی تک chauffeur نظر نہیں آیا۔ میرا تو دفتر جانے کا وقت ہے۔ میں نے اپنے staff سے Business meeting رکھی ہوئی ہے۔ چند دنوں میں ایک جاپانی جہاز ہمارے order کا سامان لیکر آ رہا ہے" شریف آدمی بڑبڑایا۔

شاہدہ کی آنکھیں ہنستی آنکھوں لیکر جا رہی تھیں۔

میں نے پوچھا "آپ کیسی ہیں۔ کیا آپ رات کو آرام سے سوئیں؟"

Marfat.com

''ہاں! اگر صبح کا آغاز تلاطم سے ہوا۔''

''تلاطم! ذرا کھڑکی سے باہر دیکھو، تیز دھوپ میں نکھر رہی ہے۔''

''یہ بات نہیں، زاہدہ نے آج صبح صبح اچھی dose دی۔'' شاہدہ نے زاہدہ کی طرف اشارہ کیا۔

''شکوہ، شکایتیں، یہ دن شروع کرنے کا طریقہ نہیں۔'' زاہدہ نے مداخلت کی۔

دروازے کی گھنٹی بجی اور Ingrid، living-room میں داخل ہوکر کہنے لگی: ''Chauffeur, Sir.''

شریف آدمی تھا۔ اس نے اپنا بریف کیس تھاما اور بغیر کوئی لفظ ادا کیے دفتر کی راہ لی۔

''اچھا، میرا خیال ہے میں بھی اپنی رہائش ڈھونڈنے کے لیے راستہ ناپوں۔'' میں خودکلامی کے انداز میں گویا ہوا۔

''نہیں تم کہیں نہیں جارہے۔ میں نے کہہ دیا۔ مسلمان اور اچھے لڑکے ہونے کے ناطے اپنے بڑوں کی بات کو خاموشی اور سعادتمندی سے سننا اور ان کی تجویز کو مقدم ماننا چاہیے۔'' زاہدہ نے حتمی انداز میں فیصلہ سنایا۔

پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض مدعا کرتا۔ شاہدہ نے دخل درمعقولات کرتے ہوئے کہا: ''میری بہن ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں بڑوں کی خواہشات کا احترام کرنا چاہیے اور تم کہیں بھی نہیں جارہے۔''

زاہدہ نے Ingrid کو آواز دی: ''مہمان کے سامان کو کھول دو۔'' شاہدہ کی مداخلت نے وقتی طور پر مجھے رضامند کر دیا۔

وہ گھر چھوڑنا ہی بہتر تھا

کچھ دنوں کے بعد Grewal آن ٹپکا۔ وہ صحت مند جسم کا مالک تھا ویسے تو سارے روتے ہی جنم لیتے ہیں مگر یہ شاید مسکراتے ہوئے ہی پیدا ہوا۔ رنگ ذرا سانولا۔ ہم جلد ہی دوست بن گئے اور یوں محسوس ہوتا جیسے ہم صدیوں سے ایک دوسرے سے آشنا ہیں۔ ہر دن شاہدہ کا جھکاؤ میری طرف بتدریج زیادہ ہی ہو رہا تھا۔ ہر کام میں میرے ساتھ ترجیحی سلوک روا رکھتی اور زاہدہ بھی بعض اوقات Grewal میں حوصلہ افزائی رکھتی۔ اسے کسی کی بھی پرواہ نہ تھی اور خصوصاً مجھے تو مکمل طور پر بھول ہی گئی۔

ویسے تو مجھے رہنے کو گھر مل گیا مگر اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تنہائی کی راتوں میں بے اختیار اپنا وطن یاد آتا تو تنہائی کاٹنے کو دوڑتی۔ یہ ایسا دور تھا جب میں کسی کمی کو شدت سے محسوس کرتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یوں محسوس کرنے لگا جیسے میں ایک راندہ درگاہ بدنصیب ہوں جسے ایک طرف تو زاہدہ گھاس نہیں ڈالتی اور شاہدہ سے بھی قربت نہ بڑھ سکی۔ اب میرے لیے یہ گھر چھوڑ دینا ہی بہتر تھا۔

ایک دن کھانے کی میز پر میں نے کہہ ہی دیا کہ میں جا رہا ہوں اور میرا یہ آخری فیصلہ ہے۔ شاہدہ کو یوں لگا جیسے اور اس کے ہاتھوں سے fork زمین پر جا گرا۔ میں نے cab کا انتظام کیا اپنا سامان لیکر British Council پہنچ گیا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے کسی اچھی landlady کے پاس کمرہ مل جاتے ورنہ مجھے اس کی تلاش میں کئی روز ہوٹل میں قیام کرنا پڑتا۔ ایک ادھیڑ عمر Dixon نے برٹش کونسل کے ڈیسک پر موجود مجھے دیکھتے ہی کہا: ''Sir، میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''میں پہلے ہی British Council میں register ہوں۔ یہ میرا ممبر شپ کارڈ ہے۔ مجھے ایک مناسب کمرے کی تلاش ہے جو اچھے area میں اور یونیورسٹی سے بھی دور نہ ہو۔''

اس نے مجھے ہال میں دوسری طرف Mrs. Andrews سے ملنے کی ترغیب دی جو اس کمرے میں بیٹھتی تھیں۔ میں اپنا سامان Mr Dixon کی تحویل میں چھوڑ کر Mrs. Andrews کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

اس کمرے میں تین ادھیڑ عمر عورتیں جو بظاہر ایک جیسی نظر آرہی تھیں۔

''Good afternoon! مجھے Mrs. Andrews سے ملنا ہے۔'' میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔ ایک محترمہ نے مسکراتے ہوئے اٹھ کر کرسی پیش کی اور کہا: ''Sir، بیٹھیں میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں؟''

''مجھے ایک اچھے area میں رہائش گاہ چاہیے جو یونیورسٹی سے دور نہ ہو۔''

Marfat.com

""تین قسم کے کمرے ہوتے ہیں۔ ایک کمرہ والا جس میں علیحدہ bath, kitchen کی سہولتیں نہیں ہوتیں۔ وہاں ایک Paying guest کی حیثیت سے رہنا پڑتا ہے البتہ family کا living-room اور bathroom استعمال میں لا سکتے ہو۔ صبح کا ناشتہ اور صرف weekend پر دوپہر کا کھانا جبکہ لانڈری کا بھی بندوبست ہو سکتا ہے۔

""دوسری قسم کا کمرہ وہ جس کے ساتھ کھانا پکانے کے لیے kitchenette اور کمرہ میں ایک washbasin کونے پر ہوتا ہے۔ bathroom اور living-room کی سہولیات نہیں البتہ یہاں بھی لانڈری کی سہولت میسر ہے۔

""تیسری قسم کا کمرہ مکمل bed اور معقول قسم کا فرنیچر۔ bathroom باہر ہال میں جو کہ دوسروں کے ساتھ share کیا جاتا ہے اور کمرہ میں کھانا پکانے کی سہولت اپنی پرائیویٹ entrance یعنی guests کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں۔ ایک قسم کی Self-contained unit" Mrs. Andrews نے وضاحت کی۔

یہ آخری قسم کی رہائش مہنگی ہے بہت ہی کم ملتی ہیں۔ ایسی کوئی صورت نہیں جہاں پرائیویٹ باتھ روم ہو۔

Mrs. Andrews نے dossier کی چھان بین کی اور مجھے چند addresses اس category میں دیئے۔ یہ رہائش مجھے پسند تھی۔ یونیورسٹی سے کوئی تین میل کے فاصلے پر اور اس سڑک کی side street پر جو یونیورسٹی سے گزرتی۔ اس کا ایڈریس تھا 10-Speedwell Road کرایہ چار پونڈ 10 شلنگ ہفتہ جو کہ پیشگی ادا کرنا ہوتا تھا۔

Mrs. Andrews نے میرے نام و پتے کا اندراج کیا اور landlady کو telephone کیا۔ اسے call کرنے میں چند ہی منٹ لگے مثبت انداز میں سر ہلایا جیسے کام ہو گیا ہو اور ہنسنے لگی۔

""آپ خوش قسمت ہیں۔ landlady نے بڑی مہربانی سے تمہیں رہائش دیدی ہے۔""

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور باہر آ گیا سیدھا Mr. Dixon کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لئے cab کا انتظام کیا اور میں نئی رہائش کی طرف روانہ ہو گیا۔

Bathroom سے Living-room میں پانی

cab تیزی سے ہوتے address پر جا پہنچی۔ cab کے ڈرائیور کو فارغ کیا نیچے اتر کر میں نے grip (suitcase) اور briefcase کو اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے گھر کے دروازے کے سامنے رکھ دیئے۔ bell دی ایک نوعمر لڑکی نے جو سفید apron پہنے ہوئے تھی مسکراتے ہوئے دروازہ کھولا اور دیکھتی رہی۔

""Mrs. Stewart (landlady) آپ کا انتظار کر رہی ہے۔"" اور مجھے living-room کی طرف guide کیا۔

""Good afternoon, Mrs. Stewart میں حاضر ہوں۔""

""تشریف رکھیں۔ اب صاحب یہ وجہ ہے کہ مجھے کئی بیماریوں نے آن گھیرا۔ زیادہ آواز میرے اعصاب پر گراں گزرتی ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ بہت بڑا مکان ہے اور آپ کے آنے کی وجہ سے اب house full ہو چکا۔ اکثر guests اپنے کمروں میں ہی رہتے ہیں اور کبھی کوئی غیر معمولی آواز سنائی نہیں دے رہی۔ مجھے آپ سے بھی یہی توقع ہے جہاں تک ممکن ہو سکا خاموشی سے ہی رہیں گے۔ آپ کا کمرہ وہ جس ہال کے دروازے سے داخل ہوتے ہیں دائیں ہاتھ طرف دوسرا ہے۔""

اس نے Barbara کو آواز دی (یہ وہی لڑکی تھی جس نے میرے لئے دروازہ کھولا) اور اس کو میرا سامان میرے کمرے میں رکھنے کیلئے کہا جبکہ مجھے ہال کے کمرے کی چابی دیدی۔

کمرہ میں اپنے سامان کو پہنچایا اور اپنی مرضی سے کسی وقت بھی آ جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ landlady غیر معمولی آواز سے allergic تھی بہرحال اس وقت یہ پابندی میرے لئے خاص اہمیت نہ رکھتی۔ ویسے بھی میری تمام مصروفیات کا تعلق گھر سے باہر کا تھا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ کام کا سامان کمرہ بنانے کیلئے ایک کونے میں washbasin نصب اور ایک gas-ring میز پر ایک کونے میں

Marfat.com

موجود تھی۔ کمرے کی ایک دیوار مکمل طور پر شیشے کی بنی تھی جس سے lawn کا نظارہ بخوبی کیا جا سکتا تھا جبکہ شیشے پر نیلے رنگ کے پردے پڑے تھے۔ ایک دیوار میں مکمل طور پر cupboard سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ایک couch اور دو single صوفے centre table کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ فرش پر بچھا قالین اگرچہ بوسیدہ مگر گزارہ ہو سکتا۔ اس طرح جو شیشے کی دیوار پر پردہ تھا اس نے بھی بار بار طوفانوں کا سامنا کیا ہوگا۔ کوئی لکھنے پڑھنے کی میز اور کرسی ندارد۔ ایک single صوفے کے قریب دیوار میں gas-heater بھی موجود تھا۔ میں حیرت زدہ تھا کہ آخر bed کہاں ہے؟ شاید وہ لڑکی بعد میں لگا دے گی۔

میں نے اپنا سامان کھولا۔ اپنے کپڑے cupboard میں ترتیب دیئے اور کچھ reading material میز پر رکھ دیا۔ کافی وقت گزر گیا Barbara نظر ہی نہ آ رہی تھی۔

میں نے living-room کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ اندر سے Mrs Stewart کی آواز آئی "آ جاؤ، کھلا ہے اندر آ جائیے۔"

"مجھے میرے کمرے میں bed نظر نہیں آیا شاید Barbara بعد میں لگائے گی۔" میں نے پوچھا۔

"No bed!" Mrs. Stewart نے حیرانی سے ہنستے ہوئے Barbara کو آواز دی۔ جب Barbara اندر داخل ہوئی تو کہا "دیکھو اس شریف آدمی کو بتاؤ bed کہاں ہے۔"

"Oh! مجھے افسوس ہے۔" میرے ساتھ میرے کمرے میں جانے کیلئے چل پڑی۔

cupboard والی دیوار کے ساتھ ایک پردہ جس کے متعلق مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی شاید یہ کوئی decoration piece ہو۔ اس نے پردے کو ایک طرف سرکایا اور اوپر والی چھوٹی سی leather loop کو کھینچا تو بستر برآمد ہوا۔ اس قسم کا پہلا مشاہدہ تھا۔

"What a contraption?" میں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ جانے سے پہلے Barbara نے کہا:

"بستر کو دوبارہ اپنی جگہ میں set کرنے کیلئے صرف بستر کا آخری سرا جو قالین پر ہے ذرا سا اٹھانا ہے اور بستر کے اوپر کی طرف push کرنا ہے پھر تمام کا تمام bed اس کی اپنی مخصوص جگہ میں چلا جائے گا۔ ہاں اس کے بعد پردہ draw کر دینا۔ چونکہ اس قسم کے بستر کو pull-out bed یا push-in bed کہتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد شام کا کھانا کھانے کے لئے میں باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ میرے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو Barbara نے کہا "میں آپ کو بتانا بھول گئی۔ اس گھر کی روایت ہے جب کوئی نیا guest آتا ہے تو پہلے کھانے کی یہاں دعوت دی جاتی ہے۔ Mrs. Stewart آپ کا living-room میں انتظار کر رہی ہے۔"

Mrs Stewart دوسروں کا خیال رکھنے والی نفیس ہمدرد خاتون تھی۔ چھوٹی سی رات تو میرے کھانے کا مسئلہ حل ہو گیا۔

ground floor پر bathtub کی ٹونٹیوں سے خراب تھا جبکہ اس کے ساتھ notice چسپاں کیا گیا "Please don't use me" دوسرے دن ہفتے کے روز مجھے نہانے کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ میں سمجھا میری ٹیوب سے وہ شاید اوپر والی منزل پر کیا۔ سوائے Barbara کے اور Mrs. Stewart کے گھر کا کوئی اور guest ابھی موجود نہ تھا۔ یہ دونوں living-room میں گپ شپ میں مصروف تھیں۔ یہ سیڑھیاں living-room کے دروازے کے قریب سے ہو کر landing پر ختم ہوتیں۔ میں نے گرم اور ٹھنڈے پانی کے taps کو tub بھرنے کیلئے کھول دیا اور خود electric shaver سے shave کرنے میں مصروف ہو گیا۔ خوش قسمتی سے shaver بیٹری اور mains دونوں پر چلتا تھا کیونکہ باتھ روم میں تو کوئی electric socket بھی نہیں تھا۔ میں tub میں پانی کا لیول دیکھنا بھول گیا اور قطع نظر اس کے کہ tub کناروں تک لبالب بھرا ہوا تھا میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ tub میں کود گیا۔ (Archimedes law کے مطابق پانی میں کوئی چیز گرے تو اس کے وزن کے مطابق پانی displace ہو جاتا ہے) اب پتہ چلا کہ tub کا پانی میرے وزن کی وجہ سے displaced ہو کر tub کے کناروں سے اوپر بہہ گیا کیونکہ میں bathroom singer واقع ہوا ہوں، کوئی دھن گنگناتے ہوئے گرم گرم پانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اچانک میں نے Mrs Stewart کی کرخت آواز سنی "Barbara! چھت کے اوپر دیکھو یہ پانی living-room میں کہاں سے آ رہا ہے؟"

Marfat.com

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ tub کی taps ویسے کی ویسے کھلی ہوئی تھیں۔

"Barbara! پانی ہر طرف پھیل چکا اور سیڑھیوں سے ہوتا ہوا living-room میں آ رہا ہے، جلدی سے سیڑھیوں سے نیچے آؤ" Mrs. Stewart چیخ رہی تھیں۔

میں نے کوئی توجہ نہ دی تھی کہ bathroom کے دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی۔ اپنی غلطی کے احساس سے tub کی taps بند کر کے میں جلدی جلدی خشک ہوا اور bath-robe پہنا۔ صورت حال سے محسوس ہوا کہ bathroom کے فرش پر پانی ہی پانی ہے۔ یقیناً یہ سیڑھیوں سے ہوتا ہوا نچلی منزل کو جا رہا ہے۔

"Mister! تم نے یہ طوفان بدتمیزی کیا مچا رکھا ہے۔ پانی سیدھا living-room میں جا رہا ہے۔" Barbara نے تیز لہجے میں کہا۔ "ممی غصے سے پاگل ہو رہی ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ rug کو خشک کرنے کے لیے وقت درکار ہے؟ میرا تو کئی دنوں میں ہوتا ہے۔" اس نے پانی کی یلغار کے بارے میں گفتگو جاری رکھی۔ میں نے bathroom کا دروازہ کھول کر سیڑھیوں سے نیچے کی طرف دیکھا تو Mrs. Stewart کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ تھا۔ اس نے میری خوب خبر لی۔

"تمہیں پتا ہونا چاہیے۔ یہ جانتے ہوئے کہ میری صحت اب اچھی نہیں تمہیں اتنی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا جیسا کہ تم نے کیا ہے۔ ہمارا living-room دیکھو غرضیکہ ہر جگہ پانی ہی پانی ہے۔ او خدایا! اس کو خشک کرنا تو میرے بس میں نہیں۔ سارے rug پانی میں ڈوب گئے ہیں۔"

"مجھے نہایت افسوس ہے اور میں سخت ندامت محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے tub میں پانی کا level چیک کرنا یاد ہی نہ رہا۔ آپ یقین کریں یہ سب کچھ بلا ارادہ ہوا۔ میں آئندہ بھی ایسی حرکت نہ دہراؤں گا۔" میں نے غلطی کی معافی مانگتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں ایسا کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مجھے lumbago کی پرانی شکایت ہے۔ نم آلود آب و ہوا میں یہ مرض مزید تیز ہو جاتا ہے۔ humidity میں زیادہ ہونے کا احتمال ہے۔ خوش قسمتی سے گرمیوں کے موسم کے چند ایک ہفتے ابھی باقی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ سردیوں کے شروع ہونے تک rug خشک ہو جائیں گے۔" Mrs. Stewart نے تکلم بدستور جاری رکھتے ہوئے کہا "Barbara! جلدی سے rug خشک کرو۔"

میں نے اپنی خدمات پیش کیں جو اس نے بخوشی قبول کر لیں۔ مجھے یہ خطرہ لاحق تھا کہ میرے انگلش گھر میں اپنے اس پہلے تجربے کی خبر جلد ہی سب میں پھیل جائے گی کیونکہ اس گھر میں دیگر Foreign students جن میں ایک پاکستانی بھی شامل تھا Paying guests کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ جیسا کہ مجھے توقع تھی۔ چند دنوں کے بعد میں British Council میں گیا تو پاکستانی مجھے عجیب اور مضحکہ خیز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے مگر اس واقعہ کا مجھ سے کسی فرد نے ذکر تک نہ کیا بہر حال یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی کوئی ایسا مجرمانہ فعل تو تھا نہیں۔ بس اس بات پر تھوڑا سا ہنسا جا سکتا۔ چند لوگ ہنسی ٹھٹھہ کر رہے تھے۔ میں نے محسوس کیا کہ سب کی نگاہیں میری طرف ہی ہیں۔ میں نے خود خفت مٹانے کے لیے پہل کی۔ پاکستانی اور دوسرے ممالک کے students (جو کہ وہاں موجود تھے) کو اپنا tub والا واقعہ نمک مرچ لگا کر ایسا بیان کیا کہ سننے والے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے بعض کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور بہہ نکلے۔

میں اس مضحکہ خیز funny mishap کی وجہ سے راتوں رات students میں ایک منفرد اور اہم شخصیت بن گیا۔ ہر جگہ میرا چرچا تھا۔ ان میں سے students دوستی کے لیے مجھے تلاش کرنے لگے، خاص طور پر جرمن لڑکیاں جو کہ landladys کی نوکرانیاں اور "مددگار" تھیں۔ میری اس عجیب و غریب حرکت کی داستان سنایا کرتیں کیونکہ بیچاریوں کو ان کے گھروں میں کام کاج میں مدد دینا پڑتی۔ ان جرمن لڑکیوں کو English پر عبور نہیں تھا وہ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں گفتگو کرتیں۔ انہیں مجھے اشاروں میں سمجھانا پڑتا کہ کس طرح taps کھلی رہ گئیں اور پانی tub سے بہہ نکلا تھا۔ واقعے کی نوعیت بیان کرنے کے لیے مجھے acting کرنا پڑتی تاکہ وہ بات کو اچھی طرح سمجھ جائیں اور میرے اس کرتب سے پہلے سے زیادہ لطف اندوز ہوتیں۔

Marfat.com

Pub

جب یونیورسٹی کھلی تو میں Registration Office میں اپنے کاغذات کی درستگی کی غرض سے پہنچا۔ پھر اپنے supervisor سے بھی ملاقات کی اور research project کے متعلق بات چیت ہوئی۔ انہوں نے department میں مجھے ایک چھوٹا سا کمرہ دکھایا جہاں پہلے ہی ایک افریقی سٹوڈنٹ research میں مصروف تھا جیسا کہ مغربی ممالک میں رواج ہے research کے لیے "A to Z" سب کچھ خود ہی کرنا پڑتا ہے۔

میری research کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ مجھے زندہ جانوروں کے parasites پر کام کرنا تھا۔ اس کے لیے Freshwater snails پکڑنے کے لیے ایک نزدیکی جھیل، Edgbaston Lake پر Lovers' Lane سے ہو کر جانا پڑتا۔ سردیوں کے موسم میں زیادہ تر برف جمی ہوتی تو مجھے ہتھوڑے سے برف میں سوراخ کرنے پڑتے اور ان میں ہاتھ ڈال کر اپنے مطلوبہ snails کا حصول ممکن بناتا۔

University campus پر ایک Students Union Building واقع تھی جہاں طلبہ کے لیے bathroom، food، snacks وغیرہ کا انتظام بھی ہوتا۔ ایک شاندار billiard room جہاں آٹھ دس table تھے snooker یا billiard کھیلنے کے لیے ہوتے۔ ہر ہفتہ کی رات کو main dance floor پر conservative dances مثلاً Waltz، Quickstep وغیرہ کا اہتمام ہوتا۔ Jiving جو کہ ان دنوں کا craze اور Latin American beats مثلاً Rumba، Samba اور Tango دو چھوٹے کمروں میں دوسری wing میں کی floor پر ہوتے۔ Rock n Roll کا بھی بندوبست تھا۔

Union Building صحیح معنوں میں Home away from home تھی۔ جہاں سارا سال ... میسر تھیں۔ یونیورسٹی کی main building میں ایک Self-service refactory تھی۔ وہاں ہی ایک اور ... میں table service کی سہولتیں تھیں۔ ایک Senior Coffee Room اور corridor ... Academic Staff اور Postdoctoral Research Fellows کے خورد و نوش کا ... کوئی بندوبست نہ ہوتا۔ صبح کی چائے یا coffee دوپہر کا کھانا اور پچھلے پہر کی چائے وغیرہ serve کی جاتی۔ ... اتوار ... مفقود تھیں۔ ہفتہ دوپہر کے کھانے کے بعد بند ہو جایا کرتیں۔

میں نے بڑی جلدی اپنے آپ کو routine کے مطابق adjust کر لیا۔ حسب معمول صبح ... laboratory میں تحقیق کرتا ... ہفتہ کی دوپہر سے اتوار ... تک میں ایک آزاد پنچھی تھا۔ اپنی مرضی سے ... وقت ... ہفتہ کی دوپہر کو میں Union Building میں snooker کی ایک دلچسپ game ... Grewal سے میں مدہوش ... زبان میں ...

"Hello oldman" کی ... جب ہم ... تمہاری کمی محسوس کرتے ہیں ... Queen Elizabeth Medical College اسی Campus میں ... medicine ... کی تعلیم ... کئی دفعہ lunch کرنے کے لیے refactory میں کی ... سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ایسا لگتا ہے ... کی ... دن میں British Council ... bathroom ... اپنی classes میں مصروف ہوں گی ... lectures ... research laboratory میں ... بہر حال مجھے انتہائی خوشی ہوئی ہے ... celebrate کریں اور Continental Cafe میں چل کر ... European rendezvous ہے ... جانے کا مشہور اور پسندیدہ ... میرے پاس ایک پرانی jalopy جہاں چاہوں پہنچا دیتی ہے ...

Marfat.com

وقت ضائع نہ کریں۔"

ہم دونوں اسی وقت Continental Cafe کے لئے ایک طرف چل نکلے۔ Grewal کار کو park کرنے کا ارادہ چاہتے ہوئے بولا تھا، "میں ایک Bohemian pub سے واقف ہوں جو صحیح معنوں میں hot spot کی حیثیت رکھتا ہے اور گاہکوں میں بھی کئی نسلیں ہیں جن میں انڈین اور پاکستانی بھی شامل ہیں۔ کوئی بات نہیں ان سے ہمارا خونی رشتہ استوار ہے۔"

ہم City Centre علاقے سے گزرتے ہوئے ایک ایسی سڑک پر پہنچ گئے جو کہ شہر کے مضافات کی طرف لے جاتی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد Grewal نے اپنے آپ پر لعن طعن کرتے ہوئے ایک U-turn لیا اور دوبارہ ہم City Centre کے قریب پہنچ گئے۔ اس نے Black & Tan (Guinness اور draught beer کی ملاوٹ) بہت زیادہ پینے کی وجہ سے نشے کی حالت میں دونوں جگہ بھول چکا تھا۔ اب وہ رک رک کر drive کر رہا تھا حالانکہ ہم کافی شراب خانے اور snackbars کے قریب سے گزرے، ان سے قطع نظر وہ اس بار کی جگہ ڈھونڈنے سے پریشان تھا۔

"یار میں معذرت خواہ ہوں اس جگہ کا نام ہی بھول چکا ہوں۔ ہاں یاد آیا اس کا نام ہے Sandy's مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ کہاں واقع ہے لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ ہے کہاں" اس نے خودکلامی کے انداز میں کہا۔

"کسی جگہ رک کر کافی پی لیتے ہیں۔ پیدل چلتے ہیں اور کسی سے پوچھ لیتے ہیں" میں نے تجویز پیش کی۔

"Jolly good idea, indeed" اس نے مثبت انداز میں اپنا سر ہلایا۔ Grewal نے اپنی کار ایک snack bar کے ساتھ کھڑی کی۔ ہم کار سے باہر آئے۔ میں نے ایک شیشے کی بڑی کھڑکی سے جھانکا، یہ جگہ گاہکوں سے خالی پڑی تھی۔ ویٹر تمام کرسیوں پر معمور ہو رہے تھے۔ میں نے Grewal کو coffee پینے کا مشورہ دیا تاکہ وہ کم از کم کچھ وقت کے لئے نشہ سے دور ہو اور کسی سے Sandy's کے متعلق معلومات لیتے ہیں۔

"no, Sir" یہ ممکن نہیں کیونکہ میں جو قیمتی وقت اور کثیر رقم کے تصرف سے اس حالت میں نشہ کی کیفیت سے محظوظ ہو رہا ہوں یہ cup of coffee سے تمام مزہ کرکرا کر دے گا۔ آؤ چلیں یہ علاقہ مجھے مانوس دکھائی دے رہا ہے۔ ہم Sandy's سے بہت زیادہ دور نہیں۔"

اس کا اندازہ بالکل درست تھا۔ کوئی ایک آدھ بلاک چلے ہوں گے کہ ہم نے Sandy's کا neon sign دیکھا۔ میں نے Sandy's میں داخل ہونے سے پہلے ہی Grewal کو مشورہ دیا کہ اپنے آپ پر control رکھو کیونکہ وہاں لکھا ہوا ہے۔

"Rights of admission reserved"

ایک تنومند Negro نے جو نہایت decorated dress میں ملبوس تھا۔ سر پر ایک cap جس کے کنارے پر سرخ رنگ کی دھاری تھی، مودبانہ طریقے سے ہمیں اندر جانے کے لئے کہا کیونکہ Grewal کا پہلے سے یہاں آنا جانا تھا لہذا میں بھی اس کے نقش قدم پر چل دیا۔

ہم لمبی سیڑھیوں سے گزرے جو red-carpetted اور دھیمی روشنی والی bar کے دروازے تک جاتی تھیں۔ bar کا decor اشتعال انگیز سرخ تھا، درخشندہ ستاروں اور چاندی کی بھرمار۔ یہ وہ زمانہ تھا جب Juke-boxes کا رواج عام ہوا کرتا۔ وہاں دو Juke-boxes نصب تھے۔ ایک main lounge میں اور دوسرا ایک نیچی چھت والے بل کھاتے ہوئے لمبے کمرے میں جہاں جگہ جگہ alcoves واقع تھے جن پر نیچے گدے اور فرش پر قالین بچھا دیئے گئے۔ Sandy's کے اس حصہ میں تاریکی کا راج تھا جس میں متواتر مختلف رنگوں کی روشنی کی beams ہر طرف رقصاں تھیں مگر beams کی روشنی اسقدر مدھم کہ صرف قریب بیٹھے کا چہرہ پہچانا جا سکتا۔ وہاں صرف Juke-box کی روشنی ہی قابل ذکر تھی تاکہ لوگ اپنے پسندیدہ records کے titles دیکھ سکیں۔ جب ہم bar میں سے گزر رہے تھے تو ہم نے music کی آواز کی نوعیت کو محسوس نہ کیا لیکن اپنی رو میں وہاں پہنچ گئے جہاں action تھا۔ music کی آواز بہرہ کئے جا رہی تھی۔

وہاں "خوش پوش" barmen ایک لمبی bar کے پیچھے مصروف عمل اور bar کے ساتھ اونچے گدوں والے stools

Marfat.com

پڑے ہوئے تھے۔ waiters یا waitresses گرم جوشی سے جو گاہکوں سے orders لینے میں مصروف تھے ان waiters کی uniform پر چھاتی کی دائیں جانب ایک battery-operated سرخ بتی روشن تھی تاکہ ان کی ہجوم میں شناخت ہو سکے۔

مقامِ حیرت ہے کہ اس Negro کے علاوہ جو کہ ہمیں Sandy's کے دروازہ پر ملا تھا۔ bar کے اندر کوئی دوسرا Negro موجود نہ پایا اور لطف کی بات ہے bar میں ہمیں notice نہ تھا کہ یہ صرف سفید فام لوگوں کے پینے کی جگہ ہے۔ ہم نہ تو سفید اور نہ ہی بلیک۔ ملے جلے ہجوم میں Indians، Indochinese Japanese، Latinos، Latin Americans، Pakistanis اکثریت Middle East کے لوگوں کی تھی۔ یہ کافی مہذب جگہ تھی۔ کئی executives، پہنے bowlers، Mackintosh raincoats، ایک کاؤنٹر پر Bar سے ملحقہ، جہاں نیچے سے آنے والی سیڑھیاں floor تک جاتی تھیں، check-in کرا رہے تھے۔

میرے نزدیک صرف ایک ہی تکلیف دہ صورت حال تھی کہ لوگوں کا تھوڑا سا اچھل رہا تھا مگر یہ تو ایسی جگہوں کا خاصہ واقع ہوتا ہے یہ جگہ ضرورت سے زیادہ ہی بھری ہوئی تھی اور ادھر ادھر راستے چلنے کہنیوں سے کام لینا پڑتا۔

ایک Juke-box کے record سے Frank Sinatra کے گانے کی متواتر آواز آ رہی تھی جس کا مصرعہ تھا
''Mind if I make love to you.''

ہم نے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف گئے مگر وہاں بیٹھنے کی کوئی جگہ دستیاب نہ ہو سکی۔ بالآخر bar کی طرف گئے مگر وہاں بھی کوئی سٹول خالی نہ پایا۔ ہم bar کے اس سرے پر آ کر کھڑے ہوئے جو کہ سیڑھیوں کے قریب تھا۔ Grewal نے Black and Tan کے دو pints پئے مگر میں اس کا منہ ہی دیکھتا رہا اور اس کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کیا۔ ایک pint پینے کے بعد اس نے ختم تو کر دیا مگر دوسرا آدھا pint ہاتھ میں پکڑے اور مجھے ساتھ لئے خوبصورت لڑکیوں کو دیکھتے ہوئے گھومتے رہے۔ اکثر لڑکیوں کے ساتھ ان کے escorts تھے مگر چند ایسی بھی تھیں جو بغیر escorts کے ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔

''ہم غلط جگہ پر ہیں۔ چلو یار bar کے covernous حصہ میں چلیں۔'' میں نے مشورہ دیا۔

ہم وہاں پہنچے تو وہاں بھی بیٹھنے کی جگہ نایاب تھی۔ غالیچہ پر کئی جوڑے اور لڑکیاں بغیر escorts دیواروں کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہم نے دو لڑکیوں کا انتخاب کیا اور ان سے اجازت لیتے ہوئے ان کے قریب جا کر براجمان ہو گئے۔

شراب کی ایک قابل تعریف خصوصیت ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی استطاعت سے ایک آدھ peg زیادہ پی لے تو دل کی بات زبان پر لے آتا ہے جبکہ عام حالات میں وہ دل کی بات کرنے سے اجتناب کرتا ہے۔

Grewal نے اپنے آپ کو اس کے قریب بیٹھی ہوئی لڑکی سے متعارف کرایا تو اس نے جواب دیا

''Oh! آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میرا نام Judy اور میری دوست کا نام Joyce ہے۔'' Joyce مسکرا دی۔

''آپ کونسا drink لینا پسند کریں گی؟'' Grewal نے دعوت دی بعد ازاں میرا تعارف کرایا۔

''شکریہ میں عام طور پر gin and tonic پیتی ہوں اور میری دوست sherry پسند کرتی ہے'' Judy نے جواب دیا۔

اب میں نے waiter یا waitress جس کی red light چمک رہی ہو، کو ڈھونڈنا شروع کر دیا مگر اس قدر ہجوم میں اور مصروف لوگوں میں مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ میں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی bar کی طرف گیا اور اپنے ان نئے ملنے والوں کیلئے drinks لے آیا۔

میں واپس لوٹا تو Grewal نے اپنی باغ و بہار شخصیت سے ان دونوں کو پہلے ہی گرمایا ہوا تھا۔ Judy اور Joyce نہایت دلچسپی سے Grewal کی گفتگو سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ ''یہ ہیں آپ کیلئے۔'' میں نے drinks ان کو پیش کیے۔

''تم بڑے بے لحاظ ہو میرا خیال نہیں رکھا'' Grewal نے ساتھ ہی اپنا خالی pint میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ جب میں دوبارہ bar کی طرف جا رہا تھا تو ایک waitress بے دھیانی میں ٹکرا گئی۔ ہنستے ہوئے معذرت کی اور کہا ''Sir، مجھے بہت افسوس ہے۔ میں بڑی خوشی سے drinks تمہارے پاس میں لے آتی مگر اتنے ہجوم میں ہر وقت ہر جگہ نہیں حاضر ہو سکتی۔''

Marfat.com

"No thank you" اس دفعہ نہیں مگر نہیں یاد رکھنا مہربانی کر کے آپ اس جگہ کو بھول نہیں سکتیں جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے ہیں یونہی میرا سر Juke box کی روشنی میں چمک رہا ہوگا۔"

"یقیناً" اس نے ہسپانوی ہنسی میں کہا۔

میں دونوں ہاتھوں میں Black and Tan کا pint پکڑے بڑی مشکل سے اس ہجوم میں راستہ بناتے ہوئے bar سے میز تک واپس پہنچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ Grewal نے Judy کی گردن کے گرد اپنا بازو ڈال رکھا ہے۔ میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ضرور اپنی چرب زبانی سے انگوٹھا باغ دکھایا ہوگا۔ normal حالات میں وہ مجھ سے بہتر کسی کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا تھا مگر جیسا کہا جاتا ہے "He had a tiger in his tank" اس لئے وہ اس وقت گفتار کا غازی تھا۔

میں Joyce سے اتنا قریب ہو کر بیٹھا کہ اسے سانسوں کی گرمی بھی مجھے محسوس ہو رہی تھی مگر اس نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

"اس جگہ پر شور ہے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اپنے قریب بیٹھے ہوئے کے ساتھ بھی بات اونچی آواز میں کرنی پڑتی ہے خاص طور پر جب کسی دلچسپ موضوع پر بات کرنا ہو تو بڑی دشواری کا سامنا ہوتا ہے تمہارا کیا خیال ہے Joyce" میں نے کہا

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو میں Judy کو کب سے کہہ رہی ہوں کہ چلیں یہاں سے اگرچہ pub-crawling (صفحہ 85) ہمارا پسندیدہ شغل ہے مگر یہ تو گیارہ بجے pubs بند ہونے کا وقت ہے جن میں coffee shop سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہاں پینے پلانے کی جگہ نہیں ہوتی۔"

میرے دماغ میں یکایک شیطان گھس آیا اور کہا یہ دو خوبصورت لڑکیاں جو کہ شراب کی رسیا اور داستانیں سننے کی گرویدہ ہیں ان سے ساتھ چلنے کے بارے میں سوچے تو انہیں مائل (؟) کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ یہ مختلف pubs میں جانے کی عادی ہیں میرا خیال ہے یہ کسی کو پسند کریں یا ان کو کوئی پسند کرے دولت یا جنسی کشش کیلئے اگرچہ وہ جوان اور خوبصورت تھیں۔ ان کا کوئی steady boyfriend ہوگا ہم کو اس کا پتہ نہیں دلچسپ ہوگا۔

میں نے یہاں سے چلنے کی ترغیب دی جبکہ یہ بات Grewal کو ناگوار گزری اور اس نے نہایت ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا میں نے اپنی آنکھ سے اشارہ کیا جسے سمجھنے کی کوشش کی جو اسے فوراً سمجھ میں آ گئی۔ ہم چاروں ابھی ہجوم کے درمیان تھے کہ وہی waitress جس سے میں ٹکرا گیا تھا اس نے کہا۔ "Sir میں تو آپ ہی کی طرف جا رہی تھی"

"شکریہ" Grewal نے جواب دیا۔ "چھوڑ دو رہنے دو"

وہاں کی waitress ایک اور round لے آئی جو ان تینوں نے جلدی سے ختم کر دیا۔ اب ہم exit کی طرف چل دیئے Negro جس کا دروازہ پر کھڑا تھا بڑے مسکین لہجے میں مسکرایا ظاہر ہے وہ tip کی توقع کر رہا تھا۔ Grewal نے پھر change اسے تھما دی۔

"کیا ہمیں taxi کا انتظار کرنا پڑے گا آخر ہم جا کہاں رہے ہیں؟" Judy نے پوچھا۔

"میری اپنی کار تھوڑی مسافت پر کھڑی ہے" Grewal نے جواب دیا اور ان دونوں لڑکیوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔

Nat king Cole

ان دنوں انگلینڈ میں خصوصاً ایشیائی طبقے میں کار رکھنا ایک status symbol ہوا کرتا۔ Grewal ڈرائیونگ سیٹ Judy front seat پر جبکہ Joyee اور میں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟ تمام pubs تو بند ہو چکے ہیں" Judy نے پوچھا۔

"آپ دونوں بڑے محفوظ ہاتھوں میں ہیں۔ میری digs (رہائش) Independent bed-sitting room with kitchenette میں آپ کو دعوت دیتا ہوں۔ bathroom کا دروازہ بھی ساتھ ہی ہے۔ وہاں Scotch موجود ہے۔ میں اس floor پر اکیلا ہی guest ہوں۔ landlady کا بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ وہ اس مکان میں رہائش پذیر نہیں۔ کبھی کبھار جب

Marfat.com

تو چاہیے آ جاتی ہے۔" Grewal نے جواب دیا۔

Joyce اب میری گود میں تھی اور میں اس کی رس بھری چھاتیوں کے نظارے میں کھویا ہوا تھا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ قریباً ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد Grewal نے اپنی کار ایک country house کے دروازے کے باہر کھڑی کر دی۔ وہ گاڑی سے نیچے اترا اور لوہے کی grills سے بنے ہوئے main gate کے دونوں پٹ کھول دیے۔ پھر اپنی سیٹ سنبھالی اور کار کو سیدھا compound کے اندر لے گیا۔ کار تو پارک ہو گئی مگر اب وہ hall کی چابی تلاش کرنے میں مصروف تھا۔ کبھی اپنے trousers کی اس pocket کبھی اس pocket میں ڈھونڈتا۔ اسی طرح jacket کی تلاشی بھی لی لیکن چابی مل ہی نہ رہی تھی۔ میں نے اسے کار کے gloves compartment کو دیکھنے کی ترغیب دی اور keyring وہاں ہماری منتظر پڑی تھی۔ اس نے hall کا دروازہ کھولا ساتھ ہی بائیں طرف کمرے کے دروازے کے handle پر ہاتھ رکھا اور دروازہ کھل گیا کیونکہ وہاں تالا وغیرہ لگایا ہی نہیں گیا تھا۔

Grewal نشے سے مخمور تھا۔ اسے مزید شراب کی ضرورت نہ تھی تاہم اس نے cupboard سے Johnnie Wlaker Red Label کی بوتل برآمد کی اور ایک گلاس بھی جسے تلاش کر لیا۔ دو چھوٹے چھوٹے cups جو کب سے صفائی کے منتظر تھے table پر رکھ دیے البتہ Judy نے دونوں کپ صاف کرنے کی زحمت گوارا کی اور تینوں پیگ بھر دیے۔

اس زمانے میں Grundig tape recorder نئے نئے مارکیٹ میں آئے تھے۔ یہ ہم students میں status symbol سمجھے جاتے تھے۔ Grewal کے کمرے میں موجود تھا۔ اس نے صوفے پر بیٹھے Nat King Cole (ضمیمہ 86) کے گانوں کا tape spool تلاش کرنے کی کوشش کی۔ آخر میں نے بے صبری سے خود ڈھونڈنا شروع کیا۔ وہ نشے میں اتنا مدہوش تھا کہ اس کی توجہ ہی نہ تھی۔ recorder پر ہی ہمارا مطلوبہ spool تھا۔ میں نے جونہی "On" کیا تو میرے پسندیدہ گانے کی دھن کمرے میں بکھر گئی۔

"Sitting by the ocean me how she feel sad

Don't get the money to take me back to Trinidad ....."

Joyce جھومتے ہوئے مجھ پر آ گری اور میں نے اپنے دائیں بازو کا حلقہ تنگ کر لیا اور قریب کر لیا۔

"چند دن ہوئے میں ایک پاکستانی لڑکی سے ملی جو حال ہی میں Queen Elizabeth Medical School میں داخل ہوئی ہے جس کا نام شاہدہ ہے۔" اس نے مجھ سے پوچھا۔ "Joyce تم ہر ہفتے کی رات Union Building میں dance کرنے جاتی ہو وہاں ایک پاکستانی لڑکے کو دیکھا ہے جس کی نشانی shaven-head اور Ph. D کی تیاری کے لیے research کر رہا ہے اور میں نے جواب دیا کہ نہیں دیکھی۔"

پیشتر اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کہیں وہ تمہارا ذکر تو نہیں کر رہی؟"

"ہاں یقیناً وہ میرا ہی حوالہ دے رہی تھی۔ تم نے اپنے ملک پاکستان سے آنے کی خبر ... اور Joyce وہ تمہیں کیسے جانتی ہے؟"

"Judy اور میں اسی سکول کے ہسپتال میں بطور nurses متعین ہیں۔ ہم سب students کو جانتی ہیں۔"

Joyce اور میں جب settee پر بیٹھے راز و نیاز میں مشغول تھے Judy اور Grewal صوفے کے قالین پر بیٹھے محبت کی پینگیں بڑھا رہے تھے۔ کبھی کبھی Grewal مجھے Nat King Cole کا گانا دوبارہ لگانے کو کہتا۔ یہ چونکہ میرا بھی پسندیدہ گانا تھا اگر کوئی اور ہوتا تو میں ان لمحات میں یہ مداخلت برداشت نہ کرتا۔ آخر ہماری شام رات کے ... صبح دم Grewal تو hangover کی وجہ سے شدید سر درد میں مبتلا آہ و زاری میں مصروف تھا جبکہ Judy اس کے پاس بستر پر اس کے واویلا سے بے نیاز اور Joyce بھی اب تک settee پر سو رہی تھی۔ ماسوائے میرے ...

Marfat.com

تھا۔ اگرچہ Grewal نے مجھے کہا کہ سونے سے قبل اسے دو Alka Seltzer tablets پانی میں گھول کر دے دینا۔ یہ effervescent پانی میں شوں شوں کی آواز سے حل ہو جاتیں اور اس پانی کو پینے سے معدے کی تیزابیت ختم ہو جاتی مگر میں ایسا مدہوش ہوا کہ مجھے بھی اس کا احساس ہی نہ رہا۔

صبح جب Grewal بائے بائے کرتے ہوئے اٹھا۔ نجانے کب تک bathroom میں رہا تاہم اسکی الٹیاں کرنے کی آواز نے Judy اور Joyce کو بھی بیدار کر دیا۔ Joyce نے اٹھتے ہی coffee کیلئے پانی گرم کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ Grewal کو پیش کرے مگر میں نے اسے منع کرتے ہوئے کہا "No, Joyce کافی سے کام نہیں چلے گا۔ افاقہ تو ایک دو whisky کے shots سے ممکن ہے اور یہی اس دکھ کا مداوا ہو اسکو Pep up کر دیگا۔"

"وہ hangover کا علاج مزید شراب سے کرنے کیلئے ابھی بہت ناتجربہ کار ہے۔ one shot leads to another ایک کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا اسطرح تو alcholism انسان پر حاوی ہو جاتا ہے۔ میں اپنے ایک چچا کو جانتی ہوں جو کہ ایک نامور کھلاڑی بھی تھے جس پر اس کے fans جان نچھاور کیا کرتے۔ وہ hangover کا اکثر شکار ہو جایا کرتے تھے۔ چند دوستوں نے اس کے پسندیدہ pub میں وہی مشورہ دیا جو تم تجویز کر رہے ہو اب وہ بیچارہ شراب کا غلام ہو گیا ہے۔" Joyce نے اعتراض کیا۔

"black coffee کا ایک cup اس کے اوسان بحال کر دیگا پھر وہ نیم گرم پانی سے wash up کرے۔ no whisky, Joyce نہیں نہیں۔" Judy نے کروٹ بدلتے ہوئے مشورہ دیا۔

اسی کشمکش میں Grewal پھر bed پر دراز ہو گیا۔ اسقدر قے کے باوجود سر درد نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ Judy نے ایک Towel نیم گرم پانی میں بھگویا اور اسے مکمل rubdown کیا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی دنیا میں واپس لوٹا۔

اتوار کا دن ہونے کی وجہ سے کہیں باہر جانے کی کوئی جلدی نہ تھی۔ Joyce اور Judy نے کمرے کی صفائی وغیرہ کی۔ آرام سے brunch (brunch: ناشتہ اور lunch اکٹھا کرنے کا نام) کیا۔ خصوصاً chicken soup نے Grewal کی جان میں جان ڈال دی۔

ان دنوں میں nylon کی drip-dry قمیض کا نیا نیا رواج تھا۔ انہوں نے Grewal کی دو قمیصیں اور ایک قمیض جو میں نے پہن رکھی تھی دھو کر گرم پانی میں hangers پر لٹکا دیں اور نیچے پرانی اخباریں بچھا دیں تاکہ پانی کے قطرے rug پر نہ گریں۔ دوپہر کو ہم Charlton Heston اور Sofia Loren کی movie بنام Ben Hur دیکھنے کے لیے City Centre گئے۔ جب ہم لوگ movie دیکھنے میں مشغول تھے تو ہم سب کی آپس میں understanding ہو گئی کہ Joyce اور Judy آئندہ ہفتہ کی شام کو Union Building میں dance کے وقت ہماری ساتھی ہونگی۔

show ختم ہونے کے بعد Grewal نے انہیں ان کے گھر چھوڑنے کیلئے دعوت دی مگر انہوں نے مہذبانہ انداز میں پیشکش قبول نہ کی اور bus میں بیٹھ کر اپنے گھر واپس جانے کی اجازت چاہی (ضمیمہ 87) لہذا ہم نے انہیں bus stop پر بڑی گرمجوشی سے good bye کیا۔

مرغوں کی تو ٹانگیں ہی نہ تھیں!

میں اب اپنی digs میں جانا چاہتا مگر Grewal اس بات پر بضد کہ میں اس کے ساتھ ہی رہوں۔ وہ اس لئے (ضمیمہ 88) کہ ایک تو اسے کسی کی company درکار تھی اور دوسرے یہ کہ Grewal اور میری body chemistry ایک جیسی تھی۔ عادات و خصائل کے لحاظ سے قدریں اسقدر مشترک کہ ہم ایک دوسرے سے نباہ بھی کر سکتے۔ ویسے بھی اس موضوع پر بات کرنیکا خواہشمند تھا کہ کیوں نہ ہم اکٹھے ہی رہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ Grewal کی رہائش پر landlady کی کوئی رکاوٹ نہ تھی وہ ہر جمعہ کے دن صرف

Marfat.com

کرایہ کی وصولی کے سلسلے میں آتی اور اس مکان کے تمام کمرے independent units تھے۔ مجھے یہ کوئی برا خیال نہ لگا۔ بہر حال میں اس کے ساتھ اس شرط پر راضی ہوا کہ سب سے پہلے boarding اور lodging کا خرچ باقاعدہ آدھا آدھا ہو گا۔ اس طرح شروع سے ہماری دوستی one-way traffic ثابت نہیں ہوگی اور اللہ نے چاہا تو ہمارا مساویانہ طرز عمل ہی دوستی و استواری کو فروغ دینے میں پیش پیش ثابت ہوگا۔

"کیوں وقت ضائع کریں، صبح سوموار کا سورج طلوع ہوگا اور یونیورسٹی میں ہمارا جانا بھی ضروری ہے۔ تمہیں یہ پروگرام دوسرے weekend تک ملتوی کرنا پڑے گا۔ چلو ابھی میری کار میں تمہارا سامان لاتے ہیں" Grewal نے کہا۔

"دوست بڑا نیک خیال ہے" میں نے جھٹ کہہ دیا۔

اس کی کار میں اپنی رہائش Speedwell Road پہنچ گیا۔ landlady کو میں نے اپنا کرایہ advance ادا کر دیا ہوا تھا۔ Grewal نے میرا سامان اٹھانے میں مدد کی اور ہم اکٹھے Grewal کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ اس نے میرا سامان وغیرہ درست کرنے میں بھی میری مدد کی۔ اب اس نے Benny Goodman جو Jazz کا مشہور clarinet بجانے والا تھا کی spool ٹیپ ریکارڈر پر لگا دی۔ اس دور میں دیگر مشہور Jazz ماہرین کے نام بھی سنتے چلیں: Count Basie, Duke Ellington, Glenn Miller, Tommy Dorsey, Billie Holiday, Ella Fitzgerald, Sarah Vaughan, Lou Rawls, Ray Charles, Louis Armstrong and Mel Torme اور خوب پانی ابال کر coffee کا ڈبہ لئے میرے پاس آ گیا۔ عجیب اتفاق کہ ہم دونوں نہ تو sugar اور نہ ہی milk استعمال کرتے تھے۔ گویا sugar اور milk کے تردد کا کون متحمل ہو سکتا تھا۔ نجانے کب نیند کی وادی میں پہنچ گئے۔

کئی مہینوں تک ہمارا معمول رہا۔ شام کا کھانا Joyce اور Judy کے ساتھ ہر ہفتہ Union Building میں dance وغیرہ اور پھر رات رنگ رلیوں میں مشغول۔ اتوار کی صبح حسب معمول ان دونوں لڑکیوں کا ہمارے کمرے میں آ جانا، بات چیت وغیرہ دن ڈھلے تک، brunch کے بعد City Centre میں matinee شو اور bus stop پر ان کو الوداع کہنا۔

ایک روز اتوار کی صبح Grewal نہا کر بال بکھرائے کمرے میں داخل ہوا۔

"بال بکھرے ہوئے حال پریشاں ساقی
اب تماشہ سر بازار بنے بیٹھے ہیں"

میں نے کہا "یہ یا طرفہ تماشہ ہے، تمہیں اس طرح بال خشک کرنے میں صدیاں لگ جاتی ہیں۔ جلدی کرو۔ گھڑی کی طرف دیکھو، فوراً تیار ہو۔"

شروعات میں تو اس نے ٹال مٹول سے کام لیا مگر میری یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی "دیکھو میں تمہارے ساتھ نہیں جاتا یہ گند اٹھائے ہوئے"۔ بمشکل وہ اس پر راضی ہوا اور بالآخر "گنڈا" کرا دی۔ جب Grewal ہندوستان سے انگلینڈ آیا تو اس نے سر کے بال منڈوا رکھے تھے اور اسی حالت میں وہ زاہدوں کے حصے چلا کرتا مگر بعد میں کچھ بال رکھ لئے۔

Grewal جو Electrical Engineering میں graduate course کے لئے صرف University میں Classes attend کرتا اور کبھی کبھار practical lab کرتا۔ اس کے پاس University سے باہر کی مصروفیت کے لئے کافی وقت تھا۔ اس کے برعکس میرے معمولات مختلف تھے۔ صبح آٹھ بجے سے رات گئے تک میں research کے لئے lab میں مصروف رہتا۔ صرف فرصت کے لمحات تھے تو صبح 10 بجے coffee کے لئے lunch کے لئے پھر coffee اور شام کھانے کے لئے یہ میری سوموار سے جمعہ تک اور ہفتہ دوپہر تک کی routine تھی۔ میں وقت کا کام مرتب ہونے کے خلاف تھا۔

Grewal اور میں دن کو بمشکل ایک دفعہ ملتے جبکہ رات والا معاملہ یقینی امر تھا۔ اگرچہ ہماری رہائش گاہ میں کھانا پکانے کی سہولیات میسر تھیں لیکن ہم نے کبھی کھانا پکانے کا تردد نہ کیا ماسوائے صبح کے breakfast اور weekend پر انڈے وغیرہ تیار کرنے کے۔ چند دنوں کے لئے نور زمان (ضمیمہ 89) ہمارے پاس ٹھہرنے کے لئے آ گیا۔ اس نے ہماری ایک ہندوستانی ...

Marfat.com

ملاقات گراں ہوا۔ اپنے grocery store کو فروغ دینے کا خواہاں تھا اور گھروں میں delivery شروع کر رکھی تھی۔ اس لئے ٹیلیفون پر احکامات لیتا اشیاء خوردنی دروازے پر پہنچوا دیتا۔

میں نے ہر دفعہ اس کو chicken لانے کے لئے کہا تا کہ میں پاکستانی طرز پر پکا سکوں۔ اگرچہ میرا پہلے اس قسم کے کھانے پکانے کا تجربہ نہ تھا سوائے انڈے boil یا fry کرنے کے لیکن اپنے دیس کے کھانے کی خواہش نے میرے اندر ہلچل مچا رکھی تھی۔

ہفتے کا دن تھا۔ میں معمول کے خلاف یونیورسٹی نہ گیا (ہفتے کے روز صرف نصف دن کیلئے یونیورسٹی جایا کرتا) اس grocer کو ٹیلیفون پر خاص ہدایات دیں کہ دو مرغے صاف کر کے بھجوا دو۔ تاکہ میں پاکستانی طرز پر پکا سکوں۔ اگرچہ میرا پہلے اس قسم کے کھانے پکانے میں تجربہ نہ تھا سوائے انڈے کو ابالنے یا فرائی کرنے کے لیکن اپنے دیس کے کھانے کی خواہش نے میرے اندر ہلچل مچا رکھی تھی۔ تقریباً دس بجے دن Uganda کا ایک طالبعلم بنام Ben جو کہ میڈیکل کالج میں پڑھا کرتا اور اوپر والی منزل پر رہائش پذیر تھا نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور کہا "باہر دروازے کے سامنے ایک grocery bag جس پر تمہارا نام لکھا ہوا تھا میں لے آیا ہوں"۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ چند منٹ کی گپ شپ کے بعد وہ چلا گیا۔

بڑی بیتابی سے میں نے بیگ کو کھولنے کی بجائے الٹا کر چھوڑ دیا اور دو مرغے پروں سمیت میرا منہ چڑھا رہے تھے اور ٹانگیں غائب تھیں۔ ان کو صاف کرنا میرے لئے مشکل مرحلہ تھا جبکہ بھوک سے میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ غصے سے میرے منہ سے بدزبانی کی پچکاری شروع ہوئی کیونکہ اس بیوقوف grocer کو واضح الفاظ میں کہا گیا تھا کہ مرغوں کو صاف کر کے بھیج دینا لیکن اس نے میری ہدایت کے برعکس کیا۔ ٹیلیفون پر اس کی خوب درگت بنائی۔ مثالی دشنام طرازی اور مغلظات سے نوازا۔ اپنا غصہ ٹیلیفون کے auricular cradle پر پٹخ کر نکالا۔ اسی اثناء میں نورزمان اور Grewal میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ مجھے بڑی سوچ میں غلطاں اور غمگین صورت دیکھ کر نہایت پریشانی کے عالم میں پوچھنے لگے:

"کیا بات ہے؟ ذرا مسکراؤ!" اور اسی دوران ایک انگریزی گانے کا مکھڑا سنایا۔

"Wrap your troubles in dreams
And dream your troubles away"

(اپنی پریشانیوں کو خوابوں میں لپیٹ دو اور خوابوں میں اپنی پریشانیوں کو دور کر دو)

"کوئی خاص پریشانی کی بات نہیں البتہ بھوک سے بیہوش ہوا جاتا ہوں۔ Grewal وہ سکھ grocer جو تمہارا ہم وطن ہے اور جس کی گذشتہ دنوں تم سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے خاص طور پر ہدایت دی کہ chickens کو صاف کر کے بھیجنا مگر اس نے بغیر صفائی اور پروں سمیت بھیج دیئے ہیں۔ اب پریشان ہوں کہ ان کا صاف کرنا میرے بس کا روگ نہیں۔"

"فکر Don't۔ تم یوں کرو ان کی چاروں ٹانگیں کاٹ لو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور پروں کے ساتھ باقی chickens کو garbage can میں پھینک دو۔ صرف ٹانگوں کو fry کر لو بچے یہ کام چٹکی میں ہو جائیگا" نورزمان نے مجھے مشورہ دیا۔

اس تجویز سے دل کو لگی میں نے فوراً چاروں ٹانگیں کاٹ کر fry کر ڈالیں اور دونوں مرغ پروں سمیت بغیر ٹانگوں کے بڑے garbage can میں پھینک دیئے۔ اگرچہ Grewal اور نورزمان پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے لیکن کھانے کی خوشبو کی کشش میں ایک آدھ ٹانگ پر ہاتھ صاف کر لیا۔ میرا ارادہ اس قسم کی dish کھانے کا نہ تھا بلکہ میرے ذہن میں تو مرغ کڑاہی کا تصور میرے اعصاب پر سوار تھا۔ صفائی والا عملہ ہفتہ میں تین بار آیا کرتا اور اب اس عملہ نے سوموار کو آنا تھا۔ اس کا مطلب یہ کہ چار عدد بغیر ٹانگوں کے مرغ garbege can میں ہی پڑے رہیں گے۔

landlady حسب معمول کرایہ وصول کرنے کیلئے ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے دن آیا کرتی۔ گذشتہ جمعہ کو تو نہ آسکی مگر سوموار کے دن خلاف توقع آن پہنچی۔ جب نے اس کو کیا سوجھی اس نے garbage can کا ڈھکنا اٹھایا۔ چار مرغ بغیر ٹانگوں کے دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے اور بے اختیار چیخنا چلانا شروع کر دیا" جادو ٹونہ، عجیب و غریب رسومات، ان کی جادوگری کے عوامل میری

Marfat.com

ناک کے سامنے! مجھے بتایا گیا تھا کہ Indians اور Africans ایسی ذہنیت کے حامل اور توہم پرستی کی وجہ سے غیر انسانی حرکات کرتے ہیں مگر ایسی مذموم حرکات انہیں اپنے ملک کے ہاتھوں میں کرنی چاہئیں۔ بے وقوف جو پولیس کو بلا لے!"

garbage can ہال کے دروازے کے باہر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ تم لوگ ہمارے دروازے پر غلاظت ... جوتی Uganda کے Negro نے ہال کا دروازہ کھولا۔ بیچاری بڑھیا جو پہلے ہی بہت خوف زدہ تھی۔ اب اس Negro کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ ہم اسے اٹھا کر living-room میں لے آئے اور صوفہ پر آرام سے لٹا دیا۔ پھر G P (General Practitioner) جو کہ عام طور پر انگلینڈ میں عام ڈاکٹر ہی کو کہا جاتا ہے، کو ٹیلیفون کیا۔

G P کے آنے سے پہلے اگرچہ وہ ہوش میں آ گئی اور حسی ساکت آنکھوں سے مکمل سکتے کی حالت میں مرے ... دیکھ رہی تھی جیسی اس کیفیت کو کسی نے نہ سمجھا البتہ ڈاکٹر نے پہنچتے ہی بڑھیا کو tranquillizer کا Injection دیا اور تھوڑی دیر بعد وہ آرام سے سو گئی۔ میں نے G.P کو سارا واقعہ من و عن سنایا تو اس نے مشورہ دیا "Madam عمر رسیدہ ... ہے اور یہ واقعہ ایک عرصہ تک اس کے ذہن پر سوار رہنے کا امکان ہے۔ تمہارا یہاں رہنا اس کو ہمیشہ یہ واقعہ یاد دلاتا رہے گا اور اس کی مزید طبیعت بگڑنے کا اندیشہ ہے۔"

یہ بات قرین قیاس تھی ہم اس سے متفق ہو گئے۔ اس وقت University چلے گئے البتہ واپسی پر اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے پر ایک نوٹ ملا جس پر landlady کے دستخط اور لکھا تھا "مہربانی سے جتنی جلدی ہو رہائش خالی کر دو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

اسی شام ہم نے اپنا سامان اٹھا لیا۔ Grewal کی کار میں ڈالا اور کسی نامعلوم رہائش کی تلاش میں ... مگر ... میں بیٹھ کر اپنی رہائش کو چلا گیا البتہ مجھے قیمتی مشورہ مفت میں دے کر ممنون کر دیا۔

Paterson Mrs.

Grewal کار چلا رہا تھا میں نے اسے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ہم چند روز بیٹے زاہد کے ہاں قیام کر لیں لیکن اس نے کسی وجہ سے میری اس تجویز پر دھیان نہ دیا اور گاڑی کو رواں دواں رکھا۔

Grewal اس Brimingham شہر سے بخوبی آشنا تھا۔ پچھلے دو سال اور اس کے graduate ہونے میں باقی تھے۔ شام کے کوئی سات بجے کا عمل ہوگا میں بھوک سے نڈھال ہوا جا رہا تھا لہٰذا میں نے اسے کہیں گاڑی روکنے کی ترغیب دی تاکہ ہم کوئی کھانا تو کھا لیں۔ جہاں تک کھانے پینے کے عمل کا تعلق ہے میں کئی سالوں سے اوقات کی پابندی پر کاربند ہوں۔ ناشتہ چھ اور سات بجے کے درمیان lunch قریب 12:30 بجے اور supper تقریباً چھ بجے شام۔ اگر کسی وجہ سے ایسا نہ کر پاؤں تو نڈھال ہو جاتا ہوں اور میرے سوچنے سمجھنے کی قوت بھی مفقود ہو جاتی ہے۔

میرا خیال تھا کہ ہم کسی جگہ آرام و سکون سے بیٹھ کر کھانا کھائیں اور اپنی نئی رہائش کے متعلق گفتگو بھی ہو ... اور بیشتر ہم لوگ ذہنی طور پر تیار نہ تھے۔ Grewal نے اپنی کار Continental Cafe کے باہر ... صرف snacks ہی دستیاب تھے اور یہ ہال میری سوچ سے بڑھ کر تھا۔

مجھے ... میں اس کے پیچھے چل دیا۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد میں floor پر ایک خالی booth نظر آیا جس میں چار کرسیاں اور ایک میز لگا ہوا تھا۔ میں نے اپنے لئے chicken sandwiches اور black coffee کا order دیا۔ Grewal نے apple pie اور black coffee لانے کو کہا۔ اپنے خالی معدے کو بھرنے کے بعد میں قدرے ہوش میں آیا۔ چونکہ ہم نے bill کی ادائیگی کر دی ہوئی تھی لیکن میں نے موجودہ صورت حال کی strategy پر غور کرنے کے لیے مزید ... چونکہ ہم نے جذبات میں اپنی digs کو یکدم چھوڑا مگر حالات کی سنگینی کو پس پشت ڈال دیا کہ شام سات بجے فوری طور پر رہائش تلاش کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ British Council سے مدد لینا ممکن نہ تھا کیونکہ office hours کب کے ختم ہو چکے تھے تاہم social activities کے لئے اوپر والی منزل رات 10 بجے تک کھلی رہا کرتی لیکن رہائش سے متعلق بات چیت ...

Marfat.com

سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ یہ سوچ کر میں نے ایک waitress کو بلایا اور اس سے رہائش کیلئے معلومات لینا چاہیں۔

"ہاں ایک کمرہ ملنے کی امید کی جا سکتی ہے اگر آپ لوگ Montaigue Road تشریف لے جائیں اور Mrs. Paterson سے متعلق پوچھیں۔ یہ مکان بہت بڑا ہے تقریباً ہمیشہ ایک آدھ کمرہ خالی، بہت آرام دہ جگہ، خصوصاً سہولیات کیلئے آپ اپنے دوستوں کو جب بھی چاہیں digs میں لے جا سکتے ہیں۔ parties وغیرہ کرنے کی بھی کوئی پابندی نہیں البتہ کرایہ قدرے زیادہ ہو گا۔ landlady خود تو وہاں نہیں رہتی البتہ اس کی maid، Mrs. Paterson گھر کی نگرانی پر مامور ہو گی۔ کرایہ وصول کرنا بھی اسی کی ذمے ہے۔ بڑی زندہ دل، جوان لڑکی اور ان لڑکیوں کی طرح جو شراب پینا اور dance کرنا پسند کرتی ہیں۔ ایک دفعہ میں بھی اسکے ہاں گئی جو فرد سب سے پہلے اس پارٹی میں شامل ہوا وہ Mrs. Paterson اور آخری بھی وہی تھی۔"

ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیر معمولی tip دے ڈالی۔ 8-Montaigue Road کی جانب کار کا رخ کر لیا۔ جونہی Grewal نے curb کیساتھ گاڑی کو کھڑا کیا تو مکان کے اندر سے ایک لڑکی نے غالباً کار کے پہیوں کی چرچراہٹ سن لی اور جھانکا۔ یہ مطلوبہ نمبر ہونے پر تھا۔ Grewal کی یکلخت brake لگانے کی وجہ سے ہم miss کرنے ہی والے تھے۔ میں کار سے باہر نکلا۔ مکان کے دروازے کے buzzer کو push کیا۔ وہی جوان چنچل، ہنس مکھ لڑکی جس نے کھڑکی سے جھانکا تھا دروازہ کھولا۔ "میں آپ لوگوں کیلئے کیا کر سکتی ہوں؟" پیشتر اسکے کہ میں Good evening کہہ سکتا اس نے پوچھ لیا۔

"میرا دوست اور میں ایک studio یا Independent flat کی تلاش میں ہیں۔ ہم دونوں برمنگھم یونیورسٹی کے طالب علم ہیں۔ میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ رہائش تلاش کرنے کا یہ مناسب وقت نہیں مگر حالات نے ہمیں مجبور کر دیا ہے۔"

"یہ مختلف باتوں میں سے ایک بہانہ ہے۔ آپ کو کس نے اس گھر کا پتہ دیا ہے؟" وہ جاننا چاہتی تھی۔

"Continental Cafe جہاں تھوڑی دیر پہلے ہم نے snack لیا۔ وہیں سے ایک waitress نے ادھر بھیجا ہے۔"

"یقیناً وہ چھوٹے قد کی Hazel ہوگی جس کی آنکھیں اور لمبے، لمبے کالے بال۔"

"ہاں تم نے ٹھیک اندازہ لگایا۔"

"وہ یہاں کے رہنے والے lodgers کی اچھی دوست، بہت ملنسار، کسی سے بھی نہ نہیں کہتی۔ وہ parties میں جانے والی لڑکی، میں اسے اچھی طرح سے جانتی ہوں۔ تو اس وقت میرے پاس دو single کمرے دوسری منزل پر خالی ہیں مگر پرسوں دو کمروں والا ایک flat کچن اور باتھ روم کے ساتھ خالی ہونے کا امکان ہے۔"

"آپکی بڑی مہربانی ہم اسی قسم کی رہائش کی تلاش میں تھے۔ وقتی طور پر دو single rooms ہی کافی ہیں آخر کار ایک آدھ دن کی بات ہے جب وہ فلیٹ جس کا آپ نے ذکر کیا، خالی ہو جائے گا۔ By the way گھر کے اوقات کیا ہیں؟"

"oh, no یہاں وقت کی کوئی پابندی نہیں۔ آپ جب چاہیں آئیں، جائیں بلاشبہ یہاں کا کرایہ زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ کا یہ حق بنتا ہے جس طرح چاہیں خوش رہیں۔ کوئی پابندی نہیں البتہ آواز اس قدر بلند نہ ہو کہ پڑوسی بیزار ہو جائیں۔ اب مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کا سامان اٹھانے میں مدد کروں۔"

"نہیں شکریہ آپ تکلیف نہ کریں ہم سامان خود ہی اٹھا کر لے آتے ہیں بس آپ ہمیں کمرے دکھا دیں۔"

میں کار کی طرف پلٹا اور Grewal کو بتایا ہم کسقدر خوش قسمت ہیں کہ ہمیں خواہش کے مطابق جگہ مل گئی۔

ہم اپنا سامان لیکر اوپر والی منزل پر گئے اور Mrs. Paterson نے ہمیں ہمارے رہائشی کمرے دکھائے۔ میں نے وہ کمرہ پسند کیا جو سیڑھیوں کے پاس اور Grewal کا کمرہ میرے کمرے سے دو کمرے دور واقع تھا۔ اس نے ہمیں چار چابیاں دیں۔ دو hall کے دروازے کی اور دو main gate کی۔ کار کو باہر curb کیساتھ کھڑی کیا جانا تھا جہاں دیگر کاریں کھڑی تھیں جیسا کہ اب لازمی تھا میں نے اسے کرایہ کیلئے پوچھا۔ "نہیں ابھی اس کے متعلق فکر نہ کریں یہ محض ایک دو دنوں کیلئے عارضی بندوبست

Marfat.com

ہے جب تمہیں flat مل جائیگا تو بات ہو جائیگی۔"

یہ بڑی غیر متوقع بات تھی کیونکہ جن انگریزوں سے میرا واسطہ پڑا خصوصاً landladies کیلئے یہ بات ترجیحات میں سرفہرست شامل ہے۔

میں رات بھر خوب سویا۔ معمول کے مطابق جلدی اٹھ کر یونیورسٹی چلا گیا۔

Hot-water bottle: ہفتہ میں دو دفعہ Grewal کی کلاس صبح آٹھ بجے ہوا کرتی اور وہ مجھے lift دیا کرتے ورنہ مجھے بس میں ہی سفر کرنا پڑتا۔ بس سروس کا تو کوئی جواب ہی نہیں یکے بعد دیگرے اور وقت کی پابند!

دو دن گزر گئے مگر تا حال مطلوبہ فلیٹ خالی نہ ہوا۔ میں نے Mrs. Paterson سے اسکی وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ lodger لندن گیا ہوا تھا اور پروگرام کے مطابق ابھی تک نہیں لوٹا۔ میرے استفسار پر اس نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا۔ میں نے اسے کہا کہ جلدی کی کوئی ضرورت نہیں آخر کار وہ فلیٹ ہم کو مل ہی جائیگا۔

آئندہ اتوار کے روز ایک dental surgeon جو کہ Kenya کا رہنے والا اور exchange پروگرام پر انگلینڈ آیا ہوا تھا اس نے تمام گھر والوں اور باہر سے کئی لوگوں کو اپنے studio میں جو کہ تیسری منزل پر تھا party کیلئے دعوت دی۔ party بھی اتوار کی رات کو جبکہ اکثر اوقات parties ہفتہ کی شام کو ہوا کرتیں تا کہ اتوار کو کام پر جانے کی ضرورت نہ پیش آسکے۔

Grewal اور میں سب سے پہلے party میں پہنچ گئے۔ ہمارے بعد Mrs. Paterson عمدہ لباس پہنے بن ٹھن کے بس میں سامنے سے آتی ہوئی دکھائی دی۔

dental surgeon جس کا نام کوفی "عقیل"، Kenya کی نہایت high family سے تعلق رکھتا۔ اس نے مختلف قسم کی Scotch، gin، sherry وغیرہ وغیرہ اور ایک draught beer کی barrel بھی رکھی ہوئی تھی۔

اس کے پاس مشہور Ella Fitzgerald (American Negro lady singer) کے albums کی لائبریری تھی۔ وہ phonograph کے بٹنوں کو چھیڑ رہا تھا تاکہ میوزک شروع کیا جائے۔ ان دنوں میں Jazz کی craze تھی۔ اس surgeon کے پاس جاز کے موسیقار مثلاً Louis Armstrong، Benny Goodman، Duke Ellington وغیرہ کے albums بھی موجود تھے۔

اس نے اپنی مدد آپ کرنے کا اشارہ دیا۔ Mrs Paterson نے آدھا گلاس sherry کا بھر لیا۔ میں نے Grewal کیلئے Black & tan کا ایک pint بھر دیا مگر Grewal نے اسے ہٹا دیا اور "Scotch on the Rocks" کو ترجیح دی۔ چند لمحوں بعد دیگر مہمان آنا شروع ہو گئے جن میں اکثریت couples کی تھی چند ایک اکیلی بھی تھیں۔ جب house full ہو چکا تھا اگرچہ یہ studio کافی standard سے غیر معمولی طور پر کشادہ تھا۔ [illegible] Mrs Paterson [illegible] کھڑا ہونا پڑا اور چند مہمان ہال میں قالین پر براجمان ہو گئے۔

ایک couple نے Jive شروع کیا۔ پھر کیا تھا کوئی دو پیالہ شراب پانی کی طرح بہائی جا رہی تھی۔ وقت گزرنے پر لوگ ایک دوسرے کی بانہوں میں کسے پیار محبت کی سرگوشیوں میں مصروف ہو گئے۔ Mrs Paterson معذرت کر کے party سے غائب ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑی tray جس پر کافی مقدار میں sandwiches اور peanuts تھے اٹھائے مسکراتی ہوئی لوٹ آئی۔ beer کے زیادہ پینے سے میں کوئی درد محسوس نہیں کر رہا تھا۔ مگر خوبصورت لڑکیوں کا پیچھا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جیسا کہ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"قدم قدم پہ جنوں اختیار کرتے تھے
شباب تھا تو ستارے شمار کرتے تھے"

یہاں تک کہ ایک خوبصورت لڑکی اپنے partner سے چپک کر dance کر رہی تھی مگر میں نے اسکے partner سے معذرت کر کے

Marfat.com

کی زندگی سے چند لمحات مستعار لئے۔ یہ سب پتہ اس لئے ہوا کہ میری نبض تھی اور اللہ بالی طبیعت محفل کی جان بنی ہوئی تھی۔

Grewal بری طرح شراب سے مدہوش ہو چکا تھا۔ Mrs Paterson اور میں نے بمشکل اس کو bed پر لٹایا۔ میں نے خوب جی بھر کر dance کیا بلکہ "دھمال" ڈالا۔ نہ جانے پارٹی کب تک جاری رہی لیکن میں تھکاوٹ کی وجہ سے کوئی دو بجے بستر پر گھوڑے بیچ کر سو گیا۔

مجھے bathroom جانے کی حاجت محسوس ہوئی تو میرے جسم نے بستر سے اٹھنے کی معذرت چاہی۔ بستر میں پاؤں کی طرف کمبل کے اندر ایک rubber کی hot water بوتل پڑی ہوئی تھی۔ اس دور میں اکثر انگریزوں کے گھروں میں heating system نہیں تھا۔ landladies یا caretakers گھروں میں رہنے والوں کیلئے گرم پانی کی بوتل بستر کے اندر کمبل کے نیچے رکھ دیتی تھیں۔ جب کوئی سردی کے موسم میں گھر لوٹے تو اسے بستر گرم ملے۔ اب وہ لوگ اور دن کہاں۔ ہاں! اور یہ بھی یاد رہے کہ بوتل میں کھولتا ہوا گرم پانی ڈالا نہیں جاتا بلکہ چونکہ بوتل میں گرم ہوا کیلئے خالی رکھی جاتی۔ میں نے بوتل کا stopper کھولا پھر یہ تو بوتل میں ہی پیشاب کر دیا اور پھر یہ بھول ہی گیا کہ بعد میں stopper کو replace بھی کرنا ہے۔

صبح میں اٹھ بیٹھا تو دیکھا تو bedsheet پیشاب سے بھیگی ہوئی تھی یہاں تک کہ mattress تک بھی پیشاب جذب ہو گیا۔ مجھے چونکہ یونیورسٹی جانے کی جلدی اور پہلے ہی دیر ہو چکی تھی چنانچہ میں جلدی سے نہا دھو کر یونیورسٹی کو جانے والی بس پکڑنے کیلئے چل دیا۔ Grewal کو کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ بات اس کی سمجھ میں نہ آتی۔ میں نے سوچا کہ چونکہ معاملہ اتنی جلدی میں نہیں ہوا ہوگا ۔۔۔ شاید بستر کو صاف کر دے گا۔

میں یونیورسٹی اپنی lab میں پہنچ گیا۔ میرا ضمیر مجھے متواتر ملامت کرتا رہا کہ اگر Mrs Paterson کو پتہ چل گیا اور Grewal نے میرا بستر ٹھیک نہ کیا تو digs چھوڑنا پڑے گا۔ کوئی گیارہ بجے department کی سیکرٹری Jackie نے میری lab کے دروازہ پر دستک دی اور کہا کہ تمہارا ٹیلیفون ہے۔ میں Jackie کے کمرے میں گیا تاکہ وہ میری گفتگو نہ سن سکے اس نے پہلے ہی سے بھانپ لیا اور باہر چلی گئی اور دروازہ بند کر دیا۔

Mrs. Paterson نے ٹیلیفون پر کہا کیونکہ جب وہ بستر درست کرنے گئی تو اسے پتہ چل گیا۔ " Mr. Nasir what did you do ?"

"What did I do Mrs Paterson" میں نے اپنی مذموم حرکت کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"That. that. mess. ... "

"I don't understand" میں نے جواب دیا کہ کچھ ہوا ہی نہیں!

"Bedsheet .... Mattress ... "

" Please Mrs. Paterson make it clear "

" Hot-water bottle foul smell." she replied

اب میرے دماغ میں یہ بات کہاں سے آ گئی اور اچانک ہی میں نے کہہ ڈالی:

" Oh. Mrs. Paterson after the WW II the quality of the rubber is not that good as it once used to be. With hot water inside at times it emits very disagreeable smell."

" Oh . I am sorry I understand." اس نے جواب دیا۔

میرے گھر واپس لوٹنے پر Grewal تو موجود نہیں تھا۔ حیرانگی کی بات ہے۔ جب Mrs. Paterson سے ملا تو مسکرا رہی تھی اور اس سے زیادہ حیران کن امر تھا کہ وہ میری وضاحت سے قائل ہوئی اور درگزر کر دی۔ ویسے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی وہ میرے دلائل سے متفق ہوئی یا اپنی فراخدلی کا اظہار کیا۔ میرا خیال ہے کہ Mrs. Paterson اچھی طرح میری

Marfat.com

حیرت کی بات تھی کہ میں نے stopper کو replace نہیں کیا مگر وہ موضوع پیچھے نے سے قاصر رہی۔ انگریزوں سے زیادہ یہ بات ہے! میرا بستر بدل دیا گیا اور دوسری bootle کمبل کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔

میں نے Grewal کو یہ واقعہ سنایا تو اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا۔

''Jerry, you crazy or something''

میں نے دوبارہ اس کو داستان سنائی مگر اسے پھر بھی یقین نہ آیا۔

یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس دور میں انگریز لوگ جن طالب علموں سے نام ادا کرنا مشکل ہوتا تھا انہیں کسی nickname سے مخاطب کرتے۔ اسی طرح Grewal (Gurmohan Singh) اس نے اپنے نام کا مخفف Gur Grewal کر دیا) کو 'Charlie' اور مجھے Jerry (Pir Nasiruddaula) کہہ کر پکارا کرتے۔ اب بھی میرے کئی پرانے دوست مجھے Jerry کہہ کر ہی نہیں بلکہ خط و کتابت میں بھی یہی nickname چلتا ہے۔

کھوپڑی کی اُڑان !

راقم کو برمنگھم میں ایک دلچسپ شخصیت ''حافظ صاحب'' سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جناب کشمیر کے رہنے والے تھے کوئی 35 سال کی عمر ہوگی آزاد کشمیر کے باشندے برمنگھم میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ تعلیم و تربیت سے نابلد مگر خوش پوشاک سنہری چشمہ لگائے مستعد اور تعلیم یافتہ لوگوں میں خصوصاً weekend پر social circles میں حصہ لیتے۔ آپ کی عادت تھی۔ گفتگو ہمیشہ دوسروں کو سننے پر ترجیح دیا کرتے۔

حافظ صاحب کے ایک خصوصی طرز عمل سے روشناس کرانا دلچسپی سے خالی نہیں۔ وہ کیا ان کے سر کے گیسو زیادہ تر اوقات سنوارنے اور ان کی دیکھ بھال میں مستعدی سے مصروف پائے گئے جو منشیوں میں موضوع سخن ''کسی'' پر تبصرہ ہوا جیسا کہ عموماً انگلینڈ کے بااخلاق معاشرے میں ''ٹنگ لوبنا'' یعنی کسی کی ذاتیات میں دخل در معقولات معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ بات آئی گئی ہوئی۔ ایک دن میرے قریبی دوست نور زمان نے کہا ''Jerry حافظ صاحب نے وگ لگا رکھی ہے کیونکہ قدرتی بال اس حد تک نفاست سے سیٹ نہیں رہ سکتے۔ ان کے بالوں پر نہ آندھی اثر انداز اور نہ ہی طوفان کچھ بگاڑ سکتا ہے۔''

''چھوڑو چھوڑو ان باتوں کو یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ کیا ضرورت ہے کسی کا راز افشا کرنے کی۔''

حسن اتفاق حافظ صاحب اور میں ایک long weekend پر Edinburgh گئے جہاں ایک ہوٹل کے کمرے میں اکٹھے ٹھہرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے سوتے وقت باتھ روم میں لباس تبدیل کیا اور nightgown پہنے باتھ روم سے تولیہ سے سر ڈھانپ کر بستر پر آ کر بیٹھ گئے۔

''حافظ صاحب! مجھے نیند نے سونے پر مجبور کر دیا ہے۔ آپ بھی آرام کریں مگر یہ تولیہ باتھ روم سے آپ کیوں لے آئے؟ صبح جلدی اٹھنا ہے۔''

انہوں نے کان متوجہ کر دیا دراصل میری متجسس طبیعت کے لیے پیراب نور زمان کی وگ سے متعلق بات کی بازگشت ذہن پر حاوی ہوئی۔ میں نے کمبل اوڑھ کر حافظ صاحب کو شب بخیر کہا اور سوتا بن گیا۔ کافی دیر گزر جانے کے باوجود حافظ صاحب نے بتی گل نہ کی شاید ان کی محتاط طبع پر یقین نہ تھی کہ واقعی میں گہری نیند کی آغوش میں چلا گیا ہوں۔ آخرکار گہری نیند کا تاثر دے کر کروٹ بدلا جب میں نے کمبل کی اوٹ سے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا تو حافظ صاحب نے وگ اتار دی اور کنگھی کی ''ٹنڈ'' نمودار ہوئی گیا اور کنگھی کی بال منتشر ہونے سے بچانے کے لیے تولیہ سے ڈھانپ لیا۔ میں صبح اٹھنے کا عادی ہوں مگر وہ مجھ سے پہلے ہی جاگ اٹھے۔ تب سے اپنی زلفوں کو سنوار بن ٹھن کر تیار ہوئے بیٹھے۔ میں نے کنگھا کا تذکرہ ضروری نہ سمجھا البتہ میرے اندر کی دلی بے تابی و بےقراری نے اپنے حصار میں لے رکھا تھا کہ کس طرح اپنی پہلی فرصت میں نور زمان سے ملوں اور اُسے متعلق اُس کے خیال کی تحقیق و تصدیق اور دریافت سے روشناس کراؤں۔ بہرحال واپس برمنگھم پہنچے تو نور زمان سے ملاقات پر میں نے اس کو جھاڑی کے متعلق بتا دیا اور یہ بات [illegible]

Marfat.com

طرح چہار سو پھیل گئی۔

ایک دفعہ برمنگھم میں حافظ صاحب موٹر سائیکل پر کہیں اڑے جا رہے تھے تو حادثہ پیش آ گیا۔ پولیس پیٹرول اُدھر آ نکلی۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ موٹر سائیکل تو سڑک کے کنارے ''کھڈ'' میں، جبکہ ایک پولیس آفیسر کو سڑک پر ایک کھوپڑی دوڑتی نظر آئی۔ وہ فوراً اس کے پیچھے بھاگ کھڑا ہوا اور کھوپڑی کو جا پکڑا تو منکشف ہوا کہ یہ کھوپڑی نہیں بلکہ وگ ہے۔ جب واپس جائے وقوعہ پر پہنچا تو جناب زخموں سے نڈھال پڑے تھے مگر اس حالت کے باوجود سر پر تولیہ رکھنا نہیں بھولے۔

ایک موقع پر حافظ صاحب نے مجھے کہا ''Jerrry مجھے بھی British Council لے چلو۔''

''کیوں نہیں! آئندہ ہفتے کے دن پانچ بجے British Council کے سامنے آ جانا'' ہم یار لوگ اکثر وہاں اکٹھے ہوتے اور پھر شام تفریح کرنے کے لئے کہیں کا پروگرام بناتے جو کہ اکثر یونیورسٹی کی Union Building ہوا کرتی جہاں ڈانس وغیرہ ہوتے۔ Union میں بھی British Council کی طرح جو لوگ یونیورسٹی کے students نہ ہوتے نہیں جا سکتے تھے البتہ گیٹ پر attendant سے اجازت لے کر مہمان کے طور پر جانے کے مجاز تھے۔

نورزمان کو حافظ صاحب کی کھوپڑی اڑنے کا واقعہ میں نے پہلے ہی سنا دیا اور یہ بھی بتایا تھا کہ ہفتے کے روز انکو British Council میں لے جانا ہے۔ اسی اثناء میں مجھے ایک شرارت سوجھی میں نے نورزمان سے کہا کہ بس میری ''ہاں میں ہاں'' ملاتے جانا

''Jerry آخر کوئی ایسی بات ہے؟'' نورزمان نے بے قراری سے پوچھا۔

''بس جیسے کہوں ''ہاں میں ہاں ملاتے جانا پھر تماشہ دیکھنا۔

نورزمان اور میں بس سے اتر کر ابھی سڑک کراس کر ہی رہے تھے کہ حافظ صاحب British Council کے سامنے کھڑے پائے گئے۔ خیر میں نے حافظ صاحب کا نام و پتہ visitors' book میں درج کیا اور ہم تینوں سیڑھیاں طے کرتے ہوئے میٹنگ روم میں جا پہنچے۔ ایک کونے میں چار کرسیاں خالی دیکھ کر وہاں بیٹھ گئے۔ ادھر اُدھر کی باتیں شروع ہوئیں تو میں نے نورزمان سے پوچھا ''کیا یہ نسخہ استعمال میں لا رہے ہو؟'' (نورزمان کے سر کے بال قدرے کم ہو رہے تھے)

''ہاں، تو؟''

''فائدہ تو ضرور ہوا ہوگا کیونکہ یہ نسخہ مجرب ہے میں نے ایک French اخبار میں پڑھا تھا۔'' (حالانکہ میں اس وقت French نہیں جانتا تھا)

''ہاں'' اس نے بڑے وثوق سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''سر کے بال گرنے تو رک گئے ہوں گے!''

''Jerry کمال ہو گیا ہے ٹھیک پانچویں دن جیسے کہ تم نے کہا تھا۔''

حافظ صاحب بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے مگر میں نے جان بوجھ کر ان کی طرف دھیان نہ دیا۔

''نئے بال نکلنے شروع ہو گئے یا نہیں؟''

''پھوٹ پڑے۔''

''پیش نظر رہے کہ اخبارات زیادہ سے زیادہ پرانے ہوں جتنے پرانے اخبارات ملیں اسی قدر موثر ثابت ہوں گے۔''

''میں تو بڑی مشکل سے پرانے اخبارات تلاش کرتا رہتا ہوں۔ مختلف دوستوں کو کہہ رکھا ہے جو باقاعدگی سے اخبارات خریدتے ہیں۔''

''ایک اور بات، اخبارات کو زیادہ دو کیا کرنے سے گریز کیا جائے۔ رات سونے کے وقت سے صبح اٹھنے تک ہیں ایسی غلطی نہ کرنا کہ وہ اخبارات دوبارہ استعمال میں لائے جائیں۔''

''نہیں بالکل نہیں ہر شام fresh اخبارات استعمال کرتا ہوں۔''

میں نے چپ سادھ لی اور حافظ صاحب کا reaction دیکھنے لگا۔ نورزمان نے نہر سویز پر انگریزوں کے حملے کا تذکرہ

Marfat.com

پھیر دیا۔ حافظ صاحب تجسس بے چینی سے فزوں تر ہو رہے تھے۔ وہ پریشان تھے کہ کس طرح نسخے کے استعمال سے واقفیت ہو۔ نور زمان کی بات کاٹتے ہوئے گویا ہوئے ”Excuse me، نور زمان ترکیب کیسے استعمال کرتے ہو؟ کیونکہ میرا ایک نہایت عزیز دوست بالکل گنجا ہے اور اسے انتہائی complex کا شکار ہے“ حافظ صاحب نے پوچھا۔

”Jerry کو ترکیب استعمال کا زیادہ صحیح علم ہے کیونکہ اس نے ہی مجھے یہ عمل بتایا تھا اور اب میں اپنی دنیا میں آ گیا ہوں۔ Jerry ذرا ترکیب استعمال حافظ صاحب کو بتا دو۔ آخر ہمارے دوستوں میں سے ایک ہیں۔“

”حافظ صاحب! ہر کس و ناکس کو یہ نسخہ نہ بتاتے پھرنا“ میں نے تاکید کی۔

”ہرگز نہیں صرف میرا وہی دوست گنجا ہے“ جناب نے وضع داری برقرار رکھتے ہوئے وضاحت کی۔

”تو سنیے! پرانے سے پرانے اخبارات اکٹھے کر جائیں۔“

”کس زبان کے ہوں؟“

”بس صرف انگلش۔“

”انگلش کے کئی اخبارات ہیں۔“ (کیونکہ موصوف جاہل تھے)

”کوئی سا اخبار مگر انگلش کا ہونا ضروری ہے۔“ حالانکہ میں نے کہا تھا کہ ایک فرنچ اخبار میں نسخہ پڑھا تھا اور حافظ صاحب کو فرنچ اخبارات تلاش کرنے میں کافی دقت پیش آ گئی۔

”تو پھر؟“

”اخبار کے چار صفحات کو پانی سے گیلا کرنا ہے۔“

”وہ کس طرح؟“

”صفحات کو فرش پر بچھا دو اور پانی کے چھینٹے مارتے رہیے۔ حتیٰ کہ گیلے ہو جائیں۔“

”گرم یا ٹھنڈے پانی سے؟“

”نیم گرم اور یاد رکھیے پانی میں اوراق کو ڈبونا نہیں۔ بالکل نہیں بس چھینٹے مارنے ہیں اور پھر رات کو سر پر اس طرح چپکانے ہیں کہ تمام سر اور پیشانی cover ہو جائیں البتہ کان باہر رہیں پھر دھاگے سے تو کورا لینا ضروری ہے۔ سوتے وقت سر پر تکیہ یا کوئی دیگر اوراق کے اوپر دھر رکھنا۔ صبح اٹھ کر یہ اوراق پھینکے اور دوسری رات کو وہی عمل دہرانا ہے مگر دیگر اوراق سے۔“ میں نے کہا تھا۔

”نہانا وغیرہ تو نہیں؟“

”ہاں ضرور نہائیے اگر جی چاہے مگر اس وقت جب عمل سے فارغ ہو جاؤ۔“

”یہ عمل کتنے روز جاری رکھنا ہے؟“

”نور زمان کا کام پانچ دنوں میں مکمل ہو گیا اس لئے کہ نور زمان تو معمولی گنجا ہے البتہ آپ اپنے دوست سے کہیں کہ 35 روز تک یہ عمل دہرائے اور فرنچ اخبار میں یہی لکھا تھا“ میں نے سنجیدگی برقرار رکھی۔

اس کے بعد ہم نے حافظ صاحب کو Union Building میں متعارف کرایا مگر ان کی حرکات و سکنات سے معلوم ہوتا تھا کہ صاحب نسخے کے استعمال کیلئے بے چین ہو رہے ہیں لہذا معذرت کر کے جانا چاہا۔ ہم انہیں دروازہ تک چھوڑنے آئے اور ازاں بعد خود بھی باہر آ چلے گئے کیونکہ ہم نے Union میں جانا تھا جب حافظ صاحب جانے لگے تو میں نے کہا۔

”کاہے بگاہے ہمیں نسخے کے اثر کے متعلق بتاتے رہیے گا۔“

”Jerry تمہیں کیا ترکیب سوجھی ہے؟“ نور زمان کھلکھلا کر ہنس دیا۔

کوئی سات دن کے بعد ہمیں اپنے ایک دوست سرفراز (ضمیمہ 90) نے مجھے یونیورسٹی آ کر بتایا کہ حافظ صاحب وقت Cadbury Chocolate Factory کا سامنا ہے اور میرے ساتھ کام پر بھی نہیں آتے۔

Marfat.com

عدالت

حسب عادت یونیورسٹی میں اپنے labcoat کی جیب میں loose change رکھ لیتا جو کہ میں کافی اور snack پینے استعمال میں لاتا۔ lunch کے وقت labcoat اتار کر اپنے cubicle میں لٹکا دیتا اور جیکٹ پہن کر Union Building یا Refactory میں کھانے پینے چلا جایا کرتا۔

چند ماہ کے بعد مجھے احساس ہوا کہ کوئی شخص میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر labcoat کی جیب سے change نکال لیتا ہے جو کوئی بھی یہ حرکت کرتا زیادہ سے زیادہ اس سے کافی یا light snack لے سکتا تھا۔ شروعات میں تو مجھے اپنے آپ پر بھی یقین نہ آیا کہ شاید یہ میرا وہم ہو۔ ایک دن lunch کے لیے جاتے وقت میں نے change گنتی کے بعد labcoat کی جیب میں رکھا۔ جس کی مالیت 32 شلنگ تھی اپنی واپسی پر جب میں نے سکوں کا شمار کیا تو صرف تین شلنگ کم تھے اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ جو بھی یہ حرکت کیا کرتا تھا اپنی وقتی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے جبکہ اس کا مقصد کوئی چوری نہیں تھا۔

دس بجے کے قریب ڈیپارٹمنٹ کا Academic Staff، پروفیسر، سیکرٹری اور ریسرچ کرنے والے سٹوڈنٹس ڈیپارٹمنٹ میں labcoats میں کافی یا چائے وغیرہ پیا کرتے۔ کچھ عرصے کے بعد ڈیپارٹمنٹ کی بجائے میں نے refactory میں کافی پینا شروع کر دی۔ اپنا labcoat اتار کر cubicle میں لٹکا دیتا اور جیکٹ پہن لیتا۔ میرا کوئی پندرہ منٹ کے قریب وقت لگتا جب میں واپس آتا تو کچھ پیسے میرے labcoat کی نیچے والی دائیں پاکٹ سے غائب ہوتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی ڈیپارٹمنٹ کا ہی آدمی ہے۔ کسی کی اس حرکت پر میری تشویش بڑھ گئی۔

میں نے اپنے سپروائزر سے بات کی۔ پہلے تو اسے اس بات کا یقین نہ آیا بڑے بحث مباحثے کے بعد میں نے اس کو قائل کر لیا یہ واقعی چوری ہو رہی ہے۔ وہ قائل تو ہو گیا مگر اس کے خیال کے مطابق یہ کوئی ضرور تمہارے ہی ہم وطنوں میں سے ہوگا (انڈین پاکستانی) جو کبھی کبھی میرے cubicle میں آیا کرتے۔ چنانچہ اس نے بڑے بھاری دل سے پولیس کو اطلاع دینے کا فیصلہ کیا۔

ایک دن دو detectives جو کہ سادہ کپڑوں میں ملبوس میرے cubicle میں آئے اور کئی قسم کے مخمانہ نوعیت کے سوالات کئے۔ تب انہوں نے تمام سکوں کو نشان لگائے اور میرے کوٹ کی اس دائیں پاکٹ میں پھر سے رکھ دیئے۔ اس کے بعد کسی قسم کا luminiscent پاؤڈر میرے labcoat کی پاکٹ میں چھڑکا۔ پاؤڈر کسی کے ہاتھوں کو ایک دفعہ لگ جائے تو ہاتھوں کو دھونے کے باوجود بھی چپکا رہتا ہے۔ یہ ایک بے رنگ پاؤڈر جو بظاہر نظر نہ آتا تھا۔ وہ دونوں چلے گئے اور میں Union Building میں lunch کیلئے پہنچ گیا اور حسب معمول کھانا کھانے کے بعد یار دوستوں سے گفتگو کرنے کے بعد واپس لوٹا۔

کوئی ایک بجے کے قریب جب ڈیپارٹمنٹ کا تمام عملہ کھانا کھانے کے بعد دوبارہ واپس آیا تو ان دو detectives نے ڈیپارٹمنٹ کی laboratory girls سے کہا کہ وہ ان کے ہاتھ باہر دھوپ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ایک دیہاتی قسم کی لڑکی جو کہ حال ہی میں ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہوئی جال میں پھنس گئی کیونکہ اس کے ہاتھ پر مذکورہ بالا پاؤڈر نے دھوپ میں چمکنا شروع کر دیا جس سے انہوں نے چند سکے جو کہ میرے labcoat سے چوری کئے گئے تھے بھی برآمد کر لئے۔

پاکستان میں اگر کوئی اس قسم کا واقع رونما ہوتا تو رپورٹر میرے پیچھے پڑ جاتے اور اخبارات والے خوب مرچ مصالحہ لگا کر خبر شائع کرتے لیکن برمنگھم میں صرف ایک مقامی اخبار نے دو، تین سطور کی یہ خبر شائع کی۔ بعد میں ایک Senior Staff member Dr Finlayson کو اور مجھے کورٹ میں بلایا گیا۔ کسی نے ہم سے کوئی سوال نہ پوچھا، ہم آرام سے بیٹھے رہے جبکہ وہ چور لڑکی بھی موجود تھی۔ کورٹ نے اس کی پوری فائل کے مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ لڑکی پہلے ایسی حرکات کی مرتکب ہو چکی ہے جب وہ پہلے ایک dentist کے پاس کام کیا کرتی۔ اس کو یونیورسٹی سے فارغ جبکہ میرا خیال ہے اسکو probation پر رہا کر دیا گیا۔ کئی ایشیائی سٹوڈنٹس کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ pubs اور British Council میں کئی ہفتوں تک موضوع بنا رہا۔

Marfat.com

اور Grewal کی شادی ہوگئی

اکثر اوقات راقم اور Grewal اتوار کی شام بر منگھم Continental Cafe میں snack لینے کیلئے جایا کرتے۔ وہاں ایک مناسب بدن کی انگریز waitress ہمیں ہمیشہ serve کیا کرتی۔ اگر چہ اس کی ڈیوٹی وہاں کسی دوسرے سیکشن میں ہوتی تو بھی وہ بھاگتی بھاگتی اور خوشی کے اظہار کے ساتھ ہمارے ٹیبل پر آجاتی۔ Grewal کا اس waitress سے ساتھ چاہت کا رنگ نمایاں ہو گیا اور متعدد بار پارٹیوں میں اسے مدعو بھی کیا۔

شروعات میں دونوں کے درمیان رغبت کی چنگاری تھی۔ وہ محبت کے ایک شعلے کے روپ میں بھڑک اٹھی۔ بالآخر دونوں محبت کے پھندے میں بری طرح جکڑے گئے۔ اس لڑکی نے ہمارے فلیٹ پر تقریباً ہر ہفتے کی رات Grewal کا بچھونا بنانے کا معمول بنا لیا اور میں "بیچارا" جب تک جاگتا رہتا ان کی خدمت بجا لاتا۔

بقول ایک پنجابی شاعر

"بیرے کی جیہڑی دوستو! اوہ سیدا ٹیڑا اے گیا
میں وی خدا دا رہ گیا، میں وی خدا دا رہ گیا"

محبت پروان چڑھی اور ان دونوں محبت کے متوالوں نے شادی رچالی جس میں بھی وہ خدمت کا راس کا best man (شہ بالا) تھا۔

Grewal تو گریجویشن کرنے کے بعد سوئٹزرلینڈ اپنی بیوی کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے چلا گیا اب میں فلیٹ کا سب تاج بادشاہ تھا اور میں نے جیسا چاہا ویسا کیا مگر اخراجات کا بوجھ کچھ زیادہ تھا۔ میں نے ابا جی کو خط لکھا انہوں نے جواب دیا کہ Manchester جا کر میر عبدالغنی صاحب کے بھتیجے سے جتنے چاہو پونڈ لے لیا کرو۔ چچا صاحب اس رقم کے بدلے پاکستان میں ادائیگی کردیا کرتے۔ یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں قطع نظر اس کے کہ پاکستان میں چاہے کوئی کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہوتا پاکستانی قانون کے مطابق انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنیوالے کو صرف چالیس پونڈ مہینہ ہی بھیجے جاسکتے تھے۔

Grewal کی جس لڑکی کے ساتھ شادی ہوئی اس کا نام Pamela تھا مگر ہم دوست احباب پیار سے اسے Pam کہا کرتے۔ ایک مدت مجھے Grewal کی کوئی خبر نہ ملی (تفصیل پیش لفظ اور اسی کتاب میں ملاحظہ فرمائیں) Grewal کے ہاں Pam سے ایک لڑکا تولد ہوا جس کا نام Warren ہے۔ Pam نے Grewal سے طلاق لینے کے بعد کسی اور سے شادی کر لی۔ تقریباً 30 سال کا عرصہ ہوا وہ Puerto Rico میں اپنے خاوند اور بیٹے Warren کے ساتھ رہ رہی ہے۔

جہاں تک Grewal کا تعلق ہے اس نے ایک Scandanavian لڑکی Gretschen سے شادی کر لی اس میں سے کوئی اولاد نہیں وہ اب Louisiana, USA میں پروفیسر ہے۔

میں نے انگلینڈ میں steady girl friend رکھنے کی کبھی ضرورت محسوس نہ کی۔

دھند (Fog)

1957 جب راقم انگلینڈ میں Ph. D. کی ڈگری کیلئے ریسرچ کر رہا تھا تو دستور کے مطابق انگلینڈ میں اس ڈگری کے حصول کیلئے کورس وغیرہ نہ ہوا کرتے۔ صرف لیبارٹری میں ریسرچ کرنا ہی مقصود تھا جس میں وقت کی کوئی قدغن نہیں تھی یہاں تک کہ بعض اوقات رات گئے تجربات کرنے کیلئے لیبارٹری میں کام کرنا ضروری ہوتا نیز چھٹیوں کی بھی کوئی پابندی نہیں اس کے برعکس U.S.A. میں Ph. D. کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے ریسرچ اور کلاسیں بھی ضروری ہیں جن کا بعد میں امتحان کا مرحلہ آتا ہے۔

اس زمانے میں سردیوں کے موسم میں اکثر دھند کا نزول یقینی امر تھا اور باقاعدہ ریڈیو پر بذریعہ پولیس اعلان کیا جاتا کہ دھند گہری ہونے کا خدشہ اور ٹریفک حادثات کا احتمال ہے لہذا ہر کوئی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے۔ خدانخواستہ اگر دھند میں کوئی راستہ بھٹک جائے تو منزل مقصود تک رسائی قسمت سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

میرے ڈیپارٹمنٹ کے basement میں تجربات کرنے کیلئے animal houses بنے ہوئے تھے اور میری ریسرچ

لیے بھی ایک مخصوص animal house تھا جہاں میں pigeons، Guinea pigs اور mice پر parasites کے تجربات کیا کرتا۔ سارے کمرے کے فرش پر پرالی بچھائی گئی تھی۔ باہر شدید برف باری ہو رہی ہوتی مگر اندر دھند اور شدید سردی کی وجہ سے اپنے animal house میں گرمی کی وجہ سے وہیں سو جایا کرتا۔ بہر حال اس ضمن میں سردست عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ animal house میں رکھے گئے جانوروں پر تجربات کے سلسلے میں R.S.P.C.A (Royal Society for Prevention of Cruelty to Animals) سے اجازت لینا لازمی امر تھا تاکہ جانوروں کو کہیں غیر معمولی اذیت سے دوچار ہونے کا احتمال نہ رہے۔

فرصت کے لمحات میں Union Building میں چلا جاتا جہاں ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں۔ Union میں بیشتر ممالک کے سٹوڈنٹس کے لیے سٹوڈنٹس سوسائٹیوں کے علیحدہ علیحدہ کمرے تھے جہاں دفتر سے متعلقہ کام کیا جانا قرار پایا تھا۔ Pakistan Students Society کے لیے بھی ایک کمرہ ہوا کرتا۔ اس موقع پر مشرقی پاکستان کے طلباء نے علیحدہ کمرے کے تقاضہ پر جھگڑا کھڑا کر دیا اور نوبت مشرقی اور مغربی پاکستان کے سٹوڈنٹس کے درمیان ہاتھا پائی تک پہنچ گئی، چنانچہ یونین کے حکام نے متنازعہ فریقین کے تنازعے کیلئے صرف ایک کمرہ دینے کا ہی فیصلہ کیا کہ ایک ملک کیلئے دو کمرے نہیں دیئے جا سکتے۔

جاڑوں کا موسم تھا اور بہت دھند ہو رہی تھی۔ ایک شام میں نے ریڈیو پر اعلان سنا کہ دھند پڑنے کے نمایاں آثار ہیں۔ میں نے اپنی لیبارٹری جو کہ ڈیپارٹمنٹ کی پہلی منزل پر تھی اس کی شیشے والی کھڑکی سے باہر جھانکا تو اندھیرا تو تھا ہی مگر دھند وغیرہ بالکل نہ تھی۔ میں *Cercaria* (ضمیمہ 91) کے Excretorzy system اپنی microscope کی مدد سے slide پر study کر رہا تھا۔ یہ سسٹم چونکہ osmoregulatory ہونے کی وجہ سے صرف زندہ *Cercaria* میں ہی study کیا جا سکتا ہے تو مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ وقت کافی گزر چکا ہے۔ میں نے اپنا chester اوڑھا اور scarf کو گلے کے ارد گرد لپیٹا اور اپنا پائپ سلگا کر باہر آیا۔ دھند تو تھی مگر اتنی زیادہ بھی نہیں کہ نظر نہ آ سکے۔ جونہی یونیورسٹی کے مین گیٹ سے باہر نکلا۔ ابھی کیمپس میں ہی تھا کہ یکلخت دھند کا ایسا ریلا وارد ہوا اور غبار چھا گیا کہ مجھے سوائے اپنے وجود کے کچھ نظر نہ آ رہا تھا جبکہ میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ مجھے مین روڈ پر واقع Lloyds Bank کی برانچ تک جانا پڑتا جہاں سے مجھے بس ملنے کا امکان ہوتا۔ Lloyds Bank کے قریب ایک Zebra crossing جس کے دونوں طرف سڑک کے آر پار پیلے رنگ کی lights چھوٹے چھوٹے کھمبوں پر نصب تھیں مگر مجھے کچھ نظر نہ آ رہا تھا۔ سوچا کہیں یونہی نہ لوٹ جاؤں۔ واپس لوٹنے پر چلتا گیا مگر بلڈنگ تو کیا مین گیٹ ہی کہیں نہ پایا۔

کئی چکر مختلف سمتوں میں لگائے لیکن کہیں روشنی یا کوئی شخص اور کار وغیرہ نظر نہ آئی۔ دھند تھی کہ لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اپنی wrist watch سے وقت دیکھنا چاہا کچھ دکھائی نہ دیا۔ اب میرے اعصاب پر گھبراہٹ طاری ہو چکی تھی۔ چلتے چلتے ٹانگیں شل اور زبردست تھکن کا احساس ہونے لگا۔ اندازہ تھا کہ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوں۔ ایسے میں مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا۔ قرآن پاک کی جتنی آیات ازبر تھیں پڑھنا شروع کر دیں اور اسی طرح ناد علی کا ورد تواتر سے کرنے لگا۔ بار بار ماچس کو جلا کر پائپ سلگاتا۔ بالآخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ماچس کی چند تیلیاں ہی باقی رہ گئیں۔ اب میں نے بلند آواز سے مدد کیلئے پکارنا شروع کر دیا۔ جیسا کہ مصائب و آلام میں فطرت انسانی ہے وعدے کئے کہ یا اللہ مجھے صرف ایک دفعہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دے۔ میں فلاں، فلاں بری مذموم حرکات سے توبہ کرتا ہوں اور اجتناب کرونگا۔ ہمت جواب دے گئی سردی کا احساس بھی ختم ہو گیا۔ میں نے اپنی والدہ مرحومہ کو شدت سے یاد کیا۔ اسی اثنا میں چلتے چلتے اچانک ایک دیوار حائل ہوئی۔ میں دیوار کو ٹٹولتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ ابھی تھوڑا فاصلہ ہی چلا تھا کہ یکلخت دیوار ختم ہوئی۔ یہ دیوار دائیں ہاتھ کی جانب تھی۔ دیوار کے سہارے میں اندر داخل ہو گیا۔ تھوڑے فاصلہ پر دیوار دائیں جانب مڑ گئی اور میں بھی چند گز کے فاصلہ پر۔ اسی دیوار پر ایک شیشے کا دروازہ جس کے اندر روشنی تھی۔ عجیب اتفاق ہے یہ تو میرے ہی ڈیپارٹمنٹ کا دروازہ جس سے میں باہر نکلا تھا۔ اپنے trousers کی بائیں جیب سے چابیاں برآمد کیں، تالا کھولا اور جونہی اندر داخل ہوا خود بخود میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا۔ خدا کا شکر کیا کہ زندہ اپنی لیبارٹری تک پہنچ گیا۔ کلائی گھڑی کو دیکھا تو 12:47 کا وقت تھا۔ اپنے cubicle میں داخل ہوا chester اتارا اسی طرح جیکٹ بھی اتار دی۔ پائپ اور ہیٹ ڈیسک پر رکھا پھر

Marfat.com

labcoat پہن کر animal house میں گیا اور فرش پر بچھی ہوئی پرالی پر دراز ہو گیا۔ یہ جگہ خوب گرم تھی۔ بمشکل تھوڑی نیند لی اور اپنے cubicle میں واپس آ کر ریسرچ میں مصروف ہو گیا۔ صبح دم جب janitor آیا تو حیرت زدہ ہو گیا کہ میں اتنی سویرے cubicle میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی داستان الم سنائی تو اس نے کہا:

"You are bloody well out of your mind. Don't you know people get lost in fog and sametimes come to grief."

میرا خیال تھا۔ janitor نے ڈیپارٹمنٹ کے دیگر لوگوں کو میرے واقعے کے متعلق بتایا ہوگا مگر جب میں دس بجے کے قریب کافی روم میں گیا تو کسی نے کوئی سوال نہ کیا۔ ہو سکتا ہے اوروں کو میرے واقعے کا علم ہو تاہم کسی نے پتہ نہ پوچھا۔

اسی ضمن میں دھند کا ایک اور واقعہ پاکستان میں بھی پیش آیا۔ 27 دسمبر 2001 کی شام کو گجرات سے فرنٹ سیٹ پر مسٹر شاہد، Toyota Cressida کار کی پچھلی سیٹ پر بائیں جانب میں اور میرے دائیں ہاتھ کی طرف مسز شاہد گجرات سے شادی میں شرکت کے لیے 115 کلومیٹر کے فاصلے پر لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی تو فضا میں دھند چھا گئی۔ گجرات سے کوئی بیس میل کے فاصلے پر جب وزیر آباد bypass سے دوبارہ جی ٹی روڈ کو join کیا تو اتنی دھند تھی کہ سامنے کوئی چند میٹر تک بھی نظر نہ آ رہا تھا مگر ہم چونکہ شادی میں شرکت کرنے کے لیے مصمم ارادہ کیے ہوئے تھے۔ ہمارے پیچھے بھی کئی اور گاڑیاں اسی طرح ہمارے آگے بھی جو لاہور کی طرف جا رہی تھیں۔ کسی کار والے کو جرات نہ ہوتی کہ اگلی کار والوں کو ایک رستہ دے۔ ایک موقع ایسا آیا کہ ہماری کار سے دوسری کار کی بیک لائیٹ بمشکل نظر آتی۔ اتفاق سے گوجرانوالہ شہر پہنچنے سے پہلے ایک بڑی ویگن نے ہماری کار والوں کو راستہ دیا جس کی پچھلی دھند والی لائٹس تھیں اور اسی روشنی کے سہارے ہمارا ڈرائیور نثار عباس آرام سکون سے گاڑی کو معمولی سپیڈ سے چلاتا رہا کیونکہ ویگن کا ڈرائیور کوئی جلدی میں تھا بدقسمتی سے کالا شاہ کاکو ایک مقام جو کہ لاہور سے تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے وہاں ویگن بڑی تیز رفتاری سے دوسری کاروں والوں کو ایک طرف کرتی ہوئی نکل گئی اور ہم پھر اسی مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ بعض کار والے کبھی ایک جانب ہٹ کر رستے پھر بھی آہستہ آہستہ کسی کار کے پیچھے لگا لیتے مگر یہ مرحلہ نہایت دشوار اور خطرناک تھا۔ خیر و عافیت سے ہم چیونٹی کی رفتار سے منزل مقصود پر شادی گھر پہنچ ہی گئے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ ساری دھند آج ہی پڑ گئی ہے۔

شادی کے پنڈال میں بھی ہر طرف دھند کا چرچا عام تھا۔ کئی لوگ تو لاہور کے ہی رہنے والے دھند کی وجہ سے نہ پہنچ سکے۔ آخر کار بارات میں شرکت کی اور کھانا وغیرہ کھانے کے بعد ہم نے کوئی ایک بجے کے قریب واپس آنے کا فیصلہ کیا۔ ہمارے میزبان نجیب اختر صاحب نے کہا کہ آپ کے بیٹے بھی تھوڑی دیر بعد واپس جا رہے ہیں کیونکہ انہوں نے صبح دفتر جانا ہے تین چار گاڑیاں اکٹھی چلی جائیں تو بہتر ہوگا مگر ان کے بیٹوں کا پروگرام کافی دیر بعد کا تھا لہذا ہم کوئی ایک بجے کے قریب شادی گھر سے واپس گجرات کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی علامہ اقبال ٹاؤن اور یونیورسٹی کی دیوار کے درمیان جو سڑک تھی اس پر پہنچے ہی تھے کہ راستہ بھول گئے کیونکہ دھند کی وجہ سے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک موٹر سائیکل والا آہستہ رفتار میں ہمارے پاس سے گزرا تو ہم نے اس سے گجرات جانے والی سڑک کے بارے میں پوچھا۔ راستہ تو اس نے بتا دیا تو نثار عباس نے کار کو اسی راستے پر ڈال دیا۔ کافی دیر لاہور کی سڑکوں پر گاڑی دوڑانے کے بعد مسز شاہد نے اچانک ڈرائیور کو گاڑی روکنے کا اشارہ کیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا:

''پیر صاحب! یہ جگہ کچھ مانوس سی لگتی ہے۔'' جب بائیں ہاتھ نظر دوڑائی تو ہم چاروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کیونکہ تقریباً آدھا لاہور گھوم پھر کر دوبارہ شادی والے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔ گاڑی کے اندر کی لائٹ کو On کیا اور ہم سب ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ خاموشی کا یہ سلسلہ مسز شاہد نے قہقہہ لگا کر توڑا۔

دوبارہ عازم سفر ہوئے۔ ابھی بات چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ پھر دھند میں کھو گئے۔ اسی اثنا میں ایک کار والے صاحب سڑک کے پاس گاڑی سے اتر کر کھڑے cellular پر گفتگو کر رہے تھے۔ شاید وہ بھی دھند میں ہی رستہ بھول چکے تھے۔ ہم نے ان سے گجرات کی طرف جانے والے راستے کے بارے میں پوچھا۔ وہ صاحب نہایت تہذیب یافتہ تھے انہوں نے cellular پر بات بند کر دی اور راستہ سمجھانے کی کوشش کی۔

Marfat.com

خدا خدا کرکے ہم راوی پل کے پاس پہنچے تو ایک اور ہماری طرح کا بھولا بھٹکا موٹر سائیکل والا ہم سے آگے نکل گیا۔ ڈرائیور نے اس کا پیچھا شروع کر دیا تا کہ موٹر سائیکل کی غیر معمولی رفتار کے پیچھے جا سکے۔ ڈرائیور موٹر سائیکل والے کا بے سبب رفتاری سے پیچھا کرتا چلا گیا۔ پتہ تب چلا جب ہم غلط راستے پر ریلوے لائنوں کے tracks میں گھس گئے۔ گجرات کی سڑک پتہ نہیں کہاں کی کہاں رہ گئی تھی مگر ہم تنگ آ کر ریلوے لائنوں میں نہایت مایوسی کے عالم میں دوبارہ گاڑی کو back کیا اور اللہ کا نام لیکر تھوڑا سا دور اس کے ساتھ والی سڑک پر گاڑی کو آہستہ آہستہ چلانا شروع کر دیا۔ ہماری خوش قسمتی کہ یہی جی۔ٹی روڈ جو کہ گجرات کی طرف آتی تھی حالانکہ ہم چاروں کا یہ خیال تھا کہ یہ سڑک واپس لاہور کی طرف جا رہی ہے۔ تھوڑے دور ہی گئے ہوں گے کہ ایک کشمیر والوں کی fog لائٹ والی گاڑی بڑی تیز رفتاری سے ہمیں کراس کر گئی اور ہم اس کے پیچھے ہو گئے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ گاڑی بھی اور کاروں والوں کو نیک کرتی ہوئی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور ہم پھر اندھیرے میں ہاتھ مروڑتے رہ گئے لیکن گاڑی کا ڈرائیور تھوڑی رفتار میں چلائے جا رہا تھا۔

دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک پچھلی قسم کی ویگن جس کے پیچھے بلی کی ایک ہی سرخ لائٹ لگی ہوئی تھی مگر وہ تیز گاڑی دوڑائے جا رہا تھا۔ اس کے سامنے کاروں کی لائٹ وغیرہ تو شاید نظر ہی نہ آتی ہو اور ہم بھی اس کے پیچھے پیچھے تیز رفتاری سے رواں دواں تھے۔ چونکہ یہ جگنو کا کام دے رہا تھا اس لئے اس کا نام جگنو ہی رکھ دیا۔ جب بھی یہ گاڑی ہم سے تھوڑا اوجھل ہوتی تو ہم شور مچا دیتے کہ (ڈرائیور) جلدی کرو یہ جگنو بڑے کام کا ہے اور یہی ہمیں ہماری منزل پر جلدی پہنچا سکتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک جگہ پر رک گیا جب وہ مسافروں کو اتار رہا تھا تو ہم نے اس سے حیرانگی سے سوال کیا ''کمال ہے پیچھے ایک ہی سرخ بتی ہے اور آگے بھی کوئی روشنی نہیں مگر ڈرائیور صاحب اتنے اندھیرے میں راستے کا پتہ کیسے چل رہا ہے اور کس تیز رفتاری سے چلے جا رہے ہو؟''

اس کا جواب تھا ''یہ میرا روزمرہ کا کام ہے اور اس میں ایک راز بھی ہے۔ ہم چاروں کے اصرار پر اس نے بتایا کہ دھند کے وقت بھی روڈ دھند میں گاڑی کی لائٹیں ہمیشہ تھوڑی روشنی کی ہونی چاہئیں۔ مطلب یہ کہ دھند میں لائٹ جتنی کم ہو راستہ اتنا زیادہ نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے میں اتنی شدید دھند کے باوجود اپنے معمول کے مطابق تیز رفتاری سے آ رہا ہوں۔'' یہ تو تھی اس کی فلاسفی اب آپ ہی فیصلہ کریں۔

اس جگہ سے دینہ والے کا سفر بڑا ہولناک تھا جہاں سے گجرات کوئی تقریباً 48 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ کرتا کیا نہ کرتا ہم نے اپنا سفر جاری رکھا لیکن وہی چیونٹی کی رفتار اور اب ہمیں کوئی جگنو نہ ملا بلکہ ہم ہی سب کو لئے چل رہے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کوئی گاڑی والا جیسے ہی غیر معمولی رفتار سے ہماری گاڑی سے آگے نکلتا تو آگے کچھ نظر نہ آتا تو بیچارہ واپس شرمندہ ہماری گاڑی کے پیچھے ہی لگ جاتا۔ ہم ڈرائیور سے پوچھتے رہے ''تمہیں نیند تو نہیں آ رہی؟'' اس کا یہی جواب تھا کہ جب بھی وہ سفر کرتا ہے تو اسے نیند نہیں آتی مگر جب چناب کے پل پار دے قریب پہنچے تو اس والی نیند آئی کہ کار روڈ سے نیچے دریا کی طرف جا رہی تھی۔ شاہد نے شور مچا دیا کہ کدھر جا رہے ہو؟ رو دو رو، خدا خدا کر کے جان بچی اور پھر دعائیں پڑھتے رہے۔ لاہور سے گجرات آتے ہوئے 115 کلومیٹر کا سفر دھند کی وجہ سے کوئی سات گھنٹے میں طے کیا۔ کیا خیال ہے؟

اخلاقی پستی اور بلندی

نیدرلینڈ کی Mrs Scheuer کے دو ملحقہ مکان، ایک مکان میں وہ خود رہائش پذیر اور دوسرے میں صرف Paying guests رکھتے۔ اسکالروں کی خواہش تھی کہ اس کے پاس رہائش مل جائے کیونکہ نہ ہی آمد و رفت میں کسی قسم کی رکاوٹ اور نہ ہی کسی وقت کی پابندی ہوا کرتی۔ میں نے یونیورسٹی کے متعلقہ آفیسر سے بات کی تو اس کی وساطت سے Mrs Scheuer نے سنگل روم دے دیا۔ سنگل روم کا کرایہ قدرے زیادہ محسوس ہوا۔ چار پونڈ اور پندرہ شلنگ فقط ایک ہفتہ کی رہائش کے لئے جس میں کھانا وغیرہ شامل نہیں تھا۔ یہ روایتی کرایہ سے کچھ زیادہ تھا تاہم میں نے آزادی کے پیش نظر قبول کر لیا۔

مجھے دوسرے رہائشی کرایہ داروں نے بتایا کہ یہ بوڑھیا Jew ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ اگر کوئی گرم پانی سے نہا رہا ہے تو وہ گرم پانی کا گیس بند کر دیا کرتی۔ مجھے ایسی کوئی شکایت کا امکان نہ تھا کیونکہ میں تو یونین میں ہی نہایا کرتا۔

Marfat.com

جنوری 1956 کے پہلے ہفتے برمنگھم میں سخت سردی اور برف باری ہوئی۔ ایسے موسم میں ہر روز نہانے کا فیصلہ کیا میں چونکہ اپنی عادت کے زیر اثر ہر حالت میں ضرور نہایا کرتا اور وہ بھی صبح دم۔ انگریز لوگ تو اس زمانے میں شاید مہینے میں فقط ایک مرتبہ نہاتے ہوں گے جبکہ گھروں میں نہانے کی سہولیات میسر نہ تھیں۔ قریباً ساڑھے سات بجے کے وقت حسب معمول باتھ روم گیا اور مزے لے لے کر گرم پانی سے لطف اندوز ہونے لگا۔ یکلخت گرم پانی بند ہو گیا میں نے صابن خوب لگایا ہوا تھا۔ بڑی چیخ و پکار کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ بمشکل تھوڑے سے یخ بستہ پانی سے صابن اتارا اور تولیے سے رگڑ رگڑ کر جسم خشک کیا۔ میرا خیال ہے میں نے ضرورت سے زیادہ گرم پانی کا استعمال کیا ہو گا اور landlady نے پانی بند کر کے فریضہ ادا کیا تا کہ بجلی کا بل زیادہ نہ آئے۔ بہرحال کمرے میں آ کر electric shaver سے شیو بنائی اور landlady کو کوستے ہوئے کالج کی تیاری کی۔

گھر سے باہر برف باری میں بس پکڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ مجھے دو بسیں بدلنا پڑتی تھیں۔ ایک بس کا سٹاپ میرے گھر کے قریب اور دوسرا کوئی دس منٹ کے بعد، جہاں بس سے اتر کر کوئی بیس میٹر کے فاصلے پر دوسری بس کے سٹاپ پہنچ جاتا تھا۔ یہاں کوئی بیس منٹ کے بعد Queen Elizabeth Hospital کے سٹاپ پر جا اترتا جہاں مجھے وہاں سے [illegible] ایک فرلانگ کا فاصلہ پیدل چلنا پڑتا اور یونیورسٹی کیمپس میں ساتھ والے گیٹ میں داخل ہو جایا کرتا۔ سخت سردی اور برف باری متواتر ہو رہی تھی مگر میں تو چل سو چل رواں دواں۔ قارئین کی اطلاع کے لئے عرض کروں کہ ایسے موسم میں بس سٹاپ پر ایک طرف کھڑے ہوں [illegible] ہوں تو دوسری طرف رخ کرنے کے دوران برف کے ذرات [illegible] کانوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔

خیر جوں توں کر کے میں اپنے cubicle میں پہنچ گیا مگر طبیعت کا کام پر آمادہ نہ ہونا [illegible] چونکہ گرم پانی بند ہونے سے غسل نہ کرنے اور برف باری میں پیدل چلنے کے عوامل نے مجھے مضمحل کر دیا۔ قریباً دس بجے کافی کا ٹائم ہوا تو میں ڈیپارٹمنٹ کے کافی روم میں چلا گیا۔ میرے سپروائزر نے پوچھا "مسٹر نسیم کیا بات ہے؟ آج تمہارا چہرہ کچھ اضمحلال کے زیر اثر نظر آ رہا ہے۔"

"ہاں اس یہودی landlady نے میرے نہانے کے دوران گرم پانی بند کر دیا۔ سنا تھا Shylock (ضمیمہ 92) کا معاملہ غلط ہے مگر اس کی اس کمینی حرکت نے سچ ثابت کر دکھایا۔ بڑی کنجوس تھی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے یہودیوں سے [illegible] در بدر کی ٹھوکریں کھانے کی سزا دی تھی۔"

پھر کیا تھا ایک سناٹا سا طاری ہو گیا۔ Prof Lowenstein میرے ایک سرے سے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھے [illegible] (ضمیمہ 93) اور میں کافی کے بعد اپنے cubicle میں واپس لوٹ آیا تو تھوڑی دیر بعد کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اندر آنے کو کہا دیکھتا کیا ہوں کہ پروفیسر کی سیکرٹری Jackie (Jacqueline) کھڑی ہے۔

"مسٹر نسیم! شاید تمہیں علم نہیں پروفیسر بھی یہودی ہے۔ تم نے بڑی بری حرکت کی۔"

یہ سنتے ہی میرے اوسان خطا ہو گئے۔ مجھے فوراً متنبہ ہوا کہ اب Ph. D کی ڈگری کا حصول ناممکن ہو گیا ہے۔ [illegible] حال اسی ادھیڑ بن میں میں lunch کے وقت اپنے دیگر دوستوں ڈاکٹر خورشید احمد بھٹی (بعد میں لاہور P C S I R کے ڈائریکٹر) ڈاکٹر ریاض علی شاہ (P.C.S.I.R پشاور کے ڈائریکٹر) اور ڈاکٹر صدیقی (ٹنڈو جام agriculture کے محکمے میں اعلیٰ عہدے سے سرفراز ہوئے) سے یہ واقعہ بیان کیا۔ ان تمام دوستوں نے آگاہ کیا اور بیک زبان مشورہ دیا "یہ انگلینڈ ہے یہاں کے پروفیسروں اور پاکستان کے پروفیسروں میں بڑا فرق ہے۔ کچھ نہیں ہو گا اور ہاں معافی کے خواستگار ہونے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ تم نے تو کوئی ایسا جرم کیا ہی نہیں لہذا معافی چہ معنی دارد جبکہ محض اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔" لیکن میں اندر سے ڈانواں ڈول اور متعدد وسوسوں کے حصار میں تھا۔

lunch سے واپس لیبارٹری میں پہنچا لیکن میں جی نہیں لگ رہا تھا۔ سہ پہر کو کافی کے وقت کافی روم جانے سے [illegible] گیا۔ البتہ چار بجے سہ پہر کے قریب جبکہ کافی کا وقت گزر چکا تھا۔ Jackie میرے کمرے میں دوبارہ آئی اور ہنستے ہوئے کہنے لگی

"پروفیسر اپنے کمرے میں تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"

میرے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔ ناچار میں corridor سے ہوتا ہوا دل کا [illegible] خدشات میں گھرا اس کے دفتر [illegible]

Marfat.com

دروازے تک پہنچا اور دستک دینے کے ساتھ ہی جیسے اندر گیا دروازے کے پاس ہی کھڑا ہوا پروفیسر نے دروازہ دیکھتے ہوئے کھولا۔ مجھے کرسی پیش کی اور اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے کہنے لگا: "مسٹر نصیر بڑی حیران کن بات ہے آج دوپہر کافی روم میں نہیں آئے!"

"Sir، میں اپنے کئے پر بہت شرمندہ ہوں مجھے علم نہیں تھا آپ بھی یہودی ہیں۔"

خندہ پیشانی سے جواب دیا: "اگر میں تمہاری جگہ پر ہوتا تو میں بھی ویسے ہی landlady کی شکایت کرتا۔ خفت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کمرے سے باہر نکلا تو Jackie کھڑی تھی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگی: "مجھے علم تھا پروفیسر نے تمہیں اسی لئے بلایا ہوگا۔"

اگر اس قسم کی صورت حال پاکستان میں ہوئی ہوتی تو پروفیسر میری خوب درگت بناتا جبکہ اس غیر مسلم پروفیسر کے رویہ اور شفقت کا یہ حال کہ شریف زادوں والا character تھا۔

یہ انسانی روح اور Mrs Scheuer کی سی اخلاقی پستی!

راقم کے ماموں جناب حکیم محمد رشید الدولہ جیسی شفیق، درویش منش ہستی جن کے دست شفقت نے ذرے کو آفتاب بنایا کہ جن کے زیر سایہ پرورش اور تعلیم و تربیت نصیب ہوئی۔ مجھے ہر ماہ چالیس پاؤنڈ کچھ اس انداز سے بینک ڈرافٹ کے ذریعہ مرحمت فرماتے کہ یہ ڈرافٹ میرے یونیورسٹی کے پتہ پر پہنچ جاتا۔ وہ اس طرح کہ تمام ڈاک ڈیپارٹمنٹ کی سیکرٹری Jaqueline کے آفس میں تقسیم ہوتی تو وہ ڈیپارٹمنٹ کے corridor میں cubicles کے دروازوں پر دستک دیکر "Mail please" اور متعلقہ میل پہنچاتی مگر ان [illegible] جو حاضر ہوتے مل جاتی اگر کوئی غیر حاضر ہوتا تو اس کی میل اندر ٹیبل پر رکھ دیتی۔ میرے جیسا جلد باز اکثر خود ہی اس کے آفس میں جا کر اپنی میل وصول کر لیتا۔

ایک رات میں نے بی بی سی ریڈیو کی وساطت سے سنا کہ پاکستان کے بنکوں میں ہڑتال ہوئی ہے۔ Christmas کی چھٹیوں کے بعد یونیورسٹی کھلی تھی۔ شدید سردی، برفباری اور یخ بستہ ہواؤں نے گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ یونیورسٹی پھر یکم جنوری یعنی نئے سال کے دن سے بند ہوگئی مگر میں اپنی ریسرچ کے لئے یونیورسٹی چلا گیا۔ دوسرے دن میں اپنے ڈرافٹ کے لئے سیکرٹری کے آفس میں گیا تو میرے دو خطوط موجود تھے۔ ایک امی جان کی طرف سے اور دوسرا خط بڑی بہن کی طرف سے مگر جو ڈرافٹ مجھے پاکستان سے متوقع تھا وہ نہ آیا۔ یہ ایک غیر معمولی صورت حال تھی کیونکہ ہمیشہ مجھے حسب معمول ہر ماہ کی یکم تاریخ کو ڈرافٹ مل جایا کرتا۔ جوں جوں دن گزرتے رہے میری پریشانی فزوں تر ہوتی چلی گئی۔ کافی کے وقت پر مجھ سے اکثر Prof. Lowenstein پوچھتا کہ میں پریشان کیوں ہوں؟ میں نے اسے بتایا کہ پاکستان کے بنکوں میں ہڑتال کی وجہ سے شاید مجھے ڈرافٹ موصول نہیں ہوا۔ پروفیسر نے کہا کہ میں نے بھی ریڈیو پر سنا تھا مگر حیرت ہے بنکوں میں بھی ہڑتال ہو جاتی ہے!

مجھے خوب یاد ہے کہ جنوری کی تیرہ تاریخ تھی اور میں پچھلے پہر معمول سے پہلے ہی کوئی تین بجے اپنی رہائش گاہ Montaigue Road پر واپس لوٹا۔ اپنے کمرے میں gas heater آن کر کے بیٹھا ہی تھا تو landlady نے بتایا: "باہر کوئی تمہاری ملاقات کو آیا ہے کیا اسے تمہارے پاس بھیج دوں؟"

"نہیں! میں خود ہی جا کر دیکھتا ہوں۔"

میری حیرت کی حد نہ رہی کہ Prof. Lowenstein خلاف توقع باہر کھڑا تھا اور مسکراتے ہوئے مجھے میرا پاکستان سے آیا ہوا لفافہ دیا اور کہنے لگا: "Mr. Nasir شاید اس میں تمہارا ڈرافٹ ہو جس کے لئے تم کھوئے کھوئے سے رہتے تھے۔"

میں نے اسے اندر آنے کی دعوت دی مگر وہ "Best of luck" کہہ کر اپنی کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ میں نے خط کھولا تو اس میں تاخیر شدہ ڈرافٹ اور محترم ماموں جان (حکیم صاحب) کا خط تھا۔ ڈرافٹ میں تاخیر کی وجوہات درج تھیں اور میری توقع کے عین مطابق پاکستان کے بنکوں میں ہڑتال وجہ تھی۔

ہوا یوں کہ پروفیسر یونیورسٹی سے گھر لوٹنے سے پہلے حسب عادت جب Jackie کے آفس میں گیا تو Jackie نے اس

Marfat.com

کو بتایا کہ یہ مسز نسیم کا پاکستان سے آمدہ خط ہے۔ شاید اس میں دریافت ہو جس پر بیٹے وہ پریشان تھا۔
یہ تھا Prof. Lowenstein کے کردار کا ایک اور پہلو!

چہل قدمی

Sallywick، برمنگھم، landlady کے ہاں رہائش کے دوران ایک "Indian summer" کے دن morning gown زیب تن کیے، ٹوتھ برش استعمال کرتے ہوئے جیسے پاکستان میں معمول ہے، مکان سے باہر چہل قدمی کر رہا تھا۔ کوئی کار ادھر سے گزرے، کوئی ادھر سے میرے قریب آئے تو ہارن بجا جائے۔ بعض کار والے میرے قریب آ کر مسکراتے، ہاتھ ہلاتے اور اپنی راہ لیتے۔ بہر حال مجھے سمجھ نہ آئی کہ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک bobby (ضمیمہ 94) میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا:

"Good morning sir, indecent exposure". آپ گزرنے والوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروا رہے ہیں جو ایکسیڈنٹ کا موجب بن سکتی ہے۔" علاوہ ازیں جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے Not properly dressed "up"۔ تب ساری صورت حال واضح ہوئی کہ مجھے بغیر dressed up ہوئے باہر نکلنے سے گریز کرنا چاہیے تھا۔ انگلینڈ کے مقامی باشندوں کے نظم و ضبط کی داد دینی پڑتی ہے۔

Flu

Edgbaston، برمنگھم میں landlady کے ہاں رہ رہا تھا۔ 1957 کی بات ہے جب Asian flu کی وبا پھیلی اور مجھے بھی اس موذی مرض نے آ لیا۔ سخت بخار میں مبتلا ہو گیا۔ landlady نے یونیورسٹی کے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اپنی ذاتی کار میں میری رہائش پر پہنچ گیا۔ فوراً مجھے infirmary، چھوٹی قسم کا ہسپتال، میں داخل ہونے کی ہدایت کی۔ میں نے سوچا شاید وہ ایمبولینس کو بلائے گا مگر وہ مجھے اپنی ہی کار میں یونیورسٹی کیمپس کی قریبی infirmary میں لے گیا۔ نرسوں نے مجھے دوسرے مریضوں کا مخصوص لباس پہنا کر بستر پر لٹا دیا۔ یاد رہے کہ میں ان مریضوں میں سے ہوں جو معمولی تکلیف سے بھی گھبرا جاتے ہیں، واویلا اور ہائے مر گیا کی گردان میں مصروف ہو گیا۔ ڈاکٹر نے میرا temperature لیا، نبض دیکھی اور نرس کو [illegible] پانی کے ٹب میں ڈال دیا جائے۔ میرا یہ سننا تھا کہ میں نے خوف سے گھبرا کر دیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا: "ڈاکٹر صاحب میں مر جاؤں گا، مجھے نمونیہ ہو جائے گا۔" جب بار بار نمونیہ کا حوالہ دیا تو ڈاکٹر کی سمجھ میں نہ آیا تو پھر میں نے ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ نمونیہ سے [illegible] میری موت واقع ہو جائے گی۔ میرے اشاروں سے بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور ہنس کر کہا:

"Oh, meningitis" جس کا flu سے کوئی تعلق نہیں؟" اور نرس وہ ہی بروقت مجھے اٹھا کر ٹب میں لے جانے لگی تو میں نے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔ لہٰذا ڈاکٹر نے male nurse کو بلایا اور تینوں نے مجھے ہاتھ پاؤں سے پکڑ کر ٹھنڈے پانی کے ٹب میں ڈال دیا جو صرف میرے کندھوں تک پانی سے بھرا تھا۔ کوئی دس منٹ کے بعد نرس نے مجھے ٹب سے نکالا۔ میرے بخار کی شدت میں کمی آ گئی۔ اس کے بعد بستر پر لٹا کر ایک کمبل مجھ پر اوڑھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد واقعی میرا بخار کم ہو گیا۔

مجھے کوئی ایک ہفتہ infirmary میں رہنا پڑا۔ یونیورسٹی میں بہت سے طلبا اور اساتذہ بیمار ہو گئے تھے۔ Asian flu سے بہت سی اموات واقع ہو چکی تھیں۔ خاص طور پر بوڑھے اور سانس کی بیماریوں میں مبتلا مریض!

پاکستان میں اور تقسیم ہند سے قبل میں نے سن رکھا تھا کہ بخار کی حالت میں اگر ٹھنڈے پانی سے واسطہ پڑ جائے تو نمونیہ کا خدشہ ہوتا ہے جو مہلک ثابت ہوتا ہے۔ بعد میں مجھے سمجھ آیا کہ زیادہ تیز بخار کا یہی علاج ہے جو یہاں کیا گیا۔ چھوٹے بچوں کے معاملے میں سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھی جاتی ہیں۔

Marfat.com

محرم اور لینڈ لیڈی کی بیہوشی!

میرے قریبی دوست نوروز خان اور میں ایک شام British Council گئے تو lounge تقریباً خالی تھا۔ ہیٹر کے قریب ایک خوبصورت نوجوان، چھوٹی چھوٹی تراشیدہ مونچھیں، سر پر معمولی خمیدہ پن اور انگلیوں میں طلائی انگشتریاں پہنے نہایت مغموم بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آہستہ سے نوروز خان سے کہا: "یہاں پر اس سے پہلے کوئی اس جیسا غمزدہ آدمی نہیں دیکھا اگر کوئی غم کا مارا ہے بھی تو غم کا اظہار نہیں کر پاتا۔ یہ یہاں غم کا علاج ہے پھر یہ آخر کیوں اداس بیٹھا ہے؟ چلو اس سے اداسی کی وجہ پوچھیں یقیناً یہ بھی پاکستانی ہے۔"
میں نے سلام کے بعد معذرت سے پوچھا: "اخلاقی لحاظ سے آپ کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کے مجاز نہیں مگر [illegible] آپ کا دکھ کیا ہے نہیں جانتا شاید میں آپ کے دکھ کا مداوا کر سکوں۔"
وہ شخص جو [illegible] اس نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جواب دیا: "مجھے کوئی مالی پریشانی نہیں۔ میں مسلمانوں کے شیعہ فرقے سے تعلق رکھتا ہوں اور میرا غم مذہبی نوعیت کا ہے شاید تمہارے پاس اس کا حل ہو۔ گذشتہ کل سے محرم کا چاند نکل آیا ہے اور میرے [illegible] بہت بڑا دینی مذہبی فریضہ ہے۔" (ضمیمہ 95)
"آپ فکر مند نہ ہوں میرا تعلق بھی فقہ جعفریہ سے ہی ہے۔ آئیں ہم دونوں امام عالی مقام کے ذکر خیر کی سعادت حاصل کریں۔"
"میری landlady انتہائی [illegible] واقع ہوئی ہے میرے ہاں تو ناممکن ہے۔" اس نے بتایا۔
"فکر مندی کی کوئی بات نہیں میرے کمرے میں مجلس عزا کا انعقاد ہو سکتا ہے۔"
اس نے میری رائے سے اتفاق کیا لہٰذا ہم دونوں British Council سے نکل کر میرے گھر کے راستے پر گامزن ہوئے۔ نوروز خان کی Bermuda کی رہنے والی ایک لڑکی سے "date" تھی لہٰذا وہ British Council میں ہی رک گئے۔ راستے میں میں نے انہیں بتایا کہ مجھے چونکہ اس ضمن میں بیان کرنا نہیں آتا تاہم سماعت اور ماتم کر سکتا ہوں۔
"میں اپنے آبائی شہر ملتان میں بھی مجلس اور نوحہ خوانی کیا کرتا اور میرا تعلق گردیزی خاندان سے ہے۔" اس نے آگاہ کیا۔
چلتے چلتے میں نے [illegible] خریدے۔ میرے کمرے میں پہنچ کر اس نے منبر کی بجائے ایک کرسی سنبھال لی اور میں نے قالین پر اس کے سامنے جگہ سنبھال لی۔ اس نے پہلے فضائل پھر مصائب بیان کئے۔ اسی دوران میں صلوات کا ورد بلند کرتا رہا۔ مصائب کے بعد ہم نے قمیصیں اتار دیں اور باقاعدہ نوحہ خوانی کے ساتھ ساتھ ماتم کناں ہو گئے۔ [illegible] میں نے بھی نوحہ پڑھا جو کچھ یوں تھا:

"افسوس نبی زادیوں کا شام میں جانا
سجاد سے پوچھو
چھپتی تھی نبی زادی نبی زادی کے پیچھے کس شرم و حیا سے
اور شمر کا ان بیبیوں کے نام بتانا
سجاد سے پوچھو
"

--- --- --- --- --- ---

ہم پر اب رقت کا عالم طاری تھا یہ بھول ہی گئے کہ ہم کتنے زور شور سے ماتم کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے ماتم کے شور سے [illegible] Mrs. Atkinson نے ہمارا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ پیشتر اس کے کہ ہم دروازہ کھولتے اس نے زور دار جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور ہمیں ننگی چھاتیوں پر زوردار پیٹتے دیکھ کر صدمہ سے بیہوش ہو کر فرش پر آن گری۔ landlady کے گرنے پر ہمیں بھی ہوش آ گیا۔ اس کو سنبھالنے کی غرض سے آگے بڑھے مگر وقتی طور پر قمیض پہننا بھول گئے جبکہ ہماری چھاتیاں [illegible] رنگ ہو رہی تھیں۔ landlady کو ذرا ہوش آیا مگر ہماری خون رنگ چھاتیوں کو دیکھ کر بیٹی Julie کو آواز دی "پولیس" اور [illegible] صاحبہ دوبارہ بیہوش ہو گئیں۔ ہمیں پھر بھی قمیض پہننے کا ادراک نہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد پولیس کی گاڑی روایتی انداز میں ہارن دیتی پہنچ گئی۔ آتے

Marfat.com

نے سب سے پہلے ایمبولینس کا بندوبست کیا اور landlady کو ہسپتال پہنچایا۔

پولیس ہم سے مخاطب ہوئی اور ہم نے صورت حال سے متعلق آگاہ کیا کہ ہم لوگ اپنے مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں مصروف تھے ہمیں اس غیر معمولی حالت میں دیکھ کر landlady نے تاب نہ لا کر ہوش کھو دیئے اور بے ہوش ہو گئیں۔

پولیس آفیسر کی عقلمندی فراست اور فرض شناسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مذہب کے حوالے سے جان کر ہم سے تو کوئی جرح یا باز پرس نہ کی بلکہ نصیحت کرنے پر ہی اکتفا کیا اور کہا ''ہم لوگ ان رسومات سے واقف نہیں اگر آپ کے لیے اپنی رسومات کی ادائیگی لازمی امر ہے تو آپ علیحدہ اور خاموشی سے کریں۔''

مجھے احساس تھا کہ اب اس گھر سے کوچ کرنا ہی پڑے گا چنانچہ میں نے دوسرے روز ہی کمرے کا ایک اور جگہ بندوبست کر لیا جہاں میں نے تین دن کے اندر شفٹ کرنا تھا۔ بہر حال دوسرے دن landlady ہسپتال سے واپس آ گئیں اور میں نے ان سے سمجھانے اور معذرت کرنے کی کوشش کی مگر وہ یہی کہتی رہی کہ ''یہ Vodoo کی رسومات نہایت خطرناک ہوتی ہیں یہاں تک کہ انسانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ Haiti کا Papa Doc بھی Vodoo کا پجاری ہوا کرتا تھا۔''

میں نے اسے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی اور بتایا کہ ہم پاکستانی باشندے ہیں ہمارا اس سے کوئی تعلق واسطہ نہیں مگر اس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے گھر چھوڑنے کو کہتی رہی جس کا بندوبست میں نے پہلے ہی کر رکھا تھا۔

Vodoo کی رسومات افریقہ اور Caribbean علاقہ میں ہوتی ہیں۔ Haiti مغربی دنیا میں غریب ترین ممالک میں سے ہے۔ اس ملک کا ایک پریذیڈنٹ Francois "Papa Doc" Duvalier تھا۔ 1950 سے 1986 تک تمام سیاسی اقتدار Duvalier خاندان میں رہا۔ 1957 میں Duvalier کے پریذیڈنٹ منتخب ہونے کے بعد اس نے ایک پرائیویٹ فوجی طاقت کو منظم کیا جس کا نام Ton Ton Macoutes تھا جنہوں نے مخالفین کو دبا دیا اور وہ زندگی بھر کے لیے پریذیڈنٹ منتخب ہو گیا۔ Duvalier کی موت 1971 میں ہوئی اور حکومت کی باگ دوڑ اس کے بیٹے Jean-Claude ("Baby Doc") Duvalier نے سنبھالی۔ 1986 میں ملک کی اقتصادی حالت تباہ ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ کے خلاف مظاہرین نے Jean-Claude کو جلاوطن ہونے پر مجبور کر دیا۔ یاد رہے کہ وہ 19 سال کی عمر میں دنیا کا سب سے کم عمر پریذیڈنٹ تھا۔ 1980 میں Baby Doc کی شادی Michele Bennett سے ہوئی۔ دونوں میاں بیوی 1986 کے بعد سے جلاوطنی کی زندگی گزارنے کے لیے فرانس روانہ ہو گئے۔

کیا پولیس اسٹیشن ایسے بھی ہوتے ہیں؟

ایک دفعہ نوروز خان اور میں برمنگھم میں Three Castles Pub میں Caribbeans اور Africans کی پارٹی میں پہنچے۔ رات گئے جب pub کا وقت ختم ہوا (ضمیمہ 96) تو دونوں تھوڑے جھومتے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔ دونوں کے درمیان بات چیت شروع ہوئی کہ میری کار تو سڑک کی دوسری طرف ہے جبکہ نوروز خان جتا رہا تھا کہ اس کی کار اس طرف کھڑی ہے۔ حالانکہ دونوں کاریں ایک ہی جانب تھیں۔ دونوں نے اچھا خاصا ہنگامہ برپا کر دیا۔ اسی اثناء میں ایک پولیس کار آ رکی اور ہم دونوں کو پولیس اسٹیشن لے گئی مگر اس سے پہلے bobby نے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے؟ نوروز خان نے وہی رٹ جاری رکھی کہ Jerry (راقم) کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور یہ سڑک کے جنوبی جانب اپنی کار کو کھڑے ہونے والی جگہ سمجھتا ہے۔

رات پولیس اسٹیشن میں گزارنا پڑی۔ صبح بیدار ہونے پر میں نے دیکھا کہ ایک دیوار پر پولیس کی وردیاں اور helmets آویزاں ہیں۔ تب مجھے احساس ہوا کہ ہم پولیس اسٹیشن میں ہیں۔ دوسری طرف کروٹ بدلتے پر دیکھا تو نوروز خان خراٹے لے رہا تھا۔ قریب آٹھ بجے ایک bobby آیا اور کہا:

"Good morning Sir, did you sleep well. What would you like for your breakfast ?"

"میں تو ایک انڈہ ساڑھے تین منٹ بوائل، ایک سادہ ٹوسٹ اور بلیک کافی ناشتہ میں استعمال کرتا ہوں۔"

"اور تمہارا دوست؟" bobby نے سوال کیا۔

اسی اثنا میں نورزمان کی آنکھ کھل گئی اور bobby اس سے مخاطب ہوا۔

"میرے لیے تو marmalade ٹوسٹ مکھن، کافی دودھ اور چینی کے ساتھ۔"

bobby مسکراتا ہوا چلا گیا۔ دونوں نے منہ ہاتھ دھویا اور تیار ہو گئے مگر گھبرائے ہوئے تھے کہ ہنگامہ آرائی کی پاداش میں زیر حراست نہ کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک دوسرے کمرے میں جہاں ایک لمبا ٹیبل اور کرسیاں تھیں۔ bobby نے ناشتہ لا کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد bobby سے پوچھا کہ کیا ہم جا سکتے ہیں؟

"No. Sir تھوڑی دیر میں سارجنٹ آئے گا تو وہی آپ لوگوں سے بات کرے گا۔"

پولیس سٹیشن کا جو دروازہ باہر کھلتا، اس سے پہلے بائیں ہاتھ کی طرف ایک لکڑی کا لمبا تختہ فرش میں تراشیدہ لکڑی کی چارپائی کے پایوں جیسی ساخت سے کھڑا ہوا تھا۔ تختے کے ایک سرے پر کوئی دو فٹ لمبا ایک اور تختہ اوپر کو کھل جاتا اور اندر یا باہر آمدورفت کے بعد اپنی جگہ پر آن بیٹھتا۔ مستحکم تختے کے پیچھے لکڑی کا میز جس پر کاغذات اور ٹیلیفون اور ساتھ ہی دو کرسیاں رکھ دی گئی تھیں۔

ہم دونوں breakfast والے کمرے ہی میں تھے کہ باہر کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے کا کھٹکا ہوا۔ bobby مستعدی سے "Excuse Me" کہہ کر دروازے کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر لوٹا اور کہا:

"Sergeant would like to have a word with you. Sir"

ہم دونوں کمرے سے باہر آئے اور تختے کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ sergeant جو کہ ان دو کرسیوں میں سے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کھڑا ہوا اور ہمارے پہنچنے سے پہلے کہا:

"Good morning. did you have breakfast ?"

"Yes Sir." نورزمان نے جواب دیا اور پوچھا:

"کیا ہم جا سکتے ہیں؟"

"جا سکتے ہیں مگر ابھی نہیں۔" اس نے چند کاغذات دیکھتے ہوئے کہا جو یقیناً ہماری رپورٹ ہوگی۔

"آپ لوگ رات واقعی حالت میں نہ تھے، کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ آپ کے نام کیا ہیں؟" اس نے نورزمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"Sir نورزمان!"

"اور آپ کا؟" اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

"Sir [illegible]"

sergeant نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر سوال کیا، "آپ کیا کرتے ہیں اور رہتے کہاں ہیں؟"

"Business Administration میں داخلہ لے رکھا ہے۔" نورزمان کہنے لگا اور اپنا پتہ بھی دے دیا۔

پھر وہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے کہا کہ برمنگھم یونیورسٹی میں Ph. D. کی ڈگری کیلئے ریسرچ کر رہا ہوں اور اپنا پتہ بھی درج کروا دیا۔

"Very good."

معلوم یہ ہوتا تھا کہ sergeant یہ سب کچھ کسی کاغذ پر نوٹ نہ کر رہا تھا۔ کہنے لگا "رات کو ہم نے آپ لوگوں کی جیب کی تلاشی لی تو کوئی رقم اور نہ ہی Identification وغیرہ ملی۔ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اب آپ لوگ جا سکتے ہیں۔" تین تین شلنگ اس نے bobby سے کرایہ دینے کیلئے کہا۔

ہم سوچ رہے تھے کہ اگر یہ واقعہ پاکستان میں یا ہندوستان میں ہوتا تو چھترول کے علاوہ بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

Sowing or sewing machine

انگلینڈ کے کسی pub میں باقاعدگی سے جائیں تو خاص قسم کے mug موجود پائیں گے جو tankard کے نام سے موسوم ہیں۔ اس mug کا ہینڈل لکڑی کا، اور بقیہ حصہ silver یا pewter کا، اور اس پر باقاعدگی سے پینے والے کا نام کندہ ہوتا ہے۔ یہ tankards ایک rod میں پرو دیے جاتے ہیں۔ جب beer پینے چلے جائیں تو barman مخصوص نام کے tankard میں beer پیش کرے گا۔ بعینہٖ ہمارے پسندیدہ pub جس کا نام King's Corner، جہاں نورزمان اور راقم کے tankards موجود تھے۔ جب انگلینڈ چھوڑنے لگے تو یادگار کے طور پر اپنے نام کے tankards حاصل کرنے چاہے مگر ایسا نہ ہو سکا۔

نورزمان ٹیبل ٹینس میں کافی مہارت رکھتا اور مذکورہ pub میں ٹیبل ٹینس کھیلنے کی سہولت موجود تھی۔ ایک انگریز بچہ بنام Richard بھی ٹیبل ٹینس کا شوقین تھا۔ جب ہم مذکورہ pub جاتے تو barman ہمارے مخصوص tankards میں beer پیش کرتا۔ Richard اس اعزاز سے بےحد متاثر ہوتا اور اس سے نورزمان کی ٹیبل ٹینس میں مہارت کی وجہ سے دوستی ہو گئی۔ نورزمان قابل رشک فن کی وجہ سے اس قدر مقبول اور دلپذیر واقع ہوا کہ لڑکے لڑکیاں دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں پیش پیش رہتے اور خواہش کرتے۔ میرے پاس تو وقت کم ہوتا البتہ نورزمان کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ اس کی کلاسیں ہفتہ میں صرف چند راتوں تک محدود تھیں۔ Richard کے پاس فارغ وقت بہت کم ہوتا کیونکہ اسے ہر روز سوائے weekend کے سکول میں پڑھنا پڑتا۔

نورزمان لاہور کے Aitchison College سے تعلیم یافتہ اور اس کا general knowledge بھی کمال تھا۔ انگلینڈ میں جا کر سونے پر سہاگہ ہو گیا۔ کسی موضوع پر گفتگو چل نکلے تو وہ علم کا دریا ہوتا۔ دوسروں کو قائل کرنے کی خوبی میں مہارت حاصل۔ واحد شخص میں ہی تھا جو اس کے سامنے اپنے موقف پر ڈٹ جاتا اور من مانی میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا۔ بلاشبہ وہ خوش پوش، صاف ستھرا انسان واقع ہوا۔ انگلینڈ میں پڑھنے کے دوران اور جب میں ویزہ ویلا سے ریٹائر ہو کر پاکستان آیا تو میں نے کبھی دوستوں سے خرچ کراتے نہ دیکھا بلکہ ہر حالت میں دوستوں پر خرچ کر کے اس کو روحانی خوشی ہوتی۔ محفل کی جان، ہمیشہ خوش رہنے والا ہی نہیں بلکہ غمگینوں میں خوش کلامی سے ہنسنے ہنسانے میں خوشی محسوس کرتا۔

درست یہ عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ نورزمان 1996 کے اوائل میں جب شدید علالت کے بعد آیا تو میں نے ایک independent unit جس میں دو bedrooms، ایک living-room، bathroom اور ایک چھوٹا سا kitchen تعمیر کروایا۔ وہ اوپر والی منزل پر دیکھنے بھی گیا۔ میں نے افسوس ظاہر کیا کہ اتنی بڑی کوٹھی میں میں اکیلا پڑا ہوں اور دکھ کی بات ہے کہ یہاں کبھی کوئی مہمان ٹھہرنے کی زحمت گوارا کرتا ہے تو اس نے جواب دیا:

"Jerry اس سال کے آخر میں تمہارے پاس اس یونٹ میں رہوں گا۔"

مگر صد حیف موت نے اسے اس خواہش کی تکمیل کی مہلت نہ دی۔

1994 میں ویزہ ویلا سے ریٹائر ہونے کے بعد جب اسے پہلی مرتبہ ملنے لاہور گیا تو وہ ایک بڑی کوٹھی میں اکیلا ملازم کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ اکلوتی بھتیجی پر شادی کی تھی (ریحانہ) جس کو اللہ تعالیٰ نے اسے بہت پیاری بیٹی دی۔ میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور حسب عادت سگریٹ سلگانے کا ارادہ کیا تو میری ماچس میں تیلیاں موجود نہ پا کر اس سے ماچس طلب کی تو کہنے لگا:

"Jerry تمہارے خیالات اس قدر تعلیم یافتہ ہونے کے بعد بھی فرسودہ ہیں۔ اب تو دور ہی بدل چکا، ماچس کی بات بھی پرانی ہو چکی، کمپیوٹر کا دور ہے۔" اور فوراً ایک دراز سے 23 عدد disposable lighters نکال کر رکھ دیے اور کہا

"Jerry یہ رکھ لو، کیا disposable کا مطلب آتا ہے؟"

"نہیں" میں نے غلط جواب دیا

"اس کا مطلب ہے استعمال کرنے کے بعد پھینک دو۔"

"اب کافی پینا چاہتا ہوں۔ نوکر سے کہو کافی تیار کرے۔"

Marfat.com

"بیٹے کوئی قریب ہی Gymkhana Club میں چل کر پیتے ہیں۔"

تو یہ تجویز پسند آئی خصوصیت نورزمان کو۔ اس نے اپنی کار روکی تھی، وہیں ہی چھوڑی لہٰذا نورزمان، میں اور میرا ڈرائیور اسلم میری کار میں Gymkhana Club پہنچے۔

کوئی ساڑھے دس بجے کا عمل تھا ایک میز پر بیٹھ گئے۔ بیرے کی دلی خواہش تھی کہ وہ ہی ہمیں serve کرے کیونکہ نورزمان tip دینے میں مشہور تھے۔ نہایت فراخ دل واقع ہوا تھا۔ کافی آئی اور ساتھ ہی دوسرے لوازمات بھی۔ میں نے تو صرف بلیک کافی پی۔ تھوڑی دیر بعد نورزمان کو میرے ڈرائیور کا خیال آیا اور مجھ سے کار کا نمبر پوچھ کر اس نے ایک بیرے کو آرڈر دیا کہ متعلقہ کار کے ڈرائیور کو اس کی خواہش کے مطابق جو چاہے دو۔ جتنے بھی لوگ وہاں موجود تھے سب کی خواہش تھی کہ نورزمان ان کے ساتھ ہی بیٹھے۔

میں اسے اپنی زندگی کے حالات و واقعات سے روشناس کراتا رہا اور وہ مجھے اپنی داستان سنانے میں مصروف رہا۔ دوپہر کے کھانے کا وقت آ گیا۔ buffet کی نوعیت کی service تھی۔ پتہ اس نے بیرے سے میرے ڈرائیور کو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کھانا لے جا کر serve کرنے کی ہدایت کی۔ سہ پہر کو اس نے بتایا کہ میرا golf کھیلنے کا وقت ہو گیا ہے چونکہ میں بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہوں ہمیشہ وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتا ہوں لہٰذا معذرت کی اور واپسی کی اجازت کی راہ لی۔

"میں ابھی تک گاہے بگاہے Richard کی نئے سکول پڑھانے کی وجہ سے وقت کم ملتا اور کھیل کے شوق کا شوق پورا کرنے سے قاصر تھا۔ ایک شام Richard نے نورزمان سے تنگیٔ وقت کا اظہار کیا تو نورزمان نے اسے اس بات پر مشورہ دیا کہ وہ نوکری چھوڑ دے۔"

"اگر میں نوکری چھوڑ دوں تو کروں گا کیا؟"

"آجکل sewing machines کی بہت demand ہے۔ hire-purchase پر لوگوں کے گھروں میں جا کر بیچو۔ ایک سال میں اتنی رقم کما لو گے جتنی تم نے پانچ برسوں کی نوکری سے سکول میں نہیں کمائی ہو گی۔"

اس مشورے پر Richard کافی دیر سوچتا رہا۔ آخر نورزمان کے دلائل کی وجہ سے ہار گیا۔

"میں تو کوئی sewing machines کی ایجنسی والا واقف کار نہیں۔" Richard نے خدشہ ظاہر کیا۔

"اس میں فکر کی کیا ضرورت ہے۔ پتہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ ایجنسی والے تو تمہارے جیسے پڑھے لکھے آدمیوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔"

میں اندر ہی اندر حیران ہو رہا تھا کہ آخر Richard نورزمان کی باتوں میں آ کیسے گیا۔ اسے سکول میں پڑھاتے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا تھا مگر اس نے سکول کی ملازمت چھوڑنے میں ہی عافیت سمجھی۔ نورزمان نے اس بات کی ترغیب دی کہ بڑے شہروں کے علاقوں میں اکثریت سے پاکستانی اور ہندوستانی ہیں وہاں جانا بہت ضروری ہے۔ ہر ایک گھر کو visit کرنا چاہیے (ان دنوں مشرقی پاکستان الگ نہ ہوا تھا۔)

اس کاروبار میں کوئی ایک مہینہ گزر گیا۔ Richard کی ہم سے ملاقات نہ ہوئی۔ ایک شام اسی pub میں وہ آن دھمکا۔ پہلے سے وہ خوش اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ ہم نے اسے ایک round کی دعوت دی۔ باتیں شروع ہو گئیں اور نورزمان نے کاروبار سے متعلق پوچھا۔

"جب انگریزوں کے گھروں میں جاتا ہوں تو کچھ بکری ہو جاتی ہے مگر جب مسلم یا ہندوؤں کے گھروں میں جاتا ہوں تو کہنے پر I am selling a sewing machine وہ انکار کر دیتے ہیں۔"

بات تفتیش کی۔ جب وہ sewing machine کہتا تو لوگ سمجھتے sowing machine۔

Poor Richard!

Marfat.com

عینک لڑکی پر کیسے منتقل ہو گئی!

ڈانس سے فارغ ہو کر نورزمان اور میں اپنی اپنی گرل فرینڈز کو قریب گیارہ بجے رات ان کے مخصوص بس سٹاپ پر چھوڑنے آئے۔ نورزمان اور اس کی گرل فرینڈ آگے آگے اور میں اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ پیچھے تھا کیونکہ میری گرل فرینڈ کا بس سٹاپ سڑک کی دوسری جانب تھا اُس کی بس مخالف سمت میں جاتی تھی۔ میں نے نورزمان سے کہا:

''میرے آنے تک بس سٹاپ پر انتظار کرنا۔ میں Joan کو اس کے بس سٹاپ پر چھوڑ کر آتا ہوں۔''

''Okay Jerry.''

جوں جوں رات بڑھتی ہے انگلینڈ کی بسوں کی frequency کمی واقع ہوتی جاتی ہے تاہم مقررہ وقت پر آتی ضرور ہیں جبکہ ہر ایک بس سٹاپ پر بس کے آنے کا وقت لکھا ہوتا ہے۔ جونہی Joan اور میں سڑک کراس کرنے لگے تو دور سے دیکھا کہ بس آ گئی ہے مگر تگ و دو کے باوجود بس نکل گئی۔ 25 منٹ انتظار کرنے کے بعد Joan کی بس پھر آ گئی اور میں نے اسے "Good night, see you later alligator" کہا۔

سڑک کراس کر کے نورزمان کے پاس پہنچا تو دیکھا اس کی گرل فرینڈ Lilly کی بس چلنے ہی والی تھی اور وہ دونوں queue کے آخر میں کھڑے انتظار کر رہے ہیں میں ذرا ہٹ کر کھڑا رہا تاکہ ان کی ''حرکات'' میں خلل اندازی نہ ہو۔

بالآخر بس آ ہی گئی۔ پہلے بس سے اترنے والے اترے پھر بس پر سوار ہونے والوں کی قطار حرکت میں آ گئی۔ ایک ایک کر کے مسافر بس پر سوار ہوتے گئے۔ میں نے دیکھا کہ Lilly بس کے pedestal پر کھڑی ہے اور نورزمان اسے "Good night" کہہ رہا ہے۔ بس چل دی اور Lilly ہاتھ الوداعیہ انداز میں ہلاتی رہی۔ اس کے سر پر پیشانی سے اوپر عینک لگی ہوئی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ Lilly تو عینک لگاتی ہی نہیں۔ شاید میں مغالطے میں ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ عینک استعمال کرتی ہو۔

نورزمان میرے قریب آ گیا اور حیرت سے کہنے لگا ''Jerry میری عینک کہاں گئی؟''

''وہ تو Lilly کی پیشانی کے اوپر لگی ہوئی تھی۔'' میں نے مزاحیہ قہقہہ لگایا۔

ہوا یوں کہ جب نورزمان Lilly سے بغلگیر ہو کر بوس و کنار میں مصروف تھا تو کسی طرح سے عینک اس کے سر پر منتقل ہو گئی۔

دوسرے دن جب میں یونیورسٹی میں تھا تو Lilly نے میری عدم موجودگی میں عینک نورزمان کو واپس کر دی۔

یوں بھی ہوتا ہے محبت میں!

لُک (Asphalt) ''چاٹنے'' والا انجن

سرور شاہ مرحوم گجرات کے مشہور وکیل شفیع شاہ مرحوم کے بھائی تھے۔ شفیع شاہ کئی سالوں سے گجرات بار کے پریذیڈنٹ کے منصب پر فائز رہے اور ان کے بڑے صاحبزادے اعجاز شاہ راقم کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ شفیع شاہ کا ایک بیٹا امتیاز شاہ بھی راقم کے ملنے والوں میں سے اور ریٹائر ہونے کے بعد شاہ مانہ کا دولی گجرات میں رہائش پذیر ہے۔

سرور شاہ بھاری بھرکم جسم کے مالک خورد و نوش کے رسیا، خوش طبع اور مہمان نواز واقع ہوئے۔ برمنگھم میں Cadbury Chocolate Factory میں ملازمت کیا کرتے۔ کھانا پکانے اور پینے پلانے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ کھانا اس قدر لذیذ ہوتا کہ کھانے والے انگلیاں چاٹتے رہ جاتے۔ نورزمان اور دیگر دوستوں کا شغل weekend پر پیتے تالی ملنے کا پروگرام ہوتا تو سرور شاہ کے یاد آتے پر ان کے گھر چلے جاتے۔ سرور شاہ ویک اینڈ کی سے ہفتہ اور اتوار کی چھٹی ہوا کرتی اور ان کے ساتھ pubs میں خوب محفل آرائی ہوتی۔ pubs کا وقت موقوف ہونے پر ان کے گھر کھانا کھانے کی غرض سے چلے جاتے۔

ایک ہفتے کے روز میں نے دیر تک یونیورسٹی میں ریسرچ کرنا تھی مگر نورزمان اور سرور شاہ وہیں ٹی ہاؤس میں بیٹھے ''جلدی کرو، جلدی کرو'' کی گردان کرتے رہے۔'' اسی دن اگلے روز پینے کی میں نے مچھلیوں والے aquaria میں ڈالنے والی خوراک ایک commercial product تھی۔ ضرورت کے پیش نظر نہایت مناسب مقدار میں ڈالی جاتی تاکہ مچھلی خراب اور ہلاک نہ ہو سکے۔

Marfat.com

fungus پیدا ہونے کا احتمال ہوتا جس کی وجہ سے مچھلیاں مر جانے کا امکان تھا۔ اسی طرح aquaria کے snails میں lettuce ان کی خوراک کیلئے ڈالی۔ بعض اوقات تازہ lettuce مہیا نہ ہو پاتی تو میں lettuce کو heater کے سامنے رکھ کر خشک کر لیتا اس طریقہ سے dried flakes بن جاتے جس کو حفاظت سے اپنے پاس رکھ لیتا۔ snails کی قدرتی پانی کے ماحول میں ایک خاص بوٹی جسے *Elodea canadensis* کہتے ہیں مرغوب غذا ہے۔ موسم سرما میں جھیل پر برف کی تہہ منجمد ہوتی۔ ایسے میں *Elodea* کے حصول اور snails پکڑنے میں دقت پیش آتی۔ ہتھوڑے کی مدد سے برف کو توڑتا اور اپنے ہاتھ سے collection کرنے کے عمل سے کہنیوں تک بازو شل ہو جاتے۔ احباب کی مردانی کے زیر اثر جلدی جلدی خوراک کا عمل نپٹایا۔ تجربہ کے نیچے جہاں animal house تھا وہاں ایک لڑکی کی ذمہ داری تھی جو تجربات کیلئے پالتو کبوتروں، چوہوں اور Guinea pigs کی خوراک کا بندوبست کرتی۔

جب ہم تینوں ڈیپارٹمنٹ سے باہر نکلے اور کیمپس کی مین سڑک پر رواں دواں تھے، سرور شاہ درمیان میں نور زمان دائیں جانب اور میں بائیں طرف۔ تھوڑا فاصلہ طے کیا تو دیکھا سڑک کی مرمت ہو رہی ہے اچانک سرور شاہ رک گئے اور حیرت کے زیر اثر فرمانے لگے

"نسیم! انگریزاں وں لک چلن والا انجن وی ہے ای۔" (نسیم! انگریزوں کے پاس coaltar بچھانے کا انجن بھی ہے۔)

دراصل بات یہ تھی کہ ایک worker اپنے ہاتھ سے pneumatic drill کی مدد سے سڑک کی carpeting میں مرمت کر رہا تھا۔

نہیں کسی کام پر اصرار کرنے کی کوشش نہ کی کیونکہ سرور شاہ کے گھر جا کر کھانا کھانے کا لالچ آڑے آ گیا۔ پہلے سرور شاہ ہمیں pub میں لے گئے۔ پھر ایک Off hours دکان سے grocery خریدی اور گھر پہنچ کر میری پسندیدہ خوراک گوشت پکانے میں مصروف ہو گئے۔ کھانا واقعی لذیذ تھا۔ جب کھانا کھانے میں مصروف تھے تو نور زمان اٹھ کر باتھ روم میں گیا اس نے ضرورت سے زیادہ دیر کی شاہ صاحب خبر لینے گئے تو واپس آ کر کہنے لگے "نسیم بیڑہ غرق ہو گیا ای۔"

"شاہ صاحب کیا بات ہے؟"

"نور زمان الٹیاں کر دا پیا اے۔"

"تو کیا ہوا"

"اوئے تینوں عقل نہیں دی پرائی کر رہیا ایں، او جس ویلے واپس آوے گا تے اونوں فیر بھکھ لگ جاوے گی۔"

"شاہ صاحب کس طرح؟"

"اوئے بیوقوف کدی الٹیاں کر کے کھانا باہر کدھر رہیا اے۔"

واقعی نور زمان نے واپس آ کر کھانا شروع کر دیا اور سرور شاہ آنکھیں دکھاتے رہے۔

"تسیں دووے بڑے بدتمیز او۔"

سوٹ سکڑ گیا!

ایک ہفتہ کی صبح نور زمان نے میرے رہائشی کمرے میں جدید ٹیکنالوجی پر روشنی اسقدر ڈالی کہ میرا دماغ متاثر ہوئے بنا اور باقی جو ... میں لپیٹ میں آ گیا۔ مثلاً وہ زمانہ گیا جب جہازوں کو موٹے موٹے رسوں سے بندرگاہ پر باندھا کرتے۔ اب تو nylon کی پتلی سی ڈوری سے کام چل رہا ہے۔ سوٹ بھی ایسے نکل آئے ہیں کہ شام کو واش بیسن میں دھونے کے بعد کمرے ہی میں لٹکا دو صبح تک خشک۔ استری وغیرہ کی زحمت سے بھی نجات۔ میں نے صبر کر کہا "چلو ذرا شہر میں window-shopping کرتے ہیں۔"

بس سے اترتے ہی ادھر ادھر گھومنے کے دوران اچانک ہمارے ایک دوست میجر عاشق حسین شاہ سے ملاقات ہوئی۔ دراز قد، خوبصورت جسم، ترکی انگلینڈ جیسی سرخ رنگت، چہرہ پر مسکراہٹ، انگریزی لباس میں، سر پر ہیٹ رکھے، منہ میں پائپ دبائے اٹھ

Marfat.com

نسل کے انگریز خاندان سے معلوم ہوتے۔ حالانکہ شاہ صاحب کاموکی کے بڑے زمینداروں میں سے تھے اور آپ کی شادی ایک اعلیٰ گھرانے میں پاکستان میں ہی ہوئی تھی۔ وہ اپنی جائیداد کے حصول کیلئے پاکستان لوٹ آئے اور راقم ریٹائر ہو کر 1990 میں پاکستان آیا تو دیکھا شاہ صاحب نے جی۔ٹی روڈ پر لاہور سے گجرات آتے ہوئے کاموکی سے تھوڑے فاصلہ پر بڑی سڑک سے بائیں جانب ایک انگلش سٹائل کا فارم ہاؤس بنایا ہے جس میں swimming pool اور colonial قسم کی بلند چھتوں والی کوٹھی تعمیر کروائی۔ cattle اور مرغیاں وافر تعداد میں رکھیں۔ ان کی مہمان نوازی کی وجہ سے ڈیرہ پر ہمیشہ رونق رہتی اور وقت بڑا خوش گزرتا۔ میں بھی پہلے میں گجرات سے لاہور آتے جاتے اکثر گرمیوں میں swimming pool کے کنارے آرام کرتا۔ جب گرمی زوروں پر ہوتی تو pool سے ایک طرف چھوٹی سی ندی نکلتی جس میں pool کے کنارے بیٹھ کر ندی میں جوتے اتار کر پاؤں ڈال کر بیٹھا کرتے۔ پچھلے تین سال گزرے میں لاہور دو ماہ کیلئے گیا۔ لاہور میں اکثر آنا جانا رہتا۔ لاہور سے واپسی پر سوچا کیوں نہ شاہ صاحب سے ملاقات کی جائے۔ عہد گذشتہ سے پرانی یادوں کو تازہ کریں۔ مگر معلوم ہوا شاہ صاحب ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوا خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہ دل کے مریض تھے۔ لاہور اتفاق ہسپتال میں اپریشن کرانا مقصود تھا تو anesthesia کے دوران ہی وفات پا گئے۔ جب کبھی وہاں سے گزر ہوتو دل بے چینی سے تڑپ اٹھتا ہے۔ کوٹھی ابھی تک قائم ہے مگر صد حیف مکیں نہیں۔

"کس کو پتا نصیب ہے سب چل دیئے مگر
ایسے چلا گیا کہ زمانہ مثال دے
صد سالہ زندگی میری سب رائیگاں گئی
اے کاش کوئی عام سے لمحات ٹال دے"

ہم تینوں نے ایک دکان سے Steak and kidney pie کھا کے دوپہر کے بعد window-shopping شروع کر دی۔ ایک دکان پر نور زمان نے drip-dry suit دیکھا اور خریدنے پر آمادہ ہو گیا۔ شاہ صاحب نے بڑا سمجھایا کہ ابھی یہ product مارکیٹ میں آیا ہے۔ مت خریدو۔ مگر نور زمان پر شاہ صاحب کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے خریداری کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور ہم دونوں کو backward سمجھ کر پس پشت ڈال دیا۔

"Jerry میں تو سوٹ خرید رہا ہوں۔ تم بھی خرید لو۔ اگر تمہارے پاس پونڈ نہیں تو میں دے دیتا ہوں۔ واپسی پر ادا کر دینا۔"

"نہیں شکریہ میں تو ہرگز نہیں خریدوں گا۔"

"شاہ صاحب، Jerry تو جاہل ہے۔ آپ کیوں نہیں خرید لیتے؟"

"پہلے دیکھتے ہیں تمہارا سوٹ دھلائی کے بعد کیسا رہتا ہے۔ پھر میں اس کے بعد میں بھی خریدوں گا۔"

دکان کا مالک Mr. Brooks اندر داخل ہوئے تو نور زمان نے اپنے سائز کا سوٹ خریدا۔ جب وہ receipt دینے لگا تو میں نے پوچھا "کیا یہ دھونے کے بعد سکڑ تو نہیں جاتا؟"

"Never, take me for my words."

ہم تینوں جہاں نور زمان اور میں رہائش پذیر تھے واپس آ گئے۔ شام کو ویمبلڈن میں ایک Latin American band نے دھنیں بجانی تھیں۔ شاہ صاحب بھی شام فارغ تھے۔ میں نے بھی اپنا سوٹ بدلا۔ شاہ صاحب اور میں چائے پی رہے تھے کہ نور زمان بازار کے grocery store سے انڈے لینے گیا تاکہ چند سینڈوچ بنا لیں۔ نور زمان نے egg sandwiches تیار کیں۔ کھانے کے بعد نور زمان نے اپنا drip-dry پہلے نئے رنگ کا سوٹ زیب تن کیا اور اپنی داد لینے کیلئے مجھ سے پوچھا، "Jerry کیسا ہے سوٹ؟"

"دھونے کے بعد پتہ چلے گا۔ ویسے فٹ تو خوب ہے۔"

تھوڑا سا چلنے کے بعد میں نے Amphora black label tobacco کا ایک pouch شاہ صاحب سے

Marfat.com

Amphora red label جبکہ نور زمان نے سگریٹ Dunhill کا ایک پیکٹ خریدا۔ ازاں بعد بس میں بیٹھ کر یونیورسٹی کے قریب Lloyds Bank کے سٹاپ پر اترے جو کہ Union Building کے قریب تھا۔ میں نے مذکورہ بلڈنگ کے گیٹ پر شاہ صاحب کے guest کا سلپ بنوایا جو کہ فری ہوا کرتا۔ ڈانس شروع ہونے میں کچھ دیر تھی لہٰذا ہم تینوں snooker room میں چند ایک frames کھیلنے چلے گئے۔ گرمی کا موسم تھا ڈانس نے ہمیں پسینہ میں شرابور کر دیا۔ کوئی بارہ بجے کے بعد جب ڈانس ختم ہوا تو واپس ہم تینوں میرے فلیٹ میں لوٹ آئے۔ یہ ایک Independent flat تھا مگر landlady کے گھر میں ہی۔

نور زمان کا سوٹ قدرے گندہ ہو چکا تھا اس نے اتار کر پھینک دیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا۔

''آپ سوٹ کو دھو کیوں نہیں لیتے؟'' تھوڑے سے Lux flankes ڈالو اور sink میں دھو ڈالو'' شاہ صاحب نے مشورہ دیا۔

''نہیں شاہ صاحب! کل صبح اتوار کا دن ہے کوئی جلدی نہیں۔ کہیں جانا بھی تو نہیں پھر میرے پاس اور بھی تو سوٹ موجود ہیں۔''

''یہ بات نہیں مجھے بے چینی ہے کہ کہیں یہ shrink تو نہیں ہو جائے گا۔'' میں نے دخل اندازی کی۔

''آپ تو فکر ہی نہ کرو، میں بہت تھک گیا ہوں سونا چاہتا ہوں'' اور وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

میں نے سوٹ کی جیبیں خالی کیں۔ sink کو stopper سے بند کیا۔ نیم گرم پانی میں Lux flakes کو حل کیا۔ پہلے پتلون دھو ڈالی اور hanger پر ٹانگ دیا اور نیچے اخبارات بچھا دیں تاکہ پانی کے قطرے قالین پر نہ گریں۔ ازاں بعد جیکٹ کو دھو ڈالا اور اسے بھی hanger پر ٹانگ دی۔ شاہ صاحب میرے بستر پر دراز ہو گئے اور میں ایک بستر سے mattress نکال کر فرش پر ڈال کر لیٹ گیا۔ گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے رضائی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

صبح آرام سے اٹھے اور brunch نور زمان نے ہی تیار کیا۔ کھانے کے بعد کہنے لگا ''ذرا سوٹ پہن کر تو دیکھوں!''

سوٹ تو گیا! jacket کے بازو سکڑ کر آدھے ہو چکے تھے یعنی waistcoat بن گیا اور اسی طرح پتلون shorts میں بدل چکی تھی۔ ہم نے نور زمان کی technology کا خوب مذاق اڑایا مگر نور زمان نے وہ scholarly قسم کا لیکچر دیا ہم بھول ہی گئے۔ بات تو سوٹ کے مرنے کی چل رہی تھی۔ خیر فیصلہ ہوا کہ سوموار کو سوٹ واپس کر کے رقم لے لی جائے گی۔

ہم تینوں چونکہ کنوارے ہی تھے۔ اتوار کو شہر کے سینما میں matinee show دیکھنے چلے گئے۔ شاہ صاحب نے اپنی ... واپس کر دیا اور اپنے گھر چلے گئے۔ ہم دونوں نے fish n chips ایک سٹینڈ سے کھائے اور بس پکڑ کر فلیٹ چلے گئے۔

نور زمان کا صبح کوئی ضروری نہ تھی کیونکہ اس کی کلاسیں شام کو ہوا کرتیں۔ میں نے سوموار کو صبح دم یونیورسٹی جانا تھا۔ سوٹ سے پہلے نور زمان کو تاکید کی کہ سوٹ ضرور واپس کر دینا لہٰذا نور زمان نے سوٹ واپس کیا اور دکاندار نے نہ صرف رقم واپس کر دی بلکہ معذرت کی گردان بھی کرتا رہا۔

انوکھا کھانا۔ انوکھے خطوط!

جب زمانہ تھا انگلینڈ میں اپنے دیسی کھانے کو ترس جایا کرتے۔ اگرچہ کوشش رہتی کہ دالیں، سبزیاں خالی یا گوشت کے ساتھ شوربہ بنا لیں مگر وہ بات کہاں تھی۔ اب تو جگہ جگہ بنگلا دیشی، ہندوستانی اور پاکستانی اعلیٰ سے اعلیٰ ریسٹورینٹ کھولے جا چکے ہیں۔ لندن کے نواح میں Southall جو کبھی انگریزوں کی اکثریت والا علاقہ ہوا کرتا۔ پھر ہمارے پنجابی بھائی سکھوں نے وہاں کا رجوع کیا اور آہستہ آہستہ سکھوں کی آبادی نسبتاً انگریزوں سے زیادہ ہو گئی۔ انہوں نے نہ صرف کاروبار میں سکہ جمایا بلکہ شاید انگلینڈ میں پہلا گردوارہ سکھوں نے ہی وہاں تعمیر کروایا۔ انگریزوں نے نقل مکانی شروع کر دی اور پھر دیکھتے دیکھتے مسلمانوں کا بھی وہیں رجحان ہو گیا اور کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ کئی سالوں سے اس جگہ کا نام ''Southall سکھاں دا'' پڑ گیا ہے۔ وہاں شاہدولہ روڈ، گجرات کے رہنے والے ایک صاحب کی کبابوں کی دکان اور اس کا نام ہے Kababash۔ یہ ایک چھوٹی سی دکان ہونے کے باوجود

Marfat.com

گاہکوں کا اس قدر رش تھا کہ باری نہیں آتی۔ صرف چار tables تھیں دکان میں بیٹھ کر کھانے کے لیے۔ زیادہ تر takeaway service ہے۔ اگر کسی نے اس دکان سے کباب نہ کھائے تو انگلینڈ میں اس نے کچھ بھی نہیں کھایا۔ اس دکان کی انگلینڈ میں دور دور تک شہرت دھوپ کی طرح پھیل گئی یہاں تک کہ ہندوستان کا مشہور ایکٹر امیتابھ بچن بھی وہاں صرف کباب کھانے آتے ہیں۔

ہاں! تو بات دیسی کھانوں کی ہو رہی تھی چونکہ نور زمان کا دن اپنا ہی ہوتا اور ادھر ادھر کی ''سیر'' کرتا رہتا۔ شام یکجا ہونے پر مجھے ''نوادرات'' کے متعلق بتاتا۔

''Jerry برمنگھم کے ایک علاقہ Balsal Heath میں میرپوری لوگوں کی اکثریت قیام پذیر ہے۔ ان میں زیادہ تر ان پڑھ ہیں۔ اتفاق سے مجھے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقع ملا۔ کیا بات ہے کھانا نہایت لذیذ تھا مگر پکانے کی داستان عجیب ہے۔''

''کھانا عجیب تھا یا پکایا عجیب طریقے سے گیا تھا؟''

''ویسے تو شروع میں دال گوشت تھا مگر اب دال ہی دال ہے اور خوب مزیدار۔''

واقعات کچھ اس طرز پر کہ اس گھر میں رہنے والے میرپوری باشندے دن رات کام کرتے۔ جو دن کی ڈیوٹی پر ہوتا اس کے بستر پر رات کی ڈیوٹی والا سوتا اور اسی طرح رات کی ڈیوٹی والے کے بستر پر دن کی ڈیوٹی والا۔ تین کمرے تھے۔ ایک کمرے میں تین بستر۔ دو کمرے نیچے اور ایک کمرہ اوپر والی منزل پر جبکہ اوپر والی منزل پر ایک اور کمرہ تھا اس کو junk room میں بدل دیا گیا۔ گراؤنڈ فلور پر گھر کے عقب میں patio کے ایک کونے میں بوسیدہ سا ٹائلٹ اور ایک واش بیسن جبکہ غسل کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نیچے دو کمرے ساتھ ساتھ واقع تھے جن کے دروازے ہال میں کھلتے۔ ہال میں جانب راست واقع living-room میں ایک بوسیدہ صوفہ، ایک عدد کرسی اور میز۔ اس کمرے کے ساتھ ایک کچن تھا جس میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب ایک sink اور اسی کی دیوار کے ساتھ گیس چولہا جس کو صاف کرنے کی زحمت کچن کے مکینوں نے کبھی گوارا نہ کی تھی۔ چولہے کے اوپر پرانے برتن رکھے تھے جن پر چکنائی جمی کھانا نصیب ہوا۔ کچن کے دروازے والی دیوار کے بالمقابل دیوار میں چند شیلف بنا دیے گئے جن پر پلیٹیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں یعنی کچن اور dining hall کی کل کائنات!

اب کھانا پکانے کی داستان غور طلب ہے۔ شروعات میں کچن کے بڑے برتن میں دال گوشت پکایا گیا۔ اس میں سے کھانا نکالتے رہتے جتنا کم ہوتا اسی مقدار سے پانی اور سامان ڈال دیا جاتا۔ دال کی نوعیت کا اندازہ محال تھا۔ پکنے کی مسلسل ہانڈی کی ہی بدولت گوشت کے ریزے بھی کہیں کہیں نظر آ جاتے جبکہ ہڈیوں کی کمی بھی واقع نہ ہوئی تھی۔ ایک چمچے کے ساتھ کھانے والا bread کے slices کے ساتھ خوب چبا کر کھا جاتا۔ یہ ایک رواتی کی ذمہ داری تھی کہ جتنا بھی کھایا جائے اتنی ہی دال اگر کم ہو تو تھوڑا گوشت بھی ڈال دیا جائے اس طرح یہ چولہا تو اترنے سے چلتا رہا اور کھانا چلتا رہا۔ ہر ایک کی ایک ڈیوٹی تھی کہ اپنے اپنے حصہ کے sliced bread لے کر آیا کرے۔

''نہیں نور زمان میں تو کبھی ایسا کھانا نہیں کھاؤں گا۔''

''ایک دفعہ کھا کر تو دیکھو اس قدر لذیذ کہ چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ ایک اور بات وہ مزار شریف ہے۔''

''کونسا مزار؟''

''ایک دفعہ چلو تو سہی۔''

نور زمان نے کام کا ذکر کر کے مجھ میں تجسس پیدا کر دیا۔ آخر ایسا کونسا کام ہو سکتا ہے؟ ایک ہفتے کی شام میں اس کے ساتھ جانے پر تیار ہو گیا۔ جب گھر سے نکلنے لگے تو اس نے کہا ''اپنا pen ساتھ لے جانا نہ بھولنا۔''

''یہ تو ہمیشہ میرے کوٹ کی جیب میں ہوتا ہے۔''

ہمیں دو بسیں بدلنا پڑیں۔ بالآخر بس سٹاپ سے اتر کر کوئی سو میٹر کے فاصلہ پر اس مذکورہ مکان کے مین گیٹ پر پہنچ گئے۔ نور زمان نے مبارک ہاتھ سے بیل کے بٹن کو push کر دیا۔ ایک صاحب نے دروازہ کھول کر کہا ''آؤ جی بسم اللہ۔''

ہم دونوں گنگناتے ہوئے داخل ہوئے اور سیدھے living-room میں چلے گئے۔ پہلا ایک شخص پہلے ہی سے موجود تھا شخص کی

Marfat.com

آمد ہوئی پھر تیسرے دن تو ہمارے تعارف کا سلسلہ شروع ہو گیا نام پوچھے یوں تھے راجہ افراسیاب، راجہ غلام علی، راجہ [illegible] اور راجہ شہاب دین میرا اندازہ تھا کہ weekend کی وجہ سے چھٹی کے ناطے گھر میں اور لوگ بھی ہوں گے مگر ہماری معلومات میں اضافہ ہوا کہ ہمارے دوست overtime کرتے ہیں۔ راجہ افراسیاب نے نور زمان کو کہا ”پہلے کھانا کھا لیں پھر کام شروع کر دیتے ہیں۔“

”میں شش و پنج میں پڑ گیا۔ آخر یہ کام کیا ہے؟“

ہم پچھلی کچن میں گئے جہاں ایک بڑا دیگچہ چولہے پر رکھا ہوا تھا مگر آگ بجھی تھی ایک صاحب نے دیگچے کا ڈھکن ایک طرف رکھ کے ساتھ کا [illegible] اٹھایا جو [illegible] پر سالن کے اثرات واضح تھے جس کی وجہ سے اس کپڑے کے اصل رنگ کا تعین [illegible] میں نہ تھا۔ ہماری [illegible] کے سامنے ایک شخص نے چمچے سے ہمارے سامنے پڑی ہوئی پلیٹوں میں [illegible] شروع کر دیا یہ [illegible] پلیٹ والی [illegible] آئی ہوئی تھی جبکہ روٹی بریڈ کیلئے علیحدہ پلیٹ۔ فقط slices کو بریڈ کے cover سے نکال کر [illegible] تھا۔ تین sliced bread کے packs تھے ایک صاحب نے تو پھر slices نکال کر اپنی پلیٹ میں [illegible]۔ مجھے بہت کراہت محسوس ہوئی لیکن کھانا شروع کر چکے تھے البتہ اب کھانے سے ہاتھ کھینچنا محال ہوا۔ مجھے اس قدر [illegible] ضرورت سے زیادہ [illegible] کہ پھر شاید ایسا کھانا نصیب نہ ہو۔ پانی پینے کیلئے صرف دو گلاس جن میں سب لوگ باری باری پانی پی رہے تھے۔ [illegible] سالن سے آلودہ ہاتھوں کے دھبے نمایاں۔ البتہ کھانا نہایت لذیذ تھا۔

کھانے سے فارغ ہوئے تو راجہ افراسیاب نے نور زمان سے دھیمے لہجے میں کہا ”چلو بیٹھک میں کام شروع کریں کیونکہ [illegible] نے بھی بہت سی باتوں کا ذکر کرنا ہے۔“

جب بیٹھک تک رسائی ہوئی تو راجہ افراسیاب نے ایک صوفے کی گدی کے نیچے سے aerograms کا ایک بنڈل نکالا [illegible] ایک بڑی پلیٹ کی back پر aerograms رکھ کر خط لکھنے کی ترغیب دی۔ اب میری سمجھ میں صورت حال واضح ہوئی [illegible] کی نوعیت کیا ہے۔ اصل میں یہ لوگ ان پڑھ تھے اور اپنے گھر والوں کو پاکستان (آزاد کشمیر) خط لکھوانا چاہتے تھے۔ خیالات [illegible] میں لکھ رہے ہوں۔

”[illegible] ساتھ والیوں نوں وی سلام لکھو۔ طاہر دی دادی اللہ نوں پیاری ہو گئی اے اس نوں وی افسوس لکھ دیو۔ پتہ کا [illegible] تے پرانے والے گھر دی چھت بدلاں دی وجہ نال گھر ڈیہہ گئی اوہنوں فیر چھتیا نہیں۔ وڈی عیدوں گھر آواں گا تے فیر [illegible] سب پچھ چیک کرواواں گا۔“

[illegible] اور حالات و واقعات جو یہ لکھنا ممکن تھے مگر نور زمان روانی سے لکھتا جا رہا تھا۔

ایک صاحب نے ایک پلیٹ کی پشت پر aerograms رکھے اور مجھے میرپور کے قریب گاؤں میں اپنے گھر والوں کو خط لکھنے کیلئے کہا ”پتہ کیا اے [illegible] کوئی بات ہو یا اے۔ انہاں نوں ساڈے ساریاں ولوں بہت بہت مبارک دا خط لکھ دیو [illegible] نام [illegible] نوں وی افسوس دا خط لکھو۔۔۔۔۔“

[illegible] اور پیغامات کا اتفاقی سلسلہ مجھ سے جیسے بھی ہو سکا کیمرے میں ڈال رہا تھا۔ تمام صاحبان نے باری باری عجیب خط لکھوائے۔

جب ایک نے aerograms زبان سے تھوک لگا کر احتیاط سے fold کیے اور بند کر دیئے۔ راجہ افراسیاب چوہدری نے aerograms کو فوراً قریبی پوسٹ باکس میں ڈالنے کیلئے باہر تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو تاکید کی ”آنے والے ہفتے [illegible] کھانا پکا کا رکھو آپ چاہتیں کہ وہی پکا دو نکا ہم تابعدار مگر آنا ضرور۔“

ہم نے شکریہ ادا کیا اور راجہ افراسیاب دو اور ساتھیوں کے ساتھ ہمیں بس سٹاپ پر چھوڑنے آئے۔

یہ تھا وہ ”کام“ جو میں دوبارہ وہاں جانے کی ہمت نہ رکھتا مگر وہ پہلے لکھے گئے خطوط کے جوابات کا انتظار کر رہے تھے۔ اس طرح ہم کبھی کبھار ہفتے وہاں جاتے ”کام“ شروع کرتے اور خطوط کے جوابات پڑھ کر سناتے۔

Marfat.com

John "بیٹڈ ابند کردے۔ڈرافٹ آ رہا ہے"

صابر نے چند ہفتے ہوئے برمنگھم سے لاہور آنے پر مجھ سے ٹیلیفون پر بات کی۔ نور زمان اور راقم سے قریبی دوستوں میں سے ہے۔ ان کے بڑے بھائی کو تمام جان پہچان والے "حافظ صاحب" کے نام سے پکارتے (ضمیمہ 97) ہیں۔ دونوں بھائی پچھلے کاروبار سے منسلک، پاکستان کے رہائشی جو کہ ایک مدت سے برمنگھم میں سیٹل ہو چکے ہیں چونکہ صابر زیر تعلیم نہ تھا لہذا ہم طور پر ہفتہ کی رات یونیورسٹی کی یونین بلڈنگ میں ڈانس کے لیے بطور مہمان کے اس کو دعوت دیا کرتے۔

شدید سردی کی لہر، خ بستہ تیز ہوا کے جھونکے طوفان "بدتمیزی" کی صورت اختیار کر رہے تھے۔ ایک شام نور زمان اور میں ملاقات کی غرض سے صابر کی دکان پر گئے چونکہ ان کے دشمنوں کی ناسازی طبیعت کی خبر ہوئی لہذا عیادت کے لیے ملاقات لازمی تھی۔ دکان پر لاگ ہے۔ اندر داخل ہوئے، صابر تو نا موجود لیکن حافظ صاحب کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے تھے۔ انہوں نے ہمیں عزت افزائی کے پیش نظر ایک لمبی seat پر بیٹھ جانے کی ترغیب دی۔ یہ seat ایک شیشہ کی کھڑکی سے متصل اور کھڑکی curb پر کھلا کرتی۔ ہماری پشت اس کھڑکی کی طرف تھی۔ یاد رہے کہ انگلینڈ میں کھڑکیوں کے پٹ نہیں ہوتے۔ بلکہ نیچے سے اوپر کو کھلتی ہیں۔

"حافظ صاحب! صابر کی طبیعت کو کیا ہوا؟"

"سخت hangover اور پھر flu کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اب کافی بہتر ہے تاہم گھر آرام کر رہا ہے۔"

مجھے محسوس ہوا کہیں سے draught (ضمیمہ 98) آ رہا ہے، میں آرام سے نہ بیٹھ سکا۔ حافظ صاحب نے فوراً دیکھا:

"پیر صاحب، آپ کچھ بے چین سے نظر آ رہے ہیں۔"

"حافظ صاحب کہیں سے draught آ رہا ہے۔"

حافظ صاحب نے فوراً ایک انگریز ملازم سے کہا:

"Oh John بیٹڈ ابند کردے۔ڈرافٹ آ رہا ہے۔" (John کھڑکی کو بند کردے draught آ رہا ہے)

John نے فوراً مجھے excuse me کہا اور ہمارے پیچھے والی کھڑکی کو ایک بار نیچے سے اوپر کھینچ کر زور سے نیچے فریم میں فٹ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "There you are, Sir."

دراصل کھڑکی میں نیچے اپنی جگہ پر فٹ نہ ہونے کی وجہ سے معمولی درز رہ گئی جس میں سے draught آ رہی تھی۔ John حافظ صاحب کی اپنی زبان تو نہ سمجھ سکا البتہ حافظ صاحب کی زبان خوب سمجھتا۔

کھانسی کی آواز تو آتی ہے مگر تھوک گرنے کی نہیں!

ایک صاحب لندن سے برمنگھم میں راقم کی ملاقات کے لیے تشریف لائے جن سے محض جان پہچان نہ کہ دوستی تھی۔ سیدھے یونیورسٹی میں پہنچے۔ کافی پینے پر ہی اکتفا کیا۔ میرا رہائشی ایڈریس لکھ لیا اور چلے گئے۔ ان سے ملاقات لندن کی Voking مسجد میں نماز عید پڑھنے کے موقع پر ہوئی۔ اس زمانے میں لندن میں صرف ایک ہی مسجد واقع تھی جہاں دور دراز سے نماز عید کی سعادت کے حصول کے لیے لوگ آیا کرتے۔ اب تو حالات بالکل مختلف ہیں۔ نہ صرف ہر شہر بلکہ اکثر محلوں میں بھی مسجدیں اور امام بارگاہیں موجود ہیں۔ ایک دفعہ نور زمان اور میں برمنگھم سے نماز عید کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے مذکورہ بالا مسجد میں گئے۔ یونیفارم سے مراد پہن رکھی تھی تو نماز کی ادائیگی کے لیے وہاں سے کالے رنگ کی رامپوری ٹوپی خرید لی۔ اس دن سے آج تک ہیٹ کے بجائے عام طور پر کالے رنگ کی رامپوری استعمال کرنے کا معمول بنا لیا ہے۔

ہاں! تو وہ صاحب میرے گھر کا پتہ لے کر چلے گئے۔ جب میں یونیورسٹی سے قریباً نو بجے رات بس سے اترنے کے بعد گھر کی طرف جانے والی سٹریٹ پر چلا آ رہا تھا تو دیکھا کہ میرے گھر کے دروازے پر وہی "صاحب" کھڑے ہیں۔

"میرے خیال میں آپ میرا پتہ لے کر لندن واپس جانے والے تھے۔" میں نے Good evening کے بعد کہا۔

"نہیں جا سکا۔ بس رک گیا ہوں ٹرین miss ہو گئی۔"

Marfat.com

""آئیے اندر تشریف لائیں۔" میں نے ہال کا دروازہ کھولتے ہوئے پذیرائی کی اور پوچھا "آپ نے کھانا کھالیا ہے؟""

""ہاں ہاں، آپ کے انتظار میں بڑی سردی سے ٹھٹھر رہا ہوں۔""

صاحب گوجر خان، پاکستان کے قریبی گاؤں کے رہنے والے، اور انگلینڈ میں ایک مدت سے travelling salesman تھے۔ چھوٹا سا کاروبار کرتے۔ انگریزی اچھی خاصی بول سکتے تاہم لکھنے پڑھنے سے "پیدل" تھے۔

شدید سردی کی وجہ سے میں نے heater کو on کیا۔ اپنی دو قمیصیں دھو کر ہینگر پر لٹکا دیں۔ بعد میں pullout بستر دیوار سے کھینچا اور اپنے بستر سے ایک mattress نکال کر heater کے قریب بچھا دیا۔ ایک pillow رکھا اور ایک کمبل اوڑھنے کے لیے مہمان کو دیتے ہوئے بستر پر آرام کرنے کی ترغیب دی۔ کافی پی۔ کوئی ایک گھنٹہ بات چیت ہوئی۔ اسی دوران میں گپ شپ سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ باتوں باتوں میں ان کے نام دانش خان کا انکشاف ہوا۔

کوئی گیارہ بجے رات دانش خان اپنے بستر پر دراز ہوگئے جبکہ میں بھی حسب عادت ننگ دھڑنگ اپنی mattress پر لیٹ گیا اور فوراً ہی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

رات کے ایک بجے میں نے محسوس کیا وہ صاحب کھانس رہے ہیں مگر تھوکنے کی آواز نہیں آرہی۔ سوچا میری خام خیالی ہے۔ کچھ دیر بعد زبردست کھانسی ہوئی اور تھوک پھینکنے کی آواز تو آئی مگر تھوک کسی جگہ گرنے کی آواز نہ آئی۔ شاید جناب rug پر تھوکتے ہوں۔ میں تجسس میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ میں عادت کے مطابق کمبل یا رضائی اس طرح coccoon بنا کر سوتا ہوں کہ صرف ناک باہر رہتی ہے۔ میں نے چہرے سے کمبل ہٹایا اور دیکھا کہ حضور pillow کو ایک طرف کرکے pillow کے نیچے بستر پر بڑی احتیاط سے تھوک اگل رہے ہیں۔ عجیب بدصورت انسان واقع ہوئے۔ بمشکل باقی رات کا حصہ بسر کیا۔ میں صبح دم بستر چھوڑنے کا عادی ہوں۔ حسب معمول وضو کرنے کے بعد ناشتہ تیار ہو گیا اور انہیں بھی تیاری کا احساس دلایا مگر وہ کچھ دیر مزید سونے کا تقاضہ کر رہے۔ میں نے تھوڑا انتظار کے بعد کہا "جلدی کیجیے مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"ابھی تو بہت جلدی ہے۔ تمام رات پرانی کھانسی کی وجہ سے سو نہ سکا۔" اور اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

"اور میں بھی اب سویا چھوڑ کر جا رہا ہوں۔" میں نے جھنجھلاہٹ میں اس کا کوٹ بستر پر پھینکتے ہوئے دھاڑا۔

وہ چپ تو ہو گئے مگر میری توقع سے زیادہ اٹھنے میں تاخیر کی۔ بہرحال جب گھر سے باہر نکلے تو میں نے صرف Good bye پر ہی اکتفا کیا اور اپنی شاپ کی طرف روانہ ہو گیا۔

چند دنوں بعد صابر سے ملاقات ہوئی تو میں نے دانش خان سے متعلق بات کی۔

"Jerry اللہ کا شکر کرو اس سے پیچھا چھوٹا۔ وہ بڑی گھٹیا قسم کی چیز ہے اور نت نئے ٹھکانوں کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہاں مشکلات میں بھی نہیں بس نحوستوں کا مارا ہے۔ تمہارا فلور وغیرہ تو نہیں لے گیا!"

نجم صاحب عرف عاجز

نام تھا نجم، تخلص عاجز۔ لکھنؤ کے کسی قریبی گاؤں کے رہنے والے۔ بات بات پر شعر۔ اردو زیادہ، انگریزی بہت کم بولنے کی کوشش میں لگے رہتے۔ یہ نہیں کہ انگریزی بولنے پر مجبور نہ تھے۔ بلکہ یہ کہ اردو زبان کے فروغ کے داعی تھے۔ نور زمان کے ساتھ Business Administration میں داخلہ لے رکھا تھا۔ نہایت خوش پوش، پائپ کے شوقین، سر پر grey رنگ کا felt hat ارجنٹائن کے مشہور Tango dance گانے والے Carlo Gardel (ضمیمہ 99) کی طرح سجا رکھتے۔ کوٹ کی بائیں اوپر والی جیب میں رومال کی جگہ پائپ اس طرح رکھتے کہ اس کا bowl جیب کے اوپر نمایاں ہوتا۔ مسکرانا تو یقیناً بھول چکے تھے۔ یوں لگتا کہ ماتھے پر مکھی کو بھی برداشت نہ کرتے۔ نجانے نور زمان جیسے بذلہ سنج، ہنس مکھ اور کھلے ڈھلے شخص کا متضاد کیفیت کے حامل سے کیسے نباہ ہو رہا تھا۔ پتے پالنے سے تنفر مگر ڈانس کے شوقین اگرچہ rhythm کا بالائے طاق رکھتے مگر لڑکیوں سے بات کرنے سے قاصر۔ ہمیشہ نور زمان سے کہتے کہ کسی لڑکی کو ان کے ساتھ ڈانس کرنے کا کہو۔ لڑکی ڈانس کے دوران ہی انہیں چھوڑ کر چلی

Marfat.com

جایا کرتی کیونکہ ان کو ڈانس کی سوجھ بوجھ ہی نہ تھی لیکن عاجز برا محسوس نہ کرتے اور اردو میں یہ کہتے

"تو ہے ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی"

نور زمان نے ایک روز مجھے عاجز صاحب سے متعارف کرایا جب بھی میں کوئی شعر کہتا تو میرے اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف ان کو ناگوار گزرتا بلکہ میرے صحیح تلفظ کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اصلاح کرنے کی سعی کرتے۔ ایک دفعہ کسی موقع پر میں نے شعر کہا:

"تنگ دستی نہ ہو اگر غالب
تندرستی ہزار نعمت ہے"

"ہائے بیڑہ غرق" ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور اتنے زور سے کہ منہ سے پائپ فرش پر گر گیا مگر انہیں اس کی پرواہ نہ تھی کیونکہ علم و ادب کا تقاضہ سرفہرست تھا۔

"کیا ہوا میں نے کوئی غلط شعر کہہ دیا؟"

"تلفظ بھی غلط اور یہ شعر غالب کا نہیں سالک کا ہے۔"

"اچھا عبدالمجید سالک؟" میں نے پوچھا۔

"میرے بھائی شاعری وغیرہ تمہارے بس کا روگ نہیں اپنی ریسرچ کی حد تک ہی رہو تو بہتر ہے۔ عبدالمجید سالک نہیں بلکہ مذکورہ سالک صاحب جو کہ غالب سے قریباً سو سال پہلے پیدا ہوئے تھے۔" جیب سے دوسرا پائپ برآمد کیا اور زمین پر گرے ہوئے پائپ کو اسی طرح کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

"معاف کرنا آپ کا تخلص 'حاجز' ہے یا 'عاجز'" میں نے طنزاً پوچھ لیا۔

اسکے ردعمل پر وہ نور زمان سے مخاطب ہوئے "ان Jerry صاحب سے پرے اور دور ہی رہو۔ یہ بڑے نہایت نامعقول ہیں۔"

لطف کی بات کہ نور زمان کو اردو سے کوئی زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ بہر حال جب عاجز نور زمان کے ساتھ ہوتے تو وہ اردو کے ... ڈھونڈ کر لاتا تاکہ عاجز سے ملاقات کا شرف حاصل ہو سکے۔ نور زمان نے عاجز صاحب کو مشورہ دیا کہ وہ ڈانس کے چند ایک lessons لے لو کیونکہ جناب کے سر پر ڈانس کا بھوت سوار ہے۔ ہفتہ میں دو دن پینتالیس منٹ کے لئے ایک ڈانس سکول میں داخلہ لے لیا۔ ایک پونڈ فی session کی فیس تھی۔ ڈانس کی ساتھی professional لڑکیاں جن کو فقط پیسہ کمانے سے غرض ہوتی ہے وہ یہ نہیں کہتیں کہ آپ غلط ڈانس کرتے ہیں بلکہ تعریف ہی کرتی چلی جاتی ہیں۔ عاجز صاحب نے پانچ ہفتوں میں ڈانس کا کورس مکمل کیا اور بڑا فخر محسوس کرتے کہ ڈانس کا موقع ملے۔ بڑے دنوں کی چھٹیوں میں Town Hall کے قریب نور زمان کے Commerce School کے زیر اہتمام ایک ڈانس کا بندوبست ہوا۔ عاجز صاحب، نور زمان اور میں ہم دونوں اپنی اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ اس ہال میں گئے۔ ایک میز پر ہم پانچوں افراد بیٹھ گئے۔ نور زمان نے اپنی گرل فرینڈ Clara کو عاجز صاحب سے ڈانس کرنے کی ترغیب دی۔ band ایک گانے کی دھن بجا رہا تھا:

"Railroad comes through the middle of the house."

نور زمان میری دوست Norma کے ساتھ ڈانس کرنے لگا اور میں بیٹھا عاجز صاحب کا تماشہ دیکھتا رہا۔ جانے انہوں نے ڈانس کے دوران کیا سٹیپ لیا کہ Clara فرش پر گر گئی۔ بس پھر کیا تھا عاجز صاحب اپنا ہیٹ بھی میز پر چھوڑے اور غائب ہو گئے۔ Clara کا اخلاق ملاحظہ ہو جب وہ واپس آئی تو کہنے لگی، "It was my fault Where is Mr. AAjiz ? He should be back, his hat is here."

اس کے بعد عاجز صاحب نور زمان کو تو سکول میں ملتے مگر مجھ سے پھر ملاقات نہ ہو پائی۔

Marfat.com

پردے کھینچو، پردے کھینچو

ایک صاحب جن کا نام تو کچھ اور تھا مگر انہیں دوست احباب "پٹھیماں" کہا کرتے۔ راقم کے سننے میں آیا کہ پٹھیماں ایک قریب ہوتے وقت تیز آواز میں خراٹے اور دوسرا "بھارے" بھی کرتا تھا۔ پٹھیماں موچی دروازہ لاہور کا رہنے والا زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا مگر اسے بھی موقع پر انگریزی بولنے سے گریز نہ تھا۔ دوسروں کو انگریزی بولنے کا موقع دینا اس کے بس سے باہر تھا۔ یہ بولتے ہوئے بھی کہ ہم لوگ غلط انگلش پر ہنس رہے ہیں وہ تواتر اور پورے اعتماد سے بولتا ہی چلا جاتا۔ لندن میں صرف weekend پر جو منڈیاں منعقد ہوتیں وہاں پر بہت سے سٹال لگا کر خوب رقم کما لیتا۔ سردست عرض کرتا چلوں کہ نہ صرف لندن میں بلکہ انگلینڈ کے مختلف مقامات میں ہفتے کے کسی نہ کسی دن منڈیاں لگتی ہیں۔ لوگ سٹال لگا کر مختلف اشیاء فروخت کرتے اور یہی ان کا ذریعہ معاش ہے۔ اسی طرح "پٹھیے" نے اپنا ذاتی مکان بھی خرید لیا۔ مہمان نوازی یعنی دوست و احباب کو اپنے گھر ٹھہرانے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔ مکان Palmer Road مشرقی لندن میں واقع تھا۔

ایک موقع پر نور زمان اور راقم اس کے پاس ایک long weekend پر ٹھہرے گئے۔ ہمیں مل کر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اتوار رات کی نور زمان کو اس نے اوپر والا کمرہ دیا اور نیچے والا کمرہ living-room سے متصل جس میں پٹھیماں اور میں نے سونا تھا۔ نور زمان نے کہا کہ ہم لوگ تینوں ایک کمرے میں نہیں سو سکتے کیونکہ Jerry سونے کا عادی ہے اور خراٹے لینے سے باز نہیں آسکتے۔ ورنہ اس کی خواہش تھی کہ گپ شپ چلتی اور ایک ہی کمرے میں سویا جاتا۔ میں نے اس کا دل رکھنے کے لئے اس کے ساتھ سونے کی حامی بھر لی۔ جب ہم سو رہے تھے تو پٹھیے نے اپنی مخصوص کاروائی شروع کر دی۔ مجھے بیدار رہنا پڑا۔ بمشکل سونے کی کوشش کرتا رہا۔ نیند بھلا کہاں آتی عجیب و غریب قسم کے خراٹوں کی آوازیں تھیں۔ رات میں وحشت زدہ ہو کر سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب خراٹوں کے ساتھ "پردوں" کی آواز بھی کانوں سے ٹکرائی

"پردے کھینچو۔۔۔پردے کھینچو۔۔۔"

شروع میں تو میں نے کوئی توجہ نہ دی مگر خراٹے اور "پردے کھینچو، پردے کھینچو" کی گردان کی وجہ سے مجھے یہ سوچنے پر مجبور ہونا پڑا کہ پردے کھینچوں کیونکہ ایک بڑی شیشے کی کھڑکی جو lawn میں کھلتی تھی۔ اس کے پردے دائیں بائیں ہٹا دیئے گئے اور cupboard کے پردے بھی اسی حالت میں تھے لہٰذا میں نے اس کے منہ کے قریب جا کر پوچھا "کونسے پردے؟"

کوئی جواب نہ ملا۔ میں دوبارہ لیٹ گیا اور خراٹوں والے عمل کے دوران کہہ دیتا "پردے کھینچو، پردے کھینچو۔"

میں تھوڑی دیر بعد پھر اٹھ کر اس کے قریب گیا اور تین چار بار کہا "کونسے پردے؟"

"lawn والی کھڑکی کے" اس نے سوتے میں جواب دیا۔

میں نے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے پردے کھینچ دیئے۔ اس نے دوبارہ پردوں کی بات نہ کی مگر خراٹے بھرتا ہی رہا۔ بہر حال میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اٹھ کر نور زمان کے کمرے میں سو گیا۔ صبح اٹھنے پر نور زمان کو داستان غم سنائی جس پر نور زمان نے کہا

"مجھے پہلے سے علم تھا اس کے خراٹے تمہیں سونے نہ دیں گے مگر پردوں والی بات عجیب نہیں۔ ایسی عادات کے حامل لوگوں سے ان کی نیند میں کلام کیا جائے تو نارمل سوال و جواب کرتے ہیں لیکن جاگ اٹھنے پر ان کو کچھ یاد نہیں رہتا اور رات کی سرگزشت سے منحرف ہو جاتے ہیں۔"

ہم دونوں تیار ہو کر نیچے آئے تو پٹھیماں کچن میں ناشتہ تیار کر رہا تھا۔ "Jerry تم غائب کیوں ہو گئے تھے؟"

"تمہارے خراٹے مجھے سونے نہیں دے رہے تھے اور پھر پردے کھینچو کی رٹ لگا رکھی تھی۔ حالانکہ میں نے چل کر تمہارے حکم کی تعمیل کر دی اور پھر سو گیا۔"

"میں تو کبھی خراٹے نہیں لیتا اور پردوں کے متعلق میں نے بات کی ہی نہیں۔"

"پٹھیے رات کو تمہارے کمرے میں چور نہیں آ سکتا۔"

Marfat.com

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ سمجھے گا کہ اندر شیر سو رہا ہے۔" میں نے ازراہِ تفنن جواب دیا۔

دوسرے دن نور زمان کے کمرے میں سویا اور تیسرے دن واپس چلے آئے۔ اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو رات کو چلنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور انہیں اس عمل کی خبر تک نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو somanambulants یا Sleep-walkers کہا جاتا ہے۔ فرخ جمشید [illegible] کی بیوی کی چھوٹی ہمشیرہ [illegible] کی نئی نئی شادی ہوئی تھی رات کو سوتے سے اٹھ کر برآمدے کی منڈیر پر چلتی رہتی اور پھر واپس آ [illegible]۔ ایسے لوگ بہت ہی خطرناک جگہوں پر چلتے ہیں جہاں کوئی دیدہ دانستہ چلے تو گرنے پر موت واقع ہو جائے مگر somanambulants [illegible]۔

برف سے پھسلا، بچے نے دیکھ ہی لیا

[illegible] landladies سے دوستوں کی آمد و رفت، شور و غل والی parties اور شراب وغیرہ [illegible] برداشت کی landlady کے پاس paying guest یا Independent [illegible] (ضمیمہ 100) [illegible] ایک موقع پر [illegible] یونیورسٹی سے دور suburb میں جنگل کی countryside [illegible] علاقہ پہاڑی۔ وہاں سے یونیورسٹی تک بس میں کوئی پندرہ بیس منٹ لگتے [illegible] lines میں [illegible]۔ Mrs. Harrison میری landlady [illegible] Grace [illegible] attic [illegible] living-room cum dining room [illegible] back lawn [illegible] washing machine [illegible] drip-dry [illegible] hangers [illegible] Mrs. Harrison جب mood میں ہوتی تو [illegible]۔

Mrs. Harrison [illegible] WWII [illegible] Dunkirk [illegible] Allies (ضمیمہ 101) [illegible] argument [illegible] steps [illegible] flare up [illegible] Amphora Black Label [illegible] Enmore [illegible]۔

[illegible] Amphora [illegible] Mrs. Harrison [illegible] Mr. Harrison [illegible] Mr. Nasir [illegible] impression [illegible] Amphora [illegible] "To each his own" [illegible]۔

[illegible]

Mr. Harrison [illegible] cycling [illegible] sports کے pages [illegible]۔

Mrs. Harrison نے [illegible] attic [illegible] Grace [illegible] Grace [illegible] Mrs

Marfat.com

Harrison اور میں lawn میں cutting کر رہے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں اکثر انگریزوں کے مکانات میں خصوصاً countryside میں لکڑی کے ہوا کرتے۔ دھڑام کی آواز سے ہم دونوں اوپر گئے۔ Mr. Harrison فرش پر، اس کے اوپر سیڑھی اور سیڑھی کے اوپر bicycle۔

Mrs. Harrison نے کہا "یہاں بھی cycle!" "What did you do ?"

ہم نے پہلے سائیکل پھر سیڑھی اٹھائی، ازاں بعد اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ وہ کہتا رہا:

"I am alright, I am alright."

ابھی وہ شرمندہ ہی تھا تو پھر Dunkirk کی کوئی بات کرنے کیلئے منہ کھولا۔ Mrs. Harrison نے خوب برا بھلا کہا۔ ہوا یوں کہ Mr. Harrison نے سیڑھی لگائی تو سہارا لینے کیلئے اپنے ہاتھ سے attic کے فرش کا کنارا پکڑنے کی بجائے ساتھ ہی پڑی ہوئی سائیکل کے پہیے کو گرفت کر لیا۔ جب زور لگا کر سیڑھی کے اوپر والے step پر پاؤں رکھنے کا ارادہ کیا تو سائیکل کا پہیہ گھوم گیا، سیڑھی نیچے سے پھسل گئی۔ چند دن تک Mrs. Harrison اور میں یہ سمجھنے کی کوشش کرتے رہے کہ بجائے اس کے سائیکل اس پر گرتی اور سیڑھی کی دوسری طرف یہ کیسے ہو گیا کہ پہلے Mr. Harrison پھر سیڑھی اور اس کے اوپر سائیکل! بہرحال Mrs. Harrison نے صرف یہ کہا

"Clumsy"

بات تو برف سے چھیڑنے کی تھی۔ شدید سردی اور رات خوب برفباری ہوئی۔ میں نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر دیکھا منظر نے سفید برف کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ تیاری کے بعد گلے میں مفلر لپیٹ لیا اور کالے رنگ کا Corombie (ضمیمہ 102) chester زیب تن کیا، سر پر hat، اپنا پائپ سلگایا اور نیچے breakfast کی غرض سے آ گیا۔ میں اکثر ناشتہ اسی حالت میں کیا کرتا۔ Mrs. Harrison کو شاید یہ بات میں ناگوار گزرا کیونکہ hat، overcoat یا chester گھر سے باہر نکلنے پر پہنتے ہیں۔ میں وقت کی بچت کے پیش نظر ناشتے کے بعد دوبارہ اپنے کمرے میں نہ جانا چاہتا۔ البتہ کبھی کبھی اخلاقاً ناشتہ کرتے وقت ہیٹ ضرور سر سے اتار لیا کرتا۔ "Good morning everybody." میں نے کہا۔ ناشتہ کی میز پر Grace بیٹھی ہوئی تھی۔ Mr. Harrison صبح سویرے اپنا ناشتہ خود ہی تیار کرتا اور اکیلے ہی ناشتہ کرنے کا عادی تھا۔ Mrs. Harrison ناشتہ serve کر رہی تھی۔

Mrs. Harrison، "It is not a good morning, look what is doing outside ?"

نے کہا۔

Mrs. Harrison صبح اور دوپہر Zebra crossing پر جو کہ شہر کے قریب تھی، سکول کے بچوں کو آر پار کیا کرتی۔ مجھے ایسی حالت میں برفانی موسم پسند نہ تھا۔ میں ناشتہ کرنے کے بعد "Bye, bye" کرتا ہوا باہر نکلا۔ ہاتھ سن ہو رہے تھے جبکہ میں gloves کے استعمال کا عادی نہ تھا۔ واپس لوٹا اور اپنے بریف کیس کو دروازے کے اندر پھینک دیا۔ دونوں ہاتھ chester کی پاکٹ میں ڈالے اور پائپ کا دھواں اڑاتے ہوئے چل نکلا۔ ابھی ڈھلوان میں ہی تھا کہ پاؤں پھسل گیا اور لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے میں روڈ کے curb پر آن گرا۔ جلدی سے اٹھا، ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ یوں ہی میں نے بائیں جانب دیکھا تو ایک پانچ چھ سالہ بچہ جو اپنی ماں کے ساتھ پیدل آ رہا تھا، کھل کھلا کر ہنس دیا۔ ماں جب قریب آئی تو مجھ سے مخاطب ہوئی:

"Sorry Sir, he is only a child."

پائپ کہاں گیا؟ پھر میں برف کے اوپر سے ڈھلوان کی دونوں طرف لگے درختوں کا سہارا لے کر ڈھلوان پر چڑھنے لگا تاہم پاؤں پھسل رہے تھے جبکہ بس کے نکل جانے کا بھی احساس تھا، ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں بس میں سوار ہو کر ٹکٹ کیلئے coins کوٹ کی بائیں پاکٹ سے نکالنے لگا تو پائپ جیب میں موجود تھا۔

پائپ جیب میں کیسے چلا گیا؟

Marfat.com

مزے دار سینڈوچ!

نام تھا فیض، رہنے والے وہاڑی، پاکستان کے قریب کسی گاؤں کے۔ پیشے کے لحاظ سے book-keeping بیٹے کی نے بلایا تو اسی دکان کو دفتر بنالیا اور ایک کونے میں بیٹھ کر کام کرتے رہتے۔ مذہبی پیشہ ور سے زیادہ واقف ہوئے ... جب ملنے جاتے تو پہلی فرصت میں پوچھ لیتے کہ آیا گوشت حلال ہے یا حرام؟ نماز، روزہ اور دیگر مذہبی امور پر تفصیل ... یہاں تک کہ دوسرے لوگ bore ہو جایا کرتے۔ آپ Kings Heath, Highbury Road پر ... میں کافی مدت سے قیام پذیر تھے۔

ایک missionary کا ہندوستان اور پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے کافی عرصہ ہندوستان میں گزرا۔ اس نے اپنے گھر میں چند ہندوستانیوں، پاکستانیوں اور راقم کو سہ پہر کی چائے پر مدعو کیا ہوا تھا ... تعارف کے بعد اس نے کہا کہ آخر ہندوستان اور پاکستان دونوں ایک ہی ملک ہیں۔

"کیسے ایک ہی ملک ہیں؟ کیا Ireland میرا مطلب ہے De Valera والا Ireland اور انگلینڈ ایک ہی ملک ہیں؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ ہندوستان اور پاکستان ایک ہی ملک ہندوستان کا نام ہے؟"

"Ganges دریا ہندوستان میں بہتا ہے اور پاکستان میں بھی۔"

"ہاں، مشرقی پاکستان کے کچھ حصہ میں ہے مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ دونوں ایک ہی ملک ہیں۔"

میں آخر بار گیا۔ اس کی geography اتنی کمزور تھی کہ میں اسے قائل نہ کر سکا۔ وہ اندر سے کچھ سینڈوچ اور کیک لے آیا اور اسی طرح چائے اور کافی کا بھی بندوبست کیا۔ ہمیں شروع کرنے کی دعوت دی۔ ابھی ہم لوگ کھا ہی رہے تھے تو "Excuse me" کہہ کر missionary صاحب سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر والی منزل پر کسی کام کے لیے چلے گئے۔

cheese، beef اور ham sandwiches تھیں۔ فیض صاحب کو شاید افراتفری کے عالم میں یا شدید بھوک کی وجہ سے یہ پوچھنے کی فرصت نہ ملی کہ کون سی sandwich کس گوشت کی ہے۔ مزے لے لے کر کھاتے رہے اور دو تین ham sandwiches کھاتے ہوئے فرمانے لگے:

"ایسے لذیذ گوشت کی sandwiches میں پہلی بار کھا رہا ہوں۔ missionary وہ تو ایسی ہوتی ہیں ... ہم لوگ آپس میں آنکھوں میں اشارہ ... کرتے رہے۔ missionary سیڑھیاں چڑھ کر تیزی سے نیچے آیا اور ... مجھے excuse me ذرا اوپر دیر میں ... ہوئی۔ میں Pickthall کا قرآن تلاش کرنے میں ... ۔ بتانا ہی بھول گیا کہ کون سی sandwiches کس گوشت کی ہیں کیونکہ آپ لوگوں میں سے کچھ مذہب اسلام کے پیروکار ہیں اور یہودی pork نہیں کھاتے۔"

missionary صاحب جو sandwich میرے ہاتھ میں ہے یہ ham کی تو نہیں؟ فیض صاحب نے پوچھا۔

"I am sorry, it is of ham."

missionary صاحب کا یہ کہنا تھا کہ فیض صاحب نے وہاں ہی الٹیاں (قے) کرنی شروع کر دیں ... missionary صاحب "sorry, sorry" کی گردان کرتے رہے۔ اس کے بعد میری فیض صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔

Milkman

راقم کی body chemistry کچھ ایسی ہے کہ بچپن سے دودھ راس نہیں آتا اور جو لوگ دودھ سے حوالی ... ہے ... قریب

Marfat.com

سے بھی نہ رہ جاؤں تو'' ۔۔۔۔۔۔لگ جاتی ہیں۔''

ایک دفعہ میں نے landlady سے کہا کہ دودھ کی بوتلیں مجھے weekend پر چاہئیں تا کہ مہمانوں کیلئے کافی اور چائے
میں دودھ استعمال کر سکوں۔ اس نے milkman کو ٹیلیفون پر میرا نام مسٹر نسیم، کمرہ نمبر تین، 12 Lamont Avenue بتا دیا

اس دور میں milkman یا delivery van کا driver وہ ڈرائیو کرتا ہوا ساتھ مختلف علاقوں کا راؤنڈ لگایا کرتا
اور آرڈر کے مطابق گھروں پر دودھ کی بوتل یا بوتلیں تقسیم کرتا۔ دونوں سفید apron میں ملبوس ہوتے۔ کبھی کبھی تو گھر کے دروازے پر
دستک دیتے ہوئے کہتا ''milkman'' یا بغیر دستک کے دودھ کی بوتلیں رکھ جاتا۔

ہر ہفتہ آرڈر کے باقاعدگی سے ساتھ دودھ کی بوتلیں گھر کے ہال دروازے کے باہر صبح سویرے میرے اور دیگر رہائشیوں
کیلئے پڑی ہوتیں۔ میں دو بوتلیں اٹھا کر ہفتہ کی صبح کو اپنے کمرے میں لے آتا۔ حیران تھا کہ دروازے کے باہر گیارہ بوتلیں پڑی ہوتی
تھیں مگر milkman کو کیسے پتہ چلا کہ کس کس کی ہیں تاہم ابھی تک مجھے بل نہیں ملا تھا۔

مجھے بعد میں پتہ چلا کہ milkmen ہر ایک آرڈر کے مطابق متعلقہ بل mat کے نیچے جو کہ باہر دروازہ کے سامنے بچھا
ہوتا رکھ دیا کرتے اور ساتھ ہی دودھ کی بوتلیں بھی۔ رہائشی بھی اپنے اپنے بل کے مطابق مطلوبہ رقم کسی لفافہ میں ڈال کر اپنے ناموں
کے ساتھ mat کے نیچے رکھ دیتے۔ اس طرح مہینوں تک کسی کو پتہ بھی نہ چلتا کہ milkman کون ہے۔ رہی بات رہائشیوں کی،
انہیں کیسے پتہ چلتا کہ دودھ کی بوتلیں کس کس کی ہیں؟

وہ ہر کوئی اپنے دیئے ہوئے آرڈر کے مطابق ہی بوتلیں اٹھایا کرتا۔

landlady نے بتایا کہ یہ سلسلہ اب ختم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ foreigners کے زیادہ ہونے کی وجہ سے بے ایمانی شروع
ہو گئی ہے۔ وہ نہ صرف mat کے نیچے سے اپنی ہی رہائش کا بل کی رقم چوری کرتے، بلکہ دودھ کی بوتلیں بھی جو کہ دیگر لوگوں کے لئے
ہوتیں غائب کر جاتے۔ یہ بات یہاں تک ہی نہیں رہی۔ آہستہ آہستہ دوسرے گھروں کے لوگوں نے دودھ کی جو رقم اپنے mats کے
نیچے رکھی ہوتی وہ بھی غائب ہونا شروع ہو گئی۔ اسی لئے milkman جب دودھ کی بوتلیں لے کر آتا تو دروازہ کھٹکھٹاتے ہی کہتا ہے،
''milkman'' تا کہ گھر والے بوتلیں اٹھا کر اندر رکھ لیں اور بل کی ادائیگی بھی کئی علاقوں میں ذاتی طور پر ہونا شروع ہو گئی ہے۔

باتھ روم میں Hurricane lantern

قیامت کی سردی، چند دنوں میں یخ بستہ ہوائیں چل رہی تھیں۔ جنوری کا مہینہ تھا۔ ویسے تو برسات معمول کے مطابق
تھی بارش ہوتی بھی رک جاتی مگر سردی کی شدت میں کمی واقع نہ ہوتی۔ دو دنوں سے متواتر برفباری جبکہ اس دوران موسم قدرے گرم
ہو جاتا۔

لیبارٹری میں چند زیادہ ہی مصروفیت کی وجہ سے رکنا پڑا۔ قریباً گیارہ بجے رات گھر پہنچا۔ گھر کے ہال کا دروازہ چابی لگا
کر چپکے سے کھولتا کہ کھڑکھڑاہٹ landlady کی نیند میں خلل انداز نہ ہو۔ وہ گھر کے اندر داخل ہوتے ہی ہال کی بائیں جانب کے
کمرہ میں ہوا کرتی۔ اسے میرے کمرے کی کھڑکی سے گھر کے سامنے والا اور پچھلی سائیڈ والا حصہ صاف نظر آتا۔ معمولی آہٹ سے بھی وہ جاگ
جاتی اور پھر تمام رات نیند نہ آنے کی وجہ سے پریشان ہو جاتی۔ وہ کسی دماغی عارضہ میں مبتلا تھی۔ دن کو بھی ذرا سا کھٹکا ہوتا تو پردے ہٹا کر
کھڑکی سے باہر جھانکتی کہ معاملہ کیا ہے۔ بعض اوقات جب میں گھر کے فرنٹ lawn میں داخل ہوتا تو سڑک سے جو راہداری
گھر کے مین گیٹ تک آتی اس کا فرش rough تھا۔ میں جوتے اتار لیتا تا کہ کھڑکھڑاہٹ نہ ہو اور نہایت احتیاط سے ہال کے
دروازے کو چابی سے کھولتا مگر دروازہ بند کھٹکے سے ہوتا۔ landlady اگر سو رہی ہوتی تو جاگ اٹھتی اور اسی وقت یا دوسرے دن لطیف
انداز میں سرزنش کرتی۔ تاہم رحمدل خاتون تھی گھر چھوڑنے کو نہ کہتی۔ رات تو رات اسے دن کو بھی گھر کے اندر یا باہر کھڑکھڑاہٹ ناپسند
تھی البتہ دھیمے انداز سے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا کرتی۔

گھر کا bathroom پہلی منزل پر بالکل سیڑھیوں کی landing کی دائیں جانب واقع تھا۔ سیڑھیوں پر پڑا ہوا

Marfat.com

rug اسقدر بوسیدہ کہ جگہ جگہ سے دھاگوں کی لکڑی صاف نظر آتی۔ landing پر صرف لکڑی بنی تھی۔ bathroom میں نہانے کے ٹب کے ساتھ باہر لکڑی کے فرش پر چھوٹا سا rug بچھا ہوا تھا۔ مکان قدرے پرانا، چھت کی لکڑیوں خاص طور پر سیڑھیوں پر اور باتھ روم میں پاؤں کی نقل و حرکت سے چرچراہٹ نمایاں ہوتی۔ انہی عوامل سے landlady پریشان ہو جاتی۔ کبھی پیار اور کبھی تھوڑی سی تلخی سے دھیرے سے چلنے کا کہتی تاکہ کھڑکھڑاہٹ نہ ہو۔

چند ایک بار رات کو مجھے bathroom میں متعدد بار جانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جوتے اتار کر نہایت آہستگی سے چلنے کے باوجود چھت کی لکڑیاں چرچرا اٹھتیں اور وہ بیچاری معمولی آہٹ سے جاگ اٹھتی۔ نیند میں خلل واقع ہوتا۔ ایک دفعہ اس نے بعد از دوپہر چائے پر مجھے Invite کیا۔ مختلف قسم کا cheese پیش کیا۔ چونکہ میں black coffee کا عادی تھا لہٰذا چائے بغیر دودھ اور sugar کے استعمال کی۔

"مسٹر نصیر، مجھے ایک بات تو بتاؤ اگر برا نہ مانو تو؟" اس نے نہایت apologetc لہجہ میں پوچھا۔

"اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ آپ فرمائیں۔"

"جب رات کو waterworks کی حاجت پر اٹھ کر جاتے ہو کیا واپسی پر نیند آجاتی ہے؟"

"بالکل آجاتی ہے۔ ایک بار نہیں متعدد بار جاؤں تو بھی۔"

"strange دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر پاکستانی جو میرے پاس رہے ہیں اور آپ بھی صبح اٹھ کر نہاتے ضرور ہیں۔"

"ہاں! عادات کی بات ہے۔"

دوران گفتگو اس کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہوتا کہ یہ معمولات حیرت انگیز ہیں اور اس کی نظر میں انوکھا عمل ہے۔

بات سردی سے شروع ہوئی۔ دوپہر سے برفباری ہو رہی تھی اور میں برفباری کے دوران ہی گھر پہنچا۔ مجھے گھر پہنچے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی، ابھی سویا نہ تھا کہ landlady کے کمرے کا دروازہ کھٹکنے کی آواز آئی۔ چند لمحوں کے بعد میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا تو landlady ایک hurricane lantern ہاتھ میں لئے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور سو گیا۔ صبح اٹھ کر bathroom گیا تو lantern جل رہی تھی۔ میرے پاس وقت نہیں تھا کہ landlady سے پوچھتا۔ اس دن خلاف معمول جلدی یونیورسٹی سے آ گیا تاکہ معلوم ہو سکے lantern والا معاملہ کیا ہے؟

بات چیت یوں کی کہ سخت سردی اور برف باری کے موسم میں bathroom قدرے گرم رکھا جاتا ہے تاکہ watertank اور پائپ کا پانی جم نہ جائے۔ پانی منجمد ہونے سے اس کا volume بڑھ جاتا ہے۔ watertank اور پائپ پھٹنے کا خدشہ لاحق ہوتا بلکہ پھٹ بھی جاتے ہیں۔ یہ ایک پرانی طرز کا مکان تھا اور پانی صرف اتنا گرم ہوتا کہ بمشکل نہایا جا سکتا۔ کوئی ٹب گرم کا hot water system۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ lantern صرف ان مکانات کے bathroom میں جلائی جاتی جہاں گرم پانی کا انتظام نہیں ہوتا۔ landlady چونکہ orthodox ہونے کی وجہ سے ابھی تک اس پر عمل پیرا تھی۔

Public baths

راقم کو برمنگھم میں کوئی ایک برس گزر چکا تھا۔ مانچسٹر سے میرے ایک دیرینہ دوست افتخار احمد ملک جو ان دنوں کلینیکل ٹریننگ پر تھے برمنگھم میں چند دنوں کیلئے مجھے ملنے آئے۔ افتخار کے ماموں محمد شریف صاحب کی رہائش سے بالکل قریب ہی قیام تھا۔ Indian summer کے دن تھے، گرمی بھی زیادہ نہیں تھی کہ jacket وغیرہ کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ مکان کافی بوسیدہ، پیچھے ایک چھوٹا سا صحن، جبکہ کمرے کے پچھواڑے ایک تنگ گلی میں جو کہ مکان کا حصہ ہی تھی بائیں جانب ایک نہایت چھوٹا کمرہ واقع تھا جس میں ایک commode اور ایک واش بیسن جس کی ٹونٹی سے مسلسل پانی بہتا۔ یہی تو تھا bathroom جو بمشکل ایک آدمی کو accommodate کر سکتا۔ دروازہ وغیرہ بند ہونے کے باوجود سب درز سے ہوا اندر آ جاتی۔ مکان میں داخل ہونے کے بعد ایک چھوٹا سا ہال جس کی دائیں جانب ایک کمرہ جس میں پرانی قسم کا صوفہ سیٹ تھا یہ living-room اور صرف room

Marfat.com

تھی۔ living جیسی کوئی صورت نہ تھی جس کمرے کا میں نے اوپر ذکر کیا اس کمرے سے ملحقہ ہال سیدھا اس کمرہ میں کھلتا۔ ہال کی بائیں طرف اسی کمرہ کے دائیں جانب سیڑھیاں جو کہ اوپر ایک بڑے کمرے میں لے جاتیں۔ وہاں صرف ایک بستر لوہے کا جیسا کہ ہسپتالوں کے جنرل وارڈ میں ہوتا ہے اور جس پر کمبل وغیرہ ڈال کر کے تکیہ کی جگہ bed پر رکھا گیا۔ افتخار کے ماموں کسی دوسرے مکان میں رہائش پذیر تھے اور افتخار اس bed پر سویا کرتا۔ rugs اس قدر بوسیدہ کہ کمروں کے فرش اور ہال میں لکڑی زیادہ نظر آتی اور rugs کم۔

میں نے افتخار سے پوچھا "میرے سونے کا بندوبست کہاں ہے ؟"

"ابھی ماموں صاحب آ جاتے ہیں تو دوسرے bed کا بندوبست ہو جائیگا۔"

"دوسرا bed نہیں تھا تو مجھے بلایا کیوں ؟"

"میں نے ماموں جان سے بات پہلے ہی کر لی تھی۔ ابھی آتے ہی ہوں گے۔"

"یہ کوئی اتنی گندا اور بوسیدہ مکان افتخار! ایسی رہائش تو میں نے پاکستان کے غریب ترین طبقہ میں بھی نہیں دیکھی۔"

"یہ بات نہیں ماموں جان نے یہ مکان تھوڑے ہی دنوں پہلے خریدا اور پہلا رہائشی میں ہی ہوں۔"

"کچن کہاں ہے ؟"

"back lawn کی پچھلی دیوار کے ساتھ۔"

"آؤ دیکھیں تو سہی۔"

bathroom کی گلی سے گزر کر پیچھے گیا lawn اور پچھلی دیوار کے بائیں کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ جس کی شمال جنوب اور مشرق کی solid دیواریں پتھر کے irregular ٹکڑوں سے تعمیر کی گئیں۔ جانب مغرب دیوار میں ایک دروازہ جس کے تمام شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور دیوار کے باقی حصہ میں زمین سے تقریباً چار فٹ اونچی دیوار پر ایک لمبی کھڑکی نصب اس کے بھی تقریباً تمام شیشے ٹوٹے ہوئے۔ مشرقی دیوار کے ساتھ ایک گیس کا چولہا مگر برتن وغیرہ ندارد۔ چولہے کے اوپر چھت میں ایک سیاہ رنگ کا exhaust پنکھا نصب اور تمام کمرہ میں پانی کا کوئی بندوبست نہ تھا۔

"افتخار! یہ جو برتن خریدتے ہیں اور کھانا وغیرہ پکاتے ہیں تو کچھ کھانا کھانے کے بعد برتن کہاں صاف کریں ؟" میں نے تشویش سے اس سے پوچھا۔

"باہر ایک پانی کی ٹونٹی موجود ہے اس سے کام چل جائیگا۔" افتخار نے مجھے حوصلہ افزائی کے طور پر آگاہ کیا۔

"ماشاء اللہ یہ مکان خریدا ہے تمہارے ماموں جان نے !"

"Pira (distorted version of Pir) یہ بات نہیں میرے ماموں جان ایسے ہی کاروبار کرتے ہیں کچھ اور رقم خرچ کر کے مکان کو remodel کر دیا جائیگا اور جتنے میں خریدا ہے اس سے کہیں زیادہ رقم مل جائیگی۔"

باہر دروازے کے D-shaped handle کو دروازے کے ساتھ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ ہینڈل کے "D" کی base والا حصہ کھڑکی کے دروازے پر فٹ اور free arch ہوتی ہے۔ اس free arch سے دروازہ کھٹکھٹایا جا سکتا ہے۔ اس "D" کے نیچے ایک horizontal سوراخ جس میں سے اخبار اور خطوط باہر سے اندر پھینکنے کی گنجائش ہوا کرتی ہے۔

ہم دونوں دروازے کی طرف آئے۔ افتخار نے اندر سے دروازہ کھولا اور افتخار صاحب کے ماموں اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے میرے متعلق سن رکھا تھا مگر ملاقات کبھی نہ ہوئی۔ تعارفی مرحلے سے گزر کر living-room میں جا بیٹھے۔

"میں نے یہ مکان ابھی ابھی خریدا ہے۔ رہائش کے قابل نہیں۔ remodel کرنے کے بعد بات کچھ اور ہوگی۔" افتخار کے ماموں نے وضاحت کی۔

"ہاں مجھے افتخار نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔"

"آج کی شام کا کھانا fish n chips ہے میں نے" افتخار کے ماموں نے مجھے پوچھا "کیا تمہیں پسند ہیں ؟"

Marfat.com

''کیوں نہیں۔''

''افتخار، پیر صاحب کو ساتھ لے آؤ۔ تھوڑی دور ایک مکان سے لوہے کا bed اٹھا کر لے آئیں۔''

وہ جگہ تھوڑی دور گیا کافی دور تھی۔ مطلوبہ bed مکان کی بیرونی دیوار کے ساتھ کھڑا کیا ہوا تھا۔ افتخار نے ماموں نے گھر کے باہر سے آواز دی اور اس شخص نے جواب دیا کہ یہ bed وہ لوگ (کون سے لوگ مجھے معلوم نہیں) کل مکان سے باہر رکھ کر چلے گئے ہیں۔

ایک طرف سے ماموں صاحب نے bed کو اٹھایا۔ دوسری طرف سے افتخار اور میں نے۔ بہرحال bed کافی وزنی ہونے کی وجہ سے راستے میں کئی دفعہ ستانے بیٹھے رہے۔ خدا خدا کر کے bed کو گھر کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اس علاقے میں انگریز کم اور ہندوستانی زیادہ تھے۔ یہ ایک rundown علاقہ تھا۔ کئی لوگ ہمارے قریب سے گزرے کسی نے ہماری طرف توجہ نہ کی ہمیں حیرت محسوس نہ ہوئی۔ مذکورہ bed بمشکل اندر کافی تگ و دو کے بعد لانے میں تو کامیاب ہو گئے اور اطمینان سے ہال میں رکھ دیا مگر اب اس کو سیڑھیوں کے راستہ اوپر لے جانے کا مرحلہ جان لیوا درپیش تھا۔ کئی angles سے سیڑھیوں پر چڑھانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔ کوشش بسیار کے بعد اب یہ طے پایا کہ bed کو فی الحال living-room میں ہی رکھ دیا جائے۔ مگر میرے لیے اوپر کے کمرے کا سائز مذکورہ bed کے سائز کا ہی تھا۔ مزید جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ اوپر والے کمرے کا bed کمرے میں ہی reset کیا گیا جو bed ہم لوگ اٹھا کر لائے وہ بھی unscrew کیا جا سکتا مگر ہمارے پاس اوزار نہ تھے چنانچہ فیصلہ ہوا کہ اس bed کو living-room میں ہی لگا دیا جائے۔ ذہنی طور پر یہ مسئلہ حل ہو گیا اور ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔ افتخار اوپر والے کمرے سے ایک گدا لے آیا، جب میں نے اسے bed پر بچھایا تو مختلف جگہوں سے springs ابھرے ہوئے تھے کہ گدا اچھا ہو نہیں تھا۔ اس پر سویا تو جا سکتا مگر آرام سے نہیں البتہ تین کمبل موجود تھے جن میں سے ایک گدے کے اوپر بچھایا ایک کو فولڈ کر کے تکیہ کا کام لیا اور تیسرا اوڑھنے کے لیے۔ یوں رات بسر کرنے کا سامان میسر ہو گیا۔

رات کو کارنر کے سینڈ سے fish n chips کھائے۔ ماموں صاحب تو گئے ہیں اور چلے گئے افتخار اور میں رات گئے تک میرے bed پر یادِ ماضی میں کھوئے اور قصہ پارینہ کو تازہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ افتخار میرے بچپن کی دوستوں میں سے تھا اور کئی اور ہوتا تو میں پل بھر کے لیے بھی اس عشرت کدے میں ٹھہرنے کا مجاز نہ تھا۔ باتوں باتوں میں افتخار جذباتی ہو گیا اور پرجوش محبت سے سرشار ہو کر کہنے لگا کہ بہتر ہے میں اوپر سے اپنا گدا اٹھا کر یہیں لے آؤں پھر قسمت یاوری کرے تو ذرا کمر سیدھی کر تے ہیں۔ کچھ دیر بعد سونے کا ارادہ کیا مگر گدے کے springs احتجاج کرنے کے انداز میں چبھنے لگے اور شب بیداری کرتے رہے تھے، کروٹیں بدلنے سے بھی کسی طور پر استفادہ نہ ہوا۔ میں اس پوزیشن میں تھا کہ تھوڑا (عارضی سونا) کا حصہ لینے کی کوشش کی۔ افتخار کی خوش بختی کہ میرے قریب ہی خراٹے لے رہا تھا جبکہ میں تو اس سے پہلو بدل رہا تھا۔ بالآخر افتخار سے مشورہ کرنے کا ارادہ کیا۔ نیند سے اٹھنے کا مرتکب ہوا۔ صوفے کا تبادلہ کا تقاضہ کیا تا کہ تھوڑی دیر کے لیے تھوڑا کا سکون حاصل کر سکوں۔ چونکہ نیند نے مجھے بہت مجبور کیا ہوا تھا صوفے پر کم از کم سیدھی کرنے کا موقع تو میسر آ گیا۔

حسبِ معمول جلدی بستر سے اٹھ گیا، جلت سے dressinggown پہنا۔ خدا کا شکر کہ موسم خوشگوار تھا ورنہ سردی سے میری قلفی جم جاتی۔ اگرچہ میں اپنا تولیہ، ٹوتھ برش اور electric shaver سفر کے دوران ساتھ ہی رکھتا مگر ٹوتھ پیسٹ رکھنا بھول گیا۔ چونکہ افتخار سو رہا تھا اوپر والے کمرے میں جا کر اس کا سامان ٹٹولتا رہا آخرکار Forhans کی ٹوتھ پیسٹ کی tube دستیاب ہوئی۔ معمول کے زیر اثر bathroom میں گیا مگر گرم پانی کی بجائے ٹھنڈا پانی نے استقبال کیا مجبوراً میں نے دانت صاف کرنے کا ارادہ ترک کر دیا جبکہ میں صبح نہانے کا عادی ہوں سوچا کہ ایسے ہی ہاتھ منہ دھو لوں مگر خارش کی وجہ سے جسم میں زبردست uneasiness محسوس ہونے لگی جو ناقابلِ برداشت تھی۔ خشک تولیے سے جسم کو خوب rub کیا تا کہ سر سے پاؤں تک جسم کو خوب رگڑا تاکہ خارش کی جلن سے چھٹکارا ملے۔ خاص طور پر groin کے حصہ کو خوب رگڑا کیونکہ اس جگہ پر پانی کی وجہ سے کئی دفعہ fungal infection ہوئی۔ کافی عرصہ علاج معالجہ کے بعد اس سے نجات ملی۔ اب میں نے اپنے shaver کے لیے outlet تلاش کرنے کے لیے کمر باندھی۔ اوپر والے کمرے میں دروازے کے اندر داخل ہوتے ہی خوش قسمتی سے outlet تو واقعی تھی مگر اس میں ''juice''

(current) نہ تھی۔ ناچار بغیر shave کے گزارہ کرنی تھی۔

پچھلی شب باتیں کرنے والے کمرے میں آیا تو افتخار تا حال گہری نیند میں خراٹے لے رہا تھا میں نے بلایا جھلایا مگر وہ ایک شیر خوار بچے کی طرح ہوں ہاں کرکے دوبارہ خراٹے لینے میں مصروف ہو گیا۔ مایوسی کے عالم میں کسی جگہ ناشتہ کی غرض سے نکل کھڑا ہوا۔ اپنا پائپ سلگایا۔ چونکہ شہر سے ناواقف تھا میں روڈ پر کافی دور نکل آیا مگر بے سود۔ سوچا ریلوے سٹیشن کے قرب وجوار میں کسی دکان کا امکان ہو گا۔ لہذا سٹیشن سے ہو آیا۔ وہاں بھی کیفے بند تھا۔ کافی کا بندوبست تو نہ تھا بہر حال ایک کپ چائے بغیر دودھ اور شوگر پر اکتفا کرنا پڑا۔ bar کے سامنے چند سینڈوچ پڑے تھے جو پرانے سے لگتے تھے۔ attendent نے کہا:

"Anything else, Sir ?"

"ہاں، انڈے جو صرف تین منٹ ابلے ہوئے ہوں۔"

"I am sorry Sir, only egg and cheese sandwiches."

میں نے egg sandwiches خریدے اور چائے کے ساتھ نوش کئے واپسی پر *The Manchester Guardian* خریدا۔ پائپ پیتا ہوا اخبار کا بے تابی سے جائزہ لیتے ہوئے گھر لوٹا۔ افتخار ابھی تک سو رہا تھا میں ایک کونے میں bed کی پائنتی کی طرف بیٹھ کر اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں افتخار جاگ اٹھا اور کہا:

"میں نے تو ابھی کراچی کے معمول کے مطابق جب اٹھنا ہے ہوتے ہیں وہاں چل کر ناشتہ کرتے ہیں۔" افتخار صاحب نے جماہی لیتے ہوئے میری صحت کی پرواہ کی۔

"میں تو ناشتہ کر آیا ہوں۔"

"یہ سب وقت آدمی ہو خواہ مخواہ قیمتی پونڈ ضائع کر دیئے۔" وہ خوشامد پر آمادہ تھا۔

"پونڈ نہیں صرف شلنگ۔" میں نے خوش دلی سے تفصیل بیان کی۔

"ویسے تو میں ناشتہ بھی کرتا ہوں۔ آج میرا خیال تھا تم آ گئے ہو تو اکٹھے ناشتہ کریں گے۔ چونکہ لندن میں چار دن سے نہایا نہیں ہوں نہا لیتے ہیں۔"

"یہاں تو گرم پانی اور باتھ یا شاور کا انتظام نہیں۔"

"یہاں قریب ہی ہیں۔ public baths ہیں ناں۔"

"میں نے ایسے baths کے متعلق سن رکھا ہے مگر نہانے کا موقع نہیں ملا۔"

"آج مل جائے گا۔" وہ میری خوشنودی اور دلجوئی کیلئے کہہ رہا تھا۔

بہر حال تھوڑی دیر میں افتخار تیار ہو گیا۔ کہنے لگا کہ پائپ اور hat کو یہاں ہی چھوڑ دو اور تولیہ بھی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں وہاں سے مل جائے گا۔ اس نے غیر معمولی سوجھ بوجھ سے اپنی فراست کا اظہار کیا۔

"نہیں افتخار میں تو اپنا تولیہ ساتھ ہی لے کر جاؤں گا۔" میں نے واویلا کیا۔

"ویسے تو یہاں کوئی خطرہ نہیں احتیاط کے طور پر اپنی گھڑی اور پیسے صوفے کے نیچے رکھ دیئے جائیں تو مناسب ہو گا۔"

افتخار نے باہر کے دروازے کو جو گلی میں کھلتا اندر سے مقفل کر دیا پھر میں نے اپنا تولیہ اپنے بیگ سے پارچات پوشیدنی نکال کر ساتھ میں رکھا۔ اسی دوران افتخار نے Imperial Leather کا ایک soap cake اٹھایا اور میرے bag میں پھینک دیا پھر مستعدی سے باہر کے دروازے کو lock کیا اور ہم لوگ گھر سے باہر خراماں خراماں چل دیئے۔

سب سے پہلے بائیں جانب گلی سے turn کیا اور کافی مسافت کے بعد دائیں طرف ابھی تھوڑی دور ہی گئے تو افتخار نے بتایا کہ بائیں طرف public baths موجود ہیں جب وہاں پہنچے تو ایک دروازہ دیکھا جس کا نچلا حصہ لکڑی کا اور اوپر والا حصہ شیشے سے مزین تھا۔ دروازے سے دو دروازے تھے افتخار نے ایک دروازہ دبایا اور ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ جو دیکھنے میں آیا کہ دائیں طرف ایک bar کے پیچھے attendent بیٹھا ہوا تھا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ افتخار نے اس آدمی کو کتنی رقم دی جس کے صلے میں اس نے افتخار کو

Marfat.com

ایک تولیہ دیا اور ایک locker کی چابی بھی تھما دی۔ اسی جانب آگے چل کر دیوار میں lockers جن پر تالے لگے ہوئے تھے، دیوار سے نصب اور ان پر نمبر لکھے ہوئے تھے۔ ہمارے locker کا نمبر 13 تھا۔ کپڑے اتار دیئے اور locker میں بند کرنے کے بعد چابی سنبھالی اور ننگ دھڑنگ مادر پدر آزاد ہاتھ میں تولیے سنبھالے چل دیئے۔ اتفاق سے ہاتھ میں soap cake اور دوسرے ہاتھ میں locker کی چابی تھی۔ بائیں جانب ایک بڑا ہال جس میں دو دیواروں کے ساتھ ساتھ tubs لگائے گئے تھے اور ایک دیوار showers اور horizontal poles کی ترتیب سے آراستہ تھی۔ poles پر تولیہ لٹکایا جا سکتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ چند انگریز tubs میں نہا رہے تھے۔ کسی کا کسی طرف کوئی دھیان نہیں۔ نہانے کے بعد اطمینان سے تولیے کے ساتھ جسم خشک کیا اور واپس اپنے locker سے پارچات پوشیدنی اور پوشاک نکال کر پہن لئے۔

ایک دن مزید افتخار کی دعوت کرنے کا شرف نصیب ہوا اور واپسی کے ارادے سے ٹرین پر بیٹھ کر [illegible] آ گیا۔ سر دست عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ برمنگھم یونیورسٹی کی Union Building میں showers کا کوئی انتظام نہ تھا، صرف tubs تھے۔

Zebra crossing

انگلینڈ کے تمام شہروں، بستیوں اور اہم مقامات کی سڑکوں پر ایک Zebra crossing کا ہونا ضروری ہے۔ Zebra کی stripes کی طرح سڑک پر سیاہ و سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ سڑک کی دونوں اطراف فٹ پاتھ کے curbs پر crossing کی چوڑائی کے مطابق دو دو poles جن پر ایک بجلی کا globe نصب ہوتا ہے Intermittently blink کرتا رہتا ہے۔ خاص طور پر جہاں بچوں کے سکول ہوں وہاں پر ایک Traffic warden سفید apron میں ملبوس اور اس کے ہاتھ میں ایک placard جس کے ایک طرف "Stop" کا لفظ نمایاں لکھا گیا ہے اور یہ Traffic warden جب بچوں کے سکول سے آمد و رفت کا وقت ہوتا ہے تو وہ curb سے اتر کر بچوں کے آگے آگے crossing پر چلتا ہے (چلتی ہے) اور اس طرف سے ٹریفک کو بڑی مستعدی سے placard کی Stop والی سائیڈ اس طرف کرتا ہے اس کے نتیجے میں ٹریفک رک جاتی ہے۔ جن مقامات پر Traffic warden نہیں ہوتا۔ پیدل چلنے والا جب curb سے crossing پر اپنا پاؤں رکھنا چاہتا ہو تو فوراً سڑک کی دونوں اطراف کی ٹریفک (کاریں، بسیں، سائیکل وغیرہ) crossing کے دونوں اطراف رک جاتے ہیں اور اس وقت تک نہیں چلتے جب تک crossing پر چلنے والا (چلنے والی) مکمل طور پر سڑک کے اوپر سے گزر کر curb پر نہ آ جائے۔ اگر crossing پر کوئی pedestrian زخمی یا ہلاک ہو جائے تو ڈرائیور کی کڑی سزا تجویز کی گئی ہے۔

ایک دفعہ راقم یونیورسٹی سے City Center جانے کے ارادے سے double decker بس کے اوپر والے حصہ میں فرنٹ سیٹ پر سوار جا رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے پر دیکھا کہ کاروں کی بڑی لائن لگی ہوئی ہے اور ایک معمر رسیدہ عورت جس کے ہاتھ میں چھڑی تھی نہایت آہستگی سے چھڑی کے سہارے سڑک پار crossing کی ایک curb سے دوسری طرف چلی آ رہی تھی۔ ٹریفک چلنے کی اور میری بس بھی crossing سے گزری تو وہی انگریز عورت جس کے سر کے بال سفید، چشمہ لگائے walking stick کے سہارے ٹھک ٹھک کر کے نہایت آہستگی سے curb پر چل رہی تھی۔

ایک اتوار سیر و چہل قدمی کا ارادہ کر کے گھر سے باہر نکلا۔ تھوڑی دور تک چلا تو دیکھا کہ دائیں curb پر ایک انگریز اپنے کتے کے ساتھ سیر کو نکلا۔ انگریز پیچھے تھا جبکہ کتا curb کی بائیں طرف رخ کر کے واپس ہو کر اپنے انگریز مالک کا منتظر تھا۔ انگریز اسے Rex کے نام سے پکارتا۔ میں نے اپنی رفتار قدرے آہستہ کر لی اور سست روی سے چلنے لگا۔ انگریز جیسے ہی آگے آتا تو کتا اپنے چند قدم چلنے کے عمل کا اعادہ کرتا رہا اور بھاگ کر آگے نکلتا اور curb پر کھڑا ہو جاتا۔ انگریز کی پکار پر وہ واپس آ جاتا مگر سڑک کی بائیں طرف بے اختیار دوڑتا چلا جاتا اور پھر curb پر بائیں طرف رخ کئے رکتا۔ یونہی بائیں curb کے مکانات میں سے ایک انگریز عورت نے اپنی کتیا جس کا نام Doxy تھا کی زنجیر کھول رکھی تھی۔ معاً Doxy دائیں جانب رخ کئے بھاگتی ہوئی Rex کی سمت میں

Marfat.com

اپنی curb پر آتی مگر جہاں جا کر Rex کھڑا ہو جاتا وہ بھی دائیں جانب رخ کر کے کھڑی ہو جاتی۔

پتہ چلا کہ Doxy چونکہ heat میں اور جنسی اختلاط پر آمادگی سے دوچار تھی جس کی "بو" سے Rex بھی مانوس تھا مگر وہ دونوں سڑک cross کرنے سے قاصر تھے لہذا crossing پر آ کر رک جاتے کیونکہ اُن کے مالکان crossing کو cross کرنے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ Rex کا مالک اُسے کہتا:

" Naughty boy, behave yourself "

برٹش ٹریننگ کو بے ساختہ داد دینے کی خواہش غالب آ جاتی کہ انسان تو انسان کتے بھی قانون سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ واقعہ 1956 کا بیان کیا گیا ہے البتہ آجکل کے کتوں کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

1984 میں میری بیوی فرخ جمشید اور میں پاکستان سے واپس وینزویلا جا رہے تھے تو میرے بھائی انور اور راقم کے پرانے دوست پرویز احمد شیخ کے Acton Town Hotel, 70 Gunnersbury Lane, London W3 میں چند ایام گزارنے کیلئے اُن کے مہمان کی حیثیت سے ٹھہرے۔ ہر روز شام کے قریب میں اپنے اسلامیہ کالج کے دنوں کے دوست نعیم محمد (پاکستانی کرکٹ ٹیم کے فاسٹ باؤلر) کو ملنے کیلئے اس کی ٹریول ایجنسی، Kayem Agencies, 10 Park Parade Gunnersbury Avenue, London W3 میں جانے کیلئے روانہ ہوتا۔ Gunnersbury Lane جہاں Gunnersbury Avenue سے ملتی اس سے کافی پہلے Zebra crossing کو کتے کے عبور کرنے کا یہ واقعہ پیش آیا۔ curb پر ایک عمر رسیدہ انگریز عورت اپنے کتے Frank کو ٹہلنے لے کر گھوم رہی ہوتی۔ اتفاق کی بات ہے مخالف curb پر عین اسی وقت ایک عمر رسیدہ انگریز مرد اپنی کتیا کے ساتھ گھومتا، جس کا نام Whisky تھا۔ کتا اور کتیا زنجیروں کی بندش سے آزاد، گلے میں صرف ایک پٹہ اور اپنے مالکوں کا حکم اس طرح بجا لاتے جیسے غلام آقا کا۔ دو تین دن Whisky اپنے curb کے کنارے کے پاس آ کر رکتی اور اسی طرح Frank بھی اپنی زبان نکالے ہوئے ہانپتا اپنی curb کے کنارے رک جاتا۔ ان کی حرکات سے ایسے ظاہر ہوتا کہ دونوں ملنا چاہ رہے ہیں۔

چند دن اور گزرنے پر ادھر Whisky اور Frank اپنے اپنے مالکوں کے کہنے کے باوجود نہ رکتے مگر بھاگتے ہوئے اپنی اپنی curb کے کنارے پر رک جاتے اور حسرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھتے، سوچتے کہ یہ فاصلہ کیسے کم ہو پائے گا۔ میں سوچتا کہ ان دونوں میں سے کون سڑک کراس کرنے کی پہل کرتا ہے۔

ایک دن Whisky کو مالک نے زنجیر سے قابو کیا ہوا تھا مگر وہ تھی کہ سڑک کے اس پار آنے کیلئے بے چین۔ مالک بوڑھا آدمی تھا اسے وہ کنارے پر زور دے کر کھینچتا۔ آخرکار تنگ آ کر اور اس خدشہ سے کہ کہیں وہ گر ہی نہ پڑے اُس نے Whisky کی زنجیر کھول دی۔ بڑی بیتابی سے سڑک کی دوسری طرف Frank کو دیکھنے لگی۔ ادھر Frank بھی بغیر زنجیر کے مالکن کے ساتھ جا رہا تھا اس کے حال سے یوں لگتا زبان باہر نکالے کبھی آگے کبھی پیچھے بھاگتا۔ بڑھیا اُسے بار بار اپنے پاس آنے کو کہتی مگر وہ پوری طرح اپنی مالکن کے حکم کی طرف بے چینی کی وجہ سے توجہ نہ دے رہا تھا۔

آخرکار جب crossing کچھ دور تھی وہاں جا کر مالکن کے منع کرنے کے باوجود Frank سڑک کراس کر ہی گیا اور دوسری طرف Whisky کے ساتھ راز و نیاز میں گم ہو گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ whisky بے چاری heat میں تھی لیکن دونوں ایک نسل کے نہ ہونے کی وجہ سے مالکان کی mating پر رضامندی نہیں تھی۔ مالک نے جلدی سے Whisky کے پٹہ کی زنجیر باندھی اور اپنے گھر کی راہ لی۔ Frank نے گھر کے باہر دروازے تک تعاقب کیا مگر ناکام لوٹا۔ اس curb سے زور زور سے Frank کو واپس بلایا۔ اب بجائے اس کے کہ Frank سڑک وہاں ہی سے cross کرتا۔ بھاگتا ہوا مقابل کی curb پر واپس لوٹا۔ اسی Zebra crossing سے سڑک کو عبور کیا اور مالکن کے پاس آ گیا۔ مالکن نے اُسے کافی ڈانٹ ڈپٹ کی۔ اس چکر کے بعد Whisky کو تو میں نے نہ دیکھا البتہ Frank حسب معمول اپنی مالکہ کے ساتھ آرام سے گھومتا پھرتا۔

Marfat.com

Gentleman please

اس دور کے انگلینڈ میں public baths استعمال کرنے کیلئے ٹوائلٹ کے دروازے کے مخصوص سوراخ میں penny کا ایک سکہ ڈالنے سے دروازہ کھلتا۔ بعد میں دروازے کو اندر سے بند کر دیا جاتا اور رفع حاجت کی فراغت کے بعد دروازہ کھول کر باہر آیا جاتا تو پھر دروازہ خود بخود بند ہو جایا کرتا جبکہ penny ڈالے بغیر کھولنا ناممکن تھا۔ پیشاب کرنے کیلئے urinals کا استعمال کرنے کا کوئی خرچ نہ تھا۔ برمنگھم شہر کے سینٹر میں مجھے ٹائلٹ استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے دستور کے مطابق سکہ دروازے کے سوراخ میں ڈالا تو دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہو گیا۔ فراغت کے بعد جیسے ہی باہر نکلا اور دروازہ بند ہونے لگا تو ایک انگریز نے کہا

"Gentleman please."

بات میری سمجھ میں نہ آئی اور پیشتر اس کے کہ میں پوچھتا وہ دروازے کے اندر داخل ہو گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ کئی "کنجوس" یا مفلس اس قسم کی "حرکات" کے مرتکب پائے گئے ہیں۔ راقم کے دوست انور رئیس خواجہ نے جو کافی عرصہ برمنگھم میں مقیم ہیں مجھے اس نوعیت کا واقعہ سنایا کہ تین آدمی اسطرح ٹائلٹ استعمال کی مذموم حرکات کے عادی ہیں۔

نام تھا راج

نام تھا راج۔ عمر قریباً اٹھارہ سال، بمبئی (ممبئی) کے ایک مالدار physician کا بیٹا۔ پست قد، بالوں پر ہمیشہ ضرورت سے زیادہ Brylcream لگائے رکھتا، خوش لباس، مسکراہٹ کبھی بھول کر بھی لبوں پر آنے کی جرأت نہ کرتی۔ ہر وقت frownish look لئے ہوتا۔ لوگوں اور اشیاء کو حقارت سے دیکھتا۔ انگریزوں کے گرویدہ اور ان کی صحبت پسند کرتا۔ جھوٹ بولنے کا عادی، اس قدر مشاق جیسے pathological liar کی term شاید اسی جیسے شخص کی خاطر وضع کی گئی ہو۔ اس کے باپ نے ایک Christian Mission کے heterosex hostel میں برمنگھم یونیورسٹی کے قریب داخل کروایا ہوا تھا۔ نامعلوم وہ پڑھائی میں دلچسپی لیتا بھی تھا یا نہیں البتہ Union Building میں ایک fixture تھا۔ شراب، سنوکر اور bridge کھیلنے کا شوقین۔ بمبئی کی انگلش میڈیم سکولوں میں ہوئی انگلش میں fluent مگر vocabulary سے قدرے فارغ۔ انگلش accent بنانے کیلئے پچھلے وقتوں کو distort کر لیتا۔ کیونکہ امیر باپ کا بیٹا تھا۔ دولت خوب دل کھول کر خرچ کرتا۔ کافی عرصہ بعد راقم نے اسے کئی انڈین فلموں میں چھوٹے موٹے کردار کرتے ہوئے دیکھا۔

lunch کیلئے میں اکثر یونیورسٹی کی refactory کے Senior Commonroom میں چلا جایا کرتا تھا لیکن شام کو Union Building میں بھی۔ ان دنوں میرے ایک عراقی دوست Hamdi بھی تھے جو Petroleum Engineering پڑھ رہا تھا۔ کے ساتھ سنوکر کے چند ایک frames کھیلتا۔ Hamdi بھی دوسرے عربوں کی طرح منہ چڑھ پسند نہیں کرتا۔ اس قدر مشترک کے ناطے راج اور Hamdi کی دوستی ہوئی۔ ایک روز راقم Hamdi کے ساتھ سنوکر کھیل رہا تھا تو راج بھی Hamdi کی تلاش میں آ نکلا۔ میں یونہی stick لئے بال پر concentrate کرتا تو راج bullying attitude اختیار کرتا اور میری توجہ divert کرنے کی کوشش میں رہتا۔ وہ سنوکر ٹیبل کی دائیں جانب کھڑا ہاتھ میں ایک beer کا pint پکڑے تھا (یہ سے دوست مرور شاہ صاحب جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے pint کا point ہوا کرتے۔ نور زمان اور میرے سمجھنے کیلئے وہ point کی بات کرتے لیکن ہم دونوں نے موصوف کی خوشنودی کیلئے point کہنا شروع کر دیا) میں کرین بال کا aim لے رہا تھا تو راج نے بہت زیادہ ہی بدتمیزی شروع کر دی۔

سنوکر روم میں کئی دیگر سنوکر ٹیبل جہاں لڑکے کھیل رہے تھے ان کو بھی راج کا attitude برا محسوس ہوا جیسے انگلش میں کہتے ہیں۔ "Mind your own business" کسی نے اسے کہنا چاہا تو یہ راج سے میری پہلی ملاقات تھی۔ مجھ سے اس کا رویہ برداشت نہ ہوا۔ میں نے stick کو اس کی طرف کرتے ہوئے غصے سے کہا

"Will you please shut up before I put my foot in your mouth" اور ساتھ ہی اسے

تھپڑ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تو گھبراہٹ میں اس کا pint فرش پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے تاکید کی:

"Now, be a good boy and clean the mess"

اس نے تعمیل کر دی اس کے بعد میری راج سے دوستی ہو گئی اور اس نے تمام کھیلنے والوں کے سامنے apologise کیا۔

"No. Hard Feeling"

جب واپس اپنی lab میں لوٹا تو مجھے احساس ہوا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ انگلینڈ میں تو کتے بھی نہیں لڑتے اگر وہ student Counsellor سے شکایت کر دیتا تو بات آگے بڑھ سکتی تھی تاہم میری پوزیشن مضبوط کیونکہ شہادتیں میری favour میں تھیں۔ Incident ختم۔

ایک روز راج نے مجھے اپنے ہوسٹل میں کھانے پر دعوت دی۔ اس کی ایک گرل فرینڈ بھی وہاں پر موجود تھی۔ جس نے مجھے کہا کہ "چند دن ہوئے راج کا باپ انڈیا سے آیا تھا کیونکہ راج کی پڑھائی کی رپورٹ اچھی نہ تھی۔"

میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ تم اتنی دور سے یہاں پڑھنے کیلئے آئے ہو نہ کہ باپ کی دولت ضائع کرنے۔ تو اس نے جواب دیا

" None of your business "

میں لاجواب ہو گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ راج کی گرل فرینڈ سے راج کا سلوک مجھے اچھا نہ لگا۔ وہ اپنی گرل فرینڈ سے بہت محبت کیا کرتا اور وہ بھی۔ دونوں کا ارادہ شادی کا تھا مگر شرط یہ کہ شادی تب ہوگی جب راج اپنی پڑھائی ختم کرے گا۔ تب کی کچھ پتہ نہیں کب ہوگا۔ راج کی گرل فرینڈ اس کے ہوسٹل تک ہی تھی مگر رہتی تھی۔ Union Building میں بھی اس کا آنا جانا ہوتا۔ وہ یونیورسٹی میں باقاعدہ زیر تعلیم نہ تھی۔ ممکن ہے اس کا کوئی دوست مہمان کے طور پر مدعو کر لیتا ہو۔

کئی دنوں تک میری راج سے ملاقات نہ ہوئی البتہ ایک روز Union Building میں New Year کا ڈانس تھا تو راج اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ مجھے ملا۔ میں نے پوچھا "کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"میں تو USA چلا گیا تھا۔"

"وہ کیسے؟"

"بحری جہاز کے ذریعے stowaway کی صورت میں۔"

جو کہ بالکل جھوٹ تھی حالانکہ انگلش بھی وہ American accent میں بول رہا تھا۔ Hello کی بجائے Hi کہتا اور "How are you?" کی بجائے "Howdy"۔ اس کی گرل فرینڈ نے نہایت غمگین لہجے میں مجھ سے شکوہ کیا کہ وہ ہر وقت ہر topic پہ جھوٹ بولتا ہے اور میں اس کے جھوٹ سے تنگ آ چکی ہوں۔ راج برمنگھم سے قریب دس دن غائب رہا اور USA جانے اور آنے کیلئے بحری جہاز میں تقریباً پندرہ دن لگتے ہیں پھر راج نے سفر بھی کیا تو stowaway بن کر یہ کیسے ممکن ہے۔ میں راج سے محبت کرنے کے باوجود اس سے اپنا ناطہ توڑ لوں گی۔ راج نے راقم کے سامنے میرے سامنے وعدہ کیا کہ اب وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا اور اپنی پڑھائی میں دلچسپی لے گا۔

کریم صاحب

ایک صاحب مشرقی پاکستان کے رہنے والے، نام تو بڑا complicated مگر اپنا تعارف صرف "Karim" سے کرایا کرتے۔ رنگ قدرے ضرورت سے زیادہ ہی کالا۔ butterfly مونچھیں، میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ سر پر بال موجود تھے یا نہیں کیونکہ Frank Sinatra کی طرح سر پر ہمیشہ سیاہ felt hat رکھتے۔ انگلینڈ کی تہذیب کا ایک خاص پہلو یہ بھی کہ اگر ladies کی محفل میں یا کسی ایسی جگہ جہاں مرد اور عورتیں بھی موجود ہوں تو اندر داخل ہوتے ہی احتراماً سر سے hat بالکل اٹھا لیا جاتا، یا تھوڑا سا سر سے اوپر اٹھایا جاتا لیکن Karim صاحب اس تہذیب سے بالاتر تھے۔ علاوہ ازیں اگر بس، ٹرین یا کسی ایسی جگہ بیٹھے ہوں اور کوئی

Marfat.com

خاتون یا بزرگ فرد داخل ہو، بیٹھنے کیلئے جگہ نہ ہوتو مہذب شخص اپنی سیٹ سے اُٹھ کھڑا ہوگا اور اپنی سیٹ اس شخص کو offer کر دیتا اور وہ شکریہ ادا کرکے سیٹ پر بیٹھ جاتا۔ صاحب اس رسم سے بھی بالاتر۔ پائپ ہر وقت منہ میں اسطرح رکھتے کہ lips میں سے نہایت غلیظ دانتوں کی نمائش بخوبی ہوتی۔

راقم نے Karim صاحب کو جب کبھی دیکھا سرخ necktie، براؤن رنگ کا سوٹ اور میلے کالے رنگ کے بوٹ میں ملبوس ہوتے۔ جوتوں کے اصل رنگ کا پتہ چلانا مشکل تھا البتہ جگہ جگہ خارش زدہ کتے کی طرح swede کی "بہار" ہوتی۔ شاید آنکھوں میں موتیا اُتر آیا اسلئے آتشی شیشہ کی موٹائی جیسی عینک آپریشن شدہ آنکھوں کی علامت کا شاید تھی۔ علاوہ ازیں ان کا خاصہ تھا کہ پتلون کی دونوں جیبوں میں رومال رکھتے۔ وقتاً فوقتاً اٹھ کر کبھی اس جیب اور کبھی اس جیب سے رومال نکال کر چہرہ صاف کرتے پائے گئے۔ شاید آپ کی قمیض بھی "مٹی" رنگ کی ہو کیونکہ کالر اکثر مٹی رنگ کا ہی دکھائی دیا اور اس پر دھبے نمایاں ہوتے۔ چہرے سے نحوست ٹپکتی، کسی سے گفتگو کرنے کی زحمت گوارہ نہ کرتے اگر کسی نے بھول کر "Good evening" کہہ دیا تو جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کرتے البتہ مخاطب کرنے والے کی طرف چہرہ کرتے جیسے مسکرانے کی ناکام کوشش میں ہوں کیونکہ پائپ مسکراہٹ میں حائل ہوتا۔

میری اُن سے ملاقات British Council میں ہوئی اور وہ بھی اسطرح کہ میں بھی پائپ پیا کرتا اور آپ بھی۔ میں lounge کے دوسرے کونے میں سڑک کی جانب بیٹھا ہوا تھا تو اس قدر مشتاق سے استفادہ کرتے ہوئے اٹھ کر آئے اور کہنے لگے

"آپ کے پائپ پینے میں شامل ہوسکتا ہوں ؟"

"ہرگز نہیں، میں اپنا پائپ آپ کو یا کسی دوسرے کو پینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"میرا مطلب یہ نہیں۔"

"تو اور کیا ہے ؟" میں نے خالی کرسی جو میرے قریب موجود تھی۔ ان کو اسکی طرف اشارہ کیا۔ وہ اس کرسی پر براجمان ہو گئے اور انگلش زبان کی بجائے "بنگالی" اردو میں گویا ہوئے:

"میں اپنا پائپ تمباکو گھر بھول آیا ہوں بس ایک pipe bowl کیلئے مجھے تمباکو چاہئے۔"

میں نے tobacco pouch پیش کر دیا۔ آپ نے پائپ کا bowl بھرا اور بغیر شکریہ ادا کئے مجھے pouch واپس دیا۔ اٹھ کر چلے گئے اپنی سیٹ پر نہیں بلکہ lounge کی سیڑھیاں اتر گئے۔

Karim صاحب کی عمر مجھ سے کہیں زیادہ تھی کئی سال گزرے کسی فرم کے کلرک تھے اور اپنی عجیب و غریب عادات کی وجہ سے یا تو خود resign یا پھر فرم نے دھکے دے کر آپ کو باہر نکال دیا۔ کچھ عرصہ سے Social Security پر گزارہ کر رہے تھے۔ دیکھا گیا ہے کہ جن لوگوں کو Social Security کا "چسکا" لگ جائے تو وہ لوگ ملازمت کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ خواہ تنخواہ معقول کیوں نہ ہو۔ جب نوکری مل جائے تو Social Security کی رقم سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ ملازمت میں یہ قباحت ہے۔ لہذا ایسے آرام طلب ملازمت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے میں حق بجانب ہیں۔ چند ماہ کے بعد پتہ چلا کہ وہ نہ صرف ایک shipping company میں ملازمت اختیار کر لی بلکہ مشرقی پاکستان میں شادی کرنے کیلئے جا رہے ہیں۔

Karim صاحب ایک میرے پورے باشندے مالک مکان کے پاس paying guest کی حیثیت سے رہ رہے تھے پھر معلوم ہوا کہ وہ مشرقی بنگال سے اپنی نئی شادی شدہ بیوی کے ہمراہ انگلینڈ میں وارد ہو چکے ہیں۔ وقت گزرتا گیا۔ ان کے غیر مہذب رویے کی وجہ سے میں نے جناب کے متعلق سوچنے اور نہ ہی کسی سے پوچھنے کی جسارت کی۔

کچھ عرصہ کے بعد میرے ایک دوست نعیم نے مجھے کریم صاحب کے متعلق بتایا کہ مشرقی پاکستان میں چٹاگانگ کے ایک امیر گھرانے کی لڑکی سے Karim صاحب کی شادی خانہ آبادی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ Karim صاحب جیسی رطب انسان شخصیت نے کس قدر چرب زبانی سے لڑکی والوں کو خوش کن داستانیں سنائی ہونگی کہ ایک کوئی ساٹھ سالہ آدمی سے نوعمر لڑکی والا انگلینڈ کی گھٹیا مکان، کرائے پر لئے گئے ایک کمرے میں لے آئے (ضمیمہ 103)۔

Marfat.com

نئی نویلی دلہن ایک امیر گھرانے کی پروردہ۔ جب اس نے گھر دیکھا تو اسکے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ سننے میں آیا ہے کہ لڑکی نہایت خوبصورت تھی۔ کریم صاحب کو شک ہو گیا کہ جب وہ کام پر جاتے ہیں تو بیگم کسی اور سے "آنکھ مٹکا" نہ کرے لہذا انہوں نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور Social Security پر گزر بسر ہونے لگی۔ ان کی کنجوسی سے بھی بیگم کریم صاحب نالاں تھی۔ بہرحال واقعات یوں ہوئے کہ لڑکی چونکہ پڑھی لکھی تھی اس نے اپنے والدین کو مشرقی پاکستان میں اپنی روداد غم کے متعلق چند خط لکھے اور bilingual سیکرٹری کی حیثیت سے ایک انگلش کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی جس کا مشرقی پاکستان سے امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار تھا۔ اس نے Karim صاحب کو دھکا دے دیا اور علیحدہ رہائش اختیار کر لی بلکہ اس کی رہائش کا علاقہ ہی چھوڑ دیا۔ Karim صاحب اس صدمہ کو برداشت نہ کرتے ہوئے دماغی امراض میں ڈوبتے چلے گئے۔ ان دنوں مالک مکان میکسیکو گئے ہوئے تھے۔ بعد میں کریم صاحب اپنے ہی کمرے میں انتقال کر گئے۔ اردگرد کے لوگوں کو مکان سے بدبو آنے لگی۔ پولیس اطلاع ملنے پر دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئی تو Karim صاحب کو مردہ پایا۔ لاش گل سڑ چکی تھی۔ Coronor کی رپورٹ کے مطابق Karim صاحب تقریباً دو ہفتے پہلے اس جہان سے سدھار چکے تھے۔

یہ تھا بے جوڑ رشتوں سے بیاہی جانے والی لڑکیوں کی شادی کا انجام!

Onions and arthritis

ایک صاحب Dr. Serrano کیمسٹری میں Ph. D Exchange visitors programme کے تحت Zarragoza, Spain یونیورسٹی سے کیمسٹری ڈیپارٹمنٹ برمنگھم یونیورسٹی میں کوئی ایک سال کیلئے ریسرچ کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ وہ عمر میں ایک سال بڑے تھے۔ خوش مزاج، سفید رنگ، نیلی آنکھیں، سر پر چھوٹے چھوٹے کالے سیاہ بال بغیر کسی مونچھ کے۔ قد درمیانہ، جسم بھرا ہوا مگر انگلش لکھنے پڑھنے پر عبور نہ تھا۔ ان سے میری ملاقات یونیورسٹی کی Refectory میں ہوئی۔ جب بھی آپ کو انگلش میں کوئی دقت پیش آتی تو بجائے شرمانے کے مسکراتے ہوئے مطلوبہ چیز پر بلا جھجک انگلی سے اشارہ کرتے یعنی کبھی نہیں کرتے۔ درست احباب جناب کے متعلق یہ سوچتے ہوں گے حالانکہ احباب ان کے confidence کی داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ چونکہ Spaniards بھی ہم لوگوں کی طرح بے تکلف اور میل ملاپ والے لوگ ہیں لہذا آپ اکثر پاکستانیوں کی محفل میں بیٹھتے رہتے تھے۔ انگریزوں سے گھبراتے کیونکہ وہ reserve قسم کے لوگ ہیں۔

Dr. Serrano سے میری پہلی ملاقات ہوئی تو میں اپنی tray اٹھائے refectory کی قطار میں کھڑا ہو گیا۔ میرے آگے ڈاکٹر صاحب اور ان کے آگے اور میرے پیچھے اور لوگ بھی موجود تھے۔ counter پر مختلف قسم کے لگے ہوئے کھانے اور counter کے پیچھے serve کرنے والی عورت Mary تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس tray کی طرف اشارہ کیا جس میں meatballs پکے ہوئے تھے۔

Mary نے ان کی پلیٹ میں دو meatballs رکھ دیئے۔ پھر انہوں نے اس tray کیطرف اشارہ کیا جس میں چاول رکھے ہوئے تھے۔ Mary نے ڈاکٹر صاحب کو بڑے چمچے سے چاول بھی ڈال دیئے۔ counter پر ایک بڑا bowl جسمیں gravy تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے انگلی سے چند ایک اشارے اس طرف کئے مگر Mary کو سمجھ نہ آئی۔

میں نے کہا " Mary, Dr, Serrano wants some gravy as well"

ڈاکٹر صاحب ہنس دیئے اور کہنے لگے "Yes"

ڈاکٹر صاحب کو خیال آیا کہ ان کو مزید meatballs چاہئیں لہذا پھر meatballs والی tray کی طرف اشارہ کیا۔ Mary کو سمجھ نہ آئی کیونکہ ہر ایک چیز کی قیمت لگی ہوتی اور جتنی مقدار تھی اس کے مطابق Mary نے meatballs پہلے ہی ڈال دیئے۔ میں نے Mary سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کو اور meatballs مطلوب ہیں لہذا Mary نے دو اور ڈال دیئے اور ساتھ ہی کہا کہ ان کی additional قیمت ادا کرنا ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا "Of course" اور Mary نے

Marfat.com

additional رقم slip پر لکھ کر جناب کی tray میں رکھ دی۔

کیش رجسٹر پر جب payment کی جاتی تو کھانے والی tray کو attendant کیش رجسٹر پر پہنچی ہوتی اس کے سامنے رکھتیں تو اس کو فوراً پتہ چل جاتا کہ کھانے کی کتنی رقم بنتی ہے۔ کھانے کے بعد جب ڈاکٹر صاحب نے additional رقم والی Slip مجھ کو دی۔ کھانے کے پیسے تو انہوں نے کیش رجسٹر پر ہی پڑھ دیے لہذا متعلقہ رقم ادا کی تو attendant نے زائد رقم کا تقاضا کیا۔ ڈاکٹر کی سمجھ میں بات نہ آئی میں نے انہیں سمجھایا کہ Mary نے یادداشت کے لیے زائد رقم slip پر لکھ دی تھی۔ جب اتنے پیسے ان کے سامنے رکھ کر کھانا کھانے گئے تو ڈاکٹر صاحب کی سمجھ میں بات کچھ بھی نہ آئی ان کے مطابق additional meatballs کی رسید میں جو attendant نے کیش رجسٹر سے نکال کر دی بھی شامل تھے۔ بالآخر بات ان کی سمجھ میں آ گئی۔

کھانا کھانے کے بعد Senior Common Room میں کافی پینے کا پروگرام تھا چنانچہ ہم سب وہاں آ گئے۔ میں نے بلیک کافی بغیر دودھ اور شوگر کے اور ڈاکٹر صاحب نے دودھ اور شوگر کے ساتھ کافی سٹینڈ پر رکھ کر serve کر لی۔ ہمارے کافی سٹینڈ پر دودھ اور شوگر بھی رکھ دیئے جاتے ورنہ ہر ٹیبل پر چھوٹے چھوٹے دودھ کے ڈبے اور شوگر کے پیکٹ چن دیئے جاتے۔ کافی پینے کے دوران ایک ایرانی لڑکی Sorraya جس کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا وہاں آ گئی۔ یہ ایک Post Doctoral Research Fellow تھی اور Mechanical Engineering میں ریسرچ کر رہی تھی۔ "Excuse me" کہہ کر ہمارے ٹیبل پر آ گئی۔ صرف Post Doctoral Research Fellows اور Academic Staff کو Senior Common Room استعمال کرنے کی اجازت ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ جب وہ ٹیبل پر آئی تو بات کرنے لگی۔ ڈاکٹر صاحب کے لبوں پر مستقل مسکراہٹ ثبت تھی۔ میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے تو کہنے لگے کہ ان کا تعارف Sorraya سے کرا دیں۔ میں نے تعارف تو کرا دیا اس کے بعد کیا تھا کوئی چھوٹی سی بات میں پڑا تو مجھے کیا تھا اس کے تعارف کے جب کوئی مناسب لفظ نہ ملتا تو مسکرا دیتے اور میں ان کی مدد کرتا۔ Sorraya کی طرح ڈاکٹر صاحب بھی خوش شکل تھے اور ان کی مستقل مسکراہٹ نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ میں تو "Excuse me" کہہ کر اپنی lab میں واپس آ گیا وہ دونوں کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ Sorraya کو جناب سے ... ڈاکٹر صاحب شادی شدہ تھے لہذا معاملہ آگے نہ بڑھ سکا البتہ ملاقات جاری و ساری رہی۔

ڈاکٹر صاحب کو اس پر کافی اعتماد ہو چکا تھا۔ ایک دن کہنے لگے مسلمانوں کو مذہب چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے۔ Sorraya کو میں اپنی دوسری بیوی بنا سکتا ہوں؟ میں نے جواب دیا "بلاشبہ مسلمانوں کو چار شادیوں کی اجازت ہے مگر مسلمان ہونا شرط ہے۔ آپ Christian اور وہ مسلمان لہذا ایسا نہیں ہو سکتا۔" تو کہنے لگے "Spain میں بیوی کے علاوہ concubines بھی رکھی جا سکتی ہیں۔"

"مجھے اس مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں" میں نے معذرت کی اور مشورہ دیا "کیا آپ کا ارادہ Sorraya کو ... ہے"

"اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی مرضی مگر مجھے اس معاملے میں نہ پھنسائیں وہ بھی آزاد ملک کی رہنے والی ہے اور آپ بھی کچھ عرصہ سے اس وقت ایک آزاد ملک میں مقیم ہیں جہاں انسانی قدروں کی بہت عزت ہے۔"

ایک دفعہ Sorraya، ڈاکٹر صاحب اور میں ایک پارٹی میں مدعو تھے۔ حسن اتفاق ایک ہی میز پر بیٹھے۔ میں نے اپنا pint اٹھاتے ہوئے ان دونوں کے pints سے ٹکرا کر کہا:

"Cheers, no time for tears."

کیونکہ ڈاکٹر صاحب نہایت سنجیدہ قسم کے موڈ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگے:

"No cheers, it is the time for tears."

میں نے اندازہ لگایا کہ جناب محبت میں کچھ زیادہ ہی پھنس چکے ہیں لہذا مناسب سمجھا کہ یہاں سے اٹھ کر ...

Marfat.com

میں شامل ہو جاؤں۔ پارٹی کے اختتام پر میں اکیلا ہی اپنے گھر لوٹا اور نا معلوم وہ دونوں اکٹھے ہی گئے یا اکیلے!

آخر کار ڈاکٹر صاحب کے واپس Spain جانے کا وقت آ گیا۔ Sorraya اور میں آپ کو ائرپورٹ پر الوداع کہنے کے لئے گئے جہاز کی روانگی کے بعد Sorraya کہنے لگی: "میں holidays کیلئے ضرور Zarragoza جاؤں گی۔"

"تمہارا تو پتہ نہیں البتہ میں ان گرمیوں کی چھٹیوں میں ضرور Zarragoza جاؤں گا۔" میں نے وضاحت کی۔

نور زمان اور میں ferry میں بیٹھ کر Dover سے Calais. وہاں سے ٹرین لے کر Madrid اور پھر Zarragoza پہنچ گئے۔ اپنے پروگرام کے متعلق ہم نے Dr. Serrano کو پہلے ہی اطلاع کر رکھی تھی۔ وہ ہمیں ریلوے سٹیشن پر لینے آئے اور اپنے گھر میں ہی مہمان رکھا۔ ایک شام ہم گپ شپ میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے Dr. Serrano سے پوچھا کہ Spain کی خاص امپورٹ کیا ہے۔ مسکرا کر کہنے لگے "wine اور پادری" (جب میں کئی سال بعد وینزویلا پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر صاحب سچ ہی کہتے تھے کیونکہ wine اکثریت میں Spain سے ہی امپورٹ کی جاتی اور اسی طرح جو بھی پادری مجھے ملا وہ سپین سے آیا ہوا تھا۔)

ایک دن ہم ڈاکٹر صاحب کی کار میں countryside کی سیر کر رہے تھے تو ایک ایسی جگہ پر پہنچے جہاں farms ہی farms واقع تھے۔ کار ایک جگہ کھڑا کیا اور منظر سے لطف اندوز ہونے کیلئے پیدل چل دیئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بوڑھا کسان سر پر hat منہ میں پائپ اپنے گھوڑے کو پیاز کھلا رہا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا کہ گھوڑے سے پیاز کا کیا تعلق! میری حیرانگی کی حد نہ رہی جب معلوم ہوا کہ وہاں Spanish زبان رائج ہے۔ جب میں نے انگریزی میں پوچھا:

"Gentleman آپ گھوڑے کو پیاز کیوں کھلا رہے ہیں؟" تو اس نے انگریزی میں جواب دیا۔

"گھوڑے کو چونکہ arthritis کی شکایت ہے پیاز کھلانے سے ٹھیک ہو جائیگا۔"

"Arthritis کیسے ہو گیا؟" میں نے پوچھا

"Arthritis بیماری کی ایک قسم ہے جس کی وجہ سے اس گھوڑے کے ٹخنے اور گھٹنے متورم ہیں۔"

"یہ کیسے ہو گئے؟"

"میں تقریباً دو ماہ کیلئے Lisboa، پرتگال گیا ہوا تھا۔ میری عدم موجودگی میں میرے بیٹے نے پرواہ نہ کی اور گھوڑے کو حویلی کے اندر ہی بند کئے رکھا۔ بند رہتے ہوئے گھوڑے کو یہی چیز روگ لگاتار رہا۔ گھوڑے چلتے پھرتے رہیں تو صحت مند رہتے ہیں۔"

"کیا اس کا علاج پیاز ہی ہے؟" نور زمان نے پوچھا۔

"نہیں aspirin بھی ہے مگر بعض گھوڑوں کو پیچھے سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔"

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ پیاز اس کیلئے مفید ہے؟" میں نے حیرانگی ظاہر کی۔

"اپنے آباؤ اجداد سے" (ضمیمہ 104)۔

کوئی دو ہفتے ڈاکٹر صاحب کے پاس رہنے کے بعد ہم واپس برمنگھم لوٹے۔ اسی دوران ڈاکٹر صاحب کو ایک نہیں بلکہ تسلسل سے Sorraya کے خطوط ملتے رہے۔ شاید وہ روزانہ ایک خط لکھتی ہوگی اور چہرے پر مسکراہٹ رقصاں رہتی۔ میں نے اخلاقاً ان سے خطوط کے متن کے متعلق نہ پوچھا اور نہ ہی انہوں نے مجھے بتایا۔

ورما صاحب

بنارس کے رہنے والے نہایت خوش پوش مگر مغرور، ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے۔ جب کبھی نظر آتے صرف ہفتہ کے روز اور وہ بھی سہ پہر British Council میں۔ راقم سے عمر میں نسبتاً بڑے، ایک شام لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھے Hinduism کے متعلق عجیب و غریب داستانیں سنا رہے تھے۔ میری طرح پائپ کے شوقین اور یہی قدر مشترک ہماری راہ و رسم کا موجب بن گئی مگر دوستی نہ تھی۔ محض شناسائی کی حد تک ان امور سے استفادہ کرتے ہوئے میں بھی ایک کرسی پر ان کی محفل میں شریک ہو گیا۔ مجھے کوئی علم نہ تھا کہ

Marfat.com

وہ کہاں اور کیا پڑھا کرتے لیکن اس حد تک شناسا ہوا کہ ورما صاحب کسی کو اپنی رہائش کے متعلق کچھ نہ بتاتے۔ صرف ہفتے میں ایک دن پھر مذکورہ جگہ پر ملاقات پر رضامند ہو جاتے البتہ لڑکیوں کو سبز باغ دکھانے میں ید طولیٰ رکھتے۔

ورما صاحب بیان کرتے تھے: "میرے پتا جی نے بن باس (ضمیمہ 105) اختیار کر رکھا ہے۔ ہم دو بھائی اور ایک بہن ہیں۔ پتا جی سکول ماسٹر اور اچھی خاصی دولت کے مالک بھی، جو ان کو وراثت میں ملی کیونکہ میرے دادا جان گندم کے بیوپاری تھے۔ جب میری اور بڑے بھائی کی شادی خانہ آبادی ہوئی تو پتا جی نے بنارس میں ہی بن باس اختیار کر لیا۔ بن باسی کوئی کام وغیرہ نہیں کرتے بس گیان دھیان میں لگے رہتے ہیں جو کسی نے دیا کھا لیا اور گھر کو واپس کبھی نہیں لوٹ کر آتے۔"

"ورما صاحب آپ یا آپ کے بہن بھائی انہیں کبھی ملتے بھی ہیں یا کہ نہیں؟" میں نے پوچھا۔

"بہن تو متھرا میں رہائش پذیر اور بھائی صاحب بنارس ہی میں۔ کبھی کبھی مہینوں بعد جنگل میں ایک خاص جگہ جا کر ہم لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پتا جی نظر آ جائیں تو پرنام کر لیتے ہیں مگر مختصر وقت کیلئے پھر ازاں بعد جنگل میں روپوش۔"

"آپ لوگ کچھ کھانے کیلئے بھی انہیں دیتے ہیں یا نہیں؟"

"کچھ لے جاتے ہیں اور ان کے چرنوں میں رکھ دیتے ہیں البتہ ان کو اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر زیادہ دیر ان کے روبرو کھڑے رہیں تو وہ اشارے سے جانے کیلئے کہتے ہیں۔"

"کیا اور لوگ بھی اپنے پتاؤں کو ملنے کیلئے جاتے ہیں؟"

"کافی لوگ۔"

"بن باسی اختیار کب کرتے ہیں؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"جب پتا اپنی اولاد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتے دیکھ لے اور لڑکیوں کی شادی ہو جائے۔"

"کیا تمام ہندو بن باس لے سکتے ہیں؟"

"ہاں! مگر یہ بہت بڑے دل گردے کا کام ہے۔"

"اگر کوئی بن باسی مر جائے تو؟"

"اس کو دوسرے بن باسی چتا پر آگ لگا کر جلاتے اور راکھ گنگا ماتا میں بہا دیتے ہیں۔"

"لواحقین کو پتا کے مرنے کا کیسے اور کب پتہ چلتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"دوسرے بن باسیوں سے جنہیں لوگ ملنے جاتے ہیں کیونکہ کافی دیر انتظار کے بعد بھی پتا جی نظر نہیں آتے۔"

"یہ لوگ کھاتے پیتے کیا ہیں؟"

"کسی نے کچھ دیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے، جنگل سے باہر مانگنے کیلئے نہیں آتے۔"

ہم تمام سامعین پر جادو کا اثر ہو گیا کیونکہ ان کا انداز بیان عجیب تھا۔

"ورما صاحب آپ کے بہن بھائی کی شادی تو ہو گئی مگر آپ؟" میں نے سوال کر دیا۔

"It is a very personal question." یہ کہہ کر ٹال دیا۔

British Council میں اکٹھے ہونے والوں کا خیال تھا کہ ورما صاحب کوئی اچھی خاصی نوکری کرتے ہیں یا کوئی اچھا کاروبار ہے کیونکہ لباس سے ظاہر ہوتا کہ وہ آسودہ حال ہیں۔ یہ خیال صرف ہندو پاک کے باشندوں کو ہی آ سکتا تھا یا آ سکتا ہے۔ انگریزوں کیلئے کوئی امیر ہو یا غریب ہر ایک کی dignity اور ادب و آداب سے سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ورما صاحب کے پاس کار بھی ہوتی۔

ورما صاحب کی اصلیت کا دامن تب چاک ہوا جب ایک لڑکی، Suzie میں نے ان کے ساتھ Three Castles نام کے pub میں دیکھ لی۔ اس لڑکی کو میں اچھی طرح جانتا وہ ایک آزاد خیال نرس، اور متعدد بار میری پارٹیوں میں شرکت کر چکی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے بعد اپنے دوستوں کے ہمراہ اٹھ کر pub سے چلا گیا۔ ورما صاحب نے مجھے احساس نہ دلایا جیسے کہ مجھے جانتے ہی نہیں۔

Marfat.com

ایک دن بس سٹاپ پر بس کا انتظار کر رہا تھا تو Suzie بھی میرے پیچھے "Hello" کر کے قطار میں کھڑی ہو گئی۔ بس میں بھی ہم ساتھ ساتھ بیٹھے تو اس نے کہا "ڈاکٹر نسیم اس دن آپ کو pub میں دیکھا آپ نے ورما صاحب سے کوئی ہیلو ہائے نہیں کی؟"

"مجھے انہوں نے lift ہی نہیں کرائی۔ بڑے آدمی ہیں۔"

"میں بھی یہی سمجھتی تھی" اس نے مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"سمجھتی تھی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟"

"صاحب یہ کہ میں اپنے ایک اور دوست کے ساتھ ایک ہوٹل میں کھانا کھانے کیلئے گئی۔ میرے دوست کو کار پارک کرنے کیلئے جگہ نہ ملی تو ہوٹل کے پچھلے دروازے کی جانب کار پارک کرنے لگا تو دیکھتی کیا ہوں کہ ورما صاحب ایک سفید apron پہنے ہوئے ایک garbage bin خالی کر رہے ہیں۔"

"ورما نے تمہیں دیکھا؟"

"نہیں اندھیرا تھا اور پھر کار کی دوسری طرف تھے۔"

"تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہندو مذہب میں کوئی برائی نہیں یہ تو dignity of labour ہے۔"

"بے شک مگر آپ نے پوچھا بڑا آدمی سمجھتی تھی لہذا یہ واقعہ بیان کرنے کی نوبت آئی۔"

پتہ چلا کہ وہ کارو استعمال کیا کرتے ہوٹل کی management کی تھی اور ورما صاحب ہوٹل کے کسی کام کیلئے استعمال میں تھے۔ British Council سے ورما صاحب کے پاس کار بھی ہے۔ کام کی بات چل نکلی تو مجھے چھٹیوں میں پوسٹ آفس میں ڈاک کی sorting کیلئے نوکری ملی۔ ایک خط جس پر پتہ کے ضمن میں گجرات لکھا ہوا تھا میں نے پاکستان کی ٹوکری میں ڈال دیا کیونکہ گجرات آخر میرے خیالات کا ایک حصہ ہے خط پاکستان چلا گیا۔ نوکری چھوڑنے کے ایک دن پہلے پوسٹ آفس پہنچا میرے سپروائزر نے مجھے ڈانٹا تو صرف اتنا کہا کہ گجرات کے آگے انڈیا لکھا ہوا تھا۔

"Sir مجھے تو کوئی ہوش نہیں میں بھی گجرات کا رہنے والا ہوں اور میری subconscious میں پاکستان کا ہی گجرات ہے۔"

Alex

Kingston Jamaica West Indies کی ایک Creole (Descendants of European settlers) خاتون Alex (شاید Alexandria یا Alexandrina کا مخفف) راقم سے نسبتاً عمر میں بڑی، جسم atheletic اور قد سب سے اونچا، مناسب جسامت کی حامل، نہایت خوش مزاج، وضعدار خاتون تھی۔ بات بات پر آنکھ جھپکنے یعنی بائیں آنکھ مارنے کا Involuntary reflex action تھا۔ تواتر سے باتیں کرتی اور دوسرے کو بات کرنے کا موقع نہ دیتی۔ وہ ایک cosmetics کمپنی کی representative تھی۔ اچھے خاصے پیسے کما لیتی۔ اس نے London Tooting Bec میں ایک چھوٹا سا flat لے رکھا تھا۔ صبح گھر سے نکلتی اور شام تک اپنے کاروبار کے سلسلے میں لندن کے مختلف علاقوں میں سرگرداں رہتی۔ wild قسم کی پارٹیاں throw کرنے میں کافی حد تک مشہور تھی۔ Tooting Bec میں زیادہ تر Caribbean لوگ رہائش پذیر تھے۔

میں نے Ph D کی ڈگری حاصل کی اور اسی یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ میں Post Doctoral Research Fellow کی حیثیت سے ملازمت کر رہا تھا۔ میں New Year Eve کا جشن دیکھنے کیلئے برمنگھم سے لندن گیا۔ اس موقع پر لندن میں Trafalgar Square اور Piccadilly Circus میں خوب رونق ہوا کرتی۔ لندن میں دو راتیں رہنا تھیں۔ صرف ایک ہینڈ بیگ جس میں ذاتی استعمال کیلئے electric shaver، ٹوتھ برش، دو عدد قمیصیں اور چند ایک دوسری اشیا تھیں۔ سٹیشن پر Intercity سے اترا اور Underground train یا Tube Piccadilly لے کر سیدھا

Marfat.com

Piccadilly سٹیشن پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ Bed and breakfast جو پوچھ رکھا ہوگا۔ Piccadilly Circus اور Trafalgar Square کے قریب ہوگا۔ یہ دونوں ایسے مقام ہیں جہاں New Year کا جشن دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ میرا خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ یہ علاقہ لندن کے سینٹر میں واقع تھا اور ہوٹل اس قدر مہنگے کہ اس وقت میری استطاعت سے باہر تھے۔ Bed and breakfast کی سہولیات لندن کے suburbs میں واقع تھیں۔ Piccadilly Tube Station کے بالمقابل سڑک کے اس پار ایک fast food جگہ تھی جہاں آجکل Wimpy واقع ہے۔ وہاں خوب رش تھا۔ سب کچھ جو چاہیے کافی وغیرہ پینے کیلئے پہنچ گیا اور اپنی economical حالت کے متعلق غور و خوض کرنے کا موقع غنیمت سمجھا۔ counter سے ایک کافی اور دو چکن سینڈوچ خرید کر اپنی ٹرے میں رکھ لیے۔ نچلے والے حصہ میں بیٹھنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی لہذا میں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل پر گیا یہ جگہ بھی قریباً ہاؤس فل تھی۔ بائیں کونے میں شیشے کی دیوار کے ساتھ جہاں سے سڑک صاف نظر آتی تھی، ایک میز پر ایک خاتون بیٹھی تھی جبکہ دوسری کرسی خالی تھی۔ میں "Excuse me" کہہ کر بیٹھ گیا۔ اپنا بیگ فرش پر رکھا اور اس کے اوپر Mackintosh جس میں بارش کا پانی جذب نہیں ہوتا اور اپنا hat رکھ دیا۔ پائپ رکھنے کیلئے ashtray نہ تھی لہذا میں قریب والے ٹیبل سے جہاں لوگ سگریٹ وغیرہ نہیں پی رہے تھے، اجازت لیکر ashtray اٹھا لایا اور اس میں اپنا پائپ رکھ دیا۔

ابھی میں sandwich ہاتھ سے اٹھا کر منہ تک لایا ہی تھا تو میرے سامنے قریب بیٹھی ہوئی خاتون نے میری طرف دیکھ کر بائیں آنکھ ماری جواباً میں نے دائیں آنکھ ماری۔ یاد رہے کہ اکثر انگریز مرد لوگ جب کسی کے روبرو ہوں تو یا تو آنکھ مار دیا کرتے یا مسکرا دیتے۔ انگریز عورتیں عام طور پر صرف مسکرا دیا کرتیں۔ اس کے آنکھ مارنے کے عمل کو courtesy سمجھا اور مزید کرنے کو ترجیح دی۔ میں نے اطمینان سے sandwich کھانا شروع کیا مگر جیسے ہی میری نگاہ غیر ارادی طور پر اٹھتی وہ پھر سے آنکھ مار رہی ہوتی۔ میں نے کبھی دائیں کبھی بائیں آنکھ ماری اور مسکرایا بھی البتہ اپنی توجہ ہٹانے کیلئے سڑک کی طرف دیکھتا رہا اور اس طرح دوسری sandwich بھی کھا لی۔ کافی پینے لگا تو خاتون بغیر کچھ کہے اٹھ کر چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد کافی کا کپ لے کر واپس آ گئی۔

"میری کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی کیونکہ میں نے دوپہر کا کھانا مصروفیت کی وجہ سے نہیں کھایا تھا۔ ابھی ابھی ختم کیا ہے اور دوسری کافی لے آئی ہوں۔" آنکھ بازی کے دوران میرے پوچھے بغیر از خود کہنے لگی۔

"میری طرح آپ بھی کافی کے شوقین ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"میں ضرورت سے زیادہ ہی پیتی ہوں۔" وہ گویا ہوئی۔

"میرا نام ڈاکٹر نصیر، ڈاکٹر چوہدری نصیر ہے۔"

"میرا نام صرف Alex اور میں Kingston کی رہنے والی ہوں۔" میرے پوچھے بغیر ہی اس نے بتایا۔

"میں پاکستان کا رہنے والا اور برمنگھم یونیورسٹی میں عارضی طور پر ملازم ہوں۔"

"آپ تو ڈاکٹر ہیں باقاعدہ پریکٹس نہیں کرتے؟"

"میں وہ ڈاکٹر نہیں۔ Ph. D ہوں۔"

"تو آپ فلاسفی کے ڈاکٹر ہیں۔" اس نے پھر آنکھ بازی کرتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی آپ شکل سے فلاسفر لگتے ہیں۔"

"میں فلاسفر تو ہوں مگر اپنے subject کے فلسفہ کا۔"

"کیا ہے آپ کا subject؟"

"Parasitology."

"Schistosomiasis, Trypanosomiasis, Malaria......"

"کیا آپ کسی ایسی ہی field سے وابستہ ہیں؟"

"وابستہ تو نہیں مگر ایک French ٹیم کے ساتھ تقریباً ایک سال جنوبی امریکہ کے مختلف علاقہ جات میں bilingual

سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا۔"

"اس ٹیم کا کیا کام تھا؟"

"WHO کی طرف سے وہ کئی مختلف ریسرچ سینٹر سے research data collect کر رہے تھے۔"

"تو آپ French میں کافی fluent ہونگی۔"

"میرا باپ French اور میری ماں Native British Jamaican ہونے کی وجہ سے انگلش زبان جانتی تھی۔"

"آپ کے والدین زندہ ہیں؟"

"سات سال کا عرصہ ہوا ایک دوسرے کے تھوڑے دنوں بعد انتقال کر گئے۔"

مجھے بڑا حیران ہوا کہ ایک اجنبی سے اتنی تفصیل میں گفتگو کئے جا رہی تھی مگر اُسے نہ صرف باتوں کا شوق بلکہ foreigners سے ملنا بھی اس کی ایک قسم کی hobby میں شامل تھا۔ اُس نے خود ہی مجھے بتایا کہ اس کو بائیں آنکھ مارنے کی کافی عرصے سے عادت ہو گئی ہے اور اب وہ کوشش بھی کرے تو اس کی یہ عادت نہیں جا سکتی۔ میں نے اُسے لندن میں آنے اور رہائش کی تلاش سے متعلق بتانا شروع کیا تو اُس نے میری بات ہنسی میں اڑا دی، اور کہا، "میں Southall میں ایک بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں اپنا product فروخت کرنے گئی تھی۔ اس سٹور کا مالک ایک سکھ counter پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے ساتھ اُس سے کم عمر کی ایک خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ میں سکھ صاحب کو اپنی product کے متعلق بتا رہی تھی اور قدرتی بات ہے ساتھ اپنی بائیں آنکھ بھی مارتی چلی گئی۔ سکھ صاحب کو غلط فہمی ہوئی۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

"شاید میں سکھ صاحب سے محبت کرنے لگی ہوں اور انہوں نے بڑی فراخدلی سے ضرورت سے زیادہ سامان کا آرڈر دے دیا۔ جو لڑکی ساتھ بیٹھی ہوئی تھی، غالباً سکھ صاحب کی بیوی تھی، کا دھیان میری آنکھ کی طرف گیا تو اس نے انگلش اور سکھوں کی زبان (پنجابی) میں سکھ صاحب کی خوب لعن طعن کی اور counter خود سنبھال لیا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"سکھ صاحب تو اٹھ کر چلے گئے اور میں وہاں ہی کھڑی رہی۔"

"آرڈر کا کیا ہوا؟"

"آرڈر پر سکھ صاحب نے دستخط تو پہلے ہی کر دیئے تھے اور وہ میری voucher book میں موجود تھا۔ اس لڑکی نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہاری کمپنی کے products کی کافی مانگ ہے مگر آئندہ اگر یہاں آنا ہو تو مجھ سے بات چیت کرنا۔ میں یہاں پر موجود نہ ہوئی تو ہم آرڈر لکھ کر بھیج دیا کریں گے۔"

خدا کا شکر ہے۔ میں Alex کی آنکھ بازی کی وجہ سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوا۔ Alex نے مجھے اپنے فلیٹ میں رہنے کی دعوت دی جو میں نے قبول کر لی۔ Alex نے مشورہ دیا کہ 31 جنوری تو کل ہے چلو میرے ساتھ میرے فلیٹ پر چلتے ہیں۔ Piccadilly Tubs Station سے میں نے Tooting Bec Station کو جانے کیلئے انڈرگراونڈ کا ایک بڑا نقشہ دیوار پر چسپاں شدہ دیکھ لیا تاکہ میں متعلقہ Tube کی شناخت کروں اور دو ٹکٹ خرید لوں۔ Alex مجھے وہاں ہی چھوڑ کر چلی گئی اور میں نے پڑھ لیا کہ یہاں سے مجھے Southbound Bakerloo Line میں بیٹھنا ہے۔ جو Elephant and Castle Tube Station پر ختم ہو جائیگی۔ پھر وہاں سے Tooting Bec Tube Station تک جانے کیلئے Southbound Northern Line لینی پڑیگی۔ Alex نے ضرورت سے زیادہ دیر کر دی آنکھ مارتی ہوئی واپس لوٹی اور کہا:

"Excuse me there was a long queue, rush hours."

وہ ٹکٹ لے آئی میں نے رقم دینی چاہی مگر اس نے یہ کہہ کر "Be my guest" قبول نہ کی۔ escalators کو استعمال کرتے اور کبھی فرش پر چلتے ہوئے ہم Southbound Bakerloo Line والے پلیٹ فارم پر آ گئے۔ ابھی پہنچے ہی

Marfat.com

تھے تو Tube نکل گئی۔ چند منٹوں بعد دوسری Tube آ گئی۔ اس زمانے میں smoking کی اجازت ہوا کرتی۔ میں smoking والا ڈبہ تلاش کر رہا تھا۔ یہ ڈبے Tube کے اگلی پچھلی جانب اور درمیان میں ہوا کرتے۔ Tube سے ڈبوں کے باہر لکھا ہوتا 'No Smoking' کہ وہ Tube بھی نکل گئی۔ Alex نے مشورہ دیا کہ smoking بھول جاؤ۔ rush hours میں پائپ کو اپنی جیب میں ڈال لو اور گھر چلنے کی کریں۔ آخرکار جب تیسری ٹیوب Tube آئی بیٹھنے کے تو 'Smoking' والا ڈبہ عین میرے سامنے لگا مگر پائپ جیب سے نکال کر پینا محال تھا۔ اسقدر رش لوگوں کے ہجوم میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

Elephant and Castlle Station پر Northern line لینے کیلئے Tube سے باہر نکلے اور چلتے ہوئے Northern line والے plateform پر پہنچے۔ اب جو ڈبہ ہمارے سامنے آیا وہ 'No Smoking' تھا۔ آخرکار Tooting Beck Station پہنچ کر Tube سے اترے۔ ٹکٹ چیک پوسٹ پر ٹکٹ دے کر باہر نکل آئے تو میں نے سوال کیا:

''Alex تم نے Tube پر سفر کرنے کیلئے Season Ticket کیوں نہیں بنوایا ہوتا۔ یہ economical ہوتا ہے۔''

''یہ میرے لئے نہیں ایک تو صبح سفر کرنے کیلئے Season Ticket کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس وقت سے پہلے یہ ٹکٹ استعمال نہیں کر سکتے۔ دوسرا یہ کہ weekends پر Season Ticket بالکل valid نہیں ہوتا۔''

Tooting Bec سٹیشن سے باہر نکل کر ہم دائیں جانب مڑے۔ یہ غالباً اس علاقہ کی Main Street تھی۔ تھوڑی دور جا کر پھر دائیں طرف ایک نسبتاً کھلی سڑک پر آ گئے۔ دائیں ہاتھ ہی سڑک پر ایک بلڈنگ واقع تھی جس کے فرسٹ فلور پر Alex کا فلیٹ تھا۔ یہ دو منزلہ بلڈنگ تاہم ذرا پرانی قسم کی۔ جدھر بھی نگاہ اٹھی Africans اور Caribbean لوگ ہی نظر آئے۔

Alex نے مین گیٹ کا لاک کھولا۔ ہال کی بائیں جانب Alex کا دوسرا فلیٹ واقع تھا ایک چھوٹا سا living-room اور اس کے بالمقابل side میں باتھ روم۔ اسکے ساتھ ایک ہال اور ہال کی دائیں جانب دو bedrooms اور ان دونوں کے درمیان کچن۔ کچن کی دیوار کے ساتھ ایک ٹیبل جسکی ایک سائیڈ عین دیوار کے ساتھ لگی ہوئی اور مخالف سمت دو dining chairs اسی طرح دائیں بائیں کونے پر ایک ایک کرسی۔ باتھ روم کے جانب مشرق ایک دروازہ جو balcony میں کھلتا جس پر کپڑے دھونے اور خشک کرنے کیلئے drying lines لگی ہوئی تھیں۔ فلیٹ بہت ہی unkept. مختلف topic پر کتابیں اور cosmetics کا سامان ہر طرف بکھرا پڑا تھا۔ اتنی دلکش خاتون کا ایسا فلیٹ اور ایسی بری طرح neglect کیا ہوا۔ عجیب بات تھی۔ یہ ایک locality جہاں مہذب لوگ بہت کم نظر آئیں۔ مہذب سے میرا مطلب یہ نہیں کہ کالے رنگ کے لوگ۔ بلند شور والی موسیقی، بلند بانگ Calypso (ضمیمہ 106) کا music جو کہ gramophone records اور tape recorders سے بجتا تھا۔ اس زمانے میں cassette recorders ابھی ایجاد نہ ہوئے تھے۔ civic sense بہت کم۔ ... یہ کہ صفائی کی طرف توجہ نہ دی گئی تھی۔

Alex نے مجھے دوسرا باتھ روم استعمال کرنے کی ترغیب دی اور خود living-room میں دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کی جانب ایک نسبتاً اونچے لکڑی کے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کو استعمال میں لانے کا ارادہ کر رہی تو میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس نام نہاد bedroom میں کوئی میز یا کرسی ندارد۔ ایک چھوٹی سی لکڑی کی الماری جو ہوں تکیوں، تولیوں، چادروں سے اٹی ہوئی اور الماری کے اوپر ایک mattress تھی۔ بائیں دیوار کے ساتھ ایک سنگل bed جس پر صاف ستھرا بستر لگا ہوا اور تین براؤن رنگ کے کمبل پاؤں کی طرف رکھ دیئے گئے۔ تکیہ کا غلاف اور bedsheets بھی براؤن رنگ کی تھیں۔ معلوم ہوتا کہ یہ بستر جب سے لگایا گیا ہے کسی شخص کے استعمال میں نہیں آیا۔ bedroom اسقدر چھوٹا کہ شاید کسی سٹور کے طور پر استعمال ہوا ہوگا۔ شدید سردی کے باوجود یہاں heating کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ میں نے اپنے Mackintosh کوٹ کو اتارا اور بیگ رکھ کر باہر نکل آیا۔ پہلی دفعہ تو میں نے کچن پر سرسری نظر ڈالی اب کے دوبارہ داخلے پر سنک کے ساتھ میز پر Rum کی تین بوتلیں جو کہ کافی استعمال شدہ تھیں۔ میں نے برتنوں سے اندازہ لگایا کہ کچن بہت کم استعمال میں لایا گیا ہے۔ ایک ...

Marfat.com

پیپر اور سالٹ موجود تھے لیکن کافی کا تو یہاں وجود ہی نہ تھا البتہ Lipton کی چائے کا ایک پیکٹ جس میں چائے کی پتی بہت ہی کم استعمال میں لائی گئی۔

جب میں living-room میں واپس لوٹا تو Alex نے gas heater جلایا ہوا تھا اور خود ٹیلیفون کے میز کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ کر کسی سے ٹیلیفون پر گفتگو کر رہی تھی۔ میں دوسری دیوار کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اپنا پائپ سلگایا اور سر سے hat اتار کر دائیں جانب اسی صوفے پر رکھ دیا۔ تھوڑی دیر میں Alex نے "See you tonight" کہہ کر ٹیلیفون بند کر دیا اور مجھ سے معذرت کی میں نے جواباً کہا کوئی ایسی بات نہیں مجھے کونسا ضروری کام تھا۔

"چونکہ میں کھانا وغیرہ باہر ہی کھاتی ہوں کچن اکثر اوقات اداس ہی رہتا ہے۔"

"مجھے اس وقت کھانے کی اشتہا نہیں بعد میں باہر چل کر کھائیں گے۔"

"میں نے تو شام کا کھانا تمہارے ساتھ اسی fast food outlet میں ہی کھایا تھا البتہ تمہارے لئے کچھ بندوبست کرنا پڑے گا۔"

"اتنی شدید سردی کے موسم میں محض کھانے کیلئے باہر جانا مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کچن میں چند انڈے موجود ہیں تم چاہو تو fry کر دوں گی۔"

"نہیں مجھے فرائیڈ انڈے کھانے کا کوئی شوق نہیں البتہ بوائلڈ کر دو sandwiches کافی ہیں۔"

کچن کی جانب چلی گئی اور دو Rum کے shots لے آئی۔ ایک مجھے offer کیا۔ میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا اور پوچھا "کیا کافی گھر میں موجود ہے؟"

"شاید کافی موجود نہ ہو البتہ چائے کی پتی ضرور ہوگی۔"

"یہی چلے گی۔" خود کچن میں گیا اور شوگر دودھ کے ایک چائے کا کپ تیار کر کے لے آیا۔

"جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ کھانا وغیرہ میں باہر ہی کھاتی ہوں کئی دنوں سے milk bottles نہیں لائی گئی ہوتیں کہو تو کسی ہمسائے سے دودھ لے آؤں۔"

"دودھ تو میں پیتا ہی نہیں اور یہ چائے بھی بغیر شوگر اور دودھ کے ہی ہے۔"

Alex نے marketing سے متعلق رسالہ اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا اور میں بھی اپنے بیگ سے کتاب *The Meaning of Evolution* جس کا مصنف George G. Simpson ہے پڑھنے کیلئے اٹھا لایا۔ اچانک Alex نے کہا "میں ایک پارٹی میں قریب ہی invited ہوں کیا میرے ساتھ چلو گے؟"

"نہیں میں نے بہت سی پارٹیاں attend کی ہیں اور خود بھی پارٹیاں throw کرنے کا شوقین ہوں۔"

"اچھا تو میں چلی" اس نے آنکھ بازی کرتے ہوئے کہا اور اپنے کمرہ میں کچھ دیر رہنے کے بعد جاتے ہوئے کہنے لگی "Feel at home میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گی۔"

"Take your time" میں نے جواب دیا۔ وہ "Bye, bye" کہہ کر چلی گئی۔ میں نے دروازے کو اندر سے بولٹ کر دیا اور کتاب میں مشغول ہو گیا۔

عجیب بات تھی کوئی radio یا gramophone وغیرہ living-room میں موجود نہ تھے۔ مجھے تجسس ہوا اور جب اس کے bedroom کا دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا تو وہ لاک تھا۔ کتاب کے چند صفحات پڑھنے کے بعد میں نے کچن کا رخ کیا وہاں چار انڈے ابالنے کے لئے رکھے تین منٹ بوائلڈ کئے یہاں کوئی toaster نہیں تھا جس کو استعمال کرتا۔ بہرحال دو انڈوں کی دو sandwiches تیار کیں۔ living-room سے چائے کا خالی کپ لا کر کچن میں چائے تیار کی اور living-room میں آ کر کھانا کھایا اور ساتھ ساتھ کتاب کا مطالعہ جاری رکھا چونکہ Christmas اور New Year Eve کو ہر طرف پارٹیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس بلڈنگ کے flats میں تسلسل سے پارٹیاں جاری و ساری تھیں۔ بلڈنگ اور flats کے دروازے بار بار کھلتے اور بند ہوتے

Marfat.com

آوازیں تواتر سے آتی رہیں۔ میوزک اور شور وغل اس قدر زیادہ کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ کئی بار وہیں صوفے پر دراز ہو کر کوشش بسیار کے باوجود نیند کہاں۔

کمرہ اب اچھا خاصا گرم تھا۔ میں نے Mackintosh، jacket اور waist coat اتار دیئے۔ صوفے کا سرہانہ Mackintosh کا تکیہ بنا کر بوٹوں سمیت دراز ہو گیا۔ پارٹیوں کے شور شرابے سے تمام بلڈنگ لرز رہی تھی۔ اس قسم کی حرکات صرف ان علاقہ جات میں ہوتی ہیں جہاں Afro-American، African اور Caribbean لوگوں کی اکثریت ہو۔ bedroom میں جا کر سونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا کیونکہ ملحقہ فلیٹ کی دیوار پر وقفے وقفے سے جیسے کوئی زور زور سے دستک دے رہا ہو۔ میں نے سونے کی کوشش میں اپنے تمام کپڑے بھی اتار دیئے مگر بے سود۔ واپس living-room میں آ کر صوفے پر دراز ہو گیا۔ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت تھا تو کتاب میرے چہرے پر اور آنکھ لگی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج گئی۔ میں نے auricular کان سے لگایا تو بغیر کسی formality کے آواز سنائی دی۔

" Alex, what's wrong with you it's already late."

"I am sorry, Alex has gone to a party." اور میں نے auricular کو cradle پر رکھ دیا۔

ابھی صوفے پر آ کر دراز ہوا ہی تھا کہ پھر ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ میں نے پھر auricular اٹھایا اور آواز آئی

"Alex میں تمہارے پاس ہی آ جاؤں۔" یہ کسی دوسرے مرد کی آواز تھی۔

"Alex گھر پر نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تم کون ہو؟ کوئی اور customer!"

"Stop it" اور میں نے auricular پٹخ دیا۔

اسی طرح تابڑ توڑ کئی مردوں اور دو عورتوں نے ٹیلیفون پر تنگ کیا۔ آخر میں نے auricular کو الگ رکھ دیا۔ "نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔"

میری نیند چونکہ disturb ہو چکی تھی اور ویسے بھی اجنبی مقام پر نیند دور بھاگتی ہے، کروٹیں بدل بدل کر اور گھڑی دیکھ دیکھ کر صبح کے آٹھ بجے کا وقت ہو گیا۔ پتہ نہیں Alex نے gas heater میں کتنے شلنگ ڈالے ہوئے تھے مگر میں نے تین شلنگ اور ڈال دیئے۔ رات ایک بجے کے قریب میں نے heater کو off کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد سردی کا احساس ہوا تو پھر جلا دیا۔ آنکھ کھلی تو heater کی knob کو گھمایا، گیس آنی شروع ہوئی اور پھر ماچس کی تیلی دکھا دی۔

یہاں پر ننگا سونا تو کجا شدید سردی اور مکمل لباس میں undershirt، underwear، knee-length shirt، سفید جرابیں اور بوٹوں سمیت لیٹا رہا البتہ ٹائی کی knot قدرے ڈھیلی کر دی۔ ہمیشہ سفید رنگ کی گرم جرابیں پہنتا ہوں۔ ویسے تو اکثر جرابیں سفید ہی ہوتی ہیں مگر ان کا pattern ایک جیسا نہیں ہوتا یعنی کہ دو سفید جرابیں مگر ان کا pattern دونوں پاؤں میں علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی آٹھ بجے صبح اٹھنے کی۔ سب سے پہلے مجھے خیال آیا کہ اب تک Alex نہیں آئی۔ ممکن ہے اس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہو تو میں نے غنودگی کے عالم میں دروازے کو unbolt کیا اور وہ اندر آ کر اپنے bedroom میں چلی گئی ہو۔ بوٹ دیکھا تو وہ آن تھا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ بھی لاک تھا۔ Alex تا حال آئی نہیں تھی۔

باتھ روم گیا، electric heater کو on کیا اور تھوڑی دیر بعد گرم پانی آنا شروع ہو گیا لیکن ٹینک پانی کی capacity بہت کم تھی لہذا میں نے صرف منہ ہاتھ دھونے پر ہی اکتفا کیا اور اپنے تولیے سے جو میں اپنے ساتھ بیگ میں رکھ لایا تھا، واپس living room میں آ کر dry wash کیا یعنی کنگھی کو تولیے سے خوب رگڑ رگڑ کر صاف کیا۔ دوسری جرابیں وغیرہ پہنیں۔ پتلون کس کر اپنے بیگ سے electric shaver نکالا جو Sunbeam کمپنی کا بنا ہوا تھا۔ باتھ روم میں شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر شیو کی چند منٹوں میں۔ بہت زیادہ ٹھنڈ کے احساس سے ہاتھ بے حس

Marfat.com

میں اونی اپنا waist coat اور اس کے اوپر mackintosh لپیٹا چونکہ "ٹھنڈ" ہونے کی وجہ سے سردی لگ رہی تھی۔ سر پر hat بھی رکھ لیا۔ کچن میں آ کر قہوہ بنایا، ساڑھے تین منٹ بوائلڈ انڈے اور دو بریڈ کے ٹکڑوں کو گرم کرنے کے بعد ایک ٹرے پر رکھ کر living room میں آرام سے ناشتہ کیا۔ قہوہ پیا اور پائپ سلگایا۔ اب Alex سے متعلق قیاس آرائیوں میں کھو گیا۔ "یہ Alex کی بچی بھی کیا عجوبہ ہے۔ میں بھی پرلے درجے کا بیوقوف ہوں یا over confidence کا شکار ہوں جو ایک اجنبی عورت کے ساتھ بغیر سوچے سمجھے اس کے فلیٹ میں آ گیا اور فلیٹ بھی ایک غلط علاقہ اور غلط لوگوں کے ماحول میں۔" کوئی دس بجے ہوں گے کہ پھر ٹیلیفون بج اٹھا۔

"Adelaide میں Tom بول رہا ہوں، دو دنوں سے تمہاری تلاش میں ہوں اور آج نو بجے ملنے کا وعدہ تھا مگر ایک خاص وجہ سے تمہارے پاس آنے سے قاصر ہوں۔"

"sorry, wrong number یہاں کوئی Adelaide نہیں رہتی۔" میں نے جواب دیا۔

"What ?"

"میں نے ٹیلیفون بند کر دیا۔" ابھی بند کیا ہی تھا کہ پھر اس شخص نے پوچھا۔

"تو کون رہتا ہے ؟"

"میں Alex کے فلیٹ سے بول رہا ہوں۔"

"strange یہ کیسے Adelaide سے خاص مراسم ہیں اور کئی بار میں اسکی رہائش پر جا چکا ہوں۔"

"Sorry" اور میں نے فون بند کر دیا۔

اب مجھے پریشانی لاحق ہوئی کہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤں۔ نہایت زندہ دل، پڑھی لکھی وضع دار خاتون کا یہ چکر کیا ہے مجھے جب تک شام ہو کہیں یہاں سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ وسوسوں کے حصار میں bedroom سے اپنا بیگ اٹھایا، کتاب، تولیہ اٹھائی، دروازے کو بند کیا اور فلیٹ سے نکل کھڑا ہوا۔ سامنے کے فلیٹ سے ایک حبشی عورت مجھ سے قریباً کم عمر نکلی اور مجھے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی۔ "Good morning" "تو آپ اس بزنس میں نئے ہیں ؟"

"کونسا بزنس ؟"

اس نے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہ کی اور ہال کے دروازے سے باہر نکل گئی۔ میں بھی ہراساں و پریشان بیگ تھام کر باہر آ گیا۔ ابھی curb پر چند گز کے فاصلے تک چلا ہوں گا تو دیکھا دو خوفناک قسم کے حبشی آپس میں مشتعل انداز میں جھگڑ رہے تھے کہ Alex کی خبر لینی ہی پڑے گی۔ میں تیز رفتاری کے ساتھ ان کے پاس سے گزر گیا اور جلدی جلدی Tube station پر پہنچ گیا۔ میں نے سن رکھا تھا کہ لندن میں Victoria station کے آس پاس Bed & breakfast قسم کی رہائش سستے کرایہ پر دستیاب ہے مگر یہ علاقہ بھی اچھا نہیں لیکن Tooting Bec سے قدرے بہتر اور ملے جلے قسم کے لوگ رہائش پذیر ہیں جن میں اکثریت انگریزوں کی ہے اور یہ علاقہ prostitutes کیلئے بھی بدنام ہے مگر میں نے تو صرف ایک رات ہی ٹھہرنا تھا۔ وہ بھی زیادہ وقت Trafalgar Square اور Piccadilly Circus میں کم از کم بارہ بجے تک گزارتا تھا جب New Year شروع ہوتا ہے۔ میں نے Tooting Bec station پہنچ کر دیوار پر چسپاں انڈر گراؤنڈ نقشہ دیکھا اور اپنی متعلقہ ٹیوب کا Victoria سٹیشن تک تعین کیا۔ ٹکٹ آفس سے Victoria تک کا ٹکٹ خریدا۔ ایک چھوٹا سا folding انڈر گراؤنڈ نقشہ لیا جو کہ فری ہوتا ہے

(ضمیمہ۔ 106 A)

Tooting Bec سے سٹیشن پر میں North-Bound Northern Line پر No Smoking کے ڈبے میں سوار ہو کر Kensington کے سٹیشن پر اتر گیا۔ یہاں بھی Northern Line دو راستوں کو جاتی۔ ایک راستہ Elephant and Castle سٹیشن کی طرف اور دوسرا Embankment سٹیشن کی جانب۔ میں نے اس سٹیشن کی طرف جانے والی Tube پر بیٹھنا تھا جو جلدی میں غلطی سے اس Tube پر بیٹھ گیا جو Elephant and Castle کیطرف جاتی۔ یہ احساس مجھے اس وقت ہوا جب میں Tooting Bec سے Tube میں بیٹھا اور Tube کے ڈبے میں چسپاں انڈر گراؤنڈ map دیکھا لہذا میں

Marfat.com

Kensington station پر اتر گیا اور اس پلیٹ فارم کی اس سائیڈ کی طرف گیا جہاں سے Tube، Embankment کی طرف جاتا تھا۔ تھوڑی دیر میں Tube آ گئی اور میں No Smoking ڈبے میں بیٹھ کر دوسرے سٹاپ Embankment پر اتر گیا۔ یہاں سے دو اور Lines گزرتی ہیں۔ ایک Circle، دوسری District Line اور دونوں ہی مغرب کی طرف Victoria station کو جاتی ہیں مشرق کی طرف Temple station کو۔ میں District Line جو مغرب کی طرف جاتی اس کے بعد پلیٹ فارم پر پہنچ گیا (ضمیمہ B 106)۔ تقریباً نصف منٹ میں میری Tube وارد ہوئی۔ No Smoking کے ڈبہ میں بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو گیا کیونکہ رش ہونے کی وجہ سے تمام سیٹیں بھری ہوئی تھیں۔ پہلے Westminster پھر James's Park کا سٹیشن آیا جو کہ میری منزل تھی۔

Victoria station نہ صرف Tube station بلکہ لندن کا مشہور ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ سٹیشن سے باہر ایک نیوز شاپ جہاں نہ صرف اخبارات، رسائل وغیرہ ہی بکتے بلکہ سگریٹ، سویٹس اور سنیکس بھی فروخت کئے جاتے ہیں، کی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو کر میں مختلف رہائشوں کے ایڈریس پڑھ رہا تھا اور Index cards پر نوٹ کر رہا تھا تو ایک صاحب تقریباً میرے ساتھ ہی سٹیشن سے باہر نکلتے ہوئے میرے پاس آ کر رک گئے اور کہنے لگے، "معاف کیجئے آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟"

"پاکستان کے۔"

"پھر تو السلام علیکم کہہ سکتا ہوں۔"

"کیوں نہیں!"

رسمی تعارف کے بعد انہوں نے اپنا نام راجہ عمر دراز بتایا جو کوٹلی آزاد کشمیر کا رہنے والا تھا۔ میں نے راجہ صاحب کو لندن آنے کا مقصد بتایا اور صرف ایک رات کیلئے کسی معقول ٹھکانے سے متعلق پوچھا۔ راجہ صاحب نے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں قریب ہی رہائش پذیر ہوں۔ رہائش اچھی خاصی سستی، آجکل New Year کی وجہ سے قدرے رش ہے اگر کوئی کمرہ نہ ملا تو میرے کمرے میں ہی رات بسر کر لینا۔

گزشتہ رات کے واقعہ نے ابھی تک مجھے اپنی جکڑ میں رکھا ہوا تھا لہذا میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا البتہ احتیاط کے طور پر راجہ صاحب کا پتہ نوٹ کر لیا۔ اپنے index cards کے مطابق میں نے رہائش کے متعلق دریافت کیا مگر کہیں بھی کوئی جگہ سر چھپانے کیلئے نہ ملی۔ چند ایک ہوٹلوں میں بھی دریافت کیا لیکن بے سود۔ دوپہر کا کھانا بھی میں نے Victoria station پر کھایا۔ ہاتھ میں بیگ پکڑے گھومتے گھومتے تھکاوٹ کے زیر اثر ٹانگیں شل ہو گئیں۔ برمنگھم سے یہ لندن میں New Year Eve سے لطف اندوز ہونے کیلئے آیا کہ بے آرامی سے دوچار ہو۔ یہ خیال آیا کہ واپس برمنگھم چلا جاؤں مگر یہ ارادہ ترک کر دیا اور راجہ صاحب کے پاس جانے کی ٹھانی۔

کوئی تیس منٹ کی مسافت کے بعد راجہ صاحب کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک بوسیدہ قسم کا ہوٹل تھا۔ reception پر ایک ادھیڑ عمر عورت بیٹھی ہوئی اور سامنے دو تین چوہے سرگرداں ادھر ادھر دوڑ رہے تھے۔ راجہ صاحب کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ سیڑھیاں چڑھ کر corridor کی بائیں طرف تین نمبر کمرہ ہے۔ سیڑھیوں پر rug بچھا تھا مگر بہت پرانا اور بدبودار۔ خیال آیا کہ راجہ صاحب سے نہ ہی ملوں مگر زندگی کا ایک نیا تجربہ سمجھ کر رات اسی کمرے میں ہی بسر کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ دروازہ پر دستک دی تو جناب نے بغیر دریافت کئے دروازہ کھول دیا اور کہا:

"آئیے پیر صاحب آخر غریب کو بھی خدمت کا موقع دے دیا۔" اور دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا۔ میں دروازہ بند کر کے ایک بوسیدہ صوفے پر بیٹھ گیا کیونکہ میز اور راجہ صاحب کے single bed کے علاوہ کوئی فرنیچر موجود ہی نہ تھا البتہ ایک cupboard جو کہ کپڑوں سے اٹا ہوا موجود تھا اور راجہ صاحب خود اپنے اکلوتے بستر پر دراز ہو گئے۔

"کیا یہاں پر کوئی کمرہ خالی ہے؟" میں نے خود کلامی کے سے انداز میں تیر چھوڑا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لوگ مستقل طور پر یہاں رہائش پذیر ہیں۔"

Marfat.com

"راجہ صاحب چوہے اور بوسیدگی کا چور دانگ راج ہے۔"

"ان باتوں کی طرف کون دھیان دیتا ہے۔" راجہ صاحب بے نیازی سے گویا ہوئے۔

میں نے صوفہ heater کے قریب کھسکا لیا اور پائپ بھر کر پینے لگا دل ہی دل میں سوچا ڈاکٹر نصیر کس قسم کے آدمی ہو صفائی پسند ہوتے اچھی کوئی بات نہیں تم ویسے بھی laboratory میں چوہوں سے ریسرچ کرنے کا ارتکاب کرتے ہو (اس ضمن میں آغا سلیم صاحب کے بھائی ڈاکٹر آصف صاحب جو کئی سال بعد مجھے لندن میں ملے اور آجکل برمنگھم میں consultant کے عہدے پر فائز ہیں نے پاکستانی ہوسٹل کے متعلق جو کہ لندن میں واقع تھا ایک واقعہ سنایا۔ ڈاکٹر صاحب اس ہوسٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے جہاں چوہوں کی اجارہ داری تھی لہذا ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ اتھارٹی کو لندن میں شکایت کی اور وہ بھی تحریری تو کچھ دنوں بعد ہوسٹل کو fumigate کرنے اور چوہوں کی گرفتاری یا خودکشی کرنے کا بندوبست کیا گیا)

"راجہ صاحب میرے سونے کا بندوبست کیسے کیا جائیگا؟"

"یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔ گرم خوب گرم ہے میرے بستر پر دو گدے ہیں ایک گدا نکال کر اس پر میں سو جاؤں گا اور آپ بستر پر سو جائیں۔" راجہ صاحب نے فراخدلی اور بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔

باتوں باتوں میں میں نے اپنی نگاہ تکیہ پر ڈالی جو نہایت غلیظ اور پہلی دفعہ میں نے انگلینڈ میں رضائی دیکھی۔ ایک طرف سے بھی پڑا ہوا تھا جس میں سے اتنی عجیب قسم کی بساند نکل رہی تھی کہ کمرے کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"نہیں میں کسی اور جگہ پر کمرہ لوں گا۔" میں نے ننھے بچے کی طرح ضد ہو کر فیصلہ سنایا جو راجہ صاحب نے ایک مہمان کے حق میں منظور کیا۔

اب ذرا ایک اور بات سنیئے اتنا مہنگا بلڈنگ میں کوئی باتھ نہیں تھا لہذا رفع حاجت کیلئے Victoria Station پر جانا پڑتی تھی ایک چھوٹا سا باتھ روم جس کے sink میں بھی بھر پانی آ جانے کی امید کی جا سکتی تھی۔ باتھ روم کے متصل ایک جگہ پر صرف ایک urinal نصب تھا۔ ممکن ہے receptionist کیلئے بھی کوئی علیحدہ بندوبست ہو۔ نہانے کیلئے public baths ہی قریب تھے۔ شام کے قریب انہوں نے صرف پینتالیس منٹ کیلئے باہر جانا چاہا تو مہمان نوازی کے زیر اثر مجھ سے فرمایا "میرے ساتھ جانا چاہو تو چلو۔" میں نے معذرت کر لی۔

راجہ صاحب تو چلے گئے مگر میں ان کے معطر کمرے میں ایک پل ٹھہرنے کو تیار نہ تھا لہذا میں نے اپنا بیگ ہاتھ میں لیا اور سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آ گیا۔ ایک انڈیکس کارڈ پر لکھ کر راجہ صاحب کا شکریہ ادا کیا مزید نہ رکنے کی معذرت چاہی۔ سر دست اپنا برمنگھم کا پتہ بھی لکھ دیا۔ receptionist کو "Good bye" کہا۔ اس نے جواب دیا۔

"Leaving!"

"Yes Madame."

وکٹوریہ سٹیشن پر شام کا کھانا کھایا۔ کافی پی اچھے ماحول میں ضرورت سے زیادہ بیٹھا رہا آخر کوئی ایسی جلدی تھی۔ رات کے بارہ بجے تک میں نے Traflagar Square اور Piccadilly Circus میں گھومنا تھا۔

ٹکٹ آفس سے Piccadilly Circus کا ٹکٹ خریدا۔ Victoria Station سے میں نے West-bound Circle Line کی جس کا نشان پیلا، District Line کا سبز اور Northern Line کا سیاہ رنگ۔ پہلا سٹاپ South Kingston Station جہاں میں نے اترنا تھا۔ اس سٹیشن سے East-bound Piccadilly Line (جس کا رنگ گہرا نیلا ہے) پر بیٹھا پہلے Kinghtsbridge پھر Hyde Park Corner اور Green Park Station آئے، چوتھا سٹیشن Piccadilly Circus واقع تھا۔ تمام راستہ کھڑے ہی سفر کیا۔ میرے جیسے کئی اور لوگ بھی تھے جو محض میری طرح ہی New Year Eve کیلئے لندن آئے ہوئے تھے۔

Piccadilly Circus لندن کے مصروف ترین intersections میں سے اور پانچ شاہراہوں کا مرکز ہے۔ دن کو

Marfat.com

تو یہ ایک Traffic chute تھا جہاں لوگوں کے اکٹھا ہونے کے لیے Neon-lights سے جگمگاتی ہوئی جگہ ہے۔ یہاں سیاح تمام دنیا سے آتے ہیں۔ جوان سیاح اس چھوٹے Island کے سٹیپ پر وقت گزارنے بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کے بیچ میں Eros (یونانی مذہب میں "محبت کا خدا") کا aluminium سے کاسٹ کیا ہوا بت ہے۔ جو 1893 میں Sir Alfred Gilbert نے تیار کیا تھا۔ دراصل یہ مجسمہ Earl of Shaftesbury کی یاد میں Angle of Christan Charity ہے۔ Piccadilly Circus لندن شہر کا سب سے پہلا roundabout ہے۔

سٹیشن سے باہر نکلا تو ہر طرف سیاحوں اور غیر سیاحوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ Eros کے سٹیپ پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ Neon-light کا منظر چاندنی رات کی طرح نہایت دلفریب۔ Eros کے بت کے قریب ایک چھوٹا سا تالاب جس پر سیڑھیوں سے چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں چڑھ کر پہنچا جا سکتا ہے۔ فوارہ چل رہا تھا اور رنگ برنگی lights لگی ہوئی تھیں۔ سیڑھیوں پر لوگ بیٹھے ہوئے مزے لے لے کر beer پی رہے تھے۔

میں وہاں سے چلتا ہوا Trafalgar Square کی طرف گیا۔ یہ City of Westminster میں ایک پلازہ ہے جو Lord Nelson کی Trafalgar جنگ 12 اکتوبر 1805 میں جو فتح کی یاد میں تعمیر کیا گیا۔ یہ جنگ Napoleon کے خلاف Cape Trafalgar کے مغرب میں سپین کے علاقہ Cadiz اور Gibraltar Straits کے درمیان لڑی گئی تھی۔ 33 بحری جہازوں نے اس لڑائی میں حصہ لیا۔ French 18 اور Spain 15 کے جہازوں پر مشتمل بیڑا جس کی قیادت Admiral Pierre De Villenueve کر رہا تھا۔ 27 برطانوی جہاز Admiral Horatio Nelson کی قیادت میں تھے۔

ہر طرف لوگوں کا اژدھام۔ Square پر ایک چار دیواری کے اوپر بمشکل جگہ حاصل کر کے بیٹھ گیا۔ لوگ ناچ گا رہے تھے۔ میں سرخوش تھا۔ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا۔ کئی لڑکیاں شدید سردی کے موسم سے بے نیاز ہو کر تالاب میں چھلانگیں لگا رہی تھیں۔ اس قدر سردی میں یہ حیرت انگیز مشغلہ تھا اور وہ بھی اپنے کپڑوں کے ساتھ۔ جگہ جگہ لوگ ڈانس کر رہے تھے۔ یوں ہی Big Ben نے بارہ بجے کا اعلان کیا۔ اجنبی اور غیر اجنبیوں نے ایک دوسرے کو kiss کرنا شروع کر دیا اور چاروں طرف Happy New Year کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ مجھے بھی ایک لڑکی نے kiss کیا۔ ہجوم میں بتدریج کمی آنے لگی۔ میں دوبارہ Piccadilly Circus کی طرف چل دیا۔ راستے میں بھی Happy New Year کی kissing کا دور دورہ تھا۔ Eros کے تالاب میں موجود لوگ ایک دوسرے پر پانی پھینک رہے تھے۔ یہاں بھی اور Trafalgar Square میں بھی تالاب زیادہ سے زیادہ مشغول تھے۔

صبح چار بج گئے تا حال کافی لوگ موجود تھے۔ مجھے یاد ہی نہ رہا کہ اس وقت کوئی ٹیوب نہ ملے گی کیونکہ بارہ بجے کے بعد System بند ہو جاتا ہے۔ میں سٹیشن کے باہر ہجوم میں کھڑا تھا تو ایک صاحب بنام حنیف جو برمنگھم میں سوداگر کا کاروبار کرتے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ دو اور دوست بھی New Year Eve کی تقریبات دیکھنے آئے تھے۔ مجھے اپنی کار میں برمنگھم لے آئے۔ سڑک پر عجیب منظر تھا۔ سڑک کے درمیان سیدھی line میں "Cat Eyes" نصب تھیں جو headlights کی روشنی میں دور تک چمکتی نظر آتی ہیں۔ یہ اشیاء highways پر نصب ہیں تاکہ ڈرائیوروں کو اپنی lane کا پتہ رہے۔

یہ تھی میری لندن میں New Year Eve دیکھنے کی craze۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے Alex یا Adelaide کون تھی؟ میں نے برمنگھم پہنچ کر اپنے دوست احباب کو واقعہ سنایا تو مجھے خوب لعن طعن کی کہ یونہی میں کس الجھن میں پڑ سکتا تھا۔

پھونک مارنے کا عمل

نام تھا وحید۔ Yashithra روڈ کرشن نگر لاہور کا رہنے والا۔ عمر قریباً تیس سال۔ سفید رنگت۔ سر کے بال کالے اور سفید بالوں کی بھی چند streaks۔ سر کے بالوں کی بائیں جانب مانگ نکالتا تھا۔ صاف ستھرے لباس میں ملبوس لبوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رقصاں رہتی۔ میں نے جب بھی اس کو دیکھا برمنگھم کے سینٹر میں ہفتے کے روز گھومتا۔ کبھی اس کے ہاتھ اور کبھی اس پر ایک سفید رومال

Marfat.com

باتھ میں نے مہ شتی میں مصروف پایا چونکہ مجھے شہر کے سینٹر میں جانے کا وقت صرف ہفتہ کی سہ پہر کو ملتا۔ گاہے بگاہے صبح اور پچھلے پہر ہفتے کے روز بھی یونیورسٹی میں مصروف رہتا لہذا کہہ نہیں سکتا کہ وہ اور دنوں میں بھی اُسی طرح گھومتا رہتا ہوگا یا نہیں۔

راقم کی ملاقات وحید سے Austin Reed جو کہ Custom-made سوٹ تیار کرنے کے specialist تھے ان کی دکان پر ہوئی جب ایک ملازم میرا ناپ لے رہا تھا تو اُس نے specification لکھنے کیلئے میرا نام پوچھا لہذا میں نے اپنا نام بتا دیا۔ ساتھ ہی وحید جو کہ اپنی measurements دے رہا تھا، نے سن لیا اور اسطرح ہماری جان پہچان ہوئی۔ میں نے اُس سے کبھی نہ پوچھا کہ وہ کیا کرتا اور کہاں رہتا ہے۔ نہ ہی اُس نے مجھے از خود کبھی بتایا تاہم اُس نے میری گجرات والی رہائش کے متعلق پتہ پوچھ لیا۔ اس کا طرز کلام اور اطوار کسی اچھے اور دولت مند گھرانے سے تعلق کی دلالت کرتے جبکہ نہ تو وہ British Council کا رکن اور نہ ہی کبھی اس نے یونیورسٹی کی Union Building میں آنے کی دعوت قبول کی۔ جب بھی سینٹر میں کافی وغیرہ پینے کا اتفاق ہوا تو وہ ہمیشہ بل کی ادائیگی پر اصرار کرتا اور اکثر دے بھی دیا کرتا۔

جب کبھی میری وحید سے ملاقات نہ ہوئی تھی تو وہ فٹ پاتھ پر چلتے چلتے لڑکیوں کی گردن پر پیچھے سے نزدیک ہو کر پھونک مارتا کئی لڑکیاں تو ہنس کر چلی جاتیں اور بعض رک کر بات چیت بھی کر لیتیں۔ اسطرح وہ روز گھومتا رہتا اور پھونکیں مارنے کے عمل کا اعادہ کرتا۔ اس وجہ سے وہ مشہور تھا۔ ملاقات ہونے کے بعد میں نے اُس سے پوچھا:

"یہ پھونک بازی کیا چیز ہے؟"

"پیر صاحب میں پہلے کچھ پڑھتا ہوں اور پھر پھونک مار دیتا ہوں۔"

"لیکن اس سے حاصل کیا ہوتا ہے؟ نہ ہی تمہاری کوئی گرل فرینڈ ہے اور نہ ہی تم کسی سے ملتے پائے گئے ہو۔"

"آپ نہیں سمجھیں گے۔" اس نے ہنس کے ٹال دیا۔

"پھونکیں انگریز لڑکیوں کو ہی مارتے ہو یا ایشین کو بھی؟"

"تمام کو۔"

"مردوں کو بھی کبھی پھونکیں ماری ہیں؟"

"نہیں چونکہ میں بھی مرد ہوں اور مردوں پر جو کچھ میں پڑھتا ہوں اس کا اثر نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ یہ Opposite sex کا عمل ہے۔"

"کس قسم کا اثر؟"

"جیسا کہ میں نے پہلے کہا تھا کہ آپ نہیں سمجھیں گے۔"

"جب میں نے اس کا اصرار کیا تو سنجیدہ ہو کر وحید نے کہا" تڑپ "پیدا ہو جاتی ہے۔"

"کس میں؟"

"پیر صاحب! آپ نہیں سمجھیں گے لڑکی میں۔ اگر وہ عمل پڑھ کر لڑکے پر پھونک ماری تو اس کے بعد کچھ نہ پوچھیں۔"

"کبھی کسی لڑکی نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا ہے؟"

"بالکل نہیں یہ عمل ہی ایسا ہے لڑکیاں پسند کرتی ہیں۔"

وحید کو musical concerts سننے کا بہت شوق تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا موقع ہو کہ اُس نے شہر میں کوئی concert جان بوجھ کر چھوڑا ہو۔ چند ایک بار اُس نے مجھے بھی دعوت دی مگر میں نے انکار کر دیا کیونکہ یونیورسٹی سے رات کو واپسی پر گھر میں تھکا ماندہ لوٹتا اور کھانے کے بعد سو جایا کرتا۔

ایک دفعہ کوئی orchestra شاید لنڈن سے آیا ہوا تھا تو وحید نے مجھے یونیورسٹی میں ٹیلیفون کے ذریعہ نوید سنائی کہ اُس نے بمشکل دو ٹکٹ خرید لئے ہیں۔ سیٹیں کئی دنوں سے بک ہونا شروع ہو گئیں تھیں لہذا میں کوئی چھ بجے یونیورسٹی سے بس لے کر سیدھا شہر کے سینٹر میں پہنچ گیا۔ جب بتائے گئے تھیٹر کے قریب پہنچا تو وحید گیٹ پر میرا انتظار کر رہا تھا۔ کافی لوگ قطار میں لگے ہوئے تھے۔

Marfat.com

ہم نے بھی لائن میں کھڑے ہو کر انتظار کیا۔ وحید نے ہماری ٹکٹیں خریدیں۔ ہال میں پہنچیں تو وہاں ہمیں ایک usher نے ہماری سیٹوں پر بٹھایا۔ ہال کی طرف دیکھا تو چاروں طرف انگریز مرد و عورتیں پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ یہ لندن میں concerts کے ہونے کا موقع تھا۔ dais کی طرف ایک orchestra تھا۔ جب conductor ہاتھ میں baton پکڑے dais پر آیا تو اس نے جھک کر audience کو سلام کیا۔ یہاں عرض کرنا مناسب ہوگا کہ concert سے پہلے تیاری کی جاتی ہے۔

conductor نے baton اور ہاتھ کے اشاروں سے orchestra کو دھن بجانے کے لئے کہا۔ شاید Beethoven کی کوئی دھن تھی۔ کئی violins، کئی piano اور دوسرے instruments بجائے جا رہے تھے۔ لگتا تھا جیسے پورا ہال گونج رہا ہو۔ مکمل خاموشی کا عالم تھا۔ audience ایسے ساکت تھی جیسے ہوش میں نہ ہوں۔ آپ یقین کریں انگریز بہت مہذب ہیں۔ ایک گھنٹہ مسلسل conductor کا ایک ہی انداز میں کھڑے رہنا بڑی بات ہے۔ جس وقت concert ختم ہوا تو لوگوں نے conductor کے لئے curtain calls دیں۔ جب ہم ہال سے باہر آئے تو میں نے وحید سے اس کے متعلق بتایا تو اس نے بتایا کہ یہ بڑا مہنگا اور شاندار concert تھا جو کبھی کبھی ہوتا ہے۔

باہر نکلے تو وحید نے ایک انگریز خاتون کو ایک انگریز مرد کے ساتھ بازو میں بازو ڈالے جاتے دیکھا۔ پیچھے سے ایک اور آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تو انگریز مرد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا

"You bastard it is a molestation" تم نے اس کو چھیڑا ہے، تم بدتمیز ہو۔"

کسی نے مداخلت کی۔ وحید نے معافی مانگی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

"تمہیں ایسی حرکات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ انگریز بڑے حساس ہوتے ہیں۔"

"یہ صاحب آپ نہیں سمجھتے، میں نے اسے روکا تھا کیونکہ وہ چھیڑ رہا تھا۔ اس لئے اس نے مداخلت کی۔"

اس کے بعد میں نے وحید سے ملنا چھوڑ دیا۔ کئی سال بعد وہ جاپان چلا گیا۔ میں نے اس کی ملاقات کے بارے میں حکیم سید رشید احمد صاحب سے پوچھا۔ تین دفعہ ان کے گھر والے ملے۔ پتہ چلا کہ وہ کسی بیماری کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے۔

منزل مل ہی گئی

ایک دن میرے supervisor ڈاکٹر Dr Jack Llewellyn نے thesis کو پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی تھی کہ میں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے مقررہ تین سال کا عرصہ مکمل کر لیا تھا۔ یہ ایک ریکارڈ تھا کہ میں نے مقررہ تین سال میں اپنا thesis پیش کرنے کی اجازت لے لی تھی۔ اس کے لیے Senate سے پیشگی اجازت لینی پڑتی ہے۔ دو volumes کی ضرورت تھی۔ ایک volume میں text اور دوسرے میں diagrams پیش کرنے تھے۔ میں نے text volume خود ٹائپ کیا۔ جب اپنے supervior کو checking کے لیے دیا تو اس نے اس کی ٹائپنگ کو پسند نہیں کیا۔ یونیورسٹی کے قریب Sally Oak میں ایک professional typist تھا جس نے اسے دوبارہ ٹائپ کیا۔ supervisor نے اس میں خامیاں نکالیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ مواد میں کوئی کمی تھی بلکہ presentation کی کوئی صورت واضح نہیں۔

"آپ اسے قبول کریں تو ٹھیک ورنہ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"پھر تمہیں ڈگری نہیں مل سکتی۔"

"نہ سہی۔ میں وظیفہ scholarship پر ہوں، مجھے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔" چیئرمین سے تعلق رکھتا ہوں، میں نے کہا۔ اپنے thesis کی دونوں volumes واپس لے لیے۔ پھر شدت کی سردی میں میں چلتا ہوا Union Building چلا گیا اور دوست احباب میں "گم" ہو گیا۔

میں نے اپنی لیبارٹری میں جانا موقوف کر دیا۔ صرف یونیورسٹی جاتا اور سیدھا Union Building۔ ہوتی ایک روز Prof. Lowenstein نے جو ڈیپارٹمنٹ کے Head تھے، اپنی سیکرٹری Jacky کو میرے گھر بھیجا۔ پروفیسر سے ملنے دن میں نے Jacky کو اپنے supervior سے شکوے کے متعلق بتایا۔

اس نے Prof. Lowenstein سے ملاقات کا وقت دے دیا۔

میں نے بات مرتب volumes پیش کیں۔ Dr. Llewellyn نے جس انداز میں آخری ... میں ... بھی ... بتایا۔

بات یہ تھی کہ supervior سے ... criticize کرتا کہ وہ خوب سے خوب تر ہو ... Ph. D کے ... خواہشمند ہے اس کا ... شایان شان ہونا چاہیے ...

Sir material ... point out کرتا ہے۔ میں ...

... University Bindry میں thesis ...

میں نے اس ... انداز میں میری ... اور میری محنت ...

میں نے ... Union Building چلا گیا۔

typist نے thesis ... 10 ... ایک volume کی ribbon copy اور carbon copies۔ ... photocopying system ... thesis ... volume ... text اور parasites کی diagrams ... Bristol board پر Rapidograph pen ... اپنے ہاتھ سے بنائی تھیں ... Camera lucida ... microscope ... diagrams ... یونیورسٹی کے photoghrapher ... Prof. Lowenstein نے typing اور photographs ... department کے funds ... Bindry ... Bindry سے thesis ... یونیورسٹی ... کر دیا۔

thesis کو evaluate کرنے کے لیے External examiner ... Dr. Gwendolyn Rees ... parasitologist ... discipline ... Digenetic trematodes پر ... Wales یونیورسٹی Aberystwyth میں پروفیسر تھیں۔ thesis کی discussion کے لیے ... Jacky ... Prof. Lowenstein ... thesis ... Prof. Lowenstein ... Dr. Rees ... thesis ...

... Prof. Lowenstein ... Fasciola hepatica ... parasite ... stage کی Cercaria ... cake ...

Marfat.com

academic staff اور Jacky نے شرکت کی۔ تمام لوگوں نے [illegible] مجھے مبارکباد [illegible]۔

اسی شام ڈاکٹر ریاض علی شاہ صاحب نے مجھے اپنے فلیٹ میں دعوت دی۔ میرے علاوہ ڈاکٹر خورشید احمد [illegible] صاحب اور ڈاکٹر صدیقی صاحب نے بھی شرکت کی اور Grundig tape-recorder پر شاہ صاحب [illegible] رہے۔ میری عزت افزائی کے لیے شاہ صاحب رات گئے مجھے اپنی کار میں میری digs پر چھوڑنے بھی گئے۔

واپس اپنے کمرے میں پہنچ کر اپنے ماموں چوہدری رشید الدین صاحب [illegible] سے متعلق [illegible] چند سطر [illegible] aerogramme [illegible] aerogramme [illegible] aerogramme [illegible] خوشی [illegible] والدہ صاحبہ [illegible] ماموں صاحب نے میری والدہ کے آخری [illegible] کے متعلق [illegible]۔

"بھائی جان [illegible]"

آخر کار نیند آ گئی [illegible] خواب میں میری والدہ صاحبہ [illegible] خواب میں [illegible]۔

میری خواہش [illegible] Convocation [illegible] Grewal [illegible] شاہ، خورشید احمد [illegible] صدیقی صاحب [illegible] خوشی اور [illegible] academic field [illegible]۔

[illegible] hood اور academic gown [illegible] dais [illegible] Sir Anthony Eden ([illegible]) [illegible] provisional degree [illegible]

[illegible]

پہ خوش میں پیچھے ہوں اور پیچھے پیچھے کرتا ہوں۔ آؤ دیکھو آج تمہاری محنت رنگ لے آئی ہے۔ آج تمہارے خوابوں کی تعبیر مل چکی ہے میں نے بڑی کوشش کی کہ اپنی اس خوشی اور فخر کی جذباتی کیفیت پر قابو پا سکوں مگر چند ایک آنسو تھے کہ پھر بھی آنکھوں کی سرحد عبور کر کے میرے چہرے پر پھسلتے ہوئے نہ جانے کہاں گر رہے تھے۔ اس موقع نے آنسوؤں کا یہ چھوٹا سا کارواں تھمنے دیا۔

میں کرسی سے اٹھا اپنی کرسی کی طرف گیا تو ایک مرتبہ پھر وائس چانسلر نے گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر مجھے بائیں ہاتھ کی طرف لگی ہوئی قطار میں ... میری والدہ جو مجھ سے پیچھے کرسی پر بیٹھی تھیں انہوں نے اٹھ کر مجھے دونوں گالوں پر kiss کیا اور کہا Well done ... رات کو ... reception کا بندوبست کیا گیا تھا ... buffet اور شراب ... orchestra ... hoods اور gowns میں تھے ... enjoy ... lab ... hood اور ... late night ... digs ... gown ... پہنچ گئی۔

... hood اور gown ... coffee time کے بعد ... charges ... Prof ... Lowenstein ...

... Post-doctoral Research Fellowship کا بندوبست کر رکھا تھا ... Caroline Harrold Post-doctoral Research Fellow مقرر کر دیئے گئے ... چند ماہ ... رہا۔

1957 کے British Museum (Natural History), Cromwell Road, London ... supervisor ... demonstration slides ... Museum کے Whale Hall میں ... Queen Elizabeth ... سے ... تعارف کرایا اور ہاتھ ... انتظام ... تھا۔

میں ... خیال رہا کہ ایک بار ... Universities ... Wayne State University, Detroit, Michigan میں U.S. Post-Doctoral Research Fellowship کی آفر ہوئی جو میں نے قبول کر لی ... Prof. Dr. Dominic L. DeGiusti ... امریکہ ... تھے۔

... Queen Elizabeth کے ذریعے ... امریکہ ... کر لی۔

Queen Elizabeth ... 1938ء میں launch ہوا ... transatlantic ... 1946ء میں Cunard Line ... 1030 فٹ (313 میٹر) لمبا، چوڑائی 118 فٹ (تقریباً 35 میٹر) اور draft 38 فٹ (11.5 میٹر) اور grosstonnage 83,600 ... 1968ء میں ...

Marfat.com

میں [illegible] refitting [illegible] 1972 میں [illegible]
سے successor [illegible] Queen Elizabeth II، 1976 میں launch [illegible] 1979 میں [illegible]
Queen Merry 2 [illegible] 12 [illegible] 2004 میں Launch [illegible]
Southamptom سے America، Ft Lauderdale تک [illegible] Cunard Lines [illegible]
14 [illegible] 800 million [illegible]
cabbin [illegible] Queen Elizabeth 2 [illegible] 15000 [illegible]
15 [illegible] 1.132 [illegible] 37499 [illegible] 2869 [illegible]
23 [illegible]

" Water, water everywhere, not a drop to drink "

1958 میں [illegible] یونیورسٹی سے Ph D کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد [illegible] میں Post-doctoral
Research Fellow [illegible]
[illegible] Sicily [illegible]
Palermo [illegible] Messina [illegible] Messina [illegible]
strait [illegible] ferry (تصویر 107) [illegible]
Venice (تصویر 108) [illegible] Dover [illegible]
Calais [illegible] ferry [illegible] (تصویر 109) [illegible]
[illegible] beer اور wine [illegible]
[illegible] beer [illegible]
[illegible] beer اور wine [illegible] aqua (پانی) [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] "Plenty of water" [illegible]
[illegible]
[illegible] beer یا wine [illegible]

Marfat.com

منزل کو پا کے بھی نہ قدم مطمئن ہوئے
کس درجہ پختگی مرے عزمِ سفر میں تھی

شکیل بدایونی

بحری جہاز Queen Elizabeth کے ذریعے U.K سے U.S.A روانگی

[illegible]

[illegible] first [illegible] class state[illegible] [illegible] American Express [illegible] style [illegible] Seville R[illegible] three-piece blue lined suit [illegible] hat [illegible] dining room [illegible] allot [illegible] Americans [illegible] Europe [illegible] casual [illegible] formal [illegible] dining [illegible] table [illegible] Estonia [illegible] brown [illegible] dressinggown [illegible] Canada [illegible] Winnipeg [illegible] settle [illegible] Estonia [illegible] Canada [illegible] Mr. Estonian [illegible] Stanley [illegible] 40 [illegible] snooker [illegible] Marielou [illegible]

Estonian [illegible] continental [illegible] breads, butter, cheese, jam [illegible] marmalade [illegible] Americans [illegible] pancakes [illegible] half-boiled [illegible] "Eggs are not three and a half minutes boiled" [illegible] "Sorry" [illegible]

[illegible] California [illegible] Americans [illegible] Estonion [illegible]

Marfat.com

میں oranges کے orchards تھے۔

ناشتے کے بعد میں نے اپنا پائپ سلگایا (ضمیمہ 110) [illegible] tobacco pouch [illegible] jacket [illegible] Amphora [illegible] tobacco [illegible] Holland [illegible] Brown [illegible] pouch، Yellow pouch اور Red pouch [illegible] Black pouch [illegible] match box [illegible] Swan [illegible] Strike [illegible] anywhere" [illegible] rough [illegible] strike [illegible]

[illegible] White Meerschaum [illegible] (A mineral composed of magnesia, silica and water) [illegible] briar [illegible] wood [illegible] heather [illegible] brown [illegible] bowl [illegible] clay [illegible] Mauritius [illegible] bowl [illegible] clay [illegible] bowl [illegible] Tanganyika [illegible] bowl [illegible] Tanganyika [illegible] 1961 [illegible] Julius Nyerere [illegible] 1964 [illegible] United Republic of Tanzania (Tanganyika and Zanzibar) [illegible]

[illegible] ashtray [illegible] pipe [illegible] Black Amphora [illegible] Marieiou [illegible]

[illegible] Estonian "Thank you" [illegible] Marieiou [illegible] Stanley [illegible] snub [illegible] Estonian [illegible] out "Thank you" [illegible]

[illegible] dining room [illegible] sundeck [illegible] swimming pool [illegible]

[illegible] snackbar [illegible] chess [illegible] recreation room [illegible] recreation room [illegible] chess [illegible] Mr. Estonian [illegible] American [illegible] Mr. Estonian [illegible]

Marfat.com

نے اندازہ کیا کہ دونوں حضرات بہت فنی اور قدرے زیادہ ہی سوچ بچار کے عادی معلوم ہوتے ہیں۔ میں چونکہ بچپن سے ہی شطرنج کھیلتا چلا آ رہا ہوں اور اپنے ملک میں طرح طرح کے کھلاڑیوں سے پالا پڑا۔ کئی بار جیتا اور بار بھی گیا۔ انگلینڈ میں قیام کے دوران کھلاڑیوں سے کھیلنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کئی ایک "چور" چالوں میں مہارت حاصل کی ہوئی تھی اور پورا اعتماد کہ یقیناً موجودہ کھلاڑیوں کو با آسانی مات دے سکتا ہوں لہٰذا میں نے بازی کھیلنے کی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"آؤ میرے ساتھ کھیلو۔" Mr Estonian نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا۔

"آخر بازی جو ہو گا۔ ایک موقع تو دیجئے۔"

Estonian صاحب classical طرز کے قواعد میں مصروف تھے۔ میں نے ایک طرف سے انٹیلی اور دوسری طرف سے ملا جلا کر Mr Estonian کے قواعد کی اینٹ سے اینٹ بجا کر تہس نہس کر دی اور قریب 15 منٹ میں checkmate کی شکست فاش دیدی۔ دیکھنے والے تماشائی انگشت بدنداں رہ گئے کہ کل کے "لونڈے" نے ایک بوڑھے گرگ کو پل بھر میں بے بس کر کے چاروں شانے چت کر دیا۔

اب اس نے بڑی مہارت سے دوبارہ کھیلنے کے لیے مہرے لگانا شروع کر دیئے۔

"میں جناب آپ سے کھیلوں گا مجھے کھیلنے آتی جیسی کہ شطرنج کا اصول ہے۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"مجھے پتہ ہے یہ تمہاری ایک چال ہو گی۔"

"پچھلی بازی جیتے تو تم نے چھوڑی نہیں ہے تھے۔" اس نے ذرا تلخ لہجے میں کہا۔

"اس سے آپ جیت رہے تھے میں نے سوچا آخر میں نے تو بازی جیت جاتے کوئی بڑی بات نہیں۔"

دوسری بازی شروع ہوئی تو چند ایک دیگر مسافر بھی شطرنج کے شوقین آن دھمکے۔ اب جب بھی کوئی چال چلنے لگتا تو Mr. Estonian شطرنج کے تختہ پر اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی رکھ کر دیکھتا کہ یہ مہرہ کہاں سے حملہ آور ہو سکتا ہے اور پھر اپنی انگلی وہ کافی دیر تک وہاں رکھتا۔ اب میں یوں سمجھتا کہ اپنے کسی مہرے پر انگلی رکھتا جیسے کہ میں کسی مہرے کو چھونکا۔ وہ فوراً ہی اپنی انگلی میرے مہرے سے ہٹا کر مہرے کی طرف لے جاتا chessboard پر رکھ دیتا۔ میں الٹ پلٹ کر بدل کوئی دوسرا مہرہ چلتا جس کی چال میں نے پہلے ہی سوچ رکھی ہوتی۔ اس طرح اس کی توجہ ہٹ جاتی اور غصّہ سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے اپنی انگلی دوسرے مہرے پر رکھ دیتا۔ اب Estonian کے لہجے میں چڑچڑا پن نمودار ہونے لگا۔ بات بات پر شکایت مزاج کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔

"Please do not put your finger on your pieces" اس نے کافی تلخ لہجے میں کہا۔ اس پر دیکھنے والوں میں سے کسی نے کہا۔

"آپ بھی تو ہر مرتبہ chessboard پر اپنی انگلی ایک طرف دبائے رکھتے ہیں اور مطلوبہ خانے میں انگلی کو رکھتے رہتے ہیں"

"کسی دوسرے کو اجازت نہیں یہ بھی بتانا ہے بازی ہم دونوں کے درمیان ہے Dr. Nasir کو تو کوئی اعتراض نہیں۔ آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔"

"Let's stop that" میں نے دخل اندازی کی۔

Estonian مہرہ چلانے میں دو یا تین مہروں کے سروں پر یکے بعد دیگرے انگلی کافی دیر دبائے رکھتا اور پھر مہرہ کی چال چلتا۔ بیچارے Estonian کے انداز سے میں غلطی ہو جاتی۔ وہ تلملا کر اپنی زبان میں بلند آواز سے ہذیان اور بڑبڑانے میں مبتلا ہو گیا۔ میں نے اس کا ترجمہ کر دیا (پنجابی زبان میں یوں کہا جاتا "تمہارے شطرنج والے بازی چھوڑ بیٹھ") اس نے غصے میں کہا

"I told you before not to put your fnger on your pieces" مجھے بھی غصہ آ گیا۔

" Stop that interference of moving your finger across the chessboard

It diverts my attention. Moreover it is against the chess rules "

Marfat.com

بات اس کی سمجھ میں آئی یا نہیں آئی مجھے پتہ نہیں مگر اس نے انگلی رکھنا چھوڑ دی اور میں نے بھی اپنے مہرے پر انگلی رکھنا موقوف کر دیا۔ میں نے اس کے کافی پیادے اور مہرے مار لیے۔ میرے بھی کافی pieces مارے گئے۔ میں نے … کے مارنے کی دفعات checkmate دینے کی نوبت آئی مگر میں اس کے مہرے مارتا چلا گیا۔ اب اس کے پاس بادشاہ اور تین پیادے رہ گئے۔ تماشائی خوب تماشا دیکھ رہے تھے۔

"رات کو میں ٹھیک طریقے سے سویا نہیں کل دیکھیں گے۔"

"یہ بازی تو ختم کریں۔" میں نے ترغیب دی۔

اور میں بازی کو طول کرتا چلا گیا تا آنکہ دوپہر کے کھانے کا اعلان ہوا تو وہ اٹھ کر جانے لگا۔ تو … اپنی عینک کا کیس بھول گیا۔

"Please take the case of your spectacles" میں نے کہا۔

اس نے جیسے یہ بات سنی ہی نہیں۔ میں نے وہ خول steward کو دیدیا کہ وہ Estonian کو دیدے۔

تماشائیوں نے مجھے خوب ستائشی الفاظ سے نوازا اور میرے طریق کار کو سراہا جیسے میں نے اپنا مقام پیدا کر لیا ہو۔

"جوگ"

اس دور میں Jiving اور Rock n Roll کا بڑا craze تھی۔ ہر ہفتہ یونیورسٹی کی Union Building میں ہفتہ کی رات اور مخصوص دنوں میں ڈانس منعقد ہوا کرتے۔ جہاں ایک شخص Jiving اور Rock n Roll … classical ڈانس سیکھنے … ہوا کرتے … اپنے دوستوں … Charlie Jerome … اور Harold al-Chalabi اپنی اپنی girl friends لے کر ایک بڑے گروپ کی صورت میں … Jiving کے ہال میں پہنچ جاتے۔ میں نے Jiving میں کافی مہارت حاصل کر لی … ایک لڑکی … Jive کرنے … بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ کوئی لڑکی اپنے ساتھی کے ہمراہ اس میں مشغول ہوتی … تو میں "Excuse me" کہہ کر اس لڑکی کے ساتھ Jive شروع کر دیتا جس پر میری girl friend … اس کا اظہار نہ کرتی۔

جس ہال میں classical dance (Waltz, Foxtrot, Quickstep) ہوتے … جاتے … مگر اس میں thrill محسوس نہ ہوتی۔ ایسے dances میں ساتھی … Rumba اور Samba کا پروگرام ہوتا تو … جاتے۔

ہفتہ … شب dance hall میں … Jiving … Kenya کا باشندہ … U.S.A … French … Michelle … beer پینے میں مصروف … Jive … میں نے اپنا … انداز میں … کی طرف بڑھا۔

"… اکیلے بیٹھے … ہو؟"

"آپ … beer … steward … beer …

میں نے نہایت بے رخی … "Good evening" … "Good evening, Sir" … East Lansing, Michigan … languages … Cunard Lines … Detroit …

Marfat.com

[illegible] East Lansing سے قریب واقع ہے۔ "جونی" کے والدین امرتسر کے قریب کسی گاؤں کے رہنے والے اور [illegible]
[illegible] میں رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ ان کا کاروبار عروج پر تھا [illegible] "جونی" کے دو بڑے بھائی
[illegible] کے بعد اپنے والد کے کاروبار میں شریک ہو گئے۔ "جونی" کے والدین کی بڑی خواہش تھی کہ [illegible] ایک بیٹا تو مختلف
زبانوں میں [illegible] East Lansing میں [illegible] خاص طور پر Far Eastern طلباء کی جو مختلف
زبانیں [illegible] تھے۔

"آپ [illegible] ہیں؟" میں نے پوچھا۔

[illegible] Michelle [illegible] wines [illegible]
[illegible] Paris. Orly [illegible] Puerto Rico [illegible]
[illegible] shopping [illegible]
[illegible] Spanish [illegible]
[illegible] Michelle [illegible]
[illegible] break [illegible]

("Wrap your troubles in dreams and dream your troubles away")
[illegible]

[illegible] Michelle [illegible]
Jive [illegible] band leader [illegible]
[illegible]

"Sorry Sir, we have only seven more minutes to go."

[illegible] Michelle [illegible] "discipline" [illegible]
Wayne State [illegible] vocabulary [illegible]
[illegible] University Department [illegible] coaster [illegible]
[illegible] coaster [illegible] coaster [illegible]
[illegible]

[illegible] Detroit [illegible] coaster [illegible]
[illegible] beer [illegible]
[illegible]

[illegible] Michelle [illegible] Jive [illegible]
[illegible] dance floor [illegible] Jive [illegible]
[illegible] orthodox dances [illegible] Waltz [illegible]
[illegible] partners [illegible] Jive [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

کرسی کے درمیان والی جگہ میں آجاتے اور پھر کرسی آگے دھکیل دی جاتی [illegible]

Jive میں بہت زیادہ حرکت کرنی پڑتی ہے میں پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اپنی جیب سے [illegible] "Exuse me" [illegible] کہتے ہوئے اتار اسی طرح اپنی waistcoat بھی اور ساتھ والی کرسی پر رکھ دیا۔ necktie کی knot [illegible] Michelle نے sherry کا آرڈر دیا تھا میں نے beer پر [illegible] Pilsner beer کا آرڈر دیا۔ اس وقت steward [illegible] آیا تو تھوڑی سی بے احتیاطی سے اس کی waist سے [illegible] steward نے "Sorry" کہا۔ steward [illegible] Purser [illegible] steward [illegible] steward [illegible] ہوتا تھا۔

[illegible] Michelle [illegible] coasters [illegible] coaster [illegible]

Michelle نے [illegible] dance floor [illegible] Jive [illegible] band [illegible] Stanley اور Marielou [illegible] Stanley [illegible] Marielou [illegible] Michelle [illegible] Marielou نے [illegible] Jive [illegible] Michelle نے [illegible]

[illegible] dance floor کی starboad [illegible] Inarticuiate [illegible] Jive [illegible] passout [illegible] sickbay [illegible] "Bye bye" [illegible]

Chrystelle

[illegible] The Story of Jazz [illegible] Marshal Stearns [illegible]

"Good afternoon, Sir" [illegible]

[illegible]

Marfat.com

"یہ نام ہے تمہارا؟"

"یہ اصل نام ہے۔ Pir Nasiruddaula ہے۔ آپ مجھے Dr. P. Nasir کہہ سکتے ہیں۔"

"یہ کیوں؟"

"یونیورسٹی میں scientific papers اور مقالوں کے لیے Pir Nasiruddaula تھوڑی مشکل پیدا کر دیتا ہے۔"

"تو آپ ڈاکٹر ہیں؟"

"میں ان معنوں میں ڈاکٹر نہیں جیسا کہ آپ سوچ رہے ہیں۔ میں نے Ph.D کی ہے۔"

"تو آپ Doctor of Philosophy ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کس مضمون میں کی ہے؟"

"Parasitology"

"یہ مضمون ہے۔ Romans جب کسی پارٹی پر مدعو ہوتے تو کچھ لوگ بغیر دعوت کے بھی ان کے ساتھ ہو لیتے۔ انہیں parasites کہتے تھے۔ یہ ان پر ہے مضمون۔"

"آپ کافی پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں نے Viena سے ڈاکٹریٹ کی۔ وہیں میں نے تعلیم حاصل کی تھی اور کچھ عرصہ وہیں اپنے والد کے ساتھ رہا۔"

"آپ کا نام؟"

"میرا نام Justinian Vlajic ہے۔ میرے والد کے بچپن میں کہ مرنے والے ہوئے، میرے آباؤ اجداد Albania میں Tirana کے قریب ایک گاؤں Ballish میں رہا کرتے تھے۔ شاید آپ جانتے ہوں کہ Albania کئی صدیوں سے ترکوں کے زیر تسلط تھا۔ جب Communists سے تنگ ہوئے تو ہم سب Ankara آ گئے۔" (ضمیمہ 110 A)۔

"یہ تو بڑی دلچسپ کہانی ہے۔"

"ہاں، ایسے ہی میں نے پوری زندگی گزاری ہے۔"

میں نے اپنے متعلق اس کو تفصیل سے بتایا اور اس نے میرے متعلق بھی۔

"آپ کا کاروبار کیا ہے؟"

"میرا Turkish قالینوں کی export کا کاروبار تھا۔ اب وہ کاروبار میرا بیٹا اور میرے چھوٹے بیٹے کے ساتھ Chicago میں ہے۔ اب میں اس کاروبار میں مداخلت نہیں کرتا۔ میں نے سارا کاروبار اپنے بیٹے اور son-in-law کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ سب کچھ سنبھال رہے ہیں۔"

"آپ کو بہت ساری باتوں کے علاوہ کوئی بات ہی ہو گی جو آپ کی طرف کھینچتی رہی؟"

"ہاں، یہ ہے۔ میں اس hypnotism کو hobby کے طور پر استعمال کرتا ہوں۔"

"یہ کیسے کر لیتے ہیں؟"

"اس کے لیے کتاب میں بڑی دلچسپی سے کوشش کی اور میں نے لائبریری میں atlas کا مطالعہ کرنے گیا۔ میں نے سوچا یہ ٹھیک نہیں ہوا کہ میں آپ کو بتاؤں اور اپنی طرف توجہ کراؤں۔"

"میرا مطلب ہے کہ میں نے hypnotism کے متعلق تھوڑا بہت پاکستان میں تو مطالعہ کیا تھا لیکن انگلینڈ میں سوائے research اور weekends پر recreation کے علاوہ کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کو سیکھنا مشکل کام ہے کیا؟"

"مشکل نہیں، لیکن یوں سمجھو کہ جب کوئی شخص مزے دار کھانا دیکھتا ہے تو اس کے منہ میں پانی آ جاتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اسی کو suggestability کہتے ہیں۔ یہی suggestability، hypnotism کی key ہے۔"

Marfat.com

"ذرا مزید تشریح کریں تاکہ میں اچھی طرح سے سمجھ سکوں، ویسے مجھے بھی شوق پیدا ہو رہا ہے۔"

"تو سنو! میں تمہارا تصور کر کے تمہیں اپنے پاس بلانے کو ہر بار تھا اور تم میری طرف کھنچے چلے آ رہے تھے۔ میں ہر دفعہ تصور کرتی رہی اور اس نے اتنی شدت اختیار کی کہ تم میرے پاس چلے ہی آئے۔"

"مجھے ذرا مزید تفصیل میں سمجھائیں۔"

"اچھا اگر تم کہیں بیٹھے ہو اور دوسرے کسی موجود ہیں تم ذرا آنکھیں بند کرو۔ خواہ وہ شخص تمہاری جگہ سے دور کیوں نہ ہو، دونوں کا تصور آنکھوں کے درمیان ہو جاتا ہے۔ اس میں الفاظ اور اپنی خواہش کا اظہار کرو۔ اتنی سی بات ہے، کوئی جادو ٹونا نہیں۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ snackbar میں جا کر کافی اور chicken کے sandwiches منگوائے جس کا بل Justinian نے ادا کیا۔ جب ہم اٹھ کر جانے لگے تو میں نے کہا "آج رات dancing hall میں میرے ساتھ ڈانس کرو گی؟" اس نے کہا "نہیں، اس کا موڈ نہیں۔ ہاں اگر آپ جلدی سونے جانا چاہیں تو نہیں؟"

"میرے جیسے لوگوں کو نیند ذرا دیر سے ہی آتی ہے۔"

ابھی میں snackbar سے باہر نکلا ہی تھا تو اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا "اچھا آج [illegible] sundeck پر چلیں، سورج غروب ہونے کا منظر دیکھیں۔"

"کیوں نہیں۔"

ہم دونوں railing پر ہاتھ رکھے سورج کا منظر دیکھنے لگے۔ بحری مسافر بھی چہل قدمی کرتے ہوئے شام سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اچانک Justinian میرے سامنے میری طرف منہ کرکے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا

"تم یہ شعر کسی وقت جب وقت ملے تو شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر دہرایا کرو"

"Everyday and in every way I am getting better and better."

اس سے تمہاری سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور تمہاری صحت بھی بحال رہے گی۔ [illegible] رات سونے سے پہلے آنکھیں بند کر کے جہاں پیشانی پر ہاتھ رکھ کر [illegible] مرتبہ دہرایا کرو۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ [illegible] آج تک جب میں اداس ہوتا ہوں آنکھیں بند کر کے یہی فقرہ دہراتا ہوں۔ میں نے اپنی ایک رشتہ دار خاتون پر hypnotism کا عمل [illegible] جب promenade deck سے نیچے recreation room سے [illegible] وہاں متعدد ٹیبل بچھی ہوئی تھیں۔ ایک کونے میں کوئی کھیل جاری تھا۔ Justinian نے کہا

"ذرا رک جاؤ۔ میں تمہیں ایک تماشہ دکھاتی ہوں۔"

"کس قسم کا تماشہ؟"

"شطرنج کھیلنے والوں میں سے جو جیتنے والا ہو گا ان میں سے ایک شخص کو چن لو۔"

"ایسے شخص کو جو جیت رہا ہو یا ہارنے والا ہو، وہ چننا suggestion دینا۔"

ایک جرمن اور ایک عرب غالباً Syrian کھیل رہے تھے۔ عرب انگریزی بول رہا تھا۔ جرمن کی انگریزی سے میں نے یہ اندازہ کیا۔

"مجھے بتاؤ کہ دونوں کس قوم سے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"ایک تو Syrian ہے اور دوسرا میں سمجھتی ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"میں بتاتا ہوں وہ جرمن ہے۔"

"کیسے اندازہ کیا؟"

Marfat.com

"…ں سے انگریزی آتی ہے۔"

مجھے اس نے پہلی دفعہ ذہنی حیرت زدہ کیا تھا۔ Justinian جب سے پیچھے ہٹا ہوا تھا اور وہی اپنا hynotism کی suggestability کا ... یہ سب ذہن نے دیا تھا۔ کچھ حصوں کی شدت بازی checkmate کر دی تھی۔ اس کے ... شادی اور آخر بازی ہار ... تمام بیٹھنے والوں اور مجھے بھی شبہ تھا کہ انگلی کی بجائے حصوں کی شدید چیز تھی۔ ... میں نے پوچھا: "کیا یہ شخص پر hypnotist کی خواہش کے مطابق عمل ہو سکتا ہے؟"

"نہیں ... جس کی will power عامل سے زیادہ ہو تو موثر نہیں ہوتا البتہ اگر تھوڑی دیر بیٹھ کر ... وہ اپنا ارادہ ... پر قائم رہتا ہے۔"

... promende deck پر ... اپنا ہاتھ جہاز کے ... پر ... سمندر ... جہاز چلا جا رہا تھا اتفاقاً وہ ... پشت شمال کی طرف ہوئی چاہیے ... diameter ... fix ... آنکھیں جھپکے بغیر دیکھتے رہو ... آنکھیں جھپکے ... نشان ... ہے۔"

"... ہے؟"

"... تمہیں ... نقطہ دکھائی دے ... نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"... ہے۔"

... hypnotize کرنے کی کوشش ... دیکھا ... جہاں ... ہوتا ہے ... دفعہ ... جب عامل نے ... hypnotize ... آنکھیں ... عامل نے اپنی آنکھیں ... hypnotized ... کی ... کہ میری ... ہوئے تمہاری طرف دیکھ رہے ہوں ... درمیان ... ہے۔"

Justinian نے کہا "Good evening" ... چلا گیا ... اور جہاز پر ادھر ادھر گھومتا رہا۔ ... dining hall میں پہنچا۔ Stanley اور Marielou پہلے ہی ... Estonian ... آ گئی ... ملاقات ... "Dr. Nasir ... کی طرح ... Marielou نے کہا "Stanley ... تم ... ہے۔"

"... بات ہے ... نہایت دلچسپی سے کرتا ہوں۔ Ph. D کی ڈگری میں نے تین سال ... billiards ... کھیلتا ہوں۔"

"... اچھا ... پانی ... Estonian نے مداخلت کی۔

Stanley ... چپ ... Marielou نے ... سوالات ... ذاتی نوعیت ... Stanley ... Stanley ... نظر ... Marielou نے ... ۔

Marfat.com

"I love the fagrance of your tobacco "

اس کو یہ بتا کر کہ Stanley کا انتقال ہو گیا ہے Marielou پھر اس کی طرف متوجہ ہو گئی اور پائپ پر بات کرنے لگی۔

"میں تو ہمیشہ Amphora black label ہی پیتا ہوں۔"

Estonian نے آہستہ سے انداز میں کہا: "جب تک پائپ اور tobacco تازہ نہ ہو بات نہیں بنتی۔"

"ہاں تمباکو تازہ اور مہکدار ہونا چاہیے۔ پرانا ہو جائے تو خوشبو جاتی رہتی ہے [illegible]"

Marielou نے کہا: "یہ Mississippi کا ہے [illegible] پائپ پینے کا شوق ہے مختلف brands [illegible] mix up [illegible] [illegible] Estonian [illegible]

"[illegible] classical [illegible]

[illegible]"

Estonian نے Turkish تمباکو کے متعلق [illegible] Marielou [illegible]

"Excuse me" [illegible] Estonian [illegible]

Columbus [illegible] South America [illegible]

[illegible] dancing [illegible]

[illegible] Justinian [illegible] dancing floor [illegible]

[illegible]

[illegible]"

"[illegible] اپنی زندگی [illegible] واقعات [illegible]

[illegible] واقعات [illegible]"

"[illegible] واقعہ [illegible]"

"[illegible] سوال [illegible]"

"[illegible] واقعہ [illegible]"

"[illegible] اپنی زندگی [illegible]

[illegible]

[illegible]"

"اچھا صاحب میں کوئی سوال نہیں کروں گا۔"

[illegible]

"[illegible] Algeria [illegible] Algiers [illegible] Algeria [illegible]

[illegible] Ankra [illegible]

[illegible] Algeria [illegible]

[illegible] Algeria [illegible] Turks [illegible] Algeria [illegible]

[illegible] Henri Alleg کی کتاب *The Question* 1958 میں [illegible] torture [illegible]

Marfat.com

کی داستان ہے۔"

"کون تھے Henri Alleg اور یہ کتاب کس نے publish کی؟"

"یہ کتاب 1958 میں Editions Minuit نے La Question کے نام سے شائع کی اور Algeria سے smuggle ہو کر France پہنچی۔ Henri Alleg اب بھی Algiers کی جیل میں مقید اور اس کی 60.000 ہزار کاپیاں دو ہفتوں میں بک گئیں۔ اس نے فرانس میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ فرانسیسیوں کے wogs پر torture کی داستان ہے۔"

"wogs کا مطلب کیا ہے؟ یہ لفظ تو میں پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"آپ پڑھے لکھے well-travelled تجربہ کار ہیں۔ آپ wogs کے معنی نہیں جانتے؟" میں نے طنزاً پوچھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ کتابوں اور رسائل حتیٰ کہ اخبارات میں بھی کئی برسوں سے دلچسپی نہیں لیتا۔"

"wog ایک derogatory slang اور Middle East کے رہنے والوں کیلئے استعمال کیا جاتا۔ آج کل foreigners کو بھی wogs کہتے ہیں۔ یہ Australian slang اور اس کے معنی micro-organism کے ہیں جو Infectious disease کا مرتکب ہوتا ہے۔"

"واہ بھئی واہ تم بہت پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔ ذرا Henri Alleg کے متعلق بھی کچھ روشنی ڈالو۔"

"Henri Alleg ایک اخبار Alger Republican کا editor فرانس کا رہنے والا فرانسیسی تھا۔ Algerians سے اسے بے حد ہمدردی تھی۔ اس کے Algeria کی تحریک آزادی Federation Libre Nord-Africaine کے لوگوں سے بہت قریبی مراسم تھے۔ فرانس کی دو قسم کی فوج Algeria میں تھی۔ ایک Paras (Paratroopers) اور دوسرے Paras-Detectives۔ بہت ظالم تھے۔ تحریک آزادی کے members کو گرفتار کر کے معلومات حاصل کرنے کیلئے بہت torture کیا کرتے جس کی وجہ سے کئی مرد اور عورتیں ہلاک ہو جاتے۔ ایک حریت پسند لڑکی Annick Castel کو پہلے تو تشدد کا نشانہ بنایا گیا پھر ایک Para نے اس سے rape کیا۔ جب Para کو معلوم ہوا کہ لڑکی حاملہ ہے تو اسے مار دیا گیا۔

"Henri Alleg کو بھی گرفتار کر کے لے گئے اور اس پر بے پناہ تشدد کیا یہاں تک کہ بجلی کے جھٹکے اور پھر اس کے منہ سے اندر پانی ڈالا گیا مگر اس نے FLN (Fuerza Liberacion Nacional) کا کوئی راز فاش نہ کیا۔ جیل میں اس نے La-Question کتاب لکھی جس کو پڑھنے سے آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ فرانسیسی کس قدر ظالم تھے اور پھر Henri Alleg تو خالص فرانسیسی ہونے کے باوجود ان کے torture سے نہ بچ سکا۔ کم حوصلہ انسان اس کتاب کو نہیں پڑھ سکتا۔

"جس جیل میں Henri Alleg مقید ہوا اسی جیل میں عورتوں کا بھی ایک سیکشن جن پر معلومات کے حصول کیلئے تشدد کیا جاتا۔ جیل کے تمام cells کے shutters بند رہتے۔ کبھی کبھی تھوڑی سی روشنی نظر آتی۔ ایک رات بارش ہو رہی تھی۔ Henri Alleg کو آواز سے پتہ چلا کہ ایک Algerian جس کا نام Fernand Yveton تھا اسے cell سے پکڑ کر باہر پھانسی کیلئے لے گئے۔ Henri Alleg باہر تو کچھ دیکھنے سے قاصر تھا تاہم Fernand کو scaffold پر لے جایا گیا تو اس کو gag کرنے سے قبل اس نے یہ نعرہ بلند کیا

"Tahia el Djezair ! vive ! Algerie!"

"اور اس کو پھانسی چڑھانے لگے تو عین اسی وقت جیل میں مقید عورتوں کے سیکشن سے Free Algeria کا قومی ترانہ بلند ہوا جو مجھے اب بھی یاد ہے۔

'Out of our struggle
Rise the voices of free men:
They claim independence

Marfat.com

For our country
I give you everything I love.
I give you my life.
O my country O my country'

"اس کتاب کا epilogue، Jean-Paul Sartre نے لکھا اور اس نے torture کا تجزیہ نہایت خوش اسلوبی سے کیا اور torture کے واقعات بیان کرنے لگوں تو اس کے لئے ایک مدت درکار ہے اور وقت نہیں ہے۔ یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ Jean-Paul Sartre ایک French novelist، plywrigt اور existentialism کا حامی ہے۔ یہ فلسفہ انسان کی individual آزادی کا پرچار کرتا ہے۔ Sartre کو 1964 میں Nobel Prize for Liteature ملا لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔"

Justinian نے اپنی داستان پھر اس طرح شروع کی:

"میں اپنے چھوٹے بھائی عدنان کے گھر پہنچا جو پرانی قسم کے Turkish style کا بنا ہوا Qasbah کے قریب ایک تنگ گلی میں واقع تھا جس کی اوپر والی منزل پر میں ٹھہرا۔ عدنان نے کہا کہ آج کل یہاں کے حالات بہت خراب ہو رہے ہیں اس لئے کسی فرانسیسی علاقہ میں مت جانا اگر جانا ضروری ہو جائے تو نہایت احتیاط سے۔ شام کے بعد تو وہاں جانے کا خیال تک نہ کرنا کیونکہ French Paratroops ہر کسی کو پوچھ گچھ کرتے رہتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ Algerians کے علاوہ foreigners کو بھی دہشت گرد سمجھ کر گرفتار کر لیتے ہیں اس لئے ہر وقت اپنے travel documents اپنے پاس رکھو۔"

"ایسے خطرناک حالات میں آپ Alegeria کیوں گئے؟" میں نے معذرت سے پوچھا۔

"یہ دوسری بات ہے داستان لمبی ہو جائے گی۔ مختصراً یہ کہ عدنان کافی عرصے سے Algiers میں تجارت کا کام کر رہا ہے۔ جب Algeria کے حالات خراب ہونے شروع ہوئے تو میں نے اسے کئی بار لکھا کہ واپس آ جاؤ مگر وہ نہیں مانا۔ اس کی دو جوان بیٹیاں ہیں [illegible]۔ میں اپنے travel documents ہمیشہ اپنے پاس رکھتا کیونکہ کسی وقت بھی فرانسیسی چیک کرتے تھے۔ Ahmed Ben Bella سب سے بڑا لیڈر اور Algeria میں [illegible] colonial فوج دونوں پر کڑی نظر رکھتی۔ چونکہ فرانسیسی علاقہ میں تخریب کاروں کا خطرہ تھا اس لئے فوج کی کافی تعداد مسلمانوں کے علاقوں میں چھاپے مارتی رہتی اور کاغذات چیک کرتی۔ اس علاقے کی گنجان آبادی تنگ گلیاں اور zigzag گلیاں ان کے لئے کافی پریشانی کا باعث تھیں۔ وہاں پر تو میں 1955 میں اپنے بھائی کے ساتھ رہا اور اس کے ساتھ کافی چہل قدمی کرتا رہا۔ مجھے مجبوراً کرنا پڑا۔ مارچ 1956 میں، میں French علاقہ میں گیا اور boulevards کی سیر کرنے کے بعد سمندر کی طرف منہ کر کے ایک bench پر بیٹھ گیا۔ ایک تیز ساحل پر French لڑکیاں اور ایک لڑکا آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی نہایت خوبصورت اور قد proportionate تھا۔ خوبصورت اچانک آ کے جا رہی تھی۔ دوسرے ساتھی اسے Chrystelle کے نام سے پکارتے ہوئے آگے جا رہے تھے۔ وہ جیسے جلدی میں آ رہی تھی۔ میں اپنی پاکٹ واچ کو pendulum کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پکڑ کے حرکت دے رہا تھا۔ پہلے وہ پھر دوسرے ساتھی بھی میرے پاس آ گئے۔"

"اس لڑکی نے پوچھا۔ Musiu (Monsieur فرانسیسی میں Mister کو کہتے ہیں اور الجزائر میں Musiu مذاق سے foreigners کو کہتے ہیں) کیا آپ hypnotism کا عمل جانتے ہیں؟"

"بس شوق کی حد تک یہ عمل کرتا رہتا ہوں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ Paras کسی دہشت گرد کا پیچھا کرتے ہوئے گولیاں چلاتے ہوئے ہماری طرف آ نکلے۔ میرے رنگ اور شکل سے تو صاف ظاہر تھا کہ میں فرانسیسی نہیں ہوں۔ میرے سامنے کی طرف سے ایک Algerian بھاگتا ہوا آ رہا تھا اور اس کے پیچھے Paras گولیاں چلا رہے تھے۔ وہ Algerian میری بائیں

Marfat.com

صرف تین ہی تھا اور Chrystelle جیسے ہی مجھے فرانسیسی ہونے کی وجہ سے بچانا چاہتی ہو۔ وہ تین گولیاں Chrystelle کو لگیں جو زمین پر گرتے ہی خون میں لت پت ہوگئی۔ یہ تمام واقعہ صرف آنکھ جھپکنے میں رونما ہوا اور Paras نے اردگرد دیکھ کر اعلان کیا۔ بیچاری Chrytelle ماری گئی اور وہ بھی اس وقت جب میں نے اسکو وہیں رکھا ہوا تھا۔"

Justinian کے آنسو آگئے اور خاموش ہوگیا اس کے منع کرنے کے باوجود کہ بولنا نہیں میں نے تھوڑی دیر کے بعد کہا:
"پھر کیا ہوا؟"

"پھر مجھے پکڑ کر لے گئے اور دوسری French لڑکی اور لڑکے کا نام و پتہ Paras نے لکھ لیا۔ چند لوگوں کی شہادت پر کہ میں تو صرف وہاں اتفاقیہ ہی تھا مجھے چھوڑ دیا گیا اور 24 گھنٹے کے اندر اندر ملک چھوڑنے کا حکم دیا نہ جانے کیوں؟"

ہم داستان میں اس قدر محو ہو گئے کہ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا اور Justinian نے کہا چلو اسی وقت اسی جگہ جہاز پر خیر ہم دونوں جہاز پر پہنچ گئے۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے Algeria کی تاریخ اور جنگ آزادی کا مختصر خاکہ پیش خدمت ہے:

Algeria سمندر Mediterranean کے ساحل پر مغرب (Maghrib) میں شمال مغربی افریقہ کا حصہ ہے۔ سوڈان کے بعد افریقہ میں یہ دوسرا بڑا ملک ہے اور اس کا دارالخلافہ Algiers ہے۔ اس کے مشرق میں Tunis اور Libya، جنوب میں Niger، جنوب مغرب میں Mali اور Mauritiana ہیں۔ شمال مغرب میں Morocco اور شمال کی طرف سمندر Mediteranean واقع ہے۔ Algeria نے 1962 میں چھ سال کی لڑائی کے بعد آزادی حاصل کی۔ اس دوران 10 000 فرانسیسی آفیسر اور فوجی مارے گئے۔ تقریباً دس لاکھ Algeria کے مسلمانوں نے آزادی کیلئے جان نثاری کی۔ بیسیوں ہزار زخمی ہوئے اور 20 لاکھ مسلمانوں کو قتل و غارت جیسی اذیت سے دوچار کیا گیا۔ جن یورپین باشندوں نے ملک چھوڑا ان میں زیادہ تر senior adminstrator، managerial اور technical experts شامل تھے۔ تقریباً 10 ہزار فرانسیسی teachers ملک میں رہ گئے جو آزاد Algeria کی خدمت گزاری نہایت حوصلہ مندی سے کرتے رہے۔

Algiers شہر Sahe Hills کی ڈھلوان پر واقع ہے۔ یہ پہاڑی سلسلہ ساحل کے متوازی 12 کلومیٹر (10 میل) تک Bay of Algiers کے ساتھ پھیلتا ہے۔ شہر کا رخ شمال اور مشرق کی جانب اور ایک بڑے amphitheatre کی شکل کا ہے۔ نئی پختہ ہوئی عمارات بندرگاہ اور خلیج کو dominate کرتی ہیں۔ شہر کا نام عربی زبان میں جزیرہ یعنی چھوٹے جزائر سے لیا گیا ہے جو کبھی خلیج میں ہوا کرتے تھے۔ اب صرف ایک جزیرہ ساحل سے منسلک رہ گیا ہے۔ باقی تمام جزیرے خلیج میں بندرگاہ کی تیاری کی وجہ سے مٹ گئے ہیں۔

Algiers کی بنیاد Phoenicians نے رکھی جو کہ ان کی بے شمار شمالی افریقہ کی colonies میں سے تھا۔ شہر کو Vandals نے پانچویں صدی A D میں تباہ و برباد کیا۔ Berber بادشاہوں نے اسے دسویں صدی کے دوران Mediteranean میں تجارت کیلئے دوبارہ تعمیر کیا۔ سولویں صدی میں کئی Moors جن کو Spain سے بھگایا گیا Algiers میں پناہ لی اور وہاں سے Spain کے تجارتی جہازوں پر چھاپے مارتے۔ اس روک تھام کیلئے 1514 میں Spain نے Penion جزیرے پر Algiers کی خلیج میں قلعہ بنا دیا۔ Algiers کے امیر نے دو ترکی قزاقوں کو Spainiards کو Penion سے نکالنے پر مامور کیا۔ ان میں سے ایک Barbarossa (خیر الدین) نے 1529 میں Algiers پر قبضہ کر لیا اور Spainiards کو Penion سے نکال دیا۔ Barbarossa کی کوششوں نے Algiers کو Ottoman سلطان کی تحویل میں دے دیا۔ Algiers کو Barbary قزاقوں کا ایک بڑا مرکز بنا دیا جو کہ تین صد سال تک قائم رہا۔ یورپین کی قوتوں نے قزاقوں کو وہاں سے نکالنے کی ناکام کوششیں کیں۔ ان کوششوں میں Holy Roman Emperor Chares V نے 1541 میں British، Dutch اور Americans نے انیسویں صدی کے شروع میں کئی ناکام حملے کیے مگر قزاقی Algiers میں قائم رہی تاہم مزاحمت جاری رہی۔ بالآخر 1830 میں فرانس نے Agiers پر قبضہ کر لیا اور Algiers کو شمالی اور مغربی افریقہ میں اپنی

Marfat.com

colonies کا Administrative headquarters بنایا۔ 1956 کی دہائی میں جب Algeria میں آزادی کی جدوجہد شروع ہوئی تو Algiers اس کا مرکز تھا۔

پرانا ترکی یا مسلمانوں کا علاقہ Algiers کی ڈھلوان کے اوپر والے حصے پر واقع ہے اور تاحال اسی طرز کی عمارات ہیں جن کی دیواریں صاف، گلیاں تنگ اور winding۔ مسلمانوں کے علاقے میں Kasbah (Qasbah) جو قدیم عمارات ہیں جو کہ آخری دور کے گورنروں یا Beys کی رہائش گاہ تھیں۔ مسلمانوں کے علاقے میں ایک اور قدیم عمارت Kechaoua ہے جو 1962 سے پہلے Cathederal of St-Philip تھا، 1845-1860 میں تعمیر کیا گیا۔ Algiers کا فرانسیسی علاقہ ڈھلوانوں کے نچلے حصوں پر بندرگاہ کے قریب واقع ہے۔ یہاں کی public squres اور شاندار boulevards ہیں۔ اس شہر میں (1879) Algiers University، سفارت خانے اور چند skyscrapers واقع ہیں۔

تھوڑی سی Algieria جنگ آزادی کی بات بھی کرتا چلوں۔ Ahmed Ben Bella، Algeria کی جنگ آزادی کا principal leader، 1962-1963 تک وزیر اعظم اور Algeria کا پہلا منتخب President 1963-1965 ہوا جس نے Algerian Republic کو Socialist economy پر کھڑا کیا۔ Ahmed Ben Bella ایک کسان اور معمولی کاروباری شخص کا بیٹا تھا جو Maghnia، Algeria کے نزدیک Oran میں پیدا ہوا۔ وہاں اس نے ابتدائی تعلیم ایک French سکول میں حاصل کی اور قریبی شہر Tlemcen میں اعلیٰ تعلیم جاری رکھی۔ Tlemcen میں ہی امتیاز سے آگاہی ہوئی اور اس نے تحریک آزادی کے خواہشمندوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔ French فوج نے اسے 1937 میں بھرتی کر لیا۔ دوسری عالمی جنگ میں حصہ لینے پر اسے بہادری کا اعزاز Croix de Guerre جو کہ اسے 1940 میں ملا۔ دوسرا اعزاز Medaille Militaire فوجی میڈل 1944 میں حاصل کیا۔

واپس Maghnia لوٹ کر اپنی قومی آزادی کی جدوجہد جاری رکھی اور جب فرانسیسی حکومت نے اس سے فارم قبضے میں لے لیا تو وہ پھر بھی مغلوب نہ ہوا۔ اس نے Maghnia چھوڑ دیا اور Messali Hadj کی underground پارٹی میں شامل ہو گیا۔ فوراً ہی ترقی کرتا ہوا "Young Turks" میں سے ایک تھا۔ Governor Marcel Edmond-Naegelen کے الیکشن میں فرانسیسیوں نے دھاندلی کی تو Ahmed Ben Bella کو یقین ہو گیا کہ جمہوری طریقے سے فرانسیسیوں سے آزادی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا Ben Bella نے Messali Hadj کی پارٹی سے الگ ہو کر ایک پارٹی جس کا نام Organisation Speciale (OS) رکھا گیا تشکیل دی جس کا مقصد جلد از جلد آزادی حاصل کرنا اور فرانس کے خلاف باقاعدہ جنگ کرنا تھا۔

1950 میں Oran کے پوسٹ آفس کو لوٹا گیا تو اس واردات کے بعد فوجی تحریک کے لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ Ben bella کو گرفتار کیا گیا مگر دو سال بعد جیل سے بھاگ کر underground چلا گیا اور آخر Eygpt میں پناہ لی جہاں Gamal Abdel Nasser کے حامیوں نے اسے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ 1954 میں Ben Bella اور اس کے ساتھی Egypt میں رہتے اور وہاں ہی تک Algeria میں مقیم تھے پوشیدہ طور پر لیڈر بنے۔ FLN (Fronte de Liberatrion Nationale -- National Liberation Front) کی بنیاد رکھی اور فرانس کے خلاف باقاعدہ جنگ کا اعلان کیا۔ Ben Bella نے FLN کی تنظیم اور leadership میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ ایک ہی وقت میں FLN کا نمائندہ تھا۔

بیرونی ممالک سے Algeria میں arms بھیجتا رہا۔ 1956 میں Cairo سے ایک سفر میں Tripoli، Libya کے مقام پر اسی سال Algiers میں فرانسیسی فوج نے گرفتار کر لیا جب وہ فرانس کے وزیراعظم Guy Molet کے ساتھ مذاکرات کر رہا تھا۔ 1956 سے 1962 تک گرفتار رہا اور اسی وجہ سے FLN کی داخلی غلطیوں سے بچا۔ جب Evian سمجھوتے کے تحت رہا کیا گیا تو اس کی شہرت قائم و دائم رہی۔ آزاد Algeria کی حالت chaotic تھی۔ FLN کے لیڈروں نے ایک عبوری گورنمنٹ Provisional Government of the Algerian Republican قائم کی

Marfat.com

مرکزی کی قیادت نے Tripoli کے مقام پر جنگ آزادی کے آخر میں Socialist-oriented government منتخب کی
بعد میں یہ Bureau Politique تھا جس کو Ben Bella نے چلایا۔ Col-Houari Boumedienne جو
ALN (Armee de Liberation Nationale) کا Chief تھا کی مدافعت نے Bureau Politique اور
Ben bella کی کامیابی کو یقینی بنا دیا۔ Ben Bella بلا مقابلہ اور بھاری اکثریت سے Algerian Republic کا
1963 میں President چنا گیا۔

Ben Bella نے ملک میں امن و امان قائم کیا جو کہ بھاری فرانسیسی اکثریت کے جانے کی وجہ سے اور معاشی بدحالی کی
وجہ سے بگڑی ہوئی صورتحال تھی۔ اس نے جہاں پہلے کوئی نہ تھی وہاں ایک State قائم کی اور ملک کا انتظام کے لیے مشینری بنائی
Ben bella نے زرعی اصلاحات کیں اور فرانسیسیوں کے huge farms کو nationalize کیا مگر ملک کا نظام
direct نہ ہو سکا۔ Ben Bella نے عرب ریاستوں میں شامل ہو کر anti-Zionist تھیں اور پرانے قوانین ختم کیے۔
فرانس سے ساتھ cultural اور economic relations قائم کیے۔ اس نے Algeria کے ایک اہم سرحدی جھگڑے کو
مراکش سے ساتھ حل کر لیا۔

Ben Bella نے حکومت کرنے کے طریق کار سے Algeria کے لوگوں کو خوش تو کیا تاہم اس کی policies سے
ترقی نہ ہو سکی۔ اس کی کوششیں بے ربط تھیں۔ وقت کی سیاسی شعور کی planning کی کمی کی وجہ سے
Ben Bella نے day-to-day کی improvised acts سے حکومت کی عنان سنبھالی۔ مثلاً اس نے Algeria کی
خواتین سے درخواست کی کہ وہ حکومت کو اپنے زیورات donate کریں۔ یہ عمل peculiar اور غیر مفید تھا۔

Ben Bella کی یہ بات قابل توجہ ہے کہ وہ FLN کی پارٹی کی سربراہی برقرار رکھے اور اسی طرح وہ FLN کے بیچ کوئی
Boumedienne کو اپنا حریف بنا رہا تھا۔ Boumedienne وقت میں رہا جب 19 جون 1965 کو Boumedienne
نے فوجی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اپنے آپ کو President مقرر کر دیا۔ Ben Bella کو 14 سال نظر بند رکھا۔ اس کا تعلق بیرونی
دنیا سے بالکل منقطع کر دیا گیا۔ 1978 میں Boumedienne کی موت واقع ہوئی۔ جولائی 1979 میں Ben Bella پر
پابندیاں کم کر دی گئیں۔ 30 اکتوبر 1980 کو Ben Bella کو رہا کر دیا گیا۔ اس نے دس سال ملک کے باہر Exile میں گزارے اور
1990 میں Algeria واپس آیا۔

Ahmed Ben Bella کی عمر 86 سال ہے۔ جسے عرب ممالک کا Fidel Castro بھی کہا جاتا ہے
12 جنوری 2003 کو لندن میں ہونے والے مظاہرے میں شریک ہزاروں افراد کے ساتھ صدام حسین کے عراق پر حملہ کرنے کی مخالفت کی۔ دسمبر
2002 میں اس نے کہا تھا کہ عراق کا دورہ کیا اور کہا "کتنے افسوس کا مقام ہے کہ امریکہ کے عراق پر حملہ کرنے کے خلاف اتنے
مظاہرے عرب ممالک میں نہیں ہوئے جتنے کہ یورپین ممالک میں ہو رہے ہیں۔"

M . D

ایک روز ناشتہ کرنے کے بعد راقم sundeck پر گھومنے کے لیے گیا۔ ایک صاحب جن کا قد درمیانہ، رنگ کالا نہیں تو
کالے سے کم بھی نہیں۔ ایک قیمتی Blue رنگ کا blazer پہنے جس پر سنہرے اور بڑے الفاظ میں اوپر والی بائیں پاکٹ پر M . D
لکھا ہوا۔ سفید قمیض پہنے ہوا رکھا، سفید پتلون اور میرے خیال میں Bata کے سفید جوتے پہنے ہوئے سر پر ضرورت سے زیادہ تیل
لگا ہوا۔ میرے سامنے کی طرف سے آئے اور میرے قریب رک گئے۔ پھر چل پڑے۔ میں sundeck کی دوسری طرف سے ہوتا ہوا
سیڑھیوں سے اتر کر نیچے promenade deck پر آ گیا۔ بہت سے مسافر آرام کرسیوں پر کمبل اوڑھے دراز تھے۔ میں تھوڑی دیر
جہاز کے کنارے رسیوں کو پکڑتا ہوا (کیونکہ rolling ہو رہی تھی اور کئی لوگ seasick تھے) سمندر کی طرف دیکھتا جا رہا تھا۔
اچانک ان آرام کرسیوں میں سے آواز بلند ہوئی۔

Marfat.com

''بادشاہو کیداں توں۔''

میں نے پلٹ کر دیکھا تو کرسی پر جونی اور ساتھ والی کرسی پر Michelle آرام کر رہے تھے لہٰذا میں اپنی طرف خالی کرسی سے deck پر پاؤں رکھتا ہوا بڑھا۔ ایک زبردست rolling ہوئی تو دھڑام سے Michelle پر جا گرا۔ معذرت کرتے ہوئے Michelle کی کرسی کے دہانے پر deck پر پاؤں رکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔ میری پشت کی طرف سے بلّی کی آواز میں پوچھا گیا

''آپ پنجابی ہیں؟''

''جی ہاں۔'' میں نے فوراً بغیر دیکھے جواب دیا۔

وہی M. D صاحب نزدیک ہو کر گرے اور دھڑام سے جونی پر جا پڑے۔ بغیر معذرت کیے اٹھ کر جونی سے پرے ایک خالی کرسی پر براجمان ہو گئے۔

''آپ کو کیسے پتہ چلا میں پنجابی ہوں؟'' راقم نے دریافت کیا۔

''سردار صاحب نے جب آپ کو پکارا تو میں نے سن لیا۔''

''آپ بڑے ذہین آدمی ہیں۔'' میں نے طنزاً کہا۔

''میرے blazer پر جو M. D لکھا ہوا ہے اس کا مطلب جانتے ہو؟'' اس نے نہایت وثوق سے پوچھا جیسے میں جاہل ہوں اور جناب واقعی ذہین ہوں۔

''اس abbreviation کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔'' جونی نے برجستہ ہنستے ہوئے کہا۔

''مثلاً Mad dog''

تاکہ اسے برا محسوس ہو میں نے فوراً کہہ دیا۔

''Doctor of Medicine''

اس پر گویا وہ تو مارے فخر کے پھولے نہ سما رہے تھے۔

''ہاں اس کے یہی معنی ہیں میں امریکہ جا رہا ہوں کیونکہ وہاں M. D ڈاکٹروں کی بڑی قدر ہے۔ وہ مجھے بڑی عزت و احترام دیں گے۔''

Michelle کو بھی پنجابی زبان کہاں آتی تھی وہ تو ''Excuse me'' کہہ کر اٹھ کر چلی گئی جبکہ جونی کہنے لگا یہ شخص پاگل ہے۔ میں نے فوراً اندازہ کر لیا کہ یہ کوئی پاکستانی مالدار جو انگلینڈ میں کاروبار کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی انگلینڈ میں نئی نسل وہاں پڑھ کر ... وغیرہ کا کاروبار خوب کرتے۔ جہالت کی انتہا کہ اپنی ڈگری کو چھپانی پڑتا ہے۔

''اچھا یہ تو آپ کی ڈگری ہوئی۔ آپ کا نام کیا ہے؟''

اس نے زوردار قہقہہ بلند کیا اور کہنے لگا۔ ''واقعی میں ذہین آدمی ہوں۔ میرا نام بھی M. D ہی ہے۔ محمد دین۔''

جونی نے پھر مجھ سے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی مگر میں نے اسے آنکھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

''آپ مال کے ... کیا آپ واقعی M. D ڈاکٹر ہیں؟'' میں نے ذرا سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں میں تو چوتھی جماعت تک بھی نہیں پڑھا۔ یہ تو امریکنوں کو بے وقوف بنانے کے لیے ہے۔''

''تمہیں پتہ ہے تمہارے جیسے کالے رنگ کے لوگوں سے یہ Americans تو نفرت کرتے ہیں۔ ان کے ... ٹٹی اور پیشاب وغیرہ کی جگہ الگ ہیں۔'' جونی نے ہنستے ہوئے کہا۔

جونی بڑا منہ پھٹ تھا۔ M. D کو بہت برا لگا اور جیب سے ڈالروں کے wads نکال کر کہنے لگا

''یہ دیکھو میں تمہارے جیسے لوگوں کو خرید سکتا ہوں دولت کیا چیز نہیں کر سکتی!''

بات تلخ ہونے سے بچ گئی۔ میں نے M. D کو snackbar میں اپنے ساتھ آنے کے لیے کہا۔

''میں بھی آؤں؟'' جونی نے پوچھا۔

Marfat.com

"نہیں پھر بھی۔" اور ہم دونوں snackbar میں اٹھ کر چلے آئے۔

"آپ کافی پئیں گے یا چائے وغیرہ؟" میں نے پوچھا۔

"میں چائے بالکل نہیں پیتا۔ چائے سے پیشاب بہت زیادہ آتا ہے۔ البتہ Bitter (beer) کا ایک pint پیوں گا۔"

"یہ Bitter سے باتھ روم نہیں جانا پڑتا؟"

"جانا تو پڑتا ہے مگر یہ اور بات ہے۔"

میں نے اپنے لئے ایک black coffee کا mug لیا اور اُن کے لئے Bitter کا ایک pint خریدا۔ ہم دونوں کونے میں رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ میز پر sugar cubes موجود تھے۔ M. D. صاحب نے میری کافی میں sugar ڈالنا چاہی۔

"نہیں میں تو black coffee دن میں متعدد بار بغیر sugar کے ہی پیتا ہوں۔"

"عجیب بات ہے۔ black coffee پینے سے تو رنگ ویسے بھی کالا ہو جاتا ہے بلکہ sugar نہ ڈالنے سے تو اور بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔"

M. D. صاحب سے زیادہ تکرار کرنا مناسب نہیں تھا کیونکہ وہ نہایت ہی جاہل قسم کے آدمی تھے۔ دوست سے جہالت میں کمی کی توقع نہیں ہو جاتی۔ صاحب نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی جس میں پریشان ہو گیا۔ انکی بلا سے Parasitology کیا ہوتی ہے، Ph. D. کس بلا کا نام ہے۔

M. D. صاحب Lyallpur کے قریب کسی گاؤں کے رہنے والے اور ان کا خاندان مشرقی پنجاب سے وہاں آ کر settle ہوا۔ ان کا بڑا بھائی تقسیم ہند سے قبل ہی Manchester کا رہائشی تھا۔ ان سے وہ چھوٹا بھائی ہونے کے ناطے کافی پیار کرتا۔ M. D. صاحب کی ایک ہی خواہش تھی کہ وہ امریکہ میں رہیں۔ پاکستان میں انہوں نے کافی پراپرٹی زمینداری میں allot کرائی تھی۔ ان کی مستقل رہائش اپنے گاؤں میں ہی تھی صرف امریکہ میں رہنے کے لئے M. D. کے بڑے بھائی نے کافی قربانی دی تاکہ ان کی یہ خواہش پوری ہو جائے۔ اس کے بڑے بھائی کو اس سے زیادہ محبت کی وجہ ایک اور بھی تھی کہ 1947 میں جب ان کا قافلہ ہجرت کر کے پاکستان آ رہا تھا تو ان کے دو بھائی شہید کر دیئے گئے۔ صرف انکی والدہ، باپ اور ایک چھوٹی بہن بچ نکلے تھے۔

M. D. صاحب میری تعلیمی سرگرمیوں سے بہت متاثر ہوئے اور مجھے جیسے صدیوں پرانا دوست سمجھتے ہوں۔ مجھ پر ضرورت سے زیادہ ہی ہو گیا۔ اچانک بولے "چ صاحب میں نے اتنے اچھے کپڑے پہن رکھے ہیں مگر مجھے necktie کی knot باندھنا نہیں آتی آپ کی مہربانی ہو گی اگر آپ سکھا دیں۔"

"کیوں نہیں جب چاہیں۔"

"آپ کے پاس کوئی tie ہے؟"

"کئی میرے Stateroom میں پڑی ہوئی ہیں۔ آپ نے tie کبھی نہیں باندھی کیا؟" میں نے احتیاط سے پوچھا۔

"نہیں جب میں آنے لگا تو میرے بھائی نے میری tie باندھی تھی۔ میں اسی tie اور قمیض میں پہلی رات جہاز پر سوار ہوا۔" انہوں نے تفصیلاً حالات بیان کر دیئے۔

"tie کھول کر کیوں نہیں سوئے تھے؟"

"کیونکہ دوبارہ کیسے باندھتا۔ صبح اٹھ کر نہانے کے لئے جب tie کھولی۔"

"ٹھیک۔ tie کی knot۔" میں نے مداخلت کی۔

"ہاں اس knot۔ پھر بڑی کوشش کے باوجود knot نہ باندھ سکا۔"

"چلو میرے کمرے میں چلتے ہیں۔" میں نے ان کی مشکل کے پیش نظر مداوا کرنا چاہا۔

میں نے الماری سے ایک ڈبہ میں بند کئی قسم کی ties نکالیں۔ ان میں سے ایک blue اور golden لائنوں والی tie ان کی گردن کے گرد میں نے باندھی۔

Marfat.com

"آپ ذرا tie چھوڑیں۔ میرے ساتھ میرے کمرے میں چلیں میں دوسری قمیض پہنتا ہوں۔ ہوٹل والوں میں جہاز New York پہنچ جائیگا اور میں یہی قمیض رات کو بھی پہنے رکھوں گا صبح نہیں اتاروں گا۔"

"D. M. صاحب میری طرف دیکھیں۔ میں یہ knot باندھتا ہوں۔"

میں نے کئی بار اپنے گلے میں tie کی knot باندھی مگر ان کی سمجھ میں بات نہ آئی۔ وہ عجیب و غریب طریقے سے knot باندھنے کی کوشش کرتے رہے۔ بالآخر تھک کر بولے: "ایسا کرتے ہیں آپ مہربانی کر کے میرے ساتھ کمرے میں چلیں اور میری تینوں قمیضوں کو ties باندھ دیں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود۔

میں D. M. صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں چلا گیا جب قمیضیں نکال رہے تھے تو میں نے کہا: "انگلینڈ میں بندھی بندھائی ties مل جاتی ہیں۔ جن کی tie کو پیچھے ایک طرف clip لگا ہوتا ہے۔ کالر کے نیچے clip لگا دو۔"

"یہ کمال بات ہے ایسے انگریز بھی دیکھے ہیں جنہیں tie باندھنا نہیں آتا۔"

"نہیں D. M. صاحب یہ خاص لوگوں کے لئے ہے۔ جیسے کہ ہم اور آپ۔"

"آپ کو بھی tie کی knot باندھنا نہیں آتی۔" وہ حیرت سے کہنے لگے۔

"نہیں صاحب میں تو پاکستان میں کبھی کبھار کسی تقریب میں ہی tie لگایا کرتا تھا۔"

"اچھا تو یہ آپ کے حالات ہیں۔"

"ایک اور بھی آسان بات ہے۔ America میں عام طور پر bowtie لگاتے ہیں اس کے لئے knot لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہاں پہنچ کر کچھ bowties خرید لیں۔"

"وہ تو بیرے لگاتے ہیں جہاز پر سب نے کالے رنگ کی لگائی ہوتی ہیں۔"

"یہ بات نہیں Americans عام طور پر ایک بے تکلفی bowtie لگاتے ہیں۔ یہاں ایک Lariat بھی ہوتی ہے۔ جیسے آپ نے امریکی Cowboy فلموں میں دیکھی ہوگی۔"

جناب کچھ تمیز نہیں بحث چھیڑ دی۔ ویسے میرے خیال میں وہ بھی اچھی رہیگی۔" قمیضوں کو 3 ties باندھ دیں۔ میری فضول باتوں نے مجھے پریشان کر دیا اور میں معذرت کرتے چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے D. M. صاحب کو tie اور قمیض میں دیکھا جو blue اور golden رنگوں والی میں نے باندھی تھی۔

Esmeralda

رات کھانا کھانے کے بعد بجائے اپنے کمرے میں آرام کرنے کے recreation room میں چلا گیا جہاں تقریباً ویرانی کا راج تھا۔ میں ایک صوفہ پر کونے میں بیٹھ گیا۔ tobacco pouch سے پائپ بھرا اور round-table پر رکھے travellers چیک اور حساب کتاب میں کھو گیا۔ میں جہاز پر سوار ہوا تو میرے پاس 1375 پونڈ تھے جن میں سے باقی 1350 پونڈ کے travellers checks ہونے چاہئیں تھے۔ بقیہ رقم میں نے جہاز پر چھوٹے موٹے اخراجات اور کافی وغیرہ پر خرچ کر دی۔ کچھ بات یہ تھی پونڈ میرے پاس ہونا چاہئے تھا مگر یہ سیدھا سادہ حساب میں balance نہ پایا۔ معمولی حساب کتاب میں بھی میں اپنے آپ کو نالائق سمجھتا ہوں۔ اب بھی مجھے check book اور balance کرنے میں اچھی خاصی دقت ہوتی ہے۔

travellers checks شمار کرتا تو ان میں کبھی 100 یا 200 کی کمی بیشی ہو جاتی۔ نقدی گن کے پائی پائی کا حساب۔ بالآخر تنگ آکر میں نے checks کو اپنی jacket کی اندرونی پاکٹ میں ڈال دیا اور نقدی والی پتلون کی جیب میں۔ پھر دوبارہ پائپ کو سلگا کر بیٹھ گیا کہ دوران امریکہ میں کیسے زندگی گزاروں گا میں خاصا پریشان رہا۔ میرے لئے یہ احساس بھی اذیت ناک تھا کہ میں انگلینڈ سے پاکستان آنے کی بجائے اور اپنے قابل صد احترام ماموں جان حضرت پیر سید حکیم رشید الدین صاحب کی اجازت کے بغیر امریکہ کا عازم سفر ہو گیا۔ آخر میرے سر پر research کا بھوت سوار تھا۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ Justinian کی نئی

مسز رابرٹ کے ساتھ میرے بالمقابل صوفے پر بیٹھ گیا۔

"یہ بات کہ اپنا حساب کتاب ٹھیک کر لیجئے؟" اس نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟ میں حساب کتاب کر رہا تھا۔ یہاں چند ایک دیگر مسافروں اور ماسوائے میرے کوئی موجود نہ تھا، آپ بھی نہیں۔"

"کوئی نئی بات نہیں۔ اس قسم کی مشق مختلف لوگوں سے اور مختلف مقامات پر کرتا رہتا ہوں۔ آج میں نے کھانا نہیں کھایا۔ بس snacks پر ہی اکتفا کیا۔ جب میں snackbar سے باہر نکلا تو تمہیں یہاں بیٹھے ہوئے پایا۔ تمہارے بارے میں promenade deck پر ٹہلتے ہوئے اور تم پر concentrate کر کے میں نے چند منٹ تجزیہ کیا کہ تمہارا حساب کتاب ٹھیک نہ ہو تو تمہیں پریشانی ہوگی۔ اپنا حساب کتاب اپنے travellers checks اور نقدی گن لو۔"

"میں نے دوبارہ travellers checks کا حساب کیا اور نقدی گنی تو پچاس 1350 پونڈ موجود پائے۔ اسی طرح میری نقدی اور نقد پونڈز بھی ٹھیک تھے۔ میں حیران تھا۔ یہ Justinian!"

"ایسی باتیں تو جہاز پر ہوتی رہتی ہیں۔ کیوں نہ آج رات کو آپ کے کمالات سے مستفید ہوا جائے۔ شاید میں بھی تمہاری شاگردی سے استفادہ حاصل کر سکوں۔"

"ٹھیک ہے یہیں بیٹھتے ہیں جب ساتھ والے ہال میں dancing شروع ہوگی تو وہاں چلے جائیں گے۔"

"آپ کو hypnotism کا شوق کب پیدا ہوا؟"

"یہ بہت پرانی بات ہے جب میں Viena, Austria میں پڑھا کرتا تھا تو وہاں ایک parapsychology کا کلب تھا۔ میں اس کا member بن گیا۔ بچپن سے ہی رات کو نیند کم آتی اور دن میں تھکاوٹ محسوس ہوتی۔ اس کلب میں ہر کوئی اپنے فن کا ایک دوسرے سے مظاہرہ کرتا۔ یہ کلب مہینے میں ایک بار ہفتے کی رات کو اپنی meeting منعقد کرتا تھا۔ میں بھی concentration کی technique کی practice کر رہا تھا۔ ایک خاتون Mirjana، جو Yuogoslavia کی رہنے والی تھی، Freud کے psychoanalysis سے بہت متاثر تھی۔ وہ نہ صرف hypnotism بلکہ telepathy میں بھی کافی دسترس رکھتی۔ جب telepathy کی بات شروع ہوتی تو ہمیشہ کہتی "یاد رکھو 'Thoughts have wings'"

"ان دنوں ہم telepathy کے عمل پر practice کر رہے تھے تو ایک ممبر Zhan، Bulgaria کے شہر Sofia کا رہنے والا تھا اور اپنے والدین کے ساتھ Austria میں رہتا تھا۔ Extra-sensory precept کے متعلق اپنے فن کا مظاہرہ کرتا۔ ایک مرتبہ Mirjana نے اپنے handbag سے دو سفید crystal کے dice نکالے جن پر ایک سے چھ تک numbers نہایت مہارت سے سیاہ رنگ کے کندہ تھے۔ ہم لوگوں کو اس نے نہایت خاموشی کے ساتھ ایک بڑے مستطیل میز کے ارد گرد بیٹھنے کی ترغیب دی اور خود میز کی شمال والی کرسی پر اس طرح بیٹھی کہ اس کی پشت شمال کی طرف تھی۔ وہ mahony میز پر بیٹھی اور پھر نہایت concentration سے کافی دیر تک بغیر آنکھ جھپکے dice کو دیکھتی رہی اور بار بار dice [illegible] Zhan [illegible] ایک دفعہ جب اس نے dice پھینکے تو وہ چھکے پر [illegible] وہ dice کو دیکھتی رہی اور [illegible] Zhan [illegible] (شکل 111)۔

"دونوں Zhan کی ملاقات کے وقت مقرر رہے اور Greshen girlfriend [illegible] Zhan اور Greshen ایک coffee shop میں چلے گئے۔ Zhan نے Greshen اور اپنے لئے [illegible] Zhan [illegible] Greshen کے اصرار کے باوجود وہاں ہی چھوڑ کر library میں آن پہنچا۔"

"ماں ب[illegible]" میں نے حیرت زدہ ہو کر [illegible]

Marfat.com

"ہاں جیسا کہ میں کہہ رہا تھا کہ رات کو مجھے نیند نہ آیا کرتی Mirjana نے مجھے suggest کیا کہ ایک dice یا pocketwatch کی طرح (شیشہ) کو دیکھتے رہا کرو ساتھ ساتھ یہ سوچو کہ میری آنکھیں اور eyelids بوجھل ہو رہے ہیں میں بہت تھک گیا ہوں اب گہری نیند سونے لگا ہوں۔ کئی روز یہ عمل کرنے کے بعد ایک ایسا وقت آیا کہ تم نے ان چیزوں میں سے کسی چیز پر یہ عمل دہرایا ہو تو اس چیز کو اگر دیکھا تو تمہیں نیند آجائے گی لہذا ایسا ہی ہوا۔ رات کو میں گھڑی 10 بجے کے قریب سونے کا ارادہ کر کے اور اپنی پاکٹ واچ کو نکال کر دیکھتا ہوں تو مجھے نیند آجاتی ہے اسے کہتے ہیں auto suggestion۔ ہاں ایک اور بات یہ بھی ضروری ہے کہ میں فلاں وقت پر نیند سے جاگ اٹھوں گا۔ اب سال ہا سال سے مجھے pocketwatch دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں دس بجے کے قریب آنکھیں بند کر کے مذکورہ عمل دہراتا ہوں تو نیند آجاتی ہے اور صبح سات بجے ... ہوں۔"

"اگر یہ کہہ جائے کہ میں کس وقت جاگ اٹھوں گا تو؟" میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

"تم نیند سے جاگ کر کسی وقت بھی اٹھ سکتے ہو مگر طبیعت بوجھل رہے گی۔ تر و تازہ محسوس نہیں کرو گے۔"

ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ steward کرائی پر beer کا ایک keg لے کر promenade deck کے دروازے کے پاس سے گزرا میں نے بھی اپنے علم کا اظہار کرنے کیلئے Justinian سے پوچھا۔

"steward کرائی پر کیا لے کر جا رہا تھا؟"

"پیپا نہیں صرف beer کا ایک cask تھا۔"

"نہیں صاحب cask تو ضرور تھا مگر اس کے بھی کئی پیمانے ہوتے ہیں۔"

اس نے حیرت سے اپنے spectacles کے اوپر سے میری طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

"کیا پیمانے ہوتے ہیں ہم بھی تو سنیں؟"

"آپ جانتے ہوں گے صرف مذاق کر رہے ہیں۔"

"نہیں beer کے cask کو کسی ایک ہی capacity کا ہوتا ہے۔"

"تو سنئے ایک پیمانے کو Kilderkin کہتے ہیں جس کی capacity 16 یا 18 گیلن ہوتی ہے Nebuchadrezzar (ضخیم 112) ہوتا ہے جس میں Champaigne کی 20 بوتلوں کے برابر گنجائش ہوتی ہے جبکہ Jeroboam میں Champaigne کی چار بوتلوں کے برابر capacity ہوتی ہے۔ Split کو Champaigne کی بوتل کا چوتھائی حصہ۔ Keg ایک چھوٹی barrel کو کہا جاتا ہے جس کی capacity (10 یا 30) گیلن سے کم ہے۔ یہ Kilderkin سے بھی کم ہے۔ مچھلی وغیرہ کو store کرنے کے استعمال میں لائی جاتی ہے۔ Barrel کی capacity آدھا barrel 16 یا 18 گیلن۔ پیپا۔ Barrel میں 35 Imperial یا 42 امریکی گیلن (تقریباً 159 litres)۔ ساتواں Firkin آدھا Kilderkin سے بڑا ہے۔ آٹھواں Hogshead یہ beer کا liquid measure، 54 Imperial یا 63 امریکی گیلن (Wine کا liquid meauser، 52.5 Imprial گیلن) نواں گیلن میں 4 Quarts یا 8 Uk pints میں (Imperial گیلن 4.55 litres) امریکہ میں امریکی گیلن کا آٹھواں حصہ (UK میں 20 fluid ounces۔ Imperail pint (0.568 liter) امریکہ میں (ایک litre، 0.473 pints کے برابر) اور Quart گیلن کے چوتھے حصے یا دو pints کے برابر UK میں تقریباً 1.13 litres امریکہ میں تقریباً 0.94 litres۔ آئی بات سمجھ میں؟"

"آپ تو بڑے استاد نکلے۔" اور اس نے مجھے تھپکی دی۔

ساتھ والے کمرے میں شائقین اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ ہم دونوں بھی اٹھ کر ایک میز کے اردگرد بیٹھ گئے جہاں کرسیاں تھیں۔ دونوں اکٹھی کرسیوں پر بیٹھے اور سامنے والی کرسی کو view سے بائیں جانب کر دیا۔ بینڈ نے music شروع کر دیا چند ایک لوگ ڈانس کرنے لگے۔ مجھے یاد ہے یہ Foxtrot یا Waltz کی دھن بج رہی تھی۔ slow قسم کا میوزک تھا۔ آہستہ آہستہ کافی لوگ ڈانس کرنے کیلئے dance floor پر آگئے۔ بینڈ میں سے ایک شخص saxophone بجا رہا تھا۔ ...

Marfat.com

متعدد بار solo بھی مظاہرہ کیا۔

"اچھا تو اپنے فن کا کوئی مظاہرہ دکھا دیں۔" Justinian سے کہا۔

"یہ وقت مناسب نہیں۔ Rumba، Sumba یا کوئی اور تیز rhythm والا ڈانس شروع تو ہونے دو۔"

کچھ وقفے کے بعد انہوں نے Samba کی دھن شروع کی۔ اس ڈانس میں زیادہ تر جوان couples مصروف ہو گئے تھے۔ climax کے موقع پر Justinian نے اس saxophone بجانے والے پر اثر انداز ہونے کی کوشش شروع کر دی وہ اپنا رومال نکال کر کبھی saxophone کے منہ کو پونچھتا اور کبھی اپنے منہ کو۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے اتنا غلط saxophone بجایا کہ بینڈ کے دوسرے ساتھی اور حاضرین بھی بغیر سنت کے ہو گئے۔ ڈانس کرنے والوں نے hooting شروع کر دی۔

Justinian اس کی طرف دور سے جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ بینڈ کے leader نے وقفہ دے دیا۔ ڈانس کرنے والے اپنی اپنی جگہوں پر واپس ہو گئے اور شراب نوشی میں مشغول ہو گئے۔ ایسے محسوس ہوا جیسے band leader اس saxophone بجانے والے کو ڈانٹ پلا رہا ہو۔

"Justinian صاحب آپ تو واقعی اپنے فن پر حاوی ہیں۔ آپ نے کیسے کیا؟"

"میں اس پر concentrate کر کے اسے یہ بتا رہا تھا کہ تمہارے saxophone میں خرابی پیدا ہو گئی ہے یہ تمہارا ساتھ نہیں دے رہا۔ تم نے دیکھا وہ saxophone کو کبھی نیچے کبھی اوپر سے دیکھتا، کبھی اس کو ہاتھ سے pat کرتا اور کبھی رومال سے اس کو پونچھتا۔ اس کی خرابی دور کرنے کی کوشش میں اس کے منہ میں مختلف انداز میں پھونک مارتا۔ اب بھی وہ اسے مختلف محسوس کر رہا ہے۔"

اگلے ڈانس شروع ہونے سے پہلے band leader نے اس سے کچھ صلاح مشورہ کیا۔ شاید وہ اس سے کہہ رہا تھا کہ تم music میں حصہ نہ لو۔ جب music شروع ہوا تو اس نے saxophone بالکل ٹھیک بجایا۔ ڈانس ختم ہونے کے بعد وہ band leader کو saxophone دکھا رہا تھا جیسے کوئی معمولی خرابی ہو جو اب دور ہو گئی ہے۔

"کیا کسی کو hypnotism کے ذریعے غلط کام کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟"

"نہیں ہر گز نہیں غلط کام وہی کرے گا جس میں شروع سے ہی غلط کام کرنے کی tendency ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا مطلب ہے کوئی شخص چوری چکاری کرتا رہا ہو یا جانوروں اور دوسرے انسانوں کو مارتا پیٹتا ہو تو اسے چوری یا قتل کرنے کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔ ہاں ایک چھوٹی سی بات شاید تمہارے مشاہدے میں آئی ہے اگر کسی ریسٹورنٹ، کلب یا ٹرین میں تم کسی کی طرف concentrate کر کے دیکھو تو وہ شخص اگر چہ کسی دوسری طرف دیکھ رہا ہو یا کسی کام میں مصروف ہو تو تمہاری طرف ضرور دیکھے گا۔"

"پہلے کبھی اتفاق تو نہیں ہوا۔ اب کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔"

ہمارے میز کی بائیں طرف تین میز چھوڑ کر ایک ادھیڑ عمر عورت اور ادھیڑ عمر مرد کے ساتھ ایک جوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ لڑکی شاید ان کی بیٹی ہو گی۔ اس لڑکی کا منہ دوسری طرف اور پشت ہماری جانب تھی۔ میں نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اس پر تھوڑی دیر concentrate کرنا شروع کر دیا۔ اس لڑکی نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ میں نے مزید concentrate کیا تو واقعی لڑکی نے گردن موڑ کر ہماری طرف دیکھا۔ Justinian نے مجھے یہ عمل تھوڑے وقفے کے بعد پھر دہرانے کو کہا۔ لڑکی نے پھر ہماری طرف دیکھا میرا مطلب ہے میری طرف دیکھا۔ Justinian نے پھر یہ عمل تھوڑے وقفے کے بعد دہرانے کو کہا۔ لڑکی نے پھر دیکھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے عمل کے بعد لڑکی اٹھ کر ہماری میز کی طرف آ گئی۔

"تشریف رکھیں۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں میں آپ لوگوں کی طرف دیکھنے پر بے چین ہوئی جا رہی تھی۔ سوچا کیوں نہ خود آ جاؤں۔"

Justinian نے اسے drink کی offer کی مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنے والدین کے پاس بیٹھی

Marfat.com

enjoy کر رہی ہوں۔

”آپ کا نام کیا ہے؟“ میں نے سوال کیا۔

”Esmeralda“

ہم لوگوں نے اپنا تعارف کرایا مگر اسے یہ باور نہ ہونے دیا کہ یہ hypnotism یا telepathy کا کرشمہ ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ چھٹیاں گزارنے کے لیے French Riviera گئی ہوئی تھی اور اب یہ لوگ واپس Minnesota، امریکہ جا رہے تھے۔

اگلے دن کوئی سات روز جہاز میں سفر کرنے کے بعد صبح کے وقت Statue of Liberty نظر آیا۔ جہاز کے dock ہونے کے بعد Immigration اور کسٹم سے گزر کر میں نے Yellow cab لی اور New York، Grand Central Station سے Detroit کی train پر سوار ہو گیا۔ New York سے Detroit تک بذریعہ ٹرین میں نے پاکستان میں American Express سے ٹکٹ خریدا ہوا تھا۔

”Liberty دنیا کو enlighten کرتی ہے۔“ یہ Colossal Statue ہے جو آزادی کی Liberty Island پر New York بندرگاہ کی upper bay میں واقع ہے۔ Statue of Liberty امریکہ اور فرانس کی دوستی کی یاد تازہ کرتی ہے۔ pedestal سے لے کر چوٹی تک 302 فٹ (92 m) بلند۔ Liberty ایک عورت کا بت ہے جس نے لباس پہنا ہوا ہے، دائیں ہاتھ میں ایک torch اور بائیں ہاتھ میں ایک tablet پر 4 جولائی 1776 لکھا ہوا ہے یعنی آزادی کی تاریخ۔ ایک elevator کی مدد سے Statue کی balcony تک رسائی اور بلندی حاصل ہوتی ہے یا پھر spiral staircase سے Liberty کے مجسمے تک پہنچا جاتا ہے۔ pedestal کے اندر Emma Lazarus کی Sonnet (1883) ”The New Colossus“ ایک تختی پر لکھا ہوا ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لیے مندرجہ ذیل میں حاضر خدمت ہے۔

Not like the brazen giant of Greek fame.
With conquering limbs atride from land to land:
Here at our sea-washed. sunset gates shall stand
A mighty woman with a torch. whose flame
Is the imprisoned lightning. and her name
Mother of Exiles. From her beacon-hand
Glows world-wide welcome. her mild eyes
command
The air-bridged harbor that twin cities frame.
" Keep. ancient lands. your storied pomp! "
With silent lips " Give me your tired. your poor.
Your huddled masses yearning to breathe free.
The wretched refuse of your teeming shore.
Send these. the homeless. tempest-tost to me.
I lift my lamp beside the golden door!

Statue کے Base میں (1972) The American Museum of Immigration واقع ہے۔ ایک فرانسیسی تاریخ دان Edouard de Laboulaye نے امریکہ کی آزادی کے بعد Statue کی تجویز

Marfat.com

پیش کی۔ فرانس کے باسیوں نے چندہ جمع کیا اور 1875 میں ایک بت تراش Frederic-Auguste Bartholdi، کی زیر نگرانی یہ مجسمہ بنایا گیا۔ تانبے کی چادروں سے ہاتھوں کی مدد سے ایک framework پر شکل دی گئی۔ اس framework کو steel کی پٹیوں کے supports پر قائم کیا گیا۔ یہ ڈیزائن Eugene-Emmanuel Viollet-le-dus اور Alexandre-Gustave Eiffel جس کے نام سے پیرس کا مشہور Eiffel Tower منسوب ہے نے تیار کیا۔ 1885 میں Statue (151 Ft 1 Inch) اونچا اور 225 tons کا تیار ہوا۔ مکمل Statue کو disassemble کر کے New York City پہنچایا گیا۔ یہاں اس کا pedestal جو امریکن architect Richard Morris Hunt نے ڈیزائن کیا اور FT Wood کی حدود میں Bedloe's Island پر بعد میں نصب کیا گیا۔ Statue کو pedestal پر mount کیا گیا اور اس کا افتتاح پریزیڈنٹ Cleveland نے 28 اکتوبر 1886 میں کیا۔ 1980 کی دہائی میں امریکن لوگوں نے امریکن Centennial کی خوشی میں 1986 کے لئے اس کی مرمت کی۔ Statue کی ... 1924 میں قومی یادگار قرار دیا گیا۔ 1956 میں Bedloe's Island کو Liberty Island کا نام دیا گیا اور 1965 میں قریبی Ellis Island کو اس کا حصہ بنا دیا گیا۔ Immigration کی ... Liberty Island میں شامل کر دیا گیا۔ اس طرح یادگار کا کل رقبہ 58 ایکڑ (تقریباً 25 hacters) ہے۔

Johannesburg، Sunshine Coast، Port Elizabeth کے ... Nelson Mandela کا ایک مجسمہ ... 30 میٹر ... 110 میٹر اونچائی ... بنا ہوا ... اس کی ... 195000 ... 2006 میں ... 29 ... Liberty کا ... 65 میٹر اونچا ... 46.5 ... ہے۔

USA

Wayne State University hostel

Detroit امریکہ کی ریاست Michigan State کا شہر ہے۔ Detroit کے جنوب مشرق میں Erie اور St. Clair جھیلیں ہیں۔ Windsor شہر، Ontario، Canada، Detroit کے بالمقابل واقع ہے۔ ایک French شخص Antoine de la Mothe Cadillas نے Detroit کی بنیاد 1701 میں رکھی۔ اس نے Detroit کو ... Fort-Portchartrain-du-Detroit اپنے patron کی یاد میں ... French زبان میں Detroit کے معنی "strait" کے ہیں۔ ... بعد انگریزوں نے ... Detroit تک ... synonymous ... یہ ... Windsor شہر سے ایک پل اور tunnel سے منسلک ہے۔ Detroit Metropolitan Wayne County Airport شہر سے 27 کلومیٹر جنوب مغرب میں واقع ہے۔

Detroit ... ایک cab hire کیا اور Wayne State University کے campus ... scientific journals، bundles ... papers ... suitcase میں دو suits، ایک combination ... undershirts، underwears ... ایک ... رومال ...

Marfat.com

ہاتھ میں briefcase جس میں electric shaver، travel document اور چند ضروری کاغذات تھے۔

میرے سر پر felt hat، منہ میں پائپ جبکہ بائیں شانے پر Macintosh (ضمیمہ 113) تھا جو اس دور کے رواج کے مطابق ضروری تھا۔ اب تو یہ نہیں دستیاب ہی نہیں اور یہ چمڑے کا suitcase عام ہوتے تھے جو فی زمانہ نایاب ہو گئے میرے ایک ہندو دوست Ramgoolam نے دیا تھا جو Mauritius کے شہر Port Louis کا رہنے والا تھا اور لندن میں پیشہ کے کاروبار کیا کرتا۔ میں نے اس کے عوض تحفے کے طور پر کئی تاش کے پتے دے دیں (ضمیمہ 114)۔

میں نے سامان parking lot کے پورٹر کے پاس رکھا اور خود اپنے پروفیسر Dr Dominic L. DeGiusti کی تلاش میں سڑک کے اس پار ایک بڑی building میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی سی پوچھ گچھ کے بعد میں پروفیسر کے کمرے میں پہنچ گیا جو basement میں واقع تھا۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد اس نے دو students ایک لڑکا Eugene اور ایک atheletic لڑکی Jean کے تعاون سے میں نے تین پہیے والا کار اپنا سامان قریب کے ہوسٹل کی تیسری منزل پر اپنے کمرے میں جو پروفیسر نے میرے لیے reserve کر رکھا تھا، پہنچا دیا۔ میں نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ وہ تو چلے گئے تو میں اپنا سامان arrange کرنے لگا۔

کمرہ مری پاکستانی ہوسٹل کے cubicles سے بھی تھوڑا بڑا نہایت آرام دہ سجا ہوا تھا جس میں ایک table جس پر ایک table lamp موجود تھا۔ ایک office chair اور ایک single صوفہ بھی رکھا گیا۔ بائیں ہاتھ کی جانب ایک دروازہ bathroom cum toilet میں کھلتا۔ اس bathroom کا ایک دوسرا دروازہ جو میرے ساتھ والے cubicle سے ملحق تھا۔ مجھے میرے پروفیسر نے بتا دیا کہ یہ arrangement عارضی ہے چند دنوں میں مجھے قریب ہی کوئی apartment تلاش کرنا ہوگا۔

میں منہ ہاتھ دھو کر hostel کے basement میں گیا جہاں سات self-service ایک بڑی fridge جیسی مشینیں تھیں جن میں سے ایک panel پر مشین کے اندر مختلف قسم کی sandwiches کی قیمتیں بھی شیشے پر لگی ہوئی تھیں۔ ایک میں مختلف قسم کے soft drink اور coffee کا بندوبست بھی تھا۔ ان کی قیمتوں کے مطابق مشین کے سامنے کی طرف ایک جانب کئی slots تھیں quarter (25 cent کا سکہ)، dime (10 cent کا سکہ) یا nickle (5 cent کا سکہ) handle گھما دو تو پیچھے ایک دروازے پر معلوم ہوتا کہ آ چکی۔ بعض مشینوں میں رقم ڈالی اور دروازہ کھلتا تو ایک tray پر قیمت کے مطابق soft drink سے بھرا ہوا۔ بعینہ کافی حصول کا طریقہ کار تھا جبکہ ساتھ ہی sugar cubes، milkpacks اور tomato ketchup کی پڑیاں بھی تھیں۔ بعض مشینوں میں مطلوبہ چیز کی قیمت سے زیادہ رقم ڈالی جاتی اور بعض میں سے اگر رقم زیادہ ہو تو باقی change بھی نکل آتا۔ میں نے chicken sandwich اور black coffee مشین سے نکالی اور آرام سے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانے لگا۔ وہاں اور لڑکے لڑکیاں بھی موجود تھے مگر ان کے چہروں سے یہ محسوس ہوا وہ مجھے tiptop لباس میں ملبوس دیکھ کر حیرت زدہ تھے کیونکہ تمام کے تمام لوگ casual dress میں تھے بلکہ کئی لڑکیوں نے تو shorts پہن رکھی تھیں۔

ادھر ادھر گھوم کر میں دوبارہ اپنے کمرے میں آیا۔ سیدھا bathroom گیا تو ایک لڑکی toilet استعمال کر رہی تھی۔ میں "Sorry" کہہ کر واپس کمرے میں لوٹا۔ ہوا یوں کہ یہ ہوسٹل لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لیے تھا جبکہ میں اس سے بے خبر تھا۔ معلوم نہیں جان بوجھ کر اندر سے bathroom کے دروازے کو bolt لگانا بھول گئی۔ آخر یہ امر بھی تو چند دنوں سے یہ جگہ خالی تھی۔ دراصل لڑکیوں کی اسی فلور پر ایک اتفاق رہتی تھی جہاں سے وہ اپنے boyfriend کو ملنے کمرے میں آئی ہوئی تھی۔

Harbor Bar

راقم نے ہوسٹل میں چند دن گزارے تو سوچا کیوں نہ Detroit میں ادھر ادھر گھوم کر کوئی مناسب apartment کی

Marfat.com

تلاش کی جائے یونیورسٹی سے پروفیسر نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ یہ تمہاری عارضی رہائش گاہ ہے بہتر ہے اپنے لئے کوئی مناسب رہائش گاہ تلاش کرنا شروع کر دو۔

ایک اتوار کے دن میں نے Detroit کی Downtown (ضمیمہ 115) بس سے اتر کر Detroit دریا کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ گرمی کا موسم تھا سوچا کسی کرایہ کی کشتی میں دریا کی سیر ہی کی جائے۔ دریا کے کنارے ایک جگہ پر لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر (ضمیمہ 116) کہیں جا رہے تھے میں نے ایک کوئی 30 سالہ امریکن عورت سے دریافت کیا:

"یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں کیا کوئی خاص سیر گاہ ہے؟"

"نہیں یہ ایک boatel میں جا رہے ہیں۔"

"یہ boatel کیا ہوتا ہے؟"

"تم شاید پہلی دفعہ امریکہ میں آئے ہو" اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "motel کا نام تو سنا ہوگا۔"

"ہاں motel یا hotel کو کہتے ہیں جہاں کار سمیت ہوٹل میں کمرہ تک پہنچ جاتی ہے مگر boatel کا لفظ تو میں پہلی بار آپ سے سن رہا ہوں۔"

"پہلے بتاؤ تمہارا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو؟ تمہاری انگلش سے پتہ چلتا ہے کہ ضرور انگلینڈ میں رہے ہو تم وہاں کے باشندے نہیں سے معلوم نہیں ہوتے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں میں پاکستان کا باشندہ ہوں۔ میرا اصل نام پیر نصیر الدولہ ہے جس کا مخفف پیر نصیر ہے اور اس کے شروع میں ڈاکٹر کا لفظ بھی اضافہ ہے۔"

"تو آپ ڈاکٹر ہیں!"

"مگر میں وہ ڈاکٹر نہیں جو آپ سمجھ رہی ہیں۔ میں Ph. D ہوں۔"

"بہت بڑی ڈگری ہے۔ medical doctor تو صرف یونیورسٹی کی پہلی ڈگری ہوتی ہے۔ میرا نام Dalida ہے میرے والدین کافی مدت سے لبنان سے آ کر Detroit میں آباد ہو چکے ہیں جبکہ میری پیدائش بھی یہاں پر ہی ہوئی۔"

"boatel کیا چیز ہے؟"

"کچھ نہیں boatel اس hotel, bar یا restaurant کا نام جہاں لوگ صرف کشتیوں میں بیٹھ کر پہنچ سکتے ہیں۔ میں ہر اتوار والی ایک boatel, Harbor Bar چلی جاتی ہوں۔ یہ تمام لوگ بھی وہاں ہی جا رہے ہیں۔ dance اور drinks کے بعد واپس لوٹتی اور کشتی یہاں ہی باندھ دیتی ہوں۔ وہ جو سامنے Chrysler کھڑی ہے اس کو drive کرتے گھر کی راہ لیتی ہوں۔"

"یہاں کرایہ کی کشتی نہیں تو پھر میرے لئے وہاں جانا ممکن نہیں۔"

"Oh, Come on be my guest اور پھر پاکستان بھی تو Middle East کا ملحقہ علاقہ ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ نہایت خوشی کی بات ہوگی۔"

اس نے اپنی luxury motor boat میں مجھے پہلے سوار ہونے کو کہا۔ پھر کشتی کو اپنی mooring سے کھولا اور خود چھلانگ لگا کر کشتی میں آ گئی۔ motor boat کو start کیا، wheel تھامے کشتی کو آہستہ آہستہ ساحل سے دور لے آئی۔ میں ایک نشست پر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کوئی 25 منٹ میں ہم Harbor Bar کے قریب پہنچ گئے۔ اس نے کشتی کا رخ ایک کشتیوں کے parking lot کی جانب کیا اور اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ کر کشتی کی موٹر کو بند کرنے کے بعد چھلانگ لگا کر لکڑی کے پل پر کود گئی ایک pole سے رسہ کو کھولا اور اپنی کشتی کے اگلے حصہ پر لگے ہوئے hook سے باندھ دیا۔ پھر مجھے باہر آنے کی ترغیب دی۔ سر دست یہ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ اس parking lot میں چار لمبے، لمبے لکڑی کے پل، جبکہ ان پلوں کے دونوں طرف ایک line میں لگے ہوئے چھوٹے مگر مضبوط poles، جس کے ارد گرد کشتیاں باندھنے کیلئے رسے سے لپٹے ہوئے تھے۔ ہر کشتی کے مالک کا ایک

Marfat.com

مخصوص pole اور صرف اسی جگہ پر وہ اپنی کشتی کو باندھ سکتا ہے جس کا مہینے کا US $ 19.50 کرایہ تھا۔

Dalida نے اس دور کے فیشن کے مطابق کالے رنگ کی hot-pants یعنی ''گرم پتلون'' جو کہ عام طور پر size کی نیکر shorts پہنے، سفید blouse، سر پر چھوٹے چھوٹے boycut بال، پاؤں میں سفید fleet دائیں کلائی پر ایک men's wrist watch جس کے strap کا رنگ کالا تھا، گلے میں سونے کا locket جس پر نمایاں کالے رنگ میں ''D'' اور lady's purse کی بجائے ایک غیر معمولی طور پر بڑے سائز کا handbag تھا۔

''Harbor Bar میں تم واحد شخص ہو گے جو سوٹ پہنے اور سر پر hat'' اس نے مسکراتے ہوئے شرارتاً کہا۔

ہم پل پر چلتے ہوئے ایک اور پل پر پہنچ گئے جو دوسرے پل سے right angle پر بنا ہوا تھا۔ اس طرح تیسرے اور چوتھے پل پر سے گزر کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے Harbor Bar میں داخل ہو گئے۔

Harbor Bar دراصل ایک دریائی جہاز یا ferry تھا جسے ایک restaurant cum bar میں تبدیل کر دیا گیا۔ تمام شوقین ایک سیڑھی اوپر چڑھتے اور دوسری سیڑھی سے نیچے اتر جاتے، کشتی کی طرف سے اس پر آنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ Harbor Bar ساحل سے قدرے ہٹ کر لنگر انداز اور مستقل طور پر اسی جگہ قائم تھی۔ ہم نے داخل ہوتے ہی پایا کہ rectangular ہال میں موجود ہے۔ ایک جانب bar اس سے کافی ہٹ کر ڈانس فلور اور چاروں طرف میزیں رکھی ہوئی تھیں قریباً پچیس بائیس ہال بھر گیا۔ bar کے ساتھ ایک band جو مختلف دھنیں بجا رہا تھا جو کہ یہاں کے ماحول کو کافی خوشگوار بنا رہا تھا۔

''یہاں بیٹھنا پسند کرو گے buddy ؟'' (ضمیمہ 117) مجھے بعد میں پتہ چلا کہ buddy کا لفظ خوب استعمال ہوتا ہے بے تکلفی ہو یا نہ ہو۔

''جہاں آپ کی مرضی۔''

''میں تو اس قسم کی شوقین نہیں ہوں البتہ جب کبھی بیٹھ کر شراب نوشی چاہئے تو پوچھ لیتی ہوں۔ ویسے بھی مردوں سے پیچھے رہنا کسی کو اچھا نہیں لگتا۔'' اور وہ مجھے خوب غور سے دیکھ کر اس طرف ایک میز پر لے گئی۔

ابھی ہمیں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک waiter آ گیا۔

''Yes Madam''

''میرے لئے تو extr dry martini اور buddy تم کیا پسند کرو گے ؟''

''Scotch on the Rocks'' (ضمیمہ 118) میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہمیں drinks serve کر دیا گیا۔ میرے منع کرنے کے باوجود Dalida نے بل کی ادائیگی 5 ڈالر کے نوٹ سے کی اور waiter سے کہا ''Keep the change''

مجھے علم نہیں کہ drinks کی کیا قیمت ہوگی مگر tip سے تھوڑا اندازہ ہوا کہ تقریباً 3 ڈالر تو ہوں گے۔ ڈانس میں مصروف ہونے کی وجہ سے ہماری کرسی پر بیٹھی ہوئی کی پشت dance floor کی طرف اور منہ دریا کی طرف تھا۔

تھوڑا تھوڑا اندھیرا چھانے لگا تو تمام waiters نے سر پر headlights کی ٹوپیاں پہن لیں جیسے کہ waiter کی سر کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ جس میں lights کی lights نظر آنے لگیں۔ دراصل بات یہ تھی کہ bar میں روشنی کا بہت کم انتظام تھا تاکہ ماحول رومانوی ہو جائے اور sexy لگے۔ waiters اپنے سر پر headlights لگائے ہوئے table پر آتے اور order لیتے جو بعد میں ان کے ہاتھوں میں torches ہوتی تھیں جنہیں ہاتھوں میں تھام لیا جاتا تھا۔ Habor Bar کی چاروں طرف شوخ lights جن سے دریا کا منظر صاف نظر آتا تھا۔

قریباً دو گھنٹے گزر گئے Dalida نے دوسرا drinks کا آرڈر دیا۔ میں نے بھی اپنی کرسی کا رخ دریا کی جانب کر لیا جہاں چاندنی میں کشتیاں اور دریا کا خوبصورت منظر پیش کر رہی تھیں۔ Dalida گہری سوچ میں غلطاں صرف ہوں ہاں میں میری باتوں کا جواب دے رہی تھی۔

Marfat.com

[illegible] more [illegible]

[illegible] bore [illegible]

[illegible]

[illegible] old ivory [illegible] old ivory [illegible] blue-white ivory [illegible]

[illegible] Dalida [illegible] romantic writer [illegible]

[illegible] professional [illegible]

[illegible] Diana Barrymore [illegible]

[illegible] autobiography [illegible] 1957 [illegible] *Too Much Too Soon* [illegible]

[illegible] John Barrymore [illegible]

[illegible] Dalida [illegible]

[illegible] Diana [illegible]

[illegible] international [illegible]

[illegible]

[illegible] Walt Whitman [illegible]

[illegible] Too Much [illegible]

[illegible]

"Afoot and light-hearted I take the open road
Healthy, free, the world before me
Henceforth I ask not good fortune, I
Myself am good fortune
Henceforth I whimper no more, postpone
No more, need nothing
Strong and content I travel the open road"

[illegible] dance floor [illegible]

[illegible]

"Dalida [illegible] Jimmy Dorsy [illegible] tune [illegible] dance [illegible]"

[illegible] waiter [illegible]

"Yes madam"

"[illegible] drink [illegible] nightcap" ([illegible] 119) [illegible] buddy [illegible]"

Marfat.com

میں نے شکریے کے ساتھ انکار کر دیا۔ میرے بضد ہونے کے باوجود بل اسی نے ادا کیا۔ آخری drink کے بعد اس نے وہاں سے جانے کیلئے مجھ سے پوچھا:

"As you please."

ہم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ جب اس کی کشتی کی طرف جا رہے تھے تو میں نے کہا: "کچھ کھایا جائے۔"

"نہیں میں اپنے نشے کو خراب نہیں ہونے دیتی۔ اتنی رقم خرچ کرنے کے بعد اب میں اپنی دنیا میں لوٹ آئی ہوں۔ اگر تمہیں بھوک ہے تو downtown میں fried ribs کی مشہور دکان سے ایک باکس خرید لیتے ہیں۔"

اس دور کی fried ribs اور French fries (potato chips) مشہور خوراک ہوا کرتی اور ٹیلیفون کرنے پر گھر میں بھی delivery کی جاتی تھی۔

اس نے کشتی واپس mooring سے کھولا اور مجھے کشتی میں پہلے داخل ہونے کی ترغیب دی۔ پھر خود کشتی میں چھلانگ لگا کر آ گئی۔ جس رفتار سے وہ کشتی چلا رہی تھی میں خوف زدہ ہو گیا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ I have a tiger in my tank." اس نے مسکراتے ہوئے مجھے تسلی سے نوازا۔ ساحل پر واپس مخصوص جگہ کشتی سے آگے چھلانگ لگا کر اتر گئی اور کشتی کو اپنی جگہ پر رسے سے باندھ دیا۔ مجھے کشتی سے باہر آنے کو کہا جو شخص کشتی کی حفاظت کرتا اسے "tip" دی۔

"Had a nice time, Dalida?" میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

پھر کار میں بیٹھ کر ہم downtown آ گئے۔

"تم کار میں ہی بیٹھو" اور خود جا کر ribs کا ایک باکس لے آئی۔

"میں نے پھر قیمت ادا کرنے کو کہا۔"

"No you are my guest, some other time."

اس نے کار کو میرے hostel کی جانب روانہ کیا۔ وہ کار چلانے کے دوران گنگنانے میں مصروف رہی جس کی مجھے سمجھ نہ آ رہی تھی۔ اس نے کار hostel کے دروازے کے بائیں جانب کھڑی کر دی اور مجھے اپنا ٹیلیفون نمبر دیا۔

"آؤ میرے کمرے میں چل کر تھوڑا بہت ہی کچھ کھا لو۔"

"نہیں پھر کبھی اور ہاں 'Take care and don't do any thing I won't do'"

اس کے بعد Dalida سے ملاقاتیں ہوتی رہیں اور وہ شراب کی بوتل میں مسلسل ڈوبتی چلی گئی۔ پھر وہ اپنی دنیا سے تعلق میں کم رہتی اسے احساس تک نہ ہوتا کہ میں یا دیگر لوگ بھی موجود ہیں البتہ کبھی کبھی وہ خودکشی کی باتیں کرتی لہٰذا میں نے اس سے تعلقات موقوف رکھنے میں ہی عافیت جانی۔

چابی گم

راقم نے دو ہفتوں کے بعد ایک مناسب apartment تلاش کر لیا جو کہ یونیورسٹی کیمپس کے قریب اور بلڈنگ کے پانچویں فلور پر واقع تھا۔ ایک بڑا کمرہ، bathroom اور ایک kitchen تمام well-furnished۔ ضروری برتن پہلے سے وہاں موجود تھے۔ تمام کی تمام بلڈنگ centrally heated تھی مگر گرمیوں کیلئے میرے کمرے میں air conditioner نہیں تھا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ دوسرے کمروں میں بھی ایسا کوئی انتظام نہیں۔ نہ ہی گرمیوں کا موسم ایسا کہ air conditioner کی ضرورت محسوس ہو۔ میں نے اپنے کمرے میں ادھر ادھر تلاش کے باوجود کوٹ لٹکانے کیلئے کوئی کھونٹی وغیرہ نہ پائی۔ بلڈنگ میں elevator کے باوجود میں سیڑھیوں سے ہوتا ہوا ground floor پر concierge (caretaker، porter یا door-keeper) کے کمرے کی طرف گیا جس کا کمرہ عمارت میں داخل ہوتے ہی دروازے کی بائیں جانب واقع تھا۔ اس سے

Marfat.com

کمرے کے دروازے سے متصل button کو push کیا تو ساتھ ہی شیشے کی چھوٹی سی کھڑکی سے اس نے پوچھا:

"کیا بات ہے؟"

"میرے کمرے میں کوڑا کرکٹ ڈالنے کی ٹوکری وغیرہ موجود نہیں۔"

"تم نئے آئے ہو؟" اس نے کھڑکی میں سے ہنستے ہوئے جواب دیا اور معاً تھوڑی دیر کیلئے وہاں سے غائب ہو گئی۔

اس کے بعد کھڑکی سے پوچھا:

"تم پاکستان یا انڈیا سے آئے ہو اور Dr. DeGiusti کے ساتھ یونیورسٹی میں کام کر رہے ہو؟"

"ہاں۔"

اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا۔ تقریباً 40 سال عمر اور نام Valery تھا۔ مجھے elevator کے دروازے تک لے گئی تو میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید وہ اپنے فلور پر جا رہی ہے۔ چونکہ اس نے elevator کا استعمال کیا لہٰذا پہلے سے ہی میرے کمرے کے پاس پہنچ گئی۔ مجھے kitchen میں لے گئی۔ kitchen کی ایک دیوار کے ساتھ تقریباً 5 فٹ کی بلندی پر ایک چھوٹا سا لوہے کا letterbox کے cover کی ساخت جیسا ایک بھاری cover موجود تھا۔ "اس cover کو ذرا اٹھاؤ تو سوراخ میں جو چیز ہو پھینک دو۔ یہ incinerator ہے جو بلڈنگ کے basement میں واقع ہے، کا ایک حصہ ہے۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور مجھے کام سمجھا دیا۔

"بلڈنگ کے بڑے دروازے کے ساتھ ایک panel نصب ہے جس پر تمام رہائشیوں کے نام درج ہیں۔ ہر نام کے سامنے ایک button اور apartment کا نمبر لکھا ہوتا ہے۔ میں اپنی تمہاری مثال دوں تو apartment No. 512 لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح میرا نمبر 12 لکھا ہے۔ apartment No 12 جو میرے نام کی جگہ پر concierge۔ جب کوئی باہر سے bell button کو push کرتا ہے تو اس button سے متعلقہ رہائشی اپنے کمرے سے متصل intercom پر بات کر سکتا ہے اور اپنے کمرے میں سے ہی button push کرنے پر بلڈنگ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہ انتظام اس لئے کہ کمرے کا رہائشی ملنے والے کو پہچان لے۔ اگر کسی مدد کی ضرورت ہو تو کوئی ... میری تمہاری مدد کر دے گی۔"

Incinerator میں ہر رات آگ جلا دی جاتی اور تمام کوڑا کرکٹ یہاں تک کہ چھوٹا موٹا لوہا بھی پگھل جاتا ہے۔

basement میں کپڑے دھونے کیلئے بھی commercial واشنگ مشینیں لگی ہوئی تھیں مگر کپڑے خشک کرنے کیلئے drying lines چھت پر تھیں۔

ایک رات ایسا ہوا کہ میں laboratory سے کافی دیر بعد اپنے apartment بلڈنگ کے دروازے پر پہنچا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو main gate اور دروازہ کھولنے کیلئے apartment کی keys موجود نہ پائیں۔ غالباً laboratory میں ہی بھول آیا تھا۔ apartment کے اندر جانے کیلئے concierge کا button بھی push کیا مگر جواب نہ ملا۔ اس رات concierge کی تمام family کسی پارٹی میں گئی ہوئی تھی۔

چند دن پہلے یونیورسٹی میں میری ملاقات ایک انگلینڈ کے رہنے والے Mr. David Arnold (ضمیمہ 120) سے ہوئی تھی۔ جو Exchange Visitors پروگرام کے تحت اسی یونیورسٹی میں Embryology پڑھانے آیا ہوا تھا اور اس کا apartment بھی اسی بلڈنگ میں تھا۔ تاہم مجھے اس کا نمبر معلوم نہ تھا۔ میں نے panel کو غور سے پڑھا۔ اس کے apartment کا نمبر 214 یعنی دوسری منزل اور چودھواں apartment۔ میں نے button کو push کیا تو تھوڑی دیر بعد intercom کے speaker پر آواز آئی:

"Who is there ?"

"Nasir. Dr P Nasir. I am locked out."

اس نے اپنے apartment میں سے button دبایا۔ مجھے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ میں اندر داخل ہو گیا تو

Marfat.com

building کا دروازہ از خود دھڑام کی آواز سے میرے پیچھے بند ہو گیا۔ اپنے apartment میں جانے کی بجائے کیونکہ میرے پاس keys نہ تھیں۔ میں نے سیدھا اُس کے اپارٹمنٹ کی طرف رجوع کیا۔ دروازے کے دائیں ہاتھ کی طرف نصب button دبایا۔ مجھے bell کی آواز سنائی دی تو اُس نے دروازے کے peephole (ضمیمہ 121) سے دیکھا اور دروازہ کھول دیا۔

"What is the metter ?"

"I have misplaced my keys somewhere."

" We are in trouble. It is not like good old England where you call a bobby and he solves this kind of problem. Let us try, anyway."

انگلینڈ میں پولیس مین کو bobby اور امریکہ میں cop یا copper کہتے ہیں۔

David نے ٹیلیفون ڈائریکٹری سے ایمرجنسی پر فون کیا۔ اپنا نام و پتہ بتایا۔ ہم دونوں kitchen میں بیٹھ کر coffee نوش کرنے لگے۔ کوئی 20 منٹ گزرنے پر Intercom speaker سے آواز ابھری (ضمیمہ 122)

"کیا یہ David Arnold کا apartment ہے؟ اور ہم police officers ہیں۔"

David نے اپنے apartment سے button کو push کیا۔ building کا باہر والا دروازہ کھلا۔ officers اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے corridor سے David کے apartment کا بٹن دبایا۔ David نے peephole سے دیکھا کہ واقعی پولیس ہے اور دروازہ کھول دیا۔

دو پولیس والے دونوں کے پاس revolvers اور مختلف قسم کے gadgets تھے۔ انگلینڈ میں پولیس کے پاس guns نہیں ہوتیں بلکہ کسی بھی قسم کا اسلحہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ ایک کے ہاتھ میں ایک metal کا toolbox تھا۔ ہم نے انہیں کافی پینے کی دعوت دی تاہم انہوں نے انکار کر دیا۔ David تو اپنے apartment میں ہی رہ گیا اور ہم تینوں سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے میرے apartment کے دروازے تک پہنچ گئے۔ ان میں سے ایک نے جس کے toolbox پکڑا ہوا تھا کوئی عجیب و غریب قسم کا اوزار نکالا۔ دروازے کے تالے کے سوراخ میں اوزار کا ایک حصہ داخل کیا تو دروازہ ایک منٹ میں کھل گیا۔ ہم تینوں اندر داخل ہوئے۔ دیکھا kitchen کی میز پر میری keys پڑی ہیں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔ "Crazy s. o. b."

building کے ہال کا دروازہ بغیر key کے کھل جاتا ہے اگر Concierge چاہے تو lock بھی کر سکتی ہے اور پھر بغیر key کے کھولا نہیں جا سکتا۔

"اپنی دنیا آپ پیدا کر زندوں میں ہے"

ایک رات Detroit, America میں شدید سردی اور برفباری بھی ہو رہی تھی۔ میری ایک دوست Jill نے ٹیلیفون کیا۔ میں نے کہا جلدی یونیورسٹی جانا ہے میرا انتظار کرنا میں تمہیں ساتھ لیتی جاؤں گی۔ میں تقریباً ہر روز صبح سویرے ہی یونیورسٹی پیدل چلتا پہنچ جاتا اور اکثر رات گئے laboratory سے واپس لوٹتا۔ ابھی apartment building سے باہر نکلا ہی تھا کہ وہ کار چلاتی ہوئی آن پہنچی میں نے اسے معمول کے راستے پر چلنے کو کہا کیونکہ میں ایک خاص news stand سے New York Times اخبار خریدا کرتا۔ انگلینڈ، امریکہ اور دیگر دنیا جہاں میں رہائش پذیر رہا ہوں۔ لوگ مخصوص news stand سے ہی اخبارات اور رسائل وغیرہ خریدتے ہیں۔ جیسا کہ پاکستان میں اکثریت ایک خاص دکان سے ہی پان، سگریٹ وغیرہ خریدتے ہیں چاہے راستے سے ہٹ کر ہی کیوں نہ ہو۔

"نہیں آج میرے والے راستے سے چلیں گے۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں! sidewalk پر ایک لڑکا کھڑا اخبارات کے بنڈل ساتھ رکھے اخبارات بیچتا ہے کوئی دکان وغیرہ نہیں بلکہ

Marfat.com

ہنسنے لگے۔

"یہ تو کوئی خاص بات نہیں ذرا کھل کر بتاؤ۔" مجھے تجسس ہونے لگا۔

"نہیں تم خود ہی اس سے پوچھ لینا۔"

اس نے کار روکی۔ ایک نوجوان برفباری میں اپنے آپ کو گرم رکھنے کیلئے آہستہ آہستہ کود رہا تھا۔ میں نیچے اترا اور اخبار کی قیمت ایک سکہ ڈبے میں ڈال کر اخبار اٹھایا۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس سے کچھ پوچھ گچھ کرتا۔ تھوڑی دیر میں ہم یونیورسٹی کے parking lot میں پہنچ گئے۔ اس نے اپنی مخصوص جگہ پر کار پارک کی اور ہم اپنے اپنے departments کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوپہر کو 12 30 کے قریب میں campus کے پاس ہی ایک fast food outlet سے hamburgers وغیرہ لینے چلا جایا کرتا۔ کبھی کبھار Jill بھی میرے ساتھ ہو لیا کرتی۔ ورنہ وہ ایک دیگر cafe سے sandwich وغیرہ کھا لیتی۔ کوئی 25 منٹ بعد میں اسی راستے پر چل پڑا جہاں وہ لڑکا اخبار بیچا کرتا تھا مگر لڑکا غائب۔ خیر میں واپس اپنے department میں آ گیا۔ 3 30 بجے میں کافی پینے کیلئے Jill کے department میں گیا کیونکہ وہاں وہی کافی کا بندوبست کیا کرتی۔ میں نے اس سے لڑکے کے متعلق پوچھا تو کہنے لگی "morning newspapers تو کب کے ختم ہو چکے ہیں۔ اب وہ evening کے اخبارات بیچنے کیلئے چار بجے وہاں پہنچ جائے گا۔"

کوئی پانچ بجے میں اس لڑکے سے بات کرنے کیلئے laboratory سے چل دیا۔ ہلکی ہلکی برفباری میں وہ لڑکا اخبارات بیچ رہا تھا۔ تقریباً تھوڑے سے اخبارات ایک ٹاٹ سے ڈھکے ہوئے تھے۔ میں شام کے اخبار نہ پڑھا کرتا لیکن اس لڑکے سے گفتگو کرنے کیلئے اخبار خریدنے کیلئے پہنچ گیا۔ ہچکچاتے ہوئے پوچھا "اگر برا نہ منو تو کیا میں چند ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں" اس نے خوشدلی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم پڑھتے وغیرہ نہیں؟"

"پڑھتا ہوں۔"

"کیا تمہارے ماں باپ پڑھانا afford نہیں کر سکتے۔ جو تم اخبارات فروخت کرتے ہو؟"

"Mr. Shaw (اصل نام نہیں) کا نام سنا ہے۔"

"ہاں وہ تو اس شہر کے امیر آدمیوں میں سے ہے اور Grosse Point (ضمیمہ 123) میں رہائش پذیر ہے۔"

"میں اسی کا بیٹا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگ مجھے اس کے نام سے یاد کریں میں نے اپنی دنیا آپ ہی پیدا کرنی ہے۔ دن کو اخبارات بیچتا ہوں اور رات کو law کی کلاسیں لیتا ہوں۔ ایک دن بڑا آدمی بن جاؤں گا اور لوگ مجھے میرے نام سے جانیں گے۔"

"خدا کرے کامیاب ہو جاؤ" میں نے حقیقتاً سچ میں کہا بلکہ دعا دی۔

اس دن سے میں اخبارات اسی سے خریدا کرتا۔

پیشہ ورانہ رقابت (Professional jealousy)

راقم کو پاکستان میں طالب علمی کے دور سے ہی بعد ازاں انگلینڈ میں اور زیادہ hardwork کرنے کی وجہ سے گویا workaholic کہا جاتا ہے۔ یہ term اس دور میں ابھی coin نہیں ہوئی تھی اسی لئے نہایت سرعت سے Professor DeGiusti کی good books کے زمرہ میں آ گیا بلکہ وہ دوستی کی طور پر احترام کرنے لگا۔ اسی laboratory میں Steve نامی لڑکا اور Fred اور ایک حبشی Ira Jones ہوا کرتے۔ Steve کے والدین Latvia سے امریکہ آ کر settle ہو گئے جبکہ Steve امریکہ میں ہی پیدا ہوا اور microbiology میں ریسرچ کیا کرتا۔ ایک اور لڑکا Jean Biggleman جو bacteriology میں ریسرچ کر رہا تھا۔ Jean یہودی مگر نہایت اعلیٰ قسم کا انسان واقع ہوا۔ Ira Jones بھی قابل ستائش

Marfat.com

اوصاف کا مالک، بظاہر Steve بھی ایسا ہی تھا مگر اندر ہی اندر سے رقابت کی آگ میں جلنے والا۔ Fred ایک bully قسم کا شخص تھا اور مویشیوں کے دماغی parasites پر ریسرچ کرتا۔

Professor اکثر مجھے Steve کے ساتھ Ann Arbor، یہ جگہ Detroit سے مشرق میں 61 کلومیٹر کے فاصلہ پر Michigan state کے جنوب مشرق میں دریائے Huron کے کنارے پر واقع ہے۔ John Allen اور Elisha W. Rumsey نے 1824 میں Ann Arbor community کی بنیاد رکھی۔ اس کا نام انہوں نے اپنی بیویوں کی یاد میں تجویز کیا۔ دونوں کی بیویوں کا نام Ann تھا اور Arbors مقامی خودرو groves کو کہا جاتا، کی ایک ندی سے snails (گھونگے) پکڑنے کے لیے بھیجا کرتا کیونکہ شروع میں اس نے snails کے parasites پر ریسرچ کی۔ دراصل میں پروفیسر کے پاس ایک اور ریسرچ کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس نے Naples, Italy سے ایک خاص قسم کی سمندری مچھلی جنہیں goby کہتے ہیں، کے parasites کو چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں preserve کیا ہوا تھا جو اس نے وہاں جا کر gobies کو پکڑ کر نکالے تھے۔ میں ان parasites کی microscope slides تیار کر کے microscope کی مدد سے study کرتا تاکہ ان parasites کی Identification کی جا سکے۔ جب میں Steve کی کار میں اس کے ساتھ جاتا تو وہ تمام وقت پروفیسر کے خلاف باتیں کرتا مگر میں خاموش رہتا۔ دراصل وہ چاہتا تھا کہ میں بھی پروفیسر کے خلاف باتیں کروں اور وہ میری پروفیسر سے شکایت کر کے مجھے ان کی نظروں سے گرا دے۔ میں زیادہ وقت ندی میں گزارتا اور ندی سے snails تلاش کرتا جبکہ Steve واپسی کی جلدی میں رہتا اور مجھے بار بار واپسی کی ترغیب دیتا۔

ایک روز جب ہم ندی پر پہنچے تو بارش ہو رہی تھی مگر میں snails کی collection کرتا رہا۔ Steve نے زیادہ وقت اپنی کار میں گزارا اور مجھے واپس laboratary چلنے پر مجبور کر دیا۔ ظاہر ہے ایک تو بارش لگاتار ہو رہی تھی اور پھر میں نے Steve کی ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ خلاف معمول ندی پر کم وقت کام کیا۔ ہماری واپسی پر حسب معمول پروفیسر ہمارا منتظر تھا۔ اس نے دیکھا کہ collection بہت کم ہے۔

''یہ ہوا اتنی تھوڑی collection!'' اس نے حیرت زدہ لہجہ میں پوچھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ میں محنتی آدمی اور جانفشانی سے کام کرنے کا عادی ہوں۔

''پروفیسر ایک تو متواتر بارش ہو رہی تھی ندی میں پانی زیادہ تھا اور دوسرے Steve بار بار واپس آنے پر بضد تھا'' میں نے Steve کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

پروفیسر سمجھدار آدمی تھا اس نے غصے کی شدت پر ضبط کا کام لیا۔ میری موجودگی میں تو چپ رہا مگر بعد میں Steve کو اپنے دفتر بلا بھیجا اور کمرے کے بند میں سرزنش کی۔

میں نے aquaria کے snails کی غذائی خوراک کے متعلق ریسرچ کی ہوئی تھی۔ جب میں Birmingham میں Ph. D کر رہا تھا تو یونیورسٹی کے قریب ایک جھیل Edgbaston Lake تھی جس کے کنارے ایک پگڈنڈی جو Lovers' Lane کے نام سے موسوم ہے۔ میں اس جھیل سے اپنی ریسرچ کے لیے snails پکڑا کرتا۔ جھیل میں ایک خاص قسم کی بوٹی جسے Elodea canadensis کہتے ہیں، یہی بوٹی snails کی مرغوب غذا ہے۔ یہ بوٹی snails کی خوراک کے علاوہ خوبصورتی کے لیے aquaria میں کافی جاتی اور شوقین حضرات مچھلیوں کے aquaria میں لگاتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں جھیل کا پانی اوپر کی سطح پر منجمد ہو جاتا تو میں ہتھوڑے سے برف توڑتا اور ہاتھ ڈال کر snails پکڑتا۔ ایک روز سخت سردی تھی میرے ہاتھ سردی کی شدت سے سن ہو چکے تھے۔ میں نے چند snails تو پکڑے مگر شدید سردی کی وجہ سے snails کی خوراک Elodea لانا بھول گیا۔ laboratory میں آ کر snails کو مختلف aquaria میں رکھ دیا مگر مجھے احساس ہوا کہ میں تو Elodea لانا بھول گیا ہوں۔ اس دن دوپہر کے کھانے کے لیے میں نے یونیورسٹی کی refractory سے ایک salad sandwich خریدی جس میں lettuce بھی تھی اور ایک chicken sandwich میں نے بیگ میں چھپا لیے...

Marfat.com

اچانک مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ lettuce کا ایک پتا aquariam میں ڈال دوں۔ شاید snails اسے کھالیں لہٰذا ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر میں snails پتے کو چٹ کر گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد میں باقاعدہ lettuce خرید لیتا اور snails کی خوراک کیلئے استعمال میں لاتا۔ پھر میں نے lettuce کو heater کی مدد سے dry کرنا شروع کیا تو اس کے flakes بنتے اور ایک ڈبے میں جمع کر لیتا۔ مناسب مقدار میں flakes کو aquaria میں ڈالا کرتا تو snails بہت رغبت سے کھاتے۔ جب میں Venezuela گیا تو وہاں بھی میں snails کو lettuce ہی خوراک کیلئے دیتا۔

قریباً آدھی رات کو لیبارٹری سے فارغ ہو کر میں اپنے اپارٹمنٹ میں پہنچا۔ کھانے کیلئے ایک دکان پر ribbs اور chips کیلئے ٹیلیفون کیا۔ تھوڑی دیر بعد میرے کمرے کا Intercom activate ہوا۔ میں نے بٹن دبایا۔ باہر کا دروازہ کھلا اور ایک شخص کھانا لئے میرے اپارٹمنٹ میں آ گیا۔ میں نے اسے قیمت ادا کی اور وہ چلا گیا۔ جب کھانے کی بات چل رہی ہے تو اس دور میں "T V Dinners" ہوا کرتے۔ ہر قسم کا گوشت، سبزیاں وغیرہ یا pizza ایک aluminium کی foil میں tray سمیت wrap ہوتے۔ بس اس tray کو oven میں ایک خاص temperature پر خاص وقت کیلئے رکھو تو dinner تیار۔ tray کو پلیٹ کے طور پر استعمال کرو۔ tray، aluminium اور بچا کھچا Incinerator میں پھینک دو۔

دوسرے روز حسب معمول سب سے پہلے میں laboratory پہنچ گیا۔ snails کی دیکھ بھال کرنے کے بعد اپنا lab coat پہنا اور microscope کی مدد سے naples کی مچھلیوں سے نکالے ہوئے pasites کو study کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد دوسرے research workers بھی آ گئے۔ پروفیسر lab میں اس وقت آتا جب کوئی consultation یا discussion کی ضرورت ہوتی ورنہ وہ اپنے آفس میں ہی مطلوبہ شخص کو بلا لیتا۔ Steve نے مجھے صرف "Hey doc" کہا اور کوئی دوسری بات جیسے "Did you sleep well ?" نہ کہا میں سمجھ گیا کہ پروفیسر نے اسے خوب لتاڑا ہوگا۔ میں نے بھی اس سے غیر ضروری بول چال بند کر دی۔

تھوڑی دیر بعد میری slides گم ہونا شروع ہو گئیں۔ تمام ریسرچ کی اشیاء میز پر پڑی رہتیں۔ تالے وغیرہ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ مجھے شک ہوا کہ یہ Steve کی ہی کارستانی ہے کیونکہ پروفیسر نے خود Naples جا کر gobies کے parasites اکٹھے کئے اور اطلاع کی۔ پروفیسر میری غیر ذمہ داری کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوگا مجھے یہ اندیشہ لاحق تھا۔ ایک روز پروفیسر نے کہا

"چند ہفتوں تک ہم Bimini (British West Indies) چلیں گے۔ Gobius Jozo جس کے parasites میں نے Naples سے collect کئے تھے وہ مچھلی Bimini میں بھی موجود ہے۔ Bimini کی *Gobius* اور Naples کی *Gobius* کے parasites کی comparative study کرنی چاہئے" (ضمیمہ 123 A)۔

"جیسے آپ کی مرضی میں تو یہاں اس ریسرچ کرنے کیلئے آیا ہوں اور جلدی سے جلدی کچھ papers شائع کرنا چاہتا ہوں"

"Take it easy. there is no hurry"

"No sir آپ تو establish ہو چکے ہیں اور میں نے ابھی establish ہونا ہے پھر 'publish or perish' کا اصول بھی چھوڑا تو نہیں۔"

"That's my boy. keep it up"

جب Steve سے واقفیت ہوئی تو اس نے پھر دوستی کا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ "Doc تمہارے اکیلے کیلئے کام مشکل ہے۔ تمام دن سمندر کے کنارے مچھلیاں پکڑنا، شام کو laboratory میں انہیں dissect کرنا اور parasite کو نکال کر preserve کرنا ایک آدمی کے بس کا روگ نہیں۔" اس نے ایک روز نہایت خوشگوار موڈ میں مجھے ایک coffee shop میں کہا:

"میرے ساتھ پروفیسر بھی تو ہے۔"

"forget about that وہ تو بوڑھا آدمی ہے اس کیلئے اتنی محنت بہت زیادہ ہے کیوں نہ پروفیسر کو کہوں کہ مجھے بھی مشقت کے پیش نظر ساتھ لے چلے۔"

Marfat.com

"میں پروفیسر کو مشورہ نہیں دے سکتا اس کے موڈ سے اچھی طرح واقف ہوں۔" پروفیسر Italian اور سخت طبیعت کا انسان، معمولی بات پر ڈانٹ دیا کرتا۔ ایک روز پروفیسر دیر سے سکول میں آیا تو میں نے اس سے پوچھا کیا خیر یا بات ہے آپ تو میرے بعد دوسرے شخص ہیں جو سکول میں جلد آتے ہیں۔ اس کا چہرہ غصہ کی شدت سے لال بھبوکا اور اشتعال انگیز لہجہ میں کہنے لگا

"That lousy woman driver was in front of my car. She was giving indicator toward one lane and moving to another. son of bitch. I hate women driviers" اور تقریباً تمام دن اس کا موڈ مشتعل رہا۔

"اچھا تو میں خود ہی پروفیسر سے بات کرونگا مگر میری مخالفت نہ کرنا۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے۔ boss تو وہی ہے۔"

کوئی ایک ہفتہ بعد پروفیسر lab میں نہایت خوشگوار موڈ میں آیا۔ میں parasites کی study میں مصروف تھا۔ اس نے کہا "Pir ایک microscope ایک dissecting microscope، ضروری reactives مختلف قسم کی slides اور سٹور میں nets اور knee-length بوٹ موجود ہیں۔ میرے لئے اور اپنے لئے اکٹھے کرو۔ اتوار کو چھٹیں ہیں میں نے جہاز کی Detroit سے Miami اور پھر Miami سے Bimini تک seats بک کروا لی ہیں۔ Bimini میں کوئی دو ہفتے رہیں گے۔"

"Yes Prof."

"اور ضروری کپڑے وغیرہ بھی تیار کرلو۔"

پروفیسر میرے پاس ایک سٹول پر بیٹھ گیا اور دوسرے research workers سے ان کے کام کے متعلق پوچھنے لگا جب وہ Steve سے مخاطب ہوا تو اس نے کہا "Dr. Nasir کہتا ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ Bimini جاؤں۔"

"پروفیسر میں نے بالکل نہیں کہا۔ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" میں نے فوراً کہا

Steve stop that lying. I know Pir. very well. and rest assured you are not going anywhere."

اس نے غصہ کی حالت میں اٹھ کر اپنا اور بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا دوسرے research workers پر خاموشی طاری ہو گئی کافی دیر تک کسی نے کوئی بات چیت کرنے کی جسارت نہ کی۔ Steve نے اپنا hat پہنا اور بغیر کچھ کہے وہ بھی lab سے باہر نکل گیا۔ اس کے بعد Steve نے مجھ سے بات چیت کرنا ختم کر دی۔

اتوار کی صبح پروفیسر کا ایک دیرینہ student جس کا نام Newton Kingston تھا مگر اسے Newton کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا نے مجھے میرے اپارٹمنٹ سے collect کیا بعد میں پروفیسر کو اس کے گھر سے اپنی کار میں بٹھایا اور ہم Detroit کے airport پر پہنچ گئے۔ Miami جہاز نے لینڈ کیا۔ Miami سے ایک عجیب کی پرواز Bimini کے لئے شروع کی۔ جب جہاز نے Bimini کی ائیرپورٹ پر اترنا شروع کیا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور ایسا لگا جیسے جہاز پانی میں گر جائیگا۔ میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا کہ جوں جوں جہاز نیچے اترتا سمندر کا پانی کھڑکی سے صاف نظر آتا لیکن کوئی airport موجود نہ تھا۔ میری تو جان نکلنے لگی۔

"What's wrong with you ?" پروفیسر نے پوچھا۔

"کوئی airport نہیں۔ جہاز سمندر میں گرنے کا خدشہ ہے۔"

پروفیسر نے فلک شگاف قہقہہ لگایا اور کہا" Hey buddy. this is an amphibious(hydroplane) plane سمندر اور خشکی دونوں پر takeoff اور land کر سکتا ہے۔"

میری جان میں جان آئی جہاز سمندر میں اتر گیا اور آہستہ آہستہ جب پانی کو چھوا تو کشتی کی مانند رواں دواں ایک mooring پر آ لگا۔ ہم نے اپنا سامان جو کہ مسافروں کی بیٹھنے والی جگہ پر ہی تھا اٹھایا اور خشکی پر آ گئے۔ دونوں کے علاوہ اور کوئی مسافر نہ تھا۔ اس چھوٹے سے Island پر کوئی ٹیکسی وغیرہ موجود نہ تھی۔ ہم اپنا سامان لئے ایک rest-house میں وارد ہوئے جو پہلا

Marfat.com

وقت تھی۔ پروفیسر اپنے کمرے میں اور متصل کمرے میں میری جگہ مختص تھی۔ ساتھ ہی ایک لیبارٹری جہاں ریسرچ کا سامان رکھ دیا۔ کھانا کھانے کیلئے قریب ایک ہی restaurant پر hamburgers اور chips کھائے۔

اسی rest-house میں ایک Sweden کا سائنسدان اور اسکی بیوی بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ تین ہفتوں سے یہاں مقیم barracuda کے nervous system پر کام کر رہا تھا۔

ایک روز ہم چاروں ریسٹورینٹ میں ایک ہی میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد کافی پیتے وقت میں نے Swede سے پوچھا: "Nobel prize کا system کیسے کام کرتا ہے؟"

"کتنے ہی لوگ Nobel prize کے امیدوار ہوتے ہیں۔ میں بھی Nobel Selection Committee کا ممبر ہوں۔ ہم قطعی غیر جانبداری پر یقین رکھتے ہیں۔"

"یہ میرے لیے ایک نئی Information تھی۔"

پروفیسر دن کو تھوڑی دیر میرے ساتھ مچھلیاں پکڑتا اور پھر واپس rest-house کی lab میں مصروف ہو جاتا۔ لہذا شام تک میں اکیلا ہی مچھلیاں پکڑتا رہتا۔ پھر رات کو مچھلیوں کی dissection کرتا۔ parasites کو preserve کرنے میں میرے ساتھ ہی کام کرتا رہتا۔ 17 دن کے بعد دوبارہ amphibious plane میں بیٹھ کر واپس Miami لوٹ آئے۔ یہاں سے پروفیسر نے Newt، Detroit فون کیا اور اسے مقررہ وقت پر Detroit کی airport پر اپنی کار لے کر آنے کیلئے کہا۔

Miami سے Detroit کی flight میں کوئی چار گھنٹے کا وقفہ تھا۔ پروفیسر تو Transit Lounge میں بیٹھ کر اخبارات رسائل وغیرہ پڑھنے لگا جبکہ میں shopping کیلئے ادھر ادھر گھومنے لگا۔ مجھے toilet جانے کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے اس کا کوئی خیال نہ کیا کہ toilets کے باہر ایک policeman کھڑا ہے۔ میں جلدی اپنی جھونک میں اندر داخل ہوا تو policeman بھاگ کر میرے پیچھے ہو لیا اور میرا بازو پکڑ کر کہنے لگا: "Not here man, it is for blacks only" اور مجھے تیزی سے "Whites" کے toilets کی طرف اشارہ کیا۔

اس دور میں یہ امتیاز عروج پر تھا۔ bus میں blacks یعنی کہ Negroes جنہیں حقارت سے Niggers کہا جاتا، بیٹھے ہوتے اور کوئی جگہ نہ ہوتی تو کسی white کے bus میں داخل ہونے کے بعد black احتراماً اٹھ کھڑا ہوتا تاکہ white وہاں بیٹھ سکے۔ کئی بسوں میں blacks کی seats ایک طرف اور whites کی دوسری طرف ہوتیں۔ چونکہ میرا رنگ بھی زیادہ سفید تھا۔ اس policeman نے مجھے Whites میں سے تصور کیا۔ اب تو حالات کافی بدل چکے ہیں۔ کئی برسوں کی بات ہے۔ ہندوستان کے Foreign Minister، Krishna Menon امریکہ میں کار پر کہیں جا رہا تھا تو Turnpike (Motorway) پر تیل ڈلوانے کیلئے ایک filling station پر رکا (ضمیمہ 124) تو establishment نے اسے serve کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس کا رنگ کالا تھا۔ اس نے اپنی identification کے متعلق بتایا تو پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔

جب میں نے پروفیسر کو اس واقعے کے متعلق بتایا تو اس نے کہا کہ امریکہ کے کچھ شمالی شہروں میں اور جنوبی ریاستوں میں کئی امتیازی سلوک خاص طور پر زیادہ ہے۔ "تمہیں پہلے ہی Whites کے toilets میں جانا چاہئے تھا۔"

"مگر مجھے ایسے امتیازی سلوک کے متعلق تو کوئی تجربہ نہ تھا اور پھر میں نے دیکھا ہی نہیں کہ policeman کھڑا ہے ویسے بھی میں Whites میں شامل تو نہیں ہوتا۔"

"Negroes کے گھنگھریالے بال، موٹے ہونٹ اور کالا سیاہ رنگ۔"

"Japanese اور Chinese کس category میں آتے ہیں؟"

"Yellow"

"تو میں بھی Yellow میں سے نہیں ہوں؟"

"نہیں ان کے نقش و نگار مختلف ہوتے ہیں۔"

Marfat.com

Flight لے کر Miami سے Detroit پہنچے تو Newt کار لیے پہنچا تھا۔ وہاں سے سیدھے lab میں نے ضروری اشیاء کو وہاں رکھا پھر Newt نے مجھے apartment building میں drop کیا اور پروفیسر واپس گھر چلے گئے۔

ایک روز پروفیسر نے مجھے کہا کہ Naples اور Bimini سے collect کیے ہوئے ایک خاص قسم کے genital atria کی comparative study کرنی مطلوب ہے۔ میں نے parasites کی slides تیار کیں اور microscope کی مدد سے study شروع کر دی۔

دن بدن Steve کا حسد میرے ساتھ زور پکڑتا گیا۔ میری بول چال تو اس سے پہلے ہی منقطع تھی۔ دوسرے research workers کو بھی lab میں اس کیفیت کا پتہ چل گیا۔ میرے خیال سے پروفیسر کو بھی علم تھا۔ اکثر اوقات پروفیسر مجھے اور چند research workers کو چائے پلانے پر Invite کرتا مگر Steve کو نظر انداز کر دیتے۔

ایک شام پروفیسر نے مجھے اپنے گھر پر مدعو کیا۔ کھانا کھانے کے بعد مختلف topics پر اس نے مجھے lantern slides دکھانا شروع کیں۔ اتنی slides دکھائیں کہ میں bore ہو گیا اور پروفیسر تھا کہ slides پر slides دکھا رہا تھا۔ یہ غالباً ستر کی دہائی تھی کہ اس دور میں video cassettes کا رواج نہیں تھا مگر lantern slides کی craze تھی۔ پروفیسر نے شاید بھانپ لیا کہ میں bore ہو گیا ہوں لہذا کوئی آدھی رات کے قریب وہ مجھے اپنی pickup میں میری رہائش گاہ پر چھوڑ گیا۔

دوسرے روز مجھے Jean نے مسکرا کر کہا "slides کیسی تھیں؟" غالباً اسے علم تھا کہ پروفیسر جب کسی کو گھر پر مدعو کرتا ہے تو اس کو slides پر ہی زور دیتا ہے۔

"اچھی تھیں مگر بہت زیادہ۔ میں کچھ bore سا ہو گیا تھا۔"

Steve نے یہ بات سن لی اور پروفیسر سے میری شکایت کر دی۔ نجانے اس نے اپنی طرف سے کیا کچھ بڑھا چڑھا کر کہا ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر نے مجھے علیحدہ بلایا اور کہنے لگا: "میں سب کچھ جانتا ہوں۔ jealousy اور یہ Professional jealousy ہے۔ مجھے تمہارے جیسے conscientious worker سے کوئی شکایت نہیں۔"

چند ہفتے گزرے ہوں گے کہ وہ slides جنہیں parasites کی genital atria کی study میں استعمال کر رہا تھا گم ہو گئیں۔ میں ابھی تلاش ہی کر رہا تھا کہ پروفیسر آ گیا۔

"کیا بات ہے کیا تلاش کر رہے ہو؟"

"پروفیسر میری نہایت ضروری slides گم ہو گئی ہیں۔"

"Take it easy مل جائیں گی۔" اور وہ چلا گیا۔

اس وقت Steve موجود نہیں تھا۔ دوسرے روز کوئی ساڑھے دس بجے تک جب میں coffee break سے واپس لوٹا تو slides میرے میز پر موجود تھیں۔ Steve اس دن 12 بجے کے بعد lab میں آیا۔ پروفیسر سے میں نے کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی اس نے مجھ سے پوچھا۔ میرے خیال میں ہوا یوں کہ Steve نے وہ slides چوری کر لی تھیں اور پروفیسر نے کسی طریقے سے اس کو واپس کرنے کی ترغیب دی۔

معالج خود مریض!

جب تک پاکستان میں رہا گھر سے کئی سالوں کی دوری کی وجہ سے میری دماغی حالت کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ دل اداس رہتا۔ میں نے پروفیسر Dr DeGiusti سے مشورہ کیا کہ وہ ایک دماغی امراض کے ماہر کا جو Downtown Detroit میں ہو پتا دے۔ وہ اس سے میرے لیے ٹائم لے کر بتائیں۔ رضا مند ہو گیا۔ مقررہ روز شام کو میں اس کے کلینک میں پہنچ گیا۔ وہ عمر رسیدہ، سفید بال، داڑھی بھی Kentucky Fried Chicken کے مالک کرنل کی داڑھی کی طرح کم چھوٹی ہوئی اور آنکھ پر monocle۔ اس نے مجھے مریضوں کے couch پر لٹا دیا، ساتھ ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی پائپ سلگائی اور اس کی ...

Marfat.com

میری آنکھوں سے کچھ فاصلے پر پینڈولم کی طرح ہلانا شروع کر دیا ساتھ ہی مشورہ دیا کہ اس گھڑی کی طرف دیکھتے جاؤ۔

اس نے مجھ سے کئی سوال پوچھنے شروع کیے خاص طور پر میرے ماں باپ کے متعلق میری ابتدائی زندگی کیا خوشحالی یا تنگ دستی میں گزری بچپن کی خواہشیں پوری ہوا کرتی تھیں کہ نہیں، کہاں کے رہنے والے ہو؟ یہاں کس طرح آئے کیا کر رہے ہو وغیرہ وغیرہ۔

میں نے کئی جواب دیئے کہ میرا بچپن خوشگوار گزرا ہر قسم کی مالی سہولت میسر تھی۔ میری والدہ کو اپنے خاوند کا گھر چھوڑنا پڑا میری پیدائش میرے ماموں کے گھر میں ہوئی۔ میری دادی ظالم قسم کی عورت تھی۔ میرا باپ اس کی ہر جائز ناجائز بات مانتا۔ میری دادی نے میری والدہ ماجدہ کے جہیز کے کپڑوں پر تیزاب چھینک دیا اگر ماموں کی سرپرستی میسر نہ ہوتی تو میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں ہوتا۔ میرے ماموں اور نانی صاحبہ نے نہایت ناز و نعمت سے پالا اور میں اپنے ماموں کو اپنا حقیقی والد سمجھتا۔ مجھ پر حقیقت اس وقت فاش ہوئی جب میں نے میٹرک کے امتحان کیلئے فارم پر کئے تو ہیڈ ماسٹر نے آگاہ کیا کہ میرے باپ کا نام تو کچھ اور ہے۔

اچانک اس نے گھڑی کو ہلانا بند کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کی داڑھی کو تر کرتے چلے گئے۔ میں couch سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی دکھ بھری داستان سنانا شروع کر دی۔ بات یوں تھی کہ وہ یہودی تھا اور اس کی تمام فیملی کا قتل Treblinka concentration camp میں ہوا اس وقت جب ہٹلر یہودیوں کی فائنل سلوشن پر گامزن تھا۔ اسے اپنی والدہ سے والہانہ محبت تھی۔ اس کی ماں کی دکھ بھری کہانی یہ کہ اس کا باپ اس کی والدہ کو بہت اذیت پہنچایا کرتا اور وہ کسی طرح کیمپ سے بچ کر نکلا اور امریکہ پہنچ گیا جہاں پر اس نے M D کی ڈگری حاصل کی۔ میں اٹھ کر ساتھ پڑی ہوئی دوسری کرسی پر بیٹھ گیا وہ اپنی زندگی کی کہانی سناتے سناتے couch پر لیٹ گیا اور اس کی ہچکی بندھ گئی۔ میں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے واپس لوٹ آیا۔

دوسرے روز پروفیسر نے مجھ سے ڈاکٹر سے ملاقات کے متعلق پوچھا تو میں نے جو بیتی وہ سنا دیا اور اس نے بھی یہودیوں پر ظلم کی داستانیں سنائیں۔ یہ تو تھا اپنے دکھڑے سنانے اور گھر سے کئی سال کی دوری کو بھلانے کیلئے مگر ڈاکٹر صاحب خود بھی دکھڑے مارے تھے۔

Insomniac

Detroit کی ٹیلیفون ڈائریکٹری میں میرا نام ڈاکٹر چوہدری نصیر درج تھا۔ میں Hancock روڈ پر ایک اپارٹمنٹ بلڈنگ میں رہا کرتا۔ کوئی آدھی رات کے وقت ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو ایک عورت کہہ رہی تھی: "کیا یہ ڈاکٹر چوہدری نصیر ہے؟"

"ہاں وہی بول رہا ہے۔"

"ڈاکٹر مہربانی کر کے جلدی آؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے میں تمہارے اپارٹمنٹ سے کچھ دور نہیں رہتی مہربانی کر کے جلدی سے آؤ۔"

"محترمہ سنو میں وہ ڈاکٹر نہیں جو کہ تم سمجھ رہی ہو۔ میں Ph. D ہوں۔ M. D. نہیں"

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا تمہارے پاس میری مدد کرنے کیلئے چند منٹ ہی باقی ہیں اگر تم نہ آؤ گے تو میں اپنے آپ کو گولی مار دوں گی پستول میرے میز پر پڑا ہوا ہے۔"

اس دور میں میں جوان تھا اچھے برے کی زیادہ تمیز نہ تھی بغیر سوچے سمجھے میں اپنی بلڈنگ سے چلتا ہوا اس کے فلیٹ تک پہنچ گیا کوئی ایک بلاک کے فاصلے پر تھا میں نے بلڈنگ کے مین گیٹ کا بزر دبایا تو ایک خوبصورت خاتون جو کہ تیس برس کی تھی اور ہاتھ میں پستول تھامے نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا، "اندر آ جاؤ۔"

"پستول مجھے دیدو۔"

"کیوں؟"

"کیا مسئلہ ہے؟ ذرا آرام اور تحمل سے کام لو۔"

باتیں کرتے ہوئے اس کے گراؤنڈ فلور کے اپارٹمنٹ میں ہم دونوں داخل ہو گئے۔ ابھی بیٹھے ہی نہ تھے تو کھڑے کھڑے

Marfat.com

کہنے لگی: "مجھے Jane نے ٹیلیفون کیا ہے اُس نے میرا خاوند چھین لیا ہے میں اپنے خاوند سے بہت پیار کرتی ہوں اور اس کا بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے اپنے پہلے خاوند کو اس سے شادی کرنے کیلئے طلاق دے دی تھی اور اب وہ مجھ سے ایک انداز کھیل رہا ہے میں زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔"

"کیا تم Jane کو جانتی ہو؟"

"نہیں۔"

"تمہارا خاوند کہاں ہے؟"

"وہ کاروبار کے سلسلہ میں کوئی ایک ہفتہ کیلئے Anchorage, Alaska گیا ہوا ہے۔"

"اور Jane نے کہاں سے فون کیا؟"

"کچھ پتہ نہیں۔"

"اپنے خاوند کو ٹیلیفون کرو۔"

اس نے اپنے خاوند کو ٹیلیفون کیا تو اس نے جواب دیا کوئی تین دن کے بعد وہ گھر واپس آ رہا ہے اور وہ تو Jane کا نام بھی نہیں جانتا۔ پہلی بار اُسکا نام سنا۔ بعد میں پتہ چلا کہ Jane ایک فرضی نام تھا پولیس نے کال کو ٹریس کیا تو حقیقت سامنے آئی کہ یہ پاگل قسم کی کوئی جوان لڑکی Insomniac (بے خوابی کا مریض) تھی اور وہ اس قسم کا مذاق عام کیا کرتی۔

Delirium tremens

Detroit میں راقم کے ہی floor پر apartment No 514 میں کوئی 30 سالہ امریکن عورت Ethel تھی جو شراب نوشی کی وجہ سے کافی مشہور تھی جبکہ نقش و نگار اور عمر کے لحاظ سے دلکش بھی واقع ہوئی۔ وہ یونیورسٹی کے theatrical group سے منسلک خوش مزاج لڑکی تھی کبھی سامنا ہوتا تو ہمیشہ دلکش مسکراہٹ سے استقبال کرتی اور مجھے اکثر اپنے ساتھ outing کی ترغیب دیتی تاہم میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے ہمیشہ ٹال دیتا۔ علاوہ ازیں اس کی شراب نوشی کی عادت چونکہ حد سے زیادہ ہو چکی تھی میں اس قسم کا رسک نہ لینا چاہتا۔ میں laboratory سے گھر اور کبھی کبھار ویک اینڈ پر Downtown window shopping کے لئے چلا جاتا کیونکہ میرے سر پر صرف "Publish or perish" کے motto کا بھوت سوار رہتا۔ اس کے بغیر میں اپنے آپ کو academic field میں establish نہیں کر سکتا تھا۔ گھر کی یاد بھی ستاتی رہتی جب بہت زیادہ پریشانی کا موڈ بنتا تو میں غم غلط کرنے کے لئے کسی ایسی بار میں چلا جاتا جہاں Jukebox کا بندوبست ہوتا۔ میں Nat King Cole، Ella Fitzgerald یا Frank Sinatra کے ریکارڈ Jukebox میں coin ڈال کر سنا کرتا۔ اپنے وطن سے دور مجھے 9 برس ہو چکے تھے۔ مشہور Harry Belafonte کا ایک مشہور گانا:

"Juanita my darling
Sure you love me
My sweet heart from Venezuela ..."

کیا خبر کہ مجھے بعد میں Venezuela ہی میں settle ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ Nat King Cole کا یہ گانا بھی پسندیدہ تھا۔

"Sitting by the ocean
Me how she feel sad
Don't get the money.
To take me back to Trinidad..."

Marfat.com

اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ جب انگلینڈ سے امریکہ آنے والا تھا تو میرے دوستوں نے ایک الوداعی پارٹی دی اور Grundig کے tape recorder پر ایک گانا لگایا:

"تم مجھے بھول بھی جاؤ تو یہ حق ہے تم کو
میری بات اور ہے میں نے تو محبت کی ہے۔۔۔"

جس نے مجھے اداس کر دیا۔ کوئی آدھی رات کے قریب دو اور گانے tape recorder پر سنائے گئے جو مجھے بہت پسند آئے۔ ان کے بول یوں تھے:

"آ لوٹ کے آجا میرے میت تجھے میرے گیت بلاتے ہیں
یہ گھڑی نہ جائے بیت تجھے میرے گیت بلاتے ہیں۔۔۔"

اور

"بڑے ارمانوں سے رکھا ہے ہم پہلا قدم
پیار کی دنیا میں یہ پہلا قدم او پہلا قدم۔۔۔"

اس ضمن میں میری بیگم خوش الحان واقع ہوئی ہے چونکہ مجلس عزا میں اکثر نوحہ قصیدہ پڑھا کرتی۔ پُراثر آواز میں سوز و گداز ہیں۔ جب میں Venezuela میں ملازمت کر رہا تھا تو بیگم کو یہ تینوں گانے پہلے سے ہی ازبر تھے۔ اکثر اوقات ساحل سمندر کی سیر کو جاتے تو وہ گانا یاد کرتی اور میں حسب عادت کار کی پچھلی سیٹ پر دائیں طرف بیٹھتا تو بیگم کار چلانے کے ساتھ ساتھ یہ گانے بھی گاتی جاتی۔ ہمارے معمول کی قدر مشترک یہ آئی ہے کہ مشہور singer جس کا نام سہگل تھا رات کو بمبئی میں یہ کہتا تو اس کا ڈرائیور اس کے پسندیدہ گانے گاتا اور سہگل پچھلی سیٹ پر بیٹھا سر دھنتا جاتا۔

بات ہو رہی تھی Ethel کی۔ ایک رات موسلادھار بارش میں اس نے تقریباً گیارہ بجے میرے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور دستک اس قدر زوردار دی کہ میں نے جلدی جلدی اپنا nightgown پہنا اور دروازہ کھول دیا۔

"Doctor Nasir there is a crab crawling on the roof of my apartment. come quick."

یہ کہتے ہوئے وہ میرا بازو پکڑ کر کھینچنے لگی تو میں نے کہا:

"ذرا ٹھہرو، اپنے دروازے کا latch تو off کر لوں ورنہ دروازہ بند ہو گیا تو میں lockout ہو جاؤں گا۔"

"چھوڑیں یہ سب، میں ڈر رہی ہوں" اور مجھے کھینچتے ہوئے اپنے اپارٹمنٹ میں لے آئی۔

"یہاں crabs کہاں؟ یہ تو Atlantic Ocean میں پائے جاتے ہیں۔"

"ابھی ابھی چھت پر تھا۔"

"کیا رنگ تھا اس کا؟"

"سفید۔"

"crab کا رنگ سفید نہیں ہوتا۔ ہاں اگر ابلتے پانی میں ڈال دیں تو pink رنگ ہو جاتا ہے۔"

خوفزدہ اپنے بستر پر دراز ہو گئی اور مجھے ساتھ کے sofa پر بیٹھنے کو کہا۔ بجلی کا button اس نے off کر دیا اور کہنے لگی:

"اندھیرے میں نظر آتا ہے۔ جب یہ چھت پر crawl (رینگنا) کر رہا تھا تو میں ایک دیوار کے پاس گئی اور crawl کرتا ہوا میری طرف آیا۔ اس کے antennae اور آنکھیں بھی صاف نظر آ رہی تھیں۔ جب میں واپس آ کر لیٹی تو دوبارہ چھت پر crawl کرنے لگا۔"

"مجھے تو نظر نہیں آ رہا، شاید بجلی off ہے۔" میں نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے بھی۔" اس نے جواب دیا۔

Marfat.com

"شاید DTS ہے۔" (DTS، Delirium tremens کہتے ہیں۔ Delirium ایک ایسی دماغی کیفیت ہے جس میں speech کی حالت incoherent اور hallusinations نظر آتے ہیں۔ frenzied excitement اور ecstasy کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ Delirium tremens ایک خاص قسم کی delirium کی حالت جس میں tremors اور خوفناک delusions نظر آتے ہیں۔ یہ کیفیت اضافی شراب نوشی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اکثر اوقات alcholics اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔)

"مگر پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ میں صرف 30 سال کی ہوں۔ DTS کے لئے یہ میری عمر ابھی نہیں۔ میں زیادہ شراب نوشی تو نہیں کرتی۔ بس social drinker ہوں۔ بہر حال کافی عرصے سے شراب نوشی تو نہیں کر رہی تو یہ 10 سال سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس کے علاوہ میں آوازیں وغیرہ بھی نہیں سنتی اور کوئی ایسی ویسی چیزیں بھی تو نظر نہیں آتیں۔"

social drinker کی بات چلی ہے تو میں وضاحت کرتا چلوں جب میں Venezuela میں تھا تو وہاں شراب نوشی کے بغیر پارٹی وغیرہ کا تصور ہی نہیں تو کسی پارٹی میں invite ہوتا یا خود پارٹی throw کرتا تو جب سے میں نے شراب نوشی چھوڑی اکثر اپنے لئے تقریباً آدھے گلاس میں تھوڑا سا soda اور coke کا رنگ ice cubes ڈال لیتا جب مجھے دوست پوچھتے تو میں کہتا "Whiskey social" پی رہا ہوں۔ انہیں خبر بھی نہ ہوتی کہ اس میں تو whiskey موجود نہیں تھی مگر رنگ whiskey اور Coke جیسی ہوتی۔

"Ethel کی وجہ alcholic ہونے کی ہے 10-15 سال تک یہ روزانہ شراب نوشی کرتی رہی ہے۔"

اس کے بستر کے قریب sidetable پر Seagrram کی بوتل رکھی ہوئی جس میں ابھی کچھ شراب باقی تھی وہ وقفہ وقفہ سے چسکیاں لے رہی تھی۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

"نہیں تھوڑی دیر ٹھہریں شاید وہ crab پھر آ جائے۔" اس نے لائٹ بند کر دی اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔

"لائٹ بند ہوئے تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا ہے مجھے تو چھت پر کوئی crab نظر نہیں آ رہا" میں نے عذر کیا۔

"اور واقعی مجھے بھی۔ شاید جب میں اکیلی ہوتی ہوں تو تب نظر آتا ہے۔"

میں اندھیرے ہی میں اٹھ کر چلا گیا اور آتے وقت اس کے دروازے کے latch button کو on کر کے دروازہ بند کر دیا۔

کوئی دو ہفتے گزر گئے ہوں گے کہ میں اتوار کے دن apartment کے قریب ہی dining car (Fast food outlet کی شکل ریل کے ڈبے کی طرح تھی) میں بیٹھا Milanese steak اور French fries کھا رہا تھا کہ Ethel بڑی جلدی جلدی اپنی حالت میں میرے ساتھ والے stool پر آ کر بیٹھ گئی۔

"میں نے ہفتے کی تمام رات ایک دوست کی پارٹی میں گزاری اور ابھی ابھی وہاں سے آ رہی ہوں" اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے شوخی حالت میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"اتنے دنوں سے تمہیں دیکھا نہیں" میں نے پوچھا۔

"Days of wine and roses. one of those things."

"کچھ کھاؤ گی؟"

"اتنی شراب پینے کے بعد میں اس قدر سیر ہوں کہ میں کھانا کھانا بالکل نہیں کرنا چاہتی۔"

"تھوڑی دیر میں کھانا ختم کر لوں تو تمہارے اپارٹمنٹ تک چھوڑ آتا ہوں۔"

"کیا سمجھتے ہو میں اپنے حواس میں نہیں۔ میں خود جا سکتی ہوں" اس نے ذرا غصے میں جواب دیا۔

"نہیں تم بالکل ٹھیک ٹھاک ہو میں تو صرف تمہاری company کے لئے کہہ رہا ہوں۔"

"اب ہوئی نا بات ہاں تو کئی راتوں سے مجھے crab وغیرہ تو نظر نہیں آتے مگر عجیب و غریب آوازیں سنتی ہوں۔ ساتھ

Marfat.com

والے اپارٹمنٹ میں لوگ دیر تک باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ہمسائیوں کا خیال نہیں رکھتے۔"

"کیسی آوازیں؟"

"انسانوں کی نہیں۔ بلکہ جانوروں کی سی۔"

میں نے سمجھ لیا کہ Ethel اب alcholic اور Delirium tremens کا شکار ہو چکی ہے۔ میں نے ابھی کھانا ختم نہیں کیا تھا کہ اس کا ایک دوست آ دھمکا۔

"Ethel میں تمہیں 10.00 بجے سے تلاش کر رہا ہوں۔ چلو چلیں اور اس کو تھامے اپنے ساتھ لے گیا۔ اس نے جاتے وقت مجھے 'Bye . bye' بھی نہ کہا۔

Ethel مجھے اس حد تک پریشان کرنے لگی کہ میں نے اپارٹمنٹ ایک دیگر جگہ Woodward Avenue پر لے لیا۔

American efficiency

1960 کی بات ہے جب Wayne State University, Detroit میں ریسرچ فیلو تھا تو میرا ماہانہ pay check میرے اپارٹمنٹ کے پتے پر پوسٹ کر دیا جاتا۔ اتفاق سے میں نے اپنا اپارٹمنٹ تبدیل کر لیا اور یونیورسٹی کے Administration Office کو اپنا نیا پتہ لکھ کر دیا تاکہ میرا چیک متعلقہ رہائش پر پوسٹ کر دیا جائے۔

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کئی دفعہ میں نے تبدیل شدہ ایڈریس کا پتہ لکھ کر دیا مگر میرا چیک ہمیشہ پرانے پتے پر ہی بھیجا جاتا رہا۔ جب میں اس لاپرواہی کے متعلق دریافت کرتا تو کسی نہ کسی کلرک کو مورد الزام ٹھہرا دیا جاتا۔ گیارہ مہینوں کے بعد آخر کار میرے نئے پتے پر چیک بھیجا گیا۔

1961 کے آخر میں میں نے پاکستان واپس لوٹنے کا فیصلہ کیا تو اپنا ذاتی سامان یعنی کہ personal effects کی صورت میں بذریعہ بحری جہاز بھیجنا چاہتا تھا لہٰذا میں نے پانچ مختلف شپنگ ایجنٹ سے چارجز کے متعلق دریافت کیا تو 475 ڈالر سے لے کر 923 ڈالر تک کے چارجز تھے۔ حتیٰ کہ میں نے 475 ڈالر پر اتفاق کیا۔

امریکن efficiency کا ایک اور واقعہ ملک چھوڑنے سے پہلے مجھے Internal Revenue Service (IRS) سے ٹیکس کلیئرنس سرٹیفکیٹ لینا ضروری تھا۔ میں ٹیکس والوں کے دفتر میں گیا تو پتہ چلا کہ میں نے کوئی ٹیکس ادا نہیں کرنا۔ چند دنوں کے بعد IRS نے مجھے فون کیا کہ ٹیکس ادا کرنا ہے دوبارہ کاغذات لے کر IRS کے دفتر میں پہنچا تو متعلقہ کلرک نے کاغذات کی چھان بین کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ کوئی ٹیکس واجب الادا نہیں کیونکہ میں امریکہ کا مستقل شہری نہ تھا اور مشورہ دیا کہ دفتر سے اگلے روز سرٹیفکیٹ لے جانا۔

دوسرے روز مقررہ وقت پر IRS کے دفتر پہنچا تو کلرک نے کافی حساب کتاب کرنے کے بعد کہا کہ تم نے 1125 ڈالر ٹیکس ادا کرنا ہے۔ یہ محسوس کرتا ہوں کہ ایئرپورٹ پر ٹیکس کلیئرنس سرٹیفکیٹ کے بغیر روک لیا جاتا۔ میں نے سوچا کہ ابھی ٹیکس مجھے دینا ہے بھی نہیں دینا لہٰذا میں نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر کلیئرنس سرٹیفکیٹ کے ہی ایئرپورٹ پر پہنچ جاؤں گا دیکھا جائے گا کیا ہوگا۔ Detroit سے ہوائی جہاز کے ذریعے JFK نیویارک کی ایئرپورٹ پر پہنچ گیا۔ جب کوئی چار گھنٹے کے بعد Pan Am کی فلائٹ جس نے کراچی کیلئے روانہ ہونا تھا اس کی بکنگ شروع ہوئی میں بھی دوسرے مسافروں کی طرح لائن میں لگ گیا مگر کسی نے مجھے کلیئرنس سرٹیفکیٹ کے متعلق پوچھا تک نہ تھا۔

محبت کے مارے

بصرہ عراق کا رہنے والا ایک عراقی Wayne State University, Detroit میں Chemical Engineering میں Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے ریسرچ کر رہا تھا۔ اس کی ایک امریکن لڑکی جو کہ میری لیبارٹری میں

Marfat.com

میرے پروفیسر کے تحت technician تھی، سے محبت ہوگئی۔ وہ اسے اکثر ملنے کیلئے لیبارٹری میں آ جاتا۔ مجھے یہ بات ناپسند تھی کیونکہ کام میں دخل اندازی تھی اور پروفیسر بھی اسے برا سمجھتا۔

East Lansing, Michigan کے قریب ایک ندی سے parasites پر تحقیق کرنے کیلئے میں نے کچھ snails پکڑے ہوئے تھے اور ان کے gonads کے paraffin sections اس لڑکی کو تیار کرنے کیلئے کہا ہوا تھا۔ ایک دن پروفیسر شام کو گھر جانے سے پہلے مذکورہ sections دیکھنا چاہتا تھا مگر وہ لڑکی عراقی کے ساتھ لیبارٹری سے باہر چلی گئی۔ جب پروفیسر شام کو گھر جانے سے پہلے لیبارٹری میں آیا تو اس نے پوچھا کہ کیا وہ لڑکی sections تیار کر گئی ہے مگر میں نے جواب دیا کہ وہ تو اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ چلی گئی۔ مجھے تو غصہ تھا ہی مگر پروفیسر بھی غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا۔ دوسرے دن جب لڑکی نوکری پر آئی تو پروفیسر نے اسے نوکری سے جواب دے دیا۔ اب لڑکی کا جواب سنیے

"مجھے نوکری کی کچھ پرواہ نہیں جو تنخواہ یونیورسٹی مجھے ایک سال میں دیتی ہے وہ میں اپنے بوائے فرینڈ سے ایک ہفتے میں لے لیتی ہوں" اور یہ کہہ کر چلتی بنی۔

عراقی شراب کا کچھ زیادہ ہی دلدادہ ہونے کی وجہ سے شراب کا عادی ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد یونیورسٹی بھی آنا چھوڑ دیا۔ لڑکی نے اس سے کافی رقم ہتھیا لی اور اس سے کنارہ کش ہوگئی۔

اچانک عراقی سے میری ایک فاسٹ فوڈ شاپ پر ملاقات ہوگئی۔ اس کی صحت کافی خراب ہو چکی تھی اور مجھے ایک لمبا چوڑا لیکچر دیا "یہ امریکن کافر ہیں ہم مسلمانوں کو کافروں پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے خاص طور پر امریکن لڑکیوں سے بچو۔ میں عراق واپس جا رہا ہوں مگر پہلے حج کروں گا اور کبھی کسی کافر کے ملک میں نہ جاؤں گا۔ اس لڑکی نے میرے جعلی دستخط کر کے بینک سے تقریباً میری تمام رقم اڑا لی لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اللہ ہم پر بہت مہربان ہے دیکھو دنیا کا تمام پٹرول عربوں کے ملک میں ہے اور سعودی عرب کے بعد عراق میں سب سے زیادہ پٹرول کے ذخائر ہیں۔ میرے والد کی تین بیویاں میری سات بہنیں اور میں اکیلا ہی بھائی ہوں۔ دولت کی کوئی کمی نہیں میرے والد کے پاس مال بردار کشتیوں کا اچھا خاصہ بیڑا ہے۔"

کوئی ایک مہینے کے بعد پتہ چلا کہ عراقی صاحب نے نیند آور گولیاں کھا کر خودکشی کر لی۔

خاتون کار ڈرائیوروں سے نفرت

ایک صبح پروفیسر معمول کے مطابق کچھ دیر سے لیبارٹری میں آیا۔ اس کی روٹین تھی کہ پہلے اپنی لیبارٹری جو کہ اس کے دفتر میں تھی میں جاتا جو عام لیبارٹری کے ساتھ واقع تھی۔ اس کے بعد عام لیبارٹری میں چیک وغیرہ کرنے کیلئے آتا۔ "پروفیسر صاحب آج کیوں آپ دیر سے آئے" میں نے حیرانگی کا اظہار کیا۔

"وہ پاگل عورت میری کار کے آگے کار چلا رہی تھی اور تمہیں خاتون ڈرائیوروں کا پتہ ہے دائیں اور بائیں میں تمیز نہیں کر سکتیں۔ اسی طرح انہیں آگے اور پیچھے کی بھی کوئی عقل نہیں۔ میں نے ایک خاتون ڈرائیور کو اوورٹیک کیا مگر میری بدقسمتی اس کے آگے ایک اور خاتون ڈرائیور کار چلا رہی تھی اور اپنے کتے سے جو کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا باتیں زیادہ کر رہی تھی اور وہ کتا بھی اتنا بدتمیز کہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھڑکی سے اپنا سر باہر نکالنے پر بضد۔ اچانک کتا چھلانگ لگا کر اس کے ساتھ والی سیٹ پر آ بیٹھا۔ اس نے کتے کو ایک تھپڑ رسید کیا اور وہ واپس پچھلی سیٹ پر چلا گیا وہ کتا گیا تھا پھر اگلی سیٹ پر آ گیا مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے یونیورسٹی آنے کیلئے دوسرا راستہ اختیار کیا جو قدرے لمبا تھا۔ جونہی میں یونیورسٹی کی پارکنگ لاٹ میں اپنی مخصوص جگہ پر کار پارک کرنے لگا تو ایک بوڑھی humanities کی پروفیسر اپنی Buick کو میرے ساتھ والی جگہ پر پارک کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ (یونیورسٹی میں ہر پروفیسر کی کار پارکنگ کی ایک مخصوص جگہ تھی) اگر کار چلانی نہیں آتی تو یہ عورتیں بڑی بڑی کاریں کیوں خرید لیتی ہیں دیکھو میرے پاس ایک Jalopy ہے آرام سے ہر جگہ پارک کر سکتا ہوں تم یہ اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ میں کن کن مراحل سے گزر کر یہاں آیا ہوں۔ میری اپنی بیوی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں خاتون ڈرائیوروں کو پسند نہیں کرتا مگر جب ہم اکٹھے کہیں جاتے ہیں تو وہ کار چلانے پر

Marfat.com

نہیں آتا۔

بند ہو جاتی ہے۔ ایک روز ہم دونوں پارکنگ کی طرف جا رہے تھے تو اس نے کار پارکنگ کی حد کی سمت ماری۔ اس پر کہا جب کار قریب آتی ہے تو automatic barrier کھل جاتی ہے۔ میری نصیحت مانو کبھی کسی خاتون ڈرائیور سے شادی نہ کرنا اگر شادی کرنی ہو تو پھر ہوشیار رہنا۔"

"پروفیسر تمہیں کیا ہو گیا کیوں؟"

"buddy خواتین پیدائشی خراب ڈرائیور ہوتی ہیں تم نے دیکھا نہیں کہ کار میں بیٹھتے ہی بجائے اس کے کہ اپنے پیچھے دیکھنے کے لئے سیٹ سے پیچھے دیکھیں وہ سامنے کے شیشے کا استعمال کرتی ہیں اور اپنے بال ٹھیک کرتی ہیں اتنی بڑی بڑی ٹوپی اوڑھتی ہیں میں نے کبھی محسوس نہیں کیا کہ وہ پیچھے دیکھتے ہوئے ٹوکن ڈالتی ہیں جب کار سے باہر نکلیں تو دوسرا جوتا پہن لیتی ہیں (کئی سال بعد جب میں امریکہ میں تھا تو میری بیوی کی بھی یہی عادت تھی) افسوس کی بات ہے کہ جیسے وہ بیوقوف سمجھتی ہیں مرد سے ایک ... ہے ... وہ یہاں سے وہاں ہو جاتا تیز مت چلاؤ رفتار کم کرو کار روکو اور تیز چلاؤ اور ... بھی ہیں ... نہیں ... سے بچتے۔"

میں پروفیسر کی بات سن کر سب کچھ بھول گیا اور اس نے اتنا لمبا چوڑا لیکچر دے دیا۔

Prof DeGiust ایک ... خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ ... سے پہلے یونیورسٹی کے ... میں ... تھی ... وقت ... Post-docs کے ساتھ بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی سیکرٹری ... dictationg machine پر ... ان کے ہاتھ ... چلتی جاتی۔ افسوس کی بات یہ تھی کہ باوجود اس کے وہ ... بے ... کرتے تھے ... کی وجہ یہ تھی کہ ... اندیشہ رہتا تھا ... خاندان ان کے ... ہیں۔

Los Angeles

... Los Angeles کیلیفورنیا میں منعقد ہوئی جہاں مجھے ایک تحقیقی مقالہ پڑھنا تھا۔ ... Dr Dominic DeGiusti کو مجھے ہوائی جہاز کے ذریعے جانے کو کہا مگر میں نے Greyhound بس پر ... قدرتی نظارے ... ہوتا۔ اس کے علاوہ ایک رات Las Vegas جو کہ Nevada ریاست ... دیکھنے میں دلچسپی تھی۔

Detroit سے Greyhound بس پر عازم سفر ہوا۔ یہ ایک لگژری بس تھی جس کی سیٹیں ہوائی جہاز کی سیٹوں کی طرح ... بس ... راستے میں دو دفعہ ڈرائیور تبدیل ہوئے اور Salt Lake City، Utah ... ایک خوبصورت صاف ستھرا شہر میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (اس شہر ... Church of Jesus Christ Latter-day Saints مذہبی فرقے کے پیروکار جنہیں Mormons کہتے ہیں ... "Mormon Capital" سے بھی جانا جاتا ہے)

Las Vegas میں ... بجے کے قریب رکی۔ اس شہر میں سیاحوں کے دیکھنے کی خاص جگہیں نائٹ کلب ... resort hotels ہیں۔ اس شہر کی سب سے زیادہ آمدنی سیاحت اور جوئے بازی کی وجہ سے ہے۔ 1993 میں 23 5 million سیاحوں کی آمد ہوئی۔ Las Vegas کو "The world's gambling capital" بھی کہا جاتا ہے۔

میرے پاس ایک شولڈر بیگ اور بریف کیس تھا۔ اتنا مختصر سامان اس لئے کہ میرا قیام Los Angeles میں صرف دو دن ... بس سٹاپ سے نکلتے ہی میں نے ادھر ادھر چلنا شروع کیا تو ایک شاہراہ کے دونوں طرف بڑی تعداد میں casino نظر آئے جن پر مختلف قسم کی لائٹیں اور مختلف قسم کے ... آویزاں تھے۔ ایک casino جس کا نام Golden Nugget تھا اس کے شوکیس میں ... ڈالرز کے ساتھ ... بل پڑے ہوئے تھے۔ اتنی بڑی رقم کے بل میں نے پہلے ایک جگہ اکٹھے بھی

Marfat.com

[illegible]

نہ تھے۔ Casino میں داخل ہو کر میں نے receptionist سے ... کے متعلق پوچھا ... [illegible]
... "On the house" ... 203 ... [illegible] ... feit ... [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ... slot machines ... [illegible] 123 ... 66
[illegible] ... roulett ... [illegible] ... sandwiches ... [illegible]
[illegible] ... sandwiches ... [illegible]
[illegible]

میں نے ایک slot machine میں ... [illegible]
[illegible] ... "This is all jipping" ... [illegible] ... 375 ...
[illegible] ... 125 ... [illegible]
[illegible] ... receptacle ... [illegible]
[illegible] ... Lucky s o b

[illegible] ... Golden Nugget ... Sands Hote ... [illegible]
[illegible] ... Samy Davis Jr ... Frank Sinatra Dean Martin ... 250 ... [illegible]
[illegible] ... Frank Sinatra ... crooner ... [illegible]

All the way
Happy to be near you
When you need somebody to cheer you
All the way

[illegible]

[illegible] 1996 ... Sands ... casino ... [illegible]
[illegible] ... 1.8 Billion ... suites ... 200 000 ... casino ... [illegible]
[illegible] 1997 ... 1999 ... [illegible]

[illegible] ... Greyhound ... Los Angeles ... [illegible]
[illegible] ... Mayflower ... [illegible]
[illegible] ... Los Angeles ... [illegible]
[illegible]

[illegible] ... Disneyland ... Anaheim ... 1313 Harbour
Boulevbard ... Los Angeles ... Downtown ... [illegible]
[illegible] ... Disneyland ... 1955 ... 75 ... (50 Hectare) ...
[illegible] ... theme parks ... Walt Disneycompany ... [illegible]
... amusement parks ... [illegible]

[illegible] ... Disney World (125 ...) Orlando ... [illegible]

Marfat.com

1971 میں عوام کیلئے کھولا گیا میری بیٹی نازیہ، بیوی فرخ اور میں کئی سال بعد جب Disney World دیکھنے کیلئے گئے جس کے مقابل Disneyland کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ Disney World میں Epcot Center اور Magic Kingdom themes parks ہیں۔ یہاں پر کئی ہوٹل، تفریح، رہائش گاہیں، سپورٹس اور سیر و سیاحت کی سہولتیں میسر ہیں۔

1983 میں ایک کمپنی جس کا ڈزنی کمپنی سے کوئی تعلق نہیں اس نے ٹوکیو ڈزنی لینڈ ٹوکیو کے قریب کھولا۔ جہاں سے ڈزنی کمپنی royalty وصول کرتی ہے۔ 1972 میں ڈزنی کمپنی نے خود Euro Disneyland, Marre-la-Vallee. 20 miles (32 کلومیٹر) پیرس سے مشرق میں 5000 ایکڑ (2000 Hectare) پر مشتمل تعمیر کرایا۔

واپسی پر ہوٹل سے پہلے ہی بس سے اتر گیا اور قریب ہی چائنہ ٹاؤن میں گھوما پھرا جہاں انگریزی کم اور چینی زبان زیادہ بولی جا رہی تھی۔ ہر طرف ہر دکان پر چینی سے برتن، فرنیچر اور دیگر خاص چینی اشیاء سے دوکانیں لدی پڑی تھیں اور اسی طرح کئی چینی ریسٹورینٹ بھی۔ رات گئے تک یہاں رونق رہتی تھی۔ واپس ہوٹل کی طرف لوٹا تو قریب ہی McDonalds سے Big Mac 'hamburger' خریدا جس کے ڈالر 2.49 ادا کئے (دوسرے ملکوں میں ارجنٹائن 2.50 Peso، 55 Baht تھائی لینڈ، Malaya 5.04 M$ میں، انگلینڈ میں 1.99 پونڈ، ترکی میں چار ملین Lira پاکستان میں 99 روپے) اس کے بعد میں قریب ہی ایک بار میں جانا چاہتا تھا جس کے دروازے پر لکھا تھا "Adults only." جونہی میں دروازے میں داخل ہونے لگا تو ایک چپڑاسی نے مجھے روک لیا "کیا تم اندر جا سکتے ہو؟ یہ تو صرف بالغوں کیلئے ہے۔"

"بے شک میں بالغ ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے اپنا شناختی کارڈ دکھاؤ۔"

"میرے پاس تو ہے ہی نہیں۔"

"تو واپس چلے جاؤ۔"

میں نے اپنی ٹوپی اتارتے ہوئے اشارہ کیا اور کہا "دیکھو میں نہ صرف گنجا ہو رہا ہوں بلکہ بال بھی کچھ سفید ہیں کیا تمہیں میں بالغ نظر نہیں آتا؟"

"مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ یہ تو کوئی ثبوت نہیں۔ میرا ایک بھائی ہے جس کی عمر ابھی سولہ سال بھی نہیں اور تم سے بھی زیادہ گنجا ہے۔ بہتر ہے کہ ابھی یہاں سے چلے جاؤ۔"

میں اپنا سا منہ لئے واپس لوٹ آیا۔

ہالی ووڈ motion pictures کیلئے مشہور کوئی آٹھ میل (بارہ کلومیٹر) Los Angeles کے Civic Center سے شمال مغرب کی طرف واقع ہے۔ 24 میل لمبا Sunset Boulevard پر ہالی ووڈ اور Beverley Hills کے درمیان کا کوئی دو میل کا ٹکڑا Sunset Strip کہلاتا ہے جو کہ میوزک کلب، ریسٹورینٹ، بوتیک اور ہالی ووڈ کے night spots کیلئے ساری دنیا میں مشہور ہے۔ شام کے قریب وقت اور رنگ برنگی روشنیاں دور دور تک نظر آتی ہیں کیونکہ نوجوان cruisers اپنی جدید اور قیمتی کاروں میں تفریح کیلئے نکلتے ہیں۔ اس Strip کی غیر معمولی خصوصیت ہاتھ سے بنائے ہوئے دیوہیکل billboards ہیں۔ جفت اعداد والے ایڈریس Strip کے جنوب کی طرف اور طاق اعداد والے اس کے شمال کی طرف!

ہالی ووڈ کی Walk of Fame پر فلمی دنیا اور کئی دوسری مشہور شخصیات کے نام brass plaques پر گلابی ستاروں سے نمایاں کئے ہوئے ہیں۔ جب 1960 میں ستارے پہلی بار instal کئے گئے تو اب تک کوئی دو ہزار کا اضافہ ہو چکا ہے۔

Sunset Strip کے مشہور Mann's Chinese Theater میں 160 سے زیادہ فلمی دنیا کی شخصیات کے ایک سو ساٹھ سے زیادہ ہستیوں کے پاؤں کے نشان نصب کئے گئے ہیں۔

اتفاق سے میں ایک سپر مارکیٹ میں یونہی چیزیں لینے کیلئے داخل ہوا تو ایک row کے شیلف پر مختلف قسم کا اسلحہ پڑا ہوا تھا جو چاہے خرید لو کوئی لائسنس کی ضرورت نہیں۔ ایک ادھیڑ عمر کی عورت ٹرالی پر سبزیاں وغیرہ لادے ہوئے گزری تو دو تین ریوالور شیلف

Marfat.com

سے اُٹھا کر دیکھا جن میں سے ایک اُسے پسند آیا تو اس نے سبزیوں کے ساتھ ہی رکھ دیا۔ ان تمام اشیاء کی قیمت اس نے پیشگی ادا کر دی تھی۔

دوسرے دن ہوٹل پہنچ کر میں نے ایک دوست سائنسدان Dr. Etges سے اپنی حیرانگی کا اظہار کیا۔ پتہ چلا کہ امریکہ کی ریاستوں میں اسلحہ بغیر لائسنس کے خریدا جا سکتا ہے اور کئی دوسری ریاستوں میں بغیر لائسنس کے اسلحہ خریدنے پر پابندی ہے۔ ان دونوں ریاستوں کے بارڈر بغیر لائسنس کے اسلحہ لئے cross نہیں کیے جا سکتے۔

Marfat.com

Integerrimum period (درمیانی وقفہ)

1961 میں جب Wayne State University, Detroit, USA میں Post-doctoral Research Fellow تھا تو Maryland University, USA اور Agricultural University فیصل آباد کے درمیان ایک research exchange پروگرام چل رہا تھا۔ Dr. Miller چونکہ وہاں پروگرام کے Maryland میں ڈائریکٹر تھے انہوں نے مجھے ایک Introductory خط اس پروگرام کے ڈائریکٹر کے نام فیصل آباد میں تحریر کر دیا اور امید ظاہر کی کہ مجھے وہاں standard کی نوکری مل جائے گی۔ پروفیسر کا ارادہ تھا کہ میں امریکہ میں ہی رہوں۔ اس دور میں جو پاکستانی اعلیٰ تعلیم کے لئے باہر جاتے تھے ان کی یہ خواہش ہوا کرتی تھی کہ وہ اپنے وطن لوٹ کر اپنے ہی وطن میں قوم کی خدمت کریں۔ چنانچہ میں نے بھی ... اور وطن واپسی کا ارادہ کر لیا۔

ان دنوں ... میں نے نیویارک سے S. S. United State میں سیٹ بک کروائی ... اس وقت کا تیز ترین جہاز تھا ... میں انگلینڈ پہنچا۔ وہاں سے PIA کے ذریعہ کراچی اور کراچی سے بذریعہ ریل ... پہنچا ... مجھے ایک ... میں ... کے ساتھ جگہ مل گئی ... سیدھی ... ہو گئی۔

ابھی مجھے جگہ ملے چند دن ہی ہوئے تھے ... شیخ محمد حیات اپنے رشتہ داروں سے ملنے آئے تو ... میں ... انتظام ... دیوان خانے میں پہنچ گیا۔ ہم دونوں ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے تو شیخ ... مجھے ... تکلیف ... جانا ... ہے اور میں ... شیخ محمد کے ویٹنگ روم میں پہنچ جاتا ہوں کیونکہ گھر میں مغربی طرز کا ... باتھ روم نہیں ہے۔

"مجھے بھی یہی مسئلہ درپیش ہے" میں نے جواب دیا۔ "میں بھی چند برس انگلینڈ میں رہ چکا ہوں اور کئی بار مجھے ... جانا پڑا ..." ... دونوں دوستوں کو یہ سنجیدگی کا معاملہ درپیش ہے؟"

"پریشانی کی بات نہیں" میں نے جواب دیا۔ "شیخ ... سے ریلوے سٹیشن تو قریب ہے وہ تو آسانی سے ... ویٹنگ روم پہنچ جاتے ہیں۔ میں یہاں سے ... جا کر ویٹنگ روم میں روزانہ کیسے جا سکتا ہوں؟"

"کیا آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا، یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا" ... صاحب نے حوصلہ افزائی کی۔

شیخ ... دیوان خانے میں ... ہم تانگے میں بیٹھ کر ... کے ویٹنگ روم کا ٹائلٹ استعمال کرنے گئے اور اپنی عادت پر ... رہے اور مجبوری کا رونا بھی روتے رہے ... پہلے ... صاحب نے اپنے ملنے والے مستری کو بلایا (ضمیمہ 126) اور انہیں ایک موڑھا تیار کرنے کو کہا۔ آخر دو دن بعد کوئی اڑھائی فٹ اونچا جس کے اوپر لکڑی کا گول کٹا ہوا تھا جس کے اوپر بیٹھا جا سکتا اور نیچے ... بنا ہوا تیار ہو گیا۔ شیخ بھی وہاں ہی رہا۔ جب شیخ ... جانے لگا تو ... صاحب نے کہا کہ بیٹا ایک ... ہم ... جو ... نے معذرت چاہی۔ ایک موڑھا باتھ روم میں اور دوسرا اضافی رکھ دیا گیا۔ صفائی کرنے والی موڑھا کو ... رکھا ...

Marfat.com

ٹیسٹ کو نکالتی اور صفائی کرنے کے بعد دوبارہ اسی طرح فٹ کر کے واپس رکھ دیتی۔

یہ تھے پیر صاحب نہ صرف اپنی اولاد بلکہ دوسروں کی سہولت کا بھی خیال رکھتے۔

پاکستان میں آکر کوئی 9 مہینے بڑی تھوڑی تنخواہ میں مگر میری خواہش کے مطابق تو میرے profession سے متعلق نوکری نصیب نہ ہوئی۔ 1962 کا واقعہ ہے۔ Dr Miller کا خط لے کر میں اور میری ممانی صاحبہ جن کا ایک قریبی رشتہ دار تھا۔ صاحب مغربی پاکستان ایگریکلچرل یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور بھائی مرتضیٰ جیلانی رجسٹرار تھے۔ اس پوسٹ کے لیے جانے سے پہلے تو میں اس امریکن Director کے پاس گیا اس نے کہا

"تمہاری قابلیت کا آدمی تو ہمیں چاہیے مگر مجھے وائس چانسلر کی منظوری کی ضرورت ہے۔"

یہ امریکن Director رجسٹرار اور میں وائس چانسلر صاحب سے ملے۔ "سبحان اللہ" وائس چانسلر صاحب نے میرے کاغذات دیکھ کر بڑی عجیب لہجہ میں فرمایا "تعلیم تو بہت اچھی ہے۔ ہم تمہیں O S D کی ملازمت دے سکتے ہیں" تو میں نے اسی لہجہ میں جواب دیا "آپ کو O S D کا مطلب آتا ہے؟"

"ہاں، Officer on Special Duty"

"یہ بات ہے جناب کی! یہ مطلب ہے کہ جب کسی کو کام نہیں دینا ہو تو O S D بنا دیا جاتا ہے۔ میں جب یہاں آیا تو میں نے سوچا کہ میری تعلیم کی قدر ہو گی۔ repairing کروانی ہو تو کسی نوکر کو رکھ لیں۔ میں تو ایک scientist ہوں۔ مجھے ایک microscope چاہیے" یہ کہتے ہوئے اپنی ممانی صاحبہ کو کہا "آپ کے دونوں رشتہ داروں کی بڑی مہربانی" اور کمرے سے باہر جانے کی راہ لی۔

کوئی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہو اور اپنوں نے بڑی امیدوں کے ساتھ جدائی کے صدمات سے دوچار ہو کر ملک بھیجا ہو، تو یہ ناقدری برداشت نہیں ہوتی۔ میں اس قدر پریشان رہتا کہ مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگی۔ میں نے سوچا اس صورت حال سے ماؤس ہو کر بجائے foreign countries میں اپنے تعلقات کو ...۔ ... میری کسی ... خراب کرتے ... پہ ... خود ... مصداق ... دن کاٹ رہا تھا۔ ... ہوئے بھی ... خاندانی تعلقات استوار ہیں ... مجھے ... چھوڑ کر ... میں نے اپنے آپ کو ... میں بند ... شروع کر دیا۔ ... بد قسمتی ... پریشان ... ایک نہیں بلکہ تین ملازمتیں

Cumana اور Vancouver British Colombia Canada: Sydney Australia:

Venezuela میں میری منتظر تھیں۔

جب میں انگلینڈ میں تھا تو Harry Belafonte کا ایک گانا مجھے بہت پسند تھا جس کے بول کچھ یوں ہیں۔

"Juanita my darling sure you love me

You promise in heart you marry to me

My sweetheart from venezuela"

یہ گانا شاید ... اندر ایک شعور سا ... Venezuela پہنچ ... کی طرح ... ایک قدرتی طور پر ... ہو گئی۔ مجھے Spanish زبان کا ایک لفظ بھی نہیں آتا تھا ... پاکستان سے دور ... چاہتا تھا ... میں نے ... airticket ... جانے کی ... visa ... ایک ... پاکستان سے ... تعلقات ... (ضمیمہ 127) میں نے Venezuela consulate سے Rome, Italy میں visa لیا ... KLM کی فلائٹ پر ... Fiumicano کا ایک ائیرپورٹ ... پہنچ ... میں نے ... موقع ... سے ...

Marfat.com

Rome میں گھومنے کا پروگرام بنایا۔ Venezuela کی فلائیٹ پر بیٹھنے سے دو دن پہلے ہی اپنے US 500 $ خرچ کر دیئے۔ یہ زمانہ تھا میں نے K.L.M آفس سے رجوع کیا۔ ان کو وینزویلا میں اپنی تقرری کا خط دکھایا تو انہوں نے فوراً پانچ صد ڈالرز مجھے دے دیئے۔

Viasa (Venezolana Internacional de Aviacion Sociedad Anonima) کی فلائیٹ پر بیٹھ کر کوئی 13 گھنٹے nonstop پرواز کے بعد Maiquetia، Venezuela کے دارالخلافہ Caracas کے قریب ائیرپورٹ پر کوئی شام کے قریب پہنچے۔ وہاں یونیورسٹی سے ایک شخص مجھے لینے آیا ہوا تھا جو کام چلانے کی غرض سے انگلش بول چال کی سہولیت رکھتا۔ مجھے اس وقت کے Caracas میں بہترین ہوٹل El Conde میں ٹھہرایا گیا۔ چند دنوں بعد یونیورسٹی کا Rector بنام Dr. Penalver خود مجھے ملنے آیا اور ہم دونوں اس کے پرائیویٹ جہاز میں بیٹھ کر Cumaná جہاں Universidad de Oriente کا Main campus دارالخلافہ سے کوئی چار سو کلومیٹر جانب مشرق Caribbean سمندر کے کنارے واقع ہے پہنچ گئے۔

Marfat.com

(سورج کے راستے پر) *En La Ruta Del Sol*

نئی زندگی کا آغاز

راقم 1961 میں جب U.S.A میں مقیم تھا تو ایک نہایت خوبصورت امریکن لڑکی Jill جس کا ... جب میں پاکستان واپس آنے لگا تو جذباتی لگاؤ کے زیر اثر مجھ سے شادی رچانے کا وعدہ لے لیا۔ واپس آ جانے کے بعد Jill سے ٹیلیفون اور خطوط کے ذریعے رابطہ رہا اور کئی طور پر بھی ملاقات ہوتی رہی تاہم یہ میرے والدین کو منظور نہیں تھا کیونکہ ... صاحب کی دختر نیک اختر سے میری شادی ہو چکی تھی۔ میری شادی 1964 میں ہو گئی۔ پاکستان واپس آ کر ... صاحب کی بیٹی فرخ بشیر سے ہوئی ... پاس میری بیوی بیٹے ... تھے ... embassay میں ... میری بیوی کی والدہ صاحبہ کی وفات ... آخری دنوں میں ہونے کی وجہ سے میری اہلیہ گھر میں ... میں اکیلا ... New York پہنچا تو Hilton ہوٹل میں قیام کیا۔ میں نے Jill کو ... Detroit ٹیلیفون کیا ... Hilton ہوٹل سے ... اپنے شرقی کچھ خاص طور پر پاکستانی مسلمان بچے اور بچیوں کی شادی کے متعلق بتایا ... باپ ... ملاقات ... ایک دوسرے سے تعارف ... شادی نہیں ہوتے ... رشتوں کے ... ہوتے ہوئے بھی ... پیدا ہوتے ہیں اور وفا ... والدین کی مرضی کے مطابق ... coffee shop میں ... باتوں باتوں میں Jill میرے ... ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی ... نہایت دل برداشتہ ہوئی۔ میں نے ... صاحب کی نوازش اور احسانات ... زیر اثر ... بات ... انہیں بھی منظور ہے۔ اس کے بعد جب میں ... پہنچا تو ٹیلیفون اور خطوط ... 1965 میں جب راقم پاکستان اپنی بیوی اور بیٹے ... New York Hilton ہوٹل میں ... Jill ... coffee shop ... Jill کو ٹیلیفون ... ہوٹل کے ... میری ... ملاقات ہوئی۔ Jill نے ہوٹل کی lobby سے ایک bracelet خرید کر ... اس کے بعد ... ملاقات بھی ہوئی ... Jill کی شادی ہو چکی اور وہ خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل واقعات کا تعلق ... پیش آئے جب راقم ... میں مقیم تھا ... ترتیب و مد نظر رکھتے ہوئے یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔

Helipad

ایک وقت تھا کہ JFK اور La Guardia ایئرپورٹ سے نیویارک East Side Terminal تک ... پہنچا کرتے تھے۔ راقم نے ... Pan Am Manhattan ...

Marfat.com

Terminal کی آخری منزل کی چھت پر واقع ہیلی پیڈ سے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو کر JFK تک سفر کیا۔ چند ہی سالوں بعد یہ سہولت ختم کر دی گئی کیونکہ نیویارک کی ہوائی ٹریفک کیلئے خطرہ تھی۔

دھوئیں کا الارم

یہ ایک دوست ڈاکٹر حبیب ہیں جو SUNY (Southern University of New York) Brooklyn میں چیسٹ سرجری کے پروفیسر ہیں۔ ان کے ساتھ ایک فاسٹ فوڈ میں کوئی آدھ گھنٹہ کافی پیتے بیٹھے رہے۔ جب باہر نکلے تو حبیب نے کار کو سٹارٹ کرنا چاہا لیکن کار سٹارٹ ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ جب bonnet کھول کر دیکھا تو کار کی بیٹری ہی غائب۔ یہ واقعہ دن دیہاڑے پیش آیا۔ فرخ بھی حبیب کے فیور میں تھی۔ چھٹی پر خرید و فروخت کرنے کے بعد گھر لوٹے تو فرخ نے کھانا پکانا شروع کیا۔ کھانا پکاتے وقت حرارت سے سارا کچن بھر گیا کیونکہ دیسی کھانوں میں خوب گرم مرچ مصالحہ ڈال کر بھوننے کی وجہ سے دھواں اٹھتا ہے جو smoke detector تک پہنچ کر حرکت میں آکر خود بخود ہی سائرن بجانا شروع کر دیتا ہے۔ خطرے کا الارم کہ آگ لگ گئی۔ شروع شروع میں تو ہم بہت خوفزدہ ہو جاتے تھے لیکن بعد میں عادت ہو گئی۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو لوگوں کو پتہ چل گیا ہے۔ پاکستانی، ہندوستانی، بنگالی اور ساؤتھ امریکن (Hispanics) ایسے ہی مصالحے ڈالتے ہیں جن کی تیاری میں بہت زیادہ دھواں خارج ہوتا ہے۔ مگر یہ امر نہایت دلچسپ ہے کیونکہ اس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ کس اپارٹمنٹ میں خاص قسم کا کھانا پک رہا ہے۔

نسلی امتیاز

17 دسمبر 1964 میں گجرات پاکستان میں راقم کی شادی ہوئی لیکن بدقسمتی سے فرخ کی والدہ کوئی ایک ہفتے کے بعد انتقال کر گئیں۔ فرخ وہیں رہ گئی۔ میں جنوری 1965 کے آخر میں اکیلا ہی کراچی سے Pan Am کی فلائٹ سے نیویارک پہنچا وہاں سے وینزویلا جانے کی connecting فلائٹ تھی۔ Miami میں جہاز سے اترا کیونکہ وہاں سے Viasa کی فلائٹ سے میں نے پکڑنی تھی۔ Caracas، وینزویلا پہنچنا تھا۔ جب میں ٹرانزٹ لاؤنج میں اپنی فلائٹ کے انتظار کیلئے داخل ہوا تو پیشاب کی حاجت نے مجھے بے حد پریشان کیا ہوا تھا۔ میں تیزی سے ایک ٹائلٹ میں داخل ہو گیا۔ پتلون کی زپ کو کھول کر کام شروع کیا ہی تھا کہ ایک خوفناک آواز سنی۔ ایک امریکن cop نے میرے پیچھے سے تیزی سے پکڑا اور میرے بازو کو کھینچتے ہوئے چیختے لہجے میں بولا "You s o b this joint is for the colored only" (یہ صرف کالے رنگ والوں کیلئے مخصوص ہے) اندازہ کریں اس حالت میں مجھے پکڑے ہوئے قریب ایک سفید فاموں والے ٹائلٹ میں لے گیا۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا "But officer I am colored as well"

اس نے میرے گال کو ہاتھ سے pinch کرتے ہوئے جواب دیا "You no colored!"

نسلی امتیاز سے متعلق سفید رنگ والے اور حبشیوں کے متعلق شمالی امریکہ کی خاص طور پر جنوبی ریاستوں میں سنا تھا لیکن آج مجھے معلوم ہوا۔ میں نے ایک سرسری نظر ڈالی تو دونوں قسم کے باتھ روموں کے باہر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا "Colored Only" اور "Whites Only"

John John

Cumana، وینزویلا میں Universidad de Oriente کی Instituto Oceangrafico میں میری لیبارٹری تھی۔ اگرچہ میں اس یونیورسٹی میں کلاسیں نہیں لے رہا تھا کیونکہ مجھے Spanish زبان پر عبور حاصل نہ ہوا بلکہ صرف ریسرچ کی ہوئی تھی۔ پاکستان سے یونیورسٹی میں گئے مجھے تقریباً ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا۔ 1963 میں Washington D.C. ایک سائنسی کانفرنس میں شرکت کرنے کیلئے گیا۔ ایک روز Sears Departmental Store سے شاپنگ کرنے کا ارادہ کیا لہذا ہوٹل

Marfat.com

کے دروازے سے باہر میں نے ایک cab کو اشارہ کیا اور اسے Sears لے جانے کو کہا۔ کافی وقت گزر گیا اور وہ cab چلائے جا رہا تھا۔ میں نے cab کے باہر ذرا غور سے دیکھا تو محسوس ہوا کہ ہم تو Washington D C سے مضافات سے گزر رہے ہیں۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا، " What is wrong ? we are out of Washington area. Where are you taking me to ? "

" Sir Sears downtown Washington is a dangerous place. You might get mugged. I am driving you to Sears in Virginia, safer place " اس کا جواب تھا۔

اس وقت تو میں یہ سمجھا کہ شاید وہ زیادہ کرایہ بنانے کے لیے مجھے قریبی ریاست میں لے جا رہا تھا مگر بعد میں مجھے پتہ چلا کہ Downtown Washington میں امریکہ کا سب سے زیادہ جرائم ریٹ ہے۔

ایک روز میں Washington D.C. میں وائٹ ہاؤس کے guided tour میں شمولیت کرنے کے لیے گیا۔ میں دوسرے سیاحوں کے ہمراہ Oval Office کے قریب ہوا تو ایک بڑے شیشے کی کھڑکی سے دیکھا کہ امریکہ کا پریذیڈنٹ John F. Kennedy ایک بڑے میز کے پیچھے راکنگ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کا کمسن بیٹا جسے پیار سے John John کہا جاتا تھا جو کہ میز کے نیچے ادھر سے نکل کر ادھر اور ادھر سے نکل کر ادھر بھاگ دوڑ رہا تھا۔

پریذیڈنٹ کینیڈی کو نومبر 1963 میں Dallas, Texas میں جب وہ سرکاری گاڑیوں کے قافلے میں جا رہا تھا تو اسے Lee Harvy Oswald نے گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ یہ کیونکر ہوا یہ ایک لمبی داستان ہے۔ John John پریذیڈنٹ کینیڈی اور Jacqueline Kennedy کے بیٹے کی اس وقت عمر تین سال تھی۔ اپنے باپ کے جنازے کو سیلوٹ کرتے ہوئے اس کی فلم بنائی گئی جس نے تمام دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور بڑے بڑوں کے دل موم ہو گئے۔ John John کی بڑی بہن کا نام Carloline Kennedy ہے۔ John John اپنے باپ کا مشہور بیٹا اور چہیتا تھا۔ بڑے ہو کر اس کا نام John F Kennedy Jr تھا۔ 46 سال کی عمر میں اپنی بیوی Carolyn Bessette اور اس کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوائی جہاز کے حادثہ میں تینوں ہلاک ہو گئے۔ یہ بات 1999 کی ہے Kennedy جہاز کو خود اڑا رہا تھا اور حادثہ جزیرہ Martha's Vineyard کے قریب پیش آیا۔

Streaker

Honolulu امریکی ریاست Hawaii میں ایک سائنسدانوں کی کانفرنس میں مقالہ پڑھنے کے بعد میں نے واپس وطن جانا تھا مگر ارادہ بدل دیا اور سوچا کہ کوئی دو دن San Francisco میں گزارے جائیں۔ اس شہر کی مشہور شاپنگ کی جگہ Market Street کے نزدیک ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔

دوسرے دن صبح کھڑکی سے جھانکا تو ہوٹل کے مخالف سائیڈ واک پر ایک شخص بالکل ننگا دوڑے جا رہا تھا۔ اس وقت مجھے خیال گزرا کہ یہ شخص ضرور دیوانہ ہے۔ ناشتہ کے لیے ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں جانے سے پہلے میں نے receptionist سے اس ننگے آدمی کے متعلق اپنی حیرانی کا اظہار کیا۔ اس کا جواب تھا "تم اجنبی دکھائی دیتے ہو۔ امریکہ میں کسی دوسرے ملک سے آئے ہو۔ یہ streakers کا زمانہ ہے۔ بعض دفعہ تو عورتیں بھی ننگی دوڑتی چلی جاتی ہیں اور انہیں streakers کہتے ہیں۔" کئی سال بعد میں لندن میں دریائے Thames کی سیر کرنے کے لیے دوسرے مسافروں کی طرح ایک کشتی پر بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے لندن پل پر ایک streaker دوڑے جا رہا تھا۔

اسی روز مندرجہ بالا ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میرے پیٹ میں درد کی ہلکی ہلکی شکایت ہو گئی۔ میں نے اپنے کمرے سے receptionist سے رابطہ کیا تو اس نے ہوٹل کے قریب ہی ایک ڈاکٹر کا ٹیلیفون نمبر دیا۔ ڈاکٹر سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ہوٹل میں نہیں جا سکتا اس کا کلینک بند ہو چکا ہے البتہ میں اسے گھر میں مل سکتا ہوں لہٰذا اس نے بتاتے ہوئے فیس سے

Marfat.com

پیٹ پر ولی کی مدت میں بمشکل دروازے تک پہنچا۔ یہ خوش قسمتی تھی کہ یہ فلیٹ گراؤنڈ فلور پر تھا۔

میری بیوی اور میں ایک یا دو ہفتے جب بھی سفر کرتے تو نسخے والی ادویات ہم راہ اور چند اینٹی بائیوٹکس بھی ہوتی تھیں۔ میرے پاس ایسی دو ہفتے Buscapina کی مقدار تھی یا دو دن تک بہت پریشان ہوا اور ڈاکٹر سے مشورہ کا فیصلہ کیا۔

ڈاکٹر نے مجھے صوفے پر لٹا کر پیٹ کو دبا کر معائنہ کیا اور ساتھ ہی میری ہسٹری بھی نوٹ کرتا جاتا جو نہی میں نے بتایا کہ میں خط استوا کی سب سے نیچی جگہ میں رہتا ہوں اور Honolulu میں سائنسدانوں کی ایک میٹنگ میں شرکت کرنے کے بعد واپس جا رہا ہوں۔ تو اس نے فوراً جواب دیا " Severe case of amoebiasis " اور اس نے Gelucil کی گولیاں تجویز کیں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ Amoeba ہمارے پیچھے ہے۔ ڈاکٹر نے میں تو ویزہ دیا تاہم صرف اپنا ملک اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور کی خاطر میں ڈاکٹر کے stools پیٹ چیک کروانا چاہتا ہوں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور میں ڈاکٹر کی فیس دے کر باہر نکل آیا۔

ہوٹل سے قریب ہی ایک فارمیسی سٹور سے prescription دکھائی تو کیمسٹ نے کہا کہ یہ تو Over the counter (یعنی بغیر نسخے کے خریدی جا سکتی ہے) دوا ہے۔ میں Gelucil کا پیکٹ لے کر سیدھا ہوٹل کے کمرے میں جا پہنچا اور ہدایت کے مطابق دوا لی تو فوراً پتہ چلا کہ یہ تو anti-acid تھی میں نے دوائی کا لٹریچر پڑھا تو نتیجہ اخذ کیا کہ یہ Buscapina کی گولیاں اور ساتھ ہی ایک تیکھا ایک anti-acid suspension جو کہ میرے پاس تھی پی لیا۔ انہوں نے چند دن بعد اثر دکھایا کوئی آدھ گھنٹے بعد میری تکلیف رفع دفع ہوئی جب میں ویزہ دینے پہنچا تو سب سے پہلے اپنے stool ٹیسٹ کرایا۔ Amoeba کا نام و نشان نہ تھا بے شک میں ڈاکٹر صاحب !

ہمارے پاس San Francisco کی فلائٹ کے لیے ویزہ دیا گیا۔ رات کے وقت تھی۔ میں نے ٹیکسی لی اور San Francisco کی مشہور Golden Gate Suspension Bridge کا رخ کیا۔ یہ پل 1933 میں شروع ہوا اور 1937 میں تکمیل کو پہنچا۔ اس وقت دنیا میں ایسے پلوں میں سب سے لمبا اس کا main span تھا۔ 1964 میں ایک اور suspension پل Verrazano-Narrows Bridge نیویارک کی بندرگاہ میں تیار ہوا۔ اس کا main span اس پل سے زیادہ ہے مگر گولڈن گیٹ پل کی خوبصورتی اور محل وقوع لاجواب ہیں۔

دنیا کے مختلف suspension bridges میں گولڈن گیٹ پل کی تیاری میں بڑی مشکلات پیش آئیں مثلاً تیز ہوائیں، شدید دھند اور طوفان اور ایک دھند والے دن میں ایک مال بردار بحری جہاز اس کی تیاری کے وقت ٹکرا گیا اور بڑا نقصان پہنچا۔ سمندر کی تہہ میں چٹانوں کو بارود سے اڑا کر earth quake-proof بنیادیں رکھنا ایک اور مشکل مرحلہ تھا۔ اس کا main span چار ہزار دو سو فٹ (ایک ہزار دو سو اسی میٹر) ہے جو کہ تاروں سے سات سو چھیالیس فٹ (227 میٹر) اونچے ستونوں سے suspend کیا گیا ہے۔ پل کا آدھا راستہ سمندر سے 265 فٹ (81 میٹر) اونچا ہے۔ یہ پل 1.6 کلومیٹر پانی کا تنگ حصہ جسے گولڈن گیٹ کہتے ہیں اور جو کہ San Francisco اور San Francisco خلیج کے درمیان، کو شمال کی طرف Marin County سے ملاتا ہے۔ پل کی لمبائی 8981 فٹ (2037 میٹر) ہے۔ اس کی لاگت پر 35 ملین ڈالر خرچ کیے گئے۔

امریکی topographic engineers فوج کے کیپٹن John C. Fremont نے تقریباً اٹھارہ سو چھیالیس میں اس پل کو "Chrsoplae" یا "Golden Gate" کا نام دیا کیونکہ اسے ایک بندرگاہ Chrcyoceras یا Golden Horn (Bosporus, Turkey) جب اس نے مشرق سے لدے ہوئے تجارتی جہازوں کو اس بندرگاہ میں داخل ہوتے ہوئے تصور کیا۔ پل کی چوڑائی نوے فٹ، پل پر سڑک کی چوڑائی دونوں curbs کے درمیان 150 فٹ اور سڑک کے دونوں طرف ایک sidewalk کی چوڑائی دس پوائنٹ پانچ فٹ ہے۔ اس پل پر پیدل چلنے والوں کے لیے ستائیس مئی 1937 کو کھولا گیا مگر گاڑیوں کی آمد و رفت 28 مئی 1938 میں شروع ہوئی۔

Verrazano-Narrows Bridge یہ پل Narrows (سمندر کے پانی کا تنگ حصہ) پر نیویارک سٹی میں نیویارک بندرگاہ کے داخلے پر Brooklyn اور Staten Island کی Borroughs کو ملاتا اور Giovanni da

Marfat.com

Verrazano کی یاد دلاتا ہے جو 1954 میں یورپ کا پہلا سیاح تھا جس کا جہاز نیو یارک کی بندرگاہ میں داخل ہوا۔ جب یہ پل ٹریفک کیلئے نومبر 1964 میں کھولا گیا تو دنیا کا لمباترین suspension bridge تھا۔ پانچ سال تین مہینے اور آٹھ دن میں مکمل ہوا اب بھی شمالی امریکہ کا سب سے لمبا ایک span کا پل ہے۔ دنیا کے suspension پلوں میں سے اس کا نمبر دوسرا ہے۔ دوسرے تمام پلوں کی طرح سکڑتا اور پھیلتا ہے جس کی وجہ سے پل کی سڑک کا لیول موسم گرما میں سردیوں کی نسبت بارہ فٹ نیچے ہوتا ہے۔ اس کا مین span چار ہزار دو سو ساٹھ فٹ (1298 m) اور اس کے دو لیول ہیں۔ ہر ایک لیول میں ٹریفک کیلئے چھ lanes ہیں۔

Akashi Kaikyo Bridge اپریل 1998 میں دنیا کا سب سے لمبا suspension bridge ٹریفک کیلئے کھولا گیا۔ یہ پل جاپان میں Akashi Strait کے اوپر Taruni Ward جو کہ Kobe شہر میں ہے Awaji Island سے ملاتا ہے۔ اس کا main span تین ہزار نو سو گیارہ میٹر (12831 فٹ) اور یہ span پانچ سو اسی میٹر (900 فٹ) اونچا ہے۔ سب سے لمبا single span Humber پل ہے جو کہ Humber پل انگلینڈ میں Humber اور Hull سے مقام پر span کرتا ہے۔ چوبیس جون 1981 کو ٹریفک کیلئے کھولا گیا۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے مندرجہ ذیل میں دنیا کے مختلف suspension پلوں کی پیشکش۔

Akashi Kaikyo، 1998، 1991 m (6532 فٹ)، Honshu-Awaji جزیرے، جاپان

Golden Gate، 1337، 1280 m (4200 فٹ)، کیلیفورنیا، USA

Humber، 1981، 1410 m (4625 فٹ)، Humber side، انگلینڈ

Mackinac، 1957، 1158 m (3800 فٹ)، Michigan، USA

Store Baelt، 1995، 1624 m (5328 فٹ)، Zealand-Funen، ڈنمارک

Tsing Ma، 1997، 1377 m (4518 فٹ)، Hong Kong، China

Verrazano-Narrows، 1964، 1298 m (4260 فٹ)، نیو یارک، USA

ستمبر 2002 کے دوسرے ہفتے میں دنیا کا سب سے بڑا Arch Bridge بنام Lupu پل شنگھائی کے مقام پر دریائے Huangpu کے اوپر تیار کیا گیا تاکہ شنگھائی شہر کے دونوں حصوں کو آپس میں ملا دیا جائے۔ اس دریا پر تین اور پل بھی ہیں۔ یہ پل 550 میٹر ہے main span کی وجہ سے دنیا کے دوسرے 518 میٹر ہے arch bridge بنام New River Gorge Bridge، West Virginia سے لمبا اور اس پر ابھی چھ مہینوں والی سڑک کا تیار ہونا باقی تھا جو جون اختتام 2003 میں گاڑیوں کیلئے کھول دیا گیا۔ اس کے تیار ہونے پر 2.5 بلین yuan (302 ملین ڈالرز) خرچ ہوئے اور اس کی لمبائی 3.9 کلومیٹر ہے۔ اس کا افتتاح چین کے مشہور basketball کے کھلاڑی Van Ming نے کیا اور اس کے ساتھ ایک ہزار دو سو لوگ اس پل پر دوڑے جبکہ ایک نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا۔

دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک جانور!

ایک long weekend پر اپنے ذاتی کام کے سلسلے میں وینزویلا سے نیو یارک جانا ہوا۔ تو نیو یارک میں ہوٹل کی لابی میں ایک جرمن پروفیسر جو کہ نیو یارک کے Polytechnique Institute میں ریسرچ کر رہا تھا اور میرے ایک دوست ڈاکٹر علی خان کا قریبی دوست ہے، اکثر چھٹیاں گزارنے کیلئے ڈاکٹر علی خان کے پاس Cumana وینزویلا آیا کرتا۔ ڈاکٹر علی خان کی وجہ سے میرے اس سے مراسم استوار ہو گئے۔ اس نے مجھے نیو یارک کے مشہور سیاحتی مقام کے متعلق پوچھا تو میں نے کہا ایک بار تین بار دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ "کیا تم نے Bronx Zoo دیکھا ہے؟" میں نے جواب دیا کہ مجھے چڑیا گھر سے کوئی دلچسپی نہیں مشرقی برلن اور انگلینڈ میں دیکھ چکا ہوں۔

"کل اتوار کا دن ہے میرے ساتھ چلو وہاں پر تم دنیا کے سب سے خطرناک جانور کو دیکھو گے۔" میں نے حیرانی سے

Marfat.com

پوچھا کہ ایسا بھی کوئی جانور ہے؟ اس نے بات کو ٹال دیا اور دوسرے دن میں اس کے ساتھ Bronx Zoo کو دیکھنے چلنے پر رضا مند ہو گیا۔ جب ہم سب سے بڑے چڑیا گھر میں داخل ہوئے تو گھومتے گھومتے اس نے مجھے ایک تیر کے نشان کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی بتایا کہ اس تیر کے نشان کا پیچھا کرتے جاؤ اور دنیا کے سب سے زیادہ خطرناک جانور کو دیکھ لو۔ اس نے میرے ساتھ جانے سے معذرت کی یہ کہہ کر کہ وہ کوئی اور چیز دیکھنا چاہتا ہے اور میں تمہارا انتظار چڑیا گھر کے باہر ایک مخصوص جگہ پر کروں گا۔ لہٰذا میں اکیلے ہی تیر کے نشان کا پیچھا کرتا ہوا کئی پیچیدہ راستوں سے گزرتا ہوا آخر کار ایک نیم تاریک عمارت تک پہنچ گیا جس کا ایک ہی دروازہ تھا اور سیاحوں کی خاصی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ میں بھی قطار میں شامل ہو گیا۔ عجیب سی بات یہ تھی کہ ایک ایک سیاح دروازے کے اندر داخل ہوتا مگر واپس کوئی نہ آتا۔ میرا تجسس بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

میری باری آنے پر جونہی میں دروازے کے قریب ہوا تو دروازہ خود بخود ایک طرف کو کھل گیا اور میں اندر داخل ہوا۔ عجیب قسم کا نیم تاریک ماحول تھا کہیں کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک اور نشان کا پیچھا کیا تو ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا جو بالکل بند تھا اور کمرے کا ماحول بھی کوئی ڈراؤنی قسم کا تھا۔ اب ماحول پہلے سے زیادہ بند اور دل دہلا دینے والا تھا۔ میں پریشان تو ہوا لیکن مجھے یہ بھی تسلی تھی کہ [illegible] جانور ہے [illegible] ایک کمرے سے [illegible] جس کا ماحول بھی دہشت ناک تھا۔ پیچھے سے African bongos کی تھاپ [illegible] کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک طرف ایک blinking sign جس پر لکھا تھا "Now you are going to see the most dangerous animal in the world" جونہی میں ایک پردے سے اندر داخل ہوا تو میری طرف [illegible] اندھیرا [illegible] چندھیا دینے والی روشنی میری طرف شیشے لگے ہوئے اور نہایت دہشت زدہ [illegible] میری طرف ہی دیکھ رہا تھا میں اپنی طرف ہی اشارہ کر رہا تھا "تم دنیا کے سب سے زیادہ خطرناک جانور ہو" ایک [illegible] روشنی نے [illegible] پڑھ کر [illegible] جانے کا راستہ جب میں اس راستے پر چل پڑا تو چڑیا گھر کی حدود سے باہر [illegible] گیا [illegible] میرا دوست ہنستے ہوئے میرا انتظار کر رہا تھا کہنے لگا "واقعی مجھے تم سے ڈر لگتا ہے تم دنیا کے سب سے زیادہ خطرناک جانور ہو۔"

"دنیا کے سب سے زیادہ خطرناک جانور" کے بارے میں یہ بات اس انداز سے کہی گئی کہ چڑیا گھر میں واپس جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس سے [illegible] بار دوبارہ ٹکٹ خرید کر چڑیا گھر میں داخل ہوا جائے یہ سب پتا اس لئے کہ کوئی سیاح جانوروں کو دیکھے بغیر [illegible] واپس نہ جائے۔

نیویارک شہر کی پانچ boroughs (قصبے) ہیں: Manhattan، Harlem، Brooklyn، Bronx اور Queens۔ Bornx کے چڑیا گھر کا پرانا نام New York Zoological Park ہے۔ یہ دنیا کے اعلیٰ درجے کے چڑیا گھروں میں سے تھا۔ اس کا افتتاح 1899 میں ہوا۔ اس کا ایک حصہ Wild Asia کا نظارہ دو میل (تین کلومیٹر) لمبی مانو ریل میں بیٹھ کر کیا جاتا ہے۔

Negro

وینزویلا سے پاکستان واپس آنے کیلئے ہماری بیٹی نازیہ فرخ اور میں VIASA کی فلائیٹ سے نیویارک کی ائرپورٹ JFK پر پہنچے۔ ہمارا قیام نیویارک میں صرف دو دن تھا اس لئے سفر شروع کرنے سے پہلے ائرپورٹ کے قریب ہی Holiday Inn میں ہم مقیم رہے۔ دو دن کے بعد برٹش ائرویز کی فلائیٹ سے لندن اور پھر اسلام آباد پاکستان روانہ ہوئے۔ ائرپورٹ سے بذریعہ بس پانچ منٹ کے وقت میں Holiday Inn پہنچ گئے۔

ہوٹل کی reception میں رجسٹر ہونے کے بعد پورٹر نے ہمارا سامان elevator میں تیسری منزل پر جانے کیلئے رکھ دیا۔ elevator attendant ایک حبشی تھا۔ نازیہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے Spanish میں کہا "Papi puedo tocar la cara de senior ?" (پاپا میں ان صاحب کے چہرے کو ہاتھ لگا سکتی ہوں؟) میں نے منع کرنے کی کوشش کی مگر

Marfat.com

وہ حبشی سمجھ گیا۔ میں نے اسے پوچھا "کیا میری بچی تمہارے چہرے کو ہاتھ لگا سکتی ہے؟"

وہ ہنسا اور جواب دیا "کیوں نہیں" اور اپنے سر کو ذرا نیچے کی طرف جھکایا۔ نازیہ نے دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو چھوا۔ میں نے اسے دس ڈالر کا نوٹ بطور ٹپ دینے کی کوشش کی مگر اس نے یہ کہہ کر "میرے لئے خوشی کی بات ہے" انکار کر دیا۔

بات یہ تھی کہ کینیڈا میں حبشی نہ صرف اچھے اچھے عہدوں پر فائز ہیں بلکہ سفید فام لڑکیوں سے شادیاں بھی کر رہے ہیں مگر نازیہ نے اتنی قربت سے کوئی حبشی پہلے نہ دیکھا اور پھر وہ سفید وردی میں بڑا عجیب سا دکھائی دے رہا تھا۔

Locked out

واشنگٹن ڈی سی کے ایک ہوٹل کی پانچویں منزل پر میں چند دنوں کیلئے رہ رہا تھا۔ ایک شام جب گھوم پھر کر واپس لوٹا تو دیکھا کہ میں تو چابی اندر ہی بھول گیا ہوں۔ چاہئے تو یہ تھا میں receptionist سے رابطہ کرتا اور مجھے چابی مل جاتی مگر میں نے سوچا دیکھیں کہ پولیس کیسے مدد کر سکتی ہے۔ ہوٹل کی لابی سے فون پر پولیس کو رابطہ کیا انہوں نے مجھے فائر بریگیڈ کا نمبر دے دیا۔ میں نے فائر بریگیڈ کو اپنی پریشانی سے مطلع کیا تو کوئی پانچ منٹ میں دو فائر بریگیڈ کے آفیسر آن پہنچے۔ انہوں نے میرے کمرے کا دروازہ کھول دیا کیونکہ ان کے پاس ایسے کاموں کے لئے ہر قسم کے اوزار ہوتے ہیں۔

میں نے آفیسر سے پوچھا "کیا چارجز ہیں؟"

"اس بار تو کوئی چارجز نہیں مگر آئندہ اگر ایسا وقت آیا تو چارجز ادا کرنے پڑیں گے۔"

میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور سوچنے لگا حیرانگی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے ہوٹل کے کسی متعلقہ فرد سے کوئی پوچھ گچھ نہ کی۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ کسی اور جگہ بھی پیش آ چکا ہے۔

غیر قانونی تارکین وطن

راقم ویزہ ویلا سے Chicago کی O'Hare ائیرپورٹ کی ٹرانزٹ لاؤنج میں رکا۔ ایک ڈرگ سٹور میں Pepsodent ٹوتھ کریم اور چند ٹوتھ برش خریدنے کیلئے داخل ہوا۔ ایک سیلزمین نے میری شکل سے اندازہ لگایا کہ میں پاکستانی ہوں یا پھر ہندوستانی ہو سکتا ہوں۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی آنسو بہانا شروع کر دیئے۔ بتلایا کہ وہ ملتان کا رہنے والا تھا اور کسی ایجنٹ کو ملتان میں 80.000 ہزار روپے دیئے تاکہ اس کو غیر قانونی طور پر امریکہ میں داخل کرا سکے۔ وہ پاکستان سے دوبئی میں میکسیکو آیا اور یہاں پر وہ غلاموں کی طرح کام کر رہا تھا۔ کام بھی ضرورت سے زیادہ تھا اور کام کی اجرت بھی نہیں ملتی تھی۔ وہ صرف 1.25 ڈالر ایک گھنٹے کے کما رہا تھا۔ حالانکہ امریکی قانون کے مطابق اس وقت 3.25 ڈالر ملنے چاہئے تھے۔ وہ دن رات محنت کر رہا تھا کہ اس کے پاس اتنی رقم اکٹھی ہو جائے کہ وہ پاکستان واپس جا سکے۔ مجھے اس کی حالت پر افسوس تو ہوا مگر میں کر کچھ نہیں سکتا تھا۔

دوسری فلائٹ سے میں نیویارک کی JFK ائیرپورٹ پر پہنچا۔ وہاں میرا دوست ڈاکٹر ابراہیم آفتاب پاکستان سے مجھے لینے آیا ہوا تھا۔ دوسرے روز وہ مجھے اپنی کار میں New Jersey ریاست کے شہر Atlantic City میں Trump Plaza دکھانے لے گیا۔ وہاں پر بھی ہم ایک اور غیر قانونی پاکستانی کو ملے جو بیچارہ بڑی مشکل سے مزدوری کر رہا تھا۔ اس کے پاس پیسے نہیں تھے کہ کسی ڈاکٹر کی فیس دے سکے۔ کسی ہسپتال کا رخ اس لئے نہ کرتا تھا کہ پکڑا نہ جائے اور پھر ہسپتال کی فیس بھی ضرورت سے زیادہ ہوتی جو کہ اس کے پاس نہ تھی۔ میں نے اسے ہمدردی کے طور پر پچاس ڈالر دیئے۔ وہ پھر آبدیدہ ہو گیا۔ میں نے اس کے شانے کو تھپکا اور اسے تسلی دی کہ اچھا وقت بھی آ جائے گا۔ اس نے ہمیں ایک بڑی ہی درد ناک داستان سنائی کہ ایک صاحب نے Dow Medical College کراچی سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے اور وہ ایک physiotheraphist کے nursing home میں male nurse کے طور پر کام کر رہا تھا۔

New Jersey سے ہم واپس Brooklyn پہنچے وہاں پر انڈین ویڈیو سنٹر پر گئے تا کہ میں فلم کی فرمائش پر

ہندوستانی فلمیں "شرابی، نمک حلال، کالا پتھر، پتی پتنی اور وہ، کھلونا، صاحب بیوی اور غلام، پاکیزہ اور وقت" خرید کر سکوں۔ خرید و فروخت کے بعد ہم نے واپس Baldwin کا رخ کیا جہاں ڈاکٹر ابراہیم کی رہائش تھی راستے پر ایک فلنگ سٹیشن پر رکے جہاں سے ابراہیم نے کار میں پیٹرولیم ڈلوائی تھی۔ پتہ چلا کہ اس فلنگ سٹیشن کا مالک ایک غیر قانونی تارکین وطن اور گجرات کے قریب واقع مدینہ گاؤں کا رہنے والا ہے۔ اس کے ملازم بھی اسی طرح غیر قانونی اور مدینے کے ہی رہائشی تھے مگر جو غلامی اور دکھ درد کی داستانیں ان میں سے چند ایک ملازموں نے سنائیں ان سے دل پسیج جاتا۔

جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ارادہ کیا کہ میں تو کبھی غیر قانونی طور پر نہیں۔

Air sickness

ہماری بیٹی فائزہ کو بچپن کے زمانے میں نہ صرف ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہوئے air sickness ہو جاتی بلکہ ائرپورٹ کی طرف روانہ ہونے کے وقت ہی سے قے کرنا شروع کر دیتی۔ Cumana سے میرا بھائی انور اپنی کار میں فائزہ، فرخ اور مجھے بٹھا کر ائرپورٹ لے گیا اور فائزہ کو متلی شروع ہو گئی۔ انور تو واپس لوٹ گیا ہم لوگ ہوائی جہاز سے Caracas پہنچے وہاں سے جب نیویارک کی فلائیٹ میں بیٹھے تو تمام راستہ نہ جانے کیوں اس کو متلی ہوتی رہی اور قے کرتی رہی۔ ہم اکثر ہوائی جہاز کے سفر سے پہلے اسے ایک دوا Dramamine کی گولی دیا کرتے تھے اور اس سے قدرے افاقہ رہتا مگر متلی کا سلسلہ شروع ہو جاتا تو یہ دوائی کچھ اثر نہ کرتی۔

JFK ائرپورٹ سے ٹیکسی میں بیٹھ کر نیویارک ہلٹن کی طرف روانہ ہو گئے جہاں میں نے ویز ویلا سے کمرہ بک کروایا ہوا تھا۔ فائزہ کا برا حال اور میں تو گھبرا ہی گیا مگر فرخ نے اپنے حواس پر قابو رکھا۔ ہوٹل کے کمرے میں داخل ہوتے ہی میں نے ڈاکٹر ابراہیم کو ٹیلیفون کر کے فائزہ کی حالت کے متعلق اطلاع دی۔ اس نے ہوٹل کے ڈرگ سٹور کا نام اور ٹیلیفون نمبر پوچھا۔ میں نے reception پر فون کر کے یہ معلومات حاصل کیں اور ڈاکٹر ابراہیم کو اطلاع دے دی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے ٹیلیفون کیا کہ ڈرگ سٹور جاؤ میں نے وہاں اپنا ڈاکٹر کا رجسٹریشن نمبر اور دستخط دے دیے ہیں۔ رقم ادا کر کے ایک کیپسول لے لینا اور جو گولی اس کے پیکٹ میں سے نکلے وہ صرف ایک وقت میں دینی ہے ہر چار گھنٹے کے بعد۔ یہ سنتے ہی میں دوائی لے آیا اور جونہی فائزہ کو دی اس کا پیلا رنگ اور متلی کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا۔

ڈاکٹر ابراہیم کو دوبارہ ٹیلیفون کیا تو اس نے کہا کہ میرا انتظار کرو۔ میں اپنی سٹیشن ویگن میں ہوٹل پہنچ رہا ہوں اور تم لوگوں کو اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ کوئی ایک گھنٹے میں ڈاکٹر ابراہیم پہنچ گیا اور ہوٹل سے جب چیک آؤٹ کیا تو کلرک کوئی انسان دوست شخص تھا اس نے صرف ایک رات کا کرایہ وصول کیا حالانکہ ہماری بکنگ کوئی ایک ہفتہ کی تھی۔ جونہی ہم اس کی گاڑی میں بیٹھ کر ہوٹل کے اندر ایرکنڈیشنڈ سے باہر نکلے تازہ ہوا لگی تو فائزہ بغیر کسی دوائی کے ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔

فرخ اور فائزہ کو ڈاکٹر ابراہیم کی بیوی یاسمین اور اس کے بچوں کے ساتھ چھوڑ کر میں ڈاکٹر ابراہیم کی کار میں اس کے ساتھ Baldwin سے ایک مہینہ Brooklyn کیلئے روانہ ہوئے کیونکہ میں نے City Bank، 666 Fifth Avenue نیویارک میں چند financial معاملات کے متعلق اپنے Accounts Executive سے بات چیت کرنی تھی۔ اس کے آفس میں کافی وغیرہ پینے کے بعد میں نے اپنا اوور کوٹ، کارف بیٹ منہ میں پائپ اور بریف کیس تھاما اور دفتر سے باہر نکل آیا تاکہ تھوڑی دور subway کے سٹیشن سے ٹرین میں بیٹھ کر اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔

ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ڈاکٹر ابراہیم کے سیکرٹری نے پیچھے سے آواز دینی شروع کر دی "Hey doc. doc wants to talk to you come back." پہلے تو میں نے کوئی پرواہ نہ کی کہ کون کسے بلا رہا ہے۔ پھر اس نے آواز دی۔ "Dr. Nasir. doc wants to talk to you." لہذا میں واپس لوٹا اور تھوڑی سی سیڑھیاں چڑھ کر اس کے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اس نے کہا "یہ صاحب یہ کیا بیوقوفی ہے میں تو بھول ہی گیا تھا ایسے ٹپ ٹاپ ڈریس ہو کر subway میں بیٹھنا نہایت خطرناک ہے۔"

Marfat.com

"کیوں؟" میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"اس لئے کہ ظاہراً تو کوئی امیر آدمی لگتے ہو تمہارے ایک طرف کوئی حبشی کھڑا ہو جائے گا دوسری طرف کوئی دوسرا اور چاقو یا پستول وغیرہ دکھا کر تمہیں لوٹ لیں گے۔ ہو سکتا ہے جان سے بھی مار دیں لہٰذا اس سامنے والے سٹینڈ سے پرانا اوور کوٹ پہنو اور اس کے ساتھ ہی گھسا پٹا ہیٹ پڑا ہوا ہے وہ سر پر رکھو اپنے کاغذات جیب میں ڈالو اور پھر subway میں سفر کرنا۔ مجھے کوئی وقت بتا دو میں تمہیں آ کر pickup کر لوں گا۔"

میں نے اُسے بنک کا ایڈریس دیا اور یہ بھی کہا کہ بینک سے فارغ ہو کر Macy's store میں تھوڑی شاپنگ کروں گا اور تم اسی جگہ پر کوئی پانچ بجے کے قریب مجھے pickup کر لینا۔

کوئی ایک ہفتہ ہم ان کے گھر مہمان رہے پھر Pan Am کی فلائٹ سے پاکستان روانہ ہونے کے لیے JFK ائیرپورٹ پہنچ گئے۔ گھر سے نکلنے سے پہلے ڈاکٹر ابراہیم نے اس دوائی کی دو شیشیاں غازی کو پلا دیں تاکہ گنتی پوری ہو جائے۔

کافی عرصہ ہوا ڈاکٹر ابراہیم جو کہ pediatrician ہے اپنے بچوں کی تعلیم اور مشرقی ماحول میں پرورش کرنے کے لیے اپنی فیملی کے ساتھ لاہور میں سیٹل ہو چکا ہے۔ شادمان کالونی میں اس کا Ibrahim Polyclinic ہے اور فیملی کی extention میں رہائش ہے۔ گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

چار پاکستان میں بیس دن قیام کے بعد میں نے Pan Am کے دفتر جا کر اسلام آباد سے نیویارک ہوائی جہاز کی سیٹیں بک کروائیں بمعہ New York Statler Hotel (اب اس کا نام بدل چکا ہے) میں نے دس دن کے لیے کمرہ بک کروا دیا اور رقم کی ادائیگی کے بعد ایجنٹ نے مجھے وہ چیک بھی دے دیا۔ تھوڑا عرصہ انتظار کرنے کے بعد telex کے ذریعے نیویارک سے ہماری بکنگ کی اطلاع بھی آ گئی۔ میں نے اسلام آباد سے پی آئی اے 747 جہاز پر جب ہماری سیٹ بک ہوئی تو اپنے دوست Dr Kirsteuer کو نیویارک ٹیلیفون کر دیا کہ ہم فلاں فلاں فلائٹ سے ائیرپورٹ پہنچ رہے ہیں۔ اس بار غازی کو دوبارہ پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا کیونکہ میں نے اسے سفر کا آغاز کرنے سے پہلے ہی لاہور ائیرپورٹ پر ہی مذکورہ دوائی کی دو شیشیاں پلا دیں۔ Dr Kirsteuer مقررہ دن ائیرپورٹ پہنچ گیا اور ہمیں اپنی کار میں بٹھا کر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ پورٹر نے سامان ہوٹل کی لابی میں رکھا غازی، فرخ اور میرا دوست سامان کے قریب ایک صوفے پر بیٹھ گئے جبکہ میں رجسٹر کرنے میں مصروف رہنے کے لئے reception کی طرف روانہ ہوا تاکہ رجسٹریشن کی کارروائی پوری کروں۔ سب سے پہلے کلرک نے نام پوچھا۔ میں نے کہا "Dr P Nasir" کلرک نے اپنے کاغذات کی جانچ پڑتال کے بعد جواب دیا "مجھے بہت افسوس ہے اس نام کی کوئی reservation نہیں ہے۔"

میں نے اسے اسلام آباد والا وہ چیک دکھایا تو اس نے دوبارہ ریکارڈ چیک کرنا شروع کیا اور کاؤنٹر کے ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے ساتھ ہوٹل کا اسسٹنٹ منیجر باہر آیا اور مجھ سے غلطی کی معذرت کی اور مجھے ایک دن کمرہ پہنچنے تک بیٹھنے کے لیے کہا۔ کمرہ تھا چھوٹا سا بوسیدہ قسم کا T.V اور فون وغیرہ کوئی سہولت نہ تھی میں نے انکار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی واپس کاؤنٹر پر پہنچ گیا۔ میرے دوست نے اندازہ لگایا کہ کوئی گڑبڑ ہے لہٰذا وہ کاؤنٹر کے قریب آیا اور اسسٹنٹ منیجر کو بہت مہذبانہ لہجے میں منیجر سے دوبارہ وہ چیک دیکھنے کو کہا کہ ہو سکتا ہے کوئی غلطی ہوئی ہو۔ میرے دوست نے مجھے کہا کہ تم شور کرو یا منیجر سے وہ چیک لو کیونکہ اس کا خیال تھا کہ منیجر وہ چیک واپس کر دیتا اور کہتا تمہارے پاس وہ چیک نہیں ہے۔ منیجر صاحب سوچ رہے تھے بعد فرمانے لگے کہ کمرے سے پیشتر شروع سے ہی کوئی ریزرویشن نہیں کر رہے تمہیں ذاتی طور پر دینے کے لیے تیار ہے جبکہ اس میں ہوٹل نہیں ہم کرائے کا فرق ادا کر دیں گے۔

"نہیں تمہیں اس سے زیادہ pay کرنا ہو گا۔ میں اپنے وکیل سے ابھی رابطہ کرتا ہوں۔" میرے دوست نے دھمکی دی اور وہ فون کی طرف ٹیلیفون کرنے چلا جا رہا تھا تو منیجر نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا کیونکہ وہ نیویارک سٹی میں کمرے سے متعلق دریافت کرتا ہے اور اس کا کرایہ ہوٹل ہی ادا کرے گا سامان وہاں پہنچانے کی اجرت بھی ادا کی جائے گی اور جونہی Statler میں کمرہ خالی ہوا تو تمہیں واپس آنا پڑے گا۔

Marfat.com

میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا "کتنی بار ہمیں ادھر سے ادھر آنا ہو گا۔" میرے دوست نے دوبارہ اپنے وکیل سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ صاحب کی شکل دیکھنا نے لگ گئی اور یہ بھی کہا "مجھے مہربانی کر کے لکھ کر دیں کہ یہ لوگ دس دن تک بلڈنگ میں رہیں گے اور مجھے کرایہ Statler ہوٹل والوں کو ادا کرنا پڑے گا۔"

"یقیناً" اور اس نے مجھے ایک paid چیک دے دیا۔ ساتھ ہی ہوٹل کی ٹرانسفر سروس سے ہمارا سامان دوسرے ہوٹل میں لے جایا گیا جہاں میرا دوست اپنی کار میں پیچھے پیچھے پہنچ گیا۔

ہم نے Manhattan میں شاپنگ کرنی تھی جس کے لئے کافی جگہوں پر جانا تھا۔ مثلاً Macy's, Bloomingdale وغیرہ وغیرہ۔ Dr. Kirsteuer نے اپنے ایک امریکن دوست جس کا نام Jake تھا کو اس لئے ٹیلیفون کیا کہ اس دن شاید ہماری ملاقات نہ ہو سکے کیونکہ اس نے بتایا کہ یہاں ٹیکسی وغیرہ کا انتظار کرتے رہو گے۔ اس کے ایک امریکن دوست کا فری دن تھا اس کے کام کی نوعیت ایسی تھی کہ ہفتے میں چند گھنٹے اتوار کو بھی کام کرنا پڑتا مگر کسی نہ کسی دن اسے کام سے مکمل چھٹی ہوتی۔ Jake نے ہم تینوں کو کار میں بٹھایا اور ایک پارکنگ لاٹ کی تیسری منزل پر کار پارک کیا اور اٹینڈنٹ نے اسے متعلقہ ٹکٹ دے دیا۔

چند گھنٹوں کے بعد ہم جب واپس ہوئے تو کار کا retrovisor (پیچھے کی طرف دیکھنے والا شیشہ) غائب تھا۔ یہ پارکنگ لاٹ والوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کار کی حفاظت کی جائے اسی لئے وہ کرایہ چارج کرتے ہیں۔ اس نے دفتر میں claim کیا تو انہوں نے بدتمیزی کی طرح کہتے ہوئے اسے ٹال دیا۔ Jake نے اس سلوک کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ امریکہ میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے مگر کچھ نہ وارث نہ زور۔ پولیس والے بھی ایسی چھوٹی موٹی واردات کی کوئی خاص پرواہ نہیں کرتے۔ Jake کی کار ایسی چوری کے لئے insure نہ تھی۔

جب ہم پارکنگ لاٹ سے کار میں بیٹھ کر باہر نکلے تو میں نے فرنٹ سیٹ پر پولیس کی کار پارک دیکھی لہذا میں نے Jake کو کار روکنے کے لئے کہا۔ پہلے تو اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ میرے دوبارہ کہنے پر کار فٹ پاتھ کے ساتھ روک لی۔ کار سے باہر نکل کر میں نے پولیس سے مخاطب ہوا کہ ہماری کار کا شیشہ فلاں پارکنگ لاٹ سے چوری ہو گیا ہے انہوں نے بڑی بے رخی سے جواب دیا "جاؤ یہاں سے ہمارے پاس ایسی معمولی چوریوں کی تفتیش کرنے کا ٹائم کہاں اور پھر انشورنس اس کی ادائیگی کر دے گی۔"

"اس شیشے کی چوری کار کی انشورنس میں شامل نہیں" میں نے جواب دیا۔

"جاؤ یہاں سے ہمارے پاس کوئی وقت نہیں۔"

میری دل شکنی تو ہوئی مگر جب Jake نے دوبارہ کار سٹارٹ کی تو میں اس انتظار میں تھا کہ شاید کوئی اور پولیس کی کار نظر آئے تو میں انہیں روک کر شیشے کی چوری کے متعلق آگاہ کروں۔ بات تو معمولی تھی مگر میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کوئی دادرسی بھی ہوتی ہے کہ نہیں۔ تھوڑی دور ہی گئے کہ سامنے سے پولیس کی کار ہمارے پاس سے گزری تو میں نے فوراً ہی فرنٹ سیٹ سے ہاتھ باہر نکال کر انہیں رکنے کے لئے کہا۔ انہوں نے کار فٹ پاتھ کے ساتھ لگا لیا اور Jake نے بھی کار ان کے پیچھے لگا دی۔ باہر نکل کر میں نے انہیں تمام داستان سنائی۔ اتفاق کی بات ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اسی پارکنگ لاٹ میں پہنچ گئے۔ پولیس والوں کو دیکھتے ہی اٹینڈنٹ نے معذرت کی اور شیشے کے پچیس ڈالر فوراً ادا کر دیئے (بعد میں پتہ چلا کہ دس ڈالر اصل قیمت سے زیادہ تھے)۔

یہ سب کیسے ہو گیا؟ آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ پہلی کار کا crew حبشی تھا اور انہوں نے صاف انکار کر دیا مگر دوسری کار کا crew سفید امریکن تو وہ ہماری مدد پر آمادہ ہو گئے۔ مجھے تو ظاہرا یہی وجہ نظر آئی۔

ایک رات Dr. Kirsteuer نے Jake اسکی بیوی Erika اور ہم تینوں کو کھانے پر اپنے فلیٹ میں دعوت دی۔ اسکی بیوی کو موجود نہ پا کر میں حیران سا ہو گیا۔ Dr. Kirsteuer نے مجھ پر واضح کیا کہ Jake کی بیوی کا ایک اور بوائے فرینڈ ہے جہاں وہ اپنا وقت گزارتی ہے۔ Jake اور وہ سہولت کے طور پر اکٹھے رہ رہے ہیں کیونکہ Jake کے پاس نہ اتنا وقت ہے اور نہ اتنی رقم کہ طلاق کیلئے قانونی کارروائی کرے۔

Dr. Kirsteuer اپنے فلیٹ پر دعوت دینا چاہتا مگر اسکی خواہش تھی کہ فرخ پاکستانی کھانے تیار کرے لہذا غازیہ میں

Marfat.com

Erika، Jake اور دو اور جوڑے اُن کے فلیٹ پر ہی رہے کیونکہ نازیہ کار میں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اپنی کار میں فرخ کو ایک ہندوستانی کی دکان پر لے گیا۔ وہاں سے فرخ نے گوشت سبزی، بناسپتی چاول اور دیگر مصالحہ جات خریدے۔ فرخ نے مل کر مرغ پلاؤ، نرگسی کوفتے، کباب اور کھیر تیار کی۔

وہ Boeing 747 اور DC8 ہوائی جہازوں کا دور تھا۔ Boeing 747 دنیا کا پہلا زیادہ چوڑائی والا اور بڑا مسافر بردار جہاز ہے۔ اس کی سروس جنوری 1970 میں شروع ہوئی۔ اس کا وزن کوئی 193 ٹن اور (تقریباً دو سو ٹن جب مسافروں اور سامان سے بھرا ہوا ہو) اس کی ایک یہ خوبی تھی کہ چاہے کتنا ہی وزن اس پر لادا جائے سپیڈ میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ باوجود اس کی مقبولیت کے Boeing کمپنی جو کہ دنیا کی سب سے بڑی کمرشل ہوائی جہاز بنانے والی کمپنی تھی دیوالیہ پن کے کنارے پر پہنچ گئی۔ جہاز کی لمبائی 230 فٹ ایک پر کے کنارے سے لے کر دوسرے طرف کے پر کے کنارے تک چوڑائی دو سو فٹ۔ دراصل دو انجنوں والا کوئی بھی جہاز اس کے ایک پر میں سما سکتا ہے۔ زمین سے لے کر اس کی اونچائی 65 فٹ۔ جس کا مطلب اس کی اونچائی ایک پانچ منزلہ بلڈنگ کے برابر۔ اس کے 18 پہیے ہیں اور ہر ایک پہیے کی 18 فٹ اونچائی جبکہ اس کو چار جیٹ انجن چلاتے ہیں۔ cruising speed 550 میل فی گھنٹہ، اس میں پانچ سو مسافر بیٹھ سکتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ عام چار انجنوں والے جہاز کے مسافروں سے دوگنے زیادہ۔ لمبے سفر پر کم مسافر بٹھائے جاتے ہیں تا کہ زیادہ پٹرول خرچ نہ ہو۔ اس جہاز کی تیاری میں تقریباً ایک سال لگ جاتا ہے۔

''ہندوستان کی ریاست Baroda کا مہاراجہ!''

نیویارک کی JFK ائرپورٹ سے جو ٹرین مسافروں کو بہت بڑے شہر کے وسط میں Grand Central Station تک جاتی اس کا لندن کی Heathrow ائرپورٹ کی انڈر گراؤنڈ ٹرین Piccadilly Line اور shuttle ٹرین جو کہ ائرپورٹ سے لندن کی Gatwick ائرپورٹ کے درمیان چلتی ہے یا انڈر گراؤنڈ Victoria Line، Gatwick سے لندن شہر کے Victoria سٹیشن تک صفائی، تیز رفتاری، frequency اور punctuality سے کوئی مقابلہ نہیں۔

فرخ اور میں Lufthansa کی فلائیٹ پر جرمنی کی Frankfurt ائرپورٹ سے JFK پر اترے۔ کسٹم وغیرہ سے فارغ ہو کر ٹیلیفونز پینل جہاں ہوٹل والوں نے اپنے فری ٹیلیفون نصب کئے ہوتے ہیں New York Hilton میں ایک ڈبل روم $85 رات کے لئے بک کروا دیا۔ چونکہ ہم لندن میں اکثر مذکورہ بالا سروسز کا استعمال کر چکے تھے لہذا فرخ نے JFK سے ٹرین پر بیٹھ کر نیویارک پہنچنے کا مشورہ دیا۔ میں نے اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہا کہ اس سروس کا لندن کی سروسز سے کوئی موازنہ نہیں۔ یہ بات فرخ کی سمجھ میں آ گئی۔ فرخ ساڑھی جبکہ میں مغربی لباس میں اور چار اٹیچی کیس بھی ہمارے پاس (ضمیمہ 128) تھے۔ میں نے تجویز پیش کی ''فرخ بجائے اس کے ائرپورٹ سے ٹیکسی یا ریل میں سفر کریں کیوں نہ limousine کو استعمال میں لائیں۔''

''مگر نسیم یہ تو بہت مہنگی پڑے گی۔''

''نہیں فرخ ٹیکسی میں نیویارک شہر تک جانے کیلئے زیادہ سے زیادہ چار مسافروں کیلئے تقریباً تیس ڈالر لگتے ہیں اور اگر کسی خاص جگہ پر جانا ہو تو اور چارج کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ میٹر کی ریڈنگ پر 15% ٹپ بھی ادا کرنا پڑتا ہے اور 2.50$ ٹول ٹیکس، لوگوں کو پتہ نہیں اصل میں limousine سستی پڑتی ہے۔ میرے خیال میں ہم دونوں کیلئے بیس ڈالر ہو گئے۔''

ٹیکسیاں، بسیں اور limousine تمام کے تمام Port Authority Bus Terminal تک جاتے ہیں اور پھر وہاں سے منزلِ مقصود تک جانے کیلئے اسی ٹیکسی یا limousine میں یا پھر کوئی اور دوسری ٹیکسی کرائے پر لی جاتی ہے۔

میں نے ائرپورٹ سے limousine سروس کو ٹیلیفون کیا اور ایک کالے رنگ کی ٹیکسی جس کو ایک ادھیڑ عمر کا حبشی وردی میں ملبوس چلا رہا تھا آن پہنچی۔ اس نے باہر نکل کر بڑی انکساری اور مؤدبانہ طریقے سے limousine کا پچھلا دروازہ کھولا اور ہمارے سامان کو ڈگی میں محفوظ کر دیا۔ تمام راستہ اس نے کوئی بات نہ کی۔ ہم دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے زیادہ تر Spanish کبھی کبھی پنجابی اور انگلش میں باتیں کر رہے تھے۔ chauffer یہ سمجھتا ہوگا کہ ہم ''dirty rich'' طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بہتر

Marfat.com

ہوٹل کی entrance کے سامنے اس نے limousine روکی اور بڑے polite انداز سے limousine کا پچھلا دروازہ کھولا۔ ہم دونوں باہر نکلے تو اس نے خود ہی ڈگی سے سامان نکال کر باہر رکھ دیا۔ میں نے ہوٹل کے ایک پورٹر کو اشارہ کیا اور وہ سامان اندر لے گیا۔ ہم ہوٹل کی لابی میں آ گئے۔

یہ کرایہ درست تھا۔ ایئر پورٹ سے یہاں تک کا کرایہ ہی اتنا بنتا تھا۔ میں نے اسے 35 $ دیے اور بقیہ ٹپ اسے رکھنے کو کہا۔ اس نے نہایت غصے کے انداز میں وہ نوٹ میرے منہ پر پھینکا اور کہا:

"This is not a Maharaja's way. The Maharaja of Baroda gave me thirty dollars tip and a gold chain" یہ کہہ کر وہ تیزی سے گاڑی لے کر چلا گیا۔

دوسرے روز ہم دونوں Umpire State بلڈنگ دیکھنے گئے۔ لفٹ میں بیٹھ کر آخری منزل پر پہنچے۔ یہاں سے نیویارک کا منظر بہت ہی خوبصورت تھا۔ ہم نے دوربینیں نصب کی گئی تھیں جن سے شہر کا نظارہ کیا جاتا ہے۔ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ بلندی سے دیکھنے سے بلڈنگ ہلتی محسوس ہوتی ہے۔ ہم دونوں تو دوربین سے دیکھتے رہے اور چند ایک دوسرے لوگ بھی تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ ہوا سے بلڈنگ کی چوٹی ہلتی ہے اور چند ایک منٹ میں ہوا سے تنگ ہوں۔

آج کل میں ہمیشہ Hush Puppies کے suede جوتے ہی استعمال کرتا ہوں اور ہمیشہ سے یہی پسند کرتا ہوں۔ یہ جوتے بہت ہی آرام دہ ہوتے ہیں اور پاؤں کو بہت آرام دیتے ہیں۔ میں نے پہلا جوڑا Macy's کے ڈیپارٹمنٹ سٹور سے خریدا تھا۔ اس دور میں صرف gray رنگ ہی ملتا تھا۔ میں نے اس بات کا ذکر اپنے دوستوں سے کیا تو انہوں نے بتایا کہ Macy's سے بہترین جوتے ملتے ہیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ میں ایک کانفرنس attend کرنے گیا ہوا تھا اور فارغ وقت میں Macy's گیا اور medium سائز کا جوڑا خریدا۔ جوتے پہن کر پاؤں میں بہت آرام محسوس ہوا۔ اس زمانے میں اس کی قیمت 23 $ تھی جو اب بڑھ کر 75 $ ہو گئی ہے۔

1987 میں جب میں یونیورسٹی سے ریٹائر ہوا تو حالات نے مجھے مجبور کیا کہ ہم مستقل رہائش کے لیے پاکستان آ جائیں۔ یہاں بڑے بڑے شہروں کے سٹوروں میں جوتے خریدنے گیا مگر gray رنگ کے جوتے دستیاب نہ تھے۔ 1993 میں لندن میں ایک Hush Puppies کے سٹور سے کالے رنگ کے جوتے خریدے جو اب تک میرے پاس موجود ہیں۔

یہ جوتے اور یہ ٹوپی ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان آنے کے بعد میرے کام آئے۔ میرا بیٹا جو اب امریکہ میں ہے، اس نے مجھے ایک جوڑا بھیجا۔ وہ امریکہ میں Ph D کر رہا تھا اور اس نے میرے لیے ایک خوبصورت براؤن رنگ کا moccasins خریدا جس کی قیمت 120 $ تھی۔

مارچ 2002 کے آخری ہفتے کی بات ہے میں نے Hush Puppies کے logo والی ایک دکان کے متعلق سنا کہ پاکستان میں شہر میں City Tower میں ہے۔ میں وہاں moccasins خریدنے گیا۔ دکاندار سے میں نے پوچھا کہ کیا یہ genuine Hush Puppies ہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ Hush Puppies کے logo والے Hush Puppies کے جوتے ہیں۔ میں نے انہیں Hush Puppies سمجھا۔ میں نے پہن کر دیکھے تو ان میں اور ان میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ یہ suede کے بنے ہوئے تھے۔ میں نے سائز پوچھا تو ساڑھے آٹھ میڈیم اور انگلینڈ کا ساڑھے سات سائز کے جوتے مجھے فٹ ہوئے۔ میں نے یہ جوتے خرید لیے۔ عجیب بات ہے صرف ایک ہی جوڑا اور قیمت بہت کم تھی، صرف 18 ڈالر۔ جب میں نے قیمت ادا کی تو اس نے پانچ روپے واپس کر دیے۔ جبکہ 75 $ کے Hush

[illegible] moccasins [illegible] Puppies [illegible]
[illegible]

Venezuela

Canaries پرندے

[illegible] University [illegible]
Campus [illegible] Cerro Colorado [illegible]
University Campus [illegible] Cumana [illegible] Cerro del [illegible]
Medio [illegible]
[illegible] chicken-mesh [illegible] cover [illegible]
[illegible] tropical [illegible]
[illegible]

Cerro del Medio [illegible]
Security Force [illegible]

[illegible] (canaries) [illegible]
[illegible]
bed rooms [illegible]
porch [illegible]
[illegible]
[illegible]
parties [illegible] bed rooms [illegible]
(ضمیمہ 129) [illegible]
bed [illegible]
porch [illegible]

[illegible] aviary [illegible]
[illegible]
[illegible]
trap [illegible] (male) [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
vocal chords [illegible]
[illegible]
rhythm [illegible]
be conduct [illegible]
(ضمیمہ 129 A) [illegible]

Marfat.com

ایک دن اس کی ٹانگ سے بری طرح خون بہہ رہا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے اسے hand net کی مدد سے پکڑا تو دیکھا کہ اس کی ٹانگ پر گہرا زخم ہے۔ اتوار (چھٹی کا دن) کی وجہ سے مجھے اس وقت کار میں علاج معالجہ کے سلسلے میں اچھی خاصی جگہوں کی سرگردانی اور تب ... کے بعد ایک Veterinary surgeon مل گیا۔ Vet نے اس کی زخمی ٹانگ پر کوئی لوشن لگایا تو چند لمحات میں اس کا خون بند ہو گیا۔ میں اسے گھر لے آیا تو میرے بھائی انور اور میری بیوی فرخ نے اس کی ضرورت سے زیادہ ایک پنجرہ تیار کیا۔ ... پنجرے میں صاف رکھنے کا ... ہونے کی وجہ سے وہ اپنی زخمی ٹانگ دوبارہ زخمی نہ کر لے۔ تین دن میں اس کی ٹانگ کا زخم اچھا ہو گیا ... اس کی ٹانگ کو پہچان ... ہم نے دیکھا کہ اس کی تو اتنے اس نے گانا شروع کر دیا ہے تو اسے پنجرے سے رہائی دے دی۔

ہمارے living-room میں ایک dressing table جس پر ایک لمبا مستطیل شیشہ (90 ڈگری) کے زاویے سے لگا ہوا تھا۔ یہ پرندہ شیشے میں اپنا عکس دیکھ کر حیران ہوتا اور کافی دیر تک اپنی چونچ سے اپنے ہی عکس کو چونچ مارتا اور یہ سلسلہ اس کی چونچ زخمی ہونے تک جاری رہتا۔ فرخ ان پرندوں کے گھونسلے درست کرنے میں لگی رہتی۔ جب بارش ہوتی تو ان کے گھونسلوں پر پانی روکنے کی غرض سے چھوٹی پلیٹوں اور روئی کے ڈھیر جمع کیے رکھتی تاکہ ہونے والی ماؤں اور بچوں کے گھونسلوں ... یہ پرندے جیسے lawn یا porch میں ادھر ادھر کوئی جھاڑی یا پھلدار بوٹا اپنی پسند کا تلاش کرتے اور ... ہم اپنی اس ... میں اس قدر مگن اور خوش تھے کہ ہمیں اپنی رہائش تبدیل کرنے کا کبھی خیال تک نہ آیا ... Gibraltar کی چٹان جیسی طرح ڈٹے رہے ہمیں خبر بھی نہ ہوئی اور کئی ماہ بیت گئے۔

ہمارے ہاتھ کے بنگلے میں Trinidad and Tobago کا پروفیسر ڈاکٹر علی خان رہائش پذیر تھا۔ اس کی بیوی کا تعلق ... ڈاکٹر علی خان میرے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ اب بھی جب میں retire ہو گیا ہوں تو اس کی بیوی کے اصل نام کا پتہ نہیں ... ڈاکٹر علی خان اور دوسرے پہچان والے اس کو Terry کے نام سے پکارتے تھے اور ہیں۔

یہ خوشحالی ... نے چلا۔ یہ تمام بات یونیورسٹی کے Rector جن کا نام Dr Pedro Cabello Poleo تھا کے ایک ... سے شروع ہوئی جس نے اس رہائشی (کالونی) کا دورہ ... کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ طالب علموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر Campus سے ... اس رہائش گاہ میں منتقل ہو جائیں تاکہ طالب علموں کو زیادہ classes کی سہولتیں مہیا کی جا سکیں اور یہ کام جلد از جلد ہو جائے۔ ... بات تو یہ ہے کہ اس وقت کی حکمران جمہوری پارٹی Accion Democratic کا بڑا اہم رکن تھا۔ شاید میں وہاں سے ... مگر مجھے اپنے Rector کا حکم سب سے پہلے تسلیم کرنا پڑا کیونکہ وہ بھی جمہوری پارٹی کا ... تھا۔ ہم مکان خالی کر دیتے مگر ہمارے پیارے پرندوں جن سے دل کی گہرائیوں سے مانوس ہو چکے تھے ... کی محفوظ جگہ کی تلاش ... وہ پنجروں میں رہنے کے عادی نہ تھے۔ حقیقتاً آزاد پنچھی تھے۔

میں کئی ہفتے کسی ایسے مالک مکان کی تلاش میں رہا جو ہمارے پرندوں کے لیے مناسب تحفظ اور سہولتیں مہیا کر سکے ... مگر مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ چار و ناچار میں نے فیصلہ کیا کہ یہ پرندے میں اپنے ایک دوست کو دے دوں جو ان پرندوں سے محبت کا اظہار کرتا اور وہ تھا ڈاکٹر علی خان۔ آبدیدہ آنکھوں سے پرندے اس کے حوالے کر دیئے۔

دوسرے پرندوں کی تو کوئی بات نہ تھی مگر کناریوں کو آزاد فضا میں چھوڑنے سے ڈرتا کہ کہیں وہ بھوک سے مر نہ جائیں کیونکہ وہ اپنی خوراک خود تلاش کرنے کے عادی نہ تھے یا دوسرے شکاری پرندے انہیں اپنی خوراک نہ بنا لیں کیونکہ ... پرندے کی نسل پالتو قسم کی ہے جو ... سے مانوس اور پنجرے میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں جبکہ کناریوں کی نسل جو ہمارے پاس تھی خصوصاً Canary Islands سے برآمد شدہ ... نسل تھی۔ یہ قدرتی طور پر Venezuela میں نایاب تھی بیشک جنگلی کناری تھے مگر ان کی نسل دوسری اور ان کو قید میں رکھنا نہایت ہی مشکل کام تھا۔

ایک دن اپنے دوسرے گھر ایک مکان ساحل سمندر پر واقع ہے فرخ، انور اور میں اپنے دوست ڈاکٹر علی خان کے گھر اپنے پیارے پرندے دیکھنے گئے تھے۔ ابھی جا کر بیٹھے ہی کہ وہ بوڑھا کناری جسے فرخ کی ماں بھری محبت نے صحت یاب کیا

Marfat.com

بے ساختہ ایک شاخ سے اڑ کر فرخ کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا۔ یہ ایک بڑی جذباتی کیفیت اور پرانی یادوں کو تازہ کرنے والی ملاقات تھی۔ میں نے فرخ کی آنکھوں میں تیرتے موتی دیکھے انور سے اور مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ جب تک ہم وہاں بیٹھے رہے وہ کناری کبھی فرخ کے اس کندھے پر، کبھی سر پر اور کبھی اس کی چھاتی پر کبھی رخسار پر آہستہ سے چونچ مارتا۔ ایک آدھ دفعہ وہ میرے اور انور کے کندھوں پر بھی بیٹھا۔ جب ہم لوگ چائے وغیرہ کے بعد اجازت لے کر اٹھے تو وہ فرخ کے کندھے پر ہی بیٹھا رہا۔ دروازے کے قریب آ کر جو کہ جالی کا تھا میں نے اس کناری کو اپنے ہاتھ سے فرخ کے کندھے سے اٹھایا جب فرخ میرا بھائی انور اور میں اس دروازے سے باہر نکلے تو وہ اندر جالی سے چمٹا رہا اور ایسے لگتا تھا جیسے ہم سے بچھڑنے کا انسانوں کی طرح دکھ ہو۔ ہمارے باہر آ کر گاڑی میں بیٹھنے تک وہ وہیں جالی سے چمٹا رہا۔ ہم تینوں نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ ہلاتے ہوئے پرنم آنکھوں سے خدا حافظ کہا۔

ساحل سمندر پر مکان اور چور

آخر کار میں نے کرایے کا مکان beach پر لے لیا جو کہ کیمپس سے زیادہ دور نہیں تھا اور مالک مکان کے ساتھ ایک سال کا contract کر لیا۔ ایک سال کا معاہدہ اس لئے کیا کیونکہ میں نے ایک قطعہ اراضی Cumana شہر کے بہترین رہائشی علاقے میں بر لب boulevard خرید کر لیا جس پر عنقریب تعمیر شروع کرنے کا ارادہ تھا۔ کئی سال پہلے جب فرخ اور میں لندن میں چھٹیاں گزارنے گئے تو Ideal Home Exhibition جو کہ Earl's Court کے underground station سے تھوڑے فاصلہ پر Olympia کے مقام میں ہر سال جدید مکانات کی نمائش ہوتی ہے اور یہ مکان اصلی مکانوں کی طرز پر بنائے ہوتے ہیں۔ ہر ایک مکان کا ایک بڑی ڈائریکٹری میں نقشہ، بمعہ پیمائش material اور مزدوری کی تفصیل کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم نے ایک مکان پسند کیا اور اس کا نقشہ اور دیگر تفصیلات خرید لی تھیں۔ انگلینڈ میں جگہ کی قیمت کے پیش نظر اکثر مکانات چھوٹے تعمیر کئے جاتے ہیں جبکہ Venezuela میں اپنے ایک architect دوست Dr Carlos Badarracco سے اس مکان کی تفصیلات پر گفتگو کر کے اپنی مرضی اور حسب خواہش کشادہ تعمیر کا منصوبہ بنایا جو کہ قریب ۱۲/۱۰ ماہ میں یہ بنگلہ تعمیر ہو جائیگا۔ Spanish میں بنگلے کو Quinta کہتے ہیں۔

landlord کے ساتھ میرا اگریمنٹ expire ہو گیا مگر ملک کے سیاسی دگرگوں حالات کی وجہ سے مجھے مکان کی تعمیر میں تھوڑی دیر لگی۔ landlord کو ہمیشہ مقررہ وقت سے پہلے کرایہ کا چیک اس کے نام اس کے گھر بھیج دیتا۔ اس کا شہر Puerto la Cruz سمندر کے کنارے میرے شہر Cumana سے 75 کلومیٹر دور تھا۔ بظاہر landlord خوش اخلاق اور معاملے کا صاف ستھرا نظر آتا۔ اس نے نہ تو مجھے مکان خالی کرنے کے لیے اور نہ ہی contract کی تجدید کیلئے کہا۔ اس کی بیوی نے ضرور یہ عندیہ دیا کہ میں مکان خالی کر دوں۔ میں نے کہا کہ میں اپنے مکان کی بنیادیں رکھ چکا ہوں۔ امید ہے کہ چند ماہ میں یہ مکان تیار ہو جائے اور میں خوشی سے آپ کا مکان آپ کے حوالے کر دوں گا۔ میرا خیال تھا کہ میری بات landlady کی سمجھ میں آ گئی ہو گی اس کا رویہ حالات کے پیش نظر ہمدردانہ ہو گیا۔ میں کرایہ کا چیک اپنی routine کے مطابق بھیجتا رہا۔

ایک weekend پر فرخ، میری بیٹی عذرا، میرا بھائی انور، اس کے بیوی بچے اور میں سب وہاں میرے ساتھ کرایہ والے مکان میں مقیم تھے۔ ایک رات شہر سے دور سمندر کے کنارے دوستوں کے ساتھ رات گزارنے کا پروگرام بنا۔ دو کاروں میں بیٹھ کر چل دیئے۔ دوسرے دن ہم قریباً دوپہر کے وقت اپنے گھر کے نزدیک پہنچے اور جونہی ہم نے کاریں kerb کے ساتھ کھڑی کیں تو ہماری ایک پڑوسن بڑی بھاگتی ہوئی ہمارے پاس آئی اور بڑی گھبراہٹ میں بولی

"کل دن کے وقت کچھ چور تمہارے گھر میں گھس گئے۔ کوئی دو گھنٹے تک گھر کی تلاشی لیتے رہے۔ جب انہیں خبر ہوئی تو وہ فائرنگ کرتے اور دھمکیاں دیتے ہوئے کاروں میں بیٹھ کر بھاگ نکلے۔ بہتر ہے تم نے ہماری غیر حاضری میں پولیس کو اطلاع کر دی ہے"

جب ہم گھر میں داخل ہوئے تو ہر طرف چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ تمام wardrobes خالی کئے جا چکے تھے۔ dresses اور دیگر پارچات، کپڑوں کے ڈھیر، کھلونے، mattresses، کرسیاں، میز، برتن جگہ جگہ قیمتی اشیاء کی تلاش میں تہہ و بالا کئے جا چکے تھے

Marfat.com

منظر پیش کر رہا تھا البتہ الماری کی حالت جوں کی توں تھی۔ ہم نے احتیاطاً سامان دیکھنا شروع کیا۔ صرف سونے کی کچھ انگوٹھیاں اور قریباً 1700 مریکن ڈالر غائب تھے۔ اگرچہ یہ چوری کوئی ایسی بڑی چوری نہ تھی بہر حال ہم نے پولیس کو پھر بھی اطلاع کر دی اور اس رد عمل کے تحت ایک police van ہمارے گھر کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔ detectives، فوٹوگرافر اور خوفناک قسم کا آدمی ہمارے گھر کے میاوند میں داخل ہوئے میں نے انہیں گرمجوشی سے اندر آنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے کئی قسم کے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ ان سوالات میں اکثر مجھے فضول مگر معمولات کے مطابق لگے۔

''کیا آپ کو کسی پر شک ہے اگر ہے تو اس شخص کا حلیہ کیسا ہے؟''

اس قسم کے سوالات کی بھرمار تھی جبکہ فوٹوگرافر نے تمام گھر کے اندرونی حصوں کی تصاویر لیں اور کچھ انگلیوں کے نشانات جو ان کی نظر میں آئے ان کو بھی چیک کیا چونکہ گھر میں بڑا افرد میں ہی تھا لہذا مجھے دوسرے دن پولیس سٹیشن پر آ کر declaration دینے کی ہدایت کی۔ میں دوسرے دن پولیس اسٹیشن گیا۔ قریباً چار گھنٹہ میری statement کے ٹائپ ہونے پر مجھے voucher کی ایک کاپی ریفرینس کیلئے دی گئی۔ اس طرح سے میری شکایت کی درخواست سرکاری طور پر قانون نافذ کرنے والے ادارے میں درج ہو گئی کسی نے مجھے اس پولیس اسٹیشن سے چوری کے متعلق دوبارہ نہ بلایا۔ اگرچہ اسی پولیس سٹیشن پر بعد میں مجھے کئی دفعہ دیگر ضروریات کے تحت جانا پڑا۔

مجھے پیشتر ازیں وینزویلا میں دو دفعہ پولیس سے پالا پڑ چکا تھا۔ ایک دفعہ جب ابھی میری شادی بھی نہ ہوئی اور میں ہوٹل Hotel Caribe میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہوٹل سمندر کے کنارے Avenida Universidad پر اور میں اس ہوٹل میں قیام کے دوران ایک رات پارٹی سے اپنی کار کی Volkswagon 1300 پر واپس لوٹا۔ حسب معمول میں اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے کو کھڑی کر دی۔ سونے کیلئے تیاری کرتے ہوئے کپڑے تبدیل کئے اور دروازے کو اندر سے بولٹ کر دیا بستر پر دراز تو ہو گیا مگر نیند وہیں دور تھی چونکہ کمرے کی سائیڈ کھڑکی سے چاندنی جھانک رہی تھی میں نے light off کر دی۔ کمرے کے دروازے کے آدھے حصہ پر steel plate اور اوپر والے آدھے حصہ پر افقی شیشے کی plates لگی ہوئی تھیں۔ اس تمام system کے ساتھ ایک lever ہوتا۔ plates کو control کرتا۔ lever کو نیچے کرنے سے تمام افقی plates صرف آدھی کھلتیں۔

چونکہ نیند کا وقت گزر چکا تھا میں نے ادھر ادھر کافی دفعہ کروٹیں بدلیں مگر نیند واقعی مجھ سے روٹھ چکی تھی میں نے غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص دروازے کے باہر کھڑا ہے اور اپنا بایاں ہاتھ افقی plates سے اندر کر کے دروازہ کی کنڈی کو تلاش کر رہا ہے۔ چونکہ میرا بایاں پاؤں ویسے ہی lever پر پڑا تھا کہ اس کا اچانک ہاتھ لگنے سے دفعتاً lever از خود دب گیا اور افقی plates خود بخود بند ہو گئیں۔ اس شخص سے ایک دردناک چیخ بلند ہوئی اور بڑی تگ و دو کے بعد اپنا ہاتھ باہر کھینچنے میں کامیاب ہوا مگر اس عمل کے دوران اس کا ہاتھ بری طرح زخمی ہو گیا۔ خون کے دھبے جگہ جگہ پھیل گئے۔ کمرے کا ٹیلیفون خراب تھا میں نے جلدی سے اپنا nightgown پہنا اور مالک ہوٹل کے کمرے کی طرف چلنا شروع کر دیا مالک کا نام Ernesto اور وہ Trinidad and Tobago کا رہنے والا تھا۔ میں نے اس کے دروازے کی bell دبائی مگر اس نے سنی ان سنی کر دی۔ اب میں نے بار بار اسے پکارنا شروع کر دیا تو اس نے دروازہ کھول ہی دیا۔ اسے تمام داستان سنا دی چونکہ کوئی چیز چوری نہ ہوئی تھی اس نے پرواہ نہ کی مگر میرے اصرار پر اس نے پولیس کو فون کیا۔

پولیس کے آنے میں صدیاں بیت گئیں اور جب وہ آئے تو ادھر ادھر تلاش کرنے کے بعد سڑک کے ساتھ، ساتھ قریباً میٹر تک خون کے گرے ہوئے قطرے پائے۔ میں نے دیکھا کہ پولیس والے قطروں کے پیچھے دور تک چلے گئے مگر معاملہ رفع دفعہ ہو گیا چونکہ چوری نہ ہوا، اور چور صاحب صرف تکلیف میں مبتلا تھے لہذا پولیس نے اس معاملہ کو آگے پہنچانے کی بجائے اس پر اکتفا کیا کہ مجھے شکایت کی درخواست دینے کو بھی نہ کہا۔

جب دوسری واردات پر پولیس سے پالا پڑا تو سنیئے یہ اس وقت کی بات ہے کہ ہم ابھی یونیورسٹی کی رہائش گاہ Cerro del Medio پر مقیم تھے تو ایک دن بعد از دوپہر فرخ، انور اور میں Mercedes-Benz 230 کی drive کے بعد واپس

Marfat.com

لوٹے۔ جونہی میں نے مکان کا main gate کھولا تو محسوس ہوا کہ معاملہ گڑبڑ ہے کیونکہ lawn کی طرف living-room کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور گھر کی lights بھی on تھیں۔ master bedroom کی کھڑکی جو lawn میں کھلتی اس کو ایک bolt (چٹخنی) لگی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ خراب تھی مگر پھر بھی وہ آسانی سے کھولی نہ جا سکتی۔ کھڑکی سے باہر ایک لوہے کی grill لگی ہوئی جو کوئی دس انچ کے مربعوں میں تقسیم اس میں سے ایک مربع کو کاٹا ہوا تھا۔ کوئی نہایت ہی دبلا پتلا شخص یا بہت ہی کم عمر پتلا لڑکا اس سوراخ سے اندر والی کھڑکی کو دھکا دے کر کھولتے ہوئے اندر داخل ہو گیا۔ bedroom میں بے ترتیبی انتہا کی حد تک پھیلی ہوئی تھی۔ wardrobe، dressing table سے چیزیں نکال کر بڑی بے دردی سے بکھیر دی گئیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے جو کوئی اندر داخل ہوا اس کو دلچسپی صرف نقدی اور زیورات سے ہوگی جو کہ اتنی آسانی سے ملنے کا امکان نہ تھا۔ پولیس کو خبردار کیا گیا۔ دو سراغ رساں اور ایک فوٹو گرافر آن پہنچے۔ فوٹو گرافر نے کارروائی مکمل کی۔ کوئی ایسی چیز جس سے کچھ مطلب اخذ کیا جا سکتا ہو اس کی فوٹو ہر ایک زاویے سے لی۔ مجھے کئی معمول کے سوالات کا سامنا کرنا پڑا البتہ پولیس سٹیشن پر جا کر درخواست درج کرانے کو کہا گیا۔

دوسرے دن پولیس اسٹیشن گیا اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری رہا۔ "ہم کتنے آدمی تھے، کتنے بجے گھر سے گئے، گھر جانے سے پہلے گھر کے دروازے بند کیے، ہم کہاں گئے اور کب لوٹے، میرا اور میرے خاندان والوں کے کیا کیا نام ہیں اور ہم کیا کرتے ہیں؟ ہمارے پڑوسیوں کے نام وغیرہ، وغیرہ وغیرہ" کلرک ٹائپ کرتا رہا۔ ازاں بعد مجھے اس ڈیکلریشن کی ایک کاپی بطور ریفرنس کے دے دی گئی مگر صد حیف! پولیس سٹیشن سے کسی نے اس معاملہ سے متعلق کوئی اطلاع نہ دی۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی beach پر مکان میں چوری کے متعلق۔ چند ماہ کی زندگی معمول سے گزرتی رہی کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا۔ کبھی کبھار ہمیں سیٹیوں کی آوازیں سنائی دیتیں خصوصاً کافی رات گئے گھر کے قرب و جوار میں، اور ہمیں یوں لگتا جیسے یہ کوئی coded قسم کے signals ہوں۔ ہم نے کوئی اہمیت نہ دی بھی۔ کبھی راتوں کو یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی چھت پر دھیرے دھیرے چل رہا ہے۔ ممکن ہے یہ ہمارا وہم ہو یا شاید بلی چھت پر چل رہی ہو۔ یہ بات بھی آئی گئی ہو گئی۔

"چھوٹو" (اصل نام حسن اکبر بیگ) انور کی اماں جن کی عمر 60 سال ہوگی، میرا ہم زلف ڈاکٹر صادق اور ان کی بیوی زینب، ان کا لڑکا ہاشم اور بیٹی Tina چھٹیاں گزارنے کیلئے پاکستان سے نومبر 1975 کے شروع میں ہماری بیٹی کے جنم دن سے چند روز پہلے ہمارے پاس آئے۔ خوب رونق تھی گھر میں چھوٹوں بڑوں شادماں وقت ہاں۔ انور کے دو چھوٹے لڑکے، ہماری اپنی بیٹی نازیہ اکتوبر 1974 کو Cerro del Medio کی رہائش گاہ میں پیدا ہوئی۔ ہمارا یہ بڑا خوشحال چھوٹا سا کنبہ تھا۔ انور کے بڑے بیٹے شاذی کی عمر نو اور عدیل کی پانچ برس۔

ایک رات "چھوٹو" جس کی عمر کوئی ۱۹، ۲۰ سال کے قریب ہوگی اس کے خاندان کے ہمارے خاندان سے پاکستان سے تعلقات ہیں، نے بڑے زور سے للکارا اور گھر کے main gate کو اس قدر دھکے سے کھولا کہ ہم تمام لوگ جاگ اٹھے۔ میں نے اپنی double-barrel gun اٹھائی اور دروازے کی طرف لپکا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ چھوٹو کسی کے پیچھے رات کی تاریکی میں بھاگ رہا ہے جس شخص کا وہ پیچھا کر رہا تھا وہ ایک انتظار کرتی ہوئی کار میں داخل ہوا اور کار بڑی سرعت سے روانہ ہوئی۔ میں اس شخص پر fire کرنے سے قاصر تھا کیونکہ چھوٹو عین اس کے پیچھے تھا۔ اگر یہ getaway کار نہ ہوتی تو چھوٹو اس کو ضرور پکڑ لیتا۔ اسی اثنا میں گھر کے تمام افراد سامنے لان میں اکٹھے ہو گئے اور انور 0.38 revolver ریوالور تھامے ہوئے تھے۔ چھوٹو ایک پر جوش تعاقب کے بعد ہانپتا ہوا واپس آیا اور داستان سنائی۔

"میں hammock پر برآمدے میں سویا ہوا تھا تو میری آنکھوں میں روشنی پڑی تو آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک آدمی باہر دیواری grill کے اس پار ہاتھ میں torch لیے کھڑا ہے۔ میں نے اس کو للکارا اور اس کے ساتھ ہی پیچھے بھاگ کھڑا ہوا۔"

چونکہ چھوٹو ایک atheletic قسم کا دلیر جوان ثابت ہوا۔ میں نے اس کی اس احمقانہ حرکت پر بڑی سرزنش کی اور کہا کہ وہ کوئی چور اچکا ہی تھا اگر اس کے ہاتھ میں اسلحہ ہوتا تو fire کرنے سے نہ چوکتا۔ چند لمحات ہم نے خاندانی گفتگو اور اس واقعہ پر تبصرہ کیا پھر اندر آ کر سو گئے۔ دوسرے دن صبح کے وقت میں نے ہر ایک کو سخت لہجہ میں تنبیہ کی کہ رات کے وقت کوئی دروازہ نہ کھولے اور ہمیشہ

Marfat.com

بیٹے پوروں کا پیچھا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ایسا لگا جیسے چھوٹو سمیت تمام افراد نے میری بات کو اہمیت دی اور کوئی دو ماہ بڑے آرام و سکون سے گزر گئے۔

ایک دفعہ landlord نے مجھے مکان خالی کرنے کی اس لئے کہا کہ وہ یہاں خود رہائش پذیر ہونا چاہتا ہے جب کہ میں نے اس سے پہلے بھی کہا تھا اور اب پھر دوبارہ کہا کہ تم جانتے ہو کہ میرا ذاتی مکان ۶/۵ ماہ میں تیار ہو جائیگا، میں خوشی سے تمہارا مکان خالی کر دونگا۔ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا یا میری سمجھ میں نہیں آیا اور چند ایک ماہ تک کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہ ہوا۔

پتھروں کی بارش

شام کے وقت ہم اپنی Mercedes اور Caprice میں قریباً ایک گھنٹہ تک سیر و تفریح کیلئے نکلتے۔ کسی soda fountain سے soft drinks اور coffee وغیرہ پینے کے بعد شام کے ڈھلنے کے وقت گھر پہنچ جاتے۔ چونکہ گھر میں کتابوں کیلئے مناسب جگہ کی گنجائش نہ تھی لہذا کتابیں ادھر ادھر living-room اور bedrooms میں بے ترتیبی سے بکھری ہوئی تھیں میں نے عارضی طور پر living-room کی partition کرکے لکڑی کے تختوں کے shelves پر جتنی گنجائش تھی کتابیں رکھ دیں دو filing cabinets دیوار کے ساتھ لگا کے رکھ دیا اور 32 double index card boxes ان کے اوپر ترتیب سے رکھ دیئے۔ یہ کمرہ living-room cum library تھا اور T.V Room کے طور پر بھی استعمال میں لایا جاتا چونکہ ہم شام کے کھانے کے بعد living-room میں اکٹھے ہوتے bedrooms اور ملحقہ back lawn سے عام طور پر کسی کا گزر نہ ہوتا۔

ایک شام جب ہم T.V پروگرام دیکھ رہے تھے تو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی زبردستی باورچی خانہ کا side door کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ باورچی خانہ چونکہ living-room سے corridor کی دوسری طرف مکان کے بائیں ہاتھ واقع تھا ہم میں سے کسی نے بھی اس آواز کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔

دوسرے دن شام کو T.V پر ایک نہایت ہی دلچسپ پروگرام تھا اور ہم سب لوگوں کی نظریں tube پر جم کر رہ گئیں۔ اچانک کسی دروازے سے مسلسل زوردار دھکا ہوا جیسے اسے کوئی توڑ کر اندر آنے کی کوشش میں ہو۔ چھوٹو اور انور دوڑ کر مستعدی سے دروازے کی طرف لپکے اور اسے اندر سے بند کرنے کی کوشش کی مگر ان کی یہ کوشش رائیگاں ثابت ہوئی کیونکہ باہر ان سے زیادہ پر زور انداز میں کوئی دروازہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا اور ایسا لگا جیسے باہر سے ایک نہیں زیادہ اشخاص اپنی طرف دروازے کی کھینچا تانی میں مصروف ہیں۔ اسی لئے میں نے جلدی سے Winchester (بندوق) اٹھا کر main gate سے باہر دوڑا اور کچن کے رخ پر دو تین fire داغ دیئے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ تین انسانی ہیولے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر سمندر کی طرف بھاگتے جا رہے ہیں۔

ہمارے مکان کا محل وقوع شرپسندوں کے کھیل کھیلنے کا خاص مقام تھا۔ گھر کے جنوب کی طرف سڑک اور اس کے ساتھ ہی جنوب مشرق میں ائرپورٹ کا runway جس کی شمالی حد سڑک سے ملحقہ، کے ساتھ ساتھ جھاڑیوں کی ان گنت قطاریں استادہ تھیں۔ گھر کے back lawn کی دیوار کے ساتھ ایک کھلا میدان جو کہ beach تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کھلے میدان میں ایک سڑک جو ہمارے گھر کے عقب سے ہوتی ہوئی اول ذکر سڑک سے جا ملتی۔ اس میدان کے بائیں یعنی شمال کی طرف سمندر کے کنارے ایک شاندار balneario (Spanish زبان میں ڈانس کرنے کی جگہ جو شہر کی بجائے کھلی جگہ واقع ہو) ہمارے مکان کی بائیں یعنی شمالی دیوار اور ایک پڑوسی کے مکان کی دیوار مشترک تھی۔ اس پڑوسی کے مکان کے پیچھے ایک اور مکان کا back lawn جس کی ایک عرصہ سے دیکھ بھال کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور اب ایک tropical jungle کا روپ دھار چکا تھا۔ ہمارے گھر کے سامنے کے lawn کی دیوار تقریباً ایک میٹر اونچی اور main street کی sidewalk سے ملحقہ تھی۔

گھر کی تمام کھڑکیوں پر لوہے کی grills لگی ہوئی اور اندر کی طرف mosquito mesh سے cover تھیں۔ وہ دیوار جو back lawn کی حد بندی کرتی ہوئی دو میٹر اونچی مگر اس کی تعمیر مضبوط قسم کی نہ تھی۔ اسی دیوار کی چنوائی ایسے سیمنٹ کے blocks سے کی گئی جن میں سیمنٹ کی مقدار آٹے میں نمک کے برابر تھی، لیکن ریت آنکھیں بند کرکے استعمال کی گئی کہ چھڑی کی ٹھوکر

Marfat.com

[illegible] baseball [illegible] ball [illegible]

[illegible] annexe [illegible] corridor [illegible] bedroom [illegible] annexe [illegible] bedroom [illegible]

[illegible]

[illegible] back lawn [illegible] 38 [illegible] runway [illegible]

[illegible] Compania [illegible] Cadafe [illegible] Anonima de Fuerza Electrica [illegible] off [illegible] street lights [illegible] Tropics [illegible] seasons [illegible]

[illegible] corridor [illegible] bedrooms [illegible] lights on [illegible] main road [illegible] block [illegible] block [illegible] van [illegible] block [illegible]

[illegible] 400 [illegible] lab [illegible] lawn [illegible] characters [illegible]

[illegible] lab [illegible] auricular [illegible]

[illegible] Mercedes [illegible] Maverick [illegible] mai [illegible]

Marfat.com

دروازے سے اندر داخل ہوئے تو چھوٹو اور انور کی اماں دونوں فرش پر بیہوش پڑے تھے۔ دوسرے اہلخانہ کی حالت بھی غیر تھی۔ اپنے family ڈاکٹر کو بلایا جس نے اپنے میڈیکل باکس سے shock کو رفع کرنے کی ادویات دیں اور یقین دلایا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔ کچھ دیر بعد خدا خدا کر کے ان کو ہوش آ گیا۔

واقع کچھ یوں تھا۔ چھوٹو اور انور کی والدہ back lawn میں دھوپ میں سوکھے ہوئے کپڑے drying lines سے اتارنے گئے۔ انہوں نے سوکھے ہوئے کپڑے اتارے لیکن یونہی انہوں نے دیوار کیطرف پشت کی تو کچھ شر پسند لوگ back lawn کی دیوار پر چڑھے اور اتنے زور سے پتھر پھینکے کہ دونوں پتھروں کی شدید ضرب کے جھٹکے سے چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔

اگرچہ یہ بزدلانہ اور گھٹیا سا فعل تھا مگر کیا کیا جائے کہ ہمیں اس سے بدتر حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ انور کی والدہ پرانی ذیابیطس کی مریضہ اور دل کا عارضہ کا بھی لاحق تھا۔ چھوٹو کو پاکستان میں ہاکی کھیلنے کے دوران متعدد بار سر پر balls لگے جن چوٹوں کی وجہ سے تا حال اسے بغیر چوٹ لگنے کے بھی سر درد کا دورہ پڑ جاتا۔ اس جان لیوا حادثہ نے ہمیں خوف زدہ کر دیا کیونکہ اس بات کی کیا گارنٹی تھی کہ دوبارہ یہ واقع دہرایا نہ جائیگا خصوصاً بچوں کی سلامتی اور تحفظ کے لئے بہت فکر مند تھے۔

میں نے پولیس سٹیشن فون کیا تو ڈیوٹی آفیسر نے فوری طور پر سوال کیا، "کیا کوئی زیادہ زخمی ہوا ہے؟"

"نہیں۔"

اس نے ٹیلیفون کا auricular پٹخ دیا جس پر انور غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے پولیس سٹیشن دوبارہ ٹیلیفون کیا تو تقریباً بیس منٹ میں پولیس van ہمارے گھر کے سامنے آ رکی اور دو پولیس آفیسر گھر میں داخل ہوئے، چند منٹ بات چیت کی اور چلتے ہوئے جیسے یہ کوئی معمولی اور رسمی کاروائی تھی۔ میں نے انہیں سنگین حالات کی طرف توجہ مبذول کرنے کیلئے اصرار کیا تو انہوں نے بھی مثبت جواب دیا جیسے وہ ہمارے موقف سے متفق ہوں مگر وہ چل دیئے۔

ایسے بے یقینی اور ابتر حالات کی وجہ سے نااتفاقی یقینی امر تھی۔ کسی نے کہا کہ آؤ کہیں اور چلیں کوئی گھر چھوڑ کر ہوٹل میں رہنے پر مصر اور کوئی یہاں تک خوف زدہ ہو گیا کہ صرف گھر نہیں شہر نہیں بلکہ ہم لوگ اس ملک کو ہی خیر آباد کہہ دیں۔ چونکہ میں اس گھر کا بڑا اور بزرگ فرد تھا لہذا سب کی نگاہیں میری طرف لگی تھیں کہ میں اس مشکل سے کیسے ان کو نجات دلاؤں۔ میں نے انہیں تسلی و تشفی دی اور کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں یہ تو صرف ایک عارضی ناخوشگوار حادثہ ہے۔ یہ لوگ کوئی عادی مجرم دکھائی نہیں دیتے بلکہ معمولی چور اچکے ہیں جو ہمیں ذہنی اذیت سے دوچار کرنے پر کمر بستہ ہیں۔ آخر یہاں ہمارا کون دشمن ہو سکتا ہے اور یہ برا وقت جلدی گزر جائیگا۔ اچھے حالات دیکھنے پڑھتے ہیں ہمیں اچھے دنوں کی امید سے وابستہ رہنا چاہئیے۔ بظاہر یہ معاملہ کچھ ایسا الجھا ہوا نظر نہ آتا۔ جب بھی ہم گھر سے نکلتے تو نہ ہی کوئی ہمارا پیچھا کرتا اور نہ ہی ہمیں مشکوک نگاہوں سے دیکھتا۔ معاملہ یہاں پر ہی ٹھپ ہو گیا اور چند ہفتوں کے بعد ہم ان واقعات کو بھول گئے۔

گھر کو آگ

ایک شام ہمیں ایک ہندوستانی فیملی ڈاکٹر ماتھر اور اسکی بیوی Alka نے اپنے بیٹے چندن کی جنم دن پارٹی پر مدعو کیا۔ ڈاکٹر اسی یونیورسٹی میں کیمسٹری کا پروفیسر جہاں میں بھی parasitology کا پروفیسر تھا۔ ان کا فلیٹ شہر کی دوسری طرف ہاسپٹل کے مدمقابل واقع تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ اگر تمام لوگ گھر سے غائب ہوئے تو کوئی ناخوشگوار واقع پیش آ سکتا ہے۔ انور کا پرزور اصرار تھا کہ اس پارٹی کو miss نہیں کرنا چاہئیے آپ لوگ فکر نہ کریں کچھ نہیں ہوگا صرف دو گھنٹوں کی بات ہے اور ویسے بھی ہم سب تو جا بھی نہیں رہے لہذا فرخ، غازیہ میں انور اس کی بیوی (نام تو فرخ سعیدہ مگر نمل کے نام سے جانتے ہیں) سب بچے اس کی Maverick میں بیٹھ کر تقریباً 30 منٹ میں اپنے میزبان کے فلیٹ پر پہنچے۔

انور کی والدہ، چھوٹو، ڈاکٹر صادق اور اس کے بیوی بچے گھر میں ہی رہے البتہ جاتے ہوئے میں نے تاکیداً کہہ دیا کہ گھر کے دروازے اچھی طرح بند کر لیں اور جس فلیٹ پر ہم لوگ جا رہے تھے ان کے گھر والوں کا احتیاطاً ٹیلیفون نمبر بھی دیدیا۔

Marfat.com

نادیدہ وسوسوں کی بھڑوں نے مجھے بے چین کردیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ ہونیوالا ہے۔ پارٹی میں کافی لوگ تھے نہایت پررونق ماحول۔ بچے تو اس تقریب سے خوب لطف اندوز ہو رہے تھے اور کھیل کود سے ایک اُدھم مچا رکھا تھا۔ اُن کا فلیٹ بلڈنگ کے آخری فلور پر مگر پارٹی گراونڈ فلور کے parking lot میں منعقد کی گئی۔ Alka ایک ذہین و فطین خاتون تھی جس نے اپنی maid کو جو فلیٹ میں ہی رہی سختی سے ہدایات دی ہوئی تھیں کہ جب بھی کسی کا فون آئے فوراً نیچے اُتر کر پارٹی میں متعلقہ مہمان کو مطلع کیا جائے۔ چند ایک دفعہ وہ مہمانوں کو اسی سلسلہ میں مطلع کرنے آئی مگر وہ phone calls ہمارے لئے نہیں تھیں۔

جوں، جوں وقت گزرتا گیا بے چینی میرے احساسات کو مجروح کئے جا رہی تھی کہ گھر میں خدانخواستہ کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہ آ گیا ہو۔ ابھی میں اپنے بھائی انور کو کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ چلو جلدی سے گھر چلیں مگر اسی اثنا میں maid جلدی جلدی قدم اُٹھاتی ہوئی ہماری طرف آئی اور کہنے لگی، ''چھوٹو کا فون آیا ہے کہ جلدی سے گھر پہنچ جائیں۔''

رسمی معذرت کا کوئی وقت نہ تھا اور غیر معمولی سرعت سے ہم لوگ کاروں میں بیٹھ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ جونہی ہم گھر کے نزدیک پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ گھر کے چھوٹے بڑے افراد دلخراش چیخیں مار کر رو رہے ہیں اور بزرگ خاتون (انور کی والدہ) گھر کے main gate کے سامنے بیہوش پڑی ہیں۔ bedrooms اور annexe سے دھواں اُٹھ رہا ہے اور چھوٹو آگ بجھانے میں مصروف جو تا حال سلگ رہی تھی۔

ہوا یوں کہ گھر کے تمام افراد T.V دیکھ رہے تھے کہ کسی intruder نے کوئی آتش گیر مادہ back lawn سے annexe میں پھینک دیا جس سے بچوں کے پلاسٹک کے کھلونوں نے چشم زدن میں آگ پکڑ لی۔ آناً فاناً بھڑکتے شعلوں نے تینوں bedrooms کے پردوں اور bedsheets وغیرہ، وغیرہ کو تقریباً مکمل طور پر جلا دیئے گویا یہ واقعہ حد سے تجاوز کر گیا۔ اتنے خوفناک حالات میں کسی شخص کے اعصاب جواب دے سکتے تھے اور وہ اپنے گھر کو بغیر کسی تاخیر کے چھوڑ دینا چاہیگا۔

چھوٹو تنومند تھا۔ اُس نے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کے آگ کے شعلوں کو سرد کیا خاص طور پر پلاسٹک کے کھلونوں کی آگ سے اُسے نہایت دشواری کا سامنا ہوا۔ اُس کا چہرہ اور پسینے سے شرابور جسم اس تگ و دو کا منہ بولتا واضح ثبوت تھا۔ وہ کس جانجوکھوں کے مرحلے سے گزرا ہوگا۔ دیگر اہل خانہ چیختے چلاتے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ صد حیف کسی پڑوسی کو ہماری مدد کی توفیق نہ ہوئی۔ چھوٹو نے fire brigade کو فون کیا مگر جواب ندارد۔

رات کے کوئی 9 بجے کا وقت تھا اور ہمارے گھر میں آگ ابھی تک سلگ رہی تھی۔ اہل خانہ کی آہ وزاریوں سے پڑوسیوں کی بے حسی، کوئی پرسان حال نہ تھا بے یار و مددگار صرف خدا کا آسرا۔ کس قدر دلخراش منظر سے دوچار کہ ضبط تحریر میں لانا دل [illegible] ہے۔ ہم لوگ پڑوسیوں میں اجنبیوں کی طرح تھے اگرچہ مجھے معلوم تھا کہ یہ سب بے سود ہے مگر پھر بھی میں نے پولیس کو فون کر دیا لیکن اُن کے آنے میں بھی گویا صدیاں بیت گئیں اور پولیس والے آخر آ ہی گئے۔ انہوں نے راکھ کے ڈھیر کو کریدا شاید ان کو آتش گیر مادے کا کوئی سراغ مل جائے۔ کوشش بسیار کے بعد انہیں contraption کا جلا ہوا ایک shell مل ہی گیا جو ہماری سمجھ سے باہر تھا اور وہ حسب معمول چلے گئے البتہ تفتیش کا وعدہ کیا کیونکہ آتش گیر مادے کے shell کی مدد سے نوعیت معلوم کی جا سکتی تھی۔ یہ واردات کسی بڑے خطرناک حادثہ کا موجب بن سکتی۔ ہمارے دشمنوں کی دیدہ دلیری دیدنی کہ ابھی شام ہوئی اور وہ backyard میں گھس آئے اس ارادے سے کہ گھر کو ہی خاکستر کر دیں۔ خدانخواستہ اگر گھر کے مکین رات کو گہری نیند میں ہوتے تو تصور کیجیے کچھ بھی ہو سکتا تھا

اس رات تمام اہل خانہ متفق تھے کہ ہم نہ صرف یہ گھر بلکہ Venezuela ہی چھوڑ دیں۔ صرف میں ہی تھا کہ ڈٹا رہا اور اس بات پر مصر کہ کچھ بھی ہو میں اس گھر کو چھوڑنے والا نہیں۔ ہاں! اگر آپ جانے میں عافیت سمجھتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں اور میرا موقف تھا کہ میں نے دانستہ کسی کو تکلیف پہنچانا تو درکنار کبھی ایسا سوچا بھی نہیں۔ مجھے یقین واثق ہے کہ اگر میرے مولا نے چاہا تو ہمارے دشمن ایک نہ ایک دن اپنی ہی لاپرواہی سے پکڑے جائینگے۔ دوسرے اہلخانہ نے اگرچہ میری بات مان لی مگر بڑی بے دلی سے میرے بھائی اور میں نے یہ فیصلہ کیا کہ کیوں نہ ہم حکام بالا سے ملیں کیونکہ حالات بڑی خطرناک صورت اختیار کر چکے تھے اب ہماری زندگیوں کو خطرہ لاحق تھا۔

Marfat.com

چھوٹو زخمی ہو گیا

Cumana, Sucre State کا گورنر Dr. Lugo Granado انور اور میرے دوستوں میں سے تھا۔ ایک دن ہم دونوں بھائی اسکی رہائش گاہ پر گئے۔ تمام حالات واقعات کا بڑے ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا، بڑی تفصیل سے بات ہوئی۔ اس نے مشورہ دیا کہ بہتر یہی ہے جتنی جلدی ممکن ہو یہ گھر خالی کردو اور کسی دوسری جگہ shift ہو جاؤ کیونکہ Latin American بڑے کینہ پرور اور بدطینت ہوتے ہیں کچھ بھی کر سکتے ہیں میں کھلکھلا کر ہنس دیا اور کہا:

"ہمیں گھر چھوڑ دینے کا مشورہ۔ میرا تو خیال تھا کہ تم پولیس کو خصوصی ہدایات کرو گے کہ اس مسئلہ کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی راہ نکالی جائے۔"

اس نے پھر مجھ کو ایک نا نک والی بات کہی کہ تم اپنا مکان فی الفور چھوڑ دو۔ اسی اثناء میں اخبار والوں نے خوب مرچ مصالحہ لگا کر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے نمایاں حروف سے بڑی بڑی خبریں ہمارے گھر کو آگ لگنے سے متعلق لگائیں۔ کوئی دو دن کے بعد گورنر نے مجھے اپنے دفتر میں بلایا اور وہاں موجود Chief Police Officer سے Spanish میں Jefe de Policia کہتے ہیں سے تعارف کرایا۔ ہمارے حالات سے متعلق اسے آگاہ کر دیا گیا البتہ میں نے تفصیلاً اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ پولیس کے اس اعلیٰ آفیسر نے مجھے خوب تسلی دی نہ صرف اپنے دفتر کا بلکہ گھر کا بھی ڈائریکٹ ٹیلیفون نمبر دے دیا اور کہا:

"کسی وقت بھی ضرورت محسوس کریں۔ مجھے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ٹیلیفون کر دیں۔"

اب مجھے یقین واثق ہو گیا کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے اعلیٰ level پر ہمارے case میں دلچسپی رکھتے ہیں اور جلد ہی یہ معاملہ احسن طریقہ سے ختم ہو جائیگا۔

تقریباً تمام رات میرا بھائی انور، چھوٹو اور میں ان عجیب و غریب واقعات کے متعلق جو کہ کم از کم ہماری سمجھ سے بالاتر تھے۔ بات چیت کرتے رہے۔ تین چار روز کے بعد میں نے تقریباً اپنے تمام ملنے والوں سے یونیورسٹی میں اور شہر میں اس مسئلہ کے حل کیلئے مشورہ بھی کیا۔ تمام لوگوں نے صرف اور صرف یہی تجویز پیش کی کہ جتنی جلدی ہو سکے مکان خالی کر دو سوائے ایک بزرگ خاتون کے۔ کوئی بھی کچھ نہ کہہ سکا آخر معاملہ کیا ہے جس نے اپنی رائے کا اظہار کچھ یوں کیا:

"بعض اوقات landlords اپنے کرایہ داروں کو اس حد تک پریشان کرتے کہ وہ مجبور ہو کر جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔"

بزرگ خاتون کی یہ رائے میری سمجھ سے بالاتر تھی کیونکہ مالک مکان نے ہم سے کبھی بھی مکان خالی کرنے کیلئے ضد نہ کی تھی۔ یہ بات اس کے علم میں تھی کہ میں اپنی رہائش گاہ تعمیر کروا رہا ہوں جس کی تکمیل چند ماہ میں متوقع ہے اور ہمیں اس کا مکان چھوڑنے میں چنداں تامل نہ ہو گا ویسے بھی ہم مکان کا کرایہ مقررہ تاریخ سے پہلے ادا کر دیتے ہیں۔

سیاسی طور پر میں کوئی اہم شخصیت نہیں تھا عام شہری کی طرح اگرچہ میری سیاسی وابستگیاں تھیں جس کا علم نہ صرف یونیورسٹی میں بلکہ دیگر حلقہ احباب کو بھی تھا۔ دراصل ایک جمہوری ملک میں ایسے معاملات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔

شومئی قسمت سے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے پہلے تو صرف چوری تھے یا کم از کم کچھ یوں ہی سمجھ رہا تھا۔ بعد میں پتھر پھینکنے والے "جن بھوت" بن گئے" جو کہ محض اپنی خباثت کے اظہار کیلئے اپنی اوچھی حرکات کے مرتکب ہوئے اور اب ایسے ذلیل اور خطرناک منصوبہ پر میرے گھر کو خاکستر کرنے پر تل گئے۔ ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا تاہم میں نے بظاہر صبر و تحمل کا لبادہ اوڑھے رکھا۔

classes دینے کے علاوہ میرا زیادہ تر وقت اپنی lab میں ریسرچ کرتے ہی گزرتا۔ اس قسم کے گھریلو معاملات میری یکسوئی میں مداخلت کرتے۔ جونہی میرے فون کی گھنٹی بجتی تو میرا دل بری طرح دھڑکنے لگتا کہ خدانخواستہ گھر میں کوئی غیر معمولی واقع رونما نہ ہوا ہو اور سوتے احساس کو تشویش زنی کرنے لگتے۔ میرے اعصاب بری طرح متاثر ہونے لگے۔ ریسرچ کے دوران برے برے خیالات حاوی رہتے۔ ہم تمام اہل خانہ جب ہر رات ایک ہی بڑے dining table پر رات کا کھانا کھا رہے تھے اور خوش بھی ایک مہینہ گزرنے کے باوجود کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہماری مصیبت کے دن بیت گئے اور اس

Marfat.com

خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہمارے نادیدہ دشمن تھک ہار چکے ہیں اب ایسے واقعات دوبارہ رونما ہونے کا امکان نہیں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ بعض اوقات شر پسند عناصر بھی کبھی کسی شخص یا فیملی کو مذموم مقاصد کے تحت نشانہ بناتے اور اپنی نازیبا حرکات و سکنات سے دوسرے لوگوں کو پریشان کر کے لطف اندوز ہوتے ہیں جو کہ شیطانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ یہ کوئی پیشہ ور بدمعاش نہیں ہوتے بلکہ بھٹکے ہوئے ایسے نوجوان جن کا تعلق broken families سے ہوتا ہے۔ ان کی سرشت میں صرف امن پسند شہریوں کو پریشان کر کے حظ اٹھانا مقصود ہے۔

ایک نوجوان شادی شدہ جوڑے نے جو کہ سمندر کے کنارے ہمارے گھر سے تھوڑی دور میں رہائش پذیر تھا بتایا کہ شر پسندوں نے اُن کی زندگی ایسی اجیرن کر دی کہ اُن کے پاس اپنا مکان چھوڑنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ یہ میاں بیوی میری ہی یونیورسٹی میں زیر تعلیم جو کہ کسی متمول گھرانے میں سے نہیں تھے۔ انہیں بڑی مشکل سے مناسب رہائش گاہ نصیب ہوئی جس کا کرایہ وہ اپنے والدین سے ملنے والی رقم سے بمشکل ادا کرتے۔ تقریباً ہر رات شر پسند اُن کے گھر پر پتھر پھینکتے یہاں تک کہ ایک روز ان کی جان بھی خطرے میں رہی۔ ایک دفعہ یہ بدمعاش اُن کی غیر موجودگی میں گھر میں در آئے۔ جب کوئی قیمتی چیز نہ ملی (طالب علموں کے پاس قیمتی اشیاء کا ہی فقدان ہوتا ہے) تو اس ناکامی پر جھلاہٹ میں ان کے پوشیدہ پارچات تو در کنار بستر دوں کے mattresses بھی چاقوؤں سے پھاڑ دیئے۔ دیواروں پر نازیبا فقرے لکھے اور ان کے برتن بھی توڑ پھوڑ کر چلے گئے۔ جوں ہی اس جوڑے نے مجھے اپنی داستان غم سنائی تو میں نے ان کے مصائب سے اپنے حالات کا موازنہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خوش قسمت پایا۔

ہم نے کھانے میں ضرورت سے زیادہ وقت لیا۔ صبح اتوار (چھٹی) کا دن، یونیورسٹی جانے کا خیال تک نہ تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ایک ایک کر کے dining room سے چلتے بنے۔ میں نے لائبریری کا رخ کیا۔ فرخ اور نازیہ اپنے bedroom میں اور انور نے T V دیکھنے کو ترجیح دی جبکہ چھوٹو، ڈاکٹر صادق اُن کی بیوی اور بچے وہیں dining room میں مصروف رہے۔

اچانک مجھے زبردست دھماکہ سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی۔ دیگر افراد کی طرح دوڑتے ہوئے dining room میں اکٹھے ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ چھوٹو dining room اور annexe کے درمیان فرش پر پڑا تھا اور اس کے اردگرد سیمنٹ کے بلاک کے ٹکڑے بکھرے ہیں۔ اس پر ambulance اور پولیس بلائی گئی۔ نہایت سرعت سے ambulance آئی، چھوٹو کو ہسپتال کے ایمرجنسی سیکشن میں لے جایا گیا۔ اس کا X-ray کیا، چند ایک ضروری انجکشن دیئے کیونکہ وہ ابھی تک بیہوش تھا اس لئے اسے under observation رکھ لیا گیا۔ میں نے انور کو وہیں چھوڑا اور خود گاڑی میں گھر چلا آیا۔

پولیس ابھی تک نہ پہنچی تھی رات کے دس بجے کا عمل ہوگا ہمارے پڑوسی اپنے مکانوں میں سے جھانک رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے۔ انہیں ہمارے نزدیک ہمدردانہ طور پر آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ڈاکٹر صادق نے روئیداد بیان کی۔

"چھوٹو annexe کے ملحقہ کچن (گھر میں دو kitchens تھے) میں پانی لینے کی غرض سے گیا اور وہاں dining room والے میں بھی کچن میں کوئی چیز لینے گیا اور واپس آ گیا۔ بعد میں چھوٹو اپنے bedroom میں جانے کے ارادے سے جونہی کہ annexe میں کچن کے ساتھ واقع تھا۔ ابھی اس نے آدھا راستہ طے کیا ہو گا کہ چھت کے vent کے قریب کسی چھپے ہوئے شخص نے کنکریٹ کا بلاک چھوٹو کے سر پر دے مارا۔ وہ اچانک زبردست چوٹ کو برداشت نہ کر سکا اور چوٹ کی شدت سے فرش پر گر کر بیہوش ہو گیا۔ اس کے سر پر بیرونی زخم نہ تھا مگر سر کے ایک طرف ایک بڑا سا hematoma نمودار ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی scalp کے اندر زخم ہو گیا ہو (Internal injury)۔

دو گھنٹے گزر گئے مگر تا حال پولیس نہ پہنچی تھی میں نے دوبارہ ٹیلیفون کیا اور قریباً آدھے گھنٹے کے بعد ایک پولیس کار ہمارے گھر کے دروازے پر آ رکی۔ میں نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے notebook پر کچھ نوٹ کیا اور اپنی راہ لی۔ میں نے ہسپتال کے emergency سیکشن کو ٹیلیفون کیا چھوٹو ابھی تک بیہوش تھا البتہ جو ڈاکٹر اس کی دیکھ بھال کر رہا تھا اس نے مجھے تسلی دی کہ کوئی hemorrhage یا fracture وغیرہ نہیں۔ اس سے میری tension قدرے کم ہوئی۔ انور تمام رات ہسپتال میں ہی رہا۔ اگلی صبح میں ہسپتال گیا تو چھوٹو ہوش میں تھا اور سنبھلتا ہوا اٹھ بیٹھا مگر ڈاکٹر نے دو دن مزید رکنے کی ہدایت کی

Marfat.com

انور اور میں واپس لوٹے۔ weekend کے قریب میں اُسے گھر لے آیا، اب ایسا معلوم ہوتا کہ اُسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

یہ تو حد تمام حدود پھلانگ گیا مگر کیا کیا جائے کس کی طرف رحم طلب نظروں سے دیکھیں۔ ہمیں ابن الوقت دوستوں نے بیچ منجدھار کے چھوڑ دیا اور نہایت قریبی دوست بھی چھپتے چھپاتے کبھی کبھار ملنے آجاتے۔ اس ملک میں جس کو میں اپنا دوسرا گھر خیال کرتا، بالکل تنہا ہو گیا جہاں کوئی ہمارا شریک حال نہ تھا۔ آخر کس سے دادرسی کی توقع رکھیں میں نے تو وینزویلا کو قدیمی مسکن سمجھ لیا۔ ابھی دولت مار رہا تھا اور میری ریسرچ کیلئے grant وغیرہ میں کسی قسم کی کمی نہ تھی جو چاہا، ملا۔

اب ہماری سمجھ میں آیا اور یقین ہو گیا کہ پس پردہ یہ کوئی زبردست سازش کا شاخسانہ ہے جس کے پیچھے کوئی مضبوط ہاتھ کارفرما جو ہماری زندگیوں کو تلف کرنے کے درپے ہے۔ ارادے کی شدت میں کوئی کمی آتی نظر نہ آتی تھی۔ بتدریج حالات دن بدن بگڑتے ہی چلے جا رہے تھے۔ ظاہر ہے غریب الوطنوں کو جان کے لالے پڑ گئے۔ ورطہ حیرت میں تھے کہ کبھی کسی نے گھر کے باہر نہ ہی ہمارا پیچھا اور نہ ہی ہمیں کسی قسم کی تکلیف سے دوچار کیا جبکہ ہمیں کبھی کوئی مشتبہ کریکٹر دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ میں نے اسی پولیس آفیسر اور گورنر کو ٹیلیفون کیا مگر پھر وہی پرنالہ اپنی جگہ پر تھا ''تسلی رکھو، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے اور مجرم بہت جلد پکڑے جائیں گے۔'' مگر ہمارا یہ سوال بڑا اہم تھا کہ ملزم تو پکڑے جائیں گے مگر کب ؟

یہ فیصلہ کیا گیا کہ ماسوائے ڈاکٹر صادق جو کہ ہمارے مہمان تھے۔ چھوٹو، انور اور میں رات کو اپنی مدد آپ کیلئے گھر کی پہرہ داری پر مامور ہو جائیں۔ میرے پاس ایک double barrel Winchester اور ایک 38 Revolver. بھی تھا مگر اسلحہ کافی نہ تھا۔ واقعتاً ہم نے تیاری سے پہرہ داری کا ارادہ کر لیا تو کچھ اور اسلحہ درکار تھا۔ میں نے اسلحہ کی تلاش شروع کی۔ میرے کئی دوستوں کے پاس اسلحہ موجود تھا لیکن جس حالات میں سے ہم گزر رہے تھے اُن کے پیش نظر کوئی بھی ہمیں اسلحہ دینے کو تیار نہ ہوا، جو وقت کی اہم ضرورت تھی اور حالات کی سنگینی فوری action کی متقاضی تھی۔

High tension cable

یونیورسٹی کے سٹاف پر مامور میرے دوست Luis Beltran Lares نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ وہ shooting club کا ممبر ہے۔ میں نے اس کی تلاش شروع کر دی۔ مجھے اُسکی رہائش گاہ کا علم تھا مگر نہ ہی فون پر اور نہ ہی ذاتی طور پر اُس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے جتنی تندہی سے اُسکی تلاش کی ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق اتنا ہی مشکل ہو گئی۔ کبھی ball اسطرح سے بھی bounce ہوتا ہے جب کسی کی تلاش یا کوئی چیز فوری طور پر مطلوب ہو تو تلاش بسیار کے باوجود ایک مصیبت نایابی کی صورت میں کھڑی ہو جاتی ہے۔ حالانکہ دوسرے مواقع پر یہ صرف ایک معمول کی بات۔

کوئی ایک ہفتہ بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ ایک bowling club میں ہے۔ میں اُس کی تلاش میں گیا اور اُسے موجود پایا مگر وہ شراب کے نشہ میں اسقدر ڈوبا ہوا کہ اُس نے بمشکل پہچانا۔ ایسے موقع پر کسی سنجیدہ موضوع پر گفتگو کرنا محال تھا۔ میں وہیں ٹھہرا اور وہ ایک شرابی دوست کے ہمراہ کار میں سوار ہو گیا۔ میں نے اپنی کار میں اُس کا پیچھا کیا اور کار اُس کے دروازے پر آ کر ٹھہری۔ اُس نے مدہوشی کے عالم میں ہی دروازہ کھولا اور جھونک میں اک ٹھوکر سے مدہوشی کے زیر اثر اندر جا پڑا۔ اُس کا دوست جو اُسی کی طرح نشہ میں دھت تھا اُسکی پرواہ کئے بغیر کار کو تیزی سے دوڑا کر ''یہ جا وہ جا'' کیونکہ دروازہ ابھی تک کھلا تھا میں بھی مکان میں داخل ہو گیا اور اپنے نشہ میں سرشار دوست کو بستر پر لٹا دیا۔ اُسکی نشہ کی حالت سے اندازہ ہوا کہ وہ دوسرے دن تک ہوش میں نہ آ سکے گا۔

چونکہ اُسے اپنی نارمل حالت میں آنے کیلئے کافی وقت درکار تھا یہ سوچ کر میں دوسرے دن دوپہر کے بعد اُس کے گھر پہنچا corridor سے distillery جیسی بدبو نے میرا استقبال کیا جو کہ اُس کے bathroom کیطرف سے آ رہی تھی جہاں وہ غسل کر رہا تھا۔ اس سے بے خبر کہ میں پچھلی رات سے اُس کا پیچھا کر رہا ہوں جب وہ فارغ ہوا تو میں نے اپنی رام کہانی اُس کو سنائی اور اُس نے کمال مہربانی سے اپنا 38 bore. کا ریوالور مجھے عنایت کر دیا مگر اُس میں صرف تین گولیاں تھیں۔ بہرحال اُس کی اس عنایت سے بھی ہماری مشکلات میں آسانی ہوئی۔ میں تہ دل سے اُس کا مشکور رہا اور وعدہ کیا جیسے ہی ہمارے حالات درست ہوئے میں یہ امانت

Marfat.com

واپس لوٹا دونگا میں نے دوسرے ذرائع سے قریباً 100 گولیاں حاصل کر لیں اور وقتی طور پر ایک پریشانی ختم ہوئی۔

چھوٹو، انور اور میں اپنی چوکیداری کی تفصیلات کا جائزہ لینے لگے تا کہ کوئی کوتاہی نہ رہ جائے۔ میری نوکری کی نوعیت چونکہ ایسی تھی کہ میں زیادہ سے زیادہ رات کو چھ گھنٹے سو سکتا۔ classes کے علاوہ مختلف research projects بھی تھے۔ اس کا مطلب یہ کہ مجھے microscope زیادہ سے زیادہ استعمال میں لانا پڑتا کیونکہ parasites کو study کرنا ہوتا ہے۔ high quality optical equipment کی مدد سے ہی دیکھے جا سکتے اور پھر مجھے research material حاصل کرنے کیلئے متعدد بار field میں بھی جانا پڑتا۔ تقریباً ہر شام کھانا کھانے کے بعد میں اپنی لائبریری میں چلا جاتا اور آدھی رات تک reference books اور reprints کی study میں مصروف ہو جاتا۔ research notes کو polish up کرتا اور حسب عادت سونے کے بعد کوئی ساڑھے پانچ بجے کے قریب اٹھ کھڑا ہوتا۔

میرا بھائی انور بھی اسی یونیورسٹی میں professor تھا کیونکہ اس کو کام کی نوعیت کی وجہ سے اتنے زیادہ وقت ریسرچ میں نہ دینا پڑتا لہذا اس کے پاس نسبتاً مجھ سے زیادہ وقت تھا۔ جس کے پاس وقت ہی وقت ہوتا وہ صرف چھوٹو ہی تھا جو کہ اس میں ماہر ثابت ہوا۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے وہ بیچارہ میرے ہم زلف کے خاندان اور انور کی ماں کی طرح چھٹیاں گزارنے آیا کہ ہماری مشکلات کی ابتلا میں گھر گیا۔ راتوں کو جاگ کر گھر کی نگرانی کوئی بڑی بات نہ تھی مگر بات یہ تھی کہ کسی طرح رابطہ منظم اور چوکیداری سے فرائض بطریق احسن بھی بھر پور توجہ ہو۔ یہ بھی ضروری تھا کہ اپنے دفاع میں کسی کو جسمانی نقصان بھی نہ پہنچے اور ہم دشمنوں کو میدان سے فرار بھی کر سکیں۔ گھر سے باہر رہ کر حفاظتی اقدام خطرے سے خالی نہ تھے اسلئے میں نے فیصلہ کیا کہ بہتر ہے گھر کے اندر رہ کر ہی نگہداشت کی جائے۔ یہ ایک قسم کا کھیری پہرہ ہو۔ کھیری پہرہ سے مراد ایک فرد پہلے پہرہ دے۔ پھر وہ دوسرے آنے والے شخص کو جگا دے اور اسی طرز پر یہ سلسلہ جاری رہے۔ قابل فہم امر تھا کہ میں رات کے بارہ بجے تک پہرہ دوں کیونکہ میں اس وقت تک کام کرتا رہتا ہوں یعنی میں کام کرنے کا عادی تھا۔ میرا بھائی انور بارہ سے چار بجے تک پہرہ دے۔ صبح کے وقت چھوٹو جب تک اس کی مرضی ہو وہ اپنے فرائض سے وقت کا تعین کرے۔ دیگر اہل خانہ کو میں نے سختی سے تنبیہ کر دی کہ رات کے نو بجے اپنے اپنے کمروں میں چلے جایا کریں اور کمروں کی lights off کر دیں۔

پہلی رات تو میں نے زیادہ وقت living room cum library میں ہی گزارا۔ میرے ریوالور میں چھ گولیاں load تھیں اور چھ extra میں نے میز پر رکھ دیں۔ زندگی میں اسلحہ کا استعمال تو کیا ابھی تک نہ ماری تھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے اسلحہ اپنی اور اہل خانہ کی حفاظت کیلئے استعمال کیا۔ میں نے ایک موقع پر کہیں پڑھا اور دوستوں سے سنا بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی اسلحہ کا استعمال صحیح طور پر نہ جانتا ہو تو وہ اپنی ہی حماقت سے اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے Caracas (وینزویلا کا دارالخلافہ) کی ایک bar میں دیکھا کہ چند لوگ بحث و تمحیص میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک مشتعل ہو کر pistol نکالا اور اپنے دشمن کو نشانہ بنا کر فائر کر دیا مگر وہ نشانہ تھا کہ چند میٹر کے فاصلہ پر bar میں بیٹھے کسی اور اجنبی کو جا لگا۔ اصل دشمن نے اس کی حماقت سے فائدہ اٹھایا اور اس سے پسٹل چھین کر دو تین butts کی ضربات اسکے سر پر لگائیں جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ شخص بیہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے اسلحہ کے استعمال کی باقاعدہ ٹریننگ لینی چاہئے تھی مگر ایسا ہی تھا جیسے کوئی شخص مسجد جا کر کوئی پیرا کی کی ٹریننگ کا متمنی ہو۔ اس لیئے اب میرے پاس وقت نہیں تھا۔ علاوہ ازیں میں ایک شریف النفس اور صلح جو آدمی ہوں زندگی میں کسی مرحلے پر بھی کسی دوسرے آدمی کو زک پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا البتہ کسی خاص بات پر وقتی طور پر غصہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پھر اپنی غلطی کے احساس سے معذرت کا خواستگار ہوتا ہوں۔ دل ہی دل میں مجھے اس سوچ سے بھی ڈر لگتا۔ میں اور ریوالور کا استعمال! بس ایک خیال سے ڈھارس بندھی کہ میں صرف گھر کے اندر ہی تو ہوں اور مجھے مداخلت کنندگان کو محض ڈرانا مقصود ہے جو میں ہوائی فائرنگ تک اکتفا کرونگا البتہ اگر کوئی تشویشناک صورت حال کا سامنا ہوا تو ضرورت پڑنے پر انور اور چھوٹو جو اسلحہ کا استعمال بہتر طور پر کر سکتے ہیں، سے مدد لی جا سکتی ہے۔

معمولی آہٹ پر بھی میں چونک اٹھتا اور ایسے میں تجسس بیدار ہو جاتا کہ آواز کہاں سے آئی۔ ان حالات میں ظاہر ہے آدمی

Marfat.com

زبردست tension کا شکار اور یہ کیفیت خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی تھی۔ کسی قسم کی آواز یا آہٹ شک شبہات کا موجب بن جاتی ہے۔
وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا۔ کوئی واقعہ پیش نہ آیا اب تک۔ نیم شب کا عمل تھا اور میں اپنے بھائی انور کو بیدار کرنے والا ہی تھا کہ اچانک پچھلی دیوار سے چھلانگ لگانے کی سرسراہٹ ہوئی اور کسی کے lawn میں داخلے کا احساس ہوا۔ اسی سرسراہٹ کے عالم میں، میں نے انور کو بیدار کر دیا۔ اس نے Winchester ہاتھ میں لی، آنکھیں ملتا ہوا اپنے bedroom سے carridor میں آ گیا اور دبے پاؤں چلتے ہوئے annexe میں پہنچ گیا۔ annexe کی دیوار جو کہ back lawn کی مغربی حد تھی، جو کہ concrete سے تعمیر شدہ تھی جس کے اوپر عمودی لوہے کی سلاخیں نصب تھیں۔ میں نے ان سلاخوں میں سے ایک سایہ lawn کی پچھلی دیوار پر پڑتا ہوا دیکھا۔ میں نے بھائی انور کو کہنی مار کر توجہ مبذول کرائی تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ سایہ دیوار کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا ہے۔ میں بڑا ارادتاً برانگیختہ ہوا۔ بغیر سوچے سمجھے ریوالور سے فائر داغ دیا۔ کوئی شخص lawn کی دیوار کے اوپر سے گزرتی لائٹ کی روشنی سے ایک دبلا پتلا نوجوان کالے کپڑوں میں ملبوس اور جسم کے ننگے حصوں (چہرے، بازوؤں) پر جیسے کالک لگائے ہوئے دیوار کے اوپر سے چھلانگ لگا کر بھاگ گیا۔

اس پر گویا تمام اہل خانہ بیدار ہو گئے۔ اسی اثناء میں چھوٹے بھائی کے ہاتھ سے ریوالور اپنے قبضے میں کیا (یاد رہے اس کے پاس بھی ریوالور موجود تھی) اور چھت پر چڑھ کر بغیر نشانہ لئے ریوالور کی میگزین خالی کر دی۔ وہ دیکھ رہا تھا beach کی طرف کوئی شخص بھاگ رہا تھا اندھیرے کی وجہ سے ٹھیک نشانہ لینے سے قاصر رہا۔ ممکن ہے وہ شخص گولیوں کی reach سے نکل چکا ہو اور میں پہلی دفعہ حملے کے شدید احساس سے پسینے سے شرابور ہانپ رہا تھا اور ساتھ ہی ایسے جیسے میری ٹانگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہو۔

ہم سب صبح تک جاگتے رہے اور آئندہ رات کے متعلق planning کرتے رہے۔ رات کے وقوعے کے رد عمل سے پڑوسیوں نے صبح میں رسمی کاروائی کے دوران میں سے کسی شخص نے بھی رسمی خیر و عافیت سے متعلق کوئی بات نہ کی جبکہ ان تمام لوگوں کو پتہ تھا کہ ٹیلیفون ہمارے پاس تھا کہ اگر کوئی مشکوک شخص نظر آئے تو ہمیں مطلع کریں۔ میں نے پولیس کو فون کر دیا مگر بے سود!

اب تو ہمارے پڑوسی دن دیہاڑے بھی ہمارے گھر آنے سے کترانے لگے اور اگر اتفاق سے گھر سے باہر سر راہ ملاقات ہو جاتی تو منہ پھیر کے نکل جاتے ہیں۔ بہرحال محض افواہیں شہر میں گشت کرنے لگیں۔ شاید یہ لوگ ہماری روزمرہ کی تکالیف و مصائب کو چھوت کی بیماری سمجھتے تھے یا ممکن ہے دوسروں کی تکالیف بانٹنے کے عادی نہ ہوں۔ بہر حال ان کا یہ رویہ ہمارے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتا کیونکہ ہم مالی، جسمانی اور ذہنی طور پر کافی مضبوط تھے اور ہمیں ایسے غیروں کی مدد کی ضرورت نہ تھی۔ بس یہ احساس تکلیف دہ تھا کہ انسانوں سے تو جانور بھی بہتر ہوتے ہیں یونہی ہم قیامت سے گزر رہے تھے مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔ میرے بھائی انور کا خیال تھا کہ یہ بزدل لوگ ہیں مذاق اڑانا قانون فطرت کے برعکس دوسروں کے دکھ درد میں اخلاقاً شامل نہ ہونا بعید از انسانیت ہے۔ بہت سے پڑوسی بھی بھولے سے ہی کبھی پوچھتا۔ اگر کبھی اس کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ حاضر ہے۔ میں اس سے بغیر کسی لگی لپٹی کے صاف صاف کہہ دیتا کہ تمہاری ظاہری اور جھوٹی طفل تسلیوں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ ہو سکتا ہے اس کے ارادے نیک ہوں مگر دل اس کی باتوں پر یقین ہی نہ کرتا۔ حالانکہ اتنا کچھ ہو چکا اور ہو رہا تھا آئندہ نجانے کیا کچھ ہو سکتا تو کسی کی اس قسم کی باتوں پر یقین کرنا محال۔ آج تک عملی طور پر کسی نے کوئی ہمدردی نہیں کی اور نہ ہی دنیاوی لحاظ سے نیک خیالات کے اظہار کی ضرورت تھی۔

جوں جوں دن گزرتے جاتے میری پریشانی بڑھ رہی تھی کچھ ہوگا اور ممکن ہے اب کے بہت ہی برا ہو حالانکہ قدرت نے مجھے فولادی اعصاب اور دلیری سے نوازا تھا۔ ان سنگین حالات میں بھی میں classes دیتا رہا اور باقاعدگی سے ریسرچ پراجیکٹ پر بھی کام کرتا۔ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیں جلدی سے کچھ کر گزرنا چاہیئے۔ میری لیبارٹری میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی تو مجھے سوجھتا ایسے جیسے کوئی بری خبر ہوگی۔ میری ریسرچ کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ مجھے شہر سے باہر دور تک جانوروں کی حصول کیلئے جانا پڑتا جو میری پریشانیوں میں اضافہ کا باعث تھا مگر اب مجھے شہر سے باہر تو کجا اپنے گھر سے نکلنا اور غیر حاضر ہونا گراں گزرتا۔

میں یونیورسٹی کی maintenance services کے electricity dept کے ایک electrician سے اپنی laboratory میں incubator کی خرابی کے متعلق بات کر رہا تھا تو high tension cable کا ذکر چل نکلا۔ مجھے فوراً

Marfat.com

خیال گزرا کیوں نہ اپنے گھر کے نیچے سے گزرنے والی high tension cable کا ذکر کیا جائے۔ میں نے اس سے اس بارے میں اظہار خیال کیا تو فوراً متفق ہو گیا اور کہنے لگا: "میں نے پہلے ہی آپ کی مشکلات کے بارے میں سن رکھا تھا اور یہی خیال آپ نے اظہار کیا بعینہٖ یہی خیال میرے دماغ سے گزرا مگر مشورہ دینے کا مجھے مناسب وقت نہ ملا۔"

wiring کا کام اس وقت کرنا چاہئے تھا جب آس پاس کے کسی شخص کو خبر نہ ہو۔ اس مقصد کے لئے شب کا وقت مناسب سمجھا اور دن اتوار کا مختص کیا۔ میں نے یہ وقت اور دن اس لئے تجویز کیا کہ ہماری کارروائی کی کسی کو خبر نہ ہو۔

پروگرام کے مطابق شام کو غروب سے پہلے ہی اتوار کے دن Juan Jul اور اس کے تین ملازم ضروری سامان لئے ہوئے آ گئے جس میں ایک transformer، high tension cable کے rolls وغیرہ تھے۔ وہ آن پہنچا اور ہم نے فیصلہ کیا کہ back lawn کو تین طرف سے مکمل احتیاط اور جلدی سے wire کیا جائے۔ سورج کی پہلی کرن سے پہلے یہ تمام کام ختم ہو چکا تھا۔ transformer مہیا کیا گیا احتیاط کے طور پر چھوٹے سے مکان کی چھت پر رکھ دیا گیا تاکہ ہمارے کام کی کسی کو خبر نہ ہو۔

transformer کو رات کے وقت اور جب ہم گھر سے باہر ہوں تو اس وقت "On" کیا جاتا۔ electric discharge اتنا تو نہیں تھا کہ کسی کی جان لے سکے مگر اس کی ابتدائی طاقت ضرور اتنی تھی کہ چھونے والے کو فوری طور پر زبردست جھٹکا لگے۔ یہ ایک موثر طریقہ تھا جس سے ہم انہیں گھر میں داخل ہونے سے روک سکتے تھے۔ اس سے ہمیں امید تھی کہ ہم کئی ماہ کی شب بیداریوں اور تنقید کے مریضانہ اندازوں سے چھٹکارا پائیں گے اور ہم سکون کی نیند سو سکیں گے۔

جب شام کے سائے ڈھلتے اور رات نے دستک دی تو ہم نے آرام سے رات کا کھانا کھایا۔ [illegible] بتیاں بند کر کے جلدی "Off" کر دیں۔ transformer کو on کیا اور بڑی بے صبری سے اپنے دشمنوں کا انتظار کرنے لگے۔ میں نے اپنی ڈیوٹی نصف شب کو ختم کی اور میرے بھائی انور نے اپنی ڈیوٹی سنبھالی۔ میں بستر پر نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ [illegible] دشمن (رات کے مہمان) نہ آئے۔ ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا۔ نہ تو کوئی پتھر پھینکا گیا اور نہ ہی کوئی آہٹ ہوئی۔ خدشہ تھا کہ ہمارے دشمنوں کو ہماری اس جوابی اور احتیاطی کارروائی کا علم نہ ہو گیا ہو۔ [illegible] حوصلے بلند ہو گئے۔ آرام سے سونے کے تحت پھر سے [illegible] خدا خدا کر کے امن کا زمانہ لوٹ آیا ہے۔

ایک رات جب میں اپنی ڈیوٹی پر تھا تو ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے transformer کا fuse [illegible]۔ میں نے اپنے بھائی انور اور چھوٹو کو جگایا۔ check کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی fuse اڑ گیا [illegible]۔ voltage کی شدت صرف اتنی تھی کہ ایک زبردست جھٹکا لگے مگر کسی صورت جان لیوا ثابت نہ ہوتی۔

torch کی روشنی کی مدد سے ہم نے lawn کی دیواروں کو check کرنا شروع کیا۔ [illegible] back lawn کی دائیں دیوار کچی دیوار تھی۔ اس کے اوپر [illegible] کا چھوٹا سا نشان ثبت تھا۔ fuse [illegible] high tension cable دیوار کے اوپر سے گزرتی [illegible] top edge [illegible] adjust کر دیا۔

ہوا یہ تھا کہ ہمارا دشمن جو دیوار پر ہاتھ رکھ کر اندر آنے میں پہلا قدم اٹھانے والا تھا جب اس نے ہاتھ [illegible] رکھا تو وہاں cable تھی جس سے اس کو shock پہنچا اور اسے خبر بھی ہوئی۔ اس کے [illegible] سے transformer کا fuse [illegible] جیسے ہونا چاہئے تھا۔ بہرحال حسب معمول چھوٹو اور میرا بھائی انور اپنی ڈیوٹی پر [illegible] اس وقت جب ہم [illegible] ایک بار پھر [illegible] پست ہو گئے اور ہم اپنی scheme میں کامیاب ہو چکے تھے۔ [illegible] wiring [illegible] جس کو چھونے سے انسان فوراً [illegible] ہماری کوششیں [illegible] ناکام [illegible] پڑی۔ اس تمام کارروائی کے پیچھے کون سا دماغ [illegible] Juan Jul [illegible] میں نے یونیورسٹی [illegible] آگاہ کیا تو اس نے جواب دیا "جو کوئی بھی تھا [illegible] جاتا تمہارے دشمن نے جب ایک ہاتھ دیوار کے اوپر رکھا جیسا کہ اس نے پہلے کیا [illegible] wire [illegible]

Marfat.com

کی shock پہنچی اور وہ اندر ہی اندر داخل نہ ہو سکا۔"

میرے اندر کا آدمی پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ ہمارے مہمان دوبارہ ضرور آئیں گے۔ آنے والی رات کو حسبِ معمول میں پہرہ دے رہا تھا کہ fuse اڑنے کی آواز سنائی دی۔ میں ریوالور ہاتھ میں لیے back lawn کی طرف لپکا اور ایک bench کے پیچھے چھپ گیا۔ bench ہم نے lawn کے ایک کونے میں اس مقصد کے لیے رکھا ہوا تھا کہ اس کی اوٹ سے پورے lawn کی نگرانی کی جا سکے اور ساحلِ سمندر تک دیکھا جا سکے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ تین نوجوان ساحلِ سمندر کی طرف بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ وہ میری firing range سے باہر تھے لیکن میں نے پھر بھی دو تین فائر داغ ہی دیے۔

تمام اہلِ خانہ بھی back lawn میں آ گئے۔ میں نے ان کو حالات سے آگاہ کیا۔ بچوں، خواتین اور ڈاکٹر صادق کو اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو جانے کی تلقین کی۔ اپنے بھائی انور اور چھوٹو کو ہدایت کی کہ اب باقی رات کے لیے وہ پہرہ دیں۔ میں بھی اپنے bed روم میں چلا گیا۔ لیکن تھکن زیادہ ہونے کے باوجود کوشش کے باوجود بھی سونے کے لیے آنکھ نہ لگی، نیند مجھ سے دور بھاگتی رہی۔ کئی قسم کے خیالات ذہن میں ابھرتے رہے۔ ذہن میں یہی سوال ابھرتا کہ ہم کس دلدل میں پھنس گئے ہیں اس دلدل سے کیسے نکلا جائے! کوئی راہ نہ سوجھ رہا تھا کہ fuse اڑنے کی دوبارہ آواز آئی۔ میں corridor میں پڑی Winchester لے کر اٹھا اور back lawn کا رخ کیا۔ میرے بھائی انور پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔ میرے وہاں پہنچنے کے دوران میرے بھائی نے revolver سے fire داغ دیے۔ چور تینوں ساحلِ سمندر کی طرف بھاگتے ہوئے آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ fuse پھر لگایا گیا۔ میرے بھائی انور، چھوٹو اور میں living-room میں بیٹھے رہے اور صبح کا انتظار کرنے لگے۔ بمشکل ایک گھنٹہ گزرا ہو گا کہ fuse پھر سے اڑ گیا۔ ہم سب باہر نکلے تو main gate سے باہر دوڑ پڑے۔ جونہی ہم باہر نکلے تو ایئرپورٹ کی شمالی حد تک پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ ایک Ford Ltd تیزی کی رفتار سے بھاگ گئی۔ حالات ہماری توقع سے زیادہ خراب ہونے لگے اور معاملہ ہماری سوچ سے زیادہ پیچیدہ ہو گیا۔ یہ کوئی معمولی چور نہیں تھے بلکہ ایک منظم گروہ جو جدید قسم کی کاروں کا استعمال کر رہے تھے اور معلوم نہیں کس قسم کے ہتھیار ان کے پاس ہوں۔

ہم تینوں نے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں سمندری ہوا کے جھونکوں میں گھر کے front lawn میں ایک روز بیٹھے یہ سوچتے رہے کہ ان تمام حالات سے کیسے نمٹا جائے۔ تینوں نے تہہ دل سے یہ تہیہ کر لیا کہ ہم چٹان کی طرح ڈٹے رہیں گے اور اس وقت تک ڈٹے رہیں گے جب تک ہماری اپنی رہائش کا انتظام نہ ہو جائے۔ ہمارے نادیدہ دشمنوں کی دیدہ دلیری نے ہمیں بے پناہ طاقت سے نواز دیا تھا۔ اب سوال ہمارے تحفظ کی کامیابی کا تھا اور اس کامیابی کو حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ تھا کہ ہمارے دشمنوں میں سے کوئی زندہ پکڑا جائے۔

فیصلہ کیا گیا کہ آج رات ہم تینوں گھر کے اندر خاص اور اہم مقامات پر اکٹھے پہرہ دیں گے۔ اب یہ سوال تھا کہ کون سی ڈیوٹی کون سنبھالے گا؟ چھوٹو Winchester لے کر گھر کی چھت پر ایک کونے میں درختوں کی ٹہنیوں کے جھرمٹ میں بیٹھ گیا۔ میرے بھائی انور ریوالور لے کر annexe میں چھپ گیا اور میں نے back lawn میں اڈہ لگا رکھا۔ میں اپنا revolver لیے ایک قسم کی general duty کے فرائض سرانجام دے رہا تھا تاکہ اگر کوئی غیر معمولی بات ہو تو میں ان دونوں کو آگاہ کر دوں۔ اسی طرح میری بھی annexe اور بھی ایک طرف سے چھت کے نیچے جہاں اوپر چھوٹو بیٹھا ہوا تھا۔ گھوم گھوم کر سب کی خبر لیتا۔ وہ رات بھی بڑی قیامت کی رات تھی fuse اڑتا رہا اور ہم ہر بار fuse لگاتے رہے اور چھوٹو چھت سے فائرنگ کرتا رہا۔ یہ سلسلہ تمام رات صبح تک جاری رہا۔ چھوٹو نے مختلف سمتوں پر 14 فائر کیے۔ وہ چھت سے نیچے اترا اور داستان بیان کرنے لگا:

"میں درختوں کی شاخوں میں سے ایک سایہ back lawn کی دیوار ایک جگہ پر دیکھتا اور فائر کر دیتا۔ دوسرا سایہ کسی دوسری جگہ پر ظاہر ہوتا اور فائر کر دیتا۔ اسی طرح کبھی دو، کبھی تین سائے اکٹھے دیوار کے نزدیک نظر آتے تو ان پر پھر فائر کر دیتا جب میں ایک سمت فائر کرتا تو وہ دوسری جگہ نظر آتے۔ اس طرح انہوں نے مجھے چھلاوا بن کر پریشان کیا کہ میں کسی ایک کو توجہ سے نشانہ نہ بنا سکا۔"

Marfat.com

مشکوک کاریں

ظاہر ہے ہمارے دشمن اس آپریشن میں کئی کاریں استعمال کر رہے تھے کیونکہ چھوٹے سے فاصلے پر چند گاڑیاں بدل کر وہ قریب کھڑی کار میں سوار ہو جاتے۔ یہ کاریں صرف اس مطلب کی خاطر چند لمحے رکتی تھیں تاکہ ہمارے دشمنوں کو بھاگنے کا موقع فراہم کریں۔ دراصل ہمارے دشمن ہمارے حال کا مذاق اڑا رہے تھے چھوٹو چھت پر پریشان حال ادھر ادھر فائر کر رہا تھا اور ہم annexe میں ڈیرہ لگائے پر معمور، اندھیرا بذات خود ایک مصیبت۔ چھوٹو ان کی ٹھیک طور پر شناخت نہیں کر سکتے تھے صرف ایک کامیاب فائر ... کی ... صورت حال کا سامنا تھا۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا اور انہوں نے اس مقصد کیلئے ... ہمیں اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ نوکری سے استعفیٰ دینا، خودکشی، دوسرے شہر چلے جانا یا اس ملک کو خیرباد کہنا بھی ممکنات میں سے تھا۔

اس ریاست کا نام Sucre جہاں ہم رہ رہے تھے کے گورنر Gaston Navarro Dona سے ہمارے تعلقات ضرور تھے مگر اب اس کا سیکرٹری (سابق گورنر) Lugo Granado جو ہمارے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ Latin American ملکوں میں governor کا secretary ہمارے ملک کے govenors کے secretaries کی طرح کا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پاس وسیع اختیارات ہوتے ہیں۔ وہ اگر چاہے تو گورنر سے مشورہ کئے بغیر اختیار استعمال کر سکتا ہے۔ دوسرے حالات میں بھی ہماری خیریت دریافت کرنے ہمارے ہاں آیا کرتا۔ اور اب میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے بات ضروری ہو جائے یا ہم ایسے ہی دشمن سے نبرد آزما رہیں؟ کیا حکومت بھی ہماری حفاظت کیلئے کچھ کر رہی ہے۔ Maverick میں بیٹھ کر گورنر ہاؤس پہنچ گئے۔ اپنے دوست Lugo سے بات کی۔ پہلے پہل تو اس نے یقین ... کہ ... راست قدم اٹھا رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب ہمارے دشمن جیل کی ہوا کھا رہے ہوں گے۔ اس نے نہایت فراخدلی سے ... دیا کہ اسی اثناء میں کسی اور مکان کی تلاش جاری رکھو اور جتنی جلدی ہو سکے اس مکان سے رخصت ہو جاؤ۔ مکان خالی کرنے کی ... میری سمجھ سے بالاتر تھی اگر ایک مکان کا مقصد مکان خالی کرانا ہوتا تو وہ بغیر کسی تعجب کے ... تھا اس سے پہلے بھی اس موضوع کے متعلق اشارہ تک نہ کیا۔ یہ میرے لئے بڑا تکلیف دہ تھا۔ گورنر ہاؤس چھوڑنے سے پہلے میں نے ... دیا کہ اس طرح تنگ ہو کر ہم جا بیٹھیں گے مگر ... نہیں کیا ... گے۔

ہمارا دوسرا اقدام یہ تھا کہ جو بھی مشکوک یا غیر مشکوک کار ہمارے گھر کے قریب سے گزرے ہم اس کا نمبر پلیٹ نوٹ کریں اور Transit Authority کو اطلاع دیں تاکہ ان کاروں کے مالکان سے پوچھ گچھ ہو سکے اور اصل مشکوک کار کا پتہ چل جائے۔ اس خانے کے تمام ذمہ دار افراد کو ایک ایک چھوٹی نوٹ بک اور پنسل دیدی گئی۔ خاص ہدایت بھی کی گئی کہ نمبر پلیٹ کا نمبر جس وقت بھی ممکن ہو اور وقت بھی نوٹ کر لیا جائے۔

"جنگ میں سب کچھ جائز ہے اور کرنا مشکل" کی کہاوت تو آپ نے بھی سنی ہوگی کیونکہ ہمارے گھر کے عقب میں ایک سمندری public beach تھی جہاں کئی محبت کرنے والے نوجوان جوڑے کاروں میں بیٹھے ہوئے اپنی باتوں میں مصروف رہتے۔ ہر گاڑی میں کسی خاص کار پر شک کرنے کی کوئی خاص وجہ نظر نہ آتی۔ گویا یہ عمل بڑا دشوار تھا مگر اس کی خواہش کا ... یہ ممکن ہے کوئی کار ان میں ٹھہر کر ہمارے سامنے بیٹھی ہو اور ہمارے دشمنوں کے جاسوس یا خود ہمارے دشمن ہی محبت کے ڈرامے کے پردے میں ہماری تاک میں بیٹھے ہوں۔ بہرحال ہم نے اپنے پروگرام میں کاروں کی number plates نوٹ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ یہ ... بڑی مشکل منزل تھی۔ الگ الگ نمبر پلیٹس کو نوٹ کرنا بالخصوص weekends یا چھٹیوں میں جب beach پر کاروں کا ہجوم ہوتا ... کاروں کا ...

دیکھنے میں آیا کہ ایک Caprice جس کا رنگ سرخ تھا اور vinyl کی چھت ہمیشہ بھی ... مشکوک ... آہستہ آہستہ چکر لگاتی۔ کبھی کبھار اس kerb کے ساتھ کھڑی ہوتی جو ہمارے مکان کی دائیں طرف اور پہاڑ کے پاس سے گزرنے والی سڑک سے ملحق تھی۔ چند ایک دفعہ ایک نوجوان لڑکا اور ایک نہایت خوبصورت لڑکی اس کار میں پہلو بہ پہلو ہمارے گھر کے دائیں کونے کے kerb کے پاس کار روکے بیٹھے پائے گئے جو کہ باتیں پیار کی کرتے اور کبھی کبھار ہماری طرف مشکوک نگاہ ڈالتے۔ اس کار کی نمبر پلیٹ نوٹ کر لی گئی اور یہ اطلاع فوراً Transit Authoruty کو بھجوا دی گئی۔

Marfat.com

میں Caprice کا پچھلا حصہ تفتیش کے لیے رکھ لیا گیا۔ مجھے اس شخص کے بارے میں جس کے استعمال میں کار رہی تھی اس کی شناخت کے بارے میں پہلے ہی بتا چکا ہوں ... واضح طور پر ... بغیر کسی ثبوت کے ... کی بات کی ... تفتیش رہا ہے۔

یہ پتہ چلا ... ہاتھ والے کمرے میں جانے کی توجہ دلائی جہاں ایک آفیسر ... سامنے بیٹھا ... ایک کونے میں ایک ... keys ... ہاتھ ... پیچھا ... شناخت ... status کے ... اور یونیورسٹی میں ... جذباتی انداز میں ... یادداشت میں ...

... push ... اندر داخل ہونے ... Scotoma کی ... Scotoma ... field of vision میں blind spots ہوتے ہیں۔ ... statement ... ہاتھ ... اپنی wheeled chair ... (129 B ...) ... dynamo ... full stop ... statement ...

Jefe نے ... statement دینے کے ... مختلف نوعیت کے سوالات پوچھے ... اندر داخل ہونے ... دروازہ ... jefe ... جب ...

"... Senior ..."

... گرل فرینڈ ... girlfriend ... beach ... Caprice ... اس وضاحت ... نو بجے رات ... اس صورت حال کے پیش نظر ہمارے پاس ان پر شک کرنے کا کوئی جواز نہ تھا اور

Marfat.com

میں نے خوش دلی سے ان سے معذرت کر لی البتہ اس کے بعد وہ کاروائی کے دوران دیکھنے والے افراد کی مدد کیلئے ہے۔ مجھے پولیس اسٹیشن میں بے گناہ لوگوں کے پکڑے جانے کا بھی قلق تھا۔

ایک Fiat کار ہمارے back lawn کی نچلی دیوار سے ذرا دور کھڑی ہوتی اور ایک شخص کار سے اتر کر دیوار کے قریب آ کر ... اور چوکیداری پر متعین تھا اس کے ملازم نے پندرہ روز اس شخص کو کار میں بیٹھا رہتے دیکھا تو ہم نے پولیس کو اطلاع کر دی پولیس اسٹیشن پر وہی Fiat اور مذکورہ شخص بھی روک لیے گئے۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص ایک نوجوان ... تھا ہمارے گھر کی جانب سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ساحل سمندر کے کنارے ایک beach house میں ... کے ساتھ ایک bar کا مالک تھا۔ یہ Cumaná کا ایک مشہور Gomez (جسے میں کولمبیا کا ...) ... شدہ تھا اس نے صاف صاف بتا دیا کہ اس کا ہمارے معاملات سے ذرہ بھر بھی تعلق واسطہ نہیں ... پوچھا گیا کہ وہ کار سے اتر کر ہمارے گھر کے قریب آتا تھا اور لوگوں کے ... تو اس کی وجہ کیا تھی ...

میں نے ضرورت سے زیادہ beer پی رکھی ہوتی اور قریب کوئی toilet بھی نہ تھا ... قریب ... پیشاب روکنے سے قاصر تھا لہذا میں رفع حاجت کی غرض سے دیوار کے قریب آ گیا اور جب ... ہمارے ... پرے کی جھاڑیوں میں ... پیشاب کر لیتا۔

اس کی بات میں حقیقت پنہاں تھی اس لیے اسے معذرت کے ساتھ چھوڑ دیا گیا۔

ایک شام ایک Renault ہمارے گھر کی ... جانب ... والی سڑک پر ... کھڑی ... میں نے اپنے گھر کی ... binoculars کی مدد سے ... میں نے ... ایک بڑا بھاری پتھر back lawn کی دوسری طرف سے ... Winchester ... اس سمت جس طرف سے پتھر آ رہا تھا ... اور وہ رفتہ رفتہ وہاں سے ...

یہ ہفتہ کا ... Maverick ... Renault کے پیچھے ... ایک ... bar کے ساتھ ... چکے تھے۔

میں Maverick میں ... bar کے اندر چلا گیا اور ایک Coke ... Renault ... bar ... Renault ... کی طرف سے ہمارے ... کے ... میں ...

... وقت ... کے بعد ... جانب bar ... beer ... "Hola" (Spanish میں Hello) ... check ... mechanism ... start ...

اب ایک ... Dodge Dart ... bar ...

Marfat.com

مگر ایک دفعہ چار آدمی اس کار سے نکلتے پائے گئے۔ یہ لوگ کافی دیر تک bar میں بیٹھے شراب پیتے رہے۔ ایک دفعہ بعد دوپہر ہم تمام اہل خانہ گھر کے front lawn میں گھاس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ وہی Dodge Dart چند سیکنڈ کے لئے ہمارے گھر کے سامنے رکی اور کار سواروں میں سے ایک آدمی نے ہماری طرف اشارہ کرتے ہوئے کوئی بات کی۔ کار جلدی سے چلتی بنی مگر بات ہماری سمجھ میں آ گئی۔ اب تو چھوٹو بھی گھر سے Winchester لے کر آیا۔ فائر کرنے کی کوئی تک نہ تھی کیونکہ کار گولی کی range سے بہت دور نکل چکی تھی۔

یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ اس کار کا نمبر پلیٹ نہ تو ٹریفک پولیس کے ریکارڈ میں اور نہ ہی دوسری پولیس کے پاس تھی۔ مذکورہ bar کے مالک Ernesto کو میں ان دنوں سے جانتا تھا جب میں ہوٹل Caribe (ویسے تو یہ motel تھا) میں سمندر کے نزدیک رہا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس کے پاس گیا تو Dodge Dart کے متعلق استفسار کیا مگر اس نے صاف ہی انکار کر دیا۔ میں ان کے متعلق کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ وہ میرے گاہک ہیں اور یہاں آ کر شراب وغیرہ پیتے ہیں۔ میں نے اسے خبردار کرنے کی خاطر دھمکی دی کہ تم جرائم پیشہ لوگوں کی پشت پناہی کر رہے ہو جبکہ یہ ایک سنگین جرم ہے اور اس سلسلہ میں پولیس توجہ دار رہتی ہے۔ … وہ ایک نہایت خطرناک gang ہے اگر انہیں پتہ چل گیا کہ میں نے ان کے نام وغیرہ کی اطلاع تمہیں یا پولیس کو دی ہے تو مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ بہرحال میں نے پولیس کو آگاہ کر دیا۔ آیا پولیس نے اس bar کے مالک سے پتہ دریافت کیا یا نہیں مجھے اس بات کی خبر نہ ہوئی۔

بالآخر ہم نے مجبوراً گھر چھوڑ دیا اور قانون کو ہاتھ میں لینے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اب اگر یہ کار ہماری نظروں میں آ گئی تو ہم خود اس کا مقابلہ کریں گے۔ یہ بڑا خطرناک خیال تھا کہ ہم لوگ خود لوگوں سے پوچھ گچھ پر مامور ہوں۔ اپنی اس حرکت کی وجہ سے ہم کسی وقت بھی قانون اور پولیس کی گرفت میں آ سکتے تھے۔

میں نے اپنے دوست … سیکرٹری سے اپنی اس تجویز کے بارے میں گفتگو کی جس نے کمال مہربانی فرمائی اور ہمیں پیشکش کی … (*Ad honorem*) اعزازی … تاکہ ہمیں اسلحہ وغیرہ … عام جیسے اور لوگوں کو روک کر شناخت کرنے میں کوئی مشکل اور قانونی پیچیدگی کا سامنا نہ ہو۔ یہ پیشکش بہت بڑی تھی کہ اگر ہم نے اس کار کو روکا اور کار سواروں سے *Cedula* (شناختی کارڈ 129 C) طلب کیا اور ان کی تفصیلات پولیس کو دیں تو شاید پولیس کو مجرموں کا کوئی حتمی سراغ مل جائے۔

ایک اتوار کی صبح ہمارے گھر کے دائیں والے گھر اور ائیرپورٹ کے درمیان ایک کھلے میدان میں baseball کھیلا جا رہا تھا۔ … Dodge Dart نے ہمارے گھر کے ارد گرد چکر لگائے۔ کار سوار کار میں ہی شراب پیتے ہوئے ایک دوسرے کو whiskey پیش کر رہے تھے۔ ہمارے لئے یہی وقت تھا کہ اس کار کو روکیں اور اپنے اسلحہ کے بل بوتے پر ان سے پوچھ گچھ کریں مگر اس کام کے لئے بڑی احتیاط اور غیر معمولی جرات کی ضرورت تھی۔ اگر ان کے پاس بھی اسلحہ ہوا تو شراب کے نشہ میں وحشت تو وہ پہلے ہی تھے … کہیں وہ بھڑک نہ جائیں اور نہ جانے اس کے نتائج کیا ہوں۔

چھوٹو گھر کے اس پار … ہونے میں جھاڑیوں کے جھرمٹ میں Winchester لے کر چھپ گیا۔ انور ریوالور کو چھپائے sidewalk پر گھر کے سامنے ادھر ادھر یونہی ٹہلنے لگا۔ میں اپنا ریوالور تھامے … کی چھت پر درختوں کی گھنی شاخوں کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ چھوٹو کو واضح کر دیا تھا کہ اگر حالات کچھ خراب نظر آئے تو احتیاط سے ایک آدھ فائر داغ دینا۔ یاد رہے یہ فائر انہیں جان سے مارنے کے لئے نہیں بلکہ زخمی کرنے کے لئے کرنا ہے۔ انور کے ذمہ تھا کہ جب وہ کار گزرے تو ریوالور کی طرف نشانہ لگا کے روکنے کا حکم دے۔

یہ پہلے ہی طے کیا جا چکا تھا کہ جب میں اپنی خفیہ جگہ سے ایک سرخ رومال ہلاؤں تو چھوٹو Winchester تانے ہوئے … ہماری طرف آئے۔ اس کارروائی کے ہر پہلو پر ایک دوسرے پر خوب واضح کیا گیا تھا کہ کوئی بھول چوک نہ ہو ورنہ ہمارے تمام منصوبے پر پانی پھر جائے۔ اگر وہ روکنے پر نہ رکے اور کار میں بھاگنے کی کوشش کرے تو چھوٹو اور انور ان کی کار کے ٹائروں پر فائر کر کے tyres burst کر دیں اور اگر دونوں جانب سے گولیاں چلنا شروع ہو گئیں تو میں گھر کی چھت سے cover دوں گا (یہ صرف تخیل کی ہی … تھا ورنہ ریوالور پکڑتے ہی کانپنا شروع ہو جاتے) گھر کی خواتین بہت زیادہ خوفزدہ تھیں خاص طور پر چھوٹو کی بیوی جس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور تیسرا ابھی دنیا میں آنکھ کھولنے والا تھا۔ انور کی والدہ نے بڑی منت سماجت کی کہ

Marfat.com

اس آگ سے مت کھیلو۔ یقیناً ہمارے دشمن تعداد میں زیادہ تھے اور ہمیں اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ ان کے پاس خطرناک اسلحہ زیادہ نہ ہو۔ ہماری قسمت میں کیا تھا اس کا اندازہ کون لگا سکتا تھا بہر حال صبر کی انتہا ہو چکی تھی اور اس سارے معاملے کو ایک طرف ایک ہی دفعہ نپٹانا چاہتے تھے۔

ہم نے اپنی positions سنبھالیں۔ بظاہر کسی کو شبہ نہ ہوا کہ ہمارے پڑوس میں ہماری حرکات کی چھان بین ہو رہی تھی تاہم ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہ تھی کیونکہ ہم اس تمام نامساعد حالات پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہماری نگاہیں صرف ایک قوت کی ذات پر تھیں اور ہمیں کسی اور سے کوئی توقع وابستہ نہ تھی۔ ہم نے خود اپنی جان پر کھیلنا تھا۔

اس Dodge Dart نے ہمارے بلاک کے ارد گرد ایک چکر لگایا مگر وہ کار اتنی تیز تھی کہ انور ان لوگوں سے بچنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اب موقع ہاتھ آیا۔ عین ہمارے گھر کے سامنے کار کی رفتار مدھم ہوئی۔ جیسا کہ پہلے سے طے شدہ تھا میں نے اپنے ٹیرس سے رومال ہلایا۔ چھوٹو نے Winchester سے نشست لگائی اور نشانہ لگاتا ہوا کار کی جانب دوڑا اور انور نے فوراً [illegible] کی طرف تان لیا۔ میں خفیہ ٹھکانے سے چھلانگ لگا کر چھت کی کسی جگہ پر آ گیا۔ اپنے ریوالور ہاتھوں سے تھام کر [illegible] رکھ دیا اور میں چھت کی منڈیر پر آن کھڑا ہوا جہاں خواتین نے گھر کے اندر خوف سے [illegible] ہوا تھا اور [illegible] ہمارے پڑوسی کھڑکیوں، دروازوں اور جھروکوں سے یہ خوفناک منظر دیکھ رہے تھے مگر گھروں سے باہر آ کر ہماری مدد کو کوئی نہ آیا۔ کار رکی انور نے بائیں ہاتھ سے کار کی چابی کھینچ لی۔ میری بیوی نے جو سارا کھیل دیکھ رہی تھی بڑی حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے پولیس سٹیشن ٹیلیفون کر دیا جبکہ انور نے تمام کار سواروں کو کار سے باہر آنے کا حکم دیا۔ چھوٹو Winchester تھامے کھڑا تھا چنانچہ انور نے انہیں لان میں کھڑا ہونے اور ہاتھ اوپر اٹھانے کی ہدایت کی اس بات پر زور دیا کہ کوئی بھی حرکت [illegible] پستول تھامے ہمہ تن نشانہ لگائے تیار کھڑا ہے۔ خبردار جو اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی۔ وہ جو Winchester بندوق [illegible] loaded ہے اور اس میں [illegible] کارتوس ہیں۔ انور نے بڑی احتیاط کے ساتھ ان کی تلاشی لی جس سے کوئی اسلحہ برآمد نہ ہوا۔ [illegible] کار کی طرف متوجہ ہوا اور چھان بین کی مگر یہاں بھی کوئی قابل گرفت چیز نہ ملی سوائے ایک Dimple کی [illegible] کی خالی بوتلوں کے۔

چھوٹو اور انور نے فیصلہ کیا کہ انہیں پولیس سٹیشن لے چلیں۔ میں جلدی سے چھت سے اترا اور انہیں [illegible] چونکہ ہم نے ان لوگوں کو کبھی اپنے گھر پر پتھر پھینکتے یا گھر میں داخل ہوتے ہوئے نہ دیکھا تھا البتہ کبھی کبھار [illegible] قابل اعتراض اشارے کرتے ہوئے ضرور دیکھا تھا۔ ہمارے پاس ان کا [illegible] نامساعدت میں ثبوت کا کوئی [illegible] نہیں تھا لہذا ہم نے ان کے Cedulas کی تفصیلات نوٹ کیں اور انہیں سختی سے تنبیہ کی کہ اگر دوبارہ [illegible] معلوم ہوتے ہیں [illegible] ہمارے [illegible] نہیں بغیر معذرت کے انہیں یہاں سے بھاگ جانے دیا۔

پولیس ہماری مدد کو نہ پہنچی۔ بہر حال ہم نے تمام کارروائی کی اطلاع پولیس کو دے دی۔

اس کے بعد ہم نے یہ کار کبھی نہ دیکھی اور نہ ہی پولیس نے ہمیں کبھی کوئی اطلاع دی۔ اس کے [illegible] پولیس سٹیشن [illegible] اور مجھے پھر کسی [illegible] سے نوازا گیا کہ مجرموں کو پکڑنے کے لئے ضروری اقدام کئے جا رہے ہیں۔ [illegible] ان [illegible] کاروں [illegible] یہ بڑی احمقانہ حرکات ہیں [illegible] پر تشدد کی صورت اختیار کر سکتے تھے لہذا ہم نے [illegible] جب تک ہمارے پاس ٹھوس ثبوت اور معقول [illegible] نہیں ہوں ہم کسی کا [illegible] پیچھا کرنے سے گریز کریں گے۔

چند روز کے بعد [illegible] bar کے مالک کے پاس گیا اور اس Dodge Dart کے مالک کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ کئی دن ہوئے اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرتا۔ مجھے اندازہ ہے کہ [illegible] Dodge Dart [illegible] کارروائی جرائم پیشہ لوگ تھے تو اس واقعے کے بعد یا تو ہمارا پیچھا چھوڑ گئے یا کوئی انتقامی کارروائی کریں گے۔

National holiday کی وجہ سے یونیورسٹی بند تھی۔ انور نے فیصلہ کیا کہ دوپہر کے [illegible] چھت پر [illegible]

Marfat.com

ٹہنیوں میں چھپ جائیگا۔ اپنا ریوالور، binoculars، نوٹ بک اور پنسل بھی ساتھ لیتا جائیگا۔ اگر کوئی ضرورت نہ پڑی تو دن بھر چھت سے نہیں اترے گا بلکہ کھانا بھی ساتھ ہی لے جائیگا۔ بچے گھر کے front lawn میں کھیل رہے تھے اور خواتین گھر کے روز مرہ کے کام کاج میں مصروف تھیں۔ میں لائبریری میں گذشتہ دنوں کے کام سے نپٹ رہا تھا۔

قریباً تین بجے انور نہایت سرعت سے سیڑھیوں سے نیچے اترا اور کوئی لفظ کہے بغیر اپنی کار میں بیٹھ کر تیز رفتاری سے نکل گیا۔ ہم سب حیران پریشان ہو کر تکتے رہے۔ پھر دن گزر گئے مگر جب وہ لوٹا تو میں اس پر غصے سے برس پڑا۔

"انور تم جانتے ہو میری صحت پہلے سے ہی خراب ہے اور تم اس پر بغیر بتائے بھاگ گئے۔ جانتے نہیں میری صحت بتدریج خراب ہو رہی ہے اور گھر کی خواتین بھی تمہاری اس حرکت سے غم و غصہ سے پاگل ہو رہی ہیں۔"

اس نے بڑے تحمل سے ہم تمام لوگوں کی کوس و ملامت سنی اور روئیداد سنانے بیٹھ گیا جب سب خاموش ہوئے۔

ایک Volkswagon کی Brasilia خوبصورت نوجوان لڑکی چلا رہی تھی۔ اس نے کئی دفعہ اپنی کار ہمارے گھر کے سامنے سے گزاری اور ہر بار رفتار کم کرنے کے بعد اور بڑی دلچسپی سے ہمارے گھر کی طرف دیکھتی جیسا کہ وہ survey کر رہی ہو۔ یہ اس کی مقصد ہے ہمارے گھر کی نشاندہی کرنا تھا۔ اس نے اس پر اکتفا نہ کیا باقاعدہ اپنی نوٹ بک پر بھی کچھ لکھتی مگر اس کی نگاہیں ہمارے گھر کی طرف ہی رہتیں۔ میں نے اس کی کار کا نمبر نوٹ کرنے کی کوشش کی مگر وہ پلیٹ اتنی احتیاط سے ڈھکی ہوئی تھی جو پڑھی جا سکتی۔ ایک بار اس نے کار back lawn کی پچھلی طرف کھڑی کی اور انجن کو سٹارٹ رکھا۔ کار سے باہر نکلی اور back lawn کی دیوار کے قریب پہنچ گئی۔ اسی موقع پر میں چھت سے نیچے اترا تاکہ اس کا تعاقب کروں۔ جونہی میری کار گھر کے کونے کے قریب پہنچی تو وہ بھی بھانپ گئی کہ اپنی Volkswagon میں بیٹھ کر دوڑ گئی۔ میں نے اس کی کار کا تعاقب کیا جو کہ مختلف علاقہ جات سے گزرتی رہی۔ ایک دفعہ میں نے اس کار کو overtake کر لیا مگر بدقسمتی سے traffic lights سرخ ہو گئیں اور میں پھر اس کا track کھو بیٹھا۔ وہ خوب واقف تھی کہ میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں اس نے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ traffice lights، zigzag میں اور پرہجوم علاقوں کا فائدہ اٹھاتی رہی۔

"یہ بات سچ ہے کہ بہت سے ہیں ہمارے دشمن پہلے کے روز پر اب دیکھئے یہ خوبصورت بلا کہاں سے آن پڑی؟"

پاکستان کے "Dentists"

یہ ان tropical دوپہروں میں ایک بعد از دوپہر تھی جس میں برسات کی وجہ سے نمی اور گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ میں نے جو لائبریری میں کی دیوار جس میں کھڑکی نہیں لہذا باہر دیکھنے کے لئے ایک بڑا مستطیل شیشہ لگایا ہوا تھا تاکہ باہر دیکھ سکوں۔ اگرچہ Administration نے یونیورسٹی کی سائنس سکول کی بلڈنگ میں جہاں پانچویں منزل پر میری lab تھی۔ ایک سمت بالکل بند تھی۔ باوجود یونیورسٹی انتظامیہ کے میں نے اپنے اثر و رسوخ سے اس سمت ایک بڑا شیشہ لگوایا تا کہ کئی سال پہلے سامنے والی پہاڑی Cerro del Medio جہاں یونیورسٹی کی رہائش گاہوں میں میری بھی رہائش گاہ تھی، کی سمت دیکھ سکوں۔ اس وقت اس پہاڑی پر ٹیلیفون کی کوئی سہولت نہ تھی اور ہم نے یہ ترکیب سوچی اگر میری بیوی کو کوئی خاص ضرورت ہو تو اپنے گھر کے سامنے سے سرخ جھنڈا لہرائے تو مجھے خبر ہو جائے اور اس ضرورت کا مداوا کیا جا سکے۔ جونہی میں نے باہر کی طرف دیکھا تو ماسوائے موسلا دھار بارش کے دور تک کوئی چیز دکھائی نہ دی۔ اتنے میں میرے میز پر پڑے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔

میں نے auricular اٹھایا تو دوسری طرف میری بیوی گھبرائی ہوئی آواز میں بول رہی تھی کہ مجھے کچھ سمجھ میں نہ آ رہا تھا بہرحال میں اپنی lab سے five fligts of stairs اتر کر چلتا ہوا parking lot میں پہنچا اور اپنی Mercedes-Benz میں بیٹھ کر دو تین منٹ میں اپنے گھر والے بلاک کے کونے میں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ دو نوجوان scooter پر سوار ادھر سے چلے جا رہے ہیں۔ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو ان کے چہرے پر آنسو تو اتر رہے تھے۔ گھر کے سامنے کار کھڑی کی ہی تھی کہ اس main gate کھولا ہی تھا کہ میری دونوں بیٹیاں (نام اور ...) چیخ و پکار کر رہی تھیں اور کونے میں سہمی ہوئے تھے۔ میں نے

Marfat.com

بیوی کو تسلی دینے کی کوشش کی مگر اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا:

"دونو جوانوں نے پہلے تو scooter پر بارش سے اور روئی چہرہ لئے۔ scooter وہ گھر کے front lawn کے سامنے کھڑا کر دیا۔ دوبارہ scooter کو گھر کے back lawn کی طرف لے گئے جو پشت والی دیوار کے قریب ہے اور فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے فون پر متعدد بار contact کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار لائن مصروف پائی۔ تھوڑی دیر بعد وہ scooter ہمارے گھر کے front lawn کے سامنے کھڑا ہو گیا اور جو پیچھے کا بیٹھا ہوا تھا اس نے scooter سے اتر کر ہمارے گھر کے نزدیک فائرنگ کی۔"

یہ حملہ یقیناً قانونیت کی انتہا تھی۔ اس قدر زبردست بارش میں دونو جوان ایک scooter پر آئے۔ یہ ایک قدم۔ میں نے پولیس کو فون کرنے اس دہشت ناک نئی صورت حال سے آگاہ کیا۔ چھوٹو وقت بخار اور دوسرے پر جیتا ب... تھی۔ لوز نیلی خانی میں چھوٹی ایک واحد فرد تھی جس پر حملہ میں ہم سب یہ جانتا کہ اس نے اور سے کئی بار ٹیلیفون پر رابطے کی کوشش کی مگر بات نہ ہوئی۔ وہ... روم میں مصروف تھا البتہ ان کی سیکرٹری کو پیغام دیا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ بھی آن پہنچے۔

یہ شام سے ذرا پہلے کا وقت تھا۔ بارش کی شدت میں کوئی کمی آنی نہ دکھائی دے رہی تھی۔ اب جو صورت حال تھی وہ بہت سے مزید پراگندہ اور تشویش ناک ہو جانے کی علامت۔ تمام اہل خانہ اکٹھے ہوئے۔ انور اور میرے علاوہ تمام لوگ اس بات پر بضد تھے کہ اس گھر کو خیرآباد کہہ دیا جائے۔ ہم دونوں کا موقف یہ تھا کہ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ نئے مکان میں ایسے حالات سے دوچار نہ ہوں گے۔ اگر وہ اس بات پر مصر ہیں کہ یہ مکان چھوڑنا منظور نہیں تو یہ ملک ہی چھوڑ دیا جائے تا کہ ہماری کم از کم سب کی جان بچ سکے۔

ہم دونوں بھائیوں کو یونیورسٹی میں escalafon (tenure) مل چکا تھا۔ میں اب فل پروفیسر اور بہت سے مالی نقصانات بھی میرے پیش نظر تھے۔ اس کے علاوہ میرے اندر ریسرچ کا جذبہ موجزن تھا۔ میں نے کئی سالوں کی محنت شاقہ، جد و جہد اور مشکلات کے بعد اپنی laboratory کو منظم کیا جس میں ہر قسم کی مراعات موجود ہیں اور ریسرچ سے بہرہ مند ہیں۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ میں یہاں پر ہی رہ کر تمام تر مشکلات کا سامنا کروں گا۔ چونکہ ہم نے کبھی کسی کو جسمانی اور روحانی تکلیف نہ پہنچائی تھی اس لئے کہ اس خیال نے انتہا تک پہنچا دیا ہے اور اس کا بھی مجھے بخوبی علم تھا کہ یہ خیال حقیقت سے کتنا دور ہے۔ دیکھنا میں کسی وقت بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ خدانخواستہ ہمارے دشمنوں میں سے کوئی زخمی یا ہلاک ہو گیا تو بچے ہماری قسمت کیا ہوگی۔ یہ بھی ممکنات میں سے تھا کہ اس نوعیت کے حادثات سے قتل تک ہو جائے۔

ہم تمام اہل خانہ living-room میں اکٹھے ہوئے۔ گھر کا ماحول بڑا سوگوار تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ ہم لوگ جس قدر بھی ہو سکے حالات کا سامنا کریں گے۔ ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اور ہر قسم کی مشکلات سے نمٹنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ کسی قسم کی بات کرنا فضول اور اب رات کو پہرہ دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا بلکہ ہر وقت چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔

کئی ہفتوں کی موسلا دھار بارش کے بعد بادل چھٹ گئے اور بارش تھم گئی۔ میری بیٹی Ghazia نے دودھ پینا چاہا۔ fridge میں دودھ ختم ہو چکا تھا۔ نزدیکی filling station سے دودھ لانا تھا۔ ہم اس بات سے متعلق بات کر رہے تھے کہ چھوٹو جو پچھلے دونوں سے بخار میں مبتلا تھا۔ اس کا بخار بھی اتر چکا تو وہ بھی ہماری گفتگو میں شامل ہو گیا۔ ابھی میں نے ارادہ ہی کیا تو چھوٹو نے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ چونکہ پچھلے دو دن سے بستر پر پڑا تھا۔ اس لئے walking کا بہانہ بنا کر وہ بہت خوش تھا اور جانا چاہتا تھا۔ U.S.A اور Latin American ممالک میں یہ عام رواج ہے کہ filling stations پر پٹرول اور gas (پٹرول) کی سہولت میسر ہوتی ہیں بلکہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ بھی۔ ہر قسم کے food packs، دودھ، ڈبل روٹی، انڈے، موبائل کا سامان، whiskey، beer، ہر قسم کے مشروبات اور چھوٹے موٹے اوزار وغیرہ بھی دستیاب ہوتے ہیں۔

قریب ترین filling station ہمارے گھر سے کوئی تین بلاک دور شاہراہ کی بائیں طرف تین یونیورسٹی سے بہتر واقع تھا۔ میں نے چھوٹو کو مشورہ دیا کہ گاڑی لے جاؤ اور ساتھ ہی چپو کو مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ... کی ضرورت نہیں ہے۔

جب وہ دودھ کا carton لے کر واپس آ رہا تھا تو اس نے کہا:

"ہوٹل میں ساتھ والی گلی میں جو کہ شاید وہ ہمارے گھر کے سامنے والے avenue سے ملاتی ہے وہاں سے گزرا تو دو جوانوں نے روک لیا۔ ان میں سے ایک نے دریافت کرنا چاہا کہ میرا آپ لوگوں سے کیا تعلق ہے؟ میں نے اسے کالر سے پکڑ کر اتنے زور دار تھپڑ رسید کیے کہ وہ تاب نہ لا کر زمین بوس ہو گیا۔ دوسرے نے بھاگ جانے کو ہی غنیمت سمجھا۔ میں نے زمین پر پڑے ہوئے کی گھونسوں سے خوب سرزنش کی تو اس نے توبہ کی اور پوچھا کہ تم ہوتے کون ہو پوچھنے والے؟ اور بتاؤ تمہارا اس واسطے سے کیا تعلق ہے؟ کوئی خاص بات نہیں، یہ شخص میرا محسن تھا۔ اس نے ممیاتے ہوئے جواب دیا۔"

چھوٹو نے نہایت احمقانہ حرکت کی اس کو اپنے ساتھ گھر لانے کی بجائے چھوڑ دیا۔ یہ بہت بڑی حماقت تھی اگر وہ اس کو ساتھ لے آتا تو گھر کی خواتین شاید اس کی شناخت کر لیتیں کہ آیا یہ ان دو جوانوں میں سے ایک ہے جس نے scooter سے فائرنگ کا ارتکاب کیا۔ میں نے چھوٹو کی بڑی درگت بنائی۔ میرے جی میں آیا کہ اس بیوقوف کو گولی سے اڑا دوں۔ اس نے مجھے قسمیں دے کر یقین دلایا کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک وقتی دیکھا ہوتا تو ضرور پہچان لیتا۔

Cumana شہر میں زیادہ تر کاریں ہی ہوا کرتیں بلکہ کئی ایک کے پاس تو تین تین کاریں جبکہ ہمارے پاس بھی دو کاریں ہوا کرتیں۔ یہ بھی ایک شوق تھا کہ ہمارے دشمن کے پاس scooter تھے۔ scooters کی تعداد شہر میں اتنی کم کہ وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ یقیناً کسی کو scooters پر نہیں دیکھیں گے۔ دوسرے روز انور، چھوٹو اور میں اپنی کار میں گشت کرتے ہوئے اور شہر کا کونا کونا چھان مارا مگر نہ وہ scooter اور نہ ہی scooter والے کا کہیں سراغ ملا۔ انہیں زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔

مسلمان ہونے کے ناطے مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنے مذہب کے مطابق ایک بکرے کا صدقہ دیں جس کا مطلب ہے کہ صدقے کا گوشت غریبوں میں بانٹنا۔ اس شہر میں نہ کوئی مولوی تھا نہ عالم دین، نہ ہی قصاب جو اسلامی روایات کے مطابق ذبح کرتا۔ چھوٹو یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا تھا کیونکہ ایک دفعہ اس نے کسی کسان سے بکرا خریدا جو گھر کے back lawn میں ذبح کیا گیا، کھال اتاری اور گوشت واش کر کے صاف کیا کہ چربی کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بعد ازاں گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے deep freezer میں محفوظ کر دیے۔

چونکہ بکروں کی نشاندہی کر کے contact ضروری امر تھا کہ کسی ریوڑ کے مالک سے bargain کر سکیں۔ کسان جو ریوڑ رکھتے تھے صبح ہوتے ہی اپنے ریوڑوں کو کھلا چھوڑ دیتے اور وہ تمام دن پہاڑیوں اور چراگاہوں میں چرتے پھرتے۔ شام کو اپنے مالک کے پاس واپس لوٹ آتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کسی ریوڑ کے مالک کو صبح یا شام کے وقت تلاش کریں تا کہ اپنی پسند کا بکرا خرید سکیں۔ چند دن چھوٹو نے بڑی بیتابی سے گزارے کیونکہ وہ بکرا ذبح کرنے پر تلا ہوا تھا مگر وہ دانت کے درد کی وجہ سے کار drive نہ کر سکتا۔ dentist کے پاس جانے سے ہمیشہ کتراتا۔ اس کے دانت کا درد جب ناقابل برداشت ہوا تو وہ بادل نخواستہ dentist کے پاس جانے پر رضامند ہو گیا۔ انور اسے ایک dentist بنام Dr. Ignacio Silva میرے قریبی دوستوں میں سے جو کئی سالوں سے ہمارے شہر میں پریکٹس کر رہا تھا یہاں تک کہ ہمارے گھریلو تعلقات استوار ہو گئے۔ پتہ چلا کہ چھوٹو کا دانت اتنی بری طرح infected ہو گیا تھا کہ اس دانت کو نکالنے سے کوئی چارہ نہ تھا مگر پہلے infection کا علاج کر کے پھر دانت نکالا جانا تھا۔ اس نے پانچ دنوں کے لیے antibiotic تجویز کی۔ جب دوبارہ ڈاکٹر سے رجوع کیا تو اس نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ اب دانت نکالا جا سکتا ہے مگر چھوٹو دانت نکلوانے کے احساس سے اتنا گھبراتا کہ جیسے اس کی جان نکل جائے گی۔ انور نے اس کو ڈانٹ پلائی تو وہ بادل نخواستہ رضامند ہو گیا۔ dentist نے اس کا دانت نکالا اور چوبیس گھنٹے کیلئے مکمل آرام کرنے کی ہدایت کی کیونکہ چلنے پھرنے اور exertion سے خون بند نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر نے یہ بھی تاکید کی کہ اگر تھوکنا مطلوب ہو تو کرنا ورنہ زور لگا کر تھوکنے کی کوشش نہ کرنا۔

ڈاکٹر کی ہدایت پر کوئی توجہ دیے بغیر وہ اسی دن کار لے کر بکرے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تاکہ بکرا ذبح کر کے دیرینہ خواہش کی تکمیل کر سکے۔ ہم تمام اہل خانہ پیار سے پھر غصہ سے منع کرتے رہے مگر چھوٹو کے سر پر جوں تک نہ رینگی چونکہ چھوٹو میں خود سری بدرجہ اتم موجود تھی اس نے اپنی مرضی کر کے ہی چھوڑی۔ صرف یہی نہیں بلکہ بکرے کو بہر صورت اسی شام ذبح کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا لہذا وہ بکرا

Marfat.com

خرید لایا۔

ہمارے گھر کی تین دیوار کے ساتھ front lawn میں ایک درخت جنگلی شاخوں کی اوٹ میں بندر ان کی چھت سے اوپر بیٹھ کر گھر کی رکھوالی کیا کرتے۔ رستے کا ایک سرا اس نے اس درخت کی ایک مضبوط ٹہنی سے باندھا اور بکرے کو ذبح کر کے قصابوں جیسے طریقے سے کھال اتارنے کی غرض سے رستے کے دوسرے سرے سے الٹا لٹکا دیا اور کھال اتارتے ہوئے ڈاکٹر کی ہدایت کے خلاف اگر تھوک نہ بھی آتی تو زور لگا کر تھوک دیتا۔ خون تھوک کے ساتھ بہہ نکلتا۔ اب چھوٹو از راہِ احتیاط گرچہ کی سے ذبح کئے ہوئے بکرے کی کھال اتار رہا تھا اور زور لگانے کی وجہ سے بار بار خون تھوک رہا تھا۔ اس نے گوشت کے نہایت سلیقے سے ٹکڑے کئے، پھیپھڑے، گردوں، جگر، مغز اور دوسرے اعضا کو علیحدہ علیحدہ pack کیا۔ اس نے یہ کام اتنی جلدی اور مہارت سے ایک تجربہ کار قصاب کے انداز میں صرف دو گھنٹے میں سرانجام دیا۔ جب کام ختم ہو گیا تو وہ متواتر خون تھوک رہا تھا جس سے اس کا رنگ زرد پڑنے لگا۔ شام کا اندھیرا پھیلنے کے بعد اسے سخت سر درد ہونا شروع ہو گیا۔ میں نے اپنے دوست نامور فزیشن Dr Armando Padrino کو بلایا۔ جسے چھوٹو کی history سنائی کہ چھوٹو کو پاکستان میں ہاکی کھیلتے ہوئے سر پر کئی بار بال لگا اور حال ہی میں ہمارے شوفر نے اس کے سر پر ایک سیمنٹ کا بلاک بڑی بیدردی سے دے مارا۔ ڈاکٹر نے کچھ دوائیاں تجویز کیں اور کہا کہ ادویات تو اسے دو مگر ہسپتال میں observation میں رکھنے کے لیے ضرور لے جانا۔ شریف آدمی نے مجھ سے فیس وغیرہ وصول کرنے سے بالکل انکار کر دیا اور جاتے جاتے دوبارہ تاکید کی "اسے ہسپتال میں لے جانا مت بھولنا۔"

چھوٹو دوائی کھانے پر تو رضامند ہو گیا مگر خود سری سے ہسپتال جانے سے صاف انکار کر دیا۔ نیم شب درد کی شدت اختیار کر گیا اور خون بھی بہنا شروع ہو گیا۔ اس کی حالت نیم بیہوشی کی حد تک پہنچ گئی۔ ایمبولینس بلائی اور ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے۔ Dr internist (جو کوئی اس وقت ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ ڈیوٹی سرانجام دے رہا تھا) نے چھوٹو کو فوراً انجکشن دیا اور Dr Padrino کی ہدایت کے مطابق ہسپتال میں داخل کر لیا۔ پہلی رات تو اسے observation room میں رکھا گیا اور ہم باری باری اس کے پاس بیٹھے رہے۔ صبح کو اس کی حالت قدرے سنبھلی مگر تا حال تھوڑا تھوڑا خون تھوک رہا تھا۔ اسی دن میں نے اسے پرائیویٹ کمرے میں داخل کرا دیا۔ تین دن کے بعد وہ اپنی نارمل حالت میں آ گیا اور اسے واپس گھر لے آئے۔

dentist کا ذکر چل ہی نکلا ہے تو اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی سن لیں۔ انور نہایت لاپرواہ اور کام جلدی نپٹانے کا عادی واقع ہوا ہے۔ ایک دن کوئی چھ بجے شام کے قریب وہ یونیورسٹی سے گھر لوٹا تو اس نے سوجی ہوئی داڑھ پر ہاتھ سے رومال رکھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا "کہیں جھگڑا کر کے آئے ہو کیا بات ہے؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔ میرے دانت میں سخت درد ہو رہا ہے۔"

"کار چلانے کی حالت میں ہو یا نہیں؟"

"ہاں۔"

"تو Dr Silva کے پاس چلو جس کا کلینک El Indio کے قریب Calle Arismendi میں دائیں ہاتھ کی جانب واقع ہے۔ سیکرٹری کو میرا نام بتانا تو وہ ڈاکٹر صاحب سے appointment لینے کی کوشش کریں گی اور تمہیں زیادہ دیر انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔ دروازہ کھول کر زبردستی ڈاکٹر کے کمرے میں داخل نہ ہو جانا۔"

میرا بھائی کار میں بیٹھ کر ڈاکٹر مذکور کے پاس چلا گیا تو توقع کے برعکس جلدی واپس لوٹ آیا۔ شاید ڈاکٹر فارغ تھا یا اس کے پاس کوئی مریض نہ ہو۔ ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ ڈاکٹروں کے پاس خاص طور پر dentists سے ملاقات میں کافی دیر پہلے appointment لینی پڑتی ہے۔

"کیوں بھائی کمال کر دی۔ اتنی جلدی فارغ ہو گئے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں سیکرٹری کے کمرے میں داخل ہوا کافی مریض انتظار کر رہے تھے۔ سیکرٹری کو آپ کا حوالہ دیا۔ اس نے intercom پر ڈاکٹر کو اطلاع دی۔ ڈاکٹر نے تھوڑی دیر انتظار کرنے کو کہا مگر آپ میری طبیعت سے تو واقف ہیں میں کہاں انتظار کرنے والا تھا۔ میں

Marfat.com

ڈاکٹر صاحب نے دروازہ کھول کر اندر گئے مجھے دیکھ کر ڈاکٹر صاحب خفا ہو گئے کہ یہ بلا کہاں سے نازل ہوئی کیونکہ وہ ہاتھ میں drill لئے
بیٹھی عورت کا منہ کھولے filling کر رہے تھے۔ اس وجہ سے میں ایک دم اندر داخل ہو گیا تو وہ ذرا اور اس نے چھوٹی سی ... کا معائنہ
کرتے ہوئے کہا "آپ پیچھے تشریف رکھیں تھوڑی دیر انتظار کریں" میں نے کہا ڈاکٹر صاحب درد نے مجھے ہلکان کر دیا ہوا ہے۔ میں مزید
انتظار نہیں کر سکتا۔ آپ dentists لوگ پاکستان میں ہوں تو بھوکے مر جائیں۔"

"وہ کیسے؟"

"پاکستان میں سب buses، trains، گلیوں کوچوں میں دانت نکالنے والے آوازیں دیتے ہوتے ہیں۔ کسی کے
دانت سے متعلق شکایت ہو تو انہوں نے پیٹ پیچھے وہ دانت ... ایک چمٹی سے دو انگلیوں کی مدد سے نکال کر اگلی ... پر رکھ دیا بلکہ
تو کچھ لوگ اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ ہاتھ کی صرف ایک انگلی سے دانت نکال باہر کرتے ہیں۔"

یہ بات سن کر ڈاکٹر ... حیرت سے اور ہنسی ... کہنے لگا
"کیا یہ ... ہے ... کیونکہ سائنس اور تہذیب نے وہاں ... کی ہے۔"
"... کراچی میں ... پاکستان میں ایک شہر کی روڈ ... جس کی دونوں روش پر دانت نکالنے والے
نیم حکیم ... footpath پر ... دانتوں کی ڈھیریاں لگائے بیٹھے ہیں اور یہ ڈھیریاں ان کی مہارت
کی نشانی ... ہیں ... ان کی ... زیادہ اور ... ڈھیریاں ہوں ... اتنا زیادہ ... ہے۔"
"... قدیم ... فلسفہ ... پرانی دنیا میں خصوصاً پاک و ہند کے لوگ موجود ہیں۔"

... نے پوچھا۔

"... ڈاکٹر نے مریضہ سے معذرت کرتے ہوئے مجھے مریض کی کرسی پر بٹھایا
infection ... ہے antibiotic دی۔ ساتھ ہی ضروری ہدایات کیں۔ اس مریض سے فیس نہیں لی۔"
... کے بعد Dr. Silva ... آیا۔ میں نے ... کی تصدیق کر دی۔

Andy

... معلوم ہوتا ہے بدقسمتی ... میں ہمارے گھر آ تو ... گئے
... میں ... ہسپتال میں ... غیر معمولی واقعہ پیش نہ آیا۔
ایک ... میں ... چھوٹے ... میں ... پر بیٹھا تھا ... اس کے ... دونوں ...
... بات ...
... پاکستان میں ... درد ... جاتا ... تشویش میں مبتلا ہو
... تھا۔
ایک ... Dr. Garcia ... دوائی تجویز ... ایک ہفتہ ... دوائیاں
... ہو رہی ... غنودگی ... زردی ... رہی ... بیہوشی کے عالم میں ... ڈاکٹر ... بلا کے
... ادویات ... ڈاکٹر ... مزید ... کرتے ہیں ... ڈاکٹر ...
Dr. Theodoro Vovk Maurin ... ہو ... ہے ... نے ... سے ... پر ...
... اختیار ... ہوتے ... معائنہ کے بعد ... لکھا ...
Meningoencephalitis ... کے خیال میں یہ ... ہسپتال میں داخل کرا دیا جائے ... قسم کا ... ہے
... ہسپتال ...
... پڑی ... ایک ... کی حالت ایسی نہ تھی کہ کوئی ... علاج کیا جائے

چونکہ دیر ہو رہی تھی میں نے سٹاف نرس کو اپنے تمام حالات سے آگاہ کیا اور تاکید کی کہ اگر ہسپتال کے سٹاف کے علاوہ کوئی اور شخص چھوٹو کے کمرے میں ملنے کیلئے داخل ہوا تو نتائج کی تمام تر ذمہ داری ہسپتال کی انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ اس پر واضح کر دیا کہ میں اس معاملے سے متعلق ہسپتال کے اعلیٰ افسران سے بھی رابطہ کر سکتا ہوں۔ اس نے پر یقین لہجے میں کہا کہ کوئی غیر متعلقہ آدمی مریض کے کمرے میں نہیں جا سکے گا۔ احتیاطاً مذکورہ نرس کا نام و پتہ بھی نوٹ کر لیا اور ہم ہسپتال سے گھر کی حفاظت کیلئے لوٹے۔

دوسرے دن صبح کے وقت میں دوبارہ ہسپتال گیا تاکہ ڈاکٹر سے دوبارہ ملاقات ہو۔ چھوٹو کے سر پہ چوٹ لگنے کے دو روز بعد ڈاکٹر صاحب نے اس کے تمام tests کرائے مگر کوئی طبی خرابی نظر نہ آئی اور اسے سر درد کی شکایت بھی رہتی تھی۔ بخار اور بعض اوقات تو وہ بیہوشی کے عالم میں چلا جاتا اور دورہ پڑنے پر ہوش میں آنے پر ایسے الفاظ استعمال کرتا جن کی سمجھ نہ آتی اور عجیب و غریب حرکتیں ہوتے۔ اس کو غیر معینہ مدت کیلئے ہسپتال میں رکھنے کی کوئی خاص ضرورت نظر نہ آئی کیونکہ ڈاکٹر صاحبان اس کی بیماری کی تشخیص نہ کر پائے تھے۔ بالآخر ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اسے گھر لے جاؤ اور چھ ادویات تجویز کر دیں۔

حسب معمول میں پہرے پر مامور تھا۔ چھوٹو کسی ناول کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ میں نے اسے سختی سے منع کیا کہ تمہاری صحت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی اس لیے تمہارا دیر تک جاگنا مناسب نہیں اور یہ بھی کوئی عقلمندی نہیں کہ ہم دونوں بیک وقت جاگ کر پہرہ دیتے رہیں۔ چنانچہ چھوٹو نے لیمپ کی لائٹ "Off" کر دی۔

کوئی آدھی رات کا وقت ہوگا میں نے چوکیداری انور کے سپرد کی اور خود باتھ روم میں گیا۔ ابھی میں نکلا ہی تھا کہ living-room کے main gate (جو کہ front lawn میں کھلتا تھا) کو ایک زوردار جھٹکے سے کھلنے کی آواز سنائی دی۔ باتھ روم سے میں فرنٹ روم میں گیا اور انور بھی بھاگتا ہوا پہنچ گیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ چھوٹو کے پیچھے ... میں نے ہوائی فائرنگ شروع کر دی اور اندھیرے میں کار کے tyres کی چیخ و پکار سے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گئے ہیں۔ چھوٹو کا پتا ہوا، وہ بچ گیا۔ میں نے اسے سخت جھاڑ پلائی کیونکہ اسے پہلے بھی کئی مرتبہ تنبیہ کی گئی تھی کہ رات کو کسی صورت میں باہر نہ جائے اگر جانا بھی ہو تو اکیلے نہیں۔ ہمیں اپنے دشمنوں کو پکڑنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آدھی رات کے وقت بغیر کسی احتیاطی تدابیر کے اندھیرے میں ان کا پیچھا کرنا خطرناک تھا۔ ... نازل ہوا کہ کسی ایک کی بھی ... تمام گھر والے جاگ اٹھے اور انہوں نے مجھے مجبور کیا کہ چھوٹو کی بات کو سن لیا جائے۔ چھوٹو نے ... بیان کی۔

"میرے bedroom کا آدھا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اچانک میرے ... روشنی کی روشنی سے میں نے ... روشنی اس دیوار کے اوپر سے آ رہی تھی جو کہ living-room سے ملحق دوسرے کمرے کی چھت کو چھوتی۔ میں نے ایک آدمی کو دیوار پر چڑھتے دیکھا اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور میں اپنے بستر سے اٹھ کر چپکے سے چلتا ہوا فرنٹ ڈور کی طرف گیا۔ جب میں نے دروازہ کھولا تو کسی اجنبی نے دروازہ کھلنے کی آواز سن لی وہ سیدھے دروازے کی طرف بھاگے جہاں ایک کار کھڑی تھی اور اس کا انجن چل رہا تھا۔ میں نے ... پکڑنا چاہا مگر اس کے ساتھیوں نے اسے جو کہ کار میں بیٹھے ہوئے تھے اور اس کار کے بھی دروازے کھلے ہوئے تھے کسی وجہ سے اندر کھینچ لیا۔ مجھے اس قدر زبردست دھکا دیا کہ میں زمین بوس ہو گیا۔ وہ کار میں فرار ہو گئے۔ افسوس ہم نے دشمنوں کو پکڑنے کا یہ موقع بھی کھو دیا۔"

بظاہر ان نادیدہ دشمنوں کا ہماری جان لینے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ رات کے اندھیرے میں کوئی چھوٹو کو جسمانی طور پر ضرب بھی کر سکتا تھا۔ نہ کوئی واضح چہرہ تک ہوئی اور نہ ہی ہم ان کی شناخت کر سکتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی دشمنی سے پس پردہ کیا راز پوشیدہ تھے۔ کئی اندیشے ممکن تھے اور ہم نے ان کو ایک ایک کر کے تجزیہ کے بعد رفع کرنے کی کوشش کی۔

1۔ شروع میں تو ان کا ان غیر مہذب حرکات کا مقصد ہو سکتا تھا لیکن حالات نے یہ ثابت کی وجہ سے یہ غریب رخ اختیار کر لیا۔
2۔ اغوا کا جواز کوئی نہ تھا چونکہ قدرے آسودہ حال گھرانے سے ہم بھی نہ تھے کہ کوئی رقم وغیرہ کیلئے اغوا کرتے۔ جہاں تک ہماری جان کا تعلق ہے ... تو ان کے پاس سے بار بار کسی نے بھی ہمارا پیچھا نہ کیا اور اگر کیا بھی تو ہمیں کوئی خبر نہ ہوئی۔

Marfat.com

3۔ کئی بار دوستوں نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ میں نسبتاً مشہور research worker ہوں جس نے کوئی 100 کے قریب scientific papers کئی professional scietific journals میں شائع کئے ہیں۔ ممکن ہے کسی نے اغوا کرنے کیلئے target بنایا ہوتا کہ یونیورسٹی کے حکام میرے تاوان دینے پر مجبور ہو جائیں مگر یہ مضحکہ خیز بات تھی۔ میں state کے کسی secret project پر research نہیں کر رہا تھا۔ بہر حال اگر ہمارے دشمنوں کا یہ نظریہ ہوتا تو مجھے اغوا وہ بآسانی کر سکتے تھے کیونکہ میں جب وقت آیا اور جسمانی لحاظ سے بھی ایسی مضبوط وضع قطع شخصیت کا حامل نہ تھا، نہ ہوں کہ اس عمل کے دوران موثر مزاحمت کر سکوں۔ ان دنوں میں ایک gringo (Latin America میں شمالی امریکہ کے باشندوں کیلئے ایک slang) جو کہ ایک مشہور امریکن کمپنی کا executive تھا اس کو اپنے ہی گھر سے اغوا کرلیا گیا۔ دو سال کا عرصہ ہوا اسکی کوئی سن گن نہ ملی۔ کوئی نہیں جانتا وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ وہ برآمد کیا گیا اور کہتے ہیں گورنمنٹ کو اس کا بھاری تاوان دینا پڑا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس واقعے نے upper middle calss میں خوف پیدا کر دیا لیکن میرے جیسا ایک یونیورسٹی کا گمنام پروفیسر جو کہ محدود تعلیمی حلقوں میں جان پہچان رکھتا ہو اس میں شک نہیں کہ scietific papers کی وجہ سے بھی خاص حد تک خاص لوگوں میں جانا جاتا تھا اس کو اغوا کرنے کیلئے کوئی خواہ مخواہ خطرہ مول نہیں لینا چاہے گا۔

4۔ قتل کی سازش کا تو سوچنا ہی فضول تھا۔

5۔ کرایہ کے مکان والی بات بھی کوئی معقول جواز نہ بنتا کیونکہ اس بارے میں مالک مکان متفق تھا۔

6۔ میری سیاسی ترجیحات بھی اتنی اہم نہ تھیں جو کسی کی توجہ کی محتاج ہوں۔ اچھے شہریوں کی طرح میری بھی ایک سیاسی پارٹی سے وابستگی ضرور تھی مگر high level پر کسی اہم سیاسی پالیسی میں دخل انداز نہ ہوتا۔

حالات سے پیش نظر میرا گھر ہی تمام واقعات کا محور بنا ہوا تھا۔ گھر ہی principal target تھا، جبکہ گھر پر ہی فائرنگ ہوتی، پتھر برسائے جاتے، آگ لگائی جاتی اور کبھی کبھی کوئی اہل خانہ ان حالات سے متاثر ہو جاتا۔

ایک دن میرا ایک Gringo دوست جس کا نام Tom Curry اور میری طرح وینزویلا کی شہریت اختیار کئے ہوئے ہے مجھ سے ملنے آیا۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ایک شخص Trinidad and Tobago کا رہنے والا (جزائر جو کہ ہمارے شہر سے کوئی 25 منٹ فلائیٹ پر واقع ہیں) جس کا نام Andy اور آجکل Cumaná میں ہی رہائش پذیر ہے۔ مشہور کار مکینک جس کو ہم بھی جانتے ہو۔ کیوں نہ اس سلسلہ میں اس سے رابطہ قائم کیا جائے ؟

بات یہ تھی کہ Andy بظاہر کار مکینک مگر اس بھیس میں وہ زیر زمین مشکوک افراد کی تنظیم کا ring لیڈر تھا جو لوگ دولت کیلئے کچھ بھی کر سکتے ہیں اور اس گینگ میں سے چند ایک لوگوں نے دولت کی خاطر کئی لوگوں کو قتل بھی کر دیا۔ مجھے اسکی یہ تجویز پسند تو آئی مگر حیاں پہ خطرناک تھی۔ ایک بار ان لوگوں کی اگر کسی شریف اور مجبور آدمی تک رسائی ہو جائے اور اس کے کسی کمزور پوائنٹ سے واقف ہو جائیں تو یہ امکان غالب ہے کہ وہ extortion کیلئے کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ black mailing تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

جب آتش جوان تھا تو Andy اور اس کے دوستوں کے ساتھ آوارہ گردی کیا کرتا مگر ذرہ بھی شک نہ گزرا کہ وہ mobster ہے۔ وہ ایک self-made آدمی دکھائی دیتا۔ اس نے پہلے ایک چھوٹا سا ورکشاپ کاروں کی مرمت کیلئے لیا تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ بدمعاش لوگ اس کا سامان وغیرہ چوری کر کے لے جایا کرتے مگر اس نے حوصلہ نہ ہارا اور کسی نہ کسی طرح ان غنڈوں سے چھٹکارا حاصل کر ہی لیا۔ یہاں تک کہ اب اس نے اپنی gang بنالی۔ Andy نے کار مکینک کے کئی ایک ورکس اور کئی سالوں کی محنت شاقہ کے بعد اپنے فن میں شہرت حاصل کرلی۔ میں اپنی کار کئی بار اس کے پاس reparing کیلئے لے گیا۔ آہستہ آہستہ ہم اچھے دوست بن گئے اور کئی بار میرے گھر garden parties پر آیا کرتا۔ متعدد بار ہم weekends اور چھٹیوں میں beach پر اکٹھے رہے۔ ان دنوں میں مجھے اس قسم کی مشکلات کا سامنا نہ ہوا۔ جن سے میں اب دوچار ہوں ہم تو صرف parties میں اکٹھے جانے والے دوست تھے۔ وہ میری کار کی مرمت پر خصوصی توجہ دیتا اور اسی دن مرمت کر کے یا تو میرے گھر یا

یونیورسٹی میں کام کرنے آتا۔ مزے کی بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے جائز اجرت سے بھی کم میرے اندازے میں اجرت لیتا۔ میں حیران ہوتا کہ وہ کبھی اکیلا نہ ملتا، باہر یا ورکشاپ میں ہمیشہ عجیب و غریب ہیئت کے اس کے دوست ہوتے۔ میں نے کبھی ان دوستوں کے متعلق پوچھا اور نہ ہی اس نے کبھی بتایا۔

اپنے دوست Tom Curry کی تجویز کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دن Andy کو ملنے گیا۔ اس کی ورکشاپ کسی اور جگہ پر منتقل ہو چکی تھی۔ کافی دیر گاڑی چلانے کے بعد مجھے اس کے ٹھکانے کا پتہ چلا۔ ورکشاپ کیا تھی۔ ایک ٹوٹا پھوٹا گودام نما شیڈ تھا جس کا کوئی دروازہ نہ تھا۔ آدمی باآسانی اندر جا کر کوئی چیز اٹھا سکتا۔ میں نے ورکشاپ کے داخلے کے سامنے اپنی گاڑی روک کر ایک مرتبہ بار بار ہارن بجایا اور Andy ہاتھ میں اوزار پکڑے اپنے کام کے apron میں نمودار ہوا۔ یہ apron اس قدر گندہ تھا کہ اس کا اصلی رنگ شناخت کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف۔ میں نے سب سے پہلے اس سے یہ سوال کیا:

"amigo (ہسپانوی زبان میں دوست) تمہاری ورکشاپ کے داخلے پر دروازہ کیوں نہیں ہے؟"

"کس کی مجال ہے جو بغیر اجازت اندر داخل ہو۔ اگر میں یہاں نہ ہوں اور کئی دن غیر حاضر رہوں تو بھی کوئی اندر داخل ہونے کی جرات نہیں کر سکتا۔" اس نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا۔

میں ورطہ حیرت میں رہ گیا کیونکہ جس علاقہ میں اس کی ورکشاپ تھی وہ شہر کا ٹوٹا پھوٹا rundown علاقہ اور جرائم پیشہ گروہوں کی آماجگاہ تھا۔ ہر قسم کے قانون شکن لوگ وہاں رہتے اور دن دیہاڑے راہگیروں اور اجنبی مسافروں کو لوٹ لینا ان کا معمول تھا۔ Andy ایسے لوگوں میں گھرا ہوا تھا کہ جن کا روز کا معمول قانون شکنی پر مبنی تھا۔ جب وہ میرے قریب آیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ چند دو جوان ایک jalopy (کوئی چھوٹی کار) کی مرمت میں مصروف تھے۔ میں چاہتا تھا کہ اپنی مشکلات کا اظہار اس سے تنہائی میں کروں مگر وہ مصر تھا کہ کھل کر بات کروں۔ میں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ معاملہ اس قدر سنجیدہ ہے کہ ہم دونوں تنہائی میں بات کریں تو مناسب ہے۔

اس نے مجھے ایک ساتھ والے کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا جس کے داخلے پر بھی کوئی دروازہ نہ تھا۔ اندر کا منظر عجیب و غریب تھا۔ صرف کاروں کے نئے اور پرانے tyres پر مشتمل۔ تین چار tyres ایک دوسرے کے اوپر اور چار پانچ tyres ایک دوسرے کے اوپر اور اس کی یہی چھوٹا فرنیچر کا احوال تھا۔ کمرے میں شراب کی خالی بوتلیں بکھری پڑی تھیں۔ اس نے مجھے کہتے ہوئے tyres کی نشست کو سنبھالنے کے لئے کہا لیکن میں نے بیٹھنے میں کچھ تامل کیا۔

"Senior (Sir) پروفیسر صاحب! میں آپ کے لئے ایک صوفہ لاتا ہوں اور وہ لایا بھی تو کیا جو صوفہ کم اور کباڑ زیادہ تھا۔ بہر حال میں بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے کچھ drinks پیش کیے تو میں نے انکار کر دیا کیونکہ میں نہایت پریشان کن حالات سے دوچار تھا۔ یہ بھی خیال کہ کوئی ہماری پوشیدہ گفتگو سن نہ لے۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے اسے ہوٹل Cumanagoto (قریب ترین ہوٹل جو شہر سے کوئی چار کلومیٹر دور سمندر کے کنارے واقع ہے) چلنے کی ترغیب دی۔ اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرا "ایک اصول ہے جب اپنے دفتر میں کسی دوست سے گفتگو میں مصروف ہوتا ہوں تو چاہے کتنا ضروری معاملہ کیوں نہ ہو۔ میرا ملازم مداخلت نہیں کرتا۔"

میں نے تفصیلاً اپنی دردناک داستان سنا دی۔ سن کر وہ نہ صرف پریشان ہوا بلکہ انتہائی دکھی ہوا۔ کہنے لگا: "اگر آپ نے پہلے رابطہ کیا ہوتا تو نوبت شاید یہاں تک نہ پہنچتی۔" گو وہ ہماری مدد کو تیار تھا مگر اس نے یہ سوچ کر کہ یہ معاملہ چونکہ پولیس کے زیر تفتیش ہے، مداخلت موزوں نہ سمجھا۔

"شروع شروع میں مجھے خیال آیا کہ میں underground سے رابطہ کروں لیکن جب یہ کیس پہلے ہی قانون نافذ کرنے والوں کے پاس تھا لہذا میں نے مناسب نہ سمجھتے ہوئے گریز کیا۔" میں نے افسردہ لہجہ میں کہا۔

میں کافی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا اور ہم بیتے دنوں کی یاد تازہ کرتے رہے کہ کس طرح ہم weekends پر شہر سے دور سمندر کے کنارے راتیں بسر کرتے۔ جب میں وینزویلا میں آیا یہ کوئی 13 سال پہلے کی بات ہے تو میرا یونیورسٹی کے ساتھ ایک سال کا contract تھا۔ اب حالات کافی مختلف ہیں۔ شہر کا نقشہ یا panorama بدل چکا اور تیزی سے مزید بدل رہا ہے۔ نئی عمارتیں

Marfat.com

سے بعد میں وہ براہ راست موضوع پر پہنچا کہ اس کے muchachos (Spanish زبان میں حواریوں کو کہتے ہیں ویسے اس کے لفظی معنی boys کے ہیں۔ ان سے کوئی کام لے) کس طرح سے میری مدد کر سکتے ہیں اور ان کا کیا مقام ہے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے جواب دیا

"پچھلے برس جب میں ایک کار ایجنسی میں mechanic تھا تو اپنا کاروبار شروع کرنے کا سوچا لہٰذا میں نے ملازمت چھوڑ دی۔ مجھے بڑی مشکلات کا سامنا ہوا جہاں میں نے اپنی ورکشاپ کرایہ پر لی۔ وہاں رات کے اندھیرے میں ہی نہیں بلکہ دن کو بھی میری آنکھوں کے سامنے بدمعاش آتے اور جو چیز انہیں پسند ہوتی لے جاتے۔ میں اس قدر لاچار کہ مزاحمت اور مدافعت سے قاصر تھا۔ مجھے بدمعاش گروہ کے غنڈوں نے کئی دفعہ دھمکی دی اگر میں نے پولیس کو اطلاع دی تو اس سے پہلے اپنے لئے قبر کھدوا لوں تاکہ ان بدمعاشوں کو مجھے مارنے کے بعد قبر کھودنے کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ ایک دفعہ تو میں نے شہر کو چھوڑنے کا ارادہ کر لیا لیکن میں یہ سب اندر ہی اندر سہتا رہا۔ اچھا وقت آنے کی امید رہتی تھی لہٰذا میں ڈٹا رہا۔ حالات بہتر ہونے شروع ہو گئے۔ یہ پچھلے سال کی بات ہے کہ میرا رابطہ intelligence کے ایک اعلیٰ آفیسر سے ہو گیا۔ وہ میری طرح شوقین مزاج آدمی تھا۔ اس سے چند ملاقاتوں کے بعد مجھے Special Agent کا کارڈ Issue کر دیا جس سے میرا استحقاق کا مسئلہ یوں تو نہیں حل ہو گیا لیکن اس کارڈ کے ملنے پر مجھے بہت حوصلہ ملا اور میں نے سکھ کا سانس لیا۔ میں لوگوں کو تلاش کر کے اپنا کارڈ دکھاتا اور جو غنڈے نہ صرف مجھ سے ڈرتے رہتے بلکہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ہوا یوں کہ غنڈوں کے اصول کے مطابق یہ ان کی ... آپ ہمیشہ قانون کے امور میں مداخلت نہیں کرتا جب تک کوئی ایک نیا چہرہ ان کی کارروائی ڈالنے آ جاتے ہیں۔ میری ... کا یہ مطلب نہیں کہ ... رہتے ہیں۔ کوئی بھی کسی وقت فائدہ اٹھا سکتا۔"

"ایک ہفتے پہلے کی بات ہے شام میں ورکشاپ کے shed کے نیچے بڑا خوش تھا کہ آرام کر رہا تھا کہ دن کی غنڈے نے آ کر کچھ پیش کش کی۔ اس کی ٹیم میں ایک شخص جس کا sobre nombre (عرفیت) Volkswagon اور جس کے بارے میں کوئی بات بھی نہیں کی جا سکتی۔ جب وہ تنگ دست ہوتا تو کوئی چیز چوری کرنے، چھیننے یا مانگنے سے گریز نہ کرتا۔ میری ورکشاپ میں وہ بھی کار لاتا تھا۔ یہ عرفیت اس کی خوش قسمتی اور حد سے زیادہ بچپن کی وجہ سے تھی (شروعات میں میرے پاس Volkswagon 1300 تھی جو anfibio یعنی بیک وقت پانی میں اور خشکی پر چل سکتی تھی۔ شہر میں بڑا سیلاب آیا ہوا تھا میں کار ڈرائیو کر رہا تھا میری بیوی میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ یقین کریں سیلاب کا پانی کار کے شیشوں کے level تک تھا لیکن Volkswagon رواں دواں چلی جا رہی تھی۔ جبکہ بڑی بڑی قیمتی کاریں Ford Ltd. Mustang. Caprice وغیرہ وغیرہ پانی میں بند ہو گئیں تھیں۔ یاد رہے کہ motorboat کی طرح Volkswagon کا انجن پچھلی طرف ہوتا ہے) اور مجھے لوگوں نے اس کے متعلق عجیب و غریب کہانیاں سنا رکھی تھیں۔ اس سے پچھلے دنوں میرے احباب نے تائید کی۔ ایک دفعہ Volkswagon نے ایک Ford Ltd گاڑی کو دیکھ کر اس کی ایک کھڑکی تک رسائی سے اتار کر اپنے پاس رکھ لی اور اس کے کئی پرزے نکال لئے جو کہ اس نے ایک کباڑیئے کے ہاتھ نہایت سستے داموں فروخت کر دیئے۔ اسی وجہ سے یہ کباڑیا اس کے خلاف ہو گیا اور پولیس کو اطلاع کر دی۔ پولیس افسران نے کسی نامعلوم وجہ بات کی بنا پر اس کی تفتیش کرنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ اس کے آتے ہی میں نے اپنا intelligence کا Special Card اس کو دکھایا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کارڈ کا جادو سا اثر ہوا۔ نہ صرف اس کا رنگ پیلا پڑ گیا بلکہ وہ کانپنے لگا تو میں نے سمجھ لیا کہ اس سے خطرہ ٹل گیا ہے۔ پھر وہ چلا گیا اور پہلی فرصت میں underground کو خبر مل گئی کہ Andy نہ صرف ایک نئی محنتی Special Agent بھی ہے جس کے تعلقات پولیس و ملٹری کے اعلیٰ آفسران تک ہیں۔ اس سے بچ کر رہنا چاہیئے وہ ایک بااثر آدمی ہے۔

"کوئی ایک ہفتے کے بعد Volkswagon نے مجھے اپنی ملازمت کے لئے کہا۔ کس قسم کی نوکری؟" جس سے وہ ایمانداری کی روزی کما سکے۔ مجھے یہ بات دل کو لگی اور اس نے Volkswagon کو بطور ملازم رکھ لیا۔ انجن کے بھاری پرزوں کو اٹھانا اور اسی نوعیت سے کئی کام جو کہ مخصوص نہ تھے اس کے ذمہ ڈال دیئے۔ اُس دن کے بعد مجھے کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ

Marfat.com

دیکھا۔ اب مجھے کسی تالے اور دروازے وغیرہ کی ضرورت نہ تھی۔ Volkswagon کی نوکری اور میری خصوصی مہارت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح underworld میں پھیل گئی اور ضرورت مندوں نے میری خدمات مسائل کو حل کرنے کیلئے حاصل کرنا شروع کر دیں۔ جب کسی کے مجرموں اور مشکوک شخصیات سے تعلق ہو جائیں تو دلدل میں اندر دھنسنے کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے مگر میری position مختلف تھی۔ خود مشہور موٹر مکینک اور روزی سخت محنت سے کماتا ہوں۔ اس کے علاوہ جہاں تک ہو سکے دوسروں کی خدمت کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔"

اب Andy کے پاس پانچ سخت جان لوگوں کا گینگ تھا جو کہ اس کے تنخواہ دار ملازم تھے اور اس کی ہدایت کے مطابق کسی بھی نوعیت کے کام کرنے کیلئے کمربستہ رہتے۔ یہ تمام کے تمام افراد کسی نہ کسی وقت کسی جرم کی پاداش میں پولیس کی حراست میں ضرور گئے اور چند ایک کی تو باقاعدہ history sheet بھی تھی۔ دن کے وقت تو وہ توقع کے مطابق اپنی جاب کا کام میں مصروف رہتے اور رات کو انہیں کھلی چھٹی تھی۔ Andy نے صاف صاف کہہ رکھا تھا کہ نوکری کے علاوہ اس کا ان کی کسی دوسری سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں اور یہ بھی تاکید کر رکھی تھی کہ وہ قانون کے ساتھ ٹکر لیکر مصیبت میں نہ پھنس جائیں نہ ہی کسی شریف شہری کو ناجائز تنگ کریں۔

جہاں تک ان کی ملازمت کا تعلق تھا ان کو ورکشاپ سے معقول اجرت ملتی اور وہ اس اجرت سے ضرورت سے زیادہ خوش تھے رات کے وقت ان کی زندگی مختلف نوعیت کی تھی اور وہ بدنام قسم کے لوگ تھے جو کہ bars میں اکثر پائے جاتے اور اکثر پیر سوموار کی صبح کو جب وہ کام پر آتے تو ان کے جسم سوجے ہوئے ہوتے۔ جسم پر dents ہوتے۔ Andy اس خطرے سے آگاہ ہو چکا تھا اور بڑی دانشمندی سے ہمیشہ ان کے رات کے معاملات سے کنارہ کشی اختیار کئے رکھتا۔

صرف Volkswagon ہی "lone wolf" تھا۔ کوئی ساتھی نہ کوئی اڈا۔ اگرچہ ابھی اس کی موجودگی عام طور پر bars میں آنے والے خطرے کا سگنل ہوا کرتی۔ حال ہی میں وہ ذرا تھک گیا اور اس کی زندگی نے بہتری کی طرف رخ اختیار کیا۔ دن بھر وہ تندہی سے کام کرتا۔ رات کو وہ تھکن دور اور سکون حاصل کرنے کیلئے ایک دو پیگ شراب کے لیتا اور [illegible] کرتا۔

ایک رات مذکورہ بالا پانچ کے گینگ نے کسی شخص سے تکرار شروع کر دی اور اس دوران اس کو مار [illegible] تک جیل میں نہ رہ سکا اور چند ماہ بعد وہ باہر آ گیا۔ پھر سے وہ اپنے دھندے میں مصروف ہو گئے مگر Andy کی ملازمت [illegible] کوئی پانچ سال اس قتل کے بعد جب اپنے مخصوص ٹھکانے پر شراب نوشی میں مشغول تھے تو ان میں سے ایک شخص نے [illegible] دوسرے گروپ نے shoot کر کے جہنم واصل کر دیا۔ اب اس گینگ کے چار افراد رہ گئے جو کہ Volkswagon کے ساتھ Andy کی ورکشاپ میں دن رات کام کرتے مگر رات کو وہی سرگرمیاں جاری رکھتے۔ Volkswagon نے اپنی پسندیدہ زندگی ترک کر دی۔ ان چاروں میں سے دو کا جسم مختلف قسم کے scars اور cuts سے بھرا ہوا تھا جو کہ ان کی جرائم زدہ زندگی کی نشاندہی کرتے۔ ایک کے رخسار پر scar نے تو اس کے چہرے کو بدنما بنا دیا تھا۔ ان حالات میں اپنی حفاظت کیلئے میں ان کی خدمات حاصل کرنے کیلئے بہت تحمل سے کام لے رہا تھا مگر Andy نے مجھے بار بار یقین دلایا کہ فکر نہ کرو تمہاری مشکلات میری مشکلات ہیں میں حالات سے نپٹ جاتا ہوں اور یہ بھی طے پایا کہ میں نے ان کو اپنی خدمات کیلئے چھوٹی موٹی بھی اجرت کے طور پر نہیں دینی ماسوائے اس کے کہ جب کوئی [illegible] سے گڑبڑ کی تو ان کو قانون سے بچانے کیلئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا ہو گا جو کہ میرے لئے کوئی مشکل نہ تھا۔ مگر تاہم [illegible] منظم ہو گیا۔ میرے وہاں سے اٹھ کر چلے جانے سے پہلے Andy نے کہا کہ آج کی رات وہ خود اور چار gang ممبر [illegible] میرے گھر کے [illegible] کار میں چھپا لگا لیں گے تاکہ حالات کا جائزہ لیں اور ہمارے دشمنوں کے بھاگ جانے کے راستوں پر غور کیا جائے۔ میں نے اس کار کے متعلق پوچھا کہ وہ کس کار میں چھپا لگائیں گے تو اس نے رازداری کیلئے کار کی شناخت بتانے سے انکار کر دیا۔

رات کو ہم حسب معمول پہرہ داری کر رہے تھے مگر ہمیں یہ پتہ نہ چل سکا کہ دوسری کاروں میں سے جو کاریں ہمارے گھر کے نزدیک سے گزر رہی تھیں Andy کی کونسی کار تھی۔ ہو سکتا ہے کہ کسی مجبوری کے تحت وہ آیا ہی نہ ہو۔

چند دنوں کے بعد Andy نے مجھے ٹیلیفون پر اپنی ورکشاپ میں آنے کیلئے کہا لہذا میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ گیا۔ اس نے مجھے واضح کیا کہ صورت حال نہایت مشکل تھی یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہارے دشمنوں سے خوف زدہ ہوں مگر تمہارے گھر کا کل وقتی پہرہ

Marfat.com

پہلے سے ہی ان کی حفاظت ممکن نہیں رہی تھی۔ اسی رات اس نے دو مختلف کاروں میں ہمارے علاقے کے کئی چکر لگائے اور جاتے وقت مدد کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ بہر حال وہ ہماری مدد کیلئے مرا جاتا تھا۔

اس نے اپنے gang کے لوگوں کو چپ چاپ مختلف جگہوں پر متعین کر دیا تا کہ وہ ہمارے گھر پر نگاہ رکھ سکیں اور ہر ایک کو خاص ہدایت تھی کہ اگر کوئی ہم پر پتھر پھینکے یا اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو ایک خاص قسم کے رابطے سے ایک دوسرے کو سگنل کریں۔ اس کام کیلئے torch lights اور رات کی تاریکی میں چمکنے والے چاک سے اشارہ کریں۔ اس نے مجھے بار بار یقین دہانی کرائی کہ اس نے اپنی مہم کو اچھی طرح سے plan کیا ہے اور اس کا gang اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی آگاہ ہے کہ کس طرح سے دشمنوں کا پیچھا کرنا ہے۔ یہ بات بھی کہ وہ اپنے اس کام کیلئے اپنی جان کی بازی بھی لگانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ نہ صرف یہ کہ وہ رات کو ہمارے گھر کی حفاظت کیلئے مستعد رہیں گے بلکہ دن کے وقت بھی وہ باری باری تمہارے گھر کا چکر لگاتے رہیں گے۔ مال مویشی کی طرح ان کی نیت واضح نظر آتی تھی۔ Andy کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ دن میں وہ سب ایک وقت اس کام کیلئے شب سے فارغ کر دیتا۔ بہر حال رات کے وقت اور weekend پر وہ تمام ہمارے علاقے میں ہوتے۔

مغربی تہذیب میں اس قسم کی دوستی کو سمجھنا ذرا مشکل کام ہے مگر Latin America اور Asia کے چند ملکوں میں ایسے لوگ ہیں جو ہمارے دوستوں کی مدد کیلئے اپنی حد سے بڑھ کر مدد کیلئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں۔

Andy کا gang شام کو ہی بستی میں شراب نوشی کیا کرتا تاکہ پتہ چل سکے کہ آخر وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے ہمارے گھر پر حملے کئے تھے۔ مگر ان کی تمام کوششیں ہمارے ہوشیار دشمن کے سامنے بے سود ثابت ہوئیں۔

Mercedes-Benz شعلوں کی لپیٹ میں

دن ہفتوں میں تبدیل ہوتے گئے اور کوئی سانحہ پیش نہ آیا جبکہ ہم کسی نادیدہ ایکشن کیلئے بیتاب ہو رہے تھے۔ جیسے یہ خطرہ ٹل گیا ہو۔ شاید grapevine (مخبری) نے ہمارے دشمنوں کو باخبر کر دیا تھا۔ Andy نے بار بار تاکید کی، "آپ بے فکر رہیں بہر حال gang کی موجودگی کی وجہ سے یہ حالت ممکن ہے۔"

وہ ہر weekend پر میں بہت خوش دیتا کہ وہ مختلف bars میں جا کر شراب نوشی کریں جہاں مشکوک افراد جاتے ہیں۔ شاید اس طرح ان سے کوئی کارآمد اطلاع میسر آ سکے۔

انہوں نے بڑی امید سے پیچھا کیا کہ ان کا ہمارے گھر سے جانب جنوب تھوڑے فاصلے پر ساحل سمندر پر جس طرف ہمارے دشمن جا کر شراب نوشی کرتے، ان bars میں جانا شروع کر دیا۔ باوجود اسکے کہ وہ تمام معاملات کو بڑے احسن طریقے سے سنبھال رہے تھے پھر بھی ان کی کوششیں بار آور ثابت نہ ہوئیں۔ کسی طرف سے کوئی lead نہ ملی جس کا پیچھا کیا جا سکتا۔

یہ بات بڑی خوش آئند تھی کہ جب سے ہمارے گھر کی اس gang نے نگرانی شروع کی، کسی نے کوئی پتھر پھینکا اور نہ ہی کسی نے کوئی جرات کی۔ یہ نگرانی ہمارے لئے ایک باعث اطمینان تھا اور ہم لوگ پرامید تھے کہ یہ پرامن دور ہمیشہ رہے گا۔

سوائے مستورات، بچے اور چھوٹے گھر میں کوئی موجود نہ تھا جبکہ ہمارا مہمان ڈاکٹر صادق بھی شہر چلا گیا۔ انور اور میں یونیورسٹی میں تھے۔ بعد از دوپہر میری lab سے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ لائن پر فرخ نے سسکیوں کے درمیان بتایا کہ ہمارے گھر پر ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہو رہی ہے اور ہمارے دشمنوں میں سے ایک چھلانگ لگا کر back lawn میں اندر آ گیا لہذا مجھے فوراً آنے کیلئے کہا۔ میں نے انور کو کہا کہ یونیورسٹی کی ہنگامی بندش میں کام کرتا ٹیلیفون پر اطلاع دینے میں رتی بھر وقت ضائع نہ کیا اور ان سے فون پر رابطہ کیا۔ پانچویں منزل سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا parking lot میں پہنچا اور کار کو سرعت سے گھر کی طرف دوڑایا۔ ابھی انور ہم سے پہلے گھر پہنچ چکا تھا۔ front lawn میں Winchester ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ بلاشبہ گھر پر پتھروں کی بارش سے اتار دیئے۔ ادھر چھت پر مختلف سائز کے پتھر گھر کے چاروں طرف بکھرے پڑے تھے جبکہ بچوں اس grill سے پھینکے گئے جو گھر کے main حصہ کو

annexe سے جدا کرتی ہے۔ یہ ہماری خوش بختی تھی کہ گھر کے کسی فرد کو پتھروں کی بارش سے زخمی نہ کیا کیونکہ جونہی پتھر برسنے شروع ہوئے بچوں کو ان کے کمرے میں محفوظ کر دیا گیا۔

حالات شاہد تھے کہ ملازم چار افراد نے اس مذموم کارروائی میں حصہ لیا ہوگا اور یہ دیکھ کر ہمارے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ دن دیہاڑے ہم لوگ ایسی مشکلات میں گھرے کہ پولیس کو ٹیلیفون کیا مگر حسب معمول کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ اب ہماری راتوں کی نیند اڑ گئی تھی بلکہ دن کو بھی ہمارا محتاط رہنا ضروری ہو گیا کیونکہ انور اور میں گھر سے تقریباً سات منٹ کی ڈرائیو کے فاصلے پر کام کرتے تھے۔ مناسب تھا کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک وقت نکال کر گھر کی دیکھ بھال کر لیا کرتا۔ خصوصاً یہ [illegible] سے پریشانی کا باعث [illegible] مختلف فرائض کی بیک وقت بجا آوری کیسے دو بھاگ [illegible] کا امکان تھا اور اسی طرح research میں رکاوٹیں شروع ہو گئیں [illegible] احساس تشنگی کرنے لگا۔ ہم ایک دن یونیورسٹی سے قدرے جلدی گھر آنے کے بعد انور یہیں [illegible] مختلف [illegible] positions سے بیٹھ جاتے اور ہماری نظریں صرف [illegible] پر مرکوز رہتیں۔ صورت حال کے پیش نظر [illegible] ہوا کرتے۔

عام طور پر دھیان رکھنے والی چیزیں ایک bar کو [illegible] ہمارے گھر سے تقریباً تیس طرف کوئی 30 گز کے فاصلے پر [illegible] سمندر پر واقع تھی۔ علاوہ ازیں جھاڑیاں اس سڑک کے ساتھ ہماری [illegible] گھر کے کئی وقوع واقع [illegible] جو ہمارے گھر کے ساتھ جس میں جنگلی پودوں وغیرہ کی بہتات تھی۔ یہ فرائض رات کے 7 بجے تک ہمارے supper تک [illegible] میں شامل تھے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ جونہی ہم خفیہ ٹھکانوں سے گھر میں داخل ہوتے تو پتھر برسنا شروع ہو جاتے جیسے یہ کوئی [illegible] عمل ہو یا غیر مرئی قوت حرکت ہو۔ اسی کیفیت نے ہمیں تشویش میں ڈال دیا۔ پتھر تھے کہ ہر طرف سے آ رہے تھے لیکن [illegible] کے دو دو لوگ ہیں۔ کتنی جلدی کہاں غائب ہو جاتے؟ متعدد بار میں نے اپنے پڑوسیوں سے بڑے تحمل سے پوچھا [illegible] کبھی کسی کو پتھر پھینکتے ہوئے نہیں دیکھا اور کسی بھاگتے ہوئے کو دیکھا ان کا ایک ہی جواب ہوتا کہ ان سے lawn میں کوئی نظر نہیں آیا جو پتھر پھینک کر بھاگتے ہوئے دیکھا ہے۔ کئی بار چھوٹی بڑی جگہ چھپ چھپ کر پڑوسیوں سے گھر میں پتھر پھینکنے [illegible] شروع ہو جاتی جیسے وہ بھی ہمارے دشمنوں سے محفوظ نہ ہوں۔ یہ سلسلہ ہمارے وقفوں پر جاری رہتا [illegible] ہمارے [illegible] لوگ بھی آشنا ہو چکے تھے۔ اب ہماری شرارت رنگ لائی۔ ہمارے پڑوسی بار بار ٹیلیفون پر ہمارے گھر کی حفاظت کیلئے تشویش کا اظہار کرتے مگر جواباً میں نے ان کی عنایت کا شکریہ ادا کر دیا۔

اسی طور دن گزرتے اور مختلف اوقات میں پتھر برستے رہے۔ ہم تھکے ہوئے بیداری پر ہوتے ہوئے۔ حقیقت میں ہمارے روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ ہم اس معمول کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ چند دن بعد اگر پتھر نہ برستے تو ہم بے چین ہو جاتے۔ کہ ایک اندیشہ لاحق تھا کہ ہم میں سے کوئی زخمی نہ ہو جائے۔

ایک شام ایک ہندو جوڑی Dr. Mathur کی بیگم Alka اور ان کا بیٹا ہمیں ملنے کیلئے آئے۔ ہم front lawn میں garden chairs پر بیٹھ گئے جہاں چھوٹا بیٹا لان میں بھی دوڑتا رہتا۔ فرخ باورچی خانہ میں مہمانوں کیلئے کافی وغیرہ لوازمات کی تیاری میں مصروف تھی۔ انور مہمانوں کو اپنی مشکلات سے آگاہ کر رہا تھا۔ تمام تر کوششیں رائیگاں جانے سے واسطے بات ہو رہی تھی اور یہ کہ بحث صورت حال کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ اسی اثنا میں فرخ تیزی سے آئی اور بتایا کہ ایک Jalopy ہمارے گھر کی بائیں طرف پر اس خالی جگہ پر آ کر رکی ہے جس کا پچھلا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ایک مشکوک شخص کار سے اتر کر نکل جلدی جلدی ہوتا ہوا ہمارے گھر کی طرف آ رہا ہے۔

میں نے مہمانوں کو گفتگو میں مصروف رکھا جبکہ انور نہایت لاپرواہی سے (لاپرواہی اسلئے کہ ہم کئی مرتبہ ان حالات سے گزر چکے تھے پتھر ہمارے لئے معمولی بات تھی) Winchester تھامے چوری چھپے گھر کی چھت پر گیا اور پانی کی ٹینکی کی آڑ میں چھپ کر بیٹھ گیا وہ شخص ہمارے گھر کی چار دیواری کی طرف آیا۔ چند منٹ رکا اور پھر Jalopy کی طرف پلٹ گیا جبکہ میں نے اپنے مہمانوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ تین اور جوان اس Jalopy میں تھے کیونکہ ان لوگوں نے کوئی ایسی مذموم حرکت نہ کی لہذا ہم نے انہیں روکنا اور پوچھ گچھ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انور چھت سے نیچے اتر آیا چونکہ اپنی جگہ پر ہی رہا۔ فرخ مہمانوں کیلئے کافی وغیرہ لائی اور ہم سب

Marfat.com

اس قتل وغیرہ کی کوشش کرتے رہتے۔ ہمارے مہمانوں کو بھی ان انکشافات پر دکھ ہوا کہ ہم لوگ کیسی مصیبت سے دوچار ہیں۔ عین اسی وقت جب ہمارے مہمان بیٹھے ہوئے تھے، فائرنگ کے کئی دھماکے اپنے گھر کے بیک لان کی طرف سے سنائی دیئے۔ انور Winchister تھامے گھر کے دوسرے کونے کی سمت بھاگ نکلا۔ چھوٹو بھی دیوار سے اس پار کود گیا اور پھر متواتر فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ ہمارے مہمان اس قدر خوف زدہ ہو گئے کہ جاتی دفعہ buenas noche (Good night) بھی کہنا بھول گئے۔ کار میں سوار ہوئے اور یہ جا وہ جا۔ میں گھر کی چھت پر گیا، مستورات، بچے bedroom میں چلے گئے۔

میں نے دیکھا کہ چھوٹو اور انور دیوار پھلانگ کر گھر کے بیک لان میں داخل ہوئے۔ چھوٹو نے اطلاع دی کہ اس نے ایک کار پیچھے ہوتے پکڑ کر لی۔ یہ کار اس خالی جگہ سے گزرتی جو کہ ہمارے بیک لان کی دیوار تک پھیلی ہوئی تھی۔ کار میں سے ایک شخص اترا اور اس نے پتھر اٹھائے، ہو سکتا ہے وہ گھر کی طرف پھینکنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ چھوٹو نے کار کے tyres کو puncture کرنے کے لئے فائر کھول دیا۔ وہ شخص کار کی طرف بھاگا جس کا انجن چل رہا تھا۔ اس کے ساتھی اسی کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کو کار میں کھینچ لیا۔ چھوٹو دیوار پر سے دوسری طرف گیا اور دوبارہ فائرنگ شروع کر دی مگر نشانہ خطا ہو گیا جس کی وجہ سے کار کے tyres puncture نہ ہو سکے۔ یہ سارا ڈرامہ کئی لوگوں کے سامنے ہو رہا تھا جو ادھر ادھر ساحل سمندر پر گھوم پھر رہے تھے مگر کمال ہے کسی کو مدد دیتے ہوئے کسی نے نہیں، اس طرف توجہ دینے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

تمام گھر والے سخت ڈرے ہوئے اور حالات کی سنگینی سے متعلق غور و خوض کیا کہ ہم کس قدر خطرناک جال میں پھنس گئے ہیں۔ سوال یہ تھا کہ کس کی بات مانی جائے جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ مکان خالی کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا کیونکہ مالک مکان خود بھی [illegible] تھا۔ ہمارا [illegible] یہ مسئلہ حل ہو چکا ہے، قریب ہم لوگ ادھر شفٹ ہو چکے۔ انور نے مشورہ دیا کہ گورنر کے سیکرٹری Lugo سے مل کر کوئی ایسی اقدامی ترکیب دیں کیونکہ یہ ایسے ویسے غنڈہ گردوں کا کام نہیں تھا بلکہ ایک منظم gang جو ہماری زمین وغیرہ پر قبضہ کرنے پر تلا ہوا ہو، یہ بھی gang کا مقصد تھا، بزور کوششوں سے حاصل کرنے میں اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ کئی قسم کی کاریں جن میں جدید اسلحے سے لیس کاریں، موٹر سائیکلیں اور foot soldiers جو کہ رات دن کسی وقت بھی ہمیں پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ لہٰذا ان سے نجات حاصل کرنے کیلئے کوئی مستقل انتظام ہونا چاہئے۔

میری Mercedes Benz ورکشاپ کا ملازم denting، painting اور پالش کر کے واپس کر گیا ہوا تھا۔ گورنر کے دفتر سے گھر چھوڑ گیا اور چاہتا تھا کہ اس کی گاڑی میں چلیں مگر میں بضد تھا کہ اپنی کار استعمال کروں گا لہذا کوئی شام چھ بجے کا وقت تھا میں اپنی Mercedes کی backseat پر بائیں ہاتھ بیٹھ گیا جبکہ انور نے steering wheel سنبھالا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کوئی ناخوشگوار واقعہ ہونے والا ہے۔ میں نے اس احساس سے گورنر کے دفتر جانے میں ہچکچاہٹ کا اظہار کیا۔ انور نے واپس جانے سے اتفاق کیا لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے garage سے کار نکال لی اور سڑک پر بائیں جانب کا رخ کیا۔ پھر موڑ کر Avenida Universidad کی جانب ہو گئے۔ ہمارے پیچھے دو اور کاریں تھیں۔ Avenida میں داخل ہونے سے پہلے انور نے کار روک کر "Stop, look and listen" کے فارمولے پر عمل کیا اور Avenida پر پہنچ گیا۔

انور بائیں ہاتھ کے kerb کے اتنا نزدیک کار چلا رہا تھا جتنا ممکن ہو سکتا۔ اس نے کار کو gas دی تاکہ جلدی سے گورنر کے دفتر پہنچ جائیں۔ جب انور نے اپنی کار کے retrovisor شیشے میں دیکھا تو ایک pick-up بڑی تیزی سے ہماری کار کے پیچھے آ رہی تھی کیونکہ بائیں ہاتھ کی lane میں کوئی کار مخالف سمت سے نہیں آ رہی تھی اور ہماری کار kerb کے بہت ہی نزدیک تھی۔ ظاہر ہے کہ pick-up کا ڈرائیور راستہ صاف دیکھتے ہوئے ہمیں overtake کر جائیگا اور اسے کرنا بھی ایسا ہی چاہئے تھا۔ وہ نہایت تیز رفتاری سے ڈرائیو کر رہا تھا، اچانک سمت سے ہماری کار کو پیچھے سے ٹکر ماری اور ہماری کار شعلوں کی لپیٹ میں کئی میٹر تک آگے دھکیل دی گئی۔ چند سیکنڈ کے لئے میرے ہوش و حواس باختہ ہو جانا قدرتی امر تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا گویا میں آگ کے گیند میں بیٹھا ہوا ہوں (بعد میں انور نے بتایا کہ اس کی بھی یہی کیفیت تھی۔) ہماری کار دائیں ہاتھ کی lane سے بائیں ہاتھ کی lane میں ایک چھوٹا سا چکر لگا کر رک گئی۔ ٹکر لگنے کی وجہ سے میری سیٹ والا دروازہ بند ہو گیا۔ بعینہٖ یہی صورت انور کے دروازے کی تھی۔

Marfat.com

انور ضرورت سے زیادہ nervous ہو گیا اور باقاعدہ چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میں نے اسے ہدایت دی کہ وہ جلدی سے کار کی پچھلی سیٹ پر ہو جائے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرے جبکہ کار کے چاروں دروازے Impact کی وجہ سے بند ہو چکے تھے۔ خوش قسمتی سے میری حاضر دماغی نے کام کر دکھایا۔ میں نے اسے rod تھمانے کے لیے کہا (ایک locking rod جو steering wheel کو accelerator کے ساتھ lock کر دیتا) جو انور کے پاؤں کے پیچھے تھا۔ انور نے بڑی پھرتی سے اس rod سے کار کی پچھلی سیٹ کے بائیں دروازے کے شیشے توڑ دیے۔ جس کے قریب اب میں تھا۔ میں نے اسے فوراً باہر نکل جانے کی ترغیب دی مگر اس نے ضد شروع کر دی: "بھائی جان پہلے آپ۔"

اب شعلے بھڑک رہے تھے۔ میں نے اسے غصے میں کہا کہ تم عمر میں مجھ سے چھوٹے ہو اور ابھی تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے جبکہ میں کئی بہاریں دیکھ چکا ہوں اور بارہا طوفانوں سے کھیلا ہوں۔ اس آخری حادثے کی نوعیت مختلف ہے اور تم اس وقت اپنے آپ کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہو۔ بالآخر اس کو میری بات کی سمجھ آ گئی اور باہر نکل آیا۔ پھر مجھے کھینچ کر ٹوٹی ہوئی کار کے شیشے کی کھڑکی سے باہر نکال لیا۔ کار مکمل طور پر شعلوں کی لپیٹ میں آ چکی تھی۔ انور نے کار سے نکل کر ہجوم میں قریب کھڑے pick-up کے ڈرائیور کا دامن تھام لیا۔ بمشکل میں نے اس کے آہنی پنجوں کی گرفت سے اس کی گردن چھڑائی۔

کوئی شخص اپنی کار پر سے fire-extinguisher لے کر آیا مگر شومئی قسمت سے وہ کام نہ آیا۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔ پلک جھپکنے میں ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ ڈرائیور کے ساتھیوں میں سے کسی ایک آدمی نے بجائے معذرت کے الزام ہم پر ہی تھوپ دیا۔ انور مشتعل تو پہلے ہی تھا۔ اس قدر زوردار تھپڑ الزام تراشی والے کو رسید کیا کہ وہ تاب نہ لاتے ہوئے سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ پھر ہجوم میں کہیں غائب ہو گیا۔ آخر fire brigade والے موقع پر آن پہنچے اور جلدی سے آگ پر قابو پا لیا۔ باقی چند بچ گیا۔ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ pick-up کا ڈرائیور قریب ہی ساحل سمندر پر ایک bar میں شراب پی رہا تھا۔ شراب کا اس قدر اثر تھا کہ وہ بمشکل اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ "He was feeling no pains" (وہ کسی درد کو محسوس نہیں کر رہا تھا) اسے ہماری کار کی پرواہ ہی نہ تھی۔ جیسے ہماری کار ہی سڑک پر موجود نہیں۔ خوش قسمتی سے ہماری کار کے gastank نے explode نہیں کیا۔ اگر tank گیس سے full ہوتا تو tank میں آگ لگ جاتی اور دھماکے سے ہم بھی ختم ہو جاتے۔

پیشتر اس کے کہ ہم چلیں میں نے انور سے پوچھا کہ تمہارے اس حادثے میں کیا احساسات تھے تو اس نے جواب دیا: چند لمحات کے لیے میرے ہوش گم تھے اور مجھے ایسے دکھائی دیا جیسے میں کسی آگ کے گولے میں بیٹھا ہوں یہ بات جیسے کسی نے مجھ سے چھین لی ہو۔

ہم تھکے ہوئے جب گھر واپس آئے تو رات کے دو بج چکے تھے۔ ڈاکٹر ... ایک ٹیکہ لگایا تو مجھے اس طرح محسوس ہوا جیسے ہم کسی اجنبی جگہ میں پہنچ گئے ہیں۔ ... دوست بھی جمع ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہمیں جانے کی اجازت دی گئی۔ ہم پیدل چلتے ہوئے گھر پہنچے۔ میری کار insured تھی اس لیے مجھے مالی نقصان کی پرواہ نہ تھی۔ یقیناً مجھے کمپنی کی طرف سے compensation مل جائے گا مگر اس کی اصل قیمت نہیں ملے گی۔ میں نے دو سال پہلے 29000/- bolivars میں خریدی۔ ہر سال کی 13 per cent depreciation ہوتی ہے۔

تمام اہل خانہ living-room میں اکٹھے ہو گئے اور دیر تک میں پرانی یادوں پر افسوس کرتے رہے۔ مسلسل نامساعد حالات کی زنجیر ایک ناخوشگوار واقعہ ہمیشہ بد سے بدتر ہوتا جاتا ہے۔ دوست احباب نے ریڈیو پر یہ روح فرسا خبر سنی تو ہماری خیریت پوچھنے چلے آئے اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ میں اپنے دل ہی دل میں ان کی ہمدردی پر ہنسا اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔

"عمر بھر اپنے سے ساتھ چلا تھا وہ
دو قدم چل کے جو دیکھا تو کوئی نہ تھا"

Marfat.com

اور جب explode ہو جاتی تو ہم دونوں بھائیوں کا کیا حشر ہوتا! میں نے ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصہ میں معمولی چوٹ محسوس کی جس سے بیٹھنے میں دقت پیش آنے لگی۔ علاوہ ازیں کوئی خاص تکلیف نہ تھی۔ دوسرے دن علی الصبح میں انشورنس کمپنی کے دفتر گیا اور اپنے accident سے آگاہ کیا۔ انہوں نے مجھے چند کاغذات تیار کرنے کو کہا اور پھر مجھے کمپنی کے ڈاکٹر کو refer کر دیا۔

انشورنس کمپنی کے ڈاکٹر نے میرے کئی ٹیسٹ کئے، جسم کے مختلف حصوں کا X-ray لیا۔ میرا خون چیک اور جنرل جسمانی معائنہ کرنے کے بعد مجھے تسلی دی کہ کوئی fracture یا اندرونی چوٹ نہ تھی جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ میری ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصہ میں درد اور تکلیف وقتی طور پر تھی جو accident کے impact کی وجہ سے صرف وقتی طور پر ہے۔ بہر حال انہوں نے چند ادویات تجویز کیں اور مجھے مکمل دو ہفتے آرام کرنے کا مشورہ دیا۔ کئی مہینوں تک چلتے ہوئے مجھے لاٹھی کا سہارا لینا پڑتا تاکہ کمر پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ یہ میرا پہلا بڑا accident تھا اور خوش قسمتی سے میں بمشکل بچ نکلا۔

"کند تھی تلوار شاید میں بھی تھا سخت جاں
قتل کرتے کرتے قاتل کو پسینہ آ گیا"

مجھے کئی گمنام calls بھی موصول ہوئیں۔ بعض تو بڑی دھمکی آمیز ہوا کرتیں تاکہ میں pick-up کے ڈرائیور کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہ کروں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ واقعی میں نے قانونی کارروائی کے متعلق سوچا مگر پھر ارادہ ترک کر دیا کیونکہ مشکلات سے بچنے کے لیے میری طرف سے یہ اچھا تھا۔

"یا اللہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟" فرح یہ جملہ اکثر دہراتی۔ میں اس کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا اور اسے اپنے آپ پر قابو رکھنے کو کہتا۔ کبھی کبھی میں بھی یہ سوچنے لگتا کہ اللہ کے ساتھ بھی تو کوئی نسبت ہے، کیا اچھا وقت آنے والا ہے۔ بعض اوقات تو میں بھی مایوسی کے بھنور میں پھنس جاتا مگر صرف تنہائی کے وقت میں جس کی دوسروں کو خبر نہ ہوتی اور پھر میں سوچتا آخر ماجرا کیا ہے۔ ان حادثات نے میرے اعصاب شل کر دیے۔ خدا خدا کر کے ایک ماہ گزر گیا کوئی ایسا ویسا واقعہ رونما نہ ہوا۔

کاروں کے اور بھی حادثات

ابھی میری شادی نہیں ہوئی تھی تو میں Hotel Caribe, Cumana وینزویلا میں سمندر کے کنارے Avenida Universidad کے مشرق کی طرف Cerro Colorado سے کوئی تین کلومیٹر کے فاصلہ پر رہا کرتا اور میری کار Volkswagon 1300 تین منٹ میں میرے کمرے کے دروازہ تک پہنچ جاتی۔

Hotel Caribe کے compound میں داخل ہونے کے لیے دو دروازے تھے جن پر کوئی باقاعدہ gate نگران نہ ہوتا تھا۔ ایک دروازہ یونیورسٹی کے Rector کی کوٹھی کی دیوار کے متصل اور دوسرا کوئی 20 میٹر کے فاصلہ پر جنوب کی طرف۔ سڑک سے جونہی کار کو مشرق کی طرف موڑا تو دو میں سے کسی ایک دروازہ میں داخل ہو سکتے تھے۔ ہر دروازے کی حد بندی کے لیے دو ستون تھے، ایک شمال کی اور دوسرا جنوب کی طرف۔ ان دروازوں میں سے کار تو گزر سکتی تھی مگر اتنی آسانی سے نہیں کیونکہ دروازوں کی چوڑائی ایک بڑی کار کی چوڑائی سے تھوڑی ہی زیادہ تھی۔

ایک رات بنام bar EL Campito جو کہ Rio Manzanares (Manzanares دریا) کے شمالی کنارے سے کوئی 40 میٹر کے فاصلہ پر واقع تھی، Uruguay کا ایک technicion بنام Rolloi جو Instituto Oceanografico میں texidermy شعبہ میں کام کرتا جس کے دل میں marcapaso (pacemaker) لگایا گیا تھا۔ کی الوداعی پارٹی سے کوئی آدھی رات کے بعد موسلا دھار بارش کے دوران اپنی Volkswagon میں واپس Hotel Caribe آ رہا تھا۔ جب مشرق کی طرف Hotel کے دروازہ میں داخل ہونے کے لیے موڑ کاٹا تو ایسے طوفان میں دروازے کی چوڑائی کا اندازہ نہ ہو سکا اور کار شمالی کھمبے سے ٹکرائی۔ میں واپس پیچھے ہوتے ہوئے کار کو back کیا اور جیسے تیسے اپنے کمرے کے دروازہ تک پہنچ کر کار کھڑی کر دی۔ کار کھمبے سے ٹکرائی تو مجھے ایسا لگا جیسے steering wheel میری چھاتی سے ٹکرا گیا ہو مگر میں نے پرواہ نہ کی۔ کار سے

Marfat.com

نکل کر کمرے کے دروازے کو unlock کیا اور پتہ سے اتار کر حسب معمول بغیر رات کے پچھلے پہر سو گیا لیکن مجھے ٹھیک طور پر نیند نہ آئی اور چھاتی میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہونے لگا۔ اتوار کا دن تھا تیں دیر سے بستر سے اٹھا سوچا کسی ڈاکٹر کی تلاش کروں۔ ایک ڈاکٹر Franco جو کہ chest کا specialist تھا۔ میں اسے جانتا ضرور تھا مگر دوستی نہ تھی۔ weekend پر Latin ملکوں میں ڈاکٹر کو ملنا بھی محال ہوتا ہے کیونکہ اکثر beaches وغیرہ پر چلے جاتے ہیں۔ میں نے فیصلہ کیا کہ کوشش کرتا ہوں شاید مل جائے۔ ہسپتال جانے کا خیال اس لیے ترک کیا کیونکہ emergency تو تھی نہیں۔ ویسے بھی emergency میں interists مریضوں کو attend کرتے ہیں اور مجھے ان پر اعتماد نہ تھا۔

تیار ہو کر کار میں بیٹھنے کے لیے دروازہ کھولا تو steering column کوئی 4 انچ اندر کی طرف دھنسا ہوا تھا۔ اتفاق سے seat کو adjust کرنے والا lever اپنی notch میں نہ تھا اور دھکا لگنے سے میری seat پیچھے کی طرف ہو گئی ہوئی تھی۔ Volkwagon کی motor کار کی پچھلی طرف ہوا کرتی ہے کوئی defence نہیں ہوتی اور میری seat [illegible] steering wheel کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ غضب کی بات ہے۔ میں اسی حالت میں اپنی کار چلاتے ہوئے Avenida Gran Mariscal پہنچا۔ buzzer پر press کیا تو اتفاق سے ڈاکٹر نے دروازہ کھولا۔ وہ beach پر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے ساری حالت بتائی تو اس نے Periactin دوائی تجویز کی۔ دوائی وغیرہ لی اور میں نے شکریہ ادا کر کے واپس کار میں داخل ہوا۔ Avenida Bermudez پر ایک drogstore جو چھٹی کے دن بھی کھلا رہتا ہے۔ Venezuela میں تمام drugstores کا ایک پروگرام ہوتا ہے۔ جن میں سے کئی تمام رات اور کئی چھٹیوں کے دنوں میں بھی کھلے رہتے ہیں۔ Periactin خریدی۔ ڈاکٹر نے دو tabs ایک صبح اور ایک شام کو لینے کے لیے کہا۔ سوموار کے دن کار مرمت کے لیے دی اور پیدل چل کر hotel سے یونیورسٹی آتا جاتا رہا۔ تین دن میں کار ٹھیک ہو گئی۔

Periactin لیتا رہتا تو درد سے افاقہ ہو جاتا اگر چھوڑ دیتا تو پھر ہلکا ہلکا درد محسوس ہوتا۔ X-ray کروا کے دیکھا specialists ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ کوئی serious بات نہیں اپنے آپ ٹھیک ہو جاؤ گے۔ چند مہینوں کے بعد میں نے دوائی چھوڑ دی مگر کئی سالوں تک جب بھی زیادہ ٹھنڈ ہوتی تو پھر ہلکا ہلکا درد محسوس ہوتا۔ کوئی عرصے سے اس تکلیف سے نجات مل گئی ہے۔

ایک جاپانی دوست Dr. Taizo Okuda جو کہ یونیورسٹی میں ریسرچ کیا کرتے تھے اپنے آخری دنوں میں پارٹی دی تمام یورپین دوستوں نے contribution کی اور ایک Gringo دوست Dr. Neil Malony کے flat میں پارٹی کا انتظام کیا۔ پارٹی میں ہر قسم کی Scotch، rum، beer وغیرہ وغیرہ بندوبست تھا۔ وائن سے صرف چند ایک لڑکیاں (جن کا کوئی boy friend نہ تھا) آئیں۔ وہ بھی مدعو کیا۔ پارٹی رات گئے تک چلتی رہی۔ کئی دوست شراب کے نشے میں بہک گئے۔

اکثر مہمان جا چکے تھے۔ دو Colombian دوستوں نے مزید تفریح کا ارادہ کیا۔ ایک تو میری کار Volkswagon 1300 فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور دوسرا پچھلی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ جب سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو ہم اس سمت پر روانہ ہوئے جو کہ bar کا Pozo Azul (نیلا تالاب) کی طرف لے جاتی ہے۔ نہایت ہی اچھی جگہ تھی۔ تمام رات پارٹی کی رونق سے لطف اندوز ہونے کے بعد پھر ٹھنڈی ہوا لی۔ یہ bar شہر Cumana سے کوئی چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے جہاں پہنچنے کے لیے شہر سے کوئی پچاس کلومیٹر تک سڑک میدانی علاقے میں سے گزرتی ہے اور پہاڑوں کے دامن میں Golfo de Cariaco (Cariaco کی خلیج) کے کنارے کے ساتھ ساتھ جاتی ہوئی ایک قصبہ San Antonio de Golfo پہنچتی ہے اور یہ قصبہ خلیج کے قریب ہی آخری کونے پر واقع ہے۔

ان دنوں میری شادی ابھی نہیں ہوئی تھی اور دو Colombians بھی میرے جیسی حالت میں تھے۔ اکیلے ہونے کی وجہ سے ہمیں کام پر جانے کی کوئی فکر نہ تھی۔ ہم سب جو bar پر پہنچے کوئی 9 بجے کا وقت ہو گا۔ [illegible] Dimple کی ایک بوتل کا آرڈر دیا اور bar سے تولیے اور trunks لے کر Pozo میں جا کر دوستوں کو تیرتے دیکھ کر پیتے رہے ساتھ ساتھ mood میں آکر پانی میں نہانے بھی لگ جاتے۔ قریب تین بجے سہ پہر وہاں آئے اس مہمان [illegible]

Marfat.com

کی شراب کی بوتل بھی خالی ہوگئی اور ہم بھی واپس لوٹے (ضمیمہ D 129)۔

ہم نے Pozo Azul سے واپسی کی ٹھانی۔ ان دو Colombians نے زادِ راہ کیلئے ایک rum کی بوتل خریدی۔ اس وقت بھی میں ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ ابھی آدھا سفر ہی طے ہوا تھا کہ غنودگی سی محسوس ہونے لگی۔ ان دونوں کے پاس کار چلانے کا لائسنس نہ تھا۔ میں نے کار روڈ کے ساتھ ساحلِ سمندر کی طرف کھڑی کر لی تاکہ آنے جانے والی کاروں کو کوئی رکاوٹ کا سامنا نہ ہو۔ ہم تینوں کار سے باہر نکلے اور ریت پر سمندر کے کنارے palms کے درختوں کے نیچے لیٹ گئے ساتھ ہی نیند نے آ دبوچا۔

مجھے شراب نوشی کے تجربے نے سکھا دیا کہ اگر کئی گھنٹوں تک شراب نوشی کی جائے تو بچے کی طرح نیند غالب جبکہ hangover کا شکار اور اگر پھر بھی شراب نوشی جاری رکھے تو وہ بیہوش ہوجاتا ہے۔ وینزویلا میں اکثر لوگ کار چلاتے وقت بھی شراب نوشی میں مصروف رہتے ہیں۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو مجھے سر درد کی شکایت تھی کیونکہ ہفتہ کی تمام رات نیند نہ کر سکا اور پھر سفر۔ چونکہ انہوں نے ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کیا اور چلتی کار میں rum پینا شروع کر دی اگر میری یادداشت میرا ساتھ دے رہی ہے تو اس وقت 10 بجے رات کا عمل ہوگا۔ رواں دواں جب ہم شہر کے مضافات میں پہنچے۔ اچانک مجھے ایسی غنودگی کا اثر ہوا کہ میں نے اپنی کار روڈ کے کنارے shoulder کے ساتھ پارک کر دی۔ ایک Colombian فرنٹ سیٹ پر میرے ساتھ اور دوسرا اس کے پیچھے کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک Buick VIII نے جو تیز رفتار سے چلی آرہی تھی پیچھے سے ٹکر مار دی۔ اس کار میں تین شرابی نشے میں دھت مدہوشی کے عالم میں تھے۔ تھوڑی دیر میں ایک police van قریب سے گزری انہوں نے کار روک کر میری کار کو کھینچنے کے بعد ایک گیراج سے کار روانہ کروا کر ورکشاپ میں لے گئے۔ Buick VIII کو تو کوئی خاص نقصان نہ پہنچا البتہ اس کی ہیڈ لائٹس وغیرہ ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹکر مارنے والی کار میں ایک عرب بھی تھا جو جانتا تھا اس نے معذرت کی کہ غلطی ان کی تھی لہٰذا وہ کار کی مرمت کی قیمت ادا کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ پیچھے بیٹھے ہوئے Colombian کا پچھلی سیٹ کے ٹوٹنے کی وجہ سے اچھا خاصہ خون بہہ رہا تھا۔ دوسرے Colombian اور مجھے کوئی خاص چوٹیں نہیں آئیں البتہ تھوڑا سا مسئلہ ضرور ہوا۔ پولیس والوں نے Colombian کو ہسپتال لے گئے دوسرا Colombian بھی وہاں ہی رہا اور مجھے میرے ہوٹل Caribe میں چھوڑ دیا۔

1974 کا واقعہ ہے۔ فرانسس اور چند ایک couples اور میں ایک weekend پر "ال جو" پارک گئے۔ ہم تمام دوست تالاب میں نہا رہے تھے۔ اسی اثناء میں فرانسس نے کہا کہ میں ذرا آرام کرنا چاہتی ہوں اور وہ تالاب سے نکل کر ایک درخت کی گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر سگریٹ پینے لگی۔ ہم تالاب میں نہانے کے دوران شرارتوں اور اٹھکیلیاں کرنے میں مصروف تھے۔ قریباً ایک گھنٹہ بعد اس نے ہمیں آواز دی اور کہا کہ مجھے چھینکیں آنے کی وجہ سے ناک اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا ہے۔ محسوس ہوتا ہے جیسے بخار میں مبتلا ہو گئی ہوں۔ ہم نے پکنک وغیرہ سمیٹ کر اور کاروں میں بیٹھ کر Cumana کا رخ کیا۔ واقعی میری بیوی کی حالت نارمل نہ تھی لہٰذا میں نے اپنے معالج Dr Vovk کو ٹیلیفون کیا جو تھوڑی دیر بعد آن پہنچا۔ جب اس کو میری بیوی نے اپنی تکلیف کی وضاحت کی تو اس نے check کرنے کے بعد تشخیص واضح کی کہ درخت کے سائے میں بیٹھنے کی وجہ سے allergy ہوئی ہے کیونکہ اس درخت کے پھولوں کے pollens یا پتوں سے وہ allergic ہو گئی تھی۔ اس نے antihistaminic دوائی Polaramine تجویز کی۔ اس کے استعمال سے مریضہ وقتی طور پر فائدہ تو ہوگیا مگر allergy نے پیچھا نہ چھوڑا۔

ایک وقت یہ بھی آیا کہ اس دوا نے اپنا اثر ختم کر دیا۔ پھر دوسری antihistaminic استعمال میں لائی گئی لیکن ایک مستقل پریشانی کا سامنا رہا۔ بڑے بڑے specialists سے Caracas میں علاج کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ لندن میں الرجی کے tests کروائے گئے تقریباً 150 allergy پیدا کرنے والے antigens کے tests سے یہ ثابت ہوا کہ نظر نہ آنے والے mites (چھوٹے چھوٹے کیڑے) جو عموماً پرانے اخبارات، قالین، پردوں، پرانی کتابوں کے ڈھیر وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور خصوصاً نمی والے موسم میں ان کی اکثریت ہوتی ہے جو فرانسس کو allergy پیدا کرتے۔ اس دور میں steroids کا استعمال حال ہی میں شروع ہوا تھا۔ Ciudad Bolivar، یونیورسٹی کا میڈیکل کالج یہاں ایک دوسری سٹیٹ Bolivar میں ایک مشہور ڈاکٹر نے Medrol دوائی تجویز کی جو ایک refined قسم کی steroid تھی اس کے لمبے عرصے کے استعمال سے فرانسس کو کافی افاقہ ہوا۔

Marfat.com

ہم جب بھی سفر کرتے اور جہاں کہیں بھی جاتے antihistaminics کی کافی مقدار اپنے پاس رکھتے۔ پاکستان سے ہم Polaramine کافی مقدار میں خرید لاتے کیونکہ اس دوا سے فرخ کو زیادہ نیند نہیں آتی اور بہت افاقہ ہوتا۔ کئی سالوں کے بعد پاکستان میں جب ہماری یہ دوا ختم ہوئی تو میں بڑا پریشان ہوا۔ کسی druggist کے پاس یہ دوائی دستیاب نہ تھی۔ میں نے جب اس دوا کا فارمولا generic نام پڑھا تو پتہ چلا کہ یہ دوا پاکستان میں Piritone کے نام سے دستیاب ہے اور اس قدر ارزاں ہے کہ میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کل بھی جب بھی فرخ کو نزلہ و زکام کی تکلیف لاحق ہوتی ہے۔ Piritone کی modified قسم Avil Retard استعمال میں لانے سے افاقہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ ہوا کہ جب ہم ابھی وینزویلا ہی میں رہائش پذیر تھے تو ہمارے معالج Dr Vovk نے مجھے ایک نئی دوائی کے بارے میں بتایا اور کہنے لگا کہ allergy اور bronchitis کے لیے ایک نئی دوا ایجاد ہوئی ہے جس کا نام Zaditen ہے۔ [illegible] تمہاری بیوی کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ یہ دوا کافی مہنگی تھی مگر متواتر روزانہ ایک گولی کھانا لازمی امر تھا۔ یہ ایک قسم کی preventive [illegible] جس کا crisis کے دوران کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یہ ڈاکٹر حضرات بھی عجیب لوگ ہیں۔ وہ بیچارے بھی کیا کریں، آخر خدا تو نہیں۔ ایک دفعہ وینزویلا میں specialists نے مشورہ دیا کہ فرخ کے گلوں کی infection کی وجہ سے allergy کی شدت ہو جاتی ہے۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہ بھی کر دیکھیں۔ وینزویلا کا ایک جزیرہ Margarita ہمارے شہر Cumaná سے ہوائی جہاز کی 10 منٹ کی flight پر [illegible] وہاں ferry اور کار میں بھی جایا کرتے ہیں مگر اس میں کئی گھنٹے درکار ہیں [illegible] سمندری طوفان ہو تو [illegible] وقت بھی [illegible] امکان ہے۔ وہاں Venezuela کا مشہور E.N.T Surgeon Dr Encinas تھا۔ [illegible] ہوائی جہاز میں مقررہ دن وقت پر وہاں پہنچ گئے۔ ضروری میڈیکل ٹیسٹ کرنے کے بعد آپریشن کا وقت [illegible] ڈاکٹر نے [illegible] میں فرخ کو انجکشن لگایا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر اور میں فرخ کو wheelchair پر [illegible] آپریشن تھیٹر [illegible] ہدایت کی [illegible] بعد ڈاکٹر باہر آیا اور مجھے کہا کہ فرخ کو wheelchair پر [illegible] کمرے میں [illegible] کی بات ہے [illegible] technique [illegible] Hotel Plaza میں منتقل ہو گئے [illegible] Cumaná لوٹ سکتے ہیں [illegible]

واقعی آپریشن کے ایک ماہ بعد تک الرجی [illegible]

Hotel Plaza کی بات بھی سنتے چلیں۔ ہوٹل کے dining hall میں [illegible] بہت [illegible] اندر مختلف نوعیت کے خوشبودار اور پھلدار پودے اور طرح طرح کے پرندے بھی تھے۔ [illegible] culumpios (جھولے) کا انتظام بھی تھا [illegible] ان میں سے ایک culumpio پر [illegible] جب کوئی waiter مہمانوں کے آرڈر کی [illegible] tray [illegible] waiter [illegible] Venga acá [illegible] (ادھر آؤ) اور لطف کی بات تو یہ ہے [illegible] tray [illegible] چپ چاپ بیٹھا رہتا [illegible] کا دور دور خوب چرچا۔

Pozo Azul سے چند کلومیٹر پہلے [illegible] بائیں جانب اسی طرف جہاں [illegible] bar [illegible] Pozo Cristal (Crystal) [illegible] ایک [illegible] کلومیٹر لمبا چھوٹی نہر [illegible] تالاب [illegible] قدرتی [illegible] گھنے جنگلات ہیں اور لوگ یہاں بھی picnic منانے آتے ہیں۔

ایک اور حادثے کی روداد سنئے۔ ہمارا ایک Chillean دوست Arnoldo Prado ہماری یونیورسٹی میں [illegible]

Marfat.com

کا بیٹا تھا۔ وہ نہایت ہی ذہین پروفیسر تھا۔ Arnoldo نے ایک نئی Renault خریدی اور حال ہی میں اسے ڈرائیونگ لائسنس بھی مل گیا جیسے کسی چھوٹے بچے کے ہاتھ میں نیا کھلونا آ جائے تو وہ ہر وقت اسی سے کھیلتا ہے۔ بعینہ Arnoldo بھی جونہی کوئی موقع ملتا کار میں بلا مقصد گھومنا شروع کر دیتا۔

Hotel Caribe میں اس کا کمرہ میرے کمرے کے ساتھ تھا۔ ذہین ہونے کے علاوہ وہ بلا نوشی کی حد تک شراب پینے کا رسیا۔ تمام رات شراب پیتا رہتا چاہے اگلا دن چھٹی کا نہ ہوتا۔ صبح اٹھ کر شیو اور نہانے کے بعد صاف ستھرے لباس میں اپنے سٹوڈنٹس کو پڑھانے کے لئے ... ہوتے خلاف توقع ہاتھوں میں لرزش تک نہ ہوتی۔ حالانکہ طلبا اس کی بلا نوشی سے بخوبی واقف تھے اور نہ ہی کبھی کوئی اس کی ... ہوا۔ کبھی غیر حاضر نہ ہوتا۔ کوئی بھی وقت ہو اس دن کے topic کو نہایت احسن طریقے سے سمجھاتا۔ Arnoldo کی شادی نہ ہوئی تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں پیدائشی نقص تھا جس کی وجہ سے اس کے ہاتھ کی انگلیاں پوری طرح سے develop نہ ہو پائیں۔ جب وہ چلتا تو بازو کو ذرا پیچھے رکھتا اور اس defected ہاتھ کی پوزیشن ایسے ہی ہوا کرتی کہ دیکھنے والوں کو محسوس ہوتا جیسے اس نے ہاتھ میں پستول تھام رکھا ہو۔ Arnoldo کی ایک اور بھی کمزوری تھی کہ وہ ناچ گانے والی فاحشہ عورتوں سے ... بھی کام چلاتا۔ (ان اڈوں کو Spanish زبان میں bordelos کہا جاتا ہے) ایسے ہی کسی اڈے پر وہ تھوڑی سی شراب پی کر کسی کی محبت میں گرفتار ہو جاتا اور دولت پانی کی طرح بہا دیتا۔ وہ کچھ زیادہ ہی "جمہوریت" پسند واقع ہوا۔ عورت کی ... اور مذہبی وابستگی سے اسے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ بس مرمٹتا اور وقتی لطف اندوزی کو ترجیح دیتا۔ شادی کا وعدہ دیا کہ ... وقت کی ... چلتی تھی۔ ... کے عالم میں وارفتگی دیدنی ہوتی اور دوسرے دن جیسے کوئی عہد و پیماں ہوا ہی نہیں۔ ایسے ... میں رہ ... اور ... قحبہ خانوں میں ایسی فاحشہ عورتوں سے اس کا یہی رویہ ہوتا۔

جب بحث ... کی بات چلتی تو ہر وقت وہ Pablo Neruda, Shakespeare, Cervantes وغیرہ سے ... دیتا۔ اگرچہ اس کو انگریزی زبان پر عبور حاصل تھا مگر جب اس زبان میں بولنے کا اتفاق ہوتا تو اکثر احساس کمتری میں ... ہوتا اور ... کسی زبان میں بات کرنے کو ترجیح دیتا۔ ہم عموماً مختلف bars میں اکٹھے ہی وارد ہوتے۔ میں چونکہ شراب نہیں پیتا ... ہم ... ہونے پر میں تو social whiskeys (گلاس میں کوکا کولا، پانی اور تھوڑی سی برف) پی کر ... اور ... میں Cuba Libre یا وہسکی کوکا کولا کے ساتھ پی رہا ہوں۔

ایک رات ہم صبح صادق تک ایک bar میں بیٹھے رہے۔ ایسے میں مجھے غنودگی نے آن دبوچا اور میں نے اسے واپس اپنے ہوٹل چلنے کی ترغیب دی مگر اس نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور مجھے پر اصرار لہجے میں کہنے لگا:

"چلو Playa Colorada چلیں" (ضمیمہ E 129)۔

"وہاں ایک hut کرایہ پر لے لیں گے اور دو دن وہاں relax کریں گے۔" bar میں پہنچ کر ناشتہ کیا۔ سمندر میں چند ایک ڈبکیاں لگائیں اور شراب سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ارادہ تو تھا آرام کرنے کا لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ پچھلے پہر کے قریب واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بنا بریں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس کے steering wheel سنبھالنے پر کار رواں دواں ہوئی۔ ویسے تو ... نہایت ہی خطرناک ہے مگر راستے میں ایک sharp موڑ واقع ہے۔ جب Cumaná سے سڑک کی چڑھائی شروع ہو تو ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے اترائی شروع ہو جاتی ہے۔ جونہی اترائی شروع ہو یہ اندھا موڑ آ جاتا ہے۔ جب ہم دونوں ... موڑ کے قریب نہ پہنچے تھے کہ اچانک میں نے سڑک کے درمیان ایک بڑا پتھر دیکھا جو کہ بارش کی وجہ سے پہاڑی چٹان سے ... آیا تھا۔ اس سڑک پر برسات کے موسم میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے اسے محتاط رہنے کو کہا لیکن اس نے میری بات ان سنی کر دی اور کہنے لگا "ارے بیوقوف! چھوٹا سا پتھر ہے۔ کار اس کے اوپر سے بآسانی گزر جائے گی۔"

میری ... باوجود اس نے کار پتھر کے اوپر چڑھا دی جبکہ پتھر کار کے front bumper سے کہیں زیادہ اونچا تھا۔ کار کی transmission پتھر سے کافی متاثر ہوئی اور کار اچانک زوردار جھٹکے سے ایک طرف مڑ گئی۔ خوش قسمتی سے پہاڑ کے پہلو میں جا ... ہوئی۔ ہم کار سے باہر نکلے تو وہ کار کی کسی جگہ پر jack لگا کر اٹھانا چاہتا۔ میں نے اسے تجویز پیش کی۔

Marfat.com

Warning triangle کو کار سے تھوڑی دور سڑک پر رکھ دیں تاکہ آنے والے ڈرائیور محتاط ہو جائیں لیکن پھر بھی ہم نے بیوی کی ایک نہ سنی البتہ میں اس خطرناک موڑ سے تھوڑی دور جا کر کھڑا ہو گیا اور آنے والے drivers کو ہاتھ کے اشارے سے متوجہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ Arnoldo کار کو jack لگانے میں مصروف ہو گیا۔ میں اونچائی اور موڑ کے ایک حصہ پر تھا جہاں سے مجھے Renault نظر نہ آ سکی۔ ایک کار جو مخالف سمت سے آ رہی تھی۔ موسلادھار بارش کی وجہ سے اس کا ڈرائیور Renault کو نہ دیکھ سکا اور اس نے Renault کو زوردار ٹکر ماردی۔ یہ حادثہ دیکھ کر میں بھاگتا ہوا وہاں گیا۔ Arnoldo اس تصادم سے دور سڑک سے سمندر کی طرف پہاڑوں کی ڈھلوانوں میں جا گرا اور مجھے نظر نہ آیا۔ میں نے "Hit and run" ڈرائیور کو روکنے کی کوشش کی مگر وہ مجھے تقریباً چھوتا ہوا وہ گزر گیا۔

بیچاری Renault بری طرح سے پچک گئی۔ خوش قسمتی سے اس کی ہائیں طرف لیکن یہ سب دیکھ کر میں اتنا پریشان تھا میں نے زور زور سے اس کا نام پکارنا شروع کیا مگر پہاڑوں میں اس کے نام کی بازگشت ہی واپس آ رہی تھی جیسے "کدھر گئے مرے بیٹے"۔ اس صورت حال سے میں گھبرا گیا۔ بارہا میں سوچتا رہا کہ خدانخواستہ وہ کہیں گہرائی میں سمندر میں نہ گر گیا ہو۔

تھوڑی دیر بعد Arnoldo سڑک کے سمندر کی طرف والے پتھروں کے اوپر سے چڑھتا ہوا نمودار ہوا۔ اس کے سر پر چوٹ تھی جو خون سے آلودہ تھی مگر وہ شدید زخمی نہ ہوا تھا۔ صرف جسم پر multiple cuts اور خراشیں تھیں۔ میں نے جلدی سے اس کا معائنہ کیا۔ خدا کا شکر ہے کوئی fracture وغیرہ نہیں تھا اور نہ ہی جسم پر اندرونی چوٹ کی شدید علامات۔ صرف چوٹیں اور معمولی خراشیں تھیں۔ ایک شریف ڈرائیور نے شدید بارش میں اپنی کار روک کر ہمیں ورکشاپ میں پہنچایا۔ ورکشاپ کے مالک نے crane کا بندوبست کیا اور ہماری کار کو مرمت کے لیے لے گیا۔ Arnoldo تھکا ہوا تھا اب خوشی جاری رکھنا چاہتا تھا لہٰذا ہم چند ایک bars میں گئے اور کوئی چار بجے شام کے قریب ہم واپس میں واپس پہنچے۔

Caracas شہر وینزویلا دنیا کے خوبصورت شہروں میں سے ایک ہے۔ مگر نیم متمول طبقہ کی رہائش ہے۔ جدید طرز کی فلک بوس عمارات ۔۔۔ train بھی چلتی ہے۔ بسوں اور ہوائی جہازوں سے سفر کرتے ہیں۔ Caracas میں جدید ترین Underground Metroline بھی چلائی گئی ہے۔

Caracas میں ہماری میٹنگ تھی۔ Taizo Okuda جاپانی دوست ڈاکٹر Alam Khandkar جو بنگلہ دیش کا رہنے والا اور میٹنگ میں شمولیت کے لیے Cumana سے Caracas کے Hotel Sava میں تین رات رہے۔ مختلف floors پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہوائی جہاز سے return ٹکٹ Okuda کے چند ساتھیوں کے ساتھ Caracas پہنچا۔

ہم تینوں مختلف دنوں میں اپنے Research papers Universidad Central de Venezuela (UCV) کے مختلف کمروں میں ۔۔۔ meetings ۔۔۔ (Asociacion Venezolana Cientifica) Asovac کے زیر اہتمام منعقد ہوتی ہیں۔ مثلاً بڑے شہر Maracay، Barquisemeto، Merida، Bolivar، Porlamar اور Cumana میں اپنے papers پڑھنے سے فارغ ہوئے تو ایک رات کی Caracas کی nights spots کا ۔۔۔ Sabana Grande میں واقع ہیں۔ Alam نے ۔۔۔ Avensa کی فلائیٹ کا ٹکٹ ۔۔۔ Okuda ۔۔۔ Dr ۔۔۔

Okuda اور Dr. Alam نے بھی اچھی خاصی شراب پی رکھی تھی اور فاصلہ بہت تھا۔ خصوصاً کئی کئی جگہ پہاڑوں کے دامن میں سڑک نہایت خطرناک ہو جاتی ہے۔

بہرحال "ہم یاراں دوزخ ہم یاراں بہشت" مجھے بھی ان کی تجویز پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ اگر کوئی رکاوٹ باقی تھی تو یہ کہ Okuda کی کار Peugeot پرانی French چھوٹی گاڑیوں میں سے ایک تھی جسے چھوٹی گاڑی ہونے کی بنا پر "صابن دانی" کہتے ہیں۔ جس کا ائیر کنڈیشن کئی سالوں سے بند ہو چکا تھا اور چھوٹی ہونے کی وجہ سے کوئی آرام دہ گاڑی نہ تھی۔ میں کار چلانے کے موڈ میں نہ تھا۔ رات ہو جانے کی وجہ سے تھک گیا تھا جبکہ ڈاکٹر Okada تو شراب نوشی کی وجہ سے میری حالت سے مختلف نہ تھے۔ ڈاکٹر Alam نے اگرچہ شراب پی رکھی تھی مگر وہ بہت اعتدال میں اور گویا کار چلانے کے لئے وہی ایک شخص موزوں ٹھہرا۔

سارا راستہ ایک highway تھی مگر راستے میں میلوں تک موڑ ہی موڑ جو پہاڑوں کے خطرناک سلسلوں کو کاٹ کر بنائے گئے ہیں اور سوائے چند میلوں کے ایک ہوشمند ڈرائیور کا بھی بغیر احتیاط کے گاڑی چلانا خطرے سے خالی نہ تھا۔

اب ایک عجیب بات بھی درپیش تھی۔ ڈاکٹر Alam پستہ قد اور دبلا پتلا آدمی واقع ہوا۔ خدا جنت نصیب کرے اچھا یار دوست تھا۔ کئی سال ہوئے کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر Cumana وینزویلا میں ہی فوت ہو گیا۔ پسماندگان میں جوان بیوی اور ایک چھوٹا بچہ تھا۔ اس کی ایک عجیب عادت تھی جس پر اس کا کوئی اختیار نہ تھا۔ وہ کسی وقت اپنے چہرے کو بیس ڈگری دائیں طرف کر کے اپنے دائیں کندھے کو حرکت دیتا اور اوپر اٹھاتا اور یہ عمل وقفہ وقفہ سے دہراتا۔ اس عادت کو Spanish میں tick nevioso کہتے ہیں۔ Dr. Alam کینسر کی وجہ سے ہسپتال میں زیر علاج تھا تو میں ایک دن مسلم بازار میں خریداری کے لئے گیا۔ ابھی غلام احمد کی دکان کے قریب ہی تھا تو دیکھتا ہوں کہ سامنے سے ڈاکٹر Alam چلا آ رہا ہے۔ وہی چہرہ وہی مسکراہٹ اور وہی tick nevioso لیکن میرے قریب ہوتے ہی جھٹ میں آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ گھر آنے پر میں نے فون کر کے یہ واقعہ سنایا تو اس نے کہا "اللہ خیر کرے Alam کو کچھ خرچ نہ ہو گیا ہو۔" اسی رات کوئی بارہ بجے کے قریب ایک مریض دوست ڈاکٹر شیر اللہ نے ٹیلیفون کیا کہ Alam اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

بہرحال راستے میں کار کی پچھلی سیٹ کی بائیں طرف بیٹھ گیا جبکہ ڈاکٹر Alam ڈرائیونگ سیٹ پر اور ڈاکٹر Okuda فرنٹ سیٹ پر۔ میں نے اپنے ہینڈ بیگ سے Time میگزین پڑھنے کی غرض سے نکالا اور سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابھی ہم نے 100 کلومیٹر کا راستہ طے کیا ہوگا کہ ہمیں ایک "Y" یعنی تین راستوں والا intersection نظر آیا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر Alam غلط راستے پر جا رہے ہیں کیونکہ وہ اپنی مخصوص عادت میں بھی مصروف ہے۔ میں تھوڑا گھبرایا اور احتیاط ہونے کی ترغیب دی کیونکہ وہ غلط راستے پر جا رہے تھے۔ انہوں نے intersection سے Cumana کی طرف جانے والے highway پر پہنچ گیا اور میں پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

اس کے بعد میری یادداشت کے مطابق ہماری کار ایک خندق میں جا گری اس انداز میں گری کہ کار کی چھت زمین بوس اور پہیے آسمان کی طرف۔ میرا سر پچھلی کار کی چھت کی طرف۔ ڈاکٹر Okuda اور ڈاکٹر Alam کار سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے لیکن کار کی چھت پچک جانے کی وجہ سے اندر کی طرف ہوئی اور عجیب حالت میں میں مرغا بنا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دونوں دوست جو کار سے باہر تھے انہوں نے مجھے باہر نکالنے کی کوشش میں کوشاں مگر میں پھنسا ہوا تھا۔ انہوں نے بہت کوشش کی مگر ناکامی نے انہیں بے بس کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ میرا آخری وقت آن پہنچا۔ میں نے اپنے عقیدے کے مطابق کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ پاک سے عرض کی تو ان کی کوشش رنگ لائی اور وہ مجھے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

گاؤں کے campesinos (ہسپانوی زبان میں دیہاتی) بھاگتے ہوئے جائے وقوعہ پر پہنچے اور چند ایک خواتین رونے لگیں کہنے لگیں بد نصیب مر گیا ہے۔ جس جگہ سے ہماری کار الٹی ہوئی پڑی تھی، سڑک کے کنارے اسی جگہ کے قریب کئی لکڑی کے crosses گڑے ہوئے تھے جس کا مطلب لاطینی امریکن ممالک میں ہوتا ہے کہ حادثہ میں کوئی مر گیا ہے۔

ہماری چھوٹی سی کار چار پانچ دیہاتیوں نے زور لگا کر سیدھی کر دی۔ کار کا کوئی زیادہ نقصان نظر نہ آتا تھا سوائے windscreen کے شیشہ ٹوٹنے کے، چھت کافی اندر کی طرف پچک گئی اور متعدد جگہ کار کی body پر dents

Marfat.com

پڑے ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا دیہاتی کار کو بڑی آسانی سے اٹھا کر پہاڑ کی ڈھلوان سے عین سڑک پر لے آئے۔

ڈاکٹر Okuda نے جونہی کار کی Ignition key کو گھمایا تو انجن جھٹ سے سٹارٹ ہو گیا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ڈاکٹر Okuda بمشکل driver's seat پر بیٹھ گئے مگر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کار کی چھت پچک گئی تھی اس لیے سیدھا ہو کر بیٹھنا ناممکن ہو گیا تھا لہٰذا ڈاکٹر نیم حاضر نیم حاضر ہو کر جوں توں کر کے بیٹھ ہی گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر Alam بھی چونکہ قد کے چھوٹے تھے اس لیے بیٹھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی جبکہ میں پچھلی سیٹ پر کار کے بائیں دروازے سے جو کہ بمشکل کھلا، اندر داخل ہو کر سیٹ پر دراز ہو گیا۔ میرے لیے اٹھ کر بیٹھنا نہایت تکلیف دہ عمل تھا۔ اللہ کا نام لے کر پھر ہم لوگ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

ڈاکٹر Okuda، steering wheel تھامے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا جبکہ سر پر لاطینی امریکہ کا straw hat اور چھوٹی گاڑی بغیر windscreen کے عجیب مضحکہ خیز منظر پیش کر رہا تھا۔

یہ کار تھی کہ فراٹے بھرتی رواں دواں چلی جا رہی تھی۔ میں نے ڈاکٹر Alam سے دریافت کیا کہ آخر ہوا کیا تھا؟

"تمہیں تو میری عادت کا پتہ ہی ہے۔ بیان کیے مواقع میں سے ایک موقع تھا جب میں نے اپنی طرف سے سڑک کے کنارے کا اندازہ نہ کیا اور کار نیچے کھڈ میں قلابازیاں کھاتی ہوئی جا گری۔"

ہم لوگ Cumana شہر کے مضافات میں پہنچے تو وہاں سڑک پر ایک *Al Cabala* تھا۔ یہ لفظ ہسپانوی زبان میں مدغم ہو گیا ہے جس کا مطلب military checkpoint اور لاطینی امریکہ کے ملکوں میں شہروں اور دیہاتوں کی سڑکوں پر ایک نہیں بلکہ موزوں فاصلوں پر کئی ایسے checkpoints جہاں سڑک پر سے گزرنے والوں اور آنے جانے والے مسافروں اور گاڑیوں کی شناخت کرتے ہیں۔ ڈاکٹر Okuda نے دور ہی سے کار کی رفتار کو کم کر دیا۔ چیک پوسٹ والوں نے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا تو ہماری کار اور ہماری حالت کو دیکھ کر انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ عجیب طرح سے دیکھنے لگے یہ کیسی کار ہے جس کی windscreen غائب، چھت اندر کی طرف دھنسی ہوئی اور میں پچھلی سیٹ پر دراز ہوں۔ ایک آدمی فرنٹ سیٹ پر اکڑوں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جاپانی کی حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے انہوں نے ہم لوگوں سے کوئی بات نہ کی اور ہنستے ہوئے Spanish زبان میں *buena suerte* (Good luck) کہا اور ہم لوگ چل دیے۔ ڈاکٹر Okuda نے مجھے تاکید کی کہ یونیورسٹی میں ایکسیڈنٹ کے متعلق نہ بتانا۔ دوسرے دن یونیورسٹی گیا تو شہر میں بھی ہمارے accident کی خبر گشت کر رہی تھی۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی Mercedes کی accident کی۔ تفصیلات تصاویر کے ساتھ اخبارات میں شائع ہوئی تھیں جن میں میری تصاویر اور کوائف بھی موجود تھے۔ فرانس کا خیال تھا کہ یہ accident بھی ڈاکٹر Okuda اور ڈاکٹر Alam کے ساتھ پیش آیا۔ کوئی حادثہ نہیں بلکہ ہمارے دشمنوں کی باقاعدہ سکیم ہو سکتی ہے۔ میں اس حادثے کو دوسرے واقعات سے منسوب نہیں کرتا لیکن تمام واقعات ایک سلسلے کی کڑی ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا کہ ہمارے دشمنوں کی سرگرمیاں تیز ہونے کے امکانات بڑھ گئے تھیں۔

Bodyguards

یونیورسٹی میں گرمیوں کی چھٹیاں ہو گئیں جس کا مطلب تھا کہ ہمارے پاس کوئی چوبیس گھنٹے وقت ہی وقت ہے تاکہ ہم گھر کی رکھوالی اور اگر قسمت یاوری کرے تو اپنے دشمنوں کا سراغ لگا سکیں۔ میرے ایک ہمدرد دوست نے مشورہ دیا کہ پولیس کے رسالے یا باقاعدہ guards کی خدمات کا بندوبست کیا جانا چاہیے اگرچہ اس سے اخراجات میں اضافہ کا احتمال ضرور تھا۔ اس طرح کوئی ہمارے دکھ اور تکالیف میں شریک ہو جاتا لیکن اجرت کا بار لازمی امر تھا۔

ہمارے ذاتی مکان کی تعمیر نے ہماری توقعات سے کچھ زیادہ ہی وقت لے لیا۔ اس کے علاوہ ان دنوں میرے پاس اپنی transport بھی نہ تھی جبکہ چند اور کی Maverick کار موجود تھی تاہم میں نے کچھ رقم پس انداز کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا تاکہ کوئی گاڑی خرید سکوں لیکن اب guards کی خدمات کی اجرت اور ان کے کھانے پینے کا اہتمام اخراجات میں اضافے کا باعث

Marfat.com

اشارہ دے رہا تھا۔

ہم نے ملازم دو ذمہ دار محافظوں کی تلاش شروع کردی مگر کہنا آسان اور کرنا مشکل۔ سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس تجویز کو عملی جامہ کس طرح پہنایا جائے۔ یہ بندوبست جلدی کرنا چاہئے تھا تاکہ چھٹیوں کے ختم ہونے سے پہلے کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں بعد میں شاید اتنے ہمارے پاس وقت نہ ہو۔ پروگرام یوں تھا کہ ایک محافظ دن اور دوسرا رات کو ہمارے ساتھ چوکیداری کرے گا۔ میں نے تلاش شروع کردی مگر بات بنتی نظر نہ آ رہی تھی کیونکہ محافظوں کی اجرت ہماری بساط سے زیادہ طلب کی جاتی۔ علاوہ ازیں یہ اونٹ خیمہ میں گھسنے کے مترادف تھا کیونکہ کسی افراد کی حیثیت سے رکھنے پر ان پر کہاں تک اعتماد کیا جا سکتا کہ واقعی دیانتدار اور نیک انسان ہونگے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ ہم لوگ ان کے رحم و کرم پر بسر اوقات کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ ہمارے نامساعد حالات سارے شہر میں عام فہم تھے۔ ان حالات میں اس مخمصہ نما مشورہ پر عمل درآمد مشکل جبکہ اس میں جانی نقصان بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے کئی مطلوبہ افراد نے اپنی خدمات پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ کئی تو ہمارے معاملات میں دخل دینے سے گریزاں تھے اور دوسرے ہماری مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ضرورت سے زیادہ اجرت مانگتے۔

انور کی تنخواہ اگرچہ معقول تھی تاہم میری مالی حالت کے مقابلے میں کچھ زیادہ نہ تھی۔ اسکی فیملی کے اخراجات بھی نسبتاً زیادہ تھے۔ اس سے کچھ مدد لینا میرے نزدیک مناسب نہ تھا ویسے تو پہلے ہی گھر کے جملہ اخراجات کا بار گراں وہی برداشت کر رہا تھا۔

ایک ہفتہ اسی ادھیڑ بن میں گذر گیا کوئی خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے۔ ایک دن میرا ایک دیرینہ دوست Luis Beltran Lares ملاقات کو آیا۔ میرے چہرے سے پریشانی کا سبب جاننا چاہا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ میں نے حالات سے آگاہ کیا تو [illegible] نوجوانوں سے متعلق تو ہیں مگر میں ان کو اپنے پاس اور اپنے payroll پر رکھنے سے گھبراتا تاہم اس نے وعدہ کیا کہ وہ ہمارا فون ... کرتی ہیں اور اسکے ممنون منت ہیں جن کو اس نے کسی مشکل سے نجات دلائی تھی۔ ہمارے گہرے مراسم کی بنا پر اجرت کا تو ذکر نہ کیا مگر میں نے صاف انکار کر دیا کہ بغیر اجرت کے کام لینا میری سرشت میں نہیں۔ بشرطیکہ وہ ذمہ دار، دیانتدار اور مخلص ہوں میرے کام کو اپنا کام سمجھیں، بدنیت نہ ہوں۔ کچھ سوچ بچار کے بعد Lares نے دونو جوانوں کے نام تجویز کئے اور یہ بھی واضح کیا کہ ان کو ایسے حالات کا تجربہ ہے جن سے ہم گزر رہے ہوں۔

دوسرے دن وہ دو سرو قد بدن قسم کے جوانوں کو لے کر آ گیا جنکی عمر کوئی 25 سال کے قریب تھی اور باقاعدہ مجھے ان سے متعارف کرایا۔ ہم چاروں افراد نے front lawn میں چائے پر گفتگو کی اور مجھے یقین واثق ہو گیا کہ یہی میرے مطلوبہ محافظ ہیں۔ میں نے انہیں تمام صورت حال سے تفصیلاً آگاہ کیا تاکہ وہ جان لیں کہ ہمیں کن دشواریوں کا سامنا ہے۔ اجرت طے کر لی گئی اور میں نے ان کو بتا دیا کہ اسی وقت سے کام پر متعین ہو جائیں۔ اب ان کی ضروریات زندگی اسی چاردیواری میں میسر ہونگی لہذا گھر سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ دراصل اس تجویز کے پس پردہ میرا خیال تھا کہ اگر یہ محافظ گھر سے باہر نکلے تو ہمارے دشمن ہماری تجویز سے آگاہ ہو جائیں اور ممکن ہے اس سے ہمارے مقصد میں ناکامی کا سامنا ہو۔

ان میں ایک جس کا نام Garcia تھا، جو اسی وقت سے فرائض سرانجام دینے کیلئے تیار ہو گیا مگر دوسرا جس کا نام Ramon تھا وہ دوسری شام سے آنے تک تیار نہ ہوا۔ میں نے انور سے مشورہ کرنا مناسب خیال کیا۔ اس نے جواب دیا کہ کوئی کام راستے ہی میں ادھورا نہیں چھوڑنا چاہئے لہذا یہ فیصلہ ہوا کہ دوسرے دن صبح وہ دونوں شہر کے مختلف مخصوص مقامات پر ہمارا انتظار کریں اور ہم ان کو ایک غیر شناختی کار میں اٹھا لیں گے۔ مجھے انور کی یہ تجویز پسند آئی کہ ہو سکتا ہے Lares اور ان دونوں کو کسی نے ہمارے lawn میں گفتگو کرتے دیکھ لیا ہو اور اسی مناسبت سے صبح کا وقت تجویز کیا گیا کیونکہ اس وقت میں ہمارے دشمن ہمیں پریشان نہ کیا کرتے۔ لہذا اس تجویز کے مطابق دوسرے دن صبح دم یعنی سورج طلوع ہونے سے بہت پہلے ہم ان مذکورہ افراد کو اپنے ایک دوست کی کار میں بڑی احتیاط سے گھر لے آئے تاکہ انہیں کوئی دیکھ نہ پائے۔

Ramon، Garcia انور اور میں نے اپنی اپنی ڈیوٹی یعنی پہرہ داری کے اوقات مقرر کر لئے۔ حتیٰ کہ ہماری بیویوں نے بھی بتی بتی ہمارا ساتھ دینے کی ٹھان لی۔ دو دن بڑے آرام سے گزر گئے اور پھر ایک شام تین مشکوک کاریں جن میں مشکوک افراد

Marfat.com

نیچے ہمارے گھر کے بلاک کے ارد گرد آہستہ آہستہ چکر لگانے میں مصروف کار رہتے۔ خصوصاً جب وہ ہمارے گھر کے سامنے سے گزرتے تو اپنی کاروں کو مزید آہستہ کر لیتے اور ہمارے گھر کو گہری نظروں سے دیکھتے لہذا ہم نے کاروں کی number plates نوٹ کر لیں اور یہ اطلاع traffic cops کے رجسٹریشن آفس میں بذریعہ ٹیلیفون پہنچا دی۔ کوئی ایک ہفتے کے بعد انہوں نے پتا چلا کر فون کیا کہ وہ نمبر پلیٹیں جعلی ہیں۔ اس خبر نے ہماری ریڑھ کی ہڈیوں میں سرد لہر دوڑا دی۔

چھوٹو گھر کی چھت پر Winchester کے درختوں کی گھنی شاخوں میں چھت سے لگا بیٹھ گیا جہاں سے وہ ڈرائیو وے اور front lawn کو تو بخوبی نظر میں رکھ سکتا تھا البتہ گھر کے back lawn کا تھوڑا سا حصہ ہی دیکھ سکتا تھا اور باقی حصہ گھر سے اوجھل تھا۔ لہذا back lawn میں ایک چھوٹے سے چھت کے نیچے واشنگ مشین کی آڑ میں حمزہ کو بٹھا دیا اور میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام رسانی پر مامور تھا جبکہ Garcia اور Ramon دونوں کو خواب گاہوں کی نگرانی کی ڈیوٹی آدھی رات سے صبح تک دے دی گئی۔

ہم نے جلدی میں supper کیا۔ بجلی کی lights کو off کیا۔ سوائے فرخ کے دوسری خواتین اور ساری بچیوں کو اپنے اپنے bedrooms میں بھیج دیا گیا جبکہ فرخ نے ضروری ٹیلیفون نمبر کے لئے فون کے قریب living room میں نشست سنبھال لی۔ ہم جو کہ پہلے سے مصائب و آلام کا شکار تھے۔ ایک نئی مصیبت نے بھی ہمارا گھر دیکھ لیا۔ ایک مشکوک walkie-talkie والی جیپ ہمارے گھر کے بلاک کے ارد گرد چکر لگانے میں مصروف پایا گیا۔ خاص طور پر وہ زیادہ وقت اس سڑک پر رکتا جو ہمارے گھر کے جنوب کی طرف ائیرپورٹ کے ساتھ گزرتی۔ چونکہ وہ ہمارے گھر سے کافی فاصلے پر تھا لہذا walkie-talkie پر ہونے والی گفتگو سے ہم مستفید نہ ہو سکے۔ یقینی امر تھا کہ وہ پیغام دے رہا تھا اور کوئی ہدایت لے رہا تھا۔ قدرے اندھیرا ہونے کی وجہ سے ہم اس کی شناخت سے بھی محروم تھے۔ کبھی کبھی ان مشتبہ گاڑیوں میں سے کوئی کار اس کے قریب آ کر رکتی اور اسی دوران ہمارے سب کے پاس سے گزرتے پھر حسب معمول بتیاں بند کر دیتے۔

میری بے چینی بڑھتی گئی میں نے فوراً اشارے سے سمجھایا کہ وہ حالات کی سنگینی کا جائزہ لے اور وہ کسی بھی صورت سے نمٹنے کیلئے تیار ہو جائے۔ جونہی وہ اپنی پوشیدہ جگہ سے باہر نکلا تو باہر سے پتھر برسنے شروع ہو گئے۔ چھوٹو گھر کی چھت پر چھپا اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا کہ دشمنوں کو چھپنے کی جگہ کا پتہ نہ چل سکے اور انہیں اپنے منصوبے پر عمل کی حاصل نہ ہونے پائے۔ چھوٹو اپنے اس مقام کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا مگر back lawn کی طرف سے آواز آ رہی تھی۔ میں نے چھڑی سے اپنا مخصوص مواصلاتی نظام استعمال کیا یعنی چھڑی کے ساتھ چھت کے اندرونی حصے کو ٹھونکا جس کا مطلب تھا کہ وہ تمام حالات سے بخوبی واقف ہے۔ فوراً ہی back lawn کی دیوار پر چڑھا اور بغیر ہدف کے ادھر ادھر فائر کرنے لگا۔ تین دو گھنٹے گزرے۔ ہمارے پڑوسیوں نے اپنی lights کو on کیا۔ چھوٹو چھت سے نیچے اترا اور میں نے دیکھا کہ رات 9 بجے کا وقت اور رات شروع ہوتے ہی ہمارے دشمن اپنی مخصوص کاروائی میں مصروف ہو گئے۔

میں نے فوراً سیکیورٹی Lugo کو اس سے اپنی تشویش ناک صورتحال کی اطلاع دینے کیلئے ٹیلیفون کیا۔ اس نے مجھے اپنے گھر آنے کا مشورہ دیا۔ ایک سفید پوش policeman کو اس نے اپنے گھر آنے کا کہا اور اس وقت کی نگرانی پر مامور ہے وہ میرے ساتھ چلے کہ یہ رات کا ایسا وقت تھا جب پبلک ٹرانسپورٹ نایاب ہوتی (یہاں پر پبلک ٹرانسپورٹ بہت کم ہے اکثریت اپنی ہی کاریں استعمال میں لاتی ہے) میں نے اور مشورہ دیا کہ وہ اپنی کار میں Lugo سے اس poilceman کو لے آئے اور چھوٹو بھی اور کے ساتھ جانے کیلئے تیار تھا۔ ان کے انتظار میں ہم رہے۔ اسی اثنا میں Garcia اور Ramon کو بھی کھانا مناسب سمجھا کیونکہ ان کی ڈیوٹی رات کے بارہ بجے شروع ہونی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس policeman کو ساتھ لے آئے جس کی معیت میں Fuchu تھی۔ Ramon، Garcia، Fuchu، چھوٹو، انور اور میں گھر کے living room میں اکٹھے ہوئے۔ نصف رات کی چوکیداری سے متعلق منصوبہ بندی کی۔ دوسرے دن کیلئے بھی لائحہ عمل تیار کر لیا۔ خاص طور خواتین اور بچوں کو تاکید کر دی کہ وہ bedrooms میں سے باہر نہ نکلیں جب تک ان کا باہر نکلنا ضروری نہ ہو۔ اب ہمارے پاس ایک سرکاری ملازم بھی تھا جس کو ہم سے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے کی اجازت تھی۔

Marfat.com

یہ شریف آدمی Fuchu بہت ہوشیار اور تجربہ کار معلوم ہوتا تھا۔ گھر کے ماحول کا نہایت باریک بینی سے جائزہ لیتے ہوئے اس نے چھوٹو، Garcia اور Ramon کو مختلف مقامات پر متعین کر دیا اور تلقین کی کہ اپنی اپنی جگہ سے مت ہلنا۔ ہر وہ چیز جو حرکت کرے اس پر نگاہ رکھنا یا اطلاع اسے دینا جبکہ وہ خود وقفہ وقفہ سے چکر لگاتا رہے گا۔ یہ بھی کہ اگر Fuchu نے باہر جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو یہ صرف ان کا جائزہ لے سکے اور ہمارے پڑوسیوں کی بھی شناخت کر سکے۔ وہ لوگوں پر نگاہ رکھنے اور ان کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے کا ماہر تھا۔

back lawn کے ایک کونے میں کافی تعداد میں corrugated tin sheets پڑی ہوئی تھیں جبکہ Fuchu نے ان تمام sheets (tin کی چادریں) کو back lawn کے اندر زمین پر تین دیواروں کے ساتھ پھیلا رکھنے کو کہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شرپسند عنصر باہر سے ان تین دیواروں کو پھلانگ کر back lawn میں کودے گا تو tin کی چادروں کی کھڑکھڑاہٹ سے ہم فوراً ہی اس کی موجودگی سے آگاہ ہو جائیں گے۔ یہ sheets اتنی پتلی تھیں کہ اگر بلی بھی ان کے اوپر سے گزرے تو کھڑکھڑاہٹ کا پیدا ہونا یقینی امر تھا۔ Fuchu نہ صرف chain-smoker بلکہ یہ کہ وہ دن میں تقریباً ہر وقت beer پینے کا عادی بھی تھا۔ ہمارے گھر میں نہ سگریٹ نہ beer صرف میرے لئے cigars کے علاوہ یار دوستوں کیلئے مشروبات تھے جن سے Fuchu کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔

تھوڑی دیر بعد Fuchu چکر لگا کر واپس گھر لوٹا تو متواتر اپنے لئے ایک خاص brand کی beer جس کا نام Polar اور Marlboro سگریٹوں کی فرمائش کرتا رہا۔ میں نے سن رکھا تھا اور میرا تجربہ بھی شاہد ہے کہ یہ چھوٹے موٹے پولیس والے اپنی خواہشات کی تکمیل کی فرمائش direct نہ سہی indirect طریقے سے کرتے ہیں۔ اعلیٰ پولیس افسران کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر یہ یقینی امر ہے کہ دنیا میں یہ معمول کی بات ہے۔ بہرحال آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ پاکستان میں ایسا ہوتا ہے یا نہیں؟ رات کے بارہ بجے کا عمل تھا اور ابھی اس خواہش کی تکمیل کیلئے گھر سے دو بلاک کے فاصلے پر ایک filling station پر جانا پڑتا مگر اندیشہ تھا کہ وہاں پر اس کی موجودگی پر ہمارے دشمنوں کو شک نہ ہو جائے جبکہ اس جگہ پر ہر قسم کے مشکوک لوگوں کا گزر اور یہ قانون شکنوں اور شرابیوں کا مخصوص اڈا تھا۔ ایسی جگہوں کو شمالی امریکہ میں skidrow قسم کا علاقہ گردانتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے گھر میں مہمانوں کیلئے تین سگریٹوں کے پیکٹ رکھے ہوئے تھے مگر مسئلہ تھا انہیں تلاش کرنے کا، اور میں اس mood میں نہ تھا۔ البتہ میں نے اسے ایک سگار اور Scotch کی پیشکش کی۔ سگار تو اس نے لے لیا مگر Scotch سے انکار کر دیا۔

سگار اس طرح نہیں پیا جاتا جیسے کہ سگریٹ پیتے ہیں۔ سگار پینے کا ایک خاص طریقہ ہے جبکہ اس نے سگار سلگا کر سگریٹ کی طرح کش پر کش لگانے اور دھواں اندر جذب کرنے یا منہ اور ناک کے راستے نکالنا چاہا تو اسے سر درد نے آلیا۔ اس کا معدہ بھی خراب ہو گیا۔ میں نے اس کے سر درد کے پیش نظر ایک طاقتور ٹکیہ جس کو Eskotrin کہتے ہیں۔ یہ اسپرین ہے اور ہر ٹکیہ میں اس کی مقدار 324 mg ہوتی ہیں یہ ایسی coated کہ معدے میں نہیں حل ہوتی بلکہ معدے کے ساتھ جو چھوٹی انتڑیوں کا حصہ ہوتا ہے۔ اس میں جذب ہوتی ہے۔

کوئی آدھے گھنٹے کے بعد Fuchu کی طبیعت سنبھلی۔ وہ، انور اور میں living room میں بیٹھے نہایت رازداری سے اپنی اپنی planning کے متعلق دشمنوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے سوچ رہے تھے اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر آمنے سامنے کا وقت آیا بھی تو نمٹنا ہو چکا ہے۔ اچانک living room کی چھت پر پتھروں کی برسات شروع ہوئی۔ انور بندوق تھامے front lawn کی طرف بھاگنے ہی والا تھا کہ Fuchu نے اسے روک دیا۔ Ramon، Garcia اور چھوٹو نے جو ایک مخصوص جگہ پر متعین تھے۔ انہوں نے پتھر متواتر گرنے کی آوازیں تو سنیں مگر کوئی غیر معمولی حرکت نہ کی اور اپنے مخصوص ٹھکانوں سے نہ ہلے۔ ہدایات کے مطابق جب تک انہیں کہا نہ جاتا وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی قدم اٹھا نہ سکتے۔ Fuchu اور انور دونوں باہر گئے۔ گھر کے بلاک کا چکر لگانے کے بعد اس bar کے پاس جو ہمارے گھر کے پیچھے ساحل سمندر پر واقع تھی، کے قریب ایک جھاڑی کی اوٹ میں چھپ گئے جہاں وہ آسانی سے ہمارے گھر کے پچھلے حصے کو دیکھ سکتے۔ انور کے پاس ریوالور اور جبکہ Fuchu کے پاس سرکاری ہتھیار موجود تھا۔ یہ صورت

Marfat.com

حال مجھے بے چین کیے جا رہی تھی اور اچھائی کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ کوئی ایک گھنٹہ بیت گیا فائرنگ کی آواز سنائی دی میں دوڑ کر back lawn میں پڑے سٹول پر چڑھ گیا اور دیکھا کہ وہ سامنے مچھیروں کی بستی جو کہ دور ساحل سمندر پر واقع ہے، کی طرف سرپٹ بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔ اگرچہ اس بستی میں زیادہ تر مچھیرے رہائش پذیر تھے مگر یہ مفروروں، قانون شکن اور زیر زمین کام کرنے والوں کی بھی پناہ گاہ تھی۔

عورتیں اور بچے living room میں گھبرا گئے ہوئے تھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا انہیں بتا دیا اور حوصلہ دیا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب انور اور Fuchu واپس لوٹیں گے تو باقی تفصیلات کا پتہ چل جائے گا۔ انور کی والدہ یعنی میری ممانی نے رونا پیٹنا شروع کر دیا کیونکہ انور بھی میری طرح ماں باپ کی اکلوتی نشانی ہے۔ میں نے نہ صرف ان کی ڈھارس بندھائی بلکہ ہمت سے [illegible] انہیں [illegible] رہنے کی ترغیب دی۔

واقعہ کچھ یوں ہے انور نے ایک جھاڑی دار حصہ میں ساحل سمندر پر کوئی مشکوک حرکت دیکھی۔ اس نے Fuchu کو سرگوشی کے انداز میں بتایا لہٰذا وہ دونوں رائفلیں تانے مختلف زاویے سے دبے پاؤں اس حصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ ابھی اس حصہ سے کوئی 10 میٹر کے فاصلے پر ہوں گے کہ ان لوگوں میں سے ایک نے جو اس حصہ میں چھپے ہوئے تھے فائرنگ [illegible] کے ساتھ جو ابھی تک فائرنگ کر رہا تھا، نے مچھیروں کی بستی کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ Fuchu اور انور بھی [illegible] فائرنگ کرتے ہوئے ان کے تعاقب میں بھاگ نکلے چونکہ رات اندھیری، راستہ کافی ناہموار اور دشمن کے بھاگنے کی رفتار بھی بہت تیز تھی۔ Fuchu اور انور درمیانی راستہ سے مڑ گئے۔ دشمنوں کی ایک گولی انور کے اتنے قریب سے گزری کہ اس کے [illegible] حصہ کو تقریباً مس کر گئی۔ یہ انتہائی خوش قسمتی تھی ورنہ موت بھی واقع ہو سکتی تھی۔ Fuchu نے جب رپورٹ دی تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنا ہتھیار کیوں نہ استعمال میں لائے؟ اگرچہ ان کو مار نہیں سکتے تو کم از کم ایک دو کو زخمی تو کر سکتے تھے۔ اس نے بڑا دانشمندانہ جواب دیا کہ ہمارے دشمنوں کو ہم پر سبقت حاصل تھی کیونکہ وہ ساحل سمندر کی ریت سے [illegible] پر تھے وہ صرف جھاڑیوں کی وجہ سے محفوظ بھی تھے [illegible] بلاوجہ فائرنگ کرنے میں کوئی فائدہ نہ تھا۔

چونکہ Garcia، Ramon، Fuchu انور اور میں نے تمام رات مستقبل کی پلاننگ میں گزار دی۔ صبح Fuchu انور اور میں اپنے دوست Lugo کے پاس اس کے دفتر میں گئے۔ میں نے اسے ہوش کے ناخن لینے کی [illegible] تک ہی محدود نہیں۔ ہمارے [illegible] دشمن [illegible] کا مقصد [illegible] بات سنجیدہ ہوتی جا رہی ہے اور [illegible] یہاں تک کہ کسی کی جان بھی جا سکتی ہے۔ ہماری خوش قسمتی کہ ابھی تک ایسے نقصان سے محفوظ ہیں [illegible]۔

اب صورت حال واضح ہے کہ ہمارے دشمن ہمہ وقت ہمارے گھر کے گردونواح میں موجود رہتے اور گھومتے ہیں [illegible] ان کی موجودگی سے غافل رہتے ہیں۔ [illegible] اس کا جواب حسب معمول تھا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں جب تک صورت حال خراب ہے تو Fuchu ایسے حالات میں تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کے پاس تحریری اجازت نامہ ہے کہ وہ کسی کو بھی [illegible] ضرورت ہوئی تو shoot کرنے بلا جھجک کر سکتا ہے۔ اس کا یہ رویہ مجھے عجیب سا لگا لیکن امریکن مملکت میں قانین [illegible] کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں اور میں بھی شاید ان قوانین سے واقف نہ ہو پایا تھا۔ جب ہم لوگ واپس [illegible] Polar کے cans کافی مقدار میں اور Marlboro سگریٹوں کے کئی بڑے packets خرید کر [illegible] Fuchu ہمارے گھر سے جانے والا نہیں۔

ان حالات میں Fuchu [illegible] تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے گھر چھپ چھپا کر جاتا رہتا مگر ہم نے اس [illegible] حل بھی ڈھونڈ لیا۔ ایک رات گئے اس کے تمام پہننے کے پارچات اس کے گھر سے اٹھا کر لے آئے کیونکہ اس کی [illegible] کی مالی حالت کچھ اچھی نہ تھی۔ انور اس کے گھر والوں کے کھانے پینے کا سامان لے جایا کرتا اور [illegible] کا بھی خیال رکھتا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ Ramon اور Garcia مستقل طور پر گھر سے باہر [illegible] کریں گے مگر [illegible]

Marfat.com

دونوں وقت کی جھنڈ نہ پڑے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک لب سمندر bar کے قریب رہیگا اور دوسرا گھر کے جنوب کی طرف اس بار سے نزدیک ہوائی پورٹ سے شمال کی طرف واقع ہے جبکہ ہم چاروں افراد یعنی چھوٹو، Fuchu، انور اور میں گھر کے اندر ہی چوکیداری کریں گے۔ چھوٹو اپنے مخصوص مقام پر چھت کے اوپر، انور گھر کے back lawn کے کونے میں Fuchu فرنٹ لان میں living room کے ونڈو کی طرف ایک جھاڑی کی اوٹ میں اور میں ایک قسم کا handyman around ادھر ادھر کے کام پیغام رسانی کیلئے متعین ہوئے۔

ایک شام چھوٹو چپکے سے چھت سے نیچے اترا اور اطلاع دی کہ ایک مشکوک Dodge Dart کئی مرتبہ گھر کے بغلی رستے کی طرف ائیر پورٹ سے قریب رکی جس میں سے ایک شخص کئی بار کار سے نکل کر ہمارے گھر کی طرف دیکھتا رہا۔ میں نے یہ خبر Fuchu کو دی جبکہ چھوٹو نے واپس جا کر اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ Fuchu جو چپکے چپکے دھیرے دھیرے گھر کے کمپاؤنڈ سے باہر نکلا اور Ramon سے ملا جس نے بھی ایک مشکوک Dodge Dart کئی دفعہ ہمارے گھر کی پچھواڑے سڑک پر رکنے کا حوالہ دیا۔ اطراف دوسرے کئی لوگوں سے مشاہدے کی تصدیق ہوئی جہاں چھوٹو گھر کے پچھواڑے کی طرف دیکھنے سے قاصر تھا۔ وہاں Ramon بارٹ خفیہ طور پر پہرہ دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد Ramon اور Fuchu گھر واپس لوٹ آئے۔ Fuchu نے تہیہ کر لیا اب کے وہی کار دیکھتے ہی قریب پہنچ کر دیکھیں گے۔ Garcia چھوٹو اور انور اس ٹیم سے ناآشنا تھے کیونکہ یہ کام نہایت خفیہ طور پر کرنا تھا۔

Ramon نے گھر کے front lawn سے اس پار اپنے آپ کو جھاڑیوں میں چھپا کر رکھا اور تاک لگا دی جبکہ Fuchu گھر کے جنوب کی طرف کونے جہاں گھنی جھاڑیاں اور کافی بڑا پتھر تھا کی اوٹ میں چھپ گیا۔ جونہی Dodge Dart گھر کے پاس سے گزرنے والی ہوئی وہ چھلانگ لگا کر ڈرائیور کی طرف پہنچا اور پستول تان کر اسے رکنے کا حکم دیا۔ Ramon بھی ڈرائیور کی دوسری طرف سے دوڑتا ہوا آن پہنچا۔ Fuchu نے ڈرائیور سے کار کی چابی چھین لی۔ اپنا شناختی کارڈ دکھایا اور کار کے تمام سواروں کو اپنی شناخت کرانے کیلئے کہا۔ ان کے تمام کاغذات درست اور سبھی کے پاس I.D کارڈ تھے۔

Fuchu ڈرائیور کی پچھلی سیٹ پر اور Ramon فرنٹ سیٹ پر۔ Fuchu نے اپنا ریوالور اس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا کہ "کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو ۔۔۔۔۔ سیدھے پولیس سٹیشن چلو" کار ڈرائیور کے ساتھ دو اور بھی "کن ٹٹے" قسم کے مضبوط جسم والے تھے۔ کار اور سواروں کو پولیس سٹیشن روک لیا گیا۔ Ramon اور Fuchu ٹیکسی لے کر گھر واپس لوٹے۔ دوسرے دن مجھے پولیس سٹیشن سے فون کال آئی لہذا Fuchu انور اور میں پولیس سٹیشن پہنچے۔

ان لوگوں کے پاس کاغذات اور ان کی اپنی شناخت بھی درست پائی گئی۔ ان سے اسلحہ وغیرہ اور کوئی دیگر غیر قانونی اور قابل اعتراض اشیاء برآمد نہ ہوئیں۔ ہم لوگ بھی کوئی ان کے خلاف ٹھوس ثبوت مہیا نہ کر سکے لہذا انہیں چھوڑ دیا گیا البتہ پولیس انسپکٹر نے انہیں تنبیہ کی کہ وہ آئندہ اس علاقہ سے گزرنے کی جسارت نہ کریں جہاں ہمارا گھر واقع ہے۔

Mannequin

ایک دوپہر Fuchu نے Polar beer کوئی ضرورت سے زیادہ ہی پی رکھی تھی کہ مدہوشی کے عالم میں نجانے کیسی کیسی تجویزیں پیش کر رہا تھا اور بضد کہ ہم لوگ غور سے سنیں اور عمل کریں لہذا انہیں وہ تجویزات چار و ناچار سننی پڑیں۔ living-room-cum-library میں ایک دیوار کے ساتھ سٹیل کی 13 filing cabinets پڑی ہوئی تھیں اور ان کے اوپر index card boxes رکھے ہوئے تھے۔ ہر ایک filing cabinet کے چار دراز اور تمام تر cabinets مختلف اقسام کے documents، reprints، ذاتی کاغذات وغیرہ وغیرہ سے بھری ہوئی تھیں۔ اسی طرح ہر ایک index card box کے دو درازوں سے cards پر سائنسدانوں کے نام اور references وغیرہ لکھے ہوئے تھے۔ Fuchu کا خیال تھا کہ ہمارے دشمن میری research activities سے متعلق کوئی ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ معلومات میری files میں موجود تھیں۔ میں اس کی اس دانشمندی پر ہنسے بغیر نہ رہ سکا۔

Marfat.com

میری ریسرچ کی نوعیت ایسی تھی کہ کسی کو معلومات حاصل کرنے کے لیے جان جوکھوں میں ڈالنے کی ضرورت تھی۔ اس زمانے میں، میں نے قریباً 80 scientific paper لکھے ہوں گے۔ یہ scientific journal میں شائع ہو چکے تھے۔ اس کی متعلقہ معلومات درکار تھیں تو وہ ان Journals کا مطالعہ کر سکتا یا مجھ سے براہ راست reprints طلب کر سکتا تھا۔ میں کسی biological warfare کی research میں مصروف نہیں تھا جو کسی بڑی اہمیت کی حامل ہو۔ میں تو صرف animal parasites پر کام کرتا تھا۔ وہ میرے دلائل پر کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ ثبوت کے طور پر میں نے اپنی ریسرچ کی وضاحت کرنے کے لیے اپنی فائلنگ کیبنٹ کے ایک دراز میں سے file نکالی اور Fuchu کے ہاتھ میں دے دی۔ اس میں وہ ساری معلومات موجود تھیں جن کی اسے ضرورت ہو سکتی تھی اور جب وہ فائل دیکھ رہا تھا تو اس کو ایک Russian سائنسدان کا paper نظر آیا۔ وہ اسے پڑھتا ہوا حیران ہوا۔ اس نے صرف عجیب و غریب Russian نام پڑھا۔ تحریر اس کی سمجھ سے باہر تھی۔ اس پر میں نے اسے بتایا کہ یہ تو صرف Alma Ata University کے ایک مشہور روسی سائنسدان Ginetsinskaja کا species determination سے متعلق paper ہے۔

"بالکل ٹھیک یہی تو وہ paper ہے جس کے حصول کی خاطر ہمارے دشمنوں نے جان کی بازی لگائی ہوئی ہے۔ اس میں یقیناً Russian سائنسدانوں کی دریافت پوشیدہ ہے۔ خاص طور پر جو بھی معلومات سے متعلق لکھے گئے ہوں گے۔" اس نے بہت اطمینان سے اپنی انگلی میری طرف اس انداز سے کی جیسے وہ میری آنکھ پھوڑ دینا چاہتا ہو۔ میں اسے بتاتا رہا کہ یہ تو ... مذکورہ paper کا انگلش میں resume پڑھ کر سنایا جس میں صرف species کا ذکر تھا۔ Black Sea کی مچھلیوں کی بیماریوں سے متعلق بھی تھوڑی سی معلومات تھیں۔ مچھلیوں کی بیماری کا نام سنتے ہی اس نے پرجوش انداز میں دونوں ہاتھوں سے میز پر مکا دے مارا۔ میں نے صرف سمندری مچھلیوں ہے۔ fish farm (Pisicultura) کی مچھلیاں بھی بیماری کی وجہ سے جو مر جاتی ہیں اور ہمارے دشمن یہی معلومات تو چاہتے ہیں۔ beer کا اس پر اس قدر غلبہ تھا کہ وہ یہ بات سمجھ نہیں سکا کہ اس میں تو صرف Russia کی مچھلیوں کی بیماری سے متعلق ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اس کا کیا تعلق ہے میں سمجھنے سے قاصر تھا۔

میں دیر تک اس کو سمجھانے کی کوشش میں لگا رہا مگر بات اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ بالآخر بڑی کوشش کے بعد وہ pass-out ہو گیا۔ تین چار گھنٹے مدہوشی کی کیفیت کے بعد نیم بیہوشی کی حالت میں آیا مگر پھر بھی وہ اپنے موقف پر اڑا رہا۔ آہستہ آہستہ میرے دلائل دینے پر بات اس کی کھوپڑی میں آئی کہ ہمارے دشمن ہمارے پیچھے کوئی ... یہ کام کس کی غرض سے نہیں کر رہے ہو۔ اچانک وہ سیدھا کھڑا ہو گیا، میرے ہاتھ پرجوش انداز میں دبائے اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے گویا ہوا۔ "ہاں! سمجھ میں آ گیا۔ تمہارے دشمن تمہیں اغوا کرنے کی غرض رکھتے ہیں۔ میں بھول جاتا ہوں کہ ... ہو گا۔ ... تمہارے اغوا پر بھاری تاوان دینے پر تیار ہو جائیں گے کیونکہ تم اپنی ریسرچ میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ہو۔ ... تمہاری اور تمہارے اہل خانہ کی حفاظت کے لیے کوئی بھی قیمت ادا کر سکتے ہیں تاکہ کوئی گزند نہ پہنچے۔"

میں نے دوبارہ اس کی سوچ پر قہقہہ لگایا۔ اگر تمہاری سوچ درست ہے تو جب میں ... یہاں ہوتا ہوں ... تب بھی میں زیادہ محفوظ نہیں۔ اگر ہمارے دشمن اغوا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں بغیر کسی مزاحمت کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے کے لیے پیش کر دوں گا۔

Fuchu ابھی تک ہوش اور نشے کے درمیان امتحان کے افق پر عجیب و غریب تجزیہ ہمارے دشمنوں سے متعلق پیش کر رہا تھا۔ corridor کے کونے میں ... کے قریب Winchester رکھی ہوئی تھی۔ loaded ... اس نے اٹھائی اور آرام کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ دیکھا تو گھبرا گیا۔ Winchester سے متعلق بیوی نے اور نوکروں نے ادھر چھپا رکھی تھی ... trigger سے اگر غلطی سے دب گیا تو کوئی زخمی نہ ہو جائے ... کر رہا تھا۔ میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ Winchester اس سے چھین کر ... ہم دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے تو اور میری ... کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جو Winchester کے قریب تھی۔ Fuchu ...

ہم نے mood میں نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر میری لائبریری میں چلا گیا۔ انور کی عادت ہے کہ وہ نچلا نہیں بیٹھ سکتا ہاتھوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا رہتا ہے۔ اس نے بھی Winchester کو ہاتھ لگانے کے ساتھ ساتھ چھیڑنا شروع کر دیا۔ ابھی میں اس کو منع کرنے ہی والا تھا کہ اس نے غیر ارادی طور پر trigger دبا دیا اور کارتوس کے چھرے چھت پر جا لگے۔ ڈاکٹر صادق کی بیوی تھوڑی سی زخمی ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کوئی زیادہ جسمانی نقصان نہ ہوا۔

اس واقعہ کے فوراً بعد ہی چھوٹو dining room کی چھت پر آن گرے۔ Fuchu فوراً ہی گھر کے سامنے دروازے سے باہر جانے لگا تو میں نے دوڑ لگائی اور اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اسے ذرا سخت لہجہ میں فہمائش کی کہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے ہمارے دشمنوں سے بچا کر مرواؤ گے جبکہ تم عملی طور پر ابھی تک نشہ کی کیفیت سے باہر نہیں نکلے لہٰذا ہمارے دشمنوں کا نوالہ بآسانی بن جاؤ گے۔ حالات سے ظاہر ہوتا تھا کہ ہمارے دشمن کی "غائب" کی آنکھ سے ہماری حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے ہیں یہ واردات دن دیہاڑے ہوئی رات آنے کے خیال سے کچھ مندا آتا۔ معلوم ہوتا ہمارے دشمن رات کی تاریکی کا بھرپور فائدہ اٹھائیں گے Fuchu شراب کے نشے سے بدمست ہو رہا تھا اس خیال سے میں نے اسے انور کی مدد سے couch پر لٹا دیا۔

Garcia جو گہری نیند میں تھا، میں نے اسے اٹھایا تاکہ ہم رات کیلئے کوئی لائحہ عمل تیار کر سکیں۔ خواتین، ڈاکٹر صادق اور بچوں کو اپنے اپنے کمروں میں جانے کی ہدایت کی۔ انور کو خیال گزرا کہ کیوں نہ چھت پر پانی کی ٹینکی کے قریب ایک Mannequin (پتلا) قد آدم سا بنا کر کھڑا کر دیں اور اس کو ایسے کپڑے پہنا دیں جیسا کہ کوئی پہرہ دار کھڑا ہو لہٰذا ایک پھٹا پرانا hat، پرانے boots، پرانی قمیض، پتلون وغیرہ وغیرہ اکٹھے کر لیے گئے۔ ایک نقل مطابق اصل Mannequin تیار کر کے رات کی تاریکی سے پہلے چھت پر watertank کے شرق میں کھڑا کر دیا۔ میں نے گھر کے back lawn سے دیکھا تو واقعتاً ایک چوکیدار دکھائی دیتا تھا۔

رات کے آٹھ بجے گھر کی تمام lights کو off کر دیا گیا۔ میں نے باورچی خانہ میں اپنی پوزیشن سنبھالی جبکہ انور رائفل اور back lawn میں مورچہ بند ہو گیا۔ چھوٹو Winchester لے living room میں کھڑا ہو گیا۔ Ramon اور Garcia کو ہدایت دے کر گھر سے باہر بھیج دیا تاکہ وہ بلاک کے اردگرد چکر لگاتے رہیں اور اگر کوئی ایسی ویسی حرکت ہو تو قریبی bar یا نزدیکی جگہ سے ٹیلیفون پر اطلاع کر دیں۔ اگرچہ پڑوسیوں کا ہمارے لئے ہمدردی کا جذبہ مفقود ہو چکا تھا مگر ان میں سے چند ایک نے بڑی دریا دلی سے ہمارے محافظوں کو ضرورت پڑنے پر ٹیلیفون استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ کوئی رات گیارہ بجے کے قریب فرخ بے پاؤں کچن میں آئی اور مجھے مخاطب کر کے کہا "ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی چھت پر چل رہا ہو" میں نے یہ اطلاع انور کو پہنچائی فوراً ہی جو کہ قریب ہی back lawn کے کونے میں چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے بلا تاخیر آؤ دیکھا نہ تاؤ مکان کی چھت پر اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ یکدم دھڑام کی آواز سنائی دی ہم نے دیکھا کہ دو نوجوان چھت سے بغلی گلی کے اوپر سے ہوتے ہوئے میدان میں آ گئے اور رات کی تاریکی میں ائرپورٹ کی طرف غائب ہو گئے۔ چھوٹو فرخ اور میں نے باورچی خانہ کی کھڑکی سے یہ تمام کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ انور نے چند منٹ پھر انہی کی طرف فائرنگ کی۔ چھوٹو دوڑتا ہوا باہر نکلا اور ان کے پیچھے اندھا دھند Winchester سے فائرنگ کرتا رہا۔ سانپ گزر گیا لیکن پیٹنے والی بات تھی۔ غصہ کی بھڑاس نکالی جا رہی تھی اور بارود کا ضیاع ہو رہا تھا۔ حالانکہ ہمارے دشمن کب کے رفو چکر ہو چکے تھے۔ چھوٹو ہانپتا ہوا کچھ دیر بعد واپس لوٹ آیا۔ انور کے ساتھ چھت پر گئے تو دیکھنے میں آیا۔ Mannequin کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایک جگہ اکٹھے کرنے کے بعد ان ٹکڑوں پر جاتی دفعہ پیشاب بھی کیا گیا ہے۔

اس تمام کارروائی کے دوران Fuchu ایک بچے کی مانند محو خواب رہا۔ صبح کو میں نے اسے بیدار کیا اور رات کی سرگزشت سنائی اب اس کا جواب سنئے "تم لوگوں نے مجھے کیوں نہ اٹھایا میں تو اسی موقع کے انتظار میں تھا کہ جونہی وہ گھر کے اندر داخل ہوں پھر دیکھتا وہ مجھ سے کیسے بھاگ کر جا سکتے ہیں؟"

Fuchu نے کہہ تو دیا مگر اس کو بیدار کرنے کا کیا فائدہ بے سود۔ وہ beer کے نشے میں اسقدر غرق کہ اس کے منہ سے brewery کی طرح بدبو سے تیز بو آ رہی تھی اور ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ اس شخص پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال ہم اس سے

Marfat.com

چھٹکارہ بھی حاصل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ اوپر سے متعین یعنی نازل ہوا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے Polar خریدنی بند کردی اور Marlboro کا کافی stock خرید لیا۔ حالات سے واضح تھا کہ ہماری تمام تر کوششیں رائیگاں جا رہی تھیں کیونکہ اتنے سکیورٹی گارڈز کی موجودگی میں ہمارے دشمن عین ہماری ناک کے نیچے جو بھی ان کا mission تھا اسی تکمیل تک پہنچا رہے تھے۔

انور نے قانون ہاتھ میں لینے کی مجھے ترغیب دی۔ میں نے بھی بادل نخواستہ ہاں میں ہاں ملائی اور فیصلہ کیا کہ جب بھی مشکوک عنصر پر فائرنگ تو کریں گے مگر محض زخمی کرنے یا خوف زدہ کرنے کی حد تک۔ اسی طرح انور کا رپورٹر بھی شب کے وقت flat تک جانے کی کوشش ہوگی۔ اس سکیم کے دوران یہ پریشانی بھی دامن گیر تھی کہ کوئی بے گناہ مارا گیا تو اپنی مشکلات اور بڑھ جائیں گی۔ گویا ہم لوگ چلتے چلتے بند گلی (cul de sac) میں تھے اور اس اختلال کا حل سوچنے سے قاصر بھی۔ اس planning سے ساتھ صبر اور وقت ہم سے دامن کشاں۔ چھٹیوں کے بعد اس جنجال سے دو ہاتھ کرنا ہی تھے۔ کون جانے دیر غیر میں اس نا گہانی آفت سے کب تک سامنا رہے گا۔ کوئی تو بتلائے آخر ہم کو کیا کرنا چاہیے۔

بیشتر اوقات اخباری نمائندوں نے interviews کی یلغار رکھے رکھی۔ میرا نام ان میں ہم وزن رکھتا تھا اور ہماری سرگزشت شہ سرخیوں کی صورت اخبارات کی زینت بنتی رہی۔ میرا نام روزنامچہ بن گیا (کچھ متعلقہ اخبارات اب بھی میرے پاس موجود ہیں) اس پر معمول بنا لیا گیا۔ کچھ واقعات پڑھی اور کچھ بیانات ذومعنی مرچ لگا کر خوب حاشیہ آرائی ہوتی رہی۔ بعض اوقات سچ اور جھوٹ سے مرقع شائع کے وقت حل جاتے اور اپنی صفائی پیش کرتے کرتے میں تنگ آچکا تھا۔ بعض اوقات ہماری بے خبری میں نامہ نگار ہمارے متعلق جھوٹی اور بے بنیاد خبریں چھپ جاتیں۔ جو کچھ ہمارے ساتھ پیش آرہا تھا یہ کسی سیاسی پارٹی کا شاخسانہ تھا۔ بالخصوص بعض مذہبی متعصب کارکنوں کو کسی وقت بھی کوئی اشتعال انگیز قدم اٹھانے کا بہانہ مل سکتا تھا۔ بڑا خطرناک کھیل جاری ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی صفائی میں اخبارات میں بیانات دینے کی عقلمندی کی۔ میرا انڈونیشیا کی کسی سیاسی پارٹی پر شک ہے اور نہ ہی کسی شخص پر۔ اس سے باوجود بھی جھوٹی خبر لگ ہی جاتی کہ ہماری مشکلات کے پیچھے کسی سیاسی جماعت کا ہاتھ ہے۔ میرے پاس اس کا یہ حل تھا کہ سوائے اس کے میں خاموشی اختیار کر لوں۔ دلچسپ بات تو یہ کہ ہمارے پڑوسی، پولیس اور تقریباً تمام شہر والے ہمدرد تھے مگر کوئی چارہ نہ تھا۔ ستم بالائے ستم کہ ہمارے سکیورٹی گارڈز چند اور ہمارے محافظوں کا گشت روز مرہ کا معمول تھا اب کے رات اس قدر بڑھ چکے تھے کہ ہمارے دشمن دن کو پتھر پھینکنے میں کامیاب ہو جاتے اور کبھی کبھی ایک آدھ فائر بھی داغ دیتے۔ باوجود اس کے کہ ہم نے کوششیں تیز کر دیں اور محافظوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا۔ دن رات چوکنے رہتے مگر ہماری تمام کوششوں پر پانی پھر گیا۔

Garcia

ایک رات گہرے بادل امڈ آئے جو برسنے کو بیتاب تھے اور وقفہ وقفہ سے بوندا باندی بھی ہو رہی تھی۔ چھوٹو shower-proof کوٹ پہنے ہاتھ میں Winchester لئے اپنی مخصوص جگہ چھت کے اوپر درخت کی گھنی شاخوں کی اوٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔ Fuchu اپنی مخصوص عادت کے مطابق Polar پینے بیتاب تھا بلکہ ابھی سے کش لے رہا تھا جو filling station پر پٹرول ڈالنے آتا تو ہم اپنی حفاظت کیسوئی سے عمل میں لاتے۔ حسب معمول Garcia اور Ramon بھی سارا دن ساحل سمندر کی bar پر گھوما کرتے تھے تاکہ ہم سب نے بھی ہر حصے پر نظر رکھیں۔ انور اپنی مخصوص جگہ back lawn میں بیٹھا تھا۔ living-room میں ایک "رابطہ آفیسر" کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ چھوٹو کو ہدایت دے رکھی تھی کہ کوئی بھی مشکوک نظر آئے تو بے دریغ شوٹ کر دینا۔

رات ڈیڑھ بجے بارش زوروں پر تھی۔ چھوٹو نے چھت کی منڈیر سے سرگوشی کے انداز میں اطلاع دی کہ ایک کار میں چار مشکوک افراد سوار ہیں۔ ہمارے جنوب مغرب کی طرف کافی خالی جگہ اور ائیر پورٹ کے درمیان آ کر کھڑی ہوئی ہے۔ میں نے چھوٹو کو ہدایت دی کہ جب تک کوئی مشکوک نقل و حرکت نظر نہ آئے فائرنگ سے گریز کرنا۔

موسلا دھار بارش جاری و ساری تھی۔ کبھی کبھی بجلی کی چمک اور رعد کی گڑگڑاہٹ دل دہلا جاتے۔ میں نے پانی کی حد کی

سے نہیں نکلا تو وہ کار غیر ارادی انداز سے مجھے دکھائی دی۔ میں نہ تو اس کار کا ماڈل اور نہ ہی نمبر پلیٹ دیکھ سکا کیونکہ اندھیرے اور شدید بارش نے دبیز چادر تان رکھی تھی البتہ کار کو روشنی کی چمک سے دیکھ پایا۔ میرے دیکھتے ہی کار کی فرنٹ سیٹ سے ایک شخص اترا اور ایسا لگا جیسے پچھلی سیٹ والے کسی سوار نے اسے پتھر دیئے ہوں۔ وہ عجلت میں گھر کی ملحقہ خالی جگہ کے قریب ہوا اور ایک ہاتھ بلند کیا جیسے کہ وہ گھر میں پتھر پھینکنے والا ہو۔ میں نے فوراً اور بغیر دیر کیے وہ چھت سے سامنے والا دروازہ کھول کر رات کی تاریکی میں گم ہو گیا جبکہ چھوٹو نے Winchester سے مشکوک شخص کے جسم کے نچلے حصے کو ہدف بنایا اور فائر داغ دیا۔ جو ٹھیک نشانہ پر لگا۔ مذکورہ شخص لنگڑا کر چلنے لگا اس اثنا میں چھوٹو نے دوسرا فائر کیا مگر اسی دوران عجلت میں اس کے ساتھیوں نے مضروب کو کار کے اندر کھینچ لیا۔ اتنے میں انور کار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے بھی موقع غنیمت جان کر فائر کر دیا۔ چھوٹو نے چھلانگ لگائی اور گھر کے back lawn کو پھلانگتا ہوا کار کے پیچھے کھلے میدان میں نکل گیا۔ میں نے دوبارہ فائرنگ کی آواز سنی۔ کار اپنی پوری رفتار سے بھاگ نکلی۔ Garcia، Ramon اور میں جب موقع پر پہنچے تو ہم نے ملحقہ زمین پر خون کے دھبے دیکھے جہاں کار پارک کی ہوئی اس جگہ تک کی نشاندہی کر رہے اور اسی جگہ پر مذکورہ کار کے شیشوں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔

یہ ہماری پہلی کامیاب کاوش کہ دشمنوں پر سبقت نصیب ہوئی۔ بلاشبہ وہ شخص بری طرح زخمی ہو گیا کیونکہ خون کے چھینٹے کافی جگہ پر پھیلے ہوئے تھے یقیناً اس کو مضروب کو طبی امداد کی اشد ضرورت پیش ہوگی۔

میں نے پولیس سٹیشن فون کیا اور انچارج افسر کے تمام واقعہ گوش گزار کر دیا۔ اس نے مجھے پر یقین لہجے میں ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں مزید پولیس پہنچنے کی نوید سنائی۔ مضروب کی تلاش با آسانی کی جا سکتی تھی کیونکہ شہر میں ایک ہی گورنمنٹ ہسپتال تھا۔ البتہ چند ایک متعدد جدید پرائیویٹ clinics تھے۔ بظاہر دو ہی صورتیں تھیں مضروب کو گورنمنٹ ہسپتال میں لے جایا جاتا یا وہ لوگ کسی پرائیویٹ clinic سے استفادہ کر سکتے۔ ان لوگوں کے شہر سے باہر سے آنے کا خطرہ بھی پیش نظر تھا۔ قریباً دو گھنٹے کے بعد میں نے پولیس آفیسر سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا مگر تا حال کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔

چھوٹو اور انور گورنمنٹ کے ایمرجنسی وارڈ میں بھیجا گیا مگر اس نوعیت کے case کا ہسپتال کے رجسٹر میں کوئی اندراج نہ تھا۔ بعد میں میں نے Ramon اور Garcia کی ڈیوٹی لگا دی کہ آنے والے چند دنوں تک ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ سے اس نوعیت کا case درج ہو تو واقفیت حاصل کریں۔ کوئی آٹھ دن گزر گئے مگر متوقع خبر موصول نہ ہوئی۔

ہو سکتا ہے وہ لوگ مضروب کو کسی اور شہر میں لے گئے ہوں ہمیں حیرت ہوئی کہ ایک ہفتہ گزر گیا ہے ہمارے دشمنوں کی آمد و رفت کا قیاس ہی سے ہجوم میں یہ بات سوجھی کہ ممکن ہے ہماری سرگرمیاں ان کی سمجھ میں آ گئی ہوں۔ ہم لوگ انتہائی اقدام پر تلے ہوئے ہیں۔ پھر خیال آیا کہ ساحت کی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتا ہے یا حالات واقعات سرد خانے میں ڈال دیئے گئے ہوں تاکہ ہم خوش فہمی میں مبتلا ہو جائیں۔ ہمارے دشمن مرعوب ہو گئے ہیں وہ اب نہیں آئیں گے جبکہ انتقامی جذبے سے سرشار ہمارے حملہ دوبارہ ہونے کا بھی امکان تھا۔ Fuchu کا خیال تھا کہ اب وہ بھی ہمیں پریشان کرنے کی کوشش نہیں کرینگے۔ بہر حال ہم کوئی ایسا risk لینے کے mood میں نہیں تھے لہذا میں نے حفاظتی تدابیر کا مزید جائزہ لیا البتہ یہ کام کا مثبت پہلو نہیں تھا ہم لوگ دن رات اکٹھے ڈیوٹی دیں اور نفسیاتی جائزے کے مطابق انسانی جسم کی متواتر کام کرنے سے مستعدی کسل مندی اور اضمحلال میں بدل جاتی ہے۔ ضرورت کے مطابق انسان آرام کرنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔

Garcia، Caracas میں ایک پرائیویٹ کمپنی کے جاسوسوں سے ملکر کام کرنے کا پانچ سالہ تجربہ تھا۔ باتوں باتوں میں وہ نہایت پیچیدہ قسم کی حقیقتیں کھوجنے کی کہانیاں فخریہ انداز میں سنایا کرتا۔ صرف یہی نہیں وہ مختلف نوعیت کا اسلحہ استعمال کرنے کا بھی ماہر تھا۔ مجھے اس کی اس پیشہ ورانہ صلاحیت پر شک کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ نہ ہی میں اس کی کہانیوں کو جھٹلانے کے حق میں تھا مگر اس میں ایک بڑی بری عادت تھی کہ وہ ہر کسی کی تجویز سے ذرا مشکل سے اتفاق کرتا۔ گھنٹوں تک وہ اپنی مہمات کی داستانیں ہی سناتا رہتا۔ حتی کہ سب کا پیمانہ صبر لبریز ہو جاتا اور میں برملا کہہ اٹھتا کہ یہ تمام machismo (جسے ہم پنجابی زبان میں "ماچو" کہتے ہیں) کی کہانیاں چھوڑو اور آؤ ہم اپنے آپ کو نئے سرے سے منظم کریں تاکہ ہم کوئی خاص مثبت قدم اٹھا سکیں۔ annexe کے کچن کے ساتھ

Marfat.com

ایک کمرہ جو bedroom کم مگر junk room زیادہ تھا، چھوٹو بھی یہاں ہی سوتا۔ میں نے یہاں ایک اور bed ڈلوا دیا، چند نئی چادریں اور تکیے بھی مہیا کر دیئے گئے۔ گویا یہ کمرہ اب Garcia اور Ramon کے لیے مخصوص تھا۔ فیصلہ کیا گیا۔ Garcia رات کو ڈیوٹی کرے اور یہ فرائض وہ گھر کے اندر ہی سرانجام دے گا۔ اس کو ایک ریوالور دیا گیا مگر وہ بضد تھا کہ اسے Winchester دی جائے کیونکہ Winchester کے استعمال کا وہ زیادہ ماہر تھا لہٰذا اس کی خواہش کی تکمیل کر دی گئی۔ Winchester کے magazine میں چھ کارتوسوں کی جگہ ہوتی ہے جو کہ میرے خیال میں کافی تھی مگر اس کا اصرار تھا کہ اسے belt دی جائے جس میں مختلف sizes کے چھروں کے کارتوس ہوں اور اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی گئی۔

دراصل Ramon اور Garcia کی ڈیوٹی کوئی زیادہ سخت قسم کی نہ تھی۔ ہمارے تجربے نے ہمیں سکھا دیا کہ دشمنوں کی سرگرمیاں بعد از دوپہر یا سورج غروب ہونے کے بعد تیز ہو جاتی تھیں۔ بہرحال ہم یہ نہ چاہتے کہ ہمارے دشمن کی موقع پر بھی ہمیں غافل یا غیر محتاط پائیں۔

Garcia نے تیار ہو کر گھر کے back lawn کی وہ جگہ پسند کی جو laundry area کے قریب تھی جہاں کی شاخوں میں ڈھکی ہوئی تھیں جو ہمارے شاہی پڑوسیوں کے گھر میں لگے ہوئے تھے۔ وہ تمام وقت کھڑا رہنا پسند کرتا اور شاخوں کے چھوٹے چھوٹے خلاؤں (درزوں) میں سے back lawn کی دیوار کے اوپر سے باہر دیکھتا۔ یہ نسبتاً کافی تھکا دینے والا عمل تھا۔ ایک یا دو دن تو انسان کچھ وقت کھڑا رہنا برداشت کر سکتا ہے لیکن جن حالات و واقعات سے ہم گزر رہے تھے ان سے یہ اندازہ نہ ہو سکتا کہ ہمیں کتنے عرصہ تک اس کا سامنا کرنا ہو گا اور کب تک اپنے دشمنوں کو پکڑ سکیں گے لہٰذا میں نے اس کام کو آسان کرنے کی غرض سے ایک سٹول دے دیا جس کو شاخوں سے بنے ہوئے ایک چبوترے پر رکھا تا کہ وہ کام Garcia کھڑا ہونے کے بجائے اسٹول پر بیٹھ کر سہولت سے سرانجام دے سکے۔

یہ بھی طے پایا کہ Fuchu فرنٹ روم میں اور Ramon کو ہدایت دی گئی کہ وہ گھر سے باہر نہایت احتیاط اور رازداری سے چکر لگاتا رہے تا کہ اس پر کسی کو شک و شبہ نہ ہونے پائے اور ہمیں خاص طور پر ان کاموں سے محتاط رہنا تھا جو اکثر سمندر کی bar میں آتے رہتے ہیں۔ یہ bar ہمارے گھر کے قریب ہی ایک مخصوص جگہ تھی جہاں وہ لوگ بیٹھتے اور شراب نوشی کرتے۔ میں نے Ramon کو یہ بھی ہدایت کی کہ Garcia اور وہ ایک ہی وقت میں ڈیوٹی پر نہ ہوں کیونکہ دو مرتبہ دونوں میں سے ایک فرد باری باری کام پر لگے تا کہ دوسرا کچھ وقت آرام کر سکے، زیادہ تشویش کی صورت حال تو رات کے اندھیرے میں ہی تھی جس کا ہمارے دشمن خوب فائدہ اٹھاتے۔ Ramon رات دن چوکنا رہتا، اس کا مطلب یہ تھا کہ "He will burn the candle at the both ends." اور یہ مشکل اس کی برداشت اور ہمارے صبر کا امتحان تھی۔ Ramon کی بات پر کیا گیا وہ اس قسم کی زندگی گزارنے کا عادی اور تجربہ کار تھا۔ ایک دوپہر تک نیند اس کی آنکھ میں نہ رہتی اور رات سے زیادہ دن میں ڈیوٹی دیتا۔ Ramon صبح سے بعد رات گئے تک باہر ڈیوٹی دیتا کہ جس کا مطلب یہ تھا کہ گھر کے باہر کے سامنے والی سڑک اور دائیں بائیں سڑکوں پر خاموشی سے نظر رکھے رہے تا کہ اگر کسی کو کوئی بھی غیر معمولی حرکت کی تو ہمارے دشمنوں کا پتہ چل سکے اور Ramon کی موجودگی میں ہمارے گھر کے قریب نہ آنے پائیں گے۔

جہاں ہمارا گھر واقع تھا اس کے قریب ہی ایک beach تھی۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ لوگ اس beach پر آتے جاتے ہیں ہمارے دشمن بھی موجود ہوں؟

Ramon نے ساحل سمندر کی bar کے چوکیدار سے تعلقات استوار کر لئے اور وہ کئی مرتبہ ایک beer کے mug کے ساتھ اپنی میز پر رکھے بیٹھے رہتے جس کی قیمت چوکیدار خوشی سے ادا کرتا کیونکہ اسے مفت کی مل جاتی جبکہ Ramon بغیر کسی شک و شبہ کے اپنی ڈیوٹی ادا کرتا۔ bar کے front section میں سمندر کی طرف کرسیاں میز پڑے ہوتے اور bar کا یہ حصہ لوگوں سے بھرا رہتا۔ ہمارا آدمی اس ہجوم کا ایک حصہ خیال کیا جاتا۔

Marfat.com

احتیاط کے طور پر میں نے مذکورہ bar کے مالک کو یہ بات گوش گذار کردی کہ Ramon ہمارا آدمی اور ہماری ڈیوٹی دے رہا ہے اور اس کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے حساب میں لکھ دو میں کسی وقت بھی تمہارا حساب بیباق کر دونگا۔ بار کا مالک ہمارے مقاصد سے بخوبی واقف تھا اور اسے بڑی مسرت ہوئی کہ کوئی شخص ہماری نگرانی کر رہا ہے۔ اس کیلئے فائدہ مند بھی یوں کہ اس کی bar کوئی پرشور شہر سے دور تھی جہاں کوئی بھی چیز بآسانی لوٹ لی جاتی۔ نہ صرف یہ کہ اس کو رات کے اندھیرے میں ہی یار لوگوں نے لوٹا بلکہ دن دیہاڑے بھی ہاتھ دکھا دیتے۔ تمام گاہکوں کی موجودگی میں بغیر بل کی ادائیگی کئے آنکھ بچا کر نو دو گیارہ ہو جاتے۔ ایک روز کوئی خاص تہوار تھا جبکہ bar گاہکوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تو ایسے میں چند بدمعاشوں نے bar کے مالک کی کار Chevrolet Sedan سے دن دیہاڑے dashboard میں نصب شدہ کیسٹ ریکارڈ چوری کر لیا۔ معمول کے مطابق شام کے کھانے کے وقت Ramon گھر پہنچ کر ہمارے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جاتا اور تمام دن بھر کی کاروائی کی رپورٹ دیتا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ Ramon، Garcia، Fuchu نے اہل خانہ سے علیحدہ بیٹھ کر کھانا کھانے کیلئے میز کی فرمائش کی جو کہ پوری کر دی گئی۔ اس کی وجہ یہ بتائی کہ وہ ہماری خلوت میں مداخلت مناسب خیال نہیں کرتے۔ بات معقول تھی اور میں نے بھی مان لیا۔ چند دنوں کے بعد ان کے میز سے جو کہ ہمارے کھانے کے میز سے زیادہ دور نہیں تھا بحث و تکرار کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ پتہ چلا کہ Garcia نہ صرف کھانے کا زیادہ حصہ اپنے پاس رکھتا بلکہ Fuchu اور Ramon کو بھی اپنی مرضی سے کھانا دیتا اور ان کو پتا تک نہیں ہوتا۔ تینوں کھانوں میں سے اپنا پسندیدہ کھانا سارے کا سارا اپنی تحویل میں رکھتا اور ہڑپ کر جاتا۔ اگر کھانے کے وقت کسی ایسے میز سے اٹھ کر جانے کے دوران ان کے میز پر جاتا تو Garcia تحکمانہ لہجے سے کسی چیز کی ہوئی تو لانے کا حکم دیتا۔ یہ ایک نامناسب اور نامعقول رویہ تھا۔ Garcia کو اس کے غیر منصفانہ سلوک کی وجہ سے سرزنش کی۔ اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

"Ramon اور Fuchu نہ صرف بہت زیادہ کھاتے ہیں بلکہ table manners سے بھی ناآشنا ہیں کیونکہ نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے پیشتر ازیں اتنا اچھا کھانا کھایا ہی نہیں اور میری بات کو ذرا دھیان سے سننا! کہ وہ جس کام پہ مامور کئے گئے ہیں وہ اس کے اہل ہی نہیں۔"

مجھے ایسا لگا جیسے وہ کہہ رہا ہو "فقر ہر کس بقدر ہمت اوست"۔ جب اس نے لمبی چوڑی مبلغانہ تقریر ختم کی تو میں نے اسے فیصلہ کن دو ٹوک الفاظ میں اپنا موقف واضح کیا:

"آپ تمام لوگ میری نظر میں ایک جیسے ہیں اور اپنے فرائض کو ایمانداری اور اپنے ضمیر کے مطابق سرانجام دینے کی توقع کی جاتی ہے جبکہ ہم پہلے ہی پریشان کن صورت حال سے دل گرفتہ ہیں اور تم غیر ضروری انتشار کی فضا کے مرتکب ہو رہے ہو جو کہ تمہارے تینوں میں نفاق کی صورت تشویش ناک ہی نہیں نقصان دہ ہے۔ تمہارے اتحاد میں رخنہ اندازی کسی طرح بھی مناسب نہیں کیونکہ تم لوگوں سے ہماری تحفظ کی امیدیں وابستہ ہیں تاکہ خوشگوار ماحول میں صرف ہماری حفاظت کیلئے اتحاد اور یکسوئی سے کام کرو۔ اگر کوئی دوسروں سے زیادہ کھاتا ہے تو یہ تمہاری سردردی نہیں۔ اخراجات کا بار تو میں برداشت کر رہا ہوں۔ تم نے اپنے اطوار درست نہ کئے تو مجھے کرنے پڑیں گے تمہیں مستقل چھٹی دینے کی نوبت آ جائے اور خاص طور پر کھانے کے دوران حاکمانہ لہجہ اور رویہ ناقابل برداشت ہے۔ جاؤ اپنا اپنا کام سنبھالو۔" میں نے اسے تنبیہ کی اور مجھے یقین تھا وہ اپنا رویہ درست کریگا اور میرے عزائم سے بھی آشنا ہوگا۔

Ramon اور Garcia کو ہم اچھی خاصی اجرت دے رہے تھے بلکہ یہ بھی وعدہ تھا اگر انہوں نے دشمنوں سے چھٹکارہ دلایا اور چھڑایا ہماری مشکلات کا ازالہ کر دیا تو وہ معقول انعام و اکرام سے نوازے جائینگے جبکہ Fuchu گورنمنٹ سے تنخواہ یافتہ تھا مگر ہم نہ صرف اس کی روزمرہ کی خواہشات کا احترام کرتے بلکہ اس کے اہلخانہ کی بھی اکثر و بیشتر ضروریات کیلئے پرسان حال ہوتے۔

اس دن سے کھانے کی چپقلش تو ختم ہوئی مگر Garcia کی خباثت کے دیگر پہلو منظر پر آنے شروع ہو گئے۔ وہ ایک خاص قسم کا Cowboy ہیٹ چاہتا تھا جو اس نے کسی کاؤبوائے کی مووی میں پہنے دیکھا۔ ایک سرخ رومال جو ڈیوٹی کے دوران دوسرے محافظوں کو بلا امتیاز شناخت کرائے۔ binoculars اور پولیس کا ایک سپیشل کارڈ جس کے دکھانے پر وہ جسے چاہے اور جس وقت چاہے چیک کر سکے۔ ایک adjustable سٹول جس کی بلندی کو جب وہ ڈیوٹی کے دوران اوپر نیچے کر سکے کیونکہ وہ سٹول پر ایک ہی سطح پر

Marfat.com

ہر وقت بیٹھنے سے تھک جایا کرتا۔ دھوپ کی تمازت سے بچنے کے لیے dark sunglases اور Panocho Villa (میکسیکو کا ایک خاص ہیرو) قسم کی کارتوس رکھنے کی بیلٹ، اس کی تمام خواہشات پوری کر دی گئیں۔

ایک دن جب میں نے اسے دیکھا تو اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکا۔ وہ سیدھا کھڑا تھا، سر پر Cowboy hat [illegible] دائیں ہاتھ میں چھپائے انداز سے پکڑی ہوئی Winchester [illegible] butt [illegible] اوپر سے جسم سے ذرا ہٹ کر اپنے دائیں ہاتھ سے Winchester کی نالی پر گرفت رکھتے ہوئے [illegible] binoculars بائیں ہاتھ میں اور سرخ رومال اس کی گردن سے یوں لپٹا ہوا کہ رومال [illegible] کا حصہ ڈھکا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا کہ مشہور امریکن John Wayne [illegible] کی فلم سے [illegible] lawn [illegible] کھڑا ہو۔ باوجود اس کی ان idiosyncrsies کی وجہ سے اس نے کوئی ایک ہفتہ تک [illegible] stamina سے کافی متاثر ہوئے مگر اب اس نے اور مطالبات شروع کر دیے جن کا تعلق ادویات سے تھا۔

میں شروع ہی سے گھر میں روزمرہ کی شکایات کے ازالے کے لیے ہر قسم کی ادویات کا ایک الماری میں [illegible] کی چابی میرے اور صرف میرے پاس ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اس نے مجھے فرش پر بیٹھ کر کوئی antihistaminic [illegible] مطالبہ کر سکتا ہے [illegible] ثابت ہوا۔ حالانکہ اس کی صحت قابلِ رشک تھی۔ [illegible] بڑھ جاتی۔ ناک کا متواتر بہنا، آنکھوں سے پانی بہنا، جسم پر خارش کے دھبے وغیرہ وغیرہ اور اس لیے میں نے کئی قسم کی ادویات [illegible] طور پر رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے کئی specialists سے مشورہ کیا یہاں تک کہ میں [illegible] سے مشہور زمانہ Harley Street لندن (فرض کیجیے یہ دوسری بار تھی جب میں علاج کی خاطر انگلینڈ گیا) میں ایک specialist سے مشورہ کیا [illegible] allergy کے مریضوں کی کیفیت ہوتی ہے۔ وقتی طور پر آرام تو آ جاتا ہے مگر [illegible] medical tests کیے گئے [illegible] pollens کی وجہ سے [illegible] London میں ایک specialist کی invisible mites [illegible] تکلیف میں رہتی یونہ ہوا میں allergens پر اس کا control ممکن نہیں [illegible] surgical mask [illegible]

Garcia نے مجھے اس دوائی کے متعلق پوچھا جو میں نے الماری سے نکالی تھی تو میں نے جواب دیا [illegible] جلدی خارش [illegible] کے لیے [illegible] اس نے اپنے جسم پر کھجلی کرنا شروع کر دی۔ میں نے اسے ایک [illegible] بعد صاف ہوجائے گی۔ دوسرے دن اس نے کہا کہ ان گولیوں نے تو جادو کا سا اثر کر دیا ہے۔ تب سے [illegible] ہے۔ میں نے [illegible] Parsel (analgesic) کی گولی بھی دی۔ ایک رات جب میں living-room [illegible] Garcia [illegible] مجھے [illegible] نیند نہیں آ رہی۔ میں نے اسے Laxatonil [illegible] دی۔ القصہ اس طرح کوئی نہ کوئی بیماری لگ جاتی اور میں اسے دوائی دیتا۔ میں نے [illegible]

ایک دفعہ [illegible] سے کوئی بڑی بچی [illegible] میں نے اس سے مختلف [illegible] Venezuela میں piano [illegible] piano [illegible] key [illegible] کی آواز ابھرتی ہے۔ [illegible] سے بڑا جب۔ خدا کا شکر ہے بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے [illegible]

Garcia کے برعکس Ramon بالکل مختلف ثابت ہوا۔ وہ معمول کے مطابق [illegible] شوقین نہ تھا جو سہولیات مہیا کی گئیں ان سے قناعت پسندی کی حد تک مطمئن۔ [illegible] نہیں ہوئی۔ Ramon [illegible] اوقات گھر کی حفاظت باہر کے حصہ تک رہتا۔ میں نے اس کے لیے ہی ساتھ گھر کی bar [illegible] تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو اسے دے دیا اور میرے حساب میں لکھ لینا۔ مثلاً snacks یا beer [illegible]

Marfat.com

مشہور ہے۔ bar کے مالک وہ فی سکون ہو گیا کیونکہ چور اور ٹھگ اس کیلئے وبالِ جان بنے ہوئے تھے۔ اس کے اپنے *vigilante* (چوکیدار) کے علاوہ ہمارے آدمی کی موجودگی نے اسے کافی حد تک تقویت دی۔

Ramon نے bar کے vigilante کے ساتھ جس کا نام Isidro تھا اور عمر اس کی کوئی پچاس سال کے لگ بھگ ہو گی اچھے تعلقات استوار کر لئے۔ Isidro اچھا خاصا موٹا آدمی تھا موٹاپے کی وجہ سے دوڑنا تو کیا چند میٹر بمشکل چل سکتا۔ اس کا بڑا پیٹ مالدار beer پینے والوں کی نشاندہی کرتا۔ وہ کسی اور کی حفاظت تو کیا اپنی حفاظت سے بھی قاصر تھا۔ مجھے bar کے مالک کی عقلمندی پر حیرت تھی کہ اس نے کس لئے اس "گن مین" کو اپنی حفاظت کیلئے رکھا ہوا ہے۔ کئی بار میں نے Ramon سے پوچھا کہ آیا Scotch پینا پسند کرتا ہے مگر وہ ایک دو beer کے cans یا بوتلیں پینے پر ہی اکتفا کرتا۔ دراصل شراب نوشی سے قدرے اجتناب کرنے والوں میں سے تھا اور اس کی یہ عادت بڑی حوصلہ افزا تھی کیونکہ Fuchu کم پر شراب نوشی کی وجہ سے غیر ضروری ذمہ داری بنا ہوا تھا۔ اس کی افادیت محض خطرہ پر منحصر تھی۔ سوائے اس کے وہ ایک سرکاری ملازم اور اس کے پاس مشکوک اور غیر مشکوک لوگوں کو گرفتار کرنے کا اختیار تھا۔ شاید Fuchu کی چھٹی کر دینے میں بہتری تھی لیکن میں نے ہمیشہ اس کے اس خیال کی مخالفت کی۔

Ramon شادی شدہ تھا۔ اس کے تین چھوٹے بچے اور بیوی تھی۔ وہ قلیل آمدنی سے نہ صرف اہلِ خانہ کو support بلکہ کسی وقت بچت بھی کچھ پس انداز کرتا۔ جو کچھ ہم اسے ہر دو ہفتے کے بعد تنخواہ کے طور پر دیتے بظاہر وہ اس پر مطمئن تھا۔ ایک دن بعد از دوپہر Ramon، Garcia، Fuchu اور میں living-room میں اکٹھے بیٹھے گھر کی حفاظت کو زیادہ موثر طریقے سے سرانجام دینے کے متعلق بات چیت کر رہے تھے۔ اگرچہ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض کا پتہ تھا تاہم میں نے دوبارہ تلقین کی کہ کس طرح کام اپنی کوشش سے بہتر کیا جا سکے جو پہلی میٹنگ باقی ہے اس کو دوسروں کے سابقہ سے زیادہ کارآمد بنایا جائے۔ شام کے وقت Garcia کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی اور چوکیدار Winchester لے کر اپنی مخصوص جگہ چھت کے اوپر سنبھال لیتا۔ اسے تاکید کر دی گئی کہ جو کوئی بھی گھر کے قریب آنے کی کوشش کرے اس کو مارنے کی بجائے اس کی ٹانگوں کو نشانہ بنائے کیونکہ محض زخمی کرنا مطلوب ہے اور جس کار پر معمولی شک گزرے اس کے نمبر نوٹ کر لیے جائیں۔ Ramon ریوالور کے ساتھ گھر سے باہر رہیگا اور جب مناسب سمجھے اس کو فائر کر سکتا تھا۔ ہمارا ہر ایک کا تجربہ تھا کہ بندوق چلانے سے باز رہا جائے۔ Fuchu گھر کے اندر سرکاری ریوالور کے ساتھ اور میں اور بیگم اضافی حیثیت سے handymen around رہیں گے۔

وینزویلا کی حکومت ان دنوں میں بخوبی واقف تھی کہ اپنی مشکلات سے چھٹکارہ حاصل کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہے اور وہ بھی جتنی جلدی ممکن ہو۔ حالات نہایت خطرناک اور حوصلہ شکن ہوتے جا رہے تھے۔

بجلی کا بلب غائب

تقریباً ایک ہفتہ اطمینان سے گزرا۔ قرین قیاس ہے شاید ہمارے دشمنوں کو ہماری سکیم کی خبر نے محتاط رہنے کی ترغیب دی یا اپنی تنظیمی کارروائیوں نے انہیں معطل کر دیا جو بہرحال آثار کچھ ایسے تھے گویا ہماری کوششیں رنگ لا رہی تھیں۔ برسات کا موسم تیزی سے حاوی ہو رہا تھا اور ایک شام تو طوفانی بارش ہوئی۔ قدرتی امر ہے کہ Ramon کو گھر کے اندر آ جانا پڑا۔ شدید بارش میں باہر رہنا حماقت تھی کیونکہ موسلادھار بارش میں پانی کی دبیز چادر کی اوٹ میں کسی ذی روح کا نظر آنا ناممکن ہے۔ Fuchu بھی گھر کی چھت سے نیچے اتر آیا اور سونے کی تیاری کرنے لگا جبکہ Garcia تو تھوڑے سے پیچ کر سو رہا تھا۔ بچے، خواتین اور ڈاکٹر صادق پہلے سے اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ Ramon، Fuchu اور میں living-room میں ستا رہے تھے۔ بارش کو تو جیسے آج ہی برسنا تھا۔ ہمارے علاوہ میری بیوی اور فرخ کے کمرے کی باہر والی lights کے سوا تمام گھر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ فرخ اور چھوٹی بچی غازیہ گہری نیند کی آغوش میں تھیں۔

اندر میری بیوی سب سے پہلے کمرے میں کسی حاجت میں living-room میں آئی اور بتایا کہ اس کے سونے والے کمرے کا باہر والا روشنی کا بلب اچانک غائب ہو گیا ہے۔ میں ایک وہمی شخص واقع ہوا ہوں اسلئے گھر کی تمام بتیاں، دروازہ جات کے bolts وغیرہ

Marfat.com

خود ہی چیک کر کے اطمینان محسوس کرتا ہوں اگر کوئی دیگر فرد کرے تو میری تسلی نہیں ہوتی لہذا مجھے بتیاں روشن کرنے کا یقین واثق تھا۔ انور کچن کے دروازے سے باہر گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ بقول اسکی بیوی کے واقعی روشن بلب غائب ہے۔ یقیناً کوئی شخص رات کو دیوار پھاند کر اندر آیا اور بلب اتار کر چلتا بنا۔ گویا مصائب و آلام نے ہمارے گھر کو اپنے حصار میں بدستور لیا ہوا ہے۔ ہماری مصیبتوں میں ایک نئے factor کا اضافہ ہو گیا۔

مذکورہ بالا بلبوں کو اتار لینا آسان کام تھا کیونکہ ان کے ارد گرد تاروں سے حفاظتی cage نہیں تھے۔ کوئی شخص بلب کو unscrew کر کے اتار جا سکتا لیکن bedroom کی کھڑکی کے اوپر چڑھے بغیر بلب اتار لینا بعید از قیاس تھا جہاں کھڑکی پر افقی شیشے لگے ہوئے تھے جو کہ bedroom کے اندر سے کھڑکی کے ساتھ والے lever کو گھمانے سے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ tropical ملک ہونے کی وجہ سے مچھروں کے حملے سے بچنے کیلئے وہ تمام کھڑکیاں جو گھر سے باہر کی طرف کھلتی ہیں ان پر افقی شیشے سے بیرونی سمت باریک جالی نصب اور کھڑکیوں کے نیچے باہر کی طرف کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں کوئی آدمی کھڑا ہو سکتا۔ یہ کھڑکیاں زمین سے level تھیں۔ جب تک کوئی زمین سے تین میٹر اوپر نہ ہوتا اس کی بلب تک رسائی ناممکن تھی۔ چھت کی منڈیر سے جھک کر بلب اتارنے کی کوشش عبث تھی کیونکہ چھت سے باہر نکلے ہوئے پرچھتی حائل تھے خواہ کوئی چھت سے کتنا ہی کیوں نہ جھکتے بلب تک رسائی نہ ہو سکتی۔ ہم سخت حیرت میں تھے کہ بلب تک رسائی کیلئے کوئی سٹول یا ارد گرد ایسی چیز بھی نہ تھی جس پر چڑھ کر بلب اتارنا ممکن ہوتا۔ خوفناک بارش میں انور نے step-ladder کی مدد سے ایک دوسرا بلب socket میں نصب کر دیا۔

Fuchu پر یقین اور حتمی موقف پر ڈٹا رہا کہ وہاں سے بلب غائب ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ وہ بلب شروع سے ہی اس جگہ پر نصب نہ تھا۔ Fuchu سراسر غلطی پر تھا کیونکہ میری سالہا سال کی عادت ہے کہ گھر کی عمومی نوعیت کی چیزوں کو میں اپنی ذاتی ذمہ داری سمجھتا ہوں۔ بہر حال ہم لوگ چوکس ہو گئے انور ایک کرسی پر کچن کے بیرونی دروازے کے ساتھ اندر کی طرف بیٹھ گیا جو دروازہ باہر کی طرف alley میں کھلتا ہے اور جو bedroom کے دامن سے گزرتی جہاں سے بجلی کا بلب چرایا گیا۔ Fuchu اپنا ریوالور تھامے کچن میں ادھر ادھر جذباتی انداز میں گھومنے لگا اور کبھی کبھار کھڑکی سے باہر بھی جھانک لیتا۔ میں living-room کے ایک صوفہ پر تقریباً سویا ہوا تھا۔

رات گیارہ بجے بارش تو تھم گئی مگر اندھیرا ایسا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا۔ میں اسی وقت جب ... کرنے کے علاوہ ان لوگوں کے ہوائی ڈیوٹی پر تھے۔ Fuchu نے بلب چیک کرنے کیلئے کچن کا دروازہ کھولا ... بلب غائب ہے۔ اچانک مجھے خیال گزرا کہ بلب کو شاید میں اس کے switch کو on کرتا ہوں۔ میں چپ ... کمرے میں گیا مگر بلب کا switch تو on تھا۔ میں نے گھر کی کیفیت سمجھتے ہوئے ... بلب غائب کھڑکی کے نیچے کنارے پر کیچڑ کا نشان تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوا کہ کوئی شخص کھڑکی کا سہارا لئے بغیر کوئی آلہ ... سے بلب اتار لیا جائے؟

اگلی صبح ناشتہ کی میز پر ہم اسی سوچ میں غلطاں تھے کہ بلب کی چوری تو درکنار اس socket تک رسائی کیسے ممکن تھی۔ ہم تمام لوگ باہر alley میں اور bedroom کی کھڑکی کے قریب گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ نالی پر سے نشانات کھڑکی کے نیچے والی زمین سے ہوتے ہوئے جنوب والی دیوار تک ثبت ہیں۔ کچھ دیوار سے باہر جا کر دیکھا تو کیچڑ میں سے نشانات سڑک کے کنارے پر جا کر غائب ہو گئے جو کہ ہمارے گھر والے بلاک واٹر پورٹ سے جدا کرتی ہے۔ وہاں جا کر دیکھتے ہیں کہ سیمنٹ کی بلاک alley کے ایک کونے میں پھاندنے کے اندر کچن کی دامن والی دیوار کے ساتھ ایک ٹیڑھی صورت میں پڑے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ مداخلت کرنے والا پھاند کر دیوار سے چھلانگ لگا کر اندر alley میں آ گیا اور احتیاط سے بلاک اس کھڑکی کے ساتھ ایک دوسرے پر رکھ کر ان کے اوپر چڑھ کر بلب تک رسائی حاصل کر لی ہوا۔ تعجب خیز بات تھی کہ ہم کو ... شکوک و شبہات اور عجیب و غریب واقعات سے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ کوئی غیر مرئی طاقت کا کارنامہ ہے۔

یہ فیصلہ کیا گیا کہ حالات میں ایک watchdog کو حاصل کیا جائے جو کہ گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے والوں

Marfat.com

پہرے کے لئے trained کیا ہوا میرے لئے ایک چینی کے دوست Pascual نے جس کو کتے پالنے کا شوق تھا ایک قریباً چھ ماہ کی مادہ Alsation تین ہزار bolivars میں خرید یا (ضمیمہ F 129)۔ یہ کتا وہ نہ تھا جو میرے زیر غور تھا لیکن جیسا کہ انگلش کا محاورہ ہے۔ "Something is better than nothing" میرے خیال کے برعکس یہ کتا نہایت ہی ظالم قسم کا ثابت ہوا۔ ہم نے اس کا نام Cerveza رکھا جو ہسپانوی زبان میں کسی قسم کی beer کو کہتے ہیں۔ کوئی 10 دن تک یہ کتا ہم لوگوں سے مانوس نہ ہوا۔ جب بھوک لگتی تب اس پر غنودگی طاری رہتی۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کا نام Cerveza تجویز کیا کیونکہ وہ شرابیوں کے سے انداز میں مدہوشی سے عالم میں غائب رہتا۔ آہستگی سے وہ قریب و جوار سے مانوس ہو گیا یہاں تک کہ back lawn میں اس نے اپنی حفاظت میں رہ کر ہر ایک کو اپنی حد میں داخل نہ ہونے دیتا۔ اگرچہ ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بلاوے پر چلا آتا مگر پھر اپنے مخصوص علاقے میں واپس چلا جاتا۔ خصوصاً رات کے وقت ہوا سے ہلتے ہوئے پتے کی آہٹ پر بھی alert ہو جاتا اور بھونکنا شروع کر دیتا۔ اس کی یہ عادت بڑی خوش آئند تھی۔ دن کے وقت ہم اسے زنجیر سے باندھ کر رکھتے البتہ رات کے وقت گھر کے اندر کی حد تک کھلا چھوڑ دیتے۔ ہم بڑے خوش تھے کہ ہمیں ایک ایسا کتا موثر ہتھیار کی صورت میں مل گیا جو ذرا سی آہٹ پر تمام رات بھونکتا رہتا ہے جو کہ ہمارے لئے سکون کا باعث ہے۔

یونیورسٹی کی چھٹیاں ختم ہونے کے بعد حالات کی چونکہ دو ہفتے تک ہم لوگ دشمنوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہے لہذا میں نہایت اطمینان سے یونیورسٹی میں اپنے کام اور طلباء کو پڑھانے میں یکسوئی سے مشغول ہو گیا۔

سیکیورٹی کا مزید بندوبست ہونے کی وجہ سے میں اطمینان سے یونیورسٹی میں کام کرتا تو یہ امر اطمینان بخش تھا کہ گھر کی حفاظت پر چار آدمی مامور ہیں۔ یونیورسٹی سے واپس آتا جب میں حفاظتی دستوں کی رپورٹ سے متعلق کئی قسم کے سوالات کرتا۔ بظاہر تا حال کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ حالات بتدریج بہتر ہوتے جا رہے تھے کوئی مشکوک کردار یا افراد نظر نہ آئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اچھے دن لوٹ آئے ہیں۔ ان کی تنخواہیں میرے پہلو دوش ہونے کے باوجود اخراجات کے احساس سے حالات تشویش ناک تھے۔ دس افراد خانہ کی تنخواہیں گھر کے خرچ سے چل رہی تھیں۔ انور نے متعدد بار کوشش کی کہ یہ بوجھ ہلکا کرے مگر میں نے ہمیشہ انکار کر دیا البتہ ان کی مدد سے بچوں کی تعلیم جاری رہی۔ ادھر پتھروں کی بارش، فائرنگ، بلب چوری ہونے بند ہو گئے۔

Compaito

ایک شام ساڑھے سات بجے ہم تمام لوگ رات کا کھانا کھا رہے تھے تو پتھروں کی برسات شروع ہوئی۔ چھوٹے آدمی Winchester بندوقیں ہاتھ میں لے کر چھت پر چڑھ گئے۔ Fuchu اور Ramon ریوالورز لئے فرنٹ ڈور سے باہر بھاگ گئے۔ Garcia نے back lawn کی دیوار کے اوپر binoculars کی مدد سے دیکھنا شروع کر دیا۔ انور اور میں ادھر ادھر ہر دالان میں سے ہوتے ہوئے بچوں اور خواتین کو پرسکون رہنے کی تلقین کرتا رہا کیونکہ گھر کی حفاظت پر چھ آدمی مامور تھے۔ گھر سے باہر قابل تشویش کوئی چیز نظر نہ آئی جس سے شبہ کو تقویت ملتی۔ کوئی دو گھنٹے کے بعد Fuchu اور Ramon واپس لوٹ آئے مگر خبر کے لحاظ سے کسی چیز یا چھت پر سے کسی قسم کی معلومات سے روشناس نہ ہو پایا۔

آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کوئی غیر مرئی طاقت کارفرما ہے میں نے سن رکھا تھا اور کتابوں میں پڑھا بھی کہ ایک غیر مرئی طاقت جسے peltergeist کہتے ہیں جو گھروں میں پتھر برسایا کرتی ہے مگر وہ گھر آسیب زدہ ہوتے ہیں۔ ہم نے دیگر مواقع پر پتھر پھینکنے والوں کو دیکھا تو یہ مراتی جلدی پتھر پھینکنے والے کہاں غائب ہو سکتے ہیں؟ قدموں کی چاپ اور کار کی آواز کے یکلخت وہ لوگ کہاں غائب ہو جاتے ہیں۔ Garcia کا خیال تھا کہ ہمارے دشمن آسانی سے گھر کے اس back lawn میں چھپ سکتے ہیں جو قدرے ہمارے گھر کی پچھلی دیوار سے ملحقہ ہے۔ یہ بات معقول تھی کہ ہمارے back lawn سے قدرے شمال کی طرف کے backyard کا انتظام غفلت برتی گئی۔ یہاں پر ہر قسم کے جنگلی پودے اور خود رو درخت بلا تمیز اگے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ دن کے وقت بھی ناممکن تھا کہ اس backyard میں چہل قدمی کی جا سکے گویا یہ ایک قسم کا گھر میں جنگل تھا بغیر خراشوں اور زخمی ہوئے گزر محال

Marfat.com

قانونی نقطہ نظر سے ہمیں یہ اختیار نہ تھا کہ ہم اس جنگل میں داخل ہونے کی جسارت کریں چونکہ ہم لوگ نامساعد حالات سے دوچار تھے۔ اپنے محافظوں کو سختی سے تاکید کر دی گئی کہ اب کے بار ایسا واقع ظہور پذیر ہونے پر گھر کے دروازے پر دستک دیں اور اندر داخل ہو جائیں۔ اگر اجازت نہ بھی ملے تو زبردستی داخل ہو جائیں اور ان کے backyard بلا لحاظ کی تلاشی لینے سے بھی گریز نہ کریں۔

مذکورہ backyard والے گھر کا مالک ایک پُراسرار شخص تھا۔ عمر رسیدہ، پیٹ باہر نکلا ہوا اور چہرہ لٹکا ہوا۔ اپنے سر پر ہمیشہ straw hat رکھتا۔ Fuchu ایک تجربہ کار policeman جو اس شخص سے بخوبی واقف تھا مگر اس کی سیاسی وابستگیوں سے نابلد اور یہ پہلو چھپا ہوا نہ تھا۔ ایک بات یقینی تھی کہ وہ تین کام ضرور کرتا ہے اور کام کرنے والے دنوں میں صبح اٹھ کر گھر سے نکل جاتا شام کو گھر لوٹتا۔ معمول کے مطابق جمعہ وینزویلا اور دوسرے ممالک میں رواج ہے۔ ہفتہ اتوار اس کے لیے چھٹیوں کے دن ہوتے۔

اگلی شام جب وہ کام سے گھر واپس لوٹا Ramon، Fuchu اور میں اس کے گھر کے دروازے تک گئے۔ پہلے دونوں کو Winchester دے کر تاکید کی کہ پیچھے back lawn سے اگر مشکوک ردعمل کا ذرا بھی شک گزرے تو فائر کرنے میں تامل نہ کرنا۔ میں نے اس کے گھر کی گھنٹی کا بٹن دبایا جبکہ اس نے دروازہ کھولنے میں ضرورت سے زیادہ وقت لیا۔ پیشتر اس کے کہ میں کوئی بات کرتا اس بوڑھے آدمی نے نہایت منافقانہ انداز میں ہماری زبوں حالی کا حوالہ دیا۔

”آپ لوگ ان مشکلات کے حصار میں کس طرح زندہ اور ثابت قدمی سے مقابلہ کر رہے ہوتے ہیں اگر میرے گھر کی تلاشی مطلوب ہے تو بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔“

یہ اس کی بڑی مہربانی تھی ہم اس کے گھر میں داخل ہوئے تو اس نے گھر کے backyard کے بلب on کر دیے۔ بمشکل W25 کا ہوگا اور اس کا کوئی shade نہ تھا۔ حسب معمول ہمارے پاس torches تھیں ہم نے اس کے backyard کی خوب تلاشی لی جس کے گنجان درختوں سے گزرنا آسان نہ تھا اور اس کے گھر کے کمروں کی بھی خوب چھان بین کر ڈالی۔ اس کے گھر کا backyard جسے میں نے گھر کے پیچھے tropical جنگل کا نام دیا کسی کے چھپنے کے لیے Ideal جگہ ثابت ہو سکتی تھی کیونکہ یہ دور تک پھیلا ہوا تھا جس میں درختوں کی بہتات تھی۔ ہو سکتا ہے شروعات میں ہمارے دشمن مالک مکان سے بے خبری میں وہاں کئی دفعہ چھپے ہوں۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جب بھی کوئی موقع ہو ہم اس کے backyard کی خوب تلاشی لیا کریں گے۔ وہ شریف آدمی اس بات پر رضامند ہو گیا۔

ایک شام ہمارا پڑوسی Mendoza جس کا مکان ہمارے مکان کی جانب شمال ملحقہ تھا اپنے چند دوستوں کے ساتھ اپنے گھر کے سامنے والے kerb پر شراب نوشی میں مشغول تھا جبکہ چھوٹے لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اس نے مجھے کسی بات چیت کے لیے بلایا تو اسطرح گویا ہوا:

”مجھے آپ لوگوں کے حالات اور مشکلات جان کر دلی طور پر رنج ہوا۔ مجھے اپنے دکھ تکالیف میں برابر کا شریک پائیں گے۔ صد حیف کس قدر تکالیف دہ حالات سے دوچار ہیں۔ بلا جھجک اگر ضرورت پڑے تو مجھے ایسے مواقع پر آواز دے سکتے ہیں۔“

میں نے جواب دیا ”جہاں تک محافظوں کا تعلق ہے ہمارے پاس کافی ہیں اور سنگین صورت حال سے نپٹنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔“ مقابلہ کرنے پر سینہ سپر ہو کر ڈٹ جانے کی بات سے اسے بڑا تعجب ہوا کہ یہ لوگ کس قدر فولادی اعصاب کے مالک ہیں اور دن رات اخراجات برداشت کر رہے ہیں۔ اس کا رویہ حوصلہ افزا تھا۔ مزید کسی ایک پڑوسی کو تو احساس ہوا کہ ہم لوگ کن حالات سے گزر رہے ہیں وقت آنے پر ہم اس پر بھروسہ کر سکتے تھے البتہ اس کا خیال تھا کہ اس تمام کارروائی کا ذمہ دار landlord ہے جو اپنا مکان خالی کرانے کیلئے مختلف حربے بروئے کار لا رہا ہے کیونکہ وہ بخوبی واقف تھا کہ مذکورہ landlord سے ”زیر زمین“ عناصر کے مراسم اور یہ لوگ پچھواڑے کی بستی کے رہائشی ہیں جہاں ہمارے دشمن ہنگامی صورت حال سے متاثر ہو کر غائب ہو جاتے۔ اس کی منطق میری سمجھ سے بالاتر تھی آخر اس کی بات کا کیا جواز ہو سکتا ہے کہ ہم مکان خالی کر دیں؟ بظاہر میرے دلائل سے Mendoza قائل ہو گیا مگر اب اس نے ایک اور وجہ پیش کر دی۔ وہ یہ تھی کہ چونکہ میں ایک بڑا مشہور سیاستدان تھا لہذا ہمارے اغوا کے امکان ہو سکتے ہیں تا کہ اعلیٰ حکام کو بھاری تاوان دینے پر مجبور کیا جا سکے۔ اس کے ایک دوسرے دوست نے بڑے سنجیدہ لہجہ میں بات کاٹتے

Marfat.com

نسیم اندر۔

ہوئے دیکھ چکی ہوں کہ تمہاری یونیورسٹی کا کوئی پروفیسر رقابت کے جذبے سے مغلوب تمہیں بھگانے کیلئے مصروف عمل ہے تا کہ تم استعفٰی دے دو اور وہ تمہاری position پر قابض ہو جائے۔

درحقیقت یونیورسٹی میں میری پوزیشن ایسی قابل رشک تھی جو حاسدانہ جذبہ کو تقویت دے یہ الگ بات ہے کہ میں نے محنت شاقہ سے نہ صرف اس یونیورسٹی میں بلکہ وینزویلا کی تمام یونیورسٹیوں میں خاص مقام حاصل کر لیا تھا۔ بہرحال تمام لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے دشمنوں کی پس پشت میں کسی امیر اور طاقتور شخصیت کا ہاتھ ہے جو ہمارا قافیہ تنگ کرنے پر بے دریغ دولت خرچ کر رہا ہے۔ یہ تمام معمہ اس دن حل ہو کر سامنے آئے گا جس دن پس پردہ طاقت نے ہمارے دشمنوں پر رقم خرچ کرنا بند کر دی۔ بالآخر Mendoza کے مدد وا پیدا ہونے میں لگ گیا خلوص دل سے مدد کی پیشکش کی اور اپنا ٹیلیفون نمبر بھی دے دیا۔

میرے ہونے والا اس سال بہت اچھا اس طرح لوٹ آیا سب کچھ under control ہمارے محافظ مستعدی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اسی دن قریباً نصف شب کو میرے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ لائن پر Mendoza اطلاع دے رہا تھا کہ اس کے اپنے گھر کی مینڈی کی دیوار پر کوئی شخص چڑھنے کی کوشش میں ہے اس کے اس ردعمل میں اس کا کتا متواتر بھونک رہا اور میں وہاں سے بخوبی پہنچ سکتا ہوں مجھے کتے کی مسلسل بھونکنے کی آواز آ رہی تھی جس پر ہم لوگ بھی کسی متوقع واقعہ کے انتظار میں مستعد ہو گئے۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے آگاہ کیا کہ میرے محافظوں میں سے ایک اس کے گھر کے back lawn کی جانب چلا جائے گا۔

میں نے ساحل سمندر والی bar پر فون کیا جہاں Ramon ادھر ادھر گھوم رہا تھا جس شخص نے bar میں ٹیلیفون سنا۔ میں نے اسے Ramon کو لائن پر آنے کی درخواست کی اور Ramon کو میں نے تازہ صورت حال سے آگاہ کیا اس نے جواب دیا

ایک شخص کار سے اترا اور bar میں آ کر شراب پینے لگا جبکہ اس کے دو ساتھی ہمارے گھر کے بلاک کے گرد چکر لگانے میں مصروف ہو گئے۔ میں ان کا پیچھا کرتا رہا تا کہ میں نے انہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا اور نہ ہی ان کو میرا پیچھا کرنے کا علم ہوا۔ ان لوگوں نے ہمارے Mendoza کے گھر کی طرف جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو میں ٹیلیفون پر آگاہ کروں گا تا کہ آپ سے ہدایات لے سکوں۔

میں نے چھت پر متعین چوکیداروں سے متعلق اطلاع دی جبکہ انور نے بھی گھر کے back lawn میں laundry area کے قریب پوزیشن مستعدی سے سنبھال لی۔ کوئی رات دو بجے کے قریب Mendoza میں مذکورہ جگہ کی طرف رواں دواں ہو کے اور چند ہی بعد واپس لوٹے۔ ہوا یوں کہ دو اشخاص جن کے متعلق Ramon نے اطلاع دی Mendoza کے مکان کے back lawn کی پچھلی دیوار پر چڑھنے کی کوشش میں تھے۔ Ramon نے انہیں للکارا اور ان کا ساتھی جو بار میں شراب پی رہا تھا جلدی سے باہر آ نکلا اور فائرنگ شروع کر دی۔ وہ دو مذکورہ افراد چھلانگ لگا کر کار میں کود گئے اور کار سرعت سے بلاک کے شمال کی طرف رواں ہو گئی چونکہ رات اندھیری تھی Ramon کی فائرنگ رائیگاں گئی۔ وہ نہ تو کار سواروں کو اور نہ ہی کار کو نشانہ بنا سکا البتہ اندر سے اپنی کار سے انہیں کار وہاں کی تیز رفتاری سے جاتے دیکھا۔ اس کار کی کوئی نمبر پلیٹ نہ تھی مگر اسے یقین تھا کہ یہ ایک grey رنگ کی Nova کار تھی ہم اس دفعہ بھی اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے۔

Ramon اپنی ڈیوٹی پر bar میں موجود رہا۔ ہمارے گھر سے کوئی 500 میٹر دور ساحل سمندر پر ایک club ہوتی تھی جو چند ہی بچے مخصوص تھی۔ یہ club ملازمین گورنمنٹ telecommunication محکمہ کے لیے تھا مگر دوسرے لوگ ممبران کی سفارشات سے مستفید ہو سکتے۔ جو شخص اس کلب کا انچارج تھا اس کی عرفیت Compaito تھی۔ میں اسے ان دنوں سے جانتا جب میری شادی نہ ہوئی اور میں اس کلب سے کوئی 3 Km دور شمال کی طرف Hotel Caribe میں رہا کرتا۔

Hotel Caribe سے عین بالمقابل Avenida Universidad کے مغربی کنارے پر ایک متروکہ bomba (Filling station ہسپانوی زبان میں) تھا۔ Compaito اس خستہ حال پراپرٹی کے ایک کمرہ میں مالک کی حیثیت

Marfat.com

سے رہائش پذیر تھا۔ یہ کمرہ دوسرے کمروں سے نسبتاً بہتر ثابت ہوا۔ سرِ دست یہ بھی عرض کرتا چلوں اس bomba سے قریب ایک open air کیمپ جسے جیل خانے کے طور پر وینزویلا کا ڈکٹیٹر Perez Jimenez استعمال میں لایا کرتا (تفصیلات اس باب کے آخر میں ملاحظہ ہوں)۔ میں Compaito کو اپنی کار صاف کرنے، لانڈری کرنے، گیہوں وغیرہ دینے جایا کرتا۔ اس کا قد چھوٹا اور جسم barrel-chested تھا۔ اسے کبھی سکول جانے کا اتفاق نہ ہوا یہی وجہ تھی کہ وہ اپنا نام لکھنے سے قاصر اور وہ بھی اپنی عرفیت Compaito کے نام سے آشنا تھا۔ بعض اوقات مجھے اس کے ساتھ شراب پینے کا موقع ملتا تو وہ مجھے عجیب و غریب داستانیں سناتا۔ گاہے بگاہے میں اسے ویسے ہی رقم تھما دیتا جس کی وجہ سے وہ میرا ممنون بھی تھا۔ اب وہ یونین کے کلب کا انچارج تھا۔ کئی سالوں سے میرا رابطہ اس سے منقطع رہا مگر مجھے مکمل یقین تھا کہ وہ اب بھی میری عزت کرتا ہے اور میری مدد میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے گا۔ مجھے grapevine (سرگوشیاں کرنے والے لوگ) نے یہ بھی بتا دیا تھا وہ ہمارے دشمنوں میں سے کسی ایک کو جانتا بھی ہے۔

ایک جمعے کے دن بعد از دوپہر میں اس کے کلب میں گیا جو اس وقت بالکل خالی اور وہ فرنٹ روم کے ایک کونے میں mattress پر گہری نیند سو رہا تھا۔ میں نے اسے جگایا کئی سالوں کے بعد اچانک دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ میری بیلٹ کے holster میں ریوالور دیکھ کر تشویش ناک انداز میں چونکا۔ اگرچہ Fuchu پام کے درختوں کے پیچھے سے beach پر پولیس بھی دھیان رکھے ہوئے تھی میں نے یہ دانستہ مزید احتیاط کیلئے ریوالور اپنے پاس رکھا۔ Compaito نے ایک کرسی پر مجھے بیٹھنے کی دعوت دی جبکہ خود آنکھیں ملتا ہوا ایک سٹول پر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے احوال سے آگاہ کرنا شروع کیا۔ اس نے بڑی توجہ سے میری بات سنی۔ میں نے اپنی داستان کو مندرجہ ذیل الفاظ سے ختم کیا:

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم ہمارے دشمنوں میں سے چند ایک کو جانتے ہو جو تمہارے کلب میں اکثر آتے ہیں اور کلب کا وقت گزر جانے کے بعد بھی وہ کئی کئی گھنٹے بیٹھے شراب پیتے رہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے ان کی شناخت بتانے سے متعلق کچھ پس و پیش سے کام نہیں لوگے اور اطمینان رکھو تمہیں کوئی کسی قسم کا گزند نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حالات سے متعلق پولیس کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اگر تمہیں ضرورت پڑے تو پولیس کی حفاظت بھی مہیا کر دی جائے گی۔"

چند لمحے کیلئے اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس نے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے دھیمی آواز میں کہا کہ وہ ان لوگوں کو نہیں جانتا جن افراد سے دلچسپی رکھتے ہیں اگر اس کو مطلوبہ افراد سے متعلق معلومات حاصل ہوئیں تو وہ بخوشی مطلع کر دے گا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ ہماری مشکلات کو کافی عرصے سے جانتا ہے۔ دراصل تمام شہر بلکہ مضافات میں بھی ہمارے حالات کی خبر گرم ہے اس لیے کوئی حیرانگی کی بات نہ تھی کہ Compaito بھی بخوبی واقف ہے۔ میں نے اسے انعام کا لالچ دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے دشمنوں کی نشاندہی کرے مگر وہ تو گویا اسی بات پر اڑ گیا کہ وہ انہیں بالکل جانتا ہی نہیں۔ پھر میں نے دھمکی آمیز لہجہ اختیار کیا اور اس بات پر زور دیا کہ ایک سفید کپڑوں میں ملبوس سراغ رساں پام کے درختوں کی اوٹ سے تم پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ میرے اشارہ دیتے ہی وہ تمہیں پولیس سٹیشن لے جائے گا۔ وہ تمہیں تفتیش کیلئے بند کر دیں گے۔ Compaito نے زیرک انداز میں جواب دیا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں جو آپ کو مطلوب ہیں۔ اس کا جواب کیا تھا لہذا میں نے غصے سے کہا:

"بیشک میرے پاس ثبوت موجود ہے۔ میں اس آدمی کو یہاں ابھی اور اسی وقت لے آؤں گا جو اس بات کا گواہ ہے کہ تمہارے کلب کی bar میں وقت گزرنے کے بعد بھی شراب پیتے ہیں بلکہ تم بھی اسی شرابی حلقے میں سے ایک ہو اور یہ بھی کہ وہ تمہاری اس جگہ پر marijuana پینے پلانے استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک عادی drug-addicts بھی ہیں اور یہ تماشہ ہر weekends پر ہوتا ہے۔ جب دوسرے کلب چلے جاتے ہیں۔" یہ من گھڑت کہانی میں نے اسے محض دھمکانے کیلئے گھڑی تھی اور یہ بات جھنجھوڑنے کیلئے کافی تھی۔ فوراً ہی اس کا رنگ پیلا پڑ گیا اس کے ہاتھ کانپنے لگے اور اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے مگر بہت دیر تک ملاحظہ فرمایئے اس کے لبوں پر جنبش تک نہ ہوئی۔

یہ کہتے ہوئے میں نے آخری وارننگ دی:

Marfat.com

"میں اپنے محافظ واشنگٹن روانہ ہونے والا ہوں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اپنے انجام کیلئے تیار ہو جاؤ۔ انجام جو نہایت خطرناک بھی ہو سکتا ہے اور تم ہو۔ مجرموں کی جان بوجھ کر پشت پناہی کر رہے ہو۔ تم بھی ان میں سے ایک اور اس کالے دھندہ کا تمہیں بخوبی علم ہے۔"

جونہی میں Fuchu کی آواز پہنچی ختم ہوا تو Compaito نے میرے پاؤں پکڑ لئے اور آہ وزاری شروع کر دی۔ "میرے پیچھے کی پیشیں سخت رو رہا اور کتنی ہاتھوں سے پالا پڑا ہوا ہے۔ یہ ناگہانی آفت مجھے مزید قانونی پیچیدگیوں میں پھنسا دے گی۔ وہ تفتیش کرنے کیلئے تیار ہے لیکن نہ ہی تو وہ ان کے نام جانتا اور نہ ہی اسے خبر ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں، مزید اضافہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہ ہر اتوار بعد از دوپہر وہ میری بار میں آتے ہیں علاوہ ازیں کبھی کسی رات کو بھی آن ٹپکتے ہیں اگر آپ آئندہ اتوار کو آئیں تو میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کر دوں گا۔ ہاں یہ کام ذرا احتیاط سے کرنا کیونکہ اگر انہوں نے آپ کو میرے ساتھ دیکھ لیا تو وہ میری جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ میں آپ کو اپنی جان کا واسطہ دیتا ہوں por Dios (خدارا) مجھے اس معاملے میں نہ الجھائیں میں پہلے ہی بہت خوفزدہ ہوں چونکہ ان لوگوں سے۔ اگر ان لوگوں کو پتہ چل گیا کہ میں stoolpigeon ہوں تو مجھے ہلاک کرنے سے بھی دریغ نہ کریں گے۔" لہٰذا میں رضامند ہو گیا اور اگلی اتوار Fuchu کو لیکر کلب پہنچ گیا (ضمیمہ 130)

کلب شرابیوں سے بھرا پڑا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا کہ یہ جگہ کلب سے زیادہ beerjoint تھی کیونکہ مہمان میں شرابیوں کی اکثریت واضح تھی۔ جب ہم پچھلے دروازے سے کلب میں داخل ہوئے اور Compaito کے bedroom cum living room میں گئے تو کسی کو ہمارے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ ہمیں دیکھتے ہی Compaito پسینہ سے شرابور ہو گیا اور اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پھر کوئی آدھ گھنٹے بعد اس نے میری طرف اشارہ کیا جو کہ کلب کی beach پر پام کے درختوں کے سائے میں تھا۔

Jukebox سے Mexico کے مشہور singer بنام Javier Solis کے ریکارڈ کی آواز گونج رہی تھی۔ شور اس قدر زیادہ تھا کہ آواز سنائی نہ دے رہی تھی اور شرابیوں کی گفتگو بھی گم ہو گئی۔ Fuchu نے مجھے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کے پاس چند منٹ کیلئے بیٹھو۔ وہ شکل و شباہت سے مشکوک قسم کے نظر آئے اور تمام تر شراب کے نشہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے چند ایک ساتھی بھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے قریب سے ان کی lookout duty پر ہوں (ضمیمہ 131) ہم نے دور سے ان کی اشکال کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیا تاکہ مستقبل میں ان کو پہچان سکیں۔ ان میں سے تین اشخاص نے داڑھیاں لاپرواہی سے بے تحاشا چھوڑی ہوئی تھیں اور ان کے بال شانوں تک بے ہنگم اور نہایت گندے لباس میں ملبوس تھے۔ ان میں سے دو شریف آدمی معلوم ہوتے جو کہ عام شہریوں میں بغیر شک کے گزر سکتے۔ ہم ابھی گفتگو میں مصروف تھے کہ ان میں سے ایک نے Compaito کو آواز دی۔ Compaito نے اس کی آواز کو ignore کر دیا جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ اسکے ساتھ ہی وہ شخص counter پر آ گیا جب کہ ہم side-room میں تھے جس کا دروازہ بار میں کھلتا۔ اس نے اب پرزور آواز سے پکارا مگر Compaito نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس شخص کو غصہ آ گیا اور وہ counter سے اوپر چھلانگ لگا کر ہمارے والے کمرے میں آن دھمکا۔ جونہی اس نے ہمیں دیکھا وہ گولی کی رفتار سے واپس مخصوص انداز میں دروازے سے نکلتا ہوا تیزی سے بھاگ نکلا جبکہ اس کے تمام ساتھی ادھر ادھر بکھرتے ہوئے ہجوم میں سے کھسکتے ہوئے باہر کی طرف رفوچکر ہو گئے۔

یہ بات واضح ہو گئی۔ Compaito ان لوگوں کو جانتا تھا۔ میں نے اس کی خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جس سے اس کو شرمندگی سے شدید دورے پڑنے لگے۔ کئی بار مجھے خیال آیا کہ وہ بیہوش ہی نہ ہو جائے۔ bar میں کھلبلی مچ گئی۔ کئی کرسیاں اور میزیں سمجھو ادھر ادھر بکھر گئے کیونکہ گاہکوں نے جب Fuchu کو دیکھا تو جلدی میں ادھر ادھر جدھر منہ اٹھا سرپٹ بھاگ نکلے۔ Fuchu نے ایک دفعہ ہوائی فائرنگ کی۔ قانون کا احترام کرنے والے لوگ خوفزدہ ہو گئے اور وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت سمجھی۔ آخر میں Fuchu، Compaito اور میں ہی بکھرے ہوئے فرنیچر، ٹوٹے ہوئے گلاسوں کے درمیان رہ گئے۔

beach پر ایک لکڑی کے bench سے اوپر پام کے درختوں کے نیچے Compaito ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور وہ اس قدر پریشان ہو گیا اور اس قدر بے ربط باتیں کرنے لگا جن کی کوئی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ اس کے آنسو بہہ نکلے اور بچوں کی طرح بڑبڑایا:

"وہ بہت ہی برے لوگ ہیں۔ انہیں پتہ چل گیا ہے کہ میرے آپ لوگوں سے روابط ہیں۔ مجھے تو اب اپنی جان کا خطرہ

Marfat.com

ہے۔ گذشتہ دنوں کی بات ہے کہ دوپہر سے پہلے یہ لوگ شراب سے پھر high ہو گئے اور اپنے ہی ایک ساتھی کو اس جگہ پر جہاں میں بیٹھا ہوں اتنی بے دردی سے شراب کی ٹوٹی بوتلوں سے زخمی کیا کہ وہ بیچارہ دیکھتے دیکھتے دم توڑ گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے انہوں نے اسکی لاش کے ٹکڑے کئے اور میرے ہی کمرے سے بوری لا کر اس میں باندھا پھر اس بوری کے ساتھ بھاری پتھر باندھے اور رات میں ڈال کر Hotel Cumanagoto سے کوئی دو کلومیٹر شمال کی طرف جا کر سمندر کے اس حصے میں پھینک آئے جہاں sharks زیادہ ہوتی ہیں اور مجھے سختی سے تاکید کی کہ اگر میں نے منہ کھولا تو میرا بھی یہی حال ہو گا بلکہ اس سے بھی بدتر ہم تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر رونے اور کانپتے کانپتے سسکیاں بھرنے لگا۔

ہمیں Compaito کے کمزور پہلو کا پتہ چل گیا اور میں نے جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے کہا "دیکھو۔ تمہیں کہیں نہیں چھوڑیں گے کیونکہ انہیں علم ہو گیا ہے کہ تم ہمارے پاس انکی خبر رسانی کا کام کرتے ہو اور پھر پولیس کے پاس بھی تو بقول تمہارے تمہاری history sheet موجود ہے۔ اگر تم عقلمندی سے کام لو تو میں اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے تمہارا نام پولیس کے کاغذات سے نکال سکتا اور تمہیں پولیس کی حفاظت بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ اب بال تمہارے کورٹ میں ہے کہ تم ہمارے ساتھ مخبری کرتے ہو یا نہیں؟"

اس نے دوبارہ رونا شروع کر دیا اور بار بار یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ نہ تو ان کے نام جانتا ہے اور نہ ہی ان کا کوئی پتہ معلوم ہے۔ یہ لوگ اس کے کلب میں صرف اور صرف شراب اور دیگر نشہ بازی کی غرض سے آتے ہیں اور ہمیشہ دوسروں کے چلے جانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہتے اور پھر اپنے کالے دھندوں کے لئے نکل جاتے ہیں۔ وہ یہی رٹ لگاتا رہا کہ یہ لوگ بڑے خطرناک ہیں اور وہ اپنی جان کو انکے کام میں دخل اندازی سے خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ اس نے انتہائی منت سماجت سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اسے کسی قیمت پر کسی طرح سے بھی اس بکھیڑے سے باہر رکھا جائے کیونکہ اس کے پاس نہ ہی ہمت اور نہ ہی فراغت ہے کہ ان کے جنجال میں پھنس جائے۔

وہ تقریباً ٹوٹ چکا تھا مگر اس کی منت سماجت کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا اور میں برس پڑا۔

"تم ایک son of a bitch ہو اب تمہاری باری ہے۔ حالات کا سامنا کرو تمہیں اس بات کا بخوبی اندازہ نہیں کہ ہم لوگ کن حالات سے گزر رہے ہیں اور تم صرف اور صرف اپنی سلامتی کا رونا رو رہے ہو مگر میرا تمام خاندان عورتیں، بچے اور دور سے آئے ہوئے مہمان انکی چیرہ دستیوں سے مشق ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ہمارے دشمن کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ مختلف ہتھکنڈوں سے ظلم کی چکی میں پیس رہے ہیں۔ اب میرا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا اور میں کشتیاں جلا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ پیچھے ہٹنے کے تمام راستے بند اور ہم ہر قسم کے انجام کیلئے تیار ہیں۔ خواہ انجام کتنا ہی خطرناک کیوں نہ ہو ایک تم ہو کہ ہماری معاونت سے انکار کر رہے ہو لہذا تمہیں بخوبی علم ہونا چاہئے کہ تمہاری قسمت میں اب کیا ہے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا اور اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

کچھ وقت کے لئے وہ ساکت بیٹھا رہا۔ پھر نہایت دھیمے لہجے سے کہنے لگا:

"یہ لوگ مختلف مواقع پر مختلف کاروں میں آتے ہیں اور اگر میں آئندہ ہفتے کے دن bomba پر ہوں تو وہ مجھے کسی نہ کسی ایک کار کی نشاندہی کر دے گا۔ عموماً ہفتے کے روز وہ کسی نہ کسی کار کی service اسی bomba پر کراتے ہیں۔"

اس bomba کے ساتھ ایک bar جہاں ریسٹورینٹ کی سہولت بھی تھی ہر قسم کے "ریزیڈینٹ" سے تعلق رکھنے والے لوگ شراب وغیرہ پیتے جس دوران انکی کار کی سروس ہو رہی ہو۔ اس نے مجھے تاکید کی کہ نہ ہی تم اور نہ ہی کوئی اور سادے کپڑوں میں policeman ہو کیونکہ وہ لوگ آپ کو بخوبی جانتے ہیں۔ مجھے اس کی یہ بات معقول لگی۔ میں نے اسے کہا کہ ایک نوجوان نیلے رنگ کی قمیض اور سفید پتلون پہنے ہوئے جو کہ میرا خاص آدمی ہے bomba کے ارد گرد گھومتا رہے گا اس طریقے سے کوئی اس پر شک نہ کرے گا مگر یہ بھی اچھی طرح سے سن لو کہ اگر تم نے ہمیں گمراہ یا بیوقوف بنانے کی کوشش کی تو اس کے ذمہ دار تم اور صرف تم ہو گے اور اگر اپنی جان بچانا مقصود ہے تو کسی موثر طریقے سے ہمارے دشمنوں کی ٹھیک نشاندہی کرو۔ ملزمان کی کار کا پتہ چل جائے تاکہ ہم اس کے تمام کوائف نوٹ کر لیں۔ Compaito نے مجھے مطمئن کرنے کی کوشش کی اور میری اسکی یقین دہانی سے توقع وابستہ ہوئی۔

Marfat.com

میرا ایک دوست Sixto Andrade ابھی میری شادی نہ ہوئی تھی تو ان دنوں سے میرے دوستوں میں سے ایک تھا جس کے ساتھ میں "آوارہ گردی" میں رہتا۔ میری تمام تر مہربانیوں کا اعتراف کرتا لہذا وہ میرا تہہ دل سے مشکور تھا، ہمیشہ کہا کرتا اگر زندگی کے کسی موڑ پر میری ضرورت پڑے تو میری خدمات حاصل کرنے کیلئے بغیر ہچکچاہٹ کہہ دینا میں دل و جان سے حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ منگل کی صبح وہ مجھے ملنے آیا تو میں نے اس کے ساتھ ہفتہ کی دوپہر کے وقت مذکورہ bomba ملاقات کی بات کی اور رضامند ہو گیا۔ ملاقات کے دوران میں نے اسے کہا کہ مجھے کسی قابل اعتماد دوست کی تلاش ہے۔ یہ سنتے ہی وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا اور کہنے لگا مجھے تو بس اسی بات کی تمنا تھی کہ ڈاکٹر نصیر بھی کبھی مجھے کسی کام کے لیے کہے گا۔

Andrade اس کام کیلئے موزوں شخص ثابت ہو سکتا کیونکہ وہ Cumaná شہر سے باہر Cariaco خلیج کے کنارے ایک گاؤں Mariguitar کا رہائشی اور کبھی کبھار اس کا Cumaná آنا جانا ہوتا۔ سب سے ضروری بات یہ تھی کہ Compaito سے اس کا دور تک کا بھی تعلق نہیں بلکہ بالکل اجنبی تھا۔

میں نے اسی روز اسے ایک Navy blue قمیض اور سفید trousers شہر سے خرید کر دیئے اور اسے تفصیلاً پروگرام کے متعلق سمجھا دیا کہ اس bomba پر کوئی شخص کسی کار کی طرف اشارہ کرے تو نہایت رازداری سے کار کی نمبر پلیٹ نوٹ کر لے اور اس کار کے ماڈل، رنگ اور شکل اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے۔ کافی احتیاط کی ضرورت ہے bomba پر تمہاری موجودگی اور حرکات و سکنات و شکل کی نظر سے کوئی دیکھنے نہ پائے۔ احتیاط اور رازداری اس کام کے اہم جز ہیں۔ تمام معاملات طے ہو گئے اور ہم ہفتہ کی دوپہر کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔

تعجب کی بات ہے کہ Perez Jimenez کے بعد ڈاکٹر Romulo Betancourt جو کہ راقم کے دوستوں میں سے تھا، نے تختہ الٹایا اور وینزویلا میں 1958 میں جمہوریت کی بنیاد رکھی۔ Dr. Romulo Betancourt اپنی جلاوطنی کے دوران لندن کے مشہور زمانہ Hyde Park کے Speakers Corner میں نہ صرف وینزویلا کے ڈکٹیٹر بلکہ دنیا کے دوسرے ڈکٹیٹروں کے خلاف پرجوش تقریریں کیا کرتا۔ راقم جب انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم کیلئے مقیم تھا تو گاہے بگاہے Hyde Park میں لوگوں کی تقاریر سننے کے لئے چلا جایا کرتا۔ اصل میں راقم کے وینزویلا جا کر کام کرنے میں ڈاکٹر Betantcourt کی ہی مہربانی شامل تھی۔ کئی سالوں کے بعد جب Dr Betancourt اپنے جمہوری صدارت کے چار سال پورے کر کے سوئٹزرلینڈ آرام کرنے کیلئے چلا گیا اور کئی سالوں کے بعد جب سمندری جہاز کے ذریعہ واپس وینزویلا لوٹا تو اس کا جہاز وینزویلا کی سمندری بندرگاہ La Guaira جو کہ وینزویلا کے دارالخلافہ Caracas سے شمال کی طرف کوئی چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے لنگر انداز ہوا تو Cumaná سے کئی مشہور و معروف شخصیات ان کا استقبال کرنے کیلئے بندرگاہ پر گئیں۔ ان شخصیات میں سے میرا ایک دوست Dr. Domingo Villalba بھی تھا۔ جب Dr Villalba نے Dr Betancourt سے مصافحہ کیا تو Dr. Betancourt نے پوچھا "میرے دوست ڈاکٹر نصیر کا کیا حال ہے؟" کمال اعلیٰ شخصیت کا حامل تھا Dr. Betancourt! ملاحظہ فرمائیے کہاں اتنی اعلیٰ شخصیت اور کہاں یہ ناچیز!

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ یاد آیا۔ جب Dr. Betancourt وینزویلا کا صدر تھا تو یونیورسٹی کی لائبریری کا افتتاح کرنے کیلئے Caracas سے Cumaná آنا پڑا لہذا ایک Five Star ہوٹل Cumanagoto میں جو کہ سمندر کے ساحل پر واقع ہے شام کو reception کا انتظام تھا۔ امریکہ کا سفیر، وینزویلا کی دیگر معروف شخصیات بھی موجود تھیں۔ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ اسی ہوٹل کی beach پر beach umbrella کے نیچے مشروب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ہوٹل کے Public address system پر اعلان ہوا "Senior Presidente Dr. Betancourt ڈاکٹر نصیر کو یاد فرما رہے ہیں۔"

ہم نے خوش گپیوں میں مصروف سمندر کی نیلگوں لہروں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بات آئی گئی کر دی۔ تھوڑے وقفے کے بعد دوبارہ اعلان ہوا۔ اسی اثناء ہوٹل انتظامیہ کا ایک barman بنام Camacho جو کہ میرا پسندیدہ آدمی تھا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا کیا تم نے سنا نہیں Senior President تمہیں یاد کر رہے ہیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اپنی پتلون، قمیض وغیرہ درست کی باتھ

Marfat.com

میں شیشے کا ایک گلاس جو قریباً نصف social whiskey سے بھرا ہوا تھا، dais کی طرف چل دیا۔ حسب معمول ہاتھ میں ۔۔۔ میں موجود تھا جونہی میں ڈائس پر پہنچا تو Dr. Betancourt نے اٹھ کر راقم کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کی ترغیب دی۔ چند ایک دوستوں سے تعارف بھی کرایا۔ Dr. Luis Manual Penialver ہماری یونیورسٹی کی Rector جو نہایت ہی مہربان بلکہ یوں کہیے کہ میں اس کا protegee تھا۔ اس سے ہمارے گھریلو مراسم بھی تھے۔ میں نے ایک parasitic species کا نام بھی اس کی honour میں Cercaria penialveri رکھا۔ موجود تھا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پریذیڈنٹ کے دائیں بازو پر پلاسٹر لگا ہوا تھا۔ میں نے پریذیڈنٹ سے دریافت کیا: "آپ کے اس بازو کو کیا ہوا، کیا چوٹ لگی ہے؟"

"ہاں معمولی چوٹ آئی ہے۔ جب میں Maracay میں (Caracas سے مغرب کی طرف کوئی 80 کلومیٹر کے فاصلہ پر وینزویلا کا Airforce base ہے) ایک تقریب کیلئے گیا تو وہاں Communists نے بم پھینک دیا۔" President جمہوریت کا دلدادہ اور Communism کے زبردست خلاف تھا۔ Perez Jimenez تختہ الٹنے کے بعد Miami (USA) بھاگ گیا اور بعد میں Spain جاکر آباد ہو گیا۔

Romulo Betancourt بائیس فروری 1908 وینزویلا کے صوبے Miranda کے مقام Guatire میں پیدا ہوا اور ستمبر اٹھائیس 1981 کو نیویارک میں وفات پائی۔ وہ anti-Communist، leftist سیاست دان تھا۔ جب وینزویلا کا صدر منتخب ہوا تو زرعی اصلاحات، صنعتی ترقی اور حکومتی امور میں عوام کی شمولیت کا حامی تھا۔ Caracas یونیورسٹی میں 1928 میں پڑھ رہا تھا تو ڈکٹیٹر Juan Vicente Gomes کے خلاف محرک ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ چند ہفتوں کے بعد رہائی پائی لیکن دوبارہ Gomes کے خلاف تحریک چلانی شروع کر دی لہذا اسے جلاوطن کر دیا گیا۔ 1936 تک وہ بیرون ملک رہا۔ اس دوران اپنے تجربات پر ایک کتاب لکھی اور کچھ عرصہ کیلئے Costa Rica کی کمیونسٹ پارٹی میں شرکت بھی کی۔ 1937 میں واپس وینزویلا لوٹا مگر 1939 میں پھر جلاوطن کر دیا گیا۔ 1941 میں اسے واپس آنے کی اجازت ملی اور اس نے leftist anti-Communist پارٹی Accion Democratica کی بنیاد رکھی جس نے 1945 میں Gen. Isaias Medina Angarita کے خلاف coup کے بعد ملک کا اقتدار سنبھالا۔ coup کے بعد اس کو عارضی طور پر وینزویلا کا پریذیڈنٹ مقرر کیا گیا اور اس نے نئی constitution تیار کی۔ social reforms کی بنیاد رکھی، سکولوں کو ۔۔۔ اس نے تیل اور پیٹرولیم انڈسٹری پر زیادہ کنٹرول حاصل کیا۔ 1948 میں Romulo Betancourt نے استعفیٰ دے دیا تاکہ نئی ۔۔۔ صدارت سنبھالنے والے کیلئے الیکشن کروائے جائیں لیکن Marcos Perez Jimenez نے coup کے ذریعے حکومت پر قبضہ کر لیا اور پھر Romulo Betancourt کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اس نے آنے والے دس سال وسطی امریکہ ۔۔۔ اور یورپ میں گزارے لیکن اپنی پارٹی Accion Democratica جس کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا تھا، کی باہر سے ہی قیادت کرتا رہا۔ 1958 میں Jimenez کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور Betancourt واپس لوٹا۔ انتخابات کے ذریعے وینزویلا کا پریذیڈنٹ منتخب کر لیا گیا۔ اس نے pro-Cuban Communists اور conservatives کے درمیان کی پالیسی اختیار کی۔ زرعی نظام کے ذریعے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں چھین لی گئیں، پبلک ورکس کا کام شروع کر دیا گیا۔ صنعت پر بھی زیادہ توجہ دی تاکہ پیٹرول کی آمدنی پر زیادہ انحصار نہ رہے۔ 1964 میں وہ پریذیڈنٹ کے عہدے سے دستبردار ہو گیا اور اپنی مرضی سے وطن سے باہر آٹھ سال سوئٹزرلینڈ میں رہا۔ آخر 1972 میں واپس لوٹا۔ 1973 میں صدارتی انتخابات میں ناکام رہا۔

Marcos Perez Jimenez 25 اپریل 1914 Michelina، Tachira ریاست وینزویلا میں پیدا ہوا۔ وہ پیشہ ور فوجی تھا اور وینزویلا کا صدر رہا۔ اس کے دور حکومت میں فضول خرچیاں، کرپشن، پولیس کا تشدد اور بیکاری عروج پر تھے۔ وہ وینزویلا کی ملٹری اکیڈمی کا گریجوایٹ اور سیاسی پیشہ 1944 میں شروع کیا۔ اکتوبر 1945 اور نومبر 1948 کے coup d etat میں حصہ لیا۔ دوسرے coup کے بعد وہ فوجی Junta کا ممبر جس کے ہاتھ میں ملک کی باگ دوڑ تھی۔ دسمبر 1952 میں فوج نے اسے عارضی طور پر ملک کا پریذیڈنٹ مقرر کر دیا اور یہ عہدہ قانون ساز اسمبلی نے جو کہ اس کے زیر اثر تھی نصف 1953 میں اس

Marfat.com

عہدے کی توثیق کی گئی۔ 1953 سے لے کر 1958 تک ملک کا پریذیڈنٹ رہا۔ پیٹرول کی آمدنی سے اُس نے پبلک ورکس کا وسیع کام شروع کیا جس میں ہائی ویز، ہوٹلز، دفاتر، فیکٹریاں اور دریاؤں پر ڈیم شامل تھے۔ Jimenez اور اُس کے ساتھیوں کی ہر پراجیکٹ میں کمیشن ہوا کرتی۔ ہر وقت موجود پولیس، تعلیمی ادارے بند، اخبارات خاموش، دن بدن بڑھتی ہوئی inflation اور پانچ پادریوں کی جیل نے اسے چرچ کو بھی اپنے خلاف کر لیا اور چرچ مخالف پارٹیوں میں شامل ہو گیا۔ غیر مطمئن ورکرز اور جوان فوجی جنہیں حکومت نے نوازا نہ تھا، اس کے خلاف ہو گئے۔ 1958 میں اُسے صدارت سے ہٹا دیا گیا اور وہ امریکہ بھاگ گیا۔ جاتے جاتے اپنے ساتھ 200.000.000 امریکن ڈالرز بھی ساتھ لے گیا۔ 1963 میں امریکہ نے اُسکو وینزویلا میں extradite کر دیا تا کہ اس پر خزانے سے خرد برد کے الزام میں مقدمہ چلایا جا سکے۔ ایسا ہی ہوا اسے پانچ سال جیل کی سزا ہوئی۔ رہا ہونے کے بعد اسے 1968 میں سپین جلاوطن کر دیا گیا۔ وینزویلا میں in absentia وہ سینٹ منتخب ہوا مگر اس کے الیکشن کو کالعدم قرار دے دیا گیا کیونکہ وینزویلا میں موجود نہ ہوا تھا۔ 1972 جب وہ Madrid سپین کا دارالخلافہ میں تھا تو اس نے وینزویلا میں صدر کے ہونے والے الیکشن کے امیدوار کی حمایت کر دی بعد میں 1972 میں وہ ایک بار پھر واپس Caracas لوٹا مگر اس کے آنے کی وجہ سے شہر میں فسادات شروع ہو گئے۔ وہ دوبارہ سپین کو بھاگ نکلا جہاں Madrid کے مقام پر اپنی رہائش گاہ میں ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے 20 ستمبر 2001 کو 93 سال کی عمر میں وفات پائی۔

پالتو جانور

ہم تو اپنی اپنی ڈیوٹی پر متعین تھے کہ موسلا دھار بارش نے آ لیا۔ Ramon اپنی مخصوص جگہ یعنی ساحل سمندر والی bar میں تھا۔ تقریباً آٹھ بجے شام اس نے مجھے ٹیلیفون پر bar سے بتایا کہ شدید بارش کی وجہ سے کوئی حرکت کرتی چیز دکھائی نہیں دے رہی ہے میں یہاں نہ ہو تو بہتر ہے۔ اس کی رائے پر میں رضا مند ہو گیا جبکہ چھوٹو پہلے سے ہی گھر کی چھت سے نیچے آ چکا تھا۔ ہم سب لوگ گھر کے living-room میں بیٹھے خوش گپی میں مبتلا ہو گئے کہ ہم آج رات ہم لوگ چین کی نیند سوئیں گے کیونکہ ایسے طوفانی موسم میں کون پاگل ہو سکتا ہے جو اس گھر پر پتھر پھینکنے کی جسارت کر گزرے۔ یہ ایک طوفانی بارش تھی جس میں وقفہ وقفہ کے بعد بجلی کی چمک اور گرج بھی شامل ہو کر اسے مزید ہولناک بنا رہی تھی۔ ایسے میں کسی نے کافی پینے کی تجویز دی۔ خیال برا نہ تھا تو اسی اثنا میں انور کی بیوی نے bedroom سے خبر لائی کہ وہاں کی چھت والا بلب غائب ہو گیا ہے۔ نا قابل یقین بات کیونکہ ایسے طوفانی موسم میں ہمارے دشمنوں کی صرف بلب اتارنے کی حد تک دلچسپی تھی۔ انور کا خیال تھا بلب fuse ہو گیا ہو گا مگر جونہی اس نے کچن والے دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا تو واقعی بلب ندارد۔

جو کوئی بھی یہ لوگ ہوں گے وہ ہمارا سکون برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے اور مسلسل ذہنی اذیت سے دوچار رکھنا چاہتے البتہ میں اپنی مستقل مزاجی اور مستعدی کا مرانی پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ دن ہو یا رات، طوفان ہو یا آندھی ہمارے گھر کا سکون برباد کرنے میں کامیاب تھے خیر اس کی جگہ اور بلب نصب کر دیا گیا۔ بارش میں کمی کی صورت نظر نہ آ رہی تھی بہر حال ہم لوگ اپنی ڈیوٹی پر مستعد رہے۔ چھوٹو غصہ سے اس قدر آگ بگولہ ہو رہا تھا اس نے تنگ آ کر فیصلہ کر لیا کہ اگر کسی کو گھر کی طرف قدم بڑھاتے دیکھ لیا تو کچھ بھی ہو وہ سے جانے مار دیگا۔ ہماری بے چینی اور اعصاب شکنی کا یہ عالم تھا کہ چہل قدمی کی سی آواز کا گمان ہونے لگا۔ کبھی کبھار Cerveza ہماری رکھوالی والا کتا کوئی نیا مسئلہ کھڑا کر دیتا۔ اس نے اپنے لئے ایک نہایت ہی آرام دہ ٹھکانہ laundry area میں washing machine کے پیچھے کو منتخب کر لیا جس کی حدود کی وہ دل و جان سے حفاظت کرتا۔ دن کو تو میں اُسے باندھ رکھتا مگر رات کو کھلا چھوڑ دیتا۔ اپنی چھوٹی عمر ہونے کے باوجود ایک خونخوار شکل کا کتا دکھائی دیتا۔ کتے کی جگہ Garcia کے ٹھکانے کی حدود کے بائیں طرف واقع تھی۔ صبح دم سے دوپہر تک Cerveza گھوڑے بیچ کر سوتا اور بعد از دوپہر اپنے کھانے کیلئے جاگ اٹھتا۔ رات کے وقت معمولی آہٹ، حرکت یا آواز اسے چوکنا کر دیتی اور بھونکنے کے ساتھ ساتھ بے تکے پن سے ادھر اُدھر لپکتا بھاگتا۔

متعدد بار تو میں نے Cerveza کو Sctoch whisky کے ایک دو shots دینے کی کوشش کی۔ شروع میں تو وہ

Marfat.com

اس کی بد بو سے ہی بھاگتا مگر رفتہ رفتہ اسے اس کی لت پڑ گئی تھی کہ whisky کا خالی گلاس بھی کسی نے پکڑا ہوتا تو وہ اس شخص کی طرف بجلی کی سی تیزی سے لپکتا اور پیاسی اور ملتجی نظروں سے دیکھتا۔ ہاں! اس کی ایک اور عادت سے بھی روشناس کرتا چلوں۔ نجانے کیوں وہ ماچس کی جلتی تیلی سے خوفزدہ تھا۔ ہم یار لوگ اگر گھر کے فرنٹ لان میں گارڈن چیئرز پر بیٹھے ہوتے تو وہ دوڑ کر میرے قریب یا اس شخص کے پاس جس کے ہاتھ میں گلاس ہوتا اس کے قدموں میں بیٹھ جاتا۔ زبان نکالے پیاسی نگاہوں سے دیکھتا اور پاس بیٹھے ہوئے شخص کے پاؤں چاٹتا۔ ایک دفعہ ایسے موقع پر وہ کبھی ایک مہمان کی کرسی کے گرد چکر لگاتا کبھی دوسرے مہمان کا طواف کرنے لگتا۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی کہ وہ اس مذموم حرکت سے باز آ جائے کہ مہمان کیا محسوس کریں گے مگر یہاں ''چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی'' بات کہ شراب کی لذت اور نشے نے جادو کا سا اثر کر دکھایا۔ اس کا شراب سے دور رہنا گویا اس کے دائرہ اختیار میں نہ تھا وہ کتے کا بچہ تماشائی رہا۔

میرے دوستوں نے ایک بوتل کے چار pegs صدقے کے طور پر اس کے سامنے رکھے جنہیں وہ بے صبری سے غٹاغٹ پی گیا لیکن:

''ساقی ہے تشنگی ابھی اک جام پلا اور
میں ہوش میں ہوں بیخودی کا رنگ چڑھا اور''

کے مصداق اس کا تقاضہ بڑھتا رہا۔ میں نے اپنا سگار سلگانے کو ماچس کی تیلی سلگائی۔ جلتی تیلی نے گویا جادو کا سا اثر دکھایا۔ وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور اس نے گھر کے اندر جا کر ہی دم لیا۔ پھر مجھے خیال گزرا کہ اسے باہر بلایا جائے۔ جونہی میں نے آواز دی تو بڑی پھرتی سے ڈرتے ڈرتے آیا اور میرے پاؤں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا۔ ماچس کی تیلی سے ڈرنے کے تجسس سے میں نے جیب سے ماچس نکالی ہی تھی کہ وہ ایسا بھاگا ''جیسے گدھے کے سر سے سینگ''۔ اب اس کا کمزور پہلو میرے ہاتھ آ گیا۔ جب بھی مہمان دوستوں سے پیچھا چھڑانے کا ارادہ کرتا تو ماچس دیکھتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلتا اور اپنے ٹھکانے پر جا کر ہی تھمتا۔

بدقسمتی سے گھر کی طرف سے لان اور back lawn کی حفاظت میں تھا کیونکہ ایک تو Garcia وہاں موجود تھا اور دوسرے Cerveza کی موجودگی میں کوئی غیر شخص تو کیا کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکتا۔ حیران کن بات تھی کہ Cerveza کے آنے کے بعد بیک لان میں کسی نے باہر سے مداخلت کی جرأت نہ کی البتہ بلب چوری کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور وہ alley جس سے متصل دیوار تھی جہاں سے بلب چوری ہوتا رہا بیک لان کا ایک حصہ تھی۔ اس پر Cerveza کی حکمرانی تھی یہ عوامل حیران کن تھے جس کسی نے side alley کی دیوار پھلانگ کر بلب چوری کیا تو Cerveza نے ذرا بھی نوٹس نہ لیا۔ اصولی طور پر کسی کو مان لینا چاہیے تھا کہ کوئی شخص alley کی دیوار پر چڑھتے تو خواہ کتنی ہی محتاط کیوں نہ ہو۔ Cerveza باخبر ہونا قرین قیاس تھا کیونکہ کتوں کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دور سے ہی غیر معمولی بو سونگھ لیتے ہیں جس سے وہ مانوس نہ ہوں۔ ایک اجنبی کا دیوار پر چڑھنا کتے کے حملے کا محرک ہو سکتا تھا۔ یہ ایک ایسا سربستہ راز جو منکشف ہونے کا منتظر تھا۔

نیم شب بارش تھم گئی بلب اپنی جگہ پر روشن چوری ہونے کیلئے بیتاب تھا۔ ہم سب اتنا نڈھال تھے کہ جب پتہ تھا مرتا کیا نہ کرتا اور ہمیں آنکھ جھپکنے کی فرصت نہ تھی۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہم لوگ کس قدر ذہنی اذیت، اعصاب شکنی اور احساس زیاں کے عذاب سے دوچار تھے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ انوری بیوی کے سونے والے کمرے کی بیرونی دیوار پر socket نصب تھا جہاں انوری بیوی اور بچے گہری نیند سو رہے تھے۔ ملحقہ چمن کا دروازہ ادھ کھلا رکھا تا کہ ہم آسانی سے اس بلب پر نظر رکھ سکیں۔

Fuchu نے تھکان محسوس کی اور سونے کیلئے اس hamaca (انگریزی زبان میں hammock) پر جو annexe میں لٹک رہا تھا جہاں Ramon بھی سونے کیلئے جا چکا تھا۔ انوری اور میں نے چوکیداری جاری رکھنے کا مصمم ارادہ کیا اور بیتابی سے منتظر تھے کہ کیسے کوئی شخص ہماری ناک کے نیچے سے بغیر آواز آہٹ کے بلب اڑا لے جاتا؟ انوری نے اٹل فیصلہ کر لیا تھا کہ گھر میں مداخلت کرنے والے کو جان سے مار دیگا۔ اب تک Lady luck نہیں ٹھوکریں دیتی رہی اور پراسرار جنوں بھوتوں میں بسنے کے لئے معلق چھوڑ دیا۔

Marfat.com

جوں جوں دن گزرتے گئے ہمارا یقین پختہ ہوتا گیا کہ کسی نہایت امیر بڑے وسیع وسائل و ذرائع کے حامل اور بااثر شخصیت کا ان واقعات کے پس پشت ہاتھ کارفرما ہے جو بھاری اجرت کے زعم میں بھرپور انداز میں پراسرار سرگرمیوں میں پیش پیش اور اس مفروضہ پر کہ اجرت دینے سے پیشتر ہاتھ روک لے تو ممکن ہے کوئی ساتھی راز اگل دے۔ یہ پراسراریت منکشف کا موجب ہو مگر یہ ہماری خام خیالی تھی میں دل ہی دل میں خوفزدہ تھا کہ اگر خدانخواستہ ہمارے ہاتھ سے کوئی ہلاک ہو گیا تو اسطرح ایک chain reaction شروع ہو جائے گا جو کہ خطرناک انجام کی طرف لے جا سکتا تھا۔ ہمارے دشمن یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم آتشیں اسلحہ سے مسلح ہیں اس کے باوجود ان کی دیدہ دلیری دیدنی کہ وہ ہمارے گھر میں داخل ہونے پر بضد رہے۔ مہلک انجام کی پرواہ کئے بغیر جھگڑے کی صورت میں خون خرابے کے حق میں نہ تھا اور فکرمند کہ انور کے ہاتھوں اگر کوئی دشمن ہلاک ہو گیا تو وہ ہاتھ جو ان واقعات کے پیچھے ہیں کی شناخت کرنی مشکل ہو جائے گی اور دشمن کے مشتعل ہو کر زیادہ انتقامی جذبہ پر اتر آنے کا بھی امکان تھا۔

اچانک Cerveza نے بھونکنا شروع کر دیا اور ایسے معلوم ہوا جیسے وہ کسی شخص کو گھر کے بیک لان کے ایک کونے کی طرف بھونک رہا ہو۔ انور نے ریوالور اور میں نے Winchester اٹھائی اور اس باتھ روم کی جالی دار کھڑکی سے جو کہ راہداری کے جنوبی کونے میں واقع تھی، سے دیکھا مگر کچھ نظر نہ آیا۔ میں نے بیڈروم سے دیکھا تو بلب باقاعدگی سے اپنی جگہ روشن تھا۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کچھ ہونے والا ہے۔ Cerveza خاموشی سے اپنے مخصوص ٹھکانے laundry area میں چلا گیا۔ انور اور میں living-room کے ایک صوفہ پر بیٹھ گئے۔

فرخ ننگے پاؤں اپنے بیڈروم کی راہداری سے گزرتی ہوئی living-room میں آئی اور سراسیمہ آواز میں بتایا کہ کوئی چھت پر چل رہا ہے اور اس کے قدموں کی آواز سے وہ بیدار ہوئی۔ بڑی خاموشی اور بغیر آہٹ کئے ہم فرخ کے بیڈروم میں داخل ہوئے واقعی کوئی چھت پر چل پھر رہا تھا۔ ہم راہداری میں واپس لوٹے اتنی رات گئے گھر سے باہر نکلنا پرخطر تھا۔ ممکن تھا کہ ہمارے دشمن باہر گھات لگائے بیٹھے ہوں اور ہماری نقل و حرکت سے وہ خبردار ہو جائیں جبکہ چھت پر جانے کیلئے سیڑھیاں بھی موجود نہ تھیں چھت تک رسائی گھر سے باہر نکل کر فرنٹ دروازے کے دائیں ہاتھ والی دیوار پر چڑھ کر ممکن تھی۔ انور آہستگی سے کچن کے دروازے سے ہوتا ہوا باہر alley میں جانا چاہتا مگر میں نے اسے یہ کہہ کر منع کر دیا "یہ اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگانے کے مترادف ہے اور کون جانے باہر کیا صورت حال ہے؟" لہذا ہم نے خاموش رہنے پر اکتفا کیا اور "Wait and see" کی پالیسی اختیار کی۔ انور نے Winchester کو چیک کیا اس کے میگزین میں چھ کارتوس موجود تھے اور میں نے بھی اپنے دستی ریوالور کو چیک کر لیا۔

یقینی امر تھا کہ کوئی چھت پر چل رہا ہے دفعتاً کچن کی کھڑکی کے شیشوں پر باہر سے کسی نے روشنی پھینکی اور یہ کھڑکی اس alley میں کھلتی تھی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ میں نے اپنے آپ کو کھڑکی کی ایک طرف چھپا لیا اور احتیاط سے کھڑکی سے جھانکا، کوئی شخص ان جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا جو کہ ہمارے گھر والے بلاک کی دائیں جانب ائرپورٹ اور سڑک کے درمیان واقع تھیں۔ اس شخص کا سایہ صاف دکھائی دے رہا تھا اور ہمارے گھر کی چھت پر چڑھے ساتھی کو ٹارچ سے مخصوص سگنل دے رہا تھا میں نے انور کو بھی اشارتاً کھڑکی میں سے دیکھنے کی ترغیب دی۔ اس نے بتایا کہ وہ جھاڑیوں میں چھپے تین متحرک سائے دیکھ رہا ہے جبکہ اس کے برعکس میں صرف ایک ہی سایہ دیکھ پایا۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ سیاہ لباس میں ملبوس ہوں یا انہوں نے اپنے اجسام پر سیاہ پینٹ کر لیا ہو جبکہ ان کے چہروں پر بھی ماسک تھے لہذا ان کی شناخت مشکل تھی۔ دوسرے دو عناصر کے پاس اسلحہ وغیرہ معلوم ہوتا۔ ہم کچن کی کھڑکی سے متحرک سائے دیکھتے رہے جو دائیں بائیں آگے پیچھے حرکت کر رہے تھے۔ متعدد بار جھاڑیوں میں چھپے عناصر کی جگہ پر ہمارے گھر کی طرف سے ٹارچ کی روشنی پڑی کیونکہ ان کا ساتھی ہمارے گھر کی چھت سے کسی قسم کے اشارے دے رہا تھا۔

ان شرپسندوں کے عزائم کیا ہو سکتے ہم جاننے سے قاصر تھے البتہ بلب اپنی جگہ پر قائم تھا۔ میں نے Fuchu کو جگایا کیونکہ ان لمحات میں مزید امداد درکار تھی۔ شاید وہ لوگ گھر میں زبردستی داخل ہونا چاہتے تھے۔ میں نے Fuchu کو حالات کی نزاکت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہی مگر اسے اس خطرناک صورت حال کا احساس تک نہ تھا۔ وہ بڑے آرام سے living-room کے ایک صوفہ پر بیٹھ گیا۔ ابھی سگریٹ سلگانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میں نے نامناسب خیال کرتے ہوئے غصہ سے منع کر دیا۔ روشنی سے

Marfat.com

دشمن کے خبردار ہو جانے کا احتمال تھا۔ میں واپس کچن میں لوٹ آیا۔ انور جھاڑیوں میں دشمن کی حرکات و سکنات دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی torches کی روشنی سے اشارہ پر بھی نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ میں دوبارہ living-room میں آیا اور Fuchu کو حالات کی سنگینی کا احساس دلایا۔ چھت پر دشمن جھاڑیوں میں موجود ساتھیوں کو متواتر سگنل دینے میں مصروف رہا۔ جب میں Fuchu سے گفتگو میں مصروف تھا مجھے ایک پتھر کے annexe کی چھت پر گرنے کی آواز سنائی دی۔ Fuchu راہداری سے annexe میں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ میں نے روک دیا۔ ایک اور پتھر، ایک پتھر اور پتھر ما سوائے پہلے پتھر کے جو نسبتاً بھاری پتھر تھا باقی چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی بوچھاڑ۔ میں نے Fuchu کو سختی سے ہدایت کی کہ living-room میں ہی بیٹھے رہو اور کوئی قدم نہ اٹھانا جب تک میں نہ ہوں۔ میں واپس کچن میں لوٹا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور ہوا میں یکے بعد دیگرے چار shots ... انور اور میں دوڑ کر living-room میں گئے تو Fuchu غائب تھا۔ وہ annexe سے باہر نکلا تو اس نے گھر کے back lawn کی دیوار پر ایک شخص کو دیکھا جس نے فائرنگ شروع کر دی۔ گولیاں تقریباً Fuchu کے پاس سے گزر گئیں اور اس نے laundry area میں لکڑی کے ایک بڑے بلاک کی آڑ میں جان بچائی۔

وہ لوگ جو جھاڑیوں میں پوشیدہ تھے۔ ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے ائرپورٹ کے runway کی طرف بھاگتے ہوئے۔ چھت والے نے چھت سے چھلانگ لگائی اور alley کی دیوار سے کود کر گھر کے جنوب کی طرف خالی جگہ پر پہنچ گیا۔ انور بھی اس کے پیچھے فائرنگ کرتا ہوا دوڑا جبکہ جھاڑیوں والے دشمن اندھیری رات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پیچھے ... غائب ہو گئے البتہ انور کے ریوالور کی ایک گولی اس کی ٹانگ پر لگی وہ لنگڑایا۔ دفعتاً ایک کار نمودار ہوئی کار سوار نے مفرور ساتھی کو ... کھینچ لیا۔ کار تیزی سے رفوچکر ہوئی۔ تمام اہل خانہ بیدار ہو گئے۔ پڑوسیوں نے روشنی بکھیر دی۔ صبح کوئی تین بجے کا عمل ہوگا ... دریافت کرنے کیلئے بیتاب تھے کہ وہ شخص بری طرح زخمی ہوا ہے کیونکہ جس جگہ پر اسکو گولی لگی وہاں سے کافی خون ... ملے۔ یقیناً طبی امداد کی ضرورت تھی۔ شہر میں ایک ہی پبلک ہسپتال تھا جہاں اسے اس وقت لیجایا جا سکتا تھا۔

صبح ہونے کا بے صبری سے انتظار کیا اگرچہ اس وقت اس جگہ پر ہم نے ٹارچ کی مدد سے کافی خون کے دھبے دیکھے تھے پھر بھی ہم دن کی روشنی میں اس جگہ کا جائزہ لینا چاہتے تھے۔ سوائے عورتوں اور بچوں کے ہم تمام اس جگہ پر صبح کو پہنچے اور خون کے دھبے دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ آخر ہمارا ایک اور دشمن بری طرح سے زخمی ہو گیا ہے۔ ہم نے ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں متعدد بار فون کیا مگر پچھلی رات سے کوئی casualty نہ آئی تھی۔

حالات کچھ زیادہ ہی سنگین نظر آ رہے تھے۔ ہمارے دشمن انتقامی جذبے کے زیر اثر خطرناک انداز سے ہمارے ... دینگے یا ہمارا پیچھا چھوڑ دینگے۔ پولیس کو بھی میں نے اس واقعہ سے متعلق فون کر دیا جبکہ یہ عمل بے سود تھا۔ ہاں ایک بات ... کہ جائے وقوعہ پر انور کی فائرنگ سے جہاں خون کے دھبے تھے۔ کار کے شیشوں کے بھی ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ ہو سکتا ہے کار میں موجود چند افراد زخمی ہو گئے ہوں۔ اس واقعہ نے ہماری تسلی کی بجائے مزید سوالات سے الجھا دیا۔ ان حالات سے واضح تھا کہ چھت والے شخص کو انور کی فائرنگ نے شدید مضروب کیا۔ قیاس تھا کہ اگر ایسا ہی ہے تو اسے ہسپتال کیوں نہ لے جایا گیا؟ ممکن ہے ہسپتال کا عملہ قصداً یہ خبر ہم سے چھپا رہا ہو جیسے کہ تمام ہسپتالوں کے ایمرجنسی سروس میں چوبیس گھنٹے کوئی نہ کوئی پولیس کا آدمی ہوتا ہے وہ زخمیوں کا نام و پتہ اور اوقات رجسٹر پر درج کرنے پر مامور ہوتا ہے۔ یہ بھی خالی از امکان نہ تھا کہ ہمارے دشمن اتنے با اثر ہوں کہ پولیس کو بھی خرید کر رکھا ہو۔ بار بار ٹیلیفون کرنے پر بھی ہسپتال سے جواب نفی میں ہی ملتا رہا ہر حال میں نے ایک با اعتماد آدمی کو ہسپتال کے ایمرجنسی سروس کی وارڈ پر متعین کر دیا۔

Fuchu ایک نرس کو جانتا تھا جسکی ڈیوٹی اس دن آدھی رات سے صبح کے آٹھ بجے تک ایمرجنسی میں مقرر تھی ہمیں معلومات ملنے کی سہولت ہوئی کہ ہمارا مطلوبہ شخص admit ہوا ہے کہ نہیں؟ Fuchu نے بڑی عقلمندی کا اظہار کیا کہ اس قسم کے لوگ ہسپتالوں میں کم ہی جاتے ہیں تا کہ پولیس کی نگاہ میں نہ آ جائیں جبکہ Garcia نے بھی ہماری گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے بتایا کہ وہ ایک ایسے ... سے واقف تھا جس نے طبی امدادی خدمات حاصل کرنے کیلئے ایک مشہور ڈاکٹر کو اپنے payroll پر رکھا ہوا تھا۔ کیا ہمارے دشمن اس

Marfat.com

قدر باثر اور اہلِ ثروت ہیں۔" اب ایک اور وسوسے نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا کہ اگر وہ شخص زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا تو ہم کو جان سے مار ڈالنے پر تل جائیں گے اور کہیں ایسا نہ ہو خدانخواستہ میری بچی کو اغوا کر لیں۔ میں بہت زیادہ متفکر ہو گیا کہ نہ صرف اپنی جان کی حفاظت بلکہ تمام اہلِ خانہ کی سلامتی کیلئے فکرمند تھا۔

اس جائے وقوعہ پر آہستہ آہستہ کافی ہجوم ہو گیا۔ ایک نے کہا کہ آخر ان بدمعاشوں کو سبق مل ہی گیا۔ اس جملے نے ہماری ہمت کی حوصلہ افزائی کی۔ اسی ہجوم میں سے کسی نے پولیس کو ٹیلیفون کر دیا۔ کچھ دیر بعد پولیس van آ گئی مجھ سے معمول کے مطابق کچھ سوالات کئے اور پولیس والوں نے ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کو بھی چیک کیا مگر کوئی متوقع خبر نہ ملی۔ آہستہ آہستہ ہجوم منتشر ہونا شروع ہو گیا اور ہم لوگ بھی اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ اس رات ہم لوگ گھر کے فرنٹ لان میں بیٹھے تبادلہ خیال سے اس نتیجے پر پہنچے کہ چونکہ وہ بچ ہی گیا۔ ہمیں ان خدشات کو اپنے اعصاب پر سوار نہ کرنا چاہئے اور بہتری کی توقع رکھنی چاہئے۔

Fuchu نے ہماری سوچ بچار کے بعد تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر صادق بچوں اور خواتین کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا جائے۔ تمام متعلقین یعنی خواتین دن بدن بے چینی اور اضطراب سے دوچار ہو رہی تھیں۔ خاص طور پر انور کی بیوی جسے کئی کئی وقت بیہوشی کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ بار بار یہ سوال پیش نظر ہوتا رہا کہ آج رات کیا ہو گا؟ جبکہ میں نے بارہا خواتین کو تسلی دی کہ دیکھو ہم پچھلے دنوں سے پولیس سے رابطہ رکھے ہوئے ہیں اور ہم اپنی حفاظت بخوبی کر سکتے ہیں لیکن خواتین کا جواب سنئیے:

"اب تک آپ لوگوں کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نیا جواز جو بتدریج بد سے بدتر ہوتا ہے۔ اب کوئی دن کا چین نہیں رہا۔ پولیس محض تسلی دیتی ہے جبکہ کسی state کا گورنر جو آپ کے گھر اکثر پارٹیوں میں شمولیت کرتا ہے مگر مدد نہ کی۔ پولیس کی تو بات ہی مختلف ہے کسی نے تمہاری مدد نہ کی اور عرصے سے ان تابڑتوڑ وارداتوں کا سدباب نہ ہو سکا۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ بدمعاش بے خوفی سے سامنے گھر میں دندناتے پھرتے ہیں جیسے کہ یہ ان کا ننہال والوں کا گھر ہو۔ اس حقیقت کا اعتراف ہم سب کو کرنا ہے۔ تو کیا ہم ان سوالات کا راقم کے پاس کوئی جواب نہ تھا کہ خواتین یہ کہنے میں حق بجانب تھیں۔

اس واقعہ میں چونکہ کتے کی چوکیداری کی بات ہوئی تو اسی ضمن میں کتوں اور دیگر پالتو پرندوں سے متعلق ملاحظہ ہو۔

کئی سالوں کے بعد جب ہم اپنے بنگلے Avenida Gran Mariscal No. 47, Quinta Porzana, Cumana, Venezuela میں رہائش پذیر تھے کہ میرے ایک دوست بنام Brito نے مجھے ایک اعلیٰ نسل کا Pointer پلا دیا۔ اس کا نام ہم نے Tigro (from tiger) رکھ دیا۔ جب وہ بڑا ہو گیا تو اس کی بعض عادات نام نہاد انسانوں سے بھی بہتر تھیں۔ مثلاً ہمارے گھر کے آگے اور پیچھے کافی وسیع lawns تھے اور ہم نے اسے کبھی باندھ کے بھی نہ رکھا۔ back lawn میں ہم نے ایک tobogan (سلائیڈ) اور جھولے وغیرہ بچوں کے کھیلنے کیلئے لگا رکھے تھے۔ اس نے اپنی جگہ tobogan کے نیچے پسند کر لی۔ جب اسے پیشاب وغیرہ کی حاجت ہوتی تو وہ ایک مخصوص انداز سے چیختا ادھر ادھر بھاگتا، خاص طور پر گھر کا وہ جنگلا جو kerb کے ساتھ تھا اس کی طرف بھاگتا ہوا آتا۔ ہماری سمجھ میں آ جاتا کہ رفع حاجت کا سگنل دے رہا ہے۔ فرخ، بچے یا ہم میں سے کوئی اور فرد گھر میں موجود ہوتا تو اسے اس جگہ باہر لے جاتا۔ مجال تھی کہ گھر کے اندر گندگی ڈالتے دیکھا ہو۔ صبح کے وقت یونیورسٹی جانے سے پہلے میں پچھلے لان میں palm کے درختوں کے سائے میں ایک خاص کارڈن چیئر پر بیٹھ کر ناشتہ کرتا جس کے سامنے ایک لمبا مگر مناسب اونچائی والا گارڈن کا میز پڑا رہتا جو اسی جگہ مخصوص ہو گیا تھا۔ پانچ garden chairs اسکے اردگرد پڑی رہتیں۔ جب فرخ میرا مخصوص ناشتہ عموماً 3 منٹ ابلے ہوئے انڈے، ایک سادہ toast، black coffee کا mug بغیر چینی کے، کریلوں کے juice کا ایک گلاس جسے Spanish زبان میں papaya کے juice کا ایک گلاس حسب معمول مختلف قسم کے food supplements لا کر میز پر رکھتی تو Tigro بھاگ کر میز کے قریب مناسب فاصلہ پر منہ اٹھا کر بیٹھ جاتا۔ فرخ بسکٹ اور cheese sandwiches سے ناشتہ کرتی۔

ایک دن میں نے اپنے توسٹ کا ٹکڑا اس کی طرف پھینکا تو اس نے بڑی رغبت سے ہڑپ کر لیا۔ فرخ نے بسکٹ پھینکا تو وہ بھی کھا گیا۔ اب اس کا ناشتہ کا چسکا تو سوائے toast اور بسکٹ کے کسی قسم کا راتب نہ کھاتا۔ اسی طرح اسے آئس کریم کھانے

Marfat.com

اور Coca-cola پینے کی بھی عادت ہوگئی۔

معمول کے مطابق گھر کے اندر داخل ہونے کی بجائے صرف باہر lawn میں ادھر ادھر رہنے والی تیتریاں ... postman ہمارے گھر کے مرکزی والے بنگلے پر دستک دیتا تو وہ بھاگ کر اس طرف جاتا ہمیں اطلاع ہو جاتی۔ postman آگیا ہے۔ بنگلے کی مخصوص کھٹکھٹاہٹ پر ہم میں سے کوئی بھی پوسٹ لینے کی طرف مائل نہ ہوتا۔ معمول کے مطابق postman اپنے ہاتھ سے ہماری پوسٹ بنگلے کے سوراخ میں سے اندر پھینک دیتا تو Tigro دانتوں میں دبا کے تیزی سے back lawn کی طرف آنکلتا۔ گھر کا ایک دروازہ جو کہ back lawn میں بھی کھلتا۔ اس کے اوپر کوئی چھ میٹر لمبا اور قریباً 9 میٹر چوڑا plantabanda (لینٹر) والا ہوا تھا۔ فرش سفید ماربل کا۔ اس لینٹر کے تین کناروں پر جگہ جگہ ستون جن پر انگور اور پھولوں کی بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ درمیان میں ایک بڑا میز جس کے اردگرد چھ garden chairs۔ لینٹر کے کناروں سے چار اندر کی طرف hooks لگی ہوئی جن پر ہم نے تین hammocks لٹکا رکھے تھے۔ back lawn میں بھی آموں کے درختوں کے ساتھ hammocks بندھے ہوئے تھے۔ اس لینٹر والی جگہ کو ہسپانوی Spanish زبان میں Patio کہتے ہیں۔ اسی بائیں طرف fire exit ہے۔ ایک دوسری بیل بھی لگائی ہوئی تھی جو میرے سونے والے کمرے کے ملحقہ باتھ روم والے دروازے کے قریب مغرب میں تھی۔ یہ بیلیں ... اطراف بنگلے پر چڑھی tropical بیلیں جو کہ اوپر گھر کی چھت تک پھیل چکی تھیں۔ بات دور نکل گئی۔ Tigro ہماری پوسٹ Patio میں sidetable پر رکھ دیتا اور عجیب انداز میں آواز نکالتا۔ ہمیں پتہ چل جاتا اور ہم آرام سے بغیر تامل کے ... پوسٹ لے آتے۔

جہاں فرخ کے فرائض میں ہماری بچی کا غازیہ اور بیٹے شہود کو صبح سات بجے کار پر پرائیویٹ سکول میں لے جانا اور پھر دوپہر کے وقت واپس گھر لے آنا شامل تھا وہاں ہر ہفتہ کو Supermercado (Supermarket) جس کا نام Cada ... تھا ... جہاں تک ممکن ہو کھانے پینے کی چیزیں لے کر آنا۔ ممکن میں نے اس لئے کہا ہے کہ اور دنوں میں بھی کوئی بھولی ہوئی چیز ... آتے۔ فرخ ڈرائیوری سیٹ پر بیٹھتی اور میں حسب عادت پچھلی سیٹ پر بائیں جانب سر پر strawhat ... کار کو نہ سکھا تا کیونکہ فرخ سگریٹ اور کار کے دھوئیں سے allergic ہے البتہ کار میں داخل ہونے سے پہلے اور نکلنے کے بعد ... سکتا ہوں۔

میرا فرخ کے ساتھ جانے کا مقصد Chifo (ڈرائیور) کی حیثیت سے تھا۔ وہ مارکیٹ کے parking lot میں ... کے خرید و فروخت کیلئے اندر چلی جاتی اور میں کی وجہ سے لوگوں کی طرح مارکیٹ کے دروازے کے باہر ایک چھوٹی سی ... کار کا پہیہ رہتا۔ جب مارکیٹ کے ملازم اس کا خریدا ہوا سامان مارکیٹ کے دروازے کے باہر رکھ دیتے تو میں ... دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر کار کے trunk میں رکھ دیتا۔ کبھی کبھی تو سامان اتنا زیادہ ہوتا کہ مجھے کئی چکر لگانے پڑتے۔

اب عورتوں کی خرید و فروخت کی بات چل نکلی ہے تو اس ضمن میں میرا ایک مشاہدہ ہے ... متعلق تو میں یہ نہیں کہہ سکتا مگر فرخ کی ایک عجیب سی عادت جو میرے بار بار منع کرنے پر بھی نہیں بدلی ... کچن میں کاپی اور ایک پنسل ڈوری سے باندھ کر فریج کے handle سے باندھ رکھی تھی تاکہ آئندہ ہفتہ کی خرید و فروخت سے مطلوبہ اشیاء اتوار سے جمعہ تک لکھتے جانا۔ لہذا فرخ کا یہی معمول تھا۔ اب آپ دریافت کریں گے کہ پنسل ڈوری سے باندھنے کی ضرورت کیا تھی؟ وہ اسلئے کہ فرخ کو اکثر شکایت رہتی کہ میں نے ہفتہ بھر کے ضروری سامان کی وہ فہرست ... یا پنسل نہیں ملتی۔ فرخ ہاتھ میں کاغذ کا ٹکڑا پکڑے اور پنسل لئے مارکیٹ میں داخل ہو جاتی اور جو جو اشیاء خریدتی ان کو list سے کاٹتی جاتی۔ پنسل کو مارکیٹ کے اندر تو لے جاتی مگر اندر جا کر اشیاء سے لدے ہوئے racks یا stands پر نظر ڈالتی ... ہوئے تھے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ فلاں فلاں اشیاء row کے کس rack سے ملیں گی ہر ایک row میں پھرتی ... چیزوں کا list میں اندراج نہ ہوتا وہ بھی خرید لاتی۔ میں اس عادت سے منع کرتا رہا مگر اس نے ایک نہ سنی۔ آخر میں نے تنگ آکر اپنی شکست تسلیم کر لی۔

قارئین! یہ تو تھی فرخ کی عادت۔ اور اپنی بات ملاحظہ ہو۔ اب وہ ہمارے گھر سے ... اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ

Marfat.com

یونیورسٹی کے قریب ایک flat میں رہائش پذیر تھا جو کہ superblocks کے flats میں سے ایک تھا۔ اُس کے فلیٹ سے مذکورہ بالا مارکیٹ کوئی چار کلومیٹر کے فاصلہ پر اور کھانے پینے والے سامان کی خرید وفروخت کے دن کار میں کئی کئی چکر لگاتا کیونکہ اکثر وہ ضروری چیز خریدنی بھول جاتا اور بیگم صاحبہ کی ڈانٹ پر اپنی خوشنودی کیلئے واپس خرید وفروخت کیلئے کار دوڑاتا۔ ایک دن راقم نے اُسے کہا "تم ماشاءاللہ پڑھے لکھے ہو خریدی جانے والے سامان کی list تیار کر لیا کرو۔" لہذا میں نے پانچ کاغذوں کے decks اور پانچ ہی ballpoints خرید کر دیئے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اُس کی بھولنے کی عادت مثالی ہے۔ ایک ہفتہ کے روز پچھلے پہر وہ مجھے ملنے آیا کہنے لگا: "آج تو میں بڑی دوڑ دھوپ میں گزرا" میں نے پوچھا ایسی کیا بات ہوئی ہے؟ جواب سنیئے "بھائیجان! میں لکھ تو لیتا ہوں مگر list یا تو ساتھ لانا بھول جاتا ہوں اور list لیکر کار میں بیٹھ کر مارکیٹ پہنچتا ہوں تو list کہیں نہ کہیں گم ہو جاتی ہے۔"

بات Tigro کی ہو رہی تھی تو ہم Tigro کی بات کر رہے تھے۔ ایک ہفتہ کے روز بیوی نے حسب معمول کھانے پینے کی چیزوں کیلئے خرید وفروخت کرنی تھی اور ہمارے سوا گھر میں کوئی دوسرا فرد نہ تھا۔ جب میری بیوی نے کار کو گیراج سے باہر نکالا میں باہر سے گیراج بند کرنے لگا تو پیچھے Tigro بھی آ گیا جیسے کہ وہ کہہ رہا تھا "مجھے کس کے رحم وکرم پر چھوڑ کر جا رہے ہو!" فرخ نے مشورہ دیا "چلو Tigro بھی ساتھ لے چلتے ہیں" لہذا Tigro کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا لیا گیا۔ parking lot میں پہنچ کر حسب معمول فرخ تو shopping کیلئے مارکیٹ کے اندر چلی گئی۔ میں اور Tigro مارکیٹ کے دروازوں کے باہر چھوٹی دیوار پر بیٹھ گئے۔ جب خریدا ہوا سامان مارکیٹ کے ملازم نے فرخ کے ہمراہ مارکیٹ کے ایک دروازے سے باہر رکھا تو میں سامان اُٹھانے کیلئے روانہ ہوا جبکہ Tigro بھی ساتھ ساتھ تھا۔ سامان بہت زیادہ ہی تھا کیونکہ آج رات میری بیٹی کی birthday تھی اور کافی تعداد میں احباب کو مدعو کیا گیا۔ جب میں نے پہلے چھیرے کا سامان اُٹھایا تو Tigro میرے ساتھ ساتھ کار تک آیا۔ جب میں دوسرے round کیلئے لوٹا تو Tigro مجھ سے پہلے ہی دوڑ کر پہنچ گیا تاکہ وہ بھی کوئی تھیلا اُٹھائے۔ تھیلے چونکہ بھاری تھے بیچارہ اُٹھانے سے قاصر تھا۔ میری بیوی نے اس کے جذبات کو دیکھتے ہوئے تھوڑی سی چیزیں ایک چھوٹے پلاسٹک کے تھیلے میں ڈال کر bag اُس کے پٹے کے ساتھ باندھ دیا۔ پیشتر اس کے کہ میں بھاری تھیلوں کو اٹھا کر کار کے boot میں رکھنے کیلئے جاتا Tigro دوڑ کر پہلے ہی پہنچ گیا اور میرے آنے تک بھی بھاگتا رہا۔ میں جب بھی کار کی طرف جاتا۔ میں boot کے قریب پہنچا مگر Tigro دوڑ کر پھر سامان کے پاس پہنچ گیا تاکہ اور سامان بھی اُٹھا سکے۔ اس کے بعد یہ ہمارا معمول ہو گیا جب بھی ہفتہ کے روز مارکیٹ جایا کرتے Tigro کو ضرور ساتھ لے جاتے۔ فرخ اس کے جذبات کا خاص خیال رکھتی اور ایک نسبتاً چھوٹا تھیلا Tigro کے پٹے کے ساتھ باندھ دیا جاتا۔ جب سامان لے کر گھر پہنچتے اور میں کار کے boot سے سامان کے تھیلے نکال کر کچن کی طرف جاتا تو Tigro کی خواہش ہوتی کہ وہ بھی سامان اُٹھا کر ہماری مدد کرے لہذا ایک چھوٹا تھیلا مارکیٹ سے ہم اس کے گلے میں باندھ رکھتے۔ اس باندھے ہوئے تھیلے کی حالت میں ہی کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاتا۔ جب ہم گھر پہنچتے تو سب سے پہلے میں Tigro کی سیٹ والا دروازہ کھولتا تو وہ چھلانگ لگا کر paito میں جا بیٹھتا مگر گھر کے اندر جانے کی کوشش نہ کرتا تاکہ میں بھی مالکوں کا ہاتھ بٹاؤں۔ اُس کی یہ عادت بھی قابل ستائش تھی کہ جب کبھی Tigro گھر میں ہوتا اور ہم کہیں باہر سے لوٹتے اور kerb پر ہماری کار آ کر کھڑی ہوتی تو وہ بڑی مستعدی سے ہمارا استقبال کرنے کیلئے آ جاتا مگر ہم گیراج کا دروازہ فوراً بند کر دیتے تاکہ وہ اپنی رفتار میں باہر سڑک پر نکل کر کہیں کچلا نہ جائے۔

ایک ہفتہ کے روز فرخ اپنی maid جس کا نام Sonia تھا بغیر Tigro کے اُسی مارکیٹ میں سامان خریدنے گئی اور آتی دفعہ گھر کے قریب جب remote control کا بٹن دروازہ کھولنے کیلئے دبایا تو Tigro دور گھر کے اندر سے back lawn سے دوڑتا ہوا اس رفتار سے آیا کہ اپنے آپ پر کنٹرول نہ کر سکا مین سڑک پر پہنچ گیا۔ بدقسمتی سے اُس وقت ایک تیز رفتار کار نیچے سے Tigro کو چلتے ہوئے گزر گئی۔ فرخ نے Tigro کو جو کہ خون میں لت پت تھا گود میں اُٹھایا اور قریباً تیس میٹر کے فاصلے پر ہمارے گھر والی kerb کے ساتھ ایک Vet کے کلینک میں لے گئی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ Vet کے معائنہ سے پہلے ہی Tigro ہمیں داغ مفارقت دے گیا۔ بس پھر کیا تھا فرخ دردناک حالت میں روتے اس کے مردہ جسم کو ہاتھوں میں اُٹھائے سوگوار گھر لوٹی تو کہرام مچ گیا جیسے کوئی عزیز ترین ہستی ہم سے چھوٹ گئی ہو۔ ہم نے toboggan کے نیچے جہاں وہ زندگی میں بیٹھا رہتا ایک

Marfat.com

صاف اجلی چادر میں لپیٹ کر آبدیدہ آنکھوں سے دفنا دیا۔ کبھی Tigro کی قبر پہ پھول چڑھاتے اور اس سے دل [illegible] اور تھوڑی بہت آئس کریم بھی رکھ دیتے۔ جب کہ وہاں پر موم بتی بھی جلاتے۔ خیر ہم نے تو رو دھو کر چند دنوں بعد صبر کر لیا مگر ہمارے بچے Tigro کی یاد میں کئی ہفتوں تک بلکتے رہے۔

کتوں کے تذکرے پر اس گھر میں دو اور کتوں کی داستان بھی سنتے چلیں۔ ایک Doberman تھی جس کا نام ہم نے "موتی" تجویز کیا علاوہ ازیں Alsatian "کتیا" بنام "جوتی" رکھ لیا اچھے خاصے قد آور تھے مگر ہماری سرزنش سے [illegible] کے lawn میں اکثر رفع حاجت کے عادی ہو گئے۔ گھر کے بنگلے کے باہر kerb پر کوئی شخص گزرتا یا ہماری ملاقات کو آتا تو [illegible] نکالے دور سے بھاگتے ہوئے آتے اور گزرنے والے شخص پر ایسے جھپٹتے جیسے وہ اس کے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔ [illegible] جونہی کوئی ہمارا ملنے والا ہمارا گیٹ کھول کر اندر داخل ہوتا تو اس سے ایسے مانوس ہوتے گویا برسوں سے شناسا ہوں۔

موتی والی نسل کے کتوں کی بینائی قدرتی کمزور ہوتی ہے جبکہ وہ مالک کو جسم کی بو سے پہچان لیتے ہیں۔ میرا ایک دوست Luis Hamana جو کہ beer کا رسیا کسی زمانے میں میرا student بھی رہ چکا تھا۔ ہمارے گھر میں اکثر آتا [illegible] موتی اور جوتی اس سے اس قدر مانوس ہو گئے کہ اس کو بھی ہمارے گھر کا ہی ایک فرد سمجھتے اور اس سے بھی اپنے مالکوں کی طرح [illegible] ایک دفعہ کوئی آدھی رات کے قریب Luis Hamana اور میں ایک fiesta سے واپس لوٹے جبکہ Luis نے [illegible] beer پی رکھی تھی اور وہ کار چلانے پر بھی بضد تھا لہذا جب ہم لوگ گھر کے گیراج کے قریب پہنچے تو موتی اور جوتی [illegible] ہوئے آئے جوتی تو خاموش تھی مگر جب میں گیراج کا گیٹ کھولنے لگا تو موتی نے اچانک بڑے خطرناک انداز سے Luis پر [illegible] میں نے بمشکل Luis کو کار میں بند اور جوتی کی سرزنش کرتے ہوئے اسے زنجیر سے اپنی [illegible] ایک grill کے ساتھ باندھ دیا۔ Luis کو گھر کی اوپر والی منزل کے مہمانوں والے کمرے میں سلا دیا۔ [illegible] نے مندرجہ بالا واقعے سے متعلق Vet سے ذکر کیا تو اس نے بتایا جیسا کہ تم جانتے ہو Doberman نسل کے کتوں کی نظر کمزور ہوتی ہے۔ وہ مالک یا اس کے ایسے دوستوں کو جن سے وہ پہلے ہی مانوس ہوں صرف بو سے پہچان لیتے ہیں [illegible] مالک یا اس کے کسی ایک دوست کا جس کو پہلے سے جانتے ہوں behavior بدل جائے۔ Luis [illegible] شراب پیئے ہوئے تھا اور اس سے مانوس بو نہیں آ رہی تھی تو اس پر حملہ کر دیا۔ تمہارا دوست تو خوش قسمت ہے کہ تم نے [illegible] اس کو کار میں محفوظ کر دیا۔ ورنہ اس تگڑے کتے کا نہ صرف Luis بلکہ تمہاری جان کو بھی سخت خطرہ لاحق ہونے کا خدشہ تھا [illegible] اس کے Doberman کو فارغ کر دیں لہذا ڈاکٹر کی ہدایت پر میں نے ایسا ہی کیا اور ایک ملنے والے کو دے دیا۔

بات سے بات نکلتی جا رہی ہے۔ پہلے ہماری ناگہانی مشکلات کا ذکر Tigro کی [illegible] وفات کا تذکرہ علاوہ ازیں کتوں کی ناقدر شناسی بالآخر موضوع پر لوٹنے سے پہلے تین طوطوں کی کہانی پیش خدمت ہے۔

ایک دفعہ ہم نے ایک شہر San Felix جو کہ وینزویلا کی Bolivar State میں دریائے Orinoco کے [illegible] کنارے پر واقع ہے Amazon قسم کے طوطے خریدنے کی غرض سے گئے۔ دریائے Orinoco [illegible] chalana (ferry) پر اپنی کار سمیت سوار ہو کر دوسرے کنارے پر پہنچے جو کہ San Felix کا حصہ ہے۔ [illegible] عمر کے اصل نسل کے دو Amazon قسم کے طوطے خریدے۔ بیچنے والے نے بتایا کہ اس جوڑے میں سے ایک نر اور [illegible] اب راقم نر مادہ کی شناخت بھول چکا اور ایک جنگلی قسم نسبتاً چھوٹی نسل کا جو کہ بڑا ہو کر کسی صورت میں [illegible] نہیں ہوتا خرید لیا۔

Orinoco دریا جنوبی امریکہ کے بڑے دریاؤں میں سے ہے۔ برازیل اور وینزویلا [illegible] Sierra Parima کی ڈھلوانوں سے نکلتا ہوا ایک بڑی کمان کی طرح وینزویلا سے ایک ہزار سات سو میل 2740 کلومیٹر [illegible] بعد Trinidad کے جزیرے کے قریب بحر اوقیانوس میں جا گرتا ہے۔ اس کا کافی حصہ وینزویلا کو سیراب کرتا ہے ما سوائے اس کے جنوب [illegible] وینزویلا کی سرحد ہے معاون شاخوں سمیت جن میں Caroni، Mavaca، Apura، Vichada،

Marfat.com

Meta اور Guarico شامل ہیں۔ یہ دریا جنوبی امریکہ کے دوسرے قابل ذکر دریاؤں میں سے مثال کے طور پر Amazon دریا، دریائے Parana-Paraguay-La Plata اور دریائے Sao Francisco سب سے شمال میں ہے۔ Orinoco خاص طور پر پہاڑوں پر برف پگھلنے سے جنم لیتا۔ اس کا وسیع ڈیلٹا تیزی سے اور وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اس دریا میں گوشت خور مچھلی Piranha کے علاوہ دوسری مچھلیاں laulao، catfish جنکا وزن دو سو پونڈ (90kg) سے زیادہ ہوتا ہے اور Orinoco کا مگرمچھ دنیا کی قسم میں سب سے لمبا بیس فٹ (چھ میٹر) پائے جاتے ہیں۔ دریا کے کنارے پر زیادہ تر مقامی انڈین کے قبائل رہتے ہیں۔ سمندری جہاز بحر اوقیانوس سے دو سو پچیس میل (360 کلومیٹر) کا سفر طے کرتے ہوئے جہاں پر دریائے Caroni اس سے ملتا ہے وہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے کنارے پر Ciudad Bolivar اور Cudad Guayana مشہور بندرگاہیں ہیں۔

وینزویلا میں چونکہ جنگلی جانوروں خصوصاً پرندوں کی خرید و فروخت کی ممانعت ہے اور اس وجہ سے ایک state سے دوسری state میں پرندے لے جانا خلاف قانون ہے۔ شاہراہ پر جگہ جگہ al-cabala (military checkpoint) ہوتے ہیں اور وہاں گاڑیوں کی چیکنگ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ انور کی بیوی نے بڑے سلیقے سے طوطوں کے پنجرے کو اپنی ٹانگوں کی اوٹ میں رکھ لیا اور ڈرائیونگ سیٹ پر ان کے ساتھ میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے گھر Cumaná لوٹے۔

پرندے ابھی چھوٹی عمر کے تھے۔ ان کے پر وغیرہ کاٹ دئے گئے۔ گیراج یا البتہ گھر کے back lawn کے ایک حصے میں جہاں کیاریوں وغیرہ کی صورت میں پودے لگا رکھے تھے ایک جالی سے cover کیا تھا۔ وہاں فاختائیں، بٹیر، فاختائیں اور قمریاں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ ان تینوں کو بھی ان میں شامل کر دیا گیا۔ اس مقصد و پرندوں کے قدرتی ماحول کے پیش نظر ایک آزادانہ حفاظتی شدہ پنجرہ تھا۔ جس وقت ہم اس جالی کا دروازہ کھول دیتے تو پرندے گھر کے lawn میں آزادانہ اڑان، پیچھے کے درختوں کی ٹہنیوں پر چہچہاتے پھرتے۔ اپنی مرضی سے اکثر اوقات patio میں بھی آجاتے۔

ہم نے ان کے نام راجہ اور رانی رکھے، اور ایک جنگلی طوطے کا نام "کلو" تجویز کیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ تینوں جوان ہو گئے۔ رانی کو باتیں کرنے کی نسبت جلد آگئی، راجہ نے نسبتاً دیر سے باتیں کرنا شروع کیں۔ مثلاً "Como esta" (کیا حال ہے؟) "Que tal" (Spanish میں کیا حال ہے) "Hola" (hello) اور "Venga aca" (ادھر یا میرے پاس آؤ)۔ کلو کوئی باتیں کرنے والی نسل سے نہیں تھا صرف غوں غوں پر اکتفا کرتا اور وہ کوئی ایسی نسل تھی جو درختوں کے سوراخ میں رہائش کے عادی ہوتے ہیں۔ راجہ رانی میں سے ایک قسم باتیں کرنے والی ہوتی ہے جسکو "لورا" کہا جاتا ہے۔ سبز رنگ اور سرخ چونچ جیسے کہ عام طوطے کی شکل ہوتی ہے مگر قد کاٹھ کا بڑا اور اس کے پروں پر آغاز سے جیسا سرخ رنگ نمایاں ہوتا ہے۔

پاکستان میں رہائش کے دوران میرے ایک دوست صلاحیت فنکار نے ایسا ہی طوطا پال رکھا تھا۔ کسی آدمی نے اسے مشورہ دیا کہ طوطے کو مرچ کھانے کو دی جائے اور بعد خوراک دی جائے علاوہ ازیں اسے زیادہ نیند کرنے سے باز رکھا جائے تو جلد باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ جب یہ طوطا بولنے لگ گیا تو وہ باتیں دینے پر اتر آیا۔ اس سے کہا جاتا "میاں مٹھو چوری کھاؤ گے؟" تو کہتا "مجھے بہت بھوک لگی ہے جلدی سے چوری لاؤ۔" ایک دن ایسا ہوا کہ طوطا معمول کے مطابق پنجرے میں بند مگر گھر میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ ایسے میں ایک راہگیر جو پیاسا پانی پینے کی غرض سے دروازے پر کھڑا اچانک رہا تھا کہ کوئی آدمی نظر میں آجائے تو اس سے پانی طلب کروں۔ اچانک اسے راہگیر کو عجیب قسم کی آواز سے کہا گیا "اگر پانی پینا مطلوب ہے تو اندر آکر گھڑے سے پانی پی لو اور جلدی سے چلتے بنو۔" راہگیر کو اس آواز نے حیرت میں ڈال دیا۔ یہ آواز بڑی عمر کی تو کیا بچے کی آواز سے بھی مختلف ہے۔ یہاں سے گزرتے جبکہ گھر میں کوئی آدمی بھی موجود نہیں۔ اندر پانی کے برتن (گھڑے) تک پہنچا تو صحن کے ایک کونے میں طوطا کہہ رہا تھا "جلدی سے پانی پی کر چلے جاؤ ورنہ کوئی تمہیں چوری کے الزام میں پکڑ لیگا۔ یہاں کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

صبح ناشتے کے وقت جب ہم لوگ ناشتہ کر رہے ہوتے تو خراماں خراماں چلتے "راجہ" یا "رانی" میرے کندھے پر یا ان میں سے ایک فرش سے کاندھے پر آ بیٹھتا اور لاپرواہی چوروں باتوں کی رٹ لگائے رکھتے جبکہ کلو کبھی میری پتلون کے ایک پائنچے میں

Marfat.com

داخل ہو جاتا کبھی دوسرے میں اس عمل کے دوران میرا پیچھا نہ چھوڑتا۔ فرخ کے گلے سے چمٹ کر اس کی قمیض کے اندر داخل ہونے کو کوشاں رہتا ادھر Tigro جو نیچے بیٹھا ہوتا راجہ، رانی گلو اس کی پشت پر سر پر اور جب کبھی وہ کھانے میں مصروف ہوتی تو اس کے منہ سے بسکٹ پر بھی چونچ مار دیتے۔

وقت معمول کے مطابق اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا راجہ، رانی نے تو باقاعدہ جوان ہونے پر پر نکال لئے اور اڑتے اور نہ صرف ہمارے درختوں پر چکر لگاتے۔ سادگی اور شرافت کے پیکر میں گھر کے لان پر ہی اکتفا کرتے۔ گلو ہر وقت کسی چیز میں چھپنے کی کوشش میں لگا رہتا جب راجہ، رانی کو پکارتے تو نجانے کہاں سے آ جاتے البتہ شام کو ہم انہیں کمرے میں بنے پنجرے میں جس کا دروازہ پہلے ہی کھولا جا چکا ہے حفاظت کے خیال سے بند کر دیتے۔

ایک ہمارا Canadian دوست Dr. Max Robinson جو کہ Montreal (Canada) کا رہنے والا اور ہماری یونیورسٹی میں Quantum physics کا پروفیسر تھا۔ اپنے چند دوستوں کو جن میں دو خواتین بھی تھیں ساتھ لے کر ہماری ملاقات کیلئے آیا جبکہ میری بیٹی غازیہ، فرخ اور راقم گھر کے back lawn میں آموں کے درختوں کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں بھی وہاں گارڈن چیئرز پر بٹھا دیا گیا۔ ایسے میں راجہ، رانی، گلو اور Tigro میزبانوں میں شمولیت کے انداز سے وارد ہوئے۔ ہمارے مہمانوں میں سے ایک نے کہا کہ آیا ان طوطوں کے پر کٹے ہوئے ہیں؟ ہم نے کہا "نہیں تو شوق سے انہیں رکھا ہوا ہے"۔ آپ نے ذرا ہاتھ ہلایا راجہ، رانی تو پھر سے اڑ کر پڑوسیوں کے درختوں پر جا بیٹھے اور گلو اپنی کارگزاری میں۔ ان میں سے ایک خاتون نے گھبرانے کی بجائے نہایت آہستگی اور پیار سے تھپکاتے ہوئے باہر نکال لیا کہ گرمجوشی میں Dr. Robinson کی پتلون کے پائنچے میں داخل ہو گیا۔ اسی اثنا میں مہمانوں کی مدارت کے سلسلے میں کافی اور کچھ دیگر خورد و نوش کے لوازمات فرخ اور غازیہ اندر سے لے آئیں۔ ہم لوگ کھانے پینے اور گپ شپ میں مصروف تھے کہ راجہ، رانی پھر سے آ کر میرے کاندھے پر براجمان ہو گئے۔ میں نے ان کی تواضع ان کے من پسند بسکٹوں سے کی۔ Tigro کو کھانے کیلئے بسکٹ اور دیئے گئے جبکہ گلو بھائی کھانے کا زیادہ شوقین نہیں تھا۔ اس کی تمام تر جستجو چھپنے کی غرض سے "گھر" کی ہوتی۔ جانے سے پہلے دوسری خاتون نے ہماری اجازت سے پرندوں اور ہمارے ساتھ تصویر بنائی اور خصوصاً پرندوں کی حیرت انگیز اور دلچسپ طور طریقوں سے محظوظ ہوتے ہوئے چلے گئے۔

اب ہماری بدقسمتی کا دورانیہ کچھ اس طرح شروع ہوا کہ ہمیں اپنے "پیر صاحب" کی وفات کی جو خبر پاکستان سے پہنچی چند ہفتوں کے بعد Tigro مر گیا۔ ایک صبح بیچارے گلو کے بکھرے ہوئے پر ملے جو کسی جنگلی بلی کے منہ کا نوالہ بن گیا۔ اسی طرح کچھ دنوں کے بعد "راجہ غائب" ہو گیا اور رانی بھی داغ مفارقت دے گئی۔

امر سنگھ

ایک سکھ ڈاکٹر امر سنگھ جو Physics میں Ph. D. تھا۔ اسی یونیورسٹی کے سائنس سکول کے Physics dept میں ریسرچ کرتا اور کلاسیں دیتا۔ اس کے پاس کرایہ شدہ apartments جو کہ ہمارے گھر سے کوئی دس منٹ کی drive پر واقع تھے۔ اس نے کئی مواقع پر پیشکش کی کہ ان نامساعد حالات میں بچوں اور خواتین کو میرے پاس بھیج دیں۔ میں اس کی کشادہ دلی و خلوص دل سے شکریہ ادا کرتا اور انکار کر دیتا۔ اب چونکہ ہماری مشکلات میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا حالات نہایت ہی پراگندہ ہو چکے۔ ان مصائب و آلام سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ اس سلسلے میں اسی دن میں اس کے پاس گیا اور وہ نہایت خوش دلی سے رضامند ہو گیا۔ اس نے اپنے رہائشی کمروں کے علاوہ اس کے flat میں دو کشادہ کمرے جن میں فرنیچر وغیرہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمیں کچھ mattress، تکیے، چادریں، تولیے، اور linen وغیرہ وہاں لے جانے پڑنے تھے۔

یونیورسٹی کے فائر بریگیڈ کے آفیسر بنام Jose Luis Naviera جو کہ میرا سٹوڈنٹ بھی رہ چکا تھا ٹیلیفون کیا کہ مجھے ٹرانسپورٹ کی ضرورت ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ میں وہ firemen اور ایک پک اپ لے کر آن پہنچا۔ ہم نے تمام ضروری اشیاء پک اپ پر لادیں۔ ڈاکٹر صادق، خواتین اور بچے انور کے ساتھ Maverick میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ باقی تمام لوگ گھر میں ہی رہے۔

Marfat.com

میں نے انور کو تاکید کی کہ وہ دور دراز کے پیچیدہ راستوں سے ہوتے ہوئے اُس کے اپارٹمنٹ میں پہنچ جائیں تاکہ کسی غیر کو ہماری نئی منزل کا پتہ نہ چل سکے لہٰذا انہوں نے میری ہدایات کے مطابق عمل کیا البتہ راستے میں انور کار کے retrovisor میں سے دیکھتا رہا کہ کوئی مشکوک کار تو ہمارا پیچھا نہیں کر رہی۔ تھوڑی دیر تک ایک پرانی Buick پیچھے رہی مگر مذکورہ flat کو مڑنے والی سڑک سے پہلے El Indo (roundabout کا نام) سے دوسری طرف مڑ گئی۔ انہوں نے تقریباً آدھ گھنٹے میں تمام سامان فلیٹ میں پہنچا دیا۔ انور نے firemen کو تاکید کی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے کہ ہمارے گھر والے کہاں جا رہے ہیں۔ انہوں نے تسلی بخش جواب دیا "ہم آپ کی صورتحال سے اچھی طرح واقف ہیں۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

[illegible] کی بیوی نے خوش اخلاقی سے آؤ بھگت کی اور ہمارے گھر والوں کو ہر قسم کی سہولیات میسر ہیں۔ جب انور وہاں سے چلا آیا تو فرخ نے رونا شروع کر دیا انور نے اسے تسلی دی اور کہا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو جو کچھ ہو چکا ہے اس سے برا وقت نہیں ہوگا انشاء اللہ۔

بدقسمتی سے مذکورہ flat کی بلڈنگ ابھی ابھی مکمل ہوئی تھی لہٰذا ٹیلیفون کی سہولت میسر نہ تھی تاہم اپنے خاص دوست کے ہمسائے کے پاس ٹیلیفون موجود اور قریب ہی رہائش پذیر تھا، پیغام رسانی کا سلسلہ جوڑا۔ بعض اوقات ضرورت کے تحت میں اُس سے خیریت پوچھتا۔ اسی طرح وہ [illegible] سے flat میں جا کر احوال پوچھ لیتا اور مجھے جواباً فون پر باخبر کر دیتا یا فرخ اُس کے flat میں جا کر سب احوال پوچھتی اور وہاں سے ہی ٹیلیفون کر دیتی۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کا وقت تھا۔ ذہنی طور پر اپنی، اپنی ڈیوٹی پر جانے کیلئے کوئی تیار نہ تھا۔ میں نے Fuchu کو گھر کے فرنٹ لان کی حفاظت کیلئے متعین کر دیا اور باقی ہم سب لوگ بیک لان میں اکٹھے ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا جیسا کہ لاطینی امریکی ممالک میں لوگ *siesta* (قیلولہ) کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہ قیلولہ ذرا طویل ہوتا ہے اس کا موسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ایک aluminium کی folding سیڑھی تھی جو کہ ان ممالک میں روزمرہ کے استعمال کے لیے ضروری Item ہے میں نے فرنٹ لان میں لا رکھی تاکہ اس پر چڑھ کر میں اوپر چھت پر جا کر ادھر اُدھر کا جائزہ لے سکوں۔

دراصل ہم خوف زدہ ضرور تھے مگر یہ فیصلہ بھی اٹل کہ جو کچھ ہماری قسمت میں لکھا ہوا ہے وہ بہرصورت ہو کر رہے گا اس دہشت گردی سے دو دو ہاتھ [illegible] ختم ہوتا تھا۔ چھوٹو، انور اور میں تو اس کھیل میں براہ راست الجھے ہوئے تھے مگر Ramon اور Garcia کی حیثیت ثانوی حیثیت اور حالات کا شکار تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہمارے ذاتی ملازم تھے اور Fuchu ایک سرکاری ملازم state کی طرف سے مقرر کر دیا گیا البتہ ایک قانونی شق تھی جس کا تعلق Ramon اور Garcia کے status سے تھا۔ بلاشبہ وہ ہمارے payroll پر تھے اور ہمارے لئے وہ ہر خطرات مول لینے کیلئے تیار مگر ان کے پاس اسلحہ لائسنس بغیر رکھنا جرم تھا۔ ان کی قانونی حیثیت دینے کے لئے میں نے پولیس کو اطلاع دی کہ ہمارے پاس دو ذاتی محافظ ہیں جو ہماری حفاظت پر مامور ہیں اور اس لئے ان کے پاس اسلحہ بھی ہوتا ہے مگر ان کے دوسرے سرے پر پولیس انسپکٹر نے میری طرف کوئی خاص توجہ نہ دی اور کہا کہ کوئی بات نہیں اگر ان کے پاس کوئی اسلحہ ہے تو جب تک وہ اسلحہ تمہاری حفاظت کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے ان کے پاس اسلحہ کے اجازت نامہ ہونا یا نہ ہونا کوئی مسئلہ نہیں۔

میری پولیس انسپکٹر کی دلیل سے تسلی نہ ہوئی اور میں خود اُس کے پاس پولیس اسٹیشن چلا گیا۔ وہی انسپکٹر جس نے مجھے ٹیلیفون پر جواب دیا مجھے اپنے دفتر میں ملا اور کہنے لگا کہ نہ صرف پولیس چیف بلکہ سٹیٹ اتھارٹی کے پیش نظر اسلحہ کے اجازت نامہ کی ایسی خاص اہمیت نہیں۔ میری پھر بھی تشفی نہ ہوئی میرے زیادہ اصرار کی وجہ سے میں نے محسوس کیا جیسے اُس کے صبر کا دامن چھوٹ رہا ہو۔ میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اُس کے الفاظ پر یقین کر لوں۔ اُس کا شکریہ ادا کیا اور گھر واپس لوٹ آیا۔

Ramon اور Garcia دونوں بڑے خوش تھے کہ انہیں سرکاری طور پر اسلحہ پاس رکھنے کی اجازت مل گئی مگر میں نے انہیں بار بار تلقین کی کہ یونہی بے گناہ لوگوں کی جان کے درپے نہ ہو جانا۔ Ramon کو گھر سے باہر کی ڈیوٹی سے سبکدوش کر دیا گیا اور اسے صرف گھر کے اندر ہی رہنے کی ہدایت کی جس کا مطلب یہ تھا کہ چھوٹو اپنی مخصوص جگہ چھت پر رہیگا جبکہ Garcia اپنی جگہ

Marfat.com

اندری ایریا میں بیک لان کے اندر Fuchu فرنٹ لان کی طرف دھیان دے گا۔ Ramon انور اور میں گھر کے اندر مختلف کمروں میں ادھر اُدھر کھڑکیوں سے حسب ضرورت اور موقع محل کے مطابق جھانکتے رہیں گے۔ تین چار دفعہ فون کی گھنٹی بجی تو لائن کے دوسرے سرے پر فرخ نہایت پریشانی اور تشویش کے زیر اثر نئی صورت حال کے متعلق دریافت کرتی رہی اور بار بار منت سماجت اور التجاؤں سے خدا کے واسطے دیکر کرتی رہی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے۔ ہم اپنے ہاتھ کسی کے خون سے رنگنے سے گریزاں تھے مگر حالات بڑی بے رحمی سے ہمیں اس موڑ پر لئے جا رہے تھے حالات کی ڈوری آہستگی سے ہمارے ہاتھوں سے سرک رہی تھی جیسے ہمارے اختیار میں کچھ نہ رہا ہو۔ بعد از دوپہر چار بجے تک حالات پرسکون رہے مگر آئندہ حالات پر فکرمندی سے غور کرتے رہے اور جیسا کہ قانون فطرت ہے کہ سکوت کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ ہماری چھٹی حس ہمیں بار بار دل کے کواڑوں پر دستک دے رہی تھی کہ آج رات کسی غیر معمولی واقع پیش آنے کی توقع ہے۔

میں نے اپنے ایک Gringo دوست Tom Curry دبلا پتلا چھ فٹ سے زیادہ قد اور نہایت ہی مخلص دوستوں میں سے تھا اور مغربی ممالک کے باشندوں کی طرح ہر فن مولا (ضمیمہ 131 A) کو ٹیلیفون کیا اور اپنے خدشات اور تکلیف دہ صورت حال کا اظہار کیا کہ اگر آج رات ناخوشگوار واقع پیش آیا تو اس کا تدارک کرنا لازمی امر ہے۔ ممکن ہے مجھے جسمانی نقصان پہنچ جائے یا میں کام آ جاؤں۔ ان حالات کے پیش نظر میں نے اُسے اپنی بیمہ پالیسیوں اور بنک اکاؤنٹس نمبر لکھوا دیئے اور ساتھ ہی اس پر اعتماد کرتے ہوئے جہاں اپنی estate کے ضروری کاغذات سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں کے متعلق بھی آگاہ کر دیا۔ اس نے مجھے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

''پیر تم تو شیر ہو، یہ شیروں کی جنگ ہے تمہارے دشمن روبرو ہونے کی کبھی جرات نہیں کریں گے۔ ان کا مقصد تمہیں یا تمہارے عزیز و اقارب کو جسمانی نقصان پہنچانا ہوتا تو اُن کے پاس بڑے مواقع تھے وہ صرف نفسیاتی جنگ کر رہے ہیں تا کہ تم مستقل طور پر نفسیاتی و ذہنی دباؤ کا شکار رہو۔'' وہ اس بات پر مصر تھا کہ ان تمام سرگرمیوں کے پس پشت تمہارے لینڈ لارڈ کا ہاتھ ہے۔ اس میں اتنی اخلاقی جرات نہیں کہ وہ تمہیں مکان خالی کرنے کی صاف صاف ترغیب دے اور یہ نکتہ ذہن میں رکھو کہ لاطینی امریکہ میں کسی پراپرٹی کو خالی کرنے کیلئے عجیب و غریب حربے استعمال میں لائے جاتے ہیں یہاں تک کہ کسی کو معمولی جسمانی نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اُس کا یقین محکم تھا کہ وہ لوگ میرے اہلخانہ یا مجھے کسی قسم کا نقصان جسمانی پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ میں نے نہ صرف وینزویلا بلکہ بین الاقوامی scientific community میں اپنی نشر و اشاعت کی وجہ سے ایک مقام پیدا کر لیا تھا۔ اس کی حوصلہ افزائی کا میں نے خلوص دل سے شکریہ ادا کیا اور اُس سے ملتجی ہوا کہ اگر مجھے کچھ ہو گیا تو وہ مہربانی کر کے میرے اہل خانہ کا خیال رکھے۔

اسی شام کوئی سات بجے دو نوجوان scooter سواروں نے ہمارے گھر والے بلاک کے ارد گرد چکر لگائے اور گھر کی سامنے والی سڑک پر سکوٹر کھڑا تو نہ کرتے البتہ اپنی رفتار ضرور ہلکی کر لیتے۔ شکل و شباہت سے مشکوک نظر نہ آتے تھے۔ انور کا خیال تھا کہ اُن میں سے ایک ہماری یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے اور وہ اپنی گرل فرینڈ جو کہ ہمارے گھر سے پچھلی گلی میں رہائش پذیر ہے، سے راز و نیاز کیلئے آتا ہے۔ انور کی یہ دلیل میرے دل کو نہ لگی۔ انہوں نے بلاک کا ایک اور چکر لگایا۔ ہمارے گھر کے سامنے سکوٹر کی رفتار کم کرتے ہوئے اتر کر ہمارے گھر کے سامنے والی kerb پر اطمینان سے چلتا ہوا اپنی گرل فرینڈ کے گھر میں داخل ہو گیا تو انور کا دوست نکلا۔ وقت کے ساتھ ساتھ فضا بتدریج مکدر ہوتی گئی۔ معمولی آہٹ پر کان کھڑے ہو جاتے اور اعصاب تن جاتے۔

رات گیارہ بجے کے قریب چھت پر سے چھوٹو نے سگنل دیا۔ میں دبے پاؤں آہستگی سے living-room کے دامن سے دروازے کی جانب بڑھا جس کے مختلف کواڑ بند تھے مگر مقفل نہ تھا جبکہ Fuchu، living-room کی کھڑکی سے گھر کے سامنے والے لان اور side alley کا کچھ حصہ جو کہ ائرپورٹ کی طرف نظر میں رکھے ہوئے تھا۔ جونہی میں نے دروازہ کھولا، چھوٹو رینگتا ہوا چھت کی منڈیر پر آیا اور اپنی گردن جھکاتے ہوئے رازداری سے گویا ہوا کہ مچھیروں کے گاؤں سے ساحل سمندر کے قریب کسی نے ٹارچ سے کئی بار روشنی ڈالی ہے۔ ایک کار جو کہ مین روڈ پر پارک ہے۔ اُس نے headlights کو متعدد بار روشن کیا اور بجھایا جیسے خفیہ پیغام رسانی کا سلسلہ جاری ہو۔ میں نے چھوٹو کو مشورہ دیا کہ اس قسم کی حرکات پر توجہ دینے کی بجائے تمہارا اصل کام یہ ہے کہ جو بھی

Marfat.com

جب تک قریب آ کے اس پر فائر کر دینا اور دوبارہ تاکید کی بلا جواز فائر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ موقع کے مطابق عقل استعمال کرو۔ وہ ہدایات دے کر دوبارہ اپنی پوشیدہ جگہ میں روپوش ہو گیا بہر حال یہ خبر میں نے دوسرے لوگوں تک پہنچا دی۔ فرخ نے دوبارہ ٹیلیفون کیا جبکہ میں نے یقین دلاتے ہوئے بتایا کہ تا حال حالات قابو میں ہیں تم آرام سے سونے کی کوشش کرو اور دوبارہ ٹیلیفون کی زحمت نہ اٹھاؤ۔ میں صبح خود تمہیں ٹیلیفون کروں گا (ضمیمہ B 131)۔

ایک بجے رات کے قریب بادل چھانے لگے ہوا بھی تیز ہو گئی۔ میں نے Ramon کو سگنل دیا کہ وہ گھر کی پناہ میں آ جائے Garcia اپنی جگہ پر تھم کر رہنے پر بضد رہا۔ بجلی کی چمک اور رعد کی ہولناک دھاڑ کے ساتھ بارش نے پھر آن گھیرا۔ اب Ramon نے یہ واپس لوٹنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ ہم تمام لوگ living-room میں بیٹھے اونگھ رہے تھے ہر ایک پر نیند غالب آ رہی تھی۔ میں نے انہیں چار گھنٹے سو جانے کا مشورہ دیا جبکہ خود جاگتے رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح پانچ بجے ٹیلیفون کی گھنٹی بجی تو اہلیہ کے دوسرے سرے پر فرخ خیر و عافیت پوچھ رہی تھی۔ میں نے اسے تسلی دی اور بتایا رات کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہیں ہوا صرف طوفانی بادو باراں کی وجہ سے پریشان ہو کر ہم شکار رہے۔

میں نے اور وہ ڈاکٹر امر سنگھ کے flat میں بھیجا جہاں ہمارے اہل خانہ ٹھہرے ہوئے تھے تاکہ دریافت کر سکے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ کافی دیر کے بعد انور واپس لوٹا اور کہنے لگا کہ وہ سکھ ڈاکٹر غیر مناسب سلوک کر رہا ہے جو کہ ایک اقلیم یافتہ انسان کے شایان شان نہیں۔ وہ ہمارے اہل خانہ کی موجودگی والے آپ پر بوجھ سمجھ رہا ہے اگرچہ اس کی بیوی بھی حالات کی سنگینی سے آگاہ ہے اور ضرورت سے زیادہ ہمارے اہل خانہ کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ ہم سکھ ڈاکٹر پر کوئی بوجھ تو نہ تھے سوائے اس کے کہ ہم اس کے flat کے دو کمرے استعمال کر رہے تھے جبکہ ان کمروں میں استعمال کیلئے ہم اپنا ہی سامان گھر سے لے گئے۔ دو ہفتوں کیلئے کھانے پینے کا سامان خرید کر فرخ نے صرف اپنا بلکہ ڈاکٹر امر سنگھ کے خاندان کیلئے بھی کھانا پکاتی۔ اس سکھ ڈاکٹر کے ناروا سلوک پر مجھے حیرت نہ ہوئی کیونکہ اس کی گھٹیا عادات کا اس کے department کے دوسرے ساتھیوں کو بھی علم تھا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ نہایت نچلے درجے کے خاندان سے تعلق رکھتا۔ وہ Ph. D تو کر گیا مگر احساس کمتری نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور حسد کا عنصر تو اس کی گھٹی میں پڑا تھا جب بھی وہ کسی کا اچھا ہوتا دیکھتا تو حسد کی آگ میں جلتا رہتا۔

اس سکھ کے متعلق ایک کہانی مشہور تھی وینزویلا کا ایک رہائشی بنام Aveledo جو اس کے ساتھ Amsterdam, Holland میں اس کے ساتھ پڑھائی ختم کرنے کے بعد Universidad de Oriente میں آ کر فزکس ڈیپارٹمنٹ کا Head مقرر ہوا تو اس Indian سکھ نے نہ صرف Aveledo سے بلکہ اہل خانہ سے بھی اچھے تعلقات استوار کر لئے۔ تقریباً ہر ایک weekend پر ڈاکٹر امر سنگھ Aveledo کو اپنے flat میں مدعو کر کے شراب وغیرہ سے تواضع کرتا اور بڑے گہرے دوست بن گئے۔ جونہی Aveledo نے ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ کی پوزیشن چھوڑی تو ڈاکٹر امر سنگھ نے نہ صرف Aveledo سے تعلقات منقطع کر لئے بلکہ اس سے بول چال ہی بند کر دی۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کے درمیان کسی چپقلش کی بناء پر تعلقات خراب ہو گئے ہوں مگر جو بھی ڈیپارٹمنٹ کا Head مقرر ہوا تو اس سے بھی یہی رویہ اپنایا جس دن سے ڈیپارٹمنٹ کے نئے Head نے چارج سنبھالا تو یہ سکھ ڈاکٹر صاحب جونک کی طرح چپک گئے ہر وقت یہ دونوں اکٹھے پائے گئے "یک جان دو قالب" وہی روایتی دوستی کی علامت کے طور پر اسے اور اس کی بیوی کو weekends پر گھر بلا کر خاطر مدارت سے نوازتا جس دن سے دوسرے شخص نے ڈیپارٹمنٹ کے Head کی نئی پوزیشن سنبھالی تو گرگٹ کی طرح سکھ ڈاکٹر نے رنگ بدلا اور نئے Head کی چاپلوسی میں لگ گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کے flats ایک ہی بلڈنگ میں تھے سکھ ڈاکٹر صاحب سکڑ سمٹ گئے اور ان دونوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ رہا۔

ایک دفعہ ہم ایک اور area میں رہائش جو کہ یونیورسٹی کے قریب تھا جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے تو ہمارے گھر کے سامنے ایک Trinidad & Tobago کا رہنے والا ڈاکٹر علی خان، جس نے کیمسٹری میں .Ph. D کی ہوئی تھی ہمارے والی یونیورسٹی میں ملازم ہوا اور اس کا ڈیپارٹمنٹ میرے ڈیپارٹمنٹ سے دو منزلیں نیچے واقع تھا۔ ڈاکٹر علی خان ہمارے گھر کے سامنے آ کر یونیورسٹی کے بنگلے میں رہائش اختیار کر لی۔ اس کے ساتھ ہمارے خاندانی حد تک راہ رسم و تعلقات قائم ہو گئے۔ سکھ اور علی خان کی دوستی اس حد تک

Marfat.com

پہنچی کہ یہ جڑواں بھائی لگتے۔ ایک ماں کی کوکھ سے اکٹھے وارد ہوئے ہوں مگر ان کے تعلقات بھی زیادہ دیر تک نہ چل سکے اور دوستی دشمنی میں اس حد تک بدل گئی کہ بول چال ہی بند ہو گئی۔

بہرحال ان حالات کے پیش نظر میں نے انور کو مشورہ دیا کہ فوراً اپنی اہلیہ کو سامان کے ساتھ لے کر flat سے واپس گھر لے آؤ۔ اسی دن میں نے یونیورسٹی کے fire brigade کی خدمات حاصل کیں اور اسی شام ہمارے اہلِ خانہ واپس گھر لوٹ آئے۔ ہمیں اس اذیت ناک دوری سے تو نجات ملی اور سکھ صاحب کی غیر شائستہ حرکات سے چھٹکارا نصیب ہوا۔

کاروں کی شناخت

دن گزرتے گئے حتیٰ کہ صبح آ گئی یہ وہ دن تھا۔ جب ہمارا آدمی Sixto Andrade نیلی قمیض اور سفید پتلون میں ملبوس جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، نے اپنی نشاندہی کراتے ہوئے اس bomba کے قریب ٹہلنا تھا تاکہ ایک یا متعدد کاروں کی نمبر پلیٹ نوٹ کر لے جن کی طرف Compaito نے اشارہ کرنا تھا۔ Andrade اور Compaito کی آپس میں کسی قسم کی شناسائی نہ تھی جس کی وجہ سے Compaito ہماری پلاننگ کو سبوتاژ نہ کر سکتا۔

دوپہر کے وقت میں نے Ramon کو bomba پر بھیجا تاکہ Andrade کی خبر تو لائے۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ Andrade تو وہاں گھوم پھر رہا تھا جبکہ Compaito شراب پینے میں مصروف اور بڑی بیتابی سے parking lot کی طرف دیکھ رہا تھا جو کہ Avenida Universidad اور ریسٹورینٹ کے درمیان واقع ہے لہٰذا تاحال سب کچھ ہماری پلاننگ کے مطابق ہو رہا تھا۔ جب میں اپنے آدمی Andrade سے کسی خبر کے انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا۔

ہمارے آدمی Andrade کی طرف سے جو کہ bomba پر متعین تھا۔ کوئی خیر خبر نہ آئی ماسوائے Ramon کے جس نے bomba سے کچھ خبر فراہم کی۔ ہم تمام لوگ شام کے کھانے کے لیے dining table پر اکٹھے ہوئے۔ چند دن خاموشی سے گزر گئے کوئی غیر معمولی واقعہ رونما نہ ہوا۔ ہمارے دشمنوں کے کیا ارادے ہو سکتے ہیں؟ ہم میں سے ہر ایک اندازے لگانے میں مصروف اور بدستور قیاس آرائیوں کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا کیونکہ "Faceless enemy" ("دشمن بغیر چہرے کے") سے مدمقابل تھے جو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ Ramon نے ایک شخص کو گھر کے فرنٹ ڈور کی طرف آتے دیکھا اور مجھے اشارہ دیا۔ میں نے living-room کی کھڑکی میں سے دیکھا تو ہمارا آدمی Andrade تھا چونکہ ہم تمام مسلح تھے اور 24 گھنٹے اسی حالت میں رہتے، وہ اندر آنے کے لیے ہچکچاہٹ کا اظہار کر رہا تھا میں نے دروازہ کھولا اور اس کو اندر بلا لیا۔

Andrade نے مجھے ایک کاغذ کا ٹکڑا تھمایا جس پر تین کاروں کی نمبر پلیٹیں لکھی ہوئی تھیں مگر ہم کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ اس نے مجھے مزید کہا کہ جب Compaito ان کاروں کی طرف مجھے اشارے کر رہا تھا نہایت مضطرب کیفیت سے دوچار رہا۔ اس بات سے میں نے محسوس کیا کہ بلاشبہ Compaito ان کاروں کے مالکان سے بخوبی واقف ہے۔ Andrade نے مجھے یقین دلایا کہ وہ بھکاریوں کے سے انداز میں ادھر ادھر گھومتا رہا اور کسی کی نظر میں بھی مشتبہ نہیں تھا۔ پیشتر اس کے کہ Andrade وہاں سے رخصت ہوتا Compaito اس سے پہلے ہی اٹھ کر چلا گیا۔ میں نے Andrade سے پوچھا کیا وہ بوقت ضرورت کاروں کے مالکان کو شناخت کر سکتا ہے؟

"میں نے اس سے پہلے انہیں کبھی نہیں دیکھا البتہ ضرورت پڑنے پر یقیناً پہچان لوں گا۔" میں نے انور سے Andrade کو اس کے گاؤں چھوڑ کر آنے کی ہدایت کی مگر اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔

"آپ لوگ پہلے ہی قیامت جیسے سنگین حالات سے دوچار ہیں۔ رات کی تاریکی میں انور بھائی کا باہر نکلنا قطعی مناسب نہیں کیونکہ ممکن ہے دشمن ایسے میں کہیں گھات لگائے بیٹھا ہو اور تمہارے بھائی انور کے ساتھ اگر میں دیکھا گیا تو وہ لوگ میری جان کے بھی درپے ہو جائیں گے اور ان لوگوں کا ہدف بن جانے سے میرا انجام بھی برا ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا وہ یہ وعدہ کر کے چلا گیا کہ ضرورت ہوئی تو اپنی خدمات پیش کرنے حاضر ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

رات کے اس وقت پولیس سٹیشن پر جانے کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ ٹریفک انسپکٹر کا دفتر چھ بجے شام بند ہو جاتا لہذا میں نے فیصلہ کیا کہ صبح دم پہلا کام یہی کرونگا۔ ہم کھانا کھانے کے بعد رات کیلئے اپنی اپنی ڈیوٹی پر متعین ہو گئے کوئی حادثہ پیش نہ آیا اور صبح کے وقت پولیس سٹیشن گیا انہوں نے ٹریفک انسپکٹر سے ملنے کی ترغیب دی جو شخص میرے کام کی نوعیت کی deal کر رہا تھا۔ اُس نے یہ کہہ کر میری بات سننے سے انکار کر دیا کہ جب تک پولیس سے مجھے اجازت نہ مل جائے میں ان معاملات میں دخل اندازی سے معذور ہوں۔ جب تک پولیس کی technical برانچ P.T.J (*Policia Tecnica Judicial*) سے حکم نہ ہو لہذا میں نے مایوسی کی حالت میں P.T.J کے محکمہ کی طرف رجوع کیا۔ وہاں recepcionista (receptionist) نے مجھے مطلع کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ معاملہ اسی محکمہ سے ہی متعلق ہے مگر بدقسمتی سے Jefe (Boss) اس وقت موجود نہیں۔ بجائے اس کے کہ یہ معاملہ کل پر چھوڑ دیتا میں نے وہاں پر ہی آفیسر کے انتظار کو ترجیح دی قریباً دو گھنٹے کے بعد خدا خدا کر کے Jefe آ ہی گیا۔ وہ نہایت نفیس انسان ثابت ہوا۔ پتہ چلا کہ وہ ہمارے حالات و واقعات سے بخوبی واقف تھا اور ہمارے حالات سے اُسے دکھ ہوا۔ میری ہمارے نمبرات کے ساتھ موجودگی اس کیلئے باعث تقویت تھی اس نے نہایت ہمدردانہ لہجہ میں بتایا کہ اب ہم لوگ صحیح راستے پر آگئے ہیں اور پرجوش انداز میں یقین دلایا کہ فوراً proper channels سے یہ اطلاع transit انسپکٹر کو بھیج دے گا۔ بلکہ میری موجودگی میں ہی حالات کی سنگینی کے پیش نظر اس پر عمل درآمد کر دیا۔ اس کے دفتر سے رخصت ہونے سے قبل دوبارہ درخواست کی کہ مہربانی کر کے جتنی جلدی ہو سکے ہمارے دشمنوں کے اقدام کا سدباب کیا جائے جبکہ اُس نے یقین دھانی کرائی کہ مجھے تمہارے حالات سے دلی رنج ہے اور میرا اخلاقی فرض ہے کہ شر پسندوں کی جلدی بیخ کنی کی جائے اور تمہیں اس دلدل سے نجات دلائی جائے۔

کئی روز دن گزر گئے میں روزانہ P.T.J کے دفتر ٹیلیفون کرتا مگر مطلوبہ جواب ندارد۔ اس دوران حالات معمول پر رہے مگر ہم نے اپنی پہرہ داری مستعدی سے جاری رکھی امیں کی نہ آنے دی ایک سوموار کی صبح میں خود ہی P.T.J کے دفتر گیا۔ میری بے قراری زوروں پر تھی اتنی تگ و دو کے بعد چوروں کے نمبرات حاصل کئے گئے مگر مثبت نتائج سامنے نہ آئے ہمارے صبر کی انتہا ہو گئی اور میں دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ بس میرا منہ چڑھا رہی تھی بہر حال میرا غصہ ایسا ہی تھا جیسا "ہنڈیا جلے تو اپنے ہی کنارے جلائے" کی مانند معلوم ہوتا تمام مصائب و آلام صرف ہمارے حصہ میں آئے ہیں جبکہ کائنات ہنسی خوشی معمول کے مطابق رواں دواں ہے۔ دیرینہ میں بدنصیبی کہ پچھلے چار دن سے پولیس چیف کی کسی دوسرے شہر تبدیلی ہو چکی تھی جبکہ نو وارد ہمارے حالات سے آگاہ نہ تھا بہر حال میں نے آفیسر کی ملاقات کیلئے بضد ہو گیا recepcionista نے میرے تیور دیکھ کر پولیس چیف سے ملنے کی اجازت دیدی چیف نے سیکرٹری کو ہماری فائل کوئی آدھا انچ موٹی پیش کرنے کا حکم دیا۔ فائل دیکھنے پر آفیسر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ باوجود اس کے کہ ہمیں پولیس کی حفاظت بھی مہیا کی گئی ہے اور اتنا عرصہ گزرنے کے بعد تک ہمارے مسائل جوں کے توں ہیں۔ کیوں، آخر کیوں؟ اس نے مجھے یقین دلایا کہ وہ ہمارے معاملات میں ذاتی طور پر دلچسپی لیگا بلکہ میری موجودگی میں ہی اُس نے نہایت مہربانی سے Tranist انسپکٹر کے دفتر میں ٹیلیفون کر کے ان نمبرز کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ان پلیٹ نمبرز کی کاریں تو Sucre سٹیٹ میں رجسٹرڈ ہی نہیں تھیں ہو سکتا ہے کہ یہ نمبر جعلی ہوں یا متعلقہ کاریں وینز ویلا کی کسی دوسری State میں رجسٹرڈ ہوں۔ پولیس چیف نے فیصلہ کیا کہ دیگر States میں ان نمبرات کی جانچ پڑتال کی جائیگی۔ اس پر میں بھی ڈٹ گیا کہ جبتک متعدد States میں ان امور پر ٹیلیفون نہ کر لے کا میں بھی کہیں جانے کا نہیں۔ اس نے کمال مہربانی سے Sucre State کی ملحقہ ریاستوں Mongas, Nueva Esparta, Azoategui اور Bolivar کے Transit انسپکٹرز کے دفاتر سے ٹیلیفون پر روابط کئے مگر مذکورہ بالا کاریں وہاں بھی رجسٹرڈ نہ تھیں ہو سکتا ہے کسی اور دور دراز States سے متعلق ہوں مگر میں ناامید ہو گیا مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ وہ نمبر پلیٹ جعلی تھیں۔

ان حالات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی ہمارا faceless دشمن وسیع ذرائع و اختیارات کا حامل ہے۔ تین luxury کاریں جن کے نمبر پلیٹ جعلی تھے۔ خدایا! ہمارا دیار غیر میں کس دشمن سے پالا پڑ گیا ہے؟ میں حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہ تھا جسمانی اور ذہنی طور پر ہر قسم کے انجام کیلئے تیار بہر حال یہ رستہ بھی بند نظر آیا۔

Marfat.com

ماہی گیروں کی بستی

آج کل بے چینی و بے قراری نے ہمیں اپنے حصار میں لے رکھا تھا کیونکہ کئی ہفتے گزر گئے ہمارے دشمنوں نے آنے کی زحمت گوارہ نہ کی اور اسطرح ہمارے امن وسکون میں خلل اندازی سے گریزاں رہے۔ فطرت انسانی کہ وہ معمولات کا عادی ہو جاتا ہے خواہ وہ معمولات تکلیف دہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ہمیں یقین محکم تھا کہ ہمارے دشمن ایک دن ہماری خبر گیری کو ضرور آئیں گے۔

ساحل سمندر پر شام کی خوشگوار اٹھکیلیاں کرتی ہوائیں انسان کو مسحور کرنے میں پیش پیش ہوتی ہیں تو ہم لوگ ایسی ہی ایک پر لطف شام گھر کے فرنٹ لان میں بیٹھے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ حالانکہ اس موقع پر گھر کی حفاظت کیلئے کوئی نہ کوئی شخص متعین کیا جانا ضروری تھا مگر اس مسحور کن شام کے زیر اثر گھر کی حفاظت کرنا بھول گئے۔ اچانک فریج کو خیال آیا کہ اتنے اچھے موسم میں کیوں نہ یہاں لان میں ہی کافی کی چسکیوں وغیرہ سے لطف اندوز ہوا جائے جبکہ اس سے ہم لوگ تنگ بھی تھے کیونکہ ایک عرصے سے رات دن تک دو، دشمنوں کی چہرہ شناسی سے محرومی، بھاگ دوڑ جفاکشی اور تجسس وغیرہ نے غیر معمولی تھکان سے دوچار کر دیا ہوا تھا۔ فریج اور انکی بیٹی عمل اس کچن جو living-room کے ساتھ تھا (یاد رہے ایک دوسرا کچن annexe میں بھی تھا) کافی اور دیگر لوازمات لانے چلی گئیں۔ انور کی والدہ annexe والے کچن سے کوئی چیز لانے کیلئے چلی گئیں۔

چند لمحات گزرے ہونگے کہ اچانک ایک دلدوز چیخ سنائی دی۔ ہم تمام حضرات کے عالم میں annexe کی طرف بھاگے کسی کو بیک لان یا گھر سے باہر توجہ دینے کا احساس نہ ہوا جبکہ بیچاری بزرگ خاتون annexe کے فرش پر بیہوش پڑی تھی۔ ایمبولینس بلائی گئی، چھوٹو اور انور کے ساتھ ہسپتال پہنچایا گیا۔ "سانپ گزر جانے کے بعد لکیر پیٹنے" کے مصداق ہم لوگوں نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھالی۔ پل بھر کی غفلت نے اپنا کام کر دکھایا۔

ہمارا دشمن اپنے عزائم میں اسقدر مستعد تھا کہ ہماری ایک لمحے کی غفلت سے پورا پورا فائدہ اٹھا گیا۔ کوئی تشویش کی بات نہ تھی۔ آئے ان کے سر پر ایک بھاری پتھر مار دیا گیا تھا۔ قریباً دو گھنٹے کے بعد ایمبولینس ہمارے گھر والے kerb کے ساتھ گھر کے سامنے رکی چھوٹو اور انور اپنی والدہ کو سہارا دیئے آہستگی سے چلتے چلتے گھر کے اندر لے آئے۔

دراصل وہ کچن میں ایک میز پوش کو تلاش کر رہی تھیں جو وہاں مل نہیں رہا تھا۔ انہیں دفعتاً خیال آیا آج ہی تو کئی کپڑے دھوئے تھے اور ان کو بیک لان میں خشک کرنے کیلئے رسیوں پر ڈالا گیا لہذا وہ annexe سے باہر گئیں۔ جونہی وہ رسیوں پر سے مطلوبہ میز پوش اتار کر واپس annexe میں لوٹیں تو کسی نے ان کے سر پر پتھر پھینک دیا جس سے ایک دلخراش چیخ کے ساتھ فرش پر گر گئیں یاد رہے کہ annexe کی چھت کنکریٹ کا نہیں تھا بلکہ لوہے کی گرل لگی ہوئی تھی جس میں بڑے بڑے رخنے تھے ان میں سے کسی نے پتھر دے مارا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ ہمارے دشمن ہر وقت موقع کی تاک میں لگے رہتے ہیں جونہی ذرا سی غفلت ہوئی تو انہوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ ہمیں جان سے مارنے یا اغواء کرنے کی بجائے محض اعصابی تناؤ اور ذہنی دباؤ سے دوچار رکھنا ان کے مقاصد میں شامل تھا۔

ہمارے "بغیر چہرے کے" دشمن کے سامنے کوئی مخصوص ہدف نہ تھا کہ کس کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ وہ چاہتے کیا ہیں؟ تاحال ہماری تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا گیا۔ ہم تمام لوگ ذاتی محافظ، پولیس اور جو کوئی اور ہوتی تھا تو اس بات سے پریشان کہ کسی کا کوئی بھی حربہ طریق کار، کارگر نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکا جبکہ ہمارے دشمن جب چاہتے دندناتے پھرتے اور جب چاہتے ہمیں اضطراب کی بھٹی میں جھونک کر چلے جاتے۔ سوال یہ تھا کہ ہمارا دشمن کون؟ شاید ہماری تگ و دو میں کوئی فرق باقی ہے اپنی کوششوں کو نئے سرے سے استوار کریں یا نقل مکانی کر جائیں اسی ادھیڑ بن میں شروع شروع میں سوچتا کہ میں تو آخری دم تک سینہ سپر رہونگا مگر اب صدمات کی پیہم یلغار سے مجبوراً دیگر پہلو پر سوچنا منا سب محسوس ہو رہا تھا اور میرے اندر کا انسان جھنجھوڑ رہا تھا کہ ہماری خیریت اسی میں ہے کہ نقل مکانی کر جائیں۔ کرایہ کی رہائش ویسے بھی عارضی نوعیت کی ہوتی ہے پھر ہماری اپنی رہائش کا بندوبست مکمل ہو چکی تھی۔ میں نے انور سے اس مسئلہ پر طویل گفتگو کی۔ انور بھی نقل مکانی کی کافی دیر سے ترغیب دے رہا تھا اور کہا کرتا کہ جتنی

Marfat.com

جلدی ممکن ہو یہ مکان خالی کر دیں آخر کار مجھے اس کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

کہنا آسان تھا مگر کرنا مشکل کیونکہ ایک مناسب رہائش اور وہ بھی ایک چھت کے نیچے دو خاندانوں کیلئے ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا بہر حال فیصلہ رہائش کی تلاش کا کر لیا گیا اور اخبارات میں بھی رہائش کیلئے اشتہارات دیئے گئے البتہ ایک بار پھر تہیہ کیا گیا کہ یوں نہ اپنے faceless دشمن کی شناخت کیلئے کوشش کی جائے جو عرصہ دراز سے ہم لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ .Fuchu, Ramon, Garcia اور میں گھر کے بیک لان میں کوئی تدبیر سوچ رہے تھے کہ کس طریقہ سے گھر کی موثر حفاظت کا اہتمام کیا جائے جبکہ بچے اور خواتین فرنٹ لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انور صبح دم ہی ایک پراجیکٹ پر کام کرنے کیلئے شہر barrio (مفلوک الحال علاقہ) میں گیا ہوا تھا۔ تین نوجوان جن میں سے ایک کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ گھر کے فرنٹ لان کے دروازے سے داخل ہوئے ان کا خیال تھا گھر میں آج شاید مرد موجود نہیں ہیں۔ یہ روشن دن تھا بچے اور خواتین ڈر سے گھبرا اٹھے انور کی بیوی نے زور زور سے چیخنا شروع کر دیا auxilio، auxilio (Spanish زبان میں مدد، مدد)۔

چھوٹو اپنے bedroom سے ثبات میں باہر نکل آیا اور مداخلت کرنے والوں نے نہایت سرعت سے واپس پلٹ کر سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ ان میں سے دو افراد ائیرپورٹ کے runway کیطرف اور تیسرے نے ساحل سمندر کا رخ کر لیا۔ ہم بیک لان سے بھاگتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔

یہ منظر تھا! Ramon اور Garcia ان دونوں کے پیچھے بھاگ رہے تھے جو runway کی طرف گئے جبکہ چھوٹو نے اس شخص کا تعاقب جاری رکھا ہمارے کئی پڑوسی اپنے گھروں سے نکل کر محو تماشہ تھے۔ میں گھر کے اندر سے binoculars لے آیا تاکہ بھگوڑوں میں سے کسی ایک کو پہچان سکوں۔ وہ لوگ پیشہ ور دوڑ لگانے والے دکھائی دے رہے تھے جو تعاقب کرنے والوں سے بہت آگے جبکہ درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا اور بتدریج بڑھتا ہی رہا۔

میں حیران تھا کہ فائرنگ کی آواز سنائی نہیں دے رہی مگر جلد ہی حقیقت کھلی کہ اسقدر فاصلے پر سے محافظ فائرنگ کرتے بھی تو بے سود کیونکہ وہ مچھیروں کی بستی کے نزدیک اور فائرنگ کی رینج سے بہت دور نکل چکے تھے۔ Cumaná ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ اس نوعیت کا یہ واقعہ ہمارے لئے کافی بڑا ہوا تھا اور ہجوم کوئی ہجوم تھا! نہ صرف ہمارے بلاک کے رہائشی بلکہ شہر کے دوسرے علاقہ جات سے بھی لوگ جائے وقوعہ پر runway کے دو رویہ خاص طور پر اس سڑک پر جو کہ ہمارے گھر والے بلاک جنوب کیطرف تھی اور runway سے متوازی تھی حد نگاہ تک بچھے ہوئے تھے۔ اے کاش کوئی فلم ڈائریکٹر وہاں موجود ہوتا!

کئی shots کو نجنے کی آواز سنائی دی اور میں نے binoculars کی مدد سے دیکھا کہ ہمارے آدمی runway کی اس پار جھاڑیوں میں پناہ لے رہے تھے۔ یہ جگہ مچھیروں کی بستی سے دور نہ تھی۔ چھوٹو اور دوسرے بھاگنے والے میں درمیانی فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے جس کا تعاقب کیا گیا وہ ساحل سمندر کے کنارے مچھیروں کی بستی کے عین سامنے دو لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گیا اور اس منظر نے مجھ پر کپکپی طاری کر دی چھوٹو اجنبیوں کے درمیان تھا اور عین ممکن کہ وہ ہمارے دشمنوں کے نرغے میں کسی کے ہاتھ چڑھ جائے جو ارد گرد موجود ہو سکتے تھے۔ ہجوم میں سے کسی نے پولیس کو اطلاع دیدی۔ دو police patrols سائرن بجاتے ہوئے ہمارے گھر کیطرف تیزی سے آ رہے تھے ایک پولیس آفیسر اپنی van سے اترا اور مجھے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے حالات کے متعلق پوچھا جبکہ تین اور پولیس سراغ رساں دوسری پٹرول کار سے اتر کر میرے پاس آ گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے binoculars لیکر runway کیطرف دیکھنا شروع کر دیا کیونکہ ظاہری آنکھ سے منظر صاف دکھائی نہ دے سکتا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے مجھ سے ٹیلیفون استعمال کرنیکی اجازت چاہی جس نے سختی سے پولیس سٹیشن پر ٹیلیفون سے ہدایت کی ایک police patrol کو مچھیروں کی بستی کیطرف فی الفور بھیج دیا جائے کیونکہ ہمارے گھر سے اس بستی تک کار وغیرہ پر رسائی مشکل تھی میں نے چھوٹو کی سلامتی کے متعلق اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ وہ دشمنوں کے نرغے میں پھنس گیا ہے۔ قریباً دس منٹ میں ایک police van بھی runway سے اس پار مچھیروں کی بستی کے کنارے پہنچ گئی اور اسکی flash light متحرک تھی۔ انسپکٹر نے اپنے communication system کی مدد سے اس patrol والوں کو تاکید کی کہ کچھ ہو چھوٹو کو اپنی حفاظت میں لے لیا جائے۔

Marfat.com

چند لمحات کے بعد پولیس انسپکٹر کو مذکورہ پٹرول والوں نے اطلاع دی کہ چھوٹو کو بحفاظت اپنی تحویل میں van میں بٹھا لیا گیا ہے۔ یہ سن کر میں نے سکھ کا سانس لیا۔

کافی وقت گزر گیا۔ ہمارے آدمی تاحال runway کے اس پار جھاڑیوں میں چھپے رہے۔ گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اُن مکانات میں سے ہمارے آدمیوں پر جوابی فائرنگ کی جا رہی ہو جو بستی کے کنارے واقع تھے۔ بے پناہ ہجوم اور کاریں اس قدر زیادہ تھیں کہ ہمارا گھر بے چین تماشائیوں کے اژدھام میں گھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر نے ایک اور ٹیلیفون کیا جس کے ردعمل میں مزید چار پولیس پٹرول کاریں آن پہنچیں۔ پولیس انسپکٹر نے ہجوم کو فوراً منتشر ہونے کا حکم دیا کیونکہ اسے ہماری حفاظت مطلوب تھی چنانچہ چند لمحات میں اژدھام چھٹ گیا۔ اسی اثناء میں انور اپنی یونیورسٹی پراجیکٹ سے واپس لوٹا۔ اس نے اس وقوعہ کی تمام خبر ریڈیو کے سپیشل بلیٹن سے سن لی۔ جب وہ اپنی کار سے واپس لوٹ رہا تھا تو اس نے گھر کے گردونواح جوق در جوق مخلوق دیکھی۔ اُس کو شبہ ہوا شاید گھر والوں میں سے کسی کو جانی نقصان ہوا ہے جس نے اُس کے اوسان خطا کر دیئے۔ میں نے اسے تسلی دی اور تمام حقائق سے آگاہ کر دیا۔

گھر سے پولیس والوں کے آرام کیلئے مزید garden chairs مہیا کی گئیں۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ جب تک مچھیروں کی بستی سے پیٹرول کاریں یہاں نہ پہنچ جائیں اُن کو سکون نہ آئیگا۔ پولیس انسپکٹر کو یہ احساس بھی پریشان کئے جا رہا تھا کہ ہمارے آدمی ابھی تک دور جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے binocolars کی مدد سے دیکھتے ہوئے بتایا تمہارے آدمی بخیر و عافیت runway سے ہوتے ہوئے آرہے ہیں۔ کچھ دیر بعد Garcia اور Ramon نمودار ہوئے تھکے ہارے، زرد چہرے، نڈھال جیسے اُن میں جان ہی نہ ہو۔ میں نے اُن سے بندوق اور ریوالور لیکر اندر محفوظ کرتے اور وہ گھر کے لان میں چت لیٹ گئے۔ پولیس سراغ رسانوں میں سے ایک نے اُن پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے اُسے ذرا سخت لہجہ میں ایسا کرنے سے روک دیا کہ ان بیچاروں کو سانس تو لینے دو۔ پولیس انسپکٹر نے اپنے آدمیوں کو ان دونوں کو حراست اور ہتھکڑی لگانے کو کہا۔ اس وجہ سے تو میں آگ بگولہ ہو گیا اور مشتعل ہو کر چیختے ہوئے اس پر واضح کیا یہ ہمارے قابل اعتماد آدمی ہیں اور ان کے پاس اسلحہ استعمال کرنے کیلئے گورنر کی طرف سے دیئے گئے کارڈز ہیں۔ تم ان سے ایسے سوالات کر رہے ہو جیسے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے گینگ میں سے ہوں۔ خاص طور پر اتنے لوگوں کی موجودگی میں میرے کہنے کے باوجود وہ باز نہ آیا۔

انور جو کہ اپنی پرجوش طبیعت کی وجہ سے کافی مشہور اپنا غصہ نکالنے ہی والا تھا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک جو کہ پولیس انسپکٹر کا بھی دوست تھا۔ گھر کے فرنٹ لان کے دروازے سے داخل ہوا۔ چند منٹوں کیلئے وہ خاموش رہا پھر اس نے پولیس انسپکٹر کو ایک طرف لیجا کر کچھ باتیں کیں جن سے میں بے خبر تھا۔ بہر حال اس کے ردعمل میں اتنا ضرور ہوا کہ جب وہ واپس آکر بیٹھے تو سوال جواب کا سلسلہ بند ہو گیا۔ میں نے اپنے آدمیوں کو اندر جاکر آرام کرنے کو کہا کیونکہ بیچاروں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی اور وہ ابھی تک پسینہ میں شرابور تھے۔

کافی دیر کے بعد مچھیروں کی بستی سے پولیس پٹرول کار آن پہنچی۔ چھوٹو کو صحیح سلامت دیکھ کر ہماری جان میں جان آئی۔ پولیس انسپکٹر اور دوسرے پولیس سراغ رسان کچھ دیر تک ٹھہرے رہے اور سادہ کپڑوں میں ملبوس پولیس سراغ رسانوں کے boss نے تین سفید کپڑوں میں ملبوس سراغ رسانوں کو رات ہمارے گھر کی حفاظت پر متعین کر دیا۔ یہ بھی حکم دیا کہ دوسرے دن تین اور آکر ڈیوٹی سنبھالیں گے۔ اس نے مزید حکم دیا کہ گھر کے اندر سے ہی نہیں بلکہ گھر کے باہر باڑ سے اور دروازے پر بھی خفیہ طور پر ہمارے گھر پر نظر رکھیں گے۔ ماسوائے مذکورہ بالا تین سادہ لباس میں ملبوس سراغ رسانوں کے تمام پولیس والے چلے گئے۔ میں نے Fuchu کو کہہ دیا کہ آج رات سے تمہاری خدمات کی ضرورت نہیں کیونکہ گھر کی حفاظت کیلئے پہلے زیادہ ہی افراد مامور کئے جا چکے ہیں بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ اور وہ اس خیال سے متفق ہو گیا اور کہنے لگا "ہاں اگر ضرورت محسوس کریں تو مجھے بلائیں میں حاضر ہوں۔" انور اسے اپنی کار میں اخلاقاً گھر پہنچانا چاہتا تھا مگر میں نے اُسے منع کر دیا۔ ایک ٹیکسی کو فون کیا گیا اور Fuchu اپنے گھر روانہ ہو گیا۔

رات کے دس بجے کا عمل ہوگا اور ابھی تک ہم میں سے کسی نے رات کا کھانا نہیں کھایا۔ لہذا فرخ annexe میں جہاں چھوٹو

Marfat.com

انور اور میں living-room میں بیٹھے جدید واقعات کا تجزیہ کرنے لگے۔ ہم ابھی باتوں میں مصروف تھے کہ فرخ نے ڈرائنگ روم میں میز پر کھانے چن دینے کی اطلاع دی۔ کھانا کھانے کے بعد بچے، خواتین اور ڈاکٹر صادق اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے جبکہ ہم دوبارہ living-room میں آن بیٹھے۔

یہاں یہ واضح کردینا مناسب ہوگا کہ وہ تین بدمعاش جو کہ ہمارے گھر کے فرنٹ لان میں درآئے تھے۔ ان میں سے ایک نے انور اور والدہ کی طرف دھمکانے کے انداز میں ریوالور کی نالی تان لی۔ ہمارا پڑوسی دیوار کے اوپر سے یہ تمام کاروائی دیکھ رہا تھا اور اس نے بھی مدد کیلئے پکارا۔ اس بات پر میں اسلئے زور دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بدمعاش کو بعد میں جب گرفتار کیا گیا تو اس نے پولیس تفتیش میں انکار کردیا اس کے پاس تو ریوالور تھا ہی نہیں۔

چھوٹو نے باتیں کرنے میں پہل کی۔ اگرچہ چھوٹو کو ہم گھر کا ایک فرد ہی خیال کرتے جھوٹ بولنا تو اسکی سرشت میں شامل تھا جھوٹ بولنے کا مطلب کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ وہ صرف اور صرف جھوٹ بولنے کیلئے جھوٹ بول دیتا ہے۔ اسکی یہ بری عادت اس کی نس نس میں سرایت کرگئی کہ وہ بغیر اس کا احساس کئے کہ وہ جھوٹ بول کر گناہ کررہا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے جھوٹ کو خود ہی سچ کا جامہ پہنا دیتا ہے۔

چھوٹو کی خصوصیت کا ایک اور پہلو ملاحظہ ہو کہ وہ kleptomaniac (ضمیمہ 132) ہے۔ چھوٹو کی یہ قبیح عادت بچپن سے چھوٹی موٹی اشیاء چرانے سے شروع ہوئی کیونکہ اس پر توجہ نہ دی گئی اور کنٹرول نہ کیا گیا چنانچہ یہ اسکی جبلت کا حصہ بن گئی۔ چھوٹو کا باپ پاکستانی فوج میں میجر کے عہدے پر فائز تھا اور وہ اپنے گھر میں بھی فوجی قواعد، روایات کا حامل رہا۔ یہانتک کے چھوٹے بچوں پر بھی فوجی discipline لاگو رکھتا اور discipline کی پیروی کرنے کیلئے بچوں کو جسمانی سزا سختی سے دیتا۔ اس حد تک اپنا discipline نافذ کرنا چاہتا کہ خاص طور پر چھوٹو کے معاملے میں کہ تھوڑی سی حکم عدولی پر بھی وہ اسے مار مار کر بیہوش کردیتا۔

ان میجر صاحب کی اپنے اعلیٰ آفسروں سے بھی چپقلش، مڈبھیڑ رہتی جس کے نتیجہ میں اسے فوج سے مجبوراً چھٹی دیدی گئی۔ چند ایک سال فوج سے برطرفی کے بعد پاکستان میں ہندوستان کی دھمکی جنگی وجہ سے general mobilization شروع ہوئی اور اس وہ دوبارہ بلا لیا گیا پھر اسی طرح اسکی اعلیٰ آفیسروں سے ٹھن گئی اور اسے استعفیٰ دینا پڑا۔

ذہنی پس لفظ

ہم اب معمول کے عادی ہو چکے تھے۔ کبھی بھار رات یا دن کے وقت ایک آدھ پتھر اور بس البتہ مشکوک عناصر ہمارے محلے والے بلاک کے ارد گرد گھومتے نظر آجاتے مگر یہ طواف ہماری پریشانی کا موجب نہ بنتا جبکہ گھر کی پہرہ داری کے عمل کو نظر انداز کرنا مناسب نہ تھا۔

ہمارے دوست گورنر کے سیکرٹری Lugo نے دو مسلح افراد میری حفاظت کیلئے مقرر کیے ہوئے تھے لیکن مجھے اس کی خبر تک نہ تھی۔ وہ صرف میرا پیچھا کرتے بلکہ یونیورسٹی کی حدود میں بھی داخل ہو جاتے۔ جب مجھے چند دنوں بعد میرے ایک سٹوڈنٹ بنام Mata نے اس سے متعلق آگاہ کیا کیونکہ یہ گارڈ Mata کے گھر کے قریب ہی رہا کرتا اور اس نے پہچان لیا۔ میں پریشان ہو گیا کیونکہ پولیس تو یونیورسٹی میں داخل ہو ہی نہیں سکتی اگر دوسرے سٹوڈنٹس کو خبر ہو جاتی تو ایک طوفان برپا ہو جاتا۔ میں نے Lugo کو ایسے اقدام اٹھانے سے منع کردیا۔

ہم تمام اہل خانہ گھر کے living-room میں حالات کا جائزہ لینے کے لئے مل بیٹھے ماسوائے میرے افراد خانہ یہ گھر خالی کرنے کے متقاضی تھے بلکہ بات میری منت سماجت تک پہنچ گئی مگر میں دیکھنا چاہتا کہ ہماری قسمت میں آخر ہے کیا۔ عجیب بات تھی کہ ہمارے دشمن ہم سے باہم لاتعلقی کا اظہار کرتے رہے اور ان کی تمام تر سرگرمیاں گھر کے محور کے ارد گرد حلقہ بگوش رہیں۔ میں نے اہلخانہ کے سامنے ہتھیار ڈال ہی دیئے اور دوسرے دن تلاش بسیار کے بعد ہم نے شہر کے دوسرے کنارے دو flats جنکے درمیان تھوڑا فاصلہ تھا کرایہ پر لے لئے اور اسی دن اپنا سامان باندھنا شروع کردیا۔ میں نے یونیورسٹی کی فائر بریگیڈ کی خدمات حاصل کیں اور انکے

Marfat.com

ٹرک میں گھر کا سامان کئی چکر لگاتے ہوئے نئی رہائش گاہ تک پہنچا دیا۔ جب ہمارا آدمی آخری پھیرے پر آیا تو میں نے تمام گھر کا چکر لگایا تاکہ دیکھ سکوں آیا کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ جونہی میں فرنٹ ڈور سے باہر نکلنے والا تھا تو قریب ہی living-room میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھالیا تو اُن کے دوسرے سرے پر ایک لڑکی کی آواز سنائی دی:

"*Por fin se van*" (جس کا مطلب یہ ہے کہ آخر آپ لوگ جا ہی رہے ہیں) اور اس نے ٹیلیفون بند کر دیا۔

ہمارے flats میں shift ہونے سے پہلے ڈاکٹر صادق اور اُن کی family پاکستان واپس چلے گئے اور اسی سال 1976 اگست کے مہینے میں ہم تمام اہلِ خانہ flats میں منتقل ہو گئے۔ چند ہفتوں کے بعد انور کی والدہ صاحبہ بھی پاکستان کے لیے روانہ ہوئیں۔ نومبر کے مہینہ میں فرخ کو بھی پاکستان جانے کی سوجھی۔ پہلی جنوری 1977 کو جب میں اُسے لینے کے لیے airport پر گیا تو نصف کی ہوئی بلانی کوٹھی کی چابیاں بھی اُس کے حوالے کیں۔ ویسے تو میں retire ستمبر کی پہلی تاریخ 1987 کو ہوا لیکن 1990 جنوری فرخ کے ساتھ پاکستان لوٹا مگر انور اس کے اہلخانہ ہماری بیٹی غازیہ اور چھوٹو اب بھی وہاں ہی رہائش پذیر ہیں۔

میں نے اپنی بیٹی غازیہ پرزانہ کے نام پر اپنے بنگلے کا نام Quinta Porzana تجویز کیا۔ یہ نام ایک کالی ٹائل پر سفید حروف میں لکھوا کر اپنی کوٹھی کے فرنٹ لان کے سنٹرل دروازے کے اوپر لگا رکھا ہے۔ سوائے معمولی چوریوں کے جو کہ اکثر بڑی کوٹھیوں میں ہوتی ہیں۔ ہمارے faceless enemy نے کبھی قدم رنجہ فرمانے کی زحمت نہ فرمائی۔ ابھی تک وہ دیدہ اور متعلقہ صعوبتیں میرے اعصاب پر سوار ہیں کہ ہمارے faceless enemy نے کتنے عرصہ تک کن کن مشکلات سے دوچار کیا۔ مجھے امید ہے کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں کسی موڑ پر مجھے اپنے دشمنوں کا چہرہ نظر آ ہی جائیگا اور میری دیرینہ خواہش پوری ہو جائے گی۔

Marfat.com

مختلف واقعات

خلیج میں تابوت

راقم جب Universidad de Oriente میں بطور پروفیسر تعینات تھا تو کلاس دینے کے علاوہ زیادہ تر وقت ریسرچ کرنے میں گزارتا۔ میری ریسرچ میں انسانوں کے علاوہ مختلف اقسام کے جانوروں مثلاً مگرمچھ جسے جنوبی امریکہ میں baba سمندری اور دریائی مچھلیاں، بڑے سانڈے کی قسم کے جانور جس کو مقامی زبان میں Iguana، غاروں میں رہنے والی چمگادڑ کی قسم سے رہنے والے جانور، پرندے، چھوٹے سمندری اور دریاؤں میں پائے جانے والے گھونگے وغیرہ وغیرہ کے parasites کی تحقیق شامل تھی۔

جنوبی امریکہ خاص طور پر وینزویلا اور برازیل میں ایک خاص قسم کی مچھلی پائی جاتی ہے جس کو Caribe یا Piranha کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی چھ سات انچ کے قریب، رنگین اور چوڑائی بہت کم ہوتی ہے۔ قدرت کاملہ نے اس مچھلی کو اسقدر تیز دانت عنایت فرمائے ہیں کہ یہ لوہے کے باریک تاروں کو بھی کاٹ سکتی ہے۔ جس آبی مقام میں یہ مچھلی پائی جاتی ہے اگر بدقسمتی سے ان جگہوں میں کوئی گھوڑا، گائے یا انسان وغیرہ گر جائے تو دیکھتے ہی دیکھتے اس مچھلی کے غول بڑی سرعت سے کتر کتر کر ہڑپ کر جاتے ہیں۔ وہاں کئی واقعات ایسے ظہور پذیر ہوئے ہیں کہ کسی نے دشمنی کی بناء پر کسی کو ایسے پانی میں پھینک دیا تو یہ مچھلیاں چند منٹوں میں اسکی ہڈیاں تک چبا ڈالتی ہیں۔

مجھے خیال گزرا کہ Easter جسے مقامی زبان میں Semana Santa کہتے ہیں، کی ایک ہفتہ کی چھٹیاں ہوتی ہیں تو کیوں نہ Caribe کے بھی parasites کی تحقیق کی جائے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے جب وینزویلا Orinoco دریا میں طغیانی آتی ہے تو پانی باہر نکل کر بڑے بڑے جوہڑوں کی صورت میں دریا کے کناروں پر جمع ہو جاتا ہے اور ایسے ہی جوہڑوں سے مذکورہ مچھلی کو پکڑا جا سکتا ہے۔

اس غرض کے تحت میں ڈرائیور Triburcio اور اسسٹنٹ Zubero کے ہمراہ جیپ میں سوار سمندر کے متوازی سڑک پر رواں دواں ہو گئے۔ اس کے علاوہ ہمارے ساتھ ایک pickup بھی جس میں میرا ایک شاگرد Jose Luis Naveira اور دیگر ضروری سامان ہمارے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ سڑک کی دائیں جانب پہاڑ بائیں جانب ایک خلیج بنام Golfo de Cariaco کے ساتھ ساتھ خطرناک موڑ تھے اور یہ خلیج ایک چھوٹے سے شہر San Antonio کے قریب ختم ہو جاتی۔ ہماری منزل San Felix جو Cumaná سے تقریباً 495 کلومیٹر دور جنوب مشرق میں واقع تھی۔ کوئی سات گھنٹے کی مسافت طے کر کے ہم دریائے Orinoco اس مقام پر شام 6 بجے پہنچ گئے جہاں سے ہم نے ferry لے کر دوسرے کنارے پر San Felix پہنچنا تھا۔ اس ferry پر مسافر، کاریں، بسیں، ٹرک وغیرہ پار کر لئے جاتے ہیں تاکہ دوسرے کنارے مطلوبہ سامان پہنچایا جا سکے۔ ہم نے شہر میں ہوٹل La Gracia کے نچلے دو کمرے لئے اور شب بسری کے بعد ہم نے ایک جوہڑ کا انتخاب کیا جس کی چوڑائی ہمارے جال کی لمبائی کے برابر ہی تھی۔ ہم نے ضروری سامان vehicles سے نیچے اتار لیا اور اپنے hamacas کو درختوں سے باندھ لیا تاکہ چند دیر ستا لیں۔ اپنی بندوقیں اور machetes (ضمیمہ 133) اپنے ساتھ لے لئے۔

Marfat.com

اب مچھلی کو پکڑنے کا انتظام کچھ اس طرح کیا کہ لوہے کے دو poles درمیان کوئی ایک میٹر اونچائی تک لوہے کی جالی باندھ رکھی تھی۔ جالی کی لمبائی قریباً سات میٹر۔ ایک طرف سے pole کو Zubero نے اور دوسری طرف سے pole کو Naveira نے پکڑ لیا۔ جال کو ایک خاص انداز سے جوہڑ کے ایک کنارے سے پھیرنا شروع کر دیا۔ جب وہ مچھلیوں کو پکڑنے کی غرض سے آگے آ رہے تھے تو ہم حیرت زدہ رہ گئے مچھلیاں لوہے کی جالی کو کتر کر دوسری طرف یعنی آزاد ہو کر چلی جا رہی ہیں۔ جیسے ان کیلئے لوہے کا جال کوئی رکاوٹ ہی نہیں۔ خالی ہاتھ لوٹنا بھی ہمارے مزاج کے خلاف تھا ہم نے کانٹے (کنڈی) سے بمشکل دو مچھلیاں پکڑیں لیکن مچھلی کے منہ سے کنڈی نکالنے کی کسی کو جرات نہ ہوئی گویا ان کو زندہ ساتھ لانا شیر کے منہ سے شکار چھیننے کے مترادف تھا۔ انہیں کنڈی سمیت وہیں چھوڑا اور ناکامی کے بعد واپس ہو لئے۔ اس تجربہ کے بعد ہم نے ایک اور موقع پر مختلف طریقہ سے مچھلیاں پکڑیں طریقہ یہ تھا کہ خاص tranquillizer گولیاں ایک چھوٹے سے جوہڑ میں پھینک کر لوہے کے جال سے اٹھا کر ایک بڑے can میں ڈال دیں جس میں وقفہ وقفہ کے بعد oxygen tabs ڈالتے رہے اور زندہ لیبارٹری تک لے آئے جہاں ان کو شیشے کے tank میں رکھا جو لوگوں کیلئے کافی دلچسپ موضوع بنا رہا۔ میرے طالب علم حیرت زدہ تھے کہ آخر یہ کس طریقہ سے پکڑی گئیں۔

ہم لوگ واپسی پر ایک شہر Mariguitar، گلف کے آدھے سفر کی مسافت پر واقع ہے، میں کافی دیر دوست لطف اندوز ہوتے رہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے رات 12 بجے کے وقت اس شہر سے روانگی کا قصد کیا۔ کوئی آدھ گھنٹہ ہوا کہ ایک چوک کے نزدیک میری جیپ سے چند میٹر دور سڑک کی دائیں جانب ''چند سوگوار لوگوں نے ایک تابوت اٹھا رکھا ہے۔ کئی مرد، عورتیں جن کے بال کھلے ہوئے، مردوں کے بھی کالے لمبے بال، سب کالے لباس میں ملبوس، ہاتھوں میں لالٹینیں پکڑے ہوئے اجنبی زبان میں آہ و بکا کر رہے ہیں۔ اُن کی آہ وزاری کی شدت سے محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی عزیز اور برگزیدہ ہستی ملک عدم سدھار گئی ہو۔ جونہی ہماری جیپ ان کے قریب پہنچی تو وہ ایسے غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔''

''Triburcio جتنی جلدی نکل سکو نکل چلو یہ کوئی مافوق الفطرت مخلوق ہے۔''

Triburcio، Zubero اور میری حالت غیر اور ناقابل بیان تھی لیکن مجھے یہ فخر بھی دامن گیر ہے۔ پیچھے pickup والوں کے ساتھ کیا بیتی ہوگی۔ راستہ پرخطر تھا اور ہم سب ہی ڈرے، سہمے ہوئے تھے۔ پتہ نہیں کس طریقہ سے ہم Cumaná میں اپنے گھر Quinta Porzana پہنچے۔ میں نے گھر کے جنگلے کے باہر سے ہی چیخنا شروع کر دیا۔ فرخ نے اپنے bedroom کی balcony سے جھانک کر دیکھا اور اُس نے انور کو کہا کہ نیچے جا کر دائیں ہاتھ والے garage کا gate کھولے اور ہمیں اندر لے آئے۔ ہم تمام لوگ گھر کے اندر آئے اور پیچھے لان میں پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ہماری خوفزدہ حالت دیکھ کر انور نے پوچھا ''بھائی جان کیا بات ہے آپ اسقدر پریشان حال کیوں ہیں؟'' تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔

میں نے دوسرے ساتھیوں کو اپنے اپنے گھروں کو چلے جانے کو کہا۔ خود سامنے والے پولیس سٹیشن اطلاع کرنے کیلئے روڈ cross کی اور ڈیوٹی پر موجود آفیسر کو حالات سے آگاہ کیا تو اس نے میری بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بات شروع کرنے کے فوراً بعد غیر متوجہ ہو گیا۔ اتنے میں اندر سے ایک اور آفیسر آ گیا جو میرا واقف کار تھا۔ اُس نے میری رام کہانی غور سے سنی تو پہلے آفیسر نے کہا

''آپ نے ہمیں کوئی نئی بات نہیں سنائی یہ تو بہت پرانا قصہ ہے جس جگہ پر تم لوگوں نے جنازہ دیکھا اس کے پیچھے کی طرف چار، پانچ huts ہیں۔ اُن میں سے ایک جو سب سے پرانی hut ہے اُس میں سے رات کو اس طرح رونے دھونے کی آوازیں آتی ہیں اور تمام لوگ وہاں سے ڈر کے مارے چلے گئے ہیں۔ اب huts خالی پڑی ہیں جس شخص نے وہاں پر huts شروع کیں۔ huts کے مکمل ہونے تک عجیب و غریب واقعات سے اس کا سامنا رہا مگر اُس نے ہمت نہ ہاری اور huts کو تیار کر کے ہی دم لیا۔ جب ایک weekend پر اُس کے اہل و عیال وہاں چھٹی گزارنے آئے تو اسی رات لالٹینیں، آہ وزاری اور جنازہ والا کھیل شروع ہو گیا۔ انہوں نے صبحدم وہاں سے کوچ کیا اور شہر آ کر ہی دم لیا۔ جب دوسرے لوگ وہاں پر huts بنا رہے تھے تو یہ لوگوں کو منع کرتا رہا کہ یہ جگہ آسیب زدہ ہے تم لوگ یہاں کچھ نہ بناؤ مگر کسی نے بھی اُس کی بات پر دھیان نہ دیا اور جب اُن کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے تو وہ بھی huts میں جانے کا نام نہ لیتے۔ اب تمام huts ویران پڑے ہیں۔''

Marfat.com

Mondadientes

1979 کی بات ہے راقم کی اہلیہ فرخ وینزویلا سے پاکستان چند ہفتوں کے لیے گئی ہوئی تھی جبکہ میں وہاں اپنے شہر Cumana میں اکیلا ہی تھا اور اکثر شام کو ہوٹل Savoia کھانا کھانے جاتا۔ اس ہوٹل میں عام طور پر سفری کاروباری لوگ کھانا وغیرہ کھایا کرتے۔ وہاں ایک نوجوان waitress بنام Zoraida دوسری waitresses کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ روم میں کھانا serve کرنے پر مامور تھی۔ یہ نہایت خوبصورت سرخ وسفید رنگ کالے بال نیلی آنکھیں، خوش گفتار، شوخ و چنچل واقع ہوئی۔ میری طرح کے مستقل گاہکوں سے ہنسی مذاق کرنے سے بھی نہ چوکتی۔

ایک شام Zoraida اپنے مخصوص انداز کے برعکس برہمی کا اظہار کر رہی تھی کہ یہاں کیسے لوگ آنے شروع ہو گئے ہیں جو mondadientes (toothpicks) لے جاتے ہیں۔ یہ مالک کی خاص ہمدرد نظر آ رہی تھی۔ ورنہ waitresses کو ان معمولی اشیاء سے کیا سروکار۔ وہاں تو قیمتی برتن ٹوٹ جانے پر بھی کوئی فکر پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔

میں کھانے سے فارغ ہو کر اپنے ٹیبل سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ Zoraida کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا:

''دیکھو اگر تم مجھ سے مخاطب تھی تو میں تمہارے سامنے ایک mondadiente اٹھاتا ہوں اور استعمال کر کے وہاں رکھ دیتا ہوں اور تمہاری اطلاع کیلئے عرض ہے کہ میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہوں۔'' (حالانکہ میں ایسا نہیں کرتا تھا)

اس پر کیا تھا۔ تمام موجودین کھلکھلا کر ہنس دیئے اور Zoraida بھی اپنی ہنسی پر قابو نہ رکھ سکی۔ اس چھوٹے سے شہر میں یہ برجستہ فقرہ جنگل میں آگ کی طرح پھیل گیا۔

اس قسم کے ڈاکٹر بھی پیدا ہوتے ہیں

لاطینی امریکہ میں چھٹیوں کے دوران ہسپتال میں ماسوائے ایمرجنسی کے ڈاکٹروں کے کسی specialist کا ملنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ عام طور پر چھٹیوں میں اپنی ساحل سمندری رہائش گاہوں میں چلے جاتے ہیں۔

جب راقم وینزویلا میں ملازم تھا تو ایک دفعہ Easter کی چھٹیوں کے دوران فرخ کو دمہ کا عارضہ لاحق ہو گیا اور تنفس میں نہ صرف خلل ہو گیا بلکہ سانس رک رک کر آنے لگے۔ فرخ کی یہ کیفیت دیکھ کر میں پریشان ہو گیا۔ گھر میں Salbutan موجود تھی جو اس مرض کا علاج ہے۔ دی گئی مگر حسب افاقہ نہ ہوا۔ میرے تین نہ صرف فیملی ڈاکٹر بلکہ گہرے دوست بھی تھے۔ متعدد بار ٹیلیفون پر رابطہ کی کوشش کی مگر شومئی قسمت گھر سے جواب نہ ہی کلینک سے۔ لہذا اپنی گاڑی نکالی اور ساحل سمندر پر ان مخصوص جگہوں پر جہاں پینے پلانے اور ڈانس وغیرہ کرنے بیٹھ جانے کا رجحان ہے اسی طرف چلا گیا۔

ایک ڈاکٹر صاحبان کا مخصوص کلب جہاں بہت لوگ خوش گپیوں اور مے نوشی میں مشغول تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہاں آج چہل پہل نہیں؟ جواب ملا کہ Cumanagoto (ضمیمہ 134) ہوٹل میں ڈاکٹر صاحبان کی اعلیٰ سطح پر پارٹی کی تقریب منعقد ہے جہاں آپ کے دوست کے ملنے کا امکان ہے۔ چنانچہ میں ہوٹل پہنچا parking lot کی وسعت کے باوجود مجھے گاڑی پارک کرنے میں آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ جب میں اندر داخل ہوا تو ہوٹل کے تالاب کے حلقہ بگوش مردوں، عورتوں، لڑکیوں، لڑکوں کا ہجوم شراب نوشی میں مشغول نظر آیا جبکہ بینڈ بھی نہایت ہیجان خیز دھن بجا رہا تھا۔ چونکہ میں سگار پیتا ہوں اور سر ہمیشہ منڈایا کرتا ہوں لہذا ہوٹل میں داخل ہوتے ہی فوراً پہچان لیا گیا۔ متعدد دوستوں نے مجھے اپنے ٹیبل پر مدعو کیا مگر میں پریشان حال اور اپنے خاص ڈاکٹر کی تلاش میں تھا لہذا انکار کرتا رہا۔ آخر کار ایک میز پر اپنے احباب کے درمیان مجھے میرا دوست Dr. Armando Padrino اور اس کی بیگم Suleima مل ہی گئے۔ میں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا وہ کہنے لگا: ''فرخ کو ہسپتال کیوں نہیں لے جاتے؟''

''آپ تو جانتے ہیں کہ ایمرجنسی طرز پر کام کرنے والے کیسے ہوتے ہیں۔'' میں نے ذرا تلخ نوائی کا مظاہرہ کیا۔ یاد رہے کہ جب لوگ شراب نوشی میں مشغول ہوتے ہیں تو محفل سے اٹھ کر آنا خاص اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور بڑے دل گردے کا کام۔ فرخ کی

Marfat.com

علامت کی بات پر ڈاکٹر کی اہلیہ Suleima نے ہمارے ساتھ تعاون کی وکالت کی لہذا میں اپنی کار میں اور وہ اپنی کار میں میری وجہ سے Quinta Porzana پہنچ گئے۔

فرخ کی حالت تشویش ناک تھی ڈاکٹر نے checkup کے بعد مجھ سے پوچھا "کیا کوئی دوا دی ہے؟"

"ہاں! Salbutan ایک خوراک قریباً ایک گھنٹہ پہلے دی تھی۔"

ڈاکٹر کی بیوی نے اپنے خاوند کے medical bag سے کوئی کریم نکال کر میری بیوی کی breast پر مالش شروع کر دی۔ ڈاکٹر صاحب نے Injections لگائے مگر خاطر خواہ فاقہ نہ ہوا پھر اس کی بیوی کچن سے ایک bowl میں پانی boil کر کے لائی۔ ڈاکٹر نے اس میں کچھ دوا ڈالی اور میری بیوی کے اوپر ایک چادر ڈال کر bowl کو ایک میز پر رکھا جبکہ چادر اس bowl پر بھی تنی۔ اب فرخ کو چارپائی سے پاؤں نیچے لٹکا کر گہرے سانس لینے کی ہدایت کی۔ کوئی دس منٹ یہ عمل جاری رکھنے کے بعد فرخ کو لٹا دیا گیا۔ پھر Suleima نے آہستہ آہستہ کی breast پر دوبارہ مالش کی۔ رات 11 بجے تا ایک بجے تک ڈاکٹر صاحب اور ان کی بیوی فرخ کے کمرہ میں موجود رہے خدا خدا کر کے میری بیوی کو افاقہ ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے طنزیہ مسکرا کر کہا "کیا اب میں جا سکتا ہوں؟"

"ہاں! بیوی کی حالت سنبھل چکی ہے۔ آپ کو کتنی فیس دوں؟"

"میری فیس کی تو چھوڑو میری بیوی کی فیس بھی بنتی ہے مگر لوں گا نہیں البتہ جب فرخ ٹھیک ہو جائے تو پاکستانی کھانا ایک دفعہ اور کھلا دینا۔" ڈاکٹر نے خوش اخلاقی سے کہا۔

واقعی ایسے ڈاکٹر بھی دنیا میں موجود ہیں!

ایک اور میرے ڈاکٹر دوست Hernan کی بات سنئے!! جو کہ وینزویلا میں مشہور Traumatologist ہے۔ ایک دفعہ میں اپنی Volkswagon پر سفر کر رہا تھا کہ accident سے دوچار ہو گیا۔ چونکہ ایکسیڈنٹ کار کے پیچھے سے ہوا تھا۔ impact کی وجہ سے سٹیرنگ میری چھاتی سے آ لگا۔ تین تا چار ماہ کے متواتر علاج معالجہ سے افاقہ تو ہوا مگر درد سے پوری طرح سے نجات نہ ملی لہذا ڈاکٹر Hernan سے رجوع کیا تو ڈاکٹر صاحب نے لٹا کر بڑی اچھی طرح سے checkup کیا اور اپنی شرٹ پہننے کے بعد میں اپنی میڈیکل ہسٹری کے ساتھ میز کی دوسری طرف کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈاکٹر صاحب اچانک اٹھے اور چپکے سے میری جیب سے S.T.DuPont کا ballpoint اچک لیا۔ میں اپنا ballpoint میز پر دیکھ رہا ہوں ballpoint کی جیب ہونے کے باوجود کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ نسخہ لکھ کر ہی واپس دیتے تھے۔ ڈاکٹر نے نسخہ تحریر کیا اور پھر مستعدی سے اٹھ کر بڑی پھرتی سے میرا ballpoint واپس میری جیب میں ڈال دیا۔ میں نے نسخہ پر لکھی ادویات کے استعمال کا طریقہ سمجھا۔ باہر آ کر ان کی فیس ادا کی اور گھر لوٹ آیا۔

دوسرے دن یونیورسٹی میں اپنے collegues اور دوستوں کو یہ واقعہ سنایا کہ عجیب قسم کا ڈاکٹر ہے جو اپنے پاس پین تک نہیں رکھتا۔ وہ اس بات پر ہنس دیئے اور بتایا "یہ تو اس کی پرانی عادت ہے سبھی جانتے ہیں۔ جب اتفاق سے مریض کے پاس بھی پین نہیں ہوتا تو تب وہ اپنے پین کی تلاش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔"

فرخ کو کوٹھی میں پودے لگانے کا بڑا شوق تھا اور وہ ایک خاص نرسری سے جس کا مالک ایک اطالوی بنام Giovanni ہے مختلف قسم کے پودے خرید کرتی۔ ایک روز فرخ کے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور اس کا نچلا حصہ سوج گیا۔ تخت درد تھی لیکن ایسٹر کی چھٹیوں کی وجہ سے اچھے ڈاکٹر کی تلاش ذرا مشکل تھی۔ فرخ بار بار مجھے پودے لانے کے لئے کہہ رہی تھی لہذا میں اپنی کار پر مذکورہ نرسری میں گیا تو Giovanni نے پوچھا کہ آپ کی بیگم کیوں نہیں آئیں؟ کیونکہ وہ ہی اکثر پودے پسند کیا کرتی ہیں میں نے اس سے کہا کہ وہ ہاتھ میں تکلیف کی وجہ سے کار نہیں چلا سکتی۔ یہ سنتے ہی وہ ہنس پڑا جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں کہنے لگا "تم پودے لے کر اپنی کار میں چلو میں اپنی گاڑی میں تھوڑی دیر کے بعد پہنچ جاؤں گا۔" کافی انتظار کرنے کے باوجود Giovanni پہنچ ہی گیا۔ وہ اکثر ہمارے ہاں پودوں کی دیکھ بھال کیلئے آیا جایا کرتا۔ میں نے پوچھا "دیر کیوں لگا دی؟"

"مجھے ڈنگ والی شہد کی مکھیاں پکڑنے میں دیر ہو گئی تھی" (وہ اپنی نرسری میں شہد کی مکھیاں بھی پالا کرتا۔)

Marfat.com

میں بہت حیران ہوا کہ سوجن اور درد سے شہد کی مکھیوں کا کیا تعلق !

میں اُسے مین گیٹ سے اپنے گھر کے پچھلے والے لان کی طرف لے آیا جہاں فرخ hammock میں کوکو کے درختوں کے درمیان لیٹی ہوئی تھی اور پھر زیادہ ہی درد میں مبتلا نظر آئی۔ Giovanni نے اپنے رومال سے شہد کی ایک مکھی اپنے دائیں ہاتھ سے نکالی اور فرخ کی سوجن کی جگہ پر مکھی کو بٹھا دیا تاکہ وہ آسانی سے ہاتھ پر ڈنگ مار سکے۔ پھر اُس نے دو اور مکھیوں کو اسی جگہ پر بٹھایا اور کہنے لگا کہ صبح تک تکلیف رفع ہو جائیگی۔ میں نے اس عمل کے بارے میں اُس سے دریافت کیا اُس نے جواب دیا کہ وہ Mussolini (ضمیمہ 135) کی فوج میں ملازم تھا اور فوج میں ایک محکمہ جس کے ذمے صرف اور صرف شہد کی مکھیوں کی پرورش اور اُن کی حفاظت کرنا تھا اور جہاں جہاں فوج جاتی مکھیوں کے محکمے کے لوگ بھی شامل ہوتے کیونکہ جنگ کے دوران مضروب فوجیوں اور جوڑوں کی دردوں کا مکھیوں کے ڈنک سے ہم لوگ علاج کیا کرتے۔ میں نے Giovanni کا شکریہ ادا کیا اور اُسے دروازے تک چھوڑنے آیا۔

واقعی ہی صبح درد تو غائب مگر سوجن ذرا تھی۔ چند دنوں میں مکمل طور پر ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔

اُس یونیورسٹی میں جہاں میں پروفیسر تھا وہاں مدراس کا ایک ہندو پودوں کا ماہر ڈاکٹر Keshava Bhat جو جڑی بوٹیوں سے بیماریوں کا علاج کرنے میں ماہر تھا۔ اُس نے اس پہلو پر تین کتابیں بھی لکھیں۔

ہماری بیٹی غازیہ جب ابھی چھوٹی ہی تھی تو اُسے پیچش کی زبردست شکایت ہوگئی۔ کلینک میں داخل کروا دیا گیا۔ میں نے خود اس کا سٹول ٹیسٹ کیا کوئی Amoeba وغیرہ نہ تھے مگر پیچش تھے کہ ٹھیک ہونے کا نام ہی نہ لیتے۔ بہترین علاج کے باوجود تین چار روز گزر گئے اور پیچش جاری تھے۔ ایک روز پریشانی کے عالم میں، میں نے ڈاکٹر Bhat سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا میرے پاس تو اس کا تیر بہدف علاج ہے۔

"وہ کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"Arrow Roots (ضمیمہ 136) Arrow Roots کا پاؤڈر بنا کر اس میں کسی قسم کا جیلی پاؤڈر ڈال کر جیلی تیار کریں اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بچی کو کھلائیں۔"

"مگر میں کہاں تلاش کروں؟"

"ایسی کوئی بات نہیں میں خود ابھی منڈی سے جا کر خرید لاتا ہوں۔"

میں کلینک میں اُس کا انتظار کر ہی رہا تھا تو وہ دس بارہ چھوٹی چھوٹی تقریباً سفید رنگ کی گٹھیاں (tubers) لے آیا۔ میں نے فرخ سے کہا کہ گھر جا کر ان کو پیس کر پاؤڈر بنالو اور اس میں سٹرابری یا کسی اور فلیور کا جیلی پاؤڈر خرید کر اس میں ملا کر جیلی تیار کرو اور بچی کے ساتھ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد دیتے جانا۔

میں نے ڈاکٹر Bhat کا شکریہ ادا کیا اور وہ بڑے اعتماد کے ساتھ تسلی دے کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد فرخ جیلی کا چھوٹا پیالہ لے آئی اور اللہ کا نام لے کر غازیہ کو کھلانا شروع کر دیا۔ بس کیا تھا شام تک غازیہ کی پیچش ٹھیک ہوگئی ڈاکٹر حیران پریشان رہ گئے کہ یہ آخر ہو کیا گیا ہے۔ اس واقعے کے بعد ہم جب کبھی سفر کرتے تو Arrow Roots کا پاؤڈر ایک شیشی میں ڈال کر اپنے ساتھ ضرور لے آتے تاکہ اگر دوبارہ اس قسم کی تکلیف ہو تو جیلی تیار کر کے غازیہ کو کھلا دی جائے۔ پاکستان میں آکر پتہ چلا کہ یہ چیز تو یہاں عام ہے۔ اسے "اراروٹ" کہا جاتا ہے۔

چونکہ ڈاکٹر بھٹ اور میری لیبارٹری سائنس سکول کی پانچویں منزل پر تھی۔ مجھے اکثر اوقات پتہ چلتا رہتا کہ وہ مریضوں کو اس بیماری کے لئے کوئی نہ کوئی دیسی دوائی کا استعمال کرنے کا مشورہ دیا کرتا۔ اُس کا گردے کی پتھری کا ایک خاص مندرجہ ذیل نسخہ تھا۔

لاطینی امریکہ میں دو قسم کے کیلے ہوتے ہیں۔ ایک بڑے سائز کا جو کہ عام کھانے کے استعمال میں آتے ہیں اور ایک چھوٹے سائز کا جنہیں *cambur manzano* کہا جاتا ہے۔ سپینش زبان میں *cambur* کے معنی ہیں کیلا۔ اس کا تنا لے کر اس سے کوئی ایک فٹ لمبے ٹکڑے کر کے فریج میں رکھ دیئے جائیں پھر اوپر سے چھیل اُتار کر اندر کے غدے کو پانی میں blend کر

Marfat.com

کے دن میں کئی بار پیا جائے اگر پانی ختم ہو جائے تو دوسرے فٹ کے ٹکڑوں کو اسی طرح استعمال میں لایا جائے۔ چند دنوں کے بعد اگر پتھری ہے تو وہ بھی نکل جائے گی اور مزید پتھری پیدا نہ ہوگی۔

یہ نسخہ تو تھا گردے کی پتھری کا اب hypertension کا علاج سنیئے۔ اس حالت کو اچھا کیا جا سکتا ہے۔ لسن کی جڑیں بیاز کی طرح کی گٹھیاں ہوتی ہیں۔ مٹھی بھر گٹھیوں کو پانی blend کر کے فریج میں رکھ دیا جائے اور دن میں کئی بار یہ پانی استعمال کیا جائے۔

ایک روز میں اپنے ریسرچ طالبعلموں کے ساتھ سائنس سکول کی کیفے ٹیریا میں ریلنگ کے ساتھ کھڑا ہوا کافی پی رہا تھا تو ایک بزرگ عورت اور اس کے ساتھ جوان لڑکی ہاتھ میں ٹریول بیگ تھامے سیڑھیاں چڑھتی ہوئی کیفے ٹیریا میں آن پہنچیں۔ اتفاق سے مجھ سے ہی پوچھا ”کیا آپ ڈاکٹر Keshava Bhat کو جانتے ہیں؟“ میں نے جواب دیا ”یقیناً آپ کو کیا کام ہے؟“

بزرگ خاتون نے کہا کہ ہم کولمبیا سے آئے ہیں اور مجھے hypertension کی تکلیف ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا۔ میں بھی ہندوستان کے قریب پاکستان کا رہنے والا ہوں اور اس بیماری کے علاج کے متعلق خوب جانتا ہوں لہٰذا میں نے اوپر والا نسخہ سمجھا دیا اور بزرگ خاتون سے کہا کہ میں آپ کو اس کے دفتر پہنچا دیتا ہوں لیکن جو نسخہ ڈاکٹر بھٹ تجویز کریں وہ مجھے میری لیبارٹری میں جانے سے پہلے ضرور بتا دینا کیونکہ میں لفٹ استعمال نہیں کرتا۔ ان دونوں کو لفٹ میں بٹھایا اور کہا کہ پانچویں فلور پر جائیں میں سیڑھیوں چڑھتا ہوا آتا ہوں اور آپ کو اس کا کمرہ دکھا دیتا ہوں۔ چند منٹوں کے بعد میں بھی سیڑھیاں چڑھتا ہوا پانچویں منزل پر لفٹ کے قریب جا پہنچا۔ اس کا کمرہ سیڑھیوں کے عین دائیں ہاتھ کی طرف تھا۔ corridor سے اپنی لیبارٹری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”نمبر 512 اور جہاں یہ corridor ختم ہوتا ہے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف ہے مگر مجھے نسخہ بتا دیجئے گا ضرور۔ لیکن ڈاکٹر صاحب سے یہ نہیں کہنا کہ میں نے بھی hypertension کا نسخہ تجویز کیا ہے۔“ میں نے ڈاکٹر بھٹ کے دروازے پر دستک دی اور اس سے کہا کہ یہ مہمان آپ سے ملنے آئے ہیں۔

میں اپنی لیبارٹری میں چلا گیا۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد میری لیبارٹری کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے اندر آنے کو کہا اور وہ دونوں مہمان اندر آ گئے۔ میں نے انہیں بیٹھنے کیلئے کہا مگر انہیں جانے کیلئے جلدی تھی کیونکہ انہوں نے فلائٹ لے کر Bogota کولمبیا کے دارالخلافہ میں لوٹنا تھا۔ مجھ سے صرف اتنا کہا ”میں جانتی تھی پرانی دنیا کے رہنے والے لوگ بہت دانشور ہیں خاص طور پر ہندوستان کے ڈاکٹر صاحب نے وہی نسخہ تجویز کیا جس کے استعمال کی آپ نے ہدایت کی تھی۔“ اور وہ واپس لوٹ گئیں۔

دیسی دوائیوں سے علاج کی بات چل نکلی ہے تو میرے جنوبی کوریا کے ایک دوست ڈاکٹر چونگ نے مشورہ دیا۔ کہا کہ جب سے یہ کہ سادہ پانی پیا جائے بوتل میں اتنی گندم ڈالی جائے کہ پانی کا رنگ ہلکا پیلا ہو جائے اور دن رات اسے استعمال کرنے سے کئی قسم کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں لہٰذا ہم واٹر کولر کی بوتل میں دوسری بوتل خالی ہونے سے پہلے فرج اتنے گندم کے دانے ڈال دیتے جس سے مطلوبہ رنگ نظر آنے لگے اور چند گھنٹے یہ بوتل استعمال میں نہ لائی جاتی تاکہ رنگ پانی میں گھل جائے۔

(Transvestite) *Postizo*

Cumaná کو عام طور پر Venezuela کا سب سے قدیمی شہر تصور کیا جاتا ہے۔ بعض مورخ شہر Coro کو جو کہ Falcon State میں واقع ہے درجہ بندی میں حوالہ دیتے ہیں کیونکہ Cumaná کی پرانی settlements نے survive نہ کیا اور شہر کو *Primogenita de Contimente* کہتے ہیں۔ اس شہر کا آغاز Spanish راہبوں نے کیا جنہوں نے Venezuela کے Native Indians (قدیمی باشندے) کو خاص طور پر اور دوسرے لاطینی ملکوں سے بالعموم Catholicism میں convert کرنے کی غرض سے زرخیز خطہ سمجھا لہٰذا Franciscans اور Dominicans راہبوں نے Cumaná میں 1515 میں لکڑی اور تنکوں سے ابتدائی mission قائم کیا۔

وینزویلا کی ریاست Monagas جس کا دارالخلافہ Maturin ہے وہاں گردونواح کے ندی، نالوں اور پانی کے ذخیروں سے میں نے اپنی research کیلئے snails پکڑنے تھے۔ Maturin میرے شہر Cumana کے جنوب مشرق میں

Marfat.com

199 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ لہذا میرا ڈرائیور Triburcio، technician بنام Zuebero، میرا شاگرد Jose Luis Naveira اور میں یونیورسٹی کی pickup میں روانہ ہوئے۔

Cumaná سے مشرق میں کوئی 64 کلومیٹر تک سڑک Gulf of Cariaco کے کنارے کنارے متوازی اور دائیں ہاتھ کے پہاڑوں کو کاٹ کر بنائی گئی۔ یہ گلف Venezuela کے main land اور Araya Peninsula (سمندری نمک کے لیے مشہور) کے درمیان Caribbean سمندر کی ایک محفوظ inlet ہے۔ اس گلف کا رنگ نیلا اور اس میں تعداد مچھلیاں ہیں۔ اسی Gulf کے کنارے کے ساتھ Cumaná شہر اور ایک چھوٹے سے گاؤں La Penia کے درمیان ساحل کے قریب تیرتے ہوئے لکڑی کے platforms ہیں۔ یہ pelicans کے آرام کرنے کی پسندیدہ جگہیں ہیں جب مچھلیاں پکڑنے سے pelicans کے پیٹ بھر جائیں تو ستانے کے لیے یہاں آن بیٹھتے ہیں۔ یہ پلیٹ فارمز mussel culture کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ La Penia سے تھوڑی دور ایک مچھیروں کا گاؤں جسے Mariguitar کہتے ہیں۔ اس گاؤں کے قریب سیاحوں کیلئے cabins اور ایک قدرتی گرم چشمہ کا thermal swimming pool تیرنے کے لیے تالاب ہے۔

Mariguitar سے قریبا 15 km آگے ایک اور گاؤں جسے San Antonio de Golfo کہتے ہیں۔ یہاں سے آگے Gulf کا پانی کنارے سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہم لوگ شام کے قریب Maturin پہنچے۔ عجیب اتفاق ہے ہم چاروں کیلئے بہ یک وقت Maturin کے ہوٹلوں میں جیسا کہ Perla Princess، Friuli، Mallorca اور American City میں کوئی جگہ خالی نہ ملی۔ کسی کے لئے ایک اور کسی میں دو افراد کے ٹھہرنے کی گنجائش۔ چاروں افراد کے اکٹھے رہنے کی جگہ خالی نہ تھی۔ آخرکار ہم Chaima Inn (ضمیمہ 137) میں ٹھہرے۔ یہ ایسا ہوٹل نہیں کہ لوگ اتفاقاً یہاں پہنچ جائیں بلکہ ان مسافروں کیلئے مخصوص ہے جنہوں نے Delta Amacuro جانا ہوتا ہے۔ باوجود اس کے ہوٹل highway سے ملحقہ واقع مگر زیادہ traffic نہیں۔ اسے ایک منزلہ motel سے منسوب کرنا زیادہ موزوں ہے۔ ایک وسیع compund کا دروازہ سامنے reception اور اس کے ساتھ ہی restaurant کا دروازہ ہے۔ reception سے ایک اور دروازہ restaurant میں کھلتا ہے۔ اس unit کے دائیں اور بائیں کمرے جن کے دروازے مین parking lot میں کھلتے ہیں۔ پیچھے section کے کمرے ایک semi-circle میں swimming pool کے اردگرد واقع ہیں۔ اس section میں کاروں کو پارک کرنے کی ممانعت ہے۔ parking lot میں دو محافظ تعینات ہیں اور parking lot ہوٹل کی لابی سے صاف نظر آتا ہے۔ یہ نہایت خاموش اور پرسکون حصہ restaurant کی عمارت سے ملحقہ ہے۔ رات کو صرف یہاں مینڈکوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ pool کے اردگرد کرسیاں، اور میز ہوتے ہیں تاکہ لوگ باہر بیٹھ کر snacks کر سکیں۔

ہم نے دو کمرے لئے۔ ایک میرے اور ایک Naveira کیلئے۔ ساتھ والا Tribureio اور Zubero کیلئے دونوں کمرے سامنے والے کمروں میں سے تھے جو پارکنگ لاٹ میں کھلتے۔ اپنا سامان وغیرہ کمروں میں رکھا۔ نہا دھو کر کپڑے بدلے اور بعد میں restaurant میں کھانا کھانے کیلئے گئے تو ہمارا پسندیدہ کھانا نہیں تھا۔ ہم parrilla (barbecue) کھانا چاہتے۔ parrilla وینزویلا میں ایک خاص قسم کا گوشت۔ beef کے موٹے موٹے اور بڑے slabs کوئلوں کی سلگتی ہوئی انگیٹھی پر پڑے ہوئے میز پر لا کر رکھ دی جاتی ہے۔ ہر ایک کے سامنے ایک، ایک لکڑی کی تختی بھی رکھی جاتی ہے۔ گوشت کے ٹکڑوں کو جو کہ پک چکے ہوتے ہیں اٹھا اٹھا کر تختی پر رکھ لیتے اور اوپر Tabasco sauce ڈال کر چھری اور کانٹے سے کھایا جاتا ہے۔ ساتھ آلوؤں کی طرح ایک قسم کی جڑی bollos اور yuccaa بھی ہوتے ہے لہذا ہم ایک مشہور علاقہ میں آئے جسے Zona de Pilotear کہتے ہیں جو کہ Avenida Juncal کی دونوں طرف چھوٹے، چھوٹے stands پر مبنی اور parrilla یا barbecued meat کی دوکانیں ہیں۔ یہ stands ایک طرح سے Venezuela میں fast food کی outlets ہیں۔

parrilla کھانے کے بعد میرے ساتھیوں نے سوچا کیوں نہ ادھر اُدھر bars میں گھوما جائے مگر میری عادت ہے پہلے میں اپنا کام ختم، پھر recreation پر توجہ دیتا ہوں۔ میرے ساتھی بضد تھے آج ہی ذرا عیش و تفریح کر لیں لیکن میں نے انکار کر دیا

Marfat.com

کیونکہ ہم تھکے ہوئے بھی تھے۔ خیر واپس Chaima Inn میں لوٹ آئے۔ دوسرے دن میں تو حسبِ عادت صبح 4:47 پر اٹھ گیا مگر وہ گھوڑے بیچ کر سوتے رہے۔ میں نے restaurant میں اپنا حسبِ عادت معمول کا ناشتہ کیا۔ ساتھ ہی vitamins Stresstab یا Centrum کی ایک گولی fish oil کے دو gells اور aspirin کا چوتھا حصہ۔ جب کمرے میں لوٹا تو Naviera بھی تیار ہو رہا تھا کمرے کو مقفل کیا۔ Zubero اور Triburcio کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ بھی تھوڑی دیر میں تیار ہو گئے۔ collection کرنے کا سامان pickup میں رکھا اور پھر وہ تینوں restaurant میں ناشتہ کرنے آ گئے۔ یاد رہے کہ Venezuelans کی اکثریت ناشتہ پیٹ بھر کر کرتی ہے۔ وہ تینوں arepa کھانے چاہتے تھے۔ arepa سفید مکئی یا گندم کا پاکستانی بند کی طرح ہوتا ہے اور اس میں hambuger کی طرح مختلف قسم کا گوشت لیکن گوشت carne mechada کے باریک باریک shreds (کٹے ہوئے ٹکڑے) یا انڈے وغیرہ بھر دیئے جاتے ہیں مگر restaurant میں یہ میسر نہ تھے لہذا ہم pickup میں بیٹھ کر Encrucejada (چوراستہ) کی طرف روانہ ہوئے۔ Encrucejada پر کئی restaurants اور filling stations ہیں۔ یہ مسافروں کیلئے کھانے کی جگہ ہے۔ وہاں ان تینوں نے تین، تین arepas کھائے۔ میں منع کرتا رہا کہ اس قدر زیادہ مت کھاؤ۔ نہایت سخت duty ہے مگر وہ تھے کہ کھاتے ہی رہے۔ پھر کہنے لگے "بہت کھا لیا ہے۔"

ہم یہاں سے Laguna Grande (Grand Lagoon) کی طرف روانہ ہوئے۔ airport سے گزرنے کے بعد La Pica (جگہ کا نام) سے دائیں ہاتھ کو مڑے اور کوئی 12 کلومیٹر پر یہ Laguna واقع ہے۔ اس رستے میں بڑی اور چھوٹی لاتعداد کھائیاں ہیں۔ آخر کار ایک balneario (ضمیمہ 138) ہونے کے باوجود یہ جگہ بہت عرصہ استعمال میں نہ لائی گئی۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ kiosks اور shelters میں کرسیاں اور میز ہوتے ہیں جہاں شراب وغیرہ serve کی جاتی ہے۔ waiter آپ کا order آپ کی جگہ پر مہیا کر دیتا ہے اور یہ balneario کی خاص سہولت ہے۔ boatclub ہونے کے باوجود private ہونے کے باوجود عام پبلک کیلئے کھلا رہتا ہے تاکہ لوگوں کی private property پر tresspass نہ ہو۔ Laguna تک پہنچنے کیلئے balneario سے کئی کلومیٹر آگے ایک تنگ channel سڑک کو کراس کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک path ہے۔ ہم نے pickup کو channel کے قریب چھوڑ دیا۔ یہاں سے Laguna کا منظر نہایت دلکش ہے۔

کئی قسم کے رنگ برنگی guacamayas اور چھوٹے سبز رنگ کے طوطے اڑتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ہر طرف تواتر سے chattering سنائی دیتی ہے۔ Kingfishers درختوں کی شاخوں پر بیٹھے یا مچھلیاں پکڑنے میں مشغول نظر آتے تھے۔ میں نے جس طرف بھی رخ کیا مختلف رنگوں کے پرندے درختوں پر بیٹھے اور اڑان میں مشغول دیکھے۔ مچھلیاں تو تواتر سے jump کر رہی تھیں۔ pale purple water hycinths پانی کے کنارے پر اگے ہوئے اور اسی طرح بلند palms کے نیچے Heliconia لگے ہوئے تھے۔

ہمارے پاس ایک چھوٹی rubber raft اور دو چپو تھے۔ ہم جھیل کے کنارے پہنچ گئے اور snails کو پتھروں، پانی کی بوٹیوں اور کناروں سے اکٹھا کر کے plastic کے تھیلوں میں ڈالتے رہے۔ یاد رہے کہ تھیلوں میں سوراخ کرنے ضروری ہیں تاکہ پانی جمع نہ رہے ورنہ toxicity ہونے کی وجہ سے snails مر جاتے ہیں کیونکہ stagnant پانی میں organic گندگی جمع ہوتی رہتی ہے۔ ہمیں اتنا material مل گیا کہ کوئی تین گھنٹوں میں اس Laguna سے کافی collection کر لی۔ کئی اور جگہوں سے بھی snails پکڑے لہذا میں نے واپس چلنے کا اظہار کیا۔ Subero تو Laguna کے کنارے پر snails اکٹھے کرتا رہا مگر Naveira اور میں نے raft میں بیٹھ کر Laguna میں کئی جگہ سے collection کی۔

جب pickup تک پہنچے تو Triburcio ایک palm کے سائے میں سویا خراٹے لے رہا تھا اور اس کا straw hat بھی اس کے سر پر موجود تھا۔ Triburcio کی چند ایک عجیب عادات تھیں ایک تو وہ hat کسی حالت میں بھی سر سے نہ اتارتا۔ ماسوائے میں نے اسے بغیر hat کے کبھی نہ دیکھا اور میرے ساتھ وہ کافی free تھا جبکہ وہ میرا خاص آدمی رہا۔ کبھی کبھار میں اس کو ایک دن کیلئے field میں بھیج دیتا مگر D.A (Spanish زبان میں viaticos) دو دن کا دیتا۔ میں نے ایک دفعہ Triburcio سے پوچھا کہ

Marfat.com

کبھی hat وغیرہ اتارتے بھی ہو؟ تو ہنس کر کہنے لگا: "اصل میں میرے سر پر بال نہیں گھر میں hat اُتار لیتا ہوں اور وہ بھی سونے کے وقت۔" دوسری بات یہ کہ وہ بہت اچھا ڈرائیور واقع ہوا تھا۔ 10-12 گھنٹے تک میں نے متواتر اُس کے ساتھ سفر کیا، مگر کار کے retrovisor میں بھی نہ دیکھتا کہ پیچھے کار وغیرہ تو نہیں آرہی اور نہایت اطمینان سے سفر جاری رکھتا۔ ایک دفعہ ہم Sendero Luminoso (shining path) میں snails پکڑنے کیلئے گئے۔ یہ جگہ Caracas سے پہلے بائیں طرف ایک motorable سڑک سے پہاڑوں میں چشمہ اور یہ راستہ نہایت خطرناک ہے۔ پہاڑ، گھنے جنگلات اور آبادی بہت کم۔ اس راستے سے Caracas کو bypass کرتے ہوئے مغرب کو جانے والے highway پر پہنچ جائیں تو کئی کلومیٹر کا فاصلہ کم ہو جاتا ہے۔ ہم ایک pickup اور دو کاروں میں سوار تھے کیونکہ یہ چھ دنوں کی مہم تھی۔ Sendero Luminoso (ضمیمہ 139) سے ہم نے Venezuela کے مغربی شہر La Victoria میں بھی collection کیلئے جانا تھا۔ میں Triburcio پچھلی سیٹ پر اور اُس کے ساتھ Naviera بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی دو کاروں میں سے ایک میں Dr. kirsteuer (Austrian) اور اس کا assistant دوسری کار میں Bob Brenden (امریکن) اور اس کے تین students تھے۔

Sendero Luminsos سے collection کر کے فارغ ہوئے تو شام ہونے کو تھی۔ گھنے جنگلات کی وجہ سے اندھیرا جلدی ہو گیا۔ شام ہوئی نظر آتی۔ کوئی ایک گھنٹہ گزرا ہوگا جب ہم Sendero Luminsos سے ملے تو دیکھتا کیا ہوں کہ Triburcio نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی ہے۔

"یہ کیا کر رہے ہو، راستے میں موڑ اور اندھیرا؟" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔

"ڈاکٹر صاحب چپ ہو جاؤ اور اُدھر دیکھو۔"

میں نے windscreen میں سے دیکھا کہ ایک شخص سفید قمیض پہنے عین سڑک کے درمیان لیٹا ہوا ہے۔ جیسے کوئی زخمی حالت میں ہو اور دو شخص اس کی ایک طرف سڑک کے کنارے توجہ دلاتے ہوئے ہاتھ سے گاڑی روکنے کو کہہ رہے ہیں۔

"Triburcio گاڑی روکو۔ کوئی زخمی معلوم ہوتا ہے۔"

"ڈاکٹر صاحب چپ!" اس نے گاڑی کی رفتار مزید تیز کر دی جیسے اُن کو گاڑی سے کچل دینے کا ارادہ ہو مگر وہ اُٹھ کر تیزی سے ایک طرف ہو گیا اور دوسرے دو اشخاص بھی سڑک سے ہٹ گئے۔

"ڈاکٹر صاحب ہم لوگ بچ گئے اگر ان کے پاس اسلحہ موجود ہوتا تو نجانے کیا وقوعہ پیش آ جانے کا احتمال تھا یہ کوئی لٹیرے تھے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ان کے پاس اسلحہ موجود نہ تھا؟"

"اگر اسلحہ موجود ہوتا تو ضرور کوئی اسلحہ تان کر کھڑا ہوتا۔"

بات یہاں سے یہاں تک جا پہنچی۔ واپس Chaima Inn میں آ کر snails کو styrofoam کے boxes جن میں Elodea اور lechuga (سلاد کے پتے) snails کی خوراک کے لیے تھی، ڈال دیا اور اوپر سے muslin (ململ) کے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔

دوپہر کا کھانا Chaima Inn کے restaurant میں ہی کھایا کیونکہ Venezuelans وہ تو siesta (قیلولہ) دن کو کھانا کھانے کے بعد دو سے تین گھنٹے آرام کرنے کے عادی ہوتے ہیں تمام کاروبار بند کر دیا جاتا ہے۔ کمرشل لوگ کسی ملازم کو کاروبار کی نگرانی پر عارضی طور متعین کر جاتے ہیں جبکہ مالکان آرام کرنے کیلئے چلے جاتے ہیں۔ بنکوں میں قریباً ایک گھنٹہ کی چھٹی ہوتی ہے۔ جب میں پہلی دفعہ Venezuela جانے کیلئے Rome پہنچا تو حیران رہ گیا لوگ siesta کے اسقدر عادی ہیں کہ کاروبار بھی تین، چار گھنٹے کیلئے بند کر دیا جاتا ہے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ نہ صرف Mediterrenean ممالک میں لوگ اس عادت کے حصار میں ہیں بلکہ Latin America میں بھی۔ اپنے کمروں میں چلے گئے اور میں Chaima Inn کی lobby (یہ reception کا ایک حصہ تھی) میں اخبارات وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بعض ایسے مواقع بھی آئے ہیں کہ بارہ گھنٹے مسلسل آرام کرنے کا موقع میسر نہ آیا اور میرے subordinates مجھے اندر ہی اندر سے کوسا کرتے۔ میں انہیں کئی اور

Marfat.com

طریقے سے خوش کر دیا کرتا۔ آج کا کام ویسے بھی ضرورت سے زیادہ ختم ہو گیا تھا۔

کوئی چار بجے کے قریب وہ تینوں تیار ہو کر lobby میں آ گئے اور کہنے لگے کہ ڈاکٹر آؤ گھومنے چلیں۔

"ایسے نہیں! مجھے ذرا recepcionist سے پوچھ لینے دو۔"

"اس کی بھی کیا بات ہے۔ میں کئی balenearios کے متعلق جانتا ہوں۔" Triburcio نے بڑے دعویٰ سے کہا۔

"تم کیسے جانتے ہو۔ میرے ساتھ تو پہلی بار اس علاقے میں آئے ہو؟"

"میں آپ کے ساتھ کام کرنے سے پہلے اکثر یونیورسٹی کے پروفیسروں کے ساتھ آتا رہا ہوں۔"

یہ یونیورسٹی ایک multiversity ہے۔ اس کا ایک campus اور main administrative offices یعنی Rectorado (Rector کے دفاتر) شہر Cumaná میں ہیں۔ دوسرا Bolivar State Campus شہر Bolivar میں، تیسرا Monagas State Campus شہر Maturin جہاں اس وقت ہم تھے، چوتھا Anzoategui State Campus شہر Puerto la Cruz اور پانچواں Nueva Esparta State یعنی Margarita Island کے شہر Por la Mar میں ہیں۔

"کونسے balneario میں چلیں؟" میں نے Triburcio سے پوچھا۔

"Los Arcos، Las Americas اور Los Mangos کافی دلچسپ ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہیں کونسا پسند ہے؟" میں نے دوبارہ دریافت کیا۔

"Los Mangos یہاں سے ذرا دور ہے مگر کیا بات ہے۔"

"چلو وہاں ہی چلتے ہیں۔" میں رضامند ہو گیا۔

میں نے اپنا سگار جلایا اور pickup کی پچھلی نشست پر حسب عادت دائیں ہاتھ، میرے بائیں ہاتھ Zubero اور Triburcio کے ساتھ Naveira بیٹھ گیا۔ Triburcio نے گاڑی چلانی شروع کر دی۔ Encrucejada پہنچ کر میں نے حسب معمول black coffee پی اور انہوں نے دودھ اور چینی کیا تھا۔ Highway نمبر 10 پر سے ہوتے ہوئے Maturin سے 23 کلومیٹر شمال کی جانب ایک intersection واقع ہے جو Quriquire (ایک petroleum camp) کو جاتا ہے۔ کوئی نشان وغیرہ رستہ دکھانے کا نہ تھا۔ Quriquire پہنچ کر میں نے Triburcio سے پوچھا

"کونسا راستہ Los Mangos کو جاتا ہے؟"

"کسی سے پوچھ لیتے ہیں۔"

"مگر تم کئی بار یہاں آ چکے ہو۔"

"کافی عرصہ ہوا۔ رستہ بھول گیا ہوں۔"

میں نے اسے گاڑی روکنے کو کہا اور خود ایک شخص سے پوچھا۔ "La Cantara el Pinto اور Balneario Agu Termales Los Banios (گرم پانی) کی طرف جاؤ۔" اس نے راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ کوئی 10 کلومیٹر آگے ایک کچی پکی اور گڑھوں والی سڑک کے آخر میں balneario کا بورڈ نصب تھا۔ یہ ایک دلکش concrete کا بنا ہوا asymmetrical تالاب اور اس میں پانی ایک گرم چشمے سے آتا ہے۔ آدھی درجن شیڈ خوبصورت چھت ڈالے ہوئے تھے جن میں kiosks اور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ صاف ستھرے picnic tables، toilets اور showers کی سہولت موجود تھیں۔ manicured گراؤنڈ، داخلے کا کوئی charge نہ تھا۔ صبح چھ بجے سے پانچ بجے شام تک کھلا البتہ سوموار کے دن بند رہتا۔ groundkeepers نے بتایا کہ تمام خرچ گورنمنٹ کا ہوا ہے اور رقم خرچ کرنے میں کوئی دریغ نہ کیا گیا مگر اس کی promotion نہیں ہوئی اسلئے عام Venezuelans کو اس کی موجودگی کا علم نہیں اور ہو بھی تو public transport کی عدم موجودگی میں اور اس کے دور دراز ہونے کی وجہ سے یہاں تک رسائی آسان نہیں۔

Marfat.com

ہم نے خوب جی بھر کر تالاب میں نہایا۔ سہ پہر کا وقت ہو گیا۔ جب کپڑے وغیرہ پہن کر تیار ہوئے تو میں نے groundkeeper سے پوچھا، ''Balneario Los Mangos کو کونسا رستہ جاتا ہے؟''

''وہ تو Balneario Los Mangos یہاں نہیں البتہ Caripito کے قریب ایک Los Mangos بستی واقع ہے۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور ''ہاں! اگر صرف Los Mangos (؟) کو جانا ہے تو Maturin کے قریب Los Arcos کے نواح میں ہے۔''

Triburcio کا خوب مذاق اڑایا گیا واپس لوٹے تو شام ہو رہی تھی۔ ادھر ادھر neon signs کو دیکھتے رہے۔ دائیں طرف درختوں کے جھنڈ میں ایک neon sign کے نیچے Los Mangos لکھا ہوا تھا۔ Triburcio نے کار کی parking lot میں جو کہ Los Mangos کی پچھلی طرف تھا، کھڑی کر دی۔

شام کے سات بجے کا عمل ہو گا۔ Los Mangos تقریباً ویران تھا۔ bar کھلی ہوئی مگر ابھی ''دھندا'' شروع نہ ہونے پایا تھا۔ یونانی ایسی جگہوں پر راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں۔ اندر داخل ہونے پر درمیان میں ایک کشادہ dance floor واقع تھا۔ دائیں ہاتھ کی طرف تقریباً 13 فٹ لمبی bar عمدہ لکڑی سے بنی ہوئی اور اس کے بائیں ہاتھ کی طرف صاف ستھرے مختلف size کے glasses رکھے ہوئے تھے۔ تین ice baskets بھی جن میں ice cubes پڑے ہوتے تھے اور باہر کی طرف اسی کونے میں چوڑے پلاسٹک کے بڑے ٹب تھے جو ice cubes سے بھرے پڑے تھے۔ bar کے دائیں ہاتھ کی طرف لکڑی کی removable تختی جس کی چوڑائی bar کی چوڑائی کے برابر اور دیوار میں قبضوں کے ساتھ نصب تھی۔ اس تختی کو اوپر کرنے سے bar کے اندر داخل ہو سکتا۔ جب تختی کو نیچے رکھنے سے ایسا معلوم ہوتا جیسے ایک ہی لمبی بار دیوار تک ہے۔ دو barmen شراب کی بوتلوں کو دیوار گیر shelves پر چن رہے تھے۔ bar سے باہر دائیں طرف دیوار کے ساتھ ایک لوہے کا بڑا box جس پر جلی حروف میں Polar تحریر تھا۔ Polar ایک beer کا برانڈ ہے اور اسی طرح Zulia بھی ایک beer کی قسم ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں صرف Polar beer ہی serve ہوتی تھی۔ beer کی بوتل جو کہ آجکل پاکستان میں پیپسی کولا یا کوکا کولا کی بڑی بوتل کے برابر جسے media jara اور اس سے تیسرے حصہ کی بوتل کو tercio کہتے ہیں۔ باکس میں پڑی tercios کی بوتلوں کے اوپر کافی مقدار میں ice cubes رکھتے ہوئے تھے تاکہ beer ٹھنڈی رہے۔

bar والے حصے کے آگے تقریباً آدھے dance floor تک اوپر چھت ڈال دیا گیا تھا۔ dance floor کے اردگرد مختلف اقسام کے درخت استادہ تھے جن پر رنگ برنگ fluorescent رنگ بجلی کی tubes نصب تھیں۔ کافی درخت ہونے کی وجہ سے روشنی منظر آتی حالانکہ کئی ایک درختوں پر tubes روشنی بکھیر رہی تھیں۔ bar کے دائیں اور بائیں طرف داخلے کے دروازے تک کمرے تعمیر کیے گئے۔ dance floor اور کمروں کے درمیان تھوڑے تھوڑے فاصلے پر تین rows میں tables لگے ہوئے جن کے اردگرد پلاسٹک کی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ tables اگرچہ اچھی قسم کی لکڑی سے بنائے گئے مگر زیادہ استعمال کی وجہ سے ان کے tops بوسیدہ ہو چکے تھے جہاں Polar کا box پڑا ہوا تھا اسکے قریب ایک Jukebox یا rocola تھا۔ اس دور میں decks یا cassette recorders کا زیادہ رواج نہ تھا۔ Jukebox کوئی تین فٹ چوڑی اور پانچ فٹ اونچی مشین جس کی depth تقریباً دو فٹ ہوتی ہے۔ اس کے اوپر والا تقریباً آدھا حصہ شیشہ یا transparent پلاسٹک کا ہوتا ہے۔ نچلی نصف حصہ پر ایک horizontal اور تقریباً چھ انچ چوڑے شیشے یا transparent plastic کا ایک panel۔ Jukebox کی horizontal rows میں چھوٹے گراموفون records کوئی 15 cm قطر پڑے ہوتے ہیں اور یہ مشین بجلی کی مدد سے چلتی ہے۔ panel پر گانے اور گانے والوں کے نام اور ان کے سامنے ایک بٹن۔ مثال کے طور پر اگر مجھے یہ گانا پسند ہے جس کا نام Cuatro Velas (چار موم بتیاں) ہے تو میں مشین میں مطلوبہ رقم جو اس وقت ایک Bolivar تھی ایک سوراخ میں ڈالتا ہوں اور panel پر اسی گانے کا button دباتا تو آنکھوں کے سامنے مشین حرکت میں آ جائے گی۔ وہ record مکینیکل طریقہ سے خود بخود rows سے اٹھایا جائے گا اور بجنے لگے گا۔ جتنے گانے آپ سننا چاہیں۔ اتنے ہی Bolivares (وینزویلا کی کرنسی)

Marfat.com

مشین کے سوراخ میں ڈالیں تو بتدریج گانے بجتے رہیں گے۔

bar کے باہر بائیں ہاتھ کی دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا کچن جہاں سے fast food اور کوئی چیز تو میز پر serve کیا جاتا۔

ہم dance floor کے دائیں ہاتھ کی طرف ساتھ والی میز پر بیٹھ گئے۔ بھوک نے ستایا ہوا تھا ہم نے چار پلیٹ parrilla کا آرڈر دیا اور تھوڑی دیر میں waiter لے آیا۔ جب ویز ویلا میں اپنے گھر پارٹی کا اہتمام کیا کرتا تو disposable پلاسٹک کی پلیٹیں، گلاس، چھری کانٹے اور چمچ استعمال میں لاتے۔ back lawn میں دو یا تین جگہ پر درختوں سے ساتھ poly ethylene کے bags جنہیں پاکستان میں shopper کہتے ہیں۔ ایک بوری کے size کے لٹکا دیتا کہ کھانے کے بعد مہمان ان میں اپنی پلیٹوں وغیرہ کو رکھ دیں پھر ان تھیلوں کو رسی سے باندھ کر کوٹھی کے باہر carbage collectors کے لئے رکھ دیتے۔۔ پلاسٹک کی چار پلیٹوں میں barbecu meat کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لے کر آگیا جن میں bollo کے ٹکڑے بھی شامل تھے۔ ہر ایک پلیٹ میں تین چار bollo کے ٹکڑوں پر mondadientes لگے ہوئے تا کہ ان کی مدد سے گوشت اور bollo کے ٹکڑوں کو اٹھا کر کھایا جا سکے، پینے کے لئے Zubero اور Triburcio نے دو mediajaras کا آرڈر دیا۔ Naveira نے coke اور میں نے black coffee کے ایک mug کے لئے کہا۔

"ہمارے پاس mug تو نہیں۔" ویٹر نے جواب دیا۔

"اچھا تو cups ہی سہی مگر کم از کم دو میں کافی ہونی چاہیے۔"

ہم نے آرام سے کھانا ختم کیا۔ barman نے اپنی جیب سے کافی bolivars ایک ایک کر کے Jukebox کی slot میں ڈالے اور کئی گانوں کے buttons دبا دیئے تا کہ کچھ دیر فضا برقرار رہے۔ آہستہ آہستہ لوگوں کی آمد شروع ہوئی۔

Los Mangos کے کمروں میں کئی عورتیں مستقل طور پر رہتی تھیں اور کچھ باہر سے آ کر وقتی طور پر اپنا دھندا کرتیں۔ یہ تمام پیشہ ور عورتیں اپنی کمائی میں سے مخصوص barman cut، جو کہ غالباً اس جگہ کا مالک تھا، کو دیتیں۔ بعض باہر سے آنے والی عورتوں کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی کوئی مرد بھی ہوتا جس کی وضع قطع لباس اور شکل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ chulo (pimp) ہے۔ یہ باہر سے آنے والی عورتیں barman سے جو کمرہ خالی ہوتا اس کی چابی لیتیں اور بناؤ سنگھار کرنے کمرے میں چلی جاتیں۔ Triburcio اور Subero جب دوبارہ beer کا آرڈر دینے گئے تو اب کی بار Naviera اور میں بھی شامل ہو گئے۔

بتدریج رونق دوبالا ہو رہی تھی۔ شائقین اپنی پسند کے گانے Jukebox پر لگاتے اور متعدد ساتھی ڈانس کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کئی عورتیں لڑکیاں مردوں کے میز پر آ کر براجمان ہو گئیں اور فوراً drinks کے orders شروع ہو گئے۔ زیادہ تر Cuba Libre۔۔ rum، coke، ice cubes اور ایک lemon کا ٹکڑا تقریباً آدھے گلاس میں۔۔ کی فرمائش تھی۔ میرے ساتھیوں نے بھی اٹھ کر اپنی پسندیدہ لڑکیوں کے ساتھ dance کرنا شروع کر دیا۔ ایک mulata (ضمیمہ 140) میرے میز پر اجازت لے کر بیٹھ گئی اور میرے پوچھے بغیر کہا!

"میرا نام Irma ہے۔"

میں نے بھی اپنا نام بتایا۔ اپنی قمیض کی جیب سے ایک اور cigar نکالا۔ اس کے plastic cover کو اتار کر پھینکا اور cigar کے ایک سرے کو اپنے دانتوں سے کاٹ دیا۔ یہ سرا دانتوں میں قابو کرتے ہیں اور دوسرا سرا جو بند نہیں ہوتا اس کو آگ لگائی جاتی ہے میرے سگاروں پر ایک ring جس پر میرا نام P. Nasir اور سگار کے برانڈ کا نام تحریر ہوتا ہے۔

"اکیلے ہی ہو؟"

"نہیں تو میرے تین ساتھی وہ دیکھو ڈانس کر رہے ہیں۔"

"میرے ساتھ ڈانس نہیں کرو گے؟"

"ابھی نہیں ذرا سگار کا مزہ تو لے لوں۔"

Marfat.com

"سگار نہایت قیمتی معلوم ہوتے ہیں!"

"نہ صرف قیمتی بلکہ custom-made۔"

"کپڑے تو custom-made ہوتے ہیں مگر سگاروں کے متعلق پہلی بار سنا ہے۔"

"کئی اور لوگوں کو بھی خبر نہیں" میں نے اسکی حیرانگی میں اضافہ کیا۔

"custom-made کیسے ہوتے ہیں؟"

"یہ ذرا لمبی داستان ہے۔"

"تو کیا ہوا مجھے کوئی جلدی نہیں ساری رات پڑی ہے۔"

میں نے تفصیلاً سنانا شروع کر دیا۔ ہوتا یوں ہے کہ tobacco factory کا ایک بڑا ہال ہوتا ہے جس میں گنجائش کے مطابق کوئی ایک فٹ سے ذرا اونچے اور تقریباً دو فٹ چوڑے لکڑی کے لمبے میز ہوتے ہیں۔ میزوں کی دونوں اطراف عورتوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ جوان، ادھیڑ عمر، بوڑھی غرضیکہ جو بھی کام کو سمجھتی ہوں دو زانوں بیٹھی ہوتی ہیں ہال میں دری پڑی ہوتی ہے۔ ہال کی ایک طرف سے belt کے ذریعہ تمباکو کے بڑے بڑے پشتے میز پر لائے جاتے ہیں۔ عورتیں پتے اٹھا کر اپنی ننگی ران پر ایک ہاتھ سے تمباکو کے پتوں کو roll کرتی ہیں۔ اسی طرح تمباکو کے پتے کو رول کرتی جاتی ہیں اور انہیں تجربہ ہوتا ہے کہ سگار کی موٹائی کے مطابق تمباکو کا پتہ رول ہو گیا ہے اور اسی طرح دوسرے میز پر کام کرنے والی عورتیں بھی پتے رول کر کے رکھتی جاتی ہیں۔ پھر belt کے ذریعہ رول شدہ پتے ہال کی دوسری طرف پہنچا دیئے جاتے ہیں اور وہاں سگار کی لمبائی کے مطابق ان rolls کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ میں ذرا آپ کو custom-made اور commercial cigar میں ایک اور فرق بتا دوں۔ commercial cigar جن کو عام طور پر صرف نمائش کیلئے پیتے ہیں۔ ان کے باہر کا صرف cover تمباکو کے پتے کا ہوتا ہے اور اندر سگریٹ کی طرح تمباکو کا برادہ (موٹی شکل)۔ customm-made سگار solid تمباکو ہے۔ اس کے اندر کوئی تمباکو کا برادہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ میں 35 سال سے زیادہ customm-made سگار پینے کا عادی ہوں جہاں بھی ہوں انور Venezuela سے سگاروں کے packs بھیجتا رہتا ہے۔ اب 1989 سے پاکستان میں رہائش پذیر ہوں مگر میرے سگار باقاعدہ Venezuela سے آتے ہیں کیونکہ آجکل انور یہاں ہے اور اس کا بیٹا ڈاکٹر شازی یہ فرض انجام دیتا ہے۔ ابھی میری گفتگو جاری تھی تو Zubero گفتگو میں شریک لڑکی کو وہ ڈانس کی غرض سے اٹھا کر لے گیا کیونکہ اسکی ساتھی لڑکی نے کسی دوسرے کے ساتھ ڈانس شروع کر دیا تھا جبکہ میں تو اپنے آپ میں مست سگار enjoy کرتا اور "تماشہ" دیکھتا رہا۔

میں نے یہ دیکھا کہ اگر کسی کو کوئی لڑکی پسند ہوتی اور "سودا" طے پا جاتا تو وہ شخص اس لڑکی کو اس کے کمرے میں ساتھ لے جاتا۔ یہ کام بڑا عام اور یہ معمولات میں شامل تھا۔ نہ صرف اسی جگہ بلکہ اسی قسم کی کئی اور جگہوں پر بھی یہ سلسلہ جاری و ساری تھا۔ میرے تینوں ساتھی پسینے میں شرابور تھکے ہارے آ بیٹھے۔ Irma کسی اور کے ساتھ چلی گئی۔ کوئی 12 بجے رات کا وقت ہوگا۔ Jukebox میں کسی نے سکہ نہ ڈالا اور music کے بغیر dance floor ویران تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت "لڑکی" اکیلی Jukebox کے قریب کھڑی ہے۔ تماشائیوں میں سے کسی پر اس کا اثر نہ ہو رہا تھا۔ میرے تینوں ساتھیوں نے آپس میں چھ کانا پھوسی کی اور Zubero کہنے لگا:

"ڈاکٹر کیا خوبصورت لڑکی ہے۔ میں Jukebox میں سکے ڈالتا ہوں ذرا دکھاؤ تو دو قدم" اٹھ کر سکے ڈالنے چلا گیا۔ پہلا گانا ہی Blue Danube Waltz کی طرح دھن تھی۔ میں اٹھا اور "لڑکی" کو ڈانس کی دعوت دی۔ میرے کہنے کی دیر تھی کہ وہ میرے ساتھ ڈانس کرنے ڈانس فلور پر آ گئی۔ میں اس سے چمٹ کر ڈانس میں مصروف ہو گیا۔ میں حیران تھا کہ تماشائی اور میرے تینوں ساتھی بھی ہنس رہے تھے۔ ڈانس کے دوران ایک ایسا وقت بھی آیا کہ "بے احتیاطی" سے چھوا تو اسکی چھاتی کے ابھار اسکی پشت پر محسوس ہوئے۔ میں اسے وہاں ہی چھوڑ کر اپنی میز پر آ گیا۔

وہ دراصل ایک transvestite قریباً 20 سالہ لڑکا تھا۔۔ transvestite اس کو کہتے ہیں جس نے دوسری sex

Marfat.com

کے کپڑے پہنے ہوں اور اس کی "چھاتی" ابھار یعنی کے bra محض *postizo* تھے (جس کا مطلب ہے artificial)۔ دوسرے لفظوں میں اس کی قدرتی "چھاتی" تو تھی ہی نہیں مصنوعی چھاتی اکار رہی تھی۔ میں نے خفیف ہونے کی بجائے تینوں ساتھیوں کے ساتھ مل کر اپنی بے وقوفی کا مذاق اڑایا۔ Zubero کو پہلے ہی شبہ تھا کہ وہ transvestite ہے۔ چند منٹ بعد dance floor پر ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ میں دوبارہ اٹھا اور ایک "لڑکی" سے ڈانس کرتے ہوئے اسے اس کے کمرے میں لے گیا۔ چند منٹ بعد میں غصے میں بڑبڑاتا ہوا واپس لوٹا تو Zubero نے پوچھا:

"ڈاکٹر کہاں غائب ہو گئے تھے؟"

"غائب کیا ہونا تھا میں ایک 'لڑکی' کیساتھ اس کے کمرے میں گیا" پھر سر ہلاتے ہوئے مایوسی کے عالم میں چپ سادھ لی۔

"تو پھر ہوا کیا؟"

"ہونا خاک تھا۔ دیکھو میرا جوتا بھی اس کے کمرے میں رہ گیا ہے۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"ہونا کیا تھا لڑکی تو تھی ہی نہیں وہ تو ایک اور transvestite نکلا۔ میں نے پھرتی سے پتلون پہنی اور غصے میں باہر آ گیا جبکہ جلدی میں ایک جوتا بھی وہیں بھول آیا۔"

یہ تھی ہماری داستان اس رات کی اس کے بعد میں نے بل ادا کیا اور Chaima Inn میں کوئی 1.30 بجے پہنچے۔

اگلے دن ہم نے Morichal Largo ندی سے collection کی اور اسی دن واپس اپنی lab میں Cumaná پہنچ گئے۔ کوئی تین گھنٹے بیت گئے ہوں گے snails کو aquaria میں رکھا اور Triburico ہم سب کو اپنے گھر چھوڑ کر pickup کو اپنے گھر لے گیا۔

Fungus کا علاج

راقم کا snails کی collection کیلئے قریباً ایک ہفتہ تک Guayana region جانا ضروری تھا۔ فرانسس نے میرے ساتھ چلنے پر اصرار کیا۔ آخر کار مجھے سر تسلیم خم کرنا ہی تھا۔ Zubero، Jose Luis Naviera، فرانسس، میں اور ڈرائیور Castanieda نے یونیورسٹی کے pickup اور Zubero کے ایک کار نما ٹرک میں collection کا سامان بھر کر چل دیئے۔ فرانسس اور میں Zubero کے ٹرک میں جو کہ وہ drive کر رہا تھا۔ pickup میں Naviera اور Castanieda قریباً 9 بجے صبح Cumaná سے روانہ ہوئے اور قریباً 2 بجے دوپہر رستہ میں رکتے ہوئے اور بارش کی وجہ سے Maturin پہنچے جہاں رات بسر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ دوسرے دن سفر پر دوبارہ روانگی ہوئی کیونکہ قریب 180 km پر Ciudad Guayna تھا جس کے راستوں میں ہم نے collection کرنی تھی۔ رات Hotel Mallorca میں بسر کی۔ دوسرے دن چھ بجے صبح عازم سفر ہوئے جب ہم جنوب کی طرف جا رہے تھے جہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں نمودار ہوئیں اور ان کے ساتھ ساتھ Moriche Palms جنہیں مقامی زبان میں Morichales کہتے ہیں جھنڈوں کی شکل میں ندیوں کے کنارے اور چھوٹے چھوٹے پانی کے ذخائر کے ساتھ balnearios میں ہمیں چائے کی دعوت نظارہ دے رہے تھے۔ balnearios دراصل تیرنے کی جگہوں کو کہتے ہیں مگر عام طور پر اگر تیرنے کی سہولت موجود نہ ہو تو بھی جہاں کسی جگہ پر درختوں کے جھنڈوں میں ڈانس اور شراب وغیرہ کا انتظام ہو ایسی جگہوں کو بھی balnearios کہا جاتا ہے۔

جب Morichal Largo دریا پر پہنچ گئے تو پل سے دور ایک parking lot جہاں دریا میں نہانے کے علاوہ ایک اور دلچسپ بات ہے کہ اس علاقہ میں یہ ایک ہی جگہ ہے جہاں highway کے ساتھ Warao Indians کے مکانات ہیں جو کہ palm-thatched جھونپڑیاں اور اکثر کی دیواریں نہیں۔ جو جھونپڑیاں پل کے قریب ہیں ان کی ایک طرف palm کے fronds آویزاں ہیں تاکہ تھوڑی سی privacy ہو۔ پانی کی موجودگی اور پانی میں Waraos کی dugout canoes، اتنی

Marfat.com

اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ Warao نام درست ہے "پانی یا canoe لوگ"

یہاں ایک چھوٹا سا ریسٹورینٹ اور پل کے جانب مغرب canoes میں بیٹھ کر excursion کا بندوبست ہے۔ canoes میں ایک سے چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ ہم نے بھی excursion کا فیصلہ کیا۔ Castanieda نے تو معذرت چاہی کیونکہ وہ Triburcio کی طرح ہم سے بے تکلف نہیں تھا۔ سردست یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ایک دفعہ Castanieda نے اپنے بچے کے جنم دن پر مجھے بھی مدعو کیا۔ مہمانوں کے علاوہ اس کی فیملی میں اس کی "بیویاں" اور بچے 21 افراد پر مشتمل تھی۔ لاطینی امریکہ میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا Machismo (مردانگی کی نشانی) ہے۔ جب میں بچے کو دینے کے لئے تحفے کے ساتھ Castanieda کے گھر پہنچا تو وہ drunk تھا حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ "کونسے بچے کا جنم دن ہے۔" کسی ایک بچے کو دے دو"۔ ہم نے dockside پر snack کیا اور تینوں ایک canoes میں بیٹھ گئے جس کو ایک شخص چلا رہا تھا۔ تقریباً 90 منٹ کی مسافت تھی اور دریائے Rio Morichal Largo کے سفر کے دوران ہم نے دیکھا کہ جنگلی جانوروں کی کثرت تھی۔ خصوصاً بندر۔ ایک جگہ جس کا نام Rincon de la Terecaya جہاں ہمیں lunch دیا گیا اور پھر ہم ایک اور جگہ گئے Casa de Francisco (Casa کے معنی گھر کے ہیں)۔ وہاں پر rum-laced ٹھنڈے coco سے ہمیں نوازا گیا جس سے فرش نے تو انکار کر دیا۔ مجھے یاد نہیں غالباً 400 bolivars جو کہ tour کی لاگت تھی۔ اس کے علاوہ پورے دن کا بھی ایک tour تھی۔ جس کا ارادہ ترک کر دیا گیا کیونکہ اگلے دن ہم نے اپنی منزل پر پہنچنا تھا۔

دوبارہ ہم لوگ اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر highway پر آئے اور ایک جگہ El Rosario پہنچ گئے۔ یہاں سے اگر Highway 15 پر نکل جائیں تو Tucupiita پہنچ جائیں گے جو کہ Delta Amacuro کا دارالخلافہ ہے۔ ہم نے Highway 10 کا انتخاب کیا اور Ciudad Guayna جانے سے پہلے ایک جگہ Chaguaramos سے ہوتے ہوئے Los Barrancos پہنچ گئے جو کہ Rio Orinoco کے کنارے واقع ہے۔ یہاں سے chalana (ferry) پر بیٹھ کر (ہم اپنی گاڑیوں میں ہی بیٹھے رہے) Orinoco دریا کے دوسرے کنارے شہر San Felix پہنچ گئے۔ (ضمیمہ 140 A)

ہم لوگ بہت زیادہ تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے اپنی عادت کے مطابق اچھی فضا کا ہوٹل تلاش کیا۔ اچھا ہی کیا بلکہ بہت ہی اچھا۔ چونکہ نہایت تھکاوٹ کے زیر اثر تھے۔ بغیر سوچ بچار کے سیدھے Hotel Inter-Continental Guayana میں پہنچ گئے دو کمرے تو مل گئے۔ ایک کمرے میں extra bed کا بندوبست بھی ہو گیا مگر Castanieda اس ہوٹل کی تاب نہ لا سکا اور کہنے لگا کہ میں تو San Felix میں اپنے ایک عزیز کے ہاں ٹھہروں گا۔

یہ ہوٹل ایک بلندی پر Caroni دریا اور Cachamay Falls کے بالمقابل 205 کمروں اور suites پر مشتمل ہے۔ اس میں نہایت دلکش dining room جہاں سے Caroni دریا کا منظر دلفریب نظارہ کی دعوت دے رہا ہے۔ ایک bar جہاں live music کے ساتھ ڈانس کیلئے انتظام ہے۔ casual restaurants، tennis court، gym، دوکانات، travel، car rental agency، pool کے کنارے bar اور دن رات کھلا restaurent، banquet، parabolic antennas اور انڈور کی ہولتوں کے علاوہ private pier سے کشتیاں caroni دریا کی سیر سے لطف اندوز ہونے کیلئے دستیاب ہیں مگر سارے executive class کے۔

مجھے بعد میں پتہ چلا کہ چند ایک اور economical ہوٹل ہیں۔ مثال کے طور پر Hotel Punta Vista یہ ہوٹل ایک پرسکون جگہ downtown سے دور واقع ہے اور ایک راستہ سے گنجان درختوں سے بھرے ہوئے Cachamay Park سے منسلک جس کی سمت Cachamay Falls کی جانب ہے۔ یہ نہایت دلکش پارک اور اس میں کئی paths بنائے گئے ہیں تاکہ Jogging کی جا سکے۔ ہوٹل میں soda foutain/bar جس کا رخ Falls کی طرف ہے۔

Caroni دریا وینزویلا کے جنوب مشرق میں Roraima پہاڑوں کی ڈھلوانوں سے نکلتا ہے۔ یہ پہاڑ Sierra Pocaraima کے علاقہ میں جہاں Venezuela، Brazil اور Guayana کی سرحدوں کا ملاپ پر واقع ہے

Marfat.com

، Guayana Highlands میں عام طور پر دریا شمال کی طرف بہتا ہوا وینزویلا کے جنوب مشرق کے پہاڑی علاقے سے ہوتا ہوا San Felix کے مقام پر Ciudad Guayana کے علاقے میں کوئی چار سو تیس میل (690 کلومیٹر) کی مسافت طے کرنے کے بعد دریائے Orinoco سے آن ملتا ہے۔ دریائے Caroni کے دہانے پر کافی ڈھلوانوں کی وجہ سے دریا کی رفتار بہت تیز اور کشتی رانی کے لیے موزوں نہیں مگر نچلے حصے میں launches چلائی جاتی ہیں۔ دنیا کی بلند ترین آبشار Angel Falls دریائے [illegible] کے قریب واقع ہے۔ اس دریا پر Macagua اور Guri Dams سے بجلی پیدا کی جاتی ہے اور یہ دنیا کے بڑے ڈیموں میں سے ہیں۔

Angel Falls جنہیں Spanish میں *Salto Angel* یا Salto Chucrun Meru کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ آبشار وینزویلا کے جنوب مشرق میں Guayana Highlands (Bolivar state) دریائے Churun پر (دریائے Caroni کا معاون) 160 میل (260 کلومیٹر) Ciudad Bolivar سے واقع ہیں۔ یہ دنیا کی سب سے بلند آبشار ہے اس کی Fall تین ہزار دو سو بارہ فٹ (979 m) اور چوڑائی پانچ سو فٹ (150 m)۔ یہ آبشار [illegible] Auyan-Tepui "شیطان کی پہاڑی" سے گرتی ہے اور حیرانی کی بات یہ کہ آبشار کا پانی پہاڑ کے دامن تک ہی نہیں پہنچتا۔ 1935 میں ایک امریکن مہم جو James Angel نے اس آبشار کو دریافت کیا۔ 1937 میں اس کا جہاز آبشار کے قریب ہی لینڈ کرتے ہوئے کریش ہو گیا۔

Castanieda گاڑی لے کر San Felix چلا گیا جبکہ میں نے اسے آج چھ بجے تک دوبارہ واپس پہنچنے کی تاکید کی۔ San Felix کی بنیاد 1576 میں رکھی گئی اور اسے "Workers" ٹاؤن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس شہر کا center چھوٹی چھوٹی دوکانات سے مزین اور رہائشی علاقہ جات crudely-built shacks یعنی ranchitos سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ تعمیرات بہت ہی modest ہیں۔ اس کے مقابلے میں Puerto Ordaz شہر ایک cityscape کا منظر پیش کرتا ہے جس میں کئی جدید highrise apartments اور بہت قیمتی executive گھر ہیں۔ عالیشان hotels، shopping centers اور clubs-restaurants ہیں مگر ایک بھی ranchito (چھوٹی جھونپڑی) نہیں ہے باعث حیرت ہے۔ Puerto Ordaz کی بنیاد planned طرز پر 1952 میں رکھی گئی اور یہ بنیاد Orinoco Mining Company نے Administrative headquarters، Iron ore اور کمپنی کے shipping operations کے لیے رکھی تھی۔

دوسرے دن Castanieda کی آمد سے پہلے ہی ہم چاروں نے ناشتہ کر لیا۔ ان دونوں کے بل کا [illegible] اپنے رہائشی بل کا بھی کچھ حصہ میں نے ادا کیا اور وہ بھی cash نہیں بلکہ اپنے Access Creadit Card سے [illegible] چونکہ یونیورسٹی گاڑی کے mileage کے حساب سے رقم دیتی اور اسی طرح تنخواہ کے مطابق daily viaticos یعنی allowance دیا جاتا ہے۔ جہاں گاڑی نہ جا سکے اور اگر جانا بھی ہو تو ہوائی جہاز کا کرایہ دیا جاتا۔ تھوڑی دیر بعد Castanieda آ گیا اور اپنا ضروری سامان گاڑیوں میں رکھا۔ شہر سے باہر تھوڑے فاصلے کے بعد اس Highway پر جہاں سے سڑک ایک طرف El Pao کو جاتی ہے۔ اسی سڑک کی دائیں طرف ایک road sign ہو۔ La Llovizna کے راستے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ سڑک سیدھی Visitors Office تک پہنچ جاتی ہے جہاں سے free pass مل جاتا تاکہ Colonial Mission of Caroni اور Llovizna Falls part دیکھے جا سکیں اور Macagua Dams دیکھنے کے لیے guided tours کا بندوبست کیا جا سکے۔ یہ اس زمین پر واقع ہیں جو کہ Edelca، *Electricidad de Caroni* جس کے معنی ہیں Electricity of Caroni۔

Visitor's Office سے سڑک کی دو شاخیں نکلتی ہیں۔ بائیں ہاتھ کی شاخ Mission کی طرف جاتی ہے۔ ہم کو وہاں سے کوئی دلچسپی نہ تھی لہذا ہم نے دائیں ہاتھ کی شاخ پر رجوع کیا جو کہ Llovizna Falls part کو جاتی۔ ہم نے گاڑیاں Visitors Office میں park کر دیں۔ collection کے لیے چھوٹا سامان ہاتھوں میں پکڑا اور Castanieda کو وہیں رکنے کی ترغیب دی۔ Macagua Dam کے اوپر سے گزر کر Dam کے کناروں سے snails کی collection کی

زیادہ وقت صرف نہ کیا۔ قریب ہی Macagua Dam 2 ہے۔ کئی درجن paths اس خوبصورت اور سایہ دار پارک میں ہیں۔ یہاں کئی ندیاں اور چھوٹی چھوٹی آبشاریں واقع ہیں جو کہ Caroni دریا کی طرف بہتی ہیں۔ کئی قسم کے خوبصورت پرندے نگاہوں کو بھلے لگتے ہیں۔ فرخ تو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھی رہی اور ہم نے اچھی خاصی collection کر ڈالی۔

ہم لوگ واپس Vistors Office پہنچے اور گاڑیوں میں بیٹھ کر Highway پر آ گئے۔ اب جنوب کی طرف El Pao روانہ ہوئے۔ جو Ciudad Guayana کے جنوب کی طرف 43 کلومیٹر پر واقع ہے وہاں پہنچے El Pao سے iron ore نکالا جاتا ہے۔ یہ ore لاطینی امریکہ میں purest اور اس کا رنگ bright orange-red ہے ٹرین میں بار کر کے جو کہ Highway کے متوازی railway پر چلتی ہے Ciudad Guayana کو لایا جاتا ہے۔ ہمیں mines میں کوئی دلچسپی نہ تھی لہذا ہم نے وہ سڑک اختیار کی جو Ciudad Bolivar اور Guri-Raul Leoni Dam کی طرف رواں ہے۔ Leoni وینزویلا کا پریذیڈنٹ اور Ciudad Guayana سے قریباً 50 کلومیٹر دور شہر Upata کا رہائشی تھا۔

Guri Dam پہنچے جہاں guided tours کا بندوبست تھا۔ فرخ نے ایک tour میں حصہ لیا جبکہ ہم تینوں ارد گرد collection کرتے رہے اور فرخ کو Dam کی سیر کے بعد Visitors Office پہنچ جانے کی ترغیب دی۔ جب ہم چاروں واپس روانہ ہوئے تو شام کی آمد آمد تھی۔ Zubero کی گاڑی میں اچانک خرابی ہوئی لہذا ہم نے دونوں گاڑیاں Highway سے ہٹ کر جہاں چند جھونپڑیاں تھیں اور گرد و نواح میں کھجوروں کے درخت استادہ تھے وہاں کھڑی کر دیں۔ فیصلہ کیا کہ رات درختوں سے بندھے ہوئے hammocks میں بسر کریں گے تاکہ کچھ outdoor زندگی سے بھی لطف اندوز ہوا جائے جبکہ کھانے پینے کا سامان arepas، sandwiches ہم لوگ Ciudadad Guayana سے ہی لے کر آئے ہوئے تھے۔ گاڑی سے سامان اتارنے کے بعد hammocks کو cocos کے درختوں سے باندھا، icebox، water cooler، thermoses جس میں کافی پینے کے لیے گرم پانی موجود تھا اور تین فیملی سائز کوکا کولا کی بوتلیں۔ تمام کو ایک جگہ اکٹھا کر کے رکھ لیا۔

کھانے پینے کے بعد فرخ تو hamaca میں دراز ہوئی جبکہ ہم نے لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ کا الاؤ مچھروں سے نجات پانے کے لیے جلایا۔ میری رات بھر جاگنے کے ساتھ ساتھ ہم پچھتاوے کے احساس سے دوچار تھے کیونکہ آگ کے قریب بیٹھ کر بھی مچھروں سے نجات ہو سکتی تھی۔ فرخ کے دائیں پاؤں کے انگوٹھے پر پرانی fungus کی شکایت تھی۔ کئی قسم کی fungicidal ادویات استعمال کیں وقتی طور پر افاقہ ہوتا مگر علاج چھوڑنے کے بعد fungus دوبارہ attack کر دیتا۔ وہ hamaca سے اس پاؤں کو لٹکا کر زمین پر رکھے ہوئے تھی تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر شخص اور اس سے نسبتاً کم عمر عورت ہماری طرف آتے دکھائی دیئے۔ وہ Sweden کے باشندے تھے مرد تو Botanist جبکہ اس کی بیوی Anthropologist تھی۔ وہ قریبی جھونپڑی میں ٹھہرے ہوئے تھے تعارف کرانے کے بعد ہمارے قریب ہی آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھ گئے۔ معلوم ہوا وہ قریب دو ہفتوں سے Venezuela کے اسی علاقہ میں plants کی collection میں مصروف ہیں۔ باتوں باتوں میں اس Botanist نے میری بیوی کے پاؤں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "Seniora (ضمیمہ 141) کے پاؤں کو کیا تکلیف ہے؟"

"resistant fungal infection" میں نے جواب دیا۔

وہ مسکرایا اور کہا، "Dr. Nasir یہ تو کوئی بات نہیں ٹھیک ہو جائیگا۔"

ہم نے تو کئی fungicidal استعمال کئے مگر infection سے مستقل افاقہ نہ ہوا۔

اس نے انگوٹھا دیکھے بغیر کہا، "boric acid کو 70 فیصد alcohol میں اسقدر حل کرو کہ saturated solution بن جائے۔ پھر روئی لے کر دن میں متعدد بار روئی کو اس solution میں تر کر کے لگاؤ تو چند دنوں میں fungus کا نام و نشان نہ رہیگا۔"

منطق یہ تھی کہ boric acid تو بار بار لگانے سے ناخن میں رہے گا اور alcohol اڑ جائیگا۔ واپس لوٹ کر کوئی ایک ہفتہ مذکورہ solution استعمال کیا جس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا اور fungus جڑ سے اکھڑ گیا۔ انہوں نے ہمارے ساتھ black

Marfat.com

coffee پی اور ہم سے پوچھا کہ گاڑی کو کیا ہوا؟

''بس خراب ہو گئی ہے چلتی ہی نہیں تھوڑا فاصلہ چلنے کے بعد بند ہو جاتی ہے۔''

اس نے گاڑی کے bonnet کو جونہی اٹھایا تو کہنے لگا کہ battery کے poles پر oxide کا جالا ہے۔ ''آپ کے پاس lemon ہے؟''

''نہیں تو۔'' میں نے جواب دیا۔

اس نے ہم سے گرم پانی لیا اور battery کی تاریں کھول کر poles اور تاروں کے clamps کو صاف کیا۔ Zubero نے گاڑی کا switch ''On'' کیا تو start ہو گئی۔ اس نے مزید کہا کہ lemon کے جوس کو pols کے oxide پر وقتاً فوقتاً ڈال کر صاف کرو اور پھر گرم پانی سے دھو ڈالو تو آئندہ کبھی یہ شکایت نہ ہوگی۔

کافی دیر بیٹھے رہے اور کوئی 11 بجے وہ اٹھ کر چلے گئے۔ ہم یوں ہی hamacas پر دراز ہوئے تو مچھروں نے یلغار سے پریشان کر دیا۔ بالآخر اس تکلیف دہ رات کی صبح کاذب تک اذیت برداشت کی اور پھر واپس Ciudad Guayana آ گئے۔ وہاں ہوٹل میں ہی قیام کیا تاکہ ارد گرد کے مناظر دیکھ سکیں۔ collection تو ہم نے کافی کر لی تھی۔ دوسرے روز واپسی کی راہ لی اور Maturin پہنچ کر Hotel Mallorca میں رات بسر کرنے کے بعد Cumana لوٹ آئے۔

Crabs

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ Dr. Taizo Okuda جو کہ Instituto Oceanografico (Oceanographic Institute) میں کی یونیورسٹی میں ڈائریکٹر کے عہدہ پر فائز تھے، کے ان کی ترقی پر تقریب کا فیصلہ کیا گیا۔ Cumanagoto Hotel کی beach پر منعقد ہونا تھا۔ فرخ نے گوشت پلاؤ، آلوؤں کے سموسے اور pudding کا انتظام کیا۔ styrofoam box میں ice cubes رکھے اور disposable پلیٹیں، گلاس، چمچے وغیرہ دکان سے خریدے گئے۔ soft drinks کا بندوبست ہوٹل کی bar سے کیا گیا۔ عموماً highclass ہوٹلوں میں باہر سے کھانا لانے کی اجازت نہیں ہوتی مگر راقم ہر قسم کا کام اپنے اثر و رسوخ سے کرا لیا کرتا۔

اس پر مسرت تقریب کے موقع پر 13 افراد کی شمولیت تھی جس میں انور، فرخ، Dr Fukuoka جو کہ Institute میں Meterological ڈیپارٹمنٹ کا head تھا۔ اس کی اور Dr Okuda کی بیویاں شامل نہ تھیں۔ علاوہ ازیں کچھ دوست احباب اور ان کی girl friends یا بیویاں شمولیت کر رہی تھیں۔ دوپہر کے قریب اپنی اپنی کاروں میں Cumanagoto پہنچے۔ ہوٹل کے بالمقابل پارکنگ لاٹ میں کاریں پارک کیں، سامان اٹھایا entrance سے ہوتے ہوئے swimming pool کے دائیں کنارے سے گزر کر beach پر پہنچ گئے۔ اپنا سامان ایک palm کے سائے میں رکھا۔ ہوٹل کے bathrooms تین یا چار جو کہ pool کی بائیں طرف واقع تھے۔ خواتین و مرد حضرات نے اپنے اپنے کپڑے تبدیل کیے۔ مردوں نے trunks پہنے جبکہ عورتوں نے bikinis استعمال کیں اور سمندر کے قریب نہانے میں مشغول ہو گئے۔ دور دور تک نہایت نفیس ریت قدرتی طور پر ساحل سمندر پر آنکھوں کو خیرہ کیے جا رہی تھی۔ یاروں نے Chivas Regal شراب کی بوتل کے اردگرد rubberband ڈال دیا تاکہ پانی میں ڈوب نہ جائے۔ اسی طرح coke کی بوتلوں کے لیے بھی یہی طریقہ عمل استعمال کیا گیا۔ چند ڈبکیاں لگانے کے بعد کچھ کھانا تناول کیا اور میں palms کے سائے میں ریت پر لیٹ گیا۔ کبھی کبھی بادل چھا رہے تھے اور برسنے کو بیتاب۔

فرخ اور میں بعد ازاں beach سے اٹھ کر pool کے کنارے easy chairs پر دراز ہو گئے جہاں کئی مرد و عورتیں pool میں نہا رہے تھے۔ ایک فربہ اندام لڑکی نے pool کے jumping plank سے پانی میں چھلانگ لگائی۔ پانی میں جہاں وہ غوطہ زن ہوئی وہاں چند لمحات میں اس کا bra تیر رہا تھا۔ وہ غوطہ لگاتی ہوئی pool کے دوسرے کنارے سے جا نکلی۔ موجود تماشائیوں نے خوب enjoy کیا جبکہ اس کے جسم کا آدھا حصہ پانی سے اوپر تھا۔ خوب ہنستے ہوئے تالیاں بجائیں۔ پھر تیرتی ہوئی اس جگہ جہاں

Marfat.com

اس کا bra تھا bra پکڑ کر pool سے باہر نکلی اور دوڑتی ہوئی vestuario میں چلی گئی۔

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔ ہم لوگوں نے vestuario میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ Dr. Okuda نے بار کا بل ادا کیا چند احباب اور میں باقی ماندہ سامان کاروں میں رکھنے کیلئے لے گئے۔ جب ہم واپس لوٹنے کیلئے دوبارہ pool کی بائیں طرف سے گزرے تو اچانک میری نظر Dr. Sergio Tovar پر جا ٹھہری جو ہوٹل کے dance hall سے باہر نکل رہا تھا عین اسی وقت موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہم تمام دوست Dr. Tovar سے متعارف تھے البتہ فرخ کے اس کی بیوی Alicia سے نہایت گہرے مراسم تھے۔ Alicia نے ہمیں دیکھ کر ہم تمام لوگوں سے dance hall کی ایک پارٹی میں شمولیت کیلئے اصرار کیا۔

"کیسی پارٹی ہے؟" میں نے جاننا چاہا۔

"تمہیں نہیں معلوم!"

"نہیں تو۔"

"Dr. Torre جو Kudo پروگرام کا Coordinator ہے اس کی honour میں الوداعی پارٹی ہے۔ وہ Kansas واپس جا رہا ہے۔" Universidad de Oriente اور Kansas University کے درمیان ایک exchang programme جس کا نام Kudo تھا۔ ہم سب میں سے فرخ، Dr. Okuda، انور، میں اور میرا ایک student Luis Hamana شمولیت کے لئے رضامند ہو گئے۔ ہم ایک میز پر dance floor کے قریب بیٹھ گئے۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا music band ہیجان آمیز دھن بجانے میں مصروف اور بعض لوگ ڈانس کرنے میں مشغول تھے۔ ہال کی چھت سے روشنی کی beam کچھ اس انداز سے dance floor پر direct کی ہوئی تھی کہ مختلف جانوروں، کبھی انسانوں کی شبیہیں فرش پر متحرک منعکس ہو رہی تھیں (مجھے اس کا علم بعد میں ہوا) فرخ نے کہا:

"نصیر دیکھو فرش پر cangrejo (crab یا کیکڑا) چل رہا ہے۔"

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اٹھ کر "کیکڑے" پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ ابھی پاؤں رکھا ہی تھا تو "کیکڑا" آگے نکل گیا۔ یہ میرا بے تکی کا منظر تمام مردوں نے enjoy کیا۔

قریباً گیارہ بجے رات ہم لوگ واپس لوٹے دوسرے دن یہ بات یونیورسٹی میں خوب مشہور ہوئی کہ ڈاکٹر نصیر کو اپنے کام سے اتنی دلچسپی ہے کہ ہر جگہ سے کیکڑے ہی نظر آتے ہیں۔

سہگل کی طرح

فرخ، انور اور میں اپنی فوکس ویگن میں بیٹھ کر Cumanagoto میں ایک رات دوست کی الوداعی پارٹی میں شمولیت کے لئے گئے۔ کافی رات گئے تک شراب اور ڈانس وغیرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر فرخ بیچاری تنگ آگئی اور بضد تھی کہ چلو اب واپس چلیں ورنہ میں اکیلی واپس چلی جاتی ہوں۔ "فرخ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم دونوں بھائیوں کو چھوڑ کر تم اکیلی ہی واپس جاؤ نہیں نہیں ایسے نہیں ہوسکتا۔" میں پیئے ہوا اور رکنے پر بضد تھا مگر فرخ جانے پر تلی ہوئی تھی۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ میں چلتا ہوں مگر ایک شرط ہے کہ سہگل کی طرح (ضمیمہ 142) میں کار کی پچھلی سیٹ پر دائیں ہاتھ کیطرف بیٹھوں گا اور تم کوئی فلمی گانے گاتے رہنا اور انور تمہارے ساتھ سیٹ پر بیٹھا ہوا بھی کوئی گانا سناتا چلا جائے گا۔

فرخ رضامند ہوئی اور Avenida Universidad سے ہوتے ہوئے Perimetral (ساحل سمندر کی سڑک) اور پھر Avenida پر فرخ کار چلاتے اور گاتے ہوئے ہم اپنی رہائش گاہ Cerro del Medio پہنچ گئے۔ بس مجھے اتنا یاد ہے کہ میں باتھ روم کیطرف جاتے ہوئے راستے میں گر پڑا اور فرخ نے غصے میں انور سے کہا کہ اٹھاؤ بیر نصیر کو۔ انور نے کیا اٹھانا تھا وہ بھی میرے اوپر گر پڑا۔ بڑی مشکل سے بیچاری فرخ نے ہم دونوں کو سنبھالا۔ دوسرے دن breakfast کے وقت اچھی خاصی ہنسی کی۔ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرخ نے تمسخر سے فقرے کسنے شروع کر دیئے۔ "یہ ہیں سہگل صاحب، سہگل صاحب کے پاس

Marfat.com

اتنی ہمت بھی نہیں کہ باتھ روم کی طرف جا سکیں اور دوسرے ہیں انور صاحب وہ آج کل صاحب سے بھی نئے نئے بنے ہیں۔ آج تو میں تم دونوں کے ساتھ کسی پارٹی میں جانے والی نہیں۔"

مجھے بھی تو موقع دیجیے !

راقم کے دوست احباب کا ایک خاص گروپ تھا جو کہ اکثر نہ صرف اپنے گھروں یا apatments میں پارٹیاں throw کیا کرتے، بلکہ weekends اور کئی دوسرے تہواروں کے موقع پر beaches پر بھی اکٹھے ہو جایا کرتے۔ میں پارٹیاں throw کرنے میں مشہور تھا جس کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ میرا بنگلہ تمام احباب کی رہائش گاہوں سے نسبتاً شہر کے وسط اور شہر کے مشہور Boulevard بنام Avenida Gran Mariscal پر واقع ہے۔ parking یا approach کا کوئی مسئلہ نہ تھا اور چونکہ خاندانی روایات کے مطابق احباب پر خرچ کرنے سے کوئی دریغ نہ کرتا۔ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ جب میں نے کسی بڑی پارٹی کا اہتمام کیا جیسا کہ birthday پارٹی کے لیے cards چھپوائے تو ظاہر ہے کہ کچھ کو کارڈ پہلے مل جاتا اور کئی کو بعد میں جن کو بعد میں کارڈ موصول ہوتے۔ پہلے کارڈز پانے والوں سے پوچھتے "واقعی ڈاکٹر صاحب پارٹی throw کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ ہمیں مدعو کرنے سے کیوں گریزاں ہے؟" یا میری غیر موجودگی میں فرخ سے ٹیلیفون پر پارٹی کی تصدیق کی جاتی مطلب یہ کہ کہیں ہم سے انہیں نظر انداز نہ کر دیں۔ بعض تو بغیر invitation کے بھی دیگر ساتھیوں کے ساتھ آتے جہاں کھانے پینے کی افراط ہوتی تھی مجھے کوئی فرق نہ پڑتا۔

Venezuela میں ایسا کوئی custom نہیں کہ صرف مردوں کو ہی پارٹی میں مدعو کیا جائے بلکہ دوستوں کے ساتھ نہ صرف ان کی بیویوں، ماؤں، بیٹیاں، بہنوں بلکہ girlfriends کی شمولیت بھی ہوتی ہے۔

ایک balneario جو کہ اس کے مالک Boutini کے نام سے مشہور تھا وہاں ہم لوگوں کا آنا جانا رہتا۔ یہ balneario ایک چشمہ کے کنارے palms کے سائے میں جو Highway شمال کی طرف Cumana شہر سے Caracas کو جاتا ہے۔ اس کے بائیں کنارے کے قریب Cumaná شہر سے 15 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک شیڈ dance floor کی شکل میں جس کے دائیں ہاتھ کی طرف bar اور ساتھ ہی چشمہ جس سے نہر کی مانند پانی کا اخراج ہوتا ہے۔ چشمہ کی دوسری طرف پہاڑ کے دامن میں vestuarios تھے اور biological necessity کے لیے "open air" bar کے عقب میں kitchen واقع تھا۔ اس balneario کی خاص بات یہ تھی کہ Boutni کا sancocho، گوشت، آلو، شکرقندی، چھوٹے چھوٹے کدو، ڈیں، yucca، ocumo شملہ مرچ کی طرح مرچیں اور تھوڑا سا تیل ان سب کو ایک بڑے چولہے پر برتن میں ڈال دیتے ہیں اور حسب ضرورت پانی ڈال کر اسے چولہے پر رکھ دیتے ہیں۔ کاٹ کاٹ کے جاتی پڑتال کرتے ہیں کہ کیا سب چیزیں ٹھیک پک گیا ہے۔ کاریگری یہ ہوتی کہ گوشت اور سبزیاں گل جائیں مگر ثابت بھی رہیں پک جانے کے بعد یہ شوربا بہت زیادہ ہوتا ہے پھر پلیٹوں میں ڈال کر حسب ضرورت Tabasco sauce ڈال کر چمچ کی مدد سے کھاتے ہیں اور ساتھ Cassava یا Cassave یا Casabe (ایک خاص قسم کا درخت Yuca کی جڑ کا میدہ جسے روٹی کی طرح تیار کیا جاتا ہے۔) یا pan frances (فرانسیسی بریڈ) استعمال کرتے ہیں۔ دائیں جانب Jukebox تھا صرف تین لکڑی کے میز اور کیا دو کی چھوٹی کرسیاں تھیں dance floor کے تین اطراف قریباً ڈھائی فٹ کی دیوار تھی اور لوگ وہاں بیٹھ جاتے۔ اکثر لوگ sancocho بھی اپنی اپنی پلیٹوں میں ڈال کر چشمہ کے کنارے پتھروں پر یا تیں اور بیٹھ کر کھایا جاتا۔

میرے دوستوں میں سے ایک Armando Domingue نام کا پروفیسر ہماری یونیورسٹی میں Psychology پڑھایا کرتا۔ نہایت ذہین مگر انتہائی کنجوس واقع ہوا۔ اس کی بیوی Luisa ہماری بیٹی غازیہ کے سکول میں ٹیچر تھی۔ نہایت خوش اخلاق خاتون۔ جب بھی ہم کہیں پینے پلانے اکٹھے ہوتے تو waiter کو عین وقت آنے پر بل لانے کے لیے کہتا جو کہ اکثر میں ہی ادا کیا کرتا تھا Armando عین اسی وقت یہ کہہ کر اٹھ جاتا "میں پیشاب کرنے جا رہا ہوں" اور اس کا پیشاب زیادہ ہی لمبا ہو جاتا جب تک وہ

Marfat.com

محسوس کرتا کہ بل ادا ہو چکا ہوگا تب واپس لوٹتا۔ ہم سب کو اُس کی یہ عادت اچھی نہ لگتی تھی۔

Easter کی چھٹیاں تھیں ہم چند احباب جن میں Armado بھی موجود تھا Boutini کے balneario میں sancocho کھانے چلے گئے۔ یاروں نے خوب کھایا پیا شام کا وقت ہو رہا تھا ہم چشمے کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے جونہی بل کی ادائیگی کے ارادے سے بل لانے کیلئے کہا تو Armando نے حسب عادت کہا " میں پیشاب کرنے جا رہا ہوں۔"

میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا، " مجھے بھی کبھی کبھار پیشاب کرنے کا موقع دے دیا کرو۔"

دوستوں نے خوب مذاق اڑایا۔ آخر Armando نے زندگی میں شاید یہ پہلی بار کسی اور کو " پیشاب" کرنے کا موقع دیا وہاں بل کی ادائیگی کی۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ کئی اور لوگوں کے ساتھ بھی اکثر یہی حربہ استعمال میں لایا کرتا۔

انسانی جہاز!

جیسا کہ لاطینی امریکہ میں weekends اور دیگر چھٹیوں پر لوگ اکثر ساحل پر سمندر میں نہانے اور خورد و نوش کیلئے چلے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات کھانے کا سامان گھر سے ہی لے جایا جاتا ہے۔ ایک اتوار کو فرخ، نازیہ، انور اُس کے بیوی بچے اور میں ہوٹل Cumanagoto کی beach پر پکنک منانے چلے گئے۔ ہماری خاتون خانہ اور ایک میری سٹوڈنٹ جس کا نام Josefina تھا اس نے کھانے کا سارا اہتمام کیا ہوا تھا۔ وہ بھی ساتھ تھی سمندر میں نہانے کے بعد ہم تمام لوگ beach پر پڑی ہوئی کرسیوں پر ناریل کے درختوں کے نیچے آرام کرنے کیلئے لیٹ گئے۔ فرخ کے دائیں ہاتھ کی طرف والی کرسی پر میں اور فرخ کے بائیں ہاتھ والی کرسی پر Josefina تھی۔

فرخ Josefina کی طرف منہ کر کے کسی دلچسپ گفتگو میں مصروف تھی میرا دھیان یکلخت جنوب کی طرف گیا تو دو curvaceous (متناسب جسم کی مالک) نوجوان لڑکیاں ہاتھ میں میرے خیال میں beer کی بوتلیں پکڑے ہوئے bikinis میں ملبوس ساحل سمندر کے تھوڑے تھوڑے پانی میں خوش گپیاں کرتیں ہوئیں ہماری طرف آ رہی تھیں۔ فرخ نے بائیں ہاتھ میں binoculars پکڑی ہوئی جو کرسی سے نیچے لٹک رہی تھی۔ میں نے اُس سے binoculars لے کر ان لڑکیوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ مجھے دیکھنے میں اچھا خاصا وقت لگ گیا کیونکہ وہ کچھ دور تھیں اور وہ beer پیتے ہوئے خراماں خراماں آ رہی تھیں۔ فرخ نے پوچھا " نسیم کیا دیکھ رہے ہو؟"

"دیکھ رہا ہوں کتنے بڑے سمندری جہاز Araya کی طرف آ رہے ہیں" (Araya Peninsula سے کئی صدیوں سے سمندری نمک export ہو رہا ہے)۔ میں نے جواب دیا۔

" نسیم یہ تو مشرق Araya تو سامنے ہے (یعنی کہ مشرق کی طرف) ضرور کوئی چھوٹے چھوٹے انسانی ہوائی جہاز دیکھ رہے ہو گے"۔

میں نے ہنسی مذاق میں بات ٹال دی کیونکہ لاطینی امریکہ کی سوسائٹی کچھ زیادہ ہی آزاد ہے۔ چند ایک بار میں تو دوسری کار میں کوئی دلکش صورت دیکھ کر اپنی کار کسی سے ٹکراتے ٹکراتے رہ جاتا۔

اسی beach پر کسی اور دن جب عدیل ابھی بچہ ہی تھا تو ہمیں جانے کا اتفاق ہوا مگر کچھ عاشق مزاج! عدیل اور میں سمندر میں تیر رہے تھے ساحل پر آنے سے کچھ دیر بعد دیکھا تو شمال کی طرف سے ایک لڑکیوں کا ٹولا تمام کی تمام سمندر میں نہانے کیلئے جیسے کہ اکثر ہوتا ہے bikinis میں ملبوس ان میں سے ایک لڑکی ذرا "bubbly" قسم کی اور اُس کی چال بھی منفرد تھی۔ عدیل مجھ سے کہنے لگا، "Papi quiero abrazar la muchacha" (میں اُس سے بغلگیر ہونا چاہتا ہوں)۔

اس کی سادگی اور انداز گفتگو کچھ ایسا تھا کہ مجھ سے رہا نہ گیا۔ جب وہ نوجوان لڑکی قریب آئی تو میں نے اُس سے Spanish میں کہا کہ یہ ایبا تم سے گلے ملنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا کہ بڑے شوق سے اور خود ہی اُس کو اُٹھا کر اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ وہ اچھل پڑا اور کئی بار وہ قدم سے زیادہ چلے ہوئے تو میں نے عدیل کو آواز دی" Suficiente!" (کافی ہے؟)

Marfat.com

"Si papi" (ہاں ابو) اور لڑکی نے اُسے بڑے پیار سے نیچے اُتار دیا۔
کیسا بچپن کا زمانہ تھا کیسی یاد گی!

عدیل کی ایک اور عادت تھی کہ جب بچپن میں وہ فرخ کے ساتھ Mercedes-Benz میں اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوتا خاص طور پر بارش کے موسم میں جب اُس کے ساتھ سیر کو نکلتا تو فرخ سے کہتا "mami پانی" اس کا مطلب یہ ہوتا کہ کار سڑک پر کسی ایسے کھڈے سے گزارو کہ جہاں پر پانی ہو جب پانی کے چھینٹے کار پر پڑیں تو وہ خوش ہوا کرتا۔

ہماری رہائش گاہ Quinta Porzana ایک split level بنگلہ جس کے آخری لیول پر bedrooms ہیں۔ فرخ کے bedroom مغرب کی طرف جس کی بالکونی سے Avenida Gran Mariscal صاف نظر آتا اور اس مکان bed سے سر کی طرف شمال اور دوسری جنوب کی طرف تھی، bed پر دراز ہونے سے جنوب کے دروازے سے جو کہ راہداری میں کھلتا اس سے جنوب کی دیوار صاف نظر آتی۔ فرخ کے bedroom سے نکلتے ہی مغرب کی طرف ایک باتھ روم اور اس کے ساتھ ملحقہ جنوب میں دوسرا باتھ روم۔ اس باتھ روم کے مشرق میں راہداری سے سات سیڑھیاں نیچے اُترتے ہوئے وسیع living-room تھا۔ دوسرے باتھ روم کے جنوب میں ایک اور bedroom تھا اس طرح سے کہ اس کا دروازہ فرخ کے bedroom سے صاف نظر آتا۔ راہداری سے جنوب کی طرف چلتے ہوئے ایک کشادہ کھڑکی مشرق کی دیوار میں کھلتی۔ راہداری کے جنوب کی دیوار کے مغرب میں میرے bedroom کا دروازہ تھا اور اس دیوار کے جنوب میں دوسرا bedroom جس کے دروازے کا کچھ حصہ فرخ کے bedroom کے دروازے سے نظر آتا۔ اس باتھ روم کے دروازے کے مشرق میں ایک اور دروازہ جس سے لوہے کی سیڑھیاں نیچے کچن میں اترتی تھیں۔ فرخ کے bedroom کے دروازے سے میرے bedroom کا دروازہ پوشیدہ تھا۔

عدیل ابھی بچہ ہی تھا تو فرخ کے پیٹ پر لیٹ کر کھیلتا رہتا۔ یک لخت اس کو خیال آتا اور کہتا "mami دروازہ بند کرو" فرخ جواب دیتی "عدیل کیوں؟" معصومانہ انداز میں التجا کرتا "ابو نصیر دیکھ لیں گے!" حالانکہ فرخ کے bedroom کے دروازے سے میرے کمرے کا دروازہ کسی طرح بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔

کمال کی خاتون

راقم کی شادی خانہ آبادی ہو چکی تھی۔ فرخ اور میں یونیورسٹی کی رہائش گاہ بنگلہ میں Cerro del Medio کی چوٹی پر Cumaná شہر میں رہائش پذیر تھے۔ سامنے کی پہاڑی جس کا نام Cerro Colorado ہے، پر یونیورسٹی کا campus واقع ہے اور دونوں پہاڑیوں کے درمیان motorable سڑک جس کا فاصلہ تقریباً 1.5 کلومیٹر ہوگا۔ ہمارے بنگلے کے بالمقابل سڑک کے اُس پار Dr. Ali Khan کا بنگلہ ہے تو مسلمان مگر نام نہاد۔ کئی سال بعد جب میں اپنی کوٹھی میں رہ رہا تھا تو Dr. Ali Khan چند سال بعد اپنی کوٹھی Quinta Jasmin ایک علاقہ Parcelamiento Miranda میں منتقل ہوا تو میں نے Dr. Khan کو شب قدر کے موقع پر اپنے گھر مدعو کیا اور پرزور اصرار کیا کہ وہ ضرور اپنی فیملی کے ساتھ آئے۔ جب میں اس کو invite کر کے اس کے گھر سے واپس لوٹ رہا تھا تو میں نے پوچھا "ڈاکٹر علی خان تمہیں معلوم ہے شب قدر کیا ہوتی ہے؟"

"Of course Nasir" اس نے چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوتی ہے ہمیں بھی تو بتاؤ؟"

" Oh. Come of it Nasir. Prophet Muhammad (PBUH) (اللہ معاف کرے)
went to see God. He mounted a horse and horse had wings." یہ تھی اس کی مذہبی معلومات

ڈاکٹر علی خان کی بیوی کا نام تو کچھ اور تھا مگر وہ اور ہم سب اسے Terry کہا کرتے۔ وہ Paraguay کی رہائشی تھی جب علی خان New York میں زیر تعلیم تھا تو وہ ایک مرتبہ بیمار ہو گیا جس ہسپتال میں وہ زیر علاج تھا وہاں Terry ایک نرس کی حیثیت سے کام کیا کرتی۔ دونوں میں پیار ہو گیا اس طرح ان دونوں کی شادی ہوئی۔ علی خان گھر کا کوئی کام نہ کرتا ہر کام Terry کو کرنا

Marfat.com

پتہ۔ ایک دن ہم نے جب Cerro del Medio پر آمنے سامنے بنگلوں میں رہائش پذیر تھے، سُنا کہ علی خان کہہ رہا تھا۔

"Terry what are you doing ?"

"Nothing Ali. well do something"

Terry بڑی نڈر عورت واقع ہوئی۔ ایک weekend پر ہم لوگ اور دوسرے لوگ بھی تقریباً Cerro del Medio پر ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔ تو کسی نے کہا

"ادھر سانپ زمین کے بل یعنی (کھڈ) میں گھس رہا ہے۔" میرا بھائی Winchester تھامے دوڑا۔ Terry قریب ہی تھی۔ سانپ قریباً نصف سوراخ میں جا چکا تھا Terry نے سانپ کو دُم سے پکڑ لیا کبھی دم کو کھینچتی اور کبھی ڈھیلا چھوڑ دیتی۔ اسی تگ و دو میں اس نے سانپ کو سوراخ سے باہر نکال کر زمین پر پٹخ پٹخ کر مار دیا حالانکہ سننے میں آیا ہے کہ سانپ جب سوراخ میں داخل ہو رہا ہو تو کھینچ کر باہر نہیں نکالا جا سکتا۔

انگلی ایسے بھی زخمی ہو سکتی ہے!

کئی سال پہلے جب جہازوں کو hijack کرنے اور دہشت گردی کے آغاز کا دور تھا۔ فرخ، انور اور میں وینزویلا سے پاکستان میں محرم کی عزاداری کے سلسلے میں آئے اور واپس جاتے وقت دو حقے خرید لئے۔ کراچی Airport Security Staff بڑا تنگ کرے گا سوچتے ہی ہم نے حقہ جات کی ٹوپیوں کو علیحدہ کر لیا اور اس طرح حقے لیکر PIA کے جہاز میں سوار ہو گئے۔ جب روم کے Fiumiciano نامی airport پر پہنچے اور دوسرے مسافروں کے ساتھ immigration سے گزرنے لگے تو security والے نے ہمیں یہ کہہ کر روک لیا۔ "آخر یہ کس قسم کا اسلحہ ہے؟" ہمارے بیان کرنے اور عملاً حقہ پینے کے انداز سے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کوئی خطرناک قسم کا ہتھیار نہیں اور ہمیں جانے دیا گیا مگر چار گھنٹوں کے بعد جب Alitalia کے جہاز میں سوار ہونے لگے تو یہی صورت حال کا سامنا تھا۔ یعنی security کی checking۔ وہاں بھی باقاعدہ حقوں پر ٹوپیاں رکھ کر عملاً بتایا تو ہمیں چھوڑ دیا گیا البتہ نو گھنٹوں کی nonstop فلائیٹ کے بعد وینزویلا کے airport بنام Maiquetia پر پہنچے تو پھر وہی security staff کا استفسار مگر ہماری Spanish زبان دانی اور explain کرنے کے بعد ہم لوگوں کو چھٹکارا مل گیا۔

ہم اپنے بنگلے Cerro del Medio میں رہ رہے تھے تو ایک weekend پر کسی وجہ سے newsboy ہمارا پسندیدہ اخبار *El Nacional (The National)* لے کر نہ آیا۔ front lawn میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ حقہ کے لئے تمباکو میں نے اس فیملی سے لیا جہاں سے میں اپنے سگار خریدتا اور فرخ نے حقہ کی ٹوپی میں رکھنے کیلئے مٹی کی گولیاں بنا دیں۔ میں نے فرخ سے کہا کہ جاؤ شہر سے اخبار خرید لاؤ۔ اس کا ویسے بھی shopping کا پروگرام تھا لہذا وہ اپنی Mercedes میں شہر پہنچ گئی مگر واپسی پر اس نے اپنا دایاں ہاتھ جو زخمی تھا، پر رومال لپیٹ رکھا تھا جس پر خون کے دھبے نمایاں نظر آ رہے تھے لیکن اپنی پشت کی اوٹ میں چھپانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے اخبار ہمارے سامنے پڑے میز پر پھینکا اور خود kitchen میں سامان رکھنے چلی گئی جب لوٹی تو میں نے پوچھا: "فرخ ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟"

"کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہے صاف خون کے دھبے دکھائی دے رہے ہیں۔"

"میرے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کار کے دروازے میں آ گئیں۔"

"دائیں ہاتھ کی انگلیاں کار کے دروازے میں کیسے آ سکتی ہیں؟"

"بس آ گئیں۔" اس نے جواب دیا۔

حادثہ کی نوعیت کچھ یوں تھی۔ University کے compound میں سے ہوتے ہوئے کار Avenida Univesidad پر پہنچی۔ یہاں سے وہ دائیں ہاتھ مڑی Cumaná شہر کا airport بائیں ہاتھ واقع ہے۔ یہاں سے گزر کر وہ

Marfat.com

ایک roundabout بنام El Indio تک آ گئی۔ یہاں سے وہ Perimetral سڑک پر بائیں ہاتھ چل نکلی (Perimetral سڑک شہر کے متوازی چلتا ہے) Perimetral سے تھوڑے فاصلہ پر ایک supermarket سے اس نے خرید و فروخت کی پھر Perimetral پر آئی اور بائیں ہاتھ کو مڑ گئی۔ تھوڑی دور جا کر مین سڑک کی kerb پر ایک kiosk واقع تھا جہاں سے اس نے اخبار خریدی۔ اب کار کا steering wheel بائیں طرف ہوتا ہے کیونکہ وینزویلا میں دائیں ہاتھ کی جانب کار چلاتے ہیں۔ کار بالکل kerb کے ساتھ مین Kiosk کے سامنے پارک تھی۔ منطق یہ ہے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کار کا دروازہ کھولا ہو گا اور اگر انگلیوں کو کار کے دروازے میں آنا ہی تھا تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں دروازے سے متاثر ہوتیں مگر اس کے برعکس دائیں ہاتھ کی انگلیاں بیچ زخمی ہو گئیں! یہ قصہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا اور اب بھی ہے۔

البتہ اسی وقت ڈاکٹر سے رجوع کیا تو ڈاکٹر کی سمجھ میں بھی یہ بات نہ آئی کہ آخر دائیں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح کار کے دروازے میں آ سکتی ہیں!

Investment !

عادت کے مطابق میں یونیورسٹی سے، جو کہ ہمارے گھر سے 13.5 km کے فاصلہ پر واقع ہے تقریباً ہمیشہ چھ بجے شام گھر پہنچ جاتا اور سالہا سال سے میرا معمول تھا۔ ایک روز کوئی چار بجے کے قریب مجھے Rockefeller Foundation کے ایک نمائندے نے ٹیلیفون کیا کہ وہ ساڑھے پانچ بجے کے قریب میرے ساتھ ریسرچ گرانٹس کے متعلق ضروری گفتگو کرنا چاہتا ہے اور اسے افسوس ہے کہ وہ پہلے اطلاع نہ دے سکا کیونکہ اسے اسی رات Rio de Janeiro پہنچنا ہے اور پھر وہاں سے اس نے واپس نیویارک پہنچنا ہے۔ میں نے اسے ٹیلیفون پر ہی میٹنگ کے وقت کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ آج پچھلے پہر ساڑھے پانچ بجے کے قریب یونیورسٹی کی Rectorado بلڈنگ میں جانا ہے۔ میں نے اتفاق کر لیا مگر بغیر سوچے سمجھے کہ مجھے تو چھ بجے گھر پہنچنا ہوتا ہے اور اگر اس وقت گھر نہ پہنچو تو فرخ پریشان ہو جایا کرتی۔ کام کے پریشر کی وجہ سے میں یہ بھی بھول گیا کہ کم از کم گھر ٹیلیفون ہی کر دوں۔ بہرحال کوئی پانچ بجے کے قریب میں اپنی کار میں Rectorado کی بلڈنگ کی طرف روانہ ہو گیا جو کہ ہمارے گھر سے جنوب کی طرف کی Avenida جہاں ہمارا گھر واقع ہے سے کوئی تین سو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

جب میں میٹنگ کے کمرے میں تیسری منزل پر پہنچا تو وہ صاحب فائلیں لئے پہلے ہی انتظار کر رہے تھے۔ یہ میٹنگ اس لحاظ سے ضروری تھی کہ میرے investigation کونسل کے ایگزیکٹیو سیکرٹری ہونے کے ناتے سے ریسرچ گرانٹس اور فنڈز منظور کرنے تھے۔ خیر میں نے بھی اپنی فائلیں نکالیں ریسرچ پراجیکٹس کی تفصیل وغیرہ بیان کی چونکہ وہ جلدی میں تھا اور اس نے کوئی سات بجے کے قریب واپس Caracas چلے جانا تھا۔ اس لئے تمام کام مشین کی طرح کر رہے تھے۔ مجھے باتھ روم جو کمرے میں ہی اٹیچ تھا، کی حاجت ہوئی تو جونہی میں اٹھ کر کمرے کی مشرقی دیوار میں باتھ روم کی طرف جانے لگا تو اس نے فوراً کہا۔ "Dr Nasir what's wrong with you ? Where are you going ? I am in a hurry and we have got to do a lot of work as yet."

مضحکہ خیز بات ہے کہ میں باتھ روم میں مصروف اور وہ دروازے کے باہر کھڑا فنڈز تقسیم کرنے اور گرانٹس کے متعلق باتیں کرتا جا رہا تھا میں جواب دیتا اور وہ نوٹ کرتا رہا۔

چھ بجنے کے قریب تھے اور اس کمرے میں ٹیلیفون بھی نہ تھا کہ میں گھر فرخ کو اطلاع دے سکوں کہ دیر سے آؤں گا۔ دو تین دفعہ میں نے باہر نکل کر دوسرے کمرے سے ٹیلیفون کرنے کو کہا مگر وہ تھا کہ چل سو چل! کوئی پونے سات بجے کے قریب ہمارا کام ختم ہوا اور میں اپنی کار میں واپس گھر لوٹا جیسا کہ عادتاً ریموٹ کنٹرول سے کار میں سے ہی گیراج کا گیٹ کھولا تو دیکھتا کیا ہوں کہ فرخ گیراج میں ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔ اوپر کی منزل والے bedroom کی بالکونی سے ہماری بیٹی نازیہ نے جونہی مجھے کار کو اندر داخل کرتے ہوئے دیکھا تو ہاتھ سے اشارے کرتی رہی جس کا مطلب تھا کہ چپ رہنا mami غصے میں ہے۔ میں نے حسب معمول شام کا سلام

Marfat.com

گیا اور کھسیانی ہنسی ہنس کر پوچھا ''فرخ کیا بات ہے؟''

''نصیر کچھ نہیں بس مجھے طلاق چاہیے۔''

جیسا کہ میں اکثر گھر لوٹنے کے بعد کیا کرتا اپنا بریف کیس porch کے میز پر رکھا، خود hammock میں دراز ہو گیا اور فرخ سے کہا ''درخت سے لیموں کاٹ کر اس میں تھوڑی سی برف اور ایک سٹرا مہربانی کر کے مجھے دو۔'' فرخ نے کچھ پرواہ نہ کی بس یہی رٹ لگائے جا رہی تھی ''مجھے طلاق چاہیے میں اس زندگی سے تنگ آ گئی ہوں گھر آ کر رات کے بارہ بجے کے بعد تک کام صبح ہوتے سات بجے پھر یونیورسٹی کی طرف دوڑ اور ادھر میں ہوں کہ بس انتظار کرتی ہوں اور آج تو حد ہی کر دی جناب ڈاکٹر صاحب نے اب سات بجے تشریف لا رہے ہیں۔ بس مجھے تو طلاق ہی چاہیے۔''

اتنے میں نازیہ بیٹی بھی دوڑتی ہوئی آئی اور بس یہی کہا ''پاپا تمہاری غلطی ہے چپ ہو جاؤ جواب وغیرہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں mami بڑی پریشان تھی۔'' مگر فرخ طلاق، طلاق پر زور دیے جا رہی تھی۔

میں نے کہا ''اچھا چلو آخر یہ ایسا بھی ہو ہی جاتا ہے۔''

میں hammock سے اٹھ بیٹھا لائبریری میں گیا۔ ہمارے سفر کی فائلیں فرخ کے بیماری کے اخراجات، کچھ تو انشورنس کی وجہ سے یونیورسٹی ادا کیا کرتی مگر کچھ ایسے اخراجات جو مجھے ادا کرنا پڑتے، اور فرخ کی نیویارک اور لندن وغیرہ میں خریداری کی رسیدیں سب کچھ لے آیا۔ فائلیں میز پر رکھ دیں بیٹی سے کہا کہ جاؤ اپنا کیلکولیٹر لے آؤ میں بولتا گیا اور بیٹی کیلکولیٹ کرتی گئی مگر اخراجات تھے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتے۔ فرخ نے غصے میں کیلکولیٹر باغ کی طرف دے مارا فرخ کہنے لگی، ''نصیر آخر تم کرنا کیا چاہتے ہو؟''

''میں کرنا یہ چاہتا ہوں کہ جتنی رقم میں نے تم میں invest کی ہے وہ رقم مجھے ادا کر دی جائے کیونکہ میں کاروباری نہیں ہوں مگر اتنا ضرور سمجھتا ہوں کہ میں اس بزنس میں نقصان نہیں اٹھانا چاہتا۔ اس کاروبار میں دن رات ایک کر کے محنت سے کمائی کی اور رقم لگائی ہے۔'' بس میرا یہ کہنا ہی تھا کہ پھول کھلنے شروع ہو گئے۔

Cockroach

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہم Crro del Medio پر رہا کرتے۔ ہفتے کا روز تھا اور اتوار کو ہم نے beach پر جانے کا پروگرام بنا رکھا تھا لہذا فرخ parrilla (ضمیمہ 143) تیار کرنے کیلئے سپر مارکیٹ سے گوشت دیگر لوازمات اور کوئلے خرید کر لی۔ ہوئے ایک تھیلا ویلا سب کے تھیلے میں تھے جب واپس لوٹی تو حسب عادت کار کو گیراج میں پارک کیا اور گیراج کے ساتھ کچن کے دروازے سے اندر داخل ہو کر مجھے آواز دی: ''نصیر کار کی ڈگی سے سودا سلف اٹھا لائیں اور کچن میں رکھ دیں'' لہذا میں نے تعمیل کر دی لیکن مجھے خیال ہی نہ رہا کہ جو کوئلوں والا تھیلا ہے اس کا منہ ٹھیک طرح سے بند نہیں میں نے تھیلا کچن کیساتھ ملحقہ نوکرانی والے کمرے میں رکھ دیا۔

رات کوئی بارہ بجے کے بعد میں لائبریری میں کام کر رہا تھا تو مجھے ''ٹک، ٹک'' کی آواز نے کچھ چونکا دیا اُن دنوں میں Leftist گوریلوں نے وینزویلا میں اپنی کاروائیاں شروع کی ہوئی تھیں اور لوگ بڑے محتاط تھے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ آواز آ کہاں سے رہی ہے کچن کا دروازہ جو کہ ڈرائینگ روم میں کھلتا وہ بھی کھلا تھا اور نوکرانی کے کمرے کا دروازہ بھی کھلا کیونکہ نوکرانی گھر گئی ہوئی تھی۔ میں کچھ اتنا ڈرا ہوا تھا کہ صحیح طرح سے اندازہ نہ لگا سکا آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ اپنے آپ کو calm down کرنے کیلئے میں کچن میں پڑے ہوئے فریج سے پانی پینے کیلئے لینے گیا مگر ٹک، ٹک کی عجیب سی آواز جاری تھی۔ میں سمجھا شاید کسی نے ٹائم بم رکھ دیا ہو لیکن میں نے آواز کا کھوج لگا لیا کہ نوکرانی کے کمرے سے ہی آ رہی ہے۔ میری دلیری ملاحظہ ہو کہ بجائے اس کمرے میں داخل ہونے کے دوڑتا ہوا بیوی کے کمرے میں گیا اور اسے جگایا، ''فرخ شاید نوکرانی کے کمرے میں کسی نے ٹائم بم رکھ دیا ہے۔''

''اُف نصیر یہ وغیرہ ایسا کئی بار ہوا ہے کہ cockroach پلاسٹک کے تھیلوں میں یا کوڑے والی ٹوکری میں گھس جاتے ہیں اور اسی قسم کی آواز ہی سنائی دیتی ہے۔ میں جا کر پلاسٹک کے تھیلوں اور کوڑے والی ٹوکری کو گیراج میں رکھ دیتی ہوں مگر میں تھا کہ

Marfat.com

اپنی بات پر اڑا ہوا کہ یہ ٹائم بم کی آواز ہے۔ چونکہ فرخ کی نیند خراب ہو رہی تھی اور میں اسکا پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر اور مجھے دھکیلتے ہوئے نوکرانی کے کمرے میں لے گئی جہاں میں نے کہا تھا کہ آواز آ رہی ہے۔ واقعی ہی پلاسٹک کے تھیلے میں cockroach گھسے ہوئے تھے۔

Yellow Samsonite

ایک موقع پر فرخ، عازیہ، انورا کے تین بچے اور میں ہم وینزویلا سے چھٹیاں گزارنے کیلئے Caracas سے Viasa کی فلائیٹ پر نیویارک پہنچے۔ وہاں سے Pan Am کی دنیا کے گرد چکر لگانے والی فلائیٹ سے کراچی جانے کیلئے سوار ہو گئے۔ جب جہاز تہران ائرپورٹ پر پہنچا تو پتا چلا کہ یہ جہاز کراچی نہیں جائے گا بلکہ دوسرے Pan Am کے جہاز سے مسافروں کو کراچی پہنچایا جائے گا۔ پہلے کئی بار اسی فلائیٹ سے کراچی آ چکے تھے لیکن اب ایسا نہیں تھا۔ حیرانگی کی اور بات تھی کہ دونوں جہازوں کے wings (پر) tarmac (رن وے) پر تقریباً آپس میں ٹکرا رہے تھے اور پہلے جہاز سے مسافروں کو دوسرے جہاز پر ٹرانسفر کیا جا رہا تھا۔ کراچی جانے والے مسافروں کے ساتھ ہی اُن مسافروں کا سامان بھی ٹرانسفر کیا گیا۔ یاد رہے نیویارک سے دنیا کے گرد Pan Am کی دو پروازیں ہوا کرتی تھیں، ایک فلائیٹ نمبر 01 بحرالکاہل (Pacific) سے ہوتی ہوئی کراچی، بنکاک، ٹوکیو اور پھر Los Angeles اور دوسری فلائیٹ نمبر 02 بحراوقیانوس (Atlantic) سے اسی طرح چکر لگاتی ہوئی یورپ سے ہو کر پھر بحراوقیانوس سے ٹوکیو، Los Angeles، نیویارک پہنچ جاتی۔

جہاز کراچی رکا تو سحری کا وقت تھا۔ مسافروں کو بسوں کے ذریعے Luggage bay کے سامنے اتار دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد conveyor belts چلنا شروع ہو گئیں اور مسافر اپنا اپنا سامان بیلٹ سے اُتارنے میں لگ گئے۔ کافی دیر ہو گئی مگر ہمارا سامان نظر نہ آیا حتی کہ بیلٹیں چلنا بھی بند ہو گئیں۔ ہمارے ساتھ بچے تھے اور ہمارا تمام پہننے کا سامان Samsonites اور American Touristers بکسوں میں بند تھا۔ فرخ کا ایک Samsonite زرد رنگ کا تھا جس پر ایف، بے initials چھپے ہوئے تھے۔ (ضمیمہ 144) تمام سوٹ کیسوں پر مختلف initials لگے ہوئے تھے۔ یہ بہت بڑی پرابلم تھی یہ تو خیریت ہوئی کہ ہمیں موسم کا پتہ تھا کیونکہ وینزویلا میں یونیورسٹی کی چھٹیاں جولائی اور اگست کے مہینے میں ہوتی ہیں۔ میں نے Pan Am کے ایک سٹاف ممبر کو جو Luggage bay میں گھوم رہا تھا مخاطب کیا کہ مجھے سامان گم ہو جانے کے complaint form دے جائیں مگر اس نے ٹال مٹول کر دیا۔ ہماری خواتین غصے سے لال پیلی ہو رہی تھیں کیونکہ میں کوئی چھوٹی اردو اور پنجابی میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے کوئی اہمیت نہ دی پھر میں اس پر انگریزی میں گرج پڑا "We are not going to leave this Luggage bay unless you provide us with the complaint forms. Not only that we are entitled to rupees five hundred per person for the clothes, free hotel accommodation and meals. And mind you children eat all the time." میں اس قانون سے واقف تھا کہ سفر کرنے والے کپڑے گم شدہ luggage میں ہوں اور سفر جاری رکھنا ہو تو مسافر کو ائرلائن والے پانچ سو روپے دیتے ہیں۔ "It must be emphasized that we are not going to leave the airport unless our luggage is found. We have to fly onward to Lahore as soon as we get the luggage."

میرے غصے سے چلانے کی وجہ سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتنے میں Pan Am کا ایک افسر ہمارے قریب آیا اور آتے ہی تھوڑی سی مسکراہٹ کے بعد کہا:

"Good morning sir, what is the problem ?"

"Morning time is alright but there is nothing good about it. Your fellow does not understand the predicament we are in. If children get sick due to

Marfat.com

morning chill, who is going to be responsible! One can't go around naked, one must have clothes on."

میں نے اسے بات تفصیل سے سمجھا دی اور اس کی سمجھ میں بھی آ گئی۔ جواب دیا " Yes, yes I am very sorry. We take you to Hilton Hotel there you will get the cash. By all means you are our guest. These Pan Am's services are all free till you get the luggage."

"If we don't get the luggage then what ?"

"We will pay for the lost luggage according to our rules and regulations."

امیگریشن سے فارغ ہونے کے بعد Pan Am کی وین نے ہمیں Hilton ہوٹل پہنچا دیا۔ ہمیں دو کمرے ڈبل bed کے ساتھ اور ہر کمرے میں ایک additional bed تیسرے فلور پر دے دیئے گئے۔ خواتین اور بچے تو لفٹ (امریکہ میں elevator اور لاطینی امریکہ میں ascensor) میں بیٹھ کر کمروں میں چلے گئے انور اور میں نے کوئی 45 منٹ ہوٹل کی لابی میں انتظار کیا۔ ایک Pan Am کے صاحب تشریف لائے اور چار ہزار روپے نقد دے دیئے۔

نیند تو وقت پر رہتا تھا بہر حال چند دیر ستا لیا۔ روم سروس کو ٹیلیفون کیا اور ناشتہ کمروں میں ہی لا دیا گیا۔ فرخ، غازیہ اور میں ایک bedroom میں، انور اس کی بیوی اور تین بچے دوسرے میں۔ ناشتہ کرنے کے بعد ہوٹل سے باہر گھومتے گھماتے ایک شاپنگ سنٹر پہنچ گئے وہاں سے چند کپڑے وغیرہ خریدے۔

دوسرے دن شام کے قریب ہمارا گمشدہ سامان ہوٹل کی لابی میں پہنچا دیا گیا۔ جب میں نے چیک کیا تو فرخ کا زرد رنگ کا سوٹ کیس موجود نہ تھا۔ اس میں زیور وغیرہ وہاں ہی تھا تو میں نے اسے کہا کہ جب تک یہ سوٹ کیس بھی نہ مل جائے ہم یہاں سے جانے والے نہیں۔ تیسرے دن کوئی دس بجے کے قریب یہ سوٹ کیس بھی ہوٹل میں پہنچا دیا گیا۔

واپسی پر بھی Pan Am کی فلائیٹ تہران سے سیدھی نیو دہلی اور وہاں سے بنکاک رکی اور عملے والوں کو احساس ہوا تو ہمارا سامان آف لوڈ کر دیا گیا۔ پورے کے پورے چھ سوٹ کیس کراچی ائرپورٹ پر پہنچ گئے مگر وہاں کسی پورٹر کی نااہلی کی وجہ سے سوٹ کیس ادھر ادھر ہو گیا۔ شام کے قریب PIA کی اندرونی فلائیٹ سے لاہور پہنچے۔ تین ٹیکسیاں لیں اور خدا خدا کر کے گجرات پہنچ گئے۔

Yellow Samsonite کے گم ہونے کا ایک اور واقعہ سنیئے فرخ اور اسکی چھوٹی بہن نمل وینزویلا سے گجرات 1986 کے آخری مہینوں میں پہنچیں کیونکہ پندرہ اگست 1986 کو ان کے والد صاحب حضرت پیر رشید الدولہ راہِ عدم ملک رواں ہو چکے تھے جب وہ وینزویلا سے British Airways کی فلائیٹ سے روانہ ہوئیں تو لنڈن کی Heathrow ائرپورٹ پر ہمارا قریبی دوست پرویز اکرم انہیں لینے چلے گیا۔ وہ پرویز اکرم کے Acton Town Hotel میں ٹھہریں۔ سفر کرنے سے پہلے نمل کو کوئی پیٹ درد کی شکایت ہوئی اور ابھی تک محسوس رہی تھی۔ ادھر فرخ کو پرانی bronchitis جو کہ لنڈن میں سردی کی وجہ سے کچھ بگڑ گئی، نمل کی بیماری میں بھی کچھ اضافہ ہو گیا۔ خیر ان کا قیام تین دن تھا کیونکہ کچھ خرید و فروخت بھی کرنی تھی اس کے بعد وہ PIA کی انٹرنیشنل فلائیٹ سے کراچی پھر PIA کی ڈومیسٹک فلائیٹ سے لاہور اور لاہور سے ٹیکسی لے کر اپنے آبائی شہر گجرات پہنچ گئیں۔

انہوں نے کوئی دو مہینے گجرات میں قیام کیا۔ ہمیں تجربے سے پتہ ہے کہ PIA کی وہ سروس نہ تھی جو کہ کسی وقت ہوا کرتی۔ یہ ماٹو جب سے "Great people to fly with" تو بس ایک کاغذی کارروائی رہ گئی ہے۔ ہم ہمیشہ کوشش کرتے ہیں کہ PIA سے جہاں تک ممکن ہو سفر نہ کیا جائے۔ انہوں نے واپسی کی فلائیٹ PIA سے بک کی جس نے کراچی سے دوبئی اور دوبئی سے پیرس پہنچانا تھا اور پھر پیرس سے ائرفرانس کی تیرہ گھنٹے نان سٹاپ فلائیٹ سے Caracas۔

دوبئی میں PIA کے جہاز میں کوئی خرابی واقع ہوگئی اور دوسرے دن PIA کی دوسری پرواز سے پیرس پہنچانے کا اعلان کیا

Marfat.com

گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ سامان خود بخود ہی اُس فلائیٹ پر منتقل کر دیا جائے گا۔ رات بسر کرنے کیلئے دوبئی میں PIA والوں نے ایک ہوٹل کا بندوبست کیا ابھی مسافر اپنے اپنے کمروں میں گئے بھی نہ تھے کہ ہوٹل کی لابی میں چند شرابی عربوں نے چند ایک خاتون سے کوئی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا جس سے دونوں بہنیں کچھ خوفزدہ ہو گئیں۔ جہاز پر کراچی سے اُن کی دوسیٹوں کے ساتھ تیسری سیٹ پر ایک سکھ خاتون جس کا خاندان مغربی پنجاب سے پاکستان بننے کے وقت مشرقی پنجاب کیطرف منتقل ہو گیا۔ اُس سکھ خاتون نے اپنے دکھ درد اور ہمت کی دونوں بہنوں کو بڑی دکھ بھری داستانیں سنائیں۔ اُس خاتون نے دونوں بہنوں کو تسلی دی کہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں مجھ پر بھروسہ رکھو میں تمہارے کمرے میں دیکھ بھال کرتی رہوں گی۔ دونوں بہنوں کا اور سکھ خاتون کا کمرہ ہوٹل کی چوتھی منزل پر تھا اور دونوں کمرے ساتھ ساتھ تھے۔ اُس نے یقین دلایا کہ وہ رات کو بہت کم سوتی ہے اور کئی کئی راتوں تو وہ سوتی ہی نہیں وہ اُن کے دروازے کا چکر لگاتی رہے گی اور اگر وہ کہیں تو دو تین بار ٹیلیفون بھی کر دے گی۔ جاتے ہوئے اپنے کمرے کا نمبر بھی دے گئی۔ سکھ خاتون نئی دہلی سے ائر انڈیا کی فلائیٹ سے کراچی پہنچی تھی۔ اپنے اپنے کمروں میں جانے سے پہلے وہ دونوں بہنوں سے بغلگیر ہوئی اور انہیں کہا کہ تم میری بچیوں کیطرح ہو تسلی رکھو کچھ نہیں ہوگا۔ نمل نے اسے اُن کے کمرے میں سونے کیلئے کہا لیکن اس نے اپنی اس عادت کیوجہ سے مجبوری ظاہر کردی۔ آخر میں اُس نے گرانتھ پر قسم کھا کر کہا کہ میں تمہاری حفاظت کیلئے اپنی جان بھی دے دوں گی یونہی اُن عربوں نے بڑا غلط مظاہرہ کیا تھا۔ تینوں نے کھانا بھی ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں کھایا۔ اپنے الفاظ کا پاس رکھتے ہوئے سکھ خاتون نے تین چار مرتبہ اُن کے دروازے پر دستک دی کہ خیریت سے ہیں۔

دوبئی ائرپورٹ سے روانگی کے وقت فرخ نے PIA سٹاف کو آگاہ کیا کہ ہمارے تین Samsonites اور American Touristers ہیں کہیں گم نہ ہو جائیں۔ اُس نے جیسے کہ عملے والوں کا فرض ہے تسلی دی کہ خود بخود سامان جہاز سے Caracas پہنچ دیا جائیگا۔ ناشتہ کرنے کے بعد PIA کی وین انہیں دوبئی ائرپورٹ پر لے گئی۔ فرخ نے پھر کاونٹر پر PIA کے سٹاف سے وہی اپنے بکسوں کے متعلق سوال کیا۔ جواب تھا ''باجی آپ بالکل فکر نہ کریں یہ تو ہمارا روزمرہ کا کام ہے۔ یہاں سے سامان پیرس جانے والی فلائیٹ پر ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔ Orly ائرپورٹ پر پہنچ کر خود بخود ہی سامان ائر فرانس کی فلائیٹ پر منتقل کر دیا جائے گا اور Caracas پہنچ کر اپنا سامان لے لینا۔''

جہاز Orly ائرپورٹ پر پہنچ گیا سکھ خاتون انہیں اپنا ایڈریس دیا بغلگیر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے لندن جانے والی فلائیٹ پکڑنی ہے۔ کوئی چار گھنٹے کی انتظار کے بعد وہ ائر فرانس کے جہاز پر سوار ہوئیں اور جہاز Caracas کیلئے پرواز کر گیا۔ ادھر نومبر میں Cumaná سے ہوائی جہاز کے ذریعے Caracas کی ائرپورٹ Maiquetia پر پہنچ گئے۔ ائر فرانس کا جہاز پہنچ گیا امیگریشن سے باہر آنے تک دونوں بہنوں کو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی دیر ہوگئی۔ دو پورٹر اُن کا سامان ٹرالی پر لادے ہوئے آ رہے تھے مگر فرخ کا Yellow Samsonite غائب۔ میں نے ائر فرانس کے کاونٹر پر complaint form پر کیا جس میں سامان کی تفصیلات مثلاً سوٹ کیس کا سائز، رنگ، سامان کی تفصیل وغیرہ درج کی جاتی ہیں۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں اگر complaint درج کئے بغیر ائرپورٹ سے چلے جائیں تو claim نہیں کر سکتے۔ تجربے نے مجھے سکھایا ہے کہ اپنا ایڈریس سوٹ کیس کے اندر اور سوٹ کیس کے باہر ضرور لکھا جائے اس کے علاوہ میں ہمیشہ ڈوپلیکیٹ انڈیکس کارڈز پر سوٹ کیس کا رنگ سوٹ کیس کا سائز اور سامان کی تفصیلات لکھ لیتا ہوں۔ ایک کارڈ فرخ کو دے دیتا ہوں اور ایک پاس رکھ لیتا ہوں۔ Avensa کی فلائیٹ سے کوئی ایک گھنٹے کے بعد ہم Cumaná واپس ائرپورٹ پر پہنچ گئے جہاں ہم دونوں بھائیوں کی کاریں کھڑی ہوئیں تھیں اور گھر پہنچ گئے۔

اب سوٹ کیس گم ہو جانے کے پراجیکٹ پر عمل شروع ہو گیا۔ میں نے کئی خط اور ٹیلیکس اس سوٹ کیس کیلئے PIA کے دفتر نیویارک اور کراچی روانہ کیے مگر کوئی جواب نہ آیا یہاں تک کہ میں نے ایک رجسٹری شدہ خط PIA کے M.D جو کہ پاکستان ائر فورس کے اعلیٰ عہدے پر ہونے کے بعد ریٹائر ہوئے تھے مگر کوئی جواب ندارد۔ اسی طرح صرف ایک ٹیلیکس ائر فرانس کے آفس Orly ائرپورٹ پر بھیجا اور جواب آیا کہ وہ گم شدہ سوٹ کیس کی تلاش میں ہیں جس وقت مل جائیگا تمہارے گھر پہنچ دیا جائیگا۔ یہ کہنا ضروری ہے کہ PIA کا کوئی دفتر لاطینی امریکہ میں نہیں ہے۔ انکی پروازیں صرف نیویارک تک ہیں مگر ائر فرانس کے دفاتر ضرور ہیں۔

Marfat.com

ایک روز مجھے Orly ائرپورٹ سے ٹیلیکس موصول ہوا کہ گم شدہ سوٹ کیس مل گیا ہے تمہارے پتے پر: Avenida Gran Mariscal No. 47, Quinta Porzana, Cumana پر پہنچا دیا جائیگا۔

چند دنوں کے بعد میں اپنے ڈرائنگ روم کی بالکونی پر rocking chair پر بیٹھا ہوا اخبار پڑھ رہا تھا۔ بالکونی کا رخ مین سڑک کی طرف ہے تو ائرفرانس کی وین باہر سڑک کے کنارے آ کر رکی۔ ایک صاحب وردی میں ملبوس ڈرائیور کی سیٹ سے نیچے اترے باہر مین گیٹ پر لکھا ہوا نمبر اور نام پڑھا۔ bell بجائی میں نے سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے مین گیٹ کو کھولا تو اس نے میرا نام پوچھ کر Yellow Samsonite میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آیا سوٹ کیس کے ملنے پر کوئی دستخط وغیرہ کرنے ہیں تو اس نے جواب دیا "نہیں"۔

سوٹ کیس اٹھا کر میں پیچھے کیبن میں گیا جہاں فرخ hammock میں لیٹی ہوئی تھی۔ سوٹ کیس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ جب اندر کی چابی لگا کر سوٹ کیس کھولا تو چیزوں کے اوپر ایک نوٹ تھا جس پر انگلش میں لکھا ہوا تھا:

"The suitcase was opend for the security purposes. If any thing is missing please let's know."

جب سوٹ کیس کھولا تو تمام سامان محفوظ تھا البتہ پرفیوم کی ایک بوتل ٹوٹی ہوئی تھی۔ یہ بکس اب بھی ہمارے پاس موجود ہے اسی ضمن میں Yellow Samsonite کی اور داستان پیش خدمت ہے۔ 1984 کے موسم گرما میں مجھے وینزویلا سے گجرات واپس آنا پڑا کیونکہ پیر رشید الدولہ صاحب کی بائیں eyebrow پر شدید قسم کی درد تھی اور ہوا اس طرح کہ وہ اپنی چارپائی پر کمرے میں چھت والا پنکھا لگا کے سو رہے تھے۔ دفعتاً درد شروع ہوگئی۔ میں نے گجرات پہنچ کر ڈاکٹر محبوب ربانی سے مشورہ کیا تو انہوں نے تشخیص کی کہ یہ trigeminal nerve کی شکایت ہے لہذا اس نے لاہور جنرل ہاسپٹل میں مشہور نیوروسرجن ڈاکٹر بشیر سے آپریشن کرانے کا انتظام کیا۔ ڈاکٹر محبوب ربانی بھی اسی ہاسپٹل میں سرجن تھا اور اس نے ڈاکٹر بشیر کی ٹیم سے مل کر آپریشن میں حصہ لیا۔ ہم نے قیام لاہور میں پیر صاحب کی بڑی بیٹی خالدہ خانم کے ہاں علامہ اقبال ٹاؤن میں کیا۔ آپریشن کامیاب رہا کوئی دو ہفتہ کے دوران ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب گاہے بگاہے خیریت پوچھنے کیلئے تشریف لاتے حالانکہ گرمیوں کا موسم تھا پیر صاحب کو پنکھے کی ہوا سے اتنی نفرت ہوگئی کہ رو بصحت ہونے کے بعد بھی بجلی کے پنکھے کی ہوا پسند نہ کی۔

کیونکہ میں گجرات جلدی میں پہنچا تین سوٹ کیس ایک مذکورہ بالا Yellow Samsonite اور دو soft-sided Samsonites جو میں نے unaccompanied baggage ہوائی جہاز سے اسلام آباد بھیج دیئے۔ میرے گجرات کے پتے پر دو دن کے بعد اسلام آباد ائرپورٹ سے پی آئی اے کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ تمہارا سامان پہنچ گیا ہے اپنا پاسپورٹ ائر ٹکٹ اور luggage tags لے آئیں اور اپنا سامان وصول کرلیں۔

ایک روز میں گجرات سے ٹیکسی لے کر اسلام آباد ائرپورٹ پر پہنچ گیا۔ کبھی اس دفتر میں کبھی اس دفتر میں یعنی کہ "From pillar to post" مگر کسی نے میری داد رسی نہ کی۔ پچھلے پہر کے قریب میں نے تھک ہار کر اپنے ایک پرانے دوست جس کا صحیح نام تو مطلوب ہی جانتے ہیں مگر ساقی کے نام سے مشہور و معروف ہیں اور PIA میں کافی عرصہ سے ملازمت کرتے چلے آرہے تھے ان کو ٹیلیفون کیا کیونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اس نے مشورہ دیا کہ صبح نو بجے کے قریب میں ائرپورٹ پر پہنچ جاؤں گا اور سامان حاصل کرلیں گے لہذا رات میں نے اپنے ایک دوست ضیاء السلام جو کہ گجرات کا ہی رہنے والا ہے اور PIA میں ملازم اب ریٹائر ہو چکا ہے رات اس کے گھر رہا۔

دوسرے دن ساڑھے آٹھ بجے کے قریب مقررہ وقت پر ائرپورٹ پر پہنچ گیا۔ ساقی صاحب پہلے سے ہی موجود تھے۔ اُنے میرے کاغذات لئے ایک آفیسر سے بات کی جو اس کا بے تکلف دوست دکھائی دیتا میرا تعارف کرایا گیا اور ہم PIA کے سٹور ہاؤس میں پہنچ گئے۔ یہ سٹور کوئی آدھا ڈھکا ہوا تھا اور آدھا کھلا میدان لیکن ارد گرد چار دیواری۔ برسات شروع ہوگئی کھلے میدان میں نہایت قیمتی اشیاء مثلاً فریج، الیکٹرانکس کا سامان سوٹ کیسز تمام کے تمام بھیگ رہے تھے۔ پورٹر نے آفیسر کے حکم کے مطابق ڈھکے ہوئے حصے

Marfat.com

میں پڑے racks سے دو Samsonites نکالے مگر دو Yellow Samsonite پھر نہ ملے۔ کسٹم آفیسر نے پوچھا کہ ضرور ذاتی بیلا کی پتہ چلا کہ اکثر ایسا ہی ہوا کرتا ہے کوئی نہ کوئی چیز جان بوجھ کر پیچھے روک لیتے ہیں تا کہ پوچھا جائے تو سوالی سے اپنے قبضے میں کیا جا سکے یا کچھ زیادہ ہی بخشیش دی جائے۔ آخر وہ بیگ بھی مل گیا۔ آفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا ''واہ جی صاحب صرف تین بیگوں کے لئے ساقی کو تکلیف دی جو سامان پسند آئے ٹرالی پر لاد دیں'' میں نے شکریہ ادا کیا ''نہیں صاحب مجھے اپنا سامان ہی چاہیئے''۔ جب پورٹر نے ٹرالی پر سامان رکھا تو وہ آفیسر وہاں ہی رہ گیا۔ ساقی اور میں اس کے ساتھ ساتھ سٹور کے کھلے میدان سے نکلتے ہوئے بڑے مین گیٹ سے باہر نکلے تو لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ساقی صاحب کو وردی میں دیکھ کر اور مجھے سر پر ہیٹ اور کار پیٹ ہوئے کسٹم کی مخلوق تصور کرتے ہوئے منتیں سماجتیں کرنے لگے کہ ہمارا سامان بھی نکلوا دیجئے۔

"Great people to fly with."

''سچائی کا منہ'' *Bocca della Verita* (Mouth of Truth)

انور 1968 میں وینزویلا جہاں میں یونیورسٹی میں پروفیسر تھا Cumaná شہر پہنچ چکا تھا۔ چند ایک سال مختلف ملازمتیں کرنے کے بعد 1972 میں اسے یونیورسٹی میں پڑھانے کی مستقل نوکری مل گئی۔ موسم گرما کی چھٹیوں میں ہوائی سفر کی سہولت سے کراست کے آخر تک فرخ، انور اور میں جرات، پاکستان لوٹے۔ اگست کے آخر میں انور کی بیگم جس کا اصل نام توفیق سعیدہ ہے مگر ''شمل'' کے نام سے زیادہ جانا جاتا ہے۔ انور اور اس کا بڑا لڑکا شازی جس کی عمر چار برس کے قریب تھی چھوٹا بیٹا عدیل جو کوئی ڈیڑھ سال سے تھا جھنگ۔ انور، فرخ اور میں PIA کی فلائیٹ سے واپس جانے کیلئے کراچی پہنچ گئے، چونکہ انٹرنیشنل فلائیٹ دوسرے دن تک تھی ہمیں کراچی ائرپورٹ کے قریب PIA نے رات بسر کرنے کیلئے Midway Hotel میں ٹھہرایا۔ اس ہوٹل کی ہم نے کافی تعریف سنی ہوئی تھی مگر ٹھہرنے کا کبھی موقع نہ ملا۔ جب ہم اوپر والی منزل میں اپنے کمرے میں پہنچے تو میری حیرانگی کی حد نہ رہی۔ کمرے کی کھڑکیاں جو سوئمنگ پول کی طرف کھلتی ہیں وہ ٹوٹی ہوئی تھیں اور عدیل کو پہلے ہی کچھ نزلے زکام کی شکایت تھی۔ موسم بھی ٹھیک نہ تھا بارش کا بھی امکان نظر آتا۔ بڑی کوشش کی کہ کسی اور ہوٹل میں ائرپورٹ کے قریب کمرہ مل جائے مگر PIA تو PIA تھی ٹھہرا دیا سو رات عدیل کو کچھ زیادہ ہی بخار ہو گیا مگر ہم نے سفر تو کرنا ہی تھا خیر طلوع سحر سے پہلے مشکل سے رات گزار کر ٹیکسی پر بیٹھے اور ائرپورٹ پہنچ گئے۔

PIA کی فلائیٹ سے روم کی ائرپورٹ Fiumiciano پہنچے۔ ائرپورٹ سے باہر ٹیکسی والوں سے دریافت کیا تو ایک نے کہا کہ وہ ایک معقول Bed and breakfast پر لے جا سکتا ہے۔ ہم رضامند ہو گئے مگر سامان کی زیادتی کی وجہ سے دو ٹیکسیاں کرنا پڑیں۔ اس جگہ کو La Dolce Bed and breakfast کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ چند صدیوں پرانے Palazzo (palace) میں واقع اور Via Rasella کے قریب تھی۔ شاپنگ boulevards، Via Condotti، Via del Corso اور Via Veneto سے walking distance تھی۔ اسکے علاوہ مشہور Trevi fountain اور Piazza de Spagna بھی کوئی زیادہ دور نہ تھے۔

ہم نے دو کمرے کرایہ پر لئے جن کا کرایہ ہزاروں Liras تھا۔ اس وقت ایک امریکن ڈالر میں کوئی بارہ سو لیرے تھے۔ ناشتے کے علاوہ بجلی، صابن، پانی، کے علیحدہ علیحدہ چارجز وصول کئے جاتے، جس کا پتہ ہمیں بعد میں چلا لیکن مالی طور سے کوئی خاص پرابلم نہ تھی۔ ہمیں سب سے زیادہ تشویش عدیل کی تھی جسے بخار اور زکام نے تنگ کر رکھا تھا۔ ہوٹل کی concierge جس کا نام Manola تھا اسے کہہ کر ہم نے کسی ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا اور وہ کوئی تین بجے بعد از دوپہر پہنچا۔ ہم بھول ہی گئے کہ یہ تو siesta کا وقت تھا اس نے دیر سے آنے پر معذرت کی۔ اس نے عدیل کو چیک کیا اور تسلی دی کہ کوئی پریشانی کی ضرورت نہیں گلے میں انفیکشن کچھ زیادہ ہے تین چار دن penicillin کے روزانہ انجیکشن لگانے پڑیں گے اور وہ ایک نرس کو جانتا ہے جو ہوٹل میں پہنچ کر انجیکشن لگا دیا کرے گی۔ جب میں نے اپنا تعارف کرایا تو اس شریف آدمی نے کوئی فیس نہ لی۔ اتنا ضرور کہا کہ جو نرس انجیکشن لگانے کیلئے آئے گی اسے کافی فاصلے سے آنا پڑے گا اس لئے اس کے چارجز اور انجیکشن کے چارجز ادا کر دیجئے گا۔ دوا انجیکشن دینے کے بعد عدیل کی طبعیت کافی بحال ہوئی اور اس کے گلے میں جو خرابی تھی

Marfat.com

وہ کافی حد تک دور ہوگئی۔

اب ہم نے روم میں گھومنے پھرنے کا پروگرام بنایا Bocca della Verita چھٹی صدی کے گرجا گھر بنام Sta. Maria in Cosmedin میں واقع ہے اور یہ پرانے Grain-commission کے دفاتر میں تعمیر کیا گیا۔ قدیم کیٹل مارکیٹ (*Forum Boarium*) کے چھ ستون گرجے کے اندر موجود ہیں اور اسکی drain lids میں سے ایک بیرونی دیوار پر اس طرح سے نصب کیا گیا کہ ایک بڑا گول سا سنگ مرمر کا چہرہ جسمیں آنکھوں کے سوراخ ناک اور کھلا ہوا منہ ہے۔ یہ کلاسیکل manhole خوفزدہ کردینے والا Bocca della Verita کہلایا جانے لگا۔ مشہور ہے کہ اگر کوئی اسکے منہ میں ہاتھ ڈالتے وقت جھوٹی قسم کھائے تو وہ اپنا ہاتھ باہر نہیں نکال سکے گا اور اسکا ہاتھ بری طرح سے چبا جائیگا۔ بہت سارے سیاح اور ہم لوگ موجود تھے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا "میں اپنا ہاتھ اسمیں ڈال کر جھوٹی قسم کھانے والا ہوں۔"

اس نے غصے سے جواب دیا "نہیں نہیں ایسا مت کرنا" اور چند ایک اور لوگوں نے بھی منع کیا۔ میں ضد میں آکر اپنا بایاں ہاتھ اسکے منہ میں ڈالنے ہی والا تھا تو فوزیہ نے مجھے دھکا دے کر پرے ہٹادیا۔

بعد میں چلتے ہوئے Piazza di Spagna دیکھنے چلے روانہ ہوئے۔ یہ "Piazza Scalla di Spagna" (Spanish Steps) اور اسکا دوسرا نام "Scalinata della Trinita dei Monti" کے پاؤں میں واقع ہے۔ ان Steps کا ڈیزائن کئی سالوں کی بحث مباحثے کے بعد Francesco de Sanctis نے کیا۔ ان Steps کے اوپر چھ فٹ چوڑی جہاں Steps ختم ہوجاتے ہیں وہاں ایک چرچ جسکا نام Trinita dei Monti ہے اس کی بنیاد فرانسیسیوں نے 1495 میں رکھی۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ان Steps کو گن سکوں مگر سیاحوں کے ہجوم جن میں کئی Steps پر بیٹھے ہوئے کئی اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر جانے والوں کے ساتھ ساتھ چیزیں بیچنے والوں کا اتنا رش تھا کہ چیزیں بیچنے والے پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے تاکہ ان کی کمائی اچھی ہوسکے۔

Spanish Steps روم کے تین main arteries: Via Condotti, Via del Babuino اور Via Felice کو ملانے کیلئے تعمیر کئے گئے تھے۔

Piazza di Spagna میں ایک فوارہ جسکا پانی Aqua Vergine انیسویں صدی BC میں تعمیر کی گئی Agrippa's aqueduct سے آتا ہے۔ فوارے کے ارد گرد ایک سنگ مرمر کی کشتی بنی ہوئی ہے۔

تھکے ہوئے گھر واپس لوٹے اور دوسرے دن Fontana di Trevi (Trevi fountain) عرض کرتا چلوں اس فوارے کے نزدیک ہی کئی ریسٹورینٹ ہیں جہاں ہم اکثر کھانا وغیرہ کھایا کرتے۔ روم میں تین سو سے زیادہ فوارے ہیں اگر روم میں کوئی ایسی جگہ ہے جس کو ضرور دیکھا جائے اور دوسرے آپ کو دیکھیں تو وہ Trevi کا فوارہ ہے۔ یہ Spanish Steps اور "English Ghetto" جہاں رومانٹک شاعر Keats اور Shelley ایک ہی Palazzo میں Keats کی وفات سے تھوڑے دن پہلے رہا کرتے بہت تھوڑے فاصلے پر واقع ہے۔ ہر وقت مقامی اور سیاحوں کا ہجوم اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس فوارے سے اگر کوئی پانی پی لے یا کوئی سکہ اس میں پھینکے تو دوبارہ ضرور روم لوٹتا ہے۔ اس روایت کے متعلق کہیں اور ذکر کیا گیا ہے۔

کوئی ایک ہفتہ اور روم میں رہنے کے بعد KLM کی فلائیٹ سے واپس Caracas خیر و عافیت پہنچ گئے۔ چھوڑ دیا اسلئے رہنا پڑا کہ روم سے Caracas کوئی تیسرے ہفتے کی فلائیٹ تھی اور عدیل ابھی صحیح طرح سے روبصحت نہ ہوا تھا۔

تشدد کی نرالی داستان

تین بھائی جن میں سے دو جڑواں تھے۔ ایک کا نام Luis Alcides دوسرے کا Luis Gonzaga اور تیسرے کا نام Arichimedes Gonzaga تھا۔ ان کا باپ Gonzalo ایک سیاسی پارٹی U.R.D (*Union Revolucionaria Democratica*) یعنی کہ Democratica Revolucionaria Union جس کا لیڈر

Marfat.com

Dr. Jovito Villaba نہ صرف Venezuela کی سیاسی پارٹیوں بلکہ لاطینی امریکہ میں سب سے اعلیٰ مقرر تھا۔ وہ ... تھا۔ اس پارٹی نے Venezuela کے Dictator بنام Perez Jimenez کا تختہ الٹانے میں حصہ لیا۔ Gonzalo نے نہ صرف جسمانی بلکہ مالی طور پر بھی مذکورہ پارٹی کی خدمت کی۔ Alcides کا بایاں کان پیدائشی طور پر deformed تھا۔ تینوں بھائی یاروں کے یار واقع ہوئے البتہ پڑھے لکھے بہت کم مگر brute force استعمال کرنے سے دریغ نہ کیا کرتے۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ Gonzaga، Alcides اور میں میری Volkswagon میں ایک fiesta میں شرکت کے لیے جا رہے تھے (fiesta کے معنی Spanish زبان میں پارٹی کے ہیں) کار میں ڈرائیو کر رہا تھا۔ میرے ساتھ Luis Gonzaga اور پچھلی سیٹ پر میرے پیچھے Alicdes بیٹھا ہوا تھا۔ بارش خوب ہو رہی تھی۔

Fiesta ایک کھلی جگہ پر Cumanácoa کے قریب palm کے درختوں کے سائے میں Cumanácoa دریا جو کہ Rio Manzanares کی ایک tributary ہے۔ Manzanares دریا Cumaná شہر کے درمیان میں سے گزرتا ہے، کے پاس ایک hacienda (ranch) میں تھی۔ ranch کا وہ حصہ جو کہ دریا کے کنارے تھا palm کی خشک شاخوں سے چھت کی صورت میں ڈھکا ہوا تھا۔ Cumanácoa کے قریب پہنچے تو بارش مزید تیز ہو گئی۔ کار کے wipers اگرچہ wind screen سے بارش کے قطرات کو صاف کرتے مگر بارش کی شدت کی وجہ سے wind screen سے کچھ صاف نظر نہ آتا۔ میں نے کار کو kerb کے ساتھ کھڑا کر دیا مگر Gonzana اور Alcides مجھے کار چلانے پر مجبور کرتے رہے جبکہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی جس سے آگے کا راستہ دیکھنے سے قاصر تھا۔

"آگے کچھ نظر نہیں آتا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟"

"تم بہت بزدل ہو۔ اٹھو میں چلاتا ہوں" Gonzaga نے بیتابی سے کہا۔ ہم بے تکلف دوست تھے۔ تینوں بھائی abusive زبان بھی استعمال میں لاتے اور مجھے سیٹ بدلنے کو کہا۔

"میں تو اگلی سیٹ پر نہیں بیٹھوں گا" لہٰذا میں کار کے اندر ہی سے بمشکل پچھلی سیٹ پر آ گیا کیونکہ اگر باہر سے ہو کر آتا تو بھیگ جاتا۔ اگر بارش کے چند قطرے میرے سر پر گر جائیں تو مجھے زکام ہو جاتا ہے حالانکہ بالا ناغہ نہاتا ہوں۔

"کیوں نہیں بیٹھو گے؟" Gonzaga نے جاننا چاہا۔

"اس لیے کہ آگے کوئی defence نہیں اور تم ضرور کچھ گڑبڑ کرو گے۔ ذرا احتیاط سے کوئی ایک ہفتہ پہلے میں اس طرف آیا تو سڑک کی مرمت ہو رہی تھی" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پچھلی سیٹ سے مشورہ دیا۔

"مجھے تو مرمت کا کوئی نشان نظر نہیں آتا" یعنی کوئی signboard وغیرہ کہ یہاں سڑک مرمت ہو رہی ہے۔ اس نے کار کو سٹارٹ کرتے ہوئے جواب دیا۔

"تم بڑے بیوقوف ہو بارش کی وجہ سے کچھ نظر تو آتا نہیں اور تم aviso (نوٹس) کا کہہ رہے ہو" Alcides نے کہا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تو اچانک کار کے اگلے پہیے دھڑام سے سڑک پر گڑھے میں گر گئے کیونکہ سڑک پانی کی مانند بہہ رہی تھی۔ ایسی صورت حال میں نشیب و فراز کا نظر آنا ناممکن تھا۔

"گردیا نہ بیڑہ غرق" میں نے برجستہ کہا۔

اُس نے کار کے متعدد بار gear بدلے مگر گڑھے میں سے کار کا نکلنا دشوار ہو گیا "میری کار کا بیڑہ غرق کر دو گے۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "مت سٹارٹ رکھو" اور پچھلی سیٹ سے ہاتھ بڑھا کر کار کی چابیاں نکال لیں۔

ہم نے اسی پوزیشن میں کچھ دیر انتظار کیا مگر بارش تھی کہ تھمنے کا نام ہی نہ لیتی اور بدقسمتی سے کوئی دوسری گاڑی بھی اس سڑک پر نہ تھی۔ Gonzaga کار سے باہر نکلا اور چلایا "Alcides تم باہر نکلو P. Nasir تو اندر ہی رہے ہم دونوں دھکا لگاتے ہیں باہر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر کار ایک کھوتا ہی تو ہے۔"

Alcides کار سے باہر نکل آیا Gonzaga اگلی جانب اور پچھلی طرف سے Alcides دھکا لگاتے رہے مگر دونوں کی

کوشش بیکار۔ کار ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"تم بڑے بیوقوف ہو اگلی طرف آؤ تا کہ ہم دونوں بھائی زور لگا کر اگلی طرف سے کار کو باہر نکال سکیں۔"

انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد کار کو باہر نکال ہی لیا اور میں تھا اندر ہی بیٹھا ہوا تماشا دیکھتا رہا۔

"چلو واپس چلیں بارش رکنے کے آثار نظر نہیں آ رہے جبکہ سڑک بھی پختہ نہیں ہے۔" میں نے مشورہ دیا۔

"واپس نہیں اب تو آگے ہی چلیں گے۔" دونوں بھائیوں نے یک زبان جواب دیا۔

میری انہوں نے ایک نہ سنی۔ وہ دونوں کیچڑ میں لت پت اور پانی میں شرابور کار میں گھس گئے۔ Gonzaga نے مجھ سے کار کی چابی چھینی اور رواں دواں ہو گئے۔

Cumanácoa پہنچے تو بارش قدرے کم ہو گئی مگر چاروں اطراف جل تھل، بہرحال شہر کے centre میں پہنچ گئے وہاں ایک plaza (چوک) واقع تھا جہاں سے بائیں ہاتھ کو مڑے۔ تھوڑی دور جا کر پھر دائیں، اور پھر بائیں آخر کار اس سڑک پر آ گئے جو hacienda (ranch) کی طرف جا رہی تھی۔ سڑک کی موجودگی کا پتہ دورویہ palms کے اونچے اونچے درختوں سے چل رہا تھا۔ بہت تھوڑی دور گئے تو hacienda صاف نظر میں آ گیا اور کچھ لوگ بھی hacienda کے برآمدے میں نظر آئے۔

hacienda کے ارد گرد کی دیواریں تو نظر نہ آ رہی تھیں مگر ایک دیوار ہمارے سامنے تھی جو کہ پانی کی سطح سے کوئی چار انچ اوپر ہوگی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سڑک کے سامنے دیوار میں گاڑی کے داخلے کا راستہ یعنی دروازہ نما خلا موجود ہوتا تا کہ کار سیدھی اندر لے جائی جا سکتی مگر ایسا نہ تھا دیوار کے قریب پہنچ کر Gonzaga نے کار کا انجن بند کر دیا۔ اسی اثناء میں hacienda کے اندر ایک شخص برآمد ہوا اور راہنمائی کے انداز میں اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کار کو یہیں چھوڑ دو یا دائیں ہاتھ موڑو اور آگے جا کر جنوب کی جانب دروازہ ہے۔"

اس قدر پانی کی بہتات میں وہ کار کو دائیں ہاتھ موڑنے کے لیے دوبارہ start کرنے لگا تو میں نے سختی سے منع کیا۔

"یہاں کوئی پختہ سڑک تو ہے نہیں کھیتوں میں سے کار کو کیسے چلاؤ گے؟ جبکہ پانی کی گہرائی کا بھی کچھ اندازہ مشکل ہے اور اندر رہنا بہتر خیال۔" Alcides نے میری تائید کی۔

بارش مزید تھم گئی۔ میں کار میں ہی بیٹھا رہا جبکہ وہ دونوں بھائی کار سے باہر نکل کر hacienda کی دیوار پھاند کر داخل ہونے ہی والے تھے لہذا وہ دونوں بھائی باہر نکلے اور مجھے کھینچ کر Gonzaga نے اپنے کندھوں پر بٹھا کر دیوار پھلانگی اور hacienda میں داخل ہو گئے۔

hacienda کے مالک کا بھتیجا Flores میرا شاگرد اور مالک بھی مجھے میری شہرت کی وجہ سے مجھے غائبانہ طور پر جانتا، hacienda کے مالک کا چھوٹا بھائی یعنی کہ میرے شاگرد کا باپ بنام Celestino میرے دوستوں میں سے تھا اور میرے دو ساتھیوں کا بھی قریبی دوست۔ سب سے پہلے میں نے کپڑے بدلنے کیلئے کہا تو Flores مجھے اپنے کمرے میں لے گیا۔ وہاں اس نے ایک shirt اور jeans جو ذرا لمبی تھی مجھے دیں۔ jeans نیچے سے دوہری کر لی اور تولئے سے بدن خشک کر کے اسکی جرابیں بھی پہن لیں۔ اسی طرح اس کا *chola* (ایک قسم کی ہوائی چپل میرے لیے قدرے لمبی تھی) بھی استعمال میں لائی۔ جو لوگ پہلے سے موجود تھے اور ماسوائے ہمارے کوئی ایسے طوفانی موسم کی وجہ سے fiesta میں نہ پہنچ سکا۔ صاحب خانہ کے علاوہ تین familes اور تھیں انہوں نے parrilla کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ نہایت بدمزگی کے عالم میں parrilla کھایا، جدھر دیکھو پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔

بارش مکمل طور پر تھم چکی، پانی بھی کافی حد تک اتر چکا تھا میزبانوں نے ہمارے رکنے کا بہت اصرار کیا مگر ہم تینوں کار تک آ گئے البتہ آتے وقت میں نے Flores سے کہا کہ میرے کپڑے Cumaná لے آئے۔ کار کے mudguards کو کافی نقصان پہنچا۔ اب Alcides خود کار چلانے کو بے قرار تھا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی اور شام کے قریب میں نے انہیں ان کے bomba (filling station) پر اتارا اور خود اپنے Motel Caribe میں چلا گیا۔ اُن دنوں میری ابھی شادی نہیں ہوئی تھی۔

Marfat.com

ہاں! تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی بات دراصل URD کی ہو رہی تھی۔ ایک دفعہ دو تینوں بھائی جن کا ذکر ... جا چکا ہے۔ میرے دوست بنام Dr. Carlos Badaracco, Macabro اور میں اپنی اپنی کاروں میں ... بھائی Impala میں URD کی ایک سیاسی meeting میں شمولیت کے سلسلہ میں Cariaco شہر میں گئے ... Golfo de Cariaco کے inland والے کونے میں واقع ہے۔ نہایت عالیشان جلسہ منعقد تھا لوگوں نے پرجوش ... تقریریں ... خصوصی مہمان اور سب سے اگلی صف میں کرسیوں پر براجمان تھے۔ Luis Alcides کی تقریر کی باری آئی ... ابھی مجھے Spanish زبان پر عبور نہیں تھا۔ Alcides نے دردناک پیرائے اور گرمجوشی سے تقریر کی ... کہ حکومت نے اُن کے opposition میں ہونے کی وجہ سے اُن پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے اور رقت انگیز تقریر کرتے ... بہاتے ہوئے کہنے لگا، "conciudadano (شہریو) میں نے اسقدر اذیتیں برداشت کی ہیں مجھے اتنی torture ... تک کہ حکومت نے جیل میں میرا کان کاٹ دیا۔" اس نے اپنے کٹے ہوئے کان کی طرف اشارہ کیا جو پیدائشی طور پر خراب تھا۔ میں ... کھڑا ہوا اور کہا، "Alcides جھوٹ کہتا ہے کوئی مظالم وغیرہ نہیں ہوئے۔ یہ جڑواں بھائی ہیں اور اس کا کان اپنے بھائی سے ... جڑا ہوا تھا یہ پیدائشی خرابی ہے۔"

"Conciudadano! اس کی بات پر دھیان نہ دو ... Spanish نہیں آتی ... دیکھو۔" اس طرح سے ایک dialogue شروع ہو گیا۔ Alcides میز پر کھڑا podium کے پیچھے اور میں ... والوں میں Macabro اور Badarraco بھی میری تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے جلسہ درہم برہم ہو گیا ... Alcides آخری مقرر تھا۔

"اس واقعہ کے بعد وہ کچھ دن مجھ سے ناراض رہا اور اس کے بھائی نے بھی ... P. Nasir ...

امتحانی "بوٹی"

میرا ایک شاگرد Obando وینزویلا کی ایک جزیرہ ریاست Isla de Margarita ... شاگردوں سے قد و قامت کے لحاظ سے بہت مختلف۔ یوں بھئے کہ اس کا قد اور جسامت غیر معمولی تھے مگر بھی ... قدرے کم تھی۔ ایک دن میں امتحان لے رہا تھا تو میری نظر Obando پر پڑی جو کاغذ کے ایک ٹکڑے سے ... نے dais سے کہا "Obando کیا کر رہے ہو؟ کاغذ سے نقل کیوں کر رہے ہو؟" یہ کہتے ہوئے میں اس کے قریب ... اچھا خاصہ نقل کا ایک کاغذ اپنے منہ میں ڈال کر چبانا شروع کر دیا۔ ابھی وہ چبا ہی رہا تھا تو میں ... corridor ... کولر سینڈ سے پانی کا ایک گلاس لایا اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے مشورہ دیا "اب جلدی سے پانی پی لو تا کہ ... جائے۔" اس کلاس میں اچھا خاصہ مذاق بن گیا اور وہ کافی شرمندہ ہوا۔

Guacharos کی غار

Cumaná سے جانب مشرق coastal route پر چلتے ہوئے Golfo de Cariaco کے ساحل پر ... San Antonic de Golfo آتی ہے۔ یہاں ایک beach area ... Nucleo Integral Turistico Recreational Cachamaure ہے۔ یہ ایک وسیع جگہ جس کی beach تنگ اور پتھریلی ہیں یہاں ... areas ... گھاس اگی ہوئی اور درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ کھیل کود اور picnic کے لئے کافی سہولت میسر ہے۔ ... kiosks ... جن میں picnic tables اور bench لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان میں built-in bakbecues grills ... kiosks کرایہ پر دستیاب ہوتے ہیں۔ simple cabins بھی میسر ہیں جس میں بیک وقت چار افراد رہ سکتے ہیں اور بچوں ... جن کی عمر 12 سال سے کم ہو کیلئے additional beds لگ جاتے ہیں۔ ان cabins میں ایک bedroom ...

Marfat.com

living-dining area، bathroom، air conditioner اور double bed جن پر linen موجود ہے۔ البتہ تولیے اپنے ہونے چاہئیں۔ دو sofa-beds بھی linen کے ساتھ دستیاب ہیں۔ ایک کھانا پکانے کیلئے stove اور refrigerator بھی ہے۔ parking area ایک thermal pool جس میں پانی گرم چشمے سے آتا ہے اور یہ cabins میں رہنے والوں کیلئے free ہے۔

San Antonio کے outskirts میں ایک تفریح گاہ Complejo Turistico Cayo Azul سڑک سے پہاڑی کی طرف تھوڑی سی چڑھائی پر ہے۔ اس میں 120 کے قریب دو bedroom cabins موجود ہیں (مزید پانچ صد کیلئے planning ہے) جن میں air conditionars اور refrigerators مہیا کر دیئے گئے ہیں۔ freshwater pool اور beach front بھی ہے۔ سامنے پینے پلانے کیلئے resaturants واقع ہیں۔

San Anonio de Golfo سے تھوڑے سے فاصلہ پر Golfo کے کنارے پر ایک بستی Muelle de Cariaco، Villa Frotado ہے۔ یہاں سے دائیں ہاتھ کی جانب جنوب ایک پختہ سڑک جس پر رہنمائی کیلئے کوئی نشان نہیں آپ کو پہلے اس سڑک پر نہیں ہوا تو کسی سے پوچھنا پڑے گا۔ Santa Cruz اور Caripe کو جاتی ہے۔ شروع میں جن پہاڑیوں میں سے یہ سڑک گزرتی ہے۔ خاص درختوں، جھاڑیوں اور ایسی گھاس سے ڈھکی ہوئی جو خشک اور ویران ساحلی علاقہ میں پانی کی کمی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جنوب کی طرف چلتے جائیں پہاڑیوں پر luxurious tropical growth ہے۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک Chapel جو مکمل طور پر بیلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ سڑک کے مغربی کنارے پر نظر آتا اور Chapel کے بعد کی چڑھائی ہے۔ یہیں Sucre State کی حد ختم اور Monagas State کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں سڑک دو شاخوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک مشرق کی طرف Teresen اور دوسری جنوب کی طرف Cueva de guacharos (Spanish میں cueva غار کو کہتے ہیں) اسی سڑک پر چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک dam بنا ہوا ہے جسے Repressa de Clavellinos کہتے ہیں۔ راقم اس dam سے اکثر snail اور مچھلیاں پکڑنے کیلئے جایا کرتا۔ سڑک dam کے اوپر سے ہو کر گزرتی ہے۔ dam کے جنوبی کنارے پر ایک بستی Santa Crus جہاں کے snails سے ایک parasite کا نام راقم نے *Cercaria santacnuzia* رکھا اور پبلش کیا۔ اس سڑک پر شروع سے آخر تک نہایت خطرناک موڑ، چڑھائی آہستہ آہستہ اوپر تک چلی جاتی ہے۔

ایک موقع پر شدید بارش ہو رہی تھی اور ایسے مواقع پر landslides کا بہت خطرہ ہوتا ہے۔ میرا ایک شاگرد Jose Luis Fuentes آجکل یونیورسٹی کے Isla de Margarita Campus جو کہ Nucleo de Nueva Esparta میں parastalogy کا پروفیسر ہے۔ میرا ڈرائیور Alicio اور میں یونیورسٹی کی pickup میں سوار snails کی collection کیلئے Caripe (اسی شہر کے نواح میں Cave of guacharo ہے) جا رہے تھے تو Santa Crus سے گزرنے کے بعد ہلکی ہلکی بارش شروع ہوئی اور فوراً ہی موسلا دھار شکل اختیار کر گئی۔ میں نے Alicio کو سڑک کے کنارے ایک ranchito (جھونپڑی) میں رکنے کا مشورہ دیا مگر اس نے کہا:

"مجھے کئی سالوں سے اس راستہ پر سفر کرنے کا تجربہ ہے فکر نہ کریں۔"

"اگر landslide ہوئی تو؟" میں نے خطرہ کا اظہار کیا۔

"بارش تو ابھی شروع ہوئی ہے۔ landslides کے لئے کافی دیر سے متواتر بارش یا کئی دنوں سے ہونی چاہئیے۔" اس نے بڑے سکون سے ٹال دیا۔

چڑھائی بتدریج بڑھتی گئی اور وہ گاڑی بدستور چلاتا رہا۔ کئی sharp موڑوں سے دوسری طرف پہاڑوں کی چوٹیوں اور sides سے بڑے پتھر گرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ایک موڑ کی دائیں طرف پہاڑ کے دامن میں ایک چھولداری اور ایک bulldozer ساتھ کھڑا تھا۔ میں نے Alicio کو اسی جگہ پر رکنے کی ترغیب دی ہی تھی کہ اسی اثناء میں ہمارے دائیں جانب سے

Marfat.com

پہاڑوں سے ایک بڑی landslide ہوئی۔ پتھر لڑھک لڑھک کر گرتے ہوئے سڑک پر آن گرے اور سڑک block ہوگئی۔ ہوئے اتفاق سے جب سے ہم Sucre اور Monagas کی States کی limit سے گزرے تو کوئی دیگر traffic مخالف سمت سے آتی ہوئی نظر نہ آئی ممکن ہے Caripe کے نزدیک landslides ہو رہی ہوں۔ جونہی ہم نے گاڑی کھڑی کی ہمارے پیچھے بھی landslides ہوئی اب ہم دو landslides کے درمیان پھنس چکے تھے البتہ یہ احساس حوصلہ افزا تھا کہ چھولداری میں bulldozer کا مدد گار ہو گا۔ اور ساتھ ساتھ فکرمندی کا عفریت منہ کھولے کھڑا تھا کہ اگر خدانخواستہ رات یہاں بسر کرنا پڑی تو پتھروں کی یلغار سے کون بچائے گا جبکہ بارش کو جیسے صرف آج ہی برسنا تھا۔ ہم لوگ گاڑی میں ہی بیٹھے رہے اور بارش تھمنے کا نام نہ لیتی۔

قریباً دن کے ایک بجے بارش کی شدت میں کمی واقع ہوئی اور آہستہ آہستہ بارش تھم گئی البتہ ہوا چلنے کی وجہ سے درختوں سے پتوں پر ٹھہری ہوئی بوندیں گر رہی تھیں۔ ہم گاڑی سے باہر نکلے Alicio نے آگے کی طرف پیدل چلنا شروع کر دیا تا کہ landslide کا جائزہ لے سکے۔ Joseluis اور میں پچھلی طرف landslide دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک زلزلے کی ہلچل سے متاثرہ جیسا مٹی اور پتھروں کا تودہ جس کی 4 فٹ سے زیادہ thickness تھی، نے سڑک کا کافی حصہ ڈھانپ رکھا تھا لہذا ہماری واپسی بھی ناممکن تھی جب تک سڑک maintenance crew صاف نہ کر دیتے۔ ہم ناچار واپس گاڑی کی طرف لوٹے تو اسی اثناء میں چھولداری سے تین آدمی بھی ہماری گاڑی کی طرف آرہے تھے اور Alicio بھی واپس لوٹ کر آ گیا

''ڈاکٹر صاحب landslide کی تہہ بہت کم ہے۔ قریباً ایک فٹ اگر ہماری گاڑی کو bulldozer دھکیلتا جائے تو landslide کو عبور کیا جا سکتا ہے۔'' لہذا bulldozer کے عملے کو میں نے اپنا تعارف کرایا تو ان میں سے ایک شخص رضامند ہو گیا جو ان لوگوں کا Jefe (boss) معلوم ہوتا۔ جب جائزہ لینے گیا تو واپسی پر پُرامید دکھائی دے رہا تھا اور ہماری گاڑی کو دھکیلنے کی خاطر bulldozer کو start کر دیا۔

''کیوں نہ landslide کو سڑک سے بائیں طرف گہرائی میں دھکیل دیا جائے تا کہ ہم گاڑی کو سڑک پر چلا دیں'' میں نے مشورہ دیا۔

''واہ! صاحب مجھے دوبارہ محنت کرنی پڑ جائیگی'' اس نے ظریفانہ جواب دیا۔

وہ bulldozer کو سڑک پر لے آیا۔ Alicio نے اپنی گاڑی start کی اور bulldozer کے blade کے سامنے لے آیا۔ Alicio کے ساتھ والی سیٹ پر Jose Luis بیٹھا اور پچھلی سیٹ کی دائیں جانب میں۔ bulldozer کے blade کے عین سامنے اس کے نچلے کنارے کے اوپر ہماری گاڑی پہلے gear میں رکھنے کو کہا اور bulldozer چلا دیا۔ bulldozer ہماری گاڑی کو آہستہ آہستہ دھکیلنے لگا میں اندر ہی اندر خوفزدہ تھا کیونکہ ان امور کا کچھ اندازہ نہ تھا کہ سڑک کہاں تک چوڑی ہے جبکہ دائیں جانب پہاڑ اور بائیں جانب گہری کھائی۔ driver نے Alicio کو تاکید کی کہ وہ اپنی گاڑی کو زیادہ سے زیادہ دائیں جانب رکھنے کی کوشش کرے خدا، خدا کر کے ہم نے landslide کو عبور کیا میں نے ڈرائیور کو کچھ رقم دینا چاہی مگر اس نے مجھ سے صرف ایک کارڈ طلب کیا اور کہنے لگا ''No Senior'' میں آپ سے کچھ نہ لونگا کیونکہ ''*Usted es uno de los buenos extranjeros*'' (آپ اچھے foreigners میں سے ایک ہیں۔)

دو اور معمولی نوعیت کی landslides حائل تھیں اور سڑک پر جابجا پہاڑوں سے پتھر لڑھک کر گرے ہوئے تھے۔

Caripe کے نواح میں ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ قریباً تین دن سے یہاں کا موسم خراب ہو رہا ہے۔ ہم نے Hotel el Saman میں دو کمرے لئے۔ ایک Alicio اور Jose Luis کے لیے اور دوسرا میرے لیے۔ یہ کوئی posh ہوٹل نہیں تھا مگر بارش میں اچھے ہوٹل کی تلاش مناسب نہ تھی ممکن تھا ہمیں ان حالات میں خالی کمرے نہ مہیا ہوتے Hotel el guacharo حالانکہ Caripe کی مغربی entrance پر واقع ہے اور ہمارے راستے میں واقع تھا مگر ہمیں یہاں بارش سے متعلق دریافت کرنے کا خیال نہ آیا جبکہ یہ Caripe کا top class ہوٹل ہے اور ہر قسم کی سہولیات میسر ہیں۔

دن بھر تو ہم لوگ بارش کی وجہ سے ہوٹل میں ہی مقید رہے صرف کھانے کی غرض سے شام کو باہر نکلے اور ایک چھوٹی سی دکان

Marfat.com

ہمارے لئے ایک فیملی نے arepas جن میں انڈے اور گوشت تھا کھائے۔ رات کو جلد ہی سو گئے۔ صبح دم میں نے معمول کے مطابق بستر چھوڑ دیا اور دوسرے ساتھیوں کو بھی تیاری کی ترغیب دی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ guacharo کی غار کے اردگرد snails کی collection کی جائے (ضمیمہ 145)۔

سائنس (ضمیمہ 146) کی اصطلاح میں guacharo جانور کا نام *Steatornis caripensis* ہے۔ ان کو oil birds بھی کہا جاتا ہے کیونکہ پہلے وقتوں میں Indios اس کا شکار تیل کشید کرنے کیلئے کرتے۔ یہ جانور noxturnal اور رات کو گروپ کی صورت میں غار سے نکل کر دور دراز خوراک کی تلاش میں اڑتے رہتے ہیں اور طلوع آفتاب سے پہلے واپس غار میں لوٹ آتے ہیں۔ ان کی خوراک مختلف پھل ہے۔ (ضمیمہ 147)

غار کے impressive mouth پر پتھر کے "icicles" اس کی چھت کو cover کرتے ہیں۔ غار کا اندرونی حصہ ایک شاندار منظر پیش کرتا ہے۔ غار کے اندر artifical روشنی کا کوئی انتظام نہیں کیونکہ جب پتہ چلا کہ روشنی guacharos کو تنگ کرتی ہے تو artifical روشنی کا system ختم کر دیا گیا۔ guide صرف ایک kerosene lantern روشنی کیلئے راستہ دکھانے اور formations دکھانے کیلئے اندر لے جا سکتا ہے۔ غار کی سیاحت کا وقت صبح آٹھ بجے سے شام تقریباً چار تک مقرر ہے۔

غار کے اندر ایک ندی بہتی ہے جو کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب رخ اختیار کرتی اور غار کی entrance کے عین سامنے سے باہر ندی میں جا گرتی ہے۔ جب آپ غار کے اندر اندھیرے میں داخل ہوں یعنی کہ غار کے دروازے سے باہر کی روشنی سے دور ہوں تو ان کی تعداد کی guacharos کی آوازوں سے فضا گونج اٹھتی ہے۔ یہ آواز بتدریج بلند ہو جاتی ہے۔ اب آپ غار کے اس حصہ میں جسے Humboldt Salon کہتے ہیں وہاں پہنچ گئے ہیں۔ جہاں guacharos رہتے ہیں۔ Humboldt Salon ایک tubular gallery ہے جو غار کے دروازے سے اندر غار میں 759 میٹر تک لمبی ہے۔ Humboldt نے 1799 میں ان پرندوں کو brown رنگ کے hawk اور owl کا cross تصور کیا تھا۔

غار کے دروازے سے تقریباً 180 میٹر اندر یہ جانور گھونسلے بنانے شروع کر دیتے ہیں۔ اس حصہ میں ہر طرف guano یعنی پرندوں کی بیٹ excrement اور animal remains کی mixture غار کی فرش پر بکھری ہوئی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کئی قسم کے پودے تقریباً مکمل تاریکی میں guano سے اگ رہے ہیں اور یہ ان بیجوں سے اگے ہیں جن کو ان پرندوں نے چھوڑا تھا۔ دوسرے جانوروں میں crickets، crabs (کیکڑے) اور چوہے شامل ہیں۔

غار میں چونکہ مکمل تاریکی کا راج ہے۔ چمگادڑوں کی طرح guacharo کی پرواز متواتر آوازیں نکالنے سے ہوتا ہے جو مکمل تاریکی میں وہ اڑان کے ہوتے ہیں بالکل نظر نہیں آتے چونکہ معمولی localized روشنی گائیڈ کی lantern سے خارج ہو رہی ہوتی ہے ان کا وجود ان کی آواز ان کی حس محسوس ہوتی ہے۔

Humboltdt Salon سے ایک تنگ راستے کے ذریعے آپ Gallery of Sicence میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حیران کن بات ہے کہ اس Gallery میں جو کہ Salon سے چند میٹر کے فاصلے پر اور جس کی فضا guacharos کی متواتر squeaking سے گونج رہی تھی۔ اب "قبرستان" کی سی خاموشی ہے۔ غار کا یہ حصہ غار کے داخلہ سے زیادہ سے زیادہ فاصلہ پر ہے جہاں مشہور جغرافیہ دان Agustin Codazzi تک 1835 میں پہنچ سکا۔ جوں جوں غار میں آگے بڑھتے جائیں formations زیادہ مختلف نوعیت کی ہیں۔ شیشے جیسی گھنٹیاں جو کہ زرد اور سنگترے کے رنگ کے material سے قدرتی طور پر بنی ہوئی ہیں جب ہاتھ سے ٹکرایا جائے تو گہری دلکش آواز سنائی دیتی ہے۔ کئی اور crystal کی growths جو کہ پھولوں کے گلدستہ جیسی ہیں ایک دیوار پر جا بجا چسپاں ہیں ان کو اگر ہاتھوں کے ناخنوں سے چھیڑا جائے تو لاتعداد گھنٹیوں کی سی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں پگھلتی ہوئی "آبشاریں" اور ایک chamber کی low چھت عورتوں کی ہزاروں چھاتیوں کی مشابہت سے مزین ہے۔

غار کی اندرونی حد تک جانے کے لئے پانی میں سے گزرنا یا تیر کر ایک سے دوسری جگہ پر جانا پڑتا ہے۔ زہریلی گیسوں یا oxygen کی کمی کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ غار کا آخری حصہ یعنی کہ اندرونی end کو Salon of Virgin کہتے ہیں 1957

Marfat.com

میں approach کیا گیا۔

1975 میں Guacharo National Park کو establish کیا گیا تاکہ غار اور اس کے ارد گرد کے علاقے کی حفاظت رہے۔ Park یہاں کے watershed کو بھی protect کرتا ہے۔ یہاں سے دریا Amana، Never، Caripe، Santa Maria، Cambural، Guarapiche اور Guatamare نکلتے ہیں۔ اس پارک میں کئی قسم کے جانور قدرتی ماحول میں پائے جاتے ہیں۔ ہرن، بندر، tapirs، jaguars، armadillos، pumas، lapas، fox اور لاتعداد قسم کے پرندے بھی۔

موسم کے پیش نظر یہی مناسب سمجھا کہ ہوٹل کا بل ادا کر دیا جائے کیونکہ ممکن تھا تھوڑی بہت collection کے بعد واپس Cumaná لوٹنا جائے لہذا سامان گاڑی میں رکھ لیا گیا۔ جب ہم لوگ غار تک پہنچے تو ساڑھے سات بجے تھے۔ صبح آٹھ بجے غار کھلتی اور تقریباً چار بجے شام کو بند کر دی جاتی ماسوائے چند ایک صاحبان کے جو کہ ادھر ادھر گھوم رہے تھے اور watchman کے علاوہ بس ہم ہی تھے۔ غار کے دروازے پر تقریباً ایک میٹر اونچا جنگلا نصب تھا اور عین اسکے بالمقابل ایک restaurant ہوتا تھا جو بند تھا۔ ہم مختلف ندیوں اور puddles سے snails اکٹھے کرتے رہے جبکہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ پہاڑی کی بلندی کے تناسب سے ٹھنڈک غیر معمولی محسوس ہوئی۔ ہماری توقعات کے برعکس snails بہت کم دستیاب ہوئے۔ کوئی نو بجے کے قریب Jose Luis اور میں restaurant میں ناشتہ کرنے کی غرض سے پہنچ گئے۔ Jose Luis نے تو ایک arepa کھایا اور کافی چینی ملا دودھ پیا جبکہ میں نے حسب معمول ناشتہ کیا۔

Alicio کی کمزوری عورت تھی یہ اور بات ہے کہ کوئی گھاس ڈالے یا نہ ڈالے لیکن وہ عورتوں کی company تلاش کر لیتا۔ اس قسم کے لوگوں کو Spanish زبان میں *mujeriego* کہتے ہیں۔ وہ گاڑی کھڑی کرنے کے بعد اپنی عادت سے مجبور عیاشی کیلئے پیدل ہی ندی کے کنارے کنارے اس سڑک پر نکل گیا جو غار کی side road سے شہر کی main road کی طرف جاتی ہے۔ میں نے اسے بہت سمجھایا کہ برسات میں بھیگنے سے بہتر ہے ہم لوگ غار کے اندر داخل ہو جائیں اور [illegible] اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ غار تو کئی مرتبہ اس نے اندر سے دیکھ ڈالی ہے۔ اب اسے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بہرحال میں نے تاکید کی وہ دو گھنٹے سے زیادہ وقت نہ لیتا تاکہ ہم لوگ غار کو دیکھنے کے بعد بہتر ہے واپس لوٹ جائیں جس کا اس نے وعدہ [illegible] ہی ہوگا۔

ایک guided tour کا وقت ہونے پر Jose Luis اور میں نے بھی ایک guide کے ساتھ [illegible] لالٹین پکڑی ہوئی تھی دیگر سیاحوں کے ہمراہ غار کی طرف رجوع کیا جس کا دروازہ restaurant کے بالمقابل نصب تھا۔ [illegible] tour کے بعد ہم واپس لوٹے اور پھر restaurant میں آ کر بیٹھ گئے جبکہ تا حال Alicio واپس نہ لوٹا۔ وقت گزاری کیلئے Jukebox میں چند سکے ڈالے اور بلیک کافی کا آرڈر دیا حتیٰ کہ شام کے چار بجے کا عمل تھا اور ابھی تک Alicio کی کوئی خبر نہ تھی۔ میں نے Jose Luis سے کہا کہ بہتر ہے ہم دونوں واپس Cumaná لوٹ جائیں لہذا Jose Luis نے pickup کا steering wheel سنبھالا اور ہم نے واپسی کی راہ لی۔ Jose Luis کا خیال تھا کہ دوسرے route سے یعنی Cumanácoa کے راستے گزرتا اور landslide کا بھی کوئی خطرہ نہیں لہذا اس راستے سے چلتے ہیں مگر یہ راستہ بہت لمبا تھا اسلیئے ہمیں راستے میں رات بسر کرنیکا احتمال تھا۔ میں نے وہی راستہ اختیار کرنے کو ترجیح دی جس راستہ پر سے ہم لوگ آئے تھے کیونکہ ایک روز پہلے landslide حائل تھی، نے یقیناً راستہ کھول دیا ہوگا۔

جب ہم لوگ غار سے روانہ ہوئے تو بارش تھم چکی مگر گہرے بادل منڈلا رہے تھے۔ سڑک پر ادھر ادھر چند ایک پتھر پڑے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہوئی Caripe سے قریباً پندرہ کلومیٹر فاصلہ طے کیا ہوگا کہ مخالف سمت سے ایک کار آتی دکھائی دی جس پر mud کے اچھے خاصے چھینٹے پڑے ہوئے تھے اس کا مطلب ہے کہ سڑک واقعی landslide سے صاف کر دی گئی ہے۔ جب ہم اس جگہ پر پہنچے جہاں سے ہمیں bulldozer کا سہارا لینا پڑا تو وہی لوگ سڑک کے ایک کنارے پر کھڑے نظر آئے

Marfat.com

جنہوں نے ہماری مدد کی تھی۔ میں نے Jose Luis کو رُکنے کی ترغیب دی اور تین ۔گار اُن کو پیش کیے۔انہوں نے نہ صرف شکریہ ادا کیا بلکہ "چھتری چاہیئے" کو بھی کہا لیکن ہم نے انکار کر دیا کیونکہ ابھی کافی سفر باقی تھا۔ بارش کے رُکنے اور برسنے کا پیچیدہ، چیدہ جگہوں پر امکان تھا۔ ہم جانے کیلئے تیار بھی نہ تھے کیونکہ رات ہو چکی تھی اور بارش کیوجہ سے gulf کے کنارے کی سڑک تر بتر تھی۔ gulf کے کنارے جہاں میں نے ایک تابوت دیکھا تھا (جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے) جب اُس جگہ پہنچے تو اس دفعہ کوئی تابوت نظر نہ آیا۔ شاید بارش کیوجہ سے supernatural واقعات ظہور پذیر نہ ہوتے ہوں !

تقریباً 9 بجے رات کو میرے گھر Quinta Porzana میں پہنچے۔ Jose Luis کو میں نے اپنے گھر ہی رات بسر کرنے کو کہا۔ تمام شہر Cumana بارش کیوجہ سے جل تھل تھا۔ صبح اُٹھ کر Jose Luis ناشتہ کرنے کے بعد pickup لے کر یونیورسٹی چلا گیا تاکہ snails کو aquaria میں arrange کر دیا جائے۔ مجھے کچھ دیر مزید گھر میں رُکنا پڑا کیونکہ فرخ ہماری بیٹی Ghazia کو پہلے اسکول میں چھوڑتی اور پھر مجھے University میں drop کر آتی۔ میں نے کار چلانا چھوڑ دیا اس کی وجہ یہ تھی۔ میں کئی بار absent-minded پروفیسروں کی طرح University کے گیٹ سے جو کہ برلب سڑک تھا کار چلاتے ہوئے بہت آگے نکل جاتا اور کئی دور جا کر مجھے خیال آتا کہ یونیورسٹی کا گیٹ تو میں بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

متعجب تھا کہ Alicio کو کیا ہوا۔ اس نے نہایت غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ دو دن بعد Alicio واپس لوٹ آیا۔ میں تو چاہتا تھا کہ اس کی negligence کی رپورٹ کر دیتا کیونکہ اس نے تو میرے ساتھ ہی لوٹنا تھا اور اسکی چھٹی میرے field میں stay کرنے تک تھی۔ بات یہ ہوئی کہ وہ Caripe کی ایک suburb میں کسی عورت کی تلاش میں گھوم رہا تھا تو پولیس کے ہتھے چڑھ گیا اور اس کو مشکوک سمجھ کر گرفتار کر لیا گیا۔ ان دنوں اُس علاقے میں گوریلوں کے چند ایک حملے ہوئے تھے۔ جب وہ پکڑا گیا تو اس نے بہت صفائی پیش کی کہ میرا Jefe غار کے restaurant میں میرا انتظار کر رہا ہے اور وہ صرف ڈرائیور ہے۔ جب پولیس کے ساتھ restaurant میں آئی تو ہم کافی دیر سے جا چکے تھے۔ دوسرے دن اُس نے میرے ایک دوست کا حوالہ دیا جس کا نام Laurentino تھا اور Caribe سے تقریباً بیس کلومیٹر دور اُس کا hacienda تھا۔ جب پولیس نے میرے دوست سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو وہ ایک fiesta میں کسی دوسرے hacienda میں گیا ہوا تھا۔ آخر کار Laurentno سے رابطہ ہوا تو Alicio کی جان چھوٹی۔

"تمہارے پاس driver's licence اور یونیورسٹی کا I.D کارڈ نہیں تھا !" میں نے Alicio سے پوچھا۔

"تھا مگر جب پولیس والوں نے میری تلاشی لی نہیں ادھر اُدھر دونوں گم ہو گئے" اُس نے جواب دیا اور ساتھ ہی کہنے لگا "مجھے جب انہوں نے حراست میں لیا تو پوچھ گچھ کرتے وقت Piedra de Coccollar میں بھیجنے کی دھمکی دیتے رہے۔ یہ ایک detention camp کا نام ہے جو Cumanácoa کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہے اور مجرموں، خاص طور پر گوریلوں کی interrrogation کیلئے بدنام ہے۔

یہ تھی Alicio کی داستان "عورت کا چکر"

دور اندیش Banker

Venezuela میں جب راقم تعینات تھا تو 1960 کی دہائی کے آخری سالوں میں Citibank کی ایک برانچ جو کہ اُن دنوں Park Avenue، New York پر واقع تھی۔ اپنا account کھولا۔ اب یہ شاخ 666. Fifth Avenue پر منتقل ہوئی ہے۔ وقت گزرتا گیا اور میں اب تک اُسی بنک سے اپنا سلسلہ رکھے ہوئے ہوں۔

مذکورہ account میرے اور فرخ کا joint ہے۔ ہم دونوں میں سے کوئی ایک بھی transaction کرنے کا مجاز ہے۔ ہماری بیٹی غازیہ پرزانہ 11 نومبر 1974 میں Venezuela میں پیدا ہوئی۔ چند سالوں کے بعد مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ اپنی بیٹی کو بھی اپنے اکاونٹ کا signatory بنالوں۔ جب وہ کوئی اٹھارہ برس کی ہوگی تو میں اس غرض کیلئے Venezuela سے نیویارک

Marfat.com

کیا۔ میرا account executive جس کا نام Mario تھا وہ انگلش تو جانتا ہی تھا مگر Spanish میں بھی اسے کافی دسترس تھی کیونکہ میں Latin American کی category میں آتا تھا اور اب بھی آتا ہوں لہٰذا اس سے Spanish زبان میں بات کرنا ضروری تھا۔ لاطینی امریکہ میں عام طور پر Spanish ہی رائج الوقت ہے۔ "Senior Mario میں اپنی بیٹی کو اپنے اکاؤنٹ کا signatory بنانا چاہتا ہوں" میں نے سوال کیا۔

اس نے آبدیدہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ لیا اور کہنے لگا: "میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا۔"

"کیوں صاحب! میں account کا titular ہوں جسے چاہوں signatory بنا سکتا ہوں اور اسی طرح جسے چاہوں اپنے اکاؤنٹ سے دستبردار بھی کر سکتا ہوں۔"

"یقیناً ایسا ہی ہے مگر پھر بھی میرا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ کی اس خواہش کی تکمیل کروں۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"تو سنو! میں کئی ایک customers کو جانتا ہوں جنہوں نے میری رائے سے اتفاق نہ کیا اور ان کے بیٹے بیٹیوں نے ماں باپ کی زندگی میں ہی رقم نکالنا شروع کر دی اور جب ان کو پتہ چلا تو پانی سر سے گذر چکا تھا۔"

"پھر اس کا کیا حل ہے؟"

"POA(Power of Attorney) ITF(In Trust For) یا ACF(As Custodian For) تین قسم کی categories ہیں جن سے تمہاری رقم محفوظ رہ سکتی ہے۔"

"میرے لئے کون سی category بہتر ہے؟"

"ITF یعنی کہ آپ کی بیٹی آپ دونوں کے مرنے کے بعد ہی آپ کے account سے رقم نکلوا سکتی ہے۔"

لہٰذا میں نے اس کا مشورہ مان لیا۔ اسے کہتے ہیں customers کا خیال رکھنا اور اب تک ITF کا پابند چلا آ رہا ہوں۔

Microscope (بم بنانے کی مشین!)

گذشتہ پچیس برس سے زیادہ عرصہ کی بات ہے جب راقم Universidad de Oriente میں بطور پروفیسر متعین تھا میرا ایک دوست Dr Jose Vicente Scorza میری طرح Parasitologist تھا۔ ہم دونوں کے تین scientific papers اکٹھے professional journals میں اشاعت پذیر ہوئے۔

ہم ایک scientific project پر کام کر رہے تھے تو متعدد بار Dr. Scorza کو میرے ساتھ مشورہ کے لیے Cumaná آنا پڑتا اور بعض اوقات میرے لیے بھی اس سے تبادلہ خیال کرنے کیلئے Caracas جانا ضروری ہوتا۔ Dr Scorza نہ صرف ایک معروف سائنسدان بلکہ political intellectual بھی ہے۔ وہ Venezuela میں Maoist تحریک کا policy-setter بھی تھا چونکہ ملک میں جمہوریت کا دور دورہ تھا تو کئی بار اس تحریک نے تخریبی کارروائیوں کا ارتکاب بھی کیا لہٰذا گرفتاریوں کے خوف سے اس تحریک کے بہت سے حامی underground چلے گئے مگر Dr Scorza گرفتار کر لیا گیا۔

حکومت نے اسے جیل میں microscope اور کئی دوسری سہولیات مہیا کر دیں اور اسی طرح کافی تعداد میں scientific journals بھی رکھنے کی اجازت دیدی۔ ہماری تحقیق اس مرحلے میں تھی کہ میرا Dr Scorza سے کم از کم ایک بار اور ملنا اشد ضروری تھا مگر لاطینی امریکہ کی طرز حکومت سے بھی میں بخوبی واقف لہٰذا مجھے ڈر تھا کہ اگر میں Dr Scorza سے ملاقات کرنے جیل میں گیا تو سیاسی قیدی کا ساتھی سمجھ کر دھر لیا جاؤں گا چنانچہ اسی ادھیڑ بن میں مبتلا رہا بہر حال اپنے اثر و رسوخ سے مطلوبہ ڈاکٹر سے ملنے کی اجازت مل ہی گئی تاہم ایسے سیاسی قیدیوں سے ملاقات کی اجازت معمولی کام نہ تھا بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

بالآخر مقررہ دن کو میں بذریعہ ہوائی جہاز اپنے ضروری تحقیقی سامان کے ساتھ Caracas پہنچ گیا اور Maiquetia

Marfat.com

Airport سے ٹیکسی میں سوار ہو کر جیل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس روز ٹیکسی میں دوران سفر *El-Nacional* اخبار پڑھنے سے پتہ چلا کہ گذشتہ دن پچھلے پہر وزیر داخلہ نے جیل کا معائنہ کیا اور Dr. Scorza سے "بم بنانے" والی مشین پکڑی گئی۔ بس میرے تو اس حوالے سے اوسان خطا ہو گئے کہ خدانخواستہ اس نتیجے سے میں جان سے نہ مارا جاؤں۔ "microscope" کا بم بنانے سے کیا تعلق "جب میں جیل کے دروازے پر پہنچا میں نے ملاقات کا اجازت نامہ دکھایا تو ایک official نے حیران ہو کر کہا۔ "*Ud. es un mombre muy fuerte*" (آپ بڑے مضبوط اعصاب کے مالک ہیں) میں نے سوال جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ جیل کے بڑے دروازے میں ایک چھوٹا دروازہ تھا۔ اس دروازہ سے نکل کر دونوں جانب عام لباس میں پہریدار کھڑے تھے۔ بائیں ہاتھ کی جانب ایک چھوٹا سا کمرہ جس کے شمال میں ایک seethrough کالے رنگ کا پردہ تھا۔ اس کمرہ میں ایک نہایت خوفناک شکل کا نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ یہ 45 سالہ شخص جس نے فوراً میرا briefcase لے کر میز پر رکھ دیا اور میرے منہ سے میرا سگار بھی نکال لیا۔ مجھے پردے کے پیچھے جا کر لباس سے بے نیاز ہونے کو کہا۔ ابھی میں پردہ کے پیچھے تک گیا نہ تھا تو اس نے میرے briefcase سے کاغذات نکال کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ تمام کاغذات english میں تھے اور پھر تحقیقی مضامین کی اسے کیا سوجھ بوجھ ہو سکتی تھی میں نے ابھی straw hat اور جوتے اتارے ہی تھے تو اس نے کہا:

"*Ya basta senor, no se quite las ropas*" (بس کافی ہے۔ سر آپ اپنے کپڑے نہ اتاریں)

جب میں پردے سے باہر آیا تو وہ مودبانہ لہجہ میں گویا ہوا، "Perdoname" (مجھے معاف کرنا) اور دوبارہ سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے کہنے لگا "مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ سائنسدان ہیں۔"

"یہ تمام کاغذات تو انگریزی زبان میں ہیں!"

اس پر وہ ذرا مسکرایا اور کہا "میں تھوڑی بہت انگریزی جانتا ہوں آپ نے پہلے صفحہ پر parasites کا ذکر کیا ہے۔ مجھے پتہ ہے یہ کیا ہوتے ہیں۔"

"کیا ہوتے ہیں؟"

"Mal de Chagas (Chagas کی بیماری) کیطرح۔"

یہ بیماری جنوبی امریکہ میں پائی جاتی ہے۔ بالخصوص برازیل اور وینزویلا کے چند ایک حصوں میں۔ مگر عام لوگوں نے اس سے تعلق نہیں رکھا ہے۔

پھر اس نے میرے briefcase میں رکھے ہوئے دو سگار نکال لیے۔ میرا wallet اور *Cedula de Identidad* (Id Card) بھی اپنے میز پر رکھے لیکن briefcase مجھے واپس کر دیا۔

اس نے ایک شخص Gomez کو آواز دی اور وہ مجھے اپنے ساتھ ایک lane کی طرف لے گیا جس میں 24 cells (کوٹھڑیاں) تھیں یہ تمام کی تمام قید تنہائی کے سیاسی قیدیوں کے لیے مخصوص تھیں۔ Dr. Scorza کے cell کا نمبر تین تھا۔ ڈیوٹی پر موجود سپاہی نے cell کا تالا کھول دیا۔ دروازہ ایک لوہے کی سلاخوں پر مشتمل تھا۔ اندر کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی البتہ ایک لکڑی کی کرسی اور میز موجود تھے۔ دیوار کے ساتھ ایک لمبا لکڑی کا desk بھی تھا۔ Dr. Scorza کرسی پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ میں desk سے اپنی ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا اور چوکیدار نہایت مستعدی سے چکر لگاتا رہا۔ ایک دیوار کے ساتھ بوسیدہ قسم کی دری اس پر ایک چادر ایک بوسیدہ قسم کا تکیہ اور کمبل پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ڈاکٹر Dr Scorza سے پوچھا، "مجھے پتہ چلا تھا کہ Science اور Technology کے وزیر نے تمہیں microscope اور ضروری سائنسی سامان رکھنے کی اجازت دیدی تھی مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں۔"

"ہاں! میرے لئے وہ ڈیسک بھی لگایا گیا تھا جس پر تم بیٹھے ہوئے ہو۔ Home Minister صاحب ایک روز سیاسی قیدیوں کے cells کا معائنہ کر رہے تھے تو انہوں نے سب کچھ لے جانیکا حکم صادر کر دیا۔"

"مگر microscope تو کوئی خطرناک چیز نہیں" میں نے وضاحت کی۔ اس پر ڈاکٹر Dr Scorza ہنس دیا

Marfat.com

اور کہا "وزیر صاحب کے خیال میں اس کا بم بنانے سے کوئی تعلق ہے اور رسالوں میں تخریب کاری جیسی کوئی information ہوتی ہے مگر ایسی کوئی بات نہیں میرے لئے کوشش ہو رہی ہے بہت جلد مجھے ملک سے باہر Hamburgh بھیج دیا جائے گا جہاں Tropical Medicine کی مشہور Institute ہے۔"

ہم نے اپنی مطلوبہ تحقیق کے متعلق تبادلہ خیال مختلف پہلوؤں پر کیا۔ ملاقات کا وقت 45 منٹ مقرر تھا لہٰذا Gomez پھر آیا اور کہنے لگا "La hora senor" (سر وقت ہو گیا ہے)

لہٰذا میں واپس اسی کمرہ میں پہنچا جہاں میری تلاشی لی گئی۔ اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا

"قانون کے مطابق میں تمہارے briefcase کی پھر تلاشی ضرور لینے کا مجاز ہوں مگر میں ایسا نہیں کروں گا بس اب تم مجھے ایک سگار دیدو۔"

اس نے مجھے میرا سارا سامان واپس کر دیا۔ میں نے ایک سگار اسے دیدیا۔

چند دنوں کے بعد پھر خبر ملی کہ Dr. Scorza کو microscope اور سائنس کے رسالے وغیرہ اپنے cell میں رکھنے کی پھر اجازت دیدی گئی ہے۔ چند مہینوں کے بعد انہیں Scorza کو Hamburgh بھیج دیا گیا۔

Formal dress

وینزویلا میں دو قسم کی پارٹیاں ہوا کرتی ہیں۔ ایک وہ جن میں صرف Formal dress یعنی کہ سوٹ بوٹ ٹائی وغیرہ پہن کر جانا پڑتا ہے اور دوسری Informal dress پارٹی جہاں سوٹ بوٹ کی کوئی بندش نہیں ہوتی بلکہ وہاں ہر قسم کے کپڑے پہنے جا سکتے ہیں۔ Cumaná میں perimetral روڈ کے ساتھ جو کہ سمندر کے کنارے کنارے واقع ہے ایک پارک میں بینڈ وغیرہ کے ساتھ کسی نے پارٹی کا بندوبست کیا۔ انور اور مجھے بھی بیوی کے ساتھ invitation card ملا جس پر لکھا تھا *traje formal* (Formal dress) لہٰذا ایک ہفتے کی شام تھی فرخ تو اپنی عادت کے مطابق رنگ برنگ ساڑھی میں ملبوس تھی مگر انور اور میں صرف قمیض پتلون اور شوز میں تھے۔ فرخ نے منع کیا کہ ایسا مت کرو invitation cards پر لکھا ہوا ہے کہ formal dress ہونا چاہئے۔ بھلا ہم کب ماننے والے تھے کیونکہ سخت گرمی کی شام اور ہلکی ہلکی سمندری ہوا چلنے سے بھی گرمی ضرورت سے زیادہ تھی لہٰذا ہم نے فیصلہ کر لیا کہ چاہے جو بھی ہو پتلون اور قمیض میں ہی چلیں گے۔

انور نے ایک اپنا سوٹ اور ایک میرا سوٹ ہینگرز پر لٹکا کر کار میں ڈگی کے ساتھ لٹکا دیئے۔ فرخ Mercedes میں بیٹھی ہوئی تھی ہم وقت مقررہ پر وقت کے مطابق آٹھ بجے شام پہنچ گئے۔ میوزک ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ ہمیں دروازے کے قریب ہی کار پارک کرنی پڑی۔ جب واپس لوٹے تو وردی میں ملبوس گیٹ کیپر نے ہمیں روکا ہوا تھا اور وہ اس بات پر بضد تھا کہ Formal dress ہونا چاہئے۔ انور نے فوراً ہی ایک من گھڑت کہانی سنا دی کہ ہم دونوں بھائی سخت قسم کی الرجی میں مبتلا ہیں پہننے اور گرمی کی وجہ سے جسم پر خارش ہونا شروع ہو جاتی ہے لہٰذا سوٹ وغیرہ نہیں پہن سکتے۔

اندر کھلے میدان سے تھوڑا آگے ہم دونوں بھائیوں کو بحث مباحثہ کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں انتظامیہ کا ایک شخص آیا تو اس نے dress نہ پہننے کا سبب پوچھا تو انور نے وہی جواب دیا کہ ہم تو بیماری کی وجہ سے سوٹ وغیرہ نہیں پہن سکتے لیکن رکئے! میں ابھی اپنی کار سے لے آتا ہوں۔"

اس نے فرخ سے کار کی چابی لی اور دو سوٹ ہینگر پر لٹکے ہوئے لے آیا۔ ایک سوٹ مجھے پکڑا دیا اور دوسرا انور تھامے ہوئے کہنے لگا "دیکھیں ہم سوٹوں کے ساتھ اندر جا رہے ہیں یہ اور بات ہے کہ ہم نے پہنے ہوئے نہیں۔" چنانچہ اندر بیٹھے والے چند ہمارے ملنے والے بھی آن دھمکے اور خوب تماشا کھڑا ہوا۔ ہم دو بھائی اتنے بڑے ہجوم میں ایسے ہی تھے جنہوں نے سوٹ نہیں پہن رکھے تھے۔

Marfat.com

Hawaii

1976 میں [illegible] Caracas سے Hawaii، Honolulu [illegible]
[illegible] sandy beach [illegible] Waikiki [illegible] مشہور ہے [illegible] Honolulu
[illegible] County، Oahu Island، Hawaii، U.S.A. کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔ Hawa [illegible] زبان میں [illegible]
[illegible] Hawaii [illegible] Waikiki [illegible] Hawaii زبان میں [illegible] پانی [illegible] ہیں اور یہ
Hono [illegible] Mamala Bay، Ala Wai Canal اور Diamond Head Crater سے
[illegible] مشہور ترین ساحلوں میں سے ہے۔ [illegible]
[illegible] aquarium [illegible] Fort
[illegible] DeRuss [illegible] جہاں [illegible]
[illegible] taro [illegible]
[illegible] palm [illegible] ہیں۔

[illegible] Brazil [illegible] sandy beach، Copacabana ہے۔
[illegible] beach [illegible] مشہور ہے
[illegible] skyscrapers [illegible] سمندر کے کنارے واقع ہیں۔
[illegible] Copacabana [illegible]
[illegible] Rio de Janeiro [illegible] palms [illegible]
[illegible] Rio de Janeiro، Brazil کا دارالخلافہ [illegible]
[illegible] Brazilia ہے۔ 1960 میں [illegible] دارالخلافہ کا افتتاح [illegible]
[illegible] 1970 [illegible] 550,000 [illegible]
[illegible] 272,3000 [illegible] Lucio Costa [illegible]
[illegible] Oscar Niemeyer نے تشکیل دیا۔

Rio de Janeiro کا Carnival [illegible] jetset [illegible] samba [illegible]
[illegible] Carnival [illegible] Mardi Gras [illegible]
[illegible] Mardi [illegible] Gras کا مطلب fat (چربی) [illegible] fat [illegible]
[illegible] Lent [illegible] Lent سے پہلے [illegible] Ash بدھ وار
[illegible] Easter سے [illegible]
[illegible] Ash بدھ وار، Lent کا پہلا دن [illegible]
[illegible] Mardi Gras، Shrove [illegible] Ash بدھ وار [illegible]
[illegible] Shrovetide [illegible]
[illegible] shrive (shrove، shriven) [illegible] کا مطلب اعتراف
[illegible]
[illegible] Mardi Gras کا [illegible] Carnival، Lent [illegible] سے پہلے [illegible]
[illegible] pageantry، floats [illegible]
[illegible] mask [illegible] Mardi Gras تمام [illegible]

Marfat.com

ممالک میں خاص طور پر New Orleans (U.S.A.)، Rio de Janeiro (Brazil)، Nice (France) اور Cologne (Germany) کا یہ جشن خاص طور پر مشہور ہے مگر Rio de Janeiro کا جشن خاص ہی اہمیت رکھتا ہے یہاں مختلف قسم کے جشن منانے کے طریقے جیسا کہ نہایت پیچیدہ لباس اور دوسری جانب عریانی مردوں اور عورتوں نے ناچ [illegible] میں کئی طرح کے ماسک چہروں پر پہنے ہوئے ہوتے ہیں۔

New Orleans میں فرنچ اور سپینش settlers نے Mardi Gras 1857 میں شروع کیا۔ اس شہر کی ریاست Louisiana کے مختلف حصوں میں مرد عورتوں کے لباس میں ملبوس سازندوں کے ساتھ لوگوں کے [illegible] سے اسی قسم [illegible] مانگتے پھرتے ہیں۔ Rio de Janeiro میں اس سال 164 واں Mardi Gras کا جشن یا Carnival منایا گیا۔ گلیاں سڑکیں ہجوم سے بھری ہوتی ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے کہ لوگ خوشی سے پاگل ہوتے جا رہے ہیں۔ [illegible] اس موقع کیلئے تیار [illegible] جاتے ہیں۔ غریب سے غریب لوگ بھی کوئی عجوبہ لباس اس موقع کیلئے تیار کر ہی لیتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں رومن [illegible] گوشت نہ کھایا کرتے اور یہ اس رسم کی یاد ہے۔ New Orleans, Louisiana, USA کا جشن Carnival میں دیکھنے کی چیز ہے۔ Waikiki کی خوبصورتی Copacobana سے قدرے کم ہے۔

ہم لوگ بھی وینزویلا میں مذہبی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ بچوں کی خوشی کیلئے اس موقع پر پاکستانی لباس خاص طور پر پہنتے اور نمائش اور جلوس وغیرہ میں حصہ لیا کرتے۔ ہماری خواتین شلوار قمیض اور دوپٹہ یا ساڑھی میں ملبوس ہوتیں۔ اور میں شلوار قمیض یا [illegible] پاجامہ اور سر پر رام پوری ٹوپی اور پاؤں میں سلیم شاہی جوتیاں پہنا کرتے۔ ہمارے بچے یہ تہوار شروع ہونے سے چند دن پہلے ہی پیچیدہ قسم کے لباسوں کیلئے تنگ کرنا شروع کر دیتے۔ کئی دوسرے شہروں سے Carnival کے موقع پر وینزویلین خواتین پاکستانی کپڑے مانگ کر لے جاتیں مگر واپس کبھی نہ کرتیں۔

Hawaii میں ایک خاص لفظ Aloha (Hawaiian love) یہ لفظ کسی کے استقبال یا رخصت کے وقت عام استعمال ہوتا ہے۔ ایسے استعمال ہوتا ہے جیسے Spanish زبان میں Adios اور ہمارے ہاں خدا حافظ۔ Hawaii کو Aloha State بھی کہتے ہیں۔

چار دن بعد کانفرنس ختم ہوئی تو میں airport کی formalities سے گزر کر واپس Los Angeles, California جانے والی Pan Am کی flight پر سوار ہو گیا۔ Pan Am کی Flight 01 دنیا کے اردگرد New York سے Pacific سمندر کی طرف سے ہوتی ہوئی واپس Atlantic سمندر سے پھر New York پہنچ جاتی [illegible] Flight 02 جس کی پرواز اس کے برعکس تھی۔ کیا دن اور کیا خوب سروس! کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ جب میں Caracas سے کسی ایسی flight جیسے کہ Viasa سے New York کی JFK ائیرپورٹ پر پہنچا تو مجھے اس flight کے terminal سے Pan Am کے ٹرمینل ایک style سے limousine میں پہنچایا اور یہاں free [illegible]۔ اب تو Pan Am [illegible] ہے۔ جہاز میں میرے دائیں ہاتھ کی طرف window seat تھی۔ چونکہ یہ جہاز [illegible] ایک مسافر پہلے سے ہی بیٹھا اخبار پڑھنے میں مصروف تھا اور میں نے بھی کوئی توجہ نہ دی۔ take off کے بعد جب جہاز cruising speed پر آیا تو مسافر حسب دستور حفاظتی بیلٹ کھولنے کے بعد ادھر ادھر ہونے لگے۔

میں نے بھی کافی کیلئے air hostess سے متعلقہ push button کو [illegible] تو میری نگاہ ساتھ والے مذکورہ مسافر پر پڑی اور وہ مجھے جانا پہچانا چہرہ لگا۔ میں نے جب ذرا ذہن پر زور دیا تو وہ Hollywood کا [illegible] Ladies-killer [illegible] تعارف کے بعد حجاب چھوٹا اور بے تکلفی شروع ہوئی (معاف کیجئے میں طبعاً ویسے ہی بے تکلف آدمی ہوں) میں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے آگاہ کیا کہ میں وینزویلا یونیورسٹی میں پروفیسر ہوں اور ریسرچ پیپر پڑھنے کیلئے سائنس کانفرنس میں Honolulu گیا ہوا تھا۔
''آپ کہاں سے آ رہے ہیں کہیں شوٹنگ وغیرہ تھی؟'' میں نے پوچھا۔
''شوٹنگ وغیرہ تو نہیں تھی۔ معمول کے مطابق ریسٹ کرنے کیلئے Bali گیا ہوا تھا (South Pacific میں ایک

Marfat.com

exotic قسم کی) وہاں میری اپنی cottage ہے مجھے جنسی بیماری لاحق ہوگئی جس کے جراثیم Bali میں عام antibiotics سے resistant ہیں اور میں علاج معالجے کے لیے اپنے ذاتی معالج کے پاس Los Angeles جا رہا ہوں۔"
Infectitious disease کا سن کر میرے کان کھڑے ہوئے اور مجھے خیال آیا کہ روشنیوں والے شہر کے باسی کیسے خطرے میں رہتے ہیں۔

Plastic money

راقم کا ایک دوست Vienna, Austria کا باشندہ تھا۔ نام Dr. Ernst Kirsteuer اور اس کی بیوی کا نام Erika تھی۔ Dr. Kirsteuer یونیورسٹی میں Limnology کا Research professor تھا۔ یہ وہ سائنس ہے جس کا تعلق پانی سے ہے، پانی کی زندگی سے ہے۔ Dr. Kirsteuer دبلا پتلا مگر مضبوط قریباً چھ فٹ لمبا آدمی تھا۔ ازاں بعد اس نے تبدیلی ملازمت اختیار کی۔ اس کی بیوی Erika بھی ہم وقت واقع ہوئی۔ دونوں میاں بیوی نہایت خوش طبع اور سوشل۔ فرصت کے اوقات نہایت ... گزارتے۔ اکثر weekends (spanish زبان میں *fin de semana*) پر جیسا کہ ... fin de semana پر پہنچ جایا کرتے۔ 1963 میں جب میری شادی نہ ہوئی تھی تو میں اکثر ... کرسمس قریب آرہا تھا۔ لاطینی امریکہ میں کرسمس کا جشن قریباً چار ہفتہ تک منایا جاتا ہے۔ شراب، ... ہماری یونیورسٹی کا Rector نہایت مہذب انسان ... شام کو تکلف ... رہتا۔

... میں ... باقی تھے تو میں اپنے دوست Ernst کے گھر گیا وہ ایک Rocking chair میں بیٹھا Cuba Libre پی رہا تھا۔ Erika کہیں اندر تھی۔ یہ محسوس کرتا چونکہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی آپس میں جھگڑتے ... اس رات وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پی رہا تھا اور نہایت غمزدہ صورت بنا رکھی تھی۔

میں نے پوچھا "Erika کہاں ہے؟"
اس نے مجھے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور میرے چہرے کے قریب رازدارانہ طور پر اپنا منہ لا کر کہا "Nasir. You know women ?"

"Of course."

"You really don't know women."

"Come of it, what is strange in that ?"

پھر اس نے نہایت آہستہ اور خفیہ انداز میں اور مزید سنجیدہ ہوتے ہوئے وضاحت کی:

"Women are human-like being."

میں اس کے طرزِ تکلم پر ہنس دیا۔ "یہ بات ہے۔ عورتیں انسانوں میں ہی نہیں ہیں۔"
"یہ میرا تجربہ ہے وہ انسان نہیں بلکہ انسان نما کوئی دوسری مخلوق۔ میری بات مان جاؤ شادی کبھی نہ کرنا۔ یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے۔"

بعد میں گفتگو سے پتہ چلا۔ بیچارا بیوی کے ہاتھوں نہایت پریشان اور درماندہ ہے۔
1964 کو پاکستان میں میری ماموں زاد فرخ جمشید کے ساتھ شادی ہوگئی۔ 1966 میں Ernst اور Erika وینزویلا چھوڑ کر New York شمالی امریکہ چلے گئے۔ وہاں اسے American Museum of Natural History میں ریسرچ کرنے کی اعلیٰ پوزیشن مل گئی۔ 1968 کی سردیوں میں فرخ اور میں چھٹیاں منانے کے لیے New York گئے لہٰذا ان

Marfat.com

کے فلیٹ میں ہی ٹھہرے۔ خوب سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہوئے۔ وہ چند ایک ہندوستانی اور امریکن families کو مدعو کرتے تو فرخ اُن کیلئے نہایت لذیذ پاکستانی پکوان تیار کرتی۔ خصوصاً پلاؤ ان لوگوں کو بہت پسند آتا۔

ایک رات Dr. Kirsteuer (Erika نے نہیں اور جانا تھا) نے ہمیں Playboy club میں مدعو کیا۔ رات گئے تک وہاں ہی کلب کی اوپر بالکونی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ اٹھتے اور نیچے ڈانس فلور پر جاتے تو ڈانس کرتے صاف نظر آتے اور بعد ازاں اپنی اپنی سیٹوں پر واپس لوٹ آتے۔ بالکونی سے ڈانس فلور صاف نظر آتا۔ وہ، فرخ اور میں نے بھی ڈانس کیا۔ فرخ نے نیلے رنگ کی ساڑھی زیب تن کی جس پر میش سے لگائے گئے ستارے مختلف جگہوں پر چمک رہے تھے۔ وہاں سب لوگوں میں کسی دوسری دنیا کی دلکش مخلوق نظر آ رہی تھی۔ Ernst نے حسب عادت خوب شراب نوشی کی جبکہ راقم نے بھی شراب سے لطف اندوز ہوا لیکن فرخ نے صرف Coke وغیرہ پر ہی اکتفا کیا کیونکہ اسے شراب سے سخت نفرت تھی۔ Ernst نے بھی نہایت مؤدبانہ انداز میں فرخ سے چند ایک بار ڈانس کیا۔ ماحول نہایت رنگین تھا۔ psychoactive lights کی مختلف قسم کی بتیوں کی روشنیوں کا انعکاس اور میوزک سے فضا مسحور کن ہوئی تھی۔

ہم دونوں میاں بیوی کو تو نیند نے آ لیا جبکہ Ernst کلب میں مزید ٹھہرنے پر بضد تھا۔ میں نے تنگ آ کر ایک Bunny کو اشارہ کیا اور بل لانے کو کہا وہ بل تو لے آئی جو کہ 224 $ ڈالر تھا مگر اس نے مجھ سے credit card (ضمیمہ 148) طلب کیا۔ میں نے جواب دیا "میں ہمیشہ اپنی جیبوں پر cash کی ادائیگی کرتا ہوں"۔ Bunny نے ایک چیخ سی ماری۔ میں نے غصہ میں ... اور اس پر دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوگئے۔ Ernst کو بھی غصہ آ گیا اس نے مجھ سے بھی زیادہ مشتعل ہو کر ... بھی ایک چھوٹا سا نشہ میں مخمور جوان جس کے چہرے پر چھوٹی چھوٹی داڑھی مشتعل حالت میں Bunnies سے ... waiter آن پہنچے۔ فرخ تو گھبرا گئی۔ اتنے میں کلب کا کوئی عہدیدار آ گیا اور نہایت مؤدبانہ انداز میں Ernst کو ... کرانے میں کامیاب ہوا۔ ہم تینوں کو نہایت پرخلوص طریقے سے اور مسکراتے ہوئے اپنے دفتر لے گیا۔ دفتر کیا تھا ... کا کمرہ ... اس نے انگریزی میں گفتگو شروع کی اور میں نے بھی انگریزی میں جواباً گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔

"Sir! کیا بات ہے؟"

"میں کیش ادا کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی لینے کیلئے تیار ہی نہیں۔"

وہ مسکرایا اور کہنے لگا "Sir, plastic money کا زمانہ ہے۔ کیش یہاں نہیں چلتا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے دریافت کرنا چاہا۔

"اسلئے کہ ہم کیش وصول کرنے کیلئے ایک مزید ملازم رکھیں پھر ایک اور ملازم رکھیں جو کہ بعد میں وہ کیش ... cashrigister کو maintain کرے پھر کوئی روزانہ آمدنی کے بنک میں جمع کرانے کیلئے ... اس طرح overhead سے ... چوری چکاری زیادہ ہونے کا احتمال ہے۔"

بات میری سمجھ میں تو آ گئی مگر Ernst شدید حالت میں تھا۔ اس نے اپنا American Express Credit Card نکالا۔ مشتعل ہو کر اسے پھاڑنے کی کوشش کی تو ہم دونوں نے روک دیا۔ بعد ازاں اس نے کارڈ کے پیچھے دیئے ہوئے اپنے ... بتلائی ... میری کوئی بھی بات نہ سنی اور میں نے Cash payment کر ہی دی۔

ازاں بعد ٹیکسی لی۔ Ernst کو تحمل کر کے ٹیکسی کے اندر داخل کیا اور اس کے فلیٹ والی بلڈنگ پر پہنچے۔ میں نے ٹیکسی کا کرایہ 17 ڈالر ادا کیا تین ڈالر tip دی۔ چونکہ ٹیکسی والے ایسے موقع پر دخل اندازی نہیں کرتے اس لئے فرخ نے میرے ساتھ مل کر ... سے نکالا اور ہم دونوں نے سہارا دیتے ہوئے بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ elevator کا بٹن دبایا جبکہ اس کا فلیٹ ساتویں منزل پر تھا۔ اب وہ ساتویں منزل پر پہنچ کر elevator سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتا تھا جبکہ میری منت سماجت پر اتر آیا اور بولا "تم میرے سب سے اچھے دوست ہو۔ میں نے شراب پی ہے خدا کے لئے مجھے کسی بار میں لے چلو"۔ بمشکل اسے elevator سے نکالا اور فلیٹ تک پہنچنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ بستر پر سونے سے پہلے اسے Alka Seltzer کی دو effervescent گولیاں پانی میں ڈال کر پلائیں

تاکہ اس کا نشہ ختم ہو سکے اور hangover ٹوٹ جائے۔

دوسرے دن Ernst نے مجھے ایک دلچسپ واقعہ سنایا کہ اُس کے colleague نے اپنا ریسرچ پیپر دوسرے colleague کو چیک کرنے کیلئے دیا۔ ان صاحب نے اُس کا ریسرچ پیپر اپنے ہی نام پر شائع کروا دیا۔

Minneapolis

غازیہ، فرخ اور میں کوئی ایک ہفتہ کیلئے Semana Santa (Easter) کی چھٹیاں گزارنے اپنے دوست ڈاکٹر ابراہیم کے پاس نیویارک کے مضافات Baldwin میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ Minneapolis، Minnesota State جانے کا اتفاق ہوا کیونکہ وہاں میرے ایک امریکن دوست جن کی شادی ایک پاکستانی لڑکی سے ہوئی رہ رہے تھے۔ سپر مارکیٹ میں فرخ مرچ مصالحے خریدنا چاہتی تھی چونکہ سپر مارکیٹ کافی وسیع تھی فرخ نے ایک ہندوستانی salesboy کی مدد چاہی تاکہ وہ مخصوص مرچ مصالحے تلاش کرنے میں فرخ کی مدد کرے۔

جب ہم مرچ مصالحوں کے شیلف کے قریب تھے تو ایک امریکن لڑکی نے اُسی ہندوستانی کو اونچی آواز سے پکارا تاکہ وہ اُسے کسی خاص مصالحے کو تلاش کرنے۔ وہ ہندوستانی اُس مصالحے کو تلاش نہ کر سکا کیونکہ وہ لڑکی اُس کا نام کوئی عجیب و غریب بتا رہی تھی لڑکی کو غصہ آ گیا اُس نے منہ پر تھوکا اور بولی کہ ہندوستانی تم نے کچھ نہیں کیا ''تم گندے ہندوستانی s.o.b. وغیرہ وغیرہ وان lousy ہندوستانیوں کی تم نے مدد کی'' اس کا اشارہ ہم تینوں کی طرف تھا۔

اُس نے تو کچھ جواب نہ دیا چپ چاپ اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنا منہ صاف کر لیا مگر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے بلند آواز میں کہا ''تم ہماری بغیر کسی وجہ کے بے عزتی کر رہی ہو'' اور اس پر ہاتھ اُٹھانے والا ہی تھا کہ لڑکا بھاگتا ہوا گیا اور فلور منیجر کو لے آیا جس نے سکیورٹی والوں کو بلایا جو لڑکی ہندوستانی اور ہم تینوں کو اپنے دفتر میں لے گیا۔ امریکن لڑکی اور ہندوستانی نے اپنی شناخت کروائی اس نے مجھ سے میرے ID کارڈ کے متعلق پوچھا مگر فرخ سے نہیں میں نے اُسے جواب دیا کہ میرے پاس ویزہ ویاکا پاسپورٹ ہے اور ویزہ ہی ID کارڈ ہے امریکن کارڈ کوئی نہیں ہے کیونکہ میں یہاں کا رہنے والا ہی نہیں ہوں۔

منیجر ہندوستانی سیلز بوائے سے مخاطب ہوا کہ آیا تم قانونی طور پر اس لڑکی کے اوپر الزام لگانا چاہتے ہو؟ اُس نے تو صاف انکار کر دیا۔ جب اس نے مجھ سے پوچھا تو میں بضد تھا کہ میں تو ضرور الزام لگاؤں گا۔ پھر منیجر نے لڑکی پر واضح کیا کہ تم پر نسلی امتیاز کا فرد جرم عائد ہو سکتا ہے اور یہ ایک سنجیدہ معاملہ بن جائیگا۔

پہلے تو لڑکی نے کہا کہ وہ اپنے وکیل سے ملنا چاہتی ہے مگر جلدی ہی اُس نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور مجھ سے معافی مانگ لی۔ میں نے کہا یہاں ختم نہیں ہوتا وہ ہندوستانی بھی حق رکھتا ہے کہ اُس سے معافی مانگی جائے'' لہذا اُس نے ایسے ہی کیا اپنا نام اور پتہ وغیرہ لکھ کر چلی گئی۔ منیجر نے ہم تینوں کی کافی وغیرہ سے تواضع کی اور مجھ سے یقین دہانی کرائی کہ میں پولیس میں رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔

Louisiana

1979 گرمیوں کی چھٹیوں میں ویزہ ویاکا سے فرخ اور میں نے اپنی بچی غازیہ کے ساتھ Disney World, Orlando, Florida, USA جانے کا ارادہ کیا۔ مجھے خیال گزرا کہ کیوں نہ پہلے Baton Rouge, Louisiana, USA میں اپنے دوست Grewal سے ملوں جو کہ میرے ساتھ 1955-1958 تک انگلینڈ میں اسی یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم رہا۔ وہ ایسٹ پنجاب کے ایک نامور چیف منسٹر کا بیٹا اور تقریباً سکھ فیملی سے تعلق رکھتا جبکہ میں شروعات سے سر کے بال صاف کرنے یعنی ''ٹنڈ'' کرنے کا عادی ہوں۔ تعلیمی سرگرمیوں کے دوران ہمارے درمیان گہری دوستی استوار ہوئی۔ ایک دن وہ کہنے لگا Jerry کیوں نہ ہم اکٹھے ہی رہائش پذیر ہوں ہمارا علیحدہ علیحدہ رہنا کچھ عجیب سا لگتا ہے۔

Marfat.com

میں نے کہا "Charlie میری ایک شرط ہے تم بھی شادی نہ کروا لو" اس نے ہنسی بات ٹال کر کہا ... ہم دونوں اکٹھے رہیں گے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں "ایک جان دو قالب" مشہور ہو گیا۔ اس نے ایک امریکن Pamela سے شادی کر لی جو کہ میری بھی دوست تھی۔ میں تو امریکہ چلا گیا اور وہ ساؤتھ انگلینڈ میں ... تعلق رہتا ہوں۔ Charlie سے میرا رابطہ بعد میں ختم ہو گیا۔ میں اپنے بھائی انور جو کہ وینزویلا سوشل ورکس کا ... Charlie سے ... دن جو گزارے تھے ان کا ذکر کیا کرتا۔

Disney World جانے کے لیے ہم تینوں نے Caracas سے بذریعہ ہوائی جہاز Miami پہنچے ... بدل کر Baton Rouge کے ایئرپورٹ پر جہاں ہمیں لینے کے لیے Charlie کی بیوی Gretchen آئی ہوئی تھی۔ Charlie یونیورسٹی میں ... دے رہا تھا ہم وہ ہمیں اپنی کار Mustang میں اپنے گھر لے گئی۔

گھر کیا تھا ایک نہایت اعلیٰ area میں خوبصورت سے زیادہ ... awns واقع تھے۔ شدید سردی کا موسم اور تمام گھر Centrally airconditioned تھا۔ ... کو bronchitis ... رات کو زیادہ ٹھنڈک کی وجہ سے ... کمبل اوڑھے ہوئے تھے ... میں نے Charlie کو بتایا اپنی تکلیف بتائی اور ایک موٹی Eiderdown quilt (...) ... central system ... مشورہ دیا ... technician ... process ہے ... clinic میں لے گئے۔ وہاں ایک policeman ... reception ... cubicle میں لے گئی ... Centrally airconditioned clinic بھی ... B P ... ڈاکٹر صاحب ... corridor میں ... policeman نے مجھے ...

"معلوم ہوتا ہے تم ابھی یہاں کے رہنے والے نہیں ہو۔"

"میری بیوی ... ڈاکٹر صاحب ... " میں نے جواب دیا۔

... ڈاکٹر کے پاس ...

"ڈاکٹر صاحب اچھے مریض ہیں dollars ... "

... ڈاکٹر صاحب ... Salbutan ... bronchitis ... Charlie ... X-ray ... 135 $ ... دوائی استعمال کی تو بیوی بالکل صحت یاب ہو گئی۔

یہاں ... clinic ... 175 ڈالر تھے میں نے وہاں سے ... refund ... clinic سے ... cash payment کی تھی اور رسید ... انشورنس کمپنی ... واپس ... دی۔

Marfat.com

چند دنوں کے بعد غازیہ فرخ اور Gretchen تو گھر میں ہی رہے۔ Charlie کار ڈرائیو کر رہا تھا اور میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ Tulane Medical Center New Orleans کیلئے روانہ ہوئے کیونکہ میں نے میڈیکل چیک اپ کرانا تھا۔ چارلی مجھے میڈیکل سینٹر میں چھوڑ کر اور دو تین گھنٹے واپسی کا کہہ کر خود کسی اور سے ملنے چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ سب کچھ دو تین گھنٹے لگ جائیں گے۔

reception میں داخل ہو کر میں نے receptionist کو اپنے میڈیکل چیک اپ کی تفصیلات بتائیں۔ اس نے بیان میں پہلے سے ہی ذاتی ہسٹری نوٹ کر لی۔ ہال میں کوئی دس بارہ cubicles تھے۔ اس نے مجھے cubicle نمبر سات میں جا کر اپنے کپڑے اتارنے apron پہننے اور ہدایات دیں کہ ایک خاص جگہ پر انتظار کروں۔ متعلقہ ٹیسٹ کرنے کیلئے کوئی صاحب آ جائیں گے۔ ان ٹیسٹوں میں بہت سی ضرورتیں۔ خون، یورین، E.C.G، الٹرا ساؤنڈ اور جنرل چیک اپ مختلف ڈاکٹروں نے کئے۔ ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر میں دوبارہ اسی cubicle میں گیا اور کپڑے پہن کر Payment counter پر پہنچ گیا۔

بل تقریباً 473 ڈالر اور میرے پاس اس وقت تقریباً سو ڈالر تھے مگر میری چیک بک، پاسپورٹ اور documents وغیرہ Charlie کی کار میں پڑے ہوئے تھے۔ کاؤنٹر سے مخاطب ہوا اور کہا "میں parasitologist ہوں اور ویزٹ پر آیا ہوں۔ چند ہفتوں کیلئے چھٹیاں گزارنے کیلئے اپنے دوست کے پاس Baton Rouge میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ Dr. Paul C Beaver کو جانتی ہو؟ وہ بھی اسی علاقہ میں رہتے ہیں۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں وہ تو بہت بڑے parasitologist ہیں۔" "میرے پاس اس وقت کوئی سو ڈالر کے قریب ہیں لیکن میری چیک بک چونکہ دوست کی کار میں پڑی ہوئی ہے جس کے آنے پر بل کی payment کردوں گا۔ کیا میں Dr. Beaver کو اس سلسلے میں فون کر سکتا ہوں؟"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں آپ بل لے جائیں اور چیک پوسٹ کر دیجئے گا۔"

میں ہسپتال سے باہر نکل کر وقت گزارنے کیلئے یونہی گھوم رہا تھا کہ Charlie کار لئے آن پہنچا۔ میں نے Charlie کو یہ واقعہ سنایا تو وہ حیران ہو گیا کہ امریکہ میں پیسے کے معاملے میں کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

"یہ تو Dr. Beaver کے نام نے جادو کر دکھایا۔"

بعد ازاں ہم دونوں New Orleans کے French Quarters میں گھومنے کیلئے گئے وہاں پر ایک بک سٹور دیکھا جہاں سے میں فرانس کے مشہور فلسفی Jean Paul Sartre کی کتاب *(The Words)* جو کہ اس کی زندگی کے پہلے دس سال کی خود نوشت سوانح عمری ہے اور اس نے 59 سال کی عمر میں لکھی خریدنا چاہتا تھا۔ اس دکان میں تمام کی تمام کتابیں نایاب اور پرانی قسم کی تھیں۔ ایک شیلف پر میری نظر پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی کتاب *God. Man and Universe* (Al-Mashriqi. A. I. U. K. 1980. *God. Man and Universe*. edit Hussain S. S. Rawalpindi: Akhuwat Publications. vi +170 PP.)

میں حیران رہ گیا کہ یہ کتاب کہاں سے یہاں آن پہنچی۔

ایک بوڑھی خاتون جو شاید اس دکان کی مالکن تھی سے پوچھا "یہ کتاب یہاں کیسے؟" اس نے جواب دیا کہ اس کا خاوند پرانی اور نادر کتب کا شوقین تھا۔ Algiers. Algeria میں ہمارا ایسی کتابوں کا کافی وسیع کاروبار تھا۔ وہ اکثر دور دراز ممالک کا سفر کرتا رہتا تھا اور کتابیں اکٹھی کرتا رہتا۔ یہ دکان بھی کئی سالوں سے ہماری ملکیت ہے۔ Algeria میں آزادی کی جنگ کے دوران ہم سب کچھ چھوڑ کر یہاں چلے آئے۔ کافی عرصہ ہوا کہ خاوند کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی سات کاپیاں تھیں جن میں سے ایک باقی رہ گئی ہے جو تم خریدنا چاہتے ہو۔ اس نے مجھ سے 2.25 ڈالر چارج کئے۔

Charlie اور میں کار میں Baton Rouge سے Dallas. Texas کی طرف جا رہے تھے تو turnpike پر داخل ہونے سے پہلے پٹرولیم مصنوعات کی قلت تھی۔ فلنگ سٹیشنوں سے گزرے مگر تمام کے تمام نے کالے جھنڈے لگائے ہوئے تھے میں

Marfat.com

نے Charlie سے مذاقاً پوچھا، ''کیا یہ تمام لوگ اہل تشیع ہیں؟''

''نہیں نہیں یہ تو معمول کی بات ہے کالے جھنڈوں کا مطلب یہ ہے کہ فلنگ سٹیشنوں پر تیل نہیں۔''

''اس دور میں مڈل ایسٹ میں بحران کی وجہ سے گیسولین پر پابندی تھی۔''

ایک روز غازیہ اور فرخ چارلی کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ کر شاپنگ کے لئے نکلے۔ گھر میں Gretchen اکیلی بیٹھی تھے۔ Gretchen نے باتوں باتوں میں ظاہر کیا کہ وہ اسلام میں دلچسپی رکھتی اور اسلام پر کتابیں پڑھ رہی ہے۔ یہ بھی بتایا کہ اس کا خاوند سکھ ہے وہ برا نہیں مانتا مگر کچھ دوسرے اختلافات کی وجہ سے ہم طلاق کے متعلق سوچ رہے ہیں'' تم مجھ سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟'' اس نے اچانک کہہ دیا تعجب ہے کہ اس نے courtship تک کا خیال نہ کیا۔

''Gretchen ہم میاں بیوی کمال کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میں تو دوسری شادی کے متعلق خیال تک نہیں رکھتا۔''

''کوئی پرابلم نہیں مسلمان تو چار شادیاں کر سکتے ہیں۔''

''کرتے ہوں گے مگر میں ان میں سے نہیں ہوں۔''

ہمارا ارادہ کوئی ایک ہفتہ اور Charlie کے ہاں ٹھہرنے کا تھا لیکن میں نے فیصلہ کر لیا کہ بہتر ہے جلدی یہاں سے واپس ویز ویلا چلے جائیں تا کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

ایک روز Charlie کے گھر سے ہی میں نے اپنے گورنمنٹ کالج لاہور کے زمانے کے دوست عبدالمجید کو جو مدت سے Washington, Seattle میں رہائش رکھتا تھا، Seattle میں ٹیلیفون کیا۔ اس نے مجھے Seattle آنے کی دعوت دی۔ مجید Washington State امریکہ کا شہر ہے مگر میں وقت کی کمی کے باعث جا نہ سکا۔ B. Sc. کرنے کے بعد اس نے بلدیات کے محکمے میں نوکری کر لی اور ترقی کرتا ہوا اعلیٰ مقام پر پہنچ گیا۔ نوکری چھوڑ کر Seattle چلا گیا۔ جب میں واپس وینزویلا آیا تو حسب عادت معمول سال کے آخر میں پرانے دوستوں کو عید کارڈ اور خط لکھا کرتا لہٰذا دوسرے سال میں نے مجید کو خط لکھا تو اس کی بیوی کی طرف سے خط کے جواب میں بری خبر لکھی۔ مجید پاکستان گیا ہوا تھا لاہور اچھرہ سے ماڈل ٹاؤن جانے والی بس پر سوار ہوا۔ بس بھری ہوئی تھی لہٰذا وہ فٹ سٹیپ پر کھڑا ہو گیا اور بس کے پچھلے دروازے کے ساتھ لگے ہوئے پائپ کو پکڑے رکھا۔ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور نیچے گر پڑا۔ بدقسمتی سے اس کی پتلون فٹ سٹیپ کے ساتھ پھنس گئی اور وہ کافی دور تک سڑک پر گھسٹتا چلا گیا۔ جب ڈرائیور نے گاڑی روکی وہ بری طرح زخمی ہو گیا۔ اسے میو ہسپتال لے جایا گیا مگر اس نے دم توڑ دیا۔ میں آج بھی اس کی بیوی سے Seattle میں خط و کتابت کیا کرتا ہوں۔

ہر ہفتہ weekend پر میں اور Charlie ایک Continental Cafe میں جایا کرتے۔ وہاں ایک خوبصورت برٹش ویٹریس جس کا نام تو Pamela تھا مگر میں اسے پیار سے Pam کہا کرتا۔ Charlie دل پھینک تھا اور شوقین تھا مگر اس میں اتنی جرأت نہ تھی کہ کسی لڑکی سے گفتگو میں پہل کرے۔ Charlie کا Pam پر دل آ گیا اور مجھے پنجابی میں کہنے لگا ''یہ جوان کڑی میں اک گل آکھاں گا تے او موڑنی نہیں۔''

میں نے جواب دیا، ''پہلے کب بھی تمہاری کوئی بات ٹالی ہے۔''

بات یہ تھی کہ وہ مجھے Pam سے متعارف کروائے لہٰذا حسب معمول میں نے Pam سے اپنے ٹیبل پر آنے اور Charlie سے ملاقات کا کہا۔ جب وہ آرڈر لے کر آئی تو میں نے Pam سے Charlie کا تعارف کروایا کہ یہ میرا بے تکلف دوست ہے اور ہم دونوں اکٹھے ہی ایک landlady کے پاس رہتے ہیں۔

بس کیا تھا Charlie چلنے رستہ ہموار ہو گیا وہ اور Pam ویک اینڈ پر ملنے لگے۔ یہ کہتے یہاں تک کہ انہوں نے شادی کرنے کی بھی ٹھان لی۔ آخر ایک دن آ گیا کہ ہم تمام یار و احباب Charlie کی شادی میں شریک ہوئے۔ میں اس کا best man تھا شادی کے بعد ہنی مون کی غرض سے فرانس اور سپین چلے گئے۔

جب واپس لوٹے تو میں نے اسی landlady کے پاس علیحدہ کمرے میں رہائش اختیار کر لی۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا

سے میں تو امریکہ چلا گیا اور Charlie اپنی بیوی Pam کو ساتھ لیکر سوئٹزرلینڈ اعلیٰ تعلیم کیلئے میرے جانے کے بعد روانہ ہوا۔ جب Charlie سے پاکستان جاتے ہوئے میرا دوبارہ رابطہ ہوا تو اس نے واپس Louisiana پہنچ کر وینزویلا میں مجھ سے خط و کتابت جاری رکھی۔ ایک سال ایسٹر کی چھٹیوں پر چند روز کیلئے Cumaná میں میرے گھر میں جب ہم لوگ Cerro del Medio پر یونیورسٹی کی رہائش گاہ میں رہا کرتے تھے، ملنے کیلئے آیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ Pam سے اس کا ایک بیٹا جس کا نام Warren ہے اور Pamela سے اس کی طلاق ہو گئی۔ Pam نے Puerto Rico میں دوبارہ شادی کر لی اور اس کا بیٹا اس کے ساتھ ہی رہ رہا ہے۔ Charlie نے سویڈش لڑکی Gretchen سے شادی کر لی اور دونوں میاں بیوی Baton Rouge رہ رہے ہیں۔

تقریباً دو ہفتے Charlie کے پاس قیام کرنے کے بعد ہم تینوں نے Baton Rouge کے ایک ٹریول ایجنٹ Travel World سے Orlando کے قریب Disney World دیکھنے کی غرض سے ہوائی جہاز کی تین سیٹیں بک کروائیں اور تین دن کیلئے Disney World میں ہوٹل کا کمرہ بک کرایا۔ جہاز کی سیٹوں کی تو میں نے payment کر دی مگر ایجنٹ نے ہوٹل کے کمرے کی ادائیگی بینک سے چارج نہ کئے۔

تین دن کے بعد ہم بذریعہ ہوائی جہاز Orlando انٹرنیشنل ائرپورٹ پہنچ گئے۔ ائرپورٹ سے Mears Shuttle کی ویگن سے فی کس کرایہ 15 ڈالر کی سیٹ میں بیٹھ کر Walt Disney World Property (WDW) کے ایک حصے تک پہنچے۔ اس سروس میں ایک ہی خرابی تھی کہ دوسرے مسافروں کو بھی اپنے اپنے ہوٹلوں پر لے جانے کیلئے رک جاتی۔ Disney World کے ایک گیٹ پر پہنچنے کے بعد وہاں سے Magic Kingdom کے گیٹ پر Transportation and Ticket Center (TTC) سے ہوٹل تک پہنچنے کیلئے monorail کشتی یا بسوں کے ٹکٹ لئے جا سکتے ہیں۔ monorail سیدھی Contemporary ہوٹل کی لابی میں لے جاتی ہے۔

ہمارے ہوٹل کا نام Courtyard Marriot اور Walt Disney World Village Plaza میں واقع تھا۔ یہ رات کا صرف رہائش کا کرایہ ہم تینوں کیلئے 175 ڈالر تھا۔ جب میں Reception desk پر رجسٹر ہو رہا تھا تو ایک mail box پر میرا نام اور پتہ پہلے سے ہی لکھا ہوا تھا لیکن کمرے کا کوئی نمبر نہ تھا۔ وہ اس لئے کہ کمروں کے نمبر customers کی خواہش کے مطابق بدلتے رہتے۔ receptionist نے میرے mail box میں سے Disney World کے مختلف پروگراموں کیلئے ٹریول ایجنٹ نے Complimentary tickets پہلے ہی بھیج دیئے ہوئے تھے اور اسی طرح دو راتوں کیلئے کمرہ بھی فری تھا کیونکہ ہم نے ایک ہفتہ سے زیادہ وہاں ٹھہرنا تھا اسلئے یہ سہولت ہوٹل والوں نے دے رکھی تھی۔

ہوٹل کے کمرے میں، میں نے پہلی دفعہ دیکھا کہ مختلف قسم کی شراب چاکلیٹ اور کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ وغیرہ ریفریجریٹر میں electronically کنٹرول تھیں۔ جو چیز بھی استعمال کرو خود بخود ہوٹل کے رہائشیوں کے اکاؤنٹ کو چارج کیا جاتا۔

ایک دن ہم لوگ Mickey Mouse کی مارچ دیکھ رہے تھے کہ بارش نے آ لیا ہم نے تین چھتریاں خریدیں اور جس جگہ پر ہم کھڑے تھے اسی باؤنڈری دیوار پر چھتریاں اٹکا کے سامنے ہی ایک ریسٹورینٹ کی میز پر آئس کریم کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔ بارش رکنے کا نام نہ لے رہی تھی اسی دوران ہمارے دیکھتے دیکھتے ایک جوان لڑکی ہماری چھتریاں لے کر بھاگ نکلی۔ میں نے اس کا پیچھا کرنے کا قصد کیا مگر شدید بارش میں جرات نہ ہوئی۔ اتنی مادی ترقی کے باوجود اخلاقی پستی کا یہ عالم !

یہ ہے Disney World وسیع مختلف پروگرامز اور دلچسپی کے سامان اتنے زیادہ کہ ہم تمام کے تمام نہ دیکھ سکے کیونکہ چند ایک پروگرام دیکھنے سے آدمی تھک جاتا ہے۔

Locket

1974 کی بات ہے۔ وینزویلا سے shopping کرنے کے لیے فرخ، انور اور میں اپنی ایک عزیزہ، گجرات کے

Marfat.com

ڈاکٹر ذوالفقار کی ہمشیرہ، خالدہ، کے پاس Wimbledon, Raynes Park, West London ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک دن ہم تینوں Oxford Street گئے۔ یاد رہے کہ لندن میں خریداری کا مشہور زمانہ مرکز ہے۔ یہاں دنیا بھر سے ہوتے ہوئے لوگ خریداری کیلئے آتے ہیں کچھ لوگ خریداری کیلئے نہیں تفریحاً Window-shopping سے ہی لطف اندوز ہونے کیلئے چلے آتے ہیں۔ یہاں پر کافی Departmental stores مثلاً Marks & Spencer, John Lewis اور Selfridges جو کہ Hyde Park Corner کی مخالف سمت سڑک کے اس پار واقع ہے جہاں مختلف ممالک کے شہزادے، بالی وڈ کی شخصیات اور تمام ممالک کے لوگ جوق در جوق آتے ہیں۔۔ میں شاپنگ کیلئے گئے اور ہم اس سڑک پر اس طرف چل رہے تھے جہاں Oxford Street کا Underground Station ہے۔ ہمارا پہلے Selfridges جانے کا ارادہ تھا۔ فرخ نے گرم overcoat اور ایک قیمتی سونے کا لاکٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ ہم دونوں بھائیوں کے درمیان اس ہجوم میں چل رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا جیسے کسی نے گردن کی پچھلی طرف کو چھوا ہے۔ بات آئی گئی ہوگئی چونکہ اس قیامت کی بھیڑ میں کسی کو کوئی خبر نہ تھی اور ایسے میں کسی کو کہیں ہاتھ لگ جانا غیر معمولی بات نہ تھی۔

ہم شاپنگ وغیرہ کر کے شام کے قریب گھر لوٹے اور آ کر sitting room میں بیٹھ گئے۔ اسی شام ہم نے ایک پارٹی میں جانا تھا۔ اس غرض کیلئے فرخ اوپر والی منزل پر اپنے کمرے میں کپڑے بدلنے کیلئے گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے پکارا "میرا لاکٹ کہاں ہے؟"

"مجھے کیا خبر، آپ نے پہنا ہوا تھا آپ کو پتہ ہونا چاہئے۔" میں نے نیچے سے جواب دیا۔

پھر اوپر سے آواز آئی "لاکٹ مل گیا ہے۔"

اصل بات کچھ یوں تھی۔ جب Oxford Street میں فرخ نے کہا کہ مجھے گردن کے پیچھے کچھ محسوس ہوا ہے تو اس وقت کسی اُچکے نے لاکٹ کی زنجیر کو اس ارادے سے کاٹ دیا تاکہ لاکٹ پھسل کر زمین پر گر جائے اور وہ اسے اٹھا لے۔ لیکن خدا کی کرنی کا اثر تھا کہ لاکٹ کٹ جانے کے بعد brassiere میں اٹک گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ایک قیمتی نقصان سے بچ گئے۔

میاں بیوی میں جھگڑا

میرے ایک پاکستانی دوست کی اس سے زیادہ پڑھی لکھی عورت سے شادی ہوئی۔ وہ عورت بھی پاکستانی تھی۔ میاں تو میٹرک تک ہی پڑھا ہوا تھا مگر بیوی انگلش میں M.A تک تعلیم یافتہ تھی۔ میرے دوست کا East London میں مکان تھا۔ اوپر والی منزل پر کڑھائی والی مشینیں رکھی ہوئی تھیں جہاں jackets وغیرہ کی سلائی کرتی تھیں۔ وہ اکثر اپنی van میں سامان بھر کر سے منڈیوں میں بیچا کرتا۔ ان دنوں میں چمڑے کی jackets کا رواج تھا۔ سیالکوٹ سے اکثر ایسی jackets بیرون ملک بھجوائی جاتی تھیں۔

1980 میں مجھے کوئی چھ ماہ کیلئے Venezuela سے London ریسرچ کے سلسلے میں جانا پڑا۔ ایک روز میں اپنے دوست سے ملاقات کیلئے اس کے ہاں چلا گیا۔ جوں ہی گراؤنڈ فلور پر اندر داخل ہوا تو اوپر والی منزل پر کام کرنے والیوں کی موجودگی میں میاں بیوی کی لڑائی ہو رہی تھی اور یہ لڑائی نہ صرف تلخ کلامی کی حد تک بلکہ ہاتھوں تک بھی پہنچ چکی تھی۔ باقاعدہ مار کٹائی تک نوبت آ گئی۔ اچانک میاں نے کرسی اٹھا کر اپنی بیوی کی طرف چلائی اور جوابی کارروائی میں دوسری کرسی بیوی نے میاں کو کھینچ ماری پھر کیا تھا فریقین مزید جذباتی ہو گئے کمرے میں پڑے فرنیچر کا تبادلہ ہونے لگا۔ چونکہ راقم ہمدردانہ جذبے سے صلح صفائی کی کوشش میں لگ گیا، کبھی بھاگ کر میاں کو اس دھینگا مشتی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور کبھی بیوی کی طرف لپکتا۔ جونہی میں اسی سے میں مصروف ہوا تو اچانک بیوی نے جس میں نجانے اتنی طاقت کہاں سے عود کر آئی کہ اس نے اپنے میاں کی طرف ایک پورا sigle sofa چلا دیا۔ چونکہ راقم درمیان میں کھڑا تھا sofa میرے اوپر سے گزرتا ہوا شیشے کی کھڑکی سے ٹکرایا اور باہر street میں آن گرا۔ جواباً میاں نے ایک استری چلائی جو دوسری شیشے کی کھڑکی سے گزر کر باہر street میں جا گری۔

Marfat.com

پیچھے ہجوم تماشائی تھا کسی نے پولیس کو اطلاع کر دی۔ اتفاق سے جو پولیس کار ادھر سے گزر رہی تھی اس کی Police officer کار سے اترا اور Show room سے ہوتا ہوا سیدھا اوپر پہنچ گیا اور نہایت مودبانہ انداز میں گویا ہوئے:

"Good evening sir, what is going on ?"

چونکہ میاں کا انگریزی زبان پر اتنا عبور نہیں تھا۔ غصے سے officer کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے گویا ہوئے:

"Husband and wife, you no bloody business."

officer مسکرایا اور بولا

"Okay, okay, I am sorry sir, but please clean up the mess down on the street."

میرے دوست نے اپنی انگریزی میں جواب دیا۔ "If I no then what ?"

آفیسر نے کہا "Traffic hindrance and it is an offense"

ہم نے میاں بیوی کو احساس دلایا۔ calm down ہو گئے۔ انہوں نے آفیسر سے معذرت کی۔ وہ "Thank you" کہہ کر سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا اور بعد میں ہم تینوں نے مل کے ٹوٹا ہوا صوفہ اور "سامان آرائش" کی بجلی کی تار کو کیسا تھا اٹھائی۔ یہ لائٹ کی تاریں جب دوبارہ plug in کرنے چلے تو استری کی ایسے گرم ہوئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

لندن میں چور

ایک وقت تھا انگلینڈ میں چوری چکاری کی وارداتیں نہ ہونے کے برابر تھیں یہاں تک کہ grocer, milkman, laundry man وغیرہ کو ان کی مطلوبہ سامان گھر کے دروازے کے باہر لا کر رکھتے اور ہفتے کے بعد hall کے دروازے کے باہر کی mat کے نیچے وہ اپنے اپنے bills لفافوں میں رکھ دیتے۔ گھر کے مکین اپنے اپنے بلوں کی رقم اسی طرح mat کے نیچے رکھ دیتے۔ laundry کے دھلائی والے کپڑے بھی اپنا گٹھڑ باہر رکھ جاتے تو laundryman اٹھا کر لے جاتا اور بل کی ادائیگی کا وہی طریقہ اپنایا جاتا۔ ہفتے اور مہینے گزر جاتے اور service مہیا کرنے والوں کا چہرہ شناسائی کا موقع بھی نہیں آتا۔

یہ بات ہے 1950 کے عشرے کی جو ایک مہذب اور ایماندار معاشرہ کی عکاسی تھی۔ اب راقم آپ کو 1980 کے عشرے کی ایک چھوٹی سی جھلک پیش کرتا ہے۔ 1984 کا واقعہ ہے ہماری بیٹی غازیہ، فرخ اور میں خود East London, Walthamstow (ضمیمہ 149) اپنی عزیزہ شائستہ کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے میزبان اور ہم تینوں VCR پر sitting room میں بیٹھے ایک فلم دیکھ رہے تھے۔ تمام لوگ پہلی منزل پر اپنے کمروں میں جا کر سو گئے مگر میں فلم کے ختم ہونے تک وہیں بیٹھا رہا۔ تقریباً دو بجے رات کے قریب فلم ختم ہوئی۔ میں نے sitting room کا دروازہ بند کیا اور اوپر جا کر اپنی بیوی کے ساتھ سو گیا۔

صبح جلدی اٹھنے کی عادت بچپن سے ہے اور نہاتا بھی روزانہ ہوں میں نے موسم کے تقاضوں کی کبھی فکر نہیں کی چنانچہ حسب معمول صبح سے اٹھ گیا۔ اس مکان کی layout کچھ یوں کہ سیڑھیاں نیچے ہال میں اترتیں۔ ہال کی دائیں جانب sitting room کا دروازہ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے پھر ہال سیدھا کچن تک جاتا اور کچن میں سے ہوتے ہوئے پیچھے bathroom ہے۔ جونہی نیچے ہال میں آیا تو draught (ضمیمہ 150) نے استقبال کیا۔ میں بغیر نوٹس نہانے چلا گیا۔ نہانے کے بعد جب واپس آیا تو living-room کے دروازے کو بند کر دیا۔ اپنے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کئے ہی تھے کہ مجھے خیال آیا دروازہ تو میں نے رات کو بند کر دیا اور کوئی کھڑکی وغیرہ کھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ برف باری ہو رہی تھی۔

میں جب دوبارہ sitting room میں آیا۔ کمرے کی بناوٹ ایسی تھی کہ دروازے سے داخل ہوتے ہی دروازے کے بائیں ہاتھ ایک بڑی شیشے کی کھڑکی تھی انگلینڈ میں کھڑکیاں نیچے سے اوپر کو سلائیڈ ہوتی ہیں اور اس کے بائیں کونے میں لکڑی کا ایک

Marfat.com

TV table تھا جس کے نچلے خانے میں video cassettes اور VCR رکھے ہوئے اور TV میز کے اوپر پڑا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ کھڑکی تھوڑی سی کھلی ہے۔ TV table کو حسبِ دستور کھڑکی کے قریب اور VCR غائب ہے۔ TV، table سے اتار کر کھڑکی کے پاس رکھا ہوا ہے کیونکہ TV کا سائز کھڑکی کی چوڑائی سے ذرا بڑا تھا لہذا اسے باہر نہیں نکالا جا سکا۔

میں نے اہلِ خانہ کو جگایا مگر میرے میزبان Jimmy نے کوئی خاص حیرت کا اظہار نہ کیا اور کہا "ماموں، آپ کس انگلینڈ کی بات کر رہے ہیں وہ کب کا ختم ہو چکا ہے۔ اب ایسی وارداتیں روزمرہ کا معمول ہے فکر کی کوئی بات نہیں میں نے انشورنس کرائی ہوئی ہے ابھی پولیس کو اطلاع کرتا ہوں۔"

اس نے ٹیلیفون نمبر 999 (یہ انگلینڈ میں ہیں جس گھمائیں تو پولیس، فائر بریگیڈ اور ایمبولینس کا پوچھتے ہیں) گھمایا چنانچہ ایک پولیس آفیسر اپنے ایک اسسٹنٹ کے ساتھ کوئی 20 منٹ کے بعد تشریف لے آیا۔ موقعِ واردات کا معائنہ کرنے کے بعد کہنے لگا

"آپ کو کس پر شک ہے میرے خیال کے مطابق یہ کام کسی کالے یا Asian کا ہے۔"

جس پر میں نے غصہ کا اظہار کیا "آپ کیسے یہ شک کر سکتے ہیں کہ چوری کسی کالے یا ایشین نے کی ہے آپ کس بنیاد پر کہہ سکتے ہیں اور میں یہ معاملہ یہاں کے MP کو رپورٹ کروں گا۔"

اس پر بجھتے ہوئے اس نے معذرت کی پھر دریافت کرنے لگا کہ چوری شدہ VCR کی انشورنس ہوئی ہے؟ جس کا مثبت جواب دیا گیا۔ پولیس آفیسر نے رپورٹ درج کی اور چند دنوں میں انشورنس کمپنی نے رقم ادا کر دی۔

ویسے بھی میرا میزبان اس پرانے VCR سے تنگ آ چکا تھا اور اب نیا خریدنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔

پاکستانی کی سوچ

1979 کا واقعہ ہے میں Venezuela سے لندن گیا ہوا تھا۔ میرا ایک بہت قریبی دوست شہر جان جو گجرات، پاکستان کا رہائشی تھا اسے کئی برس گزر گئے ملاقات نہ ہوئی۔ اچانک ایک ہندوستانی restaurant میں ملاقات نصیب ہوئی پرانی یادوں سے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس نے اپنے گھر ٹھہرانے کی دعوت دی جو میں نے خوش بختی خیال کرتے ہوئے قبول کی۔ انہی دنوں میں ہم دونوں کا ایک دیرینہ دوست مراتب علی شاہ جو Manchester میں رہائش پذیر تھا۔ ٹیلی فون پر اسے بھی چند دنوں کے لیے دعوت دی لہذا وہ بھی weekend پر آ گیا۔

شہر جان کا East London میں چمڑے کے کوٹ بنانے کا کاروبار تھا۔ پہلی منزل پر Show room اور bathroom سے ملحقہ سیڑھیاں اوپر کی منزل تک لے جاتیں جہاں مشینوں پر لڑکیاں leather jackets تیار کرتیں۔ ان متذکرہ سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ اور سیڑھیاں تھیں جو تہ خانہ میں اترتیں۔

ہم تینوں دوست تہ خانے والے دفتر میں بیٹھے شام کے وقت خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ White Horse شراب کی آدھی بوتل میز پر پڑی تھی۔ شہر جان نے بوتل پکڑی اور اردگرد چھڑکنا شروع کر دی۔ مراتب علی شاہ نے مزاحمت کی۔ ایسی چیز ضائع نہیں کرتے۔ اس کی جگہ پیٹ میں ہے مگر اس نے ان سنی کر دی اور ہم دونوں دوستوں کو باہر چلے جانے کا کہا۔ ہم نکلے تو اس نے فوراً ماچس کی تیلی سے آگ لگا دی۔ آگ نے شعلے اٹھنے شروع کر دیے۔ کام کرنے والی لڑکیاں بھی چھٹی پر جا چکی تھیں۔ ہم پچھلے راستے سے اس کی کار میں بیٹھ کر اس کے گھر آ گئے۔

حقیقت یوں ہے اس نے اپنے کاروبار کو insure کرایا ہوا تھا۔ جونہی شعلے بھڑکنے لگے تو ایک alarm بج اٹھا۔ alarm کا connection پولیس اور fire brigade سے منسلک تھا۔ وہ لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ آگ پر قابو پا لیا گیا اور اوپر والی منزل کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ البتہ Show room کا کچھ حصہ جل گیا۔

شہر جان نے claim داخل کر دیا اور تفتیش کے بعد اسے کچھ رقم مل گئی چونکہ رقم ملنی تھی میں واپس Venezuela لوٹ آیا تھا۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا مگر یہ نہ بتایا کہ کتنی compensation ملی۔ شہر جان شاکی اور نالاں تھا کہ اتنی جلدی fire brigade پہنچ گیا۔

Marfat.com

زیادہ نقصان ہوتا تو وارے نیارے ہو جاتے۔

مراتب علی شاہ راقم کے کالج کے زمانے کا دوست تھا اور انگلینڈ میں بھی اکثر ملاقاتیں رہیں۔ مراتب علی شاہ گندمی رنگ سر پر bowler hat تھری پیس، پن سٹرائپ سوٹ، ہاتھ میں چھتری اور ایک ہاتھ میں بریف کیس، گفتگو کا بادشاہ۔ عام آدمی کو ایسے پتہ چلتا تھا۔ یہ تو پاکستانی گورنمنٹ کا کوئی اعلیٰ افسر یا کوئی بڑا کاروباری آدمی ہے۔

پاکستان ایئر لائنز نے مالٹا کی ایئر لائنز کو organize کیا اور پاکستان کی طرف سے ایک سلیم صاحب ہوا کرتے جو مراتب علی شاہ کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ مراتب علی شاہ کو خیال آیا کہ کیوں نہ مالٹا جا کر کوئی کاروبار کیا جائے۔ اُس دور میں مالٹا کا وزیر اعظم Walter Mindoff تھا۔ جب مراتب علی مالٹا پہنچے تو پتہ چلا کہ وزیر اعظم صاحب sinus کی تکلیف میں مبتلا ہیں اور ناک بند رہتا ہے۔ کسی طرح سلیم صاحب کی وساطت سے مراتب علی شاہ نے یہ تجویز سوچی کہ چونکہ وہ پاکستان کا رہنے والا ہے اور ہندو پاکستان کے اطباء جڑی بوٹیوں کے علاج میں کافی ماہر ہیں چنانچہ Walter Mindoff سے ملاقات کا وقت مل گیا۔

مراتب علی شاہ نے کہیں سے ایک نسوار کی ڈبیا حاصل کر لی۔ وزیر اعظم صاحب بستر پر دراز تھے آنکھوں میں پانی ناک بند اور عجیب سی کیفیت تھی۔ مراتب علی شاہ صاحب سے جب تعارف کرایا گیا تو مراتب علی نے اپنی حکمت پر عبور کی لمبی چوڑی داستانیں سنائیں۔ نسوار کی ڈبیا سے نسوار کی چٹکی لے کر اُن کی ناک کی ایک سائیڈ پھر تھوڑی سی دوسری سائیڈ میں رکھی اور وزیر اعظم صاحب کو اندر کی طرف سانس لینے کو کہا گیا تھا وزیر اعظم نے چھینکنا شروع کر دیا اور ناک سے پانی بہنا شروع ہو گیا تھوڑی دیر بعد اُن کا سارا مرض رفع ہو گیا۔ مراتب علی پچھ عرصہ وزیر اعظم کے مہمان ہی رہے۔ کاروبار تو نہ جم سکا لیکن وزیر اعظم سے تعلقات ضرور رہے۔

خاکسار اور راقم گجرات کے مشہور ڈاکٹر ذوالفقار کی ہمشیرہ خالدہ کے پاس Raynes Park, Grand Drive Wimbledon میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ مراتب علی شاہ کو مانچسٹر سے بلاؤں تاکہ چند روز خوش گپیوں میں گزر جائیں۔ چنانچہ مراتب علی شاہ آ گیا۔ مراتب علی کھانے پکانے میں بھی اپنی مثال آپ تھا۔ خالدہ باورچی خانے میں روٹیاں تیار کرنے لگی تو مراتب علی شاہ نے کہا ''باجی چھوڑیں روٹیاں میں پکاتا ہوں'' انگلینڈ میں باورچی خانوں کے چھت اتنے اونچے نہیں ہوتے جتنے کہ ایشیا میں۔ مراتب علی شاہ نے آٹے کا پیڑہ بنایا توا پہلے ہی چولہے پر تھا اور پیڑے کو دونوں ہاتھوں سے روٹی کی شکل میں لے آئے پھر دائیں ہاتھ سے روٹی کو آٹے کو چھت کی طرف ایسے پھینکا کہ گھومتی ہوئی چھت کی طرف گئی اور گھومتی ہوئی توے کے عین اوپر آن پڑی۔ ہم تمام لوگ حیرت سے تماشہ دیکھتے رہے اور وہ یہ تمام کام ایسی پھرتی سے کرتا کہ جیسے کوئی مشین مگر اُسے اس بات کا افسوس تھا کہ چھت بہت نیچا تھا نیچی تھیں۔

ایک شام خالدہ کا خاوند نعمان الرحمن جسے اکثر نومی کے نام سے پکارا جاتا مراتب علی شاہ اور ہم تینوں میاں بیوی کمرے میں قالین پر بیٹھے ہوئے آگ سے لطف اندوز ہو رہے تھے کیونکہ باہر شدید قسم کی سردی تھی۔ مختلف قسم کی خوش گپیوں میں مصروف مگر نومی بھائی کچھ غمگین سے تھے وہ کچھ زیادہ ہی خاموش تھا۔ مراتب شاہ نے پوچھا ''نومی بھائی کیا بات ہے؟''

''کوئی خاص بات نہیں پرانی قبض کی شکایت ہے اور ایک دو دن سے زیادہ ہی پریشان ہوں۔''

مراتب علی شاہ ہنس پڑا۔ ''پریشانی کی کیا بات ہے بغیر دوائی کے مفت علاج اور فوراً آرام۔''

ہم تمام بڑے حیران ہوئے میں نے مراتب علی شاہ کو سختی سے کہا کہ کوئی ایسا ویسا غلط علاج نہ بتا دینا ''نہیں نہیں بازار وغیرہ سے کوئی دوائی نہیں خریدنی گھر میں ہی موجود ہے صبح تک مسئلہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

اب ذرا علاج سنئے! علاج یہ تھا کہ جب لوٹا لیکر استنجا کرنے لگیں تو لوٹے کی ٹونٹی پر سرخ مرچیں لگا کر پانی استعمال کیا جائے ہم نے بات ہنسی مذاق میں ٹال دی مگر نومی بھائی تھے کہ عمل کر گزرے اور بقول ان کے علاج موثر ثابت ہوا۔

ٹوپی کھنچی چلی جا رہی تھی!

انہی دنوں میں خالدہ کے ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوار میں نصب ہیٹر جل رہا تھا۔ فرخ قالین پر ہیٹر کے

Marfat.com

سامنے پشت پر دراز، سر پر fur والی ٹوپی جس کے دونوں اطراف کوئی دو فٹ لمبے پتلے سے چمڑے کے دو straps لٹک رہے تھے اور ہر straps کے سرے پر فر کا ہی گول سا بڑا پھندن لگا ہوا تھا۔ فرخ ٹوپی اس طرح پہنے ہوئے تھی کہ دونوں پھندن متوازی انداز میں قالین پر ٹوپی سے دور پڑے ہوئے تھے۔ خالدہ فرخ کے پاؤں کی طرف بیٹھی ہوئی اور اس کا خاوند نوید مشرقی شیشے کی دیوار کے ساتھ صوفے پر، مراتب علی شاہ دروازے کے قریب شمالی دیوار کے ساتھ ایک صوفے پر اور اس کے ساتھ والے صوفے پر راقم۔ مغرب کی جانب کئی قسم کے کشن، کمبل، اور سرہانے پڑے ہوئے تھے جن کی اوٹ میں ایک پالتو بلی چھپی بیٹھی تھی۔

مراتب علی شاہ نے مجھ سے مخاطب ہوا "دیکھیے بھابی کی ٹوپی پیچھے کی طرف کھنچی جا رہی ہے!"

ہم سب کافی حیران ہوئے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ تھوڑی دیر میں ٹوپی پھندن کھنچنے کی وجہ سے اتر گئی۔ فرخ نے اٹھ کر پیچھے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمبل کے نیچے چھپی بیٹھی ہوئی بلی پھندن کو عجیب و غریب چیز سمجھتے ہوئے کھینچے چلی جا رہی تھی (ٹوپی اب بھی میرے پاس موجود ہے۔)

کتوں کا مخصوص ریسٹورینٹ

1993 میں، میں اپنی بیوی فرخ کی بیماری bronchitis اور Chronic gastric ulcer کے علاج کے لیے ایک سال لندن رہا جہاں وہ اکثر Hammersmith ہاسپٹل میں چیک اپ کرانے کیلئے جایا کرتی۔

ان دنوں لندن میں پالتو کتوں کیلئے ایک مخصوص ریسٹورینٹ کھولا گیا جہاں پر لوگ سیر و تفریح کرنے کے بعد اپنے کتوں کو کھانا وغیرہ سے تواضع کرتے۔ اسی طرح چھوٹے بچوں کیلئے ایک ہوٹل بھی کھولا گیا تاکہ جب والدین لندن میں شاپنگ وغیرہ کر رہے ہوں تو بچے ان کو پریشان نہ کریں لہذا وہ اپنے بچوں کو اس ہوٹل میں چھوڑ آتے۔ خرید و فروخت سے فارغ ہونے کے بعد بل وغیرہ دے کر (جو چیزیں ہوٹل میں بچوں نے کھائیں ہوں) بچوں کو اپنے ساتھ واپس لے آتے۔ ہوٹل میں بچوں کی دلچسپی کیلئے ایسی ایسی سہولتیں میسر تھیں کہ بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ جانا پسند ہی نہ کرتے۔

Madame Tussaud

سینٹرل لندن میں ایک Madame Tussaud کا موم کے مجسموں کا میوزیم ہے جس میں دنیا کی نامور اور بدنام شخصیات کے قابل توجہ مجسمے ہیں۔ مشہور بدنام مجرموں کے مجسموں کو ایک علیحدہ جگہ میں اکٹھا کیا گیا ہے جسے "Chamber of Horrors" کہا جاتا ہے۔ Marie Tussaud کے دور حیات کے کئی قابل ذکر لوگوں کے مجسمے شامل ہیں مثلاً Voltaire, Benjamin Franklin, Horatio Nelson اور Sir Walter Scott جو کہ آج تک موجود ہیں۔ ان مجسموں کی شباہت زندہ شخصیات سے اتنی ملتی ہے کہ سیاح مجسمے اور زندہ شخصیات میں تمیز نہیں کر سکتے۔

ہماری بیٹی غازیہ، فرخ اور میں یہ میوزیم دیکھنے گئے۔ وہاں پر انگلینڈ کے پولیس مین جنہیں Bobby یا Copper کے نام سے پکارا جاتا ہے ایک Bobby کا مجسمہ تھا۔ غازیہ نے یہ سمجھا کہ یہ مجسمہ نہیں واقعی زندہ Bobby کھڑا ہوا ہے اور دوڑ کر اس سے ہاتھ ملانے کیلئے لپکی مگر میں نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور سمجھایا کہ یہ تو محض ایک موم کا مجسمہ ہے۔

Madame Tussaud جسکا پہلا نام Marie تھا نے اوائل زندگی Bern اور بعد میں پیرس میں گزاری جہاں اس نے اپنے ماموں Philippe Curtius سے موم کے ماڈل بنانے کا فن سیکھا۔ 1794 میں اس کی وفات کے بعد Madame Tussaud کو وراثت میں اپنے ماموں کے دو موم کے میوزیم ملے۔ 1780 سے لیکر 1789 میں جب فرانسیسی انقلاب ہوا تو وہ Versailles میں Louis XVI کی ہمشیرہ Madame Elisabeth کی آرٹ ٹیوٹر تھی۔ بعد میں اسے شاہی غدار ہونے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ فرانسیسی انقلاب کے بعد جب ظلم و تشدد کا دور شروع ہوا تو اسے جن لوگوں کے تازہ سر guillotine کی مدد سے جدا کئے گئے جنہیں اسکے کئی دوست بھی شامل تھے، اسے یہ دردناک ڈیوٹی سونپی گئی کہ ان سے جدا شدہ

Marfat.com

روں سے موم سے ماڈل بنائے جاتے ہیں۔ 1795 میں اُس کی شادی ایک انجینئر Francois Tussaud سے کامیاب ثابت نہ ہوئی۔ 1802 میں وہ اپنے دو بیٹوں اور موم کے ماڈلوں کو اکٹھا کر کے انگلینڈ روانہ ہوگئی۔ اُس نے 33 سال تک برطانیہ کے مختلف حصوں میں اپنے مجسموں کی نمائش لگائی۔ آخرکار اپنے مجسموں کیلئے مستقل جگہ Baker Street، لندن میں ڈھونڈ لی جہاں اُس نے اپنی موت سے پہلے آٹھ سال تک کام کیا۔ 1884 میں Madame Tussaud's کو " Marylebone Road, London " پر شفٹ کر دیا گیا جہاں آج تک واقع ہے۔

Cologne

1982 کی بات ہے۔ راقم اپنی بیوی فرخ جمشید اور بیٹی عازیہ کے ہمراہ ویٹز ویلا سے Sabbatical leave پر لندن آیا ہوا تھا۔ جہاں سے ہم نے چند European ممالک کی سیر و تفریح کا پروگرام بنایا لہذا لندن سے بذریعہ American Express ایجنسی سے Geneva، Cologne، Amsterdam اور Paris کیلئے Hilton Hotels (Intercontinental Hilton, Geneva) میں کمرے بک کروا لئے اور اسی طرح trains کے ٹکٹ بھی خرید لئے۔ Walthamstow, London E. شائستہ کے گھر سے Walthamstow کے Underground سٹیشن سے [illegible] سٹیشن پہنچے جہاں سے ٹرین میں بیٹھ کر Folkestone جو کہ English Channel کی بندرگاہ ہے، پہنچے۔ وہاں سے ferry میں بیٹھ کر English Channel کو عبور کرتے ہوئے Amsterdam پہنچ گئے۔ یہاں Hilton Hotel میں چند دن قیام کرنے کے بعد بذریعہ ٹرین دوسرے ممالک کے سفر پر روانہ ہوئے۔ چونکہ پیشتر ازیں میری بیوی اور بیٹی نے یورپ کا سفر بذریعہ ٹرین نہیں کیا تھا لہذا انکی فرمائش پر لندن سے روانگی اور واپسی کا سفر ٹرین ہی سے کیا۔

گرمیوں کا موسم تھا لیکن ہمارے لئے جو خط استوا کی آب و ہوا کے عادی تھے اس کے باوجود ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ جب Cologne, Germany کے Hilton Hotel کی reception میں داخل ہوئے تو ہمیں ٹھنڈک کی بجائے سخت سردی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ چوتھی منزل پر جب ہم اپنے کمرے میں پہنچے تو ایک دیوار گیر قریباً پانچ فٹ لمبی ائر کنڈیشن کی یونٹ نصب تھی جس کے اوپر پانچ فٹ اتنا ہی لمبا vent جو کہ تقریباً 9 انچ چوڑا تھا جس سے شدید ٹھنڈی ہوا خارج ہو رہی تھی اور یہ ٹھنڈک ہمارے لئے ناقابل برداشت تھی۔ میں نے فوراً بٹن دبایا تو اس کے ردعمل کے طور پر ایک خوبصورت نوجوان chambermaid تشریف لے آئی۔ میں نے اسے انگلش میں کہا "Please get me some sort of electric heater" وہ کچھ نہ سمجھ پائی۔ جواب دینے کے بجائے اس نے مسکرا کر ہنسنا شروع کر دیا۔ حیرت کی بات ہے حالانکہ یورپ میں رہنے والے عام طور پر انگلش زبان سے بہرہ مند ہیں لیکن یہ امر بات ہے کہ فرانس کے رہنے والے اتنے قوم پرست واقع ہوئے ہیں کہ انگلش جانتے ہوئے بھی لوگوں کے انگلش میں کئے گئے سوال کا جواب دینا پسند ہی نہیں کرتے۔ ہاں! اگر کوئی اور Romance زبان مثلاً Portuguese، Italian یا Spanish، French بولیں تو وہ ضرور جواب دیں گے۔ چونکہ ان تمام زبانوں کا تعلق Latin سے اور کافی ملتی جلتی ہیں۔ اب میں نے Spanish زبان میں کہا:

"*Por favor traiga me un calentador electrico*" (مہربانی کر کے بجلی کا ہیٹر لے آؤ)

وہ از خود ہنستی چلی جا رہی تھی۔ میں نے اشاروں کی زبان سے اُسے سمجھانے کی اپنی پوری کوشش اور اس غرض کیلئے میں نے اپنی بیوی اپنے ساتھ چمٹا کر "سی سی" کر کے شدید سردی کا احساس دلایا اور یوں تاثر دینے کی کوشش کی کہ جیسے ہم سردی سے سکڑ رہے ہیں۔ اب ہنستی جاتی اور وہ مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی ہم بہت خوش تھے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جونہی وہ ہیٹر لائی تو سخت سردی سے چھٹکارا نصیب ہو گا۔

ہنستی ہنستی وہ ہیٹر تو لے آئی مگر ہیٹر ایسا تھا جیسے کالج کے لڑکے ہوسٹلوں میں Electric coil کا heater چائے وغیرہ تیار کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس لڑکی نے بھی یہی سمجھا کہ شاید ہم نے کیتلی سے پانی گرم کرنا ہے۔ اب ہنسنے کی باری ہماری

Marfat.com

تھی اور وہ سہم کر کھڑی ہوئی۔ میں نے دوبارہ اشاروں کی زبان استعمال کی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر vent سے اوپر رکھا وہ پھر تلملا کر بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔ بڑی پھرتی سے تین مبل تھامے واپس لوٹی اور بڑی حکمت عملی کے ساتھ vent کو مبلوں سے ڈھانپ دیا۔

میں نے اسکی مخلصانہ مدد کیلئے اس کو کچھ رقم پیش کی لیکن وہ پھر مسکرائی اور "Danke" (شکریہ) کہہ کر چلی گئی۔

ہم تو سمجھے تھے کہ سردی سے نجات مل گئی لیکن تھوڑی دیر بعد جب مبل بھی ٹھنڈے ہو گئے اور اسی وجہ سے ان سے بھی ٹھنڈک پیدا ہوگئی۔ پھر vent سے ہوا بھی خارج ہونا شروع ہوگئی تو وہی پہلے جیسی حالت سے دوچار۔ بہرحال ہم ایک ہفتہ وہاں ٹھہرے صبح ہم باہر نکل جاتے اور اس وقت ہوٹل میں واپس لوٹتے جب سونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔

یاد رہے کہ ان ہوٹلوں میں ائرکنڈیشن کا انتظام سنٹرل قسم کا ہوتا ہے اور کئی اس قسم کے ہوٹلوں میں یہ نظام ہر ایک کمرے میں کنٹرول کیا جا سکتا ہے مگر اس ہوٹل میں ایسا نہیں تھا۔

Cologne میں ایک چرچ جس کا نام Dome ایک نہایت قابل دید خوبصورت چرچ ہے۔ سیاحوں کا وہاں ہجوم رہتا ہے۔ قریب ہی Rhine دریا جس پر 9 پل بنے ہوئے ہیں۔ اس کے نزدیک دریا میں ہم نے کشتی میں سواری بھی کی۔

اس کے بعد train کے ذریعے ہم Geneva پہنچے جہاں ہمارے لئے ایک ڈبل روم انٹرنیٹ سے پہلے ہی Intercontinental Hotel میں پہلے سے بک تھا۔

Geneva

ہم تینوں International Hotel Geneva, Switzerland میں ٹھہرے ہوئے تھے یہ ہوٹل اتنا بڑا ہے کہ اس کی چار lobbies ہیں۔ جہاں OPEC کی meetings بھی منعقد ہوتی ہیں۔ پہلے ہی دن جب ہم ائرپورٹ سے ہوٹل کے رجسٹریشن ڈسک پر پہنچے تو ضروری کاغذات کی تکمیل کے بعد چھٹی منزل پر اپنے کمرے میں جانے کیلئے lift کی طرف گئے۔ جیسا کہ بڑے ہوٹلوں میں ہوتا ہے porters سامان خاص Cargo lifts سے مہمانوں کے کمرے تک پہنچا دیتے ہیں۔ لفٹ میں داخل ہونے کیلئے انتظار کے کٹھن لمحات کا سامنا ہوا کیونکہ ہوٹل کے جتنے بھی lifts تھے وہاں عرب مہمانوں کے بچوں نے دیگر مہمانوں کی آمد و رفت کے نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا۔ مختلف floors پر lift کے بٹن دبانے کو کھیل کا رنگ دے دیا اور جس فلور پر ہم تھے وہاں لفٹ پہنچ نہیں پاتی تھی جبکہ اس فلور تک کوئی بارہ lifts تھیں مگر بچے اپنی مرضی سے floors کے بٹن دباتے رہتے۔ خدا خدا کرکے آخر ہمیں موقع مل ہی گیا اور ہم لوگ کمرے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پورٹر سامان لئے پہلے ہی کمرے کے دروازے پر انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد نیچے lobby میں آئے تو دیکھا کہ تمام میز اور کرسیاں مہمانوں سے بھری پڑی ہیں۔ تقریباً تمام کے تمام مہمان عرب تھے عورتیں علیحدہ اور ان کے خاوند ان سے الگ تھلگ دوسری عورتوں کے ساتھ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ دوسری تین lobbies کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔

راقم نے لابی کے counter پر شکایت کی کہ پہلے تو لفٹ کی مشکل سے ملی جب بچوں نے اودھم مچا رکھا تھا اور اب بیٹھنے کیلئے جگہ بھی دستیاب نہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے نہایت مودبانہ انداز سے معذرت خواہ ہوتے ہوئے جواب دیا

"جناب آپ کو تو معلوم ہی ہے یہ oil-boom دور ہے۔ یہ کروڑ پتی عرب ہیں پورے کا پورا فلور بک کروا لیتے ہیں۔ ہمارا کاروبار انہی کا مرہون منت ہے۔ بہرحال میں کوشش کرتا ہوں کہ آپ کیلئے کوئی بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔"

ایک کونے میں دو کرسیاں اور ایک میز جو ابھی ابھی خالی ہوا تھا۔ وہاں اس نے ایک اور کرسی لگوائی اور ہمیں بیٹھنے کی دعوت دی کچھ دیر بعد ایک مسکراتا ہوا waiter مودبانہ انداز میں ہمارے ٹیبل پر آیا۔ میری بیٹی نے آئس کریم کی فرمائش کی بیوی نے چائے اور میں نے بلیک کافی کا آرڈر دیا۔ آرڈر کی تکمیل ہوئی۔

ابھی تک ہم لوگ محو نظارہ تھے کہ مرد و عورتوں نے بھی میزوں پر ٹانگیں پھیلا رکھی تھیں اور بچے تھے کہ کسی سے سنبھالے نہیں جا رہے تھے اور نہ ہی والدین کو اپنے بچوں کو سنبھالنے کی فرصت تھی۔ بچے کسی کی نہیں سن رہے تھے ہمارے نزدیکی میز پر ایک بوڑھی عورت

Marfat.com

دوسری عرب عورتوں کی طرح عرب لباس میں ملبوس تھی، نے waiter کو اشارہ کیا تو ویٹر مخصوص مودبانہ انداز میں حاضر ہو گیا اور اپنے روایتی طریقے سے پوچھا: "کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

یاد رہے اکثر عرب بھائی دنیاوی دولت تو مالا مال ہیں مگر علم و تہذیب سے نابلد ہیں اور اسی لیے وہ اشاروں کنایوں سے گفتگو کرتے ہیں۔ بوڑھی عرب عورت نے ہمارے میز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "کافی۔"

اب ویٹر نے کافی کی اقسام کے حوالے سے پوچھا: "کریم کافی، دودھ والی، کولڈ کافی، ترکش کافی، بلیک کافی؟"

معزز خاتون نے چہرا اور تو نہیں پر قریب کھڑے ویٹر کی کالی bow tie کو پکڑ کر کہا: "کافی" اور اب ویٹر کی سمجھ میں آیا کہ وہ مہذب خاتون ہمارے میز کی طرف کیوں اشارہ کر رہی تھی اور کالی ٹائی کی کھینچا تانی سے کیوں نواز رہی تھی۔

یقیناً ہم black coffee پی رہے تھے۔ چینی یا بغیر چینی کے؟ یہ اور بات ہے بہر حال میزوں پر sugarpots پڑے ہوئے تھے۔ ایک حسین شام پیرس میں گزارنے کے بعد جب ہم پروگرام کے مطابق ہوٹل چھوڑنے لگے تو limousine میں سوار ہونے سے پہلے میں نے bellboy کو اپنی جیب سے تقریباً 10 مارک نکال کر tip دی تو خلاف روایت وہ طنزیہ مسکرایا مجھے یہ رویہ ناگوار گزرا۔ میں نے ذرا تلخ لہجے میں پوچھا: "کیا بات ہے؟"

"معاف کرنا tip تو اتنی ہی ہوتی ہے مگر آجکل عربوں نے ہمارے مزاج بگاڑ دیئے ہیں۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ عرب باشندے ہماری currency سے متعلق تو بات ہی نہ کریں۔ Mercedes-Benz 500 بطور ٹپ دے جاتے ہیں۔"

آپ کی اطلاع کے لئے عرض کرتا چلوں کہ کئی عرب حضرات چند دنوں کیلئے آتے ہیں تو waiters کو قیمتی پتھروں کی تسبیح دے جاتے ہیں۔ نیلم، یاقوت جیسے پتھر۔ اب یہ بات مزید سمجھ میں آئی کہ bellboy دس مارک کی tip پر کیوں طنزاً مسکرایا تھا۔

Electronic key

اس کے بعد ہم کار کے ذریعہ Paris پہنچے اور اپنا سامان Hilton Hotel کی Lobby میں رکھ کر Eiffel Tower جو کہ اس ہوٹل سے بالکل قریب ہے، سیر کی غرض سے چلے گئے۔

Eiffel Tower (Wrought-iron) ٹاور Paris کا landmark اور یہ قدیم Wrought-iron تعمیر کی gigantic scale پر ایک مثال ہے۔ جب French حکومت 1889 میں فرانسیسی انقلاب کے سو سال منانے کی تیاری کر رہی تھی تو ایک مناسب یادگار تعمیر کرنے کے لیے مقابلہ ہوا۔ سو سے زیادہ ڈیزائن مقابلہ میں شامل ہوئے تو Centennial Committee نے مشہور پل تعمیر کرنے والے انجینئر Alexandre Gustave Eiffel (1832-1923) کا ڈیزائن پسند کیا۔ یہی انجینئر اس کام کے لیے خاص طور پر مشہور Statue of Liberty نیویارک کی اندرونی structure کا architect بھی ہے۔

Tower کا base چار Semi circular arches پر مشتمل ہے جو اندر کی طرف کافی خم کھاتی ہوئی اوپر جا کر 984 فٹ (300 میٹر) کی بلندی پر ایک Tapering tower کی شکل میں مل جاتی ہیں۔ اس کی تعمیر میں تقریباً 6300 metric tons (تقریباً 7000 ٹن) لوہا استعمال ہوا جسے Eiffel نے تصور کیا۔ بلندی پر پہنچنے کیلئے Tower کی arches یا legs پر elevators استعمال کرنا پڑیں گے چنانچہ امریکہ کی مشہور کمپنی Otis Elevator نے Glass-cage machines ڈیزائن کیں۔ Tower پر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں بھی ہیں۔ تین levels پر platforms اور ہر ایک platform پر ایک Observation deck جبکہ پہلے platform پر ایک ریسٹورنٹ ہے۔ موسمیات، radio communication کے stations اور NNA T.V transmission کی سہولیات بھی ہیں۔ Tower کی بلندی پر جو کمرے Eiffel نے استعمال میں لائے ابھی تک ہیں۔ Eiffel کے Tower جیسی اور کوئی نظیر نہیں پائی جاتی۔ یہ Rome میں St Peter کے گنبد یا Giza, Egypt کے Great Pyramids سے دو دفعہ زیادہ بلند تھا۔ یہ نیویارک سنٹر کی

Marfat.com

Chrysler Building (1930) کے تیار ہونے تک دنیا کی سب سے بلند تعمیر تھی۔

Societe nouvelle d'exploitation de la tour Eiffel (SNTE) پرائیویٹ کمپنی جو اس ٹاور کی انتظامیہ ہے حال ہی میں فیصلہ کیا کہ سیاحوں کی ہدایات خاص طور پر ایشیا اور مشرقی یورپ سے آنے والوں کو مدنظر رکھتے ہوئے زمین دوز دو اور منزلیں ٹاور کے نیچے کھدائی کی جائیں۔ ٹاور کی بلندی جو کہ تین سو چوبیس میٹر ہے پر کوئی تبدیلی نہیں لائی جائے گی۔ ان دو منزلوں کیلئے دس ہزار مربع میٹر کی کھدائی کی جائیگی۔ جن میں کانفرنس سینٹر، ریسٹورینٹ اور ٹاور سے متعلق ایک میوزیم قائم کیا جائے گا۔ ٹاور کا وزن پہلے ہی 10,000 ٹن ہے اس میں مزید اضافہ ہو جائیگا۔ 2001 میں 6.5 million لوگوں نے سیاحت کی۔

Tower کی بلندی پر جانے کیلئے glass-cage میں بیٹھ گئے (ٹکٹ کی قیمت کے بارے میں یاد نہیں) اس glass-cage کی خوبی یہ کہ جب زمین کے level پر rails پر ہوتے ہیں تو ایسے لگتا کہ جیسے ٹرین سے سفر ہو رہا ہو لیکن glass-cage ٹاور کی leg پر چڑھائی شروع کرے تو اس کی پوزیشن slanting ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہم پہلے platform پر آ گئے۔ وہاں ریسٹورنٹ جس میں fast food کا آرڈر دیا۔ غازیہ تو بس Coke ہی پیتی رہی۔ دوسرے platform پر Observation deck سے telescope کی مدد سے Paris کا دلفریب نظارہ دیکھا۔ platform پر souevenirs کی دوکانات ہیں۔ غازیہ اور فرخ نے جو چاہا خریدا خاص طور پر فرخ تو خوشبو کی دلدادہ تھی۔ جب واپس لوٹے تو غازیہ اور فرخ کی تصویر Tower کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں جو کہ اب بھی میرے پاس موجود ہیں۔

Eiffel Tower کی سیر کے بعد چلتے ہوئے واپس ہوٹل پہنچنے میں قریباً پانچ منٹ گزرے ہونگے۔ کمرہ تو ہم پہلے ہی بک کر چکے تھے جو کہ چھٹی منزل پر واقع تھا۔ رسمی registration کے بعد lobby میں پڑا ہوا ہمارا سامان پورٹر لفٹ کی طرف لے چلا گیا اور ہم لوگ مہمانوں والی لفٹ کے ذریعہ اپنے فلور تک پہنچے۔ جونہی ہم اپنے کمرے کے سامنے پہنچے تو میں نے کہا

''بیڑہ غرق! میں تو reception سے چابی لانا بھول گیا ہوں'' اور جب لفٹ کا انتظار کرنے کے بجائے سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ میری بیٹی مجھے آوازیں دیتی رہی مگر میں نے ان سنی کرتے ہوئے Reception desk تک پہنچا تو معلوم ہوا کہ پورٹر چابی لے گیا ہے۔

میں واپس اپنے فلور پر آیا تو کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میری بیوی اور بیٹی مسکرا رہی تھیں سارا سامان اندر پڑا ہوا تھا۔

''غازیہ بیٹی! میں نے تو تمہارے ہاتھ میں Credit card دیکھا تھا جو تم کمرے کے دروازے کی ایک slot میں داخل کر رہی تھی میں نے تو کوئی چابی تمہارے ہاتھ میں نہیں دیکھی پھر یہ کمرہ کیسے کھل گیا ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''Papi! جب آپ پورٹر سے اپنے سامان کی نشاندہی میں مصروف تھے تو میں نے Spanish زبان میں کاؤنٹر سے چابی طلب کی تو اس نے مجھے یہ کارڈ دیا اور کہا یہی چابی ہے۔''

بعد میں پتہ چلا کہ جدید ہوٹلوں میں روایتی تالے اور چابیاں مفقود ہو چکی ہیں اور ان کی جگہ Electronic lock ہیں جو Computerized system سے کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ چابی کی جگہ Credit card جیسا ایک کارڈ جو چابی کی جگہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس کارڈ کو دروازے کی slot میں داخل کریں تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ روایتی چابیاں اگر گم ہو جاتی ہیں علاوہ ازیں کئی لوگ ان کا ناجائز استعمال کرتے ہیں لیکن اس ایجاد کے بعد یہ ممکن نہیں رہا۔ چونکہ کارڈ پر Magnetic flux کی وجہ سے مہمانوں کے fingerprints ثبت ہو جاتے ہیں اگر کوئی دوسرا آدمی استعمال کرے تو کنٹرول روم میں پتہ چلنے سے کہ کوئی غیر متعلقہ آدمی کمرے کا دروازہ کھول رہا ہے اور پکڑا جاتا ہے۔

ہم تینوں پیرس کی مشہور زمانہ شاہراہ Campo Eliseo پر گھومنے کیلئے ٹیکسی میں سوار ہوئے۔ وہاں پر Arc de Triomphe (نپولین کا Parisian Monument) کے نیچے سے گزرے۔ یہ 164 فٹ بلند اور نپولین نے اپنی فوجی کارروائیوں کی کامیابی کی خوشی میں تیار کروائی تھی۔ اس پر اس کے 386 جرنیلوں اور 96 فتوحات کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ قابل دید جگہیں Notre Dam Cathedral Remis پر واقع Chateau of the Sleeping Beauti جو فرانس کی

Marfat.com

تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ Papal Palace، Lour Museum اور Grande Arche کی سیر کی۔

Three coins in the fountain (فوارے میں تین سکے)

Prague، Czechoslovakia میں ایک سائنس کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ راقم اکثر دنیا کے مختلف ممالک میں ہونے والی سائنسی کانفرنسوں میں اپنے ریسرچ کے مقالات پڑھا کرتا لہذا مجھے بھی وینزویلا میں دعوت نامہ موصول ہوا۔ میرے لئے ایسی کانفرنسوں میں شمولیت مالی پریشانیوں کا موجب نہ ہوتیں۔ وہ اس لئے کہ میرے عہدے کی وجہ سے یونیورسٹی یا اور تنظیمیں عام طور پر پیشکش دیا کرتیں لیکن بیوی کے اخراجات مجھے ہی برداشت کرنا پڑتے۔ یہ میرے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔

ہم دونوں میاں بیوی AVENSA وینزویلا کی local ہوائی سروس کے ذریعے Cumaná سے Caracas پہنچے۔ Caracas Hilton ہوٹل میں شب باشی کے دوسرے دن صبح Alitalia کی 13 گھنٹے کی nonstop پرواز سے Rome کے ائیرپورٹ Fiumiciano پہنچے۔ Grand Hotel میں Plaza di Republica کے قریب کمرہ بک کروایا ہوا تھا چنانچہ ائیرپورٹ سے ٹیکسی سے وہاں پہنچ گئے۔ اس ہوٹل میں تین راتیں گزارنے کا پروگرام تھا اور اس کے بعد پولینڈ کی ائیرلائن LOT سے Prague روانہ ہونا تھا۔ دوسرے دن یونہی ہم لفٹ کے ذریعے نیچے ڈائننگ روم میں ناشتہ کرنے کیلئے داخل ہوئے تو دیکھا یہ تو مشہور امریکی فلم سٹار Burt Lancaster لفٹ میں کھڑا ہے۔ میں نے کہا

"Good morning. Sir , are you the famous American film actor ?"

"Yes. I am and who are you gentleman ?"

"Dr. P. Nasir. Professor of Parasitology. Universidad de Oriente. from Venezuela and my wife Farakh Jumshad."

"Please to meet you" اس نے فراخ دلی سے تو مسکرا کر ہاتھ ملایا مگر میری بیوی کے لئے صرف مسکراہٹ ہی تھی۔ اسی لفٹ میں ڈائننگ روم کے فلور پر پہنچے۔ Burt Lancaster نے کہا "آج آپ لوگ میرے ہی مہمان ہیں۔"

میں نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ پھر ناشتے کی ٹیبل پر باتیں شروع ہو گئیں۔

"کیا آپ Rome میں سیر کر رہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"ہم دو دن بعد Prague جا رہے ہیں۔ میں نے ایک کانفرنس میں شرکت کرنی ہے۔"

"آپ یہاں کس سلسلے میں آئے ہوئے ہیں؟"

"ایک کام کے سلسلے میں۔" لیکن اس نے وضاحت نہ کی اور نہ ہی پوچھنا مناسب سمجھا۔

"Trevi فوارے کے تالاب میں پیسے کے سکے پھینکنا مت بھولنا۔"

"وہ کیوں؟" میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

"اس لئے کہ جب سکے پھینکتے ہوئے دل میں کوئی خواہش ہو تو وہ پوری ہو جاتی ہے اور یہ بھی کہ سکے پھینکنے والا دوبارہ Rome ضرور آتا ہے۔"

مجھے فوراً یاد آگیا۔ ایک مشہور فلم Roman Holiday جس میں Audrery Hepburn اور Gregory Peck نے کام کیا۔ Rome میں فلمائی گئی اور 1953 میں release ہوئی۔ یہ فلم Audrery Hepburn کی سب سے پہلی کامیاب فلم اور اسی طرح Gregory Peck کی فلم Days of Glory تھی۔ Gregory Peck کی چند ایک مشہور فلمیں To Kill a Mocking Bird، Moby Dick، The Guns of Navarone، Mackenna's Gold، The Snows of Kilimanjaro، Designing Woman وغیرہ وغیرہ۔ Gregory Peck، 87 سال کی عمر میں 11 جون 2003 کی رات کو Los Angeles میں انتقال کر گیا۔ اس کی فرانسیسی بیوی Veronique

Marfat.com

Passoni بھی آخری وقت اُس کے ساتھ موجود تھی۔ Roman Holiday لاہور کے Regal Cinema میں میں نے یعنی اظہرالدین بقائی اور میں نے 1954ء کے آخر میں دیکھی۔ اس کا ڈائریکٹر William Wyler تھا۔ Gregory Peck کی ذاتی زندگی میں بہت بڑا سانحہ ہوا جب اس کے 25 سالہ بیٹے نے پیرس میں خودکشی کر لی۔

Burt Lancaster نے مجھے اپنا Hollywood کا پتہ دیا اور کہا کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے اور وقت تو تمہارے پاس بھی مشکل سے ہوگا ورنہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں خود تم لوگوں کو Rome کی سیر کراتا۔ یہ بھی پتہ نہیں چلا کہ تم کہاں پیدا ہوئے، کہاں تعلیم حاصل کی اور کہاں نوکری کر رہے ہو۔ میں کہاں، کس وقت، کس جگہ پر اتفاق سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور یاد رہے جب بھی موقع ملے تو Via Veneto کی سیر ضرور کرنا اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر تم نے جیسا کہ میں پہلے پھینک چکا ہوں۔ Trevi فوارے میں سکہ پھینکا تو ضرور واپس Rome آؤ گے۔ وہ ہم کو خدا حافظ کہتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔

ہوٹل میں رات گزارنے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ ناشتہ Plaza di Republica کے کسی ہوٹل میں کریں گے۔ اس Plaza میں کافی steps اوپر چڑھنے کے بعد اردگرد کئی قسم کے ہوٹل ہیں۔ کوئی دس بجے کا وقت ہوگا جب ہم دونوں میاں بیوی ہوٹل سے نکل کر Plaza کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک فوج کی گاڑی کے پیچھے پولیس کی جیپ کھڑی ہے اور پچھلی رات کسی کی چوری کرنے گئے تھے۔ کئی لوگ فوٹو کھینچ رہے تھے۔ ہمارے لئے یہ ایک عجیب سا واقعہ تھا۔ شاید آپ کو بھی پیش آیا ہو یا سنا ہو۔

اسی طرح ایک اور فلم Trevi کے متعلق 1954 میں ''Three Coins in the Fountain'' کے Title سے بنی تھی۔ جس کا مشہور گیت ''*Three coins in the fountain. Each one seeking heppiness*'' مشہور crooner Frank Sinatra نے گایا تھا۔

Trevi فوارے کو تعمیر کرنے کے لیے 1732 میں ایک competition ہوا جس میں Niccolo Salvi جیتا۔ اسے تیس سال محنت کرنی پڑی اور فوارے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس کا پانی Aqua Vergine سے آتا ہے اور Rome میں سب سے زیادہ صحت مند پانی سمجھا جاتا تھا۔ کئی صدیوں تک ہر ہفتہ Trevi کے پانی کی barrels Vatican کو بھیجی جاتی تھیں اور لوگ جو Rome میں رہا کرتے Jugs میں پانی بھر کر اپنے استعمال کے لیے لے جاتے۔ 1961 میں اس پانی کو ناصحت قرار دیا گیا اور اب Trevi کے پانی کو بجلی کے pumps کے ذریعہ recycle کیا جاتا ہے۔

Romans اور سیاح cafe tables پر درختوں کے سائے کے نیچے بیٹھے Via Veneto سے ہو کر sidewalks پر arrange کیے ہوئے ہیں، لگے ہوتے ہیں۔ اس سڑک کی دونوں طرف کئی شاندار ہوٹل، airlines کے دفاتر اور تجارتی عمارات ہیں۔ Via Veneto کو 1887 میں Villa Borghese سے لے کر Piazza Barberini تک تعمیر کیا گیا۔ یہ پہاڑی سے نیچے کی طرف سانپ کی طرح شکل اختیار کرتی ہے۔ 1950-1965 تک جب Italian film making عروج پر تھی تو International شخصیات خاص طور پر actors, actresses اور خوبصورت خواتین کا اسی جگہ پر ہجوم رہا کرتا تھا۔ اب بھی Via Veneto دنیا کی مشہور ترین streets میں ہے اور آدھی رات کے بعد بھی رونق رہتی ہے۔

پروگرام کے مطابق ہم دونوں میاں بیوی Prague پہنچ گئے۔ جہاں ہم نے واپسی کے لئے seats بک کرانے کا ارادہ کیا۔ غلطی سے ہماری واپسی کی ٹکٹ open تھی۔ جس دن ہم واپس New York آنا چاہتے تھے اس دن ہمیں فلائیٹ نہ مل سکی جو سیدھا نیویارک لے جاتی۔ ہمیں ایک دن پہلے Prague چھوڑنا پڑتا اور نیویارک پہنچنا بہت ضروری تھا کیونکہ پروگرام کے مطابق تیسرے دن ہماری یونیورسٹی میں الیکشن ہونے والے تھے جس میں میرا ووٹ کاسٹ کرنا ضروری تھا۔ جو فلائیٹ مجھے اس دن ملی تھی وہ پہلے Rome اور پھر وہاں سے دوسری flight نیویارک کے لیے پکڑنی تھی۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ میں Rome نہیں جانا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ ... میں نے فوارے میں سکہ پھینکا ہوا ہے۔ ... Rome آنے کا۔ خدا کی قدرت دیکھئے اور انسان کی بخت کی کوشش۔

Marfat.com

میں نے دل پر پتھر رکھ لیا اور اپنے آپ کو مجبور کر کے ان سکوں کی ضد پوری کر ہی دی اور دوسری فلائٹ لے کر Rome کی طرف رخ کر لیا۔ اس دفعہ میں نے کوئی سکہ نہیں پھینکا اور کوشش کی کہ دوسروں کو بھی اس فعل سے باز رکھوں!

اس طرح ان ماہ میں کہ جو Burt Lancaster نے کہا تھا۔ وہ سچ ہو گیا! کیا ایسا ہو جایا کرتا ہے؟ ایسا ہو ہی گیا۔ اتفاق یا سکوں کی مقناطیسیت؟

Czechoslavakia تین تاریخی ممالک، Bohemia، Moravia اور Slovakia پر مشتمل تھا۔ 28 اکتوبر 1918 میں پہلی جنگ عظیم کے ختم ہونے کے بعد Austro-Hungarian ایمپائر کے ٹوٹنے پر معرض وجود میں آیا۔ نازی جرمنی 1938 سے لے کر 1945 تک اس ملک پر قابض رہا۔ بعد میں 1948 سے لے کر 1989 تک روس Czechoslavakia پر مسلط ہو گیا۔ Prague متحدہ ملک Czechoslovakia کا دارالخلافہ ہوا کرتا تھا۔ یکم جنوری 1993 میں دو آزاد ملکوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تعجب کی بات ہے بغیر کسی خون خرابے کے اور سیاسی جھگڑوں کے یہ معاملہ احسن طریقے سے طے پایا۔ ایک ملک کا نام Czech Republic اور دارالخلافہ Prague یا Praha (Czech زبان میں) دوسرا ملک Slovakia اور دارالخلافہ Bratislava۔

Prague، Vltava دریا کے کنارے پر واقع ہے یہ دریا شہر کے درمیان سے شمالاً جنوباً بہتا ہے۔ اس کے بائیں مغربی کنارے پر Hradcany (Prague Castle) Royal Garden پرانے پانچ ضلعوں میں سے ایک جو شہر کے مختلف حصوں سے نظر آتا ہے۔ قلعے میں پریذیڈنٹ کا دفتر، ڈاکخانہ، بینک اور ریسٹورینٹ واقع ہیں۔ Mala Strana (Lesser Garden or Town) جو کہ پارکوں اور باغات سے ڈھکا پڑا ہے۔ Josefov یا یہودیوں کا وارڈ۔ اس دریا کے دائیں کنارے پر Stare Mesto (ضمیمہ 151) Nove Mesto "New Town"، چودھویں صدی) یہ دونوں علاقے تاریخی یادگاروں سے بھرے پڑے ہیں۔ اس لئے کہ Nove Mesto میں بہت سے چرچ ہیں اسے "City of Hundred Spires" کہا جاتا ہے۔ پرانے علاقوں کی تنگ گلیاں، چھوٹے چھوٹے شراب خانے اور ریسٹورینٹ کے مقابلے میں Vaclevske Square کے علاقے میں کھلی گلیاں نئی تعمیرات ہیں۔

انٹرنیشنل ائرپورٹ Ruyzne سے ٹیکسی لے کر ہم Hotel William جو 5 Hellichova, Prague کے تین [illegible] پورٹ سے نزدیک واقع ہے۔ وہ علاقہ جہاں ہوٹل واقع ہے Hradcany کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ ہوٹل مشہور Charles Bridge سے چند منٹوں کے فاصلے پر ہے اسی طرح کئی تاریخی، کلچر، خرید و فروخت اور تفریح کے مقامات قریب ہیں۔ اس تین منزلہ ہوٹل میں کمرے کے ساتھ پرائیویٹ باتھ روم تمام منزلوں پر ہیٹنگ کا بندوبست اور ٹی وی کی سہولت میسر ہیں۔ کمرے کا کرایہ ہم میاں بیوی کیلئے رات کے 52$ تھا۔ ہوٹل کی سہولتوں اور اس کی جائے وقوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرایہ بالکل مناسب تھا۔ دس کلومیٹر کا سفر طے کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ Prague کا ٹرانسپورٹ کا نظام نہایت ستھرا اور efficient ہے۔ بجلی کی trolley buses، electric trams اور underground سسٹم شہر اور مضافات کو ہر طرف سے ملا دیتے ہیں۔ ائرپورٹ سے بھی شہر جانے کیلئے ہر وقت تیار کھڑی ہوتی ہیں۔ چونکہ ہم گرمیوں کے موسم میں وہاں تھے جب ہم Charles Bridge پر پہنچے تو ایک میلے کا سماں تھا اسے کھلی نمائش گاہ کہا جا سکتا ہے۔ میوزک سٹیج اور ہر چیز کی خرید کیلئے سٹال لگے ہوئے تھے خاص طور پر روسی گڑیاں اور Czech crystals وغیرہ وغیرہ۔ پل پر اور شہر کے درمیانی حصہ میں ہر طرف بیٹھے ہوئے آرٹسٹ جو چند منٹوں میں وہاں کے لوگوں کے caricature بنا دیتے تھے۔

Charles Bridge Karlov جسے King Charles IV نے شروع کروایا تھا۔ Prague کی شہری نشانی ہے۔ یہ پل تین سو میٹر لمبا اور دس میٹر چوڑا ہے۔ ایک کنارے پر دو towers اور دوسرے سرے پر ایک tower ہے۔ پل کے دونوں طرف ہر تیس میٹر کے فاصلے پر Barque بت بنے ہوئے ہیں جو کہ عام طور پر saints کے ہیں جس طرح روم کے Trevi فوارے کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کوئی وہاں کے پانی یا اس میں ایک سکہ پھینکے تو دوبارہ روم ضرور لوٹتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے

Marfat.com

اسی طرح اس پل کی ایک خاص جگہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کوئی خواہش کی جائے تو وہ خواہش پوری ہو جاتی ہے۔ اس جگہ کا رنگ نہایت چمکدار ہے کیونکہ ہزاروں لوگ اس پر ہاتھ مس کرتے ہیں۔ اس پل اور Castle کے درمیان پہاڑی کی ڈھلان پر Prague کا سب سے پرانا اور دلکش علاقہ بنام Mala Strana ہے۔ یہ شاہی راستہ تھا، Bohemian بادشاہوں کے تخت نشینی کے جلوس اسی راستے سے گزر کر اونچی سڑک Nerudova کی طرف جایا کرتے۔ اس اونچی سڑک کے دونوں طرف Ornate facades بڑے بڑے لکڑی کے دروازے اور پیچیدہ لوہے کے گیٹ دوکانیں اور پرانے پرانے ہوٹل اور چند ایک ریسٹورینٹ اور pubs ہیں۔ یہاں کی ضروری عمارت اٹھارویں صدی کی St. Nicholas کا گرجا ہے جس کا سبز گنبد اور مینار خاص طور پر Prague کی شناخت ہیں۔ Kampa کے علاقے کو بعض دفعہ Prague کا Venice کہا جاتا ہے۔ یہ ایک تنگ جزیرہ دریا کے کنارے کے قریب اور سفید swan شاہانہ طریقے سے تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

Old Town Square (Staromestke Namestic) کسی زمانے میں ایک مارکیٹ ہوا کرتی جہاں پھانسی دی جاتی تھی۔ اس Square میں ہر وقت جادوگر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں اور مداری اور بازیگر پرانے سکوں کی اسی وقت نقل تیار کر دیتے ہیں۔ کئی لوگ قدیم زمانے کے لباس پہنے ہوئے تلوار بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ Old Town Hall پر چودھویں صدی سے Observation tower ہے اور نادر اور مشہور Astronomical Clock نصب کیا گیا ہے جس پر ہر ساٹھ منٹ کے بعد چار سو سال سے حضرت عیسیٰ اور ان کے بارہ حواری پریڈ کرتے ہیں اور موت کے ایک ہاتھ نے hour glass کو الٹا کر دیا ہے۔

Prague کے ghetto کی ایک افسانوی تخلیق gargoyle ہے۔ روایت کے مطابق سولہویں صدی میں ایک عالم rabbi نے Vltava کی مٹی سے ایک انسان کا مجسمہ اپنے لئے نوکر تیار کیا اور اس کے منہ میں Hebrew زبان میں لکھا ہوا کوئی تعویذ ڈالا تو اس میں جان پڑ گئی۔ gargoyle اس کا نہایت تابعدار اور وفادار ثابت ہوا۔ اس نے ghetto کے عوام کی خدمت کی یہاں تک کہ ایک دن rabbi اپنے monster کو "switch off" کرنا بھول گیا اور وہ سرکش ہو گیا۔

Rennes، France

Marcos Tulio Diaz، اسسٹنٹ پروفیسر، جو کہ میری ریسرچ ٹیم میں شامل تھے اور میں Cumaná سے Caracas پہنچے وہاں سے ائیر فرانس کی فلائیٹ سے Rennes جانے کیلئے پیرس گئے۔ چونکہ Rennes میں ایک کانفرنس *Primer Multicolloque Europeen de Parasitologie, Rennes, France 1-4 September* میں تحقیقی مقالات پیش کرنے تھے۔ پیرس سے تیز رفتار ٹرین (TVG) سے کوئی دو گھنٹے میں پہنچ گئے۔ Rennes یونیورسٹی کے ہوسٹل میں دوسری منزل پر ہماری رہائش کا بندوبست پہلے سے ہی کیا گیا تھا۔ جیسا کہ اکثر ہوسٹلوں میں ہوتا ہے کسی کمرے میں کوئی ملحقہ باتھ روم نہ تھا بلکہ تمام منزل کیلئے common باتھ روم تھے۔

میرا اس کانفرنس میں شرکت کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا کیونکہ پہلی دفعہ منعقد ہو رہی تھی اس لئے زیادہ سائنسدانوں کی شرکت متوقع نہ تھی مگر میں نے آخرکار فیصلہ کر ہی لیا کیونکہ میں Marcos کو بین الاقوامی کانفرنسوں میں حصہ لینے کی تربیت دینا چاہتا تھا۔ دوسرے دو فرانس کے رہنے والے سائنسدانوں سے میرا Reprint exchange کا سلسلہ چل رہا تھا۔ ایک Dr. C. Combes اور دوسرے کا نام Dr. L. Euzet تھا۔ Dr. C. Combes چند سالوں کے بعد میری لیبارٹری میں Cumaná ریسرچ کرنے پہنچے گئے۔ اسی طرح ایک اور موقع پر امریکن J. J. Sullivan نے بھی میری لیبارٹری میں کوئی تین مہینے گزارے۔

distinguished پروفیسرز تجربہ کار اور جنہوں نے کافی تحقیقی پیپرز پبلش کئے ہوں، کو یونیورسٹی یا CONICIT (ضمیمہ 152) کی طرف سے *viajes* سفر کرنے کا کرایہ وغیرہ جسے T.A یعنی ٹریول الاؤنس کہا جاتا ہے اور *viaticos* (D

Marfat.com

A یعنی ڈیلی الاؤنس (ہوٹل میں رہائش اور کھانے پینے کے اخراجات) کاغذی کارروائی پوری کرنے کے بعد مل جاتے ہیں۔ سفر کے کرایے میں چھوٹے بڑے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا مگر تنخواہ کو مدنظر رکھتے ہوئے زیادہ تنخواہ پانے والے کو زیادہ viaticos اور اس کے مقابلے میں کم تنخواہ والے کو کم viaticos دیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں پر ائرپورٹ ٹیکس ہو تو اس کی رقم بھی ادا کی جاتی ہے۔

چونکہ شام کا وقت تھا۔ کانفرنس کیلئے رجسٹریشن تو صبح ہی ہو سکتی تھی۔ Marcos کا پیپر دوسرے دن دس بجے اور میرا پیپر اسی روز پچھلے پہر چار بجے تھا۔ ہوٹل کے قریب کھانے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔ کوئی آدھ گھنٹہ چلنے کے بعد ایک کیفے میں کھانا کھایا۔ سفر کی تھکن کی وجہ سے ہم دونوں بیحد نڈھال ہو رہے تھے لہذا واپس پہنچ کر گہری نیند سو گئے۔

دوسرے دن رجسٹریشن سے فارغ ہونے کے بعد چند سائنسدانوں سے میری ملاقات ہوئی جنہیں میں خط وکتابت اور تحقیقی کام کی اشاعت ہونے کی وجہ سے جانتا تھا۔ Marcos میرا سٹوڈنٹ بھی رہ چکا تھا اور اس سے ہمارے گھریلو تعلقات قائم ہو گئے۔ جب وہ یونیورسٹی سے فارغ ہوا تو میں نے اسے اپنی لیبارٹری میں ہی ملازمت دلوا دی۔ چند سالوں بعد اس نے انگلینڈ میں Ph. D کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے اس کے behalf پر انگلش میں Leeds یونیورسٹی کے ایک پروفیسر سے خط وکتابت شروع کر دی۔ Marcos کی انگلش نہ ہونے کے برابر تھی وہ صرف خطوط پر دستخط ہی کیا کرتا لہذا اسے Ph. D کیلئے داخلہ مل گیا میں نے اسے بڑا سمجھایا کہ تھوڑی بہت انگلش سیکھ لو تمہارے کام آئیگی لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی آخر وہ وقت آ گیا جب وہ Leeds یونیورسٹی پہنچنے کیلئے ہوائی جہاز کے ذریعے لندن روانہ ہو گیا۔ اس کا پروفیسر اسے لینے کیلئے Leeds کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا جب اس کی کار ریلوے سٹیشن سے روانہ ہوا تو پروفیسر نے ایک سائن بورڈ کی طرف اشارہ کیا "یہ سڑک سیدھی Leeds یونیورسٹی کو جاتی ہے۔" Marcos نے پیچھے مڑ کر اور کوئی چھوٹی انگلش میں جواب دیا "بورڈ بہت خوبصورت ہے" خیر اس نے تقریباً چھ ماہ میں اپنی ضرورت کی انگریزی سیکھ لی۔

ریسرچ کے دوران اس کی ملاقات Taiwan کی ایک لڑکی سے ہوئی جس کا نام Suzan Tai تھا اور وہ Electron Microscope کی مدد سے Molecular Biology میں Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے ریسرچ کر رہی تھی۔ ان کی دوستی یہاں تک بڑھی کہ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ Marcos مجھے خط وکتابت کے ذریعے اپنے معاشقے کی اطلاع دیتا رہتا۔ کوئی ساڑھے تین سال کے بعد ان دونوں نے Ph. D کی ڈگری حاصل کر لی۔ اب وہ خاتون Suzan Tai de Diaz ہو گئی میں انہیں Cumana کے ائرپورٹ پر لینے گیا وہ میرے گھر کی Quinta Porzana میں لمبے ہی مہمان رہے۔

Marcos لمبا قد، گندمی رنگ، مونچھیں، بھرا ہوا جسم اور چشمہ لگایا کرتا۔ اسے طالب علمی کے زمانے میں ہی لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ اور محبت کی چھوٹی موٹی ... ویسے وینزویلا کی سوسائٹی بھی تو آزاد ہے البتہ پڑھائی میں خوب دل لگاتا اور ریسرچ بھی خوب کیا کرتا۔ جب وہ یونیورسٹی سے فارغ ہوا تو میں نے اسے نوکری دلانے کی کوشش شروع کر دی۔ اس دور میں ہمارے سائنس سکول کا ڈائریکٹر Dr. John de Abate تھا جو Costa Rica, Central America کا رہائشی تھا ایک شام Dr. Abate نے مجھے اپنے پاس بلایا ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد مشورہ دیا "پروفیسر Marcos کی ہوا کچھ ٹھیک نہیں اسے نوکری مل گئی تو وہ لڑکیوں کی طرف زیادہ توجہ دینا شروع کر دے گا اور پتہ نہیں اس کا انجام کیا ہو" کیونکہ مجھے ایک محنتی ریسرچر کی ضرورت تھی جو میرے جتنا کام تو شاید نہ کرے مگر کسی حد تک تو ضرور کرے۔ میں نے اس کو جواب دیا:

"John! اس کی عادات سے ہم سب بخوبی واقف ہیں مگر سوال ہے ریسرچ کا اور ریسرچ پیپرز شائع کرنے کا" میں نے اسے convince کر لیا اور Marcos کو یونیورسٹی میں انسٹرکٹر کی نوکری مل گئی اس نے خوب ریسرچ کی اور میرا جونیئر author ہونے کی حیثیت سے بیس سے زیادہ ہم دونوں نے اکٹھے ریسرچ پیپر شائع کئے۔

اب Suzan کی نوکری کا سوال تھا۔ میں نے ایک ریسرچ پراجیکٹ تیار کیا جس میں Electron Microscope کی ضرورت تھی۔ اس پراجیکٹ کو CONICIT جس کا دفتر Caracas تھا پیش کیا۔ فیڈرل گورنمنٹ کا ادارہ ہونے کی وجہ سے CONICIT کے پاس ریسرچ کے equipment، ٹی اے، ڈی اے، تنخواہیں اور معاون سائنسدان رکھنے کیلئے کافی فنڈز تھے۔

Marfat.com

اور تقریباً تمام قسم کے اخراجات شامل تھے۔ پراجیکٹ منظور ہوئی میں ڈائریکٹر Marco اور Suzan میرے مددگار اور Suzan کی تنخواہ بھی ریسرچ فنڈ سے ہی مقرر ہوگئی لیکن یہ contract تھا جو کہ میں ہر سال renew کرنے کیلئے CONICIT سے درخواست کرسکتا تمام اخراجات کیلئے چیکوں پر دستخط میں ہی کرتا۔ Marcos اور میں تو پہلے ہی یونیورسٹی کے سٹاف پر تھے۔

میں نے جاپان، ہالینڈ اور جرمنی کی کمپنیوں سے جن کے دفاتر Caracas میں تھے Electron Microscope کی خرید کیلئے رابطے شروع کر دیئے۔ چند ہفتوں کے بعد ان کے نمائندے میری لیبارٹری میں آنا شروع ہو گئے مجھے پہلی بار پتہ چلا۔ اس قسم کی قیمتی مائیکروسکوپ کی خرید نے کیلئے کمیشن ایک ضروری حصہ ہے۔ میرا فیصلہ ہالینڈ کی فلپس مائیکروسکوپ پر تھا ایک اور نے مجھے پڑھایا کہ "مال" کیسے بنایا جاتا ہے۔ نمائندوں نے مجھے بتایا کہ مائیکروسکوپ کی اصل قیمت سے زیادہ invoice بنائی جاتی ہے اور اس طرح سے مجھے کمیشن مل جائے گی۔

اسی سال جولائی کے مہینے میں فرخ اور میں نے پاکستان آنا تھا مجھے پتہ ہی نہیں کہ جاپانی نمائندے کو کیسے خبر ہوئی کہ ہم پاکستان جا رہے ہیں اس نے ایک روز دو ہوائی ٹکٹ وینزویلا سے کراچی کے میرے سامنے رکھ دیئے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ وہاں ہم کمپنی کے نمائندے کی حیثیت سے ہوٹل میں رہیں گے۔ میں نے اس قسم کا کام زندگی بھر نہیں کیا اور نہ ہی مجھے اس کی کبھی ضرورت پڑی کیونکہ میری تنخواہ بہت اچھی تھی اچھا خاصا بنگلہ تعمیر کر لیا تھا۔ دو کاریں تھیں اس دوران میں نمائندوں نے مہنگے ریسٹورانٹس میں دعوت دیئے مگر میرا جواب ہمیشہ ہی "No" تھا۔

آخرکار فلپس کی مائیکروسکوپ خرید لی گئی اور ریسرچ شروع ہوئی۔ آئے دن Marcos اور Suzan مجھ سے پی ایچ ڈی اے مانگتے رہتے پھر یہ تو میں نے برداشت کیا مگر پھر صاف جواب دے دیا کہ میرے پاس یونہی رقم ضائع کرنے کیلئے نہیں ہے یہ بات Suzan کو ناگوار گزری۔ وہ ایک dominant چھوٹے قد کی منافقانہ مسکراہٹ کی مالک چشمہ لگائے اور کالی زبان کی اپنی مثال آپ تھی۔ اس نے Marcos کو اکسایا اور وہ ہماری رہائش گاہ چھوڑ کر ایک فلیٹ میں منتقل ہو گئے۔

ان دونوں کو پتہ چلا کہ یونیورسٹی مجھے Secretario Ejecutivo Consejo de Investigacion (تحقیقی کونسل کا ایگزیکٹو سیکرٹری) مقرر کرنے والی ہے۔ انہوں نے سردھڑ کی بازی لگا دی کہ مجھے یہ پوسٹ نہ دی جائے مگر یہ پوسٹ مجھے ملی تھی اور تھی جو میں نے سخت محنت دیانتداری ملنساری تحقیقی مقالے پبلش کرنے کی وجہ اور مہمان نوازی سے حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ میرا بھائی انور اور میں وینزویلا کی سب سے بڑی سیاسی پارٹی Accion Democratica (جمہوری ایکشن) میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور میں کافی رقم خرچ کیا کرتا۔ مجھے یہ نوکری مل ہی گئی اور وہ دیکھتے ہی رہے۔

Suzan ماں بننے والی تھی جب لڑکے کی پیدائش ہوئی تو میں نے ریسرچ پراجیکٹ سے اخراجات ادا کر دیئے کیونکہ وہ یونیورسٹی کی ملازم نہ تھی صرف ریسرچ کیلئے contract پر تھی۔ چند مہینوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ Marcos نے Suzan کا خاوند ہونے کی حیثیت سے یونیورسٹی سے بھی بچے کی پیدائش کے اخراجات لے لئے۔ میں نے بڑی ذاتی ڈپٹ کی اور صاف صاف کہہ دیا "ریسرچ گرانٹ سے لی ہوئی رقم واپس کرو نہیں تو میں اس پراجیکٹ سے سبکدوش ہو جاؤں گا۔" انہوں نے وعدہ کیا کہ لوٹا دیں گے۔ میں نے CONICIT کو بھی اس معاملے سے آگاہ کر دیا جب پیچیدگی زیادہ ہونے کے بعد انہوں نے معمولی رقم لوٹائی تو میں پراجیکٹ سے دست بردار ہو گیا۔ آہستہ آہستہ میرے ان سے تعلقات ختم ہو گئے یہاں تک کہ بول چال بھی بند ہوئی۔ Suzan کو یونیورسٹی نے contract پر ہی رکھا کیونکہ افسران بالا کو پتہ چل گیا کہ وہ فریبی عیاش مکار اور سازشی ہے لہذا وہ کبھی بھی tenure حاصل نہ کر سکی اور ہر سال اسکے contract کی تجدید ہوتی رہی۔ ان کے تین بچے پیدا ہوئے اس نے Marcos کی زندگی تلخ کر دی اور ان میں طلاق ہوگئی لہذا وہ بچوں کو Marcos کے پاس چھوڑ کر واپس Taiwan چلی گئی۔

بات کہاں سے کہاں چل نکلی۔ ایک رات فرانس کے علاوہ مشرقی یورپ کے مخلوط سائنسدان اور ہم دونوں کھانا کھانے کیلئے ایک نائٹ کلب میں جا نکلے۔ کھانے کے ہال کی ایک دیوار میں ایک دروازہ جس کے پیچھے ایک دوسرے کمرے میں مدھم سی دھیمی دھیمی روشنی اور میوزک کے ساتھ ڈانس اور شروبات کا سلسلہ بھی تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم تمام لوگ بھی اس کمرے میں جا پہنچے

Marfat.com

کئی سائنسدان میرے ہم عمر کئی بوڑھے اور کئی Marcos کی طرح جوان تھے۔

مجھے ہوسے سائنسدانوں کی ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ جہاں بھی ہوں ریسرچ کے متعلق ہی باتیں کرتے رہتے ہیں چند ایک اور سائنسدان اور میں بھی اسی طرح ریسرچ میں ہی ڈوبے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی اٹھ کر کسی خاتون سے ڈانس کر لیتے پھر وہی ریسرچ کی باتیں۔ Marcos جو کہ mujeriego (عورتوں کے پیچھے بھاگنے والا) چونکہ شراب نوشی اور ڈانس کا دلدادہ تھا اور وینزویلا میں اکثر شرابی ہو کر جو کہ اکثریت سے وینزویلین کی عادت ہے لڑائی جھگڑا بھی شروع کر دیتا۔ تقریباً تمام وقت ڈانس فلور پر ہی رہا۔ میں نے اسے ایک میز پر ایک لڑکی اور دو اور جوان فرانسیسیوں سے بحث مباحثہ کرتے ہوئے دیکھا لہذا میں اپنے میز سے اٹھ کر اس کے نزدیک گیا۔ سپینش، فرنچ، اٹالین، اور پرتگیز کی طرح رومانس زبان ہے اگر ایک زبان پر عبور حاصل ہو تو دوسری زبانوں کو سمجھنے میں مشکل نہیں البتہ فرانسیسی زبان کا تلفظ مشکل ہے۔ اور ذرا سختی سے کہا:

"Marcos جھگڑا وغیرہ مت کرنا ہم اپنے ملک میں نہیں کسی الجھن میں نہ پھنس جائیں۔"

"دوستیں وغیرہ میں نے ان لوگوں کا ایسی بھی کوئی بات نہیں۔" جواب ملاحظہ فرمائیے۔

"بس بند کرو زیادہ شراب نوشی اور چلو میرے میز پر۔"

"نہیں میں ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

اس نے میری ایک نہ سنی اس لڑکی اور لڑکوں سے تکرار شروع رکھی۔ بات یوں تھی کہ Marcos خوبصورت قد آور جسم ہونے کی وجہ سے ہینڈسم تھا۔ لڑکی Marcos پر فدا ہو گئی کہ Marcos کا لڑکی پر دل آ گیا۔ ان دونوں لڑکوں میں سے مذکورہ لڑکی ایک کی گرل فرینڈ تھی جب بحث وغیرہ چل رہی تھی تو میوزک بند ہونے کا وقفہ تھا۔ دوبارہ میوزک شروع ہوا تو Marcos لڑکی کا بازو پکڑ کے ڈانس فلور پر قدم رکھنے ہی والا تھا کہ ان میں سے ایک لڑکے نے لڑکی کا دوسرا بازو پکڑ لیا اور اس کو روکنا چاہا مگر Marcos ان کو چھوڑ کے ڈانس فلور پر لے ہی گیا۔ تھوڑی دیر بعد ستانے کیلئے دونوں اس میز پر پہنچے تو پتہ نہیں کس طرح ہنگامہ شروع ہو گیا اور Marcos دونوں سے ہاتھا پائی پر اتر آیا۔ اس ہنگامہ آرائی کی وجہ سے میوزک دوبارہ بند ہو گیا۔ نائٹ کلب کی انتظامیہ اور میں نے کسی طرح معاملہ رفع دفع کروا دیا۔

آدھی رات سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا۔ میں Marcos کو ایک ہاتھ سے تھامے نائٹ کلب سے باہر چل دیا۔ عجب اتفاق تھا کہ کسی قسم کی ٹرانسپورٹ نظر نہ آئی۔ ہم نے ہوٹل کی طرف پیدل ہی چلنا شروع کر دیا میں راستے میں ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہا مگر وہ زیادہ شراب نوشی کی وجہ سے الٹیاں کرتا چلا جا رہا تھا۔ دوسرے روز ٹرین میں بیٹھ کر واپس پیرس سے وینزویلا جانے کیلئے پہنچ گئے۔

پیرس میں کوئی اچھا ہوٹل نہ ملا کیونکہ اچھے ہوٹلوں کی گرمیوں میں سیاحوں کی بہتات کی وجہ سے ایڈوانس بکنگ کروانی پڑتی ہے۔ ایک رات تو ہوٹل کے کمرے سے ہی باہر نہ نکلے۔ دوسرے روز پیدل ہی پیرس میں گھومتے گھماتے رہے رات کو Marcos پیرس کے مشہور Latin Quarters میں تفریح وغیرہ کیلئے جانا چاہتا تھا۔ اس نے بہت مجبور کیا مگر میں نے صاف انکار کر دیا۔ مجھے پتہ تھا کہ وہ ضرور گل کھلائے گا۔ میں اسے ہوٹل کا پتہ اور ٹیلیفون دینا بھول ہی گیا نہ ہی اسے خیال آیا۔

ہوٹل کے باہر سائیڈ واک کیفے سے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد کافی پی دوسرے گاہکوں کی طرح جیسا کہ ایسے کیفے کا رواج ہوتا ہے سڑک پر آمد و رفت دیکھتے رہے۔ یورپ کے Mediterranean ممالک مثلاً اٹلی، فرانس، اور سپین کے سائیڈ واک کیفے خاص طور پر مشہور ہیں۔ کوئی دس بجے کا وقت تھا تو Marcos نے Latin Quarters کی طرف جانے کیلئے ایک ٹیکسی کو روکا۔ میں نے پھر سختی سے تاکید کی کہ Marcos ذرا احتیاط سے۔ "No te preocupes hermano" (بھائی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) میں اس کے جانے کے کوئی آدھ گھنٹہ بعد اپنے کمرے میں لوٹا حسب عادت کچھ پڑھنے کے بعد سو گیا۔

صبح کوئی آٹھ بجے کے قریب اٹھا۔ کوئی نو بجے ہوں گے کہ تیار ہو گیا Marcos تھا کہ تمام رات واپس نہ لوٹا اور کوئی آثار بھی نظر نہ آ رہے تھے۔ اس کی واپسی کا ٹکٹ اور سامان میرے کمرے میں ہی تھے۔ نیچے آ کر ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ناشتہ کیا اس کے بعد فرح کیلئے شاپنگ کرنے کیلئے چل نکلا۔ فرح ہمیشہ اچھی قسم کا پرفیوم پسند کرتی جیسا کہ کہیں ذکر کیا جا چکا ہے جب بھی میں ملک سے

Marfat.com

باہر ہوتا تو ہر رات فرخ سے ٹیلیفون پر وینز ویلا میں رابطہ رکھتا۔ فرخ کو آخری رات جب میں نے ٹیلیفون کیا تو اس نے کہا کہ میرے لئے تین ساڑھیوں کا کپڑا اور اچھا سا پرفیوم ضرور لے کر آنا۔ گھومتے گھماتے ایک شاپنگ سینٹر پر پہنچا جہاں پر سڑک کے دونوں طرف کئی کپڑوں کی کافی دکانیں تھیں۔ ایک دکان جس کا مالک مراکش کا رہنے والا تھا، سے فرخ کے پسندیدہ رنگ ہلکا نیلا، کالا اور زرد اپنے اندازے کے مطابق سات میٹر ایک ساڑھی کیلئے اکیس میٹر کپڑا خرید لیا۔ میں نے اس سے گفتگو سپینش میں کی۔ ساڑھیوں کے کپڑے کیلئے 425 امریکن ڈالر ایک اور دکان سے پرفیوم کی شیشی خریدی۔ میرا خیال تھا کہ انہوں نے مجھ سے زیادہ ہی پیسے بٹور لیے ہیں مگر جب واپس وینز ویلا لوٹا تو فرخ نے کہا اتنا قیمتی کپڑا اور اتنا اچھا پرفیوم رقم ٹھیک ہی ہے۔

دوپہر کا کھانا بھی ایک سائیڈ واک کیفے میں کھایا۔ پچھلے پہر کے قریب ہوٹل واپس لوٹا تھکا ٹوٹا ہوا تھا کیونکہ پیدل ہی چل رہا تھا۔ siesta (قیلولہ) خوب کیا۔ شام کے قریب سائیڈ واک کیفے میں آ کر بیٹھ گیا کافی کا آرڈر دیا اب میری پریشانی بڑھتی ہی کیونکہ دوسرے دن رات کے وقت ہم نے ائر فرانس کی پرواز سے واپس لوٹنا تھا۔ اسی پریشانی کے عالم میں تھا کہ یکلخت Marcos آ ٹپکا۔ سوٹ پر سلوٹیں، دھبے اور ٹائی غائب ''Marcos کیا ہوا؟''

''میرے پاس نہ ہوٹل کا پتہ نہ ٹیلیفون نمبر تھا آدھی رات سے زیادہ دیر تک تو ایک بار میں رہا جہاں مجھے وینز ویلا کا ایک اور شخص مل گیا جس کا قریب ہی اپنا فلیٹ تھا اور وہ کوئی کاروبار کیا کرتا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ فلیٹ میں لے گیا صبح سو کر اٹھا تو مجھے یہ خیال آیا کہ میرے پاس تو ہوٹل کا پتہ ہی نہیں مگر کچھ اندازہ ضرور تھا۔ دوپہر کا کھانا اس کے ساتھ کھایا اور پیدل چل نکلا آخر آن ہی پہنچا ہوں'' اس نے کھسیانی ہنسی میں جواب دیا۔

Moscow

Airport: Cumaná شہر سے مجھے XXI World International Veterinary Congress جو Moscow کے Hotel Rossia میں تین سے سات جولائی 1979 کو منعقد ہو رہی تھی۔ شرکت کے لیے Moscow کے ائرپورٹ Sheremetyevo-II کے لیے روانہ ہونا تھا۔ اس ائرپورٹ کے علاوہ ماسکو میں چار اور airports ہیں جو روس کے اندر دوسرے حصوں اور پرانی روس کی Republics کو serve کرتی ہیں۔ Sheremetyevo-II ماسکو سے شمال میں چوبیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ روس کی principal ائرپورٹ جہاں سے یورپ کے دوسرے مشہور شہروں کے لیے جہاز پرواز کرتے ہیں اور اسی طرح جہاز سیدھے Havana (Cuba) جنوبی امریکہ) New York city، Montreal، Canada، Tokyo اور دوسرے بیرونی ممالک کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ Sheremetyevo-I زیادہ تر اندرونی ملک کے شہروں کے لیے استعمال میں جبکہ Vnukovo ماسکو کے جنوب مغرب میں 15 میل کے فاصلہ پر بھی اسی طرح مصرف میں لائی جاتی ہے۔ دوسری اندرون ملک کے لیے Bykovo ماسکو کے جنوب مشرق میں تیس میل کے فاصلہ پر اور Domodedovo جنوب میں اٹھائیس میل پر airports ہیں۔

International کانفرنسوں کے قواعد و ضوابط کے مطابق research paper کے resumen پہلے ہی بھیج دیئے اور چند ہفتوں کے بعد مجھے کانفرنس کا brochure مل گیا۔ سردست یہ بھی بتا دینا مناسب ہوگا کہ تمام اخراجات میری یونیورسٹی کے ذمہ تھے۔ ہوائی جہاز کی واپسی کا ٹکٹ بھی مجھے مل گیا اور رہائش اور کھانے پینے کے تمام اخراجات بھی ایڈوانس پے ہو گئے۔ مقررہ کانفرنس تو فقط ایک ہفتہ کیلئے تھی مگر ایک ہفتہ مزید ٹھہرنے کیلئے اپنے پاس احتیاطاً ڈالر رکھ لیے۔

کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی نے مختلف ممالک میں شرکت کرنے والوں کو سرکاری دعوت نامے تو ارسال کر دیئے مگر visa وغیرہ حاصل کرنے کیلئے کوئی کاغذات نہ بھیجے جس کی مدد سے وینز ویلا کے دارالخلافہ Caracas میں جا کر روس کے سفارت خانہ سے visa لے سکتا لہذا میں نے اپنی یونیورسٹی کی انتظامیہ کی وساطت سے ماسکو میں ہونے والی کانفرنس کی انتظامیہ کے سیکرٹری کو ایک telex بھجوا دی کہ ویزہ کا کیا بندوبست ہے؟ دوسرے دن مجھے جوابی telex موصول ہوئی کہ سفارت خانہ سے ویزہ لینے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

جب آپ ماسکو ائیرپورٹ پر پہنچیں گے تو اپنا پاسپورٹ اور ہمارا دعوت نامہ دکھانے پر ویزہ مل جائیگا۔

یہاں تو عرض کرتا چلوں کہ جب انتظامیہ نے کانفرنس کا brochure بھیجا تو اس میں تین ہوٹلوں کے نام درج تھے۔ جن میں سے سب سے مہنگا ہوٹل Rossia (جس کے معنی ہیں Russia) اور سنگل روم کا کرایہ ایک رات کیلئے ستائیس ڈالر تھا۔ مگر اس کی بکنگ کیلئے full payment پیشگی کرنا لازمی تھی لہذا میں نے دو ہفتہ کیلئے 378 ڈالرز کا چیک بھیج دیا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کر دی کہ میں فلاں فلاں وقت ماسکو کی Sheremetyevo-II ائیرپورٹ پر پہنچ جاؤنگا۔ قریباً دو ہفتوں کے بعد انہوں نے مجھے ہوٹل Rossia کا voucher بھیج دیا۔

پروگرام کے مطابق میں Cumana کے ائیرپورٹ سے Avensa ائیرلائن کے ذریعہ کوئی 45 منٹ میں Caracas کی Maiquetia ائیرپورٹ پر وارد ہوا اور وہاں سے پچھلے پہر میری Pan Am فلائٹ نیویارک تک تھی۔ نیویارک میں قریباً پانچ گھنٹے کی فلائٹ کے بعد پہنچ گیا۔ J.F.K نیویارک کی ائیرپورٹ پر قریب چار گھنٹے انتظار کرنے کے بعد Air France کی فلائٹ سے پیرس پہنچا۔ وہاں سے میں نے Jal (Japanese Airlines) جو کہ Arctic سے ہوتی ہوئی Tokyo پہنچتی ہے سے سفر کرنا تھا۔ اس فلائٹ نے وقت قریباً ایک بجے بعد دوپہر کے پیرس سے Moscow پرواز کرنا تھی۔ اس زمانے میں پیرس کی یہ انٹرنیشنل ائیرپورٹ Orly ہوا کرتی۔ یہ پیرس کے جنوب میں واقع اور اب خاص طور پر اندرون ممالک، یورپ اور chartered flights کے استعمال میں لائی جاتی۔ 1974 میں ایک نئی انٹرنیشنل ائیرپورٹ Charles de Gaulle کا افتتاح ہوا جو Paris سے باہر 23 میل دور Roissy کے مقام پر تعمیر کی گئی۔ Le Bourget اور Orly کی airports سے pressure کم کرنے کے لیے یہ غرض وجود میں لائی گئی۔

Orly ائیرپورٹ کی وہ lounge جس میں ماسکو جانے والے بیٹھے صرف 17 مسافر تھے کیونکہ ان دنوں ماسکو میں جانا اسقدر آسان نہ تھا۔ visa کی نہایت سختی سے پابندی عائد تھی۔ میں وہاں ایک عجیب و غریب ہیئت کا شخص تھا۔ سر منڈا ہوا، منہ میں سگار، Raybar کا چشمہ، ایک کندھے سے لٹکتا ہوا travel bag، دوسرے کندھے سے ایک still اور movie کیمرہ لٹکائے، ایک ہاتھ میں مختلف قسم کے میگزین، انگلش، French اور Spanish، ایک کالے رنگ کا اٹیچی جو کہ coded نمبر سے کھلتا تھا، aircabin میں لے جانے کی اجازت ہوتی، trolley پر رکھے ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔

مشہور ہے کہ French اپنی زبان کے علاوہ انگلش بھی آتی ہے۔ لیکن آپ انگلش میں کوئی سوال کریں تو وہ ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے وہ سمجھے نہیں تھے۔ چونکہ میں بے چینی اور اضطرابی کیفیت سے دوچار تھا کہ کب فلائٹ بورڈ کرنے کی announcement ہوگی تو اسی تذبذب میں ایک خوبصورت جوان French لڑکی جو کہ اس lounge کی انچارج تھی، سے انگلش میں پوچھا کہ ماسکو جانے والی فلائٹ کا departure کب announce ہوگا۔ اس نے ایسے تاثر دیا جیسے میرا سوال اس سے نہ کیا گیا ہو۔ گویا میں نے کسی دیوار سے سوال کر دیا ہو۔ پھر میں نے وہی سوال Spanish میں کیا۔ اب وہ مثبت انداز میں مسکرائی اور نہایت مودبانہ لہجہ میں Spanish میں ہی جواب دیا "قریباً پندرہ منٹ بعد"۔

depature کیلئے announcement ہوئی تو میں اس دروازے کی جانب چل دیا جہاں سے گزر کر Jal کے جہاز میں سوار ہونا تھا۔ اس پر چار محافظ کھڑے تھے جو کاربینوں سے لیس تھے۔ وہ مجھے روک تو نہ سکے۔ چونکہ روسی امیگریشن کا معاملہ اور انکی ویزا پالیسی سے تو میں پہلے ہی گزر چکا تھا مگر جو باتیں وہ فرنچ زبان میں کر رہے تھے مجھے یہی سمجھ میں آیا "کوئی پاگل آدمی ہے۔ ساتھ ہی میں ہی کوئی ہوگا"

میں نے جہاز میں داخل ہوتے وقت اپنا boarding card ائیرہوسٹس کو دکھایا جس نے مجھے انگلش میں خوش آمدید کہا اور میری سیٹ کی طرف رہنمائی کی جو کہ window سیٹ تھی۔ جو لوگ ہوائی جہاز میں اکثر سفر کرتے ہیں۔ میری تائید کریں گے کہ window سیٹ نسبتاً آرام دہ ہوتی ہے کیونکہ دوسرے مسافروں کی مداخلت نہیں ہوتی۔ نجانے یہ جہاز کہاں سے آیا تھا جونہی میں اندر داخل ہوا تو مسافروں سے کچھا کچھ بھرا ہوا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ہوسکتا ہے ان مسافروں میں اکثریت کانفرنس مندوبین کی ہو۔ Orly

Marfat.com

ائرپورٹ پر تو صرف 17 مسافر تھے۔ بہر حال میں اپنی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ حفاظتی بیلٹ باندھ لی اور تھوڑی دیر میں جہاز فضا میں بلند ہو گیا۔ جب جہاز اپنی cruising speed پر آ گیا اور حفاظتی بیلٹ کھولنے کا اعلان ہوا تو میں نے سوچا کہ اٹھ کر چہل قدمی کروں شاید کوئی شناسا مل جائے۔ اگرچہ سگار پینے کا عادی ہوں مگر جہاز میں "No smoking" سیکشن میں بیٹھنے کو ترجیح دیتا ہوں کیونکہ مجھے سگریٹ کا دھواں تنگ کرتا ہے۔ میں نے aisle میں آ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو دو امریکن سائنس دان دوست ڈاکٹر Frank Etges اور ڈاکٹر Paul C. Beaver پر نظر پڑی۔ وہ بھی اٹھ کر aisle میں آ گئے اور ہم تینوں جہاز کے پچھلے حصے میں باتیں کرنے لگے۔ ڈاکٹر Etges نے بتایا کہ ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کانفرنس میں شمولیت کیلئے جا رہے ہیں۔

جہاز کا پہلا سٹاپ Warsaw, Poland کے ائرپورٹ پر ہوا۔ چھ مسافر اترے اور کئی اس میں سوار ہوئے۔ جب جہاز نے ماسکو کے ائرپورٹ Sheremetyevo-II پر land کیا تو جہاز کے cabin میں مسافروں کے اترنے سے پہلے دروازہ کھلنے سے پہلے ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو گیا۔ خصوصاً جو مسافر Warsaw سے سوار ہوئے وہ race میں حصہ لینے والوں کی طرح اندر ہی اندر میں بھاگتے ہوئے ایک ہجوم کی شکل میں جہاز کے دروازے کے قریب اکٹھے ہو گئے۔ کسی میں اتنی تمیز نہیں تھی کہ باقاعدہ line بنا کر آرام سے اترنے کی سعی کرتے۔ بیچاری air hostess نے بڑی مشکل سے دروازہ کھولا اور مسافر جیسے جہاز میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی ایسے چھلانگیں لگاتے ہوئے immigration کی طرف بھاگ نکلے۔ ہم لوگ نہایت مطمئن انداز میں آہستہ آہستہ آرام سے اترے اور ہمارے سامنے پولینڈ والے مسافروں کی دوڑ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں سرپٹ جا رہے تھے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر تھی آخر کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے کہ پولینڈ والے بےتحاشہ بھاگ رہے ہیں۔

جن مسافروں نے Tokyo جانا تھا ان کو جہاز کے عملے نے جہاز میں ہی ٹھہرنے کی ترغیب دی۔ میں متذکرہ دو امریکن دوستوں کے جلو میں اور کئی دیگر مسافر بڑے سلیقے سے runway پر خراماں خراماں چلتے ہوئے immigration کے دروازے تک پہنچے۔ وہاں تو مچھلی بازار جیسی رونق لگی ہوئی تھی۔ لائن میں چلنے کا تصور نہ تھا۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ مسافر ایک دوسرے کو پیچھے دھکیل کر سامنے immigration کی کھڑکی تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں حواس باختہ ہو رہے تھے۔

میری یادداشت کے مطابق وہاں immigration کی تین کھڑکیاں تھیں۔ میں اپنی باری آنے پر ایک تنگ راستے سے گزرا جس کے دونوں طرف سادہ لکڑی کے panels لگے ہوئے تھے۔ چار فٹ کی بلندی پر دونوں panels پر شیشے لگے ہوئے تھے۔ راستہ روکنے کی غرض سے ایک مضبوط لکڑی کا ڈنڈا متوازن لگا ہوا۔ جونہی میں اس کے قریب گیا کھٹاک کی آواز سے ڈنڈا اوپر اٹھ گیا اور مجھے راستہ مل گیا اور میں باسانی immigration کھڑکی کے سامنے آ گیا۔ دفعتاً ڈنڈا اپنی جگہ پر کھٹاک کی آواز سے واپس آ گیا۔ یہ انتظام اس غرض سے تھا کہ ایک وقت میں ایک آدمی (مسافر) اندر آ سکے۔ میری بائیں طرف کوئی چار فٹ کی بلندی پر ایک دو فٹ کی چوڑائی چوڑی لکڑی مستطیل شکل کی لگی ہوئی تھی۔ اس کے درمیان ایک شیشے میں سوراخ جس کے اوپر سے پٹی پر رکھے کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ officer اپنی طرف کھینچ لیتا۔ آفیسر ایک نوعمر پتلا دبلا لڑکا جو کہ فوجی وردی میں ملبوس اور سنجیدہ انداز جیسے مسکرانا بھول چکا ہو۔ شیشے میں سے اس کی گردن اور سر نظر آ رہے تھے۔ میں نے اپنا پاسپورٹ، کانفرنس کا دعوت نامہ اور Yellow fever vaccination certificate اس کے سامنے رکھے۔ آفیسر نے بغیر میری طرف دیکھے کاغذات وہاں سے اٹھا کر اپنے ڈیسک پر رکھ لیے۔ چند دیر وہ کاغذات کی جانچ پڑتال کرتا رہا۔ پھر کبھی میری طرف دیکھتا اور کبھی کاغذات کی طرف۔ وہ اس شغل میں اتنی دیر مصروف رہا کہ مجھے حیرانت سے دوچار کر دیا۔ پھر اس نے ایک فارم پر جو کہ روسی زبان میں تحریر تھا چند ٹھپے اور مہر ثبت کر دی۔ مابعد اس نے میرے سب کاغذات پٹی پر رکھ دیئے۔ میں نے وہ کاغذات سنبھالے اور اس نے کھٹاک سے لکڑی کا ڈنڈا اٹھا دیا جو دوسری طرف تھا اور میں سامان والے ہال میں آ گیا۔ سب سے پہلے میں نے اپنا پاسپورٹ دیکھا۔ اس میں entry کی کوئی مہر وغیرہ ثبت نہ کی گئی۔ میرا دعوت نامہ بھی ویسے کا ویسا ہی تھا البتہ وہ فارم میرے سپرد کی گئی جو مجھے وہاں سے دیا گیا۔ اسی ضمن میں مشرقی برلن میں ایک کانفرنس میں حصہ لینے کیلئے گیا تو وہاں بھی امیگریشن نے میرے پاسپورٹ پر کوئی مہر ثبت نہ کی جس کا ذکر کسی اور موقع پر کیا جائیگا۔

Marfat.com

سامان والے ہال کا منظر ملاحظہ فرمائیے۔ صرف ایک ہی carousel تھا۔ یہ ایک cone جس کا اوپر والا حصہ کٹا ہوا اور اس سے باسانی ایک سوٹ کیس کو نکالا جا سکتا ہے۔ cone کے فرش والے کنارے کچھ اوپر کی طرف مڑے ہوئے اور یہ لٹو کی طرح گھومتی رہتی ہے۔ cone کے اندر عملے کے آدمی ایک ایک کر کے cone کے اوپر والے حصہ سے سوٹ کیس باہر دھکیلتے جاتے ہیں۔ اس طرح پھرتی ہوئی cone سے سوٹ کیس پھسلتے ہوئے cone کے مڑے ہوئے حصہ پر فرش کی طرف آن گرتے ہیں اور مسافر اس گھومتی ہوئی cone سے اپنا اپنا سامان اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس carousel کے اردگرد مسافروں کے ہجوم میں میری طرح دبلے پتلے قد کاٹھ کا آدمی باوجود کوشش بسیار کے مسافروں کے جمگھٹا میں سے راستہ ڈھونڈتے ہوئے carousel تک پہنچنے میں ناکام رہا اور پیچھے ہٹ گیا۔ میری طرح کئی اور بزدل تھے۔ ادھر سامان تھا کہ ادھر ادھر carousel پر لڑھک رہا تھا اور لوگ اٹھائے چلے جا رہے تھے۔ بہت سے مسافر ایسے جنکی flghts کو آئے ہوئے کئی گھنٹے گزر چکے تھے مگر شومئی قسمت سے تاحال وہ اپنا سامان حاصل کرنے سے محروم رہے۔ ایسے میں آپ اندازہ کریں کہ میں تو Jal کے ذریعہ سے آیا تھا۔ اسی طرح کئی اور ائرلائن کے جہاز بھی اس ائرپورٹ پر لینڈ کر رہے تھے جبکہ سارے کا سارا سامان اسی carousel کے ذریعہ سے ہی حاصل کرنا تھا۔ میرا دوست ڈاکٹر Etges اور Guatemala کے سائنس دان تھک کر ایک بوسیدہ صوفے پر بیٹھ گئے۔ دوسرے پھٹے پرانے صوفہ جات پر غالباً روسی یا مشرقی یورپ کے مسافر پھنس گئے جو ہماری طرح نہ جانے کب سے اپنے سامان کا انتظار کر رہے ہونگے۔

کئی مسافر تو Vodka (ایک قسم کی شراب) کے نشہ میں دھت صوفوں پر بے خبر پڑے ہوئے اور کئی اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ ہم صوفوں پر بیٹھنا اور صوفہ جات کی خستہ حالت کو برداشت نہ کر سکے۔ جہاں دیگر بدقسمت غریب الوطن مسافر مایوسی کے عالم میں کھڑے تھے ہم بھی کھڑے ہو گئے اور اپنے اپنے سامان کا انتظار کرنے لگے۔ ان میں سے تین اور امریکن سائنسدان بھی جنکی فلائٹ صبح نو بجے پہنچی تھی اور اب شام کے چھ بج رہے تھے۔ ان کے سامان کا کوئی پتہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی پرسان حال۔ ہمیں بھی انتظار کرتے کرتے تقریباً چار گھنٹے بیت چکے تھے۔

اسی مایوسی کے عالم میں مجھے خیال آیا کہ نجانے سامان تو کب دستیاب ہو۔ کیوں نہ Intourist کے دفتر سے جو کہ قریب ہی تھا اپنے ہوٹل کے متعلق دریافت کر لیا جائے۔ میں نے پہلے تو انگریزی میں گفتگو کی۔ ایک روسی جو وائرلیس سیٹ پر کام کر رہا تھا، نے پوچھا مگر جواب ندارد اور وہ اپنی زبان میں وائرلیس سیٹ پر گفتگو میں مصروف تھا۔ اب میں نے Spanish میں سوال کیا۔ پھر جواب ندارد۔ ہمیشہ خاموشی سے تنگ آ کر میں نے دفتر میں موجود ایک لڑکی سے رجوع کیا مگر اس نے بھی زبان پر تالے لگا رکھے تھے۔ اس وائرلیس سیٹ والے کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر دوبارہ اس کے پاس جا کر اپنا سوال دہرایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میں سمجھا کہ میں چونکہ سگار پی رہا ہوں ممکن ہے اسے سگار کی بو ناگوار گزر رہی ہو لہذا سگار بجھا دیا۔ لیکن رکھا منہ میں ہی کوئی جواب نہ ملا۔ ایک دوسری لڑکی کی طرف گیا۔ اس نے بھی اسی کھوسٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اب میں نے بجھے ہوئے سگار کو ہاتھ میں پکڑ لیا مگر وہ وائرلیس سیٹ والا مصروف گفتگو ہی رہا۔ ایک اور ادھیڑ عمر عورت جو اسی دفتر میں تھی۔ میں نے اس سے سوال کیا مگر اس نے بھی مشینی انداز میں وائرلیس سیٹ والے کی طرف اشارہ کر دیا۔

میں قہر درویش بر جان درویش کے مصداق چپ ہو گیا۔ مسافروں کیلئے صرف Intourist ہی مدد دیتی ہے۔ یہ روس کا ایک سیاحوں کا محکمہ ہے۔ ان کے لکھے ہوئے اجازت نامہ کے بغیر نہ تو کسی ہوٹل میں اور نہ ہی taxi وغیرہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ آپ پہلے سے ہی payment کر کے ہوٹل کا کمرہ بک کروا چکے ہوں۔ ہوٹل والے Intourist کے اجازت نامہ کے بغیر entertain نہیں کرینگے۔ جہاں ہم لوگ سامان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ نے currency declaration form کو fill کیا ہے یا نہیں؟ ہم میں سے کسی مسافر نے فارم fill نہیں کیا تھا۔ اس Intourist دفتر سے ملحقہ ایک دفتر تھا۔ وہاں کے ملازم نہ صرف انگریزی بلکہ Spanish زبان بھی جانتے تھے۔ شاید Intourist والے بھی جانتے ہوں مگر وہ جواب کیوں نہیں دیتے ہماری سمجھ سے بالاتر تھا۔ ہم نے فارم لئے جن پر روسی اور انگریزی دو زبانیں تحریر تھیں۔ میں نے فارم پر 3075 ڈالرز کے traveller's checks ظاہر کئے۔ باقی میرے پاس کوئی دو ہزار ڈالرز کیش تھے جو میں نے ظاہر ہی

Marfat.com

نہ کئے۔ انہوں نے فارموں پر مہریں ثبت کیں اور دستخط وغیرہ کر دیئے۔

سامان والے ہال میں مسافروں کے سامان کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جیسے یہ کباڑ خانہ ہو اور ایک طرف بے شمار صندوق بیگ وغیرہ ترتیب سے پڑے ہوئے جبکہ بدنصیب غریب الوطن لوگ اپنے سامان کی تلاش میں سرگرداں مارے مارے پھر رہے تھے۔ نہ جانے یہ سامان کتنے دنوں سے وہاں پڑا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا مالک سامان واپس لینے ہی نہ آئیں گے۔

اس سے پہلے Dr. Etges تین دیگر سائنسدان اور میں نے جب جہاز لینڈ کرنے کے ایک گھنٹہ بعد سامان نہ ملا تو Jal کے ایک ملازم سے دریافت کیا کہ ہمارا سامان کب واپس آئیگا۔ اس نے walkie talkie کے ذریعہ جہاز سے رابطہ کیا کہ ہم سے پہنچنے والے تمام مسافروں کا سامان جہاز کی luggage bay سے اتار کر carrier پر load کر کے terminal پر پہنچایا گیا ہے۔ میں نے پھر انگلش زبان میں اسی ملازم سے استفسار کیا تو اس نے نہایت مودبانہ انداز میں جواب دیا کہ اتنا سامان جس کے یہاں ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ نہ جانے کتنے دنوں اور کتنی ائرلائن سے اکٹھا ہو چکا ہے۔ آپ بے شک انتظار کریں۔ ابھی تو صرف ایک گھنٹہ اور اس جہاز کے ٹھہرنے کا امکان ہے اور میں یہیں پر ہوں۔ میری بات کا یقین کریں اس پرواز سے آنے والے مسافروں کا سامان ٹرمینل پر ہے۔ کب carousel پر آئیگا یہ ائرلائن والوں کے اختیار میں نہیں۔

یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کئی دیگر سائنسدان جو دوسرے ممالک سے آئے ہوئے تھے۔ وہ Intourist والوں والے ہوٹل کی ریزرویشن کے voucher دکھا کر انہیں Intourist کی بسوں میں اپنے اپنے ہوٹلوں پر لے جا رہے تھے تو یہ سارا جب تمام مسافروں کا رش کافی حد تک کم ہو گیا۔ ہم لوگ بھی ہمت کر کے carrousel کے قریب پہنچے جس نے اب گھومنا بند کر دیا ہوا تھا اور سامان کے انبار میں اپنا سامان تلاش کرنا شروع کر دیا۔ Dr. Etges اور دو Guatemala کے سائنسدان اپنا اپنا سامان لے کر بوسیدہ حالت کے صوفے پر بیٹھ گئے اور میرا انتظار کرنے لگے۔ مجھے خیال گزرا کہ جس ڈھیر سے مجھے ایک suitcase ملا ہے۔ ممکن ہے دوسرا suitcase سرخ رنگ والا بھی وہیں کہیں ڈھیر میں دبا دیا گیا ہو۔ میرا اندازہ صحیح ثابت ہوا۔ میں نے سامان و ادھر ادھر کیا تو سب سے نیچے میرا مطلوبہ suitcase پڑا ہوا مل گیا۔ اب میں اپنا سامان لئے اپنے دوستوں کے پاس پہنچ گیا۔

میری طرح ان تینوں کے پاس بھی ہوٹل Rossia کے vouchers تھے اور ہم چاروں مسافر جب Intourist کے دفتر گئے تو اب عملہ بدل چکا تھا۔ ایک خوبصورت قد آور لڑکی نے ہمارے vouchers دیکھ کر اپنے ریکارڈ کو چیک کرنا شروع کیا اور دو کافی دیر دیگر ملازموں سے بھی پوچھ گچھ کرتی رہی۔ بار بار کہیں ٹیلیفون بھی کرتی مگر ہماری نہ صرف ہوٹل Rossia بلکہ دوسرے کسی ہوٹل میں بھی ریزرویشن نہ تھی۔ جب اس کو کسی ہوٹل میں ریزرویشن کرنے کیلئے کہا تو اس نے sorry کہہ کر انکار کر دیا۔

ہم نے سوچا کہ کیوں نہ کسی taxi والے سے باہر ٹرمینل میں کہیں جو کہ ہمیں کسی ہوٹل میں لے جائے مگر سب سے پہلے Intourist کا کارڈ طلب کرتے۔ اب گھڑیوں پر تو رات نو بجے ہوئے تھے مگر سورج کی روشنی تا حال تھی جیسے دوپہر کا وقت ہو۔ واپس آ کر ہم چاروں مسافر ایک صوفہ پر بیٹھ گئے اور سامان ایک طرف رکھ دیا۔ ہمارے سامنے ایک اور صوفہ جس پر ایک روسی بیٹھا ہوا اور صوفہ کے پاس ایک Vodka کی بوتل پڑی ہوئی تھی جو تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد منہ سے لگا لیتا۔ ہمیں ان جھمیلوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے بھوک نے تنگ کیا ہوا تھا مگر پریشانی اس بات کی تھی کہ کسی طرح سر چھپانے کی جگہ تو مل جائے۔ اب carousel پھر گھومنے لگا اور پھر مسافروں کا ہجوم بڑھ کر ہنگامی صورت اختیار کر گیا۔ دیکھتے دیکھتے ہی دیگر مسافر اپنا اپنا سامان لیکر ٹرمینل سے باہر جاتے رہے۔ دوسرے تین امریکن سائنسدانوں کو ان کا سامان نہ ملا۔ Intourist والوں نے ان کے vouchers دیکھ کر Intourist کی بسوں میں اپنے اپنے ہوٹل پر روانہ کر دیا۔

Mrs. Gondolfo کا flat:

وقت گزرتا گیا ہماری پریشانی بتدریج بڑھتی گئی ہم بار بار Intourist کے دفتر کا چکر لگاتے رہے مگر شومئی قسمت سے کوئی بات نہ بنی۔ رات کا ایک بج گیا اب ہال میں مسافر بھی کم تھے۔ ہم چاروں مسافر احتجاجاً اٹھ کر ہال کے ایک دروازے کے باہر کھڑے ہو گئے۔ روسی انتظامیہ کے رویے کے خلاف غصہ کا اظہار و شام طرازی سے شروع کر دیا اور انکی برائیاں

Marfat.com

باآواز بلند نوازنے لگے۔

Guatemaltecan سائنسدان انگلش تو سمجھ لیتے مگر بولتے ٹوٹی پھوٹی زبان میں تھے اور Spanish زبان میں مجھ سے مخاطب ہو کر روسی حکومت کی برائیاں بیان کرنے لگے۔ جب ہم جذباتی لہجہ کے زیر اثر بلند آواز میں Spanish زبان بول رہے تھے تو اسی اثناء میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت جس کے سر پر چھوٹے چھوٹے چھدرے بال تھے۔ ہاتھ میں handbag پکڑے ہمارے قریب سے گزری۔ میں چونکہ طبیعت کا تیز واقع ہوا ہوں میں نے جونہی بلند آواز سے Spanish زبان میں روسی انتظامیہ کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا تو وہ بڑھیا تلخ نوائی سے متاثر ہو کر واپس لوٹی اور Spanish میں کہنے لگی "یہاں ایسی گفتگو نہ کریں۔"

"یوں نہ کریں ہم لوگ ایک بین الاقوامی سائنس کانفرنس میں شرکت کرنے کیلئے آئے ہیں۔ پہلے ہمیں کئی گھنٹے انتظار میں گزارنے کے بعد اپنا سامان ملا اور جب اپنے اپنے hotels کے vouchers کے ساتھ Intourist کے دفتر میں تھکے ماندے گئے تو کوئی ہماری رہائش کا بندوبست نہیں کرتا ہم یہاں سکون سے راتیں بسر کرنے سے تو رہے۔ اب آپ ہماری زبان بندی کرنے پہنچ گئی ہیں۔"

آخر وہ بڑھیا ہم چاروں کو ایک طرف لے گئی۔ ہم نے اسے اپنے اپنے دعوت نامے دکھائے اپنا اپنا تعارف کرایا تو اس نے ہمیں ایک صوفہ پر بیٹھنے کی ترغیب دی اور خود میرے ساتھ صوفہ پر براجمان ہوگئی۔ سب سے پہلے اس نے یہ نصیحت کی کہ بلند آواز سے حکومت کے خلاف بولنے سے گرفت میں آجاؤ گے۔ پھر Dr. Etges نے اسے انگلش زبان میں کہا:

"تم ہماری حوصلہ شکنی کرتی ہو میں ایک امریکن جانا پہچانا سائنسدان ہوں اور کسی غیر قانونی طریقہ سے یہاں نہیں آیا بلکہ ہوٹل کے کمرے کی ایڈوانس رقم بھی ادا کر چکا ہوں۔ آخر یہ کیسی اندھیر نگری ہے!"

وہ عورت شاید انگلش سے نابلد تھی اس نے امریکن کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا اور اس آہ وزاری کا جواب بھی نہ دیا میں نے اس Spanish زبان میں کہا:

"آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ کم از کم ہم آپ سے بات تو کر رہے ہیں آپ ہی ہماری رہائش کا بندوبست کر دیں۔"

اس نے ہم چاروں قسمت کے ماروں سے hotel کے vouchers لئے اور Intourist کے دفتر گئی۔ کافی دیر سے واپس لوٹی ہمارے پاس آ کر بیٹھی رہی اور کہا "فکر نہ کرو میں آج تمہاری رہائش کا بندوبست کر دوں گی۔ کل تم چاروں کو ہوٹل Rossia میں پہنچا دیا جائیگا۔" میں نے بیتابی سے کہا "ابھی کیوں نہیں؟"

"کئی ایسی باتیں ہیں جو تم لوگوں کو بتانے سے قاصر ہوں۔"

"ہم آپ پر کیسے یقین کر لیں آپ ہمیں کہاں لے جائینگی۔ یہاں تو Intourist کے کارڈز کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ آخر آپ ہیں کون؟ مجھے تو وینزویلا میں کئی دوستوں نے جن میں سے چند ایک پولینڈ کے رہنے والے ہیں اور میری یونیورسٹی میں ملازم ہیں نے بتایا بلکہ مشورہ دیا کسی روسی پر یوں ہی یقین نہ کر لینا ہو سکتا ہے کہ وہ K.G.B کا ایجنٹ ہو اور تم کسی مشکل میں پھنس جاؤ۔" اس پر بڑھیا کی آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگی "میرا نام Mrs. Gondolfo اور میرا خاوند Mexico کا روس میں سفیر تھا۔ کئی سال ہوئے وہ یہاں ہی انتقال کر گیا میری ایک بیٹی جس کی عمر تقریباً چودہ سال ہے وہ یہاں ہی پیدا ہوئی۔ میری مجبوری ہے کہ میں بچی کو چھوڑ کر باہر جا نہیں سکتی کیونکہ میری یہی واحد اولاد ہے جو کہ روس کی شہریت رکھتی ہے لہذا میں انتظار کر رہی ہوں کہ یہ بالغ ہو جائے تو شاید اسے میرے ساتھ ملک چھوڑنے کی اجازت مل جائے۔"

ابھی وہ باتیں کر رہی تھی کہ اچانک اٹھ کر باہر چل دی۔ میں اس کا پیچھا کرنے کے انداز سے پیچھے پیچھے چل دیا۔ سڑک پر کافی دور تک فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ خالی اور چند مسافروں سے بھری ہوئی بسیں اور کاریں کھڑی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ ڈرائیور سے باتیں کر رہی ہے میں چپکے سے واپس آ کر بیٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں کو حوصلہ دیا کہ کام بن جائیگا لیکن Dr. Etges نے مجھ سے کہا کہ ذرا احتیاط سے ہم لوگ کیسے اس عورت پر اعتبار کر لیں۔

"اس عورت کا خون لاطینی ہے۔ میں کافی دیر سے وینزویلا سے رہائش پذیر ہوں اور لاطینی ذہنیت کو سمجھتا ہوں۔ اعتبار تو

Marfat.com

کرنا ہی پڑے گا کوئی اور چارہ کار نہیں۔" میں نے تسلی سے جواب دیا۔

Guatemaltecans نسبتاً ہم دونوں سے عمر میں کم تھے مگر باحوصلہ اور پرعزم خود اعتمادی بھی ان میں ہم سے زیادہ تھی۔ انہوں نے میری ہاں میں ہاں ملائی۔

تھوڑے وقفے کے بعد وہ بڑھیا مسکراتی ہوئی واپس لوٹی اور سیدھی Intourist کے دفتر میں داخل ہوئی۔ چند ہی منٹوں میں واپس آئی اور کہا کہ اپنا اپنا سامان اٹھاؤ بس کا انتظام ہو گیا ہے۔

"ہم چار مسافروں کیلئے بس کی کیا ضرورت ہے۔ کوئی کار وغیرہ کیوں نہیں؟"

"جیسا میں کہتی ہوں ویسا کرتے چلو۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

ایک بڑی Intourist کی بس جس کے اترنے اور چڑھنے کا دروازہ ڈرائیور والی سیٹ کے ساتھ ہی تھا۔ ہم نے اپنے اپنے suitcases لئے اور بس کے اندر داخل ہو گئے۔ ہمارے علاوہ اور کوئی مسافر بس میں سوار نہ تھا۔ ہم نے suitcases سیٹوں پر رکھا اور بیٹھ گئے۔ وہ بڑھیا ڈرائیور کی سیٹ کے ساتھ کھڑی ہوئی ڈرائیور نے دروازہ بند کر دیا اور بس چل دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی بس ایک کشادہ سڑک پر آ گئی۔ میں بار بار جھانک کر سڑک کا نام پڑھنے کی کوشش میں تھا مگر صرف ایک جگہ پر Prospekt لکھے ہوئے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ سڑکوں کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً Lenin Prospekt۔ قریباً آدھ گھنٹہ میں ہم ایک ایسی سڑک پر پہنچے جہاں دائیں بائیں رہائشی flats بنے ہوئے تھے۔ بائیں جانب ایک ایسی ہی بلڈنگ کے سامنے رک کر اس نے ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ دیا اور پھر ہم سے مخاطب ہوئی کہ اپنا اپنا سامان پکڑ لو ہم منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ اس نے اتر کر ڈرائیور سے کچھ بات چیت کی اور ڈرائیور چلا گیا۔ وہ بوڑھی عورت آگے آگے اور ہم پیچھے سامان اٹھائے چل دیئے۔ اس طرح ہم بلڈنگ کی back کی طرف آ گئے اور ایک lift کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس بڑھیا نے ہمیں تنبیہ کی کہ اب کوئی اونچی آواز میں بات نہ کرنا جیسے میں کہوں ویسے کرنا۔

اس نے بٹن دبایا اور لفٹ ہمارے پاس آ کر ٹھہری۔ اس میں سے ایک جنگلہ جو میرے خیال میں گارڈ کا کام دے رہا تھا۔ بڑھیا نے اسے کھینچا۔ بڑھیا اور Dr Etges لفٹ میں داخل ہو گئے۔ اتنی تنگ اور گھٹیا قسم کی لفٹ میں نے زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بڑھیا نے مجھے اور Guatemaltecans کو انتظار کرنے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد لفٹ دوبارہ گراؤنڈ فلور پر آ گئی۔ پھر اس نے Guatemaltecans کو لفٹ میں داخل ہونے کو کہا اور لفٹ اوپر چلی گئی۔ سب کا سامان لفٹ سے باہر ہی پڑا ہوا تھا۔ اب پھر لفٹ گراؤنڈ فلور پر آ گئی اس نے مجھے اندر آنے کو کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں میں لفٹ استعمال کرنے سے گھبراتا ہوں۔ اس نے بہت کوشش کی مگر میں نہ مانا۔ وہ بھی شاید لفٹ کی ذہنی حالت دیکھ کر سمجھ گئی کہ میں کیوں لفٹ استعمال کرنے سے گریزاں ہے۔ لفٹ بالکل فرش کے level تک نہ آتی بلکہ کچھ ساتھ انچ اوپر ہی رکتی۔ آخر اس نے میری ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔

میں نے اپنے دو suitcases پکڑے دو میرے ساتھی نے اور میں پیچھے بڑھیا کے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ ہر فلور پر ایک کارڈ ... جس سے Russian میں وہ کوئی بات کرتی اور وہ جواب دیتا۔ چوتھی منزل پر لفٹ کے دروازے سے بائیں ہاتھ کی طرف پہلا ہی بڑھیا کا فلیٹ تھا۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا کسی نے اندر سے کھولا اور اس نے Russian میں کچھ کہا۔ میں سامان سمیت اندر داخل ہو گیا۔ بڑھیا لفٹ میں بیٹھ کر نیچے گئی اور تین دوسرے ساتھیوں کا سامان لا کر فلیٹ کے دروازے کے باہر رکھ دیا۔ پھر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا آہستہ سے Russian میں کچھ کہا۔ اس کی بیٹی نے دروازہ کھولا تو ایک ایک کر کے سامان اندر لے آئی اور دروازے کو نہ صرف bolt کیا بلکہ دروازے سے ایک chain کو بھی دیوار کے ساتھ کنڈے میں ڈال دیا۔ دروازے کے درمیان کوئی چار انچ کے فاصلے پر peep hole میں شیشہ لگا ہوا تھا۔ Dr. Etges اور Guatemaltecans ایک کمرے میں بیٹھے حیران تھے۔ بڑھیا نے اپنی بیٹی کا تعارف Spanish میں کرایا (چونکہ وہ انگلش نہیں جانتی تھی) جس کا نام Natasha اور نہایت خوبصورت جیسے کہ لاطینی دوشیزائیں ہوتی ہیں البتہ اس کا رنگ دودھیا تھا چونکہ Tropics میں تمازت کی وجہ سے لاطینوں کے رنگ

Marfat.com

ہوئی تھیں۔ اب چار کرسیاں اور ہم چار افراد تھے۔ بڑھیا نے مجھے ایک کرسی پر بیٹھنے کیلئے کہا میں نے احتراماً انکار کیا مگر اس کے مجبور کرنے پر بیٹھ گیا اور وہ خود ایک اونچے میز کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی بیٹی ایک معمولی سے قالین پر جو کہ فرش پر بچھا ہوا تھا بیٹھ گئی بڑھیا نے دھیمی آواز میں گفتگو شروع کی اور کہا کہ باہر سے کوئی بھی دروازہ کھٹکھٹائے فلیٹ کا دروازہ مت کھولنا۔ میں یا میری بیٹی اس peep hole میں سے دیکھ کر معلوم کر لیں گے کہ کون شخص دروازے کی گھنٹی کی آواز سنے تو بھی خاموشی اختیار کرے۔ میں اور میری بیٹی کوئی ضروری قدم اٹھائیں گی اور ٹیلیفون کے متعلق اگر ہم دونوں فلیٹ سے باہر ہوں تو نہ ہی call کرنا اور نہ ہی bell ہونے پر اسے receive کرنا۔ آپ سب کافی تعلیم یافتہ ہیں آپ کو میری باتوں کی بخوبی سمجھ آ گئی ہوگی۔ مزید تاکید کی ضرورت نہیں۔

پھر اس نے بیٹی سے کہا کہ ان تینوں کو Vodka پیش کرو لہذا اس نے ایک بوتل جو کہ آدھا حصہ بھری ہوئی تھی۔ لا کر میز پر رکھ دی مگر میں نے کہا کہ مجھے ایک mug کافی بغیر دودھ اور چینی کے اگر تکلیف نہ ہو تو لا دیں۔

Natasha نے اپنی ماں کو روسی زبان میں کچھ کہا اور وہ ایک چھوٹے کمرے میں جو کہ بطور سٹور استعمال میں لایا جاتا تھا گئی اور کافی پاؤڈر کا ایک پیکٹ لا کر مجھے دیا کہ یہ لوگ کافی یا تو پینے کے عادی نہیں اور یا پھر اس قدر مہنگی ہے کہ کبھی کبھار کسی خاص مہمان کو پیش کی جاتی ہے۔

اب تھوڑا فلیٹ کے متعلق بیان کرنا مناسب ہوگا پھر آگے کی بات ہوگی۔ فلیٹ کا دروازہ جس میں سے ہم اندر داخل ہوئے وہ ایک کمرے میں کھلتا ہے۔ 12*10 فٹ کا معلوم ہوتا تھا۔ ایک طرف میز دراز جس میں cutlery اور دیگر سامان تھا۔ اس کے ساتھ ہی دیوار میں برتنوں وغیرہ کے لئے ایک الماری تھی۔ اس کمرے کی ایک بھی دیوار میں دائیں طرف کواڑوں سے بے نیاز چوکھٹ ہوگی ایک چھوٹے سے کمرہ کا داخلہ تھا جسے بطور سٹور استعمال میں لایا جاتا۔ جس کمرے میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ living-room سب سے بڑا کمرہ تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی جانب ایک دروازہ bedroom میں کھلتا اور اس سے متصل جس کا dining room دروازہ بھی living-room میں کھلتا۔ دوسرا bedroom تھا جو پہلے سے نسبتاً بڑا۔ اس سے منسلک bedroom جس میں بشکل ایک آدمی کھڑا ہوسکتا۔ دونوں bedrooms کے وسط میں ایک دیوار جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ سٹور کے دروازے کی بائیں جانب living-room کی دیوار میں ایک washbasin نصب تھا جو کہ برتن وغیرہ دھونے کیلئے بھی استعمال میں لایا جاتا۔ پہلے bedroom میں معمولی قسم کی کارپٹ بچھی ہوئی اور سنگل bed سے آراستہ جبکہ دوسرے bedroom میں ڈبل bed کا اہتمام تھا۔ جس میں نسبتاً بہتر قسم کی کارپٹ بچھی ہوئی تھی۔ دھلائی وغیرہ کیلئے اس عمارت کے مکینوں کیلئے تہہ خانے میں انتظام تھا۔

اس flat کا ایک ہی دروازہ جس سے ہم لوگ باہر سے آئے تھے۔ دروازے کے ساتھ اندر کی طرف peep hole سے نیچے تک ایک تھیلا نما پردہ جو کہ دروازے کے تین کناروں سے چسپاں تھا۔ اس تھیلے نما پردہ کے اوپر والا حصہ peep hole کی طرف ایک تار سے بندھا ہوا تھا۔ اس تھیلے میں فلیٹ کی صفائی کا سامان مثلاً جھاڑو وغیرہ استعمال کرنے کے بعد محفوظ کر دیے جاتے۔ ہر منزل کے رہائشی فلیٹ سے باہر corridor کے اندر دیوار میں سوراخ تھا اس میں پھینک دیتے جو نیچے چلا جاتا۔ جب اقامت پذیر ہو تو فلیٹ کی ایک دیوار میں لیٹر بکس نما جس کا ڈھکنا لوہے کا تھا۔ اس میں کوڑا کرکٹ beer کی خالی بوتلیں، cans، ٹوٹے پھوٹے برتن اور اسی نوعیت کا ناکارہ سامان ڈال دیا جاتا۔ اسے Incinirator کہا جاتا کیونکہ تمام عمارت کے Incinirators تہہ خانہ کی ایک دیوار میں اس جگہ آن ملتے جہاں آگ جل رہی ہوتی۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ یہاں کوئی اسی طرح کا سسٹم ہو۔

Mrs Gondolfo نے ہمارے لئے جلدی میں کچھ cheese اور کچھ ham کی sandwiches کافی مقدار میں بنائیں۔ چونکہ ہم لوگ بھوکے تھے خوب مزے سے کھائیں۔ جب ہم کھا رہے تھے تو میں نے ٹھان لی کہ اگر چہ صبح کے چار بج رہے ہیں Intourist کے کسی بڑے آدمی سے رابطہ کروں کیونکہ ہم یہاں آ کر ذلیل وخوار ہوئے ہیں۔ ہوٹل کی ریزرویشن کے باوجود ہمیں کمرے نہیں ملے۔ میرے اصرار پر بڑھیا راضی اور ٹیلیفون ملا دیا۔ جن صاحب نے ٹیلیفون کال receive کی اس نے انگلش میں مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ میرا نام ڈاکٹر پیر نصیر ہے اور ہم یہاں کانفرنس میں شرکت کیلئے آئے ہیں

Marfat.com

جو آج مورخہ یکم جولائی سے شروع ہو رہی ہے اور تھوڑی دیر بعد ایک خاتون مجھ سے Spanish زبان میں اسی ٹیلیفون پر مخاطب ہوئی: "آپ Universidad de Oriente, Cumaná, Venezuela سے تشریف لائے ہیں۔"

"ہاں! بڑے شرم کی بات ہے۔ ہوٹل کی ریزرویشن کا وعدہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھ سوتیلی ماں جیسا سلوک روا رکھا جا رہا ہے۔" میں نے اُسے Spanish میں جواب دیا اور اسی طرح باقی گفتگو بھی Spanish زبان میں ہوئی۔

"اُس Intourist والے آفیسر کا جو کہ ائرپورٹ پر تھا کیا نام ہے؟" پوچھا گیا۔

"میں اسقدر پریشان تھا کہ اُس کا نام پوچھنے کا خیال نہیں آیا۔" میں نے جواب دیا۔

"خیر کوئی بات نہیں میں اُس کا پتہ لگا لوں گی اور تکلیف کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ کوئی دس بجے کے قریب Intourist کی limousine آ جائیگی۔ مجھے بڑھیا نے بتا دیا ہے کہ آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں دوبارہ معذرت خواہ ہوں۔"

اب سوچا کہ چند گھنٹے آرام ہی کر لیں میں نے کہا کہ مجھے ننگا سونے کی عادت ہے جس کمرے میں میں نے سونا ہے اگر کوئی دوسرے صاحب بھی وہاں ہوں تو انہیں اعتراض نہیں ہونا چاہئیے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ بڑھیا اور اُسکی بیٹی bedroom میں سوئیں گی جس کے ساتھ باتھ روم ہے۔ میں اور Dr. Etges پہلے bedroom میں اور وہ دونوں living-room میں سوئیں گے۔ بڑھیا نے میرے والے کمرے کے bed سے گدا نکال کر فرش پر بچھا دیا اور کمبل مہیا کیا اس کے علاوہ کوئی اور spare گدا نہ تھا۔ بڑھیا living-room میں دو کمبل نیچے ڈال دیئے اور اپنے bedroom سے ایک تکیہ لا کر انہیں دیدیا۔ گدیاں قریب کی کرسیوں سے اٹھا کر انہیں دوسرا تکیہ استعمال کرنے کو کہا۔ دوسری دو کرسیوں کی گدیاں میرے والے bedroom میں گدے پر رکھ دیں۔

سونے سے پہلے صبح ناشتے کے متعلق پوچھا۔ ڈاکٹر اور Guatemaltecans نے کہا کہ ہمارے لئے تو cheese اور ham وغیرہ کی sandwiches کافی مناسب ہیں اور میں نے کہا کہ میرے لئے دو انڈے ساڑھے تین منٹ ابلے ہوئے ایک سادہ toast اور کافی کا ایک mug۔ انڈوں کا سن کر بڑھیا سوچ میں غلطاں ہوگئی۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے کوئی پرابلم ہے۔

اُس نے جواب دیا: "ہمارا اس ہفتے کا انڈوں کا راشن ختم ہو گیا ہے اور bread بھی کم ہے البتہ دو تین قسم کے marmalade موجود ہیں اور cheese بھی دو تین قسم کا ہے۔ کوئی بات نہیں میں صبح تمہارے اٹھنے سے پہلے ہی کوشش کروں گی کہ کہیں باہر سے انڈے اور بریڈ مل جائیں۔" ہم تمام لوگوں نے کہا کہ رہنے دیں گزارہ کر لیں گے۔

"اُس نے اصرار کیا کوئی تکلیف نہیں میں نے صبح کو صاف پینے کی چیزیں اور راشن بھی خرید کرنی ہیں۔"

اس کے بعد ہم لوگ اپنے اپنے سونے کے کمروں میں چلے گئے۔ میں نے Dr. Etges سے کہا کہ تم bed پر آرام کرو اور میں نیچے گدے پر لیٹ جاتا ہوں۔ اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا:

"اگر میں بستر پر لیٹا اور میری نیچے نظر پڑ گئی تو تم تنگ دھڑنگ نہ جانے کیسی شکل میں ہوگے لہذا تم بستر پر لیٹ جاؤ۔" jetlog کی وجہ سے نیند کہاں آنی تھی اور تقریباً صبح کا وقت بھی ہو چکا تھا بہرحال ہم لوگ تو استراحت ہو گئے۔

Mrs. Gondolfo کے flat سے Hotel Rossia: مجھے نیند بہت کم آتی ہے اور ویسے بھی میں صبح جلدی بستر چھوڑ دینے کا عادی ہوں۔ غالباً سفر کی تھکان سے پورے تقریباً چار گھنٹے بیہوشی کے عالم میں بیت گئے ہونگے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اپنی گھڑی پر نگاہ کی تو اُس پر 7:38 کا وقت تھا۔ میں نے باتھ روم جانے کی ضرورت محسوس کی۔ درمیان والے پردے سے جھانک کر دیکھا Mrs. Gondolfo غائب اور اُسکی بیٹی Natasha بستر پر سو رہی ہے۔ میں نے ضبط کیا اور پھر آ کر بستر پر دراز ہو گیا۔ کوئی 9 بجے کا وقت تھا تو کسی نے دروازے کی گھنٹی بجائی۔ Natasha بجلی کی تیزی سے اٹھی اور دروازے کے peep hole میں سے دیکھ کر دروازہ کھول دیا۔ اس کی ماں ہاتھ میں دو تھیلے تھامے ہوئے اندر داخل ہوئی اور پھر دروازے کو تالا لگا کر زنجیر لگا دی۔ دونوں ماں بیٹی ناشتے کی تیاری میں جت گئیں۔ Guatemaltecans بھی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں پھرتی سے باتھ روم میں گیا۔ چونکہ اب ایک گھنٹے میں پروگرام کے مطابق Intourist والے آفیسر کی آمد متوقع تھی لہذا جلدی سے نہا کر باہر نکلا۔ اس کے بعد میرے تینوں

Marfat.com

ساتھیوں نے بھی باتھ روم استعمال میں لایا۔ دس بجنے میں پانچ سات منٹ باقی تھے کہ ہم لوگ کمر بستہ تیار ہو گئے۔ 1956 سے جب میں انگلینڈ میں Ph. D کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے تحقیق کر رہا تھا تو electric shaver سے تا حال شیو کرنے کا عادی ہوں مجھے کہیں بھی نظر نہ آیا مگر خوش قسمتی سے میرا شیور built-in battery کی مدد سے بھی operate ہو سکتا تھا۔ قریباً دس بجکر ایک دو منٹ ہوئے ہونگے تو دروازے کی گھنٹی بج گئی۔ بڑھیا نے peep hole میں سے دیکھ کر دروازے کا تالا کھول دیا مگر زنجیر رہنے دی۔ دراصل تھوڑا سا دروازہ کھل سکتا تھا۔ بند دروازے میں سے بڑھیا نے روسی زبان میں کوئی بات کی اور جواب ملنے پر زنجیر ہٹا دی۔

ایک نوجوان جس کی عمر قریباً بائیس سال ہو گی مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ ہم سب کو پہلے انگریزی پھر Spanish میں صبح کا سلام کہا۔ پھر کہا کہ میرا نام Nikita ہے مگر آپ مجھے Niki کے نام سے پکار سکتے ہیں۔ میں Intourist کی طرف سے حاضر ہوا ہوں اور آپ لوگوں کو ہوٹل Rossia میں لے جانے کیلئے limousine (limo) کھڑی ہے۔ آپ لوگ اطمینان سے ناشتہ کریں کوئی جلدی نہیں۔ وہ بار بار ایئرپورٹ پر نہ آ سکنے کی وجہ سے ہماری رات کی تکلیف کیلئے معذرت کرتا رہا۔ قریباً آدھ گھنٹے کے بعد ہم سب ناشتے سے فارغ ہوئے۔ بڑھیا اور اس کی بیٹی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ ہم سب نے اسے اپنے اپنے پتہ جات دیئے اور اس نے بھی ہم سب کو اپنا پتہ دیا۔ میں نے واپس وطن پہنچ کر بڑھیا کو کئی خطوط لکھے مگر کوئی جواب نہ آیا۔

Intourist کے آفیسر نے بھی ہمارا سامان اٹھانے میں مدد کی۔ کالے رنگ کی کار چھ دروازے اور ڈرائیور وردی میں ملبوس۔ ہم نے ایسے محسوس کیا کہ جیسے ہم کسی ملک کے پریذیڈنٹ ہوں۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے میں مختلف شاہراہوں پر سے ہوتے ہوئے جن کے دونوں طرف درخت لگے ہوئے تھے ہم Rossia ہوٹل پہنچ گئے۔ تمام راستے آفیسر ہم سے معذرت کرتا رہا اور یہی پوچھتا رہا کہ اس وقت ایئرپورٹ آفس میں ڈیوٹی پر اس وقت کون تھا۔ ایسا کیوں ہوا؟ جو بھی ڈیوٹی پر ہوگا اور آپ جیسے پڑھے لکھے مہمانوں سے یہ سلوک کیا اسے یقیناً معاف نہیں کیا جائیگا۔

ہماری کار ہوٹل Rossia کے شمال والے دروازے کے سامنے رکی۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر گاڑی کے دروازے کھولے۔ ہم پانچوں نیچے اترے۔ Niki نے دو porters کو روسی زبان میں سامان اٹھانے کیلئے کہا وہ دو ٹرالیاں لے آئے۔ Niki آگے آگے ہم پانچوں اس کے پیچھے پیچھے porters دوسرے دروازے سے لفٹ کے پاس پہنچ گئے۔ ہم Reception desk پر پہنچے۔ Niki نے ہم سب سے پاسپورٹ، دعوت نامے اور ہوٹل کے vouchers طلب کئے جو ہم نے دے دیئے۔ مجھے کمرہ نمبر 578 جس کا مطلب ہے کہ پانچویں منزل اور 78 نمبر کمرہ کی چابی تھما دی۔ اسی طرح دوسرے میرے ساتھیوں کو بھی Dr. Etges کا بھی میری طرح single اور Guatemaltecans کا ڈبل تھا۔ ہم نے Niki کا شکریہ ادا کیا اور وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ ہو سکتا ہے اتنی بڑی کنونشن میں آپ لوگوں سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ میری ڈیوٹی کہاں ہو البتہ ہم نے اپنے اپنے ملکوں کے پتے اسے دے دیئے۔ Niki سے چند سال تو میری خط و کتابت باقاعدہ رہی مگر اس کے بعد میرے خطوط کے جوابات آنے بند ہو گئے۔

اب میں ایسے کسی بڑی پرانی پرانی طرز کی ہوٹل میں لفٹ استعمال کرنے سے گھبراتا ہوں۔ ہوٹل کی لابی تقریباً کنونشن میں حصہ لینے والوں سے بھری ہوئی تھی۔ لوگ مختلف ڈیسکوں پر رجسٹریشن کروا رہے تھے۔ میرے چند ایک جاننے والے دوسرے سائنسدان سے "Hello, hello" بھی ہوئی مگر سیڑھیوں سے چڑھ کر اپنے کمرے تک جانے کا مشکل مرحلہ تھا۔ ہوٹل کا گارڈ مجھے سیڑھیاں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔ قریب سے ایک پولش سائنسدان خاتون Niewiadomska گزری۔ اگرچہ ہم ایک دوسرے سے پہلے بھی نہ ملے تھے مگر میں اس سے انگلش میں خط و کتابت کیا کرتا۔ میں نے اسے روکا اور اپنا تعارف کرایا وہ بڑی خوش ہوئی پھر میں نے اسے پرابلم سے آگاہ کیا۔ میں تو روسی زبان نہیں جانتا۔ میں لفٹ attendant اور سیڑھیوں والے گارڈ سے بات کرنا چاہتا ہوں اگر روسی زبان میں میرا مسئلہ سمجھا سکو تو مشکور ہونگا۔ اس نے کہا اور بات ان کی سمجھ میں آ گئی میرے دوست تو لفٹ سے پانچویں منزل کو پہنچے اور میں ایک گارڈ کے ساتھ سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

ہر منزل پر فوراً گارڈ نہیں ہوتا اور میرے ساتھ والا گارڈ اسے حالات سے آگاہ کرتا ہم اسی طرح پانچویں منزل پر آ گئے۔

Marfat.com

میرا سامان میرے پہنچنے سے پہلے ہی لفٹ کے باہر پڑا ہوا تھا۔ لفٹ سے بائیں ہاتھ corridor میں ایک ادھیڑ عمر کی Russian عورت جو کہ فلور کے اسی سیکشن کی دیکھ بھال پر معمور ایک میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ وہاں سے با آسانی corridor کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دیکھ سکتی۔ جونہی میرے ساتھ والا گارڈ اور میں اس کے قریب آئے تو میرے ساتھی گارڈ نے اس سے چابی اور میں نے بھی چابی دکھائی وہ میرے کمرے کی طرف چل دی۔ میں واپس لوٹا اور اپنے دونوں سوٹ کیس (یہاں کوئی پورٹر وغیرہ کی سہولت موجود نہ تھی) اٹھا کر دوبارہ اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔ نگہبان عورت نے میرے ہاتھ سے چابی لی اور دروازہ کھول کر ہم دونوں اندر داخل ہو گئے۔ bedroom کے اندر سامان رکھ دیا۔ اپنا ٹرولی بیگ بھی کمرے کے bed پر رکھ دیا۔ یہ عورت تھوڑی بہت انگریزی جانتی تھی۔ اس نے مجھے کمرے کی سہولتوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ جاتی دفعہ تاکید کی کہ دروازے کو اندر سے بند کر لیں لیکن بند دروازے کو زنجیر بھی لگا لیا کرو اور جب جاؤ تو چابی میرے پاس جمع کروائے جانا۔

پیشتر اس کے کہ آگے چلیں کمرے کی تفصیل سن لیجیے جو کچھ یوں تھی۔ کمرے کا دروازہ ایک چھوٹے سے ہال میں کھلتا تھا جس کی بائیں جانب ایک اور تنگ دروازہ جو باتھ روم کا تھا۔ باتھ روم میں commode نصب تھا اور گرم پانی کے shower کے ایک چھوٹا سا washbasin ہوتے تھے۔ ہر دو ٹوٹیاں آنے سے پہلے کھولنی پڑتی تھیں تو پتہ چلتا کہ ہوا آتی ہے یا پانی سپلائیوں وغیرہ کے بال دیئے جاتے ہیں۔ اسی قسم کے دو بہت ہی rough اور گھٹیا تولیے India سے بنے ہوئے تھے۔ صابن کی بجائے مچھلیوں کی شکل کی چھوٹی چھوٹی ٹکیاں رکھی گئیں اور صابن بھی ہوٹل کا ہی بنا ہوا تھا۔ washbasin کے اوپر ایک آئینہ لگا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے والی قلعی کافی جگہوں سے ختم ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ لگا ہوا ایک holder جس میں toilet roll نہایت ہی کھردری اور گھٹیا قسم کا تھا۔ bedroom قریب 8*10 کا ہوگا جس کے شمالی کونے میں ایک چھوٹا بیڈ جس کے ساتھ ہی ایک میز پڑا ہوا۔ جنوب کی طرف دیوار کی بجائے شیشہ جس میں سے Volga دریا ہوٹل کے قریب سے بہتا ہوا نظر آتا تھا۔ ایک کرسی کا میز بوسیدہ سا سنگل صوفہ کرسی اور فرش پر بوسیدہ قسم کا کارپٹ بچھا۔ bed کا گدا بھی آرام دہ نہ تھا۔ چادریں بہت سفید چادر ایک چھوٹا تکیہ اور دو عدد موٹے موٹے کمبل بستر کی زینت تھے جس کی دائیں طرف ایک چھوٹے سے میز پر ٹیلیفون پڑا تھا۔ جنوب کے شیشے پر ایک پردہ جو درمیان میں سے دونوں طرف با آسانی ہٹایا جا سکتا۔ ہال کی دائیں دیوار میں باتھ روم کے بالکل ساتھ ایک wardrobe تھی مگر نام نہاد کی hanger وغیرہ کی سہولت سے بے نیاز تھی۔ کمرے کی حالت دیکھ کر دل کی حالت کچھ عجیب سی ہو گئی۔ اپنے سامان کو ترتیب سے رکھا۔ ہر چیز کا جائزہ لیا اور دروازے کو باہر سے مقفل کیا۔ اس نگہبان عورت کو میں نے چابی تھما دی۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوتے ہوٹل کی لابی میں کوشش کی registration کی غرض سے پہنچا کہ یہ معلوم کر سکوں کہ کہاں جانا ہے۔ شاید انہیں بتا دیا گیا تھا میری خوشی کی۔ ہوٹل کی lobby میں کوشش میں شریک ہونے والوں کی رجسٹریشن ہو رہی تھی۔ حد کا وقت گزر چکا تھا مگر خلاف توقع کافی بڑی رش والا افت سے وقت گزر رہے تھے۔ مختلف ممالک کے مختلف counters پر کافی لوگ کھڑے تھے۔ سب سے زیادہ بھیڑ تھی۔ میں نے دیکھا کہ کافی ممالک کے شرکاء نے اپنی رجسٹریشن کروا لی ہے۔ رجسٹریشن فیس 45 ڈالر دینی پڑی۔ یہ فیس بین الاقوامی کوشش کا حصہ ہوتی ہے۔ ادائیگی کے بعد مجھے کوشش میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ رجسٹریشن کے بعد مجھے کوشش کے شرکاء میں شمار کیا گیا۔ مجھے ایک بیگ دیا گیا جس میں کافی چیزیں تھیں۔ نہایت اعلیٰ قسم کا بیگ (اب میرے پاس بھی موجود ہے) دیا گیا جس میں کانفرنس کے brochures اور مختلف قسم کی چھوٹی موٹی کتابوں میں سائنسدانوں کے مضامین خلاصے (ضمیمہ 153) تین عدد تصاویر اور ایک badge موجود تھے۔ badge پر میرا نام Dr P Nasir Venezuela لکھا ہوا تھا۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ کیوں لکھا ہے تو بتایا گیا کہ یہ میری غلطی ہے۔ دوسرے ممالک کے سائنسدانوں سے ملاقات ہوئی جن سے اب تک رابطہ ہے اور جن سے ملاقات کا ذکر بھی شامل تھا۔

تو قارئین اب قریب پانچ بجے کا وقت تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ بیگ کو کمرے میں رکھ آؤں۔ کافی کا وقت ہونے کو آیا تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے ہی تیاری ہو چکی تھی جب میری باری آئی تو کافی ختم ہو گئی۔ دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ دوسری منزل پر ایک اور سینٹ بار ہے جہاں کافی مل جاتی۔

Marfat.com

چند ایک اور سائنسدان ہمراہ تھے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہاں پہنچے مگر شومئی قسمت سے وہاں بھی کافی ختم ہو چکی تھی۔ ناچار ہوٹل کے groundfloor پر Red Square کی جانب اسی ہوٹل کا ایک ریسٹورینٹ تھا، وہاں پہنچے تو کافی پینا نصیب ہوئی اور یہ تھا میرے پہلے دن کا روسی زندگی کا تجربہ۔

جیسا کہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہوتا ہے پہلا دن رجسٹریشن وغیرہ کے بکھیڑے میں ہی بیت گیا۔ کھانے وغیرہ کی تو مجھے بھوک نہیں تھی کیونکہ jetlog کی وجہ سے میرا جسمانی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ آرام کرنے کو ترجیح دی لہذا میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے والے فلور پر پہنچ گیا۔ نگہبان عورت سے چابی حاصل کی اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دروازہ اندر سے بند کیا۔ کافی اپنے چہرے سے اتار کر بستر پر دراز ہو گیا اور یہ بستر کیا تھا یقیناً کسی پاکستان کی تحصیل کے ہسپتال کے general ward کے beds کی طرح کے تھے جن کے springs تو برسوں کے مسلسل استعمال کی وجہ سے اپنی لچک ختم ہو چکے تھے اور بستر پر دراز ہوتے ہی پشت مدد کے بغیر base پر جا لگتی تھی۔

کمرے میں صرف پڑھنے کیلئے ٹیبل لیمپ جو نہایت گھٹیا قسم کا اور زنگ آلود تھا اس میں نصب بلب ایسا تھا کہ زندگی میں اس سے کم power کا بلب پوری دنیا میں نہ دیکھا۔ مجبوراً اس شیشے کی دیوار سے پردے ہٹا دیئے تاکہ باہر سے کچھ روشنی کمرے میں آئے اور میں کم از کم بند مضامین کے خلاصے پڑھنے کی کوشش شروع کی اور اپنے section کو جس میں میرا مضمون تھا mark کیا۔ اس سیشن میں 23 اور پڑھے جانے والے سائنسدان تھے مگر عجیب ہوا تھا کہ اس موضوع پر ایک سائنسدان ہی اپنا مضمون پڑھے گا اور باقی صرف بیٹھے۔ خوشی تو اس بات کی تھی کہ اتنی بڑی کانفرنس میں میرے paper کا resume شائع کیا گیا جبکہ یہ بھی ممکن تھا کہ مضمون بھی کانفرنس میں میں ہی پڑھتا۔ متذکرہ کانفرنس میں تقریباً چھ ہزار سائنسدانوں کا اجتماع تھا اور ویسے بھی چھوٹے موٹے سائنسدان کے اجتماع میں ہوٹل کی سنیک بار وغیرہ میں ہوتے ہیں۔

انہی خیالوں میں نہ جانے کب نیند کی دیوی نے اپنی آغوش میں لے لیا جب آنکھ کھلی تو صبح کے دو بجے کا وقت تھا مگر باہر ابھی تک سورج کی روشنی تھی۔ مجھے بعد میں انکشاف ہوا کہ شمالی ممالک کے باشندے سورج کی روشنی کے لحاظ سے سوتے نہیں جاگتے ہیں بلکہ اپنے وقت کے مطابق سونے جاگنے کا معمول بنا لیتے ہیں۔ مثلاً میرے جیسا آدمی جس کی عادت رات نو بجے سونا اور 4-47 پر اٹھ بیٹھنا ہے۔ وہ اسی مطابقت سے اپنے معمولات کے اوقات کی پابندی کرے گا۔ سوچا ٹی وی سے دل بہلایا جائے مگر جو بھی چینل بدلا ایک ہی پروگرام نظر آیا اور وہ بھی نہایت بوریت کا موجب بن گیا کیونکہ بور قسم کا روسی زبان میں وہی مرغ کی ایک ٹانگ والی بات تھی لہذا ٹی وی کو آف کرنے میں ہی عافیت جانی۔ کمرے میں پڑے گھٹیا قسم کے ریڈیو کے switch کو on کیا مگر یہ بھی Scandanavian یا کسی مشرقی یورپ کی زبان میں پروگرام تھے۔ گھبرا کر اسے بھی خاموش کر دیا پھر سو جانے کو ہی غنیمت جانا مگر اب جو سے وجہ سے نیند قریب نہیں آ رہی تھی۔ ٹیلیفون سے استفادہ کے خیال سے متعدد نمبر ڈائل کئے کہ شاید کہیں ہوٹل میں night service سے contact ہو جائے مگر بے سود۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ٹیلیفون پر سب سے پہلے اپنے فلور کے متعلقہ corridor کی نگہبان سے بات کرنی چاہئے پھر وہ آپ سے بات کروا سکتی ہے۔ بہر حال شدت سے کروٹیں بدلتا رہا جبکہ تا حال باہر تھوڑی روشنی تھی۔ کوئی آٹھ بجے کے قریب میں نہایا دھویا مگر تولیہ جو استعمال میں لایا تو جسم پر سرخ دھبے عود کر آئے۔ چونکہ تولیہ اسقدر کھردرا تھا۔ اس ہوٹل کے ہر چوتھے پر تو مختلف منزلوں پر سنیک بار وغیرہ کا انتظام تھا۔ میں نے نگہبان سے پوچھا تو اس نے مجھے گائیڈ کیا کہ ابھی تک کوئی سنیک بار کھلی نہیں ہے۔ تقریباً دس بجے کے قریب یہاں کام شروع ہوتے ہیں چنانچہ میں دس بجنے کے تھوڑی دیر بعد اپنے corridor کی اوپر والی منزل کی سنیک بار میں گیا تو وہاں انڈے تھے ہی نہیں۔ تیسری منزل کی سنیک بار میں گیا وہاں انڈے دستیاب تھے اور میں نے حسب معمول اپنا ناشتہ کیا۔

Hotel Rossia and Beiroska: قارئین! آگے چلنے سے پہلے اب ہوٹل Rossia سے متعلق تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ راقم گیارہ دن اس ہوٹل میں رہا۔ اگرچہ میں نے چودہ دن کیلئے payment کی ہوئی تھی مگر روسی زندگی سے اسقدر تنگ آ گیا

Marfat.com

کہ قبل از وقت ہی لوٹنے کی ٹھان لی۔ کانفرنس تو سات دن چلنی تھی اور میں کانفرنس کے فوراً بعد واپس جانا چاہتا تھا لیکن روسی نظام ... تھا۔ Intourist والے میرے ہوٹل سے ائیرپورٹ پر جانے اور میری Return booking کی طرف دھیان ہی نہ دے رہے تھے۔ ہوٹل میں روس کی انٹرنیشنل ائیرلائن Aeroflot کے کاؤنٹر پر بکنگ کے لئے کئی دفعہ گیا مگر تمام flights بک ہو چکی ہوتیں اور اس انتظار میں میں چار دن اور رک گئے۔ بالآخر خدا نے میری فریاد سن لی اور پانچویں دن میری واپسی کی بکنگ ہو گئی جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ چودہ دن پہلے payment کی جا چکی تھی۔ تین دن کی رقم لوٹانے کے تقاضے پر جواب ملا کہ یہ رقم آپ کے ایڈریس پر ارسال کر دی جائے گی۔ جب میں وطن واپس پہنچا تو کئی reminders بھیجنے کے باوجود رقم نہ ملی۔

یہ بہت بڑا ہوٹل اور اس کی وسعت کا احاطہ ممکن نہیں جیسے ایک شہر آباد ہو۔ Toronto, Canada میں بھی ایک ... Sheraton Centre ہوٹل مگر ہوٹل Rossia کمروں اور پھیلاؤ کے لحاظ سے کہیں بڑا ہے۔ میں اپنے آپ کو ماسکو کے شب و روز سے مطابقت اختیار نہ کر سکا۔ آدھی رات کو بھی دن کا سماں۔ میں اپنے سونے کے وقت کے لحاظ سے کوئی دس بجے ... کی طرف شیشے کی دیوار کے پردے مکمل طور پر کھینچ دیتا تاکہ سورج کی روشنی داخل نہ ہو سکے مگر میرا Biological clock تھا readjust ہی نہ ہو پاتا اور پہلو بدلتے رہنے کے باوجود نیند نہ آتی۔ سب سے زیادہ پریشانی کا موجب میرا ناشتہ تھا۔ مجھے پتہ چل چکا تھا کہ دس بجے کے قریب میں تیسرے دن اپنی منزل سے اوپر والی منزل پر ناشتہ لینے گیا اور مخصوص order دیا مگر waitress نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں جواب دیا کہ انڈے تو نہیں ہیں کسی دوسری منزل پر دستیاب ہوں گے۔ ہوٹل کی ... منزل پر گیا تو وہاں پر انڈے تو دستیاب تھے مگر کافی ندارد۔ انڈے اور toast تو وہاں ہی کھائے مگر کافی ... ایسا اتفاق بھی ہوا کہ ہوٹل کی lobby میں کافی کے counter پر لائن میں کھڑے انتظار کر رہے ہیں تو باری آنے پر کافی ختم ... دوسرے counter کی طرف دوڑ لگا دیتے اور کبھی تو ایک floor سے دوسرے floor پر جانا پڑتا۔

کھانے کے لئے میں ہوٹل کے ایک دوسرے ریسٹورنٹ میں وارد ہوا جو نہایت عالیشان ... waiters اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے۔ دیکھتے ہی ... تمام میزوں ... میں ایک میز پر ... جا بیٹھ گیا۔ وہاں Uganda کے دو حبشی سائنسدان اور ایک Brussels کا سائنسدان بیٹھے ہوئے تھے۔ ... میں نے یوگنڈا کے سائنسدان سے پوچھا: "آخر معاملہ کیا ہے کہ اس میز کی طرف کوئی بیرا آتا ہی نہیں۔"

اس نے جواب دیا کہ ہم لوگ بھی کافی دیر سے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں کئی بار بلایا بھی ہے مگر کسی کو کوئی توجہ نہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی نسلی امتیاز کا شاخسانہ ہے اور Brussels کے باشندے نے بھی مجھ سے اتفاق کیا کہ یہ ... ہے میں تو اب تک انتظار کر رہا ہوں۔

"میں جانے والوں میں سے نہیں ہوں میں تو اسی میز پر dinner کروں گا"۔ میں نے ذرا اونچے لہجے میں کہا۔

اس نے مشورہ دیا: "تمہیں ان لوگوں کا پتہ نہیں۔ متعصب ذہنیت کے لوگوں سے کچھ بھی بعید نہیں۔ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جانا۔"

مگر میں کب باز آنے والا تھا۔ فوراً میں نے اٹھ کر پہلے ہسپانوی پھر انگریزی زبان میں Head-waiter صاحب کو ... ایک کونے پر ... waiters کے ساتھ ... دوسرے لوگ چونک پڑے کہ یہ عجیب شخص ہے جو اس قدر ... میں ... شور مچا رہا ہے۔ Brussels والے صاحب تو وہاں سے کھسک گئے۔ Head-waiter ایک waiter سمیت ہاتھ میں menu لئے آن پہنچا تو میں نے بلند آواز سے کہا: "menus ان صاحبان کے لئے بھی لاؤ۔"

وہ مینو آئے جن پر مختلف items تھیں۔ ایک تو Hungarian goulash تھی میں نے منگوایا۔ ... نے اس کا آرڈر دیا۔ دوسرے صاحبان نے بھی اپنی پسند کا آرڈر دیا۔ کھانا کھانے کے بعد میں وہاں سے چلنے لگا تو لوگ میری طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ عجیب بات ہے کہ یوگنڈا کے ان دو صاحبان نے کھانے کے دوران مجھ سے کوئی بات نہیں کی مگر میں نسلی امتیاز کی بندش کو توڑتا رہا۔

Marfat.com

ایک شام راقم اور چند دوست جن میں ایک مدراس، ہندوستان کا، کالے رنگ کا ہندو سائنسدان بھی میرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور باتیں کرتے کرتے قریباً دو گھنٹے بیت گئے۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو تین آدمی جو سفید وردی میں ملبوس تھے کمرے میں داخل ہونے لگے۔ چونکہ انداز جارحانہ تھا میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ ان میں سے ایک بولا: "بجلی چیک کرنے آئے ہیں۔" میں نے جواب دیا: "یہاں تو کوئی خرابی نہیں۔" مگر وہ اندر داخل ہو گئے اور مختلف تاروں سے بلا جواز چھیڑ چھاڑ کرنے لگے ساتھ ہی ساتھ ہمیں سہمانے والی نظروں سے دیکھتے رہے۔ کئی بار تو ایسے ہوا کہ میری غیر موجودگی میں جیسے کوئی کمرے میں داخل ہوا ہو اور سامان وغیرہ بکھرا ہوا ہوتا، یا کوئی سامان جو کہ رکھا ہوا ہوتا اپنی جگہ پر موجود نہ ہوتا تھا۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ مجھے احساس ہوا شاید KGB کے آدمی ایسا کرتے ہوں۔

ہوٹل کے گراؤنڈ فلور میں شرقی طرف ایک Duty Free Shop تھی جسے Russian زبان میں Beiroska کہتے ہیں۔ وہاں پر آپ کسی بھی غیر ملکی کرنسی سے سامان خرید سکتے ہیں اور آپ کو اسی کرنسی میں واپس ریزگاری ملتی ہے۔ میں نے کچھ قیمتی پینٹنگز اپنے دوستوں کیلئے Venezuela میں تحفے کے طور پر دینے کیلئے خریدیں۔ چار مشہور Russian dolls sets (ایک کے اندر دوسری چھوٹی ہوتی چلی جاتی ہیں) کے خریدے۔ ایک عمدہ چمڑے کا travel bag اور اسی نوعیت کے چھوٹے اور تحفے تحائف اپنی بیوی کیلئے خریدے۔ کل رقم جو بنی 725 $ تھی۔ جو کہ cash-register پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو میں نے ایک ہزار ڈالر کے Traveller's check سے ادا کیے۔ اس نے مجھے رسید اور بقیہ رقم ڈالرز میں ریزگاری کیلئے دیئے اور میں نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

رات Bolshoi تھیٹر کے قریب سائنسدانوں کا ایک function تھا۔ وہاں جانے کیلئے میں نے کپڑے تبدیل کئے۔ ریزگاری گننے پر انکشاف ہوا کہ صرف 35 $ تھے جبکہ 275 $ ہونے چاہیے تھے تو اسی وقت رسید اور ریزگاری ہاتھ میں لے کر جب باہر نکلا تو ہوٹل سے نکلتے ہوئے راستے میں مجھے ایک سائنسدان ملا جو Antwerp, Holland کا رہنے والا تھا۔ میں نے یہ حقیقت اسے بتا دی تو اس نے ہمدردانہ تجویز دی کہ بہتر ہے تم خاموشی اختیار کرو۔ خدشہ ہے کہ کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ مگر میں نے اپنے ارادے کے مطابق Beiroska میں پہنچ کر دم لیا۔

وہاں کاؤنٹر پر وہ لڑکی موجود نہ تھی۔ میں نے supervisor سے بات کی۔ پہلے تو اسے یقین نہ آیا مگر میرے رسید دکھانے پر اسے یقین ہو گیا کیونکہ میں نے رقم فوراً ہی گن لی تھی چنانچہ اس نے مجھے لڑکی تلاش کرنے کو کہا۔ لڑکی تو وقتی طور پر نہیں مل رہی تھی مگر پتہ چلا کہ وہ دو منٹ کی دوری پر ہے۔ چونکہ اس لڑکی کی ڈیوٹی off ہو چکی تھی اور اس کے خیال کے مطابق لڑکی ابھی Beiroska سے باہر نہیں گئی ہو گی۔ اس نے Public adress system پر اپنی زبان میں کچھ اعلان کیا جو اس لڑکی سے متعلق تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مجھے پیچھے ایک کمرے میں لے گیا۔ خود تو ٹیبل کے پیچھے بیٹھ گیا اور مجھے دائیں ہاتھ کی نشست پر بیٹھنے کو کہا۔ ایک کو بلایا اور اسے کچھ اپنی زبان میں کہا تو تھوڑی دیر بعد چار لڑکیاں کمرے میں داخل ہوئیں۔ میں نے فوراً مذکورہ لڑکی کو پہچان لیا۔ اس نے باقی تین لڑکیوں کو جانے کی اجازت دے دی مگر اس لڑکی کو detain کر لیا۔ لڑکی سمجھ گئی کہ معاملہ کیا ہے۔ اس لڑکی کی شکایت سے ہوا کہ تیری ... اس لڑکی کی آنکھوں میں بیچارگی سے آنسو امڈ آئے اور اس نے تسلیم کر لیا کہ اس نے ریزگاری کم دی تھی۔ اس آدمی نے مجھے ایک فارم پر دستخط کرنے کو کہا مگر میں نے پہلے تو دستخط کرنے سے انکار کیا اور اس سے پوچھا کہ اس فارم پر کیا لکھا ہوا ہے کیونکہ یہ روسی زبان میں تھا۔

"یہ ایک Complaint form ہے اور لڑکی اپنے جرم کا اعتراف بھی کر رہی ہے محکمہ اس کے خلاف ایکشن لے گا۔" اس نے وضاحت کی۔

"کس قسم کا ایکشن؟" میں نے پوچھا۔

"یہ ہمارا طریق کار ہے۔" جواب ملا۔

ممکن تھا اس لڑکی کو Siberia یا کہیں اور سزا کے طور پر بھیج دیا جاتا۔ مجھے لڑکی کی حالت پر رحم آیا اور کہا کہ مجھے صرف باقی رقم چاہیے اس سے، وہ مجھے مل گئی، کارروائی سے غرض نہیں۔

Marfat.com

''دوبارہ سوچ لو۔ یہ بات جب تم اپنے ملک میں ہوتے تو وہاں کے لوگوں کا کیا ردعمل ہوتا!''

''زبان تو کوئی کسی کی بند نہیں کر سکتا میں کسی سے کہوں یا نہ کہوں۔ آپ کا اس سے کیا واسطہ؟ اس مجھے صرف میرے ڈالر چاہئیں۔''

اس کے بعد وہ لڑکی سے مخاطب ہوا۔ بیچاری کی حالت قابل دید تھی مگر جس لہجے میں پولیس افسر بات کر رہا تھا، اتفاق سے لڑکی کے رویہ پر دھچکا تھا۔ اس نے لڑکی کو تو بھیج دیا خود اٹھ کر باہر گیا اور مجھے 240 $ پیش کر دیئے گیا اور انگریزی زبان میں مجھ سے معافی کا خواستگار ہوا کہنے لگا:

''اس قسم کے بددیانت لوگ دنیا کے ہر خطہ میں ملتے ہیں۔''

جب میں Beiroska سے باہر نکلا تو چند ایک میرے ملنے والے انتظار میں کھڑے تھے۔ اس شخص نے کیا سماں دکھایا

Moscow (Moskva) کے چند واقعات اور سیاسی پارٹیاں

Moscow: مغربی روس میں 400 میل (640 km) St. Petersburg کے جنوب مشرق میں اور 600 میل (960 km) پولینڈ کی سرحد سے دور ہے۔ دریائے Moskva کی وادی۔ Oka دریا کی معاون ندی جو کہ Volga دریا سے ملتی ہے۔ دو دریاؤں Upper-Oka اور Upper Volga کے درمیان یورپین روس کے وسیع میدان میں واقع ہے۔ دریا Moskva اس شہر کے درمیان میں سے ہوتا ہوا اور Oka دریا سے جا ملتا ہے جس کی یہ ایک معاون شاخ ہے۔ دریائے Moskva میں جہاز بھی چلتے ہیں۔ ماسکو کی آب و ہوا براعظم یورپ کی طرح ہے اور بحر اوقیانوس سے مغربی ہوائیں اس پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ سردیوں کافی ٹھنڈی ہوتی ہیں اور درجہ حرارت جنوری میں 14 F یا 18 C- اور گرمیوں تھوڑے وقت کے لیے اوسط درجہ حرارت 64 F (18 C) ہیں ان موسم میں ... اکثر بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اوسط بارش 23 Inches ہے۔

rings اور radials کا pattern، ماسکو کی ترقی کی تاریخی stages کو ظاہر کرتا ہے۔ ... ترقی کے ... Boulevard Ring، Golden Ring، Railway، Moscow Little Ring اور Moscow Ring Road سے اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

1960 سے 1980 کی دہائی کے درمیان تک Moscow Ring Road شہر کی administrative limit تھی۔ لیکن اس کے بعد کی اور مقامات Ring Road اور green belt سے ... شامل ... Moscow کا تاریخی ... Kremlin کی قلعہ بندی کی حد جس کے ... battlements (ضمیمہ 154) 20 towers (19 پر spires) جو کہ پندرہویں صدی سے ... Kremlin میں روسی گورنمنٹ کی meetings ہوتی ہیں۔ جن میں پرانی Senate Building (1776-1788) Kremlin Great Palace (1839-1849) اور جدید Palace of Congress (1960-1961) ہیں۔ Kremlin میں دیگر عمارات Central Cathedral Square میں cathedrals ... روسی architecture کے عروج کے زمانے کے شاہد ہیں۔ پندرہویں صدی کی ... صدی ... اور مختلف دور کے groups کی عمارات Ivan III the Great کا bell tower، Armoury Museum اور Arsenal (1702-1736) تک ... Moscow Canal ... ہے۔ Volga دریا کی مختلف نہریں ماسکو اور یورپین روس کے اندرونی تمام شہروں کو سمندر سے ملاتی ہیں۔

ماسکو شہر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ اندرونی حصہ

Kremlin سے لے کر Boulevards or Sadovoye کے شہری حد تک

Marfat.com

۲۔ درمیانی حصہ

تقریباً Circular railway تک محدود ہے۔ مختلف Railway lines جو کہ شہر میں داخل ہوتی ہیں ان کو connect کرتا ہے۔

۳۔ بیرونی حصہ

Circular railway سے 68 میل (110 کلومیٹر) لمبے Circular highway تک جو شہر کی boundary ہے۔

اندرونی حصہ (Inner City) میں Historical core-Kremlin اور اعلیٰ انتظامیہ کے دفاتر واقع ہیں یہ حصہ cultural اور تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بھی ہے۔

درمیانی حصہ۔ Moscow Industry کی periphery ہے زیادہ تر manufacture یہاں ہی ہوتی ہے اور اس حصے میں ریلوے کے terminals ہیں۔

بیرونی حصہ (Outer Zone) کی حال ہی میں urbanization ہوئی ہے جہاں پر رہائشی blocks ہیں اور کافی چوڑی streets۔ Mrs Gondolfo (جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے) کا فلیٹ بھی اسی حصہ میں تھا۔ اس حصے کے اردگرد چھ میل (دس کلومیٹر) چوڑی green belt اور یہاں development کو کنٹرول کیا گیا ہے۔

Hotel Ross a دریائے Moskva اور Red Square کے درمیان واقع ہے۔ جہاں یہ ہوٹل تعمیر کیا گیا ہے وہاں ایک بہت پرانا قصبہ تھا Zaryadie جو کہ ایک معمولی کاروباری مرکز تھا۔ کچھ عرصہ کیلئے یہ مرکز یہودیوں کا ghetto بھی رہا۔ ہوٹل Rossia میں مختلف منازل پر نصف درجن چھوٹے چھوٹے snack bars بلکہ پہلی اور دوسری منزل پر میں نے بڑے بڑے dining halls بھی دیکھے ہیں۔ ممکن ہے کئی اور منازل پر بھی ہوں۔

Kremlin: قدیم یونان Acropolis (ضمیمہ 155) پرانے Russia کے شہروں کی خاصیت کو Kremlin کہا جاتا ہے۔ جسکے گرد Moscow شہر ترقی ہوئی ہے۔ اس کی شکل Isosceles تکون کی طرح جس کی ایک دیوار Moscova دریا سے متوازی ہے۔ اس کی فصیل دیواریں جو کہ بھوری رنگ کی اینٹوں سے بنی ہوئی ہیں اور اس کو battlements محیط کرتے ہیں جن میں پانچ دروازے ہیں۔

1۔ Borovitzkiye یہ 1490 میں barwood سے بنایا گیا۔ bar wood افریقہ کی سخت سرخ لکڑی اور درخت کا نام ہے۔ Baphia nitida سے مراد ایک لکڑی عام استعمال میں لائی جاتی ہے جسے Padouk یا Padauk کہا جاتا ہے۔ یہ مختلف Leguminaeus درخت کے genus *Pterocarpus* سے تعلق رکھتے ہیں۔ سے کاٹتے ہیں اور یہ درخت مغربی افریقہ، جزائر Andaman، Burma (Myanmar) اور Thailand میں پائے جاتے ہیں۔ سرخ رنگ کی سخت لکڑی اس genus سے کئی درخت سے حاصل کرتے ہیں اور rosewood سے ملتی جلتی ہے۔ Borovitzkiye اس جگہ واقع ہے جہاں چار بڑی سڑکوں میں دریا Moskva اس کی معاون ندی Neglinka ملتی ہے اور Krelin پہاڑی کی سب سے نچلی سطح ہے۔ Neglinka ندی کے کنارے دلدل تھے اور Acropolis کی مدافعت کا کام دیتے اب یہ ندی زمین دوز کر دی گئی ہے۔

2۔ Taynitzkiye یہ 1498 میں تعمیر کیا گیا مگر Catherine II نے اسے تباہ کر دیا۔ بعد میں پھر تعمیر کیا گیا اس میں ایک خفیہ راستہ (Taynik) اسے Moskva دریا سے ملاتا ہے۔

3۔ Spasskiye Vorota یہ (نجات کا دروازہ) 1491 میں معرض وجود میں آیا اور یہ مین دروازہ جو Red Square پر کھلتا ہے۔ 1625 میں ایک انگریز نے اس دروازے کا اور پر مشہور Peal of Bells (سریلی گھنٹیاں) نصب کیں

Marfat.com

جن سے ''انٹرنیشنل'' بارہ بجے، چھ بجے Russian Revolutionary Funeral March, تین بجے اور نو بجے سے وقت گھنٹیاں بجنے کی آواز آتی ہے۔

4۔ Great Kremlin Palace کے مشرق میں Cathedral Square پر تین Churches اور Cathedral of Annunciation (Blagovyeschenskiye) کے درمیان گھرا ہوا ہے جس کے نو گنبد ہیں۔ اسے Pskov (1484-89) کے architects نے پرانے Church کی جگہ پر جو 1397 میں استوار کیا گیا تھا بنایا۔

5۔ Archangel Cathedral کو Milan, Italy کے ایک architect نے ڈیزائن کیا۔ اس کے اندر سے Tsar Boris Godunov کے تابوت کو نکال لیا گیا۔ Ivan Klita سے لے کر Ivan Alexeivich تک Tsars کے مقبرے ہیں۔ بعد کے Tsars میں سے صرف Peter II کو یہاں دفن کیا گیا۔

Cathedral of Assumption (Uspenskiy Sobor) کو Bolognia, Italy کے architect نے ڈیزائن کیا۔ اس کا سٹائل Lombardo-Byzantine ہے اور اس کے گنبد ہندوستانی طرز کے ہیں۔

Kremlin محلات میں ایک Palace of Facets یا Granovitaya Palace شامل ہے جس کے اندر شو و سجا ہوا استقبالیہ ہال واقع ہے۔ ایک دوسرا Terem Palace ہے اور ایک بڑے block کو Great Kremlin Palace کہتے ہیں جس میں Supreme Soviet گورنمنٹ کی عمارات ہیں اور Great Palace کے علاوہ اس میں Senate بھی شامل ہے۔ اب اس میں روسی وزراء کی کونسل بیٹھتی ہے۔ Kremlin کے مغربی دروازے کی طرف انیسویں صدی کی armory ہے جس میں روسی Tsarz کے خزانے ہیں اور ایک جدید سنگ مرمر اور شیشے کی عمارت ہے جسے Palace of Congress اور مشہور زمانہ گنبد والا ایک Cathedral جسے Saint Basil the Blessed یا Pokrovski Sobor (Cathedral of Intercession) کہا جاتا ہے۔ Kremlin کی دیوار کے ساتھ Lenin کا Mausoleum (مقبرہ) ہے جس کو 1930 میں سرخ و سفید پالش کئے گئے پتھر سے تیار کیا گیا اور اس کا نقشہ Alexei Schusev نے ڈیزائن کیا۔ Lenin کے مقبرہ کے پیچھے Kremlin کی دیوار کے نزدیک The Graves of Brothers ہیں ان 500 Bolshevik مردوں اور عورتوں کی قبریں ہیں جو 1971 کے revolution میں مارے گئے۔ Stalin کا مقبرہ بھی یہیں پر ہے۔ Lenin کے مقبرہ کی مخالف سمت میں Kremlin کی دیوار کے ساتھ Arcades میں ... enterprises اور Red Army کے Administrative دفاتر ہیں۔

Lenin کے مقبرہ پر workshippers کی لمبی لمبی قطاریں لگی رہتی ہیں۔ اس کے نزدیک ہی Shrine of the Iberian پر worshippers کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ Lenin کے مقبرہ کی مخالف سمت میں Nijni-Novgorod کا Monument ہے جس نے ان فوجیوں کو organize کیا جنہوں نے Poles کو 1612 میں Moscow سے باہر نکالا۔ Red Square کے شمالی دروازہ کی طرف قومی تاریخ کا Museum ہے۔ اس کے سامنے ... صدی میں تعمیر کیا گیا Kazan Cathedral جو Poles کو Moscow سے بھگانے کی یاد تازہ کرتا ہے۔ Red Square پر پتھر کا Tribunal ہے جسے پہلے Forum کہا جاتا تھا۔ Market Cross اور Execution کے لئے ہیں ... Red Square کی پیمائش 142*1074 ... شہر کا وہ حصہ جو Kremlin اور Red Square کے شمال مشرق میں واقع ہے، کا نام Kitai Gord ہے (چائنیز زبان میں اس کا ترجمہ درمیانہ حصہ) Kitai کی مغربی سمت پر Red Square اور Kremlin کی طرف ایک بہت بڑا گورنمنٹ کا departmental سٹور ہے جسے Gum کہا جاتا ہے۔ ... عمارت کو 1890-93 میں تعمیر کیا گیا۔ یہ سٹور لندن کے مشہور Selfridges اور نیویارک کے Macy's سٹورز سے مشابہہ سمجھا جاتا ہے۔ اس علاقہ میں کئی تاریخی عمارات جیسے کہ روس کے سب سے پہلے Tsar Romanov کا گھر 1565 ... Romanov Bovar کے گھر کے نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

Kremlin کی بائیں جانب شہر کے درمیان ایک وسیع سبزہ زار ہے جسے Aleksandrovsky Garden کہا جاتا ہے۔ اس باغ کے دوسری طرف ماسکو یونیورسٹی کی عمارت جو کہ اٹھارویں صدی کے آخر میں تعمیر کی گئی۔ روس کی اس پہلی یونیورسٹی Moskow University کی بنیاد Mikhail Lononosov نے 1755 میں رکھی۔ یونیورسٹی لائبریری اور چھاپہ خانہ ابھی موجود ہے لیکن تعلیمی شعبہ جات Moskva کے جنوب مغرب میں Lenin Hills پر ایک نئے campus پر منتقل کر دیے گئے۔

چند ایک دفعہ ہوٹل Rossia سے نکل کر Red Square میں گارڈ کی تبدیلی کا منظر دیکھنے میں آیا۔ صبح اور شام کے وقت ایک دو دستے وردی میں ملبوس نہایت شان و شوکت سے ایک دروازے سے نکل کر شمال کی طرف Kremlin کی دیوار کے باہر ایک خاص انداز میں ایک ردھم اور تال کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا Lenin کے Mausoleum تک پہنچ کر دوسرے گارڈ کو relieve کرتا ہے اور دوسری ٹولی اسی انداز سے چلتا ہوا ردھم اور تال کے ساتھ واپس Kremlin کے دروازے کے اندر داخل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک حسین منظر ہوتا ہے اور اس منظر کو دیکھنے کے لئے ہجوم ہوتا ہے۔

Moscow's university sector goes commercial:

About sixteen years ago Moscow had two universities--today it has more than 40. Sixteen years ago Moscow State University (MSU) high up on the beautiful Lenin Hills and overlooking the Moscow river was an eloquent symbol of the best academic achievements of the Soviet Union. Today in the continuing economics crisis of post-communist Russia it has been forced to adapt to survive. Like the new universities it hustles and lobbies for funds, students and lecturers.

MSU is still the most prestigious university in Russia and one of the biggest in the world both in terms of students numbers (more than 25,000 undergraduates and 6,000 postgraduates) and the area covered. It remains a potent political and economic force, but still only manages to get four fifths of its minimum requirements from central government. It gets no money for refurbishment and maintenance or capital investment.

It generates income in ways now common to all Russian universities. First, it allows 20 per cent of Russian students to be fee-paying. Second, Individual departments may undertake commercial activity, offering commercial courses (20 per cent of the profit goes to the central MSU administration, the rest to paying wages). Some areas of the university are also rented out to private firms that set up their own commercial courses.

Even so, neither lecturers nor students can live on their wages or grants. A full professor gets the monthly equivalent of US$400, a new lecturer half that. A student gets $70. The minimum living wage in Moscow, one of the most

Marfat.com

expensive cities in the world, is $300 a month. A cleaner gets the impossible salary of $90 a month. But this is a country where only 40 per cent of actual work is declared and taxed. Low earners who survive doing one or two aditional, undeclared jobs, often bring their combined wage up to a higher level than that of a successful academic.

Mikhail Bashuratyan, sub-dean of the Faculty of Sociology, says the crisis in Russian schools caused by chronic underfunding affects the quality of undergraduates. "Children go months without a teacher in some subjects."

In adition, the fall in the value of grants means more than 90 per cent of students at Moscow universities now come from Moscow, cutting out gifted provincial students. "But the university now runs a two year preparatory course which brings the students up to standard," says Mr. Bashuratyan.

It has also responded to demand by introducing many more applied studies courses, such as advertising and business management. Forty per cent of students choose these over more traditional, theoretical courses.

MSU is also proud that its lecturers and staff receive regular salaries. Victor Afanisiev, the former politician, who stood beside Yeltsin on the barricades of the White House, is head of the popular new Russian State University for the Humanities (RUSH). Its gleaming interiors and beautiful art displays are a striking contrast to the peeling corridors and shabby halls of Moscow State University.

Yet in January its staff had not been paid for the previous seven weeks. However, compare this with Kharkov University in the Ukraine, which has not been able to pay its staff for the last seven months, and things do not look so bad. Staff continue to turn up for work, afraid that if they do not they could lose their jjob in a country where unemployment is growing daily but also hoping that this may be the day they get paid.

Dr. Afanasiev was looking tired and careworn. Walls were being painted and chandeliers cleaned for the next semester and a looming visit from the UN Secretary General. "It would be nice to think you could preserve the purity, the innocence of higher education," he said, "but you can't. You either get the money or go under. To survive in education today you have to become a hustler."

The RUSH gets only 30 per cent of what it needs to function from central

Marfat.com

government. For the last three years it has received no money at all from central government for capital investment, repairs and redecoration. The redecoration taking place is from a one-off grant from the Moscow Education Department. It is able to exist and develop by producing commercial courses as well and applying for any grant available.

As Dr. Afanisiev says: "Of course, times are hard, but it's not all black. This must be seen against the tremendous surge in creativity, in research that has taken place in the post-Soviet era. We, in Moscow at least, and for universities such as ours with saleable courses, are over the worst now. It's very different in the provinces and for institutions specializing in mechanical engineering or geology."

Mikhail Abezyan, from the Moscow State Linguistics University, formerly the prestigious Masrise Therese Foreign Languages Institute, also thinks the worst is over: "Before we were just trying to survive, now we are developing... Of course, we don't get enough money from central government but we look for exchanges, grants, sponsorships and fee-paying students to keep us going. It helps that the government allows us to go into debt on our gas and electricity bills, although sometimes they forget and cut us off anyway." He was proud of the university's involvement in the community.

In Moscow, despite the economic crisis and the shrinking of the student catchment area to Moscow itself, higher education seems to be expanding. MSU has opened five new faculties within the last 10 years, it has sponsored a school on its premises and created countless new courses. The RSUH is comtinually increasing its range of departments: the lastest project is an Indian Centre to coincide with the 50th anniversary of Indian independence.

There is fierce competition to get into all the state universities, few of which are completely new,most are prestigios old poltechnics that have changed their name. There are also a few completely private, fee-paying universities, offering commercial courses, usually without any entrance exam, and these too are breaking even.

Russian universities may have given up their ivory towers, they indeed are hustling to survive, but they do so with an admirable commitment to the final aim: continuing free provision of a high standard of education for most

Marfat.com

students

پرانی یونیورسٹی کے شمال کی طرف ایک جدید Soviet Council of Ministers کی عمارت ہے جو 1930 کی دہائی میں تعمیر کی گئی تھی۔ شمال میں تھوڑے سے فاصلے پر مشہور Bolshoi Theater ہے۔ اس کے بعد Dzerzhimsky Square ہے۔ قدیم Lubyanka Square جہاں پر Committee of State Security (K G B) کی عمارت ہے۔ Sadovoye Ring کی بائیں طرف دو قابلِ ذکر مقامات ہیں۔ Gorky Street اور Kalinin Arbat۔ Gorky Street پر اس کے نزدیک کئی ہوٹل، ریسٹورنٹ، تھیٹر، دوکانات Moscow City Sovit (شہر کے قدیم گورنر جنرل کی رہائش گاہ) واقع ہیں۔ سیاحوں کو عام طور پر شہر کا مغربی حصہ دیکھنے کی اجازت تھی۔

اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ اس زمانے میں جب راقم وہاں تھا تو Intourist guide کے ساتھ تھیں اور یہ [illegible] سا خاندان ساتھی Kremlin کی Gorky Street کی سیر و تفریح۔ یاد رہے اس زمانے میں مقرر [illegible] Intourist guide کے بغیر سیر و تفریح کے لیے نہیں جا سکتے تھے۔ تو دیکھتے کیا ہیں کہ قریباً 40 آدمی ایک دوسرے کے اوپر نیچے اور [illegible] کوئی چیز تلاش کر رہے تھے۔ میں نے گائیڈ سے اس کے متعلق پوچھا "یہ معاملہ کیا ہے؟"

"ہماری تہذیب پر دھبہ ہیں۔ چھوڑیں انہیں یہ پاگل ہیں۔"

بعد میں پتہ چلا کہ کوئی شخص ballpoint pens اور chewing gums بیچ رہا تھا۔ [illegible] jeans اس وقت Russia میں مشکل سے ملتی تھیں۔ جب لوگوں کو پتہ چلتا کہ کسی کے پاس یہ اشیاء ہیں تو خریدنے کے لیے دوڑ پڑتے اور اس کی منہ مانگی قیمت ادا کرتے۔

Kalinin Prospekt (روس میں شاہراہوں کو Prospekt کہا جاتا ہے) Lenin [illegible] سے شروع ہوتی ہے جو کہ اس وقت روس کی سب سے بڑی لائبریری تھی۔ اس وقت وہاں 25 ملین سے زیادہ کتابیں تھیں۔ Arbat Square اور Sadovoye Ring کے درمیان جدید Kalnin Prospekt جو کہ جدید اور نئی ترقی کی علامت ہے [illegible] 1960 کی دہائی میں تعمیر کی گئی۔ اس پر اونچی اونچی عمارات کے نچلے floors پر جدید دوکانات اور ریسٹورنٹ ہیں۔ Kalinin Prospekt کے متوازی تنگ اور انیسویں صدی کی Arbat Street میں بھی دوکانات واقع ہیں۔

شہر میں کئی عجائب گھر ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور State Tretyakov گیلری ہے۔ قدیم Rumyantsey عجائب گھر کو 1924 میں dissolve کر دیا گیا اور مغربی painters کے works کو فائن آرٹس کے عجائب گھر میں منتقل کر دیا [illegible] جبکہ روسی painters کے works کو Tretyakov Gallery میں رکھ دیا گیا۔

Moscow کے اچھے Theathres میں سے زیادہ مشہور Moscow اور Meyer Hold ہیں۔ [illegible] wings اور روشنی scenery، floodlights یا drop-scenes نہیں ہیں۔ الفاظ یا اشارے کی [illegible] screens [illegible] Mechanical contrivances کی مدد سے کیے جاتے ہیں۔

Kremlin قدیم aristocracy کی اور اسی طرح اس کے مشرق میں Kitai Gorod پرانے [illegible] کی رہائش گاہ تھی۔ Kitai Gorod کے اردگرد دیوار 1534-38 میں استوار کی۔ Kremlin کے قریب [illegible] سب سے پرانا [illegible] جس کی تصدیق اس کے تنگ اور ٹیڑھے مکانات کرتے ہیں۔ Kitai چینی زبان میں Tartar سے اخذ سمجھا جاتا ہے جس کے معنی ہیں چھوٹا قلعہ۔ 1917 کے انقلاب کے بعد بڑے Trust، Peoples commissariats اور سرکاری دفاتر نے یہاں استعمال میں لانا شروع کر دیا۔ رہائشیوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس جگہ کا 4/5 حصہ دفاتر کے قبضہ میں لے لیا ہے۔ اس سے bureaucracy کی تعداد میں اضافہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کوئی اعلیٰ قسم کی بس سروس یا ریلوے نہیں۔ اکثریت کی machinery electrified کیا گیا ہے۔ Underground transport system یا subway یا metro نہ صرف نہایت efficient سروس ہے بلکہ ایک

attraction بھی ہے۔ مذکورہ system کی 1930 کے شروع کے سالوں سے متواتر ترقی ہو رہی ہے یہاں تک کہ WW II کے دور میں بھی اس پر کام جاری رہا۔ پہلی line کا افتتاح 1935 میں ہوا۔ سو سے زیادہ stations اس سسٹم میں واقع ہیں اور قریباً سو میل (160 km) کی tracks ہیں جس وقت میں روس میں تھا نئی tracks بچھائی جارہی تھیں۔ stations اپنی نفاست اور صفائی کیلئے مشہور ہیں۔ بہت سے stations جو system کے پہلے دس سال میں تعمیر کئے گئے Richly decorated ہیں اور historical یا Heroic themes کو carry out کرتے ہیں۔ تقریباً تمام stations جن کو میں نے دیکھا مختلف ریاستوں سے Cultural decorations کی نمائندگی کرتے ہیں۔

یہاں موجودہ صورت حال سے متعلق عرض کروں۔ جب سے Russia disintegrate ہوا ہے۔ 262 سیاسی جماعتیں تھیں اور 262 ہی ان کے لیڈر تھے جو کہ 17 دسمبر 1995 کے الیکشن لڑنے کیلئے تیاری کر رہے تھے اور یہ لیڈر "Napoleon complex" کے شکار ہیں۔

"Better be star in a village than nobody in town"

ایک Political commentator نے روس کی سیاسی جماعتوں کو مندرجہ ذیل categories میں تقسیم کیا ہے۔

1۔ "Engine" parties

جیسے Eye surgeon کی Svyatoslav Fyodorov کی Party of Working People's Self-Management جس کا مطلب ہے جن کا وجود اپنے leaders کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

2۔ "Panama hat" parties

جیسے۔ Marychev کی پارٹی جو کہ جتنی آسانی سے تشکیل پاتی ہیں اتنی ہی آسانی سے ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں۔

3۔ "Motel" parties

جیسے کہ پہلے پرائم منسٹر Nikolai Ryzhkov کی پارٹی جو الیکشن سے ذرا پہلے وجود میں آتی ہیں۔

4۔ "Corporation" parties

جیسے۔ Communist Party جن میں وہ لوگ شامل ہیں جو اپنی عادت کی وجہ سے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

5۔ "Muslim Union of Russia"

مسلمان تقریباً بیس ملین جو کہ ساٹھ سے زیادہ ethnic گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ Volga دریا کے ساتھ Russian Republics جس کے نام Tatarstan اور Bashkotostan ہیں۔ شمالی Caucasus اور مغربی Siberia میں رہتے ہیں۔ پہلی دفعہ اکٹھے ہوئے تاکہ elections میں حصہ لے سکیں۔ June 95 میں مسلمانوں کے 256 نمائندوں نے Russia کے 62 علاقوں سے ایک congress میں حصہ لیا اور نمائندوں کی Dec. 17, 1995 کے الیکشن میں حصہ لینے کی list تیار کی۔

East Berlin

1968 میں مجھے وینزویلا سے مشرقی برلن میں سائنسدانوں کی کانفرنس بنام *Symposium ueber Cercarien, East Berlin, DDR (Deutsche Demoratic Republic) and September 9 10* تحقیقی مقالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے ایک سائنسدان ساتھی Prof. Dr. Klaus Odening نے جو کہ مشرقی برلن کے Tierpark (چڑیا گھر) میرے ہی شعبے میں ریسرچ کیا کرتا تھا، نے JohannestraBe ہوٹل میں تیسری منزل پر کمرہ بک کرایا ہوا تھا۔

Caracas سے Viasa کی فلائیٹ کے ذریعے نیویارک پہنچا اور وہاں Lufthansa کی فلائیٹ سے مغربی برلن

Marfat.com

پہنچ گیا۔ میرے پاس ویزا وغیرہ کے کوئی کاغذات نہ تھے مجھے خط کے ذریعے اطلاع دے دی گئی کہ امیگریشن پہنچ کر مشرقی برلن جانے کیلئے امیگریشن والوں کو تمہارے متعلق اطلاع دے دی گئی ہے اور مشرقی برلن جانے کیلئے کوئی دقت نہ ہوگی لہذا ایسا ہی ہوا جیسے کہ مجھے ماسکو جانے کیلئے امیگریشن سے گزرنا پڑا تو کسی نے میرے پاسپورٹ پر کوئی مہر وغیرہ نہ لگائی۔ ایسا ہی سلوک میرے ساتھ یہاں بھی کیا گیا۔ میں ٹرین میں بیٹھ کر ہوٹل کے قریب ہی سٹیشن پر اتر گیا۔ جونہی میں مغربی برلن سے مشرقی برلن میں داخل ہوا تو میری حیرانگی کی حد نہ رہی کہ مغربی برلن میں نفیس قسم کی عمارات، صاف ستھری سڑکیں اور خوب چہل پہل تھی اس کے مقابلے میں مشرقی برلن ایک ویرانے کا سماں پیش کر رہا تھا۔

ہوٹل کی reception پر میں نے اپنے کاغذات دکھائے تو مجھے کمرہ الاٹ کر دیا گیا اور چابی دے دی۔ کیا کرایہ تھا مجھے اب کچھ یاد نہیں۔ مجھے سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہوٹل کی مختلف منزلوں پر جانے کیلئے ہوٹل کی راہداری کے ایک طرف چار اور دوسری طرف پانچ لفٹ بالمقابل لگے ہوئے تھے۔ سوائے ایک لفٹ کے جو کہ عام پبلک کیلئے تھا دوسرے تمام اعلیٰ افسران اور شاید کیمونسٹ لوگوں کیلئے ہوں۔ میں سیڑھیاں استعمال کرنا چاہتا تھا۔ میں نے بڑی ضد کی کہ مجھے سیڑھیاں استعمال کرنے کی اجازت دی جائے اور وجہ بھی بیان کی مگر کسی نے ایک نہ سنی۔ لفٹ کے باہر آپریٹر میرے ساتھ ہی داخل ہو گیا۔ میرے پاس ایک بیگ اور ایک ہی سوٹ کیس تھا۔ تیسرے فلور پر اس نے لفٹ کو ٹھہرا دیا اور میں چند قدم چلنے کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرہ کیا تھا ایسا کمرہ میں نے آج تک کسی ہوٹل میں نہیں دیکھا۔ جیسے پاکستان کے کسی تحصیلی ہسپتال کے جنرل وارڈ میں لوہے کے پہیوں والا bed ہو اور وہ بھی فریم زنگ آلودہ ہو۔ وہ تو خیر ہوئی کہ میں اپنا تولیہ ساتھ لے گیا ورنہ جو وہاں کا تولیہ تو اس قابل ہی نہیں تھا کہ استعمال کیا جائے۔ کمرے میں سوائے ایک پرانے سنک کے کوئی باتھ روم نہ تھا۔ اس تمام فلور کیلئے ایک جگہ پر تقریباً ایک درجن باتھ روم ہوں گے جو دقیانوسی اور پرانے تھے۔

ہوٹل کافی وسیع تھا۔ مجھے پتہ چلا کہ ہٹلر کے زمانے میں خاص مہمان یہاں آ کر ٹھہرا کرتے۔ ہو سکتا ہے اس دور میں اس کی حالت کافی بہتر ہو مگر ایسے محسوس ہوا جیسے کسی کو اسے maintain کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ ایک اور بات مشاہدے میں آئی۔ ہوٹل میں کئی ریسٹورینٹ مگر وہ خاص لوگوں کیلئے مخصوص تھے۔ عام پبلک کیلئے صرف ایک ہی ریسٹورینٹ تھا۔ [illegible] تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ اس دور میں روس نے Czechoslovakia پر 1968 میں حملہ کر رکھا تھا۔ Frantisek Vodslon جو کہ Czechoslovakia کی کیمونسٹ پارلیمنٹ کے ممبروں میں سے ایک تھا جس نے روس کے حملے کی مخالفت کی۔ اس کی وفات اتوار پانچ مئی 2002 میں ہوئی اور یہ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء روسی افواج کے استعمال کیلئے بھیجی جاتیں۔

دوسرے دن میں نے اپنا مقالہ پڑھا اور سائنسدانوں سے جن کے میں نے صرف نام ہی سنے ہوئے تھے ان سے میری ملاقات ہوئی خاص طور پر ڈاکٹر Dr. Odening سے مل کر بہت خوشی ہوئی کیونکہ اس نے نہایت اعلیٰ قسم کے تحقیقی مقالے پیش کئے ہوئے تھے۔ مختلف زبانوں میں ایک ہی وقت میں ترجمہ کرنے کا انتظام تھا۔ ہر ایک سائنسدان کی کرسی کے سامنے میز پر ایک مائیکرو فون اور ہیڈ فون پڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ کانفرنس صرف دو دن کیلئے تھی مگر میں پانچ دن مشرقی برلن میں رہا تاکہ شہر کی سیاحت کر سکوں۔

کانفرنس کے دوسرے روز شام کو گورنمنٹ کی طرف سے ڈنر کا بندوبست کیا گیا۔ Walter Ulbricht مشرقی جرمنی کے autocratic حکمران نے اس ڈنر پر تقریر کرنی تھی۔ میرا یہ خیال تھا کہ اس کیمونسٹ نظام میں اونچے نیچے طبقے میں کوئی تفریق نہ ہوگی مگر ایک بڑے ہال میں جہاں ہر طرح کے کھانے اور شراب وغیرہ کا بندوبست تھا بڑے میزوں پر کیا گیا ایک بڑا ہال Walter Ulbricht اور اس کے ہمراہیوں کے لئے تھا۔ سائنسدانوں کے علاوہ وہاں میں چھ اور لوگ بھی مدعو تھے لیکن کسی شخص نے کرسیوں پر بیٹھنے کی جرات نہ کی جب تک کہ Ulbricht صاحب تشریف نہ لے آئیں۔ کچھ دیر بعد یکلخت خاموشی طاری ہوئی۔ ایک چھوٹے قد کا آدمی گٹھا ہوا جسم، مولانا ابوالکلام آزاد جیسی داڑھی، چشمہ لگائے، ہٹے کٹے لمبے دہشت ناک گارڈز کے ہمراہ داخل ہوا اور کرسی سے اٹھ کر چند خوش آمدید کے کلمات کہے۔ پھر اس نے تقریر کی جو کہ جرمن زبان میں تھی میرے پلے تو کچھ نہ پڑا البتہ تقریر کے خاتمے پر دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی میں نے خوب تالیاں بجائیں۔ اب جب تک وہ اور اس کے باڈی گارڈ وغیرہ بیٹھ نہ گئے کوئی بیٹھنے کی

Marfat.com

جرات نہ کر سکا۔

مشرقی برلن کا درمیانی حصہ کوئی سے دو ایکڑ پر محیط تھا جہاں پر weeds اور debris کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ یہ مشہور Potsdamer Platz، کسی دور میں برلن کا تجارتی مرکز جو کہ 1920s میں اتنا رونق والا علاقہ تھا کہ جہاں پر دنیا کی پہلی ٹریفک لائٹس نصب کی گئی تھیں۔ جب کسی ایسی جگہ میں داخل ہوں کہ جسے گلی کہا جائے تو اس کے اندر سوائے کھلی جگہوں کے کچھ بھی نہیں۔ ان جگہوں میں سے چند ایک کی تو حد بندی کی گئی ہے لیکن اکثریت کھلی جگہیں ہیں۔ پچھلے 23 سال سے یہ Platz خالی پڑا ہوا ہے۔ چھوٹا حصہ دیوں کی بمباری سے تباہ ہوا اور پھر مشرقی جرمنوں نے اس کی بربادی کا سامان پیدا کیا۔ Berlin دیوار اس کے درمیان میں سے گزرتی ہے۔ 1989 میں اس دیوار کو گرا دیا گیا اور مشرقی اور مغربی جرمنی 1990 میں متحد ہو گئے۔ دیوار کے چند ایک حصے نیم ہری یادگار کے طور پر باقی رہ گئے۔ subway اور Elevated trains برلن دیوار اور دونوں جرمنی کے بارڈر پر آ کر رک جاتی تھیں۔

برلن کئی سالوں سے جرمنی کی تقسیم اور مشرقی مغربی طاقتوں کے درمیان جھگڑے کا نشان رہا۔ سرد جنگ کے دوران مغربی فوجی مہمات اور روس سے تعلقات میں رکاوٹ تھا۔ 1948 میں روس کے گیارہ ماہ محاصرہ کے دوران امریکہ کی ہوائی فوج نے برطانیہ اور فرانس کی مدد سے مغربی برلن کے باشندوں کی ناقابل فراموش مدد کی جہد airlift کے ذریعہ روزمرہ کی ضروریات زندگی مہیا کیں اور شہریوں کو بھوک سے مرنے سے بچایا۔ تین مغربی sectors اور مشرقی برلن دن بدن علیحدہ ہوتے گئے۔ جب مشرقی جرمنی نے بدنام دیوار 13 اگست 1961 میں تعمیر کرنا شروع کی تو برلن شہر کی تقسیم ہمیشہ کے لئے معلوم ہوتی تھی۔

1963 میں امریکن پریذیڈنٹ John F. Kennedy نے اپنے مشہور فقرہ " Ich bin ein Berliner " (میں برلن کا باشندہ ہوں) برلن شہر اور شہریوں کی مدد کی۔ 1987 میں ایک اور امریکن پریذیڈنٹ Ronald Reagan نے Brandenburg Gate کے قریب اپنی تقریر میں روسی حکومت سے اپیل کی " Tear down this wall " (اس دیوار کو گرا دو)۔ مشرقی جرمنی میں امن پسند بغاوت کی وجہ سے 9 نومبر 1989 میں دیوار کو کھول دیا گیا۔ یہ برلن کی 750 سالہ تاریخ میں ایک نیا باب تھا۔

میں برلن کی اتنی بری maintainence تھی کہ کئی سال سے متواتر ایک ہونے کی وجہ سے مشرقی برلن کے درخت تباہ ہو گئے۔ بلڈنگوں کی حالت خستہ ہو چکی تھی۔ شہر کے وسط میں بارہ ہزار فٹ اونچے ٹیلی وژن ٹاور کی بنیاد رکھنے کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ Berlin Wall میں مشہور Checkpoint Charlie جہاں 1961 میں امریکن اور روسی ٹینک آمنے سامنے لڑائی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

Berlin Wall تیرہ اگست 1961 میں کھڑی کی گئی۔ یہ ایک weekend تھا تقریباً تمام مشرقی برلن کے شہری سو رہے تھے۔ انہیں پتہ چلے بغیر مشرقی جرمنی کی حکومت نے بارڈر کو بند کرنا شروع کر دیا۔ اس اتوار کی صبح کو شروعات کا بہت سا کام نپٹا دیا گیا اور فوج نے گلیوں کی توڑ پھوڑ کرنا شروع کر دی۔ barbed wire اور کئی طرح کی رکاوٹیں بھی حائل کر دیں۔ پہلے کنکریٹ اور بڑے بڑے کنکریٹ کے بلاک پندرہ اگست کو دیوار کے کام میں لائے گئے۔ آنے والے چھ ماہ میں Berlin Wall کا پہلا مرحلہ مکمل ہوا۔ دوسری دیوار جون 1962 میں تکمیل پائی تا کہ مشرقی برلن کے لوگ مغربی برلن کی طرف بھاگ نہ سکیں۔ آئندہ سالوں میں پہلی دیوار کو پہلے سے بہتر کر دیا گیا اس حد تک کہ دونوں دیواروں میں امتیاز کرنا مشکل نظر آتا۔ اوپر والی دو دیواروں کی جگہ تیسری دیوار تھی یہ 1965 میں شروع کی گئی۔ یہ دیوار لوہے کے girders کے درمیان بجری کے slabs اور بجری کے کھمبوں پر مشتمل تھی۔ دیوار کے اوپر sewage pipe چڑھا دی گئی۔ 1975 میں تیسری دیوار کی جگہ چوتھی دیوار نے لے لی۔ اب کہ نئی قسم کے بجری کے بلاک استعمال میں لائے گئے جنہیں آسانی سے توڑا نہ جا سکتا تھا تا کہ دیوار میں سوراخ کرنے سے لوگ عبور نہ کر سکیں اور اسی طرح اس دیوار پر ماحول سے تاثرات کا اثر مشکل تھا۔ اس پر توپیں، mines اور watchtowers نصب کیے گئے۔ دیوار برلن اس لئے بنائی گئی کیونکہ 2.5 million جرمن مشرقی جرمنی سے 1949 سے لے کر 1961 تک مغربی جرمنی میں کسی طرح

Marfat.com

سے داخل ہو گئے تھے مگر دوسروں کو روکا جائے۔

تیرہ اگست 1961 کو بارڈر بند کر دیا گیا، دس دن کے بعد سیاح، سفارت کار اور مغربی طاقتوں سے فوجی مشرقی برلن میں داخل ہونے کیلئے ایک مخصوص Berlin Friedrichstrasse آمدورفت کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ بہت جلد امریکن فوجی پولیس نے Friedrichstrasse پر ایک تیسرا چیک پوائنٹ کھول دیا۔ دوسرے دو چیک پوائنٹس کے نام مغربی اور مشرقی جرمنی کے بارڈر پر اور Dreilinden مغربی برلن اور مشرقی جرمنی کے بارڈر پر، پہلے چیک پوائنٹ کو Alpha اور Dreilinden کے چیک پوائنٹ کو Bravo جبکہ Friedrichstrasse کو Charlie کا نام دیا گیا۔ چیک پوائنٹ Charlie کو 22 جون 1990 کو ختم کر دیا گیا اسی طرح چیک پوائنٹ Charlie مشاہدی ٹاور کو 9 دسمبر 2000 میں ہٹا دیا گیا۔

مشرقی جرمنی کی حکومت نے کوئی 75000 ہزار شہری جن میں فوجی بھی شامل تھے دیوار برلن کو عبور کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا۔ ایک تحقیق کے مطابق اوسطاً ایک شہری ہر ساڑھے تین گھنٹے بعد دیوار کو عبور کرنے کے الزام میں گرفتار کیا جاتا۔ کوئی آٹھ سو شہری دیوار عبور کرنے کی کوشش میں مشرقی جرمنی کی فوج نے مار ڈالے تھے۔ یہ دیوار ساٹھ میل لمبی تھی۔ جب مشرقی یورپ میں 1989 میں جمہوریت کی ہوا چلی تو اس کو گرا دیا گیا۔ دیوار برلن کی باقیات میں سے چیک پوائنٹ Charlie یادگار کے طور پر باقی ہے۔

شہر کے دو مشہور لینڈ مارکس جنکے نام Brandenburg Gate اور Reichsatg ہیں جو دور سے نظر آتے ہیں مگر ان کے سامنے سوائے وسیع جگہ کے کچھ بھی نہیں۔ Brandenburg Gate ایک زمانے میں تقسیم شدہ برلن کا symbol تھا مگر اب یہ متحدہ شہر کا نشان ہے۔

Munich

Caracas سے BOAC (British Overseas Airways Carporation) جو بعد میں B.A. (British Airways) کی فلائیٹ سے لندن پہنچا اور یہاں دو دن قیام کے بعد Lufthansa کے ہوائی جہاز سے Munich کی ائرپورٹ Riem پر لینڈ کیا کیونکہ 1974 میں مجھے ICOPA III (*Third International Congress of Parasitology, Munich, Germany 25-31 August*) میں ایک تحقیقی مقالہ پڑھنا تھا۔

میرے وہاں قیام کے دوران صرف ایک ہی قابل ذکر واقعہ پیش آیا، میں نے اپنا مقالہ پڑھنے کے بعد اپنے ہوٹل جانا تھا لہذا میں نے ایک شاہراہ کے فٹ پاتھ پر چلنا شروع کیا تاکہ ٹیکسی لے سکوں۔ میں چلتا جا رہا تھا اور خالی ٹیکسیاں ادھر تیز رفتاری سے گزر رہی تھیں۔ میں نے کئی بار ہاتھ سے ٹیکسی روکنے کیلئے اشارہ کیا مگر ٹیکسی رکتی ہی نہ تھی۔ میں چلتا گیا اور ٹیکسیوں کو دیکھ کر دونوں ہاتھوں سے انہیں رکنے کا اشارہ کرتا رہا لیکن کسی نے مجھے گھاس نہ ڈالی۔ آخر کار ایک ادھیڑ عمر عورت Mercedes ٹیکسی چلاتی ہوئی میرے قریب آ کر رک گئی۔ پیشتر اس کے کہ میں اسے اپنے ہوٹل کا پتہ دیتا میں نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوتے ہی پہلا سوال کیا۔ ''کیا بات ہے کئی خالی ٹیکسیاں گزریں مگر کسی نے بھی رکنا گوارہ نہ کیا۔'' اس نے کوئی چھوٹی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، ''لگتا ہے جرمنی میں نئے آئے ہو۔''

''ہاں مجھے ویزہ دیا ہے ایک کانفرنس میں مدعو کیا گیا ہے۔''

میں نے اسے ہوٹل کا پتہ دیا اور اس نے آہستہ سے ٹیکسی چلانا شروع کر دی۔ فٹ پاتھوں پر دونوں طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ فاصلے پر کھمبوں پر لگے ہوئے نشان کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگی، ''یہ ٹیکسیوں کے سٹاپ ہیں جس نے ٹیکسی لینی ہو یہاں آ کر کھڑا ہو جاتا ہے سوائے ان مخصوص جگہوں کے ٹیکسیاں کہیں نہیں رکتیں۔''

میرے جیسے مختلف ممالک کے سفر کرنے والے کیلئے یہ پہلا موقع تھا۔ مجھے پتہ نہیں چل رہا تھا کہ آخر ان کی کیا وجہ ہے کہ ٹیکسیاں رک نہیں رہیں۔

Munich جرمنی کی Bavaria State کا دارالخلافہ اور سب سے بڑا شہر ہے۔ برلن اور Hamburg کے بعد آبادی

Marfat.com

کے لحاظ سے یہ تیسرے نمبر پر ہے۔ دریائے Isar کے کنارے Alps پہاڑیوں کے سلسلے کی شمالی حد سے کوئی تیس میل (48 کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے "Home of the Monks" (پادریوں کا شہر) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد کا کھوج آٹھویں صدی کی Benedictine Monastry جو کہ Tegernsee پر واقع ہے، لگایا جاتا ہے۔

Riem سے نیشنل اور انٹرنیشنل پروازیں اڑتی ہیں۔ یہ شہر ریلوے کے ذریعے جرمنی اور Austria کے تمام بڑے شہروں سے منسلک ہے۔ Stuttgart. Nuremberg(expressways)Autobahn اور Salzburg یہاں آ کر ملتے ہیں۔

Hamburg جرمنی کی سب سے زیادہ مصروف سمندری تجارت، مال برداری کا مرکز اور جرمنی کا دوسرا بڑا صنعتی شہر ہے۔ بڑی بڑی سڑکوں کی boulevards اور باغات ہونے کی وجہ سے اسے "گرین سٹی" کہا جاتا ہے۔ Hamburg جرمنی کے غیر معمولی اہمیت کے حامل اخبارات، جرمن پریس ایجنسی (dpa)، ٹیلی وژن اور ریڈیو براڈکاسٹنگ کارپوریشن کا گھر ہے۔

Japan

1970 میں راقم نے سوچا کہ ہر سال فرخ، میں یا ہم دونوں جب وینزویلا سے خاص طور پر محرم کے لیے پاکستان جاتے ہیں تو ہمیشہ via یورپ ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں۔ اس دفعہ یوں نہ بحر اوقیانوس کے راستے سفر کیا جائے۔ فرخ نے میرے ساتھ جانے کی آمادگی ظاہر نہ کی۔ لہٰذا میں Cumaná سے اکیلا Aeropostal کی flight سے Caracas پہنچا۔ وہاں سے Pan Am کے ذریعے New York پہنچا۔ New York سے Pan Am کی connecting فلائٹ کے ذریعے Los Angeles پہنچا، رات ہوٹل میں گزاری اور دوسرے دن Pan Am کی فلائٹ سے Tokyo کے سفر پر روانہ ہوا۔

جاپان میں میری کوئی واقفیت نہ تھی۔ سوائے چند ایک سائنسدانوں کے، وہ بھی محدود صرف خط و کتابت تک۔ میری یونیورسٹی کے شعبہ *Instituto Oceanografico* میں میرا ایک جاپانی دوست Dr. Jiro Fukuoka، Meteorology کے شعبہ میں research پر مامور تھا۔ وہ اکیلا ہی رہتا تھا، کھانا اکثر ہمارے ہاں ہی کھاتا تھا۔ ان دنوں ہم Cerro del Medio پہاڑی کی چوٹی پر یونیورسٹی کے بنگلے میں رہائش پذیر تھے۔ اس طرح سے وہ ہمارا ایک فیملی ممبر بن گیا۔ میں نے اس سے بات کی اور وہ کہنے لگا، "بڑا اچھا موقع ہے۔ میرا بھائی Interpol میں اہم عہدے پر فائز اور آجکل چھٹیوں پر ہے۔ میں اُسے ٹوکیو ٹیلیفون کر دیتا ہوں۔ مجھے فلائٹ نمبر بتا دو۔ وہ تمہیں ائرپورٹ لینے آ جائے گا۔"

لہٰذا ایسا ہی کیا گیا۔ اب بات یہ تھی کہ وہ مجھے پہچانے گا کیسے؟ یہ مسئلہ میں نے اس طرح حل کیا کہ ڈاکٹر Fukuoka اپنے بھائی کو بار بار فون پر آگاہ کرے کہ ڈاکٹر نصیر نے کالا hat، سفید رنگ کا scarf اور gray رنگ کا chester پہنا ہوگا اور سب سے بڑی نشانی اس کے منہ میں سگار ہوگا۔

جہاز رکتے رکتے Honolulu ائرپورٹ پر رکا اور پھر دوسرے دن قریباً صبح کے وقت ٹوکیو انٹرنیشنل ائرپورٹ (Narita) پہنچ گیا۔ وہاں ائرپورٹ پر smoking منع ہے۔ میں نے جہاز سے اُترتے ہی سگار منہ میں ڈال لیا۔ ground staff نے بڑے مؤدبانہ طریقے سے مجھے منع کیا۔ میں نے جواب دیا:

"یہ سگار بجھا ہوا ہے۔ جو شخص مجھے لینے آ رہا ہے وہ اس نشانی سے مجھے پہچان لے گا چونکہ میں نے اُسے پہلے اسی طرح اپنی پہچان کی اطلاع کر دی ہے۔"

میں نے دور سے دیکھا کہ ایک شخص terminal کی Visitors gallery سے ہاتھ ہلا رہا ہے۔ مجھے بڑی حد تک حوصلہ ملا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹہ میں کسٹم وغیرہ سے clear ہو کر آنے والے مسافروں کے گیٹ پر وہ مجھے مل گیا جیسے کہ جاپانیوں کے استقبال کرنے کا طریقہ ہے۔ تین دفعہ جھکا اور مسکراتے ہوئے گویا ہوا:

"Good morning Dr. Nasir" باقی تمام گفتگو بھی انگریزی میں ہوئی اور وہ کہنے لگا کہ New Japan

Marfat.com

Hotel میں تمہارے لئے کمرہ بک کروایا ہے۔ اب جانے کے دو طریقے ہیں یا تو ہم ٹیکسی میں سفر کریں یا پھر Monorail پر۔ چونکہ Monorail میرے لئے ایک نئی چیز تھی لہٰذا اسی ذریعہ کو ترجیح دی۔ یہ ریل ایک تار پر زمین سے کافی اوپر چلتی اور اس نے بڑی تیز رفتاری سے شہر کے قریب terminal پر پہنچا دیا۔ اب ہم پیدل چل کر اپنے ہوٹل تک جا سکتے تھے مگر میرے میزبان نے بتایا کہ ہم چلتے ہیں کیونکہ ٹوکیو میں ایک گلی اتنی تنگ ہے انسان یقین نہیں کر سکتا کہ اس میں سے کار کے ذریعے سفر ممکن ہوگا۔ واقعی جب گلی میں داخل ہونے لگے تو میں گھبرا گیا۔ دونوں طرف آسمان سے باتیں کرتے ہوئے مکانات مگر ٹیکسی کہ زنّاٹے بھرتی چلی جا رہی تھی۔ ایک اور بات قابلِ ذکر ہے کہ Rapid Transit System کے ذریعے جب ہم نے اسی ٹیکسی میں سفر شروع کیا تو راستے بھی کافی ... کے اوپر سے گزرتی۔ کبھی گراؤنڈ لیول پر اور پھر بعض دفعہ انڈر گراؤنڈ۔ ہمارے تمام راستے میں ایک ہی traffic lights آئیں۔ ٹیکسی کا میٹر چل رہا تھا۔ جونہی lights سرخ ہوئیں تو ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر بند کر دیا۔ میں نے حیرانگی سے اپنے میزبان سے پوچھا جو میرے دائیں ہاتھ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ "ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی کا میٹر کیوں بند کر دیا؟"

اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "یہ جاپان ہے۔ مسافر اس وقت کا کرایہ کیوں دے جس وقت میں ٹیکسی رکی ہوئی ہو۔ اس میں مسافر کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب ٹیکسی ڈرائیور مسافر کی مرضی کے بغیر اپنی گاڑی روکتا ہے تو پھر بھی اس پر لازم ہے کہ میٹر بند کر دے۔"

New Japan Hotel میں پہنچ گئے۔ اس عالیشان ہوٹل کی تفصیلات میں بعد میں بیان کروں گا۔ میرا میزبان میرے اصرار کے باوجود چائے پیے بغیر چلا گیا اور کہہ گیا کہ دوسرے دن 12:33 پر آئے گا۔ وہ آیا۔ ساتھ مجھے مدعو کیا۔ lunch ہم اکٹھے کریں گے۔ ٹوکیو میں ایک چوک ہے جسے Ginza کہا جاتا ہے۔ دونوں گھومتے پھرتے۔ ٹوکیو میں اس کی shopping center سے ... لندن میں Oxford street یا Caracas کا Sabana Grande۔ دوسرے دن میرا دوست مقررہ وقت پر آیا اور ہم چلتے ہوئے Ginza پہنچ گئے۔ میری ضد کے باوجود مجھے ٹیکسی کا کرایہ نہ دینے دیا۔

"ڈاکٹر صاحب کونسا کھانا پسند کرو گے؟ مغربی یا کوئی جاپان کی خاص ڈش؟" میرے میزبان نے پوچھا

"میں کوئی جاپانی ڈش ہی کھاؤں گا۔"

ہم Ginza کے قریب ہی ایک ریسٹورنٹ میں داخل ہوئے تو دیکھا گیا ہوں کہ ریسٹورنٹ میں بچھے ہوئے ... برابر ... ہیں اور چھوٹے butacas پر۔ ہم ریسٹورنٹ کے دروازے سے جس کمرے میں داخل ہوئے اس میں پانچ کرسیاں تھیں اور ہم دونوں وہاں بیٹھ گئے۔ یہ سہولت اس لئے تھی کیونکہ ہال فل تھا۔ جونہی کوئی اٹھ کر جاتے ہیں اور جو بیٹھے انتظار کر رہے ہیں وہ سامنے کے ہال میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کمرے کے تین اطراف میں بڑے بڑے ہال جن کی دیواریں شیشے کی تھیں۔ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور Geishas (waitresses) کھانا serve کرنے یا آرڈر لینے میں مصروف تھیں۔ آخر ہماری باری آئی تو ہمیں دائیں کمرے میں جانے کا اشارہ کیا گیا۔ ایک ٹیبل پر تین کرسیاں خالی تھیں۔ Geisha نے مسکراتے ہوئے ہمیں وہاں بٹھا دیا۔ ایک dining hall میں کرسیوں میزوں کے علاوہ نیچے بیٹھ کر کھانے والوں کیلئے (جیسا کہ جاپان میں رواج ہے) ... فٹ اونچا لمبا سا میز تھا جس کے دونوں طرف کافی لوگ قالین پر بیٹھے ہوئے کھانا تناول فرما رہے تھے۔ جاپان میں رواج ہے کہ جونہی کھانے کا آرڈر دیا جائے وہ کھانا کاؤنٹر سے ... سامنے ان کی میز پر تیار کیا جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے میزوں پر چولہے ہوتے ہیں۔ گیس وغیرہ کا بھی انتظام ہے اور Geishas کھانے پکانے کا سامان وہاں ہی لے آتی ہیں۔ قارئین کی اطلاع کیلئے عرض کرتا چلوں کہ مغربی قسم کا کھانا جاپانی کھانوں سے بہت مہنگا ہوتا ہے۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ نے کہا تھا کہ آپ جاپانی کھانا تناول کریں گے۔" میرے میزبان نے کہا۔

"ہاں۔"

وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا جہاں دیواروں کے ساتھ بڑے بڑے aquaria رکھے ہوئے تھے جن میں زندہ مچھلیاں تیر رہی تھیں۔ میرے میزبان نے جاپانی زبان میں ایک Geisha کو کچھ کہا اور چند منٹوں کے بعد ایک لمبا سا chef جس کا قد تقریباً

Marfat.com

جاپانیوں کے قد سے بڑا تھا۔ خاص قسم کے سفید لباس میں ملبوس حاضر ہو گیا۔ میرے میزبان نے پھر اُس سے کچھ اپنی زبان میں کچھ کہا جس پر وہ سر تسلیم خم کرنے کے انداز میں جس کے معنی ہیں کہ آپ کا حکم بجا لاؤں گا۔

میرا میزبان مجھ سے مخاطب ہوا۔ "سامنے والے aquaria میں سے کونسی مچھلی کھانا پسند کرو گے ؟"

"وینزویلا میں تو ہماری معمول کی غذا مچھلی ہی ہے۔"

اس نے مسکرا کر سر جھکایا اور کہنے لگا۔ "یہ کوئی عام قسم کی مچھلی نہیں اگر chef مچھلی کاٹنے اور بنانے کا specialist نہ ہو تو اسے کھانے والا کھلے جہاں چلا جاتا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔"

میں بہت گھبرایا اور کہا کہ یہ کس قسم کی مچھلی ہے ؟ ہم تو وینزویلا میں ہر قسم کی مچھلی کھاتے ہی رہتے ہیں۔ موت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بے شک وینزویلا میں ایک خاص موسم میں سمندر میں Redtide آجاتی ہے جو کہ خاص قسم کے جرثومے ہوتے ہیں۔ اگر کسی مچھلی نے یہ جرثومے کھائے ہوں اور اس مچھلی کو کوئی آدمی کھالے تو زہر کی وجہ سے جان جانے کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔ ان جرثوموں کی وجہ سے سمندر دور دور تک سرخ نظر آتا ہے۔ لوگ ان دنوں اس سمندری علاقہ کی مچھلی پکڑنے اور کھانے سے گریز اور دریائی مچھلیوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ یہ جرثومے Protozoan dinoflagellates ہیں۔

"آپ کس قسم کی مچھلی مجھے کھلانا چاہتے ہیں ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ ایک خاص قسم کی مچھلی بنام fugu جس کے اندرونی اعضاء میں نہایت ہی زہریلا مواد ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے اس مچھلی کے کاٹنے اور پکانے کیلئے باورچیوں کو تربیت دی جاتی ہے کہ وہ اس کے پتے کو نکالنے میں ماہر ہوں۔ باقاعدہ گورنمنٹ کی طرف سے انہیں سرٹیفیکیٹ دیا جاتا ہے۔ یہ مچھلی کھانے سے تعلق رکھتی اور نہایت ہی لذیذ ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا میں نے شیف کو جاپانی زبان میں کچھ کہا تھا وہ یہ تھا کہ اپنا سرٹیفیکیٹ لے آؤ۔"

ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ ہمارے پیچھے نہ جانے کب سے وہ chef ہاتھ میں ایک لمبا سا کارڈ لئے جس پر پلاسٹک کا کور چڑھا ہوا تھا مؤدبانہ کھڑا رہا اور ہماری باتوں میں مخل نہ ہوا۔ جونہی ہماری گفتگو ختم ہوئی اس نے سر جھکا کر دو ہاتھوں سے مؤدبانہ انداز میں کارڈ مجھے پیش کیا۔ یہ کارڈ جاپانی، انگلش، جرمن، فرنچ اور سپینش زبانوں میں تحریر تھا۔ اس پر لکھا تھا کہ یہ سرٹیفیکیٹ گورنمنٹ کی طرف سے دیا گیا اور یہ chef اس مچھلی سے پتہ نکالنے کیلئے تربیت یافتہ ہے۔ اب مجھے کچھ تسلی ہوئی۔ chef نے ایک handnet لیا اور بڑی مہارت سے مچھلی کو aquarium سے باہر نکالا۔ جس میز پر ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ عین ہماری نظروں کے سامنے اس نے مچھلی کو کاٹا اور عمل پتہ باہر نکال کر ایک شیشے کی پلیٹ میں رکھ دیا تاکہ گاہک کی تسلی ہو جائے کہ زہریلا پتہ نکال لیا گیا ہے۔ میرے میزبان نے جاپانی زبان میں اسے مچھلی پکانے کیلئے ہدایت کی خاص سوپ اور چاولوں کا آرڈر بھی دیا، پینے کیلئے کوکا کولا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اور دو Geishas اس کے ہمراہ آئیں اور تمام کھانا ہمارے سامنے ہمارے میز پر ہی تیار کر کے ہمیں serve کر دیا۔ مچھلی واقعی لذیذ ترین تھی آج تک میں نے ایسی مچھلی نہ کھائی اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ طریقہ کار جو اس مچھلی کو پکانے کیلئے اختیار کیا گیا وہ بھی نرالا تھا۔ کھانے کے بعد میں نے کافی پی اور میرے میزبان نے Sake کے دو پیگ لئے۔ Sake ایک خاص قسم کی جاپانی شراب ہے جو گرم گرم ہی پی جاتی ہے۔ میرے دوست میزبان نے بل ادا کیا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میں کوئی جاپانی گھر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا "میرے گھر چلو!"

ہم نے ٹیکسی لی اور قریباً ایک گھنٹہ میں اس کے گھر پہنچ گئے۔ جاپان میں اپنا گھر ہونا ایک انوکھی بات ہے۔ زیادہ تر لوگ flats میں رہتے ہیں۔ ہر ایک گھر اور فلیٹ کے اندر اور باہر ایک باغ ہوتا ہے۔ اندر چھوٹے چھوٹے گملوں میں مختلف shelves پر پھولدار اور پھلدار پودے سجائے ہوتے ہیں۔

جب ہم اس کے گھر کے maingate پر پہنچے تو دروازے کے باہر landing پر ایک mat کے اوپر دائیں جانب نسبتاً چھوٹی جوتیوں کا ایک جوڑا تھا۔ اس کے ساتھ بڑی جوتیوں کے دو جوڑے آخری جوڑا میرے میزبان کا تھا۔ اس سے اندازہ ہو جاتا کہ گھر میں کتنے فرد رہتے ہیں اور ان میں لڑکے لڑکیاں اور بڑے کتنے ہیں۔ جاپانی اپنی رہائش گاہوں کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اس نے اپنے

Marfat.com

بوٹ اتارے۔ جیب سے چابی نکال کر دروازے کو کھولا اور مجھے معذرت کے ساتھ ذرا انتظار کرنے کو کہا۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں میرے لئے ایک جوتیوں کا جوڑا لیے ہوئے واپس لوٹا۔ میں نے اپنے بوٹ اتارے اور دوسرے جوتے پہن اندر داخل ہوا۔ ڈیوڑھی (hall) میں ایک دیوار کے ساتھ میرے میزبان کا بوٹ اور دیگر اہل خانہ کے جوتے پڑے ہوئے تھے۔ جوتے وہ گھر سے باہر استعمال کرتے۔ گھر کے اندر باہر والے جوتوں سمیت نہ جانا گندگی سے بچنے کیلئے کیا جاتا۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنے جوتے جو اتارے تھے اس کے جوتوں کے ساتھ رکھ دیئے۔ پتہ چلا کہ اس کی بیوی، بچی اور ماں تینوں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس کے جوتوں کے تین جوڑے باہر دروازے کیساتھ پڑے ہوئے تھے۔

چھوٹا سا مکان تین چھوٹے چھوٹے بیڈ روم، ڈرائینگ روم نسبتاً دوسرے کمروں سے بڑا اور ڈرائینگ روم کے ایک طرف لکڑی کا ایک لمبا سا میز جو کہ فرش پر بیٹھ کر کھانے کیلئے تھا۔ گھر میں، میں نے کوئی کرسی stool وغیرہ نہ دیکھی۔ ہر طرف پڑے فرش پر نہایت قیمتی قسم کے قالین، اچھی قسم کے گاؤ تکیے اور پھولدار پودے نہایت قرینے سے مختلف جگہوں پر سجائے ہوئے۔ مجھے تو یوں معلوم ہوا کہ جیسے کسی مقبرے میں داخل ہو گیا ہوں۔ مجھے کوئی پتہ نہیں کہ وہ لوگ گھر کا سامان وغیرہ کہاں رکھتے ہیں۔ bathroom اور kitchen کہاں ہیں۔ میں نے courtesy کے مدنظر پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ کوئی آدھ گھنٹہ میں تینیے کے سہارے اس کے پاس بیٹھا رہا۔ گپ شپ ہوئی۔ اس نے مجھے drink کے لئے پوچھا لیکن میں نے معذرت کی۔ میں چاہتا تھا کہ جا کر اپنے ہوٹل کے کمرے میں آرام کروں۔ اس نے ٹیکسی کیلئے فون کیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور نے باہر آ کر ہارن دیا۔ میرا میزبان مجھے ٹیکسی تک چھوڑنے کیلئے آیا۔ ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی کے باہر کھڑا تھا۔ میرے میزبان نے خود دروازہ کھول کر مجھے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا اور تین دفعہ جھکنے کے بعد دروازہ بند کیا۔ میں نے اپنے انداز میں میزبان کو ہاتھ ہلا کر الوداع چاہی۔ قریباً 44 منٹ میں، میں ہوٹل New Japan پہنچ گیا۔ دوسرے دن میں نے اپنے دوست کو ٹیلیفون کیا کہ آپ اگر اجازت دیں اور اس میں کوئی تکلف کی بات نہیں میں اکیلا گھومنا چاہتا ہوں۔ آپ اپنے معمول کے کاروبار اور مصروفیت جاری رکھیں لہٰذا کوئی دس بجے کے قریب میں پیدل چلتا ہوا Ginza پہنچ گیا۔ چاروں طرف بڑے بڑے بازار اور جدھر نظر اٹھی۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر۔ جوان تو کیا بوڑھے بھی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے بھاگتے چلے جا رہے ہیں اگر اتفاقاً آپ کا کندھا کسی سے ٹکرا گیا تو وہ اسے اپنی غلطی تصور کرے گا اور تین بار جھک کر معذرت کرے گا۔

میں Ginza کے ایک معروف بازار کی طرف چل دیا۔ قریباً آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ایک بڑا departmental store سٹور دیکھا جس کے باہر نہایت خوبصورت پھولدار پودے گملوں میں زیبائش کے طور پر رکھے ہوئے تھے۔ اس قسم کی زیبائش جاپان میں ہر جگہ ہے۔ میں سٹور میں داخل ہوا اور Guideboard پر پڑھا کہ پودے وغیرہ تیسری منزل پر ہیں۔ elevator کے بجائے escalator کے ذریعے تیسری منزل پر پہنچا جہاں پودے فروخت کیے جاتے۔

راقم الحروف کو elevator سے چند وجوہات کی بنا پر ڈر لگتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وینزویلا میں ہفتے کی ایک رات کو میں نے elevator میں داخل ہو کر اپنی لیبارٹری میں جانے کیلئے پانچویں فلور کا بٹن دبایا۔ چونکہ اس رات میرے اسسٹنٹ Subero نے کئی زہریلی مچھلیاں، بچھو اور دیگر reptiles کو کھانا ڈالنا تھا نے چار بجے میرے گھر فون کیا کہ اس کی بیوی بیمار ہے اور رات سے شام تک ڈاکٹر سے appointment ہے لہٰذا وہ نہ آ سکے گا اس لئے مجھے خود جانا پڑا یاد رہے کہ Latin American ملکوں میں ہفتہ اور اتوار کی دو چھٹیاں ہوتی ہیں۔ ان دونوں میں کوئی شخص بھی کوئی کام نہیں کرتا۔ ایک دفعہ کی بات ہے میری بیوی کو Uterine haemorrhage ہو گیا میں اور میرا بھائی انور ڈاکٹروں کو ٹیلیفون کر کے ہار گئے لیکن کوئی ڈاکٹر نہ ملا۔ لہٰذا کار کی پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور میں نے steering wheel سنبھالا۔ میں ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور سیدھے ڈاکٹر Moreno جو کہ وینزویلا کا مشہور gynaecologist اور میری بیوی پہلے سے ہی اس کے زیر علاج تھی، اس کے گھر پہنچ گئے۔ buzzer دبایا ایک نوکرانی دروازے پر آئی۔ اس سے ڈاکٹر صاحب کے متعلق پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ تو ایک beach کے Playa Colorada کہتے ہیں جس سے وہاں چلے گئے ہیں۔ یہ ہمارے شہر سے کوئی 35 کلومیٹر دور واقع اور سمندر کے ساتھ نہایت خطرناک بل کھاتی ہوئی پہاڑی سڑک

Marfat.com

کے ذریعہ وہاں پہنچ جا سکتا ہے۔ ہم ڈاکٹر کے پاس وہاں جا نکلے وہ ڈرنک وغیرہ میں مصروف تھا۔ چونکہ میرا دوست تھا، اپنی کار میں واپس شہر اپنے کلینک میں آ گیا۔ فرنچ کا curetaje کیا اور ہم اپنی کار میں اپنے گھر آ گئے۔ ڈاکٹر Moreno دوبارہ Playa Colorada چلا گیا۔

وینزویلا میں اکثر لوگ جو ساحل سمندر کے قریب یا تھوڑے فاصلے کے رہائشی weekends پر beaches پر پکنک مناتے ہیں اور ان شہروں کے لوگ جو ساحل سمندر سے بہت دور ہیں چشموں یا ندیوں کے کنارے تفریح کو ترجیح دیتے ہیں۔ راقم کو اپنی فیملی کے ساتھ بھی اسی رسم کی عادت پڑ گئی۔ Cumaná شہر کے قریب ایک beach بنام Quetepe جہاں پر پکنک کا سامان لے جاتے۔ عورتیں مرد اور بچے سمندر میں ادھر ادھر تیرتے رہتے۔ باہر آ کر کچھ کھا پی لیا اور دوبارہ سمندر میں کود پڑے۔ تیرنے کا سب سے آسان طریقہ اپنی پیٹھ پر لیٹ کر سمندر پر لیٹنا ہے اور ہاتھوں کو چپوؤں کی طرح استعمال کر کے ادھر ادھر جگہ بدل لی جاتی ہے۔ ہم لوگ اور جب کوئی اور بھی پارٹی میں شریک ہوتا تو drinks کی بوتلوں کے ارد گرد ایک ربڑ بینڈ ڈال لیتے تا کہ بوتل پانی میں ڈوب نہ سکے اور اپنی پیٹھ پر لیٹے ہوئے جب جی چاہتا قریب کی بوتل کو منہ لگا کر ایک گھونٹ لگایا اور پھر سمندر کی سطح پر دراز ہو جایا کرتے۔ راقم کافی دیر تک میگزین وغیرہ اسی انداز میں پانی پر لیٹے ہوئے پڑھا کرتا۔

بات کہاں سے کہاں جا پہنچی اصل کہانی کی طرف واپس لوٹتا ہوں۔ جب elevator چوتھی اور پانچویں منزل کے درمیان پہنچی تو کسی خرابی کی وجہ سے رک گیا میں نے بار بار alarm button دبایا مگر کوئی دادرسی کو نہ پہنچا۔ قریباً تیرہ گھنٹے کے بعد جب صبح سے vigilante کی ڈیوٹی شروع ہوئی تو آخر وہ آن ہی پہنچا۔ اوپر والی منزل کی چھت پر پہنچ کر اس نے manual mechanism سے elevator کو پانچویں منزل تک پہنچایا اور پھر نیچے آ کر پانچویں floor پر آ کر special key سے elevator کا دروازہ کھولا تو میری جان میں جان آئی۔ پتہ چلا کہ پہلا vigilante شراب کے نشہ میں غرق تھا۔ اسے کوئی ہوش نہ تھی کہ اس نے buzzer کی آواز کی ان سنی کر دی۔ ایک تو اس وجہ سے مجھے elevator سے ڈر لگتا ہے۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے عرض ہے کہ کئی سال پہلے نیویارک میں پہلی دفعہ چند گھنٹوں کیلئے بجلی بند ہوئی کئی لوگ بے ہوش ہو گئے کئی بدنصیبوں کی موت واقع ہوئی اور تیسری وجہ یہ ہے کہ میں بچپن سے ہی claustrophobia کا مریض ہوں۔

میں نے چند سال پہلے وینزویلا میں پڑھا کہ Emperor Hiro Hito (جاپان کا بادشاہ) کیلئے ناشتے کے وقت روزانہ ایک چھوٹا سا سیب کا پودا اس کی میز پر حاضر کیا جاتا اور وہ اپنے ہاتھ سے سیب توڑ کر کھاتا۔ مجھے یہ جاننے کا بہت اشتیاق تھا کہ واقعی جاپان میں اتنے چھوٹے پودے ہوتے ہیں جنہیں Bonsai کہتے ہیں۔ یہ وہ پودے ہوتے ہیں جو miniature درخت ہیں جن کی خاص technique سے اس طرح پرورش کی جاتی ہے کہ پودے کا قد اور پھیلاؤ تو نہیں بڑھتا لیکن عمر وقت کے حساب سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مثلاً دو سو سال کا شیشم کا درخت جو کہ پشت در پشت خاندان میں چلا آ رہا ہے۔ میں جھک کر shelfs اور فرش پر پڑے ہوئے سیبوں کے پودوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے پتہ نہ چلا کہ میرے کوٹ کی اوپر والی جیب میں سے چار رنگارنگی rings پر "Dr P Nasir" لکھا ہوا تھا ان میں سے ایک نیچے گر گیا۔

میں نے اس سٹور سے چند اشیاء خریدیں اور جب کاؤنٹر پہ payment کرنے لائن میں کھڑا ہوا تو میری باری آنے پر جو لڑکی کاؤنٹر پہ بیٹھی ہوئی تھی اس نے پوچھا۔ (میری شکل وصورت سے اس نے اندازہ کر لیا کہ میں جاپانی نہیں ہوں)

"Cash, or charge, sir!"

"Charge" میں نے جواب دیا۔

میں نے اپنا امریکن ایکسپریس کریڈٹ کارڈ نکالا۔ اس کو دیا تو اس نے میرا پتہ پوچھا۔ میں نے جواب دیا، "Dr. P. Nasir, Avenida Gran Mariscal No. 47, Quinta Porzana, Cumaná 6101-A Sucre, Venezuela, South America."

چونکہ یہ پتہ Spanish میں تھا۔ اس نے مجھے کارڈ کے اوپر لکھنے کو کہا لہذا میں نے لکھ دیا۔ اس نے وہ چٹ کی ایک کاپی مجھے دے دی

Marfat.com

جانے سے پہلے میں نے اُسے حیرت سے پوچھا" دوسری کلرک لڑکیاں abascus (ضمیمہ 156) حساب کتاب کیلئے استعمال کر رہی ہیں اور کوئی کیش رجسٹر کو استعمال میں نہیں لاتا حالانکہ آپ کے سٹور میں مختلف قسم کی ہزاروں ایسی مشینیں پڑی ہوئی ہیں جن سے جمع تفریق کی جاسکتی ہے۔" اُس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"Sir ہم جاپانی ان مشینوں کو بیرونی ممالک میں فروخت کرتے ہیں۔ اپنا کام جیسا کہ آپ نے دیکھا abascus سے ہی کر لیتے ہیں اور وہ مشین جیسی جلدی سے !"

میں قوم پرستی کے جذبے کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنی چیزیں سنبھالیں اور باہر نکل کر window-shopping کرتا ہوا قریباً شام کے وقت ہوٹل پہنچا۔ دوسرے دن وہ میرا جاپانی دوست آ گیا اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ کر ٹوکیو کی قابلِ دید جگہیں دیکھنے چل دیئے۔ کوئی تین گھنٹے ٹیکسی استعمال کی۔ اس کے بعد پیدل ہی گھومتے رہے۔ حیرانگی کی بات ہے کوئی بچہ، بڑا، مرد، عورت مجھے بیکار کھڑے ہوئے نظر نہ آیا۔ ایسے کہ جیسے قیامت کا منظر، اور چند بوڑھے بھی میں نے دیکھے۔ وہ تو پیدل اس قدر تیز چلتے کہ جوانوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ قریباً پانچ بجے شام اپنے دوست کو راستے میں ہی چھوڑ کر میں New Japan Hotel پہنچ گیا۔ جب receptionist سے اپنے کمرے کی چابی مانگی تو اُس نے میری چابی کے نمبر والے pigeonhole سے مجھے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر چابی کے ساتھ دیا۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ یہ میرے لئے کون دے گیا ہے۔ میں نے بے چینی سے وہاں ہی کھڑے کھڑے کھول کر دیکھا تو اُس میں میرا سگار اور New Japan Hotel کا رڈ اور ساتھ ہی ایک چھوٹا سا نوٹ جس میں لکھا تھا

"Courtesy of store."

اپنے کمرے کی چابی میں نے counter پر ہی چھوڑی اور جلدی جلدی اُسی سٹور میں پہنچ گیا۔ میں نے اس واقعے کا ذکر ایک سٹور کے ملازم سے کیا اور وہ تین بار جھکتے ہوئے مجھے Customer service کے ایک آفیسر کے پاس لے گیا۔ جاپانی زبان میں اُس آفیسر سے کچھ کہا۔ خود تو واپس چلا گیا مگر آفیسر مسکراتا ہوا اپنی کرسی سے اُٹھا۔ رسماً واخلاقاً طور پر جھکتے ہوئے مجھے صوفے پر بیٹھنے کو کہا اور میرے سامنے ایک صوفہ پر خود بیٹھ گیا۔ میں نے اُس سے پوچھا" مجھے تو پتہ نہیں چلا کہ میرا سگار کہیں گر گیا ہے۔ ہاں اُس پر میرا نام ضرور لکھا تھا مگر میرے "New Japan Hotel" میں ٹھہرنے کا آپ کو کیسے پتہ چلا ؟" یہاں عرض کرتا چلوں کہ میں نے اس ہوٹل سے تین چار ہوٹل کے پتے کے کارڈ احتیاط لے لئے تھے کہ اگر بھول بھی جاؤں تو کسی کو دکھا کر راستہ معلوم کر سکوں۔ حسبِ عادت یہ کارڈ اپنی پتلون کی hip-pocket میں ڈال لئے جس میں میرا بٹوہ بھی تھا۔ جب میں نے کونٹر پر پےمنٹ کرنے کیلئے اپنا بٹوہ نکالا تاکہ اُس میں سے کریڈٹ کارڈ نکال کر cashier کو دوں۔ اس عمل کے دوران ایک New Japan Hotel کا کارڈ نیچے گر گیا تھا۔

"Sir یہ جاپان ہے۔ اگر کسی گاہک کی کوئی چیز کسی دکان وغیرہ میں رہ جائے تو ہم انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ اس کے مالک کا پتہ چلا کر اسے اُس کی چیز پہنچا دی جائے۔ عام طور پر مالک تھوڑی تگ ودو کے بعد مل ہی جاتا ہے اور اگر کوئی دوکاندار ایسا نہ کرے تو اُس کی شہرت پر حرف آتا ہے۔"

"مگر میرا آپ کو کیسے پتہ چلا ؟" میں تو یہی دریافت کرنے آیا ہوں۔

نہایت شائستگی سے اُس نے جواب دیا" گاہکوں کیلئے قریباً چھ بجے سٹور بند ہو جاتا ہے مگر ہمارا اصل کام اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ shelves پر سے جو چیزیں بک گئی ہوں۔ اُن کی جگہ اور چیزیں مہیا کرنا، سارے دن کی آمدنی کا حساب کتاب کرنا، نئے آرڈر تیار کرنا، صفائی کرنا اور اگر کوئی چیز گری ہوئی ملے تو اُس کے مالک کو تلاش کرنا۔ وغیرہ وغیرہ جب ایک لڑکی کیش کاؤنٹر کا سیکشن صاف کر رہی تھی تو اُسے آپ کا گرا ہوا سگار ملا جس پر آپ کا نام تھا۔ اُس نے جونہی کاؤنٹر وغیرہ کی صفائی کر رہی تھی۔ اُس کو آواز دی تو اس نے کہا کہ مجھے بھی یہاں New Japan Hotel کا کارڈ ملا ہے۔ بہر حال یہ دونوں چیزیں اور پھر اور بھی سراغ۔ اس کا جب میرے کمرے میں پہنچا تو میں نے سوچا کہ جس کے سگار پر اُس کا نام لکھا ہوا ہے وہ کسی خاص status کا حامل ہے اور یقیناً جاپان کا باشندہ نہیں۔ اس نے payment ضرور اپنے Credit card سے کی ہوگی۔ میں نے کیش کی پڑتال شروع کی وہاں مجھے وہ چیز

سے آپ کا نام اور ویزہ دیا کا پتہ ملا تو مجھے پکا یقین ہو گیا کہ سگار پر جو نام تھا وہی نام کریڈٹ کارڈ کے واؤچر پر تھا۔ (ضمیمہ 157) اب ہم نے ٹیلیفون کرنے شروع کئے اور پتہ چلا کہ آپ New Japan Hotel میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔" ساتھ ہی Sake پینے کی عادت کی مہربانی سے کافی پتا چل گیا۔ یہ اس لئے باعث حیرت بات تھی کہ جاپان میں آکر لوگ جاپانی چائے پسند کرتے ہیں۔

اب تھوڑا سا New Japan Hotel کے حوالے سے بھی سن لیں۔ اس کے مالک Koreans تھے اور جاپانی ان کو اچھا نہ سمجھتے۔ باقی باتوں کو تو چھوڑیں ذرا اپنے کمرے کے متعلق کچھ بات ہو جائے جو لڑکی مجھے میرے کمرے میں لائی۔ اس نے کوئی چھوٹی اکثر میں ہر ایک مختلف چیزوں کے متعلق سر بار سر جھکاتے ہوئے سمجھایا اور کہا کہ اگر کسی بٹن وغیرہ کی سمجھ نہ آئے تو سنٹر ٹیبل پر یہ " چند ورق" پڑا ہوا ہے۔ اس کو دیکھیں اور پھر بھی کوئی مشکل درپیش ہو تو reception فون کر دیں۔ پہلے باتھ روم دیکھیں۔ washbasin پر تین قسم کی ٹوٹیاں نصب تھیں جو آگے سے ملی ہوئی تھیں۔ ٹھنڈا پانی، گرم پانی یا دونوں ملے ہوئے۔ اس کے اوپر دیوار پر بڑا شیشہ جس کے اوپر عجیب و غریب lights اور ساتھ ایک panel پر بجلی کا shaver کے استعمال کرنے کیلئے AC اور DC کے sockets اور 6 buttons لگے ہوئے تھے۔ باتھ روم میں ہر طرف شیشے جدھر دیکھو آپ کو اپنی شکل آگے، پیچھے سے نظر آتی شاور میں بھی water-mixer اور ایک knob لگی ہوئی تھی جس سے فوارے کا پریشر adjust کیا جا سکتا تھا۔ ایک king-size tub ایک commode اور عورتوں کیلئے bidet۔ دوسری طرف rack پر مختلف قسم کے تولئے۔ ایک شیلف میں صابن، مختلف لوشن اور مختلف قسم کی lights جلانے کا تو کوئی حساب ہی نہ تھا۔ باتھ روم سے کمرہ میں آنے تک hall کی دائیں جانب دیواروں میں wardrob نصب تھے۔ کمرے کے فرنیچر کے متعلق تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں مگر circularbed دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ایک طرف تھوڑا اونچا کر لو۔ بٹن دباؤ پاؤں کی طرف اونچا کر لو اور بٹن دباؤ سارا بستر اوپر نیچے کر لو۔ button دباؤ تو گھومنے لگے۔ speed سے چاہو bed کو گھما لو۔ سرہانے کی طرف ایک شلف میں مختلف قسم کے سرہانے اور رات کو پڑھنے کیلئے table lamp۔ نہایت اعلیٰ قسم کی linen اور کمبل۔ bed کے ساتھ اور کمرہ میں داخل ہوتے ہی مختلف لائٹوں کیلئے سوئچ۔ reception سے رابطہ کیلئے ایک direct telephone اور دوسرا ٹیلیفون ٹوکیو میں بات کرنے کیلئے اور اسی میں ایک نمبر ملانے سے جاپان کے کسی اور شہر میں بات کر سکتے تھے مگر انٹرنیشنل کال کرنے کیلئے reception کا ایک نمبر گھمانا پڑتا۔ فرش پر بھی کمرہ قالین کی بجائے تھا کہ فرش پر ہی لیٹ جاؤں۔

میں کوئی ایک ہفتہ اور ٹوکیو میں رہا۔ حالانکہ میرا ٹکٹ Pan Am سے کراچی تک تھا۔ میں نے سوچا JAL سے کراچی تک سفر کیا جائے۔ کیونکہ Jal کی service کا مجھے تجربہ تھا۔ ویسے تو میں کئی Airlines مثلاً AIR FRANCE, KLM, VIASA, LAC, AVIANCA, VARIG, TWA, SWISSAIR, SABENA, AL ITALIA, LAN, AEROFLOT, BOAC, TACA سے سفر کر چکا تھا مگر JAL کی بات ہی کچھ اور ہے۔ button کو push کیا تو stewardess آ گئی۔ کوئی بھی وقت کیوں نہ ہو۔ بچوں کیلئے کھلونے بڑوں کیلئے تاش۔ رات کیلئے eye-shades اور slippers وغیرہ بغیر طلب کے مسافروں کو دیئے جاتے۔ شروع شروع میں جب PIA سے سفر کرنا شروع کیا تو واقعی "باکمال لوگ لاجواب سروس" تھی مگر آہستہ آہستہ یہ deteriorate ہو رہی ہے۔ کئی سالوں سے میں نے PIA کے ذریعہ International سفر کرنا چھوڑ دیا ہے۔

پیشتر اس کے کہ اس داستان کو ختم کیا جائے۔ جب میرا میزبان مجھے airport پر چھوڑنے آیا تو اس نے خود ہی ذکر کیا کہ Control tower میں اس کے چند ایک ملنے والے کام کرتے ہیں۔ اگر چاہو تو دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ڈیوٹی پر ہے کہ نہیں۔ اس نے انکوائری میں جا کر دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کا ایک دوست Mijara اس وقت موجود ہے لہذا ہم نے سامان ایک porter کی تحویل میں رکھا اور elevator کے ذریعہ Control tower میں پہنچ گئے۔ صبح کوئی نو بجے کا وقت ہوگا۔ مجھے پہلی بار کسی Control tower میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مختلف قسم کے gadgets اور جہازوں کی آمد و رفت دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ کتنی efficiency سے یہ system کام کر رہا ہے۔

Marfat.com

Mijara اُس وقت کسی airliner کی landing میں مصروف تھا جوں ہی فارغ ہوا تو اُس نے مختلف قسم کے monitors اور electronic مشینوں کے متعلق آگاہ کیا کہ کس طرح سے یہ system کام کرتا ہے۔ کوئی دس منٹ بیٹھنے کے بعد میں نے اُسے چائے یا کافی پینے کے لیے کہا تو اُس نے جاپانی courtesy سے معذرت چاہی کیونکہ کوئی بیس منٹ پہلے وہ چائے پی چکا تھا جبکہ ہمارے ہاں تو کوئی بہانہ چاہیے چائے یا بوتل پی اور پھر پہروں گپیں ہانکتے رہتے ہیں۔ ہم نے Mijara کا شکریہ ادا کیا۔ میرا میزبان اور میں واپس لوٹے۔ میں نے اُسے "Bye, bye" کیا اور checking کی طرف porter کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

جاپانی شاید دنیا کے سب سے زیادہ stressed لوگ ہیں۔ کھچا کھچ بھری ہوئی commuter ریل گاڑیاں اور چھوٹی چھوٹی رہائش گاہیں جیسا کہ جاپان کی اکثریت ہیں۔ کسی کو بھی ذہنی کوفت کا شکار بنا دیں۔ Chronic overtime اگر جاپانیوں کی جدید زندگی ذہنی کوفت پیدا کرتی ہے تو جاپان کی جدید ٹیکنالوجی اس کا سدباب کر رہی ہے۔ ایک نئی stress انڈسٹری خاص طور پر کاروباری لوگوں کیلئے تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔ Health clubs جو جسمانی فٹنس کیلئے ہوتے تھے انہوں نے ذہنی صحت پر زور دینا شروع کر دیا ہے۔ دماغ کو سکون پہنچانے والے اداروں کے گاہکوں کیلئے کئی قسم کی مشینیں استعمال میں لا رہے ہیں۔ پرانی قسم کی vibrating کرسیوں سے لے کر Brain-wave-stimulators جو کہ دیکھنے اور سونگھنے کے احساس کو ابھارتی ہیں۔ Health Japan سینٹر، Ginza، گاہکوں کو "Refresh capsule" کے sessions کی پچھلے اٹھارہ سال سے جب ابھی strees پر اتنا زور نہیں تھا، سروس مہیا کر رہا ہے۔ جب یہ کلب کھولا گیا تو اکا دوکا گاہک ہی جایا کرتے۔ 1977 میں ایک جمبو جیٹ پائیلٹ کی دماغی حالت کی وجہ سے ٹوکیو خلیج میں کریش ہوا تو لوگ ذہنی سکون کیلئے دھڑا دھڑ آنا شروع ہو گئے۔ 1994 میں ایک session کی فیس 5000 yen (تقریباً 50$ امریکن ڈالر) تھی۔

مشہور زمانہ Ginza shoping district میں ہر وقت مختلف قسم کی neon lights جگمگ کرتی رہتی ہیں۔ یہ ٹوکیو کے وسط کے مشرقی حصہ میں دنیا کی سب سے مہنگی مارکیٹ ہے۔ رات کو جب دوکانیں وغیرہ بند ہو جاتی ہیں تو دنیا کی قیمتی ترین کاروں، Nissan President، SELs، Mercedes 600، Rolls Royce اور BMWs کی قطاریں لگ جاتی ہیں۔ ان سب کاروں کے رنگ اکثر کالے ہوتے ہیں۔ جو Ginza کی گلیوں اور side lanes میں ہر طرف نظر آتی ہیں۔ یہ کاریں دفاتر اور صنعت کے ٹاپ کلاس bosses کی ہوتی ہیں جو bars میں اپنی گرل فرینڈز یا Geishas کے ساتھ شراب نوشی اور تفریح کر رہے ہوتے ہیں۔ جوں جوں رات بڑھتی جاتی ہے کاروں کی لائنیں لمبی ہوتی جاتی ہیں اور basements کی مدہم روشنی کی bar سے عیاش لوگ باہر گلیوں میں آ جاتے ہیں۔ چونکہ آدھی رات کا وقت گھر لوٹنے کا اشارہ کرتا ہے تو مجبوراً انہیں جانا پڑتا ہے کیونکہ اگر زیادہ دیر عیاشی میں مصروف رہیں تو صبح کام پر توجہ نہیں دے سکتے جس سے کمپنی کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے اور ہرجانے کا باعث بنتا ہے۔

شہر میں "Love hotels" جہاں جوڑے جب تک چاہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ ہوٹل کا کوئی سٹاف نظر نہیں آتا سب کام مشینیں کرتی ہیں جب کمرے کا مطلوبہ کرایہ مشین میں ڈال دیا جائے تو مشین ہی ہوٹل کے کمرے کی چابی پہنچا دیتی ہے۔

Puffer مچھلی جسکو Swellfish یا Blowfish بھی کہا جاتا ہے۔ نوے قسم کی مچھلیوں میں سے جن کی فیملی Tetradontidae ہے میں سے کسی ایک کو بھی Puffer نام دیا جاتا ہے۔ یہ اسلیئے کہ جب انہیں تنگ کیا جائے تو اپنے آپ کو ہوا یا پانی سے اتنا بھر لیتی ہیں کہ بالکل گیند نما شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ مچھلیاں دنیا کے گرم اور معتدل علاقوں کی مچھلیاں ہیں۔ اصل میں ان کی جگہ سمندر ہے مگر چند ایک Brackish water (کھارا پانی) میں بھی رہ سکتی ہیں ان کی جلد کھردری اور دانت آپس میں اس طرح ملے ہوتے ہیں کہ چونچ کی شکل نظر آتی ہے۔ ہر ایک جبڑے کے درمیان میں ایک سوراخ ہوتا ہے۔ ان مچھلیوں کی لمبائی نوے سینٹی میٹر (تین فٹ) تک پہنچ جاتی ہے لیکن اکثر کا سائز چھوٹا ہی رہتا ہے۔ ان مچھلیوں کی کئی جنسیں بہت زہریلی ہیں ایک toxic substance بنام tetradontoxin ان کے اندرونی اعضاء میں جمع ہوتی ہے۔ ایسی مچھلی کھانے سے انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ جاپان میں ایسی زہریلی مچھلیاں خوراک کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہیں۔ special chef انہیں بڑی احتیاط سے تیار

Marfat.com

کرتے ہیں۔ fugu کو خاص licence کے تحت تیار کیا جاتا ہے اور یہ جاپان میں gastronomic delicacy ہے۔ جاپانی محاورہ ہے: "میں fugu کھانا چاہتا ہوں مگر زندہ بھی رہنا چاہتا ہوں۔"

Puffers کی طرح کوئی بارہ قسم کی مچھلیاں جن کی جینس *Canthigaster* فیملی Canthigasteridae اور تمام دنیا میں پائی جاتی ہیں ان کا سائز چھوٹا ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ 20 سینٹی میٹر اور یہ زہریلی نہیں ہیں۔

Monorail ایک ہی ریل پر چلتی ہے جو ریل کار کے نیچے یا اوپر بچھائی جاتی ہے۔ وہ سسٹم جس میں ریل ریلوے کار کے اوپر ہوتی ہے وہ دو پہیوں والے axles سپورٹ کرتے ہیں جو اوپر کی ریل پر چلتے ہیں۔ یہ سسٹم gyroscope کے عمل سے stable رہتا ہے۔ وہ سسٹم جس میں ریل ریلوے کار کے نیچے ہوتی ہے۔ یہ railway cars، guide wheels یا gyroscope پہیے سے stable رہتا ہے۔ مانوریل سسٹم پہلی دفعہ بیسویں صدی کے شروع میں استعمال میں لایا گیا۔ اس سسٹم میں عام Electric traction motors کا دخل ہوتا ہے۔ ٹوکیو میں کمرشل مانوریل شہر کے وسط سے Haneda ائرپورٹ کو ملاتی ہے۔ Seattle, USA میں عام لوگ مانوریل کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔ Disneyland, Los Angeles، کیلیفورنیا میں بھی مانوریل استعمال ہوتی ہے۔

Kuala Lumpur ملائشیا کے دارالخلافہ میں مانوریل سسٹم کا افتتاح جولائی 2002 میں ہوگا۔ دراصل یہ کام کافی عرصہ پہلے شروع ہو چکا تھا لیکن اقتصادی بحران کی وجہ سے اس کام کو روک دیا گیا۔ یہ شہر کے وسط میں financial اور shopping کے علاقوں سے Petronas Twin Towers سے ہوتی ہوئی عام ریلوے سسٹم سے منسلک ہے۔ اس کی تکمیل پر 311 ملین امریکن ڈالر خرچ ہوئے۔ رفتار 95 کلومیٹر فی گھنٹہ اور 214 مسافروں کی گنجائش ہے۔

جولائی 2003 ہانگ کانگ میں ایک tower بنام Two IFC بلڈنگ تیار ہوا جس کی 88 منزلیں ہیں اور یہ امریکہ کے Sears Tower, Chicago اور Petronas Towers سے تیسری سب سے اونچی عمارت ہے۔

Chile

ایک دفعہ راقم Santiago de Chile جو کہ جنوبی امریکہ کے ملک Chile کا دارالخلافہ ہے ایک سائنس کانفرنس کے سلسلے میں گیا۔ یہ ملک سارے کا سارا امریکہ میں بحرالکاہل کے کنارے پر واقع ہے۔ دنیا کا لمباترین اور جس کی چوڑائی ایک جگہ پر دنیا میں سب سے کم ہے۔ خط استوا کے علاقہ میں Peru سے شروع ہوتا ہے اور کوئی 2700 میل (4320 کلومیٹر) جنوبی امریکہ کی آخری حد Cape Horn تک لمبا ہے۔ Cape Horn قطب جنوبی سے چار سو میل شمال کی طرف واقع جگہ ہے۔ Chile کی اوسط چوڑائی 100 میل سے زیادہ ہے۔ Antofagasta کے مقام پر زیادہ سے زیادہ اور Puerto Natales کے مقام پر اس کی کم از کم چوڑائی 9.6 میل (15.36 کلومیٹر) ہے۔

جب دنیا کے شمالی Hemisphere میں سردی ہو تو Chile موسم گرما کی زد میں ہوتا ہے۔ اگرچہ کانفرنس 1 اکتوبر سے 7 اکتوبر 1965 میں ہوئی مگر میں ٹھنڈک محسوس کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے chester، hat اور scarf استعمال کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لوگوں کے لباس اور عمارات کی ساخت سے ایسا ظاہر ہوا جیسا کہ Santiago de Chile کوئی دوسرا لندن ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اس شہر میں جس طرف بھی گیا بالخصوص footpaths پر کتابیں ہی کتابیں ہر نوع موضوع اور زبانوں میں عام طور پر کتب بیچنے والے اور خریدار کوئی نہ کوئی کتاب پڑھ رہے ہوتے۔ یہاں تک کہ راہگیر بھی چلتے چلتے کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں اور بے دھیانی سے آپ سے ٹکرا بھی سکتے ہیں۔ Chile کے رہنے والے باقی دنیا سے ہٹ کر اپنی ایک منفرد روش کے حامل ہیں۔ لیفٹ ہاتھ پہ دوسری خالی جگہوں پر صرف اور صرف کتابوں کے سٹال ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان کی بات کیا کریں ہم آپ کو لندن، پیرس، سان فرانسسکو اور نیویارک کی تصاویر دکھاتے ہیں جہاں بھی کئی footpaths پر ہر چیز کی خرید و فروخت ہو رہی ہے اور شہریوں کے چلنے کا شمار ہو جاتا ہے مگر Chile میں Elevator operators چوکیدار receptionists اور دیگر دفاتر میں کام

Marfat.com

کرنے والے جونہی کام سے فرصت ملی کوئی نہ کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ تعجب کی بات تھی کہ پاکستان کے cafeterrias میں جب آپ چائے یا کافی پینے سے لطف اندوز ہونے بیٹھ جائیں تو اکثر صاحبان چائے اور کافی سے پہلے پانی کا تقاضہ کرتے ہیں مگر اس کے برعکس Chile میں ہر ٹیبل پر پانی کے بڑے بڑے جگ اور گلاس پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔

راقم Caracas سے Viasa کی flight کے ذریعے Santiago de Chile پہنچا۔ Hotel Emperador میں کمرہ بک کرایا ہوا تھا۔ ناشتہ سمیت سنگل bedroom کا کرایہ آٹھ امریکن ڈالرز یومیہ تھا۔ جب میں ہوٹل میں پہنچا تو receptionist نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ آیا ہوٹل کے charges امریکن ڈالرز یا Chile کی کرنسی Escudos میں pay کرنا پسند کریں گے؟

"ڈالرز اور Escudos میں فرق کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اگر ڈالرز میں ادائیگی ہوگی تو آپ کو کوئی پانچ ڈالرز pay کرنا ہوں گے اور اگر Chile کی کرنسی میں کریں گے تو قریباً آٹھ ڈالرز۔ (Escudo کی قیمت ایک ڈالر کے مقابلے میں بہت گرتی) ادا کرنا ہوں گے" لڑکی نے جواب دیا۔

"Caracas وینزویلا میں تو مجھے آٹھ ڈالرز بتایا گیا تھا!"

"Chile کی airlines سے نہیں کیا اسلئے انہوں نے صحیح معلومات مہیا نہیں کیں" مسکراتے ہوئے وضاحت کی۔

کانفرنس میں مجھے چند ایک امریکن دوست مل گئے۔ انٹرنیشنل کانفرنسز میں اپنے اپنے Research papers پڑھنے کے بعد سائنس دان حضرات یا تو سیر و تفریح کیلئے نکل جاتے ہیں یا پھر bars کا رخ کرتے ہیں۔ میرا ایک دوست Dr Neil Malony جو کہ Los Angeles کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی انہیں سائنسدان دوستوں میں سے تھا اور شراب کا بے حد رسیا۔ رات کو ہم سب ایک بار میں چلے گئے مجھے تو انگلینڈ کے pubs یاد آ گئے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں beer پینے کی بجائے لوگ wines کے شوقین تھے ہم ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے اور میرے دوستوں نے اسطرح شراب پینا شروع کی جیسے پینے کا یہ آخری موقع ہو۔ خاص طور پر وائن اور میوزک وغیرہ چل رہا تھا۔ ایک wine کے برانڈ کا نام یاد ہے Rin Martin جو کہ Chile کا خاص product سمجھا جاتا ہے۔ اس bar میں اکثریت تو نہیں البتہ کافی لوگ ہماری طرح شمالی ممالک سے آئے تھے اور امریکی ڈالرز کی کھلم کھلا خرید و فروخت جاری تھی۔ ایسے لگتا جیسے Chile کے لوگوں کیلئے امریکی ڈالرز زندگی سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ اس وقت Eduardo Frei کی حکومت تھی زیادہ تر لوگ سیاسی گفتگو میں مصروف اور ان کا رجحان سوشلزم کی طرف تھا۔ بیٹھے بیٹھے وقت گزرتا گیا جوں جوں Chile کے لوگ شرابی ہوتے گئے۔ بالخصوص عمر رسیدہ لوگ اپنی دکھ بھری داستانیں سناتے روتے رہے۔ ان عمر رسیدہ میخواروں میں سے دو hat اور suites پر overcoats پہنے اور گلے کے گرد مفلر لپیٹے ہوئے حیرت ہوئے اور وہاں میں دھاڑیں مار مار کر اسطرح رو رہے تھے جیسے ان کا کوئی عزیز ترین شخص دنیا سے چل دیا ہو۔

ہم میز پر چار آدمی تھے اور دو کرسیاں خالی پڑی تھیں۔ میرے دو دوست امریکن سائنسدانوں نے دو خوبصورت لڑکیوں کو مدعو کیا سوائے ان لڑکیوں کے صرف میں ہی ایک ایسا تھا جو English اور Spanish پر عبور تھا۔ ایک میرا امریکن ساتھی Dr Smith صرف ٹوٹی پھوٹی Spanish سے بہرہ مند تھا۔ اپنے دوستوں اور ان لڑکیوں کے درمیان میں ایک رابطہ کار کی حیثیت سے "کام" کر رہا تھا۔ ایسی ایسی بیہودہ گفتگو ہوئی کہ اس گفتگو والفاظ کا پیراہن نہیں پہنایا جا سکتا اور میں اس بارے میں قطع تعلق گفتگو سے صرف بیاں اور منہ میں۔ مگر کیونکہ انفرادیت قائم رکھے ہوئے تھا۔ میں اپنے دوستوں سے معذرت کے ساتھ باتھ روم گیا اور واپس پر دیکھتا ہوں کہ ایک اور لڑکی بمعہ کرسی کے ہمارے گروپ میں میری کرسی کے ساتھ براجمان ہے۔ مختلف موضوعات پر باتیں ہوتی رہیں لیکن گفتگو کا خاتمہ بالخیر ڈالرز پر ہوتا۔ ایک دوسرے کو اپنا نام اور ہوٹل کا ایڈریس اور جن ممالک سے تعلق تھا لکھ کر دے رہے تھے۔

میرے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نے از خود بتایا "میرا نام Eugenia اور میرا تعلق ایک اجڑی ہوئی فیملی سے ہے۔" بعد باقاعدہ اپنی دردناک داستان سنانی شروع کر دی جس پر مجھے یقین نہ تھا مگر میرا اس دکھ بھری روئیداد سننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے دکھی لہجہ میں بتایا کہ دن کے وقت ایک ہوٹل میں کام اور رات کو ایک night club میں dancer ہوں۔ چونکہ آج میری کا ب

Marfat.com

سے چھٹی ہے اور چھٹی کی رات اسی بار میں آنا پسند کرتی ہوں۔ میرا پتہ وغیرہ لیکر اور الوداع کہہ کر چلی گئی۔ اُس کے جانے کے بعد ہم پھر دیر اور ٹھہرے۔ میرے دوست اُن دو متذکرہ لڑکیوں کے ساتھ کسی اور بار میں چلے گئے اور مجھے بھی ساتھ لیجانے پر مجبور کرتے رہے مگر میں نے معذرت کر لی کہ دوسرے دن صبح نو بجے میں نے ایک اور ریسرچ پیپر پڑھنا ہے۔ ویسے بھی میرے لئے اُن کا ساتھی بننا جائز نہیں تھا لہذا انکار کر دیا۔

میرا ہوٹل یہاں سے تھوڑی دور تھا۔ ویسے بھی میں پیدل چلنے کا عادی ہوں لہذا میں قریباً رات ایک بجے کے قریب اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔ جب ہوٹل پہنچا تو receptionist سے اپنے کمرے کی چابی مانگی۔ اُس نے عجیب وغریب انداز میں ہنستے ہوئے بتایا کہ وہ تو آپ کا مہمان لے گیا ہے۔ میں حیران ہوا کہ یہ مہمان کہاں سے آٹپکا۔ elevator لینے کی بجائے حسب عادت میں سیڑھیاں چڑھتا ہوا بیتابی سے چوتھی منزل پر اپنے کمرے میں پہنچا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ چونکہ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا اور میرے سنگل bed پر وہی لڑکی Eugenia بڑے آرام سے استراحت ہے۔ میں نے مشتعل انداز میں کہا:

''تمہاری یہ جرات یہ بدتمیزی کی انتہا ہے تمہیں ہوٹل والوں نے میرے کمرے کی چابی کیونکر دی حالانکہ کمرہ صرف میرے نام پر بک ہے۔ ویسے بھی یہ سنگل bed ہے۔''

''*mi amor* (Spanish زبان میں my dear یا my beloved) یہ ہوٹل Emperador ہے اور تمہارے پاس ڈالرز بھی تو ہیں۔ تمہیں یہاں کے رسم و رواج کا پتہ نہیں اور پھر تم اکیلے بھی تو ہو!''

میں نے اسے بازو سے پکڑ کر بستر سے اُٹھایا اور فرش پر دھکیل کر نہایت تلخ انداز میں کہا ''صبح کو paper پڑھنے کیلئے مجھے آرام کی ضرورت ہے جبکہ مجھے ابھی paper کی نظر ثانی بھی تو کرنی ہے۔ تمہیں شاید اس بات کا اندازہ نہیں کہ سائنس دان paper پڑھنے والے پر تنگ کرنے کیلئے مختلف نوعیت کے اُلٹے سیدھے سوال کرتے ہیں لہذا میرا تازہ دم ہوکر شمولیت کرنا ضروری ہے۔''

''مجھے اس کا پتہ نہیں میں تو رات یہاں ہی بسر کرونگی'' اس نے کمال ڈھٹائی سے صوفہ کا گدا کھینچ کر قالین پر دراز ہوتے ہوئے جواب دیا۔

اب میں نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے غصہ میں اُس کا ہینڈ بیگ اُس پر زور سے کھینچ مارا اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اُسے بازو سے پکڑ کر باہر نکالنے کی کوشش کی۔ وہ تھی کہ کمرے سے باہر جانے کو کسی صورت تیار نہ تھی اور اچھی خاصی تگ و دو شروع ہوگئی۔ جب اُس نے دیکھا کہ ان تلوں میں تیل نہیں تو اُس نے آخری حربہ اختیار کیا اور دھمکی کے انداز میں کہا ''میں پولیس کو ابھی اطلاع کرتی ہوں کہ تم مجھ سے زبردستی کرنے کے درپے ہو۔''

''bueno'' (Spanish میں اچھا) اُسے دھکے دے کر کمرے سے بمشکل باہر کیا اور کمرے کو bolt کر لیا۔ غالباً دو بجے رات سے زیادہ کا وقت ہو چکا تھا میں بستر پر دراز ہو گیا اور طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ وسوسے کی بھڑیں ڈسنے لگیں کہ کہیں واقعتاً یہ مجھے کسی ایسی الجھن میں نہ ڈال دے۔ reception پر بار بار فون کیا مگر جواب ندارد۔ اب نیند مجھ سے کوسوں دور تھی۔ میں نے shower لیا۔ بستر پر لیٹ کر اپنے paper اور متعلقہ مضامین کا کافی دیر تک مطالعہ کرتا رہا۔ یہ فیصلہ کر لیا کہ صبح دیکھا جائیگا مگر ساتھ ہی یہ کھٹکا رہا کہ نجانے کب پولیس آن دھمکے اور اسی ادھیڑ بن میں میری آنکھ لگ گئی۔

آنکھ کھلی تو صبح کے چھ بجے کا وقت تھا۔ وہی وقت جب ہر روز جاگنے کا معمول تھا لہذا کپڑے تبدیل کئے صوفہ پر بیٹھ گیا اور اپنے paper کی پیچیدگیوں پر دوبارہ غور و خوض کیا۔ اپنا بریف کیس تھاما اور اوورکوٹ، ہیٹ سر پر جمایا سگار سلگایا اور سیڑھیوں سے اترتا ہوا جب reception کے قریب dining room میں جانے کیلئے پہنچا تو وہی لڑکی صوفہ پر دراز تھی اور اُس کے بالمقابل صوفہ پر receptionist بیٹھی ہوئی تھی۔ ابھی میں نے receptionist کو رات کی سرگذشت سنانے کا ارادہ کیا ہی تھا تو اُس نے نہایت مودبانہ انداز میں کہا کہ اس بیچاری کو دو، تین ڈالر دیدو میں نے تین ڈالرز دے دیئے تو وہ لڑکی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہنے لگی کہ اگر رات کو یہ دے دیتے تو بات ختم ہو جاتی اگر اب کچھ بھی نہ دیتے تو میں تمہارا کیا بگاڑ لیتی اور آپ کا شکریہ کہہ کر اپنا ٹیلیفون نمبر لکھ کر مجھے تھما دیا کہنے لگی ''جب کبھی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں مگر ایک بات کا دھیان رکھنا کہ ٹیلیفون دن کے چار بجے

Marfat.com

کرنا کیونکہ میں اس سے پہلے سو رہی ہوتی ہوں اور پھر سات بجے تک تیار ہونا ہوتا ہے اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے کام کی فکر کرتی ہوں۔"

dining room ابھی بند تھا کیونکہ اس کے کھلنے کا وقت آٹھ بجے اور اب قریب سات کا وقت تھا لہٰذا میں پیدل چل کر اور کانفرنس میں شمولیت سے پہلے راستے میں ایک snack bar پر ناشتہ کیا۔ اس snack bar میں جو کچھ پچھلی رات گزری اس کا ذکر ایک waitress نے کیا۔ اس نے ایک عجیب انداز سے مجھ پر نگاہ ڈالی اور کہنے لگی: "تم عجیب انسان ہو۔ پتہ نہیں کس بات سے اس نے کسی پولیس کو فون کیا کرنا تھا۔ پولیس والے تو خود ان کے پیچھے ہوتے ہیں۔"

معاملہ تو Eugenia اور میرے درمیان تھا۔ snack bar کی waitress کو کیسے خبر مل گئی!

Costa Rica

سات سے گیارہ دسمبر 1975 میں San Jose جو کہ Costa Rica کا دارالخلافہ ہے میں ایک سائنسی کانفرنس بنام "IV Congreso Latino Americano de Parasitologia" ہوئی۔ وینزویلا سے بذریعہ Costa Rica کی ائیر لائن (LACSA) Lineas Aereas Costarricenses جانا پڑا۔ میرا ایک دوست ڈاکٹر Leandro Mora Urpi جو کہ San Jose یونیورسٹی میں پروفیسر تھا اور چند سال Universidad de Orienta. Cumaná شہر میں بیالوجی ڈیپارٹمنٹ میں چند سال ملازمت کرتا رہا اور پھر اپنے ملک Costa Rica واپس لوٹ گیا۔ مجھے Costa Rica کی Juan Santa Maria International Airport (SJO) پر لینے آیا۔ اگرچہ اس نے مجھے اپنی رہائش گاہ پر جو شہر سے دور تھی، آنے کی دعوت دی مگر میں نے مناسب نہ سمجھا اور وینزویلا سے ہی Gran Hotel Costa Rica جو کہ Calle 3. Avenida Central اور Segunda واقع تھا ایک کمرہ بک کروالیا۔

جب میں ائیرپورٹ پر پہنچی تو میرا دوست Dr. Mora مجھے لینے آیا ہوا تھا۔ ائیرپورٹ سے باہر نکل کر کار میں بیٹھتے ہی اس نے بائیں ہاتھ کو ایک بڑے بل بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پڑھا تو لکھا تھا *Unico pais del mundo donde hay mas escuelas que policias* (دنیا کا واحد ملک جہاں پولیس سے زیادہ سکول ہیں)۔ یہ سب پڑھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی میں پہلی دفعہ آ رہی تھی حالانکہ میں نے تقریباً دنیا کا سفر کیا۔

مذکورہ ہوٹل پانچ منزلہ عمارت، SJO سے چھ کلومیٹر کے فاصلے پر شہر کے وسط میں واقع تھی۔ مختلف دکانیں، ریسٹورنٹ، بینک، پبلک آفس، اور رات کی رنگینیاں تمام قریب واقع تھے۔ ہوٹل کا کرایہ گیارہ امریکن ڈالر۔ بعد میں پتہ چلا کہ تمام دوسرے ہوٹل بھی Costa Rica کی کرنسی Costa Rican Colon (CRC) جسے مختصراً Colon بھی کہا جاتا ہے۔ امریکن ڈالر میں کرایہ پسند کرتے ہیں اور امریکن کرنسی میں قیمت کہیں زیادہ کم ہو جاتی۔ اس زمانے میں ہوٹل میں میرے کمرے کا کرایہ گیارہ ڈالر تھا اور ایک Colon میں 23 امریکن ڈالر۔

کانفرنس میں اپنا مقالہ پڑھنے کے بعد میں سیر کی غرض سے نکل پڑی۔ تعجب کی بات ہے تقریباً ہر ایک شہری دو زبانیں جانتا۔ ایک تو مادری زبان Spanish اور دوسری انگریزی یا جرمن۔ میں نے مختلف لوگوں سے مل کر یہ محسوس کیا کہ لوگ انگریزی سے زیادہ جرمن جانتے اور تو کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا سوائے اس کے کہ جس ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی امریکن ڈالر وصول کرنے میں جنون کی حد تک تھے جیسے کہ میرے ساتھ Chile کے ہوٹل میں واقعہ ہوا تھا۔ اگر Costa Rica میں 48 گھنٹے سے زیادہ رہنا پڑے تو 10 ڈالر ائیرپورٹ ٹیکس دینا پڑتا تھا۔

Costa Rica سینٹرل امریکہ میں واقع ہے اور اس کا رقبہ 19730 sq. miles اور (31568 sq km) ہے۔ یہ ملک شمال مغرب سے جنوب مشرق کو پھیلا ہوا ہے۔ اس کے شمال میں Nicaragua شمال مشرق میں 185 میل (296 کلومیٹر) Caribbean سمندر کا ساحل جنوب مشرق میں Panama اور جنوب مغرب میں 630 میل (1008 کلو

Marfat.com

مغرب میں بحرالکاہل کا ساحل ہے۔ مردوں کی متوقع عمر 72 اور عورتوں کی 77 ہے۔ تمام شہری بچوں کیلئے پرائمری تعلیم فری اور compulsory ہے۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً نوے فیصد بچے چھ سے گیارہ سال تک پرائمری سکولوں میں داخل ہوتے ہیں۔ عوام میں تعلیم کی شرح نوے فیصد سے زیادہ ہے اور یہ وسطی امریکہ کے زیادہ تعلیم یافتہ ملکوں میں سے ایک ہے۔ اخبارات پر گورنمنٹ کا کسی قسم کا کنٹرول نہیں۔ سیاست کے متعلق جو کچھ چاہیں لکھ سکتے ہیں۔ Costa Rica میں عوام کا پسندیدہ اخبار *La Nacion* جو وسطی امریکہ کے ملکوں میں مقبولیت کا ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ امن پسند Costa Rica بین الاقوامی منظر پر 1980s اور 1990s میں آیا۔ جب اس ملک کی مداخلت کی وجہ سے ہمسایہ دو ممالک Nicaragua اور El Salvador میں خانہ جنگی بند ہوئی ان کوششوں کی بنا پر Costa Rica کے پریذیڈنٹ Oscar Arias Sanchez کو 1987 میں امن کا نوبل پرائز ملا۔ Costa Rica میں کوئی فوجی طاقت نہیں، صرف شہری پولیس فورس، Coast Guard اور ہوائی سیکشن ہے۔

Uruguay

مجھے چند دنوں کیلئے Uruguay کے دارالخلافہ Montevideo جانے کا اتفاق ہوا کیونکہ وہاں کی یونیورسٹی کے parasitology ڈیپارٹمنٹ کے متعلق کچھ ضروری information اور ان کا setup دیکھنا تھا۔ میں نے ہوٹل میں ویزا دیا سے کمرہ بک کروایا ہوا تھا نہایت خوبصورت جوان ہوٹل کی receptionist نے میرا وچرد دیکھ کر سوال کیا "*Doctor Ud. quiere habitacion seca o mojada*" (آپ کمرہ گیلا چاہتے ہیں یا خشک؟)

میں بڑا حیران ہوا چند لمحے سوچنے کے بعد پوچھا "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا کیا ہوٹل میں ایسے بھی کمرے ہیں جن کی چھت نہیں ہوتی اور بارش سے کمرہ گیلا ہو جاتا ہے؟"

طنزاً جواب ملا "ویسے تو یہ لاطینی امریکہ میں امیر ملک لیکن سوشل لحاظ سے بہت پیچھے ہے"

مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے کہا "مجھے صاف صاف بتائیں کیا مطلب ہے گیلے اور خشک کمروں کا؟"

پتہ چلا کہ گیلے کمرے سے مراد کمرے میں لڑکی موجود ہو اور بغیر لڑکی کے خشک کمرہ!

"کمرے کے کرایے میں کچھ فرق ہے؟"

"ہاں مگر اتنا زیادہ نہیں۔"

"نہیں جی مجھے تو خشک کمرہ ہی چاہیئے" میں نے کہا۔

Uruguay دریائے مشرقی کنارے پر جنوبی امریکہ کے Surinam ملک کے بعد سب سے چھوٹا ملک ہے۔ کوئی تین ملین لوگ ملک کے 68000 sq. miles (108800 sq. km) کے رقبہ میں رہتے ہیں۔ ان میں سے تقریباً آدھے سے زیادہ شہری ملک کے دارالخلافہ Montevideo میں مقیم ہیں۔ ملک کے شمال مشرق میں برازیل، جنوب مشرق میں بحراوقیانوس کا ساحل اور جنوب میں Rio de la Plata جو کہ بحراوقیانوس کی شاخ ہے۔ جب کہ مغرب میں Uruguay دریا ملک کو Argentina سے جدا کرتا ہے۔ بیسویں صدی میں یہ ملک لاطینی امریکہ میں سب سے زیادہ ترقی پذیر سوسائٹی تھی لیکن 1960 کی دہائی میں اقتصادی مشکلات کی وجہ سے ایک شہری گوریلا تحریک Tupac Amaru نے جنم لیا۔

Tupac Amarau II اٹھارویں صدی کا Inca حکمران تھا جس نے ہسپانوی حکمرانوں کے خلاف بغاوت کی۔ گوریلا تحریک 1985 تک جاری رہی۔ حکمرانوں نے بددلی سے ملک کی بھاگ دوڑ ہر دل عزیز عوامی منتخب حکومت کو دے دی۔

بیسویں صدی کے شروع میں سوشل سیکورٹی نظام کی وجہ سے Uruguay لاطینی امریکہ میں سب سے پہلی Welfare state بن گئی اس پروگرام کے تحت بے روزگاری کی انشورنس، کام پر زخمی ہونے کی صورت میں ہرجانہ، بیوی بچوں کا خرچہ، اور بوڑھوں اور ناداروں کیلئے مدد۔ اس کے علاوہ صحت کی دیکھ بھال کا اچھا معیار، صفائی اور خوراک تمام جنوبی امریکہ کے ملکوں سے بہتر ہے۔ تعلیم پرائمری سے لیکر سینڈری سکول کے پہلے لیول تک فری اور لازمی ہیں۔ Uruguay Republic کی یونیورسٹی کی بنیاد 1849 میں رکھی گئی۔

Marfat.com

Yellow Fever

Yellow fever ایک قسم کا بخار جو ایک خاص نسل کے مچھر کے کاٹنے سے ہوتا ہے اور tropical ممالک میں اس مچھر کی نسل پائی جاتی ہے۔ ایک امریکن ڈاکٹر Walter Reed کوئی 100 برس پہلے Cuba جزیرے میں جہاں آج کل Fidel Castro کمیونسٹ ڈکٹیٹر ہے، نے دریافت کیا۔ Walter Reed تیرہ ستمبر 1851 میں پیدا ہوا۔ چوبیس نومبر 1902 میں انتقال کر گیا۔ وہ امریکن فوج میں Pathologist اور Bacteriologist تھا۔ اس کی تحقیق نے 1900 میں Cuba میں یہ ثابت کر دیا کہ Yellow fever ایک مچھر کے کاٹنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس مچھر کا نام *Aedes aegypti* ہے۔ Yellow fever استوائی افریقہ اور لاطینی امریکہ میں ایک زبردست وبا ہوا کرتی۔ اب اس پر قابو پا لیا گیا ہے مگر وقتاً فوقتاً مندرجہ بالا ممالک میں پھوٹ پڑتی ہے۔ اس کی وجہ ایک virus ہے جو کہ قدرتی طور پر جنگلات کے بندروں میں پایا جاتا ہے اور جو مچھر ان بندروں کو کاٹنے کے بعد پھر انسانوں کو کاٹتے ہیں اس سے virus انسانوں میں منتقل ہو جاتا ہے اور Yellow fever کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔

ایک دفعہ فرخ وینزویلا سے پاکستان آئی مگر Yellow Fever Vaccination Certificate کی میعاد دس سال ہوتی ہے، جس کا غذات میں ختم ہو گئی تھی لہٰذا اسے کراچی ائرپورٹ سے دور ایک تقریباً ویرانہ آباد جگہ پر Quarantine Custody میں رکھا گیا۔ فضل الٰہی ان دنوں کراچی میں تھا وہ کھانا وغیرہ لے کر جاتا اور وہاں ہی سوتا تاکہ بیٹی اس ویران جگہ پر فرخ گھبرا نہ جائے۔ لطف کی بات ہے اگر فرخ سے کسی پاکستانی کو Yellow fever لاحق ہونے کا خطرہ تھا تو فضل الٰہی کو کیوں اجازت دے دی گئی۔ یہ تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ فضل الٰہی کو چچا رشید الدولہ مرحوم اور ان کے بڑے بھائی حافظ امین الدولہ شیخ سے کم عمری کی حالت میں اٹھا کر لائے تھے اور وہ ہمارے ساتھ ہی جوان ہوا۔

Yellow fever. acute infectious tropical and subtropical disease. sometimes occurring in the temperate zones. The disease. caused by a virus. infects humans. all species of monkeys. and certain other small mammals. The virus is transmitted among susceptible hosts by several species of mosquitoes. There is considerable uncertainty over the origin of yellow fever. Western Africa has long been regarded as the home of the virus. but the first recorded outbreaks of the disease were in central and coastal South America after the Spanish conquest in the 16th century. For the next 300 years. yellow fever was one of the great plagues of the world. The tropical and subtropical regions of the Americas were subjected to devastating epidemics. and serious outbreaks occurred as far north as Boston and as far away from the endemic centres as Spain, France, England, and Italy.

By the late 19th century there were several theories about the cause and transmission of yellow fever. and in 1881 Carlos Juan Finlay of Havana. Cuba. suggested that the infectious agent was transmitted by the mosquito now known as *Aedes aegypti*. In his investigation of Finlay's theory. Major Walter Reed of the U.S. Army demonstrated in 1900 the transmission of

Marfat.com

yellow fever from one human to another through the bite of A. *aegypti*. Reed was further able to show that mosquitoes (rather than bodily contagion, as had previously been thought) were the only vector of the disease. Reed's discoveries were quickly taken up by the American surgeon William Crawford Gorgas, who was able to peactically eliminate yellow fever from Havana through the control of the *Aedes* mosquito. Gorgas' success was repeated in Rio de Janeiro and then in Panama during the building of the Panama Canal.

The last outbreak of yellow fever in the United States occurred in 1905, when New Orleans and other ports of the South were invaded. There are two substantially diffrenet patterns of transmission of the virus: (1) urban, or classical, yellow fever, in which the transmission is from person to person by the *Aedes aegypti* mosquito, and (2) jungle yellow fever, in which the transmission is from a mammalian host (usually a monkey) to any one of a number of forest-living species of mosquito to humans. In South America, jungle yellow fever is transmitted by mosquitoes belonging to the genus *Haemagogus*, while in Africa it is transmitted by the mosquito *A. africanus*. The distinct transmission cycle involved in jungle yellow fever was first recognized in 1933, after which it became clear that the virus was endemic in huge areas of the Amazon and Orinoco river basins in South America and in the forests of tropical central and western Africa.

The course of yellow fever is rapid. After the bite of the infecting mosquito, there is an incubation period of several days while the virus multiplies within the body. The onset of symptoms is then abrupt, with headache, backache, rapidly rising fever, nausea, and vomiting.This stage lasts two or three days, after which the patient either begins to recover or proceeds to a deeper febrile state marked by high fever, slow pluse rate, and the vomiting of dark, altered blood. Death may occur six or seven days after the onset of symptoms. Because the virus destroys liver cells, jaundice (yellowing of the skin and eyes by deposition of bile pigment) is a common symptom in persons with yellow fever and is in fact responsible for the name of the disease.

The yellow fever patient's convalescence is prolonged, but, when recovery does occur, it is complete and is accompanied by a lifelong immunity. The mortality rate of yellow fever varies greatly, depending upon the strain of

Marfat.com

virus and, to a certain extent, upon the race of the patient. Many persons may experience only a mild infection that lasts a few days. There is no specific treatment for those with yellow fever. Good nursing and supportive care, particularly reduction of fever, are important both in maintaining comfort and in reducing mortality.

Yellow fever is an outstanding example of a completely preventable disease. Originally, the control of *Aedes aegypti* mosquitoes was the only preventive procedure available, as, for example, the campaign against them that made the construction of the Panama Canal possible. Live-virus vaccines, which produce active immunity without clinical illness, are the second great preventive measure. Eradication of the *Aedes aegypti* mosquito gives effective protection to the populace of cities. Where people must travel or live in regions where the forest cycle of the virus is maintained through host animals, individual immunization is necessary. In these jungle-yellow-fever regions, human cases will continue as long as there remain unimmunized persons, for there is no known practical way of eliminating the virus of yellow fever from the animal and mosquito population of the vast tropical forests in South America and Africa.

Marfat.com

مختصر مگر ناقابلِ فراموش

بچائے ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے (حفیظ جون پوری)

حضرت حکیم پیر سید رشید احمد والا صاحب اپنے احباب میں مذہبی امور پر گفتگو میں مصروف تھے اور راقم الحروف بھی وہیں بیٹھا ان کی زیارت کے لیے گجرات آیا ہوا تھا لہذا اس محفل میں شرکت کا موقع ملا۔ دورانِ سخن تھا کہ انسان تو اشرف المخلوقات ہے مگر پیر صاحب نے اس تعارف میں فرمایا اور فرمانے لگے "جو اشرف المخلوقات تھا وہ کوئی اور ہی مخلوق تھی اس کرۂ ارض پر جتنے درندے ہیں انسان ان میں سے افضل درندہ ہے۔" اس پر محفل کے شرکاء ہمہ تن گوش ہوگئے۔ پیر صاحب فرمانے لگے:

"وہ بھی انسان نما ہم میں سے ہی تھا جس نے نواسۂ رسول پر مظالم ڈھائے اور ازاں بعد اہلِ بیت قیدی بنا کر کوفہ و شام میں پھرائے تاکہ ان لعین کا سر بلند ہو سکے۔"

اس محفل میں ایک خواجہ تقی مرحوم بھی تشریف فرما تھے جو کہ ہجرت کر کے گجرات پاکستان آئے۔ چونکہ اہلِ علم تھے۔ پیر صاحب نے استعداد سے قدرے زیادہ ہی مدد فرمائی۔ اب مجھے یاد نہ آ رہا ہے کہ بھائی کے حوالے سے دورانِ سخن کس بھائی صاحب کی طرف تھا۔ بھائی صاحب جب بات کی تو پیر صاحب قدرے دل برداشتہ ہوگئے اور فرمانے لگے "بھائی کیا ہوتا ہے؟" اور ساتھ ہی مندرجہ ذیل شعر پڑھا۔

"بچائے ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر ہووے"

پیر صاحب نے ایک تمثیلی واقعہ سنایا جو ایک بھائی نے سگے بھائی سے سلوک روا رکھا۔

بات کچھ اس طرح ہے۔ 1933 یا 1934 کا واقعہ ہے چھوٹا بھائی سلسلہ معاش کی تلاش میں افریقہ گیا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے جو کچھ کماتا اپنے بڑے بھائی کو جو کہ جہلم میں مقیم تھا بھیجتا رہتا تاکہ وطن واپسی پر بڑے بھائی صاحب جہلم شہر میں ایک مکان اور اس سے متصل ایک دکان تعمیر کروا سکیں جہاں وہ اپنے مکان میں رہائش پذیر اور روزگار کیلئے دکان میں چھوٹا موٹا کاروبار تشکیل دے سکے۔

اس زمانے کے مطابق اس نے بڑے بھائی کو کثیر رقم ارسال کی جس کے لئے ایک عالیشان مکان اور دکان بھی تعمیر ہوگئی۔ رقم کے حصول کیلئے بڑے بھائی صاحب اپنے چھوٹے مسافر بھائی کو ہمیشہ یقین دہانی کراتے رہتے کہ اس کیلئے عین اسکی مرضی کے مطابق کام سرانجام پا رہا ہے۔ جب چھوٹا بھائی واپس وطن جہلم لوٹا تو خوشی خوشی اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے بڑے بھائی سے اپنی رہائش گاہ کے متعلق پوچھا تو بڑے بھائی نے نہایت طوطا چشمی سے اندر بلانے اور پذیرائی کرنے کی بجائے دھاڑتے ہوئے کہا "کیسا مکان، کونسا مکان یہ تو میری اپنی ملکیت ہے اور میں نے خود سے کثیر رقم خرچ کر کے بنایا ہے۔ تم کہاں سے وارث آن ٹپکے جاؤ! یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔ کسی کرایہ کے مکان کا بندوبست کرو۔ یہاں وقت ضائع نہ کرو اور یاد رکھو آئندہ اگر ادھر رجوع کیا تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

چھوٹے بھائی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہنے لگا "بھائی صاحب خدا کا خوف کریں میں تو اس غرض کیلئے کافی رقم

Marfat.com

ارسال کر چکا ہوں۔"

بڑے بھائی نے پھر تلخ پا ہوتے ہوئے دھتکار دیا اور کہا "جو چاہو کر سکتے ہو کر لو اور دفع ہو جاؤ۔" بہرحال وہ بیچارہ دل برداشتہ ہو کر گجرات چلا آیا اور ایک کرایہ کے مکان میں بیوی بچوں کا سر چھپانے کا انتظام کیا۔ چھوٹے بھائی نے ہنر مند ہونے کے ناتے لوہاروں کا چھوٹا موٹا کام شروع کر دیا۔ وقت گزرتا گیا اس کے بچے بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگے اور یوں محنت شاقہ سے روزی کا سلسلہ استوار کر لیا۔ کبھی کبھی اس کے بچے اپنے تایا (بڑے بھائی) کی دکان پر جا وارد ہوتے تو بڑا بھائی اپنے بچوں کو تو آئس کریم اور دیگر لوازمات سے نوازتا مگر چھوٹے بھائی کے بچوں کو چند ٹافیاں دینے پر ہی اکتفا کرتا۔

قانون فطرت ہے جو کسی کی حق تلفی کرتا ہے۔ یا آخرت سے پہلے عذاب کا شکار ہوتا ہے وہی ہوا بڑے بھائی کے تین بیٹے انگلینڈ گئے وہاں تینوں بیٹے ایک ہی وقت میں مر گئے۔ تین بیٹیاں جو نہایت خوبصورت تھیں ان کی شادیاں نہ ہو سکیں وہ تو بیچاری عمر گزار گئیں ایک بیٹی گھر سے کہاں چلی گئی۔ ایک بیٹا جو کہ جسم میں ہی تیم تھا ذہنی طور پر مفلوج۔ نہایت قلیل عرصہ میں مالی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی اور وہ بڑا بھائی نہایت کسمپرسی کی حالت میں انتقال کر گیا۔

اب ادھر دیکھئے چھوٹے بھائی نے اپنا مکان بھی خرید لیا اور دوسرے کارخانے کے لیے جگہ بھی خرید لی جہاں ایک کارخانہ چل رہا ہے یہ ان کی محنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بڑا مہربان ہے۔ جب یہ چھوٹا بھائی وطن واپس آیا تو گجرات قیام کرنے سے دوران کل پونجی پندرہ ہزار روپے تھی جبکہ Three phase meter connection کی ضرورت تھی میٹر نصب کرنے سے پہلے محکمہ والے رشوت کا تقاضا کرتے مگر اس نیک فطرت انسان نے رشوت دینے سے انکار کر دیا۔ تین سال گزر گئے میٹر نصب نہ ہو سکا۔ اب جمع شدہ پونجی سے اخراجات کے بعد صرف 2500 روپے باقی بچت میں رہ گئے۔ ایک روز وہ S D O کا پتہ لے کر دفتر گیا تو وہاں نئے S D O تعینات ہوئے جو کہ خدا ترس اور ایمان دار آدمی واقع ہوئے تھے اپنے نامساعد حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ تین سال کی مدت ہو چکی ہے جب میں نے میٹر کے لیے درخواست دی تھی جناب اب connection نہ ملا تو میری قلیل پونجی بھی ختم ہو جائے گی جس پر اس نیک نیت S D O نے کہا "جاؤ میں آپ کا میٹر ایک ہفتے کے اندر ہی نصب کروا دیتا ہوں" ایسا ہی ہوا اس کے بعد اس کا دن دگنی رات چوگنی کاروبار ترقی کرتا چلا گیا اور کر رہا ہے۔

ایمان کی دولت

دو نوجوان دوست لکھنؤ کے باشندے اس صدی کے اوائل میں تلاش معاش کے لیے کسی عرب ملک میں گئے ان میں سے ایک محنت شاقہ سے روزی کماتا اور بچت کر کے اپنی محنت کی کمائی جمع کرتا رہتا تھا اس کا دوسرا ساتھی دوست آوارہ منش انسان تھا جو کماتا تھا اڑا دیتا۔ اس کے برعکس محنتی کی خواہش تھی۔ جب معقول رقم جمع ہو جائے گی تو اپنے گھر والوں کی خدمت اور سکون سے زندگی بسر کرونگا۔

خدا کی قدرت انسانی سوچ محدود ہے اور رحمت ربی لا محدود۔ محنتی جوان کو ایک موذی مہلک مرض نے آ لیا۔ جب وہ زندگی سے ناامید ہو گیا تو اپنے دوست سے عہد لیا کہ وطن واپسی تو محال ہے میرے مرنے کے بعد میری جمع شدہ پونجی میرے سینے پر رکھ کر دفنا دینا۔ اس نے مرنے والے کی آخری خواہش کے احترام میں ایسا ہی کیا۔

کچھ عرصے بعد اس آوارہ منش کی نیت میں فتور آ گیا اس نے سوچا مرنے والا تو مر گیا یہ قیمتی رقم یہاں پڑی رہے گی تو کوئی بات نہ ہوگی۔ ایک رات اس نے قبر کھود کر تھوڑی مٹی ہٹا کر اپنا ہاتھ رقم کی پوٹلی کے حصول کی غرض سے اندر ڈالا تو قبر سے آواز آئی۔ اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس کوشش میں کہ ہاتھ پوٹلی تک پہنچ جائے کسی کا ہاتھ آ لگا۔ اس نے اسی کو غنیمت جان کر کسی کے ہاتھ کی انگوٹھی اتار لی جو اس کی نظر میں انتہائی قیمتی محسوس ہوئی جس کے درخشندہ نگینے جھلملا رہے تھے۔ اس نے کسی طرح لے کر چہرہ پر حسن سے اور ... وہ خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ ہاتھ کسی کی صورت میں یہ خزانہ ہاتھ آ گیا ہے۔ کھوکھلا پن ... ایک صراف کے پاس بیچنے کی غرض سے گیا۔ صراف وقت گزارا اور کہا

Marfat.com

"یہ تسبی تو کئی سال پہلے ایک امیر گھرانے کی ہندو لڑکی کو بنا کر دی تھی تمہارے ہاتھ کیسے لگ گئی ؟"
وہ کوئی خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔ پولیس کو اطلاع کی گئی تفتیش شروع ہوئی۔ قانونی کاروائی کے بعد اجازت ملنے پر اُس لڑکی کی قبر کھودی گئی تو لڑکی کی بجائے وہاں اُس کے دوست کی لاش موجود تھی اور اسکی چھاتی پر وہی پوٹلی پائی گئی۔
حیرت انگیز راز افشا ہوا یہ ہندو لڑکی مسلمانوں کے محلہ میں مقیم تھی۔ اُسے مسلمانوں کی مذہبی رسومات سے گہری وابستگی ہوئی چنانچہ قرآن پڑھنے، مولود شریف میں حصہ لینا اور دوسری عبادات میں شرکت شروع کر دی اور اسی دوران اُس نے مذکورہ صراف سے تسبیح بنوائی۔ لڑکی کے ہندو والدین کو اسکی زندگی میں تو پتہ نہ چل سکا مگر وقت نزع کا عالم غالب آیا تو اُس لڑکی نے اپنے ماں باپ سے وچن لیا کہ میں تو ایک عرصہ سے مسلمان ہو چکی ہوں۔ آپ مجھ پر کرپا کریں میرے مرنے کے بعد مجھے مسلمانوں کے طور طریقے سے دفن کریں اور میری نجات کیلئے یہ تسبی میرے سینے پر رکھ دیں۔
ذہن میں آتا ہے کہ کیا واقعی مردے اپنی جگہ تبدیل کر سکتے ہیں ؟
جب راقم ویزو ویلا نوکری کے سلسلے میں مقیم تھا تو ایک سکھ پروفیسر کی بیوی بیمار ہوگئی اور کہنے لگی، "پیر صاحب آپ مہربانی کر کے میرے خاوند کو مجبور کریں کہ میری لاش مشرقی پنجاب میں ہمارے آبائی گاؤں اپنی سکھ برادری کے ساتھ دفنائے۔"
"بھابھی جی! ایسا کیوں ؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا ۔
"اگر مجھے یہاں دفن کیا گیا تو میری مردہ لاش ان لوگوں میں پھر بھی نہیں رہیگی۔ اُسے وہاں ہی جانا ہے جہاں سے میں آئی تھی۔ اپنی سکھ برادری شمشان گھاٹ میں۔" کچھ دنوں بعد وہ سکھ خاتون اس بیماری سے بچ نکلی۔
باور کیا جاتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کافروں کے دیش میں دفن کیا جائے تو مردہ وہاں نہیں ٹکتا اور سفر کر کے اپنے عقیدت مندوں میں پہنچ جاتا ہے۔ خدا کی خدا ہی جانے کہاں تک سچ ہے۔ اوپر والے واقعہ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہے" دروغ برگردن راوی۔"

قوال کی تکرار

جنرل ایوب کا دور تھا۔ لارنس گارڈن (موجودہ جناح باغ) لاہور میں موسم بہار کی خوشی میں چاندنی رات کو کوئی نہ کوئی function شہریوں کی دلچسپی کیلئے ہوا کرتا۔ سوئے اتفاق راقم غیر متوقع طور پر جائیداد کے معاملہ میں ویزو ویلا سے گجرات آیا تو ایک دیرینہ دوست نور زمان سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے کہا "یار اتنے عرصہ کے بعد ملے ہو۔ آج رات میرے پاس لاہور میں رہو۔ رات سنتو قوال نے لارنس گارڈن میں قوالی کرنی ہے اور کل گجرات چلے جانا۔" چنانچہ میں نے یہ پیشکش قبول کر لی۔
قارئین کو شاید علم ہو کہ سنتو قوال کے دو سامنے والے دانت کافی ملتے تھے۔ قوالی کرتے ہوئے اکثر قوال "چینگے" لگاتے ہیں تو ان کے دانت اور چہرے کی عجیب مضحکہ خیز صورت ہوتی ہے اور بعض اوقات تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے نہایت اذیت میں مبتلا اور جان کنی کا عالم ہے لہذا سنتو قوال کے ملتے دانت قوالی کے دوران اُس کے منہ اور چہرے کا عجیب اور انوکھا منظر پیش کرتے۔
ہم نے محفل سماع میں شمولیت سے پہلے کیلے خرید لئے اور سب سے اگلی صف میں عین سنتو قوال کے سامنے جا کر براجمان ہو گئے۔ اُس نے بڑا اچھا کلام اور فن کا مظاہرہ وجدانی کیفیت میں پیش کیا۔ سامعین پر بھی وجدان کی کیفیت طاری ہوگئی مگر جب وہ تکرار (چینگے) لگاتا تو اُس کا بگڑا ہوا چہرہ عجیب مضحکہ خیز بن جاتا۔ مجھ سے نہ رہا گیا میں نے کیلے کا چھلکا اتارا اور نہایت پھرتی سے اُس کے کھلے منہ میں ٹھونس دیا اور معاً دونوں دوست بھاگ نکلے اب کیا تھا سامعین نے ادھم مچا دیا اور ہم سرپٹ بھاگتے لارنس گارڈن میں جھاڑیوں کی اوٹ میں جا کر چھپ گئے اور دیکھ رہے تھے کہ ہمارے تعاقب میں مشتعل ہجوم سرگرداں تھا۔ آواز سے بھانت بھانت کے لگاتے ہوئے دوڑ بھاگ رہا تھا۔ "پکڑو! پکڑو! را کے جاسوس پاکیزہ محفل سماع کو منتشر کرنے آ پہنچے ہیں۔ کون جانے اُن کا پروگرام کتنی تباہی مچانے کا ہے۔"
اب ہماری جان پر بنی ہوئی تھی ہم نے شرارت تو کر لی مگر ٹھنڈے پسینے میں شرابور کہ سانس لینا بھی دشوار ہو رہا تھا۔ لوگ

Marfat.com

نعرے مارتے ہوئے بالکل ہمارے قریب سے گزر رہے تھے جونہی ہمیں مناسب موقع ملا ہم بھی اُن میں نعرے مارتے ہوئے شامل ہو گئے اور جان کی امان پائی۔ بعض دفعہ ایسی حرکات جان لیوا ثابت ہو سکتی ہیں۔

بھنڈی پہلوان عمر رسیدہ اور کافی فربہ اندام تھے۔ تمام عمر یوپی ہندوستان میں ٹھیکیداری کرتے رہے۔ تقسیم ہند کے وقت اپنی ساری کمائی وہیں لٹا کر اپنے گاؤں نجاہ، گجرات، واپس آ گئے۔ آپ میرے مرحوم جگری دوست "دینا" کے چچا تھے۔ شبانہ روز شہر میں کسی مشہور قوال کو دعوت دی گئی کہ وہ قوالی پیش کرے۔ مجھے قوالی سننے کا جنون کی حد تک شوق تھا اور مجھے میرے دوست دینا نے بلوا بھیجا۔ میں جب اپنے دوست کے گھر گیا تو وہاں اُس کے وہ چچا صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ چچا بھنڈی پہلوان خوش طبع اور بذلہ سنج اور مزاحیہ شخصیت واقع ہوئے۔

موسم گرم تھا دینا اُس کے چچا بھنڈی پہلوان، میں اور چند ایک قریبی دوست احباب قوالوں کے سٹیج کے بالکل قریب اور سامنے، زمین پر بچھی دری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ قوال نے نہایت پر اثر قوالی شروع کر رکھی تھی اور سامعین پر وجد طاری تھا۔ اب اُس نے یہ مصرعہ "مدینہ جاؤں، میں آؤں، جاؤں اور پھر آؤں" اپنے فن کے مطابق کافی دیر تک تکرار سے کہا چنانچہ اس تکرار سے سامعین میں بوریت کا احساس فزوں تر ہو گیا تو بھنڈی پہلوان کے صبر کا پیمانہ بھی لبریز ہو گیا اور اٹھ کھڑا ہوا پھر قوال سے کہنے لگا۔

"تیرے پاس اتنی رقم ہے کہ تم اتنی بار مدینہ شریف آ جا سکو۔ کوئی کام کی بات کرو۔ دیکھو تکرار سے پہلے قوالی میں جو مزہ آ رہا تھا۔ تکرار چھوڑو آگے بڑھو۔" سب لوگ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

Necktie

یہ گذشتہ بیس سال کی بات ہے میں گجرات سردیوں کے موسم میں چھٹیاں گزارنے کیلئے آیا ہوا تھا۔ میرے ایک دوست نے کہا کہ چلو آج تمہیں گجرات کی ایک بڑی شخصیت سے ملائیں۔ میں نے اُس سے کہا کہ مجھے نئے دوست بنانے کا کوئی شوق نہیں اور نہ ہی میں کسی بڑی شخصیت سے ملنے کا خواہشمند ہوں چونکہ بنی ہوئی یاری دوستی کو نبھانا ہی بڑی بات ہے۔ اب میں عمر کے اس حصے میں ہوں کہ نئے تعلقات بنا تو سکتا ہوں لیکن استوار کرنے سے قاصر ہوں بقول میاں محمد بخش صاحب کے:

"دبے دے دروازے اُتے لائیے محکم جھوکاں

نویں نویں نہ یار بنائیے وانگ مینیاں لوکاں"

بہر حال اُس نے بہت مجبور کیا تو میں اُس کے ہمراہ چل دیا۔ میں نے سوٹ پہن رکھا تھا، ٹائی بھی لگا رکھی تھی سر پر ہیٹ رکھے، چشمہ پہنے اور منہ میں پائپ لئے اپنے دوست کے ساتھ چل دیا۔ یہ بڑی "شخصیت" گجرات کی بدیہ (جس کو کبھی پرسٹ صاحب کا باغ کہا جاتا) موجودہ گجرات "ٹاؤن ہال" کے لان میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کرسیوں پر براجمان دھوپ سینک رہے تھے۔ میرے دوست نے ابھی اُس بڑی شخصیت سے تعارف کرایا ہی تھا تو بڑی شخصیت یکدم اپنی کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور میری ٹائی کو بیہودگی سے پکڑ کر گل افشانی کرنے لگے۔ "یہ تو یار بڑی خوبصورت ٹائی ہے۔"

اُن کی اس نازیبا اور مذموم حرکت پر مجھے اس قدر غصہ آیا کہ میں نے فوراً ٹائی اتار کر اُن کے منہ پر دے ماری اور کہا "رکھو یہ ٹائی۔" اور مشتعل انداز میں واپس ہو لیا۔

میرا دوست اور دیگر لوگ بھی آوازیں دیتے رہے کہ یار واپس آؤ بات تو سنو مگر میں نہ رکا۔ اب یہ بڑی شخصیت ترقی کے کئی مراحل طے کر کے گجرات کی ایک بڑی سیاسی شخصیت کی صورت میں سرگرم سیاسی امور کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف ہے۔

پیراشوٹ درخت پر!

راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ میرے پاس میرا ایک دوست آیا اور کہا "ہند و پاک کی جنگ چھڑنے کا امکان ہے لہذا میری ہمدردانہ بات مان لو اور یہاں گجرات میں قیام کی بجائے ویز ویلا واپس چلے جاؤ۔ یہ جنگ فیصلہ کن ہونے کا احتمال ہے۔" لیکن

Marfat.com

یہ اوپر نہ دیا جانا نہ ہوگا۔

ایک رات ہمارے دیوان خانہ کے پڑوس سے ایک صاحب چھپتے چھپاتے ہوئے آئے اور چیف صاحب کو نہایت راز داری سے گوش گزار کیا کہ حکیم برکت حسین صاحب کے ساتھ والے قبرستان میں جو بڑا درخت ہے۔ اس پر ایک "پیرا شوٹ" آ کر بیٹھ گیا ہے چیف صاحب نے پوچھا "کیا تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"

"نہیں جی میری تو نظر کمزور ہے البتہ میری بیوی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

چیف صاحب نے جواب دیا کہ سامنے والے دیوان خانہ میں ایک نوجوان سول ڈیفنس کا انچارج ہے۔ فوراً اس کو اطلاع کرو انچارج صاحب اپنی عمر اور علم کے لحاظ سے اپنے آپ کو بہت زیادہ آگے سمجھتے اور کہا کرتے کہ مجھے گورنمنٹ نے صرف اس علاقہ کا انچارج بنا کر بھی زیادتی کی ہے حالانکہ مجھے نہ صرف تمام شہر گجرات بلکہ کئی دوسرے شہروں پر بھی تعینات ہونا چاہئے تھا کیونکہ وہ اپنے علم اور فراست سے سامنے والوں سے کم نہیں سمجھتے تھے۔

جب یہ انچارج صاحب اپنی چھروں والی بندوق لے کر معہ ایک ٹارچ کے نہایت پُراعتماد انداز میں اور احتیاطی تدابیر کے ساتھ مذکورہ درخت تک پہنچ گئے۔ درخت پر ٹارچ کی روشنی ماری تو ایک سفید رنگ کا جھولا نظر آیا۔ اس نشانہ لیا اور بندوق داغ دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک الو اپنے پر پھیلا کر چھرے سے اڑا اور رات کی تاریکی میں گم ہوگئی۔ جہالت کی انتہا ہے کہ عورت کے بیان پر یقین کرتے ہوئے کہ یہ پیرا شوٹ درخت پر آن کر بیٹھ گیا ہے۔ حالانکہ پیرا شوٹ تو ایک چھتری کا نام ہے جو چھاتہ فوج کے سپاہی کو زمین تک لے کر آتا ہے۔ کسی مدد سے جہاز پر سے چھلانگ لگا کر زمین پر اتر سکتا ہے۔ ہمارے ڈیفنس سپیشلسٹ صاحب نے اتنا بھی نہ سوچا کہ پیرا شوٹ درخت پر کس طرح آ کر بیٹھ سکتا ہے اور اگر ہو بھی تو پیرا شوٹ کو مارنے چلے ہیں چھرے والی بندوق کے ساتھ!

Hypnotism

موسم گرما 1967ء کا واقعہ ہے راقم محرم کے سلسلے میں ویزہ ویلا سے گجرات آیا ہوا تھا۔ ایک شام ہم تمام گھر والے بڑے کمرے میں بیٹھے dry fruits سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ادھر ادھر کی باتوں میں hypnotism کا بھی ذکر آ گیا۔ میری اہلیہ کی بڑی ہمشیرہ خالدہ بی کی بڑی بیٹی شاہدہ (علامہ اقبال ٹاؤن لاہور میں مقیم) بھی موجود تھیں۔ شاہدہ "پڑھی لکھی لڑکی" ہے اس نے کہا کہ میرے خیال میں hypnotism کا عمل مجھ پر اثر نہیں ہو سکتا کیونکہ میں آسانی سے قابو میں آ جاتی ہوں اگر cooperate نہ کیا جائے تو کیا خاک اثر ہوگا۔

"کوئی بات نہیں میں تمہیں hypnotism کر سکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ یہ موجود لوگ میرے کام میں دخیل نہ ہوں اور نہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے شور پیدا ہو" میں نے کہا۔

یاد رہے کہ hypnotism میں بنیادی چیز ترغیب suggestiblity ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جب تین چار دوست بیٹھے ہوں یا کسی کام سے اٹھ کر آپ کہیں سے باہر آئیں اور کسی دوست کو دیکھتے ہی جو کہ بڑی خوشی آ رہا ہو۔ فوراً کہیں "یار کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔"

"ہاں رات کو آرام کی نیند نہ سو سکا۔ طبیعت کچھ بوجھل ہے۔" حالانکہ چند لمحات آپ کے پوچھنے سے پہلے وہ شخص ہشاش بشاش تھا۔ لہٰذا میں ترغیب کے بنیادی اصول کے پیش نظر شاہدہ کو ایک بازوؤں والی کرسی پر بٹھایا اور کہا کہ اپنے پاؤں پسار کر زمین پر، اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھو، کمر سیدھی اور دھیان میری طرف دو۔ اب میں اس سے تھوڑے فاصلے پر سامنے کھڑا ہو گیا۔

یاد رہے عامل کو معمول کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کی بجائے اس کے ناک کے اوپر اور بھوؤں کے درمیان دیکھنا چاہئے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ معمول کی آنکھوں میں زیادہ کشش ہوتی ہے اور معمول کی آنکھیں جھپکنے کی بجائے عامل آنکھیں جھپکنی شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے معمول پر غالب نہیں آ سکتا۔

"شاہدہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالو، آنکھیں بند کر لو۔"

Marfat.com

اس نے دیکھا تو میری طرف تھیں لیکن آنکھیں میرے راغب کرنے کے مطابق بند نہ تھیں۔ ''شاہدہ آنکھیں بند کرو۔ بند، بند، بند، بند کرو'' اب میں نے حاکمانہ انداز سے کہا تو اس عمل کے بعد اس نے آنکھیں جھپکیں میں سمجھ گیا کہ معمول میرے قابو میں آ گیا ہے۔ ''شاہدہ تمہاری آنکھیں بند ہو چکیں۔ بند، بند، بند اور بالکل بند ہو چکی ہیں۔'' میں نے اور زیادہ زور دیتے ہوئے کہا ''شاہدہ تم اب گہری نیند سو رہی ہو۔ گہری، گہری اور بہت ہی گہری، گہری، گہری، گہری۔'' میں نے انگوٹھا اور شہادت کی انگلی سے اس کے پپوٹوں کو دبایا ''تم اتنی گہری نیند میں چلی گئی ہو۔ گہری، گہری، گہری تم اپنی آنکھوں کو نہیں کھولو گی جب تک میں اور صرف میں نہ کہوں گا۔ اور اس ترغیب کی وجہ سے تم بہتر محسوس کرو گی۔ اب آرام سے سو جاؤ۔''

جو افراد بیٹھے ہوئے تھے ان پر سکتہ طاری ہو گیا خاص طور پر شاہدہ کی والدہ گھبرا گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پھر شاہدہ سے مخاطب ہوا۔ ''شاید تمہاری ٹانگیں تھک گئی ہیں، بہت ہی تھک گئی ہیں تمہارے اعصاب سخت ہو رہے ہیں۔'' میں نے اس کی ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا ''شاہدہ مجھے غور سے سنو تمہارے بازو تھک گئے ہیں، بہت تھک گئے ہیں اور بازوؤں کے پٹھے سخت ہو رہے ہیں۔'' میں نے اس کے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

اب اس کی والدہ نے کانپنا شروع کر دیا۔ اسے فوراً احساس ہو گئی چیخ کر کہا:

''نصیر تیرا بیڑہ غرق ہو جائے۔ میری بچی کو تم نے کیا کیا ہے۔''

اس شور اور مداخلت کی وجہ سے شاہدہ نے آنکھوں کو ہلکی سی جنبش دی۔ میں سمجھ گیا کہ شاہدہ deep trance میں نہیں ہے۔ میں نے ایک ہاتھ ایک کے اشارہ سے سب کو چپ رہنے کیلئے کہا۔ پھر شاہدہ سے مخاطب ہوا ''شاہدہ تم سن رہی ہو تم میرے کنٹرول میں ہو تمہاری آنکھیں تھک گئی ہیں، پلکیں بھی تھک گئی ہیں اور ان کے پٹھے سخت ہو رہے ہیں تم نہیں جاگو گی جب تک میں نہیں کہوں گا اور جب جاگو گی تو اپنے آپ کو بہتر محسوس کرو گی۔ یہ تمام میرے اس عمل کی وجہ سے ہی ہو گا۔'' میں نے دوبارہ اپنے دائیں ہاتھ سے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے اس کی پلکوں کو دبایا ''شاہدہ میری بات غور سے سنو! تمہارا بازو تھک گیا ہے اس کے پٹھے سخت ہو رہے ہیں اور جب میں کہوں گا تو تم اپنا دایاں بازو سیدھا اٹھاؤ گی۔'' میں نے اس کے دائیں بازو پر ہاتھ پھیرا ''شاہدہ میری بات غور سے سنو اپنا دایاں بازو سیدھا اٹھاؤ گی اوپر کی طرف اٹھ رہا ہے، اٹھ رہا ہے، اٹھ رہا ہے۔'' میں نے اس کے بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

اب کیا تھا۔ شاہدہ کرسی پر آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھی تھی اور دائیں بازو کو چھڑی کی مانند سخت سامنے کیا ہوا تھا۔ اس کی ماں نے گھبراہٹ سے اس کا بازو نیچے کرنے کی کوشش کی تو میں نے جھٹکے سے اس کی والدہ کو پیچھے کر دیا۔ میں چند ایک اور مقصد سے کرنا چاہتا مگر گھر والوں کی گھبراہٹ اور اس کی والدہ کی پریشانی دیکھ کر سوچا کہ عافیت اسی میں ہے کہ اس عمل کو یہیں ہی روک دیا جائے۔ لہٰذا میں نے حکمانہ لہجے میں کہا، ''شاہدہ مجھے غور سے سنو! اپنے دائیں بازو کو ڈھیلا کر لو۔''

شاہدہ بازو کو نارمل حالت پر لے آئی۔

''شاہدہ غور سے سنو! تم میرے کنٹرول میں ہو۔ بڑے آرام سے بیٹھی اور گہری نیند سو رہی ہو جب میں اور صرف میں کہوں گا تو تم آنکھیں کھولو گی اور یہ میری ہی ترغیب پر کھولو گی میں تین دفعہ کہوں گا کہ اپنی آنکھیں کھولو اور تم اپنی آنکھیں کھولو گی تم بہتر محسوس کرو گی۔'' تھوڑے وقفے کے بعد میں نے بڑی دھیرج سے ترغیب دی ''شاہدہ مجھے دھیان سے سنو اب میں دوسری بار کہوں گا اپنی آنکھیں کھولو اور جب میں تیسری بار کہوں گا تو تم اپنی آنکھیں کھولو گی اور جاگ اٹھو گی۔''

ایسا ہی ہوا شاہدہ اپنی آنکھوں کو ملتی ہوئی جاگ گئی اور بڑی بیتابی سے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے کہنے لگی

''ماموں مجھے کیا ہو گیا تھا ؟''

''شاہدہ تمہیں وہی ہو گیا تھا جو میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں hypnotize کر سکتا ہوں اور وہ میں نے کر دکھایا۔''

کیسی فطرت!

گجرات کے رہائشی ایس ایس پی صاحب بنام خان عبدالغفور خان ''ابو صاحب'' انگریزوں کے دور حکومت میں تعینات

Marfat.com

تھے جبکہ ایک مسلمان کا ارفع عہدے پر تعینات کیا جانا غیر معمولی بات تھی۔ انہوں نے مسلم بازار میں اُس زمانے کی مشہور منیاری کی دکان سے کچھ خرید و فروخت کی علاوہ ازیں گاہک بھی دکان پر موجود تھے۔ اپنے بٹوے سے رقم نکالی اور بل کی ادائیگی کر دی لیکن ادائیگی کے دوران ایک دس روپے کا نوٹ (جو کہ اُس زمانے میں ایک معقول رقم میں شمار ہوتا تھا) نیچے گر گیا اور وہ بے خبری میں چل دیئے۔ ایک گاہک جو مقامی شہر کا رہائشی تھا نوٹ اٹھا کر فوراً بھاگتا ہوا باہر نکلا اور چند قدموں کے فاصلہ پر ایس۔پی صاحب کو جا لیا۔ یہ کہہ کر کہ یہ آپ کا نوٹ دکان میں گر گیا تھا اُن کے حوالے کیا جس پر انہوں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور بات آئی گئی ہو گئی۔

تقریباً ایک ہفتہ بعد گجرات کی سبزی منڈی میں ایک قصاب کی دکان سے وہی ایس۔پی صاحب گوشت خرید رہے تھے دوران ادائیگی رقم نکالتے وقت ایک چار آنے کا سکہ نیچے گر پڑا۔ حسنِ اتفاق وہی دیانتداری کا مظاہرہ کرنے والے صاحب جو چند روز پہلے ایس۔پی صاحب کو دس کا نوٹ بھاگ کر دے آئے۔ اُس نے چار آنے کے سکہ پر پاؤں رکھ لیا۔ ایس۔پی صاحب نے گوشت لیا اور ایک فوراً دکان سے فوراً پھر واپس جانے لگے۔ اُس ''ایمان دار'' نے خفیہ انداز میں چار آنے کا سکہ اُٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

وزیر آباد میں ایک کشتی کا ملاح جو مسافروں کو اجرت پر آر پار لے آیا جایا کرتا۔ چند ہندو اس کی کشتی میں سوار ہوئے اور اُس پار اترتے وقت طلائی زیورات کی ایک پوٹلی کشتی میں بھول گئے۔ ملاح نہایت نیک فطرت انسان تھا پریشان ہو گیا کہ یہ امانت اُن کو کس طرح سے لوٹائی جائے نہ مجھے تو اُن کے گھر کا اتہ پتہ بھی معلوم نہیں تاہم پوٹلی زیورات سے بھری ہوئی گھر پر لے گیا۔ اُدھر جب گھر پہنچ کر ہندوؤں کو زیورات کی پوٹلی کا احساس ہوا تو وہ ملاح کے گھر کا پتہ معلوم کرتے وزیر آباد پہنچ گئے۔ ملاح نے نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کے دوران کہا ''زیورات کی شناخت کرائیں اور لے جائیں۔'' لہذا انہوں نے زیورات کی صحیح شناخت کروائی اور ملاح کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی پوٹلی حاصل کی اور خوشی خوشی چلتے بنے۔

چند روز بعد اسی ملاح کی کشتی میں سفر کے دوران ایک ہندو سادھو اپنی پیتل کی گڈوی بھول گیا۔ ملاح کشتی کو دوسرے کنارے پر لے آیا اور گڈوی کو وہیں گھاس پھوس میں چھپا دیا۔ جب ملاح کشتی لے کر دوبارہ اُس پار پہنچا تو وہی ہندو سادھو وہاں کھڑا تھا اُس نے ملاح سے نہایت عجز و انکساری کے ساتھ اپنی گڈوی کے متعلق پوچھا مگر ملاح صاف مکر گیا۔

انسانی فطرت عجیب ہے نیت بدلتے دیر نہیں لگتی اور معمولی چیز کیلئے بعض اوقات اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے۔

جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے

راقم نیویارک سے T.W.A کی فلائیٹ سے Rome پہنچا وہاں مجھے چار گھنٹے کے انتظار کے بعد T.W.A کی دوسری فلائیٹ سے کراچی آنا تھا اور پھر وہاں سے PIA سے لاہور۔ ازاں بعد لاہور سے ٹیکسی پر گجرات اپنے دیوان خانہ کا سفر مطلوب تھا۔

ہوا یوں کہ جب میں Rome ائرپورٹ، Fiumiciano کے Transit lounge میں داخل ہوا تو وہاں میری ملاقات اپنے ایک دیرینہ دوست Jeromy سے ہوئی۔ یہ دوست میرے ساتھ انگلینڈ میں زیرِ تعلیم تھا باہمی دلچسپی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور باتوں باتوں میں میری فلائیٹ کی روانگی کی آخری call دی گئی مگر میں T.W.A کے جہاز کو جس نے مجھے کراچی لانا تھا۔ لاؤنج کے شیشے کی دیوار میں سے دیکھ رہا تھا میں نے سرتوڑ کوشش کی ''مجھے جانے دو۔ چونکہ میں نے گھر یہ اطلاع بذریعہ ٹیلی گرام کر دی ہے کہ میں اسی فلائیٹ سے ایک خاص وقت پر کراچی پہنچ جاؤں گا۔''

ایک عرصہ کے بعد ملنے والے دوست نے میری ایک نہ سنی اور مجھے مجبوراً وہیں رکنا پڑا۔ خدا تعالیٰ کے احکامات حکمت سے خالی نہیں بیشک حکمت ربی لامحدود ہے جبکہ انسان کی سوچ محدود۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے اُس جہاز نے take off کیا اور چند سیکنڈ کے بعد ہی ائرپورٹ پر ہی ایک خوفناک دھماکے سے گر کر تباہ ہو گیا۔ رات Rome میں ہی گزاری۔ جب دوسرے دن رات گئے میں گھر پہنچا تو کہرام مچا ہوا تھا چونکہ جس فلائیٹ میں، میں نے آنا تھا اُس کی تباہی کی اخبارات میں خبر چھپ چکی اور ریڈیو سے بھی نشر ہو چکی تھی کہ اس جہاز میں اتنا شدید دھماکہ اور اتنی شدید آگ بھڑک اُٹھی کہ کسی مسافر کے بچنے کی امید نہ تھی۔ لاشوں کے ٹکڑے ائرپورٹ پر بکھرے ہوئے ہیں'' سچ ہے ''جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے''

Marfat.com

بعد از ریٹائرمنٹ

دس پونڈ کے بیس نوٹ

اس نفسا نفسی کے عالم اور بے حسی کے دور میں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں۔ ہر شخص خود غرضی اور لالچ میں گلے تک ڈوبا ہوا اس چکر میں سرگرداں ہے کہ کس طرح کسی کو لوٹے خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا۔ غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا بدمعاش کسی نہ کسی طرح اپنے سے اس کی گردن ناپ لی جائے اور استحصال کیا جائے۔ دولت کی حرص میں اخلاقی قدروں کی پاسداری سے چشم پوشی کی روش معمول بن گئی ہے جس کو دیکھو دوسروں کو روندتا ہوا اپنے جائز و ناجائز مقصد کیلئے سرپٹ بھاگا جا رہا ہے اور پیچھے مڑ کر دیکھنے کی فرصت نہیں۔

آپ اسے کیا کہیں گے کہ اب تک کچھ لوگ جنکی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی زندہ ہیں جن کے اخلاق حسنہ سے انسانیت کی عظمت کے چراغ روشن ہیں اور کبھی کبھار ایسی تازہ ہوائیں چلتی ہیں جن سے خلوص کی خوشبو آتی ہے۔ انہی کے دم قدم سے زندگی رواں دواں ہے۔ ورنہ تعفن اس قدر کہ کب کے خاکستر ہو گئے ہوتے۔ ہوا یوں کہ چھ مارچ 1994 کی صبح کو راقم الحروف کی اہلیہ فرخ حسب معمول اپنے wardrobe کی صفائی ستھرائی کر رہی تھی کہ اسے اپنی الماری سے دس پونڈ کے بیس (برٹش کرنسی) نوٹ ملے اور مجھ سے کہا کہ نصیر ان کو تبدیل کرا دو۔

''ابھی کیا جلدی ہے کیا کوئی ضرورت ہے۔ یا رقم کی کمی ہے پھر کبھی تبدیل کرا لیں گے۔ ویسے بھی آجکل کرنسی کا بھاؤ گرا ہوا ہے۔'' لیکن بیگم کا خیال تھا کہ کہاں وہ اس چھوٹی سی رقم کیلئے روزے کی حالت میں بینک کے locker میں رکھنے کے لئے جائے ''ان تبدیل ہی کرا لیا جائے تو بہتر ہے۔

میں فوراً حکم کی تعمیل میں رخت سفر باندھنے پر مجبور تھا لہذا خاص اہتمام کے ساتھ چوک نواب صاحب پہنچ کر Deendar Currency Exchange کے دفتر کا رجوع کیا۔ کاونٹر پر بیٹھے ایک نوجوان لڑکے سے پہلے rate پوچھا۔ جو کہ اس روز کے rate کے لحاظ سے جائز تھا۔ ازاں بعد نوٹ گن کے لڑکے کے حوالے کئے کہ یہ بیس نوٹ ہیں جنکی مالیت دو سو پونڈ ہے۔ جب فرخ نے مجھے گھر سے بھیجا تو میرے کانوں میں فرخ کی وہی آواز ہر نوٹ دس پونڈ گونج رہی تھی لہذا میں نے rate طے کرنے کے بعد بیس نوٹ کاونٹر پر رکھ دیئے۔ حالانکہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ وہ سارے نوٹ بیس بیس پونڈ کے تھے اور اس طرح اصل رقم زیادہ بنتی تھی (ضمیمہ 158) اب میں کیا کہوں کہ لڑکے نے میری بات پر اندھا اعتماد کیا یا مجھے دھوکہ دینے کی غرض سے فوراً حساب کر کے 9340 روپے دیدیئے۔ (46.70 کے حساب سے) اور میں رقم وصول کر کے گھر لوٹ آیا۔

آجکل میں اپنی یادداشتیں لکھ رہا ہوں کہ کیا دیکھتا ہوں اسی دیندار منی ایکسچینج کے مالکان میں سے دو افراد میرے دیوان خانہ کے گیٹ سے داخل ہو کر سیدھے میرے دفتر کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے۔ میں نے اشارہ سے انہیں اندر بلایا اور بیٹھنے کیلئے ترغیب دی۔ ان میں سے ایک آدمی نے میرے سامنے والی کرسی سنبھال لی اور دوسرا مشرق کی طرف پڑے آرام دہ صوفہ پر بیٹھ گیا۔ اس سے پیشتر کہ کوئی گفتگو ہوتی میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھے ہوئے صاحب نے میری میز پر دس ہزار روپے کے نوٹوں کی گڈی رکھ دی اور نہایت عاجزانہ انداز میں گویا ہوئے کہ پیر صاحب یہ رقم آپ کی ہے۔

Marfat.com

اسلام آباد ایک ادویات کی کمپنی میں اعلیٰ ملازمت مل گئی اور گاہے بگاہے گجرات میں میرے گھر پر چند ایک روز کیلئے ٹھہرا کرتے۔ جنوری 2003 میں اسلام آباد سے واپس کراچی چلے گئے۔

15 نومبر 2002 سخت سردی کی رات میں میرے اشعار کی نوک پلک درست کر رہے تھے۔ اچانک سگریٹ ختم ہو گئے اور "MQM" سگریٹ نوشی کے دلدادہ ہیں۔ کوئی رات گیارہ بجے کا وقت تھا تو سگریٹ نہ پینے کی وجہ سے اشعار کیطرف توجہ نہ دے سکے اور میں چاہتا تھا کہ یہ کام جلد از جلد ختم ہو جائے کیونکہ اگلے روز اُس نے واپس چلے جانا تھا۔ اردگرد کوئی دُکان بھی کھلی نہ تھی اور میں خود سگار استعمال کرنے کا عادی ہوں لہذا میں نے سمیعہ عثمان سابقہ ینیئر پاکستان پیپلز پارٹی جو کہ میرے مکان سے کوئی 100 گز کی دوری پر ہے کو ٹیلیفون کیا "مجھے کچھ ادھار سگریٹ چاہئیں" وہ بڑی حیران ہوئیں کیونکہ میں تو سگریٹ پیتا ہی نہیں۔

"میرے لئے نہیں میرے ایک دوست کیلئے۔"

"ہاں کسی کو بھیج دیں یا خود آ کر لے جائیں۔"

"میں اور میرا سگریٹ نوش دوست دونوں ہی آ رہے ہیں۔"

"MQM" تو گولڈ لیف سگریٹ پسند کرتا ہے مگر سمیعہ عثمان گولڈ فلیگ کی رسیا چین سموکنگ کی حد تک ہے۔ میں نے "MQM" سے کہہ دیا کہ وہ تو گولڈ فلیک پیتی ہے۔ وہ طلب کا مارا ہوا تھا اُس نے اُنہیں غنیمت جانا اور اُنہیں کا طلب گار ہوا لہذا ہم دونوں چلتے ہوئے اُس کے مکان تک پہنچ گئے۔ وہ مہربان خاتون ہاتھ میں سگریٹ کی ڈبیا لئے کھڑی تھی مجھے ذرا سخت انداز سے کہا:

"آپ پڑھے لکھے ہیں سگریٹ ادھار کہنے کی کیا ضرورت تھی۔"

میں نے بات ٹالنے کیلئے جواز کیا کہ یہ تو ازراہِ مذاق تھا مگر سگریٹ تو ہمیں چاہئیں ہی تھے۔

جب گھر واپس لوٹے "MQM" نے ایک دو کش لگائے اور دماغ بجلی کیطرح کام کرنے لگا۔ وہی اشعار جو گھنٹے بھر سے ٹھیک نہیں ہو رہے تھے۔ پل بھر میں ٹھیک ہو گئے۔

ریل کے ٹکٹ دو، مسافر ایک!

راقم کے ایک دوست جی۔ جی مان جن کا اصل نام تو عزیز الرحمان ہے مگر جی۔ جی مان کی عرفیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ باتوں باتوں میں اُنہوں نے ایک واقعہ ٹرین کے سفر کے دورانیہ سے متعلق سنایا۔

چند سال ہوئے ٹرین میں سفر کے لیے ایک اٹھارہ سالہ نیک طبعیت نوجوان نے سیالکوٹ ریلوے سٹیشن کی کھڑکی سے کہیں جانے کے لیے دو ٹکٹ خرید کئے۔ حالانکہ مذکورہ نوجوان کے ساتھ کوئی دوسرا ہمسفر نہیں تھا۔ سوئے اتفاق جی۔ جی مان صاحب بھی ریل گاڑی کے اُسی ڈبہ میں سوار ہو گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ اُس نوجوان نے دو میں سے ایک ٹکٹ تو بحفاظت اپنے پاس محفوظ کر لیا لیکن دوسرا ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیا۔ دیگر مسافروں کو بھی اس کے حیران کن طرزِ عمل سے حیرت ہوئی تاہم خاموشی اختیار کی مگر ہمارے دوست نے بے اختیار استفسار کیا کہ برخودار بظاہر ٹکٹ تو دو خریدے تھے جبکہ کوئی دیگر ساتھی بھی آپ کے ساتھ نہیں تو اس عجیب وغریب عمل کا میرے نزدیک تجسس لازمی امر کہ ایسا کیوں ہوا۔ آخر ماجرہ کیا ہے؟

"گذشتہ دنوں میں اسی ریلوے سٹیشن سیالکوٹ پر غیر معمولی رش کیوجہ سے گاڑی میں سوار ہو گیا مگر ٹکٹ نہ خرید سکا لیکن دوران سفر کسی نے ٹکٹ طلب کیا اور نہ ہی مطلوبہ ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹکٹ کے بارے پوچھا گیا مگر میرے ضمیر نے مجھے ملامت کیا کہ تو نے مجرمانہ خاموشی اختیار کئے رکھی حالانکہ بغیر ٹکٹ سفر کرنا جرم ہے تو ضمیر کی نیش زنی سے دل گرفتہ ہو کر میں نے اس دفعہ ٹکٹ دو خرید لئے۔ شاید اسطرح ذہن کا بوجھ کم ہو جائے جیسا کہ آپ کو حیرت ہوئی ایک ٹکٹ پہلے سفر کے ضمن میں خریدا اور پھاڑ دیا اور دوسرا ٹکٹ سنبھال کر رکھ لیا۔"

بلاشبہ موجودہ دور میں ایسی جنس نایاب ہے بالخصوص نوجوان طبقہ میں گناہوں سے تائب ہونا قابل ستائش اور ناقابل فراموش عمل جبکہ اکثر نوجوان میں حب الوطنی اور دیانتداری کو حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

دیانتدار پاکستانی

خورشید احمد خاں کا اسلام آباد کی نہایت اہم شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسلام آباد میں کافی پراپرٹی کے مالک ہیں Blue Area میں بلند مرکز (بلند پلازہ) بھی انہی کا ہے جبکہ اس بلڈنگ سے اُن کا ایک روزنامہ "مرکز" بھی اشاعت پذیر ہوا کرتا۔ اسلام آباد میں چائنیز ریسٹورینٹ Shifang اُنکی ملکیت ہے جبکہ اسی نام سے دوسرا ریسٹورینٹ اور ہوٹل کروڑوں روپے کی لاگت سے مری، کشمیر پوائنٹ، میں بھی مکمل ہو چکا ہے۔ خورشید صاحب راقم کے قریبی دوست شاہ زمان بٹ صاحب کے نہایت ہی عزیز دوست ہیں اور یہ دونوں حضرات کاروباری رابطے کے سلسلہ میں Middle East بھی اکٹھے رہ چکے ہیں۔ شاہ زمان بٹ صاحب کی وساطت سے راقم کے خان صاحب سے اچھے مراسم ہیں۔

1976 میں خان صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ لندن تشریف لے گئے۔ وہاں پر جب وہ window-shopping کر رہے تھے تو آپکی اہلیہ کو ایک انگوٹھی پسند آ گئی جسکی قیمت 350 پونڈز تھی۔ خان صاحب نے یہ رقم اپنے ٹریول چیکوں سے ادا کی جو کہ امریکن ڈالرز میں تھے۔ دوکاندار نے چیک شمار کئے اور انگوٹھی کی قیمت وصول کر لی۔ رات کو خان صاحب اپنے ہوٹل میں حسب عادت اخراجات کا حساب کتاب کر رہے تھے تو اُنکو غلطی کا احساس ہوا۔ چیک تو 350 ڈالرز کے تھے مگر انگوٹھی کی قیمت 350 پونڈز جس کا مطلب یہ تھا کہ خان صاحب نے قیمت کم ادا کی اور اس غلطی پر انگریز دوکاندار کی گرفت نہ ہو سکی۔ خان صاحب تمام رات بے چین و بیقرار رہے اور نیند نہ لے سکے۔ صبح آپ نے پیرس جانے کیلئے سیٹ بک کروا رکھی تھی۔ انہوں نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ ہوٹل کا بل ادا کیا اور ٹیکسی لیکر ائرپورٹ کو چل نکلے۔ جب ٹیکسی جا رہی تھی تو آپ نے ٹیکسی ڈرائیور کو اس جیولری دکان کے سامنے کھڑا ہونے کی ترغیب دی خود اندر داخل ہو کر دوکاندار سے مخاطب ہوئے:

"کل میں نے یہاں سے ایک انگوٹھی خریدی تھی لیکن قیمت کی ادائیگی میں کچھ غلطی سرزد ہو گئی۔" دکاندار چونکہ خان صاحب Asian تھے۔ دوکاندار نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے اور کہا:

"No mistake."

"میری بات غور سے سنیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری ٹیکسی باہر کھڑی اور میں نے پیرس جانے کیلئے ائرپورٹ پہنچنا ہے۔ میں واپس لوٹ کر لندن نہیں آؤنگا میں نے ایک انگوٹھی 350 پونڈز میں خریدی تھی تاہم 350 ڈالرز ادا کئے ہیں اس لئے اب مجھے بقایا رقم آپکو ادا کرنی ہے۔"

اُس انگریز دوکاندار نے اپنے بنک کو ٹیلیفون کیا۔ غلطی کا پتہ چل گیا اور خان صاحب نے 170 ڈالرز مزید ادا کئے۔ جب خان صاحب عجلت میں باہر جانے لگے تو دوکاندار نے نہایت مودبانہ انداز سے پوچھا:

"Which country you come from, Sir ?"

"The only honest country in the world, Pakistan." خان صاحب نے جواب دیا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کیطرف روانہ ہو گئے۔ یہ تھا ایک انگریز دوکاندار اور پاکستانی خریدار!

ٹھیکہ کر لو!

کافی عرصہ ہوا۔ راقم کی ویزہ ویلا میں ملازمت کے دوران فرخ اکیلی بی محرم کے سلسلہ میں جرات آئی ہوئی تھی۔ راقم بار بار تاکید کرتا رہتا کہ کسی کو رقم ادھار دینے سے گریز کیا جائے اور نہ ہی جائیداد کی خرید و فروخت کے چکر میں آنا لیکن میرے منع کرنے کے باوجود اُس نے 25000 روپے میں L.D.A 3200 کی سکیم کے تحت (آجکل "جوہر ٹاؤن") ایک دس مرلہ کا پلاٹ خرید لیا۔ جب ویزہ ویلا واپس پہنچی تو بڑے فخر سے مجھے زمین کی رجسٹری اور انتقال کے کاغذات دکھائے تاہم میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ پلاٹ کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔

Marfat.com

''نسیم! یہ غذات ہمارے پاس موجود ہیں۔'' اس نے دلیل پیش کی۔

''یہ غذات؟ کوئی خستہ ورہ یا چھیری ہوئی ہوگی کیونکہ ہم لوگ تو پردیس میں رہتے ہیں۔''

کافی عرصے کے بعد جب میں ریٹائر ہو کر واپس پاکستان لوٹا تو سوچا اپنے خرید کردہ پلاٹ کا پتہ چلاؤں جس پر وہی کچھ ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ ہمارے ایک مہربان عزیز نے یہ پلاٹ ہماری غیر موجودگی سے استفادہ کرتے ہوئے کسی دیگر کے نام منتقل کرا دیا۔ بس پھر تو میں دوڑ دھوپ میں سرگرداں ہو گیا۔ مقدمہ بازی شروع ہوئی L.D.A میں ایک تحصیلدار صاحب تھے جو شکل سے فرشتہ صورت نظر آتے۔ کسی کی وساطت سے ان سے رابطہ ہوا تو کہنے لگے:

''شام کے قریب لاہور سیکرٹریٹ کے اس پار عام ہوٹل ہے، وہاں ملنا۔''

میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ گیا جناب کو کھانا وغیرہ کھلایا جب مطلوبہ موضوع پر بات چلی تو نہایت رسانیت سے فرمایا:

''45000 روپے میں ٹھیکہ کرا لو۔''

''حضرت صاحب! میں نے کوئی سڑک یا دیگر تعمیرات کا ارادہ نہیں کیا جس کا ٹھیکہ کرا لوں۔''

''آپ سمجھتے کیوں نہیں یہ بھی ایک ٹھیکہ ہے۔'' وہ مہماتی انداز میں گویا ہوئے۔

''آخر 45000 روپے کیوں؟'' میں نے دلیل پیش کی۔

''اچھا کل پھر اسی جگہ اسی وقت ملنا۔''

میں دوسرے روز بھی مقررہ وقت پر پہنچ گیا۔ فرمانے لگے: ''میں نے فلاں فلاں حضرات کو جو کہ اس کام میں شریک ہیں ان کا حصہ دینا ہے لہذا کسی طور پر بھی 40000 روپے سے کم نہ ہوں گے۔''

بالآخر میں نے 40000 روپے دے دیئے۔ کام تو اس نے کر دیا اور L.D.A کی طرف سے بھی کوئی کوتاہی نہ ہوئی مگر مقدمہ بازی ایک اور پارٹی سے اب تک چل رہی ہے۔ اصل قیمت سے زیادہ 173000 روپے خرچ کر چکا ہوں اور ابھی تک گجرات کے دورے چکر لگانے میں سرگرم ہوں۔

کار کیوں نہیں خرید لیتے!

راولپنڈی ڈویژن سے ہفتہ میں ایک دفعہ ایک اعلیٰ آفیسر گجرات شہر آیا کرتا اور G.T.Road گجرات والے بنگلہ میں رہائش پذیر ہوتا۔ ایک موقع پر اس کا ماتحت آفیسر گجرات کے ڈاک بنگلہ میں رہائش کا بندوبست نہ کر سکا اور اسکی متبادل جگہ الہ موت کے ڈاک بنگلہ میں انہیں رکھا گیا۔ سردیوں کا موسم تھا میرے ایک وکیل دوست (چوہدری فیض) کوئی فائل لیکر موٹر سائیکل پر سوار ان سے ملنے کیلئے الہ موت پہنچے۔ وہ آفیسر ایک کرسی پر دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا۔ وکیل صاحب کو دوسری کرسی پیش کی۔ وکیل صاحب نے اپنی آمد کا مقصد بتایا جو کہ ایک جائز کام تھا۔ آفیسر نے فائل پر دستخط کر دیئے اور پھر گویا ہوا:

''چلو اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔'' لہذا دونوں اندر چلے گئے آفیسر نے ملازم کو چائے وغیرہ لانے کیلئے کہا اور ساتھ ہی تاکید کی کہ کسی شخص کو اندر نہ آنے دینا کیونکہ وہ مصروف ہیں جبکہ دیر بھی ہو چکی اور واپس راولپنڈی کار میں جانا ہے۔

ملکی حالات کے تبصرہ پر رشوت ستانی کا موضوع شروع ہوا تو صاحب نے میرے وکیل دوست سے کہا: ''آپ اتنے عرصہ سے وکالت کے پیشہ سے منسلک ہیں حیرت ہے آپکے پاس وہی کھٹارہ قسم کی ٹوٹی پھوٹی موٹر سائیکل ہے اور اتنی سخت سردی میں گجرات سے اس پر ہی تشریف لائے ہیں۔''

''میرے ذرائع ہی چھوٹے ہیں کار تو میری دست برد سے باہر ہے۔''

''سنا ہے کہ دوسرے محکمہ کے آفیسران کافی رشوت لیتے ہیں۔''

''ہاں کئی کم اور کئی زیادہ۔ یہ سب مقدمات کی نوعیت پر مبنی ہے۔''

''کیوں نہ ایسا کریں کہ ایک نہیں بلکہ دو Toyota کاروں کا آرڈر دے دوں۔ ایک تمہارے لئے اور ایک میرے لئے۔''

Marfat.com

"جی میں تو کسی حال میں ہوں۔ ٹھیک ہوں۔" وکیل صاحب نے مُردہ سا جواب دیا۔

"پھر میرے ساتھ ہی چھوڑ دو۔ تمہارے مقدمات کا فیصلہ تمہاری مرضی کے مطابق ہو جایا کرے گا۔"

وکیل صاحب کو سمجھ آ گئی کہ یہ آفیسر مال بنانے کا عادی ہے۔ اس نے اس وقت چپ سادھ لی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو آفیسر نے کہا "اس بات پر ذرا غور کرنا۔ ہم دونوں کا فائدہ ہے۔"

وکیل صاحب موٹر سائیکل پر سوار ہو کر واپس آ رہے تھے تو اسی خیال میں گم تھے کہ اگر صاحب موصوف مال بنانے پر آئے ہیں تو میرے جو کہ مقدمات کا بھی فیصلہ ہو جایا کرے گا۔ گجرات پہنچ کر وکیل صاحب نے اپنے ایک دوست جو اپنے پیشے میں کافی شہرت یافتہ ہیں یہ واقعہ سنایا تو اس نے مشورہ دیا "تم تو رشوت لینے دینے کے عادی نہیں ہو اپنے ساتھیوں وکلاء سے پوچھو وہ چونکہ یہ کام کرتے ہیں۔"

بات وکیل صاحب کی سمجھ میں آ گئی لیکن وکیل ہونے کے باوجود انہوں نے یہی راہ اختیار کی اور اپنی جان چھڑائی۔ مذکورہ آفیسر سے وکیل صاحب نے تعلق استوار کر لئے۔ ایک مالدار شخص جس کی انکوائری کیس میں اسی آفیسر کے پاس تھی آپ کے پاس آیا اور مطلب واضح کیا۔ ان کی ذمہ داری پر مذکورہ آفیسر دورے پر آیا اور گجرات کے ڈاک بنگلے میں ٹھہرا تو وکیل صاحب اس شخص کو ساتھ لے کر ڈاک بنگلے پہنچ گئے۔ سائل کو مخصوص حصہ ملنے کی بات پر ٹھہرنے کی ترغیب دی اور خود آفیسر کی خدمت میں پیش ہو گئے۔ صاحب برآمدے میں ٹہل رہے تھے۔ وکیل صاحب نے اپنی آمد کا مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا "فائل پر سب ٹھیک ہے۔ میں حکم کر دیتا ہوں لہٰذا ایسا ہی ہوا۔ پھر آفیسر نے پوچھا "وہ سائل کہاں ہے؟"

"وہ لان میں کھڑا ہے۔"

"اس سے کہیں کہ میں آج لاہور جا رہا ہوں وہاں تک میری ایک ضروری میٹنگ ہے۔ کل دوپہر کے وقت ہے۔ وکیل صاحب ان کا شکریہ ادا کر کے واپس آ گئے اور فائل موکل کے ہاتھ میں تھما دی۔

دوسرے روز پروگرام کے مطابق مذکورہ سائل لاہور اس آفیسر سے ملا۔ صاحب انہیں اپنی کار میں بٹھا کر لے گئے۔ آفیسر کی صاحبزادی کی عنقریب شادی تھی۔ صاحب خریداری کرتا رہا اور یہ سائل بل ادا کرتا گیا۔ ساری خریداری کوئی 40000 روپے تک جا پہنچی۔ چونکہ صاحب "شریف" آدمی تھے۔ سائل کو اس روز اپنی کار میں بٹھا کر گجرات چھوڑنے اور خود روانہ کر دی۔

پاسپورٹ آخر مل ہی گیا

راقم الحروف کا ایک دوست خورشید محمود 23 جنوری 1991 کو قائداعظم انٹرنیشنل ایئرپورٹ کراچی پر رات سے PIA کی پرواز Dubai روانگی کے لئے انتظار کر رہا تھا تو ایک نوجوان جو کہ شکل و صورت اور لباس سے پڑھا لکھا نظر آتا تھا پریشانی کے عالم میں گھومتے ہوئے گزرا تو خورشید نے پوچھا "بھائی اس قدر پریشان کیوں نظر آتے ہو؟"

"جی! میں فیصل آباد کا رہنے والا ہوں محنت مزدوری کرنے کے لئے یہاں رات کی فلائٹ سے دبئی جا رہا ہوں۔ میں نے PIA کاؤنٹر پر اپنا پاسپورٹ دیا اور ایئرپورٹ واجبات ادا کر دیئے مگر کلرک میرا پاسپورٹ واپس نہیں کر رہا۔ آپ میری مدد کریں۔" اس نے نہایت غمگین لہجے میں جواب دیا۔

خورشید اور وہ نوجوان خاور کے دوست آصف کے پاس گئے جو کہ خاور کے ساتھ اسی فلائٹ سے دبئی جا رہے تھے۔ پھر تینوں اس کلرک کے پاس گئے۔ کلرک نے صاف جواب دیا اور کہا "میرے پاس کوئی پاسپورٹ وغیرہ نہیں ہے۔"

"تمہارا انچارج کہاں ہے؟" خاور نے پوچھا۔

"وہ سامنے دفتر میں بیٹھا ہوا ہے۔"

لہٰذا یہ تینوں انچارج کے پاس گئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ انچارج نے ایک داڑھی والے بوڑھے کو جو کہ کمرے میں موجود تھا کہا "ان تینوں کو باہر نکال دو۔" خاور نے اس بوڑھے کو خوب ڈانٹ پلائی اور غصے میں آ کر انچارج سے مخاطب ہوا

Marfat.com

"نہیں دیکھتے ہو تم کیسے پاسپورٹ نہیں دیتے۔ ہم امیگریشن والوں کے پاس جا رہے ہیں۔" اور مشتعل انداز میں دروازہ بند کرتے ہوئے نکل گئے۔ جب تینوں امیگریشن آفس جا رہے تھے تو وہ PIA کا کلرک بھاگتا ہوا آیا اور نہایت مؤدبانہ لہجہ میں کہا:

"بھائی جان! آپ کا پاسپورٹ مل گیا ہے۔"

دونوں کلرک اور وہ شرمندہ ہو رہے تھے اور اس نوجوان کی جہالت سے استفادہ کرتے ہوئے پاسپورٹ ہڑپ کرنا چاہتے تھے کہ شاید اچھی سی رقم ہو رہی جائے۔

شریف بلا

دو ساتھی چوروں نے پروگرام بنایا کیوں نہ بیلے میں جانوروں کا باڑہ ہے اس پر ہاتھ صاف کیا جائے۔ عید کا دن تھا اور بیلے میں کوئی چرواہا نہیں۔ شدید سردی کی وجہ سے جانوروں کے باڑے کے مالک رات کو سردی سے بچاؤ کیلئے باڑے کے ساتھ ہی رہنے دیتے اور خود بھی رات اپنے گھر میں بسر کرتے لہذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ رات گیارہ بجے وہاں پہنچ جائیں۔

پروگرام کے مطابق ایک چور تو مقررہ وقت پر وہاں پہنچ گیا لیکن اس کا دوسرا ساتھی کشتی نہ ملنے کی وجہ سے دریا پار نہ کر سکا۔ آدھ گھنٹے کی تاخیر کے بعد وہ کسی ذاتی کشتی کا کھول کر دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پہلے ساتھی کو شدید سردی اور بھوک نے ستا رکھا تھا وہ اپنے دوسرے ساتھی کا انتظار کرنے کی بجائے پیٹ کی بھوک مٹانے کی غرض سے چکر لگا رہا تھا لہذا اس نے ایک بکرا پکڑا اور ذبح کرنے کے بعد کھال اتار کر اپنے جسم پر سردی سے بچاؤ کیلئے اوڑھ لی اور گوشت بھون کر کھانے لگا۔

اب اس کا دوسرا ساتھی وہاں پہنچ گیا اس نے آگ کا الاؤ روشن دیکھا تو اسی طرف چل دیا۔ بھوک کی وجہ سے اس کا بھی برا حال تھا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے دیکھتا کیا ہے کہ عجیب ہیئت کی مخلوق جو گوشت کھا رہی ہے۔ اس کے پیچھے بیٹھ کر وہ بھی بکرے کی کھال اوڑھے ہوئے گوشت بھون کر کھانے میں مصروف تھا۔ دوسرا چور اسے کوئی خوفناک بلا سمجھ کر ڈرتے ڈرتے اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ پہلے نے اس کے ہاتھ پر بھی ایک بھنا ہوا لقمہ رکھ دیا اسی طور پر دوسرا ساتھی بھی گوشت کھاتا رہا اور یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ دونوں کا پیٹ بھر گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بلا تصور کرتے ہوئے گوشت ختم ہونے پر اس قدر دہشت زدہ تھے کہ چپ چاپ وہاں سے بھاگ نکلے۔

دوسرے دن جب دونوں ساتھی اکٹھے ہوئے تو پہلے والے ساتھی نے کہا: "یار تم نے تو کمال کر دی ہے۔ پروگرام کے برعکس مجھے وہاں سردی میں اکیلا چھوڑ کر خود گھر میں مزے سے پڑے رہے۔ میرا تو وہاں کسی ہیبتناک بلا سے پالا پڑ گیا۔ وہ بلا بھی غالباً شریف تھی۔ اس نے بجائے مجھے مارنے کے صرف بھنا ہوا گوشت کھانے پر ہی اکتفا کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بلا گوشت بھون کر کھا رہی ہے اور خود اسی کھال بکرے جیسی تھی میں نے بھوک سے تنگ آ کر پیچھے سے ہاتھ بڑھایا تو اس بلا نے میری ہتھیلی پر گوشت کا بھنا ہوا لقمہ رکھ دیا اور میں اپنی بھوک مٹانے کیلئے اس بلا سے بھوکا مرنے کی بجائے اس سے گوشت لے کر کھاتا رہا۔"

اس پر پہلے نے کہا: "او بیوقوف! وہ بلا تو میں ہی تھا۔ سردی سے بچنے کیلئے میں نے ذبح کئے ہوئے بکرے کی کھال اوڑھ رکھی ہوئی تھی۔"

کیا تم بھی مسلمان ہو گئے ہو؟

میرپور آزاد کشمیر کا ایک باشندہ جو کہ بالکل ان پڑھ تھا یہاں تک کہ اپنا نام بھی ٹھیک طرح سے لکھنے سے قاصر تھا، کئی سال قبل روزگار کی تلاش میں کسی طریقے سے انگلینڈ چلا گیا۔ وہاں اس نے لندن میں سکونت اختیار کر لی اور محنت مزدوری کرتا رہا چونکہ وہ ناخواندہ اور بینکوں پر اعتبار بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی کمائی ہوئی رقم اپنے پاس ہی رکھتا۔ جب اس کے پاس ایک معقول رقم جمع ہو گئی تو

Marfat.com

اسے فکر لاحق ہوئی کہ اس رقم کو کہاں جمع رکھا جائے ساتھ ساتھ لئے پھرنا بھی مناسب نہیں۔

اس کے پڑوس میں ایک انگریز رہائش پذیر تھا جس کے ساتھ اس کے گہرے مراسم تھے لہٰذا اس نے انگریز سے مشورہ کیا کہ اس رقم کو کس طریقے سے محفوظ کیا جائے۔ انگریز مسکرایا اور کہنے لگا کہ چلو میرے ساتھ بینک میں جمع کروا دیتے ہیں لیکن اس شخص کو بینک پر اعتبار نہ تھا۔ اس نے انگریز کی ایک نہ سنی اور اس بات پر مصر ہو گیا کہ تم ہی میری رقم اپنے پاس رکھ لو اور آئندہ بھی جو میں کماؤں گا وہ بھی تمہارے پاس ہی رکھوں گا۔ جب اور جتنی رقم کی ضرورت ہوں وہ تم سے لے لیا کروں گا مگر انگریز رضامند نہ ہوا اور اپنا انکار دہراتا رہا کہ ہو سکتا ہے میری نیت میں فتور آ جائے یا میں مر جاؤں مگر وہ تھا کہ برابر اپنے موقف پر اڑا رہا۔ انگریز نے صاف انکار کر دیا۔

کوئی ایک ہفتہ بعد وہ دوبارہ انگریز کے پاس گیا اور اس انگریز کو رقم امانت کے طور پر رکھنے پر مجبور کر دیا۔ ناچار انگریز بھی آخر رضامند ہو گیا۔ اس شخص نے اپنی جمع پونجی اس انگریز کے حوالے کی اور اسی طرح جو کچھ کماتا اس کے پاس جمع کرواتا رہا۔

قریباً پانچ سال گزر گئے ایک روز اس میرپور کے باشندے کو میرپور سے خط آیا کہ اب واپس وطن آ جاؤ تمہاری شادی کے لیے خواہشمند برادری کا تقاضہ ہے لہٰذا جب وہ انگریز کے پاس اپنی جمع پونجی لینے گیا تو انگریز صاف مکر گیا کہ "کیسی رقم؟" بیچارے کے ہوش اڑ گئے اسے نہایت دکھ ہوا کہ اتنی بڑی رقم جو محنت شاقہ سے جمع کی گئی تھی ابھی گذشتہ روز بھی تین پونڈ جمع کروائے تھے۔ پریشان حال ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا اس نے متعدد لوگوں سے مشورہ کیا مگر ان لوگوں نے جواب دیا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے؟ بیچارے کا دن کا سکھ اور رات کی نیندیں روٹھ گئیں۔

ایک دن پریشان حال گزر رہا تھا کہ اچانک قریبی چرچ کے پاس سے گزر ہوا تو چرچ کے باہر بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے انگریز کو دیکھ کر نجانے کیا سوجھی اس پریشان حال شخص نے اپنی روئیداد غم اس انگریز بوڑھے کو سنائی۔ بوڑھے انگریز نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا کہ قانون کو تو ثبوت چاہیے اور تمہارے پاس تو کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر وہ بادل ناخواستہ وہاں سے مایوسی کی حالت میں اٹھا اور چل دیا۔ ابھی تھوڑے فاصلے پر ہی گیا تھا کہ بوڑھے انگریز نے واپس بلا لیا کہ ایک رستہ ہے میں اس شخص کو جانتا ہوں سال ہا سال سے ہر اتوار کو اسی چرچ میں عبادت کے لیے آتا ہے۔ چونکہ میں تمہیں پادری کے پاس لے چلتا ہوں۔ اسے اپنی داستان دلخراش سنا دو ممکن ہے کوئی صورت تمہاری امانت ملنے کی نکل آئے۔

دونوں چرچ کے عقب میں پادری کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور پادری سے اپنی پریشانی کا سبب بیان کیا۔ پادری نے مشورہ دیا کہ پیسے کے معاملے میں کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے خواہ وہ میرا ہم وطن انگریز ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال میں کوشش کروں گا۔ تم اتوار کے دن کوئی دس بجے تک گرجے کے قریب یہاں پہنچ جانا اور اس الگ کمرے میں بیٹھنا۔ میں دوسرے کمرے میں اس انگریز سے بات کروں گا جب تمہیں آواز دوں گا تو اس کمرے میں آ جانا۔ بیچارے کی ڈھارس بندھی مگر رات بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ دوسرے دن مقررہ وقت پر وہ پادری کے پاس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پادری اس انگریز کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھ گیا۔ چند ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد اس پادری نے انگریز سے پوچھا "سنا ہے تم مسلمان ہو گئے ہو؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں تمہیں معلوم ہے میں سال ہا سال سے اپنی مذہبی عبادات میں کوتاہی کئے بغیر اب تک تمہارے سامنے عبادت کرنے آ رہا ہوں۔"

اس پر پادری نے دوسرے کمرے سے میرپور کے باشندے کو آواز دی تو اسے دیکھ کر انگریز کا رنگ فق ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ پادری مسکراہٹ آمیز لہجے سے مخاطب ہوا امانت میں خیانت تو آج کل صرف مسلمان کرتے ہیں۔ اس لئے میں نے پوچھا تھا کہ کیا تم مسلمان ہو گئے ہو۔ اس پر اس انگریز نے میرپور کے باشندے سے معافی مانگی اور تمام جمع شدہ پونجی لوٹا دی۔

مرزا کی سائیکل اور دو کلو چاول

نام تو ہے مرزا شاہد گلزار مگر راقم نے کئی سالوں سے اسے پیار سے شاہد کا لقب دے رکھا ہے۔ کمپیوٹر میں کافی دسترس ہے لیکن

Marfat.com

گجرات میں ایک چھوٹی سی فیکٹری اور اپنا آبائی کام یعنی Heavy machinery کی maintenance کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ میرے بھائی اور مجھے جب بھی پیچیدگی اور معاملے میں کوئی مشکل پیش آئے تو مسئلے کا حل ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ میری کئی تقاریب اور پروگرام جن میں مسٹر شاہد نے ہی سپورٹ کیا۔ یہ دوست احباب کی خدمت کرنے میں دن ہو یا رات ہر وقت پیش پیش رہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ راقم اور اس کی بیٹی کی سالگرہ پر مسٹر شاہد خود ہی بڑھ کر خود سے سارا پروگرام ترتیب دیتے ہیں، خاص طور پر چاول، ان کا من پسند کھانا ہے جس میں چاول پکی ہوئی چیز کی ہماری سالگرہ کر دیں۔ جس سے کھانا کھانے بھی آئے ہوں تو پتہ چلے کہ چاول پکے ہیں، انصاف کرتے ہوئے تعریف نہیں کر سکتے۔ غالب نے تو آموں کی تعریف اس طرح کی تھی "عام ہوں اور میٹھے ہوں" مسٹر شاہد چاہتے ہیں چاول ہوں اور عام ہوں۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ کس طریقے سے پکائے گئے ہیں۔ جب راقم اور مسٹر شاہد انٹرنیٹ سے کچھ search کر رہے ہوں تو دوسری search کے ساتھ ساتھ مسٹر شاہد اپنے چاولوں کی نت نئی ڈشوں کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے راقم کا اصل کام اور ان کے چاولوں کی search زیادہ۔ چاولوں سے ان کی رغبت کے متعلق آپ ان کے دوستوں سے پوچھ سکتے ہیں۔ چاولوں کی بات چل نکلی ہے تو قارئین کو بھی آگاہ کرتا چلوں کہ چاولوں سے کتنی محبت ہے۔

مسٹر شاہد جب میٹرک کے بعد کالج سے اپنے چاہنے والے قیمتی سائیکل پر بیٹھ کر شوکت سکول محلہ فتو پورہ، گجرات آیا جایا کرتا۔ شوکت سکول میں پرنسپل مرزا شوکت صاحب تھے اس لئے سارے اساتذہ مسٹر شاہد کو مرزا کے نام سے جانتے تھے۔ سکول کے ساتھی مسٹر شاہد کو چاول کھانے کے لئے چھیڑا کرتے۔ مذاق سے کاریگر کا بیٹا اور دیگر حضرات پوچھا کرتے "کیا چاول پکے ہیں؟"

یہ شخص ایک ڈرائیور تھا جو بھی اپنی گاڑی کی مرمت وغیرہ کے لئے اکثر آیا کرتا۔ چاولوں کی بات سنتا ضرور تھا مگر خاموش رہتا۔ ایک رات کا ذکر ہے مسٹر شاہد نے گاڑی کے لئے بازار سے سامان لینے جانا تھا اس لئے سکول سے دوپہر کو جلدی چھٹی لے لی۔ سکول سے جب شیشیاں والا دروازہ (موجودہ چوک پاکستان) پہنچے تو اتفاقاً اس ڈرائیور نے روک لیا اور مفتی احمد یار خاں محلہ مسلم آباد کے سامنے کہا "تمہارے دادا جی اور ابا جی نے مجھے تم کو چاولوں کا نمونہ دینے کیلئے کہا تھا۔ پس تم جاؤ اس گلی میں سے ایک دکان سے اپنے دیگ چاول لے لاؤ۔"

مسٹر شاہد نے ایسا ہی کیا۔ سائیکل لے کر چلنے لگا تو اس آدمی نے کہا "گلی ذرا تنگ ہے سائیکل یہیں چھوڑ دو میں یہیں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔" سائیکل پر مسٹر شاہد کے بیگ میں سکول کی کتابیں بھی تھیں۔ چاولوں کی تلاش میں مسٹر شاہد گئے مگر کوئی دکان نہ تھی اور نہ ہی اس کے والدین نے ڈرائیور کو چاول دینے کو کہا تھا۔ پوچھتے پوچھتے کافی دیر ہو گئی؟ جب وہ واپس لوٹا تو ڈرائیور صاحب سائیکل اور بستہ لے کر غائب تھے۔ ادھر ادھر دیکھا مگر اس نے نہ ملنا تھا نہ ملا اور نہ ہی چاول۔ چاول مل جاتے تو سائیکل گم ہو جانے کا شاید اتنا ملال نہ ہوتا۔ جو بھی پوچھتا کہ سائیکل کیسے گم ہوئی تو مسٹر شاہد کا ایک ہی جواب ہوتا "سائیکل چھوڑو یار چاول نہیں ملے دکھ تو اس بات کا ہے۔" جب یہ بات اپنے گھر بتائی تو گھر والے ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے اور سائیکل کی بجائے چند دنوں کے بعد موٹر سائیکل لے دیا ساتھ ہی کہا "اب سے چاول نہیں ملیں گے، بلکہ خود ایک دیگ چاول لے کر آنا۔"

میرے تو ہوش اڑ گئے۔ جب مسٹر شاہد زمیندار کالج، گجرات میں پڑھا کرتا تھا تو اپنے دوست کے ہمراہ کسی کے میٹرک کا نتیجہ معلوم کرنے کیلئے اپنے ہی پرانے شوکت ماڈل ہائی سکول گیا۔ سکول میں نتیجہ ہمیشہ چھت پر سنایا جاتا۔ جب مسٹر شاہد سیڑھیاں چڑھتے ہوئے چھت کے قریب پہنچا تو اچانک رک گیا۔ دوست نے پوچھا "مرزا یہاں کیوں رک گئے ہو؟"

مسٹر شاہد نے جواب دیا "مرزا شوکت پرنسپل صاحب کی طرح یہاں پر بھی میں 'مرزا' کے نام سے مشہور ہوں اور غور سے سنو پرنسپل صاحب اپنے خطاب میں میرا ہی نام لے رہے ہیں۔"

خطاب کچھ یوں تھا "مجھے خوشی ہے کہ تم نے امتحان میں اچھے نمبر لئے ہیں جو نمبر نہیں لے سکے ان کو سزا ضرور ملے گی۔ جنہوں نے اچھے نمبر لئے ہیں میری طرف سے ان کو مبارک باد اور ہاں اب نظم و ضبط کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔"

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible] 2004 [illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے!

[illegible] USA [illegible]

22 [illegible] 1994 [illegible]

[illegible]

[illegible] Tegucigalpa [illegible] Honduras [illegible] skilled، unskilled [illegible]

[illegible] Honduras [illegible] Honduras [illegible] Honduras [illegible]

Marfat.com

چیرا جمل اپنا پاکستانی پاسپورٹ لے کر جس پر Honduras کا expired ویزا لگا ہوا تھا۔ امریکن سفارت خانے کے دفتر پہنچ گئے۔ جب وہ ایک امریکن خاتون ملازمہ کی باری پر ملا تو پاسپورٹ کی جانچ پڑتال کے دوران وہ خاتون اس صفحہ پر پہنچی جہاں Honduras کا expired ویزا لگا ہوا تھا مگر تین، چار صفحات چھوڑ کر Honduras immigration نے جب وہ اس مہر کو چھوڑ رہا تھا تو ایک مہر ثبت کر دی کہ اب اس کا Honduras میں داخلہ ناممکن ہے۔ لاہور والے امریکن سفارت خانے نے وہ صفحہ دیکھا جہاں Honduras کا ویزا لگا ہوا تھا لیکن چند صفحات آگے جہاں Honduras میں No entry کی مہر ثبت تھی وہ صفحہ نہ دیکھا لہذا ان کو امریکہ کا ویزا مل گیا۔

چیرا جمل نے شمالی امریکہ جانے کیلئے ہوائی جہاز سے سیٹ وغیرہ بک کرانے کا اہتمام کیا چنانچہ پندرہ اکتوبر 1985 کو PIA کی فلائٹ سے کراچی جانا تھا۔ جب وہ کراچی ائیرپورٹ پہنچے تو وہاں سے ہی لاہور تک رسائی ہوئی تو چیخیں ہر بار پکار کر کہہ رہی تھی کہ تمہیں وہیں دیا PIA جب بیٹھنا کا ٹائم ہو گیا تو عجیب کیفیت میں وہ لاہور سے کراچی پہنچا۔ دوسرے دن کراچی سے لندن کا سفر PIA کی فلائٹ سے ہی کیا۔ تمام سفر کے دوران یعنی کراچی سے لندن تک رسائی طبیعت میں بے چینی اور مشن کی ناکامی کا احساس جاگزیں رہا۔ لندن سے پیرس پہنچے تب بے قراری نے پیچھا نہ چھوڑا۔ پیرس سے نیویارک Air France کی فلائٹ پہنچا۔ سفر کے دوران air hostess سے اپنی پینے کیلئے چائے مانگی تو جہاز میں آج کل free مل جاتے ہیں لہذا air hostess نے چیرا جمل کو ایک tray پکڑا دی جس پر تبرکات (مشروبات) اور چند ایک دیگر چیزیں تھیں مگر ان کے اندر تو ایک طوفان موجزن تھا کہ منزل مقصود تک پہنچنے میں کہیں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

نیویارک سے چیرا جمل Aero Mexico کی فلائٹ سے Mexico City پہنچے۔ ایک آزاد ملک ہے جو شمالی امریکہ کے جنوب میں واقع ہے جہاں Spanish زبان بولی جاتی ہے دراصل یہ ملک وسطی امریکہ میں آتا ہے۔ اکثر شمالی امریکہ میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے والے Mexico کے بارڈر سے شمالی امریکہ کی جنوبی ریاست Texas میں داخل ہوتے ہیں اور بیشتر اوقات غیر قانونی طور پر border cross کرتے ہی دھر لئے جاتے ہیں یا شمالی امریکہ کی پولیس کے ہاتھوں مارے بھی جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ border cross کرانے کا دھندا کرنے والے ان غیر قانونی لوگوں کو مال کاریوں میں تعداد سے زیادہ ٹھونس دیتے ہیں جہاں بدنصیب لوگ بھوک پیاس اور دم گھٹنے کی وجہ سے خاص طور پر گرمی کے موسم میں راستے میں مر جاتے ہیں اور کئی تمام بارڈر پار کرانے والے ان کو ایسے علاقوں سے گزارتے ہیں جو کہ نہایت دشوار گزار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی اکثریت موت کی وادی میں دھکیل دی جاتی ہے۔ راستوں سے بھٹک جاتے ہیں۔ پکڑے جانے پر سزا کا احتمال یقینی ہوتا ہے اور جو چند ایک کامیاب ہو بھی جاتے ہیں تو کام نہ ملنے پر چھپ چھپا کر کام کرتے ہیں مختلف مصیبتوں اور مصائب سے دوچار ہوتے ہیں۔ بیمار پڑ جانے کی صورت میں تو اللہ ہی نگہبان چونکہ ان بیچاروں کے پاس سوشل سیکورٹی وغیرہ تو ہوتا ہی نہیں جس کی بنا پر ہسپتال میں داخلہ ممکن ہی نہیں اور جیب میں اتنی رقم نہیں تاکہ پرائیویٹ ڈاکٹر صاحبان سے علاج معالجہ کروا سکیں اور غیر قانونی طور پر آنے والوں کی اجرت ایک گھنٹے کے آٹھ ڈالر ملتے ہیں تو ان بیچاروں کو دو، تین ڈالر فی گھنٹہ پر ٹرخا دیا جاتا ہے جبکہ کام بھی زیادہ اوقات سے زیادہ لیتے ہیں۔ غیر قانونی داخلے کے مرتب شکایت اور احتجاج کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہوتے۔

یہاں تو چیرا جمل نے Mexico City سے Taca (Transporte Aereo Central America) کی ہوائی سروس سے براستہ San Salvador (El Salvador ملک کا دارالخلافہ) Tcgucigalpa پہنچنا تھا۔ سوچا کہ جب ہوٹل میں جانے سے جہاں ایک شب بسر کرنے کیلئے کوئی 80 ڈالر خرچ کرنے پڑیں گے کیوں نہ ائیرپورٹ پر ہی شب بسر کر لی جائے۔ چنانچہ چیرا جمل کے پاس اپنے والد مرحوم کا ایک چھوٹا سا جائے نماز موجود تھا جو سفر کے دوران اپنے پاس ہی رکھتے لہذا جائے نماز بچھایا اور اپنے اٹیچی کیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے نیند کی وادی میں پہنچ گئے۔ خواب میں دیکھتے کیا ہیں کہ ایک پاکستانی بزرگ خاتون جن کا نام مقصد پوشیدہ رکھنا ہی مناسب ہے (ضمیمہ 159) خواب میں ملی اور اس کے ساتھ کیس سے وہ تبرکات اٹھا لئے اور غائب ہو گئی۔ اسی اثنا میں چیرا جمل کی آنکھ کھل گئی تو دیکھا کہ اٹیچی کیس موجود ہے اور اس کے ساتھ تبرکات بھی موجود لہذا خواب کی تعبیر نکالی کہ آرام یعنی ہر مقصود ناپید ہے۔

Marfat.com

چونکہ وہ خط و کتابت کرنے کا جنون کی حد تک عادی ہے لہذا فی الفور اپنی بیوی کو گوجرانوالہ میں خط لکھا جس میں خواب اور اپنی فتح مندی کی تعبیر کا تذکرہ بھی رقم کیا اور اس کے بعد وہ خط airport پر ہی پوسٹ کر دیا۔

چیمہ اکمل جب Tegucigalpa پہنچا تو ایک landlady جس کے پاس وہ پہلے بھی رہا کرتے تھے کے پاس جا ٹھہرا اور دوسرے روز ویزہ لگوانے سفارت خانے گیا۔ وہاں کے ایک Negro ملازم نے 4 نومبر 1985 کو سے کاغذات لے کر آنے کو کہا۔ یہ بات 29 اکتوبر 1985 کی ہے۔ ان دنوں کے دوران میکسیکو سے Mexico کے airport پر 24-25 اکتوبر کی درمیانی رات گزری تھی۔ Tegucigalpa تک پریشانی نے احاطہ کئے رکھا کہ منزل کہیں ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔

مقررہ وقت پر 4 نومبر 1985 کو چیمہ اکمل اپنے کاغذات اور میزبان sponsor کے ساتھ اسی ملازم کے پاس ویزہ لگوانے سفارت خانہ میں گیا تو حبشی نے کاغذات دیکھ کر قطعی لہجے میں جواب دیا "Perdone pasaporte Pakistani no visa" (معاف کرنا پاکستانی پاسپورٹ پر ویزا نہیں ہے) یعنی ان کی پریشانی حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔

کیا کبھی ایسا آپ کے ساتھ بھی ہوا ہے؟

اشارہ درست نکلا

چیمہ اکمل جن کا تعارف پہلے کرایا جا چکا ہے۔ Atlantic City, NJ سے نیویارک آنے کے لیے New Jersy Transport کی بس کا ٹکٹ 14 اکتوبر 1993 کو خریدا اور اسی دن تین بجے سہ پہر کی بس میں سوار ہو کر 5.30 پر نیویارک پہنچا۔ Port Authority Terminal جو کہ 8 Avenue, 32 Street نیویارک سٹی میں واقع ہے سے Cary bus پر JFK ائیرپورٹ پر جانے کے لیے 11.50 ڈالر کا ٹکٹ خریدا۔

ان کے پاس دو suitcases تھے اور ایک شولڈر بیگ تھا۔ اس نے اپنا شولڈر بیگ بس میں رکھ دیا اور suitcases بس کے نچلے حصے میں load کیے جا رہے تھے۔ جب اس نے اپنے شولڈر بیگ کی طرف دیکھا تو ایک گندمی رنگ کا آدمی جو کہ شاید Hispanic تھا بیگ لے کر بھاگ رہا تھا۔ اس کا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ سیدھا پولیس اسٹیشن گیا اور رپورٹ درج کروائی۔ اس طرح سے تمام دن اسی میں گزر گیا۔

18 اکتوبر 1993 کو پاکستان Consulate نیویارک میں سے Atlantic City پر ایک چٹھی ملی جس میں Consulate کی طرف سے ایک پیکٹ Consulate میں آیا ہوا ہے جو وصول کر لیں۔ چیمہ اکمل Consulate میں پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ ایک شخص محمد یوسف نے ٹیلیفون کیا تھا۔ ٹیلیفون نمبر محمد یوسف کا دیا جس نے بتایا کہ بیگ میں پڑی ہوئی ہے جو چیمہ اکمل کے کاغذات ہیں جو اس کے لیے بہت ضروری ہیں اس لیے وہ Consulate کے حوالے کر دیئے جا رہے ہیں۔

Consulate والوں نے بھی چیمہ اکمل کو ٹیلیفون کر کے اس کا نمبر محمد یوسف نے دیا تھا۔ Consulate والوں نے پیکٹ پہلے ہی سے وصول کیا ہوا تھا جس میں B Sc کی ڈگری اور پاکستانی پاسپورٹ جس کی مدت ختم ہو چکی تھی اور ایک نیا جاری کردہ پاسپورٹ جس کی مدت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی، دونوں اس میں تھے۔ اور ایک ٹکٹ New Jersy کا بھی تھا اور PIA کا یکطرفہ ٹکٹ برائے نیویارک سے لاہور تھا۔ اس بیگ میں نقدی اور کاغذات کے علاوہ 3500 ڈالر بھی تھے جن کا Consulate کے پیکٹ میں کوئی ذکر نہ تھا۔

Consulate کے ایک ملازم کا مشورہ ملاحظہ فرمائیے۔ ان صاحب نے چیمہ اکمل کو کہا۔ Consulate سے باہر گلی میں ایک ریسٹورنٹ ہے وہاں جا کر بیٹھو۔ ایک شخص آپ کے پاس آئے گا وہ آپ کو جعلی امریکی پاسپورٹ پر پاکستانی ویزا لگا دے گا۔ پاسپورٹ جس پر نام چیمہ کا ہوگا۔ اس کے حوالے کر دینا۔ چیمہ اکمل نے پوچھا کہ جعلی والا کس کا پاسپورٹ ہے؟ ...

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا کہ PC کرتا ہے کہ یہ شخص تمہارے فوٹو کی جگہ اپنی یا کسی دیگر فوٹو لگوا کر پاسپورٹ نام و پتہ تمہارا ہی رہے گا۔ ان کی مدد کرنے میں آنے جانے میں سہولت نہیں چچا جان چونکہ ایماندار پرہیزگار آدمی ہیں اس لئے صاف انکار کر دیا گیا ہو گیا ہے میں سوچ رہا ہوں کہ کیا ہونا چاہیے۔ چچا جان اپنے اوریجنل کاغذات نہ ملنے کی وجہ سے پریشانی کے عالم میں واپس Atlantic City آ گئے۔ 22 فروری 1993 کو جب ان سے پوچھا گیا تو چچا جان نے ہنستے ہوئے اپنے والد کا شعر پڑھا مرحوم کا یہ جملہ سنایا:

"Do not worry son. God bless you. Every thing is going to be alright."

چچا جان کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے ان کے والد کی روح ان کے ساتھ ہے بعد ازاں چچا جان کو سکون ہوا اور دل میں یقین ہو گیا کہ پاکستان میں جو کچھ ہوا وہ سب اللہ کی مرضی سے تھا اور قدرت کے فیصلے کے مطابق ہے چنانچہ 14 مارچ 1993 کو Atlantic City سے پتہ چلا کہ ان کے پاسپورٹ میں documents مل گئے ہیں اور تقریباً 3500 ڈالر کی رقم بھی

تہران ایران سے پیکٹ (مرحوم چچا جان کی باتیں)

کسی بھی ملک کی حکومت پر ایران کا ہمیشہ سے خاص اثر رہا ہے حریت پسند حکومت جب آئی تو ملامت کرتے ہیں جن کی حکومت آئی ہے کہ ان کے نام سے ایران کی حریت پسند امامی تحریک میں کامیاب ہو کر حکومت وقت کا تختہ الٹ دیا گیا میں نے ان میں سے ایک کو جب کہا ان کا ارادہ کیا ہے تو کہنے لگے کہ ہم اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں۔

چچا جان 1966 میں ملازمت کے سلسلے میں 15 روز کے لئے ایران گئے جب ایرانی ملازمت کے سلسلے میں تہران پہنچے تو ایئرپورٹ پر ان کا استقبال کیا گیا وہاں ان کے خاندانی دوستوں اور رشتہ داروں کی عورتیں بھی یورپین ملکوں سے آئی تھیں عورتیں بھی کافی حد تک مغربی لباس میں skirts پہنی تھیں اور بعد ازاں پردہ دار خواتین چادر پہنی تھیں اور ان کے چہرے اس وقت چھپے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔ شاہ کے دور میں ایرانی شہری بھی خوشحال تھے اور انگریزی بولتے تھے۔

ایئرپورٹ پر مجھے کمپنی کی طرف سے ایک آدمی لینے آیا جس نے receive کیا۔ مجھے وہاں کے بہترین ہوٹل Atlantic میں ٹھہرایا گیا اور اس کے ساتھ ہی بتایا کہ یہ ہوٹل کا انتظام کمپنی کی طرف سے ہے پہلے دن بعد دوپہر تہران شہر دکھایا گیا اور رات کو اپنے ہوٹل میں قیام کیا میں نے وہاں کے کھانے کی تعریف کی اور ہوٹل کے ماحول کی بہت تعریف کی جو واقعی بہت خوبصورت تھا میں نے ہوٹل کا کھانا پسند کیا بہت سے لوگ ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے آتے تھے جن کو serve کیا جاتا تھا۔ جب ان میں پہنچا تو سامنے ہوٹل کے منیجر صاحب تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے ملاقات کے لئے بلایا اور ان سے کچھ دیر بات چیت کی انہوں نے اپنے کسی دوست کے پیش آنے والے واقعے کی بات کی۔ مجھے ان کی شخصیت سے کافی مرعوب ہوا۔ وہ انگریزی زبان بھی اچھی طرح بولتے تھے بات چیت ختم ہوئی تو انہوں نے پوچھا "کیا آپ پہلی بار ایران میں آنے کا اتفاق ہوا ہے؟"

میں نے کہا "جی ہاں" انہوں نے جواب دیا "ایرانی لوگ بہت مہمان نواز ہیں" اور پوچھا کہ "کیا آپ کو تہران پسند آیا؟" تو میں نے کہا "جی ہاں میں نے ابھی تک زیادہ نہیں دیکھا ہے لیکن جتنا بھی دیکھا ہے اچھا لگا" تب انہوں نے کہا کہ "اچھا ہے آپ یہاں کچھ عرصہ ٹھہریں گے تو آپ کو تہران اور بھی پسند آئے گا۔" پھر انہوں نے پوچھا "تہران دیکھ کر آپ کو کیا محسوس ہوا؟"

میں نے جواب دیا کہ "یہ شہر ترقی یافتہ ہے، صاف ستھرا ہے اور یہاں کے لوگ بھی بہت شاندار ہیں اور یورپین لباس پہنتے ہیں۔ یہاں کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ لوگ انگریزی زبان کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ آپ مل کر آج بات چیت سے خوشی ہوئی۔ مجھے زبان دانی بھی پسند ہے اور آپ فارسی بھی جانتے ہیں تو یہ بات اچھی ہے کہ آپ ہماری زبان سے کافی مختلف زبان بولتے ہیں؟"

"آپ کو کیسے پتہ ہے؟"

"میں تو آپ سے ملنے سے پہلے receptionist سے معلوم کر چکا ہوں۔ یقیناً یہاں اچھے لوگ بھی ہوں گے جن سے بعد میں ملازمت کے دوران ملاقات متوقع ہے۔"

Marfat.com

"انہوں نے کہا یہاں اٹھتے ... [illegible] ... ہیں۔" انہوں نے [illegible]
[illegible] کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا: "میں نے آپ سے [illegible]
سکتے ہیں۔"

وہ [illegible] ایک صاحب نے پوچھا کہ [illegible]
[illegible] فوراً [illegible] ہاتھ اٹھایا اور "خدا حافظ" [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] Atlantic [illegible] 26 [illegible] 1968 [illegible]

[illegible] 1968 [illegible]

"[illegible]"

[illegible] skirts [illegible]

[illegible]

ہمارے ایران میں پانچ دن چھٹی کی شام کو احسان ڈار اور دیگر دوست شہر سے ساحل پر خلیج ریسٹورنٹ گئے تو وہاں پر دیگر لوگوں میں پی ایس ایس پچپن والے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جہاں روزنامہ پی ٹی وی والے مقدمہ پر تبصرہ کی صورت میں عام تھا اور کھانے کے بعد احسان ڈار نے بھی آقائے ناصر سے ہوٹل میں ملاقات کے حوالے سے تذکرہ کردیا جس پر چند ایرانی اسکی طرف لپکے اور بے ساختہ اسکے ہاتھ چومنے لگے اور ان میں سے ایک نے کہا "مسٹر احسان تم بہت خوش بخت ہو کہ تم نے ناصر صاحب سے ملاقات کرلی اور مصافحہ کی صورت میں یہ ہاتھ ملایا۔ اور یہ ہاتھ تو ہمیں دیجئے کہ چوم لیں وہ جو تم نے ناصر سے ملایا تھا" لہذا وہاں موجود لوگوں نے اسکا ہاتھ بار بار چوما اس کے بعد تمام دوست واپس Base پر چلے گئے۔

اگلی صبح ناشتے کے دوران ڈارہ آفیسر اسکے پاس آیا اور اپنے ساتھ دفتر لے گیا۔ وہاں دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ آفیسر نے کہا "تمہاری طرف سے ہمیں بہت افسوس ہے۔ Base کے خفیہ محکمہ سے میری بات ہوئی تھی جو تمام تر تمہارے بارے میں تھی۔ میں نے ہم سب تمہاری سفارش کی۔ وہ بہت اچھے انسان ہیں۔ شاید تم نے بات کوئی گڑبڑ کردی ہے؟ خیر! تم H.Q جاؤ اور ضروری اطلاعات (معلومات) Major سے جا کر معلوم کرو۔ میرا انتظار رہا۔ خدا حافظ۔"

احسان ڈار نے ضروری ڈیوٹی دی اور H.Q چلا گیا وہاں محکمہ خاص میں میجر صاحب کے چپڑاسی کی وساطت سے اپنی باری پر اندر داخل ہوا۔ سلام کے بعد میجر نے بیٹھنے کو کہا۔ ایک ملازم نے قہوہ کی پیالی اسکے سامنے رکھ دی اور میجر صاحب نے فرمایا "مسٹر احسان! تم پہلے قہوہ پیو (نوش فرمائیں)۔"

اس کے بعد میجر صاحب بولے "کیا یہ ٹھیک ہے کہ آپ جناب احسان الرحمن ڈار پاکستانی شناختی کارڈ نمبر 102 شمارہ شین 1176 نمبر 53196 شناختی شعبہ P E آپ کا نام ہے اور پاکستانی تو یہاں نہیں ہے؟"

"نہیں ہے۔" احسان نے جواب دیا۔

"مسٹر احسان الرحمن یہاں کی ملازمت شروع کرنے سے پہلے ہمارے درمیان ایک قانونی اور اخلاقی معاہدہ طے پایا تھا جو قانونی حالت پر مشتمل ہے جس میں شق نمبر Article No 6 بھی موجود ہے جس میں تحریر ہے کہ حکومت کے معاملات پر نظر رکھی جائے ضروری نہیں کہ تمہیں اس کی وجہ بھی بتائی جائے البتہ تمہیں ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔"

"جی درست ہے" ڈار نے کہا۔

"جہاں تک ملک بدر کرنے کا تعلق ہے تو وہ اختیارات تو معاہدے کے مطابق آپ لوگوں کے پاس موجود ہیں تاہم کسی مسلمان بھیجنے سے پہلے اس سے جواب طلبی ضروری خیال کرتا ہوں میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا قصور بتائے بغیر جیل میں ٹھونس دیا جائے"

"مسٹر احسان الرحمن تمہارے اندر جو جمہوریت کے جراثیم موجود ہیں وہ کوئی زیادہ پرانے نہیں تم نے معاہدہ پر دستخط کرنے سے قبل یہ بات پوری طرح واضح ہے آپ ہماری نوکری یہاں سات سال سے بھی تجاوز کر گئی اور تمہیں معاہدہ کی دفعہ چھ کی شق پر اعتراض ہے۔"

"شروع میں تم نے Letter of Intent پر دستخط کیا۔ یہ جبکہ معاہدہ یہاں دو ماہ نوکری کرنے کے بعد دیا گیا جس پر تم لوگوں نے دستخط کیے اب یہ معاملہ تھا۔" احسان الرحمن ڈار نے وضاحت کی۔

"مسٹر احسان الرحمن ڈار تم نے ہمارے لئے خاصی مشکلات پیدا کردی ہیں۔ دو سال قبل تم نے شام کے وقت ایک نئی سرباز جو ڈیوٹی پر تھا اس سے گپ شپ شروع کردی اور اس کو بتایا کہ پاکستان میں سربازی نظام اصلاً موجود ہی نہیں ہے۔ ایران تو ہر فرد کی خدمت ملک ہے۔ یہ دو سال کی لازمی خدمت (مفت) بڑی عجیب بات ہے۔ ہمارے ملک میں تو یہ مفت نہیں چلتی۔ تم اس سرباز کو یہ بات بتا کر جوان کو پریشان کر چکے کہ جبکہ پہلے ہی سرباز اس دو سال کی قومی خدمت کو مجبوری خیال کرتے ہیں اور اوپر سے جلتی پر تیل تم نے ڈال دیا۔ بات ہم تک پہنچ گئی تھی مگر یہ سمجھ کر کہ تم قصور وار نہیں ہو کہ تم میں جمہوریت کے جراثیم موجود ہیں اور تم لوگ اس قسم کی گفتگو کے عادی ہو چکے ہو معاملہ کا زیادہ نوٹس نہ لیا گیا البتہ اپنے سربازوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ پاکستانیوں سے زیادہ بات چیت سے گریز کریں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔

"مسٹر احسان الرحمن تم اچھے بھلے سیانے آدمی، دو بچوں کے باپ ایک ذمہ دار شخص ہو۔ تم یہاں خون خرابہ کرانا چاہتے ہو۔

Marfat.com

تمہیں معلوم ہے یہاں شیراز میں کچھ عرصہ قبل چند سرِ بازوں نے رات کے کھانے سے انکار کر دیا تھا تو اس عمل کو بغاوت سمجھا گیا۔ ازاں بعد رات کے گیارہ بجے ان سب کو باہر گراؤنڈ میں line-up کرایا گیا پھر حکم دیا گیا کہ جو لوگ کھانا چاہتے ہیں وہ دو قدم آگے آجائیں۔ جو آگے آگئے ان کو تو Mess بھیج دیا باقی لوگوں کو گولی مار دی گئی۔ تم ایسی باتیں کر کے ... خدا کا خوف کرو یہاں تو شہنشاہیت ہے جمہوری ممالک کی حکومتیں بھی اپنے مخالفین کو ... یہاں تو آمریت ہے۔ یہاں حکومت کے پروگرام کے خلاف بات کرنا معیوب و قابلِ مذمت اور تم تو مجھے دیوانے معلوم ہوتے ہو جو ایسی باتیں کرتے پھرتے ہو۔ خیر یہ تو پرانی بات ہے مسٹر احسان الرحمن کل رات کا کھانا تم نے خلیج ریسٹورنٹ پر کھایا تو وہاں جمع لوگوں کو تم نے ایک نیا ... کہ اس تخریب کار سے بھی چند سال پہلے تمہاری ملاقات تہران میں ہوئی تھی اور وہ ہوٹل کا قصہ بھی وہاں موجود لوگوں کو ... اور بے ساختہ داد وصول کی لوگ تمہارے ہاتھ چومنے لگے۔''

احسان ڈار نے جواب دیا ''کل کا مقدمہ قومی ٹی وی پر نشر ہونے کی وجہ سے میں نے آقائے ناصر ... کی باتوں کو یاد کر کے اور اس کی عدالت میں تقریر سن کر میں مرعوب ہو گیا تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ اس کا یہ قدم ... حکومت کے مفاد کے خلاف ہے جس کی وفاداری کا ہم نے حلف لیا۔''

''تم خدا کا شکر کرو کہ تم نے تمہاری باتیں صرف میرے کان میں ڈالیں اور معاملہ ابھی میرے پاس ہے ... ابھی تک تم تہران پہنچ چکے ہوتے۔''

''جو کچھ بھی میں نے کہا حقائق پر مبنی تھا میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہ کی تھی یہ دوسری بات ہے کہ میری بات یہاں کے حالات کے موافق نہ ہو۔''

''تہران میں تمہارے والدین نے کتنا اچھا تجویز کیا ہے۔ احسان الرحمن یعنی احسان خدا اور اب یہ احسان خدا یہاں ... میں وارد ہو چکا ہے۔ ہم پر پہلے سے ہی اللہ میاں کے بے شمار احسانات ہیں۔ تمہارے افسر نے تمہارے بارے میں اتنی اچھی رپورٹ دی ہے کہ میں حیران ہوں تم نے اس پر کیا جادو چلایا۔ وہ تمہارے خلاف بات سننے کو تیار ہی نہیں۔ حالانکہ تم جیسا ... میں نے زندگی میں نہیں دیکھا جو موقع کی مناسبت کو بھی نہ سمجھے۔ مسٹر احسان الرحمن برادر! اپنا کام کرو شاباش ... آئندہ ایسی باتیں نہ کیا کرو جو پریشانی کا باعث بنیں اور اسے آخری وارننگ سمجھو۔'' ڈار سے ہاتھ ملا کر رخصت ہوتے ہوئے ... (آقائے ناصر) اس دنیا میں موجود نہ ہو کہ جس سے تم نے تہران میں ہاتھ ملایا تھا بہر حال اس کا کام تو ہمیشہ موجود رہے گا ...

Circumcision

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ایران میں چائے کی ایک چھوٹی پیالی کی قیمت ایک ریال کی بجائے دو ریال ہو گئی۔

احسان الرحمن ڈار ایرانی ایئرفورس میں Ground maintenance crew کے Supervisor کی حیثیت سے Abadan کی جانب Dfzful Base پر تعینات تھے۔ ایک دن موسم سازگار نہ ہونے کی وجہ سے پروازوں کا امکان نہ تھا ... میں گپ شپ چل رہی تھی تو crew میں سے کسی نے تہران میں فراڈ کی عجیب و غریب داستان سنائی۔

تہران میں ایک بڑے بازار میں جہاں ایک Armenian Christian کی مشہور و معروف دکان تھی ... دکان سے امپورٹڈ گھڑیاں وغیرہ خریدتے۔ ایک شخص topclass suit میں ملبوس سر پر hat آنکھوں پر goggles لگائے اور ہاتھ میں ایک قیمتی ... کی چھڑی لئے ہوئے ultimate model کی Mercedes کار میں پچھلی سیٹ پر ... ڈرائیور وردی میں ملبوس کار کو دکان کے قریب روکی۔ ڈرائیور نے بڑے ادب سے کار کا دروازہ کھولا اور صاحب باہر آئے۔ ڈرائیور پیچھے پیچھے اور صاحب آگے نہایت شاہانہ انداز سے دکان میں داخل ہوئے۔

اس impressive شخصیت کو دیکھ کر مالک اور salesmen ہاتھ باندھے صاحب کے پیشِ خدمت ہو گئے ... صاحب مدت سے چپ ہوئے انہیں صرف اپنی walking stick سے ایک دیوار پر showcase میں ...

Marfat.com

ہوئے زیورات کی طرف اشارہ کیا۔ کوئی زیور پسند آیا اپنی چھڑی سے دوکاندار کی طرف اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا تو اسی چھڑی سے انہی زیورات کی طرف اشارہ کر دیا جو صاحب کو پسند آئے۔ دوکاندار نے مطلوبہ زیورات کو باہر نکالا جو صاحب کو پسند آگئے۔ صاحب نے اپنے ہاتھوں میں پہننے کی بجائے ڈرائیور کی طرف چھڑی سے حسب عادت اشارہ کیا جس پر دوکاندار نے ڈبہ ڈرائیور کو تھما دیا۔

"ان زیورات کی کیا قیمت ہے؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"4000 درہم" دوکاندار نے جواب دیا۔

"گاڑی میں کیش ہے؟" صاحب نے ڈرائیور سے دریافت کرنے کی زحمت گوارا کر لی۔

"نہیں، البتہ کیش ہے۔ checkbook بھی ہے" ڈرائیور نے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں آپ کچھ کیش دے دیں اور باقی چیک کی صورت میں۔" دوکاندار نے مداخلت کی۔

"اصل میں صاحب کو عادت ہے ہمیشہ کیش دینے کی۔ چیک اکاؤنٹ میں رقم کم بھی ہو سکتی ہے۔" ڈرائیور نے بتایا۔

صاحب نے اپنی چھڑی سے ڈرائیور کو اشارہ کیا اور وہ چند منٹوں کے بعد 4000 درہم کیش لے آیا اور دوکاندار کو رقم ادا کر دی۔ پیسے لینے کے بعد صاحب ... ڈرائیور نے زیورات کا ڈبہ ساتھ والی سیٹ پر رکھا۔ صاحب کے کار میں داخل ہونے کے بعد گاڑی روانہ ہو گئی۔

کوئی دو گھنٹوں کے بعد صاحب دوبارہ اسی دکان پر ڈرائیور کے ساتھ تشریف لائے۔ وہی modus operandi تھا۔ چھڑی سے ... کی طرف چھڑی سے اشارہ ... 3000 درہم کی مالیت کے اور زیورات لے گئے۔

دوکاندار کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی بہت امیر آدمی ہے اتنا بڑا کیش کار میں رکھتا ہے اور قیمت کی تکرار بھی نہیں کرتا۔ ... اور فیصلہ کیا کہ اس محترم شخصیت سے ملاقات ہوئی تو ڈرائیور سے پوچھیں گے کہ یہ کون ہے؟

تین دن کے بعد صرف ڈرائیور ہی دوکان پر آیا اور اپنی مرضی سے 3000 درہم کا ایک نفیس قسم کا ہار خریدا اور رقم ادا کی۔

"آج صاحب تشریف نہیں لائے؟" دوکاندار نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"نہیں وہ میری بیوی کو میری اچھی خدمت گزاری کے صلے میں کوئی تحفہ دینا چاہتے تھے اور مجھے کہا کہ اپنی بیوی کے لئے اس کی پسند کی چیز خرید لو۔ لیکن میرے لئے یہی قیمتی ہار کافی ہے آخر کو ہم غریب ہیں۔"

دوکاندار یہ بات سن کر اس بات کا قائل ہو گیا کہ یہ امیر آدمی جو اپنے نوکروں کو بھی قیمتی تحائف سے نوازتا ہے۔ بلاشبہ یہ کوئی بہت امیر آدمی ہوگا۔

"آپ کے صاحب ہیں تو آپ کے مالک ہیں کون؟" دوکاندار نے پوچھا۔

"شاہی خاندان سے قریبی رشتہ داروں میں سے ہیں۔ لندن، پیرس اور نیویارک میں بہت جائیداد ہے۔ شاہ کے اعتماد والے ہیں۔ Royal فیملی کی بہت ... ہیں۔ ویسے تو آپ کو ملازمت کی ضرورت نہیں مگر شاہ سے وفاداری اور رشتہ داری کی وجہ سے ملازمت کرتے ہیں۔ ملازمت بھی کیا ہے بس ... سلطانی جہاز شاہ کے استعمال میں آتا ہے۔"

دوکاندار نے سوچا اس کی تو قسمت جاگ اٹھی ہے اتنے قلیل عرصے میں منہ مانگی قیمت پر 10000 درہم کے زیورات فروخت ہو گئے ہیں۔ دو ہفتوں کے بعد صاحب پھر بڑی شان و شوکت سے اسی ڈرائیور کے ساتھ دکان میں داخل ہوئے۔ دوکاندار اور سیلز مین کی ... پچھلی ... پہنچی ہی تھی۔ اس دفعہ وہ دکان کھلنے کے تھوڑی دیر بعد ہی وارد ہو گئے۔

ڈرائیور کی طرف لاٹھی سے اشارہ کرتے ہوئے ... دکان کے مالک کو بلاؤ۔ دوکاندار پذیرائی میں بچھا جاتا دست بستہ حاضر ہو گیا۔ صاحب نے showcase کی طرف اپنی لاٹھی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا "میری دو قریبی رشتہ دار سلطانی ہسپتال میں گزشتہ 17 دن سے ... والی ہیں۔ مجھے وہ سامنے والے دو ہیروں سے مزین ہار پسند ہیں لیکن ابھی بنک کھلنے میں کوئی

Marfat.com

ایک منٹ سے میرا ڈرائیور یہاں نہیں ملا۔ خیر کچھ انتظام کر لیتے ہیں۔"

"نہیں جناب آپ اپنا وقت یوں ضائع نہ کریں۔ آپ جہاں حکم کریں یہاں گاڑی ہے اور کچھ بھی [illegible] ہے۔"

"ٹھیک ہے ایک بار وہ golden میں پیک کرنا اور دوسرا blue میں۔ میں 17 دن کے بعد دونوں پیک [illegible] ہسپتال کے reception desk پر لے آنا۔ میں وہاں موجود ہوں گا۔"

صاحب اپنے ڈرائیور اور سیکرٹری کے ساتھ اس دن مقررہ وقت پر مذکورہ ہسپتال پہنچ گئے۔ اتفاق سے reception پر ڈاکٹر موجود تھا۔ جاتے ہی صاحب نے اس کے apron میں 300 پونڈ ڈال دیئے۔ ڈاکٹر حیران ہوا۔

"صاحب کیا کر رہے ہو۔ یہ رقم کس لئے؟"

"یہ کوئی رشوت وغیرہ نہیں بلکہ خوشی سے دے رہا ہوں کیونکہ کام کی نہایت خوشی ہے۔"

"کیسا کام ہے؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"کچھ دیر بعد میرا چھوٹا بھائی آئے گا۔ بچپن میں وہ ختنے نہیں ہوئے۔ اب چونکہ نوجوان ہو گیا ہے اس لئے ختنے کا [illegible] سن کر وہ اس سے بڑا گھبراتا ہے۔ کوئی ترکیب نکالیں۔" صاحب نے جواب دیا۔

"یہ تو بڑا نیک خیال ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ کیوں نہ چائے وغیرہ ہو جائے اور مجھے پتہ [illegible] میں کوئی صورت نکال لیتا ہوں۔"

لہٰذا دونوں صاحب ڈاکٹر کے پاس آرام سے بیٹھ کے چائے وغیرہ پی گئے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ "میں tranquilizer استعمال کرتا ہوں کیونکہ اتنے بڑے کو زبردستی پریشان کرتا ہوں۔ [illegible] کیوں جب میرے بھائی کو چائے پلائیں تو اس کے کپ میں بھی ڈال دیں تاکہ آپ [illegible] مزاحمت سے بچ جائیں۔"

"اچھا خیال ہے مگر میں خود بھی اس عمل کو بہتر سمجھتا ہوں۔ ایسے minor operation کے لئے sedative [illegible] ہے۔"

تھوڑی دیر بعد دکان کے مالک نے اپنے ایک Christian ملازم کے ہاتھ golden اور blue packets دے کر بھیج دیئے۔ جب وہ reception میں داخل ہوا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ صاحب کے ساتھ ہسپتال کے [illegible] بے تکلفی سے گپ شپ میں مصروف ہیں۔ جونہی وہ داخل ہوا تو صاحب نے ڈاکٹر صاحب [illegible] ڈاکٹر نے [illegible] اندر سے چائے پر بلا لیا۔

"صاحب آپ کے packets لے آیا ہوں" ملازم نے کہا۔

"یہیں میرے attache میں رکھ دو" صاحب نے جواب دیا۔

اتنے میں ڈاکٹر نے کمال چابکدستی سے sedative کی ایک ٹکیہ چائے میں ملا دی اور نہایت ہوشیاری سے چائے کا کپ اس کو پیش کر دیا۔ اس نے چند ایک چسکیاں لیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے اسے ایک سگریٹ پیش کیا۔ اس بات کا اندازہ نہ تھا کہ [illegible] کا اثر کیسے ہو رہا ہے۔ سگریٹ تو اس نے پکڑ لیا مگر اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں تو اس نے جلدی سے bill دیا کہ 125000 کا [illegible] تھا۔ صاحب نے bill پکڑا۔ ڈاکٹر نے ایک اور ٹکیہ اس کی چائے میں ڈال دی۔ [illegible] ڈاکٹر نے staff اور stretcher کو [illegible] ترغیب دی اور ہسپتال کے Minor operation theatre میں ختنے کرنے کے لئے لے گئے۔

صاحب نے کہا "ڈاکٹر میں آپ کے [illegible] متعلق لے آؤں۔" لہٰذا اپنی [illegible] سنبھالا اور [illegible] ایسا غائب ہوا کہ دوبارہ نظر نہ آیا۔ تقریباً 10 منٹ میں ڈاکٹر نے اس کے ختنے کیے اور [illegible] nurses مذاق [illegible] کہ اتنا جوان ہو گیا لیکن ابھی تک ختنے نہیں ہوئے تھے۔ چلو اب تو ہو گئے جب اس کو ہوش آیا تو [illegible] ہے۔

تھوڑی دیر بعد بے ہوش کرنے والی دوا کا اثر زائل ہونا شروع ہوا تو اس نے تھوڑی سی بات کی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس نے [illegible] جگہ پر ہاتھ لگایا تو [illegible] غصے میں چلا اٹھا "میں تو کرسچن ہوں اور وہ بھی Armenia کا [illegible] فرقے میں تو ختنہ نہیں کیا جاتا۔ میرا ایمان غرق ہو گیا ہے اور وہ جو شاہ ایران کے [illegible] جہاز [illegible] ہیں وہ کہاں چلے گئے؟"

Marfat.com

"وہ تو مٹھائی لینے گئے ہیں۔"

"ہم تو تباہ ہو گئے۔ ہمارے ایک 125000 ہزار تمن کے دو بار بھی لے گئے۔ یقیناً وہ مٹھائی کا بہانہ کر کے بھاگ گئے ہیں۔ اب میں اپنے مالک کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اتنا زیادہ نقصان ہوا ہے۔ مذہبی عقیدے کی بھی خلاف ورزی ہوئی اب تو ہم تین کے نہ رہے۔"

احسان ڈار نے ایک عزیز کا واقعہ سنایا۔ احسان ڈار صاحب کے چچا کا نام خواجہ عبدالرحمان صاحب جن کی رہائش بیرون شہر والی بستی نزد ایک Australasia Bank (عرصہ دراز سے یہ بینک ختم ہو چکا ہے) رہا کرتے مگر محمد نعیم کی ملازمت کے سلسلہ میں راولپنڈی تشریف لے گئے اور وہیں خالق حقیقی سے جا ملے۔

ڈی پی ماں جن کا ذکر میں کر چکا ہوں۔ انہوں نے واقعہ سنایا کہ ان کا ایک کولیگ حکیم محمد رفیق اسسٹنٹ محکمانہ کام سے راولپنڈی گیا ہوا تھا جب واپس لوٹا تو اسے پتہ چلا کہ خواجہ عبدالرحمان، ہیڈ ماسٹر اسلامیہ سکول، راولپنڈی، وفات پا چکے ہیں۔ ابھی ان سے ملاقات کی جرات نہیں ہوئی تھی رفیق صاحب کو بہت افسوس ہوا اور ساتھ ہی زار و قطار رونے لگے کہ میں اسی دن وہ راولپنڈی میں تھے اگر پتہ ہوتا تو جنازے میں شرکت کر لیتے۔

بات یہ تھی کہ عبدالرحمان صاحب ایک عظیم انسان تھے حکیم محمد رفیق صاحب آٹھویں جماعت میں پڑھا کرتے تو ان کے والد صاحب وفات پا گئے۔ مالی حالت چونکہ اچھی نہ تھی لہذا سکول جانا چھوڑ دیا۔ چند دنوں کے بعد عبدالرحمان صاحب کو رفیق کے متعلق پتہ چلا کہ وہ سکول نہیں آ رہا لہذا وہ اس کے گھر پہنچ گئے، سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا "بیٹا آج سے مجھے اپنا باپ سمجھو میں تمہاری پڑھائی کا خرچہ برداشت کروں گا تم روزانہ سکول آیا کرو۔"

سبز پری

یہ اس زمانے کی بات ہے جب مڈل ایسٹ میں تعمیری کام عروج پر تھا جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ زیادہ تر مغربی ممالک کی کمپنیوں کو ٹھیکے دیے جاتے تھے جبکہ مزدور اور skilled labour کی اکثریت ہندو پاک سے لی گئی۔

ایک لاہور کے رہنے والے صاحب تھے جنہیں میں "لاہوری" کہوں گا وہ اعلیٰ قسم کے pipe-fitter تھے۔ انہیں ایک امریکی کمپنی میں ملازمت ملی اور وہ اس سلسلہ میں دوبئی چلے گئے۔ لاہوری بھنگ پینے کا عادی، ہٹا کٹا اور تنومند جوان تھا۔ field میں کام کے علاوہ وہ اس تاک میں رہتا کہ یار دوست پاکستان جانے والے ہوں تو ان کے بیوی بچوں کو تحفے تحائف دیتا اور ساتھ ہی فرمائش کرتا کہ پاکستان سے آتی دفعہ کسی طریقے سے میرے لئے تھوڑی سی بھنگ لیتے آنا لہذا بھنگ کے stock میں کمی اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ کمپنی کے افسران نے اپنے دیگر ماتحتوں کی رہائش کیلئے trailers کا انتظام کیا ہوا تھا مگر ان کے احاطے علیحدہ علیحدہ تھے اور messes بھی جدا۔ چونکہ مغربی اور مشرقی کھانے پینے میں تضاد تھا۔

لاہوری اپنے کام اور لگن میں کافی شہرت رکھتا۔ حسب معمول کام پر جانے سے پہلے بھنگ گھوٹ کے چھان کر اس میں لوازمات یعنی بادام، سونف، کالی مرچ وغیرہ ڈال کر ایک بڑے thermos میں سبز رنگ کا مشروب بھر لیتا اور اپنے ساتھ لے جاتا۔ چونکہ field میں گرمی کی شدت واضح تھی لیکن لاہوری وقفہ وقفہ سے سبز رنگ کے مشروب سے نشہ میں مست پوری یکسوئی سے بلا تھکان اپنا کام بطریق احسن سر انجام دیتا۔ انگریز افسران اس کی محنت اور رغبت سے کارکردگی سے خوش تھے جب کبھی معائنے پر نکلتے تو لاہوری کو تندہی سے کام میں مصروف پاتے۔ کام اور کام اس کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا۔

اس کا انگریز افسر جب بھی checking کے لئے نکلتا تو اپنے پینے کیلئے beer کے کافی ڈبے ساتھ لے جاتا۔ ایک روز جب یہ افسر لاہوری کے کام پر گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ لاہوری پائپ کاٹ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک سبز رنگ کا مشروب تھرماس سے منسلک کپ میں موجزن ہے۔ انگریز نے پوچھا "یہ سبز رنگ کا liquid کیا ہے؟"

"صاحب یہ پاکستانی شراب ہے۔"

"تم نے پہلے تو اس کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ ہمیں بھی تو چکھاؤ۔"

Marfat.com

لاہوری نے اسے دوسرا گلاس پیش کر دیا اور صاحب نے نوش کرنے کے بعد کہا:

"اس کا تو کوئی نشہ نہیں ہوا البتہ ذائقہ قدرے beer سے ملتا جلتا ہے۔ ایک گلاس اور دیدو۔"

لاہوری کے پاس دراصل بھنگ تھرماس میں سے ختم ہو چکی تھی۔ چونکہ چھٹی ہونے والی تھی لاہوری نے معذرت کی۔

"صاحب وقتی طور پر اب تو beer ختم ہو چکی ہے البتہ کل میں آپ کے لئے بھی لیتا آؤں گا۔"

"جھوٹا نہیں۔ تم ہمارے لئے انتظام کر سکو تو میں تمہارے لئے beer کے ڈبوں کا ایک کارٹن لے آؤں گا۔"

"صاحب اگر مزہ لینا ہے تو ذرا جلدی آجئے گا۔"

دوسرے دن صاحب نے اپنی جیپ میں beer کے ڈبوں کا ایک زائد کارٹن رکھ لیا۔ waiter نے پوچھا "صاحب آپ تو ہمیشہ ایک کارٹن رکھا کرتے ہیں۔ آج دوسرے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟"

"ایک دوست کیلئے۔"

ادھر لاہوری نے ایک کی بجائے دو تھرماس بھرے اور کام پر لے جانے والی ویگن میں بیٹھ کر کام پر پہنچ گیا۔ کام پر تھرماس کو ساتھ رکھنا معمولات کے مطابق تھا چونکہ گرمی کی شدت کے زیر اثر ٹھنڈا مشروب ساتھ رکھنا لازمی امر تھا لہذا کسی نے بھی اس کے معمول کا کوئی نوٹس نہ لیا۔ لاہوری حسب عادت بھنگ کے نشہ میں مخمور کام میں مصروف تھا تو صاحب وقت سے پہلے پہنچ گئے۔ انہوں نے لاہوری کو beer کا کارٹن دینا چاہا مگر اس نے یہ کہتے ہوئے کہ ہم پاکستانی beer کے عادی ہیں۔ یہ والی beer نہیں پیتے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر صاحب کو حیرت ہوئی کہ دوسرے پاکستانی تو اس کی خواہش کرتے ہیں۔ اب لاہوری کی beer کے لئے صاحب پینے کو تیار نہ تھا جس سے پاکستانی beer (بھنگ) چکھنے کا ارادہ پختہ ہو گیا اور اس کا اشتیاق دوبالا ہو گیا۔

صاحب اور لاہوری قریبی tent میں چلے گئے اور صاحب پینے لگے۔ لاہوری thermos کی پیشکش کرتے ہوئے بولا:

"ایک دو گلاس سے تو کچھ بنتا نہیں البتہ تین چار گلاس سے کچھ اثر ہو گا۔"

لاہوری کا اندازہ ٹھیک پورا ہو چکا تھا مگر صاحب بھنگ کے تیسرے پیالے تک چوتھا گلاس پی گئے۔ تھوڑی دیر بعد بھنگ نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا (بھنگ کا نشہ عام طور پر آدھ گھنٹہ بعد شروع ہوتا ہے) صاحب مخمور حالت میں بمشکل اپنی سیٹ پر بیٹھے رہا اور اپنے دفتر کے پاس کی جھونپڑی میں اپنے بستر پر دراز ہو گیا اور ایسے مدہوش ہوا کہ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔

صاحب شام کو mess میں حسب سابق وقت پر نہ پہنچے تو ساتھیوں کو تشویش لاحق ہوئی اور حسب سابق بعد کسی کے trailer میں پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ ان کا ساتھی بستر پر مردوں کی طرح پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اسے جگانے کی کوشش کی مگر وہ تو اب اٹھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اور بے سدھ پڑا رہا۔ ساتھیوں کی تشویش فوری تر ہوئی اور فوراً اس کیس کو زیادہ ہی سنجیدہ سمجھا انہوں نے اپنے ڈاکٹر کو بلایا اور ایمبولینس کی مدد سے کیمپ کے ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹر کو شبہ ہوا کہ اس نے منشیات کھائی ہیں۔ شاید اس نے بہت زیادہ beer پی لی ہے۔ اس نے معدہ صاف کرنے کیلئے ٹیوب ڈال کر معائنہ کیا مگر معدے سے خلاف توقع کوئی بات سامنے نہ آئی۔ کوئی ثبوت نہ ملا کہ food-poisoning ہوئی ہے۔ اس کا test کیا گیا کہ کوئی زہر خورانی کا case تو نہیں لیکن کوئی بات دریافت نہ ہوئی۔

Boss نے حکم دیا "پتہ چلاؤ یہ site پر کہاں گیا تھا اور کس آدمی کے ساتھ آخری وقت میں دیکھا گیا؟"

پتہ چلا کہ یہ لاہوری کے ساتھ ایک tent میں کافی دیر بیٹھا رہا چنانچہ لاہوری شامل تفتیش ہوا۔ Boss نے پوچھا تو لاہوری نے بلا کم و کاست صورت حال سے آگاہ کر دیا اور کہا کہ فکر نہ کریں آپ اس کو ہسپتال میں خواہ مخواہ لے آئے۔ اس نے بھنگ پی ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب یہ ذرا ہوش میں آتا تو mess کا تمام کھانا کھا کر چٹ کر جاتا۔

Boss نے کہا "لاہوری تم بہت اچھے آدمی ہو۔ کام اچھا کرتے ہو۔ تم بھی beer لیا کرو۔"

لاہوری بھاگا گیا اور تھرماس میں ٹھنڈا سبز مشروب لے آیا۔ ڈاکٹروں نے اس سبز پانی کو دیکھا اور ٹیسٹ کیا۔ ممکن ہے کوئی

Marfat.com

... liquid ... harmful ... نہیں دیتا۔ لاہوری نے Boss کو کہا کہ صاحب پی جائیں کچھ نہیں ہو گا۔ Boss چونکہ اپنے subordinate کی بات سے خوف زدہ تھا۔ اس نے لاہوری کو آرڈر دیا کہ تم پی کر دکھاؤ چنانچہ لاہوری ... پی گیا ... اسے کچھ نہیں ہوا ... اور اس نے ... جو بھی اس کے سامنے رکھا جاتا چلا گیا جب ... پی گیا ... بعد لاہوری نے کہا

"... beer بہت اچھا ہے کل میں پھر آؤں گا"

... مندائی

... (پوپ پاکستان) بہت سے جوتوں کی دکان کے سامنے گلی کے کونے پر ایک ... نیوم رائی جوتیوں مرمت کیا کرتا ہو لوگوں کو پرکشش دعوت دیتا "جوتے کا ... sole ... ("جوتے ... میں ... ہیں ...")

... جوتیوں کی پینٹ جس کی زیادہ سے زیادہ قیمت چھ سے آٹھ روپے ہوتی۔ خاص طور پر اس ... سودا سلف لینے آتے دلچسپ پرزور انداز میں پرکشش اور سستی خدمات پیش ... کا خیال نہ آتا ... کیل لگا ... وہ ... کرتے ... اس نے مضبوطی سے ... ہے۔

... جو تو تنے کیل لگا دیتا جو مرمت جوتے کی قیمت کے برابر ہوا کرتے ... پیسوں میں تو نئی جوتی خریدی جا سکتی ہے اس کی مرمت کا کیا فائدہ اور نیوم رائی کی ... "خدا کا ... دیکھو کا ہک مجھے کیا لوٹ رہا ہے"

... سے چیدہ چیدہ مردلوگوں سے مخاطب ہوتا اور کہتا "آپ ہی انصاف ... مفت اور کیل کا صرف ایک پیسہ۔ ظاہر ہے میں بھی شریف آدمی ہوں ... میں نے اس گاہک کو بھی بیسیوں دفعہ یہ بات سمجھائی ہے اب اس (گاہک) نے اپنی رضامندی سے ... چوہدری جی (گاہک) میں کوئی جھوٹ بول رہا ہوں"

... "تمہارا ... خراب ... غرق تمہیں شرم نہیں آتی میں تو مفت تلہ لگوانے کے جھانسے ... اتنے پیسوں میں نئے جوتے خرید ے جا سکتے ہیں"

... گاہک جوتیاں ... سامنے پھینک دیتا اور اس کے ماتیوں کو گالیاں دیتے ہوئے ننگے پاؤں ہی اپنے ... جب گاہک اپنے ... کی خاطر کوئی جان پہچان والا اس تکرار میں آ گیا تو گاؤں میں جا کر تماشا بن جاتا ... لوگوں نے اس کی دکان سے کنی کترانا شروع کر دی۔

... عبادت ... مسمار کر دی

... دریا کے کنارے پر واقع مسجد سے جانب شمال ایک ہندوؤں کا دھوبی گھاٹ واقع تھا جس ... پانی میں ... اپنی ... جہاں مسلمان بھی تفریح کے لیے جایا کرتے۔ ... سے متصل ... ہندوؤں کی ملکیت تھی۔ اس وقت کے رواج کے مطابق یہ بت ... چونا گیری سے تعمیر شدہ تھی۔ ... نام سے واقف ہی نہ تھے۔

... کے بعد جب مہاجرین کا ... آیا جہاں ... کی وجہ ملی اس نے اپنا سر چھپالیا۔ جہلم چونکہ کشمیر کا نزدیکی علاقہ ... تھے۔ یہاں کشمیری مہاجرین کی آبادی نسبتاً زیادہ تھی۔ کوئی 25 کے قریب کشمیری غریب الوطن

Marfat.com

خاندانوں نے اس پیلی بلڈنگ پر قبضہ کر لیا۔ کسی کے حصے دو، کسی کے تین اور کوئی ایک مکان میں ہی گزر اوقات کرنے لگا۔

جنرل ایوب کے دور میں گورنمنٹ ہند (پنڈت جواہر لال نہرو) سے ساتھ ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے یہ طے پایا کہ وہ مہاجرین جو اپنے زر و مال کے دفینے چھوڑ آئے ہیں، اپنے دفینوں کی فہرست حکومت کو پیش کریں اور دونوں حکومتوں کے نمائندوں کی موجودگی میں اپنے دفینے نکال کر بحفاظت لے جا سکتے ہیں۔

اسی قانون کے تحت ہندوستان سے ایک ہندو جو مذکورہ بالا پیلی بلڈنگ کا رہائشی تھا، دونوں حکومتوں کے نمائندوں کے ساتھ آیا اور بالائی منزل کے ایک کمرے کی دیوار توڑ کر ایک مٹی کا برتن (ڈولا) جو رقم میں ایک فٹ اونچا اور ڈیڑھ فٹ لمبا چوڑا تھا، نکال کر لے گیا۔ وہ مٹی کا ڈولا کیا لے گیا گویا وہاں پر رہائشی مہاجرین کے دل لے گیا۔ اس رات اس عمارت کے ہر مکین کے شدید بے چینی کی کیفیت میں کوئی شخص چین کی نیند سویا ہوگا اور ہر کمرے سے توڑ پھوڑ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ خوش قسمتی سے ایک دفینہ ایک خاندان کے ہاتھ لگ گیا جو اسی رات وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔ اس غیر معمولی واقعے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بالائی منزل کے پرخچے اڑا دیئے گئے۔ نہ کوئی در رہا، نہ کوئی دیوار، نہ کوئی بالا اور نہ ہی شہتیر۔ کچھ دنوں بعد نچلی منزل کا بھی یہی حشر ہوا [illegible] کے کنارے جو یہ کاوش تھی، ملبے کے ڈھیر کی صورت میں بدل گئی۔ نچلی منزل تو بالائی منزل کے ملبے کے اندر دب گئی۔ [illegible] بمشکل بعد میں والوں نے ملبہ اٹھایا اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

سچ ہے "لالچ بری بلا ہے" چند سونے کے ٹکڑوں کی تلاش میں ایک فلک بوس عمارت خاک کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئی۔

قول و فعل میں تضاد

ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جب پاکستان قومی اتحاد کی تحریک زوروں پر تھی تو لاہور میں ایک صاحب کی رہائش گاہ پر ایک کنونشن منعقد ہوا جس میں راقم الحروف کے عزیز دوست ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب کو بھی مخدوم ملک کے خاندان سے تعلق کے حوالے سے شمولیت کا موقع ملا۔ انہوں نے راقم کو کنونشن کے متعلق صورت حال کا تجزیہ بیان کیا۔ کنونشن میں مندوبین کی تعداد کافی تھی [illegible] بڑے بڑے نامور مسلم لیگی شامل تھے جو پیپلز پارٹی کے خلاف جوش و جذبے کا اظہار کر رہے تھے۔

مقررین نے قائداعظم کے جانشین ہونے کا دعویٰ کیا۔ مسلم لیگ کے شاندار ماضی کی تحریک پاکستان [illegible] جانی و مالی قربانیوں کے حوالے سے سامعین کو ایک بار پھر مسلم لیگ میں شمولیت کی ترغیب دی گئی تا کہ مسلم لیگ کو ایک بار پھر قومی جماعت کی شکل دی جا سکے۔ مقررین میں سے ایک معمر باریش بزرگ صورت مسلم لیگی نے انتہائی جوش و جذبے کی کیفیت میں اپنے خطاب فرمایا۔ ان کے موثر طرز بیان کردہ واقعات اتنے دل گداز تھے۔ میرے دوست جو کہ اپنے دل میں پیپلز پارٹی کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے، بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کے مذکورہ بیان نے سامعین کی اکثریت کو آبدیدہ کر دیا اور خود ان کی آنکھیں بھی [illegible] میں رقت سے پنڈال پر [illegible] گیا۔

جلسہ جب اپنے اختتام کے قریب پہنچا تو وہی بزرگ پنڈال سے نکلتے دکھائی دیئے۔ ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب ان کی عقیدت اور ملاقات سے مشرف ہونے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کی طرف لپکے تو وہ صاحب ساتھ والی کوٹھی کی جانب [illegible] زیب شامیانہ جس کے ارد گرد قناتیں لگی تھیں سامنے سبزہ زار پلاٹ میں ایستادہ تھا، کی طرف جا رہے تھے۔ اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ عجلت میں پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میرے دوست نے ان سے مصافحے کی سعادت حاصل کی اور ان کے بعد ان کے پیچھے پیچھے مودبانہ انداز میں چلنے لگا۔

قناتیں بند تھیں، ایک جگہ سے قناتوں میں بنائے گئے دروازے سے داخل ہوئے۔ اس کے بعد اندر سے [illegible] اسٹیج سیکرٹری کی لاؤڈ سپیکر پر آواز سنائی دی کہ تمام دوست اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں اور صاحب صدر کی تقریر کے بعد کھانے کا بندوبست کیا گیا ہے جس میں تمام دوستوں کی شرکت لازمی ہے۔

مذکورہ بالا بزرگ مسلم لیگی لیڈر نے بیتابی سے قناتوں کے بند دروازے کو کھلوانے کی کوشش کی مگر ناکام ہو گئے۔

Marfat.com

Marfat.com

[illegible]

حق وفاداری

[illegible]

Courtesy

[illegible] 1947 [illegible] 14 [illegible] despatch [illegible] writing desk [illegible] fill-in [illegible] fill in [illegible] Englishman [illegible]

you please lend me your pen for a few minutes ?"

"Sure" [illegible]

Marfat.com

تقریباً تین چار منٹ انہوں نے کاغذات پڑھے اور خیال آیا کہ اس اجنبی کا قلم ان کے پاس ہے۔ شاید اجنبی اپنا قلم لینے پیچھے آئے گا۔ انتظار کرتے رہے مگر وہ نہ آیا اور وہ اجنبی نظر نہ آیا لہذا عجلت میں کاغذات وغیرہ ڈاک خانہ کے ڈیسک پر چھوڑے اور باہر نکل آئے تو دیکھا کہ وہ دروازے میں سے نکل کر مال روڈ پر انارکلی کے چوک کی جانب اسی اجنبی کو جلدی جلدی جاتے ہوئے پایا۔ اس کے پیچھے تیز رفتاری سے تعاقب کرتا رہا۔

"I am sorry, gentleman your pen, thank you"

"No my fault I was in a hurry" اس اجنبی نے جواب دیا اور انہوں نے کچھ شکریہ ادا کیا۔ واپس ڈاک خانے میں آ کر کاغذات وغیرہ پوسٹ کئے اور بڑی دیر تک سوچتے رہے کہ میرے پاکستانی بھائیوں نے اتنی زحمت بھی نہ کی کہ چند منٹ پیچھے اپنا قلم لے لیتے ہیں۔

ایک اور آفیسر کا بیان کردہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ 1960 میں جب اپنی فوجی جیپ میں ڈرائیور کے ساتھ راولپنڈی سے جا رہے تھے کہ پٹرول ختم ہو گیا جب جیپ میں gasoline ختم ہوئی۔ نہایت پریشان ہوئے ایسی جگہ پر جہاں کوئی پٹرول پمپ نہ تھا gasoline کہیں نہ مل سکا۔ بہرحال gasoline ختم ہو گئی جیپ ویران سڑک پر ایک طرف کھڑی کر دی اور ہاتھ کا اشارہ دے کر پاکستانی بھائیوں کو روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ شاید کسی کے پاس Jerry can میں gasoline ہو وہ ہمیں gas tank سے gasoline نکال کر دے۔ مگر کسی نے اپنی کار روکنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ ہر گاڑی والا قریب آتا تو جیپ کو دیکھ کر تیز رفتاری سے گزر جاتا۔

کافی دیر ہو گئی کوئی پاکستانی اپنی گاڑی روکنے کو تیار نہ تھا۔ اسی کشمکش میں تھے کہ دوسری طرف سے ایک غیر ملکی خاتون کی گاڑی جو راولپنڈی کی طرف رواں دواں تھی۔ اس وقت وہ کار کے اشارہ دے رہے تھے۔ خاتون نے کار روکی تھوڑی دور نکل کر پھر اپنی کار back کر کے ان کے قریب آ کر رکی۔

"May I help you sir" خاتون نے پوچھا۔

"We are short of gasoline" آفیسر نے جواب دیا۔

خاتون نے کار کی trunk کھولی اور ایک gallon والے can میں gasoline موجود تھی لے آئی۔ انہوں نے ڈرائیور کو دیا اور جیپ میں ضرورت کی gasoline ڈال دی۔

آفیسر نے خاتون کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا "میں آپ کو کتنی رقم ادا کروں؟"

خاتون نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میری gasoline واپس کر دو"

"میں تو gasoline کی قیمت ادا کر رہا ہوں" آفیسر نے استفسار کیا۔

"اگر آپ نے قیمت ہی ادا کرنی ہے تو ایسا کریں آئندہ اپنی جیپ میں ایک gasoline can رکھیں اور سڑک پر جب کوئی آپ جیسی حالت میں امداد کو رکتے تو اس کی مدد کر دینا جتنی دفعہ آپ یہ مدد کرتے رہیں گے اتنی بار مجھے میری gasoline کی قیمت ملتی رہے گی" اور وہ مسکراتے ہوئے روانہ ہوئی۔

حق ہے اخلاق اور خدمت اسی چیز کا نام ہے۔

شباب کا عالم

ایک شخص جو 110 سال کا ہونے کے باوجود سیدھا چلتا تھا، کمر جھکی نہ تھی اور اب بھی کسی نوجوان کا ہاتھ پکڑ لیتا تو اس کو ہاتھ چھڑانے میں کافی تگ و دو کرنا پڑتی تاہم آنکھ اور رفتار سے چھٹکارا محال ہوتا۔ عوام الناس کا خیال تھا کہ بابا جسمانی لحاظ سے بے پناہ طاقت کا مالک ہے لیکن عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ نظر کمزور اور کانوں میں بہرہ پن عود کر آیا۔ بابا بڑی عید پر گوشت لیکر اپنی بیٹی کے ہاں جا رہا تھا۔ جب اس نے ریلوے لائن پار کرنا چاہی تو وہ ریل گاڑی کو دیکھ سکا، نہ ہی اس کی آواز سن سکا۔ پھر قسمت تھی کہ جونہی وہ

Marfat.com

گاؤں کے درمیان پہنچ کر ٹرین نے اسے کچل دیا۔

بابا کی موت پر لوگ اکٹھے ہوئے تو ہر شخص مرحوم کی جوانی سے متعلق باتیں کرنے لگا۔ بابا جی بتاتے تھے [illegible] جوان تھے ایک آدمی نے بابا جی کی جوانی کے دور کا ایک واقعہ سنایا کہ بیٹیوں کے دوران وہ پورا آدمی ان کے سامنے کھڑے ہو [illegible] بیٹے میں تو [illegible] پر جوانی کے عالم میں بابا جی ایک لڑکی سے محبت کرتے تھے۔ دونوں میں بڑی محبت ہوئی [illegible] دیہاتوں میں عام ہے ذات پات کی وجہ سے لڑکی والوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا کہ ذات پات سے باہر شادی نہیں ہو سکتی۔ بابا جی نے ایک دن اس کے ہاتھ میں [illegible] پکڑ لیا اور [illegible] پر کھڑا ہو کر چلا دیا۔ گاؤں والوں نے لڑکی والوں کو سمجھایا تو آخر کار وہ راضی ہو گئے [illegible] تو قبر کرنے والوں کو توفیق نہ ہوئی۔ بابا جی کا سامنا کر سکیں۔

دونوں کی شادی ہوئی اور رب العزت نے انہیں اولاد سے نوازا۔ عجیب جوان مرد تھے۔

غار

قبل از تقسیم ہند کا واقعہ ہے۔ [illegible] صادق حسین قریشی صاحب کے ماموں ریاست میں ملازم تھے۔ انہیں [illegible] گاؤں پر جانے کا شوق تھا۔ [illegible] ایک دن [illegible] قلعہ [illegible] والی میں آئی پر جانے لگے تو [illegible] سوچا کہ وقت گزاری کے لئے قلعہ دیکھا جائے۔ [illegible] شاہی قلعہ پہنچے [illegible] تھے کہ ایک غار کی جانب چل پڑے [illegible] تو قبر میں ان کے پیچھے [illegible] ان کے پیچھے پیچھے تھوڑی دیر کے بعد وہ [illegible] تھے [illegible] ان پر عجیب حالت طاری ہوئی [illegible] اندھیرے میں [illegible] ہاتھوں میں [illegible] ایک عورت [illegible] میں زندگی کی خدا [illegible] کی جانب [illegible] جلدی جلدی [illegible] ان کے پیچھے [illegible] میں [illegible] ان [illegible] جو [illegible] بعد جیسے [illegible]

بعد میں پتہ چلا کہ شاہی قلعہ میں چند ایک غاریں ہیں [illegible] ایک [illegible] پہنچتی ہیں اور [illegible] شاہی [illegible] گئی۔

غاصب

1965 کی جنگ کے دوران جیسا کہ آپ جانتے ہیں [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] چنانچہ [illegible] پہنچ گئی۔

ایک [illegible] حالات [illegible] عورت [illegible] میں سوار ہوئی [illegible] مسافر [illegible] سامان [illegible]

رات کے کچھ [illegible] عورت [illegible]

Marfat.com

[illegible]

نہیں ہے تو میری ہی منزل نہیں ہے
جنوں کی تو منزل بہر گام ہے

[illegible]

Marfat.com

موجود تھی اس نے پیالے غیر ارادی طور پر اپنے گھر کے سامنے والے گھر کی تھڑی پر رکھ دیا اور نہایت خاموشی اور محتاط انداز میں رازداری
سے گھر کے main دروازے کی کنڈی بغیر کھٹکے کھولی اور دبے پاؤں اندر چلا گیا۔

یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ ان دنوں میں چند ل چوروں نے ایسی ہی واردات کی منصوبہ بندی کر لی ہوئی تو شاہ زمان اپنے
گھر کے ایک کمرے میں جو پیچھے کی طرف عام میں جیسے ہوتے ہیں میں سویا کرتا جس کا ایک دروازہ گھر کے صحن میں اور دوسرا دروازہ گلی میں کھلتا
تھا اس لئے وہ شاہ زمان فراغت سے ... جہاں نہ گھر والوں کی نظر سے بچنے کی سہولت بلکہ رات کے کسی پہر میں بھی وہ گھر
آ جاتا ... اس کی خبر نہ ہو پاتی۔ علاوہ ازیں کسی یار دوست کو بھی اگر پناہ کی ضرورت پیش آ جائے تو اس جیسے رات بسر کرنے کا
کوئی ... ہوتی تھی۔

... شاہ زمان نے سامنے والے گھر سے جس تھڑی پر اس نے دالوں والا مٹی کا پیالہ رکھ دیا تھا۔
... جب ... سامان خریدنے کی غرض سے نیچے اترے تو انہیں نا گہاں نظر اس مٹی کے پیالے پر جا پڑی تو
... انہوں نے اپنی بیوی ... آپا معراج کو آواز دے کر دیکھو یہ کیا ہے؟ الٹا کسی نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔"
شاہ زمان ... کی والدہ اور آپا ... ہوئی ہاتھ میں پنجے (دست پناہ) لئے ہوئے آئیں۔ پہلے تو اس نے
... پیالہ ... کو نیچے رکھا۔ اس کے بعد ... پیالہ ... اور چوپائی پڑھ کر ... دعا کی ... چونکہ ہمارا ... بے چارے پیچھے
... بیچ ... پیالہ ... لیتے چلے گئے۔ آپا معراج نے ... اٹھایا چند ایک عورتیں تو
... اور پیالہ ... اپنے گھر کے دروازے پر کہ گھر ... حالات ... کا فیصلہ کیا۔
شاہ زمان کی ... شاہ جمال کی ... اس کے بعد ... آپا معراج سے اس
معاملہ کے متعلق پوچھا۔ آپا معراج نے ... یہ واردات ... کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پاؤں کے
نیچے سے زمین نکل گئی ... آنکھوں ... اثرات ... مسلسل ... اور نہایت تکلیف دہ صورت حال سے
دوچار ... بیٹا ... تھی ... ایک ... نے ... گیا۔

... اب ... بیچارے ... مرغیوں اور چڑیوں کی بید ہوئی۔ انہوں نے چند دنوں میں تمام
... اور ... کی ... مرغیوں میں سے ایک دو مرغیاں کی وجہ سے مر گئیں۔ اب ان مرغیوں کی
... آپا معراج ... رشتے ... جمالی ... آپس میں زبردست چپقلش جاری تھی ہو آپا معراج کی بے عزتی کرنے کا
... ایک ... تو ... جمالی صاحب ... بے نقط سنانا شروع کر دیں۔ الامان الحفیظ۔ ایک پہ
... جمالی صاحب ... دو جوان بیٹیاں بھی آ گئیں جنہوں نے آپا معراج کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ لیا اور جسے کا بعین
... اس ... کوئی ... نہ ... پانی پلایا کافی دیر بعد انہیں ہوش و حواس
... بعد ... شروع ہو گیا۔

شاہ زمان کا ... ایک وقت ... بڑھ کر اصل واقعات سے متاثر ہو ... کا دور کرنے معافی سے
... کوئی ... اتفاق تھا وہ پیالہ تھڑی پر پڑا رہ گیا۔ بخدا اس کی نیت میں کوئی فتور نہ تھا۔
... آپا معراج کی والدہ ایک ... فال والے بابا ... آئیں جس نے ... فال نکال
... اچھا ... خیال ... ان دالوں پر ایک ایسا زبردست کالا علم ہوا تھا کہ جتنی دالیں تھیں اتنے
... ایک اور بات عرض کرتا چلوں کہ سوئے اتفاق جتنی قسم کی دالیں (مثلاً ماش، مونگی،
... چنے) تھیں اتنے ... تعویذ بھر دیا اور تاکید کی کہ فوراً سے پانی میں حل کر دیں اور
... پانی سے غسل ... کر دیں تو یہ بلائیں ... ورنہ یہ ... خدا کی ... جاتا ہے۔ یہ عمل والا ... گھر والوں کو زندگی اور موت
کی کشمکش میں ... ہو گیا۔
... آپا معراج ... سب سے چھوٹی ... کا ... ہوا تھا اور یہ بات ہر خاص و عام کو علم میں ہے کہ ...

Marfat.com

مریض کی نہانے کی صورت میں موت یقینی ہے۔ اب شاہ زمان کے اوسان خطا ہو گئے کہ اگر آپا معراج نے اس بچی کو نہلا دیا تو [illegible] معمولی بھول چوک اور اس تعویذ دھاگہ کرنے کے عمل سے بھی اس معصوم بچی کی جان ہی نہ چلی جائے۔ لہٰذا وہ بھی [illegible] صاحب کے پاس گیا جو اسی محلہ میں رہائش پذیر تھی اور بڑی عمر کے [illegible] والی تھیں لہٰذا اس کی بچی پر [illegible] کی پابندی [illegible] چنانچہ اس نے چیخ چیخ واقع ان کے گوش گزار کر دیا۔

''شاہ زمان تیرا بیڑہ غرق، یہ تو نے کیا کیا۔''

اسی طرح کی دو چار اور مثالیں اور ہیں کہ تم فرزند کے باب میں کوئی بندوبست کرتی ہو۔ انہوں نے [illegible] جہاں دیدہ اور معاملہ فہم خواتین کو بلایا اور معاملہ کی نزاکت سمجھنے کے بعد انہیں ذہنی طور پر تیار کر کے آپا معراج سے [illegible] لیکن آپا معراج پر اس تعویذ دھاگے اور عمل نے کچھ ایسا اثر کیا ہوا تھا کہ آپا معراج کے [illegible] بھی اور دیگر افراد کی [illegible] کو خدا کا [illegible] وہ بچی اس وقت تک کی بعد [illegible] ہے۔

چاول تھے مگر کمال کے!

یہ واقع راقم الحروف کے ایک عزیز دوست شاہ زمان بٹ جو مرغزار کالونی میں رہتے ہیں [illegible] خوش خوراک چیز بانٹنے اور ادبی گفتگو سے لطف اندوز ہونے کے لیے میری رہائش گاہ پر آتے جاتے رہتے ہیں [illegible] شاعری کرنے کا شوق ہے۔ نے جنوری 1994 میں یہ واقعہ قارئین کی نذر ہے۔

قصہ کچھ اس طرح ہے۔ شاہ زمان بٹ کے قریبی عزیز جو مشہور قصبہ جو [illegible] میں مقیم ہیں [illegible] موقع پر اپنے گھر سے باہر کھلے میدان میں میٹھے چاول (زردہ) پکانے کے لیے دیگوں کا انتظام [illegible] بڑی بڑی پراتوں میں ڈال کر دیگوں کے قریب نائی (باورچی) کے حوالے کر دیں۔

[illegible] زمانے میں پتنگ بازی کا شوق عروج پر تھا اور ہر چھوٹا بڑا اس کھیل سے لطف اندوز [illegible] سے بڑا کوئی دوسرے کی پتنگ کاٹ کر ہوتا ہے چنانچہ پتنگ کی ڈور کو تیز دھار کرنے کے لیے مختلف قسم کا [illegible] میدہ، نیلا تھوتھا، بروزہ اور مختلف grades کا پسا ہوا شیشہ تھوڑے سے پانی میں ملا کر [illegible] گوندھتے ہوئے آٹے کی طرح [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] چنانچہ اس مرکب کے [illegible] میں جرات میں ایک گدی قریش [illegible] نے دیگوں کا سامان پراتوں میں رکھا ہوا تھا۔ پتنگ بازوں نے [illegible] پسا ہوا شیشہ بھی تھا۔

نائی اپنے کام میں مصروف رہا پتنگ باز اپنے کام میں مشغول ہوئے۔ چاول پکتے [illegible] تو جب اس نے دیگوں میں چینی ڈالی تھی۔ چنانچہ اس نے [illegible] اسی اثنا میں [illegible] سے [illegible]

جب میٹھے چاول کی دیگیں تیار ہو گئیں تو نائی نے [illegible] چاولوں کو چکھا [illegible] (نائی کا مرتبہ) یہ قیمت [illegible] کے بیٹوں کا [illegible] نائی نے [illegible] بیٹھے بلند بانگ دعوی سے کہا [illegible] چاول چکھ [illegible] منہ [illegible] چٹخارے مارتے ہوئے منہ میں ڈال [illegible] کا بیان دیتے ہوئے کہا [illegible] میٹھے ہونے کی بجائے چٹپٹا ہے۔''

Marfat.com

[illegible]

Flying [illegible]

coaches [illegible]

D [illegible]

Marfat.com

runner-up

Highway robbers

Marfat.com

[illegible] تین اشخاص ٹرین میں اترے اور آگو دیکھ نہ تو ان کا دروازہ کھول کر اندر گھس آئے اور ہر ایک مسافر کو جو بیٹھے [illegible] ہوئے تھے ... مسافروں کے چہرے بغور دیکھتے رہے لیکن جب انہیں اپنا شکار نظر نہ آیا وہ اس سے پیچھے [illegible] طرف آئے ... سخت لہجے میں مجھ سے پوچھا کہ وہ بوڑھا جس کی چھوٹی چھوٹی سفید داڑھی اور سر پر جناح کیپ تھی ... پیچھے ... بیٹھا ہوا تھا کہاں گیا ان کی حرکات و سکنات سے صاف عیاں تھا [illegible] ... قسمت نے یاوری کی اور میں نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے کہانی بنائی کہ وہ مسافر تو راجر [illegible] ... ہوئے ... واپس چل پڑے کہ وہ ابھی دور نہیں گیا ہوگا وہ پیچھے سے اور درمیان میں مل جائیگا۔

[illegible] ... نے ... عامیہ میں چھپا دیا تھا وہ تو ادھر چلی گئی تھی۔ چونکہ اس بوڑھے مسافر [illegible] ... وساطت سے لوٹے والا گروہ اس کے تعاقب میں آیا۔

[illegible] قانون

[illegible] ... حضرت حکیم ... سید رشید اللہ صاحب کے ماموں کی صاحبزادی نہایت سیدھی سادی پردہ [illegible] ... جنہوں نے تمام زندگی میں ... دہلیز سے باہر قدم نہ رکھا اور نہ ہی اپنے شہر [illegible] ... بھائی ... بڑے ... تھے ... پاس چند روز گزارنے چلی [illegible] ... بھائی ... تھے ، بلکہ وہ چھوٹی نہ تھی اور سادہ لوح [illegible] ... بھائی ... بہت بڑا آدمی ہے اور یہ سچ بھی تھا کہ ان کا وہاں اپنا ذاتی سٹوڈیو بھی تھا۔ نہایت [illegible] ... تھے۔

[illegible] ... ایک برقعہ پہنے ہوئے جو کہ "Mobile tent" سے مشابہ ہے۔ تین [illegible] ... مشتمل تھی جہاں پردہ کا تصور تک نہ تھا لہٰذا جب آپ پاس [illegible] ... کے پیش نظر چند قیمتی ساڑھیاں بازار سے خرید لائے اور اپنی بہن [illegible] ... ساڑھی ... زیب تن کریں۔ اب انہوں نے پہلے بھی ساڑھی دیکھی تک نہ تھی [illegible] ... ایک ... عورت ... اور اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ بالآخر نہایت [illegible] ... کی ... اور ساتھ ساتھ اس لباس میں چلنے پھرنے کی ٹریننگ بھی دی گئی [illegible] ... عورتیں انگشت بدنداں رہ گئیں اور کہا "ان کی [illegible] ... اب تمام دن ایک مصروف ترین شخص کا اپنی بہن سے [illegible] ... انہوں نے چند ایک عورتوں کو اپنی بہن کو کمپنی دینے [illegible] ... جوان بیٹے نہ ہوتو چنانچہ اپنی کا اور [illegible] ... رات کے جب ... کے بعد تو ... [illegible] ... اور وہ ... ہو رہی تھیں۔

[illegible] ... کیا بات ہے ... اتنی خوش ہو رہی ہیں؟" بھائی صاحب نے پوچھا۔

[illegible] ... باس میں بیٹھے ہوئے جب بھی پردہ سکرین پر کوئی [illegible] ... پناہ ... اور مضطرب کہ چلو یہاں سے چلیں۔ [illegible] ... یہاں سے دفع ہو چلو۔ یہ بے حیائی ہے یہ سب [illegible] ... کے سامنے کیسی کیسی غیر اخلاقی حرکات کی مرتکب ہو رہی ہیں" [illegible] ... جواب دیا۔

Marfat.com

ساس کی یہاں تک کی مدد و خدمت میں بھابھی ذرا بھی پیچھے نہ رہیں۔ ہسپتال میں تھیں ان کے ساتھ رہیں۔ ایک بیٹا ہوا جو چند دن زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گیا۔ جب بھابھی گھر آئی تو پرسا دینے والی عورتوں کا تانتا بندھ گیا۔ بھابھی ... دے رہی تھی کہ اسی اثنا میں ایک نوجوان لڑکا آ کر ان کی بھابھی سے گلے ملا۔ ... نے برداشت کیا لیکن ازاں بعد دل برداشتہ ہو کر بھائی کے پاس پہنچ گئیں اور شکایت کی

"تم کتنے بے غیرت ہو تمہاری بیوی کسی جوان لڑکے سے گلے مل رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو ... معمولی حالات ہی نہیں۔ اٹھو چل کر دیکھو وہ بے حیا لڑکا کون ہے اگر تم میں ذرا بھی غیرت ہے تو اپنی بیوی کو ..."

بھائی صاحب بہن کے شور واویلا پر اس کمرے میں آگئے جہاں عورتیں تعزیت کر رہی تھیں اور دیکھا کہ ایک ... لڑکی ان کی بیوی کو چوم رہی ہے جس نے boycut بال رکھے ہوئے ہیں بات کی سمجھ آ گئی ... پکڑ کر دوبارہ اپنی بیوی کے پاس لائے اور کہا "تم اس لڑکے کی بات کر رہی ہو غور سے دیکھو یہ لڑکا نہیں ہے۔" ... کی بہن مسکرانے لگی اور کہا "یہاں اس قسم کی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں۔ خدا کی قدرت ... بال ... کٹوائے ہوتے ہیں۔"

بھائی اپنی سادہ لوح بہن کو دوسرے کمرے میں لے گئے اور کہا "بہن یہ بھی ... "

کیا رشوت کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے

راقم الحروف کے گورنمنٹ کالج کے زمانے کے دوست ڈاکٹر افضل ماجد جو کہ پنجاب یونیورسٹی ... ایڈمنسٹریٹو اور Genetics کے پروفیسر بھی رہے ہیں مندرجہ ذیل واقعہ انہوں نے سنایا۔ ... نہایت زندہ دل اور دوستوں کی محفل میں خوش ہونے والے ہیں۔ ... کھانا کھانے اور کھلانے کے شیدائی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد یونیورسٹی ... کے ممبر بھی رہے۔ ... جب پریشن تھیٹر سے ریکوری روم میں لے جائے گئے تو آپ کا بارٹ arrest ہو گیا ... ریکوری روم میں پہلی دو بار دھچکا اور ... کی حرکت دوبارہ شروع ہوئی۔ اب ڈاکٹر ماجد ... قیام پذیر ہیں۔ پان تو اب بھی اسی رفتار سے چباتے ہیں جبکہ سگریٹ نوشی ترک کر دی ہوئی ہے۔

ڈاکٹر ماجد کی دیانتداری اور ... بہت ہی ... با غنا مثالی ہے۔ جب وہ یونیورسٹی کے ... تھے تو ... عید اور شب برات کی چھٹیوں سے پہلے ... کرتے تاکہ اس خوشی ... میں ... خوشیاں ... منا سکیں۔ ڈاکٹر افضل ماجد کے دوست ... بھائی ... میں ... کی حیثیت سے متعین تھے۔ ... افضل ماجد کو سنایا جو کہ ڈاکٹر صاحب نے راقم کو سنایا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب ... اور علامہ اقبال ٹاؤن ... میں ... تھے۔ ... کی ... سے ... وحدت روڈ سے جانب جنوب ایک گاؤں ... کا ... آبادی تھی۔ اس گاؤں سے ایک سادہ لوح بابے کی چوری ہو گئی رات کو جب ... ہوا تو اسی وقت تھانے میں رپورٹ درج کرانے گیا۔ تھانے میں کافی دیر لگ گئی۔ اس وقت وہ اپنے گاؤں جا رہا تھا تو ... کی خوشی سے ... پتا ... وہاں اس کا چوری شدہ ... اجس میں نقدی ... موجود تھے البتہ باقی ... سامان ... سادہ لوح دیہاتی نے وہی ... صندوق میں ڈالے اور صندوق سر پر اٹھائے واپس تھانے میں آ گیا اور ... بتایا "میرے ... کی چوری مل گئی ہے۔"

تھانیدار نے اسے خوب ڈانٹ پلائی اور مارا پیٹا بھی ... "تم جھوٹے ہو تم نے غلط رپورٹ درج کرائی ... نہیں ہوئی تھی بلکہ تم ... ہمیں ... کیوں ... انتقام ... لینا چاہتے تھے۔ اب ... کی ملامت ... تمہارا ... بہتر ہے ... اپنا ... صندوق

[illegible] معاف نہیں کرتا [illegible]

[illegible] کے خلاف [illegible]

[illegible]

[illegible] Emeritis [illegible] Zoology [illegible]

[illegible]

[illegible] 1994 [illegible]

[illegible]

[illegible] The Nation [illegible]

[illegible] Dow [illegible]

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] Dow [illegible] Ojha

[illegible] Institute of Chest Disease [illegible] 1932 [illegible]

[illegible] outdoor patients [illegible]

[illegible] One Unit [illegible]

[illegible] 120 [illegible]

[illegible]

[illegible] wards [illegible]

[illegible] Minor [illegible]

[illegible] History sheet [illegible]

[illegible]

[illegible] 65 [illegible] 54 [illegible]

Marfat.com

میرے رشتہ دار عبداللہ شاہ کے دوست جن کا نام روشن دین تھا۔ نہایت آسودہ حال، خوش پوش اور وضعدار شخصیت تھے۔ [illegible] دوست اور روشن دین "سنگدل" فلم دیکھ رہے تھے جس میں مادھو بالا وقت کی مشہور اور خوبصورت ایکٹرس بطور ہیروئین تھی۔ ایک سین میں [illegible] آنکھوں سے تماشائیوں کی طرف دیکھا تو روشن دین نے کہا:

"[illegible] یہ تو میری طرف ہی دیکھ رہی ہے۔ ہاں تو یاد رہے کہ میں نے اور اس نے اکٹھے ہی مرنا ہے۔"

بات آئی گئی ہو گئی۔ دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا۔ روشن دین رزق معاش کے سلسلے میں Norway چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ گوشت خور کو گوشت اور دال خور کو دال دیتا ہے۔ یہاں اس نے عیاشی بھی جی بھر کر کی اور [illegible] ایک حادثہ کی وجہ سے راہی ملک عدم سدھار گئے اور پردیس میں ہی موت سے ہمکنار ہوئے۔ [illegible] آبائی شہر کیمبل پور (موجودہ اٹک) میں لے آئے۔ عبداللہ شاہ جو کہ Wah میں سرکاری ملازم تھے [illegible] تعزیت کیلئے کیمبل پور چلے گئے۔ جب واپس لوٹے تو انگریزی اخبار کی اس خبر نے چونکا دیا کہ مادھو بالا اس [illegible]۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اس کی موت کا دن اور روشن دین کی موت کا دن ایک ہی تھا۔ عبداللہ شاہ کو یاد آیا "روشن [illegible] ایک ساتھ ہی مر گئے۔"

[illegible] میرے ایک عزیز دوست شاہ زمان بٹ صاحب اور ان کے قریبی دوست خورشید احمد خان جب حصول روزگار کے سلسلے میں [illegible] رہا کرتے تھے تو خان صاحب چونکہ مذہبی پرہیزگار آدمی ہونے کی بنا پر ہر رات سونے سے پہلے اپنے [illegible] رزق حلال میں کشادگی کی دعا مانگتے اور ایک کروڑ روپیہ بالخصوص مانگنا نہ بھولتے۔ (اس زمانے میں ایک کروڑ [illegible]) شاہ زمان [illegible] روزی پوچھتی پر ہی اکتفا کرتے۔ چونکہ بٹ صاحب ایک کروڑ روپے جیسی بڑی [illegible] کروڑ روپے کا حصول تو ایک دیوانے کا خواب تھا۔ "کرتے نام اللہ کا" [illegible] خان صاحب نے ایک کروڑ روپیہ بہت تھوڑے عرصہ میں کما لیا اور بٹ صاحب کے حصہ میں ان کی [illegible] روزی پوچھتی انہیں مل گئی۔

[illegible] بلا

[illegible] بالخصوص دیہاتوں میں گرمیوں کے موسم کے زیر اثر مکانوں کی چھت پر سویا کرتے۔ [illegible] ایک خاندان اپنے مکان کی چھت پر سو رہا تھا۔ اس مکان کے صحن میں سے قریباً آدھی رات کے کھڑ کھڑاہٹ [illegible] کی آواز نے دہشت پھیلا رکھی تھی۔ خیال تھا کہ کوئی کھڑاواں والی بلا ہو گی۔ [illegible] پریشان تھا مگر اس سانحہ کی جانچ پڑتال کرنے کی جسارت سے ہر کوئی قاصر تھا [illegible] صحن میں ایک سفید رنگ کا عنصر جس کے پاؤں نظر نہ آ رہے تھے جبکہ اس بلا کا سر [illegible] کی ہمت اور جرات نہ تھی۔ کوئی ہی دار جوان اس بلا کے پاس صحن تک سیدھا بیٹے چھت سے اتر کر پہنچ آئے [illegible] ہوا تھا۔ وہ جوان اپنی بائیں کے ساتھ بانس کی لاٹھی ہمیشہ رکھ کر سویا کرتا۔ وہ اپنی [illegible] چھت سے نیچے صحن میں اترا اور پرزور انداز میں اللہ کا نام لے کر لاٹھی اس کے مٹکے جیسے سر پر دے ماری۔ مٹکا [illegible] بلا بھاگ نکلا۔

اصل واقعہ یوں تھا کہ دیہات میں اکثر عورتیں دودھ یا دہی وغیرہ مٹی کی چاٹی یا مٹکے میں رکھ چھوڑتی۔ یہ بھاگنے والا بلا [illegible] دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا۔ بالفاظ دیگر چسکا لگ گیا تھا تو اسی عیاشی کے سلسلہ میں مٹکے میں [illegible] اپنا سر ڈال لیا اور دودھ غٹاغٹ پی گیا۔ اب سر مٹکے سے آزاد کرنے کی کوشش میں اندھا دھند مصروف کار تھا اور [illegible] کھڑ کھڑاہٹ کا مرتکب ہو رہا تھا۔ خدا بھلا کرے اس دلیر جوان کا جس نے مٹکا توڑ کر اس موئے بلے کو آزادی [illegible] راز سے روشناس کرایا۔

Marfat.com

توبہ

دریائے راوی کے کنارے ایک چٹان پر کشتی لنگر انداز تھی۔ عموماً ملاح کشتی کو پانی میں ہی ایک رسی کی مدد سے کنارے پر نصب کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا کرتے اور مسافر پانی میں چند قدم چل کر کشتی میں سوار ہوتے۔ یہ اس لیے کہ کنارے کے قریب پانی کم ہونے کی وجہ سے کشتی ریت میں پھنس نہ جائے۔

ایک مسافر کے پاس نہایت وزنی سامان بوری میں بند جو دریا کے اس پار لے جانا چاہتا۔ چند ایک مسافروں نے مل کر وہ بوری اٹھانے کی کوشش کی مگر کشتی تک نہ لے جا سکے۔ ادھر ملاح چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ جلدی سے بوری اٹھاؤ اور کشتی میں رکھو، یہ میرا آخری پھیرا ہے اور مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے شام ڈھل رہی ہے جلدی کرو۔

کشتی میں سوار مسافروں میں سے ایک مسافر نیچے پانی میں اترا اور کہا ''بوری میں اٹھاتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ کنارے تک پہنچا اور بڑے آرام سے بوری ایسے اٹھائی جیسے روئی سے بھری ہو اور واپس لا کر کشتی میں رکھ دی۔ تمام مسافر بہت متاثر ہوئے اور داد و تحسین دینے لگے ''بڑا ہی جری انسان ہے اتنی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اتنا طاقتور'' اس نے مسکرا کر جواب دیا:

''طاقتور تو وہ عورت تھی، میرا کٹا ہوا کان دیکھ رہے ہو''

''ہاں جی ہاں دیکھ رہے ہیں، ماجرا کیا تھا؟''

''میں اپنی جوانی کے دور میں بڑا بہادر نڈر چور تھا۔ تین چار آدمی تو میرے سامنے ٹک ہی نہ سکتے۔ اس قدر طاقتور تھا۔ کبڈی کے میدان میں میرے ''دو چھے'' کی تاب بڑے سے بڑا جوان بھی نہ لا سکتا۔ ایک رات چوری کی غرض سے میں نے ایک مکان پر نظر رکھی کہ مالک مکان گھر سے غیر حاضر ہو تو میں سنھ (مکان کی دیوار میں سوراخ کر کے اندر داخل ہونے کو ''سنھ'' کہتے ہیں) لگاؤں۔ چنانچہ موقع ملنے پر میں نے بڑے اعتماد کے ساتھ مکان کی دیوار میں ''سنھ'' لگائی اور اپنا کافی حصہ سوراخ کے اندر داخل کیا تو مجھے ایک نومولود بچے کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھا کہ اس گھر میں سوائے بچے اور اس کی ماں کے اور کوئی نہیں ہے۔ میں ابھی اسی کشمکش میں تھا کہ کسی نے میرا کان پکڑا اور مجھے اتنے زور سے اندر کی طرف کھینچا کہ میں اندر آ پڑا۔ اس نے دوسرا جھٹکا دیا تو میرا کان اس کے ہاتھ میں ہی رہا اور میں درد سے بے حال دوسری طرف جا گرا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک نہایت خوبصورت نوجوان عورت ہے۔ اب اس نے میرا بازو پکڑا اور میں نے بازو چھڑانے کے لیے زور نہیں لگایا۔ چونکہ اس کی قوت کا مجھے اندازہ ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ کچھ دیر بعد ایک مرد کی آواز آئی کہ ''یہ فرش پر خون کیسے گرا ہے؟'' عورت نے جواب دیا ''ایک چور دوسرے گھر کی دیوار میں سنھ لگا کر چور اندر گھس آیا تھا۔ میں نے اس کا ایک کان تو نکال دیا ہے۔ اب وہ آپ کے کمرے میں بند ہے۔''

اس عورت کے خاوند نے کہا:

''کملی اے ظلم کر دتا ای۔ او ہدا تے خون بہنے دی وجہ نال برا حال ہو گیا ہونا ایں۔ چل جلدی کر اونوں باہر کڈھ کے دودھ دا پیالہ پلا۔ زخماں تے ہلدی وغیرہ لگا تاکہ اونوں ہوش آ جاوے۔''

یہ سب کچھ کرنے کے بعد اس طاقتور عورت نے مجھے کہا ''بھیا یہ چوری کا پیشہ اچھا نہیں۔ تم تو سمجھتے ہو کہ عورت اکیلی ہو تو میں چوری آسانی سے کر لوں کیونکہ عورت نازک اندام ہونے کی وجہ سے مدافعت نہ کر سکے گی۔ ابھی تو میں نے دو دن پہلے بچے کو جنم دیا ہے اور اس عمل سے میرا کافی خون بہہ گیا جس کی وجہ سے لاغر اور کمزور ہو چکی ہوں اور تمہاری بے بسی کی وجہ سے میرا دل پسیج گیا ورنہ تمہیں ساری زندگی کے لیے اپاہج بنا سکتی تھی۔''

''اس دن سے میں نے توبہ کر لی اور اس بہن کے پاس اکثر اوقات جاتا ہوں اور اسے دعا دیتا ہوں جس نے مجھے طاقت کے گھمنڈ سے نکال کر سیدھے رستے پر گامزن ہونے کا درس دیا۔''

Marfat.com

Inidigenous communication

computer دور میں instantaneous communication ہے مگر تقریباً چالیس سال قبل پاکستان کی دیہاتی کمیونیکیشن پیش خدمت ہے۔ ایک مثال شیخ عبداللہ شاہ (بروز منگل 21 جنوری 2003 کو خالق حقیقی سے جا ملے) اور میرا بھائی انور جاوید سے ایک قریبی گاؤں "...بون" میں اپنی خالہ کے پاس دیسی مرغیوں کے انڈے لینے جایا کرتے۔

ان کی خالہ کے گھر کی ایک دیوار میں قریباً ایک فٹ کا سوراخ تھا جسے دیہاتی زبان میں "آلا" کہتے۔ اسی طرح کے "آلے" ہر گھر کی دیواروں میں موجود ہوا کرتے۔ اگر خالہ جی کے پاس انڈے نہ ہوتے تو "آلے" سے ملحقہ مکان میں آواز دیتیں۔ کسی کے پاس انڈے موجود ہیں تو دوسرے گھر تک پہنچتی اور سلسلہ وار یہ پیغام سارے گاؤں تک پہنچ جاتا۔ چند لمحات میں جہاں کہیں انڈے موجود ہوتے۔ اسی ذریعہ سے اور اسی طرح سے انڈے خالہ کے گھر پہنچ جاتے۔

یہ ٹیلی پیتھی کی صورت ہے؟

مؤذن کے بغیر اذان!

ڈاکٹر صادق تقوی صاحب مصطفیٰ آباد (للیانی) میں جو کہ ضلع قصور کا قصبہ لاہور سے قصور جانے والی سڑک پر تقریباً 37 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بحیثیت میڈیکل سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ کے ہسپتال میں تعینات تھے۔ ان کی رہائش بھی ہسپتال میں ہی تھی۔ ایک شب جمعہ تقریباً دو بجے اپنے کمرے سے راستے سے گزرے تو انہیں مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی تو مؤذن کو دیکھنے کی غرض سے مسجد کے صحن میں نظر دوڑائی۔ مؤذن اللہ کا بندہ ہے جو اس قدر شدید سردی کی رات میں احکام الٰہی کی پیروی کی دعوت دے رہا ہے۔ لیکن حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب مسجد کے صحن میں کسی ذی روح کا شائبہ تک نہ پایا۔ تجسس سے مغلوب مسجد کے صحن میں داخل ہو کر مسجد کے اس حصہ کو بند پایا جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ جب انہوں نے ادھر ادھر دیکھا تو انہیں ملحقہ حجرے کے دروازہ کا ایک پٹ تھوڑا سا کھلا نظر آیا۔ انہوں نے جب پاس جا کر جھانکا تو حجرے کے اندر دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ مولوی صاحب لحاف اوڑھے نیند کے مزے لے رہے ہیں اور ساتھ ہی ٹیپ ریکارڈر میں اذان کی کیسٹ چل رہی ہے۔

سائنس کی ایجادات انسانی بہبود کیلئے ہوتی ہیں۔ استعمال کرنا کسی حد تک معذوری کی علامت ہے کیونکہ انسانی زندگی کا راز دوسروں میں پوشیدہ ہے لیکن مذہب کے تقدس کی پامالی دیکھ کر بے ساختہ ڈاکٹر صاحب استغفر اللہ کا ورد کرتے واپس لوٹ آئے۔

جانور تو نہیں ہے

راقم کے مکان میں جو مہمان شخص غریب پروری اور خدا ترسی کی بنا پر مقیم تھے۔ کرایہ، بجلی، پانی، گیس وغیرہ کے بل کی ادائیگی سے مستثنیٰ تھے۔ دو وقت کا کھانا مفت ملتا تھا۔ چھوٹے موٹے کام کرانے کیلئے 500 روپے ماہوار بھی دیتے۔ نہایت گندے رہتے جیسے رہائش ان کی گندگی کی علامت تھی۔ صحن میں گندے بستروں اور پارچات کا بے ترتیبی سے مستقل طور پر نمائشی انداز میں چارپائیوں پر پڑے رہنا ناقابل دید تھا اور چارپائیوں کے قریب سے اٹھتی بساند کے استقبال سے ذہن ماؤف ہو جایا کرتا۔ پہلے تو راقم نے پیار محبت سے توجہ اس طرف مبذول کرائی ازاں بعد گالیاں دینا شروع کر دیں جب ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی تو بالآخر تنگ آ کر مکان سے نکال باہر کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہی فرش کی منت سماجت شروع کر دی لہذا دوبارہ مکان میں رہنے کی اجازت دی۔ کچھ عرصہ بعد ان کا رویہ وہی اپنی جگہ پر تھا اور وہ پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ، پھر بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا۔ آج کل پھر مکان میں رہنے کیلئے کوشاں ہیں۔ حالانکہ بندر کو اگر نہایت قیمتی لباس پہنا دیا جائے تو وہ بے دریغ لباس کو تار تار کر دیتا ہے۔ جانور تو کسی بھلے آدمی سے۔

جنگل میں ایک شیرنی نے دو بچے دیے۔ بچوں کی پیدائش کے فوراً بعد شیرنی مر گئی۔ اتفاق سے وہاں ایک بکری گھاس چرتی چرتی آ نکلی۔ دیکھتی کیا ہے کہ شیرنی کے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں بکری کے پاس دودھ موجود تھا لہذا ممتا جاگ اٹھی وہ

Marfat.com

بچوں کے قریب جا کر لیٹ گئی۔ بچے ادھر ادھر منہ مارتے ہوئے بکری کے تھنوں تک پہنچ گئے اور خوب جی بھر کر دودھ پیا۔ اس کے بعد چین کی نیند سو گئے۔ بکری آرام سے اٹھ گئی اور پھر سبزہ زار میں گھومتی رہی تین چار گھنٹے چرنے کے بعد پھر بچوں کے پاس آ گئی اور اسی طریقہ کار سے دوبارہ بچوں کو دودھ پلایا۔

وقت گزرتا رہا وہ باقاعدگی سے بچوں کو دودھ پلاتی رہی۔ بچے اچھے بھلے جوان ہو گئے۔ شیر کے بچے اس بکری کو ہی اپنی ماں سمجھتے جبکہ وہ گوشت خور تھے۔ شکار کرتے اور واپس آ کر اپنی ماں (بکری) کے پاس سعادت مندی سے آ کر بیٹھ جاتے۔

جیسا کہ نظام قدرت ہے۔ بکری بوڑھی ہو گئی اور اس میں چلنے پھرنے کی سکت نہ رہی۔ اب وہ بچوں کے ساتھ نہ جا سکتی۔ شیر کے بچے شکار کا گوشت بکری کے سامنے لا کر ڈال دیتے مگر وہ تو گھاس اور سبزے کی مرغوب غذا کھاتی رہی۔ گوشت وہ کیسے کھاتی۔ انہوں نے ایک ہاتھی کو بلایا اور اس سے کہا کہ یہ ہماری ماں ہے گوشت نہیں کھاتی۔ موسم بھی سخت ہے اس لیے تم روزانہ اسے اپنی پیٹھ پر بٹھا کر لے جایا کرو اور درختوں کے پتے وغیرہ کھلا دیا کرو۔ جب بکری ہاتھی کی پیٹھ پر بیٹھ کر بھی درختوں کی ٹہنیوں تک پہنچ نہ پاتی تو ہاتھی اپنی سونڈ سے ٹہنی کو نیچے کر دیتا اور بکری آرام سے پتوں سے اپنا پیٹ خوب بھر لیتی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ خوش اسلوبی سے ایک عرصہ تک جاری و ساری رہا۔

ایک دن بکری، شیر کے بچے اور ہاتھی سب ہی آرام کر رہے تھے کہ خدا کی قدرت سے ایک جنگلی تیتری کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ ورطہ حیرت میں رہ گئی کہ آگ اور پانی ایک ہی جگہ پر اکٹھے۔ معاملہ کیا ہے؟ اس کا تجسس فزوں تر ہو گیا اور جب بکری تنہا ہوئی تو وہ اس کے پاس گئی اور پوچھا "ماں بکری یہ راز کیا ہے؟"

"نیکی کا بھلا" بکری نے جواب دیا۔

جنگلی تیتری سمجھدار تھی بات کو جان گئی۔ چھ دنوں کے بعد ایک زمیندار نے کھیتوں کو پانی لگایا ہوا تھا کہ ایک چوہے کے بل میں پانی گھس گیا اور وہ چوہا گھبرا کر بل سے باہر نکل آیا۔ اسی اثنا میں ایک چیل اوپر فضا میں اڑ رہی تھی۔ چیل اس پر جھپٹ پڑی اور چوہے کو اپنے پنجوں میں دبا کر دوبارہ فضا میں اڑ گئی۔ ابھی فضا میں اوپر تک نہ گئی تھی کہ چوہا اپنی جان کی امان میں کوشش کرتا رہا اور اسی تگ و دو کے دوران چیل سے سنبھالا نہ گیا۔ وہ پنجوں کی گرفت سے چھوٹ کر واپس زمین کی سمت گرنے لگا۔ کھیت کے قریب پہنچا تو وہاں یہ تیتری بھی وہاں موجود پھر رہی تھی۔ اس سے قبل کہ چیل دوبارہ چوہے پر جھپٹے اس قریب المرگ چوہے کو اپنی چونچ میں دبا کر اپنی جھاڑیوں میں لے گئی اور چوہے کو پروں کے نیچے کر کے چھپائے رکھا۔ چوہا بار دیگر صحت یاب ہو گیا۔

ایک دن تیتری سو رہی تھی کہ اس احسان فراموش چوہے نے بڑی چالاکی کے ساتھ اس کے پر کتر ڈالے اور جھاڑی سے بھاگ گیا۔ جب تیتری کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنا حشر دیکھا اور چوہے کو غیر موجود پایا تو بہت پریشان ہوئی۔ اب وہ پرواز سے اپنی خوراک کے لیے باہر نکلنے سے قاصر تھی۔ کوئی جنگلی جانور بے دست و پا دیکھ کر اسے دبوچ نہ لے۔ بہ مشکل رات کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نکلتی۔ چند مہینوں کے بعد جب اس کے نئے پر نکل آئے تو وہ بکری ماں کے پاس گئی۔ اس کو تمام روداد سنائی اور شکوہ کیا کہ میں نے تو تمہاری نصیحت پر عمل کیا "کر بھلا تو ہو بھلا" مگر میرے ساتھ تو اس مقولے کے برعکس ظاہر ہوا۔ اس پر بکری نے بہت دانشمندانہ جواب دیا۔ "بھلا کرو تو کسی بھلے کے ساتھ۔ برے کے ساتھ بھلا کرنے کا یہی انجام ہوتا ہے۔"

اسی ضمن میں عرض ہے کہ ضلع گجرات کے ایک گاؤں میں ایک شادی شدہ بدکردار عورت رہتی تھی۔ اسی بدکرداری کے تنگ آ کر اس کے خاوند نے طلاق دے دی لیکن اس کے باوجود اس کے چال چلن میں کوئی فرق نہ آیا۔ جہاں تک کہ اس گاؤں کے لوگ اس کی بدکرداری سے نالاں تھے۔

راقم کے ایک دوست بھائی ریاض جو کہ اسی گاؤں کے ہی باسی ہیں۔ بڑے دانشمند اور پنچایت کا حصہ ہیں جن کو دور دراز کی بستیوں سے بھی اس کی سچائی پر مبنی انصاف فیصلے اور ایمانداری کی بنا پر مختلف مسائل میں حصہ لینے کے لیے ان کی خدمات سے استفادہ کرتے ہیں۔ بھائی ریاض ایک عرصہ سے خاکسار تحریک سے وابستہ ہیں۔ یہ نیک جذبہ اسی تحریک کا مرہون منت ہے کہ آپ ہر وقت خدمت خلق میں ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ بھائی ریاض نے اس بدکار عورت کو بہت سمجھایا کہ تمہارے بارے میں گندی افواہیں سننے میں

Marfat.com

رہی ہیں''لی لی اپنے آپ کو سنبھالو'' مگر وہ تھی کہ حد سے گزری ہوئی نہایت چالاک، عیاری اور مکاری سے جواب دیتی'' چوہدری صاحب میں تو ہر وقت مسجد پڑھتی رہتی ہوں۔ لوگوں کا سوائے دوسروں کی بدگوئی اور نکتہ چینی کے کوئی کام ہی نہیں'' خیر بات آئی گئی ہوگئی۔

ایک دفعہ یہی عورت کہیں جانے کی غرض سے بس میں سوار تھی، ایکسیڈنٹ ہوگیا جہاں دیگر مسافروں کو زخم آئے اس عورت کی بھی ٹانگ ٹوٹ گئی بعد ازاں اسے اٹھا کر قریبی گاؤں کے ہسپتال میں لے گئے۔ ڈاکٹروں نے اسکی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر پلستر وغیرہ چڑھا دیا لیکن ازاں بعد پلستر اتارنے پر دیکھا گیا کہ اسکی ٹانگ جڑی ہوئی نہیں تھی۔ اب قریب کے کسی گاؤں میں ایک نائی (حجام) ہڈیاں جوڑنے کا ماہر تھا۔ اسکی خدمات حاصل کی گئیں۔ اس ماہر حجام نے لکڑی کا ایک پرنالہ نما ٹکڑا تیار کروایا اور ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر اچھی طرح سے باندھ دیا۔ جس کا معاوضہ اس حجام نے اچھا خاصا لیا لیکن جب وقت مقررہ پر ٹانگ کھولی گئی تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بدتر تھی۔ اب مریضہ ٹانگ پر قدرتی طور پر زور نہ دے پاتی تھی کہ عورت چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہوگئی اور کسی نے اسکی مدد نہ کی لہذا اس نے منت سماجت کر کے کسی طرح اپنے بیٹے کو بھائی ریاض کے پاس بھیجا جو اس وقت گجرات شہر میں کاروبار کیا کرتے۔ بھائی ریاض اسے فوری طور پر ہسپتال لے گئے اور جب ڈاکٹروں نے دیکھا تو انہوں نے ہڈی کو دوبارہ جوڑنے کا مشورہ دیا۔ وہ اسے کھاریاں ملٹری ہسپتال لے گئے۔ وہاں انہوں نے علاج معالجے پر 35000 روپے تک جملہ اخراجات اٹھنے کا بتایا۔

ریاض صاحب خود پوش شخصیت واقع ہوئے تھے جبکہ اتنی بڑی رقم ان کی استطاعت سے زیادہ تھی لہذا اس عورت کو شہر گجرات واپس لے آئے جہاں ایک مشہور سرجن جن سے ان کے ہاں مراسم تھے اور بھائی ریاض کا نہایت احترام کرتا تھا، نے معائنہ کیا اور بعد از اتمام مشورہ کیا چوہدری صاحب میں تو فیس کی صورت میں ایک دھیلا بھی لینا مناسب نہیں سمجھوں گا البتہ مریضہ کو عزیز بھٹی شہید ہسپتال داخل کروا دیں وہاں جو خرچ ہوگا میں آپریشن کے دن وہاں پہنچوں گا اور خود آپریشن سرانجام دوں گا البتہ ادویات کا خرچہ آپکو برداشت کرنا ہوگا'' اس عورت کا ایک بھائی بھی ساتھ تھا جس نے چوہدری صاحب کو بتایا کہ وہ پیسہ رقم کا بندوبست کرنے جا رہا ہے لیکن وہ کسی وجہ سے واپس نہ آیا۔

سرجن نے بھائی ریاض سے کہا کہ آٹھ نمبر کی rod اسکے پاس ہے۔ 7 اور 9 نمبر کی rods لے آئیں۔ بھائی ریاض نے فضل دین اینڈ سنز سے rods منگوائیں جب آپریشن ہوگیا تو بھائی ریاض کی خرید کردہ rods کام نہ آئیں۔ سرجن صاحب کے پاس جو rod تھی وہ استعمال میں لائی گئی۔ آپریشن کامیاب رہا۔ ازاں بعد مذکورہ عورت ایک ہفتہ تک ہسپتال میں رہی اور بھائی ریاض نے خود سے مبلغ 10.000 روپے ادویات کی مد میں خرچ کر دیئے۔

عورت رو بصحت ہو کر واپس اپنے گاؤں لوٹ گئی اور تمام علاقہ میں بھائی ریاض کی خدمت خلق کا ڈھنڈورہ پیٹا گیا مگر وہ عورت جونہی کسی سے نئی ہوئی تھی کہ صحت یاب ہوتے ہی اسی پرانی ڈگر پر چل نکلی اور ایک شادی شدہ جوان سے جس کے بچے بھی تھے معاشقہ استوار کر لیا۔ جب بھائی ریاض کو علم ہوا تو انہوں نے دونوں فریقین کو سمجھایا مگر وہ بجائے سمجھنے کے بھائی ریاض کے خلاف ہو گئے۔ چند ہفتوں کے بعد اس بدکار عورت نے بھائی ریاض کو ایک جھوٹے مقدمہ میں ملوث کر دیا کیونکہ مقدمہ جھوٹا تھا لہذا باعزت بری ہو گئے۔ گاؤں والے تو حیرت کر رہے تھے کہ جس شخص نے اس عورت کیلئے اتنی بڑی قربانی دی اس کے صلے میں اسقدر برا سلوک کیا۔ اگر بھائی ریاض ملزم بھی ہوتے تو عورت کا کام تھا ان کے عیب پر پردہ ڈالنا۔ آگئی نہ وہی بات'' بھلا کرو تو کسی بھلے سے'' میاں محمد بخش صاحب جہلمی شریف والے سیف الملوک کے مصنف نے کیا خوب فرمایا ہے:

''نیچاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا
ککر تے انگور چڑھایا، ہر گچھا زخمایا''

"Lengua es enamigo de uno" (سپینش زبان کا محاورہ، زبان آدمی کی دشمن ہے)

جلالپور جٹاں، گجرات کے کسی محلے میں ایک شخص رہائش پذیر تھا۔ وہ کسی کی غمی شادی میں شریک نہ ہوتا اور جب بھی کوئی

Marfat.com

شخص مرتا تو وہ ہندو کے جنازے میں شریک ہوتا بلکہ اس کے وارثوں میں شریک ہو کر لوگوں کے بارے میں بدزبانی کرتا۔ کیا لوگ کسی کو ... جانے کی غرض سے آئے ہوئے ہیں اور تعزیت کیلئے آنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا۔

گجرات میں تقسیم ہند سے قبل ایک مسلمان شخص ہندو ڈاکٹر کے پاس بطور کمپونڈر ملازم تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ڈاکٹر تو ہندوستان چلا گیا اور اس کمپونڈر نے دوکانداری سنبھال لی۔ ڈاکٹری کی دوکانداری خوب چلی۔ اس کی ایک بیٹی جلالپور جٹاں کے ایک شخص کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ اس زمانے میں جلالپور جٹاں کوئی پکی سڑک نہ جاتی تھی ... لوگ تانگے یا سائیکل کا استعمال کرتے۔ سخت سردیوں کا موسم تھا کمپونڈر کو اطلاع ملی کہ اس کا داماد فوت ہو گیا ہے ... جنازہ پچھلے پہر چار بجے شام اٹھایا جائے گا۔

جلالپور جٹاں میں اس زمانے میں رسم و رواج تھا (پتہ نہیں اب ختم ہو چکا ہے یا جاری ہے) کہ مرنے والے کے گھر والے اس کے کفن دفن کا بندوبست کرتے۔ یہ کام مرنے والے کے لواحقین کے ذمہ ہوتا ... صاحب کوئی ایک بجے دن گجرات سے جلالپور جٹاں پہنچ گئے۔ چار بجے کا وقت ہو گیا لیکن تجہیز و تکفین کے بارے میں کسی نے کوئی بات چیت نہ کی۔ پانچ بج گئے ... بجے رات تک کسی نے میت کے قریب آنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پتہ چلا ... کے اخراجات برداشت کرنے ... رہے ہیں۔

گفت و شنید سے واضح تھا کہ یہ شخص کسی کے جنازے میں شریک نہ ہوتا بلکہ بدزبانی کا عادی تھا ... تجہیز و تکفین میں ... کو معیوب نہیں سمجھتا ... کیا ... کمپونڈر صاحب ... اور ان کی ... کو تشویش ہوئی ... درخواست کی ... دونوں نے گھر والوں کی منت سماجت کی اور بہت عرض کی ... آپ ... لوگوں پر ... اور کفن دفن میں معاونت فرمائیں۔ ... وارث مند ہوئے کہ اس طرح جنازہ ... بجے رات تدفین سرانجام دی گئی۔

ان دونوں صاحبان کا گجرات پہنچنا ... رات کے ... شدید سردی کے موسم میں ... جلالپور جٹاں سے گجرات کا سفر ... رات 12 بجے گجرات تک رسائی ممکن ہوئی ... ذیل کا واقعہ پیش خدمت ہے۔

محلہ ... گجرات میں ایک نہایت غریب ... آدمی کی موت واقع ہوئی ... جنازے کے پیچھے مرنے والے کا ایک بیٹا ... بازار سے ... جنازہ ... چونکہ ایک غریب آدمی کا جنازہ تھا ... بازار میں کوئی ... آدمی جنازے میں شریک نہ ہوا ... نماز جنازہ اور میت ... دیا۔

اس کے برعکس ایک امیر آدمی ... بازار کے تمام لوگ ... جنازے میں شرکت ... کہا ... جنازے میں شرکت ... اس ... ایک غریب آدمی کے جنازے میں شریک ہونے ... ہوئی ... جنازے میں ... ان ... انکار کر دیا۔

مظلوم کی بددعا

زیر نظر واقعہ میں مختلف لوگوں کے نام اور مقامات فرضی لیکن واقعات برحق ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد ...

پونے پر ایک فیکٹری زیر تعمیر تھی جس کا ٹھیکہ انگریز کمپنی نے لے رکھا تھا۔ ہندو بنام کرشن کمار ایک معمولی مزدور کے طور پر اپنے گدھوں پر مٹی ڈھو کر اپنی گزر اوقات کرتا۔ اس نے کسی طرح فیکٹری میں مٹی کی بھرائی سپلائی کا ٹھیکہ حاصل کر لیا چونکہ اس پراجیکٹ پر حکومت کی کروڑوں روپے کی لاگت متوقع تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کرشن کمار گدھوں کی بجائے ایک ٹرک استعمال میں لے آیا اور آہستہ آہستہ ترقی کی صورت میں کروڑوں کا مالک بن گیا۔ اس طرح بتدریج بڑے ٹھیکیداروں میں شمار ہونے لگا یہاں تک کہ اس کی رسائی انگریز ٹھیکیداروں تک ہو گئی۔

کرشن کمار قدرت کا دیا ہوا غیر معمولی کاروباری سیاسی گر خود سے شروع کر دی۔ شراب اور عورت ایک ایسا موثر حربہ ہے جس کو بروقت مناسب طریقے اور مضبوط پر استعمال میں لا کر بڑے بڑے کام نکالے جا سکتے ہیں لہذا کرشن کمار کی رسائی بڑی بڑی قد آور سیاسی شخصیات تک ہو گئی اور اسے اپنا مقصد حاصل کرنے میں زیادہ تگ و دو نہ کرنی پڑتی۔ کروڑوں اربوں میں کھیلنے والے کے بڑے بڑے نام اور خفیہ ہاتھ اس پر چھوڑ رکھے تھے اور کبھی جوابدہی کی نوبت نہ آئی جبکہ اس نے اپنی ذاتی تفریح کی صورت میں ایک شخص کی عالیشان رہائش بنوائیں۔ نوکروں کی اکثریت اور کاروں کی فراوانی سے شہانہ ٹھاٹھ باٹھ کی علامت بن گیا۔

ایک دفعہ کرشن کمار ایک منشی کے ذریعے مزدوروں کو اجرت دینے میں مصروف تھا کہ اس دوران ایک مسلمان مزدور سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان مزدور نے طے شدہ اجرت سے کم پیسے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ کرشن کمار منت سماجت پر اتر آیا مگر منشی نے مشتعل ہو کر پستول نکالا اور اسے وہیں موقع پر ہی ڈھیر کر دیا۔

مقتول اپنی بوڑھی ماں کا اکلوتا کفیل تھا۔ کرشن کمار نے روپے دے کر اس بوڑھی عورت کا منہ بند کرنا چاہا مگر جس کا اکلوتا سہارا چھن جائے اسے دنیا کی دولت کیا دے سکتی ہے۔ قاتل کو سزا دلوانے سے قاصر رہی۔ بڑی بڑی سفارشات کے باوجود بڑھیا رضامند نہ ہوئی۔ کرشن کمار کا اثر و رسوخ اس قدر تھا کہ اس نے مسلمان مقتول کے خلاف پیش آنے کا جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ بڑھیا سر پیٹتی رہ گئی۔ بے چاری کی کہیں بھی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ ہوتی بھی کیسے سکتی تھی۔ ادھر ایک بااثر اربوں پتی کرشن کمار اور ادھر ایک بے سہارا بڑھیا، کہاں تک دوڑ دھوپ کر سکتی۔

ہوتے ہوتے اتفاق ایک روز سر راہ کرشن کمار اور مظلوم بوڑھی عورت کا آمنا سامنا ہو گیا۔ مظلوم بڑھیا نے اللہ کے حضور فریاد کی اور بددعا دی کہ تیرا بیٹا مر جائے۔ قدرت کے کھیل نیارے ہیں جب مظلوم بڑھیا کا اکلوتا بیٹا اثر و رسوخ کی بھینٹ چڑھا تو اس وقت مقتول کی عمر 23 سال تھی جبکہ اس وقت کرشن کمار کی چھوٹی بیٹیاں بھی تھیں۔ تین سال کے بعد جب کرشن کمار کے بیٹے کی عمر 23 سال ہو گئی تو اس کے باپ (کرشن کمار) نے اپنے لخت جگر کی شادی کا انتظام نہایت دھوم دھام سے کیا جو ایک بڑے سیاسی لیڈر کے گھر میں رات بھر جشن منانے کے بعد رنگ رلیوں میں مدہوش ہوا اور نشہ میں دھت کار میں سوار مزید شراب سے شغل کرتے highway پر نیو دہلی اپنے گھر واپس لوٹ رہا تھا۔ تیزی سے گاڑی کے سامنے ایک بڑا trailer جا رہا تھا۔ نشہ میں دھت ہونے کی وجہ سے اسے آگے کچھ نظر نہ آیا۔ کار تیز رفتاری سے trailer کے پیچھے سے نیچے گھس گئی۔ اس حادثہ میں کرشن کمار کا بیٹا تمام ساتھیوں سمیت جہنم واصل ہو گیا۔

کرشن کمار کو خبر ہوئی تو وہ جائے حادثہ پر پہنچا، دیکھتا کیا ہے کہ کار trailer کے نیچے گھسی بری طرح سے smash ہو چکی ہے۔ پولیس اور امدادی ٹیمیں فوری طور پر پہنچ گئیں۔ بمشکل کار کو trailer کے نیچے سے نکالا۔ تمام کار سواروں کی لاشیں بری طرح مسخ ہو چکی تھیں۔ شراب کی بوتلیں کار میں بکھری پڑی تھیں۔ کرشن کمار نے مال کو صدمہ مندی سے کہا:

"یہ شرابی بیٹا اور اس کے شرابی ساتھیوں کا ہے۔ trailer ڈرائیور کو کچھ نہ کہا جائے اور اسے جانے دیا جائے۔"

جب ماں تک کرشن کمار کی خبر پہنچی تو صف ماتم بچھ گئی اور اس کی بیوی دلخراش آہ و زاری کے دوران بار بار الفاظ کی گردان کرتی رہی:

"اس مظلوم بڑھیا کی جس کے لخت جگر کو نہایت بے رحمی سے گولی کا نشانہ بنایا تھا، کی بددعا کا اثر ہے۔ میں نے کئی بار کہا کہ اپنے منشی کو روکو، وہ بے گناہ کا خون رنگ لائے گا۔"

ایک دکھیاری ماں اپنے اکلوتے بیٹے کے غم میں پاگل ہو گئی۔ بالآخر نہایت دردناک حالت میں تھوڑے عرصہ کے بعد جہان

Marfat.com

فانی سے کوچ کر کے اپنے بیٹے سے جا ملی۔

کرشن مار کے قریبی دوستوں نے مشورہ دیا کہ دوسری شادی کر لو شاید جوان عمر پڑا ہے۔ ... تمہاری لاکھوں ... ترین جائیداد کا وارث پیدا ہو جائے چنانچہ کرشن مار کو یہ مشورہ پسند آیا اور شادی بھی رچائی تو ایک ... سال کے ... ایک ... وقتی میں علیحدہ رہا اس عورت نے بدکاریوں کی داستانوں سے کرشن مار کو اتنی ... کا ناک چنا دیا اور اپنی بیوی سے ... کرکے دو دھکے ... طرح نکال باہر کیا۔

کرشن مار اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا اور دو بار اپنی بیٹیوں کے ساتھ رہنے لگا اور ... میں ... سر نیچا کئے بیٹھا رہتا ... کے بعد ... اس ... کی اذیت ناک کیفیت میں پہنچتا ہے اور ... کی صورت میں ... منظر پیش کرتے۔ ایسے حالات میں وہ بیمار رہنے لگا اور کبھی بھار اپنی بچی وزیروں حال ... ہو ... عورت کو اس سے ... دولت ... اس کی بچی کی بدقسمتیوں کی داستان ... موقع ... وہ ایک نئی اذیت سے دوچار ... اب ... بھی باقی نہ رہی۔ وہ اندر سے ... بیٹیاں نوکروں کے ساتھ بھاگ گئیں۔ نہ شہزادیاں تھیں اور نہ ہی آشیانہ ... زحمت کی ... والا۔

کرشن مار اپنی چارپائی سے مستقل طور پر لگ گیا۔ اس کی حالت نہ صرف ... تک ... بد سے بدتر ہوتی چلی گئی ... تھا ... رہتا۔ دوست احباب جیسے ... ہوتا ہے تو تیمارداری ... کرتے ہیں اس برے وقت میں کرشن مار کا ساتھ چھوڑ ... وہ تنہا ... اپنے ماضی اور ... کے حالات پر روتے دھوتے ... رہتا تھا۔ ... زندہ ... کرنے لگا مگر موت ... کرنے سے نہیں آتی بالآخر موت نے آ لیا۔ ... باقی ... بیٹیاں بھی ... تقسیم پر روانہ ہو گئیں چونکہ ... بیٹیوں کی باقاعدہ شادی نہ ہوئی وہ اس ... میں ... ہیں۔

"دیکھتے ہی رنگ کمال کیسے کیسے"

اس ضمن میں ایک ... کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

... ایک قصاب کی دکان ... کا بہت ... میں ... رہتا ... نہ صرف اپنے علاقہ کے لوگ ... گوشت اس قصاب سے خرید نے کی تمنا رکھتے ... چھوٹے سے بھی ... گاہک کھنچے چلے آتے کیونکہ اعلیٰ قسم کا گوشت اور ... وزن میں بھی پورا ہوتا لیکن اب صورت حال ... کی۔ ... گاہک ... چکے ... خریدار ... نہ ... اور گوشت ... مقدار ... ہو ...

ایک روز ... ایک پرانا گاہک ... دور دراز علاقے سے آیا کرتا اور ... اسی طرف ... گوشت ... قصاب کی دکان پر وارد ہوا اور خلاف توقع صورت حال سے حیران رہ گیا۔ ... دیکھا وہ ... نہیں ... اور گوشت ... حالت میں ... ہوا ... سے متاثر ہو کر گاہک نے قصاب سے پوچھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ قصاب نے ... انداز میں ... آپ سے پوچھی گئی بات ... گاہک ... چوہدری ... (...) ... گوشت ... دکان میں ... ہیں ... سے ... تھا ... میں ... ایک روز ... اپنے ... میں ... دل میں ... چوہدری ... گاہک ... آئے ہوئے۔

[illegible] ... چوہدری ... گاہک ... آپ ... چوہدری ... پہنچ گئے۔

گندم کی گولیاں

ایک نہایت خوبصورت لڑکی جس والد صاحب دیکھتے تو اس کی آنکھوں کی بینائی واپس لوٹ آئے! عمر کوئی 20 سال کے لگ بھگ ہوگی۔ ایک مجبول گھرانہ نہایت بدصورت ماچھی سے بیاہ کر سیالکوٹ سے لائی گئی۔ زیر نظر واقعہ محلہ رتی شاہدولہ شہر گجرات سے متعلق ہے اس ماچھی میں صرف ایک ہی "خوبی" تھی کہ ایک چھوٹے سے مکان کا مالک تھا۔ ایک روز مذکورہ بالا لڑکی کو نہایت ناگفتہ بہ حالت میں ایک ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا۔ اس کے خاوند نے ڈاکٹر صاحب کو آگاہ کیا کہ اس کی طبیعت قدرے بوجھل سی ہے اور آج سے دنوں سے زیادہ خراب ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ابتدائی معائنہ کرتے ہوئے لڑکی سے سوال کیا کہ بیٹی! آخر معاملہ کیا ہے؟ میں تمہارا معالج ہوں مجھ پر اعتماد رکھو اور سچ سچ بتاؤ کہ تمہاری یہ حالت کیونکر ہوئی ہے؟ لڑکی نے جواب دیا کہ آپ میرے خاوند کو کمرے سے باہر بھیج دیں تب بتاؤں گی۔ ڈاکٹر نے ایسا ہی کیا اور اس کے خاوند کو کمرے سے باہر بھیج کر دروازہ اندر سے بند کر دیا تاکہ مریضہ بلا خوف و خطر بات کر سکے۔

وہ نہایت کمزور آواز میں بمشکل اٹک اٹک کر بتانے لگی کہ ڈاکٹر صاحب مجھے مر جانے دیجئے۔ میرے علاج معالجہ پر فضول اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ میرا وقت قریب ہے میں نے زہر یلی گولیاں کھا لی ہیں اور کافی دیر ہو چکی ہے میرا بچنا محال ہے ڈاکٹر صاحب نے معدہ صاف کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود ابھی ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور سوچنے لگے میں کیا حماقت کا مرتکب ہو رہا ہوں یہ تو با قاعدہ خودکشی کا کیس ہے کہیں قانونی شکنجے میں نہ آ جاؤں چنانچہ انہوں نے ایک رکشہ منگوایا اور خود ہی اسے ہسپتال لے گئے اور اس کے خاوند سے تاکید کی کہ لڑکی کے والدین جو سیالکوٹ میں رہائش پذیر ہیں فی الفور اس کی حالت سے باخبر کریں۔ اس کی زہر کا اثر ہو چکا ہے اور اس کا بچنا محال ہے لہٰذا چند گھنٹوں کے بعد اس لڑکی کے والد اور ایک بھائی ہسپتال آ گئے اور ہسپتال سے ہدایت کی کیونکہ زہر اس کے معدے سے باہر نہیں نکل سکا اور کافی دیر بھی ہو چکی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ مریضہ کو گھر لے جائیں کیونکہ چند گھڑیوں کی مہمان ہے۔ اس کے والد اور بھائی اسے فوراً سیالکوٹ لے گئے اور راستہ میں ہی لڑکی کی جان پرواز کر گئی یہ وہ وقت تھا جب لڑکی نے ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو خیر باد کہہ دیا اور راہی ملک عدم سدھار گئی۔

واقعہ یوں ہے کہ گجرات شہر کی جس گلی میں مذکورہ بالا لڑکی رہائش پذیر تھی۔ اس کے مکان کے بالمقابل ایک تین منزلہ شاندار عمارت واقع ہے جس کا مالک ایک پیشہ ور نیم حکیم کا مالک تھا جو خوش شکل ہونے کے علاوہ مخیر بھی تھا۔ اس کا عارضی نام عبید تھا۔ شام کے وقت جب وہ اپنی کار میں نیم حکیم کی دکان سے گھر آتا تو ملازم کو بیراج کا دروازہ کھولنے کے لئے حسب معمول ہارن بجاتا جس پر لڑکی کھڑکی سے اپنے مکان کے دروازے پر آن کھڑی ہوتی اور روز مرہ کا معمول بنا لیا۔ شروعات میں تو عبید نے کوئی توجہ نہ دی مگر ایک شام جب اس نے لڑکی کو غور سے دیکھا تو قدرت کے انمول شاہکار حسن و جمال پر شباب پر مر مٹا۔

ماچھی (لڑکی کا خاوند) ایک چوبارے کے نیچے پکوڑے سموسے فروخت کرتا اور رات گئے گھر واپس لوٹتا۔ جب عبید کے آنے کے وقت ہوتا تو لڑکی اپنی پوری سج دھج سے ایک ماڈرن طرز کی کھڑکی میں کھڑی رہتی اور ناز و نعم میں پروان چڑھی تھی۔ اس کی آمد کا انتظار کرنے سے بے تاب ہوتی۔ ہر روز عبید کی گاڑی کے آنے کے وقت دیدار کی مشتاق دروازے پر منتظر کھڑی ہوتی۔ ایک شام لڑکی بھی اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی تھی اور وہ بھی گاڑی کا ہارن نہ بجایا گیا۔ عبید کار سے باہر نکلا جھجکتے ہوئے لڑکی کے قریب آیا اور کہنے لگا "کیسی ہو؟"

"میں آپ کی آمد کے انتظار میں ہی کھڑی رہتی ہوں تاکہ ایک جھلک دیکھ سکوں"

وقت کے ساتھ ساتھ عشق پروان چڑھتا گیا۔ ایک دفعہ لڑکی نے موقع پا کر عبید سے کہا آج رات میں شور و غل مچاؤں گی کہ میرے پیٹ میں درد ہے اپنی ماں سے اپنے خاوند کو تمہارے پاس بھیجوں گی تاکہ آپ کی منت سماجت کرے کہ اس کی بیوی سخت بیمار ہے لہٰذا عنایت کرتے ہوئے آپ میری بیوی کو اپنی کار میں ڈال کر کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں تاکہ اسی بہانے سے حسب خواہش دیر تک مل بیٹھنے اور ملاقات کا وقت نکال سکیں اور راز و نیاز کی باتیں بھی کر سکیں کا جواز پیدا ہو جائیگا۔ بات عبید کی سمجھ میں آ گئی۔

رات کے کوئی دس بجے کے قریب ماچھی نے بڑی عجلت سے عبید کے گھر کی bell دی۔ بیتابی اور عجلت میں بڑے دروازے پر کھڑا انتظار کرتا رہا۔ عبید جب پہنچا تو ماچھی نے منت سماجت سے عرض کی کہ صاحب میری بیوی کی طبیعت سخت ناساز ہے اور درد کی شدت

سے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ مہربانی کر کے اپنی گاڑی میں کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں۔ عبید بڑا ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ اسے ایک پرائیویٹ ہسپتال لے گیا جو کہ مریضوں کی کھال اتارنے میں مشہور ہے۔ ڈاکٹر نے مریض کا معائنہ کیا اور کہا "اسے آج کی رات ہسپتال میں ہی رہنا پڑے گا تاکہ تشخیص کی جا سکے کہ اس قدر شدید درد کی وجہ کیا ہے؟" ڈاکٹر عبید کی مالی حالت سے خوب واقف تھا۔ ہسپتال کے عملے کی مدد سے مریضہ کو stretcher پر ڈال کر ایک پرائیویٹ کمرے میں لے جایا گیا اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب نے بڑی ایسی قیمتی ادویات لکھ کر دیں جو ہسپتال میں موجود نہ تھیں۔ اس پر عبید نے اس مائی کو 500 روپے کا نوٹ دیا اور کہا کہ شہر جا کر کسی دکان جو کہ رات کو کھلی رہتی ہے دوائیاں لے آؤ۔ لہذا مائی چلا گیا۔ کمرے کی تنہائی میں دو جوان دلوں کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ خوب جی بھر کر پیار کرنے کا موقع میسر آیا اور اس دوران خوب ہوس نکالی گئی۔ کافی دیر بعد مائی ادویات لے کر واپس آ گیا۔ عبید نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس لڑکی کا خاوند تو بیچارہ نہایت غریب آدمی ہے اور میرا پڑوسی ہے مجھے خدا نے توفیق دی ہے۔ میں اس نیک کام میں حصہ لوں۔ آپ جتنی رقم مناسب سمجھیں فیس کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ چونکہ کل فیکٹری جانا ضروری ہے اگر مریضہ کی تسلی بخش صحت بحال ہو جائے تو جو خرچ ہو گا کل کے بعد بتا کر مریضہ کے خاوند سے کر فارغ کر دیں۔ میں فیکٹری سے ٹیلیفون کر کے خیر و عافیت معلوم کرتا رہوں گا۔

دن چڑھتے مریضہ کی حالت بہر حال ٹھیک ٹھاک ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بعد وصولی بل 2000 میں سے 700 روپے مائی کو تھما دیئے اور کہا کہ یہ ادویات جو تجویز کی گئی ہیں ایک ہفتہ تک دیتے رہنا پریشانی کی کوئی بات نہیں خطرہ ٹل گیا ہے۔ ایک ہفتہ بعد دوبارہ چیک اپ کرانے مریضہ کو لے آنا کسی ضرورت کی نہ پڑی اور ضرورت پڑنے کا جواز ہی کیا تھا۔ مائی دوسرے دن عبید کی انسان دوستی سے بڑا متاثر ہوا اور شکریہ ادا کرنے عبید کی فیکٹری کا پتہ کرتے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ عبید نے سب سے پہلے تو اس کی بیوی کی صحت دریافت کی اور پھر چائے کا اہتمام کیا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا کہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے اور تم کیا کام کرتے رہتے ہو کہ آمدن کیا ہے؟ تم میرے پاس ملازم کیوں نہیں ہو جاتے۔ میں تمہیں دو ہزار روپے ماہوار دوں گا اور [illegible] تمہیں کام کے سلسلے میں گجرات سے باہر بھیجوں گا تو آنے جانے کا خرچہ اور اس کے علاوہ اگر وہاں رکنا پڑے گا تو کھانے پینے کے اخراجات تمام تر فیکٹری ادا کرے گی چنانچہ اس نے فیکٹری کی ملازمت اختیار کر لی۔

کوئی ایک ہفتہ بعد عبید نے مائی کو اپنے ایک ماتحت کے ساتھ کوئی کاروبار کے سلسلے میں بھیج دیا۔ جب وہ دونوں [illegible] چلے گئے تو اسی شام عبید بجائے اس کے اپنی کار گھر تک لے آتا [illegible] گلی کے موڑ پر کھڑی کر دی۔ [illegible] وہ پہلے ہی منتظر تھی۔ عبید نے تھوڑا سا [illegible] اشارہ کیا جو [illegible] دیکھتے ہوئے چھپتی چھپاتی کار میں بیٹھ گئی۔ عبید اس کو گاڑی میں ایک ہوٹل میں لے گیا۔ جہاں کمرے پہلے سے بک ہوئے تھے [illegible] دونوں نے بہت [illegible] اور لذیذ کھانا کھایا۔ اس کے بعد ایک بار [illegible] داد عیش دیتے رہے۔ جب فارغ ہوئے تو عبید نے کچھ رقم دی اور کہا کہ یہاں سے رکشہ میں بیٹھ کر گھر پہنچ جاؤ اور [illegible] ملاپ جاری رہنا ہوگا۔ تم رکشہ میں بیٹھ کر [illegible] تاکہ کسی کو شک نہ ہو اور اگر کوئی پوچھتا ہے تو کہہ دینا کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس گئی تھی۔

یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری و ساری رہا بالآخر ایک دن عبید کی بیوی نے اپنے بالائی منزل کے کمرے سے عبید کو اس کے ساتھ [illegible] باتوں سے [illegible] کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ عبید سے کافی لڑائی جھگڑا کیا اور کہا کہ اب میں سمجھی کہ تم کیوں [illegible] رہتے ہو۔ تم تو اس کے عشق میں بری طرح گرفتار ہو چکے ہو۔ اسی دن غصہ میں عبید کی بیوی اپنے میکے چلی گئی [illegible] اپنے والدین سے [illegible] اور شور واویلا کیا۔ تمام تر صورت حال سے آگاہ کیا کہ [illegible] عبید کا [illegible] سے آنکھ کا [illegible] اس لئے اس نے گھر میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہم سے ناراض رہتا ہے۔ عبید کے والدین جو کہ اسی گھر میں ہی رہتے تھے جب انہیں بہو کے گھر سے ناراض ہو کر چلے جانے کا علم ہوا تو انہوں نے عبید سے پوچھا "بیٹے آخر معاملہ کیا ہے؟"

Marfat.com

"بات تو کچھ بھی نہیں وہ مجھ پر بلاوجہ بہتان لگاتی رہتی ہے اور آج تو اس نے حد ہی کر دی۔ میرا خیال ہے کہ وہ اب اس گھر میں رہنے کو تیار نہیں ہے۔"

یہی اصل حالات تھے جب عبید کے والدین اپنی بہو کو منانے اور واپس اپنے گھر آباد ہونے کیلئے عبید کے سسرال گئے۔ جب بہو کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کی تو اس نے زاروقطار رونا شروع کر دیا اور کہا "مجھے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تاہم میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے ساتھ بدسلوکی کی جائے اور میری موجودگی میں عبید کسی اور کا ہو کر رہے لہٰذا میں نے حتمی فیصلہ کر لیا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے میں اب قطعی طور پر گھر میں واپس جانے کی نہیں۔"

عبید کے والدین کو بہو کی داستان پر پختہ یقین ہو گیا لہٰذا وہ دل برداشتہ ہو کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے اور عبید کو سخت سرزنش کی لیکن عبید منہ سے کچھ نہ بولا۔ شاید اسے اپنی غلطی کا احساس تھا چپ چاپ سر جھکائے بیٹھا رہا۔ ایک دن عبید کے والدین اور دیگر رشتہ داروں نے اس کی بیوی کو منانے کی غرض سے ایک اور کوشش کی اور معاملہ یوں طے پایا کہ عبید سب سے پہلے اس ماچھی کو نوکری سے جواب دے دے اور پھر عبید اور اس کی بیوی کو حجرات میں ایک مکان جو کہ خالی پڑا ہوا ہے وہاں رہائش اختیار کرے اور اپنے گھر کی عزت کو دوبارہ بحال کرے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آئندہ ایسی مذموم حرکات سے باز رہے۔

اس دوران عبید کے سسر نے جو کہ ایک بااثر آدمی تھا ایک سینئر پولیس آفیسر سے جو کہ اس کا دوست تھا بات کی اور کہا کہ اس ماچھی کو تھانے بلوا کر پوچھ گچھ کی جائے۔ پولیس والوں نے بھی معاملہ کو سنجیدگی سے لیتے ہوئے ماچھی کو تھانے بلوایا اور دھمکی دی کہ تم نے یہ پیشہ اختیار کر رکھا ہے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیوی کے ناجائز تعلقات ہیں۔ تم جان بوجھ کر اپنی آنکھیں بند رکھتے ہو آخر مال جو ملتا ہے۔ انہوں نے تھانے میں اسے ایک رات حوالات میں بند رکھا جب ماچھی کے رشتہ داروں کو علم ہوا تو ایک وفد بصورت میں تھانے پہنچ گئے۔ پھر معاملہ رفع دفع ہوا اور پھر عبید اپنی بیوی کے ساتھ مزارہ وولی والی کوٹھی میں منتقل ہو گیا۔ عبید کے والدین نے عقلمندی سے کام لیتے ہوئے عبید کے سسر کی مدد سے ماچھی کو محلہ بدر کر دیا تاکہ عبید اس محلے میں پھر آنے سے باز رہے۔

"قدرت کا انتقام بے آواز ہے"

ماچھی کی بیوی چونکہ عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کی عادی ہو چکی تھی لہٰذا اس نے دوسرے نوجوانوں پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ محلہ میں کوئی ایسا نوجوان نہ بچا جس سے اس نے تعلقات استوار نہ کئے ہوں۔ ماچھی کے محلے داروں کے علاوہ دوسرے محلے کے نوجوانوں نے بھی اس کے گھر کا طواف کرنا شروع کر دیا جبکہ ماچھی کو نوکری سے جواب ہونے پر اس نے دوبارہ اپنا پرانا پیشہ یعنی چنے کا ایک کھوکھا بنا لیا۔ صبح سویرے گھر سے نکل جاتا اور رات کے وقت واپس گھر لوٹتا۔ اب چونکہ ماچھی اپنی بیوی کی حرکات سے واقف ہو چکا تھا یا جان بوجھ کر چشم پوشی سے کام لیتا۔ بہرحال ماچھی کی ہمشیرہ نے اپنی بھابی کو سمجھانے کی کوشش کی اور طعنہ زنی شروع کر دی "تم تو پہلے سے ہی کسی گھٹیا خاندان کی بیٹی ہو اور یہاں آ کر بھی تم نے اپنا پرانا دھندہ شروع کر دیا ہے اب ہمیں کوئی علم نہ ہو کہ تمہاری ماں بھی یہی کام کرتی رہی ہے اور نجانے تمہارا اصل باپ کون ہے۔"

یہ سلسلہ چند ماہ تک جاری رہا۔ بدکار لوگوں کی آمدورفت بھی جاری و ساری رہی۔ اپنی ہمشیرہ کا نند کے طعنے سن کر ماچھی نے اپنی بدکار بیوی کو خوب زدوکوب کیا۔ جب اس دنگا فساد اور مارپیٹ کا علم عبید کو ہوا تو اس نے بھی سمجھا کہ اس کی وجہ سے یہ کیسی عذاب کی زندگی سے دوچار ہے۔ اس سے نہ رہا گیا اور ایک شام جب موسلا دھار بارش ہو رہی تھی تو عبید کار میں سوار ہو کر بدنامی سے بچنے کیلئے آ گیا تھا تاہم نہایت بیزار تھی۔ انہوں نے بات ٹال دی کو دیکھ نہ تاو عبید کو نہ صرف مارا پیٹا بلکہ کار سے نیچے اتار دیا۔ عبید اپنی کار روکی طرح چلاتا ہوا تیز رفتاری کے دوران فل بریک لگانے پر کار بے قابو ہو کر بجلی کے کھمبے سے جا ٹکرائی اور اس کے سینے اور سر پر شدید چوٹ آئی جبکہ دیکھنے والوں نے اسے کار سے بمشکل نکالا اور ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں دم توڑ دیا۔

دوسرے دن یہ اندوہناک خبر ماچھی کی بیوی کو بھی پہنچی اور اس روح فرسا خبر پر زہر کی گولیاں (کھا کے مار دو) جو موت

Marfat.com

گندم میں رکھی جاتی ہے) کھا کر خودکشی کر لی۔

نوٹ: کہانی سچی ہے۔ صرف نام اور محل وقوع بدل دیا گیا ہے حمید کا نام صرف واقعاتی ہے کسی قسم کی مماثلت محض اتفاقیہ ہوگی چشم دید لوگوں کے کہنے کے مطابق جب لڑکی ہسپتال میں بستر پر پڑی تھی تو اس کے چہرہ اور جسم کی تاب نہ لائی جا سکتی تھی۔

اگست 1995 میں کسی تبلیغی جماعت کا ایک گروہ گجرات میں تبلیغ کے مقصد سے تشریف لایا اور اس نے شاہ جہانگیر پاکستان (شیشاں والا) مسجد میں قیام کیا۔ ان میں سے ایک نہایت خوبصورت جوان جس کی عمر کوئی 25 سال ہوگی۔ چھوٹی چھوٹی داڑھی نورانی چہرہ ظہر کی نماز کے بعد اپنے ساتھیوں کو کہا کہ آج کا کھانا میں کھلاتا ہوں۔ اس نوجوان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی اور وہ اس عارضے کے علاج معالجے کے زیر اثر اکثر اوقات Entox کی گولیاں جو کہ سبز رنگ میں ہوتی ہے کھایا کرتا۔

اس نے اپنے گروہ کے ساتھیوں میں سے ایک سے کہا کہ مجھے پیچش کے لیے سبز رنگ کی گولیاں کی ضرورت ہے۔ وہ شخص بجائے کسی میڈیکل سٹور پر جانے کے ایک پنساری کی دکان پر چلا گیا۔ وہاں بڑا رش تھا اور اس نے کہا کہ سبز رنگ کی گولیاں درکار ہیں تو انہوں نے بلا تامل اسے تین pesticide گولیاں جو کہ گندم میں کیڑے سے گندم محفوظ رکھنے کی غرض سے ایک چھوٹی سی تھیلی میں ڈال کر رکھی جاتی ہیں دے دیں۔ ان کا رنگ بھی سبز ہوتا ہے۔ وہ شخص گولیاں لے کر مسجد پہنچ گیا۔

مریض نے دو گولیاں پانی سے نگل لیں اور ایک گولی جیب میں ڈال لی۔ کھانے کے بعد اس کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ مسجد کے صحن میں ہی لیٹ گیا۔ جماعت کے دوسرے حضرات نے جو اس گروپ میں شامل تھے اسے دبانا شروع کر دیا مگر حالت بتدریج بگڑتی چلی گئی۔

پاکستان چوک میں ایک مٹھائی کی دکان جس کا نام "سویٹ ہاؤس" ہے کا مالک نور پہلوان تھا۔ پاس ہی ایک ڈاکٹر بیٹھتا تھا۔ تین بجے ڈاکٹر وں کی دکانوں کا وقفہ ہوتا ہے لہٰذا وہ مریض واپس اسلامیہ ہسپتال کے قریب ایک کلینک میں لے گئے۔ ڈاکٹر نے ڈرپ لگائی اور پھر انجکشن وغیرہ بھی لگائے مگر مریض کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ پیچش کے لیے آپ نے کونسی گولیاں کھائی ہیں۔ کیا کوئی گولی آپ کے پاس موجود ہے؟"

مریض نے جیب سے نکال کر وہ سبز رنگ کی گولی دکھائی تو ڈاکٹر صاحب نے کہا "اف خدایا! یہ تو زہر ہے جو کہ گندم کی گولیاں کہلاتی ہیں جو آپ نے نگل لی ہیں۔ اب یہ میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ انہیں فوراً ہسپتال لے جاؤ۔" لہٰذا انہیں فوراً عزیز بھٹی شہید ہسپتال لے گئے۔ ڈاکٹر جو کہ ڈیوٹی پر تھا اسے حالات سے آگاہ کیا انہوں نے فی الفور ایمرجنسی میں علاج شروع کر دیا اور معدہ واش کیا گیا مگر مریض ہاتھ سے نکلتا جا رہا تھا۔ کوئی دو بجے کے قریب مریض پر نزع کا وقت طاری ہو گیا۔ جب مریض سے دو تین قدم کے فاصلے پر وہ بار بار پکار رہا تھا "اللہ اس کا بھلا کرے جس نے مجھے یہ گولیاں دی ہیں" اور یہی کہتے ہوئے وہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ وہ بوڑھا پنساری جس نے بغیر پوچھے گچھے زہریلی گولیاں دے دیں۔ خود اس دن سے چارپائی سے لگ گیا ہے۔ وہ صاحب جو یہاں "گندم کی گولیوں" کے شکار ہوئے ان کی میت ان کے آبائی شہر روانہ کر دی گئی۔ کوئی دو ہفتے کے بعد ان کی بیوہ اور بچے دو تین لڑکے گجرات آئے اور نور پہلوان کے پاس پہنچے۔ نور پہلوان سے پوچھا گیا کہ تدفین وغیرہ پر آپ کا کتنا خرچ آیا ہے؟ نور پہلوان یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور کہا کہ اس نے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا۔ بیوی بچوں کو گھر لے گیا اور وہاں ان کو کھانا کھلایا اور کہا کہ میرا کچھ خرچ نہیں ہوا۔ ان کا بہت عزت و احترام کیا اور عزت سے انہیں گاڑی پر بٹھا دیا۔

آسمان سے آگ

یوں تو پاکستان میں گرمی اور سردی کی شدت مسلم ہے لیکن 1993 میں جو سخت گرمی اور حبس کے دن تھے ان میں گجرات میں رات کے قریباً گیارہ بجے مجھے اپنے کمرے میں غیر معمولی حبس اور گھٹن کا احساس ہوا چنانچہ میں کمرے سے باہر نکل آیا دیکھا کہ آسمان کا رنگ سرخ رنگ کا اور فرش اتنا گرم کہ پاؤں رکھنا محال اور گرم گرم پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ یوں لگتا جیسے قیامت کا دن ہو۔ سخت گرمی اور حبس کی وجہ سے سانس لینا دشوار تھا۔ چنانچہ لوگوں نے عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے اذانیں دینا شروع کر دیں۔

Marfat.com

کیفیت ویسی ہی مسلسل جاری رہی۔

اسی نوعیت کا واقعہ چند ہفتے قبل میں نے مصطفیٰ آباد (للیانی) میں مشاہدہ کیا لیکن اس مصطفیٰ آباد والے واقعہ سے مذکورہ بالا رپورٹ کی نوعیت مختلف تھی۔ لوگ قیاس آرائیوں میں محو تھے کہ شدید گرمی کا تناسب ہمارے border کے قریب ہندوستان کے ایٹمی تجربات کا شاخسانہ ہے۔ بہرحال گجرات والے واقعہ کے بعد میں تحقیق پر پتہ چلا کہ دریائے چناب کے کنارے جو بیلہ ہے۔ اس میں سے زمینداروں نے سرکنڈوں کو جلانے کی غرض سے پھونس کی مدد سے آگ لگائی۔ حالانکہ آگ تو بیلہ میں لگائی گئی لیکن وہ "جنگل کی آگ" ثابت ہوئی۔ ہوا نے رخ بدلا اور آگ نے بیلہ کی حد سے دریائے چناب کے کنارے آس پاس کے کھیتوں میں پکی اور کھڑی فصلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک آگ کئی میلوں تک کے علاقہ کو اپنے گھیرے میں لے گئی۔ اس طرح عوام الناس کو جان کے لالے پڑ گئے۔

سائنس کا اصول ہے کہ گرم ہوا اوپر کو اٹھتی ہے اور ٹھنڈی ہوا نیچے سے اس کی جگہ لیتی ہے چونکہ دریا کا کنارہ تھا شدید گرمی کی تپش سے بخارات تیزی سے اٹھنے شروع ہو گئے۔ اس ماحولیاتی عناصر نے گجرات کی فضا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا جس سے آسمان پر بادل بن گئے اور فضا میں موجود گرم پانی کے قطرات گرنے شروع ہو گئے۔ یقیناً مصطفیٰ آباد (للیانی) میں بھی اسی ردعمل کا مظاہرہ ہوا۔

رسی کا تناؤ

20 مارچ 1993ء کو جب ڈاکٹر اعظم میری بیوی اور میں اپنے ہم زلف عزیزی ڈاکٹر صادق حسین نقوی کے ہاں مصطفیٰ آباد گئے ہوئے تھے۔ نہانے کے بعد آرام کر رہے تھے تو ان کے بعد نہانے کا موقع ہوا۔ حسب عادت اٹھ کر نہایا اور ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کے صحن میں چھت سے منسلک رسی پر اپنے دونوں تولیے ڈال دیئے۔ رات ابر آلود تھی چنانچہ تولیے خشک ہونے پر شام رسی سے اتار لیے تھے۔ رات قدرے بارش ہوتی رہی۔ دوسرے روز صبح ہم نہانے کے بعد جسم خشک کرنے کے بعد تولیے رسی پر ڈالنے لگے تو دیکھا کہ رسی میری دسترس سے باہر ہے اور بمشکل اچک اچک کر تولیے رسی پر ڈالنے یا لینے کا جواز دشوار گزار ہو گیا بہرحال میں نے تولیے جب رسی پر ڈالنے کے لیے چیزوں کی رینگ پر ڈال دیئے۔ نو مارچ کو تولیے خشک ہونے پر اندر میرے کمرے میں رکھ دیے۔ اگلے روز دوبارہ نہایا اور تولیے رینگ پر ڈال دیئے کیونکہ غیر معمولی طور پر میری دسترس سے اونچی تھی اور بارش کے دوران تولیے کمرے میں صوفوں کی پشت پر ڈال دیئے۔

میں تیسرے دن نہایت غور سے رسی کا مشاہدہ کر رہا تھا اور حیرت زدہ بغور جائزہ لینے میں مصروف تھا کہ اس رسی کو کیا ہوا۔ یہ وہی رسی تھی جو تولیے پچھلے روز رسی پر ڈالے تھے۔ رسی کے دونوں کناروں پر غور کیا تو مضبوطی سے بلند دیواروں میں hooks سے بندھی ہوئی تھی۔

میری بیوی کی ہمشیرہ جب صحن میں آئی کہا "بھائی جان کیا بات ہے۔ کافی دیر سے اس رسی کا جائزہ لے رہے ہیں؟"

"جب شاید میرا قد چھوٹا ہو گیا ہے کہ پہلے دن تو آرام سے تولیے رسی پر لٹکا دیئے تھے یا میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔ شاید اس رسی پر تولیے نہیں ڈالے تھے یا یہ رسی اونچی ہو گئی ہے۔" میں نے حیرت سے جواب دیا۔

"بارش ہو تو یہ رسی سکڑ کر بھاری اور تنگ ہو جاتی ہے جس سے غیر معمولی تناؤ میں اونچی اور جب سوکھ جائے تو ڈھیلی ہو جاتی ہے آپ نہ تو چھوٹے ہوئے ہیں نہ ہی پستہ قد ہیں اور نہ ہی آپ کا حافظہ کمزور ہے۔" اس نے ہنستے ہوئے انکشاف کیا۔

خیالات کے پر

کہتے ہیں خیالات کے پر ہوتے ہیں لیکن اب تو اپنا تجربہ بھی شاہد ہے جس کی تصدیق کیلئے ایک واقعہ حاضر خدمت ہے۔
5 مارچ 1994ء کی شب میں سو رہا تھا تو خواب میں میری نظر کاروں کے ڈبوں پر جا ٹھہری جو میرے کمرے کی مشرقی دیوار کے ساتھ والی

Marfat.com

میز پر موجود تھے جنہیں دیکھ کر مجھے خیال گزرا کہ لندن سے ہجرت کئے ہوئے مہینے گزر گئے ہیں لیکن روزمرہ کا رابطہ تاحال قائم ہوتے رہتے ہیں۔ میرے بھائی نے ابھی تک ویزویلا سے میرے ہرکاروں کا رخ (دو ڈاک ہر ماہ) نہیں بھیجا تھا۔ اسی طرح ایک اور خیال نے مجھے آن دبوچا کہ میں آتی دفعہ British Diabetic Association والوں سے رسالہ Balance بھیجنے کا لندن کا پتہ پر جاری رکھنے کے بجائے پاکستان کا ایڈریس دے آیا تھا لیکن ابھی تک مجھے رسالے کی کوئی خبر نہیں۔ ابھی انہی خیالات سے تانے بانے بن رہا تھا کہ بیگم صاحبہ نے یاد دلایا آج کھانے کا کام دیوان خانے کے دوسرے حصے میں رکھنا ہے۔ باہر خواتین کی ماہانہ مقامی مجلس ہے۔ اسی اثناء میں میرا دوست شاہ زمان بٹ میرا ڈرائیور اسلم اور اس کا ایک ساتھی جو ان دونوں کے چند تیماروں نے فوراً دریوں، ٹافیوں، چیزوں اور تبرک وغیرہ کا انتظام کر کے اسلم کی مستقل ڈیوٹی لگا دی۔ ازاں بعد بٹ صاحب اور میں دیوان خانے کے دوسرے حصے میں کھانا جو کہ روزمرہ کا معمول تھا کرنے کے لئے چلے گئے۔ مجلس کوئی دس بجے شروع ہوئی اور پھر اختتام پذیر ہوئی۔

اگرچہ ہم دونوں کھانے کے کام میں مصروف تھے لیکن میرے ہر پہلو کی بہت سوچ تھی۔ ہرکارہ اور رسالہ کا انتظار اس کے تیجے بھی ہیں یا نہیں اگر بھیجے گئے ہیں تو کہاں گم ہو گئے۔ میرے ساتھ تو ایسا کبھی نہیں ہوا اب سے پہلے ایسا ہوتا ہے۔ اسی دوران پوسٹ مین نے اپنے ٹائم کے مطابق (کوئی 11 بجے کے قریب) میرے دیوان خانے میں bell کی۔ اور چپڑاسی کی چٹھی لے کے مجھے کہا کہ یہ تمہارے ہرکارہ اور رسالہ کی نذر ہو گئے ہیں لیکن میں نے کچھ بتا دیا لیکن بہت تعجب کرتے اترنے کا موقع نہ لیتے۔ ایک ہی رات کی ہرکارہ اور رسالہ تو ویسے بھی اس حصہ میں زنانہ مجلس کی وجہ سے یہاں میرا جانا کسی طور پر مناسب نہ تھا جو چھوٹا یا جو بیگم صاحبہ سمجھ رہی تھیں کی۔ ہماری کھانے کا سلسلہ جاری و ساری رہا جیسے پھر مجلس کے اختتام پر ہم لوگ کچھ تبرک کی تقسیم بھی کئے گئے تھے جن میں شامل ہوئی اور بٹ صاحب دوسرے دن مقررہ وقت پر آنے کا کہہ کر چلے گئے۔ رات نو بجے جب میں ٹی وی پر خبریں سننے بیٹھا (جو مصروفیت کی وجہ سے بھی بعض اوقات نصیب ہوتی ہے) تو دیکھتا کیا ہوں کہ ٹی وی سٹینڈ پر ایک پیکٹ اور Balance رسالہ موجود ہیں۔ میں نے فوری طور پر بیگم صاحبہ سے دریافت کیا کہ یہ چیزیں کب آئیں؟ آپ نے ہمیں بتایا ہی نہیں۔

"تمہیں تو پتہ ہے میں آج کس قدر مصروف تھی مجھے تو کسی چیز کا ہوش ہی نہ تھا۔ بس اتنا یاد ہے کہ پوسٹ مین کی آمد پر میں نے نوکرانی کو بھیجا اور اسے post کو تمہارے کمرے میں رکھنے کی ہدایت کی۔" رسالہ کا تو مجھے فوراً پتہ چل گیا تھا مگر پیکٹ سے پہلے ہی اندازہ ہو گیا کہ کوئی چیز ہے جو کہ ہرکاروں کے ڈبے اور خصوصاً تمہاری خوشبو۔

واقعی خیالات کے پر ہوتے ہیں، آپ کے ساتھ بھی اکثر اوقات ایسا ہوتا ہوگا کہ آپ نے کسی کو یاد کیا اور وہ آن پہنچا۔

Piniata

ویزویلا میں بڑوں یا بچوں کے جنم دن بڑی دھوم دھام سے منانا ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ بچوں کے جنم دن پر اکثر اوقات خاص طور پر بچے ایک Piniata تیار کیا جاتا ہے۔ یہ بڑی بڑی شکل کا مارکیٹ سے ایک بیگ ملتا ہے جو موٹے کاغذ (hardboard) کا بنا ہوتا ہے مگر اتنا سخت ہوتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر چھڑیاں مارنے سے بھی بڑی مشکل سے پھٹ سکتا ہے۔ اس bag کے اوپر رنگ برنگے gift-paper لگے ہوتے ہیں یا یوں کہہ لیں کہ عام طور پر gift-papers سے wrap کیا ہوتا ہے۔ اس بیگ یا Piniata میں مختلف اشیاء مثلاً tofees، چھوٹے چھوٹے کھلونے اور مختلف denominations کے نوٹوں سے یہ Piniata خوب بھر کر اس کا منہ ایک لمبی رسی سے باندھ دیتے ہیں۔ اب Piniata کو چھت میں لگے ہوئے hook یا کسی درخت کی شاخ سے اس طرح لٹکا دیتے ہیں کہ رسی hook یا درخت کی شاخ سے گزر کر لٹکی ہوئی رسی کے ایک سرے پر تو Piniata لٹک رہا ہوتا ہے اور دوسرا سرا کوئی پانچ میٹر دور کسی سہارے سے باندھ دیتے ہیں۔ جب بچے کھانا اور مشروبات وغیرہ پینا شروع کرتے ہیں تو کچھ دیر بعد اعلان کیا جاتا ہے: "آؤ بھائی Piniata کو پھوڑیں۔"

کوئی ایک شخص رسی کے ایک سرے کو (دوسرے سرے سے تو Piniata لٹک رہا ہوتا ہے) جو کسی سہارے سے بندھا ہوا ہوتا ہے کھول کر ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ پھر ایک پتلی سی چھڑی یا ڈنڈا جس پر رنگ برنگے gift paper چپکے ہوں، کی ایک کو پکڑا کر دو شخص

Marfat.com

جس نے سر اپیدا ہوتا ہے Piniata کو زور سے مارنے کیلئے کہتا ہے۔ آگے والا جونہی ڈنڈا مارے تو وہ شخص Piniata کو اوپر کھینچ لیتا ہے۔ ہر کوئی اپنی باری پر Piniata کو مارتا ہے۔ آخر کار Piniata کے پھوٹ جانے پر لوگ فرش پر بکھری ہوئی اشیاء پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ غریب ہو یا امیر اپنی capacity کے مطابق جنم دن پر Piniata تیار کرتا ہے۔ Piniata شراب نوشی اور کھانے پینے سے فارغ ہونے پر چھوڑا جاتا ہے۔ جو مہمانوں نے جو گفٹ لائے ہوتے ہیں جس کا جنم دن ہو وہ گفٹ سب کے سامنے کھول کر شکریہ ادا کرتا ہے۔ چھوٹے بچے خود یا ان کے والدین شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم بھی خوب دھوم دھام سے اپنے بچوں اور بڑوں کا جنم دن منایا کرتے۔ کئی بچے زیادہ چیزیں نہ لانے پر رو پڑتے ہیں۔ اور صاحب خانہ ان کو stock میں پڑی چیزیں دیتے ہیں۔

ایک دفعہ فرخ اور میں ایک long weekend پر ویز ویلا سے New York کچھ خرید و فروخت کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے اور New York Hilton میں Downtown ٹھہرے۔ مجھے خیال ہی نہ رہا کہ میرا جنم دن ہے سات فروری۔ میں بڑی دیر کے بعد ہوٹل واپس آیا۔ فرخ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو دیکھتا کیا ہوں کہ کمرے میں ایک میز پر کیک پڑا ہوا ہے۔ تھوڑی دیر میں ایک Negro بیرہ جس کو فرخ نے پہلے سے ہی کہا ہوا تھا۔ ایک چھری، موم بتی اور ماچس لیکر آ گیا۔ فرخ نے کیک پر موم بتی لگائی۔ میں نے موم بتی جلائی ہم تینوں نے پہلے Spanish میں "Cumpleanios feliz" اور پھر انگلش میں "Happy birthday" گایا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ میرا ہی جنم دن تھا اور میں ہی "Happy birthday" گا رہا تھا۔ میں نے موم بتی کو پھونک مار کر بجھایا ان دونوں نے تالیاں بجائیں اور میں بھی شامل ہو گیا پھر میں نے کیک کاٹا اور بیرے کو کہا کہ reception میں جا کر یہ اور لوگوں کو بھی بانٹ دے۔

آج کل میری بیوی فرخ جناب Alzheimer's کی شکار ہے کیا سے اپنی نئی environment کی کچھ خبر ہے۔ یہ سب چیزاں کے صدمے اتھانے کی وجہ سے ہوا۔ تفصیل کہیں اور بیان کی جائیگی۔

مورخہ سات فروری 1994 جو کہ میرا جنم دن بھی تھا۔ اس روز ایک ضروری کام کے سلسلہ میں گجرات سے لاہور جانا ضروری ہو گیا۔ فرخ نے مجھے یاد کروا کر کہا کہ آج آپ کا جنم دن ہے۔ شام سے پہلے ضرور گھر لوٹ آنا کیونکہ حسب دستور بڑا کیک بنانا ہے۔ جب بھی وقت میسر ہوتا ہے تو اس دن بیٹے وہ کیک اپنے ہاتھ سے بناتی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ جب ہم دونوں میاں بیوی سفر میں ہوتے اور میرے جنم دن والی رات کسی ہوٹل کے کمرے میں آئی تو فرخ نے روم سروس کو آرڈر دیا کہ ایک کیک ان کے کمرہ میں پہنچا دیا جائے۔ باہر کے ہوٹلوں کے ہر کمرے میں موم بتی ضرور ہوتی ہے لیکن ایک دفعہ San Juan, Porto Rico کے ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہمارے کمرہ میں کوئی موم بتی نہ مل سکی تو آپ حیران ہونگے کہ ایک ماچس کی تیلی جلا کر کیک پر رکھی۔ میں نے اسے پھونک مار کر بجھایا اور جنم دن کا کیک دونوں میاں بیوی نے کیک کاٹتے ہوئے نوش کیا۔ بعض دفعہ خصوصاً مہمان ہوٹل کا کیک لانے والا بیرہ ہوتا یا کبھی چند ایک waiters (مرد یا عورتیں) پکڑ لاتا اور وہ ہمارے ساتھ اس جشن میں شریک ہوتے۔

ایک دفعہ تو یوں بھی ہوا ہم دونوں میاں بیوی سفر میں تھے اور پیرس کی Orly ائرپورٹ پر جہاز تبدیل کرتا تھا۔ Porto Rico جانے کیلئے چار گھنٹے کا وقفہ رہ رہتا۔ ہم دونوں میاں بیوی Transit lounge میں بیٹھے جہاز کی روانگی کا انتظار کر رہے تھے کہ فرخ کو یاد آیا اور کہا نسیم رات کے بارہ بجنے کو ہیں اور سات فروری کا دن شروع ہونے والا ہے جو کہ تمہاری پیدائش کا دن ہے تمہیں کیا تحفہ خرید کر دوں۔ میں ویز ویلا میں اکثر ٹائم رسالے میں S.T. Dupont کے مشہور بال پوائنٹ felt-tipped کے اشتہارات دیکھا کرتا اور فرخ کو اس کی خبر تھی۔ اگرچہ یہ دونوں چیزیں ویز ویلا سے مل سکتی تھیں لیکن مجھے کبھی خیال ہی نہ آیا۔ چنانچہ اس نے 150 ڈالرز میں silver اور 300 ڈالرز میں golden رنگ کے felt-tipped کے ballpoints خرید کر دیئے۔

اسی ضمن میں ایک اور واقعہ سنیں ہم دونوں اور ہماری بیٹی غازیہ London سے Geneva, Cologn, Amsterdam اور Paris کے tour پر گئے۔ جب ہم Geneva میں Inter-Continental کی تیسری لابی میں بیٹھے ہوئے تھے تو بیوی نے مجھے یاد دلایا، "نسیم آج 25 جولائی ہے جو میرا جنم دن ہے۔" ویز ویلا میں فرخ اکثر Gold Lady Rolex کے اشتہار دیکھا کرتی۔ میں نے کہا، "کیا یاد کرو گی میں آج تمہیں ایک خوبصورت گفٹ لے کر دیتا ہوں۔" چونکہ چند لمحے

پہلے ہی جب میں نے بیٹی سے پوچھا "تمہاری ماں کو کونسا گفٹ دوں؟" تو اس نے میرے کان میں چپکے سے کہا "Gold Lady Rolex لے کر دیں۔" میں نے فوراً اسی دکان سے 2700 ڈالر میں یہ گھڑی گفٹ پیک کروا کر اپنی بیوی کو دی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے گفٹ کھولا اور شکریہ ادا کرنے کے بعد کہا "میں آپ کے بازو پر بھی ایسی ہی گھڑی دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں آپ کو Rolex Datejust لے کر دیتی ہوں۔ اسی میں میری خوشی ہے۔"

میں نے برجستہ جواب دیا "رقم بھی تو میری جیب سے نکلے گی۔"

فرخ نے کہا "اس وقت تو میں اپنے پرس سے ادا کروں گی۔" چنانچہ اس نے 4700 ڈالر کے Citicorp کے Travelers checks اسی دکان میں دے کر مجھے گھڑی لے کر پہنا دی اور ہم نے بیٹی کی خوشی کیلئے اسے ایک قیمتی [illegible] دے دیا۔

میں اصل واقعہ سے بہت دور نکل چکا ہوں۔ میرا ڈرائیور اور راقم اپنی کار Toyota Cressida میں بیٹھ کر [illegible] پہنچے جہاں مجھے الفلاح بلڈنگ، کسی بنک میں ایک ضروری کام تھا۔ جب میں وہاں سے فارغ ہوا تو مجھے خیال آیا کہ تھوڑی دور [illegible] اسی پر Queens Road پر مہران بنک میں میرا دوست مشہود شاہ آفیسر ہے۔ ملے ہوئے چند سال ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ڈرائیور نے مین بنک کے سامنے کار کھڑی کر دی۔ حسب عادت میں نے کار سے نکلتے ہی اسلم (ڈرائیور) کو تاکید کی کہ یہ پارکنگ کی جگہ نہیں ہے کہیں ٹریفک پولیس والے نہ آ جائیں۔ اسلم سیٹ پر ہی بیٹھا رہا اور میں بنک کے اندر داخل ہو کر چیف منیجر تک پہنچا۔ اتفاق سے مشہود اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا مل گیا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہانکنے کے درمیان میں نے مشہود سے کہا کہ مجھے اپنا [illegible] Saltanat شائع کروانے کیلئے انگلینڈ میں رہائش کے دوران کوئی پبلشر نہیں ملا جو میرے ناول کی اشاعت کرے۔ اس نے بھی مجھے یہ جواب دیا تھا کہ مال روڈ پر Beadon Road کے قریب ایک Vanguard پبلشر ہے۔ وہاں کوشش کریں۔ اسی دوران اسلم مجھے تلاش کرتے ہوئے وہاں آ گیا اور کہنے لگا کہ ہماری کار ٹریفک والے Fork lifter سے اٹھا کر [illegible] کی طرف لے گئے ہیں اور 220 روپے مانگتے ہیں۔

"اسلم تم کار میں نہیں تھے؟"

"میں تو اپنی سیٹ پر آپ کے حکم کے مطابق بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک محسوس ہوا میری کار اوپر کو کھنچتی جا رہی ہے۔ میں نے شیشے میں سے دیکھا کہ پیچھے لفٹر میں ایک ڈرائیور اور اس کے ساتھ ایک پولیس مین براجمان ہے۔ میں چلاتا رہا کہ میرے صاحب اندر بنک میں گئے ہیں اور چند منٹوں کی بات ہے۔ ہم واپس جا رہے ہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے ہیں مجھے یہاں کھڑے ہوئے۔ میں کار میں بیٹھا ہوں اور لفٹر چلتا ہی جا رہا ہے۔ انہوں نے ہماری کار کھڑی کی ہوئی ہے۔ ویسے تو میں steering lock کر آیا ہوں وہ کہتے ہیں یہ چالان کی پرچی لے جاؤ اور قصور وار تم ہو۔ پہلے تو میں 200 روپے تک کہا اور 20 روپے انہیں بھی ادا [illegible]"

"اسلم جو ہونا تھا ہو گیا۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے پہلے بھی تمہیں کہا ہوا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ ہو تو گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ چلو جا کر کار کا خیال رکھو میں آ جاتا ہوں۔"

"چیف صاحب آپ کو اس بات سے کوئی پریشانی نہیں ہوئی؟ آپ ایسے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں" مشہود نے حیرانگی سے پوچھا۔

"یہاں کونسا کام ہے جو پیسے دیئے نہیں ہو جاتا اور پھر آخر بات تو صرف 220 روپے کی ہے۔"

میں نے آرام سے کافی پی۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد نیچے اترا اور اسلم کی بتائی ہوئی جگہ کی طرف پیدل چلنا شروع کر دیا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ایک چوراہے پر میں نے اسلم کو اپنا منتظر پایا۔

"اسلم تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ تمہیں میں نے کار کے پاس کھڑا ہونے کو کہا تھا۔"

"میں آپ ہی کا انتظار کرنے کیلئے آیا ہوں۔ آپ یہاں ہی کھڑے رہیں کار کے قریب نہ جائیں یہ نامراد پولیس والے جب کسی بڑے آدمی کو دیکھتے ہیں تو پریشانی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے کہ تین خوش پوش نوجوان آئے جنہی

Marfat.com

گاڑی بھی پولیس والے لے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ A.C صاحب ہمارا جاننے والا ہے۔ مجھے یہ چالان دو میں ابھی اس سے معاف کروا کر لاتا ہوں۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گیا اور چالان معاف تحریر کروا کر لے آیا۔ پولیس والوں نے جب وہ چالان دیکھا تو چالان پر صاحب کے دستخط تو ہیں لیکن صاحب کی مہر نہیں لگی۔ دوسرے سپاہی نے کہا اگر مہر لگی بھی ہو تو یہ آپریشن LDA کے تحت ہے چنانچہ LDA کے دفتر سے جو سیکرٹریٹ کے پاس ہے وہاں سے مہر اور دستخط کروا کر لاؤ۔

"ان پیچیدگیوں سے کی ضروری کام کے سلسلے میں جلدی میں جانا تھا مگر ان کو اس نے قلعہ گوجر سنگھ تھانہ میں جرمانہ ادا کرنے بھیج دیا ہے۔ آپ مجھے 220 روپے دیں تو میں ان کو دے کر خلاصی کرا لیتا ہوں۔ اگر آپ ان کو مالک کی حیثیت سے نظر آ گئے تو جیسے آپ نے لباس پہنا ہوا ہے اور کار بھی لی ہوئی ہے وہ یہاں گاڑی نہیں چھوڑیں گے۔ ہمیں قلعہ گوجر سنگھ آنے جانے میں سو روپے مزید خرچ کرنے پڑیں گے اور وقت مفت میں ضائع ہوگا۔ پھر آپ کو یاد ہے کہ بی بی جی نے کہا تھا کہ شام سے پہلے گھر لوٹ آنا"

میں نے اسے 220 روپے دیئے اور جب میں گاڑی لے کر میرے پاس پہنچ گیا۔ عین وقت مقررہ پر ہم گجرات لوٹ آئے تھے۔ شادی والوں کے پیارے تھے۔ میرے بچپن کے ایک دوست حکیم ثناء اللہ صاحب کا صاحبزادہ ہے اور dentistry کا کلینک بنایا ہوا ہے جس میں اپنا جنم دن منانے کی دعوت دے رکھی تھی وہ آ گئے۔

جنم دن تو میں کئی طور طریقے سے مناتے ہیں مگر پہلی بار کیک کے اردگرد انہوں نے 64 موم بتیاں جو میری عمر کی بہاروں کے مطابق جلا دیں تو ہم چاروں نے "Happy birthday" گایا۔ میں چھری پکڑ کر کیک کے قریب ہوا اور تالیوں کے درمیان بڑی مشکل سے 64 موم بتیاں بجھائیں۔ میں نے یورپ، شمالی امریکہ اور ساؤتھ امریکہ میں بڑی بڑی پارٹیوں کے ساتھ جنم دن منائے مگر یہ جنم دن ہمیشہ یادگار رہے گا۔ 64 موم بتیاں۔ فرق کی پریشانی کہ موم پگھلنے سے کیک کی ڈیکوریشن خراب ہو رہی اور ایک موم بتی ہوئی سے اوپر کی بتیوں کی گرمی کی وجہ سے پگھل ہی گئی۔

مائی صاحبہ

1974 میں ایک ہندو نژاد جو کہ "مائی صاحبہ" کے نام سے پکاری جاتی، اٹک دریا کے جانب پنجاب کنارے پر واقع ایک جھونپڑی میں رہائش پذیر تھی جس کے بارے میں خاص و عام میں چرچا تھا کہ وہ جادو ٹونہ میں مہارت رکھتی ہے۔ بالخصوص ان مایوس عورتوں سے جن کے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔ اسی شہرت کے زیر اثر راقم کے دوستوں میں سے ایک دوست نے جو ڈاکٹری علاج معالجہ سے مایوس ہو چکا تھا مائی صاحبہ کی خدمت میں حاضری دینے کیلئے ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایک دن پروگرام کے مطابق اپنی بیوی اور ایک عمر رسیدہ عورت جو "مائی صاحبہ" کا ٹھکانہ جانتی تھی، کو ساتھ لیکر ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مائی صاحبہ نے مریضہ کو دیکھا اور اسکی دوا تجویز کی "ایک پڑیا صبح نہار منہ دودھ کے ساتھ سات دن کھانی اور سات دن کے بعد سات مٹی کے دیئے میرے جھونپڑے سے باہر آ کر روشن کرنے اور مجھے اپنے احوال سے آگاہ کرنا ہے البتہ پڑیا صبح اس وقت کھانا جب سورج کی پہلی کرن نمودار ہو اور اسی دوران ایک ٹانگ سورج کی طرف رخ کر کے کھڑا رہنا۔"

چنانچہ حکم کے مطابق میرا دوست اور اسکی اہلیہ بمعہ عمر رسیدہ خاتون دوبارہ حاضر ہوئے۔ مائی صاحبہ کی دوا سے میرے دوست کی اہلیہ جو فربہ اندام تھی ایک دم سوکھ کر کانٹا ہو گئی مائی صاحبہ نے احوال دریافت کیا اور مریضہ کو دیکھا تو دوا کے اثر سے بہت مطمئن ہوئے۔ اب مائی صاحبہ نے کہا کہ بھگوان کی کرپا سے سب ٹھیک ہو گیا ہے لیکن ایک عمل کی کمی ہے کہ مریضہ نے چاندنی کی چودھویں رات کو ایک پورا گھڑا پانی کے ساتھ بالکل ننگا ہو کر کھڑے کھڑے آرام سے نہانا ہے اور یاد رہے کہ تمہارے ساتھ گھر کا کوئی دوسرا فرد نہ ہو۔

یہ بات میرے دوست کی اہلیہ نے سنی تو اسکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی مگر اولاد کی خواہش غالب آ گئی۔ وہ متفکر اور پریشان حال اپنی ایک نہایت قریبی اور سمجھدار خاتون کے پاس اپنا مسئلہ لے کر گئی جس نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہمدردانہ غور و خوض کیا۔ ازاں بعد اپنے تجربہ کی بناء پر بتایا کہ مائی صاحبہ نے ٹھیک ہی فرمایا ہے اور مزید خدشہ ظاہر کیا کہ اگر چند سال ایسے ہی گزر گئے تو

Marfat.com

اولاد نہ ہونے کی بنا پر طلاق نہ دیں بلکہ اولاد والا عمل (حتمی) کرنے کی طرف ترغیب دیں۔ [illegible] دوست کی اہلیہ نے قدرے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا لیکن میاں کی مجبوری اور خاتون کے سمجھانے پر اس نے یہ عمل کر لیا۔

اب ہوا یہ کہ اس اولاد کی خواہشمند عورت نے چپ سادھ لی [illegible] قریبی عزیز خاتون سے اس کی وجہ [illegible] مذکورہ خاتون نے تنہائی میں نہایت پیار سے سارا واقعہ پوچھا تو اس نے روتے ہوئے بتایا کہ جب میں چوراہے میں [illegible] تو ایک آدمی اچانک سامنے آ گیا۔ مجھے [illegible] زندگی میں اپنے [illegible] اب مجھے [illegible] کہ اس [illegible] یہ عمل میں [illegible] خاتون نے کہا کہ اب تم پر اللہ کا فضل ہو جائے گا۔ یہی بات ہے کہ اس عمل سے تمہارے [illegible] (حمل) [illegible] ان کے [illegible] صاحب نے [illegible] جھجک کے اور [illegible] کی دفعہ [illegible] تو یہ عمل تمہیں دوبارہ کرنے کو کہا جا سکتا تھا۔

آپ یقین کریں کہ اس عمل کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی اور وہ خوش و خرم زندگی [illegible] ہے۔ وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ [illegible] صاحب اب بھی زندہ ہیں یا نہیں۔

دو آنسو

عبداللہ شاہ [illegible] ملازمت کے سلسلے میں Wah میں مقیم تھا [illegible] Welfare [illegible] جو [illegible] اپنی [illegible] کوئی جلدی نہ ہوتی [illegible] ہوں۔

ایک اتوار [illegible] کی بجائے [illegible] تمام [illegible] ایک بچے [illegible] ایک نظر دیکھا [illegible] اپنے [illegible] میں [illegible] ایک [illegible] بچے [illegible] تھا اور ایک [illegible] آ گئی اور [illegible] چکا ہے۔

[illegible] ایک بچے [illegible] کی [illegible] ایک روز [illegible] آواز [illegible] انداز میں اپنی رفتار میں [illegible] چلا [illegible] پیچھے [illegible] تو [illegible] چھوٹے [illegible] [illegible] ایک دن [illegible] بچے [illegible] اندر [illegible] خوشی [illegible] ایک [illegible] بچے [illegible] دعوت دی۔ [illegible] اپنے [illegible] جرأت [illegible] ایک [illegible] بچے [illegible] آتا ہے۔

"بارونہ" (فرضی نام)

اس کی آنکھوں [illegible] جب [illegible] آنکھوں میں [illegible]

رہتا۔ بعض اوقات وہ پہر کا کھانا بھی بھول جاتا اور یہ سمجھ کر شاید کھانا کھا چکا ہے ریسٹ کرنے لگتا۔ پیچھے پہرہ بھی کسی نہ کسی خیال میں رہتا۔ پیچھے Welfare والا ندیم تب چونکہ کئی دفعہ ساتھی حاجی کی ساتھ ہوتے لہٰذا سیدھا راستہ اختیار کرتا۔

آج کل اس کی یہ کیفیت تھی۔ اس واقعہ کے چند روز بعد وہ تنخواہ کی ورزشی دوڑ لگانے بیٹھے بھی نہ نکلا گویا چوہدری بھول گیا تھا کہ یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں وہ کوئی کام نہ کر بیٹھے۔ اس کے دل میں وہاں رونق افروز ہے کسی کے فرشتوں کو بھی اس کی سوچوں سے یہ وہم نہ ہونے دیا اس نے دل پر چوٹ سے بھرا تھا۔ ایک روز دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فیکٹری سے رخصت لی اور اس کے گیٹ پر جا پہنچا۔ وہ وہیں منتظر کھڑا رہا تو چوکیدار نے اندر وہ راہداری اور جلدی ایک عورت کے ساتھ واپس آ گئی۔ اس کے قریب آنے پر اس عورت نے نہایت شفقت سے اسے قریب بلایا اور از خود اسے ساتھ لے کر بنگلے میں اندر چلی گئی۔

ڈرائنگ روم میں وہ اور وہ دونوں روٹھے ہوئے خاموشی سے بیٹھے رہے وہ اپنے ذہن میں ہی اس سے مخاطب رہا اور سب کچھ اسی سے کہہ دیا بند رہا لیکن ایک حرف بھی زبان پر نہ آیا۔ تھوڑی دیر وہ عورت چائے وغیرہ لے کر آ گئی۔ بارونہ نے بتایا یہ میری امی ہیں اور انہی میں اپنی امی سے ساتھ رہتی ہیں۔ کہ یہ عورت بیگم کا خود ایک قوی بت میں اندر سے ایک خاص بات ہے۔ عبداللہ نے دونوں بہنوں کا جائزہ لینے لگا۔ قیاس کی رو سے بارونہ بڑی تھیں لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ چھوٹی کون تھی۔ وہ بہت ملتی جلتی ہیں۔ شکل و شباہت رنگ ڈھنگ سے ٹھیک اندازہ لگانا مشکل تھا۔

اس نے چائے پینے سے معذرت کر لی اور ان دونوں بہنوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا کہ "آپ چائے پیتی نہیں؟" وہ تو بچپن میں ہی چائے سے نفرت کرتا تھا لیکن بارونہ کو دودھ کا شوق تھا۔ وہ عورت کسی خیال سے چلی گئی تو اس نے کہا "آپ بھی چائے نہ پئیں۔" لیکن اس عورت نے جواب دیا بڑی بات ہے کہ ہم دونوں بہنیں چائے نوش کریں اور آپ ایسے ہی بیٹھے رہیں، اس نے ایک دودھ کا گلاس لے آئی۔ اس نے دودھ میں چینی ملائی۔ جب عبداللہ نے چکھا تو بڑا مزہ آیا اور سوچ میں پڑ گیا کہ اب تک اتنا مزہ کیوں نہیں آتا تھا سارے پنجاب میں ایسا دودھ پہلی دفعہ پینے کا اتفاق ہوا۔ اس نے دوسرے گلاس کی بجائے ایک ہی سانس میں سارا گلاس خالی کر دیا۔

پھر اس عورت نے عبداللہ سے پوچھا "کیا کرتے ہو؟"

"جی ملازمت کرتا ہوں۔"

"کہیں بیرونی ملازمت کر رہے ہو؟"

"جی میں ایک Chargeman ہوں۔"

تعلیم کے متعلق بھی سوال کیا تو اس نے اطمینان سے جواب دیا۔ B.Sc ہوں۔ "لیکن اب کام میں مصروف رہتا ہوں۔" تو وہ بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یہ پیشہ بڑا ہی اچھا ہے۔ "بالکل جواب دیتی تھیں۔"

بارونہ کی امی سے پتہ چلا کہ ان کا باپ Wah میں Section Officer ہے۔ اس کا نام بھی بتایا گیا وہ جو بنگلے کے گیٹ پر چٹ لگی ہوئی تھی۔ اس بات کی تصدیق ہوئی کہ یہ لوگ بنگالی ہیں اور سروس کے سلسلہ میں وہ یہاں مقیم ہیں۔ اس نے تعارف میں بتایا کہ پنجاب کے ایک دیہات کا رہنے والا ہوں اور پنجابی ہوں نہایت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس ضمن میں بعض حالات سے آگاہ کیا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچا۔ جب وہ پہلی دفعہ Wah آیا تو ریلوے سٹیشن پر ایک رات بسر کی اور اب تک حالات کچھ بہتر نہیں ہوئے۔ اس قلیل تنخواہ میں سے اپنے والدین کو بھی کچھ رقم بھیجنی پڑتی ہے۔ جب کسی بہن کی شادی خانہ آبادی کا انتظام ہوتا تو والد تھوڑی زمین بیچ لیتے ہیں اور اس طرح شادی انجام کو پہنچتی ہے۔ مختصر یہ کہ وہ چونکہ player ہے اسلئے اس کا گزارہ ہو جاتا ہے ورنہ مشکل ہے۔ پوری سچائی سے اس نے اپنے حالات سے آگاہ کیا۔

اب تو آنا جانا استوار ہو گیا۔ جب دل چاہتا بنگلے سے وہاں چلا جاتا اور جب تک دل چاہتا بارونہ کے ساتھ وقت گزارتا۔ بعض اوقات رات کو وہاں بھی چلا جاتا تو کھانا وہیں کھاتا۔ ایک دن اس نے بارونہ سے فرمائش کی کہ وہ اسے کوئی بنگالی کھانا کھلائے۔ بارونہ نے بات مان لی اور کہا کہ آئندہ اتوار وہ چاول بھات اور مچھلی کا سالن بنائے گی۔ عبداللہ اپنی مرضی سے اتنے عرصہ بعد

اس علاقے کی مشہور اور نہایت لذیذ مچھلی کہی جاتی ہے دو بڑی بڑی مچھلیاں خرید لایا اور کہا کہ آج [illegible] ہارون نے وہ مچھلیاں اس سے لے لیں اور کہا کہ یہ بھی پک جائیں لیکن چاول کے ساتھ جو مچھلیاں بنگال میں پکائی جاتی ہیں وہ بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں (ضمیمہ 160) چنانچہ جب کھانا serve ہوا تو موٹے چاولوں اور چھوٹی مچھلی کے سالن پر مشتمل تھا [illegible] کے قابل نہیں لیکن ان لوگوں نے اسے اس طرح کھایا کہ وہ سارے کا سارا ایک تھال میں [illegible] طرف سالن ڈالا بڑی احتیاط سے کانٹے نکالے اور دیر تک [illegible] سالن کھڑا سا سوپ کی طرح کا ہو گیا۔ اب جب سالن کو لذیذ پایا تو چاول ایک پلیٹ میں ڈال [illegible] پڑا ہوا اس کے خیال میں [illegible] ایک پیالہ سالن سے بھرا اور وہ بھی چاولوں پر ڈال کر بڑے مزے سے مچھلی [illegible] ہاتھوں سے کھانے لگا۔

اس دعوت میں شامل ہارون کے والد جو اسے نہایت اشتیاق سے کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے [illegible] سے زیادہ کھا گیا۔ اس احساس کے تحت وہ کھانے سے دست کش ہوتے ہوئے [illegible] بعد میں ہارون نے اس سے پوچھا "کھانا کیسا تھا؟" اس نے کہا کہ نہایت لذیذ اور صاف [illegible] میں نے پیٹ بھر کر [illegible] ہارون کھکھلا کر ہنس دی اور کھانے کے بعد بھی [illegible] پورا کھانے بغیر اٹھ گیا ہے۔

عبداللہ نے اتفاق کیا "تمہارے باپ کا خیال ٹھیک ہے تم وہ مچھلی جو میں لایا تھا [illegible] کہنا تھا کہ وہ کھانے کی ہوئی اور [illegible] بعد دونوں مچھلیاں [illegible] چپاتیاں بھی [illegible] اس نے مچھلی دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا [illegible] چنانچہ اس نے ہارون [illegible] دوبارہ شروع کیا جائے اور ہارون سے [illegible] اپنے والد صاحب کو بھی کھانے میں شامل کرنے [illegible] وہ تو کب کے جا چکے ہیں جبکہ تم دونوں [illegible] کی طرح کھانے پر ٹوٹ پڑا اور تھوڑی دیر میں سب چٹ کر گیا۔ دونوں [illegible] رہ گئیں۔

جب کبھی اسے موقع [illegible] اپنے سب سے [illegible] کا اور ہارون کا [illegible] کے تحت پہنچ جاتے ہیں لہٰذا اسے ساتھ ہی [illegible] ہمدردی کرنے لگے۔ کسی نے مشورہ دیا [illegible] کرنے کی ترغیب دی [illegible] اور بعد میں اسے پچھتانا پڑا۔

جہاں جماعت میں وہ رہائش پذیر تھا وہاں قریب ہی [illegible] اس سے بھی بات کر دی۔ وہ سب لوگ اسے سمجھانے لگے [illegible] میں اس کے والدین [illegible] اس کا اثر اس کے رنگ اور صحت پر بھی واضح طور پر نظر آنے لگا [illegible] کوشش کی [illegible] خوشبو پھول سے جدا ہو سکتی ہے؟ [illegible] ان حالات سے اگر والدین کو مطلع کرے [illegible] صاف صاف بتا دے کہ وہ ہارون کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن باپ کی سخت طبیعت کا خیال آتے ہی یہ بات کرنے سے [illegible] بغیر بھی چارہ [illegible] نہ تھا۔

اس سلسلہ میں بات کرنے کا حتمی فیصلہ کر کے وہ اپنے گاؤں آیا لیکن [illegible] جب اپنے [illegible]

Marfat.com

..... متوں سے بات چیت شروع کر دی۔ جب بھی اپنے والدین سے ملتا تو چور نظروں سے جیسے وہ ان کا مجرم ہو۔ سنا تھا کہ ماں بیٹے کی سوچ پڑھ لیتی ہے [illegible] میری والدہ صرف پانچ جماعت پاس ہوں گی، صرف خط پڑھ لیتی تھیں اور اپنے ہاتھ سے [illegible] لکھ لیتی تھیں لیکن انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور کہنے لگیں: [illegible] سچ سچ بتانا اس دفعہ تم نے کوئی ایسا کام [illegible] تمہارا ماحول آزاد سا ہے۔ کسی لڑکی کے چکر میں تو نہیں پڑ گئے؟'' وہ ماں کا منہ دیکھتا رہ گیا [illegible] کا سچ ہے [illegible] دوسرے گاؤں والوں سے [illegible] صرف شفقت [illegible] وہ شرمیلی طبیعت [illegible] اور کہا: ''تمہاری کوئی حرکت مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے [illegible] ماں ہوں۔'' [illegible] تو پہلے اطلاع [illegible] والد صاحب کو بھی اور وہ اپنی بات [illegible] ماں کی موت پر شرمندہ ہو جاؤں گی۔

[illegible] پھر چلا گیا [illegible] واپس آ جائے گا۔ بہرحال اپنی سوچوں میں غلطاں [illegible] میں ہی ادھر [illegible] اپنے [illegible] یہ واقعہ ہے [illegible] میں محبوب سمجھا جاتا [illegible] گاؤں کے پنڈال میں اکٹھے ہو [illegible] شب میں سب جاتے [illegible] تو بڑے [illegible] کی طرف نکل جاتے۔ [illegible] گاؤں سے [illegible] زیادہ سے زیادہ [illegible] گاؤں کے [illegible] اس کے [illegible] اور بڑی [illegible] بعد [illegible] ماں اپنی [illegible] اور اب [illegible] اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور انہیں [illegible] بات [illegible] اچھا نہیں [illegible] میں آپ کی مرضی کے بغیر [illegible] اور شادی نہیں کر سکتا۔''

[illegible] ماں کا منہ [illegible] مجھے پہلے ہی امید تھی [illegible] نہیں کر سکتا لیکن [illegible] شادی نہیں [illegible] ہے۔ اس سے میں [illegible] دل میں کوئی [illegible] تمہارا والد [illegible] کے پاس [illegible] شادی کی بات چلا رہا ہے [illegible] آئی ہوں۔ خاندان [illegible] رشتہ [illegible] اس لڑکی کے رشتہ دار [illegible] ہوتی ہے۔''

[illegible] ماں [illegible] بغیر شادی نہیں کروں گا [illegible] اور کہا: ''شرافت کی بات کرو [illegible] اور مجھے بغیر شادی کا فیصلہ نہیں کرنے دو [illegible] شادی کرنا [illegible] دیکھ تک نہیں [illegible] قدرت [illegible] شاید [illegible] اور [illegible] میں جا کر [illegible] بات تھی۔ Wah میں [illegible] والدین سے اجازت لی اور واپس چلا گیا [illegible] بات [illegible] خلاف تھے۔ اب [illegible] میں [illegible] کا چراغ [illegible] اپنے عشق اور اپنی جان سے پیاری یارو [illegible] کے بارے میں بات کرنا ممکن تھا لہٰذا [illegible]

Wah میں [illegible] میں [illegible] دین [illegible] اور یہ جواب [illegible] اس بات کی [illegible] اس نے [illegible] والدین کی خیریت دریافت کی [illegible] کے بارے میں پوچھا [illegible] چھوٹے بھائی کے بارے میں دریافت کیا [illegible] تعلیم [illegible] زیادہ [illegible] پڑھائی میں [illegible] کی خواہش ہے [illegible] میں

Marfat.com

[illegible] commision [illegible] ASI [illegible] F Sc [illegible]

[illegible] establish [illegible]

[illegible]

[illegible] Wah [illegible]

[illegible] officer [illegible]

[illegible] Musical show [illegible] Laison officer [illegible] Wah [illegible] Wah [illegible]

Marfat.com

کی ہوتی ہوں۔

شادی کے وقت سے ترقی مل گئی تھی وہ آفیسر گریڈ میں چلا گیا۔ وہ ازدواجی شادی کے بعد سنجیدہ اور شادہ دل ہو گیا لیکن وہ دل کے ہاتھوں بے بس ہو گیا تھا۔ بیوی پر توجہ بہت کم ہوتی۔ اگر اس کے پاس بیوی آتی بھی تو اسے مطلب کی بات کرنے کو کہتا۔ یہ سلسلہ کہ وہ اب اپنی بیوی و بچے کا اور بیوی ساتھ کی تمام رات کا ذکر سن کر بات کی۔

۱۹۹۰ میں Musical show میں بیٹھی تھی۔ شو کے شروع ہونے سے پہلے جب بارونہ کی دکتی گرتی پر آئی تو سارے لوگوں نے جو ہال میں بیٹھے تھے بہت پر تپاک استقبال کیا۔ خوب تالیاں بجائی گئیں پھر کمپیئر نے بارونہ کا تعارف چند بولوں میں کروایا۔ "آج ہمارے ملک کی یہ نامور گلوکارہ آپ کے لیے گا رہی ہیں۔ گیت کی فرمائشیں مجھ تک آئی ہیں سب تو پوری نہیں ہو سکتیں۔"

اس کے بعد اس نے مزید بتایا "بارونہ کا تعلق ایک پاکستانی گھرانے سے ہے اور آج کل وہ پاکستان میں مقیم ہیں۔ آواز قدرت کا عطیہ ہے اس نے قدرت کا دیا ہوا یہ تحفہ خوب نوازا ہے۔"

بارونہ نے سامعین کو گیت سنائے اور کہا کہ وہ زیادہ تر پنجاب میں رہی ہے اور پنجاب میں ہی پروان چڑھی۔ اس لیے پنجابی زبان بولتی ہے۔ مجھے اردو زبان سے زیادہ پنجابی زبان زیادہ مناسب ہے۔ اس پر سارے ہال میں تالیوں کی آوازیں گونجیں۔

پھر سوال کیا "آپ نے پنجاب میں پرورش پائی ہے تو آپ یہاں مقیم ہیں؟"

"Wah میں ہمارے والد صاحب فیکٹری میں آفیسر کے طور پر کام کرتے تھے۔ میں وہیں پڑھی اور جوانی میں قدم رکھا۔"

"آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"سچی بات تو میں نے آج تک کسی کو پسند نہیں کیا۔ بہت سے اچھے رشتے آئے لیکن میں نے انکار کر دیا۔ آگے کی بات نہیں۔"

"وہ آپ بتانا پسند کریں گی؟"

اس پر بارونہ نے کہا "میری بات سنیں"۔ اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے بولی "میں نے ایک پنجابی لڑکے سے پیار کیا تھا۔ اب تک ہے۔ اس کی محبت میں اپنے بیٹے سے اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ عورت زندگی میں ایک مرد کی ہو سکتی ہے اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ شادی ہرگز نہیں کروں گی۔"

"کیا اس نے شادی سے انکار کر دیا تھا؟"

"نہیں! لیکن Wah چھوڑنے کے بعد میں اسے دوبارہ نہیں پا سکی جب میں دوبارہ Wah فیکٹری اسے ملنے گئی تو پتہ چلا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ اس کے خاندان میں اس کی بہت قدر پائی جاتی ہے۔ میں اسے ملے بغیر واپس لوٹ گئی۔" اس نے وضاحت کی۔

نجانے کیوں میں بیٹھی تھی اور کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن اس کی برداشت سے باہر تھا کہ مزید اس کی گفتگو سن سکتی۔ بارونہ کی یہ بات کہ شادی تو اس نے کی ہے لیکن اس کا ایک بیٹا ہے جو اسے بہت عزیز ہے۔ ازاں بعد وہ گانا جو بارونہ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔ اس نے سنایا۔ اس نے سامعین کی فرمائش پر دوسری غزل گائی۔ خوب داد پائی اور وہ سٹیج سے واپس لوٹ گئی۔ اس کے بعد ایک مشہور پنجابی گانے کا گایا اور خوب داد حاصل کی۔

اب ہال میں شور برپا ہو گیا کہ بارونہ سے دوبارہ گانا سنا جائے۔ انتظامیہ نے کہا کہ وہ ضرور سنائیں گی لیکن دوسرے آرٹسٹ بھی موجود ہیں۔ اس کے بعد سٹیج پر ایک مزاحیہ پروگرام شروع ہو گیا اور اس پروگرام کے اختتام پر ایک اور گانے والی سٹیج پر آئی۔ اس نے گانے کے ساتھ اس کی ادا کاری بھی کی۔ نہایت خوبصورت تھی اور بہت ہی اچھی طرح اس کا کردار بھی کیا۔ سب سامعین محظوظ ہوئے۔ مختصر یہ کہ جب میں shows ختم ہونے کے قریب تھے تو بارونہ دوبارہ سٹیج پر آئی۔ میں نے دوبارہ سوال جواب کا سلسلہ سامعین کی طرف سے شروع کیا۔ "آپ نے پیار کی بات کی تو چند سامعین کی طرف سے کچھ سوال ہیں۔"

بارونہ نے کہا "وہ سب سے بڑا اختلاف رکھتی ہے کہ میرا سرمایہ حیات دو آنسو ہیں جو میرے پیار نے اس وقت بہائے

جب میں Wah چھوڑ رہی تھی۔ وہ لڑکا جو پہلے زیادہ باتیں بھی نہیں کرتا تھا جب میں نے اس سے کہا کہ میں Wah چھوڑ کر لاہور جا رہی ہوں تو اس نے منہ موڑ لیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑا اور اپنے سامنے اس کا چہرہ کیا تو دیکھا کہ وہ آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ رہے۔ میں نے بڑھ کر اس کے گالوں کو ... لیکن یہ ہو سکتا تھا۔ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ میرے جانے کے بعد مجھے خط لکھتا رہا وہ خط بھی ... آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کے والدین نے اس کی شادی کر دی ہے۔"

شراب کی بوتل

لندن میں ایک انگریز نے روفی (عبداللہ شاہ ہاشمی کے ... زاد) کو ٹیکسی چلاتے ہوئے ... کہا اور پوچھا کرایہ کتنا ہے؟

"دو سو پونڈ ہوں گے۔" روفی نے جواب دیا۔

وہ انگریز روفی کی cab میں بیٹھ گیا۔ جب مطلوبہ مکان کے سامنے روفی نے cab روکی تو انگریز اتر کر مکان کی طرف چلا گیا۔ مکان کے دروازے پر bell کے push button پر انگلی رکھی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ انگریز نے مکان کے دروازے ... گھوم کر دیکھا تو گھر میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ انگریز نے واپس آ کر روفی سے کہا،

"میری گرل فرینڈ تو گھر میں موجود نہیں تم دس پونڈ لے جاؤ۔"

"یہ سب ٹھیک ہے ... لیکن میرے بیس پونڈ بنتے ہیں۔" روفی نے جواب دیا۔

"میری شراب کی بوتل Southern Comfort جس کی قیمت ... پونڈ ہے تمہاری cab میں پڑی ہوئی ہے۔ اسے اپنے پاس رکھو میں چند دنوں میں تمہیں دس پونڈ دے کر بوتل لے جاؤں گا۔"

روفی نے پاکستان آنا تھا اس لیے واپس آنے کے بعد وہ انگریز ... وہ بوتل ابھی تک روفی کی cab میں پڑی ہوئی ہے اور خود ... (پاکستان) میں ہے۔ شاید لندن واپسی پر وہ انگریز دس پونڈ دے کر بوتل لے جائے۔

انگریز ... ریٹائر ہونے کے بعد Eastbourne میں رہائش اختیار کرتے ہیں۔ ... اور لندن ... Old Peoples Homes ... بہت ... ہیں ... pension books ... انگریزوں کی ... اختیار ... (pension books) ... post office سے pension ... pension holder ... mini buses ... pensioners ... fruitfull life ... گزارتی ہے۔

روفی نے مجھے ایک واقعہ سنایا ... ایک بوڑھا انگریز اپنی بیوی ... وہ انگریز اپنی بیوی کی pension لینے کے لیے روفی کی cab میں post office جاتے ... cab ... انگریز روفی سے ... روفی سے کہا ...

روفی نے پوچھا "کیا آپ نہیں جائیں گے؟"

"جاؤں گا۔"

"تو میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

"مجھے پتہ ہے تم انتظار کرتے ہو ..." اس انگریز نے جواب دیا۔

"میں تمہیں مفت میں ... سے ... آخر ... ہے۔"

Marfat.com

"... نہیں میں مفت میں واپس نہیں جاؤں گا یہ میری dignity کے خلاف ہے۔"
یہی ... ہمارے جیسے ممالک کا کوئی شخص ہوتا تو شاید روٹی کی اس پیشکش کو ہمیشہ کے لیے اپنا لیتا لہٰذا روٹی اسے چھوڑ
کر واپس چلا گیا۔

[illegible] آ پہنچا میں [illegible] تورا
اپنے فضل و کرم میں مولا ... کر دے [illegible] تورا

[illegible] ... اللہ کا ... [illegible]
[illegible] ... حقیقت میں ... [illegible] ہے۔

[illegible] ... محنت مشقت ... [illegible] ... ایک دن ایک
[illegible] ... جیل میں مقید ... [illegible] ... وہاں ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] میں موت
[illegible] ... [illegible]
[illegible] ... ندامت سے خاموشی اختیار کر رکھی اور ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] چل گئے۔

[illegible] ... اپنے باپ ... اخلاق اور ... پیشہ سے اجتناب کرنے ... [illegible]
[illegible] ... حالات ... [illegible] ... پیشہ میں ... [illegible]
[illegible] ... کی طرف راغب ہو جائے اور رزق حلال کے حصول میں ... [illegible]
[illegible] ... معلوم ہے میں تمہارے اخراجات کے
[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible] ... اب اس نے اپنے
[illegible] ... نہایت ... [illegible]
[illegible] ... اور ... [illegible]
[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... اپنے باپ ... [illegible] ... اور خود ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] ... جیب ... [illegible]
[illegible] ... [illegible]
[illegible] ... [illegible]
[illegible] ... اس نے اپنی عزت اور زندگی داؤ پر لگا رکھی ... [illegible]
[illegible] ... [illegible] ہو رہا ہے۔

[illegible] ... (یعنی ... گناہوں کی دلدل میں پھنس گیا ہے ... [illegible]
[illegible] ہیں۔)

[illegible] ... [illegible]
[illegible] ... لیکن ... زندگی
[illegible] ... اور اس ... [illegible]

Marfat.com

بیٹوں کی بازگشت دور تک سنائی دی۔ لوگ اسے نئی زندگی کی نوید سمجھتے اور تشکر کے انداز میں مبارک باد دیتے تھے لیکن وہ تو مر چکا تھا۔ یہ ہوا کیا اور وہ اسی سوچ میں گم ہو گیا۔ سمجھا ہی نہیں تھا کہ ہوا کیا ہے۔ آیا وہ اس قدر مغرور ہو گیا اور متکبر تھا کہ قدم اس کا زمین پر نہ ٹکتا تھا۔ باپ بیٹا گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کر باپ نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا اور بیٹے کو دیکھتے ہی بولا: "تم نے یہ کیا کیا؟ تم ہی میرے بیٹوں کی آس امید اور نور نظر تھے۔ تمہیں میں نے بہتر زیور تعلیم سے آراستہ کرنا اور ایک بڑا انسان بنانے کی کوشش کی تم نے ہی میری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔"

باپ قدرے سنبھلا تو بیٹے نے جواب دیا: "میں نے یہ پیشہ ذریعہ معاش کے لیے نہیں اختیار کیا تھا بلکہ میں نے آپ کی کمائی ہوئی دولت صرف اور صرف آپ جب کسی کی دیکھ بھال کرتے ہوتے تو میں آپ کی دیکھ بھال کا احساس کرتا۔ یہ تمام ہے میری موجودگی میں میری غرض و غایت محض یہی تھی کہ آپ کو کسی طور پر احساس دلایا جائے۔ اس گھر کی مٹی سے زیور تعلیم سے آراستہ نہیں ہو سکتا اور زندگی ہر پہلو سے نہ جانے کتنی مشکلات میں بسر ہو رہی تھی۔ جب تک پائی پائی سے نہ جوڑی جاتی تب تک زندگی کی گاڑی آگے نہیں چل سکتی۔"

باپ بیٹا دونوں ہر طور سے سوچ رہے تھے کہ یہ راستہ عمل اختیار کرنا چاہیے جو والدین کی منشا اور مرضی کے مطابق ہو اور خوشگوار مستقبل سے استوار کریں۔ معاشرے میں ہماری عزت ہو اور لوگ ہمیں عزت کی نگاہ سے دیکھیں۔ بعد ازاں نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دینا چاہیے۔ اب سوال تھا کہ کاروبار کس چیز کا ہو؟ وقتی طور پر پریشانی ہوئی اور یہ پریشانی ہوائی قلعہ بنانے کے مترادف تھی۔ بیٹے نے کہا کہ ہمیں کسی ایسے کاروبار کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں زیادہ سرمایہ کی ضرورت نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایک چھوٹی سی دکان کرائے پر لے کر کاروبار شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی محنت میں برکت ڈالی اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کا کاروبار چمک اٹھا۔ بعد ازاں انہوں نے ایک بڑی دکان کرائے پر لی اور کاروبار کو وسعت دی۔ لوگوں کی نظروں میں ان کی عزت بڑھ گئی اور وہ معاشرے میں باعزت حیثیت سے رہنے لگے۔

وہ دونوں باپ بیٹا اپنی محنت سے ترقی کی منازل طے کرتے رہے اور ان کا شمار شہر کے معزز لوگوں میں ہونے لگا۔ جوں جوں آمدنی میں اضافہ ہوتا رہا ان کے دل میں خوف خدا بھی بڑھتا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔ انہوں نے کبھی بھی حرام کی کمائی کو ہاتھ نہیں لگایا۔ یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مستحقین کی مدد کرنا شروع کر دی۔ اس نیک کام میں بیٹے نے باپ کا بھرپور ساتھ دیا۔ مستحقین کی امداد کے لیے ایک فنڈ قائم کیا گیا جس کا مقصد غریبوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا تھا۔ اس فنڈ سے یتیم بچوں کی تعلیم اور بیواؤں کی کفالت کی جاتی۔ انہوں نے اس کام کو پوری دیانت داری سے جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے رزق میں برکت عطا فرمائی۔ یہ سلسلہ جاری رہا اور آج تک ہے۔ وہ باپ بیٹا آج بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر کام کرتے ہیں اور ان کا نام پوری برادری میں بڑی عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

تحفہ کا پیالہ

ہمارے پیارے وطن میں چند واقعات پر مشتمل ایک کہانی بہت مشہور ہے جس کا تعلق ایک شخص کی زندگی سے ہے۔ اس کی خوبصورت حروف میں لکھی گئی کہانی "پیالہ" کے عنوان سے مشہور ہے۔ وہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اپنی محنت سے روزی کماتا تھا۔ اس کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا جس نے اس کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد انسانیت کی خدمت بنا لیا۔ اس کے گھر میں ایک پرانا پیالہ تھا جو اسے اپنے والد سے ورثے میں ملا تھا۔ وہ اس پیالے کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ ایک دن اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس پیالے کو کسی ضرورت مند کو تحفہ میں دے دیا جائے۔ اس خیال نے اس کے دل میں ایک عجیب سی خوشی پیدا کر دی اور وہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے نکل پڑا۔

Marfat.com

[illegible]

[illegible] ابتدائی تعلیم [illegible] خدمت [illegible] جس کے عوض وہ بچے استاد کی خدمت [illegible]

[illegible]

[illegible] بچوں [illegible] استاد صاحب [illegible] اور لذیذ [illegible]

[illegible] ؟"

[illegible] استاد نے [illegible]

[illegible] دوران بتایا [illegible]

[illegible] دوبارہ [illegible] استعمال میں [illegible]

[illegible] پیالہ [illegible] "

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

----- --- ----

Premonition

[illegible]

[illegible] لندن میں [illegible]

[illegible] اپنے [illegible] حالات کے متعلق [illegible]

[illegible] والدات [illegible]

[illegible] 31 دسمبر 1997 [illegible] لندن [illegible]

[illegible] ایک [illegible] میں ایک [illegible]

[illegible] آواز [illegible]

[illegible] صوفے پر بیٹھے [illegible] دیتا۔

[illegible] اس نے بجائے [illegible]

[illegible]

[illegible] وہاں [illegible] سے پیچھے [illegible]

[illegible] سامنے والی کرسی پر [illegible]

[illegible] ایک شیشہ [illegible]

[illegible] صوفے پر [illegible]

[illegible] وہاں [illegible] شیشہ [illegible]

[illegible] سامنے والی کرسی پر [illegible]

[illegible]

کیمیاگری

کئی صدیوں کی بات ہے ایک دولت مند تاجر مر گیا تاہم وصیت کے طور پر اپنی تمام جائیداد اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دی جن میں سے دو بیٹوں نے عقلمندی سے کاروباری سلسلہ استوار کیا اور مناسب طرز عمل سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن تیسرے بیٹے نے تمام جائیداد ضائع کر دی۔ اب اس نے سوچ و بچار شروع کر دی کہ کس طریقے سے مال و دولت سے مالا مال ہوا جائے۔ بالآخر اس کے ذہن میں آیا کیوں نہ سونا بنایا جائے؟ اس نے سن رکھا تھا کہ بادشاہ وقت بھی سونا بنانے سے نہایت دلچسپی رکھتا ہے چنانچہ بلا تامل بادشاہ کے پاس پہنچ گیا اور دعویٰ دار ہوا کہ وہ سونا بنا سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا: "اگر تم سونا نہ بنا سکے تو تمہاری گردن مار دی جائے گی۔"

اس نے تین سے سونے کا برادہ حاصل کیا اور مرغی کی آنت میں بھر دیا اور اس کے بعد اس آنت کو خشک کر کے پیس دیا جس سے وہ جڑی بوٹی جیسی دکھائی دیتی۔ اب اس نے اس فارمولے کو ساتھ لیا اور ایک پنساری سے رابطہ کیا اور کافی مقدار میں اس طرح سے جڑی بوٹی اس کے پاس رکھوا دی اور اس کا معاوضہ طے کیا کہ جب میں تجویز کروں تو تمہارے پاس آئیں تو وہ مطلوبہ مقدار میں دے دینا۔

مندرجہ بالا حکمت عملی سے بادشاہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ فلاں پنساری سے سامان لے آؤ جب سامان آ گیا تو اس نے اس جڑی بوٹی سے ایک برتن میں رکھ کر آگ دی تو تمام مواد جل کر خاک ہو گیا اور سونا باقی رہا جو تصرف میں لایا جا سکتا ہے۔ بادشاہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس نے مذکورہ کیمیاگر کو انعام و اکرام سے نوازا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ اس کی جڑی بوٹیاں پنساری سے منگوا سکتے ہیں۔ بادشاہ نے بھی اس ترکیب سے سونا بنایا پھر بادشاہ نے انعام و اکرام دے کر اس شخص کو رخصت کر دیا۔ دوسری دفعہ بادشاہ پنساری سے جڑی بوٹیاں منگواتا رہا اور سونا بناتا رہا۔ آخر پنساری نے سب ختم کر دیا تو بادشاہ نے پوچھا تو اس پنساری نے وضاحت کی کہ یہ شخص کا سکھلایا ہوا تھا جس شخص نے جڑی بوٹیاں رکھی تھیں وہ ایک عرصے سے غائب ہو چکا ہے۔ مزید یہ کہ میرے پاس خام مال (جڑی بوٹی) کی رسد موقوف ہو چکی ہے لہٰذا میں قاصر ہوں۔

اس پر بادشاہ نے غصے سے اس پنساری کو قتل کروا دیا مگر وہ چالاک کیمیاگر بادشاہ کی دسترس سے دور جا چکا تھا اور پھر کبھی اس کے ہاتھ نہ لگا۔

یاروں کا یار

گجرات میں اعلیٰ تعلیم یافتہ پچاس سال کی عمر کا ایک شخص رہائش پذیر تھا جو قدرتی طور پر ہمدرد اور جوان طبیعت کا مالک تھا۔ ادبی ذوق رکھتا تھا اور اس کی انگریزی زبان پر عبور اور حکمت کا علم تھا۔ راقم الحروف اسے ایک زمانے سے جانتا ہے۔ جب وہ اپنے حصول تعلیم کے بعد گجرات واپس آیا تو پرائمری سکول میں تعینات ہوا جہاں غریب طبقے کے بچوں کو پڑھایا کرتا تھا اور ایسی ہی ایک شام وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ کسی کام سے جا رہا تھا کہ اس نے ایک شخص کو نہایت خستہ حالی میں دیکھا جو کسی وقت اس کا ہم جماعت اور دوست رہا تھا۔ مذکورہ شخص کو دیکھ کر وہ بہت حیران ہوا اور اس نے اس شخص کی مدد کی۔

ایسے قریبی لوگوں سے ملنا جو کبھی اس کی زندگی میں اہم تھے اس کی عادت بن چکی تھی۔ اس کے اخلاق اور بے لوث دوستی کی مثال دینا مشکل ہے۔ ماں باپ کی خدمت فرض سمجھتا تھا اور والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے لئے دعا کرتا۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے اس سے پوچھا کہ آپ نے اپنا سب کچھ دوستوں پر کیوں لٹا دیا؟ اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی اپنا نہیں ہے۔ 1995ء کا واقعہ ہے کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور وہ بہت دکھی ہوا۔ والد کی وفات کے بعد اس نے اپنی ماں کی خدمت کی اور اپنے تمام جذبات کو قابو میں رکھا۔ اس کا کہنا تھا کہ زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ صدمہ برداشت نہ کر سکا اور طبیعت خراب رہنے لگی۔ اس کے دوست احباب اور محبوب شخصیت باپ کے سانحے کو بھی نہ بھلا سکے اور اسی بات نے اس کی جان لے لی۔

ایک دفعہ شیخ صاحب کسی دوست کے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ پولیس کی زیادتی کا ذکر ہوا ...

Marfat.com

[illegible] پانی سے اندر [illegible] جب پوری طرح پانی میں [illegible] نظروں سے غائب ہوگئی تو شیر اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکا [illegible] اس صدمہ نے اس شیر کی بھی جان لے لی۔

[illegible] ایک چوہدری صاحب جن کا [illegible] [illegible] تشریف لایا کرتے ہیں۔ [illegible] (جہاں ان کی کافی زمین اور ایک بڑا باغ بھی ہے) ان کی چند زمین پر [illegible] مقدمہ بازی میں قانونی چارہ جوئی پر کئی سال [illegible] فیصلہ [illegible] زندہ رہتے۔

[illegible] ایک اعلیٰ قسم کا باغ بھی لگے۔ چنانچہ ایک روز [illegible] مقبوضہ زمین پر پہنچ کر [illegible] مرحوم نے اپنے دوست سے کہا آپ [illegible] [illegible] چلتے گئے اور اپنے [illegible] کی طرف چل دیئے۔ مرحوم نے [illegible] اس زمین پر کئی [illegible] اپنی زمین میں چلا دیا اور اس طرح زمین پر قبضہ [illegible] میں [illegible] ہے۔ آمین

[illegible] چراغ ہیں۔ [illegible] [illegible] خدا ترس [illegible] خوبصورت [illegible] آتے جاتے رہتے ہیں۔ 13
[illegible] فراموش داستان [illegible] ہے۔

[illegible] چوہدری [illegible] زیر تعلیم تھے۔ [illegible] [illegible] خوبصورت اور قد آور جوان تھے۔ [illegible]

[illegible] [illegible] روحانی رشتے کو خونی رشتہ میں بدلنے کا [illegible] [illegible] دوست نے [illegible] [illegible] دوست تو پہلے سے ہی [illegible] [illegible] بعد میں اپنے گاؤں پہنچا [illegible] شادی خانہ آبادی [illegible]

[illegible] مسجد میں غسل کرنے کی غرض سے گیا۔ [illegible] [illegible] کر رہا تھا [illegible] [illegible] شادی [illegible] سے [illegible]

[illegible] داستان [illegible]

کہ اس نوجوان پر غیرت مندانہ تاثر قائم ہو گیا۔ بظاہر یہ چہرہ پرسکون اور مشتعل انداز میں بندوق کی نالی پر ہاتھ کی ... کی حرکت سے پیدا ہو گیا۔ اس خراش سے خون بہنے لگا تو گاؤں میں ہر طرف شور مچ گیا اور آناً فاناً ... درد ناک آواز میں ... کرتے ہوئے ... اور وہاں اکٹھے ہو گئے۔ اسی دوران قاتل کا باپ بھی آ گیا اور اس نے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "بیٹا تم نے ناحق معصوم کو قتل کر دیا۔" کہا جاتا ہے کہ قاتل ابھی تک ... اور ایک ... کی حالت میں ... پر ... ریزاری کرنے لگا اور کہا: "کاش اس نے گولی نہ چلائی ہوتی۔ اس کا یہ مذاق بڑی ہی مہنگی پڑ چکی تھی۔"

بعض دفعہ ایک چھوٹی سی بات بھی قیامت خیز ثابت ہوتی ہے۔

چوہدری ... صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ 2004 میں جب وہ ... میں تھے تو ان کے ایک ساتھی نے دعا کی: "اے پروردگار میری موت یہیں پر ہو۔" ... میں یہی واقع ہوا۔ چنانچہ ان کو جب ... میں پہنچے تو ساتھی کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ لہٰذا اس نے فوراً ... میں ... کیا اور ... صاحب سے ... دعا کریں کہ میری طبیعت ٹھیک ہو جائے۔"

کمال کی بات ہے کہ ہوتے وہی ہیں جو ... کی بات ... زمین پر ... ... خطرات ... ... جو خود ... ان کی قضا ... میں مقدر ہوتی ہیں۔

روایتی شکریہ سے گریز

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے قول و فعل اور حسن اخلاق سے معاشرہ میں اپنے لیے اعلیٰ مقام ... کرے۔ خلق خدا کے ساتھ ہمدردانہ اخلاق رواداری کا مظاہرہ کرنے کے بعد وہ بجا طور پر اس بات کا متقاضی ہوتا ہے کہ ... معاشرہ کے افراد اس کے حسن سلوک کا ... کریں یا ... اس کی خوبیوں کا اعتراف کریں تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو۔ ... ایسے افراد بھی کم نہیں جو مروجہ الفاظ اور ... بے نیاز ہو کر حسن اخلاق کے ... کرتے ہیں اور ... توصیف و ستائش ... اپنے مشن پر کاربند رہتے ہیں۔

... ایک دوست جو ... کے والد ... محمد خلیل صاحب ... ایک واقعہ ... سفر ... ہوئے ... میں حسب معمول بہت زیادہ رش تھا۔ چھوٹے چھوٹے stops پر ... جو تیں ... مسافروں کو ... کی ... میں ایک دیہاتی عورت ... بچے ... تھا ... اپنی ... مجبور ہو کر ... پر کھڑی ہو گئی۔ ... اپنے ساتھ ... تھی ... زبان پر ... اور ... کی ... اپنی سیٹ پر بیٹھ ... ۔

خلیل صاحب ... تھے ... انہوں نے اس عورت کو ... ... کر ... سے ... آرام ... اس عورت نے اپنا بچہ خلیل صاحب کی گود میں دے دیا۔ اس کے بعد وہ عورت ... میں ... ایک ... اس سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ... خلیل صاحب نے اپنا بچہ ... خلیل صاحب ... بچے ... کی ... وہ ... آرام سے بیٹھ ... ان کے ساتھ ... مسافر ... تھے۔ ... خلیل صاحب سے اس عمل ... پسند ... انہوں نے ... کی طرف توجہ دی۔ خلیل صاحب نے ... کہ ... یہ عورت ... میں ... پہلے ... اپنا ... سے ... پاس سے ... جب ... وہ ... پر ... کر ... ہے۔

دوران سفر انہوں نے ایک ... اس عورت ... وہ عورت اپنے بچے سے ... جلدی ... کچھ دیر بعد جب اس عورت سے ... اتر گئی۔ ... اسی اثنا میں بچے نے پیشاب کر دیا ... نے پیشاب کی ... محسوس کرتے ... بچے ... ساتھ ... مسافر ... ہوئی اور ... الفاظ ... انہوں نے ... کر دی۔ ... ایک ... صورت حال تھی ... اپنی سیٹ سے ... اس عورت سے

حوالے کر دیتے اور خود یہی چاہتے تھے کیونکہ ان کی خواہش بھی تھی کہ وہ اپنے ناپاک شدہ لباس سے متعلق اس عورت کو احساس دلا کر اسے شرمندہ نہ کرنا چاہتے تھے جبکہ وہ عورت احسان مندی اور شرمندگی سے مغلوب ان کا شکریہ ادا کرتی۔ عین اسی لمحے کسی ان پر حاوی ہو گیا۔ نخصیر نے رہنمائی کرتے ہوئے انہیں فیصل آباد کے بس سٹاپ پر اترنے کے بجائے راستے میں اتر کر دوسری بس پر سفر کرنے کا ارادہ کر لیا۔ فیصل آباد کا بس سٹاپ آتے ہی وہ اپنی سیٹ سے اٹھے اور اس نیم خوابیدہ نومولود بچے کو اٹھا کر اس عورت کی سیٹ تک لے گئے۔ جلدی سے بچہ اس کے حوالے کر کے کنڈکٹر کو بس سے اترنے کا اشارہ دے دیا۔ ان کے ساتھی مسافر نے اس عمل کو مزید اپناتے ہوئے ان سے متعلق کچھ تعریفی الفاظ ادا کیے۔ پھر بس سے تعریفی الفاظ نظر انداز کرتے ہوئے ثبات میں بس سے اتر گئے۔ احترام انسانیت بالخصوص خواتین اور بچوں پر شفقت ہمارے دین کا بنیادی ستون اور ہادی برحق کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔

کلو بھائی

1991 کے مئی کا ذکر ہے میرے بھتیجے شازی جس کی عمر 23 سال اور عدیل جس کی عمر 21 سال تھی ویلز سے چھٹیوں گزارنے کے لیے لندن آئے ہوئے تھے۔ شازی جب سے پاکستان سے گیا واپس اپنے ملک نہ لوٹا لیکن عدیل تین دفعہ پاکستان میں چھ ماہ رہ چکا تھا۔ لندن سے انہوں نے مجھے ٹیلیفون پر اطلاع دی کہ برٹش ائیرویز کی فلائیٹ سے کوئی چھ بجے صبح اسلام آباد پہنچ رہے ہیں۔ لندن میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ اسلام آباد ائیرپورٹ پر ان کو گجرات لانے کے لیے پہنچ گیا۔

ائیرپورٹ پر رش تھا میں نے اپنے ڈرائیور کو تاکید کی کہ تم دوسری طرف چلے جاؤ اور میں اس طرف دیکھتا ہوں۔ میں نے شازی کو کافی عرصہ سے نہ دیکھا تھا اور عدیل تو بالکل ہی بچہ تھا۔ میں نے ذہن میں ان کا خاکہ بنایا ایک تو صحت مند دراز قد ذرا کالا رنگ اور دوسرا قدرے پستہ قد دبلا پتلا گندمی رنگ کا ہے۔ البتہ عدیل کو پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ اسی اثناء میں مسافروں نے آنا شروع کر دیا۔ اکرم بھاگ کر میری طرف آیا اور پریشانی سے کہنے لگا چوہدری صاحب ایک آدمی نے ہاتھ میں ایک بڑے سائز کا placard تھام رکھا ہے جس پر شازی اور عدیل کا نام لکھا ہوا ہے۔ میں تھوڑا سا پریشان ہوا کیونکہ ان دنوں میں اکثر اخباروں میں غیر ملکی مسافروں کو لوٹنے اور دھوکہ دہی کی خبریں شائع ہوا کرتی تھیں۔ میں بھاگتا ہوا اس آدمی کے پاس گیا۔ ایک ناٹے قد کا اور مضبوط جسم والا خوش شکل آدمی ہاتھ میں placard پکڑے کھڑا تھا جس پر میرے بھتیجوں کے نام لکھے ہوئے تھے اور آنے والے مسافروں سے ان کے متعلق پوچھ بھی رہا تھا۔ میں نے چھوٹتے ہی سوچا کہ یہ ہمارا کونسا رشتہ دار یا دوست آن ٹپکا ہے جس کو میں جانتا ہی نہیں۔ ''حضرت صاحب آپ کی تعریف؟ شازی اور عدیل سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟'' ان کا تایا تو میں ہوں میرا نام ڈاکٹر نصیر اور میں لندن سے ٹیلیفون کی اطلاع کے مطابق انہیں لینے آیا ہوں۔'' میں نے گھبراہٹ میں پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''میرے ایک دوست پرویز اکرم نے لندن سے میرے لئے ذریعت بھیجا تھا جو کہ پرویز اکرم نے ٹیلیفون پر کل رات بتایا کہ ان کے دوست کے بیٹے جن کا نام شازی اور عدیل ہے کل صبح برٹش ائیرویز سے آ رہے ہیں۔ تمہارا ذریعت بھی انہی کے ہاتھ بھیج رہا ہوں چونکہ ان کے نام کا تو مجھے علم ہو گیا ہے لیکن میں ان کی شکل و شباہت سے ناواقف تھا اسلئے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے۔''

''حضرت صاحب! میری تو جان ہی نکل گئی تھی کہ کہیں کوئی گڑبڑی نہ ہو۔''

''میرا نام کلو بھائی ہے۔ نرنکاری بازار راولپنڈی میں ہماری تھوک کی بڑی دکان اور میں پرویز اکرم کے پاس لندن اکثر اوقات جایا کرتا ہوں۔ میں تابعدار ہوں آپ میرے گھر اور دکان پر ضرور آتے رہا کریں جب بچے آ رہے ہیں تو میری عزت افزائی کریں اور میرے گھر میں ہی دوپہر کا کھانا تناول فرماویں اور پھر ستا کر بآرام پچھلے پہر گرمی کم ہونے پر گجرات جائیں۔''

اتنی دیر میں شازی اور عدیل آ گئے۔ ذریعت کلو بھائی کے حوالے کیا اس کا پتہ لیا اور گجرات کی راہ لی۔ میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ پرویز اکرم کے خاندان سے ہمارے دیرینہ مراسم ہیں اور لندن میں اکثر ہم انہی کے ہوٹل میں قیام کرتے اور اس کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ پچھلے سال سے میری بیٹی غازیہ اور بیٹا شہو پرویز کے پاس ہی رہ کر اپنی تعلیم مکمل کر رہے ہیں۔ 1993 میں میری بیوی اور میں تین دفعہ لندن گئے اور پرویز اکرم کے پاس ہی رہے۔

تین مہینے ہوئے میں نکاری بازار راولپنڈی میں یکلو بھائی تو نکل کے ۔۔۔ سے بڑے بھائی صاحب سے ۔۔۔ ملاقات ہوئی، جو مصر رہے کہ آپ بلا تکلف ہمارے ہاں اسلام آباد میں رہیں چونکہ میں کافی پینے کا عادی ہوں میں نے ان سے بہت سستے داموں میں ڈبے کافی کے خرید لئے اور واپس جہلم لوٹ آیا۔ اب جب کافی ختم ہو رہی ہے تو جلد ہی کلو بھائی سے ملاقات کا دن یقینی ہو گیا ہے۔

جاسوس

جہلم شہر میں ایک چھ فٹ اونچا توانا آدمی ۔۔۔ تک ننگے پاؤں ۔۔۔ میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک کئی سال تک گھومتا رہا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو مٹکاتے ہوئے اونچی آواز سے کہتا رہتا "Did you" ۔۔۔ لوگ اسے پاگل سمجھتے ۔۔۔ جب 1965 کی جنگ شروع ہوئی تو "Did you" غائب ہو گیا۔ بعد میں پتہ چلا ۔۔۔ کے جاسوسی ادارے Raw کا کارندہ تھا اور سرحد پار سے signal دیتے ہوئے پکڑا گیا۔

لاکھوں میں ایک

ماہ اگست 1994 میں فرانس اور ۔۔۔ میں 28 صفر کی مجلس میں شمولیت کر کے جب ۔۔۔ واپس آ رہا تھا ۔۔۔ واجد اقبال زیدی، مینیجر ۔۔۔ وائس پریذیڈنٹ اور ۔۔۔ Executive "الائیڈ بینک لمیٹڈ" ۔۔۔ کے پاس اس کے بچے ۔۔۔ کراچی میں واقع تھا۔

اقبال زیدی اور ان کے بیوی بچوں نے ۔۔۔ پاکستان ۔۔۔ کی ۔۔۔ تحفہ قبول کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ میں نے پاکستان ایمبیسی آف ۔۔۔ میں ایک صاحب سے اگست 1994 ۔۔۔ بجے بعد دوپہر ملنا تھا۔ میں نے اقبال زیدی سے ۔۔۔ بیوی ۔۔۔ پر ۔۔۔ ہی ۔۔۔

دس اگست فرانس میں اور ۔۔۔ ابر آلود ۔۔۔ کا منظر تھی شدید ۔۔۔ کے موسلادھار بارش ہو رہی تھی اور میں نے ۔۔۔ بجے تک ان کے ۔۔۔ پہنچنا تھا ۔۔۔ پیرس ۔۔۔ اس میں بارش ۔۔۔ اور وہ انتظار کر رہا تھا ۔۔۔ پانی ۔۔۔ ہو گیا ۔۔۔ شہر میں مختلف ۔۔۔ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے ۔۔۔ بجے ۔۔۔ پہنچ گئے ۔۔۔ ہوئی تھی میں نے ۔۔۔ پانی میں ۔۔۔ پانی سے ۔۔۔

ایک سٹے وال خاتون ۔۔۔ سے ہمارے ۔۔۔ اور ۔۔۔ تعلقات ۔۔۔ راولپنڈی کی Pulse Labaratory میں ایک ۔۔۔ کی حیثیت سے ۔۔۔ پہنچ ۔۔۔ لگاتار پہنچ ۔۔۔ 30 2 ۔۔۔ میں ٹیلیفون ۔۔۔ سے چل کر ۔۔۔ تھوڑی دور ۔۔۔ ہو گئی اور ۔۔۔ کا ۔۔۔ ہمیں ۔۔۔ کا افتتاح کرنے ۔۔۔ تھوڑے ۔۔۔ کے بعد ۔۔۔ کا افتتاح ۔۔۔

جب آری ۔۔۔ میں داخل ہو رہا تھا ۔۔۔ برآمدے میں ۔۔۔ پہنچی ہمارا انتظار کر رہی تھی ۔۔۔ سے ۔۔۔ ہاتھ لیتے ہوئے ۔۔۔ زمان ۔۔۔ اور میں ۔۔۔ پاکستان ایمبیسی میں پہنچ گئے ۔۔۔ صاحب سے میری ملاقات ۔۔۔ خط و کتابت ۔۔۔ مجھے یقین ۔۔۔ Saltanat کا ۔۔۔ "کتاب ۔۔۔ اپنے خرچ سے ہی چھپوا لو اور ہم چند ایک کاپیاں خرید لیں گے۔" ۔۔۔ کی ان کی ۔۔۔ باتیں ۔۔۔

Marfat.com

صاحب نے فرمایا کہ آپ کو Spanish زبان پر عبور ہے تو ہم نے چند کتابوں کا ترجمہ Spanish میں کروانا ہے اور ہمارے پاس وقت کی کمی ہے، دو مہینے تک ہو جائے تو اس کام کے لئے معقول اجرت دی جائے گی۔

میرے لئے یہ جو بھی اجرت آپ دیں گے اس کی کوئی وقعت نہیں۔ میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں کہ میں دو مہینے میں آپ کی کتابوں کا ترجمہ کروں۔ یہ تو ہمیشہ کی اور ترجیحات ہیں۔ میں نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

صاحب بہادر نے کچھ چیزوں کا لالچ دینا چاہا میں نے کچھ سوچے بغیر انکار کر دیا۔ میں بھی حیران تھا کہ پاکستانی ایمبیسی سے صاحب بہادر نے وہ جواب کیوں نہیں دیا جو ان صاحب نے میرے خط کا فوراً ہی جواب دے دیا تھا اور ساتھ ہی ملنے کا عندیہ بھی دے دیا۔ میری کتاب چھپنے کے مسئلے میں تو بہت دلچسپی ہے وہ اپنے لٹریچر کا ترجمہ کروانا چاہتے تھے۔

میں نے اپنے دوست شوکت سے چلتے چلتے بات کی تو صاحب بہادر نے کچھ تحفے دیئے جو اب مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا کیا ہے تو S T Dupont کا felt-tipped پین دیا جو انہوں نے بہت قیمتی ہے اور صاحب بہادر نے Orly ایئرپورٹ سے خریدا تھا اور اپنی بائیں کلائی سے گھڑی اتار کر صاحب بہادر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا یہ Rolex Oyster Royal ہے اور سونے کی ہے، آپ کو اس کی قیمت کا تو پتہ ہی ہوگا! اس کے ساتھ ہی صاحب بہادر نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

ہم جب مری پہنچے تو پتہ چلا کہ ہماری رہائش کا انتظام شوکت کے اپنے دوست خورشید احمد خان نے کیا تھا۔ وہ ان دنوں مری میں ہی رہتے تھے۔ وہ پنڈی میں اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک ملازم رکھا ہوا تھا۔ ہم جس وقت ایک گھنٹہ کی مسافت طے کر کے مری پہنچے تو ان کا ملازم ہمارا منتظر تھا۔ وہ صاحب کا دوست تھا۔ یہ صاحب بے تکلف دوست تھے اور وہ صاحب کے دوست مانے جاتے تھے۔ کوئی کام لینا چاہتا تھا۔ اس کا بھی یہی طریقہ ہے کہ بڑے صاحب سے خوش ہوئے اور فوراً ہی کہا کہ مجھے کوئی پراجیکٹ بنا دیں۔ میں نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔

مری میں ایک دن کا کرایہ تین سو روپے تھا جو اس وقت کے حساب سے سات روپے اور کار کا کرایہ ادا کیا۔ وہاں پہنچ کر ہم نے گھومنا پھرنا شروع کیا۔ ایک جگہ پہنچے جہاں سے وہاں کا منظر بہت اچھا تھا اور ہم رہائش کی طرف چلے۔ تھوڑی دور جا کر Shi Fang کی طرف چلے۔ وہ صاحب کے دوست خورشید احمد خان نے دیا۔ پچیس روپے ایک دن کا کرایہ اور کئی دن کے لئے۔ وہ پہلے ایک دن کا تھا۔ راولپنڈی میں تھی اور پتہ نہیں تھا کہ دوسری رات مری میں گزارنی پڑے گی۔

جس جگہ ہماری رہائش کا انتظام تھا اس کا نام View Forth تھا اور یہ جگہ گلی سے آنے والی سڑک کی ایک سمت ہے۔ یہ سیدھی پہاڑ سے ہوتی ہوئی تک چلی جاتی ہے جہاں مال روڈ سے جاتی جہاں پر ہم نے ٹکٹ ادا کیا۔ ایک سڑک مال روڈ سے جاتی ہے۔ پر تھوڑی دور جانے کے بعد بائیں ہاتھ کی طرف ایک جگہ جہاں پر اسی سمت ایک جگہ کا نام Heaven Villa، Executive Guest House تھا جہاں ہماری رہائش کا انتظام تھا۔ یہ چند قدم کے فاصلے پر اور بلندی کی طرف 22 مال روڈ VIP ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ مال روڈ بائیں طرف VIP ہاؤس کی طرف جاتی ہے۔ یہ ہماری رہائش کا steps شروع ہونے سے پہلے مال روڈ کی بائیں طرف کا رستہ بتایا گیا تھا۔

مال روڈ سے بائیں طرف ایک ریمپ پر D-8 لکھا ہوا اور یہاں سے ہماری رہائش کو steps شروع ہوتے ہیں۔ سڑک سے پانچ steps اوپر ایک چوڑی لینڈنگ تھی۔ پھر دو steps کے بعد لینڈنگ پھر تین steps کے بعد لینڈنگ پھر پانچ steps اور لینڈنگ، دو steps لینڈنگ، تین steps لینڈنگ، آٹھ steps لینڈنگ، تین steps لینڈنگ، ایک step لینڈنگ، دو steps لینڈنگ، تین steps لینڈنگ، ایک step لینڈنگ، پانچ steps اور لینڈنگ۔ یہ ہماری رہائش کا فرنٹ تھا۔ ایک اور step اور ایک چھوٹا سا ante room کا۔ بائیں ہاتھ کی طرف پہلے bedroom کا دروازہ اور اس سے

[illegible] alley [illegible] alley [illegible]
[illegible] alley [illegible] bedroom [illegible]
[illegible] bedroom [illegible] bed [illegible]
[illegible] bedroom [illegible]
[illegible] S D O [illegible]

[illegible] View Forth Road [illegible]
[illegible]
[illegible] 48 [illegible] 24 [illegible]
[illegible]

[illegible] bed [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] cave in [illegible]
[illegible]
[illegible] Shi Fang [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] snack [illegible] 175 [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] bedroom [illegible]

[illegible]

Marfat.com

دکانوں میں سے کسی دکان میں کار کی ایک چھوٹی سی کار کی قیمت 42000 روپے تھی مگر اس نے ویسی کار صرف چار ہزار روپے میں خرید لی۔ اقبال نے مجھے تحفے میں یہ قیمتی کار دی تھی جب اس نے شہر دیکھا تھا۔ ان کی بیگم نے جو رشتے میں میری بھانجی تھی ذرا بھی جھجکے بغیر ساتھ چلیں مگر فرخ اور میرے لیے وہاں کی سردی ناقابل برداشت تھی۔

فرخ نورین کی رہائش گاہ پر پہنچے اور ہم تینوں شیخ عظمت اللہ مرحوم جو کہ میرے دوست تھے اور جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں ان کے گھر گئے جو اسلام آباد میں رہائش پذیر ہوئے تھے۔ ان سے ملنے کے بعد Mister Chips میں کھانا کھایا جو Covered مارکیٹ میں ہے اور جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں یہ مری کے نزدیک اسلام آباد سے ملتے تھے۔

مری روڈ پر ... تھوڑے فاصلے پر ایک جامع اور بڑی اچھی لگتی ہوئی تھیں۔ ہوا یوں کہ ایک برینڈ نیو ہنڈا کار مری روڈ پر آگے چل رہی تھی۔ وہاں سے بعد آہستہ آہستہ ایک چیز شروع ہوئی۔ آخر کار ہم اپنی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ مجھے کمرے میں ... رات مجھے نہایت ہی ڈراؤنا خواب آیا۔ اسلم اور شاہ زمان اپنے کمرے سے دوڑتے ہوئے میرے کمرے میں آئے ... میں یہ نہ بتا سکا۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔

صبح ناشتہ کرنے کے بعد اسلم نے کہا کہ ... نے بتایا کہ راولپنڈی آ جانا۔ یوں نورین اور فرخ نے خرید و فروخت کے لیے راولپنڈی کی Covered مارکیٹ سے خرید و فروخت کر لی تھی۔ اسلم تو چلا گیا، شاہ زمان اور میں چلے ... شمیم پلازہ کے پوسٹ آفس سے ٹیلیفون کال کی تھیں۔ ایک ... راولپنڈی پلازہ کی طرف چل ... ختم ہو گیا تھا ... کوئی تبدیلی نہیں آ چکی تھی۔ یہاں ... پلازہ نہیں تھا ... ghetto کی مانند تھی۔ 1994 ... construction ... شاہ زمان ... ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا جس کا بل 175 روپے آیا۔

چلتے ہوئے اپنی رہائش گاہ پر پہنچے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلم اور فرخ کار میں آن پہنچے۔ اسلم نے فرخ کو میری سردی اور ڈراؤنے خواب سے متعلق کہہ دیا ہوا تھا۔ فرخ نے ایک اور کمبل اور میرے لیے نورین کے خاوند سے ... سردی بڑھتی جا رہی تھی اور فرخ نے ... فرخ تو واپس آ چکی تھی مگر شام ہو چکی تھی لہٰذا یہ فیصلہ کیا کہ ناشتہ کر کے اسلام آباد چلے جائیں ... سردی کا ... رات گزاری اور صبح دس بجے کے قریب واپس نورین کے گھر راولپنڈی پہنچ گئے۔

Marfat.com

ڈاکٹروں اور حکیموں کی باتیں

ناکام عشق

سندھ کے دور دراز علاقے میں ایک لاش سول ہسپتال لائی گئی۔ پولیس والوں کا موقف یہ تھا کہ یہ عورت مرگی کی مریضہ تھی۔ اسی مرض کے تحت یہ جوہڑ میں گری اور ڈوب کر مر گئی۔ تلاش بسیار کے باوجود اس کے گھر بار اور کسی وارث کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ مرنے والی کا کوئی والی وارث نہیں۔

اسی ہسپتال میں ایک بوڑھا جمعدار ملازم تھا جو لاشوں کے پوسٹ مارٹم کے دوران ڈاکٹر کی مدد کرتا تھا۔ یہ بوڑھا جمعدار اپنے کام میں نہ صرف ماہر تھا بلکہ اپنے کام میں دلچسپی بھی محسوس کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگر اس کا کوئی دن بغیر پوسٹ مارٹم کے گزر جاتا تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کا شغل ادھورا رہ گیا ہو۔ [illegible] اداس اور بوکھلایا سا پھرتا۔ اور جونہی کوئی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے لائی جاتی تو اس کے بدن میں گویا بجلی دوڑ جاتی۔ اس بوڑھے جمعدار میں ایک عادت یہ بھی تھی کہ پوسٹ مارٹم سے پہلے لاش کی جیبوں کی تلاشی لیتا اور اگر کوئی قیمتی شے ہاتھ لگتی تو وہ فوراً اس کی جیب میں منتقل ہو جاتی۔ اس کی عادت سے ہسپتال کا عملہ واقف تھا مگر کوئی بھی اس سے تعرض نہ کرتا۔

مذکورہ عورت کی لاش بھی جب پوسٹ مارٹم کے لئے لائی گئی تو بوڑھے جمعدار نے حسب عادت پہلے اس کی تلاشی لی۔ یہ ایک نوجوان قد آور عورت تھی۔ سفید چہرہ، رنگ کالے بال اور خوبصورت نقش۔ موت کی زردی بھی اس کے حسن کو چھپا نہ سکی تھی۔ [illegible] جیسا لباس پہن رکھا تھا۔ سفید ریشمی [illegible] رنگ کی ریشمی [illegible] کے [illegible]۔

بوڑھے جمعدار نے حسب عادت جلدی جلدی لاش کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ [illegible] عورت کی [illegible] سے اسے ایک تصویر ملی [illegible] ایک نوجوان کی [illegible] تصویر [illegible] جمعدار نے [illegible] تصویر [illegible] پہنچ گئی۔ عورت کی لاش اور اس تصویر کو دیکھنے کے بعد [illegible] سب کو یقین ہو گیا کہ یہ عورت [illegible] خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے نہیں [illegible] ہوئی ہے۔

بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ مرنے والی ایک بڑے شہر کے اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی [illegible] دوسری ذات کے ایک شخص سے تعلقات استوار کر لئے۔ دونوں شادی کرنا چاہتے تھے مگر گھر والوں نے اس [illegible] مخالفت [illegible] اتفاق [illegible] خاندان میں سے ایک شخص بطور پولیس افسر اسی شہر میں تعینات تھا [illegible] پولیس افسر نے [illegible] کے ساتھ مل کر [illegible] نہر میں ڈوب کر مری اور لاوارث [illegible] چونکہ وہ اسی شہر میں تعینات تھا [illegible] معاملات سنبھال لئے۔

اتفاق دیکھئے کہ یہی پولیس افسر اس کیس کی تفتیش پر مامور ہوا۔ اس نے تصویر [illegible] کی مدد سے [illegible] عاشق ڈھونڈ نکالا اور اس سے [illegible] بعد [illegible] (تلخی [illegible])

Marfat.com

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

نہایت شفیق انسان تھے اور بے حد مشہور تھے۔ اپنی پارٹی کے ساتھ تفتیش پہ پہنچے آیا اور تفتیش شروع کر دی۔ دوسرے روز ڈاکٹر صاحب ڈی ایس پی سے ملے تو انہوں نے بتایا کہ ملزمان جو تین دن سے زیر حراست ہیں تفتیش میں کچھ نہیں بتا رہے۔ آج دوسرا روز ہے اگر کل رات بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس دوران ایک ASI جس کا نام ... نے بتایا کہ چار ملزمان میں سے ایک زیادہ تشدد برداشت نہیں کر سکتا۔ آج کی تیسری رات بھی گزر گئی تو ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ فجر کی اذان کے وقت تک نے آ کر ایک ملزم نے بتایا کہ ملزمان نے اقرار جرم کر لیا ہے اور آج دن کے کسی وقت نعش برآمد کر لیں گے۔ ڈی ایس پی صاحب کا کہنا یہی تھا۔

پولیس جب نعش کی برآمدگی کے لیے روانہ ہوئی تو ڈی ایس پی صاحب نے جاری کردہ "قبر کشائی" کے احکامات لے کر پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب پولیس کے ہمراہ ایک قبرستان پہنچے جو چھوٹی اور ایک بڑی قبر پر مشتمل تھا۔ ایک چھوٹی قبر کی بجائے بڑی قبر میں چار پائی تھی۔ بڑی قبر میں ہڈیوں کی بوری اور وہ چیزیں بندھی ہوئی تھیں۔ جہاں نعش بندھے ہوئے تھے۔ ڈی ایس پی نے ہڈیوں کی بوری کھلوا کر پوری تفصیل اور ہدایات کے ساتھ جو وجود تھے کا حکم دے دیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے احتیاطاً کہا کہ اس کو "قبر کشائی" والی قبر موجود نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اصرار کے باوجود وہاں سے واپس ہسپتال آ گئے۔

اس کے بعد پولیس پارٹی جو کہ ہسپتال پہنچی اور جرح کی "نقشہ مرتب" (Inquest report) پیش کر کے پوسٹ مارٹم کی تحریری درخواست پیش کی۔ اس کی صورت حال سے متعلق بتایا گیا کہ ایک بڑی چادر میں ہڈیوں کی صورت میں انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے جو کسی مقتول (مرد) اور پرچہ پر شیدا کی بندھے ہوئے تھے۔ جب حقیقت میں ہڈیوں کو کھول کر معائنہ کیا گیا تو انسانی ہڈیوں کے علاوہ ہڈیاں تھیں۔ اس کے علاوہ کوئی مدعی پر موجود تھا اور کوئی گوشت موجود تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے پوسٹ مارٹم رپورٹ تحریر کرتے ہوئے شناخت کی بابت لکھا کہ "نقشہ مرتب" کے برعکس نام اور ولدیت کے خانے میں نامعلوم لکھا گیا کیونکہ نعش کی باقیات سے شناخت ممکن ہی نہیں تھی۔ اس بات پر اتفاق رائے ہوا کہ یوں معلوم ہوتا ہے۔ مستغیث (مدعی) کے نام کے مطابق چند قابل شناخت باقیات قبر میں مدفون کی گئیں۔ اس کے بعد جب نعش کی شناخت کا مرحلہ پیش ہوا تو کچھ الجھن پیدا ہو گئی۔ مدعی نے کہا کہ وہ شناخت کر سکتا ہے۔ مدعی نے کہا "میں ان باتوں سے اسے شناخت کرتا ہوں۔ اول مجھے نعش کی باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شہادت ہے۔ دوم ... میرے بیٹے کے اوپر والے جبڑے کی بائیں جانب کی ایک داڑھ نہیں تھی۔" چنانچہ شناخت کے خانے میں یہی تین نکات تحریر کر دیے گئے۔

پوسٹ مارٹم کے متعلق ایک بات قابل ذکر ہے۔ جب کھوپڑی کا ملاحظہ کیا گیا تو مدعی کے بیان کے برعکس کھوپڑی کے بائیں جانب کی اوپر والی آخری داڑھ موجود تھی جس کا مقدمہ کی سماعت کے دوران ملزمان کے وکیل نے استفادہ کیا۔

پوسٹ مارٹم کے بعد ڈاکٹر صاحب پر شک ہوا کہ تمام چیزیں دونوں شہادت چھپائے بیٹھے ہیں۔ جب ڈاکٹر صاحب نے نعش کی صورت حال بتائی اور کہا کہ ملزمان اقرار کرتے تو قتل تو ہو گیا ہے بھی ثابت کرنا ممکن ہوتا۔ نعش کس کی ہے یہ شک ہی رہ گیا۔ انہوں نے اپنا بیان دیا۔ مدعی مطالبہ کرتا رہا کہ میرے بیٹے کا قتل ہو گیا اور اس کی ماں سے ملنے کے لیے گئے تو چھوٹی بہن ملی۔ یہ یقین دلایا کہ تمہارے بیٹے کا نہ تو کوئی جرم ثابت ہو گا اور تمہاری تمام باتیں ثابت ہوں گی۔ یہ ان کی بیٹی نے کہا۔ رات کے وقت دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔ دروازے کے ساتھ دروازے کو دھکا دے کر صحن میں داخل ہوئی۔ کہنے لگی ڈاکٹر صاحب ... میں اب بھی تمہاری بات کرتی ہوں۔ اگر قتل ہو جاتا تو میرے علم میں ہوتا اور میں اپنے علم کے مطابق اس سے یہی بات کرتی رہتی ہوں۔ وہ میرے بیٹے کا قتل کی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا کہ یہ میرے بیٹے کی ہڈیاں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب میری ماں پہلے کہتی تھی کہ میرا بھائی اتنے ڈر پوک واقع ہوئے ہیں۔ وہ کسی کو بھی گزند نہیں پہنچا سکتے۔

ڈاکٹر صاحب نے ماں بیٹی سے کہا کہ وہ یہاں سے چلی جائیں۔

Marfat.com

چند روز بعد ماں دوبارہ ڈاکٹر صاحب کے ہاں آئی اور بتایا کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سے بات پتہ [illegible]

دیانتدار ڈاکٹر

One Unit [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] upgrade [illegible]

[illegible] D S P [illegible] (161) [illegible]

[illegible] exit ... [illegible] kit [illegible] fresh [illegible]

[illegible] weeds [illegible] pollen [illegible] (162) [illegible] fluid [illegible] dura mater (brain membrane) [illegible] probe (probe [illegible] (matelic) [illegible] dura mater [illegible] fluid [illegible] "peep in" [illegible] pencillin [illegible]

[illegible] vomitting [illegible] (exhumation) [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] career [illegible]

[illegible]

[illegible] Actual cause of death [illegible]

[illegible]

[illegible] background [illegible] direct [illegible]

[illegible]

[illegible] tail [illegible]

[illegible] direct [illegible]

Marfat.com

پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ابہام پر انہوں نے ایک تفتیشی ٹیم کو وہاں اس دور دراز گاؤں جانے کا حکم دیا۔ کسی وڈیرے با اثر
بیٹھتے کی نہ سننے کی ہدایت کی اور لاش exhume کرنے کی ہدایت کی۔ یہ سارا کام نہایت رازداری سے کیا گیا۔ regional انتظامیہ
کو اس کی بھنک نہ پڑے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ڈاکٹر صاحب نے پچھلی پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے علیحدہ تجزیہ کیا جس میں تشدد وغیرہ کا
ثبوت ملا۔ جب مقدمہ چلا تو اگرچہ ڈاکٹر ربانی کا ضلعی انتظامیہ کے علاوہ خود اپنے محکمے کے افسران بالا اور کچھ لوکل سیاستدانوں نے
ان پر بے حد دباؤ ڈالا کہ وہ اس سے تنگ آ کر اپنی مرضی کی رپورٹ لینے کی کوشش کی مگر ڈاکٹر صاحب کی اقدام کو خاطر میں نہ لائے اور
حقیقت پر مبنی رپورٹ دی۔ اس پر کیا وہ نہیں بعد قدرت نے خود انعام دیا۔ اسی دن ڈاکٹر صاحب کی کسی اچھی جگہ ٹرانسفر (تبدیلی)
ہو گئی۔

فیس نہیں صرف دعا

ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹری کے انتہائی قابل احترام پیشے کو حصول زر کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اصول زر کے راستے میں
ان کے سامنے صرف تمام پیشہ ورانہ ضابطہ اخلاق کو پس پشت ڈال دیا (ضمیمہ 163) بلکہ مذہبی اور مشرقی اقدار کو بھی پس پشت ڈال دیا
ہے۔ ... فہرست میں کرنل الہی بخش مرحوم کا نام آتا ہے جو کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے شعبہ
... کے پروفیسر تھے اور میرے بچپن سے ان کو جانتے ہیں وہ انتہائی اعلیٰ اخلاق کے مالک معالج تھے اور
... اپنی ... مثالیں ... ہوتی ہیں۔

... الہی بخش مرحوم پیشہ ورانہ اخلاق کی عظمت کا واقعہ یوں ہے کہ ایم بی بی ایس فائنل کے امتحان قریب تھے۔ جب
... اپنی تشخیص کے ... تو دیکھ رہا تھا تو ایک خاتون جس کی عمر تقریباً ... برس
... کی تشخیص ... میں ... سے پوچھا گیا تو ایک ... نے جو سوالات مریض سے کئے اس
... تشخیص ... کرنل صاحب نے ... محبوب ربانی سے پوچھا "تمہارے خیال میں مریض کو کیا مرض لاحق ہے؟"
... نے ... کی شدت سے ... محبوب ربانی نے جواب دیا۔

... صاحب نے ... انداز سے دوبارہ پوچھا ... کیا ... "جیسے کہ محبوب ربانی کی تشخیص غلط تھی اس پر ڈاکٹر محبوب ربانی
... نے ... یقین ... دیا اور دوسری ممکن امراض کی طرف بات کا رخ موڑ دیا۔

... مریضہ ... ایک ... پتا چلا کہ ... اس عورت کا خاوند تھا۔ ... کرنل صاحب نے ... یہ
... اپنی بیوی کی ... تم ... اس کی ... دیکھ بھال نہیں کرتے رہے ہو؟" تو اس نے جواب دیا کہ اس نے تو مکمل علاج
... کروایا ... اور ... تم اس کے آبائی مکان سے حاصل ہوئی تھی اور مزید بتایا کہ وہ ... قریب
... UDC 60400 ... جب ... ریکارڈ سامنے رکھا تو پتہ چلا کہ معقول روپیہ ڈاکٹر ... سے علاج
... اپنی بیوی کے علاج معالجہ پر خرچ کر ڈالی۔

... الہی بخش صاحب نے ... کی ... کے پابند ... دیکھے تو ... اس میں ... مختلف امراض ...
... انہوں نے محبوب ... بات آ جاتی ہے ... وہ عورت واقعی ذہنی مریض تھی۔
کرنل صاحب نے ... عورت ... ایک نسخہ ... میں صرف ایک گولی Largactil 25mg لکھی تھی
(Chloreromazine for central and pharmacodynamic action of sedation without nacrosis: the antipsychopic action and extrapyramidal symptoms were observed later.) ... اپنا ... کرنل صاحب نے آدمی سے
... نام پوچھا تو اس نے اپنا نام خدا بخش بتایا۔ اس کے بعد کرنل صاحب فرمانے لگے میرا نام الہی بخش ہے اور تمہارا نام خدا بخش ہم
... ہیں ... جب ضرورت محسوس ہو تو بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مجھے ملنے آ جایا کرنا۔"

Marfat.com

"آپ کے ملازم تو ہمیں آپ کے دفتر میں داخل ہونے ہی نہیں دیتے۔" خاتون نے جواب دیا۔

"جب کوئی تمہیں روکے تو اس سے کہہ دینا کہ میں تمہارا چچا ہوں۔"

عورت کے خاوند نے اس دور کے رواج کے مطابق ڈاکٹر صاحب کی 32 روپے فیس ادا کی تو ڈاکٹر صاحب نے وہ فیس واپس اس عورت کو لوٹا دی اور کہا کہ یہ میری طرف سے دودھ اور خوراک کے لیے ہے۔ خدا بخش کا بیٹا تھا۔ اس نے ... چھوٹی چھوٹی بیماریاں اور کرنل صاحب ... دیتے تھے۔ ایک کرنل صاحب ڈاکٹر محبوب ربانی کے ... روپے فیس لے لو یا پھر دعا میں لے لو۔"

عرض کرتا چلوں کہ قائداعظم صاحب زیارت میں صاحبِ فراش تھے تو کرنل الٰہی بخش مرحوم نے ذاتی معالج کی حیثیت سے آخری دم تک ان کے پاس ہی رہے۔ کرنل صاحب نے ایک کتاب Last days of Quaid-e-Azam بھی لکھی ...

راقم کے عزیز دوست شوکت ... عرصے تک بخار کے عارضے میں ... مبتلا رہا ... علاج ... ڈاکٹر الٰہی بخش سے ... راقم اور شوکت ... ڈاکٹر صاحب ... اور جب معائنہ کرنے لگے تو سب سے پہلے اس کا منہ کھلوا کر spatula زبان پر رکھا اور کہا "آ آ" ... گلے کی خرابی کی وجہ سے اتنے سال وہ ... بخار کے عارضے میں مبتلا رہا۔ کوئی تین دن علاج کرنے کے بعد اس کے ...

عہد رفتہ کے طبیب

حکیم غلام مصطفیٰ صاحب اپنے وقت کے مشہور حکیم تھے۔ وہ ... میں ... تشریف لاتے ... قریب کافی عرصہ رہائش پذیر رہے اور وفات بھی یہیں پر ہوئی (ضمیمہ 164)۔ ایک دفعہ جب قاضی صاحب ... تشریف ... ہوئے تو حکیم صاحب جو جراحت ... کا ... غرض علاج ... نسخہ تجویز کرکے حکیم صاحب ... تشریف لے گئے ... علاج جاری تھا کہ قاضی صاحب نے ایک مریض ... قاضی صاحب کی خوشنودی کے پیشِ نظر ... حکیم ... دلی والے ساتھ لے کر آ گئے۔ حکیم اجمل خان صاحب کا طوطی سارے ہندوستان میں بولتا ... وقت کے ... والیانِ ریاست ... امرا اور رؤسا ان سے مستفید ہوتے تھے۔ اب ... حکیم صاحب ... نبض دیکھنے کے بعد ... اس سے پہلے آپ کس کے زیرِ علاج تھے ... ان کا تجویز کردہ نسخہ ... میں ... اس مرض میں اس سے بہتر کوئی نسخہ تجویز نہیں کرسکتا۔ آپ انہی کا علاج جاری رکھیں ... یہ تھے حکیم غلام مصطفیٰ صاحب جن کو ملنے حکیم اجمل خان صاحب ... تشریف لے جاتے تھے۔

یوں تو اس زمانے میں اطبا حضرات ... ادب اور شعر و شاعری سے بھی دلچسپی ہوا کرتی تھی مگر حکیم مصطفیٰ صاحب ... چھیڑ چھاڑ ... حکیم صاحب ... ایک شاعر ... حکیم صاحب ... ان کے ... خلاف ... اکثر محفل میں ... شاعر ... حکیم صاحب ... حکیم صاحب نے ... آخر ... تنگ آ کر ... حکیم صاحب کی محفل میں یہ شعر پڑھا:

"برائے دیگراں تو سنگ پارس
برائے خویش سنگ سیاہ ہے"

اس پر حکیم صاحب نے تبسم ... یہ بھی ... اس میں ... بات ... سے ... اور ... کا عقیدہ ... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ... ہوتا ہے۔

حکیم عبدالرحیم جمیل صاحب

حکیم عبدالرحیم جمیل صاحب جن کا مطب حکیم ... رشید الدین صاحب ... خاندان ... قریب ... اپنی ...

Marfat.com

[illegible]

R [illegible] Carbentrum [illegible] Mansoo[illegible]

[illegible] absorbent charcoal [illegible]

Marfat.com

عرق" رچنا"

Marfat.com

[illegible] بے چینی اور نہ میں مر جاؤں گا۔"

حکیم صاحب سوچ میں غرق [illegible] کافی دیر بیٹھے رہے تاہم مریض کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ گھبرایا اور فریادی لہجے میں بولا:

"حکیم صاحب آپ خاموش کیوں ہو گئے جلدی سے کچھ کریں۔" تو حکیم صاحب نے معذرت کرتے ہوئے بتایا "بھائی میرے پاس [illegible] کی دوائی [illegible] موجود نہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب تمہارے لئے کیا تجویز کروں لہذا صبر کرو میں کیا کر سکتا [illegible] کا [illegible] انسان تو محض ایک عاجز بے بس ہے اور صبر شکر کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں [illegible] پیچھے [illegible] پانی سے پیشاب کرنے والی جگہ [illegible] کا جلاب میں آسانی رہے۔"

[illegible] حکیم صاحب کے پاس [illegible] جاری کرنے کا علاج تو تھا مگر روکنے کا نہ تھا۔

احسان مند

[illegible] مرتبہ [illegible] صادق یقین لطیفی تصور سے بذریعہ ٹرین جانے کیلئے عازم سفر ہوا۔ سوئے اتفاق ہوا [illegible] صاحب کے پاس [illegible] بیٹھا [illegible] تھا۔ [illegible] ہوا اور [illegible] صاحب کے پاؤں پکڑ لئے اور آبدیدہ آنکھوں سے شکریہ [illegible] نوازی [illegible] ٹرین [illegible] بند ہو گئی۔ اس کے دیگر مسافر بھی یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر حیرت زدہ تو تھے ہی [illegible] صاحب [illegible] نہیں پہچان رہے تھے اپنے ذہن میں دماغ میں زور لگا رہا تھا اور کسی طور پہچان [illegible] صاحب نے [illegible] شفقت سے پیچھے سے کندھا اور پیٹھ پر تھپکا پوچھا کیا بات ہے؟"

[illegible] صاحب آپ نے میری جان بچائی تھی۔" اس نے تشکرانہ لہجے میں کہا۔

[illegible]

"وہ کیسے؟"

"[illegible] آپ نے ایک قتل کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔"

[illegible] غور کرتے ہوئے [illegible] صاحب کو یاد آیا تو قدرے انداز میں کہا "ہاں! یاد تو ہے۔"

[illegible] بات یوں تھی کہ اس شخص کی بیوی مر چکی تھی جبکہ اس کی بارہ سالہ اکلوتی لڑکی گھر میں موجود تھی جب کام سے واپس [illegible] پیٹ میں داخل ہوا تو لڑکی نے ابھی تک کھانا تیار نہ کیا تھا۔ [illegible] مشتعل ہو گیا اور برداشت نہ کرتے ہوئے لڑکی کے [illegible] لڑکی [illegible] زمین پر گری اور چند لمحات میں ہی دم توڑ دیا۔ پولیس موقع واردات پر پہنچی اور [illegible] کے خلاف دفعہ 302 کے تحت پرچہ درج کر لیا اور لڑکی کی موت کا جو جواز تھا کہ ملزم نے اس کے [illegible] کی چوٹ سے [illegible] کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوئی ہے تاہم [illegible] صاحب نے پوسٹ مارٹم رپورٹ میں واضح [illegible] کی وجہ سے توفیق [illegible] چوٹ معمولی نوعیت کی تھی جو کسی طور پر بھی جان لیوا نہیں ہو سکتی البتہ [illegible] کی وجہ سے موت کا باعث بنی۔ جب مقدمہ عدالت میں گیا تو پولیس کا موقف تھا کہ لڑکی کی موت [illegible] پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق موت تلی کا پھٹ جانا تحریر تھا لہذا وہ شخص باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔

[illegible] وقت باقاعدہ علاج معالجہ نہ ہو تو "تلی" بڑھ جاتی اور معمولی چوٹ لگنے سے ہی بآسانی پھٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے Internal haemorrhage ہو جاتا ہے اور فوری طبی امداد میسر نہ آنے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ [illegible] دشمنوں سے انتقامی کارروائی کے دوران ایک خاص technique سے جسم پر تلی کی جگہ پر وار کیا جاتا اور تلی پھٹ جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

نیم حکیم کی تشخیص

[illegible] وقتوں کی بات ہے جب حکمت پیشہ بطور باقاعدہ ادارے نہ ہوا کرتے اور فن طب کے سیکھنے کے دلدادہ لوگ اپنے [illegible] کی خدمت میں پیش آیا کرتے۔ ایک حکیم صاحب جو "نباض" مشہور تھے ان کے پاس بھی حسب روایت ایک شاگرد

Marfat.com

نے زانوئے تلمذ تہ کیا۔

ایک روز مریض بچے کو حکیم صاحب کے مطب میں لایا گیا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر والدین کو [illegible] سختی سے [illegible] اس مرض سے بچنے کا سخت اندیشہ ہے۔ چند روز بعد اس مریض بچے کے والدین بڑی پریشانی کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ بچے کی حالت بگڑ گئی ہے۔ خدارا ہمارے ساتھ چلیں۔ بچے کو دیکھیں۔ حکیم صاحب [illegible] نے اٹھایا اور ساتھ ہو لیے۔ حکیم صاحب نے جا کر بچے کی نبض دیکھی اور کہا "اس بات کا مجھے خطرہ تھا جس کی بات ہو رہی [illegible] لوگ قطعی طور ہدایت پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اپنا تو کام خراب کرتے ہی ہیں [illegible] مجھے [illegible] یہ اچھی وقت پر [illegible] اس بچے نے میری ہدایت کے خلاف سختی سے [illegible] زیادہ [illegible] ہیں اور [illegible] میری دوا کا اثر [illegible] میں [illegible] [illegible] اس کے سختی [illegible] ہیں یا نہیں [illegible] والدین [illegible] نہیں [illegible] حکیم صاحب کا [illegible] جھوٹ نہیں بول سکتی۔ مجھے [illegible] ہوں [illegible] اور [illegible] نہیں۔"

مشفقانہ انداز میں بولتے [illegible] ہوا چھوٹی [illegible] کل چلیں۔ ایسے جاہل اور بیوقوف [illegible] اس کے بعد [illegible] سختی [illegible] اور [illegible] سختی سے [illegible] اعتراف [illegible] حکیم صاحب کا [illegible] انہوں نے [illegible] کرتے ہوئے [illegible] ہیں [illegible] حکیم [illegible] جرأت [illegible] میں اپنے مطب [illegible] ہدایت [illegible] کرتے ہوئے [illegible] حکیم صاحب [illegible] حکیم صاحب [illegible] سختی سے [illegible] آپ [illegible] ہیں [illegible] سے [illegible] کوئی تعلق نہیں۔"

وہ بیوقوف [illegible] نبض پر ہاتھ [illegible] نہایت [illegible] مریض کو [illegible] سختی سے [illegible] بہت [illegible] باندھ دیا۔

اس واقعہ کے چند دن کے بعد جب حکیم صاحب [illegible] حکیم صاحب [illegible] ہونہار بالک نے حکیم صاحب سے متعلق دریافت کیا [illegible] [illegible] آپ کی خدمت [illegible] مریض [illegible] اپنے [illegible] [illegible] مریض کی نبض پر ہاتھ [illegible] مطابق [illegible] [illegible] کرتے ہوئے [illegible] وقت [illegible] [illegible] ہاتھ [illegible] نبض [illegible] بعد مریض [illegible] ہونہار بالک نے نہایت وثوق سے اعلان کیا۔

اس ہونہار کے [illegible] والدین نے [illegible] [illegible] چار پانچ [illegible] اور [illegible] مریض [illegible] (یعنی حکیم صاحب) [illegible] صاف [illegible] اپنا [illegible] [illegible] چل دیے۔ جب بالک مطب پر پہنچا تو اپنے حکیم استاد کو موجود پایا۔ اس نے ابھی خیریت دریافت کی [illegible] مریض کے والدین شور واویلا کرتے ہوئے پرجوش جلوس کی شکل میں مطب میں وارد ہوئے۔ [illegible] حکیم صاحب نے ماجرا دریافت کرنا مناسب سمجھا۔ اس ہونہار بالک حکیم صاحب کو احتیاط کے طور پر ایک طرف لے [illegible] آپ [illegible]

Marfat.com

[illegible] عادت [illegible]

[illegible] حکیم صاحب نے [illegible] اضطراب سے عالم میں پوچھا [illegible] بہت دنوں سے [illegible] مریض [illegible] چارپائی سے [illegible] مریض کی چارپائی [illegible] حکیم صاحب کی [illegible]

[illegible] آپ نے [illegible] خوب [illegible] حکیم صاحب [illegible] مریض [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] 1995 [illegible] ملاقات [illegible] Lion Press [illegible] شیخ [illegible] حکیم صاحب [illegible] ملاقات [illegible] باتیں ہوتے ہیں۔

[illegible] topics [illegible]

[illegible] شیخ صاحب نے فرمایا [illegible] مرض میں مبتلا [illegible] حکیم صاحب [illegible] (skin) [illegible] ایک blender [illegible] چہرہ [illegible]

[illegible] ہیں۔

[illegible]

قدرتی تریاق خدمات

[illegible] مختلف شہروں اور قصبوں [illegible] ہسپتالوں میں [illegible] قدرتی [illegible] ہیں۔

[illegible] ایک عجیب و غریب واقعہ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہسپتال میں [illegible] ایک دن بتا رہے تھے [illegible] ہسپتال میں [illegible] چارپائی [illegible] صاحب نے فوراً مریض کا ملاحظہ کیا اور مریض [illegible] Anti venom serum بھی ہسپتال میں موجود نہیں [illegible] تو اس مریض کا بچنا محال تھا۔ خدا کا کرنا [illegible] اپنے علاج معالجے کے سلسلے میں [illegible] صاحب کے پاس آیا ہوا تھا۔ اس نے جب یہ صورت حال

Marfat.com

[illegible]

[illegible] (Life-saving) [illegible] Herbal medicine [illegible]

شراب کا علاج

[illegible]

نشے کا علاج

[illegible]

Marfat.com

[illegible] زیادہ مقدار میں [illegible] اس پر منفی اثرات [illegible] ہوگئے اور وہ [illegible] پولیس میں رپورٹ درج کروادی اور باقاعدہ تفتیش شروع ہوئی۔ [illegible] چھپا [illegible] [illegible] ثابت ہوتے تھے۔

تفتیش [illegible] [illegible] (میاں) [illegible] [illegible]

[illegible] 47 [illegible] ایک قصبہ [illegible] ایک Rural Health Center [illegible] (midwife) [illegible] 75 سال [illegible] [illegible] 1994 [illegible] تریاق ثابت ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اللہ کے نیک بندے

درویش کا حکم

1970 کے شروعات کا واقعہ ہے [illegible] Ambassasdor Hotel کے قریب [illegible] Tutu [illegible] 26 سال [illegible] Tutu [illegible] Tutu [illegible] USA [illegible]

[illegible] Titu [illegible] Tutu [illegible] Titu [illegible] Tutu USA [illegible] Titu [illegible] Tutu [illegible] Tennis [illegible] boundary [illegible] Tutu [illegible]

[illegible] bed [illegible]

[illegible]

Tutu [illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

[illegible] Sewerage pipes [illegible]

[illegible]

[illegible] pick-up [illegible]

[illegible] 50 000 [illegible]

[illegible]

مصروفیت کے باوجود یہ مالک جوئی اور ظرف توجہ نہیں دے پاتا۔ مذہب کی آمد پر نہایت انصاری سے اشتیاق ظاہر کرتا ہے اور مذہب کی جوئی میں نہایت مستعدی اور پیسوں سے صرف ہو جاتا ہے۔ اس لئے مذہب کی ... باتیں نہایت غور سے سنتا ہے۔ صرف مذہب اس سے شعور پاتا ہے۔ جب مالک اپنے بچے پر موجود ہوتا تو بعض اوقات ماں بھی شوق ہو جاتا ہے۔ ایک شخص دیکھتا ہے اس سے کہ میں پسند آیا ہوا اور محبت آمیز خوشی سے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا احترام ہے اور خوشی سے ساتھ دیتا ہے۔ اپنے اہل و عیال کی طرف توجہ دیتا ہے اور ملازمین کی موجودگی میں خود کھاتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے مذہب کی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خوش دلی سے حاصل کرتا رہے۔ بعد مذہب وصول خوشی کرتا ہے اور ان سے قریب نہایت ادب و انداز میں پیش آتا ہے۔

وقت گزرتا گیا اور بیوی اپنے خاوند کے لئے پسندیدہ ہوتی گئی اور شوہر بھی مذہب سے محبت کرنے لگا ... بھی ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ مذہب تعمیر کرتی ہے۔ اس نے اس بچے کو پالا ... میں مذہب ... سے بدن سے ... پرورش کرتے ہوئے ... بچے ہوا اور یہ پڑھا ... میں اور یہ سب ... جاتے ہیں۔

خاوند نے اپنی بیوی کو نہایت محنت سے ... پالا اور اس موسم میں ... کے لئے ... ساتھ خاوند نے محسوس کیا کہ اس کی بیوی نے مذہب و عقیدت کی ... ایک ... خاوند کے بیٹے ... بیوی نے اس وجہ سے ... اس طرف ... کی وجہ سے ... مذہب ... ہوا ... ہے۔

وہ دونوں تک جب وہ مذہب پر ... اور ... اس کے بچے پر ... خاوند خوش ... بیوی سے ... نہایت ... ایک وقت تک ... وہ مذہب ... ایک ... کی ... سے ... کے سب ... نہیں ... کرتے ... کی ... میں ... ساتھ ... ہے۔

بیوی نے صاف دلی اور نہایت محبت سے ... اس نے ... ہو گئے۔

خاوند نے ... کی طرف ... کہ ... اپنے ... اور سب ... ہے ... جب ... ہو گئے۔

... بار ... قدرت ... آخر ... وقت ... تک پہنچی ... بچوں ... سے ... سب ... میں ایک شعور ... گئے۔

... خاوند نے ... بیوی ... کے ... کی ... طرف ... مذہب ... سب ... بچے ... اور ... کی ... بچے پالے اور ... مذہب ... ہے ... بچے ... سے ... خدا ... قدرت ... اب ... بیوی ... بیوی ... اب ... پچاس ... کی ... ہے ... پچھ ... مذہب ... ہے ... حقیقت ... بچے ... خوش ... تک ... ہو ... بچہ ... یہ ... ہے ... قیمت ... ہے ... خدا ... کی ... ہیں۔

"تو اب کیا کیا جائے؟" بیوی نے نہایت ادب سے مجھ سے پوچھا۔

"تم نے ... کی ... ابتدا ... سے ... کرو۔"

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

رکھتے ہیں۔ مرنے کے بعد ان کی درگاہ پر جو آتے ہیں ان سے جو کچھ بھی کہتے ہیں ... راز افشاں کیا۔"

یہ باتیں ان کی زبانی سن کر سب حیران ہوئے اور سب نے یقین کیا کہ وہ بھی اس دربار پر پاک دامن عورت کی قبر کی زیارت کریں ... وہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہے گا اور لوگ وہاں جا کر اس پاک دامن عورت کی قبر پر فاتحہ پڑھتے رہے ... ان کے بعد بھی ... کا عمل بدستور جاری و ساری رہا۔

مثالی کردار

ان ہی دنوں میں 31 مارچ 1994ء کو ... ایک واقعہ ... قارئین کے لیے دلچسپ اور سبق آموز ثابت ہوگا ... 25 سال تک ... اس کے بعد ... وقت باقاعدگی سے صوم و صلوٰۃ کے پابند ... ہیں۔

... شادی کے لیے زور ... خدمت ... 25 سال کی رفاقت ... زندگی بیوی کے بغیر ... عجیب ہوتا ہے۔

شادی کے ... 25 سال تک ... دوسری بیوی ... شادی کے ... عورت ... مثالی تھا۔

بابا لال شاہ بادشاہ "قلندر بیابانی"

... شخصیت عقیدت مندی سے بابا لال بادشاہ کی ... عقیدت مند ... بابا لال شاہ ... عقیدت مند ... پہنچ جاتے۔

... (...) ... 1961 میں ... Jobber ... بابا لال شاہ کی خدمت میں ... عقیدت ...

[illegible]

(ضمیمہ 165) [illegible]

[illegible] chester [illegible]

[illegible] chester [illegible]

[illegible] (ضمیمہ 166) [illegible]

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش ہجویری

Marfat.com

سے ملنے کی خواہش میں پہنچ رہے تھے۔ ایک دن ایک بزرگ ملے نے انہیں ترغیب دی: "شاہ صاحب آپ منت مانیں اور داتا صاحب کے مزار پر حاضری دے کر دو رکعت نوافل ادا کریں اور دعا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔"

چنانچہ شاہ صاحب داتا صاحب کے مزار پر پہنچ گئے۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ نوافل ادا کرنے کے لئے وضو کرتے اور [illegible] نماز کا وقت ہو چکا تھا وہیں اذان ہوئی اور وہیں کی مسجد میں سو گئے کیونکہ اس دور میں رات کو سواری ملنا دشوار تھی۔ نیند میں انہوں نے محسوس کیا کہ کسی نے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا ہے [illegible] جب بیدار ہوئے تو فجر کی اذان ہو رہی تھی۔ الحمد اللہ کمر [illegible] سے نجات مل چکی تھی [illegible] پھر وضو کیا اور نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد داتا صاحب کا شکریہ ادا کیا [illegible] ([illegible]) [illegible] تلاش بسیار کے باوجود غائب تھا۔ شاہ صاحب [illegible] داتا صاحب [illegible] ہو جاتے تھے [illegible]۔"

[illegible] جب میں ایک شخص [illegible] شاہ صاحب [illegible] آپ [illegible] داتا صاحب کی طرف [illegible] اشارہ ہوا [illegible] شاہ صاحب [illegible]۔"

حکم کی تعمیل

1938 میں رات [illegible] ایک قد آور نورانی چہرہ اور سفید رنگ برگزیدہ شخصیت کو خواب میں [illegible] کی زیارت [illegible] حکم دیا کہ شاہ صاحب [illegible] آپ کی مستقل رہائش کا بندوبست [illegible] شاہ صاحب [illegible] رہائش [illegible] شاہ صاحب کے [illegible] ایک [illegible] ممکن ہوتا۔

یہ برگزیدہ شخصیت [illegible] ظفر مہدی تھے [illegible] کے حکم پر [illegible] دریافت [illegible] شاہ صاحب کی رہائش [illegible] پتہ چلا [illegible] کوٹھی میں رہائش پذیر تھے۔ [illegible] شاہ صاحب سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ چند دنوں [illegible] ملاقات [illegible] مستقل رہائش کا بندوبست [illegible] شاہ صاحب نے [illegible] درخواست [illegible] وقدم رنجہ فرمائیں۔ [illegible] ایک [illegible] بزرگ [illegible] عقیدت [illegible] خدمت گزاری پر ایک مستقل [illegible] دیا گیا۔

جناب ظفر مہدی صاحب ([illegible]) کی خوش قسمتی [illegible] چند دنوں میں [illegible] لاہور [illegible] شاہ صاحب [illegible] عقیدت کا اظہار کرتے اور [illegible] شاہ صاحب کی کوٹھی میں [illegible] رہتا۔

[illegible] شیخ حسین انجینئر جو لاہور میں رہائش پذیر [illegible]
1994 [illegible] شیخ حسین [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] دعا کرتے [illegible] سے بچاتا۔

[illegible] صاحب [illegible] شیخ کرامت علی [illegible] ملاقات [illegible] شیخ کرامت علی [illegible] لاہور [illegible] پنجاب [illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible] (1967 [illegible]

[illegible]

[illegible]

1945 [illegible]

[illegible]

Marfat.com

1946

F R C S

Military Audit

Marfat.com

بنایا ہوا ہے۔

حیدر شاہ صاحب کی باری آئی تو صوفی صاحب نے پوچھا ''یہ بچہ نماز پڑھتا ہے؟''

''جی ہاں'' والدین نے جھوٹ بولا۔

''بچہ نماز نہیں پڑھتا'' صوفی صاحب نے فرمایا جو واقعی سچ تھا۔

حیدر شاہ صاحب جن کا گجرات کے ایک محلہ ... شاہدولہ میں رہائش پذیر ہیں۔ وہاں کی ... کاروبار ٹھیک طور پر نہ چلتا۔ کارخانے کے مالک نے حیدر شاہ صاحب سے اس معاملے پر بات چیت کی تو شاہ صاحب نے کہا ''صوفی صاحب کے پاس ساہیوال میں جاؤ'' چنانچہ کارخانے کا مالک ساہیوال پہنچا۔ یہ دیکھا ... کا ہجوم ... ہے۔ شام ہو رہی ہے اور یہ شخص پریشان تھا کہ میری باری تو آنے کی نہیں۔ اتنے میں صوفی صاحب نے آواز بلند کی ''جو شخص گجرات سے آیا ہے وہ میرے قریب آ جائے۔'' مذکورہ شخص بہت حیران ہوا۔ صوفی صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ میں گجرات سے آیا ہوں۔ خاص طور پر بڑے ہجوم میں جہاں لوگ نجانے کہاں کہاں سے آئے ہوئے تھے۔ اس شخص سے ... معلوم نہیں تاہم حیدر شاہ صاحب جنہوں نے یہ واقعہ سنایا ابھی زندہ و سلامت ہیں۔

حیدر شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی جنہوں نے پہلے C S S کا امتحان کامیابی سے پاس کیا مگر interview میں فیل ہو گئے کہ آپ medically فٹ نہیں۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ چونکہ آپ درست حالت میں ہیں High Court میں writ دائر کریں لیکن انہوں نے کہا کہ شاید اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں۔ دوبارہ امتحان دیا اور کامیاب ہو گئے۔ اب Additional Accoutant General کے عہدہ پر فائز ہیں۔ نہایت نیک، ایماندار انسان اور صوفی صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔

ایمانداری کی انتہا ملاحظہ فرمائیے۔ ان کے گھر Officers Colony میں ایک washbasin کی ... ٹوٹ گئی۔ ان کے بڑے بھائی حیدر شاہ صاحب ملنے گئے۔ جب باتھ روم میں ہاتھ دھونے کے لیے washbasin کو دیکھا ... washbasin کا ... ٹوٹا ہوا ہے ... چھوٹے بھائی نے ...

''بھائی صاحب میرے پاس پیسے نہیں ہیں جب ہوں گے تو ٹھیک کرا لوں گا۔''

ایک دفعہ گجرات audit کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ گجرات کے SSP سے متعلقہ ... کو ... پہنچے۔ وہاں ... پہنچے۔ یہاں سے ... (...) ... گجرات ... SSP ... گجرات ... متعلقہ ... سے فارغ ہوئے۔ SSP صاحب نے ... شاہ صاحب نے فرمایا کہ جناب میرا تو روزہ ہے۔

''سفر میں تو روزہ معاف ہے۔'' SSP صاحب نے دلیل پیش کی۔

''مگر میں پیدل تو نہیں آیا گاڑی میں بیٹھ کر آیا ہوں۔''

وہاں سے رخصت ہونے لگے تو SSP صاحب نے فرمایا کہ ... گاڑی ... تک چھوڑ آتی ہے۔ انہوں نے ... اور فرمایا کہ ... میں ... چلا جاؤں گا۔ واللہ ایسے ایماندار لوگ ابھی موجود ہیں۔

... شخصیت کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔ گجرات ... کام کے سلسلے میں تشریف لے گئے۔ ... اپنے بڑے بھائی حیدر شاہ صاحب سے ملاقات ... تشریف لے گئے ... بعد ... بڑے بھائی نے پوچھا ''تمہارے پاس زادِ راہ ہے اتنی رقم ہے ... ہو؟''

''میرے پاس تیرہ روپے ہیں۔'' جواب ... پتہ ... ایک دفعہ ... صوفی صاحب ... تشریف لے گئے تو خیال آیا کہ کیوں نہ صوفی صاحب کے ساتھ اپنی تصویر کھنچوا ... ہمت نہ ہوئی جب وہاں سے اٹھ کر جانے لگے تو صوفی صاحب نے فرمایا ''برخوردار آج میرے ساتھ ایک تصویر کھنچوا لو۔''

صوفی صاحب کو شاہ صاحب کی نیت کا کیسے پتہ چلا؟

Marfat.com

قمبر سے بذریعہ ریل گاڑی شیخوپورہ اسٹیشن پر پہنچ کر مال روڈ لاہور A.G کے دفتر پہنچ جاتے۔ یہ تھی ایماندار آفیسر کی مالی اصلیت۔ ایک دفعہ ایک شخص نے انہیں چار ہزار روپے رشوت دینے کی کوشش کی مگر آپ نے نہ صرف رقم کو ٹھکرا دیا بلکہ اس پر کافی لعن طعن کی اور ساتھ ہی فرمایا: ''تم مجھے کافی عرصے سے جانتے ہو اس کے باوجود رشوت دینا چاہتے ہو نکل جاؤ یہاں سے۔''

ان کے صاحبزادے انہیں حصول ملازمت کیلئے سفارش کرنے کی ترغیب دیتے جس پر فرماتے: ''اگر تم میں قابلیت ہے تو نوکری خود مل جائے گی۔''

صاحب مزار کو سلام کرنے کا جذبہ فزوں تر ہو جاتا ہے کہ قابل صد احترام و تعظیم ہیں ایسی شخصیات!

حضرت بازمستان

پنجاب کے ضلع ... میں نسیم آباد شہر سے بذریعہ بس وغیرہ زائرین ایک بزرگ بازمستان کی خانقاہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ جس کے قریب 4 کنال رقبہ میں ایک تالاب ہے۔ اس پر حضرت بازمستان کا مزار واقع ہے۔ اس تالاب میں چھوٹی بڑی مچھلیاں اور لاتعداد نہایت قدیم کچھوے موجود ہیں جن کی عمریں غالباً سینکڑوں سال کی ہوں گی۔ وہاں متعدد دوکانات بھی موجود ہیں جو مخصوص کیا اور چھیچھڑے فروخت کرتے ہیں۔ زائرین ان دوکانداروں سے جب یہ دونوں چیزیں خرید کریں تو وہ ساتھ ایک چھڑی ضرور دیا کرتے ہیں۔ اس چھڑی کے ایک سرے پر لگایا چھیچھڑا لگا کر تالاب کے کنارے سے جونہی پانی کی طرف کرتے تو قطار در قطار کچھوے نمودار ہو کر کھانے کیلئے پیش پیش ہوتے ہیں۔

ان کچھوؤں کی موجودگی سے متعلق عجیب و غریب روایت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس علاقہ میں ایک ''دیو'' رہتا تھا جس نے دہشت سے لوگوں کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ تنگ آ کر لوگ حضرت بازمستان جو کہ قریب ہی کسی علاقہ میں رہا کرتے کے پاس گئے۔ بزرگ نے لوگوں کی فریاد سنی اور اس دیو والے علاقہ میں آ کر دیو کو سمجھایا۔ بزرگ نے دیو کو بہت سمجھایا کہ لوگوں کو تنگ کرنا چھوڑ دے یا اس علاقے سے نکل کر چلا جائے ورنہ وہ اسے جان سے مار دیں گے۔ دیو اپنی ضد پر اڑا رہا چنانچہ بزرگ نے ایک گڑھا کھودا اس میں آگ جلائی اور اپنے عمل سے دیو کو ہوا سے باندھ کر آگ میں جھونک دیا جہاں وہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اس گڑھے کا نشان یہاں ابھی تک موجود ہے۔ دیو تو مر گیا تاہم اس کی نسل زندہ تھی ادھر بزرگ بھی بوڑھے ہو چکے تھے جبکہ دیو کی نسل بتدریج فزوں تر ہو رہی تھی۔ جب بزرگ قریب المرگ ہوئے تو دیو کی نسل نے آ کر دادرسی کی التجا کی: ''آپ کے مرنے کے بعد ہمارا کیا بنے گا جبکہ آپ کی زندگی میں ہمیں خوراک تو وافر ملتی رہی ہے اور ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی تاہم آپ نہ رہے تو ہمارا کون وارث ہو گا۔ ہم تو بھوکے مر جائیں گے۔''

بزرگ نے فرمایا: ''میں اس دنیا میں چند لمحوں کا ہی مہمان ہوں مگر تم بے فکر رہو میں تمہارے کھانے اور رہائش کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔'' چنانچہ بزرگ نے ایک چھڑی کی مدد سے قریباً 4 کنال زمین پر محیط ایک لکیر کھینچ دی۔ وہاں ایک تالاب بن گیا یہ جو کچھوے ہیں اسی موذی دیو کی نسل کے افراد ہیں۔

فضل الٰہی بازمستان کے مزار کی زیارت کیلئے 1964 میں وہاں گیا۔ اس کا ایک دوست جو کہ دہلی کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ اس نے کہا: ''تمہیں پتہ ہے یہ کچھوے قوت سماعت بھی رکھتے ہیں اور جو کچھ کہا جائے اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔'' فضل الٰہی کو اس بات کا مطلق یقین نہ آیا مگر اس کے دوست نے جب تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر ایک کچھوا جو قریب ہی گردن پانی سے نکالے باہر جھانک رہا تھا، کہا: ''جاؤ اس تالاب کی مٹی لے کر آؤ۔''

کچھوا واپس ہو گیا اور تیرتا ہوا تالاب کے اندر چلا گیا۔ مقام حیرت ہے کہ کچھ دیر بعد اسی کچھوے نے مٹی اپنی پشت پر لادی ہوئی تھی۔ لے آیا اور ان کے قریب پانی میں آ کر رک گیا۔ وہ شخص آگے بڑھا اور کچھوے کی پشت سے مٹی اتار لی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مٹی متبرک ہے۔ اس دوست نے کچھوے کے shell پر ایک رنگ سے نشان لگا دیا تھا تاکہ ثابت ہو سکے کہ یہ وہی کچھوا ہے۔ بازمستان پر حاضری کی شرط ہے کہ زائرین پہلے ان کچھوؤں کو چھچھڑا کھلائیں پھر مزار پر حاضری دینے کے مجاز ہوں گے۔

Marfat.com

ماں کی دعا

راقم کے دوست جاوید اقبال سندھو جو ہمارے قرب میں ہی رہائش پذیر ہیں نے ایک دن باتوں باتوں میں اپنے تایا جان اور دادی جان کا سچا واقعہ بیان کیا۔ 1917، 1918 کی بات ہے ڈاکٹر محمد شریف صاحب (میرے دوست چوہدری جمیل کے والد ہیں) حصول تعلیم کیلئے آگرہ میں مقیم تھے اور اپنی تعلیم کے اخراجات انگریزوں کے بچوں کو اردو کی تدریس سے پورا کیا کرتے تھے۔ خود L.S.M.F ڈاکٹری کے ڈپلومے کیلئے پڑھا کرتے۔ اس زمانے میں یہ سند M.B.B.S کے برابر سمجھی جاتی تھی۔

آگرہ قیام کے دوران شریف صاحب بخار ہو گیا۔ بخار نے چھ ماہ کی طوالت اور شدت اختیار کی کہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کے مصداق شریف صاحب جیسا حوصلہ مند اور بہادر شخص بھی ڈگمگا گیا۔ والدہ ماجدہ کی قربت کی کمی کا شدت سے احساس ہوا اور والدہ ماجدہ کو خط کے ذریعہ اپنی آمد کی اطلاع دیدی۔ ان کے والدین گل والا اپنے آبائی گاؤں میں جو سیالکوٹ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے رہائش پذیر تھے۔

ڈاکٹر صاحب کی والدہ ماجدہ اپنے ذہین لخت جگر کی علالت کا علم ہوتے ہی آزردگی کے عالم میں بیتاب ہو گئیں اور دعا کرنے لگیں "یا خدا میرے بیٹے کا بخار اس عاجز بندی کو عطا فرما اور اگر میرے فرزند دلبند کی موت لکھی ہے تو اس کی موت کا فیصلہ میری موت کی صورت میں قبول فرما میرے بیٹے کو صحت یاب فرما"

ادھر ڈاکٹر شریف آگرہ سے بیماری کی حالت میں ٹرین پر سوار ہوئے اور ادھر والدہ صاحبہ اپنے بیمار بیٹے کو لینے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئیں اس زمانے کے رواج کے مطابق نوکر اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لیا اور تمام راستہ زبان پر ایک ہی ورد رہا۔

"یا باری تعالیٰ میرے بیٹے کی بیماری مجھے لگا دے اور میرے بیٹے کو صحت یاب کر دے"

کیا قبولیت کا وقت تھا کہ ماں کی دعا قبول ہوئی جیسے ہی ماں بیٹا اسٹیشن پر بغلگیر ہوئے تو بیٹے کے بخار نے ماں کو جا لیا اور بیٹا صحت یاب ہو گیا۔ والدہ صاحبہ گھر واپسی پر تین دن اور بخار کی حالت میں چارپائی پر دراز رہیں اسی کیفیت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

کہا جاتا ہے خاندان مغلیہ کے شہنشاہ ظہیر الدین بابر کا بیٹا ہمایوں جب زندگی اور موت کی کشمکش میں تھا تو باپ نے بیٹے کی صحت یابی کیلئے اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کر دی جو قبول ہوئی اور ہمایوں اللہ تعالیٰ کے فضل اور باپ کی دعاؤں سے صحت یاب ہو گیا۔ بیشک خلوص دل سے دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

خدا ترسی

قبل از تقسیم ہند مستری غلام حید رصاحب نہایت متقی، پرہیزگار اور نیک انسان تھے۔ ان کی تمام زندگی خدمت خلق میں صرف ہوئی مستحقین ناداروں کی خدمت کرتے بسر ہوئی۔ مرحوم و مغفور جاوید اقبال سندھو کے دادا جان تھے۔

ڈاکٹر شریف مستری غلام حید ر مرحوم کے فرزند ارجمند آگرہ میں ہی مقیم تھے کہ مستری غلام حیدر اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اس مجبوری کے تحت ڈاکٹر صاحب اپنے والد کے آخری سفر میں جنازے کو کندھا نہ دے سکے۔ کوئی تین ماہ کے بعد اپنے آبائی گاؤں گل والا گھر میں محرومی کے احساس سے دل گرفتہ وارد ہوئے۔ مستری غلام حیدر مرحوم کے چھوٹے بھائی اپنے بڑے بھائی کی جدائی کے صدمے کی تاب نہ لاتے ہوئے تقریباً سات ماہ بعد ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی تدفین کے سلسلے میں فیصلہ ہوا کہ انہیں بھی بڑے بھائی کی قبر کے متصل دفنا دیا جائے۔

قبر کھودنے کے دوران ڈاکٹر صاحب کو والد مرحوم کے دیدار کے موقع سے استفادہ کا خیال آیا۔ یوں نہ والد مرحوم کا چہرہ دیکھ لوں لہذا قبر کی دیوار کے تھوڑے حصے سے اینٹیں نکالنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مطلوبہ سوراخ سے جب ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد مرحوم کی نعش کو جھانک کر دیکھا تو بے اختیار کلمہ شریف کا ورد کرتے غش غش کر اٹھے اور دیگر عزیز و اقارب کو بھی چہرہ پر نور کے دیدار

Marfat.com

کی ترغیب دی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نعش اسی طرح تر و تازہ ہے۔ کفن میلا تک نہیں اور پھولوں کی خوشبو سے معلوم ہوتا ہے جیسے ابھی ابھی دفن کئے گئے ہوں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہوا اس وقت کا غم بھی تازہ ہوا۔ وہاں ہر ایک زبان پر ایک ہی بات تھی کہ بجائے دونوں کی خوبی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اور ان کی موت پر نوری بارش برسائی۔

دوسری بڑی بات جو زبان پر تھی ان کا یہ ذکر تھا کہ انوار کی برسات کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہر شخص اپنی اپنی رائے دے رہا تھا کہ گاؤں کا ایک بیان جس کا نام درج ہوا تھا نے یہ راز افشا کیا کہ میاں حیدر صاحب نے مجھے یہ حکم دے رکھا تھا فلاں فلاں مستحق ہر سال فصل سے متعلق ان کی ضروریات مہیا کرتے رہنا اور اگر کسی نادار آدمی کی بیٹی کی شادی اخراجات کا ذریعہ نہ ہو تو اسے بتائے بغیر اور آپ سے کہے بغیر یہ بات آئی کہ یہ کام تم کرو اور وہ کچھ عرصے سے مالی طور پر اس قابل نہیں کہ شادی کا بندوبست کر سکے تو یہ خرچ بیٹی کی شادی کا اٹھاتے اور بعد میں کی فصل ذمہ خود ادا کرتے۔ اسی طرح جب بھی مستری صاحب سے کسی کا نقصان ہو جاتا کھیتوں میں تو انکساری سے معذرت کے ساتھ ساتھ فصل کے نقصانات کا ازالہ فرما دیتے۔

کئی آدمی سے کئی بار سنا ہے کہ ایک دفعہ مستری مرحوم اپنے ڈیرے پر بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ہجوم ایک آدمی کو مارتے ہوئے ان کے ڈیرے کی طرف لا رہا ہے۔ ہجوم کے نزدیک آنے پر عقدہ کھلا کہ یہ شخص چور ہے اور گاؤں کے فلاں آدمی کا بیل چوری کر کے لے جا رہا تھا۔ ہجوم نے ہاتھوں پکڑ لیا ہے اور آپ کے پاس لائے ہیں کہ آپ اس کی سزا تجویز فرمائیں۔

مستری صاحب نے اس آدمی کو علیحدہ لے جا کر پوچھا: ”تم نے یہ بیل کس وجہ سے چرایا؟“

”کئی دن سے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ بچے بھوکے ہیں۔ یہاں سے گزر رہا تھا کہ اپنے گھر کی زبوں حالی کا خیال آیا۔ میں نے سوچا بیل کو چرا لوں اور بیچ کر بچوں کا پیٹ بھروں۔ مجھے تقدیر کا کیا پتہ تھا کہ اس کا مالک بھی یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہے۔ اس نے مجھے پکڑ لیا۔“

اس پر مستری صاحب نے واپس آ کر ہجوم سے کہا اور خوب لعن طعن کی۔ گاؤں والوں کو تسلی دی کہ تم جاؤ میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گا۔ جب سب چلے گئے تو انہوں نے اسے پوچھا: ”تم نے کتنے دن سے کچھ نہیں کھایا ہے؟“

”کئی دن ہو گئے ہیں۔ سب گھر والے فاقے سے ہیں۔“

مستری صاحب نے اسے کھانا کھلایا اور کچھ زادِ راہ دیا اور کہا کہ خاموشی سے پچھلے راستے سے نکل جاؤ اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنا۔

اسی طرح کی ایک اور واقعہ ہے۔ مستری مرحوم اپنے ایک ملازم کے ہمراہ کسی گاؤں سے اپنے گاؤں واپس آ رہے تھے۔ گرمی کی شدت نے نڈھال کر دیا اور ایک گھنے درخت کی چھاؤں میں سستانے بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بیٹھے تھے کہ اس کے بعد ملازم نے دیکھا کہ آپ کے کرتے (قمیض) کے بازو پر ایک بڑا چیونٹا (ملوڑا) چلتا نظر آیا۔ آپ نے اس وقت ملازم کی طرف دیکھا اور مزاحیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا: ”بیٹا! ہمیں ایک بیکار پڑ گئی ہے یہ چیونٹا اس درخت سے آیا ہے جہاں ہم نے تھوڑی دیر آرام کیا ہے۔ وہاں کہیں اس نے چیونٹے کی بل (گھر) دیکھی تھی۔ یہ بیچارہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے۔ تم جاؤ اسے وہیں چھوڑ آؤ۔“ ملازم نے اسے کپڑے (رومال) میں احتیاط کے ساتھ اٹھایا اور اسی جگہ پر پہنچا دیا۔

یہ ان خوبیوں میں سے چند ایک ہیں جنہیں ہم لوگ جانتے ہیں۔ نہ جانے کون سی خوبی ہے جس کی بنا پر انوار رحمت ہوئی۔

ایک دفعہ مستری غلام حیدر صاحب بیمار ہو گئے۔ حکیم صاحب سے مشورہ کیا تو روزانہ بکری کا دودھ پینے کے لئے کہا گیا۔ چنانچہ گاؤں کے ایک بکری والے سے رابطہ کیا تو روزانہ بکری کے تازہ دودھ کا بندوبست ہو گیا۔ چند دنوں کے بعد مستری صاحب جب کھیتوں کی طرف سیر کو جا رہے تھے تو کھیتوں میں ادھر ادھر بکریوں کو چرتے ہوئے دیکھا۔ خیال آیا کہ بکریاں اسی والے کی ہوں گی جو دودھ دیتا ہے۔ لہٰذا والے کو بلا بھیجا اور پوچھا۔

”یہ بکریاں کھیتوں میں چر رہی ہیں۔ کیا تمہاری ہیں؟“

Marfat.com

"جی مستری صاحب سب کی سب ہیرے کی ہیں۔"

"یہ وہ قیمتی بھی تمہارے ہیں؟"

"نہیں سرکار یہ سب نگینے میں غریب آدمی ہوں دوسروں سے ٹھیکے میں ہیرے تراش کر بیچتا ہوں۔"

"یہ تم نے ٹھیکے سے مالکان سے اجازت لی ہوئی ہے؟"

"اجازت کی کیا ضرورت ہے۔"

"تو پھر میں تم کو یہ ہیرے چرا رہا ہوں کہ تم نے ان کی قیمت ادا ... صاحب پوچھا۔"

مستری صاحب ایک غریب دیہاتی کی کام سے متاثر ہوئے اور کیا بات کہی کہ مستری صاحب ... دیہاتی نے ان میاں روتی ہوئی دو روپیہ ... کہ مجھ سے کہ اس وقت اس دیہاتی کو اپنے ہاتھ میں لے کے ...

"یہ جو نگینے بند کی ہوئی ہے اس کی قیمت ... ان کے ایک پتھر سے ... ادا کی مقدار میں ...

رہی ہے۔ نگینے کو پتھر سے الگ کر کے اپنے گھر لے جاؤ۔"

"نہیں مستری صاحب میں ان کی قیمت ادا کرنے کے قابل نہیں ہوں۔"

"جب بھی توفیق ہو تو قیمت ادا کر دینا۔"

"مستری صاحب یہ نگینے تو بہت قیمتی ہوں گے۔"

"میں نے ان کو چاندی میں جڑ دیا تھا۔"

غریب دیہاتی اتنی قیمتی نگینے لے کر چلا گیا اور مستری صاحب کی خدمت میں جب بھی ... قیمت چکانے دیہاتی نگینے اور پتھر ... کر اپنے گھر ... بعد دیہاتی ... مستری صاحب نے ... ان کی قیمت اتنی تو نہیں۔

"آپ نے ... ہمارے ساتھ ... ہیں۔"

"چند دن سے یہ ہم نے بھی ان کی ... کی قیمت ساتھ چپکی ادا کر دی۔"

قبر میں تازہ گلاب

... 1998 میں ... قبر ... میں ...

حضرت ... صاحب ... کے ... میں ... حضرت ... معروف ... مستری ... صاحب ... شجاعت میں شامل ... صاحب ... بھی جاری ... رہا۔

... چوہدری ... مرحوم ... معروف شخصیت ... باشندگی ... مقدمہ ... چوہدری صاحب ... پریشانی ... صاحب کی خدمت میں ...

... صاحب نے فرمایا ... مقدمہ ... آخر ... فیصلہ ...

Marfat.com

استاد غلام رسول صاحب کا ایک بیٹا بنام منظور حسین نہایت جوشیلا اور شیر دل جوان تھا جو اپنے والد صاحب کی طرح سانپوں کو پکڑنے اور ادویات میں دلچسپی سے مصروف کار رہتا۔ سوئے اتفاق ایک نہایت زہریلی ناگن کو قابو کر کے پٹاری میں بند کرنا چاہتا۔ چونکہ ناگن بھی جوان اور زوردار تھی۔ مقابلہ سخت ہوا اسی کشمکش میں ناگن نے منظور حسین کو ڈس لیا۔ زہر سرعت سے منظور حسین کے جسم میں سرایت کر گیا اور مار گزیدہ کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا۔ منظور نے کافی دیر کر دی باپ کو وقت پر خبر نہ کی۔ باپ نے اپنے لخت جگر کی حالت دیکھی تو جلدی سے زہر کا تریاق جو تیار شدہ تھا تلاش کرنا شروع کر دیا۔ شومئی قسمت جس ڈبیا میں رکھا تھا، نہ مل سکی۔ دیکھتے دیکھتے باپ کے سامنے بیٹا موت کی طرف جا رہا تھا اور باپ چیختا رہ گیا۔ آناً فاناً اس کا جسم نیلا کالا ہونا شروع ہو گیا اور بیٹے نے جان دے دی۔

تدفین کے سلسلہ میں قبر کھودی جانے لگی۔ قبر کی کھدائی کے دوران متصل قبر سے مٹی گرنے پر تازہ گلاب کا پھول نمودار ہو گیا۔ بتدریج مٹی ہٹائی جانے پر ایک دوشیزہ کا تر و تازہ چہرہ بھی نمایاں ہوا۔ دیکھنے والوں کو احساس ہوا جیسے نیک طینت دوشیزہ [illegible] دوشیزہ کی پیشانی پر [illegible] اور پاکدامنی کا مشاہدہ تھا جس نے مرحومہ کی قبر کو کھلنے نہ دیا۔ کون جانے یہ پاکیزہ زندگی کی مالک کون تھی البتہ یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ قبرستان استاد مرحوم کے خاندان کا ذاتی تھا۔ قرین قیاس ہے کہ استاد مرحوم کی کوئی بزرگ ہستی ہے۔

بے لوث عالم دین

شاہدرہ لاہور چونگی [illegible] کے قریب جانب جنوب ایک اسلامیہ کالونی واقع ہے جہاں ایک عالم دین درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ ان کی درسگاہ میں جنات بھی زیر تعلیم ہیں اور عالم دین بے لوث خدمت خلق میں پیش پیش ہیں۔ [illegible] سے بحد معذرت اجتناب فرماتے اور کسی سے کچھ طلب نہ کرتے۔ اگر کسی نے آنے جانے کا کرایہ دیا تو قبول فرما لیتے۔ [illegible] معیوب خیال کرتے۔ ان کے وعظ فرمانے کے دوران حاضرین کو یہ محسوس ہوتا کہ عالم صاحب حاضرین کے علاوہ کسی اور مخلوق سے بھی مخاطب ہیں۔

1992 میں تبلیغ کے سلسلہ میں راولپنڈی تشریف لے گئے۔ جب وعظ اختتام پذیر ہوا تو منتظمین کی نے لاہور واپس جانے کے متعلق پوچھا [illegible] نے فرمایا [illegible] سعادت حاصل کی۔ اللہ کا نام لے کر جی ٹی روڈ پر پیدل چلنا شروع کر دیا۔ جب رات کے قریب پہنچے تو راولپنڈی کی طرف سے ایک کار آئی اور ان کے پاس آ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے پوچھا "آپ کا اسم گرامی یہ ہے اور آپ راولپنڈی سے تشریف لا رہے ہیں؟" انہوں نے مثبت انداز میں جواب دیا۔

ڈرائیور نے کہا "مالک نے حکم دیا ہے ایک پیدل چلنے والے سے پوچھتے چلے آ رہے ہیں آپ یہاں مل گئے آپ بیٹھیے" راولپنڈی سے لاہور تک [illegible] کی نے [illegible] سواری کی۔"

کرامت

1955 کا واقعہ ہے کہ شاہدرہ میں ایک خواجہ سراؤں (ہیجڑوں) کا تکیہ ہوا کرتا۔ (تکیہ سے مراد ڈیرہ) جہاں ایک بزرگ کی قدیمی قبر تھی جس پر خواجہ سراؤں کا ہجوم لگا رہتا۔ دیگر عقیدت مند بھی چراغ جلاتے، پھول، غلاف چڑھاتے اور مرادیں پوری ہونے کی منتیں مانتے۔

قبر سے متصل ایک صدیوں پرانا درخت جس کا جھکاؤ قبر پر محیط ہوتا جا رہا تھا۔ تنے کا پھیلاؤ عین قبر کے اوپر دباؤ کی شکل میں موجود پا کر خواجہ سراؤں کو تشویش لاحق ہوئی کہ اس طرح کے دباؤ سے قبر مسمار ہونے کا احتمال ہے۔ یہ سوچ اجتماعی طور پر حاوی ہوئی کہ ہمارے پیر و مرشد کی قبر دبتی جا رہی ہے اور درخت کی ٹہنیوں نے قبر کو نظروں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔ آخر کس طرح اتنے بڑے درخت کو کاٹا جائے۔ یہ مشکل مرحلہ تھا بہرحال چند ایک نے اوپر چڑھ کر درخت کی شاخیں کاٹ دیں مگر قبر پر دباؤ کا ازالہ نہ ہو سکا۔ بنا پر چہ میگوئیاں اور قیاس آرائیاں ہونے لگیں اور بڑے تنے کو کاٹنے کی کوئی تدبیر سجھائی نہ دی۔

Marfat.com

پریشان حال خواجہ سراؤں نے وضو وشور و واویلا میں بدل دیا۔ یکایک ایک بزرگ جن سے موقع پر وارد ہوئے اور پوچھتے ہیں "کیا مسئلہ ہے؟" مسئلہ کو شدید ادراک کر کے وہ بزرگ آگے بڑھے اور ایک ہاتھ سے پکڑ کر ۔۔۔ سیدھا کر کے فوراً ہی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔

معجزہ

1992 میں ڈاکٹر صادق حسین نقوی صاحب کی میاں چنوں بطور M.S تقرری ہوئی جس کوٹھی میں انہوں نے رہائش اختیار کی وہاں "گلو" کا ایک پودا جس نے پھیل کر تمام صحن کا احاطہ کیا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کی جڑوں (Aerial roots) نے ۔۔۔ اور چھت سے اپنی غذائیت کی غرض سے زمینی رابطہ استوار کیا ہوا تھا۔ جب بھی بارش ہوتی تو ان جڑوں سے ہو کر پانی چھت سے جگہ جگہ سے ٹپکنے کا عمل جاری و ساری رہتا چنانچہ اس عذاب سے تنگ آ کر ڈاکٹر صاحب نے ۔۔۔ اس کے بعد بغیر جڑوں کے خشک کرنے کے لیے کوٹھی کی چھت پر رکھ دیا تاکہ خشک ہونے پر اس کو پھینک دیا جائے۔ آخر وہ ایک ٹہنی تھی جسے چھت پر رکھ کر بھول گیا۔

کوئی چھ ماہ بعد اچانک اپنی والدہ ۔۔۔ سے اس کے متعلق استفسار کرنے لگا۔ ماں نے بتایا ۔۔۔ ٹہنی تو اسے خشک کرنے کی غرض سے چھ ماہ پہلے چھت پر رکھا تھا۔ آج مجھ سے پوچھتے ہو۔ چنانچہ چھت پر جا کر دیکھا تو جہاں اس قدر خشک ہو چکا تھا ۔۔۔ اور خشک ہونے کی وجہ سے ہاتھ کے ۔۔۔ کی صورت میں ۔۔۔ کرنے لگا۔ چنانچہ ۔۔۔ بے کار خیال کرتے ہوئے ۔۔۔ ایک دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ چند دنوں بعد خدا کی قدرت سے ۔۔۔ صرف سرسبز ہو گیا بلکہ کئی جگہ سے نئی کونپلیں نمودار ہو گئیں۔ اہل خانہ حیران ہوئے کہ یہ خشک ۔۔۔ اور نہایت ۔۔۔

دیکھتے گئے ہیں کہ اس دیوار پر ۔۔۔ سے پانچ چھ فٹ اوپر ایک سبز پتے سے پر ۔۔۔ ہیں۔ ۔۔۔ جناب سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی اور نیچے والی حضرت علی ۔۔۔ امام حسن علیہ السلام کی ۔۔۔ ہیں۔

موثر تعویزات

عبداللہ شاہ انور کے خالہ زاد بھائی ۔۔۔ ازدواجی زندگی بسر کرتے ہوئے پندرہ سال ہو گئے تھے لیکن ان کی بیوی کی ۔۔۔ ہوئی۔ دونوں میاں بیوی نے متعدد بار میڈیکل چیک اپ کرائے مگر کوئی بھی نقص سامنے نہ آیا ۔۔۔ کے عام طور پر ہوتا ہے دوسری شادی کی ترغیب پر زور انداز میں دینے کی مہم کا آغاز کر دیا اس غرض سے والد صاحب نے ۔۔۔ اٹھایا اور عبداللہ شاہ کے والد محترم کے مشورے کے مطابق کرنی بھی تجویز کی لہٰذا ایک دن جب ان کے والد صاحب ۔۔۔ آئے تو سارے حالات ان پر واضح کرنے کے بعد دوسری شادی کی تجویز پیش کر دی۔ ۔۔۔ پتہ بھی بتا دیا اور یہ بھی یقین ۔۔۔ لڑکی کے والدین معترض نہ ہوں گے۔ ساتھ ہی عبداللہ شاہ کی والدہ صاحبہ نے انکشاف کیا کہ پہلی بیوی کے والدین بھی دوسری شادی کے متفق ہیں اور پر زور حمایت کرتے ہیں کہ ان کے داماد کی دوسری شادی ضرور ہونی چاہیے۔ ثبوت کے طور پر پہلی بیوی کے والد کے چند خطوط بھی دکھائے گئے جن میں ان کی رضامندی کا خاص طور پر اظہار واضح تھا ۔۔۔ بیوی کے والد ۔۔۔ پیر رشید الدولہ کے ماموں زاد بھائی ہونے کے ناطے مذہبی پیشوا اور تعلیم یافتہ تھے وہ یہ برداشت نہ کر سکتے کہ ان کا داماد ۔۔۔ بعد بھی اولاد جیسی نعمت سے محروم رہے۔ وہ چاہتے کہ ۔۔۔ میں ۔۔۔ ہیں ۔۔۔ میں ۔۔۔ غرض تھی یہ کہ دنیاوی عزت کی خاطر ۔۔۔ داماد دوسری شادی نہ کرے۔

عبداللہ شاہ کے والد صاحب نے انکار کر دیا وہ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ ان کی بھتیجی ۔۔۔ ان کی بیوی کی ۔۔۔ کی طرح سے ان کی محبت دکھی ہو۔ یہ بھی پیش نظر رہے کہ ان کی بیوی کی والدہ صاحبہ تینوں بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی۔ ۔۔۔

کے ایک عزیز کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی تو وہ اس کی بیوی کو ایک درویش کے پاس لے گئے جس کے تعویذات کی مدد سے کئی لوگوں کے ہاں اولاد ہو چکی تھی۔ ایک دن وہ دونوں وہاں پہنچے اور ایک عامل سے رجوع کیا۔ عامل مراقبے میں چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد کہنے لگے "پہلے تین چار بچے ضائع ہو چکے ہیں۔ میں تمہیں چار تعویذات دے رہا ہوں۔" وہ تعویذات لے کر واپس آ گئے اور عامل کی ہدایت کے مطابق پانی میں حل کر کے مختلف مواقع پر اس کی بیوی نے پی لئے۔

اب اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے تعویذات کے اثر اور اللہ کی رحمت سے چار لڑکے تولد ہوئے جن میں سے تین بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ایک لڑکا زندہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے۔ اس واقعے کے بعد عبداللہ شاہ کی بیوی کا تعویذات پر اعتقاد محکم ہو گیا ہے۔

راقم کے سننے میں آیا ہے کہ دو قسم کے تعویذات ہوتے ہیں۔ میرا اپنا تعویذات پر یقین نہیں کیونکہ جو شخص توحید، نماز، روزہ کی پابندی کرتا ہو اور ہر بات پر خیر و شر پر یقین رکھتا ہے، اس پر تعویذات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ایک نوری اور دوسرے کالے ہوتے ہیں۔ نوری جو قرآن پاک کی آیات سے تحریر کئے جاتے ہیں اور جو کسی برے اثرات کی خاطر استعمال نہیں ہو سکتے۔ اس کے علاوہ کالے علم کے اثرات شیطانی اثرات سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ کالے علم کے تعویذات کرنے والے قرآن پاک کی آیات الٹی لکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کا ہمیشہ برا انجام ہوتا ہے۔

سانپ تسخیر کرنے کا عمل

پیر سید رشید الدین صاحب کے خالو سید رشید شاہ صاحب جو علاقہ کی مشہور و معروف شخصیت تھے، کے ہاں راقم تھے۔ 1946 میں یہ ایک دن صبح کی چھٹی کے بعد سید رشید شاہ صاحب کے باغ کی طرف چل دیئے۔ جب باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ ... سید رشید شاہ صاحب کے آم کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کالا سانپ ... سید رشید شاہ صاحب نے جوں ہی سانپ آیا تو جیسے پالتو جانوروں کو مخاطب کیا جاتا ہے کہا "تم یہاں کیوں چلے آئے ہو؟"

سانپ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ یہ منظر دیکھ کر ... اس عجیب طرز تخاطب اور سانپ کی حکم کی بجا آوری دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے۔ تھوڑی دیر بعد شاہ صاحب نے کچھ سوچ کر پھر اس سانپ کو مخاطب کیا اور کہا "چل اپنی راہ لے اور ہمارا راستہ نہ روک۔" سانپ تو فوراً ... چلا گیا اور باغ سے نکل گیا۔

بعد میں دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ سید رشید شاہ صاحب کو نہ صرف سانپ کو قابو کرنے کا عمل آتا تھا بلکہ ان میں سانپ کے کاٹے ہوئے مارگزیدہ افراد کا علاج کرنے کی صلاحیت بھی موجود تھی۔ سید رشید شاہ صاحب نے اپنے انتقال سے چند روز پہلے اپنے بیٹے سید نور رشید حسین شاہ کو سانپ کو مسخر کرنے کی اجازت دے دی اور انہوں نے بھی عوام الناس میں مارگزیدہ لوگوں کا علاج کیا۔ ... سید شبیر شاہ صاحب نے بھی اپنے بڑے بھائی اور والد کی طرح پیر صاحب (سید رشید الدین صاحب) کی خدمت میں ... سانپ تسخیر کرنے کا عمل منتقل کر دیا اور پیر صاحب نے جو پہلے سے ہی خدائی خدمتگار تھے عوام الناس کو فیض پہنچانے میں دلی اطمینان ... مارگزیدہ اشخاص کو ... پانی پلاتے اور پیر صاحب کے دم کرنے سے اللہ تعالیٰ کی شان کہ کئی مریض اپنے پاؤں پر چل کر ... ہو جاتے۔

پیشین گوئی

حضرت پیر سید رشید الدین صاحب کی ہمشیرہ ... بی بی مرحومہ (پروفیسر نصیر الدولہ کی والدہ ماجدہ) نہایت دین دار، نماز کی پابند اور متقی خاتون تھیں۔ ان کا بھانجا بنام سید عبداللہ شاہ ... ملازم تھا، اس سے ملنے ملانے چلی آئیں۔ وہیں بریگیڈیئر خالد قریشی تھے، ان کے بھائی ظفر ... عہدہ دار تھے، وہ بھی اتفاق ... ان سے ملنے آ گئے اور باہمی ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ اچانک خالہ جی

Marfat.com

نے چونکہ کہا ”میاں ظفر! میں تمہارے [illegible] کی پیشین گوئی کر رہا ہوں۔ یہ بات ہے؟“

اس پر ظفر [illegible] نے کہا ”خاص کوئی بات نہیں۔“

فرمایا ”بہرحال میاں احتیاط کرنا، میں دعا کروں گا۔“

دوسرے ہی دن حادثہ ہوا۔ ظفر [illegible] کی گاڑی کو [illegible] زندہ بچ [illegible] ظفر [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] سچ ہے بعض نیک لوگوں اور پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئی کی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے۔

تنگ دستی سے نجات کا وظیفہ

کلام پاک کی طاقت سے سب آگاہ ہیں [illegible] اس کے متعلق راقم ایک وظیفہ بیان کرتا ہے۔

یہ وظیفہ ان لوگوں کے لیے ہے جن کی گزر اوقات تنگدستی سے ہو رہی ہو۔ ایک چھٹی [illegible] کا وظیفہ [illegible] گوشت، انڈا [illegible] کا استعمال دوران چھٹی نہیں کرنا چاہیے اور اپنی بیوی کے پاس بھی نہیں [illegible] رات بھی [illegible] نہیں کرنا چاہیے۔ بہتر ہے ایک خاص وقت اور مخصوص مقام [illegible] آپ نے خود [illegible] کرنا ہے [illegible] سے عمل کرنا ضروری ہے۔ عمل یہ ہے۔

[illegible]

جس کے [illegible] کرنی [illegible] پریشان [illegible] اس وظیفہ کو [illegible] صدق [illegible] میں [illegible] کرتے [illegible] اس طرح [illegible] مرتبہ [illegible] کرتے رہیں [illegible] حاصل کر لیں گے۔

بیمار کو صحت یاب کرنے کی دعا

”جدید [illegible] کا [illegible] (1996) [illegible] 36 [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

راقم اس آیت [illegible] سید [illegible] صاحب نے اپنی [illegible] اس آیت مبارکہ کا اثر [illegible] صاحب نے [illegible] یہ آیت [illegible] مرتبہ پڑھی۔

وہ ایک ہفتہ بعد [illegible] صاحب [illegible] قدموں پر [illegible] صاحب نے [illegible] پوچھا ”آپ تو بالکل تندرست ہو گئے؟“

وہ کہنے لگے ”جی [illegible] اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے صحت یاب ہو گیا ہوں۔“

Marfat.com

پیر صاحب مسکرائے اور فرمایا "وہ دن اور وقت کچھ یاد ہے؟"

"ہاں۔"

پھر کچھ بتانے کے بعد پیر صاحب نے فرمایا "بھائی میں نے اسی وقت اور اسی دن آپ کو تصور میں رکھتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی مرتبہ پڑھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔"

اس طرح پیر صاحب نے اپنی بیٹی فرخ جمشید والی کی بیٹی غازیہ کے بیمار ہونے پر مریض کے قریب بیٹھ کر پڑھنے کی ہدایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پڑھنے کی برکت سے بیمار وہ صحت یاب ہوئی۔

انسان کی اصلیت!

ایک درویش نے اپنے ایک چیلے سے فرمائش کی کہ دنیا میں جو سب سے بری چیز ہے وہ لے آؤ۔ چیلے نے بہت سوچ بچار کی مگر کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ آخر کار اس نے سوچا کہ دنیا میں سب سے فضول یا بری چیز تو فضلہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس نے دو لکڑیوں سے تھوڑا فضلہ اٹھایا اور ایک پوٹلی بنا کر جیسا کہ دیہاتوں میں اکثر ہوا کرتا ہے اس کو اپنے شانے پر رکھی ہوئی لاٹھی کے آخری سرے پر باندھ دیا اور درویش کی سمت روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ درویش کے پاس کے قریب بھی نہ پہنچ پایا تھا تو پیچھے سے اس پوٹلی سے آواز آئی "میں دودھ، ایک بہترین سالن، گوشت، مرغ، مچھلی، کوئی اناج، وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ دنیا میں، میں وہ سب کچھ تھا جو کہ انسان کھاتا ہے۔ میں نے تیرے جیسے کی صحبت اختیار کی اور میں وہ فضلہ بن گیا جو تم اٹھائے جا رہے ہو۔"

Marfat.com

عجیب وغریب واقعات

مائی روپاں

راقم 1989 اپنی بیوی کے ہمراہ اپنے ہم زلف ڈاکٹر صادق نقوی کے پاس قصور گئے جو ان دنوں وہاں MS تعینات تھے اور آجکل وہاں کی D.H.O کے عہدے پر فائز ہیں۔ چند دن گزرنے کے بعد جب ہم نے گجرات واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ایک دو دن مزید رک جائیں پھر اکٹھے لاہور چلیں گے۔ وہاں مشہور ذاکر اہلبیت '' ... '' کی مجلس کا اہتمام ہے۔ ازاں بعد آپ لوگ گجرات چلے جانا اور ہم قصور لوٹ آئیں گے۔

حسب پروگرام ہم دونوں خاندان اپنی اپنی کاروں میں ان کے الاٹ شدہ (ہندو پراپرٹی) مکان جو کہ پرانا مزنگ میں واقع ہے پہنچ گئے۔ مجلس شام کو مزنگ روڈ پر تقریباً نو بجے کے قریب شروع ہونے کا امکان تھا۔ یہ جگہ مستقل امام بارگاہ نہیں بلکہ ایک میدان میں سائبان لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ سامعین کی بہتات کے پیش نظر Closed circuit T V کا بھی بندوبست تھا۔ ... خواتین بیٹھتی تھیں ان کا علیحدہ جگہ مختص کر دی گئی۔ جونہی مجلس میں جانے کیلئے پیدل گھر سے نکلے تو بوندا باندی شروع ہو گئی۔ میں نے مجلس میں جانے سے تامل کا اظہار کیا کیونکہ میرے سر پر بارش کے چند قطرے گرنے سے ہی مجھے نزلہ زکام اور بخار میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پر یقین انداز میں سمجھایا کہ تمہیں کچھ نہیں ہوگا کیونکہ یہ مذہبی عقیدہ کا فیض ہے۔ ... پائے کا ذاکر اہلبیت ہے۔

مسلسل اصرار پر کوئی دس منٹ میں ہلکی پھلکی بوندا باندی میں چلتے ہوئے ڈاکٹر صاحب ... اور میں مجلس کے قریب پہنچ گئے جبکہ مستورات اپنی مخصوص جگہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ خدا کی قدرت جونہی ذاکر ... موسلا دھار بارش نے آن گھیرا۔ یکلخت تمام سامعین اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھتے دیکھتے پانی ٹخنوں تک آن پہنچا۔ ... سائبان کے نیچے بارش کی شدت ... وہاں ٹھہرنا ناممکن تھا کیونکہ بارش سے ... مسلسل پڑنے لگے اور چھینکیں آنی شروع ہو گئیں۔ ... ڈاکٹر صادق نے ہاشم سے کہا کہ ... ماموں کو گھر چھوڑ آؤ انہیں تو گھر کا راستہ بھی نہیں معلوم۔''

ہاشم نے گھر کی ڈیوڑھی تک میری رہنمائی کی اور عجلت سے واپس مجلس کے مقام پر لوٹ گیا۔ میں چھینکیں مارتا ... کمرے میں جا کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ اس کمرے کا مشرقی دروازہ ڈیوڑھی میں، دوسرا دروازہ صحن میں کھلتا۔ میری چارپائی کی پائنتی کی سمت سیڑھیوں کی طرف تھی اور یہ سیڑھیاں ڈیوڑھی سے بائیں جانب سیدھی چھت پر چلی جاتیں۔ جہاں میں لیٹا ہوا تھا دروازے میں سے میری نظر ان سیڑھیوں کو کافی بلندی تک دیکھ سکتی تھی۔

دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت عورت جس کے ماتھے پر ٹکہ، گلے میں سونے کا ہار، پاؤں میں پازیب، سفید رنگ کی ساڑھی میں ملبوس جس کا ایک پلو اس کے سر پر تھا۔ کانوں میں جھمکے پہنے ہوئے، لبوں پر دلفریب مسکراہٹ سجائے چھم چھم کرتی ہوئی سیڑھیوں سے ڈیوڑھی میں اتری اور میری چارپائی کے پاس سے ہوتے ہوئے دوسرے دروازے سے صحن کی جانب چلی گئی۔

Marfat.com

[illegible] کیفیت سمجھتا [illegible] معلوم ہوا کہ بخار تو صرف 101 ڈگری [illegible]
[illegible] پہلے [illegible] صورت حال [illegible] پھر کم [illegible] اتری اور [illegible]
[illegible] اپنی [illegible]
[illegible] مجھے معلوم [illegible] والے پہنچا [illegible]
[illegible] آخر بات [illegible]
[illegible] آواز میں [illegible]
[illegible] مجھے [illegible]
[illegible] علاقے میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حقیقت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] رشید احمد [illegible] صاحب سے عقیدت مندانہ [illegible]
[illegible] نیازمندانہ [illegible] ایک دن [illegible]
[illegible] آپ کے پاس [illegible]
[illegible] بے حد خوشی ہوئی۔

[illegible] (ضمیمہ 168) [illegible] (ضمیمہ 169) [illegible]
[illegible] چوہدری صاحب نے [illegible] کا انتظام کیا اور فیصلہ ہوا [illegible]
[illegible] ساتھ [illegible]
[illegible] نام سے [illegible]
[illegible] والے تھے [illegible]
[illegible]

[illegible] لمبے لمبے دانت [illegible]
[illegible] مجھے بھی [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] لوگوں نے [illegible]

Marfat.com

ہوا جو تم لوگوں نے عورت کے بارے میں دھیان نہیں دیا یہ ٹھیک ہے کہ اکثر اوقات خواتین چیخ و پکار کرتی ہیں اور بیماری کی حالت میں ان سے فریادی لہجے میں متوجہ کرتی ہے کہ ان کو تب تک نقصان نہیں پہنچ پاتا جب تک اور ساتھ کی چیخ و پکار سنی جاتی ہے۔ اکثر اوقات پکارنے کی حد تک اکتفا کرتی اور خود بھی تھوڑی دیر کے بعد غائب ہو جاتی ہے۔

تدریس جنات

ہم اکثر اوقات اپنی بی بی (نانی اماں) سے قصے کہانیاں سنا کرتے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے ماموں قاضی صاحب جو کہ سوہدرہ میں رہائش پذیر اور جنات کے عامل تھے کا بھی ایک دلچسپ اور حیرت انگیز واقعہ سنایا۔

قصہ یوں ہے کہ قاضی صاحب اکثر اوقات اپنے معتقدین جو کہ مرد اور خواتین پر مشتمل تھے سے ملتے اور ان سے مسائل سنتے اور علم و فضل کی بھی باتیں ہوتیں۔ ایک شام حسب معمول نورانی محفل برپا تھی۔ قاضی صاحب چراغ کی روشنی ناگوار گزری جو کہ ان کی محفل سے بہت دور دیوار پر روشن تھا۔ انہوں نے آواز دی کہ کوئی جا کر چراغ بجھا دے۔ ان کا کہنا تھا کہ محفل میں سے ایک بڑھیا نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہاتھ لمبا کیا اور چراغ گل کر دیا۔

اس سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی روحانی محفل میں صرف نوع انسان ہی نہیں بلکہ جنات بھی شریک ہو کر ان کی گفتگو سے مستفید ہوا کرتے۔

جن کا جنون

1986 میں راقم کے ہمراہ ڈاکٹر صادق حسین وہاڑی میں DHO کی حیثیت سے تعینات تھے۔ ان دنوں ان کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو نہایت پریشان رہتا اور ہر وقت خوف کی حالت میں رہتا۔ ملاقات کے دوران ڈاکٹر صاحب نے اس سے بیزاری کا سبب پوچھا تو اس شخص نے رو رو کے اپنی داستان سنائی۔ اس شخص کی داستان غم پر یقین نہ آیا۔ معززین سے اس کی کہانی کے متعلق دریافت کیا تو تصدیق ہوئی۔ کہانی کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مذکورہ شخص وہاڑی کے امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتا۔ خاندانی خوشحال اور کافی جائیداد کا مالک تھا۔ اس شخص پر جنات قابو کرنے کا شوق جنون کی حد تک حاوی ہو گیا۔ لہٰذا اس نے ایک عامل سے رجوع کیا۔ عامل نے اسے بڑی مشکل سے کام لیتے ہوئے سمجھایا کہ یہ تمہارے بس کا روگ نہیں۔ عمل کی تکمیل تم سے نہ ہو پائے گی۔ لیکن اس کے اصرار پر عامل کو مجبور کر دیا اور بہرصورت جنات کا تسخیر کرنے کا عمل سیکھنے پر مصر رہا۔

چلہ کشی کا عمل تو بیس دن تک کا تھا لیکن اس کی حد تک رہنا جس تک میں تمہیں بتاؤں گا۔ اس سے آگے نہیں جانا۔ اس شخص نے زبانی یقین دہانی کرائی۔ اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ چلہ کشی کا وظیفہ عامل نے بتا دیا۔

چلہ کشی کے آخری دن چلہ کشی میں اسے کچھ نہایت خوبصورت پرندے اڑتے ہوئے اس کے قریب دکھائی دیتے تھے۔ چند دنوں کے بعد عجیب و غریب جانور بھی سامنے آئے جن میں سے ایک خرگوش نہایت خوبصورت تھا۔ وہ اس کے قریب آ گیا۔ اس نے بے اختیار اسے پیار کرنے کی غرض سے ابھی ہاتھ بڑھایا تھا کہ خرگوش اس کا ہاتھ چبا گیا اور اس کا دایاں ہاتھ جو اس نے بڑھایا تھا کاٹ کر چلا گیا۔

اس واردات کا ذکر اس نے عامل سے کیا تو عامل نے کہا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ چلہ کشی کے دوران اگر تمہارے سامنے جو تماشا اور خوبصورت اشکال نظر آئیں تو وظیفہ کو ترک نہ کرنا اور ان کا خیال نہ کرنا اور عمل جاری رکھنا۔ اب میری ہدایت پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ اب ان آفات سے تمہارا پالا پڑے گا۔ تمہارا یہ حال تمام زندگی میں سیدھا نہ ہو پائے گا۔"

اس دن سے ہی حالات بگڑنے شروع ہو گئے نہ صرف کاروبار اور جائیداد سے ہاتھ دھونا پڑے بلکہ تمام تر خاندان بھی موت کی وادی میں چلا گیا یہاں تک کہ وہ خود بھی کنگال ہو گیا۔ اب اس شخص نے اللہ کی طرف رجوع کیا عبادت کرتا اور اپنے پروردگار سے معافی مانگتا رہتا ہے۔

آسیب کی دہشت

1944 کی بات ہے جب مقبرہ جہانگیر کے گردونواح میں کوئی آبادی نہ تھی، گرمیوں کا موسم تھا۔ مقبرہ کے متصل بڑی بڑی (کشتیوں) کا بیڑا چلتا تھا۔ ایک شخص کشتی سے اترا اور جہانگیر کے مقبرہ کے باغ میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہاں اس نے دو عورتیں دیکھیں جو برقعوں میں بیٹھیں جن میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں پر مردہ بچہ کپڑے میں لپیٹا اٹھایا ہوا تھا۔ ان دو اکیلی عورتوں کو مردہ بچہ تھامے ہوئے دیکھا تو اس کو بڑا ترس آیا۔ جب وہ ان کے قریب ہوا تو ایک عورت نے دردمندانہ لہجہ میں کہا "بھائیجان! یہ بچہ آپ لے لیں ہم نے آصف جاہ کے مقبرے کے اوپر والے کمرہ میں جانا ہے۔ وہاں ہمیں لے جائیں۔"

اس نے بغیر سوچے سمجھے انسانی ہمدردی کی بناء پر بچہ ان سے لے لیا اور آگے آگے چل دیا حتیٰ کہ اس نے آصف جاہ کے مقبرہ کی سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیں۔ پیچھے پیچھے عورتیں آ رہی تھیں اس نے اس کمرہ میں قدم رکھا ہی تھا۔ تو دیکھتا کیا ہے کہ ہر طرف انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے، انسانی کھوپڑیاں، بازو، ٹانگیں ہر طرف بکھرے پڑے ہیں۔ وہ یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا۔ بچہ کو فرش پر پھینکا اور خوفزدہ ہو کر الٹے پاؤں سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا اور اپنے گاؤں میں آ کر ہی دم لیا۔

اس خوفناک منظر کی دہشت کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ پندرہ دنوں تک اس نے کچھ کھایا نہ پیا۔ آنکھیں اس قدر دہشت زدہ تھیں کہ ان کو کھلنا محال ہوا۔ آخر پندرہ دن بعد فوت ہو گیا۔ آصف جاہ کے مقبرہ والے کمرے کا منظر جان لیوا ثابت ہوا۔ حق ہے بغیر سوچے سمجھے کسی کام میں غیر متوقع جگہ پر مداخلت نہیں کرنا چاہئے۔

آسیبی خوشبو

ڈاکٹر اسحاق حسین 1985 میں قصور کے پرانے ہسپتال میں بطور میڈیکل آفیسر ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے اور ہسپتال کے اندر ہی ایک پرانے مکان میں اپنی فیملی کے ساتھ رہائش پذیر تھے جس کمرے میں وہ سویا کرتے اس کی ایک کھڑکی سڑک کی جانب کھلتی۔ موسم سرما کی ایک رات قریباً گیارہ بجے ڈاکٹر صاحب اپنے ہسپتال ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے اور کوکب جو کہ میری سالی ہے بیڈ پر لیٹے نیم خوابیدہ تھی کہ اچانک چند چھوٹے چھوٹے بچوں کی ہنسی کی اور عجیب وغریب زبان میں گفتگو کی آوازیں آئیں۔ کوکب فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف گئی اور دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں چوکیدار حسب عادت آیا تو کوکب نے چوکیدار سے پوچھا "تم نے یہاں بچوں کو دیکھا ہے؟"

اس نے جواب دیا "بی بی جی! یہاں پر کوئی بچہ وغیرہ موجود نہیں۔ اسقدر شدید سردی میں نیم شب بچوں کا یہاں کیا کام اور کس ویران جگہ پر بچے یہاں سے آ گئے۔ یہ آپ کا وہم ہو گا۔"

وہ پریشانی کے عالم میں تمام رات سو نہ سکی۔ جب صبح ڈاکٹر صاحب گھر تشریف لائے تو کوکب نے سارا ماجرہ بیان کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا "تمہارا وہم ہے یہاں پر رات کو بچے کہاں سے آ گئے۔" اور کوکب بھی کہ اپنے موقف پر ڈٹی رہی۔ چنانچہ دوسری رات ڈاکٹر صاحب ڈیوٹی سے دس بجے کے قریب لوٹ آئے اور اپنی بیوی کی تسلی و تشفی کے پیش نظر کہا "یہاں رہ کر مشاہدہ کرو کہ کیا واقعات رونما ہوتے ہیں۔" جونہی گیارہ بجے وہی بچے اور وہی ہنسی کھیل اور عجیب وغریب زبان میں تکلم کے زیر اثر کھڑکی کے پاس آئے۔ ہاتھ میں ٹارچ لیکر جلدی سے دروازہ کھول کر باہر دیکھا تو وہاں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔

اسی دوران میں جب ساری فیملی میز پر کھانا کھا رہی ہوتی تو جس دروازے کی طرف ڈاکٹر پشت کیے بیٹھے ہوتے تو اچانک آہستہ آہستہ وہیں سے پھولوں کی خوشبو پہلے تھوڑی تھوڑی پھر بتدریج خوشبو بہت زیادہ ہو جاتی۔ پھر اسی طرح جیسے پہلے آنا شروع ہوئی

Marfat.com

تھی، بعد میں مدھم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتی۔ یہ واقعہ متعدد بار پیش آیا۔

نجف منزل، پیر پچھواڑہ، پرانا مزنگ، لاہور کے قریب دو آسیب زدہ مکان ہے جہاں "مائی" رہتی ہے۔ راقم ... اس مکان میں ڈاکٹر صادق حسین نقوی کی بڑی ہمشیرہ رضیہ رہائش پذیر ہیں وہاں میری سالی صاحبہ اپنی بچیوں کے ساتھ کئی سال تک قیام پذیر رہیں۔ یہ واقعہ مجھے آپ نے سنایا جو اس واقعہ کی عینی شاہد ہے جہاں متعدد بار ایسے واقعات کا اعادہ ہوتا رہتا ہے۔

اس نے بتایا کہ اس مکان کے غسل خانے میں کسی کے وقت کوئی غیر مرئی قوت آ کر غسل کیا کرتی ہے۔ پہلے وہ اپنے ... پانی بڑی مدت سے ذاتی رکھتی ہے۔ جب پہلی دفعہ آپ کے مشاہدے میں یہ واقعہ رونما ہوا تو گھبرا کر اپنی بڑی آپا رضیہ سے بیان کیا کہ غسل خانے میں کون نہا رہا ہے۔ اس نے ہنس کر کہا "چھوڑو یہ تو معمولات کا روز کا عمل ہے۔ لیکن کوئی ہم کو تنگ نہیں کرتا۔ پانی والے نل کھول دیتے ہیں اور پانی سپلائی والی ٹونٹی بھی بند کر دیتے ہیں۔ البتہ خالی ٹب اور غسل خانے میں پڑا رہتا ہے۔ جب یہ مافوق الفطرت ہستی غسل کرتی ہے تو ٹب خالی ہوتا ہے لیکن غسل خانے کے فرش (کھرے) پر پانی موجود ہوتا ہے جو کسی کے غسل کرنے کی شہادت دیتا ہے۔ ہم نے تو یہ غسل خانہ بند کر دیا لیکن یہ عمل جاری و ساری ہے۔"

اسی نجف منزل میں ایک دفعہ راقم کی بڑی سالی خالدہ کی بیٹی شاہدہ اور اس کا خاوند شمشیر عباس ایک کمرے میں رات کو دروازہ بند کر کے چٹخنی لگا کر آرام کر رہے تھے۔ ان کا نومولود بیٹا ماں کی گود میں سو رہا تھا۔ اس کمرے کا ایک ہی دروازہ ہے جو برآمدہ میں کھلتا ہے جس میں دیگر افراد خانہ کوکب اور آپا رضیہ بمعہ اہل و عیال ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ شاہدہ نے کمرے سے دروازہ کھولا تو اس کے ہاتھ میں نہایت خوبصورت سرخ گلاب کی کلی پکڑی ہوئی تھی جو گھبرا کر کہنے لگی "ہمارے ساتھ تو عجیب واقعہ پیش آیا ہے کسی نے ہمارا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا دروازہ کھولو۔ آوازوں سے پتہ چلتا تھا دروازے کے باہر کافی مرد و عورتیں موجود ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں گھبرائیں اور نہ ہی شور مچائیں ہم نے تو صرف بچے کو دیکھنا ہے اور اپنی آمد کی کوئی نشانی چھوڑ جائیں گے۔ چنانچہ وہ یہ گلاب کی کلی بچے کے پاس چھوڑ گئے جو مجھے وہاں سے ملی ہے۔ جب دروازہ کی طرف دیکھا تو وہ اندر سے بند تھا اور میں گھبرا گئی ... وہی گلاب کی کلی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔"

آپا رضیہ نے اس واقعہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور کہا "ایسے واقعات یہاں ظہور پذیر ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

بنگالی مسجد

سات اپریل 1994 کو آغا سلیم صاحب جو ٹیلیفون کے محکمہ میں S.D.O تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی ... صاحب اور راقم کے دیرینہ تعلقات استوار ہیں۔ آغا سلیم میرے ... اور میں گجرات کے ... چونکہ آجکل میرے اعصاب پر ایک کتاب لکھنے کا جنون کی حد تک غلبہ طاری ہے۔ میں نے آغا صاحب سے کہا کہ زندگی کا کوئی دلچسپ واقعہ سنائیں۔ جسے انہی کی زبانی لکھتے ہیں۔

1971 میں جلالپور جٹاں کے ایک بٹ صاحب S.D.O ہوا کرتے تھے جن کی چھوٹی بیٹی سخت بیمار ہو گئی۔ گجرات کے مشہور معالجین سے علاج کرایا گیا جو بھی مریضہ کو دیکھنے آئے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ بچی دن بدن لاغر اور کمزور ہوتی گئی اور نہایت تشویشناک صورت اختیار کر گئی چونکہ والدین کا تردد ظاہر تھا ... شاید بچی پر جن، سایہ یا آسیب کا اثر ہو۔ بٹ صاحب کو کسی نے بتایا کہ دریائے جہلم کے قریب ایک بنگالی مسجد واقع ہے جہاں کے اہل حدیث مولانا صاحب جنات کا علاج کرتے ہیں اور اس عمل کیلئے یا تو مریض خود ان کے پاس جائے یا کوئی ... مریض کے کپڑے مولانا کے پاس لے جائے تو مولانا بتا دیتے ہیں کہ مریض کی بیماری کی نوعیت کیا ہے۔

ایک روز بٹ صاحب بچی (مریضہ) کی ایک استعمال شدہ بنیان لے کر آغا سلیم کے ہمراہ مولانا کے پاس پہنچے۔ مولانا نے چند کلمات پڑھ کر بنیان پر پھونک ماری پھر فرمانے لگے "نماز عشاء ایک علیحدہ کمرے میں ادا کرتی ہے۔ ازاں بعد نماز ... پڑھتا ہے۔ پھر اسی کمرے میں ایک چولہا گرم کر کے اس پر ایک دیگچی میں مسور کی دال ڈال کر چڑھا دیتی ہے۔ ... پاس

Marfat.com

برتن میں سے پیلا دھواں برآمد ہو تو سمجھ لینا آسیب کی گرفت میں ہے اور پھر یہ تعویز جو ہم دے رہے ہیں۔ چار پانچ دن تک بچی کو پانی میں گھول کر پلانا۔"

حسب توفیق رب صاحب نے مولانا کی ہدایت پر عمل درآمد کیا تو پیلا دھواں دیکھ کر یقین ہو گیا کہ بچی آسیب زدہ ہے چنانچہ رب صاحب نے بچی کو حسب ہدایت تعویزات پلانا شروع کر دیئے۔ پہلے دن جب تعویز گھول کر دیا گیا تو مریضہ نے سارا پانی نہ پیا بلکہ بمشکل تھوڑا سا پیا باقی پانی بچی (مریضہ) نے گرا دیا تاہم بچی کے رو بصحت ہونے کے آثار نمایاں ہو گئے۔ دوسرے دن بھی بمشکل بچی نے تعویزات والا پانی پیا اور تیسرے دن از خود بچی نے تعویز والا پانی طلب کیا۔ اسی طرح پانچ دن کے بعد بچی بالکل تندرست ہو گئی اور اب وہ بچی بالکل صحت مند خوش و خرم ازدواجی زندگی اپنے بال بچوں کے ساتھ گزار رہی ہے۔

آغا نسیم صاحب کی روایت ہے۔ 1972ء میں ایک مولانا کے پاس بنگالی مسجد سرائے عالمگیر چلے گئے۔ مسجد میں مولانا دوسرے محلے میں تشریف فرما تھے۔ مولانا مسجد کے حجرہ میں ہی رہائش پذیر اور مسجد کے صحن میں ہی عقیدت مندوں سے ملاقات کرتے اور ان کے مسائل سنتے۔ شام کا وقت تھا کہ ان کی توفیق ہی نہ ہوئی۔ آغا صاحب بھی نہایت مودبانہ انداز میں بیٹھے ان عقیدت مندوں میں ہی ایک عورت فریادی ہوئی کہ میرا بچہ جس کی عمر کوئی تیرہ سال ہے۔ اسے دورے پڑتے ہیں ہاتھ پیر ٹیڑھے ہو جاتے ہیں بڑی دور سے آپ کے پاس آئی ہوں۔ خدارا دیکھئے آپ خود اندازہ کر لیں کہ بچے کی حالت کیسی ہے۔ دن بدن کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ مولانا نے ایک آیت پڑھ کر مریض بچے پر پھونک مارتے ہوئے کہا "مسجد کی دیوار کی جانب رخ کر کے بیٹھ جاؤ جو کوئی بھی ہے سامنے آ جائے" دوبارہ کہا "کیوں فکر دور سے ہو" تیسری دفعہ بتدریج کہا "زیادہ زور سے" بچہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ لڑکے کی ماں نے گھبرا کر بچے کو اٹھانے کے لئے لپکی لیکن انہوں نے اس کو منع کیا "فکر نہ کریں میں نے توجہ دی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بچے کی ماں اور ایک دیگر شخص کو ہدایت کی کہ بچے کو آرام سے اٹھا کر ان کے قریب لے آئیں۔ بچے کو بغور دیکھتے ہوئے مولانا نے کہا "تم بڑے بے ادب ہو سلام نہیں کرتے۔"

اس کے بعد مولانا نے کوئی آیت پڑھ کر چھڑی نکال کر بچے کی کلائی پر آہستہ سے ماری اور کہا "تم بڑے نالائق بے ادب اور تمیز ہو سلام نہیں کرتے۔ تمہارا نام کیا ہے؟" حیرانگی کی بات ہے کہ لڑکے کے لبوں پر جنبش ہوئی اور ایک عورت کی آواز آئی۔

"السلام علیکم! میرا نام شگفتہ ہے۔"

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"میرے ساتھ میری بہن بھی ہیں۔"

"السلام علیکم! میرا نام ماہ نور ہے۔" لڑکے کے لب ہلے اور دوسری عورت کی آواز آئی۔

"تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟"

"ہمارا بھائی ہے۔"

لڑکے کے لب ہلے اور اس دفعہ ایک مرد کی آواز آئی اور کہا "السلام علیکم! میرا نام رام لال ہے۔"

"اس بچے کو چھوڑ دو۔ شاباش مجھے بتاؤ کہ واقعہ کیا ہے؟" مولانا نے پوچھا۔

"بچے کے لب ہلے اور ایک عورت کی آواز آئی۔"

"ان کے گاؤں مسجد کے قریب ایک بڑ (بوڑھ) کا درخت جس کے نیچے ہمارا مسکن بسیرا ہے۔ ہم نے نہایت اعلیٰ قسم کا کھانا پکایا ہوا تھا کھانے پر اس لڑکے نے پیشاب کر دیا۔"

"جاؤ شاباش بچے کو چھوڑ دو۔ وہ تو معصوم ہے اس سے لاعلمی میں غلطی ہوئی۔"

لڑکے کے لب ہلے ایک عورت کی آواز آئی۔ "السلام علیکم" بعینہ دوسری عورت کی آواز آئی "السلام علیکم" جب مرد نے کہا

Marfat.com

[illegible]

... ایک عجیب ... عجیب و غریب قسم کا چہرہ دیکھا۔ میں نے ذرا قریب ... ایک ... نورانی چہرہ ہاتھ میں تسبیح لئے کھڑے ہیں۔ جونہی میں نے دوبارہ ... غائب تھے۔

... چہیتی ... پر ... چند مشکل کام تھے اور ... مولوی ... صاحب ... بنگالی مسجد سرائے عالمگیر تشریف لے گئے ... (ضمیمہ 170) ... چھوٹی چھوٹی ... والوں کے حال حالات پوچھ رہا ہے۔ ... متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ دنیا سے چلے گئے ہیں۔ ... حضرت ... صاحب پہلے ہی ... چکے تھے یہ تعویذ لے جاؤ اور میں کوشش ... کوئی زیادہ امید نہیں ... جاتے جاتے ... کی حالت بگڑتی گئی آخر کار انتقال کر گئی۔

... 1971 میں وقوع پذیر ہوا ... صوم صلوٰۃ کے پابند نہایت ... ایک عزیز دوست ... واقعہ ... جس کا تعلق براہ راست آغا ... صاحب کے واقعہ ... صاحب کی موجودگی میں بیان کیا۔

... عمر تقریباً 33 سال ہوگی ... Holiday Inn اسلام آباد میں Administration آفیسر ... والدین کے مسلسل اصرار ...

14 ... 1995 ... Holiday Inn اسلام آباد ... ٹیلیفون کیا تو معلوم ہوا ... 15 جون 1995 ... اسلام آباد میں ہوئی تو پتہ چلا ... قریب رہائش پذیر تھی۔ ... چنانچہ ... نہایت وارفتگی اور جنونی کیفیت میں بار بار بلند آواز میں ...

... رہائش پذیر تھی ... شیشے توڑنا، ملازمت سے استعفیٰ دینا، شادی نہ کرنا اور اپنے ...

... یقین ہو گیا کہ ... پر جنات کا سایہ پڑ گیا ہے لہٰذا ... ایک عامل کے پاس ... "مجھے ... عامل کے پاس لے چلو۔" چنانچہ ... کی مزاحمت کے ... پہنچے وہاں ... حاجت مند بھی موجود تھے۔ جونہی باری آئی تو عامل نے حالات ... مچھلی کے منہ میں ڈال ... اب مجھے یاد نہیں کہ زندہ یا مردہ مچھلی کے منہ میں ڈال کر پھینکتے ہیں۔ ... عامل کی ہدایت کے مطابق ... حالت بدستور ویسی ہی رہی۔

... عامل ... ایک مشہور عالم دین (بنگالی مسجد والے) جن کا ذکر اوپر ... ہو چکا ہے ... سرائے عالمگیر ضلع جہلم لے جانے ... کہا تو اس نے شدید مزاحمت کی اور اصرار کیا "مجھے ... کے پاس جانے پر رضامند ... اور ایک روز صبح سویرے ... کار میں اسلام آباد سے سرائے عالمگیر

Marfat.com

لے جانے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بچی تمام راستہ اس بات پر مُصر رہا کہ مجھے چھوڑ دو

نہ دی گئی اور جوں توں کر کے ہمراہ اسے عاملیہ پہنچ گئے۔

ہمراہ عاملیہ پہنچ کر عامل دین سے تعلق معلوم کیا تو پتہ چلا وہ مدنی ... ہوتے ہیں۔ (1971 ...

حاجت مند حلقہ بگوش تھے۔ جب بچی کی باری آئی تو نہایت بدتمیزی سے ...

بلیاں مانگی لہذا بچی کے ماموں نے جو بلیاں بچی نے پہن رکھی تھیں ... نہایت بدتمیزی سے ...

پردے مارے۔ عامل صاحب نے ... بچی پر ... اور بلیاں پیش کرنے کے بعد ...

عامل صاحب نے سوال کیا "تم کون ہو؟"

"میں جن عورت ہوں" بچی کے منہ سے آواز نکلی۔

"تمہارا کس مذہب سے تعلق ہے؟" عامل دین نے پھر سوال کیا

"میں مسلمان ہوں"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں اس کی شادی نہیں ہونے دوں گی" بچی کے منہ سے آواز نکلی۔

"کیا تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو؟"

"نہیں میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی"

"بہتری اسی میں ہے تم اس کا پیچھا چھوڑ دو" عامل دین نے رائے دی۔

"نہیں ہرگز نہیں" بچی کے منہ سے آواز آئی۔

عامل دین نے بچی کی ایک انگشت میں ایک screw والی انگوٹھی پہنا دی (مجھے یاد نہیں یہ انگوٹھی ... تھی ...) screw تھوڑا سا tight کر دیا جس سے انگشت کی ... تنگ ہو گئی۔ پھر انہوں نے ... پوچھا "پیچھا چھوڑ دو گی؟"

"ہرگز نہیں" بچی کے منہ سے آواز نکلی۔

اب انہوں نے انگشت کی screw کو مزید tight کر دیا تو بچی کے منہ سے نہایت درد ... آوازیں شروع ہو گئیں جیسے کوئی نہایت اذیت میں مبتلا ہو۔ جب انگشت کی screw مزید tight کیا تو جن عورت ... منت ... ہو گئی اور کہنے لگی "استاد میں اس کا پیچھا چھوڑ رہی ہوں"

"ایسے نہیں ہوا استاد جی" عامل دین نے حکم دیا۔

عامل دین نے اسے حضرت سلیمان کی قسم کھانے کو کہا اور حکم دیا "تم اس کا پیچھا ہمیشہ ..."

"جی استاد جی میں قسم کھاتی ہوں کہ میں ابھی اس کا پیچھا چھوڑ دیتی ہوں"

اب بچی ٹھیک ٹھاک ہے اور اپنے والدین سے خفیہ شادی پر رضامند ہو گئی۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ 1971 سے 24 سال بعد ... یہ واقعہ ... سامنے پیش ہوا ...

وسیم ... آج کل اسلام آباد ہوٹل میں Assistant Credit Manager کے فرائض ...

ذکر کیے گئے واقعے کے دوران جب ... پڑھتے تو ...

پنڈورا چھٹی سے اتر کر ... I-9 میں ... واقع ہے ...

کی ہوئی ہے یا نہیں ... پہلے پھر غور ... تھا۔

صورت حال یوں تھی کہ ... دروازہ کھلنے ... آواز ... دروازہ ...

ہاتھ پاؤں سن ہو جاتے یعنی اعصابی تناؤ کی کیفیت ... محسوس ہوتا کہ جیسے کوئی چیز ...

لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اس کی ٹانگیں اوپر اٹھ جاتیں۔ وہ قرآن پاک کی متعدد آیات پڑھتا جب ...

Marfat.com

پیدا ہو جاتا۔

اکثر اوقات اس آسیب کی شکل بھی نظر آ جاتی جو ایک لمبے قد کی زرد سفید رنگ اور گھٹنوں تک لمبے بال سفید لباس میں ملبوس اور مجھے یا تھپڑ مارتا۔ اسے پکڑنے کے عالم میں تشدد پر اتر آتا تو اپنے عزیز و اقارب جو موجود ہوتے ان کی پٹائی کرتا۔ یعنی وہ ایک خوبصورت اور نرم دل شخصیت ہے تاہم اس کا بڑا ماموں اس سے کہیں زیادہ طاقت ور تھا جو اسے دو تین طمانچے رسید کرتا تو وہ بے ہوشی کے عالم میں پڑ جاتا۔ پتہ چلا ہے کہ یہ عامل کے پاس اسلام آباد کے قریب و جوار میں کسی گاؤں میں لے جا رہے تھے۔ اس نے بتایا کہ عورت کی آواز آتی "اس کے پاس جا رہے ہو وہ تو پہنچی نہیں ہے"

پھر ایک دن جب اس عامل کے پاس پہنچا اور دروازے پر دستک دی تو ایک شخص نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا اور کہا کہ عامل صاحب گھر میں نہیں ہیں۔ وہ گھر میں موجود تھے یعنی وہ تمام عزیز کے ساتھ سن لیا تھا کہ عامل صاحب ایک شخص کو بھیجتے ہیں ... عامل صاحب گھر موجود نہیں۔ آسیب کو پہلے خبر تھی کہ اس پر عامل کے اثر کی بات نہیں ... [illegible] کا نام شاہ احمد ... پاس آنے سے وہ تمام عزیز جاتا اور اسے بمشکل قابو کر کے لایا گیا تھا۔

جشن جنات میں شمولیت

گجرات کی مشہور ... عالیشان دروازہ (چوک پاکستان) سے محلہ خواجگان کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کی شروعات کے دائیں جانب شیخ صاحب (ضمیمہ 172) کی ایک نہایت عالیشان کوٹھی واقع تھی جس میں ایک شاندار باغ ہوا کرتا۔ اب وہاں پر کوٹھی کا نشان باقی نہیں رہا ہے اور ... نئی ہوئی ہے۔ شیخ صاحب کا ایک بیٹا اختر مسعود کی راقم کا کلاس فیلو تھا۔ وہ ... پڑھائی میں ... برابر کا تھا۔ اس کا بڑا بھائی (شیخ اختر مقصود) جو کہ نہایت خوبصورت جوان تھا ... موٹر سائیکل ... کے مخالف سمت سے آتے ہوئے تانگہ کا بم عین دل پر لگا اور ... اس کی موت ... ہو گئی۔ اس ... سے گجرات شہر میں کہرام مچ گیا۔

شیخ صاحب کی کوٹھی میں ایک میراثی رہائش پذیر تھا جس کو "..." کے نام سے پکارا جاتا۔ ہر وقت مغربی لباس میں ... پہ بہت ... میں ہر وقت کوئی چھوٹی انگریزی بولتا ہی رہتا۔ اس کی اس حرکت پر بڑی سے بڑی ... ہوتی۔ کوٹھی کی جانب مغرب گلی میں ہندوؤں کا ایک مندر واقع تھا اور ... کسی بزرگ ہستی کا مزار موجود تھا۔ اب مزار ... کے ... کی جگہ پر ... بنا دیا گیا ہے۔

... میرا دوست ... صاحب کے احباب میں سے تھے اور نیاز مندی کے احساس سے کافی دیر تک دیوان خانہ میں ... کی باتیں ... کرتے ہوئے ایک واقعہ سنایا۔

... بعد ... کافی رات بیت چکی تھی۔ میں گھر جانے کی غرض سے اس راستے سے گزر رہا تھا ... جہاں مندر اور مزار ہے روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ مرد عورتیں ناچ گانے میں مشغول ... رہے ... میں یہ منظر دیکھ کر ... اور اس تماشہ سے لطف اندوز ہونے لگا۔ اتنے میں میرے پاس ایک شخص آیا اس نے پتوں پر رکھا ہوا حلوہ مجھے دیا۔

"... بات پوچھو ... یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ جشن کس خوشی میں منایا جا رہا ہے؟"

"... شادی کی تقریب ہے اسی خوشی میں ہم سب ناچ گانے میں مشغول ہیں لہٰذا آپ بھی یہ حلوہ کھاتے جایئے۔"

... مجھے خیال آیا ... یہ روشنی اور یہ رنگ رلیاں چہ معنی دارد۔ میں خوفزدہ ہو گیا۔ یہ معاملہ تو ... عجیب ... میں نے ... کی طرف ... جب ... اور قدرے ہوش بحال ہوئے تو میں نے سوچا چلو حلوہ چکھو تو سہی اس ... حلوہ میں نے ... نہایت مزیدار ... قدر ... تھا خوب ... کھایا۔ بقیہ رکھ دیا تا کہ بیوی بچے بھی کھائیں گے۔ ... حلوہ ... بیوی سے ... وہ حلوہ لایا تھا جو اس قدر مزیدار ہے کہ تم کھا کر حیران رہ جاؤ گی۔ میں جب

Marfat.com

صوفہ لینے گیا تو صوفہ فضلہ بن گیا ہوا تھا اور چھپکلی سے بچوں سے بدبودار پسینہ نکل رہی تھی۔

پیر صاحب نے یہ واقعہ سننے کے بعد فرمایا: "ایسی جگہوں سے اگر آپ کوئی چیز لی جائے [illegible] تو [illegible] میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دراصل ایسی چیزوں کو لینے سے پرہیز کرنا چاہئے اور ایسا منظر جب نظر آئے تو [illegible] ہے۔ اللہ کے نام کا ورد زبان پر [illegible] رکھنا چاہئے۔"

جنات کا تحفہ

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔ جنوری 1994 کی تاریخ [illegible] کا ایک بزرگ [illegible] جنات آئے [illegible] رات بارہ بجے کے قریب G T Road پر [illegible] راستہ پار کر کے۔ G T Road سے تین چار میل دوران [illegible] واقع تھا [illegible] ایک پگڈنڈی پر ہو لئے [illegible] کوئی ذی روح نظر نہ آیا۔ انہوں نے [illegible] ایک [illegible] (رومال) [illegible] سو روپے [illegible] خوشی کے موقع پر [illegible] ہاتھ [illegible] جیب میں [illegible] ہیں۔

جب اس بزرگ نے زمین پر پڑا [illegible] تو اس نے [illegible] سو روپے [illegible] غائب ہو گیا۔ بزرگ نے سو روپے [illegible] واپس [illegible] کے ایک [illegible] رات [illegible] دوران [illegible] انہوں نے اپنے [illegible] کی طرف [illegible] کہ [illegible] سو روپے [illegible] میں تبدیل ہو چکا تھا۔

راقم نے [illegible] کہ [illegible] فوق الفطرت [illegible] چیز [illegible] اسی وقت [illegible] چاہئے [illegible] ہے۔

جنات کی شرارت

[illegible] ایک [illegible] ایک [illegible] (یرقان) [illegible] ایک [illegible] بعد [illegible] شام [illegible] کہ [illegible] عجیب و غریب [illegible] واقعہ [illegible] پیش نظر [illegible] ہے۔

[illegible] راقم [illegible] شام کے بعد ایک [illegible] اپنے [illegible] کی طرف چل دیا۔ راستے میں [illegible] ایک [illegible] اپنی خوشی [illegible] پر [illegible] دیا اور [illegible] چلتا رہا [illegible] ایک [illegible] ہاتھ [illegible] کے [illegible] مسافر [illegible] بخت مسافر [illegible] رہا [illegible] تھا۔

اسی نوعیت کا ایک واقعہ [illegible] رات [illegible] مسافر [illegible] پیش آیا [illegible] جیب میں [illegible] راستہ [illegible] پریشان [illegible] جیب [illegible]

Marfat.com

[illegible] میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اس نے اپنی قمیض پھاڑ کر اپنے گلے سے اتار دی اور وہیں پھینک کر بھاگ نکلا جس کے
پیچھے [illegible] اور آواز [illegible] اور پھٹی چیزیں اٹھا [illegible]

[illegible]

1967 [illegible] اس نے زیر نظر اپنے بچپن کی ایک کہانی راقم کے ہم زلف
[illegible] اس طرح بتائی ہے۔
[illegible] بہت مرتبہ اور ہم پانچ چھ ہم عمر لڑکے کھیلنے کی غرض سے چاندنی رات میں
[illegible] مطابق اطراف میں پھیل جاتی ہے کہ ایک فرد دوسرے لڑکوں کی تلاش کرتا ہے اور
[illegible] اس شرط پر وہ لڑکا جس طرف جاتے وقت پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور اگر وہ
[illegible] پیچھے مڑ کر دیکھے تو اس عمل کو ہماری اصطلاح میں ''روند'' مارنا کہتے ہیں تاکہ باقی
[illegible] وقت بھی مل جائے۔ جب وہ طلوع ہو چکا ہوتا تھا اگر وہ واپس آنے تو
[illegible] کی باری آ جاتی اور یہی عمل دہرایا جاتا۔
[illegible] درخت کے پاس پہنچ کر (پگ) بندھا ہوا تھا پتہ آیا تو
[illegible] چھوٹا کالی بکری تھی اونچی ہونے کی وجہ سے پتا حاصل کرنے
[illegible] ( ) سے حاصل کر کے درخت کے سامنے لے آیا اور اس
[illegible] ہونے پر واپس اس کو باندھنے کا ارادہ کیا تو وہاں ایک
[illegible] میں نے ہمت نہ ہاری۔ حاضر دماغی اور عقلمندی سے میں نے شناخت کیے دونوں کا منہ
[illegible] خوشبو آ رہی تھی لیکن جونہی میں نے دوسرے ''بکرے'' کو پکڑا
[illegible] جب اس نے اپنا منہ کھولا تو کئی گز کی زبان باہر نکل آئی اور مجھے پکڑنے
[illegible] اپنے ساتھیوں کو آوازیں دیکر اکٹھا کرنے کے بعد سارا واقعہ بیان کیا۔ ہم سب ملکر
[illegible] تو وہاں [illegible] موجود نہیں تھا۔ کا فی واپس پلٹ آئے۔
[illegible] واقعہ بیان کیا تو بزرگوں نے بتایا کہ ایسے واقعات معمول ہیں۔ خوفزدہ ہونے کی کوئی بات
[illegible] نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

[illegible]

[illegible] صاحب [illegible] لاہور میں مقیم تھی۔ ان کے ماموں حافظ قرآن ہونے کے علاوہ حاجی بھی
[illegible] جہاں جہاں آوارہ گردی میں مشغول رہتا۔ دن رات با امتیاز گھر سے غائب
[illegible] ''نواب'' کے نام سے پکارا جاتا۔ دوست احباب سے اہل خانہ تک نواب صاحب کے
[illegible] نواب صاحب کی عمر 70 برس ہے۔ جب نواب صاحب 14 برس کی عمر کے تھے تو حاجی
[illegible] تا غیر شریفانہ فعل سے مگر جن کو زمانہ ''نواب'' سمجھے اور پکارے وہ باپ کی
[illegible] نواب صاحب گھر پچھلی رات لوٹے تو دور سے ہی دیکھتے ہیں کہ
[illegible] قریب آتے گئے مذکورہ شخص کا قد بڑھنا شروع ہو گیا۔ جب بالکل
[illegible] ضرورت محسوس نہ کی گئی تھی، وہ ڈر کے مارے دوڑ کر اپنے
[illegible]

Marfat.com

جب شیخ والد صاحب (ملک صاحب) سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا [illegible]

"[illegible]"

نواب صاحب نے نوابی کے انداز سے [illegible]

[illegible] بہر حال آج بھی انہیں نواب صاحب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

ملک صاحب [illegible]

اور سردار جی نے شادی رچالی

[illegible]

[illegible] مشہور تھا کہ [illegible]

[illegible]

یہ خوبصورت عورت کی شکل میں سامنے آ گئی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بیوی [illegible] بیٹی کو [illegible] landing [illegible]

[illegible]

Marfat.com

سولا فالاں والا

[illegible]

[illegible] (trance) [illegible]

Marfat.com

[illegible] اور جن کی تعداد پڑھ کر اپنے سوال کا صحیح حل اس سائل کو دیتا ہے جس کی تیسرے نمبر پر باری آئے باقی تمام کو ٹال دیا جاتا ہے اور یہ کئی گھنٹوں کی مدت تک جاری رہتی ہے۔ اس کی وضاحت کر دینا مناسب ہوگا کہ اگر وہاں 100 سائلان موجود ہوں تو صرف تین ہی [illegible] معلومات فراہم کرتا ہے باقی تمام خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں تاہم اس تمام عمل کے دوران عامل کی کیفیت بدستور رہتی ہے۔

شکاری شکار ہو گیا

[illegible] بند چھتہ بازار مزنگ لاہور میں ایک "پروہت" ("پروہت" ہندو قوم میں پیشہ ور دانے گھونٹنے والا) کا [illegible] ہوا کرتا تھا۔ [illegible] ایک ناس عمل ہے جس کو "باندی چڑھانا" "باندی چھیننا" یا "باندی اٹھانا" بھی کہتے ہیں۔ [illegible] میں ناس مہارت رکھتا۔

ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے عداوت ہو گئی جو ایک دوسرے کو مارنے پر تل گئے۔ اس سلسلے میں ایک نے اس [illegible] پروہت سے رجوع کیا [illegible] فلاں رات وہ میں عمل کروں گا اور باندی چڑھاؤں گا جس سے تمہارے دشمن کا [illegible] ہو جائے گا۔ [illegible] باندی پر عمل کا [illegible] کرتا ہے اور وہ باندی شوں شوں کرتی ہوئی گول چکر میں چکرانا شروع کر دیتی ہے [illegible] فضا میں چکر کاٹتی ہوئی پہنچ جاتی ہے اور اس شدت سے اپنے شکار یعنی مطلوبہ شخص کی [illegible] لگتی ہے کہ وہ [illegible] پاش پاش ہو جاتی ہے۔

[illegible] باندی کے [illegible] نے اطلاع دی کہ فلاں رات تو تمہارے مارنے کیلئے باندی چڑھائی [illegible] اور [illegible] پاس کی تلاوت کرنی شروع کر دی۔ ٹھیک [illegible] کے وقت باندی اس کے گھر میں شوں شوں کرتی [illegible] نے تلاوت بے خوف و خطر تسلسل سے جاری رکھی۔ باندی چھوڑیا اس کے ارد گرد چکر لگاتی [illegible] اور اس عامل پر پہنچ کر پرزوردار انداز میں ٹکرائی۔ وہ خود مر گیا۔

[illegible] باندی چڑھانے کے عمل کا کوئی توڑ نہیں اور یہ ہر حال میں جان لے کر ہی چھوڑتا ہے اگر شکار کو نہ مار سکے تو چڑھانے والا [illegible] ہو جاتا ہے۔

نہ رہا خوف

یہ زمانہ تھا [illegible] شہر میں صرف ایک ہی سینما بنام "[illegible]" جو ہندوؤں کی ملکیت تھا، وہاں "جنم داتا" فلم ریلیز ہوئی [illegible] زمانے کے مشہور ایکٹر جان وائس اور ایکٹرس نادیہ کے نام یہ جو کہ مار دھاڑ کی فلموں کے حوالے سے سارے ہندوستان [illegible] جاتے تھے۔ ان میں دوست شرمرزا مرحوم (بعد میں نام شرجان کر لیا) اختر رزاق مرحوم جنتی والی سٹور کے نام سے [illegible] ساتھ والی بند تھے میں ہوا کرتی تھی ذاتی معیت تھی اور راقم ایک رات فلم کا دوسرا شو دیکھنے سینما کے [illegible] میں آخری شو آدھی رات یا اس کے بعد ختم ہوتا اور شہر میں اس وقت ہو کا عالم ہوا کرتا۔

[illegible] تھے کالے بادلوں کی ہنسی میں اُمڈ آئیں۔ لگتا تھا کہ ٹوٹ کر برسیں گی لیکن ہمارے ذہن میں فلم کا [illegible] سب بے نیاز ہو کر ٹکٹ لئے اور سینما میں داخل ہو گئے لیکن میرے کان سینما کی ٹین کی چھت کی طرف لگے رہے [illegible] تو مجھے یوں محسوس ہوتا کہ میرے ہی نغمے بج رہی ہے۔

[illegible] suspense [illegible] قدر دلچسپ تھی کہ فلم کی خوبصورت ہیروئین نادیہ چلتی ٹرین پر دوڑ رہی ہے۔ اوپر ایک Dakota جہاز اڑ رہا ہے اور اس میں فلم کا ہیرو جان وائس بیٹھا ہوا ہے۔ ایک طرف تو وہ جہاز اڑا رہا اور دوسری طرف اس [illegible] ہیروئین اسے پکڑے اور وہ اس جہاز پر پہنچ گئے۔ اب آپ ہی انصاف کریں ایسا ہیجان انگیز سین ہو [illegible] اور وہ بھی اُس چین کے زمانے میں۔ تماشائی تھے کہ انہوں نے سیٹیوں، تالیوں اور نعروں سے سینما سر پر اٹھا رکھا تھا۔ ہم

Marfat.com

بھی پہنچ نہ سکتے تھے۔ خیر فلم کے اختتام پر باہر نکلے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ صرف بوندا باندی ہو رہی ہے بہر حال خطرے کو بھانپتے ہوئے ہم دونوں نے [illegible] کی طرف تیز رفتاری سے چلنا شروع کر دیا۔ ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا ہوگا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ اب ہم نے [illegible] تو سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ یقین جانیں کہ جیسے ہی ہم تیز دوڑتے گئے ویسے ہی ہمیں شدت سے ایک آواز سنائی دینے [illegible] جس طرح کوئی عین ہمارے پیچھے زمین پر چابک مار رہا ہے۔ ہمارے اوسان خطا ہو گئے اور ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے یقیناً [illegible] رات کے سناٹے میں کوئی جن بھوت یا چڑیل ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔ ایک موقع پر ہم تینوں [illegible] آواز بھی اچانک بند ہو گئی ہے۔ تھوڑا سا توقف اور ادھر ادھر دیکھنے پر ہمارے اوسان بحال ہوئے [illegible] پنواڑی کی دکان پر روشنی دکھائی دی۔ اس پنواڑی کی دکان ہمیشہ آخری شو کے اختتام کے بعد بند ہوا کرتی [illegible] سے پہلے سگریٹ اور پان خریدا کرتے۔ ہمیں قدرے مزید حوصلہ ملا ہوا اور ہم نے [illegible] قدم چلے تھے کہ پھر وہی آواز سنائی دی مگر اب اس کا دورانیہ نسبتاً کافی وقفے کے بعد تھا۔ ہم نے [illegible] پیچھے چلی چلی آ رہی ہے اور قدموں کی چاپ کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ [illegible] دکان تک پہنچے [illegible]

"[illegible] صاحب اتنے پریشان کیوں ہو؟" پنواڑی نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کوئی بھوت ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔"

پنواڑی نے بھی ایک ہی آواز سنتے ہوئے کہا "شیخ صاحب [illegible] [illegible] کی [illegible] ہوتی ہے۔"

اسی دوران شرم [illegible] پنواڑی نے تجویز کیا کہ "آپ [illegible] بازار میں چوکیدار اور ایک دو پولیس والے بھی مل جائیں گے۔ دیکھو صاحب آپ تو [illegible] ہوں۔ نہیں تو چلو تو جانا تو [illegible] کا ورد کرتے ہوئے فوراً گھر روانہ ہو جاؤ۔"

ہم نے پنواڑی کے مشورے پر عمل کیا اور مسلم بازار میں چل دئے۔ بارش جاری تو تھی مگر شدت میں [illegible] آواز بھی مفقود تھی۔ عجب کی بات ہے جب بھی ہم [illegible] کی ناہموار جگہ پر پڑتے تو پھر وہی آواز [illegible] فرصت نہ تھی اور مسلسل چلتے رہے۔

بالآخر ہم شہید ولایت کے [illegible] چوک سے پاس پہنچ گئے۔ اس زمانے میں وہاں [illegible] کی ہوا کرتی۔ اسی دیوار پر [illegible] ٹھیک بیٹھ گئے۔ یہاں بیٹھ کر ہم نے مشورہ کیا کہ [illegible] یقین تھا کہ [illegible] دور اپنے گھر جاؤ اور دروازہ کھٹکھٹا کر گھر والوں اور محلے والوں کو آدھی رات کے پریشان [illegible] کے ساتھ چلو کیونکہ وہاں تو دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پیش نہ آئی لہذا [illegible] ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ ہم [illegible] دیکھتا کیا ہوں کہ میرے ایک بوٹ کے تسمے ٹوٹے ہوئے ہیں اور [illegible] میں ابھی [illegible] باندھنے ہی لگا تھا کہ شار نے زور سے قہقہہ بلند کیا۔ [illegible] سارا [illegible] یہ تھی کہ [illegible] کی جو پوری [illegible] جب [illegible] آواز شروع ہوتی اور جب [illegible] تو پھر آواز بھی [illegible]

چونکہ میں دوست احباب میں "[illegible] صاحب" کہلاتا [illegible] زمانے کے قارئین کی [illegible] tip metal [illegible] جگہ پر پہنچنے کی وجہ سے اچھی خاصی آواز پیدا ہوتی۔

Marfat.com

گھنگروؤں والی بلا

عبداللہ شاہ ریٹائرڈ ... گجرات شہر اپنے آباؤ اجداد میں راقم کی رہائش گاہ کے بالمقابل رہائش پذیر ہیں انہوں نے زیرِ نظر واقعہ سنایا جو ان ہی کی زبانی بلا ... حاضر ہے۔

عبداللہ شاہ ... وادی ... میں رہائش کے دوران وہاں کی ... ایک دوست نے موسم سرما کی ایک شام اپنی والدہ کی شدید ... کی ... تکلیف محسوس نہ کر رہا تو اسی وقت اسے ساتھ گاؤں چلو تاکہ ... بے قرار دل ... والدہ ... عبداللہ شاہ تیار ہو گئے چونکہ دوست کی والدہ صاحبہ اسے اپنا بیٹا سمجھ کر بہت پیار کرتی تھیں۔ گاؤں ... تین میل کے فاصلے پر اور پیدل چلنے کے سوا اس وقت کوئی اور انتظام نہ تھا ... ویرانے میں عجیب ... حالت اور سنسان تھی۔

... تیز تیز قدموں سے چل دیئے رات کو ویرانے میں اندھیرے ... کے باعث قدرے ... گھنگروؤں کی آواز کی طرف توجہ دلائی۔ عبداللہ نے بھی گھنگروؤں کی ... بہرحال خدا معلوم یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔ وہ پہلے قدرے خوفزدہ تو تھے ہی البتہ عبداللہ ... (اتنی جلدی سے قدم ...) کوئی شے پیچھے سے پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔"

... زور سے ... اندر سے خود بھی ڈول گئے ... تیز قدم اٹھانے کے تناسب سے گھنگروؤں ... تیز ہو گئی ... سے پسینے چھوٹ گئے اور ایسی ویسی کہانیاں یاد آنے لگیں ... پیچھا چھوڑنے والی نہیں۔ زندگی ... نہیں ہوئی لہٰذا آخری حربے ... پیچھا چھوڑ ... پیچھا خدا خدا کرتے ہوئے ... بھی ... پسینے میں شرابور دوست ... پڑے۔

... میں تھوڑی مہلت باقی تھی ... pullover اتار کر چیخا۔ عبداللہ بے حال چارپائی پر مع بوٹ ... کی والدہ صاحبہ حیات ہیں ... کیفیت سے قدرے ... اور ... سے ... اپنے ... میں آ کے ... وظیفہ ... کرتے تھے۔ عبداللہ کے دوست نے ان ... سے ... دیکھ کر ... گئیں۔"

... مطابق ... گرم پانی سے بھرے ہوئے ... چارپائی کے نزدیک ہی لے آئے۔ عبداللہ نے اپنا بوٹ اتار کر چارپائی پر پھینکا ... گھنگروؤں کی آواز ... دوست ششدر رہ گئے۔

بات یوں ہے ... چند دن پہلے عبداللہ نے عید پر قربانی کے Wah میں دو بکرے خرید کئے۔ ایک ملازم نے شوق سے ... گھنگرو ... بکرے ... اور ملازم ... سے بکرے عبداللہ کو دکھانے چلے آیا تو ساتھ ہی ... گھنگرو ... بکرے ... کرتے ہیں۔" لیکن عبداللہ کو احساس ہوا کہ اس نے گھنگرو تاروں میں ... ملازم ... بعد تاکہ ... نہ ہوئے ...

... گھنگرو اتارے اور اپنے بوٹ کی جیب میں ... ڈال لئے ... دوسرے بکرے کی گردن ... اتارے ہوئے گھنگرو اندر جا کر الماری میں رکھ دیئے اور بوٹ کی جیب ... بھول گئے۔

... بات ... پیچھا چھوڑنے ... اور ... کا ... کر دیا۔

Marfat.com

بھوت!

گجرات کے ایک قریبی گاؤں کی روایت ہے کہ وہاں ایک حجام رہائش پذیر تھا۔ کسی بات پر اپنی برادری سے اس کی ان بن چل رہی تھی۔ اس حجام کی گاؤں میں تھوڑی سی زمین بھی تھی جس پر وہ بہت اتراتا تھا اور برادری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ نتیجتاً بات جنگ و قتال تک پہنچ گئی۔ برادری والوں نے منصوبہ بندی سے اس حجام کو قتل کرنے کی ٹھان لی اور ان تاک میں رہنے لگے کہ کب اسے قتل کرنے کا موقع ملے گا تاکہ ہمیشہ کے لیے اس مغرور حجام کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔

گاؤں کے چوہدری نے کسی کام سے حجام کو بلا بھیجا اور کہا ''دیکھو میں ہمیشہ عید کے موقع پر اپنی بہن کو عیدی دینے جاتا ہوں جو دوسرے گاؤں میں کافی فاصلے پر رہائش پذیر ہے۔ خود جایا کرتا ہوں لیکن میری طبیعت کچھ ناساز ہے۔ وہ بڑی شدت سے انتظار کر رہی ہوگی کیونکہ وہ میری اکلوتی بہن ہے اور میں اسے بہت پیار کرتا ہوں۔ میں نہ جا سکا تو اس کی دل شکنی ہوگی۔ تم ایسا کرو میری جگہ عیدی دینے چلے جاؤ۔''

''چوہدری صاحب میری فصل پکی ہوئی ہے۔ رات کو میں متعدد بار فصل کی رکھوالی کے لیے جاتا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں فصل کا کیا بنے گا میں تو آج کل وہیں پر سوتا ہوں۔''

چوہدری نے کہا ''تم بہرصورت میری بہن کو عیدی دینے اس کے گاؤں جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم اس قدر فکر مند ہو تو آج رات کو میں سو جاؤں گا وہاں۔'' لہٰذا مجبوراً حجام عیدی لے کر چلا گیا اور چوہدری اسی چارپائی پر سو گیا۔ اسی دوران کسی بدخواہ نے حجام کے دشمنوں کو خبر کر دی کہ آج حجام اپنی فصل کے پاس سونے گیا ہے اور اپنی فصل کی رکھوالی میں آج بھی وہاں سویا ہوا ہے۔

رات کی تاریکی میں دشمنوں نے اپنی دانست میں اسے قتل کر دیا اور رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لاش کو بستر میں لپیٹ کر کہیں گڑھا کھود کر دبا دیا۔ صبح دم کہرام مچ گیا کہ عین عید کے موقع پر چوہدری کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حجام عیدی دے کر واپس آیا تو لوگوں نے اسے دیکھتے ہی شور مچایا ''بھوت، بھوت...'' اور اس سے دور بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے گھر والوں نے بھی اس پر دروازہ بند کر دیا۔ وہ گاؤں میں جس طرف جاتا لوگ اسے دیکھ کر بھاگ جاتے اور آبادی ویران ہو جاتی۔ بالآخر اس نے زندہ رہنے کے لیے جو کرنا تھا لہٰذا آبادیوں سے دور ایک ویران جگہ پر ڈیرہ لگا لیا اور رات کے وقت کھانا اس نے یہی شیوہ بنا لیا۔

اس ''بھوت'' نے جلد ہی گردونواح میں دہشت پھیلا دی۔ ہوتے ہوتے کسی طرح شہر میں بھی یہ خبر پہنچی جہاں ایک تھانیدار موجود تھا۔ گھوڑے پر سوار گاؤں کی طرف گیا اور بھوت کی تلاش میں مستعدی سے چل پڑا۔ ... پیچھے پاؤں کی ... نکل گئی لہٰذا اس سلسلے میں ایک گاؤں میں ... گھوڑا نہایت اڑیل اور ... گھوڑے کے گلے میں ... تک ... بھوت وہاں آن پہنچا ... بھاگ نکلا اور تھانیدار صاحب پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ گھوڑے پر چھلانگ لگا کے ... بھاگ نکلے۔ پیچھے کھٹ کھٹ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ گھوڑے کی رفتار تیز ہوتی گئی۔ تھانیدار کے چھکے چھوٹ گئے کہ یہ بھوت پیچھا نہیں چھوڑتا۔ خوف سے ... تھانیدار صاحب پر اس قدر نفسیاتی اثر غالب آ گیا کہ جب وہ ایک گاؤں کے نزدیک پہنچا، گھوڑے سے گر پڑا اور دم توڑ دیا۔

دراصل بات یہ تھی کہ جب تھانیدار دہشت زدہ ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا تو اس سے پیشتر گھوڑے کی ٹانگ سے (...) سے کھونٹا کھولنا بھول گیا۔ جب گھوڑے نے زور لگایا تو کھونٹا (کلہ) رسے سے بندھا ہوا ہونے کی وجہ سے زمین سے اکھڑ گیا اور بھاگتے ہوئے گھوڑے کی ٹانگوں کے پیچھے کھٹ کھٹ کرتا ہوا زمین پر پڑا رہا۔ کھٹ کھٹ کی آواز سے گھوڑا بدک کر بھاگتا ہی چلا جاتا رہا۔

Marfat.com

عجیب موت

یہ منزل پرانا مزنگ لاہور جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ صاحب خانہ کے بیٹے کا ایک ہم عمر دوست بجنف منزل میں آ کر اپنے ہم عمر دوست کا اکثر رویا کرتا۔ ایک شام حسب معمول ملنے آیا اور اپنے مخصوص صوفہ پر بیٹھ گیا نجانے اس کے دل میں کیا خیال آیا کہ جیب سے پستول اپنی جیب سے نکال کنپٹی پر رکھتے ہی "ٹھاہ" کر دی۔ گولی ایسے مقام میں لگی کہ اس کی فوری موت واقع ہو گئی۔

وہی دوست بعد اس کی موت کا ذکر کرتا کہ غسل خانہ سے نہا کر باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہے کہ اس کا وہی مرحوم دوست آخری سفر سے پہلے اسی مخصوص صوفہ پر بیٹھا ہوا ماحول سے بے نیاز چھت کی طرف دیکھ رہا ہے۔ بس دوست کو دیکھتے ہی اس کی چیخ نکل گئی اور بے ساختہ اپنی ماں کو آواز دی "دیکھو دیکھو میرا دوست بیٹھا ہوا ہے" مگر جب امی آئیں تو وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا۔

یہ بھی ہے کہ واقعات ایک ہی طرح دکھائی دیتے ہیں کیونکہ خوف حواس پر حاوی ہو جاتا ہے۔

بوٹا ڈاکو کی توبہ

شاہدرہ لاہور میں تقسیم ہند سے قبل اور بعد تک محلہ گنگا رام کی ایک "مشہور و معروف" آبادی ہے۔ اس محلہ میں مغلیہ دور کا ایک مکان ہے جس کے نچلے حصہ میں کمرے ہیں۔ ان کمروں میں سے ایک کمرے کی دیوار میں دیا جلانے کے لیے محراب نما طاق بنا ہوا ہے جہاں مکین سے روشنی کا دیا جلایا جاتا ہے۔ اس گھر میں اس کمرے میں سونا چاہے تو بھی دیا جلائے رکھتے ہیں۔

راقم کا ایک عزیز معاشی تنگ دستی کی وجہ سے مذکورہ مکان 1955 میں رہائش پذیر رہا اور حسب روایت اسی کمرے میں دیا جلانے کی عادت کو قائم رکھتے رہے۔

تقسیم ہند سے بہت عرصہ پہلے مذکورہ مکان میں نہایت امیر کبیر خاندان رہائش پذیر تھا۔ اس خاندان کا ایک فرد مسلم لیگ کا کارکن تھا تقسیم کا مرحلہ ابھی آخر بھی رہا۔ وہ قائد اعظم کو سلامی دینے کے دوران گولہ پھٹنے سے موقع پر ہی ہلاک ہو گیا۔ اسی خاندان کا ایک فرد UNO میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور نوکری کے سلسلے میں آبادان ایران ڈیوٹی لگ گئی۔ کچھ عرصہ بعد اس نے گھر والوں کو بھی وہاں بلا لیا جنہوں نے گھر کا سارا سامان یونہی پڑا رہنے دیا اور دروازہ مقفل کرنے پر ہی اکتفا کیا۔

اس زمانے میں شاہدرہ میں ایک مشہور بوٹا ڈاکو ہوا کرتا جس نے علاقے میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ یہ ڈاکو پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہا۔ عمر کے آخری حصہ میں قلفیاں بیچ کر بسر اوقات کیا کرتا۔ اس کی قلفیاں اتنی مشہور ہوئیں کہ اس کا نام "بوٹا ڈاکو قلفیوں والا" مشہور ہو گیا۔ راقم کے مذکورہ عزیز نے 1955 میں بوٹا ڈاکو سے قلفیاں خرید کر کھائی ہیں۔ اس وقت وہ نہایت عمر رسیدہ تھا۔

اپنے عہد جوانی میں یہ بوٹا ڈاکو مذکورہ مکان کا تالا توڑ کر اندر داخل ہو گیا مگر حیرت زدہ رہ گیا کہ گھر کا قیمتی سامان ویسے ہی پڑا ہے جیسے گھر والے کہیں موجود ہوں۔ وہ بہت خوش ہوا اور ایک بڑی چادر میں سامان باندھ کر سر پر رکھا۔ جونہی گھر کے باہر والے دروازے کے قریب پہنچا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور دوبارہ اسی حالت میں باہر جانے کی بجائے گھر کے اندر کی طرف جاتا تو اندھیرا غائب تھا۔ متعدد بار اسی طرح چکر اتار رہا مگر سامان لے جانے میں ناکام رہا۔ بالآخر تھک ہار کر سامان وہاں ہی چھوڑا اور صبح کی اذان سے پہلے خالی ہاتھ مکان سے باہر نکل آیا مگر دروازہ پر وہی تالا لگا دیا۔ چوری ڈاکے ڈالنے سے توبہ کر لی۔ بعد میں وہ قلفیاں بیچنے سے معاشی سلسلہ پر منحصر آمد کرتا رہا اب وہ وہاں سے گزرتا تو اس کے پیش نظر مکان کی حفاظت ہوا کرتی۔ کوئی چھ مہینوں کے بعد اہل خانہ کی واپسی پر بوٹا ڈاکو نے آپ بیتی بیان کر دی۔

"تم چوری کر کے اس مکان سے بھاگ نہیں سکتے تھے جس دیوار میں ہم دیا جلاتے ہیں وہ ایک زندہ پیر کے مزار کی نشانی ہے۔" ایک عورت نے جواب دیا۔

Marfat.com

گورکن

میانی صاحب لاہور کا قبرستان کسی زمانہ میں غیر آباد ویران علاقہ میں تھا جہاں درختوں جھاڑیوں اور سرکنڈوں میں بہت سے بندروں، لومڑیوں اور دیگر جنگلی جانوروں نے آماجگاہ بنا رکھی تھی۔ ہوا چلنے پر سرکنڈوں کی سرسراہٹ خوفزدہ کر دیتی۔ دن میں بھی وہاں جانے سے عوام الناس گریزاں تھے۔ رات کو بھی چوکیداروں اور الوؤں کا راج تھا۔

اس صدی کے پہلے عشرہ میں ہندوستان میں پلیگ کی وبا پھوٹ پڑی۔ گھروں میں صف ماتم بچھ گئیں اور ہر طرف موت کا سایہ غالب آ گیا۔ محلے سے ایک میت کی تدفین کے بعد گھروں میں واپس پہنچ کر اموات کا استقبال کرتیں۔ بعض اوقات ایک گھر سے دو دو جنازے اٹھتے۔

گجرات میں حضرت پیر سید رشید اللہ ولد صاحب کے بڑے بھائی آغا صاحب اپنے تایا زاد کی بیماری پر سیتے سے اور خود اس موذی مرض کا شکار ہو گئے۔ تدفین و تکفین کے اہتمام کے دوران ہی ماموں زاد بھی انتقال کر گئے۔ والد صاحب بھی وفات پا گئے۔ یہ قیامت برپا تھی جب تین جوان میتیں تین مختلف مقامات سے ایک ساتھ اٹھیں۔ لاہور میں بھی اس وقت وبا کی یہی صورت حال تھی۔ میانی صاحب قبرستان میں ایک دن میں سو سو مردے دفنائے گئے۔ لاشیں قبروں کی بے حرمتی اور دفن کیے جانے کے واقعات سے منظر سے ہر طرف دہشت پھیل گئی۔ قبریں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ آدمی قبر سے [illegible] نہیں ہو سکتے۔ کوئی غیر انسانی عناصر ہیں جو قبور کھود کر لاشیں باہر نکالتے ہیں اور کفن حسب ضرورت رکھ کر لاش چھوڑ جاتے ہیں تاکہ جانوروں کی خوراک کا بندوبست ہو جائے۔

اتفاقاً ایک عورت چل بسی اس کے بیٹے بالا کو اپنی ماں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اس نے عمر بھر کی کمائی [illegible] سے جو اس کی وفات کے بعد رقم ہوئی ہے لہذا شام کے سائے ڈھلتے ہی گھنے درختوں میں سے ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ یہ درخت اس کی مرحومہ ماں کی قبر کے قریب ترین تھا۔ آدھی رات گزری تو گورکن کی کوٹھڑی کی طرف سے بالا کی جانب ایک روشنی پھوٹ رہی تھی۔ وقتی طور پر وہ گھبرا گیا۔ تیر کی طرح بڑھ رہی تھی۔ روشنی کے علاوہ بالا کے چلنے پر گھنگرو بجتے تھے بالا خوف سے کانپ گیا مگر سنبھل کر بیٹھا رہا۔

بالا کی ماں کی قبر پر پہنچ گئی۔ یہ کوئی بلا نہیں تھی بھاری بھرکم آدمی جس نے سفید چادر پر سیاہ کمبل اوڑھ رکھا تھا، موم بتیاں نصب کر کے جلا رکھی تھیں۔ سفید لمبا چوغا پہنے ہوئے، بازوؤں میں موٹے موٹے کنگن جو ہاتھ کے ہلنے سے بجتے تھے۔ رنگ برنگ منکوں کی مالا اور پاؤں میں گھنگرو باندھ رکھے تھے۔ ایک ہاتھ میں بیلچہ لیے ہوئے تھا۔ اب اس کا خوف حیرت میں بدل چکا تھا اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے موم بتیوں سے مزین تاج اتار کر ایک طرف رکھا، دور سے ہی کفن اتار دیے۔ تب اس نے خونی چیخ ماری، وہ گورکن ہے اور بالا تک درخت پر سے چھلانگ لگا دی۔ لاش اٹھا کر اس کی طرف [illegible] نہایت سرعت سے پھینکی کہ گورکن کی چھاتی پر جا پڑی اور بالا تو یہ سب تیار ہی بیٹھا تھا۔ وہ لاٹھی ہوا سے لیکر اسی طرف لپکا۔ یہ پہلی حرکت کرنے آیا تھا۔ اس نے مشتعل انداز میں گورکن کی مرمت شروع کر دی اور اس کے بعد پولیس کو بلایا۔ وہاں مزید مار پیٹ ہوئی اور کوٹھڑی کی تلاشی لی گئی اس کی نشاندہی پر تین سو کفن برآمد ہوئے۔

ڈھول کا پول

محلہ رحمی شاہدولہ، گجرات کی جانب مشرق سڑک کے قریب ایک قبرستان بنام مشوخاں واقع ہے۔ جہاں مدت سے ہی کئی نسلیں آباد ہیں۔ ان میں سے ایک گورکن عورت آنے جانے والوں کے نام اور ان کے خاندان تک پیڑھیوں کی پہچان رکھتی تھی۔ شناخت کرتی کہ کون قبرستان سے گزر رہا ہے۔ یہاں تک کہ کوٹھڑی کے اندر بیٹھی ہوئی ہو تو بھی رات کی تاریکی میں کسی کا قبرستان سے گزرنا پہچان لیتی۔

ایک دن اس کے دماغ میں فتور آ گیا اس نے چڑیلوں کا بھیس بدل کر اکیلے دوکیلے راہ گیروں کو ڈرانا شروع کر دیا۔ چونکہ وہ اشخا[illegible]

Marfat.com

[illegible] پتہ چلا کہ چڑیلیں غائب ہو جاتی ہیں۔
[illegible] چڑیل تو رات کو شور ہوتا اور خوف زدہ ہو کے پاس سے ہاتھ پاؤں
[illegible] پاؤں رہ جاتے تھے۔

[illegible] رات کرنے والوں کی ہوتی ہے پڑھ کر اٹھ کے آخری وقت شہر کا ہو
[illegible] ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ اپنی جگہ
[illegible] آواز کی چڑیل ہوں اپنا (واقعہ ہے)
[illegible] اور دل اللہ کی سمجھتے ہوئے
[illegible] ڈرتے ہوئے قدم رکھے اور خوف سے دور رات گزاری۔
[illegible] کسی چڑیل کی اصلیت جس نے علاقہ میں دہشت پھیلا رکھی تھی۔ تی ہے
[illegible] وقت کی اس کو پڑھ کر ہی سکتے ہیں۔

[illegible]

[illegible] تقریباً 60 سال کے لگ بھگ ہوگی۔ انہوں نے ایک
[illegible] رشتہ داروں کی پزور ترغیب سے آ رہی تھے۔
[illegible] کا کوئی حل نکل آئے لہذا کرنے والوں سے
[illegible] کرنے والوں سے رہنمائی حاصل کی جائے تاکہ وہ
[illegible] ہی سے مدد مانگ رہے ہیں۔
[illegible] بات پر متفق ہوگئے کہ جرات سے قریب کا وہ علاقہ وہاں میں ایک
[illegible] "X" کسی سے پوچھ مشورے بہانہ تھے۔ رکن سے بھائی
[illegible] انہوں نے بتایا کہ کل پانچ سو روپے ہدیہ ہوگا اور ایک تعویذ دیا جو تیس
[illegible] کی پیشکش ہو گئی ہے۔
[illegible] "X" [illegible] تھے لہذا اس نے ہاتھ فی الحال پچیس روپے لیے ہیں۔ بقایا رقم کام
[illegible] ہو جانے کے بعد دی جائے گی۔

[illegible] کے بعد 475 روپے بقایا ادا کئے گئے تو آپ لوگ
[illegible] عامل صاحب نے تعویذ دیا کہ اس کو قبرستان میں ایک درخت کی شاخ
[illegible] اور درخت کے نام کی تخصیص نہ کی تھی لہذا وہ دونوں تعویذ لے کر آئے اور
[illegible] قبرستان میں باندھ دیا۔
[illegible] رشک ہوا کہ دن بدن مر نے لگی۔ اس کے
[illegible] تمام لوگوں ہوا لیکن افاقہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ کوئی دو ہفتے گزرنے کے بعد مسمی "X"
[illegible] کی جس شاخ جس سے تعویذ باندھا گیا تھا خشک ہو رہی ہے اور پتے
[illegible] 23 [illegible] "X" کو خیال تقریباً اسے پتا چلا [illegible]
[illegible] باپ کا بتلایا اور وہ اس قبرستان میں گیا وہ درخت کی
[illegible] شدت اختیار کرلی لہذا خیال آیا کہ تعویذ اتار کر خشک شاخ
[illegible]

ایک رات تمام گھر والے سو چکے تھے وہ جاگتا اور سوچتا رہا۔ [illegible] ہونے کو تھی پچھلی رات [illegible] اس نے [illegible]
اور [illegible] کا قصد کیا مگر آنکھ [illegible] نیند سے جاگی اور ماں [illegible] ہوا [illegible] سے [illegible]
ہے۔ چنانچہ ماں نے اس کی سخت سرزنش کی اور پوچھا "آخر تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں تو صرف [illegible] ارادے سے چاہتا تھا" اس نے عذر پیش کیا "اگر آپ ناراض ہوتے ہیں تو میں نہیں جاتا۔"

"اس سے پہلے تو تم اتنی جلدی اٹھتے نہیں [illegible] خلاف معمول اتنی جلدی [illegible] گئی ہے۔"

وہ مجبور ہو کر [illegible] اندر [illegible] چلا گیا [illegible] اس نے [illegible]
نیند [illegible] آخر کار اس نے [illegible] اور [illegible] عمل کر [illegible] (ر) [illegible]
[illegible] تمام گھر والے [illegible] ایک [illegible]
[illegible] [illegible]
گہری نیند سو رہا تھا۔

[illegible] کی غرض سے [illegible] قبرستان [illegible]
[illegible] اور قبرستان پہنچ کر [illegible] درخت پر [illegible] ایک [illegible] اس درخت [illegible]
[illegible] روایت ہے کہ قبرستان میں موجود [illegible] پر [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] درخت کے [illegible] اور [illegible] ہیں [illegible] چھپ [illegible]

[illegible] اور [illegible] میں [illegible] سے [illegible] وہ [illegible]

[illegible] کے بعد [illegible] حسب معمول [illegible] تھا [illegible]
قریب ایک [illegible] اس نے [illegible] پانی میں [illegible] ایک [illegible] اس نے پانی میں [illegible]
[illegible] کو یقین [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible] ہو گئیں۔

قبر سے شعلے

[illegible] مشہور [illegible] خواندہ [illegible] تعویذات [illegible]
[illegible] پڑھتا اور خوب [illegible] سے [illegible]
[illegible] اپنے [illegible] پر [illegible] سے [illegible] ہیں [illegible]
[illegible] شیطانی عمل [illegible] ہیں یا قدرت [illegible] نہایت [illegible]
ہوتے ہوئے [illegible] ہو جاتے ہیں۔

[illegible] عمل [illegible] تعویذ [illegible] زندگی میں [illegible]
[illegible] اور [illegible] قدرت [illegible]
[illegible] قبر [illegible] شعلے بلند ہوتے [illegible] قبر [illegible]
[illegible] شعلہ [illegible] قبر سے بلند ہوتے رہے [illegible]
[illegible] ایک [illegible] قبر [illegible]
[illegible] معافی کے خواستگار ہوتے رہے۔

Marfat.com

حیوانات، پرندے، حشرات

خوفناک اژدھا

راولپنڈی کے قریب ... عبداللہ شاہ جو حضرت حکیم سید رشید الدولہ صاحب کی اہلیہ کے ماموں زاد بھائی تھے، نے اپنے والد ... سید ... صاحب کے بارے میں بتایا جو انہی (عبداللہ شاہ) کی زبانی پیش خدمت ہے۔ عبداللہ شاہ نے کہا

"میرے والد محترم انگریزوں کے دور میں پولیس کی ملازمت کے دوران کیمبل پور (موجودہ اٹک) میں متعین تھے۔ ایک مجرم کو گرفتار کرنے کے ارادے سے ایک پہاڑی گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔ موسم گرما تھا، چلتے چلتے تھک گئے اور سستانے کیلئے ایک گھنے درخت کے سائے میں رک گئے۔ اپنی 303 کی رائفل بطور تکیہ استعمال میں لاتے ہوئے اپنے سر کے نیچے رکھ کے لیٹ گئے۔ آپ کا دھیان پیڑ درخت کے تنے کی اوپر والی شاخوں پر تھا اور سوچ بچار میں گم تھے کہ وہ مجرم کس طور ہاتھ لگ جائے چونکہ مخبر کی اطلاع کے مطابق وہ مجرم اسی گاؤں میں آیا ہوا تھا۔

لیٹے لیٹے یونہی جیسے اس درخت کے دو تنے ہیں جب غور سے دیکھا تو ایک تنا جو کہ دوسرے تنے میں لپٹا ہوا تھا معمولی سی حرکت کرنے لگا۔ عبداللہ شاہ کے والد اٹھ کر بیٹھ گئے کہ یہ کیا ماجرہ ہے۔ توجہ سے دیکھنے پر حقیقت واضح ہوئی کہ یہ تو ایک عظیم اژدھا تھا جس کا دھڑ اوپر تنے کی اوٹ میں چھپا ہوا ہے۔ اس انکشاف سے کہ یہ اژدھا غیر معمولی جسم کا ہے جو درخت پر تنے سے چمٹ کر کھڑا ہے، اٹھ کر کھڑے ہوئے اور احتیاطاً اپنی رائفل تھام لی۔ لمحہ بھر سوچا کہ میں اس پر فائر کرتا ہوں تو گولی یا گولیوں کے چلنے کے سبب یہ نیچے ... (ضمیمہ 173) جب اژدھا پوری حرکت میں آ گیا اور اپنے بھیانک منہ سے پھنکار ماری تو بھینس کے بچے کی سی آواز جیسی تھی۔ یہ تو عاقبت ... بہتر یہی ہے کہ خوفناک بلا کو اس وقت ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔ رائفل کی گولی کا حساب کتاب تو واقعہ کے بعد میں دیکھ لیا جائے گا چنانچہ انہوں نے مناسب پوزیشن میں تھوڑا ہٹتے ہوئے نشست باندھی اور اللہ کا نام لیکر عین اس بلا کے سر پر فائر داغ دیا جو ٹھیک نشانہ پر لگا اور وہ موذی کسمساتا ہوا لہرا کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ اس قدر جسیم اژدھا تھا وہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور قدرے فاصلے پر پیچھے ہٹ گئے۔ ... گولی ٹھیک نشانہ پر لگی ہو۔ بہر حال کافی دیر تک نیم بسمل حالت میں تڑپتا رہا اور خون کی کافی مقدار بہہ گئی۔ اسی اثناء میں گولی کی آواز پر گردونواح سے لوگ آنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے دیکھتے بڑا مجمع لگ گیا اور ... پوچھ کر کہنے لگے ... مارا گیا یہ موذی۔ شکر ہے خدا کا ہمیں اس بلا سے نجات مل گئی۔ چند ایک معمر بزرگ آبادی کے پاس آئے اور نہایت تشکر آمیز لہجے میں درخواست کی کہ آپ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ آپ کی تواضع کی جائے، آپ ہمارے محسن ہیں۔ علاوہ ازیں تفصیلاً اس موذی کے بارے میں بتاتے ہیں۔

میرے والد صاحب چونکہ پولیس کی وردی میں ملبوس تھے اور ان وقتوں میں سرکاری ملازمین نہایت قدر و منزلت اور دیانتداری عوام الناس میں مسلم تھی جو نہایت فرض شناسی کی علامت ہوتے۔ انہوں نے رائفل کا بٹ اژدھا کو مار کر کہا کہ اس میں جان نہیں، اسے بھی اٹھا کر ساتھ ہی لے چلو۔"

یہ موذی اس قدر موٹا اور لمبا تھا کہ پانچ جوانوں نے اسے بمشکل گھسیٹ کر ڈیرے پر لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ چھ

Marfat.com

لوگ تو چارپائیوں پر بیٹھ گئے۔ باقی ہجوم اس عظیم بلا کو حیرت زدہ ہو کر دیکھتا رہا۔ کسی نے پوچھا: "آپ ہمارے گاؤں کے نہیں لگتے، آپ سے تعارف نہیں ہوا۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔ اس موذی نے ہماری زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔"

"میں کیمبل پور میں پولیس آفیسر ہوں، میرا نام سید خادم حسین شاہ ہے اور اس گاؤں میں ایک مجرم کو پکڑنے جا رہا تھا۔ راستے میں ذرا آرام کرنے کی غرض سے اس پیڑ کے درخت کے سائے تلے رک گیا، یہاں یہ اژدھا (سانپ) درخت سے ایک رسے کی طرح لپٹا ہوا تھا جیسے درخت کا دوسرا تنا ہو۔ لہٰذا میں نے ایک ہی فائر سے اس موذی کو چت کر دیا۔"

"پہلے تو ہم کھانے پینے کا بندوبست کرتے ہیں۔ ازاں بعد آپ کو اس بلا کی تباہ کاریوں کا احوال سناتے ہیں۔"

"کھانا پینا بعد میں، پہلے اس موذی کی کھال اتارنے کا بندوبست کرو، یونہی میں نے وہاں سے اس کے استعمال کا ... اتنے بڑے اژدھے کو تو یہیں سے اٹھا کر لے جانا ممکن نہیں ہے، البتہ اس کی کھال بطور ثبوت لے جائی جا سکتی ہے۔"

"چھ لوگوں نے چھریوں سے بلا کی کھال اتارنا شروع کر دی اور چھ لوگوں نے اژدھے کی وارداتوں پر روشنی ڈالنا شروع کی کہ یہ اژدھا بھینس کے بچے کی طرح آواز نکالتا تھا۔ گزشتہ برسوں (برساتی نالے) میں بھاگ کر دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ کوئی کٹا (بھینس کا بچہ) نہیں ہے بلکہ ایک خونخوار اژدھا ہے جو ایسی آوازیں نکالتا ہے۔ ڈر کے مارے ہم واپس آ گئے اور اس خوفناک بلا کی خبر اپنے بڑوں کو دی۔ اس پر ایک دانشور بزرگ نے بتایا کہ اب یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ گاؤں میں بھینسیں بالکل دودھ نہیں دیتی تھیں۔ اب اپنے تھنوں کو ہمارے ہاتھ لگتے ہی یوں ہٹ جاتی تھیں۔ یقیناً یہ اس موذی کو دودھ پلانے کی عادی ہو چکی تھیں۔ یہ موذی مویشیوں کی چراگاہ میں پہنچ جاتا اور دودھ دینے والی بھینسوں کی ٹانگوں سے لپٹ کر تھنوں سے دودھ پینے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس مانوس عمل کی بھینسیں بھی عادی ہو گئیں۔ ... ہمارا دودھ پیتے ... دودھ پلانے کی لذت سے مانوس عمل سے دوچار ہو گئیں اور اس موذی کا باقاعدہ انتظار کرنے لگتی تھیں۔ ... وجہ سے نہ پہنچ پاتا تو یہ خود اس کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتیں۔"

"گاؤں کے دو نوجوانوں نے کھال کو ایک گٹھڑی میں باندھا اور والد صاحب اس خیال سے کہ اب مجرم گاؤں سے بھاگ گیا ہو گا لہٰذا اب وہاں جانا فضول ہے، واپس کیمبل پور تھانہ میں آ گئے۔ کھال اٹھوا کر ... سینئر آفیسر کو جب حالات سے آگاہی ہوئی تو نہایت خوش ہوا اور کہا کہ یہ کھال انعام کے طور پر اپنے پاس ہی رکھو۔ ... سینئر آفیسر نے آپ کی ترقی کے لیے افسران بالا سے سفارش بھی کی اور انعام سے بھی نوازا۔"

پنکھے کا سفید راز

کتے کی وفاداری کے حوالے سے ایک روداد پیش خدمت ہے جو عزیزم عبداللہ شاہ نے 17 فروری 1994ء کو راقم کے گوش گزار کی، جب کتاب ہذا کا پہلا ڈرافٹ تحریر میں لایا جا رہا تھا۔ 1972-1973 میں عبداللہ شاہ Wah آرڈیننس فیکٹری میں ملازمت کیا کرتے تھے۔ ان کو مہمان نوازی کا جنون کی حد تک شوق اور مہمانوں کی خاطر مدارات کا چسکا پڑا ہوا تھا۔ چونکہ تنخواہ کی آمدنی معقول نہ تھی اور اس قلیل آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے انہوں نے پنکھوں کی خرید و فروخت شروع کر دی۔

تجارت کے ایک ڈیلر پنکھے دینے Wah ان کی رہائش گاہ پر شام کے بعد پہنچا۔ ان کے چھوٹے بھائی عرفان جو آج کل لندن میں مقیم ہے اور ایک ملازم اصغر نے مل کر گاڑی سے سامان اتار کر مکان کے برآمدے میں رکھا۔ یہ موسم نہایت گرمی کا تھا۔ چونکہ ڈیلر کو پشاور جانے کی جلدی تھی۔ ان کا ملازم اصغر برآمدے میں ceiling fan کے نیچے تھکاوٹ کے باعث فوری طور پر گہری نیند سو گیا۔ عبداللہ شاہ اور عرفان شاہ باہر صحن میں کھلی جگہ pedestal fan لگا کر چارپائیوں پر دراز ہو گئے۔

گھر میں انہوں نے ایک کالی Alsatian mixed breed کی کتیا پال رکھی تھی۔ کتیا کے غرانے کی وجہ سے آدھی رات کے بعد عبداللہ شاہ کی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کیا ہے کہ صحن کے ایک کونے سے اور کتیا غراتی ہوئی چکر لگا رہی ہے۔ مدھم روشنی میں

Marfat.com

[illegible] چھپے [illegible] فقیر [illegible] ملازمت سے نہیں رکھ لیا ہے۔ پہلے تو عبداللہ شاہ کو غصہ آیا لیکن ملازم کی [illegible] [illegible] اندر [illegible] فیصلہ [illegible] ہوا تو [illegible] [illegible] معاملہ تو [illegible] چنانچہ [illegible] [illegible] سانپ [illegible] اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ [illegible] [illegible] سانپ [illegible] پھر دو تین دفعہ [illegible] [illegible] سانپ [illegible] محفوظ [illegible] دیکھتے ہی [illegible] سانپ [illegible] جب انہیں کسی سے نقصان کا احتمال ہو تو [illegible] لیتے ہیں۔

[illegible] بتایا کہ [illegible] میں سانپ ہے۔ جب [illegible] [illegible] سانپ [illegible] وہاں سے نکل [illegible] نہیں اور [illegible] [illegible] سانپ [illegible] ان میں سے دو تین [illegible] بندوقیں [illegible] [illegible] سانپ [illegible] کی [illegible] موجود تھی۔ اسی [illegible] [illegible] ایک آدمی نے سانپ پر فائر کئے اور اس کا خاتمہ کر دیا۔ [illegible] سانپ کا وہ حصہ جس سے وہ زمین پر رینگتا ہے قدرتی طور پر سفید [illegible] فقیر [illegible] چھپا لے [illegible] اور اس کا سفید حصہ عبداللہ شاہ کو نظر آیا۔ [illegible] اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے مالک کی حفاظت [illegible] اور انہیں سانپ [illegible] [illegible] اس وقت تک [illegible] جب تک سانپ مار نہ جا [illegible]۔

[illegible] جان بچائی

[illegible] اپنے مالک سے نہایت وفادار ثابت ہوتے ہیں اور اپنی جان پر کھیل کر بھی مالک کی جان بچاتے ہیں۔ [illegible] وفاداری [illegible] آپ کی نظر سے گزرے ہوں گے۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ [illegible] کی زبانی پیش خدمت ہے۔

[illegible] اپنی زمینوں سے [illegible] [illegible] (میڈم [illegible]) پر [illegible] ایک کالے رنگ [illegible] Bulldog [illegible] کے مطابق آگے آگے چل رہا تھا۔ اسی [illegible] [illegible] قریب ہوتے گئے، کتے کے بھونکنے میں بتدریج شدت [illegible] بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہوتا چلا گیا [illegible] خطرے سے آگاہ کر دیتا ہم خطرے کی نوعیت [illegible] کی کوشش کرتے تو کتا انہیں پیچھے پلٹنے کی ترغیب [illegible] اسی اثنا میں انہیں سانپ کی پھنکار سنائی دی۔

[illegible] حاضر دماغی اور حوصلہ مندی سے [illegible] [illegible] پھندنے پر آ گئے۔

[illegible] اسی طرف آ رہا ہے اور انہیں مخاطب کر کے دریافت کیا: "[illegible] [illegible] میں سانپ تو نہیں دیکھا؟"

[illegible] انداز میں انہیں جھاڑیوں میں پوشیدہ ہونے کا اشارہ دیا جہاں سے سانپ کے پھنکارنے کی آواز آ رہی تھی۔ [illegible] جھاڑیوں [illegible] اٹھا کر کے چاروں طرف آگ لگا دی تاکہ سانپ بھاگ نہ سکے۔

Marfat.com

دونوں بھائی پہلے ہی کافی خوفزدہ تھے وہاں رکنے کا یارا نہ تھا لہذا واپس چلے آئے۔ بعد میں پتا چلا کہ وہاں ایک بہت بڑا اژدھا تھا جو آگ میں جل کر راکھ ہو گیا اور اس طرح [illegible] لوگوں کی جان میں جان آئی۔

تیز آندھی کی سی ہوا

یہ کوئی نصف صدی پہلے کی بات ہے۔ میرے والد ماجد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہو گیا۔

میرے والد صاحب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] گئے ہیں۔

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] اژدھا

آج سے تقریباً 35 سال پہلے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی اجازت دے دی۔

[illegible] [illegible] [illegible]

Marfat.com

کوکب وہ دیکھتا تو چنگھاڑتا جس پر اس کی نیلی اسے پیار سے کہتی "چھو! دوسرے کمرے میں چلے جاؤ۔ میری پیاری نیلی کو مت ڈراؤ" وہ پھر تو کتے کی طرح اپنی مالکن کی بات کا کہنا مانتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

کبھی نیلی کا چھوٹی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو پھر وہ مستعدی سے یہ دیکھنے کہ دروازے سے کون آ گیا ہے۔ غرضیکہ وہ دن صرف گھر کا ایک فرد بن کر رہ گیا تھا۔ جہاں کہیں جی چاہتا آزاد گھومتا پھرتا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کوکب کی نیلی کی ہتھیلیوں پر دو لکیریں موجود تھیں مگر جس طرح کی صورت پائی تھی لیکن قسمت ایسی کہ عین شباب کے دوران اس جہان فانی سے رخصت ہوئی۔

تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ پرانے زمانے میں اندرون آبادیوں کے اندر عام طور پر ہندوؤں نے اژدھا یا دیگر سانپ پال رکھے تھے جو ان کے گھروں کا فیملی ممبر بن کر رہتے تھے اور یہ مامور تھے کہ دن ہو یا رات غرضیکہ کسی وقت بھی کوئی غیر فرد گھر کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہندو عقیدت کے پیش نظر اسے دیوتا جان کر پال کر رکھتے ہوں لیکن کوکب کی نیلی ایک مسلمان لڑکی تھی تاہم گھر ہندوؤں کا متروکہ تھا جو کہ تقسیم میں الاٹ ہوا۔ ان کا کہنا تھا کہ جب سے وہ اس گھر میں ہیں سانپ بھی انہیں یہاں پر موجود ملا۔

سانپ لفافہ میں بند!

یہ عجیب و غریب واقعہ میں نے ایک قابل اعتبار بزرگ خاتون سے سنا جس کی تفصیل کچھ ان خطوط پر پیش خدمت ہے۔

چند سال پہلے یہ بزرگ خاتون جو ابھی تک بقید حیات ہے اور ان سے ہمارے خاندانی مراسم ہیں اور گاہے بگاہے ہمارے ہاں خیر و عافیت دریافت کرنے کیلئے قدم رنجہ فرماتی ہیں۔ ایک دیگر خاتون کے ساتھ جس سے مغلوب ہو کر ایک کالے علم کے عامل کے پاس بھاگی ہوئی چلی گئیں (ضمیمہ 174) تشریف لے گئیں۔ جس وقت یہ دونوں خواتین عامل کے ٹھکانے پر پہنچیں تو وہاں پہلے سے ان جیسی کئی خواتین و حضرات موجود تھے جو عامل سے ملنا چاہتے تھے وہاں موجود تھیں اور انتظار میں لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر گزرنے کے بعد ایک گاڑی آئی اور کسی کا ڈرائیور وہاں آ کر رکی اور اس میں سے مغربی لباس میں ملبوس ایک خوش پوش سیاہ رنگ کی پینٹ قمیض میں ایک شخصیت برآمد ہوئی تو سب احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہی عامل تھے۔ وہ سیدھے اپنے مخصوص کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد ایک ملازم نے آنے والوں کو باری باری شرف ملاقات کی اجازت دی۔ جب مذکورہ خواتین اپنی باری آنے پر اندر داخل ہوئیں تو ان سے پہلے ایک عورت ابھی اندر بیٹھی ہوئی تھی جو عامل کو اپنے مسائل بیان کر رہی تھی۔ اب عامل صاحب نے مغربی لباس ایک طرف رکھ کر سیاہ رنگ کا چوغہ پہن رکھا تھا اور عامل بے نیازی سے ایک تخت پر گاؤ تکیہ لگائے براجمان تھے۔ ان کے پیچھے پانچ عدد پنجروں میں نہایت خوفناک اژدھے بند تھے۔ ہر پنجرے کا منہ کھلا تھا۔ چنانچہ ہر ایک پنجرے کے سامنے ایک پیڈسٹل فین لگا دیا گیا۔ جو عورت ان خواتین سے پہلے اپنے مسائل بیان کر رہی تھی اس نے بتایا "میں اپنے خاوند سے بڑی تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے خدارا کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے وہ ہمیشہ کیلئے میری جان چھوڑ جائے۔"

عامل صاحب مسکرائے فرمایا "بی بی فکر کی کوئی بات نہیں یہ تو ہمارا روزمرہ کا کام ہے۔"

قریب پڑے ہوئے ایک ڈبے سے عامل نے ایک انسانی شکل کا 4 یا 5 انچ کا بت برآمد کر کے ایک لفافہ میں ڈال دیا۔ اس کے بعد ملازم کو ایک اژدھا لانے کا حکم دیا۔ تعمیل میں ملازم نے نکال کر اپنے کندھے پر ڈال لیا اور کھڑا رہا۔ عامل نے اس اژدھا پر ہاتھ پھیرا پھر منہ سے کچھ پڑھ کر پھونکا تو اژدھا سکڑ کر کوئی 4 یا 5 انچ کا رہ گیا۔ اب اس کو بھی بت والے لفافے میں بند کرتے ہوئے اس عورت سے مخاطب ہو کر کہا "بی بی یہ لفافہ لے جاؤ اس میں جو موکل ہے تمہارا مطلوبہ کام کر دیگا۔"

یہ خوفناک منظر دیکھتے ہی دونوں خواتین حواس باختہ ہو کر باہر کو بھاگ نکلیں اور خوفزدہ حالات میں نہایت سرعت سے واپس گھر آ گئیں۔

ہم مسلمانوں کا ایمان اس قدر کمزور ہو چکا ہے کہ زندگی میں خواہشات کی تکمیل کیلئے جادو ٹونے اور تعویذ گنڈے کا سہارا لیتے ہیں۔ لگتا ہے ہم اسی دور میں آ گئے ہیں جو آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ کی آمد سے پہلے کا دور تھا۔

Marfat.com

سانپ کو غصہ

ہمارے بزرگوں میں درگاہی شاہ نہایت رنگین مزاج واقع ہوئے ہیں۔ ان کی سفید رنگت سے نوجوان ہر وقت نشے میں مست رہنے والے شراب کے رسیا۔ جب نشہ زیادہ تنگ کرتا تو گلے میں ایک بڑا سانپ ڈال کر مستی میں جھومتے رقص کرتے۔ ایک دن ملنے والوں میں سے ایک کو سانپ نے ڈس لیا۔ آہستہ آہستہ مریض کی نبض ڈوبنے لگی اور ایک شخص بھاگ کر درگاہی شاہ کے پاس فریادی ہوا اور انہیں ساتھ لے کر موقع پر پہنچ گیا جس کو سانپ نے کاٹ لیا تھا۔ بہرحال اس نے سانپ کو مار دیا تھا جب انہوں نے سانپ کو دیکھا تو واپس اپنے گھر گئے ایک دوائی لے آئے اور اس کے لواحقین کو جو اپنے عزیز کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے اور گریہ زاری میں مصروف تھے۔ درگاہی شاہ نے تسلی دی اور کہا "دعا کرو" مریض کا منہ کھولا گیا جو دوا منہ میں اس کے حلق سے نیچے اتر جائے پھر یہ نہیں مرے گا۔" ایسا ہی ہوا دوا کے چند قطرے اس کے حلق میں ڈالنے سے بدلا پایا جاتا اور وہ شخص بچ گیا۔

درگاہی شاہ صاحب کا کہنا تھا کہ اگر کسی سانپ نے ڈس لیا ہو اور سانپ کی شناخت ہو جائے تو ان کے پاس ہر سانپ کے زہر کا تریاق موجود ہے۔ قریب المرگ اگر وقت پر پہنچ جائیں تو سانپ کے زہر سے کوئی مریض مر نہیں سکتا۔

ایک دفعہ اپنے مریدوں کے ہمراہ چھوہارے علاقے میں تشریف لے گئے تو وہاں ایک زہریلے سانپ کی موجودگی کا پتہ چلا۔ پوچھا "وہ سانپ کہاں ہے؟" لوگوں نے بتایا کہ وہ سانپ ایک کنوئیں میں رہتا ہے لیکن جب باہر نکلتا ہے تو کسی نہ کسی بدنصیب کی جان لے کر جاتا ہے۔ اس طرح یہ موذی سانپ کافی جانیں لے چکا ہے۔ درگاہی شاہ صاحب ایک رسی کی مدد سے کنوئیں میں اترے اور اس سانپ کو گردن سے پکڑ کر باہر لے آئے۔ لوگوں نے ان کی جرأت اور ہمت کی دل کھول کر داد دی۔ چھوہارے کے لوگ کہتے ہیں کہ درگاہی شاہ صاحب کے پاس کوئی ایسا منتر ہے جس سے سانپ رام ہو جاتا ہے۔ اس سانپ کو انہوں نے اپنے پاس ہی رکھ لیا اور واپس گجرات لوٹ آئے۔ اپنے تمام عزیز و اقارب اور دوستوں کو سانپ دکھایا۔

چند روز گجرات میں قیام کے بعد انہیں دوبارہ چھوہارے جانے کا اتفاق ہوا۔ انہوں نے وہی سانپ اپنی سائیکل کے ہینڈل میں ڈال لیا اور چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر اس خیال سے کہ سانپ اب سو گیا ہوگا جیب سے باہر نکال کر اس کو ایک چپت رسید کی۔ چپت رسید کرنی ہی تھی کہ سانپ نے غصے میں آ کر انہیں ڈس لیا اور چند سیکنڈ میں آپ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

آپ درگاہی شاہ چھوہارے میں فوت ہوئے جہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار تعمیر کیا ہوا ہے۔

سانپوں کا شہزادہ

یہ پرانا قصہ ہے جس وقت شاہدرہ میں کوئی بستی نہ تھی اور جہانگیر کے مقبرے کے قریب ہی ایک گاؤں تھا جس کو ... کہتے تھے وہاں میرے ایک قریبی دوست کی والدہ رہائش پذیر تھیں۔ انہی کی والدہ سے روایت ہے کہ ایک دن ان کے ہاں ایک مسافر آ کر ٹھہرا جس کا جسم سانپ کی جلد سے مشابہ تھا جیسا کہ عموماً ہوتا ہے۔ چند لوگ اور بھی اکٹھے ہو گئے اور اس مسافر کی جلد کے بارے میں پوچھنے لگے۔ "انہیں کوئی بیماری تو نہیں؟" معلوم ہوا کہ اس سے پہلے اس کی جلد ایسی نہیں تھی۔ "اس نے بتایا کہ ان سے کام لیا۔ آخر لوگوں کے اصرار پر ایک عجیب و غریب ... ہونا پڑا۔

واقعہ یوں ہے کہ یہ مسافر جنگل سے گزر رہا تھا ... پیاس اور گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ ایک درخت کے سائے میں رک گیا کہ ذرا آرام کرے۔ اس نے دیکھا کہ اس کے قریب ہی کوئی چار فٹ کا نہایت خوبصورت سانپ چہل قدمی کر رہا ہے۔ اس نے جب اسے بغور دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ سانپ کے سر پر تاج بھی ہے۔ اس کا اشتیاق بڑھا تو اس نے ایک تنکے سے سانپ کو چھیڑا۔ سانپ بھاگ گیا پھر نظر نہ آیا۔ وہ آرام سے دوبارہ لیٹ گیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اسے چاروں طرف سے سانپوں کی پھنکار سنائی دی۔ وہ گھبرا کر اٹھا اور ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ دیکھا کہ بے شمار تعداد میں سانپ اس کی طرف آ رہے ہیں وہ اٹھا اور جان بچانے کی فکر میں جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا۔ کافی بھاگنے کے بعد اس نے یہ سمجھ کر کہ اب خطرے سے باہر ہوں پیچھے مڑ کر دیکھا مگر سانپ نہایت تیز رفتاری سے تعاقب کرتے چلے آ رہے تھے۔ بھاگ دوڑ سے ...

Marfat.com

[illegible] پانی میں [illegible] درخت پر چڑھ گیا اور وہ شخص خوش فہمی سے [illegible] پر بیٹھ گیا۔ اب سارے سانپ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے [illegible] میں [illegible] سانپ بھی موجود تھا۔ معلوم ہوتا [illegible] باقی سب سانپ اس کی غلامی میں اور اس کی رہنمائی میں زندگی گزار رہے [illegible] سانپ پانی میں [illegible] پانی پر اس قدر [illegible] پانی باقاعدہ طور پر اٹھا اور پانی سے بھاپ اٹھ رہی تھی [illegible] خوف [illegible] صورت حال سے دوچار ہو گیا۔

جب ہوش آیا تو [illegible] (بچہ) سے [illegible] ایک سفید ریش بزرگ [illegible] بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے [illegible] تو انہوں نے [illegible] پانی [illegible] اور فرمایا: بیٹا تھوڑی دیر اور آرام کر لو خطرہ ٹل گیا ہے۔ اب تمہاری جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے [illegible] بڑی خوش قسمتی [illegible] اس طرف سے گزر رہا [illegible] اور میں نے تمہیں اس نازک صورت حال میں دیکھ [illegible] میں نے اپنے علم کی طاقت سے اس سانپوں کو بھگا دیا ہے۔ بیٹا [illegible] ایک تاج پہنے ہوئے [illegible] سانپ بھی موجود تھا جو تمام سانپوں کا بادشاہ [illegible] اب تم [illegible] سانپوں کے بادشاہ خود بھی یہاں تک آن پہنچا؟" چنانچہ مذکورہ مسافر نے تمام واقعہ بیان کر دیا [illegible] تمہارے ہاتھوں مارا جاتا یا زخمی ہو جاتا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے [illegible] پانی اس قدر [illegible] میں نے [illegible] چھوٹے درختوں کی ٹہنیاں پانی میں ڈال کر تمہاری جان بچانے [illegible] بزرگ نے [illegible] اللہ کا شکر ادا کرو۔ تمہاری جان بچ گئی [illegible] ہیں۔"

[illegible] میں ایک [illegible] 85 14 85 [illegible] 85 [illegible] 447 [illegible] 65 [illegible] تھا۔

جان لیوا شرارتیں

[illegible] اللہ تعالیٰ ہی ان کا نگہبان ہوتا ہے [illegible] پرندے پہاڑوں کے قدرتی سوراخوں یا خود ساختہ سوراخوں میں انڈے دیتے ہیں اور وہاں سے [illegible] بچے [illegible] انسانوں کی دست برد سے باہر [illegible] یہ بات [illegible] ممکن نہیں ہوتی۔

[illegible] ایک پہاڑی گاؤں میں بچوں نے یہ مشغلہ بنا رکھا تھا کہ وہ سوراخوں میں ہاتھ ڈال کر پرندوں کے انڈے یا بچے [illegible] ایک بچے نے [illegible] ایک سوراخ میں ہاتھ ڈال دیا۔ سوراخ اس قدر تنگ [illegible] سمجھا کہ اندرونی پرندے [illegible] بچے نے اپنی کوشش جاری رکھی اور غصے میں [illegible] تو اس پرندے اور اس کے انڈوں [illegible] ہاتھ سوراخ کے اندر ڈال دیا۔ اب اس سوراخ میں سے [illegible] ایک سانپ اس کے ہاتھ کے ساتھ لپٹا ہوا باہر نکل آیا [illegible] اور رونے چلانے لگا [illegible] تھوڑی دیر بعد بزرگ بھی آ پہنچے [illegible] بچے کو چارپائی پر ڈالا اور [illegible] ہسپتال کی طرف چل پڑے [illegible] تین میل کے فاصلے پر تھا۔ بچے کی حالت غیر ہوتی چلی گئی۔ جب [illegible] پہنچے تو [illegible] دونوں ہاتھوں پر [illegible] سانپ نے کاٹا ہے اور وقت کافی گزر چکا [illegible] بدقسمتی سے ہمارے پاس [illegible] بھی نہیں آپ اس کو بڑے ہسپتال میں لے جائیں۔ وہاں سے بڑا ہسپتال [illegible]

Marfat.com

20 کوس کے فاصلے پر واقع تھا۔ بزرگ لوگ چارپائی اٹھائے عجلت میں ہسپتال کی طرف چل دیے تاہم تھوڑی دور جا کر بچے نے دم توڑ دیا۔

اس واقعے کا افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ آج بھی ہسپتالوں میں ضروری اینٹی وینم ادویات بھی میسر نہیں ہیں۔

مقام حیرت

راقم کا چچا زاد بھائی تصدق حسین جو کہ 35 سال ہوئے لندن میں ملازمت کی غرض سے رہتے ہیں سے دوران گفتگو پتہ چلا کہ ایک رات نو بجے کے قریب اپنے بستر پر سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ تو دیکھتا کیا ہے کہ اچانک ایک سیاہ اژدھا پھنکارتا ہوا کمرے میں کونے سے برآمد ہوا جس پر وہ اس قدر دہشت زدہ ہو گیا کہ اسی حالت میں چارپائی سے نیچے اترنے سے قاصر رہا۔ چنانچہ اژدھا اس کی ٹانگوں پر سے گزرتا ہوا دوسری دیوار میں گم ہو گیا۔

ایک تو اژدھا کی دہشت اور دوسرا سانپ اس قدر زہریلا تھا کہ وہ اپنی ٹانگیں ہلانے سے بھی معذور ہو گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے ہوش سنبھالا اور کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن ٹانگوں کا وزن غیر معمولی طور پر بڑھ چکا تھا۔ خدا کا شکر ادا کیا لیکن اس کی ٹانگیں بہت زیادہ پھول چکی تھیں جیسے ان پر بلڈوزر پھیر دیا گیا ہو اور اب وہ دوسرے محلے میں رہائش پذیر ہے چونکہ اس کے بعد سے مرنا نہیں اس کا سبب یہی تھا کہ اگر اژدھا کی چارپائی سے گزر جاتا تو شاید وہ زندہ نہ ہوتا۔ مقام حیرت ہے کہ اژدھا کہاں سے آیا اور کہاں چلا گیا جبکہ وہاں کوئی سوراخ یا دراڑ تک موجود نہ تھی۔

مکافات عمل کا شکار

گجرات شہر کی جانب مشرق ایک گاؤں ... چک کے نام سے مشہور ہے جس سے متصل ایک چھوٹا سا گاؤں ... واقع ہے۔ مئی 1994 میں اس گاؤں کے کھیتوں میں ایک جوڑا میاں بیوی گندم کی کٹائی میں مصروف تھے۔ کٹائی کے دوران اچانک ... بیوی نے شوہر کو ... اپنی چادر دے دی۔

اسی اثناء میں ایک موٹر سائیکل سوار جو کہ جلالپور کی طرف سے آ رہا تھا۔ عورت کی چیخ و پکار سن کر رک گیا۔ اس عورت نے اپنی شلوار اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اپنے خاوند کی چادر سے ... ایک طرف پڑی شلوار میں سے ... جس نے قریب ہی ... موٹر سائیکل سوار ... پاس ایک تھیلا موجود تھا انہوں نے اس خیال سے کہ ... عورت کا گانا خوبصورت بازو ... زیورات سے مزین تھی۔

خدا کی قدرت دیکھئے یہ شخص اس بدنصیب خاتون کو قتل کر کے ... زیور ... اور وہ وقت قتل کا ...

گنڈا سنگھ کا بارڈر

راقم نے سنا تھا کہ گنڈا سنگھ بارڈر پر ہر شام سورج غروب کے وقت پاکستانی اور ہندوستانی افواج کی پرچم اتارنے کی تقریب بہت عجیب اور جذباتی نوعیت کی ہوتی ہے۔ دونوں فوجوں کے جوان پریڈ کے دوران پرچم کو salute کرتے ہوئے ... اپنا اپنا پرچم اتار لیتے ہیں۔ دوسرے دن سورج طلوع ہونے پر پرچم کشائی کرتے ہیں۔ پاکستانی افواج کے جوان پریڈ کے دوران زمین پر پاؤں ایسے پرجوش انداز میں اور جذبے سے مارتے ہیں کہ ... ہل جاتا ہے۔

ایک دفعہ ہندوستانی افواج کو شکایت ہوئی کہ پاکستانی بارڈر کی جانب جہاں پر پرچم اتارنے اور کشائی کا عمل ہوتا ہے پیچھے سے ... ہوتی ہے جس کی وجہ پاکستان کی افواج کے پریڈ کے دوران پاؤں زمین پر مارنے سے زوردار دھمک پیدا ہوتی ہے ...

Marfat.com

نے بیٹھ کوں نے خفیہ طور پر زمین کی کھدائی کروائی تو سخت زمین کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی اور صرف پاکستانی جوانوں کی حب الوطنی ہے کہ وہ ... کی پوری طاقت سے زمین پر پاؤں مارتے ہیں کہ دھمک دور دراز تک سنائی دیتی ہے۔

مجھے بھی یہ منظر دیکھنے کا اتفاق ہوا اور یہ عوام الناس کے لئے ایک غیر معمولی عمل ہے۔ تین چار انجینئر جو ڈیوٹی پر نہ تھے مجھ سے بات چیت میں مشغول ہو گئے۔ "جناب آپ ... کہاں سے خریدتے ہیں؟"

"حضرت صاحب یہ ... سے آتے ہیں۔ یہ ... ایک خاص طریقے سے بنائے جاتے ہیں۔"

"کون سے طریقے سے؟" ان میں سے ایک نے پوچھا۔

"حضرت صاحب! ایک نہایت ... طریقہ ہے۔ ... بنانے والی فیکٹری میں تقریباً ... عمر کی عورتیں اپنی ... سے ... کرتی جاتی ہیں۔ اس کے بعد ... دوسرے ... ہاتھوں کی مدد سے ... اور رول بنائی جاتی ہیں ... ہو جاتا ہے۔"

"... آپ کا ... کس جوان لڑکی کنواری یا کسی بڑھیا نے بنایا ہوگا۔ آپ تو ... سب سے اچھا ... ہے۔"

... آپ ... کا شوق تھا لہٰذا ادھر ادھر کی باتوں کے دوران میں نے کہا کہ آپ ... ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی نے 1965 کی لڑائی کا مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔

... لڑائی کے دوران ہماری فوج کا ایک میجر زخمی حالت میں اپنے ساتھیوں سے ادھر ادھر ... وقت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت محسوس کرنے لگا اور ایک ... تھوڑی دیر بعد اسے محسوس ہوا کہ ایک بہت بڑا سانپ جو کہ تین ... اس کے اوپر ... کے ساتھ ... اپنی پیٹ میں لپیٹنا شروع کر دیا۔ جونہی اس کی پسلیوں پر دباؤ بڑھنا شروع ہوا تو اس نے ... آنکھیں کھولیں اور ... سانپ کا منہ اس کے قریب آ چکا ہے اس نے حوصلہ مندی اور حاضر دماغی سے اپنا ... سانپ کے منہ میں فائر کر دیا۔ گولی چلنے کی آواز پر چند جوان دوڑتے ہوئے آئے اور یہ منظر دیکھ کر بڑے پریشان ... شدت سے ... جوانوں نے نہایت تگ و دو کے بعد سانپ کی گرفت سے چھٹکارا دلوایا۔ ... سانپ نے ... میجر صاحب کی دو تین پسلیاں توڑ دیں جبکہ وہ پہلے ہی نڈھال تھے۔ اس واقعہ سے ان کی حالت نہایت تشویشناک ہو گئی ... اس کے بعد علاج معالجے سے ... تندرست ہو گئے۔

شیر دل شکاری!

... شہر کی طرف جاتے ہوئے ریلوے پھاٹک سے پہلے بائیں جانب ... کا واقعہ ہے۔ ... کے بعد ... باہر نکلے تو ایک اردو بولنے والے شخص نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو وہاں بیٹھے والا سانپ اپنا ... میں سے ایک شخص جو ... زیادہ ہی شکاری وضع قطع کے تھے گھر سے اپنی بندوق اٹھا ... بندوق کی گولی ... "سانپ" کو گولی نہ لگی۔ پھر ایک اور فائر کیا گیا دوبارہ وہی ... اور سانپ اپنی جگہ ... رہا۔

... نے ... انداز میں کہا "خواہ مخواہ فائر کر رہے ہیں آؤ قریب جا کر تو دیکھیں۔" یہ لوگ آگے بڑھے ... صاحب نے ان کا ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا کہیں جانی نقصان نہ ہو جائے۔ انہوں نے دلیل پیش کی "میں نے ... میں ... سانپ دیکھے ہیں جو فوراً ... پر جھپٹ ... دیتے اور غضبناک ہو جاتے ہیں اور ان کے منہ سے ... کی آواز ... میں نے ... آپ لوگوں کی مرضی۔" جب لوگ قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سریا زمین میں گڑھا ... ایک چھوٹا ... بندھا ہوا تھا۔

Marfat.com

اسی شکاری صاحب کی ایک داستان ملاحظہ ہو۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جناب کی نظر کمزور تھی۔ گاؤں میں ایک کتے سے نالاں تھے اور کتے کا بھی ان سے مستقل بیر تھا۔ جب بھی یہ شکاری صاحب باہر نکلتے کتا ان کی تاک میں رہتا اور ان کو دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیتا۔ پہلے پہل تو شکاری صاحب نے کتے کو ڈرانے کی کوشش کی تاہم کتا تو کتا ہی تھا کسی سے کم نہ ہوا۔ اب شکاری صاحب نے جھنجلا کر اعلان کر دیا: ''میں اس کتے کو مار کر ہی دم لوں گا۔ آخر میں بھی پرانا شکاری ہوں اور میری بندوق کا کام ہی یہی ہے'' مگر اندر ہی اندر سے جناب کتے سے انتہائی خوفزدہ تھے۔

بالآخر ایک دن جلالی کیفیت میں بندوق تھامی، کارتوس لوڈ کیا اور جونہی شکاری صاحب کتے کی تلاش میں باہر نکلے تو کتا حسب معمول اپنی آمد کا منتظر تھا۔ بس پھر کیا تھا اپنی کمزور نظر سے انتہائی پرشست لگائی اور ٹھاہ کر دیا۔ کتا گر گیا، شکاری صاحب کے ساتھ دیگر لوگوں کا ہجوم کتے کے گرد حلقہ بگوش ہو گیا۔ شکاری صاحب فاتحانہ انداز میں ایک ہاتھ میں بندوق کی نالی پکڑے اس کا بٹ زمین پر لگائے اور دوسرا ہاتھ اپنے کوٹ پر رکھ کر فرمانے لگے:

''دیکھو جس کا یہ کتا ہے اس کا بھی یہی حال کروں گا'' یہ کہنا تھا کہ کتا اٹھ کر بھاگ نکلا۔

ہوا یہ کہ شکاری صاحب کا کارتوس expired تھا۔ کتے کو shock لگا جس سے کتا گر گیا تاہم زخمی بالکل نہ ہوا۔ لطف کی بات یہ تھی کہ کتا سیدھا شکاری صاحب کے دروازے پر ٹھکانے کی غرض سے حاضر ہو گیا۔

شکاری صاحب نے کتے کو سامنے سے آتے دیکھا تو منتظر تھے کہ گھوڑے سے ان کا استقبال کیا جاوے۔ پاؤں سر پر رکھ کر اندر کی طرف بھاگ گئے۔ بیگم نے پوچھا: ''کیا ہوا؟'' صاحب حواس باختہ تھے، رنگ زرد تھا۔ لرزیدہ آواز میں کتے کی مذمت کی اور حرکات کا حال بیگم سے گوش گزار کیا تو بیگم صاحبہ نے انتقامی جذبے سے سرشار ایک چھڑی اٹھائی اور کتے کو دو تین لگائیں۔ کتا دم دبا کر چلتا ہوا بھاگ گیا اور پھر کبھی نہ لوٹا۔ اب شکاری صاحب کی جان میں جان آ چکی تھی۔

چوری پکڑائی

محلہ [illegible] مسلم بازار گجرات کا واقعہ ہے۔ گرمیوں کے موسم میں اندھیری رات تھی۔ گھر کے صحن میں بھینس بندھی ہوئی تھی جو بچہ دینے والی تھی۔ جیسا کہ زمینداروں کے گھروں میں ہوتا ہے اس نازک موقع پر کوئی نہ کوئی گھر کا فرد بھینس کے قریب ہی رہتا تاکہ بچے کی پیدائش پر زچہ بچہ کو سنبھال سکے چنانچہ نصف رات کے قریب ایک شخص چارپائی پر بھینس کے قریب سویا ہوا تھا۔ رات کو بھینس نے بچہ دے دیا جو سوتے آدمی کی چارپائی کے نیچے آ گیا۔ اس آدمی نے گھبراہٹ میں چور چور کا شور مچا دیا۔ اندھیرے میں لوگ دوڑ پڑے اور گھر کے دیگر افراد بھی مدد کو آن پہنچے اور ''چور'' کو بغیر تحقیق کے لاتوں سے [illegible] بھینس کا بچہ مر گیا۔ جب روشنی کی تو پتہ چلا کہ وہ کوئی چور وغیرہ نہیں تھا۔ اس بھینس کا بچہ تھا جو پیدا ہوتے ہی چارپائی کے نیچے [illegible] بعد آن گرا تھا۔

کتے کا خواب میں ملنا

راقم کے مرحوم دوست چوہدری زاہد حسین جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، کے سسر میاں نواز صاحب عرف [illegible] گجرات کی چند ایک بڑی شخصیتوں میں سے تھے۔ اونچا قد، بھرا ہوا جسم، بارعب شخصیت۔ جب بھی ان کو دیکھا ہاتھ میں ایک بڑا سا ڈنڈا ہوا کرتا۔ جہاں آپ کو کتوں سے دلچسپی رکھنے کا شوق تھا وہیں آپ کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ کتوں کی نسلیں خوب جانتے ہیں [illegible] دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ کس نسل کا کتا ہے۔ اس کے علاوہ تیتر اور بٹیروں وغیرہ اور ان کی لڑائی کرانے کا بھی شوق تھا۔

گجرات شہر میں ایک محمد حیات صاحب گزرے ہیں۔ وہ کوٹھی میں اکیلے ہی رہائش پذیر ہوئے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ [illegible] یا غیر شادی شدہ تھے۔ بہر حال دو مراحل کی کوٹھی میں [illegible] تنہا [illegible] ساتھ ساتھ چوکیداری کے فرائض سرانجام دیتا بھی تھا۔ محمد حیات صاحب تو ڈیوٹی پر چلے جاتے تو [illegible] کوٹھی میں [illegible]

Marfat.com

[illegible] چونکہ [illegible] میں اچھی خاصی جان پہچان تھی۔ دراصل ان کا ذریعہ معاش [illegible] [illegible] اچھے تعلقات استوار تھے۔ آپ ملاقات کیلئے مذکورہ [illegible] کی کوٹھی [illegible] [illegible] میاں صاحب میں تنہائی سے نالاں ہوں۔ مجھے کہیں سے اچھی نسل کا [illegible]

[illegible] میں خصوصاً کتوں، بکریوں اور تیتروں وغیرہ کی معلومات [illegible] اور تجارت [illegible] کتوں کا موضوع تازہ ہوا۔ میں ایک سائیں صاحب [illegible] کی حد تک لگاؤ تھی۔ میاں صاحب وایک مدت [illegible] [illegible] اپنے عقیدت مندوں میں [illegible] ہوتے تھے۔ بیان [illegible] کی تفصیل [illegible] [illegible] میں خواب [illegible] ایک [illegible]

[illegible] مجھے کہتے کہ آپ مجھے پالیں۔ ورنہ میں [illegible] [illegible] چونکہ آپ اللہ کے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اور میں [illegible] آپ کو [illegible] آیا ہے؟"

[illegible] ایک خدمتگار کتوں کی طرف سے ایک کتے کی زنجیر پکڑے [illegible] مجھے خواب میں ملتا ہے آپ اس کی فریاد سن لیں۔"

[illegible] آپ خدا ترس اور درویش منش آدمی تھے اور وہ عقیدت مند بیٹھے ہوئے تھے [illegible] مجھے سب سے عزیز ہے تاہم آپ کی مجبوری [illegible] کر رہا ہوں۔"

[illegible] آپ نے اس کی خوش دلی سے پرورش [illegible] [illegible] مجھے [illegible]

[illegible] صاحب کو عقیدت مندانہ طور پر [illegible] رہے۔ انہی [illegible] [illegible] کتے کی زنجیر پکڑا دی۔ دراصل یہ قیمت میاں صاحب کی [illegible] سال پہلے آٹھ روپے ایک بڑی رقم ہوا کرتی۔

[illegible] صاحب کی کوٹھی میں وارد ہوئے [illegible] صاحب [illegible] [illegible] نہایت اعلیٰ قسم کی تھی اس سے [illegible] نے اندازہ لگایا [illegible]

[illegible] قیمت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تاہم دور دراز سے نہایت تک [illegible] [illegible] صاحب [illegible] کے ساتھ تعلقات سے [illegible]

[illegible] یہ قیمت [illegible] نے پوچھا۔

[illegible] میں نے جو کتے کی قیمت ادا کی ہے وہ [illegible] [illegible] بہت پسند [illegible] رقم لا کر میاں صاحب کو دی۔ البتہ میاں [illegible]

[illegible] کا خاص خیال رکھنا اور بڑا گوشت کھانے کیلئے نہ دینا۔"

میاں صاحب نے رقم لی اور واپس چلے آئے۔

Marfat.com

پٹھان نے اس کی خدمت خاطر شروع کر دی۔ تمام رات وہ بڑی اچھی چوکیداری کرتا اور کسی فرد کو بھی اندر نہ گھسنے دیتا۔ تاہم پٹھان والی امر پر حیرت تھی کہ جو دوست پٹھان اس پیشے سے کرتا تھا وہ ناپسند کرتا ایک مرتبہ پٹھان کو پتہ چلا کہ یہ refuse (گندہ) کھانے کا عادی ہے۔ پٹھان والی سے سخت نفرت ہوئی لہٰذا پٹھان نے کتے کو نکال دیا۔

تھوڑے دن گزرے ہوں گے کہ میاں صاحب دوبارہ آئے تو پوچھنے میں معلوم ہوا کہ ... میاں صاحب ... نہیں پتہ چلا کہ کوئی بات ضرور ہے۔ پٹھان نے کتے کو آوارہ کر دیا ہے۔ اس سے پہلے وہ کتے کو پکڑ کر ... اب میاں جی اسے کتے کو پکڑ کر ایک رسا کے ساتھ میں ... اور ... میاں صاحب ... کھڑے واپس لے گئے ہیں۔

کتے کو لے کر وہ میاں صاحب کے پاس پہنچے۔ میاں صاحب ... اپنے عقیدت مندوں میں ... بیٹھے ہوئے تھے۔

"میاں صاحب یہ بات کیا آپ نے کیا ہو؟"

"میاں جی! آپ عرض کروں آپ والی چیز ہوئے بڑے ہیں تمام رات اور ... میں ... برداشت نہ ہو سکا آج تو میں انتہائی پریشان ہوا کہ ... میں ... بہت ... تار ... بعد ... اب ... آپ کے پاس ... حاضر ہوا ہوں۔"

میاں صاحب نے بڑے غور سے کہا "... تمہارے پاس نہیں ... تو ... واپس نہیں جاتا۔ میں نے تو تمہاری ضرورت پوری کی تھی۔"

میاں صاحب ... میاں صاحب ... پہنچے اور جب ... میاں صاحب نے ... میاں صاحب نے ... میاں صاحب نے کہا "میاں صاحب ... کی تکلیف نہ کریں۔ ... نے ... کر کے واپس لے آئے ہو۔"

ایسی تے خود کے ......

تقسیم ہند سے قبل ... (Town Hall ...) میں ... قوم کا ... ہوتا ... تھے ... ایک شخص ... ایک ... اچھی ... کھڑے ... تھے ... پہلوان ... ایک ... ... پر ... فیصلہ ... ... میاں محمد ... نے ... کے فیصلہ ... قوم سے ... تعلق ... ہے۔"

میاں صاحب غصے ... ہو کر ... مشتعل انداز میں ... کہا

"... کی پہچان ... سے ... ہے۔"

میاں شاہ ... ایک ... رعب اور ... شخصیت تھے۔ ... ... راقم الحروف نے ... وقت ... کی ...

کتے کی وفاداری

... کتے ... کی ... اور ... چوکیداری ... ہیں ... آپ نے ...

Marfat.com

مالک کے ساتھ کوئی جھگڑا یا ہاتھا پائی کرے تو یہ وفادار کتے مالک کے حریف کے گلے پڑ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں جس کتے کا تذکرہ مطلوب ہے۔ اس کتے نے اپنے مالک کی جان بچائی۔

منڈی بہاؤالدین، گجرات تحصیل پھالیہ میں ایک بڑا قصبہ جو اب ضلع بن گیا ہے وہاں ایک کھاتے پیتے زمیندار نے [illegible] درمیانے قد کا ایک کتا پال رکھا تھا۔ جب یہ مذکورہ زمیندار سیر کو نکلتا تو حسب معمول کتا ہمیشہ اس کے ہمراہ ہوتا اور جب کبھی کتے کی طبیعت ٹھیک نہ ہوتی تو مالک بھی سیر کو جانے کے ارادہ کو التوا میں ڈال دیتا۔ ہاں تو یہ کتا مالک کے آگے آگے ہی رہتا اور ادھر ادھر سونگھتا چلتا۔

ایک صبح وہ چلنے سے پہلے مالک حسب معمول اپنی مخصوص پگڈنڈی پر سیر کو نکلا۔ اس پگڈنڈی کے دو رویہ سرکنڈے اور خودرو جھاڑیاں تھیں جو قد آدم ہی ہوتی تھیں۔ یہ جھاڑیاں اس قدر گنجان اور مرتفع تھیں کہ ان میں چھپا ہوا جانور یا انسان نظر نہ آ سکتا۔ کتا جو مالک سے آگے تھا اس نے ایک دفعہ غیر معمولی قوت شامہ سے ایک جنگلی سور کو جو زمیندار کو نظر نہ آیا جھاڑیوں میں جا لیا اور زخمی کر کے چھوڑ دیا۔

اس طرح ایک روز کتا حسب معمول آگے آگے جا رہا تھا تو اچانک دوڑ لگائی، دائیں طرف مڑا اور کسی چیز پر چھلانگ لگا دی۔ زمیندار چونکہ نہایت سرعت سے آگے بڑھا تو دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص جس کے قریب ایک بندوق پڑی ہوئی ہے زمین پر گرا ہوا ہے اور کتے نے اس کی گردن اپنے جبڑوں کی گرفت میں مضبوطی سے جکڑی ہوئی تھی۔ مالک نے کتے کو ہٹانے کی کوشش کی تاہم کتے نے اس کی گردن کو چیر ڈالا۔ مالک نے شور مچایا تو قریبی کھیتوں پر سے چند ایک زمیندار پہنچ گئے اور عجلت میں زخمی کو چارپائی پر ڈال کر گاؤں لے آئے اور مالک کو یہ ہدایت دی کہ فی الفور یہاں سے چلے جاؤ چونکہ اس زخمی شخص کی تمہارے ساتھ دیرینہ خاندانی دشمنی تھی۔ لہٰذا اس شخص کے وارثین مشتعل ہو کر تمہیں جانی نقصان سے دوچار نہ کر دیں۔ چونکہ زخمی کی شہ رگ کٹ چکی تھی اور خون زیادہ بہہ چکا تھا لہٰذا طبی امداد سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔

جیسا کہ دیہاتوں میں اکثر ہوتا ہے کہ گاؤں کے دونوں فریقین کے حامی ایک دوسرے کو خبریں پہنچاتے رہتے ہیں لہٰذا چند ایک خیر خواہ لوگوں نے کتے کے مالک کو یہ خبر دی کہ نصف زندگی بلکہ نزع کے وقت مقتول نے کہا تھا کہ اگر کتا اسے گلے نہ پڑتا تو دشمن کو چند ہی منٹ میں گولی چلانے والا ہی تھا کیونکہ اس مالک نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا۔ حالانکہ کتے کے مالک نے یہ کام نہ کیا تھا مگر وہ اسے ہی ذمہ دار سمجھتا اور بدلہ لینے کی تاک میں تھا۔ جب قانونی کارروائی ہوئی تو واقعی یہ ثابت ہو گیا کہ مقتول کے والد کے قتل سے کتے کا مالک بری الذمہ تھا اور بلاوجہ اس کو ملوث کیا گیا لیکن مقتول کو یقین محکم تھا کہ اس کے باپ کا قاتل یہی شخص ہے۔ قدرت کا یہ کرشمہ ہے کہ "جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے" اور ایک کتا اپنے مالک کی جان بچانے کا محرک ثابت ہوا۔

اب ایک کتے کا اپنے مالک کو چیتے سے بچانے کا واقعہ پیش خدمت ہے۔ 1950-1951 کی بات ہے۔ جنڈی محلہ گجرات میں جہاں آج کل میاں عبدالرشید پٹواری کا مکان ہے، کے گردونواح کہیں ایک "گہنہ" نامی شخص جو ریلوے روڈ پر کاروبار کرتا رہائش پذیر تھا۔ اسے شکار کا شوق تھا اور اس نے ایک کتا بھی پال رکھا تھا جس کی دیکھ بھال اپنی اولاد جیسی کرتا اور اکثر اوقات شکار کے ارادے میں یہ کتا اور دونالی بندوق اس کے ساتھ ہوتی۔

ٹھیک سے معلوم نہیں کہ کوٹلہ ارب علی یا کوٹلہ نگرالی کے قرب و جوار میں بھمبر کی پہاڑیوں سے ایک چیتا وارد ہوا ایک دیہاتی اپنا ریوڑ لئے کھیتوں میں جا رہا تھا کہ چیتا سامنے آ گیا۔ ریوڑ میں سے ایک بکری اچک لی اور رفو چکر ہو گیا۔ چرواہا باقی ریوڑ کو وقتی طور پر چھوڑ گیا اور بھاگم بھاگ کوٹلہ میں آ کر شور مچا دیا۔ کوٹلہ میں رہائشی چند لوگوں نے تو یقین کر لیا اور بعض لوگوں نے اسے محض گپ شپ تک محدود خیال کیا کہ اس چرواہے نے بکری تو بیچ کھائی اور اب فضول بہانہ تراشی پر اتر آیا ہے۔ بہرحال مقامی لوگوں نے محتاط رہنا شروع کر دیا اور شام ڈھلے سے پہلے گھروں کو لوٹ آتے۔ جب کبھی کسی شخص کو کوٹلے سے زیادہ دور جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اکیلے جانے کی بجائے ایک گروہ کی صورت میں سفر کو ترجیح دیتے۔

چند روز بعد ایک بوڑھی عورت اکیلی کھیتوں میں کام کے سلسلہ میں گئی تو چیتے نے اس بدنصیب بڑھیا کو بھی دبوچ لیا۔ تھوڑی

Marfat.com

دور آنے جیتوں میں اس کی باقیات مل گئیں۔ اب لوگوں کو یقین واثق ہو گیا کہ یہ وہی چیتا تھا۔ ملک صاحب ... سے جہاں پر چیتے نے دو شکار کیے۔ وہ اسی طرف آ رہا تھا کہ چیتے سے آمنا سامنا ہو گیا۔ چیتے نے حملہ کیا ... بھاگ نکلا اور ہانپتا کانپتا وہ گاؤں میں آن پہنچا۔ اب یہ تھا کہ ہر طرف گاؤں سے ... یہ بات مشہور ہو گئی کہ چیتے کی آمد کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ جرات سے کوئی شکاری چیتے کی خبر لینے کے لیے وہاں پہنچتا تاہم کسی کو بھی چیتے سے مقابلہ ...

ہندو نامی شخص جو کہ معصوم پرندوں کے شکار پر ہی اکتفا کرتا تھا ایک روز اپنے ساتھ بندوق لے کر ... چیتے کے شکار کو گاؤں سے روانہ ہوا۔ سوئے اتفاق اس نے وہی راستہ اختیار کیا جہاں پر چیتا پہلے تین بار حملہ آور ہو چکا تھا ... دور ہی تھا کہ اچانک ایک طرف سے وہی موذی چیتا سامنے آ گیا۔ ... چیتے کی ... گرفت میں لے لیا ... بہرحال ... چھوڑنے کی تگ و دو میں جھٹکے کھا رہا تھا لیکن ... آخر چیتے نے زور دار جھٹکے سے ... اپنے بائیں بازو پر چادر لپیٹ لی اور دائیں ہاتھ میں خنجر تھام لیا۔ جب چیتا ... کاٹ دی۔ چادر میں چبا بازو چیتے کے حلق تک ... چیتے کا پیٹ ... اس موذی کے پیٹ پر تین وار کیے اور چیتا قریب المرگ زمین پر آ گرا ... اور چیتے کی ... موقع پر پہنچ گئے ... ایک ... چیتے ... اپنے ... چیتے ... ہسپتال ... چند ... دوست میرے ... جو چیتے ...

ملک صاحب ... اور ... عبداللہ شاہ اپنے تایا مرحوم کے ساتھ چیتا دیکھنے گیا۔ ... چیتے ... میں ... عبداللہ شاہ ... اس وقت ... چیتے ... کی کوشش کی ... چیتے کی مونچھوں ... جاتی ہیں تو زخم ٹھیک نہیں ہوتا۔ ازاں بعد انہوں نے ... مردہ چیتے کی مونچھوں ... جاتا ہے۔

مغربی طرز معاشرت

انور شاہ ایک اور خالہ زاد بھائی عبداللہ شاہ سے ... عرصہ دراز سے لندن ... Gatwick Airport کے نزدیک Crawly میں رہائش پذیر ہے۔ ... واقعات ... طرز معاشرت ... Mini cab ... ایک واقعہ ... خدمت ہے۔

ایک بوڑھی انگریز عورت چھٹیاں گزارنے کے لیے Continental Europe گئی ہوئی تھی۔ Gatwick ... واپسی پرواز ... Hasting ... لندن ... بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے اور بہت سے راستے ... Gatwick سے Hasting کوئی 28 کلومیٹر دور ہے۔ یہ Brighton کے ساحل سمندر پر واقع ہے۔ Eastbourne ... Hasting (دونوں ساحل سمندر پر ہیں) ... cab phone پر دریافت کیا تو پتہ چلا ... طوفان نے اس قدر درخت اکھاڑ دیے ہیں کہ جگہ جگہ سے block ہو گئی ہے۔ ... Crawly میں کسی Bed and breakfast ... Hasting لے چلے مگر وہ بڑھیا اپنے موقف پر بضد تھی۔

Marfat.com

نسیم الدین۔

"مجھے ابھی Hasting جانا ہے کیونکہ میرا کتا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔ میں نے ہر حالت میں، کچھ بھی ہو جائے ضرور ایک نظر دیکھنا ہے۔"

ہوتا یوں ہے کہ جب انگریز لوگ چھٹیوں پر جاتے ہیں تو اپنے کتے کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر کسی مجبوری کے تحت ایسا نہ کر سکیں تو کتے کے لیے اپنے گھر میں مقررہ دنوں کیلئے کھانا مختص کر جاتے ہیں جو کہ ضرورت کے مطابق کتا کھاتا رہتا ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کسی ملنے والے کے ہاں چھوڑ جاتے ہیں یا ملنے والا ہی باقاعدہ آ کر کتے کو کھانا وغیرہ دے دیتا ہے۔

"عام طور پر Hasting تک Brighton کے راستے سے کتنا کرایہ درکار ہے؟" بڑھیا نے پوچھا۔

"میرے مطابق کوئی 28 پونڈ کے لگ بھگ۔" روفی نے جواب دیا۔

"میں تمہیں جتنے بھی پونڈ چاہیں دے دوں گی مجھے کسی دیگر راستے سے ہی لے چلو میں نے کتے کو ضرور دیکھنا ہے۔"

"ایک اور راستہ ہے لیکن وہ لمبا ہے۔ تقریباً 60 کلومیٹر مگر مجھے خدشہ ہے شاید وہ راستہ بھی بند ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں چلو۔"

بہرحال ٹیکسی دوسرے راستے پر روانہ ہو گئی تاہم جگہ جگہ پولیس کھڑی تھی کیونکہ درختوں نے سڑک کو block کیا ہوا تھا۔ دو میل پیدل مسافت کے فاصلے پر Oakwood آتے ہیں۔ پولیس نے آگے جانے سے منع کر دیا مگر بڑھیا آگے جانے پر بضد رہی۔ جب پولیس نے آگے جانے سے سختی سے روکا تو بڑھیا نے پولیس آفیسر سے کہا:

"تم مجھے اپنی کار میں میری منزل تک پہنچا دو۔"

"Madame آپ کو نظر نہیں آ رہا دیکھو کتنے بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ کر سڑک پر گرے ہوئے ہیں۔ کار کا جانا ممکن ہی نہیں۔"

جب بڑھیا کو یقین ہو گیا تو اس نے پھر پولیس سے پوچھا "جہاں میں نے جانا ہے وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"کوئی دو کلومیٹر۔"

بڑھیا نے میٹر کے مطابق 68 پونڈ دیئے اپنا سامان اٹھایا رات کی تاریکی اور بارش میں اپنی منزل پر پیدل ہی چل دی۔

کیا کتا انسان سے زیادہ پیارا ہوتا ہے؟

اولاد یا کتے کا تحفظ

راقم کے بچپن کے ایک دوست استاد "دیقہ" یا "ڈکی" پہلوان جن کا اصلی نام تو محمد صدیق ہے کوئی تیس برس لاہور میں قیام اتے کا کاروبار کرنے کے بعد اب دوبارہ گجرات اپنے محلہ رحمی شاہدولہ میں رہائش پذیر ہیں۔ 1994 میں امریکہ، انگلینڈ، ڈنمارک اور جرمنی کی سیاحت کی۔ ان کے ایک بیٹے نے West Virginia امریکہ میں Pizza Hut کا کاروبار شروع کر رکھا ہے جہاں چھ ماہ گزارنے کے بعد انگلینڈ اور جرمنی سے ہوتے ہوئے اپنے دوسرے بیٹے کے پاس کوپن ہیگن ڈنمارک پہنچ گئے۔ اس نے ڈنمارک کی کمپنی میں اپنا نام پیدا کیا ہوا ہے اور یہی حیلہ اس کا ذریعہ معاش ہے۔

کوپن ہیگن میں استاد صاحب اپنے بیٹے کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کی رہائش سے متصل ایک چھوٹا سا جنرل سٹور واقع تھا (ضمیمہ 175) جہاں استاد صاحب وقت گزارنے اور مشروبات سے لطف اندوز ہونے جایا کرتے۔ وہاں ایک Dane بوڑھا جس کی عمر تقریباً ستر برس ہوگی، ضروریات زندگی کی اشیا خریداری کرنے کیلئے باقاعدہ آیا کرتا۔ ان معمولات کے دوران استاد صاحب کی اس Dane سے ملاقات ہوتی رہی جو ازاں بعد گہرے مراسم پر منتج ہوئی جیسا کہ امریکہ اور یورپ میں عام رسم ہے یہ Dane بوڑھا ہر روز سٹور سے Lotto (لاٹری) کے ٹکٹ خریدا کرتا تاہم زیادہ قیمتی نہیں صرف 20 کرونا کا ٹکٹ خریدنے پر ہی اکتفا کرتا۔ چند دن بیتے وہ Dane حسب عادت دکان پر نہ آیا تو استاد صاحب نے Dane کی غیر حاضری کو نہ صرف شدت سے محسوس کیا بلکہ تشویش لاحق ہوئی کہ وہ خیریت سے تو ہے کیونکہ اس سے وہ گپ شپ کے عادی ہو چکے تھے۔

Marfat.com

ایک دن اچانک غیر متوقع طور پر Dane اور ایک عورت جس کا [illegible] ایک جوان [illegible] میں [illegible] تو [illegible] نے
اس Dane سے غیر حاضر ہونے کی وجوہات جاننا چاہیں۔ "کیا تمہیں آخر معلوم ہے؟"

اس پر Dane نے جواب دیا "میری لاٹری نکل آئی ہے۔ یہ میری بیوی ہو گی 29 سال بعد میری لاٹری نکلنے کی خوشی میں مبارک باد دینے یہاں آئی اور یہ بتایا کہ 35 سال کے بعد صرف اسی مقصد کے لیے [illegible] دونوں [illegible] کی خواہشات [illegible] بارش [illegible] سے [illegible] کی [illegible] دریافت کرنے [illegible] جب میری لاٹری نکل آئی ہے تو [illegible] میں [illegible] احتیاط کے طور پر میں نے لاٹری کی تمام رقم [illegible] کے نام کر دی ہے چونکہ وہ میری اولاد ہے [illegible] میری [illegible] دیکھ بھال کرتا ہے۔"

اتوار [illegible] صاحب [illegible] لاٹری کی رقم [illegible] ہندوستانی [illegible] بہت [illegible]۔

اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ اسی سال 1993 میں راقم جب لندن میں مقیم تھا تو ایک [illegible] عورت [illegible] (ضمیمہ 176) جس نے 75 pence کے فارم سے اور دو ملین پونڈ کی رقم جیتی۔ اس نے یہ تمام رقم [illegible] کے نام کر دی۔

شادی بیاہ [illegible] وینزویلا [illegible] راقم الحروف نے [illegible] سال [illegible] کی [illegible] ملاحظہ [illegible] گھوڑوں کی ریس پر [illegible] Cinco y Seis [illegible] 3 Bolivar [illegible] گھوڑوں کے ناموں [illegible] فارم [illegible] چھوٹے [illegible] گھوڑوں کی ریس [illegible] TV پر [illegible] وقت ہوتی ہے۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی [illegible] Bolivars میں ہوتی [illegible]۔

رات خوشی کے مارے نیند نہ آئی [illegible] پورا [illegible] رات بیت گئی [illegible] 2076 Bolivars [illegible]۔

یاد رہے کہ Bolivar وینزویلا کی کرنسی ہے جیسے پاکستانی روپیہ۔ جب راقم 1962 میں وینزویلا [illegible] Bolivar ایک امریکن ڈالر [illegible] کے برابر ہوا کرتے تھے مگر اب وینزویلا کی کرنسی کی قیمت [illegible] 1983 سے پہلے [illegible] کی قیمت 43 [illegible] 1983 میں [illegible] 2000 میں [illegible] 700 Bolivars ایک امریکن ڈالر [illegible] حکومت نے ڈالر خریدنے پر پابندی لگا رکھی ہے۔ 200 ڈالر سے زیادہ [illegible] ملک سے باہر نہیں لے جا سکتے اور [illegible] اجازت بھی نہیں۔

کتوں کا دنگل

یوں تو مغربی ممالک میں کتوں کو صرف پالتو جانوروں کی طرح رکھتے ہیں [illegible] ایک فرد [illegible] ہیں۔ انگریزی [illegible] سے متعلق روایتی مشہور ہے کہ "Love me, love my Dog" ہمارے مغربی ممالک میں [illegible] اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں [illegible] یقیناً اس بات کا علم ہو گا کہ [illegible] مالک [illegible] کی [illegible] منقولہ جائیداد [illegible] کتوں [illegible] بلی [illegible] نام کر دی [illegible] سے اس نے رشتہ توڑ دیا [illegible] یہ بھی سنتے ہیں کہ [illegible] اپنی بیوی [illegible] برا سلوک کیا تو اس کی پاداش میں [illegible] سے باہر نکال دیا گیا۔

ہاں! تو بات ہو رہی تھی پالتو کتوں کی۔ مغربی ممالک میں خاص طور پر امریکہ، جرمنی اور انگلینڈ میں [illegible]

Marfat.com

بھی کی جاتی ہے۔ عام طور پر کتے شہر سے باہر farms پر پالے جاتے ہیں جو ان کی دیکھ بھال کے فرائض سرانجام دینے پر مامور ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ یورپ کے بعض ممالک میں کتوں کی لڑائی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اس کے برعکس ہند و پاکستان میں کتوں کی لڑائی کے شائقین بڑی بھاری قیمت کی ادائیگی سے یورپی ممالک سے کتے برآمد کرتے ہیں۔ راقم کے ایک قریبی رشتہ دار چوہدری اعجاز حسین نے ایک لاکھ روپے میں جرمنی سے لڑائی کا شوقین پورا ... کتا منگوایا۔ اب جرمنی میں تو کتے کی خوراک قدرے مختلف تھی اور یہاں اپنی سوچ کے مطابق دیسی خوراک دینی شروع کر دی۔ چند دن تو کتا جو کہ روزانہ ایک شام کتے سے لڑتا رہا تھا، بیمار ہو گیا۔ مجبوراً اس نے کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ اس پر ... جرمنی میں ... اور بڑی ... خوب ادا کیا گیا۔

... کتے ... (برتن) اس خوراک سے ... پورا ... کتے کے ... شروع کیا اور ... چند منٹوں میں برتن صاف ... مرغوب غذا ... بچے کی ... دی ہو گی۔ ہمارے ہاں متوسط طبقے کے شوقین ... اور ... کی خوراک ... اور ... کتے کی خوراک پر ... صاف نہ کریں اور ... خوراک ... کی ... ساتھ پہلوان بھی رہتے ہیں۔ ... کے ... اوقات کتے کے ... پہلوان بھی منہ مار لیا کرتے۔

... جرمنی میں ... چوہدری اعجاز حسین اور ان کے حواریوں نے چونکہ کتے کا رنگ سیاہ ... جسامت تک جا پہنچا اور اس کا چرچا دور دور تک ... (جو ... شہید ... صاحب کی اولاد میں سے ہیں) کے ہاں ... ایک بڑی بلا جو کی لڑائی میں بھی ... ایک ... دیکھنے والے شروع ہو گئے۔ لوگوں کا ... میں مصروف ہوتا۔

... ایک ... تماشائی جو کافی عمر رسیدہ اور تجربہ کار معلوم ہوتے ... ایک بول (Bulldog) نسل کے ... تماشائی ... میدان سے بھاگ نکلا۔

... صاحب ... میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ جب کتا میدان میں آیا ... میدان میں ... ہاتھوں سے ... نکلا اور مالک کے پیچھے پیچھے ... صاحب ... میں قابل دید تھی۔

1981 ... ضلع گجرات شہر کے قریبی قصبہ جلال پور جٹاں میں کتوں کی لڑائی کا دنگل منعقد ہونے ... گوجرانوالہ، منڈی بہاؤالدین اور لالہ موسیٰ وغیرہ سے نامی لڑائی کے ... قد میں چھوٹا تھا مگر اس کا ڈیل ڈول کی جسامت کا دیکھنے والی ... Mongrel نسل کا تھا جس کی نسل کا ایک "بول" اور ... نسل سے مخلوط تھی۔ یاد رہے کہ کتوں کے شائقین ... لڑائی سے پہلے ... کی پٹی میں ... کے بدن پر خفیہ انداز میں لگا دیا کرتے یا الفاظ دیگر ... لڑائی کا میدان ... اور لڑائی سے ... لڑائی کا میدان ... صاحب ... تماشائی ... میدان میں داخل ہونے کی جسارت ... زخمی کر دیا تو ... ہو گئے۔

... چوہدری اعجاز حسین اپنے ایک ... ساتھ ... جیسا کہ روایت ہے دونوں کتوں ...

سامنے پانی سے بھرا ہوا بالٹی ہوتی تاکہ لڑائی سے قبل کتے حسب خواہش پانی پی لیں۔ علاوہ ازیں منتظمین (ریفری) کتوں کو اپنے سامنے نہلاتے بھی ہیں تاکہ کسی کتے کے مالک نے پٹھوں وغیرہ پر [illegible] استعمال نہ کی ہو۔ موقع پر چند [illegible] تماشائیوں [illegible] کے لیے انتظامیہ کے افراد کے ہاتھوں میں لاٹھیاں لئے ہوتے ہیں تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آجائے۔ پنڈال کی جانب [illegible] سے کوئی آٹھ فٹ اونچے تھڑے کی شکل میں سٹیج واقع تھی جہاں منتظمین اور معززین Jury براجمان تھے۔ [illegible] لڑائی کے دوران کتوں کا مالک اپنے کتے کے ساتھ میدان میں اترتا ہے۔ اسی طرح [illegible] (ریفری) بھی موجود ہوتے ہیں۔ [illegible] کرتے ہوئے کتوں کو لڑانے والوں نے اپنے اپنے کتوں کو اس طرح تربیت دی ہوتی ہے کہ وہ اپنے حریف کتے کے [illegible] پکڑنے کے لیے [illegible] رہتا ہے۔ [illegible] ایک کتے کا مالک اپنے کتے کو [illegible] (؟) و اپنے [illegible] تو [illegible] وہی چپ [illegible] کا۔

لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں فریقین نے اپنے اپنے کتے چھوڑ دیئے اور فریقین دور [illegible] سے [illegible] لگے ہیں۔ کتے کا [illegible] چہرہ [illegible] دوسرا [illegible] تھا [illegible] اپنے حریف کا [illegible] میں [illegible] چہرہ [illegible] لڑائی [illegible] چہرہ [illegible] رہی۔ [illegible] سب [illegible] ہو [illegible] کتوں [illegible] تک [illegible] فوقیت حاصل [illegible] حریف کتے [illegible] اور [illegible] کا [illegible] اصول [illegible] جاتا ہے یا میدان سے بھاگ نکلتا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہوٹنگ (whistle) سے [illegible] تماشائیوں میں سے [illegible] کی [illegible] ہوٹنگ ہونے والے کی طرف پاؤں چلا [illegible] شاید [illegible] مالک [illegible] ہے۔

اب پنڈال میں [illegible] اور منتظمین کا فیصلہ [illegible] فوقیت اندازمیں [illegible] کا [illegible] جو [illegible] میں زمین پر [illegible] میدان کا [illegible] ہاتھ میں [illegible] کتے [illegible] ہوٹنگ کا [illegible] ہوا [illegible] ریفریوں کی رائے بدل گئی اور فیصلہ Jury تک پہنچا۔ Jury نے [illegible] کی [illegible] میدان کا [illegible] ہاتھ میں ہے۔

جب [illegible] منتظمین نے یہ فیصلہ [illegible] لڑائی [illegible] میدان میں [illegible] ہدایت [illegible] Jury تو Jury [illegible] Jury [illegible] دونوں اطراف سے [illegible] اور [illegible] ایک [illegible] بارش سے فضا گونج رہی تھی۔

[illegible] میں [illegible] شراب پینے کی عادت [illegible] pegs شراب [illegible] شراب [illegible] (؟) [illegible] فیصل آباد، ملتان اور سلطان پور [illegible] مقابل میں [illegible]۔

[illegible] مقابل [illegible] جرات [illegible] لڑائی کا [illegible] کتوں [illegible] لڑائی [illegible] اصول [illegible] صاحب نے [illegible] صاحب [illegible] نہایت [illegible] جواب دیا [illegible]"

اس پر [illegible] نے جواب دیا "[illegible] اتفاق ہے کہ [illegible] ہدایت [illegible] ہیں۔ [illegible]"

کتوں کی لڑائی [illegible] جرات [illegible] تماشائیوں کا ایک بڑا [illegible] میدان [illegible] ایک

Marfat.com

کر فلمیں ویڈیو میں محفوظ ہو رہی تھیں اپنے اپنے کتے تیار کئے ہوئے تھے۔ جو کئی ایک گاڑیوں سے چوہدری اعجاز حسین اپنے کتے کے ساتھ باہر نکلے تو سب کی نظریں ان پر جم گئیں۔ ویڈیو فلمیں بننا شروع ہو گئیں اور متعدد نامہ نگار بھی تعارفی سلسلے میں پوچھ گچھ کرتے رہے۔

دو لڑائیوں کے بعد تیسری لڑائی میدان میں چھوڑے گئے کتوں کی لڑائی زبردست مقابلے کے تحت ہو چکی تھی اور اب تماشائی کا اور بھی انتظار کیا جا رہا تھا کہ (مقابلہ) کب ہو۔ کتے کی باری آ گئی۔ بالآخر لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ لڑائی کے لئے چوہدری صاحب کا کتا منتظر تھے وہ آ گیا ہے۔ وہ بھی میدان میں آئے اور دنگل اندازی کی جرأت نہ کر سکے اور دیکھنا کہ کشتی سے پہلے ہی جب فریقین اپنے کتوں کو میدان میں لے آئے تو حیرت زدہ ہجوم انگشت بدنداں رہ گیا کہ دونوں کتے ایک جیسے قد کے اور رنگ کے تھے شاید یہ ایک ہی ماں سے پیدا ہوئے تھے۔ چونکہ جب کتے میدان میں وارد ہوئے تو ان کے گلے میں کوئی پٹہ وغیرہ نہیں تھا یہ ایک عجیب منظر تھا۔ کتوں کی شناخت مشکل ہو گئی۔ ابتدا میں دونوں کتوں کے مالکوں نے دونوں کتوں کو ایک دوسرے پر چھوڑا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ کتے نے غصے میں آ کر اس کا بازو چبا ڈالا ہے۔ چوہدری اعجاز حسین اور ان کے ساتھی نے یہ کہا کہ ہم اپنے کتے کو پہچانتے ہیں۔ اگر یہ کتا بھی اسی رنگ کا ہو تو ہم اپنے کتے کا نام لے کر پکارتے ہیں جس کا جواب دینا اس کا کام ہے۔

کتے میدان میں آمنے سامنے ہوئے تو کچھ دیر تک ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ وہ دونوں کتے اپنے مالکوں کے اشارے کے منتظر تھے اور جب ان دونوں کتوں کی لڑائی شروع ہوئی تو مالکان اپنے اپنے کتوں کو تھپکیوں سے داد دیتے رہے۔ کتے میدان میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے اور دونوں کے جسم سے پسینہ بہہ رہا تھا اور چوٹیں پوشیدہ تھیں۔ کافی دیر تک یہ لڑائی جاری رہی اور ایک دوسرے کو چھوڑ نہیں رہے تھے۔ آخر لڑائی کے بعد ہجوم میں سے شور بلند ہوا کہ لڑائی برابر رہی۔ Jury نے بھی اعلان کر دیا کہ "لڑائی برابر رہی" اپنے اپنے کتے لے جائیں۔ Jury کا فیصلہ آخری ہوتا ہے لہٰذا دونوں فریقین نے تسلیم کیا۔

کتوں کی لڑائی میں یہ دیکھا گیا ہے کہ کتے آپس میں گتھم گتھا ہوتے ہیں تو کئی ایسے لمحات آتے ہیں کہ کتوں نے ایک دوسرے کو پچھاڑ دیا تو کتوں کے مالکان اپنے اپنے کتوں کو ہاتھوں میں پکڑ کر آہستہ آہستہ تھپتھپاتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جاتے ہیں۔ عام طور پر لڑائی میں دیکھا گیا ہے کہ کتے اپنے حریف کو دبوچ لیتے ہیں اور ایک دوسرے پر دوبارہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہ لڑائی بڑی جاندار ہوتی ہے اور دیکھنے والے یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ تماشا کیا ہے۔ یہ ایک قسم کی سند مصدقہ تھی۔

دونوں کتے زخمی ہو چکے تھے اور وقت کے ساتھ ساتھ جب یہ معرکہ ختم ہوا تو چوہدری اعجاز حسین کے کتے کی بہت تعریف کی گئی۔ اس کی بہادری کا چرچا ہوا۔ جب کام ختم ہوا تو اس کی باقاعدہ تدفین ہوئی۔ جوں جوں کتا بوڑھا ہوتا گیا اس کی دیکھ بھال بھی ویسے ہی ہوتی رہی۔ اس کی خوراک کا خیال رکھا جاتا رہا اور چوہدری صاحب اس کی خاطر مدارت پر مامور رہے۔ دوسرے کتوں کو بھی اسی طرح رکھا جاتا ہے۔ یہ معلوم نہیں البتہ کتوں کی ویڈیو فلمیں متعدد بار دیکھی گئیں اور شائقین کی آنکھیں اشکبار ہوتی رہیں۔ ایسا فوٹو گرافر اور تاریخ دان بھی ہیں۔ اب بھی کتوں کی ویڈیو فلمیں چوہدری اعجاز حسین کے پاس موجود ہیں اور ان میں سفید رنگ کا Mongrel (مخلوط Mix نسل) جس کا قد بڑا اور غذا ایک پوری دیگ کے برابر ہے۔ اس کی تربیت اس طرح کی گئی کہ یہ دیر سے پہچانا جاتا ہے۔ کسی انسان کو کاٹنا اس کی عادت نہیں۔ چوہدری صاحب کے اشارے پر مخصوص آدمی یا جانور کو مستعدی سے پکڑ لیتا ہے اور اس کی مخصوص جگہ پر اشارہ کر دیا جائے تو یہ چپ ہو جاتا ہے۔ دیکھنے میں بھی دہشت ناک لگتا ہے۔ واقف کار اور اجنبی کافی تعداد میں چوہدری صاحب کے پاس آتے ہیں یہ ان سب کو پہچانتا ہے البتہ چوہدری صاحب کی آواز پر کان کھڑے کر لیتا ہے اور ہدایت کا منتظر رہتا ہے جو مالک کا حکم ہو بلا تامل تعمیل کرتا ہے۔

کتوں کی نسل میں ایک تازہ نسل سے کتے کی بات بھی سننے میں آئی کہ انگلینڈ سے راقم نے ایک کتا 90,000 روپے میں خرید کر ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ کمپنی سے by air منگوایا۔ کتے کے ہمراہ اس کی بین الاقوامی سرٹیفیکیٹ بھی آئی جو کافی خوش کن اور پرکشش تھی۔ اب یہاں رکھنے کا موسم آیا جو اس جانور کے لئے ناموافق تھا۔ رانا صاحب کے گھر کے اندر ہی ایک مخصوص کمرے میں air

cooler کا انتظام کر دیا گیا اور اس طرح قدرے سکتے بیٹھے اتفاق تو خیر وہ عام سی بے چینی بڑھا دیتی۔ شام کے وقت جب رانا صاحب اپنے احباب کے ساتھ برآمدے میں بیٹھتے تو کتے Rex کو بھی ساتھ چھوڑ دیتے لیکن شام کے وقت کی گرمی اس کے لیے ناقابل برداشت تھی اور بدستور اپنی لمبی زبان باہر نکالے ہانپتا رہتا۔ Rex کا یہ طور قدرے عجیب تھا کہ گرمی کے موسم میں کوٹھی کے رنگ کے ... موجود تھے۔ ماحول کے مطابق شادی بیاہ کی آتش بازی کے شور سے وہ ڈر کے مارے اندر بھاگ جاتا۔ بعد ازاں دھماکے پر بھی اندر راہ لیتا۔

آہستہ آہستہ Rex ماحول اور مقامی موسمیات سے مانوس ہوتا چلا گیا۔ Rex کی خوراک اور میڈیکل چیک اپ کا خاص خیال رکھا گیا اور جب رانا صاحب نے محسوس کیا کہ وہ اب تیار ہے تو اسے میدان میں دوڑنے کی پریکٹس کروائی گئی۔ تمام کتوں کی صلاحیت ان کی شیٹ کے مطابق نوٹ کی جاتی۔ جب ریس کا وقت آیا تو تمام امیدیں Rex سے وابستہ تھیں۔ میدان میں بازی لے جانے کا ہدف پہلے دن سے مقرر تھا۔ Rex دوسرے نمبر پر رہا۔ شائقین حضرات جب گنتی کر رہے تھے تو اندازہ ہوا کہ بالآخر Rex کی کارکردگی سے آئندہ شائقین خوش ہوں گے۔

یہ دوڑ میں تیزی کی ... بڑے بڑے زمینداروں نے رکھے ہوئے تھے جن کے ساتھ Rex کا مقابلہ تھا۔ دوڑ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی۔ میں دوڑ میں حصہ لینے کا تو تیار تھا لیکن دوڑ کا فاصلہ ... کے پیچھے ... سے متعلق بتانا مناسب ہوگا۔ ایک کھلا میدان ہوتا ہے جس کے درمیان میں تقریباً 500 گز لمبی سیدھی پٹی بنی ہوتی ہے۔ ایک طرف سے دوڑ شروع ہوتی ہے اور اس کے ایک سرے پر ایک شخص خرگوش لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ خرگوش کو چھوڑا جاتا ہے اور پھر کتوں کو چھوڑا جاتا ہے۔ دوڑ شروع ہوتی ہے اور خرگوش بھاگتا ہے۔ اصل مقابلہ خرگوش کو پکڑنے کا ہوتا ہے۔ بعض اوقات خرگوش کتوں کی پہنچ سے بچ نکلتا ہے اور دونوں اطراف پر دوڑنے والے ... کتوں کے ... بڑے بڑے جھنڈے ہوتے ہیں۔ ایک طرف تماشائی اور دوسری طرف منصف ہوتے ہیں اور ... خرگوش جب ... آخر تک ... اور ان کی جگہ ... ہوتے ہیں۔ جن کی خرگوش دوڑ ... کتے ... خرگوش کے تعاقب میں بھاگتے ہیں۔

رانا صاحب کا یہ شوق ... Rex کی ... Rex کو ... ایک بچے کی طرح ... خرگوش کے ... دونوں اطراف کا ... race ... stopwatches کی موجودگی ... انہوں نے صرف کتوں کی دوڑ کے بعد ان کی رفتار کا تعین کیا جاتا ہے۔

ایک منصف ... بلکہ ... 80 سال کے ... ہوتے ... منصف کی ... جو ... منصف کی ... ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو ... ہمارے علاقے کے بڑے زمینداروں میں سے ایک شخصیت کے حامل ہیں اور جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے یہ منصف منتخب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں دوڑ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ... مجھے اپنا ... لگایا جاتا رہا۔ اب آپ ... منصف کی اہمیت کا اندازہ ...!

خرگوش نے جونہی دوبارہ کوئی حرکت کی تو اس نے بے حس و حرکت پڑے کتے کی رسی والے کتے خرگوش کے تعاقب میں سرپٹ بھاگنے لگے۔ Rex نے نہایت مہارت سے دوڑ ... کر ... خرگوش کو اپنے منہ میں پکڑ لیا۔ اب خرگوش کی تار تو موٹر سے connected تھی وہ کھینچ رہی تھی ... Rex نے اس کو منہ میں لیا ہوا اور اپنی طرف سے روکنا چاہ رہا تھا۔ اسی کھینچا تانی سے Rex کی موت کی تار خرگوش کو بجلی سے منہ میں دبائے رکھنے پر چلا گیا۔ اب منتظمین نے اول، دوم، سوم کا انتخاب کر دیا جبکہ Rex کی شہرت میں فرق نہ آیا۔ ... سب سے تیز بھاگتے ہوئے Rex نے خرگوش کو پکڑ لیا تھا اور خرگوش سست رفتار تھا تو اس میں Rex کا کیا قصور؟ آخر دوڑ ختم ہوئی ... Rex بچ گیا ... میدان سے باہر نکالا تو اس وقت پیران صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جو واری ... صاحب ... ساتھ ... کا اضافی ... چونکہ دوسرے ... سے چند ... شہرت میں خرگوش کو جو سست رفتار سے چھوڑ دیا گیا تھا اور ان کے علم سے یہ حرکت منسوب نہ کی ... اپنے ... سب سے ... اپنی مرضی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
... صاحب ... سے ... اعلان ... پر سو بار خرچ کر کے ترک کر دیا۔

وہ اندر اور باہر سے ایک تھا

یہ ... آج ... پیر بابو سوئیل محمد فتح پورہ گجرات کے ساتھ ایک گلی میں سیشن کورٹ ... ہوتے تھے۔ ... صاحب کی خدمت میں پہلی بار 1954 میں حاضر ہوئے اور 1984 تک باقاعدہ ... صاحب سے ملتے رہے۔

... سے ... بڑی محبت تھی ... صاحب سے ... کہتے ہیں مولانا روم کی مثنوی ... مولانا روم کا ایک شعر ... گجرات شہر میں ... صاحب ... کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ... صاحب نے وہ غزل جس پر مولانا روم کا شعر لکھا ہوا تھا، ایک طرف ... صاحب کی ... پر ... صاحب کی ... دیوان خانے ... "آپ ... " ... صاحب تو شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں ... صاحب نے ایک ... آپ کے پیچھے ... اور ... بالکل ... ہیں۔"
... ان کے ہاں 18 سال سے ایک ... آ رہا ہے ... ایک دفعہ ... صاحب سے پوچھا ... صاحب نے فرمایا ...

... اندر اور باہر ... ایک ہی ہے۔ یہ اندر سے بھی اور باہر سے بھی ... اور ... نہایت صاف ... اپنے ... منہ میں ... زمین پر ... خیال سے مطابق ... شاید ... حالت میں ... رہتے ہیں۔"

... 2002 ... Alex Kacelnik ... پروفیسر ... اور ان کے دو برطانوی ساتھی Jackie Chappell اور Alex Weir نے آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک نہایت دلچسپ تجربہ ... کے متعلق ... مقصد ... کوئی ترکیب یا تھیوری استعمال میں ... Betty ... ایک ... ایک چھوٹی سی ... میں ... منہ میں پکڑ کر ...

خوراک کی نالی کو باہر نکال لیا۔ دس مرتبہ تجربہ کرنے کے دوران صرف ایک بار [illegible]
تاہم Abel [illegible] سیدھی تار سے ہی خوراک کی نالی کو باہر نکال لیا۔ جب Betty نے [illegible] خوراک [illegible]
باہر نکالی تو وہ خوراک [illegible] Caledonian [illegible]
[illegible] شکار کو حاصل کرنے کیلئے مشہور ہیں لیکن یہ پہلا موقع ہے۔ Betty نے ایک [illegible]
[illegible] سیدھی ٹیوب سے خوراک باہر نکالی۔

بٹیروں کا دنگل

[illegible] Wah [illegible] 1990 [illegible]

[illegible] Magsul [illegible]

[illegible] 10 [illegible]

[illegible]

Marfat.com

پہنچے ہیں کی چہرے پہ تھے۔ عبداللہ شاہ دست میں چوردست میں جالی کے اندر نہایت اطمینان اور گرمجوشی سے پتوں سے مصروف تھے ... اپنے پتوں والے پنجے سے البتہ چند ایک طرف رکھے ہوئے تھے اور دوسرے پتوں کو پھر سے بغور معائنہ کر رہے تھے۔ شاید ان میں سے کوئی ترپ کرنے والا پتہ مل جائے کیونکہ آخر کار ان پتوں میں سے کوئی ترپ کرنے والا پتہ اٹھا ہی جاتا ہے۔

بات ہو رہی تھی ... دودھ روائی کی ... دوران سفر جس پتے سے ترپ کرنا تھا اس کے خواص ستائش انداز سے بیان ہو رہے تھے ... تعریف و توصیف سے جوش میں قلابے ملائے جا رہے تھے۔ ملک صاحب کے بقول "ان کا پتہ انصاف کی بلندی ... ہر ... کوئی نہیں ... پتوں کو جس شست فاش سے دو چار ہونا پڑا۔ چھوٹا پتا اور بڑے کا پتہ ابھی نہیں کھیل سکتے ... سے ... ایک ... پتا ... تاش کے ... اپنی اپنی آنکھیں مونچھیں ڈال میں کہ چہرے ... سے ... بڑی ہی مجال اس ... طرح تم سے جیتی جیت ... کھیل ... شخص سے ... گئے ہیں ... اور ... ملنے والوں سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

عبداللہ شاہ نے پوچھا: "ملک صاحب کب سے تشریف لائے؟"

"کل ... سے ... ایک ... رات ... ہوا ... ہیں۔" ملک صاحب نے جواب دیا۔

... مشہور ... ہو گیا تھا۔ انہوں نے نہایت شاندار ... بڑے ... میں ... نہایت ... فوری آغاز ... فرش پر ... تھے۔ ... دینی ... ہوئے ... وقت اور ... نہایت لذیذ قسم کا حلوہ جس میں بادام، پستہ ... موجود تھا۔ ... رات ... لذیذ کھانوں سے انصاف کرتے ہوئے لطف اندوز ہوئے ... خوب ... رات ... ازاں بعد پیالی میں چائے اپنے ہاتھوں میں لیے ... ہوئے ... ایک ... رات ... "ہیں" اور "ہاں" ... کا ناچ بھی ہے اگر شوق فرمائیں تو انہیں ... رات ... بعد میں انہوں نے خوب دل کھول کر داد تحسین دی اور فراغت ... ایک ... بعد ... نقل بھی ... دو تین گھنٹے نیند لے سکے ... ایک ... "نہیں ... ناشتہ تیار ہے۔" پر تکلف ناشتے میں انڈے، حلوہ پوری، دودھ اور چائے وغیرہ ... مہمانوں نے پیش خدمت ... رات کی مصروفیت اور تھکن کی وجہ سے چونکہ ... سوئے تھے۔ ملک صاحب ... اپنے ... ناشتے کے دوران عبداللہ شاہ نے ملک اصغر سے پوچھا:

"... رات ... ناچنے والیوں نے ... ہے۔"

"... نہیں کی جا سکتی ... رقص ... اور ... دل و دماغ پر ... تھا۔"

... اس رنگین محفل میں ... چند وضع دار زمیندار بھی رونق افروز ہوئے جو مہمانوں سے بڑھ ... پیش پیش تھے ... امید ... یقینی امر تھا اور ان کے پیش نظر انہیں بے تحاشا ... عبداللہ شاہ نے حیرانگی سے کہا: "مجھے ... اس دولت سے لگ جائے گی جو انہوں نے رات ... ایک ... ایک ... سے ... کیا؟"

"یہ تو ساری رات ناچتی رہی ہیں ... تمام رقم ... قدموں میں ہوگی۔" ملک اصغر نے ... جواب دیا۔

... میدان ... میں کافی ہجوم تھا۔ رات ... ہوئے مہمانوں کو مجروں نے احتراماً ایک سفید ... چند ایک ... نے اپنے داؤ پیچ دکھائے تاہم اصلی لڑائی مہمانوں اور مجروں سے

بچوں کے درمیان شروع ہونا باقی تھی جو چپکے چپکے پتے ڈال رہے تھے وہ بھی ہار چکا ہے۔ اب شمعی کی اندازیں کی پچھلی کئی نسل پر صرف کر دو سال کا ایک منصف بچوں سے کہتا یا اور بچوں سے بآواز بلند پوچھا "اب کون شاہ بنے گا میں اک شروع ہو جائے۔" بچوں نے اشتیاق اجازت طلب کی "کیا اب بچوں کو چھوڑ دیں۔"

ایک طرف سے مسٹر اصغر نے بچے سے کہ چوتھا اپنے ہاتھوں سے تھوڑی مدت کے لیے کی اب شرط رکھی پانچ بچے اب جو بچوں نے ایک دوسرے کا سامنا کیا تو بیدو لیری کے ساتھ اچھل ودے دوران ایک دوسرے کو سب کی سے چونچیں اور پنجے مارنا شروع کر دیئے۔ بہر حال ابھی بچوں نے بچے سے صرف دو ہی چوٹیں مارے ہو گئے۔ مسٹر اصغر صاحب کا بچہ میدان چھوڑ کر یوں کرتا ہوا پر پرواز کر رہے تھے۔ مرتب ہو گا۔ چنانچہ منصف نے بچوں سے بچہ سے دونوں قرار دیا۔ آخر کار لیکن جیتے شرط لگنے کے بعد بچوں نے مہمانوں سے صدر کی طور پر پوچھا "معزز حضرات آپ پس چاول کیا دیتے ہو کیا قیمتی ہے پانچ" ابھی تک حاضر ہیں۔"

اس ذات آمیز شکست کے بعد کئی کے ہوش ٹھکانے ہوتے تو وہ کئی کو مخاطب بات پر غور کرتے یا بختاور رفتار بھی تو مرزا کی جواب دیتے کہ کس کو دیا تھا۔ یہاں تو شدید پریشانی کے عالم طاری تھا۔ مہمانوں پر رات کی وہ وقت قریب آیا تو مسٹر اصغر صاحب کی تجربہ پر پہنچے۔ ان کے بچے سے کی رات وہ بچہ جو اس نے رشتی وجہ سے طبیعت ناساز تھی بخار بخوشی سے نہ رہ سکا اور آئے بیچ میں مرید کشف کیا "میں نے تو بھی اس سے پہلے اپنے پنجرے میں کی حالت میں نہ دیکھا ہے۔ اس کی بیماری کا تو بہ ہو گئے بعد سے میں ایک لعنت ہے ان کی بھی ہو گیا تو میدان ہار دیا۔ شاہ اللہ پنڈی پہنچ کر جانے سے پہلے میں سے ایک شعر کہہ دے خاموش ہو گئے۔"

"تو پھر شرط کی تھی تم سے بچہ ہو؟" عبداللہ شاہ نے پوچھا۔

"ارے تم تو چھوڑو" انہوں نے تنگ کر کہا "تم صرف شرط کی بیماری کا ہے۔" عبداللہ انہوں نے عبداللہ شاہ کو بات میں چھوڑا اور پریشانی کا عالم تقدرہ کی تھی کہ عبداللہ شاہ کے اصرار کے باوجود پچھلے سے پہلے فجر کی پنڈی روانہ ہو گئے۔

کبوتر بازی

مرغ اور بچوں کے ذکر تو آپ نے دیکھ لیا اب کبوتر بازی کا شوق بھی ملاحظہ کیجیے۔ کبوتروں کو قدیم زمانہ ہی سے اہمیت دی جا چکی ہیں۔ شہنشاہوں نوابوں سے لے کر غریب لوگ تک کبوتر بازی کا شوق رہا ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ شوق اور فن با قاعدہ سائنس کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ کبوتر باز حضرات کا کہنا ہے کہ انسانی ارتقاء کے ابتدائی دور میں کبوتر انسان کے جو قریب ترین دوست تھے پہلے انسان نے دوست بنایا تو جانور سے پہلے کبوتر کو منتخب کیا۔ اس کے ساتھ پالتو پرندوں کے طور پر بھی اس کو پالا گیا۔ اس کے بعد تیتر کی نسل سے کبوتر پیدا ہوئے۔ کبوتر بازی میں شہنشاہ بڑھتے ہیں "آئین اکبری" کے مطابق اکبر بادشاہ کو ان میں بیحد دلچسپی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کبوتر بازی کا شوق بعض اوقات انسان کو اپنے باپ کا یہ شوق پسند تھا۔ ان کے محلوں میں 26 ہزار کبوتر کو تو ان کا شوق تھا۔

مغل بادشاہ شہنشاہ جلال الدین اکبر کے بارے میں ابوالفضل "آئینہ اکبری" میں لکھتا ہے۔ "شہنشاہ کبوتروں کی نشوونما میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ کبوتروں کی نسلیں پیدا کرنے اور ان کی خصوصیت کا خیال رکھتے ہیں۔" اس کتاب میں ایک ایسے کبوتر کا ذکر بھی ملتا ہے جو ایران سے کئی جڑی لے کر آیا اور بادشاہ کو تحفہ دیا گیا تھا۔ اس دور میں جو کبوتر پالے جاتے تھے ان میں کئی ایسے تھے جو بلندی پر پرواز کرتے اور قلا بازیاں کھاتے ہوئے نیچے آتے تھے۔ سب سے زیادہ قلابازیاں کھانے والا champion کہلاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کے دور میں ایسے ایک وقت کے ساتھ ساتھ قلابازیاں کھانے والے کبوتر پیدا ہوتے چلے گئے۔ ابوالفضل کبوتر باز حضرات نے کبوتروں کی نسل میں خصوصیت پیدا کر دی تھی جو تیر کی طرح آسمان میں چلے جاتے تھے۔ جو کبوتر فضا میں اڑان کے دوران جتنا زیادہ وقت گزارے گا اسی قدر زیادہ شہرت کا مالک ہو گا۔ اچھے کبوتر کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ موسم کی شدت اور ہر طرح کی تکلیف برداشت کرنے کے باوجود واپس آ جاتا ہے اور جو کبوتر واپس آنے کی صلاحیت نہ

Marfat.com

رہتا ہوں ... کبوتر بازوں کی زبان میں "اندھا" کہا جاتا ہے۔ کبوتر کے اپنے جسم کا درجہ حرارت 106' F کے برابر ہوتا ہے۔ کبوتر 115' F کے موسم میں بھی صبح سات بجے سے شام چار بجے تک پرواز کرتا ہے۔

پاکستان میں کسی چھت پر سے سات کبوتر اڑائے جاتے ہیں اور آخری کبوتر کی آمد کا وقت مقابلے کے فاتح کا فیصلہ کرتا ہے۔ [illegible] ایک کبوتر [illegible] ایک [illegible] جاتا ہے۔ سات آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر تقریباً بارہ گھنٹے پرواز کرنے والے پرندے [illegible] بعض اوقات تیز ہوا کے تھپیڑے اس کی پرواز میں رکاوٹ کا موجب بنتے ہیں لیکن ان [illegible] برداشت [illegible] کبوتر [illegible] ہوتا ہے۔

[illegible] پر [illegible] فاصلے [illegible] ان سے چند کبوتر تائیوان کے ایک شوقین کے ہاتھ فروخت [illegible] میں سے ایک کبوتر تائیوان سے واپس لاہور مالک کے گھر آن پہنچا۔ تربیت یافتہ کبوتر سورج کی روشنی میں یومیہ 900 میل [illegible] کر سکتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے شیخ [illegible] کا مضمون 18 جون 1995ء کے جنگ اخبار میں ملاحظہ فرمائیے۔

[illegible] پاس سب سے زیادہ تعداد میں کبوتر موجود ہیں۔ اقوام متحدہ کے ایک ادارے کے مطابق لاہور میں شوقین [illegible] ہیں۔ [illegible] ایک فوجی کے پاس 77 سال سے 30 ہزار پیغام بر کبوتر تھے جو ستمبر 1994ء میں فوت [illegible] کبوتروں میں سے سات ہزار شہری زندگی اختیار [illegible] گئے۔

22 ستمبر 1994ء کو ایران کی پولیس نے Qum کے شہر میں رہائشیوں کی شکایت پر کبوتر بازوں کی کس [illegible] کرنے والوں کے 12 [illegible] کبوتر بازوں [illegible] گیا ہے۔

گجرات شہر میں [illegible] ... کافی تعداد میں کبوتر باز پائے جاتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ [illegible] چھت پر بنے ہوئے ... جبکہ اچھی خاصی رقم بطور ... کبوتر بازی کی [illegible] بعض [illegible] ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بلندی کی وجہ سے ان چھتوں پر کبوتر [illegible] میں جو کبوتر اونچی پرواز کے عادی نہیں ہوتے [illegible] TV کے antenna [illegible] ایک [illegible] ہوتی ہے۔ کبوتروں [illegible] سے [illegible] کبوتر اپنا راستہ بھول جائے تو اسے پکڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ [illegible] تو [illegible] کی چھت پر جا کر ان کے ہاتھ میں پکڑ قلا بازیاں مرواتا۔ یہ تو یہ بات میری [illegible] ان کبوتروں [illegible] آوارہ کبوتر بھی آ جاتے ہیں۔

کبوتر اس قدر عجیب پرندے ہیں [illegible] بچپن سے جو بھی ان کی صحبت میں رہتے ہیں تو ان پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ کبوتروں [illegible] بیٹھ جانا دل موہ لیتا ہے۔ [illegible] کبوتر بازوں [illegible] بچپن میں کبوتروں کا [illegible] رہا [illegible] بھی چلا جائے۔ جب واپس آیا تو کبوتر بازوں کی صحبت [illegible] میں [illegible] بہتر رہے۔ میرا ایک عزیز جو کافی عرصے جرمنی میں مقیم ہے۔ جب بھی گجرات واپس [illegible] اپنے چند ایک مخصوص کبوتر بازوں سے [illegible] جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ گجرات آیا ہوا تھا [illegible] بڑے بھائی کے پاس [illegible] خوشی کی حد نہ رہی کہ وہاں بڑے بھائی نے کبوتر پال رکھے تھے۔ وہ کبوتروں کو ایک ایک [illegible] آنکھیں [illegible] نہایت مخصوص انداز میں پیش ہوتا رہا۔

[illegible] اتفاق 4 بجے [illegible] میں ایک آوارہ کبوتر چھت کے اوپر سے گزرا تو [illegible] بڑے بھائی نے اس کبوتر کو [illegible] تمام کبوتر اڑا دیئے۔ وہ آوارہ کبوتر ان میں [illegible] آیا تو انہوں نے پوچھا [illegible] اپنے [illegible] کبوتروں کو پرواز [illegible] پاس آنے کی ترغیب دے اور وہ کبوتروں کی چھت میں [illegible] دوبارہ اونچی اڑان بھر جاتا۔ ازاں بعد کی سمت

Marfat.com

میں جا کر غائب ہوتا۔ یہ آخری وقت [illegible] اور سات بجے کے قریب [illegible] پاس [illegible] نہیں [illegible]
ہوتا تو ہاتھ میں لیتے اور [illegible] انداز میں [illegible] کا فیصلہ [illegible] طویل [illegible] ہاتھ [illegible] ہے۔

اصل واقعہ بیان کرنے سے قطع نظر میں تمہید میں [illegible] ایک [illegible] X [illegible]
رہتا ہے۔ [illegible] پاس [illegible] ہیں۔ [illegible]
اور [illegible] سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اس [illegible] میں [illegible] تھا اور [illegible]
X [illegible] اوقات [illegible] رہتا [illegible] ایک روز [illegible] اپنا [illegible] بجے [illegible]
خیال [illegible] کی وجہ سے [illegible] 11 12 بجے تک [illegible]
[illegible] بجے [illegible]

[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible]

X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible]

[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible]
[illegible] X [illegible] X [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

Marfat.com

نے ارباب بیٹھا اس کا دھیان آسمان کی طرف ہے۔ اس نے ایک دو دفعہ ٹھوکر بھی کھائی مگر آسمان کی طرف دیکھتے رہنے پر متوجہ چلتا رہا۔ جب وہ قریب آ گیا تو ایک ٹھوکر لگنے سے گر کے صحن میں جا گرا۔ میں نے پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ دیکھ کر نہیں چل رہے۔ تمہارا دھیان آسمان کی طرف کیوں ہے۔"

"چوہدری صاحب! میرا ابا بادل بن گیا ہے اسے تلاش کر رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اتنی بلندی پر کوئی بادل تمہاری نظر میں آ بھی جائے تو تم کیسے پہچانو گے کہ وہ تمہارا ابو ہے؟"

اس نے چلتے چلتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

"اگر مجھے بادل کا سایہ بھی آسمان پر نظر آ جائے تو میں اپنے ابو کو پہچان لوں گا۔"

شہد کی چڑیاں

جب سے میں ریٹائر ہو کر وطن واپس آیا ہوں تو میرے بیٹے میاں عبدالرشید جو نوالہ "انجمن بہبودی مریضاں" کے نام سے ایک شعبہ چلا رہے ہیں ان کی معاونت کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے کئی پیارے مریض ہیں۔ 22 جون 2001 سے جب میں نے ان کی کاوش میں شامل ہونے کا قصد کیا تو نئی محمد اشرف صاحب جو میاں رشید احمد صاحب کے عقیدت مندوں میں سے ہیں بھی تشریف لائے۔

9 جون 2003ء کو جب محفل ختم ہوئی تو باتیں کرتے ہوئے بیان کی راہداری میں چڑیوں کو دیکھ کر مجھے مندرجہ ذیل واقعہ سنایا۔

"رشید احمد صاحب کے دیوان خانے کے آگے مغربی کونے میں شمالی حد پر ایک لمبا مستطیل کمرہ بنا ہوا تھا۔ (کمرہ 7-17) یہ دراصل چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے اور رہنے کے لیے کمرہ تھا۔ انہوں نے شیشوں پر بند کر کے اندر ایک فرنیچر میں کم جگہ ہونے کی وجہ سے اب وہاں اپنا شہد رکھتے ہیں کیونکہ چھاپہ پڑنے کا احتمال ہے لہٰذا مہربانی کرکے تم دیکھ لینا کہ وہی خدمت کیا ہے۔"

"چوہدری صاحب نے جواب دیا کہ وہ بیچنے کا ارادہ ہوا ہے جب چاہے اپنا من راضی کرو اور جتنے روز مرضی ہے رکھو۔"

"مجھے وہ بیچ ہی دو۔ میں انہیں ادا نہیں دیتے ہوئے کمرے میں چلے گئے۔ اس کمرے کا چپٹا شیشہ اور کھڑکی سے دیوار سے ملا ہوا تھا۔ دیوار پر کافی اونچائی سے پانی کی ٹونٹی تھی۔ شیشوں کے اوپر بالوں کے درمیان جو خلا تھا وہاں شہد کی چڑیاں رہتی تھیں۔ چند منٹوں کے بعد بھی وہ ایسے بیٹھے ہوئے تھے کہ دور سے شہد کو چکھ کر اپنی تھوڑی دیر تک ذرا سے ہوں سے ایک پیالہ کا سا دیکھا۔ اس کی پاس بتائیں کسی کی شہادت کی رسم سے بھی دو چار تھے چوہدری صاحب نے انہیں وہی کمرہ دکھا دیا۔

"میں چیز کا سر دیتے ہوں ہے۔ کوئی بھی باہر سے کمرے سے آ رہا تھا ہو تو اس کے اندر جا کر اس میں چڑیوں کی ایک ٹولی کمرے میں داخل ہو جاتی ہے اور چوہدری صاحب بھی ہے۔ تب وہ وہاں تھوڑی سی خوراک بیچ آتا اور سرکار کی طرف سے دیکھتے ہیں۔ چڑیوں کے کمرے میں آنے جانے کے لیے اپنے اندر رکھے ہوئے شہد کو کھا کر مزے سے آواز کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ چڑیوں کے اوپر جہاں سامان رکھے ہوتے تھے وہیں کا ایک غبار سا نظر آتا ہے۔

"دوبارہ جب شیشہ کو چھتی پڑی ہوئی چڑیوں کو اس نشہ آور دھوئیں کی لت پڑ گئی۔ اس کا یہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چڑیوں کے غول کے غول جمع ہونے لگے اور چوں چوں شور مچاتیں۔ یہ سلسلہ کافی مہینے جاری رہا۔ یہ چڑیاں بھی ٹکٹکیوں کی طرح وہاں سے نکل جاتیں۔ چڑیاں چپ سے کمرے میں آتیں، بیٹھتیں اور اڑ جاتیں۔ بعض نشہ کرنے کے وقت اوپر منڈلاتی رہتیں۔"

بدروح سے پوچھیں

1961ء کا واقعہ ہے۔ راقم کے ایک عزیز دوست میاں محمد یونس جو آج کل گجرات میں مقیم ہیں۔ ملازمت کے سلسلہ میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے اندر سے 14 Div کے Suite No 3 میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ شام کا کھانا کھانے کے بعد چائے پیتے ہوئے ان سے شام کی بات چل رہی تھی۔ ایک بنگالی ملازم نے معذرت کرتے ہوئے دخل اندازی کی "آپ لوگ

مغربی پاکستان سے رہنے والے ہیں آپ لوگوں کی اس حیل سے متعلق معلومات بڑی نادر ہیں۔"

میجر یونس اور بدرو (اصل نام رشید بدر الدین تھا) رفع حاجت کیلئے واڑوں سے باہر جنگل کی طرف چل دیئے۔ جب سب معمول رائفل ان کے پاس تھی۔ انہیں اپنے دشمنوں سے خطرہ لاحق رہتا۔ جنگل کا موسم بہار ات کی ہوا تھی تو ایسے میں پیچھے کا ملازم بدرو چل رہا تھا۔ تھوڑی دور تک چلے ہوں گے کہ ان کے قریب میں ایک شیر کی دھاڑ سنائی دی۔ بدرو ابھی ان کے پاس سے دور نہ گئے پتہ کس وقت چلا جب بدرو اتفاق سے پیچھے کی طرف رخ کر کے رفع حاجت کیلئے بیٹھا ہی تھا تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بدرو نے پیچھے ہوتے ہوئے دبی آواز میں کہا "صاحب شیر!" اس پر غنیمت تھی کہ جب میجر صاحب نے پیچھے کی طرف دیکھا تو رائفل سیدھی کی۔ شیر ایک چھلانگ میں دور ویرانے میں ... چلے آ رہے تھے۔ بدرو پیچھے چل دیا۔ اب صاحب کو معلوم ہوا کہ وجہ یہ تھی۔ انہیں اپنے کام میں مصروف دیکھ کر میجر صاحب واپس ہو لئے۔ شیر کی دھاڑ سن کر ہی ان کو پسینے آ گئے۔ اسی وجہ سے میں نے ان کی اوقات کی بات ... Mess میں واپس آ گئے۔ Mess میں بات ہوئی تو میجر یونس صاحب والی شکل میں سے ایک کپتان صاحب جو پنجاب کے تھے قومیت سندھی تھے ادھورا حال اور جو بھی شیر کے شکار سے شغف رکھتے تھے نے پوچھا "انہیں کیسے پتہ چلا کہ شیر آدمی کی وجہ سے ان کی تاک میں تھے؟"

بدری ملازم جو تقریباً 5 فٹ قد کا تھا نہایت پھرتیلا تھا جس نے کہا "آپ شیر کی عادات نہیں جانتے ہیں۔ جب شیر کسی وجہ سے کسی آدمی کو شکار کرنا ہو تو پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔ سامنے سے نہیں۔ شیر پیچھے سے کیسے پتہ چلتا ہے پوچھتے ہیں۔"

بدرو نے فوراً بتایا کہ ایک دفعہ ایک شیر کے متعلق بہت سنا ہے کہ وہ آدمی کو پیچھے سے دبوچ لیتا ہے اور وہ ہمیشہ پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔"

تھوڑا سا کچھ وقفہ میجر صاحب، کپتان اور تین دوست اس بدری اور بدرو کی باتیں ان میں بیٹھے سن رہے تھے۔ چونکہ ان دونوں کا تعلق جس ... سے تھا اس لئے غیر معمولی قسم کی باتیں سننے کو ملتیں۔ بعد ازاں ... دو دن کے بعد ... بیٹھے ہوئے تھے کہ پھر بات شروع ہوئی۔ دونوں دوست تجسس سے سن رہے تھے کہ میجر صاحب نے بدری اور بدرو سے پوچھا کہ اس رات کیا ہوا تھا۔ بدری نے بات شروع کی جو بدرو نے ختم کی۔

"بدرو اور میں ایک دفعہ ایسی ہی حالت سے گزرے ہیں۔ میں نے فوراً رائفل تان لی اور دائیں سے شیر کی آنکھوں کی روشنی جو چمک رہی تھی اس پر فائر کر دیا۔ شیر بیٹھ چکا تھا۔ چونکہ رات تھی، میں نے دوسرے فائر کی ضرورت نہ سمجھی۔ صبح ہوتے ہی ہم دونوں شیر کی تلاش میں نکلے اور وہ تھوڑی دور جا کر مرا ہوا ملا۔ جب ہم نے دیکھا تو شیر کا منہ زمین کی طرف تھا۔ میں نے بدرو سے کہا (صفحہ 178) کی ترتیب دی اور اس کے بعد شیر کی آنکھوں میں جو (گولی) لگی تھی وہ پیچھے سر سے نکلی۔ شیر کی پشت کی جانب اور بدرو نے اسے ... کی۔"

"تم دونوں نے شیر دیکھا کیسے تھا؟" کپتان صاحب نے پوچھا۔

"جی صاحب! آپ ٹھیک بات کرتے ہیں۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ مغربی پاکستان سے ... شکاریوں کا پیشہ ہے۔ بدرو سے پوچھیں کتنی بار شیر کا شکار ہم دونوں نے کیا ہے اور ہم کر چکے ہیں۔"

"ہاں بھائی تم ٹھیک کہتے ہو، مغربی پاکستان میں شیر بہت ہیں۔" کپتان صاحب نے کہا۔

"صاحب بات یہ ہے کہ ہم دونوں اس شیر کی تلاش میں دریا کی طرف جا رہے تھے۔ جنگل میں پانی نہیں تھا۔ میں نے سوچا دریا کی طرف چلتے ہیں۔ جب دریا پر پہنچے تو پانی بہت کم تھا تم جانتے ہو ہم ہر روز ... طغیانی پر آیا۔ ہم نے ایک ندی کے کنارے رائفل رکھی ہوئی تھی۔ بدرو ندی کے پار کھڑا تھا۔ بارش ہونے لگی، میں نے سوچا کہ انتظار کریں تو طغیانی ختم ہونے تک رکنا پڑے گا۔ رکنے کی بجائے ہم نے ندی عبور کی۔ چلو اللہ کا نام لے کر دونوں ساتھ ہو لئے۔ اللہ کا نام لے کر پانی میں اترے۔ پیچھے بدرو اور میں داخل ہو گئے۔ تیرنا شروع کر دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور تھے کہ پانی کا ایک نہایت تیز ریلا آیا۔ میں رائفل سنبھالتے ہوئے اپنا توازن سنبھال نہ سکا۔

ہو سکتا ہے کہ سب یہ تم ہو شیر یا کسی سے تیس [illegible] پانی کی ریل میں بہہ گیا ہو [illegible] بہادری قابلِ دید تھی کہ شیر تو بہہ گیا مگر بدروح [illegible] ہاتھ سے نکل جانے کا دکھ اب تک یادگار کے طور پر ذہن میں موجود ہے۔"

کیپٹن اور میجر [illegible] کے قصے کے دوران [illegible] کیپٹن نے تین چار بار میجر کی جانب سے پوچھا "کیا تمہیں تو نہیں ڈر رہے؟" تو میجر [illegible] کچھ [illegible] وقت پر [illegible] بولے "[illegible] ہم تو [illegible]" آخر تنگ آ کر کیپٹن صاحب نے کہا "تم شیر کے شکار کی بات کرتے ہوئے ہچکچا رہے ہو [illegible] شیر کے شکار سے متعلق راز پوشیدہ ہیں اور اپنی ندامت چھپانے کے لیے راز میں نے کسی پر افشا نہیں کیا تھا اس [illegible] ان کی [illegible] حاصل ہو جائے۔"

[illegible] مشہور ہیں جن کے بیچ سندربن کا ذکر ضروری ہے۔ سندربن دنیا کے بڑے جنگلوں میں سے ایک ہے [illegible] ان دریاؤں کے سنگم کے مغربی کنارے سے شروع ہو کر جنگل تک پھیلا ہوا ہے [illegible] مشہور بنگال ٹائیگر [illegible] واقع ہے۔ اس جنگل میں درندوں کی کثرت جن میں بنگال [illegible] شیر بھی مشہور ہے۔ اس جنگل میں بے شمار ندی نالے موجود ہیں جو مشرق سے مغرب کی سمت مغرب سے مشرق [illegible] ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ یہاں کی ناک ایک کنارے سے [illegible] کنارے سے جنوب سے شمال طرف [illegible] چھوٹے بڑے [illegible] تعداد بھی پائے جاتے ہیں۔ [illegible] سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس قسم کے جانور وہاں پانی پینے کے عادی ہوتے ہیں۔ [illegible] کی شناخت کر سکتے ہیں۔

[illegible] شکار کی جگہ [illegible] کو یا بکری وغیرہ کو چارہ (bait) کے طور پر باندھ دیتے ہیں تاکہ شکار وہاں شیر کے [illegible] سے bait والی جگہ سے تقریباً 100 میٹر کے فاصلے پر درختوں میں اونچائی پر [illegible] بیٹھ جاتے ہیں۔ کیپٹن صاحب [illegible] میں ایک میجر شیر علی صاحب ہیں جنکی ایک ناکام مہم سے شکار کی [illegible] شیر علی صاحب [illegible] شکار کی [illegible] شائقین کی خواہش ہوا کرتی ہے شیر علی صاحب کے نام کا شکار جیتنے کا شرف [illegible] کیپٹن صاحب نے میجر شیر علی صاحب سے رابطہ کیا اور ان کے ساتھ شیر کے شکار کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے کہا "میں نے [illegible] شکار نہیں کیا۔ [illegible] کی موقع پر مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔" راقم الحروف کے رشتہ داروں میں سے ایک میجر [illegible] مرحوم [illegible] شیر علی صاحب کے ملنے والوں میں سے تھے۔

[illegible] شیر کا شکار چاندنی راتوں میں نہیں کیا جاتا کیونکہ شکاری کی جگہ [illegible] ہو گئے۔

ایک [illegible] شیر علی صاحب 14-Div میں [illegible] کیپٹن سے کہا "پھول کی [illegible] شکار کی مہم پر [illegible] [illegible] میں شکار کے [illegible] اندھیری راتوں کا انتظار ہوتا ہے۔" چنانچہ شیر علی صاحب شکار [illegible] کیپٹن صاحب اور [illegible] سے جانب [illegible] جہاز روانہ ہوئے اور وہاں سے سندربن میں اس مخصوص جگہ پر پہنچے [illegible] شیر علی صاحب پہلے ہی سے [illegible] تھے۔ یہاں [illegible] یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ مچان پر دو شکاری موجود ہوتے ہیں۔ میجر شیر علی صاحب نے اپنے ایک ساتھی شکاری [illegible] "شکار کے دوران [illegible] آپ کو کیپٹن صاحب کو موقع دیا جائے کیونکہ قبل ازیں انہوں نے کبھی شکار نہیں کیا۔" [illegible] ایک مچان پر شیر علی صاحب اور ان کا ساتھی جبکہ دوسری مچان پر کیپٹن صاحب اور چوتھا شکاری موجود تھے۔ طے یہ پایا کہ شیر [illegible] مچان سے [illegible] پہلا شکار کی گولی چلائے اور یہ بھی ہدایت کی کہ بلا شکار کرنے کی صورت میں سگریٹ پینے سے [illegible] شام ہونے میں کافی وقت تھا تو شکاری اپنی اپنی مچانوں پر چڑھ گئے اور شکاریوں نے ایک بکری اس جگہ پر باندھ دی [illegible] جو [illegible] تھی۔ [illegible] بعد شکاری مچان پر چڑھ گئے۔

[illegible] رات کا وقت تھا غضب کی تاریکی، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا، جنگل مختلف جانوروں کی آوازوں سے گونج اٹھا [illegible] شیر کی آمد کا اعلان تھا۔ جس طرف سے بھی زیادہ آوازیں آ رہی تھیں سب کی نگاہیں اسی راستے پر جمی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد کیپٹن صاحب [illegible] جہاں بکری باندھی تھی دو مچانوں کے درمیان راستہ پر دو جلتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔ میجر شیر علی صاحب نے مخصوص آواز

Marfat.com

میں جو کہ جانوروں کی تھی اشارہ دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ شیر تھپن کی زد میں ہے۔ ہم لوگوں نے فوراً چاہا کہ [illegible]
تھپن والی مچان سے کوئی نہ چلائی۔ مجید صاحب نے ایک ہاتھ میں torch لے کر پاور فل رائفل پر نصب تھی [illegible]
روشنی ڈالی اور فائر داغ دیا۔ [illegible] تھپن صاحب کا پیشاب نکل گیا اور [illegible] مچان سے
قریب آن گرا۔ تھپن صاحب تو حواس باختہ ہو گئے اور صبح تک مچان پر ہی بیٹھے رہے البتہ تھپن صاحب [illegible]
[illegible] سے کافی تکلیف [illegible] اور بتایا کہ حوصلہ [illegible] تھپن صاحب [illegible]
[illegible] آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی مجید صاحب نے مچان سے نیچے اترنے کا اشارہ دیا۔ تھپن صاحب [illegible]
مچان سے اترنے سے گریزاں تھے۔ اسی اثناء میں مجید صاحب [illegible] قریب آئے [illegible]
تھپن صاحب کو مچان پر سے نیچے اترنے کی ترغیب دی [illegible] تھپن صاحب [illegible] مچان پر سے نیچے [illegible]
[illegible]

تھپن صاحب داستان سنانے کے بعد بھاری جوان سے مخاطب ہوئے "یہ تھا [illegible]
نہیں [illegible] ہوتی تو میں تمہاری بات پر یقین کر لیتا۔"
بھاری صاحب تھے کہ اپنی بات پر [illegible] اور کہا "[illegible]"

لاچار جانوروں سے محبت کا صلہ

45 [illegible] 16 [illegible]
[illegible]
[illegible] 25 سال [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ کی مخلوق [illegible] خدمت [illegible] جانوروں کی خدمت کا یہ صلہ [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] سے محبت کرنے کا اجر [illegible]

بے حسی

[illegible]

بیمار، شدید بیماری میں مبتلا ہوتا تو داخل کر لیا جاتا۔

...ں میں متعدد بار کتے مار مہم شروع ہوتی اور بعد میں اہلکار آوارہ کتوں کو تلف کرنے کیلئے متلاشی رہتے۔ جہاں کہیں آوارہ کتے نظر آتے تو اسے زہر دیا جاتا۔ اس کے بعد کتے ... کی مخصوص جگہ پر گڑھا کھود کر دبا دینا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔

راقم کو اس زمانے کا ایک منظر یاد ہے کہ ایک انگریز جو ویٹرنری ڈاکٹر یعنی جانوروں کے محکمہ کا ڈاکٹر یا آفیسر تھا جس کے سر پر Pith hat، نصف بازوؤں والی قمیض، نیکر میں ملبوس، پاؤں میں سفید جرابیں اور براؤن جوتے، پیٹی میں اڑسا ہوا پستول، شاہد والا دروازہ شیشے والا دروازہ ... کے پچھواڑے میں کھڑا ہوتا۔ جس کا کام تانگے کی حالت اور اس کے آگے جتے ہوئے گھوڑے کی حالت کا جائزہ لینا تھا۔ وہ گھوڑے کا خوب مشاہدہ کرتا یعنی باریک بینی سے گھوڑے کا معائنہ کرتا، دانت وغیرہ دیکھتا بلکہ جس جگہ گھوڑے کے جسم پر پٹی بندھی ہوتی اس جگہ چیک کرتا۔ علاوہ ازیں وہ جگہ چیک کرتا جو متاثر ہو سکتی ہیں مثلاً گھوڑے کے پاؤں اٹھا اٹھا کر دیکھتا کہ کہیں کیل تو نہیں ... ہاتھ ... کرتا۔ اگر گھوڑے کو کوئی تکلیف یا بیماری ہوتی تو تانگے والے کو ... جرمانہ ... اگر گھوڑا شدید بیمار یا زخمی ہوتا تو فوراً جانوروں کے ہسپتال جو کہ موجودہ جناح روڈ (چوک ...) پر ہے بھیج دیتا۔

... شاہدرہ ... گجرات کے جنوب مشرق کی زمینوں میں واقع تھا۔ اس ... کے نزدیک ایک نہایت ... ہوتا۔ ... کی آزادی تک کے وقت ایک انگریز اپنے ملازموں کے ساتھ اور بھی متعدد لاغر گھوڑوں کو ... پہنچتا ... اور ان گھوڑوں کو ... زندگی سے چھٹکارا دلاتے۔ ملازم وہاں سے گڑھا کھود کر دبا دیتے تھے ... زمانے کی ... باتیں!

لیکن آج کل صرف ... گھوڑوں کو یا جانوروں بلکہ انسانوں کو نہایت بے رحمی سے استعمال کیا جاتا ہے ... آوارہ کتوں نے گلی محلے میں رہنے والے لوگوں کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ گندگی کے ڈھیر جا بجا ... ملتے ہیں ... اور مردہ جانوروں کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں جن پر سے گاڑیاں، سائیکل اور ... وہاں سے ... پہنچتی ہے ... کی موت کا نظارہ دے رہی ہے۔

انسان اور پالتو جانور کا روحانی رابطہ!

اپریل ... 2001 کو ... راقم کا ضروری سامان اپنے آبائی مکان سے اس کے ... دوست سامان ... ایک ... میں منتقل کرتے رہے ... ہم ... جاتے تھے کہ وہ گھر چھوڑنا پڑا۔ 22 جون کی صبح ... سامان کی ... میں بیٹھے ہوئے تھے تو ایک قریب المرگ بلی کا بچہ کہیں سے آن ٹپکا۔ مولوی اشرف ... سے ... کہنے لگے کہ ... صاحب ایک اور مہمان آ گیا ہے۔" چونکہ فرخ جمشید کو پرانے مکان میں بلیوں سے ... تھا اس نے مجھے انتہائی خوشی ہوئی بلی چل کر خود بخود ہی آ گئی۔ بغیر سوچے سمجھے میں نے بلی کا نام Whiskey رکھ دیا ... سال پہلے جب ہم ... میں تھے تو ہم نے اپنے پالتو کتے کا نام Soda اور بلی کا نام Whiskey رکھا ہوا تھا۔

چند ہفتوں کے بعد اچھی خوراک ملنے کی وجہ سے بلی کی صحت قابل رشک نظر آنے لگی۔ آہستہ آہستہ اس نے یہ عادت بنا لی کہ جب بھی ... دروازے کھلے ہوتے تو وہ ایک دروازے سے داخل ہوتی اور مختلف کمروں کے چکر لگا کر کسی دروازے سے باہر نکل جاتی ... کسی چیز کو منہ لگاتی۔ اس کی خاص عادت تھی کہ جب گھر میں مدد کرنے والی دو لڑکیاں جن ... ہم نے پرانی مددگار لڑکی کا نام Ghazala grande (بڑی) اور نئی مددگار کا نام Ghazala chica (چھوٹی) رکھ دیا۔ وہ دونوں اور ہم میاں بیوی لان میں بیٹھتے تو وہ قریب آ کر بیٹھ جاتی اور ... ایک ... کرتے ... کی بھی عادت پڑ گئی۔

ایک روز چند ایک دوست میرے پاس لان میں بیٹھے ہوئے تھے تو Whiskey نے قریب چکر لگانے شروع کر دیئے۔ میں نے Whiskey ... سے کہا "جاؤ آرام سے بیٹھو۔" ایک دوست نے یہ راز فاش کیا کہ چیمہ صاحب یہ نام تو مونث ہے

Marfat.com

مگر در حقیقت یہ بلی نہیں بلا ہے لیکن میں نے نام تبدیل کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ Whiskey کے نام سے ہی پکارا جاتا رہا۔

جون 2002 میں Whiskey بیمار نظر آنے لگا۔ پہروں پودوں کی چھاؤں میں بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی چھوٹے چھوٹے دانے وغیرہ دکھائی دیتے مگر دن بدن اس کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔ میں نے اپنے ڈرائیور شکور سے کہا کہ ذرا دیکھو تو کیا بات ہے۔ اس نے بتایا کہ اس کی پشت اور پچھلی ٹانگوں پر چھوٹے زخم وغیرہ ہو گئے ہیں۔ میں نے Genetian violet منگوایا اور شکور سے کہا کہ اس کے زخموں پر لگا دے۔ چند دن یہ علاج جاری رہا مگر جوں جوں دوا کی مرض بڑھتا گیا اور زخم بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے بال گرنے لگے۔ میں نے اپنے دوست جانوروں کے ڈاکٹر شاہد کو بلا بھیجا۔ اس نے دیکھا تو کہا کہ یہ جتنے جانوروں کے ڈاکٹر ہیں وہ گائے بھینسوں اور گھوڑوں وغیرہ کے متعلق ہی جانتے ہیں۔ اس کی یہی دوا استعمال کرتے جائیں۔

Whiskey نے کھانا پینا تقریباً بالکل چھوڑ دیا۔ گھر سے باہر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے نکل جاتا۔ جو فاصلہ وہ پہلے منٹوں میں طے کرتا وہ فاصلے اس کے لئے مشکل کا باعث تھے۔ دودھ کے چند ایک گھونٹ پیتا اور پھر چلا جاتا۔ میں نے شکور سے کہا کہ اسے کسی اچھے سے ڈاکٹر کو دکھائیں۔ جیل چوک میں ایک جانوروں کے ڈاکٹر (vet) کا کلینک تھا۔ اس سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ اسے یہاں لانے کی کوئی ضرورت نہیں مجھے سمجھ آگئی ہے کہ اسے eczema ہو گیا ہے لہٰذا اس پر Pinkspray دن میں دو دفعہ استعمال کریں۔ 250 ml کی قیمت 450 روپے تھی۔ چند روز استعمال کرنے سے زخم کچھ ٹھیک ہوئے مگر اس کی قوت مدافعت کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ کھاتا پیتا نہ تھا۔ گھر سے باہر گرتا پڑتا نکل جاتا اور پھر کسی طرح دوسرے روز نیم مردہ حالت میں آ جاتا۔ چند ایک گھونٹ دودھ کے پیتا اور مشکل سے باہر چلا جاتا۔

مجھے اندیشہ لاحق ہو گیا کہ یہ بہت دن نہیں چل سکے گا۔ ایک روز شام کے وقت جو اگست 2002 کا وسط تھا ہم سب لان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑی مشکل سے وہ چلتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ مجھے اس پر بہت ترس آیا۔ صبح ہوتے ہی میں نے اپنے ڈرائیور سے مشورہ کیا کہ اس کا کیا کیا جائے تو اس نے کہا "جی صاحب یہ بچنے والا نہیں۔ آپ اسے کہہ دیں جا تجھے معاف کیا بخش دیا۔" میں نے پہلے تو اسے مذاق سمجھا مگر جب دوسرے روز وہ مشکل سے چلتے ہوئے wicket gate سے باہر نکلا تو گر پڑا اور خوب بے حس پڑا رہا تو میں نے کہہ دیا "جا تجھے معاف کیا بخش دیا۔"

اس روز کے بعد ارد گرد بہت تلاش کیا مگر وہ کہیں نظر نہ آیا۔

میرے دوست طارق اور اصغر دونوں ایڈووکیٹ حضرات ایک سہ پہر میرے آفس میں بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے ان سے اس واقعے کے متعلق حیرانگی کا اظہار کیا۔ جواب میں اصغر صاحب کہنے لگے "ہاں جی صاحب یہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس ایک بلی تھی وہ بھی قریب المرگ ہو گئی مگر مرتی نہ تھی تو مجھے بھی کسی نے مشورہ دیا کہ جب تک اسے یہ نہ کہو گے کہ جا تجھے معاف کیا بخش دیا وہ مرے گا نہیں اور اسی طرح ہمارے پاس ایک طوطا تھا تو وہ بھی اسی حالت سے دوچار ہوا۔"

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ کیا جو جانور اپنے پالنے والے کے در پر مرتے نہیں لیکن مالک کے اس کہنے پر مر جاتے ہیں کہ یہ کہنا بھی ضروری ہے۔ "جا تجھے معاف کیا بخش دیا۔"

Marfat.com

نیرنگیِ جہان

خوشاب کی سیر

وادی سون ضلع خوشاب۔ اسلام آباد سے M-2 Motorway کے ذریعے کوئی دو گھنٹے اور لاہور سے تقریباً تین گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ اس وادی کی سیاحت کا موسم ستمبر سے مارچ کے مہینے تک ہوتا ہے۔ کلر کہار سے جنوب کی طرف وادی سون جائیں تو اس قدیم بلند سطح مرتفع پر آتے ہیں جو کئی صدیوں تک پنجاب اور ملتان کے درمیان تجارت کا راستہ رہی ہے۔ کچیل گاؤں جو کہ اردگرد کے گاؤں میں سب سے بڑا ہے سے تین میل جنوب میں خوشاب کی جانب اور اس کی ایک برانچ مغرب کی طرف نکلتی ہے۔ خوشاب جاتے ہوئے سڑک چھوٹی پہاڑیوں سے نکلتی ہوئی ایک جھیل کے کنارے پہنچتی اور جہاں ایک گاؤں بنام کھٹی سے کوئی ڈھوک شروع ہو جاتی ہے جو Kunnutti کے باغات ہیں۔ جہاں سے citric پھل اسلام آباد کے امراء اور اعلیٰ افسران کو بھیجے جاتے ہیں۔

بیسویں صدی کے شروع میں انگریزی دور کے ایک دوراندیش افسر نے Kunnutti میں پھل دار درخت لگانے شروع کیے تھے۔ یہاں کا پھل وادی سون کا ایک جز لازم ہے۔ Kunnutti کا ریسٹ ہاؤس پرانی اینٹوں اور لکڑی سے تعمیر کیا گیا جو اپنے رنگ ڈھنگ سے درمیان واقع ہوا ہے۔ اس کا چپہ قدرے چھوٹا مگر پورا اسٹاف تعین ہے۔ یہاں پر کوئی سیاح مشکل سے ہی آتا ہے۔ یہ ایک منفرد قسم کا آدمی جو بغیر کسی اجرت کے سیاحوں کو اپنے گھر ٹھہرانے کو تیار رہتا۔ یہ ریسٹ ہاؤس کوئی دو میل پر واقع ہے۔ Kunnutti جھیل سے اور خوشنما جنگل کوئی دو گھنٹے دور ہیں۔ جھیل پر طرح طرح کے پرندے دیکھنے میں آتے ہیں۔ میں نے بغیر کسی دوربین کی مدد سے یہ مختلف قسم کے پرندے دیکھے۔ Kunnutti باغات سے کوئی تین کلومیٹر اور Sodi Jailwali سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر جہاں مقبل واقع ہے وہاں Narsingh Phoohar کی عبادت گاہ اور سلطان مہدی کا مزار ہے۔ سلطان مہدی کے مزار سے جنوب میں ایک چھوٹے غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سلطان باہو نے چالیس دن چلہ کاٹا تھا۔ زائرین سلطان مہدی کے مزار پر دعا کے بعد ان کے پاس اور اولاد نہیں ہوتی درختوں کی شاخوں پر چوڑیوں کے جھولے باندھ دیتے ہیں اور منت مانتے ہیں جب ان کی مراد پوری ہو جاتی ہے تو وہ رنگین مٹکیں جھولوں میں ڈال دیتے ہیں۔ Kunnutti مغرب میں چند فٹ پر Uchhali جھیل کا بچاؤ ہے۔ World Wild Life Fund نے اس بچاؤ کو تسلیم کیا اور اس کو "Ramsar" site کا درجہ دیا۔ یہ پرندوں کی جھیل پر مشتمل ہے۔

Uchhali Jahler Namal Khabeki اور مشہور Kallar Kahar جھیل۔ یہ جھیلیں سائبیریا اور وسط ایشیا سے migratory پرندوں کی پناہ گاہیں ہیں۔ ہر موسم سرما میں ہزاروں پرندے ان ممالک سے پرواز کرتے ہوئے ان جھیلوں پر پہنچتے ہیں اور مارچ کے مہینے میں واپس اپنے ملکوں میں جانا شروع کر دیتے ہیں۔ وادی سون کا سب سے بڑا شہر نوشہرہ Uchhali کے قریب واقع ہے وادی کا ہیڈکوارٹر ہے۔ نوشہرہ سے پندرہ منٹ کے فاصلے پر ایک گاؤں بنام Khituai جہاں پکنک کرا جاتے مسافر یہاں چائے وغیرہ پیتے رکتے ہیں۔ Khituai سے مین روڈ سے ہٹ کر برانچ سڑک ایک گاؤں Jahler کی طرف جاتی ہے

Marfat.com

جو کہ اسی نام کی جھیل کے کنارے واقع ہے۔ Kunnutti سے Jahler پہنچنے تک بل کھاتی ہوئی تنگ سڑک ہے جو کئی جگہوں سے ٹوٹ جاتی ہیں۔ تمام راستے پر خطرناک موڑوں سے پہلے احتیاطی نشانات لگے ہوئے ہیں مگر بیریئر نہیں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک ریسٹ ہاؤس موجود ہے Sodi Jailwali میں واقع ہے۔ اس کو خوشاب ضلع کی سب سے اونچی چوٹی میں سے ایک کہا جاتا ہے۔ خوشاب ضلع کا بہترین سیاحتی مقام ہے۔ وہاں سے جب نیچے دیکھتے ہیں تو ایک ایک فاصلے پر وادی ندی کا پانی دکھائی دیتا ہے۔ سوڈی ریسٹ ہاؤس سے وادی کی چوٹی سے وادی سون کی جنوب مشرقی حد ہے۔ یہاں مغرب اور شمال مغرب پہاڑوں کی وادیاں دکھائی دیتی ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا بڑی خوشگوار ہے۔ یہاں کئی چھوٹی چھوٹی جھیلیں ہیں جو خوشاب کی طرف جانے والی سڑک پر Khathwai سے تھوڑے فاصلے پر Jahlel جھیل ہے جو ان چھوٹی جھیلوں کا ایک حصہ ہے۔ یہ جھیل خوبصورت مناظر کے لیے مشہور ہے۔ سفید رنگ کے پرندے یہاں آتے ہیں۔ وادی سون سے آگے Amb کا علاقہ ہے جو تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں Hindu Shahyas نے Salt Range میں دسویں صدی (10 A.D) کے شروع میں مندر بنوائے تھے۔

خوشاب سے مغرب میں مشہور پہاڑی مقام Sakesar ہے جس کی چوٹی پر پہنچ کر ایک وسیع علاقہ نظر آتا ہے۔ خوشاب سے یہاں پہنچنے تک دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ اس جگہ سے چوٹی تک جانے کا راستہ بڑا دشوار گزار ہے۔ یہ پہاڑی چوٹی سطح سمندر سے بلند اور وادی سون کا سب سے اونچا مقام ہے۔ Sakesar ضلع شاہ پور (اب ضلع سرگودھا میں شامل ہو گیا ہے) ضلع جہلم (موجودہ ضلع چکوال) اور ضلع میانوالی کی سرحدوں کا سنگم ہے۔ یہاں پر پاک فضائیہ کی Installations ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کو اوپر جانے کی اجازت نہیں البتہ خصوصی اجازت لے کر Sakesar تک رسائی ممکن ہے۔

وادی سون کی سطح سمندر سے بلندی ایک ہزار فٹ ہے۔ وادی میں Sanatha کی زیتون کی کاشت بہت مشہور ہے۔ سون سکیسر کا علاقہ خوشاب کا حصہ ہے۔ کئی زمانے میں یہ علاقہ تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کئی قدیم آثار ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سون سکیسر پر مختلف تہذیبوں نے اثرات چھوڑے۔ ہندوؤں، بدھوں اور اسلامی دور کے آثار ملتے ہیں۔ ہندو مذہب اور اسلامی تہذیبوں کے اثرات اب بھی موجود ہیں۔

راقم کے ایک دوست صادق حسین خان صاحب DHO خوشاب تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو ان کے ساتھ وادی سون دیکھنے گئے۔ خوشاب سے 21 کلومیٹر شمال کی طرف جا کر پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہاں ایک قصبہ ہے جہاں Rural Health Center ہے۔ یہ سیاحت کا بہترین مقام ہے جہاں سے سڑک خوشاب سے اوپر چڑھتی ہے۔ 5500 فٹ کی بلندی پر یہ علاقہ ہے جو دفاعی لحاظ سے اہم ہے اور یہاں radar نصب کیے ہوئے ہیں۔

وادی سون میں جدید زراعت کے تجربات کیے گئے ہیں جن میں زیتون کی کاشت کا تجربہ کامیاب ہوا ہے۔ یہاں ہم نے زعفران کے کھیت بھی دیکھے۔ یہ پودے ایک خاص موسم میں اگتے ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ زعفران کی کاشت کی جاتی ہے۔ جب باغ میں داخل ہوئے تو کھیتوں اور پھولوں (رنگ) وغیرہ کے درخت نظر آئے۔ میں نے زعفران کا پودا دیکھا تو پوچھا "زعفران کہاں ہے؟"

"تو یہ موسم میں اس سے پہلے تھے تو آپ اس کی جڑیں زمین میں دبی ہوئی ہیں" اس نے جواب دیا۔
"مجھے تھوڑا سا دکھا دو۔"

بعد ازاں ہم نے ان سے زمین کھودی اور جڑیں نکالیں جو دیکھنے میں پیاز کی طرح ہیں۔ یہ جڑیں زمین میں رہتی ہیں اور ان سے پودے نکلتے ہیں جو زمین کے اوپر آتے ہیں۔

Marfat.com

گندگی سے اب جس طرح کنول کی مانند چند پتے زمین سے اوپر نکل آتے ہیں اور گندگی سے ایک کونپل نمودار ہوتی ہے۔ خدا کی قدرت، دیکھتے ہی دیکھتے یہ کونپل سرخ رنگ کی کلی پھول بن جاتی ہے۔ ہر پھول میں سے چھ لمبے لمبے دھاگہ نما ریشے نمودار ہو جاتے ہیں جن میں سے تین سرخ رنگ کے اور تین زرد۔ ازاں بعد مرجھا کر پھول سے جھڑ جاتے ہیں جن میں سے تین سرخ رنگ کے شگوفے علیحدہ چن لیتے ہیں جو سرخ رنگ کے شگوفے ہوتے ہیں بیش قیمت رنگ سے قیمتی زعفران ہیں۔ باغ میں پانی کی ایک باؤلی تھی۔ پانی کی جو ساخت سے نہایت ہی قدیمی معلوم ہوتی تھی۔ اس پر بجلی کا پمپ نصب تھا۔ تقریباً 15 سیڑھیاں اتر کر پانی کی سطح آ جاتی ہے۔

کھوالی سے ہم لوگ سورج ڈھلنے کے بعد یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے ایک Rural Health Center کا دورہ کروایا تو میں یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک نوجوان ڈاکٹر صاف ستھرے لباس پتلون شرٹ میں ملبوس موجود تھا۔ مجھے حیرت اسلئے تھی کہ پچھلی بار میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ گیا تھا پر یہاں Center میں بھی کوئی ڈاکٹر نظر نہ آیا چونکہ "چھٹیوں" پر ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے چائے وغیرہ کے لئے اصرار کیا تو میں نے کہا "جناب میں تو کافی پینے کا عادی ہوں اور یہاں ملنے کا امکان نہیں۔" تو انہوں نے مسکراتے ہوئے بتایا "Cabin کے قریب ہی میری رہائش گاہ ہے۔ تشریف رکھیے میں ابھی کافی پیش کرتا ہوں۔" مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ صورت حال کو صدف لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ڈاکٹر صادق حسین صاحب ہسپتال DHO کو معائنہ کرانے کے بعد فارغ ہوئے تو اس نوجوان ڈاکٹر نے ایک tray پر Nescafe کی ڈبیہ، دودھ، پانی، چینی، پیالیاں اور چمچ سب کچھ لے آئے۔

میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس پسماندہ علاقہ میں بھی تمام ضروریات میسر ہیں۔ اگر ایک بڑے سائز کا مگ میسر ہو جاتا تو کیا ہی بات تھی۔" (میں مگ میں ہی کافی پینے کا عادی ہوں) وہ ہنستے ہوئے اٹھے اور ایک مگ لے آئے جس پر لکھا ہوا تھا Coffee۔ میں شکر گزار اور حیران ہوا۔ خوشبودار کافی پی کر میں خوش ہوا کیونکہ خوشاب اور جوہر آباد میں بھی کافی دستیاب نہیں جب میں خوشاب جاتا ہوں تو سب سے پہلے کافی اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کے پاس کافی کیونکر آگئی یہاں تو صرف چائے ملتی ہے تو انہوں نے بتایا کہ میں گورنمنٹ کالج کا طالب علم رہا ہوں۔ ہمارا گھر چھاؤنی کے قریب واقع ہے اور ہم سب لوگ کافی پینے کے عادی ہیں۔

کافی پینے کے بعد اس نوجوان ڈاکٹر نے کہا کہ آئیے آپ لوگوں کو میں پانی کا بندوبست دکھاتا ہوں۔ کوئی دو تین منٹ میں تھوڑی سی چڑھائی چڑھتے ہوئے ہم ایک اسی طرح کی ایک باؤلی پر آگئے جیسی کہ میں نے "کھوالی" میں دیکھی تھی۔ یہاں بھی کوئی بارہ سیڑھیاں اترنے کے بعد پانی کی سطح تک رسائی ہوئی۔ یہاں میں نے تصویریں بھی کھینچیں جو میں نے محفوظ کر لیں۔ باؤلی کا پانی تین فٹ گہرا اور بالکل صاف شفاف پانی کی تہہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ پانی میں عجیب قسم کے مینڈک اور مچھلیاں بھی موجود تھیں۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے گاؤں کی بچیاں دو سے (چھوٹے گھڑے) کاندھوں پر اٹھائے ہوئے پانی لینے کی غرض سے وارد ہوئیں اور پنگھٹ کا سماں نمودار ہو گیا۔ اس باؤلی پر ڈاکٹر صاحب نے ایک چھوٹا سا پمپ نصب کروایا ہوا تھا جس پر 500 فٹ لمبی پلاسٹک پائپ کی مدد سے Cabin تک پانی کی ترسیل ہوتی تھی۔ لیکن یہ پمپ خراب ہو چکا تھا جس کی مرمت پر تقریباً 1500 روپے درکار تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کوشش کی کہ محکمہ صحت سے یہ رقم مہیا کر دی جائے تاکہ پمپ کی مرمت ممکن ہو سکے لیکن وہ ناکام رہا اور کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر صادق حسین صاحب نے اس سلسلے میں ایک ترکیب بتائی کہ ہر ماہ مجھے ایک 500 کا بل دے دیا کرو اور تین ماہ میں تمہیں مطلوبہ رقم مل جائے گی۔ جب باؤلی کا پمپ چلایا جاتا ہے تو پانی کا لیول ایک فٹ مزید گر جاتا ہے۔ جونہی پمپ بند کیا تو پانی پھر اپنی سطح پر آجاتا ہے۔ باؤلی کی دیواروں میں سے پانی کی سطح سے نیچے چھوٹے چھوٹے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

یہ نوجوان ڈاکٹر قومی خدمت کا جذبہ لیکر اس دور دراز پسماندہ علاقہ کی دیہی آبادی میں کام کر رہا تھا۔ پمپ اور پائپ وغیرہ اپنی جیب خرچ سے نصب کرائے اور تنخواہ بھی تو کچھ زیادہ نہ تھی یعنی 4000 روپے ماہانہ۔ قبل ازیں وہ contingency فنڈ لیا کرتا تھا مگر اس کی منظوری لینے کے لئے ضرورت سے زیادہ رشوت دینی پڑتی لہذا اس نے یہ فنڈ لینا بھی ترک کر دیا بلکہ ڈیپارٹمنٹ کی بے حسی سے اس قدر تنگ آ چکا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر جانے کی سوچ رہا تھا۔

Marfat.com

اس نوجوان ڈاکٹر نے مزید انکشاف کیا کہ اس وادی میں ایک خوبصورت جھیل بھی واقع ہے جس کا نام Khabeki ہے اور قریباً ایک گھنٹے کی پہاڑی مسافت پر آثار قدیمہ "تالہ" جہاں تیتر، ہرن، چکور اور سانپ وغیرہ کی کثرت پائی جاتی ہے۔

وادی سون سے واپسی پر کھوائی سے پھر چڑھائی شروع ہوئی۔ ہماری جیپ جب چڑھائی طے کر کے کافی بلندی پر پہنچی تو اس مقام پر جیپیں وغیرہ رکتیں اور مسافر ٹھہرتے ہیں اور گردو نواح کے منظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں سے جنوب کی طرف اترائی شروع ہو جاتی ہے۔ ازاں بعد خوشاب کے میدانی علاقہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ جب ہم لوگ نشیب و بالا بلندی پر رکے تو ہم بھی قدرتی حسین منظر دیکھ رہے تو بائیں جانب کوئی تیس فٹ اونچی پہاڑی پر ایک درخت کے نیچے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے پوچھا "یہ تنہا بیٹھا یہاں کیا کر رہا ہے؟"

"یہ چرواہا ہے اور یہ لوگ جب یہاں سے دن میں صرف دو تین بسیں گزرا کرتی تھیں تو ان کی چڑھائی پر چڑھنے کی آواز سے بالکل صحیح اندازہ لگا لیتے کہ یہ کونسی بس ہے اور اس کا نمبر بھی بتا دیتے۔"

"چلو چل کر اس بوڑھے سے دریافت کرتے ہیں۔" اب اس سڑک پر قریباً 10 بسیں گزرتی ہیں۔ ہم سب گاڑی سے اترے اور میں تینوں اس شخص کے پاس پہنچے سلام دعا کے بعد پوچھا "بابا جی! کیا آپ جب بس چڑھائی شروع کرتی ہے تو اس کی آواز سے بتا سکتے ہیں کہ کونسی بس ہے؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا "یہ کوئی بڑی بات ہے۔ اب بھی بتا سکتا ہوں۔"

"تھوڑی دیر بعد بس کی آواز کی شروع ہوئی تو اس نے فوراً کہا "Kh 5365 ہے۔" ہم دیکھتے رہے جب بس وہاں پہنچی تو بالکل وہی نمبر پلیٹ تھی۔

"اسی طرح ایک اور بس کے انجن کی آواز سے مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا نمبر Bu 8525 ہے۔"

کھوڑہ

کھوائی میں "عبدالکریم زرندی میموریل ہسپتال" جس کو عبدالکریم صاحب نے بنوایا اور ورثہ کی وصیت کے مطابق ہے۔ کھوائی سے کوئی تیرہ کلومیٹر آگے ایک قصبہ کھوڑہ (Khorah) جہاں سے کھوڑے کے فاصلے پر سڑک تین حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ ایک سڑک نوشہرہ کی طرف، کھوڑہ سے کوئی بارہ کلومیٹر کے فاصلہ پر نوشہرہ سے چار کلومیٹر آگے ایک قصبہ "انگہ" کے نام سے مشہور ہے یہاں مشہور ادیب شاعر احمد ندیم قاسمی کا آبائی گھر ہے جبکہ یہاں کی سے سڑک سیدھی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاتی ہے جو خوشاب کی آخری حد ہے۔

دوسری سڑک کوئی پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر "سوڈھی" جہاں جنوری 1994 میں صدر مملکت فاروق لغاری تشریف لائے تھے وہ شکار کھیلنے آئے تھے۔ تیسری سڑک کوئی چار کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک قصبہ "اوچھالی" میں Basic Health Unit بھی ہے جہاں سے تین کلومیٹر کے بعد ایک بہت بڑا قصبہ "کھبیکی" کے نام سے واقع ہے۔ کھبیکی سے ایک میل کے فاصلے پر کھبیکی جھیل ہے جو پانچ کلومیٹر لمبی اور تین کلومیٹر چوڑی ہے۔ جھیل کے کنارے Assistant Warden Fishries Khabeki Lake Project خوشاب کا دفتر واقع ہے۔ ہم یہاں تھوڑی دیر ستانے کے لئے رکے کیونکہ ہمارے ساتھ D H O صاحب بھی تھے جو Double cabin four wheel drive, Toyota میں سفر کر رہے تھے۔ اس دفتر میں نہایت صاف ستھرے کمرے موجود ہیں۔ ایک فلش سسٹم باتھ روم، بجلی، پانی وغیرہ کا بہت اچھا انتظام ہے۔ جھیل کے کنارے پر اس کا اپنا ریسٹ ہاؤس ہے، درختوں کی گھنی اور ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھنے سے بڑا سکون محسوس ہوتا ہے۔ اور پینے کا پانی کنواں سے حاصل کریں تو نہایت شفاف اور ٹھنڈا ہوتا ہے۔ میں نے وہاں کے ایک ملازم جس کا نام محمد اسلم ہے، سے پوچھا "پنجاب فشریز ڈیپارٹمنٹ کا انچارج کون ہے؟"

"Sir! ڈاکٹر یعقوب صاحب جواب سے تین ماہ پہلے ریٹائر ہوئے ہیں۔ اب ان کی جگہ ... صاحب آئے ہیں۔"

اتفاق کی بات یہ دونوں ان کے ... دوستوں میں سے اور اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ میں نے ...

Marfat.com

عرصے بعد کوئی دلچسپ واقعہ سناؤں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد ہے اگر آپ سننا مناسب سمجھیں۔

1988 میں حاجی الٰہی بخش صاحب نے دو کنال زمین گورنمنٹ فشری ڈیپارٹمنٹ کو عطیے کے طور پر عنایت کی۔ وہ نہایت با خلیق انسان تھے۔ گاؤں میں شیخ بخش صاحب بڑے شریف زمیندار اور وسیع تر رقبے کے مالک تھے۔ چھوٹے موٹے زمین کے تنازعات کی پرواہ نہیں کرتے تھے تاہم چند ممبروں سے لوگوں کی آپس کی زمین کی حد بندی کی وجہ سے رنجش تھی لیکن حاجی الٰہی بخش نے اس تنازعہ جلد سے ورثاء کی راولپنڈی۔ ایک روز رمضان کے مہینہ میں حاجی صاحب نماز تراویح کی ادائیگی کیلئے صبحیں گاؤں کی مسجد میں تشریف لے گئے اور واپس نہ آئے۔ دو تین دن تک تو کسی نے پرواہ نہ کی۔ واقعات یوں تھے کہ ایک دن دو آدمی سیر کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے تو رستے میں ایک کنویں سے بدبو کا احساس ہوا انہوں نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو انسانی اعضاء کے ٹکڑے نظر آئے۔ انہوں نے پولیس کو اطلاع دی اور وہ ٹکڑے کئی بوریوں میں کنویں سے برآمد ہوئے۔ پتہ چلا کہ یہ تو حاجی صاحب کی لاش کے ٹکڑے ہیں۔ تمام ملزمان واقعے کے بعد مفرور ہو گئے۔ تفتیش کے بعد ملزمان جن کا حاجی صاحب سے زمین کی حد بندی کا تنازعہ تھا گرفتار ہوئے لیکن مقدمہ چلا تو عدم ثبوت کی بنا پر کوئی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے صاف بری ہو گئے۔

ایک نیک دل اور خدا ترس انسان کا یہ انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کا اجر عطا کرنے والا ہے۔

شہر سے ہم Kunnutti کے باغ کی طرف روانہ ہوئے جو کہ شہر سے نو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ بھی ضلع خوشاب کی آخری حد ہے جس کے ساتھ ضلع اٹک شروع ہو جاتا ہے۔ میں اس باغ اور ارد گرد کے مناظر دیکھ کر دل گرفتہ ہو گیا۔ یہ علاقہ پہاڑی اور جنت نظیر ہے۔ یہ باغ ضلع وسطی کی زیر نگرانی اور ماسوائے ضلع وسطی کے ریسٹ ہاؤس کے ارد گرد میں کوئی آبادی نہیں۔ باغ کی دیکھ بھال پر مامور آدمی ریسٹ ہاؤس کے ملحقہ کمروں میں رہتے ہیں۔ باغ کے مختلف levels ہیں جن میں قدرتی چشموں سے پانی پہنچایا جاتا ہے۔

ہم اس خوبصورت باغ کی تختی چبوترے میں ایک چشمے کے کنارے دری بچھا کر کھانے وغیرہ کی تیاری میں مصروف ہو گئے تو میں حسب عادت وہاں کسی ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو کہ مجھے کوئی واقعہ سنائے۔ ایک گوشے میں ایک چارپائی موجود تھی جس پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ ایک جوان شخص شیو (داڑھی) بڑھی ہوئی سر کے بال بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے، پاؤں سے ننگا ایک پرانی سی شلوار قمیض نہایت بوسیدہ اور میلے سے ساتھ گم خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا کوئی مانگنے والا ہے لیکن اس نے کہا "May I help you Sir ?" میں نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا اور اس شستہ انگریزی میں سوال کرنے پر متاثر ہو گیا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ہے۔ میں نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور بڑا خوش ہوا کہ چلو میری امید بر آئی۔ شاید یہ کوئی مجھے دلچسپ واقعہ سنا سکے۔

"آپ کا کیا ذریعہ معاش ہے جناب؟"

"Sir میں 1981 کا گریجویٹ اور آبائی ضلع خوشاب کا رہنے والا ہوں۔ آبائی گھر جوہر آباد خوشاب کے twin city سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود کوئی ملازمت نہ ملی۔ دھکے کھانے کے بعد میں نے سوچا کیوں نہ باغات کا ٹھیکہ لے لوں۔ بالآخر میں نے اس Kunnutti باغ کا ٹھیکہ حاصل کر لیا۔"

"یہ باغ کتنے رقبے میں پھیلا ہوا ہے؟"

"Sixty-seven acres! Sir" اس نے انگریزی زبان میں بتایا۔

"اس باغ میں کون کون سے درخت ہیں؟"

"سیب، آم، مالٹا، شہتوت، انار، جامن، امرود، لوکاٹ، بادام، اخروٹ، انگور، چیڑ، سفیدا، شیشم، بیری، گلاب، موتیا، رات کی رانی، ایک رنگ کے پھولوں والا گلاب کی طرح کا پودا، سرخ کا دوراس پارتک گندم کی فصل۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟"

"مشتاق۔"

Marfat.com

مزید یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس کے علاوہ ریسٹ ہاؤس میں چھ کمرے ملازموں کے لئے بنے ہوئے ہیں جن کے اپنے bathrooms ہیں۔

''اچھا مشتاق صاحب اپنی زندگی کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ سنائیں جو ابھی تک ذہن پر نقش ہو۔''

''Sir! شاید آپ کے علم میں ہو چراغ بالی جو نہایت خطرناک اور بدنام ڈاکو تھا۔ بڑے بھائی کا قتل ہوا تو ... بھائی نے اغوا کر کے متعدد بار اس کی موت کے گھاٹ اتار دیا ... کی پنچایت نے فیصلہ کرنے کی بجائے اس کی مخالفت کی ... پڑھایا۔ کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے کہ ... چراغ بالی نے اپنی ... چیز جیسے ... اوقات دیہاتیوں کا فاصلہ ... شکست ہوا تو اس نے ایک ... سامنا ہوا۔ چراغ بالی نے اپنے دشمنوں سے چار آدمیوں کو موقع پر ہی ڈھیر کر دیا اور خود اپنی مشین گن سمیت فرار ہو گیا ... کے ساتھ ہی اس کے دشمنوں کے آدمی ... جو ان میں اور ... بھاگ ... چاروں بھائی مارے گئے ... اور پولیس ان کا پیچھا کرتی رہی ... مرتبہ دشمنوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی ... چراغ بالی نے دشمنوں کے تین آدمی قتل کر دیئے اور ... سے مقابلہ پر ہوا ... پولیس نے اس کی ... کر دیا ... پولیس کی گولی ... تشدد کر رہی ہے ... ''

''کوئی پندرہ سال تک ... جیل میں مقید رہا اور مقدمات کا فیصلہ ہوا ... آزادی کی جگہ ... وہاں ... ایک اور بدمعاش سے ملاقات ہوئی ... دونوں ... جیل میں ... اس بدمعاش کی خوب پٹائی کر دی ... بدمعاش ... قتل ... میں تو وہ چراغ بالی کا ... رہا ... اس کا اتنا ہی ... ''

''چراغ بالی جیل سے ... پولیس اس کی تلاش میں رہتی ... کے ... قتل میں ... بازار ... مختلف ... 17 ... SHO ... پولیس ... نہایت تندی سے ... چراغ بالی ... چھوٹے ... پولیس ... بدمعاش ... ''

چراغ بالی کی بدمعاشی ... بدمعاش ... پولیس میں ... پیچھا ... چراغ بالی نے اپنی حویلی ... پولیس ... مشتاق ... چراغ بالی موت تھی۔

''پولیس اس طرح ... چراغ بالی ... (صفحہ 179) ... تلاش ... بدمعاش ... چراغ بالی ... رفتاری کے بعد ... پولیس ... گرفتار شدہ ملزم ... پولیس چراغ بالی ... پولیس ... خوش ... پولیس ... SP (صفحہ 180) ... خواہش ... SP صاحب ... چراغ بالی ... ''

''چراغ بالی ... ابھی ... ایک فلم بھی بن چکی ہے۔''

''چراغ بالی ... فلم بنانے والوں ... فلم ... ''

چراغ بالی سے ہی منسوب کیے گئے ہیں۔

"وادی سون (Soon یا Soan) سکیسر میں مشہور ہے کہ چراغ بالی مندرجہ ذیل شعر کہا کرتا تھا۔

وطن میرا اے سون سکیسر شہر میرا اچھالا
میرے سامنے بول نہیں سکدا ارائی خان دا سالا"

Kunnutti کا دن سے ہم دوبارہ کھبیکی پہنچے جو کہ نو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے ایک سڑک تو وہ جس کے راستے پر ہم آئے تھے اور دوسری سڑک "جابہ" کو جاتی اور اس سڑک پر بیس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جابہ میں ایک Basic Health Unit بھی ہے۔ جابہ سے تھوڑی دور ایک سڑک تلہ گنگ اور اٹک کی طرف جبکہ دوسری سڑک سیدھی جاتی اور تھوڑی دور جا کر دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک راستہ چوآل کٹہار، جہ خاں اور پنڈی کی طرف اور دوسرا راستہ کھنگراں سے ہوتا ہوا کٹھا اور خوشاب پہنچ جاتا ہے۔ اس راستے پر کھنگراں کی چڑھائی پہاڑیوں کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اور بائیں جانب پہاڑوں میں بہت سی کانیں ہیں۔ یہ سڑک شدہ اور پختہ بنی ہوئی اور خوشاب آ جاتی ہے۔

دیا بجھ گیا!

ہندوستان کے دور سے یہ مشہور ہے کہ جب تک خوشاب میں بجلی نہ ہوا کرتی اور لوگ روشنی کیلئے مٹی کے دیئے یا لالٹین استعمال کرتے تھے۔ وہاں ایک مدت مدید سے "دارالعلوم جعفریہ" نامی دینی درسگاہ مصروف عمل ہے جہاں طلباء دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے دور دور سے آیا کرتے اور غیر مقامی طلباء کیلئے رہائش وغیرہ کا بندوبست بھی ہوا کرتا۔ معلم صاحب نے ایک طالب علم کی خاص ڈیوٹی لگائی کہ رات ہونے سے پہلے دیا جل کر دیا کرو۔ ایک رات جب استاد جی نے اور طلباء سونے لگے تو مولوی صاحب نے فرمایا:

"آج دیا تو بیٹا۔ چراغ بجھانا بھول گیا ہے۔"

چراغ کافی قریب پڑے ہوئے ایک طالب علم نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور دور رکھے چراغ کو گل کر دیا۔

اس منظر سے سبھی کی چیخیں نکل گئیں۔ ڈر کے مارے استاد جی سمیت تمام طالب علم اپنی اپنی چارپائیوں سے چھلانگ لگا کر نجات سے کمرے سے باہر بھاگ نکلے۔ پھر دیر بعد واپس جا ہوئے تو واپس آ کر دیکھتے ہیں کہ وہ طالب علم جس نے ہاتھ بڑھا کر چراغ گل کیا تھا غائب ہے۔ استاد جی خدا رسیدہ اور صاحب علم آدمی تھے انہوں نے فرمایا "اکثر ایسا ہوتا ہے۔ دینی درسگاہوں میں حصول علم کیلئے جنات بھی انسانوں کی صورت میں مدارس مجالس اور خانقاہوں میں شمولیت کرتے ہیں۔ پتہ صرف اس وقت چلتا ہے جب ان سے غیر معمولی فعل یا حرکات جان بوجھ کر یا انجانے میں سرزد ہو جاتی ہیں۔"

مجھے بھی ساتھ لے چلو

رات کو کوئی دس بجے کے قریب اپنے گاؤں موضع "..." جو خوشاب سے تین میل دور واقع ہے ہسپتال کا ایک ملازم ڈیوٹی سے فارغ ہو کر وہاں چلا جاتا۔ پہلے تو یہ سڑک کچی ہوا کرتی اب پختہ ہو چکی ہے۔ دسمبر 1986 کی کسی تاریخ کو وہ حسب دستور چل پڑا۔ اس دن اسے ذرا چوٹ لگی لہذا وہ پیدل ہی چل نکلا۔ ایک نالہ عبور کرنے کے دوران پیچھے سے آواز آئی:

"محمد خان رک جا مجھے بھی ساتھ لے چل۔"

اس نے سمجھا کہ اسے کسی واقف کار نے آواز دی اور پلٹ کر دیکھا کہ ایک نوجوان خوبصورت عورت، لمبے لمبے سیاہ بال، موٹی موٹی آنکھیں، پاؤں سے ننگی نہایت نفیس لباس میں ملبوس اس کو ساتھ لے جانے کا کہہ رہی تھی۔

پھر وہی آواز آئی۔ اب وہ ڈر کر بھاگ نکلا۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہی عورت بتدریج اس کے قریب آتی جا رہی تھی جبکہ خوشبو بھی جو اس عورت نے لگا رکھی تھی متواتر آ رہی تھی۔ اب اس خوفزدہ محمد خان نے سرپٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ گاؤں کوئی ایک میل کے فاصلہ پر رہ گیا اور اسے گاؤں والے چراغ دیے بھی نظر آنے لگے تو بائیں طرف سے ایک مردانہ آواز آئی "محمد خان رک" جونہی اس نے مخاطب

Marfat.com

کی طرف دیکھا تو اس کے خوف کی حد نہ رہی کہ اب عورت کی بجائے نہایت ہی بدشکل آدمی نے جس کے بڑے بڑے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے، زمین پر اپنے دونوں ہاتھوں سے خاک ڈالنے کے ساتھ ساتھ کہہ رہا تھا: "محمد خان رک جاؤ"۔ وہ اس قدر خوفزدہ ہوا کہ گھر پہنچ کر چارپائی پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ چار پانچ دن تک بخار میں مبتلا رہا۔ یہ واقعہ بھی جمعرات کی رات کو پیش آیا ہے۔

چاند کی چاندنی میں بچوں کا نہانا

ڈاکٹر کے ہیچو وارڈ خوشاب کا ایک واقعہ ہے۔ 1990 کے کسی روز حسب معمول اپنی ڈیوٹی سے رات نو بجے فارغ ہو کر اپنے گاؤں پیدل ہی روانہ ہو گیا۔ اس کا گاؤں "وہیر" (Wehir) کے نام سے موسوم خوشاب سے کوئی دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہ اپنے گاؤں جانے کی غرض سے نہر کی پٹڑی پر چل رہا تھا۔ اسی راستے پر نہر کی دوسری طرف ایک برساتی نالہ بہتا ہے جس کے [illegible]۔ جب یہ شخص چاندنی رات میں جا رہا تھا تو کچھ بچے ہنستے اور عجیب سی زبان میں باتیں کرتے ہوئے اس نالے سے نہاتے ہوئے دکھائی دیے۔ چونکہ گردونواح میں بستی موجود نہ تھی جبکہ اس ویران جگہ پر بچوں کی موجودگی کچھ عجیب اور غیر فطری نوعیت کی محسوس ہوئی۔ وہ خوف کی حالت میں گھبرا کر پیچھے کی طرف بھاگ نکلا۔ سڑک کے کنارے پر آ کر رک گیا اور انتظار کرنے لگا کہ شاید کوئی دوسرا ساتھی مل جائے جو اس کے گاؤں کی طرف جا رہا ہو۔ آخر تھوڑی دیر بعد ایک سائیکل سوار کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے تمام ماجرا کہہ سنایا اور وہ سائیکل سوار قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

"یار یہ کیا تو ڈر کے مارے جان نکل رہی ہے۔ میں نے اپنے گھر بھی جانا ہے اور تجھے مذاق سوجھ رہا ہے"۔ [illegible] رفتہ ہو کر کہنے لگا:

"ایسی کوئی بات نہیں یہ منظر تو آج دیکھنے میں آیا ہے مگر میں حیران ہوں کہ تم جو اس راستے پر رات کو گزرتے ہو تمہیں ایسا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ چلو میرے ساتھ سائیکل پر سوار ہو جاؤ"۔

جب دونوں اس مقام پر پہنچے تو بچوں کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔

نلکا

ایک لڑکا جس کی عمر کوئی 13 سال کے لگ بھگ تھی، گرمیوں میں اس کا باپ ایک معمول کے مطابق [illegible] سے کسی کام کو آدھی رات کے قریب اپنے شہر خوشاب پہنچا۔ ان کا مکان محلہ [illegible] میں بازار کے ساتھ ایک گلی میں واقع ہے۔ [illegible] کے نام سے موسوم ہے۔ رات اندھیری اور روشنی کا کوئی انتظام بھی نہیں تھا۔ [illegible] تھوڑی دور چلا کہ [illegible] انتظار میں رہا کہ کوئی بڑا آدمی آئے تو اس کے ساتھ بعافیت گھر تک پہنچ جائے۔ ابھی وہ متذبذب کھڑا تھا کہ اس کو [illegible] (نلکا) چلانے اور پانی گرنے کی آواز سنائی دی۔ یہ نلکا شیر شاہ سوری کے زمانے کی مسجد کے ساتھ گلی میں نصب ہے [illegible] دوسری جانب [illegible] مسجد کے بالمقابل واقع تھا۔

اس نے سوچا مسجد کا خادم یا کوئی آدمی ہے جو نلکا (چلا) رہا ہے۔ اس [illegible] آگے بڑھا جونہی اس کی نظر نلکا پر پڑی تو خوف [illegible] میں [illegible] چلانے [illegible] نظر نہ آیا۔ وہ [illegible] بھاگتا ہوا اپنے گھر کے دروازے پر گر پڑا۔ گھر والوں نے [illegible] بیہوشی کی حالت میں [illegible] تو وہ بیہوش رہا۔ اس کے بعد ہوش آنے پر سارا ماجرا اپنی والدہ اور بہن بھائیوں کو سنایا۔

کوئی چار روز کے بخار کے بعد جب طبیعت بحال ہوئی تو اس نے [illegible] شام کے بعد [illegible]۔ اب اس کی عمر تقریباً چالیس سال اور [illegible] مگر شام سے پہلے گھر واپس آ جاتا ہے۔

Marfat.com

پرانی حویلی

محلہ قتونیاں خوشاب میں ایک نہایت پرانی حویلی جو دو منزلہ عمارت پر مشتمل ہے۔ وہاں ایک سادات خاندان آباد ہے۔ انہوں نے اوپر والی منزل کے تمام کمروں کو نئی طرز کی تعمیر میں تبدیل کر لیا ہے۔ اسی طرح نچلی منزل کے حصے کے پرانے کمرے بھی مگر ایک کمرہ اور ڈیوڑھی جوں کی توں موجود ہے۔ انہیں چھیڑنے کی جسارت نہیں کی گئی۔ کمرے میں بہت پرانا سامان پڑا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈیوڑھی سے گزر کر ہوتی ہے۔ پرانے کمرے کے بارے میں بات مشہور ہے کہ جو کوئی شخص اندر جا کر صفائی کرے یا کسی چیز کو ہاتھ لگائے تو جلد ہی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ماضی میں ایسی کئی اموات وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔

ایک شخص نے راقم کو یہ واقعات سناتے ہوئے بتایا کہ وہ ایسی باتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ وہ اور دیگر دو نوجوان ایک بار رات کو یہ ثابت کرنے گئے کہ یہ سب محض اختراعات ہیں اور کمرے میں جا کر کوئی چیز اٹھانے سے کچھ نقصان نہیں۔ وہ تینوں نہایت حوصلہ اور دلیری کے ساتھ ہاتھوں میں ٹارچیں لئے ہوئے اس ممنوعہ کمرے میں داخل ہوئے تو چھت کی کڑیوں کی اس قدر زور سے آواز آئی جیسے چھت ان پر گرنے والی ہو۔ یہ تینوں نوجوان خوفناک حالت میں بھاگ نکلے۔

بتایا جاتا ہے کہ وہ مخلوق رات کے وقت کسی بھی شکل کو اپنانے پر قادر ہے۔ مثلاً کبھی کوئی عورت اوپر تین قدم کا فاصلہ طے کر کے اس کی صورت نیچے والی منزل کے صحن میں بھی نظر آ جاتی ہے۔ اس طرح نیچے والی منزل کا کوئی شخص اوپر والی منزل میں بھی موجود ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ملک شاہ صاحب کا چھوٹا بھائی اندر سو رہا تھا تو انہوں نے ڈیوڑھی میں سے دیکھا کہ ان کا چھوٹا بھائی ڈیوڑھی میں بند کمرے کا دروازہ کھول رہا ہے۔ اندر کمرے میں گئے تو دیکھا کہ بھائی تو بستر پر سو رہا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے کچھ دیر بعد دیکھا تو وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔

کلیار دا چک

تحصیل ... پور (موجودہ فیصل آباد) کے چک نمبر 386 گ ب المعروف "کلیار دا چک" میں ایک سید صاحب رہائش پذیر تھے (جو آج کل محلہ سیداں خوشاب میں مقیم ہیں)۔ جن کی موجودہ عمر اس وقت تقریباً 83 سال ہے جبکہ راقم ان کی جوانی کا تذکرہ کر رہا ہے۔

سید صاحب پیشے کے لحاظ سے زمیندار تھے۔ ایک مرتبہ گرمی کے موسم میں دوپہر کے وقت فصل کو سیراب کرنے بیٹھے پانی کا انتظار کر رہے تھے۔ کھیتوں میں پانی کا رخ بدلنے کی غرض سے مصروف کار تھے لہذا تھکاوٹ محسوس کرتے ہوئے ایک قریبی درخت کی چھاؤں میں سستانے بیٹھ گئے۔ پانی کے بہاؤ پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے کہ اچانک زمین پر گری اور کوئی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک جوان عورت کالے لباس میں ملبوس اور سر پر بھی کالے رنگ کے کپڑے کی گٹھڑی اٹھائے ان کے قریب آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: "میرا چپ وہاں رکھ آتے ہو؟"

چونکہ وہ کافی دیر سے اس کے غیر ضروری طور پر نہایت قریب بیٹھ کر سوال کرنے اور شدید گرمی سے نڈھال پسینے میں شرابور ہونے کی وجہ سے اس کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور جھنجھلا کر کھردرے لہجہ میں کہا:

"نظر نہیں آتا میں اپنا کام کر رہا ہوں، میرے سامنے سے تمہیں نظر نہیں آتا۔ تم ٹھیک تو ہو؟"

اس عورت نے گٹھڑی اٹھائی اور منہ موڑ کر کہا: "اگر میں ٹھیک نہیں ہوں تو تم بھی ٹھیک نہیں رہو گے۔" اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دور جا کر غائب ہو گئی۔

اسی دن اسی وقت سید صاحب کی حالت غیر ہو جاتی اور آنکھوں کے سامنے وہ کالی گٹھڑی سمیت انہیں نظر آنے لگتی اور وہ بار بار یہی کہتی: "تم بھی ٹھیک نہیں رہو گے۔" اب کیفیت ایسی ہو جاتی کہ پرزور انداز میں چیخنے چلانے لگتے۔ بیوی اور بچے اس کیفیت سے ڈر کر جب بھی آپ کے سامنے آتے تو چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ کمرے کی کھڑکیوں کے شیشے اور دروازے پیٹنے لگتے۔ یہ کیفیت تمام دن طاری رہتی۔ ان کی زوجہ محترمہ بے چینی سے اس دن کا انتظار کرتی۔

Marfat.com

اور کسی بہانے سے abnormal قرار دلوا کر ہسپتال میں بند کر دینا مناسب خیال کرتی اور ہمیشہ کے لیے دروازوں کو بھی بند کر دیتی۔

ازاں بعد یہ خاندان فیصل آباد سے خوشاب شفٹ ہو گئے تاہم اس دن سے سال بہ سال باقاعدہ حاضری دیتے۔ خوشاب میں رہائش کے دوران ایک ملنگ سارے جسم پر خاک ملے ان کے در پر آیا اور از خود فرمایا "میں آپ سے پیچھا لینے نہیں بلکہ پیچھا دینے آیا ہوں۔" انہوں نے نہایت احترام سے ملنگ کو اندر بٹھایا اور کہا "میں اس مرض میں مبتلا ہوں بہت لوگ آئے گئے اور علاج معالجے سے بھی کوئی افاقہ نہ ہوا اور اس مرض نے میری جان نہ چھوڑی میرے اعصاب پر سوار ہے۔"

ملنگ نے نعرہ "یا علی" بلند کیا اور فرمایا "جناب تیرے دکھ دور ہو گئے ہیں۔" اب وہ گذشتہ پچیس سال سے صحت مند زندگی گزار رہے ہیں اور بقید حیات ہیں۔

پیر شاہ سید معروف

بہت پرانی بات ہے۔ پیر شاہ سید معروف کا مزار مبارک خوشاب میں دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے۔ دریائے جہلم آہستگی سے رخ بدلتا ہوا مزار کے بالکل قریب آ گیا۔ ایک مجاور کو شاہ صاحب کی رات میں زیارت ہوئی اور شاہ صاحب نے فرمایا "میرے تابوت کو یہاں سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دو جو خوشاب سے مغرب کی طرف ہے۔ خوشاب سے ایک میل دور کی دائیں جانب دوبارہ دفن کر دیا جائے۔" وہ مجاور جس جگہ کی "شاہ صاحب" نے نشاندہی فرمائی تھی وہاں پہنچ گیا۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ اس جگہ کا مالک "بابا گلو ہوتی" ہے۔ جب مجاور نے سے حالات سے آگاہ کیا تو اس نے یہ بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا "ممکن ہے تم مجھے بیوقوف بنانے میں کوشاں ہو۔" تاہم مجاور اپنے موقف پر ڈٹا رہا کہ شاہ صاحب کی اس کو زیارت نصیب ہوئی ہے اور ان کے فرمان کے مطابق وہ اس کے پاس آیا مگر وہ ہوتی کسی طرح نہ مانا بلکہ الٹا چھ ہزار روپیہ دوبارہ طلب کرنے لگا۔ شاہ صاحب کی دوبارہ مجاور کو زیارت ہوئی جس پر مجاور نے عرض کیا "گلو ہوتی نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ میں جب تک نہ دیکھ لوں۔"

"جو گلو ہوتی سے کہو کہ نماز پڑھ کر اس جگہ سے دیکھ لے وہاں سے میری قبر کا نشان ملے گا۔" شاہ صاحب نے فرمایا۔

مجاور دوبارہ گلو ہوتی کے پاس گیا اور اسے شاہ صاحب کے فرمان سے آگاہ کیا۔ دوسرے دن جب ہوتی نماز ادا کرنے کے بعد اس جگہ پر پہنچا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے قبر کے نشان وہاں موجود پائے۔

اب ہوتی نے کہا "مجھے اس جگہ مزار بنانے میں کوئی اعتراض نہیں مگر میں شاہ صاحب کی زیارت کا متمنی ہوں۔"

چند دنوں کے بعد مجاور کو دوبارہ زیارت نصیب ہوئی اور اس گلو ہوتی کی خواہش کے متعلق عرض کیا "وہ آپ کی زیارت کرنے کا طلبگار ہے۔"

اب مزار کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی خبر ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ دور دراز سے آپ کے عقیدت مند مزار پر جوق در جوق حاضری دینے لگے اور ہر علاقے کے عقیدت مندوں کی خواہش تھی کہ ان کا تابوت اپنے علاقے میں دفن کریں اس پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ چند بزرگ مریدوں اور عقیدت مندوں نے فیصلہ کیا کہ جس علاقے کے مرید اس قبر سے تابوت اٹھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنے علاقے میں دفن کریں گے تو اس فیصلہ پر اعتراض نہ ہوگا۔

مختلف علاقہ جات کے عقیدت مندوں نے تابوت اٹھانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ کمال کی بات ہے کہ خوشاب کے دو مریدوں نے با آسانی قبر سے تابوت کو اٹھا لیا اور شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق آپ کو گلو ہوتی کی زمین میں دفنانے لے جایا گیا۔ اب گلو ہوتی منتظر تھا کہ شاہ صاحب کی مجھے زیارت کرائی جائے۔

جونہی تابوت کو کھول کر گلو ہوتی نے شاہ صاحب کے چہرہ پر نور سے کفن ہٹایا تو چہرہ پر نور کی تاب نہ لا سکا اور اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ تاہم عرس اس کے ہوش میں آنے کے دن سے محرم تک دور دراز سے قوال حاضری دینے آتے ہیں۔

Marfat.com

قافلے والو رک جاؤ

خوشاب میں ایک آبادی واں کا محلہ ہوا کرتا (موجودہ محلہ سیداں) آبادی قوم کے ساربان اونٹوں پر فصلیں اور دیگر سامان بار کر کے ریگستان سے دور دراز علاقوں میں کاروبار کیا کرتے۔ اس زمانے میں نہروں کا جال ابھی پنجاب میں نہ بچھا تھا۔ ایک دفعہ آبادی اونٹوں پر سامان بار کر کے ریگستان میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک آواز آئی "رک جاؤ" قافلے والوں نے بات آئی گئی کر دی۔ ابھی تھوڑا فاصلہ طے کیا تھا کہ دوبارہ کسی طرف سے پھر وہی آواز آئی "رک جاؤ قافلے والو میری جگہ کی بے حرمتی کر رہے ہو"

قافلے والوں نے آواز تو سن لی مگر توجہ نہ دی اور اپنا سفر جاری رکھا پھر وہی آواز "میری جگہ کی بے حرمتی کر رہے ہو"

مگر قافلہ اپنی دھن میں جاری و ساری رہا۔ "قافلے والو میں کہتا ہوں رک جاؤ"

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اونٹوں کے قافلے ایک قطار کی صورت میں سفر کرتے ہیں ان میں سے قافلے کے سردار نے حکم دیا کہ اونٹوں کو ایک دائرے میں کھڑا کر دو تو پھر وہی آواز جھاڑیوں سے آئی "میں اس طرف موجود ہوں" جب قافلے کے چند آدمی وہاں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ کسی بزرگ کا تن سے جدا سر جھاڑی کے ساتھ پڑا تھا۔ سر کیا تھا نورانی چہرہ اور داڑھی اور سر پر سفید بال تھے۔ پھر آواز آئی "میں شہید ہوں مجھے اٹھا کے اپنے ساتھ لے چلو اور باقاعدہ غسل دے کر ایک پاک صاف چادر میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ دینا۔ پھر دیکھنا کہ تمہارے دن کس قدر خوشگوار اور سودمند حالات میں تبدیل ہوتے ہیں"

ان میں سے ایک پڑھا لکھا شخص نے اپنے کندھے سے چادر اتاری اور کلمہ کا ورد کرتے ہوئے سر کو اٹھا کر چادر میں رکھا اور قافلہ واپس خوشاب پہنچا۔ یہ محلہ آبادی میں اپنے گھر پہنچ کر سر کو باقاعدہ غسل دیا۔ ایک پاکیزہ چادر سفید رنگ میں لپیٹ کر صندوق میں رکھ دیا۔ ہر جمعرات وہاں کسی کمرہ میں دیا جلایا جاتا اور ہر دسویں محرم کو سر کو غسل دیا جاتا اور چادر تبدیل کی جاتی۔

کہتے ہیں پنجاب میں نہروں کا جال بچھا اور ریگستانی زمین سونا اگلنے لگی آہستہ آہستہ آبادی امیر ہو گئے۔ انہوں نے اس محلے سے نقل مکانی کر لی شہر سے باہر عالیشان کوٹھیاں تعمیر کیں اور وہاں رہائش پذیر ہو گئے۔ ان کے پرانے مکان میں سادات خاندان آباد ہو گئے یہ علاقہ اب ان کے نام پر محلہ سیداں کہلاتا ہے۔ مدت مدید سے محرم کی دسویں کو ایک خاتون سر کی چادر بدل دیتی ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ صندوق کا دروازہ کھول کر اب سر کو غسل نہیں دیا جاتا۔

چند سال پہلے کی بات ہے اسی گھر میں رہنے والے گھرانے میں ایک لڑکا جس کی عمر کوئی پندرہ سال کے قریب ہوگی سر مند ہوا کسی نے پوچھا "تم کون ہو" اور اس کمرے میں بیٹھے جا رہے ہو"

اس نے جواب دیا "میرا نام سید شاہ بخاری ہے میں شہید ہوں اور اس گھر کا مالک ہوں" کئی دنوں تک گھر سے ... نکلتی رہی اس کے بعد دروازہ خود بخود ہی کھل گیا۔

یہ واقعہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جو ریگستان سے کئی سال پہلے اٹھایا گیا تھا وہ تو ایک بزرگ کا تھا اور یہ لڑکا جو اپنے آپ کو اس گھر کا وارث بتاتا ہے۔ اندر داخل ہو کر غائب ہو گیا وہ کون ہے؟ کیا بزرگ اور یہ لڑکا کہیں ایک ہی تصویر کے دو رخ تو نہیں؟ بیشک شہیدوں کا رتبہ بلند ترین ہے۔

اولاد کی خاطر

جیسے کہ پرانے زمانے میں شہر کی حفاظت کے پیش نظر شہر کے اردگرد ایک اونچی فصیل تعمیر کر دی جاتی تھی اور فصیل میں شہر کے اندر آمد و رفت کے لیے چند ایک دروازے بھی نصب کیے جانے ضروری خیال کیے جاتے۔ جنہیں رات کے مخصوص وقت پر تمام دروازوں کو بند کر دیا جاتا اور آمد و رفت کے مخصوص وقت پر کھولا جاتا۔ اسی طرز تعمیر کے تحت خوشاب کے اردگرد بھی فصیل ہوا کرتی اور موجودہ محلہ "سیداں" آدھا فصیل کے اندر اور آدھا باہر واقع تھا۔ محلہ سیداں سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر ایک ویرانے میں ایک بزرگ ... شاہ شہداء کا قدیمی مزار جس کے اردگرد قبرستان محیط تھا جو صرف سادات کی تدفین کیلئے ہی مختص تھا اور یہ بات مشہور تھی کہ جو کوئی مزار کے اندر داخل ہونے کی جسارت کرتا وہ اندھا ہو جاتا۔ خدا جانے یہ بات کہاں تک سچ ہے یہ جگہ اس قدر ویران تھی کہ دن

Marfat.com

کے وقت بھی اس طرف رخ کرنے کی جرات نہ ہوتی۔

ایک دوشیزہ جو کہ شہر خوشاب کی رہنے والی تھی اس کی شادی ہوئی تاہم چند سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس نے اس خوف سے کہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہ ہو جائے پیروں فقیروں کے پاس جانا شروع کر دیا۔ ایک پیر نے اسے امید دلائی کہ اگر تم مندرجہ ذیل عمل کرو تو تمہارے اولاد ہو سکتی ہے۔

"کسی نومولود مردہ بچے کو جو بالخصوص مارشہ و شہداء کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہو قبر سے نکال کر نہلانا ہے۔ مردہ بچے کو اور میں ایک شخص کو مقرر کر دیتا ہوں جو بچے کو نہلا کر پانی دے جائے اور خود بچے کی قبر کے پاس ہی تمام رات جاگ کر گزارنا ہے۔ یہ سارا عمل نصف شب کے قریب کرنا اور ایک دیا بھی وہاں جلانا۔ اس کے بعد بچے کو اسی قبر میں دوبارہ دفن کر دینا پھر تمہارے ہاں اولاد ہوگی۔"

ایک دن سیدوں کا چار دن کا بچہ فوت ہو گیا جسے شاہ شہداء کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ جب اس عورت کو خبر ہوئی تو اس نے آدھی رات کے وقت جبکہ ایک کارندہ ساتھ تھا اور وہ بھی پیر قبرستان پہنچ گئی۔ ایک نے قبرستان سے باہر رہ کر اس عورت کی ہمت بڑھائی۔ کارندہ ساتھ پانی کا برتن لیے ہوئے بچے کی قبر کے قریب گیا جبکہ قبر کھود کر لاش باہر نکالی۔ بچے کو بھی قبر سے اور بچے کو نہلایا (بچے نے کئی دفعہ بدن سے پانی لیتے ہوئے آنکھ کھولی) اور پھر اس کو واپس قبر میں رکھا گیا اور اس بعد بچے کی لاش کے پاس ہی خود نہانا شروع کر دیا۔

دور کھیتوں میں ایک زمیندار اپنے کھیتوں کو سیراب کر رہا تھا اس نے قبرستان میں دیا جلتے دیکھا تو (چیخ) کی آواز کو جس سے مرعوب ہو کر نہایت جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبرستان کی طرف چل دیا کہ دیکھوں تو وہاں کیا ہو رہا ہے۔ اس دوران وہ عورت بچے کو نہلا کر دوبارہ قبر میں دفن کر چکی تھی۔ اب وہ زمیندار قریب آن پہنچا تو عورت نے کہا کہ قریب آ رہے ہو تو میں اور بتاؤں میں چڑیل ہوں تمہارا کلیجہ کھا جاؤں گی۔ وہ زمیندار کہنے لگا اگر تو جوان عورت کا نام لے کر یہ کہتی تو میں ڈر جاتا لیکن تم چڑیل نہیں ہو ایک خوبصورت نوجوان عورت ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کو بازو سے پکڑ لیا اور پوچھا سچ سچ بتا کیا کر رہی تھی ورنہ میں تمہیں گاؤں لے جا کر رسوا کروں گا۔ اب عورت نے رونا شروع کر دیا اور اپنی روداد کی داستان سنائی۔ یہ بھی یقین دلایا کہ یہ سب سچ ہے اگر تمہیں یقین نہیں تو جو چاہے مجھ سے کر لو۔ زمیندار شریف آدمی تھا اس کا دل پسیج گیا اور کہا میں کسی کو نہیں بتاؤں گا ہو سکتا ہے کہ تمہارا راز میرے سینے میں دفن رہے گا۔

عورت گھر آ گئی۔ خدا کی قدرت دیکھئے اس کے بطن سے ایک نہیں تین بچے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد اس نے پیر کو بھی گھر والوں پر افشا کر دیا اور زمیندار صاحب کا شریف آدمی تھا کہ اس نے اس سربستہ راز کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے دی۔ ان کے بیٹے یہ پوچھیں کہ تم کیوں اولاد کے لئے پیر والدین بیٹے کیا پوچھا نہیں کرتی!

دلہن کی طرح ہم شکل لڑکیاں

1992 میں سخت سردیوں کے موسم کی رات ایک شخص جو لاہور میں کاروبار کرتا تھا اپنے گاؤں موضع ... کی (Sodi) ضلع خوشاب کار میں جا رہا تھا۔ رات کے بارہ بجے کے قریب وہ خوشاب پہنچا۔ خوشاب کے ... ایک میل کے فاصلے پر پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پہاڑیوں کے دوسری طرف وادی سون سکیسر واقع ہے۔ اب وہ اپنی کار میں چڑھائی چڑھ رہا تھا۔ شدید سردی کی وجہ سے کار کے شیشے بند کر رکھے تھے۔ پہاڑی کی بلندی کے ایک مقام پر قریباً رات کے ایک بجے پہنچا۔ جو کہ اس کی بائیں طرف سے موڑ ہے تو اس نے دیکھا کہ سڑک کی دائیں جانب دو نوجوان دلہنوں کی طرح سجی ہوئی زیورات اور قیمتی لباس سے آراستہ نہایت دلفریب دلکش اور ہم شکل لڑکیاں کھڑی ہیں۔ دونوں خوبصورت لڑکیوں نے نہایت مسکراہٹ کے ساتھ ہاتھ سے کار روکنے کا اشارہ کیا تو اس شخص نے کار کی رفتار آہستہ کی اور قریب آ کر دیکھا کہ جب اس نے تھوڑا سا شیشہ نیچے کیا تو دونوں نے بیک آواز میں کہا ہمیں بھی ساتھ لے چلو۔

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد خیال آیا کہ اتنی رات گئے اس سنسان جگہ پر زیورات سے لدی ہوئی لڑکیاں کہاں سے آ گئیں اس نے فوراً خطرے کا احساس ہوتے ہی کار کا شیشہ چڑھایا اور ایک لحظہ میں وہی لڑکیاں کار کی دوسری طرف آ پہنچیں لیکن وہ بد صورت شکل میں تھیں۔ چہرے پر بڑے بال، پاؤں میں الٹے، لمبے دانت اور ناخن۔ اس نے خوفزدہ ہو کر چیخ ماری اور کار کی دوڑا دی ڈھلوان کے اختتام پر جہاں سے موٹر وے کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ (اس جگہ کا نام ہے ڈھوانی) سرواری باغ سے ڈھوانی تک دو میل کا فاصلہ جب اس نے طے کیا اور ڈھوانی میں ایک دیہاتی ہوٹل کے پاس کار کھڑی کی۔ جب اسے اور ہراس کے نیچے میں ہوٹل کے مالک کو پکارنے لگا۔ وہ وقت میں ہوٹل سے باہر نکلا تو کار کے مسافر نے بمشکل کار کا دروازہ کھولا اور سڑک پر ہی لڑھک گیا۔ ہوٹل والے نے اس کو ہوش میں لانے کے لیے اس واقعہ پر اندر لے گئے، مسہری کی چارپائی سے نوازا اور چائے وغیرہ پلائی۔ جب ذرا ہوش و حواس بحال ہوئے تو اس نے رات میں پیش آنے والے واقعہ میں سرگزشت بیان کی۔ ہوٹل میں جو چند پرانے لوگ موجود تھے اس پر حیران ہوئے اور قریبی قبرستان کا مشورہ دے کر لے گئے۔ وہاں ایک عامل نے دم درود کیا اور تعویذ دیا اور کہا کہ آئندہ رات سے ... کی نوعیت کے واقعات قریب ہوا، پہلے بھی ہو چکے ہیں۔

دوسرا قصہ ... سے آج تک جب بھی اپنے گاؤں "سوڈی" میں آتا یا واپس لاہور جاتا تو دن کے وقت ہی سفر کرتا ہے۔ سرواری باغ سے گزرتے وقت اب بھی اس پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ڈھانی کلاں

خوشاب شہر سے متصل ایک گاؤں "ڈھانی کلاں" مدت سے آباد ہے۔ ... قبیلہ کا ایک نوجوان بوچی جو کسی دور دراز علاقہ کا تھا ڈھانی کلاں کی رہائشی بوچی ... محبت میں گرفتار ہو گیا۔ اکٹھے مرنے جینے کے عہد و پیمان ہوئے۔ سود و زیاں سے بے نیاز محبت میں ... شومئی قسمت سے ظالم سماج آڑے آیا اور ان کو معصوم خوابوں کی تعبیر نصیب نہ ہوئی یعنی ڈھانی کلاں کے ہوچوں کی ... قبیلے کے ہوچوں سے دیرینہ دشمنی بدستور چلی آ رہی تھی اور متعدد بار قتل و غارت گری سے میدان کارزار گرم رہا۔

محبت اندھی ہوتی ہے۔ ... بندشوں کو کب خاطر میں لاتی ہے۔ ... بوچی اونٹوں پر سوار ایک اندھیری رات کو ڈھانی کلاں میں وارد ہوئے ... ایک ... سے بنے ہوئے بڑے ... میں ڈالا اور اوپر سے گھاس پھوس ڈال کر اپنی ... بوچی ... پیروں کی بجائے منہ اور گھاس پھوس نصیب ہوا۔

اس کے بعد ... پہنچی ... ہوچوں نے گھاس پھوس میں چھپی لڑکی کو نکالنے سے برآمد کیا تو وہ یوں چل بسی تھی ... جیسا کہ آپ بخوبی واقف ہیں کہ صحرائی لوگ توہم پرست واقع ہوئے ہیں۔ یہ بات چل نکلی ... ہوئی ہے۔ وہ بہت جلد ... واپس ڈھانی کلاں پہنچا دیا گیا۔ یہاں بھی یہ بات مشہور ہوئی کہ ... ہوئی ہے لہٰذا اس ... کا ایک مزار بنا دیا گیا جس کا نام ہے "مائی کی دا مزار"۔ اب لوگ جوق در جوق وہاں حاضری دیتے منتیں مانتے اور ... آتے ہیں ... کی مرادیں بر آتی ہیں۔

بلوال

انگریزوں کے دور میں شاہ پور ضلع ہوا کرتا۔ سرگودھا اور خوشاب اسی کی تحصیلیں تھیں۔ اب یہ سرگودھا کی تحصیل ہے۔ ایک شاہ پور ... اور ایک شاہ پور صدر۔ خوشاب سے سرگودھا آتے ہوئے یہ کوئی ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہم خوشاب سے سرگودھا کی طرف ... میں جا رہے تھے۔ دیکھتے ... کہ شاہ پور کے قریب ایک گاؤں میں میلہ منعقد ہے۔ ڈھول کی بازگشت فضا میں ... ہے۔ ہم بھی یہ منظر دیکھنے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ... کہ ایک بڑا بگولہ دور سے نہایت تیز رفتاری سے میلہ کی طرف ... اس بگولے میں ... اور ... کے ... تھے۔ یہ دیکھ کر ایک بزرگ نے چیخ و پکار شروع کر دی

Marfat.com

اور کلمہ شریف کا ورد کرنے لگا اور کہا "قیامت کی نشانی ہے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو رہے ہیں۔" یہ دیکھ کر دیگر لوگ بھی سب کلمہ پڑھتے ہوئے بھاگنے لگے جبکہ بعض نے اذانیں دینا شروع کر دیں۔ ابھی چیخ و پکار جاری ہی تھی کہ ایک دوسرے پہاڑ نے گرنا شروع کر دیا اور دوکانداروں کے برتن، چاول اور دیگر خوردونوش کی اشیاء وغیرہ ملبہ اپنی لپیٹ میں لیتا ہوا آگے نکل گیا۔

ہم اپنی گاڑی میں حیران و پریشان تو ہم پرست سادہ لوح دیہاتیوں کی حرکات و سکنات پر ہنستے ہوئے آگے چل دیئے۔

سیاہ کار

نور پور ضلع خوشاب کی ایک تحصیل ہے جو کہ تھل ریگستان میں خوشاب سے 70 کلومیٹر جنوب کی طرف واقع ہے (ضمیمہ 181) وہاں ایک نہایت اوباش، بدکار، بدمعاش شخص جس نے زندگی میں کوئی اچھا کام نہ کیا، اوباشی پر تلا رہتا۔ ایک رات نہ جانے اسے کس نے ضمیر کی صلیب پر چڑھا دیا کہ جیسا کہ اس نے اپنے پروگرام کے مطابق تمام اہل خانہ بیوی بچوں کو سامنے بیٹھے کوئی ڈرامہ وغیرہ دیکھنے میں مگن تھے تو کہا "آپ لوگ اب یہاں سے چلے جائیں۔ مجھے کوئی خاص کام کرنا مطلوب ہے۔"

بادل نخواستہ وہ لوگ اٹھے کمرے سے باہر نہیں اِدھر اُدھر چلے گئے۔ ازاں بعد اس بدکار شخص نے کمرے کے اندر کی کنڈی چڑھا دی اور کمرے سے تھوڑی دیر بعد گولی داغنے کی آواز آئی۔ اہل خانہ بھاگ کر واپس لوٹے دروازہ توڑ کر جب کمرے کے اندر داخل ہوئے دیکھا کہ وہ شخص منہ کے بل فرش پر خون میں لت پت پڑا ہے اور اس کی جان قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ تجہیز و تکفین کا مرحلہ آیا تو تین مرتبہ کھودی گئی ہر دفعہ قبر کی جگہ سانپ اور بچھوؤں کا مسکن ثابت ہوئی۔ آخر کار سخت گرمی اور بدبو کی شدت سے سب بے حال ہو گئے بالآخر تیسری مرتبہ سے انکار کر دیا۔ ناچار اس بدکار کو کمرے کے تہہ خانے میں دبا دیا گیا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں خودکشی حرام ہے جبکہ ایک سیاہ کار کو قبر بھی پناہ دینے سے انکاری تھی۔

چڑیل

وادی سون سکیسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے متعلق دور حاضر کا واقعہ ہے کہ ایک "چڑیل" نے گاؤں والوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ گردونواح کے مضافات میں بھی اس "چڑیل" سے دہشت طاری تھی اور بات چرچا تھی کہ رات ہوتے ہی یہ چڑیل گلی گلی گھومتی ہے۔ والدین سر شام سے بچوں کو خوف کے مارے اپنے گھروں میں بند کر لیتے۔ سارے گاؤں میں خوف کا عالم چھایا رہتا۔

اس گاؤں میں ایک جوان فوج کی ملازمت سے گھر چھٹی آیا۔ کوئی شام کے وقت گاؤں پہنچا تو دیکھا کہ گاؤں میں کوئی فرد بشر نہیں، گھر والوں نے دروازے بند کر رکھے تھے۔ حیران ہوا کہ گاؤں کی یہ عجیب حالت ہے کہ جیتا جاگتا گاؤں تھا اس پر یہ سناٹا آخر یہ آفت آن پڑی۔

گلیوں میں سے گزرتے ہوئے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھولنے میں خاصی دیر لگی تو حیرت زیادہ ہوئی۔ بچے نے اندر سے پوچھا تو اس نے اپنی شناخت کروائی جس پر اس کی والدہ نے جلدی سے دروازہ کھولا۔ بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اندر کمرے میں کھینچ کر لے گئی اور جلدی سے دروازے کی کنڈی لگا دی۔ بیٹے نے اہل خانہ سے پوچھا "مجھے تو گاؤں میں یہ قیامت برپا لگتی ہے، شام ہوتے ہی ایک ہو کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔" ماں نے اس کی باتیں سن کر کہا "بیٹا خدا کا شکر ہے کہ تم حفاظت سے اپنے گھر پہنچ گئے ہو۔ گاؤں میں ایک چڑیل نے تنگ کر رکھا ہے اور خوف کے مارے کوئی شخص بھی رات کو گھر سے باہر نکلنے کی جسارت نہیں کرتا۔ یہ لوگوں کے پیچھے بھاگتی ہے، بالخصوص جوان مردوں کے۔ اس کی عادت ہے کہ چیخ کر پیچھے سے آواز دیتی ہے جو قدم نہ رکتا اور سیدھا گھر واپس لوٹ آتا تو محفوظ رہتا اور اگر کوئی پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تو خدانخواستہ پتھر کا ہو جاتا یا قبر میں زندہ در گور ہو جاتی۔"

تاہم وہ فوجی جوان تھا اور خوف سے نا آشنا۔ اس نے دل میں تہیہ کر لیا کہ گھر والوں سے چھپ کر آج کی رات ہی اس چڑیل کی خبر لے گا۔ لہذا آدھی رات کو اپنی بندوق ہاتھ میں لی اور چپکے سے گھر کا دروازہ کھول کر اندھیرا چھایا ہوا تھا گلیوں میں ادھر

Marfat.com

لہٰذا پہرہ دار بار بار چڑیل سے آمنا سامنا نہ ہوا۔ جونہی وہ ایک گلی کے کونے سے برآمد ہوا تو دیکھتا کیا ہے کہ ایک قد آور عورت مضبوط جسم، سر کے بال کھولے گلی کی دوسری طرف سے مڑ رہی ہے۔ اس نے بندوق لوڈ کر لی اور جلدی سے چلتے ہوئے اس کو بالوں سے پکڑ لیا۔ چڑیل تو ایک مرد کا ہاتھ لگتے ہی موم ہو گئی اور مسکرا کر اپنی اصلیت بیان کی۔

بات یوں تھی کہ اس عورت کو sex کی ایک بیماری تھی جس کو Nymphomania کہتے ہیں۔ ایسی عورتوں کی جنسی خواہش کبھی تسکین نہیں پاتی اور اس حد تک مجبور ہو جاتی ہیں کہ مردوں کی تلاش میں Hysteric ہو جاتی ہیں۔ اب فوجی نے جس حسن سلوک سے چڑیل کو متاثر کیا، نتیجہ کیا ہوا کسی سے پوشیدہ نہیں۔

"یہ عورت دوسرے گاؤں میں ایک عورت کے ساتھ رہائش پذیر ہے اپنی تسکین کا کیا سامان کرتی ہے کون جانے؟"

خاموش جشن

ضلع خوشاب میں ایک "گلی" نامی قصبہ آباد ہے۔ اس قصبہ کی حدود سے باہر ایک ویران جگہ قبرستان ہے۔ کوئی تیس سال کا عرصہ ہوا قبرستان سے باہر ایک دینی مدرسہ موجود تھا جہاں 14، 16 سالہ لڑکے گردونواح کے گاؤں سے بھی حصول تعلیم کیلئے آتے اور قیام و طعام کا بندوبست بھی مدرسہ میں ہی تھا۔ لڑکوں نے اکثر اوقات دیکھا کہ ہر پانچ، چھ دن بعد آدھی رات کے قریب قبرستان میں ایک "خاموش جشن" برپا ہوتا ہے جس میں ہاتھوں میں روشنیاں لئے ایک عجیب و غریب مخلوق ایسے خوشی سے ناچ رہی ہوتی جیسے کوئی شادی کی تقریب میں بارات کی آمد پر جشن منایا جاتا ہے لیکن تعجب خیز صورت حال کہ یہ "جشن" بے آواز ہوتا۔

مولوی صاحب نے فرمایا "بچو! تمہیں رات والے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہئے جو بھی مخلوق ہے اللہ کی مخلوق ہے وہ تمہارے لئے بے ضرر ہے بہتر ہے کہ خاموشی سے رات کو سوتے رہا کرو۔"

یہ سلسلہ چند سال قبل ختم ہو چکا ہے یوں باور کیا جاتا ہے کہ یہ مخلوق شہری آبادی بڑھ جانے سے کہیں نقل مکانی کر گئی ہے۔

لڑکی تو نہر کے اس طرف تھی

خوشاب میں راقم الحروف دو فروری 1994 کو ڈاکٹر صادق حسین نقوی صاحب کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا تو بات غیر مرئی قوتوں کی چل نکلی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے ایک "آپ بیتی" سنائی۔

وہ بچپن میں شیخوپورہ کے قریب نہر کی پٹڑی کے نزدیک گاؤں میں رہائش پذیر تھے۔ عید پر نئے لباس کی سلائی کے سلسلے میں جو کپڑے شیخوپورہ میں کسی درزی کو سلنے دیئے ہوئے تھے، ان کے حصول کے لئے ڈاکٹر صاحب اور ان کے دوست گاؤں سے نہر کی پٹڑی کے راستے پر گامزن ہوئے تاکہ سلے ہوئے کپڑے لا سکیں۔ شیخوپورہ گاؤں سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر تھا۔ ابھی وہ نہر کی پٹڑی پر چند فرلانگ چلے ہوں گے کہ راستہ میں جگہ جگہ گاؤں کی عورتیں کپڑے دھونے میں مصروف تھیں۔ یہ تقریباً دس بجے دن کا وقت اور موسم بھی گرمیوں کا تھا۔ اس لئے گرمی کی حدت سے بچاؤ کیلئے تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ چلتے چلتے وہ کپڑے دھونے والی عورتوں سے بہت آگے نکل گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ مخالف پٹڑی پر ان سے دور سامنے سے ایک نوخیز لڑکی سیاہ لباس میں خراماں خراماں چلی آ رہی ہے۔ چند لمحوں کے بعد ہی انہیں اس لڑکی نے پنجابی انداز میں پیچھے سے آواز دی "منڈیو! کتھے جا رہے او؟ مینوں وی نال لے چلو۔"

دونوں دوستوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ان کی حیرانگی کی حد نہ رہی۔ یہ تو وہی لڑکی ہے جو نہر کی اس پٹڑی پر آ رہی تھی یہ اتنی جلدی دوسری پٹڑی پر کیسے آ گئی جبکہ یہاں تو کوئی پل وغیرہ بھی نہیں اور اگر یہ نہر میں سے تیر کر آئی ہے تو کپڑے گیلے ہونے چاہئے تھے جو غیر متوقع طور پر خشک ہیں اور اتنی دیر میں نہر کو کس طرح عبور کر گئی۔

گاؤں میں ایسے واقعات بالخصوص "دارے" میں خوب نمک مرچ لگا کر سنائے جاتے، چنانچہ وہ دونوں دوست خوفزدہ ہوئے اور ناد علی کا ورد کرتے ہوئے دوڑ لگا دی۔ لڑکی نے دوبارہ آواز دی مگر یہ ٹھہرے نہیں اور بھاگتے ہوئے بتایا "ہم تو شہر سے کپڑے لینے جا رہے ہیں۔"

Marfat.com

لڑکی نے پھر آواز دی ''ٹھہرو میں نے ابھی شہر سے کچھ سامان لانا ہے'' وہ زیادہ پریشان ہوئے کہ وہ تو نہایت تیزی سے بھاگ رہے ہیں۔ یہ لڑکی بتدریج ان کے تعاقب میں فاصلہ کم کرتی جا رہی ہے۔ تاہم انہوں نے لڑکی کی ایک نہ سنی اور نہ ہی جواب دیتے ہوئے سرپٹ بھاگتے رہے۔

اس پر لڑکی نے کہا ''اگر تم مجھے ساتھ نہیں لے جاتے ہو تو اس کاغذ کے پرزے پر جو کچھ لکھا ہوا ہے وہی مجھے لا دیتے جانا۔'' انہوں نے پھر بھی کوئی دھیان نہ دیا اور لڑکی کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی۔ مڑ کر دیکھا کہ پٹڑی کی بائیں جانب جو ٹیلے ہیں ان کی طرف جا رہی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

پسینے سے شرابور اور پریشان حال درزی کی دکان پر پہنچے تو درزی کے استفسار پر تمام واقعہ بیان کر دیا اور درزی کی منت سماجت کی کہ جلدی سے سلے ہوئے کپڑے انہیں دیدو جن کا وعدہ آج ہی دینے کا ہے۔ درزیوں کی عادت ہے کہ وہ صرف وعدہ ہی دیتے ہیں چنانچہ حسب وعدہ کپڑے تیار نہ کئے تھے۔ ان کے اصرار پر جلدی کے باوجود ان کپڑوں کی تیاری پر پچھلا پہر ہو گیا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا پریشانی بڑھتی گئی۔ خدا خدا کر کے سلائی شدہ کپڑے لے کر گھر روانہ ہوئے۔

باوجود اس کے دونوں دوست خوف زدہ تھے ادھر اندھیرا بھی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا لہٰذا متبادل راستہ جو کہ مدرسے کی وجہ سے غیر محفوظ خیال کیا جاتا تھا نسبتاً طویل تھا اختیار کیا اور مولا علی پر یقین رکھتے ہوئے اسی نہر کی پٹڑی پر گامزن ہو گئے۔ تھوڑی دور پہنچے ہی تھے کہ ان کو سامنے سے آتے ہوئے گھر کے چند افراد مل گئے جو کہ دیر ہو جانے کی وجہ سے ان کی تلاش میں فکر مندی سے نکلے تھے۔ اس ضمن میں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بھاگنے کے دوران (ڈاکٹر صاحب) دو دفعہ گرے بھی اور واپسی پر جب گزر رہے تھے تو ریت کے اس ٹیلے کے قریب جہاں لڑکی غائب ہوئی لڑکی کو نہ پا سکے اور ایک عجیب صورت حال تھی۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی کے چیخنے کی آواز تک نہ سنائی دی۔

عامل اور بزرگ

راقم الحروف اپنی کار کی denting اور painting کرانے کیلئے خوشاب اپنے ہمزلف ڈاکٹر صادق تقوی کے ہاں گیا ہوا تھا۔ چونکہ گجرات میں اس کام کی اجرت کوئی 18000 سے 25.000 روپے تک تھی اور ایک ورکشاپ والے نے (شگفتہ بلڈنگ کے قریب نزد شیخاں ہوٹل) تو 29.000 روپے مانگ لئے۔ مجھے خیال آیا کیوں نہ اپنے ہمزلف سے ملاقات کر لوں اور شاید وہاں مرمت وغیرہ کے لئے رقم کم خرچ کرنی پڑے لہٰذا ایسا ہی ہوا بجائے اس کے یہ کام 9000 روپے اور چند دنوں میں ہو گیا۔ خوشاب میں کار کی گدیوں جیسے نہ کوئی اچھا کام ہوتا تھا اور نہ ہی پوشش کے اچھے کاریگر۔ ورکشاپ والے نے مشورہ دیا کہ آپ یہ کار سرگودھا مرچ چوک فلاں آدمی کے پاس لے جائیں میرا نام لیں۔ اچھا کام کم قیمت اور کم وقت میں ہو جائے گا۔

دوسرے دن میں اپنے ڈرائیور کے ساتھ سرگودھا کی حدود میں کار میں سوار دن کے بارہ بجے داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر سو پولیس تعینات ہے۔ تمام دوکانات بند ہیں اور چھوٹے تجارت میں دوکانیں بند کر رہے ہیں۔ لوگوں کی بھاگ دوڑ ہے اور اہم چوک، متعدد راستے پر پولیس نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ نہایت مشکل سے چند راستے طے کر کے آخرکار اس مطلوبہ دوکاندار تک مرچ چوک میں رسائی ہوئی۔ سب سے پہلے میں نے دریافت کرنا چاہا کہ معاملہ کیا ہے؟

''کل رات شربت چوک میں دو اہل تشیع حضرات قتل کر دیئے گئے'' اس نے جواب دیا۔

''ہم تو خوشاب سے آئے ہیں اور بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچے ہیں اگر ہمارا کام نہ ہوا تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔''

''ایسی کوئی بات نہیں آپ میرے ساتھ پیدل چلیں کچھ خرید کر لے آتے ہیں اور دو ہی دنوں میں آپ کی کار کی سیٹوں پر covers چڑھا دوں گا۔''

''دوکانات تو تمام بند ہیں یا ہو رہی ہیں کچھ کہاں سے خریدیں گے؟''

''Sir جی! شاید آپ کو علم نہیں ایسی صورت حال کے دوران دوکاندار وقتی طور پر دوکان کا پچھلا شٹر کھول دیتے ہیں تاہم ایسا

Marfat.com

آدمی یہاں موجود رہتے ہیں تاکہ اگر کوئی گاہک آئے تو اسے بھگتایا جاسکے۔ آپ میرے ساتھ چلیں کوئی دس منٹ کی مسافت ہے ابھی پہنچ جائیں گے۔

مجھے کافی پریشانی تھی تاکہ ہنگامی حالات میں اکی لوٹ پھوٹ نہ ہو جائے میں نے اپنے اندیشہ سے آگاہ کیا تو اس نے کہا آپ کوئی فکر نہ کریں ساتھ ہی ایک گلی میں گاڑی کھڑی کر کے lock کر دیں اور میرے دوسرے ساتھی کام کرنے والے یہاں موجود ہیں سب نہیں رہیں گے۔

۔۔۔۔ دکاندار میرا اور میرا ساتھی ہجوم کو چیرتے اور تقریباً بھاگتے ہوئے گول چوک تک پہنچ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر میں اندر سے خوفزدہ تھا مگر دکاندار نے مجھے تسلی دی۔ گول چوک سے تقریباً 25 گز کے فاصلے پر بازار کی بائیں طرف ایک دکان واقع تھی جس کا شٹر آدھا گرا ہوا تھا۔ ہمارے ساتھی کو اس نے پہچان لیا اور دوکان کے متصل سیڑھیاں چڑھ کر اپنے سٹور میں لے گیا۔ میں نے اپنی بیوی کی حسب خواہش چپل پسند کیا اور ساتھ ہی اسے 1095 روپے دیئے۔ مالک دوکان نے چپل کو پیک کر کے میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

جونہی ہم دکان سے باہر نکلے تو بے پناہ ہجوم بھاگ دوڑ رہا تھا۔ ہوا میں آنسو گیس کی موجودگی کی شدت محسوس ہوئی اور میرے آنسو بہہ نکلے۔ مجھے اپنی جوانی یاد آگئی کہ اسی طرح 1947 کے اوائل میں ہم لوگ اسلامیہ کالج سے مسلم لیگ کا جلوس نکالا کرتے اور جب مال روڈ تک پہنچتے تو ایک مرتبہ کشمکش ہو جاتا ادھر پولیس ہمیں منتشر کرنے کیلئے متواتر آنسو گیس کے شیل پھینک رہی ہوتی اور ادھر ہم پانی سے رومال بھگو کر آنکھوں سے آنسو پونچھتے بھاگے چلے جارہے ہیں۔ اگر موقع ملتا تو بعض اوقات آنسو گیس کے شیل واپس پولیس پر پھینک دیتے۔ وقتی طور پر تو منتشر ہو جاتے مگر کسی جگہ اکٹھے ہو کر دوبارہ نعرے مارتے ہوئے جلوس کو برقرار رکھتے۔

قارئین کی دلچسپی کیلئے یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ تمام جیلیں قیام پاکستان کے متوالوں سے بھر چکی تھیں۔ اب انگریز بہادر کو یہ سوجھی کہ روزانہ ایک کا جلوس نکالنے والوں کو پکڑ لیتے اور لاریوں میں بھر کر چھانگا مانگا لے جاتے اور وہاں چھوڑ کر واپس آجاتے۔ مگر تحریک کے کارکن بھی کہاں ہار ماننے والے تھے کیونکہ ہم آزادی کے متوالے پیدل سفر کر کے دوبارہ لاہور پہنچ جاتے۔ اب انگریز بہادر کو ایک ترکیب سوجھی۔ چھانگا مانگا میں چھوڑنے سے پہلے ہمارے جوتے اتروا لیتے۔ تاہم پکے مسلمان اور مسلم لیگی آزادی کے متوالے تھے ننگے پاؤں پیدل چلتے ہوئے لاہور پہنچ جاتے۔ فروری، مارچ 1947 تک تو جوتے نہ ہونے کا احساس نہ ہوتا البتہ گرمیوں کے موسم میں گرم سڑکیں ہوتی تھیں مگر پھر بھی لاہور پہنچنا اور جلوس نکالنے کا عمل جاری رہتا۔ پھر وہی گرفتاریاں، آنسو گیس اور چھانگا مانگا کے جنگلات۔ خدا بھلا کرے شیخ عنایت اللہ صاحب کا جو کہ انارکلی کے مشہور تاجر تھے۔ بوروں کے بورے جوتیوں سے بھرے ہوئے چھانگا مانگا پہنچا دیتے۔ کسی کو جوتی مل جاتی کسی کو ایک پاؤں میں چپل اور دوسرے پاؤں میں بوٹ پہننے کو مل جاتا، بہرحال گزارہ ہو ہی جاتا۔

مجھے وہ منظر کسی طور پر بھولتا نہیں کہ اسی طرح مال روڈ پر جہاں بیڈن روڈ ملتی ہے۔ ایک طرف تو جلوس آزادی پاکستان نکالنے والوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا رواں دواں ہوتا اور دوسری طرف پولیس اور ملٹری والے انگریز سرکار کے ٹکڑوں پر پلنے والے کوئی 24 آدمی 303 کی رائفلیں تانے ایک گھٹنا زمین پر ٹیکے فائرنگ کی پوزیشن میں مصروف عمل ہوتے اور ان کی پشت پر ایک دوسری قطار 303 رائفل لئے کس مستعدی سے کھڑی ہوتی۔ جونہی انگریز بہادر نے فائرنگ کا حکم صادر کیا اگلی لائن فائر کرتی اور پچھلی والی لائن آگے بڑھ کر پوزیشن لے لیتی اور یہ سلسلہ دیر تک جاری رہتا۔ اس وقت ایک وقت میں ایک ہی گولی رائفل میں بھری جاسکتی تھی اور دوسری گولی بھرنے کے بعد اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا۔ یہ تو تھی انگریز بہادر کے خدمتگذاروں کی داستان اب دوسری جانب پاکستان کے شیدائی اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے زخمی اور شہید ہورہے ہیں۔ اسی طرح سلسلہ روز افزوں بتدریج زور پکڑتا گیا پھر یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا کہ انگریز بہادر کا توپ، انگریز بہادر کے نوکروں کی rifles اور جوتے دور تک بکھرے پڑے ہیں۔ پاکستان کے متوالوں کی یلغار کے آگے تھم نہ سکے اور کائی کی طرح پھٹ گئے۔

ہاں تو ذکر کرتے ہوئے دور دراز گلیوں کے راستے خدا خدا کر کے واپس ہم چوک پہنچ ہی گئے۔ کاریگر تو اپنے کام میں مصروف ہو گیا اور میں کار کے متعلقہ چھوٹی موٹی اشیاء کی خریداری کیلئے دوسری طرف نکل گیا۔ گرمی شدید تھی میں گھٹن اور نامساعد صورت حال

Marfat.com

سے گھبرا گیا۔ چنانچہ قریب ہی کچہری روڈ پر ''شہزادہ آٹوز'' کی دکان واقع تھی۔ اس دکان میں داخل ہو گیا۔ علیک سلیک کے بعد گذارش کی: ''کیا میں یہاں چند لمحوں کیلئے بیٹھ سکتا ہوں کیونکہ لوڈشیڈنگ کے عمل کے دوران میری کار کی ساتھ ہی خرابی ہے اور وہاں بیٹھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس ہنگامی صورت حال سے پریشان بھی ہوں میں آپ کو کرسی پر بیٹھنے کی اجرت بھی دے سکتا ہوں۔''

دوکاندار فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے کہنے لگا: ''Sir! ایسی کوئی بات نہیں۔ اجرت کی بات کیوں کرتے ہیں؟ بے تکلفی سے تشریف رکھیں ہم آپکے لئے ٹھنڈے اور چائے کا انتظام کرتے ہیں۔''

''مجھے بس ایک گرم پانی کا کپ منگا دیجئے۔'' میں نے گذارش کی۔

''کیوں جناب گرم پانی کی کیا ضرورت پڑ گئی اس شدید گرمی میں؟'' وہ گویا ہوا۔

''حضرت صاحب میں دن میں کئی بار کافی پینے کا عادی ہوں۔ بغیر چینی اور دودھ کے کافی کا پیکٹ میری کار میں موجود ہے۔ ڈرائیور ابھی لے آتا ہے اگر آپ تھوڑی سی تکلیف کر کے کپ میں پانی دے دیں تو عنایت ہے۔ کافی تیار ہو جائیگی اگر آپ پسند کریں تو میرے مہمان بن جائیے۔''

''نہیں Sir جی! میں کافی نہیں پیتا۔ آپکی مہربانی۔''

اس نے اپنے ملازم کو آواز دی۔ ایک کپ میں گرم پانی آ گیا۔ ادھر میرا ڈرائیور بھی میری تلاش میں آ گیا۔ میں نے اسے کار میں سے کافی کا ڈبہ لانے کی ترغیب دی اور کافی تیار کر لی۔

جیسے کہ میری عادت ہے۔ میں نے بات شروع کی کہ اپنی کتاب کے مواد کیلئے لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہوں۔ مجھے کوئی ایسا سچا واقعہ سنائیں جو آپ پر یا آپ کے کسی جاننے والے پر بیتا ہو مگر شرط ہے کہ بیان کردہ واقعات کی تصدیق کر سکتا ہوں۔

''ہاں! صاحب سنئے سب سے پہلے تو عرض ہے کہ میرا نام امجد علی خان ہے اور میں یہاں کسی دوسرے محکمہ کی ڈیپارٹمنٹ میں ملازم تھا۔ 1974 میں میری والدہ صاحبہ رعشہ (Parkinson's disease) کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ میں مجبوری اپنے محکمے سے والدہ صاحبہ کے علاج معالجہ کے سلسلے میں اکثر اوقات چھٹیاں لینے کا تقاضہ کرتا رہا۔ میرا افسر بھی [illegible] رہا کرتا تھا۔ میری ان چھٹیوں کی بہتات سے نالاں تھا اور مجھے اکثر کہا کرتا کہ میں اسقدر چھٹیاں کیوں کرتا ہوں۔ [illegible] والدہ صاحبہ کی علالت سے متعلق واضح کر دیا کہ مجھے والدہ صاحبہ سے بہت پیار ہے جو ایک موذی مرض میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ مجھے انسانی ہمدردی کے طور پر بتایا کہ میں تمہیں گوجرانوالہ میں مقیم ایک عامل کا پتہ دیتا ہوں اس کے پاس چلے جاؤ تو [illegible] مگر وہ حالات بذریعہ بس گوجرانوالہ بس کے اڈے پہنچ گیا۔ اب مجھے عامل کے قیام کی جگہ یاد نہیں البتہ میں نے رکشہ والے کو روپیہ دیا۔ وہ مجھے ڈیڑھ میل کی مسافت پر ایک قصبہ میں لے گیا۔

''میں اس عامل کے مکان پر پہنچا تو وہاں عقیدت مندوں اور سوالیوں کی ایک لمبی قطار لگی ہوئی اور شدید گرمی تھی۔ میں پیاس سے نڈھال اور پسینے میں شرابور تھا۔ مگر مجبوری لائن میں کھڑا ہونا ضروری تھا۔ جب تک باری نہ آئے۔ اور میں اب عامل کے کمرے سے چند قدم پر کھڑا تھا جہاں سے سوالوں کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔ میں نے دیکھا عامل صاحب پس پردہ ایک چارپائی پر لیٹے ہیں۔ ان کے دائیں ہاتھ ایک مرید جو پانچ روپے فیس لیتا اور بائیں ہاتھ مرید عامل صاحب کی ہدایت کے مطابق تعویذ دیتا اور دیگر ہدایات پر عمل درآمد کیلئے کہتا ہے۔ ایک فلم ڈائریکٹر صاحب کی باری تھی۔ انہوں نے پانچ روپے فیس ادا کی اور پردے کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: میری پہلی تین فلمیں بری طرح فلاپ ہو گئیں میں سخت پریشان ہو گیا ہوں اور اب میں ایک نئی فلم بنانے کی تیاری کر رہا ہوں۔ اگر یہ بھی فلاپ ہوئی تو دیوالیہ ہونے کا احتمال ہے۔''

''عامل صاحب نے جواب دیا: تم موجودہ فلم میں جو ہیروئین کا انتخاب کر رہے ہو اس کو بدل دو۔ تمہارے سارے دکھ دور ہو جائیں گے۔ بعد میں پتہ چلا کہ عامل کے کہنے پر اس فلم کی ہیروئین بدل دی اور فلم باکس آفس پر ہٹ ہوئی۔

''اب دوسرے سوالی کی باری تھی اس نے بھی پانچ روپے فیس ادا کر دی اور اسی طرح عامل صاحب سے گذارش کی کہ میں راولپنڈی ملٹری میں اسلحہ ڈپو کا انچارج ہوں میرے ڈپو سے ایک پستول گم ہو گیا ہے۔ پتہ نہیں کس نے اڑا لیا۔ پریشان ہوں۔

Marfat.com

ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ نوکری تو کسی صورت مجھے راضی ہو جاتی۔ چند منٹ کے بعد پردے کے پیچھے سے آواز آئی پریشانی کی کوئی بات نہیں فلاں شخص جو تمہارا ماتحت ہے اس نے پستول چرایا ہے۔ سرگودھا کے جس چک کا رہائشی ہے وہاں اپنے گھر میں نچلے کمرے کے کونے میں بچھی ہوئی چارپائی کے اندر کے لحاف کی تہہ میں پستول چھپا رکھا ہے جاؤ اور پستول حاصل کر کے اپنی جان چھڑاؤ (یہ بات بھی حق ثابت ہوئی) میرا اپنا تجربہ بڑا ہوا چاہتا تھا۔ حدت بڑی بھوک پیاس بیدم کئے دے رہی تھی اور مزید انتظار کی پوزیشن میں نہیں تھا چونکہ ابھی چھ سائل میرے آگے منتظر تھے۔ میں نے دل ہی دل میں تہیہ کر لیا کہ اگر مزید دس منٹ میں باری نہ آئی تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ اسی اثنا میں پردے کے پیچھے سے آواز بلند ہوئی کہ جو آدمی سرگودھا سے آیا ہے اسے فوراً حاضر کیا جائے۔ یہ سننا تھا کہ میں جلدی سے اٹھا اور اپنی والدہ صاحبہ کی تصویر ہاتھ میں لئے پردے کے قریب گیا اور پردے کے پیچھے تصویر اندر کر دی۔ تقریباً ایک منٹ بعد ہی پردے کے پیچھے سے تصویر واپس کر دی اور مجھ سے سوال کیا گیا کیا سرگودھا میں کوئی کول چوک واقع ہے؟

جی ہے۔

وہاں ایک ڈاکٹر نصر اللہ ہیں؟

جی ہاں۔

اپنی والدہ صاحبہ کا علاج اس سے کروائیں۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس شخص نے مجھے ایک تعویذ دیا اور کہا یہ تعویذ جا کر اپنی والدہ کے گلے میں ڈال دو اور دم کر کے پانی پلا دیں میں واپس سرگودھا پہنچا اور والدہ صاحبہ نے جواب دیا کہ بیٹا اس سے پیشتر میں اس ڈاکٹر سے علاج کروا چکی ہوں مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا لہذا اب دوبارہ اس سے علاج معالجہ بے سود ہے۔ میں نے اپنی والدہ کا علاج ایک مشہور و معروف Neurosurgeon جو لاہور میں تھے کروایا انہوں نے ان کا آپریشن کیا۔ ازاں بعد چند ماہ تک میری والدہ صاحبہ دوا لیتی رہیں۔ اگرچہ ان کے ہاتھوں میں حرکت پیدا ہو گئی اور animation تو ہو گئی۔ بہرحال چھ ماہ بعد میری والدہ صاحبہ انتقال کر گئیں۔"

اس ضمن میں امجد علی خان کا سنایا ہوا ایک اور واقعہ پیش خدمت ہے۔

امجد علی خان کے والد صاحب کا نام محمد تقی خان تھا۔ ان کا گورا چٹا رنگ سڈول جسم تقسیم ہند سے قبل روہتک کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے لحاظ سے پہلے تو ملٹری کے ڈرائیور تھے۔ اپنی اچھی کارکردگی کی وجہ سے ازاں بعد میل ٹرین کے ڈرائیور ہو گئے 1933 میں ریٹائر ہو کر واپس روہتک میں مقیم رہے۔ ان کے گھر کے قریب ایک مسجد اور ایک مزار تھا۔ وہ اللہ اللہ کرتے رہتے۔ صوم صلوٰۃ کے پابند تھے۔ مزار پر باقاعدگی سے حاضری دیتے۔ ایک رات مزار والے بزرگ کا دیدار ہوا اور فرمانے لگے "تمہاری تیسری بیوی سے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام امجد علی خان رکھنا" تقسیم ہند کے بعد پاکستان تشریف لائے اور بزرگ کی عین پیشین گوئی کے مطابق ان کی تیسری بیوی کے بطن سے ایک بیٹے نے جنم لیا بیٹے کا نام تجویز کرنے کے دوران گھر میں بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع ہو گیا چونکہ اہل خاندان خاندانی نام تقی وغیرہ برقرار رکھنا چاہتے تھے مگر محمد تقی خان نے ایک نہ سنی اور اس بزرگ کی ہدایت کے مطابق بیٹے کا نام امجد علی خان ہی تجویز کیا۔

امجد علی خان کی عمر کوئی چھ سال کے قریب ہوئی تو وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک بارات کے سلسلہ میں فیصل آباد گیا جس گھر میں بارات گئی۔ وہ ہندوؤں کی ایک تین منزلہ حویلی تھی جو کہ مسلمان مہاجروں کو الاٹ کی گئی۔ اہل خانہ نے کہا کہ اوپر ایک کمرہ ہے جہاں کوئی بھی اندر جانے کی جسارت نہ کرے کیونکہ وہاں ایک جن آباد ہے اور دخل اندازی کرنے والے کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے امجد علی خان اور اس کے ہمجولی بچے کھیلتے کودتے اوپر والی منزل پر وارد ہو گئے جس منزل پر جن والا کمرہ واقع تھا امجد علی خان نے دیکھا کہ حویلی کی بالکونی جو کہ سڑک کی جانب تھی وہاں ایک بزرگ آدمی نورانی چہرے والے اور سفید ریش بیٹھے ہوئے ہیں اور سڑک کے نظارے میں محو ہیں۔ امجد علی خان کی آہٹ پا کر انہوں نے اس کی طرف منہ موڑا اور دیکھتے ہی وہ بزرگ غائب ہو گئے مارے ڈر کے بچے چیختے چلاتے واپس نچلی منزل پر لوٹ آئے۔ اسی روز امجد علی خان کی والدہ صاحبہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا رہی تھیں تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے راستے میں کسی شخص سے ٹکر ہوئی ہو لیکن ان کو کوئی جسم نظر نہ آیا البتہ امجد علی خان کی والدہ کو سر پر انتہائی زبردست چوٹ

Marfat.com

آئی کہ ڈاکٹر صاحب کے پاس جا کر زخم پر چھوٹا سا ٹانکے لگوانے پڑے۔ ازاں بعد تمام بارات تو واپس چلی گئی مگر اس کی والدہ صحت یاب ہونے تک کئی ہفتہ اس حویلی میں رکی رہیں البتہ یہ حسین دوبارہ استعمال کرنے کی جسارت سے گریز کیا۔

باغانوالہ

سفر کی باتوں کے دوران اکثر اوقات ڈاکٹر اعجاز باغانوالہ اپنے ننھیال گاؤں کی باتوں کے حوالے سے تعریف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ پروگرام کے تحت 1996 مارچ کے پہلے ہفتے میں باغانوالہ عازم سفر ہوئے۔ ڈاکٹر اعجاز، میں اور ڈرائیور تھے اور میں ہی گاڑی چلا رہا تھا جبکہ دوسری کار جسکو میر یونس ڈرائیو کر رہا تھا اس میں رائے زاہد ایڈووکیٹ اور زمان حسن ایڈووکیٹ تھے۔ باغانوالہ پہنچنے کے چار سے پانچ راستے ہیں: گجرات سے منڈی بہاؤالدین، پھالیہ، ہیڈ رسول۔ دوسرا راستہ سرائے عالمگیر کی نہر کے دائیں کنارے سے ہیڈ رسول۔ تیسرا راستہ سرائے عالمگیر شہر کے درمیان سے بائیں جانب ہیڈ رسول۔ چوتھا راستہ گوجر خان سے پہلے چکوال روڈ پر پانچواں راستہ منڈرہ سے ایک اور سڑک چکوال روڈ سے ہوتی ہوئی باغانوالہ۔

جانے کی دفعہ براستہ گوجر خان پھر چکوال روڈ پر عازم سفر ہوئے۔ راستہ میں ایک ایک گاؤں سے گزرے جس سے پتہ چلا کہ مارچ میں بھی اچھا خاصا گرمی کا موسم تھا مگر جب ہم گاؤں کے درمیان میں سے گزرے تو سخت سردی لوگوں نے کمبل اور موٹے موٹے کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہاں سے چوہا سیدن شاہ اور پھر پہاڑ کے گرد چکر لگاتے ہوئے عین بالمقابل بائیں طرف مڑے اور باغانوالہ کی طرف ایک پکی سڑک پر ڈرائیو کرنا شروع کر دیا اور باغانوالہ پہنچ گئے جو کہ پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز نے پہلے ہی اطلاع کی ہوئی تھی لہذا اس کے ننھیال والوں نے مہمان خانے میں ہماری رہائش کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہ رہائش گاہ چار کمروں پر مشتمل تھی کمروں کے سامنے ایک لمبا برآمدہ جس پر چارپائیاں چند ایک موڑھے اور لکڑی کی پرانی کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب ہم باغانوالہ پہنچے تو سہ پہر کا وقت تھا۔ چارپائیوں پر پہلے ہی انہوں نے رضائیاں اور کمبل وغیرہ بچھائے ہوئے تھے اور ہمارا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس کے چیف (گاؤں کا سردار یعنی ڈاکٹر اعجاز کے ننھیال سے متعلق ایک جوان شخص جس کو سب چیف کہا جاتا Aitchison College Lahore کا پڑھا ہوا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ آپس میں دشمنی کی وجہ سے کئی بار قتل و غارت ہو چکی ہے۔) [illegible] بضد تھے لیکن ہم ہاتھ منہ دھونا اور رفع حاجت کرنا چاہتے تھے۔ ادھر ادھر دیکھنے پر مہمان خانہ میں کوئی ایسا انتظام نظر نہ آیا۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس گاؤں میں مختلف چشمے پہاڑوں سے نیچے بہتے ہیں ان چشموں کا پانی اس گاؤں کے قریب آ کر مختلف حصوں یا نالوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ہر نالے پر تین اطراف میں تقریباً چار فٹ اونچی دیوار چنی گئی ہے اور اس سمت سے پانی آتا ہے اس سمت میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا دروازہ یا صرف ٹاٹ لگا دیا گیا۔ اندر داخل ہونے پر تین سے چار فٹ لمبا اور تقریباً ایک فٹ چوڑا لکڑی کا تختہ رکھ دیا گیا ہے۔ استعمال کنندہ تولیہ صابن وغیرہ ساتھ ہی لے کر جاتا ہے۔ اس تختے پر بیٹھ کر رفع حاجت سے لے کر ہاتھ منہ دھونے تک یا نہانے تک کا پانی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ یہ انتظام ہر نالے پر صرف ایک ہی واقع ہے۔ جس نالے سے پانی پینے، برتن دھونے اور جانوروں کے استعمال میں لایا جاتا ہے وہاں پر نہانے دھونے کا کوئی بندوبست نہیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر واپس لوٹے کھانا کھایا چونکہ سفر کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے جلدی سونے کا ارادہ کیا [illegible] ہم پانچوں دوستوں کی چارپائیاں ایک ہی سیدھ میں برآمدے کے اندر بچھائی گئی تھیں۔ چیف نے تین چار ملازم [illegible] کے لیے معمور کر دیے۔ چونکہ میں تو اس عمل کا عادی نہیں ہوں بہر حال دوسرے اس عمل سے مستفید ہوئے۔ دوسرے دن گاؤں کا وزٹ کیا [illegible] ان کی مہمان نوازی سے ہم متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس گاؤں میں ایک عجیب رسم دیکھی۔ جب چیف کے خاندان کی میت گھر سے باہر جاتی ہے تو ان کو پالکی میں [illegible] کر کے جایا جاتا اور تمام بازار بند ہو جاتا ہے۔ یہاں پر بجلی کی سہولت تو میسر ہے مگر زیادہ تر "لوڈ شیڈنگ" کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تیسرے دن قلعہ نندنا جانے کا ارادہ کیا۔ یہ قلعہ باغانوالہ سے کوئی دو میل دور پہاڑی چوٹی پر واقع ہے۔ چیف نے دو ملازم بمعہ کھانا وغیرہ ہمارے ساتھ روانہ کر دیے تاکہ ہمیں راستے سے آگاہی کرتے چلیں۔ باغانوالہ سے نکلتے ہی چڑھائی شروع

Marfat.com

ہوتی ہے۔ یہ راستہ ایک گہری کھدی وادی میں جانب پہاڑ کے دامن سے بتدریج اونچائی کی طرف چڑھتا۔ شروع میں تو ہم دو تین دوست اکٹھے چل رہے تھے مگر بعد میں ایک لائن میں چلنا پڑا۔ ایک ملازم ہمارے آگے اور دوسرا پیچھے پیچھے، ہر طرف سبزہ زار کوئی آدھا فاصلہ چلے ہوں گے۔ کھدی دوسری طرف پہاڑ کے دامن میں ایک بہت تنگ سا بڑا سوراخ نظر آیا۔ ملازموں نے آگاہ کیا کہ یہ شاہ بخارا کا مزار ہے اور عقیدت مند لوگ چلّہ کاٹنے یہاں رجوع کرتے ہیں۔ بالآخر ایک لوہے کے چھوٹے پل کو کراس کرتے ہوئے کھدی کی دوسری جانب پہنچ گئے۔ راستے میں تین چشمے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو سکتا ہے کہ اور بھی ہوں۔ تھوڑی سی اور چڑھائی چڑھنے پر قلعہ نندنا پہنچ گئے۔

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملوں کے دوران راجہ نند پال کے پوتے بھیم پال کو 1013 عیسوی میں شکست دی۔ راجہ نند پال کو سلطان محمود غزنوی نے اس سے پہلے ایک جنگ میں شکست دی تھی جس کے تحت ایک صلح نامہ لکھا گیا۔ راجہ نند پال کی موت کے بعد اس کے بیٹے ترلوچن پال نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی مگر وہ کمزور ثابت ہوا لہٰذا حکومت اس کا بیٹا بھیم پال چلایا کرتا۔ اس نے اپنے دادا کے صلح نامے کو ماننے سے انکار کر دیا اور سلطان محمود غزنوی کے خلاف بغاوت کر دی۔ سلطان محمود نے جب حملہ کیا تو راجہ بھیم پال نے بھاگ کر جنوب میں پہاڑوں میں پناہ لی۔

بھیم پال شکست کھا کر بھاگ گیا اور قلعہ نندنا میں محصور ہو گیا۔ بھیم پال کی فوج کو برتری حاصل تھی۔ ہندو فوج نے پہاڑیوں کے تمام راستے بند کر دیے اور خود پہاڑوں کی اوٹ میں قلعہ بند ہو کر لڑائی شروع کر دی۔ کئی روز تک سلطان محمود کی فوج دشمن کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ رات کی تاریکی میں سلطان کے فوجی دستے پہاڑوں پر چڑھ جاتے اور دشمن کو نقصان پہنچا کر واپس لوٹ آتے۔ آخر کار جب بھیم پال کو تمام راستے مسدود نظر آئے تو ہمت کر کے میدان میں نکل آیا مگر سلطان کی فوج کا سامنا کرنے پر پسپا ہونا پڑا۔ سلطان کی فوج نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور اس کی فوج قلعے میں داخل ہو گئی۔ وہاں پر مندرجہ تاریخ کے مطابق چار ہزار سال پرانا بدھ کا بت سلطان نے توڑ دیا۔ بھیم پال کشمیر کی طرف بھاگ گیا مگر سلطان محمود نے اس کا تعاقب جاری رکھا۔

قلعے میں شیر شاہ سوری کے زمانے کی مسجد واقع ہے۔ قلعے کے قریب تھوڑی سی بلندی پر ایک کافی مضبوط دائرے کی شکل میں ایک عمارت ہے۔ ہم یہاں دوست تو پیچھے رہ گئے بعد میں پیدل چلتا ہوا وہاں تک پہنچ گیا۔ زمان کھوکھر تو فربہ جسم ہونے کی وجہ سے پہلے ہی ہمت ہار چکا تھا۔ قلعے کے ملازموں نے بتایا کہ یہ مسلمان سائنس دان البیرونی، جو سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ آیا اور کئی ماہ تک اسی قلعہ میں قیام پذیر رہا، کی رصد گاہ بھی کہی جاتی ہے۔ ملازم نے مزید آگاہ کیا کہ البیرونی جغرافیہ، ستاروں اور علم فلکیات کا ماہر تھا اور اسی رصد گاہ میں بیٹھ کر اس نے تحقیق کی۔ البیرونی کی تحقیق کے مطابق قلعہ نندنا پوری دنیا کے ''وسط'' میں واقع ہے۔

وہاں کھانے پینے کے بعد واپسی پہ شام ڈھلنے سے پہلے ہی لوٹنا تھا کیونکہ ملازمین کے مطابق جنگلی جانوروں کا بھی خطرہ تھا۔ راستہ بھی نہایت خطرناک اور سنبھل کر چلنا پڑتا۔ قلعہ نندنا کے ارد گرد پہاڑوں سے کوئلہ نکلتا ہے۔

تیسرے روز چوآ سیدن شاہ، راج کٹاس اور کلرکہار کی سیر کیلئے روانہ ہوئے۔ گجرات میں بہت سن رکھا تھا کہ گلاب کا عرق کٹاس اور چوآ سیدن شاہ سے مختلف علاقہ جات میں بھیجا جاتا ہے کیونکہ وہاں نہ صرف ہر طرف گلاب ہی گلاب بلکہ اعلیٰ قسم کے پودے اور جنگلی مور بھی پائے جاتے ہیں۔ ہم نے نہ کوئی مور دیکھا اور نہ ہی کوئی گلاب کا پودا، حالانکہ یہ موسم بہار تھا البتہ ایک دو جگہ پر عرق کشید کرنے کے آلات پڑے ہوئے تھے۔ کلرکہار میں مور دیکھنے کا اتفاق ہوا مگر وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ پالتو تھے یا جنگلی۔

چوتھے روز واپسی کی تیاری کی۔ واپسی کا سفر ہم نے براستہ چوآ سیدن شاہ سے کلرکہار وہاں سے پنڈ دادنخان یہاں پر چھوٹی سڑک ملتی اور تین موڑ کاٹ کر پنڈ دادنخان کا رخ کیا۔ پھر جلالپور شریف اور ہیڈ رسول پہنچے۔ اس کو عبور کرنے کے بعد شمال کی طرف ایک پرانی مشہور مچھلی فروش مولوی آصف کی دکان پر مچھلی کھائی۔ وہاں ارد گرد کے کافی وسیع علاقے میں دیواروں اور دروازوں پر اس دکان سے متعلقہ مختلف قسم کے مزاحیہ فقرے لکھے ہوئے ہیں مثلاً ''ابو، ابو دفتر سے جلدی آنا اور مولوی آصف کی مچھلی لانا'' وغیرہ۔ منڈی بہاؤالدین سے گجرات بخیر و عافیت پہنچے۔

راقم نے اپنے دوستوں منیر افضل، عبداللطیف بٹ، چوہدری صغیر اور مرزا زمان کے ہمراہ مارچ کے پہلے ہفتے 2004ء میں قلعہ نندنا (روایت ہے کہ یہاں کے دربار سے متعلقہ چشمے کا پانی پینے سے گردوں کی پتھری سے نجات مل جاتی ہے)، للہ ٹاؤن ضلع

خوشاب جانے کا اتفاق ہوا۔ منڈی بہاؤ الدین سے آگے راستے کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ منڈی بہاؤ الدین کے بعد جلالپور شریف، پنڈ دادن خان، ٹاؤن، پیر دا ھارا، پنڈ دادنخان سے چوآسیدن شاہ میں نکلتی ہیں جن میں کھیوڑہ، جہلم اور خوشاب۔ گجرات سے پنڈ دادن خان تک جانے کیلئے تین راستے استعمال کیے جاتے ہیں۔ منڈی بہاؤ الدین تا منڈی رسول براستہ ملکوال نہر تا منڈی رسول براستہ ملکوال شہر تا پیر داں

مسز شاہد کے سفر کا باعث پیر دا ھارا سے اپنی والدہ صاحبہ کے گردوں کی پتھری کیلئے پانی لانا تھا۔ چونکہ پتھری کے مریض کو وہاں سے پانی لا کر دن میں دو گلاس پانی پیتیں رہیں۔ وہاں کا پانی پینے سے پہلے ڈاکٹر نے مشورہ دیا تھا کہ پتھری کو نکالنے کیلئے آپریشن کرنا پڑے گا۔ کوئی ایک ماہ بعد دوبارہ والدہ صاحبہ کا اسی ڈاکٹر سے دوبارہ چیک اپ کرانے گئیں تو ڈاکٹر نے بتایا کہ پتھری تو پہلے کی نسبت بہت ہی کم ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر حیران رہ گیا اور خود ہی کہنے لگا "کہیں آپ نے کسی پیر دے ھارے کا پانی استعمال تو نہیں کیا؟"

مثبت جواب ملنے پر ڈاکٹر نے آپریشن کی بجائے صرف ایک گولی لکھ کر کہا "میرے علاج کے ساتھ وہ پانی بھی پیتی رہیں۔"

رہی بات اس "پانی" کی۔ دو نقطہ نظر ہیں۔ ایک وہ جو کہ پیر دے ھارے کے چشمے سے پانی لے کر چند قدم پر پہاڑ کے دامن میں واقع ایک بزرگ کے مزار سے مس کرنے کے بعد وہاں کے گدی نشین سے بالمعاوضہ تعویز بھی لے کر باندھتے ہیں ان کا یقین ہے کہ یہ پانی پینے سے اور تعویز کی برکت سے پتھری سے نجات مل جاتی ہے۔

دوسروں کے نقطہ نظر کے مطابق یہ صرف پانی کا ہی اثر ہے اور وہ تعویز وغیرہ نہیں لیتے۔ ان کے مطابق اس چشمے میں پانی پیر دے ھارے کی نمک کی کان اور دوسری جڑی بوٹیاں اثر انداز ہیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ ھارے پانی کا چشمہ مزار کے نیچے شمال کی طرف اور جنوب میں چند ہی قدم پر میٹھے پانی کا کنواں جس سے رسی پر ایک ڈول پانی نکالا جاتا ہے۔ یہ کنواں صرف ایک پتھر میں واقع ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسی پیر مزار میں دفن شدہ پیر صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے کھودا تھا۔ مقام حیرت کہ اب بھی پورے علاقے میں جہاں سے بھی پانی پئیں سوائے اس کنویں کے کھارا ہے۔

عرض کرتا چلوں کہ ضلع گجرات کے مختلف علاقہ جات سے پتھری کے مریض پیر کے ھارے سے پانی لے کر جاتے ہیں۔ اس سفر کیلئے ہم نے دیکھا کہ علاقے سے مہینے میں ایک بار سپیشل بس پیر دے ھارے کو روانہ ہوتی ہے۔

اگر آپ کو بھی پتھری کی شکایت ہے تو آزمانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

شمالی علاقہ جات

گلگت

زمانہ قبل تاریخ Pre-historic age میں یہ خطہ دردستان کے نام سے موسوم رہا۔ اس کی صداقت کا یہ ثبوت ہے کہ مشہور یونانی مورخ Herodotus (کوئی چوتھی صدی قبل از مسیح کا مشہور یونانی تاریخ دان) نے اس خطہ کا ذکر یہاں رہنے والی "دردی" کے نام سے کیا ہے۔ ہندوستان کی قدیم تاریخی کتاب "راجہ ترنگنی" (Raja Tarangini سنسکرت زبان میں "شہنشاہوں کا دریا") جو کہ قدیم ہندوستانی تاریخ پر مبنی سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے کشمیر کے برہمن پنڈت Kalhana نے 1148ء میں لکھی۔ اس میں سات ہزار آٹھ سو چھبیس شعر ہیں۔ دراصل یہ نثری شاعری کا اظہار ہے اور انصاف یہ ہے کہ یہ کتاب اپنی ذات میں بے مثال اور حرف آخر ہے۔ پنڈت کلہن نے قدیم زمانے سے لے کر کتاب لکھنے تک کشمیر کی تمام تاریخ مفصل بیان کردی ہے۔ مصنف پنڈت کلہن نے بھی اس علاقے کو "دردیش" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں یہاں ایک نئی سلطنت قائم ہوئی جس کا نام "بولور" (Bolor) تھا۔ مشرقی حصے یعنی موجودہ Baltistan کو بڑا بولور اور مغربی حصے گلگت کو چھوٹا بولور کا نام دیا گیا۔

چودھویں صدی میں مرزا حیدر دوغلات نے اپنی کتاب تاریخ رشیدی میں اس علاقے کا ذکر "بلورستان" کے نام سے کیا

Marfat.com

ایک روایت ہے۔ 326 قبل مسیح میں چینی سیاح Fa-hsien نے تبت سے سکردو کا سفر کیا تو اس علاقے کا نام "پولو" تھا چنانچہ اب تک تبتی لوگ بلتیوں کو "پولو" کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی دور میں اس علاقہ کو بلتستان کا نام دیا جانے لگا کیونکہ یہاں بولی جانے والی زبان بلتی کہلاتی۔ گلگت کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ قدیم زمانے میں اس کا نام گری رت تھا یعنی پہاڑوں میں گھرا ہوا۔ یہی نام بگڑتے بگڑتے گلگت بن گیا ایک روایت ہے کہ گلگت اصل میں "گل گھیت" جو ترکی زبان کے الفاظ ہیں سے بنے ہیں آنا جانا۔ یعنی ایسا پڑاؤ جہاں اکثر آمد و رفت رہتی ہے۔ یہی نام بدل کر گلگت ہو گیا۔ ویسے اس کا اصلی نام ہی گلیت ہے گلگت میں ابھی بھی اسے گلیت کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔ شینا ادب میں گلگت کیلئے گلیت کا نام استعمال ہوتا ہے۔

1970 کے اوائل کا ذکر ہے۔ راقم الحروف کے دوست ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب جو کہ آجکل لیہ میں بطور D.H.O تعینات ہیں نے گلگت کی سیر کی داستان سنائی جو ان ہی کی زبانی پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر صاحب ان دنوں ہاؤس جاب کر رہے تھے۔ گرمیوں کے موسم میں ان پر گلگت کے سفر کا جنون سوار ہوا۔ اس زمانے میں راولپنڈی سے گلگت کا سفر بذریعہ بس کوئی اٹھارہ گھنٹے میں طے کیا جاتا۔ آجکل گلگت سے بسیں سیدھی لاہور تک بھی آتی ہیں اور سڑک بہتر ہونے کی وجہ سے مسافت بھی نسبتاً کم وقت میں طے ہوتی ہے۔ گجرات سے ڈاکٹر صاحب کے دو دوست بھی اس سفر میں شمولیت کیلئے آ پہنچے۔ ان میں سے ایک دوست کا بھائی گلگت میں پوسٹ آفس انچارج تھا لہذا راولپنڈی پہنچ کر انہوں نے بس کی سیٹوں کی بکنگ کروائی۔ ڈاکٹر صاحب راستے کے نظاروں سے لطف اندوز ہونے کیلئے بس کی فرنٹ سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ایبٹ آباد سے شمالی علاقہ جات میں داخل ہوتے ہی پہاڑی علاقہ شروع ہوا۔ دائیں جانب فلک بوس پہاڑ اور بائیں جانب دریائے سندھ بہہ رہا تھا۔ جوں جوں بس آگے بڑھتی جاتی بتدریج بلندی شروع ہوتی گئی دریائے اباسین کی گہرائی سڑک کی نسبت اتنی زیادہ بڑھتی گئی۔ دریائے سندھ کو اس علاقے میں اباسین کے نام سے پکارتے ہیں اور جوں جوں جنوب کی طرف بڑھتا ہے اسی کا نام دریائے اٹک اور پھر سندھ ہو جاتا ہے۔ یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ یہ سڑک دریائے اباسین کے کنارے کنارے بنائی گئی ہے جسے قراقرم Highway یا شاہراہ ریشم کہتے ہیں اور China border تک جاتی ہے۔ یہ سڑک پاکستان اور چین نے باہمی امداد سے تعمیر کی اور اسی سڑک کے ذریعے دونوں ممالک میں تجارت ہوتی ہے۔

شروع میں تو ڈاکٹر صاحب دریا اور گرد و نواح کے مناظر سے لطف اندوز ہوتے رہے مگر جونہی دریا کی گہرائی فزوں تر ہوتی گئی ڈاکٹر صاحب نے اس کی طرف دیکھنا تو خوف زدہ ہو کر ان کا دل بیٹھنا شروع ہو گیا لہذا انہوں نے اپنے ایک دوست کو اپنی جگہ offer کی اور خود پچھلی سیٹ پر ہو گئے۔ پہاڑی طرف کی کھڑکی کی جانب کر کے بیٹھ گئے تا کہ دریا کی گہرائی دیکھنے سے گریزاں رہیں۔ سڑک کے دورویہ خر مانیوں اور آڑو کے درخت بکثرت استادہ ہیں۔ یہ تنگ سڑک پھلوں سے ڈھکی رہتی ہے۔ بالآخر قریباً نیم شب کے بعد ہی گلگت تک رسائی ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ہم سفر دوستوں کے ساتھ ان کے عزیز جو کہ ڈاک خانہ کے ملازم تھے، کے ہاں جا پہنچے۔

اس زمانے میں گلگت میں زیادہ آبادی اہل تشیع کی اور پھر دوسرے نمبر پر ایک خاص علاقہ میں آغا خانی آباد تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آغا خان فاؤنڈیشن نے وہاں ہوٹل وغیرہ کے بہت سے کاموں کا آغاز کیا ہوا ہے۔ گلگت کے شہر اور گرد و نواح کی سیر کیلئے ڈاکٹر صاحب ڈاک خانہ کی بھی جو ڈاک کی تقسیم کیلئے استعمال کی جاتی اور ہمارے ہاں تانگے کے برعکس اسے دو گھوڑے کھینچتے تھے پر بیٹھ جاتے اور سفر کرتے۔

گلگت میں سورج غروب ہونے کا منظر الفاظ میں بیان کیا جانا ممکن نہیں البتہ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے تمام شہر شفق میں ڈوبا ہوا ہو۔ بعد میں یہ سماں کوئی ایک گھنٹے تک رہتا ہے۔ چند دن وہاں رکنے کے بعد تمام دوستوں نے سکردو جانے کا عزم کیا۔ سکردو جانے کیلئے وہاں سے جیپ کا سفر کرنا ہوتا ہے اور مقامی لوگ ایک جیپ پر اتنی سواریاں بٹھا لیتے ہیں جتنی آجکل Toyota Hiace میں۔ جیپ کی سیٹوں کے علاوہ چاروں mudguards پر بھی مسافر اور ان مسافروں نے سیٹوں کے ساتھ لگے ہوئے قدموں کو پکڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے کنڈے پر دونوں طرف رخ کئے دو دو مسافر بیٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ راولپنڈی سے شاہراہ ریشم پر چلنے والی بسوں کے ڈرائیور پٹھان ہی ہوتے ہیں۔ کنڈکٹر بھی ٹرینڈ ڈرائیور اور گاہے بگاہے اپنی ڈیوٹی تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ جب

Marfat.com

ان تین دوستوں نے جیپ پر سوار مسافر دیکھے تو ان کا حوصلہ ان کے ساتھ سفر کرنے کا نہ ہوا اور انہوں نے ایک اور جیپ hire کر لی۔

دوسرے دن سفر شروع ہوا اور سفر کے دوران پچھلے پہر کے وقت آسمان گہرے بادلوں سے ڈھک گیا۔ پھر شدید سردی کی لہر نے آلیا۔ برف تو پہلے ہی پڑی ہوئی تھی اب بارش تو تھم گئی لیکن ہلکی ہلکی برفباری شروع ہوئی۔ یہ سب دوست اس سے بہت لطف اندوز ہو رہے تھے کہ بدقسمتی سے جیپ کا انجن بند ہو گیا۔ ڈرائیور صاحب نیچے اترے انجن کو دیکھا بھالا لیکن کوشش رائیگاں گئی۔ جب ڈرائیور بے بس ہو گیا اور انجن کو سٹارٹ نہ کر سکا تو ان تینوں دوستوں نے جیپ کو دھکا لگانا شروع کر دیا۔ یہ سب کافی دیر تک جیپ کو دھکا لگاتے رہے اور اس کے دوران استاد ڈرائیور سیٹ پر براجمان رہا۔ کافی دیر تک یہ تگ و دو کار گر ثابت نہ ہوئی انجن سٹارٹ نہ ہوا تو ان دوستوں نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ مزید دھکا لگانے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ سب دوست دھکا لگانے کی وجہ سے خوب کوشش کرتے رہے جس سے سردی کی شدت محسوس ہونے لگی۔ بالآخر سردی کا احساس جاتا رہا۔ اب ناچار یہ تینوں دوست پیدل ہی تھکاوٹ سے او نگھنے لگے گہرے بادلوں کی وجہ سے یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ یہاں شام کا وقت ہو چکا ہے یا نہیں۔ دوسری طرف سردی کی شدت فزوں تر ہوتی گئی۔ ڈرائیور ایک تجربہ کار آدمی تھا۔ اس نے ان تینوں کو انہیں چھوڑنے کا مشورہ دیا اور پہاڑی راستوں پر چلتے رہنے کی ترغیب دی اور یہ واضح کر دیا جو تم میں سے بیٹھا رہے گا وہ میٹھی میٹھی موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔ اس لئے جیپ سے دور یا قریب کی چوٹی تک آتے جاتے رہو اور صبح تک یہی طریقہ عمل بدستور جاری رکھنا چاہئے یہی ایک عمل زندگی کیلئے لازم ہے ورنہ وہ کسی کی موت کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

اسی طرح چلتے ہوئے یہ تینوں قریبی پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے پر ایک طرف روشنی نظر آئی۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ روشنی ایک میل کے فاصلے پر دکھائی نظر آ رہی ہے۔ یہاں گھومنے کی بجائے کیوں نہ اس طرف چلے جائیں۔ میل تک کا ختم ہونے کا نام نہ تھا اور کوئی تین گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ سب وہاں پہنچ گئے۔ ان کی ٹانگیں برفانی علاقہ میں چلتے چلتے شل ہو چکی تھیں جیسے کہ جواب دے چکی ہوں اور خود بھی آگے کی طرف بڑھ رہی ہوں۔ جونہی اس روشنی تک رسائی ہوئی تو دیکھا کہ ایک بزرگ تلاوت کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسے پکارا تو اس نے کھڑکی بند کر دی۔ یہ بیچارے نہایت پریشانی سے دوچار ہو گئے کہ کاش کوئی مدد کو آجائے اس نامساعد صورت حال میں بمشکل یہاں پہنچے پر کھڑکی کے پٹ بند کر دیئے۔ انہوں نے دروازہ کو کھٹکھٹایا کچھ دیر فاصلے پر نصب تھا کھٹکھٹایا کوئی جواب نہ ملا یہ مایوسی کے عالم میں وہیں کھڑے رہے کہ کافی دیر بعد بزرگ نے دروازہ کھولا اور انہیں اندر آنے کی ترغیب دی۔ جب اندر کمرے میں داخل ہوئے تو کمرہ اس قدر گرم تھا جیسے جنت میں داخل ہو گئے ہوں۔ کمرے کے اندر کوئی چارپائی وغیرہ موجود نہ تھی بلکہ چٹائی بچھی ہوئی تھی اور کمرے کے درمیان میں ایک بڑا تنور روشن تھا جس میں لکڑیاں جل رہی تھیں۔ بزرگ نے کھانا کھانے کیلئے کہا مگر تھکاوٹ کی وجہ سے وہ لوگ فوراً ہی سو گئے۔

دوسرے دن صبح جاگے تو وہی بزرگ تشریف لائے اور نہایت معذرت کے ساتھ فرمایا کہ مجھے دروازہ کھولنے میں دیر ہوئی تھی کیونکہ میرے بچے بچیاں اور بیوی یہاں سوئے ہوئے تھے۔ میں نے انہیں اٹھا کر دوسرے ٹھنڈے کمرے میں سونے کیلئے بھیجا۔ اب انکشاف ہوا کہ گاؤں میں صرف ایک ہی کمرہ ایسا ہوتا ہے جس میں تنور لگا ہوتا ہے اور اسی گرم کمرے میں تمام اہل خانہ رات بسر کرتے ہیں۔ اس بزرگ کے جذبہ ایثار سے وہ بہت متاثر ہوئے چنانچہ باہمی تعارف کا سلسلہ شروع ہوا تو بزرگ نے انہیں بتایا کہ "اس گاؤں کا نام ... ہے اور یہاں نوربخشی قبیلے کے لوگ رہائش پذیر ہیں۔ ہم مسلمان ہیں نہ شیعہ نہ سنی۔"

پھر انہوں نے سوال کیا "گلگت اور چترال میں تو اہل تشیع اور آغا خانی رہتے ہیں۔ ان کا کیا تناسب ہے؟"

"غالباً 40% اہل تشیع اور آغا خانی 60% آباد ہیں لیکن یہاں تمام کے تمام نوربخشی ہیں۔"

یہ بھی پتہ چلا کہ وہاں کے رہنے والوں کا پنجاب کے متعلق ایسا ہی خیال ہے جیسا کہ پنجابیوں کے امریکہ۔ وہ سب پنجاب میں جا کر آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا "میری تعلیم تو قرآن تک ہی رہی مگر یہاں ایک سکول ہے جو کہ مڈل تک ہے میرا بیٹا مڈل پاس کر چکا ہے۔ اب مزید تعلیم کا خواہش مند ہے اور میں اسے پنجاب بھیجنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر صاحب نے اس کے بیٹے کی تعلیم میں مدد دینے کو کہا اور پھر چند سال تک ان کی خط و کتابت بھی رہی لیکن اس کے بعد

Marfat.com

یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

پانی پینے کیلئے برف کو آگ سے پگھلا لیتے ہیں اور مچھلی کے شکار کا بھی عجیب طریقہ کار ہے۔ انہوں نے ایک بچے کو شکار کرتے دیکھا جو بچھ یوں ہے۔ دریا کے اوپر برف کی دبیز تہہ جس پر عام آدمی چل سکتا ہے۔ اسقدر شفاف کہ نیچے ایک دریا موجزن نظر آتا ہے۔ یہاں اکثر میں شکار کی بات کر رہا تھا اس لڑکے کے ہاتھ میں ایک لمبی چھڑی موجود تھی جس کے ایک سرے پر دو تیز دھاریں لگی ہوئی تھیں۔ بچہ برف پر چلتا رہا اور نیچے دیکھتا رہا۔ جونہی اسے کوئی مچھلی نظر آتی وہ برف پر چھڑی سیدھی رکھ کر اوپر والے سرے پر زوردار ہتھوڑا مارتا۔ چھڑی برف کاٹ کر زمین میں چھپی مچھلی کے اوپر لگتی اور اس طرح وہ مچھلی کو چھڑی سے لٹکتی ہوئی باہر نکال لیتا۔ ہوتا یوں ہے کہ برف دریا پر جمی ہوتی ہے جبکہ نیچے پانی میں روانی بھی ختم ہو چکی ہوتی ہے تو مچھلیاں آسانی سے حرکت نہیں کر سکتیں۔ تقریباً ایک جگہ پر trap ہو جاتی ہیں انہیں پکڑنا آسان ہو جاتا ہے۔

جب انہیں پتہ چلا کہ وہ ایک ڈاکٹر ہے تو کئی مرد و خواتین وہاں اکٹھے ہو گئے۔ ان میں اکثریت کھانسی، الرجی، ہیپٹیٹس کے مریض تھے اور ڈاکٹر صاحب اپنی ادویات ساتھ لے گیا ہوا تھا۔ ان کی صحت کی اندازہ کریں کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک عورت سے پوچھا: "آپ کی عمر کیا ہے؟"

"40 برس۔" اس نے جواب دیا۔

ڈاکٹر کا اندازہ تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ تیس سال کی ہوگی۔ پھر اس نے سوال کیا:

"آپ اس عمر میں کیا کام کرتی ہیں؟"

"میں پہاڑوں پر جا کر بکریاں چرایا کرتی ہوں۔"

یہ حقیقت ان کی زندگی کا اندازہ بھی کریں اور عمر کا بھی یہی میرے نزدیک ان کی اچھی صحت کا راز ہے۔ Fa-hsien ایک چینی بدھ راہب تھا۔ 402 A D میں ہندوستان گیا اور چین اور ہندوستان کے درمیان تعلقات پیدا کیے۔ اس کی تصانیف میں قدیم ہندوستان کے بہت سے ضروری حالات ہیں۔ وہ سال بھر کی انڈیا میں رہنے کے بعد وہ بحری جہاز کے ذریعے چین کی طرف روانہ ہوا لیکن اس کو بے شمار مشکلات پہاڑوں اور صحراؤں کی مشکلات میں اسے ہندوستان تک کا سفر کرنے میں پیش آیا۔ شدید طوفان نے اس کے جہاز کو ایک جزیرے کی طرف دھکیل دیا جو کہ شاید جاوا (انڈونیشیا) جزیرہ تھا۔ وہاں سے اسے Canton (چین کا شہر) جانے کیلئے دوسرے جہاز پر سفر کیا۔ اب جنوبی چین کی بندرگاہ پر لنگر کی بجائے Fa-hsien کے جہاز کو ایک اور طوفان نے Shantung Peninsula کی ایک بندرگاہ تک جا لگایا۔

اس نے دو سال سے زیادہ سمندر کے سفر میں گزار دیئے۔ اپنے وطن پہنچنے کے بعد Fa-hsien نے اپنا عالمانہ کام شروع کیا اور ہندوستان کی تہذیب جو اسے اتنی مشکلات سے واپس لائیں کو چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس نے ان تصانیف سے اپنے ہم وطنوں کو چینی بدھ مذہب کیلئے بیحد تقویت دی۔

وادی کاغان

اگست 1964 میں راقم الحروف نے عزیز عبداللہ شاہ کے چند ایک ملنے والے گجرات سے اپنی جیپ میں اس کے پاس Wah آئے۔ چائے وغیرہ کے بعد آمد کا مقصد پوچھا تو پتہ چلا season off ہے۔ (یہ سب دوست پنکھا ساز فیکٹری کے مالک تھے) لہذا تفریح کیلئے لطف اندوز ہونے اور اسے بھی ساتھ لے جانے کا عزم کیے ہوئے ہیں۔ ابھی اس کا "ہاں" یا "نہ" میں کوئی جواب نہ تھا تو وہ سب پروگرام بنانے میں منہمک ہو گئے کہ آیا سوات کی سیر کی جائے یا کاغان کی۔ عبداللہ نے کہا "پہلے تو فیکٹری کی چھٹیوں کے بارے میں کچھ بات کر لیجئے۔"

معلوم ہوا کہ عبداللہ کو بھی چھٹیاں مل گئیں اور اس نے کاغان کی سیر کو ترجیح دی جس پر سب دوست متفق ہو گئے اور نعرہ لگایا اور کل صبح تک جیپ پر چلیں گے۔ چونکہ عبداللہ پہلے بھی متعدد بار کاغان کی سیر کو جا چکا اور اس کے محل وقوع سے بخوبی واقف تھا

Marfat.com

لہٰذا اس نے جیپ گیراج میں پارک کرنے کی ترغیب دی کیونکہ ان میں سے کوئی بھی پہاڑی علاقہ میں ڈرائیونگ نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ مصر تھے ''اسی جیپ میں ہی جائیں گے'' اور ڈرائیونگ مہارت کی ڈینگیں مارتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔

بہر حال یہ سوموار کا دن تھا وہ لوگ اللہ کا نام لے کر چل دیئے اور پہلا سٹاپ ایبٹ آباد کیا جہاں انہوں نے سید ھی سادی مگر ایک درمیانے قسم کے ہوٹل میں قیام کیا۔ ایبٹ آباد میں اس وقت اچھی قسم کے ہوٹل صرف دو ہی ہوا کرتے۔ پہاڑی پر چڑھ کر گرد و نواح کا نظارہ کیا ازاں بعد منزل کی جانب عازم سفر ہوئے۔ مانسہرہ سے آگے نکلنے پر سڑک دریا کے کنارے کنارے بالا کوٹ تک جاتی ہے۔ ہموار راستے پر نہایت آرام سے چیں بالکتے ہوئے بالا کوٹ پہنچ گئے۔ وہاں دریا کے بائیں کنارے پر ایک ہوٹل میں قیام کیا البتہ عبداللہ نے اگلے سفر کے متعلق کہا کہ تم میں سے کوئی بھی جیپ نہیں چلا سکے گا۔ چند ایک مقامی آدمیوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے سمجھایا کہ بہتر ہے اپنی جیپ کو یہاں پر چھوڑ جائیں۔ ان میں سے ایک آدمی نے مشورہ دیا کہ راستہ پر خطر ہے۔ مقامی ڈرائیور کی خدمات حاصل کر لی جائیں۔ عبداللہ نے انہیں یاد دلایا کہ ایبٹ آباد میں بھی Tourism والوں نے یہی مشورہ دیا تھا کہ اگر کاغان کی سیر کا ارادہ ہے تو پہلے جیپ سے چھٹکارہ حاصل کرو۔ چونکہ کاغان میں جیپ کی حفاظت بیچے شکاری کا سامان وہ ...... دوبھر اور ادھورا رہ جائیگا۔

ایک دوست نے مشورہ دیا کہ ایبٹ آباد میں اس کے عزیز مقیم ہیں چلو وہاں جیپ چھوڑ آتے ہیں لہٰذا دوسرے ساتھیوں کو واپس لوٹ کر نے کا مشورہ دیا گیا۔ عبداللہ اور اسکا دوست ایبٹ آباد آنے پر ایک دفعہ پھر Tourism کے آفس پہنچے لیکن کاغان میں hut کے حصول میں پھر نا کام ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ season کی وجہ سے پہلے ہی foreigners کے نام huts بک ہو چکے ہیں۔ عبداللہ نے دریافت کیا کہ اس کے علاوہ کوئی اور جگہ ؟ کیونکہ ان کا ارادہ وہاں کوئی چھ دن رہنے کا تھا۔ انہوں نے کہا ''آپ وہاں جائیں۔ عموماً rest-house میں جگہ مل جاتی ہے۔''

Tourist کے آفس میں ایک اور ان کا ہم عمر لڑکا، جو بار بار ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جب وہ نکلے تو اس نوجوان لڑکے نے ان سے کہا کہ میں بھی شکار کی غرض سے ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی ساتھ لے لیں۔ انہیں یہ جان کر خوشی اس بات کی تھی کہ وہ مقامی ہے شاید اسکے تحت انہیں راہنمائی کی سہولت میسر آسکے۔ جب تینوں واپس بالا کوٹ پہنچے تو دوسرے ساتھی بالا کوٹ میں مقیم پر بے چینی سے منتظر تھے کہ ابھی کاغان کا سفر شروع کر دیا جائے۔ عبداللہ نے کہا ''کل۔''

دوسرے دن ناشتہ کر کے دوسرے کنارے ایک اچھا ہوٹل تھا وہیں گیا ازاں بعد کسی نے مقامی ڈرائیور کی .... سے ... سفر کا آغاز کر دیا۔ آٹھ کی سی کی طرز کی ایک جیپ ہوتی ہے لیکن اس میں چار gear لگے ہوتے ہیں۔

جب کاغان اور ناران کے درمیان کے راستے کا گلیشیئر پار کر رہے تھے تو عبداللہ نے اپنے دوستوں سے پوچھا ''اب بتاؤ کیا تم میں سے کوئی جیپ ڈرائیو کر سکتا ہے؟''

وہ خاموش رہے مگر ایک نے کہا ''انشاء اللہ آئندہ سفر پر وہ اپنی جیپ لے کر ہی آئیگا'' تاہم جب بھی کوئی پیچیدہ موڑ آتا یا گہری کھائیوں پر نگاہ پڑتی تو ان کا دل بیٹھ جاتا اور سر چکرانے لگتا۔ خاص طور پر جب گاڑیوں کا کراس ہوتا تو ان کی جیپ کو تھوڑے فاصلہ پر راستہ چوڑا کیا گیا تھا اسے ''موڑ'' کو بالکل کنارے کے ساتھ لگ کر کھڑا ہونا پڑتا۔ بالکل نیچے گہرائی میں دریا شور مچاتا ہوا ... اور کنارے سے ذرا نیچے سینکڑوں فٹ کی بلندی سے گہرائی اتنا مقدر تھی۔ جب کبھی کوئی ایسا منظر آتا تو ان کے دوستوں کے چہرے سے خوف کے پریشانی صاف جھلکتی لہٰذا عبداللہ نے تجویز دی ''وہ نیچے گہرائی میں دیکھنا بالکل چھوڑ دیں ...... نہ ...... جاتا ہے۔''

ایک ساتھی نسبتاً ہمت والے ہوئے اور بار بار کہتے ''یار اسے کاغان تک پہنچ جانے دو ...... آدمی ہوں تو ...... ہوتا ہے ''آئندہ سفر خیر و عافیت سے گزرے گا۔'' دوسرے ساتھیوں نے تسلی و تشفی دی۔

کاغان سے ناران کوئی 103 میل کے فاصلہ پر ہے۔ صبح کوئی نو بجے وہ لوگ بالا کوٹ سے نکلے اور شام چار بجے ناران پہنچے۔ جلدی سے اپنے بیگ اور شکار کا سامان نکالا اور ریسٹ ہاؤس پہنچ گئے۔ ایک کمرے میں رات کیلئے جگہ مل گئی۔ وہاں موجود چوکیدار کو فراخ دلانہ ٹپ سے نوازا اور تاکید کی کہ ہمارے سامان اور جگہ کی حفاظت بطریق احسن کرنا۔ ہم بازار سے چکر لگا کر آتے

ہیں۔ چوکیدار نے انہیں ایک تنور کا پتہ دیا اور کہا: ''وہاں سے جو دال روٹی ملتی ہے کھا لیں۔'' بازار چند دو کانات پر مشتمل تھا البتہ ایک نالے کے کنارے پر ایک اچھی بیکری موجود تھی اور سامنے ایک کچا سا ان کا مطلوبہ تنور۔ تنور والے سے پتہ چلا کہ اُس نے صرف دال، ساگ ہی پکائے ہیں۔ چنانچہ ایک ساتھی نے بیکری کا رُخ کیا جو ڈبل روٹی اور چھ عدد انڈے لے آیا۔ عبداللہ سبزی والے کی دکان پر گیا اور وہاں سے ادرک ٹماٹر پیاز وغیرہ لے آیا۔ ''اپنی مدد آپ'' کے تحت خود ہی سارا آملیٹ کا سامان بنا کر ایک مٹی کے پیالے میں دودھ نما دودھ ڈالا۔ اُس نے بھی اپنی طرف سے توے پر ڈالا اور ٹوٹی پھوٹی پلیٹوں میں ڈال کر انہیں پیش کیا۔ بھوک زوروں پر تھی، خوب شکم پری کی اور الحمد للہ پڑھا البتہ اسی اثناء میں ان کا ایبٹ آبادی ساتھی نجانے کہاں چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو معلوم ہوا کہ اس نے چائے اور toast وغیرہ کھا کر پیٹ بھر لیا ہے۔

واپس پر ریسٹ ہاؤس والے نے ان کے لئے فرش پر گدے ڈالے ہوئے تھے۔ اُن لوگوں نے اپنی چادریں، کمبل نکالے اور رات سونے کی تیاری کرنے لگے۔ دوسرے کمرے میں کراچی سے آمدہ دو خاندانوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اُن میں چار لڑکیاں اور دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ انہوں نے تاک جھانک شروع کر دی لیکن یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ ان میں سے کوئی بھی خوبصورت لڑکی موجود نہ تھی۔ سب لاغر اور مریض جیسے نظر آ رہی تھیں۔ نظر انداز کر کے سونے سے پہلے گپ شپ میں لگ گئے۔ مثلاً کل کا کیا پروگرام ہے۔ قدرتی طور پر سب ساتھیوں نے جھیل سیف الملوک جھیل دیکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی سارا ریسٹ ہاؤس چرس کی بدبو سے بھر گیا۔ چونکہ ان میں سے کوئی بھی اس کا عادی نہ تھا۔ انہیں یہ صورت حال سخت ناگوار گزری لیکن کیا کر سکتے تھے یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ مقامی لوگ ریسٹ ہاؤس کو فقط اسی استعمال میں لاتے جس میں کراچی سے آئے ہوئے مرد بھی شامل تھے۔ ایک عورت جو بوڑھی تھی وہ چرس بھرا سگریٹ جسے ''ڈبل سگریٹ'' کہتے ہیں منہ سے لگائے مزے سے کش لے رہی تھی۔

رات بمشکل بسر کی اور صبح ناشتہ کے بعد کسی دوسری رہائش کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ عبداللہ نے تنور کے پاس ہی ایک کچی چھت والی دکان جو خالی تھی کرایہ پر لے لی۔ روزانہ کرایہ سات روپے طے پایا۔ اس طرح جسے جہاں بھی سر چھپانے کو جگہ مل چلا گیا۔ بہرحال ریسٹ ہاؤس کی بدبودار فضا سے چھٹکارہ پا لیا۔

ناران اور اس جھیل کے درمیان ایک اور گلیشیر جو پہلے سے ذرا بڑا اور ناران سے جھیل کوئی چھ میل پرے۔ دوسرے دن جاتے ہوئے وہ سب لوگ جھیل سیف الملوک تک چلے گئے۔ اب تو جھیل میں کشتی نہیں چلتی البتہ اس وقت جھیل میں کشتی چلتی تھی۔ عبداللہ کے ساتھ ایک جرمن couple بیٹھ گیا۔ لڑکی اُس کے برابر والی سیٹ پر براجمان تھی۔ انگلش زبان میں ایک دوسرے کا تعارف ہوا۔ وہ لڑکی سفید رنگ کی تھی لیکن چہرہ spotted تھا۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور سارا چہرہ تلوں سے بھرا ہوا۔ اُس نے پاکستانی لباس شلوار قمیض زیب تن کیا ہوا تھا پاؤں میں پازیب پہن رکھی تھی البتہ اُس کے ہاتھ پیر خوبصورت تھے۔

وہ سیف الملوک جھیل کی سیر کے بعد واپس لوٹ رہے تھے تو عبداللہ اُس لڑکی کے ساتھ چمٹا رہا۔ جب سب دوست آگے نکل گئے تو اس لڑکی نے نہایت گرمجوشی اور بے باکی سے عبداللہ کا ہاتھ تھام لیا اور ذرا سستانے کی فرمائش کی۔ وہ رک گیا اور راستے سے ہٹ کر ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں دونوں بیٹھ گئے۔ وہ گھبراہٹ محسوس کر رہا تھا۔ تعارف سے انکشاف ہوا کہ لڑکی بہت پڑھی لکھی اور کسی اچھے ادارے میں کام کرتی ہے۔ اُس کا ساتھی دوست ایک بیکار انسان ہے۔ وہ تقریباً ساری دنیا کی سیاحت کو نکلے ہوئے تھے۔ عبداللہ نے پہلے تو قیاس کیا کہ وہ جو اسقدر جڑ کر بیٹھی ہے، پھر رقم کا سوال کرے گی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اُس نے سگریٹ مانگ لیا جو اُس نے اسے دے دیا اور سگریٹ نوشی کے دوران اُس نے چرس کی demand کی۔ عبداللہ نے سوچا آ گئی اپنی اوقات پر۔ اب اُس نے ایک بار پھر اُس کے خدوخال کا جائزہ لیا تو یہ اندازہ لگایا: ''میری عمر 23 سال جبکہ اسکی عمر 35 سال ضرور ہو گی اور ارادہ کیا دفع کرو اس کو میں کہاں چرس تلاش کرتا پھروں گا۔'' لیکن اسی لمحہ اس نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے نخرے سے کہا: ''اسے بڑی طلب لگی ہوئی ہے۔''

عبداللہ میں شیطان نے سر ابھارا اور کہا: ''اس غرض کیلئے ہمیں دوبارہ جھیل تک جانا پڑے گا۔ وہاں میں نے چند ایک آدمی بیٹھے ہیں شاید وہ اس کاروبار میں ملوث ہوں۔'' وہ دونوں دوبارہ سیف الملوک جھیل کے قریب گئے تو عبداللہ نے اُسے علیحدہ بٹھا دیا اور خود ایک پٹھان نما شخص کے قریب گیا۔ اس نے کہا: ''جتنی چاہئے مل سکتی ہے۔'' جب اُس کی زبان سنی تو وہ سمجھ گیا کہ یہ تو واہ فیکٹری

Marfat.com

کے اردگرد کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ نے اسے کھیتوں کے حوالے سے اپنا تعارف کرایا تو وہ بھاگا بھاگا گیا اور کافی مقدار میں چرس لے آیا۔ اب عبداللہ نے کہا، "ایک Golden seed والا چھتر یو والا دو (چرس)۔" وہ فوراً لے آیا۔ عبداللہ نے اسے ... روپے کا نوٹ دیا اور اپنی میم صاحبہ کو لے کے چل پڑا۔

وہ جب واپس ٹھکانے پر پہنچا تو تقریباً شام کے چار بجے کا وقت تھا۔ عبداللہ کے کمرے میں ایک چارپائی بچھی تھی وہ بلا تکلف آن پہنچی اور وہ دونوں اس پر چت ہو گئے۔ جب لڑکی کا جسم اس سے ٹکرایا تو وہ رہ نہ سکا اور یوں اس نے عبداللہ کو سب سے بڑی خوشی اور خواہش سے سرشار کر دیا چنانچہ جب حجاب کی دیواریں مسمار ہو چکی تھیں تو وہ رات بھی اکٹھے رہے۔ عبداللہ وہاں سے ساتھی کا محرم نہ تھا بہرحال وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر لڑکی کا ساتھی ان حالات سے واقف بھی ہو تو وہ خاموش رہنے پر مجبور ہے۔ صبح وہ دونوں ریسٹ ہاؤس میں نہائے۔

ازاں بعد عبداللہ نے ایبٹ آباد والے دوست سے کہا، "آج مچھلی کا شکار کیا جائے" اس غرض سے ہم نے لائسنس حاصل کر لیا ہے۔ دونوں دریائے کنہار کی طرف Fishing gear لے کر چل دیئے۔ وہاں ان سے پہلے چند انگریز شکار میں مصروف تھے۔ لڑکیوں نے نہایت مختصر لباس پہنا ہوا اور دھوپ میں بیٹھی انتظار کر رہی تھیں کہ ابھی کانٹے میں trout یا rainbow لگے گی۔ وہ بھی ان سے آگے تھوڑے سے فاصلے پر شکار کھیلنے لگے۔ دریائے کنہار کا پانی یخ بستہ تھا ہاتھ پانی میں ڈالنے سے سن ہو جاتا۔ بہت وقت انہوں نے وہیں گزار دیا لیکن کوئی شکار نہ ملا اور نہ ہی ان بدیسی افراد کو۔ عبداللہ نے اپنے دوست طارق کو تجویز دی کہ یوں نہ ذرا آگے جا کر قسمت آزمائی کی جائے لیکن وہاں بھی کوئی مچھلی نہ پکڑ سکے۔ ناکام و نامراد واپس لوٹنے لگے تو ابھی چھوٹا نالہ پار ہی کر رہے تھے کہ ایک مقامی آدمی ان کے پاس آیا اور کہا، "اگر تمہارے پاس لائسنس ہے تو وہ مجھے دے دیں میں تمہیں دو مچھلیاں پکڑ کر دوں گا، اجرت بیس روپے ہوگی۔" پہلے تو دل میں آئی کہ اس کی بات مان لیں تاکہ اگر وہ مچھلیاں پکڑ کر دے تو عبداللہ ازراہ مذاق اپنی دوست سے کہہ سکے گا۔ "دیکھو میں شکار کر لایا ہوں" تاہم طارق نے اس پر اتفاق نہ کیا اور کہا، "ہم اس دفعہ بعد دوپہر دریا کے دوسرے کنارے چلیں گے اور وہاں یقیناً شکار ہاتھ لگ جائیگا۔" وہ اسی تجویز مان گیا اور کھانا کھانے کے بعد اس طرف چل نکلے۔ وہاں کی مناسب جگہ کی تلاش میں ایک راستہ پر چل رہے تھے کہ اس نے طارق سے کہا، "ٹھہر جاؤ آگے راستے میں سانپ بیٹھا ہوا ہے پہاڑی علاقہ کے سانپ بہت زہریلے ہوتے ہیں ہمارا ادھر آنا مناسب نہ تھا۔" لیکن عبداللہ نے ایک چپٹا پتھر اٹھایا اور کھینچ کر سانپ کی طرف پھینکا وہ نشانے پر لگا اور سانپ زخمی ہو گیا لیکن بل کھاتا ہوا قریبی جھاڑی میں گھس گیا۔ وہ آگے بڑھا اور ایک بڑا پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔ اسطرح سانپ کا خاتمہ ہو گیا۔ وہ دور تک آگے نکل گئے لیکن کوئی مناسب جگہ نہ ملی جہاں مچھلی کا شکار کیا جا سکے۔

راستے میں ایک لڑکی مخالف سمت سے آ رہی تھی۔ اس نے جونہی انہیں دیکھا وہ سیدھی پہاڑی پر چڑھتی اور پیٹھ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک تو وہ بھی ٹھہرے رہے کہ یہ وہاں کیوں چڑھ گئی ہے؟

طارق نے بتایا، "لڑکی پردہ دار ہے اور راستہ اتنا تنگ کہ وہ نزدیک سے گزرنے پر مجبور تھی اسلئے ہمیں گزر جانے کا موقع فراہم کیا۔" جب ہم گزر گئے تو وہ چھلانگ لگا کر پھر راستہ پر آ گئی اور آگے ناران کی طرف چل دی۔

ناران کے رہائشی پشتو کی بجائے پنجابی بولتے، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور مذہبی ہیں۔ خواتین حیادار اور پردہ دار ہیں لڑکیاں خوبصورت لیکن کسی اجنبی کو لفٹ نہیں کراتیں اور نہ ہی ہمکلام ہوتی ہیں۔ واپسی پر ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا، "اگر وہ ہمارے ہاتھ تین عدد مرغیاں فروخت کر دیں تو ان کی مہربانی۔" اس پر ایک عمر رسیدہ عورت اپنے ہاتھ میں تین پلے ہوئے چوزے لے کر آئی جن کی قیمت اس نے پچاس روپے وصول کی۔ وہ شاں شاں واپس لوٹے۔ انکے سب ہی دوست بڑے خوش تھے کہ اگر مچھلیاں نہیں لا سکے تو چوزے تو کہیں سے چوری کر کے لے آئے ہیں اور انہیں اس کامیابی پر مبارکباد دی۔ کیا کرتے اب ان کی قیمت یعنی بھی وارد کی اور چوزے پکانے کیلئے دے دیئے۔ عبداللہ اپنے کمرے میں چلا گیا اور اپنی دوست لڑکی کا انتظار کرنے لگا لیکن وہ نہ لوٹی۔ کوئی رات دس بجے پیغام ملا کہ کھانا تیار ہے جو ان پانچوں دوستوں نے خوب مزے سے کھایا۔

دوسرے دن پھر لائسنس کی غرض سے عبداللہ متعلقہ دفتر گیا۔ دیکھا گیا ہے کہ وہاں سب ملازم نہایت مودبانہ انداز میں

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ اُس نے کہا "دو افراد کیلئے لائسنس بنا دیں۔"

انہوں نے جواب دیا "اسسٹنٹ ڈائریکٹر صاحب تشریف لا چکے ہیں" وہ ان کے دفتر چلا گیا۔ وہاں عبداللہ کا ایک دیرینہ دوست جو وہ ڈنیل کی فیملی میں سے تھا، بیٹھا ہندکو زبان میں چند افراد سے باتیں کر رہا تھا۔ جونہی اُس نے عبداللہ کو دیکھا اُٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا "آپ یہاں؟" عبداللہ کے اُس کے ساتھ گہرے تعلقات استوار تھے۔ وہ دو دفعہ اُس کے گاؤں دعوت پر جا چکا تھا۔ اب لائسنس تو جب اُس نے کہا "وہ اپنے آدمی کا ئیڈنس کیلئے فراہم کرے گا تو کچھ حاصل ہو سکتا ہے ورنہ یہاں ماسوائے مقامی لوگوں کے کوئی شاذ و نادر ہی مچھلی پکڑنے میں کامیاب ہوتا ہے۔" چائے وغیرہ سے تواضع کے بعد جب وہ وہاں سے جانے لگا تو اُس نے اپنے دو آدمی ساتھ کر دیئے۔

دوسری شام پانچ بجے وہ دونوں آدمی دوبارہ آئے۔ عبداللہ اور طارق کو ساتھ لیکر دریا کے کنارے چل پڑے جہاں انہوں نے [illegible] تھوڑی دور چل کر انہوں نے کہا "یہاں آرام سے کانٹا پھینکیں۔" انہوں نے اُن کی ہدایت پر عمل کیا چند منٹوں میں مچھلی ہاتھ لگی پھر انہوں نے چھ مچھلیاں پکڑیں اور نہایت کر و فر سے انہیں لٹکائے واپس لوٹے۔ اُنہیں دیسی طرزِ عمل سے مصالحہ دار تیار کروا کے سب ساتھیوں نے مزے لے لے کر کھایا۔ مچھلی تاثیر میں اسقدر گرم ثابت ہوئی کہ پسینہ بہنے لگا۔ دوسرے دن از خود بغیر مدد کے چھ مچھلیاں پکڑے اور Fisheries والے جہاں آتے دیکھتے سلام کیلئے رُک جاتے۔ دوبارہ دعوت مچھلیوں سے ہی اڑائی۔ اس کے بعد کوئی شوق باقی نہ رہا کہ مچھلی کھائیں کیونکہ اسکا بدن بالخصوص رانیں تپ گئیں۔ وہ دن میں کئی کئی بار نہاتا۔

ایک دن پھر سیف الملوک جھیل پر جانے کا پروگرام بنا لیا۔ شام کو اس پروگرام کو کچھ یوں ترتیب دیا کہ وہ دوست جو جھیل کی سیر کو جا رہے ہیں اُن میں سے عبداللہ، طارق ایبٹ آباد والا اور جاوید تینوں جھیل کے دوسرے کنارے پر بھی جائیں گے جبکہ دیگر دو جو زیادہ نازک اندام تھے وہ پہلے کنارے پر ہی بیٹھ کر آرام کریں گے۔ رات کو جب عبداللہ سونے لگا تو اُسی لڑکی کی یاد نے آ دبوچا۔ وہ چھت سے کاتیں گنتا ہوا سونے کی کوشش میں مصروف تھا لیکن نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دل کو سمجھایا کہ اُس سے میرا کیا تعلق ہے اس نے چند لمحوں کی اجرت کے طور پر مجھے خوش کرنے کیلئے رات میرے ساتھ گزاری۔ شاید مغربی معاشرت میں ایسا ہی ہوتا ہو۔ عبداللہ نے چھت میں لکڑی کے بالے میں بہت بڑا چوہا دیکھا جو چھلانگ لگا کر دوسرے شہتیر تک گیا اور پھر غائب ہو گیا۔ تمام رات اُس نے تو چوہے کے دوسرے شہتیر پر پہنچنے کی آہٹ بھی سنی۔ اُس نے فیصلہ کر لیا کہ کل یا تو یہ جگہ بدل لونگا یا پھر واپس چلا جاؤنگا۔ ابھی چونکہ چھٹیاں باقی تھیں اسلئے صبح اُس نے دوسری رہائش کا بندوبست کر لیا اور اُس کے مالک کو واضح طور پر کہا "یہاں چھت والے یہ چوہوں کی مسکن ہے اور چوہے بھی چھوٹے نہیں خالصتاً بڑی نسل کے ہیں۔" وہ مسکرایا اور کہنے لگا "وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے اور پھر سات روپے میں اس سے بہتر کہاں رہائش ملیں۔"

دوسری صبح سب ناشتہ کیلئے اکٹھے ہوئے تو ناشتہ کرنے کے بعد اللہ کا نام لیکر چل پڑے۔ بڑے خوش قسمت تھے کہ اُن کے پیچھے ایک انگریز لڑکی نہایت خوبصورت گداز بدن آ رہی تھی۔ اُس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا وہ بھی نہایت صحت مند۔ دونوں نے اپنی کمر پر زین سے تھیلے لٹکائے ہوئے تھے۔ وہ سب سست رفتاری سے چلنے لگے اور اُنہیں اپنے قریب آنے کا موقع فراہم کیا لیکن وہ لڑکا اور لڑکی دونوں انکے قریب سے گزر گئے اور پھر اُن کے قدم آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ تھیلوں میں انہوں نے پتھر توڑنے کے اوزار ڈال رکھے تھے۔ اب ہر قدم پر وہ اُن سے آگے بڑھتے اور اُنکا درمیانی فاصلہ زیادہ ہوتا جا رہا تھا۔ جب وہ جھیل پر پہنچے تو لڑکا اور لڑکی جھیل کے کنارے دائیں ہاتھ پر جو گلیشیر واقع تھا، وہ عبور کر چکے تھے۔

وہ سب دوست تھوڑی دیر بیٹھے رُک گئے۔ چائے وغیرہ پی لی تو حسبِ پروگرام تینوں جھیل کے دوسرے کنارے پر جانے کیلئے آرام سے اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن جب نگاہ ڈالی کہ اب وہ لڑکی اور لڑکا کہاں ہیں تو وہ نہ مل سکے چنانچہ انہوں نے بھی دوسری طرف والے پہاڑوں پر چلنا شروع کر دیا اور پھر غاروں تک جا پہنچے۔ مقامی لوگوں نے کہا تھا کہ اگر وہ غاروں تک جائیں تو غاروں کے اندر جانے کی کوشش نہ کریں نقصان اُٹھائیں گے۔

عبداللہ نے دیگر دوستوں سے مشورہ کیا اور ایک غار کے اندر نہایت محتاط طریقہ سے داخل ہو گئے۔ جوں جوں وہ آگے

Marfat.com

بڑھتے چلے گئے اندھیرا زیادہ ہوتا گیا۔ چونکہ ان کے پاس روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا اور پھر یہ خدشہ بھی لاحق تھا کہ کہیں کھو نہ جائیں، واپسی کا ارادہ کیا۔ ابھی واپس لوٹے ہی تھے کہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ لڑکی اور لڑکا اسی غار میں داخل ہو رہے تھے۔ ان کے پاس ٹارچیں بھی موجود تھیں اور وہ نہایت پُراعتماد انداز سے ہمارے پاس سے گزر گئے اور آگے جا کر انہیں ان کے پتھر توڑنے کی آوازیں آنے لگیں۔ چنانچہ وہ اس غار سے باہر نکل آئے اور واپس دوسرے کنارے پر اپنے دوستوں سے آن ملے۔ پھر کچھ آرام کرنے کے بعد سب نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستے میں کبھی بھاگتے اور کبھی رک جاتے۔ اس طرح وہ ایک درخت کے پیچھے ہوئے تھے کہ انہوں نے وادی دیکھنا شروع کر دیا۔ وہاں بہت گہرائی میں چند ایک مکان بھی نظر آئے۔ عبداللہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ یہاں پہنچتے کیسے ہوں گے۔ دیکھتے ہوئے انہوں نے بالکل قریب ایک پری نما لڑکی کو ایک پتھر پر بیٹھے ہوئے پایا۔ جب اس لڑکی کو احساس ہوا کہ وہ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں تو وہ چھلانگیں لگاتی ہوئی پل بھر میں غائب ہو گئی۔ جب دوبارہ نظر آئی تو وہ اپنے مکانوں کے نزدیک پہنچ چکی تھی۔ یہاں تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور خود کو کیسے بیلنس کر رہی ہوگی۔ اس لڑکی نے کالے رنگ کا لباس اور کالی ہی چادر اوڑھی ہوئی تھی جس چادر کے اندر والا حصہ دوسرے سرخ رنگ کے کپڑے سے بنا ہوا تھا۔ چاند سا مکھڑا جو دل کو بہت ہی بھلا لگ رہا تھا لیکن یہ منظر تو چند ثانیوں پر مشتمل تھا جیسے نظروں کا فریب ہو۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مقامی لوگوں کا رہن سہن مرد و خواتین کا پہناوا اور غیرت مندی کا مظہر ہے۔ اس لیے دوشیزہ کو اس قدر بھاگنا پڑا اور عبداللہ کو افسوس ہو رہا تھا کہ اگر وہ یہاں کھیل رہی تھی تو انہوں نے اسے بلاوجہ disturb کیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ جھیل کی طرف آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

واپس ناران آ کر سب نے رات جگا کیا اور ساری رات الٹے سیدھے گانے گاتے رہے۔ ساتھ ساتھ قہوے کا دور چلتا رہا۔ صبح ایبٹ آباد والے طارق نے تو واپس جانے کی اجازت چاہی سو وہ چلا گیا اور عبداللہ کو تردد رہا کہ اب کس طرح پھر وہاں جائیں۔ بالآخر دیگر ساتھیوں نے آگے جانے کا پروگرام بنایا اور اس غرض سے انہوں نے 400 روپے میں ایک جیپ کرایہ پر حاصل کی۔ اسی جیپ سے دوسری شام انہیں واپس لوٹنا تھا لیکن بیچارہ عاشق مزاج عبداللہ راضی نہ ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ شاید وہ جھیل والی لڑکی اسے دوبارہ نظر آ جائے۔ ان کے چلے جانے کے بعد لکڑی کے بنے ہوئے huts کی طرف گیا مگر وہاں سے تلاش کرنے لگا لیکن بے سود۔

دوسرے دن شام کو جب دوست واپس آئے تو انہوں نے مجھے بتایا "وہ لڑکی جو جھیل میں کشتی پر تھی وہ کہیں بھی نظر آئی ہے؟" اب عبداللہ کے لئے یہاں رہنا ممکن نہ رہا اس نے جیپ کرایہ پر حاصل کی اور چل پڑا۔ راستے میں کئی بلند و بالا پُرشکوہ پہاڑ گزرتے جا رہے تھے کہ کوئی اور چیز سے جاتے نہیں دیکھا گیا۔ جب وہ اس قصبے میں پہنچا تو ایک صاحب سے نہایت رازداری سے پوچھا "میاں وہ جو دو فرنگی تھے کہاں ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا "وہ کل اور آگے چلے گئے ہیں۔" وہ ہاتھ ملتا رہ گیا اور مایوسی کے عالم میں اسی روز دوستوں کو اطلاع دی "میری چھٹیاں ختم ہونے کو ہیں اس لئے واپس واہ جا رہا ہوں" اور انہیں دعوت بھی دیتا آیا کہ واپسی میں واہ فیکٹری ضرور آئیں۔

ہندوستان کا سفر
قلمی دوستی

آج سے تقریباً پچیس سال پیشتر جب اشرف صاحب کی عمر ہنوز سات سال تھی تو اسلامیہ ہائی سکول میں دوسری جماعت میں زیر تعلیم تھے۔ ان کی رہائش حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے دیوان خانہ سے جانب مشرق شاہدرہ روڈ پر مسجد ... صاحب کے قریب تھی۔ اشرف صاحب سکول جاتے وقت پیر صاحب کے دیوان خانہ کے سامنے شاہدرہ روڈ پر سے ہوتے ہوئے دیوان خانہ کی مغربی گلی سے گزر کر براستہ بند سکول پہنچ جایا کرتے۔ چند سال بعد پیر غلام عباس صاحب، حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے ماموں زاد اسلامیہ ہائی سکول میں بحیثیت معلم تعینات تھے۔ ازاں بعد اپنا علیحدہ سکول مسلم ہائی سکول اندرون شیرانوالہ دروازہ

Marfat.com

(موجودہ چوک پاکستان) سے جانب شمال شروع کر دیا۔ پیر غلام عباس صاحب چونکہ محلہ گڑھی شاہدولہ میں ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ انہوں نے طلباء کے والدین سے گھروں میں جا کر اطلاع دی کہ میں نے اپنا سکول علیحدہ بنا لیا ہے لہذا بچوں کو میرے سکول میں پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ پیرزادگان اور دوسری برادری کے بچوں نے مسلم ہائی سکول میں جانا شروع کر دیا۔ ان بچوں میں حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے بھتیجے نصر الدولہ (پروین الدولہ انور) نے بھی پڑھنے کیلئے مسلم ہائی سکول جانا شروع کر دیا۔ جب اشرف صاحب اپنے علاقہ کے بچوں کے ساتھ سکول جانے کیلئے روانہ ہوتے تو پیر صاحب کے دیوان خانہ میں سے نصر الدولہ نے بھی اسی batch میں شامل ہو کر سکول جانے کا معمول بنا لیا۔

پیر سید رشید الدولہ صاحب کے دیوان خانہ میں بیریوں کے درخت کثرت سے تھے (ضمیمہ 182) اشرف صاحب نے جب پیر صاحب کے دیوان خانہ میں آنا شروع کیا تو پیر صاحب نے سب سے پہلی نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ اکٹھے سکول جایا کریں۔ اس طرح اشرف صاحب نے دیوان خانہ میں آنا جانا معمول بنا لیا اور نصر الدولہ سے دوستی مزید گہری ہوگئی۔ اشرف صاحب نے چھوٹی عمر میں ہی پیر صاحب کی صحبت با سعادت اختیار کر لی اور جب پیر صاحب پروین الدولہ کو روزمرہ جیب خرچ دیتے تو اشرف صاحب کو بھی اتنی رقم دیتے۔ اشرف صاحب پیر صاحب کے مطب میں بیٹھے ہوتے تو پیر صاحب مریضوں کو اپنے دیگر احباب کو خوش اخلاقی سے ملتے اور نیک دعائیں دیتے اور پذیرائی فرماتے تو یہ بہت متاثر ہوتے۔ وہ پیر صاحب کی طرف ایک ٹک دیکھتے رہتے باتیں بھی توجہ سے سنتے اور پیر صاحب کے منکسر المزاجی کے جذبے سے متاثر ہو کر موصوف کو لوگوں سے اخلاق اور رابطہ کا شوق جاں گزیں ہو گیا جیسے پیر صاحب جب کسی سے ملاقات کرتے مصافحہ کرتے اور پذیرائی فرماتے۔ بعینہ اشرف صاحب بھی انکی تقلید میں ویسے ہی مصافحہ کیا کرتے اور خوش اخلاقی کا ثبوت پیش کرتے۔

وقت گزرتا گیا اب پروین الدولہ اور اشرف صاحب نویں جماعت کے طالب علم تھے اور جب اشرف کی عمر کوئی پندرہ سال کی تھی تو چوہدری اکرم کے احاطے میں ایک Open air cinema (اس زمانے میں Touring talkie کہا جاتا) شروع ہوا جس میں فلم "گوالن" چل رہی تھی۔ ایک شام گھر سے خفیہ انداز میں اشرف، نصر الدولہ اور چند ایک دیگر دوست فلم دیکھنے چلے گئے۔ اس وقت فلم شروع ہونے میں گھنٹہ باقی تھا۔ گھر والوں کی ناراضگی کے پیش نظر صرف ایک گھنٹے کے اندر ہی فلم چھوڑ کر سب دوست واپس لوٹ آئے۔ چند دنوں کے بعد اشرف کا ایک تایا زاد بھائی یونس راولپنڈی سے گجرات آیا۔ یہ دونوں فلم "ہم لوگ" دیکھنے کیلئے مجسٹک سینما میں گئے مگر اشرف صاحب فلم دیکھنے کی بجائے فلم چلانے والے پر دھیان دے رہے تھے اور اشرف کو گجرات کے Majestic cinema میں فلم projector چلانے کا شوق پیدا ہو گیا لہذا اشرف نے کوشش شروع کر دی کہ کسی طور سینما پر فلم چلانا سیکھ لے۔

اشرف کو پتہ چلا کہ گجرات کے Rex cinema کا help operator غلام حسین تھا۔ محلہ گڑھی شاہدولہ کی ایک مشہور شخصیت چوہدری غلام رسول ہوا کرتے۔ اشرف نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی۔ چوہدری صاحب نے اشرف کے والد صاحب سے انکی اجازت لے لی۔ چوہدری صاحب اور غلام حسین قریبی دوست تھے لہذا چوہدری صاحب (اشرف) کو Rex cinema تک لے گئے اور چوہدری سرور جوڑا صاحب جو کہ اس سینما کے مالک ہیں، کی اجازت سے اشرف کو غلام حسین کے سپرد کر دیا۔ Cinema operator کا کام اشرف نے اس لئے شروع کیا کیونکہ گھریلو حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے آٹھویں جماعت میں تعلیم کے حصول سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی۔ اب اشرف نے فلم چلانے کا کام باقاعدہ شروع کر دیا۔

چوہدری سرور جوڑا پنجگانہ نماز کے عادی تھے۔ جمعہ کے دن کا روزہ بھی کبھی قضا نہ کیا۔ اکثر اوقات نماز سینما میں ہی پڑھ لیتے ہیں۔ چوہدری سرور جوڑا کی باقاعدگی سے نماز کی ادائیگی سے متاثر ہو کر اشرف کا بھی صوم و صلوٰۃ کا جذبہ فزوں تر ہو گیا اور ایک جائے نماز گھر سے ہی سینما پر لے گئے۔ 1954 سے آج تک اشرف کے تعلقات سرور جوڑا صاحب سے بدستور استوار ہیں۔ اشرف کا سینما میں کام شروع کرنے کے ساتھ ہی دوستی کا حلقہ وسیع تر ہو گیا کیونکہ نوجوان طبقہ میں فلم اپریٹر کافی اہم شخصیت ہوا کرتا تھا اور نوجوان اکثر اوقات اشرف کا Operation room دیکھنے کیلئے فرمائش کرتے اور کئی نوجوانوں کی خواہش ہوتی کہ اشرف سے ملاقات ممکن

Marfat.com

ہو۔ اس زمانے میں تنخواہ چالیس روپے ماہوار تھی۔ [illegible] صاحب نے یہ تنخواہ اشرف کی شادی سے دوران [illegible] کی۔ پیر جی صاحب اشرف کو اپنے بیٹوں کی طرح شفقت سے نوازتے اور جب [illegible] سے ملنے آتا تو [illegible] ملنے میں [illegible] ملا دیتے۔

اس زمانے میں دو ہفت روزہ اخبارات کا اجرا ہوا جن میں سے ایک کا نام Screen Light اور دوسرے اخبار کا نام "نمونہ" تھا جو [illegible] ہوتا تھا۔ یہ دو اخبارات اردو زبان میں شائع اور فلمی مواد سے مزین ہوتے۔ علاوہ ازیں ان اخبارات میں قلمی دوستی کے اشتہارات پر مشتمل کالم باقاعدگی اور تسلسل سے شائع ہوا کرتے۔ اشرف نے ایک موقع پر "نمونہ" اخبار میں قلمی دوستی سے متعلقہ کوپن پُر کر کے اس میں پیر فضل گجراتی کا ایک شعر لکھا۔ شعر کے ذیل میں اپنا نام و پتہ "محمد اشرف" [illegible] اپنے گھر کا پتہ لکھ کر کوپن کو پوسٹ کر دیا۔ اس طرح ان کی قلمی دوستی کا آغاز ہوا اور قلمی دوستی کا سلسلہ چلتا رہا۔

1966 میں اشرف نے Electric Inspector. Lyton Road. Lahore سے [illegible] سے باقاعدہ گورنمنٹ سے Cinema operator کا لائسنس حاصل کیا۔ اس کے بعد Rex [illegible] میں Head operator کے عہدے پر کام کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی قلمی دوستی کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چونکہ قلمی دوستی کا شوق ہونے کی وجہ سے [illegible] اشرف G.P.O پر اپنے خطوط لینے اور پوسٹ کرنے کے لئے خود جایا کرتا۔ کافی عرصے سے operator کی ملازمت چھوڑ دی ہوئی ہے اور چند سال ہوئے گھریلو پریشانیوں کے ہجوم میں قلمی دوستی کا مشغلہ بھی منقطع ہو چکا ہے۔

1975 کی بات ہے [illegible] وقت اور امان اللہ عرف [illegible] GPO جایا کرتے۔ ایک روز اتفاق سے اشرف بھی ان کے ساتھ چلا گیا وہاں ایک [illegible] لندن [illegible] کا رہنے والا تھا۔ بعد میں [illegible] ہندوستان میں آباد ہو گیا [illegible] کی طرف سے ملا جو اس نے اپنے مرشد نانگے شاہ [illegible] لکھا۔ یہ بھی تحریر تھا کہ [illegible] کئی خط لکھے مگر گجرات سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اس خط میں نانگے شاہ صاحب سے [illegible] متعلق عرض کی گئی تھی۔ ایک کاروباری [illegible] اور [illegible] اگر [illegible] کی اور [illegible] مل جائے تو نانگے شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان تعویذات کے متعلق عرض کی جائے۔ ([illegible] پتہ نہیں تھا کہ نانگے شاہ صاحب رحلت فرما چکے ہیں۔) یہ بھی لکھا تھا کہ نانگے شاہ صاحب کی خدمت میں [illegible] لندن [illegible] کی طرف سے حضرت شاہ دولہ صاحب کی مزار پر حسب توفیق نذرانہ پیش کریں اور [illegible] اشرف کی قلمی دوستی کا لندن والے سے آغاز ہوا خط کا متن کچھ یوں ہے۔

"۱۲"

Dhanbad

20-5-75

شریمان نانگے شاہ جی!

سلام قبول ہو۔ شاہ صاحب عرض ہے کہ بہت دن ہو گئے ہیں آپ کو خط لکھا جواب نہ آیا۔ میں آپ سے [illegible] چاہتا ہوں۔ 1947 میں آپ کا تعویذ [illegible] اور [illegible] وقت یاد رکھتا ہوں۔ [illegible] لندن [illegible] قادر آباد ضلع گجرات تحصیل پھالیہ۔ میری قسمت [illegible] ہے اور آپ مہربانی کر کے لفافے میں تعویذ بھیج دیں۔ [illegible] مہربانی اور ان کی عنایت سے اپنے دن کٹ رہے ہیں۔ [illegible] عمر زیادہ ہے [illegible] وقت [illegible] لڑکیاں جوان اور شادی کے قابل ہیں۔ شادی کس سے کروں [illegible] دل نے [illegible] آپ کا خیال آیا آپ بھی [illegible] ہو گئے۔ دل سے دل کا رشتہ ہوتا ہے۔ میری طرف سے شاہ دولہ کی خانقاہ پر [illegible] کریں اور [illegible] زندگی آرام سے کٹ جائے۔ اس وقت شادی [illegible] ہوں۔ آپ [illegible] کی نگاہ سے روشنی کریں تعویذ بھیج دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور حالات سے آگاہ کریں۔ شادی [illegible] وقت ساتھ نہیں دیتا [illegible] ایک تعویذ بھیج دیں ساتھ ہی دونوں تعویذ لفافے میں بند کر کے بھیج دیں [illegible]

Marfat.com

[illegible] پورہ کرتا شاہ
[illegible] ادر مجلس وسلام دینا اور میرے پر رحم کرم کرے ہی پورہ کرتا شاہ
[illegible] وقت بوقت بھی عمل کرتا ہوں۔ شمال مغرب کے بیچ بیٹھ کر سجدہ
[illegible] بادشاہ صاحب شاہدولہ کی خانقاہ پر جا کر میرا سلام دیں آپ کا
[illegible]

[illegible] شاہ تک پہنچا دیں۔ [illegible] بڑی مہربانی
[illegible] شاہدولہ کی خانقاہ بیری والا نواں گجرات، پنجاب، پاکستان۔"

[illegible] اشرف ننگے شاہ کے مزار پر گیا وہاں ایک متولی عورت بنام نور بی بی جسے ننگے شاہ
[illegible] ننگے شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے دو تعویذ دیئے۔ اس کے بعد
[illegible] مزار پر حاضری دی اور حسب توفیق نذرانہ کندن لال کی طرف سے پیش کیا۔ [illegible]
[illegible] "ہم مسلمان جو بھی کام کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی رضا کے
[illegible] ہمارے پیشوا و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔" اور خط و کندن لال
[illegible]

[illegible] کے بعد کندن لال نے لکھا کہ میں Indian National
[illegible] INA Army [illegible] Partition کے بعد میں پنشن نہیں ملی اگر کوئی شخص مجھے پاکستان میں جانتا ہو اور وہ
[illegible] وہ مجھے جانتا ہے تو مجھے پنشن مل سکتی ہے۔

اشرف [illegible] عبدالغفور گجرات [illegible] میں ملازم تھا اور اس کے پاس حاریوں کے قریب کی کاوش سے
[illegible] کی ملازمت سے ریٹائر تھا۔ بڑھاپے کی وجہ سے رات عبدالغفور
[illegible] پنشن [illegible] اشرف نے کندن لال سے متعلق عبدالغفور سے بات کی تو اس نے
[illegible] بات کریں گے بعد ازاں ایک روز اشرف کی ملاقات [illegible] صاحب سے جو عبدالغفور
[illegible] اشرف نے جب کندن لال کا ذکر کیا تو [illegible] صاحب نے کہا کہ میں کندن لال کو بخوبی جانتا ہوں
[illegible] INA میں رہے ہیں۔ [illegible] کافی جائیداد تھی اور کندن لال اخلاقی لحاظ سے مسلمانوں سے
[illegible]

[illegible] پنشن کے GPO گئے۔ اشرف اور غفور صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پنشن لینے سے
[illegible] Stamped paper لی گئی اور دو کاپیاں فوٹو سٹیٹ کروا کر بذریعہ رجسٹری
[illegible] post [illegible] کندن لال نے Stamped paper ملنے کی تصدیق بھی کر دی۔ کافی عرصہ
[illegible] کندن لال کی بیوی نے کندن لال کی فائل جو کہ پنشن کی
[illegible] چند ماہ بعد کندن لال کو پنشن مل گئی اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔

[illegible] 1978ء میں اپنے بیٹے کی شادی پہ (محمد اشرف صاحب) کو پاکستان سے invite کیا لہذا
اشرف نے [illegible] پاسپورٹ آفس سے India کی endorsement کرائی
[illegible] Home Dept سے N O C لیا۔ کندن لال نے شادی کارڈ کے علاوہ خط میں یہ بھی لکھا "اگر ہندوستان آئے
[illegible] شادی کی تاریخ [illegible] متولی بھی دی جا سکتی ہے مگر آپ نے آنا ضرور ہے۔"

16 مارچ 1978ء اشرف لاہور سے بذریعہ ٹرین India کے لیے روانہ ہوا۔ "اٹاری" سٹیشن پر چیکنگ کے بعد ٹرین
[illegible] ٹرین میں سوار ہو گئے۔ دوسرے دن قریباً چار بجے ٹرین "بنارس" پہنچی
[illegible] اشرف نے ایک conductor سے معلومات دریافت کیں تو بتایا گیا کہ اسی ٹرین میں بیٹھ کر "مغل سرائے"

اسٹیشن پر اتر جائیں۔ ازاں بعد [illegible] آتی اس پر بیٹھ کر [illegible] جاتے ہیں۔

اسی رات کے پچھلے پہر تقریباً تین بجے اشرف صاحب [illegible] اسٹیشن پہنچ گئے۔ چونکہ [illegible] اندھیرا [illegible] تھا لہذا اسٹیشن پر ہی صبح ہونے کا انتظار مناسب خیال کیا۔ [illegible] راستوں پر اندھیرے میں [illegible] روشنی ہوئی تو اشرف اسٹیشن سے باہر نکل کر Cycle rickshaw پر بیٹھ کر [illegible] رکشہ والے نے ایک روپیہ مانگا۔ محمد اشرف صاحب کے پاس change [illegible] کرایہ [illegible] آٹھ روپے ادا [illegible] رکشہ والے [illegible] کرایہ [illegible]۔

[illegible] صاحب [illegible] تھے اور [illegible] تھے۔ چونکہ [illegible] وقت تھا تمام اہل خانہ سوئے پڑے تھے۔ اشرف نے [illegible] ایک نوکر [illegible] اور ایک [illegible] آواز دی۔ [illegible] جب [illegible] تک رسائی ہوئی تو [illegible] اشرف نے اپنا تعارف کرایا تو [illegible] نے نہایت خوشی کا اظہار کیا اور [illegible] پاکستان سے تشریف لائے ہیں۔ [illegible] ہوئے تھے۔ جب گھر والوں نے آوازیں [illegible] تو سب جاگ اٹھے۔ اس وقت [illegible] بیٹھے تھے۔ [illegible] سب سے چھوٹے بیٹے [illegible] اور [illegible] چھوٹی [illegible] جبکہ [illegible] کی دو بیٹیاں تھیں اور [illegible] شادی شدہ [illegible] اپنے گھروں میں آباد تھیں۔ [illegible] جہاں ایک چارپائی پر اشرف صاحب بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد [illegible] کے بعد [illegible] تبدیل کئے۔ [illegible] ناشتے [illegible] اشرف صاحب [illegible]۔

تھوڑی دیر بعد [illegible] پر آ کر بیٹھ گئے۔ [illegible] تھے۔ [illegible] پاکستان سے [illegible] سے تجارت [illegible] ان میں سے ایک [illegible] اور ایک [illegible] بھائی [illegible]۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا اشرف [illegible] اور اس [illegible] تھے۔ [illegible] اشرف ایک [illegible] سے اشرف [illegible]۔

"[illegible] آپ [illegible]۔"

"بیٹا ہماری [illegible] سرزمین ہے۔ یہ [illegible] اس لئے میں آپ کے پاؤں چومنے میں حق بجانب ہوں۔"

جہاں جہاں بھی [illegible] خدمت خاطر سے نوازتے۔ [illegible] نہایت خوشی کا اظہار [illegible] پذیرائی میں [illegible] خوشی کا اظہار [illegible] بھائی جن کا نام [illegible] بڑے بھائی کا نام [illegible] پرانا بازار [illegible] واقع [illegible] اشرف [illegible]

... سے محبت اور شوق سے ہوئی ... جاتے۔ جبکہ کشن لال سیٹھی کے بیٹے کو "چھوٹا" کہتے تھے جبکہ بیٹی کا نام نیلم۔ ان دونوں کی شادی قرار پائی اور شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی۔

اشرف صاحب کو اس دوران خاص عزت بخشی گئی اور جب ایک افراد سے ان کا فخریہ تعارف کرایا گیا کہ ان کا ایک دوست پاکستان سے آیا ہوا ہے۔ ایک موقع پر جب کندن لال سیٹھی کا سارا پریوار اکٹھا بیٹھا ہوا تھا تو کرتار دیوی (کندن لال سیٹھی کی پتنی) نے سب بچوں کو ہدایت کی کہ ... محمد اشرف صاحب کو بھی ساتھ لے جائیں۔ اس طرف مت لے جانا جہاں کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو جبکہ پاکستان سے آئے مہمانوں ... پاکستان ... حفاظت ... فرض ہے۔ اشرف صاحب اس بات سے نہایت متاثر ہوئے ... بہت ... ہے۔

اس کے بعد شادی کی خوشیاں اختتام پذیر ہو گئیں اور چند دنوں بعد ہندوؤں کے ایک تہوار کا دن آ گیا۔ وہ تہوار ... سے ... منسوب ہے ... ایک ہندو دیوی ... جس کا نام ... پیدا ہوا۔ ... خوشیوں سے ... موم بتیاں جلائی جاتی ہیں اور ... ہوتا ہے جس میں ایک بڑا اور چھوٹے میں پھول ... موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔ ... باری باری سے چھوٹے ... زمینوں) میں لڑکے ... ہیں ... کا شادی کا کام کرتی ہیں۔ ... علاقہ (زمینوں) میں لڑکے ... جاتے ہیں جبکہ چھوٹا اچھالتے ہوئے گیت گاتے جاتے ہیں۔ ایک ... ہوتی ہے۔

یہ ... راکھی باندھنا کہتے ہیں۔ اس دن کوئی لڑکی کسی لڑکے کو راکھی باندھ دے تو وہ لڑکا اسے بھائیوں ... ہوتا ہے۔ یہ رشتہ بڑا پوتر خیال ہوتا ہے اور کوئی شخص بھی بری نگاہ سے دیکھنے کا مجاز نہیں ہوتا چاہے وہ ... جب راکھی باندھی جاتی ہے تو لڑکا بہن کو تحفہ کے طور پر چند پیسے دان کرتا ہے جبکہ راکھی ... تک ... ہوتی ہے ... بعد ہی راکھی کھول کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ اشرف کو بھی کندن لال کی چھوٹی ... نے راکھی باندھی اور ... رواج کے مطابق اس نے بھی پچاس روپے دیئے۔ تمام عمر کیلئے جب راکھی باندھنے کا دن آتا ہے تو ... دان کرتا ہے۔ اسطرح اس یادگار دن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی راکھی ... اشرف ... کی یاد تازہ ہے۔

... محمد اشرف صاحب جبکہ کشن لال سیٹھی کی ... دکان پر بیٹھے ہوئے تھے تو اسی اثناء میں "جہیو ... پاکستان کے ... صاحب ... ملہوترہ ... "آپ جہیو ... کسی آدمی کو جانتے ہیں؟"

... جانتا ہوں ... 1954 میں جہیو ... میں اپنے تایازاد بھائی کے پاس پڑھنے گیا ہوا تھا۔ ایک لڑکا ... کا نام انوار الحق ... والد کا نام ... فضل الحق ... جو جہیو ... کے landlord تھے ان کو جانتا ہوں۔"

... بہت خوش ہوئے کہ اشرف نے ان کو ان کے متعلق خبر سنائی چونکہ ملہوترہ صاحب بھی ... خاندان سے بخوبی واقف تھے۔

... بعد اشرف نے ریلوے اسٹیشن ... امرتسر کیلئے بکنگ کروائی۔ الوداعیہ انداز میں بہت سے شہری اور کندن لال سیٹھی کے خاندان کے افراد اسٹیشن تک آئے تو یہ منظر قابل دید تھا۔ اس موقعہ پر عورتیں لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ اس کے گلے میں ... پھولوں کے ہار ڈالے گئے کندن لال سیٹھی کی بیوی اور بیٹیاں بھی اس کے گلے لگ کر روتی رہیں۔ اسطرح ماحول نہایت رقت انگیز ہو گیا اور بالخصوص کرتار دیوی نے روتے ہوئے کہا "بیٹا اپنا خیال رکھنا زندگی کا کیا بھروسا پھر ہماری تمہاری ملاقات ہو نہ ہو اور ... پہنچ کر خیریت کی اطلاع دینا نہ بھولنا۔"

... گاڑی ... تین بجے بعد دوپہر روانہ ہوئی۔ اشرف صاحب دوسرے دن شام کو سات بجے امرتسر پہنچ گئے۔ رات امرتسر ... میں ... دوسرے دن 9 بجے بکنگ آفس کھلنے پر جو پاکستان کیلئے پلیٹ فارم پر ہی بنایا گیا ہے۔ ٹکٹ لیکر سینٹ

Marfat.com

سے بخیریت پہنچ گئے۔ گاڑی ٹھیک ساڑھے چار بجے روانہ ہوئی۔ پٹیالہ سے بعد گاڑی دوبارہ روانہ ہوئی تو والٹیا گڑھی ہوئی۔ اٹاری تک ہندوستانی پولیس گاڑی کی حفاظت پر متعین تھی۔ واہگہ سٹیشن پر پاکستانی پولیس نے گاڑی کا تحفظ سنبھالا۔ پھر لاہور تک رسائی ہوئی جہاں پر دوبارہ چیکنگ ہوئی اور اس کے بعد سٹیشن سے باہر نکل کر ٹیکسی پکڑی اور گھر آگئے۔ لندن والی گھڑی نے اشرف صاحب کو ساری شدت سے یاد کرایا اور اب یہ موقع پر ہے۔

چنانچہ اس کے گھر کے پچھلے جب اشرف صاحب لندن والے گھر میں ہوتے تھے تو وہاں ایک پالتو بلی بھی ہوتی تھی یہ جوڑا کبھی روٹی وغیرہ کے بغیر گھر میں جہاں جی چاہتا گھومتا پھرتا رہتا اور بالخصوص پورے گھر میں مزے سے رہتا۔ اشرف بلی سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔ اس کے علاوہ دیگر جانور بھی دیکھنے میں آتے تھے۔ یہ جوڑا کبھی گم ہو گیا۔ پاکستان واپسی کا سفر کرنے سے چند دن پہلے اشرف نے دیکھا کہ اس جوڑے میں ایک جانور کے پاؤں میں بالشت بھر دھاگہ لپٹا ہوا اور وہ لنگڑا کر چل رہا ہے۔ اشرف نے بڑی کوشش کی کہ جانور کو پکڑ کر دھاگے سے الجھاؤ سے نجات دلائی جائے مگر جانور ہاتھ نہ آیا۔ بہرحال اشرف کی اس ہمدردی کی تعریف ہے۔

اشرف اپنے گھر محلہ کی شاہدولہ تھا۔ جب پہنچ گیا تو گرتا رہا اور اس کو کہا گیا کہ اس نے شادی کر لی ہے اور اس کے بعد اپنے گاؤں چلا گیا۔ پاکستان سے آمد کا معلوم ہونے پر اپنی جدمت سے جو جہاں خطرات لاحق ہوئے تو ان کی انجام دہی کے لیے مدد ملی کہ حفاظت اپنے وطن ہونے کی ہی ذمہ داری ادا کرتے اور معاملات باندھنے والی چھوٹی سی بھی یاد شدت سے آنے لگی۔ اشرف نے اپنے گھر خیریت سے پہنچنے کی خبر بذریعہ ٹیلی گرام دی۔ جواب آنے پر باقاعدہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

محمد اشرف نے جب یہ سفر شروع کیا تو رمضان شریف کا مہینہ اور پچیسواں روزہ تھا۔ اشرف صاحب لاہور سے روانہ ہوئے اور روزے کی حالت میں ہی گوجرانوالہ لدھیانہ سے گھر پہنچے۔ محمد اشرف کے پاس فرصت تھی کیونکہ اس سے پہلے اسٹیشن پر ہی چائے کی پیالی پی۔ گاڑی روانہ ہوئی تو اس وقت گھڑی نے ہوئی اور اشرف صاحب کو روزہ کھولنا پڑا۔ اور نماز کے وقت اشرف صاحب جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے کافی روزہ کھولنے کے وقت گھر واپس آجاتے۔ نماز کی ادائیگی کے لیے ہر دفعہ مسجد میں جا کر مسجد کافی دور تھی اس لیے باقاعدہ مسجد میں نہ جاتے۔ چند رات کی نماز سے ذرا پہلے ادا کرنے کے لیے مسجد میں گئے تو جمعہ کی نماز کا وقت تھا وہاں امام صاحب اشرف صاحب کو جانتے تھے۔ انہیں اشرف صاحب نے بتایا ہوا تھا کہ میں پاکستان سے آیا ہوا ہوں۔ نماز ادا کرنے کے بعد نمازی اشرف صاحب سے ملے۔ بعد میں انہوں نے ایک badge مسجد کی تعمیر کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کے لیے اشرف صاحب کو دیا۔ badge کی قیمت ... دونوں نے بھی badges خریدے۔ یہ badge اشرف صاحب کے پاس اب بھی موجود ہے۔ ہندوستان کے ... دو کانوں کو خوب سجایا ہوا تھا اور مسلمان ... سامنے تھے ... کیا آپ کے پاس پیسے نہیں تو جتنا ہو سکتا ہے مفت خرید لیں ... میں ہندو مسلمان سبھی شامل ہوا تھا اور ہندو مسلمان خوش رہتے تھے۔ جب اشرف صاحب واپس لندن پہنچے تو انہی دنوں میں عید ہوئی اور مسلمان بھی شامل تھے۔ انہوں نے اشرف صاحب کو دعوت دی۔ گرتا رہا ہوں کے اشرف صاحب ... جس کے گھر میں ... کی ہر دو کی خاطر نہیں بلکہ اشرف صاحب ... تھوڑا ... دو دن ... بہت ... کے گزرے۔

1980 کے شروعات میں لندن سے اشرف کو ایک خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ... ہوئی کی اطلاع خبر دی گئی کہ ... جائیں ... مغفرت کی دعا کریں بلکہ اشرف نے ... کہ وہ ... کی خیریت ... ہے۔ اشرف صاحب 13 مئی 1980 کو ... گئے ... جب ... پہنچے تو اشرف نے دیکھا کہ ... جوش ... جو ... ہے۔ ... میں ... لندن کی فضا ... ہیں۔ ... رنگ ... میں ... ہیں۔ ... جو ... رہتے ہیں ... ہے۔ ... بلکہ ... ہوا۔ ... میں ... سے ... بتایا کہ ... پاکستان سے آئے ہیں ... انڈیا ... ہیں ... ایک ... دی۔

Marfat.com

[illegible] ہو چکے ہو؟"

[illegible] اشرف نے صورت حال واضح کی۔

[illegible] خوش آمدید کہا۔

[illegible] وہ بھی اشرف کے ساتھ کی سیٹ پر بیٹھا اور

[illegible] تالا توڑنے لگے اشرف نے کہا

[illegible] پانی کا بھی کوئی نہیں پوچھیں"

[illegible] پلیٹ فارم سے دو گلاس کے شربت منگوائے ایک

[illegible] شربت پی کر گلاس شکریے کے ساتھ واپس کر دیئے۔

[illegible] اشرف سے پوچھا "بابو جی تمہیں کدھاں چلے او؟"

[illegible] اشرف نے بتایا یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ

[illegible] چھوٹ چکی تھی۔

[illegible] range [illegible] اور وہ وہاں اتر گئے۔ ان کی جگہ دوسری پولیس وارد ہوئی اسی طرح یہ حفاظتی

[illegible] مجبور ہو کر اشرف صاحب نے پلیٹ فارم پر اتر کر چھ

[illegible] تھوڑے سے مسالہ دار چنے بھی ڈال دیتے ہیں اور واپس

[illegible] بجے شام مغل سرائے سٹیشن پر پہنچی۔ وہاں اشرف اتر گئے

[illegible] جانے کے لیے بیٹھ رہے تھے۔

[illegible] بہت زیادہ رش تھا اشرف بمشکل ایک ڈبے میں داخل ہوئے ایک

[illegible] ایک لڑکے نے اشرف نے کہا "تھوڑی جگہ مجھے بیٹھنے

[illegible] دیا اور اشرف کو ساتھ سیٹ پر بٹھا لیا گیا۔

[illegible] آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟"

[illegible] پاکستان سے"

[illegible] attache case پر بھی نام و پتہ تحریر تھا اور لہجے سے بھی

[illegible] رہائش پذیر تھے۔ جب دوسرے سٹیشن پر گاڑی رکی تو ندوہ

[illegible] چلنے کے بعد پھینک دی جاتی ہیں۔ اس جوان نے

[illegible] Embassy. K-2. Morven [illegible] بتایا۔ انہوں نے بھی ایک

[illegible] سٹیشن آ گیا وہ تمام نوجوان ساتھی گاڑی سے نیچے

[illegible] کے بعد رخصت کیا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ بھوان کی کرپا سے

[illegible]

[illegible] اشرف کے پاس سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ تھا۔ اس لحاظ

[illegible] میں واقع ہوا اب وہ اس سے رخ بدل کر فرسٹ کلاس کے

[illegible] اور وہ ملازم کے ہمراہ تھے۔

[illegible] sister [illegible] اشرف نے اجازت چاہی چونکہ اشرف کا ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا تھا

[illegible] اس کے بعد اس نے اپنی آمد کی وجہ واضح کی تو لڑکی نے اشرف سے

[illegible] اشرف نے مزید بتایا کہ جب وہ پاکستانی انڈیا وارد

Marfat.com

ہوتا تو حکومت صرف 45 ڈالر یومیہ اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ نہیں خرید سکتا تھا لہذا وہ ویٹنگ روم میں چلے گئے وہاں صرف [illegible] تھے جو ویٹنگ روم میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ صبح اذان کی آواز پر اٹھے اندر ہی وضو کیا اور نماز ادا کی جب [illegible] چھ بجے صبح تک تھی لہذا ادائیگی کے بعد اپنا اٹیچی کیس اٹھایا اور اسٹیشن سے باہر آ [illegible] کے گھر پہنچ گئے اور دروازے پر دستک دی تو اوشا رانی (لندن لال کی بہو) [illegible] سے جھانکا اور بڑھا کہا "بھائی جان آ گئے۔" اشرف [illegible] سب سے پہلے رتا دیوی آئی اور اشرف کو گلے لگایا اس کے بعد اوشا رانی اور دونوں بچیاں [illegible] بیٹھی نہیں اور وہاں بیٹھے کہ بہت محبت سے ملتی ہیں۔ اشرف نے بھی [illegible] کو باقاعدگی سے "مانی" کہتے تھے تو لندن لال نے ایک مذہبی نوعیت کی بات کی۔

"ہندو مذہب میں جب کوئی شخص مرتا ہے تو کسی دوسری جون میں پیدا ہوتا ہے [illegible] کے بعد انسان کی شکل میں بھی پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک وہ جوان کا [illegible] کہ ہم کسی اور جون میں اکٹھے پیدا ہوئے ہوں جبھی تو آپ سے ہماری محبت کا جذبہ [illegible] ہے۔"

اوشا رانی نے کہا "بھائی جان اب آپ اشنان کریں اور چائے [illegible] ناشتہ کریں [illegible] باتیں تو پھر بھی ہوتی رہیں گی۔"

صرف رتا دیوی اور لندن لال کی بچیاں اور بہو اوشا رانی گوشت نہیں کھاتی تھیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کا اظہار [illegible] خوشی ہوتی ہے۔ اشرف نے لندن لال [illegible] سے متعلق [illegible]

[illegible] (ضمیمہ 183) [illegible]

"اللہ ہی [illegible]"

اشرف اپنے ساتھ [illegible] قرآن مجید [illegible]

[illegible]

[illegible] دونوں ہاتھ جوڑ [illegible] اشرف نے بھی [illegible]

[illegible] اور [illegible] خواتین نے اشرف [illegible]

افراد ہی تجارت سے رغبت رکھنے والے تھے۔

چوہدری صاحب نے تمام لوگوں کے لیے شربت بنانے کا اعلان کیا جو شیشے کے جگ کا سوں میں پلایا گیا البتہ سب لوگوں نے علیحدہ علیحدہ گلاسوں میں پیا۔ گرمیوں کے موسم کے لحاظ سے ہال کی چھت پر Ceiling fans نصب اور Pedestal fans بھی چل رہے تھے۔ قریباً تین منٹ بعد پردہ دار [illegible] بھی شمولیت کرنے آ گئے جو تقریباً پچاس نفوس پر مشتمل افراد تھے۔ عورتوں کا رخ جنوب کی جانب اور مردوں کا رخ شمال کی جانب۔ ہندو شمال کو متبرک خیال کرتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کے درمیان جگہ خالی تھی جہاں [illegible] البتہ چوہدری صاحب مردوں میں ایک چارپائی پر براجمان تھے۔ جب اشرف صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو چوہدری صاحب کی چارپائی کے سامنے زمین پر تین چار حضرات براجمان تھے۔ انہوں نے بھی اشرف صاحب کو نمسکار کیا۔ [illegible] گھنٹہ اور تینوں ایک ورد اور دو بچیوں کا [illegible] سے تہ مند ابوا تھا۔

[illegible] شروع کیا گیا۔ ورد تھا جو انہوں نے ہندی زبان میں ایک کتاب سے پڑھ کر سات منٹ [illegible] بعد چوہدری صاحب [illegible] نے ترنم کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد کسی عورت نے ترنم کے ساتھ پڑھا [illegible] بھی ساتھ پڑھتی رہیں۔ اس عورت نے ختم کیا تو مردوں میں سے کسی نے ترنم کے ساتھ پڑھا اور دیگر مرد بھی ساتھ [illegible] ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ کسی عورت کے کلام کا ایک مصرعہ اشرف کو ابھی بھی یاد ہے۔

[illegible]

[illegible] کے بعد [illegible] چاول اور زردہ علیحدہ علیحدہ پلیٹوں میں دیا گیا اور پینے کے لیے شربت کے علاوہ [illegible] تھا۔ [illegible] لفافے جات کاغذی تھے جن کی اور سفید اور رومال محبت سے چوہدری صاحب نے ملازمین [illegible] اشرف صاحب وہ لفافے جات زائد دے دیئے جائیں اور تاکید کی کہ جب تک دلہن یہ دن میں ٹھہرے [illegible] میں شمولیت کے لیے [illegible]۔

[illegible] کے بعد [illegible] جب [illegible] واپس پہنچے تھوڑی دیر آرام کیا تو گھر والوں نے تھوڑا کھانا کھایا۔ اشرف ازاں بعد [illegible] پہنچ کے اور [illegible] اوقات وہیں ٹھہرے رہتے۔ [illegible] آدمی تھا کوئی کاروبار [illegible] کا چھوٹا بیٹا [illegible] TATA کی کمپنی میں ڈرائیور تھا۔ بڑا بیٹا [illegible] پاس اپنے [illegible] سے چھوٹا بیٹا زیر تعلیم تھا۔

جب اشرف صاحب [illegible] پہنچے تو [illegible] اخلاقی طور پر ان کو کہوں سے قیمت اشیاء وصول کرنے کی ترغیب دیتا۔ اشرف [illegible] مسجد میں [illegible] نماز کے بعد گھر واپسی معمول بنایا۔ ازاں بعد گھر میں ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے۔ پھر [illegible] چھت پر چلے جاتے جہاں اشرف صاحب چارپائیوں کی بجائے دریاں بچھا کر بستر آراستہ کرتے۔ اشرف [illegible] کا چھوٹا بیٹا [illegible] منزل کی چھت پر [illegible] اہل اور دیگر اہل خانہ نچلے چھت کے صحن میں سویا کرتے۔ سونے سے پہلے [illegible] رات کو 40 افراد [illegible] وغیرہ بھی شامل ہوتے اکٹھے ہو جاتے جو لوگ منڈی بہاؤالدین پاکستان سے [illegible] ہوتے [illegible] علاقہ سے [illegible] واقعات پر بات چیت کرتے بعض شیخ پورے رہائشی بھی اپنے علاقہ سے متعلق سوالات [illegible] اپنے آبائی علاقہ سے متعلق پوچھتا۔ یونکہ وطن سے محبت قدرتی طور پر انسان کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے [illegible] میں [illegible] اوقات رات کے پچھلے پہر تک گفتگو کرتے نہ تھکتے۔ پڑوسیوں کے بچے وہیں دریوں پر سو جاتے۔

[illegible] ایک روز [illegible] معمول صبح سویرے نماز ادا کی ازاں بعد تلاوت قرآن پاک کی اور سورت یاسین پڑھی [illegible] ہوا تھا [illegible] چھت پر چہل قدمی کرنے لگے گھر کے سامنے کھلا میدان تھا جس میں گھاس اگی ہوئی تھی۔ [illegible] کئی pigs [illegible] چرتے ہیں جن کے تعاقب میں چار آدمی لگے ہوئے ہیں۔ ایک آدمی نے ایک [illegible] ایک pig کی ٹانگ آ گئی pig [illegible] دوسرے pigs بھاگ کھڑے ہوئے [illegible] pig کی [illegible] ازاں بعد بندھی ہوئی ٹانگوں میں سے ایک بانس گزار کر دو آدمی ڈولی ڈنڈا کے

ہوئے کندھوں پر اٹھائے ایک طرف چل دیئے۔ اس دوران بیچ صحن میں بیٹھے ہوئے ست پال واشرف نے چپت پر بلایا اور پوچھا یہ ماجرا کیا ہے؟"

جس پر ست پال نے بتایا "ہندوؤں میں ایک فرقہ ہوتا ہے۔ pigs کا گوشت کھاتا ہے اور ایک زمیندار جو ان کی [illegible] صورت میں پالتا ہے۔ ایک روز اشرف نے زمینداروں کے پاس پالتو pigs بھی دیکھے۔

اس کے بعد کرتار دیوی نے صحن سے آواز دی "بیٹا دونوں بچے آ جاؤ چائے تیار ہے ناشتہ کر لو۔" ناشتہ کرنے کے بعد اشرف سو گئے اور کوئی دو بجے بعد دوپہر جاگ اٹھے۔ نماز ظہر گھر میں ہی ادا کی سورت یاسین پڑھی اور قرآن پاک پڑھتے رہے۔ [illegible] برآمدہ میں ایک تخت پوش جو کہ قریباً آٹھ مربع فٹ تھا جس پر سارے گھر والے اور مہمان آ جاتے تو Dining table سے [illegible] کھانا کھایا جاتا ہے اس تخت پوش کو مقامی اصطلاح میں "چوکا" کہا جاتا ہے اور پوتر خیال کرتے ہوئے گھر کے افراد کے علاوہ [illegible] (مسلمانوں) کو اس پر بیٹھنے کی قطعی اجازت نہیں ہوتی۔ کھانا دوپہر کے بعد کھایا جاتا۔ کھانا تخت پوش پر اشرف [illegible] ازاں بعد وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کندن لال نے اشرف کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اور ہاتھ ریکھا میں دیکھنی شروع [illegible] کندن لال علم دست شناسی اور علم نجوم کا ماہر تھا۔ اس نے کہا "بیٹا تمہارا ستارہ کافی عرصہ سے گردش میں [illegible] بہت [illegible] ہے۔ [illegible] کے بعد بھی تمہارا ستارہ گردش میں ہے۔ تمہیں شادی کرنی ہے۔ [illegible] ہونے میں دیر ہو جاتی ہے۔ (ضمیمہ 184) پتہ نہیں جوان تمہاری زندگی [illegible] تمہارے ہاتھ میں [illegible] تو نہیں۔" کندن لال نے نہایت آزردہ ہو کر تفصیلاً دست شناسی کی روشنی میں احوال بیان کئے۔

"چاچا جی علم نجوم ضرور ہے مگر ہمارے عقیدے کے مطابق اللہ چاہے تو چند گھنٹوں میں قسمت بدل جاتی ہے۔" [illegible] ہوئی تھی کہ اشرف جیسے دو ہزار روپے کا [illegible] بذریعہ معرفت کندن لال [illegible] ایک گھر میں داخل ہوا۔ اشرف نے [illegible] وصول کی۔ جب ڈاکیہ چلا گیا تو اشرف نے کہا "چاچا جی! آپ نے دیکھا اللہ کی مدد [illegible] کرتا ہے۔"

"یہ دو ہزار روپے کس نے بھیجے ہیں؟" کندن لال نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا ایک بھائی Dubai میں موجود ہے ہندوستان آنے سے قبل میں نے اپنے اس بھائی کو [illegible] دوست ہندوستان میں رہتا ہے یا کوئی ہندوستانی تمہارے ساتھ کام کرتا ہے تو مجھے دو ہزار روپے کندن لال کے پتہ پر [illegible] کہ اشرف کے بھائی کے ساتھ ایک ہندو کام کرتا ہو Bombay کا رہنے والا تھا۔ جب اشرف کے بھائی نے [illegible] بات کی تو اس نے فوراً اپنی بیوی شانتی دیوی کو بمبئی میں ٹیلیفون کیا جس پر شانتی دیوی نے دو ہزار روپے کا [illegible] اشرف نے یہ بات کندن لال کو بتائی تو وہ اسی وقت سجدہ ریز ہو گیا اور بولا [illegible]

"اے جوان تیرے پاس تو کوئی جادو ہے۔"

ایک رات حسب عادت اشرف نے جلد عشاء [illegible] قریبی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد [illegible] ستو رتن مالا کو نے ساتھ تخت پوش پر بیٹھ کر کھانا کھایا ازاں بعد سب گھر والے اشرف چپت پر آ گئے [illegible] اور پہاڑوں پر جگہ جگہ آگ لگی ہوئی ہے۔ اس پر اشرف نے کندن لال سے [illegible] چپت پر [illegible] پوچھا تو اس نے واضح کیا "جس جگہ آگ لگی ہوئی ہے [illegible] (مثلاً [illegible]) وغیرہ سب لوگ [illegible] پہاڑ ہیں اور اس [illegible] پہاڑی علاقہ [illegible] export [illegible] ہیں۔ غریب مزدور [illegible] ایک دوسرے کو جلا دیتے ہیں [illegible] زمین [illegible] خارج ہوتی [illegible] اور [illegible] میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ ان مقامات پر لکڑی کی جگہ [illegible] استعمال میں لایا جاتا ہے۔"

ایک دن حسب عادت اشرف ناشتہ کرنے کے بعد جلد [illegible] پہنچ گئے۔ [illegible] سے سٹیشن پر [illegible] کے لئے سیٹ بک کروانے گئے اور 75 روپے میں سیکنڈ کلاس سیٹ امرتسر تک بک کرائی۔ واپسی پر گھر میں کندن لال [illegible] کی واپسی کے لئے سیٹ بک کروا آیا ہوں۔ [illegible] تمام افراد جدائی کے احساس سے غمگین ہو گئے اور اشرف بھی [illegible]

Marfat.com

سفینہ ادب

ان کی خوشی دیدنی تھی۔ نندن لال نے پرملال انداز میں کہا "بیٹا تمہارا ویزا تو تین ماہ کیلئے ہے جبکہ ڈیڑھ ماہ بعد ہی واپسی کیلئے تیاری کر لی ہے"

"میرا خیال ہے اب واپس چلا جانا ہی بہتر ہے اور اپنے کاروبار کی طرف توجہ دینی ہے۔"

دوران گفتگو جب نندن لال اور ان کی فیملی سے واپسی کا تذکرہ ہو رہا تھا تو نندن لال کی دونوں بیٹیاں اور بہو اوشا رانی اپنا منہ ایک طرف کر کے بیٹھی ہوئی تھیں۔ نندن لال کی بیٹی مالا رانی بھی اپنا منہ ادھر کیے بیٹھی ہوئی تھی اور یکلخت فضا سوگوار ہو گئی۔ سب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فضا میں ایک اداسی سی چھا گئی۔ قدرتی امر ہے اشرف صاحب بھی رو پڑے۔ جلد ہی نندن لال نے رقت انگیز لہجہ میں محبت سے مغلوب ہو کر کہا کہ میں یہ سب کچھ دیکھ کر تمہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا ہوں اور آپ اپنے ملک نہ جاتے یہیں بالا میں آپ کی جدائی ناقابل برداشت ہو چکی ہے۔ یہ کیفیت مختلف نہ تھی۔ ان کا چہرہ خوشی سے شدت سے محسوس کیا عورتیں بھی آبدیدہ ہو گئیں اور اچھے رشتے کا تقاضہ یہی ہے۔ ان کی بہو اوشا رانی (نندن لال کی بہو) نے کہا "میرا ایک چھوٹا بیٹا راج کمار عمر ڈیڑھ سال جس کو پیار سے ہم سب ... کہتے ہیں جب سے پتہ چلا کہ ... تایا جان پاکستان سے آئے تھے اور اب کہاں چلے گئے ہیں تو میں اسے بیچ والا سا دو گی۔ ... جب وہ روتا ہے تو ... اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اشرف نے کہا

"... اگر زندگی نے ساتھ دیا اور قسمت نے اجازت دی تو میں انشاءاللہ راجہ کو ملنے کیلئے ضرور آؤں گا"

... نندن لال ... کی بیٹی ... ایک ... تھا ... نندن لال نے پہلے ہی ذہن میں طے کیا ہوا تھا کہ اشرف ... مدت تک ... دونوں چھوٹے بیٹوں کے ساتھ چند گھنٹوں سے چھٹیاں ہو چکی ... ان کا ... بعد فیصلہ ہوا کہ چونکہ اشرف صاحب وداع ہو رہے ہیں اس لئے فلم ... Matinee show ... کے لئے دوسرے دن جب ... "سینما میں فلم" ... Cinema halls ساتھ ساتھ واقع تھے۔ اشرف صاحب سمیت آٹھ افراد تھے بڑا ... تک پہنچے ... نندن لال تو گھر پر ہی رہ گیا۔ دیگر ساتھیوں نے پوچھا "اشرف ... آپ کون سی فلم دیکھنا پسند کریں گے"

... میں پڑھ نہیں سکتا آپ ترجمہ کر کے بتاتے جائیں۔" انہوں نے کئی فلموں کے نام ... اشرف کو پسند آئیں ایک کا نام "قربانی" اور دوسری کا نام "... دونوں جو یا ... کون سی ..." ان دونوں میں سے ... فلم چونکہ نئی تھی۔ ... نے ٹکٹ ساڑھے تین روپے آٹھ فرسٹ کلاس کی ... میں ... لئے۔

... شادی ... ماں باپ اور ... پسند کرنے کیلئے لڑکی والوں کے گھر جاتے ہیں ... چائے وغیرہ ... کہا جاتا ہے لہذا لڑکی جب چائے وغیرہ لے آتی ... سامنے بیٹھ جاتے ہیں ... اور لڑکی ایک دوسرے کو پسند کریں تو ہم کسی قسم کی کوئی تشویش ... والدین ... پسند آجاتی ہے ... والد پوچھتا ہے۔ تمہیں تو لڑکی پسند ہے تمہارا اس کے بارے میں کیا ... کا اظہار کرتا ہے کہ باپ مصر ہے کہ تمہاری شادی اسی لڑکی سے ہوگی لہذا لڑکے کے والدین نے ایک ... "(یعنی لڑکی کے سر پر دوپٹہ رکھنے کیلئے کیونکہ لڑکی ہمیں پسند ہے) جیسے ... لڑکی والوں کے گھر ... جاتا ہے ... ماں باپ ایک بہن اور چاچی لڑکی والوں کے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ چائے وغیرہ پیتے ہیں ... سر پر چنی ڈال دی جاتی ہے اور نشانی کے طور پر ایک انگشتری بھی لڑکی کو پہنچاتے ہیں ... ایک پندرہ دنوں کے بعد بارات شہر بعد آ پہنچے گھر آ جاتے ہیں۔

... دنوں کے بعد بارات لڑکی والوں کے گھر پہنچ جاتے ہیں رات کا کھانا کھانے کے بعد ایک جھولا جو سجایا گیا ہوتا ہے اس ... ہوتی ہیں ... ساتھ ایک پنڈت کلام پڑھتا جاتا ہے جبکہ دولہا کے سر پر پگڑی ہوتی ہے

Marfat.com

جیسی لمبی tail کو لڑکی پیچھے سے پکڑ لیتی ہے اور دولہا جو لے اور دو سات پھیرے لگائے جاتے ہیں۔ پھر [illegible] جاتا ہے۔ ازاں بعد دلہن کو لیکر بارات اپنے گھر پہنچ جاتی ہے۔ پتی اور پتنی کے تعلقات شروع ہو جاتے ہیں [illegible] شاید کی بتدریج فروں تر ہوتی چلی گئی اور بالآخر نوبت طلاق تک پہنچ ہوتی ہے۔ لڑکی اپنے میکے [illegible] معذرت کرنے لڑکی والوں کے گھر چلے جاتے ہیں کہ ہمیں تو لڑکی پسند تھی مگر جانے کیا بات ہوئی [illegible] تھا۔ پھر لڑکے کی شادی کسی دوسری لڑکی سے کر دی جاتی ہے اور لڑکے کو لڑکی پسند ہوتی ہے جہاں شادی ہو جاتی ہے [illegible] ہونے پر ایک آواز بلند ہوتی ہے۔

"دلہن وہی جو پیا من بھائے۔"

کچھ دنوں بعد اشرف اہل خانہ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے تو جنگلی کبوتروں کا ایک جوڑا [illegible] گیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کبوتر قدرے لنگڑا کر چل رہا تھا جنگلی دانہ [illegible] اشرف نے [illegible] سے پوچھا "چچا جان! یہ وہی کبوتروں کا جوڑا ہے جو پہلی دفعہ میرے یہاں آنے پر موجود تھا؟"

"یہ کبوتروں کا جوڑا ہمارے ہاں کافی عرصے سے رہ رہا ہے اور آپ کے آنے سے پہلے بھی یہیں موجود تھا۔"

اشرف کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی کبوتر ہے جس کی ٹانگ پر دھاگہ لپٹا ہوا تھا جو کوشش کے باوجود [illegible] سے اس کو چھٹکارا دلا سکے۔ یہ کبوتروں کا جوڑا کسی اہل خانہ سے نہ ڈرتا اور بغیر کسی خوف و خطر کے [illegible] اشرف نے اس کبوتر کو پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ قابو میں نہ آیا۔ دوسرے دن جب سب لوگ دوپہر کا کھانا کھا چکے تھے [illegible] جوڑا باورچی خانے کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اشرف نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا [illegible] اس کبوتر کو پکڑا جو لنگڑا کر چل رہا تھا۔ کبوتر ہاتھ میں پکڑے اندر کمرے میں گیا جہاں [illegible] نے کہا "آخر میں نے کبوتر کو پکڑ ہی لیا ہے۔"

"کہیں خیال گزرا کہ شاید اشرف نے کبوتر ذبح کرنے کیلئے پکڑا ہے۔ اشرف نے [illegible] کی ٹانگ پر دھاگہ لپٹا ہوا تھا اس کی وجہ سے اس کی ٹانگ متورم ہے اور دھاگہ کاٹے [illegible] اشرف چچا کے تخت پوش پر بیٹھ گیا [illegible] دھاگہ گوشت میں دھنس گیا تھا جس کا نکالنا بڑی مشکل امر تھا۔ ایک blade [illegible] flesh سے نکالا جا سکے [illegible] flesh [illegible] اور روئی ایک پلیٹ میں [illegible] اشرف نے [illegible] پھاہے کو کبوتر کی ٹانگ پر رکھا ہوا تھا۔ روئی سے اس کا زخم خوب صاف کیا اور [illegible] کر رہا تھا [illegible] نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ [illegible] کبوتر کی ٹانگ خوب [illegible] ایک کبوتر کو چھوڑ دیا جو اڑ کر چھت پر جا بیٹھا اس کے بعد اس کبوتری کی [illegible] اترتے ہوئے نظر [illegible] آ گئے۔ اشرف صاحب نے [illegible]

"میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کبوتر کی تکلیف رفع کرنے کیلئے [illegible] گئے ہیں ہمیں یہاں رہتے ہوئے کبھی خیال نہ آیا کہ کبوتر کی تکلیف کا احساس کرنا ہے [illegible] جواب دیا۔

دن گزرتے گئے اور دوپہر کا کھانا کھاتے وقت وہی کبوتروں کا جوڑا تخت پوش کے قریب آ جاتا [illegible] کبوتر ٹھیک ٹھاک حالت میں اترتا چڑھتا۔ بالآخر اشرف صاحب کی پاکستان واپسی کا وقت آن پہنچا [illegible] ریلوے سٹیشن پر آن پہنچے۔ اشرف صاحب کے گلے میں موتیوں کے بے شمار ہار ڈالے گئے [illegible] رسالہ "حمد" خرید لیا۔ بڑا رقت آمیز منظر تھا۔ چند منٹوں کے بعد جب ٹرین کا ریلوے سٹیشن پر [illegible] اشرف صاحب کے ساتھ چچا کے احباب بھی ان کی سیٹ والے ڈبے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے اپنا اٹیچی اپنی سیٹ پر [illegible]

Marfat.com

اکٹھے ہو گئے لندن لال اور دوسرے احباب اشرف صاحب کے گلے ملے کرتار دیوی نے روتے ہوئے اشرف صاحب کا ماتھا چوما اور بغل گیر ہوتے ہوئے کہا "بیٹا شاید یہ ہماری آخری ملاقات ہو ہمیں یاد ضرور رکھنا"

گاڑی چل پڑی اور اشرف صاحب دور تک انہیں ہاتھ ہلاتے ہوئے الوداع کرتے رہے۔

پیشتر اس کے کہ اس داستان کو ختم کیا جائے چند ایک اور واقعات قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہیں

چونکہ اشرف صاحب بچپن سے ہی نمازی اور پرہیزگار واقع ہوئے ہیں۔ عصر اور مغرب کی نماز وہ لندن لال کے گھر کی بالائی منزل کی چھت پر ادا کیا کرتے۔ ہندوؤں کے لیے یہ ایک عجیب واقعہ تھا کہ اشرف صاحب جوان بغیر داڑھی کے بلاناغہ عین وقت پر چھت پر پہنچ جاتے اور جب کبھی اذان ہوتی تو وقت پابندی کے خیال سے پہلے ہی اپنے گھر کی چھتوں پر آن کھڑے ہوتے جن میں مرد و عورتیں بچے بوڑھے تمام اور مستی کے انداز میں داد دیتے۔ "واہ کیا جوان ہے جو اس قدر نماز کا پابند ہے بھگوان اس کی تپسیا کو قبول کرے۔"

اشرف صاحب تقریباً مقررہ وقت گھر سے کوئی نو بجے صبح جگدیش لال کی دکان پر جانے کے لیے نکل پڑتے اور جیسے کہ یہاں بھی رواج ہوا کرتا کہ عورتیں لڑکیاں اور بچے گرمی سے بچنے کے لیے اپنے اپنے گھروں کے دروازوں پر آن بیٹھتے۔ اسی طرح دھن باد میں بھی یہ رسم تھی۔ جونہی اشرف صاحب گھر سے نکلتے اور گلیوں میں سے ہوتے ہوئے گزرتے تو خواتین ان کا بازو پکڑ کر گھر لے جاتیں اور زور دیکر بٹھاتے اور پانی وغیرہ پیش کرتے جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے دھن باد میں تقریباً تمام ہندو ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کے لیے اشرف صاحب کی خدمت کرنا ایک فطری عمل تھا کیونکہ وہ ان کی جنم بھومی سے آئے ہوئے تھے۔ وطن کی مٹی سے اتنی محبت!

شام کا وقت ہندوؤں کی عبادت کا وقت ہوا کرتا اور مختلف گھروں سے مختلف سازوں کے بجنے اور گانے کی آوازیں آنا شروع ہو جاتیں۔ جب ہندوؤں کے ترنم سے عبادت کرنے کی بات چل نکلی ہے تو اشرف صاحب کے ترنم کی داستان بھی سنیے۔ ایک دفعہ اشرف صاحب کو ایک شادی پر بلایا گیا اور اشرف صاحب سے بھی گانے کے لیے فرمائش کی گئی مگر انہوں نے ٹال مٹول سے کام لیا آخر کار انہیں مجبور کر دیا گیا تو انہوں نے فلم "عشق لیلیٰ" کا ایک گانا گایا جس کو گانے کو صبیحہ نے گایا تھا گانے کے بول کچھ یوں ہیں

"پریشان رات ساری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
سکوت مرگ طاری ہے ستارو تم تو سو جاؤ
ہمیں تو آج کی شب پو پھٹے تک جاگنا ہوگا
یہی قسمت ہماری ہے ستارو تم تو سو جاؤ"

اشرف صاحب نے گانا شروع کیا تو لوگ عش عش کر اٹھے اور کہنے لگے "آپ تو استاد نہیں اچھے خاصے گائیک ہیں۔" جہاں بھی کوئی خوشی کا موقع ہوتا ان کو ضرور مدعو کیا جاتا۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی اشرف صاحب کی دھن باد واپسی کی۔ دوسرے دن تقریباً بارہ بجے دن گاڑی دہلی رکی انہوں نے ایک قلی کو اپنا سامان اس پلیٹ فارم پر لے جانے کے لیے دیا جہاں سے امرتسر کے لیے گاڑی روانہ ہونی تھی۔ چونکہ گاڑی کا سفر دہلی سے شروع ہوتا۔ قلی نے انہیں مخصوص سیٹ پر بٹھا دیا۔ قلی کو اشرف صاحب نے بغیر مانگے ہی پانچ روپے دے دیئے اور وہ خوشی سے پھولا نہ سما رہا تھا کیونکہ بعد میں پتہ چلا کہ دو روپے ہی اجرت کے کافی تھے۔ اشرف صاحب نے پلیٹ فارم سے کچھ فروٹ اور پوڑیاں خریدیں جو کہ راستے میں کھائیں۔ کچھ دیر بعد گاڑی روانہ ہوئی۔

گاڑی جب امرتسر آئی مغرب کی نماز کے وقت رکی۔ اشرف نے اپنا اٹیچی کیس اٹھایا اور سامنے ہی پلیٹ فارم پر Second class کا Waiting room تھا اس میں داخل ہو گئے۔ اس کمرہ میں اور بھی مسافر موجود تھے جس میں دیگر ہندو اور مسلمان عورتیں مرد بھی تھے۔ اشرف نے وہاں ہی bath room میں وضو کیا۔ چونکہ اپنے ساتھ ہمیشہ جائے نماز رکھتے ہیں جو نمازیں قضا ہو چکی تھیں وہ بھی ادا کیں۔ ازاں بعد سورت یاسین کی تلاوت کی۔ پلیٹ فارم سے پوڑی حلوہ خریدا اور کمرہ میں آرام سے بیٹھ کر پنکھوں

Marfat.com

کی ہوا میں کھایا اور سو گیا جب آنکھ کھلی تو صبح کے تین بج چکے تھے۔ فجر کی نماز ادا کی۔ دن چڑھ آیا اپنا اٹیچی کیس اٹھا کر تین نمبر پلیٹ فارم پر آ گئے جہاں سے لاہور کے لیے گاڑی کی روانگی تھی ایک bench پر بیٹھ گیا۔ چند ایک ہندو بھی جنہوں نے پاکستان جانا تھا اس کے ساتھ ہی bench پر آن بیٹھے اور پاکستان کے متعلق معلومات حاصل کرنے لگے۔

جب ساتھ بیٹھے ہوئے مسافروں کو اشرف آگاہ کر رہے تھے کہ میں پاکستان کا رہائشی ہوں اور اپنے ہندو دوستوں سے ملنے کے لیے دشمن بادئیہ ہوا تھا۔ پچھلے bench پر ایک ہندو لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جب اس نے اشرف کی باتیں سنیں تو وہ بھی ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور پوچھا "بھائی صاحب آپ پاکستان کے رہنے والے ہیں ؟"

"بہن آپ کہاں کی رہنے والی ہیں؟" پیشتر اس کے کہ وہ لڑکی مزید کلام جاری رکھتی اشرف صاحب نے سوال کیا۔

"جالندھر کی۔"

"آپ کا نام کیا ہے اور آپ کیا کرتی ہیں ؟"

"میرا نام ہے کرن دیوی اور میں B.A کی طالب علم ہوں اور امرتسر روزانہ پڑھنے کے لیے آتی ہوں۔ اب واپس جالندھر جانے کیلئے گاڑی کا انتظار کر رہی ہوں۔"

پھر لڑکی نے پاکستان کے متعلق چند ایک سوال کیے اور رہائشیوں کی بود و باش کے سلسلہ میں پوچھا تھوڑی دیر بعد ہی جالندھر جانے والی گاڑی آ گئی۔ اشرف صاحب نے اٹاری تک ٹکٹ خرید ا گاڑی میں سوار ہو کر اٹاری پہنچ گئے اور پھر گاڑی پاکستان سے سٹیشن واہگہ پر رک گئی وہاں پر پاکستانی پولیس نے چیک اور کیا اور دوبارہ چیکنگ ہوئی۔ سفر بخیریت گجرات تک ختم ہوا پھر بس شام گجرات اپنے گھر پہنچ گئے۔

دوسرے دن اشرف صاحب سو کر اٹھے تو کندن لال کے خاندان کی یاد نے بہت پریشان کیا بہت سی باتیں یاد آنے لگیں۔ خاص طور پر جگدیش لال کا یہ کہنا "میری دونوں دکانیں آپ لے لیں اور اپنے گھر والوں کو بھی یہاں لے آئیں۔ آپ اپنے اور میرے بال بچوں کو بھی سنبھالیں اپنا ہی مذہب اختیار رکھیں۔"

جب اذان ہوتی تو جگدیش لال خود کہا کرتا "اشرف صاحب جاؤ نماز ادا کرو" خاص طور پر کرتار دیوی کی یہ بات جو وہ اپنے بیٹوں کو اشرف صاحب کی 1978 آمد پر کہتی "اشرف صاحب پاکستان سے ہماری امانت ہیں انہیں کوئی گزند نہ پہنچے یہ امانت واپس ہی پاکستان جانی ہے" اور کندن لال کی بہو او شارانی کے یہ الفاظ "میں اپنے معصوم بچے کا راجما رو کیا ہوں کہ تمہارا ایک بھائی پاکستان سے آیا تھا اور وہ آپکو کہاں ڈھونڈے گا ؟" اور وہ بہن بینا دیوی جس نے اشرف کو راکھی باندھی تھی اسکی یاد سے دل خون کے آنسو رونے لگا۔ آنکھوں سے آنسو امڈ آئے۔ اشرف صاحب نے ان لوگوں کی انسان دوستی اور ہمدردی پر ایک شعر کہا

"آج تیری یاد تازہ ہے
جو میں زخم بھر نہیں جاتے
جانِ من اس قدر اداس نہ ہو
دل بچھڑنے سے مر نہیں جاتے"

محمد اشرف جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے محلہ کوٹھی شاہدولہ کے رہائشی حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ کے دیوان خانہ اکثر اوقات آیا کرتے اور اکثر کھانا بھی پیر صاحب کے دستِ شفقت کے طفیل یہیں پر کھایا کرتے۔ بلاشبہ وہ پیر صاحب کے خاص الخاص عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ نہایت ایماندار صوم و صلواۃ کے پابند پرہیزگار شخصیت ہیں۔ انکی دیانتداری مثالی ہے وہ Spare parts کا کاروبار کرنے کے دوران کسی گاہک کے ہاتھ سامان فروخت کرتے تو صاف صاف کہہ دیتے کہ میری اصل خرید یہ ہے اور منافع یہ۔ مثال کے طور پر اگر کسی پارٹ کی لاگت 38 روپے ہوتی تو اپنا منافع دو یا تین روپے مانگتے مگر گاہک شک کی نظر سے دیکھتے کہ ضرور منافع زیادہ ہے۔ انکی سادہ دلی ملاحظہ ہو۔ ایک بزرگ سے مشورہ کیا کہ میں تو دیانتداری سے صاف صاف گاہک کو حقائق بتا دیتا ہوں مگر نجانے کیوں گاہک مشکوک نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ بزرگ نے مشورہ دیا کہ جو پارٹ اسی روپے کا ہو اور جب وہ بے

Marfat.com

... تو ... روپے ... لہذا ایسے ہی ہوا مگر یہاں ان حالات میں اشرف کا ضمیر مطمئن نہ ہوتا ضمیر حلال رزق ... تھی لہذا آپ نے یہ ... چھوڑ دیا۔

ایران کا سفر

... سے میں ہائی بلڈ پریشر کے عارضے میں مبتلا ہوں جسے مشہور ماہر امراض قلب میں سے صرف بریگیڈیئر ... AFIC Rawalpindi سے منسلک ہیں، کے زیر علاج ہونے سے کافی حد تک قابو پا لیا ہے۔ یہ ... essential, age-related ... اس کی نوعیت labile ہے یعنی کہ بعض دفعہ بغیر کسی وجہ ادویات کے استعمال سے ... ضرورت پڑے تو حجرات کے نامور ڈاکٹر مرزا نسیم احمد کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ اکتوبر ... بلڈ پریشر نارمل حالت میں نہیں تھا اور ساتھ ہی مجھے non-specific سہال کی تکلیف بھی ... بیوی فوت ... شدید Alzheimer's کی آخری سٹیج پر ہے۔ اسلئے میں سفر کرنے سے قاصر تھا۔ دوسری ... حکومت نے ملک سے باہر ڈالر بھیجنے پر پابندی عائد کردی اور ایسی شرائط لگا دیں گئیں جو کہ صرف ... پاکستان میں ویزہ دیا جا کوئی سفارت خانہ نہیں البتہ ہندوستان اور ایران میں ... پاکستان آیا نے 16 دسمبر کو واپس لوٹنا تھا لہذا میرے بھائی انور اور میرا سفر ایران سے ... ایران میں ویزہ دیا ... سفارت خانے سے ضروری کاغذات حاصل کئے جائیں اور شازی کی روانگی سے ... کاغذات ... بینک میں جمع کروا سکے۔

... 2003 کو ایرانی سفارت خانہ لاہور سے میرے بھائی انور اور میں نے ایران کا ویزا 1100 روپے ... جمع کروانے کے بعد اپنے پاکستانی پاسپورٹ پر لگوایا۔ اس کے بعد PIA کی رائل ایمپائر ٹریول ایجنسی ... میں نے اپنے Lloyds TSB Visa / Master Card کے credit پر ... 32000 ... 16000 روپیہ فی ٹکٹ جس میں تین فیصد Citibank لاہور سے کا ... clearance ... PIA کی ایک ہی فلائیٹ لاہور سے اتوار کے روز کوئٹہ سے ہوتی ہوئی مشہد ایران روانہ ہوتی ... تہران جانے کیلئے ہر روز مختلف فلائیٹیں ہیں مگر 8000 روپیہ فی ٹکٹ زیادہ۔

... ایک ہفتہ قبل ایرانی سفارت خانے سے ویزا لگوانے کے بعد ہم انور کی کار ... پہنچے کیونکہ ہال روڈ سے شازی نے چھا الیکٹرانکس سامان کی خرید ... آغا سجاد اپنی رہائش گاہ راوی پارک میں ہمارا انتظار کر رہا تھا تا کہ افطار ... ہم نے اس کے ہاں بسر کرنی تھی کیونکہ 2 نومبر اتوار کو صبح علامہ اقبال ائر پورٹ لاہور سے ... شازی ابھی تک واپس نہ آیا تو ہم لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ آغا سجاد نے متعدد بار موبائل پر فون کیا ... تلاش کرنے چلے گئے۔ ہوا یوں کہ دکاندار روزہ افطار کرنے کیلئے دکان بند کرنے لگے اور مطلوبہ دکان ... شازی ... جانے لگے گئے۔ ساری دکانیں بند ہونے کی وجہ سے ہم زیادہ پریشان ہونے لگے۔ آخر ... کھانا کھانے کے بعد تقریباً آدھی رات کو اپنے اپنے کمروں میں سونے کیلئے چلے گئے ... اتوار کو صبح چار بجے ... اور زندگی میں پہلی بار مجھے استعمال شدہ تولیہ استعمال کرنا پڑا کیونکہ انور پہلے ہی نہا چکا تھا ... تکلیف دینی مناسب نہ تھی۔ 0445 کے قریب ناشتہ کرنے کے بعد ائر پورٹ پر جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ میں نے اپنا موبائل شازی کو دے دیا تا کہ واپس حجرات اپنے گھر لے جائے۔ ہمارا تمام سامان صرف تین کیری بیگ جو کہ ... 0510 پر علامہ اقبال انٹرنیشنل ائر پورٹ پر پہنچے۔ ہر طرف دھند ہی دھند ... check-in ... 15 ... فلائیٹ نمبر 253 اور روانگی 0730۔ ہم نے کاؤنٹر نمبر 1 پر check-in کیا۔ میری سیٹ 28A اور انور

Marfat.com

کی 28B، سیٹ نمبر 22۔ check-in ہونے کے بعد ہم نے اپنی ... اور شازی کو ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا۔ ... سے
اپنے ... پر ... ہونے کے باوجود ... تھا۔

6 40 پر ... لاؤنج سے ... سیٹ نمبر 22 کی طرف روانہ ہوئے۔ 0707 پر مسافروں نے جہاز پر سوار ہونا شروع کیا۔ ... میں تیسرے نمبر پر اور ... مسافر تھے۔ جہاز میں اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھنے کے بعد ... ہاتھ کی طرف سیٹ نمبر 28C پر کوئی مسافر نہ تھا۔ 0715 پر اخبارات تقسیم کیے گئے۔ میں نے ... اور ... اٹھا لیا۔ 0724 پر ... Nestle ... اور ... مسافروں کو ... دی گئی۔ 0724 پر ... کچھ دیر بعد ختم ہوئی۔ ... جہاز 10600 فٹ کی بلندی پر پرواز کرے گا۔ ... crew جہاز پر ... ہیں۔ ... اعلان ... [illegible]

0734 پر جہاز کا انجن سٹارٹ ہوا اور 0739 پر ... 0740 پر ٹیک آف ہوا۔ 0751 پر ... ایک ... تھی۔ جہاز کی aisle میں پچھلی طرف سے ... کی طرف ... ہوئی ... اور مسافروں کو ... ناشتہ ... شروع کیا۔ 0800 بجے ... tickets ... omellete کی cup of sweet، bread roll ... 1993 ... سے ... میں ... اپنی بیوی کی ... لندن میں تھی ... کے بعد ... 0810 پر ... ساتھ ... میں نے ... [illegible]

جہاز میں کل 19 مسافر، 11 ... اور 8 ... تھیں۔ ... 52 ... 3 ... 41AB ... 41JL ... Exit door ... 310 ... جہاز کی پچھلی طرف ... سیٹ ... تھے۔

0837 پر جہاز نے step by step ... Cruising speed ... Cruising speed ... 0846 پر ... Wheel carriage ... 0850 پر ... 4 ... جہاز ... Touch down ... 0859 پر جہاز نے ... 0900 ... zanax 0.25 mg، 20 mg zestril، 25mg tenormen ... 14 ... تھی۔

... 0920 پر میں نے ... محسوس ... zanax ... 0932 ... 0933 پر ... 10600 فٹ کی بلندی ... Cruising speed پر جہاز کی بلندی 35,000 فٹ تھی۔ ... 0940 پر جہاز ... No ... Cruising speed ... 0950 ... 0945 ... "Smoking" ... 1001 پر ... 28ABC ... دراز ہو گیا ... پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا اور اس نے ... [illegible]

Marfat.com

ائیر ہوسٹس ونیلا قہوہ لے کر پہنچ گئی۔ 1032 پر دو چھوٹے چھوٹے ایرانی فارن منسٹری کے فارم تقسیم کیے گئے۔ ایک زرد اور دوسرا سفید رنگ کا۔ انہیں پُر کرنے کے بعد ائیر ہوسٹس کو واپس دے دیا گیا۔ میں دوبارہ سیٹوں پر دراز ہو گیا۔ 1130 پر جہاز کی اترائی کا اعلان کیا گیا۔ میں اٹھ بیٹھا جو ابھی تک لیٹے ہوئے تھے۔ اب انور میرے بائیں ہاتھ کی جانب aisle سیٹ نمبر 28C پر بیٹھ گیا۔ جہاز تواتر سے نیچے کی طرف آ رہا تھا اور کانوں کی طرح آواز میں تبدیلی۔ 1149 پر Wheel carriage کے نیچے ہونے کی آواز آئی۔ یہ بھی وقتی تھی چونکہ حفاظتی بند بندھے اور نہ باندھے اور جہاز اترائی پر ایک گھنٹی کی آواز سنائی دیتی ہے۔ 1150 سگریٹوں کو بجانے اور حفاظتی بند باندھنے کا اعلان کیا گیا۔ جب ہم ابھی ہوا میں ہی تھے تو مشہد ائیرپورٹ کا درجہ حرارت 16 ڈگری اور لوکل ٹائم 1124 (12 52 PST) اعلان ہوا۔

مشہد 1152 پر جہاز مشہد ائیرپورٹ پر لینڈ ہوا۔ 1155 جہاز رکا، پھر حرکت شروع کی۔ 1156 دوبارہ رکا اور اب انجن بند ہو گئے۔ 1202 مسافروں نے اترنا شروع کیا۔ انور نے دو بیگ اور میں نے ایک ہلکا بیگ سنبھال لیا۔ 1203 پر بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ یہ ائیرپورٹ بلڈنگ ہفتہ تھی۔ میں نے باتھ روم استعمال کرنا چاہا۔ ایک جگہ فارسی میں لکھا ہوا تھا تو اس کے نیچے انگریزی میں W C (water closet) اور ان کے دروازوں پر عورتوں اور مردوں کے خاص نشان بھی آویزاں تھے۔ فارسی میں خروج اور اس کے نیچے انگریزی میں exit۔ ہم اس لائن میں کھڑے ہو گئے جہاں پر مرد اور اس کے پیچھے Customs ہو رہی تھی۔ عورتیں اور مرد شناخت کرنے میں مصروف۔ مرد مغربی لباس اور عورتیں سر سے پاؤں تک ایک ہی طرح کے لباس میں ملبوس تھیں۔ 0015 پر ہم Customs اور Luggage check سے گزر آئے۔ مشہد ائیرپورٹ پر ایسی سہولت نہیں تھی اور بدنظمی کا یہ عالم۔ جو پروازیں آئیں یا روانہ ہونے والی تھیں ان کا کوئی بورڈ آویزاں تھا۔ یہ شاید ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مشہد ائیرپورٹ پر جہاز اتر رہا تھا تو مجھے اسی قسم کی کیفیت محسوس ہوئی جیسے جہاز نے وہ ائیرپورٹ پر۔

میں نے Iran Air کے دفتر میں پہنچ کر انور کو 100 امریکن ڈالر تبدیل کرانے کے لیے دیئے۔ جلدی ہی وہ واپس لوٹ آیا۔ ... کوئی نشان نہ ہو کیونکہ ایسے نوٹ وہ قبول نہیں کرتے۔" لہٰذا میں نے 100 ڈالر کا نوٹ دیا اور اس کے ایکسچینج میں 83400 تمن (ضمیمہ 185) ملے۔ میری زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ ... نوٹ قبول نہیں کیے جاتے۔ سیاحوں کے لیے میرا مشورہ ہے کہ جب ایران جائیں تو بالکل صاف ڈالر، پونڈ زیادہ ... پاس کوئی بغیر ... کے نوٹ نہ ہوتا تو مشکل کا سامنا کرنا پڑتا۔ ادھر پاکستان میں نوٹوں کو ایک دفعہ ... ہوں تو بھی قابلِ قبول ہوتے ہیں۔

ہم دونوں نے مشہد سے تہران کا یکطرفہ ائیر ٹکٹ 51000 تمن (3600 Rs تقریباً)۔ 1241 پر تہران ائیر ... فلائٹ نمبر B9 967 سیٹ نمبر 1-0046 پر Departure lounge میں روانہ ہوئے۔ 1307 Departure gate سے جہاز تک بس میں سوار ہوئے اور 1311 پر بس کھڑی ہو گئی۔ 1315 پر جہاز میں داخل ہوئے۔ انور کی aisle سیٹ نمبر 17F اور میں اس کے دائیں ہاتھ کی طرف سیٹ نمبر 17E پر۔ میرے بائیں ہاتھ کی طرف سیٹ نمبر 17D پر کوئی مسافر نہ تھا۔

یہ روسی ساخت Tupolev TU-154 جہاز تھا اور میں زیادہ ہی پریشان ہو گیا کیونکہ 1990 سے لے کر 1999 تک اس ساخت کے طیارے مختلف ممالک میں 20 حادثات ہو چکے تھے۔ یہ جہاز Iran Air Tours کی ملکیت تھا۔ اسی طرح ایک اور ... Iran Airlines کمپنی بھی ہے۔ جہاز کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اس میں 13 سے 14 تک اکانومی کلاس میں دو رویہ قطاریں تھیں اور ہر رو میں 3 سیٹیں۔ اگلا حصہ بزنس کلاس میں اسی طرح 1 سے 13 تک قطاریں مگر ہر رو میں 2 سیٹیں۔

1338 ... میں ملبوس ائیر ہوسٹس اور مرد حضرات کا کوئی خاص لباس نہ تھا، نے ہمارے لیے انگلش نیوز پیپر کمپنی کی طرف سے ... Tehran Times (قیمت 750 ریال پاکستانی پانچ روپے) اور انور کے لیے Iran

Marfat.com

Daily (قیمت 600 ریال پاکستانی چار روپے)۔ فارسی اخبارات بھی موجود تھے۔ 1338 جہاز نے حرکت شروع کی۔ 1344 جہاز نے پرواز شروع کردی۔ بیرون ممالک کی کوئی خاص خبریں نہ تھیں۔ وہی جو کہ ہم Dawn اور Jang میں پڑھ چکے تھے۔ اکثریت کی خبروں کا تعلق ایران کی اندرونی ترقی کے منصوبوں سے تھا۔ تھوڑی دیر بعد کھانا دیا گیا: potato crisps، مرغی کے دو ٹکڑے، ایک سلاد کا پتا، زیتون، کھیروں کا اچار، ایک ٹھنڈے گوشت کا ٹکڑا، گول بریڈ کے اوپر اور منرل واٹر۔

partition جو کہ جہاز کے دونوں حصوں کو تقسیم کرتی اس کے اوپر فارسی میں لکھا ہوا تھا Tvavet 3 Ahrt جس کا مطلب ہے جہاز کے تینوں ٹائیلٹ استعمال میں ہیں۔ جب یہ سائن بجا دیا جائے تو اس کا مطلب ہے ایک، دو یا تینوں ٹائیلٹ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

1443 جہاز نے اترائی شروع کی اور 1452 پر جہاز نے تہران کی Mehrabad International Airport پر Touch down کیا۔ جیسے کہ مشہد ائرپورٹ پر دھوپ نکلی ہوئی تھی ویسا ہی موسم یہاں کا بھی تھا۔ جہاز سے تہران وسیع و عریض شہر دکھائی دیتا ہے۔ 1458 پر جہاز مکمل طور پر رک گیا۔ ہمارے دو بیگ Overhead luggage bins میں تھے اور چھوٹا بیگ میری سیٹ کے نیچے۔ 1504 جہاز کی سیڑھیوں سے نیچے اترے اور دوسری بس میں بیٹھ کر 1508 پر ٹرمینل Terminal 6/6 کے قریب بس رکی اور ہم ٹرمینل میں داخل ہوئے۔ انور نے تمام بیگ ایک ٹرالی میں رکھے۔ پہلے انور باتھ روم میں گیا تو میں نے سامان کی حفاظت کی۔ جب وہ واپس لوٹا تو میں بھی اسی طرح۔

ائرپورٹ سے انور نے ویز ویلین سفارت خانے میں ٹیلیفون (ضمیمہ 186) کیا اور ہوٹل کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ سیکرٹری بنام Mahshid نے کہا کہ ہوٹل Huma بہترین اور سفارت خانے کے قریب بھی ہے۔ اسی سیکرٹری نے یہ بھی معلومات فراہم کیں کہ ہوٹل Laleh بھی Five star درجے کا اور پاکستانی ایمبیسی کے نزدیک واقع ہے۔ ایک اور Taj Mahal دو آدمیوں کیلئے 142 ڈالر (1.12000.8236 Rs تومن) ایک رات کے۔ انور نے دوبارہ ایک ٹیکسی سروس کے kiosk پر بیٹھی لڑکی سے ہوٹلوں کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بھی یہی ہوٹل بتائے۔ چونکہ ہوٹل Huma، Laleh سے قریب تھا لہذا ہم نے ٹیکسی کے متعلق دریافت کیا۔ ویز ویلین ایمبیسی کے قریب Avenue Africa پر ایک ہوٹل Urum جس کا کرایہ دو مسافروں کیلئے فی رات کا 113 ڈالر (93790.6441 Rs. تومن) تھا۔ 1543 پر سامان والی ٹرالی کو دھکیلتے ہوئے ہم ٹیکسی بوتھ پر پہنچے اور ہوٹل دو چار دکھا کر ہوٹل Laleh جانے کیلئے کہا۔ 1545 میں ٹیکسی کی پچھلی سیٹ میں بائیں ہاتھ انور میرے دائیں ہاتھ اور سامان ٹیکسی کے ٹرنک میں اور ٹیکسی چل پڑی۔

تہران ائرپورٹ پر ایکسچینج ریٹ پاکستانی 100 روپے 130 تومن کے برابر۔

سڑکیں اور boulevards کشادہ ہر طرف کاریں ہی کاریں۔ اندھا دھند ڈرائیونگ۔ "چوک آزادی" سے گزرے۔ پھر بائیں ہاتھ turn کیا اور خیابان مستاخان کو عبور کیا جس میں ہر طرف چار lane تھیں۔ یادگار امام خمینی کے پیچھے سے گزرے۔ پھر حال ہی میں تعمیر شدہ رہائشی بلاک Fort Milad سے ہوتے ہوئے فاطمی سڑک پر آ گئے۔ 1615 پر ہوٹل Laleh پہنچے جو کہ اسی سڑک پر دائیں جانب واقع ہے۔ سڑک کی دونوں طرف پارکنگ میٹر لگے ہوئے تھے۔ ہمارا ڈرائیور نہ تو Spanish اور نہ ہی انگلش جانتا تھا۔ اس کی گفتگو سے صرف یہی اندازہ کر سکے کہ آیا ہماری ریزرویشن ہے کہ نہیں؟ ریسپشن ڈیسک پر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک رات کیلئے ہم دونوں کا 168 ڈالر کرایہ ہے اور ڈالروں میں ہی ادائیگی کی جائیگی۔ جب discount کیلئے کہا تو 121 ڈالر (100430.6897 Rs. تومن) ہو گئے۔ ہم نے اسے کہا کہ یوں نہ کی اور ہوٹل جا رہے ہیں۔ لہذا receptionist نے ہوٹل آزادی ٹیلیفون کیا تو وہاں بھی یہی ریٹ تھے۔ پھر اس نے ایک اور ہوٹل Tehran Grand: ٹیلیفون کیا تو ریٹ ہم دونوں کیلئے ایک رات کے 68 ڈالر (53000.3836 Rs. تومن) تھے لہذا ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور باہر آ کر ایک ٹیکسی ڈرائیور سے اس ہوٹل کے متعلق کہا۔ اس کا جواب تھا "2000 تومن" (2.41.137 Rs. ڈالر) ایک اور ڈرائیور سے پوچھا تو 1000 تومن (1.21.68 Rs. ڈالر) ہو گئے۔

Marfat.com

1645 ٹیکسی Tehran Grand ہوٹل کے سامنے رکی جسکے سائن کے اوپر لکھا ہوا تھا۔ بزرگ تہران (بزرگ سے مراد بڑا)۔ ریسپشن پر پہنچ کر ہوٹل Laleh کا حوالہ دیا۔ receptionist سے ہوٹل Huma فون کرنے کیلئے کہا جو کہ ویزہ ولین سفارت خانے کے قریب تھا جہاں کا ریٹ 121 ڈالر (.Rs 100430،6897 تمن) تھا۔ ہم نے اسی ہوٹل پر اکتفا کیا۔ ہمارا کمرہ نمبر 514 تھا۔ پانچویں منزل پر کمرہ نمبر چودہ اور ہمیں الیکٹرانک چابی دے دی گئی جو بالکل ایک کریڈٹ کارڈ کی طرح تھی۔ پہلی چار منزلوں اور سیڑھیوں کی مرمت ہو رہی تھی لہذا سیڑھیاں استعمال نہ کی جا سکتیں۔ مجبوراً ہمیں لفٹ استعمال کرنا پڑی۔ reception سے بائیں جانب ہال میں تین لفٹ تھے۔ ہم ہمیشہ درمیان والا لفٹ استعمال کرتے۔ پہلے لفٹ کے باہر اوپر دیوار میں تین نمبر لگے ہوئے تھے۔ اپنے کمرے تک پہنچنے پر ہم نے slot میں الیکٹرانک چابی داخل کی تو کمرے کا دروازہ کھل گیا۔ کمرہ ایک ہال میں کھلتا جس کی بائیں جانب باتھ روم اور سیدھا آگے بیڈ روم تھا۔ ہر جگہ کارپٹ دو متوازی بیڈز مشرق سے مغرب جن کے درمیان ایک نائٹ ٹیبل۔ wardrobe کمرے کی شمالی دیوار میں یعنی کہ میرے بیڈ کے شمال کی طرف۔ جنوبی دیوار تقریباً تمام شیشے کی جس پر پردے لگے ہوئے جس میں ایک شیشے کا دروازہ جو کہ ایک چھوٹی سی بالکونی میں کھلتا۔ انور کے بستر کے جنوب کی طرف مشرقی دیوار کے ساتھ ایک صوفہ اور ایک اور صوفہ انور کے بستر کی جنوب کی طرف جس کے سامنے ایک مستطیل میز۔ جنوبی دیوار کے ساتھ ریفریجریٹر میں نے شفا، جو کے نماز اور تسبیح جیسے شیلف کے اوپر قبلہ کی سمت کا نشان۔ wardrobe کی بائیں جانب دیوار میں ٹیلی وژن اور ریموٹ کنٹرول نائٹ ٹیبل پر پڑا ہوا۔ ٹیبل میں ایک بلٹ ان ریڈیو بھی نصب تھا۔ ٹیلی وژن کے نیچے تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹا سا ریفریجریٹر۔ کمرے میں تین ٹیوب لائٹ اور مغربی دیوار میں ایک لائٹ بلب۔ Switch panel بھی ٹیبل میں تھا۔

اپنا سامان وغیرہ ترتیب کرنے کے بعد دوبارہ reception پہنچ گئے اور چابی receptionist کے حوالے کی۔ بعد ازاں ہوٹل سے باہر نکل کر اسی سڑک پر چلنا شروع کر دیا تاکہ پاکستان سفارت خانے پہنچ سکیں جو کہ اسی سڑک کے آخر میں دائیں جانب واقع ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے مگر اسی سڑک پر ابھی تک ہوٹل Laleh نظر نہ آیا۔ ہم ایک *pirata* یا *porpuesto* (ضمیمہ 187) کار میں بیٹھ گئے جس نے ایمبیسی تک پہنچنے کیلئے 2000 تمن (.Rs 2.41،137 ڈالر) چارج کئے۔ جب ہم ایمبیسی کے قریب رکے۔ میں تو کار میں ہی بیٹھا رہا مگر انور باہر جا کر پاکستانی سفارت خانے کے اوقات وغیرہ کے متعلق دریافت کرنے کیلئے چل پڑا۔ ڈرائیور اور میں کافی دیر تک انتظار کرتے رہے مگر انور تھا کہ واپس ہی نہ لوٹا۔ ڈرائیور کار سے باہر دریافت کرنے کیلئے نکلا۔ ہوا یوں کہ جب انور ایمبیسی سے واپس لوٹا، جو کہ بند تھی، تو وہ بھول ہی گیا کہ کار کہاں کھڑی ہوئی تھی۔ انور نے ڈیوٹی پر تعین ایک فوجی سے کہا کہ شاید میرے بھائی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ انور اکثر اوقات ایسی حرکات کر گزرتا ہے۔ اسی کار میں ہم واپس ہوٹل پہنچے تو بجائے طے شدہ 2000 تمن (.Rs 2.41،137 ڈالر) کے ہم نے اسے 500 تمن (35 .Rs 60، ڈالر) زیادہ دیئے۔

افطاری کا وقت تھا میں نے اپنا روزہ کار سافا یا۔ ہوٹل کے قریب ایک ریسٹورینٹ میں کھانے کیلئے داخل ہوئے تو خاص ایرانی کھانا گوشت اور مرغ کے Chiloo Kabab کھائے اور ان کے ساتھ چاولوں کی دو پلیٹیں بھی۔ نہایت لذیذ کھانا تھا۔ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ تمام ایران میں سرخ مرچیں نہیں کھائی جاتیں۔ 6100 تمن (.Rs 7.3،417 ڈالر) بل ادا کیا اور 100 تمن (7 .Rs 12، ڈالر) tip۔

ہوٹل واپس پہنچے reception سے چابی لی اور elevator میں سوار ہو کر کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے سونے والے چرے سے پہلے کر اپنے بستر میں نوٹس تیار کئے۔ انور پہلے ہی سو رہا تھا کیونکہ وہ صبح سویرے اٹھنے کا عادی ہے۔ 2054 ٹیبل لیمپ کو آف کر کے میں بھی نیند کی آغوش میں جانے کی کوشش کرنے لگا۔

اگلے دن تیار ہو کر ہوٹل کے بیسمنٹ میں ایک وسیع ریسٹورینٹ میں ناشتہ کرنے کیلئے داخل ہوئے۔ فرش پر قیمتی قسم کے سرخ دری جس میں مختلف قسم کے پھول اور سرخ رنگ کا ہی قالین جیسا کہ ہوٹل میں ہر جگہ دیکھنے میں آیا۔ دیواروں پر مختلف قسم کے آرٹ ورک اور نہایت آرام دہ قیمتی کرسیاں میزوں کے ارد گرد۔ ناشتہ بوفے طرز کا تھا، جس کے اخراجات کرایے میں ہی شامل ہیں۔

Marfat.com

کھیرے، سبز خربوز نہایت ہی رس بھرے، ٹماٹر، اُبلے ہوئے انڈے، ٹھنڈا گوشت، روٹی (ایران میں بیکن جیسی سلائس بریڈ عام نہیں) 0756 پر ناشتہ ختم کیا۔ ابھی اُٹھنے ہی لگے تھے تو ایک پاکستانی شخص شوکت حسین جو کہ کراچی سے آیا ہوا تھا لیکن رہنے والا چنیوٹ کا تھا انور کو reception پر ملا اُس سے ملاقات ہوئی اُس کا کمرہ نمبر 509 تھا۔

0905 ہوٹل سے چلتے چلتے پاکستان سفارت خانہ پہنچے۔ انور نے rececption میں چار عدد کاغذات ایمبیسی attest کرنے کیلئے دیئے۔ جن میں سے 3 ہم نے پہلے ہی اسلام آباد فارن منسٹری سے attest کروا رکھے تھے اور ایک کی منسٹری پہلے لاہور فارن منسٹری سے۔ یہ کاغذات مندرجہ ذیل تھے: فرخ کی صحت کا سرٹیفکیٹ، انور اور میرا رہائشی ایڈریس اور انور کا شادی سے نام مختار نامہ۔ سفارت خانے میں ایک صاحب نبیل احمد کو ملے جو اسسٹنٹ رینک PA کے عہدے پر فائز اور جس کا حوالہ انور نے دیا ہوا اکرم بھٹی نے دیا۔ وہ اکٹھے کئی سال پہلے مراکش میں رہ چکے تھے۔ نبیل احمد سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ یوں تو اکرم بھٹی محض ایک دانشور لیکن اُس کے تعلقات بڑے بڑے لوگوں تک استوار ہیں مثلاً جنرل مجید کو بھی ذاتی طور پر جانتا ہے چونکہ وہ بھی ان دنوں مراکش میں تھا مختلف جگہوں پر ٹریفک لائیٹس لگی ہوئی ہیں مگر یہ آٹومیٹک نہیں۔ ایک ٹریفک کا سپاہی ان کو آپریٹ کرتا ہے۔ ان چوراہوں پر زیبرا کراسنگ کی نشاندہی کی گئی مگر کاروں والے بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کار کا ڈرائیور پیدل چلنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اپنے آپ کو بچائیں ورنہ ڈرائیور کو اُس کی کچھ پرواہ نہیں اور نہ ہی ہارن استعمال کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ کئی نازک موقعوں اور رش آور میں بھی ہارن بجانا منع ہے۔

پہلے تقریباً تمام عمارات کی دیواروں کھڑکیوں اور دروازوں پر شیشے لگے ہوئے تھے مگر شاہ ایران کا تختہ اُلٹنے کے بعد لاقانونیت کے خوف سے ہر جگہ لوہے کے گرل لگائے جا رہے تھے۔ بہت کم پیدل چلتے ہوئے لوگ دیکھنے میں آئے کیونکہ یہاں کی پٹرول کی بہتات اور اکثریت کاروں کا برانڈ French ہے۔ ایران دنیا میں کاروں کی تعداد کے لحاظ سے ساتویں نمبر پر ہے۔ مختلف مقامات پر ٹیکسی سٹینڈ جہاں پر ٹیکسی کا نمبر نوٹ کر کے کرایہ طے کر لیا جاتا اور اس طرح ٹیکسی ڈرائیور دھوکہ نہیں دے سکتا۔ tip دیں یا نہ دیں ماتھے پر شکن نہیں لاتے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ عام طور پر ٹیکسیوں کا کرایہ ایک ہزار سے تین ہزار تمن ہے۔ ٹیکسی کا کرایہ پہلے ہی طے کرنا پڑتا ہے اور ٹیکسی میں کوئی میٹر وغیرہ نہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ کاریں اتنی تیز چلانے کے باوجود کوئی ایکسیڈنٹ نہ دیکھا۔

پاکستانی سفارت خانے کے rececption پر ایک صاحب خالد احمد جو کہ بہت ہی مددگار ثابت ہوئے اور ان کا تعلق چوہدری رہائی ہیں۔ ایمبیسی کی reception میں باہر ایک ایرانی عرضی نویس جس کو انگریزی زبان پر کافی عبور تھا وہ درخواستیں وغیرہ پُر کرتا جس کی اجرت بھی دی جاتی۔ سفارت خانے میں دو ٹائیلٹ جن تک رسائی reception سے ہو کر ممکن تھی مگر گندے اور اتنے چھوٹے کہ بمشکل ایک شخص کھڑا ہو سکتا۔

reception میں ایک کلرک مقصود حسن ہمارے کاغذات کی جانچ پڑتال کرنے لگا۔ اس نے ہمیں کہا کہ فرخ کے ہیلتھ سرٹیفکیٹ پر جس فارن آفس کلب روڈ لاہور آفیسر نے دستخط کیے تھے وہ دستخط نہیں ملتے۔ دوسرے کاغذات درست ہیں۔ ان کاغذات کو attest کرنے کیلئے ہم نے 870 تمن (1.1.65 Rs ڈالر) ادا کیے۔ چونکہ ہمارے کاغذات پر متعلقہ آفیسر کے دستخط ہونے میں کچھ دیر تھی لہذا ہم نے خالد احمد سے کرنسی ایکسچینج کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ بہترین جگہ فردوسی مارکیٹ ہے۔ 1230 ٹیکسی لے کر فردوسی مارکیٹ کیلئے روانہ ہوئے۔ 1250 فردوسی مارکیٹ پہنچ گئے۔ پتہ چلا کہ فردوسی مارکیٹ کئی سال پہلے ہمیشہ کیلئے بند ہو چکی ہے۔ ایک پرائیویٹ ڈیلر سے 4000 پاکستانی روپے 576000 ریال (57600 تمن، 70 ڈالر) میں تبدیل کروائے۔

1256 بزرگ تہران ہوٹل کیلئے ٹیکسی لی۔ 1310 ہوٹل پہنچ گئے اور ٹیکسی ڈرائیور کو 2000 تمن (137 Rs. 2.4 ڈالر) ادا کئے۔ راستے میں ایک ٹریفک کا سپاہی سفید قمیض کالی پینٹ سر پر peacap جو ٹریفک کا قانون توڑنے والوں کو ٹکٹ دے رہا تھا۔ 1422 بوفے ٹائپ کا کھانا کھایا۔ معمول کی اشیا خوردنی مثلاً ٹماٹر، گاجریں، سلاد، سبز خربوز، سوپ، روٹی وغیرہ تو بوفے میز پر موجود تھے مگر chiloo مرغ، گوشت کے کباب اور چاول کا آرڈر دیا جاتا ہے۔ ہوٹل کا بل 2700 تمن (190 Rs. 3.3 ڈالر) تھا جو کہ میں نے سائن کر دیا۔ جب کمرے میں واپس پہنچے تو صبح کے وقت میں سے تقریباً آدھا کارائش کرنے میں

Marfat.com

ہی چھوڑ دیا مگر اب یہ کار غائب تھا۔ یا تو صفائی کرنے والے نے اٹھا لیا اور یا کوڑے کرکٹ میں پھینک دیا۔ 1600 سونے کے بعد اٹھے تو انور نے شازی کو گجرات پاکستان فون کرنا چاہا مگر اس کیلئے ایکسچینج سے رابطہ ضروری تھا۔ شازی نے اطلاع دی کہ سب خیر خیریت ہے اور وہ روزانہ امی بی بی کو دیکھنے کیلئے جایا کرتا ہے۔

پاکستانی سفارت خانے میں نبیل احمد نے افطاری کے کھانے کیلئے مدعو کیا ہوا تھا لہذا 1645 پر ہم نے ہوٹل سے چلنا شروع کیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ٹیکسی کی خدمات حاصل کیں۔ سفارت خانے تک 1000 تمن (Rs. 1.2،70 ڈالر) دیے۔ چونکہ رمضان کا مہینہ تھا ہم نے جانے سے بہت انکار کیا مگر نبیل ہمارے کھانا کھانے پر بضد رہا۔ 1707 ایمبیسی پہنچ گئے تو اس کا مین دروازہ بند تھا۔ سائیڈ کے دروازے سے دو receptionists نے ہمیں اندر آنے کیلئے کہا۔ دروازے سے داخل ہونے کے بعد بائیں جانب ایک کمرے میں بیٹھ گئے جہاں پر تینوں دیواروں کے ساتھ صوفے فرش پر قالین اور پاکستانی اخبارات اردو میں جو کہ تقریباً ایک مہینہ پرانی تھیں۔ کوئی انگریزی یا فارسی کا اخبار موجود نہ پایا۔ ہم نے ایمبیسی میں Public dealing میں کسی خاتون ملازمہ کو نہ دیکھا۔ ہو سکتا ہے آفس میں ہیں اور کام وغیرہ کرتی ہوں۔ 1723 منٹ پر دو اور ملاقاتی اسی کمرے میں داخل ہوئے جو کہ بظاہر ایرانی لگتے ان کا رویہ کافی چھوٹا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک پاکستانی ملازم نے انہیں 2000 تمن (Rs. 2.4،137 ڈالر) کا چیک پیش کرتے ہوئے کہا "معذرت آغا"۔

افطاری کا وقت ہو گیا تو دو ملازموں دو بڑی بڑی ٹرے فروٹ سے لدی ہوئی لے آئے اور ہمیں روزہ کھولنے پر مجبور کرتے رہے مگر ہم نے روزہ نہ کھولا کیونکہ ہمارا روزہ ہی نہیں تھا۔ ماسوائے اس کے کہ میں نے تین بڑی کالے رنگ کی کھجوریں ذائقہ چیک کرنے کیلئے کھائیں۔ ایسی کھجوروں کو پاکستان میں ایرانی کھجوریں کہہ کر بیچتے ہیں مگر ان کا ذائقہ اور خوشبو تو اور ہی بات تھی۔ اس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان میں کھجوریں بھی نمبر 2 مال ہے۔ یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ایمبیسی کا تمام سٹاف ایمبیسی میں ہی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔

1855 ہونے تک ہم نے زیادہ دیر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ نبیل کا کوئی بھی کہیں بھی نام ونشان نہ تھا۔ کھانا کھانے کیلئے فاطمی سٹریٹ پر ایمبیسی سے چند منٹ کے فاصلے پر بائیں ہاتھ کو مڑے کیونکہ سن رکھا تھا "خانہ کو چک" تہران کے مشہور ریسٹورینٹ میں سے ہے۔ تھوڑی دور ہی چلے ہوں گے کہ نبیل اور ایک اور صاحب کرنل عارف، چکوال کے رہائشی ایمبیسی میں ملٹری attache ہیں تھے۔ انہوں نے ہمیں ان کے ساتھ خانہ کو چک میں کھانا کھانے پر مجبور کر دیا۔ کھانے میں Chiloo Kababs سلاد، مختلف قسم کے چاول وغیرہ۔ کھانا نہایت مزیدار تھا۔ 13800 تمن (Rs. 16.6،947 ڈالر) بل انہوں نے ہی ادا کیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہاں مختلف قسم کے پھلوں سے لدی پڑی ہیں مگر ہوٹلوں میں سوائے ٹماٹر، کھیرے، گاجریں اور سبز خربوزے کے علاوہ اس قسم کی کوئی چیز نہ تھی۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ریسٹورینٹ سے چل پڑے، کرنل عارف اور نبیل نے اپنی راہ لی اور ہم ٹیکسی لے کر 1000 تمن (Rs. 1.2،70 ڈالر) میں ہوٹل پہنچ گئے۔

ہوٹل کی لابی میں شوکت حسین سے ملاقات ہوئی جس نے ہمیں چائے پر مدعو کیا۔ ایران میں چائے کو "چائی" کہا جاتا ہے جس کا ذائقہ اور مزا ایسا چھا اور ہے کہ جی چاہتا ہے کہ کئی کپ پیتے جائیں۔ دودھ کا استعمال بالکل نہیں ہوتا اور چائے میں چینی نہیں ڈالتے بلکہ ایک شوگر کیوب کو منہ میں رکھ کر چسکیاں لے لے کر چائے پیتے ہیں۔ اگر یہ کیوب ختم ہو جائے تو دوسرا رکھ لیتے ہیں۔ کیوب جتنے مرضی استعمال کریں لیکن اس کا طریقہ کار نہیں بدلتا۔ تھوڑی دیر بعد انور اور میں اپنے کمرے میں چلے گئے۔ انور نے ٹیلی فون پر 0 ڈائل کیا اور آپریٹر والے انٹرنیشنل آپریٹر سے ملانے کیلئے کہا تا کہ پاکستان کال کی جا سکے۔ شازی سے گجرات رابطہ ہوا اور حالات کے متعلق آگاہی ہوئی۔

ایرانیوں میں ایک خاص بات دیکھنے میں آئی کہ وہ کسی کی طرف بھی نہیں دیکھتے۔ عورت ہو یا مرد کیسے کپڑے پہنے ہوں سگریٹ وغیرہ پی رہا ہو یا نہ غرضیکہ کوئی کسی بھی حال میں ہو ان کا کسی بھی بات سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں البتہ جب ہم ہوٹل کی لابی میں شوکت کے ساتھ چائے پی رہے تھے تو وہ اٹھ کر ٹیلیفون کرنے کیلئے reception پر گیا۔ receptionist نے حیرانگی سے

Marfat.com

پوچھا ”وہ صاحب کیا پی رہے ہیں؟“ اس کا مطلب میرے سگار سے تھا۔

”سگار“ شوکت نے جواب دیا۔

اس نے پھر پوچھا ”سگریٹ سے زیادہ مزا آتا ہوگا؟“ receptionist نے زندگی میں پہلی بار کسی کو سگار پیتے ہوئے دیکھا۔

شوکت نے یہ بھی واضح کیا کہ وہ کئی سالوں سے اس ہوٹل میں آکر ٹھہرتا ہے اور ہر سال دو تین دفعہ آتا ہے۔ 1995 میں اس نے ایک سنگل کمرے کیلئے 90 ڈالر (74700.5130 Rs. تمن) دیئے تھے۔ بعد میں سنگل کمرے کا کرایہ 58 امریکن ڈالر (48140.3306 Rs تمن) اور ڈبل کمرے کا کرایہ 85 ڈالر (70550.4845 Rs. تمن) لیکن دو سال ہوئے کرایہ کم کردیا گیا ہے۔

کرنسی ایکسچینج کیلئے ایک امریکن ڈالر 8000 ریال یعنی کہ 800 تمن۔

ہوٹل میں ہر طرف شفاف سفید سنگ مرمر اور لابی کی پچھلی دیوار تمام کی تمام شیشے کی تھی۔ ایسی اچھی والی کہ شیشہ یہ معلوم ہوتا جیسے اس کے پیچھے ایک اور لابی ہو۔ اس شیشے کی لمبائی 100 فٹ تھی۔ ہوٹل کی لابی کشادہ اور نہایت آرام دہ صوفے۔ بیسمنٹ میں ڈائننگ روم جو کہ شاہ کے زمانے میں ڈسکو کیلئے استعمال ہوا کرتا۔

منگل 4 نومبر: ہوٹل کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد بائیں جانب دیوار میں ایک چھوٹا سا باکس جس کے اوپر لکھا ہوتا "Insert key card for power" ایسا کرنے سے بیڈروم کے کمرے کی ٹیوب لائٹس آن آف کی جاسکتی ہیں۔ کمرے کی مغربی دیوار میں لائٹ کے بلب کو صرف سوئچ سے آن / آف کرنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ باتھ روم میں نہایت صاف شفاف ٹائیلیں، مغربی طرز کا کموڈ، bidet، ٹب، شاور، واش بیسن اور الیکٹرک شیور استعمال کرنے کیلئے ساکٹ۔ کمرے میں ہم دونوں کے استعمال کیلئے علیحدہ علیحدہ سفید سلیپر اور اسی طرح باتھ روم میں سفید سلیپر مگر اس کا sole کھردرا تھا تاکہ slip ہونے سے بچ سکے۔ ٹائیٹ ٹیبل سے اوپر چھ فٹ پر دیوار میں ہوٹل نے قبلہ کی سمت لگی ہوئی تھی۔ اپنے کمرے میں جانے سے پہلے ہوٹل کی reception سے اپنا پاسپورٹ طلب کیا جو کہ ہم دونوں نے سیکورٹی کے طور پر ڈپازٹ کروایا تھا تو اس نے 200 ڈالر (166000.Rs 11400 تمن) کا ایڈوانس کمرے کا کرایہ مانگا جو میں نے ادا کردیا۔ 1045 پر سوگئے۔

0749 پر ناشتہ کر رہے تھے تو شوکت حسین بھی ہمارے ساتھ شریک ہوگیا۔ 0817 پر وہ چلا گیا۔ ویزہ ویلن سفارت خانہ Avenida Africa، نارمغون شرقی کیلئے 2000 تمن (2.4.137 Rs. ڈالر) پر ٹیکسی کی۔ 0943 پر ویزہ ویلن ایجنسی پہنچ گئے۔ ایجنسی میں ویزہ ویلن وصیت Abraham Clavero سے ملاقات ہوئی جسے انور پہلے بھی جانتا تھا اور اس سے اتفاق سے میرا بھی غائبانہ تعارف رکھتا۔ اس کی سیکرٹری مسز Mahshid سے بھی ملاقات ہوئی اسے بھی انور پہلے سے جانتا تھا۔ چائے پینے کے بعد اپنے کاغذات کے متعلق بتایا تو مسز Mahshid نے جانچ پڑتال کرکے کہا۔ 280 امریکن ڈالر (232400.Rs 15960 تمن) کا ڈرافٹ ویزہ ویلن ایجنسی کے نام Milli Bank سے لے آئیں جو کہ چھ فٹ پر چڑھائی پر واقع تھا۔

1102 ہم دونوں ایجنسی سے چل پڑے۔ 1111 پر سڑک کی چڑھائی چڑھتے ہوئے Banca Milli کی طرف رجوع کیا۔ میرے نام پر 80 ڈالر (66400.4560 Rs. تمن) ایجنسی کیلئے جمع کرائے۔ ویزہ ویلن پاسپورٹ renew کروانے، تصویر اور انور کے نام پر 200 امریکن ڈالر (166000.11400 Rs تمن) انور اور میری رہائش کی پاکستان میں تصدیق اور انور کے بیٹے کے نام مختارنامہ۔ 50 ڈالر (41500.2850 Rs تمن) ایک رہائش کی تصدیق کیلئے اور 100 ڈالر (83000.5700 Rs. تمن) مختارنامے کیلئے۔

میں نے 300 ڈالر (249000.17100 Rs. تمن) کے تین نوٹ دیئے تو کیشیئر نے مجھے 20 ڈالر (1140 16600.Rs تمن) واپس کر دیئے۔ 1130 بینک سے چل پڑے اور 1140 پر ایجنسی پہنچ گئے۔ ایجنسی میں ملاں کی

Marfat.com

تھی۔ ہم دو پہر سے پہلے ہی انور نے Abraham Clavero کو تحفے کے طور پر ایک قیمتی پتھر کی ایش ٹرے اور دو قیمتی ہاتھی کے تحفے دیئے جو ہم نے تہران سے خریدے تھے۔ ہم نے تمام کاغذات سیکرٹری کو دیئے۔ اس نے ہمیں رسید دے دی اور دوسرے دن دوپہر کے وقت آ کر تجدید شدہ پاسپورٹ اور دوسرے کاغذات لے لیں۔ 1251 پر ایمبیسی سے چل پڑے۔

ٹیکسی والے سے 2000 تمن (2.4،137 Rs. ڈالر) پر سفارت خانہ پاکستان، خیابان فاطمی پر جانے کے لئے طے ہوا۔ یہ ٹیکسی نہیں تھی بلکہ پرائیویٹ گاڑی Pirata کار تھی۔ سرکاری ٹیکسی والے 3000 تمن (206 Rs.3.6 ڈالر) مانگ رہے تھے۔

ہم نے سفارت خانے کے باہر کوئی فوجی یا پولیس والا نہ دیکھا اور وہ بھی سفارت خانے کے باہر۔ ایران میں تمام عورتیں سر سے پاؤں تک ملبوس اور کئی نے تو نقاب کر رکھے تھے۔ تہران میں جہاں جہاں ہم گئے کسی مرد نے سر پر ٹوپی یا ہیٹ پہنے نہیں دیکھا۔ Harrod's لندن کی ہاتھ سے بنی ہوئی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ بہت سے لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ ہوٹلوں وغیرہ میں میزوں پر ایش ٹرے رکھنے کا کوئی دستور نہیں بلکہ ایش ٹرے مانگنی پڑتی ہے۔ فاطمی سٹریٹ پر چلتے ہوئے ایک شخص سگریٹ نوشی میں مصروف مگر کسی کو اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ کسی کو قہقہہ مار کر ہنستے یا ویسے ہی مسکراتے نہ دیکھا البتہ بزرگ receptionist نے بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ بات کی۔ بہت سے لوگ ملنے پر ایک دوسرے کو اسلام وعلیکم کہتے ہیں مگر چند ایک دوسرے کے دونوں رخساروں پر بوسے لیتے ہیں۔

1330 پر پاکستانی سفارت خانے پہنچ گئے۔ یہ بات بتانی ضروری ہے کہ پاکستان کی فارن منسٹری سے کوئی بھی کاغذات لیگل کروانے کی فیس 6 ڈالر ہے۔ سفارت اسلامی جمہوریہ پاکستان ڈاکٹر حسین فاطمی روڈ اور آعتماد زادہ سٹریٹ کے جنکشن پر ہے۔ پاسپورٹ آفیسر کا نام جمیل احمد تھا۔ 1415 جمیل احمد نے اس کے دوست انور کے ڈرائیور اکرم بھٹی بیٹے ایک بیگ میں کاغذات سفارت خانے کی reception کے دائیں ہاتھ ہوا تھا۔

لطفاً موبائل خود را این ساختمان خاموش نمایید (اپنے موبائل کو بند کر دیں۔)

سفارت خانے اور فارن منسٹری والے فیس لیتے ہیں جس آفیسر نے فرخ کا ہیلتھ سرٹیفکیٹ attest کیا تھا اس کے دستخط جو سفارت خانے کے پاس ہیں۔ اس کے بعد ہم 1420 پر ایمبیسی سے چل پڑے اور مقصود احسن نے دوبارہ واپس آنے کے لیے کہا۔ پیدل چلتے ہوئے پاکستانی سفارت خانے سے واپس بزرگ ہوٹل پہنچ گئے۔ لابی کے اگلے حصے میں بیٹھنے کی بجائے تھوڑا پیچھے کی طرف بیٹھے کیونکہ وہاں چلنا پھرنا بہتا تھا اور مین گیٹ سے لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ انور نے لابی کے ایک ستون پر نصب ٹیلیفون سے ٹیلیفون کیا تو سیکرٹری نے جواب دیا کہ کل دوپہر کے ٹائم آ کر کاغذات لے جائیں۔ 1443 پر ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے چلے گئے۔ Flattened fish مچھلی بغیر کانٹوں کے لئے آرڈر دیا۔ 1520 پر کھانا ختم کیا۔ 1545 پر شوکت سے لابی میں ملاقات ہوئی۔ ہم تینوں ہوٹل سے تھوڑی دور فاطمی سٹریٹ کی بائیں جانب چھ فاصلے سے چل کر بائیں طرف ایک موڑ پر ہو لئے اور چند منٹوں میں بائیں ہاتھ کی جانب Quds departmental store سے Adidas کا بیگ دوسرے فلور کے Luggage section سے خریدا۔ اگرچہ escalators نصب مگر کام نہیں کرتے تھے۔ جب میں نے سیلز مین سے ایک بیگ کی قیمت کے متعلق پوچھا تو اس نے پرائس ٹیگ کی طرف اشارہ کیا جس پر 7800 تمن (9.4،535 Rs. ڈالر) نصب تھے۔ چونکہ انور چند ایک سال قبل پہلے بھی ایران آ چکا تھا اس نے دو تین بار کہا "تخفیف" (قیمت کم کریں)۔ بغیر کسی حیل و حجت کے قیمت 6500 تمن (7.9،450 Rs. ڈالر) ہو گئی۔ انور نے پھر تخفیف کی بات شروع کی تو آخری قیمت 6000 تمن (7.3،415 Rs. ڈالر) میں بیگ خرید کر لیا۔ شوکت تو سٹور میں کہیں ادھر ادھر چلا گیا۔ اسی سٹور میں ایک ادھیڑ عمر کی خاتون کو آٹومیٹک مشین سے بلڈ پریشر چیک کرتے ہوئے دیکھا۔ قیمت 250 تمن (17

Rs.30 ڈالر) اور وزن کرنے کے بھی 250 تمن (Rs. 30،17 ڈالر) 1635 واپس ہوٹل میں سائیڈ دروازے سے داخل ہوئے۔ بائیں ہاتھ کی جانب دو لڑکیاں خاص ایرانی لباس میں ایک کمپیوٹر آفس میں کام کر رہی تھیں۔ انور نے مدیل، مغازیہ، شیوا اور شازی کو ای میل کی۔ جس کے لئے 500 تمن (Rs. 60،35 ڈالر) ادا کئے۔

کمرے میں جا کر آرام کیا۔ 1720 پر انور اور میں اٹھے۔ ہوٹل کی لابی میں وارد ہوئے۔ ابھی چند منٹ ہی ہم لابی کے اگلے حصے میں بیٹھے ہوں گے کہ مین گیٹ کے کھلنے اور بند ہونے پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے شروع ہو جاتے لہذا ہم بائیں جانب ہوا کی زد سے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ ایک receptionist Mr. Mehta بہت خوش اخلاقی سے پیش آتا اور اسی طرح ایک جوان ایرانی لڑکی حجاب کئے ہوئے۔ ان دونوں کی ڈیوٹی دن کے وقت تھی۔ لڑکی تو مشین کی طرح کام کرتی۔ کمپیوٹر کے مانیٹر پر نظر اور keyboard پر کام جبکہ پانچ پانچ گاہکوں کے ایک وقت میں سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔ میں نے اس کا نام پوچھنے کی جرأت نہ کی۔ شاید ایرانی تہذیب خلاف کوئی بات نہ ہو جائے۔ لابی میں کافی شاپ پر چائے کا آرڈر دیا جس پر ویلڈ بریڈ، آئس، چپس، آئس کریم وغیرہ دستیاب اور جیلی سروس تھی۔ چائے کی ایک چینک جس میں ایک کپ سے تھوڑی زیادہ چائے تھی۔ قیمت 3000 تمن (Rs 206،3.6 ڈالر)۔ 1920 ہوٹل کے مین دروازے سے باہر نکلے۔ اس کے مخالف سائیڈ پر تھوڑی دور چل کر کئی ریسٹورینٹ تھے۔ ایک ریسٹورینٹ بنام "Honey" جو کہ فاسٹ فوڈ اور ٹیک آوٹ سروس بھی تھی۔ یہ ریسٹورینٹ تہہ منٹ میں واقع اور نہایت صاف ستھرا تھا۔ ہم دونوں نے وہی خاص ایرانی کھانا اپنی مدد آپ کے تحت کھایا۔ بل 2500 تمن (Rs 171،3 ڈالر) دونوں جیلیے۔ باہر لکھا ہوا تھا "جھت داخل رستوران" (Fast food resturant)۔

نومبر 5 بدھ وار۔ 0835 ہم دونوں بھائی جاگ اٹھے۔ 0853 میں نے الیکٹرک شیور سے باتھ روم کے اندر دوران میں شیو کی۔ تیار ہونے کے بعد ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ناشتے کی غرض سے گئے۔ میں نے پہلی دفعہ اس ریسٹورینٹ کے باتھ روم میں مغربی طرز کے موڈ پر resilient سیٹ کو پہلی دفعہ دیکھا جونہی اس سیٹ پر بیٹھیں تو آہستہ آہستہ press ہوتی چلی جاتی ہے۔ جب اٹھیں تو دوبارہ اپنی نارمل حالت میں آ جاتی ہے۔ 0920 ناشتہ ختم کیا۔

0958 چلتے چلتے پاکستانی سفارت خانہ میں پہنچ گئے۔ لاہور فارن منسٹری سے فیکس کا جواب آ چکا تھا کہ متعلقہ کلرک فیکس کر دیا ہے لیکن بدقسمتی سے پاسپورٹ آفیسر جلیل الرحمن تہران سے باہر تھے۔ وہی خوش اخلاق receptionist منصور حسن جو ہمارے کیس کو ڈیل کر رہا تھا۔ فرنچ کے سرٹیفکیٹ کو attest کرنے کیلئے 291 روپے (40740 تمن، 5 ڈالر) جو کہ تین میں مقررہ فیس کے برابر تھے دیئے۔ اسے 100 روپے زائد دیئے تا کہ یہ سرٹیفکیٹ ہمیں اسلام آباد سے جمرات پوسٹ کر دیا جائے۔ منصور حسن نے یہ بھی واضح کیا کہ ہر اتوار کو بذریعہ ہوائی جہاز ایمبیسی کی ڈاک اسلام آباد پہنچائی جاتی ہے اور اسی اتوار کو یہ سرٹیفکیٹ بھی اسلام آباد پہنچ جائے گا۔ انور نے اپنا Visting card اسے دے دیا کیونکہ آج شام کو ہمارا مشہد جانے کا ارادہ تھا اس لئے کہ جمعرات اور جمعہ دو دفتر بند ہوتے۔

ایمبیسی سے باہر سڑک کی دوسری طرف ایک ٹیکسی kiosk سے 2500 تمن (Rs. 171،3 ڈالر) ویزہ ویلین سفارت خانے کیلئے طے کئے۔ سفارت خانے پہنچنے سے پہلے ڈرائیور راستہ شاید بھول گیا اور اسے کافی دور کا چکر کاٹنے کے بعد سفارت خانے پہنچنا پڑا لہذا اس نے 500 تمن (Rs. 60،35 ڈالر) زائد کا مطالبہ کیا جو ہم نے پورا کر دیا۔ میرے ویزہ ویلین پاسپورٹ کی تجدید انور اور میری پاکستانی رہائش گاہ کی تصدیق اور شازی کے مختار نامہ کو attest کر دیا گیا۔ ہم سیکرٹری Mahshid اور Abraham Clavero کا شکریہ ادا کر کے 1140 پر ویزہ ویلین ایمبیسی سے باہر چل دیئے۔ اس ایمبیسی کے باتھ میں بھی اسی قسم کی resilient سیٹ جو کہ بزرگ تہران ہوٹل کے ریسٹورینٹ کے باتھ روم میں استعمال کی گئی ہوئی تھی۔

2002 میں جب انور اپنی فیملی کے ساتھ زیارتوں اور پاسپورٹ تجدید کروانے کیلئے اسی ایمبیسی میں گیا تو سفارت کار Abraham Clavero کا ڈیوٹی سنبھالنے کے بعد یہ پہلا پاسپورٹ تھا جو اس نے تجدید کیا۔ چند سال قبل جب شازی اپنی بیوی عظمیٰ کے ساتھ ویزہ ویلا کا ویزہ لگوانے اسی ایمبیسی میں گیا تو ایک سفارت کار Rodrigues تھا اس نے سب سے پہلا ویزا

Marfat.com

نمبر 001 کی چابی والا کر دیا۔

ایک ٹیکسی ڈرائیور سے 1500 تمن (Rs. 103، 1.8 ڈالر) طے کر کے بزرگ تہران ہوٹل تک 1205 کو پہنچ گئے۔ ہوٹل کی ٹریول ایجنسی ہوٹل کے سامنے والے دروازے کی طرف دوسری منزل پر واقع تھی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے پہنچے۔ ایجنسی سے ہی 20 امریکن ڈالر تبدیل کرائے ہوئے۔ 16200 تمن (Rs. 1111، 19.5 ڈالر) تھے مگر سرکاری ایکسچینج 18200 تھا۔ ہم دونوں بھائیوں کا ائیر ٹکٹ تہران سے مشہد 51000 تمن (Rs. 3505، 61.5 ڈالر) کے تھے۔ 1330 پر ہم نے اپنے ٹکٹ حاصل کر لے۔ 1432 ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں میز نمبر 5 پر کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔ ہم نے صرف Chiloo kabab کھائے جس کا آرڈر دیا گیا۔ باقی لوازمات ہوٹل کی ٹیبل پر رکھی تھے۔ چونکہ کھانا بہت زیادہ تھا ہم نے باقی کھانے کو پیک کروالیا۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ میزوں پر toothpicks رکھنے کا کوئی رواج نہ تھا ان کیلئے ویٹر کو کہنا پڑتا ہے۔

1605 اپنے اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔ انور حسب عادت بستر پر لیٹنے کے بعد فوراً ہی سو گیا۔ پھر 1610 شازی، غزالہ رابعہ (دونوں بیٹیاں، راقم کی بیوی) کو پاکستان ٹیلیفون کیا۔ خیر خیریت کی خبر وصول ہوئی۔ پاکستانی سفارت خانے میں مقصود حسن کو فون کیا تو پتہ چلا کہ فرخ کا سرٹیفکیٹ پاسپورٹ آفیسر کے PA کے میز پر پڑا ہوا ہے مگر وہ ابھی تک واپس نہیں لوٹا۔ ہم نے اسے کہہ دیا کہ اگر وہ [illegible] شازی والا نمبر دوبارہ ویزہ دیا جا رہا ہے اور یہ سرٹیفکیٹ وہ ویزہ ویلین قونسلیٹ سے لنڈن میں attest کروائے [illegible] کچھ دیر بعد دوبارہ مقصود حسن کو ٹیلیفون کیا تو اس نے ہمیں اسلام آباد فارن منسٹری کے آفیسر جس کے پاس یہ سرٹیفکیٹ پوسٹ کے ذریعے پہنچنا تھا [illegible] ایڈریس دیا۔ [illegible] (کان میں سننے والی مشین لگاتا ہے)، پانچویں منزل فون نمبر 501، اسلام آباد ہیں فارن منسٹری کی reception سے اس نمبر پر رابطہ کرنے کو کہا۔ مقصود حسن نے یقین دہانی کروائی کہ آنے والے اتوار کو سرٹیفکیٹ [illegible] پہنچ جائے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ جب تمہیں سرٹیفکیٹ مل جائے تو اس کو فون یا خط کے ذریعے اطلاع دیں دینا۔ 1653 دوبارہ بستر پر دراز۔ 1759 پر تیار ہو کر ہوٹل کے [illegible] آفس میں گئے۔ یہ پتہ کرنے گئے کہ کوئی ای میل کا جواب آیا ہے کہ نہیں۔ ای میل کا جواب نہیں آیا۔ پیسے 70 تمن (پچاس پیسے)۔

موبائل ٹیلیفون کا استعمال عام دیکھنے میں آیا۔ آج دو دفعہ فوجی یا پولیس مین کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جو خاکی وردی میں ملبوس اور [illegible] پر مشغول رہتے ہوئے تھے۔ 2010 منٹ پر واپس پہنچے جو کھانا ریسٹورنٹ سے دوپہر کو پیک کرکے لائے تھے، کمرے میں بیٹھ کر کھایا۔ 2045 بستر میں دراز ہو گئے۔ فضول قسم کے ٹی وی چینلز۔ صرف بعض اوقات BBC چینل پر کچھ دیکھنے لائق تھا۔

جمعرات 6 نومبر۔ ایک دو دن سے آرام سے نہیں سو رہا تھا۔ 0640 ہم دونوں بھائی اٹھ کھڑے ہوئے۔

Power supply۔ کئی دن سے ہم اس ہوٹل میں ٹھہرے reception سے کمرے کی لائٹس کے متعلق شکایت کرتے۔ ہوٹل کی [illegible] آکر چیک کرتا اور اس غرض کیلئے وہ Key card کو باکس میں داخل کرتا تو لائٹس کی کوئی پرابلم نہ تھی۔ کل شام کو میں نے پہلی دفعہ نوٹ کیا کہ ہم Key card کو صحیح طریقے سے استعمال نہیں کر رہے۔ ہونا اس طرح چاہئے تھا کہ Key card پر [illegible] سپورٹ والی سائیڈ ڈالنے والے کی طرف ہونی چاہئے۔ نہ کہ دیوار کی طرف۔ کارڈ داخل کرنے سے تین بیڈ روم کے چھت میں built-in لائٹس وہاں میں اور ٹی وی ریڈیو آن ہو جاتے۔ باتھ روم کی built-in لائٹس اور کمرے کی مغربی دیوار میں لائٹ بلب نائٹ ٹیبل میں لگے ہوئے سوئچ سے آن آف ہوتے۔ مغربی دیوار میں لائٹ بلب کے سوئچ کے تھوڑی نیچے کمرے کے ٹمریچر کو کنٹرول کرنے کیلئے تھرموسٹیٹ لگا ہوا تھا۔ پہلی دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک فائیو سٹار ہوٹل میں ٹیبل لیمپ ہی نہ ہے۔

بالکونی کے دروازے کا ہینڈل ان فٹ کر دیا گیا اس وجہ سے دروازہ بند نہ ہو سکتا تھا۔ یہ کنسٹرکشن کی سب سے بڑی خرابی تھی۔ [illegible] دوسرے کمروں کی بالکونی کا بھی یہی حشر ہو۔ ٹب کے کرٹن کی راڈ اپنی سپورٹ سے سلپ کر چکی تھی۔ مغرب میں اس کا سرا تاول ریک پر اٹکا ہوا اور مشرق والا سرا دیوار میں لگے ہوئے شیشے کے اوپر۔ باتھ روم کا فرش اگرچہ نہایت قیمتی مگر ٹب کا فرش کھردرا نہ تھا اور نہ ہی سہارا لینے کیلئے کوئی vertical راڈ لگی ہوئی تھی جس سے پھسلنے کا شدید امکان تھا۔ ہم تو نہانے کیلئے تاول ٹب میں رکھ کر پھر اوپر سے شاور لیتے۔ 0740 پر میں نے الیکٹرک شیور کی مدد سے شیو کرنا شروع کی اور تقریباً تین منٹ میں ختم کر لی۔

Marfat.com

تیار ہونے کے بعد نیچے ہوٹل کی لابی میں پہنچ گئے دائیں جانب ایک rack لگا ہوا تھا جس میں ایران سے فارسی اور انگلش اخبار فری تھے۔ میں نے تہران ٹائمز اخبار اٹھالیا۔ موسم خوشگوار تھا پہلی دفعہ میں نے جیکٹ کے نیچے سے سویٹر اتار دیا۔ 0810 ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ناشتے کیلئے داخل ہوئے۔ 0845 منٹ پر ناشتہ ختم کر دیا۔ چائے کے کئی کپ پیئے۔ ان کے مختلف برانڈ تھے۔ روز کی ذائقے اور خوشبو کے لحاظ سے بہترین ہے۔ دوبارہ کمرے میں چند ایک کاغذات لینے کیلئے پہنچ گئے اور 1047 منٹ پر ہوٹل سے ہم ڈالر چینج کرانے کیلئے چل پڑے۔ کوئی پانچ منٹ چلے ہوں گے تو سڑک کی دائیں جانب ایک بینک کا نام پڑھا۔ Bank Saderat Iran (میرے خیال میں یہ ایران کا سینٹرل بینک ہے) 963 Dr. Fatemi Avenue جب بینک میں داخل ہوئے تو پہلی منزل پر ایکسچینج ڈیپارٹمنٹ تھا۔ معمول کے مطابق سر سے پاؤں تک کالے لباس میں ملبوس لڑکیاں سوائے چہرے کے کمپیوٹرز پر مصروف تھیں جو اس سیکشن کا انچارج تھا میں نے اسے 100 ڈالر کا نیا نوٹ دیا۔ اس نے نوٹ کو غور سے دیکھا تو اس میں پن کے تین نشان تھے لہذا اس نے دوسرا نوٹ طلب کیا۔ 100 ڈالر کے 83,000 تمن (Rs. 5700)۔ ایک کلرک نوٹ کیشیئر کی کھڑکی پر لے آیا۔ اسے وہ چٹ دیا اور مندرجہ بالا رقم وصول کی۔ تمام بینکوں میں آٹومیٹک کاؤنٹنگ مشین لگی ہوئی ہیں ہاتھ سے کوئی بھی نوٹ نہیں گنتا۔ نوٹوں کا ایک بنڈل ٹرے میں سیدھا رکھتے ہیں اور سیکنڈوں میں نوٹ گنے جاتے ہیں۔ مشینیں دو قسم کی ہیں۔ ایک جو صرف نوٹ ہی گنتی ہیں اور دوسری نوٹ گننے کے علاوہ جعلی نوٹوں کی شناخت بھی کر لیتی ہیں۔ میرے لئے یہ نئی بات تھی۔ (ضمیمہ 188) تہران ایک لیول شہر نہیں ہے۔ سڑکیں کشادہ مگر کہیں چڑھائی اور کہیں اترائی پر بنی ہیں۔

ہوٹل کا چیک آؤٹ ٹائم 1400 تھا لیکن request پر 1600 تک ٹھہر سکتے ہیں۔ ہم ہوٹل میں واپس لوٹے تو میں نے اپنے بائیں بازو پر امام ضامن باندھ لئے کیونکہ رات کو مشہد کیلئے سفر کرنا تھا۔ عجیب اتفاق ہے زندگی میں پہلی دفعہ میں چپل سلیپر آغا سجاد کے گھر لاہور میں ہی بھول گیا حالانکہ مجھے سفر کے دوران ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر بازار میں چیزوں کی خرید و فروخت کیلئے چل پڑے۔ دائیں جانب ایک دواخانہ آفتاب جو کہ بیسمنٹ میں واقع تھا۔ یہاں سے Metronidazole کے دو پتے خریدے ہر پتے میں دس گولیاں 250 mg کی ایک گولی اور ان کی قیمت 170 تمن (Rs.12، .20 ڈالر)۔ انور نے اپنی بہوؤں کیلئے ایک facial کریم خریدی۔ قیمت 3500 تمن (Rs 240، 4.2 ڈالر) تھی۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اسی روڈ میں ایک دکان سے میں نے اپنے لئے ایک ہیٹ خریدا۔ قیمت 850 تمن (Rs.70، 1.2 ڈالر)۔ واپس ہوٹل پہنچے۔ 1317 منٹ پر کھانے میں سوپ، سلاد اور صرف روٹی منگوائی کیونکہ Chiloo kabab ایک شخص کیلئے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ 1327 منٹ پر کھانا ختم کیا۔ واپس اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ 1342 منٹ میں نے 0.25 ملی گرام کی آدھی Zanax کی گولی کھائی کیونکہ میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے اور میں نے وہی کیفیت محسوس کی جیسے ... مشہد پر جہاز کی اترائی کے وقت۔

ہوٹل میں 382 امریکن ڈالر (Rs. 22156، 305600 تمن) میں ادائیگی کر کے check out کیا۔ ہوٹل کی ادائیگی یا تو امریکن ڈالر یا یورو میں کی جاتی ہے لیکن change ہمیشہ تمن میں ہی واپس کرتے ہیں۔ یہ مسافروں کو دھوکہ دینے کا انوکھا طریقہ ہے۔ عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس ڈالر یا یورو change میں واپس کرنے کیلئے نہیں ہیں۔ اس طرح ہوٹل کا بل یوں ہے۔ پانچ راتیں ہر رات کے 53,300 تمن (Rs. 3876، 68 ڈالر)۔ جس میں سوائے ناشتے کے دوپہر اور شام کا کھانا شامل نہیں۔ ٹوٹل 308676 تمن (Rs. 22156، 382 ڈالر)۔ حالانکہ ہم چند گھنٹے اور ٹھہر سکتے تھے مگر ہم دونوں کی طبیعت ہر کام میں جلدی کی ہے ہم نے یہی بہتر سمجھا کہ ائرپورٹ پر جلدی پہنچ جائیں۔ یہ فلائیٹ ٹائم سے 6 گھنٹے پہلے کا وقت تھا۔ Mahan Airlines کی فلائیٹ مشہد کیلئے 2200 منٹ کے ٹائم پر تھی۔ 1605 منٹ پر ہوٹل کی ٹیکسی سروس سے ٹیکسی لی اور 2500 تمن (Rs. 171، 3 ڈالر) میں Aleahmed Expressway سے ہوتے ہوئے Mehrabad ائرپورٹ تک کرایہ طے پایا۔ 1647 پر Mehrabad انٹرنیشنل ائرپورٹ چوتھے ٹرمینل پر پہنچے۔ جب ائرپورٹ کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو ائرپورٹ کے قریب پہلی دفعہ کاروں کا ایکسیڈنٹ دیکھا مگر سوائے متعلقہ پارٹیوں کے کوئی دوسرا فرد نہ تھا۔

Marfat.com

دو کشادہ Departure lounges ایک دوسری کے پیچھے مگر ٹی وی کی سہولت صرف پہلی لاؤنج پر تھی۔ مسافروں کیلئے انتظار کی خاطر بجائے کرسیوں کے قیمتی صوفے۔ دونوں lounges میں مختلف قسم کی دکانات۔ ٹائیلٹ اور واش بیسن کی کمی نہ تھی۔ نہایت صاف اور ستھرے۔ ہم دوسری لاؤنج میں بیٹھ گئے۔ انور کاؤنٹر پر چیک کرنے کیلئے گیا۔ شاید کسی دوسری ائرلائن کی سیٹ کینسل ہوئی ہو تو ہم کسی پہلی فلائیٹ سے مشہد پہنچ جائیں۔ ٹرالی check-in کاؤنٹر کے barrier تک لے جاسکتے ہیں۔ حیرانگی کی بات ہے کہ ایک ہی ریسٹورینٹ تھا مگر وہ بھی بند البتہ بائیں ہاتھ لاؤنج سے باہر چند ایک چائے وغیرہ کی دکانات تھیں۔ منرل واٹر کی چھوٹی بوتل کی قیمت 300 تمن (36.21 Rs ڈالر)۔ انور نے دو خرید کر لائیں ایک میرے لئے اور ایک اپنے لئے۔

لاؤنج کی بائیں دیوار پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا "Hijab is like a nacre and woman as a pearl inside" اور اس کے اوپر فارسی میں ترجمہ۔ جس لاؤنج میں ہم بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں صرف دو ہی مغربی قسم کے toilet اور باقی مشرقی ساخت کے۔ جب ہم انتظار کر رہے تھے تو ہم نے باقی ماندہ کاجو، پستہ اور بادام وغیرہ کھائے جو کہ تہران میں خریدے تھے۔ انور تھوڑی دیر بعد پلاسٹک کے کپ میں دو عدد چائے ایک ٹرے میں رکھ کر جس میں ایک napkin، چھوٹے شوگر کیوب اور پلاسٹک کے دو چمچ تھے، لے آیا۔ ائرپورٹ ہونے کی وجہ سے قیمت دو چائے کیلئے 300 تمن (36.21 Rs. ڈالر) تھی۔ ورنہ 100، 50 تمن۔ میں نے باتھ روم استعمال کرنے کی ضرورت محسوس کی لہذا میں مغربی طرز کے ٹائیلٹ سے مشرقی طرز کے ٹائیلٹ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی کوئی ٹائیلٹ پیپر نہ تھا۔ ٹائیلٹ پیپر کی بجائے ایک ٹیلی فون کی تار کی طرح پائپ جو گرم اور ٹھنڈے پانی کی ٹیپ سے منسلک تھی جس کی رسائی عین "پشت" تک۔ مغربی طرز کے ٹائیلٹ میں ٹائیلٹ رول مگر اور مشرقی طرز کا اوپر بیان کیا ہوا سسٹم تھا۔ جب میں رفع حاجت سے فارغ ہو کر واش بیسن استعمال کرنے لگا تو ٹونٹی کے اوپر کوئی بھی taps نہ لگی ہوئی تھی جنہیں کھولنے سے پانی آئے۔ چند منٹ یونہی تو میں پریشانی میں مبتلا رہا تو میرے دائیں ہاتھ کی طرف ایک صاحب جو کہ واش بیسن (ضمیمہ 189) کو استعمال کر رہے تھے، اشارہ میں کہا "اپنے ہاتھ ٹونٹی کے نیچے کریں تو پانی آنا شروع ہو جائے گا" لیکن صرف ٹھنڈا پانی ہی۔ گرم پانی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جب ہاتھ ہٹائیں تو پانی بند ہو جاتا ہے۔ جب میں گرم ہوا کے dispenser سے ہاتھ خشک کرنے لگا تو دیکھا کہ اس کے اوپر بیسن کے سامنے دیوار پر ایک شیشہ نصب تھا جس کے نیچے بائیں جانب ایک الیکٹرک کی ساکٹ لگی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے احساس ہوا۔ یقیناً یہ ایسے شیور کے استعمال میں لانے کیلئے ہوگی۔ میں نے آزمائش کے طور پر اپنا الیکٹرک شیور لگایا اور شیو کرنا شروع کر دی۔ تو ایک جرمن جو کہ میرے ساتھ والے واش بیسن سے ہاتھ دھو رہا تھا، نے میری طرف دیکھا مسکرایا اور جب میں نے شیو ختم کیا تو اس نے بھی اپنے بیگ سے ایک شیور نکال کر شیو کرنا شروع کر دی۔

جہاز کی پرواز کا انتظار کرنے تک میں نے کافی وقت گزارا۔ 1830 میں انور کی دائیں ہاتھ اور ہماری ٹرالی جس پر ہمارے چار بیگ تھے ہمارے سامنے تھی۔ لاؤنج میں ضرورت سے زیادہ ہی رش تھا۔ اگر یہ حالت اندرون ملک پرواز کے ٹرمینل کی تھی تو بیرون ملک پرواز کے ٹرمینل ایک، دو اور تین پر کیا حال ہوگا۔ جیسا کہ فلائیٹ بورڈ پر لکھا ہوا تھا اکثریت کی پروازیں مشہد جانے والی تھیں کیونکہ weekend یعنی کہ جمعرات اور جمعہ کو لوگ امام رضا کے روزے پر عبادت کیلئے جاتے ہیں۔

شام کا وقت تھا۔ حسب معمول بلڈ پریشر کیلئے Norvasc 5mg اور Zanax 0.25 mg کی آدھی گولی کھائی۔ ویسے تو ایران میں مردوں کو ایک دوسرے کو greet کرتے ہوئے دیکھا۔ ہماری لاؤنج میں کچھ زیادہ ہی لوگ جب ملتے تو رخسار پر تین دفعہ بوسہ لیتے۔ چند ایک کو سلام وعلیکم کہتے ہوئے بھی سنا۔ ٹیکسی ڈرائیور بہت کم دھوکہ دہی سے کام لیتے ہیں اور وہ بھی foreigners کے ساتھ جیسے کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ ہمیں ویزہ ولین سفارت خانے پر پہنچنے تک 500 تمن زیادہ دینے پڑے۔ 2030 پر اپنے تینوں بیگ لے کر check-in کروا لیا۔ جب barrier سے گزرے تو مسافروں کو مکمل طور پر Metal detectors سے چیک کیا گیا۔ چیک ان ہونے کے بعد ہم ایک دوسری کشادہ لاؤنج میں پہنچ گئے جو کہ نہایت شفاف ستھری اور ہر طرف لائیٹ سے جگمگا رہی تھی۔ اس لاؤنج کے دو رویہ ہر ایک طرف ایک لائن میں دکانیں تھیں جو کہ مختلف قسم کے سوئیٹس ڈرنکس اور تحفے تحائف بیچنے کیلئے تھیں۔ اگرچہ ہمارا check-in ٹائم 2130 تھا۔ ایک گھنٹہ پہلے ہی check-in کرنا شروع کر

Marfat.com

دیا۔ بورڈنگ کارڈ پر انور کی سیٹ 14A اور میری 14B تھی۔ ائرپورٹ پر ہر طرف لوگ ہی لوگ نظر آتے ہیں جیسا کہ حکومت نے انہیں دبا دیا ہو لیکن عمارت ہر طرف نظر آتی ہے۔ اکثر ٹریفک جام دیکھنے میں آئے۔ اگرچہ ایران میں بھی نوٹ نہایت گندے ہیں لیکن ان کو پن نہیں لگائی جاتی۔ لوگ امریکن لوگوں سے نفرت کرتے مگر امریکن ڈالروں کیلئے پاگل ہیں۔ موٹر بائیک والے بے ڈھنگے انتظار کرنے کا شعور نہیں۔ اگرچہ میں نے تہران میں بوڑھے، مرد، عورتوں کی قاطمی سٹریٹ پر لمبی لمبی قطاریں دیکھی ہیں جو کہ شاید اپنی پنشن، Social benefits یا راشن وغیرہ لینے کیلئے کھڑے ہوں۔

2124 ہم مشہد کیلئے Departure gate سے گزرے اور 2126 منٹ پر جہاز تک رسائی کیلئے بس میں بیٹھے۔ 2128 منٹ پر بس ہوائی جہاز کے تھوڑی دور کھڑی ہوئی۔ پہلے جہاز کی سیڑھیوں پر میں چڑھا اور میرے پیچھے انور ایک بیگ اٹھائے ہوئے۔ جب ہوائی جہاز میں داخل ہو کر اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے تو چند ایک مسافر موبائل استعمال کر رہے تھے۔ حالانکہ جہاز میں استعمال ممنوع ہے۔ جہاز نے ٹیک آف کیا۔ 2207 پر کھانا تقسیم کیا گیا۔ 2234 پر ہم نے کھانا ختم کیا۔ جب جہاز نے ابھی اترائی شروع ہی کی تو ائر ہوسٹس نے خالی ٹرے اکٹھی کرنی شروع کر دیں۔ 2245 پر جہاز کے Wheel carriage کی آواز آئی۔ 2256 جہاز نے Touch down کیا اور 2303 ائرپورٹ پر کھڑا ہو گیا۔ ہوائی جہاز بالکل ٹرمینل بلڈنگ کے قریب رکا۔ مشہد کے انٹرنیشنل ائرپورٹ پر پہنچے تو سامان کو Conveyor belt سے لینے کیلئے کافی دیر لگ گئی۔ سخت سردی تھی۔ آخر کار انور نے بیگ ٹرالی پر لاد لئے۔ جب ٹرالی لے کر ٹرمینل سے باہر نکلے تو ایک کشادہ سڑک کے اس پار ٹیکسی بوتھ کا جو شخص انچارج تھا وہ کوئی پاگل قسم کا انسان واقع ہوا۔ ادھر ادھر دوڑ لگا رکھی تھی مسافروں اور ٹیکسی والوں میں باتیں کرنے میں مصروف۔ نہایت بدانتظامی کا سماں۔ ہم نے ایک مسافر سے پوچھا کہ ٹیکسی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ وہ انگلش نہ جانتا۔ اس نے ایک خاکی رنگ کے کمرے کی طرف جو کہ ٹیکسی بوتھ کے باہر ایک دیوار پر لٹکے ہوئے کی طرف اشارہ کیا جس پر 15 لکھا ہوا تھا۔ اس نے کہا "شمارہ" جس کا مطلب 15 ٹیکسیاں جا چکی ہیں۔ انور نے ٹیکسی والے کی طرف رجوع کیا تو اس نے ایک خاکی گتے کا ٹکڑا دیا جس پر 25 لکھا ہوا تھا یعنی ہماری ٹیکسی 25 نمبر ہوگی۔ اتنی بدنظمی اور سردی کہ میری عمر کا آدمی اور بیمار حالت میں برداشت نہ کر سکتا۔ یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ٹیکسیوں پر اس قسم کے کوئی نمبر نہ لکھے ہوئے تھے۔ بس انچارج نے جب کوئی ٹیکسی آ کر رکتی تو اشارہ کرنا تھا۔ یہ تمہاری ٹیکسی ہے۔ مسافر اتنی جلدی میں تھے کہ کسی نے بھی مشہد شہر جانے کیلئے ٹیکسی ڈرائیور سے کرایہ سے متعلق پوچھ گچھ نہ کی۔

جب ہم ٹیکسی میں سوار ہوئے تو ہم دونوں بھائی ٹیکسی کی پچھلی سیٹوں پر اور ہمارا سامان اس کے ٹرنک میں۔ دور سے ہی ہم نے امام رضا کا چمکتا دمکتا مزار دیکھا۔ ہمارا ہوٹل امام رضا پلازہ کی دائیں جانب تھا۔ انور نے ٹیکسی ڈرائیور کو 2000 تمن (137 Rs،2.4 ڈالر) دیئے اور تین بیگ اٹھائے۔

جمعہ 7 نومبر: 0012 ہوٹل کی ریسیپشن میں داخل ہوئے۔ بزرگ تہران ہوٹل سے ٹریول ایجنٹ (Bozorg Tehran Travel & Tour Co. P. J. S. corner Motahari Vali-e-Sar Av) نے مشہد میں ہمارا ہوٹل Grand Atlas (بزرگ اٹلس) بک کروا دیا تھا۔ ہم دونوں کے ایک رات کے لئے 32070 تمن (2223 Rs،39 ڈالر) receptionist نے ہمارے پاسپورٹ لئے۔ ہمارا رجسٹریشن فارم پُر کیا اور کمرہ نمبر 722 کی چابی دے دی۔ ایک پورٹر نے ہمارا سامان لفٹ میں رکھا اور اپنے کمرے تک پہنچ گئے۔ اس وقت تو ہم جلدی میں تھے پورٹر کو ٹپ وغیرہ نہ دی لیکن بعد میں 200 تمن (Rs. 14.25، 25. ڈالر) دیئے۔ سامان کو جلدی جلدی سامان کو ترتیب دی اور سیڑھیاں اترتے ہوئے امام رضا کے روزے کی طرف چل پڑے۔ مشہد پہنچ کر یہ ہمارا اولین فرض تھا۔

امام رضا کا روزہ ایک نہایت وسیع کمپلیکس ہے۔ بیرونی باؤنڈری پر ایک check-up کمرے میں ہمیں چیک کیا گیا اور احاطے میں کافی دیر چلنے کے بعد امام رضا کے روزے تک رسائی ممکن ہوئی۔ جوتے جمع کروانے کیلئے کئی بوتھ تھے مگر بغیر کسی چارج کے جوتے لے کر ایک نمبر دے دیا جاتا ہے۔ امام رضا کے مزار کی دیوار کو مس کرنا بڑا دشوار مرحلہ تھا۔ جی تو یہی چاہتا کہ کچھ دیر وہاں بیٹھ کر عبادت کی جائے مگر ہم تھکے ہوئے تھے۔ 0130 پر واپس ہوٹل پہنچے۔

Marfat.com

ہوٹل کے کمرے اور ہال میں قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ ہمارے بستروں کے درمیان شمال والی دیوار کی طرف نائیٹ ٹیبل، دوسری طرف جنوبی دیوار میں ٹی وی سیٹ۔ اس سے بائیں ہاتھ کو ایک بہت بڑی شیشے کی کھڑکی، جہاں سے امام رضاؑ کا روضہ نظر آتا۔ میرے بستر بال میں داخل ہونے کے بعد بائیں جانب اور انور کا اس کے متوازی ٹیبل لیمپ کی بائیں طرف۔ میز پر کوئی ٹیبل فین نہ تھا البتہ ٹیلیفون اور ریڈیو کی سہولت میسر تھیں۔ ایک بڑا پیڈسٹل ٹیبل لیمپ جس پر غیر معمولی چوڑائی کا ٹیبل لیمپ، انور کے سرہانے کی جانب رکھا ہوا تھا۔ ایک بڑا شیشہ ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ اور ٹیبل کے پاس ایک سٹول۔ جائے نماز خاکِ شفا اور امام رضاؑ کے متعلق ایک کتاب بھی میسر تھی۔ دو سنگل صوفے اور ایک مستطیل میز ان دونوں صوفوں کے درمیان جنوبی دیوار میں ہمارے بستر کے دوسری طرف پڑے ہوئے تھے۔ میرے بستر کی دائیں جانب جنوبی دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا کچن، ریفریجریٹر اور کھانا پکانے کے برتن مہیا تھے۔ جب کمرے میں داخل ہوں تو بائیں جانب باتھ روم جس میں مشرقی اور مغربی طرز کا پاٹ اور مغربی موڈ۔ کوئی بیت روم اور ٹب وغیرہ نہیں تھا البتہ شاور کا بندوبست کیا ہوا۔ باتھ روم میں داخل ہونے کیلئے نفیس لکڑی کا دروازہ۔

کمرے میں داخل ہوں تو ہال کی دائیں جانب دیوار پر ایک نوٹس تھا: "Please hang key to connect electricity" اور اس کے اوپر چابی لگانے کیلئے ایک ٹب لگا ہوا تھا۔ یہاں پر بھی موڈ کی سیٹ resilient تھی۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یہ ایک خاص میکانزم ہے تاکہ بیٹھنے والا آرام محسوس کرے۔

صبح سحری پر رات کو نہ اٹھے اور سیڑھیاں اترتے ہوئے ایک وسیع ریسٹورینٹ میں 0755 پر بوفے طرز کا ناشتہ شروع کیا۔ ہوٹل کی منزل 11 تھی۔ اس وسیع ریسٹورینٹ کے دونوں جانب شیشے کی دیواریں تھیں۔ ناشتہ تقریباً اسی قسم کا جیسے کہ بزرگ تہران میں کیا تھا۔ یہاں پر اُبلے ہوئے اور فرائید انڈے بھی تھے لیکن خربوزہ وغیرہ کوئی نہ تھا۔ 0850 روٹی کے ٹکڑوں سے ناشتہ ختم کیا۔ یہاں پر بھی ایش ٹرے اور toothpick مانگنے پڑتے۔ بادل چھائے ہوئے اور ریسٹورینٹ میں کافی ٹھنڈک تھی۔ جگہ جگہ نوٹس لگے تھے۔ رسائی کیلئے سیڑھیاں یا لفٹ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

ناشتہ کرنے کے بعد جب ریسیپشن پر کمرے کی چابی واپس کرنے کیلئے گئے تو ہوٹل کے مالک نے کہا "اپنے پاسپورٹ ساتھ لے جائیں تاکہ ان کے دکھانے پر امام رضاؑ کے روضہ کی انتظامیہ مہمانوں کے دو ٹوکن دے دے تو آپ جب تک یہاں ہیں کسی ایک وقت کا کھانا روضہ کی طرف سے مہمان کے طور پر لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔"

امام رضاؑ کے روضہ کی جنوبی دیوار پر check-in ہونے کے بعد ہمیں صحن میں سے کافی لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا تو بائیں ہاتھ کی جانب انتظامیہ کے دفتر میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ہم دونوں کے پاسپورٹ پر سٹیمپ لگا دی اور ساتھ ہی تاکید کی کہ صرف ایک بار روضہ کی طرف سے مہمان کے طور پر آپ دونوں کھانے پر مدعو ہیں۔ ہمیں روزے کے متعلق چند ایک فری پمفلٹ بھی دیئے گئے۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ واپسی پر امام رضاؑ کے روضے کے احاطے سے باہر بائیں ہاتھ کی جانب Window shoipping کی لیکن کوئی چیز پسند نہ آئی یا کوالٹی اچھی نہ تھی۔ ایک دکاندار جسے انور دو سال قبل مل چکا تھا، لاہور کا رہائشی۔ اس نے مشورہ دیا کہ "ہلال احمر" جائیں "(Sajjad Boulevard)" یا "بازار جنت" میں اچھی کوالٹی کی اشیاء دستیاب ہیں۔ چونکہ جمعہ یعنی کہ چھٹی کا دن تھا ہم نے بعد میں خریداری کا فیصلہ کیا۔ ٹیکسی والے کو 1000 تمن (Rs. 1.2،69 ڈالر) دیئے۔ تمام دکانیں بند۔ اسی ٹیکسی میں واپس ہوٹل ہونے کا ارادہ کیا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹوٹی پھوٹی انگلش میں پوچھا "کیا آپ لوگ سگریٹ پیتے ہیں؟" اور فوراً ہی ایک سگریٹ نکال کر پیش کر دیا۔

انور نے جواب دیا "No یہ بھائی سگار پینے کا عادی ہے مگر یہ ماہِ رمضان ہے۔" ڈرائیور نے سُنی اَن سُنی کر دی اور مزے سے سگریٹ پیتا رہا۔ ہوٹل کے قریب ٹیکسی سے اترے تو انور ایک گورنمنٹ ٹیلیفون کے دفتر سے واقف تھا، وہاں پہنچ گئے۔ انور نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر جرات شاہ کا ٹیلیفون نمبر لکھ کر دیا۔ لڑکی نے 3000 ہزار (Rs. 3.6،2988 ڈالر) تمن کا مطالبہ کیا۔ چند منٹ کے بعد اس نے 24 نمبر بوتھ میں جانے کیلئے کہا۔ انور نے auricular اُٹھایا مگر کوئی رابطہ نہ تھا۔ پھر اس نے میرے گھر ٹیلیفون کیا تو فوزیہ نے سنا اور اسے اطلاع دی کہ ہم مشہد میں ہیں اور اتوار کو واپس آجائیں گے۔ اُسے انور کے گھر ٹیلیفون کرنے کیلئے

Marfat.com

بھی کہا۔ فرخ کے متعلق بھی پوچھا۔ ٹیلیفون receptionist نے 500 تمن (60.35 Rs. ڈالر) کاٹ کے اور 2500 تمن (3.174 Rs. ڈالر) واپس کر دیئے۔

1012 ٹیلیفون کے دفتر سے چل پڑے۔ ہوٹل کے reception پر دوبارہ اپنا پاسپورٹ جمع کروا دیئے اور کمرے کی چابی حاصل کی۔ 1032 پر لفٹ لے کر اپنے کمرے میں پہنچ گئے اور میں چن ٹیبل کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ انور دوسرے صوفے پر میز کی دائیں ہاتھ۔

سردی ہونے کی وجہ سے ہیٹنگ سسٹم صرف ہوٹل کے کمروں میں ہی آن تھا۔ یہ ہوٹل بھی کافی وسیع سفید سنگ مرمر سے مزین اسی قسم کا سنگ مرمر پرائیویٹ اور پبلک عمارات میں دیکھا گیا۔ 1313 مشہد ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ماش کی دال سلاد اور روٹی کھائی۔ 1400 پر انور نے ریسٹورینٹ کے attendant سے ایک پلاسٹک کا can لے کر امام رضا کے روزے کی طرف چل پڑے تاکہ اس can کو امام رضا کے روزے سے پانی بھر کر وہاں ہی مس کر لیا جائے۔ میں سیڑھیوں سے ہوتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ 1545 پر واپس لوٹا لے کر تو ایک can گیا تھا مگر امام رضا کے روزے سے دو پانی کے بھرے ہوئے can واپس لے آئے۔ 1635 پر میں نے کچھ آرام کرنے کے بعد بستر میں ہی حضرت ابوالفضل عباس کی ایک کتاب کا مطالعہ شروع کیا جو کہ امام رضا کی انتظامیہ کی طرف سے تحفتاً دی گئی تھی۔ جیسے کہ کل دوپہر کے وقت بزرگ تہران ہوٹل میں مجھے دل جلنے کی تکلیف محسوس ہوئی اسی طرح اب بھی محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا میں نے آدھی گولی 0.5mg Zanax کی استعمال کی۔ انور سوا پانچ میں سیڑھیوں اترتا ہوا نیچے ہوٹل کے لاؤنج میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور ٹیلی وژن پر بی بی سی کی انگلش چینل سے محظوظ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد انور بھی نیچے آ گیا اور 500 تمن (60.35 Rs. ڈالر) کے کاجو اور کالی چنے خرید کر لے آیا۔ ویٹر کو چائے کیلئے کہا اور ان سے لطف اندوز ہوئے۔ ہوٹل کی لاؤنج میں ''تواءلت'' کی جگہ ''دشتوئی'' (W.C) لکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ معمول کے مطابق مردوں اور عورتوں کی تختیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ اس ہوٹل میں پہلی دفعہ مجھے اتفاق ہوا کہ جب لاؤنج کے ٹائیلٹ میں داخل ہوں دروازہ کھولیں تو اندر کی لائیٹ خود بخود آن اور باہر نکل کر دروازہ بند کریں تو آف ہو جاتی ہے۔ یہ بھی پہلی دفعہ دیکھا جب بٹن پریس کر کے لفٹ میں داخل ہوں تو لفٹ کی لائیٹ آن جب دروازے سے باہر نکلیں تو آف اور دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ یہ ایک محل کی طرح کا ہوٹل مگر میرے خیال میں یہ فور سٹار کے لیول کا تھا کیونکہ فٹنس سینٹر کی چیزیں ذرا کھیل والی تھے۔ لاؤنج میں کوئی ہیٹنگ سسٹم نہ تھا اور نہ ہی سوئمنگ پول جیسے کہ بزرگ تہران میں تھا۔ ایران میں بہت زیادہ مقدار میں یہ عمارتیں ہوئی گاجریں، بند گوبھی، سلاد اور سبز خربوزہ اس کے علاوہ چائے دہی چند ایک قسم کے ملک پراڈکٹ اور جوس وغیرہ بھی شامل تھے۔ بزرگ ہوٹل کے ہونے کی کوالٹی بھی کچھ اچھی نہ تھی۔ بزرگ تہران فائیو سٹار ہوٹل تھا کیونکہ وہاں پر suana jacuzi، swimming pool، gym اور دکانیں وغیرہ تھیں۔

2109 میں نے نئی ڈائری لکھنا شروع کر دی کیونکہ پہلی ختم ہو چکی تھی۔

2215 ہم دونوں بھائی اپنے کمرے میں آ گئے۔ بستر میں لیٹ کر ٹیلی وژن پر بی بی سی چینل دیکھتے رہے۔ میری طبیعت ابھی بھی خراب تھی۔ نبض 68 per minute (عام حالت میں 60 per minute) اور میرے ہاتھ بھی ٹھنڈے۔ 2233 ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں میز نمبر 18 پر بیٹھ گئے۔ تقریباً 100 کے قریب گول میز ہوں گے۔ میز پوش نیلے رنگ کا اور اس کے اوپر زرد رنگ کا مستطیل کپڑا۔ اب کے بار weekend ہونے کی وجہ سے ہوٹل سروس نہ تھی۔ ہم دونوں بھائی اور چار عدد مہمان ہمارے دائیں جانب میز پر۔ 2233 چن سے شوربے والے مرغ اور نان کا آرڈر۔ نان بہت ہی اچھی والی ہے۔ 2252 کھانا کھانے کے بعد نیچے لاؤنج میں چلے گئے۔ انور کو کمرے سے میرا سگار لانے کیلئے کہا۔ 2300 واپس اپنے کمرے میں لوٹے۔ 2335 پر کچھ دیر پڑھنے کے بعد میں سو گیا۔ انور تو پہلے ہی سویا ہوا تھا۔ سونے سے پہلے 0.25mg Zanax لی۔

ہفتہ 8 نومبر: 0530 بستر سے اٹھے۔ 0630 ہم دونوں بھائی تیار ہو گئے۔ 0734 پر ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ناشتہ ختم کیا۔ 0829 ناشتے کے بعد دوبارہ اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہوٹل سے

Marfat.com

تھوڑی دور پیدل ہی شاپنگ کرنے کیلئے چل نکلے۔ ایک دُکان سے میں نے اپنے لئے ایک ٹوپی خریدنی چاہی تو اُس نے 1000 تمن (1 2،70 Rs ڈالر) کا مطالبہ کیا۔ انور نے "تخفیف" کی رٹ لگا دی تو 500 تمن (60،35 Rs. ڈالر) پر سودا ہو گیا۔ اس کے بعد چلتے ہوئے بازار جنت میں داخل ہوئے۔ یہ تمام شاپنگ سینٹر ڈھکا ہوا ہے۔ یہاں پر صرف عورتوں، مردوں بچوں اور بچیوں کیلئے کپڑے وغیرہ ہی فروخت کیے جاتے ہیں۔ میں نے ایک turtleneck لمبے بازوؤں والا کالا سویٹر خریدا جس کی قیمت 19000 تمن (23،1334 Rs ڈالر) تھی۔ تخفیف کر کے 15500 تمن (19،1102 Rs. ڈالر) پر سودا طے ہو گیا۔ مل کیلئے ایک دکان جو کہ شرکت (limited company) جہاں تخفیف نہیں ہوتی۔ 15000 تمن (1061 18 3.Rs ڈالر) میں کارڈیگن خریدا۔ اسی طرح فرخ کیلئے بھی ایک کارڈیگن 17000 تمن (1190 20 5.Rs ڈالر) میں۔ میں نے ایک 9000 تمن (11،640 Rs. ڈالر) میں کالا مفلر خریدا۔

کرنسی چینج کروانے کیلئے خیابان امام کی طرف چل پڑے۔ ہوٹل Baakhtar کے سامنے ایک کرنسی چینجر Sarafi Sehri کی دکان میں داخل ہوئے۔ انور نے 10,000 پاکستانی روپے چینج کرائے۔ ریٹ تھا ایک روپے کے عوض 140 تمن۔ دکان سے باہر نکلے تو چلتے ہوئے میں نے ایک اور کیپ خریدی۔ تخفیف کے عمل سے 2000 تمن (2.4،139 Rs. ڈالر) پر فیصلہ ہوا۔ ہوتا یوں ہے کہ دکاندار تو تخفیف کا لفظ دہراتے جائیں اور وہ قیمت کو کم کرتا جائے گا حتیٰ کہ ایک ایسی قیمت پر آ کر رک جائے گا جس سے زیادہ کم نہیں ہو سکتی لہٰذا چاہے تو خریدیں یا دکان سے باہر تشریف لے جائیں۔ اُسی شرکت کی دکان سے عدیل اور شہوکی بیوی کیلئے 28000 تمن (34،1972 Rs ڈالر) میں دو سویٹر خریدے۔ غزالہ اور سمیرا کیلئے ایک ایک سویٹر خریدا۔ دونوں کی قیمت 6000 تمن (7.3،423 Rs. ڈالر)۔

1427 بجے ہم ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں کھانا شروع کیا۔ اب لابی اور ریسٹورنٹ میں ہیٹنگ سسٹم آن تھا۔ 1445 پر ختم کیا۔ 1457 پر اپنے اپنے بستروں میں دراز ہو گئے مگر انور جلدی ہی اُٹھ کر شازی کیلئے ایک سویٹر خریدنے چلا گیا جس کی قیمت 13000 تمن (16،928 Rs. ڈالر) تھی۔ اُس نے ٹیکسی پر 300 تمن (36،21 Rs. ڈالر) صرف کیے۔

1600 چلتے چلتے امام رضا کے روزے پر پہنچ گئے۔ 1708 امام رضا کے روزے پر ہی نماز ادا کی کیونکہ تمام لوگ نماز ادا کرنے جا رہے تھے ہو گئے لہٰذا ہم کو بھی نماز پڑھنا پڑی۔ کہیں سے لاؤڈ سپیکر پر امامت کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انور اور میں کافی دیر تک ہجوم سے ٹکریں مارتے ہوئے سمندر میں بیٹھے رہے اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ میں نے ویسے تو کئی دعائیں مانگیں لیکن فرخ اور اپنی صحت کیلئے رو رو کر دعا کی۔ کافی دیر تک عبادت کرنے میں مصروف رہے تاکہ روزے کو مس کرتے وقت کچلے نہ جائیں attendants لوگوں کو بار بار چلنے کیلئے کہہ رہے تھے۔ 1713 پر روزہ سے اُٹھ کر اُس kiosk کی تلاش میں چل نکلے جہاں ہم نے اپنے جوتے حفاظت کیلئے دے رکھے تھے۔ ہمارے جوتوں کا ٹوکن نمبر 713 تھا۔ بڑی مشکل سے اپنے kiosk کو تلاش کیا۔ روزے کے صحن میں لاتعداد کبوتر نظر آئے۔ امام رضا کے روزے کی چار دیواری کے باہر ایک دروازے کی دائیں جانب کھلے آسمان کے اندر کئی بیمار لوگ دیکھے جو کہ گرم کپڑوں میں ملبوس کئی رضائیوں اور کمبل اوپر لئے دیوار کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ اتنی سخت سردی میں یہ لوگ اپنے اعتقاد کے زور پر دن رات وہیں رہتے اور اپنی صحت کیلئے دعا مانگتے ہیں کہ جب تک وہ صحت مند نہ ہوں گے وہاں سے نہیں جائیں گے۔

1743 چلتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے۔ 1915 پہلی دفعہ مشہد میں porpuesto گاڑی جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے استعمال کی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے پتہ چلے porpuesto کس طرف جا رہی ہے۔ آسان بات یہ اُسی طرف جا رہی تھی جس طرف ہمارا ہوٹل واقع تھا اور ہم نے ایک شخص کو فٹ پاتھ پر کھڑا دیکھا جو کہ اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو سیدھا رکھے ہوئے ڈرائیور کو بتا رہا ہونے کا اور ہوٹل کی طرف جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ ہم تین مسافر کار کی پچھلی سیٹ پر اور ایک مسافر پہلے ہی ڈرائیور کے دائیں ہاتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب ہم ہوٹل کے قریب سٹاپ پر پہنچے تو انور نے ڈرائیور کو بغیر مطالبہ کیے 4000 تمن (285 4.9.Rs ڈالر) دیئے۔ ڈرائیور نے 3000 تمن (3.7،215 Rs. ڈالر) واپس کر دیئے۔ گاڑی والا دیانتدار آدمی تھا ہمیں

Marfat.com

آسانی سے دھوکا دیا جا سکتا۔ یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب ہم جنت بازار سے شاپنگ کرنے کے بعد واپس ہوٹل لوٹ رہے تھے اور دوسری دفعہ جب ہم نے تہران شہر کی سٹریٹ جسے اب خیابان رضا کہا جاتا ہے، سے بزرگ پلازہ سے rechargeable بیٹری خریدی۔ جس کا ریٹ 6500 تمن (Rs. 499، 7.9 ڈالر) تھا۔ porpuesto کی شناخت ایک چوڑی سرخ پٹی جو گاڑی کے دائیں جانب bonnet سے شروع ہو کر چھت کے اوپر سے ہوتی ہوئی پیچھے ڈگی کے آخر تک چلی جاتی ہے۔

1924 بزرگ ہوٹل کے ریسٹورینٹ سے وہی کل والا کھانا یعنی کہ شوربہ چکن اور خمیری روٹی کھائی۔ ہمارے میز کا نمبر 10 تھا۔ 1940 پر کھانا ختم کیا۔ میں نے تو ڈیڑھ خمیری روٹی کھائی۔ انور نے دہی اور سلاد استعمال کیا۔ 2040 پر اپنے کمرے میں واپس لوٹے۔ اس ہوٹل اور بزرگ تہران میں، میں لفٹ میں کبھی اکیلا داخل نہ ہوا کیونکہ مجھے لفٹ میں ہمیشہ ہی خوف آتا ہے لہذا انور کے ساتھ ہی داخل ہوتا۔ 2120 بستروں میں دراز ہو گئے۔ انور نے مقصود احسن کو پاکستان سفارت خانے میں ٹیلیفون کیا مگر وہ دفتر میں موجود نہ تھا لہذا اُسے گھر پر فون کیا تو اس نے جواب دیا کہ فرخ کا میڈیکل سرٹیفکیٹ سائن ہو چکا ہے اور آج پیر اتوار کو فیکس میں اسلام آباد پہنچ جائے گا جس سے آپ لوگوں نے سفر کرنا ہے۔

اتوار 9 نومبر: 0652 پر تیار ہو گئے۔ حیرانگی کی بات ہے پہلی بار ایسا اتفاق ہوا کہ میری Nikes کی تازہ جرابوں کا جوڑا نہ تھا لہذا میں نے کل والی جرابیں استعمال کیں کیونکہ میرے سفر میں جتنے دن اتنے ہی دنوں کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جرابیں میں پیکنگ کے وقت غلطی ہوئی۔ 0705 ہوٹل کے ریسٹورینٹ میں ناشتہ کرنے چلے گئے۔ سوائے ہم دونوں بھائیوں اور ویٹر کے اور کوئی مہمان ہی نہ تھا۔ ہمارا میز نمبر 18۔ انور کسی کام سے نیچے چلا گیا۔ 0710 پر میں نے دو فرائیڈ انڈے، روٹی اور مکھن سے ناشتہ شروع کیا۔ 0726 پر ناشتہ ختم کیا اور اس کے بعد چائے کے چند ایک کپ پیے۔ انور ابھی تک نہ لوٹا تھا۔ میں کیبن سے ہوتا ہوا ہوٹل کی لابی میں گیا تو انور داخل ہوا۔ وہ غالباً یہیں سے ایک سویٹر خریدنے گیا ہوا تھا۔ قیمت 12000 تمن (Rs. 839، 14.46 ڈالر)۔ دوبارہ ریسٹورینٹ میں واپس لوٹے۔ 0745 پر انور نے ناشتہ ختم کیا۔ اس کے بعد ہوٹل کا تمام بل 116869 تمن (Rs. 8178، 141 ڈالر) ادا کیا۔

امام رضا کے روضے کے قریب ایک صاحب بنام نواب جس کی بیسمنٹ میں کپڑے کی دکان تھی۔ پاکستانی 2000 روپے کو 28600 تمن میں تبدیل کروائے۔ اسی دکان کے قریب دو اور turtleneck سویٹر خریدے۔ ہر ایک کی قیمت 10800 تمن (Rs. 765، 13.2 ڈالر)۔

ہم جتنا عرصہ ایران میں رہے ہمیں کوئی فقیر دیکھنے میں نہ آیا۔

چلتے ہوئے واپس ہوٹل پہنچے۔ 1328 پر اپنا سامان ہوٹل کی لابی میں لے آئے۔ ٹیکسی ڈرائیور سے ائیرپورٹ جانے کے 1200 تمن (Rs. 85، 1.46 ڈالر) طے ہوئے اور وہ پورٹر جس نے ہمارا سامان ٹرالی میں رکھا اسے 350 تمن (Rs. 25، .42 ڈالر) ٹپ دی۔ 1331 پر ٹیکسی فرودگاہ مشہد مقدس پر چل رہی تھی۔ ائیرپورٹ پر پہنچ کر check-in area میں داخل ہوئے۔ 1402 ہم لاؤنج میں داخل ہوئے۔ 100 تمن (Rs. 8، .13 ڈالر) کا نوٹ ٹرالی کیلئے دینا پڑا۔ سامان کو چیک ان کرنے کے بعد ویٹنگ لاؤنج میں پہنچ گئے۔ 1428 پر بورڈنگ لاؤنج میں انتظار کرنے لگے۔ لاؤنج سے چپس کا ایک پیکٹ 850 تمن (Rs. 70، 1.2 ڈالر) میں خریدا۔ 1502 منٹ پر فلائیٹ لاؤنج سے بس میں سوار ہوئے۔ 1503 منٹ پر بس جہاز کے قریب رکی۔ انور کی سیٹ نمبر 27J اور میری سیٹ کا نمبر 27K جہاز کی دائیں قطار کی جانب تھا۔ 275J window seat خالی تھی۔ 1514 پر دعائے سفر جہاز کے حرکت کرنے سے پہلے۔ 1515 پر دعائے سفر ختم۔ 1520 پر departure سے متعلق اعلان۔ فرخ چیمہ جہاز کا کپتان تھا۔ بلندی تقریباً 11000 میٹر۔ میں نے انگریزی اخبار *Dawn* اور انور نے جنگ اخبار لیا۔ 1525 پر جہاز نے حرکت شروع کی۔ معمول کے مطابق اعلان کئے گئے۔ 1535 پر جہاز رن وے پر اڑنے کیلئے تیار ہوا۔ 1535 پر جہاز نے ٹیک آف کیا آہستہ آہستہ اوپر جاتے ہوئے 1540 پر Cruising speed پر پہنچ گیا۔ 1548 پر کھانا دیا گیا۔ 1628 پر کھانا ختم کیا۔ کھانے میں مرغ بریانی تھی۔ (تہران میں ایک دکان پر لکھا ہوا دیکھا "مرغ بریان") کیونکہ ایران میں مرغ

Marfat.com

مرچیں استعمال نہیں کرتے۔ پہلی دفعہ ہم نے مرغ بریانی میں مرچوں کا استعمال دیکھا۔ ایک کیلا ایک سویٹ کا ٹکڑا اور ایک چھوٹا بند۔
جہاز کی دونوں جانب 52 قطاریں اور ہر قطار میں تین سیٹیں۔ اگلے سیکشن میں 24 قطاریں اور پچھلے سیکشن میں 28 سیٹیں۔
جہاز نے اترائی شروع کی۔ 1730 پر بذریعہ منادی دیا اور ساتھ ہی سیٹ بیلٹ باندھنے کا سائن آن ہوگیا۔ معمول کا اعلان کیا گیا 1738 پر پھر بذریعہ منادی دیا اور "No Smoking" کا سائن آن ہوگیا۔ جہاز کی کھڑکی سے کوئٹہ کے مکان نظر آنے لگے۔ میں نے اپنی سیٹ انور کی سیٹ کے ساتھ بدل لی ہوئی تھی۔ کوئٹہ میں 16 ڈگری سینٹی گریڈ کا اعلان ہوا۔ 1746 جہاز ٹرمینل کے قریب آ کر رک گیا اور انجن مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔ کوئٹہ کے مسافر اترنے لگے اور اُس کے بعد لاہور جانے والے مسافر سوار ہونے لگے۔ جب سے جہاز نے اترائی شروع کی۔ "No Smoking" سائن آف نہیں کیا گیا تھا۔ گراؤنڈ کے عملہ نے جہاز کی صفائی کی اور تازہ سپلائی لوڈ کروائی گئی۔ 1758 حفاظتی بند باندھنے کا اعلان۔ 1803 پر گراؤنڈ کے عملے کو جہاز سے باہر نکل جانے کا اعلان ہوا کیونکہ جہاز کے دروازے بند ہونے والے تھے۔ 1805 پر ایک منٹ کی دعائے سفر۔ جہاز کی بلندی 11,300 میٹر ہوگی اور ایک گھنٹہ پانچ منٹ میں لاہور پہنچ جائیں گے۔ 1807 پر جہاز نے حرکت شروع کی۔ 1808 پر جہاز رکا اور فوراً ہی ٹیک آف کر لیا۔ 1809 منٹ پر "No Smoking" سائن آف۔

مشہد ائرپورٹ پر جہاز کی منزل فارسی میں Kuwetah لکھی ہوئی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ جہاز کویت سے ہو کر کوئٹہ پہنچے گا مگر یہ ہماری غلطی تھی۔ 1820 پر حفاظتی بند باندھنے کا سائن آف ہوگیا اور جہاز نے Cruising speed اختیار کر لی۔ 1825 پر چائے وغیرہ تقسیم ہوئی۔ 1838 پر ہم نے چائے ختم کر دی جس کے ساتھ کھجوریں، کیک، پیٹز، کیلا اور دہی بھلے تھے۔ 1848 پر اعلان ہوا کہ لاہور 1920 پر پہنچ جائیں گے۔ 1855 جہاز نے اُترائی شروع کر دی۔ 1902 پر میں نے پانی کے قطرے Overhead luggage bin سے گرتے ہوئے دیکھے۔ میں نے مذاق سے ائرہوسٹس سے کہا ''جہاز کا چھت لیک کر رہا ہے لاہور پہنچ کر اسے ریپیر کروالینا۔''

اس نے جواب دیا ''نہیں کسی نے bin میں مشہد سے لائی ہوئی پانی کی بوتلیں رکھی ہوں گی اور کسی بوتل کا ڈھکنا صحیح طرح سے بند نہیں ہوا لہذا پانی لیک کر رہا ہے۔'' انور جو کہ window سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، نے کہا ''بھائی جان یہ ہماری ہی پانی کی بوتلیں ہیں۔'' اس نے bin سے بوتلیں نکالیں اور ان کے ڈھکن ٹھیک کر کے سیٹ کے نیچے رکھ دیئے۔ اُترائی کی وجہ سے سامان ہماری سیٹوں والے luggage bin سے لیک کرنے کی وجہ سے اگلی سیٹوں کے bins، JKL 25 سے پانی کے قطرے نیچے گر رہے تھے۔ ان سیٹوں والے مسافر بھی حیران تھے یہ پانی آ کہاں سے گیا۔ 1907 حفاظتی بند باندھنے کا اعلان ہوا۔ تمام راستہ موسم ابر آلود تھا 1916 پر "No Smoking" کا سائن آن ہوا اور لاہور کی روشنیاں شروع ہوگئیں 1920 پر جہاز نے اُترائی شروع کی 1926 پر جہاز رک گیا۔ بس میں بیٹھ کر ٹرمینل تک پہنچے۔ حیرانگی کی بات ہے ائرپورٹ پر آنے والے مسافروں کو گائیڈ کرنے کیلئے PIA سٹاف کا کوئی عملہ موجود نہ تھا اور مسافروں کو یہ پتہ نہ چل رہا تھا کہ کس طرف جانا ہے۔ ہم دونوں بھائی بھی ایک دوسرے ٹرمینل میں سے ہوتے ہوئے ایک اور جگہ پہنچ گئے۔ وہاں ڈیوٹی پر تعین ائرپورٹ سیکورٹی والوں نے بتایا کہ غلط جگہ آ گئے ہیں۔ اُنہوں نے ہمیں لفٹ لے کر اوپر والی منزل پر جانے کیلئے کہا اور پھر ہم صحیح جگہ پر پہنچ گئے۔ امیگریشن سٹاف نہایت ہی نااہل ثابت ہوا جیسے کہ انہوں نے کمپیوٹروں کی ٹریننگ حال ہی میں ختم کی تھی اور صحیح طرح سے ڈیٹا فیڈ کرنا اور چیک کرنا نہیں آ رہا تھا۔ اپنا سامان لینے کے بعد جب لاؤنج سے باہر جانے لگے تو 2015 پر انور کا ڈرائیور اکرم اور شازی ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ واپسی پر شیل فلنگ سٹیشن سے 945 روپے کا پٹرول 28.32 لیٹر ڈلوایا۔ گجرات انور کے گھر 0200 بجے پہنچ گئے۔ انور کا سامان وغیرہ چھوڑنے کے بعد اُس کا ڈرائیور مجھے میری اپنی رہائش گاہ پر چھوڑ گیا۔

چند دنوں کے بعد انور کے ڈرائیور کے ساتھ ہم پاکستان کی فارن منسٹری اسلام آباد پہنچ گئے۔ reception سے مہر کرم الہی سے ملنے کو کہا۔ اس نے ٹیلیفون کیا اور 45 منٹ کے بعد مہر صاحب reception پر تشریف لے آئے اور فرخ کا لیگل سرٹیفکیٹ دے دیا۔ اس نے یہ بھی مشورہ دیا کہ مقصود الحسن کو پاکستان سفارت خانہ تہران میں اطلاع دے دینا کہ سرٹیفکیٹ مل گیا ہے

Marfat.com

فارسی	اردو / انگلش
مرز شہر	سٹی سینٹر
داروخانہ	ڈرگ سٹور
بیمارستان	ہاسپٹل
بانک	بینک
قسمت روادید	Passport and Visa section
خیابان	روڈ
لطفاً	برائے مہربانی یا مہربانی کر کے
سالن صبحانہ	بریک فاسٹ
صندوق	کیشیر
اطلاعات	انفارمیشن
خلال دندان	toothpicks
سفرہ خانہ سنتی	Traditional restaurant
ورود	enter
پذیرش	reception
بزرگراہ	highway
پرواز	Calls lounge
تلفن	telephone
توالت آقایان	Men's toilet
توالت خانمہا	Ladies toilet
شبانہ	چپکی والا
صرافی	exchange
چپو، چپو، جاؤ، جاؤ	وہی مطلب جو اردو میں ہے
چراغ قوہ	ٹارچ
ورودی برادران	Men's toilet U.C
ورودی خواہران	Ladies toilet
میدان	yard
فرودگاہ	ایئرپورٹ
پاسپورت	گذرنامہ
دستشوئی زنان	Ladie's toilet
دستشوئی مردانہ	Men's toilet
لطفاً سیگار نکشید	"No Smoking"
لطفاً کمربند / ای را ببندید	"Please fasten seat belts"

Marfat.com

ایران سفر کے دوران خرچ کی تفصیلات

	پاک روپے	امریکن ڈالر	ایرانی تمن
ویزے	2200	561.5	32038
ائیر ٹکٹ لاہور تا مشہد	32000	561.5	466045
ائیر ٹکٹ مشہد تا تہران	3600	61.5	51000
ائیر ٹکٹ تہران تا مشہد	3505	61.5	51000
ہوٹل بزرگ تہران	22156	382	308676
ہوٹل بزرگ الیس مشہد	8178	141	116869
ٹیکسی خرچ	1722	30.101	25000
خریداری	10894	177.68	153550
بقیہ اخراجات	39526.5	691.76	486180
ٹوٹل	**123781.5**	**2145.641**	**1690358**

Marfat.com

منفرد ہستیاں

میر حضرات

جناب اعجاز حسین میر (ڈپٹی سیکرٹری)

جناب غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ۔ گجرات

حضرت محمد ﷺ و آل محمد ﷺ کے طفیل اور نظر عنایت کی بدولت جناب عبداللہ میر، میر منزل محلہ کیمبہ جلالپور جٹاں، گجرات نے بشارت دیکھی کہ پاک زمین کربلا معلی سے زائرین واپس آئے ہیں اور ایک زائر نے انہیں وہاں سے لایا ہوا ایک شیشہ تحفے کے طور پر پیش کیا ہے جس کی تعبیر ان کے پوتے کی پیدائش تھی جو غلام مصطفیٰ میر کی زوجہ جنت بی بی کے بطن سے تولد ہوا۔ اس بچے کا نام اعجاز حسین رکھا گیا جو بچپن میں ہی اپنے باپ کے سایہ سے محروم ہوئے اور اپنے دادا اور چچا کی زیر سرپرستی جلالپور جٹاں اور گجرات سے میٹرک تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد لاہور محکمہ مردم شماری میں ملازمت اختیار کی۔ ان کے چچا رستم علی میر نے انہیں اپنی اولاد کی طرح چاہا بلکہ ساری عمر ہی ان کی چاہت میں گرفتار رہے۔

بچپن میں سارا سارا دن گھر پر والد کے زیر سایہ اور مطالعہ کتب میں مصروف رہتے یعنی بچپن میں نہ کھیلے وہ نہ شرارتیں کیں۔ دیگر بچوں کی طرح کبھی بھی باہر کھیل کود کے لئے نہ جاتے یہی انداز تا حیات رہا۔

جناب اعجاز حسین میر جنہوں نے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے راہ عمل، عشق محبت اور راہ عرفان طے کیا۔ انہوں نے وہ فرائض بجا لائے جو کام کرنے کے خدا نے کہے اور کسی کام کے کرنے سے اجر یا انعام کی توقع نہ رکھی۔ ان فرائض کی تکمیل و تعین عبادت سمجھ کر عشق و محبت میں اپنے من پر قابو رکھا محسوسات کی محبت اور ان سے لگاؤ دور کر کے تمام تر توجہ مالک دو جہاں کی طرف رکھی اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ "فانی" کی محبت کا نتیجہ جدائی اور اسی کا نام ترک دنیا ہے۔ دلی خلوص اور سچی محبت کے ساتھ تمام عبادت پوری کرتے اور ہر دم معرفت الٰہی اور حقیقت ذات باری پر غور کرتے اور دن رات اسی ذات پاک سے عشق صادق رکھتے۔ اسی خیال میں مست رہتے۔ وہ فرماتے کہ عبادت کے لئے سب راہیں کھلی ہیں جو طریق تم کو پسند ہے اس سے عبادت کرو۔ یہاں تو خلوص نیت کی ضرورت ہے رسوم کی نہیں تمام مذاہب کی منزل ایک ہی ہے۔ یعنی قرب ذات الٰہی اس لئے کسی ایک راہ کی قید نہیں۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بت خانہ تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

لاہور میں اپنے قیام کے دوران پرائیویٹ بی اے کیا اور ساتھ ساتھ وائی ایم سی اے میں شارٹ ہینڈ اور ٹائپ ورک میں وہ مہارت حاصل کی کہ وائی ایم سی اے کے جنرل سیکرٹری مسٹر Wilson Hume کو جب گورنر پنجاب نے پرسنل سیکرٹری (میر منشی) کے لئے کسی لائق اور قابل اعتماد طالب علم کی recomendation کے لئے کہا تو Mr Hume نے اعجاز صاحب کو اپنی طرف سے ایک تحفے کے طور پر پیش کیا۔ ٹیسٹ ہوا جس میں انگریز، ہندو اور سکھ طالب علم امیدواروں میں سے سر فہرست رہے۔ اس طرح اپنی زندگی کے دنیاوی بہتر سفر کی طرف آغاز کیا۔

Marfat.com

جناب اعجاز حسین میر صاحب "پدرم سلطان بود" کے ہرگز قائل نہیں تھے اس سلسلہ میں وہ حضرت سلیمان فارسیؓ کے پیروکار تھے جو سلیمان فارسی ہوا اپنے آپ کو سلیمان بن اسلام کہا کرتے۔ تمام مقدس کتب اور دین فطرت کی تعلیمات نے ذات پات کی جڑ پر جو ضرب کاری لگائی اس نتیجہ میں انہوں نے اپنے آپ کو درست طور پر "اعجاز حسین" ثابت کیا۔

انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں عبداللہ میر اپنے والد غلام مرتضیٰ میر کے ہمراہ کشمیر، سرینگر کے قریبی علاقہ "ڈھب" سے نقل مکانی کر کے جالندھر چھاؤنی آ کر آباد ہوئے اور ذاتی زمین خرید کر دکان اور مکان کے ملحقہ مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس زمانہ سے سلسلہ نذر نیاز جمعرات اور محرم کے ایام میں جاری کیا ہوا ابھی تک ان کی اولاد میں جاری ہے۔ 1927 میں لنگر کے پکانے کیلئے دیگیں اور دیگر سامان کا پہلا سیٹ بنوایا گیا جو تا حال زیر استعمال ہے۔ شرافت و نجابت کے ساتھ ساتھ دینداری اس خاندان کا طرۂ امتیاز رہی۔ ایمانداری سے کی جانے والی تجارت آخرت میں نجات کا باعث بنتی ہے۔ کشمیر سے ہجرت کے وقت قرآن پاک اور دیگر مذہبی کتب کے قیمتی نسخہ جات جن کو اپنی جان سے بھی زیادہ قیمتی سمجھ کر ساتھ لائے۔ جو اب بھی امیر ٹرسٹ لائبریری میں شرف دیدار رکھتے ہیں۔

خیر مقدم اور خدمت کے ملازم اس بات کے گواہ ہیں کہ اعجاز صاحب نے اپنی زبان سے ایسا لفظ ادا نہیں کیا جو اخلاق سے گرا ہوا ہو۔ ان کی عبادت قابل ذکر ہے۔ ایک بار جبکہ ساری سنگت 69۔میکلوڈ روڈ لاہور پر جمع تھی۔ پچھلے پہر سب کی ٹھنڈے پانی سے تواضع کا بندوبست کیا تو کسی نے صفائی والی عورت کو کہا کہ تو بھی اپنا گلاس لے آ۔ دیکھا کہ کسی کی دل شکنی ہو رہی ہے تو پھر یہ ترتیب بدل دی کہ جانے والے گلاس میں سب سے پہلے خود پیتے ہیں پھر اسے سنگت کو پلایا جاتا ہے۔ اس طرح ایک بار ساری سنگت کو تعلیم و تربیت دیتے ہیں اور نفس کشی کے بارے بار بار بیت الخلا کی صفائی کرنا پڑتی تو فرمایا کہ جو گند کرتے ہیں وہ تو بے پرواہ رہتے ہیں جو اس گند کو صاف کرتے ہیں وہ ہیں ---- اس قربانی کے لئے خلوص نیت، دل گداز اور زبردست قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سادگی میر برادران کی زندگی کا سب سے بڑا حسن تھی لباس، رہن سہن میں سادگی، کھانے پینے میں سادگی، ہر انداز میں سادگی خاص کر جب انسان کے پاس خریدنے کی استطاعت ہو اور وہ سادگی اختیار کرے یہی قابل ذکر و تقلید کارنامہ بن جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی اصول پر کاربند رہے۔ قابل فخر شے علم ہے مال و دولت نہیں۔ مالی حیثیت کا یہ حال کہ نوکری کے دوران اور بعد از ملازمت کرایہ کے مکان 69۔میکلوڈ روڈ لاہور پر رہے جبکہ دوران ملازمت (میر منشی) لاٹ صاحب نے کہا "مسٹر اعجاز میر ملازم اور افسر سب کچھ نہ کچھ مانگتے ہیں مگر تم نے کبھی کوئی درخواست نہ کی ہے۔"

"میں مالک دو جہاں کے دربار میں اپنی حاجات طلب کرتا ہوں۔" جواب دیا۔

میر برادران نے بڑی سادہ زندگی گزاری کبھی کسی کو دکھ نہیں پہنچایا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ کسی سے فائدہ نہیں اٹھایا جو مایہ خدمت خلق اور خدمت دین کے لئے وقف کر دیا۔ وقت کی پابندی اور وقت کا صحیح استعمال کوئی ان سے سیکھے۔ ہر علاقائی اور لسانی تعصب سے پاک۔ اعجاز صاحب نے تاحیات اپنی تنخواہ کا آدھا حصہ نذر نیاز کے لئے وقف رکھا اور ریٹائرمنٹ کے وقت جو رقم ملی اہل خانہ کا حصہ نکال کر سب کی نذر کر دیا جاتا ہے۔ اس کا ذکر اپنے خط میں اس طرح کرتے ہیں۔ "یہ ہماری زندگی ایک سراب ہے اور بال بچے سراب کا نقشہ۔ ہماری بیوی بچوں نے ہمیں ٹھیک سمجھا ہے کیونکہ ہمارا یہ حال ہے کھانا رحمان دا اور بھونکن گنگو شاہ دی ہٹی۔"

مال نے کی اولاد کو فتنہ پر آ سایا۔ میرے ... میں "اموالکم و اولادکم فتنۃ" دونوں صحیح ہیں ہر روز منیر (بیٹا) یہی کہہ رہا ہے کہ اتنی مدت تنخواہ کا باقی روپے جائیداد کا اماں کے حق میں اور میاں یہ حال ہے کہ "رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو"

انسان کی پریشانیوں کی بات ہو تو فرماتے "پریشانیوں کا منظر واقعی تباہ کن تصور ہے مگر یہ تو اس دنیا کی ہر ایک متصورہ نعمت کی اصلیت جو ہمیں نشہ میں محسوس نہیں ہوتی یا جب اس ذات پاک مالک لولاک کی بخشش شامل حال ہو تو یہ جانکاہ تصور و مہلک منظر دماغ سے پرے رہتے ہیں۔ یہ ہماری دنیا اور یہ ہیں ہمارے اعمال جو ہر وقت ڈراتے رہتے ہیں اور ادھر یہ ہے اس ذات پاک کی رحمت۔ لیکن اس لق و دق دشت وحشت میں ہر لاکھوں اس طرح کے حوادث ہو رہے ہیں تو ایک کو جو بچ گیا ان میں یا اس ماحول میں رہ کر کیا آرام مل سکتا ہے جب تک وہ ذات پاک اپنا دست کرم اس پر سایہ فگن نہ رہے۔ وہ دست خدا ہے جو ہر مصیبت میں کام آتا اور ہر بلا سے

Marfat.com

بچاتا ہے۔ یہ اس کی عین بخشش و رحمت ہے ورنہ ہمارے اعمال کی بجلیاں ہر وقت کڑک رہی ہیں اور ہر وقت وہ ذات والا شان ان مصائب سے ہم کو نجات دے اور اس سارے جائے مصیبت سے یک لخت نکالے۔ یہاں تو انسانوں کے روپ میں بچھو، سانپ، مگرمچھ اور بھگیاڑ پھر رہے ہیں اور کمانوں پر تیر چڑھے ہوئے ہیں۔"

تاریخ انسانی پر طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو انکشاف ہوتا ہے کہ انسان اپنی بھوک پیاس مٹانے کی خاطر آخر دم تک جد و جہد کرتا ہے لیکن چند لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی نگاہ میں اس شے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ کائنات کی عظیم ہستی آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کو اس سلسلے میں عملی درس دیا اور حضور پاک ﷺ کا اتباع کرنے والوں نے اس درس کو اپناتے ہوئے عملی تشریح پیش کی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی حیات کی ساری جد و جہد چند فٹ زمین اور ایک عدد کفن کے لئے ہوتی ہے جو لوگ اس حقیقت کو جان جاتے ہیں وہی کامیاب و کامران قرار دیئے جاتے ہیں۔

پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پاکستان بننے کے بعد پنجاب گورنمنٹ میں بحیثیت ڈپٹی سیکرٹری عہدہ کا چارج لیا تو اس سے قبل ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر، اے ڈی ایم کے عہدوں پر بھی ملتان، سیالکوٹ کے اضلاع میں اپنی دیانتداری اور پاکستان سے سچی محبت و وفاداری کے عملی ثبوت پیش کئے۔ جب لوگ مکانوں، زمینوں اور دکانوں کی الاٹمنٹ کے پیچھے پاگلوں کی طرح بھاگ رہے تھے تو اس وقت بھی جو ... انہوں نے اس مادی دولت کی پرواہ نہیں کی اور ایک انچ زمین بھی اپنے نام یا کسی عزیز کے نام الاٹ نہ کرائی۔ سیکرٹریٹ میں جو محمد ... اور دیگر افسران جنہوں نے لوٹ مار شروع کر رکھی تھی ان کی موجودگی ان ایمان فروشوں اور وطن دشمن عناصر سے ... بن جاتی۔ ایک خط میں اشارۃً ذکر کرتے ہیں "کوئی سٹاف نہیں ملتا تھا۔ نہ کمرہ نہ ٹیلیفون۔ سٹاف ملا تو ان سے جو کہیں وہ کام نہیں کرتے۔ دفتر والے cooperate نہیں کرتے۔ بجلی والے (محکمہ بجلی) الگ ناراض ہیں۔ ہمارے اوپر ... کل کی ذات ہی اس کو wind-up کرے اور آزادی ہو۔"

محمد فضل گیلانی صاحب اپنی کتاب "طوق دہر کی" میں لکھتے ہیں "ڈپٹی صاحب پاکیزہ خیالات، شائستہ اطوار، نرم گفتار، اعلیٰ کردار کے مالک تھے ان کا قد درمیانہ رنگ سرخ و سفید اور رخسار صفاچٹ تھے اور دوران گفتگو ریت ... انہیں قرآن ... اور ... تشریحات پیش کرتے۔"

ان کے پاس بہت سے مسلمانوں کے علاوہ کرشن لال چوپڑا (جو ڈپٹی سیکرٹری پنڈت جواہر لال نہرو) ... پنڈت درگا داس، سرتاج سنگھ، جگم سنگھ، بھوشن جی، دیول کرشن، بچھیو (ڈپٹی سیکرٹری منسٹری آف ... انڈیا) ... اور کاشی رام وغیرہ وہاں کی موجودی اور کلام سے فیضیاب ہوتے۔ ذات واحد ... اور مالک دو جہاں کے ذکر سے محفلوں کو منور کرتے۔ جب وہ ان پیروں کا اپنے خطوط میں ذکر فرماتے تو لکھتے ہیں "یہ اپنے آدمی کوئی ہندو تھوڑے ہیں۔ ... ڈاکٹر رام لال نے شاہدرہ (دہلی) میں سب مسلمانوں کی جان جوکھوں میں مدد کی۔ بچن ناتھ ... (جو ...) ... ایسے لوگ ... سرتاج سنگھ نے بڑے مسلمانوں کو بچایا ... ہندوستانی بڑے متعصب اور بے اصولے آدمی ہیں ان کو ... بھی نہیں ..."

آپ کو لاہور میکلوڈ روڈ کے قبرستان میں ۱۹ اگست 1957 کو دفن کیا گیا۔

جناب اعجاز حسین کی نظر عنایت، تعلیم و تربیت کی بدولت جناب غضنفر حسین میر نے حقیقت ذات حق پر اپنی سوچوں کو مرکوز کر کے دنیا و مافیہا کی کثرت میں ذات حق اور کلام حق پر غور کیا۔ ڈاکٹر محمد منیر ... اپنی کتاب ... جرات میں غضنفر صاحب کا تعارف کچھ اس طرح کراتے ہیں "گجرات کے نامور وکیل غضنفر حسین میر کشمیری خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کشمیر سے ہجرت کر کے ... میں سکونت پذیر ہوئے۔ میٹرک کے بعد اپنی محنت سے مزید تعلیم حاصل کی اور 1952 میں قانونی پریکٹس کا آغاز کیا۔ ... سے متعلقہ قانون کے ماہر مانے جاتے مگر تمام عمر کرائے کے مکان میں رہائش پذیر رہے۔ آپ نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا اور ... سے

Marfat.com

پیشے میں دیانت وصداقت کی ایسی مثال قائم کی جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ آپ قرآن، انجیل، زبور اور توریت پر گہری نظر رکھتے تھے اس تدبر پرمبنی آپ کی کتاب حیات (کلام حق الہیات) اور آپ کے خطوط زیر طبع ہیں آپ کی قبر جلالپور جٹاں کے قبرستان میں جانب مغرب واقع ہے۔''

اعجاز حسین میر 2 جنوری 1914 کو میر منزل محلہ خیبر جلالپور جٹاں، گجرات پیدا ہوئے۔ مارچ 1931 اسلامیہ ہائی سکول جلالپور جٹاں سے میٹرک کیا۔ 1939-40 اور 1946 میں محکمہ تعلیم پنجاب سے گورنمنٹ کالج اور سیالکوٹ بعد میں چیف سیکرٹری آفس میں ملازمت کی پرائیویٹ اکتوبر 1949 میں انٹرمیڈیٹ اور Faculty of Oriental Learning پاس کرنے کے بعد 21 دسمبر 1950 میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری لی اور محنت کر کے 23 دسمبر 1952 میں پنجاب یونیورسٹی سے law کی ڈگری لی ابتداء میں سیالکوٹ میں اپنی وکالت کا آغاز کیا اور چند ماہ بعد ہی اپنی والدہ محترمہ کی خواہش پر جلالپور واپس آ گئے اور گجرات وکالت کا آغاز کیا۔ سیالکوٹ میں ملازمت کے وقت سے ہی کرایہ کے مکان محلہ شاہ پورہ میں رہتے۔ تقسیم ہندوستان کے وقت ان کے ایک دوست سابق صاحب نے میر صاحب کو پاکستان سے قبل اپنی ساری جائیداد ان میں ان کے نام ہبہ کر دینا چاہی مگر میر صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جو جائیداد تمہارا ساتھ نہیں دے سکی میرا کیا ساتھ دے گی۔ سیالکوٹ میں قیام کے دوران ان کے مہربانوں میں ڈاکٹر جناب فضل حق شیروانی صاحب، خواجہ محمد صفدر اور بہت سے دوسرے خواجہ صفدر صاحب میر صاحب کا اکثر ذکر کرتے تھے۔ ان کی شفاف اور بے داغ زندگی کے گواہ ہیں۔

وکالت میں وہ دیانت کی علامت تھے۔ لیکن ان کی وکالت کا طرہ امتیاز رہا۔ ایک زمانہ تھا ان کے بہترین دوست مہربان جناب میر مجیب صاحب اور شیخ نصیر صاحب جسٹس بن گئے۔ میر صاحب کو وکالت چمکانے کا بہترین موقع تھا اور ان کی طرف سے فائدہ اٹھانے کی کوشش بھی ہوئی مگر میر صاحب فوجداری وکالت تو کرتے مگر اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا تو درکنار فوجداری وکالت ہی چھوڑ دی اور کہنے لگے کہ یار میں تم کو رازق بناؤں اور تمہاری دلالی کروں۔ اس کے بعد ساری زندگی فوجداری مقدمہ نہیں لیا۔ ایمان کی پختگی اور قناعت کے سبق ان کے دل و دماغ میں راسخ تھے۔ ہمیشہ اپنی التجاؤں کا مرکز ذات باری تعالیٰ کو ہی سمجھا۔ کسی سے بھی کوئی ذاتی فائدہ اٹھانے کا سوچا تک نہیں اور نہ ہی اپنے بچوں میں سے کسی کو نوکر کرانے کے لئے کبھی سفارش کی۔ بیوی بچوں کی پرورش ایمانداری سے کمائے گئے رزق سے پرورش کی۔

یہ زمانہ تھا جب پورا ملک ایک سپاہی کے ہاتھ میں تھا۔ اس وقت ان کے دوست شیخ محمد اکرم صاحب ایس ایس پی گجرات بن گئے۔ جو بعد میں آئی جی کے عہدے تک پہنچے اور پھر سعودی عرب رہے تو اپنے ملازم کے ذریعہ پیغام پہنچایا کہ میر صاحب ان کو ملنے آئیں۔ میں نے دوست کی ملاقات وہ بھی دفتر میں ایک خوشامدی حاضری سمجھا اور واپس پیغام دیا ''میں نہ تو چور اور بدمعاش ہوں اور نہ ہی کسی کی سفارش اگر تم دوست ہو تو خود آ کر مجھے مل جایا کرو'' اور یہی ان کا وطیرہ اپنے عزیز قابل احترام ایس ایس پی آغا سعادت علی خان صاحب اور ایس ایس پی آغا فراست علی صاحب، جناب نفیس احمد باجوہ صاحب سیشن جج صاحب اور دیگر دوستوں اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رشتہ داروں سے تھا۔ اپنے جو دوست بھی ادھر مجسٹریٹ صاحبان جج صاحبان یا پولیس کے اعلیٰ افسران آتے تھے ان کے دفتر میں ملنے کے لئے نہ جاتے۔ ہمیشہ وہی ان کو گھر ملنے آتے اور ان کی ملازمت کے دوران کسی قسم کا فائدہ نہ لیا۔

جب کبھی کسی دوست یا عزیز کی وفات کی خبر ملتی تو اس دنیا کی بے ثباتی کے حوالہ سے جو شعر ان کے پیش نظر تھے فرماتے:

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ ذاتی طور پر میرا جناب اعجاز حسین میر سے متعارف ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ان کی کتاب کلام

Marfat.com

حق الحیات پہلی برسی اور دوسری کتاب مجموعہ خطوط مشغول حق ہوں ..... (ضمیمہ 190)۔ ان کتب اور مقالہ جات جو کہ پروفیسر حامد حسن سید اور ایم زمان کھوکھر ایڈووکیٹ دیگر دانشوروں کی طرف سے آتے رہے نظر سے گزرتے ہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہی میر اعجاز حسین میر اور غضنفر حسین میر کی منزل تھی اور یہی منزل کا آخری نشان۔

غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ کی وفات کے بعد 29 جنوری 1997 میں ان کی پہلی برسی پر المیر ٹرسٹ لائبریری میں تحقیق وتالیف کی بنیاد بدست حق پرست رقیہ بیگم (مرحومہ وفات 8 جنوری 1999) رکھی گئی جس کے بانی و ناظم عارف علی میر ایڈووکیٹ ہیں تادم تحریر اب تک اس ادارہ کی طرف سے گیارہ کتب شائع کی جا چکی ہیں اور سلسلہ جاری ہے۔ اس ادارے کے سرپرست پروفیسر حامد حسن سید اور اراکین میں جناب شریف کنجاہی، افتخار حیدر، پروفیسر منیر الحق کعبی، پروفیسر سید مسعود ہاشمی، ڈاکٹر حفیظ الدین، ... سلیچ، رائے زاہد حسین جرال، محمد زمان کھوکھر، غفور اسلم اور انجم رشید میر بھی ہیں۔

پیر محمد علی صاحب

پیر محمد علی صاحب کا نہ تو کسی مذہبی گھرانے سے تعلق تھا اور نہ ہی کسی درگاہ شریف کے سجادہ نشین تو پھر یہ سوال اٹھتا ہے کہ پیر کیسے بن گئے یا اس لفظ نے عوام سے کیسے مقبولیت کی سند حاصل کر لی۔

ہوا یوں کہ ان کے گھر کے قریب شہر کا ایک امیر کبیر شخص رہتا۔ اس پر قسمت کی دیوی اتنی مہربان تھی کہ شہر کے نامور لوگ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑنا اعزاز سمجھتے، بس یوں کہیے کہ وہ اس وقت شہر کی آبروتھا شہر اور مضافات کے تمام مسائل اس کی مرضی سے حل ہوتے عوام الناس اس کے گھر کے صحن میں نوکروں اور غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے اپنی غرضوں کیلئے کھڑے ہوتے ویسے یہ صاحب تقسیم ہند کی پیداوار تھے اس لئے نئے دولتیوں کی طرح ان میں بھی چند خامیاں موجود تھیں۔

جناب موسم رس کے بڑے رسیا تھے۔ ادھر شام ڈھلی ادھر جناب نے بوتل بغل میں دبائی کسی ہم مشرب ساتھی کی تلاش میں نکلے عجیب موسم تھے یہی رمیں اور محبتیں تھیں۔ کوئی نہ کوئی مل ہی جاتا بس پھر کیا تھا نہ دین کی نہ دنیا کی خبر رہتی نہ کسی تمیز اور چھوٹا بڑا ہوتا کا فرق بس جہاں بیٹھ گئے وہاں بیٹھ گئے۔ ایسی بے خبری ہوتی یاد تک نہ رہتا کہ اب گھر لوٹ کر جانا ہے ہاں مگر جب کافی رات گئے ساتھی رات کے پچھلے پہر کے ستاروں کی طرح ایک ایک ہو کر رخصت ہوتے تو جناب بھی گرتے پڑتے گھر لوٹتے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب ہر روشن کوئی ہم پیالہ و ہم نوالہ نہ ملتا تو اس وقت انہیں ایسے مہربان کی تلاش ہوتی جو مے نوش بے شک نہ ہو مگر اس شغل کے دوران ان کے پاس بیٹھے ان سے باتیں کرے ایسے میں ان کو اپنا وہ مقصود محمد علی صاحب کی شکل میں نظر آتا۔ چونکہ محمد علی صاحب کی رہائش بہت نزدیک تھی تو وہ ان کو کسی نہ کسی طرح راضی کر کے اپنے ساتھ بٹھا لیتے اور طرح طرح کی باتیں شروع ہو جاتیں پھر جیسے جیسے نشہ بڑھتا اور ہوش و خرد کا دامن ہاتھ سے چھوٹتا تو جناب ترنگ میں آ کر پتہ نہیں کیا کہتے مگر ایک بات تھی کہ اس بے خودی و ترنگ میں بھی انہیں پاس ادب رہتا بلکہ یوں کہئے کہ پہلے سے زیادہ ہو جاتا اور وہ محمد علی سے پیر محمد علی ہو جاتا اور بات بات پر "پیر صاحب" کا ورد جاری ہو جاتا بس یہی وجہ تسمیہ تھی کہ سننے اور دیکھنے والوں نے بھی ان صاحب کی تقلید میں پیر محمد علی کہنا شروع کر دیا۔

محمد علی صاحب کے والد کا نام "اللہ دتہ" تھا آپ سوختی لکڑی کا کاروبار کرتے۔ ان کا ٹال آج کل جہاں سرکلر روڈ پر حبیب بینک کی مین برانچ ہے اس کے ساتھ والی عمارت میں جناب محمد حسن سندھو اقبال ایڈووکیٹ رہتے ہیں اور اس کے پیچھے یہ سوختی لکڑی کا ٹال تھا (ضمیمہ 191) پھر جب محمد علی صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی غلام غوث غلام حسین المعروف "... صاحب" اور غلام علی جوان ہوئے تو انہوں نے محنت اور دیانتداری سے کام کیا اپنے والد کے کاروبار کو ترقی دی اور سوختی لکڑی کے ٹال سے عمارتی لکڑی پھر فرنیچر کا کاروبار کرنے لگے۔ محمد علی صاحب چونکہ اپنے بھائیوں میں سے بڑے تھے اس لئے والد صاحب کی تمام ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا اور اپنی خداداد صلاحیتوں بالخصوص اپنی زندہ دلی کی وجہ سے بڑے تھوڑے ہی عرصہ میں بڑی ترقی کی۔ یہاں سوختی لکڑی کا ٹال اور یہاں فرنیچر کا کاروبار اور سپلائی کے ٹھیکے وغیرہ۔

عمر کے ساتھ ساتھ کام کی کثرت نئے نئے حالات و واقعات لیکن ان کی زندہ دلی اور شگفتگی میں کوئی فرق نہ تھا وہ اپنے سب

Marfat.com

تکلف دوستوں سے بڑی دلچسپی سے باتیں کرتے بلکہ اپنے سے چھوٹوں کیساتھ بھی مذاق کرتے نہ چوکتے۔ وہ بچوں کے ساتھ بچے اور جوانوں کے ساتھ جوان تھے۔ غم فکر کو پاس نہ پھٹکنے دیتے ہمیشہ خوش رہتے اور دوسروں کو بھی خوش رکھتے۔ اُن سے ملنے سے اور باتیں کرنے میں غم غلط ہوتا۔ بس یہی نہیں انہوں نے اپنی اس اچھی عادت سے اپنے کاروبار کو بڑی وسعت دی بھی شہر کے سرکاری اور نیم سرکاری محکموں میں بڑی جان پہچان پیدا کی۔ فرنیچر کے کاروبار میں اور سپلائی کے ٹھیکوں کے حصول میں دشواریوں کو دور کیا اسطرح کاروبار کے ساتھ ساتھ آپ کھیلوں میں بڑی دلچسپی لیتے۔ اسکے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے کرکٹر اور اُس وقت کے آفیسر کلب گجرات کے باقاعدہ ممبر۔ یاد رہے ڈپٹی کمشنر ایس پی سیشن جج دیگر ضلعی افسران اور شہر کے چند ایک معززین اس کلب کے ممبر ہوا کرتے۔ ان افسران کے ساتھ تعلقات اور اٹھنا بیٹھنا ان کا روزمرہ کا معمول تھا جو اس دور میں بڑی بات تھی مگر ان میں کبھی رعونت پیدا نہ ہوئی۔

زندہ دلی، خوش طبعی اور لطیفے اور شکار کے عجیب و غریب واقعات ہمیشہ یاد آئینگے ان کی ظرافت اور شوخی کے چٹکلے ایک دو نہیں چند ہیں مگر افسوس کسی نے نوٹ نہیں کیے۔ میں اس مضمون میں ایسی واقعاتی باتوں کو کم سے کم لانا چاہتا ہوں مگر پھر واقعاتی تقاضوں کی خاطر قارئین کی نذر چند باتیں کر رہا ہوں۔

خوش طبعی اور بذلہ سنجی سے پیر محمد علی یوں مشہور واقف تھے کہ لوگوں کو مدتوں ان کی باتیں یاد آئیں گی جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے وہ اپنے دوستوں وغیرہ اپنے سے چھوٹوں سے بھی مذاق کرنے میں نہ چوکتے۔ کبھی کبھی اپنے آپ پر بھی مشق سخن کر لیتے تھے۔ ایک زمانہ تھا کہ پولیس اپنے فرائض کی ادائیگی دن ہو یا رات بڑی دلجمعی سے ادا کرتی۔ ایک دفعہ پیر محمد علی صاحب پرانے اڈے پر واقع اپنے فرنیچر کے کارخانے سے گھر آ رہے تھے اتفاق سے اس دن بلیک آؤٹ بھی تھا اور آپ کے سائیکل کی بتی بھی نہیں تھی بس یہ تو ایک فرض شناس محکمہ پولیس کے اہلکار نے سیٹی بجائی اور انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور چالان کرنے کیلئے کاغذات اور قلم وغیرہ درست کرنے لگا۔ ادھر پیر صاحب کی رگ ظرافت پھڑکی فرمانے لگے۔ "چھوڑ بھائی یہ چالان شالان پہلے یہ بتاؤ ایک بلیک آؤٹ دوسرے میری سائیکل کی بتی نہیں تیسرا میرا رنگ سیاہ تم نے مجھے کیسے پکڑ لیا ؟" یہ بات سُنی تھی کہ وہ صاحب اتنا ہنسے کہ ان کے پیٹ میں بل پڑ گئے اور ہنستے ہنستے وہ پیر صاحب سے بغل گیر ہوئے اور اپنے رویے پر معذرت کی۔ اسی طرح پیر صاحب اپنی بذلہ سنجی کیوجہ سے ایک ناخوشگوار واقعہ سے دوچار ہونے سے بال بال بچ گئے۔

اسی طرح بعض اوقات پیر صاحب بذلہ سنجی کی بجائے ایسی اوٹ پٹانگ کرتے کہ چند لمحے کیلئے دوست احباب میں ناگواری کے اثرات ابھرنے لگتے مگر دوسرے ہی لمحے محفل کشت زار ہو جاتی۔ سنئے پیر صاحب نے اپنے احباب کے ساتھ پرندوں کے شکار کا پروگرام بنایا۔ شکار کے دوران میں وقت اور جگہ کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے اسلئے تمام احباب نے دوپہر کے کھانے کیلئے وقتوں سے سالن کا انتظام کر لیا۔ بہر حال شکار کے دوران بھوک خوب چمکی اور دن بھر کی بھاگ دوڑ سے نڈھال بھی تھے سب احباب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ احباب یہاں ہی کہیں کسی سایہ دار درخت کے نیچے دستر خوان بچھا لیتے ہیں چنانچہ کچھ احباب منہ ہاتھ دھونے لگے باقی دوست کھانا وغیرہ درست کرنے میں مصروف ہو گئے۔ سب احباب مل کر بیٹھ گئے اور دیگچہ پیر صاحب کے آگے سالن تقسیم کرنے کیلئے رکھ دیا تو انہوں نے جیسے ہی دیگچے کا ڈھکن اٹھایا تو "دیگچے میں" فوراً تھوک دیا پیر صاحب کی یہ حرکت اتنی ناگوار گزری کہ سب دوست احباب منہ میں بڑبڑاتے چلے گئے۔ دستر خوان اٹھایا اور کھڑے ہو گئے۔ قرب و جوار میں کوئی بستی بھی نہ تھی کہ دوسرے کھانے کا انتظام ہو سکتا ادھر پیر صاحب نے جب دیکھا لوگ دور ہٹ گئے ہیں تو کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ پیر صاحب کے اس عمل نے اور جلتی پر تیل کا کام کیا۔ وہ دوست غصے کے اظہار کے سوا پیر صاحب کا کیا کر سکتے تھے۔ پیر صاحب نے اکیلے میں کھانے کا خوب مزا اٹھایا۔ آہستہ آہستہ جب دوست احباب کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انہوں نے بھی پیر صاحب کی اس ناگوار حرکت کو انجوائے کیا اور ایک دوست نے پیر صاحب پر طنز کا ایک سخت تیر پھینکا اور کہا کہ آپ بھی کمال کرتے ہیں کہ تھوک والا کھانا کھا گئے تو پیر صاحب کے چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ پھیل گئی اور فرمانے لگے "بھائی پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ میرا اپنا تھوک تھا دوسرے یہ کہ میں نے جان بوجھ کر برتن کے ایک طرف تھوکا تھا اور تیسرے یہ کہ میں نے احتیاط کیساتھ تھوک کیساتھ اٹھا کر باہر رکھ دیا۔" بس یہ سننا تھا کہ وہ لوگ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے پیر صاحب کی حرکت پر غصے میں آگ بگولہ ہو رہے تھے اب اپنی سادگی پر ہنس رہے تھے۔

Marfat.com

ایسے ایک اور ایسا ہی واقعہ سنئے پیر محمد علی صاحب کی رہائش کے قریب ایک اور صاحب جنہیں عوام میں مشہور ہونے کا بڑا شوق تھا اور ان کی ستم ظریفی دیکھئے کہ انہوں نے عوام الناس میں شہرت حاصل کرنے کیلئے جو کام کئے منفرد نتیجوں سے راہ ہموار short cut ڈھونڈا جو الیکشن میں حصہ لینا تھا۔ پہلے تو انہوں نے چند کونسلروں کا انتخاب کیا۔ وہ بھی ایک اچھے فن ور تھے لیکن کرنی اور رنگ و نسل سے مرد درجے کے تھے اس طرح وہ سوچ اور فکر کے لحاظ سے بھی پست۔ انہوں نے ہر الیکشن میں وہ وہ چیزیں کیں جب بھی اکھاڑے میں اترنے سے پہلے ہی ہر بار بری طرح چت ہوئے۔ یہ واقعہ جو سنانے جا رہا ہوں کسی ایسے ہی الیکشن کا ہے۔ ان دنوں روز پر تکلیف کا رش نہ ہوتا۔ پیر صاحب اور دیگر لوگ گھر سے باہر درختوں کے نیچے رات بسر کرتے اور چارپائیاں بچھا دیتے۔ اسی طرح صبح اٹھ کر وہیں ناشتہ وغیرہ کرتے پھر فارغ ہوتے۔

ایک دن جب پیر صاحب ناشتہ کر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان صاحب کے گھر کے باہر وہ وہی لوگ جمع ہو رہے ہیں جن کا تھا پیر صاحب کو مذاق سوجھا تو انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو آواز دی ادھر آؤ اور پتہ کرو اور وہ تین دن کا بار ان صاحب کو دے آؤ۔ بیٹے نے تھوڑی دیر کی تو پیر صاحب جو بڑے زیرک معاملہ فہم اور سنجیدہ تھے فوراً بھانپ گئے کہ یہ ان صاحب کی امارت سے مرعوب ہے اس سے پیچھے ہٹ رہا ہے کہ ان کی دعوت معیاری نہیں تھی مگر پیر صاحب مسکرائے اور اپنے بیٹے سے کہا کہ جاؤ ان سے آؤ تا کہ انہیں پتہ چلے کہ ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ میں اپنی بات کی سچائی کر رہا ہوں۔"

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ عمر کے آخری حصے میں ہر شخص کے اعضاء کمزور ہو کر جواب دے جاتے ہیں اور وہ دوسروں کی محنت و مشقت والا کام کرنے سے عاجز آ جاتا ہے۔ ایسے حالات میں وہ لوگ خوش قسمت ہوتے ہیں جن کی اولاد اس عمر میں ان کی خدمت کرتی ہے پیر صاحب بھی انہیں خوش نصیبوں میں سے تھے جنہیں اولاد نے بڑھاپے میں ان کی خوب خدمت کی اور انہیں گھر کا بوجھ نہیں ڈالا۔ پیر صاحب ان دنوں چونکہ فارغ تھے اور نہ ہی ان کو کوئی مالی مشکلات تھیں چنانچہ وہ زیادہ تر وقت گپ شپ میں گزارتے۔ کبھی کبھی گھر میں مجلس لگاتے کبھی حکیم عبدالرحیم کے مطب میں چلے گئے ویسے بھی حکیم صاحب کے مطب میں ان کے کافی لوگ آتے جن سے ان کی گاڑی چلتی۔ ان ہم عمروں اور دوستوں سے ان کی خوب چھنتی۔ گرمی کی وجہ سے جھوٹے جسم تھکے تھکے ہوتے تو دوپہر کی مجلسیں بند ہو جاتیں تھے کافی دنوں سے بارش ہو رہی تھی۔ پیر محمد علی صاحب گھر میں بیٹھے بیٹھے اکتا گئے۔ اس انتظار میں کہ کب بارش رکے اور وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو جا کر ملیں۔

خدا خدا کر کے ایک دن پچھلے پہر بارش رکی اور انہوں نے اپنی چھڑی سنبھالی اور مطب حکیم جی کی طرف چل دیئے۔ راستے میں ایک تانگہ والا ملا۔ پیر صاحب نے اس سے پوچھا "کدھر جا رہے ہو؟"

"میں حضرت شاہ دولہ دریائی کے مزار تک جا رہا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

پیر صاحب نے اس سے کہا کہ چلو میں نے بھی اسی طرف جانا ہے مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ جب حکیم جی کے مطب کے پاس پہنچے تو انہوں نے تانگہ رکوایا اور تانگہ سے اتر گئے۔ جب چلنے لگے تو تانگہ والے نے کرایہ مانگنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بڑی سنجیدگی سے اس کی بات سنی اور بڑے دلفریب انداز میں اس سے کہنے لگے "تم نے دیکھا نہیں میں تمہارے ساتھ پیدل چلتے چلتے آیا ہوں تم نے بھی چلتے چلتے ہی آنا تھا۔ اگر میرے پاس روپے ہوتے تو میں گھر میں چلا نہ جاتا۔" یہ تھا پیر محمد علی صاحب کا لطیف مذاق اور یوں وہ کثیف پیشے سے وابستہ کوچوان بے حال چہرہ بات کر کے اپنی راہ چلتا بنا۔

ایسے ان گنت واقعات ہیں مضمون کی طوالت کے باعث یہاں ذکر کرتا ہوں خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ پیر صاحب اپنی مثال آپ تھے۔

سائیں فضل کریم

حضرت شاہ دولہ دریائی صاحب کے مزار کے دروازے سے باہر جانب شمال ایک سائیں فضل کریم صاحب مٹی کے برتنوں کی چھابڑی لگایا کرتے۔ شام کو جو جمع ہوتا اپنی ضروریات کیلئے رکھ لیتے باقی غریب غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ حضرت شاہ دولہ

Marfat.com

مزار کے قریبی گلی میں ایک کتیا نے بچے دے رکھے تھے اس کتیا کو بھی روزانہ خوراک دیتے علاوہ ازیں جوں جوں کتیا کے پلے بڑے ہوتے گئے وہ دودھ اور گوشت وغیرہ ڈالنے کا معمول بنا لیا اور اسی طرح بدستور باقاعدگی سے اپنی کمائی کا ایک حصہ کتوں کو کھلانے پلانے میں صرف کرنے کی عادت بنائی۔

سائیں فضل کریم صاحب اپنے پاؤں پر سیدھا چلنے سے معذور تھے۔ چوپائیوں کی طرح چلتے اور نذر شاہ صاحب کے کنوئیں پر پڑے رہتے۔ کوئی کھانے پینے کو دیتا تو کھا لیتے۔ راقم کے بچپن کے دوست استاد دقیقہ کی سائیں صاحب سے اچھی علیک سلیک تھی۔ استاد دقیقہ کاروبار کے سلسلہ میں لاہور چلا گیا سال میں ایک دو دفعہ گجرات آیا جایا کرتا۔ اس نے سائیں صاحب کو شاہدولہ صاحب کے قریب نہ پایا تو بے چین ہو گیا بہرحال ادھر ادھر لوگوں کی زبانی پتہ چلا کہ کسی طرح سائیں صاحب کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور انہوں نے نذر شاہ صاحب کے کنوئیں پر ڈیرہ لگا رکھا ہے لہذا استاد دقیقہ ابھی کھیتوں میں سے ہوتا ہوا کنوئیں کے قریب پہنچا ہی تھا کہ دیکھا سائیں صاحب ہاتھوں اور پاؤں کے سہارے رینگتے ہوئے اسی کی طرف آ رہے ہیں۔ سائیں صاحب کی یہ حالت دیکھ کر وہ دل گرفتہ ہو گیا مگر سائیں صاحب نے اس حالت زار کے متعلق نہایت صبر و قناعت کا اظہار کیا اور اس تکلیف دہ امر کی بابت شکوہ شکایت کے بجائے صرف اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے کہیں سے چکنی مٹی لا کر دیدو۔ استاد دقیقہ جو نہایت دردمند دل کا حامل تھا کہیں سے تھوڑی چکنی مٹی لے آیا۔ سائیں صاحب نے اس چکنی مٹی کو پانی میں حل کیا اور لیپ تیار کر کے اپنی متضرو کمر پر لگایا۔ استاد دقیقہ نے کئی کوشش کی کہ سائیں صاحب کی کچھ مالی مدد کی جائے مگر صاحب نے نہ صرف سختی سے معاونت قبول کرنے سے انکار کر دیا [illegible]

کچھ عرصہ بعد استاد دقیقہ دوسرے سال لاہور سے گجرات نہ آ سکا۔ اگلے سال واپسی پر سائیں صاحب کی کوئی خبر نہ ملی تلاش بسیار کے باوجود [illegible] استاد دقیقہ کو ملنے کی خلش نے بے چین کر دیا کہ خدانخواستہ کہیں وہ اس دار فانی سے ملک عدم نہ سدھار گئے ہوں۔ [illegible] بعد ایک روز جب استاد دقیقہ لاہور سے واپس گجرات لوٹا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے گجرات پنجاب کالج سے متصل [illegible] برتن فروخت کرنے کا ایک عارضی ٹھکانہ بنا رکھا ہے لہذا استاد دقیقہ نے بیتابی سے جا کر سلام دعا کی مگر اتنی محویت [illegible] یادداشت واپس لوٹی کیونکہ کافی عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تھی لہذا نہایت رقت انگیز اور لجاجت سے عرض کیا کہ میں نے کافی برتن خریدنے کی ٹھان لی ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ تمام برتن گدھے پر لاد کر میرے گھر لے چلیں۔ [illegible] انہوں نے پس و پیش کیا مگر متواتر اصرار پر رضامند ہو گئے۔

استاد دقیقہ کا مکان [illegible] صاحب کی مسجد شاہدولہ روڈ کے بالمقابل ایک شمالی گلی میں واقع تھا۔ برتنوں کا ڈھیر گدھے پر سے [illegible] استاد دقیقہ کی نیت تھی کہ برتنوں کی اصل قیمت سے زیادہ رقم دے کر برتن خرید لئے جائیں اور بہانے سے سائیں صاحب کی خدمت کر کے روحانی طور پر سرخرو ہوا جائے لہذا اطمینان جانچ پڑتال کی غرض سے برتنوں کی طرف متوجہ ہو گیا اور [illegible] برتنوں کی قیمت بھی شامل کر کے واجبی قیمت سے زیادہ رقم سائیں صاحب کو دیدی لیکن سائیں صاحب یہ ہمدردانہ رویہ جان کر [illegible] اور برتن واپس لے گئے کہ کوئی انہیں مال کی اصل قیمت سے زیادہ قیمت کیوں دے!

[illegible] اللہ کے بندے دنیاوی متاع ٹھکرا دینے میں آسودگی محسوس کرتے ہیں۔ ازاں بعد سائیں فضل کریم صاحب کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ استاد دقیقہ [illegible] ان کا متلاشی رہا مگر سائیں صاحب کہاں!

غلام احمد پال

پال صاحب مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان تھے محفلوں کا سنگھار، مجلسوں کی رونق اور جہاں بیٹھتے محفل پر چھا جاتے۔ [illegible] حکیم عبید اللہ مرحوم کی دکان پر مجلس لگاتے جہاں گجرات کی نامور شخصیات رونق افروز ہوتیں۔ ویسے [illegible] چوہدری سلطان [illegible] حکیم چراغ [illegible] دین بٹ، پیر محمد علی "شاہ"، علی محمد، شیخ محبوب اور کئی ایک دیگر احباب اس محفل میں شریک ہوتے [illegible] اس محفل کو اگر برات سمجھا جائے تو دولہا پال صاحب ہی ہوتے اور اس محفل کو زعفران بنانا ان

Marfat.com

پر ختم تھا۔ مزاج کا وہ رنگ ہوتا کہ روتے ہوئے انسان ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے اور پہروں یاد کر کے لطف اندوز ہوتے۔

راقم نے جب بھی پال صاحب کو دیکھا ہمیشہ سے سفید لباس اور جناح کیپ ان کے استعمال میں رہا ہے جس طرح ان کا لباس بے داغ اور سلوٹوں سے پاک تھا اسی طرح انکی زندگی اجلی اور بڑی ہموار تھی۔ نہ کوئی اونچائی نہ کوئی نیچائی۔ کسی سے کوئی غرض نہیں ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی کے کام آسکیں۔

اس ضمن میں مجھے ایک واقعہ یاد آیا اس سے قارئین کو ان کے مزاج سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگی۔ ۔۔۔۔ رحمت اور رحمت جرات خزانے میں کلرک تھے جن میں سے ناصر حاجی اللہ دتہ بٹ کی گلی میں رہتا اور رحمت، شیخ عبدالغنی صاحب (۔۔۔۔) کی حویلی میں رہائش پذیر تھا۔ انہوں نے خزانے سے ۱۱ ہزار ۱۱ سو کے قریب رقم اڑالی اور اپنے دو دوستوں کو جو ۔۔۔۔ کے ساتھ لے کر شہر سے روپوش ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ایک سو روپے کی بڑی اہمیت تھی یہ تو ۱۱ ہزار ۱۱ سو ۔۔۔۔ تھی۔ پورے شہر میں دھوم مچ گئی ہر زبان پر ان کا قصہ ہر گلی میں انکا ذکر۔ ان منچلوں کے والدین سفید پوش تھے وہ تو اتنی بڑی رقم کہاں متحمل ہو سکتے تھے۔ ایک طرف اولاد کا غم کہاں در بدر ہو رہے ہیں دوسری طرف اس رقم کی پریشانی۔ ۔۔۔۔ بھلا کرے پال صاحب کا انہوں نے اس آگ کے دریا کو تیر کر پار کرنے کا بیڑا اٹھایا اور دن رات ایک کر کے اپنے ۔۔۔۔ جھونک میں انکی تلاش کی اور انہیں ڈھونڈ نکالا۔

ان دوستوں کے پاس جو بھی نکلا لیا اور باقی رقم اپنی جیب خاص سے لیکر خزانے میں جمع کرائی۔ اس طرح ۔۔۔۔ والدین کو ان حضرات نے مشکل سے نجات دلائی۔ یہ تو تھا دوسروں کی خدمت کا جذبہ۔ اب آپ ان کی بے نیازی کی بات ۔۔۔۔ یہ بات مجھے انکے ایک قریبی عزیز محمد اکرم پال صاحب نے سنائی:

''ایک دن مجھے کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر جانا تھا۔ میں جب لاری اڈے پر پہنچا تو مجھے خیال آیا ۔۔۔۔ ہونے سے پہلے مجھے جناب غلام احمد پال صاحب سے مل لینا چاہیے جہاں مجھے انکا احوال معلوم ہو جائے گا۔ وہاں ۔۔۔۔ کی اور وہاں کے لوگوں کی معلومات بھی مل جائینگی چنانچہ میں سیدھا انکے دفتر میں گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ۔۔۔۔ کاروبار کیا کرتے۔ عجیب اتفاق ہے وہ اس وقت دفتر میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے ہمیں علیک سلیک ہوئی۔ ابھی میں کوئی بات بھی ۔۔۔۔ کہ انکے فون کی گھنٹی بجنے لگی اور وہ اس طرف متوجہ ہوئے ٹیلیفون کرنے والے صاحب نے اپنا مختصر تعارف کرایا اور ۔۔۔۔ مسٹر شیخ مسعود صادق صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں آپ مہربانی فرما کر پی ڈبلیو ڈی کے ریسٹ ہاؤس تشریف ۔۔۔۔ صاحب نے انکی بات ختم ہونے پر بڑے تحمل سے انہیں بتایا کہ مجھے مسٹر صاحب سے کوئی کام نہیں ہاں اگر انہیں کوئی کام ہو مجھ سے ملنا چاہتے ہیں تو میرے دفتر تشریف لائیں اور ٹیلیفون بند کر دیا، پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ اتنی دیر میں باہر گاڑی رکنے کی آواز ۔۔۔۔ صاحب نے چق کے سوراخوں سے دیکھا شیخ مسعود صادق صاحب گاڑی سے اتر رہے ہیں کہا ۔۔۔۔ پال صاحب ۔۔۔۔ اور مصافحہ اور معانقہ کی بجائے گالیوں اور وہ بھی غلط قسم کی گالیوں کا تبادلہ ہوا پھر گلے ملے اور دیر تک ایک ۔۔۔۔ صاحب نے شیخ صاحب کو پیچھے ہی میں دفتر کے اندر لائے جتنی دیر شیخ صاحب بیٹھے رہے بڑی محبت سے بات چیت ہوتی رہی ۔۔۔۔ بڑے کی میز تھی، نہ ہی یہ تھیں۔ ۔۔۔۔ تھا کہ ایک وزیر باتدبیر اور دوسرا عام مزا پور مگر جب شیخ صاحب نے پال صاحب سے کہا ۔۔۔۔ پہلے اکثر اوقات ملاقات ہوا کرتی تھی مگر میں جب سے وزیر بنا ہوں۔ تم تو بھولے سے میرے دفتر ۔۔۔۔ صاحب نے بڑے زور کا قہقہہ لگایا کہ مجھے خوشی ہے کہ تم جنرل محمد ایوب کے وزیر ہو گئے مگر میں اس خیال سے نہیں ۔۔۔۔ کہ میں کسی کام کے سلسلے میں تمہیں ملنے آیا میری غیرت نے گوارہ نہ کیا'' یہ تھیں ان کی بے نیازیاں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ

مجھے کام اپنے ہی کام سے

تیرے ذکر سے تیری فکر سے

تیری یاد سے تیرے نام سے

Marfat.com

گجرات پنجاب بس کمپنی کے زوال پذیر ہونے کے بعد غلام احمد پال نے راجہ ٹرانسپورٹ کے نام سے بس سروس شروع کر دی۔ گجرات پنجاب بس کے (موجودہ پرانا اڈہ) تقریباً سامنے مشرق کی طرف ایک کشادہ گلی میں داخل ہونے کے چند قدم بعد ہی بائیں ہاتھ ایک وسیع میدان میں اڈہ بنا لیا۔ اس کے پچھلے حصے کو بیڈمنٹن کورٹ میں تبدیل کیا اور یاروں احباب کیلئے اپنی جیب سے مختلف fleets خریدے تاکہ شام کو کھیل سکیں۔ جن کھیلنے والے حضرات کے نام مجھے ابھی تک یاد ہیں اُن میں فصیح الدین معروف فصیح شمیم والا" (ضمیمہ 192) نذر خالد مرحوم (ضمیمہ 193) مرزا محمد کریم مرحوم (ریٹائرڈ ایس۔پی)، لالہ وحید مرحوم، عبدالرحمن اور غلام رسول ایڈووکیٹ (ضمیمہ 194) وغیرہ وغیرہ۔ موسم کے مطابق آم، دودھ سوڈا اور ڈرائی فروٹ اپنی جیب سے خرید کر کھیل ختم ہونے کے بعد تقسیم کیا کرتے۔ چونکہ غلام احمد پال موڈی آدمی تھے لہذا جب جی چاہا تمام یاروں دوستوں کو ساتھ لے کر پورے انتظام سے جس میں کھانا پکانے کیلئے باورچی بھی شامل ہوتا وہ مری لے جایا کرتے۔

یہ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں آج کے دور کے برعکس ٹرانسپورٹ کیلئے روٹ پرمٹ لینا نہایت ضروری تھا اور راجہ ٹرانسپورٹ کا روٹ پرمٹ گجرات منڈی بہاؤالدین تک کا تھا اور گجرات پنجاب بس کے فیل ہونے کی یہی وجہ تھی کہ روٹ پرمٹ ختم ہونے کے بعد دیگر بس کمپنیاں قائم ہوئیں۔

پال صاحب نے اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کی جو خدمت بھی کی اور جس کسی کے کام بھی آئے اس میں تصنع، بناوٹ اور نمود و نمائش کا کہیں کوئی دخل نہ تھا محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے کیا۔

"حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا"

بھوت یا شیخ صاحب؟

شیخ عصمت اللہ حافظ صاحب گجرات کی نامور شخصیات میں سے ہیں۔ اُنکی عمر کا زیادہ تر حصہ ملازمت کے سلسلہ میں گجرات سے باہر گزرا۔ پاکستان کی Federal Govt میں engineer کے عہدہ پر فائز رہے مگر deputation پر آپ کو FIA میں بھیج دیا گیا جہاں سے Deputy Director FIA کی تعیناتی سے retire ہوئے۔ نہایت رقیق القلب انسان، دیانتدار اور دوسروں کے دکھ درد بانٹنے میں پیش پیش۔ پاکستان کے elite خاندانوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جس سے اُن کے مراسم نہ ہوں۔ حیثیت سے اعلیٰ افسران بالا سے تعلقات استوار ہیں اور نہایت بے لوث، بے تکلفانہ مراسم کے حامل ہیں۔ اکثر یار و احباب ان کو "مرشد" کے نام سے پکارا کرتے ہیں۔ چھوٹے سے لے کر بڑے سرکاری اعلیٰ افسر تک اُن کی رسائی تھی اور کام نکالنے میں خاصی مہارت۔ شاعری سے بھی شغف ہے۔ شیخ صاحب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

"تم مل گئے ہو کتنی حسیں کائنات ہے
اے میری جان یہ تو عبادت کی رات ہے"

حسن داد و دہش سے خوش الحانی کا حصہ بھی ودیعت ہوا ہے۔ گفتگو کا خاصہ کہ پہروں بلا تکان بولتے چلے جاتے اور سامعین بوریت کے احساس سے قطع نظر محظوظ ہو کر مزید تکلم کا تقاضہ کرتے ہیں۔ زندہ دلی بھی اُن کا ایک اہم اور روشن پہلو ہے۔ علم و ادب سے جنون کی حد تک لگاؤ ہے اور سرعت سے ادبی تحقیقات کی جڑ تک سرایت ہو جاتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خاں سے خاندانی تعلقات ہیں۔ مولانا صاحب گجرات تشریف آوری پر انکے والد صاحب کے پاس ہی قیام پذیر ہوتے۔ بچپن کے زمانے کی شیخ صاحب کے پاس ایک تصویر بھی ہے جس میں وہ مولانا صاحب کی گود میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آجکل گجرات سے نقل مکانی کر کے اسلام آباد میں رونق افروز ہیں۔ بڑے بھائی شیخ کرامت اللہ مرحوم نے ایک کتاب "آئینہ گجرات" بھی لکھی تھی۔

شیخ صاحب کو باتیں کرنے کا والہانہ شوق ہے۔ باتوں میں بیہودگی کی بجائے لطیف انداز شائستگی، دلچسپ پیرائے میں سچے واقعات اور شگفتہ پیرایہ میں طنز و مزاح کا عنصر غالب ہے۔ اکثر راقم کی کار میں گجرات سے لاہور اور اسلام آباد میں ہمسفر ہوتے میرے ڈرائیور کا نام اسلم اور محلہ اچادارہ گجرات کا رہائشی ہے۔ شیخ صاحب نے اُسے بھی شاعر بنا دیا اور اُس کا تخلص اسلم اُچادروی (اسلم کے محلے کا نام

Marfat.com

اچھا دارا ہے) تجویز فرمایا۔ ایک موقع پر ہم لوگ گجرات سے اسلام آباد کیلئے روانہ ہوئے تو میں نے شیخ صاحب سے درخواست کی، ''جہلم تک آپ دلنشیں باتیں کریں گے اور جہلم سے اگلے سفر کے دوران مجھے باتیں کرنے کا موقع دیا جائے۔'' ہماری باتیں ڈرائیور اسلم کے کانوں میں بھی رس گھول رہی تھیں اس نے بیتابی سے اس معاہدہ سے انحراف کیا اور کہا ''پیر صاحب یہ تو بہت تھوڑا فاصلہ ہے رواں دواں کار میں جہلم تو فوری طور پر آ سکتا ہے کیونکہ اسلم کو جناب کی باتیں سننے کا چسکہ تھا۔ مزید کہا شیخ صاحب کو مزید گوجرخان تک باتیں کرنے کا موقع دیا جائے۔''

شیخ صاحب نے اسلم کے اس خیال کی ستائشی طور پر داد دی۔ روانگی کے دوران شیخ صاحب نے کراچی میں FIA کی تقرری کے دور کی ایک طویل داستان موثر لہجے میں شروع کر دی۔ درمیان میں بھی بھی میں ''ہوں'' ''ہاں'' کرتا رہا اور وہ تو جہلم سے گفتار سے غازی گوجرخان تک رسائی ہو چکی تو میں نے اپنا موقف یاد دلایا۔

''شیخ صاحب حسب وعدہ مجھے بھی اب باتیں کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔''

''نہیں پیر صاحب! تھوڑی سی داستان رہ گئی ہے۔ بس روات تک۔'' روات کیا فیض آباد چوک آ گیا مگر وہ مخصوص رفتار سے گفتار جاری و ساری رکھے ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک سفر کے موقع پر مری روڈ، راولپنڈی، شیخ صاحب اور میں ایک ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ کمرہ دوسری منزل پر مہیا کر دیا گیا جس کی کھڑکیاں عین مری روڈ پر کھلتی تھیں۔ برسات کا موسم جبکہ صبح ضروری کام پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ تھا۔ میں نے شیخ صاحب کو تھکاوٹ کی وجہ سے جلدی سو جانے کی ترغیب دی تاکہ صبح دم نہ جاگنے پر کام ادھورے نہ رہ جائیں اور کل شام تک گجرات اپنے گھر موجودگی بھی اشد ضروری ہے لہذا بہتر یہی کہ کھانا کھانے کے بعد سو جائیں۔

ڈرائیور اسلم نچلے کمرہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسے بازار سے مچھلی لانے کو کہا کیونکہ ہم لوگ برسات میں بھیگنے سے گریزاں تھے۔ اسلم مچھلی لے آیا تو ہم تینوں نے کھانا کھایا۔ اسلم اپنے کمرے میں چلا گیا تھا اب صورت حال کچھ یوں تھی کہ شیخ صاحب اور میرے beds کے سرہانے کی سمت کھڑکیوں کی عین سیدھ پر تھی۔ گویا مری روڈ ہماری نظروں کی زد میں اور صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ہمارے beds کے درمیان Night table موجود تھی۔ ہم دونوں اپنے اپنے بستروں پر دراز ہو گئے۔ شیخ صاحب نے پھر کوئی ایک کہانی شروع کر دی جس کو شیخ صاحب نے ذہن میں گرفتار کیا تھا جبکہ ادھر میں نے کوئی رسالہ پڑھنا شروع کر دیا کیونکہ میری عادت ہے کہ جب تک رات کو تھوڑا بہت مطالعہ نہ کر لوں، نیند نہیں آتی۔ شیخ صاحب اپنے مخصوص انداز میں داستان بیان کر رہے تھے میں رسالے کے مطالعہ میں مشغول تھا اور دل رکھنے کو بھی بھی خوشنودی کیلئے ''ہوں'' بھی کر دیتا اور پھر مجھے خبر بھی نہ ہوئی نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ جب میری طرف سے ''ہوں'' ''ہاں'' کی آواز شیخ صاحب تک نہ پہنچی تو شیخ صاحب نے دل برداشتہ ہو کر تکیہ اٹھا کر میرے سینہ پر آ گئے اور کہنے لگے، ''پیر صاحب کمال ہے ابھی تو 10 بجے کا وقت بھی نہیں ہوا اور آپ مزے سے سو رہے ہیں خیر باقی واقعہ کل پیش کروں گا۔''

میں نے حسب معمول صبح شیخ صاحب سے پہلے ہی بستر چھوڑ دیا۔ رات خوب بارش ہوتی رہی میں نے کھڑکی کھولی۔ باہر کا منظر دیکھوں تاہم کھڑکی کی کھڑکھڑاہٹ سے شیخ صاحب بھی نیند سے جاگ اٹھے میں نے کہا ''شیخ صاحب باہر تو دیکھیں مری روڈ کے دو functions ظہور پذیر ہیں۔ ایک تو Wheeled traffic کے کام آتی ہے اور دوسرے Water transport کے'' (کیونکہ سڑک پر بارش کا پانی ایک نہر کی صورت میں بہہ رہا تھا)

شیخ صاحب نے سڑک کے نظارہ کی ترغیب کو یکسر نظر انداز فرمایا اور کوئی comment پاس نہ کیا۔ برملا کہنے لگے ''رات کو میں جن smugglers کی بات کر رہا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک اٹیچی کیس دینا چاہا جس میں یقیناً نوٹ ہوں گے جبکہ میں نے صاف انکار کر دیا بلکہ غصہ میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سنائیں۔''

''شیخ صاحب! چلو جلدی سے نہا دھو کر تیار ہو جائیں بڑے کام کرنے ہیں۔'' میں نے سٹپٹا کر کہا۔

''اچھا باقی داستان نہانے کے بعد۔''

Marfat.com

جناب کی زندہ دلی کے کیا کہنے خواہ کتنے ہی دکھی کیوں نہ ہوں۔ درد والم پر غالب آجاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو غمگین پا کر ان کی ہمت بندھاتے اور ایسی بذلہ سنجی کا مظاہرہ کرتے کہ غموں سے مغلوب آدمی اپنے تمام تر غم بھول جاتا۔

1989 میں وزارت سے ریٹائر ہونے کے بعد راقم اپنی آبائی سرزمین محلہ گڑھی شاہدولہ، گجرات واپس لوٹا تو سر دست اپنے دیرینہ دوست احباب کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور میں نے ایک صاحب سے دریافت کیا کہ شیخ عظمت اللہ صاحب کیسے ہیں؟

''وہ تو کب سے انتقال کر چکے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

مجھے بہت دکھ ہوا کیونکہ ایسی زندہ دل شخصیت جس سے میری دلنشیں یادیں وابستہ تھیں اور جو مجالس کے روح رواں تھے ان کی تلاش کروں گا۔ چونکہ مصروفیت کے باوجود مجھے اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے میں نے چند خطوط لکھے ہوئے تھے جنہیں پوسٹ کرنے کے لئے مرکزی گجرات کے پوسٹ آفس سے رجوع کیا۔

یہاں یہ عرض کر دینا قرین قیاس ہوگا کہ میرے بچپن کے ایک دوست جو اب اس دنیا فانی میں موجود نہیں۔ پوسٹ بکس سے انہیں خط ڈالنے سے بھی شغف تھا۔ حضرت شاہدولہ دریائی صاحب کے مزار کے دروازے کے ساتھ ہی ایک پوسٹ بکس نصب تھا۔ میرے مرحوم دوست نہایت پابندی سے خطوط ایک تاریخ مدت سے نکالنے میں ید طولیٰ رکھتے۔ مجالس میں فخریہ اپنی استادی کا برملا اظہار کرتے ہوتے۔ اسی طرح آج کل حکیم نبیل کے مکان کے دروازے پر مین شاہدولہ روڈ پر میری رہائش گاہ سے چند قدموں کے فاصلے پر ایک پوسٹ بکس موجود ہے مگر اس کی بوسیدہ دریدہ حالت کے پیش نظر خطوط پوسٹ کرنے کی جرات نہیں ہوتی کیونکہ وہ کئی دنوں سے خطوط صاف نظر آتے ہیں۔ اس صورت حال سے میں ویسے بھی وہمی سا ہو گیا ہوں کیونکہ بیرون ممالک خطوط پر قیمتی ٹکٹ م 15-18 روپے تک خرچ ہو جاتا ہے۔ اب میں اپنی موجودگی میں ٹکٹوں پر stamps لگوا کر کاونٹر پر چھوڑتا ہوں کیونکہ سال ہا سال سے کئی ایسے ہیں خطوط سے قیمتی ٹکٹ اچک لیا کرتی ہیں۔

ڈاکخانہ کی بائیں جانب جہاں آج کل ''امانت پریس'' واقع ہے، کے قریب سے گزر رہا تھا کہ مجھے جھٹکا سا لگا۔ یوں محسوس ہوا جیسے میرے مرحوم دوست شیخ صاحب مخالف سمت سے خراماں خراماں میری طرف آ رہے ہوں۔ مجھے اپنی گنہگار آنکھوں پر یقین نہ آیا اور مجھے فوراً احساس ہوا کہ ہو نہ ہو شیخ صاحب کا ''بھوت'' ہے اور پھر دن کے گیارہ بجے کے قریب میری گھبراہٹ لازمی امر تھی لہذا کھسک جانے یا فرار ہو جانے میں عافیت بھی مگر پھر دیکھا تو میرے سامنے ''بھوت'' حائل تھا۔ حالانکہ میں بھاگنے کی پوزیشن میں آ گیا مگر ''بھوت'' نے اچانک مجھے اپنے ''کلاوے'' میں جکڑ لیا جیسے دیرینہ دوست پُر جوش انداز میں بغلگیر ہو رہے ہوں۔ میں نے حتی الوسع گرفت سے نکلنے کے لئے پر زور ''ہاتھ پیر'' مارے مگر بھوت کی گرفت فولادی نوعیت کی تھی اور میں بے بسی سے حالات کے رحم و کرم پر تسلیم کر لیا۔

''ہجوم یاس میں وہ دفعتاً ملے ایسے
کہ جیسے تشنہ لب صحرا میں آب جو دیکھے''

واقع یوں تھا کہ ان کے ہمنام شیخ عظمت اللہ صاحب مشہور معلم شیخ شفقت اللہ صاحب کے چھوٹے بھائی فوت ہو چکے تھے تاہم مجھے فوتیدگی کے حوالے سے بتانے والے کا روئے سخن ان کی جانب تھا۔ مجھ سے ہی سمجھنے میں غلطی اور کوتاہی سرزد ہوئی۔

جب امام ہند مولانا عبدالکلام آزاد گجرات تشریف لائے تو آزاد مسلم ہائی سکول (موجودہ اسلامیہ ہائی سکول) کی بنیاد رکھی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ وار تقاریر سے متاثر ہو کر کئی مسلمانوں نے اپنے بچے گجرات شہر کے ساتن درھم ہائی سکول اور مشن سکول سے اٹھا لئے۔ کئی مسلمان سرکاری ملازموں پر حکومت نے زور ڈالا ہر چند اُن کے بچے آزاد مسلم ہائی سکول میں پڑھنا چاہتے تھے۔ آئینہ گجرات کے مصنف (ضمیمہ 195) شیخ کرامت اللہ کے والد شیخ عزیز اللہ اگرچہ گورنمنٹ کے ملازم تھے، اپنے بیٹے پر زور دیتے رہے کہ مسلمانوں کے سکول میں مت جاؤ مگر کرامت اللہ نے ایک نہ سنی اور آزاد مسلم ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔ میرے عزیز دوست شیخ عظمت اللہ جو اس وقت Executive engineer کے عہدے پر فائز تھے۔ شیخ کرامت اللہ مرحوم اُن کے بڑے بھائی تھے۔ ان کا شجرہ نسب تیرہ پشتوں کے بعد میر تہ کا کامل گجرات کا پہلا حاکم اکبر اعظم بانی گجرات کے عہد میں جا ملتا ہے۔

چوہدری محمد صادق صاحب

تحصیل پھالیہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں "ہیلاں" ہے۔ وہاں ہندوؤں سے تیرہ مکانات اور دکانیں سب سے بڑے زمیندار تھے۔ علاوہ ازیں منڈی بہاؤالدین کے قریب ایک گاؤں "ہیلاں" واقع ہے۔ وہاں ایک چوہدری محمد صادق جن کے تین جوان قد آور اور باہمت بیٹے تھے۔ چوہدری صاحب کا ایک بیٹا ریاض احمد آج کل گجرات میں مقیم ہے۔ چوہدری صاحب کا ہندوؤں کے ساتھ لین دین ہوا کرتا۔ چوہدری صاحب نے "ہیلاں" کے رہائشی ہندوؤں کو مختلف مواقع پر 1300 روپے دیے تھے جن میں سے 100 روپے دیے مگر خود لینے کا کوئی موقع نہ آیا اور 1947 آ گیا۔

ایک رات ہندو اپنی جان بچانے کی غرض سے ایک قافلے کی صورت میں گدھوں پر اپنا سامان باندھ کر اپنی منزل کی طرف چل کر چوہدری محمد صادق صاحب کی حویلی کے دروازے پر آن پہنچے۔ چوہدری صاحب نے حویلی کا دروازہ کھول دیا اور تقریباً ایک سو عورتیں اور بچے بوڑھے کوئی 25 گدھوں پر سامان لادے اندر داخل ہو گئے۔ انہوں نے ان کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔

ایک رات انت رام نے چوہدری صاحب کی خدمت میں ڈیڑھ من چاندی 13 سیر سونا اور ہزاروں روپے نقدی کی صورت میں لا کر رکھ دیے اور کہا "مہاراج اب ہم نے تو یہاں سے چلے جانا ہے۔ پتہ نہیں زندہ رہتے ہیں یا نہیں آپ یہ تمام سامان رکھ لیں۔"

"انت رام کیسی باتیں کر رہے ہو یہ سب کچھ تمہارا ہے تم ہی اپنے پاس رکھو اور تم میرے مہمان ہو تمہاری جان و مال کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔" گاؤں کے لوگوں نے رات کو ایک پنچایت (پریہ) بلائی جس میں چوہدری صاحب کو بھی بلایا گیا۔ "پریہ" میں سے ایک بزرگ نے کہا "چوہدری محمد صادق تم نے کافروں کو پناہ دے رکھی ہے جبکہ کافروں کو قتل کرنے کی تو اسلام اجازت دیتا ہے۔"

"اسلام اجازت دیتا ہے جب وہ ایمان نہ لائیں اور تمہارے مد مقابل ڈٹ جائیں یہ ہندو تو میری پناہ میں ہیں میری جان چلی جائے مگر میں ان پر آنچ نہ آنے دوں گا۔ اگر تم لوگوں نے تشدد کا راستہ اختیار کیا تو میرے تین جوان بیٹے اور ایک بھائی بھی ان سے پہلے اپنی جان بچانے میں کام آئیں گے پھر تمہاری جو مرضی ہے کرنا۔" یہ کہہ کر اپنی حویلی واپس چلے گئے۔

دوسرے دن اسی گاؤں کا ایک آرائیں جس کی ایک ہی بیٹی تھی۔ بہت ہی دلدار اور طاقتور قد آور انسان تھے چوہدری صاحب سے ملاقات کی اور کہا "چوہدری صاحب آپ نے پریہ میں مردانگی کی بات کی تھی اگر وقت پڑے تو مجھے بھی اپنی چھت تلے دیکھ لینا میں جان کی بازی لگا دوں گا۔" اسی طرح اسی گاؤں کے ایک قاضی صاحب جن کے پاس بندوق تھی۔ انہوں نے بھی چوہدری صاحب کو مدد کی یقین دہانی کرائی۔ چوہدری صاحب کے گھر میں کلہاڑیاں اور کلہاڑیاں موجود تھیں اور قاضی صاحب کے پاس بندوق۔ چوہدری صاحب کا حوصلہ بڑھ گیا۔ رات کو انہوں نے بمعہ اپنے بھائی اور بیٹوں کے پہرہ دیا اور اسی طرح تین مہینے گزر گئے۔ بعد ازاں پھر حفاظت کے ساتھ ہندوؤں کو اپنی حویلی سے منڈی بہاؤالدین پناہ گزینوں کے کیمپ میں بھجوا دیا۔

وہاں سے یہ قافلہ خیر و عافیت فیروز پور پہنچ گیا۔ کئی سالوں تک فیروز پور سے چوہدری صاحب کو شکریے کے خطوط آتے رہے۔ ان ہی ہندوؤں میں سے ایک ستوری لال کا پور میں رہائش پذیر ہو گیا اور چوہدری صاحب کو خط لکھا "آپ پاکستان سے یہاں آ جائیں میں آپ کو پنجاب میں زمین اور ہندوستان سے پرمٹ میں لیتا ہوں تاکہ پاکستان سے مجھے ملنے آ سکیں" مگر چوہدری صاحب قلب مطمئن کے مالک تھے اس سے اتفاق نہ کیا آخر کار 1965 کی جنگ کے وقت خط و کتابت بند ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے نیک دل انسان پیدا کیے جو اپنے مہمانوں کی حفاظت کیلئے اپنی جان نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

انتظار!

ایک صاحب فیاض حسین نقوی جو کہ مہاجر تھے دیگر مہاجرین کے ساتھ جب گجرات شہر میں آ کر آباد ہو گئے تو فقہ جعفریہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ پیر صاحب نے شیعہ مہاجرین کی بہت زیادہ مدد

Marfat.com

فرمائی۔ یہ بات کہ آپ نے اثر و رسوخ سے ہندوؤں کی متروکہ پراپرٹی (سابقہ آریہ سماج، شاہ دولہ روڈ، بالمقابل جی پوسٹ آفس گجرات) بھی انہیں "امام بارگاہ" کیلئے الاٹ کروادی۔ اب یہ پراپرٹی "انجمن حسینیہ" کی زیر نگرانی ہے۔ مہاجروں کا عمل دخل پس پشت ڈال دیا گیا اور گجرات کی معروف شخصیت نواب زادہ ذوالفقار حیدر صاحب کا ہی حکم چلتا ہے۔

نقوی صاحب پیر صاحب سے نہایت متاثر تھے یہاں تک کہ پیر صاحب کی صحبت میں خاکسار تحریک کے رکن کی حیثیت سے سرگرم عمل ہو گئے۔ پیر صاحب خاکسار تحریک کے سالار اور سرگرم نگران تھے اور علامہ عنایت اللہ المشرقی سے نہایت قریبی تعلق تھا۔ پیر صاحب خاکسار تحریک کے بانیوں میں سے تھے۔ نقوی صاحب عرصہ دراز سے گجرات سے راولپنڈی تشریف لے گئے ہوئے ہیں جب بھی گجرات آمد ہو تو ضرور ملاقات کیلئے تشریف لاتے ہیں اور وہ راولپنڈی میں خاکسار تحریک کے سرگرم کارکن ہیں۔

5 ستمبر 1997 کو شام کے قریب نقوی صاحب ایک اور صاحب پیر مظفر کے ساتھ راقم الحروف کو ملنے کیلئے تشریف لائے اور مندرجہ ذیل واقعہ سے روشناس کرایا۔

"1950 کی بات ہے سخت سردی، ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں لاہور سے ٹرین کے ذریعہ گجرات ریلوے سٹیشن پہنچا تو تقریباً رات دو بجے کا عمل تھا۔ تانگہ پر اپنے گھر جانے کیلئے موجودہ مچھلی چوک پر تانگہ سے اُترا تو دیکھتا کیا ہوں کہ پیر صاحب ایک شخص جو بوسیدہ رضائی اوڑھے ہوئے تھا ایک چھپر کے نیچے بدرو پر جس کے اوپر لکڑی کے پھٹے پڑے ہوئے تھے۔ (اب بدرو بند ہو چکی ہے۔) بیٹھا ہوا تھا اس شخص کے قریب کسی کام میں مصروف تھے۔ میں نے سلام کیا تو پیر صاحب نے فرمایا، جاؤ اپنے گھر جاؤ۔"

میں گھر آ گیا مگر اس پریشانی میں نیند نہ آئی کہ شدید سردی میں جبکہ ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی، پیر صاحب کیا کر رہے تھے صبح سویرے میں جب آپ کے دیوان خانہ میں پہنچا تو پیر صاحب حسب معمول جھاڑو دے رہے تھے فرمایا، "آپ کو نیند تو نہیں آئی ہو گی۔"

"بالکل نہیں۔ میں اسی انتظار میں تھا کہ کب صبح ہو اور آپ سے دریافت کروں کہ معاملہ کیا تھا؟"

پیر صاحب جھاڑو دیتے گئے اور میں ساتھ ساتھ ہمہ تن گوش رہا۔ آپ نے فرمایا کہ میں خوب گرم بستر میں محوخواب تھا تو کسی نے یہ کہتے ہوئے کہ تمہارے شہر میں ایک بھوکا درویش پڑا ہوا ہے جبکہ تمہیں اس کی خبر ہی نہیں، مجھے جھنجوڑا۔ حالانکہ میری والدہ صاحبہ سخت ضعیف خاتون ہیں میں نے والدہ صاحبہ کو جگایا اور انہوں نے تین پراٹھے پکائے رات کا بچا سالن اور اچار ایک پلیٹ میں رکھ کر دسترخوان باندھ دیا۔ میں نے ایک پیتل کا قلعی شدہ گلاس پانی سے بھر لیا۔ بغیر سوچے سمجھے کہ وہ درویش نجانے شہر کے کس حصہ میں ہو گا چل دیا ابھی شاہ دولہ روڈ پر شاہدولہ دروازے کی طرف چند قدم چلا ہی تھا کہ خیال آیا کیوں نہ بند پر چلوں۔ (ضمیمہ 196) جب میں بند سے ہوتا ہوا اسلامیہ ہائی سکول تک پہنچا تو بائیں طرف موجود مچھلی چوک تک آیا۔ سڑک کو عبور کیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ بائیں ہاتھ "بدرو" جس پر پھٹے پڑے ہوئے تھے، ایک شخص بوسیدہ رضائی (لحاف) ایک چھپر کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے بغیر تامل کے کھانا پیش کر دیا تو اس شخص نے کہا، "میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔"

"تو یہ بات تھی نقوی صاحب وہ شخص کون تھا کس نے مجھے رات کو بستر پر خوابیدہ جھنجوڑا میں نہیں جانتا!"

عزت علی شاہ صاحب

راقم الحروف کے عزیز عبداللہ شاہ کے پاس واہ فیکٹری میں میجر محمد نصیر نامی دوست کسی کام کے سلسلے میں تشریف لائے۔ یہ صاحب مدنی میں جانے سے پہلے واہ فیکٹری میں عبداللہ شاہ کے ساتھ کام کرتے۔ گپ شپ کے بعد کہنے لگے "میں نے عزت علی شاہ صاحب کی وجاہت کی بڑی تعریف سنی ہے کیا ان سے ملاقات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟"

اس پر عبداللہ شاہ نے جواب دیا، "تھوڑی دیر رک جاؤ وہ پچھلے پہر سیر کو نکلتے ہیں اس طور ملاقات کا امکان ہے۔" لہذا دونوں دوست دفتر سے باہر نکلے اور سڑک پر ایک دوکاندار کے پاس مشروب وغیرہ سے لطف اندوز ہوئے۔ اسی دوکاندار سے پوچھا:

"کیا عزت علی شاہ صاحب سیر کیلئے اس راہ سے گزر گئے ہیں؟"

Marfat.com

"ابھی تو نہیں ان کی آمد کا وقت قریب ہو گیا ہے۔ آنے والے ہوں گے" انہی باتوں میں بیٹھے تھے کہ ایک درمیانہ قد، چھریرے بدن، شلوار قمیض میں ملبوس، پاؤں میں ملیشن، ہاتھ میں چھڑی لیے شیو شخصیت نمودار ہوئی۔ عبداللہ نے اپنے دوست سے کہا "میجر صاحب وہ عزت علی شاہ صاحب تشریف لا رہے ہیں۔"

میجر صاحب پذیرائی کے انداز میں آگے بڑھے شاہ صاحب سے مصافحہ کی سعادت حاصل کی اور کہنے لگے "شاہ صاحب! آپ کے غائبانہ تعارف سے متاثر ایک عرصہ سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کی خواہش غالب رہی۔ الحمدللہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

"یوں ہی کچھ بھولی باتیں میرے متعلق مشہور ہیں درویش منش آدمی ہوں۔ خدمت خلق واحد فریضہ خیال کرتا ہوں۔ کہیں عبداللہ شاہ صاحب نے میرے متعلق کچھ تعارفی جملے تو نہیں کہے" شاہ صاحب نے عبداللہ کی طرف اشارہ کیا۔

وہ لوگ تھوڑی دور تک شاہ صاحب کے ہم قدم ہوئے اور ادھر ادھر کی باتوں میں مصروف رہے۔ ازاں بعد عزت علی شاہ صاحب کے دیگر دوست احباب حلقہ بگوش ہو گئے۔ مزید وقت لینا مناسب نہ سمجھا اور اجازت لے کر دونوں واپس ہو گئے۔

اس وقت شاہ صاحب کی عمر کوئی 70 برس کے قریب ہوگی۔ ان کی اہلیہ بقید حیات ہیں جو ایک پردہ نشین خاتون ہیں۔ قدرت کاملہ نے جہاں ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا ہے اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا۔

تقسیم ہند سے قبل شاہ صاحب روہتک میں مقیم تھے۔ ان کے والد ماجد ڈی سی کے عہدے پر فائز تھے۔ اچھا بھلا کھاتا پیتا گھرانہ تھا کافی وسیع رقبہ اراضی پر ملکیت تھی۔ علاقہ کی بااثر اور عزت دار شخصیات میں شمار ہوتے۔ پاکستان معرض وجود میں آنے پر ایسے ہی پاکستان تشریف لے آئے۔ یہاں آ کر آپ نے کچھ جائیداد الاٹ کروائی اور کچھ عرصے بعد حکومت پنجاب نے آپ کو Rehabilitation Officer مقرر کر دیا۔ تقریباً 10 سال ملازمت کرنے کے بعد مستعفی ہو گئے۔ چونکہ پڑھے لکھے تھے اور L L B کی ڈگری بھی ان کے پاس موجود تھی انہوں نے کاروبار کی طرف توجہ دی مگر مطمئن نہ ہوئے۔ ٹھیکیداری شروع کر دی اور آہستہ آہستہ ٹھیکیداری کو بتدریج وسعت دی۔ ایک دیانتدار ٹھیکیدار کی حیثیت سے نوازے گئے۔ ملک کی تعمیر نو میں ان کی دیانتداری اور محنت شاقہ نے صف اول کے ٹھیکیداروں میں لا کھڑا کیا۔ بڑی بڑی ذمہ داریاں سونپی جانے لگیں۔ مثلاً runways کی تعمیر، پورٹ، ریلوے، نہر، بند، نہر بندی وغیرہ وغیرہ۔ وقت گزرتا گیا شاہ صاحب نے ملک پر محیط منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ بالآخر ریٹائرمنٹ کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔

"واقع" الفرخ بستی میں ایک کوٹھی بنوائی اور رہائش پذیر ہو گئے جہاں رہائش کے دوران مخصوص دوست احباب سے ملتے جلتے رہے اور وہاں سوشل ویلفیئر سوسائٹی میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ چونکہ الفرخ بستی میں Drainage system خراب تھا لہذا گورنمنٹ اتھارٹی سے رجوع کیا گیا۔ system اس سٹ میں کام کرتا ہے۔ کام نے اس کام کے لیے کی وصیلہ دیا۔ ٹھیکیدار نے specification سے کم میٹریل استعمال کرنا شروع کر دیا۔ جب شاہ صاحب کو پتہ چلا تو ٹھیکیدار سے کہا "بھائی اس طرح تو نالیوں کا کام نہیں چلے گا۔ چند روز میں ٹوٹ پھوٹ جائیں گی لہذا مناسب میٹریل استعمال میں لاؤ اگر کم ہو گئے ہو تو ... جو میٹریل کم ہے زیادہ لگاؤ گے اس کے اخراجات مجھ سے لے لینا۔"

شاہ صاحب کی خواہش کے مطابق کام ہوا اور مطلوبہ رقم ادا کر دی علاوہ اس رقم کے جو اس نے گورنمنٹ سے حاصل کی۔

ایک موقع پر گورنمنٹ سوسائٹی کے پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ الفرخ اور الفرخ ازصفات میں پراپرٹی ٹیکس کا مسئلہ پیش ہوا اور اوپر سے سفارش آئی ایک مکان کا ٹیکس دوسرے مکانوں سے ذرا کم لگایا جائے چونکہ متعلقہ مکان کا مکین اوپر والے کا عزیز تھا مگر شاہ صاحب ٹھہرے ایک دیانتدار انسان یہ بات سخت ناگوار گزری کہنے لگے لوگ تو قانون کے مطابق ٹیکس ادا کریں اور ان صاحب کو قانون سے بالاتر سمجھا جائے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا لہذا انہوں نے اس شخص سے کوئی رعایت نہ کی اور جب شاہ صاحب کے علاقہ میں پراپرٹی ٹیکس عائد کرنے کی نوبت آئی تو شاہ صاحب نے خود یہ کام سرانجام دیا اور پرواوں کی سوالیہ پرچہ ... تاکہ ان کی پراپرٹی پر صحیح ٹیکس عائد کیا جائے۔ دوست احباب نے اپیل کرنے کی ترغیب دی مگر صاف انکار کر دیا اور کہا "بھائی

Marfat.com

کی اور کا اختیار ہے میں اس کے معمولات میں دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔ باقی رہا زیادہ ٹیکس لگنے کا سوال تو یہ ٹیکس گورنمنٹ کو ہی جاتا ہے جو سب کی بہتری کیلئے ہی استعمال ہوگا۔" ان کے ماتھے پر شکن تک نہ آئی اور وہ ناجائز ٹیکس خندہ پیشانی سے ادا کر دیا۔

ایک دفعہ شاہ صاحب خود ہی گوشت لینے قصاب کی دکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں پر ان کی ملاقات ایک دیرینہ دوست سے ہوئی جو گوشت خریدنے کی غرض سے ہی وہاں پر موجود تھا جس نے پورا بکرا ہی قصاب سے خرید کر لیا اور جب انہوں نے ڈیڑھ کلو گوشت خریدا تو اس نے برملا طنز کیا۔" آپ اسقدر دولت مند آدمی ہیں اور صرف ڈیڑھ کلو گوشت؟"

"ہم دو میاں بیوی ہیں اور ایک نوکر اور نوکرانی ہماری ضرورت کے مطابق ڈیڑھ کلو گوشت کافی ہے۔ اگر میں بھی ایک سالم بکرا خرید لوں تو دوسرے غریب لوگ ضرورتمند اور بیماروں کیلئے تو قصاب کے پاس گوشت نہ بچے گا اور اسی تناسب سے مہنگائی بتدریج بڑھتی جاتی ہے۔"

شاہ صاحب بھی ایسے آدمی ہیں کہ انہیں اس بات پر کبھی ملال نہ آیا کہ لوگ کیا کیا نہیں کہتے ہونگے۔ شاہ صاحب اتنے دولتمند ہوتے ہوئے بھی کنجوسی کرتے ہیں۔ جبکہ آپ نمائشی طرز عمل و باٹھ پسند نہ فرماتے اور حسب ضرورت ہی کام کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور اس کی تلقین سے مرتب نہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی دولتمندی کی وجہ سے انکے ہاتھوں کسی کا کوئی نقصان نہ ہو جائے۔

ایک روز چند معززین آپکی خدمت میں حاضر ہوئے کہ جس بستی میں وہ اور دیگر لوگ رہتے ہیں۔ وہاں کی ڈسپنسری کی تنگ جگہ کی وجہ سے مریضوں کو سہولت میسر کرنے سے قاصر ہے اور کہنے لگے۔" شاہ صاحب آپکی خدمت میں حاضر ہونیکا مدعا یہی ہے کہ ہماری چاہت مدد کریں تاکہ ڈسپنسری کو ہسپتال بنا دیا جائے۔ ڈسپنسری سے متصل کافی زمین موجود ہے جہاں ایک اچھا خاصہ ہسپتال تعمیر کیا جا سکتا ہے مگر فنڈز کی نایابی کے پیش نظر ہم لوگوں نے عہد کیا ہے کہ مخیر حضرات کے پاس جائیں گے اور ان سے مالی معاونت کی درخواست کرینگے۔"

"کتنی رقم درکار ہے؟" شاہ صاحب نے پوچھا۔

"ضرورت تو بہت زیادہ رقم کی ہے آپ صرف دس لاکھ روپے عنایت کر دیں۔ مہربانی ہوگی اور اگر برا نہ مانیں تو ہمارے ساتھ چل کر کسی دیگر مخیر حضرات سے امداد کی اپیل کریں۔"

"دس لاکھ روپے تو میں دیئے دیتا ہوں لیکن میں کسی دوسرے کے پاس جا کر امداد کرنے کو کہنا مناسب نہیں خیال کرتا یہ میرے مزاج کے خلاف ہے۔"

"پھر آپ ہی اس کا حل تجویز فرمائیں۔"

تھوڑی دیر بعد شاہ صاحب نے سوچ کر فرمایا۔" اس پراجیکٹ کی تکمیل کیلئے کل کتنی رقم کا تخمینہ ہے؟"

"کوئی پچاس لاکھ روپے کے قریب ہے۔"

"کوئی نقشہ اگر آپ لوگوں کے ذہن میں ہے تو بتائیں ورنہ کل میں خود وہاں جا کر موقع دیکھونگا۔ مناسب ہے کہ آپ سب حضرات بھی وہاں پہنچ جائیں۔"

دوسرے دن شاہ صاحب اور وہ لوگ موقع پر پہنچ گئے اور ان پر واضح کیا گیا۔" Outdoor patients, indoor patients کیلئے کمرے، ڈاکٹروں کی consultation کے کمرے، چھوٹا سا آپریشن تھیٹر، ڈسپنسری اور indoor مریضوں کیلئے علیحدہ کمرے وغیرہ پرائیویٹ کمرے، آپریشن کے بعد Intensive care unit اور باتھ روم وغیرہ وغیرہ۔" چنانچہ شاہ صاحب نے حسب ضرورت ایک ماہر architect سے ڈیزائننگ کرائی۔ تخمینہ لگوایا تو پتہ چلا کہ کل 80 لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم درکار ہوگی جس میں عمارات کے علاوہ equipment بھی شامل ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔" اس تمام لاگت کو میں اکیلا ہی برداشت کرونگا۔ آپ ایک کمیٹی تشکیل دیں تاکہ ان تمام امور کی ذمہ داری اس کمیٹی کو سونپ دی جائے۔ گاہے بگاہے میں بھی نگرانی کرتا رہونگا۔" لہذا تعمیر شروع ہوئی اور ایک سال کے اندر ہی عمارت مکمل کر دی گئی جسمیں جملہ ضروریات کے تحت ادویات اور سامان بھی مہیا کر دیا گیا۔ اب شاہ صاحب کو خیال آیا کہ ڈاکٹروں کی تنخواہ اور دیگر اخراجات کیسے ادا کئے جائیں گے۔ سوچ بچار کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ

Marfat.com

ہسپتال سے ملحقہ ایک ڈبل سٹوری عمارت تعمیر کی جائے جس کے نچلے حصہ پر دکانات ہوں بالائی حصہ پر دفاتر وغیرہ ان تمام سے کرایہ جات سے نہ صرف ڈاکٹروں بلکہ ہسپتال کے دیگر اخراجات بھی ساتھ ساتھ پورے ہوتے رہیں گے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس عمارت کے اخراجات بھی شاہ صاحب نے گرہ خود سے ادا کئے۔

آپ اندازہ کریں کہ کہاں پچاس لاکھ روپے اور کہاں ڈیڑھ کروڑ روپے جو شاہ صاحب کی سخاوت نے پورے کر دیئے۔ اللہ بھلا کرے انہوں نے گردونواح کے تمام مکینوں کی طبی سہولیات کا اہتمام فرمایا جس چوک میں یہ ہسپتال اور ملحقہ عمارت تعمیر کی گئی وہاں ان کی کوششوں سے ایک جدید قسم کا فوارہ کنٹونمنٹ کی انتظامیہ نے تیار کرایا جو شام کے وقت بجتے ہیں یہ کا دھنیں کی جاتی ہے۔ اس چوک کے لیے شاہ صاحب کا نام تجویز کیا گیا کہ یہ عزت علی شاہ چوک بنایا جائیگا مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "یہ بات مجھے زیب نہیں دیتی۔" یہ عالی ظرفی کی مثال ہے مگر ہوا یوں کہ اس علاقہ کا بچہ بچہ اس چوک کو عزت علی شاہ چوک کے نام سے ہی پکارتا ہے۔

آرڈیننس فیکٹری کے اس وقت جو جنرل انچارج تھے ہسپتال کا افتتاح کرنے کی غرض سے آئے جس میں شاہ صاحب مہمان خصوصی کی کرسی پر رونق افروز تھے۔ اس تقریب میں شاہ صاحب نے اظہار خیال کیا۔ شاہ صاحب ہمیشہ پنجابی زبان میں ہی تقریر وغیرہ کیا کرتے۔ "اگر Cantt میں مجھے کوئی اپنی جگہ میں سے زمین کا ٹکڑا دے تو میں بچوں کے لیے ایک ادارہ تعمیر کرا دوں۔"

Wah میں لڑکوں اور لڑکیوں کے متعدد Post graduate colleges واقع ہیں۔ وہاں ایک پرائیویٹ میڈیکل کالج کمرشل سکیل پر چل رہا ہے مگر وہاں تمام لڑکیاں مجبوری کی وجہ سے جاتی ہیں کیونکہ ہر ایک لڑکی گورنمنٹ کالج میں داخلہ نہیں لے سکتی اور اس پرائیویٹ کالج میں داخلہ لینا پڑتا ہے مگر اس کی فیس کوئی بخوشی ادا نہیں کر سکتا جہاں تک راقم الحروف کی معلومات ہیں کیمپس کے قریب کنٹونمنٹ کی حدود کے اندر انہیں زمین دے دی گئی ہے مگر ابھی تک وہاں کوئی تعمیر وغیرہ شروع نہیں ہوئی۔

اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب شاہ صاحب حسب معمول سیر پر نکلتے ہیں تو نوجوان مختلف قسم کی ضروریات کا اظہار کرتے ہیں کہیں کرکٹ کے لیے مکمل kit کی ضرورت ہے۔ کہیں فٹ بال کے لیے پیسے نہیں وغیرہ وغیرہ۔ شاہ صاحب بچوں کو دیکھ کر مسکراتے اور خندہ پیشانی سے فوراً ان کی خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔

عزت علی شاہ صاحب جیسے عالی ظرف سخی اور دردمند انسان دیکھنے میں خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ دولت تو ان ضروریات کے لیے ڈیڑھ کلوگر کروڑوں روپے رفاہ عامہ کے کاموں کے لیے بغیر کسی وجہ خرچ کرنے سے دریغ نہیں فرماتے۔

لوہانی صاحب

Wah آرڈیننس فیکٹری میں ایک لوہانی صاحب ایسٹ پاکستان کے رہنے والے اسسٹنٹ ایڈمنسٹریٹر کے عہدہ پر فائز تھے۔ بنگال کے باشندے ویسے بھی آب و ہوا کے زیر اثر سیاہ فام واقع ہوتے ہیں لیکن ان پر آب و ہوا کی وجہ سے سیاہ رنگ کا غلبہ تھا اور اس پر طرہ امتیاز یہ ہمیشہ سفید براق لباس میں ملبوس پائے گئے۔ علاوہ ازیں سٹاف کے دیگر افراد کا عمدہ لباس میں فیکٹری میں داخلہ انکو انتہائی گراں گزرتا اور ان کی متعصبانہ ذہنیت کا تقاضا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی دیگر شخص عمدہ لباس میں فیکٹری میں آنے نہ پائے۔ جب بھی کوئی دوسرا ملازم مناسب اور معقول لباس میں فیکٹری ایریا میں داخل ہونے کی جسارت کرتا تو وہ اس کو تنقید و تضحیک سے لہولہان کر دینے میں خود کو حق بجانب خیال کرتے۔ "یہاں تمہیں کام کرنا ہے یا کپڑوں کی نمائش کرنا مطلوب ہے۔"

لوگ (ملازمین) طنزیہ مسکرا کر جواب دیتے "آپ کو کام سے غرض ہے یا ہمارے لباس سے اگر کام میں کوتاہی کے مرتکب ہوں تو آپ پوچھ سکتے ہیں ورنہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیا کریں۔"

لوہانی صاحب اپنے جونیئر سٹاف میں سے کسی کا لباس قیمتی ہوتا تو اس کو دفتر میں بلا کر باقاعدہ سرزنش کرتے اور مشتعل انداز میں فرماتے "تمہاری تنخواہ تو مجھ سے بہت کم ہے ایسے لباس پر کہاں سے اتنی رقم حاصل کر کے خرچ کرتے ہو۔ کیا ناجائز کاروبار کی آمدنی پر عیاشی کر رہے ہو کیا؟"

یہ صاحب علم کے لحاظ سے بھی سفید کورے کاغذ ثابت ہوئے۔ سٹاف میں سے کوئی شخص بطریق احسن کام سرانجام دے رہا

Marfat.com

ہوتا تو نہایت فضول اور غیر متعلقہ سوالات کی بوچھاڑ کر دیتے جو شخص اندر کا متعصب مزاج کار فرما ہوتا جس کا زیرِ غور کام سے دور تک کا بھی واسطہ نہ ہوتا۔

یہ ایک لیبارٹری تھی جہاں Titration. sample-testing وغیرہ کا کام کیا جاتا۔ جناب نے اپنی قابلیت کا سکہ جمانے کے لیے جب کبھی کسی apparatus کو ہاتھ لگایا تو اس کا صرف بیڑہ غرق ہی نہ کیا بلکہ توڑ پھوڑ کر رکھ دیا کیونکہ ان کی پوسٹنگ محض سیاسی نوعیت کی تھی۔

اوبانی صاحب ضرورت سے زیادہ کنجوس بھی واقع ہوئے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے سٹاف ممبرز contribution کر کے روزانہ کی لنچ خود اپنے ہاں لیبارٹری میں بندوبست کرتے مثلاً کڑاہی گوشت جو وہاں ہی بنائی جاتی۔ کبھی شامی کباب، چکن تکہ وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان کو مدعو نہ کیے جاتے کیونکہ "مفتی اعظم" کا کردار کرنا پسند کرتے تھے۔ بے وقت موقع کی تلاش میں سرگرداں کہ کسی طرح کسی نہ کسی سے سٹاف پر اپنی ہیبت طاری کی جائے اور مرعوب کیا جا سکے۔

ایک روز لیبارٹری سے اپنی کار میں سوار سیدھے ایک sectional لیبارٹری جس کا عبداللہ انچارج تھا آن پہنچے اور نہایت رعونت سے تمام کمروں کی تلاشی شروع کر دی تاکہ کوئی ایسا سٹاف ممبر پکڑا جا سکے جو کام نہ کر رہا ہو۔ چنانچہ چھان بین کے دوران ایک کمرے میں ایک جونیئر سٹاف ممبر خورشید کو ناشتہ کرتے ہوئے پایا گیا جس پر اسے پکڑ لیا گیا۔ زبردست الفاظ میں لعن طعن کی گئی اور شوکاز کا تقاضہ کیا گیا جس پر خورشید نے معذرت پیش کی۔ "چونکہ میں راولپنڈی سے آتا ہوں اور ناشتہ کا وقت نہیں ملتا اسلئے یہاں ہی ناشتہ کر رہا ہوں آئندہ محتاط رہوں گا۔" لیکن اوبانی صاحب معاف کرنے کے قائل نہ تھے۔ "I will take you to the book" اور فوراً ہی explanation جاری کی جس میں گورنمنٹ کا ٹائم ضائع کرنے اور لیبارٹری میں کھانے کا الزام عائد کیا گیا۔

جاتے وقت جب عبداللہ شاہ ان کو کار تک چھوڑنے آیا تو کہا "I warn you as well" لطف کی بات یہ ہے کہ عبداللہ Foreman کی حیثیت سے 16 گریڈ میں اور اوبانی صاحب 17 گریڈ کے آفیسر تھے اور علم اسقدر ناقص کہ قواعد و ضوابط سے ناواقف۔ عبداللہ بحیثیت انچارج کسی طور پر مجاز نہ تھے۔ دوسرا خورشید عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا "صرف آپ ہی ایک فورمین اور لیبارٹری انچارج کی حیثیت سے ہمیں چیک کرنے کے مجاز ہیں۔ آپ کو تو حالات سے بخوبی آگاہی ہے کہ ہم کو ناشتہ کا وقت نہیں ملتا۔ اگر آئندہ ایسی حرکت کی تو میں اس کا مار مار کر بھرکس نکال دوں گا۔"

"خورشید ذرا صبر سے کام لو کوئی غیر قانونی قدم اٹھانے سے الٹا لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں۔ میں اس سے ٹیلیفون پر بات کرتا ہوں۔" عبداللہ نے اسی وقت اوبانی صاحب کو بذریعہ ٹیلیفون آگاہ کیا "اوبانی صاحب Explanation call کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لیا ہوتا چونکہ خورشید بیمار ہے اتفاق ہوا ہے اور غصے کی حالت میں آپ سے چھیڑ کری نہ کر بیٹھے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ کیمسٹری سے جان چھڑانے کیلئے اس نے متعدد بار استعفیٰ بھی دیا تھا جو کہ ایمرجنسی کی وجہ سے نامنظور ہوا۔ اب کہہ رہا ہے کہ میں تو ... اور چھوٹا موٹا انتقام لے کر پنگل سے چھڑا جاتا ہے۔ میں تو پہلے ہی اس فیکٹری سے کام چھوڑنے کے موقع کی تلاش میں ہوں۔" عبداللہ نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے اور پھر اس پر نفسیاتی اثر ڈالنے کیلئے یہ باتیں گوش گزار کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ عبداللہ نے کہا "ہیلو" اوبانی صاحب کی آواز بڑی گھبراہٹ میں آئی اور کہا "میں کار بھیج رہا ہوں۔ شاہ جی فوراً میرے دفتر تشریف لے آئیں۔"

"میں ذرا مصروف ہوں آ نہیں سکتا کیونکہ ایک ایسا تجربہ شروع کیا ہوا ہے جو کہ میرے سوا کوئی دوسرا پایہ تکمیل کو پہنچانے سے قاصر ہے۔"

عبداللہ نے اس کو مزید پریشان کرنے کیلئے یہ بہانہ تراشا۔

"کوئی بات نہیں تجربہ کل دوبارہ شروع کر لینا اس وقت تمہارا آنا بہت ضروری ہے۔ خورشید صاحب کو بھی ساتھ لیتے آنا۔"

ایسا لگتا تھا جیسے ان کی گھگی بندھی ہوئی تھی۔ عبداللہ شاہ بخوبی جان گیا کہ اوبانی خوف زدہ ہے۔ اب دفتر جانا ہی پڑے گا۔ اس سے اپنی عزت تکریم بڑھیں اور اب زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ یہ مجھے خورشید کو سمجھانے کی ترغیب دے گا۔ میں خورشید کے خوفناک

Marfat.com

مزاج اور عادات سے مزید آگاہ کرونگا اور اسکی پریشانی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملیگا۔

عبداللہ خورشید کو لیکر لیبارٹری پہنچ گیا۔ خورشید کو حکمت عملی سے علیحدہ کمرے میں بٹھایا اور خود ایک دوسرے colleague محمد اکرم کو صورت حال سے آگاہ کرنے کے بعد خورشید کو لیکر لوہانی صاحب کے دفتر کا رخ کیا۔ محمد اکرم چاہتا تھا کہ اسے ہمراہ لینے سے لوہانی صاحب پر اسکا بھی "رعب" پڑے گا۔ جونہی وہ دونوں دفتر میں داخل ہوئے لوہانی صاحب پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے تھے اور گھبراہٹ طاری تھی۔ عبداللہ نے کہا "خورشید ساتھ والے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ آپ آرام سے ہمارے ساتھ بات کریں۔"

"اکرم صاحب شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ خورشید اچھا آدمی نہیں ہے۔ ہمارا یہاں کوئی خیر خواہ موجود نہیں ہے کہ ہمیں بے عزت نہ کرے۔ میرا ارادہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آئے کیوں نہ اس سے میری جان چھڑا دی جائے" لوہانی صاحب مخاطب ہوئے۔ اس انکشاف پر محمد اکرم نے لوہانی صاحب کی کمزوری کو بھانپتے ہوئے فوراً کہا

"لوہانی صاحب خورشید بڑا خطرناک آدمی ہے اس پر کچھ بھی بعید نہیں کہ قتل و غارت گری پر اتر آئے۔ پچھلے دنوں کا واقعہ ہے کہ چپلی کباب کھاتے ہوئے دوکاندار سے دنگا فساد کر دیا۔ آپ ایسے آدمی کو منہ کیوں لگا رہے ہیں اگر اس سے غلطی ہو گئی تھی تو رفع دفع کر دینا چاہئے تھا۔ چلو جو ہونا تھا ہو گیا اب تو ہم سنبھال لیں گے لیکن آپ نے اسے explanation دے کر غلط کام کیا ہے۔ ہم سے مشورہ لے لیتے۔ اب ہم آپکی بھلائی کیلئے تگ و دو کر رہے ہیں۔"

عبداللہ نے اکرم کو تمام پروگرام سے پہلے ہی آگاہ کیا ہوا تھا اور اسے تاکید کی تھی کہ جیسے خورشید کو کہا گیا ہے ویسا ہی کرے۔ لہذا اکرم ساتھ والے کمرے میں گیا اور خورشید کو ساتھ لے آیا۔ پیشتر اس کے کہ عبداللہ کا ڈرامہ ختم ہوتا اور explanation لوہانی کے منہ پر مارتا۔ لوہانی صاحب مستعدی سے اٹھ کھڑے ہوئے آگے بڑھ کر خورشید سے گرمجوشی سے بغلگیر ہوئے اور کہا "تم میرے بھائی ہو میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ explanation مجھے دیدو"

اس پر خورشید نے ایک مرتبہ کاغذ بڑے غصے سے اٹھا لوہانی کے ہاتھ میں تھما دیا۔ لوہانی صاحب نے اسے چومتے ہوئے کہا "میں آپکو explanation دے کر بڑا پریشان ہوا ہوں۔"

عبداللہ شاہ نے کہا "خورشید دل صاف کر کے دوبارہ لوہانی صاحب کو گلے لگا لو اور کوئی کدورت دل میں نہ رکھو۔ لوہانی صاحب دل کے بڑے اچھے آدمی ہیں۔" اور ساتھ ہی اسے آنکھ ماری۔ اس پر وہ آگے بڑھا اور نہایت ملائم انداز سے لوہانی کو پیار سے سینے سے لگایا اور جان بوجھ کر زیادہ بھینچا۔ لوہانی اور خورشید کا یہ ملاپ بعد میں لوہانی ایک مدت تک یاد کرتا رہا۔ خورشید پہلوان تھا اور مضبوط گرفت میں جکڑ کر ایک دو جھٹکے بھی دیئے جس سے غریب لوہانی کا دم گھٹنے لگا تو اکرم صاحب کی طرف دیکھ کر کہا خدارا میری اس آفت سے جان چھڑائیں۔ ان کے کہنے پر خورشید نے اس کی جان بخشی کی اور ساتھ ہی کہا "لوہانی صاحب آپ تو میرے بھائی ہیں آپکے ساتھ میں نے تو کوئی زور نہیں لگایا۔ ورنہ میں ایک ہی بار میں دو تین پسلیاں توڑ دیتا ہوں۔ کئی ایک واقعات ایسے ہو چکے ہیں۔ آپ نہایت شوق سے دریافت کریں ابھی پرسوں کی بات ہے مجھے ایک پرانا دوست برسوں کے بعد ملا اور اس سے خوشی کے بے پناہ جذبات میں مجھے کچھ ہوش نہ رہا لیکن جب میں نے اس کو چھوڑا تو وہ قریب المرگ ہو چکا تھا۔"

لوہانی صاحب بخشش دینے میں نہایت کنجوس تھے۔ خاکروب اگرچہ گورنمنٹ کا تنخواہ دار تھا لیکن ان کے دفتر کی صفائی وغیرہ کیا کرتا۔ وہ توقع رکھتا کہ صاحب بھی اسے بخشش دیا کریں گے جیسے ان کے colleague اپنے دفتر کی صفائی کرنے والوں کو حسب معمول کچھ دیا کرتے مگر لوہانی صاحب سے اسے کبھی کچھ نہ ملتا۔ جو مزدوری کی حد تک چپ رہتے۔ خاکروب تھا کہ اپنا غصہ نکالنے کیلئے ان کی موجودگی میں اور کبھی ان کی عدم موجودگی میں صفائی وغیرہ کرتا تو پنجابی زبان میں بے تحاشا گالیاں دیتا۔ اس طرح اپنا غصہ نکال لیتا اور پنجابی میں گالیاں انکی موجودگی میں دیتا لیکن صاحب بہادر تھے کہ ان کو سوائے ہندی یا انگلش کے علاوہ کسی اور زبان سے سروکار نہ تھا۔

ایک دن جب عبداللہ شاہ ان کے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا اور خاکروب منصف خان جو کمرے کی صفائی کرتے وقت حسب عادت لوہانی صاحب کو گالیاں دے رہا تھا تو صاحب نے پوچھا "شاہ صاحب یہ کیا کہتا ہے؟"

Marfat.com

"یہ آپ کو دعائیں دے رہا ہے۔" عبداللہ نے ٹالنے کی غرض سے جواب دیا۔ "پھر تو یہ بڑا اچھا آدمی ہے۔" ہنستے ہوئے فرمایا مگر بدقسمتی سے کسی سٹاف ممبر نے لوبانی صاحب کو بتلا دیا۔ "منصف خان آپ کی شان میں کوئی قصیدہ نہیں کہتا بلکہ نہایت گندی گالیاں دیتا ہے توبہ توبہ۔"

"وہ کس لئے؟" لوبانی صاحب نے نہایت حیرانگی سے پوچھا۔

"اس لئے کہ آپ دوسرے صاحبان کی طرح اسے بخشش نہیں دیتے۔"

"What is *bakhshish* ?" لوبانی صاحب نے دریافت کیا۔

"صاحب اگرچہ یہ خاکروب گورنمنٹ سے تنخواہ لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اتنی قلیل ہوتی ہے کہ ان کی گزر بسر نہیں ہو پاتی اور افسران سے یہ توقع کرتے ہیں کہ یہ معاوضہ افسران سے چھپ جائے جو اس ضمن میں آپ انہیں دیں وہ بخشش کہلاتی ہے۔ آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ آپ سے جو پہلے صاحب تھے وہ بھی خاکروبوں کو ہر مہینے پانچ دس روپے دے ہی دیا کرتے ہیں۔ شاید آپ کو پتہ نہیں آپ کا خاکروب منصف اپنے زمانے میں بہت بڑا بدمعاش تھا اگرچہ اب بوڑھا ہو گیا ہے مگر اس کی وارداتوں مثلاً ڈاکہ، چوری، مار دھاڑ اور رہزنی وغیرہ کے چرچے اب بھی خاص و عام کی زبان پر ہیں۔" یہ سننا تھا کہ لوبانی صاحب کا رنگ فق ہو گیا اور بڑبڑانے لگے۔ "یہاں سب ہی بدمعاش ہیں کس کس کو راضی کیا جائے۔ میں نے مشرقی پاکستان سے یہاں آکر سخت غلطی کی ہے لیکن میں مجبور تھا کہ مجیب نے جو میرے دوستوں میں سے ہے مجھے سیاسی طور پر یہاں بھیج دیا۔ اب میں پہلی فرصت میں ان سے کہوں گا کہ مجھے واپس بلا لیں۔ مرا زم میری جان ان بدمعاشوں سے تو چھوٹے گی۔ سالے پنجابی لوگ سب ہی ٹھگ اور غنڈے ہیں میرے جیسا شریف آدمی کہاں ان کے درمیان میں پھنس گیا اب تو مجھے اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔" اسی دن سے منصف خاں کو بخشش ملنا شروع ہو گئی جسے عبداللہ شاہ نے "شرینہ ٹیکس" کا نام دیا۔

منصف خاں جب عبداللہ شاہ کے دفتر آتا تو بڑے غیظ و غضب کے ساتھ کہتا کہ فلاں نے مجھے آج کچھ نہیں دیا۔ اللہ اس کا بیڑہ غرق کرے اور ساتھ ہی چند گالیاں بھی سنا دیتا۔ یہ دو وارننگ ہوتی کہ اگر عبداللہ نے اسے بخشش نہ دی تو دوسرے دفتر پہنچ کر ان کی شان میں بھی گستاخی سے نہ چوکے گا۔ اس کی ڈیل ڈول اور حرکات و سکنات سے ثابت ہوتا کہ جوانی میں واقعی منصف خاں بڑا جری مرد ہو گا۔ لمبی گھنی مونچھیں، چہرے سے ٹپکتا قد بت، بات کرتے وقت دبنگ لہجہ۔

ایک دن عبداللہ نے منصف خاں کو بلا کر کہا "جھوٹ نہ بولنا مجھے سچ سچ اپنی زندگی کا کوئی سچا اور دلچسپ واقعہ سناؤ کیونکہ تمہارے بارے میں مشہور ہے کہ تم بڑی عبارت عظیم تھے۔" عبداللہ کی فرمائش پر زندگی کا واقعہ سنانے کے ضمن میں بتایا۔

"صاحب واقعات تو بہت ہیں البتہ ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ میں جب جوان تھا تو ایک گھر میں چوری کی نیت سے دیوار پھلانگ کر صحن میں اترا۔ میری معلومات کے مطابق اس گھر میں شادی بیاہ کا بندوبست ہو رہا تھا لہٰذا مال ہی مال ملنے کی توقع تھی مگر بدقسمتی سے جونہی دیوار سے چھلانگ لگائی صحن میں سوئے ہوئے لوگ چھلانگ کی آہٹ پر جاگ اٹھے اور چور چور کا شور مچا دیا۔ میں سرعت سے تعاقب میں آتے لوگوں سے بچتے ہوئے مڑا اور چھلانگ لگا کر دیوار پر ابھی چڑھا ہوا ہی تھا کہ ان میں سے ایک نے فوراً میری ٹانگ پکڑ لی۔ میں نے حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے اسے ڈانٹا چھوڑو میری نئی شلوار کی استری خراب کر رہے ہو۔ تڑکے نہ یہ سنا ہی تھا کہ اس نے میری ٹانگ چھوڑ دی اور میں وقت ضائع کئے بغیر ہی دیوار سے باہر کود کر بھاگ نکلا۔"

منہاج صاحب

Wah میں عبداللہ شاہ کے پڑوس میں ایک نہایت پرہیزگار دوست رہتے تھے۔ 1988 میں ایک دفعہ اسے ملنے کیلئے تشریف لائے اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ "کل مجھے ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ bell کی آواز سننے پر جب میں باہر نکلا تو میں نے اسے فوراً پہچان لیا اور خوشی سے میری آنکھیں شناسائی کی بصارت سے چمک اٹھیں کہ میرا دوست لاہور سے مجھے ملنے آیا ہے لیکن میری ساری خوشی کافور ہو گئی جب اس نے کہا کہ بزرگو میں منہاج صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ میں تھوڑی دیر گومگو کی حالت میں ششدر کھڑا رہا کہ وہ مجھے

پہچان لیں اور گلے لگ جائیں لیکن اس نے دوبارہ کہا آپ منہاج صاحب کو اطلاع دیں کہ ان کا دوست علاؤالدین لاہور سے ملنے آیا ہے۔ میں گھبرا گیا اور اندر جا کر اپنی بیگم سے کہا کہ میرا دوست مجھے ملنے آیا ہے لیکن مجھے پہچان نہیں پا رہا۔ جاؤ تم اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں وہاں جا کر اسے اپنا تعارف کرواؤنگا۔"

"وہ کیسے پہچان سکتا ہے جبکہ آپ نے اتنی لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے کہ اصل شکل گم ہو کر رہ گئی ہے۔ اسے اپنا پرانا شناختی کارڈ جا کر دکھائیں اور اسے کہیں کہ وہ اب اس میں تمہاری شکل کی شناخت کرے۔" بیوی نے فوراً جواب دیا۔

"چنانچہ میں دوبارہ دروازے پر گیا اسے لے کر اندر ڈرائنگ روم میں عزت سے بٹھایا اور کہا کہ میں ہی تمہارا دوست منہاج ہوں۔" بس پھر کیا تھا اس نے بتایا کہ اس کے ساتھ اس کی بیوی بچے بھی ہیں۔ میں پذیرائی میں اپنے بنگلے سے باہر گیا سب کو ساتھ لے کر اندر آیا۔ اس نے مجھ سے میرے بچوں کے بارے میں پوچھا۔ میں نے اسے بتایا کہ بیٹے بیٹیوں کی شادی کر دی ہوئی ہے۔ اب میاں بیوی اکیلے ہی رہتے ہیں۔ فوراً نوکر کو بلوا کر ان کی چائے پانی کا انتظام کر دیا۔ ازاں بعد وہ خوشی سے مل جل کر واپس چلے گئے۔

ایک دفعہ منہاج صاحب کی بیوی جو فربہ اندام واقع ہوئی تھی عبداللہ کے پاس تشریف لائیں اور کہنے لگیں "تم منہاج کو کیوں نہیں سمجھاتے میں نے آج تک ان سے کہا کہ پرانی سائیکل جو گھر پر موجود ہے اور کسی کے استعمال میں نہیں آتی اسے فروخت کیوں نہیں کر دیتے؟"

کہنے لگے "اگر پرانی چیز فروخت کرنی مقصود ہے تو تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔" تم منہاج صاحب کے دوست ہو انہیں سمجھاؤ کہ بات کرنے سے پہلے سوچ لیا کریں اگر کسی بیٹی یا بیٹے کو اس بات کا پتہ چلے تو وہ کیا محسوس کریں گے۔"

عبداللہ شاہ نے جواب دیا "بچے اپنے والد کی بذلہ سنجی کو جانتے ہیں اور وہ کیا کریں ماسوائے ہنسنے کے۔" یہ بات کہتے ہوئے عبداللہ اور ان کی بیوی خوب ہنسے اس پر ہمارا بیگم منہاج نے بھی انکا ساتھ دیا۔

منہاج صاحب Wah فیکٹری میں کام کرنے والے گورنمنٹ کے ملازم تھے تنخواہ معقول لیکن پھر بھی کسی عیاشی یا فضول خرچی کے متحمل نہ ہوتے۔ چنانچہ اگر کوئی نیا سوٹ سلواتے تو دھونے سے پہلے عزیزوں یا پڑوسی وغیرہ کے ہاں دعوت پر مدعو کرتے۔ ایک دفعہ یہ ہوا کہ منہاج صاحب نے نیا کوٹ سلوایا جو وہ شلوار قمیض کے اوپر پہنے ہوئے تھے۔ سب مدعو دوستوں نے کوٹ کے ... ستائشی نظروں سے دیکھا اور تعریف کی میزبان کا مقصود بھی یہی ہوتا تھا۔

نئے کوٹ والے واقعے کے کوئی پندرہ دن بعد اطلاع آئی کہ لاہور میں منہاج صاحب کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ سب پڑوسی اور دوست احباب نے بیگم منہاج اور منہاج صاحب کو لاہور کیلئے رخصت کیا اور انہیں تسلی دی کہ وہ ان کے بنگلے کی حفاظت کریں گے چنانچہ ایک پڑوسی کے بچے وہاں حفاظت کے خیال سے رکھے گئے کہ دن رات منہاج صاحب کی واپسی تک قیام کریں۔ کوئی چار دن بعد وہ واپس آ گئے اب جب انہیں چالیسویں کا ختم دلوانے کیلئے جانا تھا تو نیا کوٹ پہنے ہوئے لاہور کیلئے عازم سفر ہوئے۔ چالیسویں کے ختم کا خرچ بھی انہیں ہی کرنا تھا۔ اس مقصد کیلئے وہ کوئی چھ سات ہزار روپے لے کر چلے۔

صبح جب اذان کے وقت لاہور پہنچے تو نماز کی ادائیگی کیلئے Australasia مسجد نزد لاہور ریلوے سٹیشن Braganza Hotel کے قریب گئے۔ جماعت تھوڑی دیر پہلے ہی ہو چکی تھی۔ اس لئے مسجد میں سے نمازی واپس باہر جا رہے تھے۔ وضو کرنے کیلئے اسی اثناء میں ایک نوسر باز آیا اور اس نے کہا "بزرگو آپ کا وضو نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کے کوٹ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔" انہوں نے کوٹ اتار کر دیکھا تو واقعی گندگی لگی ہوئی تھی۔ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کہاں سے لگی ہے۔ بہر حال کوٹ اتار کر دوبارہ وضو شروع کیا۔ وضو کرنے کے بعد کوٹ واپس لینے پہنچے تو کوٹ بمعہ رقم کے اپنی جگہ سے غائب تھا۔ ہر ایک سے پوچھا اور امام صاحب سے کہا کہ میں نے اس جگہ کوٹ اتارا جہاں بتائی تو امام صاحب نے جواب دیا کہ کسی نوسر باز نے کام کر دکھایا ہے اسی نے کوٹ پر گندگی لگائی تھی اب وہی کوٹ لیکر وہ فوراً چمپت ہو گیا ہے۔

منہاج صاحب بڑے پریشان ہوئے اور امام صاحب کو لاہور آنے کی وجہ بتا کر کہا کہ اب بھائیوں کے پاس ختم شریف کا اہتمام تو ہو ہی جائیگا لیکن واپس پنڈی پہنچنا مقصود ہے اور زاد راہ بھی میرے پاس کوئی کوڑی تک نہ ہے۔ چنانچہ امام صاحب نے

Marfat.com

نہیں دس روپے عنایت کیے۔ بابا جیؒ کا ختم شریف دلوانے کیلئے اپنے بھائیوں سے رقم لی۔ ختم شریف دلوانے کے بعد اپنے بیٹے سے زادِ راہ لیا اور اسی مسجد میں نماز ادا کرنے چلے آئے۔ شکریہ کے ساتھ امام صاحب کو دس روپے واپس کیے۔

Wah ؒ کے صاحب عبداللہ شاہ دوسرے روز اس واقع کا علم ہوا تو وہ افسوس کرنے ان کے بنگلہ پر حاضر ہوا اور حیران ہوا کہ نوسر باز نے کیسے ذہن کا رخ ان کی طرف موڑ دیا اور بعد رقم لے کر غائب ہو گیا۔ عبداللہ نے کہا: "آپ نے پولیس کو اس واردات کی رپورٹ درج کرائی؟"

انہوں نے فرمایا: "دو وقت سے تھے کہ پولیس کی سرد مہری کی وجہ سے جان گئے کہ وہ ان کی کھوئی ہوئی رقم واپس دلانے سے تو رہی، الٹا اس میں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ پولیس والے ان وارداتوں کے مرتکب کا علم نہ ہو۔ اگر پولیس چاہے تو سب حالات درست ہو سکتے ہیں اور نوسر باز نہیں بچ سکتے۔ چھوڑو اس بات کو اب تک تو مسروقہ رقم کا بٹوارہ بھی ہو چکا ہوگا اور ممکن ہے کہ دوست بے نام ہے بازار میں ہر سے فرصت کی خاطر میں باندھ دیا گیا ہو میں وہاں جو ملتا ہے جا کر دیکھ کر ہوں گا۔ شاید میرا کوٹ یہاں کی بنے کپڑے ... کی سلامتی پر سب کی موجودگی میں دے دیئے۔"

پھر کہنے لگے: "ملک سے پہلے رقم بھجوانا تھا اور دو بار دوست بھجوانا تھا۔ تنخواہ میں اتنی گنجائش کہاں۔" اس کے بعد انہوں نے یہ واقعہ سنایا: "ایک دفعہ کی بات ہے میں اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک colleague تشریف لائے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میری دوست بھی پہنچ گئے۔ تشریف لانے والے colleague نے یہ خبر سنائی کہ کیا انہیں پتہ ہے کہ کل دلیپ مار کی شادی ساز وباجے سے ہونے والی ہے۔ دلیپ مار سے تعلقات سا رہے والد صاحب پر کی پیرو تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ہر کوئی رائے زنی پیش کر رہا تھا۔ میں نے کہا: اس میں حیرانی کی کیا بات ہے لوگ اتنے مہنگی ڈال کر شادی کے اخراجات کی رقم حاصل کر لیتے ہیں یا فنڈ نکلوانا تھا شادی کرنے کیلئے تم دونوں مسائل در پیش ہیں۔ دلیپ مار تو اہل ثروت ہے۔"

سکندر شاہ

سکندر شاہ صاحب راقم الحروف کی برادری سے تعلق رکھتے۔ بچپن میں لاابالی طبیعت کے واقع ہوئے اور عام لڑکوں کی طرح بٹیر بازی، پتنگ بازی، شطرنج وغیرہ دیکھنے میں مشغول رہتے تاہم جوان ہوتے ہی ان کا رجحان اللہ والوں کی طرف مائل ہو گیا اور آپ بزرگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اپنا معمول بنالیا۔ مرشد کی بارگاہ میں ایسے کھنچے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک مقام حاصل ہو گیا۔ نہایت برگزیدہ لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ قلندرانہ زندگی بسر کرتے ہوئے بھی باوجود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرنے سے گریز نہ کیا۔ انہوں نے سب سے پہلے مسلم بازار گجرات میں میوہ منڈی کے سامنے چھوٹی سی دکان میں چارپائی بنانے اور ان کی مرمت کرنے کی دکان کھول رکھی تھی۔ راقم الحروف جب انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنے 1955 میں S.S.Caledonia بحری جہاز سے گیا تو سکندر شاہ صاحب کی دکان سے ہی روانہ ہوا۔

عبداللہ شاہ نے 28 فروری 1994 میں مجھے سکندر شاہ صاحب کے متعلقہ واقعہ سنایا جو قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہے۔

عبداللہ شاہ اس وقت نیشنل سکول میں زیرِ تعلیم تھا۔ ایک دن مسلم بازار سے گزر رہا تھا تو سکندر شاہ صاحب نے بلایا:

"بیٹے کدھر جا رہے ہو؟"

"میں نے یہاں میوہ منڈی سے پھل خریدنے ہیں۔"

عبداللہ چند لمحات ان کی دکان پر بیٹھا رہا۔ اس نے اپنے ماموں (سکندر شاہ صاحب) کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا کہ وہ بہت "پہنچے" ہوئے ہیں۔ کہا: "کیوں نہ ان کی آزمایا جائے۔" "ماموں! اگر میرے ذہن میں کوئی خیال یا کسی چیز کا نام آئے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں؟" اس نے ملتجی سوال کیا۔

"بیٹا تو درویشوں کو آزمانے آیا ہے۔ چل کوئی چیز ذہن میں رکھ لے جھوٹ نہ بولیں میں تینوں دس دیاں گا۔"

Marfat.com

"اگر میں ذہن میں کسی پھل کا نام رکھوں تو کیا آپ بتا سکیں گے کہ میں نے کونسے پھل کا تصور کر رکھا ہے؟"

"یہ کوئی بڑی بات ہے۔" انہوں نے مسکرا کر نہایت پر اعتماد لہجہ میں کہا۔

"تو ذرا بتائیے۔"

"دھریک دے درنیکوں دیکھ جھوٹ بولناں کاداسا ہے جے میں غلط ہوواں تے سچ سچ دس دیویں۔"

تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے واقعی شرارت سے "درنیکوں" کو ہی ذہن میں سوچ رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ پیر صاحب جب پھل کی تلاش کریں گے تو میوہ منڈی میں جو فروٹ ہیں انہیں میں غلطاں رہیں گے اور چونکہ دھریک کے درنیکوں کو کبھی پھل نہیں کہا جاتا وہاں تک نہ پہنچ پائیں گے اور اس پھل کا انہیں خیال تک نہ آئیگا۔

اگر اس کیفیت کو mindreading نہ کہیں تو اور کیا نام تجویز کیا جا سکتا ہے؟

پیر فضل حسین فضل گجراتی

پیر فضل حسین نے پنجابی ادب میں جدید غزل کا تعارف کرایا۔ مطبوعہ کتب میں ان کے مجموعہ کلام کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔ آپ کی پہلی کتاب "ڈونگے پینڈے" پر آدم جی ادبی انعام ملا اور کئی سال تک پنجاب یونیورسٹی کے کورس میں شامل رہی۔ "گھوراں" اور "کچی تند" (یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی) منظر عام پر آئیں۔ کچی تند کو پرائیڈ آف پرفارمنس کے ساتھ وارث شاہ ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بھی کثیر ہے۔ حکیم نوازش علی صاحب جو خود صاحب دیوان شاعر تھے ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے (ان بزرگوں کو مرحوم سید احمد خاں مشرقی نے شان پنجاب کا خطاب دیا تھا) نے پیر صاحب کی شاعری کا حق ادا کر دیا ہے۔ پیر صاحب کی ذاتی زندگی بھی بہت خاص ہے۔ پیر صاحب کی سادگی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ویسے پیر فضل صاحب کی دستار بندی کا بھی شرف حاصل ہے۔ پیر صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ گجرات کچہری میں بطور ہیڈ کلرک گزرا۔ جب اس ملازمت سے فارغ ہوئے تو پنشن کے علاوہ پراویڈنٹ فنڈ اور دیگر سہولتیں مفت دی گئیں۔

پیر فضل صاحب ایک منکسر اور صاحب دل انسان تھے۔ بیشتر اوقات یاد الٰہی میں بسر کرتے تھے۔ ... دریافت کیا کرتے ... انہیں ایک دفعہ کچہری کے ملازم ... کی ... گھر جانا تھا ... کچہری کی ... آپ ... پراویڈنٹ فنڈ ... بینک ... ایک باعتماد ... نواب ... گھر پہنچ گئے ... دونوں ... نواب ... بڑی رازدارانہ انداز سے مخاطب ہوئے ... خواہش ... سعادت نصیب ہوا ... یہ رقم تو ... کہتے ہیں "بابا" ... "پیر صاحب آپ کیا سمجھتے ہیں میری کیا حیثیت" نواب نے ... بیٹے ... جواب ... میں مرنے کے بعد ... نواب میں ... بیٹیاں جوان ... میری آنکھوں ... رقم ... نیک کام ... دربار میں ... جو ذریعہ ... اور ... ۔"

اس دن تو تلاش بسیار کے باوجود معمہ حل نہ ہوا اور پیر فضل صاحب کی حالت دیدنی تھی۔ ... رقم ... کتاب ... پیر فضل صاحب نے زمانے کے نشیب و فراز ... ہاتھ باندھتے ہوئے ... قبول ... اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئیں۔

Marfat.com

زندگی کا بیشتر حصہ نوکری میں اس فرض سے گزرا کہ ریٹائر ہونے کے بعد کچھ وافر ملے تا کہ بقیہ زندگی آرام سے گزر جائے لیکن قربان جائیں ان پاک طینت لوگوں پر جن نے زندگی بھر کا اثاثہ چند لمحوں میں سود و زیاں سے بالاتر ہو کر اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے قربان دیا۔

''گر قبول افتد زہے عز و شرف''

1993 میں راقم الحروف کے ایک دیرینہ دوست پرویز اکرم شیخ کے Acton Town Hotel لندن میں بیٹھا ہوا تھا اسی دوران میرے دوست نے چند لمحوں سے تعارف کرایا تو انہوں نے یہ جان کر کہ میں پیر فضل حسین فضل صاحب کے خاندان میں سے ہوں نہایت عقیدت مندانہ انداز میں میرے پاؤں چھو کر اپنی عقیدت کا اظہار اس جملے سے کیا کہ ہم تو پیر فضل صاحب کو [illegible] مانتے ہیں لہذا افضل سے بھی بیعت کے خواہاں ہوئے۔

پیر فضل حسین فضل حضرت شاہ دولہ دریائی کی اولاد میں سے ہیں۔ پیر مقبول شاہ صاحب جن کے پاس فقر کی دولت سرمایہ حیات تھی کے ہاں 1897 کو تولد ہوئے اور 1973 کو ابدی نیند سو گئے مگر آج تک سخن فہم لوگوں کے دلوں میں جاگ رہے ہیں۔ بچپن میں مرزا شاہد حسین مہر دہلوی جیسے نامور اور کہنہ مشق شاعر جو خداوند سخن حضرت اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد تھے، کی صحبت ملی تو ادبی ذوق میں نمو پیدا ہوئی۔ چونکہ طبیعت موزوں ہوتی چلی گئی مصری میں استاد کا نام روشن کر دیا پہلے پہل آپ نے اردو زبان میں شاعری کی نمونہ کلام ملاحظہ ہو

''اِدھر ہے حیا اور اُدھر ناتوانی
نہ وہ دیکھتے ہیں نہ ہم دیکھتے ہیں''

آہستہ آہستہ جوں جوں وقت گزرتا گیا سائیں احمد علی پشوری کی زوردار شاعری کی کشش نے پیر فضل کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ سائیں احمد علی کی شاعری کا بیشتر حصہ عشق و تصوف کی پاسداری رکھتا ہے تاہم وہ ایک جداگانہ مخصوص رنگ سخن رکھتے۔ چوہدری محمد دین جو راولپنڈی سے تعلق رکھتے تھے اور باذوق بزرگ تھے کی روایت کے مطابق ایک مشاعرہ غالباً 1919 میں لاہور میں منعقد ہوا جس میں راولپنڈی کے شعراء نے سائیں احمد علی کی قیادت میں حصہ لیا۔ اس مشاعرہ کی خاص بات یہ ہے کہ حضرت علامہ اقبال بھی شریک محفل ہوئے اور سائیں احمد علی کی فارسی آمیز حرفیاں سنیں تو سائیں احمد علی کو پنجابی کے غالب کے خطاب سے نوازا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب پورے متحدہ پنجاب میں میاں محمد بخش کی شہرہ آفاق ''سیف الملوک'' سید وارث شاہ صاحب کی ''ہیر'' اور میاں محمد بوٹا کی ''سی حرفی'' کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ سائیں احمد علی صاحب بھی ان شہکاروں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اگرچہ انہوں نے چار مصرعوں والی قلبی واردات کا ذریعہ اظہار بنایا اور شروع میں یہ کلام بھی عربی و فارسی آمیز تھا لیکن جلد ہی سائیں احمد علی نے ماحول کے اثر کو اپنا لیا۔ سائیں کی حرفی میں پنجابی انفرادیت اور مٹھاس تھی کہ میاں محمد بخش، وارث شاہ، شاہ حسین، خواجہ غلام فرید، حق باہو اور میاں محمد بوٹے کے ساتھ ساتھ ان کے کلام کا جادو بھی سر چڑھ کے بولا اور آج احاطۂ تحریر میں نہ آنے کے باوجود سینہ بہ سینہ یہ کلام زبان زد خاص و عام ہے۔

پیر فضل سائیں احمد علی کی شاعری سے بڑے متاثر تھے اور اکثر ان کی زیارت کیلئے راولپنڈی بھی جایا کرتے۔ افضل پرویز مصنف ''[illegible]'' کے قول کے مطابق راولپنڈی کو پیر فضل، سائیں احمد علی کی نسبت سے ''پنڈی شریف'' اور ''استاد خانہ'' کہتے۔ اگرچہ پیر صاحب کی سائیں صاحب سے قلبی وابستگی رہی مگر انہوں نے شعور کی آنکھ کو کھلا رکھا۔ عشق و مستی کے اس تاجور نے بڑی جدت طبع سے کام لیتے ہوئے اس منزل کو جا لیا جس کی نشان دہی ان کے پیش رو میاں محمد بخش، وارث شاہ، میاں محمد بوٹا اور سائیں احمد علی کر چکے تھے۔ پیر صاحب اگرچہ فارسی، اردو اور پنجابی کے قدیم مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے مگر انہوں نے دیئے سے دیا روشن کرتے ہوئے نئی راہیں تلاش کیں اور پنجابی میں پہلی دفعہ غزل کہی۔ زندگی کا بیشتر حصہ اس کی نوک پلک درست کرنے میں گزار دیا۔

''فضل ہوراں نے بدل دتا اے پنجابی دا رنگ
یا الٰہی دور حاضر دے غزل خواناں دی خیر''

Marfat.com

پیر فضل پر اللہ کا فضل ہے کہ وہ پنجابی زبان میں غزل کو اس مقام پر لے آئے جہاں اسے اردو، فارسی زبان کی غزل کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے۔ پیر صاحب کی دوسری خوش قسمتی دیکھئے کہ ان کی زندگی میں ہی ان کے معاصروں نے ان کی اس کاوش کا برملا اعتراف کیا بقول ڈاکٹر فقیر محمد فقیر:

"فن شعر دے کول جواب جدا اوہدی غزل تے میری رباعی دا نہیں
کیوں نہیں غزل پنجابی دا فضل حافظ تے فقیر میں خیام کیوں نہیں"

اسی طرح مولانا وقار انبالوی رقم طراز ہیں کہ مجھے پنجابی زبان کے ان دیکھے استادوں پنجابی غزل کا مرید بنے میں دیر نہیں لگی۔ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ تڑپ اٹھتی ہے کہ میں وارث شاہ، بلھے شاہ، ہاشم اور غلام رسول کے زمانے میں کیوں نہ ہوا لیکن "ڈونگھے پینڈے" دیکھ کر یہ خیال آ رہا ہے کہ شکر ہے میں پیر فضل کا ہم عصر ہوں۔ یہ ہے علامہ عرشی امرتسری کا نذرانہ عقیدت پیر فضل حسین فضل کی خدمت میں۔ اسی طرح جناب شریف کنجاہی نے پیر فضل کے دوسرے مجموعہ کلام "نکوراں" جو غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے کا پیش لفظ لکھتے ہوئے پیر فضل سے اپنی عقیدت کا اظہار کچھ یوں کرتے ہیں "میں جوانی دے ویلے توں پیر ہوراں دیاں گلاں سن دا آیا ہاں پیر فضل دا مرید ہو یا او نظماں لکھن والا پیر فضل سی" اس طرح ان گنت دانشوروں نے پیر فضل کی شاعری کو خراج تحسین پیش کیا اور کرتے رہتے ہیں۔

پیر فضل نے شاعری میں تین کتابیں لکھیں پہلی کتاب "ڈونگھے پینڈے" جو غزلوں کا مجموعہ ہے اس کتاب کو ادارہ پنجابی ادب گجرات نے پہلی بار 1963 میں چھپوایا۔ دوسری کتاب "نکوراں" جو غزلوں اور نظموں کا مجموعہ ہے اسے ادارہ اشاعت ادب گجرات نے مارچ 1971 کو شائع کیا۔ تیسرا مجموعہ کلام "قطبی تارا" جو نعتوں کا مجموعہ ہے اور پیر فضل کی وفات کے بعد 1981 میں زمیندار ایجوکیشنل ایسوسی ایشن، گجرات کی کاوش سے منظر عام پر آئی۔ شاعر نے ہر شعر میں اپنا دل رکھ دیا ہے۔ ان کا ہر شعر دل کی گہرائیوں سے نکلتا اور دل کی گہرائیوں میں جا داخل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس کتاب کو وارث شاہ ادبی ایوارڈ کے لیے انتخاب کیا۔

پیر فضل حسین فضل کی شاعری آج میرا موضوع سخن نہیں بلکہ میری مراد پیر صاحب کی اس گوشہ زندگی سے ہے جو پیار محبت جو انسان دوستی کی شکل میں انسان کے سامنے آتے ہے۔

"مدت ہوئی ہیں جو گھومتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں"

آج اس ترقی یافتہ دور کو ہی لیجئے کہ انسان زمین کی پستیوں سے اٹھ کر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے مگر دوسری طرف خود غرضی، مفادات اور تعصبات کا شکار ہے اور مذہب کے نام پر انسانی شرف کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ مادی ترقی کا یہ دور ہے جس کے ہر طرف ذہنی، جسمانی اور جذباتی تشدد ہو رہا ہے۔ زندگی کی قدروں سے واقفیت اور دوسروں کے جذبات کا احترام جب ہی انسانی رشتے بہت نازک ہوتے ہیں ان کا خیال رکھے بغیر سکون نصیب نہیں ہوتا۔ آپ خواہ کسی مذہب کسی ملک یا کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں آپ کو انسانی عظمت اس وقت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک آپ دوسروں کے دکھ سکھ اور دھوپ چھاؤں میں شریک نہیں ہوتے۔ آج ہمیں ایسے انسان کی تلاش ہے۔ مجھے بھی آج پیر فضل کے اس گوشہ زندگی کو بے نقاب کرنا ہے جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔

بچپن سے پیر فضل کو جو فقر و تصوف کا رنگ وراثت میں ملا، تمام زندگی اس رنگ سے الگ نہ ہو سکے اور نہ ہی منحرف ہوئے۔ 1918 میں جب تعلیم کو خیرباد کہا تو میونسپل کمیٹی گجرات میں ملازمت اختیار کر لی۔ پیر صاحب اپنی آمدن کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے گھر کے اخراجات کے لیے رکھ لیتے اور باقی تین حصے بیواؤں اور یتیموں کو اپنے ایک معتمد ساتھی اور خدمت گار شخص "نواب" کے ذریعے اس خاموشی اور رازداری سے پہنچاتے کہ کسی دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ جب کبھی ان کی بیگم صاحبہ گھر کے اخراجات اور خرچ کی کمی کا رونا روتی تو پیر صاحب بڑی بے نیازی سے مسکراتے اور کچھ یوں جواب دیتے:

"پئے فکر نہیں بندے گھٹ دی تے درویش
جہاں تقوی رب دا انہاں رزق ہمیش"

Marfat.com

پیر صاحب نے اپنی آخری سانس تک ان یتیموں اور بیواؤں سے اپنے تعلق کو نبھایا اور کبھی اپنے گھر کے اخراجات کو راستے کا پتھر نہ بنایا۔ پیر صاحب نے ہمیشہ سخی و یتیم سمجھا اور اس کے ہو پائے استقرار سے ٹھکرایا۔ ان کی زندگی سادگی شرافت کا نمونہ تھی۔ آنکھ میں خواب ہونٹوں پر مسکراہٹ اور دل پیار سے بھرپور رہتے۔ گلیوں بازاروں سے گزرتے ہوئے جب کسی نے اصلاح کیلئے کلام دکھایا تو پیر صاحب نے بھی تحمل سے کام لیا فوراً درستی کر دی اگر کلام بے وزن یا خیال کمزور ہوتا تو غزل، نظم پوری کی پوری نئی لکھ دیتے۔ شاعروں نے اپنی زندگی سے ناجائز فائدہ اٹھایا مگر پیر صاحب نے اپنی روش نہ بدلی۔ بقول غالب:

"عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا"

ان کے دوست شاعر راقم سے کہتے ہیں دیکھا اس بات کا ہے کہ انہوں نے کبھی بھولے سے بھی اپنے محسن کو یاد نہیں کیا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ہر دور میں لوگوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ راقم نے جب سے ہوش سنبھالا اور یار و احباب کی محفلیں جمتے دیکھیں تو پیر فضل کے شعروں پر محفلیں ہوا کرتیں جن میں راقم کا دیوان خانہ، صلاح الدین آصف کی بیٹھک، ایسٹ مرکر روڈ پر واقع ان کی بیٹھک بہت مشہور تھی ... اندر ہی میں بائیں طرف ایک گلی شاہی مسجد کی طرف جاتی ہے۔ اس گلی میں ... چند ایک دکانیں چھوڑ کر بابو محمد یوسف کی حجام کی دکان ہوا کرتی جہاں آجکل کتابوں وغیرہ کی دکانیں ہیں۔ یوسف خود بھی ... شاعر تھا اور تخلص بھی یوسف کیا کرتا۔ یار و احباب اسے "یوسفا یا یوسبا" کے نام سے پکارتے۔ ... پیر فضل صاحب ... "یوسبا" ہی کہا کرتے۔

یوسف بہت خوش پوش زندہ دل ہمیشہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس مگر کبھی کبھی قمیض اور پتلون بھی پہن لیا کرتا۔ یاروں کا یار ... احباب کی خدمت ... مدد کرتا۔ اس نے میٹرک پاس کیا ہوا تھا مگر نوکری وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی ... شام کے وقت ... ان کی دکان پر مجید امجد، فاروق شاہ، مرزا (جان) مرحوم، صلاح الدین آصف (آتھی) مرحوم، میر مشکور، بابو منصور ... مرحوم، بابو منظور خان جنہیں ہم دوست خاص طور پر "مولوی چپّی" کہا کرتے کیونکہ جب انہیں غصہ آتا تو وہ اپنے ... چپل ... تھے۔ ... مدعی میں ... کے عہدے پر فائز رہے۔ پھر ریٹائر ہو کر جہاں آجکل غلام احمد ... کی ... صاحب کم آدمی تھے انگریزی پر کافی عبور تھا۔ کوئی دکھ درد کا مارا غریب درخواست لکھوانے ... آتا تو ... درخواست لکھ دیتے۔ جب بھی ان سے کسی بات کے متعلق پوچھا جاتا کہ آپ یہ معلومات ... سے حاصل کرتے ہیں تو ... ایک ہی جواب ہوتا "ریڈرز ڈائجسٹ" سے! اور یاروں احباب کی دفعہ انہیں مولوی ریڈرز ڈائجسٹ ... ۔ جب چوہدری ظہور الٰہی صاحب کو بھٹو کے دور میں گرفتار کر لیا گیا تو منظور خان صاحب انگلینڈ میں تھے (وہاں ہی مقیم ... پاکستان واپس نہیں لوٹے) تو انہوں نے بین الاقوامی انسانی حقوق کے اداروں کو خط لکھ کر چوہدری ظہور الٰہی صاحب ... ایک دفعہ راقم مولوی صاحب کے پاس Rochdale انگلینڈ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ چوہدری ظہور الٰہی صاحب ... منظور خان صاحب کو ملنے تشریف لائے۔ ہاں تو یوسف کی دکان پر تقریباً ہر شام ہماری محفل جما کرتی، بلکہ شہر کے ادیب اور ... بھی وہاں آکر لطف اندوز ہوتے۔

یہ ... ہے جب ... رئیس اعظم گجرات اللہ دتہ بٹ کا بھتیجا اور اس کا والد فوت ہو چکا تھا۔ اللہ دتہ بٹ نے ... کرتی تھی لہٰذا یوسف کی دکان پر قبضہ قانونی کارروائی کے متعلق سوچا گیا تو بابو منصور منظور خان ... ایک ڈرافٹ تیار کیا جائے اور اس وقت کے مشہور وکیل محمود علی قصوری کی خدمات حاصل کی جائیں۔ ... یوسف نے ... یہ بات اللہ دتہ بٹ تک پہنچ گئی تو صلح صفائی سے جہاں آجکل نشیمن ہوٹل ہے وہاں پر شار ٹرانسپورٹ کمپنی ... پیر صاحب نے اپنے بھتیجے شار و ٹرانسپورٹ کا کاروبار شروع کروا دیا۔ بعد میں جب منگلا ڈیم کی تعمیر شروع ہوئی تو شار جہلم چلا گیا اور وہاں سے منگلا ڈیم ... ٹرانسپورٹ کرتا رہا۔

بات ... پیر فضل صاحب جب بھی کوئی نیا کلام کہتے تو ہم لوگوں کی موجودگی میں یوسف سے مخاطب ہوتے ... یوسف کا ... بیان ... اور یادداشت بھی کمال کی۔ پیر صاحب کا کلام سنتے ہی اس کو ازبر ہو جاتا۔ یوسف ...

Marfat.com

دکان پر اگر کوئی گاہک داڑھی منڈوانے کیلئے کرسی پر بیٹھا ہوتا تو یوسف ہاتھ میں استرا لئے شیو کرنا شروع کرتا تو شعر بیان کرنے میں مصروف ہو جاتا پھر خیال آ جاتا تو شیو کرنا شروع کر دیتا۔ انداز بیان منفرد چند یوں تھا:

"اکھے ٹیک نہیں کرن دیتا انہیں سر دیوار دے کول۔۔۔ بستہ
(جب مصرعے میں سر دیوار دے کول تک ادائیگی کرتا تو چند لمحے رکنے کے بعد کہتا "بستہ")
جتھے جد نہیں سی ہوندی ستریاں دی اکھے یاں دے ہو گئے نیں کول۔۔۔ بستہ
(یوسف بستہ کہنے سے پہلے ذرا رک جاتا تو ہم لوگ کہتے "بستہ")
اکھے پہر اکھے ایوائی شغل رہندا کدی کھپ بستہ کدی کھول۔۔۔ بستہ
تے فضل جہاں دے لد گئے یار ستیاں سی وانگ روندے پھول پھول۔۔۔ بستہ"

حجام کی دکان کے بعد یوسف نے ایبٹ روڈ پر ٹیم بیٹھے چوک نواب صاحب میں شامل ہوئے اور پھر ... ایریا میں بیٹھے کا کاروبار شروع کیا جو ہمیشہ ادھورا نظر ہوتا۔ جب یوسف کی ٹیم بیٹھے چل رہی تھی تو اس کا چھوٹا بیٹا ... کرتے ہوئے ٹریک کے حادثے میں ہلاک ہو گیا تو یوسف نے اس کی یاد میں ... پر پانی بیٹھے ... ہمارا اس کی مشین اور پائپ بھی چوری کر لیں۔ یوسف نے وزیر آباد میں بھی بیٹھے کا کاروبار شروع کیا ... ہوئے پر ... نے وہ راستہ ہی چھوڑ دیا تو اس نے ایک ترکیب سوچی ... لوگوں نے ادھر دینا تھا ان کے نام اور واجب الادا رقم ... ملا۔

راقم جب اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان گیا اور اس کے بعد پھر وہیں ... میں رہائش اختیار کی تو اپنے آبائی ملکیت ... شاہدولہ کے یوسف ورثے بیٹے دے دی مگر میرے جانے کے بعد میرے چچا زاد بھائیوں نے اس دکان پر قبضہ کر لیا ... نے میں نے اپنی تمام جائیداد ... اور ... فروخت کر دیا۔ مقدمے بازی اب بھی جاری ہے۔

پیر صاحب کا آج سے کوئی پچاس سال قبل کا شعر جو انہوں نے یوسف کی دکان پر سنایا، حاضر خدمت ہے:

"میں پوچھیا ہے ہوراں نواں راہ کدھر نوں جاندا اے
او بے ہوری سندے نیں تے ایس کے کی فرماندے نیں
میں آکھیا سندا آیاں پیو دادے سندے آئے نیں
ایہہ راہ اتھے وا اتھے ویسے راہی کدھرے جاندا اے"

پیر صاحب کے بیٹے کے دو مستقل ... تھے ایک ان کے شاگرد رشید حکیم نوازش علی صاحب کی پنساری کی دکان ... نزد شیشانوالہ دروازہ، گجرات اور دوسرا ... یوسف صاحب ٹیم بیٹھے والے کے پاس۔ مرحوم یوسف بڑے خوش الحان تھے ... ذوق بھی رکھتے۔ پیر صاحب کا جب یوسف مرحوم کلام پڑھتے تو سامعین پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ پیر صاحب کی زندگی سے متعلق چونکہ ابھی تک کوئی تحریری مواد دستیاب نہیں اس لئے میرا ماخذ نے قابل اعتبار اور بالحیات دوست عزیز ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی دریغ نہیں کہ پیر صاحب نے محبت وزندگی میں مذہب کا درجہ دیا۔

اس حقائق پاندیہ سے میں اپنی روشنی کے مینار دکھائی دیتے ہیں۔

"ایہہ اچرج یاں جنیاں کول او دے ... آخر راہبہ منان سیانوں
اتی چودھویں صدی وچ فضل ورگے ہیں ورلے اللہ ولے ملدے"

میجر سلطان محمود صاحب

میرے قریبی دوست احسان الرحمٰن ڈار صاحب کے ان سے انکل میجر سلطان محمود صاحب نے ایک آدمی بھیج رکھا ہے ... جب ڈار صاحب ان کے ہاں پہنچے۔ میجر صاحب مشہور سیاسی شخصیت چوہدری ظہور الٰہی صاحب کی گجرات والی کوٹھی کے عین سامنے رہ

Marfat.com

کرتے تھے تو اکثر ان کی Martial law سے دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ پتہ چلا کہ بہو سے اختلافات نمایاں ہو گئے ہیں۔ ڈار صاحب نے راضی نامے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ میجر صاحب نے اپنے بیٹے سلطان کے نام مضمون لکھ کر دیا کہ کراچی کے پتے پر تار کے ذریعے روانہ کر دو۔ تار میں لکھا تھا کہ اپنے بیوی بچوں کو یہاں سے لے جاؤ مجھے مکان کی خود ضرورت ہے۔ ڈار صاحب نے کوشش کی کہ بات آگے نہ بڑھے مگر صاحب "گرم" ہو گئے خیر تار بھیج دی گئی۔ مسعود صاحب چھ دنوں کے بعد کراچی سے گجرات تشریف لے آئے۔

مسعود صاحب کے آنے کے ایک دو دن بعد میجر صاحب نے دوکاندار سے کہا کہ جتنی کرایہ دے جانا اس نے جواب دیا کہ "وہ کرایہ تو مسعود صاحب نے لے لیا ہے۔" میجر چپ ہو گئے۔ مسعود سے پوچھا "کرایہ تم نے لے لیا تھا؟"

"کیوں میں نہیں لے سکتا؟" مسعود نے جواب دیا۔

"تم کیسے لے سکتے ہو؟ ہاں میری اجازت سے لے سکتے ہو۔ میں ابھی زندہ ہوں۔"

"اجازت کیسی میں کیوں نہیں لے سکتا۔ میں نے لے لیا ہے اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟"

"اچھا یہ بات ہے تو اس کا کرایہ واپس کر دو۔"

"دیکھا جائے گا۔"

میجر صاحب نے اسی وقت جا کر دوکاندار سے کرایہ دوبارہ طلب کر لیا کہ مجھے نہیں ملا کچہری چلے گئے۔ 3000 روپے فیس ادا کی۔ دوکاندار کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا کہ اس نے کرایہ ادا نہیں کیا۔ دوکاندار نے court میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب ان کے بیٹے نے لے لیا ہے۔ مسعود اس دوران کراچی واپس چلا گیا تھا summon جاری ہوا کہ حاضر عدالت ہوں۔ خیر مسعود صاحب کراچی سے واپس گجرات آئے تو جج صاحب نے فرمایا "آپ دوکاندار کو کرایہ واپس کر دیں۔" دوکاندار نے کرایہ وصول کر کے عدالت کو دیا عدالت نے میجر صاحب کو دے دیا مسئلہ ختم۔ court سے باہر نکلتے ہوئے میجر صاحب نے کہا:

"مسعود 3000 روپے رکھ لو بچوں کے لیے کوئی چیز لے جانا۔"

بات تھی discipline کی۔

میجر صاحب کی محمود صاحب اب تو انجہانی ہو چکے ہیں مگر ڈار صاحب کو ان کے ساتھ جو تھوڑا وقت گزارنے کا شرف حاصل ہوا تو مزید کہا ڈار صاحب ان کے مکان کو مارکیٹ میں تبدیل کرا رہے تھے۔ میجر صاحب خود بھی اپنی بہو اور پوتوں کے ساتھ وہاں رہ رہے تھے۔ ایک دن ان کا کوئی پرانا فوجی یا رینک میں ماتحت آ گیا۔ میجر صاحب بڑے تپاک سے ملے اور اس کی کافی خاطر مدارت کی۔ گپ شپ کے دوران مہمان نے اپنی پریشانی میجر صاحب کے گوش گزار کی تو میجر صاحب نے فرمایا:

"احسن مہمان کو دو سو روپے دے دو۔"

احسن نے دو سو روپے دے دیے۔ اب اس مہمان نے مزید جو اپنا دکھ میجر صاحب کو سنایا تو وہ بیزار ہو گئے اور کہا:

"اب آپ جائیں۔"

احسن ڈار صاحب حیران ہو گئے مہمان کے جانے کے کچھ دیر بعد ڈار صاحب نے عرض کیا "جناب ایک تو آپ اتنے مہربان تھے کہ اس کو تپاک سے ملے خاطر مدارت کی روپے دیے اور پھر ایکدم چلتا کر دیا عجیب بات ہے۔"

میجر صاحب کو غصہ آ گیا فرمایا:

"تو عقل سے بالکل خالی ہے تم یہ بتاؤ کہ وہ جو مجھے ملنے آیا تو میں نے وہ سب کچھ کیا جس کی ضرورت تھی اس کے بعد وہ مزید اپنے دکھڑے کیوں مجھے سنا رہا تھا؟ اسلئے کہ وہ مزید امداد چاہتا تھا۔ تم یہ بتاؤ کہ ہم سب کچھ ضرورت مند لوگوں کو دے بھی دیں تو کیا ان کی ضرورت پوری ہو جائے گی؟"

"نہیں" ڈار صاحب نے جواب دیا۔

تو انہوں نے فرمایا "پھر ہم کیوں اپنا گھر خراب کریں اور لوگوں کو سب کچھ دے کر خود غرض مند بن جائیں۔"

Marfat.com

پیر فیروز شاہ صاحب

حضرت پیر سید رشید الدولہ کے تین تایا زاد بھائی تھے۔ صفدر شاہ صاحب سب سے بڑے بھائی فیروز شاہ صاحب اور سب سے چھوٹے فرزند الدولہ صاحب۔ صفدر شاہ صاحب راقم کے بچپن میں ہی راہ ملک عدم رواں ہوئے البتہ ان کا نقشہ میرے بچپن سے ذہن پر اب بھی نقش ہے۔ اونچا قد سر سے گنجے مگر "جھالری" تھے اور ہمیشہ سفید جھالری بالوں کو مہندی رنگ چڑھا ہوا ہوتا۔ رشم ہوتا تھے اپنے دیوان خانہ کے سامنے ایک درخت کے نیچے جہاں لکڑی کا بہت بڑا تخت پوش پڑا ہوا ہوتا قریب ہی ایک نمدہ تھا بیٹھ جاتے اور راگ الاپنا شروع کر دیتے۔ وہ راگ میری سمجھ سے اس وقت بالاتر تھا بعد میں پتہ چلا کہ شانتی کلیان اور اسی قبیل کے راگ تھے۔ فیروز شاہ اور فرزند الدولہ صاحب بھی جھالری گنجے تھے اور سفید جھالر کا وہی حنائی رنگ ہوا کرتا۔ تینوں بھائیوں کو راگ رنگ سے والہانہ دلچسپی تھی اور اسی طرح پیر صاحب اور ان کے دو بڑے بھائی بھی چھوٹے نہ تھے۔ پیر صاحب کے تایا زاد بھائیوں کا دیوان خانہ شارع گلی کے مشرق میں تھا۔ اس گلی کی باقاعدہ کوئی دیوار نہ تھی بلکہ شاہدولہ سڑک سے لے کر دونوں دیوان خانوں کے درمیان کوئی پٹی نما جگہ چھوڑ دی گئی تھی اور دیوان خانوں کی شمالی حدود کو مرا سے پرے پیرزادگان کے ایک مشترکہ رقبہ میں تعلق۔ کوئی 55 برس قبل پیر صاحب نے مذکورہ اراضی پیرزادگان سے رجسٹری کی شکل میں نقد قیمت ادا کر کے خرید لی اور امام بارگاہ وامامیہ کے لیے وقف کر دی تھی۔ امام بارگاہ تو تعمیر نہ ہو سکی البتہ ڈاکٹر ذوالفقار حیدر گجرات کے مشہور ڈاکٹر فقہ جعفریہ سے منسلک نے قبضہ کر لیا اور انجمن حسینی امام بارگاہ سے آغا صاحب کے لیے رہائش گاہ تعمیر کرا دیے۔

مختصر ہوا یوں کہ ڈاکٹر ذوالفقار حیدر شاہ کے والد ماجد جناب حیدر شاہ صاحب سے پیر صاحب کے دیرینہ تعلقات تھے اور حیدر شاہ صاحب ریٹائر ہونے کے بعد اکثر اوقات پیر صاحب کے دیوان خانہ میں بسر کرتے۔ ڈاکٹر ذوالفقار کا بھی پیر صاحب سے تین سامنے ہوا کرتا۔ ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب سے رجسٹری مانگی جو کہ پیر صاحب کی صاحبزادی فرخ سعیدہ کے پاس سے رکھی تا کہ ڈاکٹر صاحب امام بارگاہ تعمیر کرا سکیں۔ فرخ سعیدہ کے خاوند اور پیر صاحب کے بھتیجے پروفیسر نصر الدولہ کی والدہ ماجدہ نے چند روز بعد رقبہ پر بھرتی ڈلوائی اور چار دیواری کھڑی کرا دی۔ راقم کی والدہ ماجدہ نے نمدہ لگوایا۔ وقت گزرتا گیا پیر صاحب بوڑھے اور بیمار رہنے لگے۔ راقم اور نصر الدولہ ملازمت کے سلسلے میں ویزا ویا چلے گئے لہذا ڈاکٹر صاحب ہم دونوں کی غیر حاضری کا فائدہ اٹھا کر قابض ہو بیٹھے۔ جب راقم ریٹائر ہونے کے بعد واپس لوٹا تو مقدمہ بازی شروع ہو گئی۔ ڈاکٹر صاحب تھے "امیر کبیر شہر کے مالک مجھ جیسے کی بھلا کون سنتا تھا۔ معاملہ Cold storage کی نذر ہو گیا۔ ہاں سب سے بڑی عدالت نے اپنا فیصلہ ڈاکٹر صاحب کے "خاص آدمی" کو قبل کر دیا کہ ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے "مجھ سے کون لڑ سکتا ہے؟" حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ ڈاکٹر صاحب نہ صرف اپنے ہی شہر میں بلکہ پاکستان رہنا بھی نصیب ہوتا ہے۔ ان کا کسی زمانہ کا مشہور کلینک ویران پڑا ہے۔ جب بھی گجرات میں چند دنوں کے لیے تشریف فرما ہوتے ہیں تو bodyguards کے سائے میں۔

نجم الدولہ فرزند الدولہ کے اکلوتے صاحبزادے کی شادی برادری کی ایک خاتون سے ہوئی۔ جب نجم الدولہ وفات پا گئے تو ان کی بیوہ پیر صاحب کے پاس تشریف لائیں اور فرمانے لگیں "کیوں نہ آبائی قبرستان کو تقسیم کر دیا جائے؟" (یہ قبرستان پیر صاحب کے تایا زاد بھائیوں کے دیوان خانہ کے مشرق میں ہے)

فرمایا "کیا مردے آپ کو خواب میں آتے ہیں کہ ان کی آپس میں لڑائی ہوتی رہتی ہے؟" بعد از قبرستان تقسیم نہ ہو سکا۔ اصل میں خاتون کا ارادہ تھا کہ اس کے حصہ کے قبرستان میں دکانیں تعمیر کر دی جائیں۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی پیر صاحب کے تایا زاد بھائیوں کی صفدر شاہ اور فیروز شاہ صاحب نے شادی اس لیے نہ کی کہ تم خرچ ہوں۔ فیروز شاہ صاحب کا تکیہ کلام تھا "ناخواندہ" جب بھی کسی شخص کی بات ہوتی جو فیروز شاہ صاحب کو بھاتا نہ تھا۔ یا کسی سے گفتگو کے درمیان کوئی بات پسند نہ آتی تو فرماتے "چلو یہاں سے تم تو ناخواندہ ہو"

اس دور میں نوٹ وغیرہ تو نہ ہوا کرتے۔ اگر تھے بھی تو غالباً 10 روپے کی denomination میں۔ فیروز شاہ صاحب کے پاس جو پیسے جمع کرنے کے لیے ہوتے وہ میری نانی صاحبہ یا میری والدہ ماجدہ کو دیا کرتے تاکہ محفوظ رہیں۔ میں نے کئی بار

Marfat.com

[illegible] ایک دو دن کے بعد جمع شدہ رقم لے جایا کرتے اور گنتی کرنے کے بعد پھر واپس لوٹا دیتے۔

فیروز شاہ صاحب اپنے دیوان خانہ کے عقب میں شمال مغرب کی طرف ایک کمرہ میں رہا کرتے۔ دور دور تک زرعی زمینیں تھیں اب تو تا حد نظر آبادی ہی آبادی ہے۔ ان کے دیوان خانہ کے شمال مشرق میں جامن کے کئی سال پرانے درخت تھے۔ گرمیوں اور برسات کے موسم میں خوب جامن کھاتے چٹکیں چڑاتے۔ فیروز شاہ صاحب صبح سویرے اٹھ کر تلاوت قرآن پاک فرماتے پھر وظیفہ کرتے۔ وظیفہ کرنے کا عمل بچپن میں مجھے بڑا عجیب سا لگا۔ کونے آسمان کی طرف کیے پیٹھ پر بیٹھ جاتے پھر دونوں بازؤں کو ٹانگوں سے [illegible] پیٹ پر [illegible] کرتے۔ اچھی خاصی اونچی آواز میں کوئی خاص لمبا سا وظیفہ کرتے اور اپنے سر کو rhythm کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی کے مطابق پیچھے آگے ہلاتے جاتے۔

پیر صاحب نے فیروز شاہ صاحب کا ایک انوکھا واقعہ سنایا۔ یاد رہے کہ فیروز شاہ صاحب "جھاڑی" گنجے تھے اور بالوں کی [illegible] مہندی رنگ چڑھا رہتے۔ کبھی بھی بالوں کا رنگ ایک جیسا نہ رہتا ملے جلے مہندی رنگے اور سفید بال۔ ایک دفعہ پیر صاحب فیروز شاہ صاحب اپنی جاگیر کا ؤں "یوسف" میں گئے ہوئے تھے۔ موسم گرما کے آخری ایام تھے رات کو سونے کے لیے مزارعین نے [illegible] دونوں بھائیوں کے لیے چارپائیاں گاؤں سے باہر کھلی فضا میں بچھا دیں۔ چاندنی رات تھی موسم ایسا تھا کہ [illegible] چادر اوڑھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

پیر صاحب کی چارپائی شمالاً جنوباً تھی اور فیروز شاہ صاحب کی پیر صاحب کی چارپائی سے تھوڑے فاصلہ پر ذرا شمال مشرق کی طرف [illegible] آدھی رات ہوئی تو کتے کے بھونکنے کی آواز آئی پھر خاموشی۔ کچھ دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کتے کے بھونکنے کی آواز [illegible] پیر صاحب نے مشرق کی طرف منہ کر کے دیکھا تو ایک کتا فیروز شاہ صاحب کے سرہانے سے کچھ ہٹ کر بیٹھا ہوا تھا۔ [illegible] چاندنی رات تھی اور فیروز شاہ صاحب کے سفید بالوں کی جھالر کا مہندی رنگ کچھ مدھم پڑ چکا تھا اور زیادہ بال سفید [illegible] تھے۔ چارپائی پر سفید تکیہ سرہانے کا غلاف بھی سفید اور اوڑھنے کے لیے چادر بھی سفید۔ فیروز شاہ صاحب نے جب [illegible] غرض سے [illegible] اپنے سر سے چادر ہٹائی تو ایک کم بخت کتے نے نہ جانے کیا سمجھا اور بھونکتا ہوا فیروز شاہ صاحب کی طرف بڑھا۔ فیروز شاہ صاحب نے جھٹ سے سر کو چادر میں چھپا لیا پھر اسی غرض کے لیے اٹھنا چاہا تو کتا بھونکنا شروع کر دیتا [illegible] خاموش ہو جاتا۔ [illegible] سر اور ارد گرد سفید اور مہندی لگے بال سر پر چاندنی کا [illegible] اور سفید چادر [illegible] تھا کہ بجائے اس کے [illegible] اور چلا جاتا الٹے سرہانے کے قریب ہی [illegible] بیٹھا رہا آخر کار پیر صاحب نے اٹھ کر [illegible] تو فیروز شاہ صاحب نے اپنا عمل پورا کیا۔

یہ زمانہ تھا کیا سیدھے سادھے لوگ تھے اور کیسے کیسے واقعات جن کو موجودہ دور میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ماتمی کا ڈبہ

[illegible] میں ایک صاحب جو "ماتمی کا ڈبہ" ہوا کرتے۔ ممکن ہے لفظ "کا ڈبہ" پڑھنے والوں پر گراں گزرا ہو لہٰذا اس کی وضاحت قرین قیاس ہے تاکہ قارئین پر پوری طرح روشن ہو جائیں۔ ان کی زندگی انکے چند زریں اصولوں کی مرہون منت اور فوائد [illegible] ان زریں اصولوں میں سے ایک اصول سرفہرست قابل توجہ ہے کہ ہر چیز مانگو، ہر وقت مانگو، اور ہر ایک سے مانگو۔ [illegible] جہاں کہیں موت واقع ہوئی خبر گیری انتہائی ضروری خیال کرتے۔ یہاں تک جیسے ہی ان کے کاروبار [illegible] کسی کی ناگہانی موت کا اعلان کرنے گزرا (لاؤڈ سپیکر تانگہ یا رکشا پر نصب ہوتا ہے) انہوں نے کام کاج چھوڑا اور [illegible] انداز میں چلا کر اعلان کرنے والے پر پہنچ گئے۔ فرماتے "ٹھہرو ٹھہرو۔ ایہہ کوئی طریقہ اے توں آہستہ آہستہ اعلان [illegible] بندیاں نوں مرن والے دے گھر دا پتہ لگ جاوے۔"

[illegible] جنازہ میں شمولیت کی زحمت کم اٹھائی ہو لیکن "اٹھالا" یعنی رسم قل میں شمولیت سے کسی طور نہ چوکتے بلکہ [illegible] صف میں بیٹھتے یا انتظامیہ میں شامل ہو جاتے قل شریف کے ختم کے بعد ابھی اہل خانہ یا لواحقین پھل اور دیگر اشیاء خوردنی تقسیم کر رہے

Marfat.com

ہوتے ہیں کہ وہ اچانک کہیں سے دسترخوان ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی روانگی آؤ بھگت میں سرگرداں ہو جاتے "بھائی جان نہیں کھانا کھا کر جانا۔" اکثر اوقات دیکھا گیا ہے کہ یہ مختلف کھانوں سے ڈٹ کر انصاف کرتے ہیں اور ایسے ہی اوقات میں متعدد Shopping bags میں بچا کھچا کھانا سمیٹ کر لے جاتے ہیں کہ بوقت ضرورت اس کھانے سے بھی انصاف کرنا قانون فطرت میں قرین قیاس ہے۔ پھر انہی امور پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نہایت گرمجوشی سے لواحقین کو چالیسویں پر بھی اچھی قسم کے کھانوں اور مرغن غذاؤں کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اپنے جان پہچان والے نائی کا حوالہ دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ بالخصوص وقت کی پابندی کا احساس دلانے میں پیش پیش ہوتے ہیں اس سے پیشتر کہ لواحقین چالیسویں پر حاضری کا اعلان کریں۔ جناب از خود بلند آواز میں عوام الناس کو اعتماد میں لیتے ہوئے اعلان کر دیتے۔

ابھی تک جناب کے ایک پہلو سے روشناس ہوئے ہیں جبکہ یہ ہشت پہلو ہیں اور انکی تفصیلات بیان کی جائیں تو دفتر کے دفتر بھی کم پڑ جائیں۔ تاہم! ایک پہلو اور trailer کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

سرکار اپنے سماجی کارکن ہونے پر بڑا فخر ہے۔ ادھر پیپلز پارٹی کے جھنڈے اٹھائے جا رہے ہیں۔ معاف کرنا جھنڈے گاڑتے نہیں بلکہ گھریلو استعمال میں لانے کے قائل ہیں۔ ادھر مسلم لیگ کے رہنماؤں کے گھروں میں ناشتہ وغیرہ کرنے و رزق حلال کی سعادت خیال کرتے ہیں۔ محرم میں اہل تشیع کے پہلو با پہلو ہوتے ہیں حالانکہ کبھی زندگی میں ماتم حسین اور صدقہ خیرات میں حصہ نہیں لیا دوسری طرف سنی حضرات کے ساتھ جہاں میلاد شریف ہو قریبی مسجد سے ایک ٹوپی اچک کر سر پر رکھ کر اگلی صفوں میں پہنچ جاتے غرضیکہ ان عوامل کا تعلق ضروری نہیں کہ اہل تشیع یا اہل سنت حضرات کی تخصیص پر عدم حاضری کا موجب بن سکتی ہے جہاں بھی کسی بھی مذہبی فرقے نے کھانے کا اہتمام کیا وہاں تک رسائی فرض اولین سمجھتے ہیں۔

کیا آپ کو کسی ایسی عادات کے مالک سے پالا پڑا ہے؟

Marfat.com

روشن قندیل

میرے بھائی انور کی زبانی

میرے والد نظام الدولہ صاحب کی وفات سے پہلے اور بعد ہم سب مل جل کر ایک ہی دیوان خانہ میں رہائش پذیر تھے یعنی چچی اماں (میری والدہ صاحبہ کو سب چھوٹے بڑے اسی نام سے پکارتے) نصیر آنٹی (زبیدہ خانم نصیر کی حقیقی ماں) آپا خالدہ (پیر صاحب کی [illegible] بیٹی) اماں جی (امتل صاحبہ پیر حکیم سید رشید الدولہ صاحب کی بیوی) عزیز الدولہ، بی بی جمشید، فرخ سعیدہ وغیرہ [illegible] پیر صاحب حضرت پیر سید رشید الدولہ کی شفقت آمیز سرپرستی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ سب کی ضروریات زندگی پیر صاحب ہی مہیا فرماتے۔ شاید اس طور جو خطوط اباجی مرحوم (پیر صاحب کو نصیر کی طرح میں ''اباجی'' ہی کہا کرتا) [illegible] میں رہنے کے دوران مجھے لکھتے۔ اختتام خطوط پر بقلم خود خادم پیر رشید الدولہ تحریر ہوتا۔ اکثر اوقات یہ الفاظ ضبط تحریر میں لاتے [illegible] انکساری کا اظہار ہوتا مگر ان الفاظ کے پس منظر انسانیت کی عظمت پنہاں تھی جسے میں نے تمام تر دور حیات میں محسوس کیا۔

میں چار سال کا تھا جب سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا۔ ان کے بعد میری ایک ننھی سی بہن نے جنم لیا لیکن چند ہی دنوں کے بعد ہی وہ اللہ کو پیاری ہو گئی۔ میری زندگی کا آغاز کچھ ایسی کیفیت میں ہوا کہ ایک طرف جواں سال ماں دوسری طرف باپ کے سایہ سے محروم۔ البتہ والدہ ماجدہ نے تمام تر توجہ میری طرف مبذول فرمائی۔ دوسری طرف پیر صاحب کی شفقت نے مرحوم باپ کے پیار کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ پرائمری سے یونیورسٹی تک تعلیمی سرگرمیوں کے دوران کسی طور پر بھی محسوس نہ ہوا کہ میں ایک یتیم بچہ تھا۔ میرے شب و روز اباجی مرحوم کی رفاقت میں جو گزرے ان کی ہر بات مجھے ذہن نشین ہے۔ بالخصوص ان کا discipline کہ دوپہر کا کھانا تمام اہل خانہ ایک دسترخوان پر تناول کریں اور سب سے پہلے استفسار فرماتے کہ والدہ ماجدہ کو کھانا دیا ہے کہ نہیں اگر نہیں دیا ہے تو مجھے دیتے۔ میں انہیں دے دیتا اور خود بھی [illegible] پیش فرماتے البتہ کھانا تقسیم کرنے کی ترغیب کبھی اماں جی (امتل صاحبہ) کبھی چچی اماں کی [illegible] تقسیم کرتیں۔ پیر صاحب کھانے کے دوران کی نشست کا سلسلہ پیش نظر رکھتے کبھی مجھے پوچھ لیتے ''پروین جی (نصیر الدولہ کو پروین الدولہ اور انور بھی کہا جاتا) تمیز رکھتے ہو تو نصیر نے کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ پچیرا (نصیر الدولہ صاحب) کہاں گیا نظر نہیں آ رہا'' کیونکہ نصیر الدولہ کے لیے ہمیشہ علیحدہ پکوان ہوتا جس میں نمک کم استعمال میں لا کر نسبتاً امتیازی کھانا پکایا جاتا۔ بچپن ہی سے امتیازی سلوک سے مستفیض رہتے۔ اچھا لباس اچھا کھانا نفاست پسند اور اصول پرست واقع ہوئے۔ پرائمری (میٹرک تک گجرات میں تعلیم حاصل کی) سے [illegible] انگلینڈ Ph D کی ڈگری کے حصول تک امتیازی رواداری سے ہمکنار رہے۔ یہ تھا مرحوم رشید الدولہ کی وسعت قلب کا ایک پہلو۔ بلاشبہ ان کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ پیر نصیر الدولہ صاحب نے [illegible] ویا میں ملازمت کے دوران جب میں نے بی اے کا امتحان پاس کیا تو ازاں بعد ایم اے (سوشل ورک) کے تمام اخراجات کیلئے رقومات بھیجنا استواری سے ضروری خیال کیا۔

پیر صاحب کی شفقت کے ضمن میں نصیر کی زندگی میں کئی ایک ایسے واقعات ہیں جن کا تذکرہ پیر صاحب کی عقیدت افزائی کے مترادف ہوگا کہ اس طرح انہوں نے اپنے بھانجے کی پرورش کی۔ پیر نصیر الدولہ کی پیر صاحب ہمیشہ ہر بات میں دوسروں پر ترجیح دینے میں پیش پیش رہے۔ نانی اماں (بے جی) اباجی کی والدہ ماجدہ بھی نصیر کو سب سے علیحدہ پیسے دیا کرتیں۔ ازاں بعد انگلینڈ میں

Marfat.com

پی۔ایچ۔ڈی کرنے کیلئے نصیر الدولہ صاحب نے شفیق ہستی ماموں پیر رشید الدولہ صاحب سے روبرو اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے فرمایا: "آپ زبیدہ کے بیٹے یعنی میری جان سے پیاری بہن کے فرزند دلبند ہیں آپ کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے۔" اس ضمن میں نانی اماں کی سفارش بھی پر زور تھی صرف یہاں تک ہی اکتفا نہیں بلکہ نصیر کے انگلینڈ جانے کے بعد یاد فرماتے رہتے اور نانی اماں بڑی بیتابی کا اظہار فرمایا کرتیں۔

نصیر کا ہر کام مزاجی حیثیت کا حامل ہوتا۔ زندگی گزارنے کا انوکھا طرز عمل نمایاں تھا۔ خوش خوراک، خوش پوش اور اپنے وقت کے تقاضے اور ہر کام اصولی اسلوب کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچانا۔ بالخصوص سکول کا کام خوش اسلوبی سے نبھاتا۔ مطالعے کے اتفاقی طور پر سرانجام دینا۔ ایک دفعہ سر کے بال بھنویں، مونچھیں داڑھی سب استرے سے منڈوا دیئے تاہم شفیق ماموں جان ان حرکات کو نظر انداز فرمایا کرتے۔ یہی ان کا شیوہ تھا۔

ہمارے گاؤں سے ایک دفعہ جب مزارعین اناج اونٹوں پر لاد کر لائے تو مویشیوں کے چارے کیلئے بھی دو قسم کے "تانڈے" ایک اونچے ٹیلے کی شکل میں ذخیرہ کرنے پر (نصیر الدولہ صاحب) ان پر میز کرسی رکھ کر براجمان ہوئے اور مزے سے گاجریں اور مولیاں کھاتے رہے۔ یہ ایک انوکھا مشغلہ تھا جس پر پیر رشید الدولہ صاحب پر زور قہقہہ زن ہوئے اور فرمایا "دیکھو میرا بیٹا کیسے عجیب حرکات و سکنات کا حامل ہے۔" یہ طرز عمل بھی ان کے مشفق مزاج کا ایک پہلو تھا۔

مزنگ لاہور میں ایک مکان کرایہ پر لیا گیا جہاں نصیر، بچن پیر اور فرخ جمشید کی رہائش کیلئے بندوبست پیر صاحب نے اہتمام کیا۔ بچن پیر اور فرخ جمشید حبیبیہ کالج میں زیر تعلیم تھے جبکہ نصیر نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں بھی مرد سے رہتے تھے کا ہے بگاہے مذکورہ مکان میں بھی رات بسر کرتا۔ ان فرائض کی انجام دہی کیلئے پیر صاحب کی کاوش قابل ستائش تھی اور روز مرہ کی ضروریات کا خیال نا قابل فراموش طرز عمل تھا۔ حتیٰ کہ جن افراد کو تعلیمی معاملات کے تقاضوں کے باعث گھر سے باہر رہنا ہوتا ان کیلئے سامان خورد و نوش اور پارچات وغیرہ دونوں کے کر پہنچ جاتے اور ان عوامل و عبادت (حقوق العباد) کے زمرے میں خیال فرماتے اور تمام طلبا یکسوئی سے درس و تدریس کا سلسلہ استواری سے جاری و ساری رکھتے۔ ہمیشہ نمایاں نمبروں سے امتحانات سے عہدہ برآ ہوتے۔ نصیر الدولہ گورنمنٹ کالج لاہور سے M.Sc میں اول آنے پر پنجاب یونیورسٹی Gold medal کا اعزاز ملا۔

ہاں تو بات میری زندگی کے متعلق ہو رہی تھی۔ پیر صاحب نے اپنے بھتیجی کی۔ مجھے بھی نصیر کی طرح شفقت سے نوازا اور مجھے بھی پنجاب یونیورسٹی سوشل ورک میں داخلہ دلوایا۔ پیر صاحب کی ہشت پہلو شخصیت سے متعلق جتنا بھی تحریر میں لایا جائے کم ہے۔ جنوری 1982 کے دوران میں (نصر الدولہ) ویز ویا یونیورسٹی سے ایک سال کی Sabatical leave پر پاکستان آیا جہاں میں پروفیسر تھا۔ پنجاب یونیورسٹی میں تحقیق کرنے کیلئے آیا ہوا تھا۔ قانون کے مطابق یونیورسٹی ایک سال کیلئے دنیا میں کسی بھی یونیورسٹی یا انسٹیٹیوٹ میں کام کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ یونیورسٹی سال بھر کیلئے تنخواہ، کرایہ اور رہائشی اخراجات وغیرہ کی مراعات سے نوازتی ہے۔ البتہ اس دفعہ میں کافی عرصے بعد پاکستان میں آیا تھا۔ میری تمام جائیداد کے مختار عام پیر صاحب نے جب میں یہاں پہنچا تو ہدایت فرمائی: "چند ایک زمین کے ٹکڑے جو بہاولپور شہر کی آبادی میں آ گئے تھے لہذا وہ فروخت کر دیئے ہیں اس کی رقم بنا بینک میں محفوظ ہے اسے آپ جہاں چاہیں تصرف میں لا سکتے ہیں لیکن جو تیرے ماموں نے یہ سکتا ہے کہ اس دیوان خانہ (جس میں ہم مقیم تھے) کا نصف حصہ آپ کے لیے ہیں اور نصف حصہ بچن پیر کیلئے مختص کر دیں۔ وہ دیوان خانہ والا حصہ بچن پیر کے تصرف میں رہے تاکہ اپنا حصہ کا کام چلاتا رہے۔" اس ترغیب کے دوران آبدیدہ ہو گئے اور رقت انگیز لہجے میں فرمایا: "آپ میرے بڑے بھائی کے بیٹے ہیں وہ آپ کو ازروئے وصیت میرے حوالے کر گئے تھے۔ میں آپ سے جدائی نہیں کر سکتا۔" اور دفعتاً اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ ایک ریٹائرڈ مکان سے باہر احاطہ میں آ گئے اور رسی کی مدد سے مکان کے سامنے والے حصے کے برابر دو حصوں کی نشاندہی کرنے سے مشخص فرمایا جبکہ مکان کے سامنے والے حصے میں دو مغرب کی طرف دوکانات واقع تھیں۔ ازاں بعد فرمانے لگے: "ان دوکانوں کو مسمار کر کے یہاں مزید تین دوکانیں سامنے والے حصے میں تعمیر کروا لیں۔ علاوہ ازیں چار دوکانیں گلی میں بنوا لیں اور باقی حصہ رہائش کیلئے مختص کر دیں تاکہ جب پردیس سے واپسی ہو تو یہاں قیام پذیر ہونے میں سہولت رہے اور تمام دوکانات کرایہ پر دے دینا۔" ان تمام

Marfat.com

پر عمل درآمد کیلئے فی الفور آپ نے قابل اعتبار مستری بلوا لئے اور دوکانوں کی نشاندہی کے بعد نقشہ نویسی کی ہدایات جاری فرما دیں۔ بلکہ از خود نقشہ بنوا کر میونسپل کمیٹی کے دفتر سے منظور کروانے کیلئے بھجوا دیا۔ فرمانے لگے "پاکستان میں آپ کو معلوم نہیں ہر کام کیلئے کوشاں رہنا از بس ضروری ہے جس کے آپ عادی نہیں یہاں کسی کو بھی ادھار رقومات دینے سے گریزاں رہیں کیونکہ یہاں لوگ اکثر اوقات ادھار لیکر واپس کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔"

نشاندہی کے عمل کے ساتھ ہی مطلوبہ کھدائی شروع ہوگئی اور حسب ضرورت میٹریل کیلئے مجھے مناسب رقم تفویض فرماتے رہے۔ اسطرح تعمیرات کا سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ دوکانات کی تعمیرات کے بعد بالائی منزل کا کام شروع ہوگیا جہاں دو کمرے، ایک باتھ روم، ایک باورچی خانہ وغیرہ نقشہ کے عین مطابق تعمیر کروایا گیا۔ ابھی پلستر وغیرہ کا کام باقی تھا اور ایک سال کے بعد میری ویزہ ویلا واپسی میں چند روز باقی تھی البتہ میری غیر موجودگی میں پیر صاحب نے دوکانات کرایہ پر دیدیں اور باقاعدہ دوکانداروں سے کرایہ نامہ بھی میرے نام تحریر کروا کر رکھ دیا۔ بنک میں میرے ہی نام اکاونٹ کھلوایا گیا یہ سب عوامل آپ کے کردار کی عظمت کی دلالت کرتے تھے۔ بھائی کی وصیت کے مطابق فرائض منصبی سے سرخرو ہوگئے اور وعدہ وفا کرنے میں پیش پیش رہے جبکہ میری تعلیم ایم اے تک مکمل کروائی۔ میری شادی خانہ آبادی کا اہتمام کیا اور میری جائیداد کے تحفظ سے مجھے ممنون فرمایا۔ حتیٰ کہ مجھے کبھی ادراک نہ ہوا کہ میں ایک یتیم بچہ ہوں اور نہ ہی کبھی مجھے اس اندوہناک امر کا احساس تک ہونے دیا۔

حضرت پیر سید رشید الدولہ صاحب کے لئے ماں کا بلند ترین مقام تھا جیسا کہ میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ مطب کی آمدنی من و عن والدہ ماجدہ کی جھولی میں ڈالنے کے عادی تھے۔ پھر حسب ضرورت نانی صاحبہ سے مانگ لیتے۔ دوسرے اہلخانہ کو بھی اسی تقلید کی تلقین فرمایا کرتے کہ بے جی سے حسب ضرورت مانگ لیا کریں۔ اس کے علاوہ دن میں متعدد بار انکی خوشنودی کیلئے مطب چھوڑ کر باتیں کرتے رہتے۔ کبھی کبھی بے جی غصہ کا اظہار کرتے تھے تو ہمیشہ فرمایا کرتیں "رشید ادھر آؤ۔ میرے لئے ابھی تم بچے ہو یہ ایسا ہی معمول ہے۔" ویسے بھی بے جی قدرے سخت مزاج کی واقع ہوئی تھیں۔ غالباً جوانی کے دور میں بیوگی کے اثرات طبیعت پر غالب آ گئے تھے جن کی وجہ سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ انہی نامساعد حالات کی چھاپ نے انہیں سخت طبیعت بنا دیا۔

بے جی کی عمر کے آخری حصہ میں کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی جسکی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھیں البتہ پیر صاحب ہمیشہ تیمارداری میں مصروف رہتے۔ مستری بلال (قریبی دوست جو ترکھان کا کام کرتے) سے لکڑی کی مصنوعی ٹانگیں بنوائی گئیں جو کہ بے جی کی معذوری کے پیش نظر استعمال میں لانے کی ترغیب دی گئی تھی۔ ایسا کرنے کے بعد بے جی جلدی طبیعت ہونے کی وجہ سے انہوں نے یہ لکڑی کی ٹانگیں توڑ دیں۔ اس پر بھی پیر صاحب صبر و استقلال کا پیکر بنے رہتے، بس یہی کہا کرتے "بے جی نہ کریں۔ ہائے میری ماں تھوڑا صبر کریں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس پر طرہ یہ کہ آپ ماں جی کے گندے لباس خود ہی دھوتے۔ اکثر فرمایا کرتے، "یہ میری ماں ہے یہ میرا ہی فرض ہے۔ ممکن ہے کوئی دوسرا ان عوامل سے کراہت محسوس کرے۔" یہ ان کے کردار کے روشن پہلو تھے کہ کسی کیلئے مفید ہونا ہی مقصد تشخص انسانی ہے۔ ماں باپ کیلئے اولاد کیلئے بہن بھائیوں کیلئے بھاوج کیلئے یتیم بھتیجے بیٹے بھانجے کیلئے غرضیکہ تمام بنی نوع انسان کیلئے مفید ہونا انسانیت کی معراج ہے۔

ایک سال مجھے ایک ویزہ ویلا سے واپس چھٹیاں گزارنے کیلئے گجرات، پاکستان آنے کا اتفاق ہوا۔ ایک روز پیر صاحب نے انور اور عبید الرحمان (ضمیمہ 197) کو اپنے اکلوتے بیٹے عزیز الدولہ جسے عام طور پر چن پیر کے نام سے پکارا جاتا ہے، کی موجودگی میں بلایا اور فرمانے لگے "عبید صاحب پروین (انور کا دوسرا نام) میرے بڑے بھائی حافظ صاحب کا اکلوتا بیٹا ہے حافظ صاحب مرحوم کی شکل میری آنکھوں کے سامنے ہے میرا اپنا بیٹا جس نے لاہور طبیہ کالج سے زبدۃ الحکمہ کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے جہاں بھی بیٹھ جائے مریضوں کے علاج معالجے سے اپنا اچھا خاصا گزارا کرسکتا ہے اور پروین تو بس ویزہ ویلا میں ملازمت ہی کر رہا ہے جب ریٹائر ہوکر پاکستان واپس آئے گا تو اس کی اپنی علیحدہ رہائش ہونی چاہیئے اور ساتھ ہی یہاں بھی معقول آمدنی کا ذریعہ ضروری ہے لہذا میں آپکو فیصلہ کئے دیتا ہوں اس دیوان خانہ کو شمالاً جنوباً الگ الگ کر کے تقسیم کر دیا جائے تاکہ مشرق کا حصہ میرے بیٹے کی ملکیت میں آ جائے اور مغرب کا حصہ پروین کو مل جائے۔"

Marfat.com

ایسا ہی ہوا میں نے دوسرے روز ہی کنسٹرکشن میٹریل خریدا مزدوروں اور کاریگروں کو کام پر لگایا اس طرح چار دوکانیں جنوب کی طرف برلب سڑک اور چار دوکانیں مغرب میں گلی کی طرف اور اوپر رہائش کیلئے کمرے تیار ہونے شروع ہو گئے۔ دوکانیں تو مکمل طور پر تیار ہو گئیں مگر اوپر والی رہائش گاہ کا صرف ڈھانچہ ہی کھڑا ہوا کیونکہ میں نے واپس اپنی نوکری پر ویز ویلا چلا جانا تھا۔ دوکانوں کا کرایہ باقاعدہ کرایہ نامہ کی روح سے پیر صاحب وصول کرتے اور میرے کے حساب میں سامنے یونائیٹڈ بنک کی برانچ میں جمع کراتے رہتے۔ جو واپس پاکستان آنے تک 78.000 کی رقم تھی۔ میں تو واپس چلا گیا مگر جانے کے بعد پیر صاحب پر قیامت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جن کا ذکر نصیر کی کتاب جدید کرامت نامہ ایک مرد قلندر کی داستان حیات (1996 ناشر پبلشرز شاہدولہ روڈ گجرات x+288 pp) میں رقم کیا جا چکا ہے۔

چند سالوں کے بعد راقم پھر گجرات لوٹا مگر پیر صاحب کے فرزند ارجمند چن پیر نے صاف صاف انکار کر دیا کہ تمہارا اس پر کوئی حق نہیں۔ میں نے ہمارے ایک کامن دوست ڈاکٹر اعجاز حسین مرحوم کو مختار نامہ دیکر مقدمہ بازی شروع کر دی۔ میں شکستہ دل ہو کر واپس ویز ویلا چلا گیا۔ کیا زمانہ ہے ایک دادے کی اولاد دو سگے بھائیوں کے بیٹے ایک بھائی کے بیٹے نے دوسرے بھائی کو جائیداد دینے سے انکار کر دیا۔

اب دیوان خانہ کی تقسیم کا مرحلہ درپیش تھا مگر اسی دوران چن پیر صاحب بھی قضائے الٰہی سے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے تو ہم اب ان کے برخوردار (شاہی) سے رابطہ ہوا انہوں نے بھی سمجھوتا کرنے میں پس و پیش شروع کر دی۔ چونکہ دیوان خانہ میں پیر صاحب کی بیٹیوں کا بھی قانونی لحاظ سے حصہ بنتا تھا۔ جب وہ بھی اپنا حصہ لیتی ہیں تو شاہی کے حصہ میں صرف ۱/۸ حصہ رہ جاتا ہے جو بہت کم تھا اس صورت حال کے پیش نظر تینوں ہمشیرگان نے اپنا اپنا حصہ بھی شاہی کو دیدیا تاکہ وہ آرام سے رہ سکے۔ اس پر فیصلہ کیا گیا کہ ان تینوں بہنوں کو راقم والے حصہ میں شامل کر دیں تاکہ شاہی (چن پیر کے بیٹے) سکون سے رہ لے اور انہیں اپنا حصہ راقم سے طلب نہیں کرنا پڑے گا کیونکہ انہیں جیتے جی تو شکر کرنا تھا لہذا اسی فیصلہ کی بناء پر زندگی بسر کرنی شروع کر دی گئی۔

"اسے کہتے ہیں حقوق العباد"

1988 میں فرخ کے ساتھ نصیر الدولہ ویز ویلا سے ریٹائر ہو کر پاکستان لوٹا کیونکہ کینیڈا نہیں جانا چاہتا تھا نہایت افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا کہ اپنی ذات میں بند ہو کر اسلام آباد، لاہور یا کراچی پہنچ رہی ہے۔ نصیر نے اپنے ہم زلف ڈاکٹر صادق حسین نقوی کے ہاں رہائش اختیار کر لی جو کہ ان دنوں مصطفیٰ آباد میانی لاہور سے کوئی چالیس میل دور میڈیکل آفیسر متعین تھے۔ مقدمہ بازی کے سلسلہ میں نصیر گجرات آتا جاتا رہا۔ کبھی اپنے شہر میں اور اپنے دوست چوہدری یار محمد لاہوری کے فیصل ہوٹل میں رہائش اختیار کرتا۔ کاؤ را ٹیو فیصل سینما میں ڈرائیوروں کے کمرے میں رات بسر کرتا جبکہ وہ دن رات حق والے کو حق دلانے کی کوشش میں مصروف رہتا۔ یار احباب کئی مشورہ دیتے "کس کی آگ میں کیوں جلتے ہو" مگر نصیر تھا کہ حضرت پیر رشید الدولہ کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔ ایک وقت یہ تھا کہ گجرات کی روح کی رو تاریکیاں جگمگا پڑتیں۔ آخر کار اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا اور جائیداد دو حصوں میں پیر صاحب کی خواہش کے مطابق اور نصیر کی کاوشوں سے جس کی بنیاد انہوں نے خود رکھی تھی تقسیم کر دی۔

یہاں پر میں (نصیر) اور کی داستان میں تھوڑا سا اضافہ ضروری سمجھتا ہوں۔۔۔ ایک عالیشان حویلی شاہدولہ روڈ پر پختہ طور سے تعمیر کر دی۔ حالات نے پلٹا کھایا اور اسی جگہ پر جہاں میں پیدا ہوا جہاں میری شادی ہوئی اور جہاں سے میرے مرنے کے بعد پیر صاحب کی خواہش تھی کہ یہاں سے ہی آخری سفر شروع کیا جائے، نکالنے کی کوششیں شروع ہو گئیں۔ پہلے تو میں ڈاکٹر اعجاز صاحب میں میرے متعلق غلط الزام بازی نے مجھے بدنام کر دیا۔ میرا بھتیجا ذکا الدولہ اور ایک خدا ترس ملازمہ جوان لڑکی غزالہ میرا ڈرائیور اعجاز اور میں تقریباً چوبیس گھنٹے بیوی کی دیکھ بھال میں مصروف رہتے۔ کیونکہ وہ ایک لاعلاج بیماری Alzheimer's میں مبتلا ہے یار احباب کی محفل جو کہ ہر شام منعقد ہوا کرتی ان کی موجودگی میں میری تذلیل ناقابل برداشت ہوئی لہذا 22 جون 2001 کو میرے ایک دوست شاہد مرزا جسے میں پیار سے مسٹر شاہد پکارتا ہوں کی وساطت سے اس کی رہائش کے قریب انجمن کالونی میں ایک کوٹھی لی اور اپنی بیمار بیوی خدا متّہ ذکر غزالہ کے ہمراہ پرانی حویلی کو خیر آباد کہہ کر شفٹ ہو گیا ہوں۔

Marfat.com

میری زندگی کا motto "Do good, expect evil." ہمیشہ ناشکرگزار زمانے کی ترجمانی کرتا ہے۔

راقم (پروین الدولہ) بے جی "وڈی بانگ" کے وقت اٹھنے کی عادی تھیں۔ نماز پڑھنے کے بعد تلاوت قرآن پاک کرتیں پھر پنجابی کتابیں مثلاً ہیر رانجھا، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں، ہیر وارث شاہ، لیکن خاص طور پر میاں صاحب کا کلام سیف الملوک بڑے درد کے ساتھ پڑھتیں اور ترنم کے ساتھ پڑھتیں اور زار و قطار رونے لگتیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کئی بار میں نے انہیں میاں صاحب کا یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے سنا:

"شام پئی بن شام محمد گھر جاندی نے ڈرنا"

اور

"جے تیرا جے پانی منگے سوہنیاں دے تھیراں
بن کے داتوں ول ہوویں تے درد پرانے چھیراں"

بی بی جی فرخ شاہد جی بھی میاں صاحب کا کلام ترنم کے ساتھ سنانے کو کہا کرتیں۔

جب Civil and Military Gazette پڑھا کرتا تو فرماتیں "اید ہے وچ کی لکھیا ہویا اے" میرے خیال میں بے مثال کا مطلب کسی دوسری زبان میں لکھے ہوئے کلام کو سمجھانا ہے۔ میں جب سمجھانے کی کوشش کرتا تو آپ سمجھ جاتیں اور فرماتیں "چنگا تو پڑھدے جاؤ"۔ مقام حیرت ہے کہ سو سال سے زیادہ عمر پانے کے باوجود بھی بینائی ٹھیک تھی۔

جب نسیم کی شادی ہوئی تو ایک دن میں فرخ کو اپنے Suede کے جوتے برش کرنے کو کہہ رہا تھا تو بے جی نے دیکھ لیا اور فرمانے لگیں "فرخ نوں ایہہ کم نہ کریں، تینوں اینیں بالکل نوکر بنا لینا ای۔"

آخری عمر میں جب بستر علالت پر تھیں تو incontinence کی وجہ سے بستر خراب ہو جایا کرتا پیر صاحب کسی کو اجازت نہ دیتے کہ غلاظت کو صاف کرے بلکہ یہ کام خود کیا کرتے۔ جب بے جی الٹیاں کرتیں تو پیر صاحب دونوں ہاتھوں کا کپ بنائے ہوئے ہوتے اور فرماتے "بسم اللہ بے جی یہاں کریں۔"

ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ پیر صاحب اپنی والدہ ماجدہ کو نہانے کیلئے بستر سے اٹھا کر خود باتھ روم میں لے جاتے اور دروازہ بند کرتے تاکہ حبس نہ ہو جائے۔ دروازے پر ایک چادر تان دیا کرتے جس کا ایک کونہ خود پکڑتے اور دوسرا کونہ اپنی بیگم یا کسی دوسری عورت کو پکڑا دیتے۔ ملازمہ کا یہ کام تھا کہ وہ گرمیوں کے موسم میں نلکے کا تازہ پانی اور سردیوں کے موسم میں گرم پانی پہنچا دیتی۔ پیر صاحب کی صاحبزادیاں اندر والدہ کو نہلاتیں۔ یہ اس لئے تاکہ ملازمہ کراہت نہ کریں اور دوسرا انہیں تخت پر بٹھا دیں۔ بے جی اپنا کام خود کرنے کی عادی تھیں اگرچہ بڑھاپے کا بار زیادہ ہوتا گیا مگر اس کے باوجود گرمیوں کے موسم میں اپنی چارپائی خود اٹھا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر لے جایا کرتے اور اسی طرح سو کر اٹھنے کے بعد نیچے لے آتے۔

حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے دیوان خانہ میں بیری کا ایک درخت استادہ تھا۔ شبیر صاحب نے جو کہ لوہے کا کام کرتے ہیں اب تک بقید حیات ہیں اور دیوان خانہ کے قریب رہائش پذیر ہیں، نے کپڑے دھلے ہوئے سکھانے کیلئے رسی باندھنے کیلئے بیری کے درخت میں کیل گاڑ دیا۔ جب پیر صاحب کو معلوم ہوا تو زار و قطار گریہ کناں ہو گئے اور رقت انگیز لہجہ میں فرمایا:

"آپ نے یہ کیا ستم ڈھا دیا ہے؟"

شبیر صاحب نے کیل بیری میں سے نکال دیا مگر پیر صاحب کافی عرصہ تک دل گرفتہ اور آزردہ خاطر رہے۔ میں اکثر دیکھتا تھا کہ پیر صاحب پریشان اور اضمحلال حالات میں اکثر اوقات "بیری" کے تنے سے سہارا لیا کرتے اور پہروں کھڑے رہتے تاہم پوچھنے کی جسارت نہ تھی۔

کافی سالوں کے بعد پتہ چلا کہ بیری آپ کے بڑے بھائی حافظ پیر سید امین الدولہ نے دست مبارک سے لگائی تھی اور اب یہ شفیق بھائی دنیا میں موجود نہ تھے جب غمزدہ حالات میں اپنے اس بھائی کے لگائے ہوئے درخت کا سہارا لیتے اور غالباً انہیں اس درخت میں اپنے بھائی کا سہارا محسوس ہوتا۔

Marfat.com

چار سال قبل اس مکان کو وسعت دینے کے لئے اس کی وجہ صاحب مرحوم کی معذرت سے ساتھ دے دیا گیا۔

ایک بار حافظ جی نے چیمہ صاحب سے کہا کہ کیوں نہ ہم جدی جائیداد تقسیم کر لیں؟ چیمہ صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ بھائی جان میرے پاس تو علم و فن کی وافر جائیداد ہے اور میرے لئے یہی کافی ہے لہٰذا جدی جائیداد آپ ساری کی ساری سنبھالیں اور مجھے خوشی خوشی رخصت کر دیں۔ میں یہ آپ کے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔ یہ بات سن کر حافظ جی ان سے لپٹ کر رونے لگے اور کہنے لگے، "بھائی جان میں آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گا۔ آپ کو پہلے بھی ایک بڑا آدمی سمجھتا تھا لیکن یقین ہو گیا کہ آپ واقعی عظیم انسان ہیں۔"

لالہ عبدالحمید بٹ صاحب

لالہ عبدالحمید بٹ صاحب (لالہ جی یا لالہ حمید پہلوان حمید اکیڈمی) کے والد کریم بخش "ڈوپوالے" کی آڑھت کی دکان پرانی منڈی میں تھی۔ نہایت شریف النفس انسان۔ چیمہ صاحب کے حکیمانہ اور درویشانہ طرز عمل کے عقیدت مند اور دوست تھے۔ ان کے اہل خانہ کے چھوٹے بڑے کی ضروریات چیمہ صاحب کے ہاں سے ہی پوری ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ یہ معاملات میں مثلاً شادی بیاہ اور دیگر کاروباری پر بھی چیمہ صاحب کے مشورے و ترجیح دیتے۔ کریم بخش صاحب کی وفات کے بعد بھی تعلقات استواری سے چلتے رہے۔ چار فرزند ارجمند سب سے بڑے عبدالمجید بٹ، عبدالرشید بٹ، عبدالحمید بٹ، عبدالوحید بٹ چیمہ صاحب کا اپنے والد جیسا احترام کرتے۔

لالہ جی جماعت پنجم کی نکھی اولاد ہونے کا پچار رکھتے تھے۔ اچھی خوراک اور تن سازی کے دلدادہ تھے۔ پونچھ میں راجپوت کی کارکردگی کے معاملات میں اثر و رسوخ کے حامل تھے۔ اسی طرح پہلوان ہونے کے ناطے اندرون لاہور کے تمام پہلوانوں سے پروقار اور محترم تھے۔ انور اور راقم کے ساتھ ان کا امتیازی برتاؤ تھا۔ تعلیمی سرگرمیوں کی غیر نوعیت سے غرض نہ تھی۔ البتہ کے اڈے سے بی اے کر کے میں لاہور سے جماعت تک pass پر غور کرتے۔ ان دنوں راقم (انور) پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے سوشل ورک کر رہا تھا اور اکثر اوقات اسی سلسلے میں اسلامیہ ہسپتال جس کا ایم اے کے فیلڈ ورک مضمون تھا۔ مینٹیم ہسپتال میں آنا جانا تھا۔ اسلامیہ ہسپتال سے آکر بس میں اچھرہ جیسے جا رہا تھا کہ عجیب اتفاق ہوا۔ بس میں سوار ہوتے وقت اس نے three-piece suit زیب تن کیا ہوا اور کوٹ کی جیب میں بٹوا تھا جس میں 150 روپے اور یونیورسٹی کارڈ بھی موجود تھا۔ بس کی بھیڑ میں فٹ پاتھ کے قریب سیٹوں کے درمیان والی جگہ میں کھڑا ہو گیا کہ ایک پستہ قد آدمی کھڑا تھا۔ جب بس وامنڈی کے چوک سے گزری تو دفعتاً مجھے محسوس ہوا جیسے اس پستہ قد آدمی نے ہوا کی سی آگے کھڑا تھا کی جیب سے کوئی چیز نکالی ہو۔ اس ہنگامی سبب پر دیکھا نہایت سرعت سے مذکورہ آدمی بس سے اتر گیا۔ اسی اثنا میں جیب ٹٹولی تو بٹوا غائب پایا۔ اور بھی بس میں سے پیچھے اتر گیا۔ لیکن وہ مشکوک شخص کہیں نظر نہ آیا۔ اب دو لالہ جی کے اڈے پر جانے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا مگر دوقدم بھی نہ ٹکے کیونکہ کرایہ دینے کے لیے بھی اب کے پاس پیسے نہیں تھے۔ فوراً بذریعہ رکشہ لالہ جی کے پاس پہنچا۔ لالہ جی سے رقم لے کر رکشہ والے کو ادا کی اور کہا، "لالہ جی میرا بٹوہ کسی نے اڑا لیا ہے۔"

انہوں نے فوراً پوچھا، "کس مقام پر بٹوہ غائب ہوا تھا؟"

"وامنڈی چوک میں۔"

"تمہارا کہیں نہیں بٹوہ مل جائے گا۔" انہوں نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"عجیب بات ہے کیسے مل جائے گا؟" اس کے بعد انہوں نے فوراً ٹیلیفون پر کسی سے رابطہ کیا اور کہا، "لالہ جی بول رہے تھے۔ میرے محترم چیمہ صاحب کے بیٹے کا بٹوہ وامنڈی میں گم ہوا ہے فوراً پتہ کرو کس نے چرایا اور جس نے بھی چرایا ہے فوراً میرے پاس لے کر آؤ۔" ان باتوں سے انور کی حیرانگی دیدنی تھی کہ کس قدر گہری جڑیں ہوں گے۔ ان کی ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ بٹوہ دوبارہ کس نے اڑایا تھا۔ اس نے لالہ جی سے نہایت معصومیت سے کہا، "لالہ جی اگر میں وامنڈی جانا چاہتا ہوں تو اس پستہ قد چور کو دیکھوں جو میرے آگے کھڑا تھا۔" اس سے یہی پوچھنا ہے کہ کس طرح چابک دستی سے اس نے میرا بٹوہ اچک لیا ہے۔" اسے اشتیاق

Marfat.com

تھی کہ وہ منظم گروہ کس طرح پیشہ ورانہ طرز عمل سے کام کرتا ہے۔ تھوڑی دیر میں یٰسین نامی آدمی کی Phone call آئی اور auricular انور نے اٹھایا پھر لالہ جی کے ہاتھ میں تھما دیا۔

لالہ جی گویا ہوئے: ''پیر صاحب وہاں آنا چاہتے ہیں اور بٹوہ اڑانے والے کا چہرہ دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔'' لہذا فوری طور پر وہ دونوں تانگے میں بیٹھ کر گوالمنڈی کی کسی گلی میں پہنچ گئے۔ وہاں بڑی سی چارپائی جس کے پائے کافی بڑے تھے جہاں ایک وقت میں کم از کم دس آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی اس پر صرف ایک ہی صاحب تشریف فرما تھے۔ لالہ جی نے یہ کہہ کر تعارف کروایا: ''یہ یٰسین پہلوان ہیں۔'' ان کو دیکھ کر اسے خوف محسوس ہوا کیونکہ وہ غیر معمولی قد کاٹھ کے ہیبتناک اور مضبوط جسم کے حامل تھے۔ انہوں نے عزت سے کرسیاں منگوائیں اور وہ دونوں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کافی بٹوے منگوا لئے گئے تاکہ وہ اپنا بٹوہ شناخت کر سکے۔ اس نے اپنا بٹوہ پہچان لیا اور اشارۃً کہا: ''یہ ہے میرا بٹوہ'' جسمیں اسکی رقم اور کارڈ من وعن موجود تھے۔ ازاں بعد اس نے کہا کہ اس آدمی کو دیکھنا چاہتا ہے۔ لہذا وہ اسکے سامنے لایا گیا۔ اس نے بڑی رسانیت سے پوچھا کہ کس طرح ہاتھ کی صفائی دکھائی تو اس نے نہایت تفصیل سے اپنی کارکردگی بیان کی۔ بہر حال اس واقعہ نے اسے متاثر کیا اور وہ سوچ رہا تھا کہ جرائم کی دنیا کسقدر منظم ہوتی ہے اور لالہ جی کے اثر و رسوخ کا قائل ہونا پڑا۔

اسی طرح رشید بٹ صاحب بھی کمال کے انسان تھے۔ ریلوے میں ملازم ہونے کیوجہ سے سرکاری بنگلے میں ٹھاٹھ سے رہائش پذیر تھے۔ ہر خاص و عام کا کام بے لوث کرتے۔ تیسرے بھائی وحید بٹ صاحب جو ڈپو چلاتے۔ ڈپو کے معاملات کم اور اپنے دوست احباب کی خدمت میں زیادہ مصروف رہتے۔

انور کی وینزویلا روانگی

راقم (انور) نے جب یونیورسٹی سے Social Works میں M.A کی ڈگری حاصل کی، تو 2 سال کی ملازمت کے بعد وینزویلا جانے کا پروگرام بنایا مگر پیر صاحب ہمیشہ وطن سے دور نہ جانے کی تلقین فرمایا کرتے اور پھر پند و نصائح کا دفتر کھل جاتا۔ فرماتے: ''آپ کو باہر جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ صاحب جائیداد ہیں آپکے پاس اسقدر روپیہ پیسہ کی ریل پیل ہے کہ آرام سے زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ ملک سے باہر جانے والوں کیلئے بہت پریشانیاں ہیں جب بچے جوان ہونگے تو پھر آنکی واپسی مشکل ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں جن عزیز و اقارب کو یہاں چھوڑ کر جائیں گے۔ وہ جدائی کے صدمے سے اس دارفانی سے کوچ کر جائیں گے۔ یہ ایک ایسی خلش ہے کہ کبھی راحت چین نصیب نہ ہوگا۔ نصیر اور بیٹی فرخ پہلے ہی میری آنکھوں سے دور جا چکے ہیں۔'' مگر ان کی فہمائش ترغیب کے باوجود وینزویلا جانیکا مصمم ارادہ کر لیا البتہ روانگی سے پہلے انور نے پیر صاحب سے عرض کی: ''میرے ساتھ کچہری چلیں۔''

فرمایا: ''کیوں؟''

''میں نے مختار نامہ آپکو دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تاکہ میری غیر موجودگی میں کوئی ضرورت نہ پیش آجائے!''

انہوں نے انکار کر دیا مگر بعد میں اسکے عزائم کے آگے سپر ڈال دی۔ آبدیدہ ہوگئے اور رقت انگیز لہجہ میں فرمایا: ''یہ آپ نے کیا کر دیا مجھے مختار عام بنا دیا۔ کس طرح یہ بوجھ اٹھا سکونگا۔ مجھ سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو جائے۔''

انور نے اپنی خواہش کے مطابق پیر صاحب کو اپنی جائیداد کا مختار عام بنا دیا لیکن جو پیر صاحب کا فرض تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا۔ اسکی غیر موجودگی میں اسکے جملہ حقوق کی حفاظت کرتے رہے۔

1987 میں پیر نصیر الدولہ صاحب وینزویلا سے پچیس سال کی سروس کے بعد ریٹائر ہو کر 1988 میں فرخ جمشید کے ساتھ گجرات واپس لوٹ آئے اور راقم کے بتائے ہوئے نامکمل کمروں کو مکمل کر کے رہائش اختیار کی۔ ازاں بعد آہستہ آہستہ پیر نصیر الدولہ صاحب نے اپنی بیگم کی خواہش کے مطابق مکان کے خالی حصہ میں شمال کی طرف سب سے پہلے مجالس عزا کی نیت سے ایک ہال کمرہ بنوایا۔ ازاں بعد منقسم دیوار کے ساتھ تین کمرے نیچے اور تین کمرے بالائی منزل پر بھی بنوا لئے۔ اب یہ مکان ایک مکمل رہائش گاہ کی صورت میں تعمیر شدہ ہے۔

Marfat.com

میرے خیال کے مطابق یہ سب پیر صاحب (رشید الدولہ) ہی کی صحبت اور قربت کا اثر ہے کہ انہوں نے پیر نصیر الدولہ صاحب کو بھی ورثہ میں مفید کردار کا مزاج بنا دیا۔ دیگر عزیز و اقارب اور عام لوگوں کے مفاد میں بے لوث طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے۔ یہی بزرگوارم کی عظمت تھی کہ دیگر افراد خانہ میں سرایت کرتی چلی گئی لہذا پیر نصیر الدولہ صاحب نے جس احسن طرز عمل سے اپنے فرائض کی انجام دہی کی وہ راقم کے لیے قابل ستائش ہے۔

وینزویلا میں رہائش کے دوران نصیر الدولہ اور راقم نے پچیس سال اکٹھے گزارے اور ایک ہی یونیورسٹی میں ملازمت کی۔ راقم نصیر نے وینزویلا سے ٹکٹ اور ویزا بھیجا لہذا راقم 17 ستمبر 1968 کو وینزویلا پہنچ گیا اور اپنی اہلیہ بی بی (فرخ جمشید) کے ساتھ یہیں رہائش پذیر رہا ہے۔ شروعات میں دونوں (نصیر، بی بی) نے راقم کی Spanish زبان سیکھنے میں خاطر خواہ مدد کی۔ بی بی اپنی Mercedes میں ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھتی اور میں ساتھ والی سیٹ پر۔ ایک فلنگ سٹیشن پر جو کہ یونیورسٹی سے قریب ہی تھا ہفتہ یا اتوار کی صبح کو مجھے ساتھ لے جایا کرتی اور اس نے مجھے Spanish زبان سکھانے کیلئے عجیب و غریب طریقے اختیار کیے۔ مثال کے طور پر، بی بی اپنی کار کو فلنگ سٹیشن کے ریسٹورینٹ کے سامنے پارک کر دیتی اور میرے ہاتھ میں پیسے تھما کر کہتی: "اندر جاؤ اور جا کر کہو *Un vaso de leche, por favor* (مہربانی کر کے مجھے دودھ کا ایک ڈبہ دو) اور اس سے پوچھنا کتنی رقم ہے؟ باقی change واپس لے آنا۔"

میں ابھی کاؤنٹر تک پہنچتا ہی تو بھول جاتا کہ بی بی نے مجھے دودھ کا ڈبہ لینے کیلئے کیا سکھایا تھا اور بی بی سے پوچھنے کیلئے واپس لوٹتا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ جب رقم کیلئے پوچھو تو کہنا "*Cuanto es*" میں تو یہ الفاظ بالکل ہی بھول جاتا لہذا پیسے اس کے ہاتھ میں تھما کر جتنا بھی اس نے change دیا واپس لے آتا۔

نصیر الدولہ صاحب Biology Department میں Parasitology کے پروفیسر تھے۔ ان کی کلاس میں بہت سے سٹوڈنٹس آتے جن سے میل ملاپ کی وجہ سے راقم کو Spanish سیکھنے میں کافی مدد ملی۔ ان طالب علموں میں سے ایک لڑکی Josefina Silva اور دو لڑکے Marco Tulio اور Amado Acunia قابل ذکر ہیں جنہوں نے خاص طور پر Spanish زبان سیکھنے میں ہمیشہ راقم کی مدد کی۔ علاوہ ازیں گھر میں بی بی راقم کی مدد کرتی رہیں۔ وہ راقم سے ہمیشہ Spanish زبان میں ہی بات چیت کرتیں جس سے لفظوں کے pronunciation میں مدد ملتی رہی۔ گھر میں ہر قسم کی سہولت میسر تھی۔ بی بی نے سگے بھائی بہنوں جیسا سلوک روا رکھا۔ کھانا راقم اور نصیر کی حسب خواہش پکتا۔ ہفتے کے دن گھر میں کوئی نہ کوئی پارٹی ہوا کرتی جس سے راقم کو مزید contacts بڑھانے میں مدد ملتی رہی جوں جوں مختلف لوگوں سے ملتا رہا۔ بتدریج Spanish زبان بولنے کی صلاحیت فزوں تر ہوتی چلی گئی۔

ڈاکٹر نصیر چونکہ نہایت ذہین ریسرچ ورکر تھے جنہیں ملکی سطح پر پذیرائی ملی تھی اس لیے چاہنے والے لوگوں کی کثیر تعداد ملتی رہتی۔ ویسے بھی ڈاکٹر نصیر یونیورسٹی میں UDO-70 (ضمیمہ 198) کے بہت سرگرم رکن تھے جس کی بدولت بڑے بڑے لیڈروں سے میل میلاپ تھا لہذا مجموعی طور پر غیر معمولی شہرت اور عزت کی حامل شخصیت کے طور پر جانے پہچانے جاتے۔ راقم نے خود وہاں سے استفادہ کرتے ہوئے ایک فہرست تیار کی تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ جب زبان سمجھنے کی صلاحیت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور اعتماد ہو گیا تو ملازمت کیلئے تگ و دو کرنے لگا چنانچہ Caracas (وینزویلا کا دارالخلافہ) میں ڈاکٹر نصیر کی کوشش سے ہی ملازمت ملی۔ بلا شبہ موجودہ ملازمت یعنی کہ بعد میں جب راقم پروفیسر کے عہدے پر اسی یونیورسٹی Universidad de Oriente میں تعینات ہونے کے بعد ریٹائر ہوا اور یہ status پیر نصیر صاحب کا ہی مرہون منت ہے۔

چند ماہ تک وہاں کام کرنے کے بعد ایک اور شہر Puerto la Cruz کے کالج میں حیثیت پروفیسر تعیناتی ہو گئی جس میں Social Works کی classes دینی قرار پائی تھیں۔ راقم کو بخوبی یاد ہے کہ اپنی زندگی کی پہلی کلاس تھی جس میں 64 لڑکیاں تھیں۔ ایک روز پہلے کلاس کی خوب دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ تیاری کی تھی بطریق احسن اور نہایت خوش اسلوبی سے کلاس لی۔ ان لڑکیوں نے ایسے سوالات کئے جو شروعات میں تو سمجھنے میں دقت کا سامنا ہوا البتہ ان کی وجہ سے تقویت ملی اور اپنے پروفیشن و

Marfat.com

شروع کر دیا۔ یہاں سے راقم کے پروفیشن کی ابتداء ہوئی۔ ازاں بعد دنوں، ہفتوں، مہینوں میں اچھی خاصی زبان دانی میں مہارت حاصل کر لی۔

بالآخر 16 فروری 1972 میں Universidad de Oriente کے Social Works Department، شہر Cumana میں ملازمت مل گئی۔ بالخصوص ان صاحب کردار لوگوں (نصیر اور بی بی) کے تعاون سے وضع دار اور پروقار تعیناتی بہ عزت میں زندگی کا خوشگوار ماحول میسر آیا۔ چونکہ ڈاکٹر نصیر کے ایک قابل پروفیسر ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی اتھارٹی کے ساتھ بہت اچھے تعلقات استوار تھے اس وقت کے Rector Fossi سے ڈاکٹر نصیر کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان لوگوں کی گاہے بگاہے مختلف پارٹیوں میں نصیر سے ملاقات ہوتی اور بار بار ان دوست احباب سے نصیر کا یہی تقاضا رہا کہ اسکے بھائی انور (نصر الدولہ) کو Social Works کے شعبہ میں پروفیسر کی job دے دی جائے۔ بالآخر کوشش بسیار کے بعد مذکورہ بالا job مل ہی گئی۔ یونیورسٹی کے کیمپس جہاں ہم نصیر اور میں پروفیسر تھے، وہ Nucleo de Sucre شہر Cumaná ہے۔ اس کا ڈائریکٹر ڈاکٹر Atanacio Alegre ڈاکٹر نصیر کے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ ان تمام لوگوں سے گاہے بگاہے مختلف پارٹیوں میں ڈاکٹر نصیر کی وساطت سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

دوسری جانب دونوں سروس میں تھے بی بی کی زندگی کا آغاز ہونے پر دونوں بھائی ایک ہی وقت پر ملازمت کے سلسلے میں گھر سے باہر ہوتے اور چونکہ بی بی کو ہمیشہ اکیلے رہنے کی عادت کا عادی ہونا پڑا۔ 1972 کے اوائل میں راقم کی بیگم فرخ سعیدہ (بی بی کی چھوٹی بہن) اپنی شادی کے بعد میں ساتھ بی بی کی تنہائی دور کرنے کے لیے وینزویلا پہنچ گئے۔ ان کے ہمراہ چھوٹی بی بی فرخ جمشید بچوں میں مشغول ہو گئے ہیں۔ گھر میں بچوں کی موجودگی بڑوں کی مصروفیت کا باعث بن جاتی ہے۔ وینزویلا کے رسم و رواج کے مطابق یہاں کی بڑی دھوم دھام ہوتی ہے جب کا انعقاد متوقع ہوتا ہے۔ سال کے شروعات میں ہر طرف رنگا رنگ پروگرام کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ نئے سال کی خوشی میں مقامی عوام اپنے لباس فاخرہ میں ملبوس ہو کر عزیز و اقارب اور دوست احباب کے یہاں تہوار منایا کرتے۔ رنگین محافل میں شمولیت کر کے لطف اندوز ہوتے۔ بالخصوص Carnaval کے موقع میں مختلف بہروپ بھیس بدل ماسک پہن کر عجیب پری چہرہ ماسک سے لیس ہو کر گھومتے پھرتے اور بچوں کی دلچسپی میں مشغول ہو جاتے۔ اس طور ہم سب کی توجہ بچوں پر مبذول رہتی۔

متعلقہ یونیورسٹی میں ہر چار سال بعد Rector, Vice-rectors کیلئے الیکشن برپا ہوتے ہیں۔ 1975 میں جب الیکشن ہوئے تو یونیورسٹی کی تمام اتھارٹی کے لیے گروپ کے لوگوں کی جیت ہوئی۔ Dr Pedro Cabello Poleo (Rector)، Dr. Hugo Sanches Medina (Vice-rector Academico) سیکرٹری Ramon Buonafina اور Vice-rector Administrativo ہماری ہی پارٹی کے رکن تھے اور ڈاکٹر نصیر کے ان تمام ارباب کے ساتھ دوستانہ مراسم استوار تھے اور ہمارے گھر اکثر پارٹیوں میں ان کا آنا جانا تھا۔ ڈاکٹر صادق، راقم اور نصیر کا ہم زلف جس کے ساتھ سب سے چھوٹی بیٹی کی شادی ہوئی ہے۔ Dr. Medina کو ڈاکٹر نصیر نے ڈاکٹر صادق کے سب حالات بتائے۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر نصیر نے Rector کو بھی متعدد بار Visa مراحل طے کر کے نومبر 1975 چچی اماں ڈاکٹر صادق اور ان کے بچے ہاشم، مینا اور چھوٹو (حسن اکبر بیگ مرحوم میجر حسن بیگ کا لڑکا) سب وینزویلا پہنچ گئے۔ انتہائی کوشش کے باوجود ڈاکٹر صادق نے Spanish زبان کے چند ایک الفاظ بھی نہ سیکھے حالانکہ اس کی نوکری کیلئے اس کی بہت ضرورت تھی۔ تقریباً ایک سال بعد ڈاکٹر صادق اور اس کے بیوی بچے واپس پاکستان لوٹ آئے۔

اتفاق سے پرانہ بیٹی کی سالگرہ بھی اسی مہینے میں تھی۔ (11 نومبر 1972) اس سالگرہ کے چھ دن پہلے پاکستان سے یہ سب لوگ Cumana پہنچ گئے۔ سالگرہ کے موقع پر روایتی انداز میں اس بار بھی بہت سے لوگ مدعو تھے جس میں یونیورسٹی کی اعلیٰ شخصیات اور دیگر لوگ بھی تھے۔ اس موقع پر Venezuela کے دستور کے مطابق شراب نوشی اور ڈانس ایک معمولی عمل ہے جو ہر محفل میں یہی ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھنے میں آیا کہ ہمارے پاکستان سے آئے ہوئے سب مہمان باہر سمندر کے

Marfat.com

کنارے پر چلے گئے تھے۔ یہ مکان جس میں سالگرہ کا جشن ہو رہا تھا یونیورسٹی قبل ازیں ہم لوگ یونیورسٹی کے مکانوں میں قیام پذیر تھے جو کہ ایک پہاڑی Cerro del Medio پر یونیورسٹی کیمپس کی پہاڑی Cerro Colorado کے قریب واقع تھے۔ ان مکانات کی تفصیل ڈاکٹر نصیر کی کتاب Faceless Enemy اور زیر نظر کتاب میں بھی کی اور دی گئی ہے۔ ایک مدت سے میں ڈاکٹر نصیر وہیں قیام پذیر تھے اور دوسرے گھر میں راقم۔ یونیورسٹی کے پروگرام کے مطابق ان سب مکانوں کو Administrative offices میں تبدیل کرنا تھا۔ تمام رہائشوں کو نقل مکانی کے نوٹس مل چکے تھے۔ وہ سب لوگ مکان خالی کر دیں لہٰذا مکان چھوڑنا پڑا۔ یہ محل نما پانچ بڑے کمروں پر مشتمل، ایک بڑا صحن، ایک وسیع چمن ہمارے خیال میں سب سے اچھے اور جو مہمان پاکستان سے آئے تھے وہ بھی بہت خوش۔

ہاں! تو سالگرہ کی رات پاکستان سے آئے ہوئے مہمان، پارٹی کو چھوڑ کر سمندر کے کنارے چلے گئے اور پارٹی رات کے دو تین بجے تک پرجوش انداز میں چلتی رہی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارے پاکستان سے آمدہ مہمانوں کو یہ سب ہنگامہ پرجوش جشن اچھا نہیں لگا لیکن آہستہ آہستہ انہیں معلوم ہو گیا کہ اس ملک میں پاکستان سے مختلف رسم و رواج ہیں یہاں تک کہ ایک دفعہ راقم کا ایک دوست Lugo Granado جو وزارت کا سیکرٹری تھا، ملنے کے لئے ہمارے گھر آیا تو راقم نے تعارف کرایا یہ میری بیگم ہیں تو اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ "آپ سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی" جس پر بیگم صاحبہ نے فوراً کہا یہاں دستور شروع کر دیں۔ "اب آپ بھی غیر مردوں سے ہاتھ ملانے پڑتے ہیں۔"

اس پر راقم اپنے دوست سے کہا "اپنی زبان میں کہہ رہی ہیں کہ مجھے بھی آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ میرے دوست ہیں۔" اندر سے بیگم صاحبہ وہاں کی معاشرتی زندگی سے نالاں تھیں۔ چونکہ بچوں سے انہیں بے پناہ پیار تھا۔ نازیہ اور نادیہ جیسے ننھے منے پیارے بچے تھے۔ جن سے بیگم صاحبہ کا دل لگا ہوا تھا۔ تمام دن ان سے باتیں کرنے میں گزارتے تھے۔ اس طرح دن، ہفتے اور مہینوں سال گزر گئے۔ اسی اثنا میں ہمارے ساتھ عجیب و غریب واقعات پیش آنا شروع ہو گئے۔ یونیورسٹی کا نام Universidad de Oriente جو کہ 1960 میں قائم ہوئی سب سے پہلا کیمپس Nucleo de Sucre (Sucre صوبہ Cumaná شہر) وینزویلا کے صدر Dr. Romulo Betancourt نے بعد میں ایک commission کے ذریعے Multiversity میں تبدیل کر دیا اور وینزویلا کے مشرقی صوبوں میں چار اور campuses قائم کئے۔

یونیورسٹی کے Rectorado Administrative Offices شہر Cumaná میں تھے اور یہ سب سے پہلا یونیورسٹی کا کیمپس ہے۔ دوسرے campuses کا نام Nucleo de Anzoategui، Nucleo de Monagas اور Nucleo de Nueva Esparata ہیں۔ سب سے پہلا Rector جو Dr. Luis Manual Penialver ڈاکٹر نصیر کا دوست ہے۔ 1962 میں جب ڈاکٹر نصیر نے یونیورسٹی کے کیمپس Cumaná میں ملازمت کا آغاز کیا تو ان کا مقصد یہی تھا کہ اپنی ریسرچ لیبارٹری قائم کی جائے۔ شروعات میں تو classes دیتے رہے لیکن ساتھ ساتھ اپنی ریسرچ لیبارٹری بھی قائم کرنی شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ کوئی ایک سال میں اپنی ریسرچ کا کام بھی شروع کر دیا۔

یہ بات قابل ذکر بات ہے کہ جنوبی امریکہ میں طرز معاشرت چونکہ مختلف اور عجیب نوعیت کی ہے یہاں کے لوگ care-free واقع ہوئے ہیں۔ اول تو ان میں کام کی عادت کا سامنا ہوا۔ کسی خاص نوعیت کا کام کرنے کے لئے بعض اوقات سال ہا سال بھی لگ جاتے ہیں۔ جہاں بھی کام کے لئے کسی دفتر میں جائیں یہی جواب ملے گا "ماننیانا" یعنی کل۔ Spanish میں ایک لفظ ہے maniana یعنی کل) کوئی جلدی تو ہے نہیں۔ لیکن ڈاکٹر نصیر جیسے ریسرچ کا ایک شوق ہر حال میں پورا کرنے کا عزم ارادہ کئے بیٹھے تھے۔ یہاں سے ریسرچ کا زیادہ نمایاں پہلو ہے کہ ان کا ... جب ... Scientific research paper ... ان کا ایک اچھے سائنسدان کی حیثیت کا لوہا منوایا۔ journals کے علاوہ دیگر ممالک کے journals میں بھی پبلش ہوتے۔ ان کی تحقیق کے مقالے امریکہ، انگلینڈ، برطانیہ، جرمنی، سپین، اسرائیل وغیرہ تک International journals میں ان کا نام آتا ہے۔

1964 میں ایک دفعہ وینزویلا کا پریذیڈنٹ Dr. Romulo Betancourt شہر Cumana میں ... آئے

Marfat.com

آیا تو ہوٹل Cumanagoto میں ایک پارٹی کا انعقاد ہوا۔ ڈاکٹر پیر نصیر کے علاوہ شہر کے کئی اور شرفا بھی اس پارٹی میں شریک تھے۔ Dr. Betancourt نے اظہار کیا "یہاں ایک سائنس دان جس کا نام ڈاکٹر پیر نصیر الدولہ ہے اُس کو پیش کیا جائے" اس پر سب ... حیرت میں رہ گئے۔ پریذیڈنٹ کیسے پیر نصیر کو جانتا ہے پیر نصیر کو اطلاع دی گئی تو پریذیڈنٹ نے اسٹیج پر بلایا اور گلے سے لگا کر پوچھا "کیسے ہو۔ سب کام ٹھیک چل رہا ہے؟"

Dr. Betancourt کے دائیں ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے امریکہ کے سفیر اور چند ایک دوسری شخصیات سے جو dais پر موجود تھیں نصیر کا تعارف کرایا۔ نصیر نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہوا؟

انہوں نے جواب دیا کہ وہ Maracay (وینزویلا کا ایک شہر) میں ائرفورس کی نمائش میں گئے ہوئے تھے تو دہشت گرد communist نے ان پر حملہ کر دیا جس سے ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ پیر نصیر کی شناسائی Dr. Betancourt سے لنڈن میں Hyde Park کے Speakers Corner سے شروع ہوئی جہاں Dr. Betancourt ملک سے جلاوطنی کے زمانے اپنے ملک وینزویلا میں democracy ... کی حمایت ... تقریر کرتے تو پیر نصیر بھی اس سامعین میں شامل ہوا کرتا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر پیر نصیر پبلسٹی کی ... انہیں معلوم ہوا کہ یہ وہی شخص ہے جو کہ ان سے Hyde Park لنڈن میں بہت زیادہ سوالات کرتا تھا اور ویسے بھی ڈاکٹر نصیر ... ان کی پارٹی Accion Democratica (A.D) سے شروع ہوئی تھیں جس کی تشکیل Dr Betancourt نے دی اور اسی پارٹی کی ایک شاخ UDO- 70 یونیورسٹی میں سرگرم تھی اور ڈاکٹر نصیر اسکے رکن تھے۔ اس میں ... نصیر کا ایک ... شخصیت کی حیثیت سے خاص مقام تھا جب بھی الیکشن ہوئے جو کہ ہر چار سال کے بعد ہوا کرتے ہیں ڈاکٹر نصیر نے ... UDO- 70 کی جیت ہوئی۔

یونیورسٹی کی ... UDO- 70 ہوا کرتی ہیں جو یونیورسٹی کا نظام چلاتی ہیں۔ آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ... مشرقی علاقہ میں ہر ایک Province (State) میں یونیورسٹی نے ایک کیمپس بنا دیا۔ اس سے یونیورسٹی کی حیثیت ... ہو گئی لہذا اس یونیورسٹی نے ایک علیحدہ شعبہ بنا دیا جو کہ Vice-rector Academico کے تحت کام کرتا ہے۔ ... نصیر ایک اچھے سائنسدان تھے اس لئے ان کو Consejo Cientifico یعنی Scientific Council کا Executive Secretary متعین کر دیا گیا لہذا چار سال تک وہاں کام کرتے رہے۔ 1984 تک سیاست کی ... سے مستفید ہوتے رہے چونکہ سیاست ایک کھیل ہے جسمیں ہار جیت ممکن ہے لہذا نصیر جس آدمی Dr. Alberto Ochoa کے ساتھ کام کر رہے تھے مخلص ہونے کی وجہ سے Dr. Ochoa کی دوستی کا دم بھرتے۔ وہ Vice-rector Academico (UDO-70) کی بغاوت کا مرتکب ہوا جس کیلئے نصیر کو بھی اپنے گروپ کیطرف سے بغاوت کی سزا ملی۔ انہیں UDO-70 سے خارج ہونے کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کے بعد Dr. Andres Pastrana نے Rector کا الیکشن جیت لیا جو ان کا دوست زیادہ اور سیاسی ساتھی کم تھا۔ اس نے ... ان ... میں شامل کر لیا اور UDO-70 میں بھی ان کو شمولیت کی دعوت جو انہوں نے قبول کر لی لہذا 1985 انہیں یونیورسٹی کی Libraries کا Coordinator مقرر کیا گیا۔ اسی Post پر کام کرتے ہوئے ستمبر 1987 میں ریٹائر ہوئے اور راقم (انور) کو ان کے بعد یہی Post دی گئی۔

وینزویلا میں زلزلہ

ان دنوں راقم (انور) یونیورسٹی سے فارغ ہو چکا تھا کیونکہ اپنی ریٹائرمنٹ کے پچیس سال پورے کر چکا تھا۔ اپنے ضروری کاغذات جو بنک اور سوشل سیکورٹی کے دفتر میں تھے۔ لینے کے لیے 19 جولائی 1997 کے دن صبح Banco Primogenita میں گیا وہاں سے کاغذات لے کر سوشل سیکورٹی کے دفتر جمع کرا دیئے جائیں۔ بنک منیجر کے سیکرٹری نے کہا کہ تین بجے آ کر کاغذات

لے جائیں کیونکہ آج صاحب دفتر میں موجود نہیں۔ حسب وعدہ دن کے تین بجے اپنی گاڑی بنک کی پارکنگ میں کھڑی کر کے بنک میں داخل ہوا۔ وہاں سے کاغذات کے حصول کے بعد میں Pharmacy سے ٹوتھ برش لینے کیلئے گیا۔ یہ Pharmacy بنک سے پچاس گز کے فاصلے پر Calle Marinio واقع ہے۔ وہاں تک رسائی میں راقم کو تین منٹ لگے کیونکہ پیدل چلنے والوں کا رش بہت ہجوم تھا جونہی دکان کے اندر داخل ہوا۔ وہاں کافی لوگ موجود تھے چونکہ راقم دوکاندار کو جانتا تھا، دور سے ہی کہا کہ بائیں ہاتھ والے فریم میں برش موجود ہے ایک عدد دے دیں تاکہ میں جلدی چلا جاؤں۔"

اسی اثناء میں زمین کی لغزش کا احساس ہوا۔ Pharmacy میں چند عورتیں بھی موجود تھیں جنہوں نے آہ و زاری شروع کر دی۔ راقم نے فوراً بلند آواز میں کہا کہ یہ زلزلہ کا جھٹکا ہے سب لوگ باہر نکل کر نیچے بیٹھ جائیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر چند لوگ بیٹھ گئے جبکہ چند لوگوں نے دوڑ بھاگ شروع کر دی اور اس دوران میں گلی میں کاریں بھی گزر رہی تھیں۔ جو زمین کے جھٹکوں سے ایک دوسری گاڑیوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ جب راقم نے دکان کے سامنے بجلی کے کھمبے کی طرف دیکھا تو وہ بالکل دوہرے ہو رہے تھے اور بجلی کی تاریں بریدہ حالت میں تھیں۔

راقم بھی گھبراہٹ کے عالم میں بنک کی طرف لپکا جہاں آپ نے اپنی گاڑی پارک کی ہوئی تھی لیکن اس افراتفری کے عالم میں تمام لوگ باہر نکل کر چیخ و پکار کر رہے تھے۔ بالخصوص عورتیں کہہ رہی تھیں "ہائے میرا بچہ سکول میں ہے میرا بھائی بازار گیا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔" غرض کہ ہر کوئی مضطرب اپنے اپنے رشتہ داروں کو روتا ہوا نظر آ رہا تھا مگر راقم یہ سب نظارہ باہوش و حواس دیکھ رہا تھا۔ بنک سے کچھ دور ایک سات منزلہ عمارت جس کے اوپر بیمہ کمپنی کا ایک بورڈ چسپاں تھا اسی نام سے یہ بلڈنگ مشہور تھی یکلخت شور اٹھا کہ وہ پوری کی پوری عمارت زمین بوس ہو گئی ہے جس کے ملبہ میں بہت سے لوگ دب گئے ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر عمارات کو بھی نقصان پہنچا۔

زندگی میں پہلی دفعہ راقم نے زلزلہ کا سامنا کیا تھا۔ ایسے میں اپنی کیفیت کچھ عجیب سی تھی۔ اسی مضطرب صورت حال میں اسے اچانک یاد آیا کہ اعظمہ (میرے بیٹے شازی کی بیوی) Avenida Bermudez میں ایک پرائیویٹ سکول میں پڑھاتی ہے۔ یہ یاد آتے ہی راقم نے بنک کی پارکنگ میں سے اپنی گاڑی نکالی اور نہایت سرعت سے مذکورہ سکول کی طرف روانہ ہو گیا۔ اب زمین کی لرزش تھم چکی تھی جونہی وہ سکول کے گیٹ پر پہنچا تو وہ انتظار کر رہی تھی۔ اسے گاڑی میں بٹھایا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔

ہر طرف ایک عجیب بے چینی اور نفسانفسی کا عالم تھا بمشکل چھ گھنٹے میں اپنے گھر Quinta Porzana پہنچے۔ جب گھر میں وارد ہوئے پر دیکھا تو ایک قیامت کا منظر تھا۔ لائبریری میں سب شیلف نیچے گرے ہوئے تھے جبکہ ایک الماری جس میں تجربات سے متعلق اشیاء تھیں تہہ و بالا ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد Caracas میں موجود بیوی بچوں کو مطلع کیا گیا کہ میں بالکل خیریت و عافیت سے ہوں اور Caracas میں زلزلہ آیا ہے یا نہیں؟ اپنی خیریت سے فوراً آگاہ کریں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ زلزلہ کا epicentre کا Cumana شہر کے قریب ایک گاؤں Cariaco میں تھا جس کی وجہ سے بہت جانی و مالی نقصان ہوا۔ مزید تین صد افراد مختلف عمارات کے ملبے تلے دب کر مر گئے۔ سکول کی عمارات کو زیادہ نقصان پہنچا تھا۔ یہ زلزلہ Richter سکیل پر 7 تھا بہت زیادہ تباہی کا موجب بنا بہت سے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے۔ International T.V کے لوگ بھی وہاں پر موجود تھے یہاں تک کہ وینزویلا کا پریذیڈنٹ Dr. Rafael Caldera بھی وہاں پہنچ گیا اور International TV Channel پر Cariaco کے دردناک منظر دو مہینے تک دکھاتے رہے۔

پیر صاحب کی مصری علماء کے وفد سے گفتگو

1948 کا ذکر ہے الازہر یونیورسٹی مصر سے ایک علماء کا وفد پاکستان دورے پر آیا جو چار علماء اور ایک interpreter اور دو سرکاری نمائندوں پر مشتمل تھا۔ شاہدولہ روڈ پر حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے مطب میں تشریف لائے (یہ وفد پاکستان کے مختلف شہروں میں علماء دین سے تبادلہ خیالات کرتا) پیر صاحب حسب معمول مریضوں کو ادویات دے رہے تھے۔ علاوہ ازیں دیگر ملاقات کے متمنی بھی مطب میں موجود تھے۔ وفد کے صاحبان عربی تو جانتے مگر اردو اور پنجابی زبانوں سے نابلد۔ حکومت نے ان سے

Marfat.com

نسیم ہدایت۔

ساتھ ایک ترجمان کی خدمات ساتھ باہم پہنچا دی تھیں جو عربی زبان کا ترجمہ اردو، پنجابی زبانوں میں کرتا اور پھر جواب سن کر عربی زبان میں وفد کے اراکین کے گوش گزار کر دیتا۔

وفد میں سے ایک صاحب نے ترجمان کی وساطت سے مختلف سوالات کئے جو مندرجہ ذیل طرز پر تھے" رسول پاک ﷺ کی شان اور مذہبی امور کے متعلق قرآن پاک سے قبل تین صحیفوں مثلاً توریت، زبور اور انجیل میں رسالت مآب ﷺ سرورِ کائنات و فخر موجودات کی شان میں اور قرآن پاک کی فضیلت میں بشارت اظہر من الشمس ہے۔ صرف قرآن پاک کو ہی مسلمان کیوں اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں؟ اور پھر انہی احکامات پر عمل پیرا ہیں جو قرآن پاک کی رو سے صادر فرمائے گئے ہیں جبکہ دیگر تین کتب بھی الہامی ہیں"

پیر صاحب کی عادت تھی کہ خاموشی سے سنتے رہے اور ساتھ ساتھ مریضوں کو بھی فارغ کرتے رہے جب سوالات ختم ہوئے تو پیر صاحب نے بجائے ترجمان کے خود انہیں عربی زبان میں ہی سوالات کے جوابات دیئے۔ ترجمان حیرت زدہ رہ گیا کہ ہم ویرانوں میں ایسی تعلیم یافتہ ہستی ہے جو زبان دانی میں انہیں بھی مات دے گئے ہیں۔

جب کوئی نیا قانون نافذ ہوتا ہے تو مرحبہ قوانین وضرورت کے مطابق بعض اوقات بالکل ہی کالعدم قرار دے دیتا ہے۔ تمام سابقہ آسمانی کتب سے قانون نافذ کرتا ہے۔ یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اور نبی پاک ﷺ آخری پیغمبر ہیں جن کے اعزاز سے مسلمانوں کیلئے نوازے گئے ہیں یعنی قرآن پاک مکمل ضابطہ حیات کا داعی اور قرآن پاک میں نہ صرف پچھلی خدائی صحیفوں پر ایمان لانے کی ترغیب دی گئی ہے بلکہ حضور والا شان رسالت مآب ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر بھی ایمان لانے کی ہدایات شامل ہیں۔

کافی دیر تک مذہبی امور پر گفتگو راقم کی موجودگی میں ہوتی رہی جو تفصیلاً بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پیر صاحب نے وفد کی چائے سے تواضع فرمائی اور تمام گفتگو عربی زبان میں ہوتی رہی۔ ازاں بعد وفد کی حسب خواہش اجازت پر اخلاقی قدروں کے مطابق الوداع کہتے ہوئے رخصت کیلئے گئے۔

حافظ پیر سید گلاب شاہ صاحب اور حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے متعلق ہر چند جدید کرامت نامہ ایک تذکرہ بیان کرتے ہیں تفصیلات دی جا چکیں ہیں لیکن ڈاکٹر احمد حسن قلعہ قریشی قلعہ داری کی غیر مطبوعہ کتاب تذکرہ ... 1983 سے کچھ اقتباسات ملے ہیں جو قارئین کی دلچسپی کیلئے مندرجہ ذیل ہیں۔

حافظ پیر سید گلاب شاہ صاحب

حافظ پیر سید رشید الدولہ صاحب کے والد ماجد جو بڑے جید حافظ تھے نہایت خوش الحان اور نہایت بلند بانگ سنے میں آئے ہیں۔ جب آپ آواز ریکارڈ کرانے گئے تو بلندی آواز کے باعث دو دفعہ وہ شیشہ (؟)crack ہو گیا جس میں آواز بھری جاتی ہے۔ آخر آپ سے یہ منت کی گئی کہ آواز ذرا پست کریں آواز پست کر کے دو رکوع قرآن مجید آپ نے ریکارڈ کرائے ان میں ایک رکوع سورۂ یٰسین کا ہے اور ایک رکوع سورۃ الرحمٰن کا۔ یہ دونوں ریکارڈ اب تک حافظ صاحب قبلہ رحمتہ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ پاک میں محفوظ پڑے ہیں۔ حافظ صاحب علیہ الرحمتہ کی روز کی منزل سات پارے تھی۔ موسم سرما میں کمرے کے اندر بیٹھ کر تلاوت فرماتے اور موسم گرما میں مکان کی چھت پر۔ خدا نے آپ کے گلے اور سینے میں اتنی طاقت دے رکھی تھی کہ سات پارے کی پوری منزل نہایت خوش الحانی سے اور پوری بلند آواز سے تلاوت فرماتے۔

رات کو تہجد سے پہلے حاجات سے فارغ ہونے پر اور وضو کر چکنے کے بعد آپ پڑھنا شروع کرتے۔ جب اعوذ کی آواز سنائی دیتی تو گاؤں کی عورتیں بانگ کے جاتے جاتے پڑتے اور ایک دوسرے سے کہتے " اٹھو حافظ صاحب جاگ پڑے ہیں۔ دو بج گئے ہیں۔"

ایک دفعہ کسی ضرورت سے آپ جموں شہر تشریف لے گئے وہاں پر آپ کو کچھ دن قیام کرنا پڑا۔ حسن اتفاق سے آپ کا قیام ایک ایسی بیٹھک میں ہوا جو سر بازار تھی۔ اپنے معمول کے مطابق جب آپ قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے تو وہاں سے گزرنے والے سب لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت بازار میں رک جاتے جتنا عرصہ تلاوت جاری رہتی۔ سامعین دم بخود رہتے کوئی آپس میں کھسر پھسر نہ

Marfat.com

کرتا بلکہ اونچی سانس بھی نہ لیتے اور جب آپ ختم کرتے تو کوئی شخص وہاں سے جانا نہ چاہتا۔ سب لوگ باول نخواستہ بوجھل قدموں سے اپنے اپنے کاموں کو جاتے اور واہ واہ سبحان اللہ کا ذکر برساتے جاتے۔ سامعین کی تعداد دن بدن بڑھتی جاتی اور جب ان میں مہاراجہ جموں کے امراء بھی آنے لگے تو انہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں مہاراجہ انہیں طلب کر لیں اس لئے راتوں رات وہاں سے چلے گئے۔

سننے والے عوام و خواص سب آپ کی خدمت میں نذرانہ اور ہدیہ پیش کرتے مگر آپ یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیتے کہ میں قرآن شریف بیچتا نہیں اپنا فریضہ سمجھ کے اسے پڑھتا ہوں۔

ایک دفعہ پشاور سے ایک آدمی حافظ صاحب قبلہ کی زیارت کرنے اور ان کی زبان مبارک سے قرآن حکیم سننے کے لئے آیا۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا تو آپ دربار شریف حضرت شاہدولہ میں بیٹھے تھے۔ مہمان نے اپنی درخواست پیش کی۔ آپ نے قبول فرمائی اور پوچھا کہ کون سے مقام سے سننا چاہتے ہو۔ اس نے کہا "سورہ الرحمن"۔ دو زانو بیٹھ گئے حافظ صاحب بھی اور سننے والے بھی۔ ابھی آپ نے اعوذ بھی پوری نہ پڑھی تھی کہ اس شخص پر وجد طاری ہو گئی۔ حافظ صاحب پڑھتے جاتے اور وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپتا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ حافظ صاحب قبلہ قرآن حکیم کی تلاوت نہیں فرما رہے تیز دھار چاقو ہے اس کے جسم کے ٹکڑے کاٹ رہے ہیں۔ حافظ صاحب ڈر گئے کہ کہیں یہ شخص شہید تلاوت ہی نہ ہو جائے۔ آپ رک گئے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر دم پڑھا۔ جب اس کا دم میں دم آیا تو اس نے ایک نہایت قیمتی کابلی دھسہ پیش خدمت کیا۔ مگر حافظ صاحب قرآن کے عاشق، قرآن کے ناموس، قاری اور سننے والے دونوں ایک دوسرے کے روبرو دو زانو ہوئے۔ ہر شے سے بے نیاز بولے "بھائی! تم تو ہمارے مہمان ہو مہمانوں کے پیسے تو نہیں لیے جاتے۔ تم یہ اٹھاؤ پہلے اس دھسے کو اپنا سمجھ کر پہنتے تھے اب ہمارا سمجھ کے پہننا اور لطف لینا۔"

حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب

حافظ پیر گلاب شاہ صاحب کے قابل فخر و امتیاز فرزند ارجمند جن کی تاریخ پیدائش پندرہ اگست 1890ء اور [illegible] 1986 کو راہی ملک عدم ہوئے۔ اردو، فارسی، عربی کے جید عالم، ہندی، انگریزی اور سنسکرت میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ زبان کے عالم ہونے کے علاوہ وہ فن طبابت میں منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ آنکھیں اور نبض دیکھ کر صورت دیکھ کر مرض بتا دیتے۔ اکثر مریض پوچھتے "حکیم جی! اموں کی اے"

"بی بی! دوا صرف یہ ہے دوائے فائدہ دیتا ہے مجھے میں تو اتنی بیماری سمجھ آئی ہے۔ سب دوائے فائدہ دیتا ہے۔" بہت غریب لوگ پوچھتے۔ یہ بے نیازی حکیموں اور ڈاکٹروں کے شفاخانوں میں کم ہی دیکھی جاتی ہے۔ مریض صرف یہاں کی دوا لیتے۔ نسخہ وہ دور سے آیا ہو تو دوا کی شیشی پڑیا مریض کے ہاتھ میں دیتے اور ان چیزوں کی فہرست بتاتے جن سے پرہیز لازم ہو۔ دوا کی قیمت نہایت تھوڑی چارج کرتے۔ اکثر مریضوں سے دوا کی قیمت بھی نہ لیتے۔ اگر کوئی بار بار قیمت ادا کرنا چاہتا تو خندہ پیشانی سے ہدایت دیتے تھے "بھائی کی قیمت لے لی ہوئی ہے۔"

فن طبابت کے علاوہ تفسیر قرآن سے بڑا گہرا شغف رکھتے۔ جونہی مریضوں کی بھیڑ ختم ہوتی مطب میں ہی ایک طرف درس قرآن شروع کر دیتے۔ قرآن بالقرآن کی تفسیر کے ایسے ماہر کہ اصل جن مطالعہ کرتے تو وہ بھی پانی بھرنے لگے۔

علم مناظرہ میں وہ ید طولیٰ رکھتے تھے جو خانوادہ حضور شاہدولہ کے اجداد جن میں پشتہ در پشتہ چلا آ رہا تھا۔ جناب حکیم صاحب جب مناظرہ میں بیٹھتے تھے تو بڑے بڑے بھی چند ہی منٹوں میں ہتھیار ڈال دیتے۔ فتح کا پرچم آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور ساری برادری بلا استثناء آپ کے موقف کو بالاجماع و اقرار و عقیدت خاطر تسلیم کرتی۔

راقم الحروف کو قبلہ حکیم صاحب سے قرابت کا شرف حاصل تھا مگر تلمذ بھی بہت زیادہ نہیں [illegible] مکتب خدمت [illegible] رہے۔ مطلب اس سے یہ کہ مجھے آپ کو قریب سے جاننے کا فخر حاصل ہے اس کے باوجود مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مختلف علوم و فنون میں آپ کے استاد کون تھے۔ کبھی استاد کے سامنے آپ زانوئے تلمذ تہہ کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ [illegible] میں کتابیں دبائے کسی مکتب میں بغرض تدریس و تعلیم جاتے دیکھا تھا۔ ان کا سارا علم غیبی معلوم ہوتا۔ اطباء کی مجالس جن میں صدارت

Marfat.com

سے فرائض حکیم محمد حسن قریشی اور حکیم احمد سعید صاحب ادا کر رہے تھے ان میں اگر کوئی اختلافی مسئلہ زیر بحث آتا تو جیت ہمیشہ پیر صاحب کی ہوتی اور مجلس اس نعرہ پر ختم ہوتی: "واہ، واہ پیر رشید الدولہ صدقے حکیم رشید الدولہ!"

نوٹ: پیر صاحب جہاں دیدہ، زیرک اور دور اندیش شخصیت واقع ہوئے۔ اُنکی پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ انور اور میں اپنی بیوی کے ساتھ وینزویلا میں مقیم ہو کر رہ گئے۔ بدقسمتی ہماری غیر حاضری میں پیر صاحب خالق حقیقی سے جا ملے۔ انور کا بڑا بیٹا ناصر امین شازی الدولہ میرے (پیر نصیر) بنگلے Quinta Porzana شہر Cumaná، وینزویلا میں رہ رہا ہے۔ اُس سے چھوٹا عدیل انور الدولہ کمپیوٹر سائنس میں M. Sc. کرنے کے بعد نیویارک میں ملازمت اور ساتھ Ph. D. کی ڈگری حاصل کرنے کیلئے ریسرچ کر رہا ہے۔ ہماری بیٹی غازیہ پروزانہ نصیر الدولہ جمشید Pathalogist اور اندریس عقیل نصیر الدولہ جمشید Economist لندن میں ملازمت کر رہے ہیں۔ ریٹائر ہونے کے بعد پہلے میں اور فرخ گجرات واپس لوٹے اُسکے چند سال بعد انور بھی ریٹائر ہونے کے بعد واپس پہنچ گیا جس دیوان خانہ میں میری پیدائش ہوئی اور میں پروان چڑھا پیر صاحب کی خواہش تھی کہ میرا اور میری بیوی فرخ کا آخری سفر بھی وہاں سے ہی شروع ہو لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میں اور فرخ جو کہ ایک لاعلاج مرض کا شکار ہے، ...مکان الہٰی کالونی جلالپور روڈ، گجرات میں رہ رہے ہیں۔ کل صبح پانچ بجے کے قریب یعنی 8 ستمبر 2003 کو غازیہ عقیل اور... سے انور لاہور ایئرپورٹ پر پہنچ رہی ہے تاکہ اندریس عرف شبو کی بارات اور عدیل کا ٹیلیفون پر نکاح 22 ستمبر 2003 لاہور میں کی تیاری کریں۔ 20 ستمبر کو ناصر امین عرف شازی بھی وینزویلا سے چند دن نیویارک میں عدیل کے پاس رہنے کے بعد لندن پہنچ رہا ہے۔ پھر شبو اور شازی دونوں گجرات، پاکستان پہنچ جائیں گے۔

بہن بھائی کا ستر سال بعد ملاپ!

راقم کے والد حافظ امین الدولہ اکثر کشمیر جایا کرتے اور ان کے ساتھ ہمیشہ یار و احباب کے علاوہ چند ایک ملازم بھی ہوا کرتے تھے۔ وہ پونچھ کے راستے جاتے۔ ان کی ملاقات کا ذکر ان کے بالک سید پیر باقر شاہ جو ابھی بقید حیات ہیں جو ذکی، جموں و کشمیر میں پنی چیری مریدی کرتے ہیں اور ان کا اثر اس علاقے میں دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔

پیر باقر شاہ سے میری ملاقات پر انہوں نے انکشاف کیا کہ مجھے کشف پیر امین الدولہ سے ہی ملا ہے۔ وہی میرے مرشد ہیں انہی کی بدولت آج جو کچھ ہیں ہوں۔ اسی دوران انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ حافظ صاحب یہاں تشریف لائے اور دیکھا کہ ایک بچہ پونچھ کے بغیر ...رینگتا ہوا قریب آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کا چچا بھی تھا جس نے کہا کہ بچے کے گلے میں جو تھیلی ہے حسب توفیق اس میں کچھ ڈال دیں۔ حافظ صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی پیر رشید الدولہ سے کہا "بھائی خدا مل رہا ہے اگر خریدنا چاہتے ہو تو خرید لو"۔ اس پر بڑے بھائی کا حکم بجا لا اس کے چچا کو 30 روپے ادا کیے اور بچے کو پیر رشید الدولہ صاحب نے کندھوں پر اٹھا لیا۔ بچے کا نام فضل الٰہی تھا۔ پیر رشید الدولہ صاحب سے اس بچے کو اتنی رغبت ہوئی کہ وہ ان کے کندھوں سے نیچے آتا ہی نہ تھا۔ جب بھی اس کو کندھے سے نیچے اتارنے کی کوشش کرتے تو وہ رونا شروع کر دیتا۔ جب کوئی اور اٹھاتا تو مزید روتا جس پر حافظ صاحب اپنے بھائی سے کہتے۔ اس واقعہ کا پیر تم سے ہی مانوس ہو گیا ہے۔ چنانچہ جموں و کشمیر سے گجرات تک وہ بچہ پیر صاحب کے شانوں سے نہ اترا۔ اس ابتدائی تعلق کی ہی بدولت پھر پیر رشید الدولہ صاحب نے ہی اس کی پرورش اپنے بیٹوں کی طرح کی۔

ڈاکٹر نصیر الدولہ یا پیر عزیز الدولہ (چن پیر) ہم عمر ہونے کی وجہ سے آپس میں جھگڑتے تو ہماری دادی اماں اپنے ہی بچوں کی سرزنش کرتیں اور فضل الٰہی کی ہمیشہ طرفداری کرتیں۔ اس طرح یہ بچہ سن بلوغت کو پہنچا۔ کچھ عرصے بعد پیر صاحب نے اُسے فوجی کیلساٹیل مل جہلم میں بھرتی کروا دیا۔ وہاں پر عرصہ دس سال رہنے کے بعد وہیں پر اپنے استاد کی بیٹی سے شادی کر لی۔

بچپن سے لے کر اس عمر تک جموں کشمیر سے اس بچے کی تلاش میں کئی لوگ آتے رہے لیکن چونکہ حافظ صاحب یا پیر رشید الدولہ کی وفات کے بعد کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ بچہ کہاں ہے۔ 1998 میں فضل الٰہی کا بھانجہ محمد شفیع ٹھیکیدار جو شیل آئل کمپنی میں کام کرتا تھا، اکثر اوقات دربار حضرت شاہدولہ صاحب آیا کرتا۔ اُس نے اپنی متواتر کوششوں سے کھوج نکال لیا کہ فضل الٰہی کس جگہ

Marfat.com

پرورش ہوئی اور کون اس کا ذمے دار تھا۔ پہلی دسمبر 1998 میں محمد شفیع اور محمد بشیر دونوں بھائی میرے گھر آئے اور انہوں نے فضل الٰہی کے متعلق تمام کوائف کی نشاندہی کی تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی بچہ ہے جو جموں و کشمیر سے پیر حافظ امین الدین اور پیر رشید الدین لائے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ فضل الٰہی کے باپ کا نام راجو اور اس کی ایک بڑی بہن ابھی زندہ ہے جس کا نام ... ہے اس کی پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے جن کے نام ملک محمد بشیر جو آج کل سعودی عرب میں ہے چھوٹا ملک محمد شفیع جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کی موجودہ رہائش محمد شفیع، مکان نمبر 573، زنی، ماڈل ٹاؤن، ہمک روڈ، اسلام آباد۔ تیسرے بیٹے کے بارے میں معلومات نہ ہو سکیں۔

اس کے بعد فضل الٰہی اپنی زوجہ، تین بیٹیوں اور تین بیٹوں کے ہمراہ میرے ساتھ ڈوڈی، جموں و کشمیر گئے جہاں پر فضل الٰہی کے تمام عزیز و اقارب سے ملاقات ہوئی۔ سب لوگ بہت خوش تھے یہ ملاقات ایک معجزہ تھی۔ ... سال بعد یہ رقت انگیز ملاقات جس میں جذبات کا اظہار آنسوؤں کی شکل میں نمایاں تھا۔ فضل الٰہی کو بتایا گیا کہ اس کی جائیداد ابھی تک اس کے نام چلی آ رہی ہے لیکن فضل الٰہی نے اپنے اس ملاپ کو بیچنا نہیں چاہا اس نے کہا کہ اس پر میرا کوئی حق نہیں یہ سب آپ آپس میں بانٹ لیں مجھے صرف آپ لوگ چاہئیں۔ میں اپنے بہن بھائیوں سے مل کر محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بہت کچھ مل گیا ہے۔

اس کے علاوہ پہاڑ کے لوگ ابھی تک حافظ صاحب کو یاد کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ... سال بعد پیر صاحب کی پیشین گوئی تھی کہ ان کا بیٹا اس علاقے میں آئے گا جس جگہ پر میں مقیم تھا وہاں پر لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا۔ جو کوئی یہ خواہش کرتا کہ حافظ صاحب کا بیٹا ہم پر درود اور دعا کرے کہ ہمارے سب مسائل دور ہوں۔ میرے لئے یہ بہت مشکل گھڑی تھی میں اپنے آپ کو محسوس کرتا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا لیکن وہ لوگ مجھے کہتے کہ اگر آپ حافظ صاحب کے بیٹے ہیں تو ہمارے لئے یہی کافی ہے۔ ہم جو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ ہمیں مل جائے گا آپ پریشان نہ ہوں۔ اس پر طرہ یہ کہ سید قربان علی شاہ صاحب جو اس علاقے کے مانے ہوئے پیر سمجھے جاتے ہیں وہ میری قدم بوسی کرتے اور مجھے چارپائی پر بٹھا کر خود نیچے بیٹھتے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر ہر کوئی یہی خواہش کرتا کہ حافظ صاحب کے بیٹے نصر الدولہ ... اب ہمارے رہنما ہیں۔ اس کے علاوہ سید قربان شاہ صاحب نے مجھے حافظ صاحب کے چند ایک معجزات کے متعلق بتایا:

ایک دفعہ حافظ صاحب اور سید قربان علی شاہ صاحب پونچھ کے راجہ سے ملاقات کر کے واپس ڈوڈی آ رہے تھے کہ راستے میں بارش شروع ہو گئی۔ اس بارش میں حافظ صاحب نے آواز دی ”ہے کوئی جو مہمانوں کو پناہ دے۔“

ایک بڑھیا نے اپنی چھوٹی سی جھگی کا دروازہ کھول کر ان دونوں کو پناہ دی۔ حافظ صاحب نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ”کوئی صاحبہ کچھ کھانے کے لیے ہے۔“

بوڑھی عورت نے جواب دیا ”میرے پاس صرف ایک پیاز اور ایک مرغی ہے۔“

حافظ صاحب نے فرمایا ”بابا مرغی کو ہم کہتے ہیں کہ انڈہ دے تاکہ پیاز سے سالن بن سکے۔“ پھر پیر صاحب نے مرغی کو حکم دیا ”بھئی ہم مسافر لوگ بھوکے ہیں۔ ہمارے کھانے کے لئے ایک انڈہ دو۔“ تھوڑی دیر بعد مرغی نے ... نکالا اور ایک انڈہ دے دیا۔ اس پر بڑھیا نے پیاز سے سالن تیار کر کے مہمانوں کو پیش کیا۔

اسی طرح ضلع جموں و کشمیر میں حافظ صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اس مسجد کے ساتھ ایک چشمہ تھا جس پر بیٹھ کر عبادت کیا کرتے۔ ایک دفعہ علاقے میں قحط پڑ گیا۔ بارش کافی عرصے سے نہ ہوئی تھی۔ گاؤں کے لوگ جمع ہو کر پیر صاحب کی عبادت کی جگہ پر گئے اور درخواست کی ”حضور دعا کریں بارش ہو جائے۔“

حافظ صاحب نے تکیہ میں عبادت شروع کر دی۔ کچھ وقت کے بعد آسمان ابر آلود ہوا اور بوندا باندی شروع ہوئی اس موقع پر لوگوں سے کہا ”دلیہ پکا کر لاؤ“ اور پھر حکم دیا کہ دلیہ پکا کر لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ یہ رسم آج بھی زندہ و جاوید ہے۔

اسی سلسلے میں پیر قربان حسین شاہ صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حافظ صاحب نے ڈوڈی میں دو پہاڑوں کے درمیان چلہ کاٹا۔ چالیس دن تک حافظ صاحب رات دن ان پہاڑوں کے درمیان رہے مگر کسی فرد نے بھی نہیں دیکھا کہ انہیں خوراک اور پانی کون مہیا کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس جگہ کا نام ”پیر دو گھیا“ رکھ دیا گیا جس جگہ یہ چلہ مکمل کیا گیا وہ جگہ اب تک موجود ہے جہاں پر میں نے پیر حافظ صاحب کے نام ایک علم بھی نصب کیا۔

Marfat.com

داستان گو

مصطفیٰ کمال

مصطفیٰ کمال صاحب نے اندازاً 1912 کے لگ بھگ شادیوال گاؤں جس کا اس وقت کا نام ختمی مفتیاں تھا، کے ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ مارچ 1997 میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس خاندان کا علم و ادب سے گہرا تعلق تھا مگر خزاں کی زرد آندھی چلی یوں چلی کہ آپ طالب علمی کے زمانے میں ہی پدری شفقت سے محروم ہو گئے اسی طرح آپ کا نہ صرف روشنیوں کے لئے درسوں سے رشتہ ٹوٹا بلکہ زندگی باعزت بنانے کیلئے آپ نے روتی ہوئی ہیر کی طرح نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر ہنستے رانجھا کی طرح اپنا پیارا وطن بھی چھوڑا۔ فوج میں بھرتی ہو کر آپ نے جنگِ عظیم دوم میں اتحادی فوجوں کیساتھ عراق لیبیا اور نہ جانے کس کس محاذ پر جوہر دکھائے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے

"کوئی ہم سا تو جیتے جی وہ میت ہیں بے گور و کفن
غربت جس کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا"

اسی طرح جب جنگ کے مہیب سائے چھٹے تو آپ واپس گھر آئے اگرچہ فکرِ معاش ابھی ختم نہ ہوئی تھی مگر زمانے کے سرد و گرم نے آپ کی زنبیل میں تجربے اور مشاہدے کے بہت سے چمکتے ستارے جمع کر لیے تھے۔ اس اندوختے کے ہونے سے کوئی گردش آپ کے راستے کی رکاوٹ نہ بنی اور جلد ہی آپ کی [illegible] جہلم میں بطور ڈرائنگ ماسٹر تعیناتی ہوئی جہاں ساٹھ سال کی عمر تک کام کرتے رہے اور ریٹائرمنٹ پر جونیئر برن ہال سکول ایبٹ آباد میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس کے بعد گجرات اپنے گھر میں باقی وقت گزارا۔

مصطفیٰ صاحب کا علمی و ادبی ذوق خاصا دلچسپ تھا۔ محفل میں بیٹھ جائیں تو لوگ اُن کے گرویدہ ہو جاتے۔ آپ کو فارسی، اردو، پنجابی، ہندی کی بہت سی نظمیں اور اشعار ازبر تھے۔ اسی طرح بہت سے اکابرین کی تقریریں آج تک یاد تھیں۔ یہی نہیں اسی لب و لہجے اور حسنِ ترتیب میں وہ اشعار سنایا کرتے۔ خاص طور پر نواب بہادر یار جنگ، سبھاش چندر بوس، علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی سے وہ بہت متاثر تھے۔ قصہ گوئی میں ان کا ثانی شاید کئی صدیوں تک گجرات کی سرزمین پیدا نہ کر سکے۔ مفتی مصطفیٰ کمال صاحب یوں تو بے شمار خوبیوں کے مالک تھے یہاں کس کس صفت کا ذکر کروں۔ اُن کے کون کون سے وصف گنواؤں۔ اُن کی اچھی باتیں اتنی طویل ہیں کہ ان چند صفحات میں سما نہیں سکتیں۔ اس لئے قارئین کیلئے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جو اس دور کے ثقافتی کردار اور افعال کا آئینہ دار بھی ہے۔

یہ اس وقت کی بات ہے۔ جب برصغیر پاک و ہند بالخصوص متحدہ پنجاب میں بے اعتمادی کی فضا پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ابھی نفرتوں کی آگ سلگی نہ تھی۔ دریا کے پانی ٹھنڈے اور میٹھے تھے ان میں سرخی کہیں آئی نہیں تھی۔ بیلوں میں بانسری کی مدھر تانیں بکھرتی تھیں۔ ہیر وارث کی کافی پر بیٹھ کر ڈھولے اور ماہیے گاتے۔ فضا میں چاروں اور محبت کے گیتوں کی گمگی چھائی ہوئی تھی۔ چوپال اور ڈیروں میں وارث شاہ کی ہیر کا گانا یہاں میاں محمد بخش صاحب کی مثنوی سیف الملوک کا پڑھنا اور میاں محمد بوٹا کی سی حرفی کا سننا لوگوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایسے ہر دور میں پنجاب میں ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اچھی آواز سے نوازتا اور وہ سر اور لے کے ریاض کرتے اس سے بناوٹ اور روایتی انداز دیتے ہیں کہ جس محفل میں جائیں آواز کا جادو جگا کر محفل لوٹ لیتے اور اپنی شناخت اور پہچان کو آسان

Marfat.com

بنا لیتے ہیں۔ کمال صاحب کا شمار بھی ایسے ہی خوش قسمت لوگوں میں ہوتا ہے جو نہ صرف خداداد صلاحیتوں سے مالا مال ہیں بلکہ فنون وغیرہ کے فن سے بھی آشنا تھے۔ کمال صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ بیساکھی کے میلہ پر اسٹن آباد کے ذیلدار اور نمبردار نے میلہ کے موقع پر پنجاب بھر سے گانے والوں کو دعوت دی کہ وہ عورت کے حسن کی تعریف تہذیب کے دائرہ میں رہ کر کریں تو اول آنے والے کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ ویسے ہر پارٹی کے آنے جانے کا کرایہ، رہائش اور کھانے کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔

کمال صاحب نے جب یہ اشتہار اخبار میں پڑھا تو چھٹے جوڑی والے استاد سے مشورہ کیا اور انہیں [illegible] کی تلاش شروع ہوئی۔ ان دنوں شریف پنجابی صاحب اگرچہ دسویں جماعت کے طالب علم تھے مگر ان کی خوشبو دور دور سے [illegible] بہت ہی چھی چھی لڑکیاں بالیاں شادی بیاہ پر گایا کرتی تھیں۔ چنانچہ شریف صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے چلے گئے۔ وہ اس وقت دوستوں کے ساتھ نہر پر نہا رہے تھے۔ [illegible] اور اپنا مدعا بیان کیا انہوں نے خربوزوں سے تواضع کی۔ فارغ ہونے پر شریف صاحب نے کل کے وعدے پر ہمیں رخصت کیا۔ چنانچہ دوسرے دن انہوں نے ایک عظیم نظم عطا کی جس کے لفظ لفظ میں اپنے دیس کی مٹی کی خوشبو رچی بسی ہوئی تھی اور وہ زبان استعمال کی جو کسی ترجمہ کی محتاج نہیں سننے والے لوگوں میں ہوتی ہے۔ بہرحال انہوں نے بڑی محنت سے اس کی بندش تیار کی کہ کانوں کے راستے بغیر اذن دل پر اثر کرے اور میدان میں ایسے رنگ جما دے کہ [illegible] اول انعام کی مستحق ٹھہری بلکہ انعام و اکرام اور محبتوں کی بارش ہوئی۔ [illegible] زبردست مقبولیت کے بعد [illegible] والوں نے عزت بخشی۔ [illegible] انہیں ذاتی مہمان کی حیثیت سے ٹھہرایا اور اسی نظم کے سننے کی فرمائش کرتے رہے۔ اس نظم میں یادداشت میں لغزش کی وجہ سے کچھ خامیاں تھیں جن کی اصلاح مشہور dermatologist ڈاکٹر اعظم چوہدری صاحب نے فرمائی

"تیرا پنڈا پوری توت دی تیری کمراں ورگی بانہہ
تیرے تل نے کچل کریدے تیرا جوبن ون دی چھاں
ایہہ چھاں ساں سدا نہ رہیاں رہے سدا اک اس دا ناں
اسیں رب سچیں گورئیے آ پہنچے ایس کراں
اساں جیب دوپہر گذارنی اساں بہنا ایں پراں
اساں پنڈ نہ پانے جوئیاں اساں ملنا نہ ہتھی تھاں
کی بلکے پاسے بیٹھنا ایہہ دنیا اک سراں
تیرے جوبن ونگوں گورئیے اسیں جیہے مسافر ہاں"

کمال صاحب ویسے تو فقہ جعفریہ سے منسلک نہیں تھے مگر ان کی خوش الحانی کی وجہ سے اہل تشیع انہیں پنجاب کے دور دراز علاقوں میں مجالس عزا میں نوحہ خوانی اور ماتم کے لیے بلایا کرتے بڑی دلجمعی و شدت کے ساتھ قطع نظر اس کے کہ ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا جایا کرتے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق جو ولی جہاں بھی چل رہا ہے ٹھیک ہی ہو۔ آخر تم مرا [illegible] سنے تو بات ختم ہوئی لیکن بات تو ابھی شروع ہوئی ہے۔ اس عزت اور شہرت نے کمال صاحب سے ایسا [illegible] کہ جس سے عقل مندوں کی عقل دانش اور ہوشمندوں کی فہم و فراست دنگ ہو کر رہ جائے مگر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے وہ اس کٹھن ابتلاء سے بھی کامیاب و کامران ہو کر نکلے۔ ہوا کچھ یوں کمال صاحب بتاتے ہیں ایک دن والد صاحب نے انہیں بلایا اور کہا کہ میاں گانا بجانا ہم جیسے اشراف کا کام نہیں۔"

یہ سن کر ایک دفعہ تو انہیں زبردست دھچکا لگا اور دنگ ہو کر رہ گئے مگر چند لمحوں بعد میں جب ذرا نارمل ہوئے تو یہی [illegible] میلوں کی فلم ان کی آنکھوں میں گھوم گئی اور ایک دفعہ والد صاحب کے الفاظ کانوں میں گونجے۔ پھر کیا تھا ایک حقیقت آشکار ہوئی کہ آواز کس کی تھی ------ یہ تو وہی ہستی ہے ------ جسے انہوں نے خدا کا روپ جانا ہے کیا تھا، والد صاحب کے پاؤں پکڑے اور ہاتھ باندھ کر عہد کیا کہ آئندہ گانے کو profession نہیں بناؤں گا۔ خدا کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں کہ اس عہد نبھانے کی توفیق عنایت فرمائی ------ ورنہ Folk songs میں عالم لوہار کا نہیں بلکہ مفتی کمال کا نام ہوتا۔

Marfat.com

مصطفٰے کمال صاحب ایک صبح سفید شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ میں Pension book تھی، کوئی 8 بجے کے قریب راقم کے پاس تشریف لائے چونکہ وہ قریباً 11 بجے دن کے رونق افروز ہوا کرتے۔ راقم نے حیرانگی سے پوچھا ''کمال صاحب کمال ہے اس وقت آپ کی آمد اور کمال کا سفید لباس!''

''پیر صاحب National Bank Circular Road سے pension لینے جا رہا ہوں۔''

''کافی وغیرہ ہو جائے۔''

''نہیں مقررہ وقت پر آؤں گا۔''

پھر ملاقات نہ ہو سکی۔ 27 مارچ 1997 کو تقریباً 10:30 اُسی روز خالق حقیقی سے جا ملے۔

زیر نظر واقعات کمال صاحب حضرت پیر رشید الدولہ صاحب کو کئی سالوں سے گاہے بگاہے سنایا کرتے۔ جب راقم ویزویلا سے آجرات ونا تو 1994-1996 تک کمال صاحب نے یہ واقعات تحریر کرائے۔

کمال صاحب کہا کرتے ''دو قسم کے انسان کبھی اہم حیثیت حاصل نہیں کر سکتے ایک وہ جو وہ کبھی نہیں کرتے جو کچھ اُن سے کہا جائے اور دوسرے وہ جو صرف وہی کرتے ہیں جو اُن سے کہا جائے۔ خدا نے جتنے انسان تخلیق کیے انسان نے اُن سے زیادہ خدا بنائے۔''

سب کچھ لٹا آئے ہو

قبلہ حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب (پیر صاحب) کا شفقت آمیز حکم تھا کہ کمال جب بھی تم جہلم، سروس سے آؤ تو پہلے مجھے ملنے آیا کرو اور جب واپس جانا ہو تو بھی مجھے مل کر جاؤ تا کہ مجھے سکون رہے کہ تم کہاں ہو خیریت سے ہو چاہے گاؤں، شادیوال ہو، چاہے جہلم۔

ایک دن حسب حکم کمال صاحب پیر صاحب کے دیوان خانہ میں حاضری دینے کیلئے آئے تو دھیمی دھیمی بارش ہو رہی تھی۔ قبلہ پیر صاحب اونچی نی بکل مارے بیٹھے دیکھ رہے تھے اور ایک مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''اب تم میرے پاس سب کچھ لٹا کر آئے ہو'' یاد رہے کہ حاکم اور حکیم کے سامنے اگر جھوٹ بولا جائے تو فیصلہ مدعی کے حق میں کبھی نہیں ہوتا'' شادی تمہاری ابھی ہوئی نہیں اور چڑیاں پہلے ہی چگ گئیں کھیت'' یہ سن کر مریض ہکا بکا رہ گیا۔ پھر فرمایا ''تم اپنے باپ کو بلا کر لاؤ اس سے میں تفصیل سے تمہارے علاج کے متعلق بات کرونگا'' پھر کمال صاحب سے مخاطب ہوئے اور بارش دیکھ کر فرمایا ''اے ابر کرم اب اتنا برس کہ وہ جا نہ سکیں۔''

یہی اُن کی شفقت اور محبت کا عالم۔ ازاں بعد اندرون خانہ چائے کیلئے پیغام بھیجا چائے آئی اور پینے کے دوران قبلہ پیر صاحب نے مسکرا کر پوچھا ''کمال صاحب آپ کا کس پر ایمان ہے؟''

کچھ دیر سوچنے کے بعد کمال صاحب نے عرض کیا ''غیب پر ایمان۔''

فرمایا ''تھالہ گاؤں کیطرف جائیں تو راستے میں دو 'غیب' آتے ہیں۔ ایک چھوٹا کالرہ راہ والے کے پاس دوسرا بڑا 'غیب' تھالہ ریلوے سٹیشن کے پاس آپ کا کس پر ایمان ہے؟''

یہ بات سن کر مریض بھی ہنس دیا اور پھر ایک دفعہ مخاطب ہوئے ''کمال صاحب انسانی جسم کے متعلق کیا جانتے ہیں؟ میری مراد حکمت سے ہے۔''

اس پر کمال صاحب نے مشہور زمانہ حکیم دوراں جناب غلام مصطفٰے صاحب کا قول دہرایا ''پاؤں گرم، پیٹ نرم اور سر ٹھنڈا آوے ویدتے ماروں اوہدے سر وچ ڈنڈا۔''

یہ سن کر تبسم فرمایا اور پھر اپنے مریضوں کیطرف متوجہ ہوئے کمال صاحب نے چائے کا شغل جاری رکھتے ہوئے عرض کی ''بارش تھم گئی ہے میری بوڑھی ماں میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ آپ اگر اجازت دیں تو گاؤں جاؤں۔''

حکیم صاحب (پیر صاحب) مسکرائے اور فرمایا ''ماں دوزخ سے بھی آواز دے تو دوڑ کر اُس کے پاؤں چھو لینے چاہیئے۔''

Marfat.com

پھر قبلہ حکیم صاحب نے ان سے ماں کے تقدس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے موتی علی دیوانہ دیال گڑھ کی لاہور سے پنجابی کی کتاب "ساوے پتر" (ملنے کا پتہ عزیز بک ڈپو لاہور) کی ایک نظم "ماں" پیش کی تو دو تین دفعہ تکرار کرنے کی اور حکیم صاحب کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی ملاحظہ فرمائیں:

"ماں ورگا گھن چھاواں بوٹا مینوں نظر نہ آوے
جس توں لے کے چھاں ادھاری رب سورگ بناوے
باقی کل دنیا دے بوٹے جڑ سکیاں مرجھاندے
ایہناں بوٹیاں دے مرجھایاں ایہہ بوٹا سک جاوے
ماواں والے نہر خوشی تھیں وانگ بچے پیندے
رب دی آس یتیماں تائیں جیوندا رکھدی چھڈدے"

حکیم صاحب آنسو بہاتے رہے اور مال صاحب اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ شاید وہ پہلے تھے ان سے آنسو بھی نہ رکے اور آبدیدہ رخصت ہو گئے۔

جھولا

1927 میں مصطفیٰ مال صاحب کے ساتھ ایک لڑکا بنام "جھولا" Govt Industrial School گجرات میں زیر تعلیم رہا، جو گجرات سے جانب شمال دو میل کے فاصلے پر واقع ایک موضع کا رہائشی تھا۔ جھولے کے ماں باپ تعلیم کے زمانے کے دوران بقید حیات تھے۔ اس کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی اور وہ جٹ ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک دن جھولا کا باپ اپنے گاؤں موضع سے ... مذکورہ سکول سے جھولے کے سرٹیفکیٹ کے حصول کے بعد جھولا کو ساتھ لیے مصطفیٰ مال کے پاس بورڈنگ ہاؤس ... ملنے چلے آئے۔ مال نے کلاس فیلو سے حیرانگی کے عالم میں پوچھا "بھیا سکول کیوں چھوڑے جا رہے ہو؟"

جھولے کے والد صاحب نے جواب دیا "چونکہ میں اکیلا ہوں تھوڑی زمین زیر کاشت ہے اب زمینداری کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائے گا۔ اس لئے سکول چھوڑ رہا ہے اور اب تمہارے ساتھ ملاقات کرنے چلے آئے ہیں۔" ساتھ ہی ... نے کہا "جب تم کالا کرو گے تو ہمیں یاد کیا کرو گے۔"

چوہدری ... نے ... کے بعد اپنے گاؤں موضع ... واپس چلے گئے۔ مال صاحب کے ... گاؤں ... میں رہائش پذیر تھے لہٰذا انہوں نے جانے کے دوران اپنے دوست جھولے کے گاؤں ... ملاقات کیلئے جانا ہوتا تھا۔ جھولے کے والدین بھی نہایت شفقت سے جھولے کے دوست والہانہ پیار و محبت کا اظہار کرتے۔ اس قدر مال صاحب کے ... والدین بھی ... محبت نہ کرتے جس قدر جھولے کے والدین مشفق تھے۔

اسی دوران جھولے کے والد ابراہیم کی گائے چوری ہوئی۔ پنچائیت کے فیصلے کے مطابق دوسری پارٹی چور ثابت ہوئی ... ایک مہینہ کی مہلت گائے کی واپسی کی ٹھہری لیکن مہلت پوری ہونے کے بعد جب گائے واپس کی تو یہ وہ گائے نہ تھی بلکہ اس کے برعکس چھوٹی اور نہایت کمزور تھی جو ابراہیم نے لینے سے انکار کر دیا۔ معاملہ عدالت بڑھ گیا۔

ابراہیم کی گائے جنہوں نے چوری کی تھی ... واقع تھا۔ ایک دن ابراہیم ... سے اپنے کھیتوں سے گھر واپس آ رہا تھا۔ اسی دوران شرارت کے تحت ایک نوجوان نے پیچھے سے ابراہیم ... پر ... زمین پر گر گیا اور ابراہیم بھی جھٹکا لگنے سے گر پڑے ہوئے ابراہیم والا ... مشتعل انداز میں ... چھری کا ... درانتی نکال کر مخالف کے پیٹ میں ... موقع پر ہلاک ہو گیا ... دشمنوں نے اسے بھی گھر سے اٹھا دیا۔

پنچائیت نے وقتی طور پر صلح صفائی کرا دی کہ ایک اس پارٹی میں مارا گیا اور ایک اس پارٹی کا ...

Marfat.com

اجتناب میں ہی عافیت ہے۔ بھولا کا ماموں بزرگ وال سے بیلوں کی جوڑی لے کر دوگرا آ گیا کہ بہن کیلئے باجرہ کاشت کیا جا سکے لہذا ایک ہفتہ میں باجرے کی فصل کاشت کردی گئی اور ماموں واپس بزرگ وال چلا گیا۔ بارشیں ہوئیں چھ ہفتوں بعد اپنی بہن کی فصل کی دیکھ بھال کرنے ماموں پھر بزرگ وال سے دوگرا آیا اور اطلاع دی "ایک حجام کی زبانی معلوم ہوا کہ اب مخالفین بھولا کو بھی ٹھکانے لگانے کے پروگرام بنا رہے ہیں چونکہ بھولے کی جان کو بھی خطرہ لاحق ہو گیا لہذا اسے کسی محفوظ جگہ بھیج دیا جائے۔" قرعہ فال کمال صاحب پر پڑا کہ بھولا گجرات سے قریبی گاؤں شادیوال اپنے دوست کے پاس چلا جائے وہاں محفوظ رہیگا لہذا ایک دن بھولے نے دین کی دولت (یقین) اور پیر حسام چنے پر سورج "باب کے ڈیرہ" پر طلوع ہوا۔ ایک رشتہ دار کے ہاں رکھا کھانا کھایا چھوڑ دیا آرام کیا چند گھنٹے میں گجرات پہنچ گیا۔ ناشتہ ایک ہندو کی دکان پر کھا ازاں بعد سیدھا شادیوال اپنے دوست کمال کے گھر آیا۔ کمال کی والدہ چوکھے پر بیٹھی بہت کام کر رہی تھی۔ بھولے نے سلام کیا اور پوچھا "میرا دوست کمال کہاں ہے نظر نہیں آ رہا؟"

"وہ تو بمبئی میں ہوتا ہے۔" کمال صاحب کی والدہ نے جواب دیا۔

"مجھے اس کا پتہ چاہیے۔"

بھولے نے کمال صاحب کی والدہ صاحبہ کو موجودہ صورت حال سے آگاہ کیا پھر کمال صاحب کی والدہ صاحبہ نے بھولے کو کمال صاحب کا Bombay کا پتہ دیا۔ بھولا گجرات واپس لوٹا ہندو دوکاندار کے ہاتھ گھی اٹھارہ روپے میں فروخت کیا۔ ازاں بعد اٹھارہ روپے کرائے نے کا ٹکٹ گجرات سے بمبئی تک جانے کا لیا۔ دو دن اور دو راتیں راستے میں ریل گاڑی کے سفر میں گزر گئیں۔ وہ فرنٹیئر میل میں سوار ہوا جو پشاور سے بمبئی تک جاتی تھی۔ ایک طویل سفر کے بعد Bobmay Victoria Railway Station پر جب اترا وہاں سے ایک رکشہ جو انسانوں میں آدمی کھینچتا تھا والے سے پوچھا "میں نے محمد علی روڈ زکریا مسجد کے پاس جانا ہے۔"

"جانی چار آنے کرایہ لونگا بیٹھ جا ایک سواری اور آ لینے دو۔ کس سے ملنا ہے؟" رکشہ والے نے کہا۔

"میرے شہر کا رہنے والا ہے اس کا نام مصطفیٰ کمال ہے بس اسی کے پاس جانا ہے۔" رکشہ والا مصطفیٰ کمال کو بخوبی جانتا تھا۔ بھولے سے مذاق کیا "فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس یا تھرڈ کلاس میں جاؤ گے؟"

بھولے کو اس بات پر حیرت ہوئی کہ ایک چھوٹے سے رکشہ میں تین کلاسیں کیسے ہونگی لہذا اس امر کی وضاحت چاہی۔

"فرسٹ کلاس یہ ہے کہ سڑک پر پتھر وغیرہ مارونگا۔ کھڈوں، گڑھوں سے بھی بچاؤنگا تاکہ تمہیں ٹھوکر وغیرہ نہ لگے سیکنڈ کلاس یہ ہے سڑک پر پتھر تو ماروں گا لیکن کھڈے، گڑھے نہیں بچاؤنگا۔ ہو سکتا ہے تمہاری کوئی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے میں جواب دہ نہیں ہونگا۔ تھرڈ کلاس یہ ہے میں سڑک پر بیٹھوں گا اور تم رکشہ چلاؤ گے۔"

"چلو پھر تم ہی سواری بن جاؤ میں رکشہ کھینچونگا۔" بھولے نے سوچ کر جواب دیا۔

"تم کمال کے کیا لگتے ہو؟" رکشہ ڈرائیور نے پوچھا۔

"میں اس کا کلاس فیلو تھا۔"

"چلو یار پھر رکشہ میں بیٹھو۔ تم تو اپنے ہی نکلے۔"

زکریا مسجد کے پچھواڑے ایک بڑا دروازہ نصب تھا جو کہ "پنجابی لاج" کے نام سے مشہور تھا۔ لاج میں پنجابی کثیر تعداد میں آباد تھے۔ درمیان میں چار نلکے لگے ہوئے (پانی میونسپل کمیٹی کے گھر سے کافی پریشر سے آتا) 16 کمرے تعمیر شدہ تھے۔ چار کمروں میں مقیم افراد وایک نمبر کے بدمعاش تھے اگر ایک نلکہ خالی پڑا رہے تو کوئی جرات نہ کرتا کہ اسے استعمال کرے۔ ہاں البتہ اجازت لیکر پانی لیا جا سکتا تھا اور پانی چوبیس گھنٹے موجود رہتا۔

رکشہ والا بھولے کو ساتھ لیکر وہاں پہنچ گیا۔ بھولے نے کمال کے ایک دوست قمرالزمان (جسے لوگ Q.Z Khan کے نام سے جانتے) جو ایک پرائیویٹ فرم میں مقیم اور نہایت دیانتدار تھا، سے پوچھا "کمال کہاں ہے؟"

"وہ نہا رہے ہیں۔" قمرالزمان نے جواب دیا۔

یہ آواز کمال نے سنی کہ کوئی آدمی اسکے متعلق پوچھ رہا ہے۔ کمال نے نہانے کے دوران اُچٹتی نگاہ سے دیکھا مگر کچھ سمجھ نہ سکا

Marfat.com

کہ یہ کون شخص ہے۔ جب کمال نہا کر باتھ میں بالٹی، صابن اور مگا لیے باہر آیا تو پتہ چلا کہ یہ اس کا دوست جھولا ڈوگر ہے۔

''چلو پہلے تم بھی نہا لو اور کپڑے وغیرہ تبدیل کر لو۔ یہاں تہمند استعمال کرنے کا رواج نہیں۔ میں تمہیں پاجامہ دیتا ہوں۔''
کمال نے اپنے دوست جھولا کی پذیرائی کی۔ اب جو جھولا نے نہا دھو کر پاجامہ کرتا پہنا تو اس لباس میں بہت خوبصورت نظر آیا۔ کھانے کے بعد جھولا نے کمال کو بتایا ''صورت حال نہایت تشویش ناک ہو چکی ہے اور اب میری جان کو بھی خطرہ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اور تمہاری پناہ میں آ گیا ہوں۔''

اتوار چھٹی کا دن تھا رات کے لیے جھینگے کا پلاؤ پکایا گیا یہ پلاؤ عبدالسلام بہاری نے پکایا جس کا باپ بھی ایک انگریز کا باورچی رہ چکا تھا۔ بہر حال نہایت مزیدار پلاؤ بنایا گیا جو سب نے مزے لے لے کر کھایا۔ کھانے کے بعد بیٹھ کر اور گپ شپ ہوتی رہی۔ اسی دوران قمرالزماں نے کہا ''کل میں جھولے کو اپنے سیٹھ کے پاس لے جاؤں گا کیونکہ انھوں ایک ڈرائیور کی ضرورت ہے جو خوبصورت اور صحت مند ہو۔''

دوسرے روز Q.Z. Khan تو واپس آ گیا مگر جھولا نہ آیا اس کا مطلب تھا کہ سیٹھ نے جھولا کو اپنے ہاں رکھ لیا ہے۔ پہلے اس کا لائسنس بنوا دیا گیا۔ ٹریننگ میں جھولے نے ایک ماہر نشانہ باز کی زیر نگرانی ایک سو گولی بھی چلائی۔ تب استاد نے جھولا کی نشانہ بازی پر اطمینان کا اظہار کر دیا اور اسے پستول کا لائسنس بھی مل گیا۔ اب جھولا ڈرائیونگ بھی سیکھ گیا۔ اس کے لیے اسے روزانہ آدھ گھنٹہ ٹریننگ دی جاتی۔ اس دوران میں پٹرول دس آنہ فی گیلن ہوا کرتا۔ کوئی سو روپے خرچ ہوئے اور جھولے کو ڈرائیونگ لائسنس مل گیا۔

قریباً ایک ماہ بعد جھولا پنجابی لباس میں اپنے دوستوں کے پاس واپس لوٹا جبکہ کہ وہ پتلون میں ملبوس تھا اور Hillman گاڑی میں آیا۔ جبکہ نہایت صحت مند تھا۔ بمبئی میں اپنے سیٹھ کے ساتھ گھومنے پھرنے کے دوران کافی بارعب اور وقار شخصیت کے روپ میں دیکھا گیا اور سارے بمبئی سے واقف ہو چکا تھا۔

ایک دن جھولا گاڑی میں اپنے کمال ہوسٹل میں وارد ہوا۔ یہ اتوار کا دن تھا جھولے نے کہا ''میں اپنے سیٹھ سے اجازت لے کر آیا ہوں کہ اپنے بھائی کو بمبئی کی سیر کراؤں۔ گاڑی میں چار گیلن پٹرول ڈلوایا ہوا ہے۔ چلو میں تمہیں کلیان کی سیر کراتا ہوں۔'' کلیان بمبئی سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں ایک پہاڑی پر حاجی ملنگ بابا کا مزار ہے مگر متولی ہندو ہیں۔ روزانہ ہر مذہب کے لوگ دور دراز علاقوں سے زیارت کے لیے حاضری دیتے ہیں مزار شریف تک رسائی کے لیے نصف میل کے فاصلے تک سیڑھیاں تعمیر کرائی گئی ہیں اس مزار سے آدھ میل اوپر کالی دیوی کا مندر ہے جو کہ ایک غار میں واقع ہے یہاں سیڑھیوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ حاجی بابا کے مزار تک جانے کے لیے سیڑھیاں اردگرد گھوم کر اوپر کی طرف چڑھتی ہیں۔

جھولے نے کمال اور Q.Z. Khan کے ساتھ حاجی ملنگ بابا کے مزار پر حاضری دی ایک ہوٹل میں تینوں دوستوں نے دوپہر کا کھانا کھایا جس میں مچھلی نہایت مزیدار پکائی گئی تھی۔ اس کے بعد جھولے نے پورے چھ روپے ٹپ کے طور پر ادا کیے۔ اس کا اصول تھا کہ فی آدمی دو روپے اور جتنا چاہے مرضی کھانے کا بل ہو تو بھی دو روپے ٹپ ہوگا۔

کمال حیرت سے جھولا کی موجودہ صورت حال دیکھ رہا تھا کہ کہاں یہ اکلاس فیل جھولا ڈوگر اور کہاں بمبئی میں بہترین گاڑی میں سوار ایک بارعب جوان اعلیٰ شخصیت سے سیٹھ کی گاڑی چلانے سوٹ میں گھوم رہا ہے۔ اس قدر زبردست انقلاب صرف چند ماہ میں۔

یاد رہے کہ اس زمانے میں ایک Electric Deccan Queen ٹرین ہوا کرتی جو بمبئی سے کلیان، پونا، احمد نگر اور حیدرآباد جایا کرتی۔ روزانہ دو گاڑیاں تھیں۔ ایک بمبئی سے صبح چار بجے حیدرآباد کو جاتی اور دوسری یہاں سے بمبئی کے لیے صبح چار بجے روانہ ہوا کرتی۔ بہت خوبصورت گاڑی تھی۔ ٹرین کے چاروں طرف انجن لگے تھے اور ٹرین کے آخری ڈبے کے پیچھے والی تین فٹ چوڑی گیلری تھی۔ مسافر بیٹھے نہ تھے بلکہ گاڑی میں گھومتے پھرتے تھے۔ dining car اور bathrom بھی تھے۔ پوری ٹرین کے درمیان ہر ڈبے میں پانی، bathroom، کھانا کھانے کے لیے اپنی سیٹ سے بٹن دباؤ تو اگلی سیٹ کی بیک سے باہر آ جاتی۔ جس طرح جہاز کی سیٹوں میں ہوا کرتا ہے۔ ایک ہی کلاس ہوا کرتی۔ بمبئی سے حیدرآباد کا کرایہ 10 یا 15 روپے ہوا کرتا تھا۔ ایک ڈبے میں سامان رکھو ملازم چٹ دے گا سٹیشن پر اترو۔ چٹ دکھاؤ اور سامان والے ڈبے میں سے اپنا سامان لے لو۔ گاڑی کے ڈبے میں صاف

Marfat.com

ایک ہینڈ بیگ لے کر داخل ہو سکتے۔ جب اپنی سیٹ کے سامنے سے پردے کھینچو تو ایک شیشہ لگا ہوا ہے۔ اس کی مدد سے اپنی حجامت بنالو تمام اسٹیشنوں پر پلیٹ فارمز بالکل ٹرین کے ڈبوں کے لیول پر ہوتے۔ آرام سے پلیٹ فارم سے ڈبے میں داخل اور اتر جاؤ۔ یہ گاڑی جرمنی کی بنی ہوئی اور کافی تیز رفتار تھی۔

قریباً نو ماہ کا عرصہ گزرا کہ چھولا منڈیکا سے کمال کے پاس آیا اور ایک خط کمال کے ہاتھ پر رکھ دیا جو اس کے ماموں بزرگوار نے بھیجا تھا: ''تمہاری بہن صغریٰ کنوئیں سے پانی بھرنے کے لیے آرہی تھی کہ راستے میں شریکوں (دشمنوں) کے چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے صغریٰ کو اغوا کر لیا اور کہا اب تم نے اسی گھر کا پانی بھرنا ہے مولوی صاحب کو بلایا گیا مگر اس نے نکاح خوانی سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک اس لڑکی کا کوئی سرپرست یعنی ماں، باپ، بھائی اجازت نہ دے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس پر انہوں نے مولوی کو دھمکی دی۔ جو اس کے سرپرست ہیں اس کا باپ فوت ہو چکا ہے بھائی بھاگ گیا ہے۔ تم نکاح پڑھو ورنہ۔۔۔''

مولوی بیچارہ رعب میں آ گیا لہذا مولوی نے چاروناچار ایک لڑکے سے نکاح پڑھا دیا۔ ماموں نے جو خط لکھا کہ بیٹا تم وہاں خوش رہو میں تمہیں بری خبر سنا رہا ہوں۔ صغریٰ کو وہاں سے ملنے کی اجازت ہے اور اس کو سمجھایا گیا ہے والدہ کی خدمت کرو ہم لوگ تمہارے رشتہ دار ہیں تمہیں روٹی کی کمی نہیں کریں گے اگر تمہاری والدہ کو کسی قسم کی مدد یا ضرورت ہے تو ہم تعلقات برادری کے طور پر پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔ میں دو دفعہ گاؤں جاتا ہوں تو صغریٰ اپنے ارمانوں کا تقاضہ کرتی ہے کہ میں ڈولی میں بیٹھ کر نہیں گئی۔ ماموں نے سر پر ہاتھ نہیں پھیرا ماں نے سر پر ہاتھ نہیں رکھا اور بھائی نے باقاعدہ رخصت نہیں کیا۔ حالانکہ میں اپنے منگیتر سے بیاہی گئی ہوں مگر شہنائیوں کی گونج سے محروم رہی۔ باقی ہم راضی خوشی ہیں تمہاری والدہ صاحبہ (میری بہن) دو دفعہ ان کے گھر میں راضی خوشی گئی ہے۔ انہوں نے عزت سے بٹھایا مگر بیٹا تم ابھی نہ آؤ تو بہتر ہے ہم ابھی ان لوگوں کو مزید دیکھیں پرکھیں گے۔ جب حالات ہماری مرضی کے مطابق سازگار ہوئے تو تب خط لکھیں گے اور تم چلے آنا۔

کمال نے کچھ سوچ کر چھولے سے کہا کہ ہم ابھی پختہ شعور کے حامل نہیں لہذا اپنے سیٹھ صاحب سے مشورہ کر لو۔ وہ تمہیں اپنے بیٹے کا پیار دیتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد چھولا سیٹھ صاحب سے مل کر اور اجازت لیکر کمال کے پاس پنجابی لاج پہنچا اور کہا:

''کل میں گجرات اپنے گاؤں جا رہا ہوں۔''

''دیکھو وقت جو ہونا تھا ہو چکا اب لڑائی جھگڑا کرنے سے گریز کرنا خاموشی سے گھر جاؤ۔ اپنی چھوٹی بہن کے سر پر ہاتھ رکھو اور بہنوئی سے مل کر خیر و عافیت واپس آ جاؤ'' کمال نے چھولے کو سمجھایا۔

سیٹھ نے نو مہینے کی تنخواہ بشرح چالیس روپے ماہوار دیدی۔ کھانا پینا اور رہائش کی سہولیات مفت میسر تھیں۔ تنخواہ کے علاوہ ایک سو روپے بہن کیلئے نقد دیئے علاوہ ازیں تین تھان اچھی قسم کے کپڑے کے بھی، اور سیٹھ نے پوچھا ''گجرات سے تمہارا گاؤں کتنی دور ہے؟''

''بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے'' چھولے نے بتایا۔

''گاؤں تانگے پر جاؤ گے؟''

''جی ہاں۔''

اس پر فہمائش کی ''گجرات سے گاؤں تک سالم تانگہ پر جاؤ۔ دو ٹوکرے مٹھائی اور دو ٹوکرے فروٹ کے لے دیئے۔ پچاس روپے سیٹھ نے اور دیئے کچھ مزید پچاس روپے بمبئی سے گجرات تک کرایہ بھی دیا۔ سیدھے بہن کے گھر جاؤ سب گھر والوں کو درجہ بدرجہ سلام کرنے کے بعد ایک سو روپے بہن کی ہتھیلی پر رکھ دو۔ مقامی رسم و رواج کے مطابق بہنوئی کے ہاتھ میں بھی سلامی تھما دو اور دست بستہ ہو کر کہنا کہ ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف کر دو یہ کہ اب ہم ایک ہو گئے ہیں مجھے خوشی ہے کہ شام سے پہلے ہی آپ نے میری ہمشیرہ سے نکاح پڑھوا دیا ہے۔ میں بہت مشکور ہوں اور شام کا کھانا میرے گھر پر ہی کھائیں۔''

گاؤں میں جب چھولا سالم تانگہ پر سوار داخل ہو رہا تھا تو شریکوں نے دیکھا کہ بڑی آن بان سے چھولا سالم تانگہ پر آ رہا ہے۔ پچھلی سیٹ بھی ہوا سے میں نمایاں اور سامان سے لدا پھندا تانگہ کا رخ انہیں شریکوں کے گھر کی طرف ہی ہے وہ فصلیں کھلیانوں میں

Marfat.com

سنبھال رہے تھے سب کچھ چھوڑ کر جس کے ہاتھ میں جو کچھ آیا لاٹھی وغیرہ وہ آیا تشویش ناک انداز میں گھر کی جانب بھولا کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے لیکن جب شریک گھر میں داخل ہوا تو توقع کے خلاف نقشہ مختلف تھا۔ بھولا نے اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور سو روپے زمین پر پڑے ہوئے تھے جو کوئی بھولا کے نزدیک آتا تو بھولا انکساری سے جھک کر سلام کرتا اور گرمجوشی سے ملتا۔ اس کے تیور حوصلہ افزا اور خیر سگالی کی علامت تھے تاہم اسی دوران بھولا کی والدہ صاحبہ کو کسی نے خبر کر دی کہ بھولا پستول لیکر بہن کے گھر گھس گیا ہے۔ وہ بیچاری چیختی چلاتی وہاں پہنچی تو صورت حال مختلف اور خوشگوار تھی۔ سب نے خیر سگالی کے انداز میں سلام کیا اور بھولے کے ماموں جان کو بھی اس کے آنے کی اطلاع دی گئی وہ بھی ڈوگہ گاؤں پہنچ چکا تھا۔

بھولے کے ماموں کا ایک جوان لڑکا ڈوگہ میں اپنی بہن کے گھر موجود تھا جو ذبح کیا گیا اور روایتی انداز میں گوشت روٹی اور بڑے چاول پکے اور 13 اشخاص کھانے بیٹھے بلائے گئے جبکہ گاؤں کے دیگر لوگ بھی جمع ہو گئے کیونکہ بہت بڑی تقریب منعقد کی گئی تھی اور گزاری نہ آ رہی تھی۔ صورت حال یوں تھی کہ بھولا کی شادی فاطمہ نامی لڑکی جو صغری کے سسرال والے گھر کی بیٹی تھی بھولا کی بہن سے بہ عوض میں اس کے ساتھ طے تھی رسم نکاح کے سلسلہ میں کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ جب تک اس نکاح خواں نے بھولا اور فاطمہ کا نکاح نہ پڑھایا کھانے کیلئے کسی پلیٹ سے نوالہ نہ اٹھایا گیا۔

کچھ دنوں بعد بھولا اپنی بیوی فاطمہ کے ساتھ گجرات سٹیشن پہنچا تو قریباً تیس آدمی اسے الوداع کہنے آئے اور بھولے نے ایک دیسی خالص گھی کا کنستر بطور تحفہ اپنے سیٹھ صاحب کیلئے گاڑی میں بک کروایا۔ بمبئی پہنچ کر فاطمہ سیٹھ کے گھر بیوی کی خدمت کرنے لگی جبکہ بھولا اپنی معمول کی ڈیوٹی سرانجام دیتا۔ پچیس سال بھولے نے بمبئی میں گزارے۔ جب واپس اپنے گاؤں آیا تو اس کے لڑکے جوان ہو چکے تھے گاؤں آ کر چند کنال مزید زمین خریدی اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ قریباً گذشتہ دس سال سے بھولا اپنے گاؤں ڈوگہ میں فوت ہو چکا ہے جبکہ اس کی بیوی فاطمہ بھولا کی زندگی میں ہی فوت ہو گئی تھی۔

بھائی چارہ

1930 میں گورنمنٹ انڈسٹریل سکول کابلی دروازہ گجرات میں ماسٹر چونی لال صاحب ہندو ہوتے ہوئے بڑے اچھے خلیق انسان تھے ہر بچہ یہی محسوس کرتا کہ صرف اور صرف اس سے ہی زیادہ پیار کرتے ہیں۔ اکثر اوقات وہ کلاس میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

"کچھ ہاتھ سے ہو زرباف تو ایم اے لوہار ہو
دیکھئے پھر ملک میں کیسی بہار ہو"
"کس ملک کی جس نے حالت سنواری
وہ ہے دستکاری، وہ ہے دستکاری"
"عزت قوم کی چاہتے ہو اگر
تو اس میں جا کر پھیلاؤ علم و ہنر"

ماسٹر چونی لال صاحب اپنے تجربے کے لحاظ سے اکثر اوقات کہا کرتے کہ موجودہ تعلیم سے نظام سے بچہ پڑھ لکھ کر نکما ہو جاتا ہے۔ یہ نظام تعلیم ہندوستان کیلئے سود مند نہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر بھی بچوں کو سکھایا جانا چاہئے۔ وہ یہ کہا کرتے کہ اگر رات کو چارپائی کی چول ٹوٹ جائے تو ایم اے پاس آدمی چول تک نہیں لگا سکتا اسے کسی اور آدمی کی مدد درکار ہو گی۔ چونی لال نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا "میرا باپ سر پر گٹھڑی اٹھائے گاؤں گاؤں قریہ قریہ پھیری لگانے جایا کرتا۔ چونکہ مجھے سکول سے چھٹیاں تھیں اور میں فارغ تھا مجھے باپ نے اپنے ساتھ پھیری پر چلنے کی ترغیب دی کیونکہ فارغ رہنے سے وقت ضائع ہوتا ہے لہذا تم میرے ساتھ چلو اور پھیری کا کام سیکھ لو۔"

پھیری لگاتے ہوئے شام کو ہم ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو وہاں ایک صحت مند بوڑھا زمیندار اپنے کنوئیں سے کھیت کو پانی

رہا تھا۔ میرے والد صاحب نے پوچھا کہ مہاراج ہم نے رات بسر کرنی ہے اور یہ مال بھی پاس ہے اور ہم باپ بیٹا ہیں بوڑھے زمیندار نے کہا کہ فکر نہ کرو گاؤں آباد ہے اس حویلی میں چلے جاؤ۔ وہاں میرا بیٹا گوپال موجود ہے وہ تمہاری دیکھ بھال کرے گا۔ میں بھی فارغ ہو کر ابھی حاضر ہوتا ہوں چنانچہ ہم حویلی میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان ہمارے پاس آن کر آداب بجا لایا اور ہمارے لئے چارپائی بچھائی۔ گرمیوں کا موسم تھا چنانچہ کنوئیں سے پانی نکال کر حوض میں ڈالا اور ہمیں نہانے کی ترغیب دی۔ ہم نہا کر نکلے ہی تھے کہ بڑے میاں آ گئے (بڑے میاں جو کہ گاؤں کے مکھیا تھے جسے عرف عام میں نمبردار کہا جاتا) اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اونچی آواز میں مخاطب کیا کہ مہمانوں کو دودھ وغیرہ پیش کیا ہے یا نہیں؟ بیٹے نے بتایا کہ ابھی نہا کر نکلے ہیں۔ دودھ وغیرہ کٹورہ اور گلاس چارپائی کے پاس رکھے ہوئے ہیں پھر بڑے میاں نے بیٹے کو کہا کہ گھر جاؤ اور دو آدمیوں کے کھانے کا بندوبست کرو۔ رات کو بڑے میاں نے میرے والد صاحب کو ایک واقعہ سنایا جو کچھ یوں ہے۔

”تھوڑے عرصے کی بات ہے دو ماہ پہلے ایک شخص سوار اپنے گھوڑے پر کپڑے لادے ہوئے آیا اور آپ کی طرح زمین میرے کھیت سے پوچھا مہاراج رات بسر کرنے کے لئے کچھ انتظام ہو جائے گا۔ دیکھئے میرے پاس گھوڑا بھی ہے اور سامان بھی اسی طرح میں نے کہا کہ گاؤں آباد ہے میری حویلی میں چلیں میرا بیٹا آپ کی دیکھ بھال کرے گا۔ مہمان مجھ سے پہلے آ گیا تو بھگت کی اور پہچان بھی لیا کہ آنے والا مہمان مسلمان ہے۔ میں نے حویلی پہنچتے ہی اپنے بیٹے کو رشیدن خاں تیلی کو بلانے کیلئے کہا تاکہ مسلمان مہمان کا مسلمان کے گھر سے ہی کھانے کا بندوبست کیا جائے۔ رشیدن خاں آ گیا تو گلوٹا کالا بدن پہنے حجامت بڑھی ہوئی اور ایک گندا سا رومال جس سے غالباً وضو وصاف کرتا ہوگا کندھے پر ڈالے ایک غریب بہت کنگالی حالت میں آ کر مہمان کو سلام عرض کیا میں نے کہا کہ ہمارے گھر سے کچا سودا لے جاؤ چاول، پیاز، دودھ، گھی وغیرہ لے جاؤ اور اپنے گھر سے کھانا تیار کر کے لاؤ۔ اس نے کہا کہ مہاراج بڑی مدت کے بعد اس حویلی میں مسلمان مہمان آیا ہے آپ فکر نہ کریں میں خود اپنے گھر سے کھانا اور ناشتہ وغیرہ لے آتا ہوں۔ آپ فکرمند نہ ہوں میں اچھا کھانا وغیرہ لاؤں گا۔ چونکہ میں نے اس کو دودھ وغیرہ دینے کی ترغیب دی تو رشیدن خاں نے کہا میں دودھ بھی اپنے گھر سے لاؤں گا میرے گھر میں دو اچھی دودھ دینے والی گائیں موجود ہیں۔ مہمان کے دل میں ایک دفعہ تو اس خیال نے ضرور سر اٹھایا ہوگا کہ یہ خود کتنا گندا ہے تو اس کی بیوی بھی گندی ہوگی لیکن جب وہ صاف ستھری طشتری میں کھانا وغیرہ لایا تو برتن کی چمک دمک دیکھ کر اور کھانے کی لذت سے آشنا ہوا تو گھر والی کے سلیقہ اور نفاست سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا لہذا اس نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور اس قدر لطف اندوز ہوا کہ اس نے رشیدن خاں کو چند روپے دینے چاہے مگر اس نے ایسے ہاتھ پیچھے کر لئے جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا کہ میرے تو نصیب جاگ اٹھے ہیں کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ دائیں بھی مسلمان اور بائیں بھی مسلمان۔ معلوم ہوتا ہے میری قسمت اچھی تھی جو آپ کی خدمت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

”رات کو میرے پاس بہت سے آدمی آئے کچھ قرضہ دینے گئے اور کچھ قرضہ لے کر چلے گئے۔ اسی طرح ٹھاکر کا چھوٹا بھائی موتی لال بھی آیا۔ اس نے پوچھا کر بتایا کہ یہ میرا چھوٹا بھائی ہے اور اس کے زیادہ بچے ہیں میرے تو صرف دو بچے ہیں چند دنوں سے ہمارے درمیان جھگڑا چل رہا ہے اور جھگڑے کی نوعیت یہ ہے کیونکہ میرے صرف دو بچے ہیں میری مرضی ہے کہ میرا چھوٹا بھائی جو کہ زیادہ عیال دار آدمی ہے فصل سے دو حصے لے جائے اور مجھے جس کے کم بچے ہیں ایک حصہ دے لیکن یہ نہیں مانتا اور اس کی ضد یہ ہے کہ تم مکھیا ہو تمہارے بچے اگرچہ کم ہیں مگر مہمان داری بہت زیادہ ہے سرکار سے جو بھی آتا ہے وہ تمہارا مہمان ہوتا ہے تھانیدار، تحصیلدار اور پٹواری وغیرہ آئیں تو تمہارے پاس کوئی راہگیر مسافر آئے تو بھی تمہارے پاس لہذا دو حصے تم لے جاؤ۔ یہ تنازعہ ہے ہم دونوں بھائیوں کے درمیان لہذا ہم دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم نہ تو ہماری ذات برادری سے ہو اور نہ ہی اس گاؤں کے لہذا تم کو ہم نے منصف مان لیا ہے جو تم فیصلہ کرو ہمیں منظور ہوگا۔

”مہمان مسافر نے کہا ایک رسی لاؤ اور مجھے وہ اناج دکھاؤ جس کی تقسیم ہونی ہے۔ ہم اس کے ساتھ کمرے میں لے گئے رسی سے اس نے اناج میں پیمائش کی پھر درمیان میں اس نے نشان لگایا اور ہم دونوں بھائیوں کو ڈلیں لانے کیلئے کہا۔ ہم دونوں بھائیوں نے ڈلوں سے اپنا اپنے حصہ کا اناج ڈھونا شروع کر دیا جو بھائی پہلے آتا وہ ایک ڈل بھر کر اپنے بھائی کے حصہ کے اناج میں

Marfat.com

ڈال دیتا اور ایک بھر کے لے جاتا اور مجھے دست بستہ عرض کرتے ہم نے آپ کا حکم مان لیا۔ آپ بھی ہماری گذارش قبول کریں اور اسے اس ڈل جو میں نے بھائی کے حصہ میں ڈالی ہے نہ بتا میں بعینہ دوسرا بھائی بھی یہی طریق کار اپنائے ہوئے تھا ایک بتا میرا بھائی اس کے بچے زیادہ ہیں اور دوسرا کہتا اُس کا خرچہ زیادہ ہے لہذا اسطرح دونوں بھائی ایک دوسرے کا احترام کرتے اور خیر خواہی کا خیال رکھتے اپنے حصہ سے زیادہ دوسرے کے حصہ میں ڈل بھر کر ڈال جاتا اور دونوں بھائی اس غلطی میں مبتلا رہتے کہ دوسرا بھائی مجھ سے زیادہ لے گیا ہے۔ حالانکہ دونوں نے ایک جتنا ہی حصہ لیا اور مزید سادگی دیکھئے کہ دونوں کے ایک جتنے بھرے (غلہ ذخیرہ کرنے کا برتن) بھر گئے حالانکہ حساب کی رو سے ایک کا آدھا ہونا چاہیے تھا مگر ان کا خیال تھا کہ انصاف کرنے والے کی برکت سے بھڑولے بھر گئے ہیں۔"

وائے حسرت اس دور میں ہماری قوم میں چراغ لیکر ڈھونڈیں تو کہیں سے بھی ان جیسے بھائی نہیں ملتے۔

عورت کی عیاری

منڈی بہاؤالدین جو پہلے گجرات ضلع کی تحصیل مختص تھی۔ اب ضلع بن چکا ہے وہاں کا رہنے والا ایک خوبصورت قد آور گبرو نوجوان جو کہ شادی شدہ تھا، لاہور میں بطور ڈرائیور ایک سرکاری آفیسر کی کار چلانے پر مامور کیا گیا۔ ایک سال کا عرصہ گزر گیا اسے اپنے گھر آنے کی چھٹی نہ ملی۔ جب بھی ڈرائیور نے اپنے صاحب سے چھٹی کی درخواست کی تو صاحب فرماتے "بیگم سے پوچھ لو" کیونکہ اکثر اوقات وہ بیگم کی خدمت میں لگا رہتا۔

دن گزرتے گئے اور ڈرائیور کی چھٹی کا اتوار میں رکھا جانے لگا ایک دن اس نے دل برداشتہ ہو کر بیگم صاحبہ سے چھٹی کی سفارش کی جسارت کر ہی ڈالی "صاحب سے ایک ہفتہ کی چھٹی دلا دیں تاکہ میں اپنی بیوی سے مل سکوں۔" لیکن بیگم صاحبہ نے ٹال مٹول سے کام لیا۔

ایک دفعہ بیگم نے اسے اندر بلایا اور اس کو صوفہ پر بیٹھنے کی ترغیب دی وہ بیچارا گھبرا گیا کیونکہ وہ بیگم صاحبہ کے سامنے صوفہ پر بیٹھنے سے ہچکچاتا رہا لیکن بیگم نے اس کو صوفہ پر بیٹھنے بیٹھنے نادر شاہی کا حکم سنا دیا۔ اب حکم عدولی کی جرات ممکن نہ تھی صوفہ پر بیٹھنا ضروری امر تھا لہذا ناچار بیٹھ گیا اب بیگم صاحبہ جو کہ ایک سے طریق عمل مزین تھی اس خوبرو جوان کے ساتھ جب بیٹھی تو ہر دو جوان تھر تھر کانپنے لگا اور ڈر رہا کہ بیگم صاحبہ سے دور ہٹنے لگا کہ معاملہ کوئی نازک صورت اختیار کر گیا تو کیا کروں گا۔ لیکن بیگم صاحبہ کوشش کرتی رہی کہ اس کو بیرا شوقین جوان ڈرائیور ملازم یکطرف کرنے میں پیش پیش تھیں لیکن اس ریگستان کو سیراب کرنے کی کوشش کا اختتام پذیر ہوئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور گھبرا کر باہر جانے کا ارادہ کرنے پر بیگم صاحبہ نے حکم دیا "ٹھہرو اور میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔" اب حکم کی بجا آوری سے اجتناب کی جسارت اس میں نہ تھی۔ سب کچھ کے عالم میں کھڑا ہو گیا ایسے میں مسکراہٹ کے دوران بیگم صاحبہ نے پوچھا "آخر چھٹی لیکر کیا کرو گے بیوی کے پاس جا کر بیٹھے رہو گے کیا جواب دو کہ کیا لینا ہے؟" بیگم نے اپنی نفسانی خواہش کا برملا اظہار کر دیا مگر وہ ایک سیدھا سادہ دیہاتی کانپتے ہوئے باہر نکل گیا۔

دوسرے دن بیگم صاحبہ ایک سہیلی کے پاس جانے کا بہانہ کر کے اپنے شریف ڈرائیور کے ساتھ کار پر نکل کھڑی ہوئیں اور باتوں باتوں میں پوچھا "میں تو تمہیں دلی محبت کرنے لگ گئی ہوں تم جوان اور سرو قد سڈول بدن جوان ہو اور اتنے کیوں شرمیلے ہو؟"

ڈرائیور نے کوئی جواب نہ دیا اور نہایت خاموشی سے کار ڈرائیو کرتا چلا گیا مگر بیگم کا سہیلی کے ہاں جانا محض بہانہ تھا بہر صورت تھوڑی دیر شاپنگ کر کے واپس لوٹ آئی اور ڈرائیور کیلئے اعلیٰ وائلٹ کی بوشرٹ خرید لائی جو کار میں بیٹھنے کے دوران ہی دے دی جب کوٹھی کے قریب پہنچی تو کہنے لگی "تم تو باہر کے رہنے والے ہو جہاں کے جوان جوانمردی میں مشہور ہیں میں تمہاری بیوی سے کم خوبصورت نہیں ہو سکتی اور پھر تم بھرپور جوان بھی ہو لہذا میرے ہو جاؤ۔"

چند دن گزرنے کے بعد صاحب کو سرکاری کام کے سلسلے میں کوئی ایک ہفتہ کیلئے اسلام آباد جانا پڑا۔ بیگم نے اس موقع کو غنیمت جان کر گھر کے باقی ملازمین کو ادھر ادھر کام کے بہانے بھیج دیا مگر ڈرائیور کو وہیں رہنے کا حکم صادر کیا۔

Marfat.com

رات وتھوڑی دیر بعد ہی بیگم صاحبہ کی اپنے بیڈروم سے کراہنے (ہائے، ہائے) کی آواز آنے لگی اور سر پر کس کر دوپٹہ باندھ رکھا تھا۔ میں نے ڈرائیور کو ... سے آواز دی "سب لوگ کہاں مر گئے ہیں مجھے سخت سر درد ہو رہی ہے کسی کو میری تکلیف کا احساس نہیں ڈرائیور پتہ نہیں کہاں دفع ہو گئے ہیں تم ذرا اندر آؤ اور تھوڑی دیر کیلئے میرا سر دبا دو۔"

اب بیگم صاحبہ اپنے بستر میں دراز ہو گئیں جب وہ سر دبانے لگا تو کہنے لگیں "میری ٹانگوں میں بھی جان نہیں ہے پتہ نہیں کیا ہو گیا ذرا انہیں بھی دبا دو۔" اس نے جب پنڈلیاں دبانا شروع کر دیں تو کہا "ذرا اوپر کی طرف اور ذرا اوپر، اوپر کی گردان پر" وہ مخصوص مقام تک پہنچ گیا۔ جوان آدمی تھا پھسل گیا اور بیگم نے تو یہ سارا ڈرامہ اسی لئے سٹیج کیا تھا۔ بس کیا تھا بیگم صاحبہ کو جب بھی موقع میسر آتا ڈرائیور کو بلا لیتیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ نوجوان ڈرائیور موقع کی تاک میں رہتا۔

عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ ملازموں نے حسب پھر شروع کر دی۔ صاحب بھی کافی دن پہلے دورے سے واپس آ چکے تھے۔ انہیں بھی شبہ ہو گیا مگر سمجھدار آدمی تھے جب تک اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیتا، کیسے یقین کرتا۔ بالآخر ایک روز انہیں قابل اعتراض حالت میں دیکھ لیا۔ صاحب نے تو فوراً ڈرائیور کی ٹرانسفر راولپنڈی کر دی اور بیگم صاحبہ کو طلاق دیدی۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا ... سے شورش بپا اور عمل خیر رہ گیا۔

ڈرائیور چونکہ ترقی پا چکا تھا۔ ادھر ادھر سے سن گن لیتا رہا اور بیگم صاحبہ کی تلاش سرگردانی سے جاری رکھی۔ بالآخر اسے پتہ چل گیا کہ بیگم صاحبہ کی شادی دوبارہ ایک بہت اعلیٰ عہدہ پر فائز آفیسر سے ہو چکی ہے جو کہ پشاور میں تعینات ہے عاشق نامراد وہاں بھی پہنچ گیا اور کوٹھی پر جا کر اطلاع دی کہ میں بیگم صاحبہ کا دیرینہ خادم ہوں اور ملنا چاہتا ہوں۔ میرا نام فلاں ہے بیگم صاحبہ کو اطلاع کر دیں۔ بیگم صاحبہ نے اسے اندر بلوایا اور اپنے شوہر نامدار سے تعارف کروایا۔ پھر تینوں نے ایک ہی میز پر بیٹھ کر کھانا کھایا ابھی کھانا ختم ہوا ہی تھا کہ صاحب کو کہیں سے جلدی پہنچنے کیلئے ٹیلیفون آ گیا۔ صاحب نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کیلئے کہا اور کہیں چلا گیا۔

عاشق نامراد بیگم صاحبہ کو للچائی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور اس امید پر کہ بیگم اسے دعوت عیش دیگی مگر بیگم صاحبہ نے سنجیدگی سے کہا "دیکھو میری شادی ہو چکی ہے میں اپنے خاوند سے راضی خوشی زندگی گزار رہی ہوں۔ میرے پہلے خاوند کے پلے کچھ نہیں تھا ... آئندہ اس بنگلے میں کبھی قدم نہ رکھنا۔" اس پر عاشق نامراد آہیں بھرتا ہوا واپس لوٹ آیا۔

اٹل فیصلہ

یہ ایک ایسے گاؤں کا واقعہ ہے جہاں بچوں کی پیدائش سے پہلے ان کی مائیں اپنے فرزندوں کو کیپٹن میجر وغیرہ کہتی ہیں اور وہ بڑے ہو کر شاذونادر ہی فوجی ملازمت ہی اختیار کرتے ہیں۔ وہاں دو بھائی تھے جنہوں نے جنگ عظیم دوئم میں حصہ لیا اور ایک بھائی honourary کیپٹن ریٹائر ہوا۔ دوسرا بھائی جنگ میں کام آ گیا اس لئے کیپٹن صاحب کی اولاد پڑھ لکھ گئی۔ ازاں بعد سول اور فوج کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئی جبکہ دوسرے بھائی کی اولاد معمولی تعلیم حاصل کر کے کوئی حسب روایات فوج میں سپاہی بھرتی ہو گیا اور کوئی تھوڑی بہت کھیتی باڑی کر کے گزر اوقات کرنے لگا۔ اب یہ بچے اس عمر کو پہنچ چکے تھے کہ ان کو شادی بیاہ کے بندھن میں جکڑا جائے جہاں ادھر ادھر رشتے ہونے تھے۔ وہاں کیپٹن صاحب کی شدید خواہش تھی کہ ایک دو شادیاں میرے بچوں کی میرے بھائی کے بچوں کے ساتھ ہو جائیں جو بظاہر نہایت مشکل مرحلہ تھا اور تو اور خود کیپٹن صاحب کے بچوں نے بھی اس جوڑ پر اعتراض کیا لیکن کیپٹن کے پایہ استقلال میں کوئی فرق نہ آیا حتیٰ کہ کیپٹن صاحب کی ہٹ دھرمی کی بھینٹ ایک ہونہار بیٹا چڑھ گیا تو اس نے باپ کے سامنے اپنی چھاتی پر بندوق رکھ کر خودکشی کر لی۔

اس دل گرفتہ سانحہ کے بعد اگرچہ باپ بیٹے کی محبت میں اندر سے ٹوٹ پھوٹ گیا لیکن فیصلہ اٹل رہا۔ باپ کا خیال تھا کہ اب میری ماں نے آنا ہے اور نہ ہی کوئی اور میرا بھائی پیدا ہو گا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میرے بچے تو خوشحال زندگی بسر کریں اور میرے بھائی کے بچے گاؤں میں کسمپرسی کی حالت میں حسرت سے تکتے رہیں۔ چنانچہ کیپٹن صاحب کے باقی بچوں نے کیپٹن صاحب اور ان کی مجبوری کے پیش نظر جذبے کی قدر کرتے ہوئے کیپٹن صاحب کی عظمت کو سلام کیا اور ان کے فیصلے کے سامنے سر جھکا دیا۔ پھر کیا تھا کیپٹن

Marfat.com

صاحب نے سب سے پہلے اپنے commissioned آفیسر بیٹے کی شادی اپنے بھائی کی سیدھی سادی ان پڑھ بیوہ بیٹی سے کر دی اور بیٹے کو ہدایت کی کہ یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی زمانہ حال اپنے مزاج اور خواہش کے مطابق تربیت کرو۔ یہ مقصد خوش اسلوبی سے حل کرنے کے بعد انہوں نے دوسرے فرض کی ادائیگی تک پہنچنے کا جذبہ دکھایا۔

چند ہفتوں بعد اپنی اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹی جو ایک اچھی ملازمت کر رہی تھی۔ اس کا بیاہ اپنے مرحوم بھائی کے بیٹے جو صرف میٹرک تک تعلیم یافتہ اور فوج میں صرف سپاہی تھا، کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس بیٹی کو بھی ہدایت کی کہ اپنے شوہر کو مزید تعلیم کی طرف راغب کرو اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین ہے کہ تم اس مشن میں کامیاب ہو گی۔

واقعی ہی مصطفیٰ کمال کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پرائیویٹ طور پر ایف اے، پھر بی اے کیا اور بعد میں کراچی یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔ آجکل وہ ایک معتبر وکیل ہونے کے علاوہ آسودہ حال زندگی بسر کر رہا ہے۔

جس کی نیت صاف ہو اللہ تعالیٰ اس کو نہ صرف آخرت میں ہی جزا دیتا ہے بلکہ اس دنیا میں بھی سرخرو فرما دیتا ہے۔

اجازت

جب سے تحریک اہل قرآن شروع ہوئی تھی۔ قریبی گاؤں کے رہائشی چوہدری نبی بخش جو دنیاوی مال و دولت کے علاوہ فکری متانت سے بھی مالا مال تھے، نے اپنے نوکر جیون ماچھی سے کہا کافی عرصہ ہوا ہمارے گاؤں میں کوئی عالم دین تشریف نہیں لائے اور نہ ہی وعظ سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چکڑالہ جاؤ اور فلاں عالم دین کو میری طرف سے مدعو کرو۔ نہایت عزت و احترام سے اپنے ساتھ لے آؤ۔

جیون ماچھی چوہدری صاحب کے حکم کی تعمیل میں جب مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور چوہدری کا پیغام دیا تو عالم دین نے عزت کے ساتھ اپنے پاس چارپائی پر بٹھایا۔ باتوں ہی باتوں میں جانے کا وقت آن پہنچا۔ عالم دین نے خود گھوڑا کس کے اس کے ہاتھ تھما دیئے۔ جیون بار بار اپنی معمولی حیثیت کا اظہار کرتا رہا لیکن مولانا صاحب کا اصرار تھا کہ تم میرے مہمان ہو تمہاری خدمت مجھ پر فرض ہے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے کھانا کھلایا اور دیہاتی روایت کے مطابق مہمان کی مخصوص چارپائی کی پائنتی کی بجائے اس دوران گاؤں میں آئے مہمان کی عزت اور جیون جیسے معمولی نوکر کو مہمانوں کی طرح سرہانے کی طرف تکیے دے کر بٹھایا۔ رات بسر ہوئی اور دوسرے دن صبح نماز کے بعد روانہ ہونے پر سفر کی ابتدا کی اور ایک دفعہ پھر جیون سے مخاطب ہوئے "دیکھو گھوڑی موجود ہے لہذا ہم دونوں میں سے ایک آدمی ایک منزل تک سفر گھوڑی پر کرے گا اور دوسرا اس کی لگام تھام کر آگے آگے چلے گا۔" اب پھر اس موقع پر بھی جیون نے دہائی دی کہ میں تو آپ کا (نہایت معمولی نوکر) ہوں اور ہمارا کام ہی آپ لوگوں کی خدمت گزاری ہے۔ مگر مولانا تھے کہ انہوں نے جیون کی ایک نہ چلنے دی اور منزل بہ منزل سفر جاری رہا۔

دوران سفر مولانا صاحب کی نظر ایک کیکروں کے درخت پر پڑی اور جیون ماچھی سے کہا: "ایک مسواک اس درخت سے کاٹ کر لاؤ۔" مگر جیون ماچھی نے کوئی ان سنی کر دی اور سفر جاری رہا۔ اس پر مولانا صاحب نے پھر جیون کو وہی سوال دہرایا یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید جیون نے پہلی دفعہ میرا سوال سنا ہی نہیں۔ دوبارہ سوال پر جیون نے دست بستہ عرض کی "حضور میں نے آپ کا حکم پہلی بار ہی سن لیا تھا اور حکم کے رد عمل میں اس وقت ارد گرد کے کھیتوں کھلیانوں کے مالکان کو دیکھ رہا تھا کہ ان سے اجازت لے کر آپ کے حکم کی تعمیل بجا لاؤں۔ میری بدقسمتی ہے کہ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا جس وجہ سے آپ کو دوبارہ حکم دینے کی زحمت اٹھانا پڑی۔" مولانا صاحب نے جو اپنی باری پر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار تھے جیون سے کہا "گھوڑی یہیں روک دو۔" خود نیچے اتر آئے اور فرمانے لگے

"بھائی جس گاؤں کے لوگوں کے تقویٰ کا یہ عالم اور ایمانداری کا ایسا احساس ہو وہاں میرے جیسے عالم دین کے وعظ اور درس و تدریس کی کیا ضرورت ہے۔" مزید فرمایا "چوہدری صاحب سے معذرت کر دینا" اور اپنے گاؤں چکڑالہ واپس لوٹ آئے۔

اس وقت بھی حی الفلاح کی آواز پانچوں وقت آتی اور آج بھی آتی ہے مگر وہ فلاح کہاں؟

Marfat.com

مولوی عبدالحمید ملنگ

مولوی عبدالحمید ملنگ صاحب جن کے نام پر دریائے جہلم کے کنارے ''مجیدیہ'' ہال بھی واقع ہے اُن کا تعلق میر پور (آزاد کشمیر) سے ہے۔ ان کی والدہ ماجدہ کی وفات پر اُنکے والد ان دونوں بھائیوں (جن میں سے ایک پروفیسر عبداللطیف نے بعد میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی) کو لے کر مشین محلہ جہلم آ گئے۔ یہاں اُنہوں نے سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بوری بچھا کر حجام کا کام شروع کر دیا اور کبھی کسی سے مزدوری کا تقاضا نہ کیا گاہک کی سہولت اور اُس کی توفیق پر چھوڑ دیتے۔ اس طرز عمل سے یہ ہوا کہ ہر وقت ان کے پاس گاہک بیٹھے رہتے اور یہ دونوں بچے بھی ساتھ بیٹھے پڑھتے رہتے اور پڑھے لکھے گاہکوں سے گاہے بگاہے سبق لیتے اور استفادہ کرتے۔ نتیجہ یہ تھا ان دونوں ہونہار بچوں نے اکٹھے ہی ایک ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کر لیا اور خود کفیل ہو گئے یعنی دیگر بچوں کو پڑھا کر اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتے اور اسطرح مولوی صاحب اور اُنکے بھائی نے بی۔اے اور ایم۔اے کر لیا۔ بھائی صاحب نے محکمہ تعلیم میں حیثیت لیکچرار ملازمت کر لی مگر مولانا عبدالحمید صاحب نے درس وتدریس کا سلسلہ گھر میں ہی جاری رکھا۔ اردو، فارسی اور عربی پڑھانے کیلئے وہ کوئی معاوضہ نہ لیتے مگر انگریزی کی تعلیم پر طلباء سے مالی حیثیت کے مطابق معاوضہ لیتے۔ اسطرح آپ سکھ بچوں کو گرنتھ کا سبق بھی دیتے حتیٰ کہ ان کے کئی شاگرد ''بہائی'' اور عیسائی ہوئے۔ ان کو گرنتھ پر اسقدر عبور حاصل تھا۔

مولوی صاحب باقاعدگی سے جمعہ بھی پڑھاتے جس میں صرف اور صرف قرآن پر بات ہوتی اور بغیر کسی لاگ لپیٹ کے کھول کھول کر بیان کرتے اور بدعتوں سے منع فرماتے۔ جیسے آپ ہمیشہ جمعہ کو ایک ہی اذان دیتے اور فرماتے ''قرآن پاک میں صرف ایک ہی اذان کا حکم ہے کہ تم لوگ اپنے دنیاوی کام چھوڑ کر خرید و فروخت ترک کر کے مسجد کا رخ کرو۔ نماز پڑھو اور پھر رزق کی تلاش کیلئے پھیل جاؤ۔ کہیں جمعہ کی چھٹی کا ذکر نہیں۔''

سورت ''جمعہ'' کا وہ اکثر اوقات حوالہ دیتے۔ اسطرح جمعہ پڑھنے کے بعد کسی کو دینی مسائل پوچھنے ہوتے تو وہ نماز کے بعد بیٹھے رہتے۔ مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر متوجہ ہوتے اور اسی دوران ہمسائے کی ایک بچی (ضمیمہ 199) جھانک کر دیکھ لیتی کہ مولوی جی کے پاس کتنے مہمان بیٹھے ہوتے ہیں چنانچہ مہمانوں کی تواضع کیلئے سبز کشمیری الائچیوں والی چائے پیالیوں میں ڈال، بسکٹوں کے ساتھ لے آتی۔ مولوی صاحب ان امور کا باقاعدہ معاوضہ ادا کرتے اور خود کسی کی دعوت قبول نہ فرماتے۔

میاں صاحب اور دیگر سرائے عالمگیر کے ملٹری کالج کے اساتذہ مستقل طور پر مولوی صاحب کی مسجد میں جمعہ پڑھنے کیلئے جاتے۔ وہاں ایک دن میر پور سے ایک صاحب موٹر سائیکل پر تشریف لائے۔ مولانا صاحب نے اُس موٹر سائیکل والے کو اندر آنے کو کہا اور موٹر سائیکل کو تالا لگانے کی ہدایت کی اور پھر اس کو رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث شریف سنائی۔ ''ایک دفعہ ایک بدو اونٹ پر مسجد نبوی میں حضور ﷺ کی زیارت کو آیا تو آپ نے اُس بدو سے پوچھا کہ اونٹ کس کے سہارے چھوڑ آئے ہو؟'' تو بدو نے بلا تکلف عرض کی ''اللہ کے سہارے۔''

حضور نے فرمایا ''اس کو اٹھاؤ اور گھٹنہ باندھو پھر اللہ کے بھروسہ پر چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔''

میر پور سے آئے ہوئے صاحب کی بھی مولانا صاحب نے حسب عادت چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ اس پر اُس نے مولوی صاحب کو کہا ''میرے علم میں یہ آیا ہے کہ میر پور آپ کا آبائی گاؤں ہے کیا ہی اچھا ہو کہ آپ میری دعوت قبول فرمائیں اور وہاں تشریف لائیں۔''

اس پر مولوی صاحب نے فرمایا ''درویش منش لوگ ہیں ہم کسی کو دعوت قبول نہیں کرتے۔ اپنا کماتے، اپنا کھاتے ہیں۔''

''میں اس ملک (کسی بیرون ملک سے متعلق) سے آیا ہوں جہاں کا یہ تصور نہیں ہے اور میں نے وہاں ایسا لٹریچر بھی پڑھا جس میں خدا کا کوئی ذکر نہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آیا خدا ہے بھی یا نہیں؟''

مولوی صاحب نے فرمایا ''میرے پاس ایسا کوئی فارمولہ نہیں نہ ہی کوئی رشی، منی اور نہ ہی پیر پیغمبر ایسا فارمولا لائے ہیں جس سے میں آپ کو 2+2 کی طرح خدا کی موجودگی کا احساس دلاؤں ہاں ایک بات تمہارے گوشگذار کرتا ہوں کہ تمہارا باپ ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

Marfat.com

''تمہیں کس نے بتایا؟''

''میری ماں نے۔''

''تمہاری اور میری ماں پر تو شک ہو سکتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہی ہوں لیکن آقائے نامدار ﷺ جن کو ان کے دشمن بھی صادق اور امین کے لقب سے برملا پکارتے تھے۔ ان کا ارشاد گرامی ہے کہ خدا ایک اور وہ صرف ایک ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس نے کسی کو اپنے سے پیدا کیا۔''

یہ سن کر اس شخص پر عجیب سی کیفیت طاری ہوئی اور وہ احتراماً جھک کر ان کے گھٹنوں کو چھونے لگا۔ انہوں نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور اس کو ایسے عمل سے روک دیا۔ مولوی صاحب نے ایک جمعے وعظ میں ارشاد فرمایا ''جو ذہین پرشر ہیں یہ منافقین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قوانین پر نہ چلے ان سب پر لعنت ہے۔'' اسطرح سورہ مائدہ کی آیت کریمہ پڑھتے حالات کی تفسیر روشنی ڈالتے

''جو لوگ مسلمان بھی ہوں اور صاحب اقتدار بھی ہوں اور آئین خداوندی نافذ نہ کریں یہ لوگ فاسق اور فاجر ہیں۔''

وہ اکثر کہا کرتے ''قاتل، چور، ڈاکو اور زانی کو سزا تو تجویز فرمائی ہے البتہ ان پر لعنت نہیں بھیجی۔'' یہ وہ باتیں تھیں جو وہ معاشرے کو سدھارنے کیلئے وضاحت سے بیان فرماتے۔

ایک موقع پر ایک شخص کے پاس بکرا تھا جس کی وہ قربانی دینا چاہتا تھا مگر بکرے کا ایک کان کٹا ہوا تھا جبکہ اس نے سن رکھا تھا کہ اگر قربانی کا جانور داغدار ہو تو قربانی قبول نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ کی وضاحت کیلئے وہ مولوی صاحب کے پاس چلا گیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا ''قربانی کیوں نہیں ہو سکتی۔ یہ تقویٰ کی بات ہے۔'' اور قرآن پاک کی چند آیات کا حوالہ دیا۔

مولوی صاحب کی ایک اور خاص بات ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کی ایک ہی بیٹی تھی جب وہ سن بلوغت کو پہنچی تو مولوی صاحب کو اس کی شادی کی فکر دامنگیر ہوئی۔ کسی رشتے کروانے والے نے ان کو ترغیب دی کہ ایک صوبیدار میجر ہیں جو فوج میں ہیں ان سے آپ کی بیٹی کی شادی کی بات ہو سکتی ہے۔ رشتہ کرانے والوں نے مولوی صاحب کی بیٹی کے متعلق صوبیدار میجر سے بات چیت کی لہٰذا صوبیدار میجر صاحب رشتہ لینے کی غرض سے مولوی صاحب کے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے ''ہماری اس سے زیادہ کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے کہ آپ کی دختر نیک اختر ہماری بہو ہو۔''

نکاح اور رخصتی کا دن طے ہو گیا برات آ گئی۔ باراتی گیارہ تھے دلہا میاں اس کی والدہ اور دیگر اہل خانہ۔ مولوی صاحب کے پاس کل تیس روپے تھے انہوں نے اپنے تین دوستوں کو بلایا۔ براتیوں کی خدمت اور پذیرائی کے لئے تیس روپے ایک دوست کو دیے اور کہا ''میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔''

ایک دوست نے چائے اور کسک کا انتظام کیا دوسرا دوست دودھ لے آیا اور اس طرح تیسرا دوست تھوڑا سا حلوہ اور روٹیاں لے آیا۔ مولوی صاحب کے تیس روپے کسی نے ان کو واپس کر دیئے اور کفایت سے یہ عمل قرار پایا۔ نکاح کے بعد جہیز کی باری آئی تو مولوی صاحب نے لڑکے کے ماں باپ سے فرمایا

''میں نبی پاک ﷺ سے بڑا تو نہیں ہو سکتا۔ اس میرے پاس بیٹی کو دینے کے لیے چند معمولی کپڑے ہی ہیں۔''

برات کی رخصتی ہوئی جہیز کیا تھا ایک بیگ میں دلہن کے کپڑے سواری کے لیے تانگے اس طرح وہ دلہن کو لے کر واپس اپنے گاؤں ڈومیلی پہنچ گیا۔

چند دنوں بعد مولوی صاحب بیٹی کو ملنے کے لیے ڈومیلی گئے اور اس کو علیحدگی میں پوچھا ''کیا وہ یہاں خوش ہے؟''

اس نے آبدیدہ ہو کر جواب دیا ''مجھ سے تو سب اس طرح سے سلوک کرتے ہیں کہ میں اس گھر کی بہو نہیں بیٹی ہوں اور میں محسوس کرتی ہوں کہ جیسے میں اس گھر میں ہی پیدا ہوئی تھی۔''

مولوی صاحب کی عادت تھی کہ وہ کسی شادی بیاہ یا دعوت میں نہ جایا کرتے اگر جانا پڑ جاتا تو اپنا کھانا اپنی جیب سے لے کر وہاں جاتے اور وہاں دوسرے مہمانوں کے ساتھ خوشی خوشی کھاتے اور جب واپس لوٹتے تو اپنا کرایہ خود ادا کرتے۔ اسی طرح اگر چائے وغیرہ کو بلایا جاتا۔ چائے تو پی لیتے مگر دو آنے چائے کی پیالی کی قیمت میز پر چھوڑ آتے ان کی عادت کو ہم سے عزیز جانتے

تھے اور برا نہ مانتے تھے۔

میری عقل ناقص اس نقطے کو سمجھ نہیں پاتی کہ مولوی صاحب کا یہ وطیرہ (دعوت وغیرہ پر کھانا ساتھ لے کر جانا اور چائے پر پیسے چھوڑنا) درست تھا یا نہیں۔

خطبہ

1935 کا واقعہ ہے جب ضلع جہلم کے جعلی روپے اور شادیوال ضلع گجرات کی اٹھنیاں بازار میں چلنا شروع ہوگئے۔ شادیوال کی جعلی اٹھنیوں کے موجد ہندو دوست سنار رام لعل اور میلا رام دونوں بھائی اور کمال صاحب کے دوست تھے۔ رام لعل اور کمال صاحب لاہور سے پرانی انارکلی سے جرمن silver کی اٹھنی جتنی موٹی شیٹ خریدی اور اسکے squares کٹائے۔ یہ پونی انچ کے قریب تھے پھر وہاں سے die بنوائی جس کی اجرت 90 روپے دی گئی۔ یہ تمام سامان لے کر واپس شادیوال پہنچے۔

میلا رام کے مکان میں ایک تہہ خانہ اور کنواں تھا۔ ایک پریس میں die نصب کی گئی۔ جب ایک ہی square کو die میں ڈال کر دبایا جاتا تو ایک جھٹکے سے ایک اٹھنی بن کر نیچے گر جاتی جس پر چاندی کی نہایت پتلی تہہ چڑھا دیتے۔ پہلی بار کوئی 1000-1200 کے قریب دو تین ہفتے میں mint کی گئیں۔ یہ جعلی سکے اتنے اچھے بنے تھے کہ ان کا چیک کرنا محال تھا مگر ایک کمی تھی کہ ان میں سن year نہ بدل سکتا تھا لیکن عام آدمی تمیز نہ کر پاتا۔

موگا منڈی، کوٹ منڈی اور فیروزپور میں انہوں نے جعلی کرنسی کا سودا کر لیا۔ 100 روپے کی اٹھنیاں دو اور 80 کھرے روپے وصول کر لیتے۔ موگا منڈی میں آنکھوں کا ہسپتال تھا جو کہ جلالپور جٹاں ہسپتال کی طرح Missionaries چلایا کرتے اور وہاں کے انچارج کا نام مسٹر Moore تھا۔ ایک اٹھنی کی لاگت ڈیڑھ آنہ ہوا کرتی۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں ایک روپیہ میں ایک تولے چاندی ہوتی۔

مال ایک صندوق میں اٹھنیاں بند کر کے گجرات سے ٹرین کے کسی ڈبے میں رکھ دیتا اور خود کسی دوسرے ڈبہ میں بیٹھ جاتا ہر دوسرے تیسرے سٹیشن پر اپنے ڈبے سے اترتا اور اپنا مال دوسرے ڈبے میں جھانک کر چیک کر لیتا۔ منزل مقصود پر پہنچ کر بیوپاری وہ بکس لے لیتے اور سودے کے مطابق رقم ادا کر دیتے۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ سال تک بغیر کسی روک ٹوک چلتا رہا۔ ایک دن کمال موگا منڈی میں ایک حجام کی دکان پر بال کٹوا رہا تھا کہ رام لعل کی شکل شیشہ میں نظر آئی تو کمال نے رام لعل سے پوچھا ''خیریت تو ہے تمہارا رنگ بہت اڑا ہوا ہے۔''

''یہاں بات کرنا مناسب نہیں باہر نکلو گے تو بتاؤں گا۔'' کمال بال منوائے بغیر ہی کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ چل دیا۔

''پولیس نے شادیوال ہمارے گھر پر چھاپا مارا ہے۔''

''وہاں سے انہیں کچھ ملا تو نہیں؟''

''ہاں! ہم نے کنوئیں میں پھینک دی تھی چاندی کے چند ٹوٹے ہوئے روپے دستیاب ہوئے جو ٹھپہ لگانے کیلئے رکھے ہوئے تھے۔ تھانیدار کو 500 دینا پڑے۔ مقدمہ چلا اور ثبوت نہ ہونے کی بناء پر ہم بری ہوگئے۔ کچھ دیر کیلئے ہمیں یہ دھندہ بند کرنا پڑیگا آپ لدھیانے چلے جائیں وہاں ہمارے رشتہ دار موجود ہیں وہیں پر اُن کے ہاں ٹھہریں وہاں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی اور جب تک ہم نہ کہیں شادیوال نہ آئیں البتہ ہم آپ کی والدہ صاحبہ کی دیکھ بھال اور مالی امداد کرتے رہیں گے۔''

کمال پروگرام کے مطابق لدھیانے چلا گیا وہاں دس روز گزارے اور واپس گجرات لوٹا۔ اُس کے چچازاد بھائی وکالت کرتے تھے تمام داستان ان کے گوش گذار کر دی۔ اس پر انہوں نے جواب دیا ''میری تمام وکالت کی کتابیں میرا علم میری دلیل اور اپیل تمہیں قانون کے شکنجے سے نہیں بچا سکیں گے اگر رام لعل نے تمہارا نام پولیس کو بتا دیا تو تمہارے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ دنیا میں جنگ کے بادل چھا رہے ہیں فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔''

کمال 1939 میں فوج میں بھرتی ہو کر جبل پور چلا گیا۔ بھرتی ہونے سے پہلے لاہور Loco ورکشاپ میں Fitters کی

Marfat.com

Try کی گئی اور کمال select ہو گیا۔ کمال کی یونٹ کا نام Indian Army Ordnance Corps (I A O C) تھا۔ جبلپور میں چھ ماہ ٹریننگ ہوئی اور ہر ٹریننگ کے اختتام پر چھٹی لے کر واپس شادیوال پہنچا۔ اپنی والدہ صاحبہ کو ... پایا۔ چند ماہ بند رہنے کے بعد علی اشخینوں کا کاروبار 1939 تک چلتا رہا اور رام لعل دوکان کا حق نبھاتے ہوئے ... کی والدہ صاحبہ کی حسب معمول خدمت کرتا رہا۔

چھٹی گزارنے کے بعد وہ واپس جبلپور پہنچا۔ وہاں اس کی یونٹ سے 2700 آدمیوں میں سے ایک ہزار آدمیوں کا چناؤ ہوا جن میں کمال بھی شامل تھا اور انہوں نے overseas ڈیوٹی پر جانا تھا۔ چند دنوں میں یہ ایک ہزار آدمی جبلپور سے ٹرین پر سوار ہوئے۔ دہلی، لکھنؤ، جوالا پور، ناسک وغیرہ شہر آئے اور وہ بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں سے بحری جہاز جس کا نام Rohna تھا میں سوار ہوئے پھر جہاز سویز کینال تک پہنچا۔ سویز کینال Arabian اور Mediterranean Seas کو ملاتی ہے اور اس کی لمبائی 101 میل ہے اس کی پاٹ اس زمانے میں 12 فٹ ہوا کرتی۔ بحری جہاز سے پیچھے پیچھے دونوں پٹ کھل جاتے۔ جب جہاز گزر جاتا تو پٹ پھر مل جاتے۔ جب جہاز پورٹ سعید پہنچا تو قلیوں نے یہ کہہ کر ہمارا سامان اٹھانے سے انکار کر دیا "آپ لوگ انڈین فوج (فوجی) ہیں۔" لہٰذا ان فوجیوں کا جو تھوڑا بہت سامان تھا خود ہی اٹھانا پڑا کیونکہ انہوں نے غلاموں کا سامان اٹھانا مناسب نہ سمجھا۔

وہاں چار دن رکنے کے بعد فوجی دوبارہ camouflage کیے ہوئے جہاز پر سوار ہوئے۔ یہ وہ دن تھے جب ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کر دیا تھا اور جہاز اٹلی پہنچ گیا جہاں مسولینی ڈکٹیٹر تھا۔ (ضمیمہ 200) جہاز کو اٹلی کی بندرگاہ سے کوئی 20 میل دور رکنے کا حکم ملا۔ یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ جب جہاز بمبئی سے چلا تو ان فوجیوں کو کچھ پتہ نہ تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ کمال صاحب نے ایک افسر سے پوچھا مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ منع کر دیا گیا ہے کہ کسی کو جہاز کی منزل کے بارے میں علم نہ ہو۔ تاہم کمال صاحب نے ستاروں سے اندازہ لگا لیا کہ مغرب کی طرف جا رہے ہیں۔

چند دنوں کے بعد حکم ملا "جہاز Sicily کی طرف روانہ ہو جائے"۔ دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ Sicily کا سب سے اونچا ... حقیقت میں ایک مسجد کا مینار تھا۔ Sicily کے ساحل پر فوجی چند دن رکے۔ پھر حکم ملا "Casablanca چلے جاؤ"۔ ... کی بندرگاہ ہے وہاں ایک مندر ہے۔ پھر حکم ملا "Alexandria چلے جاؤ"۔ Alexandria سے دس میل ایک کیمپ تھا ... کیمپ تھا۔ چونکہ وہاں بہت سی گلیاں تھیں مگر حقیقت میں یہ ایک Re-Enforcement Base تھا۔ Alexandria سے جہاز Athens جو کہ یونان کی بندرگاہ اور دارالخلافہ ہے کے لیے روانہ ہوا۔ وہاں ایک ماہ ٹھہرے پھر آگے ... ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے Macedonia 12 میل کے فاصلہ پر تھی (سکندر اعظم مقدونیہ کا ہی رہنے والا تھا۔)

بڑی عید کا چاند نکل آیا۔ کمال کی یونٹ میں صرف بارہ مسلمان تھے اور وہ حوالدار کے عہدہ پر تعینات اور ساتھ ہی L A D (لائٹ ورکشاپ) کا انچارج تھا۔ باقی سپاہی افراد اس کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے۔ انہیں معلوم ہوا کہ مقدونیہ میں کافی مسلمان ہیں انہوں نے درخواست دی کہ انہیں اپنی مذہبی روایت کے مطابق وہاں عید کی نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور ... جانے کا مانڈر نے کہا کہ مجھے Section Officer Operator (S.O.O) سے پوچھنا پڑے گا۔ S.O.O. ایک افسر جو قریب کے شہر میں رہتا ہے اور اس سے آنے جانے کی اجازت لی جاتی۔ مانڈر نے انہیں حالات ... کے بعد اجازت دیدی اور ساتھ بھیجا کہ جن بارہ مسلمانوں نے عید منانے کے لیے مقدونیہ جانا ہے انہیں صاف ستھری وردی دی جائے۔

دوسرے دن جب وہ مقدونیہ پہنچے تو Alexander گیٹ پر بچیوں، جوانوں، بچوں اور عورتوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا۔ Alexander گیٹ اس لیے نام رکھا گیا تھا کیونکہ مقدونیہ کے پہلے سپاہی نے پہلی بار سکندر اعظم کے ساتھ مشرق کی طرف ... گیٹ اتنا بڑا کہ دس گھڑ سوار ساتھ ساتھ گیٹ سے گزر سکتے تھے اور یونان کا جھنڈا اس کے اوپر سے نظر آتا۔ استقبال کرنے والوں میں ایک شخص یوسف خلیل ان کے لیے مقرر کیا گیا چونکہ وہ دہلی کے یونانی سفارتخانہ میں بارہ سال رہا اور صاف اردو بول سکتا تھا۔

یوسف خلیل انہیں ناشتے کی جگہ کے بعد ایک میدان میں لے آیا جہاں بارہ خیمے ... کی گئی تھیں۔ ان میں ... روم، فرسٹ ایڈ اور پانی کا اچھا انتظام تھا۔ وہاں ایسے لوگ بھی نظر آئے جن کے پاس صاف ستھرے ... تھے اور ... میں ...

Marfat.com

[illegible] پہنچے۔ buses سے platforms اور دروازوں تک ایک ہی level تھا۔ جب [illegible] ہماری [illegible] آبادی [illegible] میں ہمارے [illegible] شروع ہوتیں۔ یہ [illegible] اور اس کے ساتھیوں و مقتدیوں [illegible] ایک بہت بڑا میدان تھا سرسبز و شاداب علاقہ میں ہر طرف چھتدار درخت عام تھے [illegible] ہوئی تھیں اور امام کے لیے stage [illegible] ایک [illegible] ہمارا پیش امام (امام صاحب) عید پڑھانے کے لیے Cyprus سے آرہا ہے [illegible] میں 15-20 منٹ میں [illegible]

پیش امام صاحب [illegible] آدمی تھے۔ [illegible] میں steam [illegible] ہوائی جہاز [illegible] تین چار منٹ بعد ایک خوبصورت ہوائی جہاز نے نمازیوں [illegible] پیش امام صاحب [illegible] ہوائی جہاز کے ذریعہ پہنچے گئے۔ یہ خطبہ چار زبانوں میں Arabic، Greek، Italian اور Albanian [illegible] پیش امام صاحب جہاز سے اترے جوان آدمی تھے [illegible] چھوٹی داڑھی [illegible] اور قد چھ فٹ سے زیادہ [illegible] پیش امام [illegible] ملک [illegible] 101 [illegible] پیش امام صاحب نے ایک [illegible] بندوقوں سے [illegible] ایک ایک [illegible] چاندی۔ [illegible] پیش امام صاحب [illegible] Mayor [illegible] منتظر ہو گئے۔ اب پیش امام صاحب [illegible] امام صاحب نے کہا ''عید مبارک آج عید کا دن ہے [illegible]''

پیش امام صاحب [illegible] آپ [illegible] ''السلام و علیکم'' [illegible] یونانی زبان میں [illegible] یونانی زبان میں مفہوم سمجھایا۔ آپ نے نماز پڑھائی اور [illegible] pamphlets ہوائی جہاز سے [illegible] گئے تھے۔

[illegible] مسلمان ہیں [illegible] عید پڑھنے آئے ہوئے ہیں [illegible]

پیش امام صاحب نے جواب دیا [illegible] اردو میں ترجمہ [illegible] زبان نہیں آتی۔

[illegible] پیش امام [illegible] زبان میں خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ خطبہ [illegible] تھا

Al Mehmoodia (المحمودیہ [illegible]) ایک دن پیش امام صاحب نماز پڑھاتے ہوئے [illegible] اور [illegible] خدا [illegible] امام صاحب [illegible] ابراہیم [illegible] ایک [illegible] نمازیوں [illegible] پیش امام [illegible] اعلان [illegible] ابراہیم [illegible] ابراہیم [illegible] ابراہیم [illegible] پیش [illegible] ابراہیم نے [illegible] ابراہیم نے [illegible] مشورہ [illegible] ملک پر حملہ ہو چکا ہے۔

ایک دن ابراہیم نے [illegible] خدمت [illegible] Bank [illegible]
[illegible] قرآن مجید [illegible] خدمت [illegible]

[illegible] مجاہدین [illegible] front [illegible]

[illegible] 20 مجاہدین [illegible] 32 Italians [illegible] Armed [illegible]
[illegible] مجاہدین [illegible] ابراہیم [illegible] Christian [illegible] مجاہدین [illegible]

ابراہیم [illegible] 32 [illegible]
[illegible] 32 مجاہدین [illegible]

[illegible] 20 مجاہدین [illegible] ابراہیم [illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible]

[illegible]

[illegible] 32 [illegible]

ابراہیم [illegible]

[illegible]

ان تیس مجاہدین کو ساتھ لیکر راستے میں اور مجاہدین بھرتی کرتے چترال پہنچے۔ سارا واقعہ گورنر کو سنایا وہاں ایک سو مجاہدین لے کر ابراہیم نے رات والی انہی فوجیوں پر شب خون مارنا تھا۔ ادھر اسمٰعیل آخری چٹھیاں یہ کہہ رہی تھیں کہ انگلین واپس جا رہے ہیں اور البانیہ چھوڑ چکے ہیں۔

یہ تھی قبرص Cyprus والے پیش امام صاحب کا خطبہ جو کہ انہوں نے عیدالضحیٰ کی نماز کے بعد مقدونیہ میں خطبہ دیا اور اس کا ترجمہ یوسف خلیل نے کیا۔ سال ہے 1943

ملک صاحب

دریائے راوی کے کنارے شارع عام سے ہٹ کر ایک گاؤں واقع تھا۔ جہاں رانگڑ ذات کے سب سے بڑے زمیندار ملک صاحب نہایت با اثر اور نیک سرشت رہائش پذیر تھے۔

قدرتی طور پر ملک صاحب کی اکلوتی نہایت خوبصورت جوان بیٹی اپنے ایک معمولی مگر خوبرو اور جوان ملازم پر فریفتہ ہو گئی اور اس سے ملنے کے لئے کھیتوں پر موجود "بہک" (ضمیمہ 201) میں جایا کرتی لیکن جوان ملازم نے اپنی اوقات کے پیش نظر اس کی بہت منت سماجت کی کہ خدا کے لئے مجھ غریب پر رحم کرو۔ میرا تمہارا کیا جوڑ ہے۔ "کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی۔" مگر چڑھتی ندی کی طغیانی بھی کبھی کسی سے رکتی ہے۔ اس لڑکی نے اپنے عزائم میں رکاوٹ نہ آنے دیا اور اکثر اوقات اپنے محبوب کے دیدار کیلئے حیلہ بہانے سے آ جاتی رہی۔

آخر کار جب نوکر کو کوئی اور راستہ نہ سوجھا تو ناچار ملک صاحب (اپنے مالک) کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ نہایت عجز و انکساری اور خوف سے ڈرتے ڈرتے حقیقت سے آگاہ کر دیا اس پر ملک صاحب مشتعل ہو گئے اور ناگواری سے کہنے لگے "خبردار آئندہ ایسی بات تم نے اپنی زبان سے نکالی یا کسی سے ایسی بات کی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

چند دن تو عافیت گزری ایک رات لڑکی حسب معمول "بہک" میں آنے کے لئے ملک صاحب کی خصوصی گھوڑی پر سوار آ پہنچی۔ ایک دن کی طرح وہ رات گئے بہک میں پہنچی۔ گھوڑی کو باہر کھونٹے سے باندھا اور خود جہاں ملازم موجود تھا وارد ہوئی۔ لڑکی کی نیت کو بھانپتے ہوئے اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ یہاں سے کنارہ کش ہو جائے اور نہایت غیر محسوس انداز میں کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور کوٹھڑی کی کنڈی لگا دی اور سیدھا گاؤں میں ملک صاحب کو خبردار کیا ملک صاحب نے پھر ڈانٹ ڈپٹ کی مگر اس صورت حال کے پیش نظر اپنے مالک کی منت سماجت کی کہ آپ ایک دفعہ میرے ساتھ چل کر دیکھ لیں۔ بالآخر ملک صاحب نے اس کی بات مان لی جب بہک کے قریب پہنچے تو نوکر نے کہا "ملک صاحب آپ اس گھوڑی کو تو پہچانتے ہوں گے؟"

"ہاں! یہ گھوڑی تو میری ہے یہاں اسے کون لایا؟"

"آپ میری کوٹھڑی میں جانے کی زحمت گوارا فرمائیں تو!" اس پر ملک صاحب نے اپنے ہاتھوں سے جونہی کوٹھڑی کی کنڈی کھولی تو شرمندگی سے پانی پانی ہو گئے اور اپنی لخت جگر کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئے۔ پھر اس ملازم لڑکے کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا "خبردار اس بارے میں اب یا آئندہ تم نے کسی سے بات کی تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ گے۔ نہ تم نے کچھ دیکھا ہے اور نہ کچھ سنا ہے۔"

ملک صاحب اپنی بیٹی کو شاں شاں اپنے گاؤں کی دوسری حویلی میں لے آئے اور اپنے مخصوص کمرے میں لا کر کمرے کے اندر اسی کمرے میں زندہ دفن کر دیا۔ تین چار روز کے بعد جب لڑکی گاؤں میں موجود نہ پائی گئی تو یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ وہ اپنے عزیز و اقارب کے ہاں چلی گئی ہوئی ہے۔

کچھ عرصہ گزرا ملک صاحب کی وفات کے بعد بیٹوں کے درمیان جائیداد کے بٹوارے کا مرحلہ آیا تو جس بیٹے کے حصہ میں وہ حویلی (قتل گاہ) آئی اس نے بوسیدہ کمروں کو مسمار کرنے اور نئی تعمیرات کا ارادہ کیا۔ اس کمرے کے کونے پر پہلے تو سونے کے کنگن ملے اور پرانے کفن وغیرہ برآمد ہو گئے اس لڑکے نے اپنی والدہ صاحبہ کو بلایا تو والدہ نے فوراً پہچان لی کہ یہ تو

Marfat.com

میری بدنصیب بیٹی کے زیورات وغیرہ دیئے۔ تب یہ سربستہ راز کھلا کہ لڑکی [illegible] تھی بلکہ ملک صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے بیٹی قتل کر دیا تھا۔

غیرت کا تقاضا یا حماقت۔ فیصلہ آپ خود کریں۔

آتما ہتیا

تقسیم ہند سے قبل متحدہ پنجاب کے ایک گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک ہندو گھرانے کی خوبصورت لڑکی ایک مسلمان [illegible] میں ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کی قسمیں کھا بیٹھی۔ لڑکا اعلیٰ تعلیم یافتہ تھا اور لڑکی ہندو اونچی ذات اور مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ ان کے عشق کی داستان ایک منہ سے دوسرے منہ تک ہوتی ہوئی سارے گاؤں میں [illegible] کی طرح پھیل گئی۔

ہندو قوم بڑی ذہین اور معاملہ فہم ہے۔ انہوں نے مل بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ اس بات کو آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جوتشی کی خدمات حاصل کیں کہ حساب لگا کر [illegible] کہ اس کھیل کا انت کیا ہوگا۔ جوتشی نے حساب لگایا اور بتایا کہ اس کھیل کا انت دونوں کی موت پر ختم ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے جوتشی مہاراج سے پوچھا کہ ایسا جنتر منتر بتائیں جس کے اثر سے ان دونوں میں [illegible] جائے۔ یہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں۔ جوتشی مہاراج نے انہیں کسی جوگی کا پتہ دیا اور کہا کہ وہ [illegible] کا اپائے کر سکتا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ وہاں گئے اور جوگی کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ جوگی نے کہا "چنتا نہ کرو [illegible] نے میری بات نہ مانی تو [illegible]" چنانچہ جوگی نے اس لڑکے سے ملاقات کی اور اپنے [illegible] سے اس کو ڈرایا دھمکایا مگر عشق کا بھوت سر سے اترنا مشکل [illegible] نہیں۔ اس لڑکے نے جوگی [illegible] جوگی نے لڑکی والوں کو گاؤں سے [illegible] کی ترغیب دی۔ انہوں نے فوراً کسی دوسرے گاؤں کا رخ کیا مگر عشق کے بھوت نے اس گاؤں کو [illegible] پیچھا [illegible]۔

ایک دفعہ جب دوسرے گاؤں کے [illegible] ایک ایسی جگہ کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا جہاں [illegible] زیورات پہنے رکھے تھے۔ [illegible] اور [illegible] واقف [illegible] سے [illegible] کرتے اور اپنی [illegible] تھے۔ اس لڑکے نے موقع غنیمت جان کر [illegible] کی [illegible] داستان [illegible] کہ [illegible] اس سے [illegible] جوگی مہاراج نے [illegible] یہ نظارہ [illegible] ممکن نہیں [illegible] زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے [illegible] خواب [illegible] آتما ہتیا کر لی۔

[illegible] پھیل گئی اور [illegible] تب بھی [illegible] پاس [illegible] چھوڑا [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] تمہیں [illegible] یاد [illegible] کہ تم نے [illegible] تمہاری زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

اس سے پہلے [illegible] جب اس لڑکی نے آتما ہتیا کی تو وہ [illegible] سے پہلے اس نے آخری [illegible] جب [illegible] سے [illegible] خوف سے [illegible] جوگی مہاراج نے [illegible] آخری [illegible] تمہیں [illegible] متعلق کسی سے کوئی بات نہیں کرنی اور [illegible] تو وہ تمہارا آخری دن ہوگا۔"

اب وہ زندگی کا بوجھ [illegible] اور اس نے اپنے [illegible] دوست کو یہ ساری [illegible] آج میرا آخری دن ہے۔ داستان [illegible] ختم ہوئی وہ بھی ختم ہو گیا۔

Marfat.com

اذان

[illegible]

Marfat.com

[illegible]

[illegible] SHO [illegible]

[illegible]

SHO [illegible]

[illegible]

SHO [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] Cobra [illegible]

Marfat.com

"اب میرا اپنا یہ خیال ہے میرا ہونہار بیٹا فیروز دسویں کلاس میں زیر تعلیم ہے۔ جونہی میٹرک تک تعلیم مکمل کر چکے تو اسے کسی دینی درسگاہ میں تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا تاکہ میری قبر پر میری مغفرت کی دعا کوئی کیلئے ہاتھ اٹھایا کریگا" ازاں بعد اپنی بیوی سے مخاطب ہوئیں اور وصیت کے انداز میں گویا ہوا "تمہارے پاس سولہ تولے سونا اور پچیس تولے چاندی اور ایک بھینس موجود ہے اگر تم محنت میرے بھائی کا ہاتھ بٹاؤ تو گزارہ کر لو مگر بطور خاص تمہیں وصیت کر رہا ہوں کہ میرے مرنے کے بعد میرے بڑے بھائی سے عقد ثانی کر لینا تاکہ میرے اور تمہارے بیٹے کی نگہداشت بطریق احسن ہو سکے۔ مجھے قوی امید ہے کہ میرا بھائی ہمارے بیٹے کو باپ کا پیار دے سکے گا۔"

اس نے کلمہ پڑھا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی جب فیروز سکول سے واپس آیا تو یتیم ہو چکا تھا۔ چالیسویں کے بعد جب نکاح ثانی منعقد ہوا تو فیروز جو نہایت ذہین اور ہونہار طالب علم تھا۔ مزید تندہی سے تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہو گیا اور نتیجتاً فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ تایا اور تائی جان نے بچے فیروز کو ساتھ لیا اور وصیت کے مطابق اوگی ضلع مانسہرہ میں واقع دینی درسگاہ میں داخل کروا دیا۔ یہ درسگاہ دینی اختلافی مسائل کا درس دینے سے اجتناب کی قائل تھی بلکہ کسی الجھاؤ سے مبرا سیدھی سیدھی دین اور قرآن کی تدریس پر عمل پیرا تھی۔ بالخصوص اس درسگاہ کے تعلیم یافتہ طلبہ کی مساجد میں امامت کے فرائض سرانجام دینے پر متعین کئے جاتے تاکہ مساجد میں اختلافی مسائل سے گریزاں ہو کر پیش رفت کا باعث بنا رہے۔ دوران تعلیم طلباء کے خورد و نوش کا اہتمام بھی بطریق احسن کیا جاتا۔ وہیں ان کی صحت کا معقول انتظام پیش نظر رکھا جاتا دیگر مذہبی علوم کی اعلیٰ ترین کتب بھی درسگاہ میں موجود تھیں۔ یہاں تین سال کا کورس مکمل ہونے کے بعد ہر طالب علم کا امتحان بھی لیا جاتا تھا۔

بالآخر فیروز کی تین سالہ تعلیم کی تکمیل کے موقعہ پر باقاعدہ دستار بندی ہوئی اور علماء کے خیال میں فیروز نہایت ذہین اور ذہین طالب علم تھا اور بہترین بھی۔ اس نے نہایت اچھے نمبروں پر مشتمل تعلیم مکمل کی۔ تمام امور مذہبی لحاظ سے ذہن نشین کر لئے۔ اب تعلیمی سرگرمیوں کے اختتام پر طلباء کے والدین اپنے اپنے فرزندوں کو لے کر اپنے گاؤں لوٹ گئے تاہم فیروز کی والدہ تایا اور تائی کی واپسی دینی درسگاہ سے پہلے مولانا عبدالقدوس صاحب نے اپنے گھر میں ٹھہر جانے کی ترغیب دی کیونکہ مولانا صاحب کی اہلیہ نے چند روز پہلے اپنے میاں کی توجہ اپنی جوان بیٹی کی طرف یہ کہہ کر مبذول کرائی "آپ بیٹی کے عقد نکاح سے چشم پوشی فرما رہے ہیں جو شرعی لحاظ سے مناسب نہیں آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ جس کی جوان بیٹی بغیر شادی کے بیٹھی ہو اس کا کھانا پینا حرام ہوتا ہے لہذا کچھ فکر کرو" جس پر عبدالقدوس صاحب نے بیوی کو جواب دیا "مناسب رشتہ کی تلاش ہے۔"

فیروز کے گھر والوں کو مولانا عبدالقدوس نے شام کے کھانے پر مدعو کیا جو سب نے ایک دسترخوان پر تناول کیا۔ فیروز کی والدہ اور تائی جان کی خدمت عبدالقدوس صاحب کی بیٹی نے خصوصی توجہ سے کی۔ کھانے سے فراغت پر مولانا صاحب نے فرمایا "میں نے تمام دورِ تعلیم میں فیروز جیسا ایماندار، مخلص اور ذہین طالب علم نظر سے نہیں گزرا ان خوبیوں کی بنا پر میں اس بات پر آمادہ ہوا ہوں کہ فیروز کو اپنی فرزندی میں لے لوں۔ اب صرف آپ لوگوں کی اجازت کا منتظر ہوں جبکہ میری بیٹی بھی آپ لوگوں نے دیکھ لی جو نہایت سلیقہ شعار اور خوبصورت ہے۔"

چند دنوں بعد نکاح ہو گیا فیروز اپنی پسندیدہ دلہن کو ساتھ لیکر اپنے گاؤں (فضل کا بانڈہ) پہنچا جس نے بھی دلہن کو دیکھا تعریف و توصیف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ گاؤں کی پنچایت نے متفقہ فیصلہ کیا کہ مولوی فیروز الدین صاحب کو جامعہ مسجد کا خطیب مقرر کیا جائے۔ مسجد کے نام پر کچھ اراضی اور چند ایک دکانات بھی واقع تھیں اور علاوہ ازیں پنچایت نے معقول تنخواہ بھی دینے کا فیصلہ کیا مسجد کے ساتھ ملحقہ مکان میں مولوی فیروز الدین صاحب نے رہائش اختیار کر لی کیونکہ ہر خطیب کے قیام کا اہتمام ایسے ہی چلا آ رہا تھا اور یہ مکان بھی مسجد کے اثاثوں میں تھا۔ پہلے مولوی کو اس پاداش میں نکال دیا گیا تھا کہ اس نے نکاح پر نکاح پڑھا دیا۔ عدالت نے اسے چھ ماہ بامشقت سزا دی اور مسجد شاید مولوی فیروز الدین کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ فیروز اور اس کی بیوی نہایت پیار محبت اور پرسکون زندگی گزار رہے تھے فیروز کی والدہ اور اس کے دیگر لواحقین نہایت خوش تھے کہ ہمارا برادری کے آدمی کو جامعہ مسجد کی خطابت اور امامت کے فرائض سونپ دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

تین سال کا عرصہ نہایت خوش وخرم زندگی سے ہمکنار بسر ہو گیا۔ مولوی عبدالقدوس نے اپنی [illegible] پڑھاتے ہوئے کہا تھا" گروہ بندی، فرقہ پرستی اسلام میں گھناؤنا جرم ہے کسی شرپسند نے مذہب کا لبادہ اوڑھ کر [illegible] بنیاد ڈالی اور وہ حضرات جو ایسے مسائل اپنی مساجد میں بیان کرتے ہیں وہ کوئی دین کی خدمت نہیں کرتے [illegible] ہیں جن کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ سب سے زیادہ رقت ان لوگوں کی ہوگی جو [illegible] مذہبی تعلیم دیتے ہیں [illegible] لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا دیتے ہیں۔"

کسی جنونی مذہبی منصب نے رات کے اندھیرے میں مولانا عبدالقدوس کو [illegible] فضل کا بلاوا میں پہنچی تو فیروزن بیوی جس کے پیٹ میں چھ ماہ کا بچہ بھی تھا [illegible] گئے۔ وہ اپنے باپ سے اس قدر پیار کرتی تھی کہ اس کی ناگہانی موت کا صدمہ نا قابل برداشت [illegible] پیٹ کی اور بیہوش ہوئی فیروزن ماں جب آگے بڑھ کر اٹھانے گئی تو پتہ چلا وہ بھی اجل [illegible] پہنچی ہے۔

مولانا عبدالقدوس کی زوجہ نے روتے ہوئے کہا" یہ میری اکلوتی بیٹی تھی [illegible] ساتھ بیوہ کیا تو نے میری بیٹی کو بھی رکھا۔"

چند دن رونا دھونا رہا اس کے بعد فیروزن رنڈوا ہو کر اپنے لواحقین کے ساتھ واپس آ گیا [illegible] دور کی یہ تیرہ فیروزن بیوی بستی کی لڑکیوں کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کرتی تھی [illegible] والے اس ناگہانی موت پر خوب روئے ویران لوگوں پر اچانک قیامت ٹوٹ پڑی۔

نمبردار کی لڑکی (رحمت) فیروزن کو قرآن سنانے مسجد میں آیا کرتی کہ تفظ درست کرے اور [illegible] جب قرآن پاک دو دفعہ سنا چکی تو مولوی صاحب نے کہا" لڑکی اب تو روزانہ قرآن [illegible] غلطی ہو تو جہاں تم بھول جاؤ تو مجھ سے رہنمائی حاصل کر لینا۔"

ایک دن مولوی فیروزن کے ہاں کھانا دینے گئی تو فیروزن کسی گہری سوچ میں غلطاں پر [illegible] سے تناول فرمائیں۔" کھانا سامنے رکھا تو مولوی صاحب نے رحمت کو بڑے پیار سے دیکھا اور [illegible] میری زوجہ اس جہان فانی سے رخصت ہو چکی ہے اگر میں تمہارا ہاتھ تمہارے باپ سے مانگ لوں تو [illegible]

اس پر لڑکی نے برملا جواب دیا" نہ یہ غلطی نہ کرنا تم سارے دیہات کی نظروں میں رہتے ہو [illegible] گئی ہوں اور تم دیہات کی مہار برادری میں سے ہو تمہیں سب لوگ [illegible] سمجھتے ہیں یہ کیسے ممکن نہیں [illegible] بات کی تو میرا ابھی ھر سے نکلنا بند ہو جائیگا اور تمہاری عزت و توقیر بھی مٹی میں مل جائیگی۔ مولوی قرآن پڑھانے [illegible] گیا ہے۔"

مولوی صاحب نے رحمت بی بی کے سامنے ہاتھ جوڑے اور کہا" کل تک میری [illegible] نہ ہو گی۔ چپ چاپ رہی اور سوچ بچار میں مبتلا ہوئی کہ مولوی نے [illegible] یا سوال دیا ہے۔

تیسرے دن رحمت حسب معمول آئی۔ نماز ادا کی، تلاوت کی سعادت حاصل کی اور سوچتی رہی [illegible] لیکن اس بات کا تذکرہ اپنی کسی سہیلی سے بھی نہ کیا۔ انہی سوچوں میں غلطاں تھی کہ مولوی صاحب [illegible] ان کے ہاتھ میں ایک بڑا مٹھائی کا ڈبہ موجود تھا آگے اور ایک چارپائی پر [illegible] صاحب بیٹے ناشتہ لے کر آؤں۔"

وہ پراٹھا کی اور عصر کے بعد حاضر ہوئی۔ مولوی صاحب نے کچھ [illegible] صاحب نے نمبردار اور اس کی بیگم کو بلایا۔ مٹھائی کا ڈبہ پیش کیا۔ چند زیورات [illegible] چونکہ دنیا میں میری کوئی بہن نہیں اس لئے سوچا میں رحمت کو بہن بنا لوں۔"

نمبردار بڑا حیران ہوا۔ بیوی بھی حیرت زدہ اور رحمت بالخصوص اس [illegible]

Marfat.com

[illegible] مولوی صاحب نے [illegible] پیشن [illegible] چند دنوں کے بعد رحمت کی ساتھ والے گاؤں میں منگنی [illegible] ایک ماہ کے بعد بارات آئی۔ مولوی صاحب نے خود اس کا نکاح پڑھایا۔

شادی کے بعد [illegible] اتفاق سے جمعہ کا دن تھا وہاں کے خطیب نے کہا آپ آج یہاں [illegible] خطبہ دیجئے۔ [illegible] مسجد میں پہنچے۔ مولوی فیروز نے ایسا پُراثر وعظ کیا [illegible] کے بعد پنچایت [illegible] خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے منصوبے [illegible] کہا وہاں آپ [illegible] شاندار [illegible] آپ گذشتہ ایک سال سے رحمت [illegible] شادی [illegible]

مولوی صاحب نے [illegible] اپنے [illegible] فضل سے بچے [illegible] فضل سے بچے [illegible] پیشن [illegible] چند [illegible] شراب [illegible] ایک فتنہ کا [illegible] مولوی صاحب نے [illegible] شادی [illegible] اور دعاؤں سے [illegible] اوقات ہوتے تھے [illegible] ایک بدمعاش [illegible] مولوی صاحب [illegible] راستے میں [illegible] زندگی چاہتے ہو تو اپنی راہ [illegible]

[illegible] وقت مولوی صاحب [illegible] مولوی صاحب اس بات کا [illegible] مولوی صاحب کا [illegible] مولانا صاحب نے [illegible] مولوی فیروز نے [illegible] مقصد [illegible] چھوڑ دوں [illegible] فرض ادا [illegible] بچوں [illegible] کا۔

[illegible] مولوی صاحب [illegible] آئی [illegible] مولوی صاحب [illegible] مولوی صاحب [illegible]

مولوی فیروز [illegible] مولوی فیروز [illegible] برسانے شروع کر دیئے [illegible] مولوی صاحب [illegible] آگئے خون [illegible] نام و نشان باقی نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت [illegible] (تاثرات) [illegible]

[illegible] مولوی صاحب نے [illegible] بدمعاش [illegible]

[illegible] مولوی صاحب نے [illegible] راستے پر چلیں اور اس بدقماش [illegible]

[illegible] شراب کی بھٹیاں چلا رہے تھے [illegible] 80 کے قریب شراب کی بھٹیاں [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

گنگا کے کنارے

میاں صاحب قبل از تقسیم ہند S.H Atta & Sons کی کمپنی، کٹری کا کاروبار نظام آباد، وزیر آباد، ضلع گوجرانوالہ میں کرتی تھی، سے وابستہ تھے اور بزنس کے سلسلے میں انہیں پورے ہندوستان میں جانا پڑتا۔ اسی طرح وہ ایک دفعہ ہردوار اپنے دو دوستوں صدیق اور میاں کے ساتھ گئے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے عرض ہے کہ گنگا کا میلا [illegible] آتی ہے۔ ہردوار آکر پرسکون انداز میں بہتی ہے۔ ہردوار پر بارش نہ ہوئی ہو تو اسقدر آرام اور پرسکون بہتی ہے کہ درخت کا پتا یا کاغذ پھینک کر دیکھا جاتا کہ پانی کس سمت جا رہا ہے۔ [illegible] ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ ہردوار سے کلکتہ تک چار، چار میل کے فاصلے پر دریائے گنگا پر پلیٹ فارم بنے ہوئے ہیں جہاں ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ بعد پلیٹ فارم پر رکھ دیتے ہیں اور کچھ جوان پر چھپٹ پڑتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہڈی [illegible] دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے لوگ اس علاقہ میں اس کا پانی نہیں پیتے بلکہ اسے "مردہ گھاٹی" کہتے ہیں مگر جیسے ہی گنگا ہردوار پہنچتی ہے تو پوتر ہو جاتی ہے۔ ہر شخص گنگا جل پیتا اور اس کے جل میں نہانا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے۔ عقیدہ ہے کہ ایک دفعہ گنگا جل میں ڈبکی لگا لیں تو گناہوں سے تمام دھل گئے۔

دونوں دوست دیکھتے کیا ہیں کہ گنگا کے کنارے ایک رشی آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے اور اس کے درشن کیلئے سینکڑوں افراد آئے ہیں۔ [illegible] ہم سے رہا نہ گیا اور ان سے پوچھا "آج درشک کیوں نہیں آئے، کیا بات ہے؟ آپ کا چہرہ [illegible]" ہم سے پہلے کوئی 25 آدمی بیٹھ سکتے تھے چھتہ پر کسی دیہاتی نے حصار کا دیا تاکہ چھتہ ٹھنڈا رہے۔

[illegible] مہاراج نے ہمیں سوچ میں بڑے پیار اور توجہ سے ان کی بات سنی اور جواب میں کہا "آج کرشن بھگوان کا دن ہے۔ [illegible] پوجا کرنے گئے ہوئے ہیں۔"

"آپ کیوں نہیں گئے؟"

"[illegible] کوئی بات نہیں کی۔ ہم تو کوشش کی ہے کہ نزدیک کسی مندر میں جاؤں اور ماتھا ٹیکوں لیکن آ تم آرام سے آگئی۔" پھر وہ اور بحث میں ان سے سوال کیا "مہاراج آپ کے خیال میں خدا ہے؟"

انہوں نے عجیب و غریب جواب دیا "خدا تو ہے مگر لفظ خدا نہ تو کسی وید میں ہے اور نہ ہی کسی قرآن و حدیث میں موجود ہے۔"

عسکری میاں نے مہاراج سے ایک اور بات عرض کی "مہاراج ہمیں ماں باپ نے بتایا ہے کہ خدا ہے اب آپ نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔ ہم اس امر کی تقویت کیلئے کوئی مثال دیں۔"

رشی نے مسکراتے ہوئے کہا "اپنے اردگرد نظر دوڑاؤ تمہیں ہر طرف ہر چیز خدا کے آگے سرنگوں نظر آئیگی اور اس کی حمد و ثنا میں لگی ہوئی ہے۔ جانور ہاتھی تک جو خوراک اس کے لئے مختص کی گئی ہے وہی کھائیگا اور کل کیلئے فکر مند نہیں، رات کو بندی نہیں دے کا خوراک کل کیلئے بچا کر نہیں رکھے گا۔ صبح اٹھے گا پھر رزق کی تلاش کریگا مگر انسان جو اس کائنات میں سب سے بڑا خدا کا بندہ ہے [illegible] حکمران، فرمانی وقت اور امین کہتا ہے ہیں وہ جھوٹا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا تو کہیں جھوٹا رشی منی بن بیٹھتا ہے اور اسے جب [illegible] نہیں تب بھی وہ سالوں کیلئے ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ خدا قادر مطلق جو ہر چیز پر قادر مگر انسان اس سے ذرا بھی نہیں ڈرتا۔"

مہاراج نے ایک مثال دی کہ ایک دفعہ ہم ایک جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ ہمیں جنگل گھنا ہونے کی وجہ سے راستہ بھول گئے [illegible] ہاتھ ہم نے سوچا کسی درخت پر چڑھ کر دیکھیں کہ کہیں سے دھواں نکل رہا ہو تو ادھر کا رخ کریں مگر یہ جنگل بہت گھنا تھا [illegible] کوشش کی دیکھتے کیا ہیں ہمارے سامنے ایک جوڑا کوبرا سانپ کا پھن پھیلائے راستہ روکے کھڑا ہے لگ رہا تھا۔ [illegible] سانپ دیکھ کر ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور خوف کی وجہ سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا کیونکہ ماں نے کہا ہوا تھا کہ یہ سانپ زہریلا ہوتا ہے اور نہایت خطرناک ہے۔ اگر کوئی اسے تنگ کرے تو یہ کسی کو چھوڑتا نہیں۔ ہم نے کوئی دس بار دفعہ مڑ کر دیکھا تو سانپ کے خوف سے ہمارے پاؤں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔ بھگوان کی کرپا سے سانپ غائب ہو گئے مگر چونکہ کتنے خدا کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اس سے نہیں ڈرتے یہ بھی غلط ہے مگر تے ہوئے ہمیں اس کے عذاب سے خوف نہیں آیا۔

Marfat.com

"انسان حرم میں جا کے بھی انساں نہ بن سکا
پتھر صنم کدے میں گیا تو خدا بنا"

میزان بالقسط

ہردوار جو گنگا کے کنارے واقع ہے، ہر بارہ سال بعد ایک عظیم مذہبی اجتماع کا انعقاد ہوتا ہے جسے عرف عام میں کنبھ کا میلہ کہا جاتا ہے۔ ویسے یہ چھوٹے چھوٹے اجتماع ہر سال مختلف مقامات پر بھی منعقد ہوتے ہیں جہاں پورے ہندوستان سے لوگ جوق در جوق اکٹھے ہوتے اور یہ میلہ مہینوں تک محیط ہوتا ہے۔ پجاری وہاں مختلف آسن سے تپسیا کرتے ہیں کوئی ایک ٹانگ پر کھڑا، کوئی جھکا ہوا، کوئی آلتی پالتی مارے بیٹھا، کوئی چاروں طرف آگ جلائے تو کوئی دھونی رمائے ہے۔ کئی ایک تو تپسیا کے دوران اس قدر لاغر اور بے ہوش ہوتے ہیں کہ ان کا پیٹ ایک ایک ہاتھ نظر آتا ہوتی ہے اور کسی کا پیٹ اس قدر اندر دھنسا ہوا ہے کہ پشت سے جا لگا ہے۔ بہرحال کئی روپ ہیں جن کو شمار کرنا دشوار ہے۔

ان پجاریوں میں ایک رشی ایسا بھی تھا جو پچھلے بارہ سال سے گنگا کے کنارے کھڑا مسلسل پیپل کے درخت کے نیچے تپسیا کرتا تھا مگر کبھی کسی دیوی دیوتا کا بلند آواز میں نام لیتا۔ بھگوان نے ایک دن اسے سپنا دیا اور اسے آکاش وانی سنائی کہ بارہ سال تپسیا اور ریاضت کی اس کی بھگوان کے ہاں کوئی حقیقت نہیں اگر حقیقت دیکھنا چاہتے ہو تو بنارس جاؤ اور شیو جی مہاراج کے مندر کے سامنے جوتیاں گانٹھنے والے کو دیکھو جو ستر سال کا بوڑھا چمار ہے جس کا رتبہ تم سے زیادہ بڑا اور بہتر ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا بس سیتا رام جپتا ہے۔"

اب سادھو کا گھمنڈ ٹوٹ گیا تھا، کیونکہ ہو گیا تھا کہ تم پجاری بہت بڑے ہو گئے ہو، مگر آکاش وانی نے تمہاری ساری محنت کو ملیامیٹ کر دیا اور اسے بنارس کی راہ دکھائی۔ سادھو مہاراج بنارس پہنچے تو واقعی 70 سال سے بڑھے بوڑھے نیچ ذات چمار کو دیکھا جو شیو جی کے مندر کے سامنے جوتے گانٹھ رہا تھا۔ سادھو مہاراج نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پوچھا "آپ کتنے پجاری ہیں؟"

اس نے اسی طرح ہاتھ باندھتے ہوئے جواب دیا "مہاراج میں تو صرف آپ درشنوں کے لیے یہاں بیٹھا ہوں مجھے آکاش وانی نے بھیجا ہے آپ بتائیں آپ کیا تپسیا (عمل) کرتے ہیں؟"

نیچ ذات نے سادھو سے پوچھا "آپ کیا جاپ کرتے ہیں؟"

سادھو جی نے دست بستہ عرض کیا "میں پچھلے بارہ سال سے ہردوار میں گنگا مہاراج کے کنارے تپسیا کرتا رہا مجھے اپنی ریاضت (تپسیا) پر گھمنڈ ہو گیا تھا کہ میں نے تمام پاپ دھو ڈالے ہیں لیکن آکاش وانی نے مجھے بتایا کہ تم سے بڑا پجاری تو وہ ہے جو تم سے کہیں زیادہ بڑا اور بہتر ہے۔ اب اس کا راز کیا ہے جو میں آپ کے چرن چھونے آیا ہوں۔"

نیچ ذات نے کہا "میں تو کوئی تپسیا نہیں کرتا بس صرف ہر روز بازار جاتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ حلال روزی کماؤں، محنت مشقت اور جوتیاں وغیرہ گانٹھتا ہوں۔ جوتیوں کو اچھی طرح صاف کرتا ہوں، ہر کسی کی جوتی اچھی طرح سے گانٹھ دیتا ہوں، ان سے جتنے پیسے ملتے ہیں ان سے گزارا کرتا ہوں، زندگی میں کبھی بے ایمانی نہیں کی، ہر کام میں پورا تولتا ہوں یہی میرا عمل ہے۔"

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

1937ء کا واقعہ ہے جب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ (Jussy Baghwali) جسی باغوالی جس کی آبادی زیادہ تر راجپوتوں پر مشتمل تھی۔ (ہندو بھی اور مسلمان راجپوت) ایک صدیقی صاحب جو وہاں کے رہائشی اور ضلع ملتان سے آکر چھاؤنی میں ملازم تھے، مگر دونوں کی رہائش چھاؤنی کی حدود سے باہر تھی۔ یہ کانپور کی چھاؤنی اور پوسٹ آفس سے قریب تھا اور مکان کا کرایہ 26 روپے ماہوار۔

Marfat.com

[illegible] روپے میں سارے کے پانچ [illegible] دستیاب تھی۔ [illegible] افراط [illegible]

[illegible] (ضمیمہ 202) 1937 میں ایک تولہ سونا 18 روپے میں ملتا تھا [illegible] 4,800 روپے ہے۔

[illegible] صدیقی [illegible] مصطفیٰ خاں [illegible] والد صاحب نے فرمایا [illegible] ایک مہینہ [illegible]

[illegible] مصطفیٰ خاں صاحب [illegible]

[illegible] مصطفیٰ خاں صاحب اندر [illegible]

[illegible]

[illegible] مصطفیٰ خاں صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] مصطفیٰ خاں صاحب نے [illegible]

پٹنہ

1886-87 میں مسجد کے متعلق اتفاق سے ... graduates نے اپنے پارلیمانی پٹنہ سے ... پاکستان (... پیش ...) سے مجھے معلوم ہے کہ ... پٹنہ کے ... نہیں ... ہیں اور ہمارا طالب علم پٹنہ کے شعور ... سب مسلمان ہو چکے ہیں۔"

اس پر بڑی لے دے ہوئی کیونکہ ... بات پر ... پٹنہ نے ... کے ایک مضمون بہت مانگی اور تمام ... میں اضطراب اور تشویش پیدا ... مذہب کی بنیادی ... ہے۔

خواجہ حسن نظامی اور شاہی مسجد کے امام بخاری صاحب ... خواجہ حسن نظامی ... (روزنامہ) ... اس میں ... دہلی اور اس کے مضافات میں بڑی ... سے ... تھا۔

جب پٹنہ ... اس سلسلے میں ... D D Patail ... graduates سے ملاقات کی ... آپ اپنا ... graduates نے اپنی ... ملاقات کی دعوت دی۔

... بات ... کرتے ہوئے ... مسلمانوں کی ... شامل ... مسلمان ... آپ پر چھوڑتا ہوں۔

... پٹنہ ... فیصلہ ... کی ... جانتے ... مسلمان ہو ... حکومت ... نہیں۔

... مسجد ... حصہ ... سے ... گئے ... ۔۔۔ ... اور ... 90 ... 90 ... اپنی خدمت میں ... مسلمان ... ہیں ... ہیں۔

اس ... پٹنہ ... صاحب ... مسلمانوں ... شامل ... حکومت ... جواب ... مسلمان ... ہے۔

... اور ہندوؤں نے ... مسجد ... خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنی ... (...) ... میں بھی ...

اور حویلی کو آگ لگ گئی

ملا صاحب مسجد فتح پوری ... ۔۔۔ ... میں ... مسجد میں ...

Marfat.com

[illegible] اسی وقت ایک بوہری (Bohri) سے ہوئی جس نے انہیں ریشمی کپڑے کے cutpieces بیچنے کی ترغیب دی اور piece سے بیچنے کا ایک پیشہ [illegible] معمولی منافع پایا۔ ہانگ کانگ اور جاپان کے بنے ہوئے cutpieces تھے۔

pieces [illegible] میاں صاحب دن بھر گلی گلی میں گھوم پھر کر بیچتے۔ اصل رقم اور باقی بچے ہوئے کپڑے شام کو واپس کر دیتے [illegible] کمیشن اپنی جیب میں ڈالتے۔ اس طرح اس سستے زمانے میں 8-10 آنے بچت کرتے۔ اس دور میں چار پیسے میں پیٹ بھر کھانا مل جاتا۔ اس طور پر [illegible] کام کیا۔ ایک دن صبح ناشتہ کے لیے نہاری لینے جا رہے تھے۔ ایک نہایت خوبصورت لڑکے [illegible] میں [illegible] اور [illegible] حالت میں [illegible] انہوں نے نہایت دردمندی اور نرمی سے اس لڑکے کے کندھے پر ہاتھ [illegible] نہایت اداس نظروں سے دیکھا۔ میاں نے احوال پوچھا "کیا بات ہے کیوں پریشان کھڑے ہو؟"

"[illegible] میں پریشان پھر رہا ہوں کہیں محنت مزدوری نہیں ملتی رات شاہی مسجد کی سیڑھیوں پر سوئے ہوئے [illegible] جیب میں تھوڑے بہت پیسے تھے وہ انہوں نے نکال لیے اس لئے کل سے بھوکا ہوں" یہ [illegible]

میاں صاحب نے [illegible] کی حجامت بڑھی ہوئی اور گردن میل کچیل سے اٹی ہوئی دیکھ کر پہلے اسے [illegible] غسل کرایا۔ ازاں بعد اپنے رہائشی کمرے میں لے آئے۔ نہاری اور کلچے [illegible] نہایت [illegible] اور سستے دستیاب ہوتے تھے۔ خوب پیٹ بھر کر ناشتہ کیا پھر ڈیوٹی پر جانے کے خیال سے کمرے [illegible] بے نیازی [illegible] اشارہ کرتے ہوئے کہا "اس میں پھوٹی رقم موجود ہے وہاں سے رقم لے کر جو چاہے [illegible]"

[illegible] پابندی کی ہوئی تھی جہاں سے کھانے کے متعلق پوچھ کر تو اچھوتے [illegible] اور جلدی [illegible] تیار [illegible] دونوں طرف تھی اکا پلیٹ میں رکھتا جاتا۔ ان دونوں نے مل کر دو چھلکے اور سالن [illegible] کمرے میں [illegible] رکھی ہوئی تھی برتن نہایت صاف ستھرے جیسے گھر میں کوئی نہایت سگھڑ [illegible] صاف، پاجامہ، بنیان اور جرابیں سب دھلے ہوئے تھے۔ چارپائی کی ادوائن کی [illegible] کوئی نہایت نفیس مزاج [illegible] عورت آ بیٹھی ہو۔ میاں صاحب نے کہا "اگر تم لڑکی ہوتی تو آج ہی شادی کر لیتا۔"

[illegible] نام نہیں پوچھا ذات نہیں پوچھی اتہ پتہ جاننے سے بے نیازی کی بات کا ذکر [illegible]"

اس کے بعد میاں صاحب نے [illegible] دن بعد اس کو بھی اپنے کام پر لگا دیا وہ خوبصورت اور زبان کا میٹھا بھی تھا۔ ان سے [illegible] کہنے لگا "بھائی صاحب اگر آپ اجازت دیں تو ماں جی کو بھی گاؤں سے لے آؤں" وہ [illegible] کھانا پکایا کرے گی اور ہم دونوں بھائی یکسوئی سے کام کریں گے اور مجھے [illegible]"

یہ بات میاں صاحب [illegible] ایک دن انہوں نے اسے فرنٹیئر میل پر بٹھا کر سمجھایا کہ تمہیں جتنے پیسے [illegible] درمیان مجھے بھول نہ جانا۔ اس کا جواب بھی بڑا خوبصورت تھا کہنے لگا "اگر [illegible] ہوئی تو [illegible] ساتھ رہیں گے۔"

[illegible] ساتھ لے گیا انہیں آج تک اس فرنٹیئر میل کے ڈبے کا نمبر 22440 بھی یاد ہے اور گارڈ بھی [illegible] بے چین ہو گئے۔ [illegible] بے قراری سے [illegible]

ایک دن میاں صاحب ارادہ کیا کہ کیوں نہ میں خود [illegible] گاؤں چلا جاؤں (گاؤں امرتسر سے آٹھ دس میل دور ہے) اس [illegible] Flex سے جوتے خریدے۔ یہ کمپنی کانپور میں تھی۔ میاں صاحب فٹ بال کے کھلاڑی بھی تھے۔ جوتے P T Shoes [illegible] جیب میں ڈال لو۔ چلنے میں وہ چیں چیں کرتے۔ جب جوتے خرید

Marfat.com

کر کے بازار آرہے تھے تو کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی نظر آئی اور صدیق کا ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ وہ اپنی ماں کو ان کی طرف اشارہ کر کے بتا رہا تھا: "ماں وہ میرا بھائی آرہا ہے۔" صدیق نیچے اتر کر آٹھ دس قدم آگے آ کر ملا اور ایسے ملا جیسے دونوں بھائی مدتوں کے بچھڑے ہوئے مل گئے ہوں۔

کمال صاحب نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا "یہ امی جان ہی بتائیں گی۔" جب اوپر کمرے میں آئے تو ماں جی پچھلی طرح ملی سر چوما، منہ چوما، سینے سے لگایا اور روتے ہوئے کہا "میرا ایک ہی تھا آج سے دو بیٹے ہیں۔ میں تمام زندگی میں دو بچوں کی جوڑی کیلئے دعا کر رہی ہوں۔ آج خدا نے سن لی اور مجھے دو بیٹے عطا کر دیئے ہیں۔ اب ہم اکٹھے رہیں گے اور اکٹھے مریں گے۔"

چند دن اکٹھے رہنے کے بعد یہ بستہ راز کھلا کہ وہ دونوں کسی دوسرے سے cutpieces لے کر بیچتے ہیں اس پر ماں نے کہا "چلو امرتسر میرے ساتھ جب ہمارے اچھے حالات تھے تو میں نے ایک ٹنگلی کو چار سو روپے ادھار دیئے تھے آج کل وہ لاہور میں رہتی ہے ان کی ہال بازار میں صدر بھنڈار کی ایک بہت بڑی دکان ہے۔"

ماں جی کمال کو لیکر امرتسر آ گئی وہاں سٹیشن پر ایک سکھ تانگے والے نے پوچھا "صاحب آپ نے کہاں جانا ہے؟"

"سردار شیر سنگھ" اس نے ایک روپیہ دے کر سامنے چلنے کو کہا۔

جب سردار شیر سنگھ اتر گئے تو وہ دونوں جیانوالہ باغ کی بغل والی گلی میں چلے گئے آگے محلہ تھا جاہوں کا اس میں ایک بڑی حویلی تھی اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک چنچل والی عورت نے دروازہ کھولا جب امی نے تعارف کرایا تو وہ عورت اوپر چلی گئی۔ پھر ایک نہایت اچھے خدوخال کی ایک عورت جس کی آواز میں گونج تھی بغیر دوپٹے اور جوتی ننگے پاؤں والہانہ انداز میں بھاگتی ہوئی آئی اور ماں جی کے گلے لگ گئی۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ پھر کمال صاحب کو دیکھتے ہوئے پوچھا "کیا یہ صدیق ہے۔" اور دیکھے میری ماں نے بھی یہ راز افشا نہ کیا کہ میں صدیق نہیں کمال ہوں۔

پھر وہ انہیں اوپر لے گئی تین چار دن ایسے گزرے جیسے وہ اپنے ہی گھر میں آ گئے ہیں۔ یہ گھر کسی امیر گھرانے کا معلوم ہوتا تھا جیسے انہوں نے واپس جانے کا تقاضہ کیا لیکن اس دوران چار سو روپے کا ذکر زبان پر لانا مناسب نہ سمجھا مگر وہ عورت بھی آگے پیچھے چلی جا رہی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ وہ چند دن اور اس کے پاس ٹھہریں۔ بار بار ماں جی کی اس نیکی کو یاد کر رہی تھی کہ اس کے باپ کا مشکل اور مصیبت کے دنوں ہاتھ بٹایا تھا۔ بہر حال سات دنوں کے بعد بمشکل انہیں جانے کی اجازت دی ایک ٹرنک تھا جس میں ماں جی کے اور کمال کے کپڑے تھے علاوہ چار سو روپے کی بجائے 700 چاندی کے روپے موجود تھے اور وہ رخصت ہوئے کہ آج تک وہ بہنوں کے بچھڑنے کا منظر یاد ہے۔ بار بار وہ گلے ملتی تھیں اور بار بار چیخ رہی تھیں۔ تانگہ کا انتظام بھی اسی نے کیا اور امرتسر سے دہلی تک ٹکٹ بھی اس نے خرید دیئے۔

"اب تو خلوص بھی ہے فقط مصلحت کا نام
بے لوث دوستی کے زمانے چلے گئے"

سفر کے دوران کھانے کے سلسلے میں ایک ٹفن کیریئر کھانے سے بھرا ہوا بھی ساتھ رکھ دیا اور ماں کی جیب میں دس روپے بھی ڈال دیئے۔ دہلی پہنچے تو صدیق نے احسان، انقلاب اور زمیندار اخبارات کے پرچے سامنے رکھے ہوئے تھے جس میں صدیق کے والد صاحب (جو تحصیلدار صاحب تھے) کی طرف سے اپنے بیٹے اور بیوی کی گمشدگی کا اشتہار تھا اور اطلاع دینے والے کو ایک ہزار روپے کے انعام دینے کا لکھا ہوا تھا۔ ماں جی نے اس پر جھٹکا مارا اور کہا "میں اس کو بھول چکی ہوں میرے دو بیٹے میرے پاس ہیں مجھے کوئی کمی نہیں۔"

صدیق نے اپنے دوست اعظم کو جو لدھیانہ میں دوکاندار تھا، خط لکھا ہوا تھا "ہم مزے میں ہیں اماں ہمارے پاس ہے اور میرا ایک بھائی بھی ہے۔ ہم خوب محنت سے کماتے ہیں اور خوب اچھی طرح سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کسی قسم کی فکر نہیں پوری تفصیل لکھی ہوئی تھی تم مجھے باپ کے متعلق لکھو وہ کیسے ہیں؟"

تحصیلدار صاحب کو اعظم کے ساتھ دوستی کا علم تھا وہ صبح اس کے پاس آ گیا آنے تک وہاں بیٹھے تھے اور خط کا انتظار کرتے

Marfat.com

جس دن وہ خط پہنچا تحصیلدار صاحب نے خط لے لیا اور ایڈریس لیکر دہلی اُن کے گھر آن پہنچے لیکن ماں جی نے کمال اور صدیق کے آنے تک اُن کو پرندہ نہ دیا سب سے پہلے کمال پہنچا۔ دوکاندار نے کہا: "آپکے والد صاحب آئے ہوئے ہیں۔"

ماں تھبرا اور پریشان ہوگئے ملا۔ ازاں بعد صدیق بھی آ گیا وہ بھی گلے ملا۔ اسطرح اُن دونوں نے ماں جی کو بمشکل رضامند کیا اور انہیں اوپر لے آئے تو انہوں نے اوپر جاتے ہی اپنی پگڑی اتار کر ماں جی کے قدموں میں رکھدی اور دھاڑیں مار کر رونا شروع کر دیا لیکن بند نہ کی۔

دونوں بھائی حیران و پریشان تھے ساری رات کا ایک بج گیا اور کمال کی منت سماجت پر ماں جی نے تحصیلدار صاحب کو اس شرط پر معاف کیا کہ دوسری عورت جو سردار کی بہن تھی اسے ذریعہ طلاق دے اور وہ عورت حویلی چھوڑ کر گاؤں میں نظر نہ آئے۔ انہیں بالآخر اس بات پر بھی رضامند ہونا پڑا۔ یہ جان کر کہ ان کے دو بیٹے ہیں نہایت خوش ہو گئے ہیں۔

ایک دن رہنے کے بعد تحصیلدار صاحب چلے گئے اور جاتے ہی تار کے ذریعہ پانچسو روپے بھیجے۔ پہلے بھی اُن کے پاس تقریباً 700 روپے موجود تھے اور 51 روپے اپنی محنت سے کمائے ہوئے کمال کے پاس تھے۔ تحصیلدار صاحب جاتی دفعہ یہ کہ گئے تھے کہ "دہلی میں گھر مکان خریدو، جہاں تمہارا دل چاہتا ہے گھومو اور پھر گاؤں آ جانا"

یہ دن ہنسی خوشی گزرے انہوں نے آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے تاج محل میں گزاریں۔ ایک طرف صدیق دوسری طرف کمال صاحب اور درمیان میں ماں جی اس طرح ان لوگوں نے خوب سیر کی جب وہ لوٹ واپس آئے تو دہلی میں تحصیلدار صاحب بھی آ پہنچے۔ ازاں بعد اکٹھے سفر کرتے ہوئے سیکنڈ کلاس میں بیٹھے اور امرتسر پہنچ گئے وہاں سے تانگہ پر بیٹھے اور حویلی پہنچے۔ تحصیلدار صاحب نے دیگ پکوائی اور ان کی عادت تھی کہ قرآن پاک ختم کرنے بیٹھ گئے۔ تحصیلدار صاحب نے اپنی غلطی کی معافی مانگی اور دن بدن خوش ہوتی گئی حویلی میں رونق اور شادمانی لوٹ آئی۔

ماں جی نے شادیاں کیں۔ ہجرت آ گئی اس دوران تقسیم ہند کے پیش نظر حالات بگڑ گئے۔ چاروں طرف آگ ہی آگ تھی۔ حویلی میں حویلی کا سہارا لیا گیا۔ ان کے پاس سے پانچ چھ سو کے قریب مہاجر انکی حویلی میں پناہ گزین تھے اور تحصیلدار صاحب انہیں دلاسہ دیتے رہے۔ "کوئی فکر کی بات نہیں۔ چند دن میں حالات ٹھیک ہو جائیں گے اور امرتسر پاکستان میں چلا جائیگا" مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ سکھوں نے فوجی سپاہیوں کے ساتھ حویلی پر حملہ آور ہوئے۔ جب تک ان کے پاس گولہ بارود موجود رہا اور جس حد تک بن پڑا وہ پیچھے ہٹتے رہے۔ لیکن اسلحہ ختم ہونے پر تیل اور پٹرول چھڑکا گیا آگ لگائی اور پھر حویلی جل اٹھی۔ اسطرح یہ جنت نظیر حویلی جہنم میں بدل گئی۔

واقعہ یوں تھا کہ تحصیلدار صاحب کی جو پہلی بیوی تھی وہ سکھ مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ شادی پر وہ مسلمان ہوئی تھی اور تحصیلدار صاحب کی حویلی میں راج کیا کرتی۔ جب تحصیلدار صاحب نے دوسری شادی رچالی تو حالات نے پلٹا کھایا اور نئی بیوی کی آمد پر پہلی بیوی کی حالت نوکرانی جیسی ہوگئی جو دن رات حویلی کے کام کاج میں مشینی انداز میں جتی رہتی یہاں تک کہ بیچاری کی آنکھوں پر چھالے پڑ گئیں۔ ایک دن دوسری بیوی غسلخانے میں نہا رہی تھی اس نے اپنی سوتن (یعنی تحصیلدار صاحب کی پہلی بیوی) کو آواز دی کہ "ذرا ادھر آنا اور میری پیٹھ پر صابن مل کر صفائی کرنا۔" اس کو پتہ نہ چلا کہ گھر کی صفائی کے دوران اس کے ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی تھی جس کا نگ ٹوٹ چکا ہے۔ جب اس کی پیٹھ پر ہاتھوں سے مل رہی تھی تو انگشتری جو گھسنے سے تیز دھار ہوگئی تھی، نے پیٹھ پر خراش ڈال دی جس پر نئی بیوی نے سمجھا چونکہ نئی بیوی ہوں حاسدانہ طور پر مجھے زخمی کر گئی ہے۔ خراش سے خون بہہ نکلا اور دوسری بیوی نے پہلی بیوی کو مارنا شروع کر دیا۔ صدیق بھاگتا بھاگتا ہاتھ روم گیا تو کشمکش میں پڑ گیا کہ وہ کس ماں کا ساتھ دے اور مدد کرے۔ بہرحال اس نے معصوم (سوتیلی ماں) کا ساتھ دیا اسطرح سے یہ منظر دیکھ کر گھر سے بھاگ نکلا! پھر اتفاق سے کمال صاحب کے ساتھ دہلی میں ملاقات ہوئی۔

نوٹ: جس سے پاس صدیق اور کمال ملازمت کیا کرتے تھے ایکدن وہ صدیق کا رشتہ لینے کے لیے آئے اور ماں جی سے کہنے لگے، "بیٹی کا رشتہ، مکان اور کاروبار میں حصہ بھی دیں گے۔"

Marfat.com

صدیق کی ماں نے کہا: ''میرے دو بیٹے ہیں کمال اور صدیق پہلے بڑے کمال کی شادی ہوئی بعد میں صدیق کی''
یہی خاتون تھی صدیق کی ماں جس نے پرائے (کمال) کو بھی اپنا ہی سمجھا۔

ماں باپ کی یاد

دہلی سے ساٹھ میل کے فاصلے پر گنگا، جمنا اور دیومالائی سرسوتی دریاؤں کے سنگم (ضمیمہ 203) پر الٰہ آباد ہے۔ یہاں مشہور زمانہ ''آنند بھون'' پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو کا محل واقع ہے جہاں آزادی ہند کی نامور سیاسی شخصیات نے مجالس برپا کیں اور رین بسیرے کی آماجگاہ مختص قرار پائی (اسی طرح کا پنڈت صاحب کا ایک محل حضرت بل ڈل جھیل کشمیر میں واقع ہے جس کو تقسیم ہند سے پہلے راقم نے کشمیر کی سیاحت کے دوران دیکھا) وہاں سنگم کے پل سے پیچھے کمال صاحب اپنے دوستوں کے ساتھ نہا رہے تھے۔ دور دور تک گنگا جمنا کا پانی ساتھ ساتھ بہتا مگر الگ الگ نظر آ رہا تھا۔ انہیں ایک ... آواز نے متوجہ کیا اور وہ نہانا بھول گئے۔ کان والے اس طرف لگے وہ نہایت بے خودی کے عالم میں انہماک کے ساتھ گا رہا تھا۔ شعر ... کے حضور نذرانہ کے طور پیش کر رہا تھا۔ دعا کچھ یوں تھی:

''توں سوہنا تیرے مولی سوہنے سوہنا نیویں سویا
میں کوجا میرے مولی کوجے کوجا نیویں تیرا
میں کوجا میں کوجی تھاواں جو کوئی کوجی تھاوے
توں سوہنا کیوں لکھ لکھ تھیں ایہہ گل تیہنوں آوے''

وہ دوست نہایت مؤدبانہ بیٹھے رہے۔ دعائیہ اشعار کے اختتام پذیر ہونے پر دعا سلام کے بعد کمال صاحب نے عرض کی: ''آپ کی آواز میں بڑی مٹھاس ہے مگر جس انہماک سے آپ پڑھ رہے تھے وہ کوئی اور ہی بات ہے۔'' اس پر اس نے اپنی زندگی کا یہ واقعہ پیش کیا:

''میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں انہوں نے مجھے نہایت ناز و نعم سے پروان چڑھایا اور میری تعلیم کی ... دوران زندگی کی کل پونجی جو چند بیگھہ اراضی تھی فروخت کر دی۔ اس طرح میں نے بی اے تو کر لیا لیکن والدین کی آرزو کہ مجھے کسی اچھے عہدے پر فائز دیکھتے پوری نہ ہوئی اور میرے بدقسمت والدین یہ حسرت دل میں ہی لئے اس جہان فانی سے مجھے ... رخصت ہو گئے۔

''ایک دن میں نے بھی بے کسی کی طرح روتے ہوئے پرکھوں کے اس گاؤں کو چھوڑنے کا ارادہ کیا۔ ایک ... بیگ میں کمبل اور ایک چھوٹا موٹا چولہا بنایا۔ چاندنی رات میں اس دعا کے ساتھ ان بے رحم موجوں کے ... بہہ نکلی۔ ... تمام رات سفر میں گزری اور دوسرے دن لال قلعہ دہلی کے کنارے آ لگا۔ خدا کا نام لے کر ... چاندنی چوک کو جا نکلا گھومتے پھرتے دفعتاً ایک بورڈ پر نظر ٹھہر گئی جس پر ریاضی پڑھانے والے استاد کی ضرورت کی تشہیر تھی۔ میں نے راستہ دریافت کیا اور اس ادارے کے مقام پر جس نے بورڈ آویزاں کیا تھا جا پہنچا۔ وہاں میری اس ادارے کے مہتمم پنڈت مہاراج سے ملاقات ہوئی۔

''کیا یہ اشتہار آپ کی طرف سے ہے؟''
''ہاں ہمیں ایک قابل ذہین اور شریف انسان کی تلاش ہے۔''

''میں نے اپنی خدمات اور اسناد پیش کر دیں انہوں نے کہا: ہمارا سلیکشن کا طریقہ ذرا مختلف ہے آپ جماعت میں جا کر بچوں کو مضمون ریاضی پڑھائیں تو اس کے بعد ہم دیکھیں گے۔ چنانچہ میں نے حکم کی تعمیل کی اور جب بچوں کو پڑھا چکا تو میں پنڈت مہاراج کے پاس گیا تو پنڈت مہاراج نے مجھ سے کچھ پوچھنے سے پہلے بچوں سے دریافت کرنے کو ترجیح دی البتہ بچے ضرورت سے زیادہ مطمئن تھے جیسے ان کا ایسے استاد سے پہلی دفعہ سامنا ہوا ہو۔

''میری خوش نصیبی مہاراج نے بغیر ردوکد نہایت معقول 35 روپے تنخواہ مقرر کر دی رہائش کا بھی انتظام کر دیا اور ...

Marfat.com

بیٹھنے والے اتالیق نے ہوٹل کا راستہ دکھایا (ضمیمہ 204) جہاں مجھے ہر مہینے ساڑھے بارہ روپے دو وقت کے کھانے، ناشتہ اور بعد از دوپہر چار بجے کی چائے کی قیمت دینے پڑتے۔

"میں نے خوب دل لگا کر پڑھایا۔ اب پنڈت مہاراج نے مزید نگاہ کرم کی اور مجھے ریاضی علاوہ انگریزی کی بھی پڑھانے کی ترغیب دی۔ وقت اچھا گزرتا رہا۔ میری نیک نامی بچوں سے علاوہ ان کے بزرگوں تک بھی پہنچ گئی۔

"ایک دن خوب بارش ہوئی۔ اکثر بچوں والوں کے والدین ان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے مگر ایک چھوٹی بچی وہیں میری پاس ٹھہری رہی۔ میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ تھوڑی دیر بعد میری امی جان آئیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تھوڑی دیر بعد بارش تھمنے پر ایک معزز خاتون آئیں۔ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ بچی کی تعلیم سے متعلق سوالات کئے اور بچی کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔

"چند ہفتوں کے بعد ایک دن اسی بچی نے مجھے کہا۔ میری امی جان نے آپ کو چار بجے چائے پر مدعو کیا ہے۔ آپ ضرور آئیے گا۔"

"میں بے وقت پر ان کے گھر کے دروازے پر جا دستک دی۔ گھر معقول اور قرینے سے سجا ہوا تھا۔ ہر چیز کی نفاست مکین کی نفاست کی ترجمان تھی۔ چائے کے بعد پیغام مطلوب تھا کہ میزبان کے منتظر ہونے پر شام کے ڈھلنے تک وہیں ٹھہرنا پڑا۔ پھر کیا آمد و رفت کا سلسلہ چل نکلا اور باتوں ہی باتوں میں ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی حاصل ہوتی رہی۔ میرے حالات نے انہیں مجھ سے ہمدرد ... خیال سے میرے ... کی اجازت ... دی تھی اور مجھے فکر معاش کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ سوجھتی مگر جہاں دیدہ خاتون میری ... کو بھانپ گئی اور ... رکھتے ہوئے نہایت عقلمندی سے اپنا مدعا زبان پر لے آئی۔ میں بیوہ ہوں اور صرف ایک چھوٹی بچی ہے۔ ... سب کچھ زیورات، نقدی اور گھر وغیرہ بلا شرکت میری ملکیت ہے۔ مجھے صرف آپ جیسے شریف اور ایماندار شخص کے سہارے کی ضرورت ہے۔"

"مختصر یہ کہ ... ہم نے محلے کی مسجد کے امام اور چند شرفاء کے سامنے سادگی سے نکاح پڑھایا اور جہاں مجھے ... آسائش حاصل ہوئیں وہاں میری بیوی نے کہا۔ آپ دوسروں کی نوکری کرنے کی بجائے اپنے گھر میں ہی (گھر ہماری ضرورت سے بہت بڑا تھا) کچھ حصہ میں ٹیوشن سنٹر کھول لیں۔ خدا نے میری اور میری بیوی کی سن لی اور ٹیوشن سنٹر نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی۔ ... تو اس بات کا ہے کہ میرے ماں باپ نے میری زندگی کی آسائش نہ دیکھی اس پر وہ بلک بلک کر رونے لگا۔

"جب کبھی ماں باپ سے اداس ہوتا ہوں تو اس مقام پر پل کے نیچے آن بیٹھتا ہوں اور یہی دعا پڑھتا ہوں جس کی قبولیت سے ان مقامات تک رسائی ہوئی۔"

شیر شاہ سوری کو خراج عقیدت

1936 سے ایک دن حسن کمال صاحب دہلی میں تھے تو یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ جمعہ کا خطبہ حسین احمد مدنی مسجد فتح پوری میں دیں گے۔ حسین احمد مدنی مدرسہ دیوبند، سہارنپور کے قریب دیوبند میں واقع کے انچارج، سرخ و سپید رنگت اور نسبتاً چھوٹی قد و قامت کے تھے۔ عربی زبان ان کی مادری زبان اور اردو پر بھی مکمل عبور حاصل تھا۔ ماں کی طرف سے عربی النسل اور باپ کی طرف سے ہندوستانی۔ ہمیشہ قرآن پاک صحت الفاظ میں تلاوت کی تلقین کرتے۔ سُر اور راگ میں پڑھنے سے سختی سے ممانعت فرماتے۔ ان کے خیال کے مطابق قرآن پاک صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ پوری دنیا کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ محض عقیدوں اور مناظروں کی کتاب نہیں ہے۔ یہ ... احکامات الٰہیہ اور مکمل ضابطہ حیات بنی نوع انسان کیلئے ہے۔ اسے سُر سے نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ یہ جذب سے پڑھنے والی کتاب ہے۔

انہوں نے وعظ میں شیر شاہ سوری کے عادلانہ عنوان حکومت کو خراج تحسین یوں پیش کیا:

"اے بادشاہ ہندوستان تجھے میرا سلام قبول ہو تم نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وہ آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ موجودہ technique اور سہولیات کے باوجود ان کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ شاہراہ اعظم (جرنیلی سڑک) کہاں کلکتہ اور

Marfat.com

کہاں پشاور یہ پندرہ سو میل کی مسافت سمیٹ کر رکھ دی۔ سڑک کے دو رویہ درخت، جا بجا سرائیں، جگہ جگہ باؤلیاں اور کنوئیں۔ ڈاک کی کارکردگی بڑھانے کے لیے تازہ دم گھوڑے اصطبل میں موجود، مناسب مقامات پر سپاہیوں کی چوکیاں۔ پشاور کی ڈاک 48 گھنٹے میں کلکتہ پہنچ جاتی۔ انسانی جان کی قدر و قیمت کا یہ حال کہ ایک نوجوان لڑکی آنکھوں میں کاجل اور ہاتھوں میں مہندی رچائے زیورات سے لدی آزادانہ بے فکری سے سڑک پر سے گزرے کسی کی مجال جو آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ اسی طرح جو عدل و انصاف کا بول بالا کیا اور جھنڈے گاڑے وہ رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔ اس عظیم حکمران کے عدل و انصاف کے حوالے سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

''شیر شاہ سوری نے ایک دفعہ اپنے محاصل کی کارکردگی دیکھنے کیلئے کہ آیا وہ لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں یا گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ دو سو سواروں کے ساتھ اس کی جانچ پڑتال کیلئے اپنے دارالحکومت سے نکل کھڑا ہوا۔ پہلے قصبہ میں جب وارد ہوا تو وہاں کے والی نے استقبال کیلئے قصبہ سے باہر نکل آئے۔ شیر شاہ سوری نے قصبے سے باہر ہی پڑاؤ ڈال دیا۔ عوام الناس سے خیر و عافیت اور اہلکاروں کی کارگزاری کے متعلق دریافت کیا۔ پھر شام ہونے پر ان سب کو شاہی دسترخوان پر کھانے کی دعوت اور انہیں کھانے کیلئے کھانے کی ترغیب دی۔ اس گفتگو کے دوران ایک سال خوردہ بوڑھے نے جان کی امان پانے پر عرض کیا کہ حضور! ہمارے قصبہ کا پٹواری نہ صرف رشوت لیتا ہے بلکہ اپنے ڈھور ڈنگروں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی مفت میں ہم سے ہی کرواتا ہے۔ اس پر فوراً متعلقہ پٹواری کو طلب کیا گیا اور اس کا جرم اس کو سنایا گیا اور اسے اجازت دی گئی کہ وہ اپنی صفائی کیلئے شہادت پیش کرے لیکن جب قصبہ میں کسی نے اس کے اس جرم کی صفائی پیش نہ کی تو شیر شاہ سوری نے اسی وقت اور اسی جگہ اسے اس کی ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حکم کی فوری طور پر تعمیل ہوئی اور قصبہ کے نئے پٹواری کو ذمہ داری سونپ دی گئی۔

''پھر سفر جاری رکھتے ہوئے آگے بڑھے اور دریا کے کنارے تازہ دم ہونے کیلئے دو دن کیلئے پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ یہاں قسمت کا کھیل دیکھیں رات کو چوکیدار سپاہی جنگلی جانوروں کی تباہی سے بچانے کیلئے مورچے بنے تھے۔ انہوں نے دور سے ایک کٹیا میں چراغ کی روشنی پا کر ادھر کا رخ کیا۔ وہاں پہنچنے پر انہیں معلوم ہوا کہ یہاں ایک بڑھیا نہایت غربت و افلاس کی زندگی بسر کر رہی ہے جس کے پاس اپنی بسر اوقات کی تو معمولی سی گائے موجود ہے۔ وہ بلا مول کا نے والوں کو دودھ دیتی ہے اور رات کے اندھیرے میں ہی اٹھ کر خود بھی جاگتی ہے اور بڑھیا کا دودھ سے ساتھیوں کو بھی کھلاتی ہے۔ وہ بڑھیا جب جاگی تو گائے کو نہ پا کر پریشان ہوئی۔ دیکھا تو کسی جنگلی جانور کا تقمہ بن گئی ہو۔ تاکہ تھانے پر پہنچی کہ ایک بھاری کی رات میں کاٹ کر جنگل سے اوجھل پڑی ہوئی ہے۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی کہ کسی جنگلی انسان کی چیر دستیوں کا نتیجہ ہے۔ اس پر وہ سیدھی شیر شاہ سوری کے خیمہ کی طرف چلی۔ وہاں پہنچنے پر اس کے ہاتھ میں کاٹ کا سینگ دیکھ کر معاملہ کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے اس کو چوبدار نے صوبیدار کو مطلع کیا اور جان بچانے کیلئے منت سماجت کی۔ اس پر صوبیدار نے جو خود بھی سراب ہونے میں پیش پیش تھا کہ بڑھیا سے کہا کہ بادشاہ سلامت دور دراز ممالک کے خیمہ میں ہیں تمہاری بات کو نہ سن سکیں گے۔ وہ آج نہیں مل سکتے چنانچہ وہ سرے دن کا سینگ ہاتھ میں لئے بڑھیا پہنچ گئی۔ صوبیدار نے عیاری سے ہٹ کر نکل دیکھ کر بڑھیا کو پیچھے دھکیل دیا۔ جہاں طوطی کی آواز نقار خانے میں گم ہو گئی۔

''بڑھیا کی بات آڑے آتی تھی کہ سپاہی عبدالرحمن نامی سپاہی جو دریا سے نہا کر آ رہا تھا اس کی آواز سن کر قریب ہوا اور پوچھنے استفسار پر بڑھیا نے درد بھری داستان سنائی۔ نیک دل عبدالرحمن سپاہی نے اس بیچاری بڑھیا کی مظلومیت کو بھانپ لیا اور رحم کھاتے ہوئے بتایا کہ کل صبح بادشاہ سلامت کا جب قافلہ اس دریا کے پل کے درمیان سے گزر رہا ہو گا تو اس وقت سب سے آگے شیر شاہ سوری ہوں گے۔ تم اس وقت وہاں رہنا۔ مجھے یقین ہے وہ تمہاری ضرور بات سنیں گے اور تمہیں انصاف بھی دیں گے۔ چنانچہ اگلی صبح بڑھیا ہاتھ میں گائے کا سینگ لئے ہوئے پل کے درمیان آ کھڑی ہوئی۔ شاہی قافلے کے سپاہیوں نے بڑھیا کو ہٹانے کی کوشش کی اسے بڑھیا رستے سے ہٹ جاؤ اور دائیں بائیں ہو جاؤ راستہ صاف کرو بادشاہ وقت کی سواری آ رہی ہے۔ لیکن بڑھیا اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہ ہلی بلکہ چٹان جیسی استقامت سے ڈٹی رہی۔ شیر شاہ سوری گھوڑے پر سوار آگے بڑھا اور پوچھا مائی صاحبہ کیا بات ہے؟''

بوڑھی مائی نے ہاتھ میں پکڑے سینگ کو بلند کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے؟

''کسی جانور کے سینگ ہیں۔'' شیر شاہ سوری نے پر یقین لہجہ میں بتایا۔

Marfat.com

یہ کسی جانور کے پیٹ نہیں بلکہ میری پالتو گائے جو میری آمدن کا واحد سہارا تھی اور جس کا دودھ بیچ کر گزر اوقات کرتی تھی جو تمہاری فوج کے سپاہیوں میں سے کسی نے گذشتہ رات پہلے چرائی اور کباب بنا کر کھا گئے۔ یہ اس کے پیٹ ہیں اب بتاؤ کہ میرے [illegible] یہ مویشی جیسے بے زبان [illegible] سے جڑ رہے ہو۔ میں پہلے بھی متعدد بار حاضر ہوئی مگر تمہارے صوبیدار نے یہی جواب دیا کہ ابھی بادشاہ سے نہیں مل سکتیں۔ بادشاہ کی طبیعت خراب ہے اور حکماء نے ملنے جلنے سے منع کر دیا ہوا ہے۔ یہ ناتواں ہاتھ اور لاغر بدن نہیں رہ گئے تو کہیں مر گئی اتنا تو بتا دو میرا انصاف اس پل پر ہوگا یا پل صراط پر؟"

"یہ سنتے ہی انصاف پسند حکمران (بادشاہ) گھوڑے پر سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا اور خوف خدا سے لرزتے ہوئے کہا، بڑی بی تمہارا انصاف اسی پل پر ہوگا جبکہ پل صراط پر ہوگی اور جابر حاکم سامنے بیٹھا ہوگا جس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہ ہوگی وہ دن بڑی عدالت ہوگی جہاں کوئی وکیل نہیں ہوگا اور نہ ہی کوئی اور بات کی جائے گی مائی صاحبہ پہلے مجھے صرف اتنا بتائیں کہ اس پل پر سے [illegible] ترکیب کس نے دی؟"

"اس پر بڑھیا نے اشارہ کرتے ہوئے ایک سپاہی کی طرف اشارہ کیا جس کا نام عبدالرحمن تھا عبدالرحمن بادشاہ کا اشارہ پا کر آگے بڑھا [illegible] جس پر شاہ ہوری نے کہا، عبدالرحمن تم نے مجھے جہنم کی آگ سے بچا لیا اور گھر سے اس کی ترقی کا حکم جاری کر دیا۔

اس کے بعد عبدالرحمن کو حکم دیا کہ نشاندہی کرو وہ کون تھے جنہوں نے بڑھیا کے ساتھ ظلم کیا اور میرے انصاف کو للکارا ہے۔ [illegible] ان چار سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے کبابوں کی ضیافت اڑائی تھی۔ پھر بادشاہ نے اس صوبیدار سے بازپرس کی جو بڑھیا کی [illegible] سے بادشاہ سے ملاقات کی راہ میں رکاوٹ بنا رہا۔ بادشاہ نے جلاد کو طلب کیا اور حکم دیا کہ اس پل پر اسی وقت ان پانچوں کی گردنیں ماری جائیں اور [illegible] پل پر لٹکا دی جائیں تاکہ لوگوں کو بادشاہ کے انصاف کی خبر ہو جائے۔ انصاف اس پل پر [illegible]"

کیا ایسے انصاف کی توقع ہم [illegible] میں بھی ہو سکتی ہے؟

[illegible] کے نام

دوسری جنگ عظیم کے دوران 1942 میں جناب محترم کمال صاحب جو British Indian Army کی سروس میں بن غازی (لیبیا) بھیجے گئے۔ 10 L F C (چھوٹی ورکشاپ) قاہرہ مصر سے شفٹ ہو کر ہوائی جہاز کے ذریعہ بن غازی پہنچا۔ یہ وہ وقت تھا جب بن غازی کو [illegible] سے Gen Rommel فیلڈ مارشل جسے Desert Fox بھی کہا جاتا تھا (Panzer Division ٹینکوں کی [illegible] بہت مشہور تھی) نے دوبارہ فتح کیا۔ پھر اتحادی فوج کے مایہ ناز فیلڈ مارشل منٹگمری ("Big I" کے نام سے مشہور) نے فتح کیا۔ یہ [illegible] چونکہ گرمی بہت تھی اس وجہ سے فیلڈ مارشل منٹگمری نے اپنی فوجوں کو حکم دے رکھا تھا کہ shorts فوجی بوٹ اور Steel helmet کے علاوہ تمام کپڑے اتار دو البتہ اپنی فوجی [illegible] ساتھ رکھو۔ وہ باکمال جرنیل تھا اس نے خود بھی وہی لباس پہنا۔ اس زمانے کی جنگی حکمت عملی کی خاص بات یہ تھی کہ سپاہی میدان کارزار میں بیلچہ کو رائفل پر ترجیح دیتا لہذا جب دشمن کے خطرناک عزائم کے آثار نمایاں ہوتے بیلچوں کی مدد سے ریت میں ایک trench کھودی اور چھپ گئے۔ اتحادی Allied (امریکہ، برطانیہ) آہستہ آہستہ پیش قدمی کے انداز میں آگے بڑھتے گئے۔ Axis (جرمنی، اٹلی اور جاپان) کی افواج پیچھے ہٹتی چلی گئیں۔ ایک وقت آیا کہ Gen. Rommel کا آخری فوجی بھی بن غازی کے ہوائی اڈے سے پرواز کر گیا۔

کمال صاحب کی یونٹ نے جب سمندر کے کنارے اپنا کیمپ لگایا تو ان کا C O (کمانڈنگ آفیسر) ایک ایسا انگریز تھا جو بنیادی طور پر ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا تھا یہاں تک کہ انگریزی بھی ٹوٹی پھوٹی تھی۔

B C Das بنگال کا [illegible] کیمپ میں ٹیلیفون آپریٹر تھا۔ کمال صاحب اور چند ایک فوجی اس کے tent میں شام چھپ چھپ کر آزاد ہند ریڈیو سے [illegible] نشریات سنا کرتے۔ B C Das نے ایک دن کہا، "آج شام آزاد ہند ریڈیو سے خاص پروگرام

Marfat.com

نشر ہوگا لہٰذا miss نہ کرنا۔''

کمال دس منٹ پہلے ہی پہنچ گیا۔ پروگرام کے مطابق عبدالباری بہاری نے جوش ملیح آبادی کی وہ نظم جس کا ہندوستان میں پڑھنا سننا اور پاس رکھنا خلاف قانون تھا بہ عنوان ''ظالم سوداگروں کے نام'' سنائی تھی۔

یاد رہے یہ نظم لال قلعہ دہلی کے سامنے والے میدان میں پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں جوش ملیح آبادی نے پانچ ہزار کے مجمع کے سامنے کچھ اس انداز میں شروع کی

''چالیس کروڑ غلامان ہند کا پیغام ظالم سوداگروں کے نام'' اس وقت ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کیا اس کے تین دن بعد یہ نظم جوش ملیح آبادی صاحب نے پڑھی تو انگریز سرکار نے جوش صاحب کو فوراً گرفتار کر لیا اور جب تک جنگ چھڑی رہی تب تک جیل میں پابند سلاسل رہے۔

کس زباں سے کہہ رہے ہو آج تم سوداگرو
دہر میں انسانیت کے نام کو اونچا کرو

جس کو سب کہتے ہیں ہٹلر بھیڑیا ہے بھیڑیا
بھیڑیے کو مار دو گولی پئے امن و بقا

باغ انسانی میں چلنے ہی پہ ہے باد خزاں
آدمیت لے رہی ہے ہچکیوں پر ہچکیاں!

ہاتھ ہے ہٹلر کا رخش خود سری کی باگ پر
تیغ کا پانی چھڑکتا جا رہا ہے آگ پر

سخت حیراں ہوں کہ محفل میں تمہاری اور یہ ذکر
نوع انسانی کے مستقبل کی اب کرتے ہو فکر

جب یہاں آئے تھے تم سوداگری کے واسطے
نوع انسانی کے مستقبل سے کیا واقف نہ تھے

ہندیوں کے جسم میں کیا روح آزادی نہ تھی
سچ بتاؤ کیا وہ انسانوں کی آبادی نہ تھی

اپنے ظلم بے نہایت کا فسانہ یاد ہے
کمپنی کا پھر وہ دور مجرمانہ یاد ہے

لوٹتے پھرتے تھے جب تم کارواں در کارواں
سر برہنہ پھر رہی تھی دولت ہندوستاں

دستکاروں کے انگوٹھے کاٹتے پھرتے تھے تم
سرد لاشوں سے گڑھوں کو پاٹتے پھرتے تھے تم

صنعت ہندوستاں پر موت تھی چھائی ہوئی
موت بھی کیسی تمہارے ہاتھ کی لائی ہوئی

اللہ اللہ کس قدر انصاف کے طالب ہیں آج
میر جعفر کی قسم کیا دشمن حق تھا سراج

کیا اودھ کی بیگموں کا بھی ستانا یاد ہے
یاد ہے جھانسی کی رانی کا زمانہ یاد ہے

Marfat.com

ہجرت سلطان دہلی کا سماں بھی یاد ہے
شیر دل ٹیپو کی خونی داستاں بھی یاد ہے

تیرے فاقے میں مرتے بادشاہ کو تھام لے
کس لیے تم لائے ہو سر شاہ ظفر کے سامنے

یاد تو ہوگی تمہیں مٹیا برج کی داستاں
اب بھی بستی خاک سے رہ رہ کے اٹھتا ہے دھواں

تم نے قیصر باغ کو تو دیکھا ہوگا بارہا
آج بھی آتی ہے بستی ہائے اختر صدا

بچ گیا ہو گیا حافظے میں ہے وہ ظالم بے پناہ
آج تک رنگون میں اک قبر ہے جس کی گواہ

ذہن میں ہوگا یہ تازہ ہندیوں کا داغ بھی
یاد تو ہوگا تمہیں وہ جلیانوالہ باغ بھی

پوچھ لے اس سے تمہارا نام کیوں تابندہ ہے
رہ گزار ذہن خون آلود اب بھی زندہ ہے

وہ جنت شعار بھی جس کے غم میں تو ناشاد ہے
اس کی گردن میں جو ڈالا تھا وہ پھندا یاد ہے

اہل آزادی رہا کرتے تھے کس ہنجار سے
پوچھ لو یہ قید خانوں کے در و دیوار سے

اب بھی ہے محفوظ جس میں ظلم ہر کارہ
آج بھی گونجی ہوئی ہے جس کے کوڑوں کی صدا

آج کشتی امن کی امواج پر کھیتے ہو کیوں
سخت حیراں ہوں کہ اب تم درس حق دیتے ہو کیوں

اہل قوت دام حق میں تو کبھی آتے نہیں
پند اور اخلاق خطبے میں کبھی لاتے نہیں

لیکن آج اخلاق کی تلقین فرماتے ہو تم
ہو نہ ہو اپنے میں اب قوت نہیں پاتے ہو تم

اہل حق روشن نظر ہیں اہل باطل اور ہیں
یہ تو ہیں احوال ان قوموں کے جو کمزور ہیں

آج شاید منزل قوت میں تم رہتے نہیں
جس کی لاٹھی اس کی بھینس اب کس لیے کہتے نہیں

دیر سے بیٹھے ہو نخل راستی کی چھاؤں میں
یا خدا ناکردہ پھر موچ آگئی ہے پاؤں میں

موج تاؤں کی نہ آبادی نہ ویرانے میں ہے
خیر تو ہے آپ تازی کیا شفاخانے میں ہے

Marfat.com

آجکل تو ہر نظر میں رحم کا انداز ہے
کچھ طبیعت کیا نصیب دشمناں ناساز ہے

سانس کیا اکھڑی کہ حق کے نام پر مرنے لگے
نوع انساں کی بھی خواہی کا دم بھرنے لگے

ظلم بھولے راگنی انصاف کی گانے لگے
آگ کیا لگ گئی ہے گھر میں کہ چلانے لگے

مجرموں کے واسطے زیبا نہیں یہ شورشیں
کل یزید و شمر تھے اور آج بنتے ہو حسین

خیر ہے سودا گرو اب ہے تو بس اس بات میں
وقت کے فرمان کے آگے تم جھکا دو گردنیں

اب کہانی وقت لکھے گا نئے مضمون کی
جس کی سرخی کو ضرورت ہے تمہارے خون کی

وقت کا فرمان اپنا رخ بدل سکتا نہیں
موت ٹل سکتی ہے پر فرمان ٹل سکتا نہیں

(بیگمات اودھ کو انگریزوں نے برہنہ نچایا اور 1857 میں جھانسی کی رانی اپنے بچے کو اٹھائے انگریزوں سے خلاف لڑتی رہی۔ مٹیا برج نوابان اودھ کی کلکتہ میں رہائش تھی جسے انگریزوں نے جلا دیا اور بعد میں تسخیر کر کے فرنگی محل نام رکھا۔ قیصر باغ دہلی میں وہ جگہ ہے جہاں مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے اور پوتوں کے سر کاٹ کر طشتری میں سجا کر بہادر شاہ ظفر کے سامنے پیش کئے گئے جس پر بہادر شاہ ظفر نے کیا خوب جواب دیا "تیموری خون باپ کے سامنے سرخرو ہو کر آتا ہے")

اتحادیوں نے دنیا میں ہر طرف پروپیگنڈہ شروع کر دیا ہوا تھا کہ ہٹلر درندہ صفت ہے اس لئے دنیا والو ہم تو امن پسند شہری ہیں اور انسانی فلاح اور بقا کیلئے جنگ کر رہے ہیں لہذا اس پروپیگنڈے کے خلاف جناب جوش ملیح آبادی صاحب نے انگریزوں کے نام مندرجہ بالا نظم تحریر کی تھی۔

ایک شام یہ نظم بہ آواز بلند کمال اپنے دوستوں کو ایک ٹینٹ میں جس کا نام یاردوستوں نے "کمال منزل" رکھا ہوا تھا سنا رہا تھا۔ اسی دوران باہر ریت پر بھاری بوٹوں کی چرچراہٹ کی آواز سنائی دی تو کمال صاحب کے ایک دوست علی احمد نے باہر جھانک کر دیکھا کہ باہر کون ہے دیکھتے ہی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ یہ تو C.O ہے۔ علی احمد واپس لوٹ آیا کہ خاموش ہو جاؤ باہر C O کھڑا ہے۔ کچھ دیر بعد C.O چلا گیا اور سب نے اطمینان کا سانس لیا کہ خدا کا شکر ہے کہ C.O اردو نہیں جانتا۔

دوست احباب تو سب اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے مگر کمال صاحب کو ساری رات نیند نہ آئی اس خیال سے کہ کسی چغلی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا چونکہ انڈین یونٹ میں کوئی ایسا انگریز آخر متعین نہیں کیا جاتا جس کو اردو زبان میں بات کرنا نہ آتی ہو۔ البتہ دوسری رات کو کمال صاحب نے فیصلہ کر لیا کہ بہتر ہے یہاں سے بھاگ نکلو خطرہ لاحق تھا کہ گرفتار کر لے جاؤ گے اور گولی ماردی جائے گی (ضمیمہ 205) کمال نے ابھی ڈیڑھ فرلانگ کا سفر طے کیا ہو گا کہ دفعتہ تحکمانہ لہجے میں آواز آئی "Halt" پھر آواز آئی "کون ہو تم؟"

"Friends" کمال نے جواب دیا
"اپنا password بتاؤ"
"Mosquitoe"

یاد رہے کہ ہر روز password جاسوسوں سے بچنے کیلئے بدل دیا جاتا اور تمام یونٹ والوں کا علم ہوتا۔

Marfat.com

... ایک آدمی کے ساتھ ایک آدمی بھیجا کہ اسے اگلی پوسٹ میں چھوڑ آؤ
... BBC لندن سے ایک ڈرامہ روزانہ نشر ہوا کرتا۔ ڈرامہ کی جھلک ملاحظہ فرمائیے ''ہٹلر
... تو لوگ اسے بتاتے ہیں کہ اس طرف شہر ہے
... (بہ آواز بلند ہنستے ہیں) نیا زلی ہے میری ... تم یہ کیوں نہیں
... ہے

... اور یہاں بیٹھے آئے ہو مجھ سے ... کرمت بولو اب خیر ... ہے
... انگلینڈ بالکل ویسا ہی ہو گیا ہے ... یونان اور
... تمہارے کہنے کے مطابق میں اگلی بار
... میں نے پورا کر دیا ہے
... پر قبضہ کر لیا ہے؟
... کیوں؟
... سے ... تم کو بھی غلام بنا لیا ہے۔

... ساتھ ہی ... حدائی کی آواز آنا شروع ہو جاتی ہے۔ ہٹلر ... مشتعل انداز میں
... 1942ء میں تو صرف اس بات کو سننے کے لئے ترستے تھے کہ کوئی ایسا ... ہوتے ہو
... ہزاروں میل دور بیٹھے چیچی کی ...
... انگلینڈ پر بمباری کر رہا ہوں ... اب تم کوئی جواب کیوں
... ہے

... اپنے ساتھی کی قبر کھود رہا ہوں۔''

... اپنے ساتھ فوجیوں کا ... تاکہ ان کے حوصلے بلند رہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جرمنی
V ... انگلینڈ ... میں تباہی ... انگلینڈ میں ...
... Underground Train System میں چھپ کر پناہ لیتے۔ ہندوستان کے ساحلی علاقہ
... Quit India Movement'' زوروں پر تھی۔ Rommel نے
8th Army ، Al Amien (لیبیا اور مصر کی بندرگاہ) تک push کیا ہوا تھا۔ انگریز ساری رات
... meeting ہوئی اور ہر ایک فوجی سے پوچھا جا رہا تھا کہ کونسا قدم
... وہاں ایک بہاری نے ... مشورہ دیا
... ﷺ ... انہوں نے خدا پر بھروسہ کر کے صرف 313 فاقہ مست سپاہیوں کو لے کر ایک ... جرار
... تمہارے قدم چومے گی۔''
... منصب پر مصلوب ہونے سے نہ بچا سکا۔ CO بہادر نے
... دیا۔
... CO نے ... یقین دلایا کہ ایسا کرنے سے ہمیں فتح ہو جائیگی
... ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔''
... کانگریس کا پریذیڈنٹ تھا۔ کانگریس سے مستعفی ہو گیا اور ... سیاسی
... بند کر دیا۔ انڈین سپاہ پر بھروسہ نہ کیا اور انگریز سپاہی اس کی
... خالی کروائے تاہم اس نے انگریزوں کے ہاتھ کا پانی ...

Marfat.com

کھانا کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ تین دن تک بھوک ہڑتال کی اور اس پر مصر رہا۔ میں صرف اپنی بہن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا ہی کھاؤں گا۔ لہذا اس سلسلے میں سارے ہندوستان کے طول و عرض میں احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ بالآخر انگریز بہادر کو جھکنا پڑا اور اس کی بہن کو کھانا تیار کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ طے کیا گیا کہ اس کا کھانا جس حصہ میں نظر بند تھا اس حصہ میں پکایا جائے گا کوئی دوسرا ہندوستانی وہاں قدم نہیں رکھ سکیگا اور اس ضمن میں ایک Time table وضع کر دیا گیا۔ ناشتہ [illegible] بجے [illegible] کھانا [illegible] بجے اور شام کا کھانا اسی وقت دیا جائیگا۔ چھ ماہ تک یہ طے شدہ نظام بخوبی چلتا رہا۔

بہن کی عادت تھی کہ وہ چادر اوڑھے منہ چھپائے آتی اور چادر میں ہی منہ چھپائے واپس چلی جاتی۔ ایک دن [illegible] میں بہن کی بجائے ایک بھنگی آیا اور اسی مقررہ وقت پر اسی بھنگی کے روپ میں چادر اوڑھے ہوئے سبھاش چندر بوس فرار ہو گیا۔ کہ یہ وہی بھنگی تھا جو کہ انگریز سرکار نے مکان کی صفائی وغیرہ کیلئے وہاں متعین کیا تھا۔ شام کو گارڈ بدلی تو بھنگی نے سبھاش چندر بوس کو ایسے ترتیب دے رکھا تھا کہ جیسے وہ آرام فرما رہے ہیں۔ گارڈ نے معمولات کو درست پا کر اطمینان کا سانس لیا اور اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر چلا گیا۔

رات کے اندھیرے سے استفادہ کرتے ہوئے سبھاش چندر بوس سفر کرتے ہوئے پشاور پہنچ گیا اور تین دن تک [illegible] کرتا چھوٹ سبھاش چندر بوس ”حشمت نگری“ کے ایک مکان میں گیارہ دن روپوش رہا۔ حشمت نگری [illegible] سے [illegible] جب سے انتظامات مکمل ہو گئے تو کابل پہنچ گیا۔ وہاں جرمن ہوائی جہاز کے ذریعہ جرمنی پہنچ گیا وہاں سے بذریعہ U Boat کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ سے ہوتا ہوا برما کے ساحل پر پہنچ گیا۔ ازاں بعد رنگون تک رسائی ہوئی تو بہادر شاہ ظفر کے مزار کے سامنے میدان میں 15 فٹ اونچی stage پر کھڑے ہو کر 25000 افراد پر مشتمل انڈین نیشنل آرمی کی آزاد ہند فوج کی بنیاد رکھی اور اس کے کمانڈر کا منصب سنبھالا اور اس کے بعد [illegible] کا منصب ہوا۔

[illegible] میں دنیا کی ذہین ترین فوج [illegible] [illegible] جاپان [illegible] حمایتی بنا (برما، چین [illegible]) کی دوسری جانب اس نے بہادر شاہ کی کمان سے ہزار [illegible] [illegible] ہوتا [illegible] تھے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تھیں [illegible] [illegible] Tomy [illegible] [illegible] [illegible] انقلاب زندہ باد

یاد رہے کہ سبھاش چندر بوس کی آزاد ہند فوج میں [illegible] ([illegible]) [illegible] میں انگریزوں کے غداری کا مقدمہ چلایا اور پنڈت جواہر لال نہرو نے زندگی میں پہلی بار اپنی وکالت کا [illegible] [illegible] بری ہو گئے۔ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو شاہنواز پاکستان آیا [illegible] واپس چلا گیا اور وہاں رہ کر Federal Minister مقرر ہوا۔

کہتے ہیں کہ سبھاش چندر بوس نے ٹوکیو سے پرواز کی [illegible] [illegible] [illegible] ہو گیا اور اس کا جہاز گر کر تباہ ہو گیا [illegible] کہتے ہیں وہ ابھی تک زندہ اور روپوش ہے۔

بات ہو رہی تھی [illegible] [illegible] اپنی یونٹ میں پہنچ [illegible] کے بعد C.O. کے Order [illegible] [illegible] 10 L.F.C. Workshop میں کام کرتا رہا۔ جب وہاں پہنچا تو C.O. [illegible] [illegible] [illegible] انقلاب [illegible] [illegible] معاملہ [illegible] [illegible] [illegible]

Marfat.com

سے بڑی محافظ ہے۔ لہذا موت سے کیا ڈرنا۔ کمال حوصلہ مندی سے اپنی گن تھامے آگے بڑھا اس بات پر کمال کی ڈھارس بندھی کہ اگر وہ کسی سنگین جرم کا مرتکب ہوتا تو اس کا اسلحہ پہلے ضبط کر لیا جاتا۔ چنانچہ اسی سوچ نے کمال کو بڑی تقویت دی جب کمال آگے بڑھا اور فوجی انداز میں salute کیا تو C.O مسکرایا اور کہا: ''کل تم فرسٹ گریڈ کے ٹیسٹ کیلئے Alexanderia جاؤ گے۔''

کمال کا حوصلہ بلند ہوا پھر C.O نے پوچھا: ''تمہارا مذہب کیا ہے؟'' (ضمیمہ 206)

''Sir میرے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔'' کمال نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

کمال والے محسوس ہوا کہ سمندر میں جو دو جہاز کھڑے ہیں ساحل کے ساتھ tents نصب ہیں اور پیچھے جو ورکشاپ ہے تم سب تمہارے رحم و کرم پر ہیں۔

''تین دن پہلے جو نظم تم پڑھ رہے تھے بڑی زوردار نظم تھی۔ دیکھو کسی کو معلوم نہ ہو کہ میں اردو سمجھتا ہوں میں دہلی میں پیدا ہوا تھا اور اردو زبان لکھنا پڑھنا خوب جانتا ہوں۔ نظم پڑھ کر تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں اگر میں Tomy ہوتا تو تم کب کے مر چکے ہوتے۔ میں بڑا صاحب بن گیا ہوتا۔ مجھے ترقی مل جاتی کہ میں نے اتنا خطرناک آدمی فرنٹ پر پکڑا ہے۔''

کمال خوفزدہ ہو گیا اور کہا: ''میں جہاں پنجاب میں پیدا ہوا وہاں ایک مشہور کہانی 'ہیر' پڑھی جاتی ہے جو کہ میں پڑھ کر وقت گزارا کرتا تھا۔''

''ہاں مجھے معلوم ہے۔'' C.O نے بے تابی سے کہہ دیا۔

جب کمال نے ہیر پڑھنی شروع کی تو اس نے کہا: ''No, No یہ وہ نہیں ہے۔''

کمال بہت حیران ہوا پھر C.O نے اپنی جیب سے نیا عہد نامہ نکالا اور کہا: ''دیکھو یہ عہد نامہ ہے آسمانی کتاب ہے تم اس پر یقین رکھو۔ تم اس پر ایمان لاؤ تو تم مسلمان ہی ہو؟ تمہیں کسی قسم کا کوئی فکر نہیں ہونا چاہیے میں نے تمہیں پہلے بھی خوشخبری دی تھی کہ کل تم Alexanderia ٹیسٹ کیلئے جا رہے ہو۔''

اب کمال قدرے مطمئن ہوا اور حوصلہ قدرے بڑھا پھر کمال نے ایک اور نظم سنائی:

سلام اے تاجدار جرمنی اے ہٹلر اعظم
سلام اے بادشاہ جرمنی اے ہٹلر اعظم

سنا تو نے کبھی ہو کا ایک مجبوروں کی بستی ہے
غلاموں کی وہ بستی ہے محتاجوں کی بستی ہے

جہاں نیکی رہا اور ہے ------ سوتی ہے
جہاں مزدور محنت کر کے مزدوری نہیں پاتا

اگر پاتا بھی ہے تو وہ بھی پوری نہیں پاتا
قسم تجھ کو شکست فاش کی ہے ہٹلر اعظم

وطن کی خاک پر اب خون کے دھبے دیکھتا ہوں میں
قسم تجھ کو کروڑوں لاشوں کی ہے ہٹلر اعظم

بھگت کو اس لئے مارا کہ جینا چاہتا تھا وہ
وطن کے دشمنوں کا خون پینا چاہتا تھا وہ

ہندوستاں کی بار تو اک بار ہو جانا
ہمارے نام کا بھی ایک گولہ پھینکتے جانا

کہا جاتا ہے ہٹلر دشمنان ہند تو بھی ہے
ہمارے خشک خرمن کیلئے برق تپاں بھی ہے

Marfat.com

مگر مجھ کو تو ہرگز یہ یقیں اب ہو نہیں سکتا
ہمارے خون سے وہ ہاتھ اپنے دھو نہیں سکتا

یہ سن کر C.O. نے کہا "ہاں یہ نظم تو وہ نہیں ہے مگر نظم سے زیادہ خطرناک وہ انقلابی جذبات چند روز سے ہیں جو تمہارے دوست گاڑیوں کے پیچھے چھپ چھپ کر دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کسی سے مت بولنا کل تم test کے لیے Alexanderia جا رہے ہو۔ جب واپس آؤ تو میں تمہیں بلاؤں گا میرے پاس چلے آنا تم اچھے آدمی ہو۔"

Jahangir

کئی سال قبل از تقسیم ہند مال صاحب کو آگرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ "جمن" پان بیچنے والے کی دکان سے ایک پان خریدا۔ دوکاندار نے بڑی محبت اور نفاست کے ساتھ کئی مصالحہ جات ڈال کر پان پیش کیا پھر اس کی ترکیب استعمال بھی بتائی۔ "چبا کر جلدی نگل نہ جائیں پھر آدھا گھنٹہ اپنے گلے کے نیچے دبائے رکھیں پھر دیکھیں جمن کی دکان کا پان کیا رنگ لاتا ہے۔" مال صاحب نے ایک پیسہ پان کی قیمت ادا کی اور نہایت ادب سے بڑے میاں سے پوچھا "کیا جمن آپ ہی کا نام ہے؟"

فرمانے لگے "میرا نام نہیں البتہ جمن میرے بیٹے کا نام ہے۔"

"آپ کوئی زندگی کا سچا اور دلچسپ واقعہ سنائیں ملتے زندگی کو بڑے قریب سے دیکھا اور مختلف انداز میں ہے۔"

"ہاں سنو" بڑے میاں نے مال صاحب کو نہایت شفقت سے بنچ پر بیٹھنے کو کہا اور دور ماضی کے ... میں کھو گئے۔

"یہ واقعہ جو میں آپ کو سنانے چلا ہوں یہ میرے والد کو ان کے دادا جان نے سنایا جنہوں نے عہد جہانگیر کے ... دیکھی تھیں۔ ایک دفعہ شاہی خاندان میں چند شادیوں کی تقریب کا انعقاد تھا اور اس پر مسرت موقع کی مناسبت سے ... طرح سجا ہوا تھا۔ جس میں ... بازی ہو رہی تھی جس میں تلوار کے جوہر دکھائے جا رہے تھے۔ ماہر پہلوان نذ (...) رقص کر رہے تھے ... بازی گر رسوں پر جھول رہے تھے۔ باورچی تھے کہ مختلف قسم کے کھانے پکانے سے فرصت نہ تھی۔ ہر خاص و عام مہمان بنا ہوا ... ہر نوع کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کی دعوت تھی۔ یہ جشن تین دن جاری رہا جس شاہی خاندان نے ... خاص و عام نے بھی خوب اس میں حصہ لیا۔ بالخصوص تاجر پیشہ لوگوں نے اپنا تین دن کا منافع دیا۔

"جہانگیر چاندنی رات میں ... باغ میں بیٹھا شراب سے لطف اندوز ہو رہا تھا (اب اس گھڑی کا منظر ... جمنا کے ... پر دور کوئی ... بانسری ... سوز سے بج رہا تھا۔ اس ملداز لے نے جہانگیر کا سکون ... چھوڑا۔ اس نے فوراً تالی بجائی اور خادم خاص حاضر خدمت ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا بانسری کی آواز ... ہے اسے ... کے ... حاضر کرو۔ خادم خاص جمنا کنارے گیا اور کشتی پر سوار ہو کر ... بانسری کی آواز کی سمت چل دیا۔

"رات کا آخری پہر تھا تارے ایک ایک کر کے غائب ہو رہے تھے ... ہوا ... کی ... ایک ... تھے اور ایک عجیب مستی کا عالم تھا۔ آواز تھی تو اس بانسری کی اور کشتی کے چپوؤں کی۔ پار اترتے ہی ایک درخت کے نیچے ایک خوبصورت تیکھے نین نقشوں والا ... رنگ کی پگڑی سر پر جمائے دنیا و مافیہا سے بیگانہ اپنی دھن میں مگن تھا۔

"خادم نے دھیرے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور عرض کی بادشاہ وقت آپ کو یاد کرتے ہیں۔ ایک لخت بانسری ... چونک کے ... والے کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ نوجوان سمجھ گیا کہ بھول ہوئی جو بادشاہ سلامت کی نازک طبیعت پر گراں گزری ... خوف اور ہیبت کی ملی جلی کیفیت میں وہ اس کے ہمراہ ہو لیا۔ حکم حاکم مرگ مفاجات کے مصداق بادشاہ کے حضور پیش ہوئے۔ بادشاہ ... کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر خادم خاص اور ملازم کو جانے کا حکم صادر ہوا اور لڑکے سے نام پوچھا۔

زم ... ؟

"تمہیں پتہ ہے ؟ جس نے تمہیں اس قدر بے چین کر رکھا ہے۔ میرے رعایا میں کوئی اتنا دکھی ہو یہ مجھ سے برداشت

Marfat.com

نہیں ہو سکتی تمہارے دکھ کا مداوا ہو سکتا ہے۔ کیا کسی سے محبت ہوئی ہے؟

"کسی سے نہیں۔" اس نے دست بستہ مودبانہ عرض کی۔

"اچھا وہ صراحی اٹھاؤ اور دو ساغر بھر دو۔" بادشاہ نے حکم دیا۔ اس سے گھبراہٹ میں ایک ساغر ٹوٹ گیا۔ بادشاہ کو اس کی یہ ادا بھی بھلی معلوم ہوئی اور فرمایا "دوسرا ساغر اٹھاؤ۔ مے نوشی میں آج ہمارا ساتھ دو۔"

صدیوں پرانی مے نے اپنا رنگ جمایا۔ ایک ہی جام نے زمرد کے ہوش و حواس گم کر دیئے۔ نہ تو ہوش رہا نہ میں، میں رہا اور ان پیٹ تہی سے جام میں خلل بھی تھی پھر ایک دفعہ مخاطب ہوئے "زمرد سچ سچ بتاؤ کسی سے پیار کرتے ہو۔ ابھی ہم آتے ہیں سے ہم مرتے ہیں قتل کر ہماری نوٹیں ان کی جیب میں ہے۔"

زمرد ابھی اپنے ہوش میں نہ رہا تھا کہ پگڑی کھل گئی۔ بال تھے کہ سیاہ رات کی طرح بکھر گئے چاندنی میں نہائی ہوئی جوانی ایک پیکر شباب تھی۔ بے نازنین و پیاری۔ بادشاہ کی نیم وا آنکھیں کھل گئیں اور تاب نظارہ نہ لا سکیں۔ جہانگیر نے اب زمرد (دوشیزہ) سے پوچھا "تم کس سے پیار کرتی ہو؟"

"آپ سے۔" اس نے برملا کہا۔

یہ سنتا تھا کہ بادشاہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا۔ زیرک اور معاملہ فہم بادشاہ ابھی گتھی کو سلجھا بھی نہ پایا کہ زمرد نے کہا "حضور میری یہ چاہت ہے بادشاہ سے پیار کرنے کا حق حاصل نہیں۔"

اس سے پیشتر کہ بادشاہ کوئی جواب دیتا اسی اثنا میں ملکہ عالیہ نور جہاں کی حسد آمیز آواز سنائی دی "جہانگیر خلوت میں یہ سب کیا ہے؟ ... کون ہے یہ عورت جو چھپتی پھرتی ہے؟"

زمرد نے پیچھے مڑ کر دیکھا بھاگ کھڑی ہوئی اور دریائے جمنا میں کود گئی۔ اس رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی ایک آواز آئی تھی اور جو ماہی گیر وہاں نے زمرد کو اپنی گود میں لے لیا۔

صبح ماہی گیروں نے ایک لڑکی کی لاش ملنے کی اطلاع دی۔ بادشاہ وقت نے خود جنازہ پڑھایا اور لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ رات سے جب نور جہاں اور جہانگیر محل میں بیٹھے تھے کہ جمنا کے اس پار ایک قبر پر ٹمٹماتے دیئے نے انہیں سوگوار کر دیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے"

خدمت

لکھیم پور، یوپی، تقسیم سے پہلے ہندوستان کا ایک مشہور شہر جہاں سے دو فرلانگ کے فاصلے پر نہر کے کنارے سلطان آباد ایک گاؤں آباد ہے جس میں رانا جمیل خاں صاحب رہائش پذیر تھے جو جاگیردار یا تعلقدار ہونے کے حوالے سے متعارف نہایت شریف النفس، حلیم طبع اور خوش مزاج انسان تھے۔

مصطفیٰ کمال صاحب کو جناب شیخ فضل کریم آف گجرات جو خاکسار تحریک میں سالار اعلیٰ یوپی تھے، کی معرفت اپنی جماعت کی طرف سے ہدایت ملی کہ رانا جمیل خاں صاحب سے ملیں۔ چنانچہ جب وہ لکھیم پور کی آخری حد جہاں بازار ختم ہو جاتا ہے اور تین راہیں مختلف سمتوں کو نکلتی ہیں، پہنچے تو ان کی نظر ایک بورڈ پر پڑی جس پر "مستند حکیم عبدالرؤف سند یافتہ طبیہ کالج دہلی" تحریر تھا۔ ان سے مطب پر نظر ہوئے، دیکھتے کیا ہیں کہ حکیم صاحب ململ کے کرتے اور میگزھ طرز کے پاجامے میں ملبوس ننگے سر مطب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کمال صاحب نے نہایت مودبانہ انداز میں سلام کیا اور ازاں بعد پوچھا "یہ سڑک کہاں جاتی ہے؟"

حکیم صاحب مسکرائے اور فرمایا "گرمی بہت ہے آپ بنچ پر تشریف رکھیں۔"

کمال صاحب نے حکم کی تعمیل کی ابھی سیدھا ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ انہوں نے شربت سے لبالب مرادآبادی گلاس تواضع کیلئے پیش کر دیا۔ کمال صاحب سمجھے کہ شاید حکیم صاحب اونچا سنتے ہیں۔ انہوں نے تو رستہ پوچھا تھا شربت بیچ میں کہاں سے آن ٹپکا۔ حکیم

Marfat.com

صاحب نے نہایت شفقت سے کہا "مرضی بہت سے نوش جان کریں جہاں تک پیسے کا سوال ہے تو عرض ہے یہ جو مسافر آتے ہیں اور شام کو چلے جاتے ہیں اور سڑک پیچھے کی پیچھے رہ جاتی ہے۔ رات کا قیام اللہ تعالیٰ کی جگہ ہوتا ہے یہاں رات تک پہنچ جاتی ہے۔" ملک صاحب کو فوراً گجرات کے مشہور شاعر جناب سید فضل حسین فضل گجراتی مرحوم (شاہد ولد صاحب کی اولاد میں سے) کی رباعی یاد آ گئی۔ اس رباعی کا زیر نظر کتاب میں پہلے ذکر آ چکا ہے۔

حکیم صاحب نے پھر پوچھا "آپ نے کہاں جانا ہے؟"

"مجھے سلطان آباد میں رانا جمیل خاں صاحب کے ہاں جانا ہے۔"

"تشریف رکھیے ابھی تانگہ والا آ جاتا ہے۔"

اسی اثنا میں تانگے والا آ گیا تانگے والے کو حکیم صاحب نے مخاطب ہو کر کہا "بیٹے صدیق یہ معزز مہمان رانا جمیل صاحب کے ہیں انہیں عزت کے ساتھ تانگے میں بٹھاؤ اور ان کے ہاں پہنچا دو۔"

بنچ سے اٹھنے سے پہلے ملک صاحب نے حکیم صاحب کو شربت کے دام دینے چاہے تو حکیم صاحب نے فرمایا "رانا جمیل صاحب کا مہمان ہمارا مہمان ہے۔ دام کیسے؟ یہاں آپ سے کوئی بھی کسی چیز کے دام نہیں لے گا۔ آپ آرام سے تانگہ میں بیٹھیں اور منزل مقصود کی طرف سفر پر روانہ ہو جائیں۔"

ملک صاحب تانگہ پر بیٹھے تو صدیق جس نے لکھنوی انداز میں لمبے لمبے اور گھنگریالے دلکش بال شانوں پر ڈال رکھے تھے اس کے بالوں کی دلکشی نے انہیں مجبور کر دیا کہ ان کو چھوئیں جیسے باد صبا کسی دوشیزہ کے دامن کو چھوتی ہے۔ مگر ان سے نادانی میں [illegible] کی اور چھونے کی بجائے انہیں ذرا کھینچ لیا اس پر صدیق نے ملک صاحب کی طرف دیکھا اور مسکراہٹ کے بعد بولا "جناب یہ بال میرے اپنے ہیں۔" پھر وہ سلطان آباد تک سریلی آواز میں مختلف صوفی شعراء کے بیت گاتا رہا۔

سڑک کے دو رویہ کھجوروں کے باغات استادہ تھے جن میں سے کبھی کبھی کوئل کی پرسوز آواز اور پپیہے کی "پی کہاں" کی آواز سنائی دے جاتی۔ عجیب دلفریب اور ناقابل فراموش منظر تھا۔

آج تک آنکھوں میں وہ نقشہ فلم کے سین کی طرح چل رہا ہے کاش اس وقت میرے پاس کوئی خوب [illegible] آویزاں اور معنی خیز بیت نوٹ کر لیتا اور دوست احباب کو سنا سکتا۔ بہر حال ابھی تک جو بیتوں کے بول میرے حافظے میں محفوظ ہیں پیش نذر کرتا ہوں۔

دنیا ایسی باوری پتھر پوجن جائے
گھر کی چکیا کوئی نہ پوجے جس کا پیسا کھائے

ترجمہ

تن اجلا من میلا بگلے کا سا بھیس
اس سے تو کوا بھلا جو تن من ایک
[illegible]

ظالم پتھر جوڑ کے مسجد لی بنائے
تا چڑھ ملاں بانگ دے کیا بہرا ہوا خدائے

ترجمہ

[illegible] ہے برگد [illegible] کے پات
[illegible] ملیں [illegible] تیرے ساتھ
[illegible] اس برگد کے پات
اب [illegible] میرا [illegible] جاؤں اس کے ساتھ

Marfat.com

کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو مو ہے پیا ملن کی آس"

تلسی داس

سفر تقریباً ختم ہو گیا اور تانگے والے صدیق کی اس بات نے چونکا دیا" صاحب، رانا صاحب کا بنگلہ آ گیا آپ دروازے سے بلائیں گے تو دربان حاضر ہو جائیگا۔"

کمال صاحب نے جھٹ جیب میں ہاتھ ڈالا اور تانگہ والے سے دام پوچھے مگر تانگے والے نے حکیم صاحب کی طرح نہایت شائستہ لہجہ میں کہا،" رانا صاحب کے مہمان ہمارے مہمان ہیں اُن کے بڑے احسانات ہیں ہم غریبوں پر دام کیسے ؟"

تھوڑے سے تامل کے بعد اس نے تانگہ موڑا اور یہ جا وہ جا۔

کمال صاحب نے دروازے پر دستک دی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے دربان اُنکا ہی منتظر تھا۔ شاید تانگہ رکنے کی آواز اس تک پہنچ گئی تھی انہیں عزت کے ساتھ دروازے کے ساتھ ہی بچھی کرسی پر بٹھایا خود قریب پڑے سٹول پر بیٹھ گیا اور حسب روایت چھت پر لٹکے پنکھے کو ڈوری کی مدد سے کھینچنا شروع کر دیا۔ چند منٹ پنکھا کھینچا ازاں بعد کہا،" میں حاضر ہوتا ہوں۔" اور نہایت سرعت سے اندر گیا بادام کا شربت کا جگ لے آیا۔ کمال صاحب نے اس سے لطف اُٹھایا۔ کیا شربت تھا! اس میں باداموں کے ساتھ ساتھ شاید چیزوں کا بھی استعمال کیا گیا تھا۔ ٹھنڈے مشروب سے لطف اندوز ہونے پر دربان نے مودبانہ عرض کی،" آپ گرمی کی شدت میں سفر کر کے آئے ہیں۔ ساتھ ہی غسلخانے میں تازہ دم ہو لیں۔ بس کھانا بھی تیار ہونے کو ہے آپکے غسلخانہ سے فارغ ہونے تک دستر خوان پر کھانا چن دیا جائیگا۔"

فارغ ہونے پر جب وہ دستر خوان پر بیٹھے تو انواع اقسام کے کھانے چن دیئے گئے۔ کریلے، دہی، چٹنی، اچار، چاول اور تازہ مکھن وغیرہ دعوت اشتہا دے رہے تھے۔ انہوں نے پلیٹ میں دو کریلے رکھے جو کہ بالشت بھر لمبے اور بالکل سبز جیسے ابھی بیل سے توڑ کر پکائے ہوں۔ انہوں نے پہلی دفعہ ایسے سبز کریلے پکے ہوئے دیکھے تھے۔ ان سے رہا نہ گیا تو جھٹ خادم پوچھ لیا، "بھائی کیا بات ہے کریلے ہری کے ہری کیسے پک گئے؟ لگتا ہے ہانڈی میں پکے ہی نہیں سالم آگئے۔"

وہ زیر لب مسکرایا اور عرض کی،" خاصہ ہمارے مطبخ کا خواص ہے اور اسے بھاپ سے ہی تیار کیا جاتا ہے۔ اسطرح طبعی طرز عمل سے ان چیزوں کے تمام ذائقے اور رنگ محفوظ رہتے ہیں۔" میرے چکھنے پر ہی چودہ طبق روشن ہو گئے اور آج تک وہ ذائقہ بھولنا چاہیں بھی تو بھول نہیں سکتے اور بقول شاعر انہوں نے اسقدر کھایا کہ

فیر میں اپناؤ تن کھاہدا اگر تہ ڈھڈ نہ کجے
دہی وڑا اچھاں میریاں وچوں تجے کھبے وگے

اتنا کچھ کھانے کے بعد کسے ہوش رہتا ہے۔ پلنگ پر گرتے ہی گھوڑے بیچ کر سو گئے۔ چار بجے کے قریب خادم نے جگایا اور بتایا،" رانا صاحب اپنی زمینوں سے واپس آ گئے ہیں اور آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔"

کمال صاحب نے پھر ایک دفعہ غسلخانہ کا رُخ کیا۔ کیا بتائیں کس کاریگر نے کیسی ہنرمندی کے ساتھ سنگ مرمر استعمال کیا ہوا تھا۔ انہیں دو دفعہ غسلخانہ استعمال کرنے کے باوجود پتہ نہ چل سکا کہ پانی کی نکاسی کا راز کیا ہے۔ غسل کرنے کے بعد پانی کہاں غائب ہو جاتا ہے خیر غسلخانہ سے فارغ ہوئے، رانا صاحب کے نیاز حاصل ہونے پر حیرت انگیز ناقابل فہم صورت حال کا سامنا ہو گیا رانا صاحب کے اردگرد جنگلی جانوروں کی لاتعداد حلقہ بگوش تھی جو کھلے آزادمنش طرز عمل سے چل پھر رہے تھے۔ یہ آنکھوں کی دید کا انوکھا منظر رانا صاحب کے عجیب حسن ذوق کی عکاسی کر رہا تھا۔ سفید اور سبز رنگ کے مورنی قسم کے نایاب کبوتر نہایت اعلیٰ نسل کی بطخیں تالاب میں تیر رہی تھیں اور کہیں کونجیں بھی گلکاری کر رہی تھیں۔

انکی ملاقات رانا صاحب سے ہوئی تو دیکھا کہ وہ بھی ململ کے کرتے اور عیگڑھ کے پاجامے میں ملبوس تھے اور ان کے چہرہ انور پر چھوٹی چھوٹی کالی فرنچ انداز میں تراشیدہ داڑھی نہایت خوبصورت اور بھلی لگ رہی تھی۔ اسی طرح خوبصورت سنہری اور قیمتی

Marfat.com

عینک بھی لگا رکھی تھی۔ اُن کے خدوخال گندمی رنگت، تیکھے نین نقش، نہایت خوبصورت اور متناسب جسم اور قد و قامت کی دلکش شخصیت اُن کے سامنے رونق افروز تھی۔ انہیں نہایت شریفانہ انداز میں ذرا جھک کر ملے نہایت شفقت اور محبت آمیز انداز میں کھانے اور آرام کے متعلق پوچھا، تو کمال صاحب نے بتایا "ان کے آنے سے پہلے کھانا کھا چکا ہوں اور آرام بھی کر چکا ہوں۔ پھر حکیم صاحب اور تانگے والا کا قصہ عرض کیا کہ انہوں نے مجھ سے درم نہیں لئے۔"

رانا صاحب نے فرمایا "میں ان سب کا خدمت گذار ہوں۔ مذہب ملت کی کوئی قید نہیں جو بھی مظلوم میرے علاقہ میں آ جائے بس میں اُسکی مدد کرنا اپنا فرض اولین اور ایمان سمجھتا ہوں۔ اس سلسلے اول تو میں یہاں ہی معاملہ نپٹا لیتا ہوں اگر مجھے کورٹ میں قانون کی بالادستی کیلئے جانا پڑے تو میں نے شاہجہانپور میں ایک زیرک قابل وکیل کیا ہوا ہے جس کی فیس جو مہینے کوئی مقدمہ ہو یا نہ ہو ایک ہزار روپیہ باقاعدگی سے ادا کرتا ہوں۔"

رانا صاحب پھر کمال صاحب کے مسئلے کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت احسن طریقے سے خانساماں کے معاملہ کا صاحب کی تسلی کے مطابق حل کیا اور کمال صاحب انہیں دعائیں دیتے ہوئے لوٹ آئے۔

نماز قائم کرنا

1936 میں ایک دفعہ قمر چندپوری صاحب نے مصطفےٰ کمال صاحب کو کانپور میں آل انڈیا مشاعرہ کے سلسلہ میں مدعو کیا اور دعوت دی کہ مشاعرہ جس کی تشہیر پورے ہندوستان میں کر دی گئی ہے، شمولیت کریں۔ شہرۂ آفاق مشاعرہ میں تمام نامور شعراء کو بھی باقاعدہ مدعو کیا گیا ہے۔ بالخصوص جگر مرادآبادی، فراق گورکھپوری، ساغر لکھنوی اور ہاشمی حیدرآبادی وغیرہ وغیرہ۔

کمال صاحب نے شاہجہانپور سے چھ پیسے فی گھنٹہ کے حساب سے سائیکل کرایہ پر حاصل کی اور عازمِ سفر ہوئے (ضمیمہ 207) بہرحال سائیکل پر سوار ہوئے تو چار میل کے فاصلے پر سائیکل پنکچر ہو گئی۔ سفر کے دوران سڑک پر دو رویہ آم کے درخت اس قدر گھنے تھے کہ سورج کی کرنوں کا گنجان پتوں سے گزر نہ تھا اور انہیں ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان کی رحمتوں میں سفر کر رہے ہوں۔ سائیکل پنکچر ہونے پر ادھر اُدھر دیکھا کہ کہیں کوئی سائیکل پنکچر کی دکان ہو لیکن دور دور تک کوئی نظر میں نہ آئی مگر خدا تعالیٰ کی شان کریمی ملاحظہ ہو کہ مایوسی کے گھور اندھیرے میں اچانک ایک طرف سے آذان کی آواز سنائی دی۔ چہرہ روشن ہو گیا کہ نزدیک ہی مسلمان یکجا ہوں گے، شاید اُن میں سے کوئی مدد کر سکے۔

انہوں نے مسجد کا رخ کیا آذان اسی طرف سے سنائی دی جہاں سڑک کی دائیں جانب درختوں کے جھنڈ سے نظر آ رہے تھے۔ آسمان دکھائی دینے لگا اور قریبی بستی میں مسجد کے مینار نظر آنے لگے دیکھا کہ اردگرد کے کھیتوں سے کسان کام چھوڑ صلوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسجد کی طرف آ رہے ہیں۔ مسجد کے بائیں طرف ایک آم کے درخت کے سائے میں سائیکل کھڑی کی۔ ابھی تالاب کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک طرف سے ایک شخص نے کہا "تالا مت لگائیں یہ مسلمانوں کی بستی ہے آپ کی سائیکل چوری ہونے کا احتمال نہیں البتہ یہ بتائیں کہ سائیکل ہوتے ہوئے پیدل کیوں چل رہے تھے؟"

اس پر انہوں نے تالا نہیں لگایا اور جواب دیا "سائیکل پنکچر ہو گئی ہے۔" سائیکل اللہ کے بھروسے پر وہاں کھڑی کر دی۔ چند سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں صلوٰۃ کی ادائیگی کیلئے وضو کرنے کیلئے قریبی تالاب کے کنارے گئے اور مسجد کے امام صاحب بھی وہاں ان کے پاس آ بیٹھے۔ نہایت شفقت سے فرمایا "مجھے آپکی سائیکل پنکچر ہونے کا علم ہو گیا ہے اور میں نے بچے کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ سائیکل دکان پر لے جائے اور پنکچر لگوا کر وہیں آم کے درخت کے نیچے کھڑی کر دے۔" اسی اثناء میں سب نے سنتیں ادا کیں اور فرائض کی ادائیگی کے بعد امام صاحب کو کسی نے بتایا:

"حمزہ جو head مالی ہے۔ وہ درخت پر سے زمین پر گر گیا اور اس کا بازو ٹوٹ گیا ہے۔"

امام صاحب نے تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا "نماز کی ادائیگی کے بعد ہم سب مل کر حمزہ کی عیادت کیلئے چلیں گے۔" چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور قریباً پچیس افراد امام صاحب کی سرکردگی میں حمزہ کے گھر گئے۔

Marfat.com

حمزہ کے صحن میں جو آم کا درخت تھا اس کی پیوند کاری اس خوش اسلوبی سے کی گئی تھی کہ دیکھ کر کمال صاحب حیرت زدہ رہ گئے دونوں کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت تھا لیکن حمزہ کے صحن میں اداسی بال کھولے رو رہی تھی۔ بچے تھے کہ ڈرے سہمے زخمی باپ کی چارپائی کے ارد گرد کھڑے تھے۔ بیوی بیچاری غم سے نڈھال بیٹھی ٹکر ٹکر حمزہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بکریاں بھوکی پیاسی ایک کونے میں کھونٹوں سے بندھی "میں میں" کر رہی تھیں اور ایک ہمدرد شخص ٹوٹے ہوئے بازو پر باندھنے کیلئے پھٹیاں تیار کر رہا تھا۔

امام صاحب نے حمزہ کی خیریت دریافت کی اور پھر پھٹیاں درست کرنے والے کو پانچ روپے دینے چاہے مگر اس شخص نے خوش ہو کر پانچ کا نوٹ دیتا دیکھ کر ایسے ہاتھ کھینچ لیا جیسے بچھو نے کاٹ کھایا ہو اور امام صاحب سے عرض کی "جناب یہ تو میرا اجر ہی دوست ہے۔ اس لیے تو میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں کام کے سلسلے میں گاؤں سے باہر نہیں چلا گیا اور اپنے بھائی کی کچھ خدمت کر سکا۔" پھر امام صاحب نے بصد اصرار انہیں وہ پانچ روپے لینے پر رضامند کر لیا اور تمام حاضرین سے کہا، "آپ لوگوں کی مہربانی ہو گی اگر آپ سب جو یہاں موجود ہیں انہیں میری امداد دیں کہ ہر شخص ایک ایک روپیہ اور گندم کا آٹا یا مکئی کا آٹا اور چاول وغیرہ حمزہ کے گھر پہنچا دیں کیونکہ حمزہ اب ایک ماہ تک کسی کام کاج کرنے سے معذور ہے۔"

حاضرین میں سے ایک نے حمزہ کی بیوی سے کہا "کل سے کسی سبزی وغیرہ کی فکر نہ کرنا"۔ دوسرے نے کہا "کل سے میں دودھ دے جایا کروں گا"۔ تیسرے شخص نے ایندھن لے آنے کی حامی بھر لی جس پر حمزہ کی بیوی نے کہا، "بھائی آپ کی مہربانی ہے۔ ہمارے پاس ایندھن کا ذخیرہ موجود ہے۔"

وہاں سے جب فارغ ہوئے تو امام صاحب نے کمال صاحب سے مخاطب ہو کر کھانے کیلئے پوچھا اور فرمایا "میں نے ابھی کچھ بھی نہیں کھایا۔ آیئے جلدی چلیں۔" چنانچہ امام صاحب نے اپنی جھونپڑی تک کمال صاحب کی رہنمائی فرمائی۔ جھونپڑی اگرچہ چھوٹی سی تھی مگر نہایت سلیقہ شعاری سے ضروریاتِ زندگی مہیا کی ہوئی تھیں۔ ان کی بیٹی نے انہیں اور کمال صاحب کو سلام عرض کیا اور امام صاحب کی فرمائش پر کھانا پیش کیا گیا۔ کھانے میں چاول، دہی، چٹنی اور مرچ کی دال نہایت قرینے سے لگا دیا گیا۔ انہوں نے ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو اتنی دیر میں ایک لڑکا سائیکل کا پنکچر لگوا کر لے آیا۔ کمال صاحب نے پوچھا تو امام صاحب نے فرمایا "ایک آنہ لاگت آئی ہوگی اس کے لئے فکر نہ کریں آپ ہمارے مہمان ہیں ہم ادا کر دیں گے۔" پھر اس بچے کو بہ تاکید کہا کہ تیزی سے جاؤ اور فلاں فلاں چھوٹے قد والے آم کے درختوں سے دو درجن آم ٹوکری میں گھاس ڈال کر رکھ دو۔" پھر کمال صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا "یہ نہایت رسیلے خوشبودار بغیر ریشے کے ایسا آم ہے کہ آپ باریک گٹھلی نکال کر چمچ سے کھائیں۔" (تمیمہ 208) امام صاحب کافی دور تک فاصلے تک انہیں الوداع رخصت کرنے کیلئے آئے اور تاکید کی کہ کبھی ادھر سے گزر ہو تو ہمارے غریب خانہ پر ضرور قدم رنجہ فرمائیں۔

یہ ہے صلوٰۃ (نماز) پڑھنے اور قائم کرنے کا فرق۔ اس مقتدی نے صلوٰۃ سے کب غیر حاضر ہونا ہے جہاں تمام دکھ درد میں شریک ہوں اور تکلیفیں بانٹی جاتی ہیں۔ اس طرح صلوٰۃ قائم ہوتی ہے پڑھی نہیں جاتی۔

وید پرتھوی راج

کسی زمانے میں پٹنہ ہندوستان کے قریب ایک اتم ذات کا ہندو پرتھوی راج نام مشہور وید مقیم تھا۔ ایک روز مصطفےٰ کمال صاحب وید پرتھوی راج ایک دیگر ہندو کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک نہایت خوبصورت خانہ بدوش (پچھی داس) عورت محو رقص (ناچ) رہی ہے اور اس چابکدستی سے انداز میں کہ زمین بھی دھڑکتی محسوس ہوتی تھی۔

تینوں دوست وہاں کھڑے ہو گئے ایک بوڑھا شخص جو کہ قریب بیٹھا چھاج بن رہا تھا، کام چھوڑ کر آیا۔ جھک کر پرنام کیا اور کہا، "مہاراج میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"ایک صاف چھنے (پیالہ) میں مجھے لسی پلاؤ" وید نے کہا۔

اس عورت نے ایک چھنے (برتن) کو خوب صاف کیا اس میں لسی ڈالی اور ساتھ ایک صاف ستھری پلیٹ میں مکھن بھی لے

Marfat.com

آئی۔ بغیر کچھ کلام کئے وید کو پیش کیا۔ وید نے پہلے قریباً نصف چھٹانک کا پیالہ باقی ماندہ بھی پی لیا اور تھوڑا سا بھی کھایا۔ ازاں بعد وید نے کہا: "میرے دوست (مصطفیٰ کمال صاحب) کیلئے بھی ایک چھٹانک لے آؤ۔" کمال صاحب نے دوسرے ہندو کو بھی اس کی پیشکش کی مگر اس ہندو نے اصرار کیا: "آپ پی لیں۔" کمال صاحب نے نصف چکھا یا اور کچھ ہندو کو پیش کیا تو اس ہندو نے نصف چکھ کر کمال صاحب کا چھوڑا ہوا پی لیا۔

اعلیٰ ذات کا ہندو ایک نچلی ذات کے ہاتھ سے کچھ پی رہا تھا اور پھر ایک مسلمان کے ہاتھ سے ہندو نے جو بھی کچھ پی لیا۔ جب چلنے لگے تو پاس کھڑی چھوٹی بچی کو وید نے دو روپے دینے چاہے مگر بچی نے انکار کر دیا البتہ وید نے بوڑھے سے پوچھا: "یہ عورت جو دودھ بیچ رہی ہے تمہاری کیا لگتی ہے؟"

"مہاراج میری بہو ہے۔" بوڑھے نے انکساری سے جواب دیا۔

"تمہارا بیٹا کہاں ہے؟" وید نے پوچھا۔

"وہ صبح سے گائے بیچنے گیا ہوا ہے۔"

"تمہارا بیٹا بھی کیا تمہاری بہو جیسا خوبصورت قد آور اور صحت مند جوان ہے؟"

"مہاراج بس دونوں میاں بیوی آپس میں پیار محبت اور راضی خوشی زندگی گزار رہے ہیں۔"

یہ بڑی پتے کی بات ہے۔ بھاری کولہے، چوڑی کمر، بڑی چھاتی اور چوڑا ماتھا ہمیشہ بچوں کی تعداد زیادہ اور متعدد اولاد ہوتی ہے۔ وید نے اپنے تجربے کی بناء پر تبصرہ کرتے ہوئے دوستوں سے کہا۔

ماں کی خدمت

ریاست بھوپال انڈیا ایک چائے والے کی دکان واقع تھی جو چائے کے پیالے میں ایک پوست کا دانہ ڈال کر پیش کرتا۔ اس طریق کار کی وجہ سے دکان اس قدر مشہور ہوئی کہ اس دکان کا نام "پوست والی چائے" پڑ گیا۔ [illegible] ریاست بھوپال شیر اور ہرن کے شکار کیلئے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک میں بھی مشہور تھی۔ اس دکان پر شکاری اکثر اوقات شکار پر جانے سے پہلے اور پھر شکار سے واپسی پر ضرور اس پوست والی چائے سے لطف اندوز ہوتے اور وہیں پر بیٹھے ایک دوسرے کو شکار کے منظر اور فخریہ واقعات سنایا کرتے اور چائے کی دکان پر بیٹھ کر جب خود تو باقاعدہ شکار پر نہ جاتے البتہ شکار سے متعلق آپ بیتی داستانیں سننے بیٹھے رہتے۔ یاد رہے کہ بڑے شکاری اپنے شکار کے کارناموں کے اظہار پر مبالغے سے کام نہیں لیتے۔

مصطفیٰ کمال صاحب کی موجودگی میں مذکورہ بالا دکان میں دو شکاری باتیں کر رہے تھے۔ ایک شکاری نے کہا: "ہرن کی خوبصورت موٹی موٹی آنکھیں، چھاتی پر سفید داغ اور براؤن رنگ کی کھال ایسے ہرن کو شکار کرنے کیلئے [illegible] سوچ کر [illegible] ہم نے چھوڑ دیا تو کسی دیگر شکاری کے ہتھے چڑھ جائیگا۔ میں (شکاری) نے نشست [illegible] اس کی چھاتی پر فائر [illegible] کی عجلت کی وجہ سے نشانہ اس کی پچھلی ٹانگ یعنی ران پر لگ گیا۔ زخمی ہرن چوکڑیاں بھرتا ہوا [illegible] سے قوت مدافعت مجروح ہو چکی تھی اور اسی تناسب سے اس کی رفتار بھی ماند پڑ گئی۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک شیر نے اس کی گردن کو جھٹکا مار کر اس کو اپنی پیٹھ پر لاد لیا لیکن فوراً چھوڑا۔ اب ہم نے محسوس [illegible] خیال کیا کہ اپنے شکار [illegible] شیر کا تعاقب شروع کر دیا۔ بالآخر شیر اپنی کچھار (کھوہ) تک پہنچ گیا اور ایک صاف ستھری جگہ پر [illegible] ازاں بعد کچھار کے اندر چلا گیا اور ایک بوڑھی شیرنی جو کہ اس کی ماں ہو سکتی تھی [illegible] ہوئے اپنے اگلے پاؤں پر بوجھ ڈال سکتی تھی کیونکہ غالباً وہ [illegible] اور بے جان کی کیفیت میں نڈھال رہتی۔ وہ ضعیف شیرنی اپنے بیٹے کے ساتھ [illegible] باہر آئی اور [illegible] شکار [illegible] اپنی زبان سے منہ صاف کیا اور آرام سے واپس اپنی کچھار میں چلی گئی جبکہ شیر نے باقی ماندہ گوشت کھایا اور چل دیا۔"

نہ صرف انسان اپنی ماں کی خدمات بجا لاتا ہے بلکہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ درندے بھی اپنی بوڑھی اور معذور ماں کا [illegible]

Marfat.com

نہیں رکھتے ہیں۔ ایک شیر نے شکار کیا اور احتیاط سے اپنی ضعیف ماں کو پیش کر دیا۔
وہ کیسے انسان ہیں جو اپنے ماں باپ کی خدمات میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اشلوک

1935ء کا واقعہ ہے مصطفےٰ کمال صاحب بنارس میں قیام پذیر تھے۔ بنارس کی صبح اور پیرس کی شام دنیا بھر میں پرکشش ہونے کی وجہ سے مشہور ہیں۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے دریائے گنگا میں مندروں کے عکس پانی میں خوشنما منظر پیش کرتے ہیں اور ہر طرف کشتیاں ہی کشتیاں رواں دواں ہوتی ہیں تو ان کی دلفریب رنگینیاں بلاشبہ عکس بندی کا موجب بنی ہوتی ہیں۔ کشتیوں میں مختلف قسم کا سامان دستیاب ہوتا ہے جو پوری ہوتا ہے وہاں پرچیت وغیرہ خرید او غیرہ شاپنگ کے سلسلہ میں تفریحات کے دوران جزوی طور پر پُر رونق ہو جاتی ہے۔ صبح کے شفاف دن میں پر شیوں سے منظر اس قدر دلفریب اور خوشنما ہوتا ہے کہ لوگ کیمرہ سے تصویر کشی کیلئے کشاں کشاں چلے آتے ہوتے ہیں۔

دریائے گنگا کے بائیں کنارے پر شیو جی مہاراج کا مندر ہے جس کا نصف دریا میں اور نصف حصہ خشکی پر نمایاں ہے مندر تک جانے کیلئے تین گلیاں ہیں۔ ایک گلی مردوں کیلئے دوسری گلی عورتوں کیلئے جبکہ تیسری صرف پنڈتوں کیلئے مختص ہے گلیوں کے اندر دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے حجرے موجود ہیں جہاں دیوداسیاں براجمان ہوتی ہیں۔ (ضمیمہ 209) وہ صرف ساڑھی بالخصوص سفید ساڑھی پہنے ہوتی ہیں اور اس سفید ساڑھی کے margin پر ایک چھ انچ یا کالے رنگ کا بارڈر چسپاں ہوتا ہے۔ پاؤں سے ننگی ہوتی ہیں ان کا لباس بے حد جاذب ہوتا ہے۔ شاید ہوتی کا کسی حال سے نہ بنائی گئی ہو۔ حجرے اتنے چھوٹے ہوتے کہ صرف ایک دیوداسی کی جگہ ہوتی ہے دیوداسیاں دو چھوٹی کٹوریاں سامنے رکھتی ہیں۔ ایک میں سیندھور اور دوسری میں سفید رنگ کی mixture ہوتی ہے۔

مصطفےٰ کمال کو مندر دیکھنے کا شوق ہوا۔ ایک روپیہ میں کھدر کی نہرو کیپ خریدی اور تنگ پاجامہ زیب تن کیا کیونکہ مندر کے سامنے ایک بورڈ نصب تھا جس پر لکھا ہوا تھا: "یہاں مسلمانوں اور ہریجن (scheduled caste) کو اندر آنے کی اجازت نہیں۔" یہ تحریر ہندی، اردو اور سنسکرت زبانوں میں لکھی گئی تھی۔

مصطفےٰ کمال جی مردوں والی گلی میں داخل ہو گئے۔ ایک دیوداسی کو پرنام کیا اس نے مصطفےٰ کمال صاحب کو سندھور میں اپنی چھوٹی انگلی ڈبو کر تلک لگا دیا جس پر انہوں نے کہا: "میں پنڈت ہوں" تو دیوداسی نے چھوٹی انگلی کو سفید mixture والی کٹوری میں ڈبو کر تلک سے اوپر ایک "U" بنا دیا (ضمیمہ 210) کمال صاحب نے دیوداسی کو اس عمل کے صلے میں دو پیسے سامنے رکھ دیئے وہ کسی سے پیسہ مانگتی نہیں جو توفیق ہو دیدو۔ وہ چلتے گئے اور لوگ آپ کو پرنام کرتے رہے کہ یہ پنڈت جا رہے ہیں لیکن مندر میں داخل ہونے کے آداب سے ... پہلی صف میں جا کر براجمان ہو گئے ان کے علاوہ دیگر مرد و زن بھی موجود تھے شیو جی کا بت قریباً دو من کا ہوگا بت کے سامنے چبوترے پر ایک پجاری بیٹھا ہوا تھا جو لکڑی کی دو چھوٹی پھٹیوں سے "رامائن" کے ورق الٹا رہا تھا۔ رامائن بڑی ضخامت کی تھی جس سے الفاظ بھی سنتا ہوا ہوتے تھے۔

مندر کی اگلی صف میں وہ لوگ بیٹھتے ہیں جنہوں نے کچھ پڑھنا یا پوچھنا ہو۔ اس صف میں 22 مرد بیٹھے ہوئے تھے سولہ نمبر تک پنڈتوں نے ایک ایک کر کے اشلوک پڑھے اور پجاری الوچنا کرتا رہا۔ جب سولہواں نمبر پڑھ چکا تو اس نے مصطفےٰ کمال کے شانے پر ہاتھ رکھا اور کہا: "اب تمہاری باری ہے۔" لہذا کمال صاحب اٹھ کھڑے ہوئے بہت گھبرائے اور گھبراہٹ میں حالانکہ آپ کو بہت اشلوک یاد تھے nervous ہو کر بھول گئے پھر حضرت علی کا قول یاد آیا: "موت انسان کی سب سے بڑی محافظ ہے۔"

ان کی جیب میں نظام آباد کا بنا ہوا چاقو موجود تھا خیال آیا کہ اگر ایسی ویسی صورت حال رونما ہوئی تو ایک دو پجاریوں کو مار کر گنگا میں چھلانگ لگا دوں گا اور دیکھا جائیگا۔ آپ کو اشلوک یاد آ ہی گیا۔ ازاں بعد پرنام کرتے ہوئے باہر گلی میں سے گزر کر باہر اپنے جوتے پہن کر نکل آئے۔

Marfat.com

Delivery on train

تقسیم ہند سے قبل مصطفےٰ کمال صاحب لاہور سے فرنٹیئر میل پر بمبئی جا رہے تھے جب گاڑی تندوارہ ریلوے سٹیشن پر رکی تو ایک ادھیڑ عمر ریلوے سپاہی ساتھ والے زنانہ ڈبے سے پریشان حال اس ڈبے میں داخل ہوا جہاں مصطفےٰ کمال صاحب اور چند دیگر مسافر سفر کر رہے تھے۔ وہاں ایک سکھ اور اس کی بیوی بھی موجود تھی (ضمیمہ 211) سپاہی نے نہایت اضطراب سے پوچھا کہ ساتھ والے ڈبے میں ایک جوان عورت کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ حسن اتفاق سردار صاحب کی بیوی ایک لیڈی ڈاکٹر تھی وہ اپنا بیگ لے کر اس کے ساتھ چلی گئیں۔

چار پانچ سٹیشن گزرنے کے بعد ایک سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو وہ سکھ لیڈی ڈاکٹر اور ایک ہندو دیہاتی جس کے ماتھے پر تلک لگا ہوا تھا نومولود بچے کو اٹھائے ڈبے کے سامنے آ کر platform پر رکے۔ گارڈ نے ایک ملازم کو بلا کر بچہ اور کاغذات اس ہندو ماں کے ہاتھوں میں تھمائے اور تانگے کی اگلی سیٹ پر بٹھا دیا جبکہ پچھلی سیٹ پر ریلوے کا ایک ملازم بیٹھ گیا۔ گارڈ نے ریلوے ملازم کو سمجھایا تاکہ وہ عورت کو بحفاظت گھر تک پہنچا دے۔

تانگہ منزل مقصود کی جانب چل دیا تو گارڈ نے whistle دی۔ گاڑی چل پڑی اور ہم اپنے ڈبے کی طرف چل پڑے۔ لیڈی ڈاکٹر نے بھی اپنے خاوند کے ساتھ جگہ سنبھال لی چونکہ انہوں نے بھی مصطفےٰ کمال کے ساتھ ہی بمبئی جانا تھا لیڈی ڈاکٹر نے بتایا "دیہاتی عورت اور محنت کش تھی اس لئے ڈلیوری نارمل ہوئی۔ میرے پہنچنے سے پہلے گارڈ پہنچ چکا تھا۔ اس نے اس عورت سے تمام کوائف اس مقصد کیلئے بنائے گئے فارم میں پر کئے۔ چونکہ انگریز بہادر کا قانون تھا کہ جو بچہ ریلوے سفر کے دوران پیدا ہو وہ تمام عمر کسی جگہ بھی ہندوستان کی حدود کے اندر مفت سفر کرنے کا مجاز ہے۔ وہ عورت پڑھی لکھی نہ تھی اس نے عورت کو اطمینان دلایا اور کہا کہ کاغذات آپ کے گھر پہنچ جائیں گے۔"

احسان کا بدلہ

تقسیم ہند سے کوئی دس سال قبل بارہ دوست، ہندو، سکھ اور مسلمان جن میں مصطفےٰ کمال بھی شامل تھے انہوں نے بمبئی میں ایک پارسی خاتون کے مکان میں Paying guests کی حیثیت سے رہائش اختیار کر لی۔ ہر ایک فی ہفتہ ایک روپیہ دیتا جس میں شام کا کھانا اور رہائش کا کرایہ شامل تھا۔ یہ پارسی خاتون نہایت اعلیٰ کردار کی مالک تھی۔ قریباً تیس سال تک ایک پارسی خاندان کی خدمت گزاری کے صلے میں جمع پونجی سے اپنا ذاتی مکان تعمیر کروالیا اور اس کی گذر اوقات اسی مکان سے حاصل ہونے والے کرایہ پر ہی منحصر تھی۔ بارہ روپے ہفتہ جو یہ سب دوست اسے ادا کرتے اس میں نہ صرف انہیں شام کا لذیذ پکا ہوا کھانا مہیا کرتی بلکہ سلیقہ مندی سے کچھ عرصے بعد ان بارہ روپوں میں سے پس انداز کئے گئے روپوں سے اچھی قسم کی ان کے کمرے میں ایک ایک دری اور بارہ گاؤ تکیے بھی بنوا دیئے۔ اس صاحب کردار خاتون کے پاس بعض مستقل رہائش پذیر تھے جنہیں یہ نیک دل خاتون رات کا کھانا مفت دیا کرتی تھیں۔

ان بارہ دوستوں میں سے ایک ہندو کا نام چندر برج تھا۔ اس نے دوست مصطفےٰ کمال کو اپنی زندگی کی ناقابل فراموش داستان سنائی جو پیش خدمت ہے:

چندر برج تقسیم پور، ضلع پٹنہ کا رہائشی تھا۔ تقسیم پور قصبہ کے قریب سے ایک نہر گزرتی تھی جس کے کنارے سے نہر کے پانی کی سطح تک سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ان سیڑھیوں کی تعمیر کا خرچ کچھ تو تقسیم پور کے باسیوں نے ادا کیا اور کچھ رقم حکومت نے ادا کی۔ چندر برج کے والد کا مکان اسی نہر کے قریب واقع تھا۔ چندر برج کے ماتا پتا کی بڑی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ریلوے سٹیشن ماسٹر بنے وہ غریب تھے اور تھوڑی سی زمینداری پر ہی گزر اوقات تھی۔ حسب ضرورت کچھ زمین فروخت کرتے اور چندر برج کے تعلیمی اخراجات اور پارچات وغیرہ کا بوجھ برداشت کرتے۔

کچھ دنوں بعد چندر برج کے پتا کا دیہانت (فوت) ہو گیا اور چندر برج کی ماتا اپنے پتی کی وفات کا جان لیوا صدمہ

Marfat.com

برداشت نہ کر سکی۔ چند ہفتوں کے بعد وہ بھی اپنے پتی سے جا ملی اور کریا کرم پر جو تھوڑی زمین بچی وہ بھی بہ امر مجبوری فروخت کر دی
اس کے دوران ہی چندر برق نے بنارس یونیورسٹی میں بی اے کے داخلے کیلئے عرضی گزاری ہوئی تھی۔ اب ان نامساعد حالات میں چندر برق کا گزارہ دشوار تر ہو گیا جب اس نے ناچار آہستہ آہستہ گھر کا سامان بھی فروخت کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ تھوڑے بہت پیتل کے معمولی برتن ہی گھر کی کل کائنات تھے رہ گئے۔

چندر برق کے پڑوس میں ایک ہندو پجاری رہا کرتا اس کی ایک ہی بیٹی چندو بالی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ زبوں حالی کے دوران چندر برق گھر کا سامان آہستہ آہستہ بیچ رہا ہے۔ ایک دن چندر برق ایک پیتل کی کٹوری چادر میں چھپا کر برتن والے کی دکان پر فروخت کرنے کی غرض سے جا رہا تھا تو پجاری کی لڑکی چندو بالی اس کے تعاقب میں چل پڑی۔ لڑکی نے دیکھ لیا کہ دکاندار نے [illegible] صرف تیرہ آنے دیئے۔ چندر برق اس تعاقب سے بے خبر تھا کہ اس کی پڑوسن لڑکی یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے۔ اس شام چندو بالی نے چندر برق سے دبے لفظوں میں اس امر کی طرف اشارہ بھی کیا "وہ اپنے گھر کے برتن اونے پونے داموں فروخت نہ کرے [illegible] مناسب نہیں اور اگر وہ محسوس نہ کرے تو وہ کھانا ان کے ہاں کھا لیا کرے۔" لیکن چندر برق نے [illegible] ابھی کچھ سامان باقی ہے۔" اس لڑکی کا شکریہ ادا کیا اور ٹال دیا۔

ایک روز چندر برق کو بنارس یونیورسٹی میں داخلے اور ہوسٹل میں رہنے کی اجازت مل گئی۔ اب چندر برق کے پاس ان عوامل [illegible] شام جب یونیورسٹی کا خط موصول ہوا تو گھر کے [illegible] بیٹھا اپنی قسمت پر آنسو بہا رہا تھا کہ اب ماتا پتا کی [illegible] پوری نہ ہو سکے گی [illegible] چندو بالی [illegible] پہنچ گئی تو چندر برق کو غمزدہ اور ملول دیکھ کر پوچھا:

"کیا بات ہے [illegible] تم [illegible] ہو؟"

چندر برق نے [illegible] کہا: "اب جب مجھے یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا ہے تو اس کے اخراجات کا تحمل [illegible] میں نہیں [illegible] اپنے ماتا پتا کی خواہش بھی پوری نہیں کر پا رہا۔"

چندو بالی یہ بات سنتے ہی [illegible] پچاس روپے لے آئی ان روپوں کو ایک کپڑے کے ٹکڑے میں باندھا اور چندر برق [illegible] ابھی تک [illegible] بیٹھا ہوا تھا۔ وہ وہاں گئی اور اسے پچاس روپے دینے چاہے۔ چندر برق نے [illegible] لینے سے انکار کر دیا اور اسے سمجھایا کہ وہ یہ رقم واپس لے جائے لیکن چندو بالی مصر تھی۔ "یہ رقم میری [illegible] میں اپنی خوشی سے دے رہی ہوں کہ تم اپنی تعلیم مکمل کرو اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں۔" چندر [illegible] نے نہایت آزردہ [illegible] اور اپنی مجبوری کے پیش نظر اس سے یہ رقم قبول کر لی اور کہا: "چندو میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔"

چندر برق چند دنوں بعد بنارس چلا گیا ذہین اور لائق طالب علم ہونے پر یونیورسٹی کی طرف سے وظیفہ بھی مل گیا اور یہاں اس کی ایک امیر خاندان کے لڑکے سے دوستی بھی ہو گئی جس کے باپ کا بمبئی میں بہت وسیع کاروبار تھا۔

چندر برق [illegible] میں پاس ہو گیا تو اپنے اس امیر دوست کی وساطت سے اس کو اس کے باپ کے ہاں کی فیکٹری میں ملازمت مل گئی جہاں چندر برق کا کام مزدوروں کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ [illegible] آیا اور [illegible] کرنا پڑتا۔ اب چندر برق کو یہ غم [illegible] رہا تھا کہ وہ چندو بالی کے احسان کا بدلہ کیسے چکائے۔ جب اس کے پاس [illegible] پورے آنے جانے کا کرایہ اور زادِ راہ جمع ہو گیا تو وہاں گیا اور اپنے آبائی مکان کی رجسٹری چندو کے نام کر دی۔

اسے کہتے ہیں احسان کا بدلہ۔

ختنے

1931 میں مصنف [illegible] صاحب نہایت جوانی کے عالم میں چوپاٹی حاجی کیمپ بمبئی میں رہائش پذیر تھے۔ چوپاٹی beach پر ایک بند جو سمندر میں [illegible] دور تک چلا جاتا ہے۔ اس بند کے دونوں طرف alternatey پچاس گز کے فاصلے پر [illegible]

Marfat.com

چھ فٹ لمبے ڈیڑھ فٹ اونچے ایک ہی ڈیزائن کے بینچ بچھے ہوئے تھے۔ ہر ایک بینچ سے اوپر ایک شیٹ کی چھت کی نصب تھی۔ ان کے قریب ایک بینچ پر ایک Martha نام کی لڑکی "چک شیخاں" ضلع سیالکوٹ کی رہنے والی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے والدین عیسائی تھے جو پنجاب سے کبھی ملازمت کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے۔ اس لڑکی نے میٹرک کرنے کے بعد میں عیسائی مشن کی مدد سے نرسنگ کا کورس کر لیا۔ ایک پارسی ڈاکٹر ہے جس کا نام جمشید تھا اس کے کلینک میں ملازم ہو گئی۔ مسلمان اپنے بچوں کو ڈاکٹر کے پاس ختنہ کرانے کے لئے لاتے تھے۔ نرس کی فیس ایک روپیہ تھی لیکن ڈاکٹر بھی نرس کو فی ختنہ ایک روپیہ دیا کرتا۔ یہ لڑکی صبح کے وقت ورزش کیا کرتی اور پیدل سیر کرتی تھی اور کمال صاحب بھی صبح کے وقت ورزش کیا کرتے۔ دونوں کی آپس میں دوستی میل ملاپ ہو گیا۔

ایک دن اس نے کمال صاحب سے پوچھا "مسلمان ختنہ کیوں کراتے ہیں؟"

"ختنہ تو کئی عیسائی بھی کراتے ہیں مگر مجھے کوئی زیادہ علم نہیں ختنہ کیوں کیا جاتا ہے۔ ہاں البتہ یہ جانتا ہوں جس سے کاٹ دیئے جاتے ہیں وہ بے خوف رہتا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دشمن کے ہاتھ پڑ نہ سکے۔" اس پر وہ خوب ہنسی۔

Martha نے یہ بات اپنے ڈاکٹر صاحب سے کی تو ڈاکٹر صاحب نے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ چنانچہ کمال صاحب ڈاکٹر صاحب کے ہاں پہنچے ڈاکٹر نے تواضع کی میرے دوست کے لطیفے پر خوب ہنسا اور کہا سائنس کے لحاظ سے ختنہ والی کھال ضرور کاٹ دینی چاہیے چونکہ اس میں Infection وغیرہ ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔"

امام صاحب

کمال صاحب کو ایک دفعہ بزنس کے سلسلے میں سورت ہندوستان جانے کا اتفاق ہوا۔ نماز کا وقت تھا مگر پنجاب جیسی روایتی مسجد ڈھونڈنے سے نہیں مل رہی تھی۔ راستے میں انہیں ایک مستطیل شکل کی عمارت سے اذان کی آواز سنائی دی۔ گو کہ عمارت کے ماتھے پر لفظ مسجد لکھا ہوا تھا لیکن دیوار بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ اندر جا کر ان کی حیرانی میں اس وقت اضافہ ہوا جب انہوں نے لوگوں کو جوتے الماری میں ترتیب اور قرینے سے رکھتے ہوئے پایا۔ اس مسجد میں بیچ carpet اور ایک طرف کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ وضو کرنے کے لئے جب وہ اس حصہ میں پہنچے تو پانی کی آمد اور انخلا کے نظام کو دیکھ کر بھی حیران ہوئے۔ ایک ٹونٹی سے پانی مسلسل اور ایک جہت آتا اور جس کرسی پر بیٹھ کر وضو کیا جاتا وہ صاف آگے پیچھے اوپر نیچے ہو سکتی ہے۔ صاحب کو بیٹھ کر بھی وضو کیا کرتی۔

وضو کرنے کے بعد جب ہال میں داخل ہوئے تو صندل کی خوشبو نے استقبال کیا جو ایک عجیب سی مہک دے رہی تھی۔ امام صاحب ایک سرخ و سفید جوان تھے چھوٹی چھوٹی داڑھی جوان کے چہرے پر زیب دے رہی تھی نہایت دلکش انداز میں اپنے مقتدیوں سے محو گفتگو تھے تکبیر پڑھنے پر امام صاحب نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے اور ساتھ ہی ایک شخص بھی کھڑا ہو گیا جس نے نماز کے ساتھ ساتھ مالا باری زبان میں ترجمہ کیا۔ کمال صاحب کے لئے یہ بالکل نئی بات تھی۔ بہر حال نماز پڑھی اور فارغ ہونے پر امام صاحب کے قریب گئے تاکہ پوچھیں "مسجد مستطیل اور بغیر مینار کے کیوں بنائی ہے اور دوسرے نماز کا ترجمہ کیوں کیا جاتا ہے؟"

امام صاحب نے نہایت خندہ پیشانی سے کمال صاحب کے سوالات سنے بڑے پیار سے اپنے پاس بٹھایا اور نہایت دلنشین انداز میں ان کے سوالات کے جوابات دیئے "یہ مسجد خانہ کعبہ کی طرح بنی ہے۔ حضرت ابراہیم نے بھی خانہ کعبہ کی طرز تعمیر سے انداز لگائے جو نقشہ انہیں ملا اور جو حکم بارگاہ الٰہی سے آیا۔ اب اس ضمن میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے تو میں عرض کروں کہ یہ ترجمہ اس نیک نیتی سے شروع کیا گیا ہے کہ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور فرض تو ادا کرتے ہیں لیکن نماز کا مطلب نہیں سمجھ پاتے۔ دیکھیں جیسے الحمد شریف ہے یہ ایک دعا ہے جو تمام قرآن مجید فرقان حمید کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اگر اس کو سمجھا جائے اور انسان اس پر عمل پیرا ہو جائے تو انجانی حل کر سکتا ہے۔ دین اور دنیا سنوار سکتا ہے۔ اقوام کی تقدیریں بدل سکتی ہیں۔"

کمال صاحب ایسے مطمئن ہوئے کہ اپنے مسائل بھی سنائے تاکہ کوئی مداوا کیا جا سکے۔ پہلا مسئلہ چند دن کے لئے عارضی رہائش کا تھا اور دوسرا کسی مسلمان کے ہاں کھانے کا اہتمام۔

Marfat.com

امام صاحب انہیں مسجد کے اس حصہ کی طرف لے گئے جو امام صاحب اور دیگر طلباء کیلئے رہائش کے طور پر استعمال ہوتا ایک طالب علم اپنے کاؤنٹر پر ہوتا تھا۔ اسکی تمام اشیاء قرینے میں پڑی ہوئی تھیں نہ ہی دروازے کو قفل تھا اور کوئی کسی صندوق وغیرہ کے روپے اور ریزگاری بھی کھلی میز پر پڑی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ کمرہ کمال صاحب کو عارضی طور پر دیدیا گیا۔ اسطرح کھانے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا امام صاحب کے مدرسہ کے لنگر ہی سے کھالیا کریں۔ کمال صاحب نے لاکھ کوشش کی کہ معاوضہ کے طور پر کچھ ادا کریں لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور کہا "تم ہمارے دینی بھائی اور مہمان ہو"

قارئین کی دلچسپی کیلئے عرض ہے کہ سورت شہر اور بندرگاہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر بحیرہ عرب کے کنارے واقع ہیں۔ یہیں انگریزوں نے شہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی اجازت سے پہلی تجارتی کوٹھی قائم کی تھی اور عرب ملاح سورت میں اکثر تجارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ انہیں میں سے کچھ یہاں مقیم ہو گئے جن کی اولادیں آج تک وہاں کے سماج کا حصہ ہیں یہ امام صاحب بھی انہی عرب تجار کی نسل میں سے ہیں۔

مہاتما کرشن موروتی

1934 میں ہندو مہاسبھا کمیٹی کے چند ممبران کی خواہش تھی کہ مہاتما کرشن موروتی جو پٹنہ کے مشہور وکیل تھے۔ انہوں نے سنسکرت، اردو، ہندی اور انگریزی میں ایم اے کیا ہوا تھا۔ کسی طرح ہندوؤں کی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بننا پسند کرلیں لیکن زیادہ ممبران کا خیال تھا کہ مندروں کے انتظام و انصرام کیلئے ان سے بہتر کوئی شخص نہیں۔ متھرا، کاشی (الہ آباد)، ہردوار اور بنارس میں centres تھے جہاں ہندوؤں کی بیوہ (ودھوا) عورتیں رہا کرتیں اور مہنت (مندروں کے پجاری) اپنی نفسانی خواہشات کیلئے ان عورتوں میں سے خوبصورت اور کمسن عورتیں منتخب کر لیتے۔ انہیں ہر قسم کی مراعات سے نوازتے۔ باقی عورتیں ان کی سرد مہری اور نارو اسلوک کی وجہ سے وہاں سے بھاگ کر بازاری "وشیئے" کے پیشہ اختیار کر لیتیں یا مسلمانوں کے گھر پناہ لیتیں۔ قارئین کی اطلاع کیلئے عرض کرتا چلوں کہ یہ عورتیں محنت مشقت سے بچنے کیلئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی تھیں اور گاہے بگاہے بکریوں، گائیں اور بھینسوں جیسے مویشیوں کی طرح فروخت کرنے کی "بولی" لگا دیتے تھے۔ ان گندے اور گھناؤنے عوامل کے سدباب کیلئے اور قبیح حرکات کو جڑ سے ختم کرنے کیلئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جو علم رکھنے کے ساتھ ساتھ قوت فیصلہ کا بھی حامل ہو۔ چنانچہ ممبران نے مہاتما کرشن موروتی کو یہ فرائض سونپ دیئے۔

مہاتما کرشن موروتی ہر روز ہردوار میں شیوجی مہاراج کے مندر کے سامنے پیپل کے درخت کے سائے میں شام گرمیوں میں پانچ بجے اور سردیوں میں چار بجے پانچ منٹ اپدیش (وعظ، لیکچر) دیا کرتے اور کمال صاحب بھی کبھی کبھی سامعین میں ہوتے۔ مندرجہ ذیل اپدیش انہوں نے سنایا۔

"یہ اسلام ہوا کہ انگریز ڈاکٹر (Bernier) برنیر جس نے شاہجہان کی بیٹی کا علاج کیا اور شہنشاہ سے اپنے لئے کوئی جاگیر نہ مانگی۔ ہیرے جواہرات نہ مانگے اور نہ ہی اپنے لئے دربار میں کوئی عہدہ لینے کی خواہش کا اظہار کیا بلکہ مانگا تو یہ مانگا کہ میری قوم کو ہندوستان میں تجارت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ ہر دل عزیز بادشاہ نے اجازت مرحمت فرمائی لہذا اجازت پا کر نہایت سرعت سے سورت، بنگال اور مدراس میں تجارتی مراکز کی ترویج کیلئے کوٹھیاں قائم کر دی گئیں اور ہندوستان کا انگلستان کے ساتھ تجارتی معاہدہ ہو گیا۔ ازاں بعد انگریز جیسی عیار قوم نے ہندوستانیوں کی بھرتی شروع کر دی۔ باقاعدہ پریڈ اور فوجی قواعد و ضوابط کے تحت سپاہی تشکیل دینے شروع کر دیئے۔ جب مغل بادشاہ نے پوچھا یہ سپاہی کیوں پیدا کیے جا رہے ہیں ؟"

"تو بتایا گیا کہ یہ سب چوکیدار اور بوقت ضرورت کے پیش نظر آپکے غلام۔ پھر غیر محسوس طریق کار سے انگلستان سے گوروں کی بھرتی شروع کر دی۔ انہیں ہندوستان میں لاکر اس دھرتی ماتا پر ان کی پریڈ شروع کر دی۔ ان غیر ضروری عوامل کی بناء پر شہنشاہ کے استفسار پر انگریز نے غداری اور مکاری سے جواب دیا کہ اجنبی دیس میں میرے مال کی حفاظت کرتے ہیں اور آپ کے غلام ہیں۔ اسطرح ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد معرض وجود میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے حکومت کے زیر سایہ عسکری قوت پروان چڑھتی گئی۔ پھر ہندوستان کی بگڑتی ہوئی صورت حال سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ایک کر کے راجہ نواب انگریز کی دست برد سے چلا گیا

حتیٰ کہ مغلیہ سلطنت کا آخری ٹمٹماتا ہوا چراغ بہادر شاہ ظفر اس مکار اور عیار قوم کے ہاتھوں گل ہو گیا۔

''مغلوں کو میرا سلام ہو انہوں نے اس دھرتی ماتا سے جو کچھ کمایا اسی پر خرچ کیا۔ چھوٹ کر اپنے وطن نہیں لے گئے بلکہ یہاں سے ہی اپنا وطن سمجھا اور اپنا گھر ہندوؤں کے گھر کے ساتھ بنایا۔ اپنی مسجد کی تعمیر مندر کے ساتھ کر کے اپنے آپ کو ہندوستانی باشندہ ٹھہرایا۔ انگریز نے اپنا بنگلہ اور عبادت گاہ الگ تعمیر کی اور نہایت غیر محسوس طور پر اپنے آپ کو کبھی بھی ہندوستانی نہ جتلایا۔ وہ انگریز ایسی گائے کی مانند تھا جو گھاس تو ہندوستان کا کھاتی مگر دودھ انگلستان میں دیتی۔

''میں مہاراج انگریز کو مشورہ دیتا ہوں کہ اتنا سستا مزدور اور سپاہی ایسا فرمانبردار، اور جان نثار دینے والا تمہیں دنیا میں کہیں سے بھی نہیں ملیگا۔ اگر انگریز اس ملک کی مائی اسی ملک پر خرچ کرتے تو شاید ہم ہندوستانی اسے جانے نہ دیتے۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا تو قدرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ ہم غلام نہیں رہ سکتے۔''

''خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری''

یہ مہاراج مہاتما کرشن مورتی کا اپدیش مندر شیو جی کے سامنے پیپل کے درخت کے نیچے ہوا کرتا جو تقریباً تیس سال بعد حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

جل گاؤں

تقسیم ہند سے پہلے کا واقعہ ہے لاہور سے بمبئی جاتے ہوئے ایک ''بھوساول'' کا ریلوے اسٹیشن آتا ہے۔ وہاں کا کیلا بہت مشہور ہوا کرتا۔ ہندوستان کے شہروں میں بھی بھوساول کے کیلے کی کافی مانگ تھی۔ اس کیلے کی لمبائی کم از کم ایک بالشت سے زیادہ تھی۔ عام کیلوں کے برعکس جن میں چھوٹے چھوٹے کئی بیج ہوتے ہیں اس میں صرف چار یا پانچ گندم کے دانے کے برابر گندمی رنگ کے بیج ہوتے۔ یہ کیلا بہت لذیذ ہوا کرتا۔ اس سے برفی بنائی جاتی تھی جو نہایت لاجواب قسم کی ہوتی۔

بھوساول ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک اور اسٹیشن جس کا نام ''جل گاؤں'' یعنی پانی کا قصبہ ہے جس کے ارد گرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں واقع ہیں اور وہاں پر چشموں کا اس قدر بہتات ہے کہ پانی نہ صرف پینے پلانے کے استعمال میں آتا ہے بلکہ مال مویشیوں دیگر ضروریات زندگی اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے بھی کام آتا ہے۔ یہاں چاول کی کاشت بہت زیادہ ہے۔ گاؤں کے مکینوں نے اپنے گھر کے صحن اور باہر چھوٹے چھوٹے تالاب تشکیل دے کر مچھلیاں پالنے کا انتظام کیا ہوا ہے۔ وہاں کی مرغوب غذا مچھلی اور چاول۔

جل گاؤں کے ایک محلہ میں عمر رسیدہ آدمی ہفتہ میں دو، تین مرتبہ وارد ہوتا اور پہروں ایک تین منزلہ پیلے رنگ کی عمارت کو بڑی حسرت سے دیکھتا رہتا پھر نہیں چلا جاتا۔ اس کا یہ معمول قریباً چھ ماہ سے جاری تھا۔ لوگ اس معمول کے اس قدر عادی ہو چکے تھے۔ ان کو بخوبی علم تھا کہ بابا فلاں دن فلاں وقت حاضری دے گا مگر کسی سے بات چیت نہیں کریگا اور خاموشی سے عمارت دیکھ کر چلا جائیگا۔

ایک منگل کے روز ہندوؤں کا متبرک تہوار تھا اور بابا نہ صرف پیلی عمارت کی بالائی منزل کو دیکھتا رہا بلکہ اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔ اس صورت حال سے چند آس پاس کے لوگوں کو تجسس ہوا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پوچھا ''بابا جی آپ کی اس حالت کی کیا وجہ ہے؟ گستاخی نہ سمجھیں تو مجھے اپنے دل کی بات بتائیں۔''

بابا جی نے سوال تو سن لیا مگر دیکھتے اس عمارت کی طرف ہی رہے۔ ایک دوسرا شخص بھی یہ منظر دیکھ کر قریب آ گیا اور کہنے لگا۔ ''شدید گرمی کا موسم ہے۔ آیئے بابا جی میری دکان ساتھ ہے وہاں آرام کریں اور شربت وغیرہ پئیں۔ آپ کے غم و دکھ کا سبب کیا ہے؟ اپنے دکھ درد میں ہمیں شریک کریں بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔''

بابا جی نے ٹال مٹول کی کوشش کی مگر ہمدردوں کے اصرار پر دکان میں بیٹھنے پر رضامند ہو گئے لیکن بیٹھتے ہی نظر اس عمارت کے بام پر جا ٹھہری اور یاس بھری نگاہوں سے ایک ٹک دیکھتے رہے۔ دکاندار تین گلاس شربت بنا کر لے آیا اور ایک گلاس بابا جی کو

Marfat.com

پیش [illegible] اس سربستہ راز سے آگاہ کریں بلاشبہ آپ کے بچوں کی عمر کو ہی پہنچی ہوں مگر آپ کی زبوں حالی دیکھی نہیں
جاتی [illegible] مجبور کرتا ہے کہ اس عمارت سے وابستگی کا کیا راز ہے؟ دیکھئے آپ میرا دل نہ توڑیں اور اپنے دکھ درد میں شامل سمجھیں۔"

بابا جی نے اپنے آنسو پونچھے۔ چند آہیں بھریں تھوڑا سا شربت پیا گلاس زمین پر رکھ دیا اور کہنے لگے: "آپ لوگ بضد ہیں تو سنیں میں گذشتہ پچاس سال سے یہاں پر ہی مقیم تھا۔ یہاں اب آپ کی عالیشان دکان ہے جو کہ نئی تعمیر شدہ ہے اسی جگہ پر پہلے ایک [illegible] کی منزل پر میری رہائش تھی۔ یہ عمارت جائیداد میری ملکیت تھی میں میٹرک پاس سرکاری ملازم تھا۔ اچھی [illegible] زمین خریدی اور قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ جب سرکار نے سڑکوں کا جال [illegible] میرے وارے نیارے ہو گئے عوضانہ کے طور پر ملنے والی رقم سے میں نے ایک [illegible] میرے والد صاحب میرے بچپن کے دوران ہی فوت [illegible] اپنی پیار کرنے والی ماں کو بھی اپنی زمینوں میں بنائی گئی [illegible] جہاں اللہ پاک دھان کا کاروبار کرتا [illegible] خوبصورت جوان تھا اور اس پر طرہ یہ کہ سرکاری ملازم۔ میری اس علاقہ [illegible] زمین بھی خریدی اور بڑے زمینداروں میں میرا شمار ہونے لگا۔

[illegible] نہایت خوبصورت لڑکی تھی۔ ۲۰-۱۹ سالہ مجھ پر کالی رنگ کی ساڑھی میں ملبوس ہوتی۔ ایک دن [illegible] تو وہ خوبصورت لڑکی بالائی منزل کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔ جو میری طرف [illegible] بعد میں نے اچانک غیر ارادی طور پر اپنی کھڑکی کے باہر جھانکا تو وہی [illegible] پہلے بھی میری [illegible] کی طرف جھانکا کرتی تھی لیکن دفتر جانے کی عجلت میں [illegible] معمول بن گیا اور یہ حسین حادثات صبح تک ہی محدود نہ رہے [illegible] دیکھتے رہتے۔ ایک جھلک ہی سہی مگر دیکھے بغیر چین کہاں مجھے اس امر کا [illegible] اور ایک چھوٹا قریبا سات سالہ بیٹا جو دکان پر [illegible]

[illegible] البتہ اس کے دو ملازم اور چھوٹا بیٹا وہاں تھے۔ میں نے [illegible] پتہ چلا کہ دوسرے کے تہوار کی چھٹی آ رہی ہے اور [illegible] دن واپس لوٹ آئیں گے۔ مجھے امید ہوئی کہ اب اس [illegible] اپنے مکان میں آ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ وہ لڑکی اپنی رہائش گاہ کی [illegible] اس نے مجھے بائیں ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے بہری ہو کہ کھڑکی میں [illegible] ہوا تو اس لڑکی نے ہاتھ میں رکھا سفید گیند کھڑکی سے اندر [illegible] مکان کی چھت پر پہنچ گیا لہذا میں سرعت سے اپنی رہائش گاہ کی چھت پر گیا گیند کو [illegible] ایک سفید کاغذ [illegible] لپٹا ہوا تھا۔ میں نے کاغذ کو کھول کر پڑھا تو اس پر لکھا تھا [illegible] چند دنوں کے بعد ہی لوٹیں گے۔ کوئی پانچ بجے شام کے قریب [illegible] آپ بھی اس جلوس میں شامل ہو جائیں تو ہماری ملاقات ہو جائیگی۔ یاد رہے کہ دوسرے [illegible] عقیدت کی وجہ سے نہیں بلکہ تماشہ دیکھنے چلے۔

[illegible] شمال کی طرف سے جلوس آنا شروع ہوا جوں جوں جلوس قریب آتا جا رہا تھا بتدریج جلوس میں عوام [illegible] اتفاق لڑکی کی والدہ کسی حادثہ کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھی چونکہ میں بعض اوقات [illegible] دیکھتا رہتا تھا۔ ابھی جلوس ہمارے قریب آیا ہی تھا کہ اسی اثناء میں لڑکی

Marfat.com

اور میں اپنی اپنی طرف سے جلوس میں شامل ہو گئے۔ ہجوم اور ہلچل کی وجہ سے تھوڑی دور تک تو ہم ایک دوسرے کے قریب رہے۔ یہ بھی ڈر تھا کہ جلوس کا کوئی آدمی مجھے اور لڑکی کو بھی جانتے تھے نہیں پھڈا، ہنگامہ ہو جائے۔

''لنکا جلانے کی رسم کا اہتمام شہر سے قریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک کھلی جگہ پر کیا گیا تھا۔ اب ہم ایک دوسرے کے قریب تو ہو گئے مگر اجنبیوں کی طرح الگ الگ ایک دوسرے کو چھونے کی نوبت نہ آئی۔ ایک ... تھے تو ... ایک طرف جا رہی اور میں دوسری طرف۔ ہم دونوں من ہی من میں اپنے آپ کو کوس رہے تھے کہ بات کرتا تو ... ہی مل جاتا۔ چلتے چلتے جلوس لنکا کے میدان تک پہنچ گیا۔ میدان کے درمیان لنکا بنائی گئی۔ ایک طرف کافی بلند راون کا پتلا بنایا ہوا تھا۔

''ہوتا یوں ہے کہ لنکا کاغذات اور بانسوں وغیرہ سے ایک مصنوعی شہر ... گولہ بارود جگہ جگہ نصب ... پتلا میں بھی گولا بارود بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس پر خوبصورتی یہ کہ دونوں لنکا اور راون رنگ برنگی کاغذات سے مزین ہوتے ہیں۔ ... کے اردگرد رسوں کی مدد سے حلقہ تشکیل دیا گیا تھا کہ اداکاروں کے سوا کوئی دوسرا اس حصار بندی میں نہ ... کی ضرورت نہیں جب راون اور لنکا پر تیروں کی بارش کی جاتی ہے اور بعد میں آتشیں تیروں کی وجہ سے ولہ بارود ... دھماکوں کی شدت کی وجہ سے اور آگ کے خوف سے چھوٹے بڑے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ ... نے فوراً میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ ہی کہا: داسی میں نے کہا: مجھے فرحت مرزا کہتے ہیں۔ ابھی یہی مختصر بات ہوئی تھی ... تاہم توڑ پھٹنے سے بھگدڑ مچ گئی۔ دم گھٹنے والا دھواں اور آتش بازی کے دھوم دھڑکے کی وجہ سے ہم بھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔

''مجھے اس کے بچھڑ جانے کا بہت دکھ ہوا۔ ہم ... کیفیت میں۔ میں نے ہر طرف نظر دوڑائی مگر شاید قسمت ... نہیں بھی ''داسی'' نظر نہ آئی۔ ... بھی اپنے آپ کو کوستا رہا۔ او فرحت مرزا! تمہاری قسمت ہی ایسی ہے ... جھلک کے شاید ''داسی'' کی ایک جھلک ہی نظر آ جائے۔ میں سوچوں میں غلطاں رہا۔ داسی کو بھی میری تلاش ... [illegible]

''دوسرے دن جب میں نے ... سے اس پرانی بلڈنگ کی عمارت کو دیکھا تو خلاف معمول مجھے داسی نظر نہ آئی۔ ... ہجوم میں دفتر چلا گیا اور سیڑھیوں سے نیچے اتر کر ایک بار پھر ادھر دیکھا مگر وہ وہاں موجود نہ تھی۔ دفتر میں ... وقت میں دیر ہو گئی۔ شام کے سائے ڈھل رہے تھے تو دیکھا گیا ہوں کہ پیپل کے درخت کے پیچھے سے داسی ہاتھ ... طرف جا رہی تھی۔ میں نے جرأت کی اور قدم بڑھاتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب میں اس کے قریب ... اوقات ہوتے ہیں کہ آگے چلنے والے کے جب پیچھے سے چلنے والا قریب آ گیا ہو تو لاشعوری طور پر ... پیچھے ... میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ میں نے داسی سے سوال کیا: کل تم کہاں کھو گئی تھیں؟ میں نے تمہیں ہر طرف تلاش کیا۔

''داسی نے جواب دیا: اسی بھگدڑ مچ گئی۔ ماں اپنے بچے کو سنبھال نہ سکتی تھی۔ میری چند سہیلیاں ... کے مندر کے قریب رہتی ہیں، مجھے اصرار کر کے ساتھ لے گئیں اور میں نے سوچا ... چونکہ اس تہوار پر ... ''لیکن تم صبح کہاں تھیں؟''

''کافی دیر ہو گئی تھی میں وہاں سہیلیوں کے پاس ہی سو گئی اور ان کے ملازم مجھے گھر پر چھوڑ گئے ... [illegible]

''ابھی ہم چند قدم چلتے ہوئے باتوں میں مصروف تھے کہ سامنے سے چوہدری ... آتے دکھائی دیے ... [illegible] ... سب ہوں اور واپس لوٹ آیا۔

''دوسرے دن صبح حسب معمول داسی نے کھڑکی سے جھانکا۔ ہم اشارے سے ... مجھے جلدی دفتر جانا تھا ... چکی تھی اور ادھر داسی کی ماتا نے بھی اسے آواز دی لہٰذا میں دفتر کی طرف چل دیا۔ تمام راستہ ان ... مطلب پانے کی گتھیاں سلجھاتا رہا۔ دفتر میں بھی یکسوئی اور دلجمعی سے کام نہ کر سکا۔ میں چونکہ مسلسل اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا ... دوست نے کہا: فرحت صاحب کیا بات ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے؟ آج آپ معمولات میں نظر نہیں آ رہے۔

''آخرکار سوچ سوچ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ داسی چار انگلیاں سیدھی رکھتی تھی اور ایک ہاتھ کی انگلی ... [illegible]

Marfat.com

سے درمیان مارتی۔ مجھے سمجھ آ گئی کہ ساڑھے چار بجے کا وقت دے رہی ہے پھر ہاتھوں سے منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھی اور دائیں ہاتھ کی جانب بار بار اشارہ کرتی۔ اب ساری تصویر نمایاں ہوگئی کہ بڑی جھیل کی طرف آنے کو کہہ رہی ہے۔ اشارے کنائے کی طرف ایک بڑی جھیل تھی جو بلندی پر واقع تھی اور اس کے کنارے کنارے سیر کرنے کیلئے راستہ اونچائی پر تھا جبکہ جھیل کا پانی نیچے تھا۔ اس جھیل کے کنارے ہندو شام کے وقت سیر بھی کرتے اور کاغذوں کی ناؤ بنا کر ان میں دیئے جلا کر جھیل میں چھوڑ دیتے۔

''میں اپنے اندازے کے مطابق وقت سے پہلے ہی آ گیا۔ جھیل تک جانے کیلئے چڑھائی چڑھنا شروع کر دی ایک موڑ میں مڑا ہی تھا کہ دیکھتا کیا ہوں وہاں داسی کھڑی تھی۔ مجھے اس کو پا کر بڑی مسرت ہوئی اور پہاڑوں کی ڈھلان پر جھیل کے کنارے پتھروں پر آ بیٹھے۔ داسی نے ہلکے نیلے رنگ کی ساڑھی زیب تن کی ہوئی تھی جو کہ اس کے گندمی رنگ پر خوب زیب دے رہی تھی۔ اس نے اپنے پاؤں نیچے لٹکا دیئے جو پانی کی سطح کو چھونے لگے۔ میں بھی اس کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ وہ شرم و حیا سے تھوڑی سی پرے سرک گئی۔ میں نے بھی ہمت کی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ اب ہم دونوں خاموش بیٹھے ہوئے اور داسی nervous ہونے کی وجہ سے اپنے پاؤں سے پانی میں چھینٹے اڑا رہی تھی۔ میں نے کہا داسی گھبراہٹ کیسی؟ میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ کوئی غیر اخلاقی حرکت نہ کروں گا۔ داسی مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئی اور اتنا کہتے ہوئے کل پھر اسی ٹائم یہاں ہی ملاقات ہوگی اپنے گھر کی طرف لوٹ گئی میں وہاں ہی بیٹھا داسی کے متعلق سوچتا رہا یہ تو میری تقدیر بن چکی ہے۔ میں اسے کیسے حاصل کر سکوں گا میں پکا مسلمان وہ راجپوت ذات کی ہماری شادی کیسے ممکن ہوگی۔ انہی سوچوں میں ڈوبا میں بھی گھر لوٹ آیا۔

میں تو بھول ہی گیا تھا کہ کل داسی کے پتا آنے والے ہیں اور وہ ساڑھے چار بجے کا وقت دے گئی کیا وہ اپنا وعدہ نبھا سکیں گی یا نہیں۔ میں وقت سے پہلے ہی شام چار بجے کے قریب جھیل پر جا بیٹھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا میری بے چینی بڑھتی چلی گئی۔ پانچ بجے کے قریب جھیل پر جا بیٹھا۔ جوں جوں پہلے دن بیٹھے تھے اور میری نگاہیں داسی کو تلاش کر رہی تھیں۔ پانچ بجے کے قریب میں نے داسی کے راستے پر بے قراری سے گھومنا شروع کر دیا یہ یقین ہونے کے باوجود کہ اپنے پتا کے آ جانے کی وجہ سے داسی نہیں آ سکے گی عجیب کیفیت سے دوچار اس انتظار میں تھا کہ داسی آ جائے گی۔ اب سورج غروب ہونے کے قریب تھا میں مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ گیا۔ اپنے کمرے میں آتے ہی سب سے پہلے میں نے اپنی کھڑکی میں کھڑے ہو کر اس پیلی بلڈنگ کی طرف دیکھا مگر کچھ نہ پا سکا۔

''اب تین چار روز تک مجھے داسی کی صورت نظر نہ آئی۔ داسی جو میرے اعصاب پر سوار تھی اور میری والدہ صاحبہ کو بھی احساس ہو گیا کہ میرا بیٹا کسی آسیب کا شکار ہو گیا ہے۔ کھویا کھویا سا رہتا ہے پہلے جیسی صحت نہیں رہی اور نہ ہی پہلے جیسا ہنستا کھیلتا ہے ماں نے بار بار دریافت کیا بیٹا آخر ماں کو سچ سچ کیوں نہیں بتا دیتے کہ بات کیا ہے؟'' مگر میں اپنی ماں کو کیا بتا سکتا تھا۔ بقول شاعر:

'کیسی غلطی شباب کر بیٹھا
جو ترا انتخاب کر بیٹھا
یہ سمجھ کر کہ زندگی تم ہو
زندگانی خراب کر بیٹھا'

''ایک صبح داسی اشاروں سے پھر وہی پیغام دے رہی تھی اور اس دن وقت پر میں جھیل کے کنارے پہنچ گیا لیکن داسی مجھ سے پہلے ہی وہاں پر میرا انتظار کر رہی تھی۔ آج میں اور داسی والہانہ انداز میں ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے اور جی بھر کر بوس و کنار سے محظوظ ہوئے۔ جیسے کہ دو نوجوان دلوں کے ٹکرانے سے ہوتا ہے۔ ہم نے عزم راسخ سے بڑھ چڑھ کر عہد و پیماں کئے اور یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہم ایک دوسرے کے نہ ہو سکے تو تمام عمر بغیر شادی کے بغیر گزار دیں گے۔ میں اس قدر جذبات میں بہہ گیا تھا کہ یہ پوچھنا ہی بھول گیا کہ داسی پہلے وعدہ پر کیوں نہ آئی۔ بچھڑنے سے پہلے پھر اس عہد کا اعادہ داسی نے کیا کہ اگر وہ مجھے نہ پا سکے گی تو تمام عمر کنواری بیٹھی رہے گی۔ میں نے اس بات پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا ایسی مایوسی کی باتیں نہیں کیا کرتے ہم ایک دوسرے کے ہو کر رہیں گے۔ داسی مسکرانے لگی اور کہا اس جنم میں نہ سہی اگلے جنم میں سہی ایک دوسرے کو ضرور پا لیں گے۔'

Marfat.com

''وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا گیا میری والدہ صاحبہ کی طبیعت بھی کچھ ناساز رہنے لگی اور ماں اس بات پر بضد رہی کہ مجھے اپنی بیٹی سے ملے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے اور پھر تقسیم ہند کا چرچا ہونے لگا خدا جانے کیا ہو میں اپنی بیٹی سے ملنے دہلی جا رہی ہوں لہذا میں نے ایک روز اپنی والدہ صاحبہ کو دہلی روانہ کر دیا۔ میں والدہ صاحبہ کے جانے کے بعد داسی کی قربت کیلئے دن رات بے چین رہتا۔ ادھر داسی کی کھڑکی بھی کئی ہفتوں تک بند رہتی۔

''ہولی کا تہوار تھا سارا جل گاؤں دلہن کی طرح سجایا گیا۔ بازار میں لڑکے اور لڑکیاں بوڑھے اور جوان سبھی بالٹیاں ایک دوسرے پر رنگ پھینک رہے تھے اور ناچ کے علاوہ گانا بجانا ہو رہا تھا۔ میں بھی ہجوم میں اس دکان کے سامنے کھڑا تھا داسی اپنی سہیلیوں کے ساتھ ناچتی گاتی آئی اور دوسروں جیسے انداز میں مجھ پر بھی سرخ رنگ پھینک دیا۔ ابھی ایک لڑکی نے نیلا رنگ پھینک دیا ہر طرف اودھم مچا ہوا تھا۔ لوگ خوشی سے پاگل ہو رہے تھے۔ اتنی دیر میں داسی دوبارہ رنگ کے ساتھ ہنستی ہوئی مجھ پر حملہ آور ہوئی۔ میں نے داسی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کسی عورت نے قریب سے کہا ہائے رام وقتی طور پر بات آئی گئی ہوئی۔ بالآخر تہوار کی خوشیاں اختتام پذیر ہو گئیں۔ میں خوش خوش محبت آمیزیوں سے سرشار سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔ نہایت خوشی اور سرمستی کے عالم سے ہمکنار تھا کہ داسی نے میرے ساتھ رنگ کھیلا ہے وہ رنگ والے کپڑے میں نے دھلوائے نہیں بلکہ انہیں یادگار کے طور پر اپنے دیگر ملبوسات کے ساتھ hang کر دیئے جو آج تک ساٹھ سال گزرنے کے باوجود میرے پاس موجود ہیں، پھر روتے ہوئے بتایا کہ ان کپڑوں میں سے مجھے داسی کی ہی خوشبو آتی ہے۔ ایک دن داسی کے پتا نے نوکر کے ہاتھ پیغام بھیجا 'میں تمہیں ملنا چاہتا ہوں۔'

''میں نے جواب دیا جب دفتر سے واپس آتا ہوں تو فارغ ہی ہوتا ہوں اس وقت لالہ جی مجھے آ کر مل لیں۔ پھر میں نے ملازم سے پوچھا، خیریت تو ہے؟''

'مہاراج پتہ نہیں میں نے لالہ جی کا پیغام دے دیا ہے۔'

''ملازم کے جانے کے بعد میں دفتر چلا گیا لیکن مجھے خدشہ لاحق تھا کہ ہولی والے دن جس عورت نے ہائے رام کہا تھا شاید یقیناً اس نے لالہ جی کو داسی کی رغبت اور میرا ہاتھ پکڑنے کی خبر پہنچا دی ہوگی اور یہ ملاقات اس سلسلے کی کڑی ہے۔ خیر آپ کو تسلی دی ہوگا دیکھا جائیگا محبت کرنے والے کسی سے نہیں ڈرتے۔

''میں دفتر سے لوٹا تو دیکھا کہ لالہ جی اپنی دکان کی بجائے میرے مکان کی سیڑھیوں کے سامنے میرا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔ جونہی میں قریب پہنچا تو لالہ جی نے ہاتھ باندھ کر پرنام کیا میں نے لالہ جی کو پیار کے انداز میں اوپر چلنے کی ترغیب دی۔ میں خود تو چارپائی پر بیٹھ گیا اور لالہ جی کرسی کو میرے قریب لے آئے اور بیٹھ گئے۔ ہمارے بیٹھنے کا انداز یوں تھا کہ داسی کی کھڑکی کی طرف میرا چہرہ اور لالہ جی کی پشت تھی۔

''جب لالہ جی یعنی داسی کے پتا جی سیڑھیاں چڑھ کر میرے گھر کی طرف آ رہے تھے تو داسی کھڑکی کی اوٹ سے دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اوجھل ہوئی شاید یہ سوچ کر کہ کہیں اس کے پتا جی کا چہرہ اپنے مکان کی طرف نہ ہو جائے لیکن اتفاق سے جیسا کہ ترتیب بیٹھنے کی مذکورہ بالا تھی اور داسی پھر کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی۔ میں اب اس انداز سے داسی کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس کے پتا میری یہ چوری پکڑ نہ سکیں۔

'لالہ جی غریب خانہ میں آنے کی زحمت کیسے فرمائی؟' میں نے سوال کیا۔

'مہاراج آپ بچے نہیں ہیں آپ کو تسلی سے صرف آگاہ ہی نہیں بلکہ اس کھیل کا ایک حصہ بھی ہیں۔'

''اگرچہ میں اس معاملہ کو بقول ان کے بخوبی جانتا تھا انجان بنا رہا۔ لالہ جی کے منہ سے کچھ سننا چاہتا تھا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے میں نے دوبارہ اصرار کیا 'مہاراج بات میری سمجھ سے بالاتر ہے تفصیلاً نہ سہی اشارتاً ہی کچھ بتلا دیجئے۔'

'آپ کی وجہ سے مجھے اپنی پتری پر ہاتھ اٹھانا پڑا مہاراج میں نے آج تک اس کو اونچی آواز میں مخاطب نہیں کیا میں نے اس پتری کی اتنی مار پیٹ کی کہ اس کی ماتا جی جو کہ مفلوج ہے کو مداخلت کی زحمت اٹھانی پڑی۔'

'لالہ جی! آپ نے بہت زیادتی کی۔'

Marfat.com

"مہاراج آپ زیادتی کی بات کرتے ہیں مجھ سے وہ مار کھاتی جارہی تھی اور اس موقف پر چٹان کی طرح ڈٹی رہی کہ اگر میں شادی کروں گی تو صرف فرحت مرزا سے ہی کروں گی ورنہ بیٹھی رہوں گی۔"

"میں نے کہا کہ اب بات میری سمجھ میں آگئی ہے لالہ جی آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ آپ ایک امیر آدمی ہیں اور میری مالی پوزیشن بھی آپ پر بخوبی عیاں ہے اور پھر میں اعلیٰ عہدے پر سرکار کا ملازم بھی ہوں۔"

"اس تمام گفتگو کے دوران داسی بیچاری اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے دم سادھے کھڑکی میں کھڑی رہی اور میں نے بھی لالہ جی پر اپنی شرط رکھ دی۔ میں بھی صرف داسی ہی کو اپناؤں گا۔ یہ بات سنی تھی کہ لالہ جی! مشتعل انداز میں کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے لیکن نہ جانے کیا سوچ کر پھر بیٹھ گئے اور نہایت عجز و انکساری کے لہجے میں کہا: (ضمیمہ 212) مہاراج اگر آپ کا بھی یہی فیصلہ ہے تو کان کھول کر سن لیجئے میں ایک راجپوت ہوں نہ صرف چل گاؤں بلکہ دور دراز تک ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اگر مہاراج آپ نے کوئی غلط حرکت کی تو آپ کے لئے کوئی راستہ نہیں اور یہ بھی سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہندوستان، پاکستان بننے کی باتیں ہو رہی ہیں کہیں تمہارا کوئی غلط قدم ہندو مسلم فسادات نہ کروا دے۔"

"میں اپنے فیصلہ پر ڈٹا رہا اور لالہ جی کو یہاں تک کہہ دیا کہ لالہ جی آپ داسی کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دینے کی ہاں کر دیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں ہمیشہ کیلئے ہندوستان سے ہو کر میں چلا جاؤں گا اور کسی کو اس کی بھنک تک نہ پڑے گی نیز میں اپنی تمام جائیداد اور مکان آپ کے سپرد کر جاؤں گا۔"

"مہاراج آپ سمجھتے کیوں نہیں یہ میری عزت کا سوال ہے میں نہ صرف ہندو بلکہ راجپوت ہوں یہ ذات کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتی میں اپنی قوم میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میں داسی کو اپنے ہاتھوں سے ہی ختم کر دوں۔"

"یہ سنا تھا کہ میں نے نہایت عاجزی سے لالہ جی کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا: مہاراج داسی کو کسی قسم کی گزند نہ پہنچے پائے۔"

"اگر داسی کی زندگی آپ کو مہاراج اتنی عزیز ہے تو اپنا فیصلہ بدل کیوں نہیں دیتے۔"

"لالہ جی اگر یہ چاہتے ہیں تو میں نے بھی اپنا فیصلہ سنا دیا جو ہوگا دیکھا جائیگا میں داسی کو بہر صورت حاصل کر کے ہی رہوں گا۔"

"پھر مہاراج میرا فیصلہ بھی سن لیں۔ میں داسی کے ور کیلئے آج ہی تگ و دو شروع کر دیتا ہوں بس یہی راستہ بچا ہے میرے پاس۔ یہ کہہ کر وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گئے۔"

"لالہ جی نے اپنی پتنی کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کے پاس داسی کا ہاتھ مانگنے کیلئے پہلے بھی کئی رشتے آئے ہیں ان میں سے شنکر داس کا گھرانہ خاصہ کھاتا پیتا اور اس کا بیٹا بھی شکل و صورت میں اتنا برا تو نہیں تو پھر اکلوتا بھی تو ہے۔ کیوں نہ یہ بات چند دنوں میں ہی طے ہو جائے۔ میں آج ہی کسی ذریعے سے نہایت رازداری کے ساتھ اُن کے ہاں پیغام بھیجتا ہوں۔"

"(ضمیمہ 213) اگرچہ یہ باتیں نہایت خفیہ رکھیں جا رہی تھیں مگر داسی نے اپنے ماتا اور پتا کی باتیں سن لیں۔"

"چند دنوں کے بعد شنکر داس ناطے کی رسومات کیلئے ایک براہمن (تاکہ جنم کنڈلی اور مہورت کا اچھا دن نکالا جائے) اور دوسرے احباب کے ساتھ لالہ جی کے ہاں آن براجمان ہوا۔ مجھ پر تو جو بیت رہی تھی سو بیت رہی تھی مگر داسی بیچاری کا کیا حال ہوگا؟"

"براہمن نے جنم کنڈلی سے معلوم کر لیا کہ ان دونوں کے ستارے تو ملتے ہی نہیں لہذا اچھے شگون کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شنکر داس ناکام ہی واپس لوٹ گیا اور لالہ جی اپنی قسمت کو کوستے جا رہے تھے۔"

"نئے سرے سے پھر رشتوں کی تلاش شروع کر دی گئی۔ وقت گزرتا گیا کئی رشتے آئے اور ایک دفعہ تو مہورت کا دن بھی نکل آیا مگر بات کسی وجہ سے انجام تک نہ پہنچ پائی۔"

"میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طریقے سے داسی کو ملوں اور اسے بھگا کر لے جاؤں مگر داسی پر پہرہ اس قدر تھا کہ وہ گھر سے نکل ہی نہ سکتی تھی البتہ میں نے اس چاند سے مکھڑے کو کھڑکی میں کئی بار دیکھا کہ اپنی ساڑھی کے پلو سے آنسو پونچھ رہی ہے۔

Marfat.com

''ایک شام ڈھلے اس نے اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھ ایک رقعہ دے کر بھیجا۔ وہ رقعہ پھینک کر بھاگ گیا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے وہ رقعہ پڑھا تو اس میں لکھا تھا، آپ ابھی دنوں میں مجھے کہیں لے جائیں، میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کتاب میں تمہاری خاطر جیون سے رشتہ توڑ دوں گی۔

''میں تمام رات یہی سوچتا رہا کہ وہ کونسا قدم اٹھانے والی ہے۔ میں اسے کسی طرح ایک دفعہ مل کر اسے سمجھانا چاہتا تھا کہ اپنے اس روح فرسا ارادے سے باز آ جائے اور کوئی صورت نکل آئے گی۔ میں نے اس کو واضح کر دوں۔ تمہارے بعد میرا بھی کوئی نہیں۔ اس رقعہ میں تاکید کی گئی تھی کہ اس رقعہ کو میری عزت کی خاطر ضائع کر دو۔

''اللہ جی اور ان کی پتنی تو اپنی بیٹی کو سیدھی راہ پر لانے میں ناکام رہے۔ انہوں نے قسمت دیکھنے والوں سے رشتے کے ستاروں کا ملاپ نہ ہو سکا اور اللہ جی نے سوچا، شاید اسی ضد کی وجہ سے ستاروں پر کوئی اثر پڑ رہا ہے۔ ادھر سب رشتوں میں دن نہیں ملتا اور کسی رشتہ کا شبدن نکلتا ہے تو بیچ میں اوچ نیچ پیش آ جاتی ہے یا پھر کوئی دیر ہو جاتی ہے۔ اب ان کے پاس سے فرصت مرزا کا خیال نکال دے تو ہمارے برج سیدھی روش میں آ جائیں اور کبھی رکاوٹیں ختم ہو جائیں۔ لہذا اللہ جی ایک سوچتی کہ یوں نہ رشتہ اور پڑھا ہوا کسی عزیز ترین آدمیوں میں ان سے بات کی جائے جو شاید اسی کے راستے پر آ جائے۔

''اللہ جی ان عزیزوں کے پاس جن کا گھر مندر کے قریب واقع تھا جہاں اس نے دو ماہ سے والی رات گزاری تھی، وہاں گئے۔ اللہ جی نے اپنی مشکل کا اظہار کیا اور وہ دونوں حیران ہوئے کہ اس نے دو ماہ سے اتنے قریب ہونے کے باوجود انہیں اس بات کی خبر تک نہ ہونے دی تو رشتے کا اللہ جی اس نے اتنی مدت سے بالآخر کوئی بات نہیں مانی تو ہم اس کی دونوں کو رشتے کی تجویز پیش کی کہ اس پہاڑوں میں جھیل پر ایک سادھو مہاراج رہتے ہیں۔ آپ ہم اور اسے وہاں لے چلیں تو شاید ان کی کرپا سے اس کا باطن روشن ہو جائے۔

''ایک منگل پچھلے پہر سادھو کے پاس جانے کی غرض سے پہاڑی بلندی تک جا رہے تھے۔ (ضمیمہ 214) پونچھ راستہ صرف ایک چلنے والے جیسے تھا۔ سب سے آگے وہ اس کے پیچھے کی دونوں عزیز اور آخر میں اللہ جی ایک قطار کی صورت میں سادھو کی کٹیا کی طرف رواں دواں تھے۔ ابھی کٹیا کے نزدیک پہنچے ہی تھے تو یوں محسوس ہوا کہ ایک پتھر رکھنے سے پتھر لڑھک گیا اور وہ اس کے ساتھ ہی پیچھے جھیل میں جا گری۔ اب یہ اتفاق تھا یا اس نے ارادتاً اپنی جان دینے کے لیے ایسا کر لیا، کون جانے!

''نہایت مشکل سے اور کوشش بسیار کے بعد یہ تینوں روتے ہوئے پیچھے جھیل کے کنارے پہنچے۔ وہاں جھیل کی بڑی گہرائی پر بڑا شور ہوا، یہ سادھو کی مہاراج بھی جھیل پر پہنچ گئے اور شنکر نے اتنی بلندی سے جھیل میں گرنے والی کا حال دیکھا۔ سب میری ہی طرف آ رہے تھے، مجھ پر پانی کا جو مہیا تھا میں ایک نہیں بلکہ ہوش و حواس کھو بیٹھا ہوں۔

''اللہ جی تو وہیں روتے رہے، دونوں عزیز ان کی مدد کے لیے آگے گاؤں والوں کو بلانے آئے، جن میں سے چند ایک بھی تھے، جھیل پر پہنچے۔ کئی لوگ جھیل میں اترے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ بعد ازاں اس کی لاش جھیل کی سطح پر ابھر آئی۔ یہ صرف جل کا دوش ہے، دوسرے کچھ کہتے ہیں کہ اس نے جھیل کی اور دیوتاؤں کی رضا ہی کی گرایا۔ لیکن مجھے یقین واثق تھا کہ اس نے آتما ہتیا کی ہے۔

''ایک طرف تو لوگوں نے جل کا دوش کہہ کر خاموشی اختیار کر لی اور دوسری طرف میں اس قدر دکھی اور آزردہ خاطر ہو گیا کہ اپنی سرکاری کارگزاری میں بھی غفلت برتنے لگا۔ ایک دفعہ تو مجھے میرے سینئر آفیسر نے کہا کہ تم کام میں دلچسپی نہیں لیتے اور کسی اور طرف بھی کہتے جاتے ہو تاہم میری کیفیت بدلی نہیں کہ اس میرے اعصاب پر مسلط ہو چکی تھی۔ کئی بار تو ایسا ہوا کہ جیسے اس کی شبیہ صورت مسکراتی ہوئی اپنی جگہ میں کھڑی ہے۔ میں نے گھبرا کر اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف ایک چارپائی کھڑی کر دی تو اس کا سایہ مجھے چھو نظر نہ آئے۔

''میرے دفتر کے ایک ساتھی بنگالی صاحب جو میرے ہاتھ میں ہمیشہ شریک رہتے ہیں، میں نے انہیں ایک دن کہا کہ بنگالی

صاحب میں اپنی تمام جائیداد جل گاؤں جو آشرم ہے اُس کے نام کرنا چاہتا ہوں اور نوکری کی بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ جو اللہ کو منظور ہوگا وہی ہو کر رہیگا۔

''اس پر بھگوان صاحب نے مشورہ دیا کہ اگر تمہارا فیصلہ آخری ہے تو کیوں نہ ٹھاکر رام نارائن جو کہ آشرم کا سرپرست ہے اُس سے بات کریں۔ ٹھاکر نارائن اس علاقہ کا امیر ترین آدمی تھا اور خدا کی قدرت دیکھئے اُس کے نزدیک، مسلم، ہندو، سکھ اور عیسائی سب ایک اور بلا امتیاز دکھی انسانیت کی خدمت اُس کا شیوہ تھا لہذا میں آشرم جا کر ٹھاکر صاحب سے علیحدگی میں ملا۔ ٹھاکر صاحب جہاندیدہ انسان تھے مجھے جتنا پتہ تک نہیں کہ وہ میرے اور دادی کے تعلقات سے آگاہ تھے البتہ اُنہوں نے باتوں باتوں میں یہ ضرور کہا، فرحت مرزا جان عزیز ترین چیز ہے اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔

''میں نے کہا ٹھاکر صاحب جو چرچے شہر میں ہو رہے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی تمام جائیداد آشرم کے نام کر کے یہاں سے بہت دور چلا جاؤں۔

''ٹھاکر صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے پھر کہنے لگے: فرحت مرزا میرے خیال میں اور تو کوئی ان حالات میں تمہاری جائیداد خریدے گا نہیں اور بکے گی بھی تو کوڑیوں کے دام اور پھر کس طرح میرے مذہب کے لوگ اس بات کو مناسب سمجھیں گے کہ تمہاری جائیداد آشرم جیسے وقف میں دی جائے۔ جب ایک ہندو ناری کی خودکشی یا اتفاقاً موت کے ذمہ دار تم ہو۔ یہ بات ٹھاکر صاحب نے نہایت شفقت سے کہی تاکہ مجھے گوش گزار کی تاکہ مجھے ناگوار نہ گزرے۔

''ٹھاکر صاحب اس کے علاوہ میرے پاس کیا دوسرا راستہ ہے؟''

''ٹھاکر صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے اور کہنے لگے: ایک صورت ہے۔ تمہاری جائیداد میں خریدتا ہوں اور اس کو نہ صرف آشرم کے نام کروں گا بلکہ آشرم میں رہائش کی گنجائش بہت کم ہے تین چار کمرے مزید بنانے کی سوچ رہا ہوں۔ یہ کمرے دادی کے نام پر منسوب کروں گا۔ آخر جل گاؤں کی بیٹی تھی۔

''پھر مجھ میں کہ جو کچھ کہنے کے آگے کہنا نہیں تھا بڑھ کر ٹھاکر صاحب کے پاؤں چھو لئے۔ چند ہفتوں میں قانونی کاغذات تیار ہو گئے اور میں آبدیدہ آنکھوں سے پیلی عمارت کی طرف دیکھتا ہوا اسٹیشن پر پہنچا۔ دہلی جانے والی گاڑی پر سوار ہو گیا۔''

یہ تھی فرحت مرزا کی داستان جسے دونوں سننے والے بھی برداشت نہ کر سکے اور اُن کی آنکھوں میں بھی آنسو اُمڈ آئے۔ دہلی میں فرحت مرزا اپنے بہنوئی کے کاروبار میں شریک ہو گئے محنت اور دیانتداری سے کام کیا جس کی آمدن سے اُس نے ایک نہیں بلکہ تین خوبصورت مکان خرید لئے۔ اسی اثنا میں فرحت مرزا کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ دن بدلتے گئے اور کوئی آٹھ سال گزر گئے۔ انڈیا تقسیم ہو گیا فرحت مرزا کے بہنوئی نے فرحت مرزا کو پاکستان چلے جانے کا مشورہ دیا اور یہ بھی کہا کہ ہندو ہمارا یہاں دہلی رہنا ناممکن کر دیں گے چونکہ وہ پہلے ہی ہمارے کاروباری ترقی سے حسد کرتے ہیں اور ہم بھی بعد میں پاکستان آجائیں گے۔

ستمبر 1947 کو فرحت مرزا کسی طریقہ سے لاہور پہنچ گیا چونکہ فرحت مرزا اپنی دہلی کی جائیداد کے کاغذات ساتھ لے آئے تھے رشن نگر میں تین مکان تو نہ مل سکے مگر ان کے عوض ایک بڑا مکان جس میں دو دکانیں بھی تھیں الاٹ ہو گیا۔ جہاں تک مالی حالات کا تعلق تھا فرحت مرزا کو فکر معاش کا کوئی غم نہ تھا۔ غم جس نے اُن کا ساتھ نہ چھوڑا اور جس نے اُن کو تقریباً پاگل پن تک پہنچا دیا وہ تھی دادی کی یاد۔

ایک وقت آیا کہ برداشت کی حد نہ رہی لہذا انہوں نے بڑی تگ و دو کے بعد ہندوستان کا ویزا لگوایا اور جل گاؤں پہنچ گئے یہ تھے وہ ایام جب جل گاؤں والے ایک بوڑھے آدمی کو کئی مہینوں سے اُس پیلے مکان کے سامنے پہروں کھڑا دیکھا کرتے اور اکثریت نے انہیں پاگل سمجھ کر کوئی توجہ نہ دی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ تھی اس دن کی بات جب فرحت مرزا اُس پیلی عمارت کے سامنے کھڑے رو رہے تھے۔ پھر اپنی داستان ان دو نوجوانوں کو سنائی اور آنسو پونچھتے چلے گئے۔ دوسرے دن ایک پجاری نے اُسی جھیل کی سطح پر ایک لاش دیکھی جو فرحت مرزا کی تھی۔ لوگ اکٹھے ہو گئے وہی سادھو جی مہاراج اپنی سمادھی سے نیچے جھیل کے کنارے پر آئے اور فرمانے لگے:

Marfat.com

"کئی سال پہلے دادی کے ساتھ اسی شخص کا چہرہ دیکھا تھا"

اختر اس تنہائی کی وادی میں اپنے واسطے
جب بنے تربت تو تربت کا نشاں کوئی نہ ہو

جل گاؤں میں ایک ہندو بڑھیا جس کا نام رام دیوی تھا وہ گاؤں کے مکھیا کی پتنی تھی۔ جب بھی کوئی بھکاری باہر آواز لگاتا تو چھڑ قم دیتی اور کہتی "دوپہر کو حویلی سے ہوتے جانا"

اس طرح وہ ان کو آرام کرنے کیلئے جگہ دیتی اور کھانا وغیرہ کھلاتی۔ جب وہ عورت مری تو اس کی آخری رسومات پر سب پاگلوں کی طرح رو رہے تھے جیسا کہ ان کا اپنا کوئی عزیز چل بسا ہو"

ذہین چور

دہلی میں دو میاں بیوی رہا کرتے تھے جو دن کو مزدوری اور رات کو چوری کرتے۔ جب دن کو میاں بیوی لوگوں کے گھروں میں محنت مزدوری کرتے تو کھوج لگا لیتے کہ اس گھر میں کتنا مال موجود اور کہاں ہے۔ اکثر بیوی مالک مکان سے بہانہ کرتی "میرا کوئی گھر بار نہیں اگر اجازت دیں تو آپ کے گھر میں پڑی رہوں اسطرح وہ کسی کے گھر میں کئی کئی دن ٹھہر کر مکمل کھوج لگا لیتی اور اس دوران اس کا پتی آتا جاتا خیر گیری سے معلومات لیتا کہ کہاں تک کامیاب ہوئی ہو۔ واردات کے موقع پر گھر کے اندر سے کنڈی کھولنے پر بیوی متعین ہوتی اور باہر سے خاوند آ کر گھر کا صفایا بآسانی کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور واردات کے دوسرے روز وہ عورت گھر کے اہل خانہ جو لٹ جانے سے آہ وزاری کر رہے ہوتے ان میں شامل ہو کر رونے پیٹنے کا کردار بھی ادا کرتی۔ بعض اوقات پتی کی موت کے بعد گھر کا قیمتی سامان خود اٹھا کر اس کے حوالے کر دیتی۔

ایک دن میاں بیوی روز و شب کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو بیوی نے کہا "بیٹا بھی لڑکپن سے گزر کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا ہے کیوں نہ اسے بھی اپنا ہنر سکھا دیا جائے" باقاعدہ ٹریننگ شروع ہوئی باپ بنا گرو بیٹا بنا چیلا۔ ایک ہاتھ میں ... دوسرے میں پیتل کی گڈوی اور رام رام رٹتے ہوئے جمنا کی طرف چل رہے۔ سپاہی جو ڈیوٹی پر تھے انہوں نے کہا "یہ کتنے بھلے لوگ ہیں کہ لوگ خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور یہ بھیا بیٹے تمام رات جمنا کے کنارے گنگا ... دیں گے۔ یہ ہیں بھولے بھالے پیارے دو جوان کیا پوتر ہے زندگی ان کی""

ماتا (گرو کی پتنی) ایک دن پہلے وزیر اعظم کے گھر کے پچھواڑے ایک ویران جگہ نشاندہی کر کے بیٹے کو بتا آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہاں سے نقب لگائی جائے۔ اسی کمرے میں اوپر تلے رکھا ہوا جو تیسرا صندوق ہے اس میں ہیرے جواہرات اور زیورات پڑے ہیں بس اس صندوق کو ہی حاصل کرنا ہے۔

باپ نے بیٹے کو یعنی گرو نے چیلے کو سندورا (سند ھوڑا) کا استعمال سکھایا "بیٹا اس کو دو اینٹوں کے درمیان لگانا پیچھے مارنا اس کے اندر والے دونوں سرے اینٹوں کے دائیں بائیں کھل جائیں گے پھر دیوار کے اوپر دونوں پاؤں رکھ کر زور سے جھٹکا دینا ہے اور دونوں اینٹیں بغیر اوزار کے بآسانی باہر نکل آتی ہیں۔ باقی اینٹیں دیوار سے نکالنا آسان کام ہے۔"

یہ کمرہ اکثر اوقات بند ہی رہتا تھا۔ اتفاق سے اس رات چھ زیادہ مہمان آ گئے جو نہایت قریبی اور باعتماد تھے انہیں اسی کمرہ میں چارپائیاں بچھا دی گئیں۔ جب سوراخ بن گیا تو گرو نے چیلے کو دوبارہ سمجھایا "بیٹا جہاں سے نقب لگائی ہو وہاں پہلے سر اندر داخل نہ کرنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ پاؤں اندر رکھنا تاکہ ٹانگوں کے ذریعے یہ معلوم کیا جا سکے کہ آس پاس کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے۔"

جو مہمان اس کمرے میں سوئے تھے ان میں سے ایک بوڑھا دمہ کا مریض تھا۔ نیند تو پہلے ہی اسے نہیں آ رہی تھی اینٹیں نکالنے سے ہلکی آہٹ نے اسے چوکنا کر دیا۔ جب سوراخ بن گیا تو سمجھ گیا کہ کوئی اچھی نیت سے یہ کام نہیں کر رہا لہذا اس نے اپنے ساتھیوں کو چپکے سے ہوشیار کرنے کی غرض سے جگایا "خاموش" اور تیار رہنے کا اشارہ کیا۔

اب گرو جی نے اپنی ٹانگیں اندر داخل کر دیں۔ دائیں بائیں گھمائیں اور کسی چیز نے مزاحمت نہ کی لہذا وہ مطمئن ہو گیا اس

Marfat.com

دوران بوڑھے نے اپنی پگڑی سے ایک پھندہ بنایا اور دونوں جوانوں کی مدد سے یہ پھندا اُس کی ٹانگوں میں ڈال دیا۔ (ضمیمہ۔215) گردو کو پتہ چل گیا کہ پیر لوگ مارے گئے۔ گردو نے لاکھ کوشش کی وہ باہر نکل سکے لیکن لمحہ بہ لمحہ اندر کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ اب پیپا جب بے بس ہو گیا کہ گردو اس سے باہر نہیں کھینچا جا رہا تو اُس نے سوچا کہ یہ تو مارا جائے گا اور ساتھ ہم ماں بیٹا بھی نہ بچ سکیں گے لہٰذا اس نے خنجر سے ایک ہی وار سے باپ (گردو) کا سر تن سے جدا کر دیا۔ سر لے کر بھاگ کھڑا ہوا اور گھر آ کر دم لیا۔ ماں کو سارا ماجرا سنایا اس نے بیٹے کی ذہانت کی داد دی اور ماں نے بیٹے کو کہا "جاؤ دیکھو اب تمہارے پتا کی لاش سے کیسا سلوک کرتے ہیں آیا وہ اسے دفناتے یا آگ لگا دیتے ہیں۔"

پنڈتوں اور مولویوں کو بلایا گیا کہ لاش شناخت کریں یہ ہندو ہے یا مسلمان۔ پنڈتوں نے کہا کہ یہ ہندو ہے اس کی مسلمانی (ختنہ) نہیں ہوئی۔ وزیر با تدبیر نے تجویز پیش کی کہ اس کو پکڑنے کیلئے اور دوسرے ساتھی کو پکڑنے کیلئے اس کی ارتھی سجائی جائے اور گلی گلی محلہ محلہ گھمایا جائے اور جو اس ارتھی کو دیکھ کے پیٹے یا غم زدہ ہو اس کو پکڑ لیا جائے۔ وہ اس کا ساتھی چور یا عزیز ہوگا۔ ساتھی چور پیپا نے ماں سے کہا کہ ایسا کیا گیا تاکہ شناخت ہو سکے۔ اس کی ماں نے کہا "یہ کیسے ممکن ہے کہ ایسا شخص جس کے ساتھ چالیس سال گزارے ہوں اس کی لاش دیکھ کے آنسو نہ بہیں میں لاکھ ضبط کروں تو بھی یہ ممکن نہیں۔"

بیٹا (پیپا) تو باپ (گردو) کا بھی گرو نکلا۔ اس نے تجویز پیش کی "ماتا میں سپاہیوں کا بھیس بدل لونگا تم دوسری گلی میں گوالن کا بھیس بدل کر سر پر دودھ کی گگری اٹھائے کسی طرح سے ارتھی کے آگے پہنچ جانا اور دودھ بیچنے کی خاص آواز لگانا۔ جیسے ہی ارتھی نزدیک آئے گی میں تم کو ہٹانے کی غرض سے دھکا دونگا تم دودھ پھینک کر رونا پیٹنا شروع کر دینا اور بین کر کے دل کی بھڑاس نکال لینا۔ میں لٹ گئی میں تو ہو گئی میرا اس جہان میں کیا رہ گیا۔ اس طرح ماتا تمہارا غم بھی ہلکا ہو جائیگا۔ اپنے مرد کی ارتھی کو بھی جی بھر کر دیکھ لینا۔"

جب ارتھی گھوم پھر کر واپس لے جایا گیا تو وزیر نے پوچھا "کیا کوئی ارتھی دیکھ کر رویا پیٹا ؟"

"ایسا تو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا البتہ ایک گوالن تھی جس نے ارتھی کو روکا ہوا تھا اور دودھ بیچ رہی تھی ہمارے سپاہی نے راستہ سے ہٹانے کیلئے دھکا دیا تو اس گوالن کا دودھ گر گیا وہ خوب روئی پیٹی۔"

وزیر با تدبیر معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا "وہ سپاہی سامنے لاؤ جس نے دھکا دیا اُس نے گوالن کو قریب سے دیکھا ہے۔" لیکن وہ سپاہی تو ملنا تھا ہی نہیں چنانچہ کوتوال کو سپاہی نہ ملنے پر قید کر دیا گیا کیونکہ وزیر کا خیال تھا کہ وہ گوالن اسکی ماتا یا بیوی ہوگی اور وہ سپاہی اس کا ساتھی چور تھا۔ "کوتوال تم نالائق ہو دھوکہ کھا گئے ہو۔"

وزیر نے حکم دیا کہ ارتھی کو جلانے کا ایک دن مقرر کیا جائے اور تشہیر کی جائے ہندو کا تن بغیر سر کے جلایا گیا تو اسکی مکتی نہیں ہو سکتی۔ سپاہیوں کو خفیہ پہرے میں چتا والی جگہ پر خفیہ طور پر بٹھا دیا گیا اور اب جو سر لے کر آئیگا فوراً گرفتار کیا جائے۔ اس معاملہ کی بھی خبر ماں بیٹے کو ہو گئی اور ماں بیٹے نے باہمی سوچ بچار کی کہ کیا راستہ اختیار کریں کہ سر بھی چتا میں ڈال دیا جائے اور ہم پکڑے بھی نہ جائیں۔

آدھی رات کا وقت تھا آگ سلگ رہی تھی۔ ایسے میں بیٹا سادھو کا روپ دھارے بالٹی میں گوندھا ہوا آٹا لئے جس میں سر چھپا رکھا تھا سفید کپڑوں میں ملبوس سپاہیوں تک پہنچ گیا اور کہا "تین چار روز سے گھاس پھونس درختوں کے پتوں سے پیٹ کا دوزخ بھرا اور آج رات بستی سے پیٹ کا بھر آٹا ملا ندی کنارے گوندھا آگ پر نظر پڑی اور یہاں چلا آیا ہوں اگر آپ کی اچھا ہو تو دو چپاتیاں پکا لوں اس دوزخ کو بھر لوں۔"

سپاہی نے بے پرواہی سے اجازت دے دی کہ توندی (پیٹ) بھر لو۔ اُس سادھو نے آگ پر توا رکھا اور دو چپاتیاں پکائیں نہایت احتیاط سے ادھر اُدھر دیکھ کر سر کو آگ میں رکھا اور رام رام ست جپتا ہوا جنگل میں روپوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد سر پٹاخہ مار گیا پھر کیا تھا تمام سپاہیوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور صبح تمام سپاہیوں کو اس کوتاہی کی پاداش میں معطل کر دیا گیا۔

وزیر نے یہ اعلان کیا "چور کا ساتھی جو نہایت ذہین ثابت ہوا ہے اگر وہ خود پیش ہو جائے تو میں اُسکے تمام گناہ معاف کرنے کے علاوہ اچھے عہدے پر فائز کر دونگا۔ اگر پیش ہونے سے گریزاں ہے تو اُس کیلئے چیلنج ہے کہ رات کو چاندنی چوک میں اشرفیاں بکھیر دی جائیں گی وہ ان کو اٹھا کر دکھائے۔" لوگ ڈرتے رہے کسی نے اشرفیاں اُٹھانے کی جسارت نہ کی کہ مفت میں نہ دھرے جائیں۔

Marfat.com

ماں بیٹا پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور صلاح مشورہ کرنے پر ماں نے بیٹے سے کہا: "کوئی فکرمندی کی بات نہیں تم جوتوں پر پیش لگاؤ اور چاندنی چوک کا چکر لگا آؤ۔" اس طرح اس نے دو چار چکر لگائے اور کسی کو خبر ہوئے بغیر اشرفیاں گھر پہنچ گئیں۔ جب رات سے اشرفیاں شمار کی گئیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صد کے قریب اشرفیاں گم ہو گئیں اور تمام پولیس والوں کو معطل کر دیا گیا۔

وزیر باتدبیر نے اب اس ذہین چور کیلئے انعام و اکرام کا اعلان کیا مگر وہ ماں بیٹا اس جھانسے میں نہ آئے۔ بالآخر تنگ آ کر اعلان کیا: "میں خود چور کے ساتھی کو پکڑنے کیلئے نکلوں گا اور دیکھوں گا وہ کیسے میرے ہاتھ سے بچ کر نکل جاتا ہے۔ وہ ذہین تو ہے مگر مجھ سے زیادہ نہیں۔"

وزیر نے بھیس بدلا اور گھوڑے پر بیٹھ کر رات کو گشت پر نکلنے کا عزم کیا۔ ایک رات پھرتے پھراتے ایک گلی سے گزرا تو ایک بڑھیا کو چکی پیستے ہوئے پایا۔ وزیر سے رہا نہ گیا پوچھا: "ارے بڑھیا تو اتنی رات گئے چکی کیوں پیس رہی ہے؟" بڑھیا نے نہایت عاجزی سے جواب دیا: "بچے پالنے ہیں میرا اور کمانے والا کوئی نہیں۔ مزدوری نہ کروں تو پیٹ کا دوزخ کیسے بھروں۔ جھوان جہان ایک بنیئے کا شام کو ایک بوری چنے کی بھری دے دیتا ہے اور میں رات بھر چکی پیس کر دال بنا دیتی ہوں۔"

ازاں بعد وزیر نے بڑھیا سے کہا: "تم جہاں دیدہ ہو یہاں سے کوئی چور اچکا تو نہیں گزرا۔"

"ہاں ایک آدمی نے میرے دروازے پر بیٹھ کر پوچھا کیا وزیر یہاں سے گزرا ہے اور اب کس گلی میں گیا ہے؟"

"مجھے کسی کی خبر نہیں میں کام میں مصروف ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

وزیر باتدبیر کے کان کھڑے ہوئے فوراً پوچھا: "وہ کس طرف گیا ہے؟"

"اس طرف دائیں جانب۔"

وزیر نے سرپٹ گھوڑا دوڑایا اور اس سمت چل نکلا تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ کر وزیر پھر بڑھیا کے پاس آیا: "وہ چور پھر ادھر آیا ہے۔"

"ہاں وہ ابھی ابھی بائیں جانب گیا ہے۔"

وزیر نے پھر ادھر کا رخ کیا کچھ دیر بعد وزیر کا لوٹنا اور بڑھیا سے پھر دریافت کیا۔ بڑھیا نے کہا: "بیٹا جس وقت وہ آتا ہے تم نہیں ہوتے اور جب تم ہوتے ہو تو وہ نہیں ہوتا۔ میری بات مانو اور میری تجویز پر غور کرو۔ تم میری جگہ بھیس بدل کر چکی پیسو اور میں اتنی دیر میں گھوڑے پر ادھر ادھر چکر لگاتی ہوں۔ وہ یقیناً پھر ادھر آئیگا۔ تم بآسانی اسے پکڑ لینا۔" چنانچہ وزیر بڑھیا کے کہنے پر بڑھیا کا بھیس بدل کر چکی پیسنا شروع کر دی۔ وہ چور (چیلا) جو بڑھیا کا بھیس بدل کر بیٹھا تھا ایک دفعہ پھر وزیر کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا لباس اور قیمتی گھوڑا لے اڑا۔ دوسرے دن منڈی میں گھوڑے کو سرعام فروخت کر کے وزیر باتدبیر کا مذاق اڑایا۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان میں یعنی باپ، ماں اور بیٹے میں کون زیادہ ذہین تھا۔

راجہ اشوک

راجہ اشوک بدھ مت کا مذہب اختیار کرنے سے پہلے نہایت سفاک اور ظالم حکمران تھا۔ مختلف بھیس بدل کر دور دراز بستیوں میں کبھی سوداگر کبھی مسافر اور کبھی سادھوؤں کے بہروپ میں عوام الناس سے پوچھتا پھرتا: "تمہارا مہاراج کیسا ہے؟" جس کسی نے مہاراج کے خلاف بولا اس بدنصیب کو دوسرے روز دربار میں بلا کر نہایت سفاکی سے قتل کرا دیتا۔

ایک دفعہ حسب معمول دورے پر نکلا اس دفعہ اس نے کپڑے بیچنے والے کا روپ دھار لیا۔ پھرتا پھراتا ایک گاؤں کی طرف رجوع کیا تو اس دوران ایک ادھیڑ عمر آدمی سے سر راہ مڈبھیڑ ہونے پر مہاراج نے پوچھا:

"بھیا میرے پاس کپڑا ہے اور گھوڑا ہے کیا میں اس بستی میں رات بسر کر سکتا ہوں؟"

"میں اس گاؤں کا مکھیا ہوں میرا نام رام دیال ہے بستی آباد ہے اور میری حویلی موجود ہے آپ کو ہر طرح سے تحفظ حاصل ہوگا گھوڑے کو چارہ آپ کو بھوجن اور رات بسر کرنے کیلئے بستر کیوں نہیں ملے گا۔ میرے ساتھ چلو۔"

Marfat.com

سوداگر (راجہ اشوک) اور ٹھیا گاؤں میں پہنچ گئے۔ ٹھیا نے اپنے بیٹے پرشوتم کو آواز دی، "ایک مہمان آیا ہے اس کی دیکھ بھال کی جائے۔"

پرشوتم نے گھوڑے کا پسینہ ایک کپڑے سے خشک کیا سوداگر کیلئے چارپائی بچھائی۔ بستر لگایا اور گھوڑے کو چارہ ڈالا سوداگر کے کپڑے کی گٹھڑی حفاظت سے اندر رکھی۔ ٹھیا نے بیٹے کو مزید کہا، "مہمان دور سے آیا ہے۔ گرمی کا موسم ہے مہمان کے اشنان کا بھی بندوبست کرو اور میں گھر جا کر بھوجن کا بندوبست کرائے دیتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد ہی بھوجن آ گیا۔ سادہ اور بڑا اچھا ہر چیز نہایت صاف ستھری اس دوران مسافر نے پوچھا، "کیا کل صبح ناشتہ بھی ملیگا؟"

"کیوں نہیں آپ ہمارے مہمان ہیں آپکی خدمت کیلئے ہر چیز حاضر ہے۔" ٹھیا نے خوش دلی سے جواب دیا۔

رات کھانا کھانے کے بعد باتوں باتوں میں مسافر نے سوال کر دیا، "تمہارا بیٹا دھیار تھی (تعلیم یافتہ) معلوم ہوتا ہے اس کو حکومت کا کارندہ ہونا چاہیے۔"

"چھوڑیئے اس حکومت کا نام لیتے آپ نے۔ اس کی عدالت میں تو انصاف نام کی چیز موجود ہی نہیں وزیر حکومت کر رہا ہے۔ مہاراج تو ایک مدہوش ہے حکومت تو وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے جو رعایا پر بے پناہ ستم ڈھاتا اور اپنے ذاتی دشمنوں سے انتقام لے رہا ہے۔ مہاراج تو نہ ہونے کے برابر۔ اب حکومت بس چند دنوں کی مہمان ہے پرماتما کا اٹل قانون کہ جس حکومت میں انصاف نہ ہو وہ زیادہ دیر تک نہیں رہتی اور مظلوم مارا جائے اور ظالم کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ جاؤ میرے وزیر عیش کرو۔" ٹھیا نے سوداگر کو خوب کی تمام باتیں سنیں اور سوداگر خاموشی سے سنتا رہا۔

سوداگر نے کہا، "باتیں کرنا تو آسان ہیں مگر عمل کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔"

"اگر مجھے چند دن وزیر انصاف بنا دیا جائے تو انصاف کا ڈنکا بجا دوں۔" اس پر ٹھیا نے جواب دیا۔

اسی طرح کی باتوں کے دوران ہی سوداگر سو گیا صبح اٹھا تو پرشوتم نے گھوڑے کو تیار کیا۔ اس پر کپڑے کی گٹھڑی رکھی اور ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا۔ اس دوران سوداگر نے ناشتہ کیا اور ٹھیا خوش دلی سے کہا، "تمہارا بیٹا تو بہت اچھا با اخلاق انسان ہے رات کو میری خدمت کے احساس سے مٹھی چاپی بھی کرتا رہا اس لئے میں تمہارے بیٹے کو کپڑوں کا جوڑا دینا چاہتا ہوں۔"

ٹھیا نے جواب دیا، "ہم نے کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔ ہمارا ہاتھ ہمیشہ اوپر ہی رہا ہے بھگوان کی کرپا ہے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ یہ تو رات کی سیوا کا معاوضہ بن جائیگا۔ یہ کسی طور پر ہمیں قبول نہیں۔"

سوداگر جانے لگا تو پرشوتم نے کہا، "جاؤ رام حوالے، نمسکار۔"

سوداگر (مہاراجہ اشوک) اپنے دارالخلافہ چلا گیا چند دنوں بعد ایک سرکاری کارندے نے سرکاری حکم نامہ ٹھیا کو دکھایا، "دیکھو اس حکم نامہ پر کس کا نام لکھا ہوا ہے۔"

"ٹھیا تو میں ہی ہوں اور میرا نام رام دیال ہے کیا حکم ہے؟"

"بھیا اس حکم نامے کو خود ہی پڑھ لو۔"

ٹھیا نے حکم نامہ پڑھا تو خطرے کی گھنٹی بجی کہ وہ سوداگر کہیں مہاراجہ ہی نہ ہوں تاہم اہلکار کے ساتھ جانا بھی ضروری ہو گیا تھا انکار کی گنجائش نہ تھی اور واضح ہو گیا کہ مہاراجہ کے دربار سے زندہ و سلامت لوٹ کر آنا ممکن نہیں کیونکہ سن رکھا تھا کہ دربار سے لوٹ کر بھی کوئی واپس آیا ہی نہیں۔ ٹھیا نے سوچا کہ چلو ایک دن مرنا ہی ہے اب جو ہوگا دیکھا جائیگا۔ اپنا ضمیر تو مطمئن ہے جو کچھ سوداگر (مہاراج) کو کہا ٹھیک ہی تو ہے لہذا تمام گاؤں والے گاؤں سے باہر اکٹھے ہوئے اور اس کو جاتے وقت دکھی دل سے آشیرباد (سلامتی کی دعا) دی۔ "جاؤ بھگوان بھلی کرے گا۔"

اہلکار اور ٹھیا جب مہاراج کے دربار میں وارد ہوئے تو مہاراج ابھی دربار میں نہیں آئے تھے جبکہ تمام درباری مہاراج کا سواگت کرنے کیلئے تیار بیٹھے تھے۔ ٹھیا بھی بیٹھ گیا اور دوبارہ سوچا کہ مہاراج کہیں وہ سوداگر ہی نہ ہو جس نے چند روز پہلے میرے گھر

Marfat.com

میں قیام کیا تھا۔ وسوسہ کی یلغار نے بیچارے کھیا کا احاطہ کیے رکھا ابھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ یکدم شور اٹھا ''مہاراج اشوک کی جے، مہاراج اشوک کی جے۔'' تمام درباری تعظیماً سر جھکائے دست بستہ عاجزی سے کھڑے ہو گئے جب مہاراج رام دیال کے قریب سے گزرے تو دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا اور مہاراج رک کر مسکرائے پھر رام دیال سے پرشوتم اور دیگر اہل خانہ کا حال پوچھا اس کے بعد مہاراج اپنی پرشکوہ مسند پر رونق افروز ہو گئے۔ تمام درباری درجہ بدرجہ بیٹھ گئے اور مہاراج نے کھیا کو بالخصوص اپنے پاس بیٹھنے کے لیے طلب کیا۔ کھیا نے حکم بجا لایا اس صورت حال پر تمام درباری حیرت زدہ تھے کہ ایک عام شخص کو جو بظاہر دیہاتی آدمی ہے تمام وزرا اور امرا کو نظر انداز کرتے ہوئے اتنی فوقیت دی۔ کچھ دیر بعد مہاراج نے حکم صادر کیا ''تخلیہ۔''

تمام درباری چلے گئے اور سرگوشیاں کرنے لگے ''کبھی پہلے ایسا واقع تو نہیں ہوا یہ کون دیہاتی ہے یہ راز پوشیدہ ہے۔'' اب کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا ''ہم پر بھی جو اس قدر قریبی ہیں بھروسہ نہیں کیا گیا دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔''

سب سے پہلے مہاراج نے کہا ''آپ کا بیٹا مجھے بہت پسند ہے اس نے میری بڑی خدمت کی تھی میں اس واسطے سے بھی ملازمت دے سکتا ہوں وہ کیسا ہے؟''

''میرا وہی جواب ہے جو میں نے وہاں دیا تھا اپنے مکان میں۔ اس حکومت میں کوئی انصاف نہیں اور میں ایسی ناانصاف حکومت میں اپنے بیٹے کو شامل ہرگز نہ ہونے دوں گا۔ کل وہ بھی اس ناانصافی کا کل پرزہ بن جائے گا۔''

تھوڑی دیر بعد مہاراج پھر مخاطب ہوئے ''میں نے کہا تھا کہ باتیں کرنا بہت آسان ہوتا ہے جبکہ عمل کرنا مشکل اور آپ نے کہا تھا اگر چند دنوں کے لیے مجھے وزیر انصاف کی انگوٹھی پہنا دی جائے تو انصاف کا ڈنکا بج جائے گا۔''

مہاراج نے فوراً انگوٹھی اتاری اور اپنے ہاتھ سے کھیا کے ہاتھ میں وزیر انصاف کی انگوٹھی پہنا دی اور کہا ''یہاں سے پچاس میل دور ایک 'پونم' نام کا بہت بڑا دیہات واقع ہے جس کے ایک طرف پہاڑ دوسری طرف دریا تیسری طرف جنگل اور چوتھی طرف یہ دیہات واقع ہے جس کے گرد و نواح میں کافی زرخیز زمین ہے اور وہاں کے مکین بڑے خوشحال ہیں مگر وہاں اکثر ڈاکے پڑتے ہیں رات کو جنگل سے ڈاکو حملہ آور ہوتے ہیں اور جس گھر کو چاہیں لوٹ لیتے ہیں ان ڈاکوؤں کا طریقہ کار بھی نہایت عجیب ہے جس گھر کو لوٹنا ہو پیشگی اطلاع بھیج دیتے ہیں کہ گھر کی موجودہ اشیاء کو نہ چھپایا جائے تمام زیورات اور قیمتی سامان ایک چارپائی پر رکھ دیا جائے اچھا سا کھانا بھی پکا کر رکھا جائے اور ڈاکو اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے تا کہ کھانے میں کہیں زہر نہ ملا دیا ہو۔ دروازے ہر حال میں کھلے رکھے جانے کا بھی حکم ہوتا تا کہ گھر کا کونہ کونہ روشن ہو جائے جس گھر کی لڑکی ڈاکو پسند کریں اٹھا کر لے جاتے ہیں کئی ہوس کا نشانہ بنا کر جنگل کے کنارے پر چھوڑ جاتے اور تاکید کی جاتی ہے کہ گھر کا کوئی فرد پیچھا نہ کرے۔ چونکہ ہمیں سب کے نام معلوم ہیں بس ایسا ہی ہوتا ہے اور کوئی بھی ان کے حکم سے روگردانی کی جسارت نہیں کر پاتا۔''

مہاراج نے کھیا کو پچیس تیر انداز پچیس تلوار کے دستے اور پچیس نیزہ بازوں کے علاوہ کھانے پینے کا سامان اور خدمت گار بھی مہیا کیے چنانچہ کھیا اس ہجوم کو لے کر پونم دیہات کی طرف کوچ کر گیا۔ راستے میں جو دیہات آتا تمام لوگ اکٹھے ہو جاتے اور کھیا پوچھتا ''تمہیں کوئی تنگ تو نہیں کرتا'' فریادیوں کی داد رسی کرتا انصاف مہیا کرتا اور کسی کا مقدمہ نہ چھوڑتا۔ اس پر سب لوگ نعرے لگاتے ''وزیر انصاف زندہ باد'' اسی طرح راستے میں پڑنے والے دیہات کی خوشحالی کرتے ہوئے وہ پونم پہنچا۔ وہاں اس کا بڑے زور سے استقبال ہوا وہاں بھی سارے دیہات کو جمع کرنے کا حکم ہوا اور پوچھا گیا ''تمہاری مشکلات کیا ہیں میں وزیر انصاف بن کر آیا ہوں تمہیں انصاف مہیا اور قصوروار کو سزا ملے گی اپنی باری آنے پر صرف ایک فرد بولے اور اگر کوئی غلط بیانی کرے تو پھر دوسرے وزیر کا کام ہو جائے گا۔'' سب سے پہلے پونم دیہات کا کھیا اٹھا اور کہا ''ہم آپس میں نہایت شیر و شکر ہو کر رہتے ہیں اگر ہم میں یہ جذبہ نہ ہوتا تو پونم کب کا صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوتا لیکن ہم ایک بڑے عذاب میں مبتلا ہیں کہ گاہے بگاہے ڈاکوؤں کی طرف سے پیغام موصول ہو جاتا ہے کہ ہم فلاں فلاں دن آئیں گے اور لوٹ کر لے جائیں گے۔ یہ ڈاکو قریبی جنگل میں رہتے ہیں اور ہم پر حاوی ہیں ہم کسی صورت میں بھی ان سے مقابلہ کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں اب تک ہمارے گاؤں کی ستر لڑکیاں ان ظالموں کے پاس ان کے گھر پر موجود ہیں اور چالیس لڑکیاں ہوس کی آگ مٹانے کے بعد واپس گاؤں بھیج دی گئی ہیں۔ حضور والا ہم ... اب ... اور ... چ

Marfat.com

ہیں اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پس ہماری بنتی صرف اور صرف یہی ہے کہ ان درندہ صفت ڈاکوؤں سے ہمیں نجات دلائی جائے۔"

وزیر انصاف نے سب سے پہلے یہ کہا" جو لڑکیاں واپس آگئیں ہیں وہ بے قصور ہیں اگر قصور ہے تو تمہارا کیونکہ ابھی تک تم نے ان کی مظلومیت کے ازالہ کی کوئی کوشش نہ کی ہے۔ اب حکم دیا جاتا ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے ان تمام لڑکیوں کی شادی کر دی جائے۔ گاؤں کا مکھیا اور چوہدری معززین جس لڑکی کی شادی جس سے مناسب سمجھیں کرا دیں اب اس حتمی فیصلہ پر کسی شخص کو پس و پیش کی اجازت نہیں۔"

سب سے پہلے مکھیا نے کہا" میں اپنے بیٹے کی شادی ان میں سے ایک لڑکی کے ساتھ کرتا ہوں تاکہ دوسروں کو کوئی شکایت نہ ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔"

مکھیا کی تقلید میں یہ کام سورج غروب ہونے سے پہلے پایہ تکمیل کو بطریق احسن پہنچایا گیا۔ شہنائیاں بجنے لگیں اور" وزیر انصاف کی جے ہو" کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ ازاں بعد وزیر انصاف نے کہا" مجھے آپ لوگوں میں سے پچاس نوجوان چاہئیں۔ جو اپنی رضامندی سے خود کو پیش کریں۔"

پچاس کیا پرجوش انداز میں سو کے قریب نوجوان بخوشی اپنی خدمات پیش کرنے کیلئے آگے بڑھے اب ان کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم کر کے ترتیب دی گئی۔ ایک ہفتے کے بعد رات کی چاندنی میں جنگل کی طرف سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں جو ڈاکوؤں کے حملہ آور ہونے کی نمایاں علامت تھی۔ معاً دیہات میں شور واویلا بلند ہوا" ڈاکو آ گئے" مگر اب صورت حال مختلف تھی۔ تمام منچلے جوانوں نے پوزیشنیں سنبھال لیں بچے بوڑھے اور عورتیں گھروں میں بند ہو گئیں تو وزیر انصاف کی ہدایت پر عمل درآمد شروع ہو گیا جب ڈاکو قریب آ گئے تو وزیر باتدبیر کی ہدایت کے مطابق تینوں اطراف سے غیرت مند جوانوں نے ڈاکوؤں پر حملہ کر دیا اور اپنی پشت پر جنگل کی سمت تھی سو ڈاکوؤں کے اوسان خطا ہو گئے مگر اب وہ بھاگ کے جا نہیں سکتے تھے۔ وہ محصور ہو کر رہ گئے اور چند ایک مارے گئے چند زخمی ہوئے اور باقی ماندہ گرفتار ہو گئے جن کو قتل کر دیا گیا۔

وزیر انصاف نے حکم دیا" جس قدر ممکن ہوں لکڑیاں اکٹھی کر دی جائیں۔" ان لکڑیوں کو ڈاکوؤں کی تمام تر لاشوں کے اردگرد چن دیا گیا اور آگ دکھا دی گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان تمام ڈاکوؤں کی لاشیں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئیں۔

وزیر انصاف نے اعلان کیا" کسی شخص کو ان ظالموں کا مسکن معلوم ہے؟"

ایک چرواہا آیا اور بتایا" میں ان کا مویشی جنگل میں چرانے پر مامور ہوں اور انکا ہی ملازم ہوں صبح و شام جو دودھ نکلتا ہے وہ پونم گاؤں میں آ کر فروخت کرتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ جاتا ہوں۔" چنانچہ تمام مسلح نوجوان اور وزیر انصاف گوالے کے ہمراہ چل دیئے اور ڈاکوؤں کے مسکن پر حملہ کر دیا چند ایک نے مزاحمت کی مگر جلد ہی ان کو بھی تہ تیغ کر دیا گیا مظلوم لڑکیوں کو جو وہ درندہ صفت اپنی ہوس کے لئے لے گئے تھے اور سونا چاندی برآمد کیا۔ وزیر انصاف اپنی مہم میں کامرانی سے ہمکنار ہو کر فتح و نصرت کے ڈنکے بجاتا ہوا گاؤں پہنچا جو لڑکیاں حال ہی برآمد کی گئی تھیں انہیں ورثاء کے حوالے کرنا اور ان کی شادی خانہ آبادی کروائی گئی برآمد شدہ سامان جن جن کا تھا ڈاکوؤں کی سرکوبی کے بعد ملک کے کونے کونے میں چار سو مقبول اور شہرہ آفاق انصاف پسند وزیر انصاف کا سر بلند ہو گیا مگر حاسدوں نے مہاراج کو رپورٹ کر دی" آپ کی حکومت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے ایسا نہ ہو وزیر انصاف بغاوت کر دے ساری عوام اس انصاف پسند کے حلقہ بگوش ہو چکی ہے اور ممکن ہے آپ کی حکومت کا تختہ الٹ جائے لہذا حفظ ماتقدم انتظام و انصرام سوچ لیا جائے۔"

مہاراج (اشوک) کا پونم گاؤں کی ایک لڑکی سے معاشقہ چل رہا تھا اور بھیس بدل کر مہاراج مذکورہ لڑکی کو رات داد عیش دینے جایا کرتا۔ سپاہی جو پہرے دار تھا اس نے مہاراج کو روکا" کون ہو تم آدھی رات گئے آنے والے؟"

"تم کون ہو پوچھنے والے؟" مہاراج نے تحکمانہ لہجہ میں جواب دیا۔

"میں وزیر انصاف کا سپاہی ہوں پونم گاؤں کا چوکیدار" پس مہاراج نے تلوار کے ایک ہی وار سے سپاہی کا سر تن سے جدا کر دیا اور واپس لوٹ آیا۔ یاد رہے کہ مہاراج کی منصوبہ بندی متقاضی تھی کہ وزیر انصاف کو پونم گاؤں کے چوکیدار کے قاتل کا پتہ نہ چل سکے تا کہ ملازم بغاوت سے مرتکب ہونے والے وزیر انصاف کو دربار میں مذکورہ پہریدار کے قاتل کی حیثیت سے پیش ہونے پر تہ تیغ کیا

Marfat.com

جا سکے۔

واپس لوٹ کر مہاراج نے وزیر انصاف کو دربار میں بلایا اور پوچھا "سپاہی پونم گاؤں میں یوں قتل ہوا اس کے قاتل کیا قاتل پکڑا گیا یا نہیں ؟" وزیر انصاف کو قاتل کی تلاش کرنے کی صرف تین دن کی مہلت دی گئی۔ "ورنہ اس کا انجام تمہارے سامنے ہے ایک سپاہی کا قتل حکومت کے قتل کے مصداق ہے۔"

وزیر انصاف واپس پونم گاؤں لوٹا دو دن گزر گئے مگر قاتل کا سراغ نہ مل سکا۔ اب پونم گاؤں تنفر چاہ رہا تھا اور وزیر انصاف کیلئے پرارتھنا کر رہا تھا "اے بھگوان قاتل مل جائے ورنہ ایسا وزیر انصاف پسند ہم کہاں سے ملیگا۔"

مہلت صرف ایک دن اور رات کی باقی تھی وزیر انصاف گھوڑے پر سوار اس مقام سے گزرا جہاں سپاہی کا قتل ہوا نہایت پریشانی کے عالم سے دو چار تھا اچانک قریب سے ایک لڑکی کی آواز آئی جو پوچھ رہی تھی "آپ وزیر انصاف ہیں ؟"

"ہاں۔" جواب دیا گیا۔

اس پر وہ لڑکی ہاتھ میں دیا لیکر قریبی مکان کی چھت سے نیچے اتر آئی اور نہایت مودبانہ عرض کی "آپ اندر تشریف لے آئیں۔" لڑکی کی آواز سے امید کی کرن دکھائی دی جب وزیر انصاف لڑکی کے گھر میں داخل ہوئے۔

لڑکی نے بڑے ادب سے بتایا "میں مہاراج (اشوک) کی داسی ہوں کبھی کبھی مہاراج اپنا بھیس بدل کر ادھر آتے ہیں اور رات میرے ساتھ عیش عشرت سے گزار کر رات کے اندھیرے سے استفادہ کرتے ہوئے واپس اپنے محل میں چلے جاتے ہیں۔ انہیں اس حکمت عملی سے آتے جاتے کوئی نہیں پہچان پاتا۔ میرے سارے گھر کے اخراجات انہیں کے ذمہ ہیں لیکن وہ پاپی ہیں جبکہ آپ نیکی و انصاف کا مجسمہ ہیں میرے ضمیر نے ملامت کی کہ میں آپ کو اصل قاتل کا پتہ بتادوں لیکن میرا نام خفیہ رکھا جائے۔"

پھر نہایت دھیمی آواز سے سرگوشی کی "مہاراج قاتل ہیں میں اس رات مہاراج کا انتظار کر رہی تھی اور جب کہ میں نے اپنے کانوں سے مہاراج اور سپاہی کے مکالمے سنے تھے۔"

بس پھر کیا تھا وزیر انصاف نے پچاس مسلح سپاہی اپنے ساتھ لئے اور مہاراج کے دربار میں پہنچ گیا۔ حاسدین بڑے خوش تھے کہ "اب کام گیا ہے پیادہ سوار سے" کے مصداق آج وزیر انصاف اپنے انجام کو پہنچ جائیگا مگر دیکھنے والے حیرت میں رہ گئے۔ اس کے چہرے بشرے سے پریشانی اور موت کا خوف مترشح ہونے کی بجائے اطمینان اور پر اعتماد تاثر نمایاں تھے جبکہ قاتل ابھی اس کے ساتھ نہیں۔

"وزیر انصاف! قاتل کو حاضر کرو۔" مہاراج نے حکم دیا۔

"پکڑ لو جو تخت پر براجمان ہے یہی قاتل ہے۔" وزیر انصاف نے تمام سپاہیوں کو حکم دیا اس پر تمام درباریوں نے میانوں سے تلواریں نکال کر سونت لیں۔ "جھوٹ ہے توہین ہے مہاراج کی پاپ ہے" لیکن اس ردعمل کے خلاف مہاراج نے حکم دیا "تمام تلواریں اپنی میانوں میں واپس لے جاؤ اور بڑے پروہت (جج) کو حاضر کیا جائے۔"

پروہت نے کئی شاستروں کا مطالعہ شروع کر دیا اور تھوڑے وقفے کے بعد اعلان کیا "جب مہاراج کے ہاتھ سے کوئی قتل ہو جائے تو مہاراج کے وزن کے تناسب سے سونے کی مورتی عین مہاراج کی شکل کے مطابق بنائی جائے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے غریبوں میں بانٹ دی جائے تاکہ قاتل (مہاراج اشوک) کی مکتی ہو جائے اور مورتی کا سر مقتول کے وارثین کو دے دیا جائے۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا وزیر انصاف نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتاری اور مہاراج کو پیش کرتے ہوئے عرض کی "حضور اب مجھے چھٹی دی جائے جو میں نے کہا تھا پورا کر دیا۔"

"نہیں ہرگز نہیں میرے تمام مہا منتریوں نے مجھے دھوکا دیا جو کہا پورا نہ کیا جس کی وجہ سے میری رعایا بتدریج میرے خلاف ہوتی چلی گئی میں وزیر انصاف کا مشکور ہوں اور تمام زندگی میرے وزیر انصاف کی حیثیت سے متعین و متمکن رہیں گے۔"

مہاراجہ اشوک کی یادگار "لاٹ" پٹنہ کے قریب "گیا" میں واقع ہے (یہاں مہاتما بدھ کو گیان حاصل ہوا تھا) گیا اب ایک

Marfat.com

مہارت سے بنائی گئی ہے کہ کوئی چیز اس پر کسی قسم کا نشان نہیں لگا سکتی۔ جو یاتری اس لاٹ کے درشن کو جاتا ہے تو اس سے بغل گیر ہوتا ہے جیسے کوئی اپنے عزیز، ماں باپ، بہن بھائی سے محبت آمیز انداز میں معانقہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے لاٹ پالش ہوگئی لاٹ کے اوپر جو گول چکر ہے وہ ہو بہو بھارت کے جھنڈے سے مشابہ ہے۔ مذکورہ بالا داستان کمال صاحب کو متھرا کے شیو جی مہاراج کے مندر میں 1935 میں ایک سوالی نے سنائی۔ اس داستان کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مہاراج نے بدھ مذہب اختیار کرلیا اور سنگ دلی سے مجتنب ہو کر نہایت حلیم طبع مہاراجہ مشہور ہو گئے۔

ایک شخص بنام پیارے محمد

قنوج کسی زمانے میں یو پی کا دارالخلافہ رہا ہے اور ہندوؤں کے شہر سے منسوب کیا جاتا جہاں بہر نوع اقسام کے پھول پائے جاتے ہیں اور یہاں کی چار قسم کی گلقند سارے ہندوستان میں مشہور تھی۔ یہ گلقند دریک کے پھولوں، املتاس کے پیلے پیلے پھولوں آک کے پھولوں میں ایک قسم کی ہوتی ہے اس سے اور اصلی گلاب کے پھولوں سے تیار شدہ دستیاب تھی۔

تاریخ ہندوستان میں درج ہے کہ نادر شاہ نے جب دہلی فتح کر لی اور افواہ پھیل گئی کہ نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا ہے تو بدلے میں اس نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ جب یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوا تو نادر شاہ کو تحفۃً قنوج کی گلقند پیش کی گئی وہ رغبت سے سارا مرتبان کھا گیا اور کہا "ایں حلوہ خوب است"

قنوج میں ایک خاص قسم کی بیری کا درخت ہوتا ہے جو سال میں دو دفعہ پھل دیتی ہے اور بیر بھی دو دو تولہ کا نہایت لذیذ جبکہ گٹھلی بہت چھوٹی۔ بیر کا گودا، گندم کا آٹا اور گھی کے آٹے میں انڈہ ملا کر کیک بنایا جاتا ہے جو کافی مشہور و معروف اور دور دراز تحفے کے طور پر بھیجا جاتا۔

تقسیم ہند سے قبل قنوج میں ہندو مسلمان نہایت اچھے اور مثالی بھائی چارے کے طور پر اکٹھے مل جل کر رہا کرتے کئی مساجد و مندر ساتھ ساتھ ملحقہ واقع تھے۔ دونوں اقوام ایک دوسرے کا بہت احترام کرتیں جب کوئی تہوار آتا تو ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی اس میں تین مسلمان اور تین ہندو ہوا کرتے وہ اپنے ایک لیڈر کا انتخاب کرتے اور ایک دوسرے کے تہوار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے کسی قسم کا جھگڑا فساد اور متنازعہ صورت حال پیش نہ آتی۔ محرم میں ہندو چھوٹے چھوٹے تعزیئے بنا کر مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتے یہ باہمی سلوک و اتفاق کی انتہا تھی کہ کوئی پندرہ کے قریب ہندوؤں اور مسلمانوں نے آپس میں شادیاں کریں ایسی رشتہ داری سے وہاں منطق پیش نظر ہوتی "ہم پہلے انسان ہیں بعد میں ہندو یا مسلمان"

ایک داستان گو جس کا نام "پیارے محمد" تھا اس نے محفل میں کمال صاحب بھی شامل تھے زیر نظر داستان بیان کی۔ پیارے محمد میں خاص بات یہ تھی کہ داستان بیان کرنے کے دوران سگریٹ بیڑی پینے سے گریزاں رہتا بلکہ سامعین کو بھی سگریٹ، بیڑی پینے سے اجتناب کی ترغیب دیتا البتہ وہ پان کھانے کا عادی تھا تاہم دانتوں کی صفائی ملحوظ خاطر رکھتا دانت نہایت صاف ہوتے اور اُس کی چھوٹی چھوٹی داڑھی اور مونچھیں ٹیپو سلطان جیسی جن کی نگہداشت ازبس ضروری خیال کرتا گویا اپنی مونچھوں کا متوالہ تھا اب داستان نہایت اہتمام سے پیش کرتا ہے

دہلی میں ایک بہت مشہور تاجر احمد علی نامی رہائش پذیر تھا دیانتدار یہاں تک کہ اگر اس کے مال میں نقص ہوتا تو گاہک کو برملا بتا دیا کرتا۔ ہر چاند کی پہلی تاریخ کو عوام الناس میں لنگر جاری استواری سے کرتا جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی دعوت ہوتی اور یہ عمل ساری زندگی تواتر سے جاری رہا۔ اچانک احمد علی تاجر کو "قولنج" کے درد نے جہان فانی سے راہی ملک عدم روانہ کیا (ضمیمہ 216) مرحوم نے پسماندگان میں ایک کمسن بیٹا مصطفےٰ اور بیوہ چھوڑی جو نہایت قریبی دوست تھے وہ غدار ثابت ہوئے مرحوم دوست کی املاک دوکانوں اور تمام جائیداد پر قابض ہو گئے۔ اس کی بیوہ بچی کھچی پونجی میں گزر اوقات کرنے لگی جب بیٹا سن بلوغت کو پہنچا تو اس نے اپنی والدہ سے پوچھا "ابو حضور کیا کام کرتے تھے؟"

"بیٹا وہ بڑے مشہور تاجر تھے" ماں نے جواب دیا۔

Marfat.com

''میں بھی تاجر بننا چاہتا ہوں۔''

''تجارت کیلئے تو بیٹا بڑی رقم درکار ہے تھوڑا بہت جو ہمارے پاس ہے وہ بھی جلد ہی ختم ہو جائیگا لہذا ایسا ارادہ ترک کر دو۔''

''امی جان! میرے ابو جان کے کوئی مخلص دوست بھی تھے؟''

''مخلص تو صرف نام کے ہی تھے تاہم ایک علی حسین خزانچی تمہارے ابا کا ہم نوالہ و ہم پیالہ اب تک زندہ ہے اس نے تمہارے ابو کے مرنے کے بعد ہم سے کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ کبھی کبھار خبر گیری کرتا رہا مگر لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ یہ شخص بیوہ کے گھر میں کیوں آتا ہے لہذا اس نے بھی آنا ترک کر دیا۔''

''امی جان! میں ان سے ضرور ملونگا شاید وہ ہماری کچھ مدد کر سکیں۔''

ایک دن مصطفیٰ نہا دھو کر اچھے لباس میں ملبوس علی حسین سے ملنے چلے اس کے دفتر پہنچ گیا اور ایک بنچ پر جا بیٹھا جہاں دیگر سائل بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ علی حسین نے اسکی شکل سے اسے پہچان لیا کہ یہ تو میرے مرحوم دوست احمد علی کا بیٹا ہے اس نے فوراً اسے اپنے کمرے میں بلایا اور پوچھا ''کیا تم مصطفیٰ ہو؟ احمد علی کے بیٹے۔'' اٹھ کر محبت سے گلے لگایا اور دودھ میں شہد ملا کر پینے کو پیالہ پیش کیا جب لڑکا دودھ پی چکا تو اس نے پوچھا ''بیٹا کیسے آنا ہوا؟''

''کل میں نے اپنی ماں سے پوچھا کہ میرے ابو کے کون کون سے دوست تھے۔ سب سے پہلے امی نے آپ کا نام لیا میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں آپ سے ملکر کیوں نہ کچھ مشورہ کروں۔''

''ہاں! بیٹا بتاؤ کیا بات ہے؟''

''جی میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس سرمایہ نہیں ہے۔''

خزانچی نے اسے خزانے میں سے چار سو روپے دیئے لیکن دستخط وغیرہ نہ کرائے اور تاکید کی۔ جیسے یہ رقم لے جا رہے ہو ویسے ہی چپ چاپ دے جانا کسی کو اس کی بھنک نہ پڑے لہذا مصطفیٰ چار سو روپے لے کر اپنی امی کے پاس واپس آ گیا اور ان میں سے ایک سو روپیہ نکالا اور کہا ''بیٹا ایک دیبا (ریشمی کپڑے کا نام) کی نیلے رنگ کی چادر ململ کی ریشمی دھاگے کی مرمری رنگ کی بازار سے خرید کر لے آؤ۔''

مصطفیٰ کی سلیقہ شعار ماں نے ایک ماہ کی محنت شاقہ سے اس چادر پر نہایت دلکش شکل کی بیل بوٹی بنائی اس پر موتی اور شیشے کی کھت لگائے ہوئے وغیرہ وغیرہ اور بیٹے کو چادر مکمل ہونے پر کہا ''اسے چاندنی چوک میں لے جاؤ اور اس چادر کو دیوار سے آویزاں کرنا تاکہ پیچھے سے یہ جنبش کرتی رہے۔''

بس پھر کیا تھا لوگ اس نادر شاہکار کو دیکھتے اور عش عش کر اٹھتے۔ ہر زاویہ سے نیا منظر دکھائی دیتا۔ ماں نے ہدایت کی تھی کہ چادر کو پانچ سو روپے سے کم فروخت نہ کرنا۔

گھوم پھر کر ایک سوداگر جس کا نام زمرد تھا اس طرف آن نکلا اور چادر دیکھ کر حیرت سے بیٹے کو کہنے لگا دوست اس چادر کی کیا قیمت ہے؟'' مصطفیٰ نے چادر دیوار سے اتارا اور لپیٹ کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

''دوست قیمت تو تم نے بتائی ہی نہیں۔'' زمرد نے مصطفیٰ سے پوچھا۔

''قیمت تو آپ نے پہلے ادا کر دی۔''

''دوست وہ کیسے؟''

''آپ نے دوست کہہ کر پکارا کبھی دوست بھی علیحدہ ہوتے ہیں دوست ایسی چیز ہوتے ہیں جو کبھی علیحدہ نہیں کیے جا سکتے مثلاً گلاب کا عرق اور سونف کا عرق اگر ایک دفعہ ملا دیے جائیں تو علیحدہ نہیں کیے جا سکتے۔''

اس زمرد نامی سوداگر نے مصطفیٰ کو اپنا پتہ ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ دیا اور تاکید کی کہ اے دوست زندگی میں کسی وقت میں اگر تمہیں میری ضرورت پڑ جائے تو بلا تامل مجھے یاد کر لینا۔ مصطفیٰ گھر پہنچا تو ماں دروازے پر بیٹے کو آتا دیکھ کر بڑی خوش ہوئی کہ چلو اب تو چار سو روپے کا قرضہ بھی اتر جائے گا اور ایک سو روپیہ بھی بچ جائیگا۔ مصطفیٰ نے بجائے روپیوں کے وہ کاغذ کا ٹکڑا ماں کی گود میں رکھ

Marfat.com

یہ تو ماں! میں بڑی حیران ہوئی کہ اس پر پتہ تو امیر آدمی ہے کاش تم اس سے ہزار روپے مانگ لیتے تو وہ بلا کم و کاست دے دیتا۔

"نہیں ماں! میں نے اس سے کچھ طلب نہیں کیا اس نے مجھے دوست کہہ کر پکارا اور میں نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ اس سے چادر کی قیمت وصول نہ کی۔"

ماں نے بقیہ تین سو روپے میں سے پھر ایک سو روپے مصطفٰے کو دیئے تا کہ ایک اور چادر تیار کی جا سکے۔ مصطفٰے پھر چادر لے کر چاندنی چوک پہنچ گیا اور پہلے کی طرح تماشا لگا دیا۔ اس چادر کے جہاں دیگر مداح کھڑے تھے ان میں سے ایک محمد علی پٹھان چاندنی چوک میں ٹھہرے ہوئے آگے بڑھے اور کہا "دوست کچھ بیچنے کا مال ہے؟"

مصطفٰے نے چادر پیش کر کے پٹھان کے ہاتھ میں تھما دی۔

"خوب ہم نے قیمت پوچھا تو تم نے قیمت کی بجائے چادر میرے ہاتھ میں دے دیا"

"دوستی کی قیمت تو آپ نے پہلے ہی دوست کہہ کر ادا کر دی دوستوں سے معاوضہ نہیں لیا جاتا"

محمد علی پٹھان ایک بہت بڑا ٹھیکیدار تھا جس کے ماتحت پانچ سو مزدور پٹھان کام کرتے تھے اس نے بھی اپنے نام و پتہ کی چٹ مصطفٰے کو دی اور کہا بوقت ضرورت اسے یاد کرے۔"

مصطفٰے نے وہی پرانا طرز عمل بجائے رقم کے ایک اور پتہ ماں کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ماں نے دو صد روپے دے دیئے تاکہ مصطفٰے ایک پیچ رنگ کی دیدہ زیب چادر بنا سکے۔ جب چادر تیار ہوئی پھر وہی چاندنی چوک اور اسی طرز عمل کا اعادہ کیا۔ ایک مشہور جوہری جس کا نام خرم تھا شام کی سیر کرتے ہوئے چاندنی چوک میں گیا دیکھا تو بڑا اچھا مجمع لگا ہوا ہے۔ خان بہادر کی پہچان کر بولی دینے والے تھے۔ وہ وہاں پہنچ گیا اسے چادر بہت پسند آئی اور کہا:

"اے دوست اس چادر کی قیمت کیا ہے؟"

مصطفٰے نے پہلے جیسے طرز عمل سے چادر پیش کی اور جوہری کے حوالے کر دی لہذا مکالمہ کی تقلید میں اسکے نام و پتہ کی چٹ لے کر گھر آ گیا اور ماں کے ہاتھ میں رکھ دی۔ وہ تو دلی کا سب سے بڑا جوہری ہے۔ ماں نے آخری سو روپیہ بھی بیٹے کو دیکر بازار بھیجا کہ ایک رنگ برنگی دیدہ زیب چادر بنانے کی ترغیب دی جب چادر تیار ہوئی۔ پھر چاندنی چوک پھر وہی ہجوم برپا ہو گیا اب کے ہجوم سے ایک سپاہی وردی میں ملبوس اشتیاق نظروں سے چادر دیکھنے لگا جس کی ٹانگوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں بولا:

"دوست چادر کے کیا دام لو گے؟ بہت قیمتی معلوم ہوتی ہے مگر میں تو معمولی سپاہی ہوں میری قلیل تنخواہ صرف چھ روپے ماہوار ہے لیکن چادر بہت پسند آئی ہے۔ اے کاش میرے پاس چادر خریدنے کیلئے رقم ہوتی۔" مصطفٰے نے چادر اتار کر سپاہی کے ہاتھ میں تھما دی وہی دوستی کا عام طرز عمل۔

سپاہی نے کہا "میرا نام علی حیدر 9 نمبر وارڈ میں رہتا ہوں اور میری چٹھی کا نمبر 104 ہے۔ غریب ضرور ہوں تاہم ضرورت پڑنے پر جان نثار کرنے سے دریغ نہ کرونگا۔"

اب کسی نے خزانچی کی رپورٹ اعلیٰ حکام کو کر دی کہ اس نے خزانے سے چار سو روپے کا غبن کیا ہے انکوائری ہوئی رپورٹ سچ نکلی خزانچی گرفتار کر لیا گیا اور ساتھ ہی مصطفٰے کو بھی زیر حراست لے لیا گیا۔ اس زمانے میں حاکم وقت (بادشاہ) نے "امانت میں خیانت" کی سزا پھانسی تجویز کر دی ہوئی تھی چونکہ قومی خزانہ بھی ایک امانت ہے۔ ان دنوں جمعہ کے روز پھانسی کی سزا دینا قرار پائی۔ ابھی ایک دن باقی تھا مصطفٰے سے پوچھا گیا کہ تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ یہی سوال خزانچی سے کیا گیا تو اس نے کہا "جو آخری مصطفٰے کی ہے وہی میری خواہش ہوگی۔"

مصطفٰے نے خزانچی کو یوں تسلی دی کہ چار چار ہمارے دوست ہیں جو ہمیں ضرور سزا سے بچا لیں گے لہذا مصطفٰے نے کہا کہ مجھے سب سے پہلے میری والدہ سے ملایا جائے ازاں بعد چاروں دوستوں سے مرنے سے پہلے یہی میری خواہش ہے بادشاہ کے اہلکار سپاہی اسے حراست میں لئے اسکی والدہ کے پاس لے آئے۔ اس نے اپنی والدہ صاحبہ سے چاروں دوستوں کے نام و پتہ جات لئے پھر درجہ بدرجہ ان کو ملنے چلا۔

Marfat.com

سب سے پہلے اندھیری رات میں پولیس کی حراست میں وہ خزانچی کے ہمراہ اپنے کروڑ پتی دوست کے ہاں گیا۔ سپاہی اس طرز عمل پر بہت حیران ہوئے کہ اتنا امیر کبیر آدمی اور اس معمولی ملازم کا دوست! مصطفٰے نے دربان کو کہا "میں زمرد صاحب کا دوست ہوں اُن سے ملنا چاہتا ہوں۔ یہ چٹ اُنہوں نے مجھے خود دی تھی۔"

دربان اندر گیا زمرد صاحب باہر تشریف لائے کہ مصطفٰے اور خزانچی زیر حراست تلواروں کے سائے میں میری ملاقات کو آئے ہیں۔ آخر کیا آفت آن پڑی ہے۔ مصطفٰے نے تمام واقعہ سنایا میرے چچا خزانچی پر چار سو روپے کے غبن کا الزام ہے جو میں نے اس سے لیکر اپنی والدہ سے چار چادریں بنوائی تھیں۔ اُن چاروں میں سے ایک آپکے پاس بھی موجود ہے اور بقیہ تین چادریں بھی فروخت کرنے کی بجائے دوستوں کو بانٹ دیں۔ زمرد نے سب کو اندر بلایا خاطر تواضع کی سپاہیوں کو انعام و اکرام سے نوازا اور کہا "میرا دوست جس سے ملنا چاہے اسے ملا دیا جائے اور اس کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے کل ہم نے حاکم وقت سے ملنا ہے۔"

مصطفٰے نے کہا "مجھے محمد علی پٹھان تحصیلدار کے پاس لے چلو۔" جب یہ قافلہ وہاں پہنچا تو محمد علی سے ملاقات ہوئی محمد علی نے کہا "میرے پاس پانچ صد مزدور پٹھان موجود ہیں جنکے پاس خنجر اور گنڈاسے ہیں۔ میں اپنی اس فوج کے ساتھ حاکم وقت سے بات کرونگا۔" بڑی جرأت سے کہنے لگا "میں اور میرے آدمی زندہ ہیں تو تمہیں پھانسی نہ لگنے دینگے۔"

اب یہ لوگ جوہری کے پاس پہنچے اس نے مصطفٰے سے کہا "جو کل جس راہ سے حاکم وقت گزرے گا۔ میں ہیرے جواہرات کے انبار لگا دونگا کہ چار سو روپے کے عوض جو چرایا تھا میں تمہیں پھانسی نہیں لگنے دونگا تم میرے دوست ہو تم نے تو مجھے دوستی کے معنی سمجھائے ہیں۔"

سپاہی علی حیدر کے گھر پر پہنچے تو اس نے مصطفٰے کی داستان علیحدگی میں سنی اور کہا "میں سپاہی ہوں جان قربان کر دونگا سنو کہ تمہیں پھانسی کی سزا دینے والا حاکم میری تلوار سے موت کی وادی میں چلا گیا ہے۔"

تمام لوگوں کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ تلوار ہاتھ میں لئے بھاگ نکلا۔ علی حیدر اس محل میں پہرہ دیتا تھا جس میں حاکم وقت رہائش پذیر تھا اسے محل میں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی اور کوئی روک ٹوک کرنے کا مجاز نہ تھا۔ ہوا یوں کہ حاکم وقت حفظ ما تقدم کے تحت ایک ہی کمرے میں نہ سویا کرتا۔ بدقسمتی سے علی حیدر کو حاکم وقت کی خوابگاہ اس رات نہ مل سکی۔ صبح جمعہ کا دن تھا تمام شہر میں منادی کرائی جا رہی تھی۔ "شہر کے لوگو! آج بعد از نماز جمعہ چلے آؤ دیکھو کہ عبرت حاصل کرو کہ شاہی خزانے میں غبن اور خرد برد کرنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔"

جس راستے سے حاکم وقت کا گزر ہونا تھا اس راستے پر کروڑ پتی نے دولت کے انبار لگا دیئے۔ جوہری نے ہیرے جواہرات کا ڈھیر لگایا اور محمد علی پٹھان تحصیلدار اپنے پانچ سو ملازموں کا دستہ لئے ایک سفید رنگ کا جھنڈا پکڑے کھڑا تھا جبکہ سپاہی علی حیدر تلوار میان سے باہر نکالے ہوئے ایک سبز اونچی جگہ پر کھڑا ہوا گھما رہا تھا۔

حاکم وقت مخصوص راستے سے ہوتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا تو کروڑ پتی اور جوہری کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا کہ میری سلطنت کے اتنے بڑے آدمی روپوں اور جواہرات کے ڈھیر لگائے ہوئے آخر معاملہ کیا ہے؟ ادھر پانچ صد پٹھانوں کا دستہ تعظیم کے لئے کھڑا اور میرے ہی محل کا محافظ تلوار گھما رہا ہے۔ معمولی آدمیوں کی پھانسی کا معاملہ ہے یہ کیا ہو رہا ہے۔ سب واپس آ گئے جب وجہ دریافت کی تو آگاہی ہوئی کروڑ پتی نے کہا کہ مصطفٰے قول کا پکا ہے۔ محمد علی پٹھان نے کہا مصطفٰے اور اس کے چچا کی پھانسی کا منظر نہیں دیکھ سکتے۔ پہلے مجھے اور ان کے بعد پانچ صد ملازموں کو پھانسی دی جائے۔ سپاہی نے کہا "اے حاکم وقت پھانسی کا اشارہ دو پھر میرا کام دیکھنا میں پلک جھپکتے ہی میں پیچھے چھلانگ لگا کر آپ کی گردن اڑا دونگا۔"

اب کیا تھا حاکم وقت نے کہا "میں بھی ایک شرط پر انہیں باعزت بری کرتا ہوں مگر اب مجھے بھی اپنا دوست بنا لو چونکہ ایسے دوست تو میں نے کبھی دیکھے نہ سنے دوستی کا حق ادا کرنے کے عمل نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ مصطفٰے نے کیسے یہ سب دوست کمائے ہیں۔"

سب نے یک زبان ہو کر کہا "یہ کام نہایت مشکل ہے بادشاہ سلامت دوستی کا حق نبھانا بہت مشکل ہوتا ہے جبکہ دوست بنانا

Marfat.com

بہت آسان ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "میں آپ لوگوں کی دوستی پر پورا اتروں گا۔" بادشاہ نے آگے بڑھ کر مصطفےٰ کو گلے لگایا اور کہا، "مجھے بھی اپنے دوستوں میں پاؤ گے۔"

چنانچہ میدان دعوت میں تبدیل ہو گیا اور بادشاہ نے اعلان کیا کھانا کھائے بغیر کوئی نہ جائے گا بادشاہ کے حق میں نعرے لگائے گئے اور دوستوں کی دوستی کی سلامتی کے بھی نعرے لگے۔ ایک روز اتفاق سے بادشاہ، جوہری، کروڑ پتی، ٹھیکیدار، سپاہی مصطفےٰ اور فرانچی تمام کے تمام ایک پانی کے تالاب میں نہا رہے تھے اور شور شرابا مچا رکھا تھا ہنسی مذاق میں بے تکلفی سے چھینٹے مارے جا رہے تھے جیسے جیسے وہ نہا نہا کے بعد تالاب سے نکلتے گئے ایک دوسرے کے لباس پہنتے گئے آخر دوست جوہمراہ تھے بادشاہ آخر میں باہر نکلا تو جوہری نے اس کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جونہی بادشاہ نے اپنے لباس میں جوہری کو ملبوس پایا تھوڑا مسکرایا اور پھر گویا ہوا:

"یہ لباس تو میرا ہے۔"

سب یک زبان ہو کر بولے، "اے شہنشاہ، اس وقت دوستی میں یہ میرا تیرا کچھ معنی دارد اس لئے آج سے ہم سب آپ کو حاکم نہیں سمجھتے بلکہ دوست کہیں گے۔"

قصہ ایک پاکباز عورت کا

شہر میں ایک سوداگر علی بن عبداللہ رہا کرتا جس کا کاروبار دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ دولت کے انبار لگ گئے لیکن اولاد جیسی نعمت سے محروم۔ دونوں میاں بیوی میں مثالی پیار تھا۔ اولاد نہ ہونے کے باوجود خوش و خرم زندگی سے ہمکنار رہتے۔ علی بن عبداللہ کا یقین کامل تھا کہ جو کچھ اللہ پاک کی ذات نے اسے دیا ہے اس میں اسکی بیوی کی دعاؤں کا بڑا ہاتھ ہے۔ دونوں میاں بیوی نے علاج معالجہ کروایا لیکن بے سود ثابت ہوا۔

بیوی نے اپنے خاوند کو مجبور کیا کہ وہ دوسری شادی پر آمادہ ہو جائے تا کہ اگر اسکی کوکھ سے اسے کوئی اولاد نہیں مل سکتی تو شاید دوسری عورت کی وہ ہری ہو جائے اور اپنی سوکن کے بچوں کو اپنے پیارے بچے جان کر پرورش کرے گی۔

علی بن عبداللہ اس کی پرخلوص باتوں سے متاثر تو ضرور ہوتا لیکن بیوی سے لازوال محبت کے پیش نظر اس کی تضحیک کے تصور سے کانپ جاتا اور اس نے اپنی بیوی کو حتمی فیصلہ سنا دیا کہ اگر اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات بابرکات کو منظور ہوا تو اس کے بطن سے ہی اولاد ہوگی بصورت دیگر وہ ایسے ہی زندگی بسر کر لے گا۔

ایک دن دونوں میاں بیوی امام رضا عالی مقام کے روضے پر حاضری دینے گئے وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ اے امام عالی مقام آپ اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہیں ہمارے لئے سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی نعمت سے نوازے۔ علی بن عبداللہ یہ دعا بڑے خشوع و خضوع سے کر رہے تھے جبکہ بیوی ساتھ کھڑی زاروقطار رو رہی تھی۔ دعا مستجاب ہوئی اور کوئی سال بھر کی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں چاند سا بیٹا عطا کیا پھر دوسرے سال ایک اور بیٹا ودیعت ہوا انہوں نے اللہ کی راہ میں بہت صدقہ خیرات کیا اور دوستوں کو دعوتیں دی گئیں۔

بڑا بیٹا خرم جوان ہو گیا تو ماں نے ایک گزرتے قافلے میں سے ایک لڑکی جو چندمہتاب تھی پسند کر لی اور اسی چاند جیسی صورت سے اپنے بیٹے خرم کی شادی کر دی۔ شادی سے کچھ عرصہ بعد ہی ماں اللہ کو پیاری ہوگئی باپ بھی ضعیف العمر تھا اور چلنے پھرنے سے قاصر ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے کو اپنے پاس بلایا اور وصیت کی: "تمہارا چھوٹا بھائی نسبتاً لاابالی طبیعت کا مالک ہے صاف دل سے کام لیتا ہے تو وہ اچھی سوسائٹی میں نہیں رہتا۔ میں نے سمجھانے کی کوشش بسیار کر ڈالی مگر وہ راہ راست پر نہیں آ رہا میرے مرنے کے بعد اس کا خیال رکھنا تم بڑے بھائی ہو اسے باپ کی شفقت دینا اور دوسری بات بہت اہم ہے۔ وہ یہ کہ میں نے حج بیت اللہ کی بیت سے کچھ نقدی رکھی ہے اور موتی بڑے کمرے میں جہاں تم سوتے ہو اس کے دائیں کونے میں دفن ہے میں اب حج کی سعادت کے قابل نہیں اگر وقت ملے تو میرا حج کرنا۔" یہ دونوں باتیں وصیت کر کے جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔

Marfat.com

سال کے اندر ہی ایک قافلہ حج کو جانے کیلئے تیار ہوا تو بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے بات کی۔ نیت کا تذکرہ سن کر چھوٹے بھائی نے اپنے بڑے بھائی خرم سے کہا: "بھائی جان آپ بے فکری سے مناسک حج کی ادائیگی کیلئے روانہ ہو جائیں میں سارے گھر کا خیال رکھونگا بھابھی کو کوئی تکلیف نہ ہونے دونگا اور ہر طرح سے ان کی ضروریات پوری کرونگا۔"

"مجھے تم سے یہی توقع ہے۔" بڑے بھائی نے کہا۔

کچھ دنوں بعد قافلہ حج بیت اللہ کے سفر کو روانہ ہو گیا کوئی دس دنوں بعد ہی چھوٹے بھائی نے اپنے یاروں سے مشورے کے بعد یہ افواہ پھیلا دی کہ حج پر جانے والا قافلہ راستے میں لوٹ لیا گیا ہے۔ رہزنوں نے کوئی مرد زندہ نہیں چھوڑا سارا مال متاع لوٹ لیا ہے اور عورتوں کو بھی لے بھاگے ہیں۔ یہ خبر اس نے بالخصوص اپنی بھابھی (بڑے بھائی کی بیوی) کو نہایت دل گرفتہ لہجے میں سنائی اور مکاری سے اپنے بھائی کی بیوی کے پاس بیٹھا آہ وزاری کا ڈرامہ رچایا۔ اس اللہ کی نیک بندی نے اپنے دیور سے کہا "اس افواہ سے متعلق جھوٹی بات پر یقین نہیں کر سکتی میں تو ہر روز اپنے خاوند کے قافلہ کو رواں دواں دیکھ رہی ہوں سب قافلہ خیر و عافیت سے ہے انشاء اللہ تمہارا بھائی حج کی سعادت کے بعد جلد لوٹ آئیگا۔ چھوٹے بھائی کی نیت میں فتور تھا اس نے مذموم ارادے سے مغلوب ہو کر بھابھی کی کلائی پکڑلی اور کہا، "دیکھو اب میرے سوا تمہارا اس دنیا میں کوئی نہیں تم مجھے قبول کرلو۔"

بھابھی نے اسے جھڑک کر نہایت کڑے لہجے میں سرزنش کی اور اپنی کلائی چھڑائی اور کہا "تمہارا بھائی واپس آ جائے تو میں تمہاری ان شیطانی حرکات کے بارے میں ضرور بتاؤنگی تمہیں غیرت نہ آئی اپنے بھائی کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے۔"

وہ پندونصائح کو پس پشت ڈال کر دست درازی پر اتر آیا اسے سینے سے لگانے کی قابل مذمت اور شرمناک کوشش کی مگر شیطان سوار تھا نیک نیت عورت نے بھاگ کر اپنی عصمت اور جان بچائی اور کہا "میں شور مچا کر اہل محلہ والوں کو اکٹھا کر لونگی دیکھو آگے نہ بڑھنا ورنہ میں اپنی جان دیدونگی۔" اس دھینگا مشتی میں جب اسے غیر اخلاقی عزائم میں ناکامی ہوئی اور وہ درندہ صفت اپنے مذموم عزائم میں کامیاب نہ ہو سکا تو نہایت مشتعل انداز میں اپنے شیطانی گروہ میں آیا اور اپنے آوارہ دوستوں سے کہا "اب تو [illegible] میری تو چھٹی ہو گئی اب بھابھی مجھے دھمکیاں دے رہی ہے۔ اب میرے لئے کیا لائحہ عمل اور حربہ رہ گیا ہے اگر بھائی واپس آ گیا تو میری خیریت نہیں۔"

ایک دوست نے مشورہ دیا "ایک درخواست قاضی شہر کے نام لکھو کہ میرے بھائی صاحب کی حج بیت اللہ کیلئے روانگی کے بعد ہی میری بھابھی نے ہمارے گھر کے اندر فحاشی کا اڈہ کھول لیا ہے طرح طرح کے لوگ داد عیش دینے کیلئے رات کو آنے لگے ہیں جبکہ میں اور میرا بھائی عزت دار آدمی ہیں اور یہ صورت حال ناقابل برداشت ہے۔"

سب دوستوں (گرگوں) نے اس تجویز پر آمین کی اور اس نابکار کو تسلی دی کہ ہم سب اس ضمن میں گواہی دینے جائیں گے ہم اس سونے کی چڑیا کی طرف سے کوئی گواہ اور صفائی پیش کرنے والا نہیں ہوگا تو اسے ضرور سزا ملیگی۔ تمہارے بھائی کی واپسی سے پہلے ہی یہ عورت یہاں سے کوچ کر چکی ہوگی۔ صرف اور صرف یہی صورت ہے کہ اس گھر سے یہ اب نکل جائے چنانچہ اس بدفطرت نے ایک درخواست لکھی اس پر شیطان صفت ساتھیوں کے دستخط کروائے اور قاضی شہر کے پیش ہو کے ہاتھ میں تھما دی۔ [illegible] جب قاضی نے درخواست پڑھی تو غضبناک ہو کر احتجاج کیا "شہر میں فحاشی کا اڈہ اور انتظامیہ خاموش تماشائی اور بے خبر فوراً مدعی اور مدعا علیہ کو پیش کیا جائے۔" باقاعدہ مقدمہ کی کاروائی عمل میں لائی گئی اور اس کے اوباش یاروں نے اس نام نہاد واقعہ کی بطور گواہان شہادت پیش کر دی۔ ایک نے کہا "اس عورت نے مجھے دعوت گناہ دی کہ وہ بلا تامل اندر آ جائے حالانکہ میں اپنے دوست سے ملنے وہاں گیا تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ بدکار عورت اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں بدکاری کی مرتکب ہو رہی ہے۔" جبکہ دیگر اوباشوں نے بھی تائید کی کہ انہوں نے اپنی گنہگار آنکھوں سے غیر مردوں کو اس کے گھر آتے جاتے دیکھا ہے۔

اس بدنصیب اور نیک طینت عورت و صفائی کے گواہوں کیلئے کہا گیا تو اس بیچاری بے گناہ کا کوئی جاننے والا اور رشتہ دار موجود نہ تھا اس نے نہایت بے بسی سے گریہ زاری شروع کر دی اور نہایت رقت انگیز لہجہ میں عرض کی کہ وہ پاک باز عورت ہے اور یہ سارا کیا دھرا اس کے بدقماش دیور کا ہے۔ وہ بدنیتی سے اس کو ہم آغوش کرنے کے درپے تھا مگر اس کے شرمناک ارادوں کی وجہ سے

Marfat.com

سرزنش کرنے پر مجبور ہوگئی۔ اب اس خوف سے کہ اُس کا بھائی حج سے واپس آنے پر اُسکی تکا بوٹی کر دیگا لہذا اس بد بخت نے اپنے اوباش اور شیطان صفت دوستوں سے باہمی صلاح مشورہ سے میرے خلاف بیہودگی کا جال پھیلایا ہے وہ نیک خاتون اپنے بیان کے علاوہ کوئی صفائی کا گواہ پیش نہ کر سکی۔ قاضی نے محلہ سے دو چار آدمی مزید بلا بھیجے۔ وہ آدمی بھی اُن اوباشوں کے ساتھی تھے۔ انہوں نے اپنے گواہوں کو ہاتھ لگایا اور کہا ''تو بہ! اس بدکار عورت نے تو حد کر دی یہ تو روزانہ نیا مرد اپنے بستر پر لے آنے کی علت میں گرفتار ہے۔''

ان بیانات کی روشنی میں قاضی نے اس بدنصیب اور پاکباز عورت کو سنگسار کرنے کا حکم صادر کر دیا لہذا جنگل میں اُسے لے جایا گیا اور ہر ایک نے بار باری اس بے گناہ اور نیک طینت عورت پر پتھر مارا لیکن مالک حقیقی کی حکمت اور رضا مختلف تھی۔ جب طبیب نے بڑھ کر اسکی نبض دیکھی تو اعلان کیا کہ عورت مر چکی ہے مزید پتھر نہ برسائے جائیں کل اس وقت اس کو دفن کر دیا جائے۔ قبرستان لے جانے کی بجائے اس بدطینت عورت کو اسی جنگل کے ایک کونے میں دفن کر دیا جائے دیور اور اُس کے اوباش ساتھیوں نے تو اس غرض سے یہ کاروائی کا ارتکاب کیا تھا کہ شاید قاضی شہر اسے شہر بدر کر دے گا لیکن اس بھیانک انجام کی اُنہیں توقع ہرگز نہ تھی سب کے ضمیر انہیں طعن ملامت کر رہے تھے وہ ایک دوسرے سے آنکھیں ملانے سے قاصر تھے۔

اگلی رات کے قریب وہاں سے ایک قافلے کا گزر ہوا جنہوں نے نہایت نحیف آواز میں ایک عورت کو پانی مانگتے سنا۔ میر کارواں نے رکنے کا حکم دیا اور چند غلاموں کی معیت میں وہاں پہنچا اور ایک عورت کو پتھروں میں وہاں پایا۔ چہرہ اُس کا زخمی تھا لیکن پتھروں کے ڈھیر سے باہر تھا جب قافلے والوں نے پتھر ہٹائے تو تمام بدن زخموں سے چور چور تھا۔ اُسے پانی پلایا اور ایک اونٹ کے پودے میں آرام سے لٹا دیا اور قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔ صبح کاذب کو وہ کہیں ستانے کیلئے رکے مضروبہ عورت کے تمام زخم قافلے کی عورتوں نے دھوئے مرہم پٹی کی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر عازم سفر ہوئے۔ چند روز کے بعد قافلہ منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ میر کارواں نے اس بدنصیب عورت کی روئیداد دلخراش سنی اور اُس دردمند انسان کا دل پکار پکار کر زخمی عورت کی کہانی کی تائید کرتا جا رہا تھا کہ یہ نیک طینت عورت سچ بول رہی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اوصاف حمیدہ اور حسن سے نوازا تھا کہ مسلمان بھی کافر ہو جائے۔ اس ستم رسیدہ عورت سے کہا ''اب تم محفوظ ہاتھوں میں ہو یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی میرا ایک ہی بچہ ہے اسکی دیکھ بھال اب تمہاری ذمہ داری ہے اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا تکلف مانگ لینا تم لونڈی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک آزاد فرد کی حیثیت سے رہو گی۔''

میر کارواں کا ایک حبشی غلام اس پر فریفتہ ہو گیا اور اُس مظلوم عورت سے کہنے لگا ''میرے ساتھ شادی کر لو دونوں کی گزر بسر بہترین طریقہ سے ہوگی۔''

عورت نے کہا ''یہ خیال دل سے نکال دو چونکہ میں شادی شدہ ہوں اور خاوند بقید حیات ہے تقدیر کا کھیل ہے کہ وہ آج کل حج پر ہے۔ اب اس دنیا میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اس لئے کسی ناخوشگوار حرکت سے باز رہو۔''

حبشی نے اس کو دلیل دی کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اُس کا خاوند زندہ ہے جبکہ ایک عرصہ سے اُسے خاوند کی کوئی اطلاع نہیں ملی تو ایسی صورت میں تمہارا نکاح میرے ساتھ جائز ہے۔ ایک دن جب وہ دکھیاری عورت قریبی جھاڑیوں میں رفع حاجت کیلئے گئی ہوئی تھی تو حبشی نے اس سے دست درازی کرنا چاہی لیکن وہ قطعی راغب نہ ہوئی اور بھاگ کر خیمہ میں آ گئی حبشی غلام بھی اُس کے پیچھے ہی آن پہنچا اور اس عورت سے کہا ''تم نے میری بات نہ مان کر اچھا نہیں کیا اب انکار کے انجام کو دیکھو۔''

ایک رات وہ امیر کے خیمہ میں دبے پاؤں ایک خنجر لئے داخل ہو گیا سب سو رہے تھے لہذا اُس ظالم حبشی نے میر کے بچے کا ایک ہی وار میں کام تمام کیا۔ گلا کاٹ دیا۔

دوسرے دن اس ظالمانہ وقوعہ سے فضا سوگوار ہوئی اور اس دلخراش سانحہ پر امیر اور اُسکی بیوی رو رو کر غم سے نڈھال ہو رہے تھے۔ سارا خیمہ اس اکلوتے بیٹے کے والدین کے غم میں شریک تھا ہر کوئی انتقامی کاروائی کا متقاضی تھا اس معصوم مقتول کا بدلہ لینے کی ترغیب دے رہا تھا اور قاتل کی تلاش سرگرمی سے جاری ہوئی۔

حبشی غلام نے پہلے سے ہی مالکن کو اُس ستم رسیدہ عورت کے خلاف بھڑکایا اور ورغلایا ہوا تھا۔ مالکن اُس مظلوم اور نہایت

Marfat.com

حسین عورت سے حسد کرتی۔ اُسے اندیشہ لاحق ہو چکا تھا کہ مبادا اُس کا خاوند اُسے نکاح میں نہ لے آئے۔ وہ اس غم میں گھلی جا رہی تھی کہ اس حسین عورت کے تعلقات استوار ہو چکے ہیں اور اس کی شہ پر ہی حبشی غلام نے اس نازنین سے مراسم بڑھانے کی کوشش کی ہوگی۔ حبشی نے مالکن کو آگاہ کیا کہ اُسے قاتل کا بخوبی علم ہے کسی ایک بہی خواہ عزیز نے ترغیب دی کہ ہر خیمہ کی تلاشی لی جائے ممکن ہے آلۂ قتل برآمد ہو جائے۔ اب جب اس ستم رسیدہ عورت کے خیمہ کی تلاشی لی گئی تو آلۂ قتل برآمد ہو گیا۔ یہ کام حبشی نے بدنیتی سے کیا اور خنجر اس بے سہارا عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ پھر کیا تھا سارے قافلے نے سزا دینے کی تجویز پیش کر دی چونکہ میر کارواں کا بیٹا قتل ہو چکا تھا اور وہ اس حقیقت سے واقف تھا کہ یہ قتل اس عورت نے ہرگز نہیں کیا البتہ اس عورت کو بلاوجہ موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے اور اس بیچاری سے سر تھوپنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ ہر چند اُس کی بیوی نے اپنے بیٹے کے خون کی سزا اس عورت کو دلوانی چاہی مگر اس دانشمند میر کارواں نے صرف یہ کیا کہ دیگر قافلے والوں اور بیوی کے اصرار پر اُسے اپنے ہاں مزید ٹھہرنے کی اجازت نہ دی۔ یہ ممکن تھا اس نے ... والوں کے بہکانے پر کیا ہو ورنہ اس نے دلیل دی کہ ایک ہی وارث بچہ کا قاتل اس عورت کا ممکن نہیں۔ پھر آلۂ قتل اپنے سرہانے نیچے رکھنا ثبوت کے طور پر کہاں کی دانشمندی ہے۔ یہ کارروائی کسی اور نے کی ہے لہٰذا شک کی بنا پر وہ اس عورت کو ساتھ نہیں رکھ سکتا۔

میر کارواں نے اُس مظلوم عورت کو بلایا اور کہا، "میں جانتا ہوں کہ میرے بیٹے کا قتل تمہارے ہاتھوں نہیں ہوا۔"

عورت نے جواباً بتایا کہ "میں تو اُسے ماں سے بڑھ کر پیار کرتی تھی کیونکہ آپ میرے محسن ہیں۔ جہاں بے سہارا عورت تھی آپ نے مجھ مظلوم کو دوبارہ زندگی سے ہمکنار کیا لہٰذا میرے پاس اس معصوم کو بے دردی سے قتل کرنے کا کیا جواز ہے؟"

میر کارواں نے کہا، "میں سمجھتا ہوں کہ اب شہر نزدیک ہے وہاں چلی جاؤ محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالو۔ یہ زادِ راہ لیتی جاؤ۔ یہ رقم ہے اسے بھی دے رہا ہوں کہ مصیبت کے وقت تمہارے کام آئے۔"

وہ شہر میں رہائش مکان ڈھونڈنے میں سرگرداں تھی کہ اس ستم رسیدہ عورت نے دیکھا کہ چند سپاہی ایک ادھیڑ عمر کے شخص کو گرفتار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ چند افراد کے دریافت کرنے پر پتہ چلا یہ گاؤں کا مکھیا ہے حکومت کا مالیہ جو اس نے کسانوں سے وصول کر رکھا تھا ہضم کر گیا ہے جس کی پاداش میں جیل میں بند کرنے کیلئے لے جایا جا رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی اس کے بدلے میں حکومت کو رقم ادا کر دے تو رہا کیا جا سکتا ہے۔

اس دیارِ غیر میں بے سہارا نیک طینت عورت نے معلوم کرنا چاہا کہ اس کے ذمہ کتنی رقم واجب الادا ہے تو پتہ چلا کہ چار سو اشرفیاں۔ اس عورت نے بلا تامل مطلوبہ رقم خود سے حکومت کے اہلکاروں کو دے دی اور وہ ستم رسیدہ شخص رہا کر دیا گیا۔ وہ بہت ممنون ہو کر کہنے لگا، "تم میری حقیقی بیٹی ہو جس نے مجھ پر احسان کیا ہے جبکہ میرے حقیقی بیٹے اپنے مصیبت زدہ باپ کا ساتھ چھوڑ گئے تم نے میری مدد کی۔" لہٰذا وہ باپ بیٹی کی حیثیت سے اکٹھے رہنے لگے۔

دن گزر رہے تھے کہ شہر میں منادی کرا دی گئی کہ کوئی شخص اپنی جان کے صلے میں 5000 اشرفیاں لے لے۔ دراصل جہاز سمندر کی ہواؤں سے بہہ کر ریت میں دھنس گیا ہے ایک نجومی نے کہا ہے کہ جب تک ایک انسان کی قربانی اور خون جہاز کے آگے نہیں بہایا جائیگا جہاز نہیں نکل سکیگا۔

نمبردار (مکھیا) نے جب 5000 اشرفیوں کے حصول کو ممکن پایا تو لالچ کے زیر اثر اسے خیال آیا کہ میں اس لڑکی کو کہاں تک کھلاؤں پلاؤں گا یہ تو اب ممکن نہیں کیوں نہ اسے فروخت کر دیا جائے لہٰذا دھوکے سے اپنی منہ بولی بیٹی کو جہاز پر لے گیا اور تاجروں سے 5000 اشرفیاں وصول کر کے ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب اس ستم رسیدہ عورت پر انکشاف ہوا تو خدا سے شکوہ کناں ہوئی "یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس شخص پر اس نے احسان کیا ہو وہ بدی میں بدلہ دے۔" بہرحال جب معلوم ہوا کہ اسے صبح کے وقت بھینٹ چڑھایا جائیگا تاکہ پھنسا ہوا جہاز ریت سے نکل سکے عورت ذہین اور سمجھدار تھی اس نے کہا، "آپ سب کا مقصد جہاز کو ریت سے باہر نکالنا ہے یہ کام میری جان لئے بغیر بھی ممکن ہے۔" یہ سن کر سب ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے کہ یہ کس طرح ممکن ہے؟

دوسری صبح قربانی کے وقت اس نے جہاز کے کپتان سے ایک تیز دھار خنجر طلب کیا اور اپنی ایک انگلی پر چیرا کر چند قطرے خون کے جہاز کے آگے ٹپکائے۔ پھر کیا تھا قدرت کاملہ نے آندھی چلا دی اور ایک جھٹکے سے جہاز ریت سے باہر نکل گیا اور سمندری

Marfat.com

پاؤں میں ٹپکوائے جانے کا سب انگشت بدنداں رہ گئے کہ یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ اس عورت کی جان بھی بچ گئی اور چند قطرے خون کے بدلے میں جہاز سمندر میں رواں دواں ہو گیا۔ جہاز کے کپتان نے فیصلہ کیا کہ اس عورت کو ساتھ ہی لے چلیں۔ کہیں دیگر موقع پر بھی جہاز پھنس سکتا ہے۔ اس شخص نے تو رقم وصول کر لی ہے لہذا عورت پر کوئی استحقاق نہ رہا ہے۔

جہاز بندرگاہ سے ضروری سامان لے چکنے کے بعد سمندر میں رواں دواں ہو گیا دو چار دن بعد جب کپتان نے حسین عورت کا چہرہ غور سے دیکھا تو دنگ رہ گیا کہ اتنی حسین عورت جو اس کی زرخرید ہے۔ ہر طرح کا حق اس پر ہے لہذا اس نے حکم دیا کہ آج رات اس کے بستر کی زینت بنے اور پہلو گرم کرے۔ جس پر اس حسین اور ستم رسیدہ عورت نے قطعی انکار کر دیا۔ وہ بدبخت کپتان انکار سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور آگے بڑھ کر اس مظلوم عورت کے سر سے چادر کھینچ کر اتار دی اور بے بس عورت کو سینے سے لگا لیا۔ کہاں ایک مصیبت زدہ عورت اور کہاں ایک تنومند جوان کپتان پھر اس نے بغل پھاڑ ڈالی اور جب اس درندہ صفت کپتان نے سرخ و سفید چھاتیوں پر نگاہ کی تو شہوت کی فراوانی سے پاگل ہو کر دست درازی پر اتر آیا تو اس پاکباز اور دانشمند عورت نے نہایت حکمت عملی سے کہا کہ وہ آرام سے رہے اور پاگل نہ بنے وہ اس کی بات مان لے گی اور ہر طرح سے ہمیشہ اس کی خوشنودی کیلئے تصرف میں رہیگی۔ شرط صرف یہ ہے کہ عمل سے پہلے غسل کی اجازت دے لہذا اس خوش فہمی میں کپتان یہ شرط مان گیا کہ اچھا ہے اس حسین عورت کی رضا مندی سے یہ عمل لطف اندوزی کا سبب بنے گا۔

اس عورت نے غسل کی نیت کی اور نفل تو نہ پڑھ سکی بلکہ باری تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوئی "یا الٰہی اب اس بے بسی کے عالم میں میری عزت و ناموس خطرے میں ہے اگر اب تو نے میری عزت نہ بچائی تو میں تمہیں خدا ماننے سے انکار کر دوں گی اور ساری دنیا میں تیرے خلاف پرچار کرتی رہوں گی۔"

خدا تعالیٰ کی رحمت جلال میں آ گئی اتنی شدت سے سمندر میں طوفان آیا کہ جہاز تلاطم خیز موجوں میں کھلونے کی طرح ڈولنے لگا اور جہاز ران کوشش بسیار کے باوجود جہاز کو سنبھالتے ہوئے سمندر کی لہروں کی نذر ہو گئے۔ جب جہاز میں چند سوراخ ہوئے تو باقی سب پانی میں ڈوب مرے البتہ ایک یہی عورت اکیلی بچ گئی اب قدرت خداوندی دیکھیے کہ ایسے رخ کی ہوا چلی کہ جہاز سمندر کے کنارے لگ گیا۔ زندگی کے تلخ تجربات کی بنا پر حسین عورت نے تدبر سے مردانہ لباس میں پوشیدہ رہنے میں عافیت خیال کی۔ سر پر پگڑی جیسے پٹکا باندھ لیا اور نقاب سے آدھا چہرہ مردانہ انداز میں ڈھانپ لیا۔

جہاز کنارے لگا تو عوام الناس نے دیکھا کہ اس قدر طوفان سے ایک اکیلا عربی النسل "جوان" جہاز کو بچا کر یہاں تک لے آیا۔ وہ دنگ رہ گئے لوگ اس قدر مرعوب ہوئے کہ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی شہر کا حاکم بہ نفس نفیس بھاگا چلا آیا اس نے عربی جوان کی مہارت اور بہادری پر ہاتھ ملایا تعریف کی اور پوچھا "اے جوان بتاؤ کہ تمہارے پاس تجارت کی کون کون سی اشیاء ہیں؟"

مردانہ روپ میں اس عورت کو کیا خبر کہ جہاز میں کیا کچھ ہے اور مہارت کے سوال پر وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکی۔ البتہ تدبر سے کہا کہ جہاز میں نہایت قیمتی سامان موجود ہے جبکہ میں طوفان میں گھرے جہاز کو چلاتے چلاتے تھک گیا ہوں لہذا جہاز بمعہ سامان آپ کی نذر کرتا ہوں۔ چونکہ میں اب تجارت کے پیشہ سے ہی دست کش ہو چکا ہوں اور دراصل پیشہ کے لحاظ سے حکیم ہوں تجارت کا پیشہ مجھے راس نہ آیا اور نہ ہی سمندر کی لہروں سے کھیلنا چاہتا ہوں۔ اگر مجھے ایک ہسپتال شہر میں بنوا دیا جائے تو مناسب ہے کہ بقیہ زندگی عوام الناس کی خدمت، لاغر اور معذور انسانوں کی فلاح اور علاج معالجہ میں بسر کروں۔

حاکم کو کیا چاہیے تھا ایک تو جہاز کا قیمتی سامان اور پھر جہاز مفت میں ہاتھ آ رہا تھا علاوہ ازیں ایک حکیم کی مفت خدمات۔ اس نے بلا تامل حامی بھر لی اور ایک شاندار ہسپتال نہایت سرعت سے تعمیر کروا دیا۔

اس عربی النسل کے بھیس میں مدبر اور ستم رسیدہ عورت نے بذریعہ انٹرویو چند حکماء اور دیگر سٹاف کو ہسپتال چلانے پر مامور کر دیا۔ اب کیا تھا سارے گردونواح کے علاقہ جات میں اس ہسپتال کی دھوم مچ گئی۔ اس سے پہلے جہاں کوئی علاج معالجہ کا انتظام نہ تھا وہاں مریضوں کو علاج معالجہ کی سہولیات میسر ہو گئیں۔ خاص اور پیچیدہ بیماریوں کا علاج بڑے "حکیم صاحب" (وہ عورت) خود کیا

Marfat.com

کرتے۔ اُن کے پاس عجیب وغریب مریض مثلاً جن کو زہر، تپ دق، اور تشنج وغیرہ لاحق ہوتا، آتے تو ان کے ہاتھوں شفایاب ہوتے

یہ مرد کے بھیس میں عورت ہمیشہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتی "مریضوں کو جو بھی دوا دی جائے تو ہی شفا دینے والا ہے میری عزت اور بھرم بحال رہے اور میں تیرے کرم کی دعا کرتی ہوں۔" اس دعا کے دوران مریضوں کو چند پڑیاں دیتی جن سے مریض شفایاب ہو جاتے جبکہ دیگر عملہ بھی ان خدمات میں پیش پیش تھا۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے اس ہسپتال کی شہرت دیگر ممالک میں بھی ہو گئی ان ممالک سے بھی مریض آتے اور شفایاب ہو کر واپس اپنے وطن لوٹ جاتے۔

خرم حج کی سعادت کے بعد واپس لوٹا تو اپنے بھائی کو رعشہ اور جوڑوں کے درد میں مبتلا پایا بیوی کے بارے میں بھائی سے پوچھا تو اُس نابکار نے اُسی کہانی اور سزا کے حوالے سے بات سنا دی۔ مزید بتایا کہ دوسرے روز جب اس کو دفن کرنے کی غرض سے جہاں وہ سنگسار کی گئی تھی، پہنچے تو اس بدکار عورت کو غائب پایا خدا جانے آسمان نے اوپر اٹھا لی۔ یا زمین نگل گئی چونکہ سنگسار کرنے کے عمل کے بعد طبیب نے موت کو یقینی بتایا تھا موت کی تصدیق اور اعلان کر دیا تھا۔

یہ حالات سن کر خرم نہایت دل گرفتہ اور پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اُس کی بیوی تو نہایت پاکباز اور وفادار قسم کی عورت تھی اس کے گھر سے نکلتے ہی یہ سب کچھ کیسے رونما ہو گیا۔ "میری پاکباز بیوی پر بدچلنی کا الزام" شرم کے باعث بات نہ کرتا۔ بات کرنے پر اپنی پیشانی پر مزید داغ لگیں گے۔ اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ باپ کی وصیت کے پیش نظر کہ باپ نے چھوٹے بھائی کی پرورش اور دیکھ بھال کرنا اُس نے اپنے بھائی کا علاج معالجہ حسب مقدور کرایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا مایوسی کے عالم میں مذکورہ ہسپتال سے شہرت سے بھائی کے علاج معالجہ کی ترغیب پر زور انداز میں دی جو پہنچی تھی وہ لیکر امام رضا کے روضے مبارک پر حاضر ہو گیا اور بھائی کی شفایابی کیلئے دعا گو ہوا۔

ازاں بعد بھائی کو ساتھ لیکر اسی ہسپتال کو رجوع کیا ابھی چند کوس فاصلہ طے کیا تھا کہ اُس نے ایک بوڑھے کو موذی مرض میں مبتلا پایا جس کی بیوی مریض خاوند کے سرہانے اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی اس سے ازراہ ہمدردی اس نے دریافت کیا کہ موذی مرض بوڑھے کو کیسے لاحق ہو گیا؟" اس کی گریہ کناں بیوی نے بتایا "اس شخص کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت عورت نے احسان کیا تھا مگر اس شخص نے لالچ میں آ کر اپنی محسنہ نیک طینت عورت کو بیچ ڈالا لہٰذا اس دن سے یہ شخص اس لاعلاج مرض میں مبتلا ہے جو رقم اس نے لڑکی کو فروخت کر کے حاصل کی تمام رقم اس کی بیماری پر علاج معالجہ میں اٹھ چکی ہے اور بے مروت انسان کی بیماری بڑھتی چلی جا رہی ہے۔"

خرم نے مشورہ دیا "میں اپنے بھائی کو اس مشہور ہسپتال میں علاج معالجہ کیلئے لے جا رہا ہوں اگر آپ بھی میرے ہمراہ چلیں تو مجھے یقین ہے کہ شفایاب ہو جائیگا۔" لہٰذا بڑھیا اس کو غیبی امداد جان کر اپنا سارا زیور بازار بیچ آئی اور زادِ راہ کا سامان کر کے خرم کے ساتھ اپنے بیمار خاوند کو لیکر چل دی۔

یہ قافلہ وسیع صحرا سے گزر رہا تھا کہ ایک خیمہ گاہ کے قریب ان کو گزرا ہوا جہاں سے چیخ و پکار کی آواز سنائی دی پتہ چلا کہ میر کارواں کا حبشی غلام پاگل ہو گیا ہے اور وہ دیوانگی کے عالم میں ریت منہ میں بھر لیتا ہے ازاں بعد کوئی وزنی چیز اٹھا کر اپنے سر پر مار لیتا ہے۔ میر نے بتایا "متعدد بار خودکشی کی کوشش سے دو چار حبشی کو زنجیروں سے باندھ دیا گیا ہے کہ خودکشی کے اقدام سے باز رہے ماجرہ کچھ یوں ہے کہ میرا قافلہ ایک دن خرم شہر (تہران) کے قریب سے گزر رہا تھا کہ دوران سفر ایک عورت کے کراہنے کی آواز سنائی دی جو پانی مانگ رہی تھی جب قریب ہوئے تو ایک عورت کو جو بظاہر سنگسار کیا گیا تھا پایا لیکن وہ زندہ تھی ہم نے اس کو مضروب حالت میں پتھروں کے ڈھیر سے نکالا۔ مرہم پٹی کی اور قافلہ کے ساتھ لے آئے۔ اس نابکار حبشی کی نیت میں فتور آ گیا اور اس مظلوم عورت کو بری نظر سے دیکھنا شروع کر دیا اس عورت کو شادی پر مجبور کیا لیکن وہ نیک اطوار عورت نہ مانی کیونکہ اس کو یقین تھا کہ حج کی سعادت سے بعد اس کا خاوند واپس لوٹ آئیگا اور وہ زندہ ہے۔ اسی دوران کسی نے میرے چھوٹے بچہ کا گلا کاٹ دیا اور خنجر آلودہ اس ستم رسیدہ اور نیک طینت عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ عورت نیک نیتی سے میرے معصوم بچہ کی دیکھ بھال کرتی اور مجھے اپنا محسن خیال کرتی ہے۔ خنجر برآمد ہونے پر اس عورت کو سزا دینے کا مشورہ برادری والوں اور میرے بہی خواہوں نے دیا لیکن میں نہ مانا لہٰذا اس

Marfat.com

معین الدین ہے میں بغداد کے روسا میں سے ہوں۔ دجلہ کے کنارے میرا ایک عالیشان محل جسکی سیڑھیاں دریائے دجلہ میں اترتی ہیں اور رحمانا میرے بہی گھر سے آتا ہے۔ تمہاری کوئی آرزو ہے تو بتلاؤ میں تمہاری مدد کرونگا۔''

''میں مسجد میں کب تک پڑا رہونگا۔ اگر آپ مہربانی کریں تو مجھے واپس شیراز جانے کیلئے کسی قافلے کے ساتھ بھیج دیں اور سفر زادِ راہ عنایت فرمائیں وہاں شیراز میں مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی وہاں میرے کافی قدردان موجود ہیں۔'' سلیم نے جواب دیا۔

''ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ بیٹی سب سے بڑی جسکی میں نے ایک بڑے امیرزادے سے شادی کردی تھی۔ ان کی بن نہ آئی اور میری بیٹی کو طلاق ہوگئی۔ بیٹی کے اجڑ کر بیٹھنے سے میرے گھر کا سکون تہ و بالا ہوگیا ہے پیاری بیٹی کو غم دیکھ کر دل پاش پاش ہوجاتا ہے۔ اب وہی امیرزادہ اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہے۔ دوبارہ شادی کرنا چاہتا ہے لیکن میرے تم سے اتنی درخواست ہے کہ تم میری بیٹی سے ایک شام نکاح پڑھوا کر دوسری صبح طلاق دیدینا اس کے صلے میں نہ صرف تمہیں شیراز بھیجنے کا بندوبست بعد ازاں کردونگا۔ پریشانی کا مداوا کرنے کو ہر طرح سے تیار ہوں۔ کل عشاء کی نماز کے بعد میرا ملازم گھوڑا لے آئیگا تم کو بیش قیمت انعامات سے نوازے گا لہذا تم سفور کر تشریف لائیں وہاں چند معززین اور امام مسجد ہونگے جہاں تمہارا میری بیٹی سے نکاح ہوگا۔ ازاں بعد کھانا اور صبح کی نماز کے بعد تم میری بیٹی کو طلاق دوگے۔ معاً تمہاری شیراز روانگی کا اہتمام کردیا جائیگا۔''

رسم نکاح کے بعد کھانا کھانے سے فارغ ہونے پر تخلیہ میں جمشید سلیم نے معین الدین سے کہا ''میری ایک عرض ہے مسئلہ جبھی ہے اور شدید یا اجازت بھی کہ میں ایک رات اپنی بیوی کے ساتھ گزاروں۔'' معین الدین کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا کوئی دوسرا راستہ نہ ہونے کی وجہ سے مجبور تھا لہذا رضامند ہوگیا اور اپنے محل میں دونوں میاں، بیوی کو ایک کمرہ دیدیا۔

جب دولہا حجرہ عروسی میں داخل ہوا تو بیوی ورطہ حیرت سے ہکا بکا رہ گئی کہ نہایت خوبصورت مردانہ وجاہت کا شیرازی نوجوان کہ میرے پہلے خاوند کا حسن و مردانگی اس کے پاؤں کی خاک کو بھی نہ پہنچے۔ اس فریفتگی کے عالم میں حیرت کے دلنواز مجسمہ کو شیرازی نے اسلام علیکم کہا۔ ازاں بعد یوں گویا ہوا ''جس آدمی کو پہلے آپ سے غلطفہمی ہوچکی ہے کیا دوبارہ نہیں ہوسکتی؟ علاوہ ازیں مجھے دستیاب رہوں گی زبان پر ہے شاید آپ کو اور مت کو کہ خاوند کو بھی نہ ہو۔ میں شیراز کا ایک نامور گلوکار ہوں جہاں ہزاروں میرے مداح ہیں اب صبح نماز کے بعد جیسے کہ زبان دے چکا ہوں آپ کو طلاق دینے پر مجبور ہوں کل تم تو اسی محل میں رہوگی اور میں ایک مسافر کی حیثیت سے شیراز کی طرف روانہ ہوجاؤنگا۔ کاش ہم چند دن مزید اکٹھے رہتے!''

تمام رات شیرازی نے اپنے کلام سے بیوی پر سحر پھونکا اور اس مسحورکن فضا میں نہایت شائستگی سے اپنی بیوی سے پوچھا ''میرے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟''

بیوی نے پختگی لہجہ میں جواب دیا ''دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مجھے طلاق دینے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ صبح جب تم سے طلاق کا مطالبہ کیا جائے تو کہنا کہ آپ اپنی بیٹی سے رائے ضرور لیں اگر وہ طلاق لینے پر رضامند ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

صبح معین الدین اور امام صاحب کاغذ قلم وغیرہ لے کر طلاق کا تقاضہ کرنے لگے اور امام صاحب نے جمشید سے کہا ''بھائی صبح ہوچکی ہے حسب وعدہ طلاق لکھ کر دیدو۔''

جس پر اس غریب الوطن نے جواب دیا کہ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں البتہ میری بیوی مجھ سے طلاق مانگے میں بخوشی طلاق نامہ پر دستخط کئے دیتا ہوں لہذا جب امام صاحب نے معین الدین کی بیٹی سے پوچھا تو اس نے کمال حکمت عملی سے بیس دن کی مہلت مانگ لی چنانچہ انہیں رضامند ہونا ہی پڑا۔

وقت گزرتا گیا بیس دن پورے ہونے کو تھے آخری رات تھی دجلہ کے کنارے اپنے محل کی سیڑھیوں پر بیٹھے جمشید سلیم نے جدائی کے احساس سے نہایت پُردرد آواز میں گانا شروع کردیا اور بیگم رقت انگیز فضا میں گریہ کناں رہی۔ چاندنی رات تھی قریباً آدھی رات کا عمل تھا ہارون الرشید خلیفہ وقت اور اس کے اہلخانہ ایک بجرہ (کشتی) میں دریا کی سیر سے لطف اندوز ہو رہے تھے اس دوران نہایت دلسوز آواز میں بیت خلیفہ وقت کی سماعت سے ٹکرائے اور متاثر کن ثابت ہونے پر ملاح کو حکم ہوا کہ جہاں سے یہ دلخراش آواز آرہی ہے کشتی ادھر ہی لے چلو۔ یہ کوئی بہت ہی دکھیارا معلوم ہوتا ہے نیم شب نجانے کون کسی مصیبت میں دوچار ہے۔

Marfat.com

جب بجرہ محل کی سیڑھیوں سے آلگا جہاں سے گانے کی دردبھری آواز آرہی تھی خلیفہ وقت بجرہ سے اتر آیا اور چند ایک سیڑھیاں چڑھ کر دیکھتا کیا ہے کہ ایک نہایت خوبصورت غم زدہ لڑکی اپنے حال میں مست دنیا و مافیہا سے بے خبر آنکھیں موند کر اس کی گود میں سر رکھا ہوا ہے جبکہ لڑکا پرسوز آواز میں گیت گائے جا رہا ہے۔ خلیفہ وقت نے غم سے نڈھال اور رنجور لڑکے کا بازو پکڑ کر ہلایا۔ اس سے اس غمزدہ غریب الوطن لڑکے نے آنکھیں کھول دیں تو اپنے سامنے ایک تومند نہایت وجیہہ اور خوبصورت بارعب چہرے والے آدمی کو کھڑے پایا۔ اب لڑکی بھی بیدار ہو چکی تھی یکلخت سناٹا چھا گیا تو خلیفہ وقت نے نہایت شفیق لہجہ میں پوچھا:

''بیٹا کیا بات ہے اتنے عالیشان محل میں اتنا دکھیا انسان! آخر بات کیا ہے ؟''

جمشید سیم نے عرض کیا ''میں بغداد سے نوے کوس دور لٹنے والے کارواں کا ایک مسافر ہوں۔'' ازاں بعد اپنی تمام روداد غم بیان کر دی۔

خلیفہ وقت نے تشفی آمیز لہجہ میں فرمایا ''بیٹا فکر کی کوئی بات نہیں دنیا کی کوئی طاقت تمہیں طلاق دینے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ اب آرام سے سو جاؤ صبح سب ٹھیک ہو جائیگا۔''

دونوں حیرت زدہ ایک بارعب اور وجیہہ انسان کو سیڑھیوں سے اتر کر بجرہ میں بیٹھے دیکھتے رہے اور دیکھتے ہی دیکھتے بجرہ دریا کی لہروں سے ہمکنار اس پار رواں دواں ہو گیا۔ ''جمشید یہ تو شاہی کشتی تھی۔ شاید خلیفہ وقت ہی ہم سے مخاطب تھے۔''

صبح کاذب کے وقت ایک شیرازی (ایران کا رہنے والا) نو اونٹوں کی قطار کی مہار تھامے جن پر بہت قسم کی شیرازی مصنوعات بار کی ہوئی تھیں، معین الدین کے گھر کا پتہ پوچھتا پھرتا۔ جب وہ محل کے دروازے پر پہنچا تو دربان سے کہا ''میں معین الدین سے ملنا چاہتا ہوں۔'' ملازم نے اندر اطلاع کر دی۔

معین الدین باہر چلا آیا جس کو شیرازی مسافر نے ادب سے سلام کیا اور دو رقعہ جات نہایت اہتمام سے رکھے ہوئے معین الدین کے حوالے کئے۔ ایک رقعہ پر معین الدین رئیس اعظم بغداد کا نام اور دوسرے رقعہ پر خلیفہ وقت ہارون الرشید کی طرف سے لکھا ہوا تھا۔ معین الدین نے اپنے نام والا رقعہ تو پڑھ لیا مگر دوسرا رقعہ یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ یہ تو خلیفہ وقت کے نام ہے مجھے اس کو پڑھنے کا مجاز نہیں ہے۔ میری بساط سے باہر ہے کہ اس رقعہ کو کھولنے کی جسارت کروں۔ معین الدین کے رقعہ پر تحریر تھا ''بھائی معین الدین صاحب میں ناچیز یہ شیراز کے چند تحائف اپنی بہو کیلئے بھیج رہا ہوں میں آپ کا مشکور ممنون ہوں کہ آپ نے میرے فرزند کو اپنی فرزندی سے نوازا اور میرے دوست خلیفہ وقت ہارون الرشید کے نام عریضہ بھیج رہا ہوں کہ وہ میرے بیٹے کا خیال رکھتے تاکہ اسے کسی قسم کی بغداد میں تکلیف نہ ہونے پائے۔'' یہ رقعہ پڑھتے ہوئے معین الدین کے ہاتھوں میں لرزش پیدا ہو گئی اور رقعہ زمین پر گر گیا کہ جمشید سیم اسقدر عظیم باپ کا بیٹا ہے اب جمشید سیم سے طلاق کا تقاضہ کرنے کی تاب نہیں، نہ ہی میری بیٹی رضامند ہوں چھوتی کی، اب خلیفہ وقت سے ملاقات سب سے مقدم ہے۔

اونٹوں کو تو معین الدین کے اصطبل میں باندھ دیا گیا اور مصنوعات شیرازی کو محل میں قرینے سے اندر رکھ دیا گیا۔ یہ تینوں اشخاص جمشید سیم، معین الدین اور نو وارد شیرازی خلیفہ وقت کے دربار عالیہ میں حاضر ہوئے۔ شیرازی نے نہایت ادب و انداز میں جھک کر رقعہ پیش کر دیا۔ خلیفہ وقت نے پڑھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''دیکھو جمشید تم تو میرے قریبی دوست کے بیٹے ہو اور معین الدین تم نے اس پر مسرت شادی کی تقریب میں شمولیت کیلئے مجھے اطلاع نہ دے کر بالخصوص کہ جمشید میرے عزیز ترین دوست کا بیٹا ہے، دل دکھایا ہے۔''

ازاں بعد معین الدین نے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور خلیفہ وقت ہارون الرشید نے جمشید سیم کو اپنے درباریوں میں شمولیت سے سرفراز کر دیا۔

خلیفہ عبدالرحمن کے قاتلوں کا انجام

بغداد کے خلیفہ عبدالرحمن کا وقت امن و امان اور عادلانہ طرز عمل کی وجہ سے شہرہ آفاق دور سلطنت مسلمہ تھا جس کے ساتھ

Marfat.com

ولی زیادتی ہوتی فوراً انصاف مہیا کیا جاتا اور ظالم کو کیفر کردار تک پہنچایا جاتا۔ ساری رعایا خلیفہ وقت سے خوش تھی ہر کوئی اپنا کام کاروبار بے فکری اور کامل یکسوئی سے کرتا اور بلا خوف و خطر نظام سلطنت نہایت خوش اسلوبی سے چلایا جا رہا تھا۔ گردونواح کی سلطنتوں کے سربراہ حیرت زدہ تھے کہ خلیفہ بغداد یہ قابل رشک حکومت عملی کیسے سرانجام دے رہا ہے۔

بغداد میں ایک شاہی طبیب حکیم عبدالمالک نامی جو شاہی علاج معالجہ کے علاوہ شاہی دستر خوان کا کھانا بھی چیک کرنے پر مامور تھے۔ ایک دن مجلس شوریٰ کے سربراہ غلام معین الدین نے عبدالمالک کو کھانے پر مدعو کیا اور وہ نازاں و فرحاں پہنچ گئے۔ پر تکلف دعوت کرانے کے بعد حکیم صاحب نے دریافت فرمایا کہ دعوت تو خوش اسلوبی سے ہو گئی اس ناچیز کے لائق کوئی خدمت ؟

سربراہ شوریٰ نے کہا: "میں آپ کی رہائش گاہ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ غیر ارادی طور پر آپ کے مکان پر نظر پڑ گئی۔ نہایت بوسیدہ اور خستہ حالت میں دیکھ کر دل رفتہ ہو گیا اگر آپ محسوس نہ کریں تو یہ پانچ سو اشرفیاں قبول فرمائیں اور مکان کی مرمت کروا دیں تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چلے کہ شاہی حکیم کی رہائش گاہ ہے۔"

حکیم صاحب نے اشرفیوں کی تھیلی قبول کر لی اور سارا مکان مرمت کروا دیا۔ ابھی ایک ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ پھر حکیم صاحب کو سربراہ شوریٰ کا پیغام موصول ہوا۔ سابقہ سے زیادہ پر تکلف دعوت ان کے اعزاز میں مصروف کار ہوئی اور پسندیدہ کھانوں سے شکم پری کا موقع فراہم کیا۔ جانے سے پیشتر مزید پانچ صد اشرفیوں کی تھیلی پیش کی گئی اور مدعا حکم صادر ہوا کہ یہ اشرفیاں قبول فرمائیں اور اپنی جوان بیٹی کی شادی خانہ آبادی کے فرائض سے سبکدوش ہو جائیں۔ حکیم صاحب نہایت ممنون ہوئے اور لوٹ آئے۔ بیٹی کی شادی پر سربراہ شوریٰ کو بھی مدعو کیا اور تخلیہ میں عرض کی: "آپ نے مجھ ناچیز پر عنایات کی بارش کر دی ہے۔ کار لائقہ سے یاد فرمائیں تاکہ [illegible] عنایت قدر [illegible] ہو سکے۔"

سربراہ شوریٰ نے تمام ریزگی کے دوران کہا: "آپ کے دیکھنے بھالنے اگر اس ہفتہ وقت نکال سکو تو میرے محل میں آنا۔" جب حکیم صاحب وہاں پہنچے تو انہوں نے کہا: "دربار کے وجہ کے تنازعے جو ہو رہے ہیں واقعہ ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو عطا کیا جائے تاکہ آپ کی نسل خوش و خرم اور سکھ چین کے علاوہ شان و شوکت میں رہ سکے مگر اس میں رکاوٹ ہے کہ خلیفہ وقت نہ مانیں گے جس کا حل بھی آپ کے پاس ہے اگر خوراک میں خلیفہ وقت کو کوئی ایسا زہر دیا جا سکے جس کی شناخت نہ ہو سکے۔ تو پھر کیا ہے خلیفہ زندگی کے دن پورے ہوتے ہی میں عنان حکومت سنبھال سکوں گا چونکہ ولیعہد ہنوز کم سن ہے سن بلوغت کو آنے تک ہم صورت حال سنبھال لیں گے اور اس کا مقام بھی ہے کہ اس کو خلافت دی جائے گی یا نہیں۔" الوداع کہتے ہوئے پھر پانچ سو اشرفیوں کی تھیلی ہاتھ میں دی۔

حکیم صاحب لالچ میں آ گئے۔ جملہ حقوق محفوظ رکھتے تھے فرمایا: "یہ تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ایسا زہر دوں گا کہ خلیفہ چار پانچ ماہ بعد ہی اس جہان فانی سے رخصت ہو جائیں گے۔" چنانچہ کھانے یا مشروب میں نہایت غیر محسوس طریقہ عمل سے خلیفہ کو زہر دیا گیا جس کے اثرات ہاتھ پاؤں پر ظاہر ہونے لگے ہوئے جب حکیم صاحب نے مزید علاج معالجہ کیا تو اس علاج کے چار ماہ بعد ہی خلیفہ چل بسے۔

اب سربراہ شوریٰ نے عنان حکومت سنبھالی اور پہلی فرصت میں ہی حسب وعدہ باغ اور محل جو بنوائے گئے حکیم صاحب کے نام کر دیے۔ وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا گیا حکیم صاحب معہ اہل و عیال نہایت تزک و احتشام سے اپنی شاہی ٹھاٹ باٹھ سے زندگی سے لطف اندوز ہونے لگے۔ ولیعہد سن بلوغت کو آن پہنچا۔ مجلس شوریٰ نے اب غلام معین الدین کو کہا: "خلافت وارث کو عطا کی جائے۔" مجبوراً معین الدین کو ایسا کرنا پڑا۔

مرحوم خلیفہ کی بیوہ نے اپنے بیٹے کی لائق ترین اتالیق سے تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا تھا۔ ریاستی امور کے تناسب سے فنی صلاحیتوں سے بھی ہمکنار کیا۔ جب ولیعہد خلافت کی مسند پر حلف لیکر متمکن ہوا تو ماں نے اسے اپنے کمرے میں طلب کیا اور کہا: "اب ساری رعایا تمہاری اطاعت میں ہے ایسے طرز عمل اختیار کرنا کہ تمہارے سامنے کوئی دم نہ مار سکے اور فریادیوں کی دادرسی کرنا یہی وطیرہ تمہارے باپ کا بھی تھا اور ہاں اب میں بھی تمہارے سامنے فریادی ہوں کہ میرا خاوند یعنی تمہارا باپ کوئی طبعی موت نہیں مرا تھا ابتداً سے غیر محسوس طریقہ سے قتل کیا گیا قاتلوں کو پکڑو اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر دم لو۔"

Marfat.com

بیٹے نے ماں کو تسلی دی اور کہا کہ ایسے ہی ہوگا میں بھلا اپنے باپ کے قاتلوں کو کیسے معاف کر سکتا ہوں۔

اس نے عنان حکومت سنبھالتے ہی وزرا اور مجلس شوریٰ کے حضرات کی فائل طلب کی اور ان کا مطالعہ کیا۔ علاوہ ازاں بعد ازاں امرا پر نظر دوڑائی تو حکیم صاحب کی غیر معمولی ثروت اور کروفر دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ جب مزید چھان بین کی تو پتہ چلا کہ یہ عام نوعیت کا آدمی تھا اس نے میرے باپ کا علاج معالجہ بھی کیا اور کھانے پینے کی اشیا بھی یہی آدمی چیک کرنے پر مامور تھا اسے حکیم صاحب کی شخصیت مشکوک نظر آئی۔ جب اس نے دجلہ والے محل اور باغ کے متعلق چھان بین کی تو پتہ چلا کہ اس کے باپ کے مرنے کے فوراً بعد ہی حکیم صاحب کو سونپ دیئے گئے تھے۔

اس نے حکیم صاحب کو اپنے دربار میں بلایا اور نہایت مدبرانہ حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے مخاطب ہوا: ''میں آپ کی خدمات سے ممنون و مشکور ہوں آپ نے میرے مرحوم باپ کا علاج معالجہ کیا اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا بہرحال اب میں آپ کو دربار میں خاص مقام دینا چاہتا ہوں۔''

اس پر حکیم حکم بجا لایا اور حیثیت درباری وظیفہ جو آپ کیلئے مقرر ہوا قبول کر لیا اس طرح نوجوان خلیفہ وقت نے حکیم صاحب کو اپنے قریب کر لیا اور بعض اوقات نہایت قیمتی مشورے بھی ان سے حاصل کئے اب ہر کام میں حکیم صاحب کا عمل دخل ہو گیا تو خلیفہ نے محسوس کیا کہ یہ شخص نہایت لالچی اور موقع پرست ہے۔

ایک دن خلیفہ نے حکیم صاحب کو تخلیہ میں بلایا اور کہا: ''مجھے آپ سے ایک اہم مشورہ لینا ہے چونکہ آپ میرے بزرگ ہیں ہمارے محل میں ہمارا ایک عیار قسم کا رشتہ دار آتا جاتا ہے۔ ہمیں اس سے بڑی چڑ ہے اور ہم اس کا محل میں آنا جانا پسند نہیں کرتے کوئی ترکیب بتائیں کہ اس نابکار سے ہم خلاصی ہو سکے۔''

حکیم صاحب تھوڑی دیر سوچتے رہے پھر گویا ہوئے: ''آپ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں ایک شربت تیار کروں گا اس کے پینے سے وہ غیر محسوس طریقہ سے مر جائیگا لیکن شربت خوش ذائقہ ہوگا اور پیتے وقت اسے کسی قسم کا شبہ بھی نہ ہو سکے گا آپ کو اس کام کیلئے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔''

خلیفہ نے کہا: ''اگر آپ یہ کام کر دیں تو میں آپ کو توقع سے زیادہ انعام و اکرام دوں گا۔'' دو چار روز کے اندر حکیم سبز رنگ کا شربت لے کر حاضر ہو گیا اور کہا: ''دو گھونٹ شربت کے حلق سے اندر اترنے کی دیر ہوگی کہ پینے والا چل بسے گا۔''

خلیفہ وقت نے کچھ سوچا اور حکیم صاحب کی کلائی پکڑ لی اور کہا: ''بتاؤ تم نے میرے باپ کو کس نسخہ سے زہر دیا تھا؟'' حکیم صاحب نے بڑی قیل و قال اور پس و پیش کی اور کہا: ''اسی خدمت کا صلہ اسے دیا جائے۔''

خلیفہ نے کہا: ''جو شخص ہمارے عزیز کو مارنے کیلئے شربت تیار کر سکتا ہے وہ باغ اور محل کے لالچ میں ہمارے باپ کو بھی مار سکتا ہے۔ بتاؤ تمہیں کس کارگزاری کے صلے میں یہ شاہی باغ اور محل عنایت کئے گئے تھے۔ کوئی بات جھوٹی نہ ہو اور اگر اس کام میں کوئی ساتھی تھا تو اس کا نام بھی لے لو ورنہ ابھی قتل کر دیئے جاؤ گے۔''

اب ساری صورت حال واضح ہوگئی کہ شربت بنانے اور عزیز سے چھٹکارا پانے کا تو ایک بہانہ تھا یہ راز حکیم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اور لالچ نے میری آنکھوں اور ذہن کو بند کر دیا اب پورے طور سے جال میں پھنس چکا ہوں۔ جب اسے تھوڑی سی اذیت سے دو چار کیا گیا تو اس نے جرم کے ارتکاب کا اعتراف کر لیا کہ خلیفہ وقت کے باپ کو اس نے slow poisoning سے مارا تھا اور اس جرم میں اس کے ساتھ سابق سربراہ شوریٰ نظام معین الدین شامل تھے جنہوں نے یہ سارا کام کی ترغیب پیدا کیا گیا۔

''ہاں! میں سمجھ رہا ہوں تم کو مجبوراً ایسا کرنا پڑا ہوگا۔'' خلیفہ نے اظہار کیا۔

''جی حضور! میں اگر ایسا نہ کرتا تو اپنی جان گنوا بیٹھتا۔''

''تم نے اس کی خبر خلیفہ کو کیوں نہ کی؟''

''میرے بس کی بات نہ تھی میں لالچ میں اندھا ہو گیا تھا۔''

Marfat.com

خلیفۂ وقت نے اُسے اپنا بیان ضبطِ تحریر میں لانے کا حکم دیا اور ساتھ ہی دو چار جلاد قسم کے حبشی معین الدین کے محل کی طرف روانہ کر دیئے اور حکم دیا: "جہاں اور جس حالت میں بھی معین الدین ہو فوراً گرفتار کر کے محل میں حاضر کیا جائے۔"

معین الدین جب محل پہنچا تو حکیم صاحب اپنا بیان ضبطِ تحریر میں لا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر معین الدین کے اوسان خطا ہو گئے اور یوں وضاحت پیش کرنے لگا: "جو کچھ حکیم صاحب نے کہا ہے وہ سراسر غلط ہے اُس میں میرا ہاتھ نہیں ہے۔"

خلیفہ نے حکم دیا: "صبر کرو ابھی پورا بیان قلمبند ہو لینے دو پھر تم اپنی رائے پیش کرنا البتہ یاد رہے کہ میں اپنے باپ کے قاتلوں کو سزا دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

معین الدین نے سوچا کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا ہے اب بچنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ بڑی شان سے زندگی گزاری اب اُسی شان سے موت کو گلے لگاؤں گا اور سارا قصور مان لیا۔

شہر بغداد میں منادی ہوئی کہ آج فلاں چوک میں خلیفہ کے باپ خلیفۃ المسلمین کے قاتلوں کا سر تن سے جدا کر دیا جائیگا۔ لوگ مقررہ چوک میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے قاضی صاحب نے جرم پڑھ کر سنایا اور اُن کا سر قلم کرنے کی سزا تجویز کی۔ دونوں ناعاقبت اندیش رسوا ہو کر اپنے انجام کو پہنچے۔

نوجوان خلیفہ کی ماں بھی وہیں موجود تھی اُس کی ماں آگے بڑھی اور اپنے لختِ جگر کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا: "تم نے حق ادا کر دیا ہے اور میری زندگی کا ارمان پورا کر دیا ہے آج تمہاری وجہ سے تمہارے مقتول باپ کے سامنے سرخرو ہوئی۔"

خلیفہ نے حکم دیا: "ان دونوں کو رسیوں سے باندھ کر ایک ہی قبر میں دفنایا جائے تاکہ یہ دونوں قیامت کے دن ایک ہی قبر سے اُٹھائے جائیں۔"

لوگ باتیں کرتے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

بچپن کا رشتہ

قدیم زمانے میں بصرہ شہر میں ایک کھجور کا بہت بڑا باغ سہیل نامی شخص کی ملکیت تھا ادھیڑ عمر میں اللہ تعالیٰ نے اُسے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ اسی دوران ایک فقیر اُس کے در پر آیا جس کو اُس کی بیگم نے جھولی بھر کر خیرات کر دی۔ فقیر نے اُس کی گود میں چاند سا بیٹا دیکھ کر نصیحت کی: "اس بچے کی شادی نکاح چار سال کی عمر میں ہی کر دینا۔" اس عورت نے فقیر کی اس بات کا ذکر اپنے خاوند سے کر دیا۔ خاوند نے اس فقیر کی تلاش بہت کی کہ اس سربستہ راز سے یعنی نو عمری میں شادی کا عقدہ کھلے لیکن اُس فقیر درویش کو نہیں ڈھونڈ پائے۔

بچہ جب تین سال کا ہوا تو دونوں میاں بیوی اکثر اوقات بیمار رہنے لگے۔ اب اُنہیں یہی پریشانی دامنگیر ہوئی کہ وہ اس فقیر کی بات سے انحراف کرنے کے مرتکب ہو گئے ہیں اسلئے بیماری اُن دونوں کا پیچھا نہیں چھوڑتی لہٰذا ان خیالوں میں سہیل نے اپنی بیوی کو ساتھ لے کر اپنی بہن کے گاؤں ملاقات کرنے کی ٹھان لی۔ بہن کی ایک چھوٹی بچی تھی جب اُنہوں نے اپنا مدعا بیان کیا تو بہن نے برملا کہا: "بھائی صاحب یہ بچی آپ کی ہو گئی لیکن سہیل نے اپنی بہن کو مجبور کیا ان دونوں بچوں کا نکاح جلد کر دیا جائے۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا سارے بصرہ شہر میں اس امر کی منادی کروائی گئی جس پر ایک جشن کا سماں بندھ گیا۔ شادیانے بجائے گئے اور اس پُرمسرت موقع پر سہیل اور اس کی بیوی نے دل کھول کر خرچ کیا۔ سارے ارمان پورے کئے اور سب غریب غربا ہمسائیگان کو کھانا کھلایا گیا۔ دونوں بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت سہیل نے کامل یکسوئی سے کرنا شروع کر دی اور ہمہ وقت خصوصی توجہ دینے لگا۔

انسان کی سوچ محدود اور رحمتِ ربی لامحدود ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ انسان کے فہم و ادراک سے بالا ہے۔ چند سالوں بعد دونوں میاں بیوی دارِ فانی سے راہیٔ ملکِ عدم سدھار گئے۔ ان دونوں کی پرورش و تعلیم و تربیت کا بیڑہ اُن کی ایک بی بی راج نامی نوکرانی نے اٹھایا اور نگہداشت کرنے لگی۔ جب دونوں سنِ شعور و بلوغت کو پہنچے تو اس نیک دل نوکرانی نے انکشاف کیا کہ دیکھو تم لاعلمی میں ایک دوسرے کو بہن بھائی تصور کرتے ہو جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے تم دونوں میاں بیوی ہو میاں لڑکے کا نام روحیل اور بیوی لڑکی کا نام

Marfat.com

بشریٰ جن کے لئے یہ انکشاف بڑا حیران کن تھا لیکن حقائق سے انکار ممکن نہیں چنانچہ دونوں میاں، بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے۔

ایک دن روحیل کی بیوی بشریٰ نے ترغیب دی چونکہ تم جوان ہو تعلیم یافتہ ہو کسی دوسرے بڑے شہر جاؤ اور جا کر کام کاج، نوکری وغیرہ کرو اس پر روحیل نے جواب دیا "میری عدم موجودگی ہمارے درمیان کہیں پریشانی اور جدائی کا موجب نہ بن جائے۔"

بشریٰ جو نہایت سلیقہ شعار اور مدبر و وفادار قسم کی لڑکی تھی نے اپنے متفکر خاوند سے کہا "دیکھو میں تمہیں یاد میں اطمینان سے رہنے کیلئے ایک گلاب کی پنکھڑیوں اور پھولوں سے ٹوپی بنا کر دے رہی ہوں اگر یہ پتیاں مرجھا گئیں تو سمجھنا میں کسی نہ کسی مصیبت سے دوچار ہوں یا تمہیں چھوڑ کر بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہوں لیکن تسلی رکھو تم مجھے انشاء اللہ باوفا پاؤ گے۔"

جوان اور تندرست ہونے کی صورت میں روحیل کو بھی بیکار ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنا پسند نہ تھا وہ گھر سے مزدوری کرنے کے ارادے سے چل دیا البتہ پہلی رات اس نے اپنے باغ میں ہی بسر کی۔ ایک دن اور رات کے دوران ٹوپی میں سے پنکھڑیوں میں سے ایک بھی پنکھڑی نہ مرجھائی۔ پنکھڑیوں کی تروتازگی سے حیران ہوا کہ ٹوپی پھولوں سے ابھی تروتازہ ہے۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ بیوی کا یہ عمل واقعی سچا ثابت ہو رہا ہے۔ وہ آگے بڑھ گیا اور ایک شہر میں جا کر دفتر میں بطور چپڑاسی نوکری کرنے لگا کام صرف یہی تھا دفتر کے کلرکوں (بابوؤں) کو قہوہ چائے وغیرہ پلانا فائلیں ایک میز سے دوسری میز پر منتقل کرنا صبح شام دفتر کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا۔ سارے دفتر والوں کو حیرت ہوئی کہ اس ملازم نے جو گلاب کی پنکھڑیوں سے مزین ٹوپی پہن رکھی ہے کئی روز ہو گئے ٹوپی سے پھول پتیاں تروتازہ ہیں اور خلاف توقع مرجھائے نہیں جبکہ تمام دفتر ٹوپی کی خوشبو سے مہکتا رہتا ہے کیونکہ گلاب کے پھول یا پودے گردونواح میں کہیں نہیں ہیں۔ اس ٹوپی میں کوئی راز مضمر ہے۔ ایک ہیڈ کلرک نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

روحیل نے واضح کیا یہ پھول اور پنکھڑیاں اس کی بیوی نے ٹوپی میں لگائی ہیں انشاء اللہ یہ مرجھانے کی نہیں ہیں۔ یہ بات تمام شہر میں خوشبو کی طرح پھیل گئی حتیٰ کہ اس امر کی خبر حاکم شہر تک جا پہنچی جس پر اس نے اس لڑکے سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔ جب حاکم شہر سے اس انوکھے نوجوان کی ملاقات ہوئی اور لڑکے نے سارا ماجرہ سچ سچ بیان کر دیا تو وہ ورطہ حیرت میں ڈوب گیا سوچنے لگا جو کام عقل و دانش کے دائرہ کار سے حدود پھلانگ جائے وہ عقل سلیم کیسے تسلیم کر لے۔ اس انوکھے انکشاف پر حاکم شہر نے اپنے مشیر باتدبیر کو بلایا جس نے مشورہ دیا کہ آپ اس لڑکے کو اپنے محل میں ملازم رکھ لیں۔ اس کی پوری پوری نگرانی کریں اور اگر پھر بھی یہ پھول پنکھڑیاں نہ مرجھائیں تو سوچا جائیگا۔

تجویز پر عمل درآمد ہو گیا لیکن ٹوپی پر مزین پتیاں بدستور تروتازہ رہیں اس پر حاکم شہر نے کہا "یہ کام تو کسی بڑے عامل کا ہی ہو سکتا ہے۔" لہذا اس نے اپنے چیدہ وزیروں اور مشیروں سے مشورہ کیا "اس کی بیوی کے حصول کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا جائے کیونکہ ہماری الجھنوں کا بھرپور حل نکالنے کی حامل ثابت ہو سکتی ہے۔"

ایک مشیر باتدبیر نے عرض کی "حضور والا! اس عورت کو اپنی ملکہ بنائیں۔ آپ کے عقد نکاح میں آنے کے بعد یہ عورت آپ کیلئے نہایت سودمند ثابت ہوگی۔ خشیت مدد آپ احکام سے انحراف کرنے سے قاصر ہوگی۔" اس تجویز پر تمام درباری متفق ہو گئے اور حاکم شہر نے بھی اس تجویز کو قبول کر لیا۔

ادھر جب روحیل و بشریٰ سن بلوغت کو پہنچے تو اس انکشاف کے بعد کہ یہ دونوں میاں بیوی ہیں فوراً ہی مشیر خیر خواہ کی معیت کیلئے روانہ ہوئی صرف گھر میں اس وقت بشریٰ اکیلی رہ گئی جو گھر میں محنت مزدوری سے اپنی گزر اوقات کرتی اور خاوند کی موجودگی میں ادھر پڑوس والے اکیلی لڑکی کے رہن سہن پر کوئی گلہ شکوہ شکایت کا شائبہ تک نہ تھا۔

حاکم شہر نے روحیل سے باتوں باتوں میں اس کی رہائش و محل وقوع کا پتہ معلوم کر لیا اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے کے بہانے اس کی انگوٹھی بھی حاصل کر لی۔ اس انگشتری کے بدلے میں اپنی انگوٹھی جو قیمتی ہیرے سے مزین تھی اسے پہننے کو دی۔ انگوٹھی اور پتہ حاصل کرنے کے بعد ایک امیر کو جو نہایت ہوشیار اور چالاک قسم کا واقعہ ہوا تھا، روحیل کے گھر روانہ کر دیا اسے پانچ ہزار اشرفیوں کی تھیلی بھی عطا کی اور کہا، "اس لڑکی بشریٰ سے کہنا کہ یہ اشرفیاں آپ کے خاوند نامدار نے بھیجی ہیں۔"

امیر روانہ ہو گیا گھوڑے پر سوار مسافر کی چند دنوں کی مسافت تھی۔ منزل مقصود پر پہنچ گیا اور روحیل کی بیوی سے کہا کہ آپ

Marfat.com

سے خاوند نے بلا بھیجا ہے اور یہ انگوٹھی بطور نشانی دی ہے۔ آپ کا خاوند ایک نہایت اہم کام پر متعین ہو گیا ہے لہذا مصروفیت کی وجہ سے خود آنے سے قاصر ہے بلکہ یہ پانچ ہزار اشرفیاں بھی بھیجی ہیں اور مزید کہا ہے کہ اگر کسی سے لین دین ہے تو وہ بھگتا دیا جائے۔

رئیس کی بیوی (بشریٰ) نے اشرفیوں کی تھیلی لے لی اور کہا، "گھوڑے کو سامنے والے باغ میں باندھ دے گھوڑے کیلئے چارہ وغیرہ ڈال دے اور یہ رقم لے اور رات کے کھانے کا بھی بندوبست کر لے۔ صبحدم روانہ ہو جائیں گے۔"

امیر چارہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے آیا اور گھوڑے کے آگے ڈال دیا ازاں بعد گھوڑے کو پانی دکھایا اور یہ سوچ کر مطمئن ہو گیا کہ اب صبح ہوتے ہی واپس نکل چلیں گے لڑکی تو جانے پر رضامند ہو گئی ہے۔ جب دونوں کھانے سے فارغ ہو گئے تو اطمینان سے بیٹھے بشریٰ نے مزید اپنے خاوند کے کام کاج سے متعلق دریافت کیا۔ امیر نے خوب بڑھا چڑھا کر اسکے خاوند کے بارے میں بتایا کہ وہ تو بہت مشہور صاحب ہے سب سے بڑا امیر ہے اس کے مشورے کے بغیر حکومتی کام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہی نہیں سارا شہر اسکی بڑی عزت کرتا ہے۔

دانشمند بشریٰ کو اس کی لاف زنی پر مشتمل کہانی کی لیکن بہر حال کچھ سوچ کر اس چالاک امیر سے کہا کہ وہ اس کمرے میں رات بسر کرے۔ جونہی وہ اس کمرے میں داخل ہوا لڑکی نے باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ ایک پتھر نیچے پھینکا اور کہا کہ اب وہ اپنے آپ کو قید سمجھے اگر اس نے شور واویلا کیا تو اسے پتھر مار مار کر ہلاک کر دیگی البتہ اسکو زندہ رکھنے کے لئے تھوڑا بہت کھانا ملتا رہیگا تاکہ جسم و جان کا رشتہ استوار رہ سکے۔ رات کو جب اس چالاک اہلکار کو قید خانے میں ڈال دیا تو صبح دانشمند لڑکی نے اس کا گھوڑا فروخت کر دیا

کئی دن گزر گئے لیکن یہ افسر مذکور امیر واپس نہ آیا تو حاکم شہر کو تشویش لاحق ہوئی سوچ بچار میں مختلف وسوسے جات اور توہمات میں غلطاں رہا کہ وہ کہاں گم ہو گیا ہے۔ اسے تو اب تک ہر حال میں واپس آ جانا چاہئے تھا۔ ایک مشیر نے مشورہ دیا کہ یہ کام بجائے مردوں کے کسی ہوشیار اور چالاک قسم کی عورت کو سونپنا چاہئے تھا لہذا اس معقول مشورہ پر عمل درآمد ہو گیا اور ایک شاطر کٹنی نائیکہ کو سمجھا کر اس قصبہ کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

یہ عورت (کٹنی) وہاں پہنچی تو لڑکی سے کہا، "میں تمہاری خالہ ہوں کافی عرصہ پہلے میری شادی ایک عربی کے ساتھ ہوئی تھی تب سے تمہارے پاس نہ آ سکی اب پتہ چلا ہے تو اپنی بیٹی کیلئے نہایت قیمتی تحائف لیکر آئی ہوں۔" تحائف لڑکی کے سامنے ڈھیر کر دیئے اور نہایت پیار و محبت کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور کہا، "علاوہ ازیں نہایت قیمتی سوٹ لیکر آئی ہوں اب نواحی شہر میں مقیم ہوں تمہارا اکیلے پن میں یہاں رہنا قابل برداشت نہیں۔ محبت و شفقت کا تقاضہ ہے کہ میرے ساتھ چلو اب دونوں اکٹھی رہیں گی کیونکہ پچھلے سال ہی میرا خاوند فوت ہو گیا ہے۔ میں نے دوسرے شہر میں محل بنا لیا جو آدھا دریا میں اور آدھا دریا سے باہر ہے۔ چلو تم بھی اور اپنی خالہ کے گھر رہو تمہیں میری بیٹی اب یہاں اکیلی نہ رہیں۔"

بشریٰ نے اپنی ماں سے سن رکھا تھا کہ اس کی کوئی بہن نہیں ہے پھر یہ چالاکی اور عیاری کی باتیں سن کر اس کا ماتھا ٹھنکا لہذا اس چالباز عورت کو بھی اس قیدی امیر کے کمرے میں بند کر دیا اور کہا، "تم بھی اس لڑکی کی کوئی معلوم ہوتی ہو میری کوئی خالہ وغیرہ نہیں اس لئے اپنے آپ کو قیدی سمجھو اور شور شرابا کیا تو اپنے اس ساتھی قیدی سے حشر نشر پوچھ لینا۔"

مزید کئی دن گزرنے پر حاکم شہر کو پریشانی لاحق ہوئی اور اپنے خاص کمانڈر کو بلوایا کہ وہ عورت کوئی نہایت زیرک معلوم ہوتی ہے اب تک میرے دونوں بھیجے ہوئے ایلچی واپس نہیں لوٹ سکے۔ وہ فوجی جوان تھا اس نے کہا کہ آپ کو تو پہلے ہی مجھے اس کام کیلئے روانہ کرنا چاہئے تھا۔ میں اپنے فوجی دستہ کو ساتھ لے کر جاؤنگا اور نہایت خفیہ طرز عمل سے اس عورت کو اٹھا کر لے آؤنگا آپ بے فکر رہیں کوئی فساد نہ ہوگا اس ایک جنگی حکمت عملی ہی کارگر ثابت ہوگا۔ اسے لاد کر لے آؤنگا۔ حاکم وقت اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسے روانہ کر دیا۔

یہ کمانڈر جب مطلوبہ پتہ پر پہنچا تو صاف صاف بات کی کہ حاکم شہر فلاں تمہیں بلاتا ہے اور تمہارا خاوند بھی ان کے ہاں ملازم ہے۔ بشریٰ نے پوچھا، "وہ (خاوند) مجھے خود لینے کیوں نہیں آیا؟"

کمانڈر نے بہانہ کیا کہ وہ بہت مصروف شخصیت ہے اس کو جب یہ بتایا گیا کہ اگر اس نے جانے سے انکار کیا تو اسے زبردستی لے جایا جائیگا تو وہ پریشان ہوئی اور بخوبی سمجھ گئی کہ پہلے دونوں مکار بھی حاکم کے ہی فرستادہ تھے۔

Marfat.com

اُس نے پوچھا "میرے میاں کی پھولوں والی ٹوپی کے پھول کیسے ہیں ؟"

"ابھی تک تر و تازہ ہیں۔" کمانڈر نے جواب دیا۔

"انشاءاللہ وہ ایسے ہی رہیں گے۔" لڑکی نے بڑے دعویٰ سے کہا۔

"چلو اب کوئی حیلہ بہانہ کرنے کی ضرورت نہیں میں تمہیں اسی وقت بے بس کر کے لے جاؤں گا۔" جب شہزادی نے اس فوجی جوان کے تیور دیکھے تو کانپ کر رہ گئی۔ اُس نے فوجی جوان سے کہا کہ پہلے آپ آرام سے پانی پی لیں اور کھانا تناول فرمائیں میں ساتھ چلنے کو تیار ہوں کیونکہ آپ کی ہر بات سچی معلوم ہوتی ہے۔

"میں کھانا شہر کے باہر کھاؤں گا میرے پچاس فوجی جوان پڑاؤ ڈالے ہیں کھانا ان کے ساتھ ہی تناول کرنا ضروری ہے۔"

لڑکی نے کہا "میں آپ کے ساتھ جانے کیلئے تیار ہوں صبح چار بجے تشریف لائیں صبح دم دو ڈولیاں پڑی ہوں گی۔ سنہری والی ڈولی میں، میں جاؤں گی اور دوسری ڈولی میں میری لونڈی لہذا آپ صبح عین چار بجے پہنچ جائیں۔" اس پروگرام کے تحت فوجی جوان چلا گیا۔

لڑکی نے ایک حجام سے بات کی دو حجامتیں کرنی مطلوب ہیں ایک سو اشرفی اجرت ادا کروں گی دونوں کا سر سے لیکر پاؤں تک کوئی بال نہ رہے ازاں بعد کالا رنگ تیل میں ملا کر اس کے سارے جسم پر ملنا ہے۔ منہ بھی کالا کرنا ضروری ہے لہذا ایسا ہی کیا گیا اور اس چالباز و عیار عورت دونوں استرے سے سراپا منڈوا کر ان کے سارے جسم پر کالک مل دی گئی اور وہ دونوں چھوٹی چھوٹی برتے تو وہ غلام ان کو تھپڑ لگا دیتے کیونکہ فاقوں نے پہلے ہی کافی کمزور کر رکھا تھا۔

ازاں بعد صبح عورت کو سنہری ڈولی میں بٹھا دیا گیا اور امیر کو دوسری ڈولی میں خوشی خوشی جوان لے کر چل دیئے۔ جب منزل پر پہنچ گیا تو حاکم شہر بخوشی ان کے استقبال کو خود شہر سے باہر آیا اور پھر حکم دیا کہ نئی ہونے والی ملکہ اور اسکی لونڈی کو ڈولیوں سمیت محل میں پہنچا دی جائیں۔ پہلی ملکہ کو حکم دیا گیا کہ وہ شاہی تزک و احتشام سے آگے بڑھ کر استقبال کرنے کا خاطر خواہ انتظام کرے لہذا اس کی راہداری پر پھول برسائے گئے اور سپاہی دونوں ڈولیوں مودبانہ انداز میں محل کے اندر رکھ کر باہر چلے آئے۔ جب پہلی ملکہ نے آگے بڑھ کر جو سنہری ڈولی کا پردہ اٹھایا تو ایک منڈھی ہوئی کالی کلوٹی عورت ننگ دھڑنگ اور جس کے سارے بال منڈے ہوئے تھے وہ یہ بھیانک دیکھ کر بیہوش ہو گئی۔ اسی طرح جب دیگر مستورات نے دوسری ڈولی سے پردہ اٹھایا تو شرم سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ وہ مرد نا محرم ہے۔ اس کے اندر مت جھانکا جائے اس پر سب محل کی مستورات ہنس کھلا کر ہنس دیں ان میں نئی ملکہ کون ہے ؟

افراتفری کی صورت حال واضح ہوگئی۔ ایک خواجہ سرا بھاگا اور جا کر حاکم شہر کو اطلاع کی کہ بڑی ملکہ صاحبہ نئی ہونے والی ملکہ کو دیکھ کر بیہوش پڑی ہیں۔ دوسری ڈولی میں تو گویا کالا کلوٹا مرد بیٹھا ہوا ہے وہاں کوئی لونڈی وونڈی نہیں۔ حاکم شہر یہ سن کر سیخ پا ہو گیا اور جا کر مشتعل انداز میں حالات کا جائزہ لیا کہ یہ تو ہماری طرف سے ہی بھیجی گئی چالباز عورت ہے جو اس کو کسی غرض سے بھیجی گئی تھی اور وہ مرد امیر ہے جو مشاورت میں کام بھی ہے۔ اب جونہی حاکم شہر نے حالات پوچھے تو دونوں نے ہر بات کا سچ آپ بیتی بیان کر دی۔ فوراً کمانڈر کو بلایا جائے حاکم شہر نے حیرت و مشتعل انداز میں حکم صادر کیا۔ جب کمانڈر پیش ہو گیا تو اس نے پوچھا کہ یہ تم کیا اٹھا لائے ہو اور کمانڈر اصل صورت حال دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گیا۔

ان حالات کے پیش نظر حاکم شہر نے روحیل سے کہا "تمہیں گھر سے آئے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے لہذا مناسب یہی ہے کہ تم فی الفور گھر جاؤ اور اپنی بیوی کو ساتھ لے آؤ یہاں ٹھہرنے کا بندوبست ہم کئے دیتے ہیں۔"

روحیل گیا اور اپنی بیوی کو ساتھ لیکر شہر آ گیا اب جونہی حاکم شہر نے اسکی بیوی کو ایک نظر دیکھا تو دل و جان سے فریفتہ ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے عقل و دانش سے نواز کر اس کو خود اپنے ہاتھوں سے سراپا رعنائی کے سانچے میں ڈھال دیا ہے اور فریفتگی کے عالم میں چند مشیروں کو طلب کیا اس پر انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ بیماری کا ڈرامہ رچائیں اور شاہی طبیب کو بٹھا دیا جائے کہ وہ آپ کو اس بیماری کا کیا علاج بتائیں۔ چنانچہ حاکم شہر مصنوعی درد کی شدت سے چیخنے چلانے لگا اور اسکی آہ و زاری کے پیش نظر حکیم صاحب کو بلایا گیا تو جیسا مکاری کا فارمولا سے بتایا گیا تھا نبض دیکھتے ہی برملا علاج تجویز کیا ایک سات رنگا مرغ نادر کار ہے جو صرف اور صرف ملک چین سے ہی دستیاب ہے۔ میں دیگر ادویات کی آمیزش سے صرف ایک خوراک ان کو کھلاؤں گا۔ انشاءاللہ جلد افاقہ ہوگا۔

Marfat.com

ازاں بعد روحیل سے کہا گیا ''اے نوجوان یہ کام ماسوائے تیرے کوئی کرنے کا اہل نہیں اس کیلئے جتنی رقم درکار ہے خزانے سے لے لو اور اسی وقت فی الفور چین روانہ ہو جاؤ اگر تمہیں مریض کی جان عزیز ہے تو فوراً چل پڑو۔'' روحیل نے اپنی بیوی کو اس مہم کے بارے میں بتایا کہ چین کا سفر اسکے لئے ازبس ضروری ہو گیا ہے۔ بیوی جو حاکم شہر کی عیاری اور چیرہ دستیوں سے بخوبی واقف تھی اپنے خاوند سے مسکراتے ہوئے کہنے لگی ''سات رنگا مرغ یہیں سے مل جائیگا تم ذرا صبر کرو۔ چین جانیکی ضرورت نہیں پیش آئیگی۔''

دوسرے دن بشریٰ نے نہایت خفیہ طور پر خبر پھیلا دی کہ جو کوئی بھی ایک نہایت خوبصورت پر لے کر آئیگا اُسے ایک اشرفی دی جائیگی تو لوگ جوق در جوق نہایت سرعت سے پر لے کر آنا شروع ہو گئے۔ روحیل کی دانشمند بیوی نے ایک گڑھا کھدوایا اور سارے پروں کو اس گڑھے میں ڈلوا دیا۔ تھوڑی دیر میں رنگا رنگ پروں سے گڑھا بھر گیا اب اپنے خاوند کو اس انوکھے حیلے کے متعلق سمجھایا کہ تم بالائی منزل کے کمرے میں رہنا اور جب میں کہوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں تو مجھے آوازیں دیتے ہوئے کہ بیگم میں آ رہا ہوں نیچے آ جانا۔

چند شب وہ حاکم شہر نفسانی خواہشات سے مغلوب روحیل کی بیوی کے ہاں پہنچ گئے اور بتایا کہ میں حاکم شہر ہوں آج تک جو تدبیریں تمہیں رام کرنے کیلئے کیں سب رائیگاں ہو گئیں لیکن آج میری دست برد سے کون تمہیں بچا سکتا ہے تم روحیل کے گھر رہنے کے قابل نہیں ہو جبکہ تمہاری جیسی حسین اور دلنواز پری پیکر کیلئے محل میں رہنا ہی اصل شایان مقام ہے ابھی اسی وقت میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا بیوی نے (روحیل) تمہارے خاوند کو میں نے چین بھیج دیا ہے اب وہ وہاں سے واپس لوٹ کر نہ آئیگا۔ میرے آدمی اس کو راستے میں ہی ختم کرنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں۔ اب تم صرف اور صرف میری ہو۔ یہ کہہ کر اس نابکار نے عجلت میں اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا تاکہ حائل ہوتے وقت درمیان میں حائل نہ ہو اور جب بیہودگی کے عالم میں بالکل لباس سے بے نیاز ننگ دھڑنگ ہو گیا تو روحیل کی بیوی نے کہا ''یہ تم کیا کر رہے ہو شرم کرو میں تمہاری بیٹیوں جیسی ہوں۔'' اس مکالمہ کی دیر تھی کہ روحیل نے بالائی منزل سے آواز دی ''بیگم آ رہا ہوں نیچے یہ کون بات کرتا ہے حرامزادہ جو تمہیں تنگ کرنے کی نیت سے آ گیا ہے میں اس نابکار کی ابھی خبر لیتا ہوں اسے چھوڑوں گا نہیں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا۔ حاکم شہر کے یہ سن کر اوسان خطا ہو گئے اور اسقدر حواس باختہ ہو گیا کہ واویلا کرنے لگا ''میری جان بچاؤ میری توبہ ہے'' خداوند کا رخ بھی کیا۔''

بشریٰ نے متصل کمرے میں جہاں گڑھا کھدوا کر پر جمع کئے ہوئے تھے وہاں اسے چھپ جانے کو کہا اور ایک گیلی سریش کی بالٹی بڑی تندہی و عجلت سے سر پر انڈیل دی۔ سارا ننگا جسم گیلی سریش سے شرابور ہو گیا۔ اب جونہی چھپنے کی کوشش میں گڑھے میں گرا تو سارے کے سارے پر چمٹ گئے۔ روحیل نیچے آیا تو پوچھا ''کون آیا ہے؟''

اس کی بیوی نے بتایا ''سات رنگا مرغ'' پھر حاکم شہر کو اس گڑھے سے جونہی باہر نکالا تو واقعی وہ ایک خوبصورت مرغ کی مشابہت رکھتا تھا۔ بیوی نے کہا ''اب یہ مرغ تو تمہیں مل ہی گیا ہے چین جانے کی ضرورت ہی نہ رہی کہو تو آواز پہچان لو'' یہ کہہ کر اس نے مرغ کو ایک ڈنڈا رسید کر دیا اور کہا ''آواز نکالو'' تو اس نے ککڑوں کڑوں کی آواز سے اپنی شناخت کرا دی۔ تصدیق کیلئے کہا کہ رات کا سماں ہے اپنی مخصوص آواز سے بولتے ہوئے محل تک جاؤ۔ اپنے خاوند سے کہا ''اب اسے بیمار حاکم شہر کے پاس لے جاؤ جب اس مرغ کو وہ دیکھیں گے تو ساری درد فو چکر ہو جائیگی۔''

حاکم شہر مرغ کے روپ میں پروں پر دوڑتا ہوا جا رہا تھا اور اُس کے پیچھے پیچھے ڈنڈا بردار روحیل جب یہ دونوں محل میں داخل ہونے لگے تو دربانوں نے حاکم شہر کو اس مضحکہ خیز حلیہ میں شناخت کر لیا اور محل کی بیگمات کو خبر کر دی جنہوں نے دروازے پر آ کر دل و جان سے استقبال کیا اور مسکراہٹوں کے ہجوم میں محل کے اندر لے گئیں اس سے پہلے ایسا دلفریب مرغ دیکھنے کو نہ ملا تھا چنانچہ اُن کی رگِ ظرافت پھڑکی اور خوشدلی سے کہا ''اب مرغ کی مخصوص آواز میں بانگ دو۔'' اُس نے مزید ڈنڈوں سے بچنے کے خوف سے بلا تامل ایسا ہی کیا۔ صبح حسب معمول دربار لگایا گیا حاکم شہر نے اپنے مشیروں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ''بیکار سب تدبیریں کسی تدبیر نے کوئی کام نہ کیا تم سب اس لڑکی کے سامنے ہیچ ہو۔ میں اسے آج سے بیٹی کہتا ہوں اور وہ میری مشیر اعلیٰ ہے اور روحیل میرا داماد۔ وہ اب محل میں رہیں گے۔ بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے یہی میری جیت ہے۔'' پھر اسی پر عمل درآمد ہو گیا۔

Marfat.com

ابراہیم شمس

کسی زمانے میں بخارا، تاشقند کی یونیورسٹی عالم اسلام کی اعلیٰ ترین یونیورسٹی تھی جس میں دس ہزار طلباء اور ایک ہزار درس و تدریس کیلئے فقیہہ متعین تھے۔ اس یونیورسٹی کے بلند پایہ معیار کا چاردانگ شہرہ تھا۔ یونیورسٹی کے پرنسپل جناب ابراہیم شمس صاحب کو خبر ملی کہ بغداد کے فقیہہ بہت بلند پائے کے ہیں۔ احکام الٰہی کی پابندی پر عمل پیرا ایسے کہ ذرہ برابر کوتاہی سے شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ابراہیم شمس صاحب کو اشتیاق پیدا ہوگیا کہ کیوں نہ بغداد جا کر کسی فقیہہ کی صحبت اختیار کی جائے۔

زادراہ اور چھوٹا بستر ساتھ لیا ایک گدھے پر سوار عازم سفر بغداد ہوئے۔ جب عراق کی حدود تک رسائی ہوئی تو دریائے دجلہ کے کنارے پرانا بغداد جسکی چنگیز خان نے اینٹ سے اینٹ بجائی تھی دجلہ سے کوئی دو میل دور ہے جو قابل زیارت ہے۔ پرانے بغداد میں جو اینٹیں لگی ہوئی تھیں دو طرف پالش شدہ تھیں ہر اینٹ میں تین سوراخ اور آجکل اینٹوں کی طرح درمیان میں تختی نما شیپ کندہ جسمیں بلڈنگ کی مضبوطی کیلئے مصالحہ بھر دیا جاتا تھا۔ نیا بغداد دجلہ کے دونوں اطراف میں آباد ہے یہاں پر طرز تعمیر نہایت اچھوتی اور ماڈرن جبکہ نہایت خوشنما فلک بوس بلڈنگیں تعمیر کر دی گئی ہیں۔ دجلہ میں کشتیاں چلتی ہیں جن میں ڈھابے بنے ہوئے ہیں جس میں پلاؤ آجاتا ہے۔ کھانے پینے کا سامان، فروٹ اور کباب وغیرہ دستیاب ہیں۔ ''تال، تال'' (یعنی کہ آؤ) کی آواز ہر طرف سے آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دجلہ کی شام اور بنارس کی صبح ایک جیسی ہے۔ بنارس مندروں کا شہر ہے اور بغداد خوبصورت عمارات کا شہر ہے جبکہ پرانے بغداد میں کبوتروں، ابابیلوں، چمگادڑوں اور الوؤں نے مسکن بنایا ہوا ہے۔

شمس صاحب بغداد کی حد میں پہنچے تو سامنے ایک مالی ہاتھ میں کدال لئے ہوئے اپنے باغ کی آبیاری کرنے میں مصروف تھا اور یہ پانی دجلہ سے آرہا تھا۔ ابراہیم شمس صاحب نے مالی کو سلام کیا اور پوچھا ''اگر اجازت ہو تو گدھے کو پانی پلاؤں اور وضو کر کے نماز پڑھ لوں اور گدھے کو ہری بھری گھاس کھلا لوں۔''

''بھیا پانی دجلہ سے آرہا ہے۔ اور یہ جگہ اللہ کی دین ہے وہی میرے مالک کے باغ کو بھی سیراب کر رہا ہے۔ گدھے کے پانی پینے سے آپ کے وضو کرنے سے بھلا ہمارا کون سا نقصان ہے۔'' مالی نے جواب دیا۔

مالی تعجب سے آپ کو دیکھتا رہا اور سوچا کہ یہ کیسے آدمی ہیں جو اس معمولی کام کیلئے اجازت کے طلبگار ہیں۔

''بھائی آپ اس پانی کا آبیانہ دیتے ہو۔'' شمس صاحب نے پوچھا۔

''دیتے ہیں۔'' مالی نے جواب دیا۔

''پھر پانی میں آپ کا استعمال تو کروں گا ہی، نہ میرا ضمیر مجھے اجازت نہیں دیتا کہ آپ کی رضامندی کے بغیر پانی استعمال میں لاؤں۔''

''شوق سے جتنا چاہیں پانی استعمال کریں اور گدھے کو باغ میں کھلا چھوڑ دیں کہ یہ بھی سبز گھاس سے اپنا پیٹ بھر لے۔''

''آپ نے کس سے ملنا ہے؟ اتنی دور سے آئے ہیں شاید رہنمائی کر سکوں!''

''میں نے بغداد کے فقیہا سے ملنا ہے۔''

''آپ بڑے اچھے وقت پر آئے ہیں وہ سامنے جو سائبان نصب کئے جا رہے ہیں۔ وہاں نماز مغرب کے بعد بغداد کے سب بڑے بڑے فقیہا کا اجتماع ہو رہا ہے۔ آپ کی سب سے ملاقات ہو جائیگی۔''

نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد ابراہیم شمس اس بڑے اجتماع کی طرف روانہ ہوئے۔ گدھے کو کھجور کی جھکی ہوئی ٹہنی سے ساتھ باندھا اور خود مجمع میں تشریف فرما ہوگئے۔

باری باری فقیہہ آتے رہے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھتے رہے۔ آخری فقیہہ نے نہایت فخریہ نخوت و تکبر سے کہا ''آج بغداد کے فقیہا اس مقام پر پہنچے ہیں کہ مل جاتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ صبر کرتے ہیں۔''

یہ سن کر ابراہیم کھڑے ہوگئے اور نہایت مودبانہ گویا ہوئے ''یہ وصف تو بخارا کے کتوں میں بھی پایا جاتا ہے۔''

Marfat.com

فقیہہ چپ ہو گیا اور تمام سامعین پر بھی سکتہ طاری ہو گیا کہ اس اجنبی بوڑھے نے کیا بات کہہ دی ہے۔
کچھ دیر بعد فقیہہ نے بڑے ادب سے دریافت کیا: ''بخارا کے فقیہا کیسے گزارہ کرتے ہیں؟''
''مل جاتا ہے تو بانٹ کر کھاتے ہیں نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں۔''
یہ کہہ کر اپنے گدھے کو کھول کر اس پر سوار ہوئے اور بے نیازی سے چل دیئے۔

کالم نگار

جنرل چیانگ کائی شک جو کہ مین لینڈ چائنا کا ڈکٹیٹر تھا، بعد میں موزے تنگ کی کمیونسٹ فوجوں نے چیانگ کائی شک کی نیشنلسٹ فوجوں کو بری طرح سے شکست فاش دی اور چیانگ کائی شک ہزاروں کی تعداد میں اپنی وفادار فوج کے ہمراہ بھاگتا ہوا برما کے راستے جیسے تیسے واقع ایک جزیرہ تائیوان جس کا دارالخلافہ Tapei ہے، چلا گیا اور وہاں اپنی نیشنلسٹ حکومت قائم کر لی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نے کئی سالوں تک آمرانہ حکمرانی کی۔ وہاں چند سالوں سے جمہوریت قائم ہے یاد رہے کہ تائیوان اب Newly Industrialised Countries (N I Cs) میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں تین اور ملک شامل ہیں جنوبی کوریا، سنگاپور اور انڈونیشیا۔

اس دور سے کئی برس پہلے چین کے کسی شہر میں ایک کالم نویس رہا کرتا جو ایک معمولی سے روزنامہ میں اپنا کالم تحریر کرتا جبکہ یہ اخبار معیاری نہ تھا مگر لوگ محض اس کا کالم پڑھنے کیلئے اخبار خرید لیتے۔ یہاں تک کہ جب کسی کو یہ اخبار دستیاب نہ ہوتا تو ایسے میں وہ کسی دوسرے ایسے شخص کے پاس چلے جاتے جس کے پاس مذکورہ اخبار ہوتا تا کہ اس میں دلچسپ کالم پڑھ کر مستفید ہو سکیں۔ جیسا کہ اکثر کالم نگاروں اور اخبار نویسوں کا حال ہوتا ہے۔ یہ کالم نویس بھی نہایت کسمپرسی کی زندگی سے دوچار تھا۔ ایک نہایت چھوٹا سا تاریک کمرہ کتابوں، اخباروں اور رسائل سے بھرا پڑا تھا اور ایک ٹوٹا پھوٹا بستر کمرے کی کل کائنات اور کوئی آسائش کا سامان موجود نہ تھا۔

اس ملک کی ملکہ تک بھی یہ بات جا پہنچی تھی کہ ایک معمولی سا کالم نویس اتنا ہر دل عزیز ہو گیا ہے اور جب کبھی بھی میرا نام آتا ہے وہ بھی نہایت قلیل الفاظ میں کہ آج رانی صاحبہ نے کسی جگہ کا افتتاح کیا ہے یا کسی کا سر قلم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لوگ مجھے اتنا پذیرائی کی نظر سے بھی نہیں دیکھتے جتنا اس معمولی کالم نویس کی شہرت اور پذیرائی ہے۔ میں جو لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کر رہی ہوں محض نام کی حکمران ہوں۔ اصلیت یہی ہے کہ وہی لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کر رہا ہے۔

ایک دن ملکہ نے اس کے دربار میں حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا ایک اہلکار اس سلسلے میں اس کی کٹیا میں پہنچ گیا جہاں وہ موم بتی کی روشنی میں بوسیدہ لباس میں ملبوس اپنے روزمرہ کا کام یعنی لکھنے میں مصروف تھا۔ اہلکار کو دیکھ کر گھبرا گیا اور پوچھا:

''خیریت سے کیسے آنا ہوا؟''

''ملکہ صاحبہ نے تمہیں دربار میں بلایا ہے۔'' اہلکار نے اپنا مدعا بیان کیا۔

وہ بڑا پریشان ہوا اور پوچھا: ''مجھ سے کوئی قصور سرزد ہو گیا ہے؟''

''مجھے علم نہیں۔'' اس اہلکار نے سپاٹ لہجے میں کہا: ''اگر تم نہ گئے تو تمہارا سر قلم کروا دیا جائیگا۔''

اس بیچارے کے پاس کوئی چارہ کار نہ تھا اور نہ ہی کوئی ایسے کپڑے جو پہن کر رانی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو سکے بہر حال اس نے اپنا ہاتھ پانی میں بھگو کر کپڑوں پر پھیر لیا تا کہ کم از کم سلوٹیں تو مٹ جائیں۔ جب لرزیدہ اندام رانی کے دربار میں حاضر ہوا تو خوف زدہ آواز میں عرض کی: ''کیا حکم ہے؟''

''تمہیں مجھ سے شادی کرنا پڑے گی۔'' یہ سن کر اس خوفزدہ اور بے حال شخص کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور وہ سکتہ کی حالت میں کھڑا رہ گیا کہ انکار کرے یا اقرار کرے۔ بہر حال خاموشی بھی موقع محل کے مطابق خطرناک تھی اس نے کپکپاتے ہوئے کہا:

''ملکہ صاحبہ کہاں آپ کہاں میں اپنے فیصلہ پر دوبارہ غور فرمائیں۔''

ملکہ صاحبہ نے غصہ کی حالت میں کہا: ''میرا فیصلہ اٹل ہے کیا سمجھتے ہو کہ میں غلط فیصلہ کر سکتی ہوں۔''

Marfat.com

اس نے ناچار ملا صاحبہ سے دو دن کی مہلت مانگی واپس اپنی دنیا میں آیا اور یاروں دوستوں سے مشورہ کیا تو دوستوں نے مشورہ دیا کہ شادی کرلو یہاں انکار کی بالکل گنجائش نہیں یا ہم تیار ہیں تمہیں دفنانے کیلئے۔ حسب وعدہ وہ ملا کے محل میں چلا گیا اور کہا: "جو آپ کا حکم مگر اتنا تو بتا دیجئے مجھ غریب سے شادی کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہوگا؟"

"جب تمہارا دلپذیر کالم اخبارات میں آئیگا تو ہر کوئی اس بات کو ضرور اہمیت دے گا کہ یہ شخص (کالم نویس) ملا صاحبہ کا خاوند ہے اور اسطرح مجھے شہرت نصیب ہوگی۔"

شادی ہوگئی اور اس نے دنیا کو چھوڑ کر محل میں رہنا شروع کر دیا اور واقعی اخبار بینوں میں یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ یہ وہی کالم نویس ہے جس کی بیوی ملا صاحبہ ہیں۔

ملا صاحبہ اکثر پہاڑوں پر سیر کیلئے اپنے خاوند کو ترغیب دیتیں مگر کالم نویس جو چونکہ ملا صاحبہ کے میاں تھے اسے قبرستانوں میں لے گھومتے اور کہتے "یہ قبر جس پر کوئی کتبہ موجود نہیں یہ ایک بڑے عالم فاضل کی ہے جو بہت سی کتابوں کا مصنف بھی ہے سوائے میرے اور چند ایک دیگر پڑھے لکھے لوگوں کے کسی کو خبر نہیں کہ یہاں کوئی ہستی آرام فرما ہے اور وہ قبر جو نہایت صاف ستھری اور پختہ جس پر سنگ مرمر کا نمایاں کتبہ لگا ہوا ہے۔ ایک بڑے سفاک اور درندہ صفت نامی گرامی افیون کے سمگلر کی ہے جس نے ہزاروں انسانوں کو موت سے ہمکنار کیا ہے، یہ اس کا مقبرہ ہے۔"

یوں ہی ایک روز ملا صاحبہ نے پہاڑ کی سیر کو جانے کیلئے کہا۔ وہ سیر کیلئے نکل تو کھڑے ہوئے لیکن راستے میں ایک ہولناک قبرستان واقع تھا وہاں اپنے اہلکاروں کو رکنے کا حکم دیا حسب معمول ملا کو ساتھ لئے ہوئے مختلف قبروں کی نشاندہی کر رہا تھا۔ اسی دوران اس کی نگاہ ایک ایسی قبر پر جا ٹھہری جس کے سرہانے ایک نوجوان عورت بیٹھی زار و قطار رو رہی تھی اور ہاتھ میں پنکھا لئے قبر کو ہوا دے رہی تھی۔ جب ملا صاحبہ اور وہ قبر کے بالکل نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ قبر ابھی تازہ بنی ہوئی اور گیلی ہے۔

"یہ آپ کا کون تھا؟" ملا صاحبہ نے پوچھا۔

"میرا خاوند جو جوانی کے عالم میں ہی چل بسا ہے۔" اس نوجوان عورت نے جواب دیا۔

"تمہارے رونے سے ہمیں تمہارے دکھ کا احساس ہو رہا ہے مگر قبر کو پنکھا جھلنے کا عمل ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔" کالم نگار نے پوچھا۔

اب اس سوگوار عورت نے پرزور انداز میں چیخنا چلانا شروع کر دیا بجائے زیادہ سرگرمی سے پنکھا چلانا شروع کر دیا مگر ان کی طرف منہ کر کے نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس نوجوان بیوہ نے دلسوز آواز میں کہا "بڑی مشکل سے پنکھا چلا چلا کر تھوڑی سی قبر خشک ہوئی ہے مگر پھر آسمان پر بادل چھا گئے ہیں اسطرح میرا کام جلدی ختم ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔"

"ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا" ملا صاحبہ نے غصہ میں تبصرہ کیا لیکن وہ غمزدہ عورت جانتی تھی کہ یہ ملا صاحبہ ہیں۔ آخر اس نے اظہار کیا کہ میرے خاوند نے مرتے دم مجھ سے وچن لیا تھا کہ تم جوان ہو دوسری شادی کر لینا مگر قبر کی مٹی خشک ہونے کے بعد میں صبح و شام یہاں گریہ زاری کرتی اور پنکھا چلاتی رہتی ہوں کہ قبر جلدی سے خشک ہو جائے تاکہ میں دوسری شادی کر سکوں۔

اس پر دونوں میاں بیوی (ملا صاحبہ اور کالم نویس) ورطہ حیرت میں کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

Marfat.com

ضمیمہ

ضمیمہ 1۔ لاطینی امریکہ Tango ڈانس کا مشہور گانے والا۔

ضمیمہ 2۔ spanish زبان میں جادوگرنی یا تعویز دھاگہ کرنے والی عورت کو کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 3۔ ملٹری چیک پوائنٹ کو کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 4۔ Kansas University, USA اور Universidad de Oriente کے درمیان طالبعلموں کے exchange کا پروگرام۔

ضمیمہ 5۔ ترو الا اس لئے کہ اس نے دکان کے سامنے کھڑے پر رکھے ہوئے شیشے کے show-cases میں مختلف اشیاء رکھی ہوئی تھیں اور اکثر گاہک حضرات show-cases پر ہی ہاتھ رکھ کر سودا خریدنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور شیخ صاحب کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں show-cases کے شیشے ٹوٹ نہ جائیں۔ اس لئے انہوں نے show-cases کے لیول سے تقریباً ڈیڑھ فٹ اونچی لوہے کی ایک لمبی سلاخ نصب کر رکھی تھی۔ تا کہ گاہک شیشوں پر کی بجائے سلاخ پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو سکیں۔

ضمیمہ 6۔ 31 مئی 1935 کی صبح زلزلے کی وجہ سے کوئی 35,000 ہزار افراد لقمہء اجل بن گئے۔

ضمیمہ 7۔ اشلوک چار ''چرنوں'' کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور ''چرن'' ایک ''اچھر'' سے کم اور 26 اچھروں سے زیادہ نہیں ہوتا ''اچھر'' ایک حرف کو یا اُن دو حرفوں کو کہتے ہیں جن میں دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔

ضمیمہ 8۔ مغلوں کے دور کا نامور موسیقار۔

ضمیمہ 9۔ یہ چرچ وکٹوریہ ریلوے سٹیشن اور محمد علی روڈ کے درمیان واقع تھا۔ جہاں لاوارث بچوں کو شہر کے مختلف علاقہ جات سے اکٹھا کیا جاتا اور Scotland Mission کی انتظامیہ اُن بچوں کی رہائش، طعام اور تعلیم و تربیت کا انتظام کرتی۔

ضمیمہ 10۔ اس زمانے میں عوام الناس دانتوں کی جملہ تکالیف کو کیڑا الگنا ہی کہا کرتے تھے۔

ضمیمہ 11۔ اس زمانے میں گجرات حقہ سازی میں مشہور تھا۔ جبکہ پنکھوں کا کاروبار توکل کی بات ہے۔

ضمیمہ 12۔ شائد یہ ٹمپل temple کا بگڑا ہوا لفظ ہے۔

ضمیمہ 13۔ پیر صاحب بھی اکثر اوقات شیخ غلام محی الدین صاحب کے پاس جلالپور جٹاں جایا کرتے تھے۔ شیخ صاحب اگست ۱۹۵۰ء میں فوت ہوئے اور آپکو بھی سید قادر شاہ صاحب کے مزار کے قریب ہی دفن کر دیا گیا۔

Marfat.com

ضمیمہ 14۔ غلام قادر کا حوالہ آزاد مسلم ہائی سکول موجودہ اسلامیہ ہائی سکول اور جندہ ... [illegible] واقع تھا۔

ضمیمہ 15۔ ایک جرمن سیاح اور فطرت کا مطالعہ کرنے والا جس نے وینزویلا کے شہر Cumana کی ... [illegible] گاؤں واقع ہے۔ وہاں سے کوئی ۱۰۰ کلومیٹر دور ایک پہاڑی علاقہ ہے شہر Caripe ریاست Monagas میں ایک غار دریافت کی تھی۔ جس کا نام Cueva de guacharos ہے۔ guacharos چمگادڑوں سے ملتی جلتی مخلوق ہے۔

ضمیمہ 16۔ Spanish زبان میں mar سمندر کو کہتے ہیں۔

ضمیمہ 17۔ ابوالفضل اور اس کا بھائی فیضی شہنشاہ اکبر کے نورتنوں میں سے تھے۔

ضمیمہ 18۔ اسی طرح جب راقم الحروف وینزویلا میں قیام پذیر تھا تو اس وقت کئی جاپانی ساتھی پروفیسر "Please" کی بجائے "Prease" بولتے تھے۔ شروعات میں تو راقم کو بڑی حیرت ہوئی مگر بعد میں پتہ چلا کہ اگر "L" دو لفظوں کے درمیان ہو تو اسے صحیح طور پر صحت لفظی سے نہیں بولتے بلکہ "L" کی بجائے "R" لگا دیتے ہیں۔

ضمیمہ 18 A۔ یعنی حضرت یعقوب نبی کے بارہ بیٹوں کے نام حضرت یوسف، حضرت بنیامین، حضرت روبن، حضرت شمعون، حضرت لاوی، حضرت یہودہ، حضرت جد، حضرت آشر، حضرت اشکار، حضرت زبولون، حضرت دان اور حضرت نفتالی جن میں سے حضرت یوسف اور حضرت بنیامین بی بی راحیل (یعنی ...) کے بیٹے، روبن، شمعون، لاوی اور یہودہ بی بی لیاہ (آپ کے ماموں کی بیٹی) کے بیٹے، جد، آشر، زبولون لونڈی زلفہ کے بیٹے، دان اور نفتالی لونڈی بلہاہ کے بیٹے۔

ضمیمہ 19۔ جو conservatve حکومت میں وزیر بھی تھا۔

ضمیمہ 20۔ حضرت عیسیٰ کی زندگی اور پرچار New Testament کی پہلی چار کتابوں میں درج ہیں۔ ان چار کتابوں میں سے کسی ایک کو "Gospel" کہتے ہیں۔

ضمیمہ 21۔ یعنی کہ مجموعہ احوال Enoch۔

ضمیمہ 22۔ cosmos تمام کائنات کو کہتے ہیں جس میں ستارے، سیارے وغیرہ ایک ترتیب سے حرکت کر رہے ہیں۔

ضمیمہ 23۔ Coventry ایک مذہبی سکول کو کہتے ہیں جہاں طالب علموں کو ... کے طور پر تعلیم ... جاتا ہے۔

ضمیمہ 24۔ وکیل کو Spanish زبان میں Abogado کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 25۔ جس چاقو سے قتل ہوا تھا اس پر قتل کی وجہ سے خون لگا ہوا تھا اور خون کو قتل سے صاف ... [illegible] کی پہلی حالت نہیں رہتی۔

ضمیمہ 26۔ خلا کا وہ حصہ جہاں electrons اور ions اتنی زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ radio کی ... diffusion اثر انداز ہوتی ہے۔ دوسرے سیارے جن کا اپنا atmosphere ہے ... ionospheres رکھتے ہیں۔ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ Mars اور Venus کے ionospheres ہیں۔

ضمیمہ 27۔ Puerto Rico ایک جزیرہ شمالی امریکہ کے قریب بحر اوقیانوس میں ہے۔

ضمیمہ 28۔ یہ ایک قدیم تہذیب تھی۔ جو Mesopotamia میں واقع تھی۔ Mesopotamia اس علاقے کو کہتے ہیں جو دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے۔

ضمیمہ 29۔ ملک شام کی عام زبان جو کہ یہودی اور دوسرے لوگ حضرت عیسیٰ کے وقت بولتے تھے۔

ضمیمہ 30۔ اس طبقے کی بنیاد 1534 میں Ignatius Loyola، 1491-1556 جو کہ سپین کا رہنے والا ایک راہب تھا نے رکھی۔ اس طبقے کے ماننے والے تابعداری، غربت اور پرہیزگاری کا حلف اٹھاتے ہیں۔ ... [illegible]

Marfat.com

انہیں Jesuit کہتے ہیں۔

ضمیمہ 31۔ فرانسسکن ایک مذہبی طبقہ ہے جس کی بنیاد Saint Francis of Assisi نے 1209 میں رکھی۔

ضمیمہ 31 A۔ سورت مغربی وسطی انڈیا کی جنوب مشرقی ریاست گجرات میں واقع جہاں Tapti دریا کے دہانے کے قریب اور Cambay خلیج کے نزدیک واقع ہے۔ کہتے ہیں اس کی بنیاد ایک برہمن گوپی نے رکھی جس نے گوپی ٹینک (پانی کا ذخیرہ) 1516 میں تعمیر کیا اور ارد گرد کے علاقے کا نام سورج پور یا سوریا پور رکھا۔ 1510 میں یہ نام سورت میں تبدیل ہو گیا۔ یہ شہر بارہویں اور پندرہویں صدی میں مسلمانوں کی غارت گری کا شکار رہا۔ 1514 میں پرتگال کے سیاح Duarte Barboso نے سورت کو قابل ذکر بندرگاہ کہا۔ پرتگالیوں نے 1512 اور 1530 میں اس شہر کو آگ لگا دی اور 1573 میں مغلوں نے اسے فتح کیا۔ مرہٹہ بادشاہ شیواجی نے سترہویں صدی میں اسے دو دفعہ لوٹا۔ بعد میں سورت ہندوستان سے سونا اور چاندی برآمد کرنے کے لئے مشہور ہوا۔ اس کی قابل ذکر صنعتیں ٹیکسٹائل اور جہاز سازی تھیں۔ 1612 میں انگریزوں نے پہلی ہندوستانی فیکٹری (تجارتی چوکی) سورت کے مقام پر قائم کی۔ اٹھارویں صدی میں سورت متواتر زوال پذیر ہوتا رہا۔ انگریزوں اور ہالینڈ کے باشندوں نے اس پر قبضے کا دعویٰ کیا لیکن اٹھارہ سو میں اس کا مکمل حق انگریزوں کو دے دیا گیا۔ انیسویں صدی کے درمیان سورت بغیر کسی ترقی کے اتنا بڑا شہر تھا۔ جب انگریزوں نے ریلوے لائن بچھائی تو اس نے دوبارہ ترقی کرنا شروع کر دی۔ پرانی ململ کے پرانے فن، ریشم، کمخواب اور سورت کی کاٹن، سلک، بروکیڈ، سونے اور چاندی کی فن کاری کے لئے مشہور ہو گیا۔ اس شہر کو مغربی ہندوستان کی ریلوے اور ہائی وے سے منسلک کر دیا گیا۔ سورت کے ارد گرد علاقے میں کاٹن، دالیں اور چاول وغیرہ بوئے جاتے ہیں۔ ٹیکسٹائل صنعت سورت شہر میں واقع ہے۔ 1991 میں شہر کی آبادی 14,96,943 اور ارد گرد کے علاقے کو شامل کر کے 15,170,76 تھی۔ سورت کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ Dr. Bernier نے ہندوستان کی سیاحت کے لئے سب سے پہلے اس شہر میں قدم رکھا۔

ضمیمہ 32۔ جب راقم اسلام آباد (اننت ناگ، کشمیر) میں تھا تو ایک بوڑھے پنڈت نے ایک یورپین Dr. Bernier کو جو اورنگ زیب کے دور میں کشمیر میں تھا۔ جس نے پہاڑوں میں ایک چشمہ Mattan سے بیس میل اور اسلام آباد سے چھ فٹ پر دریافت کیا جو کہ زمین میں جذب ہو چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس چشمے کا پانی وادی میں کسی اور جگہ پر نمودار ہو گیا ہو گا۔ اس نے چھ چشموں پر آدمی مقرر کر دیئے اور پھر ان میں سے ایک چشمے میں چھوٹے چھلکے پھینکے گئے جو بعد میں Mattan والے چشمے میں ظاہر ہوئے۔

ضمیمہ 33۔ قدیم زمانے میں اسے "شہروں کی ماں" کہا جاتا تھا۔ سکندر اعظم یہاں پہنچا، چنگیز خان نے اس شہر کو تباہ کیا۔ اس تاریخی شہر کا جو پہلے کبھی پنجاب یا افغانستان کے جاگیرداروں کے درمیان شمالی افغانستان کو فتح کرنے کے لئے ایک سرحدی مقام ہے۔

ضمیمہ 34۔ یہ ایک وہمی بیماری ہے جس کے زیر اثر فرد ہر وقت کسی نہ کسی بیماری کی شکایت کرتا رہتا ہے۔

ضمیمہ 35۔ تبت میں اس وقت ایک چھوٹی سی ریاست جسے یورپ کے نقشوں پر Balti کے نام سے ظاہر کیا گیا تھا۔

ضمیمہ 36۔ جسے ہندو سورج بنسی کہتے ہیں۔

ضمیمہ 37۔ دراصل لندن کا مطلب مظفر آباد سے ہے۔

ضمیمہ 38۔ جس کا نام پاکستان بننے کے بعد خیبر میل رکھا گیا یہ گاڑی بمبئی سے پشاور تک چلا کرتی تھی۔

ضمیمہ 39۔ تندو بس اس زمانے کی luxury بس ہوا کرتی تھی بس کے دو حصے تھے۔ ایک آگے اور دوسرا پیچھے اگلا حصہ اپر کلاس کا تھا۔ جس میں پانچ سیٹیں مختص تھیں۔ ایک ڈرائیور کے ساتھ یعنی فرنٹ سیٹ اور چار پیچھے ایک

Marfat.com

partition سے پہلے تینوں ریاستیں اور علاقے علیحدہ ہو گئی تھیں۔

ضمیمہ 39 A۔ اسلام آباد پاکستان کا موجودہ دارالخلافہ۔ پہلے عارضی دارالحکومت راولپنڈی سے 9 میل (14 کلومیٹر) شمال مشرق کی طرف سطح مرتفع پوٹھوہار پر واقع ہے۔ جب کراچی غیر موزوں سمجھا گیا تو ایک کمیشن نے 1959 میں اس جگہ کا انتخاب کیا۔ روایتی اسلامی فن تعمیر اور جدید تعمیرات کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کا کام 1961 میں شروع کیا گیا۔ دنیا کے مشہور شہری تعمیرات کے ماہر Konstantinos Doxiades، Edward Durell Stone اور Gio Ponty نے شہر کے ترقیاتی منصوبوں میں مدد کی۔ شہر کا رقبہ 25 مربع میل (65 مربع کلومیٹر) اور اس کی اونچائی سطح سمندر سے 1,500 سے 2,000 فٹ (450 سے 600 میٹر) تک ہے۔ تعمیر کا دوسرا مرحلہ سیکرٹریٹ، پاکستان ہاؤس، پریذیڈنٹ ہاؤس، نیشنل اسمبلی بلڈنگ، نیشنل مسجد اور ممبران کے رہنے کی جگہ تعمیر کرنے پر ختم ہوا۔ اسلام آباد کی قائد اعظم یونیورسٹی 1965 میں معرض وجود میں آئی اور Alama Iqbal Open University 1974 میں تعمیر کی گئی۔ 1971 میں ہندوستان سے جنگ کی وجہ سے تعمیر کا کام عارضی طور پر رک گیا۔ 1981 میں مرکزی شہر کی آبادی 204,364 اور دارالخلافہ کے اردگرد کے علاقے کی آبادی 3,69000 ہزار تھی۔

ضمیمہ 40۔ دومیل یعنی دو دریاؤں کا سنگم ہے کشن گنگا جسے اب دریائے نیلم کہتے ہیں اور دریائے جہلم۔

ضمیمہ 41۔ اوڑی کا ضلع پہلے ایک راجہ کے ماتحت تھا اور سکھوں کے کشمیر فتح کرنے سے پہلے اس کا جانشین غلام علی خان تھا۔ سرفراز خان کے علاوہ ان کا چچازاد بھائی سربلند خان اوڑی کے دعویدار تھے۔ [illegible] بھائی جان بچا کر بھاگ گئے۔ ساتھ مظفر خان سربلند خان کا بیٹا جو اس وقت بارہ برس کا تھا ایک فوجی دستہ جو مہاراجہ گلاب سنگھ کی زیر کمان تھا اس جگہ لے گیا جہاں اس کا چچا چھپا ہوا تھا۔ اس طرح غلام علی خان کو پکڑنے میں مہاراجہ گلاب سنگھ کامیاب ہو گیا اور غلام علی خان کو قیدی بنا کر لاہور بھیج دیا گیا جہاں [illegible]۔ اس کے بعد [illegible] مظفر خان کو وفاداری کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے راجہ بنا دیا [illegible] چار ہزار روپے الوقت مقرر کر دی جس میں سے تین ہزار روپے رنجیت سنگھ نے اپنے تصرف میں [illegible]۔ مظفر خان کے تین بیٹے تھے۔ محمد خان، نواب خان اور جواہر خان [illegible] ایک [illegible] سے تھے۔ مظفر خان نے اپنے ان دونوں بیٹوں کو زیادہ شفقت [illegible] پس پشت ڈالنے پر ماں نے احتجاج کرنے پر توجہ دلائی۔ نامساعد حالات کی بنا پر محمد خان نے [illegible] الدین سے ساز باز کا آغاز کیا [illegible] باپ [illegible] خود [illegible] حالات کے پیش نظر مظفر خان بھی [illegible] الدین کے حلقہ میں شامل ہو گیا۔

ضمیمہ 42۔ کانگڑی [illegible] scaladino سے ملتی جلتی ہے [illegible] ہوتے ہیں ایک مٹی کا برتن جسے kandal کہتے ہیں۔ [illegible] ڈالے جاتے ہیں اور دوسرا [illegible] straps سے بنا ہوا [illegible] ایک handle ہوتا ہے۔ بعض اوقات [illegible] اندر مٹی کا [illegible] manan کہتے ہیں۔ چونکہ کشمیری باشندوں کا لباس [illegible] پھرن جیسا ہوتا ہے لہٰذا کانگڑی کو اپنے پیٹ [illegible] جلد کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے باشندوں نے کانگڑی کا استعمال [illegible] سے اپنایا جو کہ مغل بادشاہوں کے دربار [illegible] کشمیر کی سیر کو آتے تھے۔

ضمیمہ 43۔ مقبوضہ جموں اور کشمیر کے موجودہ چیف منسٹر فاروق عبداللہ کے والد مرحوم۔

ضمیمہ 44۔ اخبارات و رسائل کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ اب یہ جھیل پہلے جیسی صاف شفاف نہیں رہی اور [illegible]

Marfat.com

نے اس پر اپنے گہرے اثرات چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں۔

ضمیمہ 44 A۔ جس پر Victoria، King Edward یا George V کی تصویر سانچے میں ڈھالی ہوئی تھی جبکہ اکنی، چونی بھی چاندی کی ہوتی تھی۔ آنہ نکل یوں والا گول ہے کا اور دونی پیتل کی دھات سے بنائی گئی تھی۔ علاوہ ازیں پیسہ، دھیلا اور دمڑی پائی تانبے سے تیار شدہ تھیں۔

ضمیمہ 45۔ پہاڑوں پر درخت صرف ایک خاص بلندی تک ہی محدود ہوتے ہیں۔ ازاں بعد جنگلات کا سلسلہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے اور برفانی چوٹیاں رہ جاتی ہیں۔

ضمیمہ 46۔ ان دنوں میں کالج کے لڑکوں میں کالے رنگ کا سویٹر پہننا فیشن اور منفرد رواج میں شامل تھا۔ کیونکہ ہندی فلموں کے مقبول ہیرو راج کپور نے "برسات" فلم میں پہنا تھا۔

ضمیمہ 47۔ کوئی سو سال پہلے یہ کشتیاں ہالینڈ سے ہمالیہ پہاڑ کی وادی میں متعارف کرائی گئیں۔

ضمیمہ 48۔ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ قبل از تقسیم ہند، ہندو ساہوکاروں کے پاس سرخ جلد والے بہی کھاتے ہوا کرتے اور آپ کے علم میں یہ بھی ہوگا کہ ان کی جلد کوئی ٹھوس نہیں بلکہ ململ کے سرخ کپڑے اور موٹے کاغذ پر مشتمل ہوتی تھی۔

ضمیمہ 49۔ 1968، رام پوری صفحہ 96۔ ناگ کے معنی ہندی میں سانپ کے ہیں۔ شاید کسی زمانے میں یہاں ایک بڑا سانپ رہتا ہوگا۔

ضمیمہ 50۔ Bij-Behara ایک قدیم شہر دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر اسلام آباد سے تقریباً چھ میل اور شہر سری نگر سے بذریعہ سڑک تیس میل کی دوری پر مگر پانی کے راستے سے فاصلہ نسبتاً بہت زیادہ ہے۔
Awantipur سے کوئی 9 میل اور Shupian سے سیدھا راستہ کوئی 9 کوس ہے۔ شہر کے درمیان میں دریائے جہلم پر ایک پل تقریباً 100 گز طویل اور چھ گز چوڑا ہے۔ دارا شکوہ نے 1650 A. D (1060 A. H) میں پل شاہجہان کے دور حکومت میں تعمیر کرایا۔ ویسے تو وہاں کئی ایک زیارتیں ہیں مگر بابا نصیب الدین غازی کی زیارت فوقیت اور بے پناہ شہرت کی حامل، دریا کے بائیں کنارے پر واقع ہے۔
Bij-Behara کے باشیوں کی ایک خاص رسم ہر سال ایک خاص موسم میں ادا کی جاتی۔ رسم کا طرز عمل چھڑیوں کے ... ایک سیاح Vigne (1835 A. D جس نے سفر دو سے سری نگر کی مسافت تین ماہ میں طے کی۔) کے مطابق بابا نصیب الدین کی وفات کوئی 450 سال قبل واقع ہوئی۔ لاتعداد لوگ جنازے میں شمولیت کیلئے آئے۔ ان لوگوں نے شہریوں کی مہمان نوازی کا اس حد تک ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بیچارے شہری تنگ آ گئے۔ اس طرح ان بیوپاروں سے نجات حاصل کی جائے تو بابا خان نے، بابا نصیب الدین کے نہایت قریبی مریدوں میں سے تھا، جنازے پر آنے والوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس کے ساتھ مئی کے مہینہ میں متبرک مقامات اننت ناگ اور اچھابل کی زیارت کو چلیں جس پر وہ تمام لوگ رضامند ہو گئے اور اس طرح
Bij-Behara کے شہریوں نے سکھ کا سانس لیا۔ بابا خان کی اولاد Bij-Behara اور قریب کے گاؤں Kaimo (بابا خان کی والدہ صاحبہ کی جائے پیدائش) میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس واقعہ کی یاد میں Kaimo سے اندر ہر سال مئی کے مہینے میں سالانہ عرس کا انعقاد ہوتا ہے جو شخص گدی نشین ہو زائرین اس سے اجازت مانگتے ہیں اور اس سے پرچیت کا ہوئی چھتر (نکرا) متبرک جھنڈے لینے کے بعد اپنے ساتھ لے کر اسلام آباد (اننت ناگ) اور اچھابل کی متبرک زیارتوں کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق
Bij-Behara کشمیر کے قدیم دارالخلافہ جات میں سے ایک تھا۔ اس کا نام شاید Vijaya Para (The city of Victory) یعنی "فتح کا شہر" سے اخذ کیا گیا ہے یا Vijaya Bijiri ایک

Marfat.com

بادشاہ جس نے (B. C 67) کے قریب حکمرانی کی سے ماخوذ ہے۔

ضمیمہ 50 A۔ جموں سے سری نگر کا فاصلہ کوئی 202 میل ہو گا تقریباً راولپنڈی سے سری نگر تک کا بنتا ہے۔ دونوں راستوں پر زیادہ برف باری کی وجہ سے عام طور پر سڑک تین سے چار مہینے تک سردیوں میں بند رہتی ہے۔ یہ راستہ جموں پر توریل کے ذریعے توی دریا کو عبور کرتے ہوئے یا پھر بس کے ذریعے جموں سے نکالی 18 میل آگے پانچ میل بعد کٹھوعہ اور سات میل کے بعد نگری۔ جموں سے ادھم پور 41 میل یہاں سے مدھ 24 میل [illegible] میل کے فاصلے پر دھرم کتھل۔ دھرم کتھل سے ہوتے چوبیس میل اور مدھ سے بارہ میل یہاں سے رام بن [illegible] اور نو میل کے بعد سڑک پیچھے دریائے چناب کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ رام بن سے بانہال 25 میل [illegible] سڑک آہستہ آہستہ اونچائی کی طرف ہوتی ہوئی راستہ تنگ ہوتی جو کہ رام بن سے [illegible] میل ہے۔ یہاں سے [illegible] چڑھائی کی طرف جاتی ہوئی 9 ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں پر بانہال واقع ہے۔ [illegible] مشرق کی طرف نیچے کشمیر کی وادی کا نہایت دلکش منظر ہے اور اس کے شمال کی طرف [illegible] چوٹیاں ہیں درے کو عبور کرنے کے بعد [illegible] نہایت خطرناک موڑوں سے ہوتی ہوئی [illegible] کی طرف چلی جاتی ہے۔ یہاں سے 29 میل کے فاصلے پر اپر منڈا واقع ہے۔ پہلے سڑک یہاں سے [illegible] گزرتی تھی اس دور میں نئی سڑک [illegible] سے چھ میل جنوب کی طرف واقع تھی۔ [illegible] میل آگے چار میل کے بعد قاضی گنڈ اور بارہ میل بعد خانبل جو کہ [illegible] اسلام آباد جیسے [illegible] ہے۔ خانبل سے سڑک کے راستے سری نگر 32 میل اور دریا کے راستے 47 میل۔

ضمیمہ 51۔ راولپنڈی سے سری نگر تک کوئی 12 گھنٹے کا سفر ہے۔ لیکن سری نگر سے براستہ بانہال ایک رات راستے میں بسر کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ بانہال کی چڑھائی چڑھنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ راولپنڈی سے سری نگر 180 میل جموں سے سری نگر 190 میل جس میں سری نگر سے بانہال کے 73 میل شامل ہیں۔

ضمیمہ 52۔ سعادت حسن منٹو کا افسانہ "[illegible]" ستمبر 1999 میں "نفسیات اور زندگی" میں شائع ہوا۔ منٹو صاحب نے [illegible] Sanitorium میں گزارے۔

ضمیمہ 53۔ خاص قسم کے پہاڑی گھوڑے جو اپنی مخصوص رفتار سے چلتے ہیں اور خطرناک ترین راستے پر جہاں انسان کو پیدل چلتے خوف محسوس ہو بلا خوف و خطر رواں دواں رہتے ہیں۔ مثلاً ایک طرف بہت گہری کھائی اور دوسری جانب نہایت بلند پہاڑ، پہاڑ اور کھائی کے درمیان نہایت تنگ پگڈنڈی ہوتی ہے تو [illegible] جیسے کوئی مشکل نہیں ہوتی بدستور چلتے جاتے ہیں۔

ضمیمہ 54۔ خاص قسم کے پہاڑوں پر چڑھنے والے جانور۔

ضمیمہ 55۔ ہسپانوی زبان میں Mar سمندر اور اردو میں سانپ۔

ضمیمہ 56۔ امرتسر واہگہ بارڈر سے کوئی 30 میل (48 کلومیٹر) پر ہندوستانی پنجاب میں واقع ہے۔ [illegible] حکومت میں امرتسر ایک معمولی جگہ تھی جسے "چک" کہا جاتا۔ یہ سکھوں کا [illegible] 1577 میں سکھوں کے چوتھے گورو رام داس نے یہاں پر ایک تالاب کھدوایا [illegible] "امرت سر" (Amrita Saras) یعنی "[illegible] کا چشمہ" رکھا۔ [illegible] ہندو اور سکھوں [illegible] 1581 میں رام داس پور اور امرتسر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ تالاب کے وسط میں ایک [illegible] مندر تعمیر کیا گیا۔ احمد شاہ ابدالی [illegible] پکار [illegible] خیال کیا [illegible] سکھوں [illegible] نے اس کے نام [illegible] 1762 میں [illegible] اس کے بعد سکھوں کی [illegible]

Marfat.com

منعقد ہوئی اور اس کا نام Sarhat Khalsa رکھا اور بڑی دھوم دھام سے منائی گئی جب ہر ایک سکھ تالاب کے متبرک پانی میں نہا چکا تو فیصلہ کیا گیا کہ سکھ Confederacy کو مضبوط کیا جائے۔ باقاعدہ ضابطہ اور قانون تیار کئے گئے۔ Aluwala سردار نے سکھوں کی لڑائی کرنے کا نشان جنگی کلہاڑی یا ”کالال“ اٹھائی نشان والا مثال (Misal) نے مذہب کا جھنڈا سنبھالا اور شاہی ختم کر دیئے گئے کیونکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ انہیں پسند نہیں کرتا تھا وہ کسی کو بھی تخت کے قریب پھٹکنے نہ دیتا تھا ایسا نہ ہو وہ قریب ہو جائیں اور انہیں معاملات میں دخل دینے کا خاص حق مل جائے۔ رنجیت سنگھ خودمختاری پسند کرتا تھا۔ اس کی کچھ پرواہ نہ تھی کہ اس کی وفات کے بعد کیا ہوگا۔ مندر ہر بار کچلی اور پھر برخاست ہوتی رہتی تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے اپنے والی ہونے کی برخاست کرنے کا بدلہ لینے کیلئے حملہ کر دیا۔ سکھ بھاگ نکلے مگر اس کی فوج سکھوں کو تلاش کر کے قتل کرتی رہی۔ Kos Rahira کے مقام پر سکھوں کا قتل عام کرنے کے بعد امرتسر کی طرف لوٹا ہری مندر (ہری یا وشنو کا مندر) یا دربار صاحب کو بارود سے اڑا دیا۔ بڑے بڑے پتھر جو تالاب کے اردگرد لگے ہوئے تھے مسمار کر کے تالاب میں پھینک دیئے گئے تالاب کو زمین ہموار کر کے اور مٹی سے بھر دیا۔ اس بے حرمتی سے بھی اس کا دل نہ بھرا کہ تین بار گائے ذبح کر کے ان کا خون اور اعضاء پتھروں پر بکھیر دیئے گئے۔ احمد شاہ ابدالی واپس افغانستان پہنچا ہی تھا کہ دوسری گرومتا اسی جگہ پر منعقد ہوئی جہاں احمد شاہ ابدالی نے تباہی مچائی تھی اور انہوں نے بدلہ لینے کا ارادہ کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا اقتدار شمالی ہندوستان میں زوال پذیر ہو گیا۔ سکھوں نے تالاب دوبارہ صاف کیا اور پہلے سے بھی کہیں زیادہ شاندار تالاب اور مندر تعمیر کر دیا گیا تالاب تقریباً 450 فٹ مربع اور اس کا پانی قدرتی Artesian کنوئیں (زمین کو بالکل سیدھا نیچے کی طرف کھودا جائے کہ نیچے کا پانی تحت دباؤ کھودے گئے کنوئیں کے منہ تک آ جائے۔) سے آتا ہے کوئی قدرتی چشمہ وغیرہ نہیں ہے۔ تالاب کے اردگرد کوئی 75 فٹ چوڑے فٹ پاتھ اور مکانات جن میں سے کچھ مندر کی ملکیت ہیں۔ تالاب کے اردگرد دروازے بنے ہوئے ہیں۔ کئی عمارات کی کھڑکیوں سے اس جگہ کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے اور ان عمارات کے دروازے بھی اس جگہ میں کھلتے ہیں۔ زائرین پتھروں کی سیڑھیوں سے تالاب میں جا کر نہاتے اور اپنے آپ کو پاک کرتے ہیں۔ تالاب کا پانی نہایت شفاف ہے۔ تالاب کے مغرب کی طرف ایک پل بنا ہوا ہے جس سے مندر تک رسائی کی جاتی ہے۔ نہانے کیلئے متبرک ترین جگہ وہ جہاں مندر سے سیڑھیاں تالاب میں اترتی ہیں کیونکہ اس جگہ پر نہانے سے پہلے تالاب کی اور جگہ نہانا ضروری ہے۔ اس متبرک جگہ کے مخالف کچھ چھوٹی چھوٹی عمارات جہاں گرو اور فقیر بیٹھتے ہیں انہی عمارات میں سے ایک عمارت بالکل خالی پڑی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تالاب یا امرتسر کے بانی گرو رام داس کی رہائش تھی اور تمام زندگی اسی مکان میں گزار دی۔

ضمیمہ 56 A۔ 1919 میں برطانوی حکومت نے Rowlatt قانون نافذ کیا تاکہ پہلی جنگ عظیم کی Emergency powers کو استعمال میں لا کر قوم پرستوں سے نپٹا جائے اور وہ مظاہرات وغیرہ نہ کر سکیں۔ ہندوستان میں اس قانون کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ جلیانوالہ باغ دربار صاحب کے قریب واقع ہے۔ تیرہ اپریل بروز اتوار 1919 بیساکھی کے روز لوگ امرتسر میں دور دراز جگہوں سے بیساکھی منانے کیلئے آئے ہوئے تھے لوگوں کو پتہ چلا کہ جلیانوالہ باغ میں کانگریس مظاہروں پر پابندی کے باوجود سیاسی اجتماع منعقد کرنے والی ہے تو کوئی دس ہزار لوگ ایک کھلی جگہ یعنی جلیانوالہ باغ جس کے اردگرد اونچی دیواریں تھیں اور آنے جانے کا ایک ہی راستہ تھا اکٹھے ہو گئے۔ Brig. General Reginald E. H. Dyer پچاس فوجیوں کو جن میں اکثریت ہندوستانیوں کی تھی لے کر پہنچ گیا اور دروازے کو بلاک کر دیا بغیر کسی وارننگ کے فوجیوں کو گولی چلانے کا

Marfat.com

حکم دے دیا۔ دس منٹ کے بعد ایک ہزار چھ سو پچاس گولیاں برسائی گئیں جب تک کوئی ایمونیشن باقی نہ رہا 1569 مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق 379 قتل ہوئے اور باقی زخمی ہوئے کوئی ایک 120 لوگوں نے گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے کے لیے باغ کے کنوئیں میں چھلانگیں لگا دیں اور وہ سب کے تمام ڈوب گئے۔ Dyer نے بعد میں بیان دیا ''He had done a jolly good job''۔ اس کا متوقع نفسیاتی اثر ہو گا۔ اس قتل عام کے بعد مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ Dyer نے لوگوں کو مروائے اور انہیں زمین پر ناک رگڑنے کا حکم دیا غرض کہ ذلیل و خوار کیا۔ برطانوی فوج نے اسے censure کیا اور ایک سال بعد ریٹائر ہو کر انگلینڈ چلا گیا۔ انگلینڈ 1920 میں Hunter mission نے اسے condemn کیا مگر House of Lords نے اس کے اس وحشیانہ عمل کی تعریف کی اور اس کی honour میں ایک فنڈ قائم کیا گیا۔ پنجاب کے گورنر Lt Governor Sir Michael O'Dwyer نے اس کے بہیمانہ عمل کو سراہا اور اسے پنجاب سے ایک تار بھیجا ''Your action correct'' انگلینڈ میں جا کر Dyer نے ریٹائرڈ آفیسر کی زندگی گزارنی شروع کر دی۔ کافی عرصے کے بعد ایک سکھ جوان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ مذکورہ سکھ کا باپ 13 اپریل 1919 کو جلیانوالہ باغ میں موجود شہید ہوا۔ 1984 میں ہندوستان کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے فوج کو گولڈن ٹیمپل میں داخل ہونے کا حکم دیا تاکہ چند سکھوں کو جو جنگجوؤں کی تعداد میں گولڈن ٹیمپل کے اندر پناہ گزیں ہو کر اپنے آپ کو قلعہ بند کر رکھا تھا۔ فوج کی فائرنگ سے ایک اندازے کے مطابق چار سو پچاس سے بڑھ کر چند سکھ مارے گئے۔

ضمیمہ 57۔ پاکستانی کے الفاظ ہیں۔ پشتو عوامی آواز۔

ضمیمہ 58۔ ڈویژن سے زخمی حبیب اللہ چودھری کو راولپنڈی ملٹری ہسپتال سے چیک اپ میں رپورٹ کے بعد ... نکالا۔ اس کے بعد دیکھنے میں یہ آیا کہ بائیں کنارے ہونی ہونی ... حبیب ... زخمی حبیب اللہ سے ساتھ والے ... اور دوسری پانچ میل دریا کے کنارے چوکی ہوئی ... سے زخمی ہے۔ ساتھ والے ایک آدھ میل سے جب تک پل پر پوسٹ میں اطلاع کرنا پڑتا تھا۔

ضمیمہ 58 A۔ پاکستانی حکومت نے 1967 میں منگلا ڈیم تعمیر کیا۔ یہ ڈیم زمین کی تہہ سے 453 فٹ (138 میٹر) بلند اور 10.300 فٹ (3.140 میٹر) چوڑا اس کا volume 85 500.000 cubic yards (65.400.000 cubic meters) ہے۔ اس کے ساتھ 3 چھوٹے ماتحت dams شامل ہیں۔ 600 MW بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ اس کے reservoir کی gross capacity 5.900.000 acre feet (7.250.000.000 cubic meter) ہے۔ تعمیر کے وقت ڈیم کی 29 سال عمر متعین کی گئی تھی۔ مطابق اس کی باقی ماندہ زندگی 56 سال ہے جبکہ 29 سال اس ڈیم نے 1974 سے لے کر 2003 تک زندگی کے 29 سال گزارے ہیں۔

ضمیمہ 59۔ ابوالفضل نے اسے Shahabadipur کا نام دیا ہے۔ قدیم نام Phalpur۔

ضمیمہ 60۔ بعد میں یہ کانفرنس ہی کے نام سے مشہور تھی۔

ضمیمہ 61۔ اب زمانہ ترقی کر گیا ہے جس نے متعدد بار شاہد ... روزمرہ ... سامان ... اس قسم کا ریڑھی ... سے wheels مزید rubber کے tyres اور ریڑھی کے اوپر loudspeaker نصب شدہ battery سے operate ہوتا ہے اس کی آواز کی مدد سے جیب کاٹی جاتی ہے۔

ضمیمہ 62۔ لفظ بے رام تائی۔

Marfat.com

ضمیمہ۔63 اس زمانے میں سینما کے ٹکٹ ڈھائی آنے، پانچ آنے، دس آنے، اور گیلری کے ٹکٹ ایک روپیہ دو آنہ ہوتے

ضمیمہ۔64 اس زمانے میں خانہ بدوش مردہ جانوروں کی ہڈیاں اکٹھی کرتے تھے۔ جنہیں "واتل" کہا جاتا تھا۔ شہر کے مضافات میں جھونپڑیوں میں رہتے تھے اور بالخصوص بڑے گوشت کرنے والے قصابوں کی دکانوں پر منڈلاتے پھرتے۔ محلہ فتو پورہ گجرات کے مشہور بڑا گوشت کرنے والے "داؤ" قصاب نے تو "واتلوں" سے باقاعدہ ٹھیکہ کیا ہوا تھا۔ واتل ہڈیاں اکٹھی کر کے ان کا ڈھیر لگایا کرتے۔ ازاں بعد ہڈیاں فروخت کرتے تھے۔ crude suger کو جب powdered ہڈیوں کے bed سے گزارا جاتا ہے تو crude suger سفید ہو جاتی ہے۔ ہڈیاں کئی دیگر استعمال میں لائی جاتی ہیں۔

ضمیمہ۔65 گجرات کے معروف رئیس "... مرزا" کی ملکیت تھا جہاں جنگ عظیم دوم کے دوران جنگی حکمت عملی کے پیش نظر انگریز حکومت نے ایک بڑا پول تعمیر کروایا تھا تاکہ اگر Axis کی فوجیں بمباری کریں تو آگ بجھانے کے لئے پانی کا ذخیرہ وہاں سے حاصل کیا جا سکے۔

ضمیمہ۔66 مٹی کے پختہ برتن سے چھوٹے گھڑے۔

ضمیمہ۔67 پی سی ہوٹل کے مالک اعجاز شاہ انگلینڈ میں فوت ہو چکے ہیں اور اب آپ بھی اس جہان فانی میں موجود نہیں۔ اعجاز شاہ گجرات سے تھے۔ ان کے والد شفیع شاہ صاحب کئی سال گجرات ڈسٹرکٹ کونسل بورڈ کے صدر متعین رہے۔

ضمیمہ۔68 نواب زادہ افضل علی مرحوم کے قریبی رشتہ دار۔

ضمیمہ۔69 اس زمانے میں عام طور پر لوگ بستہ بند میں ہی پارچات وغیرہ بھی رکھا کرتے تھے۔

ضمیمہ۔70 ندی کچھ میں اس مٹی کو نہایت زرخیز متصور کیا جاتا ہے۔

ضمیمہ۔71 ہندوستان کا مشہور شہر، قبل از تقسیم ہند U P موجودہ اتر پردیش۔

ضمیمہ۔72 بعد میں ایک بار نہیں کئی بار سمندری جہاز میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ پہلے تو Caledonia جہاز سے انگلینڈ میں Ph. D کی ڈگری کے حصول کیلئے گیا۔ پھر Queen Elizabeth میں جو دنیا کا سب سے بڑا جہاز تھا، سے نیویارک کا سفر کیا۔ ازاں بعد S.S United States میں جو دنیا کا تیز رفتار جہاز تھا، سے نیویارک سے واپس انگلینڈ پہنچا۔ اس جہاز میں نیویارک سے انگلینڈ کو ساڑھے چار دن لگتے تھے۔

ضمیمہ۔73 اس کا نام بعد میں One Up کر دیا گیا۔

ضمیمہ۔74 کراچی سے ہم نے ٹین حلوے کے چھوٹے ڈبے خریدے تھے۔ کیونکہ یہ اس زمانے میں کراچی کی سوغات ہوا کرتے تھے۔

ضمیمہ۔75 اب وہ منچسٹر ہی میں مستقل رہائش پذیر ہو گیا ہے۔ اس کے دو بیٹے ڈاکٹر اور وہ سب وہاں ہی کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ کبھی کبھار جب پاکستان آئے تو گجرات مجھے ملنے ضرور آتا ہے۔

ضمیمہ۔76 یہ membrane ہے جو کہ digestive tract کے اندر ہوتی ہے۔

ضمیمہ۔77 اس زمانے میں رات گئے تک M. Sc کے سٹوڈنٹس ریسرچ کیا کرتے۔

ضمیمہ۔78 شیر محمد، امین اور شمشاد اس گانے کی گائیکہ۔

ضمیمہ۔79 نومبر 1964 میں، میں وینزویلا سے واپس گجرات لوٹا۔ میری شادی کی تاریخ 17 دسمبر 1964 صبح نو بجے طے ہوئی۔ 12 دسمبر میں نے شیخ صاحب کو راولپنڈی اپنی شادی کے متعلق آگاہ کیا اور انہیں یہ بھی لکھا کہ جنوری 1965 کے پہلے ہفتے میں اپنی bride کے ساتھ واپس وینزویلا چلا جاؤں گا۔ شیخ صاحب بارات پر پہنچے۔ بدقسمتی سے شادی کے ہوئے ایک ہفتہ بعد میری بیوی کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں اور مجھے اکیلے ہی واپس جانا پڑا۔ اس سال کے آخر میں، میں پھر واپس لوٹا اور اپنی بیوی کے ہمراہ واپس وینزویلا روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

ضمیمہ 80۔ ان دنوں جتنے لڑکے پاکستان سے اعلیٰ تعلیم کے سلسلہ میں انگلینڈ جاتے ان میں اکثریت Textile Engineerings والوں کی یا پھر Buiness Administration کے تھے۔

ضمیمہ 81۔ 1952 میں مصر کے بادشاہ فاروق اول کو چند فوجی افسروں نے برطرف کر دیا اور 1953 میں مصر کو Republic قرار دیا گیا۔ جنرل محمد نجیب ملک کو پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ وہ برائے نام ہی صدر تھے اصل میں طاقت کرنل عبدالناصر کے ہاتھ میں تھی۔ اپریل 1954 کو عبدالناصر وزیر اعظم بنا اور اسی سال نومبر میں نجیب کو حکومت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ تمام اقتدار عبدالناصر نے سنبھال لیا۔ جون 1956 میں ناصر ملک کا صدر چنا گیا۔ بادشاہ فاروق 11 فروری 1920 قاہرہ میں پیدا ہوا۔ 18 مارچ 1965 کو روم، اٹلی میں وفات پائی جہاں اس کو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

ضمیمہ 82۔ نہر سویز شمالاً جنوباً مصر کے شمال مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ نہر کی لمبائی 101 میل (163 کلومیٹر) ہے۔ اس کی گہرائی 197 فٹ (60 میٹر) ہے اور زیادہ سے زیادہ مال سے لدے ہوئے جہاز 150.000 ٹن وزنی اس میں سے گزر سکتے ہیں۔ سویز نہر میں کوئی locks نہیں ہیں کیونکہ دونوں بندرگاہوں پورٹ سعید اور سویز میں سمندر کے لیول برابر ہیں۔ نہر میں کوئی اونچی جگہ نہیں بلکہ اس میں پانی کے تین قدرتی ذخائر آتے ہیں Manzal جھیل، Timsah جھیل اور Bitter جھیل۔ اصل میں یہ جھیلیں طوفانی پانی کا بہاؤ ہیں۔ نہر کے بیشتر حصہ میں یک طرفہ جہازوں کی ٹریفک چلتی ہے لیکن کئی اور bays بنی ہوئی ہیں جہاں سے جہاز پاس کیا جا سکتا ہے۔ یہ جگہیں Al Qan Tarah اور اسماعیلیہ بندرگاہ کے درمیان ہیں۔ نہر کے مغربی کنارے پر اس کی لمبائی تک ریل چلتی ہے۔ پہلی نہر دریائے نیل کے ڈیلٹا اور سرخ سمندر کے درمیان مصر کے حکمرانوں Seti I یا Ramses II کے حکم سے تیرھویں صدی B C میں تعمیر کی گئی تھی۔ ایک ہزار سال میں غفلت کا شکار رہی لیکن کئی حکمرانوں نے اسے دوبارہ بحال یا modify کیا۔ آٹھویں صدی A D میں نہر کو قابل استعمال رکھنے کی تمام کوششیں ترک کر دی گئیں۔ Suez کا Isthmus۔ Isthmus کا مطلب ہے خشکی کا تنگ حصہ جو دو بڑے خشکی کے حصوں کو ملاتا ہے۔ حکومت کی تجاویز پیش کی گئیں مگر آخری فیصلے تک پہنچنے سے گریز کیا گیا۔ آخر 1854 میں ایک فرانسیسی سفارتکار اور انجینئر Ferdinand (-Marie) Viscount (vicomte) de Lesseps نے مصر کے وائسرائے سعید پاشا کی توجہ اس طرف مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کی۔ 1858 میں La Compagnie Universelle du Canal Maritime de Suez (Universal Company of the Maritime Suez Canal) تشکیل دی گئی جسے اختیار دیا گیا کہ وہ 99 سال تک یہ کمپنی نہر کو آپریٹ کرے گی۔ اس کے بعد مصری حکومت کے حوالے کر دی جائے گی۔ شروع میں یہ مصری پرائیویٹ کمپنی تھی اور اس کے شیئرز زیادہ تر فرانسیسیوں کے پاس تھے۔ 1875 میں حکومت برطانیہ نے مصری حکومت کے حصص خرید لیے۔ نہر کی کھدائی 25 اپریل 1858 میں شروع کی گئی اور 17 نومبر 1869 میں اس کی تعمیر مکمل ہوئی۔ آغاز میں اس پر کل اخراجات 65 ملین برطانوی پونڈز تھے۔ 26 جولائی 1956 میں جب امریکہ اور برطانیہ نے مصر کو Aswan Dam کی تعمیر کرنے کی پیشکش واپس لے لی تو کرنل عبدالناصر نے نہر کو قومی تحویل میں لے لیا تاکہ اس کی آمدنی سے ڈیم کی تعمیر کی جا سکے۔ 29 اکتوبر 1956 میں اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا۔ دو دن بعد برطانوی اور فرانسیسی افواج نے بھی افواج اتار دیں۔ مصر نے بڑی کامیابی سے نہر میں چالیس بحری جہاز ڈبو دیے جس سے جہازوں کی آمد و رفت معطل ہو گئی۔ UN کی مداخلت سے جنگ

Marfat.com

مہینے میں ایک معاہدہ ہوا اور اسی سال کے آخر میں اسرائیلی برطانوی اور فرانسیسی فوجیں واپس بلا لی گئیں۔ UN کے Salvage team نے ڈوبے ہوئے جہازوں کو نکالا اور مصری حکومت نے مارچ 1957 کو دوبارہ کھول دیا۔ جہازوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ 1958 میں مصر اور nationalized کمپنی میں ایک معاہدہ ہوا جس کی رو سے 1962 میں کمپنی کے اصل حصہ داران کو قیمت ادا کر دی گئی۔ اسرائیل اور مصر کی جنگ کے دوران 1960s اور 1970s میں نہر کی اہمیت بڑھ گئی۔ مصر نے 1967 کی Six Day War میں نہر کو دوبارہ بند کر دیا اور کئی جہاز ڈوبنے کی وجہ سے آمد و رفت معطل ہوئی۔ جون 1975 میں نہر کو پھر آمد و رفت کے قابل بنایا گیا جب International Salvage Team نے ڈوبے ہوئے جہاز نکال کر راستہ صاف کیا۔ اسی سال کے آخر میں مصر نے اسرائیل کے غیر فوجی سامان سے لدے ہوئے جہازوں کو نہر میں سے گزرنے کی اجازت دے دی۔ اسرائیل اور مصر کے درمیان 1979 کے معاہدے کے بعد اسرائیل کو ہر قسم کا سامان نہر سے گزارنے کی اجازت دی گئی۔

ضمیمہ۔ 83۔ جس کو بعد میں پروسٹ Charlie اور مجھے Jerry کہا کرتے تھے۔

ضمیمہ۔ 84۔ اس کے سب کی تفصیل پہیلیوں سے۔ ایک طرف gas valve کا knob اور دوسری طرف اوپر سکہ ڈالنے کا سوراخ۔ جب سوراخ میں سکہ ڈال کر knob کو دائیں ہاتھ گھمائیں تو سکہ نیچے خانے کی تہہ میں جا گرتا ہے۔ جونہی تہہ پر گرا تو گیس آنا شروع ہو جاتی ہے۔ میٹر کے سامنے والے حصے کے ایک طرف چھوٹا سا دروازہ ہوتا ہے جس کے تالے پر seal لگی ہوتی ہے۔ صرف landlady اور محکمہ کا میٹر ریڈر اسے وقتاً فوقتاً کھول کر جمع ہوئے سکے نکال لیا کرتے۔

ضمیمہ۔ 85۔ ایک pub سے دوسرے pub جانا۔

ضمیمہ۔ 86۔ ایک American Negro جس کی آواز میں قدرتی بے پناہ سوز و گداز پنہاں تھا وہ ہندوستانی کلاسیکل کی طرز پر راگ میں گایا کرتا تھا۔ اس کی موت گلے میں cancer کی وجہ سے ہوئی۔

ضمیمہ۔ 87۔ یہ بعد میں انکشاف ہوا کہ جب کئی کئی روز تک لڑکوں کو ان کے گھر والوں کا پتہ نہ چل سکا اس لیے لڑکیاں ایسا کرتی رہیں۔

ضمیمہ۔ 88۔ بعد میں پتہ چلا کہ hangover کے چوبیس گھنٹے کے بعد شراب نوش normal حالت میں آتا ہے۔ اس کے چہرے کی زردی اور بے چینی کی کیفیت تو ختم ہو جاتی ہے مگر آدمی کا رنگ زرد اور مریض کو جسمانی طور پر ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے چوری کے الزام میں پٹائی کی گئی ہو۔

ضمیمہ۔ 89۔ گجرات کے اعلیٰ خاندان سے نسبت تھی۔ 1996 میں اسلام آباد واپسی کے دوران کار کے حادثہ میں انتقال ہو گیا۔

ضمیمہ۔ 90۔ گیان، موجودہ ضلع منڈی بہاؤالدین پنجاب کا رہنے والا۔ اس دور میں Cadbury Chocolate Factory کام کیا کرتا۔ اب بھی لندن میں ہے۔ 1993 میں میری اس سے ملاقات لندن میں ہوئی۔ جب سے میں ریٹائر ہو کر واپس آیا ہوں تین دفعہ مجھے ملنے بھی آ چکا ہے۔

ضمیمہ۔ 91۔ parasites کی خاص قسم کا larva۔

ضمیمہ۔ 92۔ Shakespeare کے ڈرامہ Merchant of Venice میں ایک Character۔

ضمیمہ۔ 93۔ عام طور پر برٹش یونیورسٹیوں کے ہر ایک ڈیپارٹمنٹ میں ماسوائے ایک ہی Professor کے باقی سب کے سب Reader, Senior Lecturer اور Junior Lecturer ہوا کرتے ہیں۔ امریکہ میں سسٹم قدرے مختلف ہے۔ Professor, Associate Professor, Assistant

Marfat.com

اس کے بعد سے پڑھائی کی ملازمت چھوڑ دی۔ Professor, Lecturer

ضمیمہ 94۔ مقامی زبان میں پولیس مین کو bobby کہا جاتا ہے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں ہوتا۔ صرف ایک چلتی چھڑی ڈائریکٹری، راستہ پوچھنا یا پتہ دریافت کرنا مطلوب ہو تو یہ فوراً رہنمائی کرتا ہے اور اپنی جیب سے چھوٹی سی پاکٹ بک نکال کر رہنمائی میں مدد دیتا ہے۔

ضمیمہ 95۔ اس زمانے میں میرے علم کے مطابق انگلینڈ یا سارے یورپ میں مجالس عزا منعقد کرنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آجکل تو بات ہی جدا ہے۔ شہر میں جا بجا امام بارگاہیں موجود ہیں خصوصاً محرم میں باقاعدہ ذوالجناح کا جلوس نکالا جاتا ہے۔

ضمیمہ 96۔ اس دور انگلینڈ میں pubs دوپہر کو دو گھنٹے اور شام کو چھ بجے سے دس بجے تک۔ کسی pub کے بند ہونے کے وقت سے کوئی دس منٹ پہلے barman با آواز بلند کہتا "Time gentlemen, please" مطلب یہ کہ bar بند ہونے کا وقت قریب ہے اپنے اپنے drinks ختم کریں یا کوئی اور drinks خرید لیجئے تاکہ دس بجے سے پہلے ختم کر لیں۔

ضمیمہ 97۔ ان حافظ صاحب سے موصوف و منسوب نہ ہو جائے جن کی جو پڑی کی گئی تھی۔

ضمیمہ 98۔ draught اس ہوا کے جھونکے کو کہتے ہیں جو کسی بند کمرے میں دروازہ یا کھڑکی کھلی رہنے کی وجہ سے ٹھنڈی ہوا ہونے کی وجہ سے اندر آتی ہے اور سخت سردی محسوس ہوتی ہے۔

ضمیمہ 99۔ Gardel کے بعد Tango کی دنیا میں کوئی ایسا singer پیدا نہیں ہوا۔ Colombia میں ایک ہوائی حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔

ضمیمہ 100۔ paying guest کی حیثیت سے صرف bed اور breakfast کا بندوبست ہوتا۔ landlady مہربان ہو تو وہ خوشی سے کر دیتی۔

ضمیمہ 101۔ جرمنی، جاپان اور اٹلی کی فوجوں کو Axis کہا جاتا۔

ضمیمہ 102۔ ایک خاص قسم کے chester کی قیمت 21 guinea تھی۔ ایک guinea ایک پونڈ اور ایک شلنگ کے برابر ہوا کرتی۔ اب ایسی کوئی چیز نہیں۔ ان دنوں میں یہ chester قدرے مہنگی تھی۔

ضمیمہ 103۔ قارئین ان واقعات کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ آجکل یورپ میں شادی کے بعد fraud کے انکشاف پر پہنچ جاتے ہیں۔

ضمیمہ 104۔ کئی سال بعد جب میں USA گیا تو arthritis aspirin Dr. Sasik ایک دوست جو وہاں یونیورسٹی میں ملازم تھا Eastern Europe arthritis کی شکایت ختم ہو چکی تھی۔

ضمیمہ 105۔ ان کے معنی جنگل اور پہاڑی رہنے والا۔

ضمیمہ 106۔ Calypso سے مراد West Indies کے وہ African rhythm ہیں۔

ضمیمہ 106 A۔ Tooting Bec پر سفر ایک ہی Tube جو جنوب میں Morden Tube station پر ختم، شمال میں لندن کے درمیانی علاقے سے گزر کر Camden Town Tube station سے آگے ہونے کے بعد اس کی ایک شاخ Edgware station پر ختم اور دوسری شاخ آگے High

Marfat.com

Barnet station تک۔ اس اسٹیشن سے پہلے چھوٹے اسٹیشن پر جس کا نام Finchley Central ہے وہاں سے اس Tube کی ایک چھوٹی سی برانچ جو بس ایک ہی اسٹیشن Mill Hill East پر ختم ہو جاتی ہے۔

ضمیمہ 106 B۔ District line پر کئی سال بعد مجھے تقریباً روزانہ ایک سال کیلئے سفر کرنا پڑا کیونکہ میں Sabbatical leave پر وظیفہ لے کے لندن آیا ہوا تھا اور اپنی بیوی کے ہمراہ Wimbledon کے علاقہ میں جو کہ لندن کے جنوب مغرب میں واقع ہے جہاں، پاکستان کے نامور ڈاکٹر ذوالفقار حیدر کی ہمشیرہ خالدہ کے پاس ہی ٹھہرا ہوا تھا یہاں سے مجھے برٹش میوزیم جو کہ Cromwell Road پر واقع ہے ریسرچ کیلئے جانا پڑتا۔

ضمیمہ 107۔ یاد رہے کہ ٹرین سیدھی بحری جہاز جسے ferry کہا جاتا ہے کے عرشے کے اوپر پہنچ جاتی ہے اور اس طرح بحری جہاز میں ٹرین کو سمندر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لا کر ٹرین کو دوبارہ زمینی rails سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔

ضمیمہ 108۔ Venice، 120 جزیروں پر مشتمل ہے جہاں 177 نہریں ہیں کاروں کی آمدورفت شہر کی تنگ بل کھاتی ہوئی گلیوں اور پلوں پر جو کہ شہر میں داخل ہوتی ہیں ممنوع ہے۔ پلوں کو صرف پیدل چلنے والے ہی عبور کرتے ہیں۔ شہر کی نہروں میں خاص قسم کی کشتیاں جنہیں gondola کہا جاتا ہے چلتی ہیں۔ صدیوں تک gondola آمدورفت کا ذریعہ تھی۔ یہ ایک چپٹی bottom کی کشتی ہے صرف ایک شخص ایک ہی چپو سے چلاتا ہے۔

ضمیمہ 109۔ میلان سے روم 632 کلومیٹر 395 میل کا فاصلہ۔ فی کس ایک طرف سیکنڈ کلاس کا کرایہ آجکل کے کوئی 50 ڈالرز کے قریب تھا۔

ضمیمہ 110۔ اس زمانے میں پاپ پیا کرتا اور جب سے Latin American میں مقیم رہا ہوں خاص قسم کے سگار پیتا ہوں اور اب بھی وہی سگار میرے بیٹے پر تجرات بذریعہ airmail بھیجے جاتے ہیں۔

ضمیمہ 110 A۔ البانیہ Balkan Peninsula کے مغربی Adriatic ساحل پر واقع ہے۔ یہ کوئی 210 میل (340 کلومیٹر) شمال سے جنوب تک لمبا اور 95 میل (153 کلومیٹر) مشرق سے مغرب تک زیادہ سے زیادہ چوڑائی ہے۔ دارالخلافہ Tirana ہے شمال اور شمال مغرب میں یوگوسلاویا کا بارڈر اور Macedonia کے مشرق میں واقع ہے۔ جنوب مغرب کی طرف یونان کی سرحد ملتی ہے۔ اس کی مغربی سرحد پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں Adriatic سمندر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ 65% آبادی مسلمان اور دوسرے نمبر پر orthodox یونانی Roman Catholics ہیں۔ Communists کے دور حکومت میں تمام مذہبی تحریکوں کو ختم کر دیا گیا تھا۔ 1967-1990 میں تحریکوں کو ban کر دیا گیا۔

ضمیمہ 111۔ اس دن سے لے کر آج تک راقم نے اپنے میز پر دو dice رکھے ہوئے ہیں۔ جو شوقیہ طور پر بجائے پھینکتا رہتا ہے۔ خاص طور پر جب ٹیلیفون کا کوئی نمبر ملانا ہو تو ساتھ ساتھ dice پھینکنا میرا ایک دلچسپ مشغلہ رہا ہے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب دو تین بار چلے میں تو مطلوبہ نمبر پر وہ شخص مل ہی جاتا ہے۔

ضمیمہ 112۔ Nebuchadrezzar II دوم Babylonia کی Chaldean سلطنت کا عظیم بادشاہ تھا۔ اس نے c 605-c 561B C تک حکمرانی کی۔ وہ اپنی فوجی طاقت، دارالخلافہ Babylon کی شان و شوکت اور یہودیوں کی تاریخ میں اہم کردار ادا کرنے کی وجہ سے مشہور تھا۔

ضمیمہ 113۔ shower-proof overcoat

ضمیمہ 114۔ Mauritius بحر ہند میں ایک جزیرہ ہے Republic of Mauritius Island Country کہتے ہیں۔ یہ Mascarene جزیروں کے گروپ میں Central آزاد State ہے۔ اس کا دارالخلافہ

Marfat.com

Port Louis اور Madagascar سے تقریباً 800 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ دو تہائی آبادی ہندو
Creole (Europeans یا mixed Europeans کی افریقہ سے natives سے شادی سے
بعد کی اولاد ہیں) یا فرانس کے descendants کی ہے۔ دو تہائی آبادی Indians کی۔
Europeans اور Chinese کی بھی معمولی اقلیت آباد ہے۔ مختلف آبادی ہندو ہیں۔
Christians اور باقی Muslims آباد ہیں۔ ایک اور ملک Mauritius سے نام سے ملتا جلتا
Mauritania جس کا دارالخلافہ Nouakchott ہے۔ Mauritania اور Algeria کی سرحد ملتی
ہیں۔ یہ ایک Islamic Republic ہے۔ گورنمنٹ نے Algerian radicals کو جو
Nouakchott سے قرآن پڑھانے والے سکولوں میں تھے، ملک سے نکال دیا۔ جنوری 1992 سے
Algeria میں گورنمنٹ اور Muslim radicals کے درمیان لڑائی میں 10 000 لوگ مارے جا
چکے تھے اور اب بھی مارے جا رہے ہیں۔

ضمیمہ 115۔ امریکہ میں شہر کے Center کو کہتے ہیں اور UK میں اسے City Center کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 116۔ میرا خیال غلط تھا۔ تمام کی تمام کشتیاں مالکوں کی تھیں۔ کرایہ پر لینے کے لئے کوئی کشتی نہ تھی۔

ضمیمہ 117۔ امریکن slang میں buddy بے تکلف دوست۔

ضمیمہ 118۔ اس کا مطلب ہے Scotch whisky بغیر سوڈا، پانی یا اور کسی soft drink کے۔ گلاس میں صرف ice اور whisky۔

ضمیمہ 119۔ شراب نوشی کا آخری گلاس۔ اسے One for the road بھی کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 120۔ David کو اس کے students آپس میں egghead کہتے تھے۔ اس کا سر انڈے کی مانند تھا اور تقریباً گنجا بھی۔ سکول کے ایک ماہنامہ میں اس کا caricature بھی شائع ہوا۔

ضمیمہ 121۔ ہر ایک دروازے میں ایک آدھے centimeter diameter کا ایک رسل بنا ہے جس سے باہر دیکھا جاتا ہے۔

ضمیمہ 122۔ باہر سے button کو دبا کر Intercom پر بات کی جاتی ہے تو apartment کے Intercom کا speaker activate ہو جاتا ہے۔

ضمیمہ 123۔ Detroit میں Grosse Point امیر آدمیوں کی رہائش گاہ ہے۔

ضمیمہ 123 A۔ Bimini Islands کو Biminis بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شمال مغربی Bahamas میں جزائر کا سلسلہ ہے۔ یہ جزائر Florida, USA کے ساحل کے مشرق میں کوئی 50 میل (80 Km) اور Bahamas کے دارالخلافہ Nassau کے مغرب میں 110 میل (175 Km) کے فاصلہ پر شمالاً جنوباً 40 میل (65 Km) تک پھیلے ہوئے ہیں۔ main جزیرہ North Bimini شمار ہوتے ہیں جو کہ ہے۔ یہاں yachts کے لئے بڑی اچھی harbors ہیں اور beaches۔ Alice town، Bailey town اور Paradise Point ہیں۔ North Bimini میں Lerner Marine Laboratory بھی American Museum of Natural History کے زیر نگرانی ہے۔ 1990 میں Biminis کی آبادی تقریباً 1,638 تھی۔ Lerner Laboratory میں سمندر میں barracuda اور دوسری مختلف مچھلیوں کو قدرتی ماحول میں رہتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔

ضمیمہ 124۔ ان stations پر صرف gasoline کا بندوبست ہی نہیں بلکہ کھانے پینے کے لئے restaurant اور drugstores وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

ضمیمہ 125۔ یہ فلوریڈا ریاست کے مرکز میں واقع ہے جسے Orlando کہا جاتا ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں سیاح اس دلچسپ تفریح گاہ سے لطف اندوز ہونے کیلئے آتے ہیں۔ اس میں چار parks اور دو water parks ہیں۔ ایک مقام Downtown Disney ہے جہاں شاپنگ کے شوقین گھنٹے گزار دیتے ہیں۔ ایک night club بنام Pleasure Island اور ایک تھیٹر جس میں چوبیس screens آویزاں ہیں۔

Disney Park جسے Animal park بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے کئی حصے ہیں: Discovery Island، Dinoland USA، Asia، افریقہ اور Camp Minnie Mickey۔ جب پارک میں داخل ہوں تو مصنوعی درخت بنام Bugs Life استقبال کرتا ہے۔ آگے چلتے جائیں تو مختلف حصے ہیں جن میں کئی قسم کے پرندے اور دوسرے جانور چلتے پھرتے ہیں۔

1۔ Discovery Land میں ایک 3D شو جس کا نام "It's Tough to be a Bug" بھی ہے۔ جس میں special effects کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ دیکھنے والے بھی شو کا ایک حصہ ہیں جتی کہ سینوں میں دیکھنے والوں پر پانی پھوار کی صورت میں گرتا ہے۔

2۔ Dinoland USA جہاں عام طور پر rids سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ مثلاً spinning coaster جس میں بیٹھ کر مختلف بھول بھلیاں، موڑ، پہاڑ، ڈھلوانیں یہاں تک کہ dinosaur کے جبڑوں میں سے بھی coaster گزرتا ہے۔ یہاں پر ایک special 4D ride جسے Dinosaur کہا جاتا ہے۔ ایک Time Rover میں بیٹھ کر 65 ملین سال وقت میں پیچھے جا کر آخری dinosaur کو موت سے بچاتے ہیں اور تیار رہیں کہ راستے میں گرتے ہوئے asteroids سے بچاؤ بھی کرنا ہے۔

3۔ Asia یہ حصہ بالکل Asia کا منظر پیش کرتا ہے۔ چلتے جائیں تو کئی گھریلو اشیاء دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً رنگ برنگے لالٹین، مندر، پہاڑ وغیرہ وغیرہ۔ یہاں ایک مہاراج جنگل جو ایک قسم کا چھوٹے سائز کا چڑیا گھر ہے۔

4۔ افریقہ Kilimanjaro Safaris پر ٹرین میں بیٹھ کر منظر کا نظارہ کرتے ہیں اور ٹرین کے ڈبوں سے ہر نہیں بلکہ کمال کے وحشی جانوروں کو دیکھ سکتے ہیں۔

5۔ Camp Minnie Mickey سیاح ایک آڈیٹوریم میں بیٹھتے ہیں جہاں بازیگر اپنا فن پیش کرتے ہیں۔ یہاں پر سیاح Mickey، Minnie، Goofs اور Pluto کے ساتھ اپنی تصویریں کھنچواتے ہیں۔ سب سے زیادہ دلچسپ منظر Mickey's Jammin Parade ہے۔

EPCOT اپنی طرز کا انوکھا Disney Park جہاں پر دنیا کے عجیب و غریب ایجادیں اور کچھ زدکھائے گئے ہیں۔ یہ two world سے متعلق ہے۔ Future World اور Present World۔

Studios Disney MGM Studios ایک پارک جس میں مختلف قسم کی رائیڈیں، ایم سے اور اینیمیشن ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کئی فلمیں بھی دکھائی جاتی ہیں ہم نے فلم "Beauty and the Beast" دیکھی۔

Magic Kingdom جادوئی دنیا ہو کہ Disney کی سٹوری بک fantasy کا حصہ ہے۔ ستر وقت چالیس سے زیادہ متحرک لائٹیں اور مختلف قسم کے شو سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ Kingdom کے مختلف سیکشن ہیں۔

1۔ Typhoon Lagoon اس typical park میں لہروں والے تالاب، slides، rafts وغیرہ

وغیرہ ہیں۔ surf pool آدمی کی بنائی ہوئی beach ہے جہاں مصنوعی لہریں اٹھتی ہیں جن کی بلندی چھ فٹ تک پہنچ جاتی ہے۔

2۔ Blizzard Beach میں Summit Plummet امریکہ میں سب سے اونچی slide ہے جو 60 میل فی گھنٹے کی رفتار سے آپ کو نیچے لاتی ہے۔ یہاں پر کئی rafts اور tube rids ہیں۔ Typhoon Lagoon میں مثال کے طور پر DDD، Runoff Rapids، Stream Boat، Springs۔ تمام سیاحوں کو جھولے دیتی ہیں جب raft برفانی پانی میں سے گزرتی ہے۔ Chair Lift ہے جو Mountain Gushmore سے اوپر لے جاتی ہے۔ Melt Away Bay ایک [illegible] ہے جس کو آبشاروں اور آس پاس برف سے سیراب کیا جاتا ہے۔

square، Fantasyland، Mickey's Toon Town Fare اور Tomorrow land، اتنے rids اور شوز ہیں جن کا تمام دیکھنا ممکن نہیں۔

ضمیمہ 126۔ جنہوں نے چیف صاحب کی تمام بیٹیوں کے جہیز کا فرنیچر بنایا جسے میں آج تک استعمال کر رہا ہوں۔

ضمیمہ 127۔ حیرانگی کی بات ہے کہ نائجیریا جو کہ Opec کا ممبر ہے جس میں زیادہ مسلمان اور عرب [illegible] ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں متعدد بار ان لوگوں کو جو پاکستان کی تقدیر کے ٹھیکیدار ہیں، خط بھی لکھے مگر کسی کو جواب دینے کی توفیق نہیں ہوئی۔

ضمیمہ 128۔ اس دور میں بحر اوقیانوس کے اوپر سے پرواز کرنے والے ہوائی جہازوں میں [illegible] سے [illegible] کی لے جا سکتا تھا۔

ضمیمہ 129۔ ایسے چرچ جن کی church کی چھت کی طرح "V" inverted کی شکل کے ہوتے ہیں۔

ضمیمہ 129 A۔ ceibu لفظ کی لاطینی زبان کا نہیں ہے۔ یہ Venezuelan Spanish کا ایک slang ہے۔ [illegible] تھا جس طرح کہ ایک تقریباً ساڑھے تین فٹ اونچا اور چار فٹ لمبا [illegible] میں مختلف shelves جن میں چاندی وغیرہ رکھا جاتا اور اس کے دروازے پر شیشے لگے ہوتے ہیں۔ میز کی چوڑائی تقریباً ڈیڑھ فٹ اور اس کے اوپر والے حصے کی پشت کے اوپر [illegible] شیشہ نصب ہوتا ہے۔

ضمیمہ 129 B۔ قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ USA اور دیگر لاطینی امریکہ میں کئی کرسیاں ہوتی ہیں جن کے نیچے چھوٹے چھوٹے wheels لگے ہوتے ہیں اور کمرے میں rug کے اوپر ایک موٹی پلاسٹک شیٹ ہوتی ہے تاکہ اس پر بغیر رکاوٹ کے کرسی کھسک سکے۔ میری اپنی لیبارٹری میں [illegible] wheeled کرسی ہوتی جو کہ ایک [illegible] کی شکل کے میز کے پیچھے تھی۔ اس کرسی کے پیچھے تھوڑے فاصلے پر ایک [illegible] ایک لمبا اونچا اور تقریباً سات فٹ لمبا تھا اور تھوڑے فاصلے پر [illegible] مثلاً apparatus، dissececting microprojects، incubator، centrifuge، stereomicroscope، microscope وغیرہ رکھے ہوتے تھے۔ میں [illegible] کرسی plastic sheet کے اوپر [illegible] ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا۔ غرض [illegible] wheeled chair معذوروں والی wheeled chair سمجھا جاتا ہے۔

ضمیمہ 129 C۔ لاطینی امریکی ممالک میں پاکستان کی طرح National Indentification کارڈ ہوتا ہے جو ہر شخص کے پاس ہونا ضروری ہے۔ اس پر حامل کی تصویر، انگلیوں کے نشان، کارڈ نمبر، پیشہ، پتہ وغیرہ درج ہوتے ہیں۔ اس کارڈ کے بغیر کسی شہری کو کوئی سہولت وغیرہ دستیاب نہیں ہوتی۔ [illegible]

Marfat.com

اداروں کے تمام فارموں وغیرہ پر کارڈ کی تفصیلات درج کرنے کیلئے ایک خانہ ضرور ہوتا ہے۔

ضمیمہ 129 D۔ یہ تالاب جو bar کے درختوں کے سائے میں ایک کھلے جنگل اور سرسبز و شاداب علاقہ میں واقع ہے۔ اس کا تالاب 30*20 m ہے اور گہرائی تقریباً 2 میٹر۔ اس تالاب کی تین اطراف میں poolchairs اور میز لگے ہوتے ہیں۔ یہ ایک گرم پانی کے چشمہ پر واقع اور اس کے شمالی حصہ کی طرف سے ایک چھوٹی نہر کی طرح پانی بہتا رہتا ہے۔ تالاب کے جنوبی کنارے سے کوئی پانچ میٹر دور ایک bar جہاں کھانے کیلئے snacks، پینے کیلئے ہر قسم کے شروبات اور کافی وغیرہ ہمہ وقت دستیاب ہیں۔ تالاب کے شرقی کنارے سے دور مختلف جھونپڑوں درختوں کے سائے میں کرایہ پر دینے کیلئے huts بنی ہوئی ہیں۔ تالاب کی ایک طرف تھوڑے فاصلہ پر showers اور bath rooms کا بندوبست ہے۔ یہاں نہانے کے بعد کپڑے بدلنے کی سہولت بھی میسر ہیں۔ قارئین کی مزید اطلاع کیلئے سیاحوں کو swimming trunks بھی کرایہ پر مل جاتی ہیں۔ weekends اور خاص خاص تہوار پر اس کی غرض سے اچھے بینڈ (جنہیں Spanish میں conjunto musical کہا جاتا ہے) کا بھی بندوبست ہوتا ہے۔ coconuts کے درختوں سے تازہ cocos اتار کر اوپر سے تھوڑا حصہ کاٹ کر باقی حصے میں برف اور سیاحوں کی حسب خواہش شروب ڈال کر پیش کیا جاتا ہے۔ coco ہاتھ میں پکڑے تالاب میں نہاتے ہوئے straw کی مدد سے پی کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔

ضمیمہ 129 E۔ یہ bar شہر Cumana سے کوئی 35 کلومیٹر دور شمال مغرب کی طرف سمندر کے کنارے واقع ہے۔ دور دور تک ریت، palm کے درخت اور سمندر کے پانی کا نیلا، نیلا رنگ عجیب منظر پیش کرتے۔ کوئی 20 huts جو کرایہ پر مل جاتی ہیں۔ ایک شاندار dance floor جو سمندر کے کنارے اور اس کی ایک طرف bar ہے۔ weekends اور خاص خاص دنوں میں اچھے بینڈ بھی موجود ہوتے ہیں۔ Playa Colorada اور دور دور تک کوئی آبادی نہیں اور highway سے لیکر سمندر تک صرف bar کا ہی حصہ ہے۔ highway سے ہو کر ہی dance floor کے سامنے پہنچ جاتی ہیں۔ یہ پارویز ویلا کی بہترین bars میں سے ایک ہے۔ سڑک نہایت ہی خطرناک پہاڑوں کے دامن سے بل کھاتی ہوئی دائیں ہاتھ کی طرف نیچے سمندر، بائیں ہاتھ کی طرف سر بلند پہاڑ اور متعدد موڑ تو اسقدر خطرناک کہ تجربہ کار drivers کو بھی احتیاط سے ڈرائیونگ کرنا پڑتی ہے۔

ضمیمہ 129 F۔ bolivar وینزویلا کی کرنسی اور ان دنوں میں devaluation کی وجہ سے اس کا برا حال ہے۔ کوئی 480 bolivars ایک امریکن ڈالر کے برابر۔ 1998 میں تقریباً 600 bolivars اور آجکل 2000 سے زیادہ bolivars۔ Simion Bolivar لاطینی امریکہ کا سب سے نامور freedom-fighter تھا۔ اس نے پانچ Latin American ملکوں کو Spain کی حکمرانی سے آزادی دلائی۔ ان ملکوں کے نام Peru, Ecuador, Colombia, Venezuela اور Panama ہیں۔ Simon Bolivar کو تپ دق کا مرض بچپن سے لاحق تھا نہایت دبلا، پتلا انسان اپنے لئے پیٹھ نہ بنایا۔ بالآخر وینزویلا کے ہمسایہ ملک Colombia میں نہایت تنگدستی اور کسمپرسی کی حالت میں فوت ہوا ایک درخت کے سائے میں جب موت نے اسے آلیا تو راہگیر نے انسانی ہمدردیوں سے مغلوب ہو کر اس کے اوپر اپنا کوٹ ڈال دیا۔ جب میں بچپن میں زیر تعلیم تھا تو ایک کتاب *Roll Call of Honours* ہمارے کورس میں شامل تھی جس میں کئی Heroes مثلاً David Livingston، Garibaldi وغیرہ کے علاوہ Simon Bolivar کا نام بھی تھا۔ اسی ضمن میں قارئین کی دلچسپی کیلئے عرض کرتا چلوں کہ Peru میں کافی عرصے سے Maoist Shining Paths گوریلوں کی تحریک چل رہی

Marfat.com

تھی۔ 7 جولائی 2003 میں اس تحریک سے مرنے والوں کی تعداد 122 قتل، 92 لاپتہ اور 91 ... تشدد کے واقعات میں ... Peru کے پریذیڈنٹ Alejandro Toledo کی حکومت نے اس رپورٹ کی تصدیق کر دی ہے۔

ضمیمہ 130۔ stoolpigeon پہلے زمانے میں جب پوسٹل سسٹم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی ٹیلی کمیونیکیشن کے ذرائع تھے تو پیغام رسانی کیلئے کبوتر استعمال کئے جاتے۔ لوگوں نے اپنے گھروں ... کبوتر پال رکھے ہوتے تھے جس پر پیغام بردار کبوتر آ کر بیٹھ جاتا۔ کبوتروں کے کئی مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ کبوتر کے رنگ سے پیغام کی نوعیت پیغام لینے والا سمجھ جاتا کہ اس رنگ کے کبوتر کے پیغام لانے کا کیا مطلب ہے ... دوسرا کبوتر کی ٹانگ کے ساتھ کوئی نوٹ بندھا ہوا ہوتا تھا جو پیغام لینے والا کھول کر پڑھ لیتا ... اندر کی بات باہر کرے اسے خاص طور پر امریکن انگلش میں stoolpigeon کہا جاتا ہے۔

ضمیمہ 131۔ جیسے کہ بزرگوں کے خول جب پھٹے ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک ... چپچپا دار ... ہے جو ظاہر محسوس ہونے پر خول کو رنجدار کر دیتی ہے۔

ضمیمہ 131 A۔ ہمارے مکان Quinta Porzana میں بعد میں جب ہم نے شفٹ کیا ... 15 by 19 Meter اور 90 cm کا ... تھا اس کی تین منزلوں پر میں نے اپنی کتابوں اور رسالوں ... تعداد 9 ہزار کتب پر مشتمل تھی ... shelves بنوائے تھے۔ مختلف کمپنیوں سے میں نے اخراجات کا اندازہ لگوایا تو انہوں نے اس وقت کی آمدن کے لحاظ سے اس قدر زیادہ رقم بتائی ... اور نہ قابل برداشت تھی۔ میں نے اس مسئلہ کو اپنے دوست Tom سے شیئر کیا ... (Polar) beer کی ... ہم نے بڑی اچھی والی pinewood لکڑی ... Chili ... 33 ... یونیورسٹی کے بعد وقت اور weekends شامل کر کے ... shelves تیار ... Diana ... مزاج ... اچھی ... کر رہے۔

ضمیمہ 131 B۔ جو لوگ tropics میں رہ چکے ہیں وہ بخوبی واقف ہیں کہ جب بھی بارش ہو تو ... جاتا ہے۔ اس کے علاوہ بارش ... پیچیدہ پیچیدہ علاقہ جات میں اور ... area ... ایک حصہ پر بارش کے چھینٹے پڑ رہے ہیں تو دوسرے حصہ میں دھوپ پھیلی ہوئی ہے ... بارش ہوتی رہتی ہے۔ tropical ... موسم ... خراب ... کا ... تاثر ... ہو جاتا ہے۔ جب ... مطلع صاف ہو تو ... sancudos کہتے ہیں۔ ... تعداد میں ... ہیں اور انسان ان کا پسندیدہ شکار ہیں۔

ضمیمہ 132۔ یہ ایک مرض ہے کہ خواہ آدمی امیر ہو یا غریب اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو ... اپنے ... کی بھی اشیاء دوسروں کی موجودگی یا غیر موجودگی میں چوری کر لیتا ... تک نہیں ہوتا ... شہرت ... اس عادت کیلئے مشہور تھے۔

ضمیمہ 133۔ ایک قسم کا تلوار نما ہتھیار جس سے ... کاٹنے کا کام لیا جاتا ہے۔

ضمیمہ 134۔ فائیو سٹار ہوٹل Quinta Porzana جہاں میں قیام پذیر تھا ... ساحل سمندر پر ... شامل

مغرب میں واقع ہے۔

ضمیمہ 135۔ اٹلی کا فسسٹ ڈکٹیٹر جس نے نازی جرمنی کا ساتھ دیا۔

ضمیمہ 136۔ جسے ہمارے یہاں اراروٹ کہتے ہیں اور قلفیوں میں اور کپڑوں کو مائع لگانے کیلئے اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔

ضمیمہ 137۔ یہ شہر سے باہر کی highway پر واقع ہے جو کہ Tucupita کی طرف Avenida Raul Leoni سے اختتام پذیر ہے۔

ضمیمہ 138۔ اس جگہ کو کہتے ہیں جو سمندر یا دریا کے کنارے یا ایسے علاقہ میں واقع ہو جہاں درخت لگے ہوں۔ شراب اور dancing کا بندوبست ضروری اور بچے boatclub تک پہنچ جاتے ہیں۔ balneario میں کافی سہولیات kiosks, shelters وغیرہ۔

ضمیمہ 139۔ لاطینی امریکہ میں ایک Maoist گوریلا گروپ کا بھی نام ہے۔

ضمیمہ 140۔ جس کے والدین میں سے کوئی ایک غیر Venezuelan ہو۔ ایسی لڑکیوں کا رنگ ذرا سانولا ہوتا ہے اور بال بھی کالے۔

ضمیمہ 140 A۔ San Felix کے قریب ہی ایک شہر جسے Puerto Ordaz کہا جاتا ہے (جیسے کہ اسلام آباد اور راولپنڈی) 2 جنوری 1961 کو ایک Prsidential Decree سے ان متذکرہ شہروں کو متصل کر کے Ciudad Guayna کا نام دیا گیا (میں ابھی Venezuela میں نہیں پہنچ پایا تھا) اس Guayana کے علاقہ کو Venezuela کے پڑوسی ملک Guayana سے confuse نہ کیا جائے۔ اس پڑوسی Guayana کا نام پہلے British Guayana تھا کیونکہ یہ انگریزوں کی کالونی تھی اب آزاد ہے۔ اس کا prime minister ایک دفعہ Chedi Jagan تھا جو کہ ہندو ہے یہاں پر ہندو اور مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے۔ اس ملک کے ایک حصہ کو Guayana Esquebo کہتے ہیں۔ جس کا Venezuela سے تنازعہ چل رہا ہے جبکہ Venezuela اس پر اپنا حق جتاتا ہے مگر Guayana اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسی طرح اس کے ساتھ ملحقہ ملک ہے جسے Dutch Guayana کہتے ہیں۔ Venezuela کے Guayana علاقہ میں Bolivar ریاست سب سے بڑی ہے۔ جس میں Delta Amacuro اور Amazonas شامل ہیں۔ یہاں پر کثیر مقدار میں معدنیات تیل uranium bauxite, titanium اور soft لکڑی وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں پر قدرتی خوبصورت مناظر میں دنیا کی بلندترین آبشار Angel Falls واقع ہے۔ دنیا کے قدیم ترین Amazon Jungle جس میں نہایت بلند Tepuys (Isolated buttes) پہاڑ جن کی sides خاص طور پر steep یا clifflike ہوتی ہیں اور ایک National Park جس کا رقبہ five million hectares ہے۔

ضمیمہ 141۔ جس کا مطلب Spanish زبان میں شادی شدہ بزرگ عورت یا مہذبانہ تخاطب ہے۔

ضمیمہ 142۔ ہندوستان کی فلمی دنیا کا گرامی گانے والا مشہور گلوکار جس کی عادت تھی کہ وہ تقریباً تمام رات کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتا اور اس کا ڈرائیور اسے لیے بمبئی کی سڑکوں پر پھرتا رہتا۔ اتفاق سے اس کی آواز کھل کے نکل جاتی تھی اس لئے کھل کر اسے کار چلانے اور گانا گانے کی تاکید کرتا چلا جاتا۔

ضمیمہ 143۔ خاص قسم کی لوہے کی انگیٹھی کے نیچے کوئلوں کو دہکا کر اس انگیٹھی کے اوپر خاص قسم کے گوشت کو مخصوص مصالحے وغیرہ لگا کر تیار کیا جاتا اور اس طرح سے تیار شدہ گوشت کو parrilla کہتے ہیں۔

ضمیمہ 144۔ initials بیلٹ دونوں الگ کے ساتھ جگہ ہوتی جہاں پر ناموں کی ٹیپ چپکائی جاتی ہے۔

Marfat.com

ضمیمہ 145۔ غار Caripe شہر سے جانب مغرب قریباً 30 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جیسا کہ مقامی Indians
کہتے ہیں اس غار کو Province of Cumaná کے Missionaries نے دریافت کیا تھا۔
مشہور جرمن سائنسدان اور explorer جس کا نام Alexander von Humboldt تھا نے
1799 میں visit کیا۔ وہ غار میں صرف 472 میٹر تک داخل ہوا۔ اس غار کی لمبائی 10.200 میٹر ہے۔
غار اور اس کے متصل علاقہ کو Venezuela کی حکومت نے 1949 میں von Humboldt سے
منسوب کیا جو کہ ملک کا پہلا National Monument تھا جہاں اس کا statue بھی نصب ہے۔ یہ
Monument، 181 hectares پر مشتمل اور اس کے گردونواح میں 15.500 hectares کا
علاقہ Guacharo National Park کہلاتا ہے۔ نہ صرف Venezuela کی غاروں میں سے
بہترین بلکہ تمام Latin America کی غاروں میں فوقیت کی حامل، بین الاقوامی سطح پر geological
اور biological wonders کے لئے مشہور ہے۔ اس غار کا نام Guacharos "پرندوں"
Venezuela کے علاوہ یہ جانور Trinidad، Guayana، Colombia، Bolivia
Peru اور Ecuador میں بھی پائے جاتے ہیں، کی وجہ سے جو وہاں ہزاروں کی تعداد میں رہتے ہیں۔

ضمیمہ 146۔ Guacharos دراصل پرندے نہیں بلکہ bats چمگادڑ کی طرح کے ہیں mamifers یعنی بچہ
دینے والے جانور۔ پر اور اڑان ان کے secondary کردار ہیں۔ اسی طرح whale مچھلی نہیں بچہ
دودھ دینے والا جانور ہے جس نے secondary character کے طور پر پانی میں رہائش رکھی ہے۔

ضمیمہ 147۔ پھل کھانے والے جانوروں کو frugivorous کہتے ہیں چمگادڑیں بھی frugivorous ہوتی ہیں
کیڑے مکوڑے بھی کھاتی ہیں۔

ضمیمہ 148۔ Diners Club نے 1950 میں سب سے پہلے credit card کا اجرا کیا۔ اس کے بعد
American Express card 1958 معرض وجود میں آیا۔ ازاں بعد Barclaycard، پھر
Lloyds بینک کا 1972 Access card (اس کا نام بعد میں تبدیل کر کے Lloyds Bank
TSB، Visa اور Mastercard رکھ دیا گیا۔) میں اور Citibank کا Citicard جب راقم
ویز ویلا میں تھی تو ان تمام cards کے علاوہ میرے پاس Lloyds Bank کا debit card بھی تھا۔
ریٹائر ہونے کے بعد جب پاکستان میں سکونت اختیار کی تو صرف Lloyds Bank TSB
اور Citicard کارڈ ہی استعمال میں لاتی ہوں۔ ایک نیا smart card متعارف کرایا گیا ہے جو
credit اور debit کے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلا Roman سکہ تقریباً 450
B.C میں ایجاد ہوا۔ اور سب سے پہلی mint تقریباً 365 B.C کے دوران Juno کی عبادت گاہ
میں لگائی گئی۔ Juno کا ایک نام Moneta بھی ہے۔ "She who warns / counsels" جو
کہ ہم تک "money" کے لفظ میں پہنچی ہے۔ Juno Moneta خداؤں کے بادشاہ Jupiter کی
بیوی تھی۔ rupee کا لفظ "rupia" (سنسکرت میں شکل یا خوبصورتی۔ credit لاطینی زبان میں
credo یعنی کہ "belief") ۔۔۔ Perveen, 2003۔

ضمیمہ 149۔ اسی نام کا اس علاقہ میں Victoria Line کا انڈر گراؤنڈ سٹیشن اور اس لائن کا ٹرمینل بھی ہے۔

ضمیمہ 150۔ draught کھلی کھڑکیوں اور کھلے دروازوں سے اندر آنے والی ہوا کو کہا جاتا ہے اور انگلینڈ میں عام ہے۔
ڈرافٹ کی وجہ سے اکثر لوگ بیمار ہو جاتے ہیں لہذا اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ کھڑکیاں دروازے اس طرح
سے بند ہوں کہ ڈرافٹ نہ آ سکے۔ بند کمرے سے ڈرافٹ تو آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کمرے میں اور کوئی ...

Marfat.com

یہ روشن دان اس لیے ہوتے تھے کہ cross ventilation ہو سکے۔

حاشیہ۔ 151۔ Old Town جس کی بنیاد 1257 میں رکھی گئی۔

حاشیہ۔ 152۔ ارجنٹینا کی research sport آرگنائزیشن *Consejo Nacional de Investigaciones Cientificas e Technologia*

حاشیہ۔ 153۔ یہ ریڈیو جس کا تذکرہ ہو رہا ہے اتنا مضبوط اور پائیدار بنا ہوا تھا کہ اتنے سال گزرنے کے بعد اب بھی وینزویلا میں میرے گھر میں موجود ہے اور میری بیٹی کے زیر استعمال ہے جبکہ اب بھی میرے پاس پاکستان میں موجود ہے۔

حاشیہ۔ 154۔ tower کا ہموار چھت یا قلعہ کی دیوار parapat جس میں firing کرنے کیلئے سوراخ۔

حاشیہ۔ 155۔ چھوٹا قلعہ یونان کے شہروں میں خاص طور پر Athens کے قلعہ کا اوپر والا حصہ جو شہر کو dominate کرتا ہے

حاشیہ۔ 156۔ یہ ایک مستطیل شکل کا پرزہ ہوتا ہے جس میں تین قطاروں میں کانٹے پڑے ہوتے ہیں اور انگلی سے مکئی کے دانے چھیل کر اتنی جلدی الگ کر دیتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

حاشیہ۔ 157۔ پاسپورٹ میں سے ... ویزے کا ... ملک کا نام لکھا ہوتا ہے۔ کارڈ کا نمبر کارڈ کے اجرا اور اختتام کی تاریخ درج ہوتی ہے۔ تاریخ سے مراد یہ ہے کہ صرف مہینوں، سال اور اس ملک کا نام جہاں کارڈ ہولڈر رہائش پذیر ہو۔ اس سب کا code چونکہ راقم وینزویلا میں رہائش پذیر تھا صرف V لکھا ہوا تھا۔

حاشیہ۔ 158۔ میں زندگی کے معاملے میں بڑا meticulous واقع ہوا ہوں لیکن عجیب اتفاق ہے کہ حساب کتاب کے معاملے میں ضرورت سے زیادہ ہی لاپرواہ واقع ہوا ہوں۔ گویا یہ میرے بس کی بات نہیں یہاں تک کہ اپنی ماہانہ checkbook balance کرنے کے لیے اکثر سیکرٹری کی مدد لینا پڑتی۔

حاشیہ۔ 159۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مقصد کسی قسم کی بدسلوکی یا بے چینی کا اظہار نہیں تھا اور تکیہ جات بالعموم آرام دہ سفر کی سہولت کے لیے ہوتے ہیں جو air hostess نے دیئے صندوق میں پڑے ہوئے تھے۔

حاشیہ۔ 160۔ انہیں ہم پنجابی زبان میں ''پونگ'' کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں کی نصیحت کے مطابق جب جال لگانے کے بعد مچھلیاں آتی ہیں تو چھوٹی مچھلیاں دریا میں واپس پھینک دی جاتیں تاکہ بڑی ہو سکیں۔

حاشیہ۔ 161۔ pickup سے بڑا اور اس سے چھوٹا جو عام طور پر پرانی فوجی گاڑی pickup کی کانٹ چھانٹ سے بنایا جاتا ہے۔

حاشیہ۔ 162۔ ان صاحب کی موت کے بعد پوسٹ مارٹم کیا گیا تھا ان کی رپورٹ کے مطابق بھی موت ڈوبنے کی وجہ سے ہوئی۔

حاشیہ۔ 163۔ راقم کے ایک دوست ... ہوتے اور ... نے اسے ایک تختۂ مشق بنایا گیا ... اس کی کھال اتارتے ہی ... اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔

حاشیہ۔ 164۔ اپنی والدہ ... سیدہ صاحبہ نے ایک سکول کھول رکھا تھا۔ جہاں تقریباً پیر زادگان کی وضعدار خاندان کی مستورات نے تعلیم حاصل کی۔ اب وہ کافی عمر رسیدہ ہیں لیکن ابھی تک سکول کی ذمہ داری بطریق احسن نبھا رہی ہیں۔

حاشیہ۔ 165۔ ان کے چھوٹے بیٹے کا نام سید عباس علی شاہ اور اس سے چھوٹے فدا حسین شاہ جو کہ اس وقت سکول میں زیر تعلیم تھے جبکہ سائیں صاحب کے ایک بیٹے کا نام بھی برکت علی تھا۔

حاشیہ۔ 166۔ نیب پور ایک واحد گاؤں ہے جو کہ اجڑ بیابان میں زمیندار ... کے جنوب مشرق کھیتوں میں واقع تھا۔ سائیں ... کا اصل نام ... دین تھا۔ وہ پیر سید رشید الدولہ صاحب اور ان کے برادران کے دوستوں میں سے تھے۔ راقم اور فضل الٰہی انہیں چچا کے نام سے پکارا کرتے اور وہ اکثر اوقات پیر صاحب کے دیوان

Marfat.com

خانہ میں ہی رہتے۔

ضمیمہ 167۔ جو بعد میں راقم کے ساتھ لاہور میں زیر تعلیم تھا گوجرانوالہ میں ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج تعینات ہوا اور اب دو تین سال ہوئے ریٹائر ہو کر گوجرانوالہ میں ہی رہائش پذیر ہے۔

ضمیمہ 168۔ پیر صاحب کے اکلوتے بیٹے کا نام عزیز الدولہ تھا لیکن پیار سے تا دم مرگ اسے پپن جی کے نام سے ہی پکارا جاتا رہا۔

ضمیمہ 169۔ جس کا اصلی نام تو فضل الٰہی ہے لیکن فضلاں کی عرفیت سے پکارا جاتا ہے۔ پیر صاحب کے دیوان خانے میں ہی پروان چڑھا۔

ضمیمہ 170۔ پہلی ملاقاتوں میں آغا صاحب کو پتہ چلا کہ یہ صاحب یا تو مولانا کے داماد ہیں یا ابھی شادی ہوئی ہے [illegible] ان کو اپنا عم سمجھا رہے ہیں۔

ضمیمہ 171۔ یہاں تھوڑا سا تضاد ہے کہ ان صاحب نے تو بنگالی مسجد کا حوالہ دیا تھا مگر یہاں مدنی مسجد کا ذکر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اب اس کا نام تبدیل کر کے مدنی مسجد رکھ دیا ہو۔ یا ان کو غلطی لگی ہو تا ہم موجودہ امام دین 1971ء سے مولانا صاحب کے داماد ہیں۔ جن کو بزرگ امام دین 1971 میں اپنے [illegible] سے فیضیاب کر رہے تھے۔

ضمیمہ 172۔ دو بھائی تھے ایک کا نام جناب شیخ عظمت اللہ اور دوسرے کا نام جناب شیخ کرامت اللہ تھا۔ کرامت اللہ صاحب کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ شیخ اختر مسعود جو کہ باحیات ہیں اور شیخ اختر محمود جو وفات پا چکے ہیں۔ شیخ عظمت اللہ صاحب کے چار بیٹے تھے۔ شیخ عبدالرشید صاحب جو ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز تھے شیخ احمد سعید صاحب آئی جی جیل، شیخ بشیر احمد صاحب ڈی ایس پی اور شیخ نذیر احمد صاحب جو [illegible] ڈیپارٹمنٹ میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے ان چاروں بیٹوں کوئی اولاد نہ تھی۔ خاندانی قبرستان [illegible] میں ہے۔

ضمیمہ 173۔ انگریزوں کے دور میں جو کوئی استعمال میں لانے کا حساب دینا پڑتا تھا اور مکمل تحقیق کی جاتی [illegible] نہ ہوتی تو اس کی سزا بھگتنی پڑتی۔ شاید آجکل آزادی کے زمانے میں بھی ایسا ہوتا ہو۔

ضمیمہ 174۔ اب اس عامل صاحب نے [illegible] ہو رہے [illegible] اور Posh علاقہ میں کوٹھی بنوا لی ہے۔

ضمیمہ 175۔ انگلینڈ اور یورپ میں اس قسم کی دکانوں میں ایک چھوٹا کمرہ ہوتا ہے جو کہ [illegible] استعمال کیا جا سکتا ہے جس کے ساتھ باتھ روم کی سہولت وغیرہ بھی میسر ہوتی ہے۔

ضمیمہ 176۔ پول انگلینڈ میں فٹ بال کی مختلف Countes کی teams کے درمیان جو میچ ہوتے ہیں [illegible] جیتی ہے [illegible] پونڈز کے انعامات تقسیم ہوتے ہیں۔ [illegible] ہے۔ راقم نے بھی [illegible] 1 پول کے فارم [illegible] پونڈ سے زیادہ نہیں [illegible] نہیں۔

ضمیمہ 177۔ جس کا نام راقم نے بعد میں [illegible] رکھ دیا اور اس کے آگے [illegible]

ضمیمہ 178۔ [illegible] ہیں۔

ضمیمہ 179۔ پیر صاحب کو بعد میں F.I.A میں [illegible] ایکسیڈنٹ میں مارے گئے۔

ضمیمہ 180۔ معروف باقر شاہ صاحب میرے ایک دوست خان محمد جو پاکستان کا مشہور [illegible] آجکل Acton لندن میں کاروبار کرتا ہے اور راقم تینوں لاہور میں پڑھا کرتے تھے۔ اب S P ریٹائر ہو گئے ہیں اور [illegible] میں رہتے ہیں۔

ضمیمہ 181۔ تھل ریگستان خوشاب سے [illegible] تک محیط ہے۔ [illegible]

Marfat.com

ہندوستان کے اندر تک جاتی ہیں۔

ضمیمہ۔182۔ یہ ذکر جدید کرامت نامہ میں بھی کیا جا چکا ہے۔ جس پر موسم کے مطابق پھل بھی کثرت سے لگتا اور بیریاں کنجان گچھوں سے لدی ہوا کرتیں لہذا اسکول جاتے وقت بچے دیوان خانہ کی بیریوں کے بیروں سے اپنی اپنی جیبیں بھر لیا کرتے۔

ضمیمہ۔183۔ سر کے معنی بھگوان اور سنگ کے معنی ساتھ یعنی ایک جگہ اکٹھے ہو کر بھگوان کی پوجا پاٹ کرنا۔ اس محفل میں وہ اپنے گرو کو بھی مدعو کرنا ضروری سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان مولوی صاحب کو ختم شریف کے موقع پر بلاتے ہیں۔

ضمیمہ۔184۔ اس گردش کے حالات سے متعلق بعد میں بیان کئے جائیں گے جب موصوف پاکستان واپس پہنچیں گے۔

ضمیمہ۔185۔ ایک امریکن ڈالر 830 تمن کے برابر۔ 1000 تمن کے نوٹ کا مطلب ہے 10,000 ریال۔ اسی طرح ریال کے مختلف نوٹوں سے ایک صفر ہٹا لیا جائے تو تمن ہو جاتا ہے۔

ضمیمہ۔186۔ ایران میں لوکل کال فری اور بیرون شہر کیلئے چارج کیا جاتا ہے۔ سڑکوں پر جگہ جگہ ٹیلیفون بوتھ لگے ہیں۔ لوکل کال پبلک کال بھی کی جا سکتی ہے۔

ضمیمہ۔187۔ سپینش زبان میں ان کاروں کو کہا جاتا ہے جو سرکاری طور پر ٹیکسی نہیں ہوتیں بلکہ عام کاریں جو کسی مخصوص سمت کی طرف جاتے ہوئے راستے میں اترنے والے مسافروں کو کرایہ لے کر بٹھا لیتے ہیں۔

ضمیمہ۔188۔ پاکستان واپس لوٹنے کے بعد لاہور سٹاک ایکسچینج چوتھی منزل پر جہاں سے میں ڈائریکشن کروایا کرتا ہوں وہاں بھی اب ایسی مشینیں نصب تھیں۔

ضمیمہ۔189۔ واش بیسن کے ساتھ ایک طرف دیوار میں liquid soap dispenser لگا ہوتا جس کو دبانے سے liquid soap جاری ہو جاتا ہے۔

ضمیمہ۔190۔ یہ تاثیر امیر کرسٹ لاہبریری نے مظفر حسین میر صاحب کی پہلی اور دوسری برسی پر چھپوانے کی سعادت حاصل کی ہے اور اب ان کی تیسری برسی پر کتاب حدیث کربلا مولفہ پروفیسر حامد حسن سید، قارئین کے لئے ان کے علمی ذوق کی تسکین کے لئے بہت بڑا تحفہ ہے۔

ضمیمہ۔191۔ ہمارے بچپن میں اقبال الیکٹرک پریس کے بورڈ کی تحریر کو ہم یوں پڑھتے تھے "اقبال علی کٹرک پریس" اسی طرح اس پریس کے ضمن میں مجھے ایک اور بات یاد آتی ہے کہ اس پریس کے سٹاف میں چھ اتنے ذہین اور محنتی لوگ تھے کہ انہوں نے اس وقت جب جدید فنی مراعات حاصل نہ تھی انہوں نے اپنی ایک چھوٹی سی کوشش سے گجرات میں پہلی دفعہ جعلی کرنسی نوٹ تیار کیا۔

ضمیمہ۔192۔ جس کا الٹرا پریس پنکھوں کا کارخانہ سال انڈسٹریل ایریا، گجرات میں اب بھی موجود ہے۔

ضمیمہ۔193۔ گجرات کی مشہور شخصیت جو کہ وزیرآباد کے رہنے والے تھے اور پرانا بجلی گھر سرگودھا روڈ، گجرات میں ملازمت اختیار کر رکھی تھی۔

ضمیمہ۔194۔ دائیں ہاتھ سے معذور ہونے کے باوجود بیڈمنٹن خوب کھیلا کرتے، آج کل گجرات میں پریکٹس کر رہے ہیں۔

ضمیمہ۔195۔ کرامت اللہ، سن 1977ء تاریخ گجرات۔ گجرات: پنجاب الیکٹرک پریس، 378 صفحات۔

ضمیمہ۔196۔ اب یہ بند ختم ہو چکا ہے دونوں طرف تعمیر شدہ عمارات استادہ اور اب بھی راستہ موجود ہے جو اسلامیہ سکول کی طرف جاتا ہے۔

ضمیمہ۔197۔ Mercantile Cooperative Society گجرات برانچ کا منیجر اور ہمارے قریبی دوستوں میں سے ہے۔ یہاں تک کہ ان سے زنان خانہ میں بھی آنے جانے کی کوئی معاونت نہیں۔ چوہدری یار محمد جوڑا گجرات کی مشہور شخصیت کے ساتھ مارچ 2001 میں سیاحت کیلئے نیویارک گیا ہوا تھا اور انہیں اپریل کی 26 تاریخ

Marfat.com

کو واپس لوٹنا تھا۔ چوہدری یار محمد صاحب تو پہلے ہی واپس پاکستان لوٹ آئے۔ مرحوم [illegible] واپس [illegible] سے ایک روز قبل دل کے عارضہ میں مبتلا ہو گیا اور اس کی چاروں coronary arteries [illegible] تھیں لہذا بائی پاس کے سلسلہ میں اسے زیادہ دیر امریکہ میں رکنا پڑا۔

ضمیمہ 198۔ یونیورسٹی میں قومی سطح کی پارٹی کا نام Accion Democratic جمہوریت [illegible] پارٹی کا wing۔ 70 اس کے [illegible] wing کی بنیاد 1970 میں رکھی گئی۔

ضمیمہ 199۔ جو کہ دینی اور دنیوی تعلیم آپ سے حاصل کرتی اور اس پر تمام تعلیمی اخراجات [illegible]

ضمیمہ 200۔ Axis میں جرمنی، اٹلی، جاپان اور Allies گروپ میں فرانس، انگلینڈ، U S A، روس وغیرہ شامل تھے۔

ضمیمہ 201۔ جب زمینداروں کے مال مویشیوں کے رکھنے کا احاطہ ہو۔

ضمیمہ 202۔ یہ تو [illegible] 1947 میں [illegible] ہوا کرتے تھے [illegible] تھی۔

ضمیمہ 203۔ انگلینڈ کے گانے والے مشہور گروپ Beatle کے ایک فرد جارج ہیریسن [illegible] Olivia اور چوتھی [illegible] بیٹے Dhani نے [illegible] کی۔

ضمیمہ 204۔ [illegible] کے دور میں [illegible] جنگ کے موقع پر [illegible] اس کے متعلق ایک شعر [illegible] خاص [illegible] زبان پر تھا [illegible]

ضمیمہ 205۔ فوجی اصطلاح میں [illegible] کو کہا جاتا ہے کہ [illegible] C O [illegible] سے کچھ نہیں دیتے ہیں۔

ضمیمہ 206۔ یہ [illegible] کے متعلق [illegible] چھوٹی ہوتی ہے۔

ضمیمہ 207۔ [illegible] سائیکل [illegible] خریدی جاتی۔ یہ سائیکل جاپان کی بنی ہوئی تھی۔ Hercules [illegible] 35 روپے اور Releigh 75 روپے میں دستیاب تھی۔

ضمیمہ 208۔ [illegible] صاحب نے زندگی میں [illegible] گفتگو [illegible] پوچھا کہ [illegible] ہیں؟

ضمیمہ 209۔ [illegible] ہوتی ہیں۔

ضمیمہ 210۔ جو بڑا [illegible] horizontal [illegible] ہیں۔

ضمیمہ 211۔ [illegible] خواتین [illegible] ہوتی تھیں۔

ضمیمہ 212۔ [illegible]

ضمیمہ 213۔ [illegible] کی [illegible] تھی۔

Marfat.com

ضمیمہ 214۔ جھیل پہاڑ کے بائیں ہاتھ پر واقع اور راستہ پہاڑ کے دامن میں جھیل کے کنارے دائیں ہاتھ پر تھا۔ جوں جوں پہاڑ کی چڑھائی بتدریج زیادہ ہوتی جاتی تو لازمی امر ہے کہ جھیل کی سطح راستے سے کافی گہرائی میں چلی جاتی ہے۔

ضمیمہ 215۔ شب چند میں ایک knot کو بالشت سے دونوں جانب ڈھیلی چھوڑی جاتی ہے۔ اس کے مرنے کی وجہ سے کھنچی ہوئی knot کی قدرتی طاقت اور مضبوطی ہو جاتی ہے۔

ضمیمہ 216۔ آنت کی اس چھوٹی دُم کی appendix پھٹ جاتی تو آدمی کے اندر زہر پھیلنے کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی اور شاید موت کی وجہ تشخیص کا درست نہ کر سکتے۔

Marfat.com

کتابیات

Bates C E 1878. *Central Asia. a gazetteer of Kashmir* Calcutta. India Office of the Superintendent of Government Printing. 600 pp

Bhat K 1981 *Herbolario tropical Cumaná* Industria Grafica Oriental. C A. v +153 PP

Bhat K 1992 *Holistic life. a simple of better living* Caracas Ediciones Vivir Mejor. 147 PP

Bhat K 1992 *The basics of natural health nature and human well being* Caracas Ediciones Vivir Mejor xxiv + 161 PP

Daniken von E 1977 *According to evidence* Corgibooks.Transworld Publishers. Country House. 61-63 Uxbridge Road. Ealing ix + 349 pp

Hugel B C 1843 *Travels in Kashmir and the Punjab* London Petheram. 71Chancery Lane. xv + 423 pp

Keay J 1993 *When men and mountains meet* Karachi: Oxford University Press. 277 PP (اس کتاب پر تبصرہ ... Dawn ... 1994)

Kumboh M S 1982 *Shah Jahan Nama* Lahore. Sang-e-Meel Publications. Urdu version. Vol I. 217 pp Vol II. 218 to 431 pp . Vol III. 413 to 660 pp. [Original. hand-written manuscript in Farsi under the name *Amale Saleh* (*Shah Jahan Nama*). said by Kumboh. in the preface. to have been composed in 1070 A H (1660 A D) but it does not seem to be correct as

Marfat.com

the incidents till 1080 A. H. (1669 A. D.) have also been incorporated However, the preface was left unaltered.)

Masood. M. 2001. Lahore: *The Friday Times*. Jan 12-18. P 18

Perveen. S. 2003. Barter to Chater. Lahore: *The Friday Times*. Nov 21-27 Pp 20-21

Qudoosi. E. H. 1967. *Tuzke Jahangiri*. Urdu transl. Lahore: Majlise Traqui Adab, 6 Club Road. Vol. I. 746 pp. Vol. II. xxii + 603 pp. [Original outobiography in Farsi by the emperor himself. First Urdu ed. Maulvi Ahmed Ali Rampuri Published by Nizami Press. Kawnpur 1391 A. H or 1972 A. D. First Farsi ed. Sir Sayyid Ahmed Khan from his own press. Ali Garh. 1864. Second ed. of the same published by Nowal Kishore. Lucknow. 1914.]

Rampuri. M. A. A. 1967. *Tuzke Jahangiri*. Urdu transl. Lahore Sang-e-Meel. Chowk Urdu Bazaar. economic ed. xx + 465 Pp

Tandon. P. 1961. *Punjab century*. London. Messers Shito and

Malik. R. 1996. [illegible] Windows [illegible] پنجاب سے بوستان لاہور، فکشن ہاؤس، 18 مزنگ روڈ، 271 صفحات

Index

ستاروں کا جھرمٹ

☆☆ اعجاز شاہ 53

افتخار ڈار، گجرات، شارجہ، صلاح الدین آصف، اللہ عبدالوحید، قدیر خان، مجید اکبر فاروقی، حامد شاہ، شفیع شاہ، برمنگھم، pub۔

☆☆ اعظمی صاحب 34

اسلامیہ کالج، فرسٹ ائیر، اردو زبان کو ترجیح، پنجابی ڈھنگ، آشتی، سوڈانی، رشید اختر ندوی، شوکت تھانوی، کمن آباد، ایوب ایمس، اعظم گڑھ، حقے میں پیدائش۔

☆☆ آغا محمد سجاد خاں 35

ڈاکٹر محبوب ربانی، سعید بٹ، عبدالرحمان، تقی بٹ، صدیق بٹ، پرویز، ارمغان، ضیاء الاسلام، مشہود شاہ، بھائی انور، بچپن کے دوست، مسعود خاں، گجرات، دولت، آغا فاروق خاں، PTCL، لاہور، D. E، ریٹائر، PTCL، فاؤنڈیشن، contract، آغا نسیم، آغا خاں، برمنگھم، انگلینڈ، منسٹنٹ ڈاکٹر، اسلام آباد، سعودی حاصل ہو سکی، Chateau Royal، PIA، honorary، ٹھیکیداری کا پیشہ، بائی پاس، ایران، افتخار، مرحوم استوار، جنگ اخبار، آغا سجاد، نیب (NAB) کی تفتیش کے دوران ہارٹ فیل ہوئی، چنبہ ہاؤس، قانونی کارروائی، ریس کورس، جیل روڈ، نیب کے کارندے، سفید، بھائی ریٹائرڈ بریگیڈیئر، ملک افضال (جمو)، 32 سال کے بعد یکمشت، دل کے دورے کی شکایت، راجہ ملک عدم روانہ، ہسپتال، موت، ڈرائیور، فتح میانی صاحب کا قبرستان، رسم قل، نیب کے، بانٹے کی خرابی، بائی بلڈ پریشر کی شکایت، NAB راولپنڈی، رکھنے کی شکایت، ہسپتال، Mortuary equipment۔

☆☆ بریگیڈیئر خالد محمود قریشی 54

بچپن، اسلام آباد، سنٹلز، میوہ، حاجی اللہ دتہ بٹ، گجرات، مسلم لیگ، نوائے وقت نامہ نگار، وکیل عبدالرحیم خالد، ثاقب زیروی، کشمیر، بربریت کے نظارے، اخبار میں بیان، فیض، پاکستان زندہ باد، غلام احمد پال۔

Marfat.com

56 بی بی ماں

واپڈا، راقم کی رہائش گاہ، پرخلوص، مجرد، انسائیکلوپیڈیا، شعر گوئی، انسانی ہمدردی، چوسنے کا شوق۔

57 حمید پہلوان عرف "حمیدو"

پہلوان، تھوڑا تھا، "کالی سرکار" تانگے گھوڑے پر پیسہ۔

37 ڈاکٹر ظہیر الدین بقائی مرحوم

بقائی خاندان، Zoology، چیئرمین، گورنمنٹ کالج لاہور، Lodge، تاش، فربہ جسم، ... سہارا، پتے پر پتہ، ولی خاں، "A fatman sat on mat."

38 ڈاکٹر حبیب اشرف صدیقی

sabbatical leave، ڈاکٹر ولی خاں، افضل ماجد، Ph. D.، State University of New York, Brooklyn, USA، وینزویلا، Caracas، Cumana۔

38 ڈاکٹر صمد خاں

کچھیوں پر ... شیروانی شلوار اور پگڑی میں ملبوس، کراچی، مشہور نیورو سرجن، منوڑا، ... سمندری جانور، M. Sc، ترین ریلوے ہیڈ کوارٹرز، لالہ رشید، لالہ عبدالوحید، عبدالحمید، ... توقعات، "King of the notes"، H. K. Bhatty، "بہت ہی کے بھٹی"۔

39 ڈاکٹر خورشید احمد بھٹی

ڈاکٹر ریاض علی شاہ، پرنسپل، PCSIR، Ph. D.، High Noon Lab

39 ڈاکٹر ... خاں

گورنمنٹ کالج لندن، پرنسپل، Piccadilly Circus، Ph. D.، London School of Hygiene and Tropical medicine، pub، beer، آئس کریم، کالی برف باری، چیئرمین، Sabbatical leave، ... قائد اعظم یونیورسٹی، Cardiac bypass۔

40 ڈاکٹر ریاض علی شاہ

پرنسپل، Ph. D، کیمسٹری، PCSIR، ریسرچ آفیسر، وینزویلا، بیٹی کی شادی، اسلام آباد، پاکستان، لاہور، ڈاکٹر شوری، ڈاکٹر ...، Cardiac bypass، "معرکہ آرائیوں"، satiated، Asian flu۔

41 ڈاکٹر زین العابدین

Botany، Kew Gardens، لندن، Ph. D.، علامہ اقبال ٹاؤن۔

41 ڈاکٹر سعید اختر

پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس لاہور، Students Teachers Center، ڈاکٹر ولی خاں، Zoology، ڈیپارٹمنٹ، وینزویلا، ریسرچ ...، رحمان پورہ، وحدت روڈ لاہور، منتقل، ڈاکٹر افضل ماجد، ڈاکٹر سعید اختر، راقم، Brooklyn، نیویارک، Ph. D.، (SUNY)، Down State University of New York، امریکہ سے واپسی، JFK، ٹرمینل۔

Marfat.com

گروپ فوٹو "یہاں بے حیائی بہت ہے" ریٹائر۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر شمیم ماتھر 42

گرشنا، Alka، USA، وینزویلا، UDO، bano، *banio*، اکثر پوچھے۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر صادق حسین نقوی 42

ہم زلف، کوکب، مصطفےٰ آباد، DHO، وینزویلا۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر صدیقی 42

بڑا منظم، Ph. D، کیمسٹری، ریٹائرمنٹ، شادی، Ottawa۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر عبدالرشید میر 42

جلال پور جٹاں، محمد انور، S.D.O، گورنمنٹ کالج لاہور، M. Sc، دیوان خانہ،
اطہر الدین بقائی، دلیر خان، ماجد یاسین، عبدالقیوم، عنایت منزل، راولپنڈی، Nottingham،
England، Entomology، Ph. D، نائجیریا، اسلام آباد، کراچی، biodata،
Kaduna، شیخ نذیر حسین، Lagos، میر صاحب، Clifton، Hanging Gardens،
Karachi، Consultancy، راہی ملک عدم رواں۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر عبدالرؤف شوری 43

ڈاکٹر دلیر خان، پنجاب یونیورسٹی نیو کیمپس، Sabatical leave، ریسرچ،
پاکستان اکیڈمی آف سائنسز، ڈائریکٹر، Meritorious Professor، پریذیڈنٹ،
Zoological Society of Pakistan، School of Biological Sciences،
theses، لاہور، پچھلے پہر وقت گزارتے۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر علی خان 43

Ph. D، گرشنا، وینزویلا، Trinidad and Tobago، Cumaná،
Quinta Jasmine، نذیر، Quinta Porzana، Paraguay، Terry،
Cerro del Medio، یونیورسٹی۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر فضل ماجد 44

گورنمنٹ کالج لاہور، Genetics، Ph. D، پنجاب یونیورسٹی، پروفیسر،
Estate officer، Sabbatical leave، وحدت روڈ، ڈاکٹر سعید اختر۔

☆☆☆☆ ڈاکٹر کرم علی شاہ 44

مراتب علی شاہ، جنرل ایوب، بہاول پور، Paramedic، ڈاکٹر اعجاز قریشی، ...
جنرل نیک، میڈیکل آفیسر، دماغی حالت کے سرٹیفکیٹ، اوپن کی صندوقچی، ... بیگم ...
غازی، انگلینڈ، لاہور، اسلام آباد، پاگل خانے کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ، مصطفےٰ آباد، قصور، ہم زلف ڈاکٹر
صادق حسین نقوی، ڈاکٹر انور شاہ عباس، ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، ایم ایس، آنکھ ماری، دو چینی،
تعویذ دھاگے، پر روشنی، چینی ریسٹورنٹ، باپ پاکستانی مگر والدہ چینی، menu، ہسپانوی
زبان، "Malditicion, millon de veces, esposa de hermano
majoyr." بڑے بھائی کی بیوی کی طرف سے لاکھوں بار لعنت، ... پوچھو،
جادو ٹونہ، ورطۂ حیرت میں، حاشیہ آرائی، ... دماغی امراض ... اعلیٰ افسران ...

Marfat.com

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ تاتاپانی، باپ، بیٹے بیٹیاں۔

ڈاکٹر کے ایس چونگ 47

ساؤتھ کوریا، Oceanographic Institute، چرچ، sermen،
Padre Chung، فرش، Shirk، Ghuana، Khoumcha۔

Dr. Krishna Shrestha 47

وینزویلا، UDO، Cerro Colorado، کیمسٹری، Tripura، USA۔

ڈاکٹر ماجد یاسین 47

Commonwealth Institute of Biological Control،
Port of Spain، Trinidad and Tobago، گورنمنٹ کالج، وینزویلا۔

ڈاکٹر محمد حسن 47

UDO، کیمسٹری، بنگلہ دیش، فوزیہ، دوست۔

ڈاکٹر محمد سرور چیمی 48

اسلامیہ کالج لاہور، M.B.B.S، گجرات، حاجی محمد دین، Ph. D، لندن
ڈاکٹر صادق حسین، مصطفیٰ آباد، شیخ زید ہسپتال، ایڈمنسٹریٹر، نثار عباس، Tango، سگار
Carlos Gardel، Tango، سگار، appointment، فرخ، مسلم آباد گجرات
حکیم جی، سید رشید الدولہ، علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی، سحری اور افطاری کے وقت گولے
اقتباسات، ''For Eyes'' کینسر

ڈاکٹر محمد عبدالقیوم 50

Ph. D، Agricultural University، گورنمنٹ کالج، M. Sc.
انارکلی، مجید احمد فاروقی، رشید ٹھیکیدار، فیصل آباد، ڈاکٹر شکوری، پنجاب یونیورسٹی، Zoology،
Physiognomy، Palmistry۔

ڈاکٹر مظفر احمد 50

M. Sc کا سٹوڈنٹ، امریکہ سے Ph. D، genetics، evolution،
Drosophila melanogaster(Fruit fly)، chromosomes، ریسرچ،
خوش لباس، سنجیدہ، انڈس کارڈز، لیکچر، پنجاب یونیورسٹی، Professor Emeritus،
ہمیشہ مغربی لباس میں ملبوس۔

ڈاکٹر یعقوب احمد 50

پنجاب فشری ڈیپارٹمنٹ، ڈائریکٹر، cardiac bypass، Zoology،
پنجاب یونیورسٹی، گورنمنٹ کالج، M. Sc۔

رائے زاہد حسین جرال ایڈووکیٹ 50

پاکستان، گجرات، جائیداد پر قبضہ کی بحالی، کچہری کا رخ، کلرک، وکیل، دیوانی قانون،
ذہنی تسکین، خاندانی پس منظر، رائے غلام حسین جرال، جموں کشمیر قانون ساز اسمبلی، ہجو ال موضع کے
جاگیردار، ذیلدار اور دربار حکمران کشمیر کے تعظیمی سردار، اصول، تحریک ضلع راجوری، آزادی پاکستان
کے شیدائی، بوقت آزادی اپنی جاگیر، عہدہ اور جاہ وحشم چھوڑ کر ہجرت، اسلام گڑھ، جلالپور جٹاں،

Marfat.com

عبادت الٰہی، "اپنا مکان"، مقصد حیات، الٰہی کالونی، جلالپور روڈ، عارف علی میر ایڈووکیٹ، وفاقی انسان،
زاہد، منڈی بہاؤالدین، ہوٹل کی کارمی، ایکسیڈنٹ، عزیز بھٹی شہید ہسپتال، سرسید ہسپتال، لاہور،
چندر ویش، شوگر، ڈاکٹر اعجاز، مظفر آباد، آزاد کشمیر، اسلم ڈرائیور، راجہ جی، MPA، ہوٹل، میرا راجہ کشمیر،
وہاں مظفر آباد، عالیشان سڑک، دریائے نیلم، راجہ جی خان، انور، مدیل، شازی، وجیہ، سیاہ، نورین،
خاوند مسعود، PIA مظفر آباد کے دفتر کا انچارج۔

☆☆☆ **صوفی کامل شاکر صاحب** 55

کامل شاکر، ہر خاص و عام کیلئے صوفی صاحب، ضرورت سے زیادہ ہی بھاری جسم،
درمیانہ قد، گورا رنگ، دھوپ کیلئے رنگ دار چشمہ، موٹر سائیکل پر سفر کرنے کے شوقین، جلالپور جٹاں،
صوفی سٹریٹ، محلہ شاہ حسین، گجرات میں سکونت اختیار، محفل کی جان، ضرورت تھی ہمراہ لانے سے عاری،
ملال، راگ رنگ، مذہبی محافل، صوفی ہوٹل، جی۔ٹی۔روڈ گجرات، ہوٹل کے منیجر عبدالرحمان المعروف
"بانی"، یاروں احباب کیلئے مفت کھانا، دیوان خانہ، چارپائی پر دراز، کیلئے پوچھا، مسز شاہد نیلی، اور
راقم کو دعوت، ہوٹل میں دعوت خصوصی، "قسمت کے کھیل نرالے میرے بھیا"، دعوت تشنہ تکمیل رہی،
صوفی صاحب ہمیں داغ مفارقت دے گئے، ہائی بلڈ پریشر، شوگر جیسے موذی مرض میں مبتلا، ایمرجنسی میں
ڈاکٹر نصیر صاحب کے کلینک پر، آکسیجن لگائی گئی اور انجکشن وغیرہ سے دوبارہ نارمل حالت میں، مشہور
ایڈووکیٹ عارف علی میر صاحب، "امیر ٹرسٹ لائبریری"، میر سٹریٹ، مسلم روڈ، گجرات، جنازے
کے آگے جھنڈا بجے والے ہوں تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفی راہی ملک عدم روانہ ہو گیا ہے، وفات پر
میت اوپر والی منزل کی سیڑھیوں سے نیچے لے جانا تقریباً ناممکن، نماز جنازہ، ادارہ کتاب گھر، شاہدولہ روڈ،
روڈ، گجرات، سخت محنت کی اور سخت جان آدمی، ہوٹل کی چار منزل، مشہور کا بیٹا عابد، وہ دین و مذہب کے
کا مصمم ارادہ۔

☆☆☆ **عبدالحمید رشی** 57

جلالپور جٹاں، صنعت کار خاندان، اسلامیہ کالج لاہور، انٹرمیڈیٹ، ایم اے،
دیرینہ تعلقات کی وجہ سے دوستی کا راستہ ہموار، ناز سینما (موجودہ پرنس سینما)، کار سے اترتے ہوئے
ملاقات، راولپنڈی میں کاروں کا کاروبار، عبدالطیف رشی، کلاس فیلو، Hawaii، امریکہ، شادی،
پاکستان، ڈاکٹری کی ڈگری۔

☆☆☆ **عبدالقیوم** 57

گورنمنٹ کالج لاہور، دلیر خاں، افضل ماجد، کتابوں سے ضرورت سے زیادہ دلچسپی، bookworm، وحدت
C. S. P.، جنرل ضیاء، آئی جی پولیس، رابرٹ باؤس، سیکرٹریٹ، bookworm، وحدت
روڈ، فلیٹ، قبضہ گروپ، "اوپر تک" رسائی، جوہر ٹاؤن۔

☆☆☆ **کرنل ڈاکٹر جمیل اے بیگ** 37

اسلامیہ کالج، عنایت منزل، گوجرانوالہ، منڈی، پتھاوجھٹ، ملٹری، اشرف پکا نوالہ،
C.M.H. لاہور، مصری شاہ، طارق وحید بٹ، گجرات، atheletes، کھاریاں،
Alzheimer's، ویڈیو یا

☆☆☆ **محمد اسلم پرویز** 58

اسلامیہ کالج، جہلم، ریواز ہوسٹل، "دیوانہ"، شعر و شاعری، گہنگار شاعر۔

Marfat.com

58

میاں محمود اختر

چا گسوار، پیپلز پارٹی، سکول، زمیندارہ کالج، گجرات، اسلامیہ کالج لاہور
پنجابی، پاکستان آرمی، شعر و شاعری، پیر فضل حسین فضل گجراتی، موسیقی۔

59

نیب اختر

نیشنل بینک، منیجر، ریٹائرمنٹ، الفس، گجرات، حکیم سعید، ڈھول بجانے کا شوق
... scales، شہید، اسلامیہ کالج لاہور ...
محمد فضل ...، شاعر، ... خان محمد، ... امتیاز، ... قبر پر کتبہ

52

Luis Hamana Salazar

broken family، پرورش، Simon Guevara، Al cabala، جھونپڑی
Cumanagoto، Caracas، موسیقی، وینزویلا، تحصیلوں کے بل نامیں آسان ... طرف
Isla de Margarita، جزیرہ

53

Luis Jeronimo de Lacoste

... Plan Kudo، Kansas، Universidad de
Oriente، ...، بھائی، خط، Ghood، *Accion Democratica*
...، Rector، Academic Vice-recctor

... بیٹیاں!
...

64

...

پیر صاحب، عورتوں سے رغبت، مرید کا لے کر توت، آزار بند، بے اولاد عورت

65

احساس جرم اور جان کی بازی

... فروش، قانون کی بالادستی، گجرات، وزن اور تول، lactometer،
انسپکٹر ... دودھ ... شروع کر دیا، زمین پر ڈھیر ہو گیا، انسپکٹر کو جان کے لالے۔

99

اقتدار ...

دیوان خانے پر قبضہ، میجر حسن بیگ، جائیداد کا مختار نامہ، میجر صاحب کی شادی،
پیر صاحب ... غلام رسول ...، عبدالمجید، عبدالحمید، عبدالرشید، عبدالحمید کی ہمشیرہ،
... استوار، ...، جائیداد پر قابض، 80,000 روپے میں بیچ دی، کاغذات
کی ...، 40,000 روپے لکھوائے، رقم کی واپسی پر ٹال مٹول، خطوط، عذر، بہانے،
پنجاب یونیورسٹی لاہور، عزیز دوست ڈاکٹر دلیر خاں، زوالوجی ڈیپارٹمنٹ، چیئرمین، پرانا دوست عبد
القیوم، آئی جی پولیس، رابرٹ ہاؤس، سیکرٹریٹ، جائز کام، شریف اور دیانتدار، گجرات، گرمی کا موسم،
... منہ میں ...، barrier، غلام قوموں کی ذہنیت کی عکاسی، پنجابی
میں گفتگو، ... آفیسر، مصافحہ، ...، میز پر فائلوں کے ڈھیر، دستاویزی ثبوت،
... قانونی ... سے فائدہ، ... پولیس راجہ فراست علی، گوجرانوالہ کالج کے زمانے کے
دوست، stick، ... کرسی سے پیچھے، جنرل ضیاء، احکام صادر، ناجائز دباؤ، شکایت ...،

Marfat.com

چھ بجے کا ٹائم ٹکٹ، ایکشن ہدایات، رقم کی وصولی، رقم ختم کرنی اور خاتون سے شادی کا توفیق وہ فیل ہو گیا، ناکام رہے، رقم نہ ملنی تھی نہ ملی۔

☆☆☆ اور "چڑیل" پکڑی گئی۔ 65

دیوان خانہ، شریف، دو دوطرفہ فرش، جہت ناک موت، غازی حوض، شاہ جہانی برساتی نالہ، چڑیل، بھوت، ہندوؤں کی مڑیاں، پیپل کے درخت، کھول چوکی "زاہدا" چپ سادہ، کالا نوالہ، قبرستان، چنڈوؤں کی جھیلیں، اتا بور، سونگھنے آئے ہوا، مر گئے۔ nymphomaniac۔

☆☆☆ اونٹ کی کینہ پروری 68

اونٹ کینہ پروری، پیر صاحب، ہندو مزار کے "یوسف" کا فرق، چند دیوان خانہ، اونٹ نے مار دیا، مٹوا، پوست میں جلا ہوا تھا، اور پیند کی، حوالہ، پھر کی پچھو۔

☆☆☆ ایسی بے احتیاطی! (دوائی بجائے تیل کا تیل) 69

"زاہدا" بچپن کا دوست، حکیم سید سونے شاہ، پیٹ کی درد، دیوان خانہ مریض Hurricane lantern، چارپائی کے نیچے تیل کی بوتل، غلطی سے تیل کا تیل پی لیا۔

☆☆☆ اللہ دتہ سے "ببے شاہ" 70

پیر حیدر شاہ، معروف بالحیدر، گجرات، پیر سید رشید احمد، پیر فضل حسین، افغانی شعر و شاعری، علامہ اقبال، اختر شیرانی، پچھے کی دکان، شطرنج، امام مسجد، اللہ دتہ دراز۔
"ببے شاہ" جیجیوں کی پرات سے اڑا، محلہ پڑھی شاہدولہ، پاس "شادی خانہ آبادی" انگریز اجرت چھے سے شادی، انگریزوں کی ملازمت، لندن بھاگ گئی، میاں خان نانی میرے، کے ہی سہارے۔

☆☆☆ اربھوان نے مجھ سے کشتی کا عہدہ چھین لیا! 77

الحیدر، تحریک، ہندو عورت، کشتی، گجرات، لڑکیوں کا کھیل۔

☆☆☆ بندریا کی مصروفیت 81

استاد غلام رسول چشتی، معروف سانپوں والے، بندریا، دیوان خانہ، بندریا کی حرکات اور خطوط، چھ کی کتھواں، اراکین، بجوار، چھاتی پر بندریا، پروفیسر محمد احمد کی والدہ فضل الٰہی بیگم، امداد۔

☆☆☆ بھگوان 121

مشہور "پیر فالودہ والے"، ٹریکٹی، دودھ، ترازو، سرخ کشتی سے پہلے، تالاب رئیس، سیٹھ، ہندوؤں کی پوجا پاٹ، دیئیوں والا تالاب، زمیندار، دوا پیوند، کشتی باغ، حسین حسیوں والا تالاب، چوکڑی مارتا، اب میں تیرنا، روشن دیے، موصوف فالودہ فروشی کے علاوہ حیرت انگیز تیراکی کے ماہر بھی تھے، پر زانوں چوکڑی مار کر تیرتے تھے

☆☆☆ بھنگ اور پلا 121

پیر صاحب کے تایازاد بھائی فیروز شاہ وغیرہ دیوان خانے میں بھنگ گھوٹا کرتے، فضل رحمان والی، بھنگ کے دورے میں پلا، پلے والی بھنگ پلید ہے یا پاک، ہوا اور اس

☆☆☆ پروفیسر وزیر حسین صاحب 82

سگریٹ نوشی سے نفرت، قینچی مارکہ سگریٹ، پروفیسر وزیر حسین، ریشمی رومال

Marfat.com

بستہ، چنے کی دال۔

☆☆☆ پچاس کی بجائے 500 روپے کے سکے 77

لالہ کیدار ناتھ، رئیس اعظم گجرات، کوئٹہ کے زلزلے کی زد میں آ کر ہلاک ہوئے
تھے۔ لالہ کیدار ناتھ چوک سے فوارہ چوک، رام پیاری کا محل، سخاوت، لالہ کیدار ناتھ چوک
اسلام قبول کرنا، مسجد کی تعمیر کیلئے پچاس کی بجائے پانچ سو روپے کے سکے، رام پرشاد۔

☆☆☆ تلاوت قرآن پاک کی بجائے دعائے جنازہ 83

آزاد مسلم ہائی سکول موجودہ اسلامیہ ہائی سکول گجرات، ''کبوتر خانہ''، تالاب
رئیس اعظم شیخ عبدالغنی، شاہدولہ دروازہ، ''کالی سرکار''، دوسری جنگ عظیم، سیڑھیاں، ''شریفا''
تیج کی املی، دیوان خانہ، شاہدولہ پل، روشنی والی مسجد، ہیڈ ماسٹر جناب محمد عالم، تپ دق
ہیڈ ماسٹر سے پٹائی۔

☆☆☆ مینڈا چور 84

میاں مینڈا، چوری کی نیت سے ملتان گیا، ساہوکار، ڈیڑھ سیر وزنی سونا
حویلی کی دیوار سے متصل کھجور کا ایک درخت، سیف کا تالا توڑنے کی کوشش کی، ماسٹر
چوہلی سے کھوالا، مصطفےٰ کمال، مندر کے بت کی ہیرے کی آنکھ، مصطفےٰ کمال کا ''میاں مینڈے''
سے آمنا سامنا، بنارس کے مندر میں چوری، مجھے اس حلیے میں میری ماں بھی نہیں پہچان سکتی،
ناکام واپس لوٹنا، گجرات کے قلعہ پر چوری کی نیت سے گیا، دریائے گنگا، دیوداسیاں
چھلانگ مارتے وقت گردن کا منکا بھی ٹوٹ گیا۔

☆☆☆ جانور بھی شعور رکھتے ہیں 87

چرنیلی کا پیپوں والے چھرد بنے، تیسری یا چوتھی جماعت کا طالبعلم، دیوان خانہ
حافظ امین الدولہ عرف حافظ جی، مڑھیاں، قبرستان، عیدالاضحےٰ، دنبہ گھاس چرتے چرتے
بھاگ نکلا، موہدری نامی موٹی، وینزویلا، جنوبی امریکہ، Cumaná، وینزویلا میں پالتو کتے
کا نام چارلی، جلتی ہوئی تیلی کتے پر گر گئی، بعد میں ماچس کی تیلیاں گھر کتے ہی چارلی بھاگ اٹھتا
Porzana، Avenida Universidad، Universidad de Oriente
سمندر، النبی کالونی گجرات، Caribbean، Quinta Porzana، Sherry اور
Brandy، ڈرائیور نثار، Quinta Guaiquiri۔

☆☆☆ ''علیں چھ والے چے جے چڑھ جاندا 89
عاشق کی کد اوکھا چینڈا ہوندا اے''

ڈاکٹر ابراہیم، شادمان کالونی لاہور، بلندشہر، خاکساروں کا کیمپ، پیر صاحب
سالار مندوب، خالہ زاد بھائی شبیر حسین شاہ ڈنگہ، معراجدین، میاں شریف، کلیم اللہ، میر عبد
الغنی، احمد خاں، ادارہ عالیہ ہندیہ اچھرہ، پنڈت پنت، خاکساروں پر پابندیاں، بلندشہر کی جیل
فن طب کے ماہر، بیچاری ہندولڑکی، ''اک'' کے پودے کا دودھ، بنسی لال، بیلچہ، نہرو کیپ
تنگ پاجامہ، معجون تیار، راجہ صاحب محمود آباد، وکیل دیوان شمشیر سنگھ، کانگرس پارٹی،

☆☆☆ چوہدری صاحب شاید ٹھیک ہی کہتے ہوں گے! 92

پیر صاحب کے دیوان خانہ کے پیچھے، موذی مرض کے لئے سانپ کھلا کر علاج کیا

Marfat.com

leprosy کے مریض پہاڑیے، قبرستان، قبضہ گروپ، عرضی نویس محمد حسین، لالہ موسیٰ گاؤں دینہ چک، چوہدری احمد خاں، حقے کی ٹوپی کی جگہ سگریٹ، چوہدری صاحب نے پیر صاحب سے کہا کہ اس شاملات پر قبضہ کرلو، پیر صاحب ان کی بات کا غصہ کرگئے اس پر قبضہ انجمن حسینیہ نے کرلیا

☆☆ حسابی تخیل (Mathamatical rigmarole!) 93

''تان سین'' کی گلیاں، جلالپور جٹاں، مشنری ہسپتال، بازو دا منی فروش آ گئے دیاں اٹھ دوائی دیاں باراں، سادہ لوح دیہاتیوں کی نفسیات سے کھیلتا۔

☆☆ خان صاحب اور ان کی بندوق 94

استاد چیچی اپنا بینڈ باجہ لے کر آ دھمکا، خان صاحب، اکرم، آڑھتی غلام حسین، ماں عبدالوحید، بیٹی کی شادی، ''آندھیاں غم کی یوں چلیں کہ باغ اُجڑ کے رہ گیا''، بوڑھا ملازم احمد دین، موسیقی، خان صاحب نے چیچی کو مشتعل انداز میں پکارا، کتے نے بھینس پر حملہ کردیا ہم چاروں خان صاحب کے پیچھے پیچھے ایک جلوس کی شکل میں چلنے لگے، آج کتا تو در کنار شیر بھی سامنے آجاتا تو دو، دو ہاتھ کرنے سے نہ چوکتے، یہ وہی ڈر ہوتا ہے۔

☆☆ ''خدا'' کو دل سے نکال دو 95

حکیم پیر سید رشید الدولہ، ماچس، درویش، کاغذوں کو آگ، سمہ مت، بدھ مت ننگ دھڑنگ درویش، جین مت، عیسائی، مسلمان، ہر کوں سے کاغذات جمع کرتے رہتے کینڈی ہال جو ایک بند چرچ تھا، Scotland Mission، خدا کو بھی دل سے نکال دو اور اللہ کو دل میں رہنے دو۔

☆☆ خوشیاں دوبالا ہوگئیں 97

انجمن بہبودی مریضاں گجرات، میاں عبدالرشید بگانوالہ، صابری شیر پر راقم کا قبضہ میاں محمد اشرف بگانوالہ، میاں محمد منیر بگانوالہ، اسلامیہ کالج لاہور، میرے والد کو دیوان خانے میں دفنا دیا گیا، میجر حسن بیگ، ڈاکٹر اعجاز فصیح، شاہدولہ روڈ، ڈاکٹر ذوالفقار، یوسف حجام قاضی محمد اشرف، نہر کے محکمہ میں ملازمت، شادی پر بینڈ باجے کا بندوبست، گلاب کا عرق دوائی کی کوئی ضرورت نہیں، مصطفےٰ موچی خاکسار کا بیٹا محمد عظیم، گلاب شاہ قبرستان۔

☆☆ خوف شفا بن سکتا ہے! 102

ساتویں یا آٹھویں جماعت، میرا پیشاب اچانک بند ہوگیا، ماموں سرحضرت پیر سید رشید الدولہ طبیب، سول ہسپتال، لالہ کیدار ناتھ چوک موجودہ فوارہ چوک، ہسپتال میں داخلہ، کالے رنگ کی انتہائی خوفناک کپڑوں میں ملبوس نرس، خوف سے پیشاب نکل گیا۔ مجھے اس کی چہرہ انتہائی خوفناک دکھائی دیا، میرا پیشاب خطا ہوگیا۔

☆☆ دندان ساز 103

کچہری روڈ گجرات، شیشم کے درخت، درونہ سڑک کے کنارے کیل کانٹے سے لیس ہوکر اپنی دوکانداری سجائے بیٹھے رہتے، گگانوالہ، نوید اختر ثنائی ڈینٹسٹ کلرک صاحب کا دانت، ماہر ونڈ پٹ، تسی پنڈ دے لوک ہوندے ہی بڑے بیوقوف او، ''بوڑا'' کہہ کر پکاریں گے سائیکل سوار کا دانت چھینک سے باہر نکل گرا۔

Marfat.com

ڈاکیا (Postman)! 104

اُدھیڑ عمر کا چٹھی رساں، اسی راستے محلّ کا بھی یار لوگوں نے مذاق بنایا، جیبی گھڑیاں بھی نئی نئی خال خال ہوا کرتی تھیں، یہ تو وہ زمانہ ہے جب ہم انگریزوں کی غلامی کا دور سہتے تھے۔

ڈاکٹر سکنر (Skinner) 105

قدیمی قصبہ جلال پور جٹاں، مضافات لینڈ کے راہب، آنکھوں کا ہسپتال، سعید دین بیل اور شیل، کلوہ رنگا مخل، معیادی بخار، ڈاکٹر کو زبان دکھانے سے خوف، اوزار سے زبان پکڑی، منہ کھلا رہا، والد صاحب کی وفات، چھاتی کی swelling، leeches (جونکیں) زبان کی نوک سے اندر لیتا، بیٹا گزر کی نیوب والا معاملہ، Peritonitis، ڈاکٹر سکنر کی بیگم، زمیندار وہاں ہوتے۔

ڈاکٹر صاحب کا طریقِ کار 107

ڈاکٹر سکنر، shorts، stethoscope، ننگے بدن، باٹا کے جوتے اور سفید جرابیں، اردو اور پنجابی زبان پر عبور رکھتا اور تمباکو، Sola-hat، محلّہ بازار، حالانکہ ڈاکٹر تو "L" کا بھی پتہ نہیں، تہذیب اجازت نہیں دیتی کہ "L" کی تشریح کروں، مریض۔

آخری وقت کا ازالہ 78

اے پیار نہ تھے دو ذاتی درزی، متھرو، چاندی شاہ، سوت اتری، بھاری گرمی کے نوٹ

جہاں راجہ جموں اور جہاں خوشی 78

اے پیار نہ تھے مسلمان، استاد صاحب کی بیٹی کی شادی "استاد جی" کی بیٹی بیوی کی نشیدہ وقت، خاوت، جب برات آئی تو گاؤں والے انگشت بدنداں رہ گئے۔

رسولِ پاک ﷺ کی نسبت 79

اے پیار نہ تھے جمعرات وخیرات کیا کرتے تھے، محل، چادر یا لوئی، کلہاڑی، دستہ، رکھا، ترکھان، عزیاں، جھیروں کا چپّہ، محل کے اندر لے جا کر اللہ کی مانگنے والوں سے مخاطب ہوئے، کتنا عظیم اور قابلِ ستائش انسان تھا۔

زمانہ بچپن کا استاد 107

جی ٹی روڈ پر گلابِ لالہ سے لاہور جاتے ہوئے، سکول، ہیڈ ماسٹر، وزیرِ تعلیم پنجاب لاہور، اس وقت کے وزیرِ تعلیم، عبداللہ، تحریر کے خالق کو خراجِ تحسین پیش کیے بغیر رہ نہ سکے۔

سائیں ترن تارن (فضل دین صاحب) 108

انگریز کے پاس خانساماں کی نوکری سے ریٹائر ہو کر گجرات واپس آئے، انگریزی لباس، Sola-hat، چھڑی، حافظ صاحب، پیر صاحب، دیوان خانہ، چھری کانٹے سے کھانے کا طریقہ، lamb cutlet پہلی بار ان ہی سے سنا تھا، راگ رنگ، بیلوں کی منڈیں، جھنڈا اور ... گجرات کے مشہور راستے، بخاری، سید عمر شاہ، کالری دروازہ، اہلِ قرآن، قبرستان چودھری بنگ، حشمی محمد بخش، شیخ غلام محی الدین، سید قادر شاہ جلالپور جٹاں، بہشت بیری، اشلوک، جگتوں کا اجتماع، زمیندارہ بنک، فضل دین، زیب پورہ، جھوٹی چٹری، مولائی رنگ، حکیم عبید اللہ، والدہ صاحبہ سے محبت، والدہ کو پیچھے پر بٹھا کر، بیٹی کی شادی، شاہجہانیاں، جھنڈا راہ، عرس، لالہ غلام رسول، پٹ سن کے کپڑے کی دھوتی، دوسری چپل، صرف ایک پاؤں میں چپل، والدہ اور بہو میں جھگڑا۔

Marfat.com

110 ## سائیں رحیم خاں صاحب ☆☆☆

بڑے پیر صاحب کے ماموں زاد بھائی پیر غلام عباس گجرات کے مشہور پیر تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران وہ آبادان گئے۔ خط و کتابت کا سلسلہ بیچ میں ختم ہوا تو ہمارا گھر یا یاں، پیر غلام عباس کی والدہ کو پریشانی کا سامنا ہوا۔ سائیں صاحب جذب کی حالت میں رؤف خاں کی ... ایک تالاب ... کا رسول شاہ زمان ... پیر قمر دین مہر افضل حسین ... پیدا ... پیارے شاہ ... رشد ... سائیں رحیم خاں قتل ... رحیم خاں بھی ... شیر فروشی ... معذور ہو گئے ... مہر افضل حسین المعروف "لونا" سائیں رحیم انگریزوں کے دور میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ... سائیں کا نوانواں کے وصال پر چپ سادھ لی اور ... کی چوں۔

111 ## سائیں کا نوانواں مزار ☆☆☆

بارش نہ ہونے پر کسی بزرگ عورت یا مرد پر پانی ڈالا جاتا تھا جنہیں ... بزرگ کا انتخاب کرتے وقت اس کی سخت طبیعت کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ... پانی ڈالنے کا عمل ... اپنے ... کا ... دائرہ تحقیق ... hotline ... بارش۔

112 ## شطرنج اور شکار ☆☆☆

... غلام رسول ... والے ... کا اڈہ ... بزرگ صورت سفید ریش سائیکل لے کر آ گیا ... شطرنج کی ... پیر صاحب ... روز سائیکل ... سفید ریش بزرگ سائیکل کا ... کی بیٹھک ... رسول شاہ ... ذوالفقار حیدر ... نمکے آ کے ... کی چوں ... حیات ... بجائے ... میں آ ... ذوالفقار حیات ... شعر ... چنانچہ ...

114 ## عذر لنگ ☆☆☆

حضرت شاہ دولہ جھنڈے شاہ، حسین شاہ، محمد شاہ تھے شاہ جی کی مریدی زمینداری ... ٹانگ پر چھوڑ ... دوسری ٹانگ پر ... زمانے میں بہت ... سادہ ہوا کرتے تھے ... کا قصہ۔

114 ## فاختہ کا شکار ☆☆☆

راقم کے چچا شیر الدولہ ... جنہیں ... wildmeat ... فاختہ کا شکار ... پیر صاحب ... بندوق ... درخت میں ... بندوق ... پیچھے ... اشارہ کرتے ... موصوف کا ... بندوق ... چارپائی پر۔

115 ## کتاب چرانے کا انوکھا عمل ☆☆☆

... کتابیں ... کا شوق تھا ... حسین ... گجرات ... کا درخت ... دیوان خانہ ... آزاد ... سول ... اسٹیشن ... تب ... آ کے ... سے ...

Marfat.com

پربت تارے ساتھ باندھ دیا، ابو نے جلدی سے کتے کی سنگلی کھول دی

116 کرے کوئی بھرے کوئی

پیر زاہد حسین، پیر رسول شاہ صاحب کا دیوان خانہ، بابا فیروز شاہ، دیوان خانہ شیشے کا لشکارا، پیر فیض رسول شاہ، گاؤ تکیہ لگائے چارپائی پر، امتیاز شاہ، جوتا چارپائی سے دور پھینک دیا، طوطے بخت جی کی شرارت" اور مار واشکارے"

79 گاؤ ماتا کو ذبح کر ڈالا!

لالہ کیدار ناتھ، حاجت مند، او پروائی گڑھی، مسلمان جٹ نا خاصیہ، پل ہوئی گائے ... یہ گائے کا جمن ہو چکی ہے، گائے کو ذبح کر دیا، گاؤ ماتا، پولیس انسپکٹر، اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا بار شہ، ہماری گاؤ ماتا تھی، جیسا کسی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا، میاں محمد حضری شریف والے۔

117 ...

استاد رفیق، لاہور، matinee show، راقم کی والدہ ماجدہ اور پیر صاحب اغوا، سینما شو میں ہاف ٹائم، دو پال والوں کی دھمکی کہ وہ راقم کو اغوا کر لیں گے، گھوڑے کی دم ہے میری پیٹھ پر لا کا کمن شروع ہو گیا، ہاکی سے میری پٹائی شروع ہو گئی، الا گے کا علاج پتھر کی تختی جس میں پانی ڈالکر بانس کا سر اوبال کر دیں۔

80 کسی کے اعتراف پر استعفیٰ

پیر صاحب، بٹی فرخ جمشید، لالہ کیدار ناتھ، میونسپل کمیٹی گجرات، جھمبر نالے کے قریب ایک گاؤں شیطانیاں، کونسلر شپ سے استعفیٰ، پل، چونکہ لالہ جی کی نظر میں یہ احمد کی توہین تھی۔

118 مستری "اکا"

مستری غلام محمد عرف "اکا"، والد کی قبر، دوسری قبر کو پختہ کر دیا، او مستری تیرا خانہ خراب یہ کوئی قبر پکی کر دی، مستری صاحب کی ایک اور حماقت بھینس کی کھرلی، مستری کی تعمیر کی کہاں بنائی ہے، بھینس کی کھرلی چھت پر بنا دی، بھینس بیچ کر بکریاں خرید لیں

119 "قدرت کا پاس نہ بچے کی باری"

نصر الدولہ عرف انور یا پروین الدولہ عرف پینا، اچانک موصوف کو چھونے کا نئے گئے راقم اور اس کی بیوی کے ماموں زاد بھائی، زیادہ حصوں کھالیں، سردیوں کا موسم، چھونے، تولیہ گرم کرنے کی کیا ضرورت ہے، راقم کی بیوی کی بڑی بہن خالدہ خانم، فرج اور شوگر کا عارضہ، خاوند تفضل محمود، لندن، پیٹھ پر کپڑا رکھ کر گرم استری پھیر دی، شاید "تکلف برطرف" کی عادت نے ہمارے درمیان اس زندہ دلی کو جنم دے دیا تھا۔

120 جن یا (Hysteria) یا آسیب!

پیر سید مقبول شاہ صاحب کا دیوان خانہ، مرید، جموں، بیٹی پر جن وارد، سکتہ، ہاتھ پاؤں ٹیڑھے، کوئی جن بھوت نہیں، بروقت شادی نہ ہونے پر جنسی خواہشات کی تشنگی سے دوچار ہوتی ہیں، یاد رہے کہ تمہیں اس لڑکی کی شادی کر دینے کی تاکید کی ہے۔

Marfat.com

جنونِ گشت کہاں سے کہاں نہیں لایا

☆☆☆ اختر رضوانی 177

پہلگام، سیالکوٹ، شیخ صاحب، snack bar، شعر و شاعری، ہندو شام
بالا کی شراب نوشی، دریا، لاش، White Horse۔

☆☆☆ اوڑی۔ اُری (URI) 234

دریائے جہلم، بارہ مولا، دومیل، مری، قلعہ، suspension پل، مظفر آباد،
اسلام آباد، کاغان، کمت، پونچھ، آزاد کشمیر، چکوٹھی، ڈوگرا راج، نیلم، کشن گنگا، قلعہ Plate
شہید گلی، پیر چناسی، حضرت شاہ حسین کا مزار، مچھیاں، پیر پنجال، بھائی غلام محمد خاں، مظفر خاں
سربالان کا بیٹا، ہری سنگھ نلوا، غلام علی خاں، رنجیت سنگھ، مظفر خاں کے بیٹے، عطا محمد خاں، جواہر
خاں، شیخ امام الدین، اُری سے مظفر آباد، دریائے جہلم گہرا اور اونچے پہاڑی سلسلہ میں پتھر
اس طرح پھنسا ہوا ہے کہ اس کے کنارے تک رسائی ممکن نہیں۔

☆☆☆ اسلام آباد (Anatnag. Anantnag) 189

مسلمانوں کے رکھے نام اسلام آباد اور ہندو والے انت ناگ کہتے ہیں، سری نگر کے
علاوہ وادی کشمیر کا دوسرا بڑا شہر ہے، Arpat دریا، Haibat ki Gali، Bring دریا،
Brari Bal دریائے Sandra، دریا، Nand Marg، دریائے لدر، دریائے جہلم
کا منبع، انت ناگ، متبرک چشمہ، Sulik Nag، گندھک، مسجد Rishi Mula، شہنشاہ
اکبر، چنار کے درخت، کالا پتھر، راجہ اشوک، راجہ نارا، برہمن، بدھ، شیوا دیوی، مارتنڈ، پچھلی
مندر، اس کے دامن سے انت ناگ کا متبرک چشمہ جس کا نام Sulik Nag ہے، یہ مندر
غالباً بادشاہ Arya کے زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا، Sahasra Lingam، بدیع الدین
Kasa Lingam، Anti-Diluvian City، شرح جلد والے کہی جاتے، گجرات
پنجاب، گجرات کاٹھیاوار، پہلگام، انت ناگ میں پنڈتوں کے پاس سیاحوں کے نام اور پتے
حافظ گلاب شاہ محلہ زرتی شاہ دولہ، امرتسر، پیر صاحب، حافظ امین الدولہ صاحب، اور غریب
Dr. Bernier، چشمہ Mattan، پرکاش ٹنڈن، "پانڈو"، پانڈوؤں کا پیشہ وری
مزدوری، سرگزشت، Bawan کاؤں، سردھا، محمد نہر، انگلینڈ، چرز، داکا وزٹ، کشتی
بہار، ٹنڈن خاندان۔ یہ بات سراسر غلط ہے کہ ٹنڈن تقسیم ہند کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔

☆☆☆ اشتیاقِ سفر اور شریکِ سفر 161

شیخ احمد دین صاحب، مشن ہسپتال، آنکھوں کی بیماریاں، حضرت پیر سید
رشید الدولہ، خاکسار تحریک، جدید کرامت نامہ، "چوک میر عبدالغنی" بدرالدین، چوہدری
احمد خاں صاحب، کوٹلہ قاسم خاں، شورش، آفتاب قریشی، حکیم محمد حسن قرشی، اسلامیہ کالج
صنعت کار غلام نبی، حقہ جات کا کارخانہ، صاحبزادہ بشیر، منشی خان صاحب، سلطان میر
گلزار میر، اسلامیہ ہائی سکول، گوجرانوالہ، راقم کی والدہ صاحبہ، کلیم اللہ، چن پیر، پہلگام
passes، جہلم، راجوری، پیر پنجال، Pansal، مغل شہنشاہ، شوپیاں، سری نگر
کوہ مری، راولا کوٹ، کوہالہ، چلر، چکوٹی، اوڑی، Uran Buachc، بارہ مولا
سری نگر، پشاور، ہزارہ، مظفر آباد، کلائی، پرکاش ٹنڈن، پگڑی میں جیب، پونچھ۔

Marfat.com

سری نگر مت تاث، Town Hall، King's library، Huegel،
Travels in Kashmir and the Punjab، وغیرہ ویگنے، memoirs،
Dawn، "From slaughterhouse to library"، امیر کرسٹ
لائبریری۔

233 بارہمولہ (Baramulah یا Baramula)

پیر پنجال تک راستے کے دہانے پر واقع ہے جہاں دریائے جہلم وادی کشمیر
سے نکلتا ہے۔ جہاں کشمیر کی کشتی کے راستے بارہمولا سری نگر سے کوئی 31 میل مغرب میں واقع ہے،
ترک جہانگیر کی راج پوری، سوروں کی جگہ، سری نگر نہر، Solomon، Noru، پونچھ
بہت آباد ہے ... poplar کے درخت، بارہ دری۔

178 بندر

ریاستی قوانین میں بندروں کو مارنا ممنوع تھا، پہلگام، ملازم مدن موہن، ملازم اکبر
دوست، نیس، بوری، ریچھ، ریز، بابو موہن، پنڈت، خیمہ، سادھو، چڑیوں میں ملبوس بندر، ترجمہ میں
... کا اشارہ، بندر کی نہانا، اچھی رکاب، تھانے میں رپٹ، حمد، سادھو، مسلمان لکھا، امر ناتھ۔

177 بھنڈاری

خیمے، لاش، دو جھیل Tulian، بھنڈاری میں خیمے کے باہر کام کر جیب ناکن
ملازم، ... چوکیداری کام ... ، اچھی نسل ہوتا ہے، batmen کرایوں پر خیمے، راشن دار
... بندو، ایک تولہ وزنی چاندی کا سکہ، بیدار ناتھ، سادھو، لنگوٹ۔

231 پامپور

وادی سون ... خوشاب، پاکستان، زعفران، دریائے جہلم، سری نگر،
Padmapura یا Padampur، Vrihaspati، Padma، مہادیو،
Padmadat، بادشاہ، Lotus، Chacra Varma، جامع مسجد،
Parmaswami، مندر، تھہ ... بند باغ، خیمے، Lingam، شاہ ہمدان کا مکان،
Shoka Baba، مزار، Sona Krund Wudar، مزار، Mazet،
لداخ، Tsot۔

176 پہلگام

پہلگام سری نگر سے 65 میل دور جنوب کی طرف، وادی لدر، ندیوں
کا سنگم، شیش ناگ ندی، Gratinura، جھیل شیش ناگ، Zamti Nag یا
Zampti Nag، Gwasbrari یا Kolahoi پہاڑ، Tar Sar جھیل،
Chaudasar، دریائے لدر، اسلام آباد، دریائے جہلم، Lidarwat،
متھرا ... امر ناتھ، سری نگر کام ... پرمٹ، خیمے، چھولداری، سیاح، Tulian
جھیل، پہلگام ایک وادی میں واقع، تین جوانب فلک بوس پہاڑ استادہ۔

188 پتلی چمڑی (Thin-skinned)

ملازم اکبر، بنیئے، Tulian جھیل، راستے سے ٹنڈ، گوجرنوالہ، رچھائی،
... دراز زمین پر بیٹھ کر ٹنڈ، شیشہ، راستہ، شیشے پر ٹنڈ سے خون کے قطرے، حجام یا قصاب

Marfat.com

راقم پہلگام میں بیمار ہو گیا۔ والد ماجد، چچا صاحب، نانی جی، تائی اماں وغیرہ سب اسلام آباد
"موئے مبارک"، چشمہ ویری ناگ، اننت ناگ، دو ہفتوں بعد واپس آئے۔ آئندہ بھی
اس میں میرا کیا قصور؟ آپ خود ہی چل پڑے ہیں۔

تیرتے ہوئے باغ

جھیل ڈل، سری نگر، جزیرے، تیرتے ہوئے جزیرے، آبی پودے
willow کا درخت، باغ کے تختے میں سوراخ، کھیتی باڑی، زرعی۔

جھیل ڈل (Dal Lake)

سری نگر، دریائے جہلم، وسیع میدان، Vitalamarg، آبی پودے، ندی نالے
Arrah، اصلی Tel-Bul یا تیل کا دریا، چشمے، Drogjun، flood-gate، ابدال
Pravara Sena، نہر میں ستون، overflow، Gargibul یا Gogribol
حصے Bud Dal، Astaw Hol، Rupa Lank، چنار، Tel-Bul، حصے
causeway، Suttu یا Sut-i-chodry، causeway، پل، Karaliyar
گاؤں Ishi Bori، نشاط باغ، جھیل ڈل کا حصہ، جزیرہ، چار چنار، مغل شہنشاہ، دریا، جھیل
water wheel، Himalayan ceder، water-caltrop، سیب، پھل
houseboats، سلطان زین العابدین "بڈشاہ"، کشتیاں، کشتیوں کا سفر
حسین شاہ چک، افغان، جہانگیر، عیش و عشرت، کشتی بان، "بانگی"، مراسم
ڈل کشمیری زبان میں جھیل، جھیل کی گہرائی سات سے دس فٹ، جھیل میں پودے
مٹی، آلودگی، رقبہ، جھیل ڈل کا منظر، طلوع آفتاب کے وقت نہایت دیدہ زیب
جھیل شیش ناگ یا شیش ناگ

جھیل Dachinepura، برفانی چوٹیاں، دریائے لدر، Grati Nura
ندی، امرناتھ، تیرتھ یاترا، پڑاؤ، اشنان، شیش ناگ، ایک میل لمبی
چوڑی، دریائے لدر، خاص رنگ کا پانی، اس جھیل کے مخصوص رنگ سے پانی کی
شناخت ہوتی ہے۔

جھیل کا ناگ (توشی ناگ)

بشیر احمد، چشمہ، مقدس پانی، کچھلدار، خان صاحب
ملازم، دلیر خان، کالی ناگ، پہاڑ، حضرت بخش، مقام، چچا صاحب، توشی صاحب
جلد ساز، بانگ، خاص قسم کا ہاؤس بوٹ، houseboat، اس وقت
بخش، متعدد، بھائی، حبیب احمد، مریض، یہاں قیام کرنے کے بعد۔

جن کا دانت یہ۔۔۔۔۔۔؟

چوہدری احمد خان، شورش، سری نگر سے راولپنڈی، اتفاق
برہمن، داستان، Kasyapa، جھیل Satisar، دیوتا، چوپایوں
مٹھ، دانت، ٹوٹ گیا، مندر میں دانت، زائرین، ہاتھی دانت، انگلی، عجیب
جہلم، دریائے کشن گنگا، دریائے نیلم، ہاتھ، دونوں، ٹیلیاں، یہ، اور
ریلوے اسٹیشن، دیوان خانہ، تانگہ، چھوٹی gauge، خان پور، لیٹ۔

Marfat.com

192 چشمہ ویری ناگ یا ورناگ (Vernag)

ورناگ کا گاؤں، درہ بانہال، اسلام آباد، دریائے جہلم، وولر جھیل، ہشت پہلو پانی کا ذخیرہ، تزک جہانگیری، دریائے بھٹ، شہنشاہ اکبر، شہنشاہ جہانگیر، سیاح Vigne، ورناگ چشمے کا نل، محرابیں، pavilion، alcoves، مچھلیاں، ملکہ نور جہاں، دریائے Sandran، شیخ احمد دین، Shivling، انت ناگ، قاضی کنڈ، موہنڈا، والدہ صاحبہ، پیر صاحب، چچی پیر کیم اللہ، اسلام آباد، ہتھل، چارپائیاں، لکڑیوں سے آگ کا الاؤ، عید، سری نگر، ورناگ کا چشمہ نیب بیٹھر ہشت پہلو پانی کے ذخیرے سے نکلتا ہے، اگر میری سلطنت چھین لی جائے اور صرف کشمیر رہ جائے تو میں جھونکا کو یہ سب پاس سب پچھے، شاید یہاں کثیر تعداد میں سانپ پائے جاتے ہوں، صاحب جی یہاں درختوں کے نیچے نہیں سوتی کیونکہ رات کو ریچھ حملہ کرتی۔

230 شالیمار باغ

میراں کدال سے دو میل جانب مغرب ایک سڑک کے کنارے یہ باغ دو حصوں میں تقسیم۔ چنار کے بڑے بڑے درخت، سیاح، مغلوں کی یادگار، شاہجہان، شعر و ادب سے شغف رکھنے والے لوگ شعر و سخن کی محفلیں کرتے۔

130 خلائی وسعتیں (Cosmic dimensions)

chaotic، cosmic، ستارے کا گولا، Prof. Frank Drake،
ionosphere، electrons، ions، radio، diffusion، atmosphere
Mars، Venus، مشاہدہ گاہ، Arecibo، Puerto Rico، بحر اوقیانوس، خلائی تہذیب
astronomer، Stuart Baowyer، University of California،
خلائی مخلوق، US Atomic Energy، Ames Research Centre
Commission Iowa، Biotechnical Centre، سیارے، کہکشاں
Dr. John Billingham، Prof. Carl Sagan۔

130 خلائی مخلوقات سے رابطہ

خلائی مخلوقات، مرد ارض، interstellar، radio contact، probes
خلائی گند، rockets، امریکن خلا باز، Edward White، دستانہ، Bolivia، گاؤں
Samiapata، Santa Cruz، El Fuerte، پہاڑی، plateau، Panthers
Jaguars، launching ramps، Peru، Nazca، Andes، پہاڑ،
landing ground، operatinal base، astronomical calendar
Daniken، Barthel، Prof. Tubingen، جرمن یونیورسٹی، ستارے، کمپیوٹر،
lines، calendar theory، extra-terrestrials، غبارے، landing
strips، ترکش ایڈمرل Piri Reis، شمالی اور جنوبی امریکہ، Antarctic، سنسکرت
Geophysical year، echo-sounding، Book of Enoch،
Sutradhara، Samarangana، Nasa، Blumrich، خلائی جہاز،
The spaceships of Ezekiel، Ezekiel، خدا کے درشن، اسرائیل،
Jewish Temple، High Priest، آسمانی مخلوقات، راہب، عبادت گاہ، آدم

Marfat.com

سری نگر، Marand، کوہ ہمالیہ، وادی کشمیر، ہندو، کھنڈرات، دریائے Chebar،
پیمائشی آلہ جات، uranium، radioactive ore، سورج کی تابکاری، Prof،
Hassnain، Kohl، Prof. کھراب، پہاڑیوں اور صاف کی ہوئی جگہوں سے
یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی قبل از تاریخ سٹیڈیم ہوگا۔

235 دریائے جہلم (Vitasta, Behat, Jhelam, Jehlum, Hydapses) ☆☆

سکندر اعظم، ہندوستان، سنسکرت میں Vitasta، یونانی زبان میں Hyydaspas
عام زبان میں دریائے جہلم، چشمہ ورناگ، دریائے جہلم کے ذریعے وادی کشمیر سے تمام پانی کا
نکاس، چشمہ ورناگ یا ویری ناگ، Banihal، گاؤں Kanabal، ندی Arpat، ندی
Bring، ندی Sandran، Hairibal-ki-gali، دریائے Bring، ندی Tansan
دریا Brari Bal، گاؤں Wyl، Nowbug وادی، چشمہ Kukar Nag، گاؤں
Hillar، kadal کشمیری زبان میں پل، گاؤں Vrigam، گاؤں Sof، دریائے [illegible]،
Bij Behara، دریا Veshan، دریا Rembiara، Pansal، پہاڑ، جہلم کے چشمہ
Konsa Nag، Nandan Sar، جھیل Bagh Sar، جھیل، دودھ گنگا، شادی پور

236 دریائے چناب ☆☆

ندیاں Chandra اور Bhaga، Ptolemy، دریائے Sandabal
سکندر اعظم کے زمانے میں دریائے Acesines یا Akesines، دریائے Chiunaun
Vigne کے مطابق چناب "چندر کا پانی"، "چین کا پانی"، درہ Bara Lacha
دریا Tandi، Kishtwar، دریا Maru Wardwan، Chamba، ندی
Oonlar، ندی Chendi، دریائے Butna، Golden Nar اور Liour Khol
ندی، دریائے Bichlari، ندی Karney Gad، ندی Kar Gad، دریائے Neru،
Baggi اور Pinkta، دریائے Tawi، Golabgarh fort، دریا Butna، [illegible]

237 دریائے سندھ ☆☆

دریائے Sutlej، دریائے Beas، Ghara، Indus، سندھ یا اٹک
مہابھارت، Sindho، یونانی مورخ ہیروڈوٹس، Indians، Indoos یا Hindoos
Sindh-khadad کا مطلب "شیر کا منہ"، [illegible]
گلگت، NWFP، و بلوچستان۔

186 زکام و بخار ☆☆

نوجوان خوبصورت لڑکی رہائش پذیر، بڑھیا، [illegible]
پہلا کام، snack bar، hobby، homeopathic، [illegible]
Reader's Digest، فولڈنگ، انگریزی زبان بولنے کا [illegible]
میں، "Good afternoon doctor"، [illegible] "Care for a drink ?"
تشخیص کے ضمن میں سوالات کی بوچھاڑ، قبض، پیٹ میں درد، بخار کس وقت اور کب [illegible]۔

232 زعفران Saffran (*Rocus sativus*) ☆☆

پامپور، Kong، زرگل، [illegible] دریائے جہلم، زعفران

Marfat.com

1069
bulb سے ... دہشت کا، کشتوار، جہانگیر، تزک جہانگیری، ناقابل برداشت
خوشبو ... شراب ...

213 سری نگر

... سمندر سے اوسط 5,250 فٹ کی بلندی پر، خشک سطح کے ٹکڑے پر تعمیر،
Surya، سورج دیوتا، Vishnu، ... خوش قسمت شہر، سری نگر، ہندی میں "سری" کے
معنی ... دریائے جہلم، جھیلیں، نہریں، ... پربت،
... Venice، Italy، gondolas، شکارا، روایتی کشتیاں، سمندری
... Gondoleros، ہوٹل Alta Gracia، پل، امیرا کدل، ... کدل
... کدل، ... کدل، زینہ کدل، نیلی کدل، نائید کدل، صوفہ کدل، امیرا
... شاہ میاں ... زین العابدین، شاہ نعمت اللہ کی زیارت، سیف خان، ...
... صاحب ... مسجد، دریائے جہلم، شاہ ہمدان مسجد، سید علی ہمدانی، بادشاہ
... قند ... سادات، ہندو پجاری، بتوں کی پوجا، سخاوت،
... سلطان سکندر بت شکن

200 سری نگر سے ... رہائش

... بانہال، راستہ، ... موٹر ...
... مسلمان ... ، Aunti، holdalls، ... آوازیں
... friction، پیدا ہونے سے بارش،
... دریائے چناب، ... دریائے جہلم، بانہال پہاڑی سلسلہ، خوشبو، دہشت وار،
راولپنڈی، Wumu، گاؤں، وادی، شاہ آباد، وادی، Banihal، Mohu
Sanitorium، ... "نفسیات اور زندگی"
... مالک ... پانی، ... سیالکوٹ، وزیر آباد، گجرات، لاہور،
... سیب، امری سیب، ناشپاتیاں، اخروٹ
194 سری نگر (Drogjun) سے ... رہائش

... ، رہائش کا بندوبست،
flood-gate، ... holdalls، shuttlecock، ...
... مکان، toilet کا بندوبست،
...

221 سری نگر کی نہریں (نہروں سے متعلق مزید معلومات حروف ابجد کی ترتیب میں دیکھیں)
دریائے جہلم، سری نگر شہر ... نہریں، جھیل ڈل، Tsont-i-kol، نہر،
Huegel، ... Mar، نہر، شاہ ہمدان مسجد، ... پنجاب، فقیر، sand، spring،
water supply، happiness، ... درخت، flood-gate، جھیل کا پانی،
overflow، ... Poplar-Avenue، Sonwar
230 سنبل (Sumbal) ...
Raja Taringini، Jayapida، Lalitaditya، Jayapura

Marfat.com

[illegible] Sridwaravati [illegible] Voxdei vox populi [illegible]
[illegible] "Abhyantara Kotta" [illegible] "Antar Kot" Sankara Varmma.
Sankara Pura Patan [illegible] "Pass" [illegible] Nara.
Pura [illegible] Buz Nara [illegible] Chandrabaha [illegible] Karakota
[illegible] Romanya [illegible] Manas Bal Jamatri
Amantri Saraj.

230 [illegible] باغ

[illegible] Pari Hasapur.
Lalitaditya [illegible] Prayaga Suind [illegible] Suind [illegible]
[illegible] Matra Serma [illegible]
[illegible]

224 شالامار باغ (Shalimar)

[illegible]
[illegible]
[illegible] Arrah [illegible] Tuscan [illegible]
[illegible] Bernier [illegible] Awanti Pur [illegible]
[illegible] Viasa JFK [illegible]
[illegible] Pan Am [illegible] lavatories [illegible] Ph. D. [illegible]
[illegible] Buchanan [illegible] Heathrow [illegible]
[illegible] Louisiana Eaton Rouge.
[illegible] PIA [illegible] Caracas Roathmans
[illegible]
[illegible] Samsonite.
[illegible]
[illegible] Jamaica Kingston limousine [illegible]
[illegible] Nedou's [illegible]
[illegible] Dimple [illegible] "Jerry" [illegible]
[illegible] flood-gate.

202 شاہی چشمہ

[illegible] Drogjun [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

Tum Tum، گھوڑے لڑکے کا ایکسیڈنٹ، سفید ساڑھی میں ملبوس خاتون، معمر خاتون خاکی رنگ کی ساڑھی میں، مہاراجہ کی شکارگاہ، لکڑیوں کا پل، مچھلیاں پکڑنے والی کنڈیاں، high tension لائن کا ہرن، مٹی کا لیپ، اخروٹ بسکٹ، یوسف، مسلمان، necklace، ناشپاتیاں، نشاط باغ، تجارت، Bombay، textile، انگلش میں گفتگو، علامہ عنایت اللہ خان المشرقی، شاہی چشمے والی سڑک، شیخ عبداللہ شیر کشمیر، مہاراجہ کا خاندان، اسلامیہ کالج۔

☆ شکارا (Wherry) 212

Dunga، بجرہ، ماجھی، ڈل کی ساخت کے چپو، جھیل ڈل، ''یا شاہ'' ''ہمدان''۔

☆ کاشت زمین کی چوری 175

کھیتوں کی چوری، چوہدری احمد خاں، شورش، شالیمار، جھیل ڈل کا نظارہ، ماجھی، نام والا ورشاہ، کشتیوں سے جہ یالی کا کھینچنا، جزیرے ''یا شاہ، ہمدان'' زمین چور۔

☆ کشمیر کی تاریخ 123

شہنشاہ جہانگیر، تزک جہانگیری، پروفیسر حامد حسن، لال قلعہ دہلی، تخت طاؤس حضرت آدم، ہندوؤں کی دیومالائی کہانیاں، پنڈت کالا خان، Asiatic Researches، پروفیسر واسن، شہنشاہ اکبر، لفظ کشمیر، Persia، Chasas، سیوسرتی، تزک بابری، Kasyapamar، Cueva de Guacharos، Humboldt، Kasmira، دیومالائی شخصیت، Kasyapa، کاشف، برہما، Siva یا Shiva، بیوی ماتا، ترشول، Kasyapur، Kashappur، Vigne، ابوالفضل، فیضی، Kushup، چھوٹا تبت، Kacheyul، Kachepa، Kashir، Kalap، جھیل Satisar، دیو Jalodbho، Rishi، Kasheeb، Neel، Braham Ji، Nambandhan، Karamsars، جھیل Kasurnag، Balbhadar، بدروحیں، ملک Koshine، مست سرتی سارس، Mur، حبش قوم، ''Prease''، شاہجہان نامہ، کمبوہ، کاش کا پہاڑ، ابراہیم خلیل اللہ، حضرت سلیمان، قادیانی، Syria، اسرائیل، Enoch Powell، برطانیہ، حضرت عیسیٰ، Romans، صلیب، Gospel، Prof. Henry Chadwick، Yale University Press، یہودی النسل، Extra-terrestrials، Cosmos، genetic mutation، دو دموں والی بلی، Coventry، Sheriff، بچے نے درخت سے لٹک کر خودکشی کر لی، سائنسی ثبوت، وینزویلا کی عدالتیں۔

☆ کشمیر کے قدیم سیاح 151

Dr. Bernier، Forster، Moorcroft, Guthre & Trebeck، Victor Jacqemount، Joseph Wolf، Baron Charles Huegel، Th. G. Vigne، Dr. John Henderson، تفصیلات حروف ابجد کی ترتیب سے ملاحظہ فرمائیں۔

☆ کشمیر کی کشتیاں 211

Bhats، Dungas، Khuch، Larilao، houseboats، شکارا، (Wherry)، Tsatawar، تفصیلات حروف ابجد کی ترتیب سے ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

175 ☆☆ کنول

جھیل ڈل، Nelumbium speciosum، ''پام پوش''، شہنشاہ پھول،
ڈنٹھل، دانے، سوغات، آبی پرندے، Annesleya horrida، سنگھاڑا، لٹکنیں، باز، بیج،
Juwur، spicula، lily، til، popy، hazelnut، مصر، کشتیاں، ہندو دیومالا،
Nymthaea caerulea، تالاب، جوہڑ، متبرک، دریائے جہلم، اشنان، شاہی چشمہ،
نشاط باغ، شالامار باغ، فرانسیسی اور امری سیب، ناشپاتی، شیخ صاحب، کنول کے پتے جھیل کے
پانی کے اوپر قالین کی طرح۔

168 ☆☆ کوہ شنکراچاریہ (تخت سلیمان)

شیخ صاحب، سرینگر، جھیل، Nedou's Hotel، Drogshuh، مونث
کونڈ کرا ور مذکر کو مونث، Drogjun، ڈل جھیل، flood-gate، مہاراجہ کا باب شخی،
پتھروں کی سیڑھیاں، سادھو مہاراج، ہندو لوگ، درشن، بزرگ، ہاتھ میں مالا لئے، کانگڑی،
انگلی، scaladino، kandal، manan، لباس، مغل بادشاہ، کتابیں، عالم دین، مسجد
شیخ عبداللہ، حضرت بل، شنکراچاریہ کا مندر، کوہ سلیمان، ''کوہ ماران''، ''پران''، Siva،
Zebanwan پہاڑ، پہاڑی ''باری پربت''، راجہ Gopaditya، Gonerdya
خاندان، Jaloka، Mahadeva، Jyeshtesvara، Lingam، Haji
Hushti سنار، Soloman، تبت کی پہاڑیاں، دریائے جہلم کا بازو، Zand، عبادت
گاہ Pandritan، تخت سلیمان بلوچستان میں، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان،
دامان، حضرت سلیمان، جانوروں کی قربانی، بے اولاد عورتیں، راجہ Pravara Sena،
چینی زائر Hwen Thsang، Pandra Than، Thomas Edward
Lawrence، "Lawrence of Arabia"، ابن سعود، homosexuality،
لارنس، Colonial Minister Winston Churchill، ڈرگ روڈ کراچی،
افغانستان، امان اللہ خان، بچہ سقہ، عنایت اللہ، Zurich، Switzerland، واپڈا
ہاؤس، رائے بہادر میلہ رام، Harry، کشمیری گوالن میر جان، اکبر جہان، مسز فاروق عبد
اللہ، شیخ عبدالشکور، لاہور، Murree Convent، ہزارہ افغان پیر کرم شاہ، امرتسر،
پیر جی کا مزار، تیرہ و یگانہ، میر واعظ۔

180 ☆☆ کوہ امرناتھ

دریائے سندھ یا؟ Suind، غار، ہندو یاتری، متبرک تیرتھ، یاترا، گلیشیر،
غار کا یخ بستہ اندرونی حصہ، چڑھاوے، بھینسا، موت کا فرشتہ، Swami Shivji،
"Lord Siva or Shiva"، زیارت گاہ Lingakar، چندن باڑی، Astan
Marg، Zoloajpat اور Lidar ندیاں، شیش ناگ، جنگلات، درہ Sachkah،
ندی Amar Veyut، تنگ درہ، نکتہ صنوبر، پرارتھنا، جنگلی کبوتر، ندی Panjtarni
Zanin، تبت کے لئے، Ghunt، راقم کا ملازم اکبر، جرمن سیاح جوڑا، بندر، فرانس،
Dr. Bernier، اورنگزیب عالمگیر، شاہجہان، بندرگاہ سورت، دانشمند خان، سکندر
اعظم، پرتگالی راہب، گرل فرینڈ، متھرا شہر، بوڑھے بندر کا حملہ، ہاتھی دریائے جمنا میں۔

Marfat.com

218 کوہ ہرمکھ
کوہ ہرمکھ پر جانے کی تیاری، سرینگر سے قریباً تیس میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف کشمیر کی وادی کی ڈھلوان سے آگے بڑھ کر اس کی چڑھائی شروع، برفباری، یخ بستہ طوفانی ہواؤں کے جھکڑ بھی بتدریج بڑھتے، غیر ملکی سیاح، ہندو اس پہاڑ کو متبرک تیرتھ قرار دیتے، موسم بہار کے آغاز میں میلہ، پیچھے پر پٹھو (rucksacks)، traveler's bag، Ghunts، خاص قسم کے پہاڑی گھوڑے، پکی لکیہ جیسی چندنی، یاترا کی دیوی سے درشن لینے، میزبانی کے اخراجات، جھگڑا، Marielu کی ناگفتہ بہ حالت، ... ایک جرمن ... چندنی، ہندو رہائش پذیر، تمام اخراجات جرمن جوڑے نے برداشت کئے، Klaus، چوٹ پر گئے، واپس آتے ہوئے پھسلنے کے دوران ski کرنے میں Switzerland، مختلف ممالک کی سیاحت سے تھے، اجنبی ممالک کی سیاحت، مشہور زمانہ جرمن سیاح Humboldt، وینزویلا، guacharos (خاص قسم کے چمگادڑوں کی طرح اڑنے والے جانور)۔

200 مسجد حضرت بل (حضور پاک ﷺ کا بال مبارک)
جھیل ڈل، نسیم باغ، سید عبداللہ، دہلی، شہنشاہ شاہجہان، اورنگزیب عالمگیر، خواجہ نورالدین عشائی، نماز جمعہ، موئے مبارک ڈبیا میں بند، زیارت، امام صاحب۔

230 نسیم باغ
شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر، جھیل ڈل، ''جنت الدنیا''، جہانگیر، سرو اور شمشاد کے درخت، چنار کے بڑے درخت، شعر نوازی۔

223 نشاط باغ (Garden of bliss)
جہانگیر، جھیل ڈل کے کنارے، Ropelang اور Astawhol، میراں کدل، شاہجہان، نواب آصف خان، گاؤں Ishiburi یا Ishabar، چشمہ ''گفتہ گنگا''، ہندوؤں کا تہوار، چشمہ ... کے فوارے، باغ کے کئی تختے، ندی Arrah، آبشاریں، poplar، چنار، چوہدری احمد خان، شیخ احمد دین، ناشپاتیاں، فواروں پر، سرو، سمن، شمشاد۔

223 نہر Kuthi-i-Kol
دریائے جہلم، شیر گڑھی، دیوان کرپا رام کا باغ، سید منصور کی زیارت، Dudh Ganga، Suffa kadal پل، سری نگر، جھیل وولر، Sopur۔

223 نہر Mar
کشمیری زبان میں mar کے معنی اردو میں سانپ، Naopura kadal۔

223 نہر Noru
شادی پور، دریائے جہلم، Patan، Palhallan، سری نگر، کشتی بانی، بارہ مولا، امرتسر۔

222 نہر Rainawari
جھیل ڈل، Kraliya، Kotwal، Dal۔

221 نہر Tsont-i-kol
اس نہر سے متعلق، واقع سرینگر ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

وادیٔ کشمیر کی سیر کا آغاز 163

ساتویں جماعت کا طالب علم، شیخ صاحب (احمد دین)، چیف صاحب، دیوان خانہ،
holdall، حمید پہلوان، شہد والی چوہیں، ''کشمیر کا ہمالہ''، نہر جہلم، پہلوان، ...
رحمدل صاحب، نانی جان، Big Ben، ... کاش، انجینئر، راولپنڈی، ... پشاور،
میاں امیر الدین، ... صاحب، ''... ''، ... ، ... ، ...
parachutists، tunnel، ... ، ''... ''، ... ، ... ، ...
سرفراز خان، ... بلند خان، مظفر خان، ... ، ... ، ... ، ...
... ، Naranmul، ... ، Oin، ... ، Noru، ... ، Suran، ...

Asteroids 149

planets. Guiseppe Piazzi. Ceres. Roman Goddess. Mars. Jupiter. Titius. Bodus' (Bode's) Law. sun. orbit. Gaspra. gravitational pull. Apollo-Amor-Aten. Earth. Siberia. Soviet Scientists. Spacewatch program. *Nature*. TNT. Arizona's Kitt Peak. Near Earth Objects. Comet. US. impacts. Planetary system. iron. magnesium silicates. Prof. Gerhard Neukum. German Aerospace Research Establishment. space probe Galileo. Atlantis space shuttle. moons. galactic data. Dr. Rainer

Baron Charles Huegel 161

جرمنی، ... ، ہندوستان، دریائے سندھ، دریائے ... ،
... دریائے ''Siund''، ''... ''، سندھ، اٹک، Nilab، ... ،
... ، Phoenic farinosa، ... ، Acacia،

Bermuda Triangles(Black holes) in the universe 141

magicians. blackhole. speed of light. French astronomer Piere Laplace. German Physicist. Karl Schwarzchild. "red giant". sun. force of gravity. nuclear neutrons gravitational force

Bulbul Lankar 215

... ، کشمیر میں سب سے پہلی مسجد، ... ،
... ، ... ، ... ، ... ، ... ، ... ، ... ،
... پشت۔

Bhats 211

... ، ... ، ... ، ... ، ... ، ... ، ... ،

Dark Matter 145

missing component. distant galaxy. normal or baryonic matter. atoms. molecules. humans. universe

Marfat.com

152 Dr. Bernier

عیسائیت کی تبلیغ، فرانس، Voltarie، Angers، شام، مصر، شاہجہان، سورت،
اورنگزیب، دہلی، دانشمند خاں، ذاتی معالج، جہانگیر، Speculative philosophy،
نیچر کا مطالعہ، پیرس، Ninon de l'Enclos، Racine، Boileau، چشمہ ملن،
St. Evremond، بادشاہ Luis XIV، پریذیڈنٹ Du Harlay، ریاست گجرات،
Epicurean philosophy، اسلام آباد (انت ناگ)، وسطی انڈیا، دریائے Tapti۔

157 Dr. John Henderson

Huegel، ڈل اور باغ، سرینگر، کشتی، ملاقاتی، عجیب و غریب شخصیت، Vigne،
ڈاکٹری پیشہ، مفتی، لدھیانہ، کلکتہ، منڈی، لداخ، دریائے اٹک کا منبع، Zerawar Singh،
جرنیل، گلاب سنگھ، اسماعیل خاں، Moorcroft، ایسٹ انڈیا، سفیر، رنجیت سنگھ، سکردو،
تبت، Balti، یورپین سیاح، احمد شاہ، چینی، Gilpo، Naubak درہ، چپاتیوں پر گذارہ،
وو ہندوکش، بلخ، انیس سے، مظفر آباد، Derbund، calomal، لاہور، کابل، پشاور،

212 Dungas

کشتیاں، چٹائی کی چھت، چپو، برطانوی پاؤنڈ۔

136 Extra-terrestrials Search

USA. Congress, radio telescopes, Sun, closest stars, signals, NASA 92, astronomy, W.H.Keck foundation, Los Angeles, Hawaii, SETI, Mountain View, California, Australia, Dr. Frank, University of California, William R. Hewlett, David Packard, Gordon Moore, Hewlett Packard Corporation, Intel Corporation, Paul ALlen, Microsoft Corporation, Asymetrix Corporation, Portland Trailblazers Basketball team, Dr. Jill C. Tarter, Parkes, radio antenna, Canberra, Arecibo, Puerto Rico, Phoenix, Jet Propulsion Laboratory, Earth, neutrino, black holes, galactic cores, cosmic enigmas, Pacific Ocean, South Pole, radio waves, Particals, stellar explosions, Dumand, Keahole Point, University of Washington, Amanda, South Polar ice, US South Pole Station, Hubble telescope, Photon Particles, X-rays, Gamma rays, Muons, Photo detectors, New York, Milky way, Journal *Nature*, Felix Mirabel, Saclay Centre for studies, France, Luis Rodriguez, National Autonomus University, Mexico City, Socorro, New Mexico Observatory, Nutron star, Constellation Aquila, light year.

134 Ezekiel کی کتاب

پرانا صحیفہ، پیغمبروں کی حد بندی کے متعلق، بادشاہ Jehoiachin، Babylon

Marfat.com

اسرائیل، پیغمبر، یروشلم، Ammon، Moab، Edom، Tyre، مصر، Pentateuchal،
concept، Apocalypse، Ezra کی کتاب، Hagiographa، عبرانی زبان،
Hebrew Scriptures، Nehemiah کی کتاب، Aramaic، حضرت عیسیٰ، قبرص
(Cypurs)، عبادت گاہ، جلاوطنی، Esdras II، Mosaiclan۔

☆☆ Father Desideri 153

Jesuit، راہب، تیسرا یورپی باشندہ، تبت، لاسہ۔

☆☆ George Forster 153

چوتھا سیاح جس نے وادیٔ کشمیر کی سیاحت کی۔ 1783 میں وادیٔ کشمیر میں، ایسٹ
انڈیا کمپنی، مدراس کی پریذیڈنسی، سول سروس بنگال، لکھنؤ، سری نگر، کابل، وسطی ایشیا،
وسطی ایشیا، شمالی ہندوستان، ڈاکو، احمد شاہ، Caspian، Saint Petersburg
ابدالی، افغانستان، نادر شاہ، پرشیا کا دربار، زین الدین کی مسجد، دہلی کے سات دروازے،
احمد شاہ کا بیٹا تیمور شاہ، وائسرائے آزاد خاں۔

☆☆ Gagribal 195

جھیل ڈل کا کنارہ، تخت سلیمان، poplar کے درخت، گدھوں پر مٹکے، پیر صاحب
والدہ صاحبہ، چمن پیر، سیب، ناشپاتیاں، شیخ احمد دین صاحب اور ان کے صاحبزادے رئیس،
حضرت بل مسجد، علی عباس، رسول پاک ﷺ کا موئے مبارک، Westend، Secundus
کلائی گھڑی، حکیم اللہ، Passing Show سگریٹ، heart attack، دیوان خانہ، علامہ
عنایت اللہ خان المشرقی، Drogjun، Bij-Behara، زعفران، شیر کا شکار، حکیم اللہ کے ماموں
جمشید، بھوپال، نشاط باغ، شالامار باغ، شکارا، علی عباس، Drogjun، ماجھی، "پاشا"، "دادا جان"،
نانی اماں، Aunti، سگریٹ نوشی، کنول، Tsatwars، جزیرہ، کشتی چلانے کی وجہ سے تھکاوٹ،
گورنمنٹ کالج لاہور، دریائے راوی، جہلم، جموں، سری نگر، راولپنڈی، ہنڈائس، دیومالائی داستانیں۔
حضرت بل، طب میں مہارت۔

☆☆ Houseboats 212

ایک قسم کے دو یا تین منزلہ luxury بنگلے، جھیل ڈل، دریائے جہلم۔

☆☆ Houseboats میں رہائش 216

بشیر صاحب، خان صاحب، سری نگر میں ہوٹل، ہوٹل کے مالک شیخ صاحب،
چنیوٹ، میراں کدل، تیرتا ہوا گھر، ماجھی، شیر خان، پنڈت رام دیال، houseboat
کا نام Kishtwar، houseboat کا decor، کمروں کی ترتیب، کپڑے دھونے
کی جگہ، سیاح خواتین، جرمن سیاح Klaus اس کی French بیوی Marielu، پنجابی ساز،
بھنگڑا، بین، cobra سانپ۔

☆☆ Jesuit Xavier 151

پرتگال کے باشندے، مذہبی جنون، عیسائیت کی تبلیغ، پرتگال کا بادشاہ، راجہ پورس،
یونانی مورخ، Kaspapyrus یا Kaspatyrus، Kasperia، سکندر اعظم،
Ignatius Loyola، چین کا رہائشی راہب، Society of Jesus، Navares،

Marfat.com

Francis Xavier، Saint Francis of Assisi، اکبراعظم، Azores،
Father Rudolf Aquaviva، Benedict Goez، کشمیر سے متعلق پہلی معلومات
یورپ میں پرتگال کے باشندوں کے ذریعے۔

Joseph Wolf 157
مشنری، پروپیگنڈا، یہودی، پوپ کے ماننے والے، روم، Protestant،
اعتقادی چرچ، حضرت عیسیٰ، انجیل مقدس، لوگ، وسطی ایشیا، "Lord the Saviour"۔

Khuch 212
بہت بڑی کشتی بغیر چھت کے، سامان نقل و حرکت کے لیے استعمال۔

Lanlao 212
صورت میں barge، ماہی گیری، دریائی حصہ، شامیانے سے ڈھکا ہوا، water-skating۔

Nebulae 144
misty objects، night sky، gases، dust، stars،
hydrogen، hot gases، clouds، galaxies، telescopes،
naked eye، Orion's sword، Constellation of Orion۔

New Milky Way 145
smooth motion، universe، galaxies، astronomers،
Marc، Kitt Peak National Observatory، R Lauer، gravity
Space Telescope Science Institute Baltimore، Postman
swatch of sky، galactic clisters۔

New Planets 146
Earth's solar system، planetary systems، *nature*،
Dale Frail، Alex Wolszczan، British scientists، Sun،
pulsting bursts، astronomers، Arecibo Observatory،
National Radio Astronomy Observatory، New Mixco،
supernova، moon، planetary masses، British team۔

Our Place in the Universe 139
Copernicus، Philosophy، Universe، Astronomy،
Planet X، Cosmic ocean، Greek Philosophers، Earth،
fusion procesess، comets، solar system، 5 billion humans،
Virgo، stars، galaxy، Milky way، Proxima Centauri، Pluto،
celestial، supercluster، Andromeda، cluster of galaxies،
Carl Sagan، Planet Earth، spiral galaxy، formation،
intelligent life، Virgo، Local Supercluster، grains of sand،
forms۔

Marfat.com

☆☆☆ Primordial Soup Came from Abroad 145
organic compounds·space·planetary scientists
·Nature·amino acid·complex·methane·ultraviolet sunlight
·Carl Sagan·Christopher Chyba·complex organic compounds
dilute·carbon compound·organic matter·Cornell University
debris·living organisms·mocroscopic life·fossils·soup

☆☆☆ Sport's Car، دریائے جہلم میں 207
جرات، تربیت، راولپنڈی، Upper class، فرشتہ ٹیل، راجہ بازار، چ... سے ...
سوزوکی ڈرائیور، مسلمان، گندھارا، دو مٹکی، دریائے کشن گنگا (نیلم)، دریائے جہلم کا ...
ریگولیٹر، شراب کی بوتل، retrovisor، windscreen، سونی، مسوڑھوں کا چٹخنا، ...
ترنم کے ساتھ گانا، whistle، میرا رنگین پیار، جرات، اتاری، ڈرائیور، embankment،
curve، کورڈ، ڈرائیور، شیخ صاحب، شیریں بول، "الویدا"، ...
شیخ صاحب، نظام دین، کارخانہ دار، ملازم خان صاحب، جہلم کا پل، ٹانگے، T B، شیخ ... صاحب،
جنڈ، houseboat، جہلم، vehicels۔

☆☆☆ Th G Vigne 157
Huegel، ... Henderson،
Naturalist، ... مظفرآباد، ... راولپنڈی۔

☆☆☆ The Planet that Vanished 148
·Sun·Earth·Nature·solar system·astronomers
·pulsar·Sun·Britain's Jodrell Bank radio telescope
·Spining star·Prof Andrew Lyne·Dr Matthew Bailes
·supernova·scientists·theories·star·cyclic variations
signals·elliptical orbit·PSR 1829-10۔

☆☆☆ Tulian Lake 184
آفتاب، قریشی، ... چولداری، ...
... Bairagi، ...
... راولپنڈی، ...
snack bar، شیخ صاحب، ...

☆☆☆ Tsatawar 213
... 8900، ...۔

☆☆☆ Victor Jacquemont 157
Jardin des Plantes (مجموعہ نباتات)، فرانسیسی، Gen Allard، ...۔

☆☆☆ William Moorcroft 154
... Keay، ... ایشیا، سیاحت کی کتاب۔

Marfat.com

نصیر الدولہ 1079

پیر پنجال پہاڑ، ہمالیہ، Karakoram، Kun Lun، Pamirs، Siberia، دنیا کا چھت، Oxus وادی، لداخ، بخارا، سمرقند، کوتان، خوقند، یارقند، ایسٹ انڈیا کمپنی، سرجن، صوبہ بہار، کمپنی کے فارم، اعلیٰ نسل کے گھوڑے، ''شہروں کی ماں''، سکندرِ اعظم، چنگیز خاں، افغانستان، مرکزی ہمالیہ، تبت، ہندو سادھو کا بھیس، متبرک جھیلیں، Manasarowar، Rakas Tal، دریائے ستلج کا منبع، دریائے گنگا، انڈس، سنٹرل ایشیا، بھینسوں کی کھال سے دریائے ستلج کا عبور، پیر پنجال پہاڑ، سندر نگر، لاہور، مہاراجہ رنجیت سنگھ، hypochondriac، کانگڑہ، Nauch girls، Kulu Valley، دریائے بیاس، Rohtang درہ، Lahul Valley، عظیم ہمالیہ، Leh، پشاور، Kunduz، سردار مراد بیگ، کرنل Alexander Gardiner، سیاحت کی کتاب کا تیسرا حصہ "The Karakorams and the Kun Lun"، دوست محمد خان، کابل، K-I اور K-II، Forster، سوداگر، کشمیر کی شالیں، انگلینڈ، بھیڑیں، بنگال، ڈاکٹر Thomas Thomson، صنعت شال بافی، stud، Trebeck، Guthrie، H. H. Godwin-Austen، T. G. Montgomerie، بلاس پور، منڈی، Robert Shaw، George Hyward، Dr. George Henderson، Sir, T. Douglas Forsyth اور Andrew Dalgeish، ڈنکر، مستحکم قلعہ، معاہدہ، Naubuk-Pansal کے راستے وادی کشمیر، دوست محمد شاہ نقشبندی، Andkhor، بخار میں مبتلا، سفر کی یادداشتیں، پولیٹیکل ایجنٹ، شمس الدین فیروز پور کا نواب، Fraser، دہلی کا اسسٹنٹ ریذیڈنٹ۔

بیتے ہوئے دن کچھ ایسے ہیں
تنہائی جنہیں دہراتی ہے

اشعار پڑھنے کا طریقہ 257

گوالمنڈی، عنایت منزل، لاہور، Lodge، یار و احباب، flash، منیر کی دکان، رمضان دھوبی، ''یاراں نال بہاراں''، Lady Luck، blind، گیم جیتنے پر نوکر کو آواز،

استاد امام الدین صاحب

''سامنے ہو کے دے تو طرح مصرع'' 248

کتاب ''بانگِ دہل''، B.B.C.، بانگ درا، Malik Seeds Store، گجرات، ظہور پیلس، سرکلر روڈ، لندن، M.A.، خاتون، Quality Store، سائیں رحیم خاں، نثار جان، آچھی (صلاح الدین)، اعجاز شاہ، مشکور میر، اسلم، شیشانوالہ دروازہ، چوک پاکستان، ''رائل کالج آف کامرس''، اللہ محمد خاں، شیخ عظمت اللہ، منتظر، سرور مسلم، یوسف افندی، مرزا اسعد بیگ، Nizam Furnishing House، دھن رام، کیپٹن نذر، سنو وائیٹ، منظور میر، منظور میڈیکل سٹور، مقدمہ، Curfew Order، Siren، بابا ''شرفو''، راجے اور نواب، اعزازی ڈگریاں، ''شاعری کا پرنسپل''، ''بانگ رحیل''، نواب زادہ چوہدری مہدی علی مرحوم، میہ یادگار، پیر فضل حسین فضل گجراتی، سہیل جیلانی، عاشقانہ زور، ٹیگور، روڑہ، لُک، بجری، رولر، Partition، refugees، ریڑھا گاڑیوں پر قافلے، شاہدولہ روڈ، loud speaker،

Marfat.com

G.T. Road، سناتن ہائی سکول، مال ڈنگر، چیڑیاں، ریڑھے ریڑھیاں، بلبلاں، رام تلائی،
مندر، گرجاں۔

☆☆☆ اشرف پگانوالہ 242

ریواز ہوسٹل، اسلامیہ کالج لاہور، گداگر لڑکا، فلمی گانا، اپنا ہو گداگر دو دے دیا،
گجرات پنجاب بس کا اڈہ، بغیر ٹکٹ کے بوڑھے کو بس کی ٹکٹ خرید دی، کامونکی، پوتی بیمار۔

☆☆☆ او بیوقوفو یہ ڈبہ تو کٹ گیا ہے 246

زمیندارہ کالج، سرفضل علی، گارڈن کالج راولپنڈی، مرے کالج سیالکوٹ،
ہاکی کی ٹیم لاہور، فرنٹیئر میل۔

☆☆☆ بشیر کو اغوا کر لیا 281

راجہ بنگلہ، سرائے عالمگیر، S.D.O، نثار جان، ڈاکوؤں کا انداز، بشیر کا اغوا، دریائے جہلم،
گجرخان، نارووال، مری، شیخ اصغر وارثی، Royal Hotel, Pindi Point۔

☆☆☆ ''پردے داراں دا ذرا خیال رکھیے'' 268

والدہ صاحبہ، دینہ، نجاہ محلہ، شاہانہ ڈیرہ، تالاب، صحن کی نیچی دیواریں، دروازہ،
چارپائی، دینے کی والدہ صاحبہ، پردہ دار خاتون، بھکاری، سارنگی۔

☆☆☆ پہیہ بس سے آگے نکل گیا 268

شادی خانہ آبادی، گجرات پنجاب بس، وزیرآباد، بس کے پیچھے دو دو پہیے، کھالہ
چھانگ، بس کو کنٹرول کرنے کی ضرورت۔

☆☆☆ جا شکل گم کر 246

عرب ہوٹل لاہور، چائے نوشی، دینہ، خان محمد، نثار عمر، افضل سیٹھی، جمیل پرویز،
ممتاز یا کہکشاں ہوٹل، میو ہسپتال، انارکلی لاہور، گرمیوں کا موسم، ریلوے روڈ، لاریوں کا اڈہ،
قصوری بسیں، فوٹوگرافر، کیمرہ مین، sceneries، tripod، focus، "Ready"،
cockpit، تعویذ، ہاتھ میں انگوٹھی، پائلٹ، منہ چڑھانا۔

☆☆☆ ''جھنڈو نی کے تی'' 241

حضوری باغ لاہور، شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، مہاراجہ رنجیت سنگھ کا گردوارہ، گرمیوں
کی چھٹیاں، دیوان خانہ، ریواز ہوسٹل لاہور، مشاعرہ، مسلمان، ہندو، سکھ اور عیسائیوں کی ٹولیاں،
بلھے شاہ کا کلام، ہیر رانجھا، سیف الملوک، ''رن مرید''، بیوی تے پیار، ماں تے پیار، آغا سجاد،
راوی روڈ لاہور، ساغر صدیقی، سر پر تیل، جنت کا آخر۔

☆☆☆ پیر حاکم شاہ صاحب 258

میجر عابد حسین، دیوان خانہ، حیدرآباد دکن، ناظم حیدرآباد دکن پولیس، شاہی محل،
ملکہ عالیہ کا قیمتی ہار چوری، زنان خانہ، خواجہ سرا، پشاور پولیس آفیسر، شاہی بیگمات، شہزادیاں،
شاہدولہ دریائی گجراتی پنجابی کی اولاد، لونڈیاں، نفسیاتی حالت، مٹی، زمین میں کھونٹا، بیگمات کی
باری، ہاتھ سونگھنا، ہار مل گیا، مہمات ریاست، حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کا دیوان خانہ،
حکیم عبدالرحیم جمیل صاحب کا مطب، ادبی محافل، خاکسار تحریک، نواب افتخار حسین ممدوٹ،
سردار ابو صاحب، افغانستان کا سردار محمد شریف، ابو صاحب کی حویلی۔

Marfat.com

243 Pickpocket (جیب تراش)

گجرات پنجاب کا ایک شہر، لاہور کا علاقہ، دریواں سینما، شیخ عبدالحمید بٹ، ابا حمید، تو کہتی تھیں نا، پکی نیا، عبدالحمید، چپلوں والے، پیر صاحب، عبدالوحید بٹ المعروف ابا وحید، مکتب والی، لاہور ریلوے روڈ، گوالمنڈی، Flemming روڈ، تنگی، مدینہ، ہاتھ کی صفائی، Braganza ہوٹل، پولیس، قیمہ، شریف آدمی۔

282 چور بہ پری

شیخ، لاہور ہوٹل، میکلوڈ روڈ، کرایہ کا کمرہ، ہوٹل کے کمرے سے سامان چوری، پیسہ، قیمتی چیزیں، جعلی انگوٹھیاں، نقدی وغیرہ، واقعہ، وجہ شہرت، تھانہ، دوست، تھانیدار، مولوی صاحب، پکڑے جانا، آدمی، بیورو، پکی چور، اعلانیہ، دنیا، بے غیرت عورت سے زیادہ شریف، Nazi Eichmann، یہودی، Final Solution، Concentration camps، Nazi Germany، Argentine، خصوصی عدالت، اسرائیلی پائلٹ، Tel Aviv، اسرائیل، پکی پکی اٹھیاں، آنسو سے، تمنا، بے غیرت عورت سے زیادہ شریف، خودکشی کرنا، بچپن کا زمانہ، انگریز، Judicial مجسٹریٹ صاحب، پائی کا باپ، sneakers، تجارت، Honorary Magistrate، تھانیدار، جرم، چوری، پیسوں کی، ہاتھ کی، بیٹھے، بیچارہ، روزانہ کمانے، اجرت، چوری، انصاف۔

285 ہوٹل کی دکان

Islamabad Ambassador Hotel، میری بیگم، گجرات سے میٹرک، پنڈی، اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ لاہور، بیگم، شیخوپورہ، دریواز ہوٹل، اسلامیہ کالج کی گراؤنڈ، Pickthal کا ترجمہ شدہ قرآن مجید، پیر صاحب کی تصویر، دوستوں کو کتاب تحائف، Speedwell، "سلطنت" Saltanat، اخبار رام کا دوست، اور بیگ خواجہ، بچپن، نورزمان، بال کاٹنے کا شوق، بال کٹنے کی جگہ، دو پٹیں، پرنمایاں۔

284 ان شیخ بیوی کو قتل کر دیتی

پس شیخ بیوی خود قتل کر دی ہے"

شاعر، پچے، گئی، فوجدار، ایشیا، شیخ جی نے دم توڑ دیا، جسد تیش قربان گاہ، سعادت حسن منٹو، تقسیم، ریسٹورنٹ، حمد بابال، حنیف محمد، کرکٹ، حسین بی بی، برہنہ لاش، گجرات پنجاب کا دور، "منٹو ماموں کی موت"۔

286 ڈاکٹر شریف صاحب

dedicated، پروفیسر، گورنمنٹ کالج لاہور، M. Sc.، زوالوجی کی لیبارٹری، انارکلی، بائبل سوسائٹی، میڈیکل لیبارٹری، ڈاکٹر ظہیر الدین بقائی، ڈاکٹر ولیم خان، ڈاکٹر ماجد یاسین، بال پوائنٹ، کتاب، نان رولی، چوسے، "What happened is this Pir Sahib ?"، مولوی صاحب، ذات پات، Peritrophic membrane، کیڑے، ریسرچ، کوٹھی، غنڈوں سے تعلقات، کتابوں کے پیچھے، پستول، محمد عبدالقیوم، عسکری، خود کی تربیت، Camel سے محبت، digestive tract، انگریزی فلمیں، ریگل سینما، انگریزی فلم High Noon، Gary Cooper، Jane Russell، فلم "پچھی"، شیام، شمشاد کا بیکہ، اکلوتا بیٹا محمد افضل۔

Marfat.com

واپڈا lab میں flash دراز میں تلاش کے پتے مچھر کے salivary glands کی microscope slides۔

☆☆☆ زکوٰۃ کی برکت 247

حکیم عبدالرحیم نفیس، ذیلدار، دیوان خانہ، شاہدولہ روڈ، سفید سے رنگت، کرسیاں، چارپائیاں، پائیدار ریڈیو، ریڈیو پر خبریں غلام حقی صاحب، بیوپاری، ملتان، پتھر سے لدے ہوئے جہاز، اب انور بزدار زبانی اردو میں خبریں سنتے ہیں جو عرب۔

☆☆☆ سادگی ایسی گھوڑے کا دانت نکلوا دیا 262

موسم سرما کی تعطیلات، مدینہ گجرات، پنجاب، ایم اے اسلامیہ کالج لاہور، تعلیم، دیوان خانہ، محمد افضل ہیگی، گھوڑے کا جھکاؤ، بائیں طرف، گھوڑے کی پٹائی، گھوڑے کا دانت نکلوانا، گھوڑے کا دائیں جانب کا اوپر والا دانت، بعد کی خانہ بدوشی، بدیوں کا حال، دانتی۔ crude sugar۔

☆☆☆ سکھ آگئے، سکھ آگئے! 240

1947 کی جنگ کے سامنے، ماہ رمضان، گجرات، دفعہ کی میتیں، محلہ زکی شاہ، سکھ جتھہ، بردار، رستم، نئی ماسیں، 25-30 جوانوں کی فوج، ایک سکھ، کی گھیراؤ کی آواز، نعرہ۔

☆☆☆ سگریٹ کی خوشبو 267

ساون کا مہینہ، آتشی کی بیٹھک، گجرات، مرکزی روڈ، کمرے میں بیٹھک، سگریٹ، ہلکی ہلکی بوندا باندی، flash، اچھی بارش، انگلینڈ، تمباکو کی خوشبو، گجرات کا مور، وہاں کی شام، Three Castles سگریٹ، مجید احمد فاروقی۔

☆☆☆ سہاگ 269

لاہور، اسلامیہ کالج، مدینہ، اقبال، شادی، اچھے موسم کی روانی، پورشن۔

☆☆☆ سیاست 258

محمد افضل ہیگی، جہلم، مشہور شخصیت عبدالکریم ہیگی، سیٹ مرکزی ممبر، اسمبلی، نظام الدین عرف، مدینہ، معروف پہلوان، کالا خان، خاکسار تحریک، مسلم لیگ، حسین شہید سہروردی، عروج پر فوت ہونے والے ہیگی صاحب، عشق کی میدان پر ڈٹے ہیگی کی وراثت۔

☆☆☆ شاعرانہ خیالات اکثر ایک جیسے ہی ہوتے ہیں 260

اسلامیہ کالج لاہور، ریلوے روڈ، لاہور، عرب ہوٹل، لاہور، گورنمنٹ کالج لاہور، Dr. O.H. Malik، انگلش ڈیپارٹمنٹ میں تھے، Dr. M D Taseer، شعر و شاعری کی محفلیں، ادبی پروگرام، مرزا، ہم عصر، دوستی، تبصرہ، شاعر، انگریزی، پطرس بخاری، فیض احمد فیض، ن م راشد، شاعر، گورنمنٹ کالج، جہلم، پنجاب، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، مصطفیٰ زیدی، میر تقی میر، جیسے، وجہ تاثر والے۔

☆☆☆ عزت کی روٹی 244

اسلامیہ کالج لاہور، عرب ہوٹل، غلام محی الدین عرف، مدینہ شہر، مولوی، عبدالواحد، خان محمد فاسٹ باؤلر، امتیاز احمد، منہ میں وقت، کچھ آفتاب قریشی، ریاض قریشی، رسالہ ادبیات قریشی

Marfat.com

دواخانہ، ایک صاحب، اچکن، جناح کیپ میں ملبوس، ہوٹل کابل، ''بیبیاں''، ظہیر کشمیری، محمد سعید مولوی سعید کے نام سے مشہور، پاکستان ٹائم، مزاحیہ شاعر حاجی لق لق کی شاعری، ممتاز یا کہکشاں ہوٹل، انارکلی، قطب الدین ایبک کا مزار، حفیظ جالندھری۔

فلم ڈائریکٹر کی شان و شوکت 256

افضل سیٹھی، سبطین فضلی، فلم ''دوپٹہ''، نور جہاں، اجے کمار ہیرو، سدھیر، فیروز نظامی، موسیقار، سورن لتا، ڈائریکٹر نذیر، ''شہری بابو''، انور کمال پاشا، ''غلام''، امتیاز علی تاج، ''گلنار''، شاہ نور سٹوڈیو، ہوٹل، چھوٹی چارپائی، Lodge، نثار مرزا، افتخار ڈار، آ چھی، اعجاز شاہ، یوسف منیر کی دکان، ادھار، عنایت منزل، دھوبی، حجام، پان سگریٹ کی دکان، Supporting ایکٹر۔

گجرات سے کراچی کا سفر انگلینڈ روانگی سے کئی سال پہلے 271

کراچی، کشمیر، گجرات، مستری فضل کریم صاحب، پیر صاحب، والدہ صاحبہ، زنان خانہ، دواخانہ، حکیم اللہ، لاہور، Loco ورکشاپ، ٹرین پر سیکنڈ کلاس کی سیٹیں، قلی، پلیٹ فارم، انٹر کلاس، برتھ، ٹکٹ چیکر، لالہ موسیٰ، لاہور، اعظم صاحب، راولپنڈی، بغیر ٹکٹ کے سفر، لنڈا بازار، بچے کی زد، گارڈ، ریزرویشن، ٹرین میں کھانا، corridor، dining car، Pak Tea House، مال روڈ، حکیم باپ کا بیٹا، ٹنڈ، Hiroshima، الازہر یونیورسٹی، *Reader's Digest* اور *Civil & Military Gazette*، مصر، خانیوال ریلوے سٹیشن، Chinese luncheon Home، ٹرے پر کھانا، مولانا روم، شیخ سعدی شیرازی، حیدرآباد، خاکسار دوست قاضی اکبر، سالار مندوب، چمڑے کا کاروبار، جبار خان، بلند شہر، وی شانتا رام، شکنتلا، موسیقار A God in need is not a God indeed، وسنت دیسائی، پندرہ منٹ، Manora، Clifton، Hawkes Bay، سوہن حلوہ، Matniee show، Sindh Express، دیوان خانہ۔

کلاسوں کی بارش 255

Rivaz ہوسٹل لاہور، مشہور رہائش گاہ ''عنایت منزل''، گوالمنڈی، کنجاہ، خواجہ چراغ، بھاشیر، مجید اپھاڑیا، افتخار ڈار، دوست دینہ، اللہ محمد خاں کنجاہی، منشی جیرا، باورچی بنام دینہ، لنڈا بازار، گجرات، آچھی، نثار مرزا، مہمان، ماجد یاسین، دلیر خاں، افضل سیٹھی، Lodge، Lodge Mess، کلاسوں کا کرنا مگر نہ ٹوٹنا، فرانس۔

گوجرانوالہ میں ہندو مسلم فسادات (انگلز امام مسجد) 239

1947، مغربی پنجاب، گوجرانوالہ، عبدالواحد ڈار المعروف A. W. D، اسلامیہ کالج لاہور، ریواز ہوسٹل، حضرت شاہ دولہ دریائی، گجرات پنجاب بس کا اڈہ، گوجرانوالہ، جی ٹی روڈ، تکے کبابوں کی دکانات، عبدالحمید بٹ المعروف الحمید، A. W. D کا گھر، والدہ، چیونٹیوں والی مسجد، جمعہ کی آذان، اگلی صف میں شمولیت، مولانا صاحب، رکوع، ٹانگ راقم کے سر پر، نمازی، سکھوں کے مظالم، بھاگ دوڑ، گالیوں کی بوچھاڑ، شہر کا امن تباہ، ٹنڈ۔

گھوڑے نے پہلے ہی پھونک ماردی 263

شیخ اصغر وارثی، رائے رنگ، پنڈی پوائنٹ مری، جی ٹی، وزیر آباد، صدر مملکت ایوب خان، اعلیٰ حکام تک رسائی، ہوٹل، گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں، Amilia Hotel،

Marfat.com

تندالبس کا اڈہ، ہری نگر، مرتضیٰ جیلانی، سورن لتا، نذیر، فلم ڈائریکٹر، پیر صاحب کا دیوان خانہ،
حکیم عبدالرحیم جمیل کا مطب، کتوں سے متعلق علم، سگریٹ نوشی، کشمیر، دینہ، عبدالحمید و پوان،
دنگل، بہترین تانگہ گھوڑا، شاہدولہ روڈ، کنجاہ، شاہانہ ڈیرہ، قوالی، تانگے کی اگلی سیٹ، کم خاتون،
نہر کا پل، گھوڑا اڑ یا پتلا، گھوڑے کی چھاتی ''دق''، نسوار، نال کے ذریعے گھوڑے کے منہ میں نسوار۔

☆☆ ماں کی ممتا کی طرح 281

پیر رشید الدولہ صاحب، فرخ جمشید، پیر صاحب کا دیوان خانہ، راقم کی والدہ صاحبہ،
آنٹی، ڈھولکی پر گیت، اہل بیت کی نوحہ خانی، ''بیچاری کی ماں جو فوت ہوئی ہے۔''

☆☆ ''ماڈو شیخ'' 248

شاہدولہ دروازہ، سنہری مسجد، کٹنگ، چوبارے میں جا کر چھپ گئے، گجرات، مشہور شخصیت،
انگلینڈ میں اعلیٰ تعلیم، مغربی ڈانس، ''برجس''، چھری کی نوک پر پن یا سوئی، سگریٹ سے شغل،
چھری کی نوک پر لگی ہوئی پن یا سوئی سے اٹھا کر جیب میں ڈال لیتے۔ بن سنور، سگریٹ سے شغل،

☆☆ واقعی فلم میں دولہا مر گیا! 253

اسلامیہ کالج لاہور، ریواز ہوسٹل، ممانی صاحبہ المعروف ''بھابھی''، تانگہ، چوبدار،
فلم ''زینت''، نشاط سینما، ایبٹ روڈ، نور جہاں، کرن دیوان، یعقوب، شاہنواز، جلو بھائی، بیگم
جونیئر، موسیقار میر صاحب، ''رہے نام اللہ کا''، shuttlecock، برقعہ، نعیم رضا (دولہا)،
بارات، آتش بازی، گھوڑا بدک گیا، سینما ہال میں آہ و زاری، گجرات، نانی صاحبہ، خواتین کی قوالی،
سیدھی سادھی خواتین، Traveling talkie، مظلوم کی پٹائی، بانس کی ڈانگ، جمال دین،

☆☆ ہونٹوں پر ''Residue''! 268

آسمان پر بادل، آپچھی کی بیٹھک، تاش اور خوش گپیاں، بھوک سے نڈھال،
مہمان نواز دوست، باتھ روم، نثار جان، ''گئے تو باتھ روم میں مگر ہونٹوں پر سالن ہے؟''

☆☆ Level کردو، Plane کردو 252

کنجاہ، تین بھائی، مبارک علی، نیاز علی، فتح علی، کچا مکان، فوج کی ملازمت، بھائی
صاحب کا ڈرائیور، گجرات، چھوٹیاں، مچھر دانی، میرا یا لکھنو، کوئین مٹھائی، دکان، بوسیدہ
مکان، بیماریوں کا ''گڑھ''، vocabulary، آبائی مکان گرا دیا جو آج تک نہ بن سکا، مدال،

☆☆ Sir سلائیڈ کہاں رکھوں؟ 289

گورنمنٹ کالج لاہور، M. Sc، انگلینڈ، Ph. D، برمنگھم یونیورسٹی، پروفیسر
ڈاکٹر شریف صاحب، Zoology، Demonstrator، پریکٹیکل، microscope،
desks، خاتون، ''شریف آدمی ہو گیا ہوں''، Scoliadon مچھلی، nerve، dissection،

☆☆ Toothpicks 270

نواب زادہ عطا الٰہی، قدیر خاں درانی، نثار جان، گجرات پنجاب کس اڈہ، مریڈ فائر،
''ڈلی''، ''سوتر''، تھکاوٹ، ستوؤں کا شربت، چاند بادلوں کی اوٹ میں، چھڑ ونیاں، بھٹی ہوئے
مرغ کی پلیٹ، بکرے کے گوشت کی ''بوٹی''، شرارت، دو راتیں بسر ہیں، دن رات مرغ کیا ہے۔

Marfat.com

جو بھی گذری ہے کمال گذری ہے

گجرات سے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان روانگی

اخلاقی پستی اور بلندی 339

لینڈ لیڈی Mrs. Scheuer، paying guests، سٹوڈنٹ کونسلر،
سنگل روم، چار پاؤنڈ پندرہ شلنگ، Jew، یونین، برمنگھم، برف باری، گرم پانی نہانے
سے دوران بند، electric shaver، بس سٹاپ، Queen Elizabeth
Hospital، یونیورسٹی کیمپس، کافی ٹائم، Prof. Lowenstein، پروفیسر کی سیکرٹری
Jackie، یہودی پروفیسر، Ph. D، lunch، ڈاکٹر خورشید احمد بھٹی، ڈاکٹر ریاض علی شاہ،
ڈاکٹر صدیقی، لاہور، پشاور، کینیڈا، agriculture کا محکمہ، لیبارٹری، ریسرچ، یہودیوں کے
خلاف اظہار خیال، پاکستان سے ڈرافٹ، پاکستان کے بینکوں میں ہڑتال، Montaigue
Road، مامون جان۔

انوکھا حسن، انوکھے خطوط! 351

دیسی کھانا، ریسٹورینٹ، لندن، Southall، سکھ، شاہدولہ روڈ گجرات، کبابوں کی دکان،
Kababash، ایک ایتاب بچن، takeover service، نور زمان، Jerry، برمنگھم،
علاقہ Balsal Heath، میرپور، دن رات کام پر ڈیوٹی، junk room، patio، ٹوٹا
چھوٹا کچن اور غسل خانہ، فرش پر بیٹھ کر کھانا، بس سٹاپ، راجہ غلام علی، راجہ بی، راجہ شہاب دین،
راجہ افراسیاب، پنجابی زبان میں خط لکھنا، weekend، overtime، aerograms،
پوسٹ باکس۔

اور Grewal کی شادی ہوگئی 336

برمنگھم، Continental Cafe، snack، خوبصورت ویٹرس، محبت،
best man، سوئٹزرلینڈ، فیٹ، Manchester، میر عبدالغنی، چالیس پاؤنڈ ماہوار،
Pamela، Warren، طلاق، Puerto Rico، Louisiana USA،
Scandanavian لڑکی Gretschen۔

باتھ روم میں Hurricane lantern 361

قیامت کی سردی، لیبارٹری، لینڈ لیڈی، فرنٹ لان، rough فرش، جوتے اتار
کر گھر میں داخل، سیڑھیاں، waterworks، پاکستانی، watertank، پائپ، پانی منجمد،
orthodox۔

بدقسمت مچھلی 298

شیخ عظمت اللہ، فوٹو گرافر، انگلینڈ، بندرگاہ، برتھ، Kaikbad، ممتاز حسین، deck،
Anchor Lines، Greek Shipping Company کا S.S Caledonia
کا بحری جہاز، train، gangplank، لنگر، Southamptom، کراچی، steward، خاص
قسم کی کشتی، waiters، بوڑھا، Turk، عرب، French، Englishman، Purser،
خواتین برقعوں میں، German Consulate، USA، برمنگھم یونیورسٹی، سمندر میں طلاطم،

Marfat.com

☆☆☆ برف سے پھسلا، بچے نے دیکھ ہی لیا 358

landladies، parties، bed اور breakfast، لانڈری، یونیورسٹی،
Mrs. Harrison، Grace، ہائی سکول، مرین سکول، drip-dry، WWII، Dunkirk،
Allies، Axis، ڈبل ڈیکر بس، Amphora Black Label، Enmore، برف باری،
Corombie، chester، پائپ، Zebra crossing، ڈھلوان، curb، پاؤں پھسلا،
پائپ منہ سے کوٹ میں کیسے چلا گیا؟

☆☆☆ بے چہرہ خاوند 314

ناشتہ، main gate، اخبارات، انگلینڈ، ماحول کا عادی، زاہدہ، Grewal،
یونیورسٹی، computer، لینڈ لیڈی، سکھ، Trust، پاکستان، ہندوستانی، شاہدہ، جاپانی جہاز،
طلاطم، Ingrid، مسلمان، مہمان کا سامان۔

☆☆☆ پردے کھچو، پردے کھچو 357

"پچھیماں" خرانے، بکارے، موچی دروازہ، لاہور، انگریزی بولنے کا شوق،
لندن، weekend پر منڈیاں، ملبوسات کا سٹال، مہمان نوازی، Palmer Road،
مشرقی لندن، نورزمان، برمنگھم، Jerry، عجیب و غریب آوازیں، شیشے کی کھڑکی،
cupboard، سوتے ہوئے سوال جواب، کوکب، فرخ جمشید، somanambulants۔

☆☆☆ پھونک مارنے کا عمل 384

وحید، Yashithra روڈ، کرشن نگر لاہور، صاف ستھرا لباس، برمنگھم، ہفتے کا دن،
فٹ پاتھ پر گھومنا، Austin Reed، سوٹوں کی دکان، جرات، British Council،
یونین بلڈنگ، پھونک مارنے کا عمل، گرل فرینڈ، opposite sex، musical concerts،
orchestra، لندن تھیٹر، conductor، baton، dais، Beethoven، violins،
piano، curtain calls، پھونک مارنے پر لعن طعن، حکیم پیر رشید الدولہ۔

☆☆☆ چہل قدمی 342

Sallywick، برمنگھم، landlady، "Indian summer"، مسواک،
morning gown، bobby، ٹوتھ برش، چھتی چھتری، ڈائریکٹری، ایکسیڈنٹ،
"Good morning sir, indecent exposure"، dressed up۔

☆☆☆ دھند (Fog) 336

انگلینڈ، Ph. D، ریسرچ، لیبارٹری، سردیوں کا موسم، گہری دھند، پرانی،
basement، animal houses، pigeons، Guinea pigs، mice،
parasites، برف باری، R.S.P.C.A، Union Building، ریڈیو پر اعلان،
Lloyds Bank، Zebra crossing، پیلے رنگ کی لائٹس، wrist watch،
ماچس، پائپ، والدہ مرحومہ کی یاد، دھند میں گم، دیوار، دروازہ، ڈیپارٹمنٹ، چابیاں،
cubicle، chester، janitor، جرات، مسٹر شاہد، Toyota Cressida،
بی بی مان، گجرات، لاہور، وزیرآباد، بائی پاس، جی ٹی روڈ، جہلم، بیکری وین، ڈرائیور نثار
عباس، کالا شاہ کاکو، شادی کا پنڈال، عجیب اتفاق، دھند میں راستہ بھول گئے، موٹر سائیکل،

Marfat.com

cellular، راوی پل، ریلوے اسٹیشن، گوجرانوالہ، جگنو، چناب ٹول پلازہ۔

زاہدہ کا انوکھا دستور 311

شاہدہ، لینڈ لیڈی، وقت کی پابندی، دفتر، گھر کی روایات، مہمان، اجنبی دیس، مہذب خاتون، آزاد منش انسان، scapegoat، ٹیلیفون بوتھ، cab، living room، Ingrid، cheese sandwiches، British Council، بوڑھا خاوند، Gibraltar، Grewal، hysteria، quacks، جنات یا آسیب۔

سوٹ سگریٹ یا 349

نورزمان، جدید ٹیکنالوجی، nylon، window-shopping، میجر عاشق حسین، خوش شکل، خوش لباس، کہ موٹی، جی ٹی روڈ، لب سڑک، فارم ہاؤس، swimming pool، وہیں ندی کے کنارے کرسیاں، لاہور، اتفاق ہسپتال، anesthesia، drip-dry suit، Jerry، شاہ صاحب، Mr. Brooks، یونین بلڈنگ، Latin American band، egg sandwiches، Amphora black label، dunhill سگریٹ، یونیورسٹی، Lloyds Bank کا بس سٹاپ، snooker room، Independent، flat، Lux flakes، shrink، hanger، mattress، brunch، shorts، matinee show، fish n chips کا سٹینڈ، waistcoat،

عدالت 335

یونیورسٹی، labcoat، loose change، snack، cubicle، ہم وطن، Union Building، Refactory، change کی چوری، سپروائزر، پولیس کو اطلاع، detective، سلوں پریشان، luminiscent پاؤڈر، ڈیپارٹمنٹ، laboratory girls، برہم، مقامی اخبار، Dr. Finlayson Senior Staff member، dentist، عورت، probation، British Council۔

عینک لڑکی پر سے منتقل ہوگئی! 348

ڈاکس، نورزمان، گرل فرینڈ، بس سٹاپ، Joan، Jerry، بسوں کی frequency، Lilly، لمبی قطار، pedestal، پیشانی پر عینک۔

کراچی میں قیام 296

کراچی ریلوے سٹیشن، شیخ صاحب، دوست احباب، پرجوش استقبال، ممتاز حسین، Ministry of Finance کے Secretary، شعروسخن، قانون گویاں، گجرات، مولانا ظفر علی خان، جہاز کی کمپنی، Kaikbad، قائداعظم کے ذاتی دوست، شیخ عزیز اللہ، شاعر محمد بوٹا، شیخ احمد علی، تکیہ کلام "ازبس کہ"، ادبی شخصیات، ادبی مجالس، شملہ، دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، صوبہ سرحد میں ریفرنڈم، آئینہ گجرات، حبیب اللہ، شیخ رحمت اللہ، نامور حساب دان، شیخ قدرت اللہ شاد، "بزم سخن"، دہلی، آل انڈیا مشاعرہ، سر رضا علی مرحوم، اُردو ادب، "سوشلسٹ"، محمد حسن صاحب امرتسر، تجمل حسین، ائیر فورس کمانڈر، آفتاب احمد۔

کریم صاحب 369

مشرقی پاکستان، "Karim"، butterfly مونچھیں، Frank Sinatra،

Marfat.com

ٹیڑھا felt hat، پائپ، سرخ necktie، خاص قسم کے جوتے، موٹی عینک، جیبوں میں
رومال، British Council، pipe bowl، tobacco pouch، ''بکالی'' ار...
کلرک، Social Security، shipping company، میرپور کا باشندہ، ٹیم،
paying guest، پچاگاٹک، آنکھ مٹکا، bilingual، سیکریٹری، Coronor
گلی سڑی لاش۔

☆☆ کیا پولیس اسٹیشن ایسے بھی ہوتے ہیں 344

نورزمان، Three Castles Pub، برمنگھم، Carribbeans،
Affrican، Pub کا وقت، barman، بس سٹاپ، پولیس اسٹیشن، bobby، راقم،
رات پولیس سٹیشن میں، helmets، beakfast، ساڑھے تین منٹ بوائل انڈہ،
Ph. D.، برمنگھم، یونیورسٹی، identification، چھترول۔

☆☆ کھانسی کی آواز تو آتی ہے مگر تھوک گرنے کی نہیں! 354

لنڈن، برمنگھم، یونیورسٹی، رہائشی ایڈریس، لنڈن کی Voking مسجد، نماز عید،
نورزمان، رام پوری ٹوپی، دانش خان، Jerry، کنجوس، سرہانے کے نیچے ہی بستر پر
احتیاط سے تھوک، لیکچر۔

☆☆ کھوپڑی کی اڑان 332

برمنگھم، ''حافظ صاحب''، آزاد کشمیر، social circles، ''گیسو دراز''، ''وٹ''،
''ٹنک ٹو بیتا''، نورزمان، Jerry، Edinburgh، ہوٹل، nightgown، تولیہ، موٹرسائیکل،
''جھاڑی تج''، موٹرسائیکل کا ایکسیڈنٹ، پولیس پٹرول، British Council، زخموں سے
نڈھال، Overseas student، vistors' book، French اخبار، گنجے پن کا
پرانی اخباروں سے علاج، نہر سویز، نسخہ، انگلش کے اخبارات، یونین بلڈنگ، دوست سرفراز،
دوست سرفراز، ہیلاں موجودہ ضلع منڈی بہاؤالدین، Cadbury Chocolate Factory۔

☆☆ گجرات سے کراچی بذریعہ ریل گاڑی 291

گورنمنٹ کالج لاہور، M. Sc. Zoology، پنجاب یونیورسٹی کا سینٹ ہال،
گولڈ میڈل، حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب، بیرون ملک تعلیم کیلئے آفر، Parasitology،
شیخ صاحب، ٹرین، کراچی، سمندری جہاز، Statroom، First class، دیوان خانہ، پروفیسر
ڈاکٹر شریف کا بیٹا محمد افضل، S.D.O، بجلی کا محکمہ، شیخ عظمت اللہ، Anchor Lines، بڑی
جہازوں کی کمپنی، Caledonia، شیخ صاحب کے دوستوں سے تعارف، گجرات کے رئیس اعظم
شیخ محمد علی، کراچی، فاروق ہوٹل، ابراہیم جلیس، ابن انشا، تابش صدیقی، سراج الدین ظفر، حبیب
جالب، راغب مرادآبادی، خاکسار تحریک، وینزویلا، راقم کی شادی، راولپنڈی، ٹیلی گرام، جہاز
کی سیٹ بک، لنڈن، لالہ حمید، بسیں، لاہور ریلوے سٹیشن، کراچی میل، steward، menu،
corridor، دو خوب رو لڑکیوں کی ہمراہی، *Time* میگزین، ائر کنڈیشن ڈبہ، انگریز، مصالحے
دار کھانے، گورنمنٹ پاکستان کا ملازم، Finance Ministry، اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلینڈ روانگی،
بہاولپور، باتھ روم، berth، claustrophobia، ہرن، ریگستان، biological
clock، breakfast، غلط سمت میں پلیٹ فارم، برصغیر میں ریلوے لائنوں کا سسٹم۔

Marfat.com

348 سڑک (Asphalt) کوٹنے والا انجن

مہمان نوازی، جرات، مشہور وکیل شفیع شاہ، ڈسٹرکٹ بورڈ، اعجاز شاہ، امتیاز شاہ،
شادمان کالونی، سرور شاہ، Cadbury Chocolate Factory، خورد و نوش کا شوق،
نوروزمان، pubs، یونیورسٹی مچھلیاں، aquaria، مچھلیوں کی خوراک، lettuce، کبوتر،
dried flakes، *Elodea canadensis*، تھوڑا، animal house،
چوہے، Guinea pigs، تنخواہیں، سڑک کی مرمت، coaltar، pneumatic drill،
carpeting، off hours، grocery، الٹیاں کرنے کے بعد دوبارہ بھوک، ...
... سے بڑے بدتمیز انسان

325 مرغوں کی ٹانگیں ہی ٹانگیں!

digs، Grewal، hangover، شراب نوشی، بازی کی کیمسٹری، لینڈ لیڈی،
independent units، weekend، Grewal کی کار، Speedwell
Road، Benny Goodman، Jazz، ٹیپ ریکارڈ، کافی، Joyce، Judy،
Count Basie, Duke Ellington, Glenn Miller, Tommy
Dorsey, Billie Holiday, Ella Fitzgerald, Sarah Vaughan
Lou Rawls, Ray Charles, Louis Armstrong and Mel Torme
ناشتے، brunch، City Centre، matinee، شو، Grewal نے ٹنڈ کرا دی، ریسرچ،
lab، نوروزمان، اسلام آباد، ڈاکٹر، ہندوستانی سکھ، مرغ کی ٹانگوں سمیت delivered، چوہے،
garbage can میں مرغوں کی ٹانگیں، Indians، Africans، Uganda، Negro،
لینڈ لیڈی کی بیوقوفی، G P، نئی رہائش گاہ کی تلاش۔

360 مزے دار سینڈوچ!

فیض، بازی، پاکستان، book-keeping، گوشت حلال یا حرام، نماز روزے
ٹی پارٹی، Highbury Road، Kings Heath، برمنگھم، missionary،
ہندوستان اور پاکستان کا وجود، کا پیور، دعوت، Ireland، De Valera، Ganges، دریا،
مشرقی پاکستان، مزہ دار، geography، سینڈوچ ہمیشہ، cheese، beef، ham
sandwiches، لائبریری میں دیر، Pickthall کا قرآن، pork، الٹیاں۔

386 مثالی پی ایچ ڈی

supervisor، Dr. Jack Llewellyn، پی ایچ ڈی ڈگری، ریسرچ،
Senate، Proffessional typist، لائبریری، یونیورسٹی، Union Building،
Prof Lowenstein، University Bindry، دو والیم کا thesis، ہر والیم کی پانچ
کاپیاں، Photocoping system، diagrams، Bristal Board،
Rapidogragh pen، Camera lucida، photoghrapher،
external examiner، Dr. Gwendolyn Rees، نامور Parasitologist،
Digenetic trematodes، Wales، Aberystwyth، discussion،
thesis منظور، *Fasciola hepatica*، Cercaria، cake، ڈاکٹر ریاض علی شاہ،

Marfat.com

فلیٹ میں دعوت، ڈاکٹر خورشید احمد بھٹی، ڈاکٹر صدیقی، Grundig tape-recorder،
پاکستانی اور انگریزی گانے، شاہ صاحب کی کار، پاکستانی اور انگریزی کھانے، digs، پیر رشید
الدولہ صاحب، خوشی کے آنسو، aerogramme، والدہ صاحبہ، اکلوتا بیٹا، گورنمنٹ کالج لاہور،
Convocation، Grewal، سرفراز انور صابر، academic field، عمر رسیدہ انگریز
خاتون، نور زمان، kiss، orchestra، ڈگریاں، Post-doctoral Research،
Fellowship کا بندوبست، Cromwell Road London، British
Museum، demonstration slides، Queen Elizabeth سے ہاتھ ملایا،
Wayne State University, Detroit, Michigan, USA، Queen
Elizabeth جہاز، Cunard Line، transatlantic، بانک کا ٹکٹ، بحری جہاز
Queen Elizabeth II، Bristol Board، Queen Merry 2، بحری جہاز،
Southamptom، America، Ft Lauderdale، Cunard Lines کی ملکیت،
800 million ڈالر لاگت، دنیا کے بحری جہازوں میں سب سے اونچا، لمبا، چوڑا، مسافروں کے لیے
14 عرشے، وزن 15000 ٹن، Queen Elizabeth 2 سے دو گنا زیادہ بڑا، 2869
کیبن، 37499 پونڈ، لمبائی 1,132 فٹ اور اونچائی 15 عرشوں کے برابر، 23 منزلہ بلڈنگ سے برابر۔

☆☆ محرم اور لینڈ لیڈی کی بیہوشی 343

نور زمان، British Council، بیٹا، خوبصورت نوجوان، مغموم، پاکستانی،
شیعہ فرقہ، محرم کا چاند، اہل بیت کا ذکر، امام بارگاہیں، برمنگھم، ذوالجناح کا جلوس، لینڈ لیڈی،
Bermuda کی رہائشی لڑکی، ملتان، نوحہ خوانی، ہر دیزی خاندان، چاکلیٹ، ممبر، نفسانی،
صلوٰۃ کا نعرہ، رقت کا عالم، ماتم سے چھاتیاں سرخ، Juli، پولیس، مذہبی رسومات، سر پھوڑ
پڑا، Vodoo، Papa Doc، پاکستانی باشندے، Caribbean، Haiti، فرانس،
Ton Ton Macoutes، Jean-Claude ("Bady Doc") Duvaliar۔
دنیا کا سب سے کم عمر پریذیڈنٹ۔

☆☆ ناشتے کا مسئلہ حل ہو گیا 300

بحری جہاز، snackbar، تین منٹ ابلے ہوئے انڈے، sandwiches۔
purser، physiological necessity، کپتان، waiter، Scotch، دو تین۔
Europeans، جرمن سفارت کار، sundeck، beer، لائبریری، dining hall۔
promenade deck، stateroom، مچھلی پکڑنے کا واقعہ، پاکستانی لباس، مسافروں
پر sea sickness کا اثر، Houdini، Escape artist، seahand۔

☆☆ نام تھا راج 368

بمبئی، Phyusician، یونین بلڈنگ، fixture، ڈانس، شراب، سنوکر،
bridge، یونیورسٹی کی refactory، Commonroom، Senior، Union
Building، Petroleum Engineering، pathological liar،
Christian Mission، heterosex hostel، bullying attitude،
گرل فرینڈ، راج کا باپ، New Year کا ڈانس، USA، stowaway، برمنگھم۔

Marfat.com

"Will you please shut up before I put my foot in your mouth"

۔Hamdi

355 نجم صاحب عرف حاجز

نام تھا نجم، لکھنؤ کے قریبی گاؤں، اردو بولنے کا شوق، پائپ پینے کا شوق،

Business Administration، پائپ پینے کا شوق، Tango، ڈانس، felt ہیٹ،

Colombia، نور زمان، ڈانس کا شوق، منہ سے پائپ گر کے ٹوٹ گیا، غالب نہیں عبدالمجید

سالک، Jerry، تخلص "حاجز"، ڈانس lessons، Town Hall، Commerce

School، دوست Norma، Calara، ہیٹ بھول گئے۔

373 ورما صاحب

بنارس، خوش پوش، Hinduism، British Council، بن باس، سکول

ماسٹر، اچھے خاصے دوست مند، گندم کے بیوپاری، جنگل، چیتا، چیتا لڑکی Three، Suzie

apron، Garbage bin، Castles Pub، ہوٹل، سپروائزر، گجرات، پاکستان،

پوسٹ آفس میں عارضی ملازمت۔

316 دوسرا چھوٹا تائی بچہ تھی

Grewal، شاہد و زاہد، British Council، cab، لینڈلیڈی، انگریز بنام

Mrs. Andrews، Dixon، تین قسم کے کرایے کے کمرے، dossier، یونیورسٹی،

Speedwell Road، لینڈلیڈی نے رہائش دیدی۔

375 Alex

atheletic، Creole، West Indies, Jamaica, Kingston

Alexandrina یا Alexandria، خوش مزاج، بائیں آنکھ مارنے کی عادت، Tooting

London، representative، Bec، فلیٹ، پارٹیاں، Ph. D.، Caribbean،

New Year Eve کا جشن، Piccadilly Circus، Trafalgar Square،

Mackintosh، Wimpy، Piccadilly Underground train،

Malaria، Trypanosomiasis، Schistosomiasis، Parasitalogy،

bilingual سیکرٹری، Southbound، Native British Jamaican، WHO

Tooting، Elephant and Castle Tube station، Bakerloo Line

Northern، ڈبہ "No Smoking"، escalators، Bec Tube station

Lipton، Rum، bedroom، Season Ticket، plateform، Line، تخت

مرغی، fast food، *The Meaning of Evolution*، پارٹیاں، گراموفون یا ریڈیو،

Afro American، Christmas، sandwiches، George G. Simpson،

curb، Tom، Adelaide، Sunbeam، electric shaver، African،

Edgware، Morden Tube station، prostitutes، Victoria station

Kensington، Mill Hill station، High Barnet station، station،

index card، Temple station، District Line، Embankment،

Marfat.com

برمنگھم، راجہ صاحب، بوسیدہ "ہوٹل"، West-bound Circle Line، ناچ گانا، شراب میں
چھلانگیں، Knisghtsbridge، Hyde Park Corner، Big Ben، Eros۔
حنیف صاحب، "Cat Eyes"۔

Bathroom سے living-room میں پانی 317

cab، grip، bell، apron، Mrs Stewart، لینڈ لیڈی، Barbara۔
نئی رہائش گاہ، allergic، بیمار لینڈ لیڈی، cupboard، دیوار میں چھپا ہوا سٹ۔
contraption، guest، پانی، bath tub سے overflow، lumbago۔
سیڑھیوں سے پانی living room میں، rug، foreign students، paying
guest، British Council، مضحکہ خیز، جرمن لڑکیاں، مسخرہ پن۔

Birmingham ریلوے سٹیشن سے میزبان کے گھر 307

زاہدہ، mansion، duplex، cab، خاوند، ریلوے سٹیشن، مین سٹریٹ
Green Park، Greenfield Road No 14، sidewalks۔
Overseas British Council، drivers، maid، شاہدہ، Bently۔
husband، Volvo، admission forms، جرمن نرس، Ingrid، کافی رنگت
gown، Grewal، Campus، City Centre، Downtown، Uptown۔
Midtown، Sally Oak، Edgbaston، Test Match، snails۔
Edgbaston Lake، Lover's Lane۔

British Council 310

شاہدہ، رضیہ، شیتن، Boulevard، بس سٹاپ، Country buses۔
Double-decker، بس، aisle، seat، Underground، ٹکٹ، Main
Street، خواتین کا مردوں کے بائیں ہاتھ چلنا، window shopping، Remington
electric shaver کا، Sunbaem، pence، Pre-shaving-sticks۔
woolworth کا سٹور، fish and chips، Mrs. Erickson، Miss Angelique۔
Cardroom، gas heater، gas value، knob، شیشے، ریڈیو، شیلف، جرمن بیبی
پاکستانی، اردو، پنجابی۔

Encounter of another type 313

window-panes پر بارش کے قطرات، جھٹکے، Rudyard Kipling۔
Kim، bed، شیٹ، زاہدہ، دروازہ اندر سے بند، head-rest، table lamp، اپنے کمرے میں
خوشبو، see-through negligee، سرخ رنگ کا bra، خوفی، دو محبت اور پیار کی پیاس۔
Shakespeare، Richard III، جرمن لڑکی، Ingrid، saving، پیرہ شی لندن، لندن۔
پندرہ پاؤنڈ ماہانہ، چالیس پاؤنڈ ماہانہ، Petronius Albeiter، تمام خفیہ جذبات،
"Beauty & wisdom are seldon found together."

Flu 342

Edgbaston، برمنگھم، landlady، Asian flu، بخار، یونیورسٹی کا ڈاکٹر۔

Marfat.com

infirmary، یونیورسٹی کیمپس، ٹھنڈے پانی کے ٹب میں لٹا دیا، meningitis، سرسام،
male nurse۔

Gentleman please 368

public baths، penny کا سکہ ڈالنے سے دروازہ کھلنا، urinals،
کنجوس یا مفلس، برمنگھم، انور بیگ خواجہ۔

John "بینڈ اینڈ کراؤن"، ڈرافٹ آوندھا ہے" 354

صابر، برمنگھم، لاہور، نورزمان، "حافظ صاحب"، یونیورسٹی کی یونین بلڈنگ،
ڈانس، مہمان، شدید سردی، صابر کی دکان، seat شیشے کی کھڑکی سے متصل، کھڑکی کا نیچے سے
اوپر چڑھنا، hangover، draught۔

Milkman 360

body chemistry، حلوائی کی دکان، landlady، weekend،
Lamont Avenue، دودھ کی بوتلیں غائب، سفید Apron، ہل دروازے کی میٹ
کے نیچے، foreigners کے زیادہ ہونے کی وجہ سے بے ایمانی۔

Nat King Cole 323

Joyce اب میری گود میں تھی اور میں اس کی رس بھری چھاتیوں کے نظارے میں یکسوئی سے محو تھا
Nat King Cole ایک American Negro تھا جس کی آواز میں قدرتی بے پناہ درد تھا
Joyce جھومتے ہوئے مجھ پر آ گری اور میں نے اپنے دائیں بازو کا حلقہ تنگ کر لیا یعنی اور قریب کر لیا
آخر ہماری شام رات کے گلے مل کر رنگین ہونے والی تھی
ہمارا show ختم کر لینے کے بعد Grewal نے انہیں اُنکے گھر چھوڑنے کیلئے دعوت دی

Onions and Arthritis 371

میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ تو کہنے لگے میرا ابھی تعارف Sorraya سے کروا دیں
ایک دن کہنے لگے مسلمانوں کو مذہباً چار شادیوں کی آزادی ہے کیا Sorraya سے شادی کر سکتا ہوں
میں نے اندازہ لگا لیا کہ موصوف محبت میں کچھ زیادہ ہی پھنس چکے ہیں
میں حیران ہوا کہ گھوڑے کا پیاز سے کیا تعلق ہے
نہیں Aspirin بھی ہے۔ مگر بعض گھوڑوں کو پیچھے سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے

Paterson Mrs. 328

Grewal، کار، برمنگھم، Continental Cafe، بوتھ، strategy،
digs، British Council، waitress، Montaigue Road،
آرام دہ جگہ، parties، maid، شراب نوشی اور ڈانس، buzzer، snack،
Mrs. Paterson نیم عریاں نیلے رنگ کے لباس میں، Hazel، lodgers
flat، لنڈن، dental surgeon، Kenya، سیکرٹری Jackie، کار میں لفٹ،
hot-water bottle کا stopper کھول کر بوتل میں پیشاب، Jazz،
exchange programe، Scotch، gin، sherry، draught beer
کی barrel، Louis Armstrong، Benny Goodman، Guinness،

Marfat.com

یونیورسٹی، بستر میں پیشاب، heating system، رات گئے سویا، Jive، couples، lab، digs، WW II، ریڈیو کی ناقص کوالٹی، nickname، Jerry، Charlie۔

303 ☆☆ Port Said

بحری جہاز، Straits، Red Sea، Horn of Africa، Suez، Canal، مصر، Suez، شہر، Mediterranean، جہازوں کی قطار، Ismailia، بندرگاہ، P.A.S، تسبیاں، چھوٹی چھوٹی داڑھیاں، کمال عبدالناصر، بادشاہ فاروق، جنرل محمد نجیب، قاہرہ، روم، corruption، بے حیائی، ring leader، بیروت، بحر یونان، زینت، رنگ رلیاں، Rock of Gibraltar، English Channel، Bay of Biscay، سمندر میں طلاطم، Southampton، Manzal، جھیل Timsah، جھیل Bitter، جھیل، بحری جہازوں کی یک رفتہ ٹریفک، Al Qan Tarah، Seti I، Ramses II، Suez Isthmus، Viscount، Ferdinand(-Marie) (Vicomte) de Lesseps، سعید پاشا، Universal Company of the Maritime Suez Canal، اسرائیل، Italian ، Turkish ، Greek ، English ، France ، German ۔

362 ☆☆ Public baths

برمنگھم، مانچسٹر، افتخار زاہد، محمد شریف، بوسیدہ مکان، D-shaped handle، fish n chips، dressinggown، خستہ پانی، ریلوے اسٹیشن، کھانے پینے کی دکان، The Manchester Guardian، پائپ، Imperial Leather، locker، tubs، Union Building۔

320 ☆☆ Pub

یونیورسٹی، registration office، research project، parasites، freshwater snails، Edgbaston Lake، Lovers' Lane، جھیل میں ... منجمد، Union Building، snacks، billiard room، convervative dances، Waltz، Quickstep، Latin American beats، Rumba، Samba، Tango، Rock n Roll، یونیورسٹی میں تین ہفتے، refactory، table service، Senior Coffee Room، Academic Staff، laboratory، Continantal، Cafe، rendezvous، European، گرمیاں، Jalopy، Bohemian pub، hot spot، City Centre، Black & Tan، نشے کی حالت، Sandy's، Juke boxes، barmen، waiters، waitresses، Negro، Middle East، Mackintosh، raincoats، bowlers، Judy، Joyce، drinks، Jiving، Pakistanis، Latinos، Japanese، Indochinese، Indians۔

302 ☆☆ Sea Sickness

rough سمندر، Promenade deck، ہسپتال، نچلے طبقات کے افراد، دو پردہ خواتین، اللہ بری، سندھ، Engineering، Textile ، Buisness

Marfat.com

نسیم الدولہ 1095

Administration، Manchester یونیورسٹی، sea sickness سے بچنے کا
طریقہ، Berth 2، sea sickness کا اثر، عدن، Red Sea، زاہدہ، شاہدہ،
برمنگھم۔

Southampton 304

یونیورسٹی، supervisor، پی ایچ ڈی ریسرچ، بحری جہاز کے مسافر،
jetty، railing، زاہدہ اور شاہدہ، deck، gangplank، P.A.S، bulk crane،
سامان، dockyard، خاوند کی تلاش، ٹرین کا پلیٹ فارم، booking office، شراب،
کا خراب، بوڑھا خاوند، British trains، cabins، راہداری۔

Southampton سے Brimingham بذریعہ ریل گاڑی 306

شاہدہ، گاڑی رواں دواں، زاہدہ، برمنگھم، عالیشان مکان، landscape،
خوبصورت عورت، tribal area، انگریزوں کی بیاہی، duplex، Wolverhampton،
پاکستان، راقم کی بیوی، Alzheimer's کی مریض، labile hypertension،
age-relater، essential hypertension، secondary hypertension،
cholestrol، triglycerides، bowler hat، برمنگھم پلیٹ فارم، پورٹرز۔

Sowing or sewing machine 346

انگلینڈ، pub، mug، tankard، silver، pewter، beer،
barmen، نور زمان، King's Corner، ٹیبل ٹینس، سکول ٹیچر، Richard،
انسانی عمر، شہد والے روڈ، جرات، بڑی حویلی، میاں بیوی اکیلے، Jerry، ویزہ ویلا،
نفرتی رویہ، ڈور، ریٹائرمنٹ، کار، disposable lighters، جم خانہ کلب،
ڈرائیور، کام، فراغت، وین، buffet، golf، hire-purchase، ملازمت چھوڑ دی،
پاکستانی، ہندوستانی، شراب کا راؤنڈ، مسلم، ہندو، بات تلفظ کی۔

"Water, water everywhere, not a drop to drink" 390

برمنگھم یونیورسٹی، Ph. D، نور زمان، Buisness Administration،
گرمیوں کی چھٹیاں، روم، لندن، ہوائی جہاز، Sicily، Palermo، ٹرین کے ذریعہ،
Messina، Messina Strait، ferry، بحری جہاز کا عرشہ، Venice، جزیرے،
نہریں، gondola، Dover، Calais، فرانس، میلان، نان سٹاپ ٹرین، beer،
wine، سخت پیاس، waiter، aqua، سوڈا کا کورا اٹھایا اور مسکرا کر کہا ''Plenty of water''

Zebra crossing 366

Zebra کی stripes، curb، globe، blink، Intermittently،
pedestrian، یونیورسٹی، City Center، double decker بس، عمر رسیدہ عورت،
walking stick، چہل قدمی، انگریز اپنے کتے Rex کے ساتھ، Zebra crossing پر
ستارے گیا، انگریز خاتون کی کتیا Doxy، heat، برٹش ٹریننگ، میری بیوی فرخ جمشید، ویزہ ویلا،
میرا بھائی انور، دوست پرویز اکرم، Acton Town Hotel، اسلامیہ کالج، خان محمد فاسٹ
باؤلر، Kayem Agencies، کتا Frank، کتیا Whisky، cub، راز و نیاز۔

Marfat.com

منزل کو پا چکے بھی نہ قدم مطمئن ہوئے
کس درجہ چنچلی مرے عزم سفر میں تھی

بحری جہاز Queen Elizabeth کے ذریعے U.K سے U.S.A

420 "اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے" ☆☆☆

برف باری، دوست لڑکی Jill، یونیورسٹی، America، Detroit، *New York*
Time، laboratory، apartment building، news stand، خالی دکان،
دوسرا راستہ، sidewalk، اخبارات کا بنڈل، کار، parking lot، department،
fast food outlet، hamburgers، morning newspaper، evening
کے اخبارات، Mr. Shaw، Grosse Point، Law۔

421 پیشہ ورانہ رقابت (Profesional jealousy) ☆☆

پاکستان، طالبعلمی کا دور، انگلینڈ، hardwork، workaholic، coin،
حبشی Ira Jones، Steve، Lativa، microbiology، Jean Biggleman،
یہودی Fred، bully، مویشیوں کے دماغ parasites، collection، ریسرچ،
Italy، Naples، سمندری مچھلی goby، identification، پروفیسر سے خلاف گفتگو،
snails، ندی، بارش، *Elodea canadensis*، Prof. DeGiusti، aquaria
جھیل کی سطح منجمد، برف کو ہتھوڑے سے توڑنا، refactory، lettuce، flakes، دیکھنا،
ribbs اور chips، intercom، "T V Dinners"، incinerator، aluminium
foil، Bimimi، British West Indies، دوستی کا ہاتھ، dissect، baracuda،
preserve، coffee shop، Italian، ڈرائیور عورتوں سے نفرت، boss، Miammi،
Newton Kingston، ائیرپورٹ، hydroplane، کشتی، rest-house، Sweden،
nervous system، Nobel Prize، کسی امتیاز، policeman، filing station،
flight، genital atria، conscientius workers، پروفیسر سے شکایت۔

394 "جوگی" ☆☆

Jiving، Rock n Roll، برمنگھم یونیورسٹی، Union Building،
classical ڈانس، نوروزمان، سرفراز، انور بیگ، صابر، Jerome، Harold al-Chalabi
girl friends، مسجد، quick step، foxtrot، waltz، Rumba، Samba
Kenya، Michelle، beer، سرداری، نیروبی، Steward، لندن، Detroit،
East Lansing, Michigan، فرانس، Puerto Rico، Orly، Paris،
coaster، orthodox dances، sherry، ہنگامہ، فرش پر گرنا، نشے میں دھت،
Stanley، Marielou، سکھ نے پگڑی اتار پھینکی، passout، sickbay۔

418 چابی گم ☆☆

apartment، یونیورسٹی کیمپس، centrally heated، air conditioner
کوڑا کرکٹ پھینکنے کیلئے ٹوکری، elevator، concierge، intercom، incinerator،

Marfat.com

انگلینڈ، David Arnold، egghead، Embryology، peephole، پولیس والے، revolvers، gadgets، metal کا toolbox، keys۔

خاتون کار ڈرائیوروں سے نفرت 432

لیبارٹری، پروفیسر، کار سے کتے کا چھلانگ لگا کر بھاگنا، پارکنگ لاٹ، humanities، Buick، Jalopy، کار کا بینک کی کھڑکی سے ٹکرانا، automatic barrier، ''کسی خاتون ڈرائیور سے شادی نہ کرنا''، کار میں جوتے، ویز ویلا، راقم کی بیوی کی عادت، Post-docs، ریسرچ۔

شطرنج 391

بحری جہاز، American Express، برمنگھم، Seville Row کا سوٹ، Estonia کا باشندہ، ابوالکلام آزاد سے مشابہت، dressinggown، Canada، Winipeg، snooker، Stanley اور اس کی بیوی Merielou، ویٹر سے جھگڑا، Americans، California، Latin America، Amphora، Brown pouch، Yellow pouch اور Red pouch، Black pouch، Swan ماچس، سمندری جہاز، Mauritius، Tanganyika، بیوی سے تکرار، United Republic of Tanzania(Tanzania & Zanzibar)، Julius Nyerere، sundeck، حکیم پیر سید رشید الدولہ، انگلینڈ، chess، recreation room، checkmate، chessboard پر انگلی، عینک کا خول بھول گیا، پائپ کا زرد رنگ کا bowl۔

محبت کے مارے 431

بصرہ، عراق، Wayne State University, Detroit، Chemical Engineering، Ph. D، پروفیسر، technician، East Lansing Michigan، snails، gonads، paraffin sections، عراقی، بوائے فرینڈ، یونیورسٹی، نوکری سے جواب، شراب کا دلدادہ، رقم ہتھیالی، فاسٹ فوڈ شاپ، امریکن کافر مسلمان، امریکن لڑکیاں، حج، سعودی عرب، عراقی صاحب نے نیند آور گولیاں کھالیں

معالج خود مریض! 426

گجرات، پاکستان، دماغی حالت، اداسی کا شکار، Dr. Degiusti، دماغی امراض کا ماہر ڈاکٹر، Kentucky Fried Chicken، monocle، مریضوں کا couch، پاکٹ واچ، ابتدائی زندگی سے متعلق سوالات، Treblinka Concentration Camp، میرے ماموں، نانی صاحبہ، میٹرک، دکھ بھری داستان، یہودی، فائنل سلوشن، والدہ سے محبت، والدہ کو اذیت، کیمپ سے بھاگنا، M.D. کی ڈگری۔

American efficiency 431

Wayne State University, Detroit، paycheck، اپارٹمنٹ، تبدیلی، Administration Office، گیارہ مہینوں کے بعد میرے پتے پر چیک، Personal effects، بحری جہاز، شپنگ ایجنٹ، Internal Revenue Service

Marfat.com

(IRS)، JFK، نیویارک ائرپورٹ، Pan Am، کلیرنس سرٹیفکیٹ۔

☆☆ Chrystelle 396

جہاز کی لائبریری، *The Story of Jazz*، Marshal Stearns،
معمر شخص کی طرف دیکھنے پر مجبور، scientific papers، Doctor of Philosophy،
Parsitalogy، Romans، parasites، Communists، Ankara، Albania،
Tirana، Vlajic، Justinian، Ballsh، Turkish، قالین، hypnotism، atlas،
sundeck، سورج کا منظر، بلکونی، پاکستان، شاہدہ، Promenade deck، recreation
room، تماشا، شطرنج کا مہرہ، جرمن، عرب، Syrian، checkmate، سمندر کی خاموش لہریں،
قوتِ ارادی، والدہ محترمہ، فرخ جمشید، قصیدہ خانی کا سبق، Stanley اور Marielou،
Mississippi، Columbus، تمباکو کی تاریخ، یورپ، dancing hall، زندگی کی دو جہتیں
داستان، Algiers، Algeria، فرانسیسیوں کی کالونی، ویزہ پر پابندی، مسلمان، Turks،
"Wogs"، Middle East، Australian slang، Henri Alleg، Alger،
Republican، Paras، Paras-Detectives، torture، حریت پسندی
Annick Catel، FLN (*Fuerza Liberacion Nacional*)، *La Question*،
کتاب، Fernand Yveton، scaffold، آزادی کا نعرہ، پھانسی، epilogue،
Nobel Prize، Qasbah، قلعہ، travel document، Ahmed Ben Bella،
Mediterraniean، افریقہ، Tunis، لیبیا، Mali، Mauritiana، عربی زبان میں جزیرہ،
Phoenicians، Vandals، Berber، بادشاہ، Moors، اسپین، Penion، جزیرہ،
Ottoman، سلطان، Barbary، قزاق، British، Dutch، Beys، Barbarossa،
Public squres، skyscrapers، Oran، Tlemcen، تحریکِ آزادی، دوسری
عالمی جنگ، بہادری کا انعام، *Croix de Guerre*، Messali Hadj، Edmond
Naegelen، ALN، Ben Bella، گرفتاری، دس سال ملک سے باہر، عرب ممالک، Fidel
Castro، لندن، عراق، Houari Boumerdienne، Col۔

☆☆ Delirium tremens 428

راقم، floor کا، Ethel، یونیورسٹی کا theatrical group، outing، بیروزگاری
Downtown window shopping، "Publish or perish"، Jukebox،
Ella Fitzgerald، Frank Sinatra، وغیرہ وغیرہ، Nat King Cole، انگلینڈ،
tape recorder، راقم کی بیگم، مجلس عزا، Grundig، نوحہ اور قصیدہ خانی، ساحلِ سمندر،
سہگل، بیگم کا ڈرائیور، کار کی پچھلی سیٹ، ممبئی، nightgown، crab، Atlantic Ocean،
DTS، delusions، alcholics، social drinker، social، whiskey،
Seagrram، شراب، Milanses steak، شرابی حالت میں جھومنا۔

☆☆ Esmeralda 408

recreation room، جہاز میں ویرانی کا عالم، tobacco pouch،
1350 پاؤنڈ، check book، jacket، نقدی، امریکہ، انگلینڈ، پاکستان، حضرت جی

Marfat.com

سید رشید الدولہ، ریہ ج، Justinian، snacks، Promenade deck،
Mirjana، techinque، Yuogoslavia، freud، hypnotism، telepathy،
Zhan، Bulgaria، Sofia، Crystal، dice، girl friend، Greshen، لائبریری،
beer کا cask، Kilderkin، Nebuchadrezzar، Chaldean، سلطنت،
Champaigne، Jeroboam، Keg، Hogshead، wine، Quarts،
UK، ٹیلی بٹر، sexophone، میوزک، میز کے قریب لڑکی، Statue، Liberty، Emma
Lazarus کا Sonnet، dock، immigration، yellow cab، Detroit،
American، The American Museum of Immigration (1972)
Express، جنوبی افریقہ، Port Elizabeth، Nelson Mandela۔

Harbor Bar 414

ہوٹل، Detroit، پروفیسر، رہائش گاہ، Downtown، دریا، کشتیاں،
boatel، امریکہ، motel، انگلینڈ، پاکستان، Parking lot، لکڑی کا پل، Daldia،
hot-pants، ferry، restaurant cum bar، buddy، امریکن slang،
torches، drinks، ماضی کی یادیں، Diana Barymore، Jimmy Dorsy،
1957 *Too Much Too Soon*، شراب نوشی، fried ribs، mooring،
downtown، شراب کی بوتل میں مسلسل ڈوبتی چلی گئی۔

Insomniac 427

Detroit، Hancock، ٹیلیفون ڈائریکٹری، اپارٹمنٹ بلڈنگ، Ph. D، ہوں
M D نہیں، پستول، نیم عریاں لباس، Jane، خاوند سے پیار، فرضی نام، پولیس،
Alaska، Anchorage۔

Los Angeles 433

سائنسدانوں کی کانفرنس، کیلیفورنیا، Dr. Dominic DeGiusti،
Greyhound، Las Vegas، Nevada، جہاز جیسی بسیں، کھانے پینے کا بندوبست،
Salt Lake City، Utah، Mormons، نائٹ کلب، resort hotels،
Golden Nugget، بلین ڈالر کے سکے، کمرہ نمبر 203، slot machines، roulett،
sandwiches، Sands Hotel، Los Angeles، May flowers، ہوٹل،
Dean Martin، Frank Sinatra اور Samy Davis, Jr.، Disney World،
چائنہ ٹاؤن، hamburger، مختلف کرسی کے نام، ہالی وڈ، Civic Center، Sunset
Boulevard، Beverley Hills، night spots، ویوپکل billboards، سپر مارکیٹ
میں اسلحہ، Dr. Etges۔

M.D 405

آرام، Promenade deck، blazer کا رنگ، blue، sundeck
کرسیاں، rolling، seasick، Michelle، انگلینڈ، پاکستانی مالدار، M.D ڈاکٹر،
Americans، کالے رنگ کے لوگوں سے نفرت، ڈالروں کے wads، Lyallpur،

Marfat.com

مشرقی پنجاب، Manchester، tie کی knot کا لگانے ہوتے سوٹا، stateroom،
bowtie، lariat، cowboy۔

☆☆ Wayne State University Hostel 413

Detroit، Michigan State، Eri اور St Clair جھیلیں، Windsor
شہر، Canada، Ontario، French تاجر، Fort-Portchartrain-du-Detroit،
امریکن کار انڈسٹری، Wayne، Metropolitan Detroit، cab، یونیورسٹی ٹیکسی،
سامان، پائپ، Macintosh، ہندوستان، Ramgoolan، Mauritius، Port
Louis، Madagascar، Creole، Indians، Europeans، Chinese،
Christians، Muslims، Novakchott، Algerian radicals،
Muslim radicals، parking lot، پروفیسر Dr Dominic L DeGiusti،
Jean، ہوٹل، cubicles، basement، self service، machine، tiptop
casual dress، باتھ روم میں لڑکی، French زبان میں Detroit کے معنی "strait"۔

☆☆ Integerrimum Period درمیانی وقفہ

Post-doctoral، Wayne State University، Detroit، USA،
Research Fellow، USA، Maryland University، Dr Miller،
Agricultural University، فیصل آباد، research exchange، Maryland،
S S United States، تیسری بار بحری جہاز میں سفر، چھ دن میں انگلینڈ، PIA،
ٹیکسی، جسم، جرأت، تانگہ، ویٹنگ روم کا ٹکٹ، سستی بال، لڑکی سے دوستی، دیوان خانہ،
ممانی صاحبہ، ایگری کلچرل یونیورسٹی، بھائی رحمت، O.S.D کی نوکری، foreign countries،
میں ملازمت، بیٹے کا خط، دوبارہ چھوٹا باپ، راشد، Harry Belafonte، airticket، Opec،
Venezuela consulate، Rome، Italy، KLM، Fiumiciano ایئرپورٹ،
Viasa ایئرلائن، Maiquetia، Caracas، El Conde ہوٹل، یونیورسٹی، Rector،
Dr. Penialver، پرائیویٹ جہاز، Cumana، Caribbean سمندر۔

En La Ruta Del Sol (سورج کے راستے پر)

☆☆ دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک جانور 444

وینزویلا، نیویارک، ہوٹل کی لابی، پروفیسر، Polytechnique Institute،
ڈاکٹر علی خان، Cumana، Bronx Zoo، مشرقی یورپ، انگلینڈ، عجیب و غریب بندہ،
عجیب قسم کا میوزک، African bongos، blinking sign، ہدایت، اندھیرے، عمارت میں
داخل ہونے اور نکلنے کے راستے جدا، Manhattan، Harlem، Brooklyn، Bronx،
Wild Asia، جانور، ریل۔

☆☆ دھوئیں کا الارم 441

ڈاکٹر حبیب، SUNY، حیاتیات کا پروفیسر، فاسٹ فوڈ، کارکی پی ایچ ڈی، م

Marfat.com

فرخ، دیسی کھانا پکانے سے دھواں، smoke detector، سائرن، خطرے کا آلارم، پاکستانی، ہندوستانی، Hispanics،

غیر قانونی تارکین وطن 446

ویزویلا، O' Hare، Chicago ائرپورٹ، ٹرانزٹ لاؤنج، ڈرگ سٹور، پاکستانی، ملتان، غیر قانونی طور پر امریکہ میں، نیویارک JFK ائرپورٹ، ڈاکٹر ابراہیم، پاکستان، Trump Plaza، Atlantic City، New Jersey ٹیکسی کی داستان، Dow، Medical College کراچی، physiotheraphist، male nurse، Brooklyn، ہندوستانی فلمیں، فرخ، Baldwin، فلنگ سٹیشن، گجرات، مدینہ۔

سنگی امتیاز 441

گجرات، پاکستان، فرخ کی والدہ کا انتقال، کراچی، Pan Am، ڈیلٹا ائرلائن، Caracas، Viasa، Miami، ویزویلا، ٹرانزٹ لاؤنج، سفید فام اور حبشیوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ٹائیلٹ، شمالی امریکہ، جنوبی ریاستیں۔

نئی زندگی کا آغاز 440

USA، خوبصورت لڑکی Jill، ویزویلا، محترمی پیر صاحب، دختر، 1964 میں شادی، فرخ جمشید، پاکستان، بیوی کی والدہ کا انتقال، نیویارک بلٹن، Detroit، مسلمانوں میں شادی کا رواج، بائیں ہاتھ کی انگلی میں انگوٹھی، Coffee shop، ہوٹل کی لابی، bracelet، خط و کتابت، Jill کی شادی۔

"ہندوستان کی ریاست Baroda کا مہاراجہ!" 450

نیویارک کی JFK ائرپورٹ، Grand Central Station، ٹرین، لندن، Heathrow ائرپورٹ، Piccadilly Line، shuttle، ٹرین، Gatwick ائرپورٹ، Victoria سٹیشن، فرخ، Lufthansa کی فلائیٹ، New York Hilton، بلڈنگ کا حوالے بتا، Hush Puppies، suede جوتے، Macy's ڈیپارٹمنٹ سٹور، بھائی انور، ریٹائر ہونے کے بعد پاکستان میں، شلوار قمیض، عدیل، Ph. D، Victoria Line، moccassins، پاکستان میں Hush Puppies، City Towvers، گلبرگ لاہور، logo، انگلینڈ، جوتا امریکہ کا نمبر آٹھ میڈیم انگلینڈ میں ساڑھے سات۔

Air sickness 447

نئی فارسیہ، ہوائی جہاز، قبہ، Cumana، بھائی انور، کار، Caracas، نیویارک کی ٹیکسی، Dramamine، flight، نیویارک بلٹن، ڈاکٹر ابراہیم اور بیوی یاسمین، ڈاکٹر ابراہیم کا گھر، بغیر دوا کے صحت یابی، Brooklyn، Pan Am، کلینک، City Bank، 666 Fifth، Avenue، Subway، پچے پرانے کپڑوں میں ملبوس، JFK ائرپورٹ، pediatrician، لاہور، Ibrahim Polyclinic، ماڈل ٹاؤن، پلیواریا، اسلام آباد، Dr. Kirsteuer، فرخ، ہوٹل کا دو چیز، ویبل سے رابطے کی دھمکی، Manhattan، Bloomingdale، Macy's، retrovisor، Jake، چوری، پارکنگ لاٹ، پولیس کار، Boeing 747، DC 8، جہاز کی رفتار، cruising speed۔

Marfat.com

☆☆ Helipad 440

JFK، La Guardia ائرپورٹ، نیویارک، Pan Am Terminal، ہوائی تہ۔
Manhattan، آخری منزل، ہوائی ٹریفک بیچنے خطرہ، East Side Termina۔

☆☆ John John 441

Cumana، لیبرٹری، Spanish زبان، پاکستان، Washington D.C،
Universidad de Oriente، Instituto Oceangrafico، Sears
Department Store، cab، Virginia، Washington Downtown،
کرائم ریٹ، guided tour، Oval office، John F. Kennedy، Texas،
Dallas، Lee Harvy Oswald، Jacqueline Kennedy، باپ سے جنازے
کوسیلوٹ، Carloline Kennedy، بیوی Carolyn Bassette، Martha's
Vineyard۔

☆☆ Locked out 446

واشنگٹن ڈی سی، چابی ہوٹل کے کمرے میں بھول گیا، پولیس سے رابطہ، فائر بریگیڈ
کا نمبر، چابی مل گئی۔

☆☆ Negro 445

وینزویلا، پاکستان، بیٹی غازیہ فرخ، VIASA کی فلائیٹ، نیویارک کی ائرپورٹ
JFK، Holiday Inn، برٹش ائرویز کی فلائیٹ، لندن، اسلام آباد، elevator، حبشی،
غازیہ حبشی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

☆☆ Streaker 442

Honolulu، امریکہ، Hawaii، سائنسدانوں میں کانفرنس، وینزویلا،
San Francisco، دوڑتا ہوا ننگ دھڑنگ شخص، لندن، دریائے Thames کے پل،
دوپہر کا کھانا، پیٹ میں خرابی، ڈاکٹر سے مشورہ، Buscapina، amoebiasis،
Gelucil، راقم کی بیوی، بھائی انور، stool چیک، تیس ڈالر فیس، ڈرگ سٹور، anti-acid،
ٹیکسی، Golden Gate Suspension Bridge، بحری جہاز، مختلف پلوں کے نام،
Marin County، Lupu، پل شنگائی، دریائے Huangpu، کھاڑی Van Ming،
West Virginia، New River Gorge Bridge۔

Venezuela

☆☆ امر سنگھ 526

Physics میں Ph. D.، یونیورسٹی، سائنس سکول، اپارٹمنٹس، امر سنگھ کے
فلیٹ میں عارضی رہائش، یونیورسٹی کا فائر بریگیڈ آفیسر Jose Luis Naviera، پک اپ،
ڈاکٹر صادق، خواتین اور بچے، انور، Maverick کار، پرانی Buick، El Indo، فرخ،
ٹیلیفون پر رابطہ، Fuchu، بیک لان، لاطینی امریکہ، siesta، دہشت گردی، چھوٹو، Ramon،
Garcia، اسلحے کا لائسنس، پولیس انسپکٹر، گھر کے مختلف مقامات پر محافظوں کی تعیناتی،

نسیم الدولہ 1103

Gringo دوست Tom Curry، نفسیاتی جنگ، لینڈ لارڈ کا ہاتھ، گھنے بادل، مکان خالی کرانے کے حربے، سکوٹر، گرل فرینڈ، مچھیروں کا گاؤں، ساحل سمندر، ٹیلیفون کی گھنٹی، سکھ کے متعلق کہانی، Aveledo، Holland، Amsterdam، Head، Trinidad & Tobago، ڈاکٹر علی خان، کیمسٹری، غیر شریفانہ حرکات، Indian، Aveledo، Universidad de Oriente۔

بجلی کا بلب غائب 507

Ramon، طوفانی بارش، چھوٹو، Garcia، ڈاکٹر صادق، انور کی بیوی اور فرخ، گھر میں تاریکی، living room، اچانک بجلی کا بلب غائب، دشمنوں کو سکیم کی خبر، کچن کا دروازہ، مچھروں سے تنگ، step-ladder، سائٹ، Fuchu، bedroom، سپین کے دوست Pascual، لائبریری، چھت، کتوں کا شوق، Alsation۔

پاکستان کے "Dentists" 473

tropical دوپہریں، دیوار میں شیشے، یونیورسٹی سائنس سکول بلڈنگ، Cerro del Medio پہاڑی، رہائش گاہ، ٹیلیفون کی سہولت مفقود، موسلا دھار بارش، parking lot، Mercedes-Benz، دونوجوان سکوٹر پر، فرخ کے چہرے پر آنسو، سرپرائز گفٹ، انور، سیکرٹری کو پیغام، چھوٹو کو بخار، فلنگ سٹیشن پر ضروریات زندگی کی چیزیں، USA، Latin American، احمقانہ حرکت، Cumana، کاریں، بکرے کا صدقہ، چھوٹو کو دانت کا درد، دندان ساز Dr. Ignacio Silva، front lawn میں درخت کی شاخیں، بکرے کو ذبح کرنا، خون تھوکنا، El Indio، انور کے دانت کو درد، انور کا دندان ساز کے کمرے میں، Calle Arismendi، پاکستان میں بسوں، ٹرینوں، میلوں میں دانت نکالنے والے، پشاور کی روڈ، footpath، دانتوں کے ڈھیر، گجرات۔

پالتو جانور 517

چھوٹو چھت پر، بلب غائب، لگاتار بارش، کتا Cerveza، Garcia، Sctoch whisky، Tobogan، فرخ، یونیورسٹی، palm کے درخت، papaya، کتا Tigro، کتے کا کھانا اور toast وغیرہ کھانا، postman، بیک لان، انور، مارکیٹ، superblocks، بیگم صاحب کی ڈانٹ، سودے کی لسٹ گھر پر بھول جانا، patio، Sonia، Tigro کار کے نیچے چلا گیا، کتا Doberman، Alsation، انسانی دوستی، San Felix، Bolivar State، Orinoco دریا، Amazon، chalana، طوطے، Sierra Parima، برازیل، وینزویلا، Trinidad کے جزیرے، دریا کی کئی معاون شاخیں، کولمبیا، جنوبی امریکہ کے دریا، گوشت خور مچھلی Piranha، مختلف مچھلیاں، al-cabala، انور کی بیوی، پرندوں کو خلاف قانون لانا، فاختائیں، قمریاں، کبوتر، پاکستان، طوطے، Fuchu، hamaca، Winchester، سیاہ لباس میں ملبوس حملہ آور، حملہ آوروں سے مقابلہ، خواتین گھر اور ملک چھوڑنے پر بضد۔

پتھروں کی بارش 457

Mercedes کار، Caprice کار، living room میں لائبریری، T.V. Room، بیک لان، پڑوسی کا مکان، tropical جنگل، مچھروں سے حفاظت کا بندوبست، baseball،

Marfat.com

annexe، پتھر گرنے کی آواز، فرخ، بیڈروم، corridor، چھوٹو، انور، انور کی والدہ،
اسلحہ، موسلادھار بارش، ائرپورٹ کا رن وے، یونیورسٹی، lab، مشکوک عنصر، Maverick، کار،
چھوٹو اور انور کی ماں فرش پر بیہوش، drying lines، حفاظت کیلئے فکرمند۔

☆☆ چھوٹو زخمی ہو گیا 461

Sucre State, Cumana، گورنر Dr. Lugo Granado، انور،
گھر خالی کرنے کا مشورہ، کینہ پروری، پولیس، گھر کو آگ، landlords، کرایہ داروں کی پریشانی،
بزرگ خاتون، ریسرچ، شیطانی فطرت، چھوٹو، سیمنٹ کے بلاک، ambulance، پولیس،
ہسپتال، چھوٹو کے سر پر بلاک سے چوٹ، emergency، وینزویلا، ڈاکٹر صادق،
Winchester، .38 Revolver۔

☆☆ زخمی پس لفظ 535

معمول کے عادی، مشکوک عناصر، گھر کی راہداری، گورنر کا سیکرٹری Lugo،
مسلح افراد، یونیورسٹی، سٹوڈنٹ بنام Mata، یونیورسٹی میں سفید کپڑوں میں ملبوس پولیس کا
داخلہ، یونیورسٹی کا فائر بریگیڈ، گھر چھوڑنے کا فیصلہ، flats، ڈاکٹر صادق اور فیملی پاکستان روانہ،
انور کی والدہ کی پاکستان واپسی، فرخ کا پاکستان جانے کا ارادہ، ائرپورٹ، نئی کار اور کوٹھی کی
چابیاں، ریٹائرمنٹ، چھوٹو، بی بی غازیہ، Dr. Carlos Badarracoo، وینزویلا،
گھریلو تعلقات، Quinta Porzana بنگلے کا نام، faceless enemy سے نجات،
لنڈن، مکان کا نقشہ، Earls Court، undergound، Olympia میں نمائش۔

☆☆ ساحل سمندر پر مکان اور چور 454

کرائے کا مکان beach پر، ایک سال کا contract، Cumana شہر کا بہترین
علاقہ، فرخ، لنڈن، landlord، Puerto la Cruz، landlord کی بیوی میہ سے ذاتی
مکان کی تیاری، چور، فائرنگ، پولیس، قیمتی اشیاء، police van، detectives، وینزویلا،
Hotel Caribe، Avenida Universidad، خون کے قطرے، یونیورسٹی کی رہائش
Cerro del Medio کا، انور، Mercedes Benz، ڈیکوریشن، signals، چھوٹو،
حسن اکبر بیگ، انور کی ماں، ہم زلف ڈاکٹر صادق، کوکب، ہاشم، Tina، بی بی غازیہ، شازی،
عدیل، hammock، ٹارچ کی روشنی، Ideal Home Exhibition، Earl's،
Court، Olympia، underground station، جدید مکانات کی نمائش۔

☆☆ کاروں کی شناخت 530

ہمارا آدمی، Andrade، bomba، Ramon، "Faceless enemy"
front lawn، living room، Compaito، کاروں کے مالکان سے واقفیت، بھکاریوں
کا بھیس، انور بھائی، پولیس سٹیشن، ٹریفک انسپکٹر، Jefe، ہمارے نامساعد حالات سے واقفیت،
technical برانچ P.T.J (*Policia Tecnica Judicial*)، کاروں کا Sucre
سٹیٹ میں رجسٹرڈ نہ ہونا، مختلف States، عجیب دشمن سے پالا۔

☆☆ کاروں کے اور بھی حادثات 487

Hotel Caribe، Avenida Universidad، Cerro Colorado،

Marfat.com

Volkswagon 1300، bar بنام EL Campito، pacemaker، موسلا دھار بارش
Rio Manzanares (Manzanares دریا)، Uruguay کا ایک technicion
بنام Rolloi، Instituto Oceanografico، texidermy، marcapaso،
Mercedes والے ایکسیڈنٹ کی تفصیلات اخبارات میں، steering wheel کا چھاتی
سے ملنا، Periactin، specilists، جاپانی دوست Dr. Okuda، gringo دوست
Dr. Neil Malony، فلیٹ میں پارٹی، مختلف قسم کی شراب، اکیلی لڑکیاں، Colombia،
تالاب، Pozo Azul، Golfo de Cariaco، San Antonio de Golfo،
خلیج، Dimple شراب کی بوتل، hangover، وینز ویلا، سر درد، rum، شہر کے مضافات،
Buick VIII، نشے میں مدہوش، ہسپتال، فرخ، انور، weekend، لب جو بار، تالاب میں
نہانا، فرخ الربی کی شکار، Cumana، Piritone، Avil Retard، گھریلو ڈاکٹر Vovk،
جزیرے، ferry، E.N.T Surgon بنام Dr. Encinas، فرخ کے گلے کا آپریشن،
Hotel Plaza، پرندے، پینگلیں، Pozo Cristal، جنگلات، Chillean دوست
Arnoldo Prado، Renault کار، شراب کا رسیا، دائیاں ہاتھ پیدائشی خراب، فاحشا
عورتوں کا اڈہ، bordelos، ''جمہوریت'' پسند، Cervantes، Shakespeare،
Pablo Neruda، Cuba Libre، Playa Colorada، کشادہ ڈانس فلور،
سمندر کا کنارہ، راستے میں پتھر سے کار کا ٹکرانا، کپڑے خون آلودہ، highway، مختلف شہر،
night spots، Sabana Grande، Peugeot کار کھڈ میں، کینسر،
نوسید کی، windscreen، *Al Cabala*، لوگوں نے کار اٹھا کر سڑک پر رکھ دی۔

459 گھر کو آگ ☆☆☆

ہندوستانی فیملی ڈاکٹر ماتھر اور اسکی بیوی Alka، کیمسٹری کا پروفیسر، parasitology،
فرخ، غازیہ، میں، انور اس کی بیوی، Maverick کار، انور کی والدہ، چھوٹو، ڈاکٹر صادق اور اس
کی بیوی (کوکب) بچے، parking lot میں پارٹی، پارٹی سے گھر واپسی، گھر والوں کی آہ وزاری،
بزرگ خاتون مین گیٹ کے سامنے بیہوش، annexe، پلاسٹک کے کھلونے، آگ، fire brigade،
رات بارہ بجے تک آگ سلگنا، پڑوسی، پولیس، contraption، backyard، وینز ویلا،
گھر چھوڑنے کا ارادہ۔

532 ماہی گیروں کی بستی ☆☆☆

بے چینی، ساحل سمندر، فرخ، لان میں کافی وغیرہ، annexe، دلدوز چیخ، بزرگ
خاتون فرش پر بیہوش، ایمبولینس، چھوٹو، انور، بیک لان، runway، Ramon، Garcia،
binoculars، حملہ آوروں کا تعاقب، فائرنگ، Cumana، police patrols،
van، سائرن، دشمنوں کے نرغے میں، flash light، چھوٹو پولیس کی حفاظت میں، کیمیونٹی
پراجیکٹ، ریڈیو پر بلٹن، garden chairs، ہمارے محافظ تھکان سے نڈھال، دھماکے
کا انداز، جھوٹ بولنے کی عادت، kleptomaniac، شاہ فاروق والی مصر اور سوڈان،

468 مشکوک کاریں ☆☆☆

چھوٹو، annexe، Gibraltar، Sucre، گورنر Lugo Granado،

Marfat.com

Latin American، اختیارات، انور، Maverick کار، پولیس، مکان خالی کرنے کی تجویز،
Transit Authority، public beach، محبت کرنے والے جوڑے، number
plates، weekends، Caprice کار، نوجوان لڑکا اور خوبصورت لڑکی، بوس و کنار، چار
سوار، فیملی، جادو، قسم کا حبشی، Scotoma، آنکھوں کی بیماری، لیبارٹری، Fiat کار،
Cumana، وغیرہ، پیار، مشہور ڈاکٹر کی لڑکی، Toilet، Dodge Dart، Winchester،
گھر کی حفاظت، کار، اسلحے کی مدد سے روکنا، خواتین کا کہرام مچانا، national holiday،
یونیورسٹی، Volkswagon کار، Brasilia، عجیب و غریب حالات۔

Andy 477

یونیورسٹی، چھوٹو، بستر پر، بائی کا بال کٹنے سے سر پر چوٹ، Dr. Garcia، انور،
دشمنوں کے پیچھے دوڑنا، Dr. Theodoro Vovk Maurin، پولیس والا، بیٹ، بیٹا،
طبی معائنہ، ہسپتال، Meningoencephalitis، ایمبولینس، چھوٹو، تاریکی، روشنی،
کار میں رفو چکر، حالات کا عجیب رخ، سیاسی ترجیحات، گھر پر فائرنگ اور پتھر برسانا، آسے، انور،
مشکوک افراد کی تنظیم، Trinidad and Tobago، extortion، مشہور رہ منیک،
ورکشاپ، rundown، علاقہ، Cumanagoto، Jalopy، فٹ پاتھ، ہوٹل، ساحل
سمندر، دھکم کی داستان، 1300 Volkswagon، anfibio، پتی کارین، سیاسب،
Volkswagon، Special Agent، underground، Special Card
شخص کا نام، bars، جیل میں بند شراب نوشی، جان کی بازی، weekend، Latin
American، Asia۔

Bodyguards 494

یونیورسٹی، گرمیوں کی چھٹیاں، سراغ رساں، باقاعدہ، guards، Maverick،
چوکیداری، نامساعد حالات، انور، اخراجات، دوست، Luis Beltran Lares، چھوٹو،
Winchester، درختوں کی شاخیں، front lawn، ریوالور، Garcia، Ramon،
ڈاکٹر صادق فرخ، Walkie Talkie، گھر کے چکر، چھری سے چیت کھیتنا، Fuchu،
tin sheets، chain-smoker، beer، ٹاک، Polar beer، Marlboro
سگریٹ، اعلیٰ پولیس افسران، پاکستان، filling station، دشمن، skidraw، قسم کا علاقہ،
مچھیروں کی بستی، ساحل سمندر، ممانی صاحبہ، حملہ آوروں کا تعاقب، محافظوں کی تعیناتی، I.D. کارڈ،
Dodge Dart، پولیس سٹیشن، کاغذات وغیرہ، دوست۔

Canaries پرندے 452

فرخ جمشید، University Campus، پہاڑی، Cerro Colorado،
University Campus، شہر کا نام، Cumaná، Cerro del Medio، خوبصورت
پرندے، چھوٹی چڑیاں، گھونسلے، انڈے، کمروں میں پرندے، تمام مکان جالی سے ڈھکا ہوا، ceibu،
پرندوں کو شیشے سے سامنے لٹکانا کا تالا، کس پر چونچیں مارنا، Gibraltar کی چٹان، پروفیسر
ڈاکٹر علی خان، Trinidad and Tobago، Terry، سانپ، دم سے پکڑ کر کھینچنا،
ڈاکٹر علی کے گھر ہمارے چہیتے پرندے، بوڑھا کناری، پرندے پنجروں میں رہنے کے عادی،

Marfat.com

انور، ناری فرخ کے کندھے پر، فرخ کی آنکھ میں آنسو۔

509 Compaito

چھوچو، Winchester، Fuchu، Ramon، binoculars، ڈاکٹر

صادق اور بچے، گھر کی حفاظت پر چپڑاسی مامور، Peltergeist، Garcia، straw hat،

جنگل، policeman، beer، landlord، مکان خالی کروانے کی ترغیب، کتے کے بھونکنے

کی آواز، کلب، telecommunication، Hotel Caribe، اعلیٰ شخصیات، bomba،

Sixto Andrade، bomba، قابل اعتماد دوست، Cumana، Navy blue، مخبر،

Cariaco، Mariguitar، Compaito، خلیج کا کنارہ، Ramon، کارکی نمبر پلیٹ،

وینزویلا کا ہیرو Perez Jimenez، Romulo Betancourt، Dr Romulo

Betancourt، Hyde Park، Speakers Corner، La Guaira، وینزویلا،

Caracas، Cumaná، Dr. Domingo Villalba، Costa Rica،

یونیورسٹی کی لائبریری، beach umbrella، Camacho، Maracay، نیویارک،

وینزویلا کا صدر، Juan Vicente Gomes، امریکہ، Accion Democratica،

Constitution، نیشنل کلب، Madrid، کلب کا انچارج، grapevine، کلب میں شراب

نوشی، Marijuana، drug-addicts، weekends، stoolpigeon، کبوتر،

counter، ساحلی وادی، سمندر میں لاش، sharks، پاکستان، Cercaria penialveri۔

502 Garcia

ہنڈا بندی، چھوچو، درختوں کی شاخوں میں، filling station، Ramon،

Garcia، bar، زوردار بارش، کار، Fuchu، shower proof، کوٹ، Polar،

فورمین سے کار، سواری، خون کے دھبے، کار کے شیشوں کے ٹکڑے، بجلی کا میاں، Winchester،

clinics، machismo، annexe، فرنٹ روم، گھر سے باہر چوکیداری، شراب نوشی،

beer، گپ، table manners، فرائض کی ذمہ داری، کھانے پینے پر جھگڑا، اچھی خاصی

اجرت، بغیر ضرورت کے ادویات، فرخ کی والدہ، Harley Street، لندن، pollens،

invisible mites، allergens، surgical mask، Laxatonil، piano، کی

بیماری، vigilante، مشکوک لوگوں کی گرفتاری۔

463 High tension cable

یونیورسٹی دوست، Luis Beltran Lares، shooting club،

bowling club، شراب کا نشہ، چھوچو، انور، corridor، ریوالور کی گولیاں، research،

projects، classes، microscope، parasites، لائبریری، reference،

books، reprints، چوکیداری، Caracas، beach، حملہ آور کا تعاقب اور فائرنگ،

پڑوسی، Juan Jul، الیکٹریشن، electric discharge، transformer،

back lawn کی دیوار، پاور لائن، fuse کا بار بار اڑنا، خواتین، ڈاکٹر صادق، Ford Ltd،

499 Mannequin

Fuchu، Polar، مدہوشی کے عالم میں، filing cabinets، Index card

Marfat.com

boxes، documents، reprints، مریضہ، ق، pass-out، بالونشی، انورہ، بے احتیاطی
Winchester سے، چلانا، scientific papers، scientific journal، ق ل۔
reprints، biological warfare، ملیریا کی اہمیت، animal parasites، فاسل۔
Russian سائنسدان، Alma Ata University، Ginetsinskaja، مچھلیاں۔
species determination سے متعلق بحث، Black Sea میں مچھلیوں کی بیماری۔
fish farm (Pisicultura)، الاہم بیری، بین الاقوامی شہرت، Garcia، Ramon۔
پڑوسی، چھت پر چینا، beer میں غرق، پولیس۔

☆☆ Mercedes-Benz شعلوں کی لپیٹ میں 483

ایکشن سیٹ بیتاب، انجری، Andy، gang، weekend، bars، مستورات۔
چھوٹو، ڈاکٹر صادق، انور، lab، Winchester، parking lot، annexe، چوکیداری۔
چھٹے برس، ڈاکٹر Alka Mathur، بیک لان میں پہرہ داری، باورچی خانہ، مہمانوں کی آمد، Jalopy۔
پہلی کی پنکھی کی آر، انور، ڈرائیونگ سیٹ پر راقم، کار کے پیچھے، بائیں ہاتھ، ورزش، garage۔
Avenida Universidad، kerb، gas، retrovisor، pick up، ہ ہ سے پیچھے
سے ٹکرانا، انور اور راقم جیسے آگ کے گولے میں، کار کے شیشے بند، فائر بریگیڈ، pick up، دھواں۔
تماشے میں لوگوں کا ہجوم، ہر یک انچ، کار کی انشورنس، ریڈیو پر کار کی آگ لگنے کی خبر، X-Ray۔

مختلف واقعات

☆☆ اس قسم کے ڈاکٹر بھی پیدا ہوتے ہیں 539

لاطینی امریکہ، چھٹیاں، ہسپتال، specialist، سمندری رہائش گاہ، Easter
کی چھٹیاں، فرنچ، دمہ کا مرض، Salbutan، Quinta Porzana، ہوٹل کا تالاب،
شراب نوشی، Dr. Armando Padrino، بیگم Suleima، مخصوص طب، ایسیڈ،
Cumanagoto ہوٹل، cheakup، فرنچ کی breast، رہائش، راقم کے کمرے سے چین
چینی، S T DuPoint، فرنچ و وسکی میں پودے لگانے کا شوق، خاص زرعی کام، لباس
Giovanni، فرنچ کے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر سوزش، hammock، ثابت، شہد کی
مکھیاں، Mussolini، مدراس کا ہندو پروفیسر، پودوں کا ماہر، Dr. Keshava Bhat،
... میں بھی غذائیت، پیچش کی شکایت، Amoeba، Arrow Roots سے پیچش کا علاج،
... کی پتھری کا علاج، corridor، hypertension کا علاج، ... ادویات
سے علاج، جنوبی ... ڈاکٹر ... بوتل میں بند۔

☆☆ امتحانی بوٹی 570

شاہد، Obando، بیٹا، Isla de Margarita، پرچہ مضمون نویسی،
dais، کاغذ سے نقل، نقل کا کمرہ میں ڈال کر چبانا، امتحان، corridor، واش بیسن سے پانی
کا ایک گلاس جلدی سے پانی پی لو، اچھا خاصا مذاق، شرمندہ۔

☆☆ انسانی جہاز 557

لاطینی امریکہ، weekends، Josefina، Cumanagoto، فرنچ۔

Marfat.com

غازیہ، انور اور اس کے بیوی بچے، پام کے درخت، کرسیاں، عدیل، bubbly لڑکی، "میں اس
سے مغلوب ہونا چاہتا ہوں"، لڑکی کا عدیل کو چھاتی سے لگانا، Mercedes-Benz، سمندر،
curvaceous نوجوان لڑکیاں، beer، bikinis، ساحل سمندر، binoculars،
سمندری جہاز، Araya Peninsula، نمک export، Quinta Porzana،
عدیل کا فرخ کے پیٹ پر لیٹنا۔

لڑکی ایسے بھی زخمی ہو سکتی ہے! 559

جہاز کا hijack، دہشت گردی، فرخ، انور، وینزویلا، پاکستان میں مجرم، حقے،
Airport Security Staff، کراچی، PIA، Fiumiciano، Immigration،
Security: "آخر یہ کس قسم کا حملہ ہے؟"، Alitalia، تیرہ گھنٹوں کی nonstop فلائیٹ،
وینزویلا کے airport سے Maiquetia، Spanish، Cerro del Medio پر
رہائش، weekend، newsboy، اخبار El Nacional (The National)،
front lawn، shopping، Mercedes، حقے کے تمباکو کی بجائے سگار کا تمباکو،
فرخ، اخبار کی خریداری، دایاں ہاتھ جوڑنا، پشت کی اوٹ میں چھپنے کے لیے کوشاں، رومال،
اخبار کا سامنے پڑے میز پر، kitchen، خون کے دھبے، University، حادثہ،
compound، Avenida Univesidad، Cumaná شہر کا airport،
roundabout سے El-Indio، Perimetral، supermarket، kerb،
Kiosk، steering wheel، کار کے دروازے میں انگلی، ڈاکٹر کی سمجھ سے بالاتر۔

پاکستانی کی سوچ 590

Venezuela سے لندن، نثار جان، گجرات، پاکستان، ہندوستانی restaurant،
مراتب علی شاہ، Manchester، weekend، East London، show room،
bathroom، leather jackets، تہہ خانہ والے دفتر، White Horse شراب،
شراب چھڑک کر آگ لگانا، insure، alarm، پولیس، fire brigade، claim، Venezuela،
compensation کا حق، زمانے کا دوست، انگلینڈ، bowler hat، چھڑی،
پن سٹرائپ سوٹ، ہاتھ میں چھتری، گفتگو کا بادشاہ، مالٹا کی ائرلائنز، نسیم صاحب، وزیراعظم،
Walter Mindoff، sinus، Grand Drive، Raynes Park، Wimbldon،
نسوار، ذوالفقار علی بھٹو، خالدہ، کھانا پکانے کا شوق، روٹیاں ہوا میں، نعمان الرحمٰن، پرانی
قبض کا علاج۔

تشدد کی نرالی داستان 567

تین بھائی، دو جڑواں، Luis Alcides، Luis Gonzaga، Gonzalo،
Arichimedes Gonzaga، سیاسی پارٹی U.R.D (*Union Revolucionaria*
Democratica) یعنی کہ Union Revolucionaria Democratica، لیڈر
Dr. Jovito Villaba، Venezuela، لاطینی امریکہ، dictator، Perez Jimenez
بایاں کان پیدائشی طور پر deformed، brute force، Volkswagon، fiesta،
بارش، Cumanácoa، palm کے درخت، دریا Cumanácoa، Cumaná،

Marfat.com

Rio Manzanares، tributary، Manzanares دریا، hacienda
(ranch)، wipers، wind screen، kerb، بزدل، تنگ گلی، موسم پر بارش سے اتر سے
پڑنے پر کام، مرمت کا کوئی نشان، aviso، کار کے اگلے پہیے، دھڑام سے نیچے پڑتے ہیں۔
gear، bomba، Motel Caribe، Dr Carlos Badaracco، Impala۔
Golfo de Cariaco، عالیشان جلسہ، ولولہ انگیز تقریر، ظلم کے پہاڑ، torture، جان دے دے
دینا، podium، جلسہ درہم برہم، Macabro۔

ٹوپی پھٹتی چلی جا رہی تھی! 591

خالدہ، بیٹا، فرخ، fur والی ٹوپی، چہرے کے دو straps، چندن، مراتب علی شاہ،
پالتو بلی، چھپی بیٹھی، پیچھے سے، خالدہ کا خاوند فرخ گھبرا کر اٹھ بیٹھی، بلی کے بچے بلی۔

خلیج میں تابوت 537

Universidad de Oriente، پروفیسر، کلاس، ریسرچ، مختلف اقسام کے
جانور، جنوبی امریکہ، baba، سمندری اور دریائی مچھلیاں، بڑے سائز کی قسم کے جانور،
Iguana، غاروں میں رہنے والی چمگادڑ، اڑنے والے جانور، پرندے، چھوٹے سمندری
اور دریائی گھونگے، parasites، جنوبی امریکہ، وینزویلا، برازیل، خاص قسم کی مچھلی،
Caribe یا Piranha، مچھلی کے تیز دانت، گھوڑا، گائے یا انسان، ٹکڑے ٹکڑے کر کے چپ، Easter
مقامی زبان میں Semana Santa، Caribe، Orinoco دریا، ڈرائیور
Triburcio، اسسٹنٹ Zubero، جیپ، pickup، Jose Luis Naveira،
خلیج Golfo de Cariaco، سمندر اور پہاڑوں کے درمیان ہے، San Antonio،
San Felix، Cumaná، ferry، پر مسافر، کاریں، بسیں، ٹرک وغیرہ، La Gracia، ہوٹل،
hamacas، مچھلی پکڑنے کے، بندوقیں اور machetes، poles، Zubero، Naveira،
انتظام، مچھلی کا لوٹ سے جال، خوش قسمتی، اجنبی زبان، خط تاک راستہ، Quinta Porzana،
فرش، بالکونی، انور، خوفزدہ حالت، پولیس گشتی، huts، جنازہ، رات کو رونے دھونے کی آوازیں۔

دور اندیش Banker 575

Venezuela، Citibank، Park Avenue، New York،
account، 666 Fifth Avenue، فرخ، transaction، بینک کا ریکارڈ،
11 نومبر 1974 میں Venezuela میں پیدا، signatory، account
Mario executive، Latin American کی category، titular،
customers، بیٹے یا بیٹیوں نے ماں باپ کی زندگی میں ہی رقم نکال لی، بینک بیچ ITF
"POA (Power of Attorney) ITF (In Trust For)۔
ACF (As Custodian For)۔

"سچائی کا منہ" *Bocca della Verita* (Mouth of Truth) 566

انور، وینزویلا، یونیورسٹی، پروفیسر، Cumana، جرات، پاکستان، فرخ، سعیدہ،
شادی، عدیل، PIA، کراچی، Midway Hotel، سخت سردی، چھٹیاں، ٹوٹی ہوئی، ایئرپورٹ،
روم، Fiumiciano، Bed and Breakfast، Palazo، Via Rasella،

Marfat.com

Via Condotti، boulevards، Via del Corso، Via Veneto۔
Trevi fountain، Piazza de Spagna، دو کمرے کرایے پر، Liras، ایک ڈالر
تین سو لیرا روزانہ کرایہ ہے، concierge، نام Manola، ادھیڑ عمر کی عورت، siesta،
مڈل کی چیپ، penicillin، *Bocca della Verita*، چھٹی صدی کا گرجا گھر
Sta Maria، Cosmedin، grain-commission کے دفاتر، مارکیٹ
(Forum Boarium)، drain lids، سنگ مرمر کا چہرہ، manhole،
منہ میں ہاتھ ڈالنا، Piazza di Spagna، Piazza Scalla
"Scalinata della Trinita di Spagna" (Spanish Steps)،
"Monti dei Steps، Francesco de Sanctis، چرچ کا نام Trinita dei
Monti کے آگے، Spanish Steps، main arteries، Via del Babuino،
Via Felice، Aqua Vergine، Agrippa's aqueduct، سنگ مرمر کی کشتی۔
Fontana di Trevi (Trevi fountain)، رومانٹک شاعر Keats اور Shelley۔
Palazza میں Keats کی وفات، روم میں تین سو سے زیادہ فوارے۔

جنگل کی طرف 555

فرنچ، انوار، فوسٹر، شین، Cumanagoto، انوار کی پارٹی، مشروب اور وائن، چھوٹی سی ریسٹورنٹ
پر بیٹھ کر فرنچ جانے پہنچی ہوئی، جنگل، شراب نوشی، بجلی کی سی تیزی، آواز جنگل کی آواز جیسی، راقم
کا رنگین چیت پیدا میں ہاتھ، انور تمہارے ساتھ چیت پر فرنچ رضا مند ہوئی، گاتے جانا۔
Universidad Avenida، Perimetral، Cerro del Medio، ہاتھ روم کے
قریب رہائش، breakfast، اپنی خاص سی فرنچ نے تنہائی محسوس کی۔

کتوں کا مخصوص ریسٹورنٹ 592

فرنچ کی بیماری، bronchitis، chronic gastric ulcer، لندن، چیپ اپ،
Hammersmith، کتوں کے لیے مخصوص ریسٹورنٹ، کتوں کی خوراک وغیرہ دیتے تو اچھا،
کتے سے بچوں کے لیے ایک ہوٹل شاپنگ، والدین کی پریشانی، بچوں کی دلچسپی کیلئے ہوتی ہیں۔

سانپ کی خاطر 558

شادی شدہ زندگی، فرنچ، یونیورسٹی کی رہائش گاہ، Cerro del Medio کی چوٹی،
Cumaná، Cerro Colorado، campus، motorable سڑک، Dr Ali
Khan، مذہب، Chemistry کا پروفیسر، Trinidad and Tobago کا رہائشی مسلمان
ہم مذہب، Quinta Porzana، پوش علاقہ، Avenida Gran Mariscal،
Quinta Jasmin، Parcelamiento Miranda، شب قدر، invite، شب قدر
کے نفل، Terry، Paraguay، New York، پیار، نرس، دونوں میں پیار،
خوبصورت، weekend، Cerro del Medio، سانپ زمین کے بل میں، انور
Winchester، سانپ دو میٹر کے، پڑ کے پیچ کر مار دیا۔

لندن میں چور 589

انگلینڈ، چوری چکاری، grocer, milkman, laundry man، آزادی

تکمیل، سامان گھر کے دروازے سے باہر، mat سے پیچھے، laundry، نئی ٹائر پیڈ فٹ، Walthamstow، East London، Victoria Line، اندر اور اندر سٹیشن شروع، V.C.R، sitting room، اور وقفہ تیز جلدی اٹھنے کی عادت، layout، draught، cross ventilation، living-room، T V table، video cassettes، V C R غائب، میز بان jimmy، انشورنس، پولیس، ٹیلیفون نمبر 999، Asian، MP، رپورٹ، چوری کا کیس پر شک۔

588 میاں بیوی میں جھگڑا

پاکستانی دوست، پڑھی لکھی عورت سے شادی، انگلش میں M.A، East London، میں کاروبار، جیکٹ سے بنی van jackets، سیل ہوٹ، Venezuela، London، رہے تھے، کے سلسلے میں میاں بیوی کی لڑائی، ہاتھوں کا بے دریغ استعمال، فریقین مزید جذباتی، فرنیچر کا تباہ، sigle sofa، پر street میں آنا، راستہ کی حرکت سے باہر، ہجوم، تماشائی، پولیس والا آن، show room، officer، مسکرایا، calm down، آفیسر سے معذرت، انگریزی زبان پر مجبور۔

556 مجھے بھی تو موقع دیجئے!

دوست احباب کا خاص گروپ، پارٹیاں، weekends، beaches، Boulevard، نیم Avenida Gran Mariscal، خاندانی روایت، birthday، cards، فرق کے ٹیلیفون پر پارٹی کی تصدیق، invitation، Venezuela، custom، بیگمات، بچوں سمیت، girlfriends کی شمولیت، balneario، کا لک، Boutini، پچھلے سے کنارے سے palms، سمندر کے کنارے، Highway، Cumaná، Caracas، dance floor، پہاڑ کے دامن میں vestuarios، biological necessity، "open air"، bar، kitchen، sancocho، گوشت آلو شکرقندی، چھوٹے ٹکڑے کا کریں، yucca، ocumo، شملہ مرچ، Tabasco sauce، casave، pan frances، Jukebox، اچانک ناچ، Armando Domingue، Psychology، Luisa، ٹی کا پیالہ ، waiter، کی اداسی کے وقت غائب، Easter۔

637 Chile

Santiago de Chile، جنوبی امریکہ کا ملک Chile، سرد آب و ہوا رہے، Peru، ملک کا Cape Horn، Antofagasta، Puerto Natales، Hemisphere، chester، hat، اور scarf، Santiago de Chile، شاپنگ، footpaths، پاکستانی، پاکستان، ہندوستان، چین، سان فرانسسکو، نیو یارک سے تاثیر، پڑھنے کا شوق، cafeterrias، پہلے کی ویڈیو سے پہلے، Caracas، Viasa، flight، Hotel Emperador، bedroom، آرام میں اور روپیہ، receptionist، charges، Chile کی کرنسی Escudos، خرید، Chile کی airlines، کا خرچ، امریکی دوست، انگلش کا ترجمہ، research papers، bars، Dr Neil، Malony، Los Angeles، pubs، wines، چیچی پیالی، لطیف، تاش، اداس سے

کمرے میں لڑکی، ہیبت، reception، dining room، لڑکی صوفہ پر دراز، بیچاری، ٹیلیفون،
snack bar، waitress، پولیس، Eugenia۔

561 Cockroach

Crro del Medio، ہفتے کا روز، beach پر جانے کا پروگرام، فرخ، parrilla،
جھولوں والا تھیلا، تھیلا چین ہیں، ساتھ ملحقہ نوکرانی والے کمرے میں، لائبریری، "ٹک ٹک"،
Leftist، کورنیٹ، وینزویلا، calm down، فرج سے پانی، نائٹ بم، آواز کا کھوج، دلیری،
نوکری میں حسن، ہونے والی نوکری، پریشان، فرخ کی نیند خراب۔

593 Cologne

فرخ جمشید، بیٹی نازیہ، وینزویلا سے Sabbatical leave پر لندن، ٹریول ایجنسی،
European منصوبہ بندی، American Express، Amsterdam،
Geneva، Cologne، Paris، Hilton Hotels، trains، کمرے بک شدہ،
(Geneva، Intercontinental Hilton)، London E، Walthamstow،
Walthamstow، Underground اسٹیشن، وکٹوریہ لائن، وکٹوریہ ریلوے اسٹیشن،
Folkestone، English Channel کی بندرگاہ، ferry، Germany، Cologne،
reception، ائیر کنڈیشن یونٹ، خوبصورت نوجوان chambermaid، شدید ٹھنڈک،
electric heater، جھنجھلا کر ہنسنا، قوم پرست، Romance زبان، Portuguese،
Italian، Spanish، French، Latin، electric coil، "Danke"، چرچ کا نام
Dome، Rhine دریا پر 9 پل، Geneva، Intercontinental Hotel، ائیر کنڈیشنر
سے vent پر بحث۔

640 Costa Rica

San Jose، بین الاقوامی سائنسی کانفرنس *IV Congreso Latino*
Americano de Parasitologia، وینزویلا، Costa Rica کی ائیر لائن
(LACSA) Lineas Aereas Costarricenses، دوست ڈاکٹر Leandro
Mora Urpi یونیورسٹی میں پروفیسر، Universidad de Orienta, Cumaná،
ہوائی اڈے پہ دوست، SJO، Juan Santa Maria International Airport،
Gran Hotel Costa Rica، Calle Segunda، Avenida Central، 3،
دوست، Dr. Mora، بائیں ہاتھ والے ایک بڑے بل بورڈ کی طرف اشارہ، *Unico pais*
del mundo donde hay mas escuelas que policias، دنیا کا واحد ملک
جہاں پولیس سے زیادہ سکول ہیں، پانچ منزلہ عمارت، مختلف دوکانیں، ریسٹورینٹ، بینک، پبلک آفس،
رات کی رنگینیاں، ہوٹل کے کمرے کا کرایہ سو امریکن ڈالر، کرنسی Costa Rican
Colon (CRC)، Colon، امریکن ڈالروں میں کرایہ، سائنسدان، کم از کم دو زبانیں جاننا،
Spanish، انگریزی یا جرمن، جنوب کی حد، Chile، سینٹرل امریکہ، Nicaragua،
Caribbean سمندر، بحر الکاہل کا ساحل، Panama، مردوں کی متوقع عمر 72 اور عورتوں
کی 77، پرائمری تعلیم فری اور compulsory، وسطی امریکہ کے زیادہ تعلیم یافتہ ملکوں میں سے۔

Marfat.com

اخبار *La Nacion*، El Salvador، Costa Rica کے پریذیڈنٹ Oscar Arias
Sanchez کو 1987 میں امن کا نوبل پرائز ملا، کوئی فوجی طاقت نہیں، شہری پولیس فورس،
Coast Guard اور ہوائی سیکشن۔

Crabs 554

سوئمنگ پول پر پہنچ کر سب نے کپڑے تبدیل کئے اور نہانے کے لئے پول کی طرف چل پڑے
چند لمحوں بعد میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی کا bra پول میں تیر رہا ہے۔ اور تمام لوگ ہنس رہے ہیں
نصیر نے دیکھا فرش پر کیکڑا اچھل رہا ہے۔ میں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اس پر پاؤں رکھ دیا
یہ بات خوب مشہور ہوئی کہ ڈاکٹر نصیر کو اپنے کام سے اس قدر لگن ہے کہ وہ جہاں جاتے crabs ان کو نظر آتے ہیں۔

East Berlin 625

مجھے ماسکو جانے کے لئے امیگریشن سے گزرنا پڑا تو کسی نے میرے پاسپورٹ پر مہر وغیرہ ثبت نہ کی
اتنا گندا ہوٹل میں نے زندگی میں نہ دیکھا تھا پتہ چلا کہ ہٹلر کے زمانے میں خاص مہمان یہاں ٹھہرا کرتے تھے
اس دور میں روس نے Czechoslovakia پر اگست 1968 میں حملہ کر رکھا تھا
ہال میں کسی نے بیٹھنے کی جرأت نہ کی جب تک کہ Ulbricht صاحب تشریف نہ لے آئے
subway اور elevated ٹرین برلن وال اور دونوں جرمنی کے بارڈر پر آ کر رک جاتی تھیں
Berlin wall تیرہ اگست 1961 میں تعمیر کی گئی تھی
یہ دیوار ساٹھ میل لمبی تھی جب مشرقی یورپ میں 1989 کو جمہوریت کی ہوا چلی تو اس کو گرا دیا گیا

Electronic key 595

Eiffel Tower مشہور پل تعمیر کرنے والے انجینئر (1832-1923) کا ڈیزائن کیا ہوا ہے
اس کی تعمیر میں تقریباً 7,000 ہزار ٹن لوہا استعمال ہوا
نیویارک شہر کی Chrysler بلڈنگ 1930 کے تیار ہونے تک دنیا کی سب سے بلند تعمیر تھی
بعد میں پتہ چلا کہ وہاں جدید ہوٹلوں میں چابیوں کی جگہ کارڈ استعمال ہوتے ہیں
وہاں پر ہم Arc de Triomphe کے نیچے سے گزرے یہ 164 فٹ بلند ہے اور نپولین نے تعمیر کروایا

Formal dress 578

وینزویلا میں دو قسم کی پارٹیاں ہوا کرتی ہیں۔ ایک وہ جس میں صرف Formal dress یعنی سوٹ بوٹ ٹائی، دوسری Informal dress پارٹی جہاں سوٹ بوٹ کی کوئی بندش نہیں ہوتی
انور نے ایک اپنا سوٹ اور ایک میرا سوٹ ہینگرز پر لٹکا کر کار میں ہک کے ساتھ لٹکا دیئے۔
اس نے فرنٹ سے کار کی چابی لی اور اندر سے دو سوٹ ہینگر پر لٹکے ہوئے لے آیا۔
ہم دو بھائی اتنے بڑے ہجوم میں ایسے ہی تھے جنہوں نے سوٹ نہیں پہن رکھے تھے۔

Fungus کا علاج 550

balnearios دراصل تیرنے کی جگہوں کو کہتے ہیں یا پھر جہاں گرم چشمے یا دریا سے بنے ہوں
San Felix، Caroni، دریائے اورینوکو، Roraima پہاڑوں کی ڈھلوانیں، Macagua Dam،
Guri Dam، San Felix، Puerto ordaz، بنیاد 1952 میں، Boric acid،
70 % alcohol، saturated solution، Angel Falls، Hotel Mallorca،
Los Barrancos، snails، collection، Guayana region، فنگس، Zubero،

Marfat.com

1115

Jose Luis Naviera، ناخدا، Castanieda، یونیورسٹی کے pickup،
Cumaná، Maturin، Ciudad Guayna، Moriche Palms، Morichales
Morichal Largo، دریا، Warao Indians، palm-thatched، جھونپڑیاں،
fronds، Waraos، "پانی پر" canoe، "ڈونگے"، excursion، Triburcio، ڈونڈیاں،
Machismo، dockside، snack، canoes، Rio Morichal Largo،
جنگلی جانوروں کی ڈش، Terecaya، Rincon de la، lunch، Casa de
Francisco، rum-laced، coco، tour، El Rosario، Tucupiita،
Delta Amacuro، Ciudad Guayna، Chaguaramos، Los Barrancos،
Rio Orinoco، chalana (ferry)، Hotel Inter-Continental Guayana،
Cachamay Falls، Hotel Punta Vista، downtown، hamaca،
سب سے آخر میں، fungicidal، Sweden، Botanist، نیز، Anthropologist،
Vistors Office، El Pao، Ciudad Guayana، El Pao سے iron ore،
railway، Ciudad Guayana، mines، Ciudad Bolivar، Guri-Raul
Leoni Dam، [illegible]، Upata۔

594 Geneva

Switzerland، International Hotel Geneva، lobbies،
OPEC کی meetings، ایئرپورٹ، رجسٹریشن ڈیسک، lift، porters، cargo lifts،
lobbies، تمام میزیں اور کرسیاں مہمانوں سے بھری، lobby، floors، عرب مہمانوں سے پٹے،
counter پر شاہیت، waiter، آئس کریم، بیوی، بلیک کافی، بوڑھی عرب خاتون، عرب لباس،
عمدہ تہذیب سے نابلد، bow tie، sugarpots، limousine، bellboy، tip،
Mercedes-Benz 500، بطور ٹپ، قیمتی پتھروں کی تسبیاں۔

570 Guacharos کی غار

Cumaná، coastal route، Golfo de Cariaco،
San Antonio de Golfo، beach area، بنام Nucleo Integral
Cachamaure Turistico Recreational، picnic، kiosks،
grills bakbecues built-in، simple cabins، additional beds،
parking area، thermal pool، Complejo Turistico Cayo Azul،
fresh water، Muelle de Cariaco، Villa Frotado، Santa Cruz،
Caripe، luxurious tropical growth، Chapel، Sucre State،
Monagas State، Teresen، dam، Repressa de Clavellinos،
snail اور گھونگھیاں، bulldozer، landslide، Alicio، Jose Luis، blade،
"کہا" *Usted es uno de los buenos extranjeros*"، foreigners،
ہلکی پھلکی بارش، Hotel el Saman، posh، ہوٹل، Hotel el guacharo،
arepas، explorer، mamifers، secondary، کردار، detention camp،

Marfat.com

Cumanácoa، mud، gulf کے کنارے، تابوت، supernatural، واقعات۔
Quinta Porzana، pickup، یونیورسٹی، aguaria، Ghazia، absent-minded۔
negligence، field، suburb، عورت کی تلاش، پولیس، Jefe، Laurentino،
hacienda، fiesta، driver's licence، Caribe، یونیورسٹی کا I D، ...
Piedra de Coccollar، گوریلوں کی interrogation۔

Hawaii 579

سائنس کانفرنس، Caracas سے Hawaii، Honolulu، sandy beach
Waikiki تک، Honolulu County، Oahu Island، Hawaii، U S A،
جنوبی ساحل، Hawa، مقامی زبان میں ہوا، Mamala Bay، Ala Wai Canal،
Diamond Head Crater، aquarium، Fort DeRussy، باغ، ...
تفریح گاہ، ... کے چند ... taro، palm، ... درخت۔
sandy beach، Copacabana، skyscrapers، Rio de Janeiro،
Brazil کا دارالخلافہ Brazilia، ... Lucio Costa، Oscar
Niemeyer، Carnival، jetset، samba، قومی ...
Mardi Gras، Gras، ... Lent، Ash، Easter، ...
Shrove، Shrovetide، ... floats، pageantry،
mask، ... New Orleans (U.S.A.)، Nice (France)،
Cologne (Germany)، ... settlers، Louisiana، ...
Hawaii میں ایک خاص لفظ Aloha (Hawaiian love) ...
Spanish زبان میں Adios، Aloha State، airport، formalities،
Los Angeles، California، Pan Am کی Flight 01، ...
New York سے Pacific، Atlantic، ... Flight 02، Viasa، JFK، ...
flight کے terminal، limousine، ... window seat، ... cruising speed،
air hostess، Hollywood کا ... Ladies-killer، یونیورسٹی ...
Bali، ... South Pacific، exotic، ... cottage، antibiotics،
resistant، ... Infectitious disease۔

Investment 560

... Rockefeller Foundation، یونیورسٹی ...
Rio de Janeiro، ... Rectorado، ... Avenida،
investigation، ... Caracas،
... mami ...
hammock، ...

Japan 629

...

،New York،Pan Am،Caracas،flight کی Aeropostal،Cumaná
،Universidad de Orente،Tokyo،Los Angeles،فلائٹ connecting
،research،Dr. Jiro Fukuoka جاپانی دوست، *Instituto Oceanografico*
،کار، scarf سفید رنگ کا hat کالا، کی چوٹی Cerro del Medio،Meteorology
،terminal،Narita انٹرنیشنل ائرپورٹ، ائرپورٹ Honolulu،chester رنگ gray
،Monorail،New Japan Hotel پتہ، جاپانیوں کے استقبال کا طر، visitors gallery
electric ،guide wheels،railway cars،stable سے gyroscope
کیلیفورنیا، Disneyland، ائرپورٹ Seattle،Haneda،traction motors
نام tower،Petronas Twin Towers، ملائشیا، Kuala Lumpur، تنگلی
اور Sears Tower، Chicago بلند ترین عمارت Two IFC
،traffic lights،Rapid Transit System،Petronas Towers
،Ginza،decor اور طریقے جاپانی گھروں کے طور ہند، بیٹھا ہے، ہیں پرانے ریسٹورنٹ
،escalator کے بجائے elevator،Guideboard،departmental store
،reptiles، چھوٹے، مچھلیاں، Subero سے خوف، دیر، بیلا، elevator
،uterine haemorrhage، ملک Latin American،appointment
،beach،gynaecologist،Moreno، وینیزویلین رسوم، انور، ڈاکٹر
،Quetepe نام beach،curetaje، آپریشن، سمندر کا Playa Colorada
،claustrophobia،special key،manual mechanism، *vigilante*
،miniature،Bonsai پودا، چھوٹا سیب کا پودا، پھل دار Emperor Hiro Hito
امریکن، Charge،payment،Dr. P. Nasir، ring کا، technique
،Avenida Grand Mariscal #47،Quinta Porzana، وفادار، ہیں، ریٹائر
ٹیٹن، Abascus، پودے، South America،Cumana،Sucre State، مشینیں
سب سے، window-shopping، جاپانی دوست، کوئی بیکار شخص نہ ملا، رواں دواں،
،Courtesy of Store،pigeonhole، کی چوٹی، receptionist
مختلف قسم bidet عورتوں کیلئے، knob،water-mixer،customer service
کی lights، باتھ روم کی ترتیب، کمرے کی ترتیب، circularbed کی adjustment
AIR FRANCE،Airlines،JAL، کا سسٹم، ٹیلیفون کا bed،speed،button
، KLM، VIASA، LAC، AVIANCA، VARIG، TWA، SWISSAIR،
،eye-shades،LAN،SABENA، AL ITALIA، BOAC، AEROFLOT
،porter،Mijara دوست، control tower،PIA، سے، سوئے، slippers
مشینیں، electronic،monitors،efficiency، جہازوں کی آمد و رفت، gadgets
چھوٹی چھوٹی رہائش گاہیں، chronic overtime،commuter، لوگ stressed
brain-wave، کرسیاں، vibrating،health clubs، تندرستی stress
ٹوکیو میں "Refresh Capsule"، سینٹر Health Japan،stimulators

Marfat.com

ہوائی جہاز کا کریش، ڈزنی سون، Ginza shoping district، neon lights،
دنیا کی سب سے مہنگی مارکیٹ، دنیا کی قیمتی ترین کاریں، Rolls Royce،
Nissan President، Mercedes 600 SELs اور BMWs کی قطاریں،
ٹاپ کلاس bosses، bars، کال گرلز یا Geishas، شراب نوشی، basements،
عیاش لوگ، Puffer مچھلی جسکو Swellfish یا Blowfish، نوے قسم کی مچھلیاں،
Tetradontidae، مچھلی کی پیدائش کی شکل، brackish water، مچھلیوں کی زہریلی قسمیں،
toxic substance، ٹاکسن tetradontoxin، مچھلی کے اندرونی اعضا میں، انسان کی موت،
زہریلی مچھلیاں خوراک کے طور، special chef، fugu، licence، gastronomic،
delicacy ہے، جاپانی محاورہ

☆☆☆ Locket 587

ونڈو شاپنگ، shopping، فرانس، اور تجارت، ذوالفقار کی بیٹی ونڈو،
West London، Raynes Park، Wimbledon، Oxford Street،
window-shopping، departmental stores، Marks & Spencer
John Lewis، Selfridges، Hyde Park Corner، بائی وے کی شخصیت،
Oxford Street کا Underground Station، overcoat، جتنی سے نے کہا ہے،
دونوں بھائیوں کے درمیان پیار، اوپر والی منزل، آپ کہاں ہے؟، brassiere میں ایک ہی،

☆☆☆ Louisiana 583

گرمیوں کی چھٹیاں، ونڈو شاپنگ، فرانس، بچی کا ذہن، Disney World،
Orlando، Florida، USA، Baton Rouge، Louisiana، USA،
دوست Grewal، انگلینڈ یونیورسٹی، ایسٹ پنجاب کے ایک نامور چیف منسٹر کا بیٹا، سعودیہ،
Jerry، Charlie، landlady، انگریز لڑکی Pamela، امریکہ، سوئٹزرلینڈ،
رابطہ ختم، بھائی انور، سوشل ورکر کا پروفیسر، J.F.K، ائیرپورٹ نیویارک، Pan AM،
ائیرپورٹ، limousine، last call، Atlantic Ocean، aisle، لندن، Heathrow،
dollars، ہوٹل بزنس، ریسپشنسٹ، ویٹر، reception desk، گرین لینڈ کا ہوٹل،
پاسپورٹ میں پیچ دار کارڈ، suite، ریزرو، Roathman سگریٹ، ٹیکسی ڈرائیور صاحب،
Salbutan، bronchitis، پرائیویٹ میڈیکل، $ 135 فیس، انشورنس، cash payment،
Gretchen، Tulane Medical Center New Orleans، میڈیکل چیک اپ،
ذاتی ہسٹری، cubicle، نمبر سات، payment counter، 473، انشورنس، parasitologist،
Baton Rouge، Dr. Paul C Beaver، ایم ڈی، New Orleans سے
French Quarters، ایک ستوریز، فرانس کے مشہور فلاسفر Jean Paul Sartre
کی کتاب (The Words)، علامہ عنایت اللہ خان المشرقی کی کتاب God, Man and Universe، ڈاکٹر کی میل، پرانی کتابوں کا کافی ذخیرہ،
Algiers، Algeria،
2.25 ڈالر کا رٹس، Baton Rouge سے Dallas، Texas، turnpike کا نے
جھنڈے، مڈل ایسٹ میں تیل کا بحران، شاپنگ، خاوند کی، courtship، دوسری شادی کا

کوئی خیال نہیں، "مسلمان تو چار شادیاں کر سکتے ہیں"، گورنمنٹ کالج، لاہور، عبدالمجید،
Washington .Seattle، بیوی پاکستانی ڈاکٹر، مجید کی پاکستان روانگی، اچھرہ،
میو ہسپتال، فوٹیڈی، Continental Cafe، weekend، Pamela سے شادی،
landlady، best man، فرانس اور سپین، سوئٹزرلینڈ، پاکستان، Cumaná، Cerro
del Medio، یونیورسٹی کی رہائش گاہ، Warren، Pamela سے طلاق، Puerto Rico،
دوبارہ شادی، Travel World، Orlando انٹرنیشنل ائرپورٹ، Disney World،
Mears Shuttle بس سروس، کرایہ 15 ڈالر فی کس، Walt Disney World
Property (WDW) کے گیٹ تک، Magic Kingdom، Transportation
Epcot Center، Themes Parks، رہائش گاہیں، سپورٹس، سیر و سیاحت،
ڈزنی سٹی، 20 miles، Marre-la-Vallee، Euro Disneyland، چائنہ ٹاؤن،
خریداری، فاسٹ فوڈ، hamburger، 'Big Mac'، McDonalds کی مختلف قیمتیں،
ارجنٹائن، تھائی لینڈ، Malaya، انگلینڈ، پاکستان، "Adults only"، نائٹ کلب، "نہ صرف
ننگی عورتوں بلکہ بال بھی پتلے سفید ہیں"، ہالی ووڈ کی Walk of Fame پر فلمی دنیا اور کئی
دوسری مشہور شخصیات کے نام، brass plaques پر گلابی ستاروں سے سائیڈ واک پر کندہ،
Sunset Strip سے متصل، Mann's Chinese Theater میں 160 سے زیادہ
فلمی دنیا کی شخصیات کے ایک سو ساٹھ سے زیادہ ہستیوں کے پاؤں کے نشان نصب، بے ماریت،
نہیں، دوست سے اختلاف، Dr. Etges۔

592 Madame Tussaud

سینٹرل لندن، موم کے مجسموں کا میوزیم، دنیا کی نامور اور بدنام شخصیات،
"Chamber of Horrors"، Marie Tussaud، Voltaire،
Horatio Nelson، Benjamin Franklin، Sir Walter Scott، مجسمے
اور زندہ شخصیات بغیر ٹیگ کے، نازیہ فرخ، انگلینڈ، پولیس مین، Bobby یا Copper،
مجسمہ ایسا کہ جیسے Bobby زندہ کھڑا ہو، Marie، Bern، پیرس، Philippe Curtius،
موم سے ماڈل بنانے کا فن، Versailles، Louis XVI کی ہمشیرہ Madame
Elisabeth کی آرٹ ٹیوٹر، فرانسیسی انقلاب، guillotine، Francois Tussaud،
Baker Street، "Marylebone Road, London"۔

576 Microscope (بم بنانے والی مشین!)

Universidad de Oriente، بطور پروفیسر، Dr. Jose Vicente
Scorza، Parasitologist، scientific papers، professional journals،
scientific project، Dr. Scorza، Cumaná، Caracas، political
intellectual، Venezuela، Maoist تحریک کا policy-setter، جمہوریت کا دور،
تخریب کار، گرفتاریاں، underground، جیل، microscope اور کئی دوسری سہولیات،
scientific journals، لاطینی امریکہ، سیاسی قیدی، ملاقات کی اجازت، Maiquetia
Airport، سنٹرل جیل کیس، *El-Nacional* اخبار، وزیر داخلہ نے جیل کا معائنہ کیا،

Marfat.com

''بم بنانے'' والی مشین پکڑی گئی، ''microscope'' کا بم بنانے سے کیا تعلق؟ ہنسی سے پیٹ پر،
راقم کی تلاش، briefcase، کار، English، تحقیقی مضامین، parasites، Mal de
Chagas (Chagas کی بیماری)''، برازیل، wallet، *Cedula de Identidad*،
Gomez، lane، انجیل سے مریض کی ترتیب، Technology اور Science، ڈاکٹر،
Hamburgh، Tropical Medicine کی مشہور Institute۔

583 Minneapolis

نازیہ فرخ، (Easter) Semana Santa کی چھٹیاں، ڈاکٹر ابراہیم،
نیویارک، Baldwin، امریکن کی پاکستانی لڑکی سے شادی، مارکیٹ، مرچ مصالحے،
ہندوستانی salesboy، منہ پر تھوکا، ہندوستانی، lousy، s. o. b.، نفور، دو جتنی بیہودگی،
گارڈز، وینزویلا کا پاسپورٹ اور وینزویلا کا I.D کارڈ، امریکن کارڈ نہیں، کسی امتیاز کے بغیر،
ویلیں، معافی۔

539 *Mondadientes*

فرخ، وینزویلا، پاکستان، Cumana آ گیا، آخر شام، ہوٹل Savoia میں،
سفری کاروباری لوگ، نوجوان waitress، نام Zoraida، دوسری waitresses،
ڈائننگ روم، serve، نہایت خوبصورت سرخ و سفید رنگ کالے بال نیلی آنکھیں خوش گفتار،
شوخ و چنچل، مستقل گاہکوں سے ہنسی مذاق، بیچ بیچ لوگ، *mondadientes* (toothpicks)
کی چوری، مالک کی خاص ہدایت، دانت صاف کرکے *mondadientes* واپس رکھ دیں، جسم
کرنے کی بجلی میں آ کے بیٹھی ہے۔

604 Moscow

Airport: Cumana، XXI World International Veterinary
Congress، Hotel Rossia، ایئرپورٹ Sheremetyevo-II، ماسکو
میں چار اور airports، پرانی روس کی Republics، principal ایئرپورٹ، یورپ،
Havana (Cuba، جنوبی امریکہ)، New York city، Canada، Montreal،
Tokyo، Sheremetyevo-I، Vnukovo ایئرپورٹ، Bykovo ایئرپورٹ،
Domodedovo ایئرپورٹ، International کانفرنس کے قواعد و ضوابط، resumen،
research paper، کانفرنس کا brochure، اخراجات یونیورسٹی کے ذمے، سرکاری دعوت
نامے، visa، وینزویلا، Caracas، یونیورسٹی سیکرٹری، telex، سفارت خانے سے ویزا کی
ضرورت نہیں، ہوٹل Rossia سے تنگی، Russia، full payment، 378 ڈالر کا چیک،
ہوٹل Rossia، voucher، Avensa، ایئرلائن، Maiquetia ایئرپورٹ، Pan Am،
J.F.K نیویارک، Air France، Jal (Japanese Airlines)، Arctic، Tokyo،
پیرس، Orly ایئرپورٹ، chartered flights، انٹرنیشنل ایئرپورٹ Charles de Gaulle،
ایشین چوکور، coded نمبر سے عقب، aircabin، trolley، aisle، دو امریکن سائنس دان
ڈاکٹر Frank Etges، ڈاکٹر Paul C. Beaver، Warsaw, Poland، مسافروں
کا طوفان بدتمیزی، air hostess، immigration، پولینڈ، runway، panels،

Marfat.com

مضبوط لکڑی کا ڈنڈا، پاسپورٹ، کانفرنس کا دعوت نامہ، Yellow fever vaccination
certificate، آفیسر کا عجیب رویہ، entry کی کوئی مہر وغیرہ ثبت نہ کی، سامان والا ہال، carousel،
اور اس کی ترتیب، بیشتر مسافر سامان ڈھونڈنے میں ناکام جن میں دو Guatemala کے
سائنس دان بھی شامل، JAL، بوسیدہ صوفہ، کئی مسافر Vodka کے نشہ میں دھت، سامان والے
ہال کی ترتیب، سامان کا انتظار، Intourist، مایوسی کا عالم، وائرلیس سیٹ، Spanish میں
سوال، زبان پر تالا، مکاری ہونا گوارا، روسی سیاحوں کا محکمہ، taxi، currency declaration
form، 3075 ڈالر کے traveller's checks، دو ہزار ڈالر کیش، مسافروں کے
سامان کے ذخیرہ، 188 صندوق، luggage bay، carrier پر load، terminal،
مختلف ائر لائنز کا سامان، مطلوبہ suitcase مل گیا۔

615 **Hotel Rossia and Beiroska**: ہوٹل Rossia، payment،
Intourist، ائرپورٹ، return booking، انٹرنیشنل ائر لائنز، Aeroflot،
payment، وغیرہ، یاد دہانیاں، reminders، Toronto, Canada،
ماسکو، Sheraton Centre ہوٹل، آدھی رات کو سورج، biological clock، waitress،
ناشتے کا مسئلہ، کوئی چھوٹی انگریزی، Uganda کے دو حبشی سائنسدان، Brussels، نسلی امتیاز،
مدراس، dinner، Head-waiter، کار، menu، Hungarian Goulash،
ہندوستان کا ہندو سائنسدان، جاسوس سفید وردی میں، KGB کے آدمی، Duty Free
Shop، Russian زبان میں Beiroska، بیرون ملک کی کرنسی، sets، Russian dolls،
travel bag، cash-register، Traveller's check، بقایا رقم، Bolshoi، تھیٹر،
سائنسدانوں کا function، Holland، Antwerp، Siberia، غلط رقم کی وصولی،
ڈالر سے روپیہ پیدا ہو۔

619 **Kremlin**: قلعہ، Acropolis، چھوٹا قلعہ یا یونان کے شہروں خاص طور
پر Athens کے قلعہ کا اوپر والا حصہ جو شہر کو dominate کرتا ہے، پرانے Russia کے شہروں کی
خاصیت، Kremlin کہا جاتا ہے، Moscow، Isosceles تکون، Moscova دریا،
بادامی رنگ کی اینٹیں، battlements، پانچ دروازے، Borovitzkiye گیٹ،
bar wood، افریقہ کی سخت سرخ لکڑی، درخت *Baphia nitida*، Padouk یا
Padauk لکڑی، Leguminaeus درخت genus *Pterocarpus*، درخت
مغربی افریقہ Andaman جزائر Burma (Myanmar) اور Thailand،
genus، rosewood، Moskva دریا، معاون ندی Neglinka، Neglinka
ندی، ندی زمین دوز، Taynitzkiye گیٹ، Catherine II، خفیہ رستہ (Taynik)،
Spasskiye Vorota گیٹ، Red Square، مشہور Peal of Bells،
(سریلی گھنٹیاں) نصب، Russian Revolutionary Funeral March، تین
بجے اور نو بجے، گھنٹیاں بجنے کی آواز، Great Kremlin Palace، Cathedral Square،
Churches، Cathedral of Annunciation (Blagovyeschenskiye)،
نو گنبد، Pskov کے (1484-89) architects، Archangel Cathedral،

Marfat.com

·Ivan Klita·Tsar Boris Godunov·architect Milan, Italy
Cathedral of·Peter II·Tsars·Ivan Alexeivich
·architect·Bolognia, Italy·(Uspenskiy Sobor) Assumption
Palace of Facets·Lombardo-Byzantine گنبد ہندوستانی طرز
·Terem Palace·Granovitaya Palace پرشکوہ استقبالیہ ہال
·Senate·Supreme Soviet·Great Kremlin Palace
Palace of Congress·armory روسی وزراء کی کونسل، انیسویں صدی کی
·relieve·Pokrovski Sobor·Saint Basil the Blessed·
·Mausoleum Lenin·(Cathedral of Intercession)
عجیب انداز سے چند روسی تحریریں

618 ·St. Petersburg: **(Moskva)Moscow کے چند واقعات اور سیاسی پارٹیاں**
Upper-Oka·Volga دریا Oka·Moskva پولینڈ
·Upper Volga یورپین روس، وسیع میدان، جہاز برائے یورپ
stages·pattern·radials·rings اور مختلف
Moscow Little ·Railway ·Golden Ring ·Boulevard Ring
·greenbelt·administrative limit شہر کی Moscow Ring Road·Ring
Kremlin tower)battlements دیواریں
spires·20 towers firing·parapat روسی
Kremlin ·Senate Building·meetings گورنمنٹ کی
Central Cathedral·Palace of Congress جدید·Great Palace
groups مختلف architecture·cathedrals· Square
·Arsenal·Armoury Museum·bell tower·Ivan III the Great
Volga·Moscow Canal دریا مختلف نہریں
Boulevards or Sadovoye Kremlin
Railway lines مختلف Circular railway
boundary شہر کی Circular highway·Circular railway
cultural·Historical core-Kremlin·(Inner City)
·periphery·Moscow Industry اور تجارتی مرکزیں درمیانی حصہ
·urbanization·(Outer Zone)·terminals·manufacture
·green belt·Mrs. Gondolfo streets·blocks رہائشی
Red Square·Moskva·Hotel Rossia·development
ghetto·Zaryadie· کے درمیان یہودیوں کا علاقہ

608 Guatemaltecan· Intourist: **Flat Mrs. Gondolfo**
سائنسدان·Spanish زبان، روسی حکومت کی برائیاں اور ایک عورت روسی انتظامیہ

Marfat.com

[illegible]، hotels سے vouchers، [illegible]۔
[illegible]، Dr Etges، [illegible]
level، suitcases، [illegible]، Russian، [illegible]، bolt۔
peep hole، [illegible]، Natasha، [illegible]، Tropics، receive۔
[illegible]، Vodka، cutlery، living-room، dining room، bedroom۔
washbasin، corridor، [illegible]، Incinirators، cheese، ham، sandwiches۔
Universidad de Oriente. Cumana Venezuela [illegible]
[illegible]، limousine، [illegible]، spare [illegible]۔

612 **Mrs. Gondolfo کے فلیٹ سے Hotel Rossia** [illegible]

Natasha، peep hole، Guatemaltecans، Intourist، [illegible]، Ph. D۔
electric shaver، built-in battery، operate، Nikita، limousine۔
(limo) [illegible]، porters، [illegible]، reception
desk، Niki، [illegible] vouchers، 578، Dr Etges۔
[illegible]
Niewiadomska، attendant [illegible]، corridor۔
[illegible] Russian [illegible]
[illegible]، groundfloor۔
Red Square، [illegible]، jetlog، [illegible]
Moscow's university sector goes commercial
sixteen years، Moscow، overlooking، beautiful Lenin، Hills۔
eloquent symbol academic، Soviet Union، Russia، forced۔
lobbies، survive، funds، MSU، undergraduates، postgraduates۔
government، capital، refurbishment، maintenance، professor۔
equivalent US$400۔

628 Munich

Caracas، BOAC (British Overseas Airways Carporation)
[illegible] (British Airways، B A) [illegible]، Lufthansa، [illegible]
[illegible] Riem، (ICOPA III) *Third International Congress of Parasitology, Munich, Germany 25-31 August* [illegible]
[illegible]
[illegible] Marcedes، [illegible]
[illegible] Bavaria State، [illegible] Hamburg، [illegible]
Isar سے [illegible] Alps، [illegible]، Benedictine Monastry۔
Tegernsee [illegible]، Austria، Salzburg۔

Marfat.com

Stuttgart Nuremberg(expressways)Autobahn
boulevards
(dpa)
(Transvestite) Postizo
Falcon State·Coro· Venezuela·Cumana
Spanish·*Primogenita de Continente*·survive·settlements
Franciscans·convert·Catholicism· ·Native Indians·
research· Maturin·Monagas·mission· Dominicans
Zuebero technician·Triburcio· Maturin·snails
Gulf of Cariaco·pickup Jose Luis Naveira
Caribbean· Araya Peninsula·main land Venezuela
platforms La Penia inlet
Manguitar La Penia·mussel culture·pelicans
San Antonio·thermal swimming pool· cabins
American City·Mallorca Friuli Perla Princess·de Golfo
arepas·filling stations·restaurants·( )Encrucejada
Laguna·La Pica·airport·(Grand Lagoon)Laguna Grande
kiosks shelters·boatclub· dancing·balneario·
path·channel·tresspass·private property·waiter
kingfishers·chattering· guacamayas
pale purple water hycinths·
toxicity· plastic·rubber raft·*Heliconia*·palms
retrovisor·D A·straw hat·collection· organic stagnant
motorable·Sendero Luminoso· (viaticos Spanish)
Rome·Venezuela· Caracas·(shining path)
lobby Chaima Inn·Latin America·Mediterrenean·siesta
main campus·multiversity· subordinates
Bolivar (Rector)Rectorado administrative offices
Maturin·Monagas State Campus·Bolivar· State Campus
Nueva Esparta·Puerto la Cruz·Anzoategui State Campus
Las Americas·Por la Mar·Margarita Island State
intersection·10 Highway·Los Mangos· Los Arcos
La Cantara el Pinto (petroleum camp)Quriquire
dance floor·bar·beer·Balneario Agu Termales Los Banios

Marfat.com

fluorescent، balneario کی ترتیب، Polar کا box، Jukebox یا rocola،
decks یا cassette recorders، Jukebox کی ترتیب، Cuatro Velas
(چرمرتیاں)، fast food، parrilla، barbecu meat، bollo، *mondadientes*،
mediajaras، barman، chulo (pimp)، balneario میں دھندا کرنے والی
عورتیں سے مرے، custom-made، کا بنانے کا طریقہ، Irma، خوبصورت لڑکی،
Blue Danube Waltz کی طرح رقص، "لڑکی" ڈانس کی دعوت، چپت رسید، چھاتی
سے ابھری کی پشت پر، transvestite، قریباً 20 سالہ دوسری sex کے بچے، bra، مصنوعی چھاتی،
بے تکی، مذاق، Morichal Largo، ندی، lab، aquaria۔

Plastic Money 581

Vienna. Austria، Dr. Ernst Kirsteuer، Erika، Dr. Kirsteuer،
Limnology، research professor، قدرتی سائنس کی دارتی فرنچ، weekends،
(spanish زبان میں *fin de semana*) ویک اینڈ، fin de semana، دس،
انجینئر یہ پروفیسر یونیورسٹی، Rector، بدیسی یونیورسٹی کے ملازم، تختے تک، rocking،
chair، Cuba Libre، ہوا دینے والوں کی وجہ سے جھگڑے، "Women are human-like
being" انسانی مخلوق، پاکستان، New York، شمالی امریکہ، American Museum
of Natural History، مزدوروں کی بستیاں، چند ایک ہندوستانی اور امریکن families،
Playboy club، بہ مونی داس فورم، نیلے رنگ کی ساڑھی زیب تن، دلکش مخلوق شراب نوشی،
psychoactive lights، Bunny، کلب، credit card، Diners Club،
American Express card، Barclaycard، Lloyds بینک، Access
Visa card، Lloyds Bank TSB اور Mastercard، Citibank،
Citicard، debit card، Roman، mint، Juno، عبادت گاہ، Moneta،
"She who warns / counsels"، "money"، Jupiter کی بیوی،
rupee، "rupia"، *credo*، پڑھائی میں مشغول، Waiter، کلب کا عہدیدار،
گفت، cashrigister، overhead، cash payment، ٹیکسی، فیس، elevator،
سا تو یں منزل، Alka Seltzer، effervescent گولیاں، hangover، colleague،
research paper۔

France، Rennes 600

Marcos Tulio Diaz، اسسٹنٹ پروفیسر، ریسرچ ٹیم، Cumaná،
Caracas، فرانس، پیرس، *Primer Multicolloque Europeen de*
Parasitologie, Rennes. France 1-4 September، تحقیقی مقالات،
بین الاقوامی Marcos، باہم مل common، یونیورسٹی سے ہوٹل، (TVG) تیز رفتار ریل
ڈاکٹروں میں صحت کی تربیت فرانس، reprint exchange، Dr. C. Combes،
Dr. L. Euzet، Dr. C. Combes، راقم کی لیبارٹری، امریکن J. J. Sullivan،
distinguished پروفیسر، CONICIT، وینزویلا کی research sport آرگنائزیشن

Marfat.com

Consejo Nacional de Investigaciones Cientificas
[illegible] (D A) *viaticos*، *viajes*، *e Technologia)* [illegible]
انگلینڈ، Ph. D، Leeds یونیورسٹی [illegible] Taiwan [illegible]
،Molecular Biology، Electron Microscope، Suzan Tai
Costa Rica، ،Dr. John de Abate [illegible] Quinta Porzana
[illegible] *Accion Democratica* [illegible] Central America
،tenure، [illegible] ،contract
[illegible] *mujeriego* [illegible]
([illegible]
[illegible] ،Latin Quarters
[illegible] *No te preocupes* [illegible] Mediterranean [illegible]
[illegible] *hermano* [illegible]
[illegible] Marco، ([illegible]) *siesta*، [illegible]
597 (فوارے میں تین سکے) Three coins in the fountain
[illegible] Prague Czechoslovakia
[illegible] Caracas Hilton، Caracas، Cumana، [illegible] AVENSA
Plaza di ،Grand Hotel، Fiumiciano [illegible] Rome، Alitalia
[illegible] Trevi، Burt Lancaster [illegible] Lot [illegible] Republica
،Audrery Hepburn، Roman Holiday [illegible]
[illegible] Audrery Hepburn [illegible] Rome، Gregory Peck
،Moby Dick، To Kill a Mocking Bird، [illegible] Days of Glory
The Snows ،Mackenna's Gold، The Guns of Navarone
،Los Angeles [illegible] Designing Woman، of Kilimanjaro
[illegible] Regal Cinema، Veronique Passoni [illegible]
،Hollywood [illegible] 25، William Wyler [illegible]
[illegible] steps، [illegible] Plaza di Republica، [illegible] Via Veneto
Three coins in [illegible] ،Three Coins in the Fountain [illegible]
crooner [illegible] *the fountain. Each one seeking heppiness*
،barrels [illegible] Aqua Vergine، Niccolo Salvi، Frank Sinatra [illegible]
[illegible] Romans، recycle [illegible] pumps، [illegible] Jugs، Vatican
،Via Veneto [illegible] sidewalks [illegible] cafe tables
،Italian film making، Piazza Barberini [illegible] Villa Borghese
،streets [illegible] actresses، actors [illegible] International
[illegible] New York

Marfat.com

641 Uruguay

parasitology·[illegible]·Montevideo [illegible] Uruguay

·receptionist[illegible]·setup·Information[illegible]

[illegible]

[illegible]·Uruguay·[illegible]

[illegible]·Argentina·Rio de la Plata·[illegible] Surinam

[illegible] Inca·Tupac Amarau II·Tupac Amaru [illegible]

[illegible] Welfare state [illegible]

[illegible] Uruguay Republic

642 Yellow fever

[illegible] Tropical·[illegible] Yellow fever

Pathologist [illegible]·Fidel Castro·Cuba·Walter Reed [illegible]

[illegible] *Aedes aegypti* [illegible] Bacteriologist·

Yellow Fever·[illegible]·virus·[illegible]

Quarantine·[illegible] Vaccination Certificate

Yellow fever·[illegible] Custody

[illegible]

562 Yellow Samsonite

·VIASA·Caracas·[illegible]

[illegible]·Pan Am·[illegible]

[illegible]·Los Angeles·[illegible]·wings

·American Touristers·[illegible]·conveyor belts·Luggage Bay

[illegible]·complaint form·Pan Am·initials·[illegible] Samsonite

[illegible] clothes free·five hundred rupees·[illegible]

·morning chill·predicament·[illegible]·Lahore·children·hotel

·elevator·additional bed·rules and regulations·Hilton Hotel

[illegible]·ascensor·[illegible]

[illegible]·PIA·[illegible]

[illegible] Heathrow [illegible] British Airways·[illegible]

[illegible]·bronchitis [illegible] Acton Town Hotel

[illegible]·Orly·[illegible]

·Avenida Gran Mariscal No 47 Quinta Porzana Cumana

[illegible]·rocking chair·[illegible]

[illegible]·security purposes·hammock·[illegible]

Marfat.com

eyebrow ... trigeminal nerve

unaccompanied soft-sided Samsonites

baggage ... luggage tags ... racks

Samsonites ... Yellow Samsonite

مختصر مگر ناقابل فراموش

648

Marfat.com

راقم کا دوست جنگ فیصل آباد دیوان خانے کے پڑوس نہایت رازداری سے گوش گزار کیا، حکیم برکت حسین قبرستان، بڑا درخت، چہار شوت آ کر بیٹھ گیا، سامنے والے دیوان خانہ، سول ڈیفنس کا انچارج، دیوان اس علاقے کا انچارج، علم اور فراست کے سامنے دوسروں کے علم کو ہیچ سمجھنا، چھروں والی بندوق احتیاطاً تیار، مارچ، سفید رنگ کا جھولا، بندوق داغ، گدھا اپنے پر پھیلا کر چھت سے اڑی، چھت کی کامیاب نگرانی پیش ہے۔

651 جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے

نیویارک، T W A کی فلائیٹ، Rome، چار گھنٹے کا انتظار، T.W.A. کی دوسری فلائیٹ، کراچی، PIA، لاہور، دوست ٹیکسی پر تجارت، دیوان خانہ، ائرپورٹ Fiumiciano، transit lounge، دیرینہ دوست Jeromy، انگلینڈ، آخری call، جہاز میں سیٹ، رام کہانی، خداؤں کے احکامات، انسان کی سوچ محدود، جہاز کا take off، چند منٹ بعد خوفناک دھماکے سے گر کر تباہ، گھر میں کہرام، جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

647 قوال کی تکرار

جلسہ ایوب کا دور، لارنس گارڈن (موجودہ جناح باغ)، لاہور، چاندنی رات، function، ہر طرح کا سامان، تجارت، دیرینہ دوست نور زمان، مشہور قوال پیش پیش، قوال کے سامنے دانت کافی بڑے، چھنگے، مضحکہ خیز صورت، محفل میں، حق حق، وجدانی کیفیت، وجدان کی کیفیت قوال کے منہ میں، دونوں دوست بھاگ کے، اس رات میں پہنچ تک قبر، مشتعل ہجوم، پتہ چلا محفل کو منتشر کرنے، ہندو پینٹر اور ہندو پہلوان، ہندوستان، تقسیم ہند کو کوئی نہ جان سکا، ہمارے دوست ... شاعر، خوش مزاج اور بذلہ سنج، وجد طاری، پوریت کا احساس، فوراً تو ہدیہ پیش کیا۔

650 نیک فطرت

تجارت، اللہ والے صاحب، خان عبدالغفور خان، ابو صاحب، انگریزوں کی حکومت، مسلمان، مسلم بازار، مشہور عطاری کی دکان، خرید و فروخت، کاروبار، نوٹ سے بھرا ہوا بٹوا، دس روپے کا نوٹ زمین پر گر گیا، بے خبری سے چل دیئے، سبزی منڈی، قصاب کی دکان، چار آنے کا گوشت، دیانتداری کا مظاہرہ کرنے والے صاحب، فروٹ کی دکان، ملاح، گشتی، ہندو مسافر، طلائی زیورات کی ایک پوٹلی کشتی میں بھول گئے، نیک فطرت انسان، امانت، پتہ، ہندو کی پیشانی سے ملاقات، شناخت، ہندو سادھو اپنی چیتل کی گدڑی بھول گیا، گدڑی کو تہ میں چھپا رکھا، عجز و انکساری، ملاح صاف مکر گیا۔

649 Hypnotism

موسم سرما، گرم، ڈرائی فروٹس، تجارت، dry fruits، hypnotism کا ذکر، ابھی بڑی تیز، شاید و خالد کی والدہ بڑی بیٹی شاہدہ، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، hypnotism کا مظاہرہ، مجھ پر اثر نہیں ہوتا، cooperate، suggestiblity، طبیعت تو ٹھیک ہے۔ شاہدہ ایک بازو اوپر دائیں کرسی پر، ہاتھوں گھٹنوں پر، کمر سیدھی، دھیان میری طرف، آنکھیں بند ہو چکی تھیں، گہری نیند، بیہوش، شاہدہ کی والدہ گھبرا گئیں، بازو تھک گئے، والدہ نے کانپنا

شروع کر دیا، آنکھوں کو ہلکی سی جنبش، deep trance، میرے شمال میں دائیں بازو سیدھا،
لکڑی کی مانند، بازو نیچے کرنے کی ناکام کوشش، آنکھیں کھولو، ناممکن مجھے یاد ہو رہا تھا۔"

☆☆☆ Necktie 648

گذشتہ بیس سال کی بات، گجرات، سردیوں کے موسم میں چھٹیاں، بڑی شخصیت،
بقول میاں محمد بخش صاحب،

"میرے دے دروازے اتے آ لیے کھڑے ہوکاں
ویں ویں نہ یار بنائیے وانگ میلیاں دہاں"

سوٹ، گجرات کی جدید پوش سوسائٹی صاحب کا باغ، موجودہ گجرات ٹاؤن ہال، ... میں اپنے چند دوستوں کے ہمراہ، رسیوں پر براجمان، سوٹ پہننا، بڑی شخصیت سے تعارف، میری نکٹائی کو بیہودگی سے پکڑنا، نازیبا اور مذموم حرکت، فوراً ٹائی اتار کر ان کے منہ پر دے ماری۔

بعد از ریٹائرمنٹ

☆☆☆ آپ کے ساتھ بھی ایسا کبھی ہوا ہے! 662

دوست محمد اجمل چیمہ ایڈووکیٹ گوجرانوالہ، والد ذوالفقار محمد شریف مرحوم، چھوٹی سی دنیا میں، معروف شخصیت، U.S.A.، ویزا، واشنگٹن امریکہ، شراب نوشی حرام، گوشت، پرہیز، دارالحکومت، پاکستان، Tegucigalpa، صنعتی شہر، امریکہ کے ملک Honduras کا دارالخلافہ، ملازمت، پاسپورٹ، امریکن سفارت خانہ، لاہور، ویزا expired، امریکن خاتون ملازمہ، Honduras، immigration، ہوائی جہاز، PIA، کراچی، لندن، ناکامی، جی کے، نیویارک، Air France، air hostess، تحقیق، Aero Mexico، Mexico City، Spanish، زبان، جنوبی امریکہ، جنوبی ریاست Texas، border، پولیس، ناجائز امیگریشن، ایک پاکستانی، پاکستانی نام، filling station، Baldwin، Taca (Transporte Aereo Central America)، San Salvador، El Salvador، T gucigalpa، ہوٹل، ائیرپورٹ پر شب بسری، جیب خالی، پاکستانی بزرگ خاتون، سامان غائب، بیوی، خواب، landlady، Negro، ملازمہ، Mexico کی airport۔

☆☆☆ آسمان سے آگے 700

پاکستان، گرمی، سردی، گجرات، غیر معمولی حبس، ہوش، سرخ رنگ، فرش، ... قیامت کا سماں، عذاب الٰہی، اذانیں، مصطفیٰ آباد (للیانی)، border، ہندوستان، پاکستان ... دریائے چناب، بیلہ، زمیندار، سردوں کے ریوڑ، کسان، چھوٹی سی مدد ... کے لئے، سائنس کا اصول، بخارات، قطرے۔

☆☆☆ اسے کہتے ہیں پولیس آفیسر 653

اخبارات، پولیس کی بد دیانتی، جی حضوری، پولیس سے نالاں، فرض شناسی، ایمانداری، منظور حسین فوٹو گرافر، روٹی، گجرات، خاندانی، paint، sceneries، خوبصورتی ... فیشن، مرحوم، اپنی خالی فوٹو، تصویریں ... ایس پی ایڈمن ... شریف آدمی، شاید ... پولیس کا سپاہی، منظور کی تلاش میں، منڈی بہاؤالدین، تھانے دار صاحب، گجرات میں ...

Marfat.com

مشکوک آدمی، بیمہ وہ نمبر 2252820، سوالات۔

654 احمد رضے سگریٹ

اکرام اللہ خان، لکھنؤ سے رہائشی، "MQM"، گجرات، پاکستان، ریٹائرڈ،
قریبی دوست، الٰہی کالونی جالپور، جہاں روڈ، سول لائن تھانہ، کرائے کا مکان، آبائی دیوان خانہ،
شاہد اندرون، بیرون احباب کی محفل، اردو ادب، شاعری، نثر، کمال مہارت، کتابیں پڑھنے کا شوق،
اس وجہ سے شعر و ادبیات کی پختگی سے فلسفہ، کراچی، اسلام آباد، سگریٹ ختم، سگریٹ نوشی دلدادہ،
شعر ریختہ، قد بدن سے، سکریٹری، عثمان سابقہ لیڈر پاکستان پیپلز پارٹی، کولڈ بیف، کولڈ فلیک،
چین سموکر، منصب کا مارا، دماغ بجلی کی طرح کام کرنے لگا۔

664 اشرف دوست کا

چیز اغل، NJ، Atlantic City، نیویارک، New Jersy Transport،
نیویارک سٹی، 32 Street، 8 Avenue، Port Authority Terminal
J F K، Cary bus، ائیرپورٹ، 11.50 ڈالر کا ٹکٹ، suitcases، شولڈر بیگ کا لے
رنگ کا آدمی، Hispanic، بیگ کی چوری، تعاقب، پاکستان، پولیس اسٹیشن، رپورٹ، ام پیئے،
پاکستان کی Consulate، ٹیکسی، بیگ، Consulate، محمد یوسف، چیز اغل کی ڈائری، ضروری
کاغذات، پاکستانی شناختی کارڈ، PIA، 3500 ڈالر، لاہور، گرین کارڈ، سوشل سیکیورٹی کارڈ،
پاسپورٹ، ریسٹورنٹ، ذہنی الجھن، پام بیچ کا ویزا، P.C. کروانا، خواب میں والد کی شکل۔

665 انقلاب ایران سے پہلے (مرد مجاہد کی باتیں)

فرقہ کی ناانصافیاں، حریت پسند جماعت، تحریک مزاحمت، تخریب کار، حکومت وقت،
قومی پیمانہ، دوست احسن الرحمن، ائیرفورس کی ملازمت، تہران، ائیرپورٹ، ایرانی لوگ، یورپین
سٹائل، skirts، قدامت پسند خاندانی خواتین، شہنشاہیت، تخت جمشید، Atlantic، ہوٹل، پرکشش
شخصیت، انگریزی زبان پر عبور، انٹیلی جنس کا ممنوع شعبہ، اس سے مجاہد، شاہ ایران، تصویر، جلاوطنی
کی موت، ایران، ناپاک تحقیق، ریسٹورنٹ، ناصر صاحب، ملاقات، ہاتھ چومنا، خوش بخت۔
مسلم، Base، آفیسرز، رفقا، خفیہ محکمہ، ارز، H Q، محمد خاص، میجر سے گفتگو، پاکستانی، شہرہ،
منزل 102، شمارہ کیشن، 1176، تہران، 53196، چشم دانی، شعبہ P.E.، اخلاقی معاہدہ،
شاہی خطوط، پابندیاں، جمہوریت سے جرائم، معاہدہ پر دستخط، Letter of intent، خاص مشکلات،
hangar، ڈیوٹی، آپ شپ، سربازی نظام، اہل ثروت ملک، ذمہ دار شخص، کھانے سے انکار،
خدمت، خداوند میں، Mess، line-up، شہنشاہیت، آمریت، مقدمہ، قومی ٹی وی پر نشر، وفاداری۔

689 بابا بابا

قبل از تقسیم ہند، ہندو روایت، گرمیوں کے موسم، چھت پر سونا، کھڑکھڑاہٹ کی آواز،
وحشت، کھڑاؤں والی بلا، خوفناک صورت حال، سفید رنگ کا عنصر، مٹکے جیسا، لمبی داڑھی، جوان،
بانس کی لاٹھی، تن، مٹکے جیسے سر پر دے ماری، سفید رنگ کا بیل، دودھ، چشمہ، عیاشی، تنگ منہ، کھلاہٹ
میں مٹکے کی کھڑکھڑاہٹ، سربستہ راز سے روشناس۔

691 جماعتی کو بخت سے

راقم کا مکان، میراثی، غریب پروری، نہایت گندے، ذہن ماؤف، چارپائیوں پر غلاظت۔

Marfat.com

[illegible] 35000 [illegible]

[illegible] rod [illegible]

[illegible]

[illegible] PIA [illegible] Dubai [illegible]

[illegible] PIA [illegible]

[illegible]

[illegible] F.A. [illegible]

[illegible] flying horse [illegible]

[illegible] coaches [illegible]

Marfat.com

چوہدری خوشی کا مقابلہ، runner-up، کپتان کو ٹرافی دینے کیلئے بلایا، ٹرافی میز پر موجود نہیں، ہنگامہ، مورد الزام ٹھہرایا گیا۔

656 تحصیلدار

بیٹے کو ملازمت، فرض کا بوجھ، گجرات، رقم ادھار دینے سے گریز، جائیداد، L D A 3200 پلاٹ سکیم، جوہر ٹاؤن، دس مرلہ کا پلاٹ، رجسٹری اور انتقال، پیچیدہ طریق، نہیں چاہتے کہ پرائیویٹ ریٹائر، پاکستان میں بان عزیز، پلاٹ ہماری نیم موجودگی میں کسی اور کے نام منتقل ہو جائے، L.D.A میں ایک تحصیلدار صاحب شامل سے فون پر رابطہ، ہو گیا، کام ہوا، 45000 روپے میں تحصیلدار، 40000 روپے سے مکر گئے، مقدمہ بازی۔

720 جاسوس

گجرات، چھ فٹ اونچا توانا آدمی، بارعب چہرہ، پاؤں تک لمبا چوغہ، مسلم بازار، حیرت، "Did you" ، 1965 کی جنگ میں غائب، بھارت کا جاسوس، Raw کا ٹرانسمیٹر، signal دیتے ہوئے پکڑا گیا۔

682 چاول تھے مہمان تھے

شادی کا موقع، غربت، خوشی، چاول، راقم کی رہائش گاہ، شعر و شاعری کرنے کا شوق، قریب میدان، شامیانے لگے، دیگوں کا انتظام، پوریاں، پتنگ بازی، پکے ہوئے چاول، دیگ کے اوپر، کھانے کی ترتیب، مٹی کا کھلونا، پرات میں ڈالے گئے چاول، کھانا، چمکتے ہوئے چاول، الٹ دی، (نانی کا کام)، قیمت، کاریگری کی دھاک، داد وصول کرنے کیلئے بلند آواز، چاولوں میں سے منہ نظر آنا، غصہ میں گالیاں، لڑکے نے شور مچایا۔

676 حق وفاداری

تقسیم ہند، مجاہدین، پٹھان، مری نگر، پسپائی کے دوران مال غنیمت، ہندو لڑکیاں، جواہرات، زیورات، نقدی اور دیگر سامان، پاکستان، گجرات میں بارڈر کے پار، عورتوں کی باقاعدہ خرید و فروخت، دوست اللہ محمد خان، جہلم، باقاعدہ نیلامی، سو دو سو روپے میں لڑکی فروخت، نہایت خوبصورت ہندو لڑکی کی بولی، ایک ہزار کی بولی، ہندوستان کا جاسوس، لاقانونیت، ملی ماں کی مسلمان کا خون، رائیگاں، امیر ہندو خاندان، لکڑی کا کاروبار، دریائے جہلم، بیٹیاں، کشمیر، ہندو خاندان کا ملازم، پرانے مالک کی بیٹی، ہوشیار، کار لڑکی، آدمی کی شناسائی، بڑی قیمت، حسین صورت، لڑکی کی چھپائی، مقبوضہ کشمیر، ہندو مہاجر کیمپ، کافر کا بچہ۔

687 خوشی کی تلاش

میرے دوست شیخ بشیر حسین اور ان کی اہلیہ شگفتہ، رہائش گاہ، فرخ، کھانے کی عادت، خدا کا شکر، حمایت، صدیقی بلڈنگ، رحمان پورہ، واحد روڈ، منہ میں پانی، چار وقت، خالہ کی The Nation، آلو، مظفر، صادق حسین نقوی، Dow میڈیکل کالج کراچی، مشہور فرم، ملاقات، Ojha Institute of Chest Disease، رات ایک پروفیسر، چاہے رات کا۔

Marfat.com

مختیہ بند ویپ چند او پ outdoor patients میں اور فی ناظم آباد مشہور اقبال یا ہیں۔
تپ دق کے ماہر ترین ڈاکٹر، ینگی ورڈ میں ملازمت، دن میں چھ ہائی ٹی ۱۲۰ سگریٹ، بڑی ایش
ٹرے اٹھائے سگریٹ منہ سے چمنی کی طرح دھواں، ملاقات کا نام، جرائم بچھو چیاں wards،
Morris Minor کار، لکھنوی طرز کی اردو، بلا چکا سا قی اہل زبان، history sheet،
دلی خواہش، بار بار فلم دیکھنا، عظیم شاعر بنیں لکھنوی، بیٹا انور رضا اور بیٹی پاکستان سے مجھ تک
تا شیشر آواز سے کہ جب تک تندرست وہی زندہ ہیں، روشن دین روشن دین۔ لندن
فلم، ماہ صوبا احمد اللہ شو، خوبصورت ایک آدھ شعر میں نے اور لکھے تھے ان کے نام سے۔
Norway کے پاس ایک حادثہ جہت سے موت، لاش کی آبائی شہر میں پور (میں دو ماہ سے)۔
Wah میں ملازم، ماہ صوبا اس دنیا فانی میں موجود نہیں، ماہ صوبا اور روشن دین کی موت کا
دن ایک ہی تھا، شاہ زمان بٹ، خورشید احمد خان، روزنامہ 'مرزا' خوبصورت ریسٹورینٹ،
پلازہ جات، بندہ مرزا اسلام آباد، حصول روزگار کے سلسلے میں 'قطر' انجینئر، رزق حلال میں
شادی، کروڑ روپیہ بالخصوص مانگ نہ بھولنے، کروڑ روپے کا حصول دیوانے کا خواب، رب کا نام
اللہ کا، بٹ صاحب کی خواہش اور دعا کے مطابق کروڑ کی چوتھائی ہی مل۔

701 خیالات سے پرے

تجربہ، تصدیق، ماہ کاروں کے ڈب، مرد، لندن، تجارت، میرے بھائی۔
British Diabetic Association، رسالہ Balance، پاکستان کا ایڈریس،
بیگم صاحبہ، دیوان خانہ، خواتین کی امامت، مقام مجلس، دوست شاہ زمان بٹ، ڈاکٹر یوسف
لاؤڈ سپیکر، تجربہ ہمیں پہنچ سوار، پوسٹ میں bell، چائے کی کسی کا سستا سا
ٹیپ ریکارڈ، سینڈ پیپر، post خصوصی تحفہ، خوشبو۔

713 دیر سے آئے ہیں، آخر یہ تو تھا
اپنے فضل و کرم میں، ہوا ہے، کرم ہوا

نوید اختر شاہ، حکیم شاہ، اللہ، چھوٹا بیٹا، دوزخ، گاؤں کی گلی، فیوچر، محنت شاقہ،
خواہش، تجربہ، ضمانت، شرمندگی، جرم، ندامت سے خاموشی، فاقوں کی نوبت، اخلاق اور
مذموم پیشہ، رزق حلال، جیب کترا، اعتماد، جیب تراشی، بیٹے کی جیب، باپ پکڑا جاتا، ہجوم،
باپ کی جیب سے بٹوہ، تھپڑ، باپ بیٹے کے سامنے شرمندہ، عیاں، خودکشی کی کوشش، ہسپتال،
امیدوں پر پانی پھیر دیا، بیٹا، حرام مال، چھوٹا موٹا کاروبار، گاؤں واپس، زمین،
فروخت، محنت شاقہ، قسمت کی دیوی مہربان، کوڑا، کوٹھی، عزت، دولت،
باپ بیٹے پر دولت کا نشہ، کاروبار، برادری، عزت واحترام۔

652 دس پونڈ سے تھیلی تک

نفسا نفسی کا عالم، بے حسی، پریشان حال، بھائی بہن، تھیلا، خوشی کی روشنی، بیوہ
ناجائز، مقصد، انسانیت کی عظمت، چراغ روشن، گراموفون کی الماری، wardrobe،
الماری سے دس پونڈ، locker، چمڑے کی تھیلی، رقم، نواب صاحب،
Deendar Currency Exchange، rate، دس پونڈ، meticulous،
checkbook balance، بیگم، 9340، دیوان خانہ، رقم۔

673 امریکی کی ریڈ کا مسنداں

مسلم بازار جات اندرون شیشیاں والی بیت، چوک پاکستان بنانے جوتوں کی دکان،
تحریک نیو امرائی جوتیاں مرمت ہوتے کا تالا مفت اور ایک چپل میں سیدھے سادے کاریگر،
محنت مشقت اور سستی خدمات کا یہ اس کے حال میں نئے جوتے کی قیمت کے برابر،
تحریرات سے چپوں میں نئی جوتی جیسی، منتظم خدا کا دیا ہے، دیکھو کب مجھے کی لوٹ رہا ہے،
پیدا پیدا مدد اور شریف آدمی دو جوتے میں رکھنا، رضامندی، چوہدری کی خانہ خراب،
ہماری کا جب ان کی خاطر کی گئی۔

656 دیانتدار پاکستانی

خورشید احمد خان اسلام آباد کی نامور شخصیتوں میں شمار، کافی جائیداد کے مالک،
Blue Area میں بلند عمارت (بلند پلازہ)، روزنامہ مرکز، چائنیز ریسٹورنٹ Shifang،
مرکزی چیف پلازے شو روم ہے۔ Middle East، خان صاحب اہلیہ کے ساتھ لندن،
window-shopping، انگوٹھی، قیمت 350 پونڈ، ہر ایک چیز پر دام لکھے ہوئے،
گئی، خریدنے کا ارادہ، رقم دینے لگیں تو کیشئر ادائیگی میں پیچھے ہٹی، Asian، "No mistake"،
دیکھ رہی ہے "The only honest country in the world. Pakistan (?)"۔

706 بدنصیب

عبداللہ شاہ، نور کا خاندان، بھائی، Wah میں مقیم، ماں روڈ، Welfare، آرڈیننس،
فیکٹری کے قریب گھر، ایک سمارٹ نوجوان، بنگلہ والی سڑک، روزانہ کی بنیاد پر بیت پر نظر،
ہونے لگے، غیر معمولی بات کے لیے ماں باپ سے ملانا، غیر معمولی جرات، بار بار ملنے،
گھر کی تربیت، چوہدری کا فون کال، کنبہ فرشتہ دل کے ہاتھوں مجبور، راشد رہا،
بیوی محبت سے بندھن، بڑی بیٹی، کراچی کی ایک قومی بینک میں بطور اسسٹنٹ منیجر، دونوں بیٹیں،
زندگی خوشی سے رہی، وہ ہر دم شفقت، بیٹے، ایک دیہاتی دوسری دفعہ ہوئی، والد صاحب،
کا بچہ سے پیار، پیدا ان کے جیسا، بیان، دوست، پنجابی اور پٹھان، چینی،
شوق اندر سے، والدین کو دکھ، خوف، محنت، برداشت، عادت، مزاح، کوشش،
گئی، فیصلہ کا، واپس، بھائی، والدین سے بیٹیں چرانا، جرم، بیوی، بچہ، اخلاق، بیدی کا حق،
عبداللہ کی ماں بچوں میں غلط، بیٹا، ہیں، بہت شپ، اور باقی روٹی، فٹ بال، دل میں چور،
مزدوری، عہدے، پرفیشنل، پولیس میں ASI، F. Sc، نائب تحصیلدار، بنگالیوں کے بچے کا حصہ،
آواز سے جو میں تحریر، بار بار ایک بہترین شعر، مایہ ناز گانے والیوں میں شمار، والدین
کراچی، Laison Officer، کراچی، لاہور، Musical show، بے وفا، عہدہ، بیوی کی،
قربانی والے بھرے کا سلوک، شادی، نہایت دلکش خدوخال، گیج، پرتپاک استقبال، مہر،
ایک پاکستان، ہیت پاکستان، پنجاب میں پروان، پیاری جوت، مشہور پنجابی آرٹسٹ،
مزاحیہ پروگرام، اس، سامعین تحریر، سرمایہ حیات، دو آنسو۔

701 زندگی کا تاؤ

ڈرائیور احمد میری بیوی، ہم زلف عزیز، ڈاکٹر صادق حسین نقوی، مصطفیٰ آباد،
نہانے کا دو، شادی کی پہلی رات تو ہے لگا نا، رات قدرے بارش، زری دستک سے باہر،

Marfat.com

یہ تیموں کی رینٹ دست بدست اونچی بولی کا مشاہدہ۔ hooks سے بندھی ہوئی لاشیں ہوتی ہے۔
بھائی جان! شاید یہ اقتباس منظر اور بارش سے رنج کا منظر نامہ

روایتی شعریت سے گریز 718

انسان کی فطرت، قول و فعل، حسن اخلاق، معاشرہ و متعلقہ الفاظ، جاوید اقبال سے والد قبلہ میاں محمد طفیل صاحب، تجارت سے فیصل آباد، بس میں سوار، stops، دیہاتی عورت، بچہ، دخراش منظر، بچہ طفیل صاحب کی گود میں، خالی نشست، بچے نے پیشاب کر دیا، توقع کے خلاف، ایک دو تین ان کی ناپاک شدہ لباس، عورت واپس، ولا کر اس کی منہ نہ کرنا، شرمندگی سے مغلوب، نفس پر حاوی ضمیر کی رہنمائی، محو خواب نوزائیدہ بچہ، کہ حرام ہماری برحق کی تعلیم۔

ریل کے مت دو مسافر ایک! 655

کی بی کی ماں، اصل نام عزیز الرحمان، واپڈا میں ہیڈ کلرک، ریٹائرڈ، دیانتدار، رشوت کا بازار گرم، ٹرین کا واقعہ، اکتارہ سالہ نیک طبیعت نوجوان، سیالکوٹ ریلوے اسٹیشن، دوران سفر نہ تھی، ایک مت اپنے پاس محفوظ، دو مرتبہ ٹکٹ چھوڑ دیا، جیسا ان کی طرح بغل سے جیب ت، غیر معمولی رش، کسی نے مت طلب نہ کیا، ضمیر نے ملامت کی، ضمیر کی خلش زندگی سے دل رفتہ۔

بیئر پارٹی 671

ملک ایک تعمیراتی کام میں، مغربی ممالک کی کمپنیاں، ٹھیکے، skilled labour، ہندو پاک، ہالینڈ، ہنگری، pipe-fitter، انگریزی کمپنی میں ملازمت، دو چار جگہ چھٹے کام میں، تنومند جوان، field میں کام، ایک دو تحقیقاتی، پاکستان سے جگہ، کمپنی کے افسران، رہائش کے لیے trailers، ان کے تعمیر، تعمیر، messes جدا، مغربی اور مشرقی حصے، چیک میں تھا، کام پر جانے سے پہلے جگہ جانا، thermos، بیئر رنگ کا مشروب، گرمی کی شدت، اس میں مست پوری گھونٹ، بالآخر کی طرح ... beer سے بیئر رنگ کا liquid، پیتے ہیں، پاکستانی شراب، beer سے ڈبوں کا ایک زائد کارٹن رکھ دیا، waiter، ٹینٹ میں tent، اپنے ہم پیالہ، mess میں جانے کے وقت نہ پہنچنا، ساتھیوں کو تشویش، ڈاکٹر کی تشخیص، منت غیر ملکی، عجیب قسم کی بو، معدہ صاف کرنے کے لیے ٹیوب، معدے سے خارج ہونے والا بیئر رنگ کا مواد، فوری food-poisoning، Boss، case کا site، ہونے کے ساتھ ایک tent میں شامل، تفتیش، ہسپتال، تمام، جانچ harmful، subordinate کی بات۔

سیدھی سادی خاتون 685

حضرت حکیم چودھری سید رشید الدولہ، ماموں کی صاحبزادی، سیدھی سادی، پردہ نشین، سر وقد، گورا چٹا رنگ، ایران پر حملہ، خاتون خانہ، تمام زندگی گھر کی چار دیواری سے باہر قدم نہ رکھا، تجارت کا بازار، بمبئی، بے بھائی فخر اندر سے ... نسب، بمبئی کی سیر، ہمیشہ دو کار میں لے چھوٹے ... ذاتی ملکیت، غیر ملکی حلقوں میں ایک قسم کا رتبہ، "mobile tent" سے مشہور ... ہیں، سوسائٹی، ماڈرن، صالح لوگوں پر مشتمل، جن سے ملاقات، قیمتی ساڑھیاں، منعدار کی ساڑھی، سے مجبور، ساڑھی کی زینت، انگشت بدنداں، بھولی اور مذہبی عورت، بیٹھ پر پودے ریں ر ... ماتھے، تیسری ساڑھی کے پلو سے چہرہ ڈھانپا، اندر دل ڈرا ہوا، بے حیائی، ہماری زندگی سے مدتیں پیچیدہ ہوں۔

Marfat.com

بیان واقعات، نوجوان لڑکا بھائی کے گلے لگ گیا، بے غیرت، بے حیا لڑکا، مشہور فلمی ایکٹریس،
boycut بائیکاٹ۔

677 شباب کا عالم

110 سال عمر، سیدھا چلتا، کمر جھکی نہ تھی، آہنی گرفت سے چھٹکارہ محال،
بے پناہ طاقت کا سرچشمہ، بہروپ خود کرآیا، بابا، بڑی عید، گوشت، بیٹی کے ہاں، ریلوے اسٹیشن،
ریل سے حادثے میں موت، دو چار آدمی ان کے سامنے ٹھہر نہ سکتے، دوڑ، کبڈی، ایک لڑکی،
ان کو اپنے قد سے اوپر اٹھا لیتے، الوقت تعاقب، شادی، عجیب جوان مرد۔

712 شراب کی بوتل

لندن، انگریز، رومی (عبداللہ شاہ کا بھائی اور انور کا خالہ زاد)، ٹیکسی، مطلوبہ مکان،
bell سے push button، کیا بڑی روح نہ موجود، گرل فرینڈ، Southern Comfort،
شراب کی بوتل، قیمت تین پونڈ، cab، پاکستان، گجرات، Eastbourne، انگریز نہ لوٹا، امیر لوگ،
سمندر کا کنارہ، نہایت دلکش تفریح گاہ، Old Peoples Homes، ریسٹ ہاؤس، ہوٹلوں
کی بہتات، ریسٹ ہاؤس، pension books، بوڑھے لوگ، دستخط، post office،
pension کی رقم، اخراجات کی کٹوتی، mini buses، pensioners کو ادھر ادھر پھرانا،
رومی سے پوچھا کیں بوڑھا انگریز اور اس کی بیوی رہائش پذیر، fare، انتظار کرنے بیٹھے پیچھے تھیں،
انگریز نے سب کچھ کا اظہار کیا، پاس کا سب مفت واپس نہیں جو نکلا، dignity کے خلاف۔

659 شریف بال

دوساتھی، چوری، نیچے میں جانوروں کا باڑہ، پروگرام، ہاتھ صاف کرنا، عید کا دن،
شدید سردی، دیوار پھاندکر رات اپنے گھروں میں بسر، ایک کو کچھ نہ ملنا، دوسرا دریا عبور کرنے میں
کامیاب، مال، بھوک سے نڈھال، بکرا پکڑا، آگ جلائی، بکرا ذبح کرنے کے بعد کھال اتار لی،
کھال کمر پر، سردی سے بچاؤ، بیٹھے اور ٹہلی، آگ کا الاؤ روشن، اوسان خطا، عجیب ہیبتناک مخلوق،
پچھلا چور بکرے کی کھال اوڑھے ہوئے گوشت بھون کر کھانے میں مصروف، بھنا ہوا قتلہ،
وحشت، خوفزدہ، دہشت زدہ، جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلے۔

717 طنزیہ عبارت

چوہدری یار محمد جوڑا، گجرات کا مشہور و معروف جوڑا خاندان، چشم و چراغ، سیاسی
و مذہبی کام، سرکاری رہنما، گجرات، فیصل سینما، خدا ترس انسان، زمیندار وکالت، دو کلاس فیلو، پھاپھے،
مثالی دوستی، خوبصورت اور قد آور جوان، روحانی رشتے کو خونی رشتہ میں بدلنے کا عندیہ، بہن کے
رشتے کی بات، اعتراض، آنکھ کا تارا اور دل کا چین، شادی خانہ آبادی، شریعت محمدی، شب عروسی،
نزدیکی مسجد، امام، نماز، مسجد، نمازیں یا نہیں، رشتے میں سالا، ہمشیرہ کی شادی، نوجوان پر غیرت
مندانہ تاثرات کا پیمانہ لبریز، مشتعل انداز، بہنوئی کی گردن پر کلہاڑی کا بھرپور وار، دلخراش سانحہ،
گاؤں میں کہرام، قیامت صغریٰ۔

678 غار

قبل از تقسیم ہند، والد صادق حسین نقوی، ماموں ریلوے میں ملازم، سگریٹ نوشی،
ناول پڑھنا، لاہور، اردو بازار، دو ناول خریدے، ٹرین، شاہی قلعہ، چار آدمیوں کے تعاقب میں غار

Marfat.com

کے اندر، قدموں کی چاپ اور باتیں بھی سنائی دینا بند، پر اسرار خاموشی طاری، جہاں پہنچ کر یہ سرنگ ختم ہونے میں نہ آ رہی تھی، روشنی کی جھلک، ماچس ختم، چھوٹے سے سوراخ میں ہاتھ مارا، شالامار باغ کے قریب کھیتوں میں نکلے۔ شاہی قلعہ میں تین سرنگیں، جہانگیر کے مقبرے تک، دوسری چوبرجی، تیسری شالامار باغ تک۔

غاصب 678

1965 کی جنگ قصور اور اس کے گرد و نواح ہندوستانی فوج کی بمباری۔ دیہی مزارعت خاتون، تین چھوٹے بچے، بھائیوں کے پاس بہاولنگر پہنچی، ساتھ سونا اور قیمتی پارچات، بڑے ٹین کے صندوق، راستے ونڈ جنکشن، بیٹ آف کا زمانہ، زمین رقبہ ملازمت کی ضرورت، بہاولنگر کا اسٹیشن، انہیں قتل کی دھمکی ملنے کے زیورات سے محروم کر دیں۔ زیورات کی تقسیم پر باقاعدہ مہارت، بیچاری مسکین رہی ظلم کی آواز کارخانے میں ... بہن کو مار پیٹ کر رقم اور زیورات چھین لے، صندوق بدلے کے زیورات بیچ کر لیا (مصنف آپ) سے لاہور تک باقاعدہ ڈاکو پہنچ بنائی۔

قول و فعل میں تضاد 674

ذوالفقار علی بھٹو، پاکستان قومی اتحاد کی تحریک، لاہور، بادشاہی مسجد نوشن۔ ڈاکٹر محبوب ربانی، مخدوم ملک شمولیت پیپلز پارٹی، قائد اعظم، جان لیکن قربانیاں ساتھیں۔ مسجد میں شمولیت کی ترغیب، تنظیم و تعمیر پارٹی، بزرگ صورت مسجد کی موذن زیر ... گلے میں رقت سے چندہ جمع، چندہ اس اختتام متصل کوئی بچہ ... دیوار زیب شامیانہ۔ مرحلہ پار تینوں ساتھی، دوڑ کر پڑھنا ... آواز ... جیب میں ... چھوڑنا ... کی۔

کاریں نہیں خرید سکتا! 657

راولپنڈی ایک آفیسر، تجارت، G T Road، پنجاب کے ... سردیوں کا موسم، دیگر دوست، وکیل ... رشوت ستانی کا موضوع ... کوئی چھوٹی موٹی گاڑی خریدنی چاہیے۔ Toyota کار کا آرڈر، سال ... سال راولپنڈی میں ملازمت، انکوائری آمدنی ... واقف ... انہوں نے آفیسر کی صاحبزادی یا کسی عزیزہ کی شادی خریداری، سامان کا بل ادا کرنا۔

محبت کا پیالہ 714

پہاڑی علاقہ، چند مکانات پر مشتمل گاؤں، ... روشنی ... "یوسف زلیخا" ... مہمان نوازی، بوسیدہ مکان، خواندگی ... سیدھے سادے دیہاتی، عظمت سے قائل، ... جوان ... مٹی کا پیالہ، استاد صاحب، بچوں ... محبت ... ساری کائنات ایک ... کا پیالہ۔

کیا تم بھی مسلمان ہوتے ہو؟ 659

میرپور آزاد کشمیر کا باشندہ، ... روزگار کی تلاش، انگلینڈ لندن میں سکونت، محنت مزدوری، ... پر بے اعتباری، اپنی کمائی ہوئی رقم اپنے پاس ... میں ایک انگریز۔

Marfat.com

1139 نسیم احمد۔

گھر سے فرار، انسانیت میں فتور، امانت، شادی، انگریز صاف کر گیا، جمع شدہ پونجی، پریشان حال، چرچ، بوڑھا انگریز، ہمدردی کا اظہار، پادری، داستان، خراش، ڈھارس بندھی، مذہبی عبادات، انگریز کا رنگ فق، جمع شدہ پونجی واپس دی۔

686 کیا شوہر کے بغیر بھی ایسا ہو سکتا ہے؟

ورلڈ سنٹر فار ... لاہور، دوست ڈاکٹر افضل ماجد، پنجاب یونیورسٹی، نیو کیمپس، لاہور، ایڈمنسٹریٹر، Genetics کے پروفیسر، ریٹائرڈ زندگی، تمباکو والے پان، سگریٹ کے چین سموکر، ... شیدائی، یونیورسٹی، ... میٹنگ، اسلام آباد، دل کا بائی پاس، ... arrest، ... کی حرکت دوبارہ شروع، علامہ اقبال ٹاؤن، دیانتداری، ... عید اور شب برات کی چھٹیوں سے پہلے، اوورٹائم لگاتے، ... نیو کیمپس، وحدت روڈ، حیرت، ... سادہ لوح، باتوں کی چوری، تھانے میں رپٹ، صندوق، ... کی چوری مل گئی ہے ... تھانیدار، ضمیر کی ملامت، حوالات، دیہاتیوں کی گندی ذہنیت، ... مزدوری، عدالت، ... کی دیوار سے پھلانگ، قائداعظم یونیورسٹی، ... پنجاب یونیورسٹی میں پروفیسر Emeritus، نیو کیمپس میں Zoology ڈیپارٹمنٹ، ڈاکٹر یعقوب، پنجاب فشری ڈیپارٹمنٹ سے ... تعلق۔

716 لیبارٹری

دولت مند تاجر ... وصیت، جائیداد تین بیٹوں میں تقسیم، کاروباری سلسلہ، جائیداد ... نہایت دلچسپی ہونے کا ارادہ، ... تمام مواد جمع کر رکھا ... لیبارٹری کا ...

697 نکمی بیوی

خوبصورت ... مجہول شخص، بدصورت ماچھی، بیوہ، سیالکوٹ، محلہ ... شاہد ... شہر جات ... خوبی ... مکان کا مالک ... ڈاکٹر صاحب، ایمرجنسی معائنہ، خاوند، ... علاج معالجہ ... حماقت کا مرتکب، ... کوئی شبہ ... ہسپتال ... کے والدین ... ملک عدم سدھار گئی، دیدی، مشتاق، ... وقت کے ساتھ ساتھ عشق پروان چڑھا، شور وغل مچاؤ گی، منت سماجت، بیوی تخت پر، ... باتیں ... bell، درد کی شدت، پرائیویٹ ہسپتال، مریضوں کی کھال اتارنے میں مشہور، رات ہسپتال میں ہی رہنا، stretcher، پرائیویٹ کمرہ، قیمتی ادویات، کمرے کی تنہائی میں دو جوان دلوں کی دھڑکن ... جانے کا موقع، فیصل کی خطرناک ... چیک اپ، انسانی ہمدردی سے متاثر، فیصل کی ملازمت ... منصوبہ بندی، خوش شکل، ہوٹل، بالائی منزل، ... بیوی ... عشق میں بری طرح گرفتار ہو گئے، بلاوجہ بہتان، گھر میں رہنے دیتی نہیں ... داستان پر یقین، مذموم حرکات ... پولیس آفیسر، ... ہماری مہمان ... مرغزار کالونی والی کوٹھی، عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کی عادی، نوجوانوں پر ڈورے ... ماچھی کے گھر کا طواف۔

Marfat.com

نوکری سے جواب، الاری اڈے پر پرانا پیشہ ٹینی چائے کا ہوٹل، شیرو بھائی، طعنہ زنی، تجھ خاندان، خاندانی دھندہ، مجید کو نہ صرف مارا پیٹا بلکہ کاروبار سے نکال بھی تو دیے۔ ایکسیڈنٹ۔

☆☆☆

کلو بھائی 719

بھتیجے شازی، مدیل، ویزہ، ویلا، چھٹیاں، لندن، پاکستان، برٹش ائیرویز کی فلائٹ۔ اسلام آباد، ڈرائیور اسلم، ائیرپورٹ، گجرات، حلیہ واضح، پریشانی placard، شازی اور مدیل کا نام۔ حیرانیت، غیر ملکی مسافروں کا لوٹنا، خوش شکل آدمی، بھتیجے چھوٹ گئے، کوئی رشتہ دار یا دوست آئے ہیں؟ حضرت صاحب بتایا، گجرات میں پسینہ، دوست پرویز، اسلم، ڈرائیور مٹھائی، بازار راولپنڈی، ہوٹل کی بڑی دکان، دیرینہ مراسم، ہوٹل، مہمان نوازی، بیٹی غازیہ، بیٹا شہود، ہنستے دامن میں ڈب گئی۔

☆☆☆

ہاتھوں میں ایک 720

فرخ جعفری مجلس، ڈاکٹر اقبال زیدی، سینئیر وائس پریذیڈنٹ اور رکن Executive، الائیڈ بینک، لاہور، ڈیفنس، چوہدری اسلم، بیوی بچے، لیاقت اللہ خان تحصیلدار، پاکستان اکیڈمی آف لیٹرز، ڈرائیور اسلم، رہائش کا محلہ، رنگین شاہدولہ، گجرات، شاہ زمان بٹ، مرغزار کا ولی، موسلادھار بارش، سیلاب، نورین بختیاری، آرمی میڈیکل کالج راولپنڈی، Pulse Labaratory، خاندان، گوجر خان، جناح ہوٹل، افریقہ، رنگین ہوٹل، وزیر اعظم بے نظیر بھٹو، سوئی گیس کا افتتاح، میونسپل، ناول Saltanat، صاحب بہادر، انگریزی کا ترجمہ، Spanish زبان میں ترجمہ، جات، لاہور، چیوں کا ذائقہ، S. T. Dupont کا felt-tipped بال پوائنٹ، تین سونے، Orly ائیرپورٹ، پیرس، Rolex Oyster Royal، اسلام آباد، Heaven Villa، Executive Guest House، 22 بال روڈ، VIP ہاؤس، ریڈنگ پیر، D-8 سیکٹر، steps، روشنی کی ترتیب، فیض احمد فیض، جنرل سٹور، بیرسٹر، کی ٹریٹ، بارش کا تیز روڈ، چڑھائی، Shi Fang ہوٹل، خورشید احمد، چائنیز ناپ کا کسی قسم کا ہوٹل، ریسٹورنٹ، مشرقی فوڈ، snack، ووشن پیپل کا گیٹ، بریک لگنے کی آواز، عجیب اتفاق، ریپ فون، اسلام آباد، ہائی وے، کار کے ایکسیڈنٹ، بہن کی بیٹی، عصمت اللہ مرحوم کی بیٹی، Mister Chips، Covered مارکیٹ، افریقہ جام، ہنڈا کار، گلی کراؤن، خواب، بار، مارکیٹ، تحفہ، پیپلز پارٹی، پوسٹ آفس، گجرات، پرانا راول ہوٹل، پنڈی پوائنٹ، ghetto کی مانند لینڈ سلیپ۔

☆☆☆

ڈاچی میں عمارت مسمار کر دی 673

قبل از تقسیم ہند، دریائے جہلم کا دایاں کنارہ، ہندوؤں کا محلہ، مسجد، تین منزلہ پیلے رنگ کی بڑی بلڈنگ، ہندوؤں کی ملکیت، بلڈنگ چونا مٹی سے تعمیر شدہ، مہاجرین کا سیلاب، جہلم، کشمیری مہاجرین، جنرل ایوب، ورثہ، ہند، پنڈت جواہر لال نہرو، ویٹ، معاہدہ، ہندوستان سے ایک ہندو آیا، دیوار چھوڑ کر ایک کمرہ کا پرتن (ڈالہ) نکالا، عمارت کے باتھوں میں سب چیزوں کی کیفیت، توڑ پھوڑ کی آوازیں، ایک اور فیڈ، دیکھتے ہی دیکھتے بالائی منزل کے تختے اور تیرے دیے گئے، نہ کوئی در رہا، نہ کوئی دیوار، نہ کوئی بالا اور نہ ہی شہتیر، بعد میں۔

☆☆☆

مائی صاحبہ 705

بند ماشاء اللہ مائی صاحبہ، مالک دریا، جھونپڑی، جادو ٹونہ، بانجھ عورتیں، دعا کی حاجت

Marfat.com

معاوضہ مانگیں، ایک پڑیا تخم نہار منہ دودھ کے ساتھ، سورج کی پہلی کرن، گھنٹہ سورج کی طرف رخ کرکے بیٹھا رہنا، سوکھ کر کانٹا، بھوان کی کرپا، چاند کی چودھویں رات، چوراہا، ننگا نہانا، اولاد کی خواہش غالب، طارق جھٹن، اللہ کا فضل، شریر (بدن) کو تخت قسم کا جھٹکا۔

مبالغہ آمیزی 675

دوست جیسا آدمی کے سسر، ریٹائرڈ، روزنامچہ، دشنام طرازی، انگلینڈ، بہنوں، بھائیوں، والد صاحب کی نصیحت اور بھتیجوں بیٹے فردافرداً، کافی تحائف، پاکستان، رخ کی سعادت، سامان ایک ٹرالی پر، فورن کرنسی، نماز کا وقت، قیمتی بنک، غریب الوطن پر غضب ڈھایا گیا، سامان حفاظت میں، آنسوؤں کی جھڑی، تھکے ہوئے، رونا، مفلس، خیرات، رحم کا جذبہ فزوں تر، جہاز کی روانگی کا علان، لاہور ائرپورٹ، استقبال، بے ساختگی سے گالیاں، گجرات، جلالی کیفیت، بیوی، پوچھنے کی جسارت، رنجیدہ خاطر، لیاقت جلال، نظام پور۔

مرزا کی سائیکل اور دو کلو چاول 660

مرزا شاہد مرزا، اسم شاہد، بیوپار، Heavy machinery کی maintenance، جھنگ، نور، رقم اور اس کی بیوی کی سالگرہ، چاولوں سے انصاف، انٹرنیٹ سے چاولوں کی search، ہمیشہ سے علم، اپنی کاوش، چونکہ قیمتی سائیکل، شوکت سکول محلہ فتوپورہ، گجرات، پرنسپل مرزا شوکت صاحب، ڈرائیور، ریٹائر، مرمت، شب برات، شیشیانوالہ دروازہ (موجودہ چوک پاکستان) مفتی احمد یار خاں صاحب کا مزار، محلہ مسجد آباد، مزار، دادا، اور ابا، چاولوں کا نمونہ، گلی کی نکڑ پر کریانے کی دکان، دو کلو چاول، ڈرائیور صاحب، سائیکل اور ساتھ ہی غائب، زمیندار کالج، گجرات، میٹرک کا نتیجہ، مرزا نام سے مشہور، خطاب، بغیر نتیجے کے ہی کھسک گئے، سائیکل چور ڈرائیور کا بھیب مانگنا، بات پر افسوس، چاولوں سے محبت اور مخصوصیت کا ناجائز فائدہ۔

مخصوص بدعا 694

تقسیم ہند، نئی دہلی، فیکٹری، ٹھیکا، انگریز کمپنی، ملازم، کرشن مار، گدھوں پرمٹی، پراجیکٹ، حکومت کی اربوں روپے کا لاگت تخمینہ، مختص، ڈرگ، رسائی، انگریز ٹھیکیداروں تک، شراب اور عورت، نیو دہلی کی قدآور سیاسی شخصیات، کروڑوں اربوں میں کھیلنے لگا، اتھارٹی، فیصلے، شہہ بانو، ہاتھ، ٹھیکیدار، مسلمان مزدور، جھگڑا، طے شدہ اجرت سے کم پیسے، پستول، بوڑھی ماں کا اکلوتا کفیل، بیٹا، ہونے کا جھوٹا مقدمہ، شنوائی، اللہ کے حضور فریاد، "ظالم پر تیرا انجام جب۔۔۔"، قدرت سے کھیل، بیرے، لخت جگر کی شادی، رنگ رلیاں، highway، trailer کے ساتھ کار کی ٹکر، smash، امدادی ٹیمیں، لاشیں بری طرح مسخ، شراب کی بوتلیں، کار میں، صف ماتم، بیوی، ہلکا اثر، آہ وزاری، بددعا کا اثر، دھیدری ماں، سوسائٹی گرل سے دوسری شادی، عالیشان کوٹھی، بیمار رہنے لگا، زبوں حالی، میرا اور بدکار عورت، دو جوان بیٹیاں نوکروں کے ساتھ بھاگ گئیں، پچھتاوا، سوسائٹی گرل کی غلامی میں، بوڑھا، روتا ہیں۔

ملاپ 679

تقسیم ہند، دلی، بدلی کی خاک، تنکوں کی طرح بکھرے خاندان، قدرت کا مدد، چونیاں، پچھیری والا، پنجاب، سامان، سندھ، بلوچستان، دور دراز علاقہ جات، فروخت، ڈیرہ غازی خان، کام، مقتول اور ستم رسیدہ، حسرت، شیدو عورت سے ملاقات، دل پسیج گیا، کشش، بچھڑے بھائیوں،

Marfat.com

مشرقی پنجاب ، امید یقین تمام ، والدین اور بھائی زندہ قریہ قریہ پھرنا ، حوصلہ ، خاندان ، اطلاع ،
ددھیاری منہ بولی بہن کی داستان غم ، بہن کے خون نے جوش مارا ، لیکن تو میرا اچھا بھائی ہے ۔۔۔
دوسرے بھائیوں سے ملنے کو جیتا ہے ۔

691 موذن کے بغیر آذان!

ڈاکٹر صادق نقوی صاحب مصطفےٰ آباد (للیانی) ، ڈاکٹر قصور کا قصبہ ، لاہور ،
میڈیکل سپرینٹنڈنٹ ، گورنمنٹ کا ہسپتال ، رہائش ہسپتال میں ، مسجد سے اذان کی آواز ، موذن کو
دیکھنے کی آرزو ، اللہ کا بندہ ، شدید سردی کی لہر ، تجسس سے مغلوب ، حقیقت ، مولوی صاحب لحاف
اوڑھے نیند کے مزے لے رہے ہیں ، ٹیپ ریکارڈ میں اذان کی کیسٹ ، سائنس کی ایجادات ،
معذوری کی علامت ، مذہب کے تقدس کی پامالی ، استغفراللہ کا ورد ۔

680 نہیں ہے تو میری ہی منزل نہیں ہے
جنوں کی تو منزل بہر گام ہے

پروفیسر قیوم نظر ، غالب ، شاہ زمان بٹ ، چنداں چوہدری ، مہ چہروں کی دھونی کا بیاہ ،
دوسرے مئی کے پہلے پندرہ ، چار پانچ گھروں والے ، محلے میں وارد ، آفتاب سے تند خو سیہ
دھواں ، حواس ، جس کے رہ جانے ، افراد خانہ پریشان ، آنکھوں سے بہتا پانی ، رواں رواں ،
دھوئیں کا غبار ، محلہ کا سارا ، چیں چیں ، مغلظات ، دوسرے ، برسات ، مٹی کی بغیر تکے ، جو ،
معراج ، احترام آپ کی ، پچے (دست پناہ) ، سینے پر دو ہتھڑ ، بددعا میں ، دشمن ، ہاتھوں سے ، ہوئے ،
ہمسایوں پر غیر معمولی اقدام ، غیبوں اور چڑیوں کی عید آپ ، معراج کی رشتے میں جھلی ، تمام باتیں
صاف ، جھلی صاحب کی دو جوان بیٹیاں ، ریل فرس والے ، بارش ، فال ، چھوٹی سی بچی کی سرد ،
ترکی و نہلا نا ، تعویز دھاگے ، چھوٹی صاحبہ ، بندوبست ، دو چار دن میں ، بچی نہ تھی ۔

716 یاروں کا یار

جرات ، اعلیٰ تعلیم یافتہ ، پچاس سال کی عمر کا ایک شخص ، علم و ادب سے کافی لگاؤ ،
انگریزی زبان پر عبور ، یاروں کا یار ، لاہور ، نارمل سکول ، چہری روڈ ، برسوں سے ایک وقت ،
بنک آف پنجاب میں ملازم ، آخر روز پر نہایت ، پریشان ، وقتی ، رستہ کا رہبر ، شراب نوشی ،
ماں باپ کی خدمت فرض اولین ، تجربہ ، بھتیجی ، بھولی بھالی ، لڑکی سے پیار ، ضبط ، راتیں ، عدم ،
شیر اور شیرنی ، دریائے کنارے ، پانی کی زبردست ، بلا ، شیرنی کا پاؤں پکڑ ، بیٹا ، شیر کی نظروں
سے غائب ، جنگل کا بادشاہ ، مقدر ، ہی چوہدری صاحب ، دم ، دو سال روز ، دریا سے پیچ ، تب سے
اس پر ، میں ، ہاتھ ، ایک سیٹھ ، آبادی کی زمین ، ہڑپ ، قبضہ ، قانونی چارہ جوئی ، پولیس ،
اس قسم کی باتیں ، ماں باپ سے مزاحمت کی بیوی ، بیچ ، پناہ ، ریٹائرمنٹ کا اعتراف ۔

668 Circumcision

ایران ، احسن ، ایئر فورس ، ایرانی ایئر فورس ، Ground Maintenance Crew ،
تہران میں فرائض کی ٹیپ ، مذہب ، اسلام ، Dfzful Base ، Abadan ، Supervisor
بالکل ، Armenian Christian ، شادی ، مشہور ، معروف ، کار ، topclass suit ،
Mercedes کی ultimate model ، کار ، ڈرائیور ، ٹیکسی ، Impressive ،
شخصیت ، مالک اور salesmen ، ہاتھ باندھے ، walking stick ، showcase ، تجربہ کی

1143

سے اشارہ، 4000 ٹمن، کارڈی میں پیش، checkbook، دو مہینوں کے بعد، بیوی،
اچھی خدمت گزاری، پسندیدہ بار، شاہ ایران کے قریبی رشتہ دار، لندن، پیرس، نیویارک، جائیداد،
Royal بحری جہاز کے کپتان، شاہ کا اعتبار، وفاداری، دوکاندار اور ریلز مین کی رائیں ٹپک پڑیں،
شہر کی پچھلی پچیس کی دو بیویوں، قریبی رشتہ دار، سلطانی ہسپتال میں داخل، reception desk،
ڈاکٹر کے apron میں 300 ٹمن، رشوت، چھوٹا بھائی، بچپن میں ختنے نہیں، جیسے ہی مسلمان پر فرض،
نیک خیال، tranquilizer، بڑے کاروبار کی وجہ سے پریشان، غیر ضروری مزاحمت، دو گولیاں چپکے
سے پانی میں، minor operation، sedative، Christian با اعتماد ملازم،
golden، blue packets، سلطانی ہسپتال کے ڈاکٹر، پرتپاک انداز، attachi،
ہوائی جہاز سے تہران، staff، stretcher، minor operation theatre،
صاف ستھرے کمرے میں، ڈرائیور کے ساتھ غائب، nurses، مذاق، مغرور، غصہ میں ہا،
فورا ختنہ نہیں کیا جاتا، 125000 ہزار ٹمن کے دو بار بھی لے گئے۔

676 Courtesy

انڈین آرمی، تقسیم ہند سے قبل، پاکستان آرمی میں منتقل، لاہور، G.P.O، مال روڈ،
ضروری کاغذات، ڈاک خانہ، despatch، writing desk، کاغذات fill-in،
despatch، انجن کا نمبر، Englishman، انجن کا قلم، مال روڈ پر انارکلی کے چوک کی جانب،
پاکستانی جوان، چند منٹ، اپنا قلم، فوجی جیپ، ڈرائیور کے ساتھ راولپنڈی سے جا رہا، ڈومیلی چوک،
جیپ میں gasoline ختم، پریشان، Jerry can، gas tank، کار روکنے کی زحمت،
شکریہ، foreigner، نوجوان کرنل، کار ڈرائیو کرتی ہوئی، مایوسی کے عالم، کار کا trunk کھول،
gallon۔

684 Highway robbers

کاروباری شخص، دس لاکھ روپے پیش، لاہور، راولپنڈی، اطلاع، بنک بند،
جعلی بندوں سے مطلوبہ رقم اکٹھی کی، ہمراہ ایک عام سی بس پر سوار، پولیس والوں کا ناکہ، مسافروں کا
سامان، نقدی، ٹیپ، attache، پیش، اٹیچی کیس میں دس لاکھ روپے کی رقم، لاہور کے بیوپاری،
کی دوسری بس میں سوار ہونا، بس کا نمبر نوٹ، نمبر درج کرنے کے chance، جہلم چھاؤنی، بڑے میاں،
ہوائی بات، صدقہ، جیپ کی پہاڑیاں، سفید کار، بس کا پیچھا، بار بار لائٹ کے سگنل، ویرانے میں
بس روکنے سے خلاف، جا رہی، بس کا دو، مسافر وجا سچے، مشکوک افراد، سخت لہجہ، حاضر دماغی،
راجہ بازار، غصہ میں گالیاں، لوٹنے والا گروہ بس کے تعاقب میں۔

691 Inidigenous communication

computer، instantaneous، communication، چالیس
سال قبل، پاکستان کی دیہاتی میونیکیشن، عبداللہ شاہ، میرا بھائی انور، گجرات، قریبی گاؤں "بوتن"،
خالہ، دیں مرغیوں کے انڈے، گھر کی ایک دیوار میں قریبا ڈیڑھ فٹ سوراخ، دیہاتی زبان میں "آ آ"،
سلسلہ وار یہ پیغام سارے گاؤں تک پہنچ جاتا۔

693 ("زبان آدمی کی دشمن ہے" سپینش کا محاورہ) "Lengua es enamigo de uno"
جالپور جٹاں، گجرات، کسی شادی میں شریک نہ ہوتا، جنازہ، محض چاول کھانے کی غرض سے،

Marfat.com

تعزیت کیلئے آنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا۔ تقسیم ہند سے قبل مسلمان شخص جو ہندو [illegible] بطور میوزک [illegible] دوکانداری خوب چلتی ہمیشہ وہ جالندھر جہاں وہ [illegible] بھائی [illegible] تھے رہتے، بائیسکل [illegible] سخت سردیوں کا موسم [illegible] کی وفات مرنے والے کے [illegible] کفن دفن کا بندوبست کرتے [illegible] تجہیز و تکفین قبر بھی کھودنے [illegible] اتار [illegible] صاحب لوگ اپنا اپنے گھروں کو چل دیئے [illegible] سواری کا منا ہوئے [illegible] محلہ [illegible] ایک گاڑی [illegible] نادار آدمی [illegible] لوگوں [illegible] جنازہ [illegible] چار آدمی روز [illegible] مرحوم کا بیٹا [illegible] بازار [illegible] جنازہ قبرستان [illegible] مولوی صاحب سات آدمی [illegible] جنازہ [illegible]

102 Piniata

[illegible] Piniata کی ترتیب اور [illegible] bag [illegible] gift-paper سے wrap [illegible] Piniata [illegible] New York Hilton [illegible] New York [illegible] long weekend [illegible] Downtown [illegible] Negro [illegible] Spanish میں "Cumpleanios feliz" [illegible] "Happy birthday"، Alzheimer's [illegible] Citicorp، 4700 [illegible] Toyota Cressida [illegible] Queens Road [illegible] Saltanat [illegible] Beadon Road، Vanguard [illegible] lifter [illegible] steering، lock [illegible] A C [illegible] L D A [illegible] 220 [illegible] dentistry [illegible] 64 [illegible]

715 Premonition

[illegible]

ڈاکٹروں اور حکیموں کی باتیں

735 [illegible]

[illegible] 302 [illegible]

Marfat.com

رپورٹ میں تبدیلیوں سے انکار، قتل، Internal haemorrhage، افریقہ، دشمنوں سے انتقامی کارروائی، خاص technique، عدالت، باعزت طور پر بری۔

725 باپ کا انتقام

ڈاکٹر محبوب ربانی، تحصیل فورٹ عباس، میڈیکل آفیسر، لاغر بدن عورت، پھٹے پرانا لباس، ننگے پاؤں، تیس سالہ بیٹا، ہسپتال، ٹیکے لگوانے کا بندوبست، دوائی، بے بسی، گھر کی صفائی، آنکھوں میں آنسو، پرانے جوتے، باقاعدہ تیمارداری، والدہ، آنسو، بیٹی، ابو، ماموں، دلخراش سوالات، شعور، پنچایت، تصوراتی باپ کی شبیہ، بھائیوں کی ربانی، نمبردار، مستغیث، تفتیش، بہاول پور، ڈی ایس پی، تحقیق، قتل، A.S.I، ملزمان، ازحد تشدد، الزام، حوالدار، اقرار جرم، قبر کشائی، کھوپڑی، ہڈیوں، ڈیل ڈول، قبر، مجسٹریٹ، تفتیش، (Inquest report)، انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ، پوسٹ مارٹم رپورٹ، پوشیدگی، ناقابل شناخت، باقیات، الجھاؤ، قتل، بیٹی، قاتل، سیالکوٹ، ساڑھے بارہ ایکڑ اراضی، وراثت، باپ کے نام الاٹ، قتل کا بدلہ، ننھیال کی محتاجی، باپ کے قاتل نمبردار، محبت، جوانی، پچیس سال، خفیہ ملاقاتیں، باہمی دشمنی، رشتہ داری، ترغیب، فوج میں ملازمت، راولپنڈی، فوجی یونٹ، اندرون سندھ، خط، معقول رقم، چوری، کلہاڑے کا وار، خون آلود چھرا، تیر کا نشانہ، خوف، ٹی بی کا مریض، اعتراف جرم، مجبور، واردات سے لاعلمی، میڈیکل، صفائی، عدالت، شناخت، بری ہونے کا خول، دائمی بخار، بے پردہ۔

737 بواسیر کا مؤثر علاج

لاہور، فیروز سنز کی دکان، مال روڈ، ناول "سلطنت"، Lion Press، شیخ عبدالمجید صاحب، ادارے کے سربراہ، بیماریوں کے دیسی علاج کا topic، خونی بواسیر کا مجرب نسخہ، زیادہ گرم خوراک، موذی مرض، ڈاکٹر، حکیم، کریلا، پکے کریلے، بیج، چھلکوں کو علیحدہ، چھال، blender، درس۔

732 حکیم عبدالحکیم نیل صاحب

حکیم محمد رشید الدولہ صاحب، دیوان خانہ، اپنی نوعیت کے واحد آدمی، نامور ڈاکٹر، تپ دق سے عارضہ میں مبتلا، علاج معالجہ، مطب، کاؤں جانے سے گریزاں، ڈاکٹر چودھری رانی، دلی دوست، لاعلاج مریض کی حالت، تیلی، ہونٹوں کی راکھ، دو پڑیاں، قدرت کا کرشمہ، مریض صحت یاب، لمبی مدت، کوئی مشہور ڈاکٹر، منصور بخش کا علاج، Carbentrum، دوائی، سیاہ رنگ کی میڈیکل، absorbent، charcoal، انتڑیاں، مضر مواد، پوٹلی، حکیم، پانی تازہ، غرارے، نسخے، سوالات کی بوچھاڑ، تحمل مزاجی، ترکیب استعمال اور خوراک، عورت واپس، اندھے مریضوں کا ساتھ، یا پٹک، گدھا، گڑ، صبر کا پیمانہ، بے زار، شتالہ نہ کھلانا۔

728 دیانتدار ڈاکٹر

ڈاکٹر محبوب ربانی، ٹرانسفر، ناجائز رنجش کی پاداش، بلا جواز تبادلہ، One Unit، لاہور پہنچنا، ڈائریکٹر، دفتر، منہ سے لوٹ، ٹرانسفر، بغیر حال، بڑا کلرک، نقد رقم، پیدل چل دیئے، چور، چوراہا، منزل مقصود، گورنمنٹ آف پاکستان، الیکشن ٹیم، درجہ اول کا مجسٹریٹ، D.S.P، پولیس کا محکمہ، قتل، دو متفکر دماغ، ٹرانسفر، ناراض بالا افسر، عدالت کا حکم، لاش exhume کرنا، پوسٹ مارٹم، kit، باقاعدہ ممد، ایمبولینس، ہسپتال، fresh، قبرستان، عدالتی حکم، گورکن، نماز جنازہ۔

Marfat.com

مولوی اور ورثا، نشاندہی، لاش کی حالت، weeds، pollen، موت پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے،
چیر پھاڑ، دماغ fluid، dura mater (brain membrane)، probe، دست
کی چیز، duar mater، کارتوس کا چھرہ، "peep in" ... سے چھٹے بال ... کی ...
pencillin کی خالی بوتل، تھکاوٹ، رپورٹ، ریسٹ ہاؤس، ناقابل اعتبار ... career،
کا سوال، منصب کا زوال، پریشانی کا عالم، سچ کا بول بالا، ... کا نظارہ، بزرگ عورت،
Actual cause of death، بیوی نہایت خوبصورت، ... اور با اثر ... کا ...
حسن بے مثال، کہانی کی background، چپ ... رہائش، مقتول، چپ ...
پسماندگان کا ... کی چادروں ... مقتول کی بیوی، سائیکل پر سوار ...،
بندوق کے کارتوس سے فائر ... نہیں ... تفتیش ...
ملک امیر محمد خان، اصل واقعات لکھ کر دیجیے، فوراً ایکشن، گورنر ایکشن ...
راز داری، regional انتظامیہ، تحقیقی انتظامیہ، خوف و ہراس۔

738 دمے کا علاج ☆☆☆

ساندل بار ... کا ... دمہ ... ایک ... پوریاں ...
... زیادہ مقدار میں ... سے مضر اثرات ... قریب ... پوسٹ
رپورٹ، تفتیش ... ہاتھ ... سانپوں ... ہدف ... سانپ
... (ایلوپیتھی) ... Rural Health Center،
دایہ (Midwife) ... صحت مند، جوان سال، ... موذی مرض۔

738 شراب سے علاج ☆☆☆

... شاہ ... پیاری ... ولایت شاہ صاحب کا ...
"... " کے مریضوں کا علاج، شراب کی بوتل، مریض ... کا ...
چیز کا استعمال، اجتناب، شراب کی بجائے نہایت لذیذ شربت۔

734 غرق "رچنا" ☆☆☆

... رہائش ... گجرات ... عبدالغنی صاحب ... معروف ...
تحریک خاکسار، باقاعدہ تعلیم سے نابلد، ... کتب کا خوب مطالعہ ... حکیم ...
(حکیم ... کے نام سے مشہور)، پریشانی کا عالم ... کا ...
استفادہ، خراش ... باپ ... بوتل، علاج شروع، مرض سے افاقہ،
غرق رچنا کا تذکرہ ... کتاب میں نہیں، دریائے چناب کا پانی ...
... میں ... دریائے راوی ... چناب کے پانی ...
گجرات، تحصیل ... معروف ... ہیں ...
جمال ... دونوں ... جاری ... تک ... سال قریب ...
معذور ... جواب ... نہ ... جواب ... سے ... کا ...
انسان تو محض ایک عاجز۔

732 عہد رفتہ کے طبیب ☆☆☆

حکیم ... صاحب، ... میں سے ... شاہ ... شریف

Marfat.com

حضرت شاہد والہ صاحبزادی سکینہ صاحبہ مقبول، پیرزادگان، وضعدار خاندان کی مستورات،
قاضی صاحب اعوان شریف والے بیمار، جراحت نسخہ تجویز، مرید خاص حکیم اجمل خان دہلی والے،
طوطی سارے ہندوستان میں بولتا، آفتاب صحت نبض دیکھنا، پالکی، اطباء حضرات کو ادب اور شعر و
شاعری سے بھی دلچسپی، شاعر تھے، اللہ واسطے کا بیر، خلاف تھے، شناسا، جسم سے نوازا، اور کرتے۔
سنگ سیاہ سے مراد حجر اسود، ہر مسلمان کا عقیدہ، پتھر متبرک۔

731 فیس نہیں صرف دعا

انتہائی قابل احترام پیشہ، حصول زر کا ذریعہ، دوست بیمار، جمع پونجی ختم، کھال اتارنا،
مذہبی اور مشرقی اقدار، پاکستان کے نامور پروفیسروں میں سرفہرست کرنل الٰہی بخش مرحوم، کنگ ایڈورڈ
میڈیکل کالج شعبہ میڈیسن، پروفیسر اور پرنسپل میو ہسپتال کے ایم ایس، انتہائی اخلاق کے مالک،
ایم بی بی ایس فائنل کے امتحان، ممتحن، الائنس ہیس، بشارت ہیس کی تشخیص، مریض خاتون،
... محبوب ربانی، تشخیص غلط، یقینی مرتبہ ازل، خداوند نام خدا بخش، ممکنہ علاج ہر ڈاکٹر سے کروایا،
اندرون شہر آبادی، مکان فروخت، سیکرٹریٹ میں UDC 60400 درجے کا کلرک، پرچیوں کے
ریکارڈ، ... مریض Largactil 25mg گولی،
ہم دونوں بھائی ہیں، ... خوراک، جھولی پھیلائی، قائداعظم صاحب زیر علاج، ذاتی معالج،
کرنل صاحب کی کتاب Last days of Quaid-e-Azam، عزیز دوست شارجان،
... میں مبتلا، علاج معالجہ، کینال بنک، میڈیکل ہسٹری۔

737 قدرتی تریاق نسخہ جات

شیخ نذیر حسین صاحب، تبلیغ، جراحت مختلف شہروں اور قصبوں کے سرکاری ہسپتال،
... نائی، عجیب و غریب واقعہ، منڈی بہاؤالدین، حاضر ڈیوٹی، مریض چارپائی پر،
... بیچاری، ڈاکٹر صاحب مریض کا ملاحظہ، زہریلے سانپ نے ڈسا، مہلک زہر،
سانپ کے ڈسنے کا تریاق Anti venom serum، ہسپتال میں نایاب، بوڑھا دیہاتی،
... ایک ... مریض کے حلق سے اتر جائے، اجازت، تھیلی کا منہ، چڑیا، مریض کی حالت
... شروع، بابا جی، چلچو ندر، خوف، پنجرہ میں بند، درخت سے لٹکا، چلچو ندر یا کالی ...،
مہلک زہر، بہترین تریاق، ایلوپیتھک ادویات، Life-saving، دیسی ٹوٹکے، Herbal
medicine۔

724 ناکام عشق

سندھ، دور دراز علاقے، لاش سول ہسپتال، پولیس والوں کا موقف، عورت مرگئی
کی مریضہ، نہر میں گری اور ڈوب کر مرگئی، وارث، بوڑھا جمعدار ملازم، لاشوں کے پوسٹ مارٹم،
کمرے میں دلچسپی، لاش بدن میں نیلی دوڑ جاتی، لاش کی مکمل تلاشی، قیمتی اشیاء، چرالینا، متوفیہ ایک
نوجوان قد آور عورت، خوبصورت، پنجابی فلموں کی ہیروئنوں جیسا لباس، ساری محنت اکارت گئی،
عورت کے لاکٹ سے چھوٹی بندی، ایک تصویر، مونچھوں والا جوان، شہر کا ایڈریس، امیر گھرانے
سے تعلق، پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے نہیں بلکہ دبانے سے موت، تحقیقات، شادی، برادری،
عزت، غیرت کا مسئلہ، تفتیش پر مامور ... "مت مانا"، نتیجے کو موٹر سائیکل، سارا کیس سرد خانے
کی نذر، عدالت، ڈاکٹر محبوب ربانی، پنجاب گورنمنٹ، ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدے پر فائز۔

Marfat.com

٭٭٭ نیم حکیم کی تشخیص 735

حکمت سیکھنے بیٹھے باقاعدہ ادارے نہ ہوا کرتے تھے فن طب مشہور حکما سے شاگرد مریض کی نبض دیکھ کر دوائی لکھتے ہیں ساتھ کھانے سے پرہیز، جاہل اور قیمتی وقت، دوا خاک اثر کرے، پیٹ ڈالو، جاہل لوگوں کا علاج، بالکل، تاؤ، خطرناک، راز دارانہ انداز، اعضائے رئیسہ، ہونہار بالک، مریض سے بخوبی واقف، برخوردار نے تو کمال کر دکھایا، صاف انکار، جلوس کی شکل میں مطب وارد، وجدانی کیفیت سے دوچار، تو کئی انداز۔

اللہ کے نیک بندے

٭٭٭ انسان اور بیری کا درخت 745

پنجاب کا گاؤں، بزرگ دستی مسجد کے صحن میں بیری کا درخت، پھل دے، مشتاق، پتھر، بچوں کی پٹائی کے در پے، اللہ کے نیک بندے، شفقت، مولانا صاحب، تحمل، شکوہ، تمنا، موجزن، رنگ، روئی، انتقامی جذبات، صبر و تحمل، ذہنی اختلاف، چند پیسے۔

٭٭٭ انسان کی اصلیت 763

درویش، چیلا، فرماتے ہیں، بری چیز، سوچ، فضول، گرتی ہوئی، اچھی چیز، ہوا، سیب، اگور، گوشت، مرغ، پچھلی روٹی، اللہ۔

٭٭٭ بابا شاہ، شاہ قلندر، بیوپاری 747

پاکستان فوجی پریذیڈنٹ، اعلیٰ سیاسی شخصیت، عقیدت مندی، پیر، بادشاہ، کی خدمت میں حاضر ہوئے، پیدا ہوئے، فوڈ چیمبر، گلی، ایک آنکھ سے اندھے تھے، بچپن سے، مجذوب، فضل الٰہی (حسین) عرف "فضلا" چیئرمین رشید الدین، فوجی بیوپاری، Jobber، موسم، مٹھائی کا ذخیرہ، اعلیٰ قسم کی شوار، بیچنے والے، پیشہ ور، زیارت، ترن تارن، اسٹیشن، دربار شاہ، روزانہ، کراچی، مسجد، دیوان خانہ، صفائی میں مصروف، ایک شخص روزانہ باجرہ، پیالی، نذرانہ، پیسے، سید صاحب پر چڑھتے، "حضرات" پر چڑھاوا، آواز، "برکت کی قبرستان، واپس"، فدا حسین شاہ صاحب مرحوم کے چھوٹے فرزند۔

٭٭٭ بیوی یا ماں 745

بزرگ، بیوی کی قبر، سوچ میں غرق، قبر پر بیٹھ کر، بار بار قبر کی مٹی، تلاوت قرآن پاک، ذہنیت کا انتقال، مثالی محبت، عورتوں کے درمیان چپقلشیں، خوبیاں، وجاہت اور تمکنت، دلچسپ، معلومات، بزرگ آدمی، قدرت کا تماشا، چوہدری صاحب، چیزوں کے ساتھ، آزاد، تشویش، زار و قطار رونا، والدین کا اکلوتا بیٹا، پہلی شادی، پیدائشی طور پر قوت مردانگی سے محروم، صاحب جائیداد، مایوس، رشتہ، ماں کا رونا، دو سال تک اولاد نہ ہوئی، پیدائش، قیامت، تسلیم، تعمیر کیا، شادی۔

Marfat.com

بچپن میں ہی قسمت تنہائی میں اکثر روتا، نیک طبیعت، بیچاری کا جینا حرام، صابرہ عورت، خاوند کے خاندان پر صدمہ نہ آنے پائے، اہل دیہہ آبدیدہ قربانی مثیں۔

بیمار صحت یاب کرنے کی دعا 762

"جدید کرامات نامہ" آیت کریمہ صفحہ نمبر 36 پر درج، حکیم پیر سید رشید الدولہ، نیک بخت فرخ جمشید، آیت مبارکہ کا اثر، دوست باؤ چراغ دین "بیمار" تصور، اکیس مرتبہ پڑھی، قدم بوسی، اجرات، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی، بیٹی غازیہ، بیمار مریض کے قریب بیٹھ کر پڑھنے کی ہدایت۔

بے وقت علم دین 759

شاہدہ ... ورچہ ... ب الامیہ کالونی، علم دین، جنات زیر تعلیم، واعظ تبلیغ کے سلسلہ میں راولپنڈی لاہور، دہلی، روزہ، روات، بس ... راولپنڈی سے لاہور تک سیٹ ... ہوتے ہیں۔

چھپر ہوٹل والی سرکار 749

فضل الٰہی چوہدری، فقیروں کے تذکرے، بیوی کافی عرصے سے دل کے عارضہ میں مبتلا، نہایت تشویشناک، ہسپتال، مایوسی اور پریشانی کا عالم، بس سٹاپ، سوچوں میں غلطاں، قریب امر کے، اللہ رکھے کا رکشہ، امرسدھو کالونی (کراچی) چھپر ہوٹل والے کا ل ملنگ، جمعرات یا اتوار حاضری، مرتے ہی نہ مرتا، نیا چارج، Suzuki van، دیگر حجت مندم، یعنی مخدوش حالت، پشت سورج طرف، سایہ دیوار پر منعکس، چھپری کے سایہ پر عجیب انداز سے چلائی۔

پیشین گوئی 761

حضرت پیر سید رشید الدولہ صاحب کی بھانجی سکینہ بی بی، پروفیسر نصر الدولہ کی والدہ ماجدہ، نہایت دیندار، نمازی پرہیزگار خاتون، بھانجے سید عبداللہ شاہ واپڈا میں ملازم، بریگیڈیئر خالد قریشی، جالی نظری کی ملاقات، اخلاق خالہ جی سے ملنے آگئے، بیٹا نظری میں تمہارے ارد گرد آگ کی لپٹیں دیکھ رہی ہوں، ... بیٹا احتیاط کرنا میں دعا کروں گی، دوسرے ہی دن حادثہ نظری کی فیکٹری کو آگ، ان ... آدمی زندہ جل مرے۔

تنگدستی سے نجات کا وظیفہ 762

کلام پاک کی تلاوت، وظیفہ، گزر اوقات تنگدستی سے، چھ تین ماہ، گوشت، انڈا، پیاز، لہسن ادرک کا استعمال، دوران چلہ کشی نہ کرنا، میز پر یا کسی ہموار جگہ پر پیچ کے یا پانچ کرنسی نوٹ، ایک ہی مالیت، ... یا نوٹوں کی ترتیب، پیر سید رشید الدولہ صاحب، غیر مستحق لوگ بھی اس کا غلط استعمال نہ کریں، عمل تین ماہ، کامیابی کی نشانی، صندوق یا الماری میں محفوظ۔

حضرت باز مستان 755

پنڈ دادنخان، ضلع ... نصیر آباد شہر، زائرین، باز مستان کی خانقاہ، زیارت، تالاب، لاتعداد نہایت ... چھوٹے ... میں غالباً آٹھ انچ قطر کی، متعدد دکانات، کیلا اور پھیری سے فروخت، چھوٹی قطار در قطار چھوٹے ... سے حصول ... عجیب و غریب روایت "دیو" عوام الناس میں ... زندگی اجیرن ... بوڑھا ... دیو کو دھاگے سے باندھ کر آگ میں جھونک دیا، جل کر راکھ، زندہ انسان زمین پر محیط ایک لکیر، چھوٹے موذی دیوں شریف اولاد،

Marfat.com

دیں، بچھو بے قوت ساعت بھی رکھتے ہیں فضل الٰہی کا جو اس تالاب کی مٹی لیکر آوے ان کی اپنی پشت
پر بارش ہوتی تھی، بچھو کے shell پر ایک رنگ کے نشان۔

٭٭٭٭ حضرت داتا گنج بخش 750

شاہ زمان بٹ، گورنمنٹ ڈگری کالج سرگودھا، والد صاحب ڈاکٹر ... اچھہ آف سون،
مفتی خاندان، باادب رہنے کا شعور، عبداللہ شاہ ایڈووکیٹ صاحب کا بیٹا مسعود شاہ بھتیجے ہونے کی ندائی
لوگ بی اے میں فارسی، مولانا روم، مثنوی، تصوف، طریقت، احسن مقامی، بیعت بازی سے متاثر۔
داتا گنج بخش، ممتاز قانون دان، شیخ صاحبان بھی اسکے والد کی تردید کرنے سے قاصر، انگریز کے دور
کا زمانہ، لاہور کالج، خارش کا عارضہ، صحت یابی سے محروم، نوافل، رات و سواری مانگنا، نیند میں
احساس جسم پر ہاتھ سے مساس، خارش کے نشانات بھی معدوم، شاہ صاحب بڑے متاثر ہوئے۔
تانگہ، پیچھے پولیس آفیسر، نماز کی ادائیگی کے دوران داتا صاحب کی طرف اشارہ۔

٭٭٭٭ حمدی قمیل 751

گھنو قد آور، نورانی چہرہ اور سفید رنگ، برگزیدہ شخصیت، خواب میں ... ہو۔
سید مراتب علی شاہ صاحب، مستقل رہائش شیخ غلام علی ندوال، جہاں پہ ہم متعدد ... جہاز
ہوں اور کاروں پر سفر، ناپید گھنوں، برگزیدہ شخصیت جن کا نام نامی ظفر مہدی، مرد حقانی کا حکم،
لاہور ریلوے اسٹیشن، ڈیوس روڈ پر عالیشان کوٹھی، ملاقات کا انتظام، ... کا رعایہ، ... پیغام، ...
عقیدت کا اظہار کرتے، لوگوں کا تانتا بندھا رہتا، شیخ بشیر حسین انجینئر، ... کے زمانے سے صوم و
صلوٰۃ پر پابند، گرانسان، پولیس، مقدمہ بازی اور ہسپتالوں سے بچنا، واپڈا میں کافی عرصہ ...
ناظمیر یا بجلی کے محکمہ میں بطور چیف انجینئر، پاور پراجیکٹس، امیر خاندان، شیخ دولت علی ...
شیخ کرامت علی ممتاز وکیل، ملک برکت علی، مسلم لیگ کے پنجاب میں سرکردہ لیڈر ...
امیر الدین صاحب کا بیٹا نماز پڑھ رہا ... شیخ ممتاز لڑکا انگلینڈ میں F R C S، دریا میں داخل
ہوکر مرتب پانی آگیا، ... وظیفے بلند آواز میں پڑھتے، حقیقی کی عادت، اسٹیشن تک ...
زوجہ کے ساتھ خوش و خرم، ایک عالیشان کوٹھی میں رہائش پذیر، ہمیشہ بلند، نارووال ... مسجد
آزردہ خاطر بزرگ تھے، پہلی بیوی، دوسری شادی، پانچ لڑکیوں، پانچ بیٹے، ...
کاغذات، دستخط، جائیداد، دنیاوی چیزوں سے کوئی واسطہ نہیں، شادی ...
بیٹے چھٹیں ... پیچھے ... دیتے تو یہ ہوتا تھا۔

٭٭٭٭ خدا ترسی 756

مستری غلام حیدر صاحب، متقی ترسی انسان، مستحقین ناداروں کی خدمت، جہاں ...
سندھو داواجی، ذات شریف آرائیں، جہان فانی سے کوچ، جنازے کو کندھا دیتے، آبائی گاؤں
گل والا، بھائی کی جدائی، والدہ کو صدمہ، وقت کی دیوار سے تھوڑے عرصے، اٹھیں، بٹنے کی خواہش،
نعش کو بھی تک دیکھ تو بے اختیار کلمہ شریف کا ورد، نعش کی طرح مرحوم کی نعش ...
تروتازہ، آنکھیں پر نم، خوبی اللہ تعالیٰ، پسند، انوار برسات، عیار اعمال، میاں حیدر صاحب
مستحق حضرات میں فضل کے مطابق اناج، بیٹی کی شادی، تھوڑا ... خدا خوفی، ملازم کے ہمراہ
گاؤں واپسی، گرمی کی شدت سے نڈھال، گھنے درخت کی چھاؤں، ... بیمار، اپنے کھیتوں
سے کچھ ... موزوں ... میں روزانہ بکری کا دودھ پینے کے لیے لیا، حکیم صاحب، والا

Marfat.com

حیثیت حرام کا دودھ اپنی وعیال روکھی سوکھی روٹیاں کھا کر پیٹ کی آگ بجا رہے ہیں بھینس، پھر سے ہو کر دی بھینس کتنے روپوں کی ہوئی؟ با تھ ریوں میں۔

740 درویش کا حکم

نواب ممدوٹ کی کوٹھی، ڈیوس روڈ، شملہ پہاڑی، Ambassasdor Hotel،
لاہور، نواب مظفر حسین، بھائی، بیٹی جس کو پیار سے "Tutu" کہا کرتے، پاؤں سیڑھی سے پھسلا،
ضرب کاری، چلنے پھرنے سے قاصر، کوئی علاج معالجہ کراچی، ڈاکٹر صاحبان، ناکام علاج،
مفلوج "Titu" خاندان سے ہمدرد، مراسم، U.S.A، کوٹھی کے لان میں Tennis، ناکام بالکل
حسرت مند، کوٹھی کی boundary، درویش، bed سے اٹھ نہیں سکتی، برآمدے کے سامنے لکڑی
کا دروازہ، بیٹی پتھر قمیص پر موجود، اندر آ کر اٹھاؤ، میں تو معذوری کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتی۔
bed سے اٹھ کھڑی ہوئی، درویش لیاقت روپوش، صنعت کار، گجرات، رئیس حاجی سلطان علی،
بیٹی کی بیماری بیٹی، مداوا، بزرگ، غائب، بیٹی مر چکی تھی، پیر فضل حسین فضل، گجرات کے مشہور
پنجابی شاعر، جاوید اقبال، میاں محمد خلیل صاحب، حضرت داتا گنج بخش، عرس، عقیدت مند،
دربار سے جاوداں، نشین کی تشریف آوری، "تم کیوں نہیں اٹھ سکتے؟" وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا۔

741 درویش کی پیشین گوئی

گجرات شہر، جلالپور جٹاں، گاؤں "سوکا"، شادی شدہ شخص، میاں محمد بخش صاحب۔
کلام سے کاوش، عارفانہ کلام پنجابی، پیغام الٰہی اور زندگی کے دردناک پہلوئے حقائق پوشیدہ، اثر و رغبت،
رقت طاری، بے اختیار آنسو، خاص طرز سے پڑھنا، دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہی، سب کچھ اللہ کی راہ میں،
"جب میں مروں گا تو اپنی قبر سے ایک دفعہ ضرور نکلوں گا"، برساتی نالہ میں طغیانی، قبرستان میں تقریبا
تمام قبریں بیٹھ گئیں، میت صحیح سالم، قبر شالی کی پیشین گوئی۔

742 زندہ پیر

گجرات، جلالپور جٹاں روڈ، موضع معین الدین پور (المعروف مومدی پور) گاؤں،
صدیوں پرانا مزار جناب حضرت خیر اللہ شاہ صاحب المعروف میاں صاحب کا، حقائق کے چشم
دید گواہ، سادات خاندان، بزرگ، ہیبت، نہایت باادب اور سر جھکائے وہاں سے گزر جاتے۔
اگر بھول کر بھی مزار کے گردونواح یا مزار پر بدتمیزی، بے حرمتی یا مذموم حرکات، شراب نوشی،
غلط نیت کا مرتکب ہوا تو چند دنوں کے بعد ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔

761 سانپ حکم ماننے کا عمل

ماموں پیر رشید الدولہ صاحب کے خالو سید رشاد صاحب، ڈنگہ کی مشہور و معروف شخصیت،
گھوڑوں پر سوار نہر کی پٹڑی کے کنارے، باغ، نوکروں نے گھوڑوں کو سنبھالا ہی تھا کہ یک دم ایک سانپ
رینگتا جا رہا ہے، پاس نوکروں کو مخاطب کرنے جیسا انداز، سانپ حکم کی تعمیل میں فوراً ٹھہر گیا، ورطہ
حیرت میں ساکت، سانپ فوراً حکم بجا لایا اور بھاگ نکلا، سانپ کو قابو کرنے کا دم، مارگزیدہ افراد
دم کر کے صحت یاب کرنے کی صلاحیت، بڑے بیٹے سید خورشید حسین شاہ کو سانپ کو مسخر کرنے کی
اجازت دے دی، سید شبیر شاہ صاحب، خدائی خدمتگار، کوئی سر اٹھا نہ رکھی۔

753 صوفی صاحب

چچازاد ہمشیرہ محترمہ فخر النساء، شوہر نامدار سید حیدر شاہ صاحب، Military Audit،

Marfat.com

ریٹائرڈ، ریٹائرڈ کرنل، ہمیشہ پاؤں سے ننگے زمین پر ہوتے، وزیرآباد، ریلوے لائن فیصل آباد،
سٹیشن سالار والا (موجودہ دارالاحسان)، مولوی بھوپڑی، عقیدت مندوں کا ہجوم، پیر چھٹا، پڑھتے ہیں
والدین نے جھوٹ بولا، اٹھی شاہدولہ، گجرات، پنکھوں کا کارخانہ، صوفی صاحب نے آواز بلند کی۔
چھوٹے بھائی C.S.S کا امتحان کامیابی سے پاس کیا، interview میں فیل، medically۔
High Court میں writ، Additional Accoutant General، ایمانداری کی انتہا۔
گھر کا بجٹ، Officers Colony لاہور میں washbasin، موٹر سائیکل سے ہوتے ہیں audit۔
رمضان کا موسم، ماہ رمضان، گجرات کے S S P کے دفتر، ملتان روڈ لاہور، ریلوے اسٹیشن سے ... پہنچے
مٹھائی وغیرہ منگائی، تائب، روزہ، پاکستان، قابل ستائش شخصیت، صوفی صاحب کے ساتھ اپنی تصویر
نیت، رشوت، لعن طعن، صاحبزادے، سفارش، ملازمت۔

758 قبر میں تازہ گلاب ☆☆☆

بھائی انور، ریٹائرڈ، گجرات، حضرت حکیم پیر سید الدولہ، حلقہ احباب وسیع، ان میں حضرت
کرم الٰہی المعروف ''کانواں والی سرکار'' کامل درویش ولی اللہ، علامہ عنایت اللہ مشرقی کی بہت ہی فضل
کریم اور استاد غلام رسول صاحب، استاد صاحب، ماں باپ چھڑنے کے بعد رشتہ جات، چوہدری ظہور الٰہی،
گجرات کی معروف شخصیت، ہوٹی سے متصل چشتی بادشاہوں کی خانقاہ کے متولی، مقدمہ بازی، تمام مجرد
گوشہ دار ''کہاں میں اور کہاں چوہدری'' دوستی کی دلجوئی میں پہری کی تمت ... ہوتے۔
بڑی دیر سے مقدمہ کی پیروی کرتے، عدالتی فیصلہ حق میں، بیٹا منظور حسین نہایت خوش اور
شیر دل جوان، نہایت زمین کی نالی وقا، ورثہ کے بچاری میں بند کرنا چاہتا، انہوں نے انکار کیا،
زہر، جسم میں سرایت، جس کی وجہ میں شدید تکلیف، جسم نیلا کالا ہونا شروع ہو گیا، تدفین، تلقین،
قبر کی کھدائی، متصل قبر سے مٹی گرنے پر تازہ گلاب کا پھول نمودار ہو گیا، وہ شہید وہ گرتا ... وغیرہ
نیک طینت دوشیزہ، دوپٹہ، داڑھی کا مشکر، قبرستان، استاد مرحوم کے خاندان کا ذاتی تھا۔

759 کرامت ☆☆☆

شاہدرہ، خواجہ سرائی (تہجد والی) کا تکیہ، بزرگ کی قدیمی قبر، ہجوم، چراغ،
جلتے، پھول، غلاف چڑھتے اور مرادیں پوری ہونے کی منتیں مانتے، عقیدت مند، صدیوں
پرانا درخت، جھکا ہوا قبر پر محیط، تنے کا پھیلاؤ، تین قبر کے اوپر ہوا کی شکل میں موجود، تشویش تھی،
قبر مسمار ہونے کا احتمال، احتیاطی طور پر، ... مرشد کی قبر، شکل، مرحد، چھپکلیاں اور قیامت،
شاخیں کاٹنا، بزرگ ہستی نے ایک ہاتھ سے پکڑا اور درخت وہاں سے ... درخت کی طرح ... کر دیا۔

756 ماں کی دعا ☆☆☆

جاوید اقبال، سندھ، تایا جان، دادی جان، ڈاکٹر محمد شریف صاحب، ... والد
... تعلیم کے اخراجات، غریبوں کے بچوں والدہ کی تدریس سے پورا کیا کرتے، L S M F،
ڈاکٹری کے ذریعے، سند M B B S، بحر ظلمات اور شدت، والدہ ماجدہ کی قربت ہوئی،
خط کے ذریعہ اپنی آمد کی اطلاع، والدین گل والے میں، پلیگ، لخت جگر، اپنی موت کا فیصلہ
میری موت کی صورت میں قبول فرما، انہیں ماں بیٹا ... بخار نے ماں کو جا لیا،
بیٹا صحت یاب، والدہ خالق حقیقی سے جا ملیں، جیسے خاندان مغلیہ کا شہنشاہ ظہیر الدین بابر، بیٹا
ہمایوں، باپ نے بیٹے کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

Marfat.com

مثالی کردار 747

زوجہ محمد عبداللہ بیپاری مرحوم نیک و خلیق، باخوبصورت اور صوم وصلوٰۃ کے پابند،
قابو میں ایک وارثی والا شخص، دوسری شادی کیلئے پرزور اصرار، وہ نہ مانے، 25 سال کی رفاقت،
کوجہ خاندان، مستقیم، شادی کے تھوڑا عرصہ بعد لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا، چہ میگوئیاں، دوسری بیوی
نہیں چھوڑ کر چلی گئی، درازی بستر وحشت از بام، بھائی مرد نہیں، مردانہ طاقت مفقود، پہلی بیوی جوانی
سے آخر عمر تک یہ عذاب جیسے برداشت کرتی رہی۔

تجربہ 760

ڈاکٹر صادق حسین نقوی صاحب، میاں چنوں بطور MS ٹرانسفر ہوئی، ''کلو'' کا
ایک پودا جو عام سے جڑیں (Aerial roots) نے دیوار اور چھت سے اپنی غذائیت کی غرض
سے زمین رابطہ استوار کیا ہوا تھا، عذاب سے تنگ بیل کو کٹوا دیا، بیاض یہ چھت پر رکھ کر بھول گیا،
والدہ سے استفسار کرتا، کشف قدم تر چھال اتر چکی تھی نئی کونپلیں، اہل خانہ حیران، خاکستر اور نہایت
بوسیدہ تنا سطح سے اب ابھرا ہوا یہ سبز پتے پرواز کرتیں، سرور کائنات حضرت محمد ﷺ، حضرت علی
حضرت امام حسن علیہ السلام۔

ملنگ کی محبت 743

نہایت کامیاب تاجر، کامیابی کے چرچے دور دراز تک، مالی حالت کمزور ہو گئی،
رفاہ عامہ، شادی کام حسب درپیش، اس شخص کی حیثیت کے مطابق مناسب رقم دیکر رخصت کرتا،
فقیر، بدمزاج، ملنگ، بوسیدہ کپڑے، غیر معمولی بڑھے ہوئے بال، عزت و تکریم کے ساتھ
ملنگ کو کرسی پیش کرتا، ملنگ کی آمد پر نہایت انکساری، فقیر ملنگ کی ''بے تکی'' باتیں نہایت غور سے سنتا،
حاسدین چند اشرار، دیکھ ملنگ کے ساتھ دسترخوان، خاوند سے جھگڑا، بدن سے بدبو،
ملنگ پاگل، ملنگ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا شروع کر دیا، بلکہ بیوی نے اس کو بہت ہی دھتکار دیا،
ملنگ مسکراتا ہوا واپس لوٹ گیا، خاوند کو تشویش لاحق، بدسلوکی کا ارتکاب، دن بدن کاروبار میں بتدریج
مندا، تھوڑے سے کاروبار پر چھوڑ دے کا بہت، تباہی کی ذمہ دار تم اور صرف تم ہو، قدم باعث برکت،
نقاہت سے چور، پسماندہ بیٹے نعمت خداوندی، بے اولاد، مادی دنیا سے دل اچاٹ،
روحانیت کی راہ، جائیداد اور پونجی ایک یتیم خانے کے نام، مستی میں سرشار ادھر ادھر گھومنے لگا،
کاروباری رقابت ان میں تلاش کرتی ہے، تاجر کی بیوی کو عزت سے چادر پر بیٹھنے کی ترغیب دی۔

موثر تعویزات 760

عبداللہ شاہ، انور کے خالہ زاد بھائی، ازدواجی زندگی، بیوی کی گود ہری نہ ہونے پائی،
متعدد بار میڈیکل چیک اپ، دوسری شادی کی ترغیب لڑکی کے والدین، پہلی بیوی کے والد کے
چند خطوط، بیوی کے والد بزرگ مذہبی پرہیزگار اور تعلیم یافتہ، داور محشر، داماد، لاہور، درویش،
تعویزات، عامل سے رجوع، مراقبہ، پروردگار تمہیں چار بچے دیگا، چار لڑکے تولید ہوئے،
دو قسم کے تعویزات، تعویزات پر یقین نہیں، نوری اور دوسرے کالے، نوری جو قرآن پاک کی آیات
سے تحریر، کالے علم کے تعویزات کرنے والے قرآن پاک کی آیات کو الٹا لکھتے ہیں۔

نیک فطرت قاتل 742

کراچی، اعلیٰ عہدہ پر فائز، بیوی اور دو خوبصورت چھوٹی بچیاں، دنیاوی آسائشوں

Marfat.com

[illegible] 50,000 [illegible]
[illegible] sewerage pipes [illegible]
[illegible] pick-up [illegible]
[illegible]

عجیب وغریب واقعات

767 آسیب کی دہشت

[illegible]

767 آسیبی خوشبو

[illegible]

779 [illegible]

[illegible] suspense [illegible]

[illegible]

Marfat.com

شیخ کے پیں پر پھنسا ایک بوٹ کے تسمے کھلے ہوئے تھے۔ تینوں اپنی بیوقوفی پر خوب ہنسے۔

776 اور مدارتی پہ شادی رچالی

تقسیم ہند سے قبل محلہ قریشیاں المعروف بوچڑ خانہ، پرانا مزنگ لاہور، دو منزلہ مکان، آسیب زدہ تھا، ملازمت، مکان کرایہ پر نہ ملا، مکان خالی ہے البتہ آسیب زدہ ہے، کہہ کے مکان لے لیا، غیر مرئی قوت، ہر دار سے حب وتیچہ رسید کر دیا، نیند پوری نہ ہو پاتی، طوفان بدتمیزی، شراب کی دو چار بوتلیں، ہاتھ سے ''اس'' کا بازو پکڑ لیا، عورت، باقاعدہ دھینگا مشتی ''عورت'' بے بس ہوئی، رونا، جنات میں سے ہوں، خوبصورت عورت کی شکل میں سامنے آگئی، میاں بیوی کا آپس کا معاملہ، امرتسر، دلہن ہو بہو اور والدین وشادی کی اطلاع، دلہن نے اپنی خدمتگزاری میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، خاندان کی خوشی کا سامان ہوا، نے کی شادی کی رسومات کا جائزہ، مکان کی منڈیر سے ایک بچی کا پاؤں پھسلا، بچی کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی ہاتھ میں اٹھا کے بچا لیا، شور مچ گیا، معاہدہ ٹوٹ گیا، چھ میلوں کیں، بڑا اجاڑا۔

768 باکی سید

آنا تیم ٹیلیفون کے محکمہ میں S.D.O پیر صاحب، دیرینہ تعلقات، ڈرائیور اکرم، جرات، وظائف، جن، پیدائش، بیمار، دورے پڑنے، چند دن بعد، آخر بہت صاحب، ہر اے کے عاملین، دریے، حکیم، اہل حدیث مولانا صاحب جنات کا علم ہوئی، پہلا استعمال شدہ جوتیاں، وظیفہ، دیگچی میں مسور کی دال، پیالا توا، آسیب کی گرفت، تعویذات پلانا شروع کر دیئے، تیسرے دن از خود پیتی پانی طلب کیا، مکمل تندرست ہوا، یہ کی پرانی شکایت، فریادی عورت، بچہ جس کی عمر کوئی تین سال، دورے، ہاتھ پیر تے، اکڑیات نیچے بیٹھے رہا، حکیم سے علاج، جھنگ شہر کے ایک حکیم کا نام بتایا، خواجگی، پانی پت، مہاجر، جرات، پیر رشید الدولہ صاحب، ذہنی پر اپنے اثر ورسوخ سے ایک اچھا سا مکان الاٹ کروا دیا، اپوزیشن اچھی، لاہور میو ہسپتال میں بطور ایکسرے ٹیکنیشن ملازمت، بیوی عورت، نشانات کا مادی، عجیب وغریب ''کیفیت'' خوفناک شکل اکا کر دیکھتی، دورے، بڑا پلید اور خطرناک قسم کا جن، عورت سے محبت، شادی کی رات چھت سے ایک ہیولہ سے بستر پر آگرا، ہیبت ناک صورت، مرپینت، عجیب وغریب قسم کا چہرہ، سفید ریش بزرگ، ہاتھ میں تسبیح، نا رونے، آخر کار انتقال کر گئی۔

765 جنی روح

چوہدری فضل داد، چوہڑ چیک کے رہائشی، حضرت پیر سید رشید الدولہ صاحب، عقیدت، خاندانی مراسم، دیوان خانہ، صحبت درویش، سعادت سے نیاز مندانہ تعلق رہتے، پیر یوسف، پتن پیر، فضا، جالاپوری اولاد، جرات، سلامتی، چوہڑ چیک، گھوڑیوں کا انتظام، برساتی نالہ ''کوئی'' عقب سے ایک عورت کی آواز ''چو ونیوں دی نال لے چلو'' قد آور عورت، کالے کپڑوں میں ملبوس، سفید لمبے لمبے دانت، فریادی انداز، سرپٹ گھوڑیوں کو دوڑاتے، عورت کے بلاوے پر دھیان نہ دینا، غائب ہو جانی۔

782 بھوت

جرات قریبی گاؤں، حجام رہائش پذیر، برادری سے دشمنی، حجام کی گاؤں میں تھوڑی سی زمین، برادری وحقارت کی نگاہ سے دیکھتا، چپقلش کی انتہا، منصوبہ بندی سے اس حجام کو قتل کرنے کی ٹھان لی، ہمشیرہ کو بیدی، طبیعت ناساز، اکلوتی بہن، فصل پکی ہوئی، آج رات کو میں سوؤں گا، مخبری،

Marfat.com

رات کی تاریکی میں دشمنوں نے اپنی دانست میں اسے قتل کر دیا لاش [illegible] میں لپیٹ کر اس
کو دفن کر دیا۔ بھوت بھوت بھوت! لوگوں کا بیان ہے کہ [illegible] میں دہشت [illegible]
گھوڑے پر سوار [illegible] دیکھتے ہی [illegible] پاؤں [illegible]
پر اس قدر دہشت طاری ہوئی کہ [illegible] گھوڑے پر [illegible] گھوڑے سے [illegible]

783 ہونا اور توبہ

شاہدرہ لاہور، تقسیم ہند [illegible] محراب نما طاق [illegible]
رہائش [illegible] خاندان، مسلم لیگ رضاکار تنظیم کا سرگرم [illegible] قائداعظم
[illegible] موقع پر [illegible] UNO میں اعلیٰ عہدے پر فائز [illegible] سلسلے میں [illegible]
ایران ڈیوٹی [illegible] شاہدرہ مشہور ہو گیا [illegible] علاقے میں دہشت [illegible]
قیمتی سامان [illegible] آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا سامان لے جاتے [illegible]
[illegible] سے [illegible] چوری [illegible] تو [illegible]

766 تدریس جنات

بی بی (نانی اماں) [illegible] قاضی عبدالرحمن صاحب [illegible]
جنات کے عامل معتقدین مرد اور خواتین پر مشتمل [illegible] اور [illegible]
نورانی شکل [illegible] چراغ کی روشنی [illegible] دیوار پر روشن [illegible] ایک [illegible] نے اپنی جگہ
پر بیٹھے بیٹھے ہاتھ لمبا کیا اور چراغ گل کر دیا۔

773 جشن جنات میں شمولیت

شہر گجرات محلہ شیش [illegible] دروازہ (چوک پاکستان) [illegible] شیخ صاحب
دو بھائی ایک جناب شیخ نعمت اللہ اور دوسرے جناب شیخ کرامت اللہ۔ کرامت اللہ کے [illegible] بیٹے
دو بیٹیاں شیخ اختر مسعود، شیخ اختر مقصود، شیخ عظمت اللہ کے چار بیٹے شیخ عبدالرشید [illegible]
شیخ احمد سعید آئی جی، شیخ بشیر احمد ڈی ایس پی، شیخ نذیر احمد [illegible] میں اعلیٰ
عہدے پر فائز، خاندانی قبرستان [illegible] نہایت عالیشان کوٹھی شاندار [illegible]
بہت بڑا [illegible] اسلامیہ ہائی سکول [illegible] چوک [illegible]
[illegible] مغرب [illegible] چھوٹی انگریزی [illegible] ہندوؤں کا ایک مندر [illegible]
[illegible] رشید الدولہ صاحب [illegible] دیوان خانہ مندر اور مزار کے قریب روشنی پھیلی ہوئی [illegible]
میں مشغول [illegible] پیپل کے پتوں پر رکھ [illegible] حلوہ [illegible] شادی کی تقریب [illegible] ویران جگہ پر [illegible]
اور [illegible] حلوہ [illegible] پیپل کے پتوں سے [illegible]

774 جنات کا تحفہ

روزنامہ [illegible] پاکستان [illegible] گجرات آنے [illegible]
G T Road پر [illegible] جانے والے راستے پر [illegible]
اللہ کا نام لے کر چند [illegible] روشنی [illegible]
ڈر کے مارے [illegible] ان کے سامنے [illegible] بابا [illegible] (رومال) [illegible]
[illegible] حلوہ پوری ڈال [illegible] شادی [illegible] مقدار میں حلوہ پوری ڈال دیا
شخص غائب [illegible] ایک [illegible] دوران [illegible] پوٹلی [illegible]

Marfat.com

ن میں نے محسوس کی ہے۔ سو پوری فضا میں تبدیلی ہو چکی تھی۔

774 جنات کی شرارت

قصور شہر، چونیاں روڈ، کوٹ چھوٹی روڈ، چھانگا مانگا، دیہاتی نوعیت کا ہوٹل، عجیب و غریب اور خطرناک، ماورائی قوت کا احتمال، ہوٹل والوں سے عجیب سی بات، راقم کا ڈرائیور میو قوم، گاؤں کا باسی، ہوٹل کے اندر ایک شخص کی خوشی کی پکڑ، اس شخص کا بھاری ہونا شروع ہو گیا، دیکھتے دیکھتے ایک خوفناک شکل اختیار کر لی، چپ چاپ بیٹھ گیا، پھر اچانک بڑی ہو گئی، جیب میں ڈال دیا، بعد کا احساس، پھر اس کی جیب سے زندگی کی فضا میں تبدیلی، پنجرہ اپنے گلے سے اتار دی۔

766 جن کا جنون

ڈاکٹر صادق حسین، ہاڑی، D.H.O، پرچہ کار عبادت گزار شخص سے ملاقات، ریٹائرڈ ہوتے ہوئے دانستہ ان کی پختگی نہ آئی، ہاڑی کے امیر ترین لوگوں میں شمار، شخص پر جنات قابو کرنے کا خطرہ، ان کی صحت خراب ہو گئی، عامل سے رجوع، علاج معالجہ، چہرے کا شکل جنات کی نیت سے، لطیفہ، نیت کی خوبصورت پرندے، جو کہ اس نے اس دنیا میں پہلے کبھی نہ دیکھے، عجیب و غریب جانور، ان کا چہرہ زبردست تھا، پچھلا معالج آفت سے ہمارا پیچھا چھوٹ گیا تھا، ناگہانی موت کی وادی میں چلا گیا، کمال۔

775 جن یا ...

معمر شخص، تعبیر، ڈاکٹر صادق حسین نقوی، شاہدرہ، لکھن کی چاندنی رات، گاؤں، مدارس، گوندی سے درخت، جنس کا بچہ (...) نتھی اور پکی، کے واقعہ سے تعلق، پڑھتے رہنے میں کامیاب، جن کو خوفزدہ، مشکل درخت جیسے دونوں کا منہ سونگھا، پیچھے والے کا منہ، خوشبو، پسینے ... اور پھر اتفاقی زخم کی زبان، کل کی طرح ... موجود تھی۔

784 چڑیل کا پچھل

محلہ رتی شاہدرہ، جات قبرستان بنام شاہ خاتون، قصور شہر، ورکشاپ، رات، غریب قریب پچھل پیری کا جگہ ... زور سے والوں کو نام سے پکارنا، گاؤں سے دور درخت، شہر میں وفات کرنے والوں کی ہوتی مٹی کے وقت شہر کا رجوع، چڑیل کا روپ دھار کر کسی عورت کا شوہر ہو جاتے، نوجوان کو اغوا کر لیا، خوفزدہ، چڑیل کی اصلیت، مدت تک کی اس پچھل ... کسی وقت بھی اصول کا پچھل سکتا ہے۔

777 ... ان

رات کی تاریکی، مجید، وحید فلیٹ، زیادہ قسمت پرانا دور میں سکونت، جو شخص ایک دن، عالیشان اور جدید طرز تعمیر کا گھر، عجیب و غریب حادثات سے دوچار، آج تک بچے بیٹے تھیں سے رکتا ہوا، بھاگ ہو گیا، موت پراسرار طریقے سے، ایرانی ... ان میں نیکی کا راج تک، چلتی اور اس کی ... بات، چھپکلیوں، مکان کو بیچنے کی ناکام کوشش، تکرار، پڑی، ایک ... نے چیخ ماری: "... چھت کی منڈیر پر کوئی انسان چل رہا ہے۔"

778 ... فاتحہ ...

محلہ ... کی روڈ، عالیشان کوٹھی، کوٹھی سے ملحقہ خالی زمین، غلام رسول،

Marfat.com

[illegible]

779 [illegible]

[illegible]

785 شیطانی تعویذ

[illegible]

783 عجیب موت

[illegible]

786 قبر سے شعلے

[illegible]

Marfat.com

انتقام کا شعور، اذیت ناک بیماریاں، عبرت ناک موت، مالووال گاؤں، قدرت کا مددگار، مغضوب،
وفات، تدفین کا مرحلہ، قبر سے آگ کے شعلے، دوسری طرف قبر کھودنے کا ارادہ، آگ کی شعلہ نوائی،
مر...خون بند تھے۔

784 ورثہ

میاں صاحب، لاہور کا قبرستان، غیر آباد ویران علاقہ، گنجان درخت، جھاڑیاں،
گہرا سناٹا، سرد ہوائیں، خوف زدہ کر دینے والی، چمگادڑوں اور الوؤں کا راج، ہندوستان میں پلیگ کی وبا،
حفظ ماتقدم، میت کی تدفین، دیگر اموات استقبال کرتیں، گھر سے دو دو جنازے، جرأت،
حضرت پیر سید رشید احمد والد صاحب سے بڑے بھائی آغا صاحب، تایازادی بیمار پڑی، موذی
مرض کا شکار، تدفین وتکفین، ماموں زاد بھائی اختر، سادہ نوجوان کے والد صاحب کا انتقال، قیامت برپا،
تین جوان میتیں، قبر...، بے حرمتی، مردوں کے کفن، ہر طرف دہشت، قیاس آرائیاں، مذموم حرکات،
غیر انسانی عناصر، ... جانوروں کی خوراک، ہندو بستی، عورت چل بسی، بیٹے کو ماں سے محبت،
گھر ... ہاتھ، رات ... شام ... درخت پر چڑھ ... آدھی رات، گورکن کی ...،
... چھوٹی ..، خوف سے کانپ ... سفید چادر، سیاہ خول، ...،
... کفن ... رنگ برنگ منکوں کی مالا، ہار ... اور ... اتار دیئے،
... درخت پر سے ... کی چھاتی پر رکھ دی، انکاری۔

781 گھنگرو والی بلا

عبداللہ شاہ، ... خان کے بیٹے، واہ فیکٹری، کافی عرصہ ملازمت، ریٹائر، جرأت،
رہائش ... دوست، والدہ کی شدید علالت، ٹیلیفون پر اطلاع، بے قرار دل، گاؤں،
... تین میل ... پیدل چلنا، پگڈنڈی، نشیب وفراز، سنسان، دونوں دوست، اندھیرے ...
... خوف ... گھنگروؤں کی آواز، ... قدم تیز ... تیز چلنے سے پسینے، زندہ ... پہنچنا
... pullover ... میت ... جان، والدہ کی عیادت، نوکر، علاقہ کی روایت،
... Wah میں ... خریدے، ملازم، شوق کے زیر اثر گھنگرو جیب میں ڈال دیئے،
... گھنگروؤں کا ... بھول گیا۔

764 مائی رویاں

بیوی ... ، D.H.O.M.S، قصور، جرأت، مجلس، مشہور
... ، دونوں خاندان ... ، الاٹ شدہ ہندو پراپرٹی مکان، پرانا مزنگ،
... closed circuit T.V ... ، پردہ دار خواتین بیٹھتی تھیں،
بارش ... ، ... بخار، مذہبی عقیدہ و فریضہ، ہلکی ہلکی بوندا باندی، ...
مستورات اپنی ... جلدی طرف روانہ، بارش کی شدت، چھینٹیں، پرانا مکان، سیڑھیاں، نہایت
خوبصورت عورت، ماتھے پر ... ، گلے میں سونے کا ہار، پاؤں میں پازیب، سفید سلک کی ساڑھی،
کلائیوں میں ... ، ... چھم چھم کرتی ہوئی سیڑھیوں سے ڈیوڑھی میں اتری،
بخار، ... 101 ... خوف زدہ، ... گھر والے پہنچے، حلقہ احباب،
... آواز، واقعہ ... کی چھوٹی بہن ... عورت کا حلیہ، "مائی رویاں" ، تقسیم ہند کے بعد،
... ، خاندانی دوست بابو چراغ دین صاحب، مزنگ اڈہ، کرایہ پر مکان،

Marfat.com

عزیز الدولہ والدہ صاحبہ طبیبہ تھیں، پاکستان کی پہلی خاتون طبیبہ تھیں۔ حکومت نے خواتین میں [illegible] کی ذمہ داری بھی انہی کو [illegible]

775 نواب صاحب

ڈاکٹر صادق حسین نقوی کی پہلی ملازمت لاہور میں تھی [illegible]
حاجی صاحب [illegible] افضل [illegible] آوارہ [illegible] امتیاز [illegible] غالب [illegible]
"نواب" [illegible] کے [illegible] پڑھتے [illegible] [illegible] پر عمل [illegible]
میں [illegible] شخص [illegible] شخصیت [illegible] نواب صاحب
نے [illegible] کوشش [illegible]

حیوانات، پرندے، حشرات

798 [illegible]

[illegible] Town Hall [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

817 [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible] Soda [illegible] Whiskey [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] Genetian violet [illegible]
[illegible] Vet [illegible]
eczema [illegible] 250 ml Pinkspray [illegible] 450 [illegible]
[illegible] wicket gate
[illegible]

801 [illegible]

[illegible] محمد صدیق
[illegible]
[illegible] West Virginia [illegible] Pizza Hut [illegible]
[illegible] Dane [illegible] Lotto
(لاٹری) [illegible]
[illegible]

Marfat.com

ایک بیٹ لندن میں بوڑھی انگریز عورت کا پول 75 pence پول کے فارم بھرے تین تین پونڈ
کی رقم جیتی تمام رقم اپنی بیوی بچی کے نام۔

808
بیوی کا بخل

عبدالرشید Wah فیکٹری ملازمت ریٹائرڈ تجارت ہے سید رشید الدولہ صاحب
سے یوں کہنے سے باتیں کیا، بانی ہم دوست سید محمد اصغر تین کا ریس تمام کے ہاتھوں میں ہے۔
بیوی کی کنجوسی بخیلی مشہور تھی ان کا بیوی شادی کے بعد پڑیانی مہمان خانہ رات کا،
تنگ کیں آواز اس نیچی تو تیس رنگ برنگ کے کو تیں کی بیٹی وقت اور ہوتے ہوئے پا گئے،
ان سے معین نہایت تیس تم کا مہمان نوازی خاطر مدارات بیوی کی اپنے ہاتھوں میں ہے
سے کل ہم سے ہوئے کی اور بچی کا کا ندر، حولی رواج فراخ دلی سے نوٹوں کی بارش،
بچے کی بیٹے کا زندگی رات کی معروفیت اور تحفہ دن کی بخشش دیکھ بھال سے محروم رہاں باندھنے،
... سب سے ... ان ... دن ... نقد وضع دار زمیندار بڑے چڑھ کر نوٹ پھینک
... تمام ... قدموں میں ... یقین ... بخل شرم میدان کا زدار
... چند ... اپنے واقف ... خصوصی ... منتخب ... کے بل
... اجازت ... مدد ... میدان چھوڑ
... ذلت آمیز شکست ... چل
... چیخ ... مشہور ... صرف
... کا ...

813
بدلے کی چوٹ

... دوست ... تجارت ملازمت کے سلسلہ میں مشرقی پاکستان
... میں 14 Div ... Suite No 3 ... شیر کے شکار کی بات ہوئی
... جنگل ... شیروں ... جنگل کا معاملہ ... میں شیر
کا ... چندی ... Mess کپتان صاحب شیر کے شکار کا شوق ... میں لیٹے
... شام ... پانچوں دوست ... ملازم ... درمیانی
... شیر ... بانس ... (ڈنڈا) ... بکری ... باندھنے ... شکاری
شیر ... ماحول ... تیار ... شیر بانس سے پھنس
... میں ... ندامت ... بوڑھی ... دریا کا
... مشہور بندر کا ... جنگل میں درندوں کی کثرت
... شمال ... مشرق سے مغرب کی سمت مغرب سے مشرق کی طرف
... جنوب کی طرف اور جنوب سے شمال کی جانب ... پاؤں کے نشانات ... شناخت
... bait (چارے) ... شیر ... شکاری ... مچان ...
... رات ... شکاری ... مچان پر
شکاری ... رات ... مختلف جانوروں کی آوازیں
... torch ... پاور فل رائفل
کپتان صاحب کا ... جنگل ... اپنا حال۔

Marfat.com

816 بے بسی

بے بسی محسوس نہ کرنا، تصور کے گدھے پر چھت کا خیال [illegible]
بیماری کی حالت میں ہسپتال، جانوروں سے [illegible]، جانور شدید بیماری میں داخل [illegible]
ہدیہ، انگریز وطن کی [illegible] بے بسی کے محض [illegible] آفس Pith hat [illegible]
والی [illegible] میں بہوں پہ وں میں خفیہ [illegible] اور [illegible] ہوتے [illegible] میں [illegible]
شدید دروازہ، شیشہ والا دروازہ [illegible] سے چوٹ [illegible] تصور سے [illegible]
وارث [illegible] ہسپتال [illegible] (ہم چھ ر [illegible]) [illegible]
جرات سے [illegible] مشرق کی [illegible] اقوام [illegible] انگریز [illegible] تصور سے [illegible]
رکھ کر [illegible] بالا امتیاز ظلم و ستم [illegible] تمام [illegible] پر [illegible] جانوروں کی [illegible]۔

790 پہ قوا قرحہ

جرات حضرت چوہدری رشید الدولہ چھوٹی صاحبزادی کا [illegible] زبانی میں [illegible]
کلاس فیلو [illegible] کی [illegible] والد ماجد [illegible] چوڑی [illegible]
بے [illegible] رکھتا ہوا [illegible] قدموں میں [illegible]
[illegible] موجود تھیں، چاند جیسی صورت، عین شباب کے دوران [illegible]
[illegible] میں [illegible] تمام [illegible] چھت پر [illegible]
[illegible] کیفیت خطرناک اور تشویشناک ہے۔

788 بچے کا سفید راز

کتے کی وفاداری [illegible] Wah [illegible]
[illegible] چھوٹے بھائی [illegible] سامان [illegible] ceiling fan
[illegible] pedestal fan [illegible] Alsatian mixed breed
[illegible] بچے کا سفید راز [illegible]
[illegible] دہشت [illegible] سانپ [illegible]
محتاط [illegible] سانپ [illegible] مالک کی حفاظت۔

790 تیز آندھی کی ہوا

[illegible] والد ماجد [illegible]
[illegible] آندھی [illegible]
اپنی آمدنی [illegible] آندھی [illegible]
[illegible] دروازہ [illegible] چھت پر [illegible] (یعنی) [illegible]
آندھی [illegible] اور [illegible]
چھت پر [illegible] خیال [illegible] چھت پر [illegible]
عزیز و اقارب جلدی سے [illegible]
[illegible] ([illegible]) میں [illegible]

793 جان بوا شرارتیں

[illegible] قدرتی [illegible] میں [illegible]

Marfat.com

پہاڑی کاوں، سوراخوں میں ہاتھ ڈال کر پرندوں کے انڈے یا بچے نکالنا، ایڑیوں کے بل، دایاں ہاتھ سوراخ کے اندر، کسی چیز نے کاٹ کھایا، فوری ہاتھ باہر نکالا اور دیکھا دیکھی سے بایاں ہاتھ سوراخ کے اندر، ہاتھ کے ساتھ سانپ چمٹا ہوا، خوفزدہ ہو کر جھٹکے سے نکالا، بزرگ، مارگزیدہ، چارپائی نزدیک نہایت ناپختہ ... صاحب زہر اپنا اثر دکھا دوائی بڑے ہسپتال۔

796 چور اور چارپائی

محلہ جوڑے شاہ، ... بازار، گجرات، گرمیوں کا موسم، اندھیری رات، گھر کا صحن، بھینس، بچہ ... نصف رات کے قریب ایک شخص چارپائی پر بھینس کے قریب سویا تھا، بھینس کے بچے نے ... آدمی کی چارپائی پر آن کر ... میں چور چور کا شور ... ادھر سے ... افراد انھیں کی مدد کو آن پہنچے "چور" انھیں ... بھینس کا بچہ ... ۔

787 کوڑی سے ...

... حضرت حکیم ... سید رشید احمد صاحب الحلیہ، ماموں زاد بھائی، ... سید ... صاحب انگریزوں کے دور میں پولیس کی ملازمت ... پور (...) ... ارادے سے پہاڑی گاؤں، ... درخت کے سائے میں، 303 رائفل ... درخت سے ... اوپر والی شاخ پر ... میں ... اطلاع مطلوبہ شخص ... درخت سے ... ایک ... حقیقت واضح ... اژدھا، اوپر ... تین ... آواز علاقے ... خوف ... بدبو، اژدھا ... زمین پر ... خون کی ... بزرگ ... ملازمت ... شرمندگی ... الفاظ نہیں ... بطور ثبوت ... ہاتھ ... لذت ... باقاعدہ ... آئیں۔

791 سانپ خوف میں مبتلا

عجیب و غریب واقعہ، قابل اعتبار بزرگ خاتون، محفوظ بقید حیات، خاندانی مراسم، ... قدم ... سے مغلوب ہو کے عالم، ... پورہ، لاہور، ... ملبوس، خوش پوش، سیاہ رنگ کی ایک قد آور شخصیت برآمد، ... سیاہ رنگ ... بے نیازی سے ایک تخت پر گاؤ تکیہ لگائے براجمان، پانچ ... میں نہایت ... اژدھے، گرمیوں کا موسم، پیدا شکل ... مسائل، خاوند سے تنگ، ... انسانی شکل کا 4 یا 5 انچ کا بت، ملازم، اژدھا ... 4 یا 5 انچ کا بت ... خواتین ... باہر ... بھاگ گئیں، گجرات، مسلمانوں کا ایمان ... خواہشات کی تکمیل ... اور تعویذ گنڈے کا سہارا، آقا نامدار سرور کائنات ﷺ، آمد سے پہلے کا دور۔

792 سانپوں کا ...

پرانا قصہ، شاہ ... بستی ... جہانگیر کے مقبرے کے قریب، گاؤں،

جادوگر تھی دوست کی والدہ بارش پڑ رہی تھی سانپ کی تعداد سے شاید یہ ان کی ماں تھیں
کے دن ہمیشہ وہ بیٹھے میری قریب کی ولی چھاتی لمبا نہایت خوبصورت سانپ سانپ سے ڈر پتہ کی
اشتیاق تھے سے سانپ کو دیکھا چاروں طرف سے سانپوں کی چند ہزار افراد کی تعداد میں
سانپ جان بچانے کی فکر میں جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا ۔ ٹھ سے باہر تیز رفتاری سے تیر کر
پانی میں وہ درخت پر چڑھ گیا شاخوں سے لپٹ کر بیٹھ گیا سارے سانپ اس کے پیچھے تھے
وہی نہر اسانپ بھی موجود سب سانپ اس کی تلاش میں پانی پر اچھل رہے تھے پانی بڑھ رہا
پانی کا پانی سے سانپ اٹھا کر بہت تیزی سے بہتی ہوئی سفید ریش بزرگ اسے دیکھ رہے تھے
نظر ولی کیا بتاؤں یہ صورت حال سانپوں کا اور ان کے سے کا علاج ہو جاتا ہے سانپوں کا
اتحاد یہ معمول واقع ہوتی ، اور کا حشر درختوں کی ٹہنیاں پانی میں ڈال کر بھاری جان بچائی
کے جزیرے جوا میں ایک اژدہا پکڑا گیا لمبائی 85 14 میٹر چوڑائی 85 سنٹی میٹر وزن 447 کلو
گرام جو جزیرے کے چرندوں کو پھاڑ کر کھا جاتا تھا اسے 65 آدمیوں نے مل کر بمشکل پکڑا جو اس کے
خاتمے کے لیے کوشاں تھے ۔

792 سانپ کا غصہ

درگاہ شاہ رکن عالم کے سفید رنگ کے نوجوان نشے میں مست تھے جب وہ نیچے
گئے میں ایک بڑا سانپ ڈال کر تکیے میں چھوڑ دیا سانپ نے اس پر حملہ کیا سانپ کی شرارت
سانپ کے زہر کا تریاق قریب امرتسر کے ایک گاؤں میں ایک زہریلے سانپ
کی موجودگی سانپ کنویں میں بد نصیب کو جان سے مار دیتا ۔ وہاں سانپ کافی بڑی تعداد میں رہتے ہیں
رسی کی مدد سے کنواں میں سانپ کو دودھ سے پکڑ کر باہر لے آئے ۔ جب ان کو جنت کی تلاش
منتر سے سانپ راستہ چھوڑ جاتا سانپ شاید ان جیب میں چپت رسید کی سانپ نے غصے میں آ کر
ڈرکا ، وہ بچھو بار رہتی ۔

793 شیر کی شکاری !

لاہور کی ریاست شہر کے رئیس ہے جنگل ایک میدان کا ولی شکار کی خاطر گئے ہوئے
والد کی بیٹی ایک سانپ پر نظر جائے جس کو چھپانے شکاری کی طرف بندوق بھری ہوئی
شست کا رخ بندوق کی طرف کیا سانپ نے اپنی جگہ پر چڑھا ، بہت تیز رفتاری سے حملہ
منہ سے کھول کر وار ایسے پیر زمین میں دھنسا کر شکاری نے ایک بیٹا پیدا ہوا
نظر مار ایک سکتے سے لیکن مستقل بیچ شکاری صاحب ہو گئے تا کہ وہ تب کے میں ہوں
کس کے لیے تنہا جو راستہ بند کرتے وہ زندگی میں ملازم پر شکاری جو کی قیمت ہو سکتا
کے کی تلاش ، کی آمد کا انتظار نظر نے لگا ہر شے سے بچ کر گئے سے مستقل شکار
فتح نہ اندازہ ہو کہ shock کا expired ہوجاتے ہیں تو یہ تا عمر کا بڑا کام ہوتا ہے
کر چوٹی سے استقبال ہوا کرتا ہے اور پھر دوبارہ اس کے وقت کا خطرہ نہیں رہتا ہے
کے دشمن انتقامی جذبے سے شکاری کی تلاش میں رہتا ہے ۔

810 کبوتر بازی

کتے بلی سے لے کر کبوتر بازی کا شوق کبوتروں کی انعامات کی اقسام میں ہیں ۔
شہنشاہوں شہزادوں نوابوں سے لے کر غریب عوام تک کبوتر بازی کا شوق ترقی یافتہ ہے ۔

Marfat.com

فن باقاعدہ سائنس کی شکل اختیار کر گیا۔ کبوتر اور کتا ایسے جانور ہیں جو سب سے پہلے انسان کے دوست بنے۔ کبوتر بازی مغلوں کے ساتھ سفر کرتا ہوا برصغیر ہندوستان میں وارد ہوا۔ کبوتر یورپ تک جا پہنچا۔ شہنشاہ بابر کے ... کبوتر خانے کی چھت پر پہنچے اور افیون کھائی۔ مغل اعظم شہنشاہ جلال الدین اکبر ابوالفضل آئین اکبری میں ... شہنشاہ کبوتروں کی شناخت میں کمال درجے کی مہارت حاصل ... کبوتروں کی آنکھ دیکھ کر اس کی نسل اور خصوصیت کا اندازہ ... مادہ کبوتری ... کا تذکرہ ... ملک ایران ... اس ... Champion طویل اڑان شہرت کا حامل ... درجہ حرارت 106' F، ... 115' F ... صبح ... سے چار بجے سے شام چار بجے تک پرواز ... پاکستان ... سات کبوتر ... کا فیصلہ ... ایک ... تیز ہوا کے تھپیڑے ... اور ... ہوئی فتح ... کبوتر ... کبوتر ... سورج کی روشنی میں ... 900 میل کا ... برطانیہ کے پاس سب سے زیادہ نسلوں کے کبوتر ... اقوام متحدہ ... اور کبوتر سب سے زیادہ ... میں سوئٹزرلینڈ کی ایک فوج کے پاس 77 سال سے 30 ہزار ... کبوتر ... T V کے antenna ... کی ... کبوتر ... خاص ... کبوتروں کا ... X ... اور ... کبوتر کی ... میں ... کبوتر بازی کا ... سے ... اور ... خون ... کی ... ہیں ... کا ... آ ... کبوتر ... پہنچ گئے ہیں۔

802

کتے کا کمال

مغربی ممالک ... اخبارات کا مطالعہ ... کتوں ... farms پر پیدا کیے جاتے ہیں ... کتوں کی ... سے ... ایک ... میں جرمنی سے ... کا شوق ... کا ... ایک ... کتا منگوایا ... کتے کی خوراک ... کے ... صاحب کی اولاد ... ایک ... عمر رسیدہ ... Bulldog ... کتا میدان میں آنے سے ... شراب پینے کی عادت ... pegs شراب ... آباد، فیصل آباد، ملتان ... کتے ... انعام ... کتوں کی شناخت ... میدان میں ... Jury ... Rex ... stopwatches ... connected ... Rex کی موت کی آنکھوں میں آنسو ... بیچارہ اپنی کمر سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

Marfat.com

796 کتے کا خواب میں ملنا

مرحوم دوست چودھری زاہد حسین بسمہ میاں نواز صاحب عرف شاہ جی جماعت اسلامی کی بڑی
شخصیتوں میں سے تھے۔ بڑی مزیدار باتوں سے محفل گرمانے کا شوق رکھتے تھے ان کی باتیں خوب ہوتے۔
کہنے لگے صاحب ایک بزرگ ہوتے تھے شادی شدہ تھے ان کی بیوی ایک جوان لڑکی کی ماں تھی
[illegible] اچھے تعلقات استوار [illegible] ان کے گھر میں [illegible] عورت [illegible]
سا میں نے خواب دیکھا [illegible] [illegible] شناخت کی [illegible]
خدا ترس درویش منش آدمی [illegible] چاہو [illegible] پیار [illegible] کی قیمت [illegible]
کتے کو وارد [illegible] refuse [illegible] درخت کے سائے میں [illegible]
سامنے کر رہے [illegible] آفت زدہ شکل [illegible] میں اس میں [illegible] کا [illegible] ہے۔

798 کتے کی وفاداری

دل بہلانے کا ذریعہ گھر کی چوکیداری جیسا کہ اکثر ہمارے بزرگ [illegible] والدین [illegible]
تحصیل [illegible] زمیندار [illegible] رفت [illegible] یار [illegible]
مخلوق قدرت [illegible] [illegible] شیر [illegible]
[illegible] پہاڑ [illegible] چیتا [illegible]
[illegible] شکار [illegible] عورت [illegible] میں [illegible]
[illegible] بانقیات [illegible] چیتے کی [illegible] چیتے کی
[illegible] شکاری [illegible] پڑنے [illegible]
[illegible] چیتا [illegible] کتے نے چیتے کی [illegible] اپنے [illegible] میں سے [illegible]
تب [illegible] میں ہاتھ میں [illegible] چیتے [illegible] چیتا [illegible]
[illegible] چیتے [illegible] جھوٹی [illegible] ہو گیا۔

789 کتے نے جان بچائی

[illegible] وفاداری [illegible] کتے کی وفاداری [illegible] سے [illegible]
[illegible] Bulldog [illegible]
ایک [illegible] کتے نے [illegible] میں شدت [illegible] میں اضافہ [illegible]
[illegible] چیتے کی [illegible] چیتے [illegible]
[illegible] خوف زدہ [illegible] چند [illegible]
جھاڑیوں میں پوشیدہ ہونے کا [illegible] بچوں [illegible] حملہ کر دیا تھا۔

807 والدین اور بچے کتے کی طرح

[illegible] کی ایک [illegible] جماعت [illegible] صاحب کی
خدمت میں [illegible] سے [illegible] محبت [illegible] ہے۔
[illegible] آپ [illegible] صاحب [illegible]
رکھتے ہیں [illegible] میں [illegible] ہے۔ [illegible]
18 سال تک ایک [illegible] سے محبت [illegible] ایک [illegible]
دونوں کا [illegible] میں [illegible] سے پروفیسر Alex Kacelnik [illegible]

Marfat.com

1167 Jackie Chappell اور Alex Weir، آکسفورڈ یونیورسٹی، کوؤں کے متعلق دلچسپ تجربہ، ترکیب اور ہتھیار، انسانوں کی طرح صلاحیت، مادہ کوا Betty، صرف پنجرے کی تاریں ہی دیکھیں، عیوب نہ کوا، ایک مکڑی، دس مرتبہ تجربہ، نر کوا Abel، جنوبی بحرالکاہل کی Caledonian نسل، پروں کی مدد سے شکار۔

794 نذرانۂ عقیدت کا ہار
نذرانۂ عقیدت کا ہار، سورج غروب کے وقت پاکستانی اور ہندوستانی افواج کی پرچم اتارنے کا منظر، نہایت دلفریب اور جذباتی نوعیت کا، فوجیوں کے جوان پریڈ کے دوران پرچم کو salute، پاکستانی جوانوں کا زمین پر پاؤں جوش سے مارنا، ہندوستانی افواج کو شک، نیچے سے زمین کھودی، زور دار دھماکہ، خفیہ طور پر زمین کی کھدائی، سخت زمین کے سوا کچھ نہ پایا، اللہ تعالیٰ کی رضا، نوازش، تیمن، چہرا کچھ ایسا چکاروں کو ویسا کرنا، شکار بنانے کا خاص طریقہ، جوان بڑی کنواری یا بڑھیا، تیمن کے ہار پہرا، پاکستانی میجر زخمی، ساتھیوں سے بچھڑنا، تمام رات گولہ باری، جنگل، خون بہنا، تیز رات، سانپ، پسلیوں پر دباؤ، سانپ کا منہ، حوصلہ مندی، حاضر دماغی، پستول میں اژدہے کے منہ میں فائر، منظر دیکھ کر پریشان، درد کی شدت، سانپ کی گرفت سے چھٹکارا، دو تین پسلیاں ٹوٹ گئیں، درد سخت۔

816 اپنے جانوروں سے محبت کا صلہ
45 چک منڈی بہاؤالدین، نہر کا بند ٹوٹ جانے کی وجہ سے ایک قبرستان زیر آب، 16 قبریں بہہ گئیں، روح فرسا منظر، دورطۂ حیرت، متوفی کی لاش بالکل تازہ اور صحیح سالم نکلی، لاش کی شناخت، تیس سال پہلے دفنایا گیا، تکبیریں پڑھنا شروع کیں، اجتماع میں مرحوم کا ایک بیٹا، فضل اللہ تعالیٰ کو پسند آیا، غمگین ماحول، چارے میں غفلت، بیمار اور زخمی کتوں، بلیوں کی دیکھ بھال، مدد سے محبت جاری، جانور تندرست، محبت کرنے کا اجر کتنا عظیم ہوگا۔

800 مغربی معاشرہ کی معاشرت
انور خانہ زاد بھائی عبداللہ شاہ، بھائی روفی، لندن، Gatwick Airport، Crawly میں رہائش پذیر، متعدد کاروباری سلسلے، Mini cab، بوڑھی انگریز عورت، چھٹیاں، Continental Europe، Hasting کیلئے جانے کی ترغیب، واپسی پرواز منسوخ، زبردست طوفان، راستے تاریک، کیلئے مسدود، پولیس، راستہ بند، Brighton، ساحل سمندر، Eastbourne، cab phone، راستہ بالکل بند، جگہ جگہ blocks، Bed and breakfast، تمام انتظامات مجبوری کے تحت، باقاعدہ کتے کو کھانا وغیرہ دینا، Oakwood، بڑھیا کو یقین ہو گیا، میٹر کے مطابق 68 پونڈز، سامان، رات کی تاریکی۔

794 مقام حیرت
راقم کا چچا زاد بھائی تصدق حسین لندن میں ملازمت، بستر پر سونے کی تیاری، عظیم اژدھا پھنکارتا ہوا کمرے کی ایک دیوار سے برآمد، دہشت زدہ، سکتے کی حالت میں چارپائی سے نیچے اترنے سے قاصر، اژدھا ان کی ٹانگوں پر سے گزرتا ہوا دوسری دیوار میں سما گیا، ہوش میں آنے سے معذور، ہوش سنبھالا، ٹانگوں کا وزن غیر معمولی طور پر بڑھ گیا، خدا کا نام لیا تھا، ٹانگیں نہایت مضبوط، بلند آواز، اژدھا آیا کہاں سے اور کہاں چلا گیا۔

Marfat.com

مکافاتِ عمل کا شکار 794

گجرات شہر کے گاؤں سادے چک، گوجر پور، حیات آباد، جوڑا میاں بیوی جا رہے تھے۔
چیخ و پکار، بیوی کا شور واویلا، خاوند مستعدی سے اس کے پاس پہنچ گیا۔ چار دوسرے ۔۔۔ والا
جالپور کی طرف سے عورت نے اپنی شلوار اتار کر ایک طرف پھینک دی۔ شلوار میں سے ۔۔۔ سانپ
برآمد ہوا جس نے قریب ہی حیرت زدہ کھڑے موٹر سائیکل سوار کو ڈس لیا۔ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔
تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ شخص راہ گیر کی شناخت ہوتے ہوئے عورت کا پیچھا کرتا اور خوبصورت بنا ۔۔۔ زیورات سے ۔۔۔
خدا کی قدرت، ظالم کی بد نصیب خاتون کو قتل کرنے اور زیور چھین کر لے جانے کا ارادہ ۔۔۔ تھا۔

نشئی محمد یوسف چڑیاں 813

ریٹائرڈ میاں عبدالرشید پھلوال ۔۔۔ انجمن بہبودی ۔۔۔ شہید چوک
مالی امداد ۔۔۔ محمد اشرف صاحب ۔۔۔ رشید الدین صاحب کے عقیدت مند ہیں۔
دیوان خانہ ۔۔۔ میں ۔۔۔ حاضر ۔۔۔ خدمت میں ۔۔۔ نے نشئی
پر بری ۔۔۔ کردی ہے جس قبرستان میں ہم جنت حاصل کرتے تھے اب وہاں ۔۔۔ نہیں کرتے
کیونکہ چھاپہ پڑنے کا احتمال ہے لہٰذا مہربانی کر کے ہمارے لئے کوئی بندوبست کیا جائے ۔۔۔
محمد یوسف چڑیوں سے محبت ۔۔۔ دعائیں دیتے ہوئے کی دوسرے شہر ۔۔۔ کرنے ۔۔۔ چڑیوں کا ۔۔۔
چڑیں پکنے کا ۔۔۔ پنجرہ ۔۔۔ اڑتی ہوئی چڑیاں ۔۔۔ وقت ۔۔۔ چڑیوں ۔۔۔ سے
پکڑی چڑیاں اور ۔۔۔ شروع کردیتیں۔

نیرنگیٔ جہان

اولادی خاطر 829

شہر کی حفاظت کے پیشِ نظر شہر کے گرد ایک اونچی فصیل، چند ایک دروازے ۔۔۔
مخصوص وقت، خوشاب ۔۔۔ میدان ۔۔۔ فصیل کے اندر اور ۔۔۔ میں ۔۔۔
حضرت شاہ شہدا کا قدیمی مزار قبرستان ۔۔۔ سادات کی تدفین ۔۔۔ مخصوص ۔۔۔
چھت طاق ۔۔۔ فتح ۔۔۔ عمل ۔۔۔ امید ۔۔۔ قبر ۔۔۔
۔۔۔ دم کرتے ۔۔۔ بچے ۔۔۔ نصف شب ۔۔۔
بے اولاد عورت ۔۔۔ بیان کرتی ہیں کہ ایک زمیندار اپنے کھیتوں میں ۔۔۔ سے
کی آواز عجیب و غریب آوازیں، چڑیل خوبصورت نوجوان عورت ۔۔۔
کالا ۔۔۔ گیارہ ۔۔۔ سینے میں ۔۔۔ بچے پیدا ہوئے۔

باغ فواد 838

ذوالفقار علی ۔۔۔ باغوں کے حوالے سے تعریف ۔۔۔
میر ۔۔۔ زاہد ۔۔۔ گجرات سے منڈی بہاؤالدین ۔۔۔
پیڈ رسول، دوسرا راستہ ۔۔۔ نہر کے دائیں کنارے سے پیڈ رسول، تیسرا راستہ ۔۔۔
کے درمیانی حصے سے بائیں جانب پیڈ رسول، چوتھا راستہ گوجر خان سے ۔۔۔ چکوال ۔۔۔
منڈی ۔۔۔ شاہ ۔۔۔ مہمان خانہ، Aitchison College Lahore ۔۔۔
۔۔۔ کی بڑی ۔۔۔ مختلف ۔۔۔ خاندان کی ۔۔۔ شیر ۔۔۔

قلعہ نندنہ، پہاڑ کی چوٹی، ایک ہی حد، شاہ کی راہ، مزار، چلا، سلطان محمود غزنوی، ہندوستان، دسواں حملہ،
راجہ نند پال، پوتے بھیم پال، 1013 عیسوی میں شکست، صلح نامہ، بیٹا ترلوچن پال، بغاوت، جہلم،
قلعہ کی تباہی، قلعہ نندنہ کی تاریخ، مارگلہ پہاڑ، چار ہزار سال پرانا بدھ کا بت، جہلم، شیر شاہ سوری،
مسجد، البیرونی کی رصد گاہ، کتاب الہند، قلعہ نندنہ پوری دنیا کا "وسط"، جنگلی جانوروں کا بھی خطرہ،
راج، کئی کلو میٹر، برآمدہ، باب، کامرس، جنگلی مور، چند دادن خان، جلالپور شریف، ہیڈ رسول،
چکی فرش، مولوی آصف، مزار، ایک فقیر، منڈی بہاؤالدین، مسجد شاہد منیر افضل، عاطف بٹ،
چوہدری سخی، مزار، تعمیر، بیڑ دا ہار، بزرگوں کی پتھری سے نجات، اللہ تاون، خوشاب، کھیوڑہ، چیہ،
والد صاحب، بزرگوں کی پتھری، بیٹے پانی، تعویز کی برکت، میٹھے پانی کا چشمہ، دونقطہ، میٹھے پانی کا کنواں،
بو

831

انگریزوں کا دور، شاہ پور ضلع، سرگودھا، خوشاب تحصیل، شاہ پور خاص، شاہ پور چھاؤنی،
خوشاب سے سرگودھا کا سفر، میرا بڑا بھائی، دور سے نہایت تیز رفتاری سے میانی کی طرف بڑھتا،
غبار سے، پورے سے، تیز، بزرگ کی چیخ، پیر، کلمہ شریف کا ورد، قیامت کی نشانی، پہاڑ ریزہ ریزہ،
خوف، عقیدہ، نہیں بچ سکتے، توہم پرست، سادہ لوح دیہاتی، کرامات، پر یقین،
827 پرانی حویلی

تحقیق نہیں، خوشاب، نہایت پرانی حویلی، عمارت، سادات خاندان، مسمان
مزار، زیارت، ایک مجذوب کا قول، حفاظت کرنے یا کسی چیز کو ہاتھ لگانے سے موت،
مجذوب کی کشش، ان کی رہائش، ساتھ باتیں، میں انہیں لئے ہوئے اس مقبرے میں
داخل ہوئے، چھت کی کڑیوں کی آواز، اس قدر زور سے آئی کہ جیسے چھت ان پر گرا ہو، تینوں دیہ
خوف سے، حالت میں ہوتے، کوئی بھی فرد کوئی شکل اپنانے پر قادر، شاہ صاحب کا چہرہ،
جھولی اندر، مسجد، ہاتھ میں ہندی، جس کا دودھ دھو رہا ہے، ہم نے دیکھ لیا، کوئی آدمی نظر نہ آیا۔
828 پیر شاہ سید محمد شریف

مزار مبارک، خوشاب میں دریائے جہلم کے کنارے، دریا آہستگی سے رخ بدلتا ہوا مزار
سے بہت قریب، شاہ صاحب کی زیارت، "میرے تابوت کو یہاں سے نکال کر فلاں جگہ
کے پاس خوشاب سے سرگودھا کی طرف جانے سے دفن کر دیا جائے"، جگہ کا تک "ہوبہو"،
حالت سے، آدھا گھنٹہ، وقت پر، یہ ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد قبر والی جگہ
کی نشاندہی، زیارت کرنے کا خواب، ہندوستان کی دور دراز سے آپ کے عقیدت مند مزار پر جوق در
جوق، مخلوق خدا، ہجوم، مریدین، جس علاقہ کے مریدین اس متبرک تابوت کو اٹھانے
میں کامیاب ہوں گے، شاہ صاحب کے چہرہ پر نور سے کفن ہٹا دیکھا تو چہرہ پر نور کی تاب نہ
لا سکا اور اپنے ہوش کھو بیٹھا، تو دم سے اس کے ہوش ٹھکانے نہ آئے، دس محرم، قوال۔
826 چاندنی رات، چاندنی میں چھوٹے کا نشان

خوشاب، واقع میں، گاؤں کو پیدل، "وہیر" (Wehir)،
بہار کی پہاڑی برساتی نالہ، چاندنی رات، چھوٹے چھوٹے، عجیب کی زبان میں باتیں کرتے،
دونوں میں کتنی موجودگی، ویران جگہ، بچوں کی موجودگی، عجیب اور غیر فطری نوعیت،
خوف سے، حالت، ہمارا پیچھے کی طرف بھاگا، دوسرا ساتھی، سائیکل سوار۔

Marfat.com

832 چڑیل

وادی سون کے عام لوگوں سے متعلق دور حاضر کا واقعہ زندگی اچھی کی چڑیل لگی ہوتی۔ والدین ہر شام اپنے بچوں کو خوف کے مارے اپنے گھروں میں بند رکھتے خوف سے ... ملازمت سے گھر پہنچنے شرافت نجات قیامت ... خوف کے مارے ... بالخصوص جوان لڑکوں سے والدین کی محبت پوچھتے ... سیدھے راستے پر چلنا، چڑیل کی خبر، چڑیل سے آمنا سامنا ... مضبوط جسم، لمبے بال ... sex ... بیماری Nymphomania عورتوں کی جنسی خواہش کی تسکین نہ ہونے ... Hysteric۔

833 خاموش جشن

ضلع خوشاب ... قصبہ ... قبرستان ... گردونواح کے گاؤں سے بھی ... قبرستان میں ایک خاموش جشن ... عجیب و غریب مخلوق شادی ... عجیب طرح صورت ... آواز ... مولوی صاحب ...

819 خوشاب کی سیر

وادی سون ضلع خوشاب ... M-2 Motorway ... قریب ترقدیم ہندو ... تجارت کا راستہ ... Kunnutti ... citric ... Jailwali ... Narsingh Phoohar ... World Wild Life Fund ... Uchhali ... "Ramsar" site ... Khabeki, Namal, Jahler, Uchhali, Kallar ... Kahar ... migratory پرندوں ... Jahler ... Sodi Jailwali ... Khathwai ... Jahlel ... Hindu Shahyas ... Salt Range ... عجیب قسم کے مینڈک ... (...) ... contingency ... قدرتی ... Kh 5365۔

830 دلہن کی طرح تجمل کی ...

... ضلع خوشاب وادی سون ... باغ ... زیورات ... احساس ... صورت ... پائے ... بالوں میں ...

ثابت ہوئی، اسی دن غصہ آگیا، چوپائی، ہوش و حواس بحال، عام قرب و جوار، عجیب کیفیت۔

825 بیٹے بچہ

ہندوستان میں مشہور ہے۔ خواب: بجلی، روشنی جیسے مٹی کے دیے، لالٹین۔
مدت مدید سے ... علوم ... خیر متعلق طلبا جیسے رہائش وغیرہ کا بندوبست معلم صاحب
... سب ... استاد کی قبر ... بیٹھے ہوئے ایک طالب علم نے اپنا ہاتھ
... چراغ ... استاد کی میت تمام طالب علم
... ثابت ... ہوا ... جنات بھی
... صورت میں مدارس ... شمولیت کرتے ہیں۔

832 بیوہ

... خواب ... ریگستان، صحرا ... ہندوستان، اوباش، بدکار، بدمعاش۔
... مطلوب ...
... دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے، شخص منہ سے ...
... تکفین و تدفین، مرحلہ، تین مرتبہ ...
... شدت سے بے حال۔
... بیوہ ... سے ... ۔

834 حادثہ

... denting، painting، خواب ... کے ہاں، تجارت کا م
... قریب ...
... مطلوبہ ... بہت چوک۔
... خوفزدہ، بے پناہ ہجوم، آنسو ... اسلامیہ ...
... طور پر منتشر ... قیام پاکستان
... پاکستان بنانے کا جنون ...
... عنایت اللہ صاحب، انارکلی کے مشہور تاجر ...
... امجد علی خان ...
... مرض میں مبتلا
... ایک چارپائی پر بیٹھے
... بدل ...
... راولپنڈی ... پستول ... مارشل لا ...
... Neurosurgeon ... animation
... قبل ... رہنے والے
... مسجد اور مزار، بزرگ کا دیدار، بزرگ کی تین
... فیصل آباد، بارات، ہندوؤں کی تین
... دخل اندازی، بزرگ آدمی نورانی چہرے
والے اور سفید ریش ... بزرگ غائب، کچھ نظر نہ آیا، سر پر چوٹ۔

Marfat.com

829 قافلے والو رک جاؤ

خوشاب آ رہے دوں کا قافلہ ساربان اونٹوں پر انھیں ... سامان ... لادے
کاروبار شہروں کا جال ... آواز "رک جاؤ" ہے ... قافلے ایک ... ہیں
... بزرگ ... ساتھ ...
... نوشہرہ ... حالات میں تبدیل ...
... زمین ...
سید شاہ ... وارث ... ہے۔

831 حاجی کاس

خوشاب شہر کے ... "حاجی کاس" ... نوجوان ...
... محبت میں ...
...
...

822 سورو

سوانی ... سورو ...
... آبادی ...
... Basic Health Unit ...
... Assistant Warden Fishries Khabeki Lake
Project خوشاب ... D H O ... Double Cabin Four Wheel
Drive Toyota ...
... صاحب ...
...
...
Kunnutti ...
...
twin city ...
...
...
...
...
... S H O ... 17 ...
...
...
...
S.P معروف ... شاہ صاحب ... Acton ...

Marfat.com

زیر تعلیم اسکول، یتیم بچہ، والد انتقال کر جانے، دلیرانہ موت، عالی ظرفی، چراغ بالی کے موضوع پر فلم، ورثہ، فلم بنانے والوں پر دعویٰ "جاہ"، چکوال، کلر کہار، جہلم، پنڈی، تلہ گنگ اور ملحقہ علاقوں میں۔

827 ٹھیکیدار کا بیٹا

تقسیم ہند، لائل پور (موجودہ فیصل آباد)، چک نمبر 386 گ ب، المعروف "ٹھیکیدار کا بیٹا"۔ سید صاحب، پیشے کے لحاظ سے زمیندار، سخت گرمی کا موسم، فصل کٹ رہی تھی۔ درخت کی گھنی چھاؤں، ستانے کو لیٹ گئے، جوان لڑکی کالے لباس میں ملبوس، سر پر کالے رنگ سے چادر، کی طرف بڑھی، قریب آ گئی، قہر آلود نگاہوں سے دیکھا، آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہیں، دل بے ذائقہ، بے حالی۔ اسی وقت سید صاحب کی حالت غیر، ہیجانی اور ہذیانی کیفیت، زمین پر گرے، abnormal، ذہن ماؤف، بعد ازاں فیض آباد سے خوش بخت شفقت مسرت کے گھر پناہ لی۔ تعویذ، دم درود، پیر صاحب نے بتایا کہ جن نے چھوڑ دی، اعصاب پر سوار، نعرہ "یا علی"۔ اب جو آپ بھی دیکھ رہے ہیں "نارمل زندگی"۔

833 دن دیہاڑے دبے پاؤں

خوش بخت، سادہ مزاج، حسن و ملاحت، خوش شکل، غیر معمولی قوت کی بات، بچپن، شیخوپورہ۔ گاؤں کی بڑی درگاہ، میلہ، پنکھے، لوگوں کی ملاقات، درزی، دوست، جگہ جگہ گاؤں کی عورتیں چرچے ہوتے ہیں، مصروف موسم سرما، تیز چمکتی مخالف پڑی، نوخیز لڑکی سیاہ لباس میں خراماں خراماں۔ "منہ پر تھپڑ مارا" "میں تو نال لے چلوں" نہر کے کنارے عبور کرتی، خوف زدہ، دم بخود۔ بتدریج تھوڑی دیر میں بہت تیز چلتے رہے، پسینے سے شرابور، پریشان حال درزی کی دکان پر پہنچے، افسردگی، علامت، خوف، دو دن بعد پاگل، دیوانہ، چار دن کی تیاری پر پچھتا رہا ہے۔

825 کتے بھی ساتھ ہے چلو

دو دن بعد "خوش بخت" ہسپتال، ملازمہ ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چلی، پیچھے پیچھے سے آواز "کوئی مرض نہیں، رات چلے گئے کبھی ساتھ ساتھ چلیں"۔ واقف کار، نوجوان، خوبصورت عورت، شب سیاہ، موٹی موٹی آنکھیں، پاؤں سے ننگی، نہایت نفیس لباس، ڈر سے کانپ رہی تھی، تھوڑی دیر میں وہ عورت بتدریج اس کے قریب، خوشبو، بہت تیز، نظروں کی طرف سے ایک مرد کی آواز، عورت کی جگہ نہایت ہی بدشکل آدمی، لمبے لمبے دانت، منہ سے خون بہہ رہا تھا، اپنے دونوں ہاتھوں سے خاک ڈالی، چارپائی، بیہوش، پانچ دن تک بخار میں مبتلا۔

826 ...

عمر 13 سال، ہر روز صبح سویرے معمول کی طرح سے ہوٹل کا کاروبار کرتا، خوش بخت۔ دل میں خوف، بے چینی، خوفزدہ، بے وقت، ہینڈ پمپ، شیر شاہ سوری مسجد، حوصلہ مندی کا مظاہرہ، آدمی کی موجودگی کے احساس سے آگے بڑھا، خوف وہراس میں چیخنے چلانے لگا، بیہوش۔

شمالی علاقہ جات

840 جنت

زمانہ قبل Pre-historic age، خطہ دردستان، یونانی مورخ Herodotus "دردی" ہندوستان کی قدیم تاریخی کتاب "راجہ ترنگنی" (Rajatarangini) سنسکرت

زبان میں "شہنشاہوں کا دریا")، کشمیر کے برہمن پنڈت Kalhana "راج ترنگنی" [illegible]
"بولر" موجودہ Baltistan، بولر کلاں اور مغربی حصہ بولر خورد کا نام [illegible]
کتاب تاریخ رشیدی "بلورستان" چینی سیاح Fa-hsien [illegible]
گلگتی لوگ بلتیوں کو "بلولی" کہتے۔ اسلامی دور [illegible]
گلگت کے نام سے [illegible] محبوب ربانی [illegible] D H O [illegible]
راولپنڈی، لاہور، گجرات [illegible]
[illegible]
[illegible] China [illegible] border [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] Canton [illegible]
[illegible] Shantung Peninsula [illegible]
[illegible]

843 وادی [illegible] ☆☆☆

[illegible] Wah [illegible] season off [illegible]
[illegible]
[illegible] Tourism [illegible]
[illegible] couple [illegible]
[illegible] spotted [illegible]
[illegible]
[illegible] demand [illegible]
[illegible] Golden seed [illegible]
[illegible] fishing gear [illegible]
[illegible] trout [illegible] rainbow [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] huts [illegible]

ہندوستان کا سفر

848 [illegible] ☆☆☆

[illegible]

Marfat.com

حضرت حکیم پیر سید رشید الدین، دیوان خانہ شاہدولہ روڈ، پیر سید حاجی صاحب، پیر غلام عباس صاحب۔
معلم تعینات جامعہ مسجد اسکول، سمہ بانی اسکول اندرون شیشہ والا دروازہ (موجودہ چوک پاکستان) محلہ
گزری شاہدولہ روڈ، پر شخصیت، اسکول میں پڑھنے کی ترغیب، بیریوں کے درخت، حدید پرائمری تا میر
سراج الدین سے دوستی، صحبت بامعادت، مطب، ایک ٹک دیکھتے رہتے، ملنساری کے جذبہ سے متاثر۔
پیر سراج الدین، حاجی چوہدری اللہ دین ... open air cinema، فلم "زا ماچن"، تایازاد بھائی
چوہدری سے جرات، فلم "آہ لوگ"، سنیما، فلم کا projector چلانے کا شوق، دو ہفتہ
روزہ اخبارات کا اجرا، Screen Light، اخبار کا نام "نمونہ"، قلمی دوستی کے اشتہارات
پیش کش، باقاعدہ اشاعت، پیر فضل جراتی کا ایک شعر، نام و پتہ، محمد
شریف، سینما کی جرات، قلمی دوستی کا آغاز، Electric Inspector, Lyton
Road Lahore، امتحان باقاعدہ ورکشاپ سے Cinema Operator کا لائسنس،
Rex، G.P.O، Head Operator، اپنے خطوط لیتے اور پوسٹ کرتے۔
قیام پاکستان، ہندو، وقت، امان اللہ، فرمانی، ماں، ہندو، مولانا، ہندو اپنی تحریک، تقسیم ہند
کے لئے قائد اعظم، ہندوستان میں آباد، مشہور ناول نگار، تذکرہ، بذریعہ
India، ٹکٹ، conductor۔
ہندو، مسلم، الدین، میں اس ہندو ... کے خلاف۔
cycle rickshaw، کرتا دھوتی، تین جوان بیٹے، اسٹیشن کی
ترتیب، ہندو، پاکستان، شیخوپورہ، ہندو، سوہنا حلوائی، پیر وحلوائی،
ہندو، مسلمانوں کے ساتھ، ذات پات اور چھوت، تمیز اور احساس نہ تھی،
badges، مسجد، تکبیر کے بیٹے، وقت،
ہندو مسلم، دعوت، بھائی، بچوں کی رسم، خواہش،
والد، چیتا، وچاپ، رنگ کے ساتھ، بیت،
تقسیم ہند سے پہلے پشاور سے کلکتہ جانے سے پہلے، پیش،
حلوہ پوری، پکوڑے، پروگرام، پرشاد، چاول اور زردہ،
خاندان، مہمان نوازی، TATA کی کمپنی
میں ملازمت، بیٹا اور بیٹیاں، منزل، منڈی بہاؤالدین پاکستان،
pigs، پیر آوری، pig، قرآن پاک، تخت پوش
اسلامی، بوتل کا قدرے، بوتل
سرسوں کا تیل، مقرر، روپے
blade، کرشمہ، مغرب کی نماز، ،
Second class، waiting room، bath room میں وضو، سورت
bench، ہندو، رہائی کر دی۔
B A، پاکستانی پولیس، امانت، بھوا وشارانی،
عقیدت مند، ایماندار، صوم وصلواۃ
spare parts، شک کی نظر سے، حقائق، ضمیر، حلال رزق، متقاضی۔

Marfat.com

ایران کا سفر

863

[illegible] AFIC Rawalpindi،

[illegible] labile، essential، age-related، non-specific،

[illegible] Alzheimer's [illegible]

[illegible] تصدیق [illegible] ایران [illegible] تہران [illegible]

[illegible] ایران [illegible] 1100 روپے [illegible] پاسپورٹ، PIA [illegible]

[illegible] Master Card، Lloyds TSB Visa /

credit [illegible] 32000 روپے [illegible] Citibank [illegible] clearance،

PIA [illegible]

[illegible]

[illegible] 15 [illegible] 253،

[illegible] 0730، [illegible] 28A اور 28B [illegible] Nestle، [illegible]

[illegible] 10600 [illegible]

[illegible]

[illegible] tenormen 25mg، zestril 20 mg، 0.25 mg [illegible] zanax

[illegible] 14 [illegible]

[illegible]

[illegible] Iran Air، 100 [illegible]

[illegible]

[illegible] 51000 [illegible] B9 967، 17F، 17E، [illegible]

[illegible] Tupolev TU-154 [illegible] 20 [illegible] Iran Air Tours،

Iran Daily، Tehran Times، Mehrabad International Airport،

ایران [illegible] Mahshid [illegible] Huma،

[illegible] Laleh، Taj Mahal، kiosk، Avenue Africa [illegible] Urum،

[illegible] تہران [illegible] Tehran Grand

[illegible] pirata، porpuesto،

[illegible]

[illegible] chiloo Kabab، [illegible] ایران [illegible]

[illegible] public dealing، [illegible]

[illegible] 2 [illegible]

تہران [illegible] attache

ایران [illegible] Abraham Clavero،

[illegible]

Marfat.com

ماسوائے سفارت خانے اور ٹریفک پولیس کے کہیں بھی کوئی فوجی یا پولیس والا نہ دیکھا، رخساروں پر بوسے،
فارن منسٹری کا تعارف، اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سفارت خانہ، ڈاکٹر حسین فاطمی روڈ، اعتماد زادہ سٹریٹ،
پاسپورٹ آفیسر جلیل الرحمن، اطلاعات و ثقافت، مزدوروں اور ان کے سامان کی خاموشی، لاہور فارن منسٹری فیس،
فون کا بیٹری چارج، attest، منصور الرحمن، flattened fish، مچھلی بغیر کانٹوں کے، Quds،
Adidas، departmental store کا ہینڈ بیگ، "تخفیف"، ادھیڑ عمر کی خاتون، آٹومیٹک مشین
سے بدبو، چیپ، معدے کی غذا، شوبز اور شازی کو ای میل، ہوٹل کی لابی، ٹھنڈی ہوا کے جھونکے،
Mr Mehta، receptionist، جوان ایرانی لڑکی مشین کی طرح کمپیوٹر پر کام کرتی، پانچ پانچ کا جواب
ایک وقت میں سوالوں کے جواب، ایرانی تہذیب کے خلاف کوئی بات، ریسٹورنٹ "Honey" فاسٹ
فوڈ، ایک کوٹ، مرد کی عزت، داخل رستوران، مغربی طرز کے موڑ پر resilient، سیٹ کور، اسلام
آباد سے جرات پوسٹ، visting card، ارمغان شرقی، میری پاکستانی رہائش کی تصدیق،
شازی سے مختار نامہ attest، شازی اپنی بیوی کے ساتھ وغیرہ، ویزہ سفارت کار
Rodrigues، سب سے پہلا ویزا نمبر 001، ہوٹے کیبل، نوالدین، ٹیلی فون، toothpick،
بلٹ ریسپشن، پانچویں منزل، فون نمبر 501، اسلام آباد، BBC چینل، ہوٹل میں پاور سپلائی
کا سسٹم، ایران سے فارسی اور انگلش اخبار، فرزی، Bank Saderat Iran، 963 Dr. Fatemi
Avenue، 100 ڈالر =83000 تمن، بینکوں میں آٹومیٹک کاؤنٹنگ مشین، جعلی نوٹوں کی شناخت،
ہوٹل کا چیک آؤٹ ٹائم، 1400 request پر 1600 تک، ہمیں بازو پر امام ضامن،
Metronidazole، ہوٹل بیت ایک facial کریم، ہیت، پانچ راتوں کا ہوٹل میں 382 امریکن
ڈالر بل، افسر طریقہ، دونوں بھائیوں کی طبیعت، کام میں جلدی کی، Mahan Airlines،
تہران سے مشہد ہوائی پرواز، 2200 سے نام پر، Aleahmed Expressway، ایک ہی
ریسٹورنٹ اور دوستی، بند بجلی حروف میں، ذوق کی دیوار پر "Hijab is like a nacre and
woman as a pearl inside"، کوئی تائید نہیں تھی، ٹائلٹ کی ترتیب، ایئر کنڈیشنر
سامان، ایئر کنڈیشنر شیوہ کا استعمال، جرمنی، امام رضا کے روزے پر عبادت کیلئے، ہر طرف لوگ تھے،
تھے امام رضا کے زائروں کیلئے پیدل، مودبانہ طریقے سے لائن بنا کر انتظار کرنے کا شعور نہیں، Social
benefits، پریشانی، تہران سے مشہد روانگی، 2256 پر Touch down، "شارع" نمبر 25،
بدلنے کا سامان، امام رضا کا پہلا دستی مزار، ٹریول ایجنٹ، & Bozorg Tehran Travel
Tour Co. P. J. S., corner Motahari Vali-e-Sar Av، ہوٹل Grand
Atlas (بزرگ اطلس) مشہد، امام رضا کے روزے پر حاضری، بوندا باندی، "بلوارے سجاد"
(Sajjad Boulevard)، "بازار جنت"، امام رضا کے روزے کی انتظامیہ کی طرف سے ایک رات
خاص دعوت کا انتظام، ٹیکسی ڈرائیور کوئی چھوٹی انگلش، ماہ رمضان میں ٹیکسی ڈرائیور کی سگریٹ نوشی،
ورزشی ٹیلیفون کا وقت، جرات شازی کا ٹیلیفون نمبر، نوالدین فون، ہوٹل میں ہیٹنگ سسٹم آن، سفید سنگ
مرمر، can، امام رضا کے روزے سے پانی بھر کر وہاں ہی مس کر لیا، حضرت ابوالفضل عباس کی ایک
کتاب کا مطالعہ، جنت کی تعریف، "توالت" کی جگہ "دستشوئی"، شاپنگ، تمام شاپنگ سینٹر ڈھکا ہوا،
خیابان امام، ہوٹل Baakhtar، مرکز تجارت، Sarafi Sehri، ریٹ تھا ایک روپے کے عوض 140 تمن،
امام رضا کے روزے پر نماز، لاؤڈ سپیکر پر امامت کی آواز، عبادت گزاروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر،

Marfat.com

روزے کے صحن میں لاتعداد کبوتر، سردی میں کھلے آسمان کے نیچے مریض بستر پر لیٹے ہیں ... ڈرائیور گاڑی والا دیانتدار آدمی، برگ پلازہ، rechargeable بیٹری porpuesto کی سہولت، پاکستان سفارت خانے میں ٹیلیفون فرخ کا ہاتھ، سرٹیفکیٹ سائن، Nikes جوتوں کا تمام بل 116869 تھمن (141 ڈالر) نوابصاحب کی قیمت میں ... کہیں کوئی فقیر دیکھنے میں نہ آیا، ٹیکسی کو ٹپ دیں یا نہ دیں برا محسوس نہیں کرتے ... مشہد مقدس ... اوزون، انور کی سیٹ نمبر 27J اور میری سیٹ کا نمبر 27K، 1520 پرواز سے departure سے متعلق اعلان، فرخ چیمہ جہاز کا کپتان ... جہاز کی ... وقت سے ... 16 ... Kuwetah میں Overhead luggage bin ... تمام راستہ موسم ابر آلود، ... روشنیاں، مسافروں ... PIA سٹاف ... امیگریشن سٹاف نہایت نااہل، ڈرائیور اکرم اور شازی ہمارے انتظار میں۔

منفرد ہستیاں

انتظار! 896

فیض حسین نقوی مہاجر، گجرات آباد ... حضرت حکیم سید رشید احمد ... اثر و رسوخ، ہندوؤں کی متروکہ پراپرٹی، "امام بارگاہ" ... "انجمن حسینیہ" ... متاثر، خاکسار تحریک، علامہ عنایت اللہ مشرقی، راولپنڈی، چہ مظفر ... گجرات ریلوے سٹیشن، ٹرین ... ابو سید رضائی اور ... دیوان خانہ، حسب معمول ... ہمہ تن گوش، ... صاحب سخت طبیعت کی خاتون ... رات کا ... گاؤں ... درویش ... شہر کے کس حصہ میں ... شاہد ولہ روڈ اسلامیہ سکول ... انتظار کر رہا تھا"۔

حضرت یٰسین صاحب

شیخ عظمت اللہ ... صاحب، گجرات ... مشہور شخصیات، ملازمت ... Federal Govt میں engineer کے عہدے پر، FIA deputation، Deputy Director FIA، retire، رفیق القلب انسان، پاکستان کے elite خاندانوں میں سے ... افسران بالا سے تعلقات استوار، شاعری سے شغف، ادبی تحقیقات ... خاندانی تعلقات، تصویر ... میں اسلام آباد بڑے بھائی شیخ کرامت اللہ مرحوم ... باتیں کرنے کا خوبصورت لطیف انداز، شائستہ، دلچسپ پیرائے میں سچے واقعات ... راقم کی ... گجرات سے لاہور اور اسلام آباد میں ... اعلیٰ عہدے داروں ... بہت تھوڑا فاصلہ، گوجرخان تک باتیں کرنے کا موقع ... فیض آباد کا چوک آ گیا، ... functions ... wheeled traffic، water transport، بارش کا پانی نہر کی صورت میں ... comment، smugglers ... بات ... تمام ... بھول جاتا ...

1179

شاہدولہ، گجرات، پرانے دوست احباب کی تلاش، انتقال، مجالس کے روح رواں، سرکلر روڈ گجرات، پوسٹ آفس، دنیا کی پوسٹ بکس سے خطوط نکالنے کا شغف، حضرت شاہدولہ دریائی صاحب کا مزار، نحیف نہیں، قیمتی ٹکٹ، stamps کوئی جیسے ہی کتنے اچک لیا کرتیں، "الٹ پلٹ"، شیخ صاحب خراماں خراماں میری طرف، آنکھوں پر یقین نہ آیا، شیخ صاحب کا "بھوت"، فولادی نوعیت، حدیث محمدی، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، آزاد مسلم ہائی سکول کی بنیاد، شعلہ بیان تقریریں سے متاثر، سناتن دھرم ہائی سکول، مشن سکول، مسلمان ملازموں پر زور، والد شیخ نذیر احمد، مرحومت اللہ، Executive Engineer، منصب تیرہ پشتوں کے بعد ملا گجرات کا پہلا معمار اعظم، ہائی گجرات کے عہد میں جا ملتا۔
چودھری افضل حسین افضل گجراتی

906

پنجابی ادب، جدید غزل کا تعارف، عام لوگوں کے سینوں میں محفوظ، پہلی کتاب، بنگالی شاعری، پنجاب یونیورسٹی، نورانی "گنجی تارے"، پریذیڈنٹ، ضیاء الحق، شاہ ولی اللہ، تعداد، حکیم نوازش علی صاحب، صاحب دیوان، علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی، پنجاب کا حصہ، شاعری کا حق ادا، جیب خرچ، چودھری صاحب کی ساری تنخواہ، چودھری افضل صاحب کی دستار بندی، ہیڈ کلرک، جدید میں بطور ہیڈ کلرک، پراویڈنٹ فنڈ، ملنسار، ہمدرد، انسان دوست، منکسر المزاج، معروف، "ساقی"، کمیٹی کی صدارت، پرلطف، ہاتھ سے تحریر، جواب، جدید میں، ماشی، کی سعادت، جوان بیٹیاں، جو دن رات میری آنکھوں کے سامنے رہتیں، تلاش بسیار، معمہ حل ہو جانے سے قبل، ٹیوب ویل، لندن میں Acton Town Hotel، شیخ پرویز اکرم، لندن میں آنکھوں سے تعارف، چودھری صاحب کی عقیدت کا اظہار، چودھری افضل صاحب کو "ہوم ورک" ماننے، خود غرضانہ مفادات، تعصبات، زندگی کی قدروں سے واقفیت، جذبات کا احترام، فقر و تصوف کا رنگ، والد سے ورثہ ملا، تین حصے دیوان، رقیمیوں، وقت کی قدر، پنج وقتہ نماز، شاعر اعظم، دیوان خانہ، حاجی محمد دین، مصنف کی بیٹھک، ایک سرکلر روڈ بالمقابل موجودہ نیشنل بینک آف پاکستان، شاہدولہ دروازے کے اندر، بابا پھیری والا، حاجی محمد یوسف کی حجام کی دکان، تخلص یوسف، "یوسف زلیخا"، ذوق، چودھری صاحب کا کلام، معین، پر وجد کی کیفیت، محبت، زندگی میں مذہب کا درجہ۔
چودھری فیروز شاہ صاحب

912

حضرت پیر سید رشید اللہ والے، تین تایازاد بھائی، جعفر شاہ صاحب، فیروز شاہ صاحب، فرزند اللہ صاحب، بلند سانحہ، لمبا اونچا قد، سر سے گنجے، "چھاڑی" گنجے، بالوں کو مہندی، دیوان خانہ، تخت پوش، نعمت خانہ، راگ، الاپنا، شاہ علیان اور امن علیان راگ، ذاکر، ذوالفقار حیدر، والد ماجد جناب حیدر شاہ صاحب، عمر، تعلقات، ریٹائرڈ، جج کی صاحبزادی فرخ سعیدہ، امام بارگاہ کی تعمیر، نصر اللہ والدہ ماجدہ نے اپنا زیور بیچ کر، ترقی دلوائی، ملازمت کے سلسلے میں ویزہ دیا، غیر حاضری کا فائدہ، ترقی کا، مقدمہ بازی، "امید" ہے، اثر و رسوخ کے مالک، cold storage کی نذر، "بڑی عدالت"، "خاص آدمی"، "قتل"، "مجھ سے کون لے سکتا ہے؟"، حالات کا پلٹا، پاکستان، bodyguards کے سائے میں، نجم الدولہ اکلوتے صاحبزادے کی شادی، برادری کی ایک خاتون سے، "بیوی نے آبائی قبرستان کو تقسیم کر دیا ہے؟"، قبرستان میں دکانیں تعمیر، تکیہ کلام "ناخواندہ"، نوٹ، وقت کے ساتھ، پانچ سو روپے کی denomination، نانی صاحبہ، زرعی زمینیں، آبادی کی

Marfat.com

آبادی، جو کمرے سے کئی سال پرانے درخت، چڑیوں کی چہچہاہٹ، تلاوت قرآن پاک، وظیفے کے کامل rhythm کے ساتھ الفاظ کی ادائیگی، چوپال، ٹھنڈی ہوا، پتے، جھونکے کی آواز، گہری خاموشی، شاہ صاحب کے پاس سفید چاندنی رات، سفید بال، مہندی رنگ، مدھم سفید چہرہ، سفید لباس، سفید چادر، پیشانی میں چھپا چاند کا حسین، عجب منظر، سیدھے سادے لوگ۔

808 پیر محمد علی صاحب

مذہبی حوالے سے تعلق درگاہ شریف سے، سادہ نشین ہیں۔ شہر کے قریب ایک شخص رہتا ہے، ہاتھ باندھے اپنی غرضوں کے لیے، پیر صاحب ہندو بیوپاری۔ چند خامیوں، جناب کے برے رسیا، بغل میں ساتھی، تلاش، پیالہ، مقصود محمد علی صاحب، باپ بڑا نشہ، ہاتھ سے "میراثی" کا، والد کا نام "اللہ دتہ"، لکڑی کا روبار، حبیب بینک، محمد حسن سندھواقبال "اقبال کی زبان"، "اسلاف میں"، جدید فن مراعات، چھوٹی سی کوشش، بعض دفعہ، معروف صاحب "اور غلام علی"، خدادا، ساتھیوں، مرکزی کاموں میں، بڑی جان پہچان، حیثیت، ملک، فیصل آباد۔ ڈپٹی کمشنر، ایس پی، سیشن جج، دیگر سرکاری افسران اور شہر کے چند معززین۔ زندہ دلی، خوش طبعی، لطیفے اور شعر، عجیب وغریب واقعات۔

805 چوہدری محمد صادق صاحب

تحصیل چونیاں، چھوٹا سا گاؤں "..." ہندوؤں سے آباد، مندی، بیوپاری، والدین، گاؤں، تین جوان، قد آور اور بہت چیدہ، ہندوؤں کے ساتھ شادی بیاہ، پنچایت، ہندو قوم کی صورت، ملکیت، چوہدری محمد صادق صاحب کی حویلی کے دروازے پر پہنچے، امانت رکھوائی، 13 سیر سونا اور ہزاروں روپے نقدی، لے جانے، ذمہ داری، ایک پنچایت، بزرگ، اجازت، رات جو میں، ساتھ، تشدد، طاقت، آواز، جان، ڈاکو، حفاظت، ہندوؤں، واپس، گاؤں، مندی، ہندو، کیمپ میں، قافلے، عافیت، فیروزپور شہر، خطوط، تشکر، ہندوستان، قلب، مطمئن۔

800 سائیں فضل کریم

حضرت شاہ محمد رہنما صاحب، مزار، بزرگوں، قریبی گلی میں ایک تیا، روزانہ خوراک، باقاعدگی سے اپنی لمبائی کا ایک سانس۔

پاؤں میں ضعف، معذور، چوپایوں کی طرح چلتے، نذر شاہ صاحب کے کنوئیں پر ڈیرہ، استاد دبیقہ،
کاروباری سلسلے میں لاہور، گجرات، سائیں صاحب کی کمر ٹوٹ گئی، ہاتھوں اور پاؤں کے سہارے
رینگتے ہوئے اسی کی طرف آرہے ہیں، دل برفتہ، حالت زار، صبر وقناعت کا اظہار، تکلیف دوام،
شہود شاہیت سے بیزار، چٹنی کی ... دردمندوں کا حامل لیپ تیار کر کے اپنی ... پر لگایا،
... سے معافت، ... کی خلش نے بے چین کر دیا، دار فانی سے ملک عدم، گجرات
پنجاب ... سے برتن فروخت کرنے کا عارضی ... سلام دعا، یادداشت، سائیں جی، برتن
خریدنے کی تمنا کی، تمام برتن گدھے پر لاد کر میرے گھر لے چلیں، متواتر اصرار پر رضامند، حاجی
صاحب کی مسجد، شاہدولہ، ... کی نیت، روحانی طور پر سرخرو، جانچ پڑتال، ہمدردانہ رویہ، جان کر
جان میں برتن واپس لے گئے، جیسے اللہ کے بندے، دنیاوی متاع کو ٹھوکر مارنے میں آسودگی۔

905 نذر شاہ

راقم ... کی برادری سے تعلق، بچپن میں لاابالی طبیعت، کبوتر بازی، پتنگ بازی،
شطرنج وغیرہ جیسے ... میں مشغول ... یاداشت ... ظرف کمال، مقام حاصل، برگزیدہ لوگ، نذر نیاز کی بجائے
محنت مزدوری، کمرشل بازار، گجرات، میوہ منڈی، ایچی سن، انگلینڈ، S.S.Caledonia بحری جہاز،
عبداللہ شاہ ... میوہ منڈی سے پھل، ماموں ''پہنچے ہوئے'' پیری کو آزمایا جائے، طنزیہ سوال کیا،
''بتاؤ درویش ... کیا ایک پھل کوئی چیز ذہن ... رکھتے، جھوٹ نہ بولیں میں تینوں دس
دیاں گا'' ... پھل کا تصور کر رہا ہے؟'' ... دیکھ دے ... ''اس پھل کا
... تک ... کیفیت، mindreading نہیں تو کیا۔

913 مائی کا ...

گجرات میں ایک صاحب ''مائی کا دیا'' ہوا کرتے، قارئین پر چودہ طبق روشن،
کے چند زریں اصول، قواعد وضوابط پر سختی سے کاربند، ''ہر چیز مانگو، ہر وقت مانگو، اور ہر ایک سے مانگو،''
... کی ... بیوی ... خیال کرتے، کاروبار کے پاس ... والا کسی کی ناگہانی
موت کا اعلان کرنے نکلا، انہوں نے کام کاج چھوڑ دیا، والہانہ انداز میں چھلانگ لگا کر اعلان
کرنے والے پر جھپٹ پڑے، ''بندیاں نوں مرن والے دے گھر دا پتہ لگ جاوے گا''، جنازہ میں
شمولیت کی زحمت ... خوراک کی تقسیم، دسترخوان، لوگوں کی روائتی آؤ بھگت، کھانوں سے
... اوقات میں متعدد shopping bags میں بچا کھچا کھانا، لواحقین کو
... کھانوں اور مرغن غذاؤں کی اہمیت واضح کرتے، روشناس، trailer،
... پارٹی سے چندہ، ناشتہ وغیرہ کرنے کو رزق حلال کی سعادت خیال کرتے،
... میں ... شوق سے پلاؤ، ... ماتم ... اور صدقہ خیرات میں حصہ نہیں لیا، کئی حضرات مستفید۔

897 ... شاہ صاحب

عبداللہ شاہ ... شاہ صاحب کی وجاہت کی تعریف،
ملاقات کی صورت ... کا نذرانہ ... شلوار قمیض، پاؤں میں
... ہاتھ میں ... شخصیت، نمودار ... سعادت، غائبانہ تعارف، درویش منش آدمی،
خدمت خلق ... خیال رکھتا ہوں، حلقہ بگوش، مالا مال، دولتمند، کنجوس، ... طرز عمل کو ناپسند،
... سے ... آبادی ... مطلوبہ سہولیات میسر کرنے سے قاصر،

Marfat.com

مالی مدد، متصل زمین، فنڈز کی نایابی جیسے خطرات کے باوجود ہسپتال کی تکمیل ہے قائم ہو گئی۔
پچاس لاکھ روپے نقش outdoor patients, indoor patients کے لیے ہے۔
consultation سے مریض، چھوٹا سا آپریشن تھیٹر، دو چار کمرے indoor مریضوں کے لیے [illegible]
کام ہو رہا ہے، آپریشن کے بعد intensive care unit [illegible]
ماہر architect، عمارات کے علاوہ equipment کی شامل [illegible]
کی برداشت کرنے کا خرچ ایک سال کے اندر اندر [illegible]
ایک دن سے زیادہ کی مدت، [illegible]
صرف [illegible] ہسپتال سے، دیگر اخراجات بھی ساتھ ساتھ [illegible]
لاکھ روپے اور [illegible] روپے، جدید [illegible]
یہ کام چوک [illegible] شاہ صاحب کا نام [illegible]
انچارج مہمان خصوصی، پنجابی زبان میں [illegible] Cantt زمین کا [illegible]
[illegible] Post graduate colleges [illegible]
[illegible]
kit شاہ صاحب [illegible]
تک پہنچ دیتے [illegible] روپے [illegible]
بغیر کسی وجہ کے خرچ۔

891 غلام احمد پال

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] fleets [illegible]
[illegible]
غلام رسول [illegible]
[illegible]

900 اوبالی صاحب

Wah [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

1183

اندر کا منتخب … میڈیکل لیبارٹری۔ Titration, sample-testing۔ قابلیت کا معیار۔
apparatus۔ جدید طریق، پوسٹنگ، سیاسی نوعیت، تنخواہ، contribution، روزانہ کی خاص
خوراک کا لیبارٹری میں بند رہنا، نماز دعوت، ''مفتی اعظم'' کا کردار، سٹاف پر اپنی ہیبت طاری رہے۔
خورشید، نیچے تو کوئی قدم، explanation call، مرچ، افسر کی حالت، فیکٹری کی متعدد بار استعفے۔
ایک جگہ کی محبت نامنظور، پنجابی، چونکہ نفسیاتی اثر، شادی، مزید پریشان کرنے کیلئے یہ بہانہ،
… بندش، اوپر کا خوف، دو خوف، colleague، ڈاکٹر ''نہیں'' گھبراہٹ طاری۔
تنخواہ … نہیں … ورنہ وقت سے تنخواہ، گزر بسر نہیں ہو پاتی، سفارش بغیر، کارروائی
… ملنے پر تحقیق، باپ اپنے زمانے میں بہت بڑا بدمعاش، اسکی وارداتوں مثلاً ڈاکہ، چوری،
… اور قتل وغیرہ کے چرچے اب بھی خاص و عام کی زبان پر ہیں، بوڑھا، رنگ فق، بڑھاپے سے۔
مشرقی پاکستان سے یہاں … سختی، عجیب سیاسی طور پر یہاں تک پہنچ گیا، سالہ پنجابی لوگ سب
کی … نفرت … غیظ و غضب، کہ یہاں پاکستان میں بھی ستائی جاتی ہیں
… چونکہ اس سے قدرت بات کرتے وقت … منصف خان، ایک گھر میں چوری کی
نیت سے … گھر میں شادی، وہ چور چور کا شور مچا دیا، میری ٹانگ پکڑلی، حاضر دماغی،
… میری … شلوار اس لئے خراب کر رہے ہو، اس نے میری ٹانگ چھوڑ دی۔

910 محمد سلطان محمود صاحب

… محمد سلطان محمود دار صاحب، محمد صاحب سیاسی شخصیت
چوہدری … صاحب کی جماعت والی … کے … سامنے رہا کرتے۔ Martial law۔
… ناکامی … کوشش کامیاب نہ ہو سکے، کراچی، بیوی بچوں کو یہاں
سے … خوشی … صاحب … کرایہ پر جھگڑا۔
… 3000 روپے … کرایہ دار کے خلاف مقدمہ، court میں حاضر کرایا، ان کا بیان لے لیا۔
summon … عدالت، جج صاحب، کرایہ دار کو کرایہ واپس کردیں، عدالت، discipline۔
… پرانا فوجی ریٹائرڈ ماتحت … خاطر و مدارت۔
پریشانی … امداد … نہ مت مند …

903 منہاج صاحب

Wah، عبداللہ شاہ … میں ایک نہایت پرانے دوست، کافی فیوز ملنے آیا۔
… خوشی سے میری آنکھیں شناسائی کی بصارت سے چمکنے لگیں۔ لاہور، ساری خوشی کافور،
… میں منہاج صاحب سے ملنے آیا ہوں، معمولی حالت میں ششدر، علاؤالدین لاہور سے آئے ہیں۔
… پہچان نہیں پا رہا … میں … تعارف کروانا … لمبی داڑھی، اصل شکل گم ہو کر رہ گئی ہے۔
… شناخت، پذیرائی، … سے باہر، میاں بیوی آگئے، بیوی فربہ اندام، پرانی سائیکل۔
… پرانی چیز … dialogue، تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے۔
والد … معقول … فضول خرچی کے متحمل نہ ہوتے، … دعوت۔
منہاج صاحب کے والد صاحب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے، چار دن بعد … نیا … پیچھے
… بیٹے … مسجد لاہور ریلوے Australasia، اذان … کا خرچ …
اسٹیشن Braganza Hotel کے قریب، وضو، بازار ''بزرگ آپ کا وضو نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ

ووٹ پرندوں کی بولی ہے۔ "حیران ہوتے اتر کر دوبارہ وضو ہوتے بعد قم سے اپنی جگہ سے غائب۔
امام صاحب ہوتے تیرہ فوری چہرہ بھائیوں سے پاس جا کر تم شریف کا اہتمام ہوا پر بڑا اور چھوٹی ... میں
بجھ کر جا کر پولیس اور پورٹ پولیس کی ... وقت تم کا ... ساتھ وہ colleague۔
چونکہ دلچسپ ماری شادی سازو ہوتے۔ تعلقات ساتھ ان والدہ ... پہنچ ہوتے تھی تھے۔
وناسات ... کی وال رشادی سے اخراجات ... کم ... کی ... [illegible] ... لیپ ...
ثروت ہے۔

884

میر مظہرات

جناب اعجاز حسین میر (ڈپٹی سیکرٹری)، جناب غضنفر حسین میر ایڈووکیٹ، تجارت۔
جناب عبداللہ میر ... منزل ... بشارت ... [illegible] ... شیشہ ...
... پوتے کی پیدائش، غلام مصطفیٰ میر ... جنت ... "اعجاز حسین" ... باپ سے ... [illegible]
وزیرآباد ... میر ... لاہور ... ملازمت ... [illegible]
سے بعد ... ڈپٹی سیکرٹری ... [illegible]
... [illegible] ... کتاب ... [illegible]
کتاب ... تجارت ... Faculty of
Oriental Learning ... [illegible]
صاحب ... [illegible]
... ایڈووکیٹ، جناب ... پروفیسر ... [illegible]
... پروفیسر ... [illegible]

روشن قندیل

921

انور ... روائی

انور ... یونیورسٹی Social Works میں M.A کی ... ملازمت ...
... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]
... [illegible] ... (...)
... محبت ... یونیورسٹی میں ملازمت ... [illegible]
... Spanish زبان سیکھنے میں ... Mercedes ... [illegible]
... change "Un vaso de leche, por favor" ... [illegible]
... "Cuanto es" ... [illegible]
... پاکستان ... Lugo Granado ... [illegible]
... [illegible]
... [illegible]

1185

یونیورسٹی Universidad de Oriente، پہلا کیمپس Nucleo de Sucre،
Sucre صوبہ Cumaná شہر وینزویلا کے صدر Dr. Romulo Betancourt،
یونیورسٹی کے Rectorado Administrative Offices، Nucleo de
Anzoategui، نیز Nucleo de Monagas، Nucleo de Nueva
Esparata، پہلا Rector، نام Dr. Luis Manual Penialver، ڈاکٹر نصیر کا دوست،
ڈاکٹر نصیر نے یونیورسٹی کے کیمپس Cumaná میں ملازمت کا آغاز کیا، ریسرچ لیبارٹری قائم کی،
classes، جنوبی امریکہ میں طرز معاشرت کچھ مختلف اور عجیب نوعیت کی، ایک لفظ maniana
یعنی کل، ... پہلا ... سائنسدان کی حیثیت کا لوہا منوایا، scientific research
paper، journals، علاوہ دیگر ممالک کے journals میں بھی پبلش ہوتے، امریکہ، اٹلی،
برطانیہ، جرمنی، چین، ... International journals، وینزویلا کا پریذیڈنٹ
Dr. Romulo Betancourt، ... Cumanagoto ہوٹل، پارٹی کا انعقاد،
... الدولہ ... UDO-70، (State)
Province، ... Vice-rector Academico، Consejo Cientifico،
Scientific Council، Executive Secretary، سیاست ایک کھیل، ... ممکن،
... Dr. Alberto Ochoa، Dr. Ochoa کی دوستی کا ...، Vice-rector
Academico (UDO-70)، UDO-70، Dr. Andres Pastrana،
... بھائی ... سال بعد ملاپ! 929

بھائی ... حافظ امین الدولہ، کشمیر، یار و احباب، ملازم، پونچھ کے راجہ سے ملاقات،
... سید پیر ... شاہ ... جموں و کشمیر میں اپنی پیری مریدی، کشف پیر امین الدولہ
سے ... پیر ... رینگتا ہوا، بچے کے گلے میں ... رشید الدولہ "بھائی خدا
... دو تو خرید لو" ... بھائی کا حکم، فضل الٰہی، رغبت، کندھوں سے نیچے آتا
... ابتدائی تعلق، پرورش اپنے بیٹوں کی طرح، ڈاکٹر نصیر الدولہ یا پیر عزیز الدولہ (بچپن پیر)،
... خوبصورت ... جہلم میں بھرتی، استاد کی بیٹی سے شادی، بچپن،
... محمد شفیع ... دربار حضرت شاہ دولہ صاحب، کھوج نکال لیا،
محمد ... نام ... زندہ بھگی، ملک محمد بشیر، سعودی عرب،
... 573 ... اسلام آباد، ... رقت انگیز ملاقات، جذبات کا اظہار
... سال بعد پیر صاحب کی پیشین گوئی، پیر صاحب کا بیٹا ... سید قربان علی
شاہ صاحب ... قدم بوسی، چارپائی پر بیٹھ کر خود نیچے بیٹھتے، خواہش، حافظ صاحب کے
بیٹے نصیر الدولہ ... نمایاں جموں و کشمیر، مسجد تعمیر کروائی، چشمہ، عبادت، علاقے میں
قحط، درخواست، "حضور دعا کریں بارش ہو جائے"، تخلیہ میں عبادت، کچھ وقت کے بعد آسمان ابر آلود،
... ڈال دی، رسم زندہ و جاوید، حافظ صاحب نے ڈھکی میں دو پہاڑوں
کے درمیان چلہ کاٹا تھا، چالیس دن کسی فرد نے انہیں کھاتے پیتے نہ دیکھا، جگہ کا نام "پیر دو کھیالا"،
پیر صاحب کی مصری علماء سے گفتگو 926
الازہر یونیورسٹی مصر، علماء کا وفد، پاکستان دورے پر، interpreter، دو سرکاری

نمائندوں پر مشتمل، شاہدولہ روڈ، حضرت حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب کے مطب میں تشریف لائے۔
مختلف شہروں میں علماء دین سے تبادلہ خیالات، عربی، اُردو اور پنجابی زبانوں سے نابلد، ترجمان کی
خدمات، زبانوں کا ترجمہ کرتا، رسول پاک ﷺ کی شان اور مذہبی امور سے متعلق قرآن پاک سے قبل
تین صحیفوں مثلاً توریت، زبور اور انجیل میں رسالت مآب ﷺ سرور کائنات فخر موجودات کی شان
میں اور قرآن پاک کی فضیلت میں بشارت اظہر من الشمس، خاموشی کی عادت، ترجمان سے نفیس
عربی زبان میں ہی سوالات کے جوابات دیئے، ترجمان حیرت زدہ، یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ،
زباندانی میں ہمیں بھی مات دے گئے، حاکم وقت نیا وارد ہوتا، آخری حاکم قرآن پاک مکمل ضابطہ
حیات کا داعی، خدائی صحیفوں پر ایمان لانے کی ترغیب۔

927 حافظ پیر سید گلاب شاہ صاحب ☆☆☆

حافظ امین الدولہ اور پیر رشید الدولہ صاحب کے والد ماجد جو بڑے جید حافظ تھے،
نہایت خوش الحان اور نہایت بلند بانگ، آواز ریکارڈ کرانے لگے تو بلندی آواز کے باعث دو دفعہ
وہ شیشہ (؟) crack ہو گیا، آواز پست کر کے دو رکوع قرآن مجید آپ نے ریکارڈ کرائے، سورۃ یٰسین
شریف، ایک رکوع سورۃ الرحمٰن شریف کا، خانوادہ پاک میں محفوظ، سات پارے کی پوری منزل
نہایت خوش الحانی سے اور پوری بلند آواز سے تلاوت فرماتے، وضو کرتے ہی شروع ہو جاتے، جب
پڑتے "اٹھو حافظ صاحب جاگ پڑے ہیں۔ دو وقت گئے ہیں"، جموں شہر تشریف لے گئے، لوگ بلا
امتیاز مذہب و ملت بازار میں رک جاتے، سامعین دم بخود رہتے، جس پہ سرعت کرتا، بادل نخواستہ
بوجھل قدموں سے اپنے اپنے کاموں کو جاتے، واہ واہ سبحان اللہ کا ورد برساتے جاتے، مہاراجہ جموں
کے امراء، اندیشہ لاحق، کہیں مہاراج نہ ہمیں طلب کر لے، نذرانہ اور ہدیہ، میں قرآن شریف پہنچا نہیں
اپنا فریضہ سمجھ کے اسے پڑھتا ہوں، پشاور، حافظ صاحب قبلہ کی زیارت، دربار شریف حضرت شاہدولہ،
"سورۃ الرحمٰن"، دو زانو بیٹھ گئے، شخص پر وجد طاری، مرغ بسمل کی طرح تڑپتا، تیز دھار چاقو سے اس
کے جسم کے ٹکڑے کاٹ رہے ہیں، حافظ صاحب ڈر گئے کہ کہیں یہ شخص شہید تلاوت ہی نہ ہو جائے،
قیمتی کابلی دھسہ مہمانوں کے کپڑے تو نہیں اتارے جاتے۔

928 حکیم پیر سید رشید الدولہ ☆☆

حافظ پیر گلاب شاہ صاحب کے قابل فخر و امتیاز فرزند ارجمند، اردو، فارسی، عربی کے
تو جید عالم، ہندی، گورمکھی اور سنسکرت میں بھی خاصی دسترس رکھتے، فن طبابت میں منفرد حیثیت کے
مالک، حکیم جی، تہاڑی بیماری سمجھ گیا ہوں، مریض کو صرف ایک دن کی دوا دیتے، دوائی شیشی پڑیا
مریض کے ہاتھ میں دیتے، تفسیر قرآن سے بڑا گہرا شغف رکھتے، ایسے عالم کہ دا صل ہو ہفتہ بھی ان
سے تو وہ بھی پانی بھرنے لگے، علم مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے، خانوادہ حضور شاہدولہ کے اجلاس،
پیشتر پیر زادگان جناب حکیم صاحب عمر اور تجربہ میں بڑے ہوتے، لوٹ مار، حفظ دوائی خانہ کے بارے
میں پیر صاحب کی پریشانیاں۔

920 لالہ عبد الحمید بٹ صاحب ☆☆

لالہ جی، باؤ جی، حمید پہلوان، حمید آئیٹ، والد کریم بخش "ڈپو والے"، آڑھتی کی دکان،
پرانی منڈی، نہایت شریف النفس انسان، پیر صاحب کے حلیمانہ اور درویشانہ طرز عمل کے عقیدت مند،
شادی بیاہ اور دیگر کاروباری پر بھی پیر صاحب کے مشورہ کو ترجیح، چار فرزند ارجمند سب سے بڑے

Marfat.com

نسیم الدولہ 1187

عبدالمجید بٹ، عبدالرشید بٹ، عبدالحمید بٹ، عبدالوحید بٹ، گجرات پنجاب بس نولکھا اڈا لاہور کے
انچارج، اچھی خوراک اور تن سازی کے دلدادہ، محکمہ پولیس میں ٹرانسپورٹ کی کارکردگی کے معاملات میں
اثر و رسوخ کے حامل، پہلوان ہونے کے ناطے اندرون لاہور کے تمام پہلوانوں سے پروقار راہ و رسم،
لاہور سے گجرات تک pass پر سفر، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے سوشل ورکس، میو ہسپتال،
ایم اے کے فیلڈ ورک مضمون، ویلفیئر ڈیپارٹمنٹ، اچھیرہ، عجیب اتفاق، three-piece suit،
کوٹ کی جیب میں بٹوا جس میں 150 روپے اور یونیورسٹی کارڈ، بس ڈبل ڈیکر تھی، پستہ قد آدمی،
واسکٹ کی جیب نہایت مہارت سے مذکورہ آدمی بس سے اتر گیا، جیب ٹٹولی تو بٹوا غائب پایا،
مشکوک شخص کہیں نظر نہ آیا، بذریعہ رشید لالہ جی کے پاس، کس مقام پر بٹوہ غائب ہوا تھا؟ ٹیلیفون پر کسی
سے رابطہ، انور کی حیرانگی دیدنی، لالہ جی سے نہایت معصومیت سے کہا، پستہ قد چور کو دیکھ سکوں، منظر مرو،
بیٹھک نما کمرے میں آدمی کی auricular، phone call انور نے اٹھایا، چہرہ دیکھنے کے خواہشمند، تانگہ،
بڑی سی چارپائی، مالازم بیس آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش، کافی ہوٹے منگوائے، رسانیت، جرائم کی دنیا
سے قدرے منظم ہوتی ہے، رشید بٹ صاحب بھی کمال کے انسان، ریلوے میں ملازم، سرکاری بنگلے میں شمولیت
سے رہائش پذیر، وحید بٹ صاحب جوڑ پوچاتے۔

میرے بھائی انور کی زبانی 915

حافظ امین الدولہ صاحب کی وفات، سب مل جل کر ایک ہی دیوان خانہ میں رہائش پذیر،
راقم، چچی اماں نسیمہ آنٹی، آپا خالدہ، اماں جی، عزیز الدولہ، بی بی جمشید، فرخ سعید و کوکب ذکی،
تمام اہلخانہ بزرگوار پیر صاحب حضرت پیر سید رشید الدولہ کی شفقت آمیز سرپرستی میں، ویزہ ویلا خطوط،
حج، انکساری کا اظہار، انسانیت کی عظمت پنہاں، سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا، ننھی سی بہن کا جنم، اللہ کو
پیاری، یتیم بچے، ہر بات ذہن نشین، discipline، کھانا تمام اہلخانہ ایک دستر خوان پر تناول کریں،
بچوں کی تعلیم میٹرک تک گجرات، لاہور کالج، انگلینڈ Ph. D کی ڈگری کے حصول تک،
پیر نسیم الدولہ صاحب، ویزہ ویلا میں ملازمت، بی اے کا امتحان، ایم اے (سوشل ورکس)،
عقیدت افزائی، بھانجے کی پرورش، نانی اماں (بے جی)، روشن پہلو، انسانیت کی معراج، پاکستان آنے
کا اتفاق، عبیدالرحمان، (Mercantile Cooperative Society گجرات برانچ کا مینجر)،
زنان خانہ، چوہدری یار محمد جوڑا گجرات کی مشہور شخصیت، سیاحت کیلئے نیو یارک، دل کے عارضہ میں مبتلا،
چاروں coronary arteries تقریباً بلاک، عبید کا بائی پاس، امریکہ، عزیز الدولہ عرف چن پیر،
لاہور طبیہ کالج، ڈبداتل حامہ کی ڈگری، مریضوں کے علاج معالجے سے اچھا خاصا گزارا، علیحدہ رہائش،
معقول آمدنی کا ذریعہ، دیوان خانے کی تقسیم اور تعمیر، شاہی، سمجھوتا کرنے میں پس و پیش، عالیشان حویلی،
شاہدولہ روڈ پر خطیر رقم سے تعمیر، شادی، مرنے کے بعد پیر صاحب کی خواہش آخری سفر، خاتون کی بدزبانی،
غلط الزام لگا کر بدنام، بھتیجا ذکا الدولہ، خداترس جوان لڑکی غزالہ، میرا ڈرائیور اسلم، چوبیس گھنٹے بیوی کی
دیکھ بھال، لاعلاج بیماری Alzheimer's میں مبتلا، بیہودہ گالیوں کا نشانہ بنتے، بھائی انور ذاتی طور
پر مجھے گھر سے نکالنے پر خوش نہ تھا، محفل کے احباب، ناقابل برداشت بدزبانی، دوست شاہد مرزا،
مسز شاہد، 22 جون 2001 کرایہ کے مکان میں رہائش، الہٰی کالونی، گڑھی شاہدولہ، تلاوت قرآن
پاک، ہیر رانجھا، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں، ہیر وارث شاہ، میاں صاحب کا کلام سیف الملوک،
دردناک لہجہ میں اور ترنم کے ساتھ پڑھتیں، کام خود کرنے کی عادی تھیں، بڑھاپے، دیوان خانہ،

Marfat.com

بیری کا ایک درخت۔ شبیر صاحب رسی باندھنے کیلئے بیری کے درخت میں کیل گاڑ دیا۔ تمام عالی مرتبہ
تک دل گرفتہ اور آزردہ خاطر رہے۔ بڑے بھائی حافظ پیر سید امین الدولہ دست مبارک سے کافی
مکان کو وسعت، معذرت کے ساتھ کاٹ دیا گیا۔ جدی جائیداد تقسیم کرلیں، خندہ پیشانی جمع کرنی کی داغ
جائیداد۔

☆☆☆ وینزویلا میں زلزلہ 925

یونیورسٹی سے فارغ، ریٹائرمنٹ ضروری کاغذات، بنک، سوشل سیکورٹی۔
Calle ، ٹوتھ برش، Pharmacy، بنک مینیجر، سیکرٹری، Banco Primogenita
Marinio، زمین کی لغزش کا احساس، عورتیں، دوڑ بھاگ، دوسری کاریوں سے ٹکرانا، بجلی سے جب
دوسرے بجلی کی تاریں لرزیدہ، گھبراہٹ، افراتفری، چیخ و پکار، اپنے رشتہ داروں کو روتا ہوا نظر آ رہا تھی۔
سب نظارہ با ہوش و حواس، بیہ چیخی لوگ دب گئے، مضطرب صورت حال۔ Avenida
Bermudez، انگلش سکول۔

داستان گو

☆☆☆ آتما ہتیا 950

تقسیم ہند سے قبل متحدہ پنجاب کا ایک گاؤں۔ ہندو گھرانے کی خوبرو لڑکی مسلمان لڑکے پر
مرمٹی۔ اکٹھے جینے اور اکٹھے مرنے کی قسمیں۔ لڑکا اعلیٰ تعلیم یافتہ، لڑکی کی ہندو اونچی ذات اور مذہب سے
تعلق رکھتی۔ ہندو قوم بڑی ذہین اور معاملہ فہم، مل بیٹھ کر فیصلہ، جوتشی کی خدمات حاصل کی گئیں، دونوں کی
موت پر ختم ہوگا۔ جنتر منتر، ایک دوسرے سے نفرت، جوتش کا پتہ، جوتش ورام کہانی سنائی، لڑکے کو جان سے
دونگا۔ اپنے علم سے اس کو ڈرایا دھمکایا گیا۔ ہندوؤں نے سونے اور چاندی کے زیورات پہنا رکھے،
دودھ اور انواع و اقسام کی مٹھائیوں سے تواضع، دعا کی عشقیہ داستان، شراپ، خواب تعبیر پورا
ہوتے ہوئے نہ دیکھ کر آتما ہتیا کرلی، منحوس خبر، سوگ، گاؤں کا ماتم، ایک بیٹی کی چوٹ رہا تب، وہ یوں
لے کر چلتی۔

☆☆☆ آذان 951

تقسیم ہند سے قبل انگریز کے ہاتھ میں عنان حکومت، تقسیم کرنے کی صدمہ گہرا تھا۔
گاؤں کا مکھیا ایک با اثر سکھ جس کا نام مان سنگھ، گنتی کے چھ سات مسلمان رہائش پذیر، چھوٹی سی پکی
مسجد، آذان دینے کی اجازت نہیں، میں میں، حکم عدولی کی جرأت نہ کرسکتے۔ مسلمان روزی کی تلاش،
گھوڑے پر سوار گاؤں کے قریب سے گزرا، نماز کا وقت، مسجد کا مینار، گھوڑے کی باگ مسجد کی طرف موڑ دی،
نکا، مسجد کے ایک کونے میں جا کر اذان دینے لگا، امامت کے فرائض انجام دیئے۔ سکھ سردار مسافر
سے مخاطب، پہلی دفعہ اذان کی آواز، ششدر حیرت زدہ، سکتہ کی حالت میں، ناقابل برداشت جسارت،
مہاراج ایک راہگیر ہے، "جاؤ، گھوڑی کھول کر لے آؤ"۔ گھونگا گھوڑی غائب، طلب، نام، پتہ، منزل
وغیرہ سب غلط بتائے۔ مسلمانوں کے مذہب پر ناجائز پابندی، ہم نے زیادتی، اذان بھی باقاعدگی سے اور
امامت بھی، برق رفتاری سے یہ جا وہ جا۔ چند افراد کارات کے اندھیرے میں مان سنگھ کی حویلی پر بلہ
قصبہ میں غم و غصہ کی لہر، سکھ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے، حویلی کا کوئی شخص بھی زندہ نہ چھوڑا گیا، پولیس
S.H.O کا بے جا ضد، پڑتال کرنے، غلط فرضی گاؤں میں اس نام کا کوئی شخص نہ ملا، قاتل تک رسائی

نسیم الدولہ

1189

نہ ہو سکی، کھیا کا چناؤ، مسجد ہوتی الفور گرادیا جائے، نئے کھیا کے گھر بھی حملہ آور پہنچ گئے، روح فرسا سانحہ، رقعہ پڑھتے پراوسان بھی خطا ہو گئے، مسجد نئے سرے سے تعمیر کردی جائے، مسجد شہید کرکے سخت غلطی کی، مناسب دلیل، چندہ۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

958

بھٹنڈہ ریلوے جنکشن، جس باغ والی گاؤں، آبادی راجپوتوں پر مشتمل، ہندو، سکھ، مسلمان راجپوت، صدیق صاحب مصطفے کمال، پونا چھاؤنی میں ملازم، لڑھ وماں سنگھ، پونا، جوا ئنڈری ھانڈ، ایک روپے میں ساڑھے پانچ سیر، روح افزا شربت کی بوتل بارہ آنے میں، ایک تولہ سونا 18 روپے میں ملتا، صدیق کی والدہ صاحبہ، گرمیوں کا موسم، حمزہ نامی مسلمان دوکاندار، چھوٹی چھوٹی تھیلیاں، وزن دو من، نقد آور مزدور، اجرت، چھ آنے مزدوری، سامان کی بوری، ڈیوڑھی، پڑوس، تلاش، شربت بنانا، مزدور غائب، دکان پر دوبارہ آ گاہی، بیٹا سہیل، مزدور نظر آ گیا، اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے، آنسو، پردرد آواز، مزدوری کیلئے چیچہ چھنا، میری عادات خراب، بڑ کا درخت، پتے، پیٹ بھرنا، دوست نے، اجنبی بھرف تھا آئے۔

اجازت

942

تحریک اہل قرآن قریبی گاؤں کے رہائشی چوہدری نبی بخش، دنیاوی مال و دولت، فکری متاع سے مالا مال، نور "جیون ماچھی"، عالم دین، وعظ سننے کی سعادت، جلال مولوی صاحب، چوہدری کا پیغام، ہاتھ دھلانا، معمولی حیثیت کا اظہار، مہمان، دیہاتی روایت، چارپائی کی پائنتی سرہانے کی طرف تکیہ، دوسری صبح نماز سے فارغ، سفر کی ابتداء، گھوڑی، ایک آدمی ایک منزل تک سفر گھوڑی پر، اکرام، دربانی، ان لوگوں کی خدمت گزاری، کیکروں کے درخت، مسواک، سنی ان سنی، حکم بجا لانا، بار بار ہی کہنا، کیوں بار بار کہا، اردگرد کے کھیتوں، کھیانوں کے مالکان کو دیکھنا، اجازت، بدقسمتی، زحمت، تقوی، ایمانداری کا احساس، درس و تدریس، معذرت، حی الفلاح کی آواز پانچوں وقت۔

ابراہیم شمس

1022

بخارا، تاشقند کی یونیورسٹی عالم اسلام کی اعلیٰ ترین یونیورسٹی، دس ہزار طلباء، ایک ہزار درس و تدریس کیلئے فقیہہ متعین، بلند پایہ معیار کا چار دانگ شہرہ، پرنسپل جناب ابراہیم شمس، بغداد کے فقیہہ، بلند پائے کے، ادعا، ان کی پابندی، ذرہ بھر کوتاہی کے شائبہ کا گمان نہ ہوتا، اشتیاق، زاد راہ، گدھے پر سوار، عازم سفر، عراق کی حد، رسائی، دریائے دجلہ کے کنارے پرانا بغداد، چنگیز خان، اینٹوں کی ترتیب، مصالحہ، نیا بغداد، دجلہ کے دونوں طرف، اچھوتی اور ماڈرن تعمیر، خوشنما فلک بوس بلڈنگیں، کشتیوں میں ڈرائنگ، بلاؤ "تال، تال"، بنارس مندروں کا شہر، پرانا بغداد گیدڑوں، ابابیلوں، چمگادڑوں اور الووں کا مسکن، مالی ہاتھ میں کدال لئے، باغ کی آبیاری، اجازت، گدھے کو پانی، وضو کرکے نماز، نقصان، تعجب، معمولی کام کیلئے اجازت کے طلبگار، پانی کا آبیانہ، ضمیر، رضامندی، پانی کا استعمال، سائبان، بڑے فقیہا کا اجتماع، ملاقات، مجبوری بھی ہوئی تھی، باندھا، مجمع میں تشریف فرما، فخر یہ نخوت و تکبر مل جاتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ صبر کرتے ہیں، مودبانہ گویا "یہ وصف تو بخارا کے کتوں میں بھی پایا جاتا ہے"، اجمعین پر سکتہ طاری، اجنبی بوڑھا۔

اٹل فیصلہ

941

گاؤں کا واقعہ، بچوں کی پیدائش، مائیں، فرزندوں کو کیپٹن میجر وغیرہ کہتیں، فوجی ملازمت،

Marfat.com

دو بھائی، جنگ عظیم دوئم میں حصہ، ایک بھائی Honourary کیپٹن ریٹائر، دوسرا بھائی جنگ میں کام آیا۔
کیپٹن صاحب کی اولاد، سول اور فوج کے اعلیٰ عہدوں پر فائز، دوسرے بھائی کی اولاد معمولی تعلیم حاصل کر
کے کوئی حسب روایات فوج میں سپاہی بھرتی، کھیتی باڑی کر کے بسر اوقات، شادی بیاہ سے بندھن، رشتے،
شدید خواہش، بچوں کی میرے بھائی کے بچوں کے ساتھ شادی، نہایت مشکل مرحلہ، جوڑ پر اعتراض،
پایہ استقلال، ہٹ دھرمی کی بھینٹ ایک ہونہار بیٹا چڑھ گیا، باپ کے سامنے اپنی چھاتی پر بندوق رکھ
کر خودکشی، دل گرفتہ سانحہ، باپ بیٹے کی محبت میں اندر سے ٹوٹ پھوٹ گیا، خوشحال زندگی، کمپرسی،
کنبہ پروری کے عظیم جذبہ کی قدر، عظمت کو سلام، سر جھکا دیا، commissioned آفیسر بیٹے کی
شادی اپنے بھائی کی سیدھی سادھی ان پڑھ دیہاتی لڑکی سے، بیٹے کو ہدایت، اپنے مزاج اور خواہش
کے مطابق تربیت، مسئلہ خوش اسلوبی سے حل، دوسرے فرض کو انجام تک پہنچانے کا عزم، اعلیٰ تعلیم یافتہ بیٹیاں،
اچھی ملازمت، مرحوم بھائی کے بیٹے جو صرف میٹرک تک تعلیم یافتہ اور فوج میں صرف سپاہی، بیٹی کو ہدایت،
شوہر نامدار، مزید تعلیم کی طرف راغب، اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا یقین، مشن میں کامیاب، مصطفےٰ کمال،
پرائیویٹ طور پر ایف۔ اے، بی۔ اے، سروس چھوڑ کر ایل۔ ایل۔ بی، معتبر وکیل، آسودہ حال زندگی۔

☆☆

982 احسان کا بدلہ

تقسیم ہند سے کوئی دس سال قبل، بار دوست، ہندو، سکھ اور مسلمان، مصطفےٰ کمال بمبئی،
پارسی خاتون کے مکان میں paying guests کی حیثیت سے رہائش، خاتون نہایت اعلیٰ کردار کی
مالک، امیر پارسی خاندان کی خدمت گزاری کے صلے میں جمع پونجی سے اپنا ذاتی مکان، چندر برج،
لکھیم پور، ضلع پٹنہ کا رہائشی، چندر برج، ماتا پتا کی خواہش گریجویشن، پتا کا دیہانت، پتی کی وفات کا
جان لیوا صدمہ، گزارہ، کم تھوڑی زمین بچی وہ بھی بہ امر مجبوری فروخت، بنارس یونیورسٹی بی اے میں
داخلہ، عرض گزاری، نامساعد حالات، گذارہ دشوار گزار، گھریلو سامان فروخت، پڑوس میں ایک ہندو
پٹواری کی بیٹی چندو بائی، زبوں حالی، پیتل کی کٹوری، چادر میں چھپا کر برتن والے کی دکان پر فروخت،
دبے لفظ، اشارہ، انکار، ہوسٹل میں رہنے کی اجازت، خط، نہر کے کنارے، قسمت پر آنسو بہانا، اخراجات
کا تحمل، پچاس روپے، خوددار طبیعت، چندو بائی مصر، ساری زندگی کی جمع پونجی، آزردہ دلی، مجبوری،
امیر خاندان کے لڑکے سے دوستی، بمبئی میں وسیع کاروبار، اچھے نمبروں میں پاس، فیکٹری میں ملازمت،
ستھوڑی دیکھ بھال، لکھیم پور آنے جانے کا کرایہ، زادِ راہ، مکان کی رجسٹری چندو کے نام کر دی۔

☆☆

981 اشلوک

مصطفےٰ کمال، بنارس، صبح اور پیرس، دنیا بھر میں پرکشش، سورج نکلنے سے پہلے دریائے
گنگا، مندروں کے کلس پانی میں خوشنما منظر پیش کرتے، کشتیاں رواں دواں، سیر و تفریح کی غرض سے
رنگینیاں، دریائے گنگا کے بائیں کنارے پر شیو جی مہاراج کا مندر، نصف دریا میں اور نصف حصہ خشکی پر،
تین گلیاں، پنڈت، چھوٹے حجرے، دیوداسیاں، براہمان، سفید ساڑھی پہنے، وترچھی margin پر پیلے
رنگ کا بارڈر، جوتی کانے کی حال سے نہ بنائی گئی ہو، دو چھوٹی چوٹیاں، سیندھور، سفید رنگ کی
mixture، مندر دیکھنے کا شوق، ایک روپیہ میں کھدر کی نہرو کیپ، تنگ پاجامہ زیب تن، بورڈ نصب،
''یہاں مسلمانوں اور ہریجن (scheduled cast) کو اندر آنے کی اجازت نہیں۔'' تحریر ہندی،
اردو اور سنسکرت زبانوں میں لکھی گئی، تلک، ایک ''U'' بنا دیا، پرنام، آداب سے لاعلمی کی بنا پر اگلی صف
میں جا کر براجمان، دیگر مرد و زن، دو چھوٹی چوٹیوں سے ''رامائن'' کے ورق الٹا رہا تھا۔ اب تمہاری

Marfat.com

نسیم الدولہ 1191

باری سے ... لکھنا ابٹ ، اشعار یاد تھے nervous ہو کر بھول گئے ، حضرت علی کا قول ، نظام آباد کا بنا ہوا چاقو ، دو بیچاریوں کو مار ڈالا ، میں پھانسی لٹکا دونگا۔

امام صاحب 984

مصنفہ کمال صاحب ، بزنس کے سلسلے میں سورت ، ہندوستان ، دیس پنجاب جیسی روایتی مسجد ، مستطیل شکل کی عمارت سے اذان کی آواز ، عمارت کے ماتھے پر لفظ مسجد ، حیرانگی میں اضافہ ، مسجد کی ہر چیز ترتیب میں ، carpet اور ایک طرف کرسیاں بچھی ، پانی کی آمد اور انخلاء کے طریقہ کار بھی بٹن دبانے سے پانی مسلسل ، بجت ، کرسی پر بیٹھ کر وضو کیا جاتا ، والان ، صندل کی خوشبو ، استقبال ، طبیعت میں محبت ، سرخ و سفید جوان ، چھوٹی چھوٹی داڑھی ، دلکش انداز گفتگو ، تکبیر ، مالا باری زبان میں ترجمہ کی بات ، نماز کا ترجمہ یوں کیا گیا ، خندہ پیشانی ، سوالات سنے ، دلنشین انداز ، یہ مسجد خانہ کعبہ کی بنی ، حضرت ابراہیم ، مسجد کی طرز تعمیر کے انداز ، حرم بارگاہ والی ، نقشہ ، اعتراض کی گنجائش ، نیک نیتی ، نماز مذہب نہیں ، تجھ پاتے ، الحمد شریف ، قرآن مجید فرقان حمید کا احاطہ ، مطمئن ، قرینہ ، مدرسے کے لنگر ، سورت شہر اور بندرگاہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر بحیرہ عرب کے کنارے واقع ، انگریزوں کے شہنشاہ ہندوستان جہانگیر کی اجازت سے پہلی تجارتی کوٹھی قائم کی ، عرب ملاح ، تجارت ، مقیم ، اولادیں آج تک وہاں کے سماج کا حصہ۔

اور دونوں لٹک گئی 960

کمال صاحب ، مسجد فتح پوری دہلی کے پچھواڑے اچ روالی گلی کے آخری کونے میں رہائش پذیر ، مسجد میں موذن ، ملاقات ، بوہری ، ریشمی کپڑے ، cutpieces بیچنے کی ترغیب ، گلی گلی میں گھوم پھر کر بیچتے ، میشن ، صبح ناشتہ نہاری ، خوبصورت لڑکا ، بغل میں گٹھری دبائے غمزدہ اور رنجور حالت میں ، ہمدردی اور نرمی سے اس لڑکے کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا ، اداس نظریں ، تین دن سے دہلی میں پریشان ، محنت مزدوری نہیں ملتی ، رات شاہی مسجد کی سیڑھیوں پر سوئے ، سپاہیوں نے ٹھڈے مار کر جگایا ، بیچارگی سے رو دیا ، دن میں پیٹ سے لگی بھوک ، حجام کی دکان ، غسل ، کپڑے ، ڈیوٹی ، گھر کی صفائی کے ساتھ دوپہر کا کھانا بھی تیار ، بااعتماد خاوند ، ماں جی کو تنہا گاؤں سے لے آؤں ، صدیق نامی لڑکا ، ناگوار ، فرنٹیر میل ، ضلع ، گاؤں ، بیا گیا انکا دل بھی ساتھ لے گیا ، ڈبے کا نمبر 22440 ، گارڈ ، سکھ ، دن بیقراری سے کاٹے ، والد صاحب ، تحصیلدار ، بیٹے اور بیوی کی گمشدگی کا اشتہار ، اطلاع دینے والے کو ایک ہزار روپے ، دست شفقت ، خط ، ایڈریس ، بمشکل رضامند ، پگڑی اتار کر ماں جی کے قدموں میں ، دھاڑیں مار کر رونا ، بیٹی ، ہمدردی رجسٹری کے ذریعہ طلاق ، اعتراض ، حویلی ، تار کے ذریعہ پانچسو روپے ، امرتسر والے 700 روپے ، ہفتہ عشرہ ، آگرہ ، کانپور ، لکھنو ، دریائے جمنا کے کنارے تاج محل ، سیکنڈ کلاس ، تانگہ ، دیگ پکوائی ، درگاہ سے لڑکے قرآن پاک ختم کرنے کیلئے ، غلطی کی معافی ، شادیوال ، گجرات ، حالات بگڑ گئے ، چاروں طرف آگ ہی آگ ، گاؤں میں حویلی کا گھیراؤ ، پانچ چھ سو کے قریب مہاجر ، انکی حویلی میں پناہ گزین ، قدرت کی ستم ظریفی ، فوجی سول لباس ، گولہ بارود ، اسلحہ ختم ہونے پر تیل اور پٹرول پھینکا گیا ، آگ لگائی اور پوری حویلی جل اٹھی ، جنت نظیر گھر جہنم میں بدل گیا ، پہلی بیوی سکھ مذہب سے تعلق رکھتی ، نورانی ، کام کاج مشینی انداز میں ، بیچاری کی آنکھوں پر چھایاں ، نہانا ، سوتن ، انگشتری گھسنے سے تیز دھار ، پیچھے پر خراش نہیں ہوتا ، حاسدانہ طور پر مجھے زخمی کرتی ، کشمکش و پیچ ، بیٹی کا رشتہ ، مکان ، کاروبار میں حصہ ، پہلے بڑے ماں کی شادی ہوئی بعد میں صدیق کی۔

Marfat.com

ایک شخص بنام پیارے محمد ☆☆☆ 1001

قنوج، کسی زمانے میں یوپی کا دارالخلافہ، باغوں کے شہر سے منسوب، چار قسم کی گلقند سارے ہندوستان میں مشہور، تاریخ ہندوستان، نادر شاہ، دہلی فتح، افواہ، نادر شاہ قتل، قتل عام کا حکم، اختتام، تحفہ قنوج کی گلقند، رغبت سے سارا مرتبان، خاص قسم کی بیری کا درخت، ہندو مسلمان میں بھائی چارہ، تہوار پر میٹھی تشکیل، محرم، تعزیئے، مسلمانوں کے ساتھ شریک، ہندوؤں اور مسلمانوں نے آپس میں شادیاں کرلیں، داستان کو "پیارے محمد"، سگریٹ بیڑی پینے سے پرہیز، مصطفےٰ مال، سگریٹ بیڑی پینے سے اجتناب کی ترغیب، پان کھانے کا عادی، چھوٹی چھوٹی داڑھی اور مونچھیں، پیو سفان جیسی، مشہور تھا جرائم میں، دیانتدار، مال میں خیانت، کا سب کو برملا بتادیا کرتا، "قنوج" کا درد، جہان فانی سے راہی ملک عدم روانہ، appendix، پسماندگان، حسن بیٹا مصطفےٰ اور بیوہ، قریبی دوست غدار، تمام جائیداد پر قابض، گزراوقات، کس بوقت مخلص دوست علی حسین خزانچی، ابا کا ہم نوالہ ہم پیالہ، زیادتی نہیں کی، کاٹے بکاٹے خبر گیری، چہ میگوئیاں، گھر آنا ترک، مدات محمد علی پٹھان، پیسے، نک دی بیو چادر، چاندنی چوک، مشہور جوہری، بازی کر دوا بیچنے والا، نام و پتہ کی چیٹ، آخری سو روپیہ، سر کی نک کی دیا چادر، سپاہی وردی میں ملبوس، پر اشتیاق نظر، کم قلیل تنخواہ، صرف چھ روپے، علی حیدر، 9 نمبر وارڈ، چپی نمبر 104، جان نثار خزانچی کی رپورٹ اعلیٰ حکام کو، خزانے سے چار سو روپے کا غبن، باقاعدگی، خزانچی گرفتار، مصطفےٰ بھی زیر حراست، حاکم وقت "امانت میں خیانت"، جمعے روز پھانسی کی سزا، آخری خواہش، کسی، چاروں دوستوں کے نام و پتہ جات، درجہ بدرجہ ملنا، اندھیری رات، پہرے کی حراست، گروڑپتی دوست کے ہاں، امیر کبیر آدمی، معمولی ملازم، مرزا صاحب کا دوست، جواہرات سے سجائے میں ملاقات، آفت، غبن کا الزام، والدہ سے چار چادریں، ہوائی، سپاہیوں والی، موا کرام سے، پانچ صد مزدور پٹھان، چھپلے اور گدائیں، جرات، جس راہ سے حاکم وقت گزرے گا، بیچ سے جواہرات سے انبار لگا دو، لگا موت کی وادی، تلوار ہاتھ میں لئے بھاگ نکلا، پہرہ، گھوڑے چھوٹے، بے کی آزادی، خواہ، عبرت حاصل کرنے کو، حیرت زدہ، مصطفےٰ قول، لو شرط، دوستی کا حق ادا، ورطۂ حیرت، جان نثاروں میں پانچ دعوت عام، نعرے، بادشاہ، جوہری، کروڑپتی، تحصیلدار، سپاہی مصطفےٰ، خطاب، شورشہ، ابادانی، مداری، بے تکلفی۔

بھائی چارہ ☆☆☆ 938

گورنمنٹ انڈسٹریل سکول، کابلی دروازہ، گجرات، ماسٹر چوہدری الٰہی دین، گورنمنٹ سکول، تبدیلی، اچھے خلیق انسان، بچہ پڑھ کر نام کرے، ہندوستان جیسے سود مند نہیں، رات کو چارپائی کی چول، چت جا کے، امیر، اسے پاس آدمی چول تک نہیں لگا سکتا، سر پر گٹھری اٹھائے گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ، پیچھا، بیچتے جایا کرتا، سکول سے چھٹیاں، چھپی کی پرچیں کی ترغیب، صحت مند، بوڑھا، زمیندار، گلی سے حیثیت کی نہ بالی، حویلی، بیٹا گوپال، دیکھ بھال، گرمیوں کا موسم، کنوئیں سے پانی کھینچا، خدمت گزار، سوار، دریا، ہمراہ ماں، گھوڑا، آنے والا مہمان مسلمان، رشیدن خاں، تیلی، کھانے کا بندوبست، عجیب ہیبت، کڑاہی چاٹتے میں، سلام عرض، گھر سے کچا سودا منگوایا، چاول، پیاز اور دودھ، دہی وغیرہ منگوایا، کھانا تیار، خوش قسمتی کہ اتوار کی بیوی بھی سگھڑ، گوندی ہوئی، صاف ستھری تختی میں کھانا لایا، برتن کی چمک دمک دیکھ کر، کھانے کی لذت سے آشنا ہوا تو گھر والی کے سلیقہ اور نفاست سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، خاکرق، خدمت گزار، چھوٹا بھائی مولوی الٰہی، ضد، بھائیوں میں اتفاق، منصف، زری اراضی، ورثہ، عدالت، تقسیم ہوئی، ہے دلائیں، دائیں پیش

1193

کی دلوں سے اپنے اپنے حصہ کا اناج، دست بستہ عرض، گذارش، بچے زیادہ ہیں، خرچہ زیادہ ہے، دونوں بھائی ایک دوسرے کا احترام کرتے، غلطی میں مبتلا، دونوں کے ایک جتنے بھڑولے، حساب کی رو سے ایک کا آدھا ہونا چاہئے تھا، انصاف کرنے والے کی برکت سے بھڑولے بھرے گئے۔

834

جھولا

مصنفہ کمال بڑکا بنام ''جھولا''، Govt. Industrial School کابلی دروازہ، گجرات میں زیر تعلیم، دوست کمر کے قریب موضع ڈوگہ کا رہائشی، چھوٹی بہن، ڈوگہ ذات سے تعلق، سکول سے جھولہ کا غیر حاضری، بورڈنگ ہاؤس، تجاہ روڈ، کلاس فیلو، والد صاحب کے ساتھ کھیتی باڑی، ننھیال میں ننھیال رہائش پذیر، ملاقات، پیار و محبت کا اظہار، جھولا کے والد ابراہیم کی گائے چوری، پنچایت، دوسری پارٹی چور، مہینہ کی مہلت، گائے کی واپسی، نہایت کمزور گائے، چارے کی گانٹھ کو کھینچا، چارے کی گانٹھ سے درانتی نکال کر مخالف کے پیٹ میں گھونپ دی، موقع پر ہلاک، مزید نکاف سے اجتناب، ماموں بزرگ وال سے بیلوں کی جوڑی لے آیا، بہن بیٹے باجرہ، بارشیں، جان و خطرہ لاحق، دیں تی ہ خستہ '' باب کے ذیرہ'' والدہ چرخہ کے پاس بیٹھی سوت کات رہی تھی، بمبئی، سولہ روپے کھانے کا خرچ، فی میل، پشاور سے بمبئی، Bobmay Victoria Railway Station، سائیکل رکشہ، محمد علی روڈ، ٹرین مسجد، فرسٹ کلاس، سیکنڈ کلاس یا تھرڈ کلاس، تینوں امر کی وضاحت، پنجابی لباس، بنیان، کوٹ پتلون میں ملبوس، Hillman گاڑی، نہایت صحت مند، بارعب اور پروقار شخصیت کے روپ میں، بھائی کو بمبئی کی سیر، چار گیلن پٹرول، کلیان کی سیر، پہاڑی پر حاجی ملنگ بابا کا مزار، متولی ہندو، مذہب کے لوگ، آدھ میل اوپر کالی دیوی کا مندر، غار، Q.Z. Khan، چھپی، پونے دو روپے، اسٹیشن سے مسافر، Electric Deccan Queen ٹرین، بمبئی سے کلیان، پونا، سکندر آباد اور حیدر آباد دکن، dining car، bathrom، پچیس گاڑی کی ترتیب، خط، بہن صغریٰ کنوئیں سے پانی بھرنے کیلئے آ رہی تھی، دشمنوں کے چار آدمی، نکاح خوانی، سرپرست، ماں باپ، بھائی اجازت نہ دے، نکاح نہیں ہوسکتا، معاف، ہمشیرہ سے نکاح، سالم تانگہ پر سوار، آپ بان، انہیں حیوانوں میں سنبھال رہے تھے، تشویش ناک انداز، نجانے جھولا لاعلمی میں کیا کر بیٹھے، توقع کے خلاف، قتل مختلف، جھولا انکساری سے جھک کر سلام کرتا، خیر سگالی کی علامت، بہن کے گھر گھس گیا، جوان بڑا ذبح کیا گیا، گوشت روٹی اور بڑے چاول، 13 اشخاص کھانے کیلئے، شادی، فاطمہ نامی لڑکی جو صغریٰ کے سسرال والے گھر کی بیٹی، صغریٰ کے بدلے میں اس کے ساتھ طے، رسم نکاح کے سلسلہ میں کھانے کا اہتمام، سیٹھ صاحب کیلئے گاڑی میں بک کروایا، پچیس سال بمبئی میں نوکری، ہمراہ چار لڑکے، گاؤں آ کر چالیس کنال مزید زمین خریدی۔

960

پنتھ

دہلی کے graduates، پانچ پیاروں یعنی پنتھ سے سوال ''کیا سکھ پانچ ککوں (کنگھا، کیس، کچھا، کڑا، کرپان) کے بغیر سکھ رہ سکتا ہے یا نہیں؟ یہ پانچ ک ہمیں زندگی بسر کرنے میں بڑی رکاوٹ بنتے ہیں اگر ہمارا مطالبہ پنتھ نے منظور نہ کیا تو ہم سب مسلمان ہو جائیں گے''، بات پرائے رہے، مہینے کی مہلت، سکھ دنیا میں اضطراب اور تہلکہ، خواجہ حسن نظامی اور شاہی مسجد کے امام بخاری صاحب، باقاعدگی سے گوردوارہ میں توحید پر لیکچر، ''منادی'' اخبار، سماجی لیڈر D.D.Patail، عنوان توحید، دو بھائی پٹیل، دیوی دیال، graduates سے ملاقات، لیڈر منتخب، تین لیڈر گرفتار

Marfat.com

سنگھ، ہمت سنگھ اور سنبل سنگھ، ڈی، ڈی پٹیل، مذاکرات کی دعوت، بغاوت، حکومت کی تبدیلی، ہندو، ذلت، مسلمانوں کے گروہ میں شامل ہوں جو دوسرے کی مسلمان گروہ کا فرکہتے، تاریخی فیصلہ، جمعہ کے روز مسجد کے صدر دروازے سے ایلکٹرونی ڈیڑھ فرلانگ تک تو نو مسلموں کیلئے سرخ رنگ کا چراغ، لوگوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، اللہ اکبر کے نعرے، ہجوم اپنی خوش قسمتی پر نازاں، 90 نومسلم۔ ''ہمیں مسلمانوں کے اس گروہ میں شامل کرنا کہ دوسرا گروہ ہمیں کافر کہتا ہے۔ اگر دھرم تبدیل کر کے بھی ہمیں کافر ہی رہنا ہے تو پھر سکھوں کا سکھ مت ہی اچھا ہے۔'' امام صاحب کے پاس کوئی مدلل جواب نہ تھا، سمندر جھاگ کی طرح بیٹھ گیا، ''ست سری اکال جو بولے سو نہال'' کے نعرے، سکھ کا جلوس، چاندنی چوک سے مسجد فتح پوری، قرول باغ، خواجہ حسن نظامی صاحب نے اپنے اخبار ''منادی'' کا سیاہ رنگ (ماتمی رنگ) کا ایڈیشن نکالا اور کسی نے ایک پیسہ تو دور کی بات دمڑی میں بھی نہ خریدا۔

986 جل گاؤں

تقسیم ہند سے پہلے، لاہور سے بمبئی جاتے ہوئے ایک ''جھوساول'' ریلوے سٹیشن پڑا، بہت مشہور، اسٹیشن کا نام ''جل گاؤں'' یعنی پانی کا قصبہ، چھوٹی پہاڑیاں، چشمے، مرغوب غذا چیکو، چاول، عمر رسیدہ آدمی، ہفتہ میں دو، تین مرتبہ وارد، تین منزلہ پیلے رنگ کی عمارت کو بڑی حسرت سے دیکھتا، منگل کے روز ہندوؤں کا متبرک تہوار، دل گرفتہ حالت میں آنکھوں سے آنسو جاری، کسی ہمدرد کی جانب سے ایسی حالت کی وجہ، بابا جی، حال معلوم کرنے کی کوشش، اصرار، سربستہ راز، عمارت سے وابستگی کا راز، جائیداد میری ملکیت، پچیس سال پہلے تقسیم، میرے پاس سرکاری ملازمت، میری زمینوں میں سے زرعی وارے نیارے، کلکتہ کاروباری، ہندو لالہ کی ملکیت، دھان کا کاروبار، لالہ کی خوبصورت بیٹی، دسہرہ کا جلوس، لنکا کے میدان میں، کافی بلند ''راون'' کا پتلا، دوسہرا اور راون کے پتلے کی ترتیب، داسی، فرحت مرزا، تابڑ توڑ پھینکنے سے بھگدڑ، بچھڑ جانے کا دکھ، خلاف معمول داسی نظر نہ آئی، مایوسی، رفتہ، پیپل کا درخت، داسی ہاتھ پر دیا رکھے مندر کی طرف، جرات، لاشعوری طور پر اکا ہاتھ پکڑے پیٹ پر رکھ دیتا، سہیلیوں، گھڑی کی ٹک، مبہم اشارے، اشاروں کا مطلب پانے کی کوششیں، تصویر نمایاں، بڑی جھیل، ہندی پر دیئے جلا کر جھیل میں چھوڑ دینا، جھیل کے کنارے سڑک پر ہندو شام کی سیر، پیدل چلتے ہوئے، رفتہ رفتہ سے عشق، مسرت، پہاڑوں کی ڈھلوان پر جھیل کے کنارے پتھروں پر آ بیٹھے، ملکے نیلے رنگ کی ساڑھی زیب تن، پاؤں پانی میں لٹکائے، شرم و حیا سے تھوڑی سی سرکی، چپکے کی مار پیٹ، ماتا جی مغموم، مداخلت کی جرات، شادی کر دی تو صرف فرحت مرزا سے، امیر آدمی، مالی پوزیشن، داسی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے دم سادھے کھڑکی میں کھڑی رہی، عجز و انکساری کا لہجہ، راجپوت، ہندوؤں کی اکثریت، غلط قدم ہندو مسلم فسادات نہ کروادے، ذلت کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا، داسی کو اپنے ہاتھوں سے ختم کر دوں گا... داسی کا ہاتھ مانگنے کیلئے پہلے بھی کئی رشتے آئے، ٹھکرا دئیے، کاش اندازہ ہوتا پتا جی بہت ضدی، براہمن، جنم کنڈلی، مہورت کا اچھا دن، دونوں کے ستارے نہیں ملتے، ٹھاکر صاحب شہر میں چرچے، کروڑوں کے دام جائیداد، جائیداد آشرم کیلئے وقف، ہندو ناری کی خودکشی یا تمام قوت سے زمیندار ٹھاکر، ٹھاکر صاحب کے پاؤں چھوئے، قانونی کاغذات تیار، جائیداد خرید کر آشرم کے نام، آبدیدہ آنکھوں سے پیلی عمارت کی طرف دیکھتا ہوا سٹیشن پر پہنچا، دہلی جانے والی گاڑی پر سوار، ہوٹل کے کاروبار میں شریک، محنت اور دیانتداری سے کام، تین خوبصورت مکان خرید لئے، انڈیا تقسیم ہو گیا، فرحت مرزا کو پاکستان جانے کا مشورہ، کرشن نگر، لاہور، ایک بڑا مکان دو دکانیں الاٹ، پاگل پن، داسی کی یاد، ہندوستان کا ویزا،

Marfat.com

1195 بچاری جمیلہ کی قسمت پر ایک لاش لوٹ آئے ہوگئے، ساتھی '' کئی سال پہلے دادی کے ساتھ اسی شخص کا چہرہ دیکھا تھا '' ہندو بڑھیا رام دیوی، گاؤں کے مکھیا کی پتنی۔

1011 جمشید سیم شیرازی

خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں شیراز، ایران، میں ایک نوجوان جمشید سیم شیرازی، نہایت خوش الحان گویا، ماں، باپ، بہن بھائی اور رشتہ دار نہ تھے، چھوٹا سا رہائشی مکان، دو زبانوں عربی اور فارسی پر عبور، حافظ شیرازی کا کلام، گلستان اور بوستان، شیخ سعدی شیرازی کا کلام نہایت موثر ترنم سے گایا کرتا، سامعین مسحور کن وجدانی کیفیت سے سرشار ہوتے، چند ایک نقائص، شراب نوشی اور نفس پرستی جیسی قباحتیں، شادی خانہ آبادی کا امکان نہیں ہے، بغداد، ہارون الرشید کا طوطی بول رہا ہے، زمین میں دفن، قافلہ، جو رہا، انصاری سے عرض، کانے کی انگشت بدنداں، دلخراش لوٹ مار، تیر و کمان، وحشی جیسے ایک دستہ روانہ، سمت مدائن، مسجد و دیر غیرہ میں مسجد، اپنے لٹ جانے کی داستان کہہ کر سیر ہوئے، رقت انگیز فضا میں گریہ کناں، آدھی رات کا عمل، اچانک ایک بجرہ (کشتی) میں دریا کی سیر سے لطف اندوز، ملاح، دلخراش آواز، مصیبت میں دو چار لڑکا پرسوز آواز میں گیت گا رہا ہے، نیز دو غریب لوٹ لئے گئے، تنومند نہایت وجیہ اور خوبصورت بارعب چہرہ، سرو قد آدمی، وجہ سے پیدا شکی، حیرت، طاقت دینے پر مجبور نہیں کر سکتی، رواں دواں، شاہی کشتی، گنج کا ذب، واقعہ کی تفتیش، مدائن کے حکام کا پتہ، رقعہ، رئیس اعظم، رقعہ دکھانے کی جسارت، شیراز سے چند تحائف اپنی ہوتے، نوارد شیرازی، خلیفہ وقت کے دربار عالیہ میں حاضر، مودبانہ انداز میں جھک کر رقعہ پیش کیا، جمشید سیم، درباریوں میں شمولیت سے سرفراز۔

1017 چین کا مرغ

قدیم زمانے میں بصرہ شہر میں ایک کھجور کا بہت بڑا باغ، جمیل نامی شخص کی ملکیت، اللہ کریم نے اسے اولاد کی نعمت سے نوازا، فقیر اس کے در پر آیا، جھولی بھر کر خیرات، دو میں چند سال بیت گئے، پریشانی دامنگیر، جمیل، بہن کے گاؤں ملاقات، دونوں بچوں کا نکاح، چند سال بعد شادی پر دل کھول کر خرچ کیا، نو مرادی کا انکشاف، آپس میں ایک دوسرے کو بہن بھائی تصور کرتے، نو بیاہتا میاں بیوی، میاں کا نام روحیل اور بیوی دلہن کا نام بشریٰ، سلیقہ شعار اور ہر دلعزیز، وفادار، قسمت کی خرابی، پتھریلی اور چٹانوں سے بنی ٹوپی، ناگہانی مصیبت، مزدوری کرنے کا ارادہ، وقت میں بھرپور ایک ٹوپی میں کوئی راز ضرور، ہیڈ کلرک، افراتفری کی صورت حال، بیہوش، حاکم شہر کے پاس مشتعل انداز میں حالات کا جائزہ، مشاورتی کمیٹی کا ممبر، ماتحت، حکم صادر، شرم سے پانی پانی، روحیل بیوی کو ساتھ لیکر شہر آگیا، حاکم شہر اس کی بیوی پر مرمٹا، مشیر، بیماری کا ڈرامہ، شاہی طبیب، علاج، مصنوعی درد کی شدت، بیماری کا فارمولا، سات رنگا مرغ درکار، صرف ملک چین سے ہی دستیاب، بیوی حاکم شہر کی عیاری اور چیرہ دستیوں سے بخوبی واقف '' سات رنگا مرغ یہیں سے مل جائیگا تم ذرا صبر کرو۔ چین جانے کی ضرورت نہیں پیش آئیگی '' خفیہ طور پر خبر پھیلا دی، ایک اشرفی انعام، مرغا حاصل کیا، روحیل پر رحم آئے میں تمہارا گھر میں رہنا ہی بہتر ہے تم صرف میری دلہن ہو محبت میں اپنا لباس اتار ناشروع کر دیا، بے نیاز نک دیکھتے کون ہے حرامزادہ جو تمہیں تنگ کرنے کی نیت سے آیا ہے، حاکم شہر کے اوسان خطا ہو اس باختہ ہو دیا، گھلی مرچوں کی بالٹی اس درندہ صفت کے سر پر انڈیل دی، سارا جسم گھلی مرچوں سے شرابور، سارے جسم پر چمٹ گئے، مرغ کو ایک ڈنڈا رسید، ساری درد و فو چکر،

Marfat.com

حاکم شہر مرند کے روپ میں سڑکوں پر محل کی بیگمات کو خبر، دلفریب مرند۔

983 **ختنے** ☆☆

مصطفےٰ کمال صاحب، نہایت جوانی کے عالم میں چوپاٹی، حاجی کیمپ بمبئی میں رہائش پذیر، چوپاٹی beach پر ایک بند جو سمندر میں کوئی دو کلومیٹر تک چلا جاتا، alternatey صبح ایک شخص پر Martha نام کی لڑکی "چیچی شیخاں" ضلع سیالکوٹ کی رہنے والی، والدین عیسائی، پنجاب سے بمبئی ملازمت کے سلسلہ میں لڑکی میٹرک، عیسائی مشن کی مدد سے نرسنگ کا کورس، پارسی ڈاکٹر جمشید کلینک میں ملازم، ڈاکٹر کے پاس ختنہ کرانے کیلئے لے جایا کرتے، نرس کی فیس ایک روپیہ، فارغ وقت ورزش کیا کرتی، کمال صاحب بھی ورزش کرتے، دونوں کی آپس میں دوستی "مسلمان ختنہ کیوں کراتے ہیں؟" "ختنہ تو کئی عیسائی بھی کراتے ہیں، زیادہ علم نہیں، کتے کے کان کاٹ دیئے جاتے ہیں وہ بے خوف لڑتا ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ دشمن کا کتا پکڑ نہ لے، دوست کے لطیفے پر خوب ہنسے۔

975 **خدمت** ☆☆

مصطفےٰ کمال صاحب، جناب شیخ فضل کریم آف گجرات، خاکسار تحریک میں سالار اعلیٰ یوپی، ہدایت، رانا سہیل خاں، تھیم پور کی آخری حد، طبیہ کالج دہلی، مطب حکیم صاحب، شربت سے نایاب مراد آبادی گلاس تواضع کیلئے پیش، یہ سڑک کہاں جاتی ہے، صبح اور شام میں تیتر، بے، مشہور شاعر جناب سید فضل حسین فضل گجراتی، شاہد ولد صاحب کی اولاد میں سے، ربانی، سلطان آباد، تانگہ والا اصدیق، معزز مہمان، لکھنوی انداز میں لمبے لمبے اور گھنگریالے دلکش بال، مجبور، قوتی آواز میں مختلف صوفی شعراء کے گیت، سڑک کے دورویہ آموں کے باغات، کوئل کی پرسوز آواز، پپیہا کی "پی پی"، ناقابل فراموش منظر، کاریگر، ہنرمندی کے ساتھ سنگ مرمر استعمال، پانی کی نالی، حیرت انگیز ناقابل فہم صورت حال کا سامنا، رانا صاحب کے اردگرد جنگلی جانوروں کی کثرت تعداد، حلقہ بگوش، آزاد منش، آنکھوں کی دیدکا انوکھا منظر، ملاقات، رانا صاحب کی شخصیت، مذہب، محبت کی کوئی قید نہیں، مظلوم، ولایت، مدد کرنا اپنا فرض اولین اور ایمان، زیرک، قابل وکیل، ایک ہزار روپیہ باقاعدگی سے ادا، خاکسار تحریک کا معاملہ۔

945 **خطبہ** ☆☆

دینہ ضلع جہلم کے جعلی روپے، شادیوال ضلع گجرات کی جعلی اٹھنیاں، موجد ہندو دوست... رام لعل اور میلا رام دونوں بھائی، کمال صاحب کے دوست، لاہور، پرانی انارکلی سے جرمن silver کی اٹھنی جتنی موٹی شیٹ، squares کاٹنے، پونی انچ کے قریب، die، اجرت 90 روپے، مکان میں تہہ خانہ اور کنواں، پریس، ایک جھٹکے سے ایک اٹھنی بن کر نیچے گر جاتی، بجلی کے ذریعہ چاندی کی ملمع کاری چڑھا دیتے، جبلپور یونٹ کے 2700 آدمی، ہزار آدمیوں کا چناؤ، Overseas، دہلی سے جولائی، ناسک، بمبئی، بحری جہاز Rohna، Sicily کے قریب جرمن آبدوز نے تباہ، روم میں... نہر سویز کینال Arabian اور Mediterranean Seas کو ملاتی ہے، لمبائی 101 میل، 12 پل، بحری جہاز کے پہنچنے پر پل کے دونوں پٹ کھل جاتے، پورٹ سعید، قیدیوں کا سامان اٹھانے سے انکار، انڈین قلابوشی (غلام)، camouflage کئے ہوئے جہاز پر سوار، ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کر دیا، جرمنی، اٹلی، مسولینی، Axis میں جرمنی، اٹلی، جاپان اور Allies گروپ میں فرانس، انگلینڈ، U S A وغیرہ، شمال، اٹلی کی بندرگاہ سے کوئی 20 میل دور رہنے کا حکم، قطبی تارا، مغرب کی طرف Sicily جاتے

1197 باؤس حقیقت میں ایک مسجد کا مینار، Casablanca، مراکش کی بندرگاہ، مندر، Alexandria،
کلمیاں، Re-Enforcement Base، Athens یونان کی بندرگاہ، Macedonia، سکندر
اعظم مقدونیہ کا ہی رہنے والا تھا، بڑی عید کا چاند، کمال کی یونٹ میں صرف بارہ مسلمان، حوالدار کے عہدہ
پر تعین، L.A.D. (چھوٹا ورکشاپ) کا انچارج، عید کی نماز پڑھنے کی اجازت، ٹرانسپورٹ کا انتظام،
Section Officer Operator، عید منانے کیلئے مقدونیہ، صاف ستھری وردی، والہانہ
استقبال، Alexander گیٹ، یوسف خلیل، بسوں میں باتھ روم فسٹ ایڈ اور پانی کا اچھا انتظام،
بسوں سے platforms، سرسبز وشاداب علاقہ، ہر طرف پھلدار درخت عام، چونے سے زمین پر لائنیں،
صف بندی، پیش نماز (امام نہیں)، عید پڑھانے کیلئے Cyprus سے، پیش نماز صاحب کا اپنا کاروبار،
امیر ترین آدمی، مچھلیوں کو پلانٹ ریفائنری میں steam کیا جاتا، ڈبوں میں بند کر کے یورپ کو سپلائی،
اپنا ہوائی جہاز، پمفلٹ ہوائی جہاز کے ذریعے پھینکے، Arabic، Greek، Italian، Albanian،
پیش امام کی شخصیت، توپ نے 101 گولوں کی سلامی دی، ملک کا ترانہ گایا، شہر کا Mayor پیش نماز
صاحب کے ساتھ چل رہا اور بادامی رنگ کے کوٹ پتلون میں ملبوس، پولیس والے منتشر، ہو کا عالم،
مقتدی کا بہت پسند ہوا لباس کے نئے رنگ، سٹیج، یونانی زبان میں عید المبارک کا پیغام، واعظ، مفہوم سمجھایا،
چار زبانوں میں خطبہ پڑھا، انڈین آرمی میں مسلمان، اردو ترجمہ، چالاک، Christian ظاہر کیا،
اٹالین فورس کا کمانڈر، بستی میں لوٹ مار کریں گے، شادی کسی نوجوان اٹالین لڑکی سے کرا دیں گے، مجاہدین،
ابراہیم پریشان، اسمعیل 32 اٹالین کو لے کر اسی گاؤں کی طرف روانہ جہاں سے 32 مجاہدین بھرتی کیے،
ابراہیم اور 20 مجاہدین پیدل، بوڑھا غدار تو نہیں، پہاڑی کی چڑھائی کے اس پار آبادی، بستی کی پچھلی گلی
اکا دکا فائر، اسمعیل بستی کے ہر حصے میں، اٹلی کا سپاہی بری طرح زخمی، ہاتھوں میں بلا کی طاقت،
نزع کی حالت، ہارنے والی قوم نظر نہیں آتی، ابراہیم کو اپنے بیٹے کی فکر دامنگیر، چند پسلیاں ٹوٹ چکی
تھیں لیکن ابھی زندہ تھا، اٹالین فوجیوں کے کان، ناک اور ہاتھ کاٹ کر ہار بنا کر میرے گلے میں ڈال دو،
ورنہ اٹالین فوجیوں پر تھوکوں۔

1014 خلیفہ عبدالرحمن کے قاتلوں کا انجام

بغداد، خلیفہ عبدالرحمن کا وقت امن وامان اور عادلانہ طرز عمل، شہرہ آفاق دور سلطنت مسلمہ،
زیادتی، فوراً انصاف مہیا کیا جاتا، ظالم کو کیفر کردار تک پہنچاتا، کاروبار بے فکری، کامل یکسوئی، حیرت زدہ،
قابل رشک حکومت عملی، شاہی طبیب حکیم عبدالمالک، شاہی علاج معالجہ، شاہی دسترخوان، مجلس شوریٰ کے
سربراہ، غلام معین الدین، نازاں وفرحاں پہنچ گئے، پرتکلف دعوت، خوش اسلوبی، غیرارادی طور پر آپ کے
مکان پر نظر، بوسیدہ اور خستہ حالت، دل گرفتہ، پانچ سو اشرفیاں، بحیثیت درباری وظیفہ، بعض اوقات
نہایت قیمتی مشورے، نہایت لالچی اور موقع پرست، تخلیہ میں بلایا، اہم مشورہ، عیار قسم کا رشتہ دار، نابکار
نے کلوخاصی شربت پینے سے غیر محسوس طریقہ سے مر جائیگا، سبز رنگ کا شربت، "بتاؤ تم نے میرے
باپ کو کونسا زہر دیا تھا؟" قیل وقال اور پس وپیش کی، پورے طور سے جال میں پھنس چکا ہوں، جرم
کے ارتکاب کا اعتراف، slow poisoning، بیان ضبط تحریر میں لانے کا حکم، دو چار جلاد قسم کے
حبشی، اوسان خطا، سارا قصور مان گیا۔

994 ذہین چور

دہلی، دو میاں بیوی، دن کو مزدوری اور رات کو چوری، کھوج، گھر میں کتنا مال موجود ہے،

Marfat.com

بیوی مالک مکان سے بہانہ کرتی، پتی خبر گیری، واردات کے موقع پر گھر کے اندر سے کنڈی ہوتے
پر بیوی متعین، آہ و زاری، رونے پیٹنے کا کردار، "بیٹا بھی لڑکپن سے گزر کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکا
ہے کیوں نہ اُسے بھی اپنا ہنر سکھا دیا جائے"، باقاعدہ ٹریننگ، باپ بنا کر و بیٹا بنا چیلا، ترشول چیتا، بن
گڈوی، رام رام، ست سری کال ااا پتے ہوئے جمنا کیطرف سپاہی، وزیر اعظم کے گھر کے پچھواڑے،
ویران جگہ نشاندہی کرنے کیلئے گوبر، نقب، گرو نے چیلے کو سندورا (سند ھوڑا) کا استعمال سمجھایا، مہمان،
بوڑھا دمہ کا مریض، چوکنا، معاملہ کی بھی خبر ماں بیٹے کو، باہمی سوچ بچار، آدھی رات کا وقت، نقب زنی،
کھاس پھوس، دو چپاتیاں، سرکوانی میں رکھا، جنگل میں روپوش، سر پٹا دے مارا، ہوتا تیری کی پاداش میں
معطل، نہایت ذہین، تمام گناہ معاف کرنے کے علاوہ اچھے عہدے پر فائز، چاندنی چوک میں اشرفیاں،
پاؤں میں سریش، بڑھیا کو چکی پیستے ہوئے پایا، عاجزی سے جواب، رات بھر چکی پیس کر دال بناتی ہوں،
وزیر با تدبیر کے کان کھڑے ہوئے، وزیر کا کام لوٹا، میری جگہ بھیس بدل کر چکی پیسو، وزیر بڑھیا کے
کہنے میں آ گیا، دوبارہ وزیر کو جل دینے میں کامیاب، لباس اور قیمتی گھوڑا لے اڑا، منڈی میں گھوڑے
کو سر عام فروخت، وزیر با تدبیر کا مذاق اڑایا۔

996
راجہ اشوک

راجہ اشوک بدھ مت کا مذہب اختیار کرنے سے پہلے نہایت سفاک اور ظالم حکمران،
مختلف بھیس بدل کر، دور دراز بستیاں، کبھی سوداگر کبھی مسافر اور کبھی سادھوؤں کے بہروپ میں،
عوام الناس سے پوچھتا مہاراج، خلاف بولا، دوسرے روز دربار میں نہایت سفاکی سے قتل، چنے
بیچنے والے کا روپ، گاؤں کی طرف رجوع، ادھیڑ عمر آدمی، سر راہ مڈبھیڑ، چنے اکھٹوڑا بستی، رات بسر،
گاؤں کا مکھیا رام دیال، حویلی، ہر طرح سے تحفظ، گھوڑے کو چارہ، بھوجن، بیٹا پرشوتم مہمان کی دیکھ
بھال، سوداگر کیلئے چارپائی، بستر لگایا، چارہ، اشنان، بھوجن، "تمہارا بیٹا ودھیارتھی (تعلیم یافتہ)" حکومت
کا کارندہ، انصاف نام کی چیز موجود ہی نہیں، مہاراج ایک دم بدھو، رعایا پر بے پناہ ستم، حکومت وزیر اعظم
کے ہاتھ میں، ذاتی دشمنوں سے انتقام، حکومت چند دنوں کی مہمان، پرماتما کا اٹل قانون، تخت طعن،
چند دنوں کیلئے وزیر انصاف، پہاڑ دوسری طرف دریا تیسری طرف جنگل، چوتھی طرف پر دیہات،
گردونواح میں کافی زرخیز زمین، مکین بڑے خوشحال، جنگل سے ڈاکو حملہ آور، ڈاکوؤں کا طریقہ کار
بھی نہایت دلیرانہ، پیشگی اطلاع، زیورات اور قیمتی سامان ایک چادر پر ڈھیر، اچھا سا کھانا، کھانے میں
کچھ زہر نہ ملا دیا گیا ہو، گھر میں دیئے جلانے کا حکم، جس لڑکی کو ڈاکو پسند کر لیں اٹھا کر لے جاتے،
ہوس کا نشانہ بنا کر جنگل کے کنارے پر چھوڑ جاتے، مکھیا کو پچیس تیر انداز پچیس تلوار کے دھنی اور پچیس تیز دو
بازوؤں کے علاوہ کھانے پینے کا سامان اور خدمت گار مہیا کیے، پونم دیہات، داد رسی، سارے دیہات کو
یکجا کرنے کا حکم، غلط بیانی، شیر و شکر، کم ہمتی، عذاب میں مبتلا، مقابلہ کرنے سے قاصر اور عاجز، درندہ
صفت ڈاکوؤں سے ہمیں نجات دلائی جائے، لڑکیاں بے قصور، مظلومیت کے ازالہ کی کوشش نہیں،
سورج غروب ہونے سے پہلے ان تمام لڑکیوں کی شادی، اپنے بیٹے کی شادی ان میں سے ایک لڑکی سے
ساتھ کرتا ہوں، سورج غروب ہونے سے پہلے پایہ تکمیل کو بطریق احسن پہنچا، رات کی چاندنی میں جنگل
کی طرف سے ڈھول پیٹنے کی آوازیں، وزیر انصاف کو قاتل کی تلاش کرنے کی صرف تین دن کی مہلت،
سپاہی کا قتل، لڑکی ایک قریبی مکان میں، امید کی کرن، عیش عشرت سے گزار کر رات کے اندھیرے سے
استفادہ کرتے ہوئے واپس اپنے محل میں چلے جاتے، میرے سارے گھر کے اخراجات انہیں کے ذمہ،

Marfat.com

سراپا نیکی وانصاف کا مجسمہ مہاراج کی داسی، سرگوشی مہاراج قاتل ہیں، پچاس مسلح سپاہیوں کیساتھ مہاراج کے دربار میں، حاسدین بڑے خوش تھے، ورطہ حیرت، موت کا خوف مترشح ہونے کی بجائے اطمینان اور پُر اعتماد تاثر نمایاں،'' پکڑلو جو تخت پر براجمان ہے یہی قاتل ہے،'' تمام درباریوں نے میانوں سے تلواریں نکال کر سونت لیں، بڑے پروہت (جج) کو حاضر کیا جائے، شاستروں کا مطالعہ، اعلان، مہاراج کے وزن کے برابر سونے کی مورتی ٹکڑے کر کے غریبوں میں بانٹ دی جائے، قاتل کی مکتی، مہامنتریوں نے مجھے دھوکا دیا۔

933 سب چھوڑ آئے ہو

حکیم پیر سید رشید الدولہ صاحب، شفقت آمیز حکم، کمال، جہلم سروس سے آؤ تو پہلے مجھے ملنے آیا کرو، شادیوال، دیوان خانہ میں حاضری، دھیمی دھیمی بارش، قبلہ حکیم لوئی کی بکل مارے، مریض کی نبض،'' اب تم میرے پاس سب چھوڑ کر آئے ہو''، مریض ہکا بکا، شفقت اور محبت کا عالم،'' غیب پر ایمان''، تھانہ کاؤں کی طرف جائیں تو راستے میں دو غیب، چھوٹا کالر دراہ والے کے پاس، دوسرا بڑا غیب تھانہ ریلوے سٹیشن کے پاس، مریض بھی ہنس دیا، بوڑھی ماں میرا انتظار کر رہی ہوگی، دوزخ سے آواز، ماں کا تقدس، موہن سنگھ دیوانہ، دیال سنگھ کالج، لاہور کے پروفیسر کی کتاب'' ساوے پتر''، نظم'' ماں''، دو، تین دفعہ تکرار، آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی، شادیوال چوک، آنسو بھی نہ رکے۔

965 شیر شاہ سوری کو خراج عقیدت

مصطفے کمال صاحب، دہلی، اعلان، جمعہ کا خطبہ حسین احمد مدنی مسجد فتح پوری میں دیں گے، مدرسہ دیوبند سہارنپور کے قریب دیوبند میں واقع کے انچارج، سرخ وسپید رنگت اور نسبتاً چھوٹی قدو قامت کے، عربی زبان انکی مادری زبان اور اردو پر بھی مکمل عبور، ماں کیطرف سے عربی النسل، باپ کیطرف سے ہندوستانی، ہمیشہ قرآن پاک کو تحت اللفظ میں تلاوت کی تلقین، سُر اور راگ میں پڑھنے سے سختی سے ممانعت، شیر شاہ سوری کے عادلانہ عنان حکومت کو خراج تحسین پیش کیا، سینگ، کھال، اوجری، جنگلی انسان کی چیر ودستیوں کا نتیجہ، خیمہ، مائی کے ہاتھ میں گائے کا سینگ، معاملہ کی سنگینی، حرامی سپاہیوں نے صوبیدار کو مطلع کیا، جان بچانے کیلئے منت سماجت، صوبیدار خود بھی کباب کھانے میں پیش پیش، دوسرے ممالک کے سفیروں سے محو گفتگو، عبدالرحمن نامی سپاہی، سپاہی کے استفسار پر بڑھیا نے درد بھری داستان سنائی، دریا کے پل کے درمیان کھڑی ہو جاؤ، کوچ کے وقت سب سے آگے گھوڑے پر شیر شاہ سوری ہوگا، شاہی قافلہ آنے پر سپاہیوں نے بڑھیا کو تحکمانہ آواز دی، بادشاہ وقت کی سواری آرہی ہے، چٹان جیسی استقامت، پالتو گائے جو میری آمدن کا واحد سہارا تھی، کباب، ذریعہ معاش کیلئے بندوبست، ایران کے سفیر، ملنے جلنے سے منع، پل صراط پر کوئی اور جابر حاکم محاسبہ کیلئے کھڑا ہوگا، بڑھیا نے مسکراتے ہوئے ایک سپاہی کی طرف اشارہ کیا، بادشاہ کا اشارہ، تعظیم وتسلیم، جہنم کی آگ سے بچالیا، کبابوں کی ضیافت، صوبیدار سے باز پرس، بادشاہ سے ملاقات کی راہ میں رکاوٹ بنا رہا، جلاد۔

967 ظالم سوداگروں کے نام

دوسری جنگ عظیم، جناب مصطفے کمال، British Indian Army کی سروس، بن غازی، لیبیا، 10 L.F.C (چھوٹا ورکشاپ) قاہرہ، مصر، ہوائی جہاز، ہٹلر، Gen. Rommel فیلڈ مارشل، Panzer Division ٹینکوں کی لڑائی کیلئے مشہور، Desert Fox، حکمت عملی، سپاہی میدان کارزار میں بیلچہ کو رائفل پر ترجیح دیتا، دشمن کے خطرناک عزائم کے آثار نمایاں، بیلچہ کی مدد سے

Marfat.com

1200 زندگی کے دنوں میں

ریت میں ایک trench کھودی اور چھپ گئے، اتحادی Allied (امریکہ، برطانیہ) آہستہ آہستہ پیش قدمی، Axis (جرمنی، اٹلی اور جاپانی) کی افواج پیچھے ہٹتی چلی گئیں، سمندر کے کنارے کیمپ، C. O. انگریز بظاہر اردو کا ایک لفظ بھی نہ بول سکتا یہاں تک کہ انگریزی بھی ٹوٹی پھوٹی، B. C. Das، بنگالی، ٹیلیفون اپریٹر، شام چھ بجے آزاد ہند ریڈیو، بنکاک کی اردو نشریات "آج شام آزاد ہند ریڈیو سے خاص پروگرام نشر ہوگا لہذا miss نہ کرنا"، عبدل باری بہاری، جوش ملیح آبادی کی وہ نظم جس کا ہندوستان میں پڑھنا سننا اور پاس رکھنا خلاف قانون تھا، عنوان "ظالم سوداگروں کے نام" سنائی، لال قلعہ دہلی، پنڈت جواہر لال نہرو کی صدارت میں جوش ملیح آبادی نے پانچ لاکھ کے مجمع کے سامنے پڑھا اس انداز میں شروع کی "چالیس کروڑ غلامان ہند کا پیغام ظالم سوداگروں کے نام" پولینڈ پر حملہ، رنگون، ملتان جیل، بیگمات اودھ کو انگریزوں نے برہنہ نچایا، جھانسی کی رانی اپنے بچے کو اٹھائے انگریزوں سے خلاف لڑتی رہی، مٹیابرج نواب ان اودھ کی کلکتہ میں رہائش تھی، انگریزوں نے جلا دیا اور بعد میں قبضہ کر کے فوجی کیمپ نام رکھا، قیصر باغ دہلی میں وہ جگہ ہے جہاں مغلیاں خاندان کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے اور پوتوں کے سر کاٹ کر طشتری میں سجائے ہوئے بہادر شاہ ظفر کے سامنے پیش کئے گئے "تیموری خون باپ کے سامنے سرخرو ہو کر آتا ہے" صلیب پر مصلوب، سبھاش چندر بوس، آل انڈیا کانگریس کا پریذیڈنٹ، کانگریس سے مستعفی، سیاسی سرگرمیاں، مکان میں نظر بند، انڈین سیاہ پرچم، وسمنہ کیا، انگریز سپاہی نگرانی پر، حفظ ماتقدم، بہن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا ہی کھاؤں گا، سارے ہندوستان کے طول و عرض میں احتجاجی مظاہرے، انگریز بہادر کو گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے، ہندوستانی وہاں قدم نہیں رکھ سکیں گے، time table، شیخ چادر اوڑھے منہ چھپائے آتی، ایسے ہی روپ میں بہن کی بجائے ایک بھنگی، سبھاش چندر بوس فرار، انگریز سرکار نے مکان کی صفائی وغیرہ کیلئے وہاں مختص کیا تھا، گارڈ بدلی، بھنگی نے سبھاش چندر بوس کا بستر ایسے ترتیب دے رکھا تھا کہ جیسے وہ آرام فرما رہے ہوں، اطمینان کا سانس، ڈیوٹی بے فکری سے، Order، کمال کو وسوسوں نے گھیر لیا، معاملہ پیچیدہ ہو گیا، حضرت علی کے قول نے تقویت دی، دستور بندگی، سنگین جرم، اسلحہ ضبط، فوجی انداز میں salute، فرسٹ گریڈ کے ٹیسٹ کیلئے Alexanderia، Tomy ہوتا تو تم سب کے مرچیں لگے ہوتے، بڑا صاحب بن گیا ہوتا، پنجاب، مشہور کہانی "جیب سے نیا عہد نامہ نکالا"، جوش ملیح آبادی کی نظم، مصطفیٰ کمال کی نظم۔

☆☆☆

940 عورت کی عیاری

منڈی بہاؤالدین، گجرات ضلع کی تحصیل مختص، خوبصورت، قد آور، دراز قد نوجوان، شادی شدہ، بطور ڈرائیور ایک سرکاری آفیسر کی کار چلانے پر مامور، گھر آئیں چھٹی نہ ملی، اکثر اوقات وہ بیگم کی خدمت میں لگا رہتا، ڈرائیور کی چھٹی کو اتوار میں رکھا جانے لگا، دل برداشتہ ہو کر بیگم صاحبہ سے چھٹی کی سفارش کی جسارت، ٹال مٹول، صوفہ پر بیٹھنے کی ترغیب، معمولی ملازم، نادر شاہی کا حکم، حکم عدولی، گھبرو جوان کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئیں، تھر تھر کانپنے لگا، معطر بیگم صاحبہ سے دور ہٹنے لگا، معاملہ انوکھی نازک صورت اختیار کر گیا، اجتناب کی جسارت بس میں نہ تھی، دلفریب مسکراہٹ، اپنی بیوی کے پاس جانے کیلئے کیوں بیتاب ہو اس سے کیا لینا ہے؟ بیگم نے اپنی نفسانی خواہش کا برملا اظہار کر دیا، سیدھا سادہ دیہاتی کانپتے ہوئے باہر نکل گیا، شام میں ڈرائیور کے ساتھ کار پر نکل جاتی ہوئیں، سہیلی کے ہاں جانا محض بہانہ، کلب، شاپنگ، صاحب کو سرکاری کام کے سلسلے میں کوئی ایک ہفتہ کیلئے اسلام آباد جانا پڑا، بیگم نے اس موقع کو غنیمت جان کر گھر کے باقی ملازمین کو ادھر ادھر کام کے بہانے بھیج دیا،

Marfat.com

نصیر الدولہ 1201

ڈرائیور کو وہیں رکنے کا حکم، بیڈروم سے کراہنے (ہائے، ہائے) کی آواز، سر پر کس کر دوپٹہ، تخت سردرد، نوکرانیاں، بستر میں دراز، پنڈلیاں دبانا، مخصوص ''اوپر'' تک پہنچ گیا، جوان آدمی تھا پھسل گیا، نوجوان ڈرائیور موقع کی تاک میں رہتا، عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے، ملازموں میں کھسر پھسر، شبہ، قابل اعتراض حالت میں، بیگم صاحبہ کو طلاق، ڈرائیور کی ٹرانسفر، راولپنڈی، بیگم صاحبہ کی تلاش سرگردانی، بیگم صاحبہ کی شادی دوبارہ، اعلیٰ عہدہ پر فائز آفیسر سے، پشاور میں تعینات، عاشق نامراد وہاں بھی پہنچ گیا، بیگم صاحبہ کا دیرینہ خادم، ملتجی نگاہیں، دعوت عیش، سنجیدگی، ''دیکھو میری شادی ہو چکی ہے میں اپنے خاوند سے راضی خوشی زندگی گزار رہی ہوں۔ میرے پہلے خاوند کے پلے کچھ نہیں تھا اسلئے آئندہ اس بنگلے میں کبھی قدم نہ رکھنا۔'' اس پر عاشق نامراد آہیں بھرتا ہوا واپس لوٹ آیا۔

فضل کا بنگلہ 952

مصطفےٰ کمال صاحب، خاکسار تحریک سے وابستہ سرگرم رکن، فیروز پور، قصبہ ''فضل کا بنگلہ'' کام کے سلسلے میں مقیم، چوہدری مراد علی ورک نمبردار صاحب، دو بھائی کمہار، عبدالحق اور عبدالکریم رہائش پذیر، عبدالحق بڑا بھائی، مثالی پیار و محبت، محنتی، اُن کے بنائے ہوئے برتن دور دور تک مشہور، دریا بیاس موجزن، گدھے پر مٹی بار کئے، قریبی کھیت، Cobra سانپ نے پاؤں پر ڈس لیا ''ماندری'' حالت غیر ہوگئی، عبدالکریم کا بیٹا فیروز دسویں کلاس میں زیرِ تعلیم، دینی درسگاہ، حدیث شریف، مذہبی منصب، مولانا عبدالقدوس کا خوابیدہ حالت میں قتل، فیروز کی شادی، ناگہانی موت کا صدمہ ناقابل برداشت، فیروز کی بیوی کی غمزدہ حالت میں باپ کی قبر سے لپٹ کر وفات، فیروز کی ماں، عبدالقدوس فیروز کا سسر، اکلوتی بیٹی، فیروز رنڈوا، دیہات میں اس خبر پر غم کی لہر، بیوی بستی کی لڑکیوں کو قرآن کی تعلیم سے آراستہ کرتی، ناگہانی موت پر خوب روئے، اچانک قیامت، نمبردار کی لڑکی (رحمت)، گہری سوچ میں غلطاں، رحمت کو بڑے پیار سے دیکھا، تمہارا ہاتھ تمہارے باپ سے مانگ لوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟ لڑکی نے برملا جواب دیا، ''نہ یہ غلطی نہ کرنا تم سارے دیہات کی نظروں میں گر جاؤ گے، دیکھو زمیندار باپ نمبردار کی بیٹی ہوں اور تم دیہات کی کمہار برادری میں سے ہو جنہیں سب لوگ ''کمی'' سمجھتے ہیں یہ کسی طور ممکن نہیں اور اگر تم نے اس سلسلہ میں بات کی تو میرا بھی گھر سے نکلنا بند ہو جائیگا اور تمہاری عزت وتوقیر مٹی میں مل جائیگی کہ مولوی قرآن پڑھانے کے دوران عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔'' دھماکہ، تذکرہ اپنی کسی سہیلی سے بھی نہ کیا، بڑا مٹھائی کا ڈبہ، چارپائی پر براجمان، ''رحمت میری بہن ہے۔ چونکہ دنیا میں میری کوئی بہن نہیں۔ اس لئے سوچا کہ میں رحمت کو بہن بول دوں۔'' مضبوط ڈنڈا، جیدا سنگتی قب میں، تابڑ توڑ ڈنڈے برسانے شروع کیے، بدمعاش موقع پر دم توڑ گیا، مولوی صاحب چپکے سے گھر آ گئے خون آلودہ کپڑوں کو جلا ڈالا اور ڈنڈے سے بھی خوب رگڑ رگڑ کر خون کے نشانات مٹا دیئے، خدا رسول کا واسطہ، پولیس، شراب کی بھٹیاں چالو حالت میں، تین شرابی نشے میں، تین آوارہ منش لڑکیاں، بہنوئی ولایت، شامل تفتیش، نیک طبعیت آدمی، ولایت پر تشدد، دھاڑیں مار مار کر روئی، وظیفہ، میرے خاوند (ولایت) کی جان چھوٹ جائے، بچے کی ماں بننے والی ہوں، S.H.O، خاوند کی کلو خلاصی، موقع کا کوئی گواہ نہ تھا ولایت نے بڑا لائق وکیل کیا، بصورت دیگر سارا گاؤں اُن کی صفائی کے حق میں پیش ہوا، چھ ماہ بعد مولوی فیروز کو باعزت بری کر دیا گیا، پچھلی نشست میں نماز ادا، ''قاتل مولوی آ گیا'' جیدا سیر، بزدل، امانتیں، زوجہ، ولایت کا باپ بولا ''مولوی تو قاتل ہے اور قاتل کے ساتھ ہمارا کوئی رشتہ نہیں بہتر ہے تو یہاں سے چلا جا۔'' پوٹلی، روپوش، بیٹی کو لوری۔

Marfat.com

1005 قصہ ایک پاکباز عورت کا ٭٭٭

تہران، خرم شہر، سوداگر علی بن عبداللہ، کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی، دولت سے انبار، اولاد جیسی نعمت سے محروم، میاں بیوی میں مثالی پیار، علاج معالجہ، دوسری شادی پر آمادہ نہ ہونا، ازدواجی محبت، پند و نصائح، دو بیٹے، دست درازی، بھیجنے سے انکار، [illegible] کی قابل مذمت اور شرمناک کوشش، نیک نیت عورت نے بھاگ کر اپنی عصمت اور جان بچائی، غیر اخلاقی عزائم میں ناکامی، درندہ صفت بھائی کے عزائم میں کامیاب نہ ہو سکا، آوارہ دوست، بھابھی، حج، درخواست قاضی شہر کے نام، بھابھی نے حرم کے اندر فحاشی کا اڈہ کھول رکھا ہے، لوگ داد عیش دینے کیلئے دن رات تواتر سے آنے لگے، شہر میں واویلا، عورت یہاں سے کوچ کر چکی ہوئی، شیطان صفت ساتھیوں کے دستخط کروائے، انہیں سے دعوت [illegible]، جھوٹی گواہی، خاوند کی غیر موجودگی میں بدکاری کی مرتکب، نہایت بے بسی سے بیزاری کی، بیوی کے خلاف بیہودگی کا جال پھیلایا ہے، نیک خاتون اپنے بیان کے علاوہ کوئی صفائی کا دفاع پیش نہ کر سکی، پاکباز عورت کو سنگسار کرنے کا حکم، مالک حقیقی کی حکمت اور رضا مختلف تھی، زخمی ہوئی عورت مر چکی ہے، قاضی شہر اسے شہر بدر کر دے گا، جیسی [illegible] انجام، سب کے سب لعن طعن ملامت کر رہے تھے، قافلہ [illegible] نحیف آواز میں ایک عورت کو پانی مانگتے سنا، میر کارواں [illegible] کرنے کا حکم، غلاموں کی معیت، تمام بدن زخموں سے چور، اونٹ کے کجاوے میں آرام سے لٹا دیا، قافلہ منزل کی طرف رواں دواں، قافلہ کی عورتوں نے زخم دھوئے مرہم پٹی کی اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد پھر عازم سفر ہوئے، اوصاف حمیدہ [illegible] مسلمان بھی کافر ہو جائے، میر کارواں کا ایک حبشی غلام اس پر فریفتہ ہو گیا، مظلوم عورت کا انکار، حبشی نے میر کے بچے کا ایک ہی وار میں کام تمام کیا، دلخراش سانحہ، رو رو کر غم سے نڈھال، میر کارواں [illegible] اکلوتے بیٹے کے والدین کے غم میں شریک تھے، انتقامی کارروائی کا متقاضی، قاتل کی تلاش شروع کی سے جاری، امیر کارواں کی بیوی مظلوم اور نہایت حسین عورت سے حسد کرتی، اندیشہ لاحق، تحقیقات [illegible] ہر خیمہ کی تلاشی لی جانے، آلۂ قتل برآمد، بے سہارا عورت کے تکیے کے نیچے رکھ دیا، سزا دینے کی تجویز، میر کارواں نے اسے سزا کے طور پر قافلہ سے بے دخل کر دیا، بے سہارا جہاز میں سوار، چھٹکارا [illegible] جہاز قربانی کی جگہ دعا، کپتان کی نیت میں فتور، جہاز کا طوفان میں پھنسنا اور عورت کے سوا جہاز کا تمام غرق، مردانہ لباس میں عورت، مریضوں کو چند پڑیاں، مریض شفایاب، خرم حج کی سعادت سے [illegible]، بعد ازاں [illegible] بھائی کو رعشہ اور جوڑوں کے درد میں مبتلا پایا، بیوی کے بارے میں بھائی سے پوچھنا، [illegible] بھائی اور اس کے دوست نے بات بنا دی، بدکار عورت کو غائب پایا، خرم نہایت دل گرفتہ اور پریشان، نہایت پاکباز و وفادار قسم کی عورت "میری پاکباز بیوی پر بدچلنی کا الزام"، پیشانی پر [illegible] بچپن کی محبت، چھوٹے بھائی کی پرورش، بھائی کا علاج معالجہ، مایوسی کے عالم میں مذکورہ ہسپتال سے شہرت [illegible] بھائی سے علاج معالجہ کی ترغیب پرزور انداز میں دی، امام رضا کے روضہ مبارک پر حاضر ہو گیا، بھائی کی شفایابی، مرض میں مبتلا پایا، بڑھیا اس وقت امداد جان کر اپنا سارا زیور بازار بیچ آئی، [illegible] کے ساتھ اپنے بیمار خاوند کو لیکر چل دی، قافلہ وسیع صحرا (ریگستان) سے گزرا، میر کارواں کا حبشی غلام پاگل ہو گیا، دیوانگی کے عالم میں ریت منہ میں بھر لیتا، متعدد بار خودکشی کی کوشش، اس پاکباز عورت کو شادی پر مجبور کیا، چھوٹے اطباء، ہسپتال، مریضوں کا علاج معالجہ کرنے میں بے بس، بڑے حکیم صاحب مردانہ لباس میں درحقیقت اسکی بیوی، بیوی نے اپنے سر سے پگڑی اتار پھینکی، خرم اپنی بیوی کو سامنے پا کر ششدر رہ گیا، انتہائی دکھی اور آزردہ خاطر، بدبخت بھائی، ان تینوں مجرموں نے بے پناہ ظلم، [illegible]

Marfat.com

1203 نسیم احمد

دیکھتے ہیں میں پھر ان سے حق میں دعا کرونوں، حق ہونے کی ترغیب، دست بستہ معافی، اپنے خاوند کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھنا، مدارات، طبیب نے جو مشورہ بھی بلا جھجک دیا، بنی النسل جوان۔

1023 [illegible]

جنرل چیانگ کائی شیک، ماؤزے تنگ کی کمیونسٹ فوجیں، چیانگ کائی شیک کی شکست، فوج کے ہمراہ بھاگنا، جزیرہ تائیوان، دارالخلافہ Tapei، نیشنلسٹ حکومت، بیٹے نے کئی سالوں تک آمرانہ حکمرانی کی، چند سالوں سے جمہوریت، N.I.Cs (Newly Industrialised Countries)، جنوبی کوریا، سنگاپور، انڈونیشیا، چین کے کسی شہر میں ایک مولوی، معمولی روزنامہ، لوگ محض اس کا نام پڑھنے کیلئے اخبار خریدتے، کمپنی کی زندگی سے دوچار، چھوٹا سا تاریک کمرہ، کتابوں، اخباروں اور رسائل سے بھرا ہوا چھوٹا بستر، علاقے کی ایک معمولی سا مولوی، انتہائی مختصر قلیل الفاظ، جگہ کا افتتاح، ہر قسم کرنے کا حکم صادر فرمایا، دوسرے لوگوں پر حکمرانی، ہیومرسٹ، بوسیدہ لباس، ملکہ صاحبہ کی خدمت میں حاضر، لرزیدہ اندام ملکہ کے دربار میں حاضر ہوا، "تمہیں مجھ سے شادی کرنا پڑے گی"، خوفزدہ، سکتے کی حالت، نہ موقع بھی موقع کے مطابق کہنا ہے، ملکہ صاحبہ غصے کی حالت میں، شادی کرلو، یہاں انکار کی بالکل گنجائش نہیں، مولوی سے شادی، پیاروں پر، قبرستانوں میں لے گئے، "یہ قبر جس پر کوئی کتبہ موجود نہیں، یہ ایک بڑے عالم فاضل کی ہے جو بہت سی کتابوں کا مصنف بھی ہے، سوائے میرے اور چند ایک کے اسے کوئی نہیں جانتا، یہاں کوئی ہستی آرام فرما ہے"، طویل وعریض قبرستان، ادھر ادھر گھومتے، ایک تازہ قبر کے سرہانے ایک نوجوان عورت بیٹھی زاروقطار رو رہی تھی، اس کے ہاتھ میں پنکھا، قبر تازہ بنی ہوئی اور گیلی، خاوند جوانی کے عالم میں ہی چل بسا، سوگوار عورت، پنکھی، آسمان کی طرف منہ، آسمان پر بادل چھا گئے، بڑی مشکل سے قبر تھوڑی سی سوکھی، مرتے دم مجھ سے وچن لیا، جوان، دوسری شادی، قبر کی مٹی خشک ہونے کے بعد، ورطہ حیرت میں کھلکھلا کر ہنس دیئے۔

957 [illegible]

میاں صاحب قبل از تقسیم ہند S.H.Atta & Sons کی کمپنی، فلور کا کاروبار، نظام آباد، وزیرآباد، ضلع گوجرانوالہ، ایجنٹ، بزنس کے سلسلے میں انہیں پورے ہندوستان میں جانا پڑتا، "ہمدوار"، دوست صدیق اور میاں کے ساتھ گئے، گنگا میا، اچھلتی کودتی آتی ہے، ہردوار آکر پرسکون انداز میں بہنے لگتی ہے، اسے لیکر کلکتہ تک، چار میل کے فاصلے پر دریائے گنگا پر پلیٹ فارم، ہندو اپنے مردوں کو جلانے نہیں بلکہ پلیٹ فارم پر رکھ دیتے ہیں، مگر مچھ ان پر جھپٹ پڑتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے تکہ بوٹی ایک کر دیتے ہیں، لوگ اس علاقہ میں اس کا پانی نہیں پیتے، "مردہ گھاٹی"، گنگا جل، جل میں نہانا مذہبی فریضہ، رشی آتی پالتی مارے، بیشمار افراد، مہارشی، اپنے آسن جمائے بیٹھا، درشن، چھتر، درشن، بھگوان کا دان، لوگ مندروں میں ماتھا ٹیکنے گئے ہوئے ہیں، آتما نے اجازت نہیں دی، عجیب وغریب "خدا تو ہے مگر لفظ خدا نہ تو کسی وید میں ہے اور نہ ہی کسی قرآن وحدیث میں موجود ہے"، رشی نے میاں کمپنی سے کہا "اپنے ارد گرد نظر دوڑاؤ تمہیں ہر طرف ہر چیز خدا کے آگے سرنگوں نظر آئیگی اور اس کے حکم عدولی نہیں کرتی۔ چیونٹی سے لیکر ہاتھی تک جو خوراک اس کے لئے مختص کی گئی ہے وہی کھایا اور کل کیلئے فکرمند نہیں، رات کو ذخیرہ اندوزی نہیں، کھانے کا، خوراک کل کیلئے پس انداز نہیں کرتے، صبح اٹھتے کا پھر رزق کی تلاش کریگا، مگر انسان جو اس کائنات میں سب سے بڑا خدا

کہ باغی ہے اور اس کے حکم کی نافرمانی فرض اولین سمجھتا ہے ہمیں وہ جوانی ہو یا بوڑھی ہوتی رہتی ہے
ہیں جھوٹا رشتہ بنا بیٹھا ہے اور اسے جب اپنے کئے کا تجربہ ہوتا ہے تب ہی وہ سالوں بیتے
ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ خدا قادر مطلق ہر چیز پر قادر ہے مگر انسان اس سے ذرا بھی نہیں ڈرتا۔
جنگل میں سفر درخت پر چڑھ کر رہ جاتیں، دھواں جنگل بادل کا ایک جوڑا بڑا سانپ کا بچہ بچہ لے
راستہ روکے کھڑا موت کو سامنے دیکھ کر ہمارے ہاتھ پاؤں پھول گئے خوف و ہراس پیچھے ہٹ گئے
نہایت شریف سانپ ہمیں راستہ دے کر سانپ غائب ہو گئے۔ چونکہ حقیقی خدا سے سخت ہوتے
ہوئے بھی اس سے نہیں ڈرتے یا کبھی غلط کام کرتے ہوئے ہمیں اس کے عذاب سے خوف نہیں آتا۔

980 ماں کی خدمت

ریاست بھوپال انڈیا چوپال والے کی دکان چونے کے پیالے میں ایک پولٹ کا
ڈوڈو دکان مشہور "ڈوڈیوال چوپ" شیر اور ہرن کے شکار بیٹے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ملک میں
بھی مشہور، باقاعدہ شکار، بڑے شکاری مصطفیٰ کمال شوکت کا اس کی چھاتی پر فائر، ہرن کی ماں پر
شیر نے اس کی گردن دبوچ لی۔ جھٹکا مار کر اس کو اپنی پیٹھ پر لاد دیا اور روانہ چوڑا جس آمیز خیال شیر کا
تعاقب، کچھار (کھوہ) ہرن کی صاف ستھری جگہ پر رکھ کر نہایت قرینے سے چھوڑ دی۔ بوڑھی شیر کی
ماں، جس کے بال اس کی گردن پر جھول رہے تھے، بے جان کی کیفیت حکیف شیر کی اپنے بیٹے سے
مزے لے لے کر شکار کو چیت کر کی زبان سے منہ صاف شیر نے باقی ماندہ گوشت مہیا رکھ دیا
درندے بھی اپنی بوڑھی اور مجبور ماں کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔

984 ماں باپ کی یاد

دلی سے ساٹھ میل کے فاصلے پر گنگا جمنا اور دیوبند کی سرحدی ریوں کا سنگم
انگلینڈ کے گانے والے مشہور گروپ Beatle کے ایک فرد جارج ہیری سن کی راکھ
کی بیوہ Olivia اور چوبیس سال کے بیٹے Dhani نے بہا دی آلہ آباد شہر مشہور زمانہ
"آنند بھون" پنڈت جواہر لال نہرو کے والد پنڈت موتی لال نہرو کا محل آزادی ہند کی نامور
سیاسی شخصیات کے مجالس برپا ہیں، حضرت بل ڈال بیک ہر یگور، کشمیر تقسیم ہند کا جمہ کا پن
مریخی اور دلسوز آواز سے متوجہ بیخودی کے عالم میں انہوں کے ساتھ دعا کیا شعر گا رہا تھا بہ کی
محسوس ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ناز و نعمت سے پروان چڑھایا۔ غمی کر میوں سے دوران زندگی کی پونجی
فروخت کر دی بی اے اچھے نمبر سے پرفارمنس تو ان میں کی کئے اس جہان فانی سے کوچ کر گئے
بیرون رشتوں نے اس کو وہیں چھوڑنے کا ارادہ، بہوت بیٹوں ہمیشہ چھوٹا کا بچہ چپ رات کا
بے رحم موجوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی لیکن طرف بہہ گئی تمام رات نہ میں نہ رکی اس قیمہ کا مون مش
سے چندی چوک، بورڈ پر نظر ٹھہری دیانتی پڑھنے والے استاد کی ضرورت ادارے سے ملتی پنڈت
مہاراج سے ملاقات اور قابل ذہین اور شریف انسان کی تلاش، سلیشن کا طریقہ ذرا مختلف محض ٹیسٹ
مختلف بچوں کو پڑھایا سب سے زیادہ ذہین معقول 35 روپے ماہوار تنخواہ دیتا ہے۔
ہمراز کی جنگ کے موقع پر چوٹی وغیرہ شہر ہندوستان میں ہر خاص و عام کی زبان پر نالی مشہور ہیں
بارش بچوں والی بے والدین لا کھیں اپنے ساتھ لے کر چھوٹی بچی وہیں رہ گئے پاس ایک
معزز خاتون، بچی کی تعلیم سے متعلق سوالات امیر کی ایک جان نے آپ کو چار بجے چائے پر مدعو کیا ہے
میزبان کے منتظر ہونے پر شام کے لمحات تک وہیں ٹھہر نا پڑا آمد و رفت کا سلسلہ حالات سے آگاہی۔

Marfat.com

1205
مسجد جنسیاتی سے عہدہ برآ ہونے کی اجازت، فکر معاش، کمزوری بھانپ گئی، دکھتی رگ، نہایت عقلمندی سے اپنا مدعا زبان پر لے آئی، اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں، محلے کی مسجد کے امام، چند شرفاء، سادگی سے نکاح، ٹیوشن سنٹر نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی۔

931
مصطفےٰ میاں
شادیوال گاؤں، بستی مفتیاں، زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی، خاندان کا علم و ادب سے گہرا تعلق، جنگ عظیم دوم، اتحادی فوجوں کیساتھ عراق لیبیا اور نہ جانے کس کس محاذ پر جوہر دکھائے، مدنی کا ج جہلم میں بطور ڈرائنگ ماسٹر، ریٹائرمنٹ، جونیئر برن ہال سکول ایبٹ آباد میں ملازمت، جماعت فارسی، اردو، پنجابی اور ہندی کی بہت سی نظمیں اور اشعار ازبر، گرویدہ بنا لیتے، اکابرین کی تقریریں سب سے بڑے اعزاز، نواب بہادر یار جنگ، سبھاش چندر بوس، علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی، متشرع، فقہ جعفر یہ، خوش الحانی، اہل تشیع انہیں پنجاب کے دور دراز علاقوں میں مجالس عزا میں نوحہ خوانی اور ماتم کیلئے بلایا کرتے، شکست، عقلمندوں کی عقل دانش اور ہوشمندوں کی فہم و فراست دنگ، والد صاحب نے کہہ دیا کہ ناچنا گانا ہم لوگوں کا کام نہیں، زبردست دھچکا لگا، بیساکھی کے میلے کی قسم، والدہ صاحبہ کے پاؤں کو چھوا اور ہاتھ باندھ کر ان سے عہد کیا کہ آئندہ گانے کو profession نہیں بناؤں گا، Folk songs میں عام طور پر نہیں بلکہ مفتی میاں کا نام ہوتا، ایک تیج سفید شلوار قمیض میں ملبوس ہاتھ میں pension book، 8 بجے کے قریب راقم کے پاس، رونق افروز، ہر روز تقریباً 11 بجے کے قریب گیا کرتے، ''میں صاحب مال نے اس وقت آپکی آمد اور کمال کا سفید لباس ''! National Bank، Circular Road، pension، پھر ملاقات نہ ہو سکی، پیر رشید الدولہ صاحب، وغیرہ وغیرہ سے روایات، جماعت میں صاحب نے یہ واقعہ تحریر کرایا، دو قسم کے انسان، وہ جو وہ کبھی نہیں کرتے جو ان سے کہا جائے اور دوسرے وہ جو صرف وہی کرتے ہیں جو ان سے کہا جائے۔

949
ملک صاحب
دریائے راوی کے کنارے شارع عام سے ہٹ کر ایک گاؤں، رانگڑ ذات کے سب سے بڑے زمیندار، ملک صاحب نہایت بااثر اور ظالم، سرشت رہائش پذیر، ستم ظریفی، اکلوتی نہایت خوبصورت جوان بیٹی، معمولی مگر خوبرو اور جوان ملازم پر فریفتہ، بہانے سے ملنے کنوئیں پر، ''بہت زاری منت سماجت، مجھ غریب پر رحم کرو، میرا تمہارا کیا جوڑ، محبوب کے دیدار کیلئے حیلہ بہانہ، عجز و انکساری، مزید تحقیقات سے آشکار، ملک صاحب مشتعل، ناگواری سے گرجے، ''خبردار آئندہ ایسی بات تمہارے ذہن میں بھی آئی اور کسی سے ایسی بات کی تو میں تمہیں جان سے مار دونگا۔'' خصوصی گھوڑی پر سوار آ دھمکی، گاؤں کی زینت و بھانپا، کنارہ کشی، غیر محسوس انداز میں کوٹھری سے باہر، کواڑوں کو کنڈی، بھاگتا ہوا گاؤں، ملک صاحب کو خبر دار کیا، ذات ڈپٹ، کوٹھری میں جانے کی زحمت، شرمندگی سے پانی پانی، دختر نیک اختر وہ بیکار آگے بولا، بیٹی و شاں شاں اپنے گاؤں کی دوسری حویلی میں لے آئے، کمرے میں اکر کمرے کا فرش کھود کر اسی کمرے میں گڑھا کھود کر گاڑ دیا، افواہ پھیلا دی، بیٹوں کے درمیان جائیداد کے بٹوارے کا مرحلہ، قتل گاہ، بوسیدہ مکان کو مسمار، کمرے کے کونے پر پہلے تو سونے کے کنگن، بندے اور پراندے کا پھمن وغیرہ برآمد ہو گئے، بدنصیب بیٹی کے زیورات، سربستہ راز۔

943
مولوی عبدالحمید ملک
دریائے جہلم کے کنارے ''مجید یہ'' بال، میرپور (آزاد کشمیر)، والد ماجد کی وفات،

Marfat.com

پروفیسر عبداللطیف ایم۔اے، مشین محلہ جہلم، سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بوری بچھا کر ... پڑھنے لکھنے کا، بکوں سے گا گا کر سبق لیتے، ہونہار بچے، میٹرک کا امتحان پاس، بھائی نے بی اے، ایم اے، محکمہ تعلیم میں حیثیت لیکچرار، بچوں کو قرآن کا سبق، کئی شاگرد "بھائی" اور "بیٹی" ہوئے، ہر جمعرات "جمعہ"، امور کا باقاعدہ معاوضہ ادا کرتے، کسی کی دعوت قبول نہ کرتے، مثال صاحب ... ملٹری کالج، میرپور، موٹر سائیکل کو تالا لگانے کی ہدایت، حدیث شریف، درویش منش ... کوئی ذکر نہیں، ایسا کوئی فارمولہ نہیں، رشی منی، نہ کوئی پیغمبر، خدا کی موجودگی کا ثبوت، کسی کے پاس بکرا قربانی، بکرے کا ایک کان کٹا ہوا، جانور داغدار ہو تو قربانی قبول نہیں ہوتی، بیٹی کی جو منت شادی کی فکر دامنگیر، صوبیدار میجر، جن کا بیٹا فوج میں سپاہی، نکاح اور رخصتی کا دن طے، باراتی ... اس کی والدہ اور دیگر اہل خانہ، مولوی صاحب کے پاس کل تین سو روپے، تین دوستوں کو بلایا، ایک سے ... کا انتظام، دوسرا دیگ کو ڈھونڈ لے آیا، تیسرا دوست تھوڑا ہانڈی سالن اور روٹیاں لے آیا، نکاح کے بعد جہیز ... بیٹی کو دینے کے لیے چند معمولی کپڑے، برات کی رخصتی، ایک میں دولہن ... کے لیے دو تانگے، دولہا دولہن کو لے کر واپس اپنے گاؤں کو چلے۔

958 میزان بالقسط ☆☆☆

ہردوار، گنگا کے کنارے، بارہ سال بعد ایک عظیم مذہبی اجتماع کا انعقاد، عرف عام میں "کنبھ" کا میلہ کہا جاتا ہے، رشی آسن جمائے تپسیا، کوئی ایک ٹانگ پر کھڑا، کوئی جھولا جھولتا، کوئی آلتی پالتی مارے بیٹھا، کوئی چاروں طرف آگ لگائے، کوئی دھونی رمائے ہوئے، کئی ایسے تپسیا ... لاغر اور دبلے ہو جاتے ہیں کہ مہاتما بدھ کی طرح ایک ایک پسلی نظر آ رہی ہوتی ہے، کئی روپ ... گنوانا دشوار، پجاریوں میں ایک رشی جو پچھلے بارہ سال سے گنگا کے کنارے ... چپ سادھے بیٹھا ہوا تھا، کسی دیوی یا دیوتا کا بلند آواز میں نام لیتا، بھگوان نے ایک دن ... دیا، آکاش وانی آئی، بنارس، شیو جی مہاراج کے مندر کے سامنے پیپل کے پیچھے ... پکوڑے بیچتا ہے وہ تم سے زیادہ پوتر اور سوتنتر ہے، اس کے سامنے تمہاری تپسیا ہیچ ہے ... کوئی باطل، واقعی 70 سال کے بوڑھے نیک ہیں، کی دوکان، درشن، آپ یہ جھوٹ (...) ... چرن چھونے آیا ہوں، روز بازار جاتا ہوں، کوشش کرتا ہوں کہ تازہ سبزی ... اور بیسن وغیرہ لاتا ہوں، اچھی طرح صاف، برتن بھی اچھی طرح سے مانجھے ہوئے، پکوڑے ... ترازو میں ڈنڈی نہیں مارتا۔

985 مہاتما کرشن مورتی ☆☆☆

ہندو مہا سبھا ... کے چیئرمین کی خواہش، مہاتما کرشن مورتی چند ... مشہور ہیں، سنسکرت، اردو، ہندی اور انگریزی میں ایم اے، ہندوؤں کی یونیورسٹی ... ہردوار، بنارس، centres، ہندوؤں کی بیوہ (ودوا) عورت (مندروں کے پجاری) ... خواہشات کیلئے ان عورتوں میں سے خوبصورت اور کمسن عورتیں منتخب کر لیتے، ... مراعات سے نوازتے، بھاگ کر بازاری ... مسلمان ... پناہ ... یہ عورتیں عصمت فروشی ... کے حصول کیلئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتی ہیں، گاتے بجاتے ... میں اور ... مویشیوں کی طرح فروخت کرنے کی "بولی" لگا دیتے، شیو جی مہاراج کے مندر کے سامنے پیپل کے درخت کے سامنے میں، ایڈیشن (ملاحظہ ...) دیا کرتے، تفصیل ... میں ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

978 نماز قائم کرنا

قمر چاند پوری نے مصطفےٰ کمال کو کانپور میں آل انڈیا مشاعرہ کے سلسلہ میں بلا لیا،
تقسیم سے پہلے ہندوستان میں جگر مرادآبادی، فراق گورکھپوری، ساغر لکھنوی، بانی حیدرآبادی،
شاہجہانپور، سائیکل جاپان کی بنی ہوئی، Hercules سائیکل 35 روپے اور Releigh 75 روپے۔
سائیکل پنکچر، سفر کے دوران سڑک پر دو رویہ آموں کے درخت، مایوسی کے گھور اندھیرے، درختوں کے
جھنڈ کے قریب بستی میں مسجد کے مینار، اردگرد کے کھیتوں سے کسان کام چھوڑ صلوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مسجد
کی طرف آئے، درخت کے سائے میں سائیکل کھڑی کی، تالا لگانے کا ارادہ، تالا مت لگائیں یہ مسلمانوں
کی بستی ہے آپ کی سائیکل چوری ہونے کا احتمال نہیں، سائیکل ہوتے ہوئے پیدل کیوں چل رہے تھے؟
چند بزرگ کسان جو کہ مسجد میں صلوٰۃ کی ادائیگی کیلئے وضو کرنے کیلئے قریبی تالاب کے کنارے جا بیٹھے،
پنکچر لگوانے کی ہدایت، ہم head ماسٹر، درخت پر سے زمین پر گر گیا، عیادت، ہمدرد شخص لوگ
دوسرے روز پٹی باندھنے کیلئے پٹیاں تیار کر رہا تھا، شخص کے خلوص کو دیکھا، جگری دوست، اپنے بھائی کی
طرح خدمت کرنا، کچھ روپے لینے پر رضامند، ہر شخص ایک ایک روپیہ اور گندم کا آٹا، مکئی کا آٹا، چاول
[illegible] ایک وقت کی [illegible] معذور، ہر ایک شخص نے اپنی حیثیت کے مطابق
مالی مدد کی [illegible] ضروریات زندگی مہیا کی ہوئی تھیں، کھانے میں چاول، دہی، چٹنی،
[illegible] ایک [illegible] پہنچ پر فلاں فلاں چھوٹے قد والے آم کے درختوں سے دو درجن آم لے آؤ،
تھے نہایت رسیلے خوشبودار بغیر ریشے کے ایک آم آدھا آدھا کلو کے آم۔

979 وید پرتھوی راج

مئی [illegible]، چند ہندوستان کے قریب ایک اعلیٰ ذات کا ہندو پرتھوی راج نام مشہور
وید تھا مصطفےٰ کمال، وید پرتھوی راج، دیگر ہندو بیٹھے جا رہے تھے نہایت خوبصورت خانہ بدوش،
عورت دودھ [illegible] ([illegible]) [illegible] انداز میں کہ زمین بھی دھڑکتی محسوس ہوتی، بوڑھا شخص،
قریب بیٹھا [illegible] صاف چھنے (پیالہ) میں مجھے کچھ پلاؤ [illegible]، کلام کرتے وید جو
ایک اعلیٰ ذات کا ہندو ایک نیچ ذات کے ہاتھ سے کیسے پی رہا تھا، پھر ایک مسلمان کے ہاتھ سے ہندو
نے [illegible] چھوٹی بچی کو وید نے دو روپے دینے چاہے، بچی کا انکار، دونوں
میاں بیوی آپس میں پیار محبت اور راضی خوشی زندگی گزار رہے ہیں۔

982 Delivery on train

تقسیم ہند سے قبل مصطفےٰ کمال صاحب لاہور سے فرنٹیئر میل پر بمبئی، گاڑی کھنڈوا ریلوے
سٹیشن پر رکی، اور [illegible] ریلوے سپاہی ساتھ والے زنانہ ڈبے سے پریشان حال، سکھ اور اس کی بیوی،
خواتین اور مردوں کے ڈبے علیحدہ علیحدہ، سپاہی نے نہایت اضطراب کے عالم میں "ساتھ والے ڈبے
میں ایک جوان عورت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے" سردار صاحب کی بیوی ایک لیڈی ڈاکٹر، ناسک کے
سٹیشن پر جب گاڑی رکی تو وہ سکھ لیڈی ڈاکٹر اور ایک ہندو لڑکی جس کے ماتھے پر تلک لگا ہوا تھا نومولود
بچہ اٹھائے ڈبے سے سامنے آکر platform پر [illegible] گارڈ، ملازم کو بتلانے کے لیے کہا، کاغذات،
گاڑی کی whistle، دیہاتی عورت اور محنت کش تھی اس لئے ڈلیوری نارمل ہوئی، عورت کے تمام کوائف
فارم میں پر کئے، انگریز بہادر کا قانون، جو بچہ ریلوے سفر کے دوران پیدا ہو تمام عمر کسی جگہ بھی ہندوستان کی
حدود کے اندر مفت سفر کرنے کا مجاز۔

Marfat.com

کئی سال قبل از تقسیم ہند [illegible] صاحب کو [illegible] ہونے کا اتفاق [illegible] پان [illegible]
کی دکان سے ایک پان خریدا [illegible] پان پیش کیا [illegible] استعمال [illegible]
ان کے دادا [illegible] جہانگیر کی [illegible] شاہی خاندان میں چند [illegible] تقریب
کا انعقاد [illegible] مسرت موقع کی مناسبت سے [illegible] کی طرح سجا ہوا تھا [illegible]
پہلوان [illegible] (منگلیاں) [illegible] بازی [illegible] پھول [illegible] مختلف [illegible]
[illegible] سے فرصت نہ تھی۔ جشن تین دن جاری [illegible] جہانگیر چاندنی رات میں [illegible]
شراب سے لطف اندوز [illegible] جمنا کے [illegible] بانسری کی [illegible] میں بجا رہا تھا [illegible]
جہانگیر کا سکون برباد [illegible] بادشاہ نے حکم دیا کہ بانسری کی آواز [illegible]
[illegible] رات کا آخری پہر [illegible] مستی [illegible] درخت کے [illegible] ایک خوبصورت [illegible]
تین [illegible] والا زمرد رنگ کی پگڑی سر پر [illegible]
[illegible] بادشاہ وقت آپ [illegible] چاند [illegible]
ہاتھ پاؤں پھول گئے [illegible] ہیبت [illegible]
[illegible] سے محبت ہوتی ہے [illegible] ایک [illegible]
جس کی ایک ہی [illegible]
[illegible] میں [illegible] پگڑی [illegible] چاندنی میں [illegible]
ایک پر شباب [illegible] بادشاہ [illegible] کتاب [illegible]
حیرت میں ڈوب [illegible] اور معاملہ فہم بادشاہ [illegible]
[illegible] بادشاہ سے [illegible] نور جہاں [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
[illegible] نور جہاں [illegible] جہانگیر [illegible] میں [illegible] ایک [illegible]

جن محترم حضرات نے زیر نظر کتاب میں واقعات قلم بند کروائے ان کی اخلاقی بلندی اور سچائی پر راقم کو یقین ہے۔ [illegible]
[illegible] نوری

جھوٹ یوں بولیں [illegible] مصلحت کے نام پر
زندگی پیاری [illegible] لیکن ہمیں مرنا تو ہے

ختم شد

Marfat.com

Prof. Dr. Pir Nasir

Born February 7, 1930, Ghari Shah Daula, Gujrat (Punjab), Pakistan, of established Pakistani family with feudal and religious credentials - descendants of the reverend saint-engineer Hadrat Shah Daulah Daryae, Gujrati Punjabi, Pir Nasiruddaula, known in scientific and some humanistic publications simply as P. Nasir, grew to be an exceptional scholar and young adventurer. Naturally, the question arises about the abbreviated form, P. Nasir, of his actual name. It all began when he opted for further studies abroad. Although, while in Pakistan, he knew about the significance of the 'first' or the 'given' names and the 'last' 'Christian', 'family' or the 'surnames' yet the encountered a practical 'nomenclature' impediment in England. It is of common knowledge that 'Pir' is not the first name, but a religious prefix. 'Nasiruddaula' was too tongue twisting to be taken for the last name. Consequently, Pir became the first and Nasir the last name not only for the paperwork but also for the routine usage.

His mother, Zubeda Khanum, was married to Pir Nazirudduala, who was known far and wide for his sprawling residence named as 'Sabri Kuttiya', which was the famous hangout of musicians, dancers, classical singers, etc. Poor Zubeda Khanum, known as "Aunti Ji" was a portrait of tragedy brought about by the inhuman treatment of her in-laws. They made her life so unbearable that she was forced to leave her home and came back to live with her mother and brothers. It was there where she gave birth to P. Nasir.

Pir Nasir was brought up in his maternal uncles' *Diwan Khana*, in particular his maternal grand mother and one of the uncles Hakim Pir Rashiduddaula, known to him as Abbaji (father), dotted on him. Pir Nasir rolled in abundance so much so that he never had to suffer for want of toys, clothes, stationery, books, tutors, maids or any thing else he fancied. He simply had to ask for it and was complied with.

It was the shock of his life when his high school headmaster asked him to fill in the forms for entering the matriculation examination. Pir Nasir wrote the name of his father Hakim Pir Rashiduddaula, but the headmaster corrected it as Pir Naziruddaula. This led to a sort of heated argument between them, enough to make him cry. He came running home all tears and complained against the headmaster's contention to his mother that made her cry rather inconsolably. Just at that moment "Abbaji" (*maternal* uncle *op. cit.*) materialized and tearfully unfolded the reality to him that the headmaster was right all along the line.

After a distinguished academic career in Pakistan, during which he was awarded a Gold Medal in M.Sc. (Zoology) from the Government College, Lahore, he proceeded to the UK, where he completed his Ph. D. in Parasitology at the Birmingham University, Birmingham, in a record two and a half- year's time in 1958. For a short time, he continued as a post-doctoral research fellow at the same university. Thereafter he proceeded to the USA where he also worked as a post-doctoral research fellow. He returned to Pakistan in 1962 to serve his fatherland. However, he was painfully disappointed only to land a non-scientific job as an Officer on Special Duty. During a nine-month stay in Pakistan, hectic efforts notwithstanding he failed to find a suitable opening. Eventually, he revived his contacts abroad and three opportunities unfolded in Vancouver (Canada), Perth (Australia) and Universidad de Oriente, Venezuela (South America). He opted for the latter not only due to new horizons but also unlimited research facilities were promised. Finally he spent twenty-seven years teaching and working on research projects in Venezuela, where he retired as a full professor of Parasitology. He then returned to his roots in Gujarat in 1990.

Academic

Formerly:

Profesor Titular (Full Professor) of Parasitology, Universidad de Oriente, Venezuela, South America.
US Post-doctoral Research Fellow, Wayne State University, Detroit, Michigan, USA.
Caroline Harold Post-doctoral Research Fellow, University of Birmingham, UK.

Executive posts

Secretario Ejecutivo, Consejo de Investigacion, Rectorado, Universidad de Oriente, Venezuela, South America.
Director de Bibliotecas, Rectorado, Universidad de Oriente, Venezuela, South America.

Elected offices

Miembro de Junta Superior Universitaria, Universidad de Oriente, Venezuela, South America.

Honours

Gold medallist, Punjab University, Lahore, Pakistan, for standing first in M.Sc., 1954
Orden 27 de Junio, Republica de Venezuela, 1973
Orden Francisco de Miranda, Republica de Venezuela, 1977
Honor al Merito, Universidad de Oriente, Venezuela, 1975
Medalla de 21 de noviembre, highest honour of Universidad de Oriente, bestowed upon Distinguished Professors, 1988
Honorary Fellow Zoological Society of Pakistan

ISBN 969-8263-05-7

(Cont. Inside back cover)

Marfat.com